فارس تم ٹھیک ہو؟ کبیر خان بھاگ کر فارس کی طرف بڑھا تھا۔ جس کی سفید شرٹ خون سے بھیگتی جا رہی تھی۔۔۔

کبیر خان اسکی سفید شرٹ سے خون نکلتے دیکھ کر بے یقین ہوا تو فارس مسکرا کر اپنے یار کو دیکھے گیا۔

خان میں ٹھیک ہوں۔! فارس نے تکلیف سے بامشکل مسکراتے ہوئے اسے یقین دلانا چاہا تھا۔

بھائی! بھائی! غازیان ان دونوں کو بلند آواز میں مسلسل پکارتے ہوئے تیزی سے بھاگتے ہوئے انکے قریب پہنچا تو اپنے دونوں بڑے بھائیوں کو زخمی دیکھ کر اسکا مضبوط دل سینے میں بے اختیار جکڑا گیا تھا۔۔۔

غازیان نے حلق کے بل چلاتے ہوئے کبیر خان کو ہوش دلانے کی کوشش کی تھی۔ جو فارس کا

سر اپنی گود میں رکھے فریز ہو چکا تھا۔۔۔

اپنے جگر، بھائی کو ہوش حواس بھلائے دیکھ کر فارس نے سینے میں اٹھتی ہوئی تکلیف پر ضبط کرتے ہوئے کبیر خان کے چہرے پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہ مسکرا کر ہمیشہ والے الفاظ توڑ توڑ کر ادا کرنے کی کوشش کرنے لگا تھا۔

رہے۔نہ۔رہے۔یہ۔جیون۔کبھی،۔بنی۔رہے۔یہ۔دوستی۔۔۔

ہے- تیری- قسم -او- یارا- میرے،- جدا- ہم- نہ ہونگے- کبھی۔۔

فارس لفظوں کو توڑتے ہوئے بولا تو کبیر خان کی وحشت زدہ آئس بلو آنکھوں سے ایک آنسو ٹوٹ کر بکھرتا چلا گیا تھا۔

بھائی ہوش کریں! فاری بھائی کو جلد از جلد ہاسپیٹل لے کر جانا ہوگا۔ غازی نے جلدی سے فون پر فاتح کو گاڑی لانے کا کہتے ہوئے کبیر خان کو ہوش دلانا چاہی تو کبیر خان کی حالت دیکھ کر غازیان کے ہاتھ سے بے اختیار موبائل چھوٹ کر نیچے گر گیا تھا۔۔

سینے پر گولی لگنے کی وجہ سے فارس ہمدانی جو ضبط سے اپنے یار کو ہمت دیتے ہوئے ابھی بے ہوش ہوا تھا۔ لیکن آنکھیں بند کرنے سے پہلے وہ یہ نہیں دیکھ

پایا تھا کہ کبیر خان اسکے ہوش کھونے سے ہی اپنے دیو ہیکل وجود کے ساتھ زمین بوس ہو چکا تھا۔

اٹلی میں ڈھلنے والی یہ شام قہر زدہ ثابت ہونے والی تھی۔ آج کی ڈھلتی یہ شام کہاں جا کر اختتام پزیر ہو گی، غازیان پاشا اس سے بے خبر تھا۔

کچھ لمحوں کے توقف کے بعد ایک گاڑی نے آکر غازیان پاشا کے قریب زور سے بریک لگائی تھی۔ اگلے ہی پل ایشام بجلی کی سی رفتار سے گاڑی سے باہر نکلتے ہوئے اپنے بڑے بھائیوں کی طرف بڑھا تھا۔ اٹلی کی اس گلی میں باسم کاظمی کی بھی اذیت ناک چیخ بے ساختہ گونجی تھی۔

باسم اور ایشام نے غازی کو ہوش دلاتے ہوئے جلدی سے آگے بڑھ کر کبیر خان اور فارس ہمدانی کے بے ہوش جسموں کو گاڑی میں لٹایا تو گاڑی میں بیٹھنے

سے پہلے غازیان پاشا کے کانوں میں بے اختیار دو ایک ساتھ گنگناتی ہوئی آوازیں گونجنے لگیں تھیں۔

رہے نہ رہے یہ جیون کبھی، بنی رہے یہ دوستی۔۔۔

ہے تیری قسم او یار امیرے، جدا ہم نہ ہونگے کبھی

وہ جدا نہیں ہونگے، غازیان نے سینے میں خوف سے دھڑکتے ہوئے دل پر قابو کرتے ہوئے اس نے جھکتے ہوئے اپنے دونوں بڑے بھائیوں کے ماتھے پر باری باری ہونٹ رکھ دیے تھے

میرا تو یہ ہی فیصلہ ہے، باقی تم سب بتاؤ اس بارے میں کیا سوچتے ہو۔۔۔؟
سلطان احمد خان نے سگریٹ جلاتے ہوئے اپنی رائے پیش کی تھی۔

ویسے خیال تو برا نہیں ہے۔۔! سب سے پہلے ضرار پاشا نے متفق ہوتے رائے دی تھی۔رات کے گیارہ بج رہے تھے۔جب ملازمہ انکو کافی دے کر گئی تھی۔

سلطان نے کوئی ضروری بات کرنے کے لیے ان سب کو یہاں پر بلایا تو وہ سب فکر مند ہوتے جلدی چلے آئے تھے۔

خان کی بات سے میں خود بھی متفق ہوں،اس طرح گھر کی بچیاں گھر پر ہی رہیں گئیں "سنان کافی کا مگ اٹھاتے ہوئے بولا تھا۔۔۔

خان بات تو تمہاری ٹھیک ہے پر یہ بتاؤ کہ ابھی نکاح کس کس کا کروانا ہے۔۔ "

وہاج نے صوفے سے ٹیک لگاتے ہوئے سوال کیا تھا۔

کس کس کا کروانا سے تیری کیا مراد ہے وجی، ظاہر سی بات ہے ابھی تو جو دو مجنوں بنے پھر رہے ہیں انکا ہی کروانا پڑے گا نا "

وہاج کے سوال پر عیس نے گلاس وال میں دیکھتے ہوئے اپنے لمبے بالوں کی پونی سنوار کر مصروفیت سے جواب دیا۔

گزشتہ گزرے سالوں میں عیس علی ہمدانی

اپنی پرانی لک میں پھر واپس لوٹ چکا تھا۔

تیرا مطلب ہے کہ بس کبیر اور فارس کا ہی نکاح ہو گا۔۔؟ وہاج نے اپنا مگ پکڑتے ہوئے کنفرم کرنا چاہا تو سب نے سر کو جنبش دیتے ہوئے ہاں کی۔

ظاہر سی بات ہے ان دونوں چوزوں کو ہی زیادہ آگ لگی ہوئی ہے تو انکا ہی نکاح پہلے ہو گا۔۔۔! عیس نے وہاج کی طرف دیکھتے کندھے اچکائے، تو وہاج کسی کچھ الجھن کا شکار نظر آنے لگا تھا۔

خان تجھے لگتا ہے کہ ایسے نکاح کے بعد بچوں کا ایک ساتھ رہنا ٹھیک ہو گا۔۔؟

وہاج نے شش و پنج کا شکار ہوتے سلطان کی طرف رخ موڑا کر پوچھنا چاہا۔

ڈونٹ وری وجی، اس کے بارے میں میرے پاس بہت اچھا پلین موجود ہے۔ پر اگر تم سب راضی ہو، تو کل کیا جمعہ کے دن نکاح کی تقریب رکھ لی جائے۔۔۔؟

سلطان نے اسے بے فکر کرتے ہوئے سب سے رائے مانگنا چاہی تو وہ متفق ہوتے حامی بھر گئے۔

ویسے یہ ساری خناس اس کمینے کی پھیلائی ہوئی ہے، جس نے میری دونوں پھول جیسی بچیوں کو پیدا ہوتے ہی ان جنوں کی گود میں ڈال دیا تھا۔ کچھ سال پہلے کا منظر یاد آتے ہی وہاج نے دانت پیستے ہوئے اپنے پاس بیٹھے عیس کی پونی کھینچ ڈالی تھی۔

سلطان اور عیس کے ہاں جب ایک ساتھ جڑواں بیٹوں کی پیدائش ہوئی تھی۔ تو نجانے کیوں عیس کی روح بے چینی کا شکار ہو گئی تھی۔ کیونکہ وہ کسی نہ کسی طرف سے اپنی بہوؤں کی آمد کا سوچ کر بیٹھا تھا۔ پر یک دیگرے بعد جب بلیک مینشن میں لڑکے ہی پیدا ہوتے چلے گئے تو عیس ہمدانی تپ کا شکار ہونے لگا تھا۔ کیونکہ وہ لوگ اس بات پر پختہ یقین کر چکے تھے۔ کہ اس مینشن میں صرف لڑکے ہی پیدا ہونگے۔

پر مزید کچھ سال گزرنے کے بعد عیس ہمدانی کے دل کی بے چینی اس دن ختم ہو گئی تھی جب بلیک مینشن میں بیہ صدیقی نے ایک ساتھ پہلی دو جڑواں لڑکیوں کو پیدا کیا تھا۔ عیس کو جیسے ہی وہاج کی جڑواں بیٹیاں پیدا ہونے کی خبر ملی وہ سارا کام بھاڑ میں جھونکتے ہوئے بھاگ کر مینشن آن پہنچا تھا۔ بیہ کے روم میں جاتے ہی اس نے جب سب سے پہلے ان نومولود بچیوں کو گود میں اٹھایا تو سب اسکی اس افراتفری پر الجھن کا شکار ہوتے چلے گئے۔

لیکن سب کی الجھن اس وقت صدمے میں بدل میں گئی تھی۔ جب عیس ہمدانی نے کالی آنکھوں والی گل بہار کو کبیر خان اور سبز آنکھوں والی گل ناز کو اٹھا کر فارس کی گود میں دیتے ہوئے یہ الفاظ ادا کیے۔

"ایک لڑکی میرے کبیر خان اور دوسری میرے فارس کی ہے"

عیس کی اس حرکت پر سب کی صدمے سے آنکھیں پھیل گئیں تھیں۔ لیکن عیس ہمدانی سب کی حیرانی کو آگ میں جھونک کر وہاج کے قریب ہو کر بڑے رازدارانہ انداز میں الٹا گویا ہوا تھا۔

ویسے وجی تجھے دو نہیں ایک ساتھ چار بیٹیاں پیدا کرنی چاہیے تھیں، تاکہ میرے شہرام اور فاتح کا بھی جوڑا بن جاتا"۔

عیس کی مخلصانہ گذارش پر وہاج نے تیش سے جہاں اسکی گردن کو جکڑا وہیں کمرے میں قہقہے پھوٹ پڑے تھے۔

سالے تو بہت ہی کوئی ڈیش قسم انسان ہے۔۔! وہاج نے عیس کی گردن پر زور بڑھایا تو عیس نے دلکش انداز میں ہنستے ہوئے سب کی توجہ سامنے کروانا

چاہی تھی۔ جہاں چار سالہ کبیر اور فارس چمکتی آنکھوں سے اپنی اپنی گڑیا کو اٹھائے ایک دوسرے کے ساتھ سرگوشیاں کر رہے تھے۔

سنان متجسس ہوتے ان دونوں کی سرگوشیاں سننے کے لئے جھکا تو فارس کی دھیمی آواز سنتے ہی وہ کانوں کو ہاتھ لگاتے اٹھ کھڑا ہوا تھا کیونکہ فارس کی سرگوشی کچھ یوں تھی۔ "میں اپنی پری کو سب سے دور لے جاؤں گا، جہاں صرف ہم دونوں ہونگے "

فارس گل ناز کا چھوٹا سا ہاتھ چومتے ہوئے بار بار یہ ہی الفاظ دہرائے جا رہا تھا۔ جبکہ دوسری طرف کبیر خان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہا تھا۔ کیونکہ اسے اپنی مورے جیسی آنکھوں والی گڑیا جو مل گئی تھی۔

توبہ توبہ ! کمینوں ان بونوں کو کونسی بے شرم ٹریننگ دے رہے ہو۔۔"سنان نے ہنستے ہوئے عیس اور سلطان سے پوچھا تھا۔

کچھ سال پہلے کا منظر یاد آتے ہی وہ سب مسرت سے ہنسنے لگے تو وہاج نے بھی مسکراتے ہوئے سر جھٹک دیا۔

کمینے انسان مجھے مارنے کی بجائے الٹا تجھے میرا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔کیونکہ میں نے تجھے تیری بیٹیوں کے لئے خالص مجنوں اور زن مرید قسم کے شوہر ڈھونڈ کر دیے ہیں !عیس کالر جھاڑتے ہوئے اتراتے ہوئے کہنے لگا تو وہ سب کشن سے اسکا نشانہ لیتے ہوئے زور سے ہنس دیے۔

ویسے خان کیا تو نے اس بارے میں سوچا ہے کہ ابھی تو وہ سب چھوٹے ہیں، پر کل کو سب جوان ہونگے تو کیا انکی فیلنگز ایسے ہی سیم رہیں گئیں۔۔۔؟

ضرار کے دماغ میں ایک سوال جو اسے کب سے تنگ کر رہا تھا۔ اسے نے سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا تھا۔۔۔

تمہیں لگتا ہے؟ کہ کبیر خان یا فارس ہمدانی کے جنون میں کبھی کمی آسکتی ہے؟ ہم سب کی شادیاں بے شک پسند کی ہوئیں تھیں۔ لیکن ہم میں سے کسی کی بھی محبت بچپن کی نہیں تھی۔ پر ہمارے بچوں کے معاملے میں ایسا بلکل بھی نہیں ہے۔ انہوں نے لڑکپن سے لے کر جوانی کا سفر ایک ساتھ طے کرنا ہے۔ اور یہ سفر ہی انکے دل میں مزید بے چینی پیدا کرنے کا سبب بنے گا۔ لیکن اس سفر میں ہماری ایک ذمہ داری اول ترجیح پر ہونی چاہیئے ہیں۔ اور وہ ذمہ داری ہے اپنے بچوں سے کبھی بھی غفلت نہیں برتنی ہے۔

کیونکہ ہماری زراسی غفلت ہمارے بچوں کے لئے بہت زیادہ زدہ نقصان دے ثابت ہوسکتی ہے۔۔۔سلطان سگریٹ کا دھواں اڑاتے ہوئے سنجیدہ لہجے میں جو بول رہا تھا۔کہ سنان اسکے الفاظ پر نا سمجھی سے اسے ٹوکتے ہوئے پوچھ گیا۔۔۔

خان تیری ان سب باتوں کا کیا مطلب ہے ؟اپنے بچوں کے بارے میں فکر مند ہوتے وہ پوچھ گیا۔یہ خیال ہی جان لیوا تھا کہ انکے بچوں کو کسی چیز سے نقصان پہنچ سکتا ہے۔

سنی سیدھا اور صاف مطلب ہے ! ہمارے سارے بچے ہی ہمارا عکس ہیں۔اور ہمارا عکس ہونے کے ساتھ ساتھ وہ سب غیر معمولی بھی ہیں۔اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم وقت رہتے ہوئے اپنے بچوں کی حفاظت کے بارے میں جتنے

اقدام کر سکتے ہیں۔ وہ سب کرنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ عقل اور شعور ہمیں یہ ہی سکھاتا ہے۔ کہ ہم چیزوں کی نوعیت دیکھتے ہوئے فیصلوں میں دیری نہیں کریں۔

مستقبل میں ہمارے بیٹے اگر ہماری ہمت اور فخر ہونگے تو ہماری بیٹیوں کو ہماری کمزوری بھی بنایا جا سکتا ہے۔ کیونکہ یہ کہانی فرض سے شروع ہو کر بہت آگے نکل چکی ہے۔ اب تک ہم نے جتنے بھی مشن کامیابی سے مکمل کیے ہیں۔ ان سب کامیابیوں نے ہمارے دشمنوں کو بھی بڑھا دیا ہے۔

اسی لئے ذمہ دار ماں باپ ہونے کی حیثیت سے ہمارا پہلا یہ ہی فرض کہ ہم اپنے بچوں کی چھوٹی سی چھوٹی سی چیز پر بھی نظر رکھیں۔

میں جانتا ہوں کہ میری باتوں کی وجہ سے تم لوگوں کے دماغ میں ابھی بہت سے سوال اٹھ رہے ہیں، پر ابھی میں جو کہہ رہا ہوں صرف اس پر عمل کرو۔ باقی میں وقت کے ساتھ ساتھ تم سب کو آگاہ کرتا جاؤں گا۔۔۔

سلطان نے انکو مزید الجھتے ہوئے دیکھ کر سگریٹ بجھا کر ریلکس کرنا چاہا تھا۔ تاکہ وہ سب پریشان نہ ہوں۔۔۔

کیا یہ نکاح بھی ان ساری باتوں کا حصہ تو نہیں۔۔؟ وہاج نے کسی خدشے کے تحت جاننا چاہا تھا۔۔۔

ہمم۔۔ کہہ سکتے ہو، کیونکہ ہمیں اپنے گھر کی بچیوں کو سکیور کرنا ہو گا۔ یہ نکاح میں کبیر خان یا فارس ہمدانی کی محبت دیکھتے ہوئے نہیں کروا رہا ہوں۔ بلکہ یہ نکاح گل ناز اور گل بہار کی حفاظت کے لیے ہے۔ کیونکہ ہم نے اپنی بیٹیوں کو

محفوظ اور بیٹوں کو مضبوط بنانا ہے۔۔۔"سلطان نے سرد سانس خارج کرتے ہوئے جواب دیا تھا۔۔۔

خان اگر ایسی بات ہے تو ہم باقی بچیوں کا بھی نکاح طے کر لیتے ہیں۔۔۔"سنان بے چینی سے بولا تھا۔

ریلیکس سنی، ابھی ہم نے صحیح فیصلے کرنے کی کوشش کرنی ہے، نہ کہ جلد بازی میں اپنے بچوں کا نقصان کرنا ہے۔ ویسے بھی ابھی ہم صرف کبیر اور فارس کی ہی اٹینشن کے بارے میں جانتے ہیں۔

سلطان نے سنی کو جواب دیتے ہوئے دوسرا سگریٹ جلایا تو اسکی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے وہ سب مزید باتوں میں مصروف ہو گئے تھے۔

ڈیڈ میرا پرنس کب آئے گا۔۔؟اٹھ سالہ مہر ماہ نے سنان مصطفیٰ سے استفسار کرنا چاہا تھا۔ابھی کل ہی تو وہ راپنزل والی مووی دیکھ رہی تھی۔جو اونچے مینار پر اکیلی قید تھی۔پر

اسکا پرنس اسکو وہاں سے آزاد کروا کے

لے جاتا ہے۔

ڈیڈ کی جان کو اچانک پرنس کیوں چاہیئے۔۔؟سنان نے چونک کر اپنی خوبصورت بیٹی کی طرف دیکھا تھا۔

سکائے بلو آنکھوں پر گولڈن بالوں میں وہ خوبصورت ترین تھی۔مہر ماہ نے ویسے تو وراثت میں چہرے کے نقوش سے لے کر بال تک بھی ایرہ سے چرائے تھے۔پر اسکی بلو آنکھیں

۔نہ تو سنان سے ملتی تھیں اور نہ ہی ایرہ سے۔

اسکی بلو آنکھوں کی وجہ سے ہی سنان نے

اسکا نام مہر ماہ رکھا تھا۔۔ جس کا مطلب تھا "چاند یا سورج" اپنے بالوں کے رنگ سے اگر وہ سورج کی سنہری روشنی معلوم ہوتی تھی، تو نیلی آنکھوں سے چاند کا عکس تھی۔اسی لئے اسکا نام مہر ماہ چنا گیا تھا۔جو سورج اور چاند دونوں کا عکس تھی۔

ڈیڈا بھی کل ہی تو ہم مووی دیکھ رہے تھے نا

جس میں راپنزل کو اسکا پرنس

ملنے آتا ہے۔۔۔ "مہر نے باپ کو کل والی شہزادی یاد دلانا چاہی تھی۔راپنزل سے وہ اچھی خاصی متاثر نظر آرہی تھی۔۔اسی لئے تو ابھی

تک اسے یاد رکھے ہوئے تھی۔

مہر کے یاد دلانے پر سنان گاڑی کو گیر اج میں بریک لگا کر دماغ پر زور ڈالنے لگا تو اگلے ہی پل ہنس پڑا تھا۔

ڈیڈ کی جان وہ راپنزل کا پرنس نہیں تھا، بلکہ چور تھا۔۔؛سنان نے ہنستے ہوئے اپنی بیٹی کی تصحیح کرنا چاہی تھی۔

کیونکہ وہ ایک چور کو پرنس بنائے بیٹھی تھی۔اور اب سنان کاظمی اپنی بیٹی کے لئے چور پسند کر کے لائے۔۔یہ سوچتے ہی وہ دہل چکا تھا۔۔۔

ڈیڈ وہ پہلے چور تھا۔پر بعد میں تو پرنس بن گیا تھا نا۔۔! مہر ماہ جھنجھلا کر الٹا اپنے باپ کی درستگی کرنا چاہ رہی تھی۔۔۔

اچھا جو بھی تھا اسے گولی مارو، آؤ ہم اندر چل کر آئس کریم کھاتے ہیں! سنی نے راپنزل کے چور پر فٹے منہ بھیجتے ہوئے یہ ٹاپک کی ختم کرنے کی کوشش کی تھی۔۔

ڈیڈ مجھے آئس کریم نہیں کھانی ہے۔ بلکہ مجھے میرا پرنس چاہیئے نا۔۔! مہر ماہ نے ضدی بنتے ہوئے سنان کے سینے پر اچانک سر ٹکایا تو سنان جو اسکے ضدی انداز پر سوچ میں پڑنے لگا تھا۔ کہ اچانک اسکے دماغ میں جھماکا سا ہو گیا۔ جس کو یاد کرتے ہی وہ چمکتی آنکھوں سے بولنا شروع ہوا۔۔۔

ڈیڈ کی پرنسز کو پرنس چاہیئے؟ سنی نے اپنی بیٹی کا چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے پیار سے استفسار کیا تو مہر ماہ نے پر روشن آنکھوں سے ہاں میں سر ہلا دیا۔

میری جان اس میں سوچنے کی کیا بات ہے، آپکے اپنے گھر میں اتنے سارے پرنس گھومتے ہیں، ان میں سے کوئی بھی پھنسالو۔۔۔ "

سنان کاظمی نے بے نیازی سے بولتے ہوئے مہر ماہ کے ماتھے کو چوم لیا تھا۔

شاید وہ واحد باپ تھا جو اپنی بیٹی کو گھر کا کوئی

بھی لڑکا پھنسانے کی ترغیب دے رہا تھا۔

کون پرنس؟ ہمارے گھر میں کونسے سے پرنس

رہتے ہیں ڈیڈ؟ مہر نا سمجھی سے دیکھ گئی۔۔۔

اپکے اتنے سارے کزن ہیں تو صحیح۔۔۔! سنان نے مسکرا کر اسے بتایا تھا۔ جس کو سن کر مہر ماہ کے چہرے کے زاویے بگڑ چکے تھے۔

ڈیڈ مجھے ایسا کوئی سفید فام پرنس نہیں چاہیئے ہے۔ بلکہ مجھے تو کوئی براؤن رنگ کا پرنس چاہیئے نا! مہر ماہ اپنے سارے کزن کو سوچ کر منہ بناتے ہوئے بولی تھی۔

اب یہ براؤن کلر کا پرنس کس دکان سے اور کہاں سے ملے گا۔۔۔! اپنی بیٹی کی فرمائش پر سنان مصطفیٰ پریشانی کا شکار ہو رہا تھا۔۔۔

میری جان تمہارے سارے کزن اتنے پیارے تو

ہیں۔ تم انہی میں سے کوئی پھنسالو، گولی مارو اس براؤن کلر کے پرنس کو۔۔۔! سنان نے ایک اور کوشش کرتے ہوئے اپنی لاڈلی بیٹی کو منانا چاہا تھا۔۔۔

ڈیڈ میرے سب کزن کا رنگ اتنا وائٹ ہے۔ اور اوپر سے میرا رنگ بھی تو وائٹ ہے۔ تو مجھے کوئی ایسا پرنس چاہیئے جس کا کلر براؤن ہو نا کہ وائٹ۔۔۔ !

اپنی ڈیمانڈز بتاتے ہوئے مہر ماہ چمکتی آنکھوں سے بولتی چلی گئی۔۔۔

تمہارا مطلب ہے کہ تمہیں کالا پرنس چاہیئے۔۔۔؟اپنی بیٹی کی ساری بات کا نتیجہ نکالتے ہوئے سنان نے سیریس انداز میں پوچھا تھا۔کیونکہ اسے یہ ہی سمجھ میں آرہا تھا۔کہ اسکے سارے کزن اگر گورے ہیں تو براؤن کا مطلب اسکی بیٹی کو کالا پرنس چاہیئے۔

ڈیڈ۔۔۔مہر ماہ نے غصے سے اپنے باپ کو دیکھتے ہوئے اسکی پاکٹ سے موبائل نکال کر سرچ بار میں جا کر مطلوبہ حوالہ نکال کر سنان کے سامنے کیا تھا۔۔۔

مجھے کالا نہیں بلکہ اس کلر کا پرنس چاہیئے۔۔!مہر ماہ تصویر پر زور دیتے بولی تو سنان موبائل میں نظر آنے والی تصویر کو غور سے دیکھنے لگا تھا۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

آج بلیک مینشن میں نکاح کی تیاریاں عروج پر چل رہیں تھیں۔ کیونکہ گھر کے دونوں بڑے بیٹوں کا نکاح تھا۔

نکاح کی تیاریاں مکمل ہیں نا؟ سفید شلوار قمیض میں ملبوس اپنی ہمیشہ والی بارعب شخصیت سمیت سیڑھیاں اترتے ہوئے ضرار نے عیس اور سنان سے پوچھا۔۔۔

ہاں سب کچھ مکمل ہے۔۔ تقریباً سب مہمان بھی آچکے ہیں۔اب جمعہ کی نماز کے بعد نکاح کی ادائیگی ہو جائے گی "

عیس نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی پر وقت دیکھتے ہوئے مصروف انداز میں جواب دیا تھا۔ بلیک مینشن میں سب موجود تھے۔پر اگر کوئی دوزی روح نظر

نہیں آنے والے تھے۔ تو وہ صرف "سفیہ خانم" "عرف" "بی جان" "اور" "میر خان" "عرف" "آغا جان" "تھے۔

کچھ سال پہلے جب بی جان اچانک بیمار پڑیں۔ تو ایک رات وہ چپکے سے ہمیشہ کیلئے آنکھیں بند کر گئی تھیں۔ بی جان کی اچانک موت کا صدمہ سب سے زیادہ میر خان اور وہاج علی صدیقی کو پہنچا تھا۔ کہنے کو بی جان کے چلے جانے سے ہر کوئی غم زدہ ضرور تھا۔ پر وہاج علی صدیقی جس کو سالوں بعد شفقت بھرا سایہ نصیب ہوا تھا۔ وہ سایہ دوبارہ چھن جانے پر وہاج ایک بار پھر مینٹل ٹراما کا شکار ہونے لگا تھا۔ بیہ سے شادی ہونے کے بعد یہاں تک کہ اس کی پہلی اولاد ہو جانے کے بعد بھی یہ سکون نہیں بدلا تھا۔ جو اسکو بی جان کی گود میں سر رکھ کے حاصل ہوتا تھا۔ ہر رات وہ سونے سے پہلے بی جان کے کمرے میں انکی گود میں سر رکھ کے جہاں ڈھیروں باتیں کیا کرتا تھا۔ وہیں دوسری طرف آغا جان

اسے شعلہ بار نظروں سے دیکھتے نہیں تھکتے تھے۔ان دونوں کی یہ خاموش لڑائی تو سالوں تک چلی تھی۔اور یہ خاموشی بھری لڑائی وہاج کو اندر ہی اندر بڑا مزا دیتی تھی۔بی جان کے انتقال کے بعد وہاج اپنے آغا جان کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رویا تھا۔

وہاج کی وہ حالت سب کے لیے کربناک تھی۔اس وقت بیہ نے بڑی مشکل سے اس کو سنبھالا تھا۔یہاں تک کے اپنی جاب سے ریزائن دے کر اس نے اپنا سارا وقت وہاج کو دینا شروع کر دیا تھا۔وقت کے ساتھ ساتھ وہاج نے سنبھلنا شروع کیا تو اسی سال کے آخری دن پھر ان پہ بھاری ہو گئے۔جب انہیں اچانک یہ خبر ملی تھی کہ "میر خان" اب اس دنیا میں نہیں رہے ہیں۔بی جان کی محبت نے آغا جان کو زیادہ دن جینے کی مہلت نہیں دی تھیں۔سفیہ خانم کے بعد تو ویسے بھی آغا جان زیادہ تر خاموش رہنے لگے تھے۔ان سب

نے بہت کوشش کی تھی۔ کہ آغا جان کو نارمل کر سکیں۔ اور وہ پہلے ہی کی طرح ٹوٹی پھوٹی اردو بولتے ہوئے زندگی کی طرف لوٹ آئیں۔ پر بی جان کے بعد آغا جان نے اردو بولنا ہی چھوڑ دی تھی۔ وہ زیادہ تر خاموش رہتے یا پھر اگر کوئی بات کرتا تو پشتو میں اسے جواب دے کر چپ سادھ لیتے تھے۔

اُردو زبان کی تکرار جو خانوں کی حویلی میں قہقہے بکھیرتی تھی۔ وہ قہقہے بی جان کے بعد ختم ہو گئے تھے۔ شائد ان دونوں میاں بیوی کی محبت کا انداز ہی اتنا سادہ تھا۔ کہ وہ اظہار نہ کرتے ہوئے بھی ہر وقت ایک دوسرے سے محبت جتاتے نہیں تھکتے تھے۔

آج کے زمانے میں "محبت کے اظہار" کو ہی محبت مانا جاتا ہے۔ پر ہم نے کبھی یہ جاننے کی کوشش نہیں کی ہے۔ کہ محبت اصل میں ہے کیا؟

شائد ہر وہ احساس محبت ہے۔ جو ہمیں خود کے سوا کسی دوسرے کے لیے بے چین کرتا ہے۔ اور جو احساس آپ کو بے چین نہ کرے وہ محبت نہیں ہو سکتی ہے۔

میر خان اور سفیہ خانم کی محبت بھی ایسی ہی تھی۔ وہ دونوں لڑتے جھگڑتے ہوئے ایک ساتھ رہتے تھے۔ ساری زندگی ان دونوں نے اپنے گاؤں کے لوگوں سے محبت کرتے ہوئے اور ان کو محبت سکھاتے ہوئے گزار دی تھی۔ وہ دونوں چلے گئے۔ تو بعد میں میر پور گاؤں میں افسوس کی خاموشی نے ڈیرے جما لیئے تھے۔

آغا جان کا یوں اچانک چلے جانا سلطان احمد خان پہ بہت بھاری پڑا تھا۔ دو بڑے پوتے ہونے کے باوجود بھی "سلطان احمد خان" اپنے آغا جان کے لئے انکا لاڈلا "سلطانی" تھا۔

محبت کا سبق دینے والے ان دونوں میاں بیوی کا خلا کوئی چاہ کر بھی پر نہیں کر سکا تھا۔ ہر گزرتا سال انکو صبر تو دے دیتا تھا۔ لیکن دل میں یہ کسک بھی ضرور ڈال دیتا تھا۔

کہ کاش وہ دونوں ان کے ساتھ موجود ہوتے"۔

آج اپنے بچوں کے نکاح پہ ان پانچوں کو وہ "میاں بیوی" جی بھر کے یاد آرہے تھے۔ سلطان اور عیس کے جڑواں بچوں پر آغا جان اور بی جان نے خوشی سے پورے میر پور میں تحائف بانٹے تھے۔ یہاں تک کہ وہ لوگ جب بچوں کو گھر

لے کر آئے تھے۔ تو آغا جان نے ڈھول بجاتے ہوئے باقاعدہ پورا جشن منایا تھا۔ اور آج انہی بچوں کے نکاح پہ وہ دونوں ہی موجود نہیں تھے۔

وجی! کیا سوچ رہے ہیں؟ وہاج کو سوچوں میں گم دیکھ کر بیہ نے اسکی پشت سے سینے پر ہاتھ باندھے ہوئے آئینے میں اسے دیکھا تو وہاج چونکتے ہوئے مسکرا دیا تھا۔

کچھ نہیں میری جان! بس سوچ رہا تھا۔ کہ وقت بہت تیزی سے گزر جاتا ہے۔ کل تک ہم مری میں اپنی شادی کی پہلی صبح دیکھ رہے تھے۔ اور آج اپنے بچوں کے نکاح پہ تیار ہوئے کھڑے ہیں۔ وہاج رخ موڑ کر شرارتی انداز میں زو معنی انداز میں کہنے لگا تو بدلے میں بیہ اسے گھور کر رہ گئی۔

اب تو شرم کر لیا کریں وجی، تین بچوں کے باپ بن چکے ہیں۔ بیہ اسکے سینے پہ مکا مارتے ہوئے بولی تھی۔ وہاج اسکی کمر کے گرد گھیرا تنگ کرتے ہوئے اسے قریب کرنے لگا تھا۔

ہائے! یہ حقیقت نہ یاد کروایا کرو ظالم بیوی ورنہ تمہاری شامت اب بھی آ سکتی ہے۔ وہاج اسکے خوبصورت سراپے پر نظریں دہرا کر بولنے لگا تو بیہ نے اسکے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

بس بس اپنا ٹھرک پن بعد میں جھاڑتے رہیے گا۔ پہلے اپنی بیٹیوں کو جا کر ایک بار دیکھ لیں۔۔۔! بیہ نے اسکی بے باک باتوں کو روکتے ہوئے اسکی توجہ اپنی بیٹیوں کی طرف کروانا چاہی تھی۔

کیوں کیا ہوا میری دونوں شہزادیوں کو؟ وہاج اسے بازو کے گھیرے میں لے کر کمرے سے باہر نکلتے ہوئے پوچھنے لگا۔

آپ خود ہی دیکھ لیں۔ ایک کارونا نہیں ختم ہو رہا ہے اور دوسری کا میک آپ۔۔!

بیہ نے تاسف سے سر ہلاتے ہوئے وہاج کو جواب دیا تھا۔ وہ دونوں ساتھ والے کمرے میں داخل ہوئے جہاں ایشام صدیقی بے زار نظروں سے اپنی دونوں بہنوں کو دیکھ رہا تھا۔ کیونکہ چھوٹے سے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی گیارہ سالہ "گل ناز" اپنے چھوٹے چھوٹے ہونٹوں پر ریڈ لپ اسٹک لگائے جا رہی تھی۔ جبکہ پاس کھڑی "گل

"گل بہار" صرف آنسو بہانے میں مصروف تھی۔ وہاج نے حیرت و خوشی سے اپنی دونوں بیٹیوں کی طرف دیکھا تھا۔ جو ایک جیسے سرخ رنگ کے لہنگوں میں دلہنوں کی طرح سجی سنوری نظر آرہیں تھیں۔۔۔

ڈیڈ! وہاج کو دیکھتے ہی گل بہار اسکی آغوش میں تیزی سے سمائی تو ایشام نفی میں سر ہلاتے ہوئے اٹھ کر اپنی ماں کے پاس آگیا تھا۔ گل بہار کو روتے ہوئے دیکھ کر بیہ نے خود بھی سرد سانس خارج کیا۔ بیہ اور منیزے نے مل کر ان دونوں کو تیار کر دیا تھا۔ مگر گل بہار کا رونا ہی ختم نہیں ہو رہا تھا۔ جبکہ بیہ اور ایشام نے اسکو چپ کروانے کی کتنی ہی کوششیں کیں تھیں۔

ڈیڈ کی پیاری جان کیوں رو رہی ہے؟ وہاج نے تڑپتے ہوئے اسکو سینے میں بھینچ لیا۔ جہاں وہ تینوں بہار کے رونے پہ فکر مند نظر آرہے تھے۔ وہیں گل ناز

اپنے فاری کو دیکھانے کے لیے بس ہونٹوں پر لپ اسٹک لگانے میں مصروف تھی۔ فارس ہمدانی سے شادی ہونے کی خوشی میں آج اسے کسی دوسرے انسان سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ گل ناز کی بے مروتی پہ بیہ اسے گھور کہ رہ گئی تھی۔

ڈیڈ مجھے بیر (کبیر) سے شادی نہیں کرنی ہے۔۔۔۔! بہار نے آنسوؤں بھری آنکھوں سے وہاج کی طرف دیکھا تھا۔ چھوٹی سی دلہن بنی ماتھے پہ سائیڈ جھومر لگائے وہ کالے نینوں میں آنسوؤں کی رمک لیئے اپنے باپ کی طرف دیکھ رہی تھی۔

بہار بھیا کا نام "کبیر" ہے. کتنی دفع بتایا ہے۔ کہ بیر نہ بولا کرو۔۔۔! بہن کی زبان سے پھر ادھورا بیر سن کی نازنے رخ موڑتے ہوئے اسے ڈانٹنا تھا۔ جس پر بہار ہونٹ مروڑتے ہوئے دوبارہ رونے کی تیاری پکڑنے لگی۔

ڈیڈ کی جان کو بیر سے شادی کیوں نہیں کرنی ہے؟ وہاج نے اپنی خوبصورت بیٹی کی آنکھوں سے آنسو صاف کرتے ہوئے شادی سے انکار کی وجہ جاننی چاہی تھی۔ ان کے خاندان میں بلیک آنکھیں صرف علیزے خان کی تھیں۔ لیکن علیزے خان کے بعد اگر یہ رنگ کسی کو حاصل ہوا تھا۔ تو وہ گل بہار تھی۔ وہ بہار جو کبیر خان کا جنون بننے والی تھی۔ وہ معصوم بہار جو کبیر خان جیسے دیو ہیکل کے سامنے صرف ایک ننھی سی پری تھی۔ گل بہار کی آنکھوں کے رنگ پر بیہ اور وہاج بہت حیران ہوتے تھے۔

کیونکہ نہ تو وہاج کی آنکھیں ایسی تھیں اور نہ ہی بیہ کی۔۔۔۔ گل ناز اور ایشام نے آنکھوں کے ساتھ ساتھ نقش بھی اپنے دونوں ماں باپ سے چرائے تھے۔ پر گل بہار سب سے مختلف بن کر آئی تھی۔۔

گل بہار کے منفرد نقوش اور آنکھوں کا رنگ دیکھ بیہ اور وہاج کو اس بات کا یقین سا ہو گیا تھا۔ کہ ان کی بیٹی اس دنیا میں کبیر کے لیے ہی آئی ہے۔ جہاں ایک طرف کبیر خان اسکے لیے بے صبرا بنا بیٹھا تھا۔ وہاں دوسری طرف بہار اس سے ڈر کے مارے شادی ہی نہیں کرنا چاہ رہی تھی۔ بیہ کو اشارہ کرتے ہوئے وہاج گل بہار کو بازوؤں میں اٹھا کر ٹیرس پر چلا گیا تھا۔ تاکہ کبیر خان کے بارے میں اپنی بیٹی کے تمام گلے شکوے سن سکے۔

جب تک ناز میرے ساتھ نہیں بیٹھے گی میں نکاح نہیں کروں گا۔۔! سفید شلوار قمیض کے ساتھ بلیک ویسٹ کوٹ پہنے پندرہ سالہ فارس ضدی لہجے میں بولا تھا۔۔

تو نہ کر نکاح اچھا ہے نا۔۔! بچی تیرے جیسے منحوس انسان سے بچ جائے گی۔! بیٹے کے ضدی انداز کو کسی خاطر میں نہ لاتے ہوئے عیس بے پرواہی سے بولا تھا۔سب پریشانی سے ان باپ، بیٹے کو دیکھ رہے تھے۔۔

چھوٹے بابا مجھے بھی فاری کے ساتھ ہی بیٹھنا ہے نا۔۔! چھوٹی سی دلہن بنی گل ناز نے بھی اپنے دولہے کی حمایت کی۔تو سب ایک دوسرے کو دیکھتے رہ گئے۔ گل ناز اور گل بہار دونوں ہی اس وقت سرخ رنگ کا خوبصورت لہنگا، چولی

پہنے پیاری پیاری دلہنیں بنی کھڑی تھیں۔روایتی دلہنوں کی طرح انکے چہروں پر پردے والے گھونگھٹ بھی اوڑھے گئے تھے۔۔

فارس میری جان۔۔!ابھی بات سمجھنے کی کوشش کرو۔۔نکاح کے بعد ناز آپکے ساتھ بیٹھ جائے گی نا۔! منیزے نے ایک بار پھر اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔۔

نو بڑی ماما۔۔! مجھے بس ناز کے ساتھ ہی بیٹھنا ہے۔۔! فارس نے سینے پر ہاتھ باندھتے ہوئے حتمی فیصلہ سنایا تھا۔جس کو سنتے ہوئے وہ بے بسی کا شکار نظر آنے لگے۔

ڈیڈ مجھے فاری کے ساتھ بٹھادیں پلیز۔۔۔! ناز نے اس بار وہاج سے منت کی تھی۔

خدا جانے یہ ریگستان سے لیلہ مجنوں بھٹک کر ہمارے گھر میں کیسے آ گئے ہیں۔۔! نازاور فارس کی ایک ہی رٹ سنتے ہوئے سنان کڑھتے ہوئے بول گیا تھا۔۔

آپ سب ابھی تک یہیں پر کھڑے ہیں۔۔! باہر سب لوگ نکاح شروع ہونے کا انتظار کر رہے ہیں۔! سلطان اور ضرار جو ابھی اندر داخل ہوئے تھے۔۔سب کو ایک جگہ پر کھڑے دیکھ کر وہ انہی کی طرف آ گئے۔

ماموں مجھے فاری کے ساتھ بیٹھنا ہے نا۔۔! گل ناز اپنا لہنگا اٹھا کر تیزی سے ضرار کے پاس آئی تھی۔۔

ماموں صدقے میرا بچہ۔۔! ضرار نے جھکتے ہوئے اپنی لاڈلی کو بازوؤں میں اٹھا لیا۔

اب یہ کیا ماجرا ہے۔۔۔؟ گل ناز کو بازوؤں میں اٹھاتے ہوئے ضرار نے سب کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا تو سنان سرد سانس خارج کرتے ہوئے ان کو ساری بحث سے آگاہ کرنے لگا تھا۔

جب اپنی گندی اولاد کا اندازہ ہو کہ "وہ کیسی ہے" تو پھر بحث میں وقت ضائع کرنے سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا ہے۔۔! ساری بات جان کر سلطان نے گھور کر اس ٹڈے "فارس" کی جانب دیکھا۔ جو کن اکھیوں سے کبیر کی طرف دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

پر خان رشتہ دار ایسے باتیں بنائے گئے۔۔! علیزے کسی خدشے کے تحت جلدی سے بولی تھی۔ سارے رشتے دار پہلے ہی بچوں کے نکاح پر باتیں بنائے

جارہے تھے۔ جبکہ کچھ نے تو یہاں تک اعتراض اٹھالیا تھا۔ کہ انکی بیٹی کا رشتہ کیوں نہیں لیا گیا۔۔

خانم سب رشتہ دار ہماری خوشی میں شریک ہونے کے لئے آئے ہیں، نہ کہ مداخلت کرنے کے لئے۔۔۔! ویسے بھی یہ نکاح ہمارے بچوں کا ہے۔ اور اپنے نکاح پر اگر وہ ہی خوش نہیں ہونگے تو پھر یہ خوشی ہم کیسے محسوس کر سکتے ہیں۔۔؟ آپ بے فکر رہیں۔ اگر کوئی اعتراض کرے گا تو سب بڑے انکو جواب دینے کے لیے موجود ہیں۔۔۔!

علیزے کو پریشان دیکھ کر سلطان نے آگے بڑھ کر اسکے ماتھے پر ہونٹ رکھتے ہوئے اسے پر سکون کیا۔ تو وہ بے ساختہ مسکرا کر اسے دیکھتی رہ گئی۔۔

اب سب باہر چلیں۔ نکاح کا وقت نکلتا جا رہا ہے۔! سلطان نے آگے بڑھ کر وہاج سے گل بہار کو لیا تو وہ لاڈ سے اپنے خان بابا کے کندھے میں منہ چھپانے لگی تھی۔ ضرار اور سلطان دونوں چھوٹی دلہنوں کو اٹھا کر لان کی طرف بڑھے تو سب بے فکر ہوتے انکی تقلید میں قدم اٹھا گئے۔

سب لان میں آئے تو وہاں ہوئی خوبصورت سی سجاوٹ دیکھ کر گل بہار اچانک کھلکھلا کر اپنے بڑے بابا کی طرف دیکھنے لگی۔ بہار کے مسکرانے پر سلطان نے بھی مسکراتے ہوئے اسکا ماتھا چوم لیا تھا۔ بدلے میں گل بہار بھی خوشی سے بڑے بابا کی گردن میں بازو ڈال کر زور سے ہگ کرنے کی کوشش کرنے لگی۔۔۔

آپ نے کہا تھا۔ کہ شادی کے بعد بیر "کبیر" کو دور بھیج دیں گئے۔۔۔ !

گل بہار نے سلطان کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے اسکا وعدہ یاد دلایا تو سلطان مسکراہٹ دباتے ہوئے ہاں میں سر ہلا گیا تھا۔ تاکہ اسکی ننھی سی بہو کو تسلی رہے۔ کہ کبیر خان جیسا جن اس سے دور چلا جائے گا۔۔

وہاج اور بیہ مسکرا کر اپنی بیٹی کی کھلکھلاہٹیں دیکھ رہے تھے۔ جو پہلے روتے ہوئے نہیں تھک رہی تھی۔ لیکن اب سلطان کے ساتھ لاڈ کرنے میں مصروف تھی۔

ضرار اور سلطان نے ان ننھی دلہنوں کو انکے نکمے دولہوں کے پاس بٹھایا تو گل ناز اپنے فارس کے ساتھ چپک کر بیٹھ گئی تھی۔ لیکن گل بہار نے کبیر خان کے پاس بیٹھتے ہی ڈر کے مارے سلطان کا ہاتھ جکڑ لیا تھا۔

سلطان جو اٹھ کر دوسری طرف جانے لگا تھا۔ گل بہار کے ہاتھ تھامنے پر وہ وہاج کو آگے بڑھنے کا اشارہ کر کے خود اپنی بہو کے پاس پھر نیچے بیٹھ چکا تھا۔۔

سلطان کے پاس بیٹھنے پر ننھی سی گل بہار جلدی سے اٹھ کر اپنے بڑے بابا کی گود میں بیٹھی تو کبیر خان نے غصے سے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔ کیونکہ اسکی ہونے والی منکوحہ جا کر اپنے سسر کی گود میں تشریف رکھ چکی تھی۔ وہاج نے نکاح خواں کو نکاح شروع کرنے کا اشارہ کیا تو عیس گھوم کر گل ناز والی سائیڈ پر آ کر بیٹھ گیا تھا۔ تاکہ انکو آگے کا لائحہ عمل سمجھا سکے۔

ڈیڈ کیا شادی کرنے کے بعد گل ناز صرف فارس بھیا کی ہو جائیں گی۔۔۔؟ ہیر جو اس وقت ضرار کی گود میں بیٹھ کر دلہن بنی گل ناز کی طرف دیکھ رہی تھی۔

اس نے چہرہ اٹھاتے ہوئے اچانک اپنے باپ سے سوال کیا تھا۔اپنی بیٹی کے سوال پر ضرار نے مسکراتے ہوئے اسکی گال پر ہونٹ رکھ دیے تھے۔۔

ہاں ڈیڈ کی جان۔۔! شادی کرنے کے بعد ہم صرف اپنے پارٹنر کے بن جاتے ہیں۔۔! ضرار نے اپنی پیاری بیٹی کے بال سنوارتے ہوئے اسے جواب دیا۔

باپ کا جواب سن کر ہیر کی سبز آنکھوں میں بے اختیار چمک پیدا ہوئی تو وہ سامنے کھڑے ایشام صدیقی کو شیطانی نظروں سے دیکھنے لگی تھی۔۔بلیک سوٹ پہنے ڈارک بلو آنکھوں میں سنجیدگی سموئے "ایشام صدیقی" اس وقت ہیر پاشا کو اپنا ٹارگٹ معلوم ہو رہا تھا۔۔

نکاح خواں نے نکاح نامہ فارس کے آگے رکھا تو فارس چمکتی مسکراہٹ کے ساتگ نکاح نامے پر سائن کرنے کی کوشش کرنے لگا تھا۔ یہ وہی سائن تھے۔ جو دو دن پہلے عیس ہمدانی نے کبیر خان اور فارس سے پریکٹس کروائی تھی۔۔

ڈیڈ میرا برا ؤن پرنس کب آئے گا۔۔؟ مہر ماہ نے آنکھوں میں نمی لیے سنان کاظمی سے سوال پوچھا تو اپنی بیٹی کی نم آنکھیں دیکھتے ہوئے سنان نے بے ساختہ شعلہ بار نظروں سے نکاح خواں کے پاس بیٹھے ہوئے عیس علی ہمدانی کو گھورا تھا۔

میری جان ڈیڈ نے آپکا پرنس بننے کے لیے دیا ہوا ہے۔۔! جیسے ہی تیار ہو گا میں اسے آپکے پاس لے آؤں گا۔۔۔! سنی نے اپنی بیٹی کو تسلی دینے کی پوری کوشش کی تھی۔ جس کو سن کر مہر ماہ کچھ مطمئن ہوتی نظر آنے لگی تھی۔

کمینے انسان میں تیرا خون کر دوں گا۔۔! سنان غصے سے عیس کے پیٹ پر حملہ کرتے ہوئے بولا تھا۔

واحیات انسان پہلے بکواس کر تو سہی کہ میں کیا کیا ہے۔۔۔؟ عیس نے اپنا بچاؤ کرتے ہوئے اسکے غصے کی وجہ پوچھی تو سنان مزید تیش سے اس پر پل بھرا تھا۔

نکاح کے بعد سب مہمان کھانا کھا کر آہستہ آہستہ چلے گئے تھے۔ وہ سب بیٹھ کر ایک ساتھ چائے پی رہے تھے۔ جب سنان نے عیس کو اشارہ کرتے ہوئے اپنے پیچھے آنے کا کہا تھا۔

عیس اسکے پیچھے گیسٹ روم میں داخل ہوا تو سنان نے مڑتے ہوئے اچانک اسکے پیٹ میں مکہ جھڑ دیا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ دونوں بیڈ پر گھتم گھتا ہوتے چلے گئے تھے۔۔

انکے شور پر سلطان، ضرار اور وہاج بھاگتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے تو بیڈ پر پھولی سانسوں میں وہ ایک دوسرے کو پیٹنے کی کوشش کر رہے تھے۔

سٹاپ اٹ۔۔۔! کیا کر رہے ہو تم دونوں۔۔۔؟ ضرار نے گرجتے ہوئے انہیں ہوش دلائی تو وہ چونک کر دروازے کی طرف دیکھنے لگے۔ جہاں وہ کھڑے تینوں غصے سے انکو گھور رہے تھے۔

مجھے کیوں گھور رہے ہو۔۔؟ اس کمینے کو ہی کوئی دورہ پڑا ہوا ہے۔۔ جو دھوکے سے مجھے یہاں بلا کر اس نے مارنا شروع کر دیا ہے۔۔ میں بتا رہا ہوں۔ اسکی

نیت میری جائیداد پر کالی ہو گئی ہے۔۔! سنان کے نیچے دبے ہوئے عیس نے دہائی دیتے ہوئے ان تینوں کو بتانا چاہا تھا۔۔

کمینے انسان تیری سڑی ہوئی جائیداد کا میں اچار بھی نہ ڈالوں۔۔! تو بس مجھے یہ بتا کہ جب تو خود براؤن رنگ کا ہے۔ تو تو نے اپنے بیٹے کیوں گورے پیدا کیے ہیں۔۔۔! سنان نے عیس کی پیٹھ پر بیٹھتے ہوئے زور سے اسکے لمبے بالوں کی پونی کھینچ ڈالی تھی۔

خبیث انسان جب انکی ماں گوری ہے۔ تو بیٹے بھی تو گورے ہی پیدا ہونے تھے نا۔۔۔! میرے آڈر پر اگر بچے تیار ہوئے ہوتے تو ان دونوں گندی اولادوں کی جگہ پر آج یہاں میری پریاں نہ کھڑی ہوتیں۔۔! سنان کے الفاظ پر عیس نے رخ موڑتے ہوئے غصے سے سنایا تھا۔ ایک تو اپنی بیٹیوں کے نہ آنے کا غم

اسکا سالوں سے دکھ رہا تھا۔ اوپر سے آج اسکا کمینا یار اسکے زخموں پر نمک چھڑک کر پتہ نہیں کیا کرنا چاہ رہا تھا۔ ان دونوں کے برعکس دروازے پر کھڑے وہ تینوں ناسمجھی کا شکار نظر آرہے تھے۔

سنی بات کیا ہوئی ہے۔۔؟ وہاج نے آگے بڑھ کر اسے عیس کے اوپر سے ہٹایا تو عیس کو جیسے کھلی فضا میں سانس لینے کا موقع مل گیا تھا۔ وہ ہانپتے ہوئے لمبے لمبے سانس لینے لگا تھا۔۔

میری بیٹی کو گورا نہیں براؤن رنگ کا پرنس چاہیئے ہے۔۔! جیسے اس سالے کا رنگ ہے بالکل ویسا۔۔۔! اب بتاؤ میں کہاں سے اسے لا کر دوں براؤن رنگ کا منحوس شہزادہ۔۔۔؟ گھر کے جتنے بھی لڑکے ہیں۔ سب کے سب گورے ہیں۔۔۔! اور اس خبیث نے بھی اپنے جیسا کوئی پیدا نہیں کیا ہے۔۔ !

سنان دکھ و پریشانی کے ملے جلے تاثرات سے بولتا چلا گیا تھا۔۔ جبکہ بدلے میں وہ سب سنان مصطفیٰ کاظمی کے دکھ کی نوعیت جان کر اچانک قہقہے لگاتے ہوئے لوٹ پوٹ ہونے لگے تھے۔۔

میں صدقے جاؤں۔۔! میری نیلی پری کو میرے جیسا ہینڈسم لڑکا چاہیئے کیا۔۔۔؟عیس نے اپنی تعریف پر اتراتے ہوئے اشتیاق سے دوبارہ پوچھا تھا۔ جس پر سنان نے اسکو زہر بھری نظروں سے گھوری ڈالی تھی۔۔

تو فکر نہ کر میں کل ہی گھر سے کوئی بچہ اٹھا کر اسے براؤن رنگ کروا کے لاتا ہوں۔۔! تو بس نام بتا۔۔؟تجھے کون سا بچہ براؤن رنگ میں چاہیئے ہے۔۔؟ غازیان؟فاتح؟شہرام؟ایشام؟یا پھر وہ ارسل خان۔۔؟

عیس نے انگلیوں پر سارے آپشنز گنواتے ہوئے رائے لینا چاہی تھی۔۔۔

عیس کے تاثرات سے صاف نظر آرہا تھا۔ کہ وہ اپنے کہے پر عمل کرنے سے باز بھی نہیں آئے گا۔۔ اگر سچ میں سنان نے کوئی نام بتادیا تو۔۔

ان دونوں کی گفتگو سنتے ہوئے وہ تینوں ہنسی کنڑول کرنے کی کوشش میں متجسس ہوتے جا کر صوفے پر بیٹھ گئے تھے۔۔۔

وہ کہتی ہے۔ کہ اسے اپنا کوئی گوراکزن نہیں چاہیئے ہے۔۔ بلکہ براؤن رنگ کا پرنس ہی چاہیے ہے۔۔! عیس کے آپشنز گنوانے پر سنان الجھن کا شکار ہوتے سوچ میں پڑ چکا تھا۔ عیس اور سنان کا انداز یہ ظاہر کرنے کے لئے کافی تھا۔ کہ وہ گھر کے کسی بھی بچے کی "Transformation" کے لیے بہت زیادہ سنجیدہ ہو چکے ہیں۔۔

میں کچھ نہیں جانتا۔۔پر اگر مستقبل میں میری بیٹی کو اس گھر میں براؤن رنگ کا لڑکا نہ ملا تو میں بتا رہا ہوں۔کہ عیس علی ہمدانی میرے ہاتھوں سے زندہ نہیں بچے گا۔۔۔!سنان نے کچھ سمجھ نہ آنے پر انگی اٹھاتے ہوئے عیس کو دھمکی دے ڈالی تھی۔

ہیر بچے یہ کیسی ضد ہے۔۔۔؟سلطان نے بے بسی سے چھوٹی سی ہیر کی طرف دیکھا تھا۔جو اس وقت ضدی سی نظر آ رہی تھی۔

بڑے بابا آپ نے ناز آپی اور بہار آپی کو بھی تو انکا پارٹنر دیا ہے نا تو کیا آپ مجھے میرا پارٹنر نہیں دے سکتے۔۔۔؟

سبز آنکھوں میں آنسوں کی رقم لیے ہیر نے سلطان کی آنکھوں میں دیکھا تو سلطان نے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے سب کی طرف دیکھنا چاہا تھا۔

اپکو اپنا پارٹنر کیوں چاہیئے؟ سلطان نے حتمی فیصلہ کرتے ہوئے آخری بار پھر استفسار کیا۔

مجھے اپنا پارٹنر چاہیئے۔ تاکہ شامی بھی صرف میرا بن کر رہے۔ میرے علاؤہ وہ کسی کے ساتھ بھی نہ کھیلے اور نہ ہی بات کرے۔۔۔

بڑے بابا سکول میں بھی جب وہ کسی سے بات کرتا ہے تو مجھے بلکل بھی اچھا نہیں لگتا ہے۔ مجھے اس پر بہت غصہ آنے لگتا ہے۔ تب میرا دل کرتا ہے کہ میں شامی کو بہت ماروں۔ آپ میری اس سے شادی کروادیں تاکہ وہ صرف

میرا بن کر رہے۔۔ کیونکہ ڈیڈ نے مجھے بتایا تھا کہ جب ہم کسی سے شادی کرتے ہیں تو وہ صرف ہمارا بن جاتا ہے۔۔ ”

سبز کانچ سی آنکھوں میں بخار کی سرخی لیے ہیر نے معصوم لہجے میں بولتے ہوئے انجانے میں ہی سہی پر سٹڈی روم میں بیٹھے ہوئے سب لوگوں پر بہت کچھ واضح کر دیا تھا۔

ہیر کی باتوں پر حتمی فیصلہ کرتے ہوئے سلطان نے چہرہ موڑتے ہوئے سب کی طرف دیکھا تو سب سے زیادہ بے بسی ضرار پاشا کے چہرے پر نظر آ رہی تھی۔ نجانے کیوں اسکی آنکھیں نم ہو چکیں تھیں۔ فارس اور کبیر کے نکاح کی رات سے ہیر نے ایک عجیب سی ضد پکڑ لی تھی۔ کہ اسے بھی شادی کرنی ہے۔ اسے بھی اپنا پارٹنر چاہیئے۔

منیزے اور ضرار نے باتوں ہی باتوں میں ہیر کو بہلانے کی بہت کوشش کی تھی۔ کیونکہ وہ صرف یہ ہی سمجھ رہے تھے۔ کہ شاید گل ناز اور گل بہار کو دلہن بنے دیکھ کر وہ ضد کر رہی ہے۔ لیکن پچھلے دو دن سے وہ شدید بخار میں مبتلا ہو چکی تھی۔ اتنے تیز بخار میں بھی وہ صرف ایک ہی بات کر رہی تھی۔ کہ اسے بھی اپنا پارٹنر چاہیئے۔ اس ضد کے چکر میں وہ کھانا پینا بھی چھوڑ چکی تھی۔ جس کی وجہ سے ڈاکٹر نے ضرار کو صاف صاف کہہ دیا تھا۔ کہ اگر ہیر کا بخار کم نہ ہوا تو اسکی کنڈیشن بہت بگڑ سکتی ہے۔

صرف دو دن کے بخار میں اسکا سفید رنگ زرد پڑ چکا تھا۔ چہرے پر ہمہ وقت رہنے والی شرارت وہ ہنسی تک غائب ہو گئی تھی۔ اپنی بیٹی کی ایسی حالت دیکھ دیکھ کر منیزے کا الگ برا حال تھا وہیں دوسری طرف ضرار بھی امتحان میں پڑ چکا تھا۔

اگر اسکی بیٹی کسی اور چیز کی خواہش کرتی تو شاید وہ اپنی جان دینے سے بھی گریز نہ کرتا پر ہیر جو مانگ رہی تھی۔ وہ ناممکن تھا۔ کیونکہ شادی کوئی چھوٹا فیصلہ نہیں تھا۔ جو ضرار پاشا بنا سوچے سمجھے ہاں کر دیتا۔۔ ہیر کی ضد اور پھر بخار کی شدت دیکھتے ہوئے ضرار اور منیزے نے ایک بار بھی یہ جاننے کی کوشش نہیں کی تھی۔ کہ ہیر پاشا آخر کس کو اپنا پارٹنر بنانے کے لئے اس حد تک جنونی ہو گئی ہے۔

ہیر کے بیمار ہونے کی وجہ جیسے ہی سب کو معلوم ہوئی ویسے ہی سب نے ضرار کو کھڑی کھڑی سنا دی تھی۔ کہ آخر اس بات کا ذکر ضرار نے ان سب سے کیوں نہیں کیا۔۔۔

فارس اور کبیر کے نکاح کے بعد گھر کے سب بڑے کسی رشتہ دار کی شادی میں چلے گئے تھے۔

آج دن میں سلطان جب ہیر کے کمرے میں اسے دیکھنے گیا تھا تو ہیر نے اپنے بڑے بابا سے ریکوسٹ کرتے ہوئے کہا تھا۔ کہ وہ اسے اسکا پارٹنر دلا دیں۔

سلطان نے جب اس سے پوچھا کہ وہ کسے اپنا پارٹنر بنانا چاہتی ہے۔ تو ہیر پاشا کے الفاظ کچھ یوں تھے۔ ''کہ وہ شام کی دلہن بننا چاہتی ہے''

ایشام کے لئے اسکی اس حد تک دیوانگی کو دیکھتے ہوئے وہ سب سوچ میں پڑ چکے تھے۔ اب شام کے وقت سلطان نے سب کو بلا کر ایک آخری بار ہیر سے بات کرنا چاہی تو اب بھی وہ وہی الفاظ دہرا رہی تھی۔

ہیر کی زبان سے ایشام کا نام سننا سلطان کے علاؤہ باقی سب کے لیے ہی کافی غیر متوقع تھا۔ کیونکہ گھر کے سب ہی افراد جانتے تھے۔ کہ ہیر پاشا کس حد تک ایشام صدیقی سے چڑتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ ایشام کو اپنی حرکتوں سے تنگ کرنے سے بھی کبھی باز نہیں آتی تھی۔ پھر ایشام کو ہی پارٹنر بنانا سب کی سمجھ سے باہر تھا۔

" سنی، عیس جا کر نکاح کے سارے ضروری انتظامات کرو۔ تقریباً ایک گھنٹے میں ہیر پاشا کا ایشام صدیقی کے ساتھ نکاح ہے "

سٹڈی روم میں سلطان کے گونجنے والے الفاظ نے سب کو اپنی جگہ پر شاکڈ کیا تو وہ سب ہی اسے دیکھتے چلے گئے۔

اور ہاں جانے سے پہلے سب سے یہ بھی کہنا کہ ہیر گڑیا کو پیاری سی دلہن بھی بنا دیں۔۔۔! میری گڑیا دلہن بنے گی نا؟

سلطان نے مسکراتے ہوئے ہیر سے پوچھا تھا۔ جبکہ سلطان کے الفاظ پر ہیر پاشا کی سبز آنکھوں میں پیدا ہونے والی چمک قابل دید تھی۔

ہیر کی آنکھوں کی چمک دیکھ کر سلطان ایک

لمحے کے لیے اپنی جگہ پر ٹھٹک چکا تھا۔

تھینک یو بڑے بابا۔۔! ہیر نے چہکتی آواز میں سلطان کے گرد اپنی چھوٹی چھوٹی بانہیں ڈالیں تو سلطان نے مسکراتے ہوئے اسکے ماتھے پر ہونٹ رکھ دیے۔

تھینک یو مجھے نہیں بلکہ اپنے ڈیڈ کو بول کر آؤ میری جان! دیکھو آپ نے بیمار ہو کر انہیں کتنا پریشان کر دیا ہے ”

سلطان نے ضرار کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے ہیر کی توجہ اس طرف کروائی تو وہ بھاگتے ہوئے جا کر ضرار کے گلے لگ گئی تھی۔

ایم سوری ڈیڈ میں اپکو ائندہ بلکل بھی پریشان نہیں کروں گی۔۔! اپنے باپ کی نم آنکھیں صاف کرتے ہوئے ہیر نے ضرار کے گال پر ہونٹ رکھے تو ضرار مسکراتے ہوئے اسے خود میں بھینچ گیا تھا۔ ضرار نے اپنی بیٹی کا ماتھا چوم کر اسے عیس کے حوالے کیا تو وہ خوشی سے پھولے نہ سماتے ہوئے دلہن بننے چلی گئی تھی۔

کیا یہ فیصلہ ٹھیک ہو گا خان؟ کیونکہ ایشام، ہیر کو پسند نہیں کرتا ہے۔۔!

ہیر کے جاتے ہی ضرار تیزی سے اسکی طرف آیا تھا۔ جبکہ وہاج الگ پریشان دیکھائی دے رہا تھا۔ کیونکہ آج دن میں اس نکاح کے لئے اس نے ایشام کو راضی کرنا چاہا تو وہ سنتے ہی بھڑک گیا تھا۔ کیونکہ وہ نا سمجھ نہیں تھا۔ گیارہ سال کی عمر میں وہ کافی سمجھ بوجھ رکھتا تھا۔ اور پھر ان سب کو نکاح کا مطلب سمجھانے کے لیے فارس اور کبیر خان ہی کافی تھے۔

ہیر کی آنکھوں کی چمک سے ابھی تک یہ فیصلہ ٹھیک ہی لگ رہا ہے۔ ویسے بھی اگر اس گھر میں ہم اپنے بیٹوں کی چاہ دیکھتے ہوئے انکا نکاح کروا سکتے ہیں۔ تو کیا اپنی بیٹی کی چاہ کو غیر اہم قرار دیں؟ سلطان نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے الٹا استفسار کرنا چاہا تو ضرار اور وہاج اضطراب سے چہرے پر ہاتھ پھیرنے لگے تھے۔

کبیر خان اور فارس ہمدانی تو لڑکے ہیں، جو اپنے نکاح میں موجود لڑکیوں کو خود سے غافل نہیں ہونے دیں گئے۔ کیونکہ مرد اپنے فیصلوں میں ہمیشہ مضبوط پائے گئے ہیں۔ لیکن لڑکیوں کے فیصلوں کی پختگی نہیں ہوتی خان۔۔ !

ضرار بے چینی سے بولتے ہوئے کہنا چاہ رہا تھا۔۔ وہیں وہاج سنجیدہ تاثرات سے ان دونوں کی گفتگو سن رہا تھا۔

ہمم۔۔! تم سہی کہہ رہے ہو پاشا، کہ مرد اپنے فیصلوں میں مضبوط ہوتے ہیں۔ پر کیا کبھی ہم سب نے اس بات پر غور کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ لڑکیاں ہی کیوں ہر چیز میں کمزور ہیں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بعد اس دنیا میں انسانوں کی تخلیق کے لئے عورت کو ہی چنا ہے۔ جو ایک بچے کی پیدائش کے نو ماہ تخلیق جیسے مشکل ترین مرحلے سے گزر کر ایک انسان کو اس دنیا میں پیدا

کرتی ہے۔ جب وہ انسان کو پیدا کر سکتی ہے تو صرف اپنے فیصلوں میں ہی کیوں کمزور قرار دی گئی ہے؟

پاشا میں نے اس دنیا کو جتنا آبزرور کیا ہے اس کے نتیجے میں صرف اس فیصلے پر پہنچا ہوں۔ کہ اس دنیا میں زندگی گزارنے کے بہت سیدھے سیدھے قانون ہیں. لیکن ہم انسانوں نے مل کر ان قوانین کو بہت مشکل بنا دیا ہوا ہے یار۔۔۔! عورت اپنے فیصلے میں اس لئے کمزور ہے. کیونکہ ہم مرد ہی اسے کمزور کہتے ہیں۔ تم جانتے ہو کہ خدا نے عورت کے وجود میں کیا خاص بات رکھی ہے۔۔؟

سلطان نے بولتے ہوئے اچانک ضرار کو سوالیہ نظروں سے دیکھا تو ضرار اسکے مزید بولنے کا منتظر ہوا تھا۔

اللہ نے عورت کو موم کے وجود سے بنایا ہے! وہ موم جس کو پیار اور توجہ سے جس سانچے میں ڈالا جائے یہ ویسی شکل اختیار کر لے گا۔اس لئے ہمیں بھی اپنی بچیوں کے ساتھ یہ کرنا ہے۔ ہمیں انہیں کمزور نہیں بلکہ مضبوط بنانا ہے۔ تاکہ وہ اپنے فیصلوں میں ڈٹ سکیں۔اور پھر مت بھولو کہ ہیر پاشا اپنی ماں ''منیزے سکندر'' کا عکس ہے۔آگر منیزے سکندر ''ضرار پاشا'' جیسے مشکل مرد کو اپنی محبت میں گرفتار کر سکتی ہے تو کیا ہیر پاشا نہیں کر پائے گی!؟ ہمیں ہیر پاشا کو یہ بھولنے نہیں دینا ہے۔" کہ آج اس نے ایک فیصلہ کیا ہے۔" اگر ہم اسے اس فیصلے میں مضبوط رہنا سیکھائے گئے تو وہ کبھی بھی نہیں لڑکھڑائے گی۔۔! سلطان نے گہری سانس خارج کرتے ہوئے بات ختم کر دی تھی۔

کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ابھی وہ نہیں، بلکہ آنے والا وقت ہی ان سب کو ہر چیز سمجھا سکتا ہے۔

ٹھیک ایک گھنٹے بعد لاؤنج میں نکاح کی تقریب ادا کی گئی تھی۔ جس میں اگر ہیر دلہن بنی چہچہا رہی تھی۔ تو ایشام صدیقی ضبط سے بھرا ہوا بیٹھا تھا۔ کیا محبت کی یہ کھٹی میٹھی الجھی ہوئی داستان ہیر کو مضبوط رہنے دے گی؟ کیا ایشام صدیقی اس لڑکی سے محبت کر پائے گا جس نے اس پر زبردستی حق حاصل کیا ہو۔۔۔؟

اس بڑے سے کمرے میں بلیک کمپنی کے پانچوں پارٹنرز کی اس وقت بہت اہم میٹنگ چل رہی تھی۔ جب بغیر اجازت کے مینجر گھبرائے ہوئے چہرے کے ساتھ اچانک روم میں داخل ہوا تھا۔۔

دروازہ کھلنے کی آواز پر سب کی توجہ میں

خلل پڑا تو وہ سب مڑ کر اندر آنے والے کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ جہاں دروازے میں سیکرٹری اور مینجر دونوں ہی گھبراہٹ کا شکار نظر آرہے تھے۔

اس ڈسٹربنس کی وجہ جان سکتے ہیں؟ وہاج جو اس وقت پریزنٹیشن دے رہا تھا۔ دروازے کی سمت دیکھتے ہوئے وہ ناگواری سے بولا تھا۔

سر وہ۔۔۔ مینجر نے گھبرائے تاثرات سے بولنا چاہا تھا۔

جی بولیں۔۔۔! ادھوری بات پر ضرار نے بھی سخت لہجے سے ان سے اندر آنے کا مقصد پوچھا تھا۔ کیونکہ اس وقت میٹنگ روم میں

انکے ساتھ انٹرنیشنل کلائنٹ بیٹھے ہوئے تھے۔

سر شہر کا سارا میڈیا اس وقت بلیک ہوٹل پر اکھٹا ہو چکا ہے۔ مینیجر نے پریشانی سے اسکو بتانا چاہا تھا۔

بلیک ہوٹل پر؟ وہاں پر ایسی کیا آفت آن پڑی ہے۔۔۔؟ سنان کاظمی ناسمجھی سے بولا تھا۔

کیا تم ایک ہی بار میں ساری بات بتانا پسند کرو گئے۔۔۔؟ بار بار بات ادھوری چھوڑنے پر وہاج کا بے اختیار غصہ امڈا تو سیکرٹری نے خود آگے بڑھ کر ان سب کو آگاہ کرنا مناسب سمجھا تھا۔

سر دراصل ایک مسلہ ہو گیا ہے۔ ہمیں ابھی کچھ دیر پہلے بلیک ہوٹل سے لاتعداد کالز آئیں ہیں۔ کہ وہاں پر شہر کا سارا میڈیا اکھٹا ہو چکا ہے۔ جو پورے ہوٹل کی کوریج کر رہے ہیں۔ اور اسکے ساتھ ہی ہوٹل میں ہر کام کو روک بھی دیا گیا ہے۔ کیونکہ ہوٹل کی اوپننگ سرمنی کا ایونٹ اریج کروایا جا رہا ہے۔

بنار کے کیا تم لوگ پوری بات بتا سکتے ہو۔۔؟ سیکرٹری اور مینجر کے بار بار بات ادھوری چھوڑنے پر عیس ان دونوں کو گھورنے لگا تھا۔

اس سے پہلے کہ مینجر یا سیکرٹری ایک بار پھر سوچ بچار کا شکار ہوتے۔ کہ تبھی میٹنگ روم میں نعمان خان بھی عجلت میں داخل ہوا تھا۔

سر ڈسٹرب کرنے کے لیے معذرت، پر پلیز پہلے ایک بار یہ دیکھ لیں۔۔ !

نعمان خان نے تیزی سے بولتے ہوئے ریمورٹ اٹھا کر ایل ڈی آن کرنا چاہی تھی۔ نعمان خان کے جلدی سے ایل ڈی آن کرنے پر وہ سب الجھن کا شکار نظر آنے لگے تھے۔

نعمان خان نے مطلوبہ چینل پلے کرتے ہوئے آنکھوں سے ایل ڈی کی طرف دیکھنے کا اشارہ کیا تو وہ سب متوجہ ہو کر دیکھنے لگے۔ پر جیسے ہی ان سب

کی نظر ایل ڈی پر چلتے ہوئے منظر پر پڑی تھی ویسے ہی ان سب کیآنکھیں حیرت انگیزی سے بڑی ہوتی چلی گئی تھیں۔

کیونکہ ایل ڈی پر چلنے والا منظر کچھ یوں تھا۔ بلیک مینشن کے سب لڑکے اس وقت سنجیدہ تاثرات لیے ہوٹل کے فرنٹ ایریا میں کھڑے تھے۔ سب لڑکوں کے ارگرد میڈیا کے لوگ ایک بڑی تعداد میں کھڑے تھے۔ جو اپنے کیمروں سے ان سب کو لائیو ریکارڈ کر رہے تھے۔

میڈیا کے علاوہ ہوٹل کے مینجمنٹ کے سب لوگ بھی ایک سائیڈ پر مؤدب انداز میں ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔ جبکہ سب بچہ پارٹی اس وقت ریڈ ربن کے آگے سنجیدگی سے کھڑی کسی بحث میں مصروف تھی۔۔ تو دوسری طرف فارس ہمدانی اور کبیر خان ایک اینکر کو اپنا انٹرویو ریکارڈ کروا رہے تھے۔

اپنے انٹرویو میں وہ دونوں صاف کہہ رہے تھے۔ کہ بلیک کمپنی کے پارٹنرز نے پچھلی دفعہ جو اس ہوٹل کی "اوپننگ ارمنی" سرم کی تھی۔ وہ کچھ ٹھیک نہیں ہو پائی تھی۔ اس سرمنی میں بہت سی غلطیاں تھیں۔ اسی لئے آج وہ دونوں اپنے سب چھوٹے بھائیوں کے ساتھ مل کر دوبارہ سرمنی کرنے کے لیے اکھٹے ہوئے ہیں۔

کبیر خان اور فارس ہمدانی کے لہجے و انداز کو دیکھ کر میٹنگ روم میں ان سب کے سر بے ساختہ ایک دوسرے کی طرف گھوم گئے تھے۔ شاید وہ نظروں ہی نظروں میں ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے کہ پچھلی بار ان سے کونسی ایسی غلطیاں سرانجام ہوئی ہیں۔ جن کو ٹھیک کرنے کے لیے آج ان کے بچے اکیلے ہوٹل پہنچے ہوئے ہیں۔۔۔

ایک دوسرے کی طرف بے بسی سے دیکھ کر وہ دوبارہ سکرین کی طرف متوجہ ہوئے تو ایل ڈی پر چلتا منظر دیکھ کر ان سب کا دل یکبارگی سے دھڑک اٹھا تھا۔

کیونکہ ایل ڈی پر دیکھائے جانے والے منظر میں ان سب کو اپنا عکس صاف نظر آتا محسوس ہو رہا تھا۔

فاتح سلطان ہو بہو "سلطان احمد خان" کے انداز میں سنجیدہ انداز میں کھڑا تھا۔ تو اسکے پاس غازیان پاشا "ضرار پاشا حیدر" کی طرح تین نمونوں کی طرف دیکھ کر آنکھیں گھمائے جا رہا تھا۔ غازیان کے آنکھیں گھمانے کی وجہ ایشام صدیقی، باسم کاظمی اور شہرام ہمدانی تھے۔ کیونکہ شہرام ہمدانی اپنے باپ

"عیس ہمدانی" کی طرح کبھی باسم کاظمی کو چھیڑ رہا تھا تو کبھی ایشام صدیقی کو۔۔

شہرام کے چھیڑنے پر جب باسم اسکے ساتھ مل کر ایشام کو چھیڑنے لگتا تھا تو جواب میں ایشام صدیقی اپنے باپ "وہاج صدیقی" کی طرح پاکٹس میں دونوں ہاتھ ڈالے چمکتی نیلی آنکھوں سے الٹا ان پر وار کر دیتا تھا۔اور کبھی چڑ کر ان دونوں کو مکہ رسید کرنے لگتا تھا۔

بلیک گینگ کا فیوچر عکس شاید پہلے جیسے

ہی تھا، لیکن اس بار اس عکس کے رنگ پہلے سے بہت مختلف نظر آنے والے تھے۔

میٹنگ روم میں وہ پانچوں اپنا عکس دیکھ کر سینے پر ہاتھ رکھ چکے تھے۔ لیکن پھر اچانک جب بلیک گینگ نے اپنے عکس کو ایک ساتھ لال ربن کاٹتے ہوئے دیکھا تو ان کی نظریں کسی کی متلاشی ہوئیں تھیں۔ میٹنگ روم میں بیٹھے افراد کی تلاش جلد ختم ہو گئی تھی۔ جب کیمرہ مین نے اچانک کیمرہ گھماتے ہوئے فارس ہمدانی اور کبیر خان کے چہرے دیکھائے تھے۔

منہ میں ببل چباتے ہوئے چمکتی آنکھوں سے وہ دونوں پاکٹس میں ہاتھ ڈالے خاصی لاپرواہی سے ایک ساتھ کھڑے تھے۔ چہرے پر رقصاں ہنسی کے ساتھ ان دونوں کی نظروں کا مکمل رخ اپنے چھوٹے بھائیوں کی طرف تھا۔

اگر ربن کاٹتے ہوئے بلیک گینگ کا عکس مکمل تھا۔ تو پھر فارس ہمدانی اور کبیر خان کا کیا کردار ہونے والا تھا؟ شاید یہ کہانی پہلے سے زیادہ دلچسپ اور دلفریب چلنے والی تھی۔

صبح کا وقت تھا، جب بلیک مینشن میں ہر طرف شور برپا تھا۔ اور یہ شور بچوں کا مچایا ہوا تھا۔ کیونکہ اس وقت چونکہ سکول جانے کا وقت تھا۔ اس لئے وہ سب گھن چکر بنی اپنے اپنے بچوں کو تیار کر رہی تھیں۔

تم سب لوگ اب چھوٹے تو نہیں ہو! جو تیار ہونے میں تم لوگوں کو اپنی ماؤں کی مدد چاہیے ہوتی ہے! بلو کلر کے ٹریک سوٹ میں سلطان سیڑھیاں اترتے

ہوئے سخت لہجے میں گرج کر بولنے لگا تو سب کی بولتی آوازوں کو یک دم بریک لگا تھا۔

بیڈ روم میں سلطان احمد خان کو اس وقت اپنی خانم کی شدت سے کمی محسوس ہو رہی تھی۔ جو بیچاری نیچے اپنی افلاطون اولاد کو تیار کرنے کے چکروں میں پاگل ہو رہی تھی۔ صرف علیزے خان ہی نہیں بلکہ باقی سب کا بھی سیم ایسا ہی حال تھا۔ اور سب سے برا حال تو بیہ کا ہوتا تھا۔ کہاں وہ کیپٹن بیہ آرمی کے رولز والی دبنگ لڑکی اس وقت وہاج صدیقی کی بیٹیوں کے ناز نخرے اٹھا اٹھا کر گھومی ہوئی تھی۔

اپنے بڑے بابا کو دیکھ کر ان سب میں سکوت چھایا تو انکی مائیں بے اختیار شکر ادا کرتے ہوئے انکی تیاری مکمل کرنے لگی تھیں۔ جبکہ سب بڑے اس وقت

ڈائٹنگ ٹیبل پر بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ناشتہ کرنے کے لیے باقی سب بھی لاؤنج میں آئے تو لاؤنج میں بکھرے پھیلاوے کو دیکھ کر وہ آنکھیں بڑی کر گئے تھے۔

لیکن پھر اپنی اولاد پر نظر پڑتے ہی وہ تاسف سے سر ہلاتے ہوئے لاؤنج میں پڑے صوفوں کی طرف بڑھ گئے۔

چونکہ ان سب کو تھوڑی دیر بعد آفس کے لئے نکلنا ہوتا تھا۔اس لئے وہ سب بچوں کے جانے کے بعد ہی سکون سے ناشتہ کرتے تھے۔

گل ناز نے تیار ہو کر فارس کا ہاتھ پکڑا تو فارس چمکتی آنکھوں سے اسکی طرف متوجہ ہو گیا۔ناز اور فارس کا "بچپن کا پیار" دیکھ کر سنان تاسف سے سر ہلا چکا تھا۔

یہ شہری اور فاتح کہاں ہیں۔۔؟ شہرام اور فاتح کو غائب دیکھ کر سنان نے بے اختیار پوچھا تھا۔ کیونکہ اس وقت تقریباً سب بچے وہاں موجود تھے سوائے ان دونوں کے۔۔۔

بھیا وہ دونوں کب کے تیار ہو کر باہر چلے گئے ہیں۔۔! مشعل نے مڑتے ہوئے سنان کو جواب دیا

باقی سب یہاں ہیں تو یہ دونوں باہر اکیلے کیا کر رہے ہیں۔۔؟ وہاج کافی کا سیپ لیتے ہوئے بولا تھا۔۔۔

کیا کر رہے ہونگے۔۔! دونوں کے دونوں ایک نمبر کے چھپے ہوئے غنڈے ہیں! کہیں مل بیٹھ کر نشہ کرتے ہوئے کوئی خرافاتی

پلین بنا رہے ہونگے اور کر بھی کیا سکتے ہیں۔۔۔ !

وہاج کے استفسار کرنے پر عیس ہونہہ کرتے جواب میں کلس کر بول گیا تھا۔ کیونکہ یہ حقیقت بھی تھی۔ بلیک مینشن کے سب بچوں میں اگر کسی کی شخصیت چھپی ہوئی تھی۔ تو ان میں شہرام ہمدانی اور فاتح سلطان بس شامل تھے۔

ان دونوں کے بارے میں کوئی آج تک اندازہ ہی نہیں لگا پایا تھا۔ کہ وہ شریف ہیں یا پھر شرافت کے نام پر دھبے۔۔۔

لاؤنج میں اچانک ہی گل بہار نے اونچی آواز میں رونا شروع کیا تو سب اسکی طرف متوجہ ہوتے چلے گئے۔ گل بہار روتے ہوئے دوڑ کر سلطان کے پاس آئی تھی۔ بہار کو روتے دیکھ کر سلطان نے فکر مندی سے اسکو اٹھا کر گود میں بٹھالیا۔

بڑے بابا بیر (کبیر) مجھ پر پھر غصہ کر رہے ہیں۔۔! بہار نے سلطان کے کندھے میں منہ چھپاتے ہوئے شکایت لگائی۔ تو سلطان کو اچانک غصے نے آن گھیرا۔۔۔

کبیر خان۔۔۔! بہار کے تیزی سے بہتے آنسوؤں کو دیکھتے ہوئے سلطان نے گرج کر اپنے صاحب زادے کو آواز لگائی تو سب سے پہلے علیزے کا سانس خشک ہوا تھا۔ اور اسکے ساتھ ہی بیہ بھی اپنی معصوم بیٹی کو گھورے بنا نہیں رہ سکی تھی۔ ابھی بیہ نے اسے کتنا سمجھایا تھا کہ وہ کبیر کی ہر بات مانے گی۔ لیکن نہیں ڈیڈ کی لاڈلی پھر روتے ہوئے جنگ لگوانے پہنچ چکی تھی۔

سلطان کی گرج بھری پکار پر کبیر خان اپنے ازلی سنجیدہ لاپرواہ انداز میں یونیفارم میں بلکل تیار اسکے سامنے حاضر ہو گیا تھا۔

یس ڈیڈ۔۔۔؟ببل چباتے ہوئے وہ پینٹس میں ہاتھ ڈالے خاصے سکون سے بولا تھا۔۔۔

تمہارے ساتھ آخر تکلیف کیا ہے۔۔؟کیوں تم بہار کو بار بار رولاتے ہو۔۔؟ جب وہ تمہارے ساتھ کمفرٹیبل فیل نہیں کرتی ہے تو کیوں زبردستی کرتے ہو۔۔۔؟

اپنے بیٹے کے سکون میں کمی نہ دیکھتے ہوئے سلطان کافی بگڑ کر بولا تھا۔جبکہ بہار اپنے بڑے بابا کے سینے میں چہرہ چھپائے رونا بھلا کر اب کن اکھیوں سے اس جن کو دیکھ رہی تھی۔جس کی آئس بلو آنکھوں کی وحشت سے وہ حد سے زیادہ خوف کھاتی تھی۔

جب تک آپ سب بڑے میری منکوحہ کی جان نہیں چھوڑیں گئے تو وہ کیا خاک میرے ساتھ کمفرٹیبل فیل کرے گی؟ وہ فارس اور گل ناز کو ہی دیکھ لیں کتنے سکون سے ایک دوسرے کے ساتھ ہر کام کرتے ہیں۔ پر آپکی یہ رونے والی مشین کے ساتھ پتہ نہیں کیا مسئلہ ہے۔ ادھر میں کچھ بولتا بعد میں ہوں اور یہ رونا پہلے شروع کر دیتی ہے۔۔ !

اپنے باب کے سینے میں چھپی ہوئی بہار کو گھورتے ہوئے کبیر خان نے کافی تڑکتا بھڑکتا جواب دیا تھا۔

ابھی کچھ دیر پہلے کبیر خان نے صرف بہار میڈم کا چھوٹا سا ہاتھ پکڑتے ہوئے یہ کہا تھا کہ وہ گاڑی میں اسکے ساتھ بیٹھ کر اب سکول جایا کرے گی۔ ادھر کبیر

خان نے اسے حکم سنایا تھا ادھر بہار میڈم روتے ہوئے اپنے سسر کے پاس شکایت لگانے پہنچ بھی چکی تھی۔

انسان کو خود کا پتہ ہوتا ہے۔ کہ کیوں سامنے والا ہم سے خوف کھا رہا ہے۔۔! تمہاری اس بگڑی ہوئی شکل اور ڈراؤنی آنکھوں سے بچی ڈرتی ہے۔اس لئے وہ تمہیں دیکھتے ہی ڈر کے مارے رونا شروع کر دیتی ہے۔۔۔ !

سلطان نے بہار کے سر کو چومتے ہوئے اپنے بیٹے کو آئینہ دیکھانا چاہا تھا۔ جبکہ باقی سب کافی پیتے ہوئے دلچسپی سے باپ بیٹے کی گفتگو سنتے ہوئے فارس اور ناز کو بھی دیکھ رہے تھے۔ کیونکہ وہ دونوں سارے جہاں کو آگ لگائے بس ایک دوسرے میں گم تھے۔

فارس اور ناز کو پیار و محبت سے ایک دوسرے کو ناشتہ کھلاتے دیکھ کر عیس اور سنی کا کافی حلق سے اتارنا مشکل ہو رہا

تھا۔ لیکن پھر وہ خود پر کنٹرول کرتے ہوئے دوبارہ کبیر اور سلطان کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

ڈیڈ آپ تو ایسے کہہ رہے ہیں۔ جیسے یہ شکل اور آنکھیں میں نے خود سے بنوائیں ہوں ! اب جیسا سٹرکچر آپکے چہرے میں تھا خدا نے سیم ٹو سیم ویسا تو نہیں پر آپ سے اچھا ہی بنا کر بھیجا ہے ! سکول کی آدھی لڑکیاں میرے پیچھے پاگل ہیں۔۔۔ !

باپ کی بات کا برا منائے بغیر کبیر خان کندھے اچکاتے ہوئے خود کی تعریف میں بولا تو اسکے الفاظ پر عیس اور سنی کے منہ سے کافی کا فوارا چھوٹ پڑا تھا۔۔

جبکہ ضرار اور وہاج بھی ہاتھ کی مدد سے مسکراہٹ چھپانے کی کوشش کرنے لگے تھے۔ کیونکہ آج پہلی بار دی گریٹ سلطان احمد خان کو کسی نے خود سے کم ہینڈسم کہا تھا۔ اور ساتھ ہی ساتھ اپنا "سگمار یپلائے" دے کر خاموش ہونے پر بھی مجبور کر دیا تھا۔۔۔

کبیر خان کے جواب پر سلطان ابھی اسے زہر بھری نظروں سے دیکھ ہی رہا تھا جب اچانک پیچھے سے علیزے خان کی تنبیہ کرتی آواز سنائی دی تھی۔۔۔

کبیر خان۔۔۔! اپنے بیٹے کے جواب پر علیزے نے اسے بے اختیار ٹوکا تھا۔

بھلا وہ کہاں اپنے خان

کی شان میں گستاخی ہونے دے سکتی تھی۔۔۔

سوری مورے! پر ڈیڈ میری بیوی کے سامنے میری بے عزتی کر رہے تھے.
اس لئے بس کلئیر کر رہا تھا۔۔! علیزے کی تنبیہ کرتی آواز پر کبیر خان نے رخ موڑتے ہوئے وضاحت کی تھی۔

جبکہ ابکی بار کبیر کی زبان سے "اپنی بیوی" سن کر سلطان سمیت ان سب کا منہ کھل چکا تھا۔

ہوش کے ناخن لیں کبیر خان! بہارا بھی آپکی بس منکوحہ ہے۔۔۔! ضرار نے بے اختیار طنزیہ آواز میں سامنے کھڑے میٹرک کے اسٹوڈینٹ کی تصحیح کرنا چاہی تھی۔

میری زبان میں اسے بیوی ہی کہتے ہیں چھوٹے بابا۔۔! کبیر خان ابھی بے پرواہی سے بولا ہی تھا۔ جب شہرام اور فاتح شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ

اچانک وہاں نمودار ہوئے تو سب انکی طرف متوجہ ہو گئے۔۔۔ کیونکہ وہ دونوں ایک دوسرے میں گم عجیب انداز میں ہنستے ہوئے اندر آرہے تھے۔۔۔

لو آ گئیں اس گھر کی کالی بلائیں بھی۔۔۔ !

عیس نے ان دونوں کو دیکھ کر لقمہ دیا تھا۔۔

سب کی توجہ انکی طرف دیکھ کر ہیر پاشا کی سبز آنکھیں بے اختیار چمکیں تو وہ ایشام کو ٹارگٹ بھری نظروں سے دیکھ گئی۔ اور اگلے ہی پل ہیر پاشا انجان بنتے ہوئے جان بوجھ کر ایشام صدیقی کے پاؤں کو اپنے پاؤں تلے مسلتے ہوئے جا کر مصطفیٰ کاظمی کی گود میں بیٹھ گئی تھی۔

اسکی اس حرکت کو سنان نے بغور اپنی آنکھوں سے دیکھا تو اسکا قہقہ روکنا محال ہو گیا تھا۔ کیونکہ ہیر پاشا کا اوپر کی طرف دیکھتے ہوئے ایشام کا پاؤں کچل کر

گزرنے کا انداز کافی مزے دار تھا۔ یہ انداز صاف ظاہر کر رہا تھا کہ وہ انجانے میں یہ کر رہی ہے۔۔۔

پاؤں کچلے جانے کے درد کے علاؤہ کسی چیز کے شدید چھبن کے احساس پر ایشام صدیقی بے ساختہ بلند آواز میں غرا اٹھا تھا۔

ہیر میں تمہارا خون کر دوں گا۔۔! ایشام غصے کی شدت سے بے اختیار چیخ اٹھا تھا۔۔۔

اسکے چیخنے پر سب چونک کر اب اسکی طرف دیکھنے لگے تھے۔ کیونکہ ایشام کا سفید چہرہ غصے سے سرخ ہو چکا تھا۔ جبکہ ڈارک بلو آنکھیں بھی تپش سے بھر چکیں تھیں۔۔۔

بلیک مینشن میں یہ ہر روز کا پلے تھا۔ سب بڑے روز صبح اس وقت ایسے ہی چہرے گھماتے ہوئے کبھی کسی کو دیکھ رہے ہوتے تھے تو کبھی کسی کا مسئلہ سلجھا رہے ہوتے تھے۔

شامی کیا ہوا۔۔؟ ایرہ جو اسکے پاس ہی کھڑی تھی ایشام کے چلانے پر فکر مندی سے اسکے سرخ چہرے کو دیکھ کر پوچھنے لگی جو آنکھوں میں غصے کی لالی لیے ہیر پاشا کو گھورے جا رہا تھا۔ جو اس سب سے انجان بنتے ہوئے آنکھیں مٹکا کر مصطفیٰ کاظمی کا ہاتھ پکڑ کر کھیلنے کی اداکاری کرنے لگی تھی۔

گاڑیوں نے آکر سب بچوں کو سکول کے سامنے اتارا تو سب باری باری گاڑیوں سے اترنے لگے تھے۔ ہمیشہ کی طرح نازا اپنے منکوح کا ہاتھ پکڑے اتری تھی۔ تو دوسری طرف کبیر خان زبردستی گل بہار کا ہاتھ جکڑے اتر آیا تھا۔

کبیر خان کی موجودگی سے جہاں ننھی سی گل بہار کا دل ڈر کے مارے دھڑک رہا تھا۔ وہیں دوسری طرف گل ناز پورے سوگ کے ساتھ فارس کے ساتھ آگے آگے چل رہی تھی۔۔۔

فاتح اور شہرام نے گاڑی سے اتر کر مڑتے ہوئے ماہ پارہ اور مہر ماہ کو باری باری اٹھا کر نیچے اتارنے میں مدد دی تھی۔ جبکہ ہیر کو غازیان نے ہی اٹھا کر نیچے کھڑا کر دیا تھا۔

باسم کہاں ہے۔۔۔؟ سب پر نظر ڈال کر کبیر خان نے سنجیدگی سے پوچھا تھا۔۔ کبیر خان کی آواز پر فارس کے قدموں کو بریک لگی تو وہ مڑ کر دیکھ گیا۔

باسم تو دوسری گاڑی میں غازی لوگوں کے ساتھ آیا تھا نا۔۔! فارس نے کبیر کے پاس آتے ہوئے بتایا۔

باسم کی غیر موجودگی محسوس کرتے فارس اور کبیر کو یک دم فکر ہوئی تھی۔ یہ ان دونوں کی ایک خاص عادت تھی، کہ سکول پہنچ کر وہ سب کی موجودگی کو یقینی بنا کر ہی آگے بڑھتے تھے۔ اب بھی سارے بچے فارس اور کبیر کے پاس ایک سائیڈ پر کھڑے ہو گئے تھے۔ جب تک ان کے دونوں بڑے بھائی حکم نہیں دیتے تھے تب تک وہ لوگ آگے نہیں بڑھ سکتے تھے۔۔

میں دیکھتا ہوں۔۔! گل بہار کا ہاتھ غازی کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کبیر گاڑی کی طرف بڑھا تو فارس بھی ناز کو وہیں کھڑے رہنے کا اشارہ کرتے اسکے پیچھے ہوا تھا۔ تینوں گاڑیاں ابھی تک وہیں پر کھڑی تھیں۔ کبیر خان اور فارس کے حکم پر ہی گاڑیاں واپس جاتی تھیں۔

کبیر خان اور فارس گھوم کر سب سے آخری والی گاڑی کے پاس آئے تو دروازہ کھولنے پر باسم کاظمی انکو اندر سویا ہوا ملا تھا۔

پتہ نہیں یہ کب سدھرے گا۔۔! تاسف سے سر ہلاتے وہ دونوں بول گئے۔ بلیک مینشن میں صبح کے وقت سب بچوں میں سے اگر کسی کو اٹھانا ناممکن ہوتا تھا تو وہ باسم کاظمی تھا۔ جس کے پاس اگر ڈھول بھی بجا دیے جائیں تو تب بھی اسکی نیند ڈسٹرب نہ ہو۔۔۔ کبیر نے آگے بڑھ کر باسم کا سکول بیگ اٹھایا تو فارس نے سوئے ہوئے باسم کو کندھے پر اٹھا لیا تھا۔

کبیر خان اور فارس ہمدانی وقت سے پہلے دونوں بڑے بھائی بن چکے تھے۔۔ وہ بھائی جو اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کے لئے ٹھنڈا سایہ بننے والے

تھے۔فارس نے جس طرح باسم کو اٹھایا تھا دیکھنے والوں کو گمان ہو رہا تھا جیسے وہ ننھا کاکا ہو پر حقیقت میں ایسا ہر گز بھی نہیں تھا۔

باسم کو اٹھا کر کبیر نے گاڑیوں کو نکلنے کا اشارہ کیا تو گاڑی آگے پیچھے واپسی کے لئے مڑ گئیں تھیں۔

وہ دونوں باسم کو لیے سب کے پاس گئے تو باسم کو سوئے دیکھ کر سب ہنس دیے تھے۔ہفتے کے چار دن تو سوئے ہوئے باسم کو اسکی کلاس میں پہنچایا جاتا تھا۔۔اور جس دن باسم کاظمی کھلی آنکھوں سے سکول جاتا تھا۔وہ دن سب کے لیے یادگار ہونے کے ساتھ ساتھ چڑ چڑا بھی ہو جاتا تھا۔کیونکہ باسم کاظمی بھی خود میں ایک عجیب ہی بلا کا نام تھا۔۔۔

ارسل ابھی تک کیوں نہیں آیا۔۔۔؟کلائی میں پہنی ڈیجیٹل واچ میں وقت دیکھتے ہوئے ایشام صدیقی نے سوال کیا تھا۔

آگیا ہے۔۔۔!ایشام کے پوچھنے پر کبیر نے اسکی توجہ سامنے کی طرف کروائی تھی۔۔جہاں سے سرمئی آنکھوں والا ارسل خان گاڑی سے ہنستے ہوئے نکل کر بھاگتے ہوئے ان سب کی طرف آرہا تھا۔"ارسل خان"نعمان خان کا بیٹا تھا۔اپنے باپ جیسے نقوش والا ارسل خان انتہائی کیوٹ بچہ تھا۔سرخ و سفید رنگت میں پٹھانی نقوش والا ارسل خان ان سب کے لیے بے حد ضروری تھا۔

گاڑی میں بیٹھے نعمان خان نے اپنے بیٹے کی سپیڈ پر آنکھیں بڑی کرلی تھیں۔

بد تمیز اولاد..! جاتے ہوئے باپ کو چومی بھی نہیں دے کر گیا اور گھر پر میری خانم کا منہ چومتے ہوئے نہیں تھکتا کمینی اولاد۔۔۔! نعمان خان بڑبڑاتے ہوئے بے ساختہ گاڑی سے باہر نکل آیا تھا۔

کبیر اور فارس ہاتھ ہلاتے ہوئے نعمان خان کو واپس جانے کا کہہ کر وہ سب کو ساتھ لیے سکول کے اندر چلے گئے تھے۔

کبیر اور فارس کی اتنی فکر پر نعمان خان نثار ہوتے ان دونوں کو دیکھ گیا۔ جو اتنی سی عمر میں بڑے ہونے کا پورا پورا کردار ادا کر رہے تھے۔

کلاس میں اس وقت شہرام اور انتہائی بے زاری سے بیٹھے بریک ہونے کا انتظار کر رہے تھے۔

فارس اور کبیر خان کے ساتھ جڑواں پیدا ہونے کے باوجود یہ دونوں اپنے بھائیوں سے ایک کلاس پیچھے تھے۔ کیونکہ پیچھے رہنے کی مرضی بھی انکی اپنی ہی تھی۔

اپنے بھائیوں کے ساتھ ایک کلاس میں ہی پڑھتے ہوئے وہ شریف ہونے کا ڈھونک نہیں رچا سکتے تھے۔ اس لئے تین سال پہلے وہ جان بوجھ کر فیل ہو گئے تھے۔۔ مقصد صرف ایک کلاس پیچھے ہو کر اپنے بڑے بھائیوں سے پیچھا چڑھانا تھا۔

اچانک بریک ہوئی تو شہرام اور فاتح کی آنکھوں میں ایک عجیب چمک نمودار ہو گئی تھی۔

بریک ہوتے ہی کلاس میں شور مچا تو ٹیچر کلاس سے باہر نکلتی چلی گئی۔

ٹیچر کے جاتے ہی شہرام اور فاتح نے مڑتے ہوئے اپنے کلاس فیلو حیدر کو عجیب نظروں سے دیکھا تو وہ بھی متوجہ ہوتے دیکھ گیا۔

شہرام اور فاتح ایک نظر ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے اٹھ کر کلاس سے باہر چلے گئے تھے۔

وہ دونوں پاکٹس میں ہاتھ ڈالے اپنی دھن میں چلتے ہوئے واش روم والی سائیڈ پر آئے تھے۔

شہری اس حیدر کا کام جلدی تمام کرنا یے، کیونکہ بھائی لوگ کینٹین میں ہمارا انتظار کر رہے ہونگے۔۔۔ !

فاتح آس پاس دیکھتے ہوئے شہرام سے بولا تو وہ جواب میں اپنی پاکٹ میں رکھے مینڈک کو دباتے ہوئے اسے آنکھوں سے تسلی دے گیا تھا۔

پانچ منٹ گزرنے کے بعد حیدر اپنے دوست کے ساتھ واش روم جانے کی غرض سے ادھر آیا تو اسے آتے دیکھ کر شہرام اور فاتح دونوں ایک ساتھ ایک ہی واش روم میں داخل ہو گئے۔

اپنے دوست کو وہیں رکنے کا کہہ کر حیدر بے دھیانی میں واش روم کے اندر چلا گیا تھا۔

حیدر نے اپنے دھیان میں واش روم میں جا کر ابھی دروازہ اندر سے بند کیا ہی تھا۔

کہ پیچھے کھڑے فاتح نے آگے بڑھ کر جلدی سے اسکے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ جس پر حیدر یک دم ڈرتے ہوئے جھپٹانے کی کوشش کرنے لگا تھا۔

حیدر خود کو آزاد کروانے کی کوشش میں مچلنے لگا تو شہرام نے جلدی سے اپنی پاکٹ سے شاپر باہر نکال لیا تھا۔

شہرام نے شاپر باہر نکالا تو اس میں ایک موٹا سا مینڈک قید تھا۔۔ جبکہ شاپر کو اوپر سے باندھ کر مینڈک کو قید کیا گیا تھا۔ شاپر میں صبح سے بند رہنے کی وجہ سے میڈل بھی اب نیم بے ہوش نظر آ رہا تھا۔۔۔۔

فاتح کی قید میں پھڑ پھڑاتے ہوئے حیدر نے خود کو آزاد کروانے کی لاکھ کوشش کی تھی۔ پر وہ فاتح سلطان کی گرفت میں ہل بھی نہیں پایا۔

شہرام نے مینڈک کو باہر نکالتے ہوئے جلدی سے حیدر کی پینٹ پر لگے بیلٹ کو لوز کرتے اندر مینڈک رکھ دیا تھا۔ اور اگلے ہی پل وہ ساتھ لائے سٹیپلر سے حیدر کی پینٹ کو نیچے سے پن لگانے میں مصروف ہو گیا۔ تاکہ مینڈک کسی بھی

صورت میں پینٹ سے باہر نہ نکلے۔ پانچ منٹ میں اپنا کام تمام کر کے فاتح اور شہرام حیدر کا رخ موڑ کر دروازہ کھولتے ہوئے تیزی سے بھاگ نکلے تھے۔۔

انکی بجلی کی سی رفتار پر حیدر چاہ کر بھی دیکھ نہیں پایا تھا۔ کہ اسکے ساتھ یہ ظلم کرنے والے کون تھے۔ اپنی پینٹ میں کوئی چیز محسوس کرتے ہیں اگلے پل حیدر ابراہیم کی خوف کے مارے دلخراش چیخیں بلند ہونے لگیں تھیں۔

شہرام اور فاتح نارمل چال چلتے ہوئے کینٹین میں داخل ہوئے تو سامنے سب کو اپنے انتظار میں دیکھ کر وہ تیزی سے ٹیبل کی طرف بڑھ گئے۔

اس وقت ٹیبل پر بیٹھے سب گھر سے لائے لنچ کرنے میں مصروف تھے۔ لیکن کبیر اور فارس ان دونوں کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔

کہاں رہ گئے تھے تم دونوں۔۔۔؟ فارس نے گھور کر پوچھا تھا۔۔

سوری بھائی بس چیزیں سمیٹنے میں وقت لگ گیا۔۔! فاتح جواب دیتے ہوئے اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ان کے انتظار میں ابھی تک چونکہ فارس اور کبیر خان نے کھانا شروع نہیں کیا تھا۔تو اپنے دونوں بڑے بھائیوں کو کھاتے نہ دیکھ کر باقی سب نے بھی ابھی تک کھانے کا ہاتھ نہیں لگایا تھا۔جبکہ ٹیبل پر اس وقت صرف بچیاں ہی کھانا کھا رہیں تھیں۔

تم دونوں اتنا پڑھتے تو نہیں ہو، جتنا چیزیں سمیٹنے کا بتا رہے ہو۔۔۔! کبیر خان نے مشکوک نظروں سے انکی طرف دیکھا تھا۔

بھائی، اب ایسی ہی بات نہیں ہے۔۔۔! شہرام اپنی بے عزتی پر ابھی منہ بگاڑ کر بولا ہی تھا کہ اسی وقت کینٹن میں شور اٹھ گیا۔۔ کہ واش روم والی سائیڈ پر کسی لڑکے کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے۔

سب چونک کر دیکھنے لگے تھے۔ لیکن جب فارس اور کبیر نے اپنے کلاس فیلو کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ 9 th کلاس کے حیدر ابراہیم کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آیا ہے تو وہ دونوں حیران ہوتے ایک دوسرے کو دیکھ گئے۔

جبکہ شہرام اور فاتح انجان بنتے سامنے بیٹھی ماہ پارہ کے ماتھے پر زخم کو دیکھ رہے تھے۔

فارس اور کبیر نے مڑتے ہوئے گھور کر اپنے سامنے بیٹھے نمونوں کو دیکھا تھا۔ جو لنچ کرنے میں اس طریقے سے مگن تھے، جیسے پتہ نہیں کونسا من وسلویٰ کھا رہے ہوں۔۔۔

شہری! اگر کھانا شروع کرنے سے پہلے کھانے کی دعا بھول جائے تو کھانے کے بیچ میں پڑھ سکتے ہیں نا۔۔؟

فاتح نے مکمل انجان بنتے پاس بیٹھے شہرام سے اچانک اہم ترین مسلہ پوچھا تھا۔ انداز صاف ظاہر کر رہا تھا کہ کھانا شروع کرنے سے پہلے دعا نہ پڑھنے کی بجائے وہ بہت دکھی ہے۔

ہاں نہ فاتح ہم بیچ میں پڑھ سکتے ہیں..! جلدی سے پڑھ لے، کیونکہ شیطان مفت میں تیرا برگر کھائے جا رہا ہے۔۔!

شہرام نے بھی اتنے ہی سنجیدہ انداز میں جواب پیش کیا تھا۔ جس کو سن کر فاتح فوری طور پر اگلے ہی پل کانوں کو ہاتھ لگاتے دعا پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔۔

فارس اور کبیر جانچتی نظروں سے اپنے نمونوں دیکھ رہے تھے۔ جو مکمل طور پر نیک بننے کا ناٹک کر رہے تھے۔

بھائی آپکے کسی کلاس فیلو کے ساتھ حادثہ پیش آگیا ہے۔۔! ارسل نے اطلاع دینے والے انداز میں ان دونوں کو آگاہ کرنا چاہا۔

ہیں! کونسا حادثہ؟ ہنگامی حادثہ؟ شہرام نے حیران ہونے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے ایک ساتھ کئی سوال کیے تو اسکا ہنگامی حادثہ سن کر سب کی ہنسی نکل گئی۔

شہری ہنگامی حادثے کی صورت میں تو 1122 کو بلایا جاتا ہے نا۔۔؟ فاتح نے سیریس انداز میں پوچھنے کے ساتھ ساتھ بتانا چاہا تھا۔

ہاں یار 1122 سے یاد آیا، کیا حیدر لال گاڑی میں ہاسپٹل جائے گا۔۔۔؟

شہری نے جواب دینے کے بعد الٹا پھر سوال کیا تو ان دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ سوال وجواب کرتے دیکھ کر کبیر، فارس ایبر واچکا گئے۔

بھیا میرے بال۔۔! اچانک ماہ پارہ نے اپنے بکھرے بالوں سے تنگ آکر دور بیٹھے کبیر کو پکارا تھا۔

پاس بیٹھے باسم نے مڑتے ہوئے ماہ پارہ کو دیکھا جس کے سلکی میرون بال پونی سے باہر نکل کر اسے تنگ کر رہے تھے۔ علیزے کے بال چونکہ میرون رنگ کے تھے۔ ایسے میں ماہ پارہ نے وارثت میں اپنی ماں سے بالوں کا رنگ ضرور چرایا تھا۔ پر اسکے بال گھنگریالے ہونے کی بجائے سلطان جیسے سلکی تھے۔

بھائی رکیں میں سیٹ کر دیتا ہوں۔۔! کبیر کو اٹھ کر ماہ پارہ کے پاس آتے دیکھ کر باسم نے منع کر دیا تھا۔

اپنا بر گر پلیٹ میں رکھ کر ٹشو سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے باسم نے پاکٹ میں ہاتھ ڈالتے ہوئے ایک ساتھ کئی ہیر پن نکالیں تو سب تعجب سے اسکو دیکھتے رہ گئے۔ جو پاکٹ میں ہیر پن لیے گھوم رہا تھا۔

باسم نے ایک ایک کر ہیر لگاتے ہوئے ماہ پارہ کے بال سکیور کیے تو وہ خوشی سے باسم کو دیکھ گئی۔ ماہ پارہ کے خوش ہونے پر باسم نے اسکا ناک کھینچتے ہوئے باقی کی ہیر پن دوبارہ پاکٹ میں رکھ لیں تھیں۔۔

تم نے یہ گرلز ہیر پن کا سٹاک پاکٹ میں کیوں رکھا ہوا ہے۔۔؟؟ غازیان نے سوالیہ نظروں سے پوچھا تھا۔

ضرورت کے لئے رکھی ہیں بھائی۔۔! کبھی کبھی کسی کو ضرورت کے وقت انجیکشن لگانا پڑ جاتا ہے۔۔۔ !

اپنا بر گرد و بارہ اٹھاتے ہوئے باسم کاظمی نے بے نیازی سے ہیر پن کا مقصد سمجھایا تھا۔اسکی کھلم کھلا اپنی کمینگی بتانے پر کبیر اور فارس تاسف سے سر ہلا چکے تھے۔کوئی ایک بھی انکو دودھ کا دھلا ہوا نہیں ملا تھا۔دودھ میں دھلا ہونے سے مراد معصوم ہونے سے تھا۔

بھائی کلاس میں جب بھی کوئی باسم سے پنگا لیتا ہے تو تھوڑی دیر بعد باسم اسکی سیٹ پر ہیر پن لگا دیتا ہے۔۔ !

ارسل نے ہنسی دباتے ہوئے باسم کا بھانڈہ پھوڑا تو سب سے پہلے شہرام اور فاتح نے قہقہ لگایا تھا۔۔کیونکہ وہ دونوں بھی ابھی یہی کر کے آرہے تھے۔نجانے وہ

سب نازک حصے پر ہی وار کیوں کرتے تھے۔ شہرام اور فاتح نے دماغ میں بے اختیار سوچا تھا۔

کمینے میں سیٹ پر صرف ہیر پن لگاتا ہوں اور تو کیا کرتا ہے وہ بھی بتانا۔۔؟

اپنا بھانڈہ پھوڑتے دیکھ کر باسم نے گھور کر پاس بیٹھے ارسل کو مکہ رسید کیا تھا۔

باسم اور غازیان ایک کلاس میں تھے۔ جبکہ ارسل اور ایشام کلاس فیلو تھے۔ ان سب کے پیدا ہونے میں زیادہ فرق تو نہیں تھا۔ اس لئے جب ان سب کا سکول میں ایڈمیشن کروایا گیا تھا تو ایک ساتھ اور ایک کلاس میں ہی سب کو بھیجا گیا تھا۔ لیکن پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کون کون پیچھے رہ گیا۔ اس سب

کی سمجھ انکے بڑوں کو نہیں آئی تھی۔ جیسے ارسل خان پیچھے رہ کر ایشام کا پارٹنر بن چکا تھا۔

میں کب کوئی کچھ کرتا ہوں۔۔۔! خود پر بات آتے دیکھ کر ارسل معصوم بن گیا۔۔

بکواس کر رہا ہے یہ بھائی۔۔! میں تو بس ہیر پن لگاتا ہوں نا، یہ خانم چاچی کا سارا میک ہتھیار کے طور پر استعمال کرتا ہے۔۔ابھی دو دن پہلے اس نے اپنے کلاس فیلو کی ٹانگ پر وہ ویکس والی پٹی لگا دی تھی۔۔۔!

باسم نے گھورتے ہوئے ارسل کا دو دن پہلے والا کارنامہ ان سب کو بتایا۔۔۔

یہ ایک معصوم اور کیوٹ حرکت کہلاتی ہے۔۔! تیری طرح میں میزائل تھوڑی پھینکتا ہوں۔۔! ارسل نے اپنی ویکس والی حرکت کا دفاع کرتے ہوئے کہا تھا۔

ان شارٹ تم سب مان کیوں نہیں لیتے کہ سب کے سب ہی کمینے ہو۔۔۔! کبیر خان نفی میں سر ہلاتے ہوئے سکون سے گویا ہوا۔

بھائی ہم نے کب کسی کو تنگ کیا ہے۔۔؟ کبیر کے تبصرے پر غازیان اور ایشام یکجا ہو کر تیزی سے بولے تھے۔۔۔ان دونوں کے معصوم بننے پر سب کا نا چاہتے ہوئے بھی قہقہ نکل گیا۔۔ کیونکہ غازیان اور ایشام کا وار سچ میں کسی سے نہیں ملتا تھا۔۔

بھائی ابھی کل ہمارا ایک کلاس فیلو روتے ہوئے بتا رہا تھا۔۔ کہ کوئی اسکی اسکی کلر فل پک بنا کر بلیک میل کر رہا ہے۔۔۔! ارسل معنی خیزی سے کہنے لگا تو سب نے تیزی سے اسے آنکھیں دیکھائیں۔۔

کتنی دفعہ منع کیا ہے کہ لڑکیوں کے سامنے ایسی بکواس نہ کیا کر۔۔! ایشام اسکی کمر پر مکہ رسید کرتے تیزی سے بول گیا۔۔

ایشام اور غازیان ڈیجیٹل دنیا کے بادشاہ تھے۔اپنے دشمن پر انرجی ضائع کرنے کی بجائے اسکی کمزوری پر وار کرتے تھے۔کچھ دن پہلے انکے ایک کلاس فیلو نے ان سے پنگا لیا تو بدلے میں ایشام صدیقی اور غازیان پاشا نے چپکے سے اسکی نیوڈ پک بنا لیں تھیں۔اپنے اتنے عظیم کارنامے کے بعد وہ ابھی تک اسکو بلیک میل کر رہے تھے۔

بریک ختم ہوئی تو فارس اور کبیر خان نے سب کو اٹھنے کا اشارہ کیا۔۔ لڑکیوں کو انکی کلاس میں بھیج کر وہ دونوں شہرام اور فاتح پر گھوری ڈال کر چلے گئے تھے۔۔ان دونوں کے غائب ہوتے ہی شہرام اور فاتح نے مزے سے باقیوں کو اپنا کارنامہ بتایا تو وہ قہقہے لگاتے لوٹ پوٹ ہو گئے۔

کیا آپ اندازہ لگا سکتے ہیں؟ کہ اپکے بچوں نے اپنے کلاس فیلو کے ساتھ کیسی حرکت کی ہے۔۔۔ !

سکول کا پرنسپل غصے سے بول رہا تھا۔

اگر ہم اندازہ لگا سکتے تو یہاں آپکے سامنے بیٹھنے کی بجائے گھر سے ہی فون کر کے اپکو کہہ دیتے۔ کہ جی ہمیں ہمارے بچوں کی اس حرکت کے بارے میں پتہ ہے۔ تو ہمارے لئے یہ کوئی نئ بات نہیں ہے۔۔۔ !

پرنسپل کو کب سے فضول بولتے دیکھ کر عیس ناچاہتے ہوئے بھی خود کو طنز کرنے سے باز نہیں کر پایا تھا۔

سلطان اور عیس آفس سے سیدھا سکول آرہے تھے۔ سکول سے جانے والی شکایت کی وجہ سے انکو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر یہاں پر آنا پڑا تھا۔ سکول سے جب کمپلین کے سلسلے میں گھر پر کال گئ تھی۔ تو کمپلین کرنے والی ٹیچر نے علیزے خان کے ساتھ کافی روڈ طریقے سے بات کی تھی۔ جس کی وجہ سے علیزے خان نے شدید پریشانی کے عالم میں فوری طور پر سلطان کو آگاہ کیا تھا۔

اسی وجہ سے وہ دونوں سارا کام چھوڑ کر سکول چلے آئے۔اس وقت آفس میں حیدر ابراہیم کے والدین کے ساتھ ساتھ سلطان اور عیس بھی موجود تھے۔

عیس کے طنز کرنے پر یونیفارم میں کھڑے فاتح اور شہرام نے سنجیدہ انداز میں منہ بنا کر پرنسپل کی طرف دیکھا تو وہ تلملا کر رہ گیا۔۔

حیدر کے ساتھ ہوئی حرکت پر پرنسپل کو کافی کچھ سننے کو ملا تھا۔جس کی وجہ سے وہ آج کافی بھڑکا ہوا نظر آرہا تھا۔

اگر آپ نے ادھر ادھر کی باتیں کر لیں ہوں۔تو اب ہمیں صاف صاف لفظوں میں بتائیں کہ کیا مسلہ ہوا ہے۔۔ !

سلطان نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے عیس کو کول ڈاؤن رہنے کا اشارہ کیا۔۔۔

جبکہ دوسری طرف حیدر کے والدین ماتھے پر ہزاروں بل لیے سلطان اور عیس کو گھور رہے تھے۔ جن کے بچوں نے اتنی گندی حرکت کی تھی۔

آپ مجھ سے پوچھنے کی بجائے اپنے بچوں سے کیوں نہیں پوچھ لیتے کہ انہوں نے کل کیا حرکت سرانجام دی ہے۔۔۔ !

پرنسپل کو شاید بتاتے ہوئے شرم محسوس ہو رہی تھی یا وہ اپنے منہ سے بتانا نہیں چاہ رہا تھا۔ عیس اور سلطان چاہ کر بھی سمجھ نہیں پائے۔

ان دونوں نے نظریں گھما کر اپنے سپوتوں کی طرف دیکھا جو اس وقت انتہائی سیریس لک دے رہے تھے۔ شہرام اور فاتح کے تاثرات کہیں سے بھی یہ ظاہر

نہیں کر پا رہے تھے۔ کہ انہوں نے کوئی گناہ کیا ہے۔۔اپنے گھر کے اتنے پکے مجرموں کو دیکھ کر عیس متاثر ہوئے بنا نہیں رہ سکا تھا۔

"سر اپکو کوئی شدید قسم کی غلط فہمی ہو گئی ہے۔ کیونکہ ہم نے کچھ بھی نہیں کیا ہے !اور جس وقت یہ ہنگامی حادثہ پیش آیا تھا,تب اس وقت ہم کینٹین میں اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر لنچ کر رہے تھے۔۔"

کمر پر پیچھے ہاتھ باندھے فاتح سلطان انتہائی سیریس لہجے میں پرنسپل کو مخاطب کرتے بولا تھا۔ جبکہ اسکے ہنگامی حادثہ کے الفاظ پر عیس اور سلطان کی ہنسی نکلتے نکلتے رہ گئی۔

جی سر !اگر اپکو ابھی بھی ہم پر یقین نہیں ہے تو آپ ہمارے دونوں بڑے بھائیوں کو بلا کر پوچھ سکتے ہیں۔۔! کیونکہ ہم تو کل کینٹن میں کھانا کھانے کی

دعا یاد کر رہے تھے۔۔۔! اس بار شہرام ہمدانی نے آخری داؤ کھیلا تو انکے باپ انکو بغور دیکھ گئے۔

پرنسپل نے بنا کچھ بولے غصے سے لال ہوتے فون کر کے فارس ہمدانی اور کبیر خان کو بلانے کا حکم دیا تھا۔۔۔

سر جس کے ساتھ یہ ہنگامی حادثہ پیش آیا ہے پلیز اسکو بھی بلا لیں، تاکہ ایک بار میں ہی ساری بات کا صفایا ہو جائے۔۔ !

فاتح نے دوبارہ بولتے ہوئے پرنسپل کو مشورہ دیا تو عیس اور سلطان ایک دوسرے کو دیکھ گئے۔

تقریباً تھوڑی دیر بعد کبیر خان اور فارس ہمدانی کے ساتھ ساتھ "حیدر ابراہیم" بھی آفس میں داخل ہوا تھا۔

یس سر آپ نے بلایا۔۔۔؟اپنے ازلی سنجیدہ انداز میں وہ دونوں پر نسپل کے سامنے آئے توحیدر اپنے باپ کے پاس جا کر بیٹھ گیا تھا۔

بھائی !پر نسپل سر کہہ رہے ہیں کہ کل حیدر کے ساتھ جو حادثہ پیش آیا تھاوہ ہم نے سر انجام دیا ہے۔۔! شہرام نے دکھی انداز میں کبیر خان کو مخاطب کیا تھا۔

عیس اور سلطان جانچتی نظروں سے اپنے لاڈلوں کی زبان سن رہے تھے۔ اردو کے خاص الفاظ بولتے ہوئے فاتح اور شہرام ایک نمبر کے دھوکے باز معلوم ہو رہے تھے۔آخر سلطان اور عیس باپ تھے۔اپنی اولاد کی رگ رگ سے واقف ہونے والے۔۔۔۔

سر اپکو غلط فہمی ہوئی ہے۔ کیونکہ کل یہ دونوں ہمارے ساتھ کینٹین میں لنچ کر رہے تھے، اس بات کی تصدیق آپ ہمارے کسی بھی کلاس فیلو سے کروا سکتے ہیں!..

فارس نے ٹھہرے انداز میں سنجیدہ لہجے میں بولتے ہوئے جواب دیا تھا۔۔۔

یہ دونوں جھوٹ بول رہے ہیں۔۔! کل واش روم میں یہ دونوں ہی تھے۔۔۔! حیدر نے چیختے ہوئے تیزی سے فارس کی بات کاٹی تھی۔۔۔

رئیلی؟ حیدر کے چیخنے پر فاتح نے مڑتے ہوئے ابرو اچکاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا۔ فاتح کے ایٹیٹیوڈ پر جہاں حیدر کے ماں باپ ششدر رہوئے وہیں سلطان اور عیس حیران ہو گئے تھے۔ کیونکہ وہ بلکل سلطان کا عکس معلوم ہو رہا تھا۔

مسٹر حیدر ہماری آپ سے دوستی تک نہیں ہے، تو دشمنی کیوں ہی ہو گی۔۔۔؟

اور اگر ان دونوں میں سے کسی ایک چیز کا تعلق بھی ہمارے بیچ نہیں ہے، تو ہم اپکے ساتھ یہ حرکت کر کے کیوں وقت ضائع کریں گئے۔۔۔؟

پاکٹس میں ہاتھ ڈالے شہرام بھی بے اختیار مڑ گیا تھا۔اپنے چھوٹے بھائیوں کے انداز و لہجے پر فارس اور کبیر نے مسکراہٹ دبالی۔۔۔

یہ ساری بحث تو بعد کی ہے، پر کیا آپ لوگ پہلے یہ بتا سکتے ہیں آخر ہوا کیا ہے۔۔؟عیس نے تپ کر اس بار پوچھا تھا۔۔وہ دونوں کب سے یہاں پر مسلہ جاننے کے لیے بیٹھے تھے،،بجائے انکو مسلے سے آگاہ کرنے کے، سب اپنی ہی بحث میں الجھے ہوئے نظر آرہے تھے۔

ڈیڈ کل واش روم میں کسی نے حیدر کی پینٹ میں ایک بڑا سا مینڈک ڈال دیا تھا۔اور مینڈک ڈالنے کے بعد پینٹ کو نیچے سے پن لگا دیں تھیں تا کہ مینڈک کسی بھی صورت میں باہر نہ نکلے۔۔۔ !

فارس نے چمکتی آنکھوں سے شہرام اور فاتح کو دیکھتے ہوئے مسلہ بیان کیا۔ جبکہ دوسری طرف مسئلہ جان کر سلطان اور عیس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں تھیں۔۔۔

اور سننے میں یہ ملا تھا کہ جس نے پینٹ میں مینڈک ڈالا تھا اسنے پینٹ کی پچھلی سائیڈ پر کاکروچ بھی ڈال دیا تھا۔۔۔! حیدر ایسا ہی تھا نا۔۔ !

کبیر خان نے آخر چھپے ہوئے راز سے پردہ اٹھاتے ہوئے مظلوم حیدر سے جاننا چاہا تو وہ شرمندگی کے احساس سے بامشکل سر ہلا پایا تھا۔

سارا مسلہ جان کر عیس اور سلطان کے تاثرات سے صاف نظر آرہا تھا۔ کہ وہ مسلہ جان پر بے حد پچھتا رہے ہیں۔۔۔! اتنا گھناؤنا مسئلہ۔۔؟ اچھا تھا بات رولے میں چل رہی تھی تو چلتی جاتی۔۔ خوا مخواہ انہوں نے مسلہ جاننے پر زور دیا تھا۔

ساری بات جان کر عیس کا حلق قہقہے کے زور سے خراب ہونے لگا تو سلطان نے مصنوعی کھانستے ہوئے اسکا ہاتھ دبا کر سیریس رہنے کا اشارہ کیا تھا۔۔۔

یہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ ان دونوں نے ہی میرے ساتھ یہ سب کیا تھا۔۔! حیدر خود پر ہوئے ظلم پر پھر چیخ گیا۔ کیونکہ کل مینڈک اور کاکروچ کے خوف سے وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ ٹیچرز اور سٹوڈنٹس کے سامنے پینٹ اترنے پر اسکی الگ سے جگ ہنسائی بھی ہو گئی تھی۔ اب معاشرے اور سکول میں حیدر

ابراہیم کی دو آنے کی بھی عزت نہیں بچی تھی۔ کل سے وہ یہ ہی محسوس کر رہا تھا

حیدر تم غلط بیانی سے کام لے رہے ہو، وہ کیوں تمہارے ساتھ یہ سب کریں گئے۔۔۔! ؟ایک ہی رٹ سن سن کر کبیر خان نے مڑتے ہوئے اکھڑ کر پوچھا تھا۔

ان دونوں نے مجھ سے بدلہ لیا ہے۔۔۔! حیدر غم وغصے سے جواب میں بولتے ہوئے اچانک رک چکا تھا۔ جبکہ اسکے بدلہ کہنے پر شہرام اور فاتح کی آنکھوں میں بیک وقت ایک عجیب سی چمک پیدا ہو گئی تو وہ دونوں مسرور انداز میں کھڑے ہو گئے۔ آخر دشمن نے انکے وار کا مقصد جو جان لیا تھا۔

کیسا بدلہ؟ کیا تم نے ان دونوں کے ساتھ کچھ غلط کیا تھا۔۔؟ فارس نے اسے مزید بولنے کے لئے اکسایا تو حیدر نے شدید غصے سے لب بھینچ لیے تھے۔ وہ مزید نہیں بول سکتا تھا کیونکہ اگر کچھ بولتا اسے اپنی کی ہوئی حرکت کے بارے میں بھی سب بتانا پڑتا۔۔۔! الٹا اسے سننے کو مل سکتا تھا۔

بولو حیدر کیا تم نے ان دونوں کو وہ سب کرتے دیکھا تھا۔۔؟ حیدر کے خاموش ہونے پر اسکی ماں بھی بول گئی۔

نو مام! میں نے کسی کو بھی نہیں دیکھا! میں نہیں جانتا ہوں کہ میرے ساتھ کس نے وہ سب کیا تھا۔۔۔! سر جھکاتے ہوئے حیدر نے ضبط کرتے آخری الفاظ ادا کیے۔ جن کو سن کر شہرام اور فاتح فتح مندی سے کندھے اچکا گئے تھے۔۔

سر ہم تو پہلے ہی کہہ رہے تھے کہ بیچارے حیدر کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔۔۔!

فاتح افسوس زدہ لہجے میں بولا تو پرنسپل اب کڑی نظروں سے حیدر کو دیکھنے لگا تھا۔

حیدر آپکی غلط بیانی کی وجہ سے ہم سب کا قیمتی وقت پہلے ہی بہت ضائع ہو چکا ہے۔اب آپ کلاس میں جا سکتے ہیں۔۔!

پرنسپل انتہائی غصے سے اسے دیکھ گیا تھا۔آنکھوں میں انتقام لیے حیدر آخری نظر ان پر ڈال کر نکلا تو اسکے والدین بھی معذرت کرتے اسکے پیچھے نکل گئے۔۔

سوری سر میں آپ سے معذرت کرتا ہوں۔۔۔!انکے جانے کے بعد پرنسپل عیس اور سلطان سے مخاطب ہوا۔

اٹس اوکے۔۔! آئندہ کسی بھی سلسلے میں اگر آپکے سکول سے ہمارے گھر میں کال جائے تو کسی تمیز دار بندے کو بات کرنے کا کہیے گا۔۔۔! کیونکہ مستقبل میں ہم یہ بد تمیزی برداشت کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے ہیں۔۔۔ !

عیس نے گھور کر پرنسپل کو سنایا۔ سلطان نے جب اسے بتایا تھا کہ ٹیچر نے اسکی خانم بھابھی کے ساتھ کافی روڈ طریقے سے بات کی ہے وہ تب سے خود پر ضبط کر رہا تھا۔۔

اور پلیز مسئلے کی مکمل جانچ پڑتال کر کے گھر والوں کو بلانے کی زحمت کیا کریں۔۔۔! آنکھوں پر سن گلاسز لگاتے ہوئے عیس اور سلطان دونوں اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔۔۔ جبکہ سلطان کے آخری الفاظ پر نسپل کو مزید شرمندگی نے آن گھیرا۔۔

سب کو کلاس میں واپس جانے کا کہہ کر عیس اور سلطان سکول سے باہر نکلے تو گاڑی میں بیٹھتے ہی آج کا مسلہ یاد کر کے عیس کا چھت پھاڑ قہقہہ گونج اٹھا تھا۔ عیس کے قہقہے پر ناچاہتے ہوئے سلطان بھی نفی میں سر ہلاتے ہنسنے لگ گیا۔ کیونکہ وہ اصل مجرموں کو پکڑنے کے ساتھ ساتھ جرم کی وجہ کو بھی جان چکے تھے۔۔

تم دونوں نے آج ان گدھوں کو کیوں بچایا تھا۔۔۔؟ سلطان نے کافی پیتے ہوئے فارس اور کبیر کو مخاطب کیا تو وہ چونک کر ایک دوسرے کی طرف دیکھ گئے۔۔۔

رات کا کھانا کھانے کے بعد سب ایک ساتھ بیٹھ کر کافی پی رہے تھے۔ جبکہ لڑکیاں اس وقت اپنی مستی میں گم سائیڈ پر کھیل رہیں تھیں۔ سلطان نے سب کی موجودگی میں کبیر اور فارس سے پوچھنا ضروری سمجھا تھا۔۔۔ کیونکہ وہ فارس اور کبیر کی اٹینشن کے بارے میں جاننا چاہ رہا تھا۔۔۔

ڈیڈ ہم نے کسی کو بھی نہیں بچایا، حیدر نے اپکو بتا تو دیا تھا کہ اسے کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔۔۔! کبیر خان جواب میں انجان بنتے بول گیا۔۔

کبیر خان جھوٹ بولنے کی بجائے سچ بولو، کیونکہ تم لوگ ساری دنیا سے جھوٹ بول سکتے ہو پر ہم سے نہیں۔۔ !

سلطان نے گھور کر اپنے بیٹے کو دیکھا۔ جبکہ شہرام اور فاتح تو یہاں ہو کر بھی محسوس نہیں ہو رہے تھے۔ان دونوں نے موقع جان کر وہاں سے نکلنا چاہا تو سنی اور وہاج انکو دبوچ گئے تھے۔۔

ڈیڈ کچھ دن پہلے حیدر نے ماہ پارہ اور مہر ماہ کے ساتھ بد تمیزی کی تھی،اسی وجہ سے یہ دونوں اسکو سبق سیکھانے پہنچ گئے تھے۔۔۔! سب کو حاوی ہوتے دیکھ کر فارس نے آخر کار سچ بولنا ضروری سمجھا تھا۔۔

کیسی بد تمیزی۔۔؟ضرار نے الجھ کر پوچھا۔۔۔۔

کچھ دن پہلے مہر ماہ اور ماہ پارہ بریک کے وقت میں انکی کلاس میں گئیں تو کلاس میں حیدر کے سوا کوئی بھی موجود نہیں تھا۔

ماہ پارہ اور مہر ماہ کو اکیلے دیکھ کر حیدر نے پہلے سٹور روم میں بند کرانکو تنگ کیا اور بعد میں اس نے ماہ پارہ کو ٹچ کرنے کی کوشش بھی کی تھی۔ان دونوں نے روتے ہوئے جب وہاں سے نکلنا چاہا تو حیدر نے پاؤں آگے کرتے ہوئے ماہ پارہ کو گرادیا تھا۔۔اسی وجہ سے اس دن اسکے ماتھے پر چوٹ آئی تھی۔۔۔"

فارس نے سرد سانس خارج کرتے ہوئے انکو ساری بات بتادی۔۔۔

تم لوگوں نے اس دن ہمیں اس بارے میں آگاہ کیوں نہیں کیا..؟ ساری بات جان کر سنان بھڑک گیا۔۔۔

اور پھر آج بھی تو بتا سکتے تھے۔جب وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ وہاں پر موجود تھا، ہم خود اچھی طرح اس سے پوچھ گچھ کرتے۔...؟عیس بھی غصے سے بولنے لگا تھا۔۔

ڈونٹ وری چھوٹے بابا۔۔! میں اور فارس اسکو سبق سیکھانے ہی والے تھے لیکن اس سے پہلے ہی ان دونوں نے اس پر وار کر دیا۔اب وہ بھول کر بھی ان سے نہیں الجھے گا۔۔۔

سب کو غصے میں آتے دیکھ کر کبیر نے انکو ریلیکس کرنا چاہا تھا۔

جو بھی ہو پر تم لوگ ابھی اتنے بڑے نہیں ہوئے ہو، کہ ان مسائل کا سامنا کر سکو۔اس لئے آئندہ کچھ بھی ہو، تم لوگ ہمیں اس بارے میں ضرور آگاہ کرو گئے۔۔۔!

وہاج سب کو ہدایت دیتے ہوئے نرمی سے بولا تھا۔۔۔

بڑے بابا حیدر کے ساتھ جو ہنگامی حادثہ پیش آیا ہے، اس کے بعد بھی اپکو لگتا ہے کہ ہم ان مسائل کو حل نہیں کر سکتے۔۔؟

شہرام چمکتی آنکھوں سے معنی خیزی انداز میں فور آ بولا تو وہاج ہنستے ہوئے اسکو جھنجھوڑ گیا تھا۔ان دونوں کے اتنے خطرناک وار کو یاد کرتے ہوئے سب قہقہ لگا گئے تھے۔۔جبکہ انکی مائیں مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلا گئیں تھیں۔

ویسے تم لوگوں نے یہ مینڈک اور کاکروچ کہاں سے لیا تھا۔۔؟اچانک یاد آنے پر ضرار نے پوچھنا ضروری سمجھا، کیونکہ بلیک مینشن میں یہ دونوں چیزیں ناپید تھیں۔

ایک رات پہلے ہم نے پچھلے لان میں بہت ڈھونڈ ڈھونڈ کر مینڈک تلاش کر لیا تھا۔پھر ایک گڑھا کھود کر ہم نے مینڈک وہاں پر رکھا اور اوپر سے کور بھی کر دیا تھا۔۔تاکہ مینڈک بادشاہ بھاگنے کی کوشش نہ کرے۔۔۔ !

فاتح شیطانی ہنسی کے ساتھ اپنا کارنامہ بتا رہا تھا۔۔ جس کو سن کر وہ سب دوبارہ ہنسنے لگے تھے۔۔۔

اور کاکروچ کہاں سے ملا۔۔؟اس بار مشعل نے آنکھیں پھیلائے پوچھا تھا۔۔۔

مام کاکروچ تو بہت آسانی سے مل گیا تھا، کل صبح جب ہم مینڈک اٹھانے جا رہے تھے تو وہیں پاس میں ہی کاکروچ بھیا بھی رینگتے ہوئے جا رہے تھے۔ میری کاکروچ پر نظر پڑی تو میں نے اٹھا کر اسکو بھی مینڈک کے ساتھ شاپر میں ڈال لیا۔۔۔!

شہرام اترا کر یاد کرتے ہوئے بتانے لگا تو وہاں بیٹھے سارے انسانوں کو سمجھ آ گئی تھی کہ کل صبح وہ جلدی جلدی تیار ہو باہر کیوں چلے گئے تھے۔۔۔

جب مینڈک لے کر جا ہی رہے تھے تو کاکروچ کیوں ساتھ لیا۔۔۔؟ایرہ نے بھی اچانک سوال کیا تھا۔۔آخر کو انکے بچے اتنا عظیم اور دلچسپ حملہ جو کر کے آرہے تھے۔

حیدر کی پینٹ میں چلتے ہوئے مینڈک اکیلا بور نہ ہو۔۔!اس لئے ہم نے کاکروچ بھی اٹھالیا تھا۔۔تاکہ وہ دونوں پینٹ میں ایک دوسرے کے ساتھ اچھا فیل کریں۔۔۔ !

فاتح بتیسی دیکھاتے ہوئے زو معنی انداز میں کہنے لگا تو اسکے الفاظ پر سب چھت پھاڑ قہقہے لگانے لگے تھے۔جبکہ انکی مائیں تو شرم کے مارے لال پڑ گئیں تھیں۔ایسی کوئی خطرناک رینجرز قسم کی اولاد پیدا ہوئی تھی اس مینشن میں۔۔۔

شرم تو نہیں آئی ہو گی تم لوگوں کو اتنی گندی حرکت کرتے ہوئے۔۔۔! کسی اور طریقے سے بھی تو بدلہ لے سکتے تھے نا۔۔۔! منیزے سرخ پڑتے ہوئے خود کو بولنے سے باز نہیں کر پائی تھی۔۔۔

بڑی ماما، اگر ہم کسی اور طریقے سے بدلہ اتارتے تو پھر ہمیں کیسے مزہ آتا۔۔۔؟ شہرام اپنی بڑی ماما کو سمجھانے والے انداز میں گویا ہوا۔۔

فارس میرے بال ٹھیک کر دو۔۔۔! اچانک گل ناز نے وہاں آ کر فارس کو مخاطب کیا تو وہ مڑ کر اپنی منکوحہ کو دیکھنے لگا۔ ساری لڑکیاں ایک سائیڈ پر کھیل رہیں تھیں جب گل ناز اپنے بال بکھرنے پر پریشان ہوتی بھاگ کر فارس کے پاس چلی آئی۔۔۔

اس عمر میں ہم مٹی کھاتے تھے، جس عمر میں یہ عشق عشق کھیل رہے ہیں۔۔۔! فارس کو ناز کے بال سنوارتے دیکھ کر سنی جل کر بول گیا تھا۔ گل ناز کے ہر مسلے کے حل کا نام صرف "فارس ہمدانی" تھا۔۔

گل ناز کو وہاں بیٹھے دیکھ کر باقی سب بھی کھیل چھوڑ کر انکے پاس آ گئیں تھیں۔۔ کیونکہ کھیل کھیل کر سب کو اس وقت نیند محسوس ہو رہی ہے۔

ہیر چلتے ہوئے منیزے کے پاس جانے لگی تو جاتے جاتے اس نے جان بوجھ کر ایشام کے بال کھینچ دیے تھے۔ ہیر کی اس حرکت پر جہاں ایشام تلملایا وہیں باقی ہنسی دبا کر ادھر اُدھر دیکھنے لگے۔

دیکھ لیا آپ سب نے یہ جان بوجھ کر میرے ساتھ پنگے لیتی ہے۔۔۔! ایشام نے بھڑکتے ہوئے سب کو تصدیق کروانا چاہی تھی۔ لیکن بدلے میں سب کو

انجان بنتے دیکھ کر وہ غصے سے اٹھتے ہوئے بیہ کے سینے میں چہرہ چھپا گیا۔۔ گویا یہ اپنا غصہ دبانے کی ناکام کوشش تھی۔ایشام کو اپنی بہو سے تنگ ہوتے دیکھ کر بیہ کو بے اختیار اپنے بیچارے بیٹے پر شدید پیار آیا تھا۔ جبکہ ہیر ایک ادا سے اب منیزے کی گود میں بیٹھ کر کھکھلا رہی تھی۔

کبیر نے فدا ہونے والی نظروں سے بہار کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جو علیزے کی گود میں چھپنے کی کوشش کر رہی تھی۔اپنے بھائی کو بیہ کے پاس دیکھ کر اس سے پہلے وہ وہاج کی طرف بڑھتی جب اچانک علیزے نے اسے اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا۔اور اب وہ علیزے کی گود میں بیٹھ کر کبیر خان سے چھپنے کی کوشش میں تھی۔ جو اپنی مورے کے پاس بیٹھ کر اسکے گھنگریالے بالوں کو ہاتھ میں پکڑ محسوس کر رہا تھا۔

خان بابا۔۔۔! کبیر خان کے ہاتھ میں اپنے بال دیکھ کر بہار نے رونے والے انداز میں سلطان کو پکارا تھا۔ جو ماہ پارہ کو گود میں لیے بیٹھا تھا۔۔۔

کبیر بازر ہو۔۔۔! بہار کی فریاد پر سلطان نے اپنے بیٹے کو تنبیہ انداز میں پکارا تو اگلے ہی پل کبیر خان اچانک جھکتے ہوئے بہار کا گال چوم کر تیزی سے رفو چکر ہو گیا۔

اس اچانک حرکت پر جہاں سب کی آنکھیں بڑی ہوئیں وہیں نازنے ہنستے ہوئے فارس کو اپنا گال بھی چومنے کا اشارہ کر دیا تھا۔ جس پر فارس بھی چمکتی آنکھوں سے اسکا گال چوم کر بھاگ نکلا تھا۔۔

رکو تم دونوں زرا کمینوں۔۔۔! کبیر اور فارس کی حرکت پر ضرار اور سنان نے گھما کر جوتا مارنا چاہا تھا۔۔۔

سنڈے کا دن تھا، بلیک مینشن میں سب اپنے آپنے کاموں میں مصروف تھے۔ لیکن ان سب میں صرف ایک گل بہار تھی۔ جو اپنے کمرے میں بند نوٹ بک پر لکھتی جارہی تھی۔

پچھلے ڈیڑھ گھنٹے سے وہ انگلش کی نوٹ بک پر لکیریں کھینچنے میں مصروف تھی، پر سائیڈ پر پڑی نوٹ بک جیسی نقل کرنا اسکے لئے ممکن نہیں ہو پایا تھا۔ مسلسل کوشش کرنے کے بعد وہ اب جھنجھلانے ہی والی تھی۔ کہ پھر ضبط بھری سانس خارج کرتے ہوئے خود کو "ٹرائے آگین اینڈ اگین" کا سبق پڑھانے لگی۔ جو بھی ہو، وہ اپنی رائٹنگ خوبصورت بنا کر ہی رہے گی۔

بلیک ڈریس میں کالے گھنگریالے بالوں کی ڈھیلی ڈھالی چوٹی بنائے اسکے چھوٹے چھوٹے سفید ہاتھوں کی گلابی ہتھیلیاں بھرپور واضح ہو رہی تھیں۔ شاید یہ پینسل پر زور لگانے کی وجہ سے تھا۔۔۔

وہ اپنے دھیان میں مگن و مست یہ جان ہی نہیں پائی کہ کوئی اسکے روم کا دروازہ کھول کر اندر بھی داخل ہو چکا ہے۔

گل بہار جو لکھنے میں مصروف تھی۔اچانک اپنی طرف بڑھی ہوئی چیز کو دیکھ کر اسکے لکھنے کا تسلسل رکا تو وہ نظریں اٹھا کر دیکھنے لگی۔پر جیسے ہی اسکی نظر چلی ملی کے پیک پر پڑی۔اسکے چہرے کے تاثرات یک دم چمکنے لگے تھے۔

تھینک یو سو مچ فاری بھی۔۔۔! اپنی دھن میں چلی ملی کا پیک پکڑتے ہوئے وہ کہنے ہی والی تھی پر سامنے کھڑے شخص پر نظر پڑتے ہی اسکی زبان تالو سے چپک چکی تھی۔

کبیر خان منہ میں ببل چباتے ہوئے کافی دلچسپ نظروں سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا۔ جو اسے دیکھتے ہی منجمند ہو گئی تھی۔

میری بہارے کیا کر رہی تھی۔۔؟

نارمل انداز میں اسکے قریب بیٹھتے ہوئے اس نے نرم لہجے میں پوچھا۔۔۔

بیر (کبیر)... ہمیشہ کی طرح اسکے ہونٹوں نے کبیر خان کے نام کو ادھورا ادا کیا تو وہ دلکشی سے مسکرا دیا۔

پوری دنیا میں فقط وہی تھی جو اسے کبیر خان کی بجائے بس بیر بلا سکتی تھی، ورنہ کبیر خان کبھی کسی دوسرے کو ایسی اجازت نہ دے۔۔۔۔

میں نے پوچھا کہ میری پیاری بہارے کیا کر رہی تھی؟ گل بہار کے ہاتھ سے چلی ملی کا پیک پکڑ کر خود کھولتے ہوئے کبیر خان نے پیک کے اندر سے ایک لال چلی ملی نکال کر اسکے ہونٹوں کے قریب کی تو وہ ہوش میں آتی سہم گئی۔

کھاؤ۔۔! کبیر خان نے اسکی طرف نرم مسکراہٹ اچھالتے ہوئے کھانے کا اشارہ کیا تو وہ ڈرتے ہوئے منہ کھول گئی۔ کبیر نے اسے اپنے ہاتھ سے دوسری چلی ملی بھی کھلائی تو وہ بت بنے کھانے لگی۔

بے دھیانی میں اسے لگا تھا۔ کہ فارس اسکے لئے اسکی فیورٹ چلی ملی لے کر آیا ہے۔ اس لئے تو وہ خوش ہو گئی تھی۔ لیکن اب اپنے سامنے کبیر خان کو دیکھ کر

اسکے حواس گم ہو رہے تھے۔ گل بہار نے اسکی آئس بلو آنکھوں میں جھانکا تو انکی وحشت سے اسکا سانس رکنے والا ہو گیا۔۔

بہارے میری آنکھوں کی طرف نہ دیکھو۔۔! اسے چلی ملی کھلاتے ہوئے کبیر خان نے بے اختیار ٹوک دیا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وہ اسکی آنکھوں کے رنگ سے ڈرتی ہے۔ یہ ہی وجہ تھی کہ وہ اسے دیکھتے ہی چھپنے کی کوشش کرنے لگتی تھی۔ کبیر کے ٹوکنے پر گل بہار نے ڈرتے ہوئے پیچھے کھسکنا چاہا تھا۔

تمہیں چلی ملی بہت پسند ہے۔۔۔؟ کبیر خان نے مسکراتے ہوئے سوال کیا تو وہ اسے دیکھ گئی۔۔

کبیر خان میٹرک کا سٹوڈنٹ ہونے کے باوجود اپنی عمر سے کافی بڑا لگ رہا تھا۔ اور اسکی وجہ شاید اسکی شخصیت کی سنجیدگی اور ٹھہراؤ تھا۔

بیر اپپ۔۔اپ یہاں کیوں آئے۔۔۔؟ مقابل کی موجودگی سے خائف ہوتے وہ بولی تھی۔ گل بہار کی نظریں بار بار دروازے کی جانب اٹھ رہیں تھیں۔ تاکہ کوئی تو اسے یہاں سے نکال کر لے جائے۔۔۔

میں اپنی بہارے کو یہ دینے آیا تھا۔۔! چلی ملی کا پورا ڈبہ اسکے سامنے کرتے ہوئے وہ مسکرا بولا تو اتنی ساری چلی ملی دیکھ کر بہار سچ میں خوش ہوتی چلی گئی۔

یہ میرے لئے ہے؟ گل بہار نے بے یقینی سے پوچھا۔۔۔

ہاں یہ سب میری بہارے کے لئے ہے۔۔۔! جواب میں وہ بھرپور مسکرا دیا۔ باقی سب جہاں گل بہار کو "گل" پکارتے تھے۔ وہیں پر کبیر خان اسے "بہارے" کہہ کر پکارتا تھا .

تھینک یو بیر۔۔۔! اتنی ساری چلی ملی دیکھ کر وہ سچ میں خوش ہو گئی تھی۔

نوٹ بک پر کیا لکھ رہی تھی۔۔؟ گل بہار کی مسکراہٹ دیکھ کر کبیر خان کو کچھ تسلی ہوئی تو اس نے اگلا سوال کیا۔۔

میں اپنی رائٹنگ ٹھیک کر رہی تھی۔۔! چلی ملی کے ڈبے کو کھولنے کی کوشش کرتے ہوئے وہ مصروف انداز میں بولی۔ تو بہار کے جواب پر چونکتے ہوئے کبیر خان نے دونوں نوٹ بکس کو سیدھا کرتے ہوئے دیکھنا چاہا تھا۔ نوٹ بک دیکھتے ہی وہ حیران ہو گیا۔۔

تم میری نوٹ بک سے دیکھ کر میری رائٹنگ کاپی کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔؟ حیرانی میں غوطہ زن ہوتے وہ بولا تھا۔۔

ہاں نہ کیونکہ مجھے بس آپکی رائٹنگ پسند ہے۔۔! چلی ملی کی خوشی میں گل بہار نے اپنے راز سے پردہ اٹھایا تو وہ اسے دیکھتا رہ گیا۔۔۔ جبکہ اگلے ہی پل کبیر خان

کے چہرے پر دل دھڑکا دینے والی مسکراہٹ نمودار ہو گئی تھی جس کے باعث وہ اپنی معصوم گل بہار کو دیکھنے لگا۔۔۔

میں لکھنا سکھاؤں۔۔؟ کبیر خان نے چلی ملی کے ساتھ انصاف کرتی ہوئی بہار سے کہا تو وہ تیزی سے ہاں میں سر ہلانے لگی۔۔ بہار کے اقرار پر کبیر نے اسکے ہاتھ میں پینسل پکڑا کر اسکا چھوٹا سا سفید و گلابی ہاتھ تھام کر نوٹ بک پر لکھنا شروع کیا تو بہار اپنے ہاتھ کو کبیر خان جیسا لکھتا دیکھ کر خوشی سے کھکھلا پڑی۔

کبیر خان حیرانی سے اسکی خوشی کو دیکھ رہا تھا۔ وہ قطعاً ہی نہیں جانتا تھا۔ کہ وہ اسکی رائٹنگ کی اتنی دیوانی ہو گی۔ اسے تو آج تک یہ ہی محسوس ہوا تھا کہ "گل وہاج" نے آج تک اسے غور سے دیکھا بھی نہیں ہو گا۔

تقریباً آدھے گھنٹے تک کبیر خان اسکا ہاتھ تھام کر لکھتا رہا تھا۔

تمہیں چلی ملی کے علاوہ اور کونسی چیز پسند ہے۔۔؟ کبیر نے نوٹ بک پر نظریں جمائے پوچھا تو بہار نے چمکتی آنکھوں سے اسکی طرف دیکھا تھا۔

بہار کی طرف سے جواب نہ پا کر کبیر نے آنکھیں اٹھا کر اسکی طرف دیکھنا چاہا تو غور سے اسے خود کی طرف دیکھتا پا کر وہ الجھ گیا۔۔۔

مجھے یہ ببل بھی پسند ہے۔ جو آپ ہر وقت کھاتے ہیں! بہار اسکے منہ میں گھومتی ہوئی ببل کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے بولی تو کبیر خان کے لئے یہ دوسرا بڑا جھٹکا تھا۔

تمہیں یہ کیوں پسند ہے؟ اپنی حیرانی پر قابو پاتے کبیر نے جاننا چاہا۔۔۔

فاری بھیا نے ایک دفعہ آپکی پاکٹ سے نکال کر کھلائی تھی۔ مجھے یہ تب سے بہت پسند ہے۔۔! بڑی بڑی کالی سیاہ آنکھوں سے کبیر خان کی ببل کو دیکھتے ہوئے وہ بتا رہی تھی۔ جس کو سن کر وہ بے اختیار ہنس دیا۔

کتنی دیر سے وہ گل بہار کے پاس بیٹھا بات بات پر مسکرائے جا رہا تھا۔ اور یہ مسکرانا بھی خاص سامنے بیٹھی منکوحہ کے لئے تھا۔ تاکہ وہ اسکے خوف نہ کھائے۔۔۔

گل بہار کے کمرے سے باہر نکلتے ہوئے کبیر خان کے چہرے پر خوبصورت مسکراہٹ رقصاں تھی۔ اپنے باپ کی باتوں کو یاد کرتے ہوئے وہ مسلسل مسکرا رہا تھا۔

تھوڑی دیر پہلے وہ جب بہار کے کمرے کی طرف آرہا تھا تو سلطان احمد خان نے اسے یہ کہتے ہوئے طعنہ مارا تھا۔ کہ وہ جتنا مرضی رشوت خوری سے کام لے، لے،، پر سلطان احمد خان کی بہو کبیر خان کو ہر گز منہ نہیں لگائے گی۔ پر اب اتنے راز جان کر کبیر خان کو اپنے باپ پر ہنسی آرہی تھی۔

فاری پلیز میرا دلہا بن جاؤ۔۔! ناز، فارس ہمدانی کا ہاتھ پکڑے اسے منا رہی تھی۔ اسکی ایک ہی ضد پر آخر کار فارس نے حامی بھری تو اسکی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔۔

فاری تم یہیں پر رکو میں سامان لے کر آتی ہوں۔۔! فارس کے ماننے پر اگلے ہی پل گل ناز چہکتے ہوئے اٹھ کر کمرے کی طرف بھاگ گئی تاکہ ساری چیزیں لا سکے۔

ہر سنڈے کو فارس اور نازایک ساتھ بیٹھ کر گل ناز کی پسند کے کوئی بھی کارٹون دیکھتے تھے۔آج بھی سنڈے ہونے کی وجہ سے فارس اسکے ساتھ بیٹھ کر ٹی لاونج میں کوئی باربی والی مووی دیکھ رہا تھا۔جب اچانک ایک سین پر گل ناز نے ضد پکڑلی کہ وہ اسکا دولہا بنے۔کیونکہ فلم کے آخر میں باربی کی شادی اسکے پرنس ہو رہی تھی۔

گولڈن بالوں والا پرنس فارس ہمدانی کو سخت زہر لگ رہا تھا۔کیونکہ پوری فلم میں اسکے کردار کی فارس کو کم از کم سمجھ نہیں آئی تھی۔ساری فلم میں باربی

اکیلی سب مشکلات کا سامنا کرتی رہی تھی۔ جبکہ اب آخر میں پرنس صاحب صرف شادی کرنے کے لیے آ گئے تھے۔۔

کیا دیکھ رہے ہو۔۔!؟ فارس کو سکرین کی طرف متوجہ دیکھ کر کبیر نے اسکے پاس بیٹھے ہوئے پوچھا تو وہ مڑتے ہوئے اسے دیکھ گیا۔

کچھ نہیں یار، نازز بردستی اس بے غیرت پرنس کی فلم دیکھا رہی ہے۔۔۔!

فارس نے بے زاری سے جواب دیا۔

کیوں بیچارے پرنس کو بے غیرت بنا رہا ہے۔۔! فارس کے الفاظ پر کبیر نا چاہتے ہوئے بھی ہنس پڑا۔

بے غیرت نہ بناؤں تو کیا بولوں؟ ساری فلم میں یہ بیچاری کمزور باربی اکیلی ان منحوس ڈریگن سے لڑتی رہی ہے۔ اور یہ شہزادہ صاحب بجائے باربی کی مدد

کرنے کے کسی اور راجے (ملک) کی شہزادی کے ساتھ ڈیٹ منا رہے تھے۔۔

فارس باربی کی انتہائی پتلی کمر کو کمزوری سے تشبیہ دیتے ہوئے مسلسل بولتا جا رہا تھا۔۔

پاگل جسے تو کمزوری کہہ رہا ہے نا، وہ باربی کا فگر ہے۔۔ !

فارس کے ہندی لفظ "راجے" کو سن کر کبیر کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ کبیر نے ہنستے ہوئے فارس کی غلط فہمی دور کرنی چاہی تھی۔ کہ وہ باربی کو کمزور نہ سمجھے۔۔۔

گولی مار ایسے فگر اور شہزادے کو! سالا پوری فلم میں بس یہ ہی کہتا رہا کہ میں باربی کو چاہتا ہوں! پر خان قسم لے لے اگر اس شہزادے نے سچ میں کوئی

محبت نبھانے والا کام کیا ہو، بلکہ الٹا یہ باربی کو اکیلا چھوڑ کر دوسری شہزادیوں کے ساتھ رنگ رلیاں مناتا پھر رہا تھا۔۔۔ !

جلے کٹے انداز میں فارس، کبیر کو مخاطب کرتے مزید آگاہ کرتے جا رہا تھا۔ فارس کے تبصروں پر کبیر خان کی ہنس ہنس کر حالت بری ہونے لگی تھی۔ پتہ نہیں وہ کب سے دل پر پتھر رکھ کر ناز کی خاطر اتنی "ال لاجیکل" فلم برداشت کر رہا تھا۔

ابھی وہ دونوں شہزادے کو نامرد کہلانے میں مصروف تھے. جب ناز اچانک پورا سامان اٹھائے انکے پاس واپس چلی آئی۔۔۔

فاری جلدی سے یہ پہن کر آؤ۔۔۔! جلدی سے فارس کی جانب بلیک تھری پیس سوٹ بڑھاتے ہوئے ناز پر جوشی سے بولی تو فارس سرد سانس خارج کرتے چینج کرنے چلا گیا۔۔

جبکہ کبیر خان نے اب حیرانی والجھن سے اسکو دیکھا تھا۔اس سے پہلے کہ وہ ناز سے کچھ پوچھ پاتا، وہ بھی غائب ہو چکی تھی۔

تقریباً تھوڑی دیر بعد ناز اپنی پنک باربی فراک پہن کر واپس لوٹی تو کبیر ٹھٹھک گیا۔کچھ نہ کچھ اسے سمجھ میں آرہا تھا۔کیونکہ ناز کو وہ اتنا تو جانتا ہی تھا۔ اس لئے کبیر نے جلدی سے گروپ میں میسج کرتے ہوئے سب کو لاؤنج میں اکھٹا ہونے کا کہا۔۔

فارس تھری پیس سوٹ پہن کر واپس لوٹا تو ناز جلدی سے اسکی طرف بڑھ گئی۔

فاری یہاں پر بیٹھو میں تمہارے بال سیٹ کروں۔۔۔ !

فارس کے ڈارک براؤن بالوں کو برش سے سیٹ کرتے وہ اسے "پرنس سٹیفن" بنا رہی تھی۔ جس کو ابھی تھوڑی دیر پہلے فارس منحوس کہہ رہا تھا۔ پر اسی منحوس شہزادے پر اسکی منکوحہ کا دل آگیا تھا۔

اس لئے وہ ضبط بھری سانس خارج کرتے کبیر خان کو دیکھ گیا۔ جو اسکی حالت پر مسکراہٹ دبا رہا تھا۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے لیکن فارس ہمدانی اپنی گل ناز کی کسی بات سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ اتنا تو سب ہی جانتے تھے۔

سب آہستہ آہستہ جمع ہوتے چھپ کر لاونج کا منظر دیکھنے لگے۔

فارس کے بال مکمل طور پر پیچھے کرتے ہوئے نازنے ایک کراؤن 👑 اٹھا کر فارس ہمدانی کے سر پر رکھا تو اسکی شہد رنگ آنکھیں باہر ابل پڑیں۔ فارس کے سر پر تاج دیکھ کر قہقہوں کے زور سے باقیوں کا حال بھی برا ہوا تھا پر وہ ضبط کرتے مزید دیکھنے لگے۔

فارس کو تاج پہنانے کے بعد گل نازنے خوش ہوتے اپنے سر پر بھی کراؤن پہن لیا۔۔ یہ دونوں کراؤن ان دونوں بہنوں کے تھے۔ جو وہ کمرے سے اٹھا لائی تھی۔

تھری پیس سوٹ میں بالوں کو مکمل طور پر پیچھے کیے سر پر تاج پہنے فارس ہمدانی کا بس نہیں چل رہا تھا۔ کہ ٹی وی کے اندر گھس کر اس سٹیفن کو جان سے مار دیتا۔۔

بھیا باربی والا سانگ پلے کیجیے گا۔۔۔! گل ناز نے کبیر کو مخاطب کیا تو وہ جلدی سے ہاں میں سر ہلاتے فلم کے اینڈ میں چلتا سانگ پلے کرنے لگا۔

کبیر نے ناز کو ڈن کا اشارہ کیا تو گل ناز فارس کا ہاتھ کھینچ کر لاؤنج کے بیچوں وبیچ کھڑی ہو گئی۔ فارس کا ہاتھ اپنی کمر پر رکھتے ہوئے ناز نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھ کر دوسرا ہاتھ تھام لیا تھا۔ وہ مکمل طور پر باربی ڈانس کی پوزیشن میں کھڑے تھے۔

ون ٹو تھری کہتے ہی سانگ پلے ہوا تو لاونج میں فارس اور ناز کی باری ڈانس پرفامنس بھی شروع ہو گئی۔ گل ناز سر پر کراؤن لگائے پورا پورا فالو کرنے کی کوشش میں تھی۔ وہیں فارس کے تاثرات دیکھنے والے تھے۔۔

گل ناز نے پنجوں کے بل پاؤں کرتے ہوئے ٹانگ اٹھائی تو نہ چاہتے ہوئے فارس کی ہنسی نکل گئی۔۔ ہنسی تو باقی سب کی بھی نکل گئی تھی۔۔

فراک کو گھماتے ہوئے وہ دونوں باربی اور سٹیفن بنے ہوئے تھے۔ اچانک ناز نے زرا پیچھے ہوتے تیزی سے سٹیپ فالو کرنے کی کوشش میں پھر ٹانگ اٹھائی تو اسکے سر پر لگا کراؤن نیچے آ گرا۔ جس کے باعث لاؤنج میں چھپے سب کے قہقہے پھوٹ پڑے تھے۔

چونکتے ہوئے ناز نے سب کو دیکھا تو وہ اگلے ہی پل ڈبڈبائی نظروں سے فارس کو دیکھنے لگی جس نے نفی میں سر ہلاتے اسکی آنکھوں کے کنارے صاف کرتے ہوئے سب کو گھوری ڈالی تھی۔۔۔

کبیر گانا بند کرو..! فارس نے اتنی لاؤڈ آواز پر کبیر کو اشارہ کرتے بند کرنے کا کہا تو وہ ہنستے ہوئے بند کر گیا۔

سب باہر نکلو..! گانا بند ہوتے ہی لاؤنج میں گہری خاموشی چھائی تو فارس نے رعب سے سب کو باہر نکلنے کا حکم دیا تھا جس کو سنتے ہی اگلے ہی پل سب کے چہرے نمودار ہو گئے۔

چلو سب کپلز بناؤ۔۔۔! سب کو ہنسی کنٹرول کرتے دیکھ کر فارس نے سرد آواز میں دوسرا حکم صادر کیا۔

ہمارے پاس تو باربی ہی نہیں۔۔! کپل بنانے کا سن کر فاتح دکھی انداز میں جلدی سے جواب میں بولا تھا۔۔۔

لڑکیاں سب جا کر خان کے پاس بیٹھ جائیں۔ یہ سارے نمونے آپس میں کپلز بنائے گئے۔۔۔! فاتح کے دکھ کو نظر انداز کرتے ہوئے فارس نے گھورتے ہوئے پھر حکم دیا تو وہ آنکھیں پھیلا گئے۔ جبکہ لڑکیاں تو بھاگ کر صوفے پر کبیر کے پاس براجمان ہو گئیں تھیں۔

سنا نہیں کیا، کپل بناؤ۔۔! سب لڑکوں کو سٹل ویسے ہی کھڑے دیکھ کر فارس نے گھوری ڈالی تو وہ جلدی سے اپنا اپنا کپل بنا کر کھڑے ہو گئے تھے۔

ہمیشہ کی طرح فاتح اور شہرام کا کپل بنا تو وہیں ایشام اور ارسل کپل بنا کر کھڑے ہو گئے۔

تم دونوں کو الگ سے کہنا پڑے گا؟ فارس ہمدانی سر پر تاج پہنے کسی بادشاہ کی طرح حکم دے رہا تھا۔

فارس کی خطرناک گھوری پر باسم جلدی سے غازیان کی کمر پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

ان سب کے کپل دیکھ کر کبیر کا چھت پھاڑ قہقہ بے ساختہ تھا۔ باسم کے انداز پر فارس نے بھی مشکل سے اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی۔

جیسے میں اور ناز کریں گئے، بلکل ویسے ہی سب نے فالو کرنا ہے۔ تم لوگوں کے کپلز میں لڑکی کون اور لڑکا یہ تم لوگ خود فیصلہ کر لو۔۔!

ناز کے آنسو دیکھ کر فارس نے اچھا خاصا انکو اپنے ساتھ پھنسا لیا تھا۔ جبکہ ناز تو خوشی سے جھومنے لگی تھی۔ آخر کار اسکے فارس نے ان سب کو سزا جو دی تھی۔

کبیر خان نے شروع سے سانگ پلے کرتے ہوئے ہیر کو وڈیو بنانے کا اشارہ کیا۔

لاونج میں پہلے سے بھی زیادہ لاؤڈ آواز میں سانگ پلے ہوا تو اپنے اپنے کمروں میں موجود سب بڑے حیرانی سے ریکنگ کے پاس آ کھڑے ہوئے۔۔۔پر لاونج کا منظر دیکھ کر وہ صدمے سے نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھ گئے تھے۔

کیونکہ لاؤنج میں نجانے کتنی باربیاں ٹانگیں اٹھا اٹھا کر گانے پر سٹیپ کر رہیں تھیں۔ جبکہ سب سٹیفن کا حال ان سے بھی برا تھا۔ جن کو اتنی بھاری باربی کا اٹھانا پڑ رہا تھا۔۔۔

یہ سالا ہمارے گھر میں اتنی رقاصہ کہاں سے آگئیں ہیں۔۔؟اوپر ریلنگ پر جھکے ہوئے عیس نے صدمے سے پوچھا تو سب قہقہ لگاتے ہوئے دیکھ گئے۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

شام کے وقت ایشام اپنے کمرے میں بیٹھا سکول کا کام کر رہا تھا۔جب ہیر اچانک اپنی نوٹ بک اٹھائے اسکے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ایشام اسکو اپنے کمرے میں آتے دیکھ کر چونک گیا۔۔

مجھے یہ سوال سمجھاؤ۔۔۔!ایشام کے قریب آتے ہی، چہرے پر تیکھے تاثرات لیے رعب سے ہیر نے اسکی طرف نوٹ بک پھینکی۔۔۔۔ہیر پاشا کا حکم دینے کا انداز مقابل کو کافی آگ لگانے ثابت ہوا تھا۔

تم میرے کمرے میں کیا لینے آئی ہو۔۔۔؟

ہیر کو اپنے کمرے میں دیکھتے ہی ایشام کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات چھانے لگے تھے۔ شاکنگ پنک کلر کی گھٹنوں تک کی فراک کے ساتھ ٹائٹس پہنے، کانچ سی سبز آنکھوں کے ساتھ کالوں بالوں کی دو پونیاں بنائے وہ ایشام کو عجیب نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

ایشام صدیقی کو دیکھتے ہی ہیر پاشا کے اندر اسکا ننھا سا شیطان جاگنے لگتا تھا۔ جو اسے مجبور کرتا تھا کہ سامنے بیٹھے نیلے بلے کا خون چوس لو۔۔۔

دیکھ نہیں رہے، کہ میتھ کے پرابلم سمجھنے آئی ہوں۔۔۔! اچانک گرنے والے انداز میں وہ جان بوجھ کر نیچے رکھی اسکی نوٹ بک کے اوپر بیٹھ گئی تھی۔۔۔

کتنی دفعہ بولا ہے میں نے کہ ہیر مجھ سے تمیز سے بات کیا کرو، تم سے بڑا ہوں! اور اٹھو یہاں سے، جا کر کسی اور سے سمجھوا اپنے یہ پرابلمز، میرے پاس تمہارے لئے اتنا فالتو وقت نہیں ہے۔۔"

ہیر کے نیچے سے اپنی نوٹ بک نکالتے ہوئے وہ زرا فاصلے پر ہو کر بیٹھ گیا تھا۔ جبکہ اپنے سامنے اس کالی سبز چڑیل کو دیکھتے ہی ایشام کا غصہ ساتویں آسمان پر پہنچنے لگا تھا۔ کیونکہ وہ بد تمیز لڑکی سکول میں اپنی ساری کلاس میں یہ بتا پھیلا چکی تھی۔ کہ ایشام صدیقی اسکا شوہر ہے۔۔۔

اسے کل ہی اس بات کا پتہ چلا تھا۔ اور اسکا بس نہیں تھا کہ اپنی زندگی کی اس اکلوتی بے سکونی کا کچھ کر دے۔۔۔

ٹھیک ہے ! تم مجھے مت سمجھاؤ ! میں جا کر بڑے بابا کو بتا دیتی ہوں کہ شامی کباب مجھے نہیں پڑھا رہا۔۔۔ ! لاپرواہی سے چھوٹے کندھے اچکاتے ہوئے وہ کھڑی ہونے لگی تو ایشام نے تیزی سے اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔۔۔

تمہیں میرے پاس پڑھنے کے لیے بڑے بابا نے بھیجا ہے۔۔۔؟ ایشام نے چونکتے ہوئے پوچھا تھا۔ کیونکہ گھر کی ساری لڑکیوں کو پڑھانے کی ذمہ داری فارس اور کبیر خان کی تھی۔۔

ہاں۔۔ ! خان بھیا اور فاری بھیا باہر گئے ہوئے ہیں تو بڑے بابا نے مجھے کہا کہ جا کر شامی کباب سے پڑھ لو۔۔۔ ! انتہائی بے نیازی کے ساتھ ہیر پاشا اپنے شوہر ایشام صدیقی کا نام بار بار بگاڑ رہی تھی۔ جیسے ثواب کا کام ہو۔۔۔

میں تمہیں اٹھا کر باتھ روم کے ٹب میں ڈبو دوں گا، اگر اب تم نے میرا نام بگاڑا تو۔۔۔!

ایشام اس بار بے حد غصے سے بول گیا تھا۔ کیونکہ وہ کالی سبز چڑیل کب سے اسکا نام بگاڑے جا رہی تھی۔۔۔

لو ڈبو دو۔۔! کر دو میرا قتل !

پھر دیکھنا سب تمہیں کیسے خود پھانسی پر لٹکا دیں گئے۔۔۔!

ہیر نے ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑتے ہوئے صاف صاف الفاظ میں ایشام صدیقی کو یہ کہنا چاہا تھا۔ کہ وہ اسے سچ میں باتھ ٹب میں ڈبو دے۔۔

ہیر کو ڈرنے کی بجائے ڈھٹائی پر اترتے دیکھ کر ایشام نے خود پر ضبط کرنا چاہا تھا۔

سامنے بیٹھی چڑیل کی وہ کارستانی اچھے سے سمجھ رہا تھا۔ کہ وہ اسکے پاس اسی نیت سے آئی تھی کہ ایشام غصے سے بے قابو ہوتے کچھ الٹا کرے اور بدلے میں وہ سب بڑوں سے اسکی کلاس لگوا سکے۔ اسی لئے اسے خود کو ڈوبنے کے مشورے دے رہی تھی۔

کونسی پرابلم سمجھنی ہے۔۔؟ ایشام نے اسکی بک پکڑتے ہوئے جلدی سے پوچھا تھا۔۔ تاکہ اسے فٹافٹ بھیج کر اپنی جان چھڑوائے۔۔۔

ہیر نے منہ کے ڈیزائن بناتے ہوئے اپنی ٹوکلاس کی بک اسکے آگے رکھی تو ایشام اسکی بک پر نظریں دہرانے لگا۔۔

لاؤ دو نوٹ بک جہاں پر کوئسچن سمجھنا ہے۔۔۔! ایشام نے بک پر نظریں جمائے ہیر سے نوٹ بک مانگی۔۔ لیکن دوسری طرف سے خاموشی پا کر ایشام

نے نظریں اٹھا کر دیکھنا چاہا تو اگلے ہی پل اسکی نیلی آنکھیں بڑی ہوتی چلی گئیں تھیں۔۔ کیونکہ مس ہیر پاشا پوری کی پوری اسکے بیگ کے اندر گھسی ہوئی تھی۔

صرف اتنی سے دیر میں وہ ایشام کا سکول بیگ الٹ چکی تھی۔

ہیر رررر۔۔۔!!!! میں تمہیں جان سے مار دوں گا...!! پورے کمرے میں ایشام کی غصے بھری دھاڑ گونج گئی تھی۔۔۔ وہ اس سے سوال سمجھنے آئی تھی یا پھر اسکا ضبط آزمانے۔۔۔۔

میں تو بس ایسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔۔! ایشام کی دھاڑ کا بنا اثر لیے وہ بھرپور مصنوعی انداز میں مسکراتے ہوئے معصومیت سے گویا ہوئی تو ایشام ضبط کے مارے مٹھیاں بھینچ گیا۔ نجانے یہ بلا کیوں اسکے پیچھے پڑ گئی تھی۔ پتہ نہیں

سامنے بیٹھی چڑیل کو ایشام صدیقی کی ہر چیز میں گھسنے کا کیوں جنون ہوتا تھا۔ جیسے ہی اسے موقع ملتا تھا۔ وہ اسکی ہر چیز کا پوسٹمارٹم کرنے بیٹھ جاتی تھی۔

بنا بحث کیے ایشام نے آگ اگلتی نظروں سے اسے دیکھ کر سوال سمجھانا شروع کیا تو وہ منہ بناتی نوٹ بک پر دیکھنے لگی۔۔ جہاں وہ انتہائی سنجیدہ انداز میں اسے سوال سمجھا رہا تھا۔

دفع ہو جاؤ اب یہاں سے۔۔! تقریباً دس میں جلدی جلدی سوال سمجھا کر ایشام نے اسے جان چھڑانا چاہی تو ہیر اسے دیکھے گئی۔

ٹھیک ہے جا رہی ہوں۔۔۔ !

اپنی بک اور نوٹ بک اٹھاتے ہوئے وہ کھڑی ہونے لگی تو ایشام نے تشکر بھری سانس خارج کرتے دوبارہ اپنی بک اٹھالی۔

ایشام کو بک میں گم دیکھ کر ہیر جو دو قدم چلی تھی، کہ اگلے ہی پل تیزی سے واپس آتے وہ ایشام کی نوٹ بک پر لکھا ہوم ورک پھاڑ کر بھاگ چکی تھی۔اس اچانک حملے پر ایشام غصے سے چلاتے ہوئے اسکے پیچھے ہوئے تھا۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

چھوٹے بابا بچائیں۔۔۔۔۔! ہیر نے تیزی سے سیڑھیاں اترتے ہوئے سنان کو آواز لگائی تو سب متوجہ ہوتے مڑ کر سیڑھیوں کی طرف دیکھ گئے تھے۔۔

ہیر کے گرنے کے خیال پر سنان نے تیزی سے آگے بڑھ کر ہیر کو اٹھانا چاہا تو وہ جمپ کرتی اسکے بازوؤں میں سما گئی۔۔۔

اسی پل ایشام صدیقی غصے سے لال پیلا ہوتا سیڑھیاں اترتے نیچے آیا تھا۔۔

میں آج تمہارا خون کر کے ہی رہو گا۔۔۔! سنان کے سینے میں چھپی ہوئی اس چڑیل کو دیکھ کر ایشام تیش سے چیخ اٹھا تھا۔۔۔

کیا ہوا ہے شام۔۔۔؟ سب فکر مندی سے اسکی طرف آئے تھے۔ جس کا غصے سے برا حال ہو رہا تھا۔۔۔ فارس اور کبیر باتیں کرتے ہوئے لاؤنج میں داخل ہوئے تو سامنے کا منظر دیکھ کر بے اختیار رک گئے۔

میں نے آپ سب کو کتنی دفعہ منع کیا ہے۔ کہ پلیز اس کالی سبز چڑیل کو میرے سے دور رکھا کریں۔ تو کیوں آپ نے اسکو میرے کمرے میں بھیجا تھا۔۔۔! ایشام نے غصے سے اپنی نوٹ بک اٹھا کر دیوار سے دے ماری تھی۔ جبکہ اسکی حالت دیکھتے ہوئے کبیر اور فارس بھی بھاگ کر اسکی طرف آئے تھے۔۔۔

تم خود ہو گئے جن، چڑیل شمسی کباب اور شامی کباب سب کچھ۔۔۔! ایشام کی زبان سے اپنے لئے کالی سبز چڑیل سن کر ہیر نے سنی کے سینے سے چہرہ باہر نکالتے ہوئے غصے سے جوابی کارروائی کی تھی۔۔۔

میں تمہارا منہ توڑ دوں گا۔۔۔! ایشام نے ہیر کے جواب پر لپک کر اسکی طرف بڑھنا چاہا تو کبیر اور فارس نے جلدی سے اسکو تھام لیا۔۔۔ جبکہ سب بڑے حیرانی سے سب دیکھتے ہوئے سمجھنے کی کوشش میں تھے۔۔۔

ہوا کیا ہے؟ شام کیوں اتنا ہائیپر ہو رہے ہو۔۔۔! کبیر نے فکر مندی سے پوچھا تھا۔۔

کیا نہیں ہوا یہ پوچھیں بھائی۔۔۔! یہ میرا ہوم ورک پھاڑ کر بھاگتے ہوئے یہاں پر آئی ہے۔! ایشام نے قہر برساتی نظروں سے ہیر کو دیکھتے ہوئے سب کو بتایا تو سب کی نظروں کا رخ ہیر کی طرف ہو گیا تھا۔۔۔

جو سنی کے کان میں نا جانے کونسے کونسے راز و نیاز کرنے میں مصروف ہو گئی تھی۔

چھوٹے بابا جھوٹ بول رہا ہے یہ شمالی کباب، میں تو بس کھڑی ہو رہی تھی۔ تو اسکی نوٹ بک پر میرا پاؤں آ گیا تو ایسے پیج پھٹ گیا۔ آپ نہ اسکا یقین کیجیے گا، بہت جھوٹا ہے یہ۔۔۔! سرگوشیوں میں وہ سنی کو اپنے سچے ہونے کی صفائی دے رہی تھی۔ جو پہلے ہی اپنی آنکھوں سے اسکو ایشام پر حملے کرتے دیکھ چکا تھا۔۔

ہاں میرا بچہ بلکل معصوم ہے۔۔۔! ہیر کی زبان سے شمالی کباب سن کر سنان کی ہنسی نکلی تو وہ ضبط کرتے اسکی ہاں میں ہاں ملا گیا۔۔۔

شام ادھر آؤ میرے پاس۔۔۔! سلطان نے اونچی آواز پکارتے ہوئے میں ایشام کو اپنے پاس بلایا تو وہ ضبط کرتا سلطان کی طرف بڑھ گیا۔ باقی بھی اسکے پیچھے قدم بڑھا گئے۔

کیونکہ سب لاونج میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جبکہ ہیر اور ایشام کا اکڑا سیڑھیوں کے پاس لگا ہوا تھا۔۔۔

کیا ہوا ہے۔۔! سلطان نے بغور ایشام کو دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔ کیونکہ اسکی نیلی آنکھوں میں اس وقت ناراضگی واضح نظر آرہی تھی۔۔۔۔۔

ایشام نے ناراضگی سے منہ موڑا تو سلطان نے سرد سانس خارج کرتے اسے پکڑ کر اپنے پاس بٹھالیا۔ جبکہ ہیر، سنی کی گود سے نکل کر جھومتے ہوئے جا کر عیس کی گود میں بیٹھنے لگی تو سلطان نے اسے بھی اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا۔۔۔

بڑے بابا دھیان رکھیے گا یہ مجھے چٹکی نہ کاٹے۔۔۔! سلطان کی گود میں بیٹھتے ہوئے ہیر بے ساختہ بولی تو سب نے مسکراہٹ دبالی۔

بیچارہ ایشام غصے سے جل جل کر پاگل ہو رہا تھا۔ لیکن ہیر پاشا کی اپنی ہی رنگ برنگ تتلیاں تھیں۔ انہی تتلیوں کو اڑاتے ہوئے وہ ایشام کا جینا حرام کیے رکھتی تھی۔۔

میرا شہزادہ کیوں ناراض ہے۔۔؟ سلطان نے ایک طرف ہیر کو گود میں بٹھاتے ہوئے دوسرے بازو کے گھیرے میں ایشام کو لے لیا تھا۔۔

سلطان کے پیار پر ایشام نے ضبط کرتے ہوئے ان سب کو ہیر کی شیطانی بتائی تو سب منہ کھول کر اسکو دیکھنے لگے۔ جو ہمیشہ کی طرح واردات کر کے انجان بنتے ہوئے سلطان کی ٹی شرٹ کے کالر کے ساتھ کھیلنے میں مصروف نظر آ رہی تھی۔۔ انداز صاف میسنوں والا تھا۔

ہیر کتنی بری بات ہے۔ تم کیوں اس بیچارے کا ہر وقت خون چوستی رہتی ہو۔۔۔! ایشام کی ساری بات سن کر منیزے بھڑک اٹھی تھی۔۔۔

مام آپ مجھے کیوں ڈانٹ رہیں ہیں؟ اس شامی کباب کو بھی پوچھیں نہ، یہ ہر وقت مجھے کیوں کہتا رہتا ہے، دفع ہو جاؤ، دفع ہو جاؤ۔۔۔! منیزے کے بھڑکنے پر ہیر نے سر اٹھاتے ہوئے جواب دیا تھا۔۔۔

تھپڑ کھاؤ گی مجھ سے ایک ! تمہاری انہی حرکتوں سے تنگ آ کر وہ کہتا ہے۔۔۔

اب بنا فضول میں منہ چلائے ایشام کو سوری کہو۔۔۔! اس سے پہلے منیزے سچ میں آگے بڑھ کر اسے تھپڑ لگا دیتی کہ عیس نے بروقت آگے بڑھ کر منیزے کو روک لیا تھا۔۔۔

کیا کر رہیں ہیں بھابھی سائیں ! بچی ہے وہ۔۔! عیس نے خفگی سے منیزے کو دیکھا۔ جو اتنی سی بات پر سچ میں ہیر پر ہاتھ اٹھانے والی تھی۔ ان سب کے برعکس وہاج اور ضرار خاموش نظروں سے اپنی اپنی اولاد کو دیکھ رہے تھے۔

سوری۔۔۔! ماں کے غصہ کرنے پر ہیر نے نم آنکھوں سے ایشام کو پہلی بار سوری بولا تو سب کو زوردار جھٹکا لگا تھا۔۔۔

سلطان نے ہیر کا چہرہ اپنی طرف موڑتے ہوئے اسکی سبز آنکھوں میں آنسو دیکھے تو وہ تڑپ گیا۔ ہیر کی نم آنکھوں کو دیکھ کر اس سے پہلے کہ سلطان کچھ بول پاتا جب فارس اور کبیر اٹھ کر ایشام کے دائیں بائیں جانب بیٹھتے ہوئے کہنے لگے تھے۔۔۔

شام کیوں فضول میں اتنی سی بات پر ہائپر ہو رہے ہو۔۔! تمہیں پتہ ہے نہ، کہ گڑیا صرف تمہارے ساتھ ہی ایسی شرارتیں کرتی ہے! لاؤ دو مجھے میں تمہارا ہوم ورک پھر سے کر دیتا ہوں۔۔! اتنی سی بات کے لیے میری گڑیا کو رولا دیا ہے۔۔ !

کبیر نے بولتے ہوئے جہاں ایشام کے ہاتھ سے نوٹ بک پکڑی تھی۔ وہیں فارس نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے سلطان کی گود میں بیٹھی ہیر کو اپنے پاس بلا لیا تھا۔۔۔

اپکے والی ایسے آپکا خون نہیں چوستی نہیں نا، اس لئے آپ دونوں کو میری حالت کہاں سمجھ آئے گی۔۔؟ اپنے بڑے بھائیوں کی بات پر ایشام نے جلے کٹے انداز میں سرگوشی کی تو وہ دونوں ہی مسکراہٹ دبا گئے۔۔۔

اب کوئی کسی کو سوری نہیں کرے گئے۔۔۔! اور اگر آئندہ تم نے ان چھوٹی چھوٹی پر ہماری گڑیا کو رولایا تو شام ہم سے پٹو گئے۔۔۔! فارس نے ہیر کی آنکھوں سے آنسو صاف کرتے ہوئے مصنوعی غصے سے ایشام کو دھمکی لگادی تھی۔ ہیر اگلے ہی پل کھکھلا کر ایشام کو زبان چڑانے لگی۔

کبیر خان نے ایشام کا ہوم ورک کرنا بھی شروع کر دیا تھا۔ جس پر ایشام کندھے اچکا کر کبیر کے کندھے پر سر ٹکا کر ریلیکس ہو کر بیٹھ چکا تھا۔

اگر ہیر پاشا ان دونوں کی گڑیا تھی تو ایشام صدیقی بھی کبیر خان اور فارس ہمدانی کا چھوٹا بھائی تھا۔ ایشام کا بھی پورا حق تھا کہ وہ ان سے نخرے اٹھواتا۔۔۔

باقی سب حیرت و خوشی سے کبیر اور فارس کو دیکھ رہے تھے۔ جنہوں نے منٹوں میں ان دونوں کو ٹھنڈا کرتے ہوئے مسلہ حل کر دیا تھا۔ کبیر اور فارس کے انداز پر وہ سب مسکرا کر گہری نظروں سے انکو دیکھ گئے۔۔

کیا آپ سب جانتے ہیں ؟ کہ آپکی ان لاڈلی نے اپنی کلاس میں کیا مشہور کیا ہوا ہے۔۔؟ اچانک یاد آنے پر ایشام، ہیر کو گھوری ڈالتے ہوئے دانت پیس کر اچانک گویا ہوا۔ جبکہ انداز سب کو مخاطب کرنے والا تھا۔۔

کیا۔۔۔؟ ہوم ورک کرتے ہوئے کبیر خان نے مصروف انداز میں جاننا چاہا۔۔۔

تمہیں ویسے ہی عادت ہے۔ مجھ پر ہر وقت الزام تراشیاں کرنے کی۔۔۔! ایشام کے کہنے پر ہیر منہ بگاڑ کر بولی تو ایشام نے اسے نظر انداز کرتے اپنی بات جاری رکھی۔۔۔۔

ان محترمہ نے اپنی کلاس میں سب کو یہ بتایا ہوا ہے۔ کہ ایشام وہاج صدیقی میرا شوہر ہے، اور میں اسکی خوبصورت بیوی۔۔۔! ایشام نے زہر بھری نظروں

سے گھورتے ہوئے سب کو بتایا تو سب تعجب سے اگلے ہی پل قہقہے لگانے لگے۔۔ کبیر اور فارس بھی حیرانی سے ہنسنا شروع ہو گئے تھے۔۔۔

میں نے اپکو سب کو ہنسنے کے لیے نہیں بتایا؟ پلیز اسکو بولیں، کہ اس چیز کے لئے مجھ سے سوری کرے۔۔!! صرف اسکی بے وقوفی کی وجہ سے آج میرے کلاس فیلو مجھے مبارک باد دے رہے تھے، کہ میں کتنا لکی ہوں۔ جس کی بچپن میں ہی شادی ہو گئی ہے۔۔۔"!

سب کو ہنستے دیکھ کر ایشام برا مناتے ہوئے بولا تھا۔ کیونکہ کل کلاس میں اسے سب کے سامنے بہت شرمندگی ہو رہی تھی۔۔۔

ایشام کی بار بار سوری کی رٹ سن کر فارس کے پاس بیٹھی ہیر کا غصہ سوا نیزے پر پہنچ گیا تھا۔ صرف اس شامی کباب کی وجہ سے پہلے ہی اسکی ماں اس پر

بھڑک چکی تھی۔اپنی عادت کے بر خلاف تھوڑی دیر پہلے اس نے اس نیلے بلے کو سوری بول بھی بول دیا تھا۔اور اب وہ اس سے پھر معافی منگوانا چاہ رہا تھا۔۔۔۔

تیش سے برا حال ہوتے ہی ہیر نے ایک جھٹکے میں آگے بڑھ ایشام کا گریباں پکڑ لیا تھا۔ہیر کی اس حرکت پر سب کی آنکھیں بڑی ہوتی چلی گئیں۔۔

نہیں بولوں گی سوری۔۔!اور میں نے جھوٹ تو نہیں بولا کسی سے بھی۔۔!کیا یہ سچ نہیں کہ تم میرے لائف پارٹنر ہو اور میں تمہاری پارٹنر!میں تو پوری کلاس میں کیا اب پورے سکول میں سب کو بتاؤں گی، کہ تم میرے شوہر ہو، بتاؤ؟کیا کر لو گئے تم۔۔۔ "

چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے ایشام کا گریبان جکڑے وہ سبز آنکھوں میں تپش کی لالی سجائے غراتے ہوئے اسکا گریبان آزاد کر کے اگلے ہی پل اٹھ کر وہ اپنے باپ کی جانب بڑھ چکی تھی۔

بگڑے تاثرات کے ساتھ ضرار کی گود میں بیٹھتے ہوئے ہیر نے اسکے سینے میں چہرہ چھپا لیا تھا۔۔۔

اسکے برعکس ایشام تو ہکا بکا اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔ سمجھنے والے انداز میں اس نے آنکھیں جھپکائیں تو سب اپنا قہقہ ضبط کرتے ہوئے اسکی حالت ملاحظ کرنے لگے۔ ضرار تو اپنی شیرنی کے دبنگ انداز پر ہنستے ہوئے اسکا سر چومنے لگا تھا۔

جبکہ وہاج نے قہقہ لگاتے ہوئے اپنے بیٹے کی پتلی حالت کو انجوائے کیا تھا۔۔

مل گئی معافی۔۔؟ کبیر خان نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے اپنے چھوٹے بھائی سے جاننا چاہا۔۔۔

جو ابھی تک ہوش میں نہیں آرہا تھا۔۔۔

بھائی یہ کیا تھا۔۔۔؟ ایشام نے صدمے سے سوال کیا تو لاونج میں ایک کے بعد ایک قہقہے گونج اٹھے۔۔

بھائی کی جان یہ معافی کا ٹریلر تھا۔۔۔! فارس نے ہنستے ہوئے اسے جواب دیا تو ایشام اس کالی سبز چڑیل کو گھور کر رہ گیا تھا۔ جسکا چہرہ چھپا ہونے کی وجہ سے کالے گھنے بال ہی نظر آرہے تھے۔۔۔

چڑیل۔۔۔! ہیر کو زیر لب مخاطب کرتے ہوئے ایشام نے کبیر کے کندھے پر دوبارہ سر رکھ دیا۔۔۔

دن کا وقت تھا جب ہوٹل میں پارٹی چل رہی تھی۔اس پارٹی میں کالج کی سیکنڈ ائیر اور فرسٹ ائیر دونوں کلاسسز نے شرکت کی تھی۔کیونکہ یہ پارٹی فرسٹ ائیر کے سٹوڈینٹ کے ویلکم کے لیے منعقد کی گئی تھی۔

اور اس پارٹی میں بلیک مینشن کے سپوت بھی آج شامل تھے۔کبیر خان اور فارس ہمدانی چونکہ سکینڈ ائیر کے سٹوڈینٹ تھے۔اس لئے وہ اپنے کلاس فیلوز کے ساتھ الگ سائیڈ پر بیٹھے پہلے سے ہی یہاں پر موجود تھے۔اس وقت فرسٹ ائیر کے سٹوڈینٹ کی اینٹری ہو رہی تھی۔جس میں شہرام اور فاتح دونوں سب سے فرنٹ پر کھڑے چلے آ رہے تھے۔

کیسی بکواس بورنگ پارٹی ہے؟ مجھے تو لگا تھا کہ ہمارے ویلکم میں یہ لوگ کچھ تو انوکھا کریں گئے ہی۔۔۔! شہرام ناک چڑھاتے ہوئے ہر چیز کو دیکھ رہا تھا۔

ہاں صحیح کہہ رہا ہے تو؟ یہ پارٹی کم اور ہمارا ولیمہ زیادہ لگ رہا ہے۔۔! کیریبین نیلی آنکھوں میں وہ بھی چاروں اطراف دیکھتا ہوا اسکی ہاں میں ہاں ملا گیا۔ سیم ایک جیسی ڈریسنگ میں وہ دونوں آج بے حد خوبصورت لگ رہے تھے۔ بلیک ڈریس شرٹ کے اوپر نیوی بلو پینٹ کوٹ پہنے وہ ساتھ چلتے ہوئے بہت پیارے لگ رہے تھے۔

اپنے بھائیوں کے ساتھ جڑواں پیدا ہونے کی وجہ سے انکی شکلیں بھی ہر جڑواں بچوں کی طرح ایک جیسی تھیں۔ وہ سب ایک دوسرے میں اسقدر

مشابہت رکھتے تھے۔ کہ کوئی بھی اجنبی انسان چار ایک جیسے لوگوں کو اپنے سامنے دیکھ کر چکرا جاتا تھا۔

یہاں پر آنے سے اچھا تھا کہ ہم اپنے گھر کے سینما میں کوئی فلم دیکھ لیتے۔۔۔! فاتح کو بے اختیار یہاں پر آنے کے فیصلے پر پچھتاوا ہونے لگا تھا۔

چل تو فکر نہ کر اب آ ہی گئے تو کوئی شکار بھی مل ہی جائے گا۔۔! شہرام نے آنکھوں میں شیطانی چمک لیے جواب میں اسے تسلی دینا چاہی۔ اور اسکے ساتھ ہی وہ دونوں اپنے بھائیوں کی طرف بڑھ چکے تھے۔

وہ دونوں آ کر کبیر اور فارس کے پاس بیٹھے تو وہ چونک کر انکی طرف متوجہ ہو گئے۔۔

کیا ہوا۔۔؟انکے چہروں پر بے زاری دیکھ فارس نے بے اختیار پوچھا۔۔۔

فارس اور کبیر بھی آج بلیک سیم ٹو پیس سوٹ پہنے ہوئے تھے۔اپنے اپنے سنجیدہ انداز میں ان دونوں کی شخصیت میں ایک ٹھہراؤ معلوم ہوتا تھا۔

اتنی بورنگ اور بکواس پارٹی میں بلا کر آپ ہمیں پوچھ رہے ہیں کہ کیا ہوا؟ فون پر ہی بتا دیتے کہ یہاں پر ہر طرف اندھیرے چھائے ہوئے ہیں ہم آتے ہی نا۔۔۔! فاتح منہ بنا کر بولا تھا۔۔۔

اگر یہ بکواس اور بورنگ پارٹی ہے تو تم لوگوں کو کیا لگا تھا؟ فارس نے کوک کا سیپ لیتے اسے دیکھا۔۔۔ مطلب کالج کی پارٹی سے وہ کس طرح کی امید لگائے ہوئے تھے۔وہ جاننا چاہ رہا تھا۔

ہمیں تو لگا تھا کہ کہیں کلب ولب میں ہمارا ویلکم رکھا ہوگا۔۔فارس کے پوچھنے پر شہرام ہر طرف نظریں دہراتے اپنے دھیان میں بولا تو فاتح نے جلدی سے ٹیبل کے نیچے سے اسکے پاؤں کے اوپر پاؤں مارتے اسے ہوش دلائی۔۔۔۔

کیونکہ اسکے بے دھیانی کے جواب پر انکے بڑے بھائی حیرانی سے انکو دیکھنے لگے تھے۔۔

نہیں میرا مطلب ہے یہ پارٹی اتنی بھی بورنگ نہیں ہے۔۔! ہوش آتے ہی شہرام جلدی سے زبردستی مسکراتے وضاحت کرتے بول گیا۔اسکی پھلجڑی پر کبیر اور فارس اب اسکو باقاعدہ گھور رہے تھے۔انکے گھورنے پر شہرام جلدی سے فاتح کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے رفو چکر ہوا تو کبیر فارس انہیں دیکھتے رہ گئے تھے۔

کمینے ابھی بینڈ بج جاتی اور پول بھی کھل جاتا کہ ہم ایسے بھی شوق رکھتے ہیں۔۔!

فاتح نے دانت پیستے ہوئے اسے مکہ رسید کیا تو شہرام شوق کے لفظ پر ہنسی دباتا چلا گیا تھا۔

اپنی عادت سے مجبور وہ دونوں ہوٹل کے کونے کونے میں چکر لگا کر گھومتے ہوئے تھک ہار کر اپنے کلاس فیلوز کے پاس آ کر بیٹھ گئے تھے۔۔۔

تم دونوں کہاں گئے ہوئے تھے۔۔! انکے ایک کلاس فیلو دانش نے انکو بیٹھتے دیکھ کر بے اختیار پوچھا تھا۔ کیونکہ وہ کب سے غائب اب واپس لوٹے تھے۔

کہیں نہیں بس یہاں کی سجاوٹ دیکھ کر آرہے ہیں۔۔؟ فاتح نے کندھے اچکاتے ہوئے بے نیازی سے جواب دیا تو شہرام نے ہنسی دبالی۔۔۔

کیونکہ ابھی ابھی وہ لوگ گھومتے پھرتے ہوٹل کے کچن میں چلے گئے تھے۔ ان دونوں کو کچن میں داخل ہوتے دیکھ کر وہاں پر کام کرتے ہوئے سارا اسٹاف جہاں بوکھلاہٹ کا شکار ہوا وہیں وہ دونوں اطمینان سے چلتے ہوئے سب چیزوں کو باری باری چیک کرنے لگے۔

اور جب کک نے انکو پوچھا کہ وہ یہاں پر کیا لینے آئے ہیں تو انکو جواب کچھ یوں تھا۔

"ہمارے ڈیڈ آرمی میں کرنل ہیں, انہوں نے خصوصاً ہمیں نصیحت کی تھی۔ کہ ہوٹل کا کچن ضرور دیکھ کر آنا ہے، تاکہ کہ معلوم ہو سکے کہ آیا وہاں پر صفائی

سے کام ہو رہا ہے یا نہیں۔۔۔"اس لئے ہم یہاں پر بس صفائی چیک کرنے کے لیے آئے ہیں۔۔ !

چہرے پر سنجیدہ تاثرات لیے فاتح نے اپنے باپ کے کرنل ہونے کا بتا کر ان سب کو ڈرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ جبکہ ان دونوں کے باپ وہ انسان تھے جنہوں نے آج تک خود بھی کسی اجنبی کے سامنے آرمی کرنل ہونے کی شیخی نہیں بکھیری تھی۔ کچن کا سٹاف تو انکی بات سنتے ہی بوکھلا چکا تھا۔

کیونکہ زرا سی کمپلین کی صورت میں انکا ہوٹل بند بھی ہو سکتا تھا۔ اس لئے وہ آگے بڑھ کر ان فرسٹ ائیر کے دونوں سٹوڈینٹ کو سب چیزوں کی چیکنگ کرواتے مطمئن کرنے کی کوشش میں ہلکان ہونے لگے۔

یہ چکن روسٹ ہے۔۔؟ایک ڈش کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے شہرام نے جاننا چاہا تو کک نے جلدی سے ہاں میں سر ہلایا۔۔۔

جی جی سر وہی ہے۔۔۔!کک نے جلدی سے آگے بڑھتے انکو دیکھایا۔۔۔

تھوڑا سا نکال کر دو، میں زرا چیک کروں کہ اسکا ٹیسٹ کیسا ہے۔۔! سنجیدہ انداز میں شہرام نے بولتے دوسرا حکم سنایا تھا۔

دوسری طرف فاتح سلطان تھا جو ہوٹل کے کچن کی فریج کھولے اس میں گھسا ہوا تھا۔فریج میں پڑی ہوئی ڈشز کو نکال نکال کر وہ کھاتے جا رہا تھا۔

باقی رہی کسر اب شہرام چکن روسٹ کھاتے ہوئے پوری کرنے کی کوشش میں لگا تھا۔ان دونوں کی کھانے کی سپیڈ پر سارا اسٹاف صدمے کی سی حیثیت سے ان دونوں کو بس دیکھ رہا تھا۔

کچن والوں کے ضبط کا اچھا خاصا امتحان لیتے پیٹ بھر کر وہ اب کوک پیتے سٹیج پر سنگنگ کرتے سنگر کا گانا سن رہے تھے۔

جہاں ساری پارٹی کو کھانا پارٹی کے اینڈ میں ملنا تھا وہیں وہ دونوں پہلے ہی اپنا پیٹ بھر چکے تھے۔اپنی مستی میں گم وہ دونوں ہی بے خبر تھے کہ انکا جانی دشمن ان پر نظریں جمائے ہوئے ہے۔۔

تم نے اس کا کیا نام سوچا ہے۔۔؟عیس نے نعمان خان کی گود میں موجود بچی کو دیکھتے استفسار کیا۔۔۔

تقریباً کچھ دن پہلے ہی نعمان خان کے گھر بیٹی پیدا ہوئی تھی۔لیکن اس بار علینہ خانم کی پریگننسی کافی پیچیدہ گزری تھی۔اتنی زیادہ پیچیدگیوں کی وجہ سے ڈاکٹر

کو ڈلیوری وقت سے پہلے کرنا پڑی تھی۔ حالانکہ ابھی علینہ کا آخری مہینہ شروع ہوئے کچھ دن ہی گزرے تھے۔ پر اسکی اچانک اتنی طبیعت خراب ہو گئی تھی کہ وقت سے پہلے نعمان خان کو اسے ہاسپٹل لے جانا پڑا۔۔۔

اتنی پیچیدگیوں کے بعد جب نعمان خان کو بیٹی کی خوشی ملی تو اسکی آنکھیں بے اختیار نم ہوتی چلی گئیں تھیں۔ اللہ کے بعد وہ اپنی خانم کا شکر گزار تھا۔ جس نے پورے نو مہینے اتنی تکلیفیں اٹھا کر اسے دنیا جہاں کا سب سے زیادہ انمول تحفہ دیا تھا۔۔ کہ آج نعمان خان کو اپنی دنیا مکمل ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔

میری محبت، صبر، جنون کا جتنا امتحان لے کر یہ شہزادی پیدا ہوئی ہے نا، میں نے سوچا ہے کہ اسکا نام "محبتِ نعمان" ہو گا۔۔ "

نعمان خان نم آنکھوں سے اپنی بیٹی کے نقوش دیکھتے ہوئے بولا تھا۔اسکی ننھی شہزادی ہو بہو اسکی خانم کا عکس تھی۔وہی سنہری آنکھیں اور سنہرے بالوں پر متضاد سفید و گلابی رنگت۔۔۔۔کیوٹ سے نقوش والی وہ "محبتِ نعمان" تھی۔

ہاسپٹل میں جب اسکی شہزادی نے پہلی بار آنکھیں کھولیں تھیں تو نعمان خان اپنی بیٹی کی آنکھیں دیکھ کر اس پر دل و جان سے مر مٹا تھا۔خدا نے اسے سورج کی کرنوں جیسی پر نور سنہری آنکھوں والی شہزادی عطا کی تھی۔

نعمان خان کو بیٹی کی خواہش شاید جنون کی حد تک تھی۔لیکن جب اسکے ہاں پہلی اولاد کی صورت میں ارسل خان نے آنکھیں کھولیں تو وہ بیٹے جیسی نعمت پر

شکر گزار ضرور ہوا تھا۔ لیکن بعد میں بیٹی کی ادھوری خواہش اسکے اندر مزید جنون پکڑتی چلی گئی۔

ارسل کی پیدائش کے وقت بھی علینہ کی حالت کچھ زیادہ ٹھیک نہیں تھی۔ اس لئے نعمان خان نے ارسل کے پیدا ہونے کے بعد دوسرے بچے کی خواہش نہیں کی۔ کیونکہ وہ اپنی عزیز جان کو دوبارہ اس تکلیف سے نہیں گزارنا چاہتا تھا۔

پر اس کے باوجود علینہ اپنے خان کی خواہش سے بخوبی واقف تھی۔

اپنے خان کی خواہش کو پورا کرنے کے لیے علینہ نے جب خود نعمان خان سے دوسرے بچے کی خواہش کو ذکر کیا تو وہ سرے سے ہی انکار کر گیا تھا۔

کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وہ صرف اسکی خواہش پوری کرنے کے لیے کہہ رہی ہے لیکن نعمان خان کسی صورت بھی اپنی خانم کو دوبارہ تکلیف نہیں دے سکتا تھا۔ پر بعد میں علینہ نے جیسے تیسے اسے راضی کر لیا تھا۔اور کچھ دن پہلے نعمان خان کی جھولی میں یہ ننھی شہزادی ڈال کر علینہ خانم نے اپنے خان کی سالوں سے ادھوری خواہش پوری کر دی تھی۔

لیکن اس جنون کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اسکی اپنی حالت بگڑ چکی تھی۔ڈلیوری کے بعد وہ پانچ دن تک ایمرجنسی میں رہی تھی۔ لیکن خدا کا کرم تھا کہ وہ صحت یاب ہو کر اب اپنے گھر واپس آگئی تھی ورنہ اسکی اتنی زیادہ طبیعت خرابی پر نعمان خان کا برا حال ہو چکا تھا۔

جس بیٹی کو پانے کے لئے وہ تڑپتا تھا۔اسی بیٹی نے پیدا ہونے میں اسکی خانم کو ہر طرح کی تکلیف سے دوچار کر دیا تھا۔ورنہ ایسے الزامات نعمان اپنے بیٹے ارسل پر لگا رہا تھا۔

تیرا مطلب ہے تو اس گڑیا کا نام "محبت" رکھے گا۔۔۔"سنی نے اسکی گود سے محبت کو لیتے کنفرم کرنا چاہا تھا۔گلابی رنگ کے کمبل میں وہ چھوٹی سی کمزور و نازک گڑیا سکون سے سو رہی تھی۔

علینہ کے ہاسپٹل سے واپس آنے کے بعد وہ سب نعمان کے گھر آئے تھے۔۔ کبیر اور فارس اپنے دونوں چھوٹے بھائیوں کے ساتھ پارٹی میں گئے ہوئے تھے۔جبکہ باقی بچے اس وقت مینشن میں اپنے دادا،دادی کے پاس تھے۔

ہاں میری گڑیا میری محبت کی نشانی بن کر آئی ہے تو اسکا نام "محبت" ہی ہو گا نا۔۔" نعمان شاہ جاں نثار ہونے والے انداز میں بار بار اپنی بیٹی کے نقوش دیکھ رہا تھا۔ وہ سب اس وقت لاؤنج میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جبکہ لڑکیاں سب کمرے میں علینہ کے پاس موجود تھیں۔

پر میں نے تو سنا ہے کہ محبت کی نشانی پہلی اولاد ہوتی ہے۔۔۔" نعمان خان کے الفاظ پر وہاج صوفے سے ٹیک لگاتے اچانک خیال ظاہر کرتے بولا۔۔

میری پہلی اولاد محبت کی نشانی نہیں بلکہ میری کوئی چھوٹی موٹی بے وفائی کی نشانی بن کر آئی ہے۔۔" اپنے بیٹے کی حرکتیں یاد آتے ہی نعمان نے منہ بناتے جواب دیا تو سب ہنس پڑے۔۔۔

کمینے انسان ویسے بول وہ تجھے سیٹ کر کے رکھتا ہے۔۔! عیس نے ہنستے ہوئے نعمان کا مزاق اڑانا چاہا تھا۔۔۔

سر آپ تو ایسے کہہ رہے ہیں جیسے وہ صرف مجھے ہی سیٹ کر کے رکھتا ہے, ادھر سب کے سپوتوں نے سب کو ہی نچا کر رکھا ہوا ہے۔۔"اپنا مزاق اڑانے پر نعمان منہ بنا کر ان سب کی پتلی حالت یاد دلاتے بول گیا۔۔۔

بات تو یہ سو فیصد سچ ہے, پتہ نہیں کیسی جنریشن پیدا ہوئی ہے۔۔۔"نعمان کے الفاظ پر ضرار نے بھی متفق ہوتے حامی بھری۔ کیونکہ آئے دن انکے راجکمار کوئی نہ کوئی مسلہ پیدا کر کے آئے ہوتے تھے۔ جس کی وجہ سے انکی ناک میں دم ہوا پڑا تھا۔

اس میں کیسی جنریشن والی کیا بات ہے، تم لوگوں کا جیسا خون ہوگا ویسی ہی جنریشن پیدا ہو گی نا۔۔۔! سلطان نے سگریٹ پیتے ہوئے انکو آئینہ دیکھانا چاہا تو بدلے میں وہ سب گھورنے لگے۔۔۔

مجھے آج تو یہ بتا ہی دے کہ تجھے ایسے سچ بول کر کیا ملتا ہے خان۔۔؟! عیس دانت پیس کر سلطان کو گھورنے لگا تھا۔ جو ہمیشہ سب کو آئینہ دیکھانے کی کوشش میں لگا رہتا تھا۔۔ مجال تھی جو کبھی دو گھڑی وہ سب بیٹھ کر اپنے بیٹوں کے بارے میں چغلیاں کر لیں۔۔۔

سلطان کو گھوریوں سے نوازتے ہوئے وہ سب چھوٹی سی محبت کے ساتھ مصروف ہوتے چلے گئے تھے۔ جواب اپنی سنہری آنکھیں وا کرتی ٹکر ٹکر کرتی سب کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔۔

اس سال کی سب سے بورنگ پارٹی تھی یہ۔۔۔! پیچھے مڑ کر ہوٹل کو گھورتے ہوئے فاتح بول گیا۔۔

بار بار نہ یاد کرواور نہ ابھی میری زبان سے کچھ گندا نکل آئے گا۔۔۔! اپنی سپورٹ کار کا دروازہ کھولتے ہوئے شہرام خود پر قابو پاتے کہنے لگا تھا۔

صحیح کہہ رہا ہے تو، کہاں ہم دونوں رنگین مزاج کے آدمی اور کہاں یہ گھسی پٹی پارٹی۔۔! گاڑی میں بیٹھتے ہوئے فاتح نے بھی بے حد افسوس کا اظہار کیا۔۔۔

اگر انکے گھر والے ان دونوں کو خود کو آدمی کہتے سن لیتے تو عیس اور سنی نے انکو دن میں تارے دیکھا دینے تھے۔ فرسٹ ائیر کے اسٹوڈنٹ ہونے کے باوجود فاتح سلطان اور شہرام علی خود کو آدمی کہنے سے باز میں آتے تھے۔

ہوٹل میں ابھی پارٹی چل رہی تھی۔ جب وہ دونوں چپکے سے اپنے بھائیوں کو چکمادے کر نکل آئے تھے۔ شہرام اور فاتح اپنی الگ سپورٹ کار میں آئے تھے۔ جبکہ کبیر اور فارس ان سے پہلے ہی یہاں پر موجود تھے۔

ان سب کو ابھی ڈرائیونگ کرنے کی بلکل بھی اجازت نہیں تھی۔ پر اسکے باوجود کبیر اور فارس اپنی ہٹ دھرمی کی بنا کر خود ڈرائیو کرتے تھے۔ انکی دیکھا دیکھی آج یہ دونوں نمونے بھی ضد کر کے اپنی سپورٹ کار نکال لائے تھے۔

سپورٹ کار ملنے کی خوشی میں ہی وہ دونوں پارٹی اٹینڈ کرنے آئے تھے۔ ورنہ پہلے انکا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ چونکہ ہوٹل میں ابھی پارٹی چل رہی تھی اور انکے بھائی بھی وہاں پر موجود تھے۔ لیکن وہ واشروم جانے کے بہانے وہاں سے

بھاگ نکلے تھے۔تاکہ اپنی سپورٹ کار میں ڈرائیونگ کرتے وہ جشن منا سکیں۔۔

بلو سپورٹ کار اپنی بیش قیمتی ہونے کا منہ بولتا ثبوت تھی۔کوئی بھی نہیں جانتا تھا کہ شہرام اور فاتح اپنی گاڑی کے ساتھ میچنگ ڈریسنگ کر کے آئے تھے۔

کیونکہ سپورٹس کار شہرام علی اور فاتح سلطان کا جنون تھیں۔اسی لئے اس سال انکو سالگرہ پر بلو سپورٹ کار تحفے کے طور پر ملی تھی۔چونکہ ان دونوں کا برتھڈے سیم ڈے میں ہوتا تھا۔تو انکو اس لحاظ سے تحفہ بھی سیم اور ایک ہی ملا تھا۔

کہاں نکلنا ہے۔۔۔؟ شہرام نے ہوٹل کی پارکنگ سے گاڑی باہر نکالتے ہوئے فاتح سے پوچھا۔ جو سیٹ پیچھے کیے ریلیکس انداز میں لیٹا موبائل میں کوئی اچھا سا سانگ ڈھونڈ رہا تھا۔

پہلے جلدی سے یہاں سے نکل پھر دیکھتے ہیں، کہ کہاں جانا ہے۔۔! فاتح نے جلدی سے گانا پلے کرتے نکلنے کا اشارہ کیا تھا۔ کیونکہ اسے ڈر تھا کہ کہیں انکے بڑے بھائی انکے پیچھے نہ آجائیں۔ کیونکہ انکے آنے پر فاتح اور شہرام کو ناک کی سیدھ میں واپس گھر جانا پڑنا تھا۔

شہرام نے تیزی سے ڈرائیونگ کرتے ہوئے ہوٹل سے گاڑی باہر نکالی تو فاتح نے شکر کا سانس لیا تھا۔ گاڑی میں لاؤڈ والیم میں میوزک پلے کرتے وہ دونوں جھومنا شروع ہو گئے تھے۔ اس وقت شام ڈھل رہی تھی۔

ابھی انکی گاڑی تھوڑی دور ہی گئی تھی جب اچانک شہرام کو زوردار بریک لگانا پڑی۔

کیا ہوا۔۔؟ گاڑی کو رکتے دیکھ سیٹ پر لیٹے فاتح نے تیزی سے پوچھا۔۔ لیکن شہرام کو خاموشی سے سامنے روڈ پر نظریں جمائے دیکھ کر فاتح نے متجسس ہوتے اٹھ کر دیکھنا چاہا تو انکی گاڑی کے سامنے زرا فاصلے پر ایک جیپ کھڑی تھی۔

تجھے کیا لگتا ہے۔۔؟ شہرام نے پر سکون انداز میں چہرہ موڑتے فاتح کو دیکھا۔۔۔

اپن کو تو یہ مینڈک میٹر لگتا ہے۔۔! اپنی گاڑی کے سامنے حیدر ابراہیم کو کھڑے دیکھ کر فاتح نے اپنی نیلی آنکھیں مٹکاتے ہوئے جواب دیا۔۔۔ شہرام

اور فاتح ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے شیطانی مسکراہٹ پاس کرنے لگے تھے۔۔

لگتا تو میرے کو بھی یہ ہی ہے ! کیونکہ یہ سالا ہوٹل میں بھی ہم اپن لوگوں کو مسلسل تاڑ رہا تھا۔۔ ! شہرام سامنے گاڑی کو دیکھ کر ہوٹل کا منظر یاد کرتے بتانے لگا۔ پارٹی میں ان دونوں نے کئی بار "حیدر ابراہیم" کو خود پر نظریں جمائے دیکھا تھا۔ لیکن وہ نظر انداز کرتے رہے پر اب انکو اسکی نظروں کا مقصد سمجھ میں آرہا تھا۔۔۔۔

حیدر انکو پارٹی سے نکلتے دیکھ کر فوراً انکا پیچھا کرتے ان سے پہلے یہاں پر آگیا تھا۔ اپنی دو سال پہلے والی بے عزتی وہ آج تک نہیں بھول پایا تھا۔ اسی بے عزتی کا بدلہ لینے کے لیے وہ آج فاتح اور شہرام کا رستہ روکے کھڑا تھا۔

سڑک کے بیچ و بیچ چھ، سات لڑکے ہاتھوں میں ہاکی پکڑے کھڑے تھے۔انکے انداز سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اچھی نیت سے نہیں آئے ہیں۔۔۔انہی سب کی ہم عمر لڑکے ہاتھوں میں بیٹ اور ہاکی لیے حیدر کے ساتھ جیپ کے باہر اور اندر کھڑے تھے۔یقیناً یہ سب حیدر کے دوست ہی تھے۔

چل آجا پھر اس مینڈک کی پینٹ کو ڈھیلا کر ہی دیتے ہیں۔۔!فاتح بے پرواہی سے گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکلا تو شہرام بھی اسکی تقلید میں نکل آیا تھا۔۔۔

وہ دونوں گاڑی سے باہر نکلے تو حیدر آنکھوں میں انتقام لیے انکی طرف بڑھا تھا۔۔

حیدر میاں یہ کرائے کے مینڈک کس منڈی سے لائے ہو، ہمیں تو آج تک ملے نہیں۔۔۔! گاڑی سے ٹیک لگائے، منہ میں الائچی ڈالتے ہوئے شہرام نے کافی پیار بھرے لہجے میں استفسار کرنا چاہا تھا۔ انداز کافی زو معنی تھا۔۔۔

بکواس بند کرو!! تم دونوں کو میں آج زندہ نہیں چھوڑوں گا۔۔۔! مینڈک کے ذکر پر حیدر کا چہرہ اہانت کے احساس سے سرخ پڑ گیا تھا۔

سکول میں اسکا کتنا مذاق اڑایا گیا تھا۔ اتنی شرمندگی کے باعث کچھ ہی دنوں میں حیدر نے وہ سکول چھوڑ دیا تھا۔ لیکن اب قسمت انہیں ایک بار پھر آمنے سامنے لے آئی تھی۔

کیونکہ حیدر نے بھی اسی کالج میں ایڈمیشن لیا تھا۔ جس کی ویلکم پارٹی میں آج فاتح اور شہرام نے شرکت کی تھی۔

یار اس میں اتنا غصہ کرنے والی کیا بات ہے۔۔؟ ہم تو بس تم سے معلومات لینا چاہ رہے ہیں، کیونکہ وہ کیا ہے نہ، کہ دو سال پہلے ہمیں مینڈک بہت مشکل سے دستیاب ہوا تھا تو پھر بتا ہی دو۔۔۔۔۔۔ "

شہرام کے ہاتھ سے ایک الائچی اٹھا کر منہ میں رکھتے ہوئے فاتح نے بھی اسی کے انداز میں پوچھتے ہوئے چمکتی نیلی آنکھوں سے مقابل کو اندر تک آگ لگا دی تھی۔۔

یار شہری کیا تجھے یاد ہے؟ کہ ہنگامی حادثے والے دن ہمارے حیدر میاں کی پتلون کس نے اتاری تھی۔۔۔؟ جاننے والے انداز میں شہرام کو مخاطب کرتے فاتح نے زو معنی انداز میں مزید پوچھا۔۔اور انکی یہ ہی گفتگو سامنے

کھڑے حیدر کو اپنی بے عزتی دوبارہ یاد کروانے کا سبب بن رہی تھی۔ جس کی وجہ سے اسکی آنکھوں میں نفرت وانتقام کی آگ بھڑکنے لگی تھی۔

میں تم لوگوں کو آج وہ حال کروں گا کہ تم دونوں ساری زندگی میرا نام سنتے ہی کانپ اٹھو گئے۔۔۔! سینے میں بھڑکتی نفرت کی آگ میں جلتے ہوئے حیدر نے خطرناک ارادوں سے اپنے دوستوں کو انکی طرف بڑھنے کا اشارہ کیا۔۔۔

حیدر کے اشارہ کرتے کی اسکے ساتھ آئے سب لڑکے ہاتھوں میں پکڑے ہاکی اور بیٹ پر گرفت مضبوط کرتے ان دونوں کی طرف بڑھنے لگے تو شہرام اور فاتح ایک دوسرے کی طرف دیکھ گئے تھے۔۔

سلطان احمد خان اور عیس علی ہمدانی کے بیٹوں کے ساتھ یہ کرائے کے مینڈک ہاکی اور بیٹ سے لڑنے آئے ہیں۔۔۔"

انکواپنی طرف آتے دیکھ کر فاتح اور شہرام سر جھٹک کر استہزایہ انداز میں یک زبان بولے۔۔۔نامحسوس انداز میں کوٹ کی پاکٹس سے بلیڈ نکالتے ہوئے ان دونوں نے باقی کا فاصلہ خود طے کیا تھا۔۔۔

دیکھتے ہی دیکھتے سب لڑکوں نے مل کر ان دونوں پر حملہ کرنا چاہا تو فاتح اور شہرام خود کا بچاؤ کرتے انکا مقابلہ کرنے لگے۔۔

ان دونوں کو اتنی مہارت سے لڑتے دیکھ کر پیچھے کھڑے حیدر کی حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہی تھی۔کیونکہ وہ کسی ماہر فائٹر کی طرح جوابی کاروائی کر رہے تھے۔

انکے لڑنے کے انداز پر حیدر تیزی سے موبائل پر میسج کرتے ہاکی اٹھا کر خود بھی انکی طرف بڑھا۔

حیدر نے فاتح کے سر پر ہاکی مارنا چاہی تو شہرام نے اسکے سینے میں ٹانگ مارتے ہوئے اسے دور گرایا۔ جس پر فاتح نے چونک کر چہرہ گھماتے شہرام کو دیکھا تھا۔ان دو کے مقابلے میں حیدر سات لڑکوں کو ساتھ لایا تھا۔ لیکن اب ان دو کو ان سب پر بھاری پڑتے دیکھ کر اسکے اندر اشتعال اٹھ رہا تھا۔

حیدر ابراہیم یہ نہیں جانتا تھا کہ جن دو کا مقابلہ کرنے وہ آیا ہے۔ وہ اتنی سی عمر میں بلیک بیلٹ فائٹر بن چکے ہیں۔ ہر سال گرمیوں کی چھٹیوں میں جب عام بچے سیر و تفریح کے لیے کہیں جاتے ہیں۔ وہیں دوسری طرف انہی چھٹیوں میں بلیک مینشن کے سب لڑکوں کو اٹھا کر فارم ہاؤس پر بوا اور جان کے حوالے کر دیا جاتا تھا۔ ہر سال پورے تین ماہ وہ سب فارم ہاؤس پر جان اور بوسے ٹریننگ لیتے رہے تھے۔

اتنی سی عمر میں انکو دماغی لحاظ سے مضبوط بنایا گیا تھا۔تاکہ وہ لوگ ہر مشکل حالات میں اپنے اعصاب پر قابو پا سکیں۔کوئی بھی جنگ جیتنے کے لیے انسان کا دماغی طور پر مضبوط ہونا بہت ضروری ہے۔

جان اور بونے بھی خاص طور پر انکو جسمانی اور ذہنی طور پر مضبوط بنانے کی کوشش کی تھی۔یہ ہی وجہ تھی کہ آج حیدر کو یوں اچانک اپنے سامنے دیکھ کر وہ گھبرائے نہیں تھے۔

حیدر کے میسج پر اسکے مزید دوست چلے آئے تھے۔اتنے سارے لڑکوں کو خود پر حاوی ہوتے دیکھ کر فاتح اور شہرام پوری طرح انکا مقابلہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔۔پر اسکے باوجود فاتح کے بازو سے اور شہرام کی ٹانگ سے خون نکلنا شروع ہو گیا تھا۔

ان دونوں کو باقی لڑکوں سے مقابلہ کرتے دیکھ کر حیدر نے موقع پاتے ہی فاتح کے سر پر پوری قوت سے اچانک بیٹ مارا تو فاتح نے یک دم فریز ہوتے اپنے سر کو تھام لیا۔

فاتح!!!!!!فاتح کے سر سے خون نکلتے دیکھ کر شہرام حلق کے بل چلا اٹھا تھا۔ نیچے گری ہاکی اٹھا کر پورے تیش سے لڑکوں کو مارتے وہ بجلی کی سی رفتار پر فاتح کی طرف بڑھا تھا۔ کیونکہ حیدر مسلسل فاتح کو پیٹ رہا تھا۔۔۔

شہرام نے ہاکی گھماتے ہوئے پوری قوت کے ساتھ چھوڑی تو وہ اڑتی ہوئی جا کر حیدر کے منہ پر لگ گئی۔۔۔اس اچانک زوردار وار پر حیدر جھٹکا کھا کر چیختے ہوئے پیچھے گر گیا تھا۔

شہرام نے آگے بڑھ کر تیزی سے فاتح کا سر اٹھا کر گود میں رکھ لیا۔۔۔

فتی ایسے نہ کر یار۔۔۔! فاتح کو آنکھیں بند کرتے

دیکھ کر وہ جان بوجھ کر اسکا نام بگاڑتے ہوئے پکار گیا۔۔۔ شہرام کی ہیزل براؤن آنکھوں سے آنسو نکلنا شروع ہو گئے تھے۔۔

ا-ن—— مینڈکوں—— کک—— کو—— چھوڑنا نہ۔۔۔! شہرام کی پکار پر بامشکل آنکھیں کھولتے فاتح مسکرا کر اٹکتے ہوئے بولا۔۔۔ سر پر اتنی زوردار چوٹ لگنے کی وجہ سے اسے سب دھندلا سا نظر آرہا تھا۔ اسکی نیلی آنکھوں کے سارا منظر گھومنے گھومنے لگا تھا۔ اتنے شور شرابے میں گونجتی آوازیں اسے دور سے سنائی دے رہیں تھیں۔ کیونکہ اسکا دماغ آہستہ آہستہ اپنے ہوش کھونے کھو رہا تھا۔۔۔

فتی تو ایسے کرے گا تو میں اکیلے انکا مقابلہ کیسے کروں گا یار۔۔! فاتح کو آنکھیں بند کرتے دیکھ کر شہرام چینخ پڑا تھا۔۔۔ وہ اپنے بھائی کو اس تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا تھا۔۔۔

شہرام کو فاتح میں گم دیکھ کر حیدر نے دوبارہ موقع پاتے ہی اس بار شہرام کے سر پر وار کرنا چاہا تھا۔ پوری طاقت لگاتے ہوئے حیدر نے ہوا میں ہاکی بلند کرتے شہرام کے سر پر مارنا چاہی تو اسکی ہاکی ہوا میں ہی جکڑ لی گئی تھی۔۔۔

حیدر نے مڑتے ہوئے دیکھنا چاہا تو کبیر خان پر نظر پڑتے ہی اسکے حواس منجمند ہو گئے۔ آئس بلو آنکھوں کی وحشت دیکھتے حیدر کو ہاکی پر اپنی گرفت کمزور ہوتی محسوس ہوئی تھی۔۔۔ شہرام نے کسی کی موجودگی محسوس کرتے اپنے ارگرد دیکھنا چاہا تو کبیر خان کو دیکھتے ہی اس نے جلدی سے اسے پکارا۔۔

بھائی دیکھیں نہ فتی آنکھیں نہیں کھول رہا۔۔۔! بڑے بھائی کو پاتے ہی شہرام نے روتے ہوئے اسے بتایا تھا۔ فاتح کا سر اپنی گود میں رکھے وہ مسلسل اسکو جگانے کی کوشش کر رہا تھا۔

فاتح میں گم شہرام یہ نہیں جانتا تھا۔ کہ جس وقت وہ فاتح کی طرف بڑھا تھا۔ تو اسے مارنے کے لئے کتنے ہی لڑکے اسکی طرف آئے تھے۔ لیکن وہ چاہ کر بھی محسوس نہیں کر پایا کہ وہ ان حملوں سے محفوظ کیسے رہا ہے۔۔۔

فارس اور کبیر کی گاڑی وہاں سے گزر رہی تھی۔ جب سڑک کے بیچوں وبیچ کھڑی بلو سپورٹ کار پر نظر پڑتے ہی انہیں نے گاڑی پیچھے ہی روک لی۔ تاکہ جان سکیں کہ انکے شیطان بھائی اس وقت یہاں پر گاڑی روک کر کیا کر رہے ہیں۔ لیکن زرا آگے بڑھ کر جب انہوں نے اپنے چھوٹے بھائیوں کو اتنے زیادہ

لڑکوں سے لڑتے دیکھا تو وہ بجلی کی سی رفتار سے وہ انکی طرف بڑھے تھے۔ان دونوں کا پیچھا کرنے کی غرض سے ہی وہ لوگ بھی جلدی پارٹی سے نکل آئے تھے۔تاکہ دیکھ سکیں کہ وہ انکو چکمادے کر کہاں گئے ہیں۔

پر فاتح میں گم شہرام نہیں جانتا تھا کہ اتنے زیادہ لڑکوں میں وہ پانچ منٹ بھی محفوظ کیسے بیٹھا رہا ہے۔کبیر خان اور فارس ہمدانی دونوں ہی ان سب پر پل بھرے تھے۔حیدر پر نظر پڑتے ہی وہ لوگ معاملے کی گہرائی تک پہنچ چکے تھے۔انکی غیر موجودگی میں حیدر نے فاتح پر تو حملہ کر دیا تھا۔لیکن فارس ہمدانی اور کبیر خان کی موجودگی میں بھلا کیسے ممکن تھا کہ کوئی انکے چھوٹے بھائیوں کے بال بھی چھولے۔نقصان پہنچانا تو دور کی بات تھی۔وہ دونوں اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کے لیے گھنے سایہ کی مانند تھے۔

دوسری طرف شہرام کے حملے کی وجہ سے اپنی تکلیف میں گم حیدر بھی ان دونوں کو آتے نہیں دیکھ پایا تھا۔اور اب جب وہ شہرام پر وار کرنے والا تھا تو کبیر خان نے بروقت آگے ہوتے اسکی کوشش ناکام بنادی تھی۔

حیدر سے وہی ہاکی چھینتے ہوئے کبیر خان نے گھما کر اسکے سر پر دے ماری تھی۔ جبکہ دوسری طرف فارس اسکے دوستوں کو ٹھکانے لگا رہا تھا۔ حیدر پر ایک کے بعد ایک وار کرتے کبیر خان نے اسکے سینے میں ٹانگ مارتے اسے پیچھے گرایا۔۔۔۔

آئیندہ میرے بھائیوں سے دور رہنا ورنہ تیرا وہ حشر کروں گا کہ تو کسی کو منہ دیکھانے کے لائق نہیں رہے گا سالے۔۔! حیدر کے سینے پر اپنا بوٹ رکھتے

کبیر نے اس بار گھما کر بیٹ دے مارا تھا۔ وہ پہلے ہی اسکی مار کھا کھا کر آدھ موہو چکا تھا۔ لیکن اس آخری ضرب پر اس نے ہوش کھو دیے تھے۔

فارس پھولی سانسوں میں لڑکوں کو ٹھکانے لگا کر کبیر کی طرف آیا جو حیدر کے سینے پاؤں رکھے کھڑا تھا۔۔

خان جلدی کرو فاتح اور شہری کو ہاسپٹل لے کر جانا ہوگا۔۔۔" فارس نے کبیر کو ہوش دلاتے کہا تو وہ زمین پر بیٹ پھینک کر پیچھے ہٹ گیا۔۔ ابھی وہ دونوں کچھ قدم ہی چلے تھے کہ اچانک کچھ یاد آنے پر فارس الٹے پاؤں چلتے ہوئے دوبارہ حیدر کے قریب گیا تو کبیر نے مڑتے ہوئے اسکو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

فارس نے آگے بڑھ کر زمین پر بڑے بے ہوش حیدر کی پینٹ اتار کر سائیڈ پر رکھ دی تھی۔۔۔

پہلے تجھے ننگی حالت میں صرف سکول کے کچھ لڑکوں نے دیکھا تھا، اب تجھے سارا شہر دیکھے گا! سالا اسی بے عزتی کا بدلہ لینے آیا تھا نا۔۔!! حیدر کو پاؤں سے ٹھوکر مارتے وہ دوبارہ کبیر کی طرف بڑھ گیا تھا۔ جو فارس کے اس عمل پر اسے شاباش دیتے تھمز آپ کر رہا تھا۔۔

وہ دونوں تیزی سے فاتح اور شہرام کو اٹھا کر ہاسپٹل لے کر چلے گئے تھے۔ کیونکہ ان دونوں کو شدید چوٹیں آئیں تھیں۔

ایک ساتھ وہ سب ائیر پورٹ سے باہر نکلے تھے۔اپنے اپنے بیگز پکڑے وہ لوگ چلتے ہوئے آرہے تھے جب سامنے بڑے سے بورڈ پر لکھے الفاظ پڑھ کر ان سب کے قدم بے اختیار رکتے چلے گئے۔۔۔

"Welcome to Italy"

کیا ہمارے باپ جرمنی کو اٹلی بلاتے ہیں، یا اٹلی کو جرمنی؟ارسل نے سب کو مخاطب کرتے الجھ کر پوچھنا چاہا۔۔۔

مان سکتے ہیں، کیونکہ وہ ہمارے باپ ہیں تو اس لحاظ سے کچھ بھی کر سکتے ہیں۔۔!ارسل کے الفاظ پر باسم حامی بھرتے سکون سے جواب دیتے بولا۔۔۔

ناکارہ ڈیڈ نے جھوٹ بھول کر ہمیں "جرمنی" کا بتا کر ساتھ والے محلے "اٹلی" میں بھیج دیا ہے۔۔" بورڈ پر لکھے الفاظ پڑھ کر شہرام کا بے اختیار اپنے باپ پر غصہ امڈا۔۔

چل جانے دے! زیادہ فرق نہیں ہے، صرف ج اور الف کا ہی تو فرق ہے، باقی سب سیم سیم ہی ہے۔۔" شہرام کی غصے بھری آواز سنتے فاتح نے دونوں ملکوں کے ناموں کا فرق نکال کر اپنے طور پر اسے ریلیکس کرنا چاہا تو بدلے میں شہرام نے منہ ٹیڑھا کر دیا۔

ان سب کے برعکس انکے آگے کھڑے کبیر خان اور فارس ہمدانی اس وقت بے حد سنجیدہ نظر آ رہے تھے۔

میں نے سنا ہے کہ یہاں اٹلی میں ایک پانی والا مشہور شہر بھی ہے، جہاں لوگ کشتیوں میں سفر کرتے ہیں۔۔" غازیان یاد کرتے ہوئے اچانک کہنے لگا تو سب مڑ کر اسکی طرف دیکھ گئے۔۔۔

کمینے پانی والے شہر کے بارے میں تو ہمیں ایسے بتا رہا ہے، جیسے تو نے وہاں جا کر مچھلیاں پکڑنی ہوں۔۔! اتنی بے تکی بات پر ایشام نے اسے سناڈالا تھا۔ یہاں وہ سب جرمنی کی بجائے اٹلی میں لینڈ ہونے کے غم میں الجھے تھے لیکن ان سب کو بھاڑ میں جھونک کر غازی صاحب پانی والے شہر کو دیکھنے کے شوقین ہو رہے تھے۔۔۔

مجھے تو لگتا ہے کہ جہاز ہمیں غلط جگہ پر لے آیا ہے، چلو آؤ، جہاز والوں سے بات کرتے ہیں کہ ہمیں جرمنی پہنچا کر آئے۔۔! ارسل نے تھوڑی پر ہاتھ رکھتے سنجیدہ لہجے میں دوبارہ ایک نئی بات شروع کرتے انکو رہا ڈالا۔۔

ائیر پورٹ سے باہر نکل کر روڈ پر کھڑے وہ اٹلی کے بورڈ کو زہر بھری نظروں سے دیکھتے تکے لگانے میں مصروف تھے۔

سالے تو جہاز میں آیا ہے کہ رکشے میں۔۔۔! فاتح نے مڑتے ہوئے طنزیہ انداز میں ارسل کو گھورنا چاہا۔۔۔

اس سے پہلے کہ وہ سب ایک نئے ٹاپک پر منہ ماری شروع کرتے جب اچانک سامنے سے گاڑی سے اتر کر ایک آدمی انکی طرف بھاگا چلا آیا تھا۔

سوری چھوٹے خان میں ضروری انتظامات کر رہا تھا، بس اس لئے آنے میں دیری ہو گئی۔۔" بہادر خان بھاگتے ہوئے کبیر خان کے سامنے آیا۔ جبکہ بہادر کو اپنے سامنے یہاں دیکھ کر کبیر خان کو بے حد حیرت ہوئی۔ اسکا مطلب تھا وہ لوگ جو یہ سوچ رہے تھے کہ وہ دھوکے سے یہاں پر آئے ہیں، وہ دھوکا نہیں بلکہ سوچی سمجھی پلینگ تھی۔

کیونکہ بہادر خان میر پور کا رہنے والا تھا، اور خان حویلی کا خاص آدمی بھی۔۔ اسکا مطلب تھا کہ سلطان احمد خان نے کسی خاص پلینگ کے تحت ان سب کو یہاں پر بھیجا تھا۔ اپنے گھر والوں کے دھوکے پر فارس نے جتاتی نظروں سے کبیر خان کی طرف دیکھا۔ جو بدلے میں سرد سانس خارج کر گیا تھا۔۔۔

کوئی بات نہیں بہادر۔۔۔! بہادر کو ڈرتے دیکھ کر کبیر جواب دیتے سکون سے بول گیا۔۔۔

سب گاڑیوں میں بیٹھو۔۔! کبیر خان نے مڑتے ہوئے سب کو حکم دیا تو بہادر خان آگے بڑھ کر تیزی سے انکا سامان گاڑیوں میں رکھنا شروع ہو گیا تھا۔

یہ بزدل خان یہاں پر کیا کر رہا ہے۔۔؟ بہادر کے

نام کو الٹ بلاتے ہوئے فاتح حیرانی سے بڑبڑایا۔۔

کون ہے یہ؟ فاتح کی بڑبڑاہٹ پر سب متجسس ہوتے اسکے قریب ہوتے پوچھ گئے، اٹلی میں بہادر خان کو دیکھ کر انکو خوامخواہ میں دلچسپی ہو رہی تھی۔۔

یہ خان حویلی کا ملازم "بہادر خان" ہے، اور داجان (دلاور خان) کا خاص آدمی بھی۔۔۔! فاتح نے خاص پر زور دیتے ہوئے انکو بتایا تو وہ سب ہونٹوں کو اوو

شیپ میں ڈال گئے۔۔۔ مطلب بہادر خان کے یہاں پر موجود ہونے کے پیچھے بڑی دلچسپ کہانی ہو سکتی ہے۔

وہ سب تو ٹھیک ہے، پر کیا یہ بریو خان پڑھا لکھا ہے۔۔۔؟ کسی خیال کے تحت باسم کاظمی نے بہادر کے نام کو انگلش میں بلایا تو سب کا قہقہ اُمڈتے اُمڈتے رہ گیا۔۔۔

نہیں، یہ پڑھا لکھا نہیں ہے۔۔! فاتح نے انکار کرتے اسے بتایا۔۔

اچھا۔۔۔! اگر یہ بریو خان پڑھا لکھا نہیں ہے تو یہ یہاں کے لوگوں سے بات کیسے کرتا ہو گا، کیونکہ مجھے لگتا ہے کہ اسے نہ تو انگلش آتی ہے اور نہ ہی یہاں کی زبان۔۔ !

فاتح کے جواب پر باسم نے الجھ کر اگلا سوال کیا۔۔۔

کیا پتہ ٹرانسلیٹر کا استعمال کرتا ہو، جیسے جان گوریلا اور بو مینڈک کرتے تھے۔۔۔!

باسم کے اتنے اہم سوال پر شہرام نے اظہار خیال کیا۔۔۔

ایک گاڑی میں ایڈجسٹ ہونے کی کوشش میں وہ سب انتہائی سنجیدگی کے ساتھ بہادر خان کو ڈسکس کر رہے تھے۔ جبکہ دوسری گاڑی میں بیٹھے فارس اور کبیر انکی حرکتوں پر تاسف سے سر ہلا چکے تھے۔

وہ سب اپنے بڑے بھائیوں سے ایسے دور بھاگتے تھے جیسے انکی موجودگی سے انکے سینے میں سانس اٹک جاتی ہوں۔۔ کیونکہ کبیر خان اور فارس ہمدانی کی گاڑی میں جگہ ہونے کے باوجود بھی وہ سب ایک دوسرے پر چڑھنے کی کوشش میں تھے۔ تاکہ ایک ہی گاڑی میں ساتھ سوار ہو سکیں۔

خانم ایسے رو کر آپ میرے دل پر کیوں ستم ڈھا رہیں ہیں۔۔! علیزے خان کو مسلسل روتے دیکھ کر سلطان بے بسی سے بول گیا۔۔ماہ پارہ بھی باپ کی طرح اپنی مورے کو پریشانی سے دیکھ رہی تھی۔

خان میں رونے کے سوا کیا کروں؟ آپ نے میرے بیٹوں کو مجھ سے اتنا دور بھیج دیا ہے۔۔! ابھی وہ اتنے چھوٹے ہیں، کسی غیر ملک میں وہ سب اکیلے کیسے رہیں گئے۔۔! علیزے اپنے بیٹوں کو یاد کرتے روتے ہوئے ناراضگی سے بول گئی تھی۔۔۔

کبیر اور فاتح کے ساتھ ساتھ باقی سب کو وہ ائیر پورٹ پر چھوڑ کر ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی گھر پہنچے تھے۔ لیکن گھر پہنچتے ہی ان سب کی مائیں اپنے بیٹوں کی یاد

اور دوری پر رونا شروع کر چکیں تھیں۔سب نے ایک کی رٹ لگائی ہوئی تھی کہ وہ سب ابھی بہت چھوٹے

ہیں۔اس لئے اکیلے اتنی دور نہیں رہ سکتے۔۔

خان کی جان میں نے سارے انتظامات کر کے انکو یہاں سے بھیجا ہے، آپ فکر نہیں کریں وہ وہاں پر بالکل گھر کی ہی طرح رہیں گئے۔!..

علیزے کو بازو کو گھیرے میں لیتے ہوئے سلطان نے اسکے ماتھے پر لب رکھ دیے جبکہ لہجہ تسلی دینے والا تھا۔

وہ ایک طرف ماہ پارہ تو دوسری طرف علیزے کو بازو کے گھیرے میں لیے صوفے پر بیٹھا تھا۔

ابھی تو میرے فاتح کی چوٹ بھی صحیح طرح سے ٹھیک نہیں ہوئی تھی، آپ کچھ دن بعد بھی تو بھیج سکتے تھے نا۔۔ !

فاتح کی چوٹ یاد آتے ہی علیزے پھر فکر سے رو پڑی تھی۔اپنی خانم کے آنسوؤں پر سلطان سرد سانس خارج کرتے اپنی بیٹی کی طرف دیکھ گیا جو ماں کو یوں روتے دیکھ کر خود بھی رونے والی ہو گئی تھی۔۔۔

خان کی جان آپ ان مصلحتوں کو کب سمجھیں گئیں آخر۔۔؟! کیا آپ یہ چاہ رہیں ہیں، کہ وہ یہاں پر رہتے اور آئے دن زخمی ہو کر ہاسپیٹل میں پڑے ہوتے۔۔! کیا آپ فاتح اور شہرام کی گاڑی کی حالت بھول گئیں ہیں۔۔؟

کیا آپ نعمان خان کی تکلیف بھول چکی ہیں؟ ایک مہینہ گزر جانے کے بعد بھی ابھی تک نعمان خان کی پاکستان واپسی نہیں ہو پائی۔اور ان ساری

مجبوریوں کی وجہ سے نہ ہی ہم سے کوئی اسکو وہاں پر جا کر دیکھ پایا ہے۔۔! آپ سوچ بھی نہیں سکتیں کہ دن رات ہم سب یہ سوچ سوچ کر کتنی تکلیف سے گزر رہے ہیں، کہ وہ بیچارہ کسی دوسرے ملک میں اکیلا بیٹی اور بیوی کے علاج کے لیے گن گن کر دن رات گزر رہا ہے۔اور ہم اتنے بے بس ہیں کہ وہاں جا کر اسکو حوصلہ یا تسلی بھی نہیں دے سکتے۔۔۔ "

تکلیف دہ لہجے میں مسلسل بولتے ہوئے سلطان اسے یاد کروا رہا تھا۔ کیونکہ بیٹوں کی فکر میں وہ باقی چیزوں کو نظر انداز کر رہ تھی۔۔۔سلطان کے الفاظ پر وہ بے ساختہ لرز اٹھی۔

سوری خان۔۔! علینہ اور محبت کی حالت یاد آتے ہی علیزے نے سسکتے ہوئے اسکی گردن میں چہرہ چھپالیا۔۔۔اسے احساس ہو گیا تھا کہ بیٹوں کی محبت میں وہ اپنے خان کو تکلیف دے چکی ہے۔۔

خانم پلیز ایسے رویا نہ کریں، آپ جانتیں کہ آپکا ایسے رونا مجھ سے برداشت نہیں ہوتا، لیکن پھر بھی آپ باز نہیں آتیں۔۔! ایسے کوئی بھی فیصلے ہمارے لئے بھی آسان نہیں ہوتے ہیں!

اگر آپ سب انکی مائیں ہیں تو ہم بھی تو انکے باپ ہیں۔ لیکن وقت کے تقاضوں کے مطابق اکثر ایسے مشکل فیصلے کرنے پڑتے ہیں۔اس لئے پلیز آپ سب سمجھنے کی کوشش کریں۔۔! اور پھر میری خانم ہونے کی حیثیت سے رشتے میں آپ سب سے بڑی بھی ہیں۔ تو اس لحاظ سے اپکو چاہیئے کہ اپ

باقیوں کو سمجھائیں، نہ کہ خود ایسے پریشان ہو کر روتے ہوئے اپنی حالت خراب کر لیں۔۔۔ "

سلطان علیزے کی کمر سہلاتے ہوئے محبت بھرے لہجے میں اسے سمجھا رہا تھا۔ جواب رونا ختم کر کے اسکے کندھے میں منہ چھپائے بیٹھی تھی۔۔

مورے! ڈیڈ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں! آپ پلیز روئیں نہیں، ہم روز بھیا کو وڈیو کال پر دیکھ کیا کریں گئے۔۔۔!

سلطان کی دیکھا دیکھی ماہ پارہ بھی معصوم لہجے میں ماں کو تسلی دیتے بولی تھی۔ حقیقت میں تو وہ بھی اپنے بھائیوں کے جانے پر بے حد اداس تھی، لیکن اپنی مورے کو اس طرح روتے دیکھ کر وہ تسلی دینے کی کوشش کر رہی تھی۔ ماہ پارہ کی معصوم آواز پر چاہتے ہوئے بھی وہ دونوں مسکرا دیے۔

دیکھا! اپنے بیٹوں کے لئے روتے ہوئے آپ نے میری بیٹی کو بھی فضول میں پریشان کر دیا ہے۔۔۔! ماہ پارہ کا ماتھا چومتے ہوئے سلطان نے اپنی خانم کو سنانا چاہا۔ جو بیٹوں کے چکر میں بیٹی کو فراموش کر رہی تھی۔۔

سلطان کے ڈانٹے پر علیزے چہرہ باہر نکال کر اپنی بیٹی کو تھام گئی۔ جو کب سے اپنی مورے کو منتظر نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

نازاٹھو شاباش کھانا کھالو۔۔! بیہ کھانے کی ٹرے اٹھائے کمرے میں داخل ہوئی تو اسکے پیچھے وہاج اور بہار بھی چلے آئے۔ کیونکہ ناز کھانے کی ٹیبل پر نہیں گئی تھی۔۔۔

مام مجھے کچھ نہیں کھانا، آپ چلی جائیں یہاں سے، اور مجھے اکیلا چھوڑ دیں۔۔!

ماں کی آواز سنتے ہی ناز ضدی بنتے بول اٹھی۔

کیوں نہیں کھانا اٹھو فور آ۔۔ ورنہ مجھ سے اب تم ایک تھپڑ کھالو گی۔۔! ناز کے ضدی لہجے پر بیہ کو یک دم غصہ آیا تھا۔ پچھلے دو دن سے وہ اپنے کمرے میں بند تھی۔ یہاں تک کہ کھانا پینا بھی بند کر چکی تھی۔ پیار سے وہ سب اسے کتنا سمجھا چکے تھے۔ لیکن وہ کسی سن ہی نہیں رہی تھی۔

ناز۔۔! بیہ کو غصے میں آتے دیکھ کر وہاج انکھوں سے اسے ریلیکس رہنے کا اشارہ کرتے خود بیڈ کی طرف بڑھا تو بہار بھی بیڈ پر بیٹھتی چلی گئی۔

ڈیڈ میں کسی سے بات نہیں کروں گی! آپ لوگوں کی وجہ سے فاری مجھے چھوڑ کر چلا گیا ہے۔۔! وہاج کی پکار پر وہ روتے ہوئے اٹھ کر تیزی سے اسے سینے

سے لگ گئی تھی۔ جبکہ لہجہ دکھی ہونے کے ساتھ ساتھ بے حد ضدی بھرا بھی تھا۔ بیہ بے بسی سے اپنی بیٹی کی خراب حالت دیکھ رہی تھی۔

جس نے دو دن سے رو رو کر اپنا برا حال کر لیا تھا۔ جب سے فارس یہاں سے گیا تھا۔ تب سے وہ پہلے والی گل ناز بن گئی تھی۔ وہ گل ناز جو شروع سے بے حد ضدی اور غصیلی تھی۔ لیکن فارس ہمدانی کے لئے وہ اسکے الٹ تھی۔

ڈیڈ کی جان کیا تم چاہتی ہو! کہ فارس یہاں پر سیف نہ رہتا..! ناز کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے وہاج نے بولتے ہوئے اچانک اس سے سوال کیا۔۔۔

کیا مطلب ڈیڈ۔۔؟ باپ کے سوال پر الجھتے ہوئے ناز نے رونا چھوڑ کر اسکے سینے سے سر اٹھا کر وہاج کی طرف دیکھا تھا۔۔

اس کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ میری جان فارس اور کبیر کے یہاں پر جھگڑے شروع ہو چکے تھے۔اور انہی جھگڑوں سے بچنے کے لیے ہم نے سب کو یہاں سے بھیج دیا ہے! کیا تم چاہتی ہو کہ جیسے فاتح کو چوٹ آئی ویسے فارس کو بھی لگتی۔۔؟

ناز کے بکھرے بال سمیٹتے ہوئے وہاج نے اسکی سبز آنکھوں پر بے اختیار لب رکھ دیے۔جو رو رو کر سوجھ چکیں تھیں۔فارس کے جانے کا سن کر ناز نے بری طرح ہنگامہ مچایا تھا۔اور ایسا ہی ہنگامہ فارس ہمدانی کی طرف سے بھی تھا۔ جو اٹلی پہنچ کر بھی باز نہیں آ رہا تھا۔

اس وقت وہاج اپنی بیٹی کو اس طریقے سے ہینڈل کر رہا تھا تاکہ وہ اسکی باتوں کو سوچتی ریلکس ہو جائے۔۔

وہاج کے زرا سا سمجھانے پر وہ رونا چھوڑ کر چپ ہو چکی تھی۔ کوئی بھی نہیں جانتا تھا۔ کہ مستقبل میں گل ناز کی خاموشی اختیار کرنے کے پیچھے کیا وجوہات نکل سکتیں ہیں۔۔۔

اپارٹمنٹ کے کمرے میں سب بیڈ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ جبکہ فارس بے چینی سے کمرے میں ادھر ادھر چکر لگا رہا تھا۔ بہادر خان انکو اپارٹمنٹ میں چھوڑ کر خود کہیں غائب ہو چکا تھا۔

اپارٹمنٹ کافی بڑا تھا۔ وہ سب الگ الگ کمرے کی بجائے ایک کمروں میں دو دو ایڈجسٹ ہونے والے تھے۔

کمرے میں فارس ہمدانی کو ایک کونے سے دوسرے کونے میں چکر لگاتے دیکھ کر ان سب کی آنکھیں بھی اپنے بڑے بھائی کے ساتھ ساتھ گھوم رہیں تھیں۔ کبیر خان چیئر پر بیٹھے فارس کی بے بسی ملاحظہ کر رہا تھا۔ پر وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ وہ خود بھی یہاں پر آکر بے بس ہو چکا تھا۔

بھائی کیا ہوا ہے۔۔؟ ارسل نے فکر مندی سے جاننا چاہا۔۔ کیونکہ تھوڑی دیر پہلے فارس نے سب کو اپنے کمرے میں آنے کا حکم صادر کیا تھا۔

اگر یہاں پر تم میں سے کسی نے بھی فیل ہونے کی کوشش کی تو میں اسے زمین میں زندہ گاڑ دوں گا۔۔۔! ارسل کے پوچھنے کی دیر تھی، جب فارس قدموں کو روکتے ہوئے اچانک تیش بھرے لہجے میں ان سب پر جھکتے ہوئے غرا اٹھا۔۔

سالے تجھے کونسی چس لینی تھی یہ جان کر، کہ بھائی کو کیا ہوا ہے۔۔۔! فارس کی دھاڑ پر بے اختیار پیچھے ہوتے وہ نا سمجھی سے اسکے تاثرات دیکھ گئے۔ جبکہ غازیان نے بڑبڑاتے ہوئے اپنے بڑے بھائی کی دھاڑ پر ارسل کو جھاڑ پلانا چاہی۔ جس سالے نے "بھائی کیا ہوا ہے" پوچھ کر سوئے ہوئے شیر کو جاگنے پر مجبور کیا تھا۔۔۔

میں تم لوگوں کو وارننگ دے رہا ہوں! اگر یہاں پر تم میں سے کوئی بھی سکول یا کالج، یا یونیورسٹی کی کسی بھی کلاس میں فیل ہوا تو میں اسے زندہ زمین میں گاڑ دوں گا۔۔۔! فارس تپش سے غراتے ہوئے ان سب پر جھکتا چلا جا رہا تھا۔

جو معصوموں کی طرف منہ کھولے بیڈ پر لیٹ گئے تھے۔ کونکہ اندر ہی اندر انہیں اپنے بڑے بھائی کے تیور ڈرا رہے تھے۔ کبیر خان اپنی مسکراہٹ دبائے فارس کا حال ملاحظہ کر رہا تھا۔

یہاں پہنچتے ہی اس نے عیس کو کال کی تھی۔ پر عیس نے آگے یہ کہتے ہوئے فون بند کر دیا تھا۔ "کہ گریجویشن کرنے کے بعد، میرے جتنا قد نکال کر مجھے اب فون کرنا"

اپنے باپ کے یہ الفاظ اسے اندر ہی اندر بھڑکا چکے تھے۔ کہاں وہ ایک سکینڈ بھی ناز کے بنا نہ رہنے والا، اسے اب اتنے سال یہاں پر گزارا کرنا تھا۔۔۔

لیکن فارس نے بھی سوچ لیا تھا کہ وہ گریجویشن کرتے ہی یہاں سے بھاگ نکلے تھا۔ لیکن اسکی گریجویشن مکمل کرنے کے خیال پر عیس کی طرف سے آئے میسج نے پانی پھیر دیا تھا۔

کال پر عیس ہمدانی شاید اپنے بیٹے کو پاکستان اینٹر ہونے کی تیسری شرط بتانا بھول گیا تھا۔اس لئے اس نے میسج کرتے ہوئے تیسری شرط یہ گنوائی تھی۔ کہ "فارس ہمدانی اور کبیر خان اپنے تمام چھوٹے بھائیوں کی گریجویشن کروائے بنا پاکستان میں قدم بھی نہیں رکھ سکتے، دوسری صورت میں گل ناز اور گل بہار کو ان سے مزید دور لے جایا جا سکتا ہے۔"

عیس ہمدانی کی تیسری شرط کے ساتھ ساتھ اتنی سنگین قسم کی دھمکی سن کر فارس کا دماغ آؤٹ ہو چکا تھا۔اس کے برعکس کبیر خان خود پر قابو کیے ہوئے تھا۔

جب انکے گھر والے انکی زندگی کو اجیرن بنانے کی مکمل پلینگ کر ہی چکے تھے۔تو رونے،دھونے سے کچھ بھی حاصل نہیں ہونے والا تھا۔اس لئے وہ خود پر صبر کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔کیونکہ بہادر خان کو یہاں پر دیکھ کر اس کا دماغ اسے بہت کچھ سگنلز دے رہا تھا۔

یہ کیا بات ہوئی؟اٹلی آکر بھی اگر انہوں نے پاکستان جیسا پڑھانا ہے تو ہمیں وہیں پر چھوڑ آتے!شہرام منہ بناتے ہوئے بڑبڑا گیا تھا۔۔۔

بھائی ہم پر غصہ کرنے کی بجائے یہ دھمکی آپ صرف ان دونوں کو دے نہ۔۔! کیونکہ فیل ہونے کا ریکارڈ ان دونوں کا ہے۔۔۔! غازیان نے مسکرانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے شہرام اور فاتح کی طرف اشارہ کرنا چاہا۔۔۔

بھائی یہ بکواس کر رہا ہے۔ ہم تو اتنا اچھا پڑھتے ہیں۔۔! فارس کی خطرناک گھوریوں کو دیکھتے ہی وہ اچھل پڑے۔۔۔

بھائی! آپ جتنی مرضی کوشش کر لیں، پر یہ جو دونوں سب سے چھوٹے والے ہیں! انکی گریجویشن تو سب سے لاسٹ پر ہی ہو گی نا۔۔۔ !

فارس کی نظروں کا رخ خود سے ہٹاتے ہوئے ارسل، ایشام کی طرف اشارہ کیا تو وہ دونوں گڑبڑا کر اپنی اپنی بتیسی کی نمائش کر گئے۔۔

ہممم۔۔ان دونوں کو میں ایک کلاس جمپ کروا کے تم لوگوں کے ساتھ شفٹ کر دوں گا۔۔! ایشام اور ارسل کو گھورتے ہوئے فارس نے پر سوچ انداز میں جواب دیا تو جہاں اپنی شامت پر ارسل اور ایشام کی آنکھیں پھٹ گئیں وہیں باقی کمینے پن سے مسکرا دیے۔۔۔

بھائی یہ غلط بات ہے! ہم سب سے چھوٹے ہیں، تو ہمارا دماغ بھی اتنا ہی ننھا منا ہے، ہم کہاں انکی کلاس کا سلیبس پڑھ پائے گئے۔۔! ارسل احتجاجی مظاہرہ کرتے بولنے لگا۔۔۔۔

تیرے اس ننھے ننھے دماغ پر میرا ایک تھپڑ پڑا، تو دیکھنا کیسے یہ وقت سے پہلے اپنی نشوونما تیز کرتا ہے۔۔۔! ارسل کے احتجاج پر کبیر خان نے اسے گھورا۔۔۔

یار بھائی ! کیوں اس اٹلی کو ہمارے لئے سسرال بنا رہے ہیں ! تھوڑا ریلیکس ہو جائیں ! تھوڑا باہر نکل کر دیکھیں ! شاید آپکا دل یہاں پر لگ جائے۔۔۔!

ایشام نے منہ بناتے ہوئے اپنے بڑے بھائیوں کو ریلیکس کرنا چاہا، جو انکی بینڈ بجانے پر تلے ہوئے تھے۔

تیرا دل نکال کر میں چیل کوؤں کو کھلا دوں گا ! زیادہ ہمارا ابانہ بن۔۔! اپنی یہ سڑی ہوئیں شکلیں لے کر دفع ہو جاؤ اب کمرے سے۔۔! ایشام کے کول ڈاؤن پر مزید بھڑکتے ہوئے فارس نے انکو آؤٹ کیا تو وہ سب بچوں کے سے انداز میں منہ بناتے ہوئے لائن میں نکلتے چلے گئے۔۔۔

کر لو تم لوگ سالوں بھائی کو کول ڈاون" باسم نے کمرے سے باہر نکلتے ہی گھورتے ہوئے سب کو سنانا چاہا تھا۔۔۔

اٹلی جیسے ملک کچھ خاص لوگوں کی زندگیوں پر زیادہ اثرانداز ہوا تھا۔ان خاص لوگوں میں جہاں اس دوری پر فارس، کبیر خان اور گل ناز تڑپ رہے تھے۔ وہیں دوسری طرف ہی پاشا بھی تھی۔

جو ایشام صدیقی کے چلے جانے کے بعد چپ چپ سی ہو گئی تھی۔ بلیک مینشن سے ایشام صدیقی کے چلے جانے کے بعد ہیر پاشا میں کیا بدلاؤ آنے والا تھا، اس بارے میں کوئی بھی نہیں جانتا تھا۔

لیکن ان سب کے برعکس دو لوگ ایسے تھے جن کی زندگیوں میں اٹلی جیسا لفظ آجانے سے کافی اچھے بدلاؤ ہوئے تھے۔ایک طرف گل بہار تھی۔ جو کبیر خان کے چلے جانے پر جنت میں داخل ہو چکی تھی۔ جبکہ دوسری طرف ایشام صدیقی تھا جو سبز چڑیل سے پیچھا چھوٹنے پر جتنا شکر ادا کرتا کم تھا۔

گل بہار ہر روز خود کو آزاد محسوس کرتی تھی، تو ایشام صدیقی کی ہر صبح کا آغاز بھی اب مسکرا کر ہوتا تھا۔ پر لڑکپن کے اس وقت میں اب دیکھنا یہ تھا۔ کہ یہ مسکراہٹیں، اداسیاں، تڑپ مستقبل میں کہا روپ اختیار کرنے والی ہیں۔۔۔

شام کے وقت ارسل اپنے کمرے میں داخل ہوا تھا۔ اس وقت سب لاونج میں بیٹھے ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے میں مصروف تھے۔ جب اچانک ارسل خان کو اپنی مورے کی یاد ستائی تو وہ ان سے بات کرنے کی غرض سے اٹھ کر کمرے میں آ گیا۔۔۔

اٹلی آنے سے پہلے وہ ماں باپ کو مل بھی نہیں پایا تھا۔ کیونکہ نعمان خان سمیت اسکی مورے اور پیاری بہن پاکستان میں نہیں تھے۔

ارسل موبائل اٹھا کر "جیلس ڈیڈ" کا نمبر ملا کر بیڈ پر پیچھے گرتا چلا گیا تھا۔اسکا باپ ارسل اور اسکی مورے کے پیار سے کافی کھار کرنے کے ساتھ ساتھ جلتا رہتا تھا۔اسی لئے ارسل نے اپنے موبائل میں نعمان کو "جیلس ڈیڈ" کے لقب سے نوازا ہوا تھا۔

مسلسل بیل ہونے کے بعد آخر کار نعمان خان نے کال اٹھاتے ہوئے یس بولا تو باپ کی آواز سنتے ارسل مسکرا دیا تھا۔

ہاں بولو نکمی اولاد کیوں فون کیا ہے؟ نعمان خان کی بھاری گھمبیر آواز ارسل خان کے کانوں سے ٹکرائی تو وہ ناک چڑھا گیا۔۔۔

مجھے مورے سے بات کرنی ہے! باپ کے لفظوں کو نظر انداز کرتے ارسل نے فون کرنے کا مدعا بیان کیا تو دوسری طرف نعمان بیٹے کی آواز میں اداسی

محسوس کرتے لب بھینچ گیا تھا۔ وہ اس وقت ہاسپیٹل میں تھا۔ جبکہ علینہ اور محبت دونوں اس وقت آئی سی یو میں بیڈ پر ہوش و حواس سے بیگانہ پڑی ہوئیں تھیں۔

تم کہاں سے بول رہے ہو۔۔! ارسل کی ڈیمانڈ کو نظر انداز کرتے نعمان نے جاننے والے انداز میں پوچھا۔۔۔

مریخ سے۔۔۔! باپ کے سوال پر اٹھ کر بیٹھتے ہوئے ارسل نے کافی سکون سے جواب دیا۔ تو دوسری طرف نعمان خان فون کو کان سے ہٹاتے ہوئے اپنی بدتمیز اولاد کو گھورنے کی کوشش کرنے لگا۔۔ جیسے وہ فون کو نہیں بلکہ ارسل خان کو گھور رہا ہو۔۔۔

منحوس نکمی اولاد بول کو بتاؤ! اس وقت کہاں پر موجود ہو۔۔۔! نعمان سلگتے ہوئے پھر پوچھنے لگا۔ کیونکہ وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ سب اٹلی پہنچ گئے ہیں یا نہیں۔۔! اس لئے وہ اسکی موجودگی کے بارے میں جاننا چاہ رہا تھا۔۔!

میں تو خلا میں موجود ہوں ڈیڈ۔۔۔! ارسل نے کافی میٹھے لہجے میں "ڈیڈ" پکارتے ہوئے اسے جواب دیا۔۔۔ جبکہ ذہن میں باپ کے کل والے الفاظ گھوم رہے تھے۔۔۔

نعمان خان کی غیر موجودگی کی وجہ سے ارسل پچھلے ایک مہینے سے بلیک مینشن میں ہی رہ رہا تھا۔ ان سب کو جرمنی بھیجنے کے فیصلے پر سلطان احمد خان کل ارسل سے اسکے کمرے میں ملنے گیا تھا۔ تاکہ وہ پوچھ سکے کہ ارسل ان سب کے ساتھ جانا چاہتا ہے یا نہیں۔۔! ویسے تو سلطان اور نعمان کا فیصلہ ایک تھا۔

لیکن اس کے باوجود سلطان نے ارسل سے اسکی مرضی جاننا ضروری سمجھی تھی۔۔۔

سلطان نے ارسل کے سامنے نعمان خان کو فون کرتے ہوئے جب یہ پوچھا کہ نعمان خان تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں اگر میں ارسل کو باقی سب کے ساتھ جرمنی بھیج دوں۔۔!

جواب میں نعمان خان جان چھڑانے والے انداز میں گویا ہوا تھا۔۔!

چھوٹے خان میری طرف سے آپ اس نکمی اولاد کو مریخ، یا خلا میں بھیج دیں، جہاں بھی اسے سینڈ کریں، بس اس ٹیڈے خان کو میری خانم سے دور کر دیں، سالا جب سے پیدا ہوا ہے میری بیوی پر قبضہ کیے بیٹھا ہے۔۔۔! نعمان کے جواب پر جہاں سلطان کا قہقہہ نکلتے نکلتے رکا، وہیں ارسل کے وجود میں آگ لگ

گئی تھی۔۔اسکا باپ اسے سینڈ کرنے کے بارے میں ایسے کہہ رہا تھا۔ جیسے وہ کوئی کولیٹر ہو۔۔!

اس وقت باپ کو الٹے جواب دے کر ارسل اپنی کل کی ساری بے عزتی کا بدلہ چکانے کی کوشش کر رہا تھا۔۔

گندی اولاد کیوں اٹلی بیٹھ کر مجھ سے ضائع ہونا چاہتا ہے..!ایک بار پھر الٹا جواب سن کر نعمان خان کو یقین ہو گیا تھا کہ وہ پاکستان سے فلائی کر چکا ہے۔ اسی لئے اسکے کل کے بولے ہوئے الفاظ یاد کروا رہا تھا۔۔۔

آپ مجھے ہاتھ تو لگائے ڈیڈ! دیکھنا اس بار مورے کو آپ سے پورے ایک ہفتے کے لئے ناراض کروادوں گا۔۔۔ !

ناک چڑھاتے ہوئے ارسل نے اپنے باپ کو دھمکی لگائی۔۔اسکی دھمکی پر نعمان خان کے لبوں پر آسودہ سی مسکراہٹ بکھر گئی۔

وہ اپنے بیٹے کو یہ نہیں بتا سکتا تھا۔ کہ اسکی مورے اس وقت زندگی اور موت کی جنگ لڑتے ہوئے پہلے ہی اس سے روٹھی ہوئی ہے۔۔ایک مہینے پہلے ہوئے حملے کے بارے میں ارسل خان مکمل بے خبر تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا، کہ پچھلے ایک مہینے سے اسکا باپ اسکی مورے اور بہن کو لیے کیوں دوسرے ملک میں بیٹھا ہے۔۔وہ اسے بے خبر رکھا گیا تھا۔۔۔

میرا دماغ نہ کھا! اور کام کرنے دے۔۔۔! اپنی نیلی آنکھوں میں امڈتے آنسوؤں پر قابو پاتے ہوئے نعمان خان نے آواز کو نارمل بنانا چاہا۔۔ورنہ اس پل اسکے عنابی ہونٹ کانپ رہے تھے۔ جسکی وجہ سے اسکی آواز میں کپکپاہٹ

پیدا ہو رہی تھی۔ اپنی محبوب بیوی اور لاڈلی بیٹی کو یوں بے جان ہوتے دیکھنا اسکے لئے مشکل ترین ہوتا جا رہا تھا۔ اس مشکل وقت نعمان خان کو کسی اپنے کی بے حد ضرورت تھی۔ لیکن حالات ایسے جنم لے چکے تھے۔۔ کہ وہ اپنی اپنی جگہ پر بے بس تھے۔۔

ڈیڈی آپکا یہ بکواس مشن کب مکمل ہو گا؟ آپ اتنی اچانک گئے ہیں! کہ مجھے مورے اور محبت سے ملنے کا موقع بھی نہیں دیا! اور اب میں یہاں پر آ گیا ہوں۔۔! مجھے مورے کی بہت یاد آ رہی ہے، اور اتنے دنوں سے ان سے بات بھی نہیں ہوئی، میں جب بھی بات کرنے کا کہتے ہوں، آپ فون بند کر دیتے ہیں۔ آخر آپ میری ان سے بات کیوں نہیں کرواتے۔۔۔! ارسل غصے و جھنجھلاہٹ سے ایک ساتھ بولتا چلا گیا تھا۔

تمہاری مورے کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے،اس لئے میں نے میڈیسن دے کر انکو سلادیا ہے۔۔۔! بیٹے کی تڑپ سنتے نعمان بہانہ بناتے ابھی بول ہی رہا تھا۔

جب ارسل نے دوسری طرف سے عجلت میں بعد میں بات کرنے کا کہہ کر فون بند کر دیا۔ جس پر نعمان خان ہوا میں سرد سانس خارج کرتے نم آنکھوں پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگا تھا۔جب اچانک کسی نے پیچھے سے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے اسے پلٹنے پر مجبور کیا۔۔۔

نعمان چونکتے ہوئے مڑا تو سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر اسے بے اختیار جھٹکا لگا۔۔۔

وجی سر آپ۔۔! وہاج کو آپنے سامنے کھڑے دیکھ کر وہ حیران ہوتے آگے ہی پل اسکے سینے سے لگ کر رو پڑا۔۔۔

نعمان خان کی ٹوٹی پھوٹی حالت دیکھ کر وہاج کا دل پھٹنے لگا۔۔ بکھرے بال اور لباس میں بڑھی ہوئی شیو کے ساتھ وہ کہیں سے بھی نعمان خان نہیں لگ رہا تھا۔ جس کے چہرے پر پر وقت مسکراہٹ اور آنکھوں میں شرارتی چمک رقصاں رہتی تھی۔

خان یوں حوصلہ ہار جاؤ گئے ! تو باقیوں کو کون سنبھالے گا یار۔۔؟ نعمان خان کو پھوڑ پھوٹ کر روتے دیکھ کر وہاج کو اسے سنبھالنا بے حد مشکل لگا۔ اتنے دنوں سے وہ مضبوط رہتے رہتے شاید تھک گیا تھا، اسی لئے آج کسی اپنے کا چہرہ دیکھتے ہی اسے ٹوٹنے میں سیکنڈ نہیں لگا تھا۔۔۔

کیا کروں وجی ؟ وہ دونوں ہی آنکھیں نہیں کھول رہیں ! نہ ڈاکٹرز مجھے کچھ بتا رہے ہیں ! میں یہاں بہت اکیلا تھا۔۔۔ ! ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں وہ اپنی

کیفیت بیان کرتے گرنے والا ہوا تو وہاج سے اسکا مضبوط وجود کو سنبھالنا مشکل ہو گیا۔۔

مرد چاہے کتنا بھی مضبوط کیوں نہ ہو، پر کسی ایک لئے وہ ہمیشہ کمزور پایا گیا ہے۔

علینہ خانم اسکی رگ رگ میں خون کی طرح دوڑتی تھی تو محبتِ نعمان اسکے دل کی دھڑکن تھی۔ پر اس وقت نعمان خان کے جینے کی دونوں وجہ ہاسپیٹل کے بیڈ پر آنکھیں بند کیے پڑیں تھیں۔

ادھر دیکھو! تم یوں ہمت نہیں ہار و گئے! میں آ گیا ہوں نا۔۔۔ ہم بھابھی اور محبت دونوں کو ساؤتھ کوریا لے کر جا رہے ہیں۔ وہاں پر ہم انکا اچھا علاج کروائے گئے اور تم دیکھنا وہ وہاں کر جلد از جلد ٹھیک ہو جائیں گئیں۔۔۔ !

وہاج دل میں اٹھتے درد پر قابو پاتے نعمان خان کا چہرہ تھامے حوصلہ دیتے بولا۔۔۔

محبت سے اسکے پیار کے بارے میں تو سب ہی واقف تھے۔ وہاج کو اچھے سے یاد تھا کہ دو مہینے پہلے جب محبت نے جنم لیا تھا تو بیٹی ملنے کی خوشی میں وہ ہر روز کیک کاٹتے ہوئے اسکے پیدا ہونے کی کوشش مناتا رہا تھا۔

خان سر نہیں آئے ؟اور باقی۔۔! وہاج کے گلے لگتے وہ سلطان کے بارے میں پوچھ گیا۔۔

تمہارے خان سر نے ہی مجھے یہاں بھیجا ہے، ابھی وہاں پر بہت حالات خراب ہیں ! اس لئے وہ سب خود نہیں یہاں پر آ سکتے ! لیکن ساؤتھ کوریا جاتے ہی وہ سب ہمیں جوائن کر لیں گئے۔۔! اب تم شاباش ہمت کرو ! اور کھڑے ہو

جاؤ۔ کیونکہ ہمیں بھابی اور محبت کو لے جانے کے لئے جلد از جلد انتظامات کرنے ہونگے۔۔ !

وہاج نے نعمان کو سینے میں بھینچتے ہوئے اسے ہمت و حوصلہ دیا تو وہ تیزی سے آنکھیں صاف کرتے کھڑا ہو گیا۔۔ نعمان خان کو پھر مضبوط بنتے دیکھتے کر وہاج بھی تشکر سے مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑا ہو چکا تھا۔

بہادر خان تم یہ کیا بول رہے ہو ! ارسل نے اچھنبے سے ساری بات سمجھنا چاہی۔

ہاں تو ہم سب بھی کب سے یہ ہی رو رہے ہیں۔ پر یہ بزدل خان کچھ سمجھنا ہی نہیں چاہتا۔۔ ! بہادر کو گھورتے ہوئے ایشام بھی بول گیا۔۔

دیکھو بہادر۔۔! تمہیں کوئی بہت بڑی غلط فہمی ہوئی ہے۔ ہم یہاں پر پڑھنے کے لیے آئے ہیں! نہ کہ کھانا پکانے۔۔۔ !

اپنے صدمے پر قابو پاتے ہوئے ارسل نے صبر کا مظاہرہ کرتے سامنے کھڑے بہادر کو دیکھ کر بتانا چاہا۔ جبکہ چہرہ کافی کیفیات کا ملا جلا تاثر دے رہا تھا۔۔اندر ہی اندر اسکو خطرے کا الارم بھی بجتا سنائی دے رہا تھا۔

ارسل کمرے میں بیٹھا کال پر نعمان خان سے بات کر رہا تھا۔ جب غازی افراتفری میں اسے بلاتے ہوئے یہاں پر لے آیا۔ ارسل بھاگ کر لاونج میں پہنچا تو یہاں پر کوئی الگ قسم کی جنگ چل رہی تھی۔

"پلیز آپ سب مجھے سمجھنے کی کوشش کریں! مجھے جو آڈرز ملے ہیں، میں انکو ہی فالو کر رہا ہوں! میں نے آج کی سبزی لا کر یہاں پر رکھ دی ہے۔ چکن، بیف،

مٹن کی سب آئٹم فریزر میں پڑی ہوئیں ہیں۔اور فریج میں بھی ضرورت کی ہر چیز موجود ہے۔تو آپ سب وقت ضائع کرنے کی بجائے کھانا بنانا شروع کریں۔۔۔"

ساری چیزوں کو باری باری گنواتے ہوئے بہادر خان نے سکون سے آخر پر پھر تھوڑی دیر پہلے والے الفاظ دہراتے ان سب کے سروں پر دھماکا کر دیا تھا۔ جس کو سنتے وہ کسی سٹار پلس کے ڈرامے کی طرح شاکڈ ہوتے دھم ترا کی طرح سر گھماتے ہوئے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔۔۔

کیا ہو رہا ہے یہاں پر۔۔! کبیر اور فارس بھی اپنے کمروں سے نکل آئے تھے۔ لاونج میں لگی عدالت میں کھڑے مجرموں کی آوازیں سنتے وہ فکر مندی سے باہر آئے تھے۔۔انکی بحث کی آوازیں کمرے تک جا رہی تھیں۔

بھائی دیکھیں نہ یہ بزدل خان کا بچہ ہمیں کہہ رہا ہے۔ کھانا ہمیں خود بنانا پڑے گا۔۔! کبیر اور فارس کو دیکھتے ہی فاتح بچوں کے سے انداز میں شکایت لگاتے تیزی سے انہیں بتا گیا۔ جبکہ ہاتھ سے اشارہ کرتے وہ بہادر خان کو گھور رہا تھا۔

بہادر خان اب یہ سب کیا ہے۔۔؟ فاتح کی بات سنتے کبیر خان نے چہرہ موڑتے کونے میں کھڑے بہادر کو دیکھا۔۔۔

چھوٹے خان پاکستان سے آڈرز ملے ہیں! کہ اب سے آپ لوگ اپنا کھانا پینا، صفائی، کپڑے دھونا سب خود کریں گئے، تو بتائیں میں اب اس میں کیا کروں۔۔۔! کبیر کے پوچھنے پر، بہادر نے اسے بتاتے ہوئے زرا سیکنڈ زرک کر سب پر نظر ڈالتے ہوئے اس بار سارے بم دھماکے کئے تو ان سب کے منہ کھلتے چلے گئے۔۔۔

ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ ان سب کو صرف کھانا بنانے کا کہہ رہا تھا لیکن کبیر اور فارس کے آنے پر صفائی، کپڑے دھونا برتن دھونا بھی شامل ہو گیا تھا۔ وہ سب رونے والی شکلیں نہ بناتے تو بیچارے کیا کرتے۔۔

بے شرم انسان تم پاکستان والوں کو یہ کہہ نہیں سکتے تھے! کہ تمہارا یہ دل اتنے ننھے منے بچوں پر ظلم کرنے کو نہیں مانتا۔۔! غازیان رونے والے انداز میں گویا ہوا تھا۔۔۔

یہ دھوکا ہے؟ ہمیں یہ بتا کر یہاں پر بھیجا گیا تھا کہ ہمیں جرمنی میں سب گھر جیسا ملے گا، اور اب نہ جرمنی ملا ہے، نا ہی گھر جیسا ماحول، مجھے نہیں رہنا یہاں پر۔۔! غازی کے بعد شہرام کو بھی ہوش آئی تو چیختے ہوئے وہ جرمنی اور اٹلی کے غم کو یکجا کرتے بول گیا۔

شہری صاب گھر جیسا ماحول ملنے سے مراد صرف گھر ملنا تھا! اور یہ اتنا پڑا اپارٹمنٹ مل تو گیا اپکو گھر کے طور پر، باقی سب اب یہاں پر گھر جیسا خود ہی کرنا پڑے گا۔۔۔! بہادر خان نے دل سے مسکراتے شہرام کی تصحیح کرتے گھر کے سارے مفہوم سمجھائے تو ان سب کو تیش نے آن گھیرا۔۔۔

میں تب کہہ رہا تھا نا کہ اس اٹلی میں ہی کوئی خرابی ہے۔ اگر میری تب مان لیتے تو ہم جہاز والوں کو کہہ کر جرمنی کی طرف جا سکتے تھے۔۔۔۔ ارسل بھی اٹلی کا قصور نکالتے ہوئے نامعلوم جرمنی کی یاد میں رو پڑا تھا۔۔۔

بہادر خان ہم تمہارا قتل کر دیں گئے۔۔! اس سے پہلے کہ وہ سب بہادر خان پر حملہ کرتے۔ کہ بروقت بہادر الٹے پیر بھاگنے والے انداز میں دروازے سے نکلتا چلا گیا۔ ان سب کو انکی سبزی پکڑا کر وہ پہلے ہی احتیاط سے دروازے کے

پاس جا کر کھڑا ہو گیا تھا۔اس دھوکے باز کے بھاگنے پر وہ ہاتھ ملتے جھنجھلانے لگے۔۔۔

کمینہ پاکستان کے آرڈرز ایسے کہہ رہا تھا جیسے وہاں کی ملٹری فورسز نے اسکو یہاں بھیجا ہو۔۔! بہادر کے الفاظ یاد کرتے فاتح دانت پیستے ہوئے بول دیا۔۔

کبیر فارس ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے سرد سانس خارج کر گئے۔ ایک کے بعد ایک جھٹکے ملنے کے بعد وہ کچھ کچھ تو سمجھ ہی گئے تھے۔اس لئے بنا واویلا کرتے وہ کچن میں رکھے پڑی سبزی کے تھیلے کی طرف بڑھ گئے۔۔۔

تھیلا کھول کر دیکھا تو اس میں تھوڑی تھوڑی ساری سبزیاں تھیں۔۔اپنے بڑے بھائیوں کو سبزی کے تھیلے کے ساتھ الجھتے دیکھ کر وہ حیرانی سے ایک دوسرے کو دیکھتے کچن میں داخل ہو گئے۔۔۔

بھائی کیا ہم سچ میں کھانا بنانے والے ہیں۔۔! باسم نے ڈرتے ہوئے جاننا چاہا تھا۔۔۔

ہاں! جا کر سب چینج کر کے آؤ، اور آ کر ہماری ہیلپ کرو۔۔۔! فارس نے شرٹ کی آستینوں کو فولڈ کرتے ہوئے مصروف انداز میں جواب دیا۔ تو وہ معصوم بچوں کی طرح رونا دبا کر پیر پٹکتے ہوئے کمروں کی طرف چلے گئے۔

اگلے دن علینہ اور محبت کو لئے وہ لوگ ساؤتھ کوریا پہنچ چکے تھے۔۔۔ ہاسپیٹل میں ایڈمیٹ کرواتے ہی ڈاکٹرز کی ٹیم نے انکا علاج شروع کر دیا تھا۔

وہاج اور نعمان اس وقت کاریڈور میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جبکہ نعمان شاہ گہری سوچوں میں ڈوبا، دیوار سے سر ٹکائے کھڑا تھا۔۔۔

وہاج نے ایک نظر اس پر ڈالی، تو بے بسی سے لب بھینچ گیا۔ وہاج پچھلے ایک دن سے نوٹ کر رہا تھا۔ کہ نعمان خان اپنی سدھ، بدھ بھلائے صرف بھاگ دوڑ کرنے میں مصروف ہے۔ اسکا ذہن صرف محبت اور اپنی خانم میں اٹکا ہوا تھا۔

یہاں تک کہ اسے اپنے کھانے پینے کی بھی ہوش نہیں تھی۔ جتنی دفعہ بھی وہاج نے اسے کھانا کھلایا تھا تو وہ ایک زبردستی کوشش ہوتی تھی۔ ورنہ وہ خود کی ہر ضرورت سے غافل نظر آرہا تھا۔

ساؤتھ کوریا پہنچتے ہی وہاج نے سب سے پہلے سلطان کو خبر کی تھی۔ جس پر سلطان نے اسے یقین دلایا تھا کہ وہ سب کل تک انکے پاس ہونگے۔ ان سب کا ایک ساتھ ساؤتھ کوریا آنا ہر گز بھی ممکن نہیں تھا۔ لیکن اس کے باوجود بھی

وہ سب لوگ آرہے تھے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے، کہ نعمان خان کو اس وقت ان سب کی ضرورت ہے۔

ہم انسان خوشی کے موقع پر چاہے کسی کی غیر موجودگی کو نظر انداز کر دیں، تو کر دیں۔ پر دکھ، غم یا پھر مشکل کے وقت ہمیں اپنوں کی ضرورت بے حد محسوس ہوتی ہے۔۔

مشکل وقت میں ہم انسان ہر اس چہرے کو اپنے پاس دیکھنا چاہتے ہیں، جس کا شاید پاس ہونا بھی ممکن نہ ہوں !..

دکھ میں انسان کی دماغی ضرورت اسے کسی کا کندھا تلاش کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ تاکہ وہ کسی مہرباں کندھے پر سر رکھ کر رو دے، دل کا بوجھ ہلکا کر سکے۔

اس کے برعکس مشکل حالات میں ہم مسلمان اللہ کے بعد اس انسان کو سوچتے ہیں، جو ہمیں مشکلات میں سنبھال سکتا ہے، ہمت دے سکتا ہے۔

غرض ہر وقت کی ضرورت مختلف ہے۔ بالکل اسی طرح نعمان خان کو ان حالات میں بلیک گینگ کی ضرورت محسوس ہوتی رہی تھی۔ اسکے خون کی وفا بے شک سلطان احمد خان کے ساتھ جڑی ہوئی تھی، لیکن اس کے باوجود جو دل کا رشتہ ان سب کا ایک دوسرے کے ساتھ بن چکا تھا۔ وہ رشتہ کبھی بھی انہیں ایک دوسرے سے دور نہیں رکھ سکتا تھا۔

خان۔۔! وہاج نے موبائل پاکٹ میں ڈالتے ہوئے نعمان کو پکارا تو وہ ہوش میں آتا چونک کر اسکی طرف دیکھ گیا۔۔۔۔

ہاں۔۔۔! نعمان خان چہرے پر نا سمجھی کے تاثرات لیے وہاج کو دیکھنے لگا۔۔۔ نا سمجھی سے دیکھنے کا مطلب تھا۔ نعمان خان کو ہوش نہیں تھی۔ کہ وہاج اسے کچھ کہہ رہا تھا یا پھر بس پکارا گیا تھا۔۔۔

چلو آؤ کھانا کھا کر آتے ہیں۔ مجھے بھوک محسوس ہو رہی ہے۔۔! وہاج نے کہتے ہوئے اسے دیکھا تو بدلے میں نعمان خان نے سرد سانس کی۔ وہ اچھے سے سمجھ رہا تھا۔ کہ وہاج بس ایسا اسے کھانا کھلانے کے لئے کہہ رہا ہے۔ اس لئے اس دفعہ بنا بحث کیے اس نے باہر کی جانب قدم بڑھا لیے۔

نعمان خان کی تابعداری پر تشکر سے مسکراتے ہوئے وہاج بھی دماغ میں ایک مہینے پہلے ہوئے تمام حالات کو مسلسل سوچتے ہوئے اسکی تقلید میں بڑھ گیا۔۔۔

کبیر اور فارس زخمی حالت میں ایک مہینہ پہلے فاتح اور شہرام کو لیے ہاسپٹل پہنچے تو کچھ دیر بعد ہاسپٹل میں کہرام برپا ہو چکا تھا۔۔

کبیر نے کال کرتے ہوئے جب سلطان کو ساری صورتحال کے بارے میں بتایا تو اس وقت وہ سب نعمان خان کی طرف بیٹھے تھے۔ یہ خبر ان سب کے لئے کافی بڑا جھٹکا اور غیر یقینی ثابت ہوئی تھی۔ اس لئے انکی ماؤں کے علم میں لائے بنا ان کو افراتفری میں بلیک مینشن واپس چھوڑ کر، وہ سب خود ہاسپٹل کی طرف روانہ ہو گئے۔ جہاں شہرام اور فاتح ایڈمٹ تھے۔

وہ لوگ ہاسپٹل پہنچے، تب تک شہرام اور فاتح کا ٹریٹمنٹ شروع ہو چکا تھا۔ سلطان احمد خان نے سرد نگاہوں سے کبیر اور فارس کو دیکھا تھا۔ جو چہرہ جھکائے نظریں چرانے کی کوشش میں تھے۔۔

اپنے بڑوں کی نظروں میں دیکھنے کی انکی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔

دیکھتے بھی تو کس ہمت سے۔۔۔؟

کیا کہتے ؟اور کس منہ سے کہتے ؟کہ وہ اپنے چھوٹے بھائیوں کی حفاظت نہیں کر پائے۔۔؟اپنے بڑوں کے سامنے اس غیر ذمہ داری اور نقصان کو برداشت کرنے کی انکی ہمت نہیں ہو پا رہی تھی۔

فاتح کے سر پر لگنے والی چوٹ کافی گہری تھی۔ جبکہ شہرام تو صرف فاتح کی وجہ سے کمزور پڑتے زخمی ہوتا چلا گیا تھا۔۔

شہرام اور فاتح کی اتنی زخمی حالت وہ کسی صورت بھی قبول کرنے کو راضی نہیں تھے۔اپنے بچوں کی ایسی حالت دیکھ کر جہاں

سینے میں انکے دل تکلیف سے پھٹ رہے تھے۔ وہیں دوسری طرف انکی ماؤں کی تکلیف کا سوچ سوچ کر وہ بے بسی کا شکار ہونے لگے۔

لیکن اس ساری صورتحال میں ان لوگوں کو اس بات کا وہم و گمان بھی نہیں تھا۔ کہ اصل میں ابھی تھوڑی دیر بعد وہ کس نقصان سے دوچار ہونے والے ہیں۔۔۔

شہرام اور فاتح کے زخمی ہونے کا سن کر نعمان خان بھی انکے ساتھ ہاسپیٹل آچکا تھا۔ جبکہ فلیٹ میں علینہ اور محبت اکیلے تھے۔۔ کیونکہ ارسل کو وہ بلیک مینشن بھیجوا دیا گیا تھا۔ محبت کے پیدا ہونے کی خوشی میں نعمان خان کل صبح میر پور جانے والا تھا۔ تو ارسل کی پڑھائی کے حرج کو سوچتے ہوئے نعمان خان نے

اسے علیزے کے ساتھ بلیک مینشن بھجوا دیا۔تا کہ جتنے دنوں تک وہ واپس لوٹے تب تک ارسل خان بلیک مینشن سے ہی سکول جائے۔۔۔

لیکن اسکی غیر موجودگی میں نعمان خان کے فلیٹ پر حملہ ہو چکا تھا۔چونک علینہ فلیٹ میں محبت کے ساتھ اکیلی تھی۔تو دشمنوں کو وار کرنے کا کافی اچھا موقع مل گیا تھا۔

یہ حملہ اتنا غیر متوقع تھا۔کہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

کہ جس بیٹی کے پیدا ہونے پر نعمان خان خوشی سے ہنستے ہوئے نہیں تھک رہا تھا۔واپسی پر وہی بیٹی اسے زخمی حالت میں ملے گی۔۔۔گولیوں کی بوچھاڑ میں علینہ خانم کو اگر دل کے پاس گولی لگی تھی،تو محفوظ محبتِ نعمان بھی نہیں رہی

تھی۔۔علینہ نے اپنی معصوم بیٹی کو بچانے کی بہت کوشش کی تھی۔ لیکن اس کے باوجود محبت کے پیٹ میں گولی لگ چکی تھی۔

نعمان خان جب واپس آیا تو اپنے فلیٹ کی حالت دیکھتے ہوئے اس مضبوط مرد کا دل ایک دفعہ دھڑکنے سے انکار کرنے لگا۔ڈولتے قدموں کے ساتھ وہ بھاگنے والے انداز میں بامشکل کمرے تک پہنچا۔ تو کمرے کے بیچوں وبیچ علینہ اور محبت کو خون میں لت پت پڑا دیکھ کر اگلے ہی پل پورا فلیٹ نعمان خان کی روح فرسا پکار پر لرز گیا۔۔

وہ اذیت سے روتے ہوئے ان ماں بیٹی کو پکار رہا تھا۔ لیکن وہ زندگی سے دور جاتی نظر آرہیں تھیں۔۔۔

اس رات جیسے تیسے نعمان خان نے بر وقت خود کو سنبھالتے ہوئے اپنی جینے کی دونوں وجوہات کو ہاسپیٹل پہنچالیا تھا۔ جبکہ اسکا دل اندر ہی اندر یہ سوچ کر لرزتا رہا تھا۔ کہ اگر اسکا بیٹا بھی اس وقت فلیٹ میں موجود ہوتا، تو شاید آج نعمان خان مکمل طور پر جیتے جی مر چکا ہوتا۔۔۔

ایک طرف فاتح اور شہرام کی حالت تھی۔ تو دوسری طرف علینہ اور محبت موت کے منہ میں جا پہنچے تھے۔ کوئی بھی نہیں جانتا تھا۔ کہ حملہ آور کون تھے، اور کس نیت سے آئے تھے۔ وہ ایک شام اور رات ان سب کے لیے قیامت برپا کر چکی تھی۔

خوش قسمتی سے علینہ اور محبت کے وجود میں سانسوں کی روانی تو باقی رہ گئی تھی۔ لیکن اس حملے کا ڈر و خوف علینہ کے ذہن پر اتنا حاوی ہوا، کہ وہ کومہ میں

چلی گئی۔۔بیٹی کو گولی لگتے دیکھنے کا منظر اسکے دماغ کو ہر طرح سے جکڑ چکا تھا۔۔اس سب میں محبت کے زندہ رہنے کی امید کم سے کم ہوتی جا رہی تھی۔

کیونکہ وہ پہلے ہی کمزور حالت میں پیدا ہوئی تھی۔اور اب پیٹ میں لگی گولی کا زہر اسے موت کے منہ میں لے گیا تھا۔پر نعمان خان کسی صورت بھی اپنی رحمت کو ہاتھوں سے جانے نہیں دے سکتا تھا۔اس لئے ہر گزرتے سکینڈ پر اسکی دعاؤں کا زور بڑھ رہا تھا۔۔۔

علینہ اور محبت کو جس ہاسپٹل میں ایڈمیٹ کی گیا تھا۔انکے علاج کے دو دن بعد ان پر پھر حملہ کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔شاید دشمن اس بار بلیک گینگ کا شدید نقصان کرنے کی کوشش میں تھا۔اس لئے وہ ہر ممکن کوشش کرتے

ہوئے علینہ اور محبت کو مارنا چاہ رہے تھے۔ لیکن جس رات ہاسپٹل میں علینہ اور محبت پر حملہ ہوا تھا۔ تب عین وقت پر میرال نے انکے حملے کو ناکام بنادیا تھا۔۔اس دوران میرال کو بازو پر گولی لگی تھی۔

اس ساری صورتحال کو دیکھتے ہوئے سلطان اور ضرار نے فیصلہ کرتے، جلد از جلد انتظامات کرتے ہوئے کسی کے بھی علم میں لائے بنا نعمان خان کو لندن بھیج دیا۔ تاکہ وہاں علینہ اور محبت کا علاج بنا کسی خطرے کے ہو پائے۔

لیکن یہاں پر آنے کے بعد بھی انکی حالت میں کوئی سدھار نہیں آیا تھا۔

جبکہ اسلام آباد کے شہر میں بھی ایک ہنگامہ برپا ہوا پڑا تھا۔ حیدر ابراہیم کو شدید زخمی حالت میں سڑک سے ریسکیو کیا گیا تھا۔ اور صرف حیدر کو ہی نہیں، بلکہ اسکے لائے گئے تمام دوستوں کو بھی۔۔

جن کو فارس ہمدانی نے انتہائی بے رحمی کے ساتھ ہاکی کی مدد سے پیٹا تھا۔ تو حیدر کا برا حشر کبیر خان کے ہاتھوں سے ہوا تھا۔۔

حیدر ابراہیم کو جس قدر بے رحمی سے کبیر خان نے پیٹا تھا۔ وہ ہاسپیٹل کے ایمر جنسی کے کمرے میں کومہ میں جا چکا تھا۔۔اس سارے ہنگامے کو لے کر پورے شہر کے میڈیا میں ایک الگ طرح کا ہی شور چل رہا تھا۔۔

بلیک گینگ حیدر اور اسکے ساتھیوں کی اتنی زخمی حالت جان کر تعجب کا شکار ہوئے تھے۔۔ مطلب کبیر خان اور فارس ہمدانی کی اس قدر سفاکی وہ ہضم نہیں کر پا رہے تھے۔

ایک طرف میڈیا کا شور تھا۔ تو دوسری طرف حیدر کے گھر والے تھے۔۔ جو سلطان احمد خان اور عیس ہمدانی کے بیٹوں پر کیس کرنا چاہ رہے تھے۔ کیونکہ جس قدر سفاکی سے مارا گیا تھا۔

یہ سفاکی جان لینے کے بالکل برابر تھی۔

وہ سب جو یہ سوچے بیٹھے تھے۔ کہ کبیر اور فارس کے انٹر کے بعد وہ انکو باہر پڑھنے کے لیے بھیج دیں گئے۔ پر ان سب صورتحال میں انہوں نے حکمت عملی سے کام لیتے، تیزی سے سارے انتظامات مکمل کرتے ہوئے کبیر اور فارس سمیت باقی لڑکوں کو بھی منظر عام سے غائب کر دیا تھا۔ کیونکہ کبھی کبھی منظر عام سے ہٹ جانا ہی وقت کی ضرورت اور سمجھداری ہوتی ہے۔

سب کو یہ ہی کہا گیا تھا، کہ وہ جرمنی جا چکے ہیں، لیکن حقیقت میں کوئی بھی نہیں جانتا تھا کہ جرمنی اصل میں اٹلی ہے۔۔

فارس موبائل پکڑے بار بار ناز کے نمبر پر کال کر رہا تھا۔اٹلی میں آہستہ آہستہ اترنے والی پہلی سرد رات فارس کے دل پر بری طرح اثرانداز ہو رہی تھی۔

رات کے دس بجے تک وہ سب یوٹیوب سے کھانے بنانے کی تراکیب دیکھ دیکھ کر کھانا بنا پائے تھے۔ان سب کی کڑی محنت کے بعد بننے والا کھانا کچن میں ویسے کا ویسے ہی پڑا ہوا تھا۔

کیونکہ اپنے پکائے ہوئے کھانے کی پہلی پہلی بائٹ کھانے کے بعد وہ سب باری باری شرافت سے اٹھ کر، فریج کی طرف جا چکے تھے۔ معصوم بچوں کی

طرح خاموشی کے ساتھ فریج سے بریڈ نکال کر اوپر جیم اور بٹر لگا کر، وہ ایسے کھانے لگے تھے۔ جیسے پتہ نہیں، کتنے عرصے سے سب بھوکے ہوں۔۔

یہ وہی اگلی نسل تھی۔ جو پاکستان میں اپنی ماؤں کو روز نئے سے نئے کھانے کی فرمائش کر کے چیزیں بنواتی تھی۔ اور اب یہی فسادی نسل بریڈ، جیم کھا کر اٹلی میں سکون سے بیچارگی اوڑھے سو رہی تھی۔۔۔

کبیر بیڈ پر الٹا لیٹا سو رہا تھا۔ جبکہ دوسری طرف فارس اپنے کمرے میں بے چینی سے چکر لگاتے ہوئے گل ناز کو کال کرنے کی کوشش میں تھا۔ جو بیل ہونے کے بعد بار بار کال کاٹ رہی تھی۔ مطلب وہ اس وقت جاگ رہی تھی۔

ناز! پلیز کال اٹھاؤ، مجھے تمہاری آواز سنی ہے..! فارس نے لب بھینچتے ہوئے اسے میسیج کیا، جو اگلے ہی پل سین کر لیا گیا۔

ناز کو اپنا میسیج سین کرتے دیکھ کر فارس ہمدانی کا دل زور سے دھڑکا تھا۔ لیکن جب پانچ منٹ گزرنے کے بعد بھی اسے جواب موصول نہ ہوا، تو وہ مزید بے چینی و تڑپ کا شکار ہوتا چلا گیا۔۔۔

فارس نے ایک بار پھر اسے کال ملانا شروع کی تو اس بار کال کٹ ہونے کے بعد اسکا نمبر ہی بلاک لسٹ میں شفٹ کر دیا گیا۔۔

فارس نے نا سمجھی سے موبائل کی سکرین پر دیکھا، جہاں ناز کی پروفائل اب شو نہیں ہو رہی تھی۔۔

دھڑکتے دل کے ساتھ اس نے پھر کال کی۔ تو اپنا نمبر بلاک ہوتے دیکھ کر وہ بے یقینی میں مبتلا ہونے لگا۔۔۔ شہد رنگ آنکھوں میں بے یقینی اترتی چلی گئی تھی۔۔

اسکی ناز کبھی بھی اسکا نمبر بلاک نہیں کر سکتی تھی۔ فارس ہمدانی کا دل یہ بات ماننے سے بالکل انکاری تھا۔ اپنی غلط فہمی سمجھتے

ہوئے فارس نے دوبارہ نمبر ملانا چاہا، تو وہی رسپانس۔۔۔

نمبر بلاک ہونے کی حقیقت قبول کرتے ہوئے وہ اگلے ہی پل پوری قوت سے چلا اٹھا۔۔۔ پورے اپارٹمنٹ میں اسکی دردناک دھاڑ گونجی، تو اپنے اپنے کمروں میں سوئے وہ وہ سب ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے۔۔۔ کبیر خان نے بھی ہڑبڑا کر آنکھیں کھولیں تھیں۔۔

فاری کیا ہوا۔۔؟ فارس کو شکستہ حالت میں زمین پر بیٹھے دیکھ کر کبیر تڑپتے ہوئے جلدی سے اسکی طرف بڑھا۔۔۔

خان۔۔!! نازنے میرا نمبر بلاک کر دیا۔۔۔؟ٹوٹے پھوٹے لہجے میں بولتے ہوئے فارس نے کبیر کی طرف دیکھا تو کبیر خان نے اسکی تکلیف کی وجہ جان کر اگلے ہی پل بے بسی سے لب بھینچ لیے۔۔۔

بھائی کیا ہوا۔۔۔؟ وہ سب پریشان ہوتے ایک ساتھ کمرے میں داخل ہوئے تھے۔ جبکہ فارس کے الفاظ وہ بھی سن چکے تھے۔۔

کچھ نہیں ہوا، تم لوگ جا کر سکون سے سو جاؤ۔۔! سب کو پریشان ہوتے دیکھ کر کبیر نے نرم لہجے میں بولتے ہوئے انکو جانے کا کہا تو وہ اسکے حکم پر سر ہلاتے ہوئے دروازہ بند کر کے مڑ گئے۔۔۔

یہ ہمارے بھائیوں کا عشق کسی رات ہماری روح پرواز کر دے گا۔۔!

دروازے بند ہوتے ہی باسم نے منہ بسور کر کہنا چاہا۔۔ کیونکہ نیند میں اچانک فارس کی دھاڑ سن کر سچ میں انکا دل رکنے والا ہو چکا تھا۔۔۔

آں۔ں۔ں میرا معصوم بچہ ڈر گیا کیا۔۔؟ آجا تجھے اب سینے سے لگا کر سلاتا ہوں۔۔! باسم کے منہ بسورنے پر غازی نے پیار سے پچکارتے ہوئے اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔۔

ممی۔۔۔! غازی کے پچکارنے پر سچ میں بچہ بنتے ہوئے باسم نے تیزی سے اسکے سینے میں منہ چھپالیا۔ تو وہ سب اسکی ایکٹنگ پر ہنستے ہوئے تاسف سے سر ہلا گئے۔ غازی بالکل کسی ماں کی طرح باسم کو سینے سے لگائے اپنے کمرے میں غائب ہوا تو باری باری وہ سب بھی کمرے میں بند ہوتے چلے گئے۔۔۔

غصے سے رات کے اس وقت فارس کھڑکی میں کھڑا اس بار اپنے باپ کا نمبر ملا رہا تھا۔ جبکہ کبیر خان بیڈ پر بیٹھ کر اب اسکا غصہ دیکھ رہا تھا۔ جو کم ہونے کی بجائے بڑھ چکا تھا۔

وہ جانتا تھا کہ اب جب تک فارس یہ غصہ اپنے باپ پر نہیں نکال لیتا، تب تک وہ سکون سے نہیں بیٹھنے والا۔۔اس لئے اسے روکے بنا کبیر لیٹ کر اسکو دیکھنے لگا۔

ہیلو۔۔۔! موبائل سے عیس کی نیند کے باعث بھاری آواز ابھری تو اگلے کی پل فارس کا وجود غصے کی شدت سے جھنجھنا اٹھا۔۔ یہاں انکی نیندیں حرام کر کے انکے گھر والے کتنے آرام و سکون سے پاکستان میں سو رہے تھے۔۔۔

ڈیڈ میری ناز سے بات کروائیں۔۔! فارس نے غصے سے بولتے ہوئے عیس کو مخاطب کیا۔۔تو دوسری طرف عیس نے کان سے موبائل دور کرتے ہوئے سمجھنا چاہا۔۔۔فارس کی آواز اسے نیند سے باہر لے آئی تھی۔

تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے کیا۔۔؟جو آدھی رات کو پھر تم نے ناز نامہ شروع کر لیا ہے۔۔! عیس نے موبائل میں سے اپنی اولاد کو گھوریوں سے نوازنا چاہا تھا۔۔۔اسکو نیند سے جگا کر وہ اپنی منکوحہ کا دکھڑا سنا رہا تھا۔۔۔

ڈیڈ مجھے ناز سے ابھی بات کرنی ہے،اس نے میرا نمبر بلاک کر دیا ہے۔۔۔! فارس نے چلاتے ہوئے ضدی لہجے میں بولنے کے ساتھ ساتھ بتایا تو عیس جو اسے سخت سنانے والا تھا۔کہ بے اختیار رکتے ہوئے اس نے اپنے سپوت کا نمبر بلاک ہونے والا دکھ سن کر ہونٹ کا کونا دبا لیا۔

مطلب آدھی رات کو لڑکی کے نمبر بلاک کرنے کا دکھ سینے میں اٹھ رہا ہے۔۔۔! بیٹے کی غراہٹ سنتے ہوئے عیس ہمدانی نے مزے سے سوچا۔۔

اچھا ہوا ہے، جو میری بہو نے تم جیسے نکمے کو بلاک کر دیا ہے! بلکہ میں صبح ہی اسے کہتا ہوں، کہ تمہیں ہر جگہ سے مزید بلاک کر دے۔۔۔! عیس نے مزے لیتے ہوئے پاس بیٹھی مشعل کو آنکھ ونک کی۔ عیس کی آواز پر وہ بھی نیند سے جاگ چکی تھی۔ بیٹے کی حالت پر اپنے شوہر کو مزے لیتے ہوئے دیکھ کر مشعل نے تاسف سے اسکو دیکھنا چاہا۔۔

ڈیڈ میرا صبر مت آزمائیں۔۔۔! ورنہ میں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر پاکستان واپس آجاؤں گا۔۔۔! فارس ضبط سے بولتے ہوئے اپنے ٹیڑھے باپ کو دھمکاتے بولا۔

ٹھیک ہے،، ! تم پاکستان آنے والی جرآت کرو ! دیکھنا پھر میں کیسے تمہاری ٹانگیں توڑ کر تمہیں ہاتھوں پیروں سے محروم کرتا ہوں۔۔ ! اور مجھے نہیں لگتا، کہ کسی معذور انسان سے گل ناز کبھی شادی کرے گی۔۔ اس لئے میں وجی کو ابھی کہتا ہوں ! کہ اپنی بیٹی کے لئے نیا داماد ڈھونڈنا شروع کر دے۔۔ ! کیونکہ پرانے والا شہید ہونے کی تیاری کیے بیٹھا ہے۔۔۔ !

فارس کی دھمکی کا اثر لیے بنا عیس نے پاس بیٹھی مشعل کی کلائی کو جکڑ کر جھٹکا دیتے خود پر گرایا، تو وہ اسے گھور کر رہ گئی۔

جو اسکے بیٹے کو معذور کرنے کا کہہ رہا تھا۔۔

آئی ہیٹ یو ڈیڈ۔۔۔! موبائل میں سے فارس کی غصیلی آواز ابھری تو مشعل بے چین ہوتی چلی گئی۔اس نے آگے بڑھ کر عیس سے موبائل لینا چاہا، تو عیس نے گھورتے ہوئے موبائل اسکی پہنچ سے دور کر دیا۔ جبکہ اسکی کمر میں بازو لپیٹتے ہوئے وہ اسے اپنے اوپر لٹا چکا تھا۔۔

کیا کر رہے ہیں! میرے بیٹے سے میری بات تو کروائیں۔۔۔! عیس کے سینے سے سر اٹھاتے ہوئے مشعل نے گھورتے ہوئے موبائل لینا چاہا۔۔

تم جیسی دو نکمی اولادیں پیدا کر کے مجھے خود بھی کوئی خاص فخر محسوس نہیں ہوتا۔۔! اس لئے سوچ رہا ہوں، کہ تم دونوں کباب کی ہڈیاں تو دفع ہو ہی چکی ہو، تو کیوں نہ اب اپنی بیٹی پیدا کر ہی لوں۔۔۔ !

مشعل کی کلائیوں کو ایک ہاتھ میں قید کرتے ہوئے عیس نے اسکی تھوڑی پر دانت گاڑتے ہوئے بیٹے کو جواب دیا۔۔۔

اسکے "آئی ہیٹ یو ڈیڈ" کہنے پر عیس نے خود اپنے اوپر اظہار افسوس کرنا چاہا تھا۔۔۔ مطلب شہرام اور فارس کو پیدا کر کے وہ بھی خود سے کچھ خاص راضی نہیں تھا۔اس لئے اپنے بیٹے کے "آئی ہیٹ یو ڈیڈ" میں حصہ ڈال رہا تھا۔

آپکی قسمت میں اتنی نیکی کا کام نہیں لکھا گیا،اس لئے بھڑکیں مارنا چھوڑ دیں ڈیڈ۔۔۔! اپنی معصوم ماں کی آواز سنتے ہی فارس کا موڈ کچھ بہتر ہوا تو وہ باپ کو سناتا چلا گیا۔۔۔ وہ دونوں بھائی ہمیشہ اپنے باپ کو ایک عدد بہن پیدا نہ کرنے پر جلی کٹی سناتے رہتے تھے۔ جس پر عیس اپنی منہ پھٹ اولاد کو صرف کوستے رہ جاتا تھا۔۔۔۔

تم لوگوں جیسے عذاب جس نے پیدا کیے ہوں، تو پھر نیکی کی توفیق بھی چھین لی جاتی ہے۔۔۔! بیٹے کے الفاظ پر عیس کو ایک دم سے غصہ آیا تو وہ بھی اسی کے انداز میں جواب دیتے بولا۔۔

جو بھی بولیں، پر سچائی بدل تو نہیں جائے گی، آپ صرف ناکارہ ڈیڈ ہیں۔۔۔! ناک چڑھاتے ہوئے فارس نے ہمیشہ والے الفاظ دہرائے۔۔۔ باپ سے بحث سے جیتنے کی کوشش میں اسکا دماغ گل ناز سے مکمل طور پر ہٹ چکا تھا۔

منہ پھٹ اولاد۔۔! دیکھنا میں صبح ہوتے ہی کیسے ناز کو تیرے خلاف پٹیاں پڑھاتا ہوں! پھر میں بھی دیکھتا ہوں۔ کہ اصل میں کون ناکارہ ہے۔۔۔! عیس نے تلملاتے ہوئے مشعل کی گردن پر اب دانت گاڑ دیے تھے۔۔

بیٹوں کی جوابی کارروائی کا غصہ وہ ہمیشہ کی طرح مشعل پر نکالنا چاہا رہا تھا۔ جو اسکی گرفت میں مچل رہی تھی۔۔۔

آپ سب نے جتنا کرنا تھا، کر چکے ہیں ! لیکن اب ہماری باری ہے۔۔۔!

فارس ہمدانی اور کبیر خان کی طرف سے یہ لاسٹ کال سمجھیے گا۔۔! کیونکہ آج کے بعد آپ لوگ ہماری آواز سننے کو ترس جائیں گئے۔۔ "

ناز کے نمبر بلاک والی حرکت پر فارس نے زخمی لہجے میں بولتے ہوئے سنگین الفاظ ادا کیے تھے۔۔

جن کو سن کر دوسری طرف مشعل اور عیس ایک لمحے کے لیے ٹھٹک گئے۔ جبکہ ٹھٹک تو بیڈ پر لیٹا کبیر بھی گیا تھا۔۔

ٹھیک ہے ! اگر اتنی ہی اونچی ناک والے ہو تو اب ستائیس سال کا ہونے کے بعد ہی باپ کو اپنی شکل اور آواز سنانا۔۔ ! کسی گہرے خیال کے تحت عیس نے بدلے میں سکون سے جواب دیتے ٹھک کر کے فون بند کر دیا تھا۔۔۔

بچ بچا کر نکل یہاں سے۔۔۔ ! چپکے سے اپارٹمنٹ سے نکلتے ہوئے اپنے آگے چلتے ہوئے سے کہا گیا۔۔۔

آدھی رات کے بیچ میں وہ دونوں چوری چھپے اپارٹمنٹ سے نکل رہے تھے۔ اور انکے یوں نکلنے کا مقصد صرف ایک تھا، اور وہ تھا۔ "نائٹ کلب جانا"

ان دو نمونوں کو کلبنگ کا جنون کیسے اور کہاں سے شروع ہوا تھا۔ اس بارے میں تو وہ دونوں خود بھی نہیں جانتے تھے۔ شاید یہ چھپ چھپ کر غیر ملکی

فلمیں دیکھنے کا نتیجہ تھا۔ کبیر اور فارس کے علاؤہ باقی سب کو ہی پتہ تھا۔ کہ وہ دونوں ہر ہفتے کی رات کو چھپ کر کلب جاتے ہیں۔

آج چونکہ ہفتے کی رات تھی۔ اس لئے وہ لوگ چکما دے کر وہاں سے نکل آئے۔۔

اٹلی کے اس کلب میں رات کے وقت ہر طرف اگر رنگینیاں بکھری ہوئیں تھیں۔ تو دوسری طرف ایک بڑی تعداد میں کم عمر کی نوجوان نسل بھی یہاں پر موجود تھی۔

کلب کی ڈارک روشنی میں لڑکیاں شارٹ ڈریسز میں مگن ہو کر ڈانس کر رہیں تھیں۔ انکے ایسے حلیے کی وجہ سے لڑکے ان پر حوس بھری نظریں جمائے انکو دیکھ رہے تھے۔

پر اس سارے ماحول میں یہاں پر اگر کسی دو افراد کی موجودگی غیر یقینی تھی۔ تو وہ بیس سالہ "فاتح سلطان" اور "شہرام علی" تھے۔

کلب کے سارے ماحول پر نظریں دہرا کر وہ

دونوں اپنے اپنے فیورٹ پوائنٹ کی طرف چلے گئے۔۔ فاتح کا فیورٹ پوائنٹ تھا سٹیج کی جانب جانا اور شہرام کا بار کی طرف۔۔۔

بار کے نزدیک آتے ہی شہرام دھڑام سے پرپل کلر کے کاؤچ پر گر گیا۔۔

بار کے نزدیک کا سارا ایریا پرپل کلر کی روشنیوں سے رنگا ہوا تھا۔

گرے شرٹ کے ساتھ بلیک جینز پہنے وہ دونوں آوارہ لگ رہے تھے۔ کیونکہ شرٹ کا ایک حصہ جینز کے اندر تو دوسرا جینز کے باہر لٹک رہا تھا۔ جبکہ شرٹ کے سلیوز کہنیوں تک فولڈ کیے ہوئے تھے۔

ابھرتی جوانی کے میں وہ دونوں اپنی اپنی شخصیت میں بے حد دلکش وجود تھے۔ اپنی اسی منفرد شخصیت کی وجہ سے ہر ہفتے کی رات کو انکا یہاں پر آنا انکو مشہور کر گیا تھا۔ اس لئے وہ جب بھی ہفتے کی رات یہاں پر قدم رکھتے تھے تو ہر طرف سے "ہاٹ بوائز" کے نام سے ہوٹنگ ہونا شروع ہو جاتی تھی۔

پچھلے دو سالوں سے وہ یہاں پر آرہے تھے۔ لیکن اپنی حدود نہیں بولے تھے۔ یہاں پر آکر نہ تو وہ ڈرنک کرتے تھے اور نہ ہی اس ملتا جلتا کچھ اور۔۔۔ لیکن اپنے شوق کو پورا کرنے کے لئے وہ نشے میں دھت ہونے کی ایکٹنگ ضرور کرتے تھے۔ فاتح اپنے شوق کے لئے سٹیج پر چڑھ کر ڈانس کر شروع کر دیتا تھا۔ تو شہرام بار کے پاس بیٹھ کر لڑکیوں کے ساتھ فلرٹ کرنے کی کوشش کرنے لگتا تھا۔

شہرام ہمیشہ کی طرح اپنی جگہ پر آکر بیٹھا ہوا تھا۔ جب لڑکیوں کا ایک گروپ اسکی طرف چلا آیا۔

لڑکیوں کو اپنی جانب آتا دیکھ کر وہ منہ میں الائچی ڈالتے ہوئے دلکشی سے مسکرا دیا۔ ہیزل براؤن آنکھوں میں اس وقت خاصی مستی چھائی ہوئی نظر آ رہی تھی۔۔

لڑکیاں اسکے قریب آئیں، تو ایک لڑکی کی کلائی جکڑ کر شہرام نشے میں دھت ہونے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے لڑکی کو ابھی گود میں بٹھانے ہی والا تھا۔

جب میوزک زدہ ماحول میں اسکی جینز کی جیب میں پڑا موبائل، اچانک وائبریٹ ہونا شروع ہو گیا۔۔

شہرام نے لڑکی کو ہاتھ سے رکنے کا اشارہ کرتے ہوئے چونک کر موبائل نکال کر دیکھنا چاہا تو موبائل سکرین پر "ناکارہ ڈیڈ" کالنگ دیکھ کر اسکے صحیح معنوں میں ہوش اڑ گئے۔

یہ اس وقت مجھے کیوں فون کر رہے ہیں، پہلے تو کبھی میری یاد نہ آئی اس وقت۔۔۔ "

دانتوں تلے زور سے الائچی کو کاٹتے ہوئے وہ سوچ گیا۔۔۔رات کے اس وقت اپنے باپ کی کال دیکھ کر اسکا دل ڈول رہا تھا۔۔

لڑکیوں کے جھرمٹ سے اٹھ کر خود پر قابو پاتے ہوئے اس نے قدرے سکون والے کونے میں کھڑے ہو کر یس کرنے کے بعد فون کان سے لگایا تو اسی پل عیس کی چنگھاڑتی آواز اسے سنائی دی۔

گندی منحوس اولاد تم اس وقت کہاں پر ہو؟ موبائل میں عیس دانت پیستے ہوئے بول گیا۔۔۔

وعلیکم السلام ڈیڈ! میں نے کہاں ہونا ہے، ڈیڈ، یہیں پر تو ہوں !

عیس کی غیبی سلام کا خود سے ہی جواب دیتے ہوئے شہرام ہنسنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے جواب میں بولا۔۔ جبکہ بات کرتے ہوئے وہ یہ بھول چکا تھا۔ کہ اس وقت کیا ٹائم چل رہا ہے۔

اچھا! اگر تم یہیں پر موجود ہو۔۔! تو پیچھے سے شور کس چیز کا سنائی دے رہا ہے؟ عیس نے تفتیشی انداز میں دوبار پوچھنا چاہا۔۔۔

اچھا یہ شور! ڈیڈ ہمارے کلاس فیلو کی دادی کی دادی کی آج برسی ہے نا، بس اس لئے وہ دکھ سے گیت گا رہے ہیں۔۔ "

شہرام نے ماتھے سے پسینہ صاف کرتے پورا زور لگاتے ہوئے اپنے کرنل باپ کو چکما دینے کی کوشش کی۔

اچھا! انگریز اب برسی پر گیت بھی گانے لگے ہیں، بہت ترقی ہو گئی ہے بھئی! ہمارے ادھر تو بڈھی عورتیں تھوڑا سا سینہ پیٹ کر بریانی کے انتظار میں بیٹھ جاتیں ہیں! عیس مصنوعی حیران ہوتے کہنے لگا۔

ویسے یہ جو تمہارے انگریز دوست کی "دادی کی دادی" برسی منائی جا رہی ہے، کیا مرنے والی دادی ناگن خاندان سے تھی؟ کیونکہ ہمارے یہاں پر تو ایک نسل کی دادی بامشکل جوان ہونے تک زندہ رہتی ہے۔ یہ تمہارے دوست کے خاندان نے پچھلی نسل کی دادیوں کو کیا شیشے میں زندہ رکھا ہوا ہے۔ جو وہ اب آکر فرصت سے وفات پا رہیں ہیں "..

عیس نے طنزیہ انداز میں نامعلوم دادیوں کے بارے میں انفارمیشن حاصل کرنے کی کوشش کی، جبکہ لہجے میں حیرت واضح ظاہر کرنے کی کوشش گئی تھی۔۔۔

جی ڈیڈ وہی تو میں خود بہت حیران ہو رہا ہوں! شہرام نے باپ کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے پھر مختصر سا جواب دیا۔۔ کیونکہ بڑبڑاہٹ میں وہ یہ بھی بھول چکا تھا۔ کہ اسکا باپ کس بارے میں طنز بازی کر رہا ہے۔۔۔

شہرام ہمدانی باپ کو الو بنانے سے پہلے یہ سوچ لو، کہ مقابل کون ہے! تھوڑی دیر پہلے تم جس موٹی عورت کو اپنی اس ننھی سی گود میں بٹھانے والے تھے نا۔۔! میں وہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں!

اس لئے اگر تم چاہتے ہو کہ کل صبح تمہاری یہ گندی ٹانگیں تمہیں ٹوٹی ہوئی نہ ملیں! تو سٹیج پر جو تمہارا بھائی ناگن ڈانس کرنے کی کوشش کر رہا ہے، اسے وہاں سے اتارو۔۔! اور دو منٹ میں تم دونوں مجھے اس جگہ سے باہر دیکھائی دینے چاہیئے ہو۔۔ !

عیس نے سخت لہجے میں اسکا بھانڈہ پھوڑتے ہوئے ساتھ حکم سنایا تو شہرام کے چودہ طبق روشن ہوتے چلے گئے۔

وہ بے اختیار مڑ کر سٹیج پر ناچتے ہوئے فاتح کو دیکھے گیا۔ جو واقعی میں لڑکیوں کے گروپ میں کھڑے ہو کر ڈھمکے لگا رہا تھا۔

ڈیڈ۔!! آپ نے کیا ہم پر نظر رکھوائی ہوئی ہے۔۔؟؟ شہرام نے صدمے سے دوچار ہوتے پوچھا۔۔۔

مجھ سے سوال جواب کرنے کی بجائے جو کہا ہے وہ کرو۔۔! ورنہ پورے ایک مہینے کی پاکٹ منی بند سمجھو۔۔! پھر کرتے رہنا اپنے بھائی کی طرح خود کمائی۔۔۔ "

عیس نے سخت لہجے میں سناتے ہوئے اسے وارننگ دی۔۔ جس کو سن کر شہرام نے رونے والا منہ بنالیا تھا۔

ڈیڈ۔۔! یہ غلط بات ہے یار!! اب ہم بڑے ہو گئے ہیں! اب تو ہم اٹھارہ پلس بھی ہو گئے ہیں۔۔!! شہرام نے احتجاج کرتے ہوئے اپنی عمر کا بتانا ضروری سمجھا۔۔ بتانے کا مقصد تھا، کہ اب ان پر نظر نہ رکھوائی جائے۔۔

منحوس اولاد!! تم لوگ ابھی اتنے جوان نہیں ہوئے، کہ ان جیسی موٹی عورتوں کو اپنی اس ننھی سی گود میں بٹھا سکو۔۔۔! اور خبردار اگر تم لوگوں نے

یا کسی غیر محرم نے تم لوگوں کو ٹچ کیا تو یاد رکھنا!! وہ دن تم لوگوں کا اس دنیا میں آخری دن ہو گا۔۔۔!

عیس نے دانت پیستے ہوئے اسکی اٹھارہ پلس عمر کا مچو مر بناتے ہوئے جواب دیا۔۔۔

ڈیڈ یار ہم لڑکیاں نہیں ہیں۔۔۔! شہرام نے ضبط کرتے ہوئے اس بار اپنے باپ کو یاد کروایا کہ وہ انہیں نازک کنیا کماری نہ سمجھیں۔۔

تم لوگ جو بھی ہو! پر میں اپنی بہوؤں کی امانت میں تم لوگوں کو خیانت نہیں کرنے دوں گا۔۔۔! اس لئے بنا کسی دوشیزہ کو انگلی لگائے، اپنے اس دو نمبر بھائی کو سٹیج سے اتارو، اور فور آ گھر کی طرف دفع ہو۔۔! ورنہ مجھے مجبوراً تمہاری یہ کالی کرتوت کبیر اور فارس تک پہنچانی ہو گی۔۔ "

شہرام کو بحث پر اترتے دیکھ کر عیس نے اس بار دوسرا حربہ آزمایا۔ جبکہ شہرام جو ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فاتح کو اپنی طرف بلا رہا تھا۔

فاتح کے سٹیج سے اتر کے قریب آنے پر وہ اسکا ہاتھ پکڑے کلب سے باہر کی جانب بڑھ گیا۔۔

فاتح الجھن سے اسکی طرف دیکھنے لگا۔ کہ آخر وہ اسے باہر کیوں لے کر جا رہا ہے۔۔

بھائی کی دھمکی تو آپ مجھے ایسے دے رہے ہیں ڈیڈ، جیسے فاری بھائی اپکو منہ لگاتے ہوں نا۔۔۔!

کلب سے باہر نکل کر فاتح کے تاثرات دیکھتے ہوئے شہرام نے مذاق اڑانے والے انداز میں باپ کو یاد دلایا۔ دوسری طرف عیس ہمدانی سچ میں اس جواب کو سن کر سلگ اٹھا تھا۔۔۔

کیونکہ اپنے کہے کے مطابق حقیقت میں فارس ہمدانی اور کبیر خان نے لاسٹ کال کے بعد کبھی آج تک گھر والوں سے بات نہیں کی تھی۔ فارس نے تو لاسٹ کال پر کہتے ہوئے اپنا کہا سچ کر دیکھایا تھا۔ لیکن کبیر خان کو تو آخری کال کرنے کا بھی موقع نہیں ملا تھا۔ اتنے سال گزرنے کے بعد بھی وہ اپنے کہے پر قائم تھے۔ اسی لئے شہرام اپنے بھائی کے اتنے سال بات نہ

کرنے پر باپ کا مذاق اڑاتے ہوئے گویا ہوا تھا۔۔۔

وہ مجھ سے بات کرے یا نہ کرے، پر تمہاری خیر نہیں ہونے والی۔۔۔! فون میں سے بولتے

ہوئے عیس نے سلگتے ہوئے اسے ڈرانا چاہا۔۔۔ جبکہ ساتھ چلتے ہوئے فاتح کو اچھے سے سمجھ آگئی تھی۔ کہ آج رات انکا ٹولا کلب سے باہر لانے والا کون ہے۔۔

شہرام کے ہاتھ سے موبائل لیتے ہوئے فاتح جلدی سے بولنے لگا۔۔۔

کیا یار چھوٹے بابا۔۔۔! ابھی تو ہم نے ٹھیک سے انجوائے بھی نہیں کیا تھا، اور آپ نے ہم پر حملہ بھی کر دیا۔۔! فاتح منہ بناتے ہوئے خفگی سے کہنے لگا، اشارہ زبردستی کلب سے باہر لانے کی طرف تھا۔

شٹ آپ چھوٹے بابا کی جان کے عذاب!!! منہ بند کر کے سیدھا گھر کی طرف دفع ہو۔۔۔!! فاتح کے خفگی پر عیس نے اسے سناتے ہوئے ٹھک سے فون بند کر دیا۔ جس پر وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے منہ بناتے واپسی کی طرف چل نکلے۔۔۔

اوئے باسم کتنے پراٹھے کھائے گا۔۔؟ سوئے ہوئے باسم کا کندھا ہلاتے ہوئے ایشام نے پوچھنا چاہا۔۔۔

دو کھاؤں گا۔۔! نیند میں ہاتھ بلند کرتے ہوئے باسم نے دو انگلیاں دیکھا کر جواب دیا۔۔

سالے ایک نہیں کھا سکتا کیا تو۔۔۔! سوئے ہوئے باسم کو گھورتے ہوئے ایشام نے پرچی پر اسکے نام کے آگے دو لکھ دیا۔۔۔

غازی تو کتنے کھائے گا۔۔.؟ایشام گھوم کر غازی کی طرف آتے پوچھنے لگا۔۔۔

میرے ڈھائی کر لے۔۔۔! منہ سے تکیہ پرے ہٹاتے ہوئے غازی نے زرا آنکھیں واہ کرتے ہوئے ایشام کو ڈھونڈ کر بتایا۔ جبکہ بدلے میں ایشام صدیقی نے زہر بھری نظروں سے اسے دیکھنے لگا تھا۔

کمینوں تم لوگ انسان ہو کہ جن؟؟اتنے پراٹھے کون کھاتا ہے۔۔؟ایشام کو غصہ چڑھتا جا رہا تھا۔

آج چونکہ سنڈے تھا۔اس لئے سب ابھی تک سوئے ہوئے پڑے تھے۔دس بجے اٹھ کر ایشام نے ہمیشہ کی طرح اپنی ڈیوٹی سنبھال لی تھی۔ہر سنڈے وہ

دس بجے اٹھ کر پرچی اور پینسل اٹھا کر باری باری سب کے کمروں میں جا کر پوچھتا تھا۔ کہ کون کتنے پراٹھے کھائے گا۔ تاکہ وہ اس حساب سے آٹا گوندھ سکے۔۔

چونکہ یہ پراٹھے صرف سنڈے کو ہی بنتے تھے۔ تو اس لحاظ سے وہ سب اس دن پورے ہفتے کی کمی پوری کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ کیونکہ عام دنوں میں صبح صبح کی بھاگ دوڑ میں وہ ہلکا پھلکا ناشتہ کر کے اپارٹمنٹ سے نکل جاتے تھے۔۔

ایشام گھومتے گھماتے ہوئے اب فاتح اور شہرام کے کمرے میں داخل ہوا جہاں کمرے کا دروازہ کھولتے ہی وہ دونوں بیڈ پر آڑھے ترچھے الٹے سوئے پڑے نظر آئے۔۔۔

شہری پراٹھے کتنے لو گئے۔۔۔؟ایشام نے جھکتے ہوئے زوردار انداز میں بولتے ہوئے شہرام کے کان میں پوچھا تو شہرام بیچارہ بے اختیار ڈرتے ہوئے اٹھ بیٹھا۔۔سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے شہرام نے اپنے سامنے کھڑے ایشام کو کھڑے پایا تو وہ جی جان سے سلگ ہی اٹھا تھا۔۔۔

سر آپ ناشتے میں کتنے پراٹھے کھائے گئے۔۔۔؟پروفیشنل انداز سے میٹھی آواز میں بولتے ہوئے ایشام نے اپنے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے شہرام سے آڈر لینا چاہا۔۔۔مطلب اس سوئے ہوئے کے کان میں چلا کر وہ بالکل معصوم بن چکا تھا۔

سالے۔۔!!خبیث۔۔کمینے سنڈے ویٹر میں آج تیرا گیم بجا کر چھوڑں گا۔۔۔!

شہرام نے چیختے ہوئے بیڈ سے اتر کر ایشام پر جھپٹنا چاہا تو وہ بھاگنے والے انداز میں جا کر بیڈ کہ دوسری سائیڈ پر جا کر کھڑا ہو گیا۔۔۔

سر اتنا غصہ کیوں کر رہے ہیں، میں تو بس ناشتے کا پوچھنے آیا تھا۔۔۔! ایشام نے قہقہ لگاتے ہوئے شہرام کو مزید تپایا۔۔

کتے !رک تو زرا آج۔۔! تیرے ناشتے کی تو۔۔۔! خونخوار تاثرات سے بولتے ہوئے شہرام نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے ایشام کو پھر دبوچنا چاہا۔۔۔

شہری میں بتا رہا ہوں۔۔۔! اگر میری چڑھتی جوانی کو زرا بھی آنچ آئی، تو تیرے سارے گندے شوق بھائی لوگوں پر فاش کر دوں گا۔۔! ایشام نے تیزی سے بولتے ہوئے شہرام کو دھمکی لگائی جو کار آمد ثابت ہوئی تھی۔ کیونکہ

شہرام علی عرف شہری بپھری سانسوں پر قابو پاتے ہوئے فور آرک چکے تھے۔۔۔۔

شہرام کو بریک لگتے دیکھ کر ایشام نے ایٹیٹیوڈ سے اپنی شرٹ کا کالر درست کرتے ہوئے کندھے گھماتے ہوئے اسکی جانب مسکراہٹ پاس کی۔۔۔۔۔

"اب بتائیں کتنے پراٹھے ٹھونسنا پسند کریں گئے۔۔؟ پھر وہی سوال دہرایا گیا۔۔

تین۔"ایشام کے سوال کا تیزی سے یک لفظی جواب دیتے ہوئے شہرام نے بھی بدلے میں آنکھیں مٹکالیں تھیں۔۔۔

کیا تین۔۔؟سالوں میں تم لوگوں کا کک ہوں، جسے پاکستان سے تم لوگ جہیز میں ساتھ لائے تھے۔۔" تین پراٹھوں کا سن کر ایشام سلگتے ہوئے پھٹ پڑا۔۔

بد قسمتی سے ان سب میں سے اچھے پراٹھے صرف وہ ہی بناتا تھا۔اس لئے کبیر، فارس نے سنڈے والے دن ناشتہ بنانے کی ڈیوٹی ایشام اور ارسل کو دی ہوئی تھی۔۔

پلیز میرے لئے آلو والے پراٹھے بنانا۔۔۔"ایشام کی حالت پر مزے لیتے ہوئے شہرام نے دوسرا حکم بھی ساتھ صادر کر دیا۔۔

جسے سنتے ہوئے اب ایشام نے سوئے ہوئے فاتح کو گھورا۔ جو گدھے، گھوڑے بیچ کر بے خبر سو رہا تھا۔ اسے بالکل خبر نہیں تھی کہ آس پاس کیا ہو رہا ہے۔۔۔

غصے سے ایشام نے ٹیبل پر پڑا پانی والا جگ اٹھا کر سوئے ہوئے فاتح کر انڈھیل دیا۔۔۔ جس کی وجہ سے اگلے ہی پل فاتح ہڑ بڑا کر اٹھ بیٹھا۔۔

بہت سو لیا۔۔! اب اٹھ مر پڑو۔۔! اور جا کر واشنگ مشین لگاؤ۔۔" اپنے پر اٹھوں کا غصہ فاتح پر نکالتے ہوئے ایشام زوردار طریقے سے کمرے کا دروازہ بند کرتے غائب ہو گیا۔ جبکہ فاتح تو سوئی جاگی حالت میں یہ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کہ اسکے ساتھ یہ ظلم کیوں ہوا ہے۔۔

کیا فائدہ تیرے پراٹھوں کی گنتی کرنے کا۔۔؟ جب تجھے پتہ ہے کہ ہر اتوار ان پراٹھوں کی تعداد بڑھتی ہے، پر کم زرا بھی نہیں ہوتی، جانی۔۔۔ !

ارسل نے ابلے ہوئے آلو چھیلتے ہوئے ایشام ہر افسوس جتایا۔۔ جو اپرن باندھے آٹا گوندھنے میں مصروف تھا۔۔۔

اس گھر میں انسان نہیں بلکہ سانڈ رہتے ہیں سانڈ۔۔۔! کوئی ناشتے میں بھی تین پراٹھے کھاتا ہے کیا۔۔۔! ایشام ڈارک نیلی آنکھوں میں غصہ سجائے کلستے ہوئے تبصرا کر گیا۔۔

ہائے کیا تو بھائی لوگوں کو سانڈ بول رہا ہے۔۔۔؟ ارسل نے ابلے ہوئے آلوؤں کو ہاتھ سے مسلتے ہوئے ڈرامٹک انداز میں پوچھنا چاہا۔۔۔

بکواس نہ کر، ورنہ اسی آٹے سے تیری قبر بنا

دوں گا۔۔! ارسل کے چھیڑنے پر وہ بگڑ کر بولا۔۔

پڑھائی کا چکما دے کر یہاں گھر داری سیکھنے بھیجا ہے گھر والوں نے۔۔! فاتح سب کمروں سے کپڑے اکھٹے کرنے کے بعد لاؤنج سے گزرتے ہوئے مسلسل بڑبڑا رہا تھا۔

ہر اتوار کو یہ ان سب کا معمول تھا۔ فاتح کپڑے اکٹھا کر رہا تھا، تو شہرام لانڈری روم میں کھڑا مشین کے ساتھ مصروف تھا۔۔

مسٹر دھوبی پلیز جاتے ہوئے صفائی والوں کو بھی جگاتے جایئے گا۔۔! تاکہ سارے کام آج جلدی جلدی ختم ہو جائیں اور ہم باقی کا دن سکون سے گزرا سکیں۔۔۔ "

پراٹھوں کی فیلنگ کا سامان تیار کرتے ہوئے ارسل نے وہاں سے گزرتے ہوئے فاتح کو ہدایت دی۔ تو وہ سمجھنے والے انداز میں سر ہلا کر غازی اور باسم کو اٹھانے چلا گیا۔۔

کیونکہ دن کے گیارہ تو بج ہی چکے تھے۔۔ آہستہ آہستہ سب جاگتے ہوئے اپنی اپنی ڈیوٹی سنبھالتے جا رہے تھے۔۔۔

تقریباً تھوڑی دیر کے بعد ارسل اور ایشام کچن میں کھڑے تیز تیز ہاتھ چلاتے ہوئے ناشتہ تیار کر رہے تھے، تو دوسری جانب فاتح اور شہرام کپڑے دھونے میں مصروف تھے۔ جبکہ غازی اور باسم اس وقت سب کمروں کی صفائی ستھرائی میں لگے ہوئے تھے۔

باسم زمین پر بیٹھا اس وقت لاونج میں پوچا لگا رہا تھا، جبکہ غازی جھاڑو لگانے کے بعد اب ڈسٹنگ میں مصروف تھا۔۔۔

شام۔!! آملیٹ بھی بنالینا۔۔۔! غازی نے رکتے ہوئے اچانک ایشام کو بلاتے ہوئے کہا۔۔ جس پر ایشام اور ارسل شعلہ بار نظروں سے اسے گھورنا شروع ہو گئے۔۔۔

کیونکہ تقریباً دو گھنٹوں سے پراٹھے بنا بنا کر انکی کمر اکڑ چکی تھی۔ جبکہ ابھی چائے بنانا باقی تھی۔ اور اب اس کمینے نے ایک نیا حکم صادر کر دیا تھا۔۔۔

آلو والے پراٹھے کے ساتھ آملیٹ کون کھاتا ہے۔؟ ایشام نے تڑخ کر پوچھنا چاہا۔۔۔

ہم سب سکون سے کھا لیتے ہیں، اس لئے شاباش تو دو، دو کے حساب سے سب کے لیے ہاف فرائی ایگ بنا دے۔۔۔ !

باسم جو زمین پر پوچار گڑ رہا تھا۔ کہ ایشام کے طنز کو سنتے ہوئے وہ پوچا چھوڑ کر جواب دینے کے ساتھ ساتھ ہدایت بھی دے گیا۔۔ جس پر ارسل اور ایشام ضبط کے مارے اب چائے کے ساتھ ساتھ فریج سے انڈے نکال کر بنانا شروع ہو گئے۔۔۔

کبیر اور فارس اس وقت اپنے بیڈ روم میں سوئے ہوئے تھے۔ اتوار والے دن وہ دونوں گھر کے کاموں سے چھٹی پر ہوتے تھے۔ کیونکہ پورے ہفتے وہ ہی رات کا کھانا بناتے تھے۔

اچانک ڈور بیل ہوئی، تو سب دانت پیستے چلے گئے۔۔۔

لو آ گیا مفت کا ناشتہ کرنے والا۔۔۔"کندھے پر گیلے کپڑے رکھے شہرام لاؤنج سے گزرتے ہوئے بول گیا۔۔۔

غازی نے جا کر دروازہ کھولا تو سچ میں بہادر خان بتیسی دیکھاتے ہوئے دروازے نے بیچوں وبیچ کھڑا تھا۔۔۔

دروازہ کھلتے ہی بہادر خان کی تیز ناک کی نتھنوں سے پراٹھوں کی خوشبو ٹکرائی تو وہ جھوم ہی اٹھا۔۔۔ جبکہ غازی گھورنے والے انداز میں اسے دیکھ رہا تھا۔

تھوڑا سا ناشتہ مل سکتا ہے کیا۔۔۔؟ بہادر خان نے چہرے پر مظلومیت سجاتے ہوئے پوچھا۔۔۔۔

غازی بہادر خان کو اندر لے آؤ، مہمان کو بنا کھانا کھلائے نہیں جانے دینا چاہیئے۔۔"

کچن میں کھڑا ایشام انڈہ توڑتے ہوئے میٹھے لہجے میں بولا تو سب ٹھٹک کر اسے دیکھ گئے۔۔۔

کہاں سب کو ناشتے کے نام پر کاٹ کھانے والا اب بہادر خان کی دفعہ اتنا مہمان نواز بن رہا تھا۔۔ یہ آداب باقیوں کو کچھ ہضم نہیں ہو رہے تھے۔۔۔

جبکہ بہادر خان تو بتیسی نکالتے ہوئے چوڑا ہوتے اصل میں مہمان بنتے اندر داخل ہو چکا تھا۔۔۔

ٹراؤزر شرٹ پہنے سرخ و سفید رنگت میں مکمل طور پر وہ پٹھانوں جیسا حلیہ رکھتا تھا۔ جبکہ بعض اوقات تو بہادر خان سر پر پٹھانوں کے سٹائل والی ٹوپی پہنے

بھی گھوم رہا ہوتا تھا۔ پاکستان سے آنے والے تمام کڑوے آرڈرز بہادر خان کے ذریعے ہی ان سب تک پہنچائے جاتے تھے۔۔

اس لئے کبھی کبھی تو انکا بس نہیں چلتا تھا۔ کہ بہادر خان کو زمین پر گرا اسکی سانسوں کے اوپر بیٹھ جائے۔ تاکہ انکی اس بہادر خان جیسی بلا سے جان چھوٹے، پر وہ بے بس تھے۔ اس سب کے بعد انہیں جب جب موقع ملا تھا۔ وہ بہادر خان کو دھونے سے باز نہیں آئے تھے۔۔

باہر سے کھانا کھانے والا بہادر خان بھی ہر اتوار کو ٹائم سے تیار کو کر دیسی ناشتہ کرنے کے لیے انکے پاس آن پہنچتا تھا۔ ہر اتوار کو وہ اسے ناشتہ دینے کے ساتھ ساتھ کاموں میں بھی رگڑ لیتے تھے۔

زیادہ تر وہ بہادر خان سے ناشتے کے بعد والے برتن دھلواتے تھے۔ لیکن بہادر خان بھی اپنے نام کا ایک تھا۔ پاکستان جیسا ناشتے ملنے کی خوشی میں وہ ہر اتوار کو بنا ناغہ کیے آجاتا تھا۔ چاہے پھر برتن دھونے پڑیں یا کچھ اور۔۔۔

ایشام کا میٹھا لہجہ سن کر ان سب کو کچھ نہ کچھ کھٹک ضرور رہا تھا۔ لیکن پھر وہ بعد میں جاننے کی غرض سے سر جھٹک کر ناشتے کی طرف متوجہ ہو گئے۔۔

سب کے کام تقریباً ختم ہو چکے تھے۔ پورے ایک بجے وہ سب ناشتہ کرنے کی غرض سے ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے ہوئے تھے۔ کبیر اور فارس بھی فریش ہو کر آ چکے تھے۔۔۔

بہادر خان آج ہم سب کو دوپہر کا لنچ تم کرواؤ گئے۔۔۔" بہادر خان کو تیزی سے پراٹھے کے ساتھ انصاف کرتے دیکھ کر ایشام نے نارمل لہجے میں بولتے

ہوئے اسکے سر پر اچانک بھاری بھر کم بمب پھوڑا تو اگلے ہی پل بہادر خان کے حلق میں نوالہ اٹک گیا۔۔

باقی سب ایشام کو داد دیتی نظروں سے شاباش دینے لگے۔ جو موقعے پر چوکا مار کر بہادر خان کو رگڑنے والا تھا۔۔۔

فارس اور کبیر، خاموش مسکراتی نظروں سے انکی گفتگو سنتے ہوئے ناشتہ کر رہے تھے۔۔۔

یہ پڑا ہے آپ سب کا ناشتہ۔۔! نا میں آپکے پراٹھے کھا رہا ہوں، اور نہ تم سب کو لنچ کھلاؤں گا۔۔۔ "

بہادر خان نے دل پر پتھر رکھتے ہوئے بامشکل پراٹھے والی پلیٹ خود سے پرے کر دی۔۔ مطلب اسے یہ ڈیل بالکل بھی منظور نہیں تھی۔۔۔

پر بہادر خان ایک پراٹھا تو تم کھا چکے ہو، اسکا کیا۔۔۔؟ کبیر خان چائے کا سیپ لیتے ہوئے مسکراہٹ ضبط کرتے بولا تھا۔۔۔ شاید وہ بہادر خان سے کہنا چاہ رہا تھا کہ وہ آدھا ناشتہ کھا چکا ہے۔۔۔

چھوٹے خان میں نے صرف ابھی ایک پراٹھا کھایا ہے، اور یہ شام کا بچہ مجھے ان سارے بھوکوں کو کھانا کھلا کر کنگال کرنا چاہ رہا ہے۔۔۔ "

کبیر کو جواب دیتے ہوئے وہ رونے والے انداز میں گویا ہوا۔۔۔ جبکہ للچاتی نظریں ابھی بھی پراٹھے اور ہاف فرائی انڈے کے گرد گھوم رہیں تھیں۔ بہادر کی نظروں کے تعاقب کو دیکھ کر وہ سب ہنسی دبا گئے۔۔۔

یار شام پراٹھے کے ساتھ اگر مکھن دے دیتے، تو قسم سے آج ناشتے کا مزہ ڈبل ہو جانا تھا۔۔" غازی منہ میں نوالہ ڈالتے ہوئے اچانک شام کو مخاطب کرتے بولا تھا۔۔

پراٹھے کا نوالہ منہ میں ڈالتے ہی وہ مست ایکسپریشن دے رہا تھا۔۔۔ جیسے پتہ نہیں کتنا مزہ آرہا ہو۔۔۔

لو اس میں کونسا بڑی بات میں ہے۔ میں ابھی کچن سے لے کر آیا مکھن۔۔۔! باسم جلدی سے اٹھ کر کچن سے بٹر لینے چلا گیا تھا۔۔۔ بہادر خان انکی باتیں سنتے ہوئے منہ میں آئے پانی کو کنٹرول کر رہا تھا۔۔

بہادر خان آلو والے پراٹھے چھوڑ کر خود پر کیوں ظلم پر کر رہے ہو۔۔! یہ سب بچے ہی تو ہیں، کروا دینا چھوٹا موٹا لنچ، اس میں ڈرنے والی کونسی بات ہے۔۔"

بہادر کی حالت دیکھتے ہوئے فارس بھی اپنا حصہ ڈال کر ٹریپ کرتے بول گیا تھا۔۔

ٹھیک ہے فاری صاحب اگر آپ کہتے ہیں تو مان لیتا ہوں، پر میں پہلے بتا رہا ہوں کہ میں انکو صرف ایک ایک بر گرد لاؤں گا۔۔"اپنا ضبط توڑتے ہوئے بہادر آگاہ کرنے والے انداز میں ڈیل کرتے ہوئے تیزی سے پراٹھے پر جھپٹ پڑا تھا۔ جس پر وہ سب قہقہ ضبط کرنے کی کوشش

میں سرخ ہوتے چلے تھے۔

یہ تو اب بعد میں ہی پتہ چلنے والا تھا۔ کہ بہادر خان کو لنچ کی ڈیل کتنی مہنگی پڑنے والی ہے۔۔۔

آپی کہاں ہیں۔۔؟ہیر کاؤچ پر گرنے والے انداز میں بیٹھتے ہوئے سب پر نظر ڈال گئی۔۔۔

شام کے وقت وہ سب لاونج میں بیٹھی گپیں لگا رہیں تھیں۔لیکن صرف گل ناز یہاں پر موجود نہیں تھیں۔۔

ہمیشہ کی طرح اپنے کمرے میں گم ہیں بس۔۔۔"پندرہ سالہ مہر ماہ نے چہرہ موڑتے ہوئے اسے جواب دیا۔۔۔

پتہ نہیں آپی،اب بر تھڈے منانے کیوں نہیں دیتیں۔۔۔!گل بہار جو اپنے بر تھڈے کو لے کر بہت پر جوش تھی۔کہ تبھی وہ خفگی سے منہ بناتے ہوئے ناز کے ذکر پر کہہ گئی۔۔۔

کبیر بھیا اگر یہاں پر موجود ہوتے نہ، تو میں تب اپکو یہ بات پوچھتی۔۔۔! بہار کو منہ بناتے دیکھ کر ہیر اسے چھیڑنے والے انداز میں شرارت سے بولی تھی۔۔۔اشارہ صاف اسکی آزادی کی طرف تھا۔۔۔جو کبیر خان کے جانے کے بعد آزاد چڑیا کی طرح ہو چکی تھی۔۔۔

میں نہیں ڈرتی، ورتی اب تمہارے کبیر بھیا سے۔۔! کبیر خان کے ذکر پر بہار کا ننھا سا دل سکڑا، تو اگلے ہی پل وہ بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ناک چڑھا کر بے پرواہی سے بول گئی۔۔۔۔

ارے واہ۔۔۔! ہیر آپی آپ دیکھ رہیں نا، کہ ہماری گل بہار آپو دن بدن بہت دلیر ہوتی جا رہیں

ہیں۔۔۔" بہار کی بہادری کو دیکھتے ہوئے ماہ پارہ حیران ہونے کی ایکٹنگ کرتے قہقہ لگا گئی۔۔

جس پر باقی سب بھی ہنستے ہوئے گل بہار کو چڑانے لگیں تھیں۔۔سب کو اپنا مزاق اڑاتے دیکھ کر بہادر نے معصوم انداز میں ان سب کو گھورنے کی ناکام کوشش کی۔جو اسے بلاوجہ اسے چھیڑنا شروع ہو گئی تھیں۔۔

ہمم۔۔۔! کیا ایسا نہیں ہو سکتا؟ کہ ہم مل کر آپی کا برتھڈے سپیشل بنانے کی کوشش کریں۔۔۔! ہیر ریموٹ اٹھاتے ہوئے ایل ڈی پر چلتی موری کا والیم سلو کرنے کے بعد یک دم سنجیدہ ہوتے سب کو متوجہ کرتے بولی۔۔۔

فارس ہمدانی کے چلے جانے کے بعد گل ناز مکمل طور پر بدل چکی تھی۔ ضدی انداز اور غصہ پہلے سے بھی بڑھ چکا تھا۔ لیکن صرف ایک چیز تھی جو وہ بدل نہیں سکی تھی۔ بلکہ اتنے سالوں میں وہ صرف خود تک محدود ہوتی چلی گئی تھی۔ پہلے کی طرح فارس کو یاد کرتے ہوئے وہ اب روتی نہیں تھی۔ لیکن اسکی کے بناوہ خوش بھی نہیں تھی۔

گل ناز کا رویہ دھوپ، چھاؤں جیسا ہو چکا تھا۔ ایک پل میں وہ جتنی لاپرواہ نظر آتی، تو دوسرے پل میں وہ پھر خاموش سی ہو جاتی تھی۔۔۔

گل ناز نے جس رات فارس کا نمبر بلاک کیا تھا۔ اسکے بعد فارس نے کبھی بھی اس سے رابطہ یا بات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ جبکہ شاید اندر ہی اندر

لاشعوری طور ہی سہی نازوہ اسکی آب تک منتظر ضرور رہی تھی۔اور سب سے زیادہ منتظر وہ اپنی سالگرہ والے دن ہوتی تھی۔

اس دن وہ فارس کی بے حد منتظر نظر آتی تھی۔جو ہر سال اسکی سالگرہ والی رات سب سے پہلے اسے وش کرتا تھا۔اور اسکے لئے سرپرائز پلین کرتا رہتا تھا۔لیکن اب اتنے سالوں میں گل ناز اپنی سالگرہ منانا چھوڑ چکی تھی۔بلکہ اب تو وہ اپنی سالگرہ والے دن عام دنوں کی نسبت سب سے زیادہ ہرٹ اور چڑچڑی سی ہو جاتی تھی۔۔

کل کے دن گل بہار اور گل ناز کا جنم کا دن تھا۔۔جہاں ایک طرف گل بہار ہمیشہ کی طرح ایکسائٹڈ تھی،دوسری طرف گل ناز دوبارہ کمرے میں بند ہو

چکی تھی۔اور جب تک کل کا دن گزر نا نہیں تھا۔۔وہ کمرے سے باہر نہیں نکلنے والی تھی اور نہ ہی نارمل ہونے والی تھی۔۔۔

پر ہم آپی کا برتھڈے سپیشل بنائے گئے کیسے ؟فاری بھیا کے جانے کے بعد سے تو وہ سالگرہ منانے کے نام پر ہی بھڑک جاتی ہیں۔۔"ماہ پارہ بھی معصومیت سے گویا ہوئی۔۔۔

اس دفعہ نہیں بھڑکے گئیں میں ان سے بات کرنے جا رہی ہوں،تب تک تم لوگ ریڈی ہو کر آؤ، پھر ایک ساتھ شاپنگ کرنے نکلتے ہیں۔۔!ہیران سب کو ہدایت دے کر اوپر ناز کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔شاپنگ کے نام پر وہ سب جلدی سے تیار ہونے کے لئے بھاگ گئیں تھیں۔۔۔

ہیر کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی تو کمرے میں ہر طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ جبکہ کھڑکی سے ابھی تک پردے بھی نہیں ہٹائے گئے تھے۔

آپی۔۔۔! ناز کو آواز دیتے ہوئے ہیر نے آگے بڑھ کر پہلے کھڑکیوں سے پردے ہٹائے۔۔اس نے نظریں گھماتے ہوئے بیڈ کی طرف دیکھا جہاں ناز منہ

پر تکیہ رکھے اوندھے منہ لیٹی ہوئی تھی۔۔

آپی۔۔۔؟؟ کمرے کی لائٹس آن کرنے کے بعد ناز کو پھر پکارتے ہوئے وہ بیڈ کی طرف چلی آئی۔۔۔

ہیر کیوں آئی ہو یہاں پر۔۔۔! ناز نے تکیہ زرا سا پیچھے ہٹاتے ہوئے آنکھوں پر ہاتھ رکھتے ہیر کو دیکھا۔۔۔کمرے میں اچانک اتنی تیز روشنی ہونے کے باعث

ناز آنکھیں نہیں کھول پا رہی تھی۔ وہ صبح سے اپنے کمرے میں اندھیرا کیے بند تھی۔ اس لئے اچانک ہوئی روشنی اسے کے اعصاب پر ناگوار گزرنے لگی تھی۔۔۔

آپی اٹھیں نا، شاپنگ پر چلتے ہیں، کل آپکی برتھڈے ہیں، تو اچھی سی شاپنگ کر کے آتے ہیں۔۔" ہیر نے بیڈ پر اسکے پاس بیٹھتے ہوئے ناز کے چہرے سے تکیہ ہٹا دیا۔۔۔

ہیر مجھے تنگ نہیں کرو، جاؤ یہاں سے۔۔! ناز نے دوبارہ تکیہ اٹھا کر منہ پر رکھنا چاہا تو ہیر نے تیزی سے اسکے ہاتھ سے تکیہ پکڑ لیا۔۔۔

آپی پلیز چھوڑ دیں نا یہ ضد۔۔! فاری بھیا کو گئے

ہوئے اب اتنے سال ہو گئے ہیں۔۔! آپ کب تک یوں کرتی رہیں گئیں۔۔؟ وہاں وہ سب شاید مزے کر رہے ہوں، اور ہم یہاں انکے لئے اداس ہوئیں بیٹھی ہیں۔۔۔ "

ہیر اپنی سبز آنکھوں میں آئے آنسوؤں کو پیچھے دھکیلتے ہوئے کہنے لگی۔۔

ناز جو اسے ڈانٹ کر یہاں سے بھیجنے والی تھی، کہ ہیر کی آواز میں لرزش محسوس کرتے ہوئے وہ جلدی سے اٹھ بیٹھی۔۔۔

ہیر تم رو رہی ہو کیا۔۔۔؟ ہیر کی آنکھوں میں ابھرنے والی نمی کو دیکھتے وہ بے اختیار پوچھ گئی۔۔

نہیں آپی۔۔! میں نے اب رونا چھوڑ دیا ہے۔۔۔! اپکو پتہ ہے جب شام یہاں سے جانے والا تھا۔ تو میں نے اسکی کتنی منتیں کیں تھیں، کہ وہ نہ

جائے۔۔۔"کچھ سال پہلے کا منظر یاد کرتے ہوئے ہیر نے اداسی سے اسکی گود میں سر رکھ دیا۔۔۔

جبکہ گل ناز حیرانی سے اسے سننے لگی تھی۔جو اتنے سالوں کے بعد آج شام کا ذکر زبان پر لائی تھی۔

ورنہ ایشام صدیقی کے جانے کے بعد تو ہیر نے اسکا نام لینا بھی چھوڑ دیا تھا۔۔ جس کی وجہ سے سب کو یہی لگتا تھا، کہ ہیر نے ایشام صدیقی کو بھلا دیا ہے۔پر کوئی بھی اسکے پیچھے کی وجہ نہیں جانتا تھا۔۔۔

تم نے ایشام بھیا کی منتیں کیں تھیں۔۔۔؟ناز اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے بے یقین سی ہو گئی۔۔۔ہیر کا ایشام صدیقی کے آگے منتیں کرنا اتنا ہی ناممکن تھا۔جتنا گل ناز اس وقت بے یقینی سے سوچ رہی تھی۔۔

آپی میں نے اسے کہا تھا، کہ میں اب اسے تنگ نہیں کروں گی، اس لئے وہ جانے سے انکار کر دے۔۔۔ پر اپکو پتہ ہے آپی۔۔؟ شام نے مجھے کیا جواب دیا۔۔۔؟ ہیر سبز آنکھوں میں آنسو لیے زخمی دل کے ساتھ اٹھتے ہوئے ناز کے مقابل بیٹھ گئی۔۔۔

کیا۔۔۔؟ ناز اپنے بھائی کا جواب جاننے کے لیے تجسّس کا شکار نظر آئی تھی۔ اس لئے جلدی سے پوچھ گئی۔۔۔

آپی شام نے مجھے تب کہا تھا" کہ وہ مجھ سے ہی تنگ ہو کر یہاں سے جا رہا ہے۔ اور اگر اسکا بس چلا تو وہ بھی بھی لوٹ کر نہیں آئے گا۔۔۔ "

ہیر کی آنکھوں سے تیزی سے آنسو نکلتے ہوئے اسکے گال بھگونے لگے۔۔ ایشام صدیقی کے کڑوے جواب آج بھی اسکا دل اندر تک زخمی کر دیتے تھے۔۔

اس نے آج تک کسی پر بھی آشکار نہیں کیا تھا کہ وہ ایشام صدیقی کے جانے سے پہلے اس سے ریکوسٹ کرنے گئی تھی۔ کہ وہ اسے چھوڑ کر نہ جائے۔۔۔ کیونکہ ایشام صدیقی کے جواب سن کر ہیر کو یقین ہوتا چلا گیا تھا۔ کہ جیسے ایشام نے اسکا یقین نہیں کیا اور کوئی بھی اسکا یقین نہیں کرے گا۔۔۔ اس لئے اس نے خاموشی اختیار کر لی تھی۔۔۔

آپی کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم اب سے اپنی ایک الگ زندگی شروع کریں۔۔؟ وہ زندگی جس میں انکا کوئی کردار نہیں ہو، جو بے رحم بنتے ہمیں چھوڑ کر جا چکے ہیں۔۔" ناز کی آنکھوں سے آنسو صاف کرتے ہوئے وہ تیزی سے اپنا رونا چھوڑ کر پوچھنے لگی۔

"ہم کیسے کریں گئے ہیر۔۔! میں آج بھی فاری کے بنا نہیں جی پا رہی ہوں، جب بھی کوشش کرنے لگتی ہوں، تو وہ مجھے مزید یاد آنے لگتا ہے۔ میں نے تب اسے روکنے کی کتنی کوشش کی تھی، پر سب نے مل کر اسے مجھ سے دور بھیج دیا۔۔

اور اب وہ وہاں جا کر مجھے بھول چکا ہے۔۔اب تو اسے میرا بر تھڈے بھی یاد نہیں رہتا۔۔۔ "

فارس ہمدانی کو یاد کرتے گل ناز پھر سسکتے ہوئے دل کا غبار نکالنے لگی۔۔۔ جبکہ دل اس تکلیف کو سوچ کر ہی رکنے لگتا تھا کہ فارس ہمدانی اسے بھول چکا ہے۔اس لئے تو اسکے جنم دن پر بھی اسے وش نہیں کرتا۔۔

آپی پلیز روئیں نہیں..! آپ جانتی تو ہیں، کہ فاری اور کبیر بھیا گھر میں سب سے ناراض ہیں۔۔اس لئے تو وہ گھر میں کسی کو فون بھی نہیں کرتے اور نہ ہی بات کرتے ہیں۔۔۔"ہیر اسکے آنسو صاف کرتے ہوئے اپنی بڑی بہن کو دلاسا دینے کی کوشش کرنے لگی کہ وہ اسکے بھائی کو غلط نہ سمجھیں۔۔

آپی پلیز اب رونا چھوڑ کر ہمارے ساتھ باہر چلیں، اگر وہ لوگ وہاں پر ایڈجسٹ ہو کر مزے کر سکتے ہیں۔تو ہم بھی انکے بنا رہ سکتے ہیں۔۔"ناز کو پھر تکلیف سے روتے دیکھ کر ہیر نے جلدی جلدی اسکا دھیان بھٹکانا چاہا تھا۔۔۔

وہ یہ ہی بات اسے سمجھانے آئی تھی۔تاکہ وہ سب بھلا کر اپنی زندگی میں نارمل ہو سکے۔۔۔

ہیر کے سمجھانے پر بے دردی سے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے ناز اسے تیار ہونے کا کہہ کر باتھروم میں فریش ہونے چلی گئی۔ ناز کے جاتے ہی ہیر نے اپنی آنکھیں صاف کرتے ہوئے ہوا میں لمبا سانس کھینچتے اپنے بھاری دل کو سنبھالنا چاہا۔۔۔

یار شہری یہ بورنگ کلاس اٹینڈ کر کے مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے۔ چل آجا پہلے کچھ کھالیں۔ پھر دیکھتے ہیں آج کے دن میں مزید ہمیں کیا کرنا ہے۔۔ "

فاتح نے ساتھ چلتے ہوئے شہرام سے کہا جو موبائل فون پر میسیجز پڑھ رہا تھا۔۔

ان دونوں نے ہمیشہ کی طرح ایک جیسی ڈریسنگ میں تھے۔ وائٹ کلر کی ہاف سلیوز گرم شرٹ اور پینٹس پہنے وہ ارد گرد سے بے نیاز کیفے ٹیریا کی جانب جا

رہے تھے۔ جبکہ دونوں نے اپنی اپنی بلیک لیدر جیکٹ اتار کر بازوؤں پر رکھی ہوئی تھی۔

کیفے میں داخل ہوتے ہی فاتح نے اپنی جیکٹ شہرام کی طرف اچھالی تو وہ کیچ کرتے اسکے پیچھے قدم اٹھا گیا۔۔۔

کیا دیکھ رہا ہے تو موبائل میں۔۔۔؟ گھوم کر ٹیبل کے دوسری طرف رکھی ہوئی چیئر پر بیٹھتے ہوئے فاتح نے پوچھا۔۔ وہ کب سے دیکھ رہا تھا کہ شہرام موبائل میں کچھ مصروف ہے۔۔

کچھ خاص نہیں بس لڑکی کو اپنی خوبصورتی کے بارے میں بتا رہا ہوں۔۔۔" موبائل پر ٹائپنگ کرتے ہوئے شہرام نے مصروف انداز میں جواب دیا۔ جیسے پتہ نہیں کتنے اہم کام میں جتا ہو۔۔۔

چل پھر ساتھ میری بھی خوبصورتی کی تعریف کر دی۔۔۔"شہرام کے الفاظ پر بنا حیران ہوئے وہ ساتھ ہی ہدایت بھی دے گیا تھا۔

سلطان۔۔۔!اس سے پہلے کہ شہرام اسے کوئی جواب دے پاتا۔کہ جب پچھلے ٹیبل سے ایک مانوس سی میٹھی پکار انکے کانوں میں پڑی۔۔۔ "

لے پھر تیری خوبصورتی پر مرنے والی خود آگئی ہے۔۔"جانی پہچانی باریک سی آواز سنتے ہوئے شہرام نے اسے لقمہ دیا تھا۔بدلے میں فاتح نے منہ بنا کر دیکھنے لگا تھا۔۔

ہائے سلطان کیسے ہو۔۔۔؟فاتح کو پر شوق نظروں سے دیکھتے ہوئے سیلینہ نے اسکی طرف ہاتھ بڑھایا۔۔اسکے بڑھے ہوئے ہاتھ پر نظر ڈالتے ہوئے فاتح بے

اختیار اسکا سر تا پیر جائزہ لینا شروع ہوا تو شہرام نے ہنسی دباتے ہوئے فون رکھ دیا تھا۔۔۔

سالے اسکا ہاتھ تو تھام۔۔۔! سلینہ کو ابھی تک ہاتھ بڑھائے کھڑے دیکھ کر شہرام نے اسے ہوش دلائی۔۔

فاتح نے اپنی نیلی آنکھیں اٹھاتے ہوئے ایک نظر اپنے سامنے کھڑی صنف نازک کو دیکھا تھا۔۔ جو اپنی چاکلیٹ براؤن آنکھوں میں معصومیت سجائے مسکراتے ہوئے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔۔

فاتح نے اپنے چوڑے ہاتھ میں اسکا نازک ہاتھ

تھاما تو ہر دفعہ کی طرح سلینہ کو اس کے لمس پر عجیب سا احساس ہونے لگا تھا۔۔۔

تو اسے بتاتا کیوں نہیں کہ یہ مجھے میرے باپ کے نام سے بلاتی ہے۔۔۔"

سلینہ کے نازک ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں زرا سا دباتے ہوئے فاتح نے اردو میں بولتے ہوئے شہرام سے کہا تھا۔۔

جو سلینہ کے بالکل بھی پلے نہیں پڑا تھا۔ وائٹ کلر کے سویٹر کے ساتھ براؤن سکرٹ پہنے وہ فاتح سلطان کے خوبصورت نقوش میں کھوئی ہوئی تھی۔۔

جب شہرام نے اسے اچانک مخاطب کیا۔۔۔

سلینہ۔۔۔!! شہرام نے سلینہ کو مخاطب کیا تو وہ سوالیہ نظروں سے اسکی طرف دیکھنے لگی۔۔۔

اسکا نام "سلطان" نہیں بلکہ "فاتح" ہے۔ سلطان اسکا سر نیم ہے۔۔۔ "اٹالین زبان میں بولتے ہوئے شہرام نے اسے بتانا چاہا تھا۔۔ کہ وہ اسے غلط نام سے پکارتی ہے۔

اسکے برعکس فاتح ابھی تک اسکا نازک ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں تھامے گہری نظروں سے اسکے سراپے کا جائزہ لے رہا تھا۔ فاتح کی نظریں سلینہ کی سکرٹ میں لگے سٹائلش سے بیلٹ میں بار بار الجھ رہیں تھیں۔۔ شہرام اور سلینہ کی گفتگو سے بے خبر وہ تھوڑی پر ہاتھ جمائے دوسرے ہاتھ میں اسکا ہاتھ تھامے بیلٹ پر نظریں جمائے ہوا تھا۔۔

سلینہ سے بات کرتے ہوئے شہرام نے اسکی نظروں کا تعاقب محسوس کیا تو اگلے ہی پل ولا حول ولا۔۔ پڑھ گیا۔۔۔ شہرام نے نامحسوس انداز میں ٹیبل کے

نیچے سے فاتح کو ٹانگ مارتے ہوئے ہوش دلائی تھی۔ وہ سوالیہ سے شہرام کی طرف دیکھ گیا تھا۔۔۔

سلینہ کو اسکے فرینڈز بلا رہے ہیں، اب اسکا ہاتھ چھوڑ پلیز۔۔" شہرام جھوٹی مسکراہٹ کے ساتھ دانت پیستے ہوئے بولا تو فاتح نے نظریں اٹھاتے ہوئے سلینہ کی جانب دیکھا جو بولتی آنکھوں سے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔

یار آ بھی جاؤ لینہ ورنہ لنچ ٹھنڈا ہو جائے گا۔۔" پچھلی ٹیبل پر بیٹھے ہوئے آریان نے چہرہ موڑتے ہوئے اسے آواز لگائی۔۔ تو فاتح کسی مرد کی آواز سنتے ہوئے بے اختیار مڑ کر دیکھنے لگا تھا۔ جبکہ سلینہ کا ہاتھ ابھی تک نہیں چھوڑا تھا۔۔۔

بس آ رہی ہوں دو منٹ ویٹ کرو۔۔۔" اپنے فرینڈز کو رکنے کا کہہ کر وہ فاتح کی جانب مڑی۔۔۔

او کے سلطان میں تم سے پھر ملتی ہوں۔۔"فاتح کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نکالنے کی کوشش کرتے وہ مسکرا کر بولی تو فاتح نے اسکے ہاتھ مضبوطی سے پھر تھام لیا۔۔۔

یہ انڈین لڑکا تمہاری ٹیبل پر کیا کر رہا ہے۔۔؟آریان کو سیلینہ کی ٹیبل پر بیٹھے دیکھ کر فاتح نے سرد نگاہوں سے اسکی چاکلیٹ براؤن

آنکھوں میں دیکھتے پوچھا تھا۔۔

آریان کو سلینہ کی فرینڈ لسٹ میں دیکھ کر حیران تو شہرام بھی ہوا تھا۔۔کیونکہ آریان انڈیا سے تھا۔وہ ایک ہندو لڑکا تھا۔کلاس میں آئے دن اسکی نئی سے نئی گرل فرینڈز ہوتی تھیں۔جبکہ اسکے علاؤہ وہ ڈرگز بھی لیتا تھا۔سیلینہ اس کے

برعکس ایک مختلف لڑکی تھی۔ پھر ان دونوں کی دوستی شہرام اور فاتح کو سمجھ نہیں آرہی تھی۔

وو۔۔۔وہ میری فرینڈ روز کا بوائے فرینڈ ہے، اس لئے بس۔۔"فاتح کی کیریییئن بلو انکھوں کا سرد پن دیکھتے ہوئے وہ بے اختیار ڈرتے ہوئے بتانے لگی تھی۔۔۔

وہ صرف روز تک رہنا چاہیئے، یاد رکھنا۔۔"سیلینہ کے جواب پر ٹھنڈے لہجے میں بولتے ہوئے فاتح بے ساختہ بولا تو سیلینہ کے ہونٹ خشک پڑنے لگے۔ کیونکہ مقابل کا انداز اسکا خون خشک کرنے کا باعث بن رہا تھا۔ شہرام سنجیدگی سے فاتح کی طرف دیکھتے ہوئے اگلے ہی پل مسکراہٹ دبا گیا تھا۔۔۔

ٹھٹ۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔! وہ بیچاری ڈرتے ہوئے تیزی سے ہاں میں سر ہلانے لگی تو بدلے میں فاتح نے مطمئن انداز میں سر ہلاتے ہوئے اسکا ہاتھ آزاد کر دیا۔۔

سیلینہ زبردستی مسکراتے ہوئے تیز گام بنتی اپنے ٹیبل کی طرف بھاگی تو شہرام نے اسکے انداز پر قہقہ لگایا۔ جبکہ فاتح تاسف سے اس ڈرپوک کو دیکھ گیا تھا۔۔۔

پتہ نہیں اس گائے کو اٹلی کا ٹکٹ کس نے دے دیا تھا۔۔"سیلینہ کے انداز پر فاتح سر جھٹک کر بول گیا تھا۔۔۔

کمینے اسے ٹکٹ کی ضرورت نہیں تھی۔ کیونکہ وہ یہاں ہی پیدا ہوئی ہے۔۔" شہرام نے ہنستے ہوئے اسے بتانا چاہا تھا۔۔ جس پر فاتح ناک چڑھاتے ہوئے کھانے کے لیے آڈر دینے میں مصروف ہو گیا۔۔۔

مجھے تو ایک بات بتا۔۔! ویسے تجھے وہ بیچاری گائے، چپکو، بے وقوف اور پتہ نہیں کیا کیا لگتی ہے۔۔! پر اسکے نظر آتے ہی تجھے آس پاس کی ہوش بھی نہیں رہتی۔۔" شہرام معنی خیزی انداز میں اسے چھیڑتے ہوئے کہنے لگا تو فاتح نے گھورنا چاہا۔۔

تجھے کیا تکلیف ہے۔ میں اسے کچھ بھی کہو۔۔! شہرام کے تفتیشی لہجے پر وہ جان بوجھ کر بگڑ کر بولا تھا۔۔

نہیں میں تو بس سرسری سا پوچھ رہا ہوں۔ کیونکہ آج یہ تیری نیلی نظریں کہیں اور ہی لٹکنا چاہ رہیں تھیں۔۔۔" شہرام کان کھجاتے ہوئے کن اکھیوں سے اسکی طرف دیکھ کر عام سے لہجے بولا تو فاتح جو اپنے دھیان میں جان بوجھ کر مینو کارڈ کو الٹ پلٹ رہا تھا۔ کہ وہ ٹھٹک کر اسکی طرف دیکھ گیا۔

دماغ میں تھوڑی دیر پہلے کا منظر یاد آیا جب اسکی نظریں بے لگام بنتی اس پتلی کمر اور سکرٹ میں لگے بیلٹ پر بار بار الجھ رہیں تھیں۔اپنی بے خودی پر وہ جلدی سے لعنت بھیج گیا تھا۔۔

تجھے غلط فہمی ہوئی ہے،ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔۔۔"ہونٹ کاٹتے ہوئے فاتح لاپرواہی سے جواب دیتے بولا تو ناچاہتے ہوئے بھی شہرام کا قہقہ گونج اٹھا تھا۔۔ جس پر فاتح بھی مسکراہٹ ضبط کرنے کی کوشش میں جان بوجھ کر اس کمینے کو گھورنے کی کوشش کرنے لگا تھا۔۔

یہ ڈیڈ فون کیوں نہیں اٹھا رہے۔۔۔؟ باسم جو کب سے سنان مصطفیٰ کو کال کر رہا تھا۔ پر دوسری طرف سنان نے ایک بار بھی فون نہیں اٹھایا تھا۔ شاید وہ کہیں مصروف تھا۔۔۔

کچھ سوچتے ہوئے باسم نے اس بار اپنی ماں کے نمبر پر کال کی۔۔ جو فوراً اٹھالی گئی تھی۔۔۔

آسلام علیکم مام۔۔۔! کیسی ہیں میری حسین ڈارلنگ۔۔۔؟ ویڈیو کال پر ائرہ کا چہرہ نظر آتے ہی باسم مسکراتے ہوئے حال پوچھ گیا تھا۔۔ جبکہ دوسری طرف ائرہ تو اپنے بیٹے کو دیکھتے ہی قربان ہونے لگی تھی۔۔

ہائے میں قربان۔۔! میرا شہزادہ کتنا خوبصورت ہوتا جا رہا ہے۔۔۔! باسم کے چہرے کو دیکھتے ہی ایرہ کا پیار نچھاور ہونا شروع ہوا تو وہ مسکرا کر رہ گیا۔۔

اسکی ماں اسکے پیار میں جھلی بن جاتی تھی۔ جس پر سنی کو خاصی جلن بھی ہوتی تھی۔ ویسے تو باسم بالکل سنان کی کاپی تھا۔ ویسی ہی گولڈن آنکھوں پر تضاد سنہرے سلکی بال۔۔۔ اپنی سرخ و سفید رنگت میں وہ سنان کا دوسرا عکس کہا جائے تو اس میں کچھ بھی غلط نہیں تھا۔۔

مام میں کب سے ڈیڈ کو کال کر رہا ہوں۔ وہ میری کال کیوں نہیں ریسیو کر رہے ہیں۔۔۔ "ٹیبل پر موبائل سیٹ کرتے ہوئے وہ اپنے کپڑے ہینگ کرتا پوچھنے لگا تھا۔۔۔

تمہارے ڈیڈ تو باقی سب کے ساتھ آفس روم میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ شاید اس لئے کال نہیں ریسیو کر ہوں۔۔ تم بتاؤ، ڈیڈ سے کیا بات کرنی ہے، جو انکو کال کر رہے تھے۔۔ "ائرہ نے بیٹے کو سنان کی موجودگی کے بارے میں بتانے کے

ساتھ اتنی بار فون کرنے کا مقصد بھی پوچھنا چاہا تھا۔۔۔

مام یار کچھ دنوں میں ہماری چھٹیاں ہونے والی ہیں۔ کالج کا لاسٹ ایئر بھی ختم ہونے والا ہے۔ اسکے بعد یونیورسٹی شروع ہو جائے گی۔ پر اس سے پہلے پہلے ہم سب کہیں چھٹیاں منانے کے لیے جانا چاہ رہے ہیں۔۔! آپ سب نے ہماری پاکستان میں اینٹری پر بھی پابندی لگائی ہوئی ہے۔ تو اس لئے ہم پلین بنا رہے ہیں کہ اس دفعہ چھٹیاں منانے کے لیے دبئ چلے جائیں۔۔ ".

واڈروب میں اپنے اور غازی کے کپڑے سیٹ کرنے کے ساتھ ساتھ وہ تفصیلی جواب دے کر ائرہ کے چہرے کو دیکھنے لگا۔ جو ہمیشہ کی طرح بہت غور سے اپنے بیٹے کو کام کرتے ہوئے اسکی باتیں سن رہی تھی۔

اٹلی میں اپنے بیٹوں کو خود گھر کے کام کرتے ہوئے سن کر ان سب کی ماؤں نے کتنا واویلا مچایا تھا۔ کہ وہاں انکی معصوم اولاد پر بے حد ظلم کیا جا رہا ہے۔۔۔

اس احتجاج پر جہاں اٹلی میں رہنے والی مخلوق کو تھوڑا حوصلہ ہونے لگا تھا کہ شاید اب انکی اس گھر گرہستی سے جان چھٹ جائے۔ پر بھلا ہوا انکے سب کے باپ کا۔۔ جنہوں نے اپنی بیویوں کو چکنی چپڑی باتوں میں بھلا پھسلا کر راضی کر لیا تھا۔ اور آخر پر یہ گھر گرہستی پھر انکے سروں پر آن گری تھی۔ اپنی امید ختم ہوتے دیکھ کر وہ ٹھنڈی آہیں بھر کر رہ گئے۔۔

تو چلے جاؤ نہ جہاں بھی جانے کا دل ہے، اس میں پوچھنے والی کیا بات ہے۔۔۔؟ ائرہ کھلے دل سے بیٹے کو گھومنے جانے کی اجازت دیتے ہوئے بولی تھی۔۔۔

کہاں چلے جاؤمام یار۔۔! وہ آپکے جلاد شوہر اور بھائیوں نے ہمیشہ کی طرح ہمارے جانے پر پابندی لگادی ہے۔۔۔" باسم دکھی منہ بناتے ہوئے بولا تھا۔۔۔ جبکہ ایسا منہ بنانے کا مقصد اپنی ماں کو ایموشنل بلیک میل کرنا تھا۔ تاکہ وہ باقیوں کو ساتھ ملا کر انکو اجازت لینے میں مدد کرے۔۔۔

تم فون بند کرو میری جان، میں تمہارے باپ کو آج پوچھ ہی لیتی ہوں۔ کہ آخر انکو میرے بیٹے کے ساتھ مسلہ کیا ہے۔ اپنی اس راجکماری (مہر ماہ) پر تو آج تک کوئی پابندی لگانے کا خیال نہیں آیا ہے انکو۔۔ ہمیشہ بس ہمارے بیٹوں کے پلین خراب کرنے ہوتے ہیں۔۔"

ائرہ نے بھڑکتے ہوئے جلدی سے فون بند کیا۔ تو باسم اپنے پلین کے کامیاب ہونے پر شیطانی قہقہ لگاتے ہوئے بیڈ پر گر گیا تھا۔۔۔

بلیک مینشن میں سب کھانا کھا رہے تھے۔جب اچانک سب پر نظر ڈال کر ائرہ نے علیزے کو اشارہ کیا۔۔۔

خان۔۔۔!ایرہ کے اشارے کو سمجھتے ہوئے علیزے سر ہلا کر سلطان کو مخاطب کر گئی تھی۔۔۔

جی خانم۔۔۔؟علیزے کی آواز پر سلطان نے چہرہ موڑتے ہوئے اسے دیکھا۔ جبکہ باقی سب بھی متوجہ ہو گئے تھے۔۔۔

خان بچے سب گھومنے کے لئے جانا چاہ رہے ہیں۔۔۔!سلطان کے متوجہ ہونے پر علیزے نے بات شروع کی۔۔۔

آہاں۔۔! میری شہزادیوں نے کہاں گھومنے جانا ہے۔۔۔؟ سلطان نے چہرہ موڑتے ہوئے مسکرا کر لڑکیوں کی طرف دیکھا تھا۔۔۔علیزے کی بات سے وہ یہ ہی سمجھا تھا کہ شاید گھر کی بچیاں کہیں جانا چاہ رہیں ہیں۔۔۔۔

خان میں بچیوں کی بات نہیں کر رہی ہوں۔ بلکہ میں فاتح لوگوں کے بارے میں کہنا چاہ رہی ہوں۔ان سب کو کچھ دن تک چھٹیاں ہونے والی ہیں اس لئے وہ سب چھٹیاں منانے کے لئے دبئی جانا چاہتے ہیں۔۔۔ "

سلطان کی نظروں کے تعاقب میں دیکھ کر علیزے اسے اپنی بات کا مطلب سمجھانے ہوئے کہنے لگی تھی۔علیزے کی بات سمجھتے ہوئے ہی وہ سب ٹھٹک کر ایک دوسرے کو دیکھ گئے تھے۔۔۔

خانم بھابھی آپکے بچے جس ملک جانے کی بات کر رہے ہیں ہم انہیں وہاں نہیں بھیج سکتے ہیں۔۔"علیزے کے مزید بولنے سے پہلے ہی عیس تیزی سے جواب دیتے کہنے لگا تھا۔۔۔

کیوں اس ملک میں کیا خرابی ہے۔۔۔؟ مشعل تیزی سے تیکھے چتون سے عیس کو دیکھتے ہوئے پوچھ گئی تھی۔۔ جبکہ ہاتھ میں پکڑا چمچ اس نے پلیٹ میں پٹک کر رکھ دیا تھا۔

گڑیا تم نہیں جانتی، پر دبئی کا ماحول کسی بھی شریف انسان کے لیے اچھا نہیں ہوتا ہے۔اس لئے بس ہم انکو وہاں نہیں بھیجنا چاہ رہے۔۔۔"ضرار جو اپنے شیطانوں کی چالاکی سمجھ چکا تھا کہ انہوں نے دبئی کا محاذ لڑنے کے لیے اپنی

ماؤں کو بھیجا ہے۔اس لئے مشعل کو عیس پر بھڑکنے کی تیاری کرتے دیکھ کر جلدی سے وضاحت کرتے کہہ گیا۔۔۔

جی جی بلکل آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں سائیں، بس ہمارے بیٹوں کے لئے ہی کہیں ماحول اچھا نہیں پایا جاتا۔۔۔"ضرار کے الفاظ اچکتے ہوئے منیزے بھی میٹھے لہجے میں طنزیہ بولی تھی۔ جبکہ چہرہ کے نیچے ہاتھ ٹکاتے ہوئے وہ ضرار کی جانب مسلسل طنزیہ مسکراہٹ اچھالنے لگی۔ جیسے سچ میں وہ اسکے ماحول خراب ہونے والی بات سے اتفاق کرتی ہو۔۔۔

سب کو باری باری حملے کرتے دیکھ کر سنان نے چہرہ گھما کر اپنی بیوی کی طرف دیکھا جو پہلے ہی آنکھیں سکیڑتے ہوئے اسے گھور رہی تھی۔۔۔۔

اگر بچے جانا چاہتے ہیں تو جانے دو، تم لوگ کیوں ہر دفعہ انکے راہ میں پتھر بن کر کھڑے ہو جاتے ہو۔۔۔" حسن صاحب بھی اپنے پوتوں کی حمایت میں بولتے ہوئے انکو دیکھ گئے تھے۔

جس پر وہ سب کھانا چھوڑ کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے تھے۔۔

بابا شام بھی کل شکایت کر رہا تھا کہ ہم لوگوں نے انکو وہاں پڑھنے نہیں بلکہ گھر کے کام سیکھنے کے لئے بھیجا ہوا ہے۔۔" چاول کھاتے ہوئے بیہ نے بھی لگے ہاتھ جلتی ہوئی آگ پر مزید پیٹرول چھڑک دیا تھا۔ بیہ کے الفاظ پر وہاج اسے گھور کر رہ گیا۔۔ بیٹوں کی وکالت میں وہ سب مل کر انکو ذلیل کروانا چاہ رہیں تھیں۔۔

بیٹا میرے پوتے کو کہنا تھا کہ جن کی قسمت میں ان جیسے باپ ہوں تو وہ۔۔۔۔" مصطفیٰ کاظمی جلے کٹے انداز میں بات ادھوری چھوڑتے ہوئے تیش سے سب کو دیکھ کر سر جھٹک گئے تھے۔۔۔

خان میں اپکی کسی مصلحت کو اس دفعہ نہیں مانوں گی۔اس بار آپ لوگوں کو میں اپنے بچوں کو ناراض کرنے نہیں دوں گی۔پہلے کبیر اور فارس چار سالوں سے شکل دیکھانا تو دور وہ ہم سے بات تک نہیں کرتے ہیں۔۔انکی ناراضگی آپ لوگوں سے تھی۔پر صرف آپ لوگوں کی وجہ سے وہ اپنی ماؤں سے بھی ناراض ہو چکے ہیں۔پر اس دفعہ اگر آپ لوگوں نے ہمارے بچوں کے ساتھ کوئی ناانصافی کی تو میں سب سے ناراض ہو جاؤں گی۔۔۔" سیاہ نینوں میں آنسو کی رمک لیے علیزے سنجیدگی سے بولتے ہوئے اٹھ کر جا چکی تھی۔جبکہ سلطان اسکی ناراضگی محسوس کرتے سرد سانس خارج کر گیا تھا۔

جب سے فارس اور کبیر نے بات کرنا چھوڑی تھی۔تب سے علیزے اور مشعل ان سب پر ایسے ہی بات بات پر بھڑکتے ہوئے ناراض ہونے کا موقع تلاش کرتی تھیں۔علیزے کے ٹیبل سے اٹھ کر جاتے ہی مشعل بھی اپنی ہچکیوں پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے اٹھ کر چلی گئی تھی۔

وہ دونوں مائیں تھیں۔اس لئے شاید بیٹوں کی اتنی لمبی ناراضی انکے دل کمزور کر چکی تھی۔وہ دونوں اٹھ کر گئیں۔تو باقی انکو دیکھنے کے لیے کھانا چھوڑ کر تیزی سے انکے پیچھے ہوئیں تھیں۔تاکہ علیزے اور مشعل کو دیکھ سکیں۔ورنہ وہ نجانے کتنی دیر روتی رہتیں۔۔

سب کے باری باری جانے پر وہ ضبط سے مٹھیاں بھینچتے ہوئے اپنی اولاد پر لعنت بھیج گئے۔

تم لوگ اسی لائق ہو۔۔! ہمشیہ کی طرح انکی پتلی حالت پر حسن صاحب مزے سے بولے تھے۔۔

حسن صاحب آپ تو کبھی نواز شریف بننے سے پرہیز کیا کریں۔اپکو بس نمک چھڑکنے کا موقع چاہیئے ہوتا ہے۔۔۔! باپ کو انجوائے کرتے دیکھ کر عیس چڑ کر بول گیا۔۔۔

جلو اور جلو۔۔! بلکہ میں اپنی بہو کو آج ہی کہتا ہوں کہ تم سے پورے ایک مہینے کے لئے ناراض ہو کر مائکے چلی جائے۔۔

"حسن صاحب انکے چڑنے پر مزید انجوائے کرتے ہوئے اپنی پلینگ سے آگاہ کرنے لگے تو وہ تاسف سے انکو دیکھتے رہ گئے تھے۔۔۔

آپی یہ بلونز کہاں پر لگاؤں۔۔؟ ماہ پارہ معصومیت سے پوچھتے ہوئے ہیر کی طرف آئی جو مون بتی کو جلا رہی تھی۔۔

پارو کہیں بھی لگا دو۔۔" ہیر نے اپنے کالے سلکی بال پیچھے پھینکتے ہوئے مصروف انداز میں جواب دیا۔۔

آج گل ناز اور گل بہار کی سالگرہ کا دن تھا۔ تو وہ سب لوگ انکا جنم دن منانے کے لیے بلیک ہوٹل پر آئیں تھیں۔ کل وہ سب ایک ساتھ شاپنگ کرنے گئیں تھیں۔ ایک ساتھ مستیاں کرتے ہوئے کل کی شام انہوں نے کافی انجوائے کرتے ہوئے گزاری تھی۔

گل ناز بھی اب پہلے سے کافی سنبھلی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ شاید ہیر کے کہنے کے مطابق اس نے اپنے لئے جینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

سب بڑوں نے گل ناز کو بھی اپنی برتھڈے پر خوش دیکھ کر شکر ادا کیا تھا۔ انکے لئے اتنا ہی کافی تھا کہ وہ سنبھل رہی ہے۔ ورنہ وہ اس کے لئے سب بے حد پریشان رہتے تھے۔

سب بڑوں کی اجازت سے وہ سب بلیک ہوٹل پر آ گئیں تھیں۔ تاکہ یہاں پر سب تیاریاں وہ خود کر سکیں۔ اس طرح ایک ساتھ انجوائے کرتے ہوئے انکا آج کا دن بھی مزید اچھا گزر سکتا تھا۔ انہی سب چیزوں کو دماغ میں رکھتے ہوئے ہیر نے یہاں آنے کا پلین بنایا تھا۔

نیٹ کی گاؤن پہنے وہ سب بے حد پیاری لگ رہیں تھیں۔ ان سب کی گاؤن کے کلرز مختلف تھے۔ لیکن سٹائل اور ڈیزائن سب کا ملتا جلتا تھا۔ صرف گل ناز اور

گل بہار نے سلک کے ٹی پنک کلرز کے گاؤن پہنے ہوئے تھے۔ چونکہ وہ دونوں برتھڈے گرلز تھیں۔ اس لئے انکا کا ڈریس باقی سے الگ تھا۔

بلیک ہوٹل کے پچھلے اوپن ایریا میں سجاوٹ ہوئی نظر آرہی تھی۔ اور یہ برتھڈے ڈیکوریشن انہوں نے خود مل کر کی تھی۔ زندگی میں پہلی باریوں خود سے ڈیکوریشن کرنے کا انکو کافی مزہ آیا تھا۔

بلیک ہوٹل کا یہ وہی حصہ تھا۔ جہاں ماضی میں کچھ سال پہلے ان سب کے ماں باپ نے اپنی پہلی ناکام ڈیٹ منائی تھی۔ لیکن اب حال میں اس ہوٹل کا نقشہ ہی بدل چکا تھا۔

گراؤنڈ پر ہر طرف پنک کلرز کے بلونز بکھرے تھے۔ جن پر "ہیپی برتھڈے" لکھا ہوا تھا۔

ہیر۔۔!! مام ڈیڈ لوگ بھی یہاں پر آرہے ہیں۔۔۔"ناز جو ابھی گھر سے آئی کال سن کر واپس آئی تھی۔ وہ ہیر کو مخاطب کرتے ہوئے سب کو بتاتی چلی گئی۔۔۔

گھر والوں کا اچانک یہاں پر آنے کا پلین کیسے بن گیا۔۔۔؟ ماہ پارہ جواب ٹیبل پر رکھے دونوں کیک میں موم بتیاں لگا رہی تھی چہرہ اٹھاتے ہوئے وہ حیرانی سے پوچھ گئی۔

تم لوگوں کو پتہ تو ہے۔ کہ ابھی کل ہمارے بھائیوں کی وجہ سے مام لوگ اتنا ناراض ہو گئیں تھیں۔ تو بس انکا موڈ سیٹ کرنے کے لئے ڈیڈ انہیں یہاں پر لا رہے ہیں۔۔۔"ناز نے بالوں کو کان کے پیچھے کرتے ہوئے تفصیل بتائی۔۔۔

ویسے بھیا لوگ ہیں بہت چالاک۔۔!! جہاں پر

انکو لگتا ہے کہ انکی بات نہیں مانی جائے گی۔ وہیں پر وہ سب مام لوگوں کو ایمو شنل کر کے آگے کر دیتے ہیں۔ اور پھر یوں چٹکیوں میں

انکی ہر ڈیمانڈ مانی جاتی ہے۔۔۔ "کل کھانے کی میز کا سارا منظر یاد کرتے ہوئے مہرہ ماہ بے اختیار تبصرا کرتی بولی تھی۔

ویسے نہ بھیا لوگوں کے دبئ کے ٹرپ کا سن کر میرا بھی دل کر رہا ہے کہ ہم بھی کہیں گھومنے چلے جائیں۔۔۔ "بہار نے اپنی ازلی معصومیت کے ساتھ خوش ہوتے خواہش کا اظہار کیا تو وہ سب مڑ کر اسکی طرف دیکھنے لگیں۔

اووو۔۔!! اور میری یہ معصوم بہن کہاں گھومنے کے لئے جانا چاہتی ہے۔۔؟ بہار کے معصوم بچوں کے سے انداز کو دیکھتے ہوئے ناز پوچھے بنا نہیں رہ سکی۔۔۔ جبکہ بہار کے خیال پر امپریس ہونے کی ایکٹنگ بھی کی گئ تھی۔۔

ہم بھی دبئی گھومنے چلیں کیا۔۔۔؟پر جوش بھرے انداز میں بہار بتاتے ہوئے بولی تو وہ سب ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے زور سے ہنسنا شروع ہو گئیں۔۔

لگتا ہے میری معصوم بلی کو بیر بھیا(کبیر) کی یاد ستا رہی ہے۔۔۔! نازنے ہنستے ہوئے اپنی چھوٹی بہن کو اسکی کے سٹائل میں "بیر" کہتے چھیڑا تو بہار بدلے میں منہ بنانے لگی جیسے اس نے کڑوا بادام چبا لیا ہو۔۔۔

تم لوگ کیوں ہر دفعہ مجھے تنگ کرتی ہو، مجھے نہیں آئی کبھی تمہارے بیر رر بھیا کی یاد۔۔۔" بہار خفگی سے ناک چڑھا کر جتاتے ہوئے بولی۔۔ جیسے وہ کسی کبیر خان کو جانتی نہ ہو۔۔

جی جی ہمیں بہت اچھے سے معلوم ہے کہ اپکو ہمارے بھیا کی یاد نہیں آتی۔ وہ تو بس ویسے ہی آپ نے اپنے کمرے میں کبیر بھیا کی نوٹ بکس سنبھال کر رکھی ہوئیں ہیں۔۔" ماہ پارہ جو اپنے بھائی کے ذکر پر اداس سی ہونے لگی تو لگے ہاتھ وہ بھی چھیڑتے ہوئے اسکا راز فاش کر گئی۔۔۔ جس کو سن کر بہار نے ہونٹ کاٹنا شروع کر دیا تھا۔۔۔

واٹ۔۔۔؟ کیا سچ میں آپو نے بھیا کی نوٹ بکس سنبھال کر رکھیں ہوئیں ہیں۔۔۔؟ مہر ماہ بے یقین ہوتے منہ کھول گئی۔۔۔

ہاں بھئی رکھی ہیں نوٹ بکس سنبھال کر میری بہن نے۔۔۔! وہ تو بس اسکو بھیا کی رائٹنگ بہت پسند ہے اس لئے اس نے اپنے پاس الماری میں چھپا کر رکھ دیں ہیں۔ اسکا یہ مطلب تھوڑی ہے کہ اسکو کبیر بھیا کی یاد آتی ہے۔۔۔ "

اپنی چھوٹی بہن کو اب منہ بسورنے کی تیاری پکڑتے دیکھ کر ناز جلدی سے اسے گلے لگاتے حمایت کرتے بول گئی۔۔۔سب کے تنگ کرنے پر بہار اب رونے والی ہو چکی تھی۔۔ناز کے آنکھیں دیکھانے پر وہ ہنسی دبانے لگیں۔۔

آپو میں نے سچی بس رائٹنگ کی وجہ سے ہی رکھی ہیں۔۔"بڑی بہن کو اپنی سائیڈ لیتے دیکھ کر بہار جلدی سے صفائی دیتے بولی کہ جیسا اس نے کہا ہے، حقیقت میں بھی اسکے نوٹ بکس رکھنے کی بس یہ ہی ایک وجہ ہے۔۔۔

بہار کی صفائی پر ناچاہتے ہوئے بھی ناز ہنسنا پڑی۔وہ اب اپنی چھوٹی بہن کو کیسے بتاتی۔کہ وہ اسے کتنی بار کبیر خان کے کمرے میں چوری چوری جاتے دیکھ چکی ہے۔لیکن یہ سب راز وہ کبیر خان کو بتانے کا ارادہ رکھتی تھی۔۔۔

چلو بہت ہو گئیں باتیں آؤ اب کیک کٹ کرتے ہیں۔۔۔"ہیر نے سب کو ٹیبل کے پاس آنے کا اشارہ کیا۔۔۔

پر آپی مام ڈیڈ لوگوں کو تو آ لینے دیں۔۔۔"ماہ پارہ نے اپنے میٹھے لہجے میں کہتے ہوئے اسے دیکھا جو ٹیبل کے پاس جا کر کھڑی ہو چکی تھی۔۔۔ماہ پارہ مکمل طور پر علیزے پر گئی تھی۔ویسے ہی میٹھا لہجہ اور بات کرنے کا انداز تھا۔

ڈیڈ لوگ جب آئیں گئے ہم تب دوبارہ کیک کٹ کر لیں گئے۔ویسے بھی انکو آنے میں ابھی کافی دیر لگے گی تو تب تک ہم انجوائے کرتے ہیں۔۔۔"ہیر کیک پر رکھی موم بتیوں کو جلاتے ہوئے کہنے لگی تو وہ سب اثبات میں سر ہلا کر ٹیبل کے ارد گرد کھڑی ہو گئیں۔انکی آج یہاں پر موجودگی کی وجہ سے ہوٹل کا سٹاف بھی ادھر نہیں آ سکتا تھا۔۔اس لئے وہ مکمل طور پر بے فکر تھیں۔۔۔

ر کو مجھے کسی کو بلانے دو، جو ہماری وڈیو اور تصویریں بنا سکے۔۔ نازنے کہتے ہوئے ہوٹل کے سٹاف میں کسی کو بلانے کے لئے فون کیا تو تھوڑی دیر بعد ایک سٹاف کی لڑکی انکی جانب آتی دیکھائی دی۔۔۔

نازنے لڑکی کو ہدایات دینے کے بعد فون پکڑا دیا تھا۔ ناز کی ہدایت کے مطابق لڑکی نے مسکراتے ہوئے انکو ریکاڈ کرنا شروع کر دیا۔۔۔

گل ناز اور بہار نے ایک ساتھ جھکتے ہوئے موم بتیاں بجھائیں تو سب کھلکھلا کر انکو وش

کرتے ہوئے تالیاں بجانا شروع ہو گئیں۔۔

ناز اور بہار نے ہنستے ہوئے کیک کے پیس اٹھا کر سب کو کھلانا شروع کیا۔ تو ہیر جلدی سے ایک سائیڈ سے کیک اتار کر ناز اور بہار کے چہروں پر لگا کر بھاگ

نکلی۔ جب تک انکو سمجھ آئی تب تک م ہیر دور جا کر کھڑے ہوتے ہنسنا شروع ہو گئی تھی۔ ہنسنے کے ساتھ ساتھ انگلیوں سے کیک بھی کھانا بھی جاری تھا۔۔

ہیر کی بچی رکو تم زرا۔۔۔! ناز مٹھی میں کیک بھرتے ہوئے بدلہ اتارنے کی غرض سے اسکے پیچھے بھاگی۔ جس پر ہیر نے مزید ہنستے ہوئے بھاگنا شروع کر دیا۔

اس پکڑم پکڑائی کے کھیل میں وہ سب ایک دوسرے کے چہروں پر کیک لگانے کی کوشش میں ہلکان ہونے لگیں تھیں۔ ٹیبل پر رکھے کیک کھانے کی بجائے وہ مٹھیوں میں بھرتے ایک دوسرے کے چہروں اور کپڑوں پر لگا رہیں تھیں۔ پورے ہال میں ان سب کی خوبصورت ہنسی کی اواز گونج رہی تھی۔

یہ کیا کر رہیں ہیں۔۔؟انکے ماں باپ کی اچانک وہاں پر اینٹری ہوئی تو انکو یوں ہنستے دیکھ

کر خوشگوار حیرت کا شکار ہوتے چلے گئے۔۔۔

دیکھو زرا میری بیٹیاں ہنستے ہوئے کیسے پریاں لگ رہیں ہیں۔۔۔"عیس انکی ہنسی پر قربان ہوتے بولا۔۔

وہ اتنی بے خبر ہو کر ایک دوسرے کے پیچھے بھاگ رہیں تھیں کہ انہیں یہ بھی خبر نہیں ہوئی تھی کہ انکے ماں باپ یہاں پر آ چکے ہیں۔۔۔

اور ایک انکے پرے ہیں!!ہنسنا شروع کریں تو بدلے میں صرف جوتے مارنے کو دل کرتا ہے۔۔۔"ایرہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے سنی نے عیس کی لائن

کو مکمل کیا تو جہاں عیس سمیت باقی نے ہنسی دبائی وہیں پروں کی ماؤں نے انکو گھورنا شروع کر دیا تھا۔۔

کہیں یہ گر نہ جائیں۔۔"اہنی پریوں کو یوں بھاگتے دیکھ کر سلطان ہنسی دبا کر فکر مندی سے آگے بڑھ گیا۔پہلے ہی بہت مشکل سے وہ مشعل اور علیزے کو راضی کر کے یہاں پر لائے تھے۔

عیس اور سنی کی پھلجڑیوں پر ہنس کر سلطان اپنی خانم کو دوبارہ ناراض نہیں کر سکتا تھا۔اس لئے تیزی سے اپنی پریوں کی طرف چلا گیا۔۔پہلے ہی وہ سب اپنے بیٹوں کے خلاف ایک لفظ سننے کو تیار نہیں تھیں۔۔

فاری سیمپل کے آرڈرز ڈلیور ہو گئے ہیں کیا۔۔۔؟ کبیر خان نے آفس میں داخل ہوتے فارس سے پوچھا۔ جو لیپ ٹاپ پر تیزی سے انگلیاں چلا رہا تھا۔۔۔

ہاں خان میں نے کل ہی کر دیے تھے۔۔۔" فارس زرا سا چہرہ اٹھا کر اسکی طرف دیکھ جواب دینے کے بعد دوبارہ لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ ہو گیا۔۔

چل شکر ہے یہ پریشانی تو کم ہوئی۔ باقی یہ بتا کہ کل تک کام وائنڈ آپ ہو سکتا ہے کہ نہیں؟ کیونکہ ان خبیثوں نے دبئی جانے کا رولا ڈالا ہوا ہے۔ اور شاید کل کی ٹکٹس بھی ہو چکی ہیں۔۔" کبیر نے بیٹھتے ہوئے اس سے پوچھا۔۔ جبکہ ساتھ دبئی پلین سے بھی آگاہ کر دیا تھا۔۔۔۔

جب سے انکی گھر والوں کے ساتھ ناراضگی شروع ہوئی تھی۔تب سے ان دونوں نے ضد میں اپنے گھر والوں پر فائنینشلی طور پر انحصار کرنا چھوڑ دیا تھا۔ کالج سٹارٹ ہوتے ہی ان لوگوں نے جاب کی تلاش کی تھی۔جو کہ انکو جلد مل بھی گئی تھی۔

یوں صبح کے وقت کالج اور شام کے وقت وہ جاب کرنے لگے تھے۔لیکن پھر وقت کے ساتھ ساتھ ان دونوں نے اپنا چھوٹا سا امپورٹ،ایکسپورٹ کا بزنس شروع کر دیا۔دن رات کی اتنی محنت اور لگن کے بعد وہ دونوں اپنا چھوٹا سا آفس بھی بنا چکے تھے۔جو انکے اپارٹمنٹ کے بالکل قریب ہی تھا۔

فارس اور کبیر خان کی اس ضد پر انکے گھر والے پریشان ضرور ہوئے تھے۔ کیونکہ اٹلی جیسے ملک میں بنا پیسوں کے رہنا ناممکن تھا۔لیکن کبیر اور فارس نے

ہار نہیں مانی تھی۔ فارس کے صرف ایک دفعہ کہنے پر کبیر خان نے بھی دوبارہ گھر والوں سے بات نہیں کی تھی۔ وہ اپنے بھائی کو ہر طرح سے خوش دیکھنا چاہتا تھا۔ اس لئے بنا کوئی سوال کیے اسکے فیصلے اور ضد میں راضی ہو گیا تھا۔

انکی کامیابی کو دیکھتے ہوئے گھر والوں نے فاتح اور شہرام کو بھی کچھ بننے کی موٹیویشن دی تو وہ دونوں مطمئن انداز میں انکی ایسی کسی بھی "موٹویشن" پر عمل کرنے سے انکار کر گئے تھے۔۔

کیونکہ شہرام کے مطابق "ناکارہ ڈیڈ" کی اتنی کمائی کو زنگ لگ سکتا ہے۔ اگر وہ بھی خرچ کرنا چھوڑ دے۔ اور فاتح سلطان کے تو کیا ہی کہنے۔۔

جس نے سلطان کو یہ جواز پیش کیا تھا۔ کہ اسے دنیا سے ڈر لگتا ہے۔ کیونکہ اسکا دل ابھی بہت کمزور ہے۔ تو ابھی وہ کہاں بھائی لوگوں کی طرح کمائی کر سکے گا۔

بلکہ اب تو سلطان کو اسکے اکاؤنٹ میں کبیر خان کے حصے کی بھی پاکٹ منی ٹرانسفر کرنی چاہیے۔تاکہ وہ انہی پیسوں کو جوڑ جوڑ کر کچھ دولت جمع کر سکے۔۔۔انکی ایسی بکواس پر انکے باپ بس دانت پیس کر رہ گئے تھے۔۔

یونیورسٹی میں کبیر اور فارس کا چونکہ ابھی سکینڈ لاسٹ ائیر چل رہا تھا۔۔تو باقی سب کی گریجویشن ہونے تک وہ دونوں آہستہ آہستہ اپنے بزنس کو آگے بڑھانے والے تھے۔

کام تو آج ہی وائنڈ آپ ہو جائے گا۔پر یہ انکو دبئی گھومنے کی اتنی کیوں جلدی پڑی ہوئی ہے۔۔۔؟فارس نے کچھ حیران ہوتے اس بے تابی کی وجہ جاننا چاہی۔۔۔

جلدی کیوں نہیں ہو گی۔ وہ ہمارے دو بڑے کمینے ہیں نا چھپ چھپ کر "کلبنگ" کرنے والے۔۔ انہوں نے ہی باقیوں کو بھی کمینے پن کی پٹیاں پڑھائی ہیں۔۔۔۔" فارس کے پوچھنے پر کبیر دبئ کے ماحول کو دماغ میں رکھتے ہوئے معنی خیزی لہجے میں سر جھٹکتے ہوئے بولا تھا۔۔۔

خان میں پہلے بتا رہا ہوں۔ کہ اگر ان میں سے کسی نے بھی وہاں جا کر کوئی خبیث حرکت کرنے کی کوشش کی تو مجھے جوتے مارنے میں زرا دیر نہیں لگنی۔۔۔" فارس دانت پیستے ہوئے گویا ہوا۔۔۔ اسے اب سمجھ میں آ رہا تھا۔ کہ یہ ٹولا دبئ جانے کے لئے اتنا اوتاولا کیوں ہوا پڑا ہے۔۔

تو ٹینشن نہ لے۔ ویسے بھی تو جانتا ہے کہ ہماری موجودگی میں وہ انسان بنے رہتے ہیں۔ بس اس بات کا تو بھی اور میں بھی دھیان رکھوں گا کہ یہ جنگلی بھینسے ایک سکینڈ کے لیے بھی اکیلے نہ رہیں۔۔۔ "

کبیر نے لیپ ٹاپ بنتے ہوئے خصوصی یاد دہانی کروائی تو فارس ہنستے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔۔ وہ دونوں اگلی پلیننگ کرتے ہوئے آفس کو بند کر کے اپارٹمنٹ کی طرف جانے کے لئے وہاں سے نکل آئے تھے۔۔۔۔۔

یہ اٹلی کی ایک کافی شاپ کا منظر تھا۔ جہاں شام کے وقت کسمٹر کے آنے جانے کا تانا بانہ سا لگا ہوا تھا۔ غرض کوئی بھی ٹیبل خالی ہونے

سے پہلے وہاں آنے والے نئے لوگ بیٹھ جاتے تھے۔

سلینہ یونیفارم پہنے بار بار منتظر نگاہوں سے

دروازے کی جانب دیکھ رہی تھی۔اسکی چاکلیٹ براؤن آنکھیں کونے میں پڑی ہوئی ٹیبل کی طرف اٹھ رہیں تھیں۔جہاں بیٹھنے والا ابھی تک غیر حاضر تھا۔

کسٹمرز کو کافی سرو کرتے ہوئے وہ اب تشویش کا شکار ہونے لگی۔اسکی چاکلیٹ براؤن آنکھوں میں اب بس نمی ابھرنے رہنے کی کسر رہ گئی تھی۔کیونکہ اسکی آنکھوں کو فاتح سلطان کا چہرہ نظر نہیں آرہا تھا۔۔۔

آڈر لینے کے بعد وہ کافی لینے کے کاؤنٹر کی طرف گئی تو اداسی سے کاؤنٹر پر ناخن سے لکیریں کھینچنا شروع ہوگئی۔۔اسی کھیل میں اسکی آنکھوں سے ایک آنسو

ٹوٹ کر اس سے پہلے کاؤنٹر پر گرتا کہ بروقت کسی نے ہاتھ آگے کرتے ہوئے وہ آنسو اپنی ہتھیلی پر چن لیا۔۔۔

سلینہ نے مڑ کر چونکتے ہوئے دیکھا تو فاتح سلطان کی نیلی آنکھیں اسکی چاکلیٹ براؤن آنکھوں سے ٹکراتی چلی گئیں۔۔۔اپنی اداسی میں وہ اس قدر مگن تھی کہ اسکی موجودگی بھی محسوس نہیں کر پائی تھی۔۔۔

مائے کافی۔۔۔؟سلینہ کی جانب چہرہ جھکاتے ہوئے وہ اسکے کان میں سرگوشی کرنے والے انداز میں بولا تو سلینہ مسمرائز ہوتی اسے دیکھتی چلی گئی تھی۔۔۔

بلیک شرٹ اور جینز پر لانگ بلو کوٹ پہنے وہ اپنی کیریبین بلو آنکھوں میں منجمد کر دینے والا نیلا پن سجائے کھڑا تھا۔فاتح سلطان کی آنکھیں جس قدر نیلے

رنگ میں رچی بسی تھیں۔ کبیر خان کی آئس بلو آنکھوں میں نیلا رنگ اتنا ہی کم تر تھا۔

فاتح سلطان کی نیلی آنکھوں میں منجمد کر دینے والی صلاحیت تھی۔ تو کبیر خان کی آنکھوں میں ہمہ وقت وحشت رقص کرتی تھی۔ اور اسی وحشت سے بہار بھی بچپن سے خائف تھی۔

سلینہ بنا پلکیں جھپکائیں اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔ جب وہ اسکی بے خودی محسوس کرتے مسکراتے ہوئے اپنی ٹیبل کی طرف بڑھ گیا۔ جہاں شہرام پہلے ہی بیٹھا ہوا تھا۔۔۔

فاتح کو اپنے ٹیبل پر بیٹھتے دیکھ کر سلینہ ہوش میں آتی تیز ہوتی دھڑکنوں کے ساتھ مسکراتے ہوئے جلدی سے انکی کافی لینے چلی گئی تھی۔

ایک بات بتا، کیا تو سچ میں سلینہ کے بارے میں سیریس ہے۔۔؟ فاتح کے چیئر پر بیٹھتے ہی شہرام نے سوال کیا۔۔۔

نہیں۔۔۔! فاتح نے کوٹ کے بٹن کھول کر کاؤنٹر کے دوسری طرف کھڑی سلینہ کو دیکھتے ہوئے بنا سوچے یک لفظی جواب دیا تھا۔۔۔

کمینے۔۔!! اگر تو سنجیدہ نہیں ہے۔ تو دو سالوں سے ادھر جھگ مارنے آرہا ہے کیا؟ اور ابھی جان بوجھ کر باہر کیوں رک گیا تھا۔۔؟ شہرام کو اسکے جھوٹ پر تیزی سے تپ چڑھی تو وہ سناتا چلا گیا۔۔

شہرام تھوڑی دیر پہلے کا حوالہ دیتے پوچھ رہا تھا۔ جب کافی شاپ پر پہنچ کر فاتح جان بوجھ کر باہر رک گیا تھا۔ سلینہ کو اپنی تلاش میں اداس ہوتے دیکھ کر اسکا

دل کمینے پن سے مچل اٹھا تھا۔۔ لیکن جب فاتح نے اس بے وقوف لڑکی کے تاثرات کو رونے کی تیاری پکڑتے دیکھا تو وہ جلدی سے اندر داخل ہوا تھا۔۔

پر وہ تب رخ موڑے کاؤنٹر پر کھڑی تھی۔

اپنے دل کے بے چین ہونے پر شہرام کو ٹیبل کی طرف جانے کا اشارہ کر کے وہ خود کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔ جہاں چہرہ جھکائے وہ اداسی سے خود پر ضبط کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اسکی براؤن آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر اس سے پہلے کاؤنٹر پر گر کے بے مول ہو جاتا جب فاتح نے اسے ہتھیلی پر چنتے ہوئے محفوظ کر لیا تھا۔۔

وہ تو میں بس اس چاکلیٹ کا سٹیمنا چیک کر رہا تھا۔۔۔؟ شہرام کے بھڑکنے کا زرا برا اثر لیے وہ بے نیازی سے جواب دیتے بولا۔۔۔

تو اسکا سٹیمنا نہیں بلکہ اپنے اس کمینے دل کو خوش کر رہا تھا۔۔۔ شہرام نے گھور کر اسے آئینہ دیکھایا۔۔۔ جس پر فاتح آنکھیں چھوٹی کرتے اسے دیکھ گیا۔۔

کمینے تجھے کیا مسئلہ ہوتا ہے۔۔۔؟ میں کچھ بھی کروں اسکے ساتھ۔۔۔! فاتح نے دانت پیستے ہوئے جواب دیا۔ کیونکہ وہ ہمشیہ جان بوجھ کر اسے آئنیہ دیکھانے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔۔

دیکھ میں سیریس پوچھ رہا ہوں۔۔! تو اچھے سے جانتا ہے کہ اٹلی ہمارا مستقل ٹھکانہ نہیں ہے۔ مزید کچھ سال پھر سب کے گریجویشن مکمل کرتے ہی ہم فور آیہاں سے واپس چلے جائیں گئے۔ ایسے میں تو کیا اس بیچاری لڑکی کو امید کے دیے پکڑا کر خود دفع ہو جائے گا۔۔۔؟ ایک دم سے سیریس ہوتے شہرام سنجیدہ لہجے میں پوچھنے لگا۔۔

میں تیری بات سے اتفاق کرتا ہوں۔۔! پر ابھی مجھے خود بھی اندازہ نہیں ہے کہ یہ لڑکی مجھے کہاں سے کہاں لے جائے۔۔۔ کیونکہ ابھی نہ تو ہماری اتنی عمر ہوئی ہے اور پھر یہ بے وقوف لڑکی تو عمر میں مجھ سے بھی چھوٹی ہے۔ یونیورسٹی میں اسکا پہلا سال ہے۔ پتہ نہیں کبھی کبھی مجھے کیوں لگتا ہے کہ یہ اپنی نادانی اور کچی عمر کی وجہ سے میری طرف اٹریکٹ ہو رہی ہے۔۔۔۔"

فاتح الجھن سے سلینہ کو دیکھتے ہوئے بتا رہا تھا۔ اپنے دل میں اٹھتے جذبات سے اسے خود بھی ڈر لگتا تھا۔ اس لئے الجھن و بے بسی سے اس نے شہرام کے سامنے اپنے سارے خدشات کا اظہار کر دیا تھا۔

تو تجھے یہ لگتا ہے کہ یونیورسٹی میں مزید ٹائم گزارنے کے بعد وہ تجھے بھول جائے گی۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ بعد میں سلینہ کو کوئی اور پسند آ جائے۔۔۔!

رائٹ۔۔۔؟شہرام اسکے سارے الفاظ کا مطلب اخذ کرتے ہوئے بولا۔۔۔تو فاتح نے سر اثبات میں سر ہلا دیا۔۔۔

Scene will continue

شہرام اور فاتح اپنی باتوں میں الجھے ہوئے تھے۔جب سلینہ انکی کافی اٹھائے انکے ٹیبل کی طرف آئی۔۔۔

فاتح کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے سلینہ نے بے دھیانی میں ٹرے ٹیبل پر رکھنا چاہی،تو جلدی ٹرے رکھنے کے چکر میں زرا سی کافی چھلک کر اسکے ہاتھ پر گرتی چلی گئی۔۔۔

یسی۔۔۔ جلن کے باعث اسکے منہ سے تیزی سے سسکی نکلی تو فاتح نے جلدی سے اسکا ہاتھ جکڑ لیا۔

بے وقوف لڑکی دھیان کہاں ہے تمہارا۔۔۔؟سلینہ کے ہاتھ کی جلد کو سرخ ہوتے دیکھ کر وہ سرد لہجے میں ڈپٹتے ہوئے بولا گیا۔۔۔ جبکہ شہرام نے فاتح کو تڑپتے ہوئے دیکھ کر اس بار اسے شعلہ بار نظروں سے دیکھتے ہوئے گھورنا چاہا۔۔۔ سلینہ آنکھوں میں نمی لیے اپنے ہاتھ کی طرف دیکھ رہی تھی جو فاتح کے ہاتھ میں قید تھا۔۔۔

اپکو دیکھ رہی تھی۔ مجھے کیا پتہ تھا کہ میرا ہاتھ جل جائے گا۔۔! فاتح کی ڈانٹ پر وہ بھیگے لہجے میں سناتے ہوئے بول گئی۔ جیسے اسکا ہاتھ جلنے میں فاتح کا ہی قصور

ہو۔فاتح جو پریشانی سے اسکے ہاتھ پر پھونک مار رہا تھا۔کہ بے اختیار اسکے ہونٹ سلینہ کے معصومیت سے سنانے پر مسکراہٹ میں ڈھلتے چلے گئے۔۔۔

کمینہ ابھی اتنے بڑے بڑے ڈائیلاگ مار رہا تھا۔اور اب دیکھو کیسے تڑپ اٹھا ہے۔۔۔"فاتح کی فکر مندی دیکھتے ہوئے سر نفی میں ہلاتے ہوئے شہرام بڑبڑا دیا۔۔۔

شہری تیرے پاس کوئی کریم ہے کیا؟ مجھے اسکے ہاتھ پر لگانی ہے۔۔۔!سلینہ کے ہاتھ پر پھونک مارتے ہوئے فاتح نے شہرام کو مخاطب کیا۔جبکہ شہرام نے فاتح کی ڈیمانڈ پر آنکھیں اچھنبے سے پھیلا لی تھیں۔

بول بھی۔۔۔! سلینہ کا زبردستی ہاتھ کھینچتے ہوئے فاتح نے ساتھ والی چیئر پر بٹھاتے ہوئے شہرام کو پھر پوچھا، جو اچھنبے سے منہ کھولے اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔

تجھے میں چلتا پھرتا میڈیکل سٹور لگتا ہوں کیا؟ یا سپائیڈر مین؟ جو ملک میں اگر کہیں بھی کسی لڑکی کا ہاتھ جلتا ہو، تو وہ چھپکلے کی طرح بلڈنگ ٹاپتے ہوئے فوراً کریم لے کر حاضر ہو جاتا ہے۔۔۔" شہرام الٹا طنزیہ لہجے میں پوچھتے ہوئے اسے سناتا چلا گیا تھا۔ بھلا اسکے پاس کہاں سے کوئی کریم موجود ہوتی۔۔۔!؟؟

ان دونوں کے برعکس سلینہ ٹکر ٹکر نا سمجھی سے انکی طرف دیکھ رہی تھی۔ کیونکہ وہ اردو میں بات کر رہے تھے۔ جو اسکی سمجھ سے بالکل باہر تھی۔۔۔

سلطان آپ رہنے دیں۔ میں گھر جا کر کچھ لگالوں گی۔۔! سلینہ نے جلدی سے بولتے ہوئے انکی توجہ اپنی جانب کروانا چاہی کیونکہ کافی شاپ کا منیجر اب سلینہ کو گھور رہا تھا۔ جو کسٹمرز کے ٹیبل پر بیٹھی نظر آرہی تھی۔۔۔ سلینہ کو کریم کے لفظ سے سمجھ آگئی تھی۔ کہ وہ اسکے ہاتھ پر جلن کم کرنے کے لئے کچھ مانگ رہا ہے۔ اس لئے انکار کرتے ہوئے اس نے کھڑے ہونا چاہا۔۔۔

فاتح جو شہرام کو جواب میں سنانے لگا تھا۔ کہ سلینہ کو بار بار ڈرتے دیکھ کر وہ ٹیبل سے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔

جلدی بل دے کر باہر آ، مجھے اسے ڈاکٹر کے پاس لے کر جانا ہے، اور ہاں اس مینڈک کو بھی جلدی نبٹا آئی۔۔ "

کافی شاپ کے مینجر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فاتح جلدی سے کھڑے ہو کر سلینہ کا ہاتھ تھامے اسے اپنے ساتھ کھینچتے ہوئے دروازے کی جانب بڑھ چکا تھا۔ جبکہ شہرام تو اسے منہ کھولے دیکھتا رہ گیا تھا۔۔ جو ہوا کے جھونکے کی طرح چلا بھی گیا تھا۔۔۔۔

سالا پہلے اسکا ہاتھ پکڑتا نہیں، اور اگر پکڑ لے، تو چھوڑنے کا نام نہیں لیتا۔۔ کمینہ گلی کا آوارہ عاشق نہ ہو تو، بے غیرت تھوڑی دیر پہلے کیسے دیوداس بنا باتیں سنا رہا تھا۔ اور اب زرا سا ہاتھ جلنے پر لڑکی کا آپریشن کروانے نکل پڑا ہے۔۔۔ "

فاتح کو مسلسل کوستے ہوئے شہرام خود سے ہی بولی جا رہا تھا۔ لیکن پھر اپنا اور فاتح کی کافی کا مگ اٹھا کر پیک کروانے چلا گیا۔ اب جو بھی ہو وہ اپنی کافی یہاں پر

چھوڑنے والا نہیں تھا۔ آخر کار اسکے ناکارہ ڈیڈ کی حق حلال کی کمائی کے پیسے تھے۔۔

کافی کے مگ اٹھانے کے ساتھ ساتھ وہ مینجر کو ٹوپیاں کروانے کے لیے اٹھ کر کاؤنٹر کی جانب چلا گیا تھا۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

)ڈیڑھ مہینے بعد(

کیا تم لوگوں کو پتہ ہے؟ کہ تم لوگوں کا ایڈمیشن کس کس ڈیپارٹمنٹ میں کروایا گیا ہے۔۔۔؟

کبیر نے سنجیدہ لہجے میں پوچھتے ہوئے سب پر نظر دہرائی۔ جو اس وقت بالکل شریفوں کی طرح ان کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔

پورا ایک مہنیہ ان لوگوں نے دبئی میں چھٹیاں منائی تھیں۔۔اور اس ایک مہینے میں کبیر اور فارس نے جس جس طریقے سے انکو کنڑول کرنے کی کوشش کی تھی یہ تو ان دونوں کا ضبط ہی تھا۔ ورنہ وہ لوگ دبئی اینٹر ہوتے ہی اپنی اوقات سے باہر ہو گئے تھے۔

شہرام اور فاتح کی ڈیمانڈ اگر صرف کلب میں جانے کی ہوتی تھی، تو باقیوں کو بیچ پر جانے کا شوق چڑھا ہوتا تھا۔ کبیر خان ور فارس ہمدانی اچھے سے جانتے تھے۔ کہ ایسی واحیات بکواس کر کے وہ لوگ صرف انکا ضبط آزمانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

ورنہ ان دونوں جگہوں پر جا کر وہ لوگ خود میسنوں کی طرف آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیتے تھے۔ کیونکہ تنگ آ کر کبیر اور فارس انکو ایک دفعہ کلب اور بیچ کا چکر

لگوا کر لائے تھے۔اور پھر وہاں کے نظاروں پر نظر پڑتے ہی ارسل اور باسم نے شرماتے ہوئے کبیر اور فارس کے سینے میں منہ چھپالیا تھا۔۔بس شہرام اور فاتح نے ہی زرا اوقات سے باہر جانے کی کوشش کی تھی۔

جبکہ غازی تو ناک چڑھا کر انجان بننے کی کوشش میں تھا، تو ایشام ولا حول ولا۔۔پڑھتے ہوئے کانوں کو ہاتھ لگانا شروع ہو گیا تھا۔۔اس طرح کی کیوٹ حرکتیں کرتے ہوئے وہ سب کبیر اور اور فارس کو بے حد پیارے لگے تھے۔

لیکن اس بات کا اظہار مطلب آ بیل مجھے مارنے کے مترادف تھا۔اس لئے کبیر اور فارس نے اس تعریف پر مٹی ڈال دی تھی۔

اس سب میں صرف ایک انسان ایسا تھا۔جو اس دبئ ٹرپ میں انکے ساتھ جا کر رونے والا ہو چکا تھا۔اور وہ تھا ان سب کا پاکستانی ایجنٹ "بہادر خان"۔۔۔

کسی بھی لڑکی کو دیکھ کر وہ سب کسی نہ کسی بہانے بہادر خان کو لڑکی پر گرا دیتے، یا جا کر کہہ دیتے کہ "بریو مین" نے اسے پرپوز کیا ہے۔ بیچاری لڑکیاں تو بریو مین سن کر الجھن کا شکار ہو جاتی تھیں۔ کہ آخر کون ہے یہ بریو مین۔۔۔

انکی ایسی حرکتوں پر بہادر خان نے روتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کبیر اور فارس سے منت کی تھی۔ کہ وہ اسکی ان لیچوں سے جان چھڑا دیں۔۔ اور جب کبیر اور فارس کی سپورٹ پر آخر کار بہادر خان کی جان چھوٹی تو بعد میں وہ سب بہادر خان کو "چغل خور ایجنٹ" کہہ کر مشہور کر گئے۔ چونکہ بہادر خان انکی پل پل کی رپورٹ پاکستان میں بھجوا رہا تھا۔ اس لئے اسکو اس عظیم لقب سے نوازا گیا تھا۔

دبئ میں عیش کرنے کے بعد وہ سب ایک بار پھر اپنی پڑھائی والی زون میں واپس آ چکے تھے۔ کبیر، فارس اور شہرام، فاتح کے نیو سمسٹر تو شروع چکے تھے۔ اور اسکے ساتھ ہی جونئیر ٹیم کی بھی یونیورسٹی سارٹ ہو گئی تھی۔

دبئ سے واپسی پر وہ سب اس بحث میں الجھے ہوئے تھے۔ کہ کون کس فیلڈ میں جائے گا یا کون سے سبجیکٹ پڑھیں جائیں۔ تاکہ اس ساری سلیکن کے بعد ایڈمیشن کروائے جا سکیں۔ لیکن وہ اس بات سے بے خبر تھے، کہ انکے ایڈمیشن پہلے ہی ہو چکے ہیں۔۔۔

بھائی ہمارا ایڈمیشن ہو بھی گیا ہے کیا۔۔؟ ارسل نے کسی خدشے کے تحت جاننا چاہا تو فارس نے بے نیازی سے کندھے اچکاتے ہوئے جواب دیا۔۔ اندازہاں کرنے والا تھا۔۔۔

اس بار ہمیں کہاں کہاں پھینکا گیا ہے۔۔۔؟غازی نے آنکھیں اٹھاتے ہوئے اپنے بڑے بھائیوں کو دیکھا۔جو پاکستان والوں سے بات نہ کرنے کے باوجود ہر چیز کے بارے میں خبر رکھتے تھے۔۔

"باسم کاظمی" میڈیکل ڈیپارٹمنٹ میں بھیجے گئے ہیں، تو "غازیان پاشا" وکیل بننے کی تیاری پکڑ لیں۔۔ جبکہ ہمارے مسٹر "ارسل خان" جو ہیں وہ ائیر فورس کی طرف دھکیل دیے گئے ہیں۔

اور باقی بچے ہمارے "ایشام" عرف مسٹر شام جو ہیں وہ آئی ٹی پڑھے گئے۔۔۔ "کبیر خان نے مزے سے باری باری سب کی طرف اشارہ کرتے

ہوئے انکے سروں پر نیوکلیئر بمب پھوڑے تھے۔۔ جن کو سننے کے بعد وہ سچ میں صدمے سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے دیکھنا شروع ہو گئے تھے۔۔۔

یہ غلط بات ہے۔ ہم زیادہ بھائی ہیں تو اسکا مطلب یہ تھوڑی ہے۔ کہ دنیا کے سارے شعبے اپنے گھر سے ہی پورے کر دیے جائیں۔ میں اس فیصلے کے خلاف سخت احتجاج کرنے کا مظاہرہ کرتا ہوں۔۔"

سب سے پہلے ہوش میں آتے ارسل خان اپنے زخمی دل کو تھپکتے ہوئے گویا ہونے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن اندر سے اسکا دھاڑے مار کر رونے کو جی چاہ رہا تھا۔

بھائی یہ غلط بات ہے، میرا تو ہوم ورک بھی غازی کرتا تھا۔ میں کہاں ڈاکٹر بن سکوں گا۔۔؟ میں بتا رہا ہوں۔ اگر اس بار میرے ساتھ زبردستی ہوئی تو میں نے سب کو غلط انجکشن ٹھوک دینے ہیں۔

میں بچپن میں ہیئر پن اپنے پاس اس لئے تھوڑی رکھتا تھا۔ کہ بڑے ہو کر سچ میں مجھے ڈاکٹر بنا دو۔۔۔"

باسم کی بھی روتے ہوئے فریادیں شروع ہو گئیں تھیں۔ جبکہ اتنے بڑے صدمے کے بعد اسے سمجھ ہی نہیں آ رہی تھی۔ کہ کن الفاظ میں اپنا دکھ ظاہر کرے۔۔۔ بے ربط جملے اسکی اندرونی کیفیت کو بیان کرنے کے لیے ناکافی ثابت ہو رہے تھے۔۔۔

اب ہم اس میں کیا کر سکتے ہیں۔ سب کچھ تو فائنل ہو چکا ہے۔۔۔" فارس بے نیازی سے کندھے اچکا کر ہنسی دباتے ہوئے سنجیدہ ہونے کی کوشش کرتے بولا تھا۔

ان سب کے چہروں کے تاثرات سچ میں قہقہے لگانے والے تھے۔۔۔ شہرام اور فاتح تو مزے سے کوک پیتے ہوئے انکی دکھی فلم انجوائے کر رہے تھے۔ کیونکہ کچھ سال پہلے انکے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ اس لئے ان سب کو یوں روتے دیکھ کر اب انکے کلیجے میں ٹھنڈک اترتی جا رہی تھی۔ ساری صورتحال میں صرف فارس اور کبیر اپنی مرضی کے سبجیکٹ پڑھ رہے تھے۔

دبئ کی ٹرپ کے بدلے اتنی بڑی سزا کون دیتا ہے یار۔۔۔؟ایشام جھنجھنا کر پیر پٹکتے بولا تھا۔۔اس لگ رہا تھا کہ انہوں نے ٹرپ پر جانے کی جو پلیننگ اپنی ماؤں کے ذریعے منوائی تھی۔یہ انہیں اسکی سزا ملی ہے۔۔۔

سالے تو بھی کچھ بول۔۔!کہ وکیل بننے کی خوشی میں تیرے سارے الفاظ ختم ہو گئے ہیں۔۔۔!فاتح نے خاموش بیٹھے غازی کو چھیڑتے ہوئے اکسایا تو سب متوجہ ہوتے غازی کی طرف دیکھنے لگے۔۔۔

نہیں میں بس یہ سوچ رہا ہوں۔کہ اتنے سارے ظلم ہونے کے بعد مستقبل میں کونسے کونسے کیس ٹھوک کر اپنے گھر والوں کو اندر کروانا چاہیئے۔۔۔۔" غازی نے سنجیدہ لہجے میں تھوڑی پر انگلی پھیرتے ہوئے پر سوچ انداز میں کہا تو اسکی پلیننگ پر سب قہقہ لگاتے چلے گئے۔۔۔

کمینے تو, تو ابھی سے خود کو وکیل سمجھ بیٹھا ہے۔۔! شہرام نے ہنستے ہوئے اسے دیکھا، جس پر غازی نے ایٹیٹیوڈ سے کالر جھٹکتے ہوئے کندھے اچکا دیے تھے۔۔۔ مطلب وہ وکیل بن کر گھر والوں سے بدلے لینے کا ارادہ کیے ہوئے تھا۔۔۔

تم لوگ پھر زمین پر کہیں نہ کہیں پھینکے گئے ہو، میرا دکھ تم سب سے بڑا ہے۔ کیونکہ مجھے زبردستی جہاز کے پروں کے ساتھ باندھ دیا گیا ہے۔۔۔"ائیر فورس کا سوچ سوچ کر ارسل کے پسینے چھوٹ رہے تھے۔۔۔ارسل کی دہائی پر وہ سب بتیسی دیکھاتے ہوئے اسے چڑانے کی کوشش کرنے لگے۔ تو بدلے میں ارسل نے چڑتے ہوئے انکو کشن مارنا چاہا تھا۔۔

یہ ساری ڈرامے بازیاں چھوڑ کر اب جا کر کھانے کی تیاری کرو۔۔۔" کبیر نے ہنسی دبا کر انکو وہاں سے غائب کرنا چاہا۔۔۔ کیونکہ اگر وہ مزید دو منٹ بھی اکھٹے بیٹھتے تو یہاں پر دنگا فساد شروع ہو جانی تھی۔ اور پھر دیکھنے والوں نے یہ کہنا تھا کہ ملک کے سارے شعبے آپس میں لڑ پڑے ہیں۔۔۔

ان سب کے برعکس فارس اپنی سوچوں میں الجھا چکا تھا۔ کیونکہ پہلے گریجویشن کے بعد انکی اٹلی سے واپسی ممکن تھی۔ لیکن اس سارے سین کے بعد فارس کو صاف صاف نظر آ رہا تھا۔ کہ یہ جدائی اب مزید لمبی ہونے والی ہے۔۔۔ تھکی ہوئی سانس خارج کرتے اس نے سر جھٹک دیا تھا۔۔

رات کے وقت ساحل سمندر کی گیلی ریت پر وہ سب واک کرتے ہوئے ایک دوسرے کو چھیڑ رہے تھے۔جب اچانک ایشام کی جیب میں پڑا موبائل وائبریٹ ہونے لگا۔۔موبائل کی وائبریشن محسوس کرتے ایشام چلتے چلتے رک کر جیب سے موبائل نکالنے لگا۔۔۔

موبائل نکالتے ہی سکرین پر ناز کے نام کا نوٹیفیکیشن نظر آیا تو ایشام کو خوش گوار حیرت نے آن گھیرا۔۔

آج اتنے عرصے بعد اسکی بہن نے اسے میسج کیا تھا۔ورنہ وہ جب سے یہاں پر آئے تھے۔تو ناز غصے و ناراضگی میں کسی سے بھی بات نہیں کرتی تھی۔۔۔اور آج یوں اچانک اسکے خود سے میسج کرنے پر ایشام کو اپنی ضدی بہن پر بے شمار پیار آنے لگا تھا۔۔۔

ایشام اور ناز وہ بہن بھائی تھے جو ایک ساتھ بیٹھے ہوں تو بنا چونچ لڑائے نہیں رہ سکتے تھے۔ لیکن ان دونوں کے برعکس بہار کی کیمسٹری ان سے الگ تھی۔ بہار اپنے دونوں بڑے بھائی، بہن کی لاڈلی تھی۔ کچھ اپنی معصومیت تو کچھ چھوٹے ہونے کی وجہ سے ناز اور ایشام اسے کم ہی اپنی دنگا فسادی میں گھسیٹتے تھے۔ بلکہ الٹا بہار اکثر انکی صلح کرواتی تھی۔

ایشام نے ناز کا میسج کھولا تو اسکی طرف سے ایک ویڈیو آئی ہوئی تھی۔ ویڈیو دیکھ کر ایشام کچھ حیران ہو گیا تھا۔۔

اتنے عرصے بعد اس جنگلی بلی نے کونسی ویڈیو بھیجی ہے۔۔۔؟ ایشام نے متجسس ہوتے ویڈیو ڈاؤن لوڈ کرنا شروع کی۔۔۔ کچھ سیکنڈز کے بعد ویڈیو کی ڈاؤن لوڈنگ مکمل ہوئی تو ایشام نے جلدی سے ویڈیو پلے کر دی۔۔۔

ویڈیو پلے ہوتے ہی اسے سب سے پہلے بہار کا کھلکھلاتا ہوا چہرہ نظر آیا تھا۔ پنک کلر کا گاؤن پہنے وہ اپنی معصوم ہنسی کے ساتھ کیک کاٹ رہی تھی۔ شاید یہ انکی سالگرہ کی ویڈیو تھی۔ ویڈیو دیکھتے ہوئے ایشام نے مسکرا کر سوچا۔۔۔

ویڈیو مزید آگے بڑھی تو باری باری سب کے چہرے نظر آتے گئے۔ جہاں وہ ٹیبل کے گرد کھڑی ہنستے ہوئے، برتھڈے وش کر رہیں تھیں۔

لیکن ساری ویڈیو میں ناز کے چہرے کو بلر دیکھ کر ایشام نے آنکھیں سکیڑ لیں۔۔۔ اپنی چالاک لومڑی جیسی بہن کی ہوشیاری پر ابھی ایشام نیلی آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے گھور ہی رہا تھا۔ کہ اچانک ویڈیو میں دور کھڑا ایک وجود نظر آنے لگا۔۔۔ ویڈیو بنانے والے نے آہستہ آہستہ زوم کرتے ہوئے واضح کیا تو

سکرین پر ابھرتے ہوئے چہرے کو دیکھتے ہی ایشام صدیقی کی نیلی آنکھوں کی پتلیاں ساکت ہوتی چلی گئیں تھیں۔۔

سی گرین کلر کا گاؤن پہنے اپنی سبز کانچ کانچ سی آنکھوں کو مٹکاتے ہوئے شاید وہ کسی کو چڑا رہی تھی۔ ہیر نے ہنستے ہوئے اچانک اپنی انگلیوں پر لگی کریم کو کھانا شروع کیا تو یہ منظر دیکھتے ہی ایشام کو اپنا وجود ہر طرح سے ڈھیر ہوتا محسوس ہونے لگا تھا۔ اسے اپنا وجود اچانک فضا میں تحلیل ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔ ایشام نے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے خود کو سنبھالنے کی ناکام سی کوشش کی۔ کیونکہ سینے میں دل تیز رفتار سے دھڑکتے ہوئے اسکا سانس روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔

سکرین سے نظریں ہٹاتے ہوئے ایشام نے فضا میں گہرا سانس کھینچ کر نظریں دوبارہ سکرین پر جمائیں تو ہیر اپنی گاؤن اٹھا کر بھاگتی ہوئی نظر آئی تھی۔اپنی مستی میں جھومتے ہوئے وہ پیچھے بھاگنے والی ناز کو مسلسل زبان نکال کر چڑا رہی تھی۔

ایشام صدیقی سے مزید اسکا چمکتا دمکتا روپ نہ دیکھا گیا تو اس نے موبائل نیچے کرتے ہوئے آنکھیں میچ لیں۔۔۔

ذہن میں وہ سب پرانے منظر گردش کرنے لگے تھے۔جب کچھ سال پہلے وہ اداس چہرہ لیے اسکے کمرے میں اسے روکنے کے لیے آئی تھی۔پر ایشام صدیقی نے انتہائی بے دردی کے ساتھ اسکا دل توڑ دیا تھا۔

ایشام کو آج محسوس ہو رہا تھا کہ اسے اٹلی میں بسے کتنے برس بیت گئے ہیں۔

کیونکہ گزرے اتنے سالوں میں ایشام صدیقی نے ہیر پاشا کو نہ سوچا تھا، اور نہ ہی دیکھا تھا۔ بلکہ وہ یہاں پر آ کر یہ بھی بھول چکا تھا۔ کہ اسکی زندگی میں کوئی سبز چڑیل نام کی ہیر ہوا کرتی تھی۔ جو ہر وقت اسکی ناک میں دم کیے رکھتی تھی۔

پاکستان سے آنے سے پہلے پہلے ایشام کو یہ سوچ آئی تھی کہ کہیں اٹلی جاتے ہی ہیر پاشا موبائل پر اسکا جینا حرام کرنا نہ شروع کر دے۔ اور ایسا ہونے پر اگر وہ، ہیر کو بلاک کرنے کی گستاخی کرتا تو پھر اسکے سر پر ڈنڈے ہی برسنے تھے۔۔ لیکن یہاں آتے ہی اسکی ساری غلط فہمیاں دور ہو چکی تھیں۔ کیونکہ ہیر پاشا نے اس ایک بار بھی نہ میسیج کیا تھا اور نہ ہی کال۔۔۔ جینا حرام تو بہت کی بات تھی۔۔۔

کیا وہ اسے بھول چکی تھی؟؟؟ ایشام نے لب کاٹتے ہوئے دھڑکتے دل کے ساتھ سوچا۔۔۔ ہیر کا چہرہ دیکھتے ہی وہ خود میں الجھ چکا تھا۔۔ نجانے کس احساس کے تحت اس نے دوبارہ وڈیو پلے کر کے دیکھنا شروع کر دی۔۔۔

وہ اس قدر گم ہو کر ویڈیو دیکھ رہا تھا کہ اسے زرا بھی خبر نہیں ہوئی کہ اسکے پاس کچھ شیطان آ کھڑے ہوئے ہیں۔ جن کے ساتھ وہ رات میں بیچ کی سیر کو نکلا تھا۔۔ ایشام کو سٹل ایک جگہ پر کھڑے دیکھ کر وہ تجسّس کے مارے اسکے پاس آئے تھے۔

اووو۔۔۔ تو شام میاں ہیر کو دیکھ رہے ہیں۔ میں بھی کہوں کہ یہ صاحب کیوں دنیا بھلائے یہاں پر کھڑے ہیں۔۔ "

ارسل اسکے موبائل پر مکمل جھکتے ہوئے سکرین پر چلتی ویڈیو کو دیکھ کر معنی خیزی سے بولا تھا۔۔۔اسکی آواز سنتے ہی ہڑبڑاہٹ میں ایشام کے ہاتھ سے موبائل چھوٹ کر نیچے ریت میں گرا تھا۔۔

ایشام نے جلدی سے موبائل اٹھاتے ہوئے انکی طرف دیکھا تو وہ تیزی سے ابرو اٹھاتے، گراتے معنی خیزی نظروں سے اسکی طرف دیکھنا شروع ہو گئے۔۔۔

ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔بس نازلو گوں کی برتھڈے کی ویڈیو ہے۔۔۔"ایشام نے سنبھلتے ہوئے تیزی سے صفائی دی تھی۔وہ اپنی باتوں سے اس پہلے کہ ایشام کا جینا حرام کرنے کی کوشش کرتے،جب فارس اور کبیر انکی جانب آتے ہوئے کہنے لگے۔۔۔

آدھی رات کو بیچ پر آنے کی کیا تک بنتی تھی۔۔؟ کبیر تاسف سے انکو دیکھ گیا۔ جو رات میں ضد کرتے ہوئے زبردستی انکو یہاں پر لے آئے تھے۔۔۔

بھائی دن میں یہاں کا ماحول دیکھنے والا نہیں ہوتا۔اس لئے ہم اپکو اس ٹائم لے کر آئیں ہیں۔تاکہ اپکی آنکھیں صاف ستھرا ماحول دیکھ سکیں۔۔۔۔"غازی جواب میں تیزی سے سمجھانے والے انداز میں بولا تو اسکی ڈبل میننگ بونگی پر سب قہقے لگاتے ہوئے ریت پر گرتے چلے گئے تھے۔۔ جبکہ ہنسی تو کبیر اور فارس کو بھی آنے لگی تھی۔۔

زیادہ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں،

۔اٹھو سب کھانا کھانے چلیں۔۔۔"کبیر ہنسی دباتے ہوئے مصنوعی سنجیدگی سے اسے ڈپٹ کر پلٹتے ہوئے فارس کے ساتھ قدم اٹھا گیا۔۔۔

فارس اور کبیر کو جاتے دیکھ کر وہ ایک دوسرے کو اشارہ کر کر تیزی سے بھاگتے ہوئے کبیر اور فارس کے کندھوں پر سوار ہوئے۔۔۔تو کبیر اور فارس نے چونک کر ہنستے ہوئے انکا بوجھ اٹھالیا۔۔۔

فارس کی کمر پر فاتح، غازی اور ارسل ایک ساتھ سوار ہونے کی کوشش کر رہے تھے۔تو کبیر نے شہرام، ایشام اور باسم کو اٹھایا ہوا تھا۔۔۔وہ انکے بڑے بھائی تھے، جو اپنے چھوٹے بھائیوں کا بوجھ اٹھانا خود کے لئے فخر سمجھتے تھے۔۔۔

رات کے اس وقت ساحل سمندر کی لہروں کے ساتھ ساتھ ان سب کے شرارتی قہقہے ہوا میں موجود ہر سناٹے کو چیرتے چلے گئے تھے۔

نازاپنے کمرے میں بیٹھی موبائل پر چلتی ہوئی ویڈیو دیکھ رہی تھی۔۔جواس نے ابھی تھوڑی دیر پہلے اپنے بڑے بھائی کو بھیجی تھی۔

یہ وڈیوانکی برتھڈے کی تھی۔جو نازنے کل خود سپیشل ایڈیٹ کی تھی۔اس ویڈیو میں باقاعدہ طور پر اس نے ہیر کو خاص طور پر نمایاں دیکھایا تھا۔وڈیو کے سٹارٹ کے حصے میں ان سب کی صرف جھلک تھی۔جبکہ باقی پوری ویڈیو میں ہیر کے ہر مومینٹ کو دیکھایا جارہا تھا۔جب وہ ناز کو چڑاتے ہوئے مسلسل بھاگ رہی تھی۔

نازنے سوچ لیا تھا کہ وہ اپنے بھائی کے دل میں ہیر کو لے کر ضرور ایموشنز جگائے گی۔کیونکہ ناز کو اچھے سے یاد تھا۔جب ہیر پیدا ہوئی تھی تو ایشام اسکی

طرف بہت اٹریکٹ ہوا تھا۔ کیونکہ وہ اسکے ماموں کی اکلوتی بیٹی تھی۔ ہیر کی سبز آنکھوں کی چمک اسے بہت پسند تھی۔

لیکن پھر آہستہ آہستہ سب بدلتا چلا گیا۔ ہیر بڑے ہونا شروع ہوئی تو وہ خوامخواہ میں ایشام سے چڑنے لگی۔ کیونکہ ہیر کو ہرگز بھی پسند نہیں تھا کہ کوئی اسے چھوڑ کر ایشام صدیقی کو اہمیت دے۔

وہ جب بھی گاؤں جاتے تھے تو وہاں جاتے ہی ہیر اور ایشام کی لڑائی شروع ہو جاتی تھی۔ ہیر کو شیراز پاشا اور گل جہاں بیگم کا ایشام پر پیار لٹانا ہرگز بھی پسند نہیں تھا۔ اسی جلن میں اس نے ایشام کو تنگ کرنا شروع کر دیا تھا۔

ہیر پہلے جہاں صرف شیراز پاشااور گل جہاں بیگم کے ایشام کو پیار کرنے پر چڑتی تھی۔آہستہ آہستہ اسکی یہ چڑا تنی بڑھتی چلی گئی۔کہ ایک دن اس نے وہاج اور بیہ کو بھی صاف کہہ دیا کہ وہ ایشام کو پیار نہ کریں۔۔۔

ہیر کے اس غصے بھرے حکم کو سن کر سب تعب کا شکار ہو گئے تھے۔لیکن بات یہاں ہی ختم نہیں ہوئی تھی۔بلکہ پھر جس کسی کو بھی ہیر ایشام پر پیار لٹاتے دیکھ لیتی تو وہ آگے بڑھ کر ایشام کو پرے دھکیل کر خود اسکی گود میں بیٹھ جاتی تھی۔خاص طور پر وہ بیہ کو پیار کرنے نہیں دیتی تھی۔۔

ہیر کے اس انداز پر بیہ تو اپنی بھتیجی کے صدقے واری ہو جاتی تھی۔پر ایشام کا غصے سے برا حال ہونے لگا تھا۔اور پھر آہستہ آہستہ وقت کے ساتھ یہ جنگ

مزید بڑھتی چلی گئی۔ایشام کے اٹلی جانے سے پہلے تک ہیر نے اسے تگنی کا ناچ نچانے رکھا تھا۔

ناز چھت کو گھورتے ہوئے اپنے بچپن کو سوچتے ہوئے ہنس دی۔ان سب کا بچپن ایک ساتھ بہت حسین گزرا تھا۔ حسین یادوں کو یاد کرتے وہ مسکرا کر اٹھ بیٹھی۔۔۔

ناز نے موبائل اٹھاتے ہوئے ایک نئی ویڈیو اوپن کی۔۔جو ہیر کی دو دن پہلے کی تھی۔ناز نے یہ ویڈیو چپکے سے بنائی تھی۔

ویڈیو کو پلے کرتے ہی ناز نے اسے بھی ایڈٹ کرنا شروع کر دیا۔تاکہ کل پھر ویڈیو بھیج کر اپنے بھائی کا دل، گردے سب ہلا سکے۔اس نے پکا ارادہ کر لیا تھا۔

کہ وہ ہیر کو اٹلی میں رہنے والے کے دل میں بسا کر رہے گی۔۔۔دل میں بسنے کے بعد پھر ان دونوں کے بیچ میں جتنی مرضی جنگیں ہوں۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(کچھ سال بعد)

کبیر خان اور فارس ہمدانی اس وقت جہاز میں اپنی اپنی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی جہاز ٹیک آف ہوا تھا۔

نیلے رنگ کے فور پیس سوٹ میں اپنی سحر انگیز شخصیت کے ساتھ کبیر خان اس وقت مسکراہٹ دباتے ہوئے فارس کی جانب دیکھ رہا تھا۔جو خود اناؤسمنٹ سپیکر سے گونجتی آواز سن کر اپنی دلفریب ہنسی دبانے کی کوشش میں تھا۔

ہیزل براؤن آنکھوں میں انتہا کی کشش لیے سنجیدہ سا فارس اپنے نام کی آواز پر انگلی اور انگوٹھے کی مدد سے آنکھوں کو چھوتے ہوئے ناچاہتے ہوئے بھی ہنس دیا۔۔

بلیک فور پیس سوٹ میں فارس ہمدانی کا انداز انتہائی شاہانہ تھا۔۔ سرخ و سپید رنگت میں وہ دونوں اپنی اپنی شخصیت میں دل دھڑکا دینے کی صلاحیت رکھتے تھے۔۔ کبیر خان نے بھی ہنستے ہوئے ونڈو کی طرف چہرہ موڑ لیا تھا۔۔

وہ دونوں اپنی ایک بزنس میٹنگ کے سلسلے میں پچھلے ایک مہینے سے لندن گئے ہوئے تھے۔ میٹنگ سے آج فارغ ہوتے ہی وہ اپنی اسی آفیشلی ڈریسنگ میں ائیر پورٹ پر جانے کے لئے نکل آئے۔ انکی اتنی عجلت صاف ظاہر کر رہی تھی۔ کہ وہ اٹلی میں رہنے والے اپنے نمونوں کو بے حد مس کر رہے ہیں۔ اس

لئے تو اپنے مینیجر کو انہوں نے آج ہی واپسی کی ٹکٹ کروانے کا حکم دیا تھا۔ تاکہ وہ جلد از جلد اٹلی پہنچ سکیں۔۔۔

جہاز میں بیٹھنے سے پہلے تک ستائیس سال کبیر خان اور فارس ہمدانی یہ بات نہیں جانتے تھے کہ انکا ایک نمونہ سرپرائز کے طور پر پہلے سے ہی جہاز میں موجود ہے۔۔۔

جہاز ٹیک آف ہوتے ہی اناؤسمنٹ سپیکر میں ارسل خان کی شرارتی آواز نے انہیں مخاطب کیا تو اسکی گھمبیر آواز میں اپنے لئے "بھائی" کا لفظ سنتے ہی جہاں کبیر خان اور فارس کا دل دھڑک اٹھا وہیں کاک پٹ میں بیٹھا ہوا ارسل خان اپنی شریر آواز میں اناؤسمنٹ کرتے ہوئے سب پیسینجرز کو یہ بتا رہا تھا۔ کہ آج کی فلائٹ وہ صرف اپنے بھائیوں کی وجہ سے فلائی کرنے کے لیے یہاں پر

آیا تھا۔ تاکہ انکو سرپرائز کر سکے۔ اور اپنی اس پہلی آفیشلی فلائٹ میں وہ اپنے بڑے بھائیوں کو خود جہاز فلائے کرتے ہوئے اٹلی لے جائے۔ سب مسافر کبیر اور فارس کو مبارک دینا شروع ہو گئے تھے۔ جن کا چھوٹا بھائی آج آفیشلی پائلٹ بن چکا تھا۔

پچھلے دو سالوں سے وہ ٹریننگ کے سلسلے میں سب سے دور تھا۔

انٹر کرنے کے بعد جب اس پر یہ دھماکا ہوا کہ اسکا باپ نعمان خان اسے پائلٹ بنتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہے تو وہ دانت پیس کر رہ گیا تھا۔ فلائٹ اکیڈمی میں ایڈمیشن کے بعد ارسل کو وہاں پر شفٹ ہونا پڑا تھا۔ جبکہ صرف ارسل ہی نہیں بلکہ باسم کو بھی ہاسٹل میں میڈیکل کی سٹڈی اور ٹریننگ کے سلسلے میں جانا پڑا تھا۔ پیچھے رہ جانے والوں میں غازی کو بھی قانون کی سٹڈی کے لیے

دوسرے شہر ہاسٹل میں روانہ کر دیا گیا تھا۔ صرف ایک ایشام ہی تھا جو اپنی آئی ٹی کی سٹڈی کے لیے اپارٹمنٹ میں بچا تھا۔

لیکن دو سال اپارٹمنٹ میں اکیلے رہنے کے بعد ایشام صدیقی کو بھی جب مجبوراً اپنے آئی ٹی کے کورسسز کے سلسلے میں اپنا گھر چھوڑنا پڑا تو وہ سب اداس ہوتے چلے گئے۔۔۔ کیونکہ وہ سب ہی ایک دوسرے کے بنا اپنی جگہ جگہ پر مشکل سے رہ رہے تھے۔ اور سب سے زیادہ اداس تو کبیر خان اور فارس ہمدانی تھے۔ وہ اپنے چھوٹے بھائیوں سے ہر گز بھی دور نہیں رہ سکتے تھے۔

پر وقت کی ضرورت کے مطابق دل پر پتھر رکھتے ہوئے انہیں یہ کڑوا گھونٹ پینا پڑا تھا۔۔

کبیر اور فارس کی گریجویشن مکمل ہوئی تو انہوں نے ساری توجہ اپنی کمپنی کو بنانے کی طرف کر لی۔ پر اس ساری سٹرگل میں صرف دو انسان ایسے تھے۔ جو فارس کا خون چوسنے والا کام کر رہے تھے۔ اور وہ نیک انسان صرف شہرام اور فاتح ہی تھے۔ جنہوں نے مسلسل یونیورسٹی میں دو سالوں سے فیل ہونے کا کارنامہ سرانجام دیا تھا۔ اور ایسا بھی صرف انکی اپنی لاپرواہی کا نتیجہ تھا۔۔۔

فارس اور کبیر نے جیسے تیسے دھمکا کر انکی گریجویشن پوری کروائی تو سب کو سکھ کا سانس نصیب ہوا۔۔۔

گریجویشن کرنے کے بعد وہ جو پلین بنائے بیٹھے تھے کہ اب "صرف گھومے گئے۔ پھرے گئے اور عش کریں گئے" پر انکے اس پلین پر کبیر اور فارس نے پانی بھی نہیں بلکہ تیزاب پھینک دیا تھا۔

کیونکہ انہوں نے زبردستی انکو اپنے ساتھ بزنس جوائن کروالیا تھا۔ لیکن اس زبردستی کے چکر میں ایک دفعہ ان بگڑے ہوئے نمونوں کو دبئی کی سیر کروانی ضرور کروانا پڑی تھی۔

آج کل وہ فلحال کبیر اور فارس کی کمپنی میں ہی مدد کر رہے تھے۔ تقریباً پانچ ماہ تک ان سب کی پاکستان واپسی ہونے والی تھی۔ اس لئے کبیر اور فارس جلد از جلد اپنے بزنس کو پاکستان شفٹ کرنے کی کوشش میں تھے۔۔

اڑھائی گھنٹے کی فلائٹ کے بعد جہاز اٹلی کے ائیر پورٹ پر اترا تو وہ ارسل خان کو دیکھنے کے لیے بے چین ہو گئے۔ دو سالوں سے وہ اسے اپنے سامنے نہیں دیکھ پائے تھے۔ اس لئے اس وقت انکے دل میں ایک الگ ہی تڑپ اٹھ رہی تھی۔

جوانہیں مجبور کر رہی تھی کہ بس جلدی سے اپنے چھوٹے بھائی کو گلے لگا لیں۔۔۔ جہاز سے اترتے ہی وہ اسکے انتظار میں کھڑے ہو گئے تھے۔۔

ارسل خان جو گھوم کر دوسری طرف سے آیا تھا۔اپنے بھائیوں کی پشت دیکھتے ہوئے مسکراہٹ دباتا چلا گیا۔۔وہ جانتا تھا کہ جہاز سے اترتے ہی وہ اسکے انتظار میں کھڑے ہو جائیں گئے۔۔۔

کبیر اور فارس پشت کیے جہاز کے دروازے کی جانب دیکھ رہے تھے۔جہاں سے مسافر باری باری اترتے دیکھائی دے رہے تھے۔

کیا میرے بھائی مجھے ڈھونڈ رہے ہیں۔۔۔؟ارسل نے شریر آواز میں بولتے ہوئے انکو اچانک مخاطب کیا تو وہ اسکی مخصوص آواز سنتے ہی سرعت سے اسکی

طرف پلٹے۔ جہاں پائلٹ کے خاکی یونیفارم میں وہ شرارتی انداز میں مسکراتے ہوئے انکے دیکھتے ہی اپنی سرمئی آنکھیں مٹکانا شروع ہو گیا تھا۔۔

اپنی پائلٹ لک میں وہ انکا دل دھڑکانے کا سبب بنا تو وہ اسے دیکھتے ہی چلے گئے۔ سفید و سرخ رنگت پر تضاد اسکے مضبوط جسم پر چپکے ہوئے یونیفارم کو دیکھ کر کبیر اور فارس نے سرشاری سے نم آنکھوں سمیت مسکراتے ہوئے ہاتھ سے اشارہ کرتے اسکی تعریف کرنا چاہی تو بدلے میں ارسل خان نے ان چار قدموں کا فاصلہ دو قدموں میں ختم کرتے ہوئے تیزی سے آگے بڑھ کر انکو گلے لگا گیا۔۔۔

"I missed both of you a lot, brother."

ارسل نے زور سے انکو سینے میں بھینچتے ہوئے الفاظ ادا کیے تو کبیر اور فارس بھی شدت سے اسے سینے سے لگاتے ہوئے آنکھیں بند کر گئے۔۔۔دو سالوں بعد وہ اسکو گلے لگا رہے تھے۔شاید اس لئے اسکا یہ لمس انکی دھڑکن تیز کر رہا تھا۔۔۔

Missed you too badly our little boy...

کبیر اور فارس نے یک زبان بولتے ہوئے جواب دینے کے ساتھ ساتھ اسکا خوبرو چہرہ اپنے سامنے کیا تو ارسل بھیگی آنکھوں سے مسکراتے ہوئے انکی طرف دیکھ گیا۔ان دو چہروں کو دیکھ کر اسکے دل میں عقیدت،احترم، جنون نجانے کیا کیا نہیں پیدا ہوا تھا۔ارسل نے عقیدت سے کبیر اور فارس کا ایک

ایک ہاتھ تھام کر چومتے ہوئے سینے سے لگالیا۔۔۔بے اختیار اسکے دماغ میں بچپن کے ساتھ مناظر گردش کرنے لگے تھے۔۔۔

سکول کالج میں جب بھی انکی کسی کے ساتھ لڑائی ہوتی تھی۔تو یہ دو انسان ہمیشہ کسی گھنے سائے کی طرح ان پر چھاؤں کرنے پہنچ جاتے تھے۔ارسل کو آج بھی یاد تھا۔کہ کالج کے پہلے دن پر اسکے ایک سنئیر نے جان بوجھ کر گزرتے ہوئے ارسل کو دھکا دیا تھا۔جس کی وجہ سے اگلے ہی پل ارسل منہ کے بل گر چکا تھا۔چونکہ وہ اپنے دھیان میں ساتھ چلتے ہوئے ایشام سے بات کر رہا تھا۔اس لئے دیکھ نہیں پایا تھا۔

لیکن دور کھڑے کبیر اور فارس اس لڑکے کی جان بوجھ کر ارسل کو گرانے والی حرکت دیکھ چکے تھے۔ بجلی کی سی رفتا میں بھاگتے ہوئے کبیر نے آگے بڑھ کر ارسل کو اٹھایا تو دوسری طرف فارس اس لڑکے پر چڑھ دوڑا تھا۔

ان سب کا پہلا دن ہونے کی وجہ سے وہ دونوں خود انہیں کالج چھوڑنے آئے تھے۔اپنے کہے کے مطابق فارس نے ارسل اور ایشام کو پروموٹ کروا کے باسم اور غازیان کے ساتھ ایک ہی کلاس میں کروا دیا تھا۔اس لئے ان چاروں کا کالج ایک ساتھ ہی سٹارٹ ہوا تھا۔

کبیر اور فارس نے اس لڑکے کی بری طرح دھلائی کرنا شروع کی تو سب ایک دم بوکھلاتے چلے گئے۔فاتح اور شہرام پر ہاتھ اٹھانے والوں کو اگر وہ کومہ میں پہنچا سکتے تھے۔تو پھر یہاں پر کیسے وہ برداشت کرتے۔۔

کالج کی انتظامیہ نے بروقت پہنچ کر کبیر اور فارس سے اس لڑکے کو چھڑوایا تھا جو نئے آنے والوں کی ریکنگ کرنے چکر میں اپنا ہی منہ تڑوا بیٹھا تھا۔

اسکی اس حرکت پر کبیر اور فارس نے پولیس میں کمپلین کرنے کی دھمکی تو ٹیچرز بامشکل انہیں ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرنے لگے۔

پاکستان کی اتنی بڑی کمپنی کی فیملی نے یہاں پر ایڈمیشن لیا تھا۔انکی ایک کمپلین کی صورت میں کالج والوں کا نام خراب ہو سکتا تھا۔اس لئے ٹیچرز نے ان سے درخواست کرتے یہ معاملہ ان پر چھوڑنے کا کہا تھا۔۔کبیر اور فارس ہر گز بھی نہ مانتے اگر انکے چھوٹے بھائی خود نہ انہیں کہتے تو۔۔۔

نیچے گرنے کی وجہ سے ارسل خان کے ماتھے پر چونکہ چوٹ آگئی تھی۔جس کو دیکھ دیکھ کر کبیر اور فارس کو تکلیف ہو رہی تھی۔ارسل کی چوٹ پر بینڈیج

کرتے ہوئے ان سب کی کئی منتوں اور ترلوں کے بعد کہیں جا کر وہ ٹھنڈا ہو پائے تو سب تشکر بھری سانس خارج کر گئے۔۔ بچپن کا واقع یاد آتے ہی وہ مسکراتے ہوئے بولا۔۔

کبھی کسی کو دیکھا ہے؟ کہ کوئی کسی کو جہاز میں لینے گیا ہے۔۔۔؟ لیکن صرف ارسل خان اپنے بھائیوں کو لندن سے ریسیو کرنے کے لیے جہاز لے کر گیا تھا۔۔! کوئی میری کاپی کر سکتا ہے کیا۔۔؟ کون کرتا ہو گا یوں اپنے بڑے بھائیوں کو مجھ جیسا پیار۔۔۔۔۔؟

انکے دیکھنے پر ارسل اتراتے ہوئے بولتے ہوئے آخر میں اپنے پیار کا رعب جھاڑتے ہوئے سوال بھی کر گیا تھا۔۔۔ جس کو سن کر وہ قہقہ لگاتے ہوئے

اسکے بال بگاڑ گئے تھے۔ شیخی بکھیرنے سے پہلے ارسل خان یہ مینشن کرنا بھول گیا تھا۔ کہ وہ آفشیلی پائلٹ ڈکلیئر ہو چکا ہے۔ اس لئے ایسا ممکن ہو پایا ہے۔۔۔

چل زیادہ ڈرامے نہ کر، آجا اب گھر چلیں۔۔ دو سال ہو گئے ہیں تیرے ہاتھ کے پراٹھے کھائے ہوئے۔۔۔؟ کبیر اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے ہنسی دبا کر چھیڑنے والے انداز میں گویا ہوا تو ارسل سیج میں چڑتے ہوئے اسے دیکھ گیا۔۔ وہ اپنی تعریف سننا چاہ رہا تھا اور یہاں پر اسکے پراٹھوں کو یاد کیا جا رہا تھا۔۔۔

بھائی کچھ خدا کا خوف کریں میں پہلے بتا رہا ہوں۔ کہ میں نے یہ گھر گرہستی اب چھوڑ دی ہوئی ہے۔۔۔ اس لئے خبردار اگر کسی نے مجھ سے پراٹھے بنانے کا کہا

تو۔۔۔!ارسل نے منہ بسورتے ہوئے انکی طرف دیکھ کر جتانا چاہا۔۔۔کہ وہ اس سے ایسی کوئی امید نہ لگائیں۔۔۔

تم کچھ بھی کہو چھوٹے خان پر تمہارا پارٹنر تمہارے آنے کی خوشی میں آتا گوند کر بیٹھا ہوا ہے۔۔۔"فارس نے ایشام کا ذکر کرتے ہوئے قہقہ لگا کر بتایا تو ارسل رونے والا منہ بناتے ہوئے پیر پٹکنے والے انداز میں ان سے دور ہوتا چلا گیا تھا۔۔

اسکی پتلی حالت دیکھ کر وہ قہقہ لگاتے ہوئے ہاتھ پر ہاتھ مارتے اسکے پیچھے بڑھ گئے۔جو مڑ مڑ کر نفی میں ہاتھ ہلاتے ہوئے انکار کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

میٹنگ کتنے بجے کی ہے۔۔۔؟مہر ماہ نے سنجیدہ لہجے میں پوچھتے ہوئے سر اٹھایا۔۔۔

میم میٹنگ میں تو ابھی تقریباً دو گھنٹے باقی ہیں۔۔۔"اسکی فی میل مینیجر نے جواب دینے کے ساتھ ساتھ ایک فائل اسکی طرف بڑھائی۔۔۔

آپی لوگ کہاں پر ہیں۔۔۔؟فائل تھام کر اس پر سائن کرتے ہوئے مہر ماہ نے اس بات اپنی بہنوں کے بارے میں جاننا چاہا تھا۔

ہیر میم تو ابھی تھوڑی دیر پہلے ناز میڈم کے آفس میں گئیں تھیں۔۔۔" مہر ماہ کے سائن کرنے کے بعد کومل نے فائل دوبارہ اٹھالی۔

ٹھیک ہے تم جاؤاب۔۔۔۔"کومل کو جانے کی اجازت دینے کے بعد مہرماہ نے اپنا موبائل اٹھایا تو ناز کی طرف میسیج آیا ہوا تھا۔وہ لنچ کرنے کے لیے اسے اپنے آفس میں آنے کا کہہ رہی تھی۔

مہرہ ماہ نے ٹائم کی طرف دیکھا تو ابھی ایک بج رہا تھا۔آج انکی ایک کلائنٹ کے ساتھ بلیک ہوٹل میں میٹنگ تھی۔جس کی وجہ سے وہ آج جلدی لنچ کر رہیں تھیں۔کیونکہ انہیں پھر آفس سے نکل کر جلد از جلد بلیک ہوٹل پہنچنا تھا۔۔

بلیک ہائی ہیلز شوز میں وہ اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی۔وائٹ لوز پینٹس کے ساتھ وائٹ ہی شرٹ پہنے وہ مکمل طور پر وائٹ ڈریس میں آفس لک میں ملبوس تھی۔جبکہ فل وائٹ ڈریس کے ساتھ براؤن کوٹ اور براؤن ہی بیگ

اس نے کیری کیا ہوا تھا۔ گولڈن بالوں کو نیچے سے لوز کرلز کرنے کے بعد کھلا چھوڑ دیا گیا تھا۔

مہر ماہ اپنا بیگ اٹھائے چہرے پر سنجیدہ تاثرات سجائے اپنے آفس سے نکل کر ناز کے آفس کی طرف بڑھ گئی۔ جہاں ہیر اور ناز اسکے انتظار میں بیٹھی ہوئیں تھیں۔۔

مہر ماہ کے ساتھ ساتھ ہیر پاشا اور گل ناز، وہ تینوں مل کر بزنس کو سنبھال رہیں تھیں۔

جب سے ان تینوں نے کمپنی کو باقاعدہ آفیشلی جوائن کیا تھا۔ تب سے بلیک گینگ صرف اپنے مشن میں مصروف ہو کر رہی گئی تھی۔ وہاج کے ساتھ اب وہ تینوں بہنیں یہاں پر کام سنبھال رہیں تھیں۔

اپنے بیٹوں کو مختلف شعبوں میں بھیج کر بلیک گینگ نے اپنا سارا بزنس بیٹیوں کے سپرد کر دیا تھا۔انکے بیٹوں کو لگتا تھا۔ کہ انہیں مختلف جگہوں پر پھنسا کر بعد میں انکے باپ بزنس کو سنبھالنے کے لئے ان سب کی منتیں کریں گئے۔پر وہ یہ نہیں جانتے تھے۔ کہ بلیک مینشن میں لڑکیاں بھی رہتیں تھیں۔جو رشتے میں انکی کچھ لگتیں تھیں۔انکی موجودگی میں بھلا انکے ڈیڈ کو کسی کی منتیں کرنے نوبت آسکتی تھی۔

مہر ماہ، ناز کے آفس میں داخل ہوئی جہاں ناز اور ہیر ٹیبل پر لنچ رکھے اسکے آنے کا انتظار کر رہیں تھیں۔۔۔

کہاں رہ گئی تھی تم۔۔۔؟ہیر نے اسکے دیر سے آنے پر تیکھی نظروں سے گھورا۔۔۔وائٹ شرٹ پر بے بی پنک کلر کا کوٹ اور ساتھ پینٹس پہنے وہ مہر ماہ

کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جو ہاتھ دھونے اب آفس کے اٹیچ واشروم کی جانب بڑھ گئی تھی۔۔۔ سفید ہائی ہیلز میں ٹانگ پر ٹانگ رکھتے ہیر اپنے کالے گھنے بالوں کو جھٹک کر لنچ نکالنا شروع ہو گئی۔۔ جو خاص طور پر روزانکی مائیں اپنے ہاتھ سے بنا کر بھیجتی تھیں۔

ہیر کی بے صبری پر ناز مسکرا کر اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔

ڈیڈ بتا رہے تھے کہ تم ترکی جانا چاہ رہی ہو۔۔؟ ناز نے ہیر کی طرف دیکھتے ہوئے بات شروع کی تو ہیر اپنے ہاتھ روکتے چہرہ اٹھا گئی۔ ناز کی جانچتی نظروں سے دیکھنے پر اس نے بامشکل نظریں چرائیں۔۔

کریم کلر کی شرٹ کے ساتھ چاکلیٹ کلر کی پینٹس پہنے ناز کھلے بالوں میں بہت سنجیدہ نظروں سے اسکے چہرے کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔۔ وہ اپنے

کالے گھنگریالے بال سٹریٹ کروا چکی تھی۔ لڑکپن کی عمر سے نکلتے ہی ناز کی شخصیت میں ایک ٹھہراؤ آ چکا تھا۔ وہ ضدی اور غصیلے ہونے کو ابھی بھی پہلے جیسی ہی تھی۔ لیکن اب کافی حد تک وہ اپنے ایموشنز کو کنٹرول کرنا سیکھ چکی تھی۔۔۔ ہائی ہیلز پہنے اپنے اپنے دراز قد میں وہ تینوں ایک سے بھر کر ایک تھیں۔۔۔

کون کہاں جا رہا ہے۔۔۔؟ مہر ماہ ٹشو سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے ساتھ والی چیئر پر بیٹھتے ہوئے پوچھنے لگی۔۔۔

یہ میڈم جانا چاہ رہیں ہیں۔۔؟ انکو ہی کچھ مہینوں کے لئے ترکی جانے کا شوق چڑھا ہوا ہے۔۔۔! مہر ماہ کے پوچھنے پر ناز اسے بتاتے ہوئے آخر میں ہیر کی

طرف اشارہ کرتے طنزیہ لہجے میں کہنے لگی تو ہیر نے بدلے میں سرد سانس خارج کی۔۔

رئیلی آپی۔۔! مہر ماہ نے کچھ بے یقین ہوتے ہیر کی طرف دیکھا۔۔۔ناز لنچ شروع کرتے ہوئے ہیر کی طرف مسلسل دیکھ رہی تھی۔

آپو میں نے تو بس سرسری سا ہی کہا تھا۔آپ غصہ کیوں کر رہیں ہیں۔۔"ناز کے چبھتے ہوئے لہجے کو سن کر ہیر نے منکر ہوتے منہ بسورا تو اسکے یوٹرن پر مہر ماہ ے ہنسی دبالی۔۔

ابھی ایک مہینہ پہلے ہی وہ سب گھوم پھر کر واپس آئیں تھیں۔انکے اتنا کہنے کے باوجود بھی سلطان اور ضرار نے انکے ساتھ گارڈز بھیجے تھے۔تو پھر ابھی کیسے ممکن تھا کہ ہیر کے ایک بار کہنے پر اسے ترکی جانے دیا جاتا۔۔۔بلکہ ایسا

کہنے پر اسے باری باری بلیک مینشن کے سارے افراد کو منانے کی ضرورت پیش آسکتی تھی۔اس لئے اس نے اپنے کہے سے انکار کرنا ہی صحیح سمجھا تھا۔۔۔

آپی اتنی جلدی تو پاکستان کی حکومت اپنے وعدے سے نہیں پیچھے ہٹتی۔ جتنی جلدی آپ نے انکار کر دیا ہے۔۔۔"مہر ماہ نے ہنستے ہوئے ہیر کی طرف دیکھ کر اسے چھیڑا تو ناز نے ہنسی دبائی۔۔۔

بکواس نہ کرو میں نے تب ویسے ہی باتوں باتوں میں کہا تھا کہ میر دل کر رہا ہے اسکا مطلب یہ تھوڑی ہے کہ میں سچ میں ایسا سوچا ہوا ہے۔۔۔"مہر ماہ کو ڈپٹتے ہوئے تیکھے انداز میں کہہ کر ہیر نے اسے آنکھیں دیکھائیں۔۔۔

ہاں مہرو یہ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے وہ تو میں نے پوچھ لیا۔اس لئے اسکا یہ فیصلہ بس سرسری سا بن گیا ہے۔ورنہ یہ فل پلین کیے بیٹھی تھی۔۔۔"نازدوبارہ گھورتے ہوئے میٹھے لہجے اسے سناتے بولی تھی۔۔

آپی یار بس بھی کریں۔میں سچ میں آویں ہی کہہ رہی تھی بس..."ہیر جھنجھلاہٹ سے بول گئی۔کیونکہ مہرماہ کی کھی کھی اسے مسلسل چڑانے کا سبب بن رہی تھی۔۔۔

جاؤ بخش دیا تمہیں اس بار ڈیئر لٹل سسٹر،پر اگلی بار یہ سرسری سا کہنے سے بھی پہلے سو بار سوچنا.."۔نازنے سخی پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے معاف کیا تو ہیر شکر کرنے والے انداز میں منہ پر ہاتھ پھیرتی چلی گئی۔ہیر کے اس انداز پر مہرماہ اور ناز ہنسنے لگیں تو انکو ہنستے دیکھ کر ہیر کی بھی ہنسی چھوٹ گئی تھی۔۔

پارو کہاں ہو دیکھو میں کیا بنا کر لائی ہوں...! پچھلے لان کی طرف آتے ہوئے بہار نے پکارتے ہوئے ماہ پارہ کو آواز لگانا چاہی جو کمر پر دوبٹہ باندھے خاصی مصروف نظر آرہی تھی۔اسکی نیلی آنکھوں میں بلا کی معصومیت سمٹی ہوئی تھی۔

اپنی آپو کو ٹرے اٹھائے اپنی طرف آتے دیکھ کر اس نے مسکرا کر چہرے پر آنے والی لٹوں کو پیچھے جھٹکا۔۔۔۔

دوسری طرف بہار یلو کلر کی لانگ فراک کے ساتھ چوری دار پاجامہ پہنے اپنی کالی سحر زدہ آنکھوں میں چمک لیے سلکی بالوں کی چوٹی بنائے تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے اسکی طرف بڑھ رہی تھی۔۔

ایک کو کچن سے فرصت نہیں اور دوسری کی یہ مٹی کے مردے بنانے سے جان نہیں چھوٹتی۔۔۔" منیزے پاشا ان دونوں کی طرف دیکھ کر جل کر بولی تھیں۔۔۔

وہ سب دھوپ میں آکر ابھی تھوڑی دیر ہی پہلے ہی یہاں پر بیٹھیں تھیں۔لان کے پچھلے حصے میں ماہ پارہ نے اپنا سیٹ اپ بنایا ہوا تھا۔۔ جہاں وہ اپنا سکلپٹنگ کا شوق پورا کرتی رہتی تھی۔پر اسکا یہ شوق اسکی سگی ماں کے ساتھ ساتھ باقی ماؤں کو بھی ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا۔

"Choti mama this is called sculpting"

منیزے کے تبصرے کو سن کر ہمیشہ کی طرح ماہ پارہ نے معصوم لہجے میں خفگی سے بولتے ہوئے کہنا چاہا کہ اسکے شوق و جنون کا نام نہ بگاڑیں۔۔ بہار اب

اسکے پاس کھڑی اسے اپنے ہاتھ سے چٹنی کے ساتھ پکوڑے ڈبو ڈبو کر کھلا رہی تھی۔ جو وہ اپنے ہاتھ سے بنا کر لائی تھی۔

ہاں وہی وہی سکلپٹنگ کے مردے۔۔۔" ایرہ نے جان چھڑانے والے انداز میں اسکے کہے کے مطابق الفاظ ادا کرتے ماہ پارہ کے بنائے مجسموں کو ایک نظر دیکھا۔۔۔

آڑو دیکھ وہ والا مردہ کیسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر تجھے گھور رہا ہے۔۔" مشعل علی ایک مجسمے کی طرف اشارہ کرتے ایرہ کو مخاطب کرتے سنجیدہ لہجے میں شرارت سے بولیں تو ایرہ نے چہرہ موڑتے گھورنا چاہا۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مشو بکواس نہ کر وہ مجھے نہیں بلکہ تجھے گھور رہا ہے۔ دیکھ کیسے کانی آنکھ سے تیرے اس حسین مکھڑے کو تکنے کی کوشش کر رہا ہے۔۔۔" مشعل کے چھیڑنے پر ایرہ کا ظمی مجسمے کی نظروں کو الٹا مشعل کی ہی طرف موڑتے ہوئے بول گئی تھی۔

منیزے اور علیزے ہمیشہ کی طرح انکو ایک دوسرے کے ساتھ چھیڑ خانی کرتے بس ہنس رہیں تھیں۔ اتنے سال گزر چکے تھے۔ اب تو وہ دونوں جوان بچوں کی ماؤں کے رتبے پر بھی فائز ہو چکیں تھیں۔ لیکن انکا ایک دوسرے کو تنگ کرنے کا انداز ہ بالکل بھی نہیں بدلا تھا۔۔۔

دیکھ آڑو میں سچ کہہ رہی ہوں۔ کہ وہ تجھ ہی لائن مار رہا ہے۔ قسم سے تو اس سبز رنگ میں اسے بہت خوبصورت لگ رہی ہے۔۔۔" مشعل علی نے انکار کرتے ہوئے زبردستی پھر اس مجسمے کو ایرہ کے پیچھے لگانا چاہا تھا۔۔۔

انکے برعکس ماہ پارہ کے ہاتھوں سے بنے ہوئے بیچارے مجسمے کو خود بھی خبر نہیں تھی۔ کہ سامنے بیٹھیں عورتیں اسے کن مسلوں میں الجھا رہیں ہیں۔۔

تو جو بھی کہہ پر مجھے پتہ ہے کہ وہ تجھے ہی دیکھ رہا ہے۔۔۔" مشعل کی بات سے پھر انکار کرتے ایرہ نیازی سے بولنے لگی تو علیزے نے ہنستے ہوئے انہیں ٹوکا۔۔

بس بھی کرو، کیا بچوں کی طرح لڑنا ہی شروع ہو جاتی ہو۔۔" علیزے خان نے ہنستے ہوئے انکو دیکھا۔۔ تو وہ خود بھی ہنس دیں۔۔۔

بچوں سے بات ہوئی کیا۔۔۔؟ کب واپس آرہے ہیں وہ۔۔۔؟اچانک یاد آنے پر منیزے نے انکو مخاطب کیا۔۔۔

میری تو دو دن سے نہیں بات ہوئی کسی سے بھی۔۔۔" مشعل نے ماہ پارہ اور بہار سے نظریں ہٹاتے ہوئے اداسی سے جواب دیا۔۔۔

میری کل باسم سے بات ہوئی تھی۔وہ کہہ رہا تھا کہ اسکی پریکٹس کا ٹائم پریڈ پورا ہو چکا ہے۔پر ابھی واپسی کا وہ کچھ نہیں بتا سکتے ہیں۔کیونکہ بہت سی چیزیں مینیج کرنے والی ہیں تو واپسی کا پلین کرتے ٹائم لگے گا۔۔۔"

ایرہ نے کل کی باتیں یاد کرتے ہوئے انہیں بتایا۔اپنے بیٹوں کو یاد کرتے وہ ایک دم سے اداس ہو گئیں تھیں۔شاید یہ اداسی اتنے سال دور رہنے کی وجہ سے تھی۔۔

پتہ نہیں ہمارے کبیر اور فارس کیسے دکھتے ہونگے اب۔۔۔"علیزے خان اچانک کبیر اور فارس کو یاد کرتے نم آنکھوں سے بول گئی۔لڑکپن کی عمر میں وہ سب یہاں سے گئے تھے۔۔اور اب تو ماشاءاللہ سے وہ جوان ہو چکے ہونگے۔۔۔اس نے بے اختیار سوچا۔۔

باپ سے ناراضگی کی سزا ان دونوں نے اپنی ماؤں کی بھی دی تھی۔اتنے سال نہ تو انہوں نے کبھی بات کی تھی اور نہ ہی کبھی اپنا چہرہ دیکھایا تھا۔

یہاں تک کبیر اور فارس نے اپنے بھائیوں کو بھی سختی سے منع کیا ہوا تھا۔کہ وہ انکی کوئی بھی تصویر پاکستان میں نہیں بھیجیں کریں گئے۔۔

بڑے بھائیوں کے حکم کے وہ اتنے پکے تھے۔ کہ کسی کے بھی منت کرنے پر وہ سب صاف انکار کر دیتے تھے کہ اس سلسلے میں وہ انکی کوئی مدد نہیں کر سکتے۔۔۔

شہری بتا رہا تھا کہ کبیر اور فارس کی کمپنی نے اس بار سب سے زیادہ بزنس کیا ہے۔۔۔ "جس کی وجہ سے انہیں اٹلی میں ایوارڈز بھی دیئے گئے ہیں۔۔" مشعل اداسی و خوشی کے ملے جلے احساسات سے انکو بتانے لگی تو وہ سب خوشی سے مسکرا دیں۔۔

اب تم دونوں اداس نہ ہو۔ اب تھوڑا ہی عرصہ رہ گیا ہے۔ پھر دیکھنا ہمارے بچے انشاءاللہ ہمارے پاس ہونگے۔۔۔ "مشعل اور علیزے کو دکھی ہوتے دیکھ

کر منیزے نے ماحول کو ہلکا پھلکا کرتے حوصلہ دینے والے انداز میں علیزے کو اپنے حصار میں لے لیا تھا۔

جس پر وہ جلدی سے اپنی آنکھوں سے آنسو صاف کرتی ماہ پارہ اور بہار کے قہقہوں کی طرف متوجہ ہو گئیں۔ جو بچوں کی طرح ایک دوسرے کے چہروں پر مٹی لگانے کی کوشش میں آگے پیچھے بھاگ رہیں تھیں۔۔۔

"Heartfelt congratulations, Barrister Pasha — you've accomplished an outstanding achievement."

سینیر بیرسٹر جان جیک نے غازیان کے ساتھ ہاتھ ملاتے ہوئے اسکی تعریف کی تو وہ مدھم انداز میں مسکراتے ہوئے سر کو جنبش دے گیا۔انداز اپنی تعریف وصول کرنے والا تھا۔۔

بلیک یونیفارم میں سرمئی آنکھوں والا غازیان پاشا مسکراتے ہوئے اپنے سینیرز سے داد وصول کر رہا تھا۔کالے گھنے بال اس وقت اپنے مخصوص انداز میں سیٹ تھے۔جبکہ سرخ و سفید چہرے کو جیت کی خوشی نے روشن کیا ہوا تھا۔ سر کو جھٹکا دیتے ہوئے اس نے ماتھے پر آئے بالوں کو پیچھے کیا تو اسکے سامنے کھڑی انجیلنا اسے سانس روکے دیکھے گئی۔۔سامنے کھڑے شخص کی اس ادا پر اسکا دل بے قابو ہونے لگتا تھا۔۔

اتنے سالوں کی محنت کے بعد غازیان پاشا نے وکالت کا سفر بیرسٹر بن کر پورا کر لیا تھا۔ کچھ سال پہلے وکالت کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد غازیان پاشا کچھ مطمئن نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ اسے محسوس ہونے لگا تھا کہ جیسے وکیل بننا کوئی بڑا کام نہیں ہے۔ اپنے نام کے ساتھ صرف ایڈوکیٹ کا اضافہ اسے کچھ خاص مطمئن نہیں کر پایا تو اس نے اس بات کا ذکر کبیر سے کیا۔

غازیان کی ساری بات سننے کے بعد کبیر نے سیدھا سیدھا اسے مشورہ دیا تھا کہ وہ بیرسٹر بننے کی تیاری پکڑ لے۔۔

کیونکہ کبیر اچھے سے سمجھ چکا تھا کہ اسکے بھائی کو قانون کی مزید طاقت چاہیئے۔ وکیل بننے کے بعد غازیان پاشا کو قانوں کی طاقت تو حاصل ہو ہی چکی

تھی۔پر اس طاقت کو وہ اپنے ماتحت بھی کرنا چاہتا تھا۔۔اس لئے غازی کی سائکی کو سمجھتے ہوئے کبیر نے اسے ایک نیا رستہ دیکھا دیا۔۔۔

اور آج وہ اپنی محنت اور لگن کے بعد آخر کار "بیرسٹر غازیان پاشا" اٹلی کی بار کونسل میں ایک نیا ابھرتا ہوا نام تھا۔وہ نام جس نے اپنی ٹریننگ میں ہی کئی کیس سولو کر دیے تھے۔۔بار کونسل میں غازی نے سنئیر بیرسٹر جان جیک سے ٹریننگ حاصل کی تھی۔

بیرسٹر جان جیک کو پوری بار کونسل میں بیریسٹر جے جے کے نام سے جانا جاتا تھا۔اٹلی کے مشہور و معروف وکیلوں میں انکا شمار ہوتا تھا۔غازی کو انکے سیکھانے کا طریقہ بہت پسند تھا۔

جبکہ بیرسٹر جے جے توغازی جیسے انسان کو اپنی شاگردی میں لے کر فخر محسوس کرنے لگے تھے۔ جس نے آج بھی اپنے دلائل سے اتنے مشکل کیس کو حل کرتے جیت اپنے نام کرلی تھی۔۔

بہت بہت مبارک ہو پاشا۔۔۔"انجلینا نے مہبوت ہوتے اچانک اسے مخاطب کیا توغازی اسکی آواز سنتے بے اختیار اسکی طرف دیکھنے لگا۔ جو آنکھوں میں ڈھیروں جذبات لیے ہاتھ بڑھائے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔۔

تھینک یو انجیلنا۔۔۔"غازیان نے گھمبیر آواز میں بنا اسکا ہاتھ تھامے شکریہ ادا کیا توانجیلنا اسکے ہاتھ نہ تھامنے پر شرمندہ سی ہوگئی۔۔۔

انجیلنا نے ابھی کچھ مہینے پہلے کی یہاں جوائننگ کی تھی۔ وہ بیریسٹر جے جے کی بیٹی تھی۔ جو وکالت کی ڈگری لینے کے بعد یہاں پر اپنی ٹریننگ کے لئے آئی

تھی۔ لیکن پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انجلینا نے غازی میں انٹرسٹ لیناشروع کر دیا۔اور یہ انٹرسٹ کب محبت میں بدلا انجلینا کو خبر بھی نہیں ہوئی تھی۔۔۔

غازی جو اسکی آنکھوں میں ابھرنے والے جذبات صاف طور پر پڑھ سکتا تھا۔ لیکن اسے کوئی پروا نہیں تھی۔اسکی ٹریننگ مکمل ہو چکی تھی۔اور کچھ عرصے تک وہ ویسے بھی پاکستان شفٹ ہونے والا تھا۔۔تو کسی غیر محرم لڑکی کے جذبات کو اہمیت دینا اسکی نظر میں سراسر بے وقوفی تھی۔کیونکہ اسے انجلینا کی ذات میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔۔کہ وہ اسے لے کر کیا محسوس کرتی ہے۔وہ اپنے موڈ میں رہنے والا بندہ تھا۔۔۔

او کے سراب مجھے اجازت دیں۔۔۔"غازی نے اچانک بیریسٹر جے جے کو مخاطب کرتے جانے کی اجازت مانگی تو وہ اسکے اندازہ و آداب پر ہمیشہ کی طرح دل میں متاثر ہو گئے۔غازی سے پہلے بھی انکے پاس بہت سے سٹوڈینٹ ٹریننگ کے لئے آئے تھے۔

لیکن غازیان پاشا جیسا احترام انہوں نے آج تک کسی میں نہیں دیکھا تھا۔ غازی بالکل کسی استاد کی طرح انہیں عزت و احترام سے مخاطب کرتا تھا۔پر بیریسٹر جے جے کو اگر غازی کی کوئی چیز سب سے زیادہ پسند تھی۔تو وہ تھا اسکا ہر چیز میں اجازت لینا۔۔۔جیسے ابھی وہ جانے سے پہلے ان سے اجازت طلب کر رہا تھا۔۔۔

اوو۔۔ینگ مین اتنی جلدی کیوں جارہے ہو۔۔؟ تھوڑی دیر اگر رک جاؤ تو لنچ کر کے چلے جانا، آج ویسے بھی تمہارا یہاں لاسٹ ڈے ہے۔۔۔"بیرسٹر جے جے نے اسکا ہاتھ تھامتے ہوئے غازی کو لنچ کے لئے روکنا چاہا۔۔۔

ڈیڈ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں پاشا۔۔! آپ لنچ کرنے تک رک جائیں پلیز۔۔" باپ کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے انجیلینا بھی ریکوسٹ کرتے بولی۔ اسے غازیان پاشا کے ساتھ مزید وقت گزرانے کا موقع مل رہا تھا۔ تو بھلا وہ پیچھے کیوں رہتی۔۔۔

نو تھینک یو سر۔۔۔! درحقیقت مجھے رستے سے اپنے بھائی کو پک کرنا ہے۔ کیونکہ ایک لمبے عرصے کے بعد آج ہم سب بھائی دوبارہ اکھٹے ہو رہے ہیں تو بس اس لئے مجھے اب نکلنا ہو گا۔ اور ویسے بھی یہ سب فارمیلیٹیز تو میں کل ہی

پورا کر چکا ہوں تو اسکی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے۔۔۔"غازیان نے معذرت کرتے ہوئے آگے بڑھ کر انکو گلے لگایا تو بیریسٹر جے جے اسے گلے لگانے کے بعد اسکا کندھا تھپکتے ہوئے گویا ہوئے۔۔۔

ینگ مین میں تمہیں کبھی نہیں بھولوں گا۔میری سب بیسٹ وشز تمہارے ساتھ ہیں۔اگر کبھی اٹلی دوبارہ چکر لگے تو میرے پاس ضرور آنا۔۔۔"غازی کو دل سے نیک تمنائیں دیتے ہوئے وہ مسکرا کر بول گئے۔۔۔جبکہ انجلینا اسکے نہ رکنے پر کچھ اداس سی نظر آنے لگی تھی۔۔۔

شیور سر۔۔!آپ میرے ٹیچر ہیں۔میں خود بھی اپکو ہمیشہ یاد رکھوں گا۔۔" انکے اتنے خلوص پر غازی ایک بار پھر مسکرا کر انکو گلے لگا گیا۔۔۔سب کو بائے

کہنے کے بعد وہ جانے کے لئے مڑا تو بے اختیار انجلینا نے اسے پیچھے سے پکارا۔۔۔

پاشا۔۔۔؟؟؟غازی کو پکارتے ہوئے وہ اسکے قریب آئی تو وہ مڑ کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔۔

اب تو ہمیشہ کے لیے آپ جا رہے ہیں۔ کیا آج بھی ہاتھ ملائے بنا چلے جائیں گئے۔۔۔؟انجلینا اسکے خوبصورت چہرے کو آنکھوں میں بساتے ہوئے حسرت بھرے لہجے میں کہنے لگی۔۔۔۔۔وہ صرف ایک دفعہ اسکا ہاتھ تھام کر اسکا لمس محسوس کرنا چاہ رہی تھی۔پر مقابل غازیان پاشا جیسا موڈی انسان تھا۔۔۔

غازیان پاشا اپنی فطرت میں بے حد موڈی ثابت ہوا تھا۔ اسکا دل ہوتا تو وہ انجلینا کے ساتھ نارمل انداز میں بات کر لیتا ورنہ سارا دن ناک چڑھائے اسے جان بوجھ کر نظر انداز کرتا رہتا تھا۔ جبکہ انجیلینا اسکی ایک کرم نوازی کی منتظر رہتی تھی۔

وہ ایک پڑھی لکھی اٹالین خوبصورت لڑکی تھی۔ پھر بھی پتہ نہیں کیسے ایک مشرقی مرد پر بری طرح دل ہار چکی تھی۔

میں صرف اپنی بیوی کے ساتھ ہاتھ ملا سکتا ہوں۔ یا اسکا ہاتھ تھام سکتا ہوں۔ اسکے علاوہ کسی بھی دوسری لڑکی کا ہاتھ پکڑنا میں اپنے لیے گناہ تصور کروں گا۔ گڈ بائے، خیال رکھنا اپنا۔۔۔ "

سنجیدہ لہجے میں انجلینا کو دوٹوک لہجے میں جواب دینے کے بعد وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتے ہوئے وہاں سے نکلتا چلا گیا۔۔۔

جبکہ انجیلنا اسکی پشت دیکھتے ہوئے دم سادھے اسکے لفظوں کے سحر میں کھونے لگی۔۔جو صرف اپنی وائف کو ٹچ کرنے کا کہہ کر جا چکا تھا۔۔

کیا سچ میں ہر مشرقی مرد صرف اپنی وائف کو ٹچ کرتا ہو گا۔۔غازیان کے خیالوں میں کھوتے ہوئے وہ خود سے بڑبڑا گئی۔۔غازیان کے نظروں سے اوجھل ہوتے ہی اسے محسوس ہوا جیسے اسکا دل پہلے سے بھی زیادہ جانے والے کی محبت میں گرفتار ہو چکا ہے۔۔۔

ڈاکٹر باسم باہر آپکی پیشنٹ آئی ہیں۔۔۔"نرس نے اسکے پاس آتے رازداری سے بتایاتو وہ چونکتے ہوئے تیزی سے نفی میں سر ہلا گیا۔۔

اسے بولو جاکر کہ ڈاکٹر باسم کل رات کے فوت ہو چکے ہیں۔۔" باسم نرس کو دیکھتے ہوئے دانت کچکچانے والے انداز میں گویا ہو گیا۔۔ جبکہ اسکے ساتھ کھڑے جونیئرز نے اپنی ہنسی دبانا چاہی تھی۔۔۔

باسم اس وقت اپنے جونیئرز کے ساتھ راؤنڈ پر نکلا ہوا تھا۔ کہ اسکے نام کا پھر وہی منحوس بلاوا آچکا تھا۔۔ جس کو سن کر وہ بھڑکنے والے انداز میں بول اٹھا تھا۔۔

سر پلیز ایک بار اسے جاکر دیکھ لیں نا۔۔۔! نہیں تو وہ بہت شور کریں گئیں۔۔"نرس اسکی منت کرتے کہنے لگی۔۔

کیاایک بار دیکھ لیں۔ کیاوہ ٹرک سے ٹکر کھا کر ایمبولینس میں یہاں پر پہنچی ہے۔ جو میں بھاگتے ہوئے جا کر اسے دیکھو۔۔ یا میرا دماغ خراب ہے کیا۔۔؟ جو میں تمہارے کہنے پر اسے دیکھنے جاؤاور وہ میری عزت پر حملہ کر دے۔۔۔" باسم کڑھتے ہوئے نرس کو گھور کر اگلے بیڈ کی جانب بڑھ گیا۔۔ باسم کے الفاظ پر بے اختیار اس دفعہ سب کی ہنسی نکل گئی تھی۔۔۔

نیلے لباس پر سفید کوٹ پہنے باسم کاظمی اپنی کشش سے کسی بھی لڑکی کی نیت خراب کر سکتا تھا۔ سفید و سرخ رنگت، گولڈن آنکھوں پر تضاد گولڈن ہی بال اتنے ہینڈسم ڈاکٹر پر کوئی بھی لڑکی مر مٹ سکتی تھی۔ لیکن یہاں پر معاملہ زرا گڑبڑ ہو گیا تھا۔ کیونکہ باسم پر کوئی لڑکی نہیں بلکہ ایک ادھیڑ عمر کی اٹالین عورت کا دل آ چکا تھا۔

پچھلے مہینے ہاسپٹل میں ایک ڈھیر عمر عورت اپنا ریگولر چیک اپ کروانے آئی تھی۔تب باسم نے ہی اسے ڈیل کیا تو اس پہلی ملاقات میں وہ ڈاکٹر باسم کی اسیر ہوتی چلی گئی۔جو ریگولر چیک آپ وہ ایک مہینے بعد کرواتی تھی۔وہ اب ہر روز ہونے لگا تھا۔

باسم کو پہلے پہلے تو اپنا وہم لگا لیکن جب ایک دن چیک اپ کے دوران اس ادھیڑ عمر عورت نے باسم پر جھپٹنا چاہا تو باسم کا دل بند ہونے پر آ گیا تھا۔۔

وہ اسی وقت سارا چیک اپ بھاڑ میں جھونک کر روم سے باہر نکل گیا تھا۔وہ شرارتی و معصوم سا ڈاکٹر تھا اور کہاں وہ بڈھی عورت اسکے عنابی ہونٹوں کو للچائی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔باسم کو جب بھی وہ منظر دوبارہ یاد آتا تو اسکا جی متلانا شروع ہو جاتا تھا۔۔اور آج پھر وہ عورت اسکا انتظار کر رہی تھی۔۔

سر پلیز جا کر دیکھ لیں نا، نہیں تو وہ اولڈ عورت ہنگامہ کر دے گی۔ آپ ڈریں نہیں چیک اپ کے دوران میں آپکے ساتھ رہوں گی نا۔۔۔"نرس دوبارہ منت کرتے اپنے ساتھ کی ہمت دیتے ہوئے بولی تو باسم اپنی گلاسز سیٹ کرتے اسکی طرف پلٹتے ہوئے ابرو اچکا کر اسے دیکھنے لگا۔۔

نرس جو پھر کچھ بولنے لگی تھی۔ کہ باسم کے انداز کو دیکھتے بے ساختہ چپ ہو گئی۔ کیونکہ باسم کے انداز سے لگ رہا تھا کہ جیسے وہ کچھ کہنے والا ہے۔۔۔

اس بڈھی ناگن عورت سے جا کر کہو۔ کہ وہ ایک مہینے تک مرنے والی ہے۔ کیونکہ اسکے گردوں میں کینسر اور پھیپھڑوں میں گندہ پانی جمع ہو گیا ہے۔ اور یہ سب اسکے گندے جذبات کی وجہ سے ہوا ہے۔ کیونکہ وہ جوان لڑکوں پر بری

نظر رکھتی ہے۔ دیکھنا یہ سب سن کر وہ ویسے ہی مر جائے گی اور پھر میرے ساتھ ساتھ اس ہاسپٹل کی بھی اس منحوس سے جان چھوٹے گی۔۔"

نرس کی ساری منتوں کو کسی خاطر میں نہ لاتے ہوئے وہ غصے و جھنجلاہٹ سے بولتا چلا گیا۔۔ باسم کے سارے الفاظ پر نرس کا منہ صدمے سے کھلا تو باقی قہقہے لگاتے ہوئے خود پر کنٹرول کرنے کی کوشش کرنے لگے۔

اگر راؤنڈ کے دوران کوئی سینئر ڈاکٹر انکا ایسا نان سیریس رویہ دیکھ لیتا تو انکی خیر نہیں ہونی تھی۔ باسم کی فرینڈلی نیچر کی وجہ سے جونیئرز اسکے ساتھ مستی کرتے رہتے تھے۔ ورنہ باقی سب یہاں پر ایک سے بڑھ کر ایک کھڑوس پائے جاتے تھے۔

نرس بیچاری صدمے سے کنگ ڈاکٹر باسم کی طرف دیکھ رہی تھی۔جو بے نیازی سے دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو چکا تھا۔۔اس سے پہلے کہ نرس ایک بار پھر منت کرنا شروع کرتی۔جب ایک دوسری نرس وہاں داخل ہوتی ڈاکٹر باسم کو مخاطب کر گئی۔۔۔

"ڈاکٹر باسم باہر اپکے بھائی آئے ہیں۔۔"نرس نے اسے مخاطب کرتے غازیان کے آنے کی اطلاع دی تو باسم کی گولڈن آنکھیں تیزی سے چمک اٹھی تھیں۔۔۔

ٹھیک ہے انہیں میرے کیبن میں بٹھاؤ میں پانچ منٹ تک آرہا ہوں۔۔"نرس کو جلدی سے جواب دے کر وہ دوبارہ ہاتھ میں پکڑی فائل کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔۔۔

آدھے گھنٹے تک فری ہونے کے بعد باسم اپنے کیبن کی طرف جارہا تھا۔ جہاں غازیان اسکے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا۔ کیونکہ ایک گھنٹے بعد انکی واپسی کی فلائٹ تھی۔ اپنی اسٹڈیز کے سلسلے میں وہ لوگ دوسرے شہر ہاسٹل میں قیام پزیر تھے۔ اب چونکہ انکی ٹرینگ مکمل ہو چکی تھی۔ تو وہ لوگ آج اپنے شہر ملان واپس جانے والے تھے۔۔ جہاں انکا اپنا اپارٹمنٹ جیسا گھر اور بھائی انکا انتظار کر رہے تھے۔۔

غازیان کو ملنے کی خوشی میں باسم تیزی سے دروازہ کھولتے ہوئے اپنے کیبن میں داخل ہوا تو سب سے پہلے اسکی گولڈن آنکھوں کو اپنی مخصوص مرئضہ کا

دیدار نصیب ہوا۔ جو باسم سے اپنا چیک اپ کرنے کی نیت سے بیڈ پر ٹانگیں لٹکائے بیٹھی تھی۔

اس بڈھی عورت کو اپنے انتظار میں بیٹھے دیکھ کر باسم کا تو حلق، دل گردہ غرض سب کچھ ہی کڑوا ہو چکا تھا۔۔

باسم کو سٹل وہیں دروازے میں کھڑے دیکھ کر اسکی سیٹ پر بیٹھا غازیان کچھ حیرت و نا سمجھی کا شکار ہوا تھا۔۔ وہ اندر کیوں نہیں آ رہا تھا۔ دروازے پر ہی کیوں رک گیا تھا۔۔

باسم...!!؟؟ غازیان نے اسے پکارتے ہوئے ہوش دلائی تو وہ چونک کر اسکی طرف متوجہ ہوا۔۔ غازیان پر نظر پڑتے ہی باسم نے پہلے تیزی سے آگے بڑھ کر اسے سینے سے لگایا۔۔ غازیان نے اسکی بے تابی محسوس کرتے مسکرا کر زور

سے اسے خود میں بھینچ لیا تھا۔۔ کہاں وہ ایک پل دور نہ رہنے والوں کو انکے گھر والوں نے اتنی اتنی دور الگ الگ پھینک دیا تھا۔

مجھے جھپیاں بعد میں لگا لئی۔ پہلے اس بزرگ خاتون کا چیک اپ کر، بیچاری کب سے تیرے انتظار میں بیٹھی ہوئی ہے۔۔" پیشنٹ کی موجودگی کا خیال کرتے غازی نے جلدی سے اسے خود سے الگ کیا۔۔ جبکہ باسم دانت پیس کر اس زہریلی مریضہ کی طرف دیکھنے لگا۔ جو ترسی ہوئی نگاہوں سے پہلے ہی اسکی طرف مسلسل دیکھ رہی تھی۔۔

اچھی خاصی موٹی وہ بے ڈھنگی سی انگریز عورت تھی۔ جو اٹلی میں رہ رہی تھی۔ امیر ہونے کی وجہ سے وہ تین شادیاں کر چکی تھی۔ حرام چیزیں کھانے کی وجہ سے اسکے چہرے اور جسم پر عجیب سے دھبے نما نشان تھے۔ جن پر نظر پڑتے

ہی باسم کا دل کرتا تھا کہ منہ کھول کر ساری الٹی اس پر کر دے۔ مطلب اس حد تک وہ دل خراب کرنے کا باعث بنتی تھی۔۔

مس لینا میرا ڈیوٹی ٹائم ختم ہو چکا ہے۔ آپ پلیز باہر کسی دوسرے ڈاکٹر سے اپنا چیک اپ کروالیں۔ کیونکہ میری فلائٹ کا بھی وقت ہو گیا ہے۔ تو مجھے جلد از جلد ائیر پورٹ پر پہنچنا ہے۔۔۔" باسم نے پروفیشنل انداز میں زبردستی مسکراتے ہوئے اس موٹی عورت سے کہا جبکہ ساتھ ہی وہ یہ جتانا بھی نہیں بھولا تھا کہ آئندہ وہ اسے یہاں ہر گز بھی بھی نظر نہیں آنے والا ہے۔۔۔

ڈاکٹر باسم پلیز تھوڑا سا ٹائم نکال کر، میرا چیک اپ کر لیں، ویسے بھی ائیر پورٹ یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔۔اور میرے چیک میں زیادہ ٹائم نہیں لگے گا۔۔۔"۔

لہجے کو بوجھل بناتے ہوئے وہ ڈاکٹر باسم کو مسلسل بہکی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔۔

مس لینا کے لہجے کو سنتے جہاں باسم کا دل خراب ہوا۔ وہیں غازی ٹھٹک کر اس عورت کو دیکھ گیا۔ غور کرنے پر غازی کو معلوم ہوا کہ محترمہ چہرے پر میک آپ کی اچھی خاصی موٹی تہہ لگا کر تشریف لائیں ہیں۔۔۔

یہ چیک آپ کروانے آئی ہے؟ یا پھوپھی کے ویسے پر۔۔؟ غازی نے اُردو میں بات کرتے ہوئے سرگوشی کرنے والے انداز میں باسم سے جاننا چاہا۔۔۔جو

جان چھڑانے والے انداز میں لینا کو یہاں سے بھیجنے کے لیے کچھ نہ کچھ کہے جا رہا تھا۔پر دوسری طرف مس لینا یہاں سے ٹلنے کے لیے بالکل بھی رضامند نہیں تھیں۔۔۔

یہ پھوپھی کے ولیمے پر نہیں، بلکہ میرے ولیمے کے لیے تیار ہو کر آئی ہے۔۔۔! باسم نے چباتے ہوئے آہستہ آواز میں جواب دیا۔تو غازی نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔۔۔اسکی قانون کی حس اسے الارم دے رہی تھی۔کہ اس کہانی میں کوئی نہ کوئی مزے دار سا ٹوئسٹ چھپا ہوا ہے۔اس لئے جان بوجھ کر مس لینا کی حمایت میں بولا۔۔

چل کر دے چیک اپ اس بھلی عورت کا، دیکھ کیسے صرف تجھ پر بھروسہ کر کے وہ اتنے بھاری وجود کے ساتھ یہاں پر اتنی مشکل سے پہنچی ہے۔۔!اب تو

ڈاکٹر بن گیا ہے تو کیا بھاؤ کھائے گا۔۔۔"غازی نے اسے شرم دلانے والے انداز میں سامنے بیٹھی عورت کا چیک کرنے کے لیے اکسایا۔۔جس پر باسم نے مڑتے ہوئے شعلہ بار نظروں سے اسے گھوری ڈالی تھی۔۔۔

مس لینا آپ پلیز بیڈ پر لیٹ جائیں۔۔میرا بھائی آپکا ابھی چیک اپ کر دے گا۔۔۔! باسم کی نظروں کو کسی خاطر میں نہ لاتے ہوئے غازی نے مس لینا کو مخاطب کیا۔

غازی کی بات سنتے ہی وہ تیزی سے سر ہلاتے ہوئے فوری پیچھے بیڈ پر لیٹ گئی۔اسکے اتنی سپیڈ میں لیٹنے پر غازی کے حلق میں قہقہ ابلا۔۔۔پر وہ ضبط کرتے چہرے پر سنجیدہ تاثرات لیے باسم کی طرف مڑا۔۔۔باسم تو آنکھیں پھیلائے

اس موٹی عورت کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جو بیڈ پر لیٹ کر اسے پاس آنے کا اشارہ کر رہی تھی۔۔

یہ منظر دیکھتے ہی باسم کا بے ساختہ دل کیا تھا۔ کہ وہ رو رو کر مدد کے لیے اپنے بڑے بھائیوں کو بلا لے۔۔۔

چل باسم اس بھلی عورت کا جلدی سے چیک اپ کر دے۔ پھر ہمیں ائیر پورٹ کے لیے بھی نکلنا ہے۔۔۔" غازی نے باسم کو بیڈ کی جانب دھکیلا تو وہ مڑ کر کھا جانے والی نظروں سے غازیان پاشا کو دیکھ گیا۔۔۔

لیکن پھر مرتے کیا نہ کرتے ضبط بھری سانس خارج کرتے ہوئے باسم نے سب سے پہلے ہاتھوں پر گلوز پہن کر چہرے پر ماسک چڑھایا تھا۔ احتیاط کے طور پر اس نے ماسک زیادہ ہی اوپر کر لیا تھا۔ تاکہ اس بڈھی ترسی ہوئی عورت

کی نظر اسکے ہونٹوں پر نہ پڑے۔ جن پر صرف اسکی مستقبل میں ہونے والی بیوی کا حق تھا۔۔۔

باسم کی پشت دیکھتے ہوئے غازی نے ہنسی دبا کر جلدی سے فون نکال کر سب کو گروپ وڈیو کال ملادی۔۔ جو اگلے ہی پل ریسیو بھی ہو چکی تھی۔ سکرین پر سب کے چہروں کو دیکھتے ہوئے جلدی سے میوٹ کرتے غازی نے چپ رہنے کا اشارہ کرتے بیک کیمرہ آن کر دیا۔ وہ سب غور سے سمجھنے والے انداز میں دیکھنے لگے۔ جہاں باسم کسی کا چیک اپ کر رہا تھا۔۔۔

ڈاکٹر میرے پیٹ میں یہاں پر ہلکی ہلکی سی درد محسوس ہوتی ہے۔۔۔" مس لینا نے باسم کی سنہری آنکھوں میں ڈوبتے ہوئے اپنے بڑے سے پیٹ پر ہاتھ رکھا۔ تو غازی نے ہنسی کے ضبط سے آنکھیں گھمائیں۔۔۔

جبکہ غازی نے انکو چپ رہنے کا اشارہ کرتے اب کال کو ان میوٹ کر دیا۔تا کہ وہ یہاں پر ہوئی ساری باتیں سن سکیں۔۔

کہاں پر درد ہے...؟ لینا کی طرف بنا دیکھے باسم نے ضبط سے پوچھا۔۔۔ جبکہ اندر ہی اندر اسکا دل کر رہا تھا۔۔ کہ آپریشن کرنے والے سارے اوزاروں سے اسکا بڑا سا پیٹ چیڑ پھاڑ کر رکھ دے۔۔۔

پتہ نہیں اس بڑے سے پیٹ نے کتنے معصوم جوانوں کو نگلا ہو گا۔۔۔" باسم نے کڑھتے ہوئے سوچا تھا۔۔۔۔

ڈاکٹر باسم کیا آپ میری الٹرا ساؤنڈ کر دیں گئے۔۔؟ مجھے اپنی گائنی کی ڈاکٹر کو دیکھانی ہے۔۔! لینا نے نرم لہجے میں بولتے ہوئے ریکوسٹ کی۔تو باسم

آنکھیں پھیلاتے ہوئے غازی کی جانب تیزی سے مڑا۔ جو اسکے دیکھتے ہی موبائل زرا چھپا گیا تھا۔۔

خود بتااب۔۔۔! کیا تجھے سچ میں لگتا ہے؟ کہ اس موٹی بھینس کو ابھی بھی گائنی کے مسلے باقی رہے ہونگے۔۔؟ اسکی عمر دیکھ اور اسکے مسئلوں کے شوق دیکھ۔۔۔! گائنی کی ڈاکٹر کو جو دیکھا یا جاتا ہے وہ سب تو یہ۔۔۔!۔

باسم نے طنزیہ لہجے میں اردو بولتے ہوئے لینا کے گائنی کے مسئلے میں غازی کی رائے لیتے پوچھا۔ تو اسکے الفاظ سنتے ہوئے جہاں غازی نے قہقہ کنڑول کرنے کے لئے ہاتھ کی مٹھی بناتے منہ پر رکھی۔ وہیں سکرین پر نظر آنے والے چہروں نے اپنی جانب سے میوٹ کرتے فلک شگاف قہقے لگانا شروع کر دیے۔۔

کیونکہ ڈاکٹر باسم کی ضبط سے چھوڑی ہوئی ادھوری لائن کافی بے باک تھی۔۔۔ باسم کی زو معنی بات پر کبیر اور فارس قہقہے لگاتے ہوئے یقین کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ یہ انکا وہی معصوم سا بھائی ہے نا۔۔۔ جو ایسی باتوں پر شرما جاتا ہے۔۔

ڈاکٹر باسم میں شرٹ اتار لوں۔۔۔؟ لینا نے نرم آواز میں بولتے ہوئے اسے دوبارہ مخاطب کیا۔۔

باسم نے ایک جھٹکے میں مڑتے ہوئے اس بڈھی کو دیکھا۔۔۔ بھلا الٹرا ساؤنڈ کے لئے کب سے شرٹ اتارنے کی کیا ضرورت پیش آگئی تھی۔۔۔

یہ شرٹ اتارنے کی کیوں بات کر رہی ہے۔۔؟ دیکھ غازی تیرے مجبور کرنے پر میں اسکا چیک آپ کر رہا ہوں۔ پر اگر میری عزت پر ایک رتی برابر بھی آنچ

آئی۔تو سالے میں تیرا خون کر دوں گا۔۔۔!لینا کے جملے پر باسم نے مڑتے ہوئے غازی کو دھمکاتے ہوئے دوبارہ بیڈ کی جانب رخ موڑا تو غازی ہنستے ہوئے بولا۔۔۔

لے مجھے کیوں دھمکا رہا ہے تو۔۔۔؟مجھے کیا پتہ اب تو الٹرا ساؤنڈ کیسے کرتا ہے۔۔؟میں ڈاکٹر تھوڑی ہوں۔۔؟شاید مس لینا کسی اور چیز کی بھی الٹرا ساؤنڈ کروانا چاہ رہیں ہیں۔۔۔!غازی لہجے کو سیریس بناتے ہوئے انجان بنتے ڈبل میننگ انداز میں بولا تھا۔۔

مس لینا شرٹ اتارنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے آپ بس شرٹ زرا سی اوپر کر کے پکڑ لیں۔تاکہ میں ڈیوائس آپکے پیٹ پر یوز کر سکوں۔۔۔"اس بے

شرم عورت کو سیچ میں اپنی شرٹ اتارتے ہوئے دیکھ کر باسم نے تیزی سے روکا۔ باسم کے روکنے پر وہ شکر ماننے والے انداز میں دوبارہ لیٹ گئی تھی۔۔۔

ڈاکٹر باسم پلیز یہ کرٹن آگے کر دیں۔۔۔! باسم کو الٹرا ساؤنڈ اسکین کرتے دیکھ کر لینا بولی۔ تو باسم نے بنا بحث کیے زرا سا کرٹن آگے کر دیا۔ وہ اسی جلدی میں تھا کہ اس سے جان چھڑا کر بس نکلے یہاں سے۔۔۔

کرٹن آگے ہوتے ہی لینا نے مخمور نظروں سے باسم کو دیکھنا شروع کر دیا تھا۔۔۔ پر باسم نے ایک بار بھی آنکھیں اٹھا کر اس کی حوس بھری آنکھوں میں نہیں جھانکا تھا۔۔۔ غازی اب چپکے سے موبائل لیے آکر باسم کے پیچھے کھڑا ہو گیا تھا۔۔۔

مس لینا آپکی الٹراساؤنڈ ہو گئی ہے۔اب اٹھ جائیں۔۔! باسم ڈیوائس اپنی جگہ پر رکھنے کے لیے زرا سا جھکا تو لینا نے تیزی سے زرا اٹھتے ہوئے باسم کو کندھوں سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ کر اسکے ہونٹوں کو چومنے کی کوشش کی۔ جس کو سمجھتے ہی باسم پوری قوت لگاتے چیخ اٹھا تھا۔۔۔ مس لینا کو باسم کی عزت پر حملہ کرتے دیکھ کر پہلے غازی کی آنکھیں صدمے سے بڑی ہوئیں۔ جبکہ اگلے ہی پل اس کا چھت پھاڑ قہقہ گونج اٹھا تھا۔۔۔ وڈیو کال پر موجود سب نفوس ہنستے ہوئے لوٹ پوٹ ہونے لگے تھے۔۔

غازی بچا مجھے اس حوس کی پجارن سے۔۔۔! مس لینا کی گرفت سے نکلنے کی کوشش میں باسم چیختا جا رہا تھا۔ جبکہ غازی قہقہے لگاتے ہوئے وڈیو کال پر اتنے مزے کا سین دیکھا رہا تھا۔ جہاں باسم خود کو چھڑوانے کی کوشش میں تڑپ رہا

تھا۔تو مس لینا بس اسکے ہونٹوں کی چومنے کی کوشش میں تڑپ کا شکار نظر آ رہی تھی۔۔۔اس نے کرٹن اسی لئے آگے کروایا تھا۔۔

سالے نکال مجھے اس بھینس کے چنگل سے۔۔۔! ورنہ تیرا قیمہ بنادوں گا۔۔۔! باسم نے تیش سے سرخ پڑتے ہوئے غازی کو دھمکایا۔تو وہ مسلسل ہنستے ہوئے آگے بڑھ کر اسکو آزاد کروانے کی کوشش کرنے لگا۔۔۔ کیبن میں اٹھتے اس شور کو سنتے ہوئے سٹاف پریشان ہوتے اندر آیا تو سامنے کا منظر دیکھتے ہی صدمے کا شکار ہوتا چلا گیا تھا۔

سب کو اندر آتے دیکھ کر مس لینا کو مجبوراً ڈاکٹر باسم کو آزاد کرنا پڑا تھا۔۔۔تو باسم پیچھے ہوتے ہی گہری سانسیں لینے لگا۔۔۔ جبکہ غازی تو مسلسل ہنستے ہوئے اسکے کندھے میں چہرہ چھپا چکا تھا۔۔۔۔۔۔

ہاں بتاؤ کس کا کیا ہیک کرنا ہے۔۔۔؟لیپ ٹاپ پر تیزی سے انگلیاں چلاتے ہوئے وہ بولا۔۔۔جبکہ اسکے ساتھ جڑ کر بیٹھے دو نفوس نے کی بورڈ پر دوڑتی ہوئی اسکی انگلیوں پر نظر ڈال کر چہرہ موڑتے ہوئے ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔۔۔

کمینے پہلے اس گھونگھٹ کو تو اتار۔۔۔! فاتح اور شہرام نے چڑتے ہوئے اسکی بلیک بوڈی کی کیپ نیچے کر دی تھی۔ جس پر مقابل نے چہرہ اٹھاتے ہوئے انھیں گھورنا چاہا تھا۔۔ لیکن اسکے چہرے پر لگے ہوئے ماسک کو دیکھ کر فاتح اور شہرام کا ایک دم سے دل بیٹھا تو وہ ہڑبڑا کر بیڈ پر پیچھے گرتے چلے گئے۔۔

فاتح نے اٹھ کر جلدی سے کمرے کی لائٹ آن کرتے ہوئے مڑ کر دوبارہ بیڈ کی جانب دیکھا تھا۔ جہاں وہ بلیک ہوڈی میں فل کور، ہاتھوں پر بلیک ہی گلوز پہنے چہرے پر خطرناک ماسک لگائے ابھی بھی کی بورڈ پر انگلیاں چلا رہا تھا۔۔۔

سالے پہلے اپنے اسے گندے ماسک کو ہٹاو ورنہ ہم تیری ساری ہیکنگ کی ہیکڑی نکال دیں گئے۔۔۔! شہرام نے تپتے ہوئے اسے سنایا۔۔۔ لیپ ٹاپ پر انگلیاں چلاتے ہوئے انسان نے زرا پل رکتے ہوئے مڑ کر ان دونوں کی طرف دیکھا تھا۔۔ جہاں وہ سوئچ بورڈ کے پاس کھڑے اسے گھور رہے تھے۔۔۔

ایک ماسک سے اتنے ڈرنے والی کونسی بات ہے۔۔؟ تم لوگوں کے چہروں سے ملتا جلتا ہی تو ہے۔۔۔! اپنے چہرے سے ماسک اتارتے ہوئے ایشام صدیقی نے چہرہ دائیں بائیں ہلاتے ہوئے گھنے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔۔۔

ایشام صدیقی جواب "دی ہیکنگ کلر" کے نام سے جانا جاتا تھا۔ایشام کی واپسی اپارٹمنٹ میں کل رات ہوئی تھی۔ باقیوں کی طرح وہ بھی آج ہی واپس آتا۔پر اگر فاتح اور شہرام اسے خود اٹھا کر نہ لاتے۔۔۔کل وہ اسے ہوسٹل سے اپنے ساتھ لے آئے تھے۔اور اس زبردستی کے پیچھے بھی انکا اپنا ایک مقصد تھا۔۔

کل رات وہ چونکہ اپارٹمنٹ پر لیٹ ہی پہنچے تھے۔تو اس لئے آتے ہی اپنے اپنے کمروں میں سونے کے لئے چلے گئے تھے۔ لیکن اب آدھا دن گزر جانے کے بعد شہرام اور فاتح جاگے تو ایشام کے کمرے میں چلے آئے۔ جہاں کوئی الگ ہی ماحول بنا ہوا تھا۔

پورے کمرے کی لائٹس آف تھیں۔۔ جبکہ ایشام خود بلیک ہوڈی پہنے چہرے پر ماسک لگائے، ہاتھوں پر بلیک ہی گلوز پہنے لیپ ٹاپ پر کام کر رہا تھا۔۔

اب پتہ نہیں وہ ہیکنگ کلر کام کر رہا تھا۔ یا پھر کسی کی بتی گل کر رہا تھا۔ دونوں ہی اندازہ نہیں لگا پائے تھے۔۔۔

پر ایشام کے اتنے ڈارک حلیے نے انکی بتی ضرور گل کر دی تھی۔ اوپر سے اسکے چھوٹے سے چلتے ہوئے وائرلیس میوزک باکس نے بھی الگ کی وائب بنائی ہوئی تھی۔ وہ ایک چھوٹا سا میوزک باکس تھا۔ جس میں سے نکلتی لال روشنی پورے کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔ جبکہ باکس کے اندر ایک عجیب سا میوزک بھی بج رہا تھا۔ شہرام اور فاتح نے زرا غور سے سنا تو میوزک کی گونجی آوازیوں تھی۔۔۔

"Life is a game and "Sham" is the player of your game"

میوزک کو سمجھتے ہی وہ دونوں اچھنبے سے اسے دیکھ گئے۔جواب پھر کام کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔۔۔

ہم نے تجھے اپنا کام کرنے کو کہا ہے۔یہ تو کون سی سبز لکیریں کھول کر دیکھ رہا ہے۔۔۔؟فاتح نے ایشام کے پاس بیٹھتے ہوئے اسکی گردن پر ایک رکھ کر رسید کر دی تھی۔۔۔

ہاں تو پوچھ بھی رہا ہوں۔کہ کس کا کیا کروانا ہے،تم لوگ خود ہی نہیں بتا رہے۔۔۔!ایشام انکو گھور کر دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہوا۔۔۔اس وقت وہ ایک بہت ضروری کام کر رہا تھا۔اس لئے اسکا سارا فوکس صرف لیپ ٹاپ

کی جانب تھا۔ کل رات اگر یہ نمونے اسے زبردستی ساتھ نہ لاتے تو وہ رات میں اپنا کام ختم کر کے سکون سے صبح یہاں آتا۔۔۔

تو نہ پہلے اس ڈبے کو چھوڑ۔۔اور ہماری بات غور سے سن۔۔۔! شہرام نے لیپ ٹاپ بند کرتے ہوئے ایشام کو اپنی جانب متوجہ کرنا چاہا۔۔۔

کیا تکلیف ہے بے غیرتوں، کام کرنے دو۔۔! اور میں کانوں سے سنتا ہوں، ہاتھوں سے نہیں۔۔۔! بار بار انکو اپنے کام میں خلل ڈالتے دیکھ کر وہ غصے سے بولا تھا۔۔اسے کسی بھی طرح یہ کام ایک گھنٹے تک ختم کرنا تھا۔پر وہ دونوں کمینے اسے بار بار ڈسٹرب کر رہے تھے۔۔

ہمیں تیرا آئی کانٹیکٹ بھی چاہیئے جانی۔۔۔! اس لئے تو بس ہمیں دیکھ۔۔! اور ہماری بات سن۔۔! پھر ہمیں تجھے بتاتے ہیں۔کہ کس کا کیا کروانا ہے۔۔۔!

شہرام نے آنکھیں ٹمٹماتے ہوئے ایشام کو دوبارہ لیپ ٹاپ کھولنے سے روکا۔۔۔ جس پر وہ ضبط سے انکو دیکھ گیا۔۔ جو ایک نمبر کے کمینے تھے۔۔۔

بھونکو سن رہا ہوں۔۔! ایشام پھاڑ کھانے والے انداز میں گویا ہوا تو فاتح اور شہرام مزید اسکے ساتھ جڑ کے بیٹھنے کی کوشش کرنے لگے۔۔۔

شہرام نے ایشام کے نزدیک ترین چہرہ کرتے ہوئے اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑیں۔ تو ایشام نے نا سمجھی سے اپنا چہرہ پیچھے کرنا چاہا۔ پر پیچھے فاتح صاحب اپنا مکھرہ لیے بیٹھے تھے۔۔۔

سالوں تم لوگوں نے مجھ سے بات کرنی ہے۔ یا اپنی آنکھوں میں چھپی ہوئی حوس دیکھانے کی کوشش کر رہے ہو۔۔! انکو اپنی آنکھیں قریب لاتے دیکھ کر وہ کڑھتے ہوئے کہنے لگا تھا۔۔ لیکن دوسری طرف کوئی اثر نہیں تھا۔۔۔

دیکھ ہم بہت سیریس ہیں۔۔۔! تو ہمیں

ڈسٹریکٹ نہ کر۔۔۔! فاتح پوری پوری نیلی آنکھیں کھولتے ہوئے پراسرا انداز میں بولا تو نہ چاہتے ہوئے بھی ایشام کو تھوڑا تجسس ہوا کہ آخر ایسا بھی کیا ہے۔۔۔

فتی تو چپ کر۔۔! اپنی کہانی اپنے منہ سے نہیں سناتے۔۔۔! شام تو بس میری آنکھوں میں دیکھ، میں تجھے ساری بات بتاتا ہوں۔۔۔! ایشام کا چہرہ اپنی جانب موڑتے ہوئے شہرام نے فاتح کو چپ کروادیا۔۔

ایشام نے شہرام کو بولنے کا اشارہ کیا۔۔ کہ وہ متوجہ ہو گیا ہے تم بولنا شروع کرو۔۔۔

شہرام نے لہجے کو سنجیدہ بناتے ہوئے اسے بتانا شروع کیا۔۔ جیسے جیسے وہ بولتا جا رہا تھا ایشام ہکا بکا ہوتے فاتح کی طرف دیکھنے لگا۔ جو اپنی عادت سے مجبور اسکے میوزک باکس کا آپریشن کرنے پر تلا ہوا تھا۔۔۔

یہ سب کب سے چل رہا ہے۔۔۔؟ فاتح کے ہاتھ سے اپنا میوزک باکس چھیننے والے انداز میں لے کر اس نے تیکھے لہجے میں استفسار کرنا چاہا۔۔ ایشام کے پوچھنے پر فاتح نے اس بار میسنے بننے کی پوری کوشش کی۔۔

یہ ہی کوئی پچھلے کئی سالوں سے۔۔۔! شہرام نے آنکھیں گھماتے ہوئے گول مول کرتے جواب دیا۔۔۔

رئیلی۔۔۔؟ اور ہم سب پچھلے کئی سالوں سے بے خبر بھی رہے ہیں۔۔؟ اس لئے تم لوگ ہر روز شام کو بھن ٹھن کر نکل جاتے تھے۔ اور تم لوگوں کی اتنی

تیاری دیکھ کر ہم لوگ سوچتے رہتے تھے۔ کہ آخر اتنا بناؤ سنگھار کیوں کیا گیا ہے۔۔۔ "ایشام چھبتے ہوئے لہجے میں گزرے سالوں کو یاد کرتے ہوئے طنزیہ لہجے میں سناتا چلا گیا۔۔

چل سالے اب اتنا مامانہ بن ہمارا۔۔۔! اور فٹافٹ کام کر۔۔! فاتح نے اسے نمبر دیتے ہوئے لیپ ٹاپ کھول کر اسکا چہرہ دوسری طرف گھمایا تو ایشام اسے شرم دلاتی سے گھوری ڈال کر سکرین کی جانب متوجہ ہو گیا۔۔۔

رک شام پہلے اس آئی ڈی کو چیک کری زرا۔۔۔! اپنے والٹ سے چھوٹی سی پرچی نکال کر ایشام کو تھماتے ہوئے شہرام جلدی سے بولا۔۔۔

یہ کیا ہے۔۔۔؟ ایشام نے پرچی کو کھولتے ہوئے دیکھنا چاہا۔ تو پرچی پر شہرام کی گندی ہینڈ رائٹنگ سے کسی لڑکی کی آئی ڈی لکھی ہوئی تھی۔۔

یہ میری ہونے والی گرلفرینڈ کی آئی ڈی ہے۔۔! اس بار جب دبئی گئے تھے۔ تو کلب میں یہ لڑکی ملی تھی۔ مجھے پسند آئی تو میں نے آئی ڈی مانگ لی۔۔ پر ماں قسم میں نے ابھی تک اس سے ایک دفعہ بھی بات نہیں کی۔۔! سوچا تھا۔ کہ تم آؤ گئے۔ تو اسکے بعد ہی کنڈلی چیک کروا کے اپنا ٹانکا فٹ کروں گا۔۔۔ تو اب تو جلدی سے مجھے چیک کر کے بتا۔ کہ یہ لڑکی کتنی شریف ہے۔۔۔! شہرام نے اپنی شہ رگ کو پکڑتے ہوئے ماں قسم کھانے کے بعد ساری تفصیل بتائی تو ایشام کو صدمہ ہی لگ گیا۔۔

مطلب اس نے کلب میں ملی ہوئی لڑکی کی آئی ڈی سپیشل لکھ کر جیب میں رکھی ہوئی تھی۔ اور اب اسے یہ دیکھنا تھا۔ کہ لڑکی شریف ہے یا نہیں۔۔! کیا وہ پاگل تھا؟ یا ایشام صدیقی ان دونوں کے بیچ میں پاگل ہو گیا تھا۔۔ کلب میں

آنے والی لڑکی بھلا شریف ہو سکتی ہے۔۔۔؟اس عقل کے اندھے کو تب یہ بات کیوں نہیں سمجھ آئی؟۔۔

ایشام نے ضبط سے سوچتے ہوئے بنا بحث کیے اپنے لیپ ٹاپ میں آئی ڈی ڈالی اور ٹھیک دس منٹ بعد اس لڑکی کی پروفائل مکمل طور پر انکے سامنے تھی۔۔۔

یار شہری۔۔!اپن کو لگ رہا کہ یہ چھوکری کیوں ضرورت سے زیادہ ہی شریف نہیں۔۔۔!؟!اس لڑکی کی ایک لڑکے کے ساتھ چیٹنگ پڑتے ہوئے فاتح نے اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرا۔۔۔جبکہ شہرام کا تو رونے والا منہ بن چکا تھا۔جس کی محبت ایک بار پھر لٹ چکی تھی۔۔۔

ایشام نے ہنسی دباتے ہوئے چیٹ کو مزید نیچے سکرول کیا تو نیچے ابھرتی ہوئی تصویر کو دیکھ کر جہاں ایشام نے تیزی سے چھت پر نظریں کیں۔ وہیں فاتح قریب ہو کر دیکھنے کی کوشش کرنے لگا۔۔۔ کیونکہ لڑکی کی طرف سے بھیجی جانے والی تصویر انتہائی بولڈ تھی۔۔۔

رات کے وقت فاتح اور شہرام ایک مخصوص کلب میں داخل ہوئے۔ جہاں ہر کلب کی طرح جوان نسل انجوائے کرنے میں مصروف تھی۔ لڑکیاں اور لڑکے ایک دوسرے کی بانہوں میں جھول رہے تھے۔ اور کچھ نشہ کرنے کے بعد اپنی اپنی گرل فرینڈز کے ساتھ اب کمروں کی بڑھ رہے تھے۔۔

شہرام اور فاتح نے ہر طرف نظر دہرائی، پر انہیں وہ چہرہ نہیں دکھائی دیا تھا۔ جس کی تلاش میں وہ آج یہاں پر آئے تھے۔

شام تمہیں کنفرم ہے؟ کہ لوکیشن اسی جگہ کی ہے۔۔۔؟ کان پر لگی ہوئی بلوٹوتھ ڈیوائس میں ایشام کو مخاطب کرتے فاتح نے سرد لہجے میں کنفرم کرنا چاہا۔۔۔ جبکہ اسکے ساتھ کھڑا شہرام ہر چیز کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

تمہیں کیا لگتا ہے؟ کہ میں نے ہیکنگ میں جھگ مارا ہوا ہے؟ یا سوشل میڈیا پر "ایشام صدیقی""ڈیجیٹل دہشت گرد اور ہیکنگ کلر" کے نام سے خوامخواہ میں مشہور ہے۔۔۔؟ فاتح کے بار بار ایک ہی سوال کرنے پر وہ طنزیہ لہجے میں چڑتے ہوئے خوامخواہ اپنی تعریف میں بول گیا۔۔۔

سالے اپنی ہیکنگ کا اتنا بھاؤ کیوں کھا رہا ہے۔۔؟ کبھی ہیکنگ غلط بھی ہو سکتی ہے؟اس لئے وہ تیرے سے بار بار پوچھ رہا ہے۔۔۔؟ایشام کو اپنے جگر پر بھڑکتے ہوئے سن کر شہرام نے اسے بلوٹوتھ پر سنانا چاہا تھا۔۔۔

جبکہ ایشام جو اپنے کمرے میں بیڈ پر لیپ ٹاپ لیے بالکل الرٹ انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔اور صرف وہی نہیں، بلکہ ایشام کے ساتھ ساتھ باسم، غازیان، اور ارسل بھی الرٹ انداز میں موجود تھے۔ جیسے ابھی شہرام اور فاتح آواز لگائیں گئے۔ تو وہ بھاگتے ہوئے یہاں نکلیں گئے۔۔۔

تم دونوں یہ فالتو کی بکواس چھوڑ کر سیدھا سیدھا شام کی بات کو فالو کیوں نہیں کر لیتے، تاکہ سوال پوچھنے کی نوبت ہی نہ آئے۔۔۔! غازی نے موبائل میں

سے بولتے ہوئے شہرام اور فاتح کو جھاڑ پلائی۔ جو فضول کی بحث میں اپنا وقت ضائع کر رہے تھے۔

اپنے کمرے میں کبیر اور فارس سکون سے سو رہے تھے۔ وہ یقیناً اپنے نمونوں سے بے خبر تھے۔ کہ آدھی رات میں وہ کونسا مشن سرانجام دینے والے ہیں۔۔

یار میں بس اس لئے پوچھ رہا ہوں۔ کیونکہ وہ بہت بے وقوف سی تھی، وہ اس کلب وغیرہ میں کیسے آسکتی ہے۔۔؟ فاتح چلتے چلتے جوارد گرد مسلسل نظریں دہراتے ہوئے بیٹھنے کے لیے بار کے نزدیک پڑے ہوئے کاؤچ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ کہ بے اختیار اسکی نظر ایک کونے میں اٹکی۔ تو اگلے ہی پل اسکے قدم زمین پر خود بخود جکڑتے چلے گئے تھے۔۔۔۔۔ اسکے ساتھ چلتے ہوئے شہرام

نے بھی رکتے ہوئے اسکی نظروں کی تقلید میں دیکھا تو وہ بھی حیرانی کی حدوں کو چھوتا چلا گیا تھا۔۔۔

سالوں میں بکواس نہیں کر رہا۔۔! جو نمبر مجھے تم لوگوں نے دیا ہے۔۔! آج شام سے اس نمبر کی لوکیشن اسی کلب میں شو ہو رہی ہے۔۔۔! ایشام اس بار بھڑکتے ہوئے بولا۔۔۔ جبکہ دوسری طرف شہرام نے تیزی سے بولتے ہوئے اسے ٹوکا۔۔۔

ایشام وہ ہمیں نظر آ گئی ہے۔۔! بس الرٹ رہنا کہ اسکی لوکیشن اب مس نہ ہو۔۔۔! شہرام نے جلدی سے بولتے ہوئے فاتح کی جانب دیکھا۔ جو سامنے والے منظر کو دیکھ کر فریز ہو چکا تھا۔۔۔

اوکے اوکے ہم دیکھ رہے ہیں۔۔! تم لوگ بس ہمیں آپ ڈیٹ دیتے رہو۔۔۔! غازی نے تیزی سے بولتے ہوئے ایشام کو انگلیاں چلاتے دیکھ کر شہری کو جواب دیا۔۔۔

یہ اسکی چاکلیٹ گرل نہیں ہو سکتی تھی۔۔۔! کیا یہ سچ میں وہی سلینہ تھی۔۔؟ وہ اس کلب میں ویٹرس کیوں بنی ہوئی تھی۔۔؟ ماسک میں چھپے ہوئے فاتح کے چہرے کے تاثرات انتہائی سپاٹ ہوئے۔ تو وہ زور سے مٹھیاں بھینچتے ہوئے بے یقین ہوا۔۔۔

فتی کول ڈاؤن۔۔! فاتح کے ہاتھ کی مٹھیوں کو کھولتے ہوئے شہرام نے اسے زبردستی پیچھے رکھے صوفے پر جلدی سے بیٹھایا۔۔ وہ اسکی حالت اچھے سے

سمجھ رہا تھا۔ اتنے سالوں کے بعد اپنی محبت کو یوں اس جگہ پر ایسی حالت میں دیکھنا آسان نہیں تھا۔ شہرام اسکی حالت بخوبی محسوس کر سکتا تھا۔۔۔

فاتح وہ دیکھو سلینہ بہت ڈری ہوئی لگ رہی ہے۔۔۔! فاتح جو سلینہ کو یہاں پر دیکھ کر خود پر ضبط کرتے ہوئے کسی غیر مرئی نقطے پر نظریں جمائے زمین کو اب دیکھ رہا تھا۔ کہ اچانک شہرام کے کندھا ہلانے پر سلینہ کی جانب دوبارہ دیکھنے لگا۔۔۔

جو وائٹ شرٹ کے ساتھ بلیک سکرٹ پہنے ہوئے تھی۔ چاکلیٹ براؤن آنکھوں میں چمکتی ہوئی نمی دور سے ہی دیکھی جا سکتی تھی۔ جبکہ شہد رنگ بالوں کی ٹیل پونی بنائے وہ ڈری سہمی سی سب کو ڈرنکس سرو کر رہی تھی۔

اسکے ہاتھوں میں موجود ٹرے کو کانپتے دیکھ کر فاتح اور شہری نے ایک دوسرے کو بیک وقت دیکھا تھا۔۔

یونیورسٹی میں اپنی گریجویشن مکمل کرتے ہی سلینہ غائب ہو چکی تھی۔اسکا یوں بنا بتائے کہیں گم ہو جانے والے عمل نے فاتح کے دل پر گہرا وار کیا تھا۔سلینہ نے اپنی یونیورسٹی کے چار سالوں میں فاتح سلطان کو مکمل طور اپنا اسیر کر لیا تھا۔وہ فاتح سلطان جو اس چھوئی موئی سی لڑکی کی محبت پر یقین کرنے سے ڈر رہا تھا۔بلا آخر اسے اپنے گھٹنے ٹیکنے پڑے تھے۔

سلینہ کی معصوم بے وقوفیوں اور اسکا شرماشرما کا فاتح کو دیکھنا،کافی شاپ میں بار بار مڑتے ہوئے فاتح کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنا،یہ سب ادائیں فاتح سلطان کو اسکی محبت میں گرفتار کر چکی تھیں۔

سلینہ کی چاکلیٹ براؤن آنکھوں جتنی فاتح سلطان سے باتیں کرتیں تھیں۔ وہ خود اتنا ہی اسکے سامنے چپ رہتی تھی۔ کیونکہ فاتح کے سامنے اسکی زبان بولنے سے انکار کر دیتی تھی۔

لیکن اسکے یوں بنا بتائے غائب ہونے والی ادا نے فاتح سلطان کو اندر تک زخمی کر دیا تھا۔ بظاہر وہ سب کے سامنے نارمل رہتا تھا۔ پر سینے میں موجود اسکا دل صرف سلینہ کی یادوں میں سلگتا رہتا تھا۔ سلینہ کے جانے کے بعد فاتح اور شہرام نے کئی بار اسکے فلیٹ پر چکر لگایا لیکن وہ فلیٹ ہمیشہ ہی بند ملا تھا۔۔

پھر ایک دن ہمت و امید چھوڑتے ہوئے فاتح نے اپنے دل کو اس بات پر راضی کر لیا۔ کہ وہ اسکے دل کے ساتھ کھیل کر جا چکی ہے۔ وہ چھوٹی سی لڑکی فاتح سلطان کو بے وقوف بنا کر بے وفائی کر کے جا چکی ہے۔۔

پر شہرام اسکی ان باتوں کو نہیں مانتا تھا۔۔۔شہرام کا ماننا تھا۔ کہ سلینہ کے غائب ہونے کے پیچھے کوئی مجبوری یا بڑی وجہ ہو سکتی ہے، پر بے وفائی نہیں ہو سکتی۔

جو لڑکی معصومیت میں دوسروں پر اپنی وقوفیوں کو آشکار کر دے۔ وہ بھلا بے وفائی کے مطلب سے کہاں واقف ہو گی۔

شہرام نے بہت کم وقت میں سلینہ کی شخصیت اور نیچر کو جانا تھا۔ اگر اسکی شخصیت میں کہیں بھی شک کی گنجائش نکلتی۔ تو شہرام کبھی بھی اپنے بھائی کو اسکی محبت میں گرفتار نہ ہونے دیتا۔۔۔اور پھر یہ کیسی بے وفائی تھی؟ جس میں کوئی دھوکا نہیں تھا؟ کوئی تیسرا شخص نہیں تھا؟ کوئی شک نہیں تھا؟ کوئی سوال نہیں تھا؟ بس غائب ہو جانے کو وفائی نہیں مانا جا سکتا تھا۔۔

اب چونکہ انکے پاکستان واپس جانے کا وقت قریب سے قریب آرہا تھا۔ تو اس لئے ایک بار پھر پرامید کرتے شہرام نے فاتح کو آمادہ کیا کہ جانے سے پہلے سلینہ کو ڈھونڈا جائے۔۔

کل جب انہوں نے ایشام کو سلینہ کا سالوں پرانا نمبر دیا تو وہ بند تھا۔ لیکن اسکی آخری لوکیشن کسی دوسرے شہر کی مل رہی تھی۔

شہرام نے کل ایشام کو ساری صورتحال سے آگاہ کر دیا تھا۔ اسی وجہ سے کل ایشام ان پر طنز کے تیر برسا رہا تھا۔ لیکن پھر بعد میں یہ ہی طے پایا گیا۔ کہ باقیوں کے واپس آجانے پر اس مسلے کو دیکھا جائے۔

شہرام کی ہر طرح سے صرف ایک ہی کوشش تھی۔ کہ بس ایک بار سلینہ کا پتہ لگتا اور پھر شہرام علی اسے منٹوں میں اغواء کروا کے سلینہ کا پارسل پاکستان

بھیج دیتا۔ وہ اپنے بھائی کی محبت یہیں پر چھوڑ کے جانے کے حق میں بالکل بھی نہیں تھا۔ سلینہ کو یہاں سے لے کر جانا اسکی غیرت کا مسلہ بن چکا تھا۔۔ اسکے بھائی کی محبت تھی۔ تو مطلب اس لڑکی کو وہ ہر کسی کے حلق سے نوچ کر بھی نکال سکتا تھا۔ وہ "عیس علی ہمدانی" کا بیٹا تھا۔ باپ کی طرح انتہا کا بے صبرا۔۔

کل باقی سب کی جیسے جیسے واپسی ہوئی۔ ایک ساتھ وقت گزارنے کے بعد وہ رات کو اس اہم مسلے کو لے کر بیٹھ گئے۔ جبکہ کبیر اور فارس کو بے خبر رکھا گیا تھا۔

شہرام نے انہیں ساری تفصیل سے آگاہ کیا تو سب سے پہلے فاتح کو سب کی طرف سے لعنتوں کے اشتہار ملے۔ اور اشتہار پہلے آگاہ نہ کرنے کی وجہ سے

تھے۔ وہ اگر پہلے اس بات کا ذکر کر دیتا۔ تو اب تک ملک کے سارے شعبے مل کر ایک لڑکی کو ڈھونڈ بھی چکے ہوتے۔۔

جبکہ ارسل نے تو پکا پکا پٹھان ہونے کا ثبوت دیا تھا۔ اسکا صاف کہنا تھا۔ "کہ تم لوگ گھر سے لڑکی اٹھاؤ۔ چھوٹا پٹھان جہاز لے کر پہنچ جائے گا۔۔۔ "اسکے اس ڈائیلاگ نے انکے چھت پھاڑ قہقہے نکال دیے تھے۔ مطلب وہ سب اپنے بھائی کی محبت کو لے کر اس قدر سنجیدہ ہو چکے تھے۔ کہ لڑکی کو اٹھا کر لے جانا بھی مسلہ نہیں رہا تھا۔

سب کی باہمی مشاورت سے یہ ہی طے پایا گیا۔ کہ جلد از جلد انکی بھابھی کو تلاش کر کے پاکستان لے جایا جائے۔۔ فاتح جو امید چھوڑ چکا تھا۔ کہ ان سب

کی باتوں پر بلا آخر اسکے اندر بھی سلینہ کو پانے کی پھر امید جاگی۔ تو وہ پر امید ہوتے تھوڑا ریلکس نظر آنے لگا۔۔

جبکہ دوسری طرف ایشام جو کل سے ہی سلینہ کا نمبر ٹریس کرنے کی پوری پوری کوشش کر رہا تھا۔ لیکن سلینہ کا نمبر مسلسل بند جا رہا تھا۔ اور بلآخر اسکا نمبر آج آن ہوا تو اسکی لوکیشن شو ہوتے دیکھ کر ان سب کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔۔۔

لیکن سلینہ کے نمبر کی لوکیشن ایک کلب میں جان کر فاتح شش و پنج کا شکار ہوا تھا۔ اور سب سے زیادہ تعجب کی بات تو یہ تھی۔ کہ موجودہ لوکیشن اسی شہر کے کلب کی تھی۔ اس چیز کو دیکھتے ہوئے سب نے فاتح اور شہرام کو جلدی

سے کلب کی جانب روانہ کر دیا۔۔تاکہ صورت حال کا پتہ تو چلے، باقی کی تو بعد کی بعد میں دیکھی جاتی۔۔۔

فاتح یہاں پر گڑ بڑ چل رہی ہے۔۔۔!کلب کی ویٹریس کو لڑکوں کے ساتھ باری باری کمروں کی جانب جاتے دیکھ کر شہرام نے آس پاس دیکھتے ہوئے سرگوشی کی۔۔۔وہ دونوں چہروں پر ماسک لگا کر یہاں پر آئے تھے۔تاکہ سلینہ انہیں پہچان نہ سکے۔۔۔لیکن الٹا وہ یہاں اسے اس حال میں پہچان کر پریشان ہو چکے تھے۔

شہری اس کلب میں انجوائے منٹ کم اور دوسرا کام زیادہ ہو رہا ہے۔۔!کہیں اس کلب میں لڑکیوں کو بیچنے کا کاروبار تو نہیں چل رہا۔۔!فاتح نے اسکی ہاں

میں ہاں ملاتے ہوئے سلینہ پر نظریں گاڑ دیں۔ جو بار بار اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے ڈر رہی تھی۔

وہ ڈائریکٹ سلینہ کے پاس نہیں جا سکتا تھا۔۔ کیونکہ بار میں موجود آدمیوں کو سلینہ کے ساتھ ساتھ دوسری ویٹریس پر نظریں جمائے دیکھ کر وہ سب کچھ کچھ تو معاملہ سمجھ ہی چکے تھے۔ سلینہ کو اس ماحول کا حصہ دیکھ کر فاتح جس طرح خود پر ضبط کیے بیٹھا تھا۔ یہ صرف وہی جانتا تھا۔

فتی اگر ہم یہاں پر بیٹھ کر انتظار کرتے رہے تو معاملہ بگڑ جائے گا۔ تو ایسا کر یہیں بیٹھ۔۔! میں کچھ بندوبست کر کے آتا ہوں۔۔! شہرام نے سارے ماحول پر غور کرتے ہوئے مزید دیر کرنا بے وقوفی سمجھا۔ اسی لئے وہ فاتح کو ہدایت دیتے اٹھ کر وہاں کھڑے ایک آدمی کی جانب بڑھ گیا۔۔ شہرام کے

جاتے ہی فاتح صوفے سے ٹیک لگاتے ٹانگ پر ٹانگ رکھتے انگلی مسلسل اٹھاتے، گراتے، خود پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگا تھا۔۔۔

فاتح نے اپنی کیر یبین بلو آنکھیں سلینہ کے چہرے پر جمائیں، تو وہ اسے دور سے بھی سہمی ہوئی نظر آئی۔۔

اسکے وجود کی کپکپاہٹ وہ یہاں پر بیٹھے ہوئے بھی دیکھ سکتا تھا۔۔فاتح کا دل سینے میں زوروں سے دھڑکتے ہوئے بے قابو ہونے پر آیا ہوا تھا۔ لیکن اسے ضبط سے کام لینا تھا۔۔اس لئے شہرام پر نظر ڈال گیا۔ جو ایک آدمی سے بات کرتے ہوئے اپنی جیب سے اب کارڈ نکال رہا تھا۔

شہرام نے مڑتے ہوئے فاتح کی جانب اشارہ کیا۔ تو وہ آدمی اسکے اشارے کی زد میں فاتح پر غور سے نظر ڈال کر حامی بھرنے والے انداز میں سر ہلاتے ہوئے شہرام کو ساتھ لیے سلینہ کی جانب چلا گیا۔۔۔

فاتح اتنی دور سے انکی گفتگو تو نہیں سن سکتا تھا۔ پر شہرام کے کارڈ نکالنے پر وہ سارا معاملہ سمجھ چکا تھا۔ بے ساختہ اسکی نیلی آنکھوں نے یہ منظر دیکھنے سے انکار کرنا چاہا تو وہ صوفے سے ٹیک ہٹاتے جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا۔۔ کیونکہ شہرام اب اسکی جانب واپس پلٹ رہا تھا۔ اس نے فاتح کو کمرے کی طرف جانے کا اشارہ کیا تھا۔۔۔

فاتح بھاری قدم اٹھاتے ہوئے شہرام کے بتائے ہوئے کمرے کی جانب بڑھ رہا تھا۔اسکا دل سینے میں یہ سوچ سوچ کر سکڑنے لگا تھا۔ کہ وہ اسے اتنے سالوں کے بعد ملی بھی تو کس حال اور ماحول میں۔۔۔کیا وہ سچ میں پہلے بھی اس ماحول کا حصہ تھی۔۔؟ نجانے کتنے سوال تھے۔جو اسکا دماغ کے جھنجھوڑنے کا سبب بن رہے تھے۔۔

مطلوبہ کمرے کے سامنے آکر فاتح بے ساختہ ایک پل کے لئے رکا۔۔۔لیکن پھر ہر احساس کو جھٹلاتے ہوئے اس نے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا۔۔۔

دروازہ کھولتے کی انتہائی خواب ناک ماحول نے اسکا ویلکم کیا تھا۔فاتح نے اندر داخل ہو کر پیر پیچھے لے جا کر ٹھوکر مارتے ہوئے دروازہ بند کر دیا۔۔کمرے

میں ہلکی ہلکی سی روشنی چھائی ہوئی تھی۔ لیکن سلینہ کو کہیں نا پا کر وہ ٹھٹک گیا تھا۔۔۔

اس پہلے کہ وہ اسے ڈھونڈنے کی کوشش کرتا کہ اسے دائیں جانب سے باتھروم کھلنے کی آواز آئی۔۔ فاتح نے مڑتے ہوئے دیکھا تو وہ باتھروم کے دروازے کے بیچوں وبیچ کھڑی ہچکیاں لے رہی تھی۔ فاتح اسے دیکھتے ہی ایک دم سے فریز ہوا تھا۔۔ نیلی آنکھوں کی پتلیوں نے ساکت ہوئے منکر ہونا چاہا تھا۔۔

فاتح سلطان کو بے ساختہ محسوس ہوا۔ جیسے وہ چھ فٹ کا لمبا چوڑا مرد سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھ کر مٹی کا ڈھیر ہو چکا ہے۔۔۔

چہرہ جھکائے وہ مسلسل رو رہی تھی۔ جبکہ وجود پر پہنا ہوا یونیفارم اب بدلا جا چکا تھا۔ ریڈ کلر میں نازیبا لباس پہنے وہ اپنے سرخ و سفید وجود میں قیامت بنی اسکی برداشت کو آزمانے کا مزید سبب بنی تھی۔۔۔ وہ پہلے ہی خود پر ضبط کیے ہوے تھا۔ اور اب اسکا یہ روپ۔۔۔۔

فاتح نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے اپنے چہرے سے ماسک اتار کر جلدی سے گہری سانس لی۔۔ سینے میں دھڑکتے لوتھڑے نے اسکا سانس روکنے کی کوشش کی تو وہ چہرہ اٹھاتے ہوئے آنکھیں میچ گیا۔۔۔ جبکہ سامنے کھڑے وجود کو دیکھنے کا دوبارہ حوصلہ نہیں ہوا تھا۔۔۔۔

اسکے برعکس سلینہ جو کب سے چہرہ جھکائے صرف رو رہی تھی۔ اس نے چہرہ اٹھا کر آنے والے کو دیکھنا چاہا تو کمرے کے بیچ و بیچ ایک لمبے چوڑے وجود کو

چہرہ اوپر اٹھائے کھڑے دیکھ کر اسکا دل یکبارگی سے خوف میں مبتلا ہوتے رکا۔۔دل جو کب سے اپنی قسمت پر ماتم کناں تھا۔اسی دل نے عزت کا خوف پیدا کیا تو وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے چیخ اٹھی۔نازک وجود بری طرح کانپتے ہوئے تیزی سے زمین بوس ہوا تھا۔۔

جبکہ فاتح جو اپنی اذیت میں گم اس سے لاتعلق ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔۔کہ بے اختیار اسکی سماعتوں میں اسکی سریلی و میٹھی آواز کی چیخیں سنائی دیں تو وہ پراسرا انداز میں مسکرا اٹھا۔۔۔

ایسی محبت سے نفرت بھری۔۔۔

میں اسیر محبت ہو گیا، میں فقیر محبت ہو گیا۔۔۔

نازک وجود کو چیخیں مارتے دیکھ کر وہ سرد لہجے میں مسکراتے ہوئے اذیت سے گنگنایا تھا۔۔۔

فاتح نے آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے اسکی جانب بڑھنا شروع کیا تو وہ چیختے ہوئے پیچھے کی جانب کھسکنا شروع ہو گئی۔۔۔

پلیز مجھے جانے دو۔۔۔! اس دیو قامت وجود کو اپنی طرف آتے دیکھ کر وہ خوف سے روتے ہوئے التجائیں کرنے لگی۔۔۔ جبکہ شہد رنگ آنکھیں بند تھیں۔۔۔

گھومتی ہے نظر، ڈھونڈتی ہے کیا۔۔

محبت تیری اور تھوڑی سی وفا۔۔

فاتح نے اسکے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے اپنی بھاری آواز میں گنگناتے ہوئے اسے دو بول سنائے تو دوسری جانب سلینہ جو آنکھیں میچتے ہوئے بس دور ہونے کی کوشش کر رہی تھی۔ کہ مخصوص خوشبو و آواز سنتے ہی اس نے ایک جھٹکے میں آنکھیں کھولتے ہوئے مقابل کو دیکھنا چاہا۔۔۔چند سکینڈ کا کھیل تھا۔۔اور آنکھوں کا آنکھوں سے تصادم ہوتے ہی ہر چیز فنا ہوتی چلی گئی تھی۔

اسکی شہد رنگ آنکھوں نے فاتح کی آنکھوں میں جھانکا تو فاتح سلطان کو اپنا ہر دعوا جھوٹا محسوس ہونے لگا تھا۔۔۔

سلینہ کی آنکھوں نے اپنا پسندیدہ چہرہ دیکھا تو وہ روتے ہوئے مسکرادی تھی۔۔۔ جبکہ وہ نیلی آنکھوں میں اذیت و بے بسی لیے ہمیشہ کی طرح اسے بس نہارنے میں مصروف تھا۔۔

سلینہ کو اسکے چہرے پر اپنے لئے تکلیف، بے یقینی جیسے تاثرات نظر آئے تو وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے سسک اٹھی۔۔۔۔

فاتح جو خاموش نظروں سے صرف اسکے چہرے کے اتار اچڑھاؤ پڑھنے میں مصروف تھا۔۔ کہ اسکے اٹالین میں کہے ہوئے الفاظ کو یاد کرتے سلینہ کی ہچکی بندھ گئی تھی۔ وہ اگلے ہی پل سارے احساس بلائے طاق رکھ کر گھٹنوں کے بل کھڑے ہوتے تیزی سے اسکے سینے سے لگتے اپنے لمس سے ہر دوسری چیز کو فنا کرتی چلی گئی تھی۔

اسکے اس غیر متوقع عمل نے فاتح سلطان کے دل کو منجمند کیا۔ تو وہ سٹل ہوتا اسکے سر کو حیرت انگیزی سے دیکھنے لگا تھا۔۔ جبکہ سلینہ اپنی ہچکیاں دباتے پوری قوت لگاتے ہوئے شدت سے اسکے چوڑے سینے میں چھپنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اسکی ہچکیوں نے ایک دم سے زور پکڑا تو اس نے روتے روتے پکارنا چاہا۔۔۔۔

س۔۔ سلطا۔۔۔ سلطان۔۔۔!!!!۔۔۔ کانپتی آواز میں

ہمشیہ کی طرح مقابل کو سر نیم سے پکارتے ہوئے وہ فاتح کو نیم پاگل کر گئی تھی۔ جس پر فاتح نے اگلے ہی پل جنونی بنتے اسکی نازک گردن میں چہرہ چھپاتے ہوئے اسکی گردن پر دانت گاڑے تھے۔۔۔

سلینہ اسکے بے رحم لمس پر تیزی سے اچھلتے ہوئے اندر تک تڑپی تو فاتح سلطان اسکی نازک کمر میں بازو لپیٹتے ہوئے پیچھے گرتا چلا گیا۔۔اس سے زیادہ وہ اسکے ستم برداشت کرنے کی سکت نہیں رکھتا تھا۔۔۔

قالین پر پیچھے گرنے کی وجہ سے سلینہ اسکے اوپر چوڑے سینے پر گری تو فاتح نے اپنے اندر اٹھتے جذبات سے قابو کھوتے ہوئے اسکی گردن پر مزید شدت سے دانت گاڑتے ہوئے اسے زور سے خود میں بھینچنا چاہا۔۔۔جبکہ سلینہ روتے ہوئے اسے خود سے دور کرنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔جو کسی آکٹوپس کی طرح اسے خود میں قید کر چکا تھا۔

اسکی سخت گرفت میں وہ ہل بھی نہیں پا رہی تھی۔۔۔بنا کچھ کہے وہ ایک دوسرے سے بہت کچھ کہنے کی کیفیت میں تھے۔سالوں کی دوری نے دونوں

کو اپنی اپنی جگہ پر بکھیر کر رکھ دیا تھا۔۔اس لئے خاموشی میں ایک دوسرے سے شکوے کرنے لگے۔۔۔

فاتح کو غصے میں مزید بے قابو ہوتے دیکھ کر سلینہ کو اچانک کچھ یاد آیا تو وہ اگلے ہی پل اسکے کان پر زرا سے لب رکھ کر اپنی ہچکیوں پر قابو کرتے ہوئے کانپتی آواز میں گویا ہوئی۔۔۔اسکی اگلا عمل جان کر فاتح نے سانس روکتے ہوئے اسکی مہکتی سانسوں کو اپنے کان کی لوح پر محسوس کرتے آنکھیں بند کر لیں تھیں۔۔ہر بار کی طرح وہ اپنی معصومیت بھری ادا سے اسے خود میں الجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔۔

اا۔۔ا۔۔اریان۔۔۔نے مجھے کہا تھا۔۔کہ سلطان۔۔مجج۔۔ مجھ چھوڑ کر واپس اپنے کنڑی چلے گئے ہیں۔۔۔میں نے واپس آکر اپکو۔۔ڈھوندنے

کی۔۔کوشش۔۔کی تو وہ۔۔مجھے زبردستی یہاں۔پر۔۔لے آیا۔۔وہ مجھے۔۔یہاں۔۔پر بیچ کر خود چلا گیا۔۔سلطان۔۔ "..

بے ربط جملوں میں وہ اسے کچھ سیکنڈ میں ہی تصویر کا دوسرا رخ دیکھانے کا سبب بنی تو فاتح نے شاکڈ ہوتے اسکے سر کو دیکھا تھا۔۔۔

کیا اس نے فاتح سلطان کو ڈھونڈنے کی

کوشش کی تھی۔۔؟پر کب۔۔؟اور آریان۔۔۔؟اس نام پر اسکے چہرے کے تاثرات تیزی سے سخت ہوئے تو فاتح نے اسکا چہرہ اپنی گردن سے نکالتے ہوئے سامنے کیا تھا۔۔۔

کمرے کی گہری روشنیوں میں وہ اسے کسی گھٹا کی مانند محسوس ہوئی تھی۔۔جس نے اتنا نازک ہونے کے باوجود فاتح سلطان کو خود میں گھیرا ہوا

تھا۔۔۔آنسو بہاتے ہوئے وہ ہچکیاں لیتے اسکی طرف دیکھنے لگی۔۔معصوم چہرہ آنسوؤں کی روانی سے مکمل طور پر بھیگ چکا تھا۔۔۔

مجھے ڈھونڈا تھا۔۔۔؟فاتح نے اسکی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اسکے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں بھر کر گھمبیر آواز میں بولتے ہوئے پوچھا۔۔۔جس پر وہ بنا بولے تیزی سے اقرار کرنے والے انداز میں سر ہلانے لگی۔۔۔

تو کیا ڈھونڈنے پر میں ملا۔۔۔؟اسکے سر ہلانے والی ادا پر فاتح کے لبوں کو مسکراہٹ نے چھوا تو وہ اسکے ہونٹوں کے قریب ہوتے پھر بولا۔۔فاتح کی اس حرکت پر سلینہ نے پیچھے ہونا چاہا تو فاتح نے اسکی کوشش ناکام بناتے اپنے ہونٹ اسکے نرم لبوں کے مزید قریب کر دیے۔۔۔سلینہ کے لبوں سے نکلنے

والی ہر سانس کو وہ اپنے اندر اتارنے لگا تو سلینہ اسکا جنون دیکھ کر کانپتے ہوئے آنکھیں بند کر گئی تھی۔۔

کیا ڈھونڈنے پر میں تمہیں ملا۔۔؟ فاتح نے اسکی کمر میں سختی سے بازو لپیٹتے ہوئے سابقہ سوال دہرایا۔ جس کو سنتے سلینہ نے بند آنکھوں سے ہی نفی میں سر ہلاتے جواب دینے کی کوشش کی۔۔۔ جبکہ آنکھوں سے آنسو پھر تیزی سے بہنا شروع ہو گئے تھے۔ اگر ڈھونڈنے پر وہ اسے ملتا تو وہ آج یہاں پر تھوڑی ہوتی۔۔۔ وہ تکلیف سے سوچ گئی۔۔۔

جبکہ فاتح نے اسکے چہرے پر چمکتے ہوئے آنسوؤں کو جنونی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

تم نے غلط جواب دیا ہے لٹل گرل۔۔! دیکھو۔۔! تمہارے ڈھونڈنے پر فاتح سلطان نے خود تمہارے پاس آکر تمہاری تلاش کو ختم کر دیا۔۔۔! محسوس کرو مجھے۔۔۔! اور بتاؤ کیا ابھی بھی میں تمہیں ڈھونڈنے پر نہیں ملا۔۔۔؟ سلینہ کے نازک وجود کو شدت سے خود میں سمٹتے ہوئے فاتح نے اسکی گردن میں چہرہ چھپاتے ہوئے اسکی کان کی لوح کو زرا سا دانتوں میں دباتے ہوئے کھینچا تو وہ لرز اٹھی۔۔۔۔۔

سلطان۔۔۔!!! فاتح کی جان لیوا قربت میں سلینہ نے روتے ہوئے اسے پکارا۔ اسکی پکار پر فاتح نے چہرہ اٹھاتے ہوئے تیزی سے اسکے نقوش پر نظریں دہرائیں تھیں۔۔۔

کیا میں مل گیا تمہیں۔۔۔؟ فاتح نے اسکے ہر نقش کو اپنی آنکھوں میں اتارتے ہوئے سابقہ سوال سے ملتا جلتا سوال کیا تو اس بار سلینہ نے اثبات میں سر ہلاتے اسکی بات میں حامی بھرتے ہوئے فاتح سلطان پر اپنے نازک بازوؤں کا حصار مضبوط کر دیا۔۔۔ شاید یہ اسکے جواب کا بہتر جواب تھا۔۔

مقابل اسکی اس کوشش پر ہولے سے مسکراتے ہوئے اسکے بہتے ہوئے آنسوؤں کو چننے لگا۔۔۔

تمہاری طرف میرے بہت سے حساب نکلتے ہیں۔اس لئے بس دعا کرو۔۔! کہ میں تمہیں یہاں سے نکال کر اپنے نام کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔۔! پھر دیکھنا۔۔! فاتح سلطان تمہیں کن کن طریقوں سے یہ باور کروائے گا۔کہ تم فاتح سلطان کو ڈھونڈنے میں ناکام ٹھہری ہو۔۔۔! فاتح جو اسکے گال پر

بکھرتے ہوئے آنسوؤں کو اپنے ہونٹوں سے چنتے ہوئے پر اسرار لہجے میں ابھی بول ہی رہا تھا۔ کہ سلینہ اچانک ہوش کھوتے اپنے نازک وجود سے بیگانہ ہوتی چلی گئی تھی۔۔۔اسے ہوش کھوتے دیکھ کر فاتح نے ضبط سے آنکھیں بند کرتے ہوئے اسکے وجود کو زرا سا خود پر سے اٹھاتے ہوئے پاکٹ سے موبائل نکال کر شہرام کو میسج کیا تھا۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔

فاتح نے شہرام کو کال کی تو اسکا نمبر مسلسل بزی جا رہا تھا۔۔شاید وہ اس وقت سب کے ساتھ گروپ کال پر مصروف تھا۔۔

شہرام کے کال ریسیو نہ کرنے پر فاتح نے موبائل رکھتے ہوئے پیچھے قالین پر سر گرا دیا تھا۔ وہ ابھی تک سیلینہ کے نازک وجود کو سینے پر لٹائے نیچے لیٹا ہوا تھا۔ چاہ کر بھی اسکا یہاں سے اٹھنے کا دل نہ تھا۔۔۔

فاتح نے ہاتھ پیچھے لے جاتے اسکے کھلے بالوں میں ہاتھ پھیرا تو سیلینہ کے بالوں کو نرماہٹ کو پہلی بار محسوس کرتے ہوئے اسکا مضبوط دل کسی انوکھے احساس کے تحت تیزی سے مچلا تو اسی پل فاتح نے جلدی سے اسکے بالوں سے ہاتھ کھینچ لیا تھا۔۔

اپنے دل کی حالت خراب ہونے پر گہری سانس خارج کرتے ہوئے فاتح نے زرا سا سر اٹھا کر اپنی حسینہ کو دیکھنا چاہا۔ جو اپنے حلیے سے بے پرواہ اسکے وجود پر ہوش و حواس سے بیگانہ پڑی تھی۔

سیلینہ کوایک نظر دیکھ کر سر دوبارہ پیچھے گراتے ہوئے فاتح سوچوں میں الجھ گیا۔۔وہ کہاں غائب رہی تھی؟دوبارہ اس شہر میں واپس کب آئی؟اسکے اپارٹمنٹ پر کیوں نہیں آئی؟اسے کانٹیکٹ کیوں نہیں کیا۔۔؟

بہت سے سوالات تھے۔جن کے جواب فاتح کے لئے جاننا بے حد ضروری تھا۔۔

ابھی تک سیلینہ کے بیک گراؤنڈ کے طور پر فاتح صرف اسکے ماں باپ کو ہی جانتا تھا۔سیلینہ اپنے ماں باپ کی اکلوتی بیٹی تھی۔پر اسکے پیرنٹس کہاں تھے؟ انکی بیٹی اس حال میں کیسے پہنچی۔۔؟

سلینہ کی آدھی ادھوری باتوں پر اسے اتنا تو پتہ چل گیا تھا۔ کہ اسے اس کلب میں دھوکے سے لانے والا آریان تھا۔ آریان وہ ہی لڑکا تھا۔ جو ہندو تھا۔ اور انڈیا سے یہاں پر پڑھنے کے لیے آیا ہوا تھا۔ پر سیلینہ اسکے پاس کیسے گئی۔۔؟

فاتح ابھی انہی سوچوں میں الجھا ہوا تھا۔ کہ اسکا موبائل تیزی سے وائبریٹ ہونے لگا۔۔ فاتح نے چونکتے ہوئے موبائل اٹھایا تو گروپ کال دیکھتے ہوئے اس نے جلدی سے یس کیا۔۔۔

فتی۔۔!! سیلینہ ٹھیک تو ہے؟ کال ریسیو کرتے ہی فاتح کے کانوں میں شہرام کی پریشان آواز گونجی تو فاتح مسکرا دیا۔۔۔

میڈم فلحال میرے اوپر لیٹی بے ہوش پڑی ہیں۔۔! فاتح نے زرا سا سر اٹھاتے ہوئے سیلینہ کے چہرے کو دیکھ کر دھڑکتے دل کے ساتھ جواب دیا تھا۔۔

کیا مطلب بے ہوش پڑی ہیں؟ کیا ہوا بھابھی کو۔۔؟ ارسل نے پریشان ہوتے تیزی سے جاننا چاہا تھا۔۔۔ جبکہ فاتح کے الفاظ پر وہ غور کرنا ہی بھول گیا تھا۔۔۔

پریشان نہیں ہو۔ شاید ڈر کی وجہ سے بے ہوش ہو گئی ہے۔۔۔! فاتح انکو ریلیکس کرتے بولا کیونکہ اسے سمجھ آ گئی تھی۔۔ کہ بھابھی کی فکر میں وہ اب باری باری سوال کرتے اسکا سر کھا جائیں گئے۔۔

لو ہمارے ہوتے بھابی کو کس بات کا ڈر تھا۔۔؟ بھلا ہمارے ہوتے ہوئے ہماری بھابھی کو کوئی آنکھ بھی اٹھا کر دیکھ سکتا ہے کیا۔۔! ارسل بھڑک مارتے ہوئے بولا۔۔۔ جیسے سلینہ کا ڈر کے مارے بے ہوش ہونا پسند نہ آیا ہو۔۔

اوٹیپو سلطان کی اولاد ہوش میں آ۔۔! اسے تھوڑی پتہ تھا۔ کہ اسکے دیوروں کا ٹولا اسکی حفاظت کرنے کے لیے دنیا میں پہلے سے پیدا ہوا بیٹھا ہے۔ ورنہ

ڈرنے سے پہلے تجھ سے اجازت ضرور لے لیتی۔۔۔! فاتح طنزیہ لہجے میں بولتے ہوئے اسے سنا گیا۔۔انداز استہزایہ میز تھا۔۔۔

نہیں سالے ہمیں سنانے کی بجائے تو پہلے یہ بتا۔۔! کہ تو کس حق سے بھابھی کو خود کے ساتھ لپٹائے ہوئے وہاں لیٹا ہے۔۔؟ غازی جس نے اسکے الفاظ پر اچھے سے غور کیا تھا۔وہ رعب سے بولتے ہوئے سوال اٹھانے والے انداز میں گویا ہوا۔۔آخر غازیان پاشا بیریسٹر تھا۔ہر لفظ پر غور کرنے والا۔۔وہ کہاں بھول سکتا تھا۔

دوسری طرف غازی کی آواز پر فاتح نے تیزی سے مسکراہٹ روکتے ہوئے نچلہ لب دبالیا تھا۔۔۔

میرا کوئی قصور نہیں ہے۔۔! وہ خود ہی مجھے دیکھتے ہی سینے سے لگ گئی تھی۔۔۔! فاتح نے انجان بنتے ہوئے بھاری سانس خارج کرتے بات ادھوری چھوڑی تو اسکی بھاری سانس کی آواز سنتے ہی باقیوں کا سانس رکنے لگا تھا۔۔

کیونکہ فاتح سلطان نے اپنے انداز سے ان سب کے بھی جوان جذبات جگا دیے تھے۔۔۔

شہرام نے لب کاٹتے ہوئے ہنسی دبائی۔ وہ اس وقت کلب کے باہر کھڑا ان سب کے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔۔۔ کیونکہ اپنے طور پر وہ فاتح کو کمرے کی طرف بھیج کر سلینہ کی یہاں پر موجودگی کی انفارمیشن حاصل کرنے میں لگ گیا تھا۔۔ جس شخص کو اس نے سلینہ کو کمرے میں لے جانے کی پیمنٹ کی

تھی،۔اسی کو مزید اضافے پیسے دیتے ہوئے شہرام اس سے سب کچھ پوچھ چکا تھا۔۔

ساری بات جان کر شہرام نے سب کے ساتھ مشورہ کیا تو غازی نے اسے اپنے آنے تک رکنے کا کہا تھا۔۔ کیونکہ غازیان پاشا اچھے سے جانتا تھا۔ کہ شہرام علی لڑنے بھرنے والا بے صبر اانسان ہے۔اس لئے وہ اسے ویٹ کرنے کا کہہ گئے۔تاکہ انکے پہنچنے تک شہرام علی پنگا نہ لیے بیٹھا ہو۔۔اور اگر یہ پنگا کبیر، فارس تک پہنچ جاتا تو ان سب کی خیر نہیں ہونی تھی۔۔۔

بے غیرت، نکھٹو عاشق۔۔! بھابھی بیچاری تو ہوش میں نہیں تھیں۔اسلئے انہوں نے اگر غلطی سے تجھے گلے لگا لیا تھا۔تو کمینے اب تو ہی شرم کھا کر پیچھے ہو

جا۔۔! باسم نے اسے شرم دلانا چاہی تاکہ وہ غیرت کھا کر سیلینہ سے دوری اختیار کر لے۔۔۔

کیا کروں یار۔۔۔! میں پیچھے ہونا چاہ رہا ہوں۔ پر اتنے نازک وجود کو خود سے دور ہٹانے کو بس جی نہیں چاہ رہا۔۔۔! فاتح نے انکو مزید آگ لگانے کی کوشش میں زرا سا چہرہ اٹھا کر سیلینہ کی گردن میں گہرا سانس بھرا تو وہ سب مٹھیاں بھینچتے ہوتے دانت پیس گئے۔ جبکہ باسم تو اسکی بے شرمی پر سرخ پڑ چکا تھا۔

سالے تو رک ہم ابھی وہاں پہنچ کر تیری ساری گرمی نکالتے ہیں۔۔۔! ارسل نے کلس کر بولتے ہوئے کال بند کر دی۔ فاتح انکو تپتے دیکھ کر ہنستے ہوئے جلدی سے سیلینہ کو تھام کر کھڑا ہو گیا تھا۔۔

فاتح نے سلینہ کے بے ہوش وجود

کو بیڈ پر لٹایا تو اسکے حلیے پر نظر پڑتے ہی اسکی آنکھوں میں حد سے زیادہ ناگواری اتری تھی۔۔وہ کسی صورت بھی آریان کو زندہ نہیں چھوڑنے والا تھا۔ جس نے اسکی محبت کو اس غلیظ جگہ پر پہنچا کر اپنی زندگی اپنے ہاتھوں سے کم کرنے کی کوشش کی تھی۔

فاتح نے باتھ روم میں جا کر کوئی ڈریس دیکھنا چاہا تو وہاں اسکا ویٹریس والا لباس پڑا دیکھ کر وہ اذیت سے آنکھیں میچنے پر مجبور ہو گیا۔ باتھ روم میں صرف نائٹیز کو لٹکے دیکھ کر اس نے ضبط بھرا سانس لیا تھا۔۔وہ اس حلیے میں سیلینہ کو یہاں سے باہر قطعاً ہی نہیں لے کر جا سکتا تھا۔۔۔

فاتح نے سب سے پہلے پاکٹ سے لائٹر نکال کر سلینہ کے ویٹریس یونیفارم کو جھکتے ہوئے آگ لگائی۔اور اسکے بعد ایک ایک کرتے ساری نائٹیز کو بھی اسی آگ میں پھینکتا چلا گیا۔

اس یونیفارم کو وہ ایسے ہی چھوڑ کر نہیں جا سکتا تھا۔ جس میں اسکی متاع جان کے وجود کی خوشبو بسی ہو۔۔ شہرام اور فاتح اپنی پاکٹس میں لائٹر کے ساتھ اور بھی سی خطرناک چیزیں رکھتے تھے۔ کیونکہ یہ سب چیزیں انکی پنگے بازی میں کام آتی تھیں۔۔پر آج پہلی بار اسکا لائٹر کسی صحیح جگہ پر کام آیا تھا۔۔

باتھروم سے باہر نکل کر فاتح نے خود پر پہنی ہوئی بلیک جیکٹ اتار کر تیزی سے سلینہ کو پہنائی تو اسکی بڑی سی جیکٹ میں وہ چھپتی چلی گئی۔

فاتح کی جیکٹ نے سلینہ کو گھٹنوں تک چھپا دیا تھا۔ لیکن اسکی ٹانگوں کو عیاں ہوتے دیکھ کر اس نے ہونٹ کاٹتے ہوئے جلدی سے سلینہ کو زرا سا اٹھا کر اسکے نیچے سے بیڈ شیٹ نکالی۔۔اور پانچ منٹ بعد سلینہ کے وجود کو مکمل طور پر بیڈ شیٹ میں چھپا کر فاتح سلطان اسے کسی متاعِ جاں کی طرح بازوؤں میں اٹھا کر کمرے کے دروازے کی جانب بڑھ گیا۔۔جہاں اسکے شیر پوری تیاری کے ساتھ آن پہنچے تھے۔

اگلی صبح وہ سب ساتھ میں تقریباً چھ بجے اپارٹمنٹ میں داخل ہوئے تھے۔فاتح نے سلینہ کو ابھی تک بازوؤں میں اٹھا رکھا تھا۔

ان سب کو کلب سے نکلنے اور معاملہ نبٹاتے نبٹاتے صبح ہو چکی تھی۔ کیونکہ غازی نے مار دھاڑ کرنے کی بجائے سمجھداری سے کام لیتے ہوئے پولیس کو انوالو کر لیا تھا۔ کیونکہ یہ سیدھا سیدھا پولیس کیس تھا۔

غازیان پاشا کلب کی انتظامیہ پر انکی بھابھی کو اغوا کرنے اور زور وزبردستی یہ کام کروانے اور اغوا کرنے کا بڑا کیس کر چکا تھا۔ جس کی وجہ سے پولیس نے اس معاملے میں ملوث سب افراد کو فوری طرح پر گرفتار کرتے ہوئے کلب سیل کر دیا تھا۔۔ کیونکہ سیلینہ نے ہوش میں آتے ہی انکے سب کے خلاف بیان دے کر اس کیس کو مزید مضبوط کر دیا تھا۔

پر اسکے باوجود پولیس جب تک وہاں پہنچی تھی۔ تو پولیس کے آنے سے پہلے پہلے ارسل

خان اور شہرام علی کلب کے آدمیوں پر اچھا خاصا ہاتھ صاف کر چکے تھے۔ فاتح نے چونکہ سلینہ کو اٹھایا ہوا تھا۔ اس لئے اسکا یہ چانس مس ہو گیا تھا۔۔ لیکن اسکے حصے کی کسر شہرام علی نے اچھی طرح پوری کر دی تھی۔

کلب کے آدمیوں کو مارنے کے بعد وہ گرفتار بھی کروا چکے تھے۔ لیکن آریان بچ کر جا چکا تھا۔

پولیس جب اسے گرفتار کرنے گئی۔ تو پتہ چلا کہ وہ کل ہی انڈیا واپس جا چکا ہے۔ اور یہ جان کر فاتح نے ضبط سے ہاتھ ملے تھے۔ پر وہ دل میں پکا ارادہ کر چکا تھا۔ کہ وہ اس گھٹیا شخص کو کسی صورت بھی چھوڑنے والا نہیں ہے۔۔

سلینہ کو ہر کسی سے ڈرتے دیکھ کر فاتح نے اسکے گلے کی مخصوص شہ رگ دبا کر اسے دوبارہ بے ہوش کر دیا تھا۔ تاکہ وہ یہ سارا میس نہ دیکھ سکے۔ کیونکہ ڈرو

خوف کے باعث وہ اس میں چھپنے کی کوشش کر رہی تھی۔اسی لئے فاتح نے اسے بے ہوش کر کے اسی چادر سے کور کرتے ہوئے گاڑی میں لٹا دیا تھا۔

وہ سلینہ کو لیے وہاں سے تبھی نکل آتا پر پولیس کو سیلینہ کے بیان کی ضرورت تھی۔اس لئے مجبوراً انہیں سیلینہ کو وہاں رکھنا پڑا تھا۔۔۔

اور اب وہ صبح کے وقت واپس آئے۔تو بے حد تھکے ہوئے معلوم ہو رہے تھے۔ان سب کا ارادہ اپنے اپنے کمرے میں جا کر سونے کا تھا۔کہ اچانک اپنے سامنے کبیر اور فارس کو کھڑے دیکھ کر اپارٹمنٹ میں داخل ہوتے انکے قدموں کو یک دم بریک لگی تھی۔۔

سب نے ڈرتے ہوئے ایک دوسرے پر نظر ڈال کر چہرہ موڑتے ہوئے سامنے کھڑے بڑے بھائیوں کی جانب دیکھ تو انکو انتہائی سنجیدہ انداز میں خود کی طرف دیکھتا پا کر وہ تھوک نگل گئے۔

رات کو ان سب کی گاڑی سٹارٹ ہونے کی آواز پر فارس کی آنکھ کھلی تو اس نے حیرانی سے اٹھ کر اپنے کمرے کی کھڑکی سے دیکھنا چاہا تھا۔ جہاں نیچے وہ سب گاڑی کے پاس کھڑے تھے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر باسم کو بیٹھے دیکھ کر وہ مزید حیران ہوا تھا۔ آدھی رات میں سب کو ایک ساتھ نکلتے دیکھ کر اسکا دل تیزی سے فکر مندی میں مبتلا ہو گیا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ باہر نکل کر ان سب سے پوچھ گچھ کرتا کہ انکی گاڑی اپارٹمنٹ کی حدود سے نکل کر جا چکی تھی۔

فارس نے واپس آکر جلدی سے سب کو فون کرنا چاہا تو پتہ چلا کہ سب کے موبائل اپارٹمنٹ میں ہی ہیں۔ صرف ایشام صدیقی اپنا موبائل ساتھ لے کر گیا تھا۔ پر فارس نے اسکا نمبر یہ سوچ کر ٹرائے نہ کیا۔ کہ کہیں اسکا موبائل بھی روم میں نہ پڑا ہو۔۔۔ باسم کو ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے دیکھ کر فارس نے سب سے پہلے اسے ہی کال کی تھی۔ جو اٹھائی نہیں گئی تھی۔

فارس نے پریشانی سے کبیر کو جگا کر ساری صورت حال کے بارے میں بتایا تو وہ بھی متفکر ہوتا چلا گیا۔ کیونکہ وہ کبھی بھی آدھی رات کو یوں ایک ساتھ نہیں نکلے تھے۔ اور نہ ہی کبیر اور فارس انہیں رات میں کہیں آنے جانے کی اجازت دیتے تھے۔ پھر یوں بنا بتائے جانا سچ میں انکے لئے پریشان کن تھا۔ اس لئے وہ دونوں انکی سلامتی کی دعا مانگتے ہوئے واپسی کے انتظار میں جاگتے رہے۔ جن کی واپسی اب صبح جا کر ممکن ہوئی تھی۔۔۔

کبیر اور فارس کی نظر فاتح کے بازوؤں میں اٹھائے ہوئے وجود کی طرف اٹھی تو وہ اس پر استفہامی نظر ڈال گئے۔ جبکہ کبیر خان تو اگلے ہی پل دھاڑ اٹھا تھا۔۔۔

کہاں گئے تھے تم سب آدھی رات کو بنا بتائے۔۔۔؟ کبیر نے رعب و غصے بھرے لہجے میں بولتے ہوئے پوچھا تو بدلے میں ان سب نے چہروں پر معصومیت سجاتے ہوئے بڑے بھائی کو دیکھنا چاہا۔ جو بھڑکا ہوا نظر آ رہا تھا۔۔۔

کچھ عقل یا احساس ذمہ داری ہے تم لوگوں میں۔۔؟ یوں آدھی رات میں کون اس طرح بنا انفارم کیے گھر سے جاتا ہے۔۔؟ تم لوگ اندازہ بھی لگا سکتے ہو کہ ہم کتنا پریشان ہو چکے تھے۔۔۔" فارس نے بھی انہیں چپ دیکھ کر غصے سے

بولتے ہوئے ملامت کرنی چاہئی تھی۔۔۔وہ سچ میں بہت زیادہ پریشان ہو چکے تھے۔۔۔

فتی تم بھابھی کو اندر لے کر جاؤ۔۔! ہم بھائی سے بات کر کے آتے ہیں۔۔۔! غازیان نے فاتح سے کہتے ہوئے شہرام کو اشارہ کیا۔جو وہ سمجھتے ہوئے سر کو جنبش دیتے بولا۔۔۔

بھائی غصہ نہیں ہوں پلیز ہم اپکو ساری بات بتاتے ہیں۔۔! بس ایک ایمرجنسی آگئی تھی۔۔اس وجہ سے ہم اپکو بتا نہیں پائے۔۔۔فاتح کو کمرے کی جانب جاتے دیکھ کر کبیر اور فارس جو اسے الجھن سے دیکھ رہے تھے۔کہ شہرام کی آواز نے انہیں اپنی طرف متوجہ کیا۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

تو یہ سارا رائتہ تمہارا پھیلایا ہوا ہے۔۔۔؟ فارس نے گھورتے ہوئے فاتح کی طرف دیکھا۔ جو معصوم بنتے صرف مسکرانے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔ جیسے بہت عظیم کارنامہ سرانجام دیا ہوا۔۔۔

سیلینہ کو کمرے میں لٹا کر فاتح واپس لاؤنج میں آ گیا تھا۔۔ جہاں پر سب بیٹھے ہوئے تھے۔ جبکہ شہرام کبیر اور فارس کو آلف سے لے کری تک ساری بات بتانے میں مصروف تھا۔ انکی ساری بات جان کر وہ صرف انکو گھور ہی پائے تھے۔

خود ایک دوسرے کا باپ، دادا بننے کی بجائے اگر ہمیں انفارم کر دیتے تو کیا ہم روک لیتے۔۔؟ بلکہ تم لوگوں کے ساتھ چل کر سارے معاملے کو خود

دیکھتے۔۔۔! کبیر نے تاسف سے انکو دیکھ کر کہا۔ ہمیشہ وہ کانٹ کر کے انکو بعد میں آکر آرام سے بتادیتے تھے۔۔۔

بھائی آپ سکون سے سو رہے تھے۔ اس لئے بس ہم نے سوچا۔۔ کہ کیا اپکی نیند خراب کرنی۔۔۔! ارسل جوانکی جھوٹی فکر کرتے جواب میں گویا ہوتے بولنے لگا تھا۔ کہ بے اختیار کبیر اور فارس کی گھوری پر زبان کو سی کر جلدی سے تالا لگاتے چپ ہو گیا۔۔

تم لوگوں کو صرف بکواس کرنے کے سوا کچھ بھی نہیں آتا۔۔۔! فارس غصے سے بولتے ہوئے نفی میں سر ہلا گیا۔۔

جو کرنا تھا۔ وہ تو تم لوگ کر کے آ ہی چکے ہو۔۔! اب لگے ہاتھ ہمیں یہ بھی بتا دو۔ کہ آگے کا کیا سوچا ہوا ہے۔۔؟ کبیر سنجیدہ لہجے میں گویا ہوتے پوچھنے لگا۔۔ اسے انداز تھا۔ کہ آگے کا بھی وہ کچھ نہ کچھ سوچ کر ہی بیٹھے ہونگے۔۔۔

نکاح۔۔!!! کبیر کے پوچھنے پر فاتح نے زمین کو دیکھتے ہوئے یک لفظی دیا تو فارس اور کبیر حیرانی سے اسے دیکھ گئے۔۔۔

دیکھ سالے کو بھائی سے کلاس لگتے وقت منہ میں دہی جمائے بیٹھا ہوا تھا۔ اور اب کیسے منہ

پھاڑ کر نکاح کا بولا ہے.." باسم نے کلس کر اس میسنے پر نظر ڈالی۔۔ جو شریف بننے کی کوشش کرتے ہوئے اب نکاح کی فرمائش کر گیا تھا۔

رئیلی مسٹر فاتح۔۔۔؟ فاتح کی فرمائش پر ان دونوں نے ایبر واچکاتے ہوئے یقین کرنا چاہا۔۔ کہ انھوں نے جو سنا ہے، وہ ٹھیک ہی سنا ہے نہ۔۔!۔

بھائی انکار مت کیجیے گا پلیز۔۔۔! آپکے سوا بھلا میرا نکاح کروائے کی کون ہمت کرے گا...؟ فاتح جلدی سے اٹھ کر ان دونوں کے سامنے بیٹھ کر گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے منت کرنے والے انداز میں بولا تو کبیر اور فارس کی بے ساختہ ہنسی اڈی۔۔۔

یہ کمینہ تو پیر پکڑنے پر آچکا ہے۔۔۔! ارسل نے اچھنبے سے بولتے ہوئے فاتح کو دیکھا۔ جو کبیر اور فارس کو منانے کی خاطر انکی ٹانگوں سے لپٹ چکا تھا۔۔۔ فاتح کی حالت پر وہ اپنی اپنی ہنسی ضبط کرتے ادھر ادھر دیکھنے لگے۔

اور تمہارا نکاح کروانے کے بعد ہم پاکستان والوں کو کیا جواب دیں گئے۔۔۔؟

"سلطان احمد خان" کو کیا کہنا ہے۔۔؟ کہ میں نے انکی اجازت کے بنا انکے سپوت کا نکاح کیوں کروایا۔؟ کبیر نے ایک کے بعد ایک سوال کرتے ہوئے فاتح کو باپ کی یاد دلائی۔ جو ان فیصلوں میں بہت سوچ وبچار کا عادی تھا۔

یار بھائی جب آپ دونوں حامی بھریں گئے۔ کہ آپکی مرضی اور موجودگی میں، میں نے نکاح کیا ہے تو آپ سے بھلا کون سوال کرے گا۔۔؟ فاتح نے بڑے بھائیوں کو انکی اہمیت باور کرواتے ہوئے دلیل دینی چاہی تھی۔۔۔۔ جو کہ دلیل ہر گز نہیں تھی۔۔ باقی پیچھے بیٹھے اب ہاتھ میں اپنا اپنا ناشتہ پکڑے فاتح کی ترلوں والی فلم دیکھ رہے تھے۔ شاید وہ فاتح کی زور آزمائی دیکھنا چاہتے تھے۔

اور تمہیں کیوں لگتا ہے مسٹر فاتح۔۔! کہ تمہارے پاکستان والے باپ، داد اتنے شریف ہیں؟ جو تمہاری اس دلیل کو دیکھ کر سچ میں کوئی سوال نہیں کریں گئے۔۔۔! فارس نے اپنے باپ کو ذہن میں رکھتے دانت پیسے۔۔۔

فاری یہ صرف ہمارے کندھے پر بندوق رکھ کر چلانا چاہ رہا ہے۔ اور کوئی دوسری بات نہیں ہے۔۔۔! کبیر اپنے چھوٹے بھائی کی چالاکی کو سمجھتے ہوئے گویا ہوا تو فاتح نروٹھے پن سے اٹھ کر دوبارہ اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گیا۔۔۔ کیوں کہ پلین بی پر عمل کرنے کی ضرورت پیش آ رہی تھی۔ پیر پکڑنے والا پلین تو فیل ہو چکا تھا۔۔

اگر آپ دونوں نے میری بات نہ مانی تو میں بتا رہا ہوں کہ میں زہر کھا لوں گا۔۔۔! انکو کسی صورت مانتے نہ دیکھ کر فاتح نے عاشقوں والی دھمکی لگائی تو

سب ناشتہ کرنے والوں کو بے اختیار اچھو لگا۔۔۔ مسلسل کھانستے ہوئے وہ ایک جھٹکے میں مڑتے ہوئے فاتح کی جانب دیکھنے لگے۔ کیونکہ فاتح کی دھمکی پر انکا ناشتہ حلق میں اٹک گیا تھا۔۔ سب کو اچھو لگتے دیکھ کر کبیر اور فارس کا قہقہ ابلا تھا۔۔۔۔

دیکھ لو۔۔! تمہاری دھمکی میں صرف اتنا ہی دم ہے۔۔! کہ تمہارے بھائیوں کو یقین ہی نہیں آرہا کہ تم زہر کھالو گئے۔۔۔؟ فارس نے اسکی زہر والی دھمکی کا مذاق اڑاتے ہوئے ہنستے ہوئے چھیڑا۔۔۔ جس کو سنتے ہوئے فاتح منہ بسورتے ہوئے روٹھنے والے انداز میں رخ موڑ کر بیٹھ گیا۔۔۔

بھائی تو ہمت کر کے ہمیں صرف نیلا ہارپک ہی پی کر دیکھا دے۔ ہم مان جائیں گئے، کہ تو پکا سچا عاشق ہے۔۔۔! ایشام نے طنزیہ لہجے میں بولتے ہوئے اسکے زہر پینے والی بات کو ہضم کرنا چاہا۔۔۔

بکواس بند کرو کیا میرے یار کے پیچھے یہ منحوس شکلیں لے کر پڑ گئے ہو۔۔۔! مت بھولو ہم نے اسکا ٹانکا فٹ کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔۔! شہرام نے سرگوشی کرتے ہوئے دانت پیس کر واپس آنے سے پہلے والی پلینگ یاد کروائی۔ جس کو یاد کرتے ہی وہ سب فٹ سے ناشتہ چھوڑ کر کبیر اور فارس کے سامنے دوبارہ آبیٹھے۔۔۔انکے تیزی سے ناشتہ چھوڑ کر قریب آنے پر کبیر اور فارس حیرانی سے ٹھٹک گئے تھے۔۔۔

بھائی ہم سوچ رہے تھے..! کہ اگر یہ اتنا ضد کر ہی رہا ہے تو کروا دیتے ہیں نا نکاح۔۔۔! اس میں کونسی بڑی بات ہے۔۔! کیونکہ نکاح کروانا تو ثواب کا کام ہے۔اور پھر دیکھیں تو سہی کہ نکاح کے گواہ بھی گھر سے پورے ہو جائیں گئے۔۔۔! شہرام نے سب کی جانب اشارہ کرتے ہوئے گواہ پورے کیے تو کبیر اور فارس امپریسنگ انداز میں ابرو اٹھاتے ہوئے اسے دیکھ کر چند سکینڈ بعد بنا کچھ بولے اتنے ہی ٹھنڈے انداز میں نفی میں سر ہلاتے انکار کر گئے۔۔ مطلب شہرام کی سپیچ بھی انہیں پسند نہیں آئی تھی۔۔

انکے پھر انکار کرنے پر غازی نے سب کو مخصوص اشارہ کیا تو وہ سب سمجھتے ہوئے اگلے ہی پل یک زبان ہوتے بولنے لگے۔۔۔

"ہم اٹلی سے دولہن لے کر ہی جائیں گئے، لے کر ہی جائیں گئے۔۔۔۔"۔

سب یک زبان ہوتے اونچی آواز میں ایک دم سے بولنا شروع ہوئے تو بولتے ہی چلے گئے۔۔۔

بالکل تم لوگ تو ایسے ڈیمانڈ کر رہے ہو۔ کہ جیسے تم لوگوں نے اٹلی میں دلہن اگائی ہوئی تھی۔ جواب بڑی ہونے پر اب تم لوگوں کو چاہیئے۔۔۔ انکو ڈارمہ شروع کرتے دیکھ کر فارس دانت پیستے ہوئے گویا ہوا تھا۔۔۔ کیونکہ سب ہی عجیب ہی ضد لگا کر بیٹھ گئے تھے۔۔۔

بھائی آپ جو بھی کہے، پر ہم اپنے بھائی کی منگ کو یہاں پر نہیں چھوڑ کر جا سکتے اور نہ ہی جائیں گئے۔ اس لئے پلیز ہماری بات مان کر شادی کی تیاری شروع کر لیں نا۔۔۔" غازی نے حتمی لہجے میں بولتے ہوئے ریکوسٹ کرتے انکو راضی کرتے ہوئے دیکھا۔۔۔

جی ویسے۔۔! کونسا قبیلہ تھا یہاں پر۔۔؟ جس نے اس لڑکی کو اپکے بھائی کی منگ کے طور پر ڈکلیئر کیا تھا۔ جو آپ اب "منگ, منگ" ہونے کا نعرہ لگا رہے ہیں۔۔ "غازی کی بونگی پر کبیر طنزیہ آنکھوں سے دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا۔۔۔ بھلا اٹلی میں انکے بھائی کی منگ کہاں سے ٹپک پڑی۔۔۔؟

بھائی۔۔! پلیز آپ دونوں مان جائیں نا، اب ہم لوگوں نے اس ٹھنڈے ملک میں اتنے سال گزارے ہیں. تو کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم یہاں سے جاتے ہوئے اپنے گھر والوں کے لیے کوئی بڑا سا تحفہ لے کر جائیں۔۔۔ "ارسل نے بھی منت کرنے والے انداز میں اپنے دونوں بڑے بھائیوں کو منانے کی کوشش میں انوکھا ہی لاجک پیش کیا۔۔

جس کو اچھنبے سے سن کر فارس اور کبیر ایک دوسرے کو دیکھ گئے۔۔۔ مطلب اس عجیب منطق پر وہ کیا ہی کہتے۔۔۔ جیسے تحفے کے طور پر دولہن نہیں، کاجو، پستہ لے کر جانے کی بات ہو رہی ہو۔۔۔۔

یہ اتنا آسان معاملہ نہیں ہے۔ جتنا تم لوگوں کو لگ۔۔۔" فارس جو ایک دفعہ پھر انکو سمجھانے کی کوشش کرنے ہی والا تھا کہ وہ سب اسکی بات کاٹتے ہوئے نعرے بازی شروع کر گئے۔۔۔

ہم اٹلی کی دولہن لے کر ہی جائیں گئے، نہیں تو یہیں پر زہر کھلا کر سب کو مار دیں گئے۔۔۔" تیز چلاتی آوازوں میں نعرے بازی کرتے ہوئے وہ اپنا اپنا گلا پھاڑنے لگے۔

جبکہ کبیر اور فارس کو بے اختیار انکے نعرے پر ہنسی آئی تھی۔ مطلب اتنا جذباتی ہونے کے باوجود بھی وہ سب خود نہیں بلکہ باقیوں کو زہر کھلانے کا سوچ رہے تھے۔

انکی آوازوں کو سنتے ہوئے کبیر اور فارس نے چہرہ موڑ کر ایک نظر اس انسان کو دیکھا۔ جواب ان سب کو آگے لگا کر اب خود مسکین بنا آنکھیں مٹکا رہا تھا۔۔۔

ٹھیک۔۔!! ٹھیک ہے، جاؤ جا کر نکاح کی تیاریاں کرو، اور یاد رکھنا کہ تم لوگوں کے پاس صرف ایک گھنٹے کا وقت ہے. اس کے بعد یہ شادی ہماری طرف سے پکی، پکی کینسل۔۔۔" فارس نے ہار مانتے ہوئے فیصلہ سنایا تو وہ سب خوشی سے اچھلتے ہوئے کبیر اور فارس کے سینے سے لگتے جھوم اٹھے۔۔۔

نکاح کی تیاریاں ان سب نے مل کر ایک ساتھ اتنی سپیڈ سے ایسے کیں تھیں۔ کہ جیسے نکاح سچ میں اگر ایک گھنٹے کے اندر نہ ہو پایا۔ تو بعد میں کینسل ہو جائے گا۔ فارس اور کبیر تو انکی پھرتیاں دیکھ کر تعجب کا شکار ہو گئے تھے۔ جنھوں نے منٹوں میں گھر کی صفائی کے ساتھ ساتھ لاؤنج میں ہلکی پھلکی سی سجاوٹ بھی کر دی تھی۔ باسم اور ایشام جو ہمسائیوں کے باغیچے سے پھول توڑ کر لائے تھے۔ انہی پھولوں سے انھوں نے لاؤنج میں ہلکی پھلکی تیاری کر لی تھی۔

فاتح نے سیلینہ کو پہنے کے لئے اپنا ٹریک سوٹ نکال کر دیا تھا۔ کیونکہ فلوقت ان میں سے کسی ایک کے پاس بھی زنانہ سوٹ دستیاب نہیں تھا۔ وہ شاید اکلوتی ایسی دلہن ہونے والی تھی۔ جس نے نکاح پر اپنے ہونے والے شوہر کا ٹریک سوٹ پہنا تھا۔ سیلینہ کو اپنے ٹریک سوٹ میں مکمل طور پر گم ہوتے دیکھ

کر فاتح کو تھوڑی سی اسکی فکر ہوئی۔ وہ پانچ فٹڈ لڑکی اس چھ فٹ اور تین انچ کے انسان کے ٹریک سوٹ میں بونی معلوم ہو رہی تھی۔

سیلینہ کو فاتح کے ٹریک سوٹ میں دیکھ کر وہ سب قہقہ لگا گئے۔ جس پر سیلینہ نے روہانسی نظروں سے فاتح کی جانب دیکھا تھا۔

اس ہوش میں لانے کے بعد شہرام نے سب کا تعارف اس سے کروایا۔ تو وہ کچھ ہی دیر میں ان سب کے ساتھ گھل مل گئی۔ اسے بالکل بھی محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ کہ وہ ان سے پہلی بار مل رہی ہے۔

سلینہ کی روہانسی نظروں پر فاتح نے اسکا پہناوا دیکھتے ہوئے سیریس لہجے میں سب سے پوچھنا چاہا۔ کہ کیا کسی کے پاس کوئی زنانہ سوٹ ہے؟ تو اس سوال پر

وہ سب اس پر چڑھ دوڑے۔۔۔ لیکن شہرام نے بروقت بیچ میں پڑ کر آج کے دولہے کو پٹنے سے بچالیا تھا۔

فاتح سب کی جانب چڑاتی ہوئی نظریں ڈال کر نیچے بیٹھ کر سیلینہ کا ٹراؤزر فولڈ کرنے لگا۔ تو وہ سب داد دیتی نظروں سے واہ کر گئے۔ جس پر فاتح نے صرف مسکرانے پر اکتفا کیا تھا۔

کبیر اور فارس نے سیلینہ سے خود نکاح کی رضامندی پوچھی تھی۔ کیونکہ انہیں شک ہو رہا تھا۔ کہ کہیں انکا نواب اس معصوم لڑکی کے ساتھ زور وزبردستی سے کام نہ لے رہا ہو۔۔۔ پر سلینہ نے انہیں جواب دیتے مطمئن کر دیا تھا۔۔ کہ وہ اپنی پوری رضامندی کے ساتھ نکاح کر رہی ہے۔ ان دونوں نے سلینہ سے اسکی فیملی کے بارے میں بھی پوچھا تھا۔ پر وہ انہیں یہ بتاتے

ہوئے شاکڈ کر گئی۔ کہ اسکے آگے پیچھے کوئی بھی نہیں ہے۔ لیکن انکی انفارمیشن کے مطابق تو اسکے ماں باپ تو تھے۔ پھر وہ ایسا کیوں کہہ رہی تھی۔۔؟ ابھی مزید سوالوں کے ٹائم نہیں تھا. اس لئے بعد میں جاننے کا سوچ کر وہ نکاح کی طرف متوجہ ہو گئے۔

اٹلی میں انہیں نکاح خواں صرف ایک انسان!! ڈھونڈ کر دے سکتا تھا۔ اور وہ تھا۔ بہادر خان۔۔

پر بہادر خان سے انہیں ایک ہی خطرہ تھا۔ اور وہ تھا اس چغل خور کا پاکستان میں خبر پہنچانا۔ جسے وہ ابھی افورڈ نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن ایشام انہیں بے فکر کرتے ارسل کو ساتھ لیے بہادر خان کے فلیٹ کی طرف چلا گیا تھا۔۔۔

اور تقریباً آدھے گھنٹے تک بہادر خان منہ لٹکائے انکے ساتھ نکاح خواں کے ساتھ کھڑا تھا۔

سب نے حیرت سے اس معجزے کا پوچھا۔ تو ایشام نے ہنستے ہوئے انکے سامنے اپنے موبائل سکرین کی۔ جہاں بہادر خان نیکر پہنے بے خبر کھڑا تھا۔ بس اسی عزت کو بلیک میل کرتے ہوئے انہوں نے اپنا کام نکلوالیا تھا۔

کبیر اور فارس ہنستے ہوئے بہادر خان کی بری حالت دیکھ گئے۔ جو بس رو دینے والے مقام پر آیا ہوا تھا۔ اسکی حالت کو مزید بعد میں انجوائے کرنے کا سوچ کر وہ سب نکاح کی طرف متوجہ ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد "فاتح سلطان $ اور "سیلینہ احمد" کا نکاح بخیر و عافیت سے انجام پایا تھا۔ ان دونوں کا نکاح ایک ساتھ لاونج میں پڑھایا گیا تھا۔

نکاح ہونے کے بعد ان سب کو نکاح کے چھوہارے تو نصیب نہیں ہوئے تھے۔اس لئے باسم نے فریج سے کھجوریں نکال کر سب کو کھانے کے لیے پیش کر دیں۔اور سب سے زیادہ کھجوریں تو انہوں نے بہادر خان کو چھیڑتے ہوئے کھلائی تھیں۔جو پہلی بار نیکر پہنے ہیرو بنا گھوم رہا تھا۔انکے بار بار چھیڑنے پر بہادر خان کا چہرہ شرمندگی کے مارے سرخ ہونے لگا تو کبیر نے سب کو ڈپٹتے ہوئے چپ کروادیا۔

ایک گھنٹہ سب کے ساتھ باتیں کرنے کے بعد وہ سب آرام کرنے چلے گئے تھے۔کیونکہ پوری رات تو انکی جاگتے ہوئے گزر گئی تھی۔جبکہ فاتح بھی سرشاری سے یہ سوچتے ہوئے سونے کے لئے چلا گیا تھا۔کہ اٹھنے کے بعد وہ اپنی منکوحہ سے تفصیلی ملاقات کرے گا۔یہ جانے بنا کہ اسے یہ ملاقات نصیب ہی نہیں ہونے والی۔۔۔۔!۔

کیا سوچ رہے ہو۔۔۔؟ فارس نے کبیر کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ جو کچھ الجھا ہوا نظر آ رہا تھا۔۔۔

سوچ رہا ہوں کہ سیلینہ کا یہاں پر رہنا ٹھیک ہے یا نہیں۔۔۔! کبیر پر سوچ انداز میں سنجیدگی سے بولا۔۔۔۔۔

میں بھی یہ ہی سوچ رہا ہوں۔۔۔! فارس نے گہرا سانس خارج کرتے ہوئے اسکی تائید کی۔ اور کافی کا مگ اسکی جانب بڑھا کر سامنے کاؤچ پر بیٹھ گیا۔ سب اپنے اپنے کمرے میں سو رہے تھے۔ جبکہ فاتح اور شہرام اس وقت انکے کمرے میں سو رہے تھے۔ کیونکہ سیلینہ انکے بیڈ روم میں تھی۔

فاری جوانفارمیشن ہم تک آئی ہے۔۔! اسکے مطابق جوزف اتنی آسانی سے پیچھے ہٹنے والا نہیں ہے۔۔۔" کبیر کافی کا سیپ لیتے ہوئے فارس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا تو بدلے میں فارس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلاتے ہوئے حامی بھری۔۔۔

خان ہمارے جانے میں صرف ایک سے ڈیڑھ ماہ کا وقت بچا ہے۔۔! کیونکہ بزنس کا کام بھی تقریباً وائنڈ آپ ہونے والا ہے۔پر اس معاملے کے بعد میری چھٹی حس کہہ رہی ہے۔کہ جوزف بنا ہم سے الجھے ہمیں جانے نہیں دے گا۔۔! کیونکہ شہرام اور فاتح کی وجہ سے اسے بہت بڑا نقصان ہوا ہے۔اور اسکا سب سے بڑا نقصان تو اسکا کلب کا سیل ہونا ہے۔۔! اور یہ سب چونکہ انہوں نے سیلینہ کی خاطر کیا ہے۔تو سلینہ کو یہاں پر رکھنا سیف نہیں ہے۔۔۔!

فارس نے سارے معاملات پر غور کرتے ہوئے کاؤچ سے ٹیک لگا کر کافی کا مگ سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔۔

پھر کیا کہتے ہو۔۔؟ کبیر نے اسکی ساری بات سمجھتے ہوئے آخری رائے لینا چاہی۔۔۔

سوچنا کیا ہے۔۔! بس تم بہادر خان کو کال ملاؤ, میں سلینہ کو جگا کر لاتا ہوں۔۔! فارس تھوڑی دیر پہلے والے پلین کو فائنل کرتے اٹھا تو کبیر نے سر کو جنبش دیتے ہوئے اپنی پاکٹ سے موبائل نکال کر بہادر خان کو کال ملادی۔ اسے کال کرتے دیکھ کر فارس سیلینہ کے کمرے کی جانب بڑھ چکا تھا۔

کیا انکے بھائیوں کو سچ میں لگتا تھا؟ کہ کبیر خان اور فارس کل فلیٹ میں انکی غیر موجودگی جان کر اپارٹمنٹ میں جاگ کر انکی واپسی کا انتظار کرتے رہے تھے۔

غازی کے سوا ان میں سے کسی ایک نے بھی غور نہیں کیا تھا۔ کہ آج صبح فاتح کے بازوؤں میں سیلینہ کے بے ہوش وجود کو دیکھ کر کبیر اور فارس نے حیرت کا اظہار کیوں نہیں کیا۔۔؟

ایک انجان لڑکی کو اتنی آسانی سے گھر میں کیسے آنے دیا۔۔۔؟ شاید وہ سچ میں سمجھتے تھے۔ کہ انکے جاگتے ہوئے انکے دونوں بڑے سو سکتے ہیں، یا پھر وہ کبیر اور فارس کو الو بنا سکتے ہیں۔۔۔

ایشام صدیقی نے نیند سے جاگتے ہی سب سے پہلے اپنے موبائل کو پکڑتے ہوئے مخصوص پروفائل کو اوپن کیا۔ پروفائل کھولتے ہی ایک نئی ویڈیو دیکھ کر اسکی نیلی آنکھیں مسرور انداز میں آنکھیں چمک اٹھیں۔

اسکی لڑاکو بہن نے آج پورے ایک ہفتے کے بعد ہیر پاشا کی وڈیو سینڈ کی تھی۔

وڈیو کو بے تابی سے دیکھتے ہوئے ایشام صدیقی کو بے ساختہ محسوس ہونے لگا۔

کہ اسکی سبز چڑیل جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی قیامت خیز بن چکی ہے۔اور یہ

قیامت اب ایشام صدیقی کو ہر طرح سے گھائل کر چکی تھی۔

کیونکہ گل ناز اپنی کوشش میں کامیاب ٹھہری تھی۔اتنے سالوں میں

باقاعدگی سے اسے ہیر پاشا کی تصویریں اور ویڈیوز بنا بنا کر سینڈ کرتی رہی تھی۔

جس پر ایشام صدیقی نے پہلے پہل تو نظریں چرانے کی پوری کوشش کی تھی۔

پر جب اسکے دل میں محبت کی چنگاری نے زور پکڑا تو وہ ہار مانتے ہوئے یہ اقرار

کر گیا کہ وہ ہیر پاشا کا دیوانہ بن چکا ہے۔

وہ ہیر پاشا جو پیدا ہوتے ہی اسکا سکون و چین لوٹ چکی تھی۔ پر ایشام صدیقی نے سوچ لیا تھا۔ کہ واپس جا کر وہ اسے بہت تڑپانے والا ہے۔ جس طرح بچپن میں ہیر پاشا نے پورے حق کے ساتھ ایشام صدیقی کو پارٹنر بنانے کا کہا تھا۔ اب اسے ڈبل حق کے ساتھ ایشام صدیقی اسکی سانسوں کے ساتھ کھیلنے والا تھا۔ اپنے لمس کی گرمی میں وہ اس حد تک اسکو تڑپانے کا سوچ چکا تھا۔ وہ ہار مانتے ہوئے خود ہی بتانے پر مجبور ہو جاتی۔ وہ کیوں بچپن میں اسکا جینا حرام کیے رکھتی تھی۔

ایشام صدیقی اسکا حیسن چہرہ دیکھتے ہوئے مچلتے دل کے ساتھ مسکرایا تو بے اختیار سیدھا لیٹتے ہوئے موبائل اپنے سامنے کر گیا۔۔۔

ایشام صدیقی نے سکرین کو زوم کرتے کرتے

ہوئے اپنی منکوحہ کے خم دار ہونٹوں کو دیکھ کر شدت سے نچلہ لب کاٹا تھا۔۔۔ابھی وہ خیالوں کی دنیا میں اسکے خوبصورت سراپے کو سوچ ہی رہا تھا۔ کہ دھڑام سے دروازہ کھولتے ہوئے ارسل اندر داخل ہوا۔۔۔ایشام نے جلدی سے موبائل نیچے کرتے چہرہ گھوما کر دیکھا تھا۔۔

سالے تو ابھی تک یہاں پر سویا پڑا ہے۔۔۔! وہاں وہ دولہا صاحب اپنی ملاقات کے لئے آنکھیں کھول بیٹھے ہیں۔۔۔! کوڈ ورڈ ارسل نے دانت پیستے ہوئے اسے بتایا تو ایشام صدیقی جلدی سے اٹھ بیٹھا۔۔۔

ایسی کی تیسی اس ٹھرکی کی۔۔! چل ابھی دیکھ لیتے ہیں۔۔! ارسل کے کوڈ ورڈز سمجھتے ہوئے ایشام بیڈ سے نیچے اتر کر اسکے ساتھ باہر کی جانب بڑھا تھا۔۔۔

وہ دونوں باہر نکلے تو کمرے کے دروازے پر باسم اور غازیان پہلے سے پہرہ دے رہے تھے۔ارسل اور ایشام کو آتے دیکھ کر باسم نے انکی طرف سیب اچھالے۔۔۔جس کو کیچ کرتے وہ آکر انکے ساتھ کھڑے ہو گئے تھے۔۔

جبکہ فارس اور کبیر کے کمرے سے نکلتا ہوا فاتح سلطان کی چال ہی آج بدلی ہوئی نظر آرہی تھی۔نئے ٹریک سوٹ میں نک سا تیار وہ باہر نکلا تو اسکی تیاری دیکھ کر سب ابرو اچکاتے ہوئے واہ کرنے لگے۔۔۔

اسکے برعکس فاتح انکو اپنے کمرے کے دروازے کے آگے کھڑے دیکھ کر ایک لمحے کے ٹھٹکا،پر پھر اپنا وہم سمجھتے ہوئے آگے بڑھتے ہوئے اس نے سلینہ کے کمرے میں داخل ہونا چاہا تھا۔پر یہ کیا اسکی راہ میں تو ایک دیوار رکاوٹ بنی

تھی۔اور اس دیوار کا نام تھا۔۔ باسم کاظمی،ایشام صدیقی،غازیان پاشااور ارسل خان۔۔۔

جو ہاتھوں میں گول گول سیب پکڑے دانتوں کی مدد سے کترتے ہوئے کھا رہے تھے۔۔

کمینوں یہاں کھڑے ہو کر کیوں کھا رہے ہو۔۔؟وہاں دفع ہو مر وجا کر۔۔۔! فاتح نے چباتے ہوئے انکو ڈائنگ ٹیبل کی طرف جانے کا اشارہ کیا۔۔کہ وہاں بیٹھ کر کھاؤ جو بھی کھانا ہے۔۔

کھڑے ہو کر کوئی بھی چیز کھانے سے زیادہ فائدے ملتے ہیں۔۔!اس لئے ہم یہاں کھڑے ہو کر کھا رہے ہیں۔بتاؤ نہ اسے ڈاکٹر کہ کونسے فائدے ہیں۔۔۔! غازی نے کیلے کا چھلکا اتار کر فاتح کے سر پر رکھتے ہوئے کھاتے

ہوئے باسم کو فائدے بتانے کا کہا۔ تو فاتح کو تپ چڑھ گئی۔ وہ انکی خباثت کو اچھے سے سمجھ رہا تھا۔ پر تاثرات انجان ہی رکھے۔۔ شہرام کچن میں کھڑا کوکنگ کرتے ہوئے ان سب کا میلو ڈرامہ دیکھ رہا تھا۔۔۔

کھڑے ہو کر کھانے سے کھانا بنا اٹکے سیدھا پیٹ میں چلا جاتا ہے۔۔! ڈاکٹر باسم نے انتہائی سنجیدگی سے فائدہ بتانے کے ساتھ ساتھ ارسل کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی باسکٹ سے انگور اٹھا کر کھانے شروع کر دیے تھے۔

مر وجا کر جدھر مرضی۔۔! پر یہاں سے ہٹو، مجھے سیلینہ کو دیکھنا ہے۔۔۔! فاتح نے ضبط سے بولتے ہوئے انکو زہر بھری نظروں سے دیکھا جو اسے کمرے میں نہیں جانے دے رہے تھے۔

یہ لو دیکھ لو بھابھی کو۔۔! ارسل نے موبائل میں سے تھوڑی دیر پہلے نکاح والی فوٹو نکال فاتح کو دیکھنے کے لئے دی تو فاتح نے غصے سے موبائل کو پیچھے ہٹاتے ہوئے انکو دروازے سے ہٹانے کی کوشش کرتے ہوئے پھر اندر جانا چاہا۔۔پر وہ اکیلا ان چار باڈی بلڈرز کو کیسے ہٹا پاتا۔۔۔۔

شہری یہ میرے ساتھ بے غیرتی کر رہے ہیں۔۔۔! دیکھ لے اب۔۔۔! مجھے اپنی منکوحہ سے ملاقات نہیں کرنے دے رہے۔۔۔! فاتح نے تیش سے چلاتے ہوئے کچن میں مصروف شہرام کو شکایت لگائی۔ جس پر وہ کام چھوڑ مسکراہٹ دباتے ہوئے فورا کچن سے باہر نکلا تھا۔۔۔

کیا تکلیف ہے تم لوگوں کو۔۔؟ جانے دو میرے یار کو اندر۔۔! شہرام نے انکے سامنے کھڑے ہوتے رعب سے پوچھتے ہوئے فاتح کو اندر بھیجنا چاہا تو وہ چاروں ان دونوں کو پیچھے دھکیل گئے۔۔۔

ہاں اس ترسے ہوئے انسان کو ہم اندر جانے دیں۔۔! اور یہ موصوف ہمیں وقت سے پہلے چاچو، ماموں پتہ نہیں کیا کیا بنا کر باہر تشریف لے آئے۔۔۔! غازی نے تیکھے تیوروں سے طنزیہ کہتے ہوئے فاتح کو گھورا۔۔۔ جبکہ اسکے بے باک الفاظ پر شہرام نے تیزی سے ہنسی دبائی تھی۔۔۔

شہری دیکھ لے اب۔۔۔! فاتح نے خفگی سے شہرام کی طرف دیکھتے ہوئے پھر اندر جانے کی کوشش کی پر بے سود۔۔۔ وہ چاروں کسی صورت بھی اسے سلینہ سے ملنے نہیں دے سکتے تھے۔ جس نے کل اپنی فضول کی حرکت سے ان

سب کے جوان جذبات کو چھیڑا تھا۔اور پھر جب اس اپارٹمنٹ میں سب ہی جوان لڑکے سنگل گھوم رہے تھے۔تو بھلا فاتح سلطان کو وہ کیسے ڈبل دیکھ سکتے تھے۔اس لئے سونے سے پہلے وہ فیصلہ کر کے سوئے تھے۔کہ فاتح کو اپنی بھابھی کے آس پاس بھی بھٹکنے نہیں دیں گئے۔۔۔۔

اچھا ٹھیک ہے میں زیادہ کچھ نہیں کروں گا۔۔!بس ایک چھوٹی سی کس کر کے واپس آجاتا ہوں۔۔!وہ جو نکاح کے بعد ماتھے پر کرتے ہیں ناوہ والی۔۔!ریلز میں دیکھی تھی نا۔۔۔!فاتح نے تحمل سے کام لیتے ہوئے ڈیل کرنے والے انداز میں انکو منانے کی کوشش کی۔جبکہ اسکے ماتھے کی کس سن کر شہرام سمیت وہ سب قہقہ لگا گئے۔۔۔

نیٹ فلکس دیکھنے والا کمینہ ہمیں کہہ رہا ہے، کہ ریل والی کس کر کے واپس آ جائے گا۔۔۔! ایشام نے قہقہہ لگاتے ہوئے اسکا مزاق اڑایا۔۔ جبکہ فاتح ضبط سے شہرام کے کندھے پر سر رکھ گیا تھا۔ اسکا دل جتنا اپنی چاکلیٹ گرل کے پاس جانے کے لئے مچل رہا تھا۔ وہ اسکے اتنا ہی اسکا صبر سامنے پر تلے ہوئے تھے۔ اور کچھ اسکے صبر کی آزمائش اسکی منکوحہ نے کل اسکے سینے پر براجمان ہو کر پوری کر لی تھی۔۔۔

وہ بحث میں مصروف تھے۔ جب کبیر اور فارس ایک ساتھ باتیں کرتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ وہ صبح کے نکلے رات میں جا کر واپس آئے تھے۔۔۔

کیا ہوا یہاں پر کیوں کھڑے ہو۔۔۔؟ کبیر نے ان کو کمرے کے دروازے پر کھڑے دیکھ کر سوالیہ انداز میں دیکھا۔۔

بھائی یہ ترسا ہوا انسان بھابھی سے ملاقات کرنا چاہ رہا ہے۔ تو بس اسکو روک رہے ہیں۔۔۔! باسم نے ہنستے ہوئے فاتح کے سرخ چہرے کی جانب اشارہ کرتے بتایا۔۔۔

پر روم تو خالی ہے سیلینہ تو اندر ہے ہی نہیں، پھر تم لوگ یہاں پر کیوں کھڑے ہو۔۔۔! فارس نے نارمل انداز میں کہتے ہوئے کبیر کے ساتھ ڈائنگ ٹیبل پر جا کر بیٹھتے ہوئے انکے سر پر دھماکا کیا۔۔۔

کیا مطلب بھائی سیلینہ اندر نہیں ہے۔۔۔! کہاں گئی وہ۔۔۔؟ فاتح نے ایک جھٹکے میں مڑتے ہوئے ان سے پوچھا۔۔۔ جبکہ دل کسی خدشے کے تحت دھڑکنے لگا تھا۔۔۔ باقی سب بھی حیرت و سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے تھے۔

وہ کچھ گھنٹوں بعد پاکستان میں لینڈ کرنے والی ہے۔۔۔! کبیر نے عام سے انداز میں کلائی پر پہنی گھڑی کو دیکھ کر جواب دیا۔ تو فاتح سمیت سب کی آنکھیں پھٹ گئیں۔۔۔۔

وہ پاکستان کیسے گئی۔۔؟ اور کس نے بھیجا اسے پاکستان۔۔؟ فاتح صدمے سے پوچھتے ہوئے تیزی سے انکے پاس آیا تھا۔۔

ظاہر سی بات ہے۔ اگر ہم بتا رہے ہیں تو ہم نے ہی بھیجا ہو گا نا۔۔۔! اگلا جواب لاپرواہی سے کندھے اچکاتے ہوئے فارس کی جانب سے موصول ہوا تو فاتح بیچارہ سر پکڑتے ہوئے نیچے بیٹھتا چلا گیا۔۔۔ فاتح کو اتنے بڑے صدمے کا شکار دیکھ کر وہ سب نامحسوس انداز میں دروازے کے سامنے سے کھسکتے ہوئے اپنی اپنی ہنسی دباتے ہوئے جا کر ڈائنگ ٹیبل پر بیٹھتے چلے گئے تھے۔۔

(کچھ دنوں بعد)

فائنلی کچھ دنوں بعد ہم یہاں سے جا رہے ہیں۔۔۔! رستے میں پڑے چھوٹے سے پتھر کو پیر سے ٹھوکر مار کر فارس نے مسرور انداز میں بولتے ہوئے ساتھ چلتے ہوئے کبیر کی طرف دیکھا تھا۔۔۔

جانے کی خوشی میں تیرے چہرے سے جو یہ لائٹیں نکلتی ہیں نا۔۔۔! میں تو بس انکو دیکھ دیکھ کر حیرت سے خوش ہوتا ہوں۔۔۔"فارس کی بے تابی دیکھ کر کبیر دل میں ماشاءاللہ بولتے ہوئے ہنسا تھا۔۔۔

انکے بزنس کا سارا کام یہاں سے وائنڈ آپ ہو چکا تھا۔ کبیر اور فارس نے دن رات ایک کر کے اپنے بزنس کو آخر کار پاکستان شفٹ کر لیا تھا۔اور صرف

بزنس ہی نہیں بلکہ یہاں انکی کمپنی میں جو سٹاف کام کر رہا تھا۔ وہ سب بھی پاکستان جا کر انکے ساتھ کام کرنے والے تھے۔

کبیر اور فارس نے اپنے سٹاف کو پاکستان میں بھی کام کرنے کے لیے اپائنٹ کر لیا تھا۔ وہ اپنے اتنے محنتی سٹاف کو ہر گز بھی کھونا نہیں چاہتے تھے۔ کیونکہ انکی کمپنی میں کام کرنے والا ہر انسان اپنی اپنی جگہ پر قابل ترین تھا۔۔

کبیر اور فارس نے کئی سالوں کی محنت کے بعد یہ ٹیم بنائی تھی۔ اس لئے وہ اپنی اتنی اچھی ٹیم ساتھ لے کر جا رہے تھے۔۔

چونکہ وہ سب پاکستان شفٹ کر رہے تھے۔ تو اس خوشی میں کبیر اور فارس اب ہر روز آفس سے واپسی پر واک کرنے کے لیے نکل جاتے تھے۔ انکے

اپارٹمنٹ کے پاس ہی ایک خوبصورت ساٹاؤن تھا۔ جس میں خوبصورت گلیاں اور چھوٹے چھوٹے گھر بنے ہوئے تھے۔

اس خوبصورت ٹاؤن میں بنی ہوئی گلیوں کو مختلف رنگوں سے پینٹ کرنے کے ساتھ ساتھ پھولوں سے سجایا بھی گیا تھا۔ یہاں تک کے ہر گھر کے باہر بیٹھنے کے لیے چیئرز اور ٹیبلز بھی موجود تھے۔

کبیر اور فارس پچھلے کئی دنوں سے یہیں پر آجاتے اور پھر گھنٹوں یہاں پر واک کرنے کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ باتوں میں بھی مصروف رہتے تھے۔۔

اور دو دن سے انکے نمونوں کو پتہ چل گیا تھا۔ کہ انکے بھائی آفس کے بعد یہاں پر آرہے ہیں۔ تو وہ بھی اب انکے پیچھا کرتے کرتے اب یہاں پر ٹپک پڑتے

تھے۔اور پھر انکی شرارتیں ہوتیں اور بس ایک دوسرے کے ساتھ چھیڑ خانیاں بس۔۔۔جن پر کبیر اور فارس مسکراتے ہوئے تاسف سے انکو دیکھتے اور وہ بناشرمندہ ہوئے ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے میں لگے رہتے۔۔۔

تمہیں لگتا ہے کہ پاکستان جانے پر ناز تمہیں منہ لگائے گی۔۔؟کبیر نے مسکراہٹ دباتے ہوئے فارس کو چھیڑا تو حسب عادت وہ چہرہ موڑ کر اسے گھورنا شروع ہو گیا۔۔۔

اگر بہار تجھ جیسے خبیث کو منہ لگالے گی،تو سمجھنا ناز مجھے بھی لگا سکتی ہے۔۔۔!

فارس نے گھورتے ہوئے چھبتے لہجے میں اسے سنانا چاہا۔۔۔جس کو سن کر کبیر کو پہلے سے بھی زیادہ ہنسی آئی تھی۔۔۔کئی دنوں سے وہ دونوں ایک دوسرے کو ایسے ہی چھیڑتے ہوئے تنگ کر رہے تھے۔۔

تم میری بہارے کی ٹینشن نہ لو۔۔! وہ تو میرا معصوم سا بلی کا بچہ ہے بس۔۔۔!
اسے بس سینے میں چھپانے کی دیر ہے۔ باقی پھر منہ لگانا کونسی بڑی بات
ہے۔۔۔! کبیر نے چمکتی نیلی آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے معنی خیزی لہجے
میں جواب دیا۔ جس کو سن کر فارس کو شدید تپ چڑھ گئی۔۔۔

اگر ناز مجھے منہ نہیں لگائے گی۔۔! تو میں بہار کو منہ تجھے بھی نہیں لگانے دوں
گا۔۔۔! فارس نے آگے بڑھ کر اسکی گردن کو دبوچا تو اسکے کڑھنے پر کبیر کا
فلک شگاف قہقہ گونج اٹھا۔۔ مطلب وہ مان چکا تھا۔ کہ ناز اسے منہ نہیں لگانے
والی۔۔۔

کمینے اپنی منحوس ہنسی بند کر۔۔! ورنہ تیرا سر پھاڑ دوں گا۔۔! کبیر کی چڑانے والی ہنسی پر بھڑکتے ہوئے فارس نے اسکی گردن میں بازو لپیٹ کر زور لگایا۔۔۔

تو چاہے میرا گلہ بھی دبا دے۔۔! پر تو اس حقیقت سے بھاگ نہیں سکتا کہ "گل ناز صدیقی" تجھے منہ تو کیا آنکھ بھی نہیں لگائے گی۔۔! چاہے پھر تو جتنا مرضی ہیرو بن کر اسے سامنے جاتا رہ۔۔

کبیر نے اسکے بازو کو پکڑ کر ہنستے ہوئے پھر سے آگ لگانا چاہی۔ کیونکہ وہ گل ناز کی نیچر سے اچھے سے واقف تھا۔ وہ جب فارس سے ناراض ہوتی تھی۔ تو پھر چاہے فارس ایڑھیاں رگڑ لیتا تھا۔ لیکن ماننا ناز نے اپنی مرضی سے ہی ہوتا تھا۔ پر تب تک فارس کی جان سولی پر اٹکی رہتی تھی۔ اسکے برعکس بہار تو بس

کبیر کی ایک نظر کی مار تھی۔اپنی معصوم بلی کو وہ آرام سے قید کر سکتا تھا۔اس لئے وہ فارس کی مستقبل میں خراب ہونے والی حالت پر ابھی سے مزے لینا شروع ہو گیا تھا۔۔

وہ بچپن تھا۔۔! جب اس ہری مرچ کو منتوں مرادوں سے منانا پڑتا تھا۔۔! پر تو بے فکر رہ اب کیونکہ اس بار فارس ہمدانی اسکی سانسوں کو پیتے ہوئے اسے منائے گا۔۔۔"فارس نے اسکی گردن پر آخری بار زور لگا کر جھٹکے سے آزاد کرتے ہوئے زو معنی لہجے میں بول کر آگے قدم اٹھا گیا۔۔۔جبکہ انکے نمونوں کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں تھیں۔جو شاید نہیں یقیناً یہاں پر آ چکے تھے۔۔۔

اور اگر پھر بھی نہ مانی تو۔۔۔؟کبیر نے اسکے ارادوں پر ایمپریس ہو کر اسکے ہم قدم ہوتے رخ موڑ کر الٹے قدم اٹھاتے ہوئے پھر پوچھا۔۔۔

پھر بھی نہ مانی۔۔! تو کبیر خان تم خود کو ماموں بننے کے لئے تیار کر لینا۔۔۔!

فارس نے ناک چڑھاتے ہوئے آخری حل بھی بتایا تو کبیر کا پھر فلک شگاف قہقہ گونجا تھا۔۔ جس پر فارس بھی ہنس دیا تھا۔۔۔ وہ دونوں ہنستے ہوئے ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے۔ کہ اچانک غازیان کی بلند بالا آواز انکے کانوں سے ٹکرائی۔۔۔ کبیر نے چہرہ اٹھاتے ہوئے سامنے دیکھا تو غازیان دور سے بھاگتے ہوئے انہی کی طرف آ رہا تھا۔۔۔۔۔

بھائی۔۔۔!!!!! وہاں سے ہٹ جائیں۔۔۔!!! غازیان حلق کے بل پوری قوت لگاتے ہوئے چلایا تو کبیر نے سرعت سے رخ موڑ کر دیکھا۔۔ جہاں گلی کے آخری کونے میں دو شوٹر فارس کے دل کا مقام کا نشانہ باندھے کھڑے تھے۔ کبیر کے دیکھتے ہی انہوں نے فارس پر گولی چلائی تو کبیر پھرتی سے فارس کو جکڑتے ہوئے گھوم کر نیچے گرتا چلا گیا۔ لیکن فارس کے دل کے مقام پر لگنے

والی گولی کبیر خان کے کندھے پر پیوست ہوئی تو غازیان کو اپنا دل رکتا ہوا محسوس ہوا تھا۔۔

غازی ہٹو وہاں سے۔۔!!! فارس نے صورتحال کو دیکھتے ہوئے چلا کر غازیان کو وہاں سے ہٹنے کا کہا۔۔ جو بت بنے کبیر خان کی شرٹ سے خون نکلتے دیکھ رہا تھا۔۔ اس سے پہلے کہ گولی اس بار غازیان کا وجود چیرتی کہ ارسل نے بھاگ کر اسے دھکا دیتے ہوئے دوسری طرف گرا دیا تھا۔۔

جبکہ شوٹرز کو مسلسل فائرنگ سٹارٹ کرتے دیکھ کر چھوٹی چھوٹی گلیوں میں چھپے ارسل اور غازیان نے جلدی سے اپنی گنز نکالیں تھیں۔۔

فاتح اور شہرام تو پہلے ہی جواب کاروائی شروع کر چکے تھے۔۔۔ باسم بھی انہی کے ساتھ موجود تھا۔۔

وہ سب مستی میں فاتح کو تنگ کرنے میں مصروف تھے۔ جب غازیان ہنس کر انکو وہیں چھوڑے کبیر اور فارس کی طرف بڑھ گیا تھا۔

غازیان تھوڑا نزدیک آیا تو گلی کے اندر سے اسے بڑے بھائیوں کے قہقہے سنائی دیے۔ تو وہ خوشگوار حیرت سے دل میں بے اختیار ماشاءاللہ بول گیا۔۔ وہ دونوں بہت کم یوں دل سے ہنستے تھے۔ ورنہ بس نرم سی مسکراہٹ اچھال کر پھر سنجیدگی اختیار کر لیتے تھے۔۔

غازیان موڑ کاٹ کر گلی میں داخل ہوا تو اسکی تیز نظروں کو گلی کے آخری کونے میں دو نقاب پوش نظر آئے۔ پہلے تو وہ انکو دیکھ کر ٹھٹکا پر جب غازیان نے انکی گن کو فارس اور کبیر کا نشانہ باندھتے دیکھا تو وہ اسی پل چلا کر بھاگتے ہوئے انکی طرف بڑھنے لگا۔ چونکہ گلی بہت لمبی تھی۔ اس لئے کبیر اور فارس کی تک اسکی

آواز نہیں پہنچ رہی تھی۔ کیونکہ وہ اپنے دھیان میں گم ایک دوسرے سے باتیں کرنے میں مصروف تھے۔اور جب انہوں نے غازیان کی آواز سنی تب تک شوٹر نے فارس پر گولی چلادی تھی۔۔

اس وقت ان دونوں کے پاس گنز نہیں تھیں۔اس لئے فارس نے کبیر کو اٹھاتے ہوئے دائیں گلی میں مڑنا چاہا تو اسکی گلی کے اینڈ سے گزرتے ہوئے ایک اور شوٹر نے تیزی سے فارس پر شوٹ کر دیا۔ کبیر کے پیچھے دھکا دینے کے باوجود بھی وہ آگ کا شعلہ فارس ہمدانی کا سینہ چھلنی کر گیا تھا۔۔فارس کا وجود ایک جھٹکا کھاتے ہوئے زمین بوس ہوا تو کبیر خان کی چیخ پوری فضا کو چیرتی چلی گئی۔۔۔

فارس تم ٹھیک ہو؟ کبیر خان بھاگ کر فارس کی طرف بڑھا۔ جس کی سفید شرٹ خون سے بھیگتی جا رہی تھی۔۔۔ کبیر خان اسکی سفید شرٹ سے خون نکلتے دیکھ کر بے یقین ہوا تو فارس مسکرا کر اپنے یار کو دیکھے گیا۔

خان میں ٹھیک ہوں۔! فارس نے تکلیف سے بامشکل مسکراتے ہوئے اسے یقین دلانا چاہا۔

بھائی! بھائی! غازیان ان دونوں کو بلند آواز میں مسلسل پکارتے ہوئے تیزی سے بھاگتے ہوئے گلی میں داخل ہوتے انکے قریب پہنچا تو اپنے دونوں بڑے بھائیوں کو زخمی دیکھ کر اسکا مضبوط دل سینے میں بے اختیار جکڑا گیا۔۔۔

غازیان نے حلق کے بل چلاتے ہوئے کبیر خان کو ہوش دلانے کی کوشش کی تھی۔ جو فارس کا سر اپنی گود میں رکھے فریز ہو چکا تھا۔۔۔

اپنے بھائی کو ہوش حواس بھلائے دیکھ کر فارس نے سینے میں اٹھتی ہوئی تکلیف پر ضبط کرتے ہوئے کبیر خان کے چہرے پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہ مسکرا کر ہمیشہ والے الفاظ توڑ توڑ کر ادا کرنے کی کوشش کرنے لگا تھا۔۔

رہے۔نہ۔رہے۔یہ۔جیون۔کبھی،۔بنی۔رہے۔یہ۔دوستی۔۔۔

ہے۔تیری۔قسم۔او۔یارا۔میرے،۔جدا۔ہم۔نہ ہونگے۔کبھی۔۔

فارس لفظوں کو توڑتے ہوئے بولا تو کبیر خان کی وحشت زدہ آئس بلو آنکھوں سے ایک آنسو ٹوٹ کر بکھرتا چلا گیا تھا۔

بھائی ہوش کریں! فاری بھائی کو جلد از جلد ہاسپیٹل لے کر جانا ہوگا۔غازی نے جلدی سے فون پر فاتح کو گاڑی لانے کا کہتے ہوئے کبیر خان کو ہوش دلانا چاہی

تو کبیر خان کی حالت دیکھ کر غازیان کے ہاتھ سے بے اختیار موبائل چھوٹ کر نیچے گر گیا تھا۔۔

سینے پر گولی لگنے کی وجہ سے فارس ہمدانی جو ضبط سے اپنے یار کو ہمت دیتے ہوئے ابھی بے ہوش ہوا تھا۔ لیکن آنکھیں بند کرنے سے پہلے وہ یہ نہیں دیکھ پایا تھا کہ کبیر خان اسکے ہوش کھونے سے ہی اپنے دیو ہیکل وجود کے ساتھ زمین بوس ہو چکا تھا۔

اٹلی میں ڈھلنے والی یہ شام قہر زدہ ثابت ہونے والی تھی۔ آج کی ڈھلتی یہ شام کہاں جا کر اختتام پزیر ہو گی۔ غازیان پاشا اس سے بے خبر تھا۔

کچھ لمحوں کے توقف کے بعد ایک گاڑی نے آ کر غازیان پاشا کے قریب زور سے بریک لگائی تھی۔ اگلے ہی پل ایشام بجلی کی سی رفتار سے گاڑی سے باہر نکلتے

ہوئے اپنے بڑے بھائیوں کی طرف بڑھا تھا۔ اٹلی کی اس گلی میں باسم کاظمی کی بھی اذیت ناک چیخ بے ساختہ گونجی تھی۔

باسم اور ایشام نے غازی کو ہوش دلاتے ہوئے جلدی سے آگے بڑھ کر کبیر خان اور فارس ہمدانی کے بے ہوش جسموں کو گاڑی میں لٹایا تو گاڑی میں بیٹھنے سے پہلے غازیان پاشا کے کانوں میں بے اختیار دو ایک ساتھ گنگناتی ہوئی آوازیں گونجنے لگیں تھیں۔

رہے نہ رہے یہ جیون کبھی، بنی رہے یہ دوستی۔۔۔

ہے تیری قسم او یار امیرے، جدا ہم نہ ہونگے کبھی

وہ جدا نہیں ہونگے، غازیان نے سینے میں خوف سے دھڑکتے ہوئے دل پر قابو کرتے ہوئے اس نے جھکتے ہوئے اپنے دونوں بڑے بھائیوں کے ماتھے پر باری باری ہونٹ رکھ دیے تھے۔۔۔

پاکستان آرمی یونیفارم میں کئی آفیسرز کی بھاری سکیورٹی میں عیس علی ہمدانی اور سلطان احمد خان ہاسپٹل میں داخل ہوئے تھے۔۔ جبکہ چہروں پر اس وقت خون جما دینے والی سختی چھائی ہوئی تھی۔

انکے ہاسپٹل میں داخل ہوتے ہی بھگدڑ مچ گئی تھی۔۔ عیس علی ہمدانی اور سلطان احمد خان تیزی سے قدم اٹھاتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔۔ کہ

سامنے ہی سب کھڑے نظر آئے۔۔۔عیس اور سلطان کو دیکھ کر وہ سب حیرت واستعجاب سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ گئے۔

کبیر اور فارس کی حالت کے بارے میں انہوں نے تو پاکستان میں کسی کو خبر ہی نہیں تو پھر انکو کیسے پتہ چلا۔۔

باسم کہاں ہے۔۔۔؟سلطان نے سب پر نظر ڈالتے ہوئے سرد لہجے میں استفسار کیا۔۔۔

بڑے بابا وہ آپریشن تھیٹر میں ہی ہے۔۔۔!ایشام نے تیزی سے جواب دیتے ہوئے بتایا تو وہ سلطان سر کو جنبش دے گئے۔۔۔جبکہ عیس آفیسرز کو وہیں روک کر انکے قریب آیا تھا۔۔۔

حملہ کس نے کیا تھا۔۔؟عیس نے سپاٹ لہجے میں سب سے پوچھنا چاہا۔۔۔
سلطان اور عیس کی کڑی نظروں کو دیکھتے ہوئے انہوں نے بے بسی سے ایک دوسرے پر نظر ڈالی۔۔۔

ہم اس بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے ڈیڈ۔۔۔! شہرام نے آگے بڑھ کر سنجیدہ لہجے میں جواب دیا تو عیس نے اسے ملامتی نظروں سے دیکھنا چاہا۔۔ لیکن فلوقت یہ مشکل وقت تھا۔۔۔

اسی وقت باسم آپریشن تھیٹر سے باہر نکلا تو وہ سب بے چینی سے اسکی جانب بڑھ گئے۔۔۔

باسم بھائی لوگ کیسے ہیں۔۔۔!! غازیان نے نم آنکھوں پر قابو ہوتے ہوئے تکلیف سے پوچھا۔۔ جبکہ باسم جو خود بھی کب سے ضبط کیے ہوا تھا۔ کہ ان

سب کی حالت دیکھ کر آنسو حلق میں اتارنے کی کوشش کرنے لگا۔۔۔اسکی نظر ابھی سلطان اور عیس پر نہیں پڑی تھی۔کیونکہ وہ باسم کے ساتھ نکلے ہوئے ڈاکٹرز سے پوچھ گچھ کر رہے تھے۔۔۔

کبیر بھیا کے کندھے میں گولی لگی ہے۔!اور فاری بھیا کو جو گولی لگی ہے۔۔۔! باسم نے کانپتی آواز میں آنسو صاف کرتے ہوئے لائن ادھوری چھوڑی۔۔۔وہ تڑپتے ہوئے اسکے بولنے کا انتظار کرنے لگے۔۔۔۔

فاری بھیا کو جو گولی لگی ہے۔۔!وہ انکے دل کے پاس لگی ہے۔۔۔!آپریشن کر کے دونوں کی گولیاں نکال دیں گئیں ہیں۔۔پر پہلے فاری بھیا کا ہوش میں آنا ضروری ہے۔۔۔!کیونکہ کبیر بھیا نے اپنی انکھوں سے انکو سینے پر گولی لگتے ہوئے دیکھا ہے تو اس لئے کبیر بھائی کا نروس بریک ڈاؤن ہو گیا ہے۔۔۔!

باسم نے زرا سکینڈ کا وقفہ لیتے اپنی بات مکمل کی تو وہ شاکڈ نظروں سے اسے دیکھ گئے۔جو چہرہ جھکائے اپنے آنسو کنٹرول کرنے کی کوشش میں ناکام ہو گیا تھا۔۔۔

باسم۔۔۔! سلطان کی رعب دار آواز نے اسے اچانک پکارا تو باسم کاظمی نے ایک جھٹکے میں سر اٹھاتے ہوئے دیکھا۔۔۔اپنے بڑے بابا کو یہاں پر دیکھ کر وہ تیزی سے آگے بڑھ کر انکے سینے سے لگ گیا تھا۔۔۔اپنوں کے معاملے میں وہ سب سینسیٹو تھے۔پر باسم کاظمی سب سے زیادہ تھا۔

بڑے بابا۔۔بھائی۔۔۔!! باسم، سلطان کے سینے میں چہرہ چھپاتے ہوئے اچانک رو پڑا تو سلطان کو اپنا دل چیرتا ہوا محسوس ہوا تھا۔جبکہ عیس نے آنکھوں میں آئی نمی چھپانے کے لیے رخ موڑ لیا تھا۔۔۔

تم اتنے دلیر ہو کر ایسے رو نہیں سکتے باسم۔۔۔! اور ہم تم لوگوں کو کبھی یوں رونے دیں گئے۔۔۔! اس لئے اپنا دل مضبوط کرو اور اللہ پر بھروسہ کر کے جی جان لگاتے بھائیوں کا علاج کرو۔۔۔! اگر کبیر خان اپنے بھائی کی تکلیف کو دیکھ کر اس حالت میں پڑا ہے۔۔! تو اسکے بے ہوش وجود کو جھنجھوڑتے ہوئے جگاؤ۔۔۔! اسے بتاؤ کہ وہ اٹھ کر اپنے بھائی کا بدلہ لے۔۔۔! جگاؤ گئے بھائی کو۔۔۔؟ دو گئے کبیر خان کو ہمت۔۔۔؟

سلطان اسکا خوبصورت چہرہ ہاتھوں میں بھر کر ٹھہرے ہوئے انداز میں مضبوط لہجے میں بولتا چلا گیا۔۔ جس پر باسم کاظمی نے جلدی سے اپنی آنکھوں کو صاف کر کے اثبات میں سر ہلایا۔۔۔ باسم کو ہمت کرتے دیکھ کر سلطان نے قربان ہوتے آگے بڑھ کر اسکے ماتھے کو چوما تھا۔۔۔

وہ قد میں تو انکے برابر آ چکے تھے۔۔ لیکن آج بھی وہ انکے وہی چھوڑے چھوٹے شیطان تھے۔ جو پاکستان سے لڑتے جھگڑتے انکو تنگ کرتے ہوئے یہاں پر آئے تھے۔ اور جب وہ واپس جانے والے تھے۔ تو قسمت نے انکو اتنے بڑے نقصان سے دوچار کر دیا۔۔۔ ظالموں نے پیٹھ پیچھے وار کرتے ہوئے انکے شیروں کو یہاں پر پہنچا دیا تھا۔ کہ انکی ایسی حالت دیکھ کر انکے بھائی ٹوٹ پھوٹ کا شکار نظر آ رہے تھے۔۔۔

کیا یہیں پر کھڑے رہ کر ماتم کرنے کا ارادہ ہے؟ یا پھر ہاتھ پاؤں چلاتے ہوئے بھائیوں کے قاتلوں کو ڈھونڈنے کی کوشش کرنا پسند کرو گئے۔۔۔! سب کو وہیں پر بت بنے دیکھ کر عیس نے رعب سے بولتے ہوئے سرد لہجے میں انکو ہوش دلائی تو وہ چونکنے والے انداز میں اپنی اپنی نم آنکھیں صاف کر کے سلطان اور عیس کے سامنے بالکل الرٹ انداز میں کھڑے ہو گئے۔۔

سب کو ہمت باندھتے دیکھ کر عیس اور سلطان کے دل کو زرا سکون پہنچا تھا۔ ورنہ انکی کٹی پٹی حالت انکا دل زخمی کرنے کا سبب بن رہی تھی۔۔۔

باسم۔۔! تم بھائیوں کے پاس رہو۔۔! انکو ہوش میں لانے کی کوشش کرو۔۔۔! آفیسرز کی ٹیم کبیر اور فارس کی سکیورٹی کے لئے تمہارے ساتھ رہے گی۔۔! ہم زرا اٹلی کے سستے گنڈوں سے نمٹ کر آتے ہیں۔۔۔! ہمارے لوٹنے تک کبیر خان اور فارس ہمدانی ہمیں ہوش میں چاہیئے۔۔ اوکے۔۔۔؟ سلطان احمد خان نے باسم کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے اسے آرڈرز دیے تو باسم نم آنکھوں سے مسکراتے ہوئے عیس اور اور سلطان کا ہاتھ چوم کر واپس مڑ گیا تھا۔ تاکہ اپنے بھائیوں کو ہوش میں لا سکے۔۔۔۔

کچھ دن پہلے تم لوگوں نے کوئی کلب سیل کروایا تھا کیا۔۔۔؟عیس نے سب پر نظر ڈال کر جاننے والے انداز میں استفسار کرنا چاہا تو وہ سب خاموش نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھ گئے۔۔۔فاتح نے بے دردی سے دانتوں تلے اپنا لب کچل دیا تھا۔۔۔

جی چھوٹے بابا۔۔! ہماری یونی کی ایک لڑکی کو اغوا کیا گیا تھا۔تو میں نے ہی کیس کرتے ہوئے سیل کروادیا تھا۔۔۔! غازیان پاشا نے سنجیدگی سے بولتے ہوئے جواب دیا تو عیس اور سلطان سمجھتے ہوئے سر کو جنبش دے گئے۔۔۔

رائٹ۔۔۔! اسی کلب کے آنر "جوزف ایلن" نے کبیر اور فارس پر حملہ کروایا ہے۔آسان لفظوں میں کہا جائے تو اس نے اپنا بدلہ لینے کی کوشش کی ہے۔ چونکہ اسکا کلب سیل کروانے والے شہرام علی اور فاتح سلطان۔۔۔"

سلطان نے بات شروع کرتے ہوئے اچانک رک کر زور دیتے ہوئے فاتح کا پورا نام لیا تو وہ چونک کر سوالیہ نظروں سے اپنے باپ کو دیکھنے لگا۔۔۔ باپ کے منہ سے اپنا نام سن کر دل میں خدشہ بھی پیدا ہوا تھا۔۔۔

کچھ نہیں۔۔۔!! تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ جوزف نے دراصل کبیر اور فارس کو شہرام اور فاتح سمجھ کر غلطی سے ٹارگٹ کیا ہے۔ کیونکہ وہ نہیں جانتا تھا۔ کہ شہرام اور فاتح کے جڑواں بھائی بھی ہیں۔۔! اس لئے شکلوں سے دھوکا کھاتے ہوئے وہ پچھلے کئی دنوں سے کبیر اور فارس کو فالو کروا رہا تھا۔ اور کل موقع ملتے ہی اس نے کبیر اور فارس کو مارنے کے لیے شوٹرز بھیج دیئے تھے۔ کیونکہ جوزف ایلن اٹلی کی بلیک ورلڈ کا چھوٹا موٹا ڈون بھی سمجھا جاتا ہے۔۔۔ اور یہ رہی اسکی تصویر۔۔!۔

سلطان نے بات مکمل کرتے ہوئے ریپر سے کچھ تصویریں نکال کر ٹیبل پر انکے آگے پھینکیں۔ تو وہ حیرانی سے انکو دیکھ گئے۔ جن کے پاس اتنی انفارمیشن تھی۔ جبکہ شہرام اور فاتح تو یہ جان کر سٹل ہو چکے تھے۔ کہ انکے بھائیوں نے انکے حصے کی تکلیف خود پر لے لی تھی۔۔۔ وہ سب ڈسکشن کرنے کے لیے اپارٹمنٹ میں چلے آئے تھے۔ ہاسپٹل میں باسم کے ساتھ ساتھ بہادر خان بھی موجود تھا۔

بڑے بابا اپکو اتنی انفارمیشن کیسے۔۔۔! غازیان نے کچھ الجھن سے پوچھا۔۔۔ تو عیسیٰ ہمدانی اور سلطان احمد خان بیک وقت مسکرا دیے۔۔۔

تم لوگ جوان ضرور ہوئے ہو۔۔! پر ہم ابھی بوڑھے نہیں ہوئے۔۔۔! اینڈ ریمیبر رمائے سن۔۔۔! ببر شیر بوڑھا ہو کر بھی جنگل کا بادشاہ اور چھوٹا شیر

شہزادہ ہی رہتا ہے۔۔۔"عیس نے جتاتے ہوئے انداز میں سب پر نظر ڈال کر جواب دیا تو وہ دل ہی دل میں ایمپریس ہوئے بنا نہ رہ سکے۔۔۔

پر ببر شیر کو ایک نہ ایک دن تو بادشاہت سے اترنا ہی پڑتا ہے نا۔۔۔! تاکہ شہزادے چھوٹے شیر کو تاج پہنا کر اگلا بادشاہ بنایا جا سکے۔۔۔"شہرام جو دل میں تو باپ کے لفظوں سے ایمپریس ہو چکا تھا۔ لیکن اسکے باوجود بھی ابرو اچکاتے ہوئے باپ کو سلگانا نہ بھولا تھا۔۔۔انداز بہت کچھ باور کروانے والا تھا۔ کہ ایک نہ ایک دن تو ببر شیر کو ریٹائر ہونا ہی ہے۔۔۔

شہرام کے سلگانے پر سلطان اور عیس کی آنکھوں کا فوکس شہرام پر ہوا جو ٹانگ پر ٹانگ رکھے چڑانے والے انداز میں انہی کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

جب تک ببر شیر خود نہ چاہے۔۔! تب تک کوئی مائی کا لعل شہزادہ اس سے بادشاہت نہیں چھین سکتا۔۔۔! اور اکثر زبان زیادہ چلانے پر بادشاہ ایسے بدتمیز شہزادوں کو بادشاہت سے بے دخل بھی کر دیتے ہیں۔۔۔" سلطان نے اسے گھورتے ہوئے طنزیہ لہجے میں بولتے ہوئے لفظوں ہی لفظوں میں سمجھانا چاہا تھا کہ وہ پنگا نہ لے ورنہ کہیں اسکے بادشاہت میں آنے کا خواب، خواب ہی نہ رہ جائے۔۔۔۔

سلطان کے جواب پر شہرام محفوظ ہوا تو سب مسکراہٹ کر سنجیدہ انداز میں بیٹھ گئے۔۔۔

ہمارے ہیڈ کوارٹر نے یہاں کی پولیس کو انفارم کر دیا ہے۔۔۔! تاکہ سکیورٹی ایشوز نہ ہوں۔ پہلے ہی ہمارا بہت نقصان ہو چکا ہے۔۔۔! یہاں کی پولیس

جوزف کو ڈھونڈنے میں لگ چکی ہے۔پراٹلی کی پولیس فورس سے پہلے، پہلے تم سب کو جوزف ایلن اور ان تین شوٹرز کو ڈھونڈ کر یہاں لانا ہے۔۔!اور اگر پولیس نے تم لوگوں سے پہلے انکو ڈھونڈ لیا۔۔!تو اپنے انجام کے لئے تیار رہنا۔۔۔"

سلطان کے بات ختم کرتے ہی عیس نے سپاٹ لہجے میں بولتے ہوئے انکو سرد انداز میں رعب وغصے سے حکم سنائے تو وہ سب ایک دم سے سپاٹ ہوتے چلے گئے۔۔

ڈونٹ وری چھوٹے بابا۔۔!کل تک یہ چاروں بندے آپکے سامنے اس اپارٹمنٹ میں ہونگے۔۔۔"ٹیبل سے تصویریں اٹھاتے ہوئے فاتح اپنے دراز

قد کے ساتھ ایک عظم سے بولتے ہوئے کھڑا ہوا تو باقی سب بھی اٹھ کر اسکے پیچھے باہر کی جانب بڑھ گئے۔

انکے جاتے ہی عیس اور سلطان نے سرد سانس خارج کرتے اپنی اپنی چیئر سے ٹیک لگالی۔۔۔

خان میں کبیر اور فارس کو ایک بار دیکھنا چاہ رہا ہوں۔۔۔! کچھ لمحوں کے توقف کے بعد عیس نے دکھ سے بولتے ہوئے اپنی بے بسی ظاہر کی تو سلطان نے اذیت سے آنکھیں میچیں۔۔۔جوان بیٹوں کو یوں دیکھنا بہت بڑے جگڑے کا کام تھا۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔

تمہاری فارس سے جب آخری بار بات ہوئی تو تم نے اسے کیا کہا تھا۔۔۔؟

عیس کی خواہش پر سلطان نے اذیت سے آنکھیں میچتے ہوئے اسے یاد دلاتے ہوئے پوچھا۔۔۔

یہ ہی کہ جب میرے جتنا قد کاٹھ نکال لو۔اور ستائیس سال کے ہو جاؤ۔۔!تو تب عیس ہمدانی کا سامنا کرنے کے لیے "فارس ہمدانی" بن کر آنا۔۔۔!عیس نے آنکھیں میچتے ہوئے آسودگی سے مسکراتے ہوئے کچھ سال پہلے کی بحث یاد کی۔جب وہ ضد کرتے ہوئے بار بار واپس آنے کی دھمکیاں دے رہا تھا۔

اور انکی سالگرہ کب ہے۔۔۔؟عیس کے جواب پر سلطان نے مسکرا کر دوسرا سوال کیا۔۔۔

اگلے مہینے۔۔۔! جب وہ دونوں اپنی عمر کے ستائیسویں سال کو مکمل کر اٹھائیس میں چلے جائیں گئے۔۔۔! عیس نے آنکھیں کھولتے ہوئے سلطان کی طرف دیکھ کر غرور سے جواب دیا۔ تو سلطان مزید بولا۔۔۔

اگلے مہینے جب وہ لوگ پورے ستائیس سال کے ہو جائیں گئے۔۔! تو تب پاکستان میں ہی انکو دیکھنا۔۔۔! جہاں اتنے سال صبر کیا ہے۔ وہاں مزید کچھ دن صبر کر لو عیس۔۔۔! اگر وہ ہمارے مقابل کھڑے ہو کر اپنا قد آوار وجود دیکھا کر ہی ہمیں ملنا چاہ رہے ہیں۔ تو یار اس بار انہیں اپنی خواہش پوری کر ہی لینے دو۔۔۔! اور ابھی ملنے کی خواہش کا اظہار کر کے اپنے ساتھ میرے دل کو بھی کمزور مت کرو۔۔! ورنہ میرا بھی صبر ٹوٹ جائے گا۔۔۔"۔

سلطان دل میں اٹھتی ہوئی تکلیف کو بامشکل سنبھالتے ہوئے بول رہا تھا۔ جس کو سمجھتے ہوئے عیس نے بھی آنکھوں میں آئی نمی کو اندر اتارنا چاہا تھا۔۔۔

اور یاد رکھو کہ وہ صرف ستائیس سال کے ہو کر نہیں ملے گئے۔۔! بلکہ ستائیس سال کی عمر میں بزنس کیمونٹی کے نئے ابھرتے ہوئے ستارے بن کر آئیں گئے۔۔۔! اسی ضد میں تو انہوں نے اتنے سال ہمیں کبھی اپنی تصویر بھی نہیں بھیجی۔۔! کیونکہ وہ اپنا وعدہ پورا کرنا چاہتے تھے۔۔" سلطان خیالوں میں اپنے ضدی بیٹوں کو سوچتے ہوئے فخریہ انداز میں مسکرا دیا۔۔۔ کسی بھی باپ کے لئے یہ سوچ فخر سے بھرپور ہوتی ہے۔ کہ اسکا بیٹا اب اسکے مقابل آ کھڑا ہوا ہے۔ اسکا بازو بن چکا ہے۔

فارس اور کبیر کو گولی لگنے کا سوچ کر سلطان احمد خان اور عیس علی ہمدانی سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر بیٹوں کے لئے تڑپتے ہوئے پاکستان سے یہاں آن پہنچے تھے۔اور یہاں ہاسپٹل میں ایڈمٹ توانکے بڑے بیٹے تھے۔۔ لیکن ان دونوں کی تکلیف نے انکے چھوٹے بھائیوں کو بھی آدھ موکیاہوا تھا۔ کہ انہیں خود کی بھی ہوش نہیں تھی۔۔۔

خان۔۔۔! ہمارے بیٹے اتنے کمزور کیوں ہیں۔۔۔! عیس نے گہری سانس خارج کرنے کے بعد آنکھوں کو صاف کرتے ہوئے بھاری آواز میں سلطان کو پکارتے ہوئے پوچھا۔۔ جبکہ ذہن میں کچھ سال پہلے کا واقعہ گردش کرنے لگا تھا۔

جب فاتح کو چوٹ لگتے دیکھ کر شہرام لڑنا چھوڑ کر بس روتے ہوئے اسکا سر اپنی گود میں رکھ کر بیٹھ چکا تھا۔ فاتح کی چوٹ دیکھ کر اسے اتنی بھی ہوش نہیں رہی تھی۔ کہ دشمن ابھی تک اسکے گرد جمع ہیں۔ وہ تو کبیر اور فارس نے عین وقت پر پہنچ کر حیدر اور اسکے ساتھیوں کا برا حال کیا تھا۔ ورنہ وہ لوگ شہرام اور فاتح کو مزید نقصان پہنچانے سے بھی گریز نہ کرتے۔۔۔۔

کیونکہ وہ "دوست" نہیں "بھائی" ہیں۔۔۔! ہماری کہانی دوستی کی تھی عیس۔۔۔! لیکن یہ کہانی "بھائیوں" کی ہے۔۔۔ "ہماری کہانی صرف دلدار ہونے کی تھی، پر یہ کہانی دلدار، یار اور جنون پر اترنے کی ہے۔۔"۔

عیس کے سوال کا مطلب سمجھتے ہوئے سلطان نے دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ اپنے بچوں کی بانڈنگ کو یاد کرتے مدھم انداز میں مسکراتے ہوئے جواب دیا۔۔ جس پر عیس حیرت و ششدر ہوتے اسے دیکھ گیا۔۔۔

تم جانتے ہو عیس۔۔۔! جب تین دوستوں کی موجودگی میں کوئی مخالف انکے کسی ایک دوست پر حملہ کرتا ہے، یا کوئی دشمن تکلیف پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔ تو اسکے باقی ساتھی دوست اپنے یار کے لئے کٹنے مرنے پر آجاتے ہیں۔ وہ اپنے دوست کے حصے کی جوابی کارروائی کرتے ہوئے دشمن کو شکست دینے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔ تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ انکا دوست کسی کے سامنے کمزور پڑا ہے، یا مار کھا کر آیا ہے۔۔۔ پتہ ہے کیوں۔۔۔؟ سلطان بات کرتے ہوئے اچانک رکا تو عیس اسے سوالیہ سے دیکھنے لگا۔۔۔

کیونکہ اچھے دوست جنگ میں ہمارے ساتھ ہم قدم لڑتے ہوئے ہمیں شکست سے دوچار نہیں ہونے دیتے۔۔۔! جیسے ہم چاروں تھے۔۔! پھر وہاج ہماری دوستی کا حصے دار بنا۔۔۔"اور ہم نے مل کر اسے مضبوط بنادیا۔۔۔! وہاج اکیلے کمزور نہیں تھا۔۔! بس اسکی زندگی میں اچھے دوستوں کی کمی تھی۔جو ہمارے بعد پوری ہوگئی۔۔! ہم نے اسے صرف مضبوط بنانے کو ترجیح دی۔۔۔پر شاید ہم کبھی اسکی ان محرومیوں کا اندازہ نہ لگا سکیں۔جو اس نے اکیلے رہ کر کاٹیں تھیں۔جس کی وجہ سے وہ ادھورا سا رہتا تھا۔۔"۔

لیکن علی۔۔! ہمارے بچے آپس میں دوست نہیں بلکہ بھائی بن چکے ہیں۔۔! وہ بھائی جو ایک دوسرے کی تکلیف کو خود پر زیادہ محسوس کرتے ہیں۔۔۔! وہ کمزور نہیں ہیں علی۔۔! بس ایک دوسرے کی تکلیف کو اپنے وجود میں زیادہ محسوس کر کے کمزور پڑ جاتے ہیں۔۔۔"۔

جیسے فارس کے سینے میں لگنے والی گولی نے کبیر کو منجمد کر دیا تھا۔ کیونکہ وہ اپنے بھائی کو تکلیف میں نہیں دیکھ پایا اور فارس سے پہلے ہی ہوش کھو بیٹھا۔۔۔ بھائی، بھائی کا رشتہ ایسے ہی ہوتا ہے عیس۔۔"۔

اگر ایک بھائی کو تکلیف پہنچتی ہے۔ تو وہ تکلیف اس سے زیادہ اسکے دوسرے بھائی کو محسوس ہوتی ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ بھائی، بھائی کی تکلیف پہلے محسوس کرتا ہے جبکہ لڑتا اسکے کے لیے بعد میں ہے۔۔۔ جبکہ دوست پہلے لڑتا ہے۔ اور بعد میں اپنے یار کی تکلیف کا مرہم بنتا ہے۔ بس اسی وجہ سے وہ سب اپنی قابلیتوں کو بھول کر کبیر اور فارس کی تکلیف میں گم ہو گئے تھے۔۔۔ بھائیوں کی تکلیف میں وہ بھول چکے تھے۔ کہ انہیں لڑنا بھی ہے۔۔!۔

سلطان نے تھکی ہوئی سانس خارج کرتے بات مکمل کی تو عیس کو اسکا ہر لفظ اپنے دل میں اترتا ہوا محسوس ہوا تھا۔۔۔ سلطان احمد خان کی یہ ہی خاصیت تھی۔ کہ وہ اپنوں کو ان سے پہلے سمجھ لیتا تھا۔

خان تمہیں نہیں لگتا کہ ہمیں انہیں الگ الگ ملک میں پڑھنے کے بھیجنا چاہیئے تھا۔ تاکہ وہ مضبوط رہتے اور ان میں کمزور ہونے کی کوئی وجہ نہ ہوتی۔۔۔" عیس نے پر سوچ انداز میں سوچتے ہوئے ٹیبل پر نظریں جماتے ہوئے اپنا خیال ظاہر کیا۔ جس کو سن کر سلطان نے نفی میں سر ہلایا تھا۔۔۔

تم سے پہلے کچھ سال پہلے ضرار اور وہاج نے بھی بالکل یہ ہی بات کی تھی۔ پر مجھے ایک بات بتاؤ۔۔۔! اگر ہمیں انہیں الگ، الگ بھیج دیتے تو کیا ان سب کا آپس میں جواب رشتہ ہے! وہ تب بن پاتا۔۔۔؟ الگ الگ رہنے کی صورت

میں وہ بھائی تو کیا دوست بھی نہ بن پاتے۔۔! بلکہ بس کنز نزبن کر رہ جاتے۔۔! جن میں الفت تو ہوتی، پر دل کا کنیکشن نہ ہوتا۔۔! سلطان نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے اسے سمجھانے ہوئے جواب دیا۔۔ لیکن عیس کچھ اور ہی سوچ کر فکر مند ہوا ہو رہا تھا۔۔۔

یار خان میں انہیں کسی بھی وجہ سے کمزور نہیں دیکھ پاتا۔۔! دیکھا نہیں کیسے سب ہاسپیٹل میں گم سم شکلیں بنائے ہوئے کھڑے تھے۔ بجائے کہ وہ دشمنوں کو ڈھونڈ کر انکے جسم کے ہر حصے کو ادھیڑ کر رکھ دیتے۔ پر وہ حواس کھوئے ہوئے تھے۔۔! کیا اس طرح وہ مستقبل میں اپنوں کی حفاظت کریں گئے۔۔؟ دشمن تو ہر طرف سے ہم پر آنکھ جما کر بیٹھا ہوا ہے۔۔! تو کیا وہ ہر بار کسی ایک کی تکلیف میں گم ہو کر سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر بیٹھ جائیں گئے۔۔۔؟ کیا

وہ ایسے ہماری آنے والی نسل کی حفاظت کریں گئے۔۔؟ کیسے سنبھالیں گئے وہ سب۔۔۔؟

عیس غصے وہ جھنجھلاہٹ سے بولتے ہوئے اپنے دل کے خدشات کا ذکر کرنا چاہ رہا تھا۔ کیونکہ اسے کسی صورت بھی انکا یہ اندازہ پسند نہیں آیا تھا۔

تم کیوں پریشان ہو رہے ہو علی۔۔۔؟ مت بھولو کہ ابھی بلیک کے پانچوں ببر شیر زندہ ہیں۔۔! ہمارے ہوتے ہوئے کوئی ہمارے بیٹوں کو تو کیا کسی بھی آنے والی نسل کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا ہے۔۔۔؟ مت بھولو۔۔! کہ اتنے سالوں میں بلیک گینگ نے اپنی نسلوں کو مضبوط کرنے کے لئے جو اتنی کوششیں کیں ہیں۔ ان سب کو ان فضول کے سوالوں میں مت ضائع کرو۔۔۔! اور تم کیوں بھول جاتے ہو۔ کہ ببر شیر چاہے کتنا ہی بوڑھا کیوں نہ

ہو جائے۔۔! وہ اپنے شہزادے شیروں کو شکار کرنے کے نئے سے نئے طریقے بتانا نہیں بھولتا۔۔"سلطان نے اس بار اس بے صبرے غنڈے کو گھورتے ہوئے جتانا چاہا تھا۔ کہ وہ اتنا بھی ان فضول سوچوں کا شکار نہ ہو۔۔۔

تمہیں لگتا ہے کہ وہ لوگ کل تک جوزف ایلن کو ڈھونڈ لائیں گئے۔۔۔؟ سلطان کے گھورنے پر عیس نے آبرو اٹھاتے ہوئے سوال کیا۔۔وہ جاننا چاہ رہا تھا۔ کہ صرف انکے یہاں آنے اور گائیڈ کرنے سے کیا وہ کامیاب ہو جائے گئے۔۔۔ جس پر استہزایہ انداز میں سلطان ہنس دیا تھا۔۔۔

اور تمہیں کیوں لگتا ہے۔ کہ کل تک جوزف ایلن تمہیں اٹلی میں زندہ سلامت دکھے گا بھی۔۔؟ بے فکر رہو۔۔! کل اس اپارٹمنٹ میں تمہیں ان تین شوٹرز کی لاشیں اور جوزف ایلن نہ مردہ دیکھائی دے گا اور نہ ہی زندہ۔۔"سلطان

سگریٹ سلگانے کے بعد منہ سے دھواں اڑاتے ہوئے اپنے شیروں کی آنکھوں میں اترے ہوئے جنون کو یاد کرتے بول گیا۔ عیس نے حیران کن نظروں سے اسے دیکھا تھا۔۔۔ وہ اتنے یقینی انداز میں کیسے کہہ سکتا تھا۔

وہاج اور ضرار آنے کا کہہ رہے ہیں۔۔۔" ساری باتوں کے بعد عیس نے تھکی سانس خارج کرتے ہوئے اچانک یاد آنے پر اسے آگاہ کیا۔۔۔

ہر گز نہیں۔۔! انہیں منع کر دو۔۔! اور سختی سے تاکید کرو۔ کہ گھر میں کسی سے بھی اس بات کا ذکر نہیں ہونا چاہیئے۔ ورنہ انکی ماؤں نے رو رو کر مینشن میں سیلاب لے آنا ہے،

اور شاید دو دنوں تک ہم خود بھی واپس چلے جائیں۔ تو پھر آنے کا فائدہ نہیں ہے۔۔" سلطان نے سرعت سے منع کرتے ہوئے اسے کہا۔۔۔

سالے سیدھی طرح کہہ نا کہ تو دور بیٹھا خانم بھابھی کے آنسو نہیں صاف کر پائے گا اس لئے تڑپ کر بتانے سے منع کر رہا ہے۔۔۔"عیس نے اچانک لہجے کو شوخ بناتے ازلی انداز میں اسے چھیڑا تو سلطان نے بدلے میں اسے سخت گالیوں سے نوازتے ہوئے گھورا تھا۔ جس پر عیس ہنستے ہوئے مزید چھیڑ خانی کرنے لگا۔۔۔

گھنٹوں کا کھیل تھا۔ جو ایشام صدیقی نے منٹوں میں کھیلتے ہوئے سی سی ٹی وی کیمروں کو ہیک کر ساری فوٹیج نکال کر سسٹم کی اینٹ سے اینٹ بجادی تھی۔ یہ اسی ٹاؤن کی سب کیمروں کی فوٹیج تھی۔ جہاں پر فارس اور کبیر پر حملہ کیا گیا تھا۔

فوٹیج میں سے گاڑی کے نمبر اور شوٹرز کے حلیے نوٹ کرنے کے بعد وہ ایک کے بعد سٹیپ فالو کرتے جا رہے تھے۔ گاڑی کا نمبر ملنے کے بعد بیر سٹر غازیان پاشا نے قانونی حیثیت سے گاڑی کی ڈیٹیلز نکلوائیں۔ تو گاڑی خریدنے سے لے کر چلانے والے تک کی کنڈلی انکے ہاتھ لگ گئی۔

گاڑی کے ڈیٹیلز میں سے فون نمبر نکال کر ایشام نے انکو ہیک کیا تو پتہ چلا کہ وہ تینوں شوٹرز کل دن میں اٹلی چھوڑ کر بھاگ رہے ہیں۔

اور پھر اگلے دن اٹلی ائیر پورٹ پر دیکھنے والوں نے دیکھا تھا۔ کہ کوئی سر پھرا پائلٹ یہاں پر آیا ہے۔

کل دن میں پورے سو یگ کے ساتھ ارسل خان نے ایک پائلٹ ہونے کی حیثیت سے سارے ائیر پورٹ کا سسٹم ہلا کر رکھ دیا تھا۔ مکمل اٹیٹیوڈ کے ساتھ غازیان پاشا اور ارسل خان نے ان تینوں شوٹر کو جہاز میں گھس کر دبوچتے ہوئے باہر نکال لیا تھا۔ جبکہ وہ تینوں شوٹر تو ہراساں ہوتے انہیں دیکھنے لگے تھے۔ جو بنا کسی خوف وڈر کے انکو گھسیٹتے ہوئے لے کر جا رہے تھے۔

ائیر پورٹ پر کسی نے بھی غازیان اور ارسل کو روکنے کی کوشش نہیں تھی۔ کیونکہ قانونی فارملیٹیز پوری کرنے کے بعد ہی وہ ان تین کتوں کو جہنم واصل کرنے کے لیے یہاں پر آئے تھے۔ مطلب پوری تیاری کے ساتھ وہ حساب کتاب کرنے والے تھے۔۔

شوٹر کو ائیر پورٹ سے اٹھانے کے بعد وہ انہیں پولیس کی کسٹڈی میں دینے کی بجائے اٹھا کر بہادر خان کے فلیٹ پر لے آئے۔اور پھر غازیان، چھوٹے خان اور ایشام کا قہر تھا۔اور ان تین شوٹر کی تکلیف دہ چیخ و پکار۔۔۔

چونکہ وہ تینوں شوٹر اٹالین تھے۔اس لئے ارسل، غازیان اور ایشام کے وار سہنے کی ان میں مزید ہمت نہیں بچی تھی۔اس وجہ سے کچھ ہی دیر میں وہ جوزف ایلن کا پتہ تو کیا بلکہ اسکا ہر ٹھکانہ خوشی خوشی بتاتے چلے گئے۔

جوزف ایلن کا پتہ جان کر شہرام اور فاتح کے اشارے پر ان تینوں شوٹر کو دل پر فائر کرتے ہوئے غازیان، ارسل اور ایشام نے انکے انجام تک پہنچا کر سلطان کے حکم کے مطابق انکی لاشوں کو اپارٹمنٹ پر پہنچا دیا تھا۔

عیس تو بے یقینی سے سلطان کو دیکھتا چلا گیا تھا۔ جس نے صرف بے نیازی سے کندھے اچکانے پر اکتفا کیا تھا۔ ایک ٹارگٹ نمٹا کر وہ لوگ اب جوزف ایلن کے ٹھکانے کی جانب بڑھ چکے تھے۔ جو اپنی جیت کی خوشی میں کسی بل میں گھسا ہوا تھا۔۔

بھائیوں کے قاتلوں کو انجام تک پہنچانے کے لیے وہ لوگ خود کو بھی بھولے ہوئے تھے۔۔ اگر کچھ یاد تھا۔ تو صرف اتنا کہ انکے بھائیوں نے تکلیف اٹھائی ہے۔۔۔ نہ کھانے کی ہوش تھی اور نہ ہی پینے کی۔۔۔ جب تک جوزف ایلن کو جہنم واصل نہ کر دیتے تب تک انکے حلق سے نوالہ بھی نہیں اترنا تھا۔۔۔

شام ڈھلتے ہی وہ سب روانہ ہو گئے تھے۔ تاکہ جوزف ایلن کی اچھلتی ہوئی دم کاٹ سکیں۔

اٹلی کا یہ مشہور و معروف کلب غیر قانونی کاموں کا ایک خاص ترین اڈا تھا۔ کلب کا نام "اے کلب" تھا۔ جو یقیناً جوزف ایلن نے اپنے نام پر ہی رکھا تھا۔ ابھی رات کی شروعات ہوئی تھی۔ لیکن خلاف معمول وہ آج اپنے کلب میں ابھی سے نظر آرہا تھا۔۔

ورنہ اسکی آمد دیر رات میں ہوتی تھی۔ اور وہ جب بھی کلب میں آتا تھا۔ تو اسکے بیڈ روم میں نئ سے نئ لڑکی پہلے سے ہی موجود ہوتی تھی۔ جوزف کا یہ کلب انتہائی خاص تھا۔ کیونکہ اس کلب میں وہ لڑکیوں کی سمگلنگ، ڈرگز کا کاروبار، غرض ایسی نوعیت کے ہر کام کی میٹنگ وہ یہیں پر کرتا تھا۔

آج میں بہت خوش ہوں۔۔! آخر کار میں نے ان دو ایشین لڑکوں کو مار کر اپنا بدلہ لے ہی لیا۔۔۔"جوزف نے خباثت سے ہنستے ہوئے اپنے ساتھیوں کو دیکھتے ہوئے کہا تو وہ سب اسکی خوشی میں ہنستے ہوئے شراب کا گلاس منہ کو لگا گئے۔۔۔

پر جوزف تم نے اس لڑکی (سیلینہ) کو دوبارہ حاصل کیوں نہیں کیا۔۔؟ سنا تھا کہ وہ بہت پریٹی ہے۔۔! لائک ٹوٹلی کافی۔۔؟ جوزف کے ایک ساتھی نے اسے مخاطب کرتے ہوئے استفسار کرنا چاہا۔۔۔

وہ لڑکی تو مجھے بھی چاہیئے۔۔۔! پر وہ لڑکی مجھے ان ایشین لڑکوں کے اپارٹمنٹ پر کہیں بھی نہیں ملی۔۔! پتہ نہیں ان باسٹرڈ نے اسے کہاں چھپا دیا ہے۔۔۔! پر تم فکر نہیں کرو۔۔! آئی ول گیٹ بیک ہر آن مائے بیڈ۔۔!۔

سلینہ کی خوبصورتی کو دماغ میں سوچتے ہوئے جوزف خباثت سے چباتے ہوئے بول گیا۔

جیت کی خوشی میں آج اس نے کلب میں سب فرینڈز کو پارٹی دی ہوئی تھی۔ اور صرف فرینڈز ہی نہیں بلکہ آج کلب میں آنے والے باقی سب بھی ہر چیز فری میں انجوائے کر رہے تھے۔ چونکہ یہ کلب اسکے بہت خاص اڈوں میں سے ایک تھا۔ اس لئے اس کلب کے باہر چاروں اطراف اور کلب کے اندر بھی ہر وقت گارڈز سیکورٹی کے لئے گھومتے رہتے تھے۔

جوزف اپنی جیت کے نشے میں چور قہقہے لگاتے ہوئے ایک لڑکی کو گود میں بٹھائے ہوئے تھا۔ کہ اچانک کلب میں ایک عجیب سا شور اٹھا۔۔۔

سب نے متجسس ہونے والے انداز میں سرعت سے نظریں گھما کر کلب کی اینٹرس کی جانب دیکھنا چاہا۔۔۔

فاتح سلطان اور شہرام ہمدانی اپنے ازلی سنجیدہ اور لاپرواہ انداز میں منہ میں الائچی ڈالے ہر طرف نظریں گھماتے ہوئے پورے اٹیٹیوڈ کے ساتھ اندر داخل ہوئے تھے۔۔

جوزف انکو صحیح سلامت اندر داخل ہوتے دیکھ کر بے ساختہ اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا تھا۔۔ جبکہ شہرام اور فاتح کے پیچھے جب ایشام صدیقی، ارسل خان اور غازیان پاشا نے بھی اینٹری ماری تو اس بار سب ششدر رہ گئے تھے۔۔۔

انکے یوں بے فکرا انداز میں پوری شان کے ساتھ اینٹری مارنے والی ادا نے کلب میں موجود لڑکیوں کو دل تھام لینے پر مجبور کر دیا تھا۔ان پانچوں کی خوبصورتی نے پل بھر میں سب کو اپنا دیوانہ کیا۔ جبکہ وہ سب بے زار نظروں سے سب کو نظر انداز کرتے ہوئے مضبوط قدموں سے چلتے ہوئے جوزف کے سامنے کھڑے ہو گئے۔۔انکو اپنے موبائل کھڑے ہوتے دیکھ کر جوزف کا بے یقینی کے مارے منہ کھلتا چلا گیا۔۔۔

کیا ہوا۔۔۔؟ پھٹ گئی۔۔۔۔؟ جوزف کے بے یقین ہونے پر فاتح اور شہرام کے ہونٹوں پر تمسخر بھری مسکراہٹ مچلی۔ تو وہ اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے جوزف کے قدموں میں اسکے گارڈ پھینک گئے۔

وہ پانچوں باہر سیکورٹی کے لئے گھومتے ہوئے گارڈز کا قیمہ بنانے کے بعد یہاں پر اینٹر ہوئے تھے۔ جبکہ آتے ہوئے تحفے کے طور پر جوزف کے لئے دو گارڈ کو گھسیٹتے ہوئے ساتھ لے آئے تھے۔۔۔

ایشام نے اپنے موبائل میں ایک مخصوص آپشن کلک کیا تو کچھ سیکنڈز کے بعد پورے کلب میں ایمرجنسی نافذ ہونے کی اناؤسمنٹ گونجنے لگی۔ سب لوگوں میں بھگدڑ مچتے ہوئے دیکھ کر جوزف نے حیرت و ناسمجھی سے ہر طرف دیکھا تھا۔ جہاں کلب میں موجود لوگ اپنی اپنی جان بچانے کے لیے بھاگتے ہوئے باہر نکلنے کی کوشش کرنے لگے تھے۔۔

اور اس افراتفری میں شہرام اور فاتح بنا موقع ضائع کیے جوزف پر پل بھرے۔۔

شہرام اور فاتح کو اپنا کام شروع کرتے ہوئے دیکھ کر باقی تینوں بار کاؤنٹر کی جانب بڑھ گئے۔ گارڈ سب کو روکنے کی کوشش کر رہے تھے۔ لیکن اناؤسمنٹ کی آواز میں بار بار بمب لگنے کا سن کر ہر طرف کانوں کو پھاڑ دینے والا شور گونجنے لگا تھا۔۔

اوئے ویٹر تین اورنج جوس لے کر آ۔۔۔! سٹول پر بیٹھتے ہوئے ارسل خان نے گردن کو دائیں بائیں جانب جھٹکا دیتے ہوئے جوس لانے کا حکم دیا تو ویٹر بوکھلاتے ہوئے جلدی سے انکو جوس پیش کرنے لگا۔۔ارسل کی ڈیمانڈ پر ہنس کر غازی اور ایشام جوزف کی جانب متوجہ ہو گئے۔ جو شہرام اور فاتح کے ہاتوں پیٹتے ہوئے ابھی سے ہی آدھ مو نظر آنے لگا تھا۔۔۔

یہ سالا ایلین تو بہت کمزور نکلا۔۔! جوزف کو ایٹا لین کہنے کی بجائے ایلین کے لقب سے نوازتے ہوئے ایشام نے جوس کا سیپ لیتے ہوئے افسوسناک بات کی۔۔ کیونکہ جوزف ابھی سے مرنے والا ہو گیا۔

پر وہ لوگ اتنی جلدی اسے مارنا نہیں چاہتے تھے۔ آدھے گھنٹے تک سارا کلب خالی ہو چکا تھا۔ جبکہ جوزف کے فرینڈز جو تھوڑی دیر پہلے اسکے ساتھ پارٹی انجوائے کر رہے تھے۔ وہ جوزف کو اتنی بری طرح مار کھاتے دیکھ کر کانپتے ہوئے وہاں سے بھاگنے کی تیاری پکڑنے لگے۔۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ بھی وہاں سے اپنی جان بچا کر رفو چکر ہو چکے تھے۔

جوزف کے ایک گارڈ نے آگے بڑھ کر شہرام اور فاتح پر وار کرنا چاہا تو ارسل خان کے ہاتھ میں موجود جوس کا گلاس اڑتا ہوا اسکے چہرے پر جا لگا۔ اگلے ہی پل وہ گارڈ بلبلاتے ہوئے زمین پر گر کے چیخنا شروع ہو گیا تھا۔۔۔

غازی اور ایشام نے پر سکون انداز میں آنکھوں سے مسکراتے ہوئے ارسل کی جانب دیکھا جو بگڑے تاثرات کے ساتھ اب اپنی جگہ سے کھڑا ہو کر گارڈ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ایسا ممکن ہی نہیں تھا کہ شہرام اور فاتح پیٹتے رہتے اور ارسل خان پیچھے رہ جاتا۔۔۔ ایسے کتوں پر ہاتھ صاف کرنا ان تینوں کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ جسے پورا کرنے کا وہ کوئی بھی موقع نہیں جانے دیتے تھے۔۔۔

چچچ۔۔۔! جب کوئی تین بڑے لوگ آپس میں ڈسکشن کر رہے ہوں۔ تو چھوٹوں کو مداخلت نہیں کرنی چاہیئے ورنہ ایسی ہی خطرناک چوٹیں لگ سکتیں

ہیں۔۔۔! زمیں پر گرے ہوئے گارڈ کے سامنے گھٹنوں کے بل جھکتے ہوئے ارسل خان نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے اس بد تمیز گارڈ کو آداب سکھانے چاہے۔ جن کو سن کر غازی اور ایشام جوس پیتے ہوئے قہقہ لگا گئے تھے۔

کیونکہ ارسل خان افسوس کا اظہار کرنے کے بعد اب اپنے ہاتھ صاف کرنے میں مصروف ہو گیا تھا۔ ایک کے بعد ایک گارڈ کے منہ کا نقشہ بگاڑتے ہوئے سیکنڈز میں اسکا سانس پھول کر بے ترتیب ہونے لگا۔۔۔

جبکہ دوسری طرف فاتح اور شہرام کا جوزف جیسے گند کو چھوڑنے کا کوئی آرادہ نہیں نظر آرہا تھا۔۔۔

سوچا تھا۔۔! جس شرافت کے ساتھ اٹلی میں آئے تھے۔۔! اسی شرافت کے ساتھ یہاں سے چپ چاپ چلے بھی جائیں گئے۔۔۔! پر نہیں سالا۔۔۔! ہم

اپن لوگوں کی شرافت کسی کو راس آئے ہی نہیں...! فاتح نے پاس پڑی چیئر ایک ہاتھ سے کھینچتے ہوئے گھما کر جوزف کی ٹانگوں پر دے ماری تو اس خالی کلب میں جوزف کی دردناک چیخیں بلند ہونے لگیں۔۔ فاتح کے تاثرات ایسے تھے۔ جیسے اندر ہی اندر اپنی شرافت کھو جانے کا بہت دکھ محسوس ہو رہا ہو۔۔۔

حرام کے گند۔۔۔۔!! تو نے جنہوں پر حملہ کروایا۔۔! وہ ہمارے بڑے بھائی تھے۔۔۔! ہمارا قلب تھے۔۔! ہماری نس نس میں دوڑنے والا جنون ہیں۔۔۔" شہرام کی گونجتی دھاڑوں پر بے ساختہ ان سب کی آنکھوں میں تیزی سے خون اترا تو وہ سب دوبارہ بے قابو ہوتے گارڈز کو بری طرح پیٹنا شروع ہو گئے۔۔۔

بلکہ شہرام تو خود سے ضبط کھونے کے بعد جوزف کا ایک بار پھر برا حال کرنے میں مصروف ہو گیا تھا۔ کہ بروقت فاتح نے جلدی سے آگے بڑھ کر اسے دبوچ کر پیچھے ہٹایا۔۔۔

شہری بس کر۔۔! ہمیں اس خبیث کو ڈیڈ لوگوں کے آگے بھی پھینکنا ہے۔۔! اگر یہ کتا مر گیا تو ہمارا کام ادھورا رہ جائے گا۔۔۔! فاتح نے شہرام کو کمر سے دبوچ کر اسکی پشت سینے سے لگاتے ہوئے اسے ٹھنڈا کرنا چاہا۔ جس کی ہیزل آنکھوں اس وقت خون آلودہ نظر آرہیں تھیں۔۔

تمام گارڈز کو ٹھکانے لگانے کے بعد ایشام، ارسل، اور غازیان بھی ہانپتے ہوئے انکے قریب آئے۔ سب کو زمین پر کراہتے ہوئے دیکھ کر بھی انکے جلتے ہوئے دل پر سکون ہوتے نظر نہیں آرہے تھے۔۔۔

اچانک میسیج کی بیل ہونے پر ایشام نے موبائل نکالا تو باسم کا ظمی کا میسیج دیکھ کر اسکا دل تیزی سے دھڑک اٹھا۔۔ایشام نے جلدی سے باسم کا میسیج کھول کر دیکھنا چاہا تھا۔۔۔

باسم کا میسیج پڑھ کر ایشام کی رگ رگ میں خوشی کی لہر دوڑی تو وہ کانپتی آواز میں خوشی سے بے قابو ہوتے انکو مخاطب کر گیا۔۔

ببھ۔۔۔بھائی لوگوں کو ہوش آگیا ہے۔۔۔!ایشام صدیقی کی خوشی سے لبریز آواز سن کر وہ سب خوشی و مسرت سے ایک دوسرے کو دیکھ کر اگلے ہی پل تیزی ایک ساتھ گلے لگتے چلے گئے۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اٹلی ایئرپورٹ پر اپنے اپنے بیگز کے ساتھ وہ سب گول دائرہ بنائے ارسل کی لائی ہوئی بلی کو بار بار اٹھا کر اس سے بے باک سوال پوچھ کر اس معصوم جانور کا انٹرویو کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ بیچاری معصوم بلی ان کنوارے لوگوں کے ہاتھ لگ کر پھنس چکی تھی۔ اس لئے میاؤں میاؤں کی معصوم آوازیں نکال کر انکو اپنی جان بخشی کا کہنے لگی۔ لیکن دوسری طرف کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔۔

جبکہ ارسل جو یہ فلائٹ خود فلائے کرنے والا تھا۔ وہ اپنے سٹاف کے ساتھ میٹنگ کرنے کی غرض سے ایئرپورٹ کے آفس کی طرف گیا ہوا تھا۔ اس لئے وہ یہاں پر موجود نہیں تھا۔ آج وہ اٹلی کی لاسٹ آفیشلی فلائیٹ کر رہا تھا۔ کیونکہ اسکے بعد ارسل خان نے پاکستان ایئر فورس کو جوائن کر لینا تھا۔

سب کو ایک دوسرے کے چھیڑ چھاڑ کرتے ہوئے دیکھ کر غازیان نے اچانک چہرہ اٹھاتے ہوئے نظریں گھما کر کسی کو ڈھونڈنا چاہا تو فارس اور کبیر پر نظر پڑتے ہی اسکے دل میں بے انتہا سکون اترتا چلا گیا۔۔۔

سب کو باتوں میں گم دیکھ کر غازیان پاشا قدم اٹھاتے ہوئے فارس اور کبیر کی جانب بڑھا۔ جو کالز پر نجانے کس کے ساتھ مصروف تھے۔ غازیان سے انکی پشت تھی۔

بھائی۔۔۔! غازیان نے انکے قریب پہنچ کر کبیر کو پکارا۔ تو کبیر نے اپنے نام کی پکار پر مڑتے ہوئے دیکھا۔ فارس بھی اسکے پکارنے پر طرف متوجہ ہو گیا تھا۔۔۔

بھائی آپ دونوں ٹھیک ہیں نا۔۔۔؟غازیان نے پریشانی سے پچھلے کچھ دنوں والا جملہ ادا کیا۔اسکے سوال پر فارس اور کبیر ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے غازی کو تاسف سے گھور گئے۔۔۔

غازی اگر اب تم نے ہم سے یہ سوال کیا تو میں بتا رہا ہوں۔کہ تم بری طرح پٹنے والے ہو۔۔۔"کبیر اسے گھورنے کی کوشش کرتے ہوئے ڈپٹ کر دھمکی دینے والے انداز میں بولا۔۔۔جبکہ فارس کا بھی کچھ ایسا ہی ری ایکشن نظر آ رہا تھا۔۔

بھائی پلیز بتائیں۔۔!آپ کی طبعیت ٹھیک ہے نا۔۔؟فارس اور کبیر کی ڈانٹ کا بنا اثر لیے غازی نے دونوں کا ایک ایک ہاتھ تھامتے ہوئے فکر و محبت سے دوبارہ اپنا سوال دہرایا۔۔۔

یار ہم بالکل ٹھیک ہیں۔۔! اور تم یہ سوال بار بار پوچھ کر ہمیں وہ دمے کے مریضوں والی فیلنگ دیتے ہو۔۔! جن کی ہر وقت سانس اٹکی رہتی ہے۔۔"

غازی کی پریشانی برقرار رہنے پر فارس برا مناتے ہوئے ناراضگی سے بول گیا۔۔۔

غازی اس حادثے کو اب ایک مہینہ سے بھی اوپر گزر چکا ہے۔۔! اور ہم دونوں بالکل فٹ فاٹ اور تندرست تمہارے سامنے کھڑے بھی ہیں۔۔"

اس لئے اب دوبارہ ہم سے یہ سوال نہیں پوچھنا۔۔! ورنہ مار کھاؤ گئے۔۔"

غازی کی سرمئی آنکھوں میں نمی دیکھتے ہوئے کبیر اسے کھینچ کر گلے لگاتے ہوئے ڈانٹتے ہوئے حکم سنا گیا۔۔۔

جبکہ غازی نے شدت سے کبیر کو بھینچتے ہوئے محسوس کرنا چاہا۔ جس پر پاس کھڑا فارس مسکرا اٹھا تھا۔۔

غازی نے جب سے اپنی آنکھوں سے ان کو گولی لگتے ہوئے دیکھی تھی۔ وہ منظر چاہ کر بھی اس سے بھلایا نہیں جا رہا تھا۔ اس لئے انکے ٹھیک ہونے کے بعد بھی وہ اس سارے عرصے میں بار بار فکر مندی سے ان سے پوچھتا رہتا تھا۔ آج ان سب کی پاکستان واپسی تھی۔ جس پر سب ہی بے خوش نظر آ رہے تھے۔ لیکن غازیان بس اپنی بھائیوں کی فکر میں مبتلا تھا۔

بھائی۔۔۔!!! اچانک ارسل کی جھنجھلاہٹ بھری آواز انکے کانوں میں پڑی تو وہ اسکی آواز پر متوجہ ہوتے طرف دیکھنے لگے۔ جو چہرے پر غصہ لیے انہی کی طرف آ رہا تھا۔۔

کیا ہوا چھوٹے خان۔۔؟ غصے میں کیوں ہو۔۔؟ فارس نے پریشان ہوتے اسکے غصے کی وجہ پوچھی۔۔۔

بھائی میں بتا رہا ہوں۔۔! کہ ان دو کمینوں کو مجھ سے دور کر لیں۔۔! ورنہ میں آج انکا قتل کر دوں گا۔۔! ارسل نے انکی جانب آتے ہوئے فاتح اور شہرام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دانت پیسے۔ ایشام اور باسم ہنسی دبا گئے تھے۔ جبکہ باقیوں نے نا سمجھی سے دیکھا تھا۔۔ انکے برعکس فاتح اور شہرام خود میسنے بننے کی کوشش میں تھے۔

کہا کہہ رہے ہیں یہ اب۔۔۔! شہرام اور فاتح پر نظر ڈال کر کبیر نے استفسار کیا۔۔ انداز صاف ایسا تھا۔ جیسے وہ پہلے سے ہی جانتا ہو کہ ضرور انہوں نے کوئی

الٹی بکواس کی ہو گی۔ کبیر کے پوچھنے پر ارسل خان تیزی سے دانت پیستے ہوئے زہر بھری نظروں سے انکو دیکھ کر بتانے لگا۔۔

یہ سالے مجھے کہہ رہے ہیں۔ کہ جب میں جہاز اڑاؤں تو انکو بھی ایک دفعہ چلانے کی باری دوں۔۔۔! ارسل خان نے چباتے ہوئے انکے الفاظ دہراتے ہوئے بتایا تو کبیر اور فارس نے اچھنبے سے انکو دیکھا تھا۔

جبکہ اگلے ہی پل نہ چاہتے ہوئے بھی سب کا ہنس ہنس کر برا حال ہونے لگا۔۔۔ ارسل خان ملامتی نظروں سے انکو گھور رہا تھا۔ وہ دونوں میسنے، بے غیرت فضول کی ضد لگائے اسکا جینا حرام کیے ہوئے تھے۔ جیسے جہاز نہ ہو ہوا گدھا گاڑی اڑتی ہو آسمان میں۔۔۔! جو انکو بھی ایک بار چلا کر دیکھنی تھی۔۔۔

بھائی یہ دونوں تھوڑی دیر پہلے اسکے ساتھ یہ بھی ضد کر رہے تھے۔ کہ انکو جہاز میں ونڈو سیٹ چاہیئے۔ اور جہاز کی ونڈو کھول کر بیٹھنا بھی ہے۔۔۔! باسم نے قہقہ لگاتے ہوئے مزید بتایا تو سب کا پھر قہقہ گونج اٹھا۔۔

شرم کرو کمینوں کیوں جان بوجھ کر اسکا خون جلا رہے ہو۔۔۔! شہرام اور فاتح کو کھسیانی ہنسی ہنستے دیکھ کر فارس نے آنکھوں سے گھورتے ہوئے انکو شرم دلائی۔۔۔

بھائی ہم نے کیا بولا ہے اس چھوٹے خان کو۔۔۔! صرف اتنا ہی تو بول رہے ہیں۔ کہ ایک بار ہمیں جہاز کا اسٹرینگ گھمانے دے اور اپنے ساتھ ڈرائیونگ سیٹ پر بٹھالے بس۔۔۔! فاتح نے منہ بسور کر اپنی معصوم خواہشات کا دوبارہ اظہار کیا تو ارسل ضبط کے مارے غصے سے ان پر نظر ڈال کر کبیر اور فارس کو

دیکھ گیا۔۔ جیسے کہنا چاہ رہا ہوں۔ کہ سن لیں ان خبیثوں کا فرمائشی پروگرام۔۔۔

ہاں تو اب یہ پائلٹ بن گیا ہے تو اسکے جہاز چلانے کا ہمیں کوئی تو فائدہ ہونا چاہیے نا۔۔۔" شہرام بھی معصوم لہجے میں فاتح کی تائید کرتے ہوئے اپنے ذاتی ڈرائیور کے فائدے گنواتے ہوئے کہنے لگا۔۔۔

کیوں غصہ کر کے اپنا خون جلا رہے ہو چھوٹے خان۔۔! ان دونوں کی تو بکواس کرنے کی ویسے ہی عادت ہے۔۔۔" فارس نے ارسل خان کے کندھے پر بازو رکھتے ہوئے مسکرا کر اسے ٹھنڈا کرنا چاہا تو وہ نروٹھے پن سے بھائی کے کندھے پر سر رکھ گیا تھا۔۔۔

تم دونوں اب زبان بند کرو اور چلو سب فلائٹ کا ٹائم ہو گیا ہے۔۔! کبیر نے گھڑی پر ٹائم دیکھتے ہوئے ان سب سے کہا تو وہ مستیاں کرتے ہوئے فلائٹ کی جانب بڑھ گئے۔۔

بلیک مینشن کے سب افراد آج اتنے عرصے بعد اپنے بیٹوں کو ریسیو کرنے کے لیے ائیر پورٹ پر کھڑے تھے۔ سب کی بے تاب نظریں ائیر پورٹ سے نکلنے والے مسافروں پر ٹکیں ہوئیں تھیں۔

اتنے سالوں بعد اپنے بیٹوں کو ملنے کے لئے بے تاب مائیں آج وقت سے پہلے ہی ائیر پورٹ پر پہنچ چکی تھیں۔

انکے یوں وقت سے پہلے آنے پر ان سب کے شوہروں نے تاسف سے دیکھتے ہوئے ٹھنڈی آہ بھری تھی۔ جو ایسے بے چینی کا شکار نظر آرہیں تھیں۔ جیسے انکے بیٹے اٹلی سے نہیں بلکہ جنگ میدان سے واپس لوٹ رہے ہیں۔۔۔

کیا ضرورت تھی اتنی جلدی سب کو یہاں پر لانے کی۔۔؟ بے کار میں دو گھنٹے ویٹ کروادیا۔ جیسے بیٹے نہ ہوئے پتہ نہیں کیا ہو گیا۔۔۔! عیس ہمدانی اپنے ساتھ کھڑی مشعل علی کو دیکھتے ہوئے بے زاری سے بولا تو جواب میں مشعل اپنے شوہر کو تیز گھوریوں سے نوازنا شروع ہو گئی۔۔۔

اگر اپکو زیادہ مسئلہ ہو رہا ہے، تو واپس چلے جائیں۔۔! اور جا کر اپنی فائلوں کے ساتھ مغزماری کریں۔۔! پر خبردار۔۔! اگر آج آپ نے میرے بیٹوں کے بارے میں کچھ الٹا سیدھا بول کر میرے ساتھ مغزماری کرنے کی زرا بھی

کوشش کی تو اچھا نہیں ہوگا۔۔۔! بلکہ میں سیدھا سیدھا اپکو گھر سے نکال دوں گی۔۔۔ "

اپنے شوہر کے الفاظ سننے کے بعد مشعل علی نے عیس ہمدانی کی جانب مڑتے ہوئے تڑکتا بھڑکتا جواب دیا تو سب عیس کے بری حالت پر ہنسی دباتے چلے گئے۔

جو منہ کھولتے ہوئے اپنی بیوی کی جانب مسلسل دیکھتے شاید اسکے گھر سے نکالنے والی بات پر یقین کرنا چاہ رہا تھا۔۔

مشعل علی اپنے شوہر کو خطرناک گھوریوں سے نواز کر بے نیازی سے دوبارہ ائیر پورٹ کی طرف متوجہ ہوگئی۔ جس پر سنان مصطفیٰ نے ہنسی دباتے ہوئے عیس ہمدانی کے کھلے منہ کو بند کیا۔۔

کیوں تو آج کے دن ان لیڈی ڈان ماؤں کو چھیڑ کر شہید ہونا چاہ رہا ہے۔۔۔"

سنان مصطفیٰ جس نے ابھی خود اپنی بیوی سے اچھی خاصی باتیں سنی تھیں۔ تو وہ عیس ہمدانی کو سمجھاتے ہوئے بولا کہ بیٹا زبان کو بند رکھ لے۔ ورنہ سچ میں حالات خراب ہو جائیں گئے۔۔

نازاور گل کیوں نہیں آئیں۔۔؟ وہاج نے اپنی دونوں جڑواں بیٹیوں کو غائب دیکھ کر پاس کھڑی بیہ سے استفسار کیا۔۔ گھر سے نکلتے ہوئے وہ نہیں جانتا تھا۔۔ کہ اسکی بیٹیاں ساتھ نہیں ہیں۔۔! ورنہ تبھی یہ سوال پوچھ لیتا۔۔۔

آپکی ایک بیٹی ہمیشہ کی طرح اپنے منکوح بیر (کبیر) سے ڈرتے ہوئے بہانے بنا کر گھر پر ہی رک گئی تھی۔ یا یہ کہنا زیادہ بہتر ہو گا۔ کہ اپنے کمرے میں چھپی بیٹھی ہے۔ بقول اسکے اسے بہت تیز بخار ہو گیا ہے۔ اس لئے وہ سفر کر کے

ائیرپورٹ پر نہیں جاسکتی۔۔" بیہ ہنسی ضبط کرتے ہوئے اپنے شوہر کو دیکھتے ہوئے بولتے چلی گئی۔ جو دلچسپ نظروں سے مزید جاننا چاہ رہا تھا۔

جبکہ اپکی دوسری بیٹی جو اتنے سال اپنے فاری کے جانے کا غم مناتی رہی ہے۔۔! بقول اسکے وہ آج کسی فارس ہمدانی کو نہیں جانتی۔۔! تو کسی بھی ایرے غیرے کے لیے وہ اپنا قیمتی وقت نہیں برباد کر سکتی۔ اس لئے وہ بھی نہیں آئی۔۔۔" بیہ نے ہنسی دباتے ہوئے اپنی دوسری بیٹی کی ال لاجیکل باتیں بتائیں تو وہاج اس بار سن کر حیرت کا شکار ہو گیا۔۔۔

ہاں وہ کسی فارس ہمدانی کو نہیں جانتی۔۔! اس لئے تو اپنے فاری کی ناراضگی میں وہ بھائیوں کو دیکھنے بھی نہیں آئی۔۔! آئرہ جو پاس کھڑی تھی۔ کہ بیہ کی ساری بات سننے کے بعد اس نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے ناز کی جان، پہچان کو اچھے

سے کلئیر کیا۔ جس پر بیہ کے ساتھ ساتھ وہاج صدیقی بھی بے ساختہ ہنس دیا تھا۔۔۔

بے شک ایرہ کاظمی کی بات میں پوائنٹ تو تھا۔ اگر ناز اپنے کہے کے مطابق فارس ہمدانی کو واقعی ہی نہیں جانتی تھی۔ تو پھر بھائیوں سے ملنے کیوں نہیں آئی۔۔۔! وہ کیوں گھر پر رک کر اپنا غصہ دیکھانے کی کوشش میں تھی۔۔؟

اپنی بیٹیوں کی حرکتوں پر ایرہ اور بیہ ہنستے ہوئے باتوں میں مشغول ہو گئیں تھیں۔۔۔

خان۔۔! کبیر اور فارس کب آئے گئے۔۔؟ سفید گاؤن میں مکمل طور پر خود کو چھپائے علیزے خان اپنے بیٹے کو دیکھنے کے لیے بے انتہا بے چین تھی۔ اس لئے پاس کھڑے سلطان احمد خان کو پیار سے پکارتے ہوئے پوچھ گئی۔۔۔

آج سب کے دل فارس، کبیر کو دیکھنے کے لیے اندر ہی اندر بے حد منتظر ہوئے پڑے تھے۔ آخر اتنے سال ان دونوں نے اپنی چہرہ جو نہیں دیکھا یا تھا۔ یہاں تک کہ کبیر اور فارس جب ہاسپٹل میں ایڈمٹ تھے۔ تو تب بھی سلطان اور عیس انکو بنا دیکھے انکے ٹھیک ہونے کی یقین دہانی کر کے دو دن بعد وہ واپس آ گئے تھے۔

خان کی پیاری خانم۔۔۔! بس تھوڑا سا مزید ویٹ کر لیں۔۔! آپکے دونوں شہزادے سلیم بس آنے والے ہونگے۔۔۔" اپنی خانم کو بازو کے حصار میں لیتے ہوئے سلطان نے اسے تسلی دی۔ تو علیزے نے اداسی سے سلطان کے کندھے پر سر رکھ دیا۔

جبکہ سلطان جو اندر ہی اندر اسے عیس کی طرح یہ کہنا چاہ رہا تھا۔ کہ وقت سے پہلے آ کر انہوں نے غلط کیا ہے۔ اس لئے اب اتنا انتظار کرنا پڑ رہا ہے۔ لیکن تھوڑی دیر پہلے عیس کی حالت یاد کرتے وہ خود کو یہ سوچ کر باز کر گیا۔ کہ نہ بھئی آج سچ میں ان بیٹوں کی ماؤں کو چھیڑ کر غلطی نہیں کرنی۔ کیونکہ اسکی خانم تو پہلے ہی کبیر اور فارس کی وجہ سے سلطان سے ناراض ہونے کے بعد رونے کے بہانے تلاش کرتی رہتی تھی۔۔ اس لئے وہ بھی ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے پاس کھڑے ضرار سے باتیں کرنے لگ گیا۔۔۔

فلائٹ کا وقت تو ہو چکا ہے۔۔! پھر یہ لوگ آ کیوں نہیں رہے۔۔؟ گل جہاں بیگم نے مسافروں کو باہر نکلتے دیکھ کر پاس کھڑی منیزے کو مخاطب کیا۔۔ جو باقیوں کی ہی طرح رش میں اپنے بچوں کے چہرے ڈھونڈ رہی تھی۔۔۔

مام پتہ نہیں کہاں رہ گئے ہیں یہ لوگ۔۔۔؟ منیزے انتظار سے تنگ آ کر چڑتے ہوئے جواب میں بولی تو بدلے میں ضرار نے اسے کچھ بولنا چاہا تو سلطان نے بروقت آنکھوں سے اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔۔۔

جبکہ نعمان خان تو ان سب کو اپنی اپنی بیویوں سے ڈرتے ہوئے دیکھ کر ہنسی ضبط کرنے کی کوشش میں مذاق اڑاتی نظروں سے عیس علی ہمدانی اور سنان مصطفیٰ کاظمی کو چھیڑ رہا تھا۔ جنہوں نے اسے گھورتے ہوئے بتیسی اندر کرنے کی وارننگ دی تھی۔ اب ہر کوئی اسکی علینہ خانم جیسی معصوم بیوی تھوڑی تھی۔ نعمان خان اپنی خانم کی جانب اشارہ کرتے ہوئے اترانا شروع ہو گیا۔۔۔

یاہو۔۔۔!! بھیالوگ آ گئے۔۔۔! ماہ پارہ اچانک سامنے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے خوشی سے چلائی تو سب نے اسکے اشارے کی تقلید میں دیکھا۔ دور کھڑے فاتح اور شہرام پر نظر پڑتے ہی سب کے اندر تیزی سے خوشی کی لہر ڈوری تو چہروں کے اکتاہٹ بھرے تاثرات یک دم بدلتے ہوئے خوشی کے مارے چمکنا شروع ہو گئے۔

سب خوشی و مسرت سے دور کھڑے شہرام اور فاتح کو دیکھ کر مسکرانا شروع ہو گئے تھے۔

جو ہمیشہ کی طرح پوری دنیا سے بے خبر بس ایک دوسرے کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کر رہے تھے۔ شہرام نے پاکٹ سے الائچی نکال کے فاتح کے منہ کے اندر پھینکی تو فاتح اگلے ہی پل الائچی چباتے ہوئے اسے مکہ جھڑ گیا۔ شہرام کے یوں

کرنے پر فاتح نے اسے آنکھیں سکیڑتے ہوئے گھورا تھا۔ جس نے الائچی ہاتھ میں پکڑانے کی بجائے اسکے منہ کا نشانہ باندھ کر دی تھی۔

دیکھتے ہی دیکھتے باقی بھی ایئرپورٹ کے اندر سے نکل کر انکے پاس آکر کھڑے ہو گئے تھے۔ جبکہ شہرام اور فاتح جان بوجھ کر اپنا سامان وہیں چھوڑ کر پہلے جلدی سے باہر نکل آئے تھے۔ تاکہ اپنے بیگز خود نہ گھسیٹنے پڑیں۔۔ غازی اور ایشام نے تاسف سے انکو گھورتے ہوئے بیگ پکڑائے۔ تو وہ بے شرموں کی طرح دانت نکال گئے۔ کچھ سیکنڈز کے بعد اب باسم اور ارسل بھی نمودار ہو کر انکے پاس ہی کھڑے ہو گئے تھے۔ انکے باری باری سامنے آنے پر انکے گھر والے مزید بے چینی کا شکار ہو گئے تھے۔

ان کے گھر والوں نے دھڑکتے دل کے سب پر نظر ڈال کر ان دو چہروں کو ڈھونڈا۔ جنہوں نے اتنے سال ناراضگی کا اظہار کرتے ستایا تھا۔ گھر والوں کو اب زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا تھا۔ کیونکہ آنکھوں پر سن گلاسز لگائے آخر کار کبیر خان اور فارس ہمدانی نے اپنا دیدار جو کروا دیا تھا۔۔۔

کبیر اور فارس کے نکلتے ہی وہ قہقہے لگاتے ہوئے چلنا شروع ہوئے تو انکی ماؤں کی آنکھیں نم ہوتی چلی گئیں۔ تھری پیس سوٹ پہنے اپنی اپنی سنجیدہ شخصیت میں کبیر خان اور فارس ہمدانی آگے چل رہے تھے۔ جبکہ باقی سب اپنے بھائیوں کے پیچھے ہنستے ہوئے قدم اٹھانے لگے۔

ارسل خان اپنے پائلٹ یونیفارم میں سر پر کیپ پہنے علینہ خانم کی آنکھیں تیزی سے اشکبار کر گیا تھا۔۔ جبکہ ڈاکٹر باسم اپنے اٹلی ہاسپٹل کے نیلے یونیفارم میں ائرہ کا دل مغرور کرتا چلا گیا تھا۔۔۔

دوسری طرف غازیان آنکھوں پر گلاسز لگائے بلیک تھری پیس سوٹ میں بیرسٹر غازیان پاشا بنا مغرور بھری چال چلتے ہوئے انہی کی جانب آرہے تھے۔ ان سب کے برعکس ایشام صدیقی جینز کے ساتھ اپنی بلیک ہوڈی پہنے ہوئے تھا۔ ہوڈی کی کیپ سر پر ٹکائے، دائیں کان میں چھوٹی سی چاندی کی بالی پہنے ایشام صدیقی چلتا پھرتا ریڈ الارم تھا۔ وہ اگر ہیکنگ کلر تھا۔ تو اسکا حلیہ و شخصیت بھی اتنی ہی سامنے والے کے لئے کلنگ ہی تھی۔

ان سب کے آگے چلتے ہوئے کبیر خان اور فارس ہمدانی آج کامیاب بزنس مین بن چکے تھے۔ وہ سب اٹلی سے کچھ نہ کچھ بن کر لوٹے تھے۔۔ لیکن صرف دو نمونے ایسے تھے۔ جن کا کچھ اتہ پتہ نہیں تھا۔ کہ یہ کامیاب ہو کر لوٹے ہیں، یا پھر دوسروں کی کامیابی کے چھوارے کھا کر آرہے ہیں۔ اور وہ کوئی اور نہیں ہمارے دی گریٹ، شہرام علی اور فاتح سلطان ہی تھے۔ جو اپنی اپنی آوارہ لک میں دل کے تار ہلانے میں کامیاب ٹھہر رہے تھے۔

انکی چھیڑ خانی کو بڑھتے ہوئے سن کر کبیر اور فارس نے بیک وقت مڑتے ہوئے مسکراتی آنکھوں سے انکو مصنوعی گھوری ڈالتے ہوئے باز کرنا چاہا۔ تو وہ سب ہنستے ہوئے بڑے بھائیوں کو آنکھ ونک کر گئے۔ جس پر فارس اور کبیر ہنستے ہوئے تاسف سے سر ہلا کر اپنے گھر والوں کی طرف بڑھنے لگے۔۔۔ جو ان سب کو یوں آتا دیکھ کر بے حد اموشنل ہو چکے تھے۔ ان سب کا اپنی اپنی

کامیابی کا لباس پہن کر آنے والے آئیڈیے نے انکی ماؤں کی آنکھوں کو خوشی سے نم کر دیا تھا۔۔۔

کبیر اور فارس نے انکے سامنے پہنچ کر قدموں کو بریک لگائی تو ان دونوں کی مائیں بے یقینی سے انکے قد آور وجود کو دیکھتے ہوئے سانس روک گئی تھیں۔ انکے بیٹے تو خوبصورتی میں اپنے اپنے باپ کو بھی پیچھے چھوڑ گئے تھے۔ علیزے اور مشعل بے خودی میں بے یقینی سی کیفیت میں ایک قدم آگے بڑھیں تو انکی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر وہ دونوں تڑپ کر باقی کا فاصلہ خود طے کرتے ہوئے تیزی سے انکو گلے لگا گئے۔۔۔

میری حیسن مورے...! کبیر نے تڑپتے ہوئے علیزے خان کو گلے لگاتے ہوئے بچپن والے الفاظ ادا کیے تو علیزے شدت سے رو پڑی۔ وہ اسکے لئے کتنا

تڑپی تھی۔۔ سلطان کی گلاسز کے پیچھے چھپی ہوئی نیلی آنکھوں میں بھی تیزی سے نمی اتری تھی۔۔۔

میں تم سے کبھی بات نہیں کروں گی فاری۔۔! مشعل علی نے اپنے بیٹے فارس کے گلے لگتے ہوئے روتے ہوئے ناراضگی کا اعلان کیا تو فارس نے نم آنکھوں سے مسکراتے ہوئے اپنی کیوٹ سی مام کے سر پر لب رکھ دیے۔ مشعل ہائیٹ میں اب ان تینوں باپ، بیٹے کے سینے تک آنے لگی تھی۔ فارس مکمل طور پر جھکتے ہوئے اپنی پیاری و کیوٹ مام کو گلے لگائے منانے کی کوشش کر رہا تھا۔ جو اس سے کافی روٹھی ہوئی لگ رہیں تھیں۔۔۔

باقی سب بھی اپنے اپنے ماں باپ کو ملنا شروع ہو چکے تھے۔۔

میرا خوبصورت ہینڈسم بیٹا۔۔۔! ایرہ اپنے بیٹے کے چہرے کو ہاتھوں میں بھرتے ہوئے اسکے ماتھے کو چوم کر بھیگی آنکھوں سے سنان کو سنانے کی غرض سے تعریف کرتے بولی تو باسم ہنستے ہوئے ماں کو سینے سے لگا گیا۔

جبکہ سنان مصطفیٰ تو بس ہونہہ کرتا رہ گیا تھا۔اسکی بلا سے۔۔۔! بڑی آئی بیٹے کو ہینڈسم کہنے والی۔۔سنان اپنی بیٹی کو بازو کے حصار میں لیے جیلسی کی حد پر تھا۔۔۔

مام۔۔۔! آئی مسڈ یو یار۔۔۔! غازیان نے عقیدت سے اپنی ماں منیزے پاشا کی سبز آنکھوں کو چومنے کے بعد اپنے باپ سے چرائی ہوئی عادت کے مطابق منیزے کے ہاتھوں کو بھی احتراماً لبوں سے لگایا تو منیزے اپنے بیٹے کو یونیفارم میں دیکھتے ہوئے اسکے صدقے واری ہوتی چلی گئی۔۔۔سب ہی ابھی تک اپنی

ماؤں سے مل رہے تھے۔ جبکہ پاس کھڑے ان سب کے باپ کے چہرے تو اترنے والے ہو گئے تھے۔ جن کو کوئی اہمیت ہی نہیں مل رہی تھی۔۔۔

اگر اپنی ماں سے پیار ہو گیا ہو۔۔! تو ایشام صدیقی ہوش کر لو۔ یہاں پر تمہارا باپ بھی شاید کھڑا ہے۔۔۔! ایشام کو ابھی تک اپنی ماں سے چپکے اور بیوی کو بیٹے پر پیار نچھاور کرتے ہوئے دیکھ کر وہاج علی صدیقی نے دانت پیستے ہوئے اپنی موجودگی کا احساس دلایا۔۔۔ وہاج کے طنز پر سب کو ہوش آئی تو وہ ماؤں کو ساتھ لگائے اپنے اپنے باپ کے مقابل ہو گئے۔۔

اور سنایئے ناکارہ ڈیڈ۔۔۔! میرا مطلب ہے بڈھے ببر شیر۔۔! اس عمر میں کہیں گھٹنوں میں درد ورد تو نہیں ہوتا نا۔۔۔؟ شہرام نے الائچی چباتے ہوئے

عیس کے سامنے کھڑے ہو کر شرارتی آواز میں چھیڑتے ہوئے فکر دیکھائی تو بدلے میں عیس نے اپنی منحوس اولاد کو زہر بھری نظروں سے دیکھا تھا۔۔

گھٹنوں کا تو پتہ نہیں۔۔! پر ہاتھ میں بہت درد ہو رہا ہے۔۔! اور اسی ہاتھ کا اگر ایک الٹا جھانپڑ جب تمہیں پڑ گیا۔ تو اگلی بار باپ کو چھیڑنے سے پہلے سو بار سوچو گئے بیٹا۔

۔۔! عیس نے الٹے ہاتھ کو ہوا میں بلند کرتے ہوئے شہرام کو پنگا لینے سے قبل وارننگ دی۔ جس کو سن کر شہرام ہنستے ہوئے آگے بڑھ کر جلدی سے باپ کے سینے لگ گیا تھا۔ جس پر عیس نے بھی مسکراتے ہوئے اسے شدت سے خود میں بھینچتے ہوئے گردن پر رسید کر دی تھی۔ مشعل نے انکی حرکتوں پر مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلایا تھا۔۔

مورے۔۔! میری بہن کہاں پر ہے۔۔؟ارسل جو ابھی تک باپ کو نہیں ملا تھا۔ باپ کی نظروں کو نظر انداز کرتے ہوئے اس نے ہر کسی پر نظریں دہرانے کے بعد اپنی بہن کو تلاش کرنا چاہا۔ جس کو اس نے صرف پیدا ہوتے وقت ہی دیکھا تھا۔

ارسل کے پوچھنے پر علینہ خانم ہنسی ضبط کرتے ہوئے انجان بن گئی۔ جبکہ نعمان اور علینہ کے پیچھے چھپی ہوئی سترہ سالہ محبت نے اپنے بھائی کو خود کی تلاش کرتے دیکھ کر چمکتی آنکھوں سے مسکراہٹ ضبط کی۔ لیکن پھر وہ زیادہ دیر نہیں چھپ سکی تھی۔ کیونکہ بھائی کو تنگ کرنے کا پلین کینسل کر کے محبت نے نعمان خان کے پیچھے سے چہرہ باہر نکالتے ہوئے ارسل خان کو بے ساختہ اپنی کھنکتی آواز میں پکار لیا تھا۔۔۔۔!

بھیا۔۔۔!!!؟محبت نے ارسل کو شرارتی نظروں سے دیکھتے ہوئے کھنک دار آواز میں پکارا تو ارسل اچانک اسکی آواز سن کر اپنی بہن کو چھپے ہوئے دیکھ کر مسکراتے ہوئے قربان ہو گیا۔۔۔ نعمان اور علینہ نے محبت پاش نظروں سے بہن، بھائی کا پیار دیکھا تھا۔۔

بھیا سو بار قربان اس پکار پر۔۔۔! محبت کی لاڈ بھری پکار پر نچھاور ہوتے ارسل بے ساختہ بول کر اسکی طرف بڑھا۔۔ جس پر محبت اپنی جلترنگ ہنسی ہنستے ہوئے باہر نکل کر بڑے بھائی کے سینے سے لگ گئی تھی۔۔

محبت کی کھنک دار ہنسی پر میکانکی طور پر سب متوجہ ہوتے اسے دیکھنے لگے۔ سب کو ملنے ملانے کا سلسلہ ابھی ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ جب فارس اور کبیر اپنی ماؤں کو مطمئن کرنے کے بعد آگے بڑھتے ہوئے اپنے، اپنے باپ کے

مقابل کھڑے ہو گئے۔۔۔ وہ ابھی تک ماؤں کے سوا کسی کو بھی نہیں ملے تھے۔۔۔

جی مسٹر عیس ہمدانی۔۔۔! ہو گیا میں ستائیس سال کا۔۔۔! اب بتائیں حساب کتاب یہاں پر ہی کرنا پسند کریں یا پھر گھر جا کر نمٹا لیں۔۔۔؟ فارس اپنے باپ عیس ہمدانی کے سامنے کھڑے ہو کر پورے اٹیٹیوڈ میں رعب سے بولا تو سب نے تیز دھڑکنوں کے بیچ اس منظر کو اپنے اپنے دل میں بسانے کی کوشش کی۔ جہاں اتنے سالوں کے بعد کبیر اور فارس اپنے اپنے باپ کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑے کھڑے نظر آ رہے تھے۔۔۔

جبکہ عیس تو فارس کا قد آور اور مضبوط وجود دیکھ کر سانس روک گیا تھا۔۔۔

اسکا سر پھر ابیٹا قد میں اس سے بھی اونچا لگ رہا تھا۔ جبکہ چوڑے شانے اور سینہ کسی بھی طوفان کو جھیلنے کی طاقت رکھتا معلوم ہوتا تھا۔

عیس علی ہمدانی کو بے ساختہ احساس ہونے لگا کہ سلطان کا انہیں اٹلی میں نہ دیکھنے کا فیصلہ بالکل ٹھیک تھا۔ کیونکہ اگر وہ اپنے بیٹوں کو ہاسپٹل کے بیڈ پر بے ہوش دیکھ لیتے تو پھر یوں اپنے مقابل دیکھنے پر دل نہ دھڑک پاتے۔۔۔! وہ سب اپنی اپنی شخصیت میں خاص تھے۔ پر جو ٹھہراؤ، اور کشش کبیر خان اور فارس ہمدانی کے وجود اور شخصیت میں تھی۔ وہ سب سے منفرد اور دلکش انداز رکھتی تھی۔۔۔ شاید یہ انکے بڑے ہونے کا اثر تھا۔

مسٹر سلطان احمد خان مجھے یوں نہ گھوریں۔۔! میں جانتا ہوں کہ کبیر خان آپ سے زیادہ خوبصورت اور دلکش ہے۔پر اسکا مطلب یہ تھوڑی ہے آپ میری مورے کے اتنے خوبصورت بیٹے کو اب ایسے گھورتے ہوئے نظر لگا دیں۔۔! کبیر نے اپنے باپ کی آنکھوں سے گلاسز اتارتے ہوئے اپنی تعریف میں زمین و آسمان ایک کرتے ہوئے سلطان احمد خان کی طرف دلفریب مسکراہٹ اچھالی۔تو سلطان کی نم آنکھیں بے ساختہ مسکرا دیں۔۔

پاس کھڑے فاتح نے ہنسی دباتے ہوئے انکی تکرار پر نظر ڈال کر سب لوگوں میں اپنی منکوحہ تلاش کرنی چاہی تھی۔پر اسکی آنکھوں کو سلینہ کا چہرہ جب نہ دیکھا تو وہ پریشان ہو گیا۔اب تک وہ یہ ہی سمجھا ہوا تھا کہ اسکے بھائیوں نے اسکی حق حلال کی منکوحہ کو اگر پاکستان میں منتقل کیا ہے تو وہ اپنے سسرال میں ہی ہو گی۔پر یہاں تو سلینہ کی پرچھائی تک نہیں تھی۔

ہیں۔۔۔! کہیں یہ میری منکوحہ کو پاکستان کا کہہ کر اٹلی میں تو نہیں چھوڑ آئے ! ہائے میری ماتھے والی کس۔۔۔! فاتح نے تڑپتے ہوئے پاس کھڑے شہرام کے کان کے سرگوشی کرتے کہنا چاہا۔

سالے ندیدے کہیں کے۔۔! صبر رکھ۔۔! کیوں اتنے اچھے ویلکم کے بعد ان بڑوں سے پٹوانا چاہتا ہے۔ خبردار اگر تو نے اب منکوحہ کا لفظ بھی زبان سے نکالا تو۔۔۔! بلکہ، فلحال تو یہ ہی سمجھ، کہ تو ابھی بھی اب سنگل اور چڑھا چھانٹ ہے۔ چل شاباش فیل کرنا سٹارٹ کر۔۔"۔۔

شہرام نے پہلے چباتے ہوئے بول کر آخر میں اسے سمجھاتے ہوئے سنگل ہونے پر مجبور کیا۔ تاکہ وہ منکوحہ، منکوحہ کا رونا روتے اسکا دماغ ناچاٹ

لے۔۔ لیکن فاتح نے منہ ٹیڑھا کرتے ہوئے اسکی بات ماننے سے انکار کر دیا تھا۔

شہرام اسکو گھوری ڈالنے لگا۔ لیکن پھر بے اختیار اسے خود پر کسی نظروں کی ت

شہرام اسکو گھوری ڈالنے لگا۔ لیکن پھر بے اختیار اسے خود پر کسی نظروں کی

تپش محسوس ہوئی تو چاروں اطراف چہرہ گھماتے ہوئے اس نے دیکھنا چاہا۔۔۔

جہاں زرا دور ایک نازک وجود اس پر بری طرح نظریں ٹکائے ہوئے تھا۔ مقابل کی بے خود نظروں کو دیکھ کر وہ دل ہی دل میں میں محفوظ ہوتے دلکش انداز میں مسکراتے ہوئے بالوں میں ہاتھ پھیر گیا تھا۔ جس پر ہڑ بڑاتے ہوئے

اس صنفِ نازک نے تیزی سے اپنی نظروں کو ہٹاتے ہوئے پھیر لیا تھا۔۔

شہرام بے اختیار ہنس کر سب کی طرف دوبارہ متوجہ ہو گیا۔

ان سب کے برعکس ایشام صدیقی جو کب سے بے خود ہو کر ٹکٹکی باندھے ہیر پاشا کی طرف دیکھ رہا تھا۔پر یہ کیا۔۔۔؟ہیر پاشا نے تو ایک دفعہ بھی اس پر نظر کرم کرنے کی زحمت نہیں کی تھی۔

ایشام الجھتے ہوئے اسکا منتظر نظر آنے لگا۔وہ تو یہ ہی سوچے بیٹھا تھا۔کہ اسے دیکھتے ہی ہمیشہ کی طرح اس سبز چڑیل کی آنکھیں شیطانی چمک سے روشن ہو جائیں گئیں۔پر کوئی چمک ابھرنا تو دور ہیر پاشا تو اس سے یوں اجنبی ہوئی تھی۔ جیسے ایشام صدیقی یہاں پر ہو کر بھی نہیں موجود تھا۔۔۔!

اتنی بے اعتنائی۔۔۔؟ایشام صدیقی ضبط سے مٹھیاں بھینچ کر خود کو کنٹرول کرنے کی کوشش میں کبیر اور فارس کی جانب متوجہ ہو گیا جو سب سے ملنے کے بعد اب یقیناً اپنی اپنی منکوحہ کی تلاش میں تھے۔۔۔

ڈیڈ۔۔! ناز اور بہار کہاں ہیں۔۔۔؟ فارس نے بے حد سنجیدگی سے عیس کو مخاطب کرتے ہوئے استفسار کیا۔۔۔

میری بہو تمہیں پہنچانے سے انکار کر چکی ہے۔۔! وہ کسی بھی اجنبی پر اپنا قیمتی وقت برباد نہیں کرتی۔اس لئے نہیں آئی۔۔۔! عیس ہمدانی نے بیٹے کے ایکسپریشن انجوائے کرتے ہوئے جواب دے کر مزے سے اسے اشتعال دلایا۔تو سچ میں یہ سب سننے کے بعد کبیر اور فارس کی غصے کے مارے بری حالت ہوتی چلی گئی۔۔

بحث میں وقت ضائع کیے بنا کبیر خان پاکٹ سے موبائل نکالتے ہوئے تیزی سے آن کرنے کے بعد وہ کسی کو میسج کرنے میں مصروف ہو گیا۔۔فارس کو کول ڈاؤن رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے کبیر خان نے شہرام اور فاتح کو موبائل آن کرنے کا شارہ کیا تھا۔۔

کبیر کے اشارے پر وہ جلدی سے اپنا اپنا موبائل نکال گئے۔آن کرتے ہی کبیر خان کی طرف سے دونوں کو میسیج ریسیو ہوا تھا۔جس میں باقاعدہ حکم دیا گیا تھا۔۔

ایک گھٹنے کے بعد گل ناز اور گل بہار کو فارم ہاؤس پر لے کر آؤ۔۔! بنا کسی کو خبر ہوئے۔۔۔۔"کبیر خان کے حکم اور تاکید کو پڑھ کر شہرام اور فاتح نے بیک وقت ڈن کہنے کے بعد اپنا اپنا موبائل دوبارہ پاکٹ میں رکھ لیا تھا۔۔

ناول: جنون یار

اپنے کمرے کی کھڑکی میں وہ بے تاثر چہرے کے ساتھ کھڑی تھی۔ دل میں اس وقت ان گنت جذبات پیدا ہو رہے تھے۔ غصہ، اشتعال، بے بسی نجانے اس وقت وہ اندر ہی اندر کن کن احساسات سے الجھنے میں مصروف تھی۔

آج کئی سالوں بعد وہ لوٹ آیا تھا۔ تو گل ناز کو اپنا دل صرف ساکت محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے آنے والے کے لیے اس دل میں کوئی جذبہ ہی نہ ہو۔۔! وہ بے حد خاموشی سے اس وقت خود کی سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔ گزرے سالوں میں وہ فارس ہمدانی کے لئے اتنا تڑپی تھی۔ کہ وہ تڑپ اب اسے کسی خاموش طوفان کی طرح بنا چکی تھی۔

صبح اسکی ماں نے اسے ائیر پورٹ پر جانے کے لئے بہت راضی کرنے کی کوشش کی تھی۔پر گل ناز کا صرف ایک ہی جواب تھا۔کہ وہ کسی فارس ہمدانی کو نہیں جانتی تو ائیر پورٹ کس رشتے سے جائے۔۔گل ناز کو اپنی ضد سے ہٹتے نہ دیکھ کر بیہ تھک ہار کر چلی گئی تھی۔سب کے جانے کے بعد گل ناز جو یہ سوچے بیٹھی تھی۔کہ روز کی وہ آفس چلی جائے گی۔لیکن نجانے کیوں وہ تیار ہونے کے باوجود آفس بھی نہ جا پائی۔

دکھ سے گل ناز کی لائٹ گرین آنکھوں سے ایک آنسو ٹوٹ کر گال پر بہنے لگا تو وہ بے دردی سے آنکھوں کو صاف کرتے ہوئے بھاری سانس خارج کر گئی۔ لمبے لمبے سانس لیتے ہوئے وہ شاید خود کو کمپوز کرنا چاہ رہی تھی۔پر دل تھا کہ تکلیف سے بھرتا ہی جا رہا تھا۔اس نے سوچ لیا تھا۔کہ وہ کسی صورت بھی اس

انسان کی صورت نہ دیکھے گی، اور نہ اپنی دیکھائے گی۔ ان تکلیف دہ سوچوں سے تھک ہار کر وہ بیڈ پر بیٹھتے ہوئے پیچھے گرتی چلی گئی۔

اچانک کمرے میں کوئی داخل ہوا تو نازنے چہرہ موڑتے ہوئے دیکھنا چاہا تھا۔۔ جہاں کمرے کے دروازے کے بیچوں وبیچ فاتح سلطان پورے ایٹیٹیوڈ سے کھڑا تھا۔

فاتح کو یوں اچانک اپنے کمرے میں دیکھ کر نازایک جھٹکے سے اٹھتے ہوئے کھڑی ہو گئی

بھیا۔۔! نازنے بے یقینی سے پکارا تو فاتح نے اسکی جانب نرم مسکراہٹ اچھالتے ہوئے بے نیازی سے کندھے اچکا دیے۔ جینز کی پاکٹس میں ہاتھ ڈالے وہ ٹانگوں کو کراس کیے دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ شاید وہ اپنی بہن کو

اس بات پر یقین کرنے کے لیے وقت دے رہا تھا۔ کہ وہ سچ میں اس کے سامنے کھڑا ہے۔ کیونکہ گل ناز نے ابھی تک اپنی پلکیں نہیں جھپکائیں تھیں۔

فاتح نے الا پچی چباتے ہوئے نرم نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے پاس آنے کا اشارہ کیا تو ناز ایک دم سے روتے ہوئے تیزی سے اسکی طرف بڑھی۔۔۔

سارے دعوے دھرے کے دھرے رہ گئے تھے۔ وہ سوچے بیٹھی تھی۔ کہ اس ستم گر کی سزا وہ اپنے بھائیوں کو بھی دے گی۔ وہ کسی سے نہیں ملے گی، بالکل ویسے، جیسے گزرے سالوں میں وہ انکی منتوں کے بعد بھی بات نہیں کیا کرتی تھی۔ پر فاتح کو دیکھتے ہی اسے سب کچھ بھول گیا تھا۔۔

میرا پیارا بچہ ہم بھائیوں سے اتنا ناراض ہو گیا ہے کیا۔۔؟ نہ ہم سے بات کی، اور نہ ہی آج ائیر پورٹ پر لینے کے لیے آئی۔۔! اتنی سخت ناراضگی۔۔۔؟ فاتح

نے نرم لہجے میں بولتے ہوئے اسکی لائٹ گرین آنکھوں سے صاف کرتے ہوئے اسکے سر پر ہونٹ رکھے تو ناز سسک اٹھی۔۔۔

مم۔۔میں کسی سے بات نہیں کرنی۔۔!آپ۔۔س۔۔سب مجھے چھوڑ کر چلے گئے تھے۔۔۔!فاتح کو یکدم خود سے دور جھٹکتے ہوئے وہ غصے و ناراضگی سے چیخی،تو فاتح کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔۔۔سب کہتے تھے کہ وہ بدل گئی ہے،پر وہ آج بھی نہیں بدلی تھی۔۔!وہ اپنے بھائیوں کے قریب رہنے والی تھی،پر اس دوری نے ناز کو ٹوٹ پھوٹ کا شکار کر دیا تھا۔۔ہیر اور نازانکی سب سے زیادہ بہنیں تھیں۔جن کو منانا دنیا کا مشکل ترین مرحلہ ہوتا تھا۔۔

بھائی اپنی شہزادی کو خود منالیں گئے۔۔! فاتح نے لاڈ سے بولتے ہوئے ناز کو مسکراتی آنکھوں سے دیکھا تو نازرخ کر کھڑی ہو گئی۔ وہ اپنے بھائی کو نہیں دیکھنا چاہتی تھی، جانتی تھی کہ اگر دیکھا تو ساری ناراضگی بھول جائے گی۔

میرا شہزادہ بچہ ابھی یہ روٹھنا منانا بعد میں کریں گئے۔۔! ابھی میں تمہیں لینے کے لیے آیا ہوں۔۔! کیونکہ سب ہوٹل پر ہمارا انتظار کر رہے ہیں، تو چلو شاباش جلدی سے جوتا پہنو، ہمیں بھی وہیں پر جانا ہے۔۔" موبائل میں شہرام کا میسیج دیکھتے ہوئے فاتح نے آگے بڑھ کر اسکی ہیلز اٹھا کر ناز کے پیروں میں رکھیں تو ناز ایک جھٹکے میں مڑتے ہوئے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

میں کہیں بھی نہیں جاؤں گی۔۔! ہیلز کو پاؤں سے ٹھوکر مارتے ہوئے وہ ضدی بنتی بولی تو بدلے میں فاتح نے ٹھنڈی سانس خارج کی۔ شہرام تو بہار کو اسکے کمرے سے اٹھا کر نکل بھی چکا تھا۔ پر فاتح کا ٹارگٹ آسان نہیں تھا۔

کبیر اور فارس نے انہیں سختی سے تاکید کی تھی۔ کہ شہرام ناز کے سامنے اور فاتح، بہار کے سامنے نہیں جائے گا۔ وہ نہیں چاہتے تھے۔ کہ انکی جڑواں شکلوں میں ناز اور بہار کبیر اور فارس کی جھلک دیکھیں۔ اس ہدایت کو مد نظر رکھتے ہوئے فاتح اپنی ضدی بھابھی ناز کو لینے تو شہرام معصوم سی بہار کو لینے آیا تھا۔

سب گھر والے ائیر پورٹ سے واپسی کے لیے نکل رہے تھے۔ جب کبیر اور فارس کسی ضروری کام کا کہہ کر بعد میں آنے کا کہہ کر چلے گئے۔۔

جبکہ فاتح اور شہرام نے باقیوں کو کبیر اور فارس کے حکم سے آگاہ کیا تو انہوں نے ایک گاڑی میں ایڈجسٹ ہوتے شہرام اور فاتح کو الگ گاڑی دے کر پہلے روانہ کر دیا۔ تاکہ وہ ان سب سے پہلے گھر پہنچ جائیں۔ اور انکے آنے سے پہلے پہلے ناز اور بہار کو لے کر جائیں۔ کیونکہ بڑوں کی موجودگی میں تو ایسی کوشش کامیاب نہیں ہونی تھی۔

گاڑی کو ہوا میں اڑاتے ہوئے وہ یہاں پر کچھ دیر پہلے پہنچے تھے۔ جس میں شہرام پانچ منٹ میں بہار کو اپنی باتوں کے جال میں پھنسا کر لے جا چکا تھا۔ جبکہ ناز کو منانا مشکل لگ رہا تھا۔

بھیا کا پیارا بچہ۔۔! ضد نہیں کرتے۔۔! تم جس وجہ سے نہیں جانا چاہ رہی تو میں بتا دوں۔۔! کہ بھائی لوگ آج ہمارے ساتھ نہیں آئے ہیں۔ انکو بزنس

کی وجہ سے وہیں پر رکنا پڑا ہے۔ تو وہ اب کل ہی آئیں گئے۔ اس لئے اب ضد چھوڑ کر شاباش جوتا پہن لو۔۔۔ "

فاتح آگے بڑھ کر ناز کو بیڈ پر بٹھا کا پیار سے پچکارتے ہوئے اپنی ضدی بہن کو خود ہیلز پہناتے ہوئے بول رہا تھا۔ جبکہ فارس کے آج نہ آنے کا سن کر ناز کو اپنے دل میں پھر تکلیف اٹھتی ہوئی محسوس ہونے لگی۔ وہ پھر وہیں پر رک گیا تھا۔۔ !تکلیف سے سوچتے ہوئے زور سے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے وہ فاتح کا ہاتھ پکڑے کھڑی ہو گئی۔

ناز کی بلا سے فارس ہمدانی جب بھی آئے۔۔۔ !اسے کوئی پرواہ نہیں تھی۔ اپنے دل سے لاپرواہ بنتے ہوئے آنسو صاف کرنے کے بعد وہ خود کو کمپوز کرتے

ہوئے فاتح سے پہلے کمرے سے باہر نکل گئی۔۔ جس پر فاتح نے بے اختیار اوپر دیکھتے شکر کرنے والے انداز میں منہ پر ہاتھ پھیرے تھے۔

کوئی بات نہیں فای بھائی تو کل آئیں گئے۔۔! وہ تو اپنی بھابھی کو بس گھومانے کے لیے لے کر جارہا تھا۔تاکہ اسکی بہن پلس بھابھی کا موڈ ٹھیک ہو سکے۔اپنے جھوٹ پر خود کو ہی صفائی دیتے ہوئے فاتح نے جلدی سے اسکے پیچھے قدم اٹھائے تھے۔۔

بھیا آپ مجھے یہاں پر کیوں لے کر آئے ہیں۔۔؟ ہم ڈاکٹر کے پاس جانے والے تھے نا۔۔؟ فارم ہاؤس کے اندر گاڑی رکتے ہوئے دیکھ کر بہار معصومیت و نا سمجھی سے گویا ہوئی۔

جس پر شہرام بے ساختہ دل ہی دل میں اسے جواب دینے لگا۔ کہ پیاری بھابھی اپکے ڈاکٹر دی گریٹ کبیر خان یہیں پر تو آپکا انتظار کر رہے ہیں۔

یہ انکا باپ، دادا کے زمانے کا فارم ہاؤس تھا۔ جو پہلے چار تو اب پانچ حصوں میں بنا ہوا تھا۔ ہر بلاک پر بلیک گینگ کے پانچویں افراد کے نام درج تھے۔ بہار چونکہ بخار کا بہانہ بنا کر اپنے کمبل میں چھپی ہوئی تھی۔ تو شہرام نے اسکا چیک اپ کروانے کا کہہ کر اسے زبردستی بیڈ سے اٹھایا تھا۔ فاتح کی طرح اس نے بھی بہار سے یہ ہی جھوٹ بولا تھا۔ کہ کبیر اور فارس آج انکے ساتھ نہیں آئے ہیں۔ کیونکہ بہار تو ڈر کے مارے اپنے کمرے سے نکلنے کو تیار ہی نہیں ہو رہی تھی۔۔۔

میری پیاری بہنا۔۔! گھر والے سب یہیں پر آرہے ہیں۔۔۔! تو وہ کہہ رہے تھے کہ آتے ہوئے ڈاکٹر کو بھی لے آئے گئے۔۔" بہار کو مطمئن کرتے ہوئے شہرام جلدی سے گاڑی کا دروازہ کھول کر بہار کی طرف آیا۔ فاتح کے یہاں پہنچنے سے پہلے پہلے اسے یہاں سے نکلنا تھا۔ تاکہ ناز کی اس پر نظر نہ پڑے۔

وہ لوگ بہار کو بے وقوف بنا سکتے تھے۔ پر ناز کو نہیں۔۔ اس لئے شہرام تیزی سے بہار کو ساتھ لیے سلطان احمد خان کے پورشن کی طرف بڑھ گیا۔ جہاں کبیر خان پہلے سے موجود تھا۔۔

گل تم اس روم میں جا کر بیٹھو۔۔! میں بس ایک ضروری کال کر کے ابھی آیا۔۔! کاریڈور میں رک کر بہار کو کمرے میں جانے کا کہہ کر شہرام اسکا

جواب سنے بنا ہی مڑا تو بہار اپنے بھائی کی جلد بازی پر معصومیت سے ناک چڑھاتے ہوئے کمرے میں چلی گئی۔

جبکہ شہرام نے نامحسوس انداز میں مڑ کر دیکھنا چاہا تو بہار کو کمرے کے اندر جاتے دیکھ کر وہ تشکر سے لمبی سانس خارج کرتے بھاگتے ہوئے گاڑی کی جانب بڑھ گیا تھا۔ اسکی گاڑی فارم ہاؤس سے ابھی نکلی ہی تھی، جب فاتح کی گاڑی اندر داخل ہوئی۔ شہرام اسکی گاڑی اندر جاتے دیکھ کر بریک لگاتے ہوئے فاتح کے واپس آنے کا انتظار کرنے لگا۔۔ سب چوری، چکاری، الٹے اور ہیر پھیر کرنے والے کام ان دنوں کے حصوں میں ہی آتے تھے۔

کمرے میں داخل ہو کر لائٹس آن کرنے کے بعد بہار چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے ہوئے جا کر بیڈ پر بیٹھ کر شہرام کے آنے کا انتظار کرنے لگی۔ جبکہ باقی پورے پورشن میں اس وقت اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ شہرام کی یہاں پر موجودگی کی وجہ سے وہ بے فکر تھی۔ ورنہ یوں اکیلے بہار کو اگر اس طرح یہاں پر بیٹھنا پڑتا تو یقیناً ڈر کے مارے اسکی جان ہی نکل جاتی۔۔

کبیر خان کے آج واپس نہ آنے پر وہ کچھ پر سکون لگ رہی تھی۔ ورنہ اسکی واپسی کا سوچ سوچ کر صبح سے اسکا نازک دل رکنے والا ہو چکا تھا۔ وہ آج بھی ان آئس بلو آنکھوں کی وحشت کو سوچ کر کانپ جاتی تھی۔ جان بخشی ہونے کا سوچ کر وہ اندر ہی اندر خوش ہوتے کھڑے ہو کر ٹہلتے ہوئے بے وجہ کمرے کی چیزوں کو دیکھنا شروع ہو گئی۔۔۔۔

بلیک جارجیٹ کی انارکلی لانگ فراک پہنے گل بہار اپنی تمام تر قیامت خیز خوبصورتی سے بے خبر معصومیت سے خود ہی مسکراتے ہوئے ہر چیز کے پاس جاجا کر انکو چھو رہی تھی۔ فراک کے چوری دار سلیوز نے اسکے نازک ہاتھوں کی خوبصورتی کو مزید بڑھا دیا ہوا تھا۔ جبکہ سفید و گلابی رنگت اس وقت بلیک فراک میں چاند کی روشنی کی طرح چمک رہی تھی۔

خود میں گم گل بہار اس بات سے بے خبر تھی۔ کہ کاریڈور کے اندھیرے میں ایک وجود کھڑا کب سے اسے نظروں کے حصار میں لیے ہوئے ہے۔۔۔ گل بہار جو سائیڈ لیمپ کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کر رہی تھی۔ کہ اچانک اسے خود پر کسی کی نظروں کی تپش محسوس ہوئی تو ایک دم سے اسکا دل ڈر کے مارے دھڑک اٹھا۔۔ وہ چہرہ اٹھاتے ہوئے آس پاس دیکھنے لگی۔۔

اپنی منکوحہ کے ڈر کے مارے ادھر ادھر دیکھنے پر کبیر خان جو اندھیرے میں کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔۔ کہ بے اختیار بہار کو آس پاس تلاش کرتے ہوئے دیکھ کر اسکے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلتے چلے گئے۔ مطلب وہ اسکی نظروں کی آگ آج بھی محسوس کر سکتی تھی۔۔۔

بھیا۔۔! کوئی عجیب سا احساس محسوس ہوتے، اسکا دل تیزی سے سکڑ کر پھیلنے لگا تو بہار زور سے پکارتے ہوئے شہرام کو بلا گئی۔۔، پر جواب ندارد۔۔۔ !

بھیا آپ کہاں ہیں۔۔؟ بہار ایک دم سے خوف سے روہانسی ہوئی تو چلتے ہوئے کمرے کے دروازے میں کھڑی ہو گئی۔ جبکہ ہر چیز کو اندھیرے میں ڈوبے دیکھ کر اسکا حوصلہ نہیں پڑا تھا کہ اس روشنی سے نکل کر جا کر شہرام کو دیکھ لے۔ جو پتہ نہیں کہاں رہ گیا تھا۔۔۔

بہار جو دروازے میں کھڑی شہرام کو ڈھونڈنے کی کوشش کر رہی تھی۔ کہ اچانک کاریڈور میں دور سے اسے کسی کہ قدموں کی چاپ سنائی دینے لگی۔ اتنے گہرے سناٹے میں کبیر خان کے قدموں کی آہٹ ہر چیز میں شور پیدا کر رہی تھی۔

اتنی تیز آہٹ پر بہار ہراساں نظروں سے آنکھیں پھیلاتے ہوئے کانپ اٹھی۔ دل ایک دم سے دوبارہ سکڑ کر پھیلنے لگا تو اسکے کندھوں پر پھیلا ہوا دوبٹہ بھی خود بخود پھسل کر ایک کندھے سے لٹکتا چلا گیا۔۔۔

کبیر خان جو بھاری قدموں سے اسکی طرف بڑھ رہا تھا کہ دوبٹہ پھسلنے پر اپنی بہار کے ہوش ربا سراپہ میں الجھتے ہوئے، سٹل ہوتا بے اختیار ہوتے قدموں کو

روک گیا۔اسکی آئس بلو آنکھوں میں پل بھر میں دیوانگی اترنے لگی۔جبکہ سینے میں دھڑکتا ہوا دل بھی بے قابو ہوتے باہر نکلنے کو بے تاب ہو گیا۔

اسکے بر عکس بہار جو کارڈیو میں کسی کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ کر خوف کے مارے کانپنا شروع ہو گئی تھی۔کہ بے اختیار وہ قدم پیچھے کی جانب اٹھاتے ہوئے نفی میں سر ہلانے لگی۔سامنے کھڑے وجود کے صرف وہ جوتے دیکھ پا رہی تھی۔۔اتنے اندھیرے میں مقابل کا چہرہ دیکھنے میں وہ ناکام ٹھہر رہی تھی۔جبکہ کبیر خان تو کمرے کی روشنی میں اسکا انگ انگ دیکھتے ہوئے بے خود ہوتے سانس روکنے کے در پر تھا۔

کک۔کون ہے۔۔۔۔؟؟ بہار پھڑ پھڑاتے لبوں سے بامشکل بولی تو کبیر خان ہوش میں آتے دوبارہ اسکی طرف بڑھنا شروع ہوا۔۔۔

بہار کسی اجنبی کو اپنی طرف آتے دیکھ کر ہیبت سے زرد پڑتی دیوار سے جا لگی تھی۔۔۔

وجود میں چیختنے کی سکت بھی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ ورنہ وہ چلاتے ہوئے شہرام کو بلا لیتی۔ جو نجانے کہاں پر چلا گیا تھا۔

پر وہ بیچاری یہ نہیں جانتی تھی کہ اسکا پیارا دیور معصوم سی بہار کو خود ایک نیلے بھیڑیے کے آگے پھینک کر جا چکا ہے۔ اور یہ وہ ہی بھیڑیا تھا۔ جس کو سوچ کر ہی صبح سے بہار کے رونگٹے کھڑے ہو رہے تھے۔۔۔

کبیر خان گہرا مسکراتے ہوئے زرا قریب آیا تو روشنی کی ہلکی سی جھلک نے اسکے چہرے کو واضح کیا۔ اسی پل بہار کو اپنا آپ فنا ہوتا محسوس ہوا تو وہ لرزتے

ہوئے سامنے کھڑے شخص کی موجودگی سے منکر ہوتے تیزی سے اپنا رخ موڑ کر دیوار کی طرف چہرہ کر گئی۔۔۔

وہ۔۔۔ نہیں ہیں۔۔۔!! بہار نے دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے تیز سانسوں میں خشک ہونٹوں سے بڑبڑاتے ہوئے خود کو حوصلہ دینا چاہا۔۔ کہ ابھی جو اسے چہرہ نظر آیا ہے۔ وہ صرف اسکا وہم ہے، دھوکا ہے۔۔ پر حقیقت نہیں ہے۔۔۔ !

اپنی ہچکیاں دباتے ہوئے وہ اس حقیقت کو جھٹلانے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔

کبیر خان اسکے رخ موڑنے والی ادا پر مزید قربان ہوا تو مغرور چال چلتے ہوئے کمرے میں داخل ہوتے آہستہ آہستہ اسکی طرف بڑھنے لگا۔ جو دیوار سے چپکی گھٹی گھٹی سسکیاں بھرنا شروع ہو گئی تھی۔۔

اپنے مچلتے دل پر بامشکل قابو کرتے وہ جان بوجھ کر آہستہ آہستہ اسکی جانب بڑھا تھا۔ تاکہ اسے اچانک دیکھ کر اسکی نازک منکوحہ کا ہارٹ نہ فیل ہو جائے۔ پر کبیر خان کی ہر کوشش رائگاں ہو چکی تھی۔ اسکی چھوٹی سی چھوٹی احتیاط کے باوجود بھی کبیر خان کی منکوحہ اسکی صرف ایک چھوٹی سی جھلک دیکھ کر حواس باختگی میں مبتلا ہو گئی تھی۔۔

بہار دوپٹے کو منہ لیے اس پر دانت گاڑتے ہوئے ابھی اپنی ہچکیوں کو دبانے کی کوشش میں تھی۔۔ جب مقابل کی جان لیوا خوشبو چاروں اطراف سے اسے

اپنے حصار میں قید کرتی چلی گئی۔ بہار نے ساکت ہوتے اس خوشبو کو اپنے اندر اترتے ہوئے محسوس کیا تھا۔۔ بہار کو اپنی ہر رکتی ہوئی سانس میں کبیر خان کی خوشبو کو گھلتے ہوئے محسوس کر رہی تھی۔

کیا کبیر خان واپس آ چکا ہے۔۔۔؟ بہار کا دل مٹھی میں جکڑتے ہوئے اسے اندیشے میں مبتلا کر گیا۔۔

کبیر نے اسکے سٹل ہونے پر پاکٹس سے ہاتھ نکالتے ہوئے اسکی پشت کو نظر بھر کر دیکھا۔۔۔ بلیک انارکلی فراک اسکے وجود کو ہر طرح سے خود میں قید کیے ہوئے تھی۔ کالے رنگ میں ملبوس وہ برسوں بعد کی اس پہلی ملاقات کو بے اختیار جنون پر اترنے پر مجبور کر رہی تھی۔۔ کبیر خان کو اس وقت اپنی خوش قسمتی محسوس ہونے لگی۔

کیونکہ اس وقت وہ بھی بلیک تھری پیس سوٹ پہنے ہوئے تھا۔ شہرام نے جب بہار کو کمرے میں جانے کا کہا تھا تو تب وہ وہیں کاریڈور کے اندھیرے میں کھڑا تھا۔ کبیر کے اشارے پر شہرام بہار کو اندر کو جانے کے کہہ کر خود برق رفتاری سے نکلتس چلا گیا۔

شہرام کے جانے کے بعد وہ کبیر جان بوجھ وہیں رک کر اپنی بہار کو دیکھنے لگا۔ جو اسکے آنے کی خوشی مناتے ہوئے نہیں تھک رہی تھی۔۔ کبیر خان نے ابرو اچکاتے ہوئے اپنی منکوحہ کی خوشیوں کو ملاحظہ کرنا چاہا تھا۔ اور اب کبیر خان کی ایک جھلک دیکھ کر وہ سانس روک چکی تھی۔

کبیر نے ہاتھ بڑھا کر اسکے کالے گھنگریالے بالوں کو کان سے زرا پیچھے ہٹایا تو بہار کو ہوا میں آکسیجن کی کمی محسوس ہونے لگی وہ کپکپاتے ہوئے بدن کے کے

ساتھ دیوار کا سہارا لے کر آنکھیں بند کر گئی۔ وہ اس وقت خود کو منجمند ہوتا محسوس کر رہی تھی۔۔

کبیر خان نے اسے دیوار کے سہارے کھڑے ہوتے دیکھا تو مسکراہٹ دبا کر اسکے کان کے قریب جھکتے ہوئے اپنی گھمبیر آواز میں مخاطب کر گیا۔۔۔!

بہارے۔۔۔!!! کبیر خان نے اسکے کان پر جھکتے ہوئے اپنی بھاری آواز میں میٹھے لہجے میں پکارا تو اس مخصوص آواز کو سنتے ہوئے بہار کو اپنی رگوں میں خون رکتا ہوتا محسوس ہوا۔۔

یہ نام اور انداز۔۔! اس طرح تو اسے کبیر خان کے سوا کوئی بھی نہیں پکار سکتا تھا۔۔ مقابل کی سانس روک دینے والی دہشت پر اس کی لمبی ہچکی بندھی تو وہ مزید دیوا میں گھسنے کی کوشش کرتے رونا شروع ہو گئی۔

جبکہ بہار کو ابھی تک مڑ کر خود کی طرف نہ دیکھنے پر کبیر خان نے اسے گھورنا چاہا، جس نے بس رونے کی ڈیوٹی سنبھالی ہوئی تھی۔۔

بہار کے ابھی تک خود کو نہ دیکھنے والے ستم پر وہ اسے ایک شعر ڈیڈیکیٹ کرنے کی غرض سے اچانک اسکی کمر میں بازو حائل کرتے ہوئے دھڑکتے دل کے ساتھ گلہ کرنے والے انداز میں بولا۔۔ جس پر اس بار بہار سٹل ہوتی اسکی گھمبیر آواز کو اپنی سماعتوں میں اترتے ہوئے محسوس کرنے لگی۔۔۔

میں ویکھا، میرا یار نہ ویکھے۔۔۔!

جے میں نہ ویکھا، تے او ویکھے۔۔!

پر ایڈے بخت کتھوں لیاواں۔۔۔

میرے ویکھن دے وچ، او ویکھے۔۔۔

ماہی تیرے اندر رہندا، تینوں آویں پین پلکھے۔۔۔

یار فریدا۔۔! بوہے یار دے ولے، پائے وہ ویکھے یا نہ ویکھے۔۔!

کبیر خان پنجابی بولتے ہوئے اپنی خوبصورت و گھمبیر آواز میں اسکے کان میں شعر سناتے ہوئے رکا تو مقابل کے شکوے کو سمجھتے ہوئے بہار نے بے ساختہ اپنی نم آنکھیں زور سے میچ لیں۔۔وہ کیسے اسکی طرف دیکھتی۔۔؟اسکا دل اتنا مضبوط نہیں تھا۔۔۔

بچپن کی طرح اپنا حسین چہرہ چھپا کر مجھے تڑپانا چاہ رہی ہو نا۔۔؟ کبیر نے اسکی کمر میں سختی سے بازو حائل کرتے ہوئے اسکی پشت کو اچانک سینے سے لگایا۔ جس پر بہار تو اس نزدیکی پر مرنے والی ہو گئی تھی۔وہ ابھی تک ایک لفظ بھی منہ

سے نہیں بولی تھی۔ جبکہ مقابل اسکی خوبصورت آواز میں اپنے لئے بیر سننا چاہ رہا تھا۔

بہار کو اپنے خوف سے ٹس سے مس نہ ہوتے دیکھ کر کبیر نے تاسف سے سر ہلایا۔ پتہ نہیں یہ لڑکی کیوں اسکی آنکھوں سے اس قدر خوف کھاتی تھی۔۔؟ حالانکہ یہ جھوٹ تھا۔۔! بہار اسکی آنکھوں سے ہی نہیں ہر چیز سے خوف کھائے ہوئے تھی۔۔

بہارے۔۔! کبیر خان نے اسکے بالوں کی خوشبو اپنے اندر اتارتے ہوئے پھر محبت سے پکارا تو بہار نے کانپتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔ مطلب وہ اسکی کسی پکار کا جواب نہیں دینے والی تھی۔۔ اسکے معصوم انداز پر کبیر خان کے لبوں پر مسکراہٹ مچلی تو وہ نچلے ہونٹ کا کونا دباتے اسکے وجود کو شدت سے خود میں

بھینچتے ہوئے محسوس کرنے لگا۔ جس پر بہار کے چہرے میں سرخیاں گھلتے ہوئے اسے جلا گئیں۔ لیکن دوسرے ہی پل ایک جھٹکے میں کبیر خان نے اسکا رخ اپنی طرف موڑتے ہوئے اسکے کانپتے لبوں پر اپنے عنابی ہونٹ رکھے تو بہار نے فنا ہونے والے انداز میں آنکھیں پھیلا لیں۔۔۔

جس پر کبیر خان نے مر مٹتے ہوئے اسکی کالی آنکھوں کی گہرائی میں خود کو ڈوبتے ہوئے محسوس کیا تھا۔ جبکہ بہار تو اسکی آئس بلو آنکھوں کے نیچے کٹ کے نشان کو دیکھتے ہوئے لڑکھڑا کر گرنے لگی تو کبیر نے تیزی سے اسکی کمر کو دبوچ کر بے خود ہوتے اسکے نرم و نازک لبوں کو اپنے ہونٹوں میں دبانے لگا تو بہار بے یقینی سے اسکو دیکھ گئی۔۔ شاید وہ مقابل کی اس حرکت پر بچے کھچے حواس بھی کھو گئی تھی۔۔۔

بہار کے ٹکٹکی باندھے پر کبیر نے اسکے نازک وجود کو سینے سے لگاتے ہوئے تیزی سے ہونٹوں کو وا کرتے بہار کے نازک لبوں کو جکڑا تو ہوش میں واپس لوٹتے ہوئے بہار نے ایک دم سے پھڑ پھڑاتے ہوئے مچلنا شروع کر دیا۔ جس پر کبیر خان سرشاری میں مبتلا ہوتے اب مخمور آنکھوں سے اسکے ہونٹوں کو نرمی سے سک کرنا شروع ہو گیا۔

اس پہلے لمس پر وہ خود سے بے قابو ہوتے ہوش کھو رہا تھا۔ بس نہیں چل رہا تھا کہ سامنے کھڑی لڑکی کو اپنے اندر بسا لیتا پر بے بس تھا۔ کیونکہ وہ پہلے ہی اسے اپنے سامنے دیکھ کر اپنا آپ بھلا گئی تھی۔۔۔ اگر اسکا جنون محسوس کرتی تو شاید بے ہوش ہی ہو جاتی۔ اور کبیر خان اس ملاقات میں اسکا بے ہوش ہونا افورڈ نہیں کر سکتا تھا۔

کبیر خان نے ایک ہاتھ سے اسکی گردن کو جکڑ کر بہار کا چہرہ بلند کرتے ہوئے شدت پسند ہوتے اسکے نازک لبوں پر زرا سا دانتوں کا دباؤ بڑھایا تو بہار نے بری طرح تڑپتے ہوئے اسکی گرفت سے نکلنے کی کوشش کی۔ جس پر کبیر ایک جھٹکے میں اسکے نازک وجود کو اٹھاتے ہوئے وہ گھوم کر پیچھے بیڈ پر گر گیا۔ بہار کے نازک وجود کو اپنے اوپر لٹائے وہ اب سچ میں دیوانگی پر اتر آیا تھا۔

بہار کی پشت پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کبیر نے اسکی زبان کو ہونٹوں میں جکڑا تو بہار نے آنکھیں پھیلاتے ہوئے اسکی بے باکی کو ہضم کرنے کی کوشش کی۔۔ لیکن مقابل کی آنکھیں اس وقت بند تھیں۔ وہ بے اختیار ہوتے بہار کے وجود کو خود میں بسانے کی کوشش میں پاگل ہوتا جا رہا تھا۔۔ کبیر نے ایک جھٹکے میں کروٹ بدلتے ہوئے بہار کو اپنے نیچے کیا تو بہار پوری قوت سے پیچھے ہوتی اسے پکار گئی۔۔۔

بیر۔۔!!! بہار نے پھولی سانسوں میں اسکے سینے پر ہاتھ جماتے ہوئے اسے پکارا تو اسکی آواز کو سنتے ہوئے کبیر خان پھولی سانسوں میں بے ساختہ مسکراتے ہوئے اسے دیکھ گیا۔۔ بہار نے پلکوں کو زرا سی جنبش دیتے مقابل کی طرف دیکھا۔ تو اسکی بے رنگ آنکھوں میں دیکھ کر وہ ضبط کرتے ہونٹ مڑوڑتے ہوئے رونے کی تیاری پکڑنے لگی۔

خبر دار بہارے۔۔! اگر تم اب زرا سا بھی روئی، تو سانس روک دوں گا۔۔! بہار کو ہونٹ لٹکاتے ہوئے دیکھ کر کبیر سخت لہجے میں ڈپٹتے ہوئے ذرا سا اوپر اٹھ کر کوٹ اتارنے لگا۔ بہار اسکے سخت لہجے کو سنتے سانس روکتے ہوئے آنکھیں میچ گئی۔۔۔ جس پر کبیر خان دانت پیستے ہوئے دوبارہ اسکے اوپر جھکا۔۔۔

بہارے ہاتھ ہٹاؤ۔۔! ورنہ میں بہت برا پیش آؤ گا۔۔۔! بہار کو اپنی حرکتوں سے باز نہ آتے دیکھ کر نہ چاہتے ہوئے بھی کبیر کو غصہ آیا۔۔۔

بیر۔۔! مجھ۔۔۔۔مجھے گھر جانا۔۔! ہچکی بھرتے ہوئے وہ رونے کے دوران بامشکل بولی۔۔۔

ہم گھر بھی جائیں گئے۔۔! اگر تم میری طرف دیکھو گی تو۔۔! ورنہ یہیں پر رہنے دوں گا۔۔۔! کبیر نے اسکے نازک ہاتھوں میں انگلیاں پھنساتے ہوئے بیڈ سے لگا کر شرط رکھی تو بہار دل میں اپنے ڈیڈ کو پکارتے ہوئے آنکھیں کھولنے پر مجبور ہو گئی۔اتنی جلدی آنکھیں کھولنے کی وجہ بس گھر جلدی جانا تھا۔۔۔

بہار کے آنکھیں کھولنے پر کبیر خان کو اپنا آپ لٹتا ہوا محسوس ہوا، کتنا تڑپتا تھا وہ ان آنکھوں کو دیکھنے کے لیے، ان میں ڈوبنے کے لئے۔۔! بہار کی پلکوں پر ٹکے آنسوؤں کو دیکھ کر کبیر نے بے خود جھکتے ہوئے اسکی پلکوں پر موجود آنسوؤں کو ہونٹوں سے چنا تو اتنی ہی تیزی سے بہار کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ دوڑ گئی۔۔اس عجیب احساس پر اس نے سرخ پڑتے ہوئے کبیر خان کی طرف دیکھنا چاہا تو کبیر خان جنون کی حدوں کو چھوتے اسکے پورے چہرے پر ہونٹ رکھتا چلا گیا۔۔

کبیر خان کو محسوس کرو۔۔! بہار کے ماتھے پر لب رکھ کر وہ بولا۔۔۔ بہار نے اسکے ہاتھوں میں موجود اپنے ہاتھوں کو چھڑانے کی کوشش کی، لیکن بے سود۔۔

کیا تم اس دیوانے کی محبت کو جان سکتی ہو۔۔۔؟ کبیر نے اسکے گلابی گالوں کو چومتے ہوئے سوال کیا۔۔۔! کیا تم کبیر خان کے عشق کو جھیل سکتی ہو۔۔؟ اسکی ناک کی ٹپ پر ہلکا سا کاٹتے ہوئے کبیر نے دوسرا سوال۔۔ جس پر بہار کو اپنے وجود میں بے چینی سے محسوس ہونے لگی تھی۔۔۔۔

مجھے لینے کے لیے ائیر پورٹ پر کیوں نہیں آئی۔۔۔؟ کبیر نے اسکی آنکھوں کو چومنے کے بعد اسکی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا تو وہ معصومیت سے ناک چڑھاتے ہوئے نظریں چرانے کی کوشش کرنے لگی۔۔۔

مم۔۔ مجھے آپ سے۔۔۔سے ڈر لگتا۔۔۔! بہار نے بے بسی سے بچپن والے جواب دیا تو کبیر خان اسکی معصومیت پر قربان ہوتے تیزی سے اسکے ہونٹوں پر دوبارہ جھک گیا۔۔۔ایک بار پھر اسکے ہونٹوں کو شدت سے سک کرتے

ہوئے کبیر نے اسکے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں شدت سے دبایا تو بہار اچھلتے ہوئے آنکھیں میچتے ہوئے اسکی کاروائی سمجھنے کی کوشش کرنے لگی۔۔۔وہ دیوانہ وار اسے چھو کر بوکھلا رہا تھا۔۔وہ آخر اسکے ساتھ کیا کرنا چاہا تھا۔۔۔بہار نے دل میں روتے ہوئے سوچا۔۔

کبیر خان کے بھاری وجود کے نیچے اسے اپنا سانس رکتے ہوئے محسوس ہوا تھا۔ بہار نے اسکے ہاتھوں میں قید اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو موڑتے ہوئے اسے ناخن مارنے کی کوشش کرتے ہوش دلانا چاہا۔ جس پر کبیر خان نے دل میں مسکراتے ہوئے اسکا ایک ہاتھ آزاد کرتے ہوئے اپنا چوڑا ہاتھ اسکی نازک گردن پر پھیرنا شروع کیا۔ بہار نے نفی میں سر ہلاتے آنکھوں کو بڑا کرتے اسے روکنے کی کوشش کی تھی۔۔۔

جس کو دیکھتے ہوئے کبیر خان نے اس پر رحم کھاتے ہوئے اگلے ہی پل اسکے ہونٹ آزاد کر دیے۔ بہار کے نازک ہونٹ کبیر کی شدتوں سے سرخ پڑتے نم ہو چکے تھے۔ کبیر نے مچلتے ہوئے دل کے ساتھ اسکے لبوں پر انگوٹھا پھیرا تو تو اگلے ہی پل وہ بری طرح رونا شروع ہو گئی۔۔۔

بیر ر۔۔۔! مجھے۔۔ گھر جانا ہے۔۔۔! کبیر خان کی قربت میں اسے اپنی جان نکلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔۔ جس کے باعث وہ کانپتے ہوئے پھولی سانس میں روتے ہوئے بول گئی۔

بہار کے یوں رونے پر کبیر نے بوکھلاتے ہوئے اس کے اوپر سے ہٹتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر اسے اٹھاتے ہوئے تیزی سے گود میں بٹھایا۔۔ تو بہار نے مزاحمت کرتے ہوئے دور ہونا چاہا۔۔۔

بہارے۔۔۔!چپ میری جان۔۔۔!کچھ نہیں ہوا۔۔۔!بہار کو شدت سے روتے دیکھ کر کبیر نے اپنی بے خودی کو کوستے ہوئے اسکی کمر سہلاتے ہوئے شانت کرنا چاہا۔۔۔

مجھے گھر جانا ہے۔۔!آپ کے پاس نہیں رکنا۔۔۔!آپ نے مجھے پھر ڈرایا ۔۔۔!بہار نے روتے ہوئے بچپن والا شکوہ دہرایا تو کبیر خان کو کو تیزی سے ہنسی آئی۔۔اسکے زرا سے چھونے کو وہ ڈرانے کا نام دے رہی تھی۔اگر وہ مزید کچھ کر لیتا تو یقیناً محترمہ نے شہید ہو جانا تھا۔۔۔

نہیں میں اپنی بہارے کو نہیں ڈرا رہا۔۔!کوئی بھی نہیں ڈرا رہا۔۔۔!کبیر نے اسکے سراپے سے نظریں چراتے ہوئے اسے گلے لگاتے ہوئے محسوس کیا۔۔۔ جبکہ بہار اسکے سینے میں چہرہ چھپا کر اب سسکنے لگی تھی۔

دوسری طرف کبیر خان اسے آج پہلی بار گلے لگانے پر اک دفعہ پھر ضبط کھونے پر مجبور ہو رہا تھا۔ بہار کے یوں رونے پر یقیناً کبیر خان کو یہ ملاقات بہت بھاری پڑنے والی تھی۔ سلطان احمد خان سے آج اسکی عزت افزائی اور شامت پکی تھی۔ بہار کو سینے میں بھینچتے ہوئے وہ ہونٹ کاٹتے ہوئے دل میں سوچ گیا۔۔ جبکہ بہار میڈم اب مسلسل رونے کے بعد بے ہوش ہو چکیں تھیں۔۔۔ جس پر کبیر کو بیک وقت ہنسی کے ساتھ ساتھ افسوس ہوا تھا۔۔

ناول: جنون یار

ناز کو کمرے میں چھوڑ کر فاتح کی گاڑی فارم ہاؤس سے باہر نکلی تو باہر نکلتے ہی روڈ پر شہرام کی گاڑی پہلے سے موجود تھی۔۔ فاتح نے اسکی گاڑی کے قریب

پہنچ کر بریک لگائی تو دونوں نے بیک وقت اپنی اپنی ونڈوز کا شیشہ ڈاؤن کرتے ہوئے ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر شیطانی مسکراہٹ پاس کی۔۔

کوئی گڑبڑ تو نہیں ہوئی؟ شہرام نے جانچتے ہوئے فاتح کو مخاطب کرتے پوچھا۔۔

تجھے لگتا ہے۔ کہ فاتح سلطان کے ہوتے کبھی کوئی گڑبڑ ہو سکتی ہے؟ شہرام کے استفسار کرنے پر فاتح نے اتراتے ہوئے اسے دیکھا تو مقابل بے اختیار ہنس پڑا۔۔۔

سیدھی طرح بول نا کہ جھوٹ پر جھوٹ بول کر ناز کو الو بنا کر آ رہا ہے، اگر اتنا ہی خود پر گھمنڈ ہو رہا ہے، تو ناز کو زرا سچ بتا کر وہاں پر چھوڑ کر آتے نا، پھر میں

تجھے دیکھتا۔۔۔! فاتح کے اترانے پر شہرام نے طنز کرتے ہوئے ناک پر سے مکھی اڑائی۔۔۔

،ہاں ہاں تو تو مجھے ایسے سنا رہا ہے۔ جیسے تو خود معصوم سی گل بہار کو یہ بولتے ہوئے چھوڑ کر آیا ہے۔ کہ بہن فارم ہاؤس میں تمہارے سر کے سائیں تمہارا انتظار کر رہے ہیں، چلو تمہیں ملوالاؤں۔۔! وہ ہی سائیں جن کی پاکستان میں اینٹری کا سن کر تم انکی دہشت سے کانپتے ہوئے ائیر پورٹ پر بھی نہیں پہنچی۔۔۔" شہرام کے طنز پر فاتح نے اس میسنے کو گھورتے ہوئے جوابی کارروائی کی تو شہرام نے اپنی ہنسی دبانے کی کوشش میں اسکو بوتل ماری۔۔۔ جس کو فاتح نے بروقت کیچ کر لیا۔

میرے ساتھ زیادہ ٹیں ٹیں کی، تو باہر نکل کر تیرا سر پھاڑ دوں گا۔۔۔" شہرام جان بوجھ کر فاتح کو دھمکاتے ہوئے کہنے لگا تھا۔ کیونکہ پاکستان اینٹر ہوتے ہی انکے اندر کا کمینہ پن انکو ایک دوسرے سے الجھانے پر مجبور کر رہا تھا۔ ان دونوں کا اندر ہی اندر دل للچا رہا تھا کہ باہر نکل کر ایک دوسرے کے ساتھ جنگ فسادی شروع کر دیں۔ پر خود پر کنٹرول کیے ہوئے تھے۔۔۔

نہ، نہ تو باہر نہ نکلی، پہلے ہی دھوپ سے تیرا۔۔۔! فاتح نے ہنسی دباتے ہوئے آسمان کی جانب اشارہ کرتے بات اُدھوری چھوڑ کر شہرام کے بگڑے تاثرات پر اگلے ہی پل قہقہ لگاتے ہوئے گاڑی سٹارٹ کرتے بھگا ڈالی۔ جس کو دیکھتے ہوئے شہرام ہوش میں لوٹتے ہوئے دانت پیس کر اسے پیچھے ہوا۔۔

رک تو سالے۔۔! تیری تو۔۔۔! خطرناک تیوروں سے شہرام نے گاڑی کی سپیڈ تیز کرتے ہوئے اس تک پہنچنا چاہا پر فاتح سلطان پہلے ہی گاڑی ہوا میں اڑا رہا تھا۔ سڑک پر ان دونوں کی سپورٹ کار نے ایک دوسرے کے پیچھے بھاگنا شروع کر دیا۔

مجھے یہاں پر چھوڑ کر پتہ نہیں خود کہاں چلے گئے ہیں۔۔! ناز غصے سے جھنجھلا کر ابھی بول رہی تھی، کہ اچانک باتھروم کا دروازہ کھلا تو وہ چونکتے ہوئے ایک جھٹکے میں مڑ کر دیکھنے لگی۔۔۔

اسکے یوں رخ موڑنے سے فارس ہمدانی کے دل پر قہر برپا ہوا۔ جس کو محسوس کرتے وہ گہری نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔۔ جبکہ گل ناز تو بے اعتبار ہوتے

اپنی جگہ پر جم چکی تھی۔ناز کی لائٹ گرین آنکھیں سامنے کھڑے خوبرو مرد سے ہٹنے سے انکاری ہوتی چلی گئیں۔وہ پلک جھپکائیں بنا اسکے چوڑے وجود کو دیکھ رہی تھی۔جو شرٹ لیس اسکے سامنے کھڑا تھا۔

فارم ہاؤس پہنچتے ہی کبیر خان اپنے باپ کے پورشن کی طرف چلا گیا تو فارس نے اپنے ناکارہ ڈیڈ کے پورشن کی طرف قدم بڑھا لیے تھے۔وہ ایک ہی پورشن میں ملاقات کرتے ہوئے ان جڑواں بہنوں کو ایک دوسرے کی چیخ و پکار نہیں سنا سکتے تھے۔اس لئے انہوں نے الگ الگ پورشن میں ہی ملنے کا فیصلہ کیا۔

فارس نے کمرے میں داخل ہو کر سب سے پہلے کوٹ اتار کر سائیڈ پر رکھا تھا۔پاکستان کا موسم چونکہ اٹلی کے موسم سے یکسر مختلف تھا۔تو موسم بدلنے کی

وجہ سے فارس کو گرمی کا احساس ہو رہا تھا۔اس لئے وہ کوٹ اور شرٹ اتار کر باتھ روم میں شاور لینے کے لیے چلا گیا۔اسے ابھی شاور لیتے ہوئے دس منٹ ہی گزرے تھے۔

جب فاتح کی تیز آواز سنتے ہوئے اس نے شاور بند کر دیا تاکہ گل ناز متوجہ نہ ہو کہ کمرے میں پہلے سے کوئی موجود ہے۔۔فاتح اپنی ضدی بہن کو بہلا پھسلا کر باہر نکلا تو فارس کے حکم کے مطابق جاتے ہوئے دروازے کو باہر سے لاک کر گیا۔بے شک ناز کے ساتھ فارس کی ملاقات اسی طریقے سے ممکن ہو سکتی تھی۔وہ گل بہار نہیں تھی، جو کبیر خان کو دیکھ کر سہم کر اپنی جگہ پر فریز ہو جاتی۔

وہ فارس ہمدانی کی جنگلی گل ناز تھی، جو حاوی ہو سکتی تھی، پر فارس ہمدانی کے آگے دب نہیں سکتی تھی۔ باتھ روم میں کھڑے فارس ہمدانی نے گل ناز کی آواز سنی تو اسکا مضبوط دل سینے میں پھڑ پھڑاتے ہوئے فارس کی سانسوں کو تنگ کرنے لگا۔ جس پر بھاری سانس خارج کرتے فارس نے بامشکل دل کو سنبھالتے ہوئے نچلہ ہونٹ کچل ڈالا۔ اس نے ذہنی طور پر خود کو اپنی ضدی منکوحہ کے ہر ری ایکشن کے لئے تیار کیا ہوا تھا۔۔ اب دیکھنا یہ تھا، وہ اسے کتنا گھائل کر سکتی تھی۔۔۔۔

گل ناز کو وہیں جمتے دیکھ کر فارس نے گیلے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے اسکی طرف قدم اٹھائے تو گل ناز ہوش میں آتی نفی میں سر ہلاتے تیزی سے دروازے کی جانب بھاگی۔ وہ کسی صورت بھی اس انسان کو اپنی آنکھوں کے سامنے نہیں دیکھ سکتی تھی۔

اپنے دل میں ابھرتے ہر جذبے کا بے دردی سے گلا گھونٹتے ہوئے گل ناز نے تیز سانسوں میں دروازہ کھولنے کی کوشش کی، پر دروازے کو باہر سے بند دیکھ کر غصے و تیش کی ایک شدید لہر اسکے وجود میں دوڑ گئی۔۔ وہ فارس ہمدانی کے اس ٹریپ میں ہر گز نہیں پھنس سکتی تھی۔۔۔ لیکن وہ یہ بھول رہی تھی، کہ وہ پھنس چکی ہے۔

فارس ہمدانی جو سینے پر بازو باندھے اسے دلچسپ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔ کہ بے اختیار گل ناز کے چہرے کو غصے سے سرخ ہوتے دیکھ کر اس نے ہونٹ کا کونا دبالیا۔۔

کیا وہ اس حد تک بگڑی ہوئی تھی؟ کہ بنا کچھ بولے، کہے اسے دیکھنا بھی نہیں چاہ رہی تھی۔۔۔ فارس نے بے چین ہوتے سوچا۔۔۔

کوئی ہے۔۔؟دروازہ کھولو۔۔۔!!!گل ناز پوری قوت سے چیختے ہوئے دروازہ پیٹتے ہوئے بولی۔اسکے اتنے شدید طریقے سے چلانے پر فارس کی شہد رنگ آنکھیں حیرت سے بڑی ہو گئیں۔

میں یہاں اپنی زندگی اسکے حوالے کر کے بیٹھا ہوا ہوں۔۔!اور یہ محترمہ مجھے گھاس بھی ڈال رہی۔۔۔!فارس نے اضطرابی کیفیت سے سوچتے ہوئے اپنی شیو پر ہاتھ پھیر کر اسکی طرف قدم بڑھائے۔جو دروازے کو پیٹ پیٹ کر اپنے نازک ہاتھ لال کر چکی تھی۔۔۔

فارس کو اپنی طرف بڑھتے ہوئے محسوس کر کے گل ناز ایک جھٹکے میں اسکی طرف رخ مڑتے ہوئے اونچی آواز میں غرا اٹھی۔۔۔

وہیں رک جاؤ فارس ہمدانی۔۔۔! میرے قریب آنے کی ہمت بھی مت کرنا۔۔۔! انگلی اٹھاتے ہوئے وہ اپنی آگ برساتی ہوئی لائٹ گرین آنکھوں سے اسے دیکھ کر غراتے ہوئے بول گئی۔

جس پر فارس اسکی زبان سے اپنا پورا نام سنتے ہوئے ایک لمحے کے لیے ٹھٹک کر رکتا چلا گیا۔۔۔ لیکن دوسرے ہی پل اس نے ابرو اچکاتے ہوئے اپنی منکوحہ کو دیکھا۔۔۔

بلیک پینٹس، کوٹ پہنے وہ آنکھوں میں غضب ناک لالی لیے اسے شعلہ بار نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ جبکہ فارس بنا کچھ بولے سامنے کھڑی دوشیزہ کے آگے خود کو ڈھیر ہوتا محسوس کرنے لگا تو ناک کو انگلی سے چھوتے ہوئے نا چاہتے ہوئے بھی مدھم سا مسکرا دیا۔۔

کہنے کو بہت کچھ تھا، سننے کے لئے یہ دن بھی کم تھا۔۔۔اس جدائی کی اذیت نے دونوں کو اپنی اپنی جگہ پر توڑا ہوا تھا۔۔پر نجانے کیوں فارس کو اب محسوس ہو رہا تھا۔۔ کہ اسکی رگ رگ میں سانس بن کر دوڑنے والی گل ناز اس جدائی کی مار کو سہہ نہیں پائی۔۔۔شاید وہ لڑکی تھی، نازک تھی، اس لئے اس حد تک ٹوٹ پھوٹ کا شکار نظر آ رہی تھی۔

کیونکہ فارس اسکی خوبصورت آنکھوں میں غصہ، ضد، ناراضگی جیسے تاثرات کے علاؤہ وہ چھپے ہوئے آنسو بھی دیکھ سکتا تھا۔۔ جن کو وہ چھپانے کی کوشش میں اب پھر رخ موڑ کر دروازہ کھولنے کی کوشش میں ہلکان ہونے لگی۔۔

سرد سانس خارج ہوئے فارس نے اپنی آنکھوں میں امڈتی نمی پر قابو پانے کی کوشش میں چہرہ اوپر اٹھاتے آنکھیں میچ لیں۔۔۔اسکا دل پھٹنے لگا تو وہ ایک ہی

جست میں آگے بڑھ کر گل ناز کی کمر میں سختی سے بازو لپیٹتے ہوئے اسے سینے سے لگا کر گردن میں چہرہ چھپاتے ہوئے گویا ہوا۔ تو بدلے میں ناز اپنی جگہ سے ہل بھی پائی۔۔۔ بے یقینی سے ساکت پڑتے وہ اپنے کانوں میں اسکی بھاری نم آواز گونجتے ہوئے سننے لگی۔۔۔

کتنا آساں تھا، تیرے ہجر میں مر جانا جاناں

پھر بھی ایک عمر لگی جان سے جاتے جاتے۔۔۔

ناز کی گردن کو ہونٹوں سے ہولے سے چھوتے وہ بھاری لہجے میں بول گیا۔۔

گل ناز اسکے الفاظ سننے ہوئے ساکت پڑی تو اگلے ہی پل اسکے حلق میں آنسوؤں کا گولا لمبی سی ہچکی کی صورت میں باہر امڈا۔۔۔

مقابل کے دو جملے ہی ناز کا پورا وجود جھنجھوڑ گئے تھے۔۔۔ جبکہ فارس سختی سے اسکی پشت سینے سے لگائے ناز کو خود میں بھینچتے ہوئے محسوس کرنے میں مگن تھا۔

اسکی اتنی سخت گرفت پر ناز کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہتے چلے گئے۔ وہ روتے ہوئے نفی میں سر ہلاتے اس سے پہلے مزاحمت کرتے ہوئے فارس کو خود سے دور جھٹک پاتی کہ فارس نے اچانک ناز کو گھما کر اسکا رخ اپنی طرف موڑتے ہوئے اسے سینے سے لگا کر شدت سے خود میں بھینچتے ہوئے اسکی گردن میں پھر سے چہرہ چھپا لیا۔۔۔

اس جدائی نے تمہاری طرح مجھے بھی کمزور کیا ہے۔۔! میں بھی پل پل تمہاری یادوں میں سلگا ہوں۔۔۔! ہر سال میں نے تم تک پہنچنے کی کوشش کی ہے، پر

مجھے مجبور کرتے ہوئے زبردستی روکا گیا۔۔۔!اور اگر ہم دوبارہ مل گئے ہیں، تو روح من یوں بے اعتنائی سے نہ دیکھو۔۔۔!ورنہ فارس ہمدانی کا یہ مضبوط وجود پل میں ڈھیر ہو جائے گا۔۔!تمہاری ان آنکھوں میں اپنے لئے یہ اجنبیت دیکھ کر میرا سانس رک جائے گا۔۔۔۔ "

فارس نے اسکی گردن پر تیزی سے لب رکھتے ہوئے اپنی نم آواز پر قابو پانے کی کوشش میں چور ہوتے ناز کی سائیڈ گردن پر دانت گاڑے تو ناز سسکتے ہوئے اسے خود سے دور ہٹانے کی کوشش کرنے لگی۔۔۔مقابل کی کوئی وضاحت گل ناز کی تکلیف کا مداوا نہیں کر سکتی تھی۔

تمہاری سانس ابھی سے رکنے لگی ہے فارس ہمدانی۔۔۔؟کیا تم میری ان تنگ سانسوں کا حساب دے سکتے ہو۔۔؟جو میں نے گزرے سالوں میں تمہاری

وجہ سے اپنے سینے میں محسوس کیں ہیں۔۔! کیا تم مجھے میرے بچپن کے وہ خوبصورت پل واپس کر سکتے ہو۔۔؟ کیا تم مجھے وہ شناسائی کا جذبہ واپس لٹا سکتے ہو۔۔؟ کیا تم میرے دل میں دوبارہ وہ احساسات جگا سکتے ہو۔۔۔؟

نہیں۔۔۔!!!!! تم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔۔۔! میں نے پوری دنیا کو چھوڑ کر صرف تم سے محبت کی، اور حد سے زیادہ کی۔۔۔!! اور تم نے بدلے میں مجھے کیا دیا۔۔۔؟ یہ خالی پن۔۔؟!!

پوری قوت لگاتے ہوئے گل ناز، فارس کو خود سے دور جھٹکتے ہوئے چلائی تو فارس تکلیف سے چور ہوتے اسے دیکھ گیا۔۔۔ جس کی آنکھوں میں اس وقت صرف اذیت رقصاں تھی۔۔۔ وہ بھیگی آنکھوں میں تکلیف سے زرد پڑتے سوال کر رہی تھی۔۔ اس سے پہلے فارس آگے بڑھ کر اسے تھام پاتا، یا

کوئی تسلی دینے کی کوشش کرتا۔۔۔جب وہ ہاتھ اٹھاتے ہوئے آنسو صاف کر کے اسے وہیں رکنے کا کہہ گئی۔۔

میرا تمہارے ساتھ بچپن میں جو رشتہ تھا۔۔! وہ اسی وقت ختم ہو گیا تھا، جب تم پاکستان کی حدود سے باہر چلے گئے تھے۔اور اب یہ مت سمجھنا کہ تمہارے واپس آنے کے بعد وہ رشتہ پھر ویسے ہی بن جائے گا۔۔۔! نہ مجھے اب تم سے کوئی غرض اور نہ ہی اس رشتے سے۔۔۔!

سرخ آنکھوں سے وہ ٹھہرے انداز میں فارس ہمدانی کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑتے ہوئے پتھریلے لہجے میں بولی تو اسکے اتنے سخت الفاظ پر فارس کا دماغ جھنجھا اٹھا۔۔جس کے باعث ایک ہی جست میں فارس نے آگے بڑھ کر گل

ناز کی کمر کو دبوچ کو اسکے ہلتے ہوئے لبوں پر شدت سے جھکتے ہوئے قفل لگا یا تو گل ناز کی سٹل آنکھیں بڑی ہوتی چلی گئیں۔۔وہ کانپ کر رہ گئی۔۔

فارس نے غصے سے بے قابو ہو کر اسکی کمر کو زور سے مٹھی میں بھرتے ہوئے ناز کے نچلے ہونٹ پر زور سے دانت گاڑے تو ناز پھر بے یقین ہوتے ایک پل کے لئے لڑکھڑا سی گئی۔۔

اسکے لڑکھڑانے پر فارس ایک جھٹکے میں اسکے نازک وجود کو بازوؤں میں اٹھا کر بیڈ کی طرف بڑھا۔۔جس پر ناز تلملا کر اسکے کندھوں پر مکے مارتے ہوئے اسے دور کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

وہ کبھی بھی اسکے سامنے زیر نہیں ہو سکتی تھی۔اگر وہ سمجھ رہا تھا کہ یوں بے شرمی پر اتر کر اسے قابو کر لے گا تو فارس ہمدانی غلط سوچ رہا تھا۔۔فارس نے

اسے غصے دیکھتے ہوئے زور سے پیچھے بیڈ پر پٹخا تو نازاسکی گردن پر اپنے لمبے ناخنوں سے خراشیں ڈالتے ہوئے پیچھے گر گئی۔۔۔

فارس کی اس حرکت پر ناز کو اپنے وجود میں لمحہ بہ لمحہ اشتعال انگیزی بڑھتی ہوئی محسوس ہوئی تو اس نے تیزی سے بیڈ سے نیچے اترنے کی کوشش کی جس کو دیکھتے ہوئے فارس نے آگے بڑھ کر تیزی سے اسکی ٹانگ کو دبوچ کر اپنی طرف دوبارہ کھینچ لیا۔۔۔

چھوڑو مجھے جنگلی انسان۔۔۔! ناز آنکھوں میں غضب لیے چلائی تو فارس بنا کان دھرے تیزی سے اس پر سایہ فگن ہو گیا۔ ناز کے نازک سراپے کو اپنے بھاری وجود تلے قابو کرتے ہوئے فارس نے اسکا چہرہ بلند کرتے اسکے گلابی لبوں تیزی سے اپنے ہونٹوں میں دوبارہ الجھا لیا۔

گل ناز مقابل کے اس قدر نزدیکی بنانے پر لرز کر آنکھوں کو پھیلا کر اسے دیکھنے لگی جو آنکھیں بند کیے مدہوشی سے اسکے لبوں کو اپنے ہونٹوں میں قید کیے انکی نرماہٹ پہلی باہر محسوس کر رہا تھا۔

فارس کے لمس پر اور اسکی مونچھوں کی چھبن پر ناز کو یک دم اپنے وجود میں آگ سا سپارک اٹھتا ہوا محسوس ہونے لگا تو اس نے بری طرح مچلتے ہوئے مزاحمت کرنا شروع کر دی۔ جس کو محسوس کرتے فارس اسکی کلائیوں کو جکڑ کر اپنا بچا کچا وزن بھی اسکے نازک وجود پر ڈال کر مزید شدت سے اسکی سانسوں کو کھینچنے لگا۔۔

فارس نے جنونی بنتے ہوئے ناز کے لبوں کو سک کیا تو ناز کے وجود میں بیک وقت کئی سرد لہریں اٹھنے لگیں۔ جو اسکے کانپنے کا باعث بنی تھیں۔ فارس ہمدانی

کے دیو ہیکل وجود کے نیچے وہ بالکل قید ہو چکی تھی۔اس لئے گھٹی گھٹی آوازیں نکالتے ہوئے فارس کو دور کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

اپنی سر پھری منکوحہ کو ابھی بھی زور آزمائی سے باز نہ آتے دیکھ کر فارس نے اسکی زبان کو ہونٹوں میں بے دردی سے جکڑ کر دانت گاڑے تو ناز نے بت بنتے ہوئے اسے دیکھا۔ جبکہ اگلے ہی پل فارس نے ایک ہاتھ میں اسکی دونوں کلائیوں کو جکڑ کر ناز کے وجود پر پہنا بلیک کوٹ اتار کر دور اچھال دیا تھا۔

جس پر ناز نے آنکھیں بڑی کرتے اسکی کاروائی سمجھنے کی کوشش کی۔۔۔

فارس نے اسکی زبان کو بری طرح ہونٹوں میں سک کرتے ہوئے اسکی انگوری آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑیں تو ناز نہ چاہتے ہوئے بھی ان شہد رنگ آنکھوں کی تاب نہ سہہ پائی۔۔۔ گل ناز کو آنکھیں چراتے دیکھ کر فارس کی

آنکھوں میں تمسخُر ابھرا تو وہ اسی وقت اسکے لبوں کو آزادی بخشتے ہوئے اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑ کر پھنکارتے ہوئے بولا۔۔

تمہارے حلق سے میں ایسے ہی سانسیں کھینچ کر تمہیں بے جان کرتے ہوئے میں کبھی بھی عار نہیں محسوس کروں گا، مسسز فارس۔۔۔! اگر اب تمہاری اس زہریلی زبان نے ہمارے رشتے کو ختم کرنے والے الفاظ ادا کیے تو یاد رکھنا میں تمہارا دل نکالنے سے بھی پیچھے نہیں ہٹوں گا۔۔۔" فارس کی شہد رنگ آنکھوں میں خون اترنے لگا تھا۔ آخر وہ اس حد تک بولنا تو دور سوچ بھی کیسے سکتی تھی۔۔۔ وہ ضبط سے سرخ پڑتے اسکے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔۔۔

تم مجھے پہلے ہی بے جان کر چکے ہو فارس ہمدانی۔۔۔! مزید کر کے یہ شوق بھی پورا کر لو۔۔! پر میں اپنے الفاظ سے پیچھے نہیں ہٹوں گی۔۔" فارس کے

گرجنے کا بنا اثر لیے وہ اٹھنے کی کوشش کرتے اسی رعب و جلال سے جواب دیتے بولی تو فارس نے اسے پیچھے گراتے ہوئے اسکی کلائیوں کو اوپر پن کر دیا۔۔۔

اگر تمہارے اندر میرا مقابلہ کرنے کی اتنی جرات آ ہی گئی تو یاد رکھنا یہ کھیل تم پر بہت بھاری پڑنے والا ہے پیاری منکوحہ صاحبہ۔۔۔! میں تمہارا ہر ناز و نخرہ تب اٹھاؤ گا، جب تم مجھے میری پرانی ناز بن کر ملوں گی۔۔! پر اگر تم نے مجھ سے کوئی بھی جنگ کرنے کی کوشش کی تو یاد رکھنا یہ فارس ہمدانی تمہارے اس نازک وجود کا کچومر بنا کر تمہیں اپنے اندر سماتے ہوئے ہمشیہ کے لیے بے بس کر دے گا، لیکن تمہیں کامیاب کبھی بھی نہیں ہونے دے گا۔۔اور اسکا چھوٹا سا ٹریلر میں تمہیں ابھی دیکھاتا ہوں۔۔۔ !

نازکے جبڑے کو ہاتھ میں دبوچ کر فارس نے سرد لہجے میں بولتے ہوئے اپنی تپش زدہ سانسیں اسکے ہونٹوں پر چھوڑیں تو نازنے بناڈرے آنکھیں گھماتے ہوئے اسکی دھمکیوں کو ہوا میں اڑنا چاہا۔۔۔

نازکی آنکھوں میں خود کے لئے استہزایہ میز تاثرات دیکھ کر فارس کا میٹر شارٹ ہو گیا۔اگلے ہی پل فارس نے غیظ و غضب سے دوچار ہوتے نازکی وائٹ سلیولیس شرٹ کھینچتے ہوئے نیچے کھسکا کر اسکے کندھے پر بے دردی سے دانت گاڑے۔تو نازنے اچھلتے ہوئے اسے دور کرنے کی کوشش کی۔۔۔

اہہہ۔۔۔!!!فارس حد میں رہو اپنی۔۔۔!اپنے کندھے سے اٹھتی ہوئی ٹھیس کو برداشت نہ کرتے وہ چلا گئی۔۔پر فارس اسکی پکار کو سنے بنا اسکی شرٹ

دونوں کندھوں سے نیچے کھسکا کر اب اسکی کالر بونز پر دانت گاڑتے ہوئے ناز کو بے حال کرنے لگا۔ وہ ہر طرح سے اسلے نیچے دبی ہوئی تھی۔

خود پر فارس کے بھاری وجود کا بوجھ، پر تضاد اپنی کلائیوں کو اسکے سخت ہاتھوں میں قید محسوس کرتے ناز کو پل میں محسوس ہوا جیسے ابھی اسکا سانس رک جائے گا۔۔ ناز نے تڑپ کر سانس لینے کی کوشش میں اپنے وجود کو ہلانے کی کوشش کی تو فارس زرا سا اوپر اٹھتے اسے خشک لبوں کو قید کرتے ہوئے اسکے حلق میں اپنی سانسیں انڈھیلنے لگا۔۔

فارس کی سانسوں کو اپنے اندر اترتے ہوئے محسوس کر کے ناز کے چہرے کا رنگ ٹھیک ہونے لگا تو وہ فارس کے کندھوں پر ہاتھ رکھتے اسے تھام گئی۔ جس پر فارس نے اسکی کمر کو جکڑتے ہوئے کروٹ بدلتے ہوئے اسے اپنے اوپر

شفٹ کر لیا۔ وہ مزید اسکا بوجھ نہیں اٹھا سکتی تھی۔ ناز نے آنکھیں بند کرتے ہوئے اسکے سینے پر ہاتھ جمائے تو فارس نرمی سے اسکے ہونٹوں کو سک کرتے ہوئے مدہوش ہو گیا۔۔

فارس کے نرم و میٹھے لمس پر ناز کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ پیدا ہوئی تو نجانے کس احساس کے تحت اس نے فارس کے ہونٹ پر دانت گاڑ دیے۔ جس کو محسوس کرتے فارس کا دل یکبارگی سے دھڑک اٹھا۔ اس پہلے کہ وہ بہک کر مزید بے باکی پر اترتا کہ اسکی پینٹس کی پاکٹس میں رکھا ہوا موبائل بجنا شروع ہو گیا۔۔

بیل کی آواز پر وہ دونوں ہوش میں آئے تو ناز ایک جھٹکے میں اسے کے اوپر سے اٹھتے تیزی سے کھڑی ہو گئی۔۔۔ فارس نے ایک نظر اس پر ڈال کر اپنے لبوں

پر انگوٹھا پھیرتے ہوئے ناز کا لمس محسوس کرنا چاہا تو اگلے ہی پل مسکرا کر موبائل نکال کر دیکھنے لگا۔۔ جہاں خان کالنگ لکھا نظر آرہا تھا۔۔۔

ہاں بول خان۔۔۔؟ فارس نے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے تکیے پر سر رکھتے کبیر کو جواب دیا اور ساتھ اپنی منکوحہ کو نظروں کے حصار میں لیا جو اپنا کوٹ اٹھا کر دوبارہ پہن رہی تھی۔ اسکے سراپے اب غور کرنے والے اندر میں وہ اسے گہری نظروں سے دیکھنے لگا۔۔۔

مجھے پتہ تھا۔ کہ تیری منحوس شکل دیکھ کر میری معصوم و بیچاری بہن بے ہوش ہی ہو گی۔۔۔! بہار کے بے ہوش ہونے کا سن کر فارس، ناز کو دیکھتے ہوئے کبیر کو سناتے ہوئے بولا تو بدلے میں کبیر خان اسے گالیوں سے نواز نا شروع ہو گیا۔۔۔

اچھااب زیادہ تڑپ مت۔۔! آرہے ہیں ہم۔۔۔! کبیر کی چنگھاڑتی ہوئی آواز کو سن کر فارس نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے جواب دینے کے بعد جلدی سے فون بند کر دیا۔۔

گل اب بس کر دو میری بہن اور کتنا رو گی۔۔۔؟ ناز جو اپنی چھوٹی بہن کو کب سے چپ کروانے کی کوشش کر رہی تھی۔ کہ اسکے مسلسل رونے پر اب چڑتے ہوئے بول گئی۔

میں زیادہ روں گی۔۔! اور روں گی۔۔۔! مجھے وہاں اکیلا چھوڑ کر بھیا چلے گئے تھے۔۔۔! ناز کے اندر چھپنے کی کوشش کرتے وہ معصومیت سے روتے

ہوئے جواب دیتے بولی تو اسکے انداز پر گاڑی میں بیٹھے سب نفوس کے چہروں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ وہ شہرام کے جانے کا دکھ منا رہی تھی۔۔۔

بہار کے بے ہوش پر کبیر خان اسے اٹھا کر گاڑی میں لے آیا تھا۔ اور گاڑی میں لٹاتے ہی اس نے فارس کو انفارم کیا تو کچھ دیر بعد وہ ناز کے ساتھ وہاں آتا دیکھائی دیا۔ جہاں ناز کے چہرے پر انتہائی غصے والے تاثرات موجود تھے۔

کبیر خان گاڑی سے نکل کر اسے ملا تو وہ خفگی سے بڑے بھائی کو دیکھ کر منہ بناتے ہوئے اسکے سینے پر سر رکھ گئی۔ کبیر نے مسکرا کر اسے سوری کہا۔ جس کو سن کر بنا جواب دیے ناز ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے خاموشی سے جا کر گاڑی میں بیٹھ گئی۔

اپنی بہن کی ناراضگی پر کبیر خان نے اسے بیچارگی سے دیکھ کر فارس کو گھورا جس کمینے کی وجہ سے وہ سب سے روٹھی ہوئی تھی۔ کبیر کے گھورنے پر فارس نے بے شرمی سے سمائل پاس کی تو بدلے میں کبیر خان اسے مکہ جھڑتے ہوئے جا کر گاڑی میں بیٹھ گیا۔ جبکہ فارس نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی تھی۔

گاڑی میں بیٹھے ہی ناز کو اپنی چھوٹی بہن بے ہوش ملی تو وہ تاسف سے آگے بیٹھے انسانوں کو دیکھ گئی۔ جنہوں نے دھوکے انکو یہاں پر بلایا تھا۔ اور اب جب سے ناز نے اپنی چھوٹی بہن کو ہوش دلایا تھا وہ تب سے ناز کے گلے لگتے ہوئے بس روئے ہی جا رہی تھی۔

فارس نے ایک دو بار بہار کو مخاطب کیا تھا۔ پر مجال ہوا گر کبیر خان کی موجودگی میں بہار نے اپنا چہرہ باہر نکال کر جواب دیا ہو۔۔ کبیر تو اسکی دھڑکتے دل کے ساتھ اسکے چھپنے والے انداز دیکھ رہا تھا۔۔۔

گاڑی نے بلیک مینشن پہنچ کر بریک لگائی تو کبیر خان نے فارس کو مخصوص اشارہ کیا۔ جس کو سمجھتے ہوئے وہ اگلے ہی پل گاڑی کے باہر موجود تھے۔ فارس نے ناز کی طرف کا دروازہ کھول کر آگے بڑھ کر ایک جھٹکے میں اسکے وجود کو اٹھاتے ہوئے کندھے پر رکھا۔ تو وہ چیخ اٹھی۔ جبکہ بہار تو کبیر کو دیکھ کر سیٹ کے اندر چھپنے کی کوشش کرنے لگی۔ اپنی معصوم بلی کی کوشش ناکام بناتے کبیر خان نے دلکش انداز میں مسکراتے ہوئے آگے بڑھ کر تیزی سے اسے بازوؤں میں اٹھالیا۔ جس پر بہار نے چہرہ ہاتھوں میں چھپاتے ہوئے رونا شروع ہو گئی۔

ایئرپورٹ سے واپسی کے بعد سب لاونج میں بیٹھ ہوئے تھے۔رات کے سات بج رہے تھے۔ نعمان خان بھی اپنی فیملی کے ساتھ ایئرپورٹ سے بلیک مینشن آگیا تھا۔ کیونکہ سب کے آنے خوشی میں آج وہ ایک ساتھ ڈنر کرنے والے تھے۔

گھر کی عورتیں تو ملازمین کے ساتھ کچن میں کھانے کی تیاری دیکھ رہیں تھیں۔ علینہ خانم بھی باقیوں کے ساتھ وہیں پر تھی۔

جبکہ لڑکے سب لاونج میں بیٹھے ایک دوسرے کے گپیں ہانک رہے تھے۔تو وہیں زرا سائیڈ پر بلیک گینگ بھی ایک ساتھ بیٹھی اپنی پروفیشنل باتوں میں مصروف تھی۔۔

وہ سنجیدگی سے ایک دوسرے کے ساتھ بزنس کے بارے میں کوئی ضروری ڈسکشن کر رہے تھے۔۔

جب اچانک انہیں کچھ شور سنائی دیا۔سب نے گردنیں موڑتے ہوئے لاؤنج کے دروازے کی جانب دیکھا۔جہاں فارس ہمدانی پوری شان کے ساتھ کندھے پر ناز کو اٹھائے اندر داخل ہو رہا تھا۔فارس کے کندھے پر لٹکنے کی وجہ سے ناز کے بال بھی نیچے لٹک رہے تھے۔

جبکہ وہ خود چیختے ہوئے فارس کی پشت پر مکے مارتے ہوئے ٹانگوں کو ہلاتے ہوئے چیخ رہی تھی۔۔۔پر اسکی کسی چیخ و پکار کا اثر فارس پر نہیں ہو رہا تھا۔۔

سب ایک دم سے اٹھ کر فارس کی جانب بڑھے۔ابھی وہ فارس کو دیکھ ہی رہے تھے۔جب کبیر خان بھی فارس کے پیچھے بہار کو بازوؤں میں اٹھائے اندر داخل ہوا۔

گل نازا گرچیخ رہی تھی۔تو بہار چہرے کو ابھی تک ہاتھوں میں چھپائے بس ہچکیاں لے رہی تھی۔۔ایشام تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھ کر بہنوں کی طرف بڑھا۔جن کو وہ ابھی تک مل نہیں پایا تھا۔۔باقی سب ہنسی دباتے ہوئے بڑے بھائیوں کو دیکھ گئے۔۔جنہوں نے واپس لوٹتے ہی بڑوں کو پہلا جھٹکا دے دیا تھا۔

فارس میں تمہارا خون کر دوں گی۔ مجھے نیچے اتارو۔۔۔! نازاس بار غصے سے بے قابو ہوتے چلا اٹھی۔۔ اسکے چلانے کی آواز پر خواتین بھی پریشان ہوتے کچن سے باہر نکلیں۔۔

یہ کیا بد تمیزی ہے۔۔۔؟ ضرار نے غصے سے انکی طرف دیکھا۔۔۔

سب کو اپنی جانب آتے دیکھ کر فارس نے دل جلاتی ہوئی مسکراہٹ پاس کرتے ہوئے ناز کو کندھے سے نیچے اتارا۔ تو ناز جو زمین پر کھڑے ہوتے ہی فارس پر جھپٹنے کے لیے اسکی طرف بڑھنے لگی تھی۔ کہ اچانک اسے چکر سا آ گیا۔ ایشام نے جلدی سے آگے بڑھ کر اپنی بہن کو سنبھالا جو لڑنے کے چکروں میں ابھی گرنے والی تھی۔ شاید فارس کے کندھے پر لٹکنے کے باعث اسکا سر گھوم گیا تھا۔۔۔

ناز کیا کر رہی ہو۔۔؟ دھیان سے بچے۔۔۔! ایشام نے فکر سے بولتے ہوئے اپنی لڑاکو بہن کو حصار میں لے لیا۔ اپنے بڑے بھائی کی آواز سنتے ہوئے وہ منہ بنا کر اسکے سینے پر سر رکھ کر اپنے گھومتے سر کو ٹھیک کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ جبکہ فارس ہمدانی کو زہر بھری نظروں سے دیکھنا ابھی تک جاری تھا۔۔۔

ڈیڈ۔۔۔!!!! سب کی آواز سنتے ہوئے بہار نے ہچکی بھرتے ہوئے وہاج کو پکارا۔۔ جبکہ کبیر کی طرف دیکھنے کی ہمت نہیں ہوئی تھی۔۔۔

کبیر اتارو اسے نیچے۔۔۔!! بہار کو روتے دیکھ کر سلطان نے غصے سے اپنے بیٹے کو جھاڑا۔ جو بے شرموں کی طرح اپنی منکوحہ کو تار رہا تھا۔۔۔

بھائی۔۔۔!! کبیر جسے باپ کی آواز نہیں سنائی دی تھی۔ کہ بے اختیار ایشام کے پکارنے پر متوجہ ہوتے اسے دیکھ گیا۔ جو آنکھوں میں التجا لیے اسے بہار کو نیچے اتارنے کا اشارہ کر رہا تھا۔ ایشام کی التجا دیکھتے ہوئے کبیر نے دل پر پتھر رکھتے ہوئے بہار کو نیچے اتارا تو بہار جلدی سے ایشام کی طرف آتے اسکے سینے میں چہرہ دے گئی۔ دونوں بہنوں کو بازوؤں کے گھیرے میں لے کر ایشام محبت سے مسکرا دیا تھا۔۔۔

تم لوگ کہاں سے آرہے ہو۔؟ عیس نے ان دونوں بے شرموں کو گھورتی نظروں سے دیکھتے ہوئے استفسار کرنا چاہا۔۔ عیس ہمدانی کے سوال پر فارس بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے آگ لگاتی مسکراہٹ کے ساتھ باپ کے زرا قریب ہو گیا۔۔۔ انکی مائیں ہونق پن سے انکو دیکھ رہی تھیں۔ وہ تو یہ ہی سمجھ

رہیں تھیں۔ کہ بہار اور ناز اپنے اپنے کمرے میں ہونگی پر یہاں تو کچھ اور ہی ہو گیا تھا۔۔

آپکی بہوؤں کو ایئرپورٹ کی سیر کروا کے لا رہے ہیں۔۔۔! وہ کیا کہتے ہیں خان۔۔۔؟ ہاں پرسنل ملاقات۔۔۔! فارس نے دلفریب انداز میں مسکراتے ہوئے آگے بڑھ کر باپ کے کان میں سرگوشی کرتے کبیر کو دیکھ کر مزید بتایا تو اسکے پرسنل کہنے پر عیس ہمدانی کا چہرہ تیزی سے سرخ ہوتا چلا گیا۔۔۔

پاس کھڑے سلطان احمد خان نے اسکی بکواس سن کر پہلو بدلتے ہوئے اپنے صاحب زادے پر لعنت بھیجی۔ جو ہنستے ہوئے اب فارس کے کندھے پر بازو رکھتے انکو غصہ دلانے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔

ہاں فاری۔۔۔! وہ ایئرپورٹ پر چھوٹے بابا نے کیا کہا تھا۔.؟ کہ انکی بہوؤں نے ہمیں پہچانے سے انکار کر دیا ہے۔اس لئے وہ ہمیں ایئرپورٹ پر لینے کے لیے بھی نہیں آئیں۔۔۔! فارس کے کندھے پر بازو رکھتے ہوئے کبیر خان نے فارس کو مخاطب کرتے یاد کروانے کی کوشش کی۔تو فارس مسکراتے ہوئے آنکھیں مٹکا گیا۔۔۔ جبکہ انکے باپ ضبط سے انکی بے غیرتی دیکھ رہے تھے۔۔

ہائے آپکی بہوؤں نے ہمیں پہچاننے سے انکار کیا۔اور ہم نے انکو گھر سے اٹھا کر اپنی اپنی جان پہچان بحال کرلی۔۔! وہ کیا کہتے ہیں بھلا۔۔؟ تعلقات بحال کرنا۔۔۔! کبیر خان نے بھرپور مسکراتے ہوئے اپنے سامنے کھڑے بڑوں کو آگ لگائی۔عیس کا بے ساختہ دل کیا کہ آگے بڑھ کر انکا منہ سوجھادے۔۔۔ ایشام بہنوں کو سینے سے لگائے مسکراہٹ دباتے ہوئے بڑے بھائیوں کو دیکھ رہا تھا۔جو اپنے اپنے سوگ سے سب کو جلا رہے تھے۔

اس سے پہلے کہ وہاں پر مزید گولہ باری شروع ہوتی۔ کہ صوفوں پر بیٹھے انکے چھوٹے بھائی بھی اپنا حصہ ڈالنے کی کوشش کرتے کبیر اور فارس کو مخاطب کر گئے۔۔

یار بھائی جانے بھی دیں۔۔۔! بڈھے ببر شیروں کو زیادہ نہیں تنگ کرتے ورنہ انکا بی پی بھی شوٹ ہو سکتا ہے۔۔۔۔"اپنے باپ، چاچا کا چہرہ سرخ ہوتے دیکھ کر فاتح نے اونچی آواز میں بولتے ہوئے لقمہ دیا۔ سب قہقہ لگا کر مزید انکو تپانے کا سبب بنے تھے۔۔ شہرام اور فاتح نے تو انکے اٹلی والے ڈائیلاگ کو ہی پکڑ لیا تھا۔ ہر بات پر طنزیہ ببر شیر۔۔!۔

تم لوگوں کی انہی بے غیرتیوں کی وجہ سے ہم لوگوں نے تم سب کو پردیس پھینک دیا تھا۔اور یقین کرو بہت سکون سے یہ ہمارے یہ چند سال گزرے ہیں۔۔۔"سب کو باری باری بے غیرتی پر اترتے دیکھ کر سنان کاظمی نے سلگتے ہوئے انکو گھورا۔۔کہ انکی واپسی پر وہ سب قطعاً خوش نہیں ہوئے ہیں۔۔۔

سیدھی طرح بولیں ناڈید۔۔!کہ آپ لوگوں نے ڈرتے ہوئے ہمیں یہاں سے بھیج دیا تھا۔۔۔!باسم نے ناک چڑھاتے ہوئے باپ کے الفاظ کی درستگی کی۔جس پر سنان نے اسے سخت نظروں سے دیکھا۔۔

یار باسم۔۔!ایسے تھوڑی نہ کہنا تھا۔۔؟بلکہ یہ بولنا چاہیئے۔۔۔!شہرام جو چمکتی آنکھوں سے عیس کے چہرے کو دیکھ کر کوئی پھلجھڑی چھوڑتے چھوڑتے

رک گیا تھا۔ کہ ارسل تیزی سے اسکی بات کو مکمل کرتے ہوئے کہنے لگا۔۔۔۔

یار باسم ہمیں فخر سے یہ کہنا چاہیئے۔ کہ ہمارے سارے ببر شیر جو کہ اب بڈھے ہو گئے ہیں۔ وہ یہ بات ماننے سے ڈرتے ہیں۔ کہ انکے شہزادے شیر جوان ہو کر ان سے زیادہ طاقتور اور خوبصورت ہیں۔ لیکن چونکہ ہمارے ببر شیروں کا آرمی سے تعلق ہے۔ تو بس یہ لوگ اتنی آسانی سے کوئی حق بات مانے گئے نہیں۔۔ اس لئے اپنی ناجائز طاقت کا استعمال کرتے ہوئے ہماری نظروں میں خود کو ہیرو ثابت کرنا چاہتے ہیں۔۔۔۔"۔۔

ارسل خان نے اپنے ساتھ بھائیوں کی تعریف میں زمین و آسمان ایک کرتے ہوئے بات کو سیاسی رخ دے دیا۔۔ جس جو سن کر نعمان خان نے کڑھتے ہوئے آس پاس کوئی جوتا ڈھونڈا چاہا تھا۔۔۔

رک تو منحوس شکل والی اولاد تجھے تو میں ابھی بتاتا ہوں۔ کہ ہیرو بننا کیا ہوتا ہے۔۔۔! نعمان خان جسے کوئی جوتا نہیں مل رہا تھا۔ آخر اپنے پیر سے ہی جوتا اتار کر ارسل خان کی طرف بڑھنے لگا۔ جس کو دیکھ کر کبیر اور فارس تیزی سے قدم اٹھاتے ہوئے ارسل خان کے آگے کھڑے ہو گئے۔ انکو بیچ میں آتے دیکھ کر نعمان خان کا دل تیزی سے دھڑک اٹھا۔ جو کسی دیوار کی طرح اسکے آگے کھڑے ہوئے تھے۔

بھلا انکے ہوتے ہوئے انکے چھوٹے بھائیوں کو کوئی اف بھی کہہ سکتا تھا۔۔؟

جبکہ ارسل خان تو بھائیوں کی حفاظت میں آکر مزید شیر ہو گیا تھا۔۔۔ کبیر خان اور فارس ہمدانی چٹان بنتے ان سب کے آگے کھڑے ہو گئے۔ تاکہ انکے باپ، چاچا کسی اور پر جوتے سے حملہ نہ کر سکیں۔۔

سوری چاچو۔۔۔! پر ہمارے بھائیوں کے جوتے کھانے والے دن اب چلے گئے ہیں۔۔۔! اور پھر ڈرتے کیوں ہیں۔۔! آپ اگر سچ میں ببر شیر ہیں یار۔۔! تو تھوڑا ڈٹ کر مقابلہ کریں نا۔۔ جوان مردی کا مظاہرہ کریں۔ یوں طاقت کا غلط استعمال تو نہیں کیا کریں۔۔۔!۔

کبیر، نعمان خان کے ہاتھ سے جوتا پکڑ کر نیچے رکھتے ہوئے بولا تو انکی مائیں قربان ہوتے پیار سے اپنے بیٹوں کو دیکھ گئیں۔ جن کے واپس لوٹتے ہی بلیک

مینشن میں رونق واپس آچکی تھی۔۔۔ جبکہ یہ رونق کم باپ، بیٹوں کی جنگ عظیم زیادہ لگ رہی تھی۔

اور یہ بات بھی یاد رکھیے گا۔ کہ اگر آپ لوگ ہم پر ایک حملہ کریں گئے تو میں اسکے دس جھوٹے کیس بنا کر آپ سب کو اندر کروادوں گا..! اس بار ہمیں کمزور سمجھنے کی غلطی نہ کیجیے گا۔۔۔!۔

غازیان نے اچانک پیچھے سے فارس کے کندھے پر چہرے رکھتے ہوئے آنکھیں مٹکا کر نیا شوشہ چھوڑا تو سب کا قہقہ گونجا اٹھا۔۔۔ آخر کار وہ بیریسٹر تھا۔ وکالت جھاڑنے سے پیچھے نہیں رہ سکتا تھا۔۔۔ فارس نے ہنستے ہوئے غازیان کے بال بگاڑے۔۔۔ جس نے عین ٹائم پر قانون کی دھمکی دی تھی۔۔۔۔

ہو گئی تم سب کی بکواس۔۔؟ضرار نے ابرو اچکاتے ہوئے غصہ سے دو چار ہوتے سب پر نظر ڈالی۔تو وہ لاپرواہی سے کندھے اچکا کر ناک چڑھا گئے۔۔۔

بعد میں پیدا ہو کر ہمارے ہی باپ بننے کی کوشش کر رہے ہیں۔۔! وہاج سلگتے ہوئے بول کر اپنی جگہ کی طرف پلٹ گیا۔باقی سب بھی شعلہ بار نظروں سے انکو دیکھ کر جا کر دوبارہ وہاج کے ساتھ بیٹھ گئے۔۔۔

کبیر اور فارس انکو ہار مانتے دیکھ کر دل ہی دل میں مسرور ہوتے اپنا اپنا کوٹ اٹھائے سیڑھیوں کی جانب بڑھے۔تاکہ فریش ہو سکے۔۔۔

کبیر جو ابھی سیڑھیوں کے قریب پہنچا ہی تھا کہ اچانک اسکے کان میں اپنی بہارے کی معصوم آواز پڑی۔۔۔

بھیا۔۔! آپ کتنے ہینڈسم لگ رہے ہیں نا۔۔۔! پر شوق نظروں سے ایشام کو دیکھتے ہوئے بہار نے اپنے بھائی کی تعریف کی۔ جس کو سن کر کبیر خان نے تیزی سے مڑتے ہوئے ایشام کو گھوری ڈالی تھی۔۔۔ جس کو دیکھتے ہوئے ایشام نے آنکھوں میں التجا لیے بڑے بھائی کو اپنی تعریف ہضم کرنے کا کہا۔ پہلے ہی بہت مشکل سے ایشام نے اپنی معصوم بہن کو چپ کروایا تھا۔۔۔

کبیر خان آنکھوں سے اس پر نظر رکھنے کی وارننگ دیتے ہوئے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ تو ایشام تشکر بھری سانس خارج مکمل طور پر بہنوں کی طرف متوجہ ہوا۔۔۔

میرا بچہ بھی بہت پیارا ہو گیا ہے۔۔۔! ایشام انکو بازوؤں کے حصار میں لیے صوفے پر بیٹھ کر بہار کو جواب دیتے بولا۔۔۔ ناز خاموشی سے اسکے سینے پر سر رکھے ابھی تک خاموش تھی۔۔۔

بھیا۔۔۔! اپکو پتہ ہے گاڑی میں آپی نے مجھے ڈانٹا تھا۔۔۔! بہار نے آنکھوں میں آنسو لیے ایشام کو ناز کی شکایت لگائی۔ ناز نے ایک جھٹکے میں سر اٹھاتے ہوئے اسے دیکھا۔۔۔ جبکہ ایشام اب ناز کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ جیسے پوچھنا چاہ رہا ہو کہ ہاں بھئی تم نے میرے معصوم بچے کو کیوں ڈانٹا تھا۔۔

یا اللہ کتنی جھوٹی ہے یہ لڑکی۔۔۔! بھیا میں نے اسکو کوئی ڈانٹا، وانٹا نہیں تھا۔۔ میں تو الٹا اسکے وہ مگرمچھ والے آنسو صاف کر رہی تھی۔ جو پتہ نہیں یہ کہاں سے جمع کر لیتی ہے۔۔۔"۔

بہار کے الزام لگانے پر ناز نے صفائی دیتے ہوئے کلیئر کرنا چاہا۔ جس پر بہار نے پھر معصوم نظروں سے بھائی کو بتانے کی کوشش کی۔ کہ دیکھ لیں، آپی ابھی بھی ڈانٹ رہی ہے۔۔۔

بہت غلط بات ہے ناز۔۔۔! جب تمہیں پتہ ہے۔ کہ ہمارا معصوم سا بچہ ہماری زرا سی اونچی آواز برداشت نہیں کر پاتا۔ تو تم کیوں اسے ڈانٹتی رہتی ہو بھئی۔۔۔! ایشام نے مسکراہٹ دباتے ہوئے ناز کو باتوں باتوں میں سمجھانا چاہا۔ کہ وہ اسکے تیکھے لہجے کو ڈانٹ سمجھ رہی ہے۔۔۔ جبکہ بڑے بھائی کو اپنی سائیڈ لیتے دیکھ کر بہار اتراتے ہوئے ناز کو دیکھنے لگی۔۔ اسکے معصوم سے نخرے کو دیکھتے ہوئے اچانک ایشام اور ناز کی بیک وقت ہنسی نکلی تھی۔۔

میرا معصوم سا بچہ۔۔۔! ایشام نے پیار سے اپنی بہن کے سر پر ہونٹ رکھے۔ ناز بھی تیزی سے بھائی کے قریب ہو کر ماتھے پر انگلی رکھ کر اشارہ کرنے لگی۔ اسکے بچپن والے سٹائل پر ایشام نے قربان ہوتے اسکے ماتھے پر بھی عقیدت سے ہونٹ رکھ دیے۔

وہ بچپن میں جب بھی ایک ساتھ بیٹھتے تھے۔ تو بہار کے کسی کیوٹ انداز پر اگر ایشام بہار کے سر کو چومتا تو ناز بھی جلدی سے اپنے ماتھا آگے کر لیتی تھی۔۔ وہ حق سے اپنا پیار وصول کرنے والوں میں سی تھی۔ ایشام کو اسکا یہ انداز بہت پسند تھا۔۔۔

بھیا۔۔۔! آپی کو اب بولیں کہ مجھے سوری بھی کہیں۔۔۔! ورنہ میں ناراض ہو جاؤں گی۔ اور ان سے بات بھی نہیں کروں گی۔۔۔! بہار نے مزید نخرہ

دیکھاتے ہوئے ناز کا جرم ثابت ہونے کے بعد بھائی کو مخاطب کرتے اپنا اگلا پیغام پہنچایا۔ایشام نے مسکراہٹ ضبط کرتے ناز کو اشارہ کیا۔جو منہ کھولے اسکے نخرے والا سٹائل دیکھ رہی تھی۔ناز سے انجان بننے کی کوشش میں وہ ناک چڑھاتے ہوئے فرمائشی انداز میں اس سے سوری سننا چاہ رہی تھی۔۔۔

سوری ملکہ وکٹوریہ۔۔!اس گستاخی پر اپنی خادمہ کو معاف کر دیں۔۔پر پلیز مجھ ناچیز سے ناراض ہو کر بات چیت نہ بند کیجیے گا۔ورنہ آپکی ناراضگی سے میری جان چلی جائے گی۔۔۔۔!۔

ناز نے اپنی بہن کی ڈیمانڈ کو پورا کرتے ڈرامٹک انداز میں اسے معافی طلب کی تو بہار خوش ہوتے کھکھلا پڑی۔۔

اسکے کھکھلانے پر ایشام اور ناز بھی ہنس دیے۔۔جواب خوش ہو کر لاڈ سے بھائی اور بہن کے درمیان میں آ کر بیٹھ گئی تھی۔۔ناز اور ایشام نے ایک ساتھ اسکے سر پر ہونٹ رکھے تو بدلے میں بہار نے خوش ہوتے ان کا ایک ایک ہاتھ تھام لیا۔۔۔جس پر وہ مسکرا کر اسے دیکھ گئے۔۔

بہار جس کی نظر اچانک ایشام کے کان میں پہنی ہوئی چاندی کی بالی میں اٹکی تو وہ حیرانی سے آنکھیں بڑی کرتے ایشام کی بالی کو چھونے لگی۔اسکے چھونے پر ناز کی توجہ بھی ایشام کی بالی کی طرف ہوئی تو وہ بڑے بھائی کو دیکھ کر تاسف سے سر ہلا گئی۔آخر کار اسکے بھائی نے بچپن کا شوق پورا جو کر لیا تھا۔۔۔

بھیا یہ کتنی پیاری لگ رہی ہے۔۔۔! بہار نے مہبوتیت سے دیکھتے ہوئے اپنے بھائی کے سٹائل کی تعریف کی۔ناز نے مسکراہٹ دبائی۔۔۔جس پر ایشام نے اسے گھورنا چاہا۔۔۔۔

بھیا میرے پاس بہت سی بالیاں پڑی ہوئیں ہیں، میں اپکو لا کر پہناؤ۔۔۔؟ بہار نے مسمرائز ہوتے معصومیت سے آفر کی۔تو اسکے آفر دینے پر ناز کا چھت پھاڑ قہقہہ گونج اٹھا۔۔جس پر ایشام نے بھی ہنسی دباتے ہوئے ناز کو آنکھیں دیکھاتے ہوئے منہ بند کرنے کا اشارہ کیا تھا۔۔

آپی کیوں ایسے ہنس رہیں ہیں۔۔۔؟ بہار نے ناسمجھی سے ناز کو دیکھ کر پوچھنا چاہا۔۔۔

کچھ نہیں بچے یہ پاگل ہو گئی ہے۔۔! تم نہ اسکی طرف دیکھو۔۔۔! ایشام نے ناز کو وارن کرتے ہوئے بہار کا چہرہ اپنی طرف موڑ لیا۔۔۔

یار گل...! جاؤ شاباش اپنی ساری بالیاں لے کر آؤ۔۔۔! بھیا کو پہناتے ہیں۔۔۔! ناز نے بامشکل ہنسی قابو کرتے ہوئے بہار کو مخاطب کیا۔ ایشام اسے گھورتے ہوئے جلدی سے کھڑا ہو گیا۔

تمہیں تو میں بعد میں دیکھتا ہوں چڑیل کہیں کی۔۔! ناز کو وارن کرتے ہوئے وہ تیزی سے اپنے نمونوں کی طرف بڑھ گیا۔۔ جواب پچھلے لان میں بیٹھے ہوئے تھے۔ بہار تو نا سمجھی سے انکی طرف دیکھ رہی تھی۔

لیکن ناز کا ہنس ہنس کر برا حال ہو چکا تھا۔اسکا بھائی الٹی سے سٹائل مار کر آیا تھا۔پر اسکی معصوم بہن جھٹ سے اسکے سارے سٹائل پر پانی پھیر چکی تھی۔۔۔

لائک سریسلی۔۔؟اسکی معصوم و بے وقوف بہن اپنی بالیاں بڑے بھائی کو پہنانا چاہ رہی ہے۔مطلب اسکے بھائی کے فیشن کی ایسی تیسی کر کے رکھ دی۔۔۔اوگاڈ۔۔۔!!ناز صوفے پر ہنسی سے لوٹ پوٹ ہوتے بہار کو دیکھنے لگی۔۔جو اسکے یوں پاگلوں کی طرح ہنسنے کے پیچھے کی وجہ جاننے کی کوشش میں تھی۔۔

مری کا یہ خوبصورت علاقہ "ایوبیہ" تھا۔۔ جس کی خوبصورتی دیکھنے والوں کو خود میں ہر طرح سے جکڑ لیتی ہے۔ اونچے اونچے پہاڑ اور پھر سرسبز درخت، غرض یہ جگہ اپنی خوبصورتی میں اپنی مثال آپ تھی۔

قدرتی حسین مناظر سے گھرا ہوا یہ خوبصورت علاقہ یہاں پر آنے والے ہر سیاح کو ذہنی سکون فراہم کرنے کا بہت بڑا سبب تھا۔ یہاں کے رہنے والوں نے پہاڑوں کے اوپر اپنے رہنے کے لئے گھر بنائے ہوئے تھے۔

ایسے ہی یہاں ایک پہاڑ کی نچلی چوٹی پر اک نیلے رنگ کا خوبصورت گھر بھی بنا ہوا تھا۔ یہاں کے مقامی بچے اس نیلے رنگ کے گھر کے دروازے پر کھڑے تھے۔۔۔

یہ شوگر گرل آ کیوں نہیں رہی۔۔۔؟ سبحان جو پچھلے دس منٹ سے دروازے کو مسلسل کھٹکا رہا تھا۔ کہ اب بے اختیار تشویش سے بول گیا۔۔

سبحان کے ساتھ ساتھ اسکے باقی ساتھیوں نے بھی لاعلمی سے کندھے اچکاتے ہوئے آگے بڑھ کر کھڑکی میں سے جھانکنے کی کوشش کی۔۔۔

ابھی وہ سب اندر جھانکی مارنے کی کوشش کر ہی رہے تھے۔ کہ اچانک ایک کھڑکی سے چہرہ باہر نکالتے ہوئے شوگر گرل نے باہر کھڑے تھانے داروں پر نظر ڈالی۔ جو اسے تلاش کرنے کی کوشش میں ہلکان ہو رہے تھے۔۔۔ انکے چہروں پر پھیلی بے چینی دیکھتے ہوئے وہ ہنسی دبا گئی۔ وہ روز یہ سوچ کر پریشان ہو جاتے تھے۔ کہ کہیں وہ واپس تو نہیں چلی گئی۔۔

سبحان۔۔۔!!!! تیز آواز میں سبحان کا نام پکارتے ہوئے سیلینہ نے اسے پکارا۔ وہ ایک جھٹکے میں سر اٹھاتے ہوئے کھڑکی کی طرف دیکھ گیا۔۔ جہاں وہ اپنی چاکلیٹ براؤن آنکھوں میں شرارتی چمک لیے اسی طرف دیکھ رہی تھی۔۔

سبحان نے اسکی طرف تاسف سے دیکھتے ہوئے نیچے آنے کا اشارہ کیا۔ جس کو دیکھ کر وہ ہنستے ہوئے نیچے آنے کا کہہ کر کھڑکی سے ہٹ گئی تھی۔۔

یہ گوری میم اب بہت چالاک ہو گئی ہے۔ جان بوجھ کر ہمیں روازنہ انتظار کرواتی ہے۔۔ "سیلینہ کی آنکھوں کی چمک یاد کرتے ہوئے بارہ سالہ سبحان تبصرہ کرتے اسکے باہر نکلنے کا انتظار کرنے لگا۔ تقریباً دو منٹ بعد سیلینہ یہاں کا

مقامی لباس پہن کر باہر نکلی تو اسکے سر پر دوپٹہ دیکھ کر سبحان نے بے ساختہ شکر ادا کیا۔۔۔ سیلینہ کو باہر آتے دیکھ کر باقی بچے بھی انکے قریب آ گئے۔۔

سبحان کے سنانے سے پہلی ہی سیلینہ نے تیزی سے اپنا موبائل اسکے نزدیک کیا۔ تو اس میں سے ابھرتی ہوئی آواز کو سبحان غور سے سننے لگا۔۔۔

"میرے سر میں درد ہو رہا تھا۔ اس لئے میں دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد سو گئی تھی۔ تو اسی وجہ سے میری آنکھ اب دیر سے کھلی ہے۔ میں نے جان بوجھ کر تم سب کو انتظار نہیں کروایا۔۔۔"۔

سبحان کے الزام لگانے سے پہلے ہی سیلینہ نے صفائی دیتے ہوئے اسے اپنا اردو وائس نوٹ سنا دیا۔۔ جو وہ گوگل سے ٹرانسلیٹ کر کے لائی تھی۔ جبکہ سبحان جو

سچ میں اسے سنانے کی غرض سے بولنے لگا تھا۔ کہ بے اختیار اسکے سر درد کا سنتے ہوئے فکر سے اسے دیکھنے لگا۔۔۔

تمہارا سر درد اب ٹھیک ہے۔۔؟ کھیل پاؤ گی نا۔۔؟ سیلینہ کے ہاتھ سے موبائل پکڑ کر سبحان نے ٹرانسلیٹر میں بولتے ہوئے اسے اٹالین زبان میں سناتے ہوئے پوچھا۔۔ جس کو سن کر سیلینہ نے اسکے او کے کہتے بے فکر کیا۔

وہ یہاں کے مقامی بچے تھے۔ جن کے ساتھ روز اس وقت وہ کھیلتی تھی۔ سارے بچے قرآن پڑھنے کے بعد یہاں پر سیلینہ کو لینے آجاتے تھے۔ سیلینہ کو گھر سے لے کر وہ سب کھیلنے چلے جاتے۔ اور اکثر اوقات وہ سیلینہ کو اپنے اپنے گھر بھی لے جاتے تھے۔

جہاں باہر سے آئی گوری میم کو اپنی دوست بتا کر وہ سب شیخیاں مارتے رہتے۔ اوران میں سب سے زیادہ سیلینہ پر حق جتانے والا محمد سبحان تھا۔جو آج بھی سلینہ کا ہاتھ پکڑے اسے اپنے گھر لے جا چکا تھا۔تا کہ اسے اپنی ماں کے ہاتھ کا بنا ہوا کھانا کھلا سکے۔

ارسل تمہارا ائیر پورٹ فورس میں ٹیسٹ کس دن ہے۔۔؟ڈائنگ ٹیبل پر بیٹھے شیر از پاشا نے ارسل کو مخاطب کرتے استفسار کیا۔

انکل وہ تو ایک ہفتے بعد ہے۔۔"ارسل نے چہرہ موڑتے ہوئے انکو جواب دیا۔ وہ سر کو جنبش دے گئے۔رات کے کھانے کے لیے وہ سب ڈائنگ ٹیبل پر بیٹھے ہوئے تھے۔جبکہ انکی مائیں ٹیبل پر کھانا سرو کر رہیں تھیں۔

تم لوگوں کا بھی کچھ کرنے کا ارادہ ہے یا نہیں۔۔۔؟ مصطفیٰ صاحب نے فاتح اور شہرام کو دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔ جو پتہ نہیں آپس میں کونسی کھسر پھسر میں مصروف تھے۔

انکا صرف جوتے کھانے کا ارادہ ہے۔۔۔! عیس ہمدانی نے ان دونوں گدھوں پر نظر ڈال کر کڑھتے ہوئے کہا۔۔

یار دادا جان کیا آپ بھی۔۔! ابھی تو ہمارے کھیلنے کودنے کے دن شروع ہوئے ہیں۔۔۔! شہرام نے باپ کو مکمل طور پر نظر انداز کرتے منہ بسور کر جواب دیا تو مصطفیٰ صاحب سمجھنے والے انداز میں ہنستے ہوئے اسکی بات مان گئے۔۔۔

تم لوگ کہاں بیٹھ رہی ہو۔۔۔؟ بیہ کو ایشام کے ساتھ والی چیئر پر بیٹھتے دیکھ کر وہاج نے بے ساختہ اسے دیکھا۔ جو آج کھانے کی ٹیبل پر اسکی بجائے بیٹے کے ساتھ بیٹھ گئی تھی۔۔۔

آج تو ہم اپنے بیٹوں کے پاس ہی بیٹھ کر کھانا کھائیں گئیں۔ سوری آپ لوگوں کے لئے آج ہمارے پاس ٹائم نہیں ہے۔۔۔! جواب منیزے کی طرف سے آیا۔ جو خود غازیان کے پاس پوری شان سے بیٹھ چکی تھی۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے باقی بھی مغرور انداز میں بیٹوں کے ساتھ بیٹھ گئی تھیں۔ انکے شاہانہ انداز پر انکے شوہر انکو دیکھتے رہ گئے۔۔ جبکہ لڑکے تو اترانے والے انداز میں چڑاتی ہوئی مسکراہٹ پاس کرتے انکو افسوس سے دیکھنے لگے۔۔۔

ٹھیک ہے۔۔!!اگر آپ اپنے بیٹوں کے پاس بیٹھیں گئیں۔تو ہم بھی آج اپنے ڈیڈ کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائیں گئیں۔۔۔"لڑکیاں جو کب سے اپنی ماؤں کو بیٹوں کا فلیکس مارتے ہوئے صبر کے گھونٹ پی رہیں تھیں۔کہ اب بس ہونے پر وہ یک زبان بولتے ماؤں کو سنا کر جا کر اپنے اپنے باپ کے پاس بیٹھ گئیں۔۔

چھوٹے بابا میں آرہی ہوں اپکے پاس۔۔۔!!ناز جو ایشام کے ساتھ کسی بات پر الجھی ہوئی تھی۔کہ جلدی سے چہرہ اٹھاتے ہوئے عیس ہمدانی کو کہنے لگی۔۔

اور پھر اگلے ہی پل وہ اپنی بحث بعد پر چھوڑ کر تیزی سے عیس ہمدانی کے ساتھ جا کر بیٹھ گئی تھی۔۔جو محبت سے اسے دیکھ کر اپنی بیٹی کے سر پر ہاتھ رکھ گیا تھا۔

عیس ہمدانی کی اپنی تو کوئی بیٹی نہیں تھی۔پر گل ناز نے ہمیشہ سے اسکی بیٹی کی کمی کو ہر طرح سے پورا کیا تھا۔وہ اپنے ماں باپ سے زیادہ عیس ہمدانی اور مشعل علی کو پیار کرتی تھی۔فارس اسے اپنے باپ کا ساتھی بنتے دیکھ کر محبت پاش نظروں سے دیکھتا رہ گیا۔۔وہ اپنے چھوٹے بابا کو بیٹی کے معاملے میں کبھی محرومی کا احساس نہیں ہونے دیتی تھی۔۔

آپ سب کے بیٹوں پر فٹے منہ۔۔۔!!عیس ہمدانی نے اپنی بیوی اور بھابھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے انکے سارے بیٹوں پر مطمئن انداز میں فٹے

منہ بھیجتے ہوئے ناز کو پہلا نوالا کھلایا تو لڑکیاں کھکھلاتے ہوئے بھائیوں کو چڑانے لگیں۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کبیر خان ڈریسنگ مرر کے سامنے کھڑا تیار ہو رہا تھا۔ مکمل طور پر بلیک تھری پیس سوٹ پہنے وہ بالوں کو سیٹ کرنے میں مصروف تھا۔

کبیر خان کے گولڈن براؤن بال سلطان احمد خان سے حاصل شدہ تھے۔اپنے سلکی بالوں کو سیٹ کرتے ہوئے کبیر خان نے اپنی آئس بلو آنکھوں میں دیکھا تو بے اختیار اسے بہارے کا آنکھیں میچنے والا منظر یاد آیا۔۔وہ اسکی آنکھوں کو دیکھتے ہی اپنی آنکھیں بند کر لیا کرتی تھی۔

اپنی دائیں آنکھ کے نیچے کٹ کا نشان دیکھتے ہوئے وہ گہرا مسکرا دیا۔ یہ کٹ اسکی معصوم بلی کے پنجے تھا۔ بچپن میں کبیر خان اپنی بہارے کی آنکھوں میں ڈوبا اسے تک رہا تھا۔۔ کہ بے ساختہ وہ اپنا چہرہ اسکے نزدیک کر گیا۔ جس پر گل بہار نے اسکی آئس بلو آنکھوں سے خوف کھاتے اسکا چہرہ پیچھے ہٹانا چاہا تو اسی کوشش میں اسکا ناخن کبیر خان کی آنکھ کے نیچے خراش ڈالتا چلا گیا۔ وہ ہی خراش وقت کے ساتھ کبیر کے چہرے پر گہری ہوتی چلی گئی۔ کہ اب اسکی دائیں آنکھ کے نیچے کٹ کا نشان واضح معلوم ہوتا تھا۔۔

بہار تو پہلے ہی اسکی آنکھوں کی تاب نہیں سہ پاتی تھی۔ اس پر تضاد اب یہ کٹ بھی اسکا سانس روکنے کی کوشش کرتا تھا۔

اپنی بلی کے نشان کو چھو کر کبیر خان مسکراتے ہوئے بیڈ کی جانب بڑھ گیا۔

پاکستان میں آج انکا تیسرا دن تھا۔اس لئے آج فارس اور کبیر اپنا آفس جوائن کر رہے تھے۔آفس جوائن کرنے والا کام تو وہ لوگ شاید پاکستان آنے سے اگلے دن ہی کر لیتے۔پر دو دن گھر میں رک کر وہ اپنی اپنی ماؤں کے گلے شکوے دور کرتے رہے تھے۔ان دو دنوں میں کبیر اور فارس نے سارا ٹائم اپنی ماؤں کے ساتھ گزارا تھا۔تاکہ انکے دل راضی کر سکیں۔

اور آج انکی اجازت سے ہی وہ آفس جوائن کر رہے تھے۔۔۔اس وقت صبح کے گیارہ بجے کا وقت تھا۔۔

تقریباً سب ہی ناشتہ کرنے کے بعد گھر سے جا چکے تھے۔سوائے انکے چھوٹے بھائیوں کے جو اپنے اپنے کمرے میں ابھی تک لمبی تان کر سو رہے تھے۔۔گھر

واپس آکر وہ سب ایسے نیند پوری کرنے میں مصروف تھے۔ جیسے خدانخواستہ اٹلی میں اتنے سال رت جگے میں گزارے ہوں۔۔۔

اپنے نمونوں کو سوچ کر کبیر خان محبت سے مسکراتے ہوئے بیڈ سے کھڑا ہو گیا۔ وہ مکمل طور پر ریڈی ہو چکا تھا۔ اپنا بریف کیس اٹھا کر وہ موبائل ہاتھ میں پکڑے کمرے سے نکلا۔۔

موبائل میں فارس کو میسیج پر زراویٹ کرنے کا کہہ کر کبیر خان کا رخ اب وہاج کے پورشن کی طرف تھا۔ تیزی سے قدم اٹھاتے ہوئے وہ وہاج علی صدیقی کے پورشن میں داخل ہوا۔ جہاں اس وقت خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ کیونکہ گل ناز آفس جا چکی تھی۔ اور ایشام صدیقی پوری رات جاگنے کے بعد ابھی تک سویا پڑا ہو گا۔۔۔

ایشام کے کمرے میں داخل ہو کر کبیر چلتے ہوئے بیڈ کے نزدیک آیا۔ جہاں انکا ہیکنگ کلر اس وقت اپنے سارے ریڈ الارم بند کیے سکون سے نیند پوری کر رہا تھا۔

ایشام کے کمرے کو ریڈ الارم بنتے دیکھ کر کبیر خان نے ہنس کر سر جھٹکتے ہوئے جھک کر ایشام کے ماتھے پر ہونٹ رکھے۔۔ وہ یہاں اپنی معصوم بلی کو دیکھنے آیا تھا۔۔ پر ایشام کے کمرے کے سامنے سے گزرتے ہوئے وہ خود کو یہاں آنے سے روک نہیں پایا۔۔۔

کبیر خان نے پیار سے ایشام کے بال بگاڑے تو وہ نیند میں منہ بناتے ہوئے تکیے کے نیچے چہرہ چھپا کر ہاتھ اٹھاتے ہوئے اشارے سے کہنے لگا کہ وہ یہاں پر نہیں ہے۔

ایشام کے اشارے پر کبیر کو حیرت ہوئی۔ وہ نیند میں بھی اسکی موجودگی محسوس کر چکا تھا۔ آخر کار ہیکنگ کلر تھا۔ نفی میں سر ہلا کر کبیر آخری بار اسکے بال بگاڑ کر دروازے کی جانب بڑھا تو نیند میں مسکراتے ہوئے ایشام نے ساختہ زرا سی آنکھیں کھولیں۔ کبیر خان کی پشت کو دیکھنے کے بعد وہ مسکرا کر کروٹ بدلتے ہوئے دوبارہ آنکھیں بند کر گیا۔

جبکہ کبیر خان، ایشام کے کمرے سے نکل کر اپنی بہارے کے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔ ابھی اس نے ہینڈل پر ہاتھ رکھا ہی تھا۔۔ کہ پیچھے سے اسے بیہ کی تنبیہ کرتی آواز سنائی دی۔۔۔

کبیر رررر۔۔۔!!!!!! بیہ کی تنبیہ کرتی آواز سن کر کبیر نے تیزی سے مڑتے ہوئے دیکھا تو اپنی چھوٹی ماما کو دیکھ کر مسکرا اٹھا۔۔

ہائے پیاری ساسوماں۔۔۔!! کیسی ہیں ڈارلنگ۔۔۔! کبیر نے آگے بڑھ کر بیہ کو بازو کے حصار میں لیتے پیار سے استفسار کیا۔ تو بیہ نفی میں سر ہلاتے بولی۔۔۔

ساسوماں کے ہینڈسم داماد۔۔۔! یہ مسکے لگانا چھوڑو اور بتاؤ ادھر کہاں جا رہے تھے۔۔۔؟؟ بیہ نے اسکی کے لہجے و انداز میں جواب دیتے آنکھیں چھوٹی

کرتے ہوئے اسے دیکھا۔۔۔اشارہ گل بہار کے کمرے میں جانے کی طرف تھا۔

پیاری ساسوماں۔۔! آفس جانے سے پہلے اپنی معصوم سی منکوحہ کے خوبصورت چہرے کا دیدار کرنے آیا ہوں۔آپکی اجازت ہو تو میں اندر جا کر اسے زرا سا دیکھ لوں۔۔؟کبیر خان نے لاڈ سے اپنی ساس کے گال کھینچتے ہوئے دوستانہ انداز میں جواب دیتے اجازت لینا چاہی۔۔۔

میرے پیارے داماد جی۔۔!! آپ کیوں بھول جاتے ہیں۔۔! کہ اس کمرے میں جو آپکی منکوحہ صاحبہ رہتی ہیں۔وہ آپ کے ساتھ زرا بھی بے تکلف نہیں ہیں۔۔۔! اگر نیند میں غلطی سے بھی اس نے آنکھیں کھول کر اپکا چہرہ دیکھ لیا نا۔۔! تو اس بلیک مینشن میں وبال آجانا ہے وبال۔۔۔۔! پھر نہ اس نے رونا

بند کرنا ہے۔اور نہ ڈیڈ، ڈیڈ کی صدا چھوڑنی ہے۔ مجبوراً مجھے پھر تمہارے سسر صاحب کو گھر بلانا پڑے گا۔۔۔"۔

اپنے داماد کی معصوم سی خواہش کو جان کر بیہ مسلسل طنز کرتے ہوئے کبیر کو اس ملاقات کے سنگین نتائج سے آگاہ کرنے کی کوشش کرنے لگی۔۔۔ شاید کبیر خان کی ساس اسکے اجازت مانگنے پر صاف انکار کرنا چاہتی تھی۔

یار ساسوماں یوں نہ کہیں۔۔۔! اور آپکی صاحبزادی جو مجھ سے بے تکلف نہیں ہے نا۔۔! اس میں بھی آپ سب بڑوں کا ہی قصور ہے۔۔! بچپن میں جب بھی میں اسکے قریب ہونے کی کوشش کرتا تھا۔ تو اسکے زرا سے رونے پر آپ سب تڑپ کر اسے مجھ سے دور لے جاتے تھے۔ تو اس لئے اب مجھے یہ بے تکلفی بحال کرنے دیں پلیز۔۔! اور بے تکلفی بحال کرنے کے لیے میری

منکوحہ کا مجھے دیکھنا بہت ضروری ہے۔تو اس لئے میں اب بنا کچھ سوچے اندر جا رہا ہوں۔۔۔"۔

بیہ کے بے تکلف نہ ہونے والے طنز کا برا مناتے ہوئے کبیر خان اپنی ساسو ماں کو تفصیلی جواب دے کر انکے سر پر ہونٹ رکھ کر پھر دروازے کی جانب بڑھ گیا۔۔۔ جس پر بیہ بے بسی سے اسکی پشت کو دیکھ گئیں۔ کبیر خان اپنی منکوحہ سے دور نہیں رہ سکتا تھا۔اور گل بہار اسکے نزدیک نہیں رہ پاتی تھی۔۔ بیہ نے بے اختیار اس کنفیوژن بھرے کپل کو سوچ کر سرد سانس خارج کی۔۔۔

اگر تمہارا چہرہ دیکھنے کے بعد تمہاری منکوحہ نے رونا شروع کیا تو میں بتا رہی ہوں کبیر۔۔! کہ میں اسے بالکل بھی چپ نہیں کرواؤں گی۔لے جانا اپنی روتی منکوحہ کو اس بریف کیس میں ڈال کر یا گود میں اٹھا کر۔۔۔"۔

اسے اپنے کہے کے مطابق اندر داخل ہوتے دیکھ کر بیہ پیچھے سے اسے سخت لہجے میں دھمکی دیتے بول گئی۔۔۔

کیونکہ وہ اپنی بیٹی کے بلاوجہ رونے سے سخت عاجز تھی۔گل بہار اگر ایک دفعہ رونا شروع کر لیتی تو پھر چپ ہونے کا نام نہیں لیتی تھی۔بلکہ بچپن میں بھی وہ فضول میں بھاں بھاں کرتے روتی رہتی تھی۔اسکی اس عادت پر سب بے بس ہو جاتے تھے۔۔۔

ہائے۔۔۔کبیر خان اپنی منکوحہ پر سو بار قربان سا سوماں۔۔۔! بیہ کی گود میں اٹھا کر لے جانے والی دھمکی پر خوش ہوتے کبیر نے عاشق بنتے سینے پر ہاتھ رکھا تو بیہ اسکی ایکٹنگ پر ہنس کر مڑتی چلی گئی۔۔

کمرے میں داخل ہو کر کبیر نے آہستگی سے دروازہ بند کر دیا۔۔اور ہاتھ میں پکڑا بریف کیس ڈریسنگ مرر کے اوپر رکھ کر وہ دھڑکتے دل کے ساتھ بیڈ کی جانب بڑھا۔آج کتنے عرصے بعد وہ اس کمرے میں آیا تھا۔۔

پورا کمرا آئس بلو کلر تھیم سے سجایا گیا تھا۔۔کیونکہ اسکی معصوم بلی بچپن سے فروزن موری کی "کوئین ایلسا" کی دیوانی تھی۔

فروزن موووی میں ایلسا نے جب برف کا محل بنایا تھا۔ تو اس سین کو دیکھنے کے بعد بہار نے بھی اپنے کمرے کو ویسے بنانے کی ضد شروع کر دی۔۔ اسکی ضد پر فارس اور کبیر نے مل کر اسکے کمرے کو ڈیکوریٹ کیا تھا۔۔ جو آج بھی ویسے کا ویسا ہی تھا۔ پورے کمرے میں نظریں دہراتے ہوئے وہ محبت سے مسکرا دیا۔

سامنے دیوار پر اسکی بلی کا معصوم سا پورٹریٹ بھی لگا ہوا تھا۔ جس میں وہ نیلے رنگ کی فراک پہنے ایلسا بنی ہوئی تھی۔ بہار کی بچپن کی تصویر دیکھتے ہوئے کبیر خان کا دل زوروں سے دھڑک اٹھا۔۔ کبیر نے آگے بڑھ کر پورٹریٹ پر ہونٹ رکھ دیے۔

بلیک مینشن کی ساری لڑکیاں بچپن میں کسی نا کسی پرنسز کی دیوانی تھیں۔ جیسے بہار کو ئین ایلسا کی دیوانی تھی۔ تو گل ناز باربی کی فین تھی۔ بس مہر ماہ اور ہیر کی

پسند تھوڑی الگ تھی۔ کیونکہ وہ کسی پرنسز کی نہیں بلکہ اینا بیل ڈول کی فین تھیں۔۔۔ کبیر کو بچپن کے واقعے یاد آنے لگے تو وہ ہنستے ہوئے بیڈ پر سوئے ہوئے وجود کی طرف بڑھ گیا۔۔

بیڈ کے کنارے پر بیٹھتے ہوئے کبیر نے زرا سا کمبل ہٹا کر دیکھا تو بہار کا معصوم چہرہ دیکھتے ہی اسکا دل مچلنے لگا۔ بے شک اسکی منکوحہ آج بھی نیند کی دیوانی تھی۔ وہ رات کو سوتی بھی جلدی تھی۔ اور صبح اٹھتی بھی دیر سے تھی۔ کیونکہ اسے سونا بہت پسند تھا۔

کبیر نے کمبل ہٹاتے ہوئے اسکے سراپے کو دیکھنا چاہا تو اسے نیلے کلر کے نائیٹ سوٹ میں دیکھ کر حیران ہوتا چلا گیا۔ مطلب اسکی منکوحہ کا بچپنا ابھی تک نہیں

گیا تھا۔۔۔اپنی منکوحہ کی معصوم حرکتوں پر مسکراتے ہوئے کبیر نے جھکتے ہوئے اسکے ماتھے پر ہونٹ رکھے۔۔تو بہار کے وجود کی گرمائش کو محسوس کرتے ہی کبیر خان کی آنکھیں پل بھر میں مخمور ہوتی چلی گئیں۔۔۔

کبیر نے نرمی سے اسکا ہاتھ تھام کر ہاتھوں میں محسوس کیا تو نجانے کیوں اسکا دل تیزی سے جلنے لگا۔بے اختیار ہوتے وہ جھک کر بہار کے چہرے پر نرمی سے لب رکھنا شروع ہو گیا۔

اسکا کمبل مزید سرکاتے ہوئے کبیر خان مکمل طور پر جھکتے ہوئے اسکے چہرے کے ہر نقش کو ہونٹوں سے چھو رہا تھا۔کہ اچانک ہونٹوں پر آکر رکتا چلا گیا۔

بہار کے خم دار ہونٹوں کو دیکھ کر کبیر خان کے سینے میں جذبات کا طوفان اٹھنے لگا۔ وہ دل کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے نرمی سے اسکے نازک لبوں پر ہونٹ رکھ گیا۔

بہار جو لبوں کو ایک دوسرے کے ساتھ پیوست کیے گہری سانسیں بھرتے ہوئے سو رہی تھی۔ کہ کبیر خان نے اپنے عنابی ہونٹوں کی مدد سے اسکے لبوں کو ہلکا سا وا کیا۔۔۔

دل پر ضبط کرتے ہوئے وہ بہت نرمی سے اسے چھونے کی کوشش کر رہا تھا۔ تاکہ وہ جاگے نا، ورنہ جاگنے کی صورت میں اس نے سچ میں رو رو کر اپنے باپ، داد کو اکھٹا کر لینا تھا۔ جو کبیر خان افورڈ نہیں کر سکتا تھا۔

اس لئے بے حد پیار سے اسکے گال پر ہاتھ رکھتے ہوئے نرمی سے اسکے ہونٹوں کو سک کرتے اسکی سانسوں کی مدھم رفتار کو سینے میں اتارنے لگا۔۔۔ کبیر نے اسکے نچلے ہونٹ کو دانتوں میں ہلکا سا دباتے ہوئے بہار کے سراپے پر ہاتھ پھیرا تو بہار زرا سا کسمسا گئی۔۔ جس کو دیکھتے کبیر فورا پیچھے ہٹا۔

اتنے سے لمس پر کبیر خان کا وجود آگ کی طرح جلنا شروع ہو گیا تھا۔ جس پر وہ بھاری سانس خارج کرتے بالوں میں ہاتھ پھیر کر محبت پاش نظروں سے اسکے حسین چہرے کو دیکھ گیا۔ جواب کروٹ بدل کر سو رہی تھی۔۔۔

کبیر نے دانتوں تلے لب دباتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر بہار کا رخ موڑنا چاہا تو نیند میں منہ بناتے وہ اسکی طرف کروٹ لے کر انگوٹھا منہ میں ڈال کر سو گئی۔۔۔

کبیر جو مہبوت ہوتے اسے دیکھ رہا تھا۔ کہ اچانک اپنی منکوحہ کو انگوٹھا چوستے دیکھ کر اسکا زور سے قہقہ ابلا۔۔۔پر وہ ضبط کرتے آنکھوں پر ہاتھ رکھ گیا۔۔۔

کبیر نے جلدی سے کوٹ کی پاکٹ سے موبائل نکال کر اسکا کمبل درست کرتے ہوئے اسکی تصویریں لیں۔ان تصویروں کو وہ بعد میں دیکھنے کا ارادہ رکھتا تھا۔وہ بہت مشکل سے اپنا قہقہ کنڑول کر رہا تھا۔کیونکہ اسکی نیند میں گم منکوحہ اب سوتے ہوئے پوری دلجمعی سے انگوٹھا پی رہی تھی۔۔کبیر خان ہنسی ضبط کرتے جھک کر اسکے ماتھے کو چوم کر گال کو دانتوں میں دبانے کی خواہش کو شدت سے دباتے بس چھو کر کھڑا ہو گیا۔

سی یو سون بہارے۔۔۔!! جانے سے پہلے بہار کے کان میں سرگوشی کر کے وہ اپنا بریف کیس اٹھا کر جلدی سے کمرے سے نکل گیا۔۔۔

ابھی تم لوگوں کو آئے پورا ہفتہ بھی نہیں ہوا اور تم دونوں کو آفس جوائن کرنے کی بے چینی شروع ہو گئی ہے۔۔۔! مشعل علی بیٹے کو خفگی سے دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ جنہوں نے آفس جانے کی رٹ لگائی ہوئی تھی۔ فارس اپنی کیوٹ سی ماں کو دیکھ گیا۔ جو بچوں کے سے انداز میں اسے روٹھی نظروں سے دیکھتے شکوہ کر رہیں تھیں۔۔۔

پتہ نہیں ان دونوں کے ہی کونسے کام ہیں ایسے۔۔! ایک وہ باقیوں کو دیکھ لو۔ جو ابھی تک سوئے پڑے ہیں۔۔۔! علیزے بھی ناراضگی سے دوسروں کا حوالہ دیتے کہنے لگی۔ سیڑھیاں اترتے ہوئے کبیر خان نے مسکرا کر نفی میں سر ہلایا تھا۔ انکی ماؤں کا بس چلتا تو پورا دن انکو اپنے ساتھ بٹھائے رکھتیں۔ وہ

جب سے واپس آئے تھے علیزے اور مشعل انکے زرا سے نظروں سے اوجھل ہونے پر پریشان ہو جاتی تھیں۔

میری کیوٹ سی مام ہم جلد واپس آجائیں گئے۔بس یہاں پر جونیو سٹاف ہایئر کیا ہے۔انکے ساتھ میٹنگ ہی تو کرنی ہے۔۔چاکلیٹ براؤن تھری پیس سوٹ میں فارس نے شہد رنگ آنکھوں سے گلاسز اتارتے ہوئے ماں کو تسلی دی۔ جس پر مشعل علی زرا مطمئن ہوتی نظر نہیں آئی تھی۔

یار سچی جلدی آجائیں پکا۔۔۔!!ماں کی نظروں میں چھپے مطلب کو پڑھتے ہوئے فارس نے ہنس کر آگے بڑھ کر مشعل کو گلے لگالیا۔وہ اوپر اٹھتے ہوئے اسکے ماتھے کو چومنے کی کوشش کرنے لگی۔۔فارس نے تیزی سے جھکتے ہوئے ماں کی مشکل آسان کی تو مشعل اسکے انداز پر قربان ہوتے مسکرا کر اپنے

خوبصورت بیٹے پر آیت کرسی پڑھ کر پھونک مارنے لگی۔۔۔ جس پر وہ مسکرا کر رہ گیا تھا۔۔۔

اوکے مورے اب ہم چلتے ہیں۔۔۔! کبیر نے بھی علیزے کے پاس پہنچ کر اسے گلے لگا کر جانے کی اجازت مانگی تھی۔ مشعل نے اسے اشارے سے پاس آنے کا کہا جس کو دیکھتے وہ فارس کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔۔ مشعل نے ہلکی آواز میں آیت کرسی پڑھتے ہوئے ان دونوں پر پھونک مار دی۔ وہ مسکرا کر اپنی ماؤں کو دیکھ گئے۔

کم تیار ہو کر جایا کرو۔۔! کہیں نظر نہ لگوا لینا۔۔۔! فارس اور کبیر کی وجیہہ شخصیت دیکھتے ہوئے مشعل فکر سے بولی تھیں۔ تو علیزے سمیت وہ ہنس دیے۔۔۔

جب آپ جیسی پیاری ماؤں کی دعائیں ہمارے ساتھ ہوں تو بھلا کس کو نظر لگے لگی چھوٹی ماما۔۔۔! کبیر نے آگے بڑھ کر عقیدت سے اپنی چھوٹی ماما کے سر کو چوما تو علیزے خان اور مشعل علی انکو اپنا خیال رکھنے کی تلقین کرتے خدا حافظ کہہ کر اندر چلی گئیں۔۔۔

انکے جانے پر کبیر اور فارس تیزی سے باہر کی جانب بڑھ گئے۔ کیونکہ انکی میٹنگ میں تھوڑا ہی وقت رہ گیا تھا۔۔۔

گاڑی میں بیٹھتے کی کبیر خان نے مدھم آواز میں قہقہ لگایا تو فارس نے اسے حیرانی سے دیکھا۔۔۔

خیر ہے نا۔۔۔؟اکیلے ہی کس بات پر دانت نکالے جا رہا ہے۔۔؟فارس نے گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے اسکے یوں ہنسے پر حیرت کا اظہار کرتے متجسس ہوتے وجہ جاننا چاہی۔۔۔

لے تو بھی ہنس لے۔۔۔!!اسکے پوچھنے پر کبیر نے موبائل اسکی طرف بڑھا دیا۔فارس نے تجسّس کے مارے گلا سزاوپر کرتے سکرین کی جانب دیکھا تھا۔ جہاں گل بہار معصومیت سے انگوٹھا منہ میں ڈالے سوئی نظر آ رہی تھی۔گل بہار کی تصویر دیکھتے ہی فارس نے چھت پھاڑ قہقہ لگایا تھا۔کبیر جو کب سے اپنے قہقہے کنڑول کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔وہ بھی اب سیٹ سے سر ٹکاتے ہنستا ہی چلا گیا۔۔۔

اوگاڈ۔۔۔!!! یہ ابھی تک ویسے ہی سوتی ہے۔۔۔۔؟ فارس نے ہنستے ہوئے اپنی بہن کے بچپن کا انداز یاد کرتے تعجب کا اظہار کیا۔ گل بہار کو انگوٹھا پینے کی عادت بچپن سے تھی۔ وہ سوتے ہوئے بھی اپنی اس عادت کو جاری رکھتی تھی۔۔

بیہ اور وہاج علی نے بہت کوشش کی تھی۔ کہ انکی معصوم بیٹی کی یہ عادت چھوٹ جائے۔۔اس کے لیے رات سوتے وقت بیہ اپنی بیٹی کے انگوٹھے پر مرچی لگا دیتی تھی۔ اپنی ماں کی انہی کوششوں کی وجہ سے گل بہار کی یہ عادت وقت کے ساتھ کم ہوتی چلی گئی، پر ختم نہیں ہو پائی تھی۔۔۔

ہمارے پورے گھر میں صرف یہ بچہ ہی معصوم سا ہے، ورنہ باقی تو۔۔۔!

فارس گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے محبت سے اپنی بہن کا ذکر کرتے بولا تو کبیر نے اسکی بات کی نفی کی۔۔۔۔

ہمارے گھر میں معصوم تو ماہ پارہ بھی ہے۔اور محبت بھی ہے۔۔!بس یہ کہو کہ میری بہارے جیسا انوکھا بے وقوف معصوم کوئی دوسرا نہیں ہے۔۔۔!کبیر نے ہنستے ہوئے فارس کی درستگی کی تو فارس کو اسکی بات ایک دم ٹھیک لگی۔۔اس لئے ہنستے ہوئے اسکی بات میں حامی بھرنے والے انداز میں سر کو جنبش دیتے گاڑی کی سپیڈ تیز کر گیا۔۔۔

میری پیاری سوہنی بہن۔۔۔! مان جاؤنہ پلیز۔۔۔!! شہرام اپنی بہن ناز کو منانے کی کوشش میں مسکے لگاتے بولا۔تو ناز جو پلکوں پر مسکرا لگا رہی تھی۔کہ بے اختیار رکتے ہوئے بڑے بھائی کو دیکھ گئی۔

بھیاان مسکوں سے کچھ نہیں ہونے والا۔۔اس لئے چپ چاپ اپنے کمرے میں جاکر سو جائیں۔۔۔! ناز بڑے بھائی کو ہری جھنڈی دیکھاتے ہوئے شیشے میں دیکھ کر پھر مسکرا لگانے لگی۔۔۔

یار کیسی بہن ہو تم۔۔۔؟ بڑے بھائی کی اتنی سی مدد نہیں کر رہی۔۔۔!! ناز کو مانتے نہ دیکھ کر اس دفعہ شہرام جھنجھلانے والے انداز میں اسے دیکھ گیا۔جس پر ناز نے اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔اور سنجیدہ ہوتے اسکی طرف مڑ گئی۔

میں بالکل ویسی ہی بہن ہوں۔۔! جیسے آپ لوگ میرے بھائی ہیں۔۔! ایک ہفتہ پہلے آپ دونوں مجھے اور بہار کو بے وقوف بنا کر فارم ہاؤس پر چھوڑ کر آئے تھے۔اس لئے اب مجھ سے زرا بھی امید نہ رکھیے گا۔ کہ میں اپکی کوئی بھی اتنی سی بھی مدد کروں گی۔۔۔"انگوٹھے اور انگلی کو جوڑتے ہوئے وہ اسے انکا ہفتے پہلے کا دھوکا یاد دلاتے ہوئے چبا گی تھی۔ جبکہ انگوٹھے اور انگلی کر جوڑ کر وہ اسے بتانا چاہ رہی تھی۔ کہ وہ اسکی اتنی سی بھی مدد نہیں کرنے والی۔۔۔

یار ناز تم میرے ساتھ ایسے کیسے کر سکتی ہو۔۔؟ وہ بات تو بہت پرانی ہو گئی ہے نا۔۔! اور پھر کیوں بھول جاتی ہو۔ کہ مجھے اور فاتح کو ہمیشہ الٹے کام کرنے کے لیے مجبور کیا جاتا ہے۔۔! ماں قسم ہم خود تو بہت شریف ہیں۔ بس یہ گھر والے نجانے کیوں ہم سے سارے غیر قانونی کام کرواتے ہیں۔۔۔!۔

ناز کے طعنہ دینے پر شہرام چہرے پر معصومیت سجاتے ہوئے اپنی شہ رگ کو چھو کر اپنے ساتھ ساتھ فاتح کی گواہی دیتے بول گیا۔۔ناز اسکے معصوم انداز کو دیکھ کر سکیڑ گئی تھی۔شاید وہ سامنے والے کی معصومیت پر یقین کرنا چاہ رہی تھی۔پر کر نہیں پا رہی تھی۔۔۔

ناز کو آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے خود کو دیکھتا پا کر شہرام نے اپنی ہیزل آنکھوں میں معصومیت والی چمک سجائی تو ناز فورا بول پڑی۔۔۔

سوری بھیا آپ اس معصومیت کے ٹیسٹ میں فیل ہو گئے ہیں۔۔۔!! ناز ہاتھ جھاڑتے ہوئے ڈریسنگ مرر کے آگے سے ہٹ گئی۔شہرام نے بے ساختہ اپنی مشکوک شکل پر لعنت بھیجی تھی۔اسکی اور فاتح کی شکل ہی شاید ایسی تھی۔

کہ کوئی ان پر یقین کرتا ہی نہ تھا۔ چاہے وہ کتنے ہی سچے کیوں نہ ہوتے، خیر سچے تو وہ کبھی بھی نہیں ہوتے تھے۔۔۔

یار ناز تمہارا نام "نازززز" ہے تو اسکا یہ مطلب تھوڑی ہے۔ کہ تم اپنے بڑے بھائی کو اب یوں ناز و نخرے دیکھاؤ گی۔۔۔! میری پیاری بہن، پلس بھابھی جان۔۔۔! پلیز مان جاؤ نا۔۔۔" ناز کو اپنی واڈروب میں کھٹ پھٹ کرتے دیکھ کر وہ کھڑے ہوتے اسکی طرف آتے پھر مکھن لگاتے کہنے لگا۔۔۔

جبکہ ناز جو اپنی واڈروب میں آفس جانے کے لئے کوئی کوٹ سلیکٹ کر رہی تھی۔ وہ بے اختیار ناک سکوڑتے ہوئے ان تعریفوں کو ملاحظہ کرنے لگی۔۔۔

بدلے میں مجھے کیا ملے گا۔ وہ کیا ہے نا۔۔! کہ میں ایک بزنس وومن ہوں۔۔! تو بناڈیکنگ کے کوئی کام نہیں کرتی۔۔۔؟ واڈروب کے دروازے

سے چہرہ باہر نکالتے ہوئے گل ناز نے آبرو اٹھاتے ہوئے پوچھا تو اسکے نیم رضا مند ہونے پر شہرام کی آنکھیں تیزی سے چمک اٹھیں۔۔۔۔

میں اٹلی سے ایک بہت پیاری بلیک جیکٹ لے کر آیا ہوں۔۔! نیو برینڈڈ جیکٹ ہے۔۔۔! وہ تمہاری ہوئی۔۔۔! گل ناز کی نیم رضامندی دیکھانے پر خوشی سے پھولتے ہوئے شہرام نے آگے بڑھ کر اسکے گال کھینچتے ہوئے آفر کی۔وہ جو اسکی جیکٹ کا سن کر دل ہی دل میں خوش ہو رہی تھی۔کہ بے ساختہ جھنجھلانے والے انداز میں تیزی سے بولی۔۔۔

بھیا میرا میک آپ خراب ہوا تو قسم سے آپکی بینڈ بجادوں گی۔۔!! اپنا چہرہ پیچھے ہٹاتے ہوئے وہ تیزی سے دوبارہ شیشے کی جانب بڑھی تھی۔شہرام اپنی بے اختیاری کو کوستا ہوا اسکے پیچھے ہوا تھا۔۔

اچھاسوری۔۔سوری۔۔!!شہرام نے جلدی سے سوری کہتے ہوئے تھوڑی دیر پہلے والا نازنے جو برش پکڑا ہوا تھا، وہی اٹھا کر اسکے چہرے پر پھیر کر میک اپ ٹھیک کرنے کی کوشش کرنے لگا۔۔۔جس پر نازنے اسکے ہاتھ سے برش چھینتے ہوئے اسے گھورا تھا۔

آپکی جیکٹ کے ساتھ ساتھ مجھے کچھ اور بھی چاہیئے۔۔۔!!چہرے پر دوبارہ ٹچ آپ کرتے ہوئے نازنے بڑے بھائی کی آفر قبول کرتے ہوئے ساتھ دوسری شرط بھی رکھ دی تھی۔جس کو سن کر شہرام اسے استفہامی نظروں سے دیکھتے ہوئے مزید بولنے کا انتظار کرنے لگا۔۔۔

فاتح بھیا نے کل جو بلو کلر کی جیکٹ پہنی ہوئی تھی۔ مجھے وہ بھی چاہیئے۔۔۔! ناز نے رکتے ہوئے آنکھیں اسکی طرف موڑتے ہوئے بتایا تھا۔ شہرام بے نیاز بنتے ناز کے بات مکمل کرنے سے پہلے ہی بول اٹھا۔۔

اس کمینے کی جیکٹ تو کیا۔ مجھے جائیداد بھی چوری کر کے تمہیں دینی پڑی تو میں دے دوں گا۔۔۔!! ناز کی شرط کو ہوا میں اڑاتے ہوئے وہ شوخی مارتے تیزی سے بولا تھا۔۔

بھیا میری بات ابھی پوری نہیں ہوئی۔۔! فاتح بھیا کی جیکٹ۔۔! غازی بھیا کی دو برینڈڈ گلاسز اور باسم بھیا کی دو گھڑیاں۔۔۔! یہ سب چیزیں مجھے رات تک اپنے کمرے میں وہاں پر رکھی ہوئی ملنی چاہیئے۔۔۔! ناز نے بات مکمل کرتے

ہوئے بیڈ کی جانب اشارہ کیا تھا۔ جس پر شہرام نے اسے تیز نظروں سے گھورا۔۔۔

دو بھائیوں کو کیوں بخش دیا ہے۔۔! کہو تو ایشام کے کان میں پہنے والا زیور بھی لادوں۔۔! یا ارسل۔۔۔ شہرام کے بار مکمل کرنے سے پہلے ناز تیزی سے اسکی بات کاٹتے ہوئے پھر بولی تھی۔۔۔

ہاں، ہاں یاد آیا۔۔۔! ارسل بھیا کے پاس گلے والی چین کی بہت اچھی کولیکشن ہے۔۔! پلیز وہ بھی دو، تین لاد دیجیے گا۔۔۔! شہرام کے منہ سے ارسل کا نام سنتے ہی ناز کو اسکے گلے کی چین یاد آئیں۔

اس پورے ہفتے میں اس فیشن کی کوئین کو اچھے سے اندازہ ہو گیا تھا۔ کہ اس کے کس والے بھائی کے پاس کن چیزوں کی کولیکشن پڑی ہوئی ہے۔ ان سب

چیزوں کو سوچ کر وہ من ہی من میں جھوم اٹھی تھی۔ آخر وہ اب روز آفس میں نئی سے نئی لک بنا کر جا سکتی تھی۔

تمہارا دماغ ہل گیا ہے کیا۔۔۔؟ چلو فاتح کا تو میں گردہ بھی چوری کر کے تمہیں آسانی سے دے دوں۔۔۔! پر وہ سر پھرا بیریسٹر اپنی سرمئی آنکھوں سے دیوار کے اس پار بھی چور کی خوشبو محسوس کر لیتا ہے...! تو اسکے کمرے سے اسی فیورٹ گلاسز کی کولیکشن میں سے میں تمہیں دو گلاسز چرا کر لا کر دوں۔۔۔؟ اور وہ ڈاکٹر اپنے پھیپھڑے نکال کر دے دے۔۔! لیکن کسی کو اپنی گھڑیاں نہ دے۔۔۔! اور ماشاءاللہ سے آپکے وہ چھوٹے خان ارسل بھیا۔۔۔؟!!!۔۔

وہ اپنی چین چرانے پر میرا ہی گلا کاٹ کر عبرت کے نشان کے طور پر اپنے جہاز کے آگے رکھ کر فضا میں اڑا تا رہے۔۔۔! ناز کی ساری ڈیمانڈز سننے کے بعد

شہرام سب کا ذکر کرتے ہوئے ہوئے میٹھے میٹھے طنز کرتا کلس کرا سے دیکھ گیا۔۔۔

تو ٹھیک ہے پھر۔۔! اگر میری ڈیمانڈز نہیں پوری کرنی تو میں چلی آفس۔۔۔؛ فضول میں روزگار کمانے والے کا اتنا ٹائم ضائع کر دیا۔۔۔! شہرام کے سارے طنز کی بوچھاڑ پر ناز شان بے نیازی سے کندھے اچکا کر اپنا کوٹ پہن کر کمرے سے نکلنے لگی تو شہرام نے غصے سے اس چالاک لومڑی کو گھورنا چاہا۔۔۔

ٹھیک ہے میری ماں۔۔۔!! لادوں گا۔۔۔! پر میرا کام کرو اب۔۔۔! آخر کار ہار مانتے ہوئے شہرام نے اسکا کندھے پر لٹکتا ہوا بیگ دبوچ کر پیچھے کھینچتے ہوئے ناز کو اپنے مقابل کیا تو وہ خوشی سے مسرور انداز میں شہرام کے صدقے واری ہو گئی۔۔۔

پر بھیا یار ایک مسلہ ہے۔۔۔! ماہ پارہ تو اسکے ساتھ ہی یونیورسٹی جاتی ہے۔۔۔!

ناز نے گال پر انگلی ٹکاتے ہوئے پر سوچ انداز میں مسئلہ بیان کیا۔۔

وہ سب میں نہیں جانتا تم جانو۔۔۔! پر ٹھیک گیارہ بجے مجھے وہ اپنے کمرے میں چاہیئے۔۔۔! ناز کے مسلہ بتانے پر وہ بھی اسے خود سے حل کہنے کا سنا کر کمرے سے نکلتا چلا گیا۔ پیچھے ناز کوئی پلین بنانے میں مصروف ہو گئی۔

آپی نے مجھے آج لیٹ آنے کے لیے کیوں کہا تھا۔۔؟ ناز کا میسیج دیکھ کر وہ ناسمجھی سے خود سے بڑبڑا گئی۔

بلیک شرٹ کے ساتھ بلیک ہی پینٹس پہنے شاکنگ پنک کوٹ پہنے وہ جانے کے لیے مکمل طور پر تیار تھی۔ اپنی تیاری کو آخری ٹچ دینے کے بعد وہ مطمئن

انداز میں بیڈ پر بیٹھ کر اپنی ہیلز پہننے لگی۔ سفید پیروں میں بلیک ہیلز پہن کر جو وہ کھڑی ہوئی تو اسکا دراز قد اچانک سامنے شیشے میں نمایاں ہوتا چلا گیا۔

آنکھوں پر سن گلاسز لگا کر وہ پرس اٹھا کر کمرے سے باہر نکلی ہی تھی۔ کہ اسکے ہاتھ میں موجود موبائل تیزی سے وائبریٹ ہونے لگا۔۔

اپنے چلتے قدموں کو روک کر گلاسز سر پر ٹکاتے ہوئے اس نے موبائل میں میسج دیکھا تھا۔ جہاں ناز کی طرف سے کوئی میسیج آیا ہوا تھا۔ ناز کا پیغام پڑھ کر وہ بے ساختہ ہونٹ کاٹنا شروع ہو گئی۔ بڑی بہن کا حکم وہ ٹال بھی نہیں سکتی تھی۔ موبائل میں اس نے ٹائم دیکھنا چاہا۔ تو دن کے ساڑھے گیارہ بج رہے تھے۔

مقابل کے سونے کا سوچ کر وہ گہری سانس خارج کرتے تیز قدم اٹھاتے ہوئے مطلوبہ کمرے کی جانب بڑھنے لگی۔ وہ جیسے جیسے قدم آگے اٹھا رہی

تھی۔ ویسے ویسے اسکا دل بھی زوروں سے دھڑکتے ہوئے اودھم مچانے لگا تھا۔۔

سینے میں بے قابو ہوتے دل کو بامشکل سنبھالتے وہ آگے بڑھتی جا رہی تھی۔ فضا میں اسکی ہیلز کی آواز ٹک ٹک کرتی گونج رہی تھی۔ جس کو سن کر اسے محسوس ہو رہا تھا کہ شاید اسکے وجود میں دھڑکتا دل بھی ایسے ہی اٹھتے بیٹھتے ہوئے اسکی سانس روکنے کی کوشش کر رہا ہے۔۔

دس منٹ مسلسل چلنے کے بعد وہ مطلوبہ کمرے کے سامنے آکر کھڑی ہو گئی۔ کمرے کے دروازے کو دیکھتے ہی اسکے سامنے دو بے تاب آنکھوں کا عکس جھلملاتے ہوئے لہرانے لگا۔

تیزی سے سر ہلا کر خود کو کمپوز کرنے کی کوشش میں بھاری سانس خارج کرتے وہ ہینڈل گھما کر کمرے میں داخل ہوئی۔ براؤن اور بلیک کلر کے امتیاز سے اس کمرے کو ڈیزائن کیا گیا تھا۔

کمرہ کے بلیک فرنیچر پر نظر دہرا کر اسکی نظریں بیڈ کی طرف اٹھیں۔ جہاں بستر بے ترتیب تھا۔ شاید اس کمرے کا مکین جاگ چکا تھا۔۔۔پر کمرے میں تو وہ اسے کہیں بھی نظر نہیں آرہا تھا۔

ہونٹ کاٹتے ہوئے نجانے کیوں اسکا دل بری طرح مچل رہا تھا۔ کہ بس یہاں سے تیزی سے وہ رفو چکر ہونے کی کرے۔۔۔ابھی وہ انہی سوچوں میں گم تھی۔ کہ اچانک کلک کر کے باتھروم کا دروازہ کھل گیا۔۔۔

مہر ماہ نے ایک جھٹکے میں مڑتے ہوئے دیکھا تھا۔۔ شہرام علی کو شرٹ لیس نکلتا دیکھ کر وہ سانس روک گئی۔ اسے اچانک اپنے کمرے میں دیکھ کر سانس تو مقابل کا بھی اٹکا تھا۔ وہ تو یہی سمجھ رہا تھا۔ کہ وہ زرا دیر سے آئے گی۔ اس لئے وہ شاور لینے چلا گیا تھا۔۔۔

مہر ماہ نے ساکت و صامت ہوتے شہرام علی کے چوڑے سینے پر نظریں دہرائیں۔ جہاں سکن سن ٹینگ کی وجہ سے سفید سے تبدیل ہو ہلکی ہلکی براؤن ہو چکی تھی۔ جبکہ بازوؤں کے پھولے بائسپ پر بھی واضح فرق تھا۔۔

مہر ماہ آنکھیں پھاڑتے ہوئے اسکی دلکش باڈی دیکھ رہی تھی۔ جبکہ مقابل نے اسکے جامند ہونے پر دلفریب انداز میں مسکراتے ہوئے ٹاول کو صوفے کی

جانب اچھالتے ہوئے اسکی طرف قدم بڑھا دیئے۔اسے اپنی طرف آتے دیکھ کر مہر ماہ ہوش میں آتی تیزی سے پلٹتے ہوئے کمرے سے بھاگنے لگی۔۔

شہرام نے ایک جست میں اس تک پہنچ کر مہر ماہ کی کلائی دبوچ کر اپنی طرف کھینچا تو اس اچانک آفت پر اچھلتے ہوئے مہر ماہ کے لبوں سے ہلکی سی چیخ بلند ہوئی۔وہ لہراتے ہوئے اسکے سینے سے ٹکرا گئی۔۔کندھے پر موجود بیگ اور موبائل زور سے نیچے گرتا چلا گیا۔۔۔

کہاں مہر وبی بی۔۔۔؟؟مہر ماہ کو کمر سے جکڑتے ہوئے شہرام قدم پیچھے کی جانب اٹھاتے ہوئے اسے زور سے دروازے کے ساتھ شوخ لہجے میں بولا۔وہ اپنی نیلی آنکھیں چراتے ہوئے لرز سی گئی تھی۔۔۔جس پر شہرام نے لب کا کونا دباتے ہوئے اسکی خراب حالت کو انجوائے کیا۔۔۔

ششش۔۔شہری۔۔۔!!!مہرماہ نے اٹکتے ہوئے بنا اسکی طرف دیکھے اسکا نام ادا کیا تو شہرام کا مضبوط دل پھڑ پھڑاتے ہوئے اسے کوئی گستاخی کرنے پر مجبور کرنے لگا۔۔

وہ گہری نظروں سے اسکے کانپتے ہونٹوں کو دیکھتے ہوئے اسکی کمر میں گرفت سخت کرتا چلا گیا۔۔۔

کمرے میں اچانک فسوں خیز سانسوں کا رقص شروع ہوا تو مہرماہ نے سٹپٹا کر لب کاٹتے ہوئے اسکی آنکھوں میں دیکھتے نفی میں سر ہلا دیا۔۔۔مقابل کی اتنی نزدیکی اور سخت گرفت پر وہ سانس نہیں لے پا رہی تھی۔۔

شہری قربان اس نرم ہونٹوں کی پکار پر جانم۔۔!!!مہرہ کے لبوں سے اپنا نام سنتے ہی شہرام نے مخمور لہجے میں بولتے ہوئے اپنا چہرہ اسکے خوبصورت چہرے

کے قریب کر دیا۔ وہ بوکھلا کر اس سنکی شخص کو دیکھ گئی۔۔۔۔ جو لمحہِ بہ لمحہ اسکے نزدیک ہوتا جا رہا تھا۔۔۔

شہری۔۔۔۔!! مجھے جانے دو۔۔!! مہرہ ماہ نے چہرہ موڑتے ہوئے کسمسا کر جانے کی التجا کرنا چاہی تھی۔ جس کو سن کر شہرام نے دلفریب نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے اسکی گردن سے اٹھتی مہک کو اپنے اندر اتارا۔۔۔

ایسے کیسے جانے دوں جانم۔۔۔؟ پچھلے کئی سالوں کا حساب، کتاب ہے۔۔۔! ہم کڑی دھوپ میں اپنا وجود جلا کر اپکے لئے سفید سے براؤن ہو کر آئے ہیں۔۔اب آپ سے حساب، کتاب چکتا کیے بنا ایسے کیسے جانے دے سکتے ہیں۔۔۔؟ مہر ماہ کی کمر کو دبوچ کر شہرام نے تیزی سے گھومتے ہوئے اپنی پشت دروازے سے لگائی تو مہر ماہ بے بسی سے اسے کندھوں سے تھام گئی۔

ہہ۔۔ ہمم۔۔ بعد میں بات کریں گئے نا۔۔۔!!! شہرام کی بے باک نظروں کی تاب نہ سہتے وہ اپنی کمر سے اسکے ہاتھ ہٹاتے کی کوشش کرتے بنا توقف کے بولی تھی۔ جبکہ شہرام کو اسکا بھیگی بلی والا روپ مزہ دے رہا تھا۔۔۔۔ شہرام نے ایک جھٹکے میں اسے اپنی گرفت سے آزاد کیا تو وہ لڑکھڑا کر اسے دیکھ گئی۔۔۔ جو آنکھوں میں ان گنت جذبات لیے اسکی نیلی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔۔۔

ہماری بات تو آج سے کچھ سال پہلے ہی ہو گئی تھی۔۔! ہماری شرط کے مطابق میں نے خود کو تمہارا براؤن پرنس بنالیا۔۔! اب بتاؤ چھوٹے بابا سے تم خود اس بارے میں بات کرو گی یا میں اٹھاؤں گھر میں شور۔۔۔!! مہر ماہ کے خوبصورت سراپے کو گہری نظروں سے دیکھتے وہ آہستہ آہستہ اسکی طرف قدم اٹھاتے کچھ سال پہلے کی کمنٹنٹ یاد دلانے لگا۔ مہر ماہ جو اسکے اپنی طرف بڑھنے

پر پیچھے کی جانب قدم اٹھا رہی تھی۔ کہ بے اختیار بچپن والے اسکے الفاظ پر مسکراہٹ دباتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔۔ جو وارفتگی سے اسکے نقوش کو دیکھ کر خود کو باز کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔

میں کیسے مانوں۔۔۔؟ کہ مسٹر شہرام سچ میں وائٹ سے براؤن پرنس بن کر آئے ہیں۔۔! کیا پتہ مجھے جھوٹا متاثر کرنے کے لیے کوئی براؤن رنگ کیا ہو۔۔۔!!! شہرام کے خوبرو چہرے کو دیکھتے وہ ناک سکوڑ کر مسکراہٹ دبا کر بولی تھی۔ مہرماہ کے شک کرنے پر بدلے میں شہرام نے اسے آبرو اٹھاتے دیکھا۔۔۔۔

میں "شہرام علی" ہوں۔۔! اپنی کمنٹنٹ کا پکا۔۔۔!! مہرماہ کی پینٹس میں لگے سنہرے بیلٹ کو انگلیوں میں جکڑ کر شہرام نے اسے اپنی طرف کھینچتے ہوئے

باور کروایا تھا۔ جبکہ وہ اسکی بے باک حرکت پر لال انگارہ ہوتے اسے دیکھ گئی۔۔۔

تمہارے لئے میں براؤن تو کیا کوئی بھی رنگ کرواسکتا ہوں جانم۔۔۔!! پر تمہاری ڈیمانڈ کے مطابق میں دبئی کی کڑی دھوپ میں بس سفید سے لائٹ براؤن ہو کر آیا ہوں۔۔! اور یہ رنگ کتنا پکا یا کچا ہے۔۔! اس بات کا اندازہ تم نکاح کے بعد میرے سینے پر ہونٹ رکھ کر خود چیک کر لینا۔۔!۔

مہرماہ کے بیلٹ کو انگلیوں میں جکڑے شہرام اسکی نیلی آنکھوں میں ڈوبتے ہوئے بولتا چلا گیا۔۔۔ جبکہ اسکے زو معنی الفاظ پر مہرماہ ایک بار پھر شرم سے لال پڑ چکی تھی۔۔۔

بے اختیار اس نے اپنے بیلٹ سے اسکا ہاتھ نکالنے کی کوشش کی تو شہرام مسکرا کر اسکا بیلٹ آزاد کرتے مہرماہ کو پیچھے بیڈ پر دھکا دے گیا۔۔۔

جس پر مہرماہ نے سٹپٹا کر مقابل کے انداز و حرکات کو ہضم کرنے کی کوشش تھی۔ شہرام علی کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اپنی کمنٹنٹ پوری کرنے کے بعد مہرماہ کا نازک وجود اپنے نیچے کہیں گم کر لیتا پر ابھی اسے نکاح تک کا امتحان بھی پاس کرنا تھا۔۔۔

شہری پاگلوں والی حرکتیں کیوں کر رہے ہو۔۔۔!! مہرماہ نے بوکھلا کر اسکے بیڈ سے اٹھنا چاہا تو وہ شہرام اسے دوبارہ دھکا دیتے اپنا سایہ اس پر کرتا چلا گیا۔۔۔ جس پر وہ سانس روکے بیڈ پر منجمند گر گئی۔۔۔

شہری کا بس چلے۔۔! تو تمہیں پتہ نہیں کن کن طریقوں سے اپنا پاگل پن دیکھائے۔۔۔! پر جانم ابھی شہری بہت مجبور ہے۔۔! ورنہ میرا دل چاہ رہا ہے۔ کہ تمہیں اپنے اسی سینے میں چھپا کر کہیں دور لے جاؤں۔۔۔! اور پھر وہاں سرد راتیں ہوں اور ہم۔۔۔!!! مہر ماہ پر اپنا بوجھ ڈالے بنا وہ بوجھل لہجے میں جواب دیتے بول رہا تھا۔۔ اسکی باتوں پر مہر ماہ کو بے ساختہ اپنے وجود میں سپارک اٹھتا ہوا محسوس ہونے لگا تھا۔۔ وہ زرا سیکنڈ آنکھیں بند کر اسے دیکھنے لگی تو مقابل گہرا مسکرا دیا۔۔۔ آخر اپنے بے تاب جذبات کی آگ وہ اس تک پہنچا ہی چکا تھا نا۔۔۔۔

تم صرف یہ رنگ بدل کر مجھ پر یوں حق نہیں جتا سکتے۔ اس لئے اب ہٹو مجھ سے۔۔۔!!! کب سے اسے خود پر حاوی ہوتے دیکھ کر مہر ماہ خود کو سنبھالتے

ہوئے تیز لہجے میں سناتے بولی تھی۔ وہ دونوں بھونیں اٹھاتے ہوئے اسے متاثر ہوتی نظروں سے دیکھ گیا۔۔۔

بے فکر ہو کر لیٹی رہو جانم۔۔۔! میں ابھی تم پر اپنا بوجھ منتقل کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔۔۔! مہر ماہ کے چہرے کو دیکھتے شہرام نے اسکی بات کا الٹا بے شرمی بھرا جواب دیا تو وہ شرم وحیا سے جھنجھلاتے ہوئے چیخ پڑی۔۔۔

میں تمہارا سر پھاڑ دوں گی بے شرم انسان۔۔۔!! کب سے میرے ساتھ بے شرمیوں پر اترے ہوئے ہو تمہیں شرم نہیں آتی کیا۔۔۔!! شہرام کے چوڑے سینے پر مکے مارتے ہوئے وہ چیخ پڑی تھی۔۔ کمرے میں شہرام کا دلفریب قہقہ گونجتا چلا گیا۔۔۔ وہ اسکے اوپر سے ہٹ کے ساتھ بیڈ پر گرتے ہوئے ہنسنے لگا تو ناچاہتے ہوئے مہر ماہ بھی ہنس پڑی۔۔۔

ان دونوں کی ہنسی کی آواز کمرے میں گونجنے لگی تو شہرام اچانک ہنسی روکتے سر کے نیچے بازو ٹکاتے ہوئے اٹھ کر اسے دیکھنے لگا۔۔۔

مہر ماہ جو کھکھلا رہی تھی۔ کہ اچانک شہرام کے یوں اٹھنے پر ہنسی روکتے چہرہ موڑتے ہوئے اسکی طرف دیکھنے لگی۔۔۔

ایئرپورٹ پر مجھے دیکھ کر نظریں کیوں چرا رہی تھی۔۔۔؟ شہرام نے اسکے گولڈن بالوں کی لٹ پکڑتے ہوئے زرا سی کھینچ کر ایئرپورٹ کا منظر یاد کیا۔ جس پر وہ سی کرتی اسے گھورنے لگی۔۔۔

میری مرضی، میں جو بھی کروں۔۔۔! شہرام کے استفسار کرنے پر وہ اسے ہاتھ سے اپنی لٹ نکالتے ہوئے نخرے سے بولی تھی۔ وہ مسکرا کر اسے دیکھ گیا۔۔۔

نکاح کب تک کرنا ہے۔۔؟ کیونکہ میں تمہارے ان نخروں کا زور اپنے بازوؤں میں توڑنے کے لیے بے تاب ہو رہا ہوں۔۔۔! شہرام نے اسکے چہرے کے نزدیک چہرہ کرتے بوجھل لہجے میں مہر ماہ کے ہونٹوں کو دیکھا تھا۔

وہ سٹپٹا کر تیزی سے بیڈ سے اٹھ گئی۔۔۔

شہرام کے پاگل پن پر وہ اس سے پہلے بھاگ کر کمرے سے نکلتی۔جب شہرام مسکراتے ہوئے پھر بجلی کی سی رفتار میں اسکے پیچھے ہوا۔۔

شہرام نے دروازہ کھولتی مہر ماہ کو اچانک کمر سے جکڑ کر گھوما کر دروازے کو بند کیا تو وہ بیچاری پھر ڈر کے مارے اچھل کر چیختے رہ گئی۔۔۔

تم پاگل ہو گئے ہو۔۔۔!! چھوڑو مجھے کوئی آجائے گا۔۔۔!!!! ٹانگوں کو ہلاتے ہوئے وہ تیز سانسوں میں چیخی تھی۔ جس پر شہرام نے اسے زمین پر کھڑا کرتے اسکی پشت کو سینے سے لگالیا۔۔۔۔

میں جانتا ہوں تمہیں بچپن سے میرے ساتھ کھیلنے کا بہت شوق ہے۔ تمہارے اس من پسند کھیل کر پورا کرنے کے لیے تمہیں ایک مہینے کا وقت دے رہا ہوں۔۔! اگر ایک مہینے کے بعد تم نے نکاح کی حامی بھرنے میں کوئی چوں چرا کی تو آئی سویئر جانم تم میرا وہ روپ دیکھو گی۔ جو صرف تمہارا خواب ہو سکتا ہے، پر حقیقت نہیں۔۔۔! کیونکہ ایک مہینے کے بعد نکاح تو میں نے تم سے ویسے بھی کر ہی لینا ہے۔ پر تمہیں راضی ہونے کا اس لئے کہہ رہا ہوں۔ تاکہ تم لہنگا اپنی پسند کا پہن سکوں۔۔! اور اگر لہنگا میں نے اپنی پسند کا لیا تو یاد

رکھنا۔۔!کہ میں اس عروسی جوڑے کو تمہارے اس خوبصورت بدن سے بہت برے طریقے سے نکالوں گا۔۔۔"۔

مہر ماہ کے کان میں مسلسل زو معنی سرگوشیاں کرتے وہ آخر میں چبا کر دھمکی آمیز بولا تو مہر ماہ آنکھیں پھیلاتی چلی گئی۔۔

شہرام نے اسے اپنی گرفت سے آزاد کر دیا تھا۔۔وہ ہوش میں آتی سر پر پیر رکھ کر وہاں سے بھاگ نکلی تھی۔۔۔جس پر شہرام دلکشی سے مسکراتے ہوئے اس تیز گام کو دیکھ گیا۔اس حسین کامیاب ملاقات کے بعد اسکا دل سرشاری میں مبتلا ہونے لگا تھا۔

وہ جانتا تھا۔ کہ اسکی نیلی بلی خود سے کبھی بھی اس سے نہ ملنے آئی گی۔ اور نہ ہی دیکھنے۔۔۔! اس لئے آج صبح وہ ناز کے ساتھ بھاری بھر کم ڈیل کر کے یہ ملاقات اریج کر کے آیا تھا۔

مہر ماہ کے جانے کے بعد وہ مسلسل مسکراتے ہوئے ڈریسنگ روم میں چینج کرنے چلا گیا۔ تاکہ اپنے کرائم پارٹنر مسٹر فاتح سلطان کو اپنی محبت کی داستان سے آگاہ کرتے ہوئے ناز کی ڈیل مکمل کرنے میں مدد لی جاسکے۔ کیونکہ ناز اسے مسلسل میسیجز کر کے دھمکا رہی تھی۔ کہ اگر آج رات تک اسے اسکی چیزیں نہ ملیں تو وہ مہر ماہ کو بھڑکا دے گی۔ اس لئے شہرام کو اب ہر حال میں اس مینشن کے امیر ترین لوگوں کے کمروں میں ڈاکا ڈالنا تھا۔۔۔ ذہن میں پورا لائحہ عمل تیار کرتے وہ تیار ہونے لگا تھا۔۔۔

ہیر۔۔۔!! بیہ نے مصروف انداز میں لاونج میں بیٹھی ہوئی ہیر کو آواز دی تو وہ چونک کر سر اٹھاتے ہوئے دیکھنے لگی۔۔۔

جی پھوپھو۔۔۔!! بیہ کی پکار پر ہیر احترام سے جواب دینے کے بعد اپنی مامی کو دیکھنے لگی۔

بچے بھاگ کر یہ ڈریس تو زرا ایشام کو پکڑا آؤ۔اس نے مجھے پریس کروانے کے لئے دیا تھا۔! ہیر کے جواب دینے پر بیہ نے افراتفری میں اسے حکم سناتے ڈریس پکڑایا تو وہ ہونق پن سے اپنی پھوپھو کو دیکھ گئی۔۔۔

پر پھوپو میں۔؟؟ ہیر جو الجھن و نا سمجھی سے کچھ کہنا چاہ رہی تھی۔کہ اس سے پہلے ہی بیہ اسکی بات کاٹتے ہوئے فور آ بولنے لگی۔۔۔

پھوپھو کا پیارا بچہ پلیز اسے دے آؤ۔۔۔! مجھے زرا کچن میں جانا ہے۔ وہاں علیزے میرے انتظار میں کھڑی ہے۔ میں اگر اسے اپنے پورشن میں ڈریس دینے گئی تو میرا واپس آنے میں پورا آدھا گھنٹہ لگ جائے گا۔ اور ابھی میرے پاس اتنا وقت بھی نہیں ہے۔۔۔" ہیر کے چہرے کے تاثرات دیکھتے ہوئے بیہ اسے ریکوسٹ کرنے والے انداز میں تفصیلی جواب دینے کے بعد جلدی سے کچن کی طرف چلی گئی۔

جبکہ ہیر تو اپنی پھوپو کو منہ کھولے دیکھتی رہ گئی تھی۔ جو اسے حکم سنا کر غائب بھی ہو چکی تھیں۔ اب کیا وہ اس مچھر کے کمرے میں اسے ڈریس دینے جاتی۔۔۔؟ غصے سے مٹھیاں بھینچتے ہوئے وہ سوچ گئی۔ ابھی دن کے تین بج رہے تھے۔ آج وہ آفس سے بھی جلدی واپس لوٹ آئی تھی۔ کیونکہ اسکے سر میں شدید درد تھا۔

واپس لوٹنے کے بعد وہ کچھ دیر اپنے کمرے میں ریسٹ کرتی رہی تھی۔ہیر کے آفس سے آج جلدی واپس لوٹنے پر منیزے اسے کمرے میں دیکھنے گئی تو اسکی بیٹی بنا چینج کیے سو چکی ہوئی تھی۔ جس پر منیزے تاسف میں سر ہلاتے واپس آ گئی۔اور اب تھوڑی دیر پہلے ہی ہیر فریش ہونے کے بعد لاونج میں آ کر ابھی بیٹھی ہی تھی۔ کہ بیہ اسے ایک نیا حکم سنا کر جا چکی تھی۔۔۔

اب وہ کیا کرتی۔۔۔؟الجھن کے مارے اندر ہی اندر وہ چڑتے ہوئے پیر پٹک گئی۔وہ جب سے واپس آیا تھا ہیر تو تب سے اسے انجان بنی ہوئی تھی۔تو آج بھلا کیسے وہ اسکے کمرے میں یوں ہی چلی جاتی۔۔۔بے بسی کے مارے مسلسل سوچ میں پڑی چکی تھی۔

ایشام صدیقی جب سے واپس لوٹا تھا۔اسکے خود کو دیکھنے کے انداز پر ہیر کو الجھ کر رہ جاتی تھی۔ بھلا وہ کیوں اسے وارفتگی سے دیکھنے لگا تھا۔ جیسے اسکی محبت میں پور پور ڈوبا ہوا ہو۔۔ !

حالانکہ انکے درمیان تو کبھی بھی ایسی کوئی الفت نہیں رہی تھی۔ جہاں تک ہیر کو یاد تھا تو ایشام صدیقی اسے تنگ پڑتے ہی یہاں سے گیا تھا۔اسکے بے رحم الفاظ وہ آج بھی نہیں بھو پائی تھی۔تو اب بھلا ایسا کیا ہو گیا تھا۔کہ ایشام صدیقی کی نیلی آنکھوں میں ہیر پاشا کے لئے الفت نظر آنے لگی تھی۔دماغ میں خود سے ہی تانے بانے بنتے وہ سرد سانس خارج کرتے کھڑی ہو گئی۔چہرے پر سرد تاثرات سجاتے ہوئے دل پر بھاری پتھر رکھتے اسکا ڈریس اٹھا کر وہ لاونج سے نکلی۔۔۔

بلیک مینشن جب ڈیزائن کروایا گیا تھا تو اس وقت اسکے صرف چار پورشن تھے۔ لیکن بعد میں یہ پانچ حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ جس کی وجہ سے اب یہ پہلے سے بھی بڑا ہو چکا تھا۔

مسلسل کئی منٹوں تک چلتے ہوئے ہیر وہاج علی صدیقی کے پورشن میں داخل ہوئی تو سیڑھیاں چڑھتے ہوئے تھکی سانس خارج کرنے لگی۔ آج اسے خود میں بہت ویک نیس محسوس ہو رہی تھی۔ جب وہ سو کر اٹھی تھی تو اسکا سر درد تو پہلے سے ٹھیک ہو گیا تھا۔ پر اب اسکا سر چکرانے لگا تھا۔ ہیر جو تیزی سے سیڑھیاں چڑھ رہی تھی کہ ایک دم سے اسے تیز چکر آیا تو وہ ریلنگ کو پکڑتی چلی گئی۔۔۔

یااللہ کیا ہو گیا ہے مجھے۔۔۔؟؟ گرنے کے خوف سے ہیر دہل کر خود سے بولی۔ جبکہ ساتھ ہی سر کو ایک ہاتھ سے تھام کر اس نے خود کو سنبھالنے کی کوشش بھی کی تھی۔ دو منٹ وہیں ریلنگ کے پاس رک کر ہیر کو جب کچھ بہت محسوس ہوا تو وہ دوبارہ سیڑھیاں چڑھنے لگی۔۔

لگتا ہے جس منحوس کے کمرے میں جا رہی ہوں۔۔! یہ اسی کی منحوسیت کی وجہ سے میرے ساتھ ہو رہا ہے۔۔۔! ایشام کے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے وہ خود کے چکرانے کا الزام ایشام کو دے گئی۔۔۔ایشام صدیقی کے کمرے کی طرف جاتے ہوئے ہیر پاشا کا مسلسل خود سے بڑبڑانا جاری تھا۔۔۔

نفرت سے سر جھٹک کر وہ ایشام کے کمرے کے سامنے آئی تو بجائے ہینڈل سے دروازہ کھولنے کے ہیر نے غصے سے دروازے کو لات ماری۔۔ کیونکہ دروازہ

پہلے ہی زرا سا کھلا ہوا نظر آ رہا تھا۔ بے دھیانی میں وہ یہ تک بھول گئی تھی کہ وہ اپنے بچپن والے سٹائل میں ہی یہاں تک آئی ہے۔۔۔

دروازہ ایک جھٹکے میں کھلا تو وہ غصے سے اندر داخل ہوئی۔ ہیر کے اندر داخل ہوتے ہی دروازہ خود بخود بند ہوتا چلا گیا تھا۔ جو ہیر نے بالکل محسوس نہیں کیا تھا۔

بلیک ٹی شرٹ کے ساتھ بلیک ہی کھلا سا ٹراؤزر پہنے ہیر بے ساختہ پورے کمرے میں نظریں گھمانے لگی۔

سارا کمرہ اس وقت مکمل طور پر صاف ستھرا نظر آ رہا تھا۔۔ شاید بیہ پھوپھو نے ابھی کچھ دیر پہلے ہی یہاں کی صفائی کروائی تھی۔ وہ بے اختیار سوچنے لگی۔۔۔

اسکے برعکس ایشام صدیقی جو باتھ روم میں شاور تلے کھڑا خود کو پر سکون کرنے کی کوشش میں تھا۔ کہ اچانک اسکے باتھ روم میں سبز رنگ کی لائٹ تیزی سے بلنک کرنے لگی تو ایشام چونک کر متوجہ ہوتے آنکھیں کھول گیا۔ سبز لائٹ کو بلنک ہوتے دیکھ کر اسکی آنکھوں میں بے اختیار تیزی سے چمک اترتی۔ اس لئے جلدی سے شاور بند کر کے وہ باہر نکلنے کے تیاری کرنے لگا۔ آخر اسکی سبز چڑیل خود چل کر اسکے شکنجے میں آئی تھی۔ تو بھلا ایشام صدیقی اسے ایسے ہی کیسے جانے دیتا۔۔۔

ٹراؤزر پہننے کے بعد اس نے گھنے بالوں میں ہاتھ پھیر کر باتھ روم کا دروازہ کھولا۔ دروازہ کھلتے ہی ایشام کو وہ کمرے کے بیچوں وبیچ کھڑی نظر آئی۔

بلیک ہاف سلیوز ٹی شرٹ اور ٹراؤزر میں ہیر کے نازک سراپے کو دیکھتے ہی ایشام صدیقی کے وجود میں تیزی سے سپارک اٹھنے لگا تھا۔ جبکہ ہیر کی اس سے پشت تھی۔۔۔۔وہ بے خبر تھی کہ جس کو بچپن میں وہ ستاتی رہی ہے وہ اب دیو بن کر اسکے پیچھے کھڑا ہے۔

چپکے سے اسکے قریب آتے ایشام نے زرا سا چہرہ آگے کی جانب جھکاتے ہوئے دیکھنا چاہا تو اسکی سبز چڑیل جو ڈریس اسے دینے کے لئے یہاں آئی تھی اسی ڈریس کو اپنے پیروں میں پھینک کر اس پر غصے سے پاؤں مار رہی تھی۔ایشام کی نیلی آنکھیں صدمے سے پھٹی چلی گئیں۔

آخر وہ کیوں اسکا خون جلانے میں ہمیشہ کامیاب ہو جاتی تھی۔

بچپن میں بھی وہ ایسے ہی کیا کرتی تھی۔ صبح صبح پتہ نہیں کہاں سے نکل کر اسکے کمرے میں نمودار ہو جاتی جاتی تھی۔اور پھر ایشام کے باتھ روم میں جانے کے بعد اسکے یونیفارم کو پیروں میں اچھے سے روند کر اسکا سکول بیگ الٹ کر وہ ہاتھ جھاڑتے ہوئے ٹشن مارتے ہوئے کمرے سے غائب ہو جاتی۔

پیچھے جب ایشام باتھ روم سے نکلتا تو اپنے یونیفارم اور بیگ کی خراب حالت دیکھ کر چلا اٹھتا تھا۔اپنے سکول یونیفارم کی سفید شرٹ پر چھوٹے چھوٹے شوز کے نشان دیکھ کر اسے اچھے سے اندازہ ہو جاتا تھا۔ کہ یہ کارستانی کس کی ہے۔ اور ایشام جب دندناتے ہوئے اپنا خراب یونیفارم اٹھا کر لاؤنج میں پہنچ کر سب کو دیکھاتا تو ہیر حیران ہونے کی ایکٹنگ کرتے آنکھیں پھیلاتے ہوئے معصوم لہجے میں بول دیتی "کہ ہائے شام کے کمرے میں بھوت رہتے ہیں۔۔"ہیر کی ایکٹنگ پر سب کو جہاں ہنسی آتی وہیں پر ایشام کو خون کھول اٹھتا۔

جیسے اب وہ دانت کچکچاتے ہوئے اپنی بے خبر کھڑی نازک منکوحہ کی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اسکا رخ اپنی طرف موڑ چکا تھا۔ اسکے اچانک چھونے پر ہیر کے لبوں سے ڈر کے مارے چیخ نکلی تو وہ اچھلتے ہوئے سبز آنکھوں کو پھیلا گئی۔۔۔ وہ اپنے دھیان میں گم کھڑی تھی۔ اسے بالکل بھی ایشام کا آنا محسوس نہیں ہوا تھا۔۔

اسکے آنکھیں پھیلنے پر ایشام صدیقی نے تیزی سے ہیر کا چہرہ اوپر اٹھاتے اسکے نرم ہونٹوں کو اچانک اپنی دسترس میں لیا تو ہیر پاشا کا وجود یک دم ہوا میں تحلیل ہوتا چلا گیا۔ وہ بے یقینی سے لرزتے ہوئے اس سے پہلے گرتی جب ایشام نے سختی سے اسکے کمر کو دبوچ کر قدم پیچھے کی جانب اٹھانا شروع کر دیے۔

پیچھے کی جانب قدم اٹھاتے ہوئے ہیر کے وجود کو خود میں بھینچتے ہوئے ایشام بیڈ پر گرا تو ہیر نے ساکت آنکھوں سے اسے دیکھا۔ایشام کی نیلی آنکھوں نے اسکی آنکھوں کے سبز رنگ کو اپنے اندر اتارتے ہوئے جارحانہ انداز میں اپنا وزن اس پر ڈالتے ہوئے ہیر کے نازک لبوں کو اپنے دانتوں میں زور سے دبایا تو ہیر کا وجود جو ہوا میں کہیں گم ہو کر رہ گیا تھا۔

کہ بے اختیار مقابل کی اس جسارت پر ہوش میں لوٹتے اسکی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی خیزی سی دوڑ اگیا۔ہیر نے مچلتے ہوئے ایشام کو خود سے دور کرنا چاہا تو وہ اسکی زبان کو ہونٹوں میں دبا کر اسے شدت سے خود میں بھینچتے بے باک ہوتے ہیر کے رونگٹے کھڑے کرنے لگا۔وہ کہاں جانتی تھی کہ وہ یوں اچانک نکل کر اس پر ایسا حملہ بول دے گا۔اگر اسے اندازہ ہوتا تو یقیناً وہ الرٹ کھڑی ہوتی۔۔

ہیر کو اپنی سانس رکتی ہوئی محسوس ہونے لگی تو وہ تڑپتے ہوئے اسکے کندھوں پر مکے مار گئی۔ایشام صدیقی کا شرٹ لیس چوڑا بھیگا وجود ہیر کے ڈریس کو ہلکا ہلکا نم کر چکا تھا۔۔ایشام نے اس پر رحم کھاتے زرا سا پیچھے ہٹتے اسکی مچلی کلائیوں کو قابو کرتے بیڈ سے لگایا تو ہیر سٹل پڑنے والے انداز میں مقابل کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگی۔۔۔

ہائے پیاری منکوحہ صاحبہ۔۔!!! کیسی ہیں آپ...؟وہ کیا ہے نا کہ وہ بچپن کا دور تھا جب آپ ایسی حرکتیں اور چالاکیاں کر کے بھاگ جاتی تھیں۔۔اور میں ضبط سے صرف چلانے کے سوا کچھ کر نہیں پاتا تھا۔۔!ہیر کی پھیلی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے ایشام مسکرا کر حال پوچھتے ہوئے اسکے ہونٹوں کے مزید نزدیک ہوا تو ہیر کے وجود میں یک دم گرم سپارک اٹھنے لگا۔۔جس پر وہ

سانس روکے اسے سننے لگی۔۔جواب اسکی گردن میں چہرہ چھپا کر کان میں سرگوشی کرتے کچھ بول رہا تھا۔۔۔

یہ جوانی کا دور ہے ہیر صاحبہ۔۔۔!اس دور میں مجھ سے الجھیں گئیں تو بچپن میں جو چینخیں میری بلند ہوتی تھیں۔تو یقین مانو میں اس سے ڈبل آواز میں تمہاری ایسی ایسی چینخیں نکلواں گا نا، کہ تم خواب میں بھی ایشام صدیقی کو دیکھ کر ڈرنے لگوں گی۔۔۔!ایشام ن اسکے کان کی سرخ لوح کو دانتوں میں دبا کر زور زے کھینچتے ہوئے معنی خیزی لہجے میں بات مکمل کی تو ہیر جلن کے مارے سسک اٹھی۔۔۔

تم زہر کے کیپسول۔۔! ہٹو میرے اوپر سے۔۔۔! تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی میرے ساتھ ایسی واحیات بد تمیزی کرنے کی۔۔۔! شرم وحیا کے مارے وہ غصے سے چلاتے ہوئے اسے خود سے ہٹانے کی کوشش کرنے لگی تو نجانے کیوں ایشام کو اپنی رگ رگ میں سکون اترتا محسوس ہوا۔ آخر کار وہ اپنی چپ توڑ کر زہری زبان کو استعمال میں لے ہی آئی تھی۔۔۔

ہائے پیاری منکوحہ۔۔۔!! میں بس اسی دن کا ویٹ کر رہا تھا کہ کب تم اپنی اصلیت پر اتروں گی۔۔۔!! اور آج میرے کمرے میں آکر تم نے اپنے اس معصوم چہرے کے پیچھے چھپا ہوا شیطانی چہرہ دیکھا ہی دیا آخر کار۔۔۔! قسم سے میں اتنے دنوں سے یہ ہی سوچ رہا تھا کہ کہیں بچپن میرے پیچھے ہیر فوت ووت تو نہیں ہو گئی۔ آخر اس مینشن میں اب تک سکون قائم کیسے ہے۔۔۔!

ہیر کی بے اعتنائی اور اسکے تنگ نہ کرنے پر وہ ڈارمٹک انداز میں اسکی گال پر دانت گاڑتے ہوئے تبصرے کرنے لگا۔۔

کیونکہ دل ہی دل میں وہ اتنے دنوں سے اسکے شیطانی منصوبوں کو مس کر رہا تھا۔اور سوچ رہا تھا کہ اسکی سبز چڑیل اس پر حملہ کیوں نہیں کر رہی۔آخر اس نے بھی تو اب مکمل تیاری کر کے رکھی ہوئی تھی۔

مرے میرے دشمن۔۔۔!تم خود مر جاؤ سستے عمران ہاشمی۔۔۔!دفع ہو میرے اوپر سے۔۔۔!ابھی جا کر ڈیڈ لوگوں کو بتاتی ہوں کہ تم مجھے مرنے کی بدعائیں دے رہے ہو۔۔۔!مرنے کا سن کر وہ دہل کر اسے الٹا سیدھا سناتی چلی گئی۔جس پر ایشام کے حلق میں قہقہ ابلا۔۔کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اسکی سبز چڑیل مرنے سے بہت ڈرتی ہے۔۔۔

میں تو نہ اٹھو یہاں سے۔۔۔! اتنے سالوں کا بدلہ چکتانے کا وقت آیا ہے تو کیسے اتنی آسانی سے اس دلکش وجود سے دور ہو جاؤں۔۔۔! ہیر کے خوبصورت نقوش دیکھتے ہوئے ایشام نے دھڑکتے دل کے ساتھ اچانک جھکتے ہوئے اسکے سائیڈ لپس کو ہلکا سا چوما تو ہیر پھر کانپتے ہوئے مچل کر رہ گئی۔

جبکہ ایشام اب رکا نہیں تھا وہ بے باکی سے اسکے اسکے ہونٹوں کو بار بار نرمی سے سک کرتے ہوئے خود کے ساتھ ساتھ ہیر کی بھی حالت خراب کرنے لگا۔۔۔ ہیر کی سانسوں نے روانی پکڑی تو ایشام مدہوش ہوتے کروٹ بدل کر اسکے نازک وجود کو اپنے اوپر شفٹ کرتے تیزی سے اسکے ہونٹوں کے ساتھ اپنے ہونٹ الجھا گیا۔

ہیر کے ہونٹوں کو وا کرتے ایشام نے اسکی زبان کو اچانک جکڑا تو ہیر نے اسکی بے باکی پر صدمے سے دوچار ہوتے اسے دیکھا۔۔

بلیک ٹراؤزر میں بھیگے بالوں کے ساتھ کان میں چاندنی کی بالی پہنے ایشام صدیقی کے دلکش روپ نے ہیر کے دنیا میں ہنگامہ برپا کیا تو وہ دم سادھے اسکو تکنے لگی۔

اسکے فریز ہونے پر ایشام صدیقی نے بے تابی سے اسکے ہونٹوں کو اپنے لبوں میں محسوس کرتے اسکی کمر پر ہاتھ پھیرتے نیچے کی جانب کھسکایا تو ہیر یک دم ہوش میں آتی اسکے اوپر سے جلدی سے اٹھ گئی۔

جس پر ایشام نے پھولی سانسوں میں اسے دیکھتے ہوئے بے چینی سے پھر دبوچ کر خود پر گرالیا۔۔وہ ایک جھٹکے میں اسکے چوڑے وجود کا دوبارہ حصہ بن گئی تھی۔۔

ایشام نے ہیر کے لبوں پر ابھی ہونٹ رکھے ہی تھے۔کہ دروازے پر اچانک بیہ کی آواز سنائی دینے لگی۔اپنی مام کی آواز پر ایشام کی گرفت ڈھیلی پڑی تو ہیر بھی ہوش میں آتی تیزی سے اٹھتے ہوئے پھر کھڑی ہو گئی۔

پریوں اچانک کھڑے ہونے پر اسے ایک دم سے پھر زوردار چکر آیا تو وہ لڑکھڑا کر اس سے پہلے گرتی کہ ایشام نے تڑپتے ہوئے بیڈ سے اٹھتے پھرتی سے اسے تھام لیا۔۔

وہ لڑکھڑا کر اسکے بازوؤں میں گری تو ایشام پریشان ہوتے اسے پکارنے لگا۔۔۔ہیر کو اپنی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھایا ہوا معلوم ہو رہا تھا۔اس لئے وہ اپنی آنکھیں کبھی بند تو کبھی کھولتے ہوئے ایشام کی طرف دیکھنے کی کوشش کرنے لگی۔پر اسے سب دھندلا سا نظر آ رہا تھا۔۔۔

ہیر جاناں۔۔۔! کیا ہوا میری جان۔۔۔! ایشام نے اسے بازوؤں میں اٹھاتے ہوئے پریشانی سے پکارا پر ہیر نے تب تک آنکھیں بند کر لیں تھیں۔بیہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی تو ایشام کے بازوؤں میں ہیر کو دیکھ کر تعجب و حیرانی سے اپنی آنکھیں پھیلا گئی۔۔

مام یہ بے ہوش ہو گئی ہے۔۔۔! اپنی مام کے چہرے پر ابھرتے ہوئے تاثرات دیکھ کر ایشام نے جلدی سے بتانا ضروری سمجھا تو بیہ ہوش میں آتی تیزی سے اسکی طرف آئی۔۔۔

کیا مطلب بے ہوش ہو گئی ہے۔۔؟ کیا ہوا اسے۔۔۔؟ کیا کہا تم نے اسے۔۔۔؟ میں یہ ہی دیکھنے آئی تھی کہ کہیں تم دونوں بچپن کی طرح لڑ جھگڑ کر شہید نہ ہو گئے ہو۔۔! پر یہاں شام تم نے اسے بے ہوش ہی کر دیا ہے۔۔۔" ہیر کے بے ہوش وجود کو دیکھتے بیہ نے تفکر سے بولتے ہوئے ایک کے بعد ایک سوال کیے تو ایشام ٹھنڈی آہ بھر کر رہ گیا۔۔۔

مام آپکی بھتیجی تو جیسے دُودھ کی دھلی ہوئی ہے نا، جو آپ مجھ پر شک کر رہیں ہیں۔۔۔! اور یہ اتنی معصوم کہ میری وجہ سے بے ہوش ہو جائے۔۔۔! کیا ہو

گا، پھر اس نے کسی مجھ جیسے معصوم انسان کا سکون برباد اس لئے بد دعا کے طور پر بے ہوش ہو گئی ہے۔۔"اپنی ماں کے الزامات کا برا مانتے ہوئے ایشام طنز کرتے نفی میں سر ہلاتے دروازے کی جانب بڑھا۔۔۔

اب کہاں جا رہے ہو۔۔۔؟ایشام کو باہر کی جانب بڑھتے دیکھ کر بیہ جلدی سے اسے پیچھے ہوتے پوچھنے لگی۔۔۔

آپکی بھتیجی پلس بہو کو لاؤنج میں لے کر جا رہا ہوں۔۔۔ڈاکٹر باسم کو پلیز انکے کمرے سے باہر نکال لائیں زرا۔۔۔! میرے روم میں اسکا علاج ہوا تو اس نے جاگتے ہی مجھ پر الزام لگا دینا ہے کہ میں نے اسے زہر کا ٹیکا لگوا دیا ہے۔اس لئے بھئی میں رسک نہیں لے سکتا۔۔۔! سیڑھیاں اترتے ہوئے ایشام نے میٹھے

میٹھے طنز کرتے تفصیلی جواب دیا تو بیہ اپنے بد تمیز بیٹے کی پشت کو گھور کر جلدی سے باسم کو بلانے چلی گئی۔۔۔

فتی۔۔۔!! تجھے نہیں لگتا کہ ہماری سب کزن بڑی ہو کر کافی پیاری ہو گئیں ہیں۔۔۔! شہرام نے موبائل میں مصروف فاتح کو مخاطب کرتے ایکٹنگ کرتے ہوئے پر سوچ انداز ظاہر کرنے کی کوشش میں فاتح کی رائے لینا چاہی۔۔۔۔

ہاں سب بہت پیاری ہیں۔۔۔! موبائل کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتے ہوئے فاتح نے مصروفیت سے جواب دیا۔۔ جس کو سن کر شہرام کو تپ چڑھنے لگی۔

وہ کب سے اسے کچھ بتانے کی کوشش کر رہا تھا۔۔پر فاتح بنا توجہ دیے بس موبائل میں گھسا پڑا تھا۔۔۔

خبیث انسان کیا ڈھونڈ رہا ہے اپنے اس سالے میں۔۔۔! شہرام نے کلس کر اسکے موبائل کو سالے کا لقب دیتے ہوئے آگے ہو کر دیکھنے کی کوشش کی تو فاتح موبائل سے آنکھیں اٹھا کر چہرہ موڑتے ہوئے اسے سنجیدہ انداز میں دیکھنے لگا۔۔شہرام اسکے سنجیدہ انداز کو دیکھ کر بے اختیار الجھتے ہوئے سوالیہ نظروں سے منتظر ہوا۔۔

موبائل میں "سلینہ" کو ڈھونڈ رہا ہوں۔۔! بنا شرمندہ ہوئے فاتح نے معصومیت سے موبائل میں مصروف ہونے کی وجہ اصل وجہ بتائی تو شہرام

پہلے تو تعجب کا شکار ہونے لگا پر اگلے ہی پل اسکے اتنا سسپینس پھیلانے پر وہ کڑھتے ہوئے بولا۔۔۔

سالے تو نے اسے موبائل میں رکھا ہوا تھا جو میری اتنی اہم باتوں کو چھوڑ کر تو اس پر انگلیاں چلا رہا ہے۔۔! میں تیری یہ انگلیاں ہی کاٹ دوں گا۔۔۔! خود کو نظر انداز کرنے پر شہرام نے غصے سے جھکتے ہوئے فاتح کی انگلیوں پر دانت گاڑے تو فاتح چیختے ہوئے اسکے بال جکڑ گیا۔۔۔

کتے، کمینے۔۔۔! تجھے کھانے کے لیے آج کھانا نہیں ملا کیا جو کتوں کی طرح میری انگلیاں چبا رہا ہے۔۔۔" شہرام کے بال کھینچتے ہوئے فاتح درد سے بے حال ہوتے بولا۔۔ وہ دونوں اس وقت گاڑی میں بیٹھے تھے۔ رات کے گیارہ

بج رہے تھے۔وہ صبح سے مٹر گشت کرنے کے لیے نکلے اب جنگلیوں کی طح لڑنے میں لگے تھے۔

بے غیرت انسان ایک تو میری منکوحہ پہلے ہی مجھے نہیں مل رہی اوپر سے تم سب الگ سے میرا خون چوسنے کی کوشش کرتے رہتے ہو۔۔۔!! شہرام کے دانتوں سے اپنی انگلیاں نکال کر فاتح نے ہمیشہ والا دکھڑا رویا تو شہرام اسے گھور کر بے دعا دینے لگا۔۔۔

جا میری بد دعا ہے کہ تجھے تیری منکوحہ اگلے جنم میں بھی نہ ملے۔۔۔!اور اگر ملے تو میرے نکاح سے پہلے نہ ملے۔۔۔! شہرام نے خالص آنٹیوں کی طرح ہاتھ نچاتے ہوئے بد دعا دے کر فاتح کو ایک اور ہنٹ دیا۔۔۔

ہیں۔۔۔؟سالے تیرا نکاح کہاں سے آگیا۔۔۔؟جیسی تیری شکل ہے نہ تجھے تو کوئی مانگنے والا اپنی بیٹی نہ دے۔۔۔! بڑا آیا نکاح کرنے والا۔۔۔! سب میری طرح خوش شکل اور خوش قسمت نہیں ہوتے، جن کا بنا کسی مشکل کے قبول ہے، قبول ہے ہو جائے۔۔! شہرام کے ہنٹ کا بے غرق کرتے فاتح نے اسکی شکل پر لعنت بھیجتے ہوئے اپنی شان میں قصیدے پڑھے تو شہرام اپنی سیٹ سے اٹھتے اس پر پل بھرا۔۔۔

سالے۔۔۔! تیرے نکاح کی دفعہ سارے پاپڑ میں نے بیلے اور تو مجھے ہی تیور دیکھ رہا ہے۔دیکھنا تجھے ایک مہینے تک میں مہرو سے نکاح کر کے دیکھاؤ گا۔۔" فاتح پر غصے سے مکوں کی برسات کرتے ہوئے شہرام کے منہ سے آخر کا سارا سچ خود ہی باہر ابلا تو فاتح ٹھہرتے ہوئے نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگا۔۔۔

کیا بولا تو نے پھر بولی زرا۔۔۔؟ فاتح نے جانچنے والے انداز میں شہرام کی طرف دیکھتے ہوئے کنفرم کرنا چاہا تو شہرام یک دم ٹھنڈا پڑتے شرمانے کی ایکٹنگ میں اپنی ہیزل براؤن آنکھوں کو گھمانے لگا۔۔۔

مام۔۔۔! ڈیڈ کب آئے گئے۔۔۔؟ ہیر نے بھیگی آنکھوں سے پھر وہی سوال پوچھا۔ جو وہ پچھلی کتنی دیر سے کر رہی تھی۔ اپنی بیٹی کے مسلسل ایک ہی سوال پوچھنے پر منیزے پاشا اس بار سرد سانس کر گئی۔

ہیر کیوں مجھے تنگ کر رہی ہوں۔۔! اب تم ننھی منی کا کی نہیں ہو۔۔! جوان ہو چکی ہو۔۔۔! منیزے اپنی بیٹی کو دیکھتے ہوئے چڑتے ہوئے باور کروانے کی

کوشش کرنے لگی۔ جس پر ہیر نے معصوم بچوں کی طرح ہچکی بھری تھی۔

کیونکہ اسے اپنی ماں کا یہ لہجہ پسند نہیں آیا تھا۔

آج دن میں وہ جب ایشام کے کمرے میں بے ہوش ہو گئی تھی۔ تو ایشام اسے یوں ہی اٹھائے نیچے لے آیا تھا۔ جہاں باسم نے اسکا چیک اپ کیا تو پتہ چلا کہ ہیر میڈم ڈی ہائڈریشن کا شکار ہوئی پڑیں ہیں۔ اسی لئے اسے مسلسل چکر آ رہے تھے۔ اور شاید کمزوری کا بھی مسلہ تھا۔ جس کی وجہ سے وہ گرتی پھر رہی تھی۔ اور اب جب سے وہ ہوش میں آئی تھی۔

اسکی ایک ہی رٹ تھی۔ کہ اسے اپنے ڈیڈ کے پاس جانا ہے۔ کیونکہ وہ زرا سی طبیعت خرابی میں بالکل بچی بن جاتی تھی۔

بیمار ہونے کی صورت میں اسے صرف اپنے ڈیڈ کا پیار اور توجہ چاہیئے ہوتی تھی۔ جو اسے مل نہیں رہی تھی۔ اب رات کے دس بج رہے تھے۔ پر ضرار پاشا ابھی تک واپس نہیں آیا تھا۔

ہیر کی طبیعت خرابی کا سن کر ناز بڑی بہنوں کی طرح پاس بیٹھی اسے مسلسل بہلانے کی کوشش کر رہی تھی۔ جبکہ باقی سب بھی پاس بیٹھیں تھیں۔ لیکن ہیر کی نظریں اس وقت صرف لاؤنج کے دروازے پر ٹکی ہوئیں تھیں۔۔ جہاں سے ضرار پاشا نے اندر داخل ہونا تھا۔ جو کہ وہ آ نہیں رہا تھا۔ اس لئے وہ ناز کے کندھے پر سر رکھے معصوم بچوں کی طرح بار بار اپنی ماں کو باپ کے آنے کا پوچھ رہی تھی۔ کیونکہ وہ چاہتی تھی۔ کہ اسکی ماں خود اسکے باپ کو اسکی طبیعت خرابی کا بتائے تاکہ ضرار پاشا سب کچھ چھوڑ کر اسکے پاس آ

جائے۔اور ہیر کو سپیشل اٹینشن بھی مل جائے۔ لیکن اسکی ماں جان بوجھ کر اب اسے ڈانٹ رہی تھی۔

میں ڈیڈ کو بتاؤں گی کہ آپ مجھے ہر وقت فضول میں ڈانٹتی رہتی ہیں۔۔! ماں کے غصہ کرنے پر وہ سوں سوں کرتے بولی تھی۔سب مسکراہٹ دبا گئیں۔ جبکہ منیزے نے گھور کر اپنی بیٹی کو دیکھا۔

نہ میرا بچہ دل چھوٹا نہیں کرتے۔۔۔! رو کو میں چھوٹے بابا کو خود فون کر کے بتاتی ہوں۔ کہ انکی راجکماری کی طبیعت خراب ہے۔ تو پلیز سب کچھ آگ میں جھونک کر فلائٹ پکڑتے ہوئے گھر پر تشریف لے آئیں۔۔۔! نازنے اپنی چھوٹی بہن کو بازو کے حصار میں لیتے اسے تسلی دیتے اپنا فون اٹھا کر ضرار پاشا کا نمبر ملا دیا۔ جس کو دیکھتے ہوئے ہیر کو اب کچھ تسلی سی محسوس ہونے لگی تھی۔

نازا بھی فون کر ہی رہی تھی۔ کہ موبائل بیل کی آواز پر وہ سب لاؤنج کے دروازے میں دیکھنے لگیں۔ جہاں سب ایک ساتھ اندر داخل ہو رہے تھے۔ ضرار پاشا کے موبائل میں بیل ہو رہی تھی۔۔۔

لو آ گئے ہیں سب۔۔۔! ضرار پاشا کو دیکھ کر نازنے کال بند کرتے ہوئے فون نیچے رکھ دیا۔ ہیر اب ناراضگی سے ناز کے کندھے میں منہ چھپا کر بیٹھ گئی۔ جس پر منیزے نے پھر اسے گھورا۔ جس نے باپ کو دیکھتے ہی ڈرامے شروع کر دیے تھے۔

خیر تھی بچے۔۔۔؟ ناز کی کال کے مقصد کے بارے میں پوچھتے ہوئے ضرار پاشانے پاس آ کر ہیر کو دیکھا جو چہرہ چھپائے بیٹھی تھی۔۔۔

بڑے بابا اپکو نہیں پتہ کہ آپکی لاڈلی کی طبیعت خراب ہے۔ وہ کب سے اپکو پکار رہی تھی۔ پر آپ آہی نہیں رہے تھے۔ اوپر سے ہماری بیمار ہیر کو بڑی ماما سے ڈانٹ بھی پڑ گئی ہے۔۔۔" مہر ماہ نے ہنسی دباتے ہوئے اپنے بہن کے بارے میں اطلاع دینے کے ساتھ ساتھ منیزے کے ڈانٹنے کا بھی ذکر کیا تو ہیر نے بے ساختہ ناراضگی سے ہونٹ مڑوڑے۔۔ جبکہ ضرار پاشا تو اپنی لاڈلی کے بیمار ہونے کا سنتے فکرا سکے پاس بیٹھ گیا تھا۔۔

کیا ہوا ہے میرے شہزادے کو۔۔؟ اور کس نے ڈانٹا ہے میری جان کے ٹوٹے کو۔۔۔؟ ضرار پاشا نے لاڈ و فکر سے پوچھتے ہوئے اپنی بیٹی کو بازو کے حصار میں لیا تو ہیر کے سوں سوں کرنے کی آواز پر وہ مزید پریشان ہوتا چلا گیا۔۔

ڈیڈ۔۔۔!!مام ڈانٹتی رہتی ہیں۔۔۔!میری طبیعت ٹھیک نہیں۔۔۔!پھر بھی اتناڈانٹا۔۔۔!اپکو بھی نہیں بتایا۔۔۔!میں بس اپکو بلانے کا کہہ رہی تھی۔۔۔!!اپنے باپ کو سامنے دیکھتے ہی وہ بچوں کے سے انداز میں روتے ہوئے ساری شکایتیں کرنے لگی تھی۔سب ہنسی دباتے اسے دیکھ گئے۔جو ماں کے صرف ایک دفعہ غصہ کرنے کو ہر وقت ڈانٹنے کا کہہ رہی تھی۔۔۔

پہلے تو میر اشہزادہ یہ بتائے کہ اس نے اپنی طبیعت کیسے خراب کرلی ہے۔۔۔!پھر بعد میں ہم آپکی مام کی کلاس بھی لیتے ہیں۔۔۔۔!ہیر کے سر پر ہونٹ رکھتے ہوئے ضرار پاشا نے تفکر سے اپنی بیٹی کی طبیعت کا پوچھا۔۔جبکہ انداز حوصلہ دینے والا بھی تھا۔کہ وہ اسکی ماں کی خبر بھی لے گا۔جس نے اسکی بیٹی کو ڈانٹنے کی گستاخی کی ہے۔۔۔

آپکی راجکماری آج بے ہوش ہو گئی تھی۔ کیونکہ میڈم کو ڈی ہائڈریشن اور کمزوری آگئی ہے۔اور صبح کر کے نہ جائے ناشتہ۔۔۔! منیزے نے کلس کر بتاتے ہوئے باپ، بیٹی کے پیار کو ملاحظہ کیا۔۔۔ جس پر ضرار اسکے بے ہوش ہونے کا سن کر ایک دم سے پریشان ہوا تھا۔ کہ اسی وقت لڑکے بھی اندر آتے دیکھائی دیے۔ جو آج باہر سے ڈنر کر کے آرہے تھے۔

مام پھر ڈانٹ رہیں ہیں ڈیڈ۔۔"ہیر باپ کے سینے سے چہرہ اٹھاتے ہوئے ہونٹ لٹکاتے ہوئے بولی۔۔۔

بیگم اپکے ساتھ کیا مسئلہ ہے؟ کیوں تم ہر وقت میرے شہزادے کے پیچھے پڑی رہتی ہو۔۔۔! خبر دار اگر آج کے بعد تم نے میری غیر موجودگی میں میرے بچے کو زرا سا بھی ڈانٹا تو۔۔۔"ضرار پاشا نے لہجے کو جان بوجھ کر سخت بناتے

ہوئے اپنی بیوی کی کلاس لگائی تھی۔ ہیر زرا اترا کر ناک چڑھاتے ہوئے لاڈ سے باپ کے سینے پر دوبارہ سر رکھ کر بیٹھ گئی۔

جبکہ منیزے کو غصہ ہی آگیا تھا۔ آخر اسکی بیٹی اسے باتیں سنوا کر پر سکون جو نظر آنے لگی تھی۔۔۔ لڑکوں نے نا سمجھی سے اس پنچایت کو سمجھنا چاہا۔۔ جبکہ غازیان سوالیہ انداز میں ماں کے قریب صوفے پر آکر بیٹھ گیا تھا۔۔۔

کیا ہوا ہے مام۔۔۔! ماں کو بازو کے حصار میں لیتے غازیان نے استفہامی انداز میں اس بحث کی وجہ جاننا چاہی۔

کیا ہو گا میری جان۔۔! وہ بیٹھی ہے نا تمہاری میسنی بہن۔۔! جو پیدا ہی ماں، باپ کو لڑوانے کے لیے ہوئی تھی۔۔! ضرار کے پاس بیٹھی اپنی بیٹی کو خشمگیں نظروں سے دیکھتے ہوئے منیزے نے کڑھتے ہوئے اسے جواب دیا۔

قسم سے۔۔۔! چھوٹی ماما نے یہ بات بالکل میرے دل کی ہے۔ یہ سبز چڑیل دھرتی پر سچ میں صرف لوگوں کو لڑوانے کے لیے آئی ہے۔۔۔! ایشام نے پاس بیٹھے باسم کی طرف جھکتے ہوئے سرگوشی کی تھی۔ باسم نے ہنسی دباتے اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ تاکہ انکی کھسر پھسر کسی اور کے کانوں میں نہ پڑے۔ ورنہ ابھی یہ مسلہ کہیں سے شروع ہوا پتہ نہیں کہاں سے ہو کر ان پر آ جانا تھا۔۔۔

ڈیڈ۔۔۔!! مام مجھ پر اب جھوٹے الزام لگا رہیں ہیں۔۔۔!! ماں کے الفاظ پر ہیر نے اس بار جھنجھلا کر باپ کو بتایا۔ جس پر ضرار نے دوبارہ اپنی بیگم کو گھورنا چاہا تھا۔

بیگم۔۔۔!! باز آجاؤ۔۔۔!اور تم اٹھو ڈیڈ کی جان میں تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے کر چلوں۔۔۔! منیزے کو تنبیہ کرتی آواز میں سنا کر ضرار نے ہیر کو اٹھانا چاہا تو ایشام پھر باسم کی طرف جھکتے ہوئے بولا۔۔۔

دیکھ لے چھوٹے بابا کو تیرے چیک آپ کرنے پر کوئی بھروسہ نہیں ہے۔۔۔! سیدھا سیدھا یہ تیرے ڈاکٹر ہونے کی بے عزتی کر رہے ہیں۔۔۔! ایشام نے افسوس زدہ لہجے میں باسم کو بتایا تھا۔ باسم بھی نفی میں سر ہلا کر اپنے بڑوں کو دیکھ گیا۔۔۔

بڑے بابا میں اپکی شہزادی کا اچھے سے چیک آپ کر چکا ہوں۔۔! اسکو ڈاکٹر کی نہیں فروٹ اور سبزیاں کھانے کی ضرورت ہے۔۔۔! تو پلیز اسکو کچن میں لے کر جائیں۔۔۔! اپنی ڈاکٹری کی انسلٹ ہوتے دیکھ کر باسم خود کو بولنے سے

روک نہیں پایا تھا۔اس لئے جتانے والے انداز میں طنز کرتے ہوئے کچن کی طرف اشارہ کر گیا۔۔۔ جس پر ضرار نے ابرو اچکاتے ہوئے اسے سنا تھا۔۔

پاشا اگر اس نے ہیر کا چیک اپ کیا ہے۔تو میری مان ابھی نکل جا دوبارہ چیک آپ کروانے کے لئے۔۔۔! کیونکہ اس سمیت تو اسکے بھائیوں کو خود چیک آپ کی ضرورت ہے۔۔۔! بڑا آیا ایم بی بی ایس ڈاکٹر کہیں کا۔۔۔! باسم کو اپنی ڈاکٹری کا رعب جھاڑتے دیکھ کر سنان کاظمی نے ہونہہ کرتے بیٹے کی ڈگری کو پانی میں بہایا تو وہ منہ کھول گئے۔۔۔ شہرام اور فاتح کے علاوہ سب لاونج میں بیٹھے ہوئے تھے۔۔

چھوٹے بابا آپ ہماری فکر چھوڑ کر اب خود کی فکر کیا کریں۔۔ کیونکہ وہ دن دور نہیں ہے جب آپ کمر درد اور گھٹنوں کے درد میں مبتلا ہو کر میرے بھائی کے

پاس ہی چیک آپ کروانے کے لیے اپائنٹمنٹ لینے والے ہیں۔۔۔"فارس نے اپنے بھائی کے حصے کی جواب کاروائی کرتے سنان کاظمی کو جواب دیا تھا۔ اسکے جواب پر بلیک گینگ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا تھا۔کیونکہ گھٹنوں کے درد کا سن کر انہیں اپنی شرمندگی محسوس ہوتی تھی۔وہ جوان ہو کر جان بوجھ کر انہیں بڈھا ثابت کرنے پر تلے رہتے تھے۔۔۔

ڈیڈ۔۔۔!سب کو آپس میں گولہ باری کرتے دیکھ کر ہیر نے باپ کا چہرہ موڑتے ہوئے اپنی طرف توجہ کروائی۔ضرار پاشا ان پر لعنت بھیج کر اپنے بچے کی طرف متوجہ ہو گیا۔۔جو اپنے معصوم لہجے میں پتہ نہیں کون کون سی کہانیاں باپ کو سنانا چاہ رہی تھی۔۔۔

غازی تمہاری بہن بہت ڈرامے باز ہے۔۔! دیکھنا ابھی اسکے باپ نے آئس کریم کا نام لینا ہے۔اور اسکے سارے ڈرامے ایک منٹ سے پہلے ختم ہو جائیں گئے۔۔۔! غازیان کے کندھے پر سر رکھتے منیزے اپنی بیٹی کی اصلیت بتانے لگی۔غازیان نے ہنس کر ماں کے سر کو چوم لیا۔۔جو بہت تپی ہوئی نظر آرہی تھیں۔

انکو چھوڑیں۔۔۔! آئیں آج اپکو آپکا بیٹا آئس کریم کھلا کر لاتا ہے۔۔! اپنی بہن اور باپ کو رازو نیاز میں مصروف دیکھ کر غازیان اپنی خوبصورت ماں سے بولا تو منیزے ہنس کر نفی میں سر ہلا گئی۔۔۔

ہاں میں تمہارے ساتھ آئس کریم کھانے جاؤں۔۔! اور تمہاری بہن اسی غم میں جل جل کر کالی ہو جائے۔۔۔! تم یہ ہی چاہتے ہو نا۔۔۔! دیکھنا ابھی کیسے

سنائے گی۔ کہ میں بیمار ہوں اور بھیا نے مجھے پیار نہیں کیا۔۔۔! منیزے پاشا اپنی بیٹی کی نقل اتارتے ہوئے گویا ہوئی تھیں۔ انکے نقل کرنے پر لاؤنج میں غازیان سمیت ایشام اور باسم کا قہقہ گونج اٹھا تھا۔۔

انکے ہنسنے پر سب متوجہ ہوتے انہیں دیکھنے لگے۔۔۔ جبکہ منیزے یک دم سنجیدگی اختیار کرتے دوبارہ غازیان کے کندھے پر سر رکھ گئی۔ کیونکہ اسکی بیٹی اب اسکو گھور رہی تھی۔۔ شاید وہ سمجھ چکی تھی۔ کہ اسکی ماں اسی کے بارے میں چغلیاں کر رہی ہے۔

کیونکہ منیزے نے کچھ غلط نہیں کہا تھا۔۔ ہیر جب بھی تھوڑی سی بیمار پڑتی تھی۔ تو اسے سب کی توجہ چاہیئے ہوتی تھی۔ بیمار ہونے پر اسکے نخرے پہلے سے

بھی بڑھ جاتے تھے۔اور اب بڑے بھائی کو ماں کے ساتھ پیار کرتے دیکھ کر وہ سچ میں جیلس ہوتی نظروں سے انکو دیکھ رہی تھی۔

دیکھو۔۔!دیکھو۔۔!کیسے ہمیں ایلین والی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے۔جیسے ابھی جلا کر بھسم کر دے گی۔۔!جاؤ جا کر اسے تھوڑا سا پیار کر لو ورنہ پھر اس نے بچپن کی طرح گلا پھاڑ کر رونا شروع کر دینا ہے۔۔۔!۔

ہیر کی گھورتی ہوئی سبز آنکھوں کو دیکھ کر منیزے نے جلدی سے اپنے پاس بیٹھے غازیان کو اٹھا کر اسکی طرف بھیجا تھا۔وہ ہنسی دباتے بہن کی کی طرف چلا گیا۔جبکہ بڑے بھائی کو اپنی طرف آتے دیکھ کر ہیر مزید اترا کر نخرہ دیکھاتے باپ کے کوٹ کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے لگی۔

جس پر ضرار قربان ہوتے اپنے شہزادے کے پیارے ہاتھ چوم کر اسکا صدقہ نکالنے لگا۔۔غازیان نے دوسری طرف بیٹھتے ہوئے اپنی بہن کے انداز دیکھتے ہوئے اسے بازو کے حصار میں لیا تو وہ نخرہ دیکھاتے ہوئے ناک، منہ ٹیڑھا کرنا شروع ہو گئی۔۔

یااللہ یہ صرف تھوڑی سی بے ہوش ہوئی تھی۔۔!پر نخرے اور بیمار ہونے کی ایکٹنگ ایسے کر رہی ہے جیسے خدانخواستہ کسی نے آپریشن کر کے اسکا گردہ چوری کر لیا ہو۔۔۔!ہیر کے انداز دیکھتے ہوئے ایشام نے پھر سرگوشی کی تھی۔۔کبیر، فارس اور باسم کو زور والی ہنسی آئی۔کیونکہ وہ ہیر کو ایسے دیکھ رہا تھا۔۔جیسے وہ کوئی عجوبہ ہو۔۔۔

بھیا مجھے آپکے پاس بیٹھنا ہے۔۔۔! بہار جو کب سے بڑے بھائی کے کان کی بالی کو غور سے دیکھ رہی تھی۔۔اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے وہ اچانک ایشام کے سامنے آگئی۔ جس پر ایشام صدقے واری ہو گیا۔۔۔

آجاؤ میرا پیارا بچہ۔۔۔! اپنے پاس بہار کی جگہ بناتے ہوئے ایشام نے اسے پیار سے جواب دیا تھا۔ وہ جلدی سے باسم اور ایشام کے درمیان میں بیٹھ گئی۔ جس پر کبیر اسے گہری نظروں سے دیکھنے لگا۔ پر محترمہ بہار صاحبہ بالکل بھی انکی طرف متوجہ نہیں تھیں۔۔۔

بہار نے بڑے بھائی کے پاس بیٹھتے ہی ہاتھ اوپر لے جاتے ایشام کے کان کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنا شروع کی۔ تو بدلے میں ایشام تیزی سے سر دسانس

خارج کر گیا۔ اسکی بہن اب جب بھی اسکے پاس بیٹھتی تھی۔ تو بچوں کی طرح اسکے کان کی بالی کے ساتھ کھیلنے لگتی تھی۔

ایشام کو خود پر غصے بھری نظروں کی تپش محسوس ہوئی تو چہرہ موڑتے ہوئے بڑے بھائی کو بیچارگی سے دیکھنے لگا۔۔۔

قسم لے لیں بھائی۔۔۔! میں نے بالکل بھی نہیں اپنی بہن کو ایسا کرنے کو کہا۔۔۔! کبیر خان کی سرد نگاہوں پر ایشام نے آنکھوں میں معصومیت سجاتے ہوئے اشاروں ہی اشاروں میں صفائی دینا چاہی۔۔ اور ساتھ ایک نظر اپنی بہن پر بھی ڈالی۔۔ جو بالکل متوجہ انداز میں اسکے کان کی بالی کے ساتھ کھیل رہی تھی۔ اس سے پہلے ایشام پھر صفائی میں کچھ اشارہ کرتا کہ تبھی ہیر میڈم کی زبان نے اسکا نام پکارتے ہوئے سب کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔۔۔

بڑے بابا۔۔۔! آج دن میں جب میں بے ہوش ہوئی تھی نا۔۔ تو یہ شامی کباب کسی کو کہہ رہا تھا کہ ہیر کے گردے نکال کر لے جاؤ۔۔۔! اور میری آنکھوں کو نکال کر بیچنے کا بھی کہہ رہا تھا۔ اور پھر میں نے سنا کہ اس نے باسم بھیا کو کہا کہ ہیر کو زہر کا ٹیکا لگا دو۔۔۔!۔

ہیر معصوم لہجے میں وہاج صدیقی کو مخاطب کرتے ایک، ایک کرتے ایشام صدیقی کی ناکردہ پلینگ بتانے لگی تھی۔۔ جبکہ ایشام اور باسم کی آنکھیں صدمے سے بڑی ہو گئیں۔ ہیر کی باتوں پر ناز، مہر ماہ اور ماہ پارہ تو ایک دم سے ہنسنا شروع ہوئی تو ہنستی چلی گئیں۔۔

ناز اپنی بہن کی باتوں پر ہمیشہ کی طرح پاگلوں کی طرح ہنسنا شروع ہوئی تو پاس بیٹھی ماہ پارہ پر گرتے ہوئے ہنسنے لگی۔۔ جبکہ اتنی شدت والی ہنسی میں وہ خود پر

قابو کرتے اپنی جھوٹی بہن سے یہ بھی پوچھ نہیں پا رہی تھی۔ کہ اگر وہ بے ہوش تھی۔ تو اس نے یہ سب باتیں کیسے سن لیں۔۔۔ فارس قربان ہوتے اپنی جنگلی بلی کی خوبصورت ہنسی دیکھنے لگا تھا۔ جو یوں ہنستے ہوئے اسکے دل دھڑکا رہی تھی۔

تم پریشان نہیں ہو میری جان۔۔۔! جس دن یہ شامی کباب پکے ثبوت کے ساتھ میرے ہتھے چڑھ گیا تو پھر دیکھنا اسکے گردے تو کیا پھیپھڑے سب کچھ نکال کر ہم خود بیچ دیں گئے۔۔۔! وہاج صدیقی نے اپنی بہو کی ہاں میں ہاں ملاتے اسی کے انداز میں اسے تسلی دی تھی۔ ہیر شومارتے ایشام کو زہر بھری نظروں سے دیکھ گئی۔ جس نے دوپہر میں اسکے ساتھ بدتمیزی کرنے کی ہمت کی تھی۔۔

ہیر کی نظروں پر ایشام نے بے ساختہ اپنی ماں پر جتاتی نظر ڈالی اور کہنا چاہا کہ سن لے اپنی عظیم بہو کے الزامات۔۔۔! جبکہ بیہ اپنے بیٹے کے دیکھنے پر ہنس دی تھی۔ آخر اسکے زہر والے ٹیکے کا خیال سچ جو ثابت ہو گیا تھا۔۔

کمینے عاشقی مشوقی تو کرے۔۔! اور سالہ چوری اپن کرے۔۔! فاتح نے بے اختیار مڑتے ہوئے غصے سے پیچھے کھڑے شہرام کے پیر پر زور سے پاؤں دے مارا تھا۔۔ جس نے آج اپنی محبت کا پردہ فاش کرنے کے بعد فاتح سلطان سے اچھی خاصی کٹ کھالی تھی۔

بے غیرت مجھے تو ایسے باتیں سنا رہے ہے۔ جیسے خود تو بہت حاجی نمازی ہو۔۔! اپنی دفعہ کا بھول گیا ہے کیا۔۔! تیری عاشقی مشوقی میں ہم جو چار بار

بندے مار کر آئے ہیں۔۔! شہرام نے اسکی ٹانگ پر مکہ مارتے ہوئے اسکا پیر ہٹایا تھا۔فاتح اسکے الفاظ پر یک دم ٹھنڈے پانی کی طرح انجان بنتے ادھر ادھر دیکھ گیا تھا۔۔

چہرے کو بلیک ماسک سے اچھے سے کور کیے وہ دونوں اس وقت نعمان خان کے بنگلے کے سامنے کھڑے تھے۔اور انکا ماسک بھی ٹوپی والا تھا۔جس میں سے انکی صرف آنکھیں ہی نظر آرہیں تھیں۔باقی سر سے لے کر پورا چہرہ چھپا ہوا تھا

ایک دفعہ یہ ڈاکا ڈال لینے دے۔۔۔! پھر دیکھنا میں کیسے فرصت سے تیرے اس براؤن رنگ کو لال رنگ میں بدلتا ہوں۔۔۔! سالا دبئ میں چھوٹی سی نیکر پہن کر گھومتا رہتا تھا۔اور ہم اس فکر میں ہلکان ہو جاتے تھے۔کہ کہیں ہمارا

بھائی کا لانہ ہو جائے۔ پر ہمیں کہاں پتہ تھا کہ ہمارا کمینہ بھائی سستے عاشقوں کا ریکارڈ توڑنے میں لگا ہوا ہے۔۔۔!۔

فاتح کو پھر غصہ آیا تو اچانک مڑتے ہوئے شہرام کے بال کھینچنے کے بعد بنگلے کی طرف بڑھنے لگا۔ جس پر شہرام اسے گھور کر رہ گیا تھا۔ اس نے جب سے اس کمینے کو ساری بات بتائی تھی۔ وہ ایسے ہی طعنے دے دے کر اسکا جینا حرام کر رہا تھا۔

نعمان خان کے بنگلے کی دیوار پھلانگ کر وہ اندر کود گئے تھے۔ یہ بنگلہ انکے بلیک مینشن سے پانچ منٹ کی دوری پر تھا۔ محبت اور علینہ والے حادثے کے بعد نعمان خان نے یہاں پر اپنا ذاتی بنگلہ بنوالیا تھا۔ جہاں پر ہر طرح سے مکمل سکیورٹی تھی۔ وہ ایک بار اس کرب ناک قیامت سے گزر چکا تھا۔ اس لئے بار

بار رسک نہیں لے سکتا تھا۔اور پھر رسک اسکی اپنی جان کا ہو سکتا تھا۔ لیکن اسکی روح کی ان دو جانوں کا نہیں۔۔! علینہ اور محبت، نعمان خان کی ہر چلتی سانس کی روانی تھیں۔۔۔

وہ دنوں کودنے کے بعد ادھر ادھر دیکھتے ہوئے اندر جانے کا رستہ تلاش کرنے لگے۔ وہ پہلی بار اس بنگلے پر آئے تھے۔ جبکہ نعمان خان جو اپنے سٹڈی روم میں کھڑا تھا۔اسکی نظر اچانک لان میں کھڑے دو انسانوں پر پڑی تو وہ حیرت کا شکار ہوتے دیکھ گیا۔ آخر کون تھے یہ جو اتنے دھڑلے سے آدھی رات میں اسکے گھر میں ایسے کھڑے تھے۔ جیسے انکے مامے کا گھر ہو۔۔۔!

نعمان خان نے زرا غور کیا تو لان میں کھڑے دونوں آدمیوں کا حلیہ چوروں والا تھا۔۔ کیا وہ چور اسکے گھر میں چوری کرنے آئے تھے۔۔۔؟

نعمان خان نے تیش سے سوچتے ہوئے تیزی سے مڑتے ہوئے دراز میں رکھی ہوئی اپنی گن نکال کر ان پر فائر کرنا چاہا تو اگلے ہی پل حیرت و صدمے سے اسکی آنکھیں پھٹ گئیں۔ کیونکہ لان میں کھڑے ایک چور نے اپنا ماسک اوپر کرتے لمبا سانس لیا تھا۔ اور وہ کوئی اور نہیں بلکہ شہرام علی تھا۔

یہ دونوں بے غیرت اسکے گھر پر کیا کر رہے تھے۔ شہرام کی شکل دیکھتے ہی نعمان خان جلتے بھنتے ہوئے نیچے جانے کے لئے مڑا تھا۔۔۔

سالے یہ تو کیسا ماسک لے کر آیا ہے۔۔۔! یہ تو میری آکسیجن روک کر بیٹھا ہوا ہے۔۔۔! شہرام کو اتنے موٹے ماسک میں سانس لینے میں مشکل پیش آ رہی تھی۔ اس لئے جھنجھلاتے ہوئے ماسک اوپر کر کے لمبے لمبے سانس لینے لگا۔۔ کہ تبھی نعمان خان جارہانہ انداز میں انکی طرف آتا ہوا دیکھائی دیا۔ نعمان خان

کو دیکھتے ہی شہرام نے تیزی سے اپنا ماسک نیچے کرتا چوروں والا حلیہ بحال کیا۔۔

تم دونوں میرے گھر میں کیا لینے آئے ہو۔۔؟ نعمان خان نے پاس آتے ہی بھڑکتے ہوئے انکے ماسک زدہ چہروں پر نظر ڈال کر سرتاپیر جائزہ لیا۔ دونوں کا حلیہ اس وقت ڈاکوؤں والا تھا۔

نعمان خان کے استفسار کرنے پر فاتح نے آس پاس دیکھ کر خفیہ انداز میں سامنے کھڑے نعمان خان کو قریب آنے کا اشارہ کیا۔ تو نہ چاہتے ہوئے بھی نعمان خان متجسس ہوتے انکے کی طرف جھک گیا۔۔۔

چوری کرنے آئے ہیں چاچو۔۔۔!! نعمان خان کے قریب ہونے پر فاتح نے اسکے کان میں پوشیدہ انداز میں سرگوشی کرتے ہوئے جواب دیا تھا۔ اسکے

جواب پر پہلے آنکھیں پھاڑتے ہوئے پھر نعمان خان نے شش و پنج کا شکار ہوتے ان پر نظر ڈالی۔

تم دونوں میرے گھر میں کیوں چوری کرنے آئے ہو۔۔؟ چوری کرنی ہے تو کہیں باہر جا کر کرو نا، یہاں پر ہی کیوں آئے ہو۔۔!! فاتح کے جواب پر نعمان نے غصے سے بولتے ہوئے انکو گھورا۔۔۔!

آدھی رات میں وہ دونوں نمونے اسکے گھر میں چوری کرنے آئے تھے۔ یہ سوچتے ہی نعمان خان کو مزید تپش آنے لگا تھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے وہ ان پر گولی چلانے والا تھا۔۔۔

یار چاچو۔۔۔!! یہ کیا بات ہوئی۔۔۔! آپ ہمارے چاچو ہیں نا۔۔۔!! نعمان خان کے ڈانٹنے پر شہرام نے نروٹھے پن سے اپنے چاچو کو لاڈ سے پکارتے

ہوئے پوچھا تھا۔ بدلے میں نعمان خان نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اپنے رشتے کو کنفرم کیا کہ ہاں سچ میں وہ انکا چاچو ہی ہے۔۔۔ نعمان کے کنفرم کرتے ہی شہرام اور فاتح کی آنکھیں ایک دم سے چمک دمک اٹھیں۔۔۔

ہاں تو آپ ہمارے چاچو ہیں تو کیا ہم آپکے گھر میں چھوٹی سی چوری نہیں کر سکتے کیا۔۔۔؟ کیا آپ پر ہمارا اتنا بھی حق نہیں ہے۔۔۔؟؟ فاتح نے خفگی سے بولتے ہوئے نعمان خان پر حق جتانا چاہا۔۔۔

ہاں نا۔۔! آپ ہمارے چاچو ہیں۔ تو اس حساب سے اپنے ہی تو اپنوں کے کام آتے ہیں۔ تو کیا آپ ہمارے کام نہیں آئیں گئے۔۔۔؟؟ شہرام نے بھی اپنے ساتھی کی تائید کرتے ہوئے بات کا گہرائی سے مطلب سمجھا یا تو بیچارہ نعمان خان سچ میں سوچ و بچار کا شکار ہوتے انکو دیکھ گیا۔

کیا وہ سچ میں ایک ظالم چاچا تھا۔۔؟ جو بھتیجوں کو اپنے گھر میں چوری کرنے نہیں دے رہا تھا۔۔۔ نعمان خان نے افسوس سے خود کے بارے میں سوچا۔۔۔

چاچو۔۔۔! ارسل کا کمرہ کہاں ہے؟ ہمیں اسکے کمرے میں چوری کرنی ہے۔۔۔! نعمان خان کو خیالوں میں گم دیکھ کر فاتح نے مخاطب کرتے پوچھا تو وہ چونک کر اوپر کی جانب اشارہ کرنے لگا۔۔۔

اوپر ہے اسکا کمرہ۔۔۔! نعمان خان نے غائب دماغی سے اسکے سوال کا جواب دیا تو وہ دونوں پیار سے اپنے چاچو کا ایک ایک گال کھینچ کر آگے بڑھ گئے۔۔

دھیان سے چوری کرنا۔۔۔! انکو اندر جاتے دیکھ کر نعمان خان نے پیچھے سے بولتے ہوئے تلقین کی تھی۔ جس کو سن کر وہ مڑتے ہوئے فلائنگ کس

اچھالنے لگے۔ جبکہ نعمان خان انکی ایمو شنل بلیک میلنگ میں الجھتے ہوئے ناسمجھی سے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔۔ کیا وہ اب اچھا چاچا بن گیا تھا۔۔۔؟ اس سوال کو دماغ میں وہ غائب دماغی سے مسلسل دہراتا جارہا تھا۔

یہ جانے بنا کہ اسکے بھتیجے اسے بے وقوف۔ بنا چکے ہیں۔۔۔

سیلینہ ڈریسنگ مرر کے آگے بیٹھی ہوئی تھی۔ شیشے میں خود کو دیکھتے ہوئے وہ اپنے چھوٹے سے ماتھے پر ماتھا پٹی لگانے کی کوشش کررہی تھی۔ جو کہ وہ لگا نہیں پارہی تھی۔

سلور رنگ کی یہ ملٹی شیڈز میں بنی ہوئی ایک خوبصورت ماتھا پٹی تھی۔

جو کہ بالکل پٹھانی سٹائل میں تھی۔ماتھا پٹی میں شیشے بھی لگے ہوئے تھے۔۔جن کو دیکھ دیکھ کر سیلینہ بار بار ایکسائٹڈ سی ہو رہی تھی۔وہ اس جیولری پیس کو اپنے ماتھے پر لگانے کے لئے جتنی بے چین تھی۔اتنا ہی اسے بار بار ناکامی کا سامنا ہو رہا تھا۔کیونکہ اسکے سلکی بالوں میں یہ ماتھا پٹی ٹک ہی نہیں رہی تھی۔

سلینہ نے تھکے ہوئے انداز میں شیشے میں پیچھے کھڑے وجود کو دیکھا تو سبحان اسکے دیکھنے پر سیب کھاتے ہوئے تاسف سے سر ہلا گیا۔

بے وقوف انگریزنی۔۔۔!! سیب سائیڈ پر رکھتے ہوئے سبحان نفی میں سر ہلاتے ہوئے بول گیا۔جس پر سیلینہ آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے اسے

گھورنے لگی۔ جو اس سے چھوٹا ہونے کے باوجود بڑا بننے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔۔

تم گندی۔۔۔!! سبحان کے قریب آنے پر سیلینہ شیشے میں اسکے عکس کو گھورتے ہوئے اچانک انگلی اٹھا کر تیکھے لہجے میں بولی تھی۔ سبحان اسکے منہ سے اردو سن کر حیرانی سے آنکھیں بڑی کر گیا۔۔

پر گلے ہی پل وہ زور سے ہنسنے لگا۔۔ کیونکہ اسکی انگریزنی دوست اسے گندی کہہ رہی تھی۔ کھیلنے کے دوران سیلینہ جب جان بوجھ کر بچوں کر تنگ کرنے لگتی تھی۔ تو سبحان اسے غصے میں گندی کہہ دیتا تھا۔ شاید وہ ہی لفظ اسکے دماغ میں چپکا رہ گیا تھا۔ اس لئے اب سبحان کی بڑبڑاہٹ پر اسے سنا گئی۔ نجانے وہ گندی لفظ کو کیا سمجھ کر بول گئی تھی۔

لڑکے کو گندی نہیں گندا کہا جاتا مس شوگر گرل۔۔۔! سبحان نے ہنستے ہوئے اسکی تصحیح کی۔ وہ ناک منہ چڑھاتے ہوئے ہونہہ کرنے لگی۔ سبحان کو پچھلے دو تین دن سے بخار تھا۔ اس وجہ سے وہ نہ تو دو دنوں سے سکول جا رہا تھا۔۔ اور نہ ہی سیلینہ کے ساتھ کھیلنے کے لیے آیا تھا۔ جس کی وجہ سے سیلینہ کچھ اداس سی ہو چکی تھی۔۔

پر آج وہ طبیعت خرابی میں جب اسے ملنے کے لئے آیا تو سیلینہ کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں رہا تھا۔ یہاں پر رہتے ہوئے وہ انہی بچوں سے دل بہلانے کی کوشش کرتی تھی۔ ورنہ کبھی کبھی تو وہ اکیلے بیٹھے ہی رونا شروع ہو جاتی تھی۔

سبحان اسکے رونے کی عادت سے اب اچھے سے واقف ہو چکا تھا۔اس لئے آج بخار میں جیسے تیسے چلتے ہوئے یہاں پر آ گیا تھا۔۔تا کہ اسکی دوست کہیں رو رو کر پاگل نہ ہو گئی ہو۔۔۔

وہ جب یہاں پر آیا تھا۔تو اسکا جسم بخار سے دہک رہا تھا۔جبکہ سبحان کو اپنے پورے جسم میں درد بھی محسوس ہو رہا تھا۔اور اسکی وجہ تھی میڈیسن نا کھانا۔۔۔! یہاں کے مقامی لوگ طبعیت خرابی میں ڈاکٹر کے پاس جانے کا کم ہی تکلف کرتے تھے۔بلکہ ایسی صورت حال میں یہاں کے لوگ دیسی ٹوٹکے کرنے کو زیادہ ترجیح دیتے تھے۔اور یہ ہی سب سبحان کی مورے بھی کرتیں رہیں تھیں۔لیکن اسکا بخار کسی صورت بھی کم نہیں ہوا تھا۔اسی وجہ سے وہ سکول بھی نہیں جا پا رہا تھا۔۔۔

پر آج صبح وہ جب یہاں پر آیا۔ تو سیلینہ اسکو بخار میں دیکھ کر پریشان ہو گئی۔ اور پھر بنا وقت ضائع کیے وہ سبحان کو ساتھ لیے گاڑی میں ہاسپٹل چلی گئی۔۔ ڈاکٹر سے چیک آپ کروانے کے بعد وہ کچھ دیر پہلے ہی واپس آئے تھے۔

میڈیسن لینے کے بعد سبحان کو کچھ بہتر محسوس ہونے لگا۔ سیلینہ نے ملازمہ سے کہہ کر اسکو فروٹس کاٹ کر دیے تھے۔ جن کو کھاتے ہوئے وہ اب ساتھ سیلینہ کو ماتھا پٹی لگانے کی ہدایت بھی دے رہا تھا۔ یہ ماتھا پٹی سبحان ہی کچھ دن پہلے اسکے لئے خرید کر لایا تھا۔ پر طبعیت خرابی کی وجہ سے دے نہیں پایا۔ اور اب سیلینہ کو یہ سیٹ کرنی نہیں آ رہی تھی۔۔

لو لگ گئی تمہاری ماتھا پٹی۔۔۔!! پن کی مدد سے سلینہ کی ماتھا پٹی سکیور کرتے ہوئے سبحان نے شیشے میں دیکھا تو سیلینہ کا چہرہ ایک دم سے خوشی سے چمکنے

لگا۔ سیلینہ کے خوبصورت چہرے پر ماتھا پٹی انتہائی خوبصورت لگ رہی تھی۔ جس کو دیکھ کر سبحان بھی اسکی تعریف کیے بنا نہ رہ سکا۔۔۔

یار شوگر گرل تم تو یہ لگا کر بہت پیاری لگ رہی ہو۔۔۔! موبائل میں بولتے ہوئے سبحان نے اسکی تعریف کی۔ سیلینہ اپنی تعریف پر کھلکھلا کر اسے دیکھ گئی۔ اور پھر ایسے ہی خوش ہوتے وہ سبحان کے ساتھ موبائل میں تصویریں بنانے میں مصروف ہو گئی۔ یہ جانے بنا کہ اسکا منکوح آسلام آباد میں اسکے لئے پل پل تڑپ رہا تھا۔۔

سلینہ نہیں جانتی تھی۔ کہ جس دن وہ فاتح سلطان کے ہاتھ لگنے والی ہے۔ اس دن فاتح سلطان نے کیسے کیسے اس پر قہر برپا کرنا تھا۔۔۔ فاتح سلطان کے اس کی طرف بہت سے حساب نکلتے تھے۔

یہ اسلام آباد میں پاک ایئر پورٹ فورس کی بیس تھی۔ یہاں قطار میں آگے پیچھے کئی فائٹر جیٹ کھڑے تھے۔ خاکی یونیفارم میں سر پر کیپ پہنے ارسل خان اپنے جیٹ کے پاس کھڑا آفیسرز کے ساتھ کچھ بات چیت کر رہا تھا۔۔

جبکہ بلیک گینگ سمیت اسکے سارے بھائی سامنے ہی کھڑے تھے۔ان سب کی مغرور بھری نظروں کا مرکز آج "ارسل خان" تھا۔ جس کا آج ایئر فورس میں ٹیسٹ تھا۔ یہ ٹیسٹ ویسے تو ایک ہفتہ پہلے تھا۔

لیکن پھر کسی ایمرجنسی کی وجہ سے یہ ڈیلے ہو گیا۔ڈیلے ہونے کے بعد اب جا کر کئی دنوں بعد اسکے ٹیسٹ کا دن آخر کار آ ہی گیا تھا۔۔اس دن کا سب کو بے

صبری سے انتظار تھا۔ کیونکہ وہ سب شدت سے اپنے بھائی کو آسمان میں اڑتے دیکھنے کے لیے انتظار کر رہے تھے۔

ارسل خان نے چونکہ واپس آکر پاکستان ایئر فورس کو جوائن کر لیا تھا۔ اس لئے جوائنگ سے پہلے سینیئرز آفیسرز اسکی فائٹر جیٹ کی پروان دیکھنا چاہتے تھے۔ ارسل خان کو فلائے کرتے دیکھنے کے لیے اسکے سارے بھائی بھی بہت پر جوش تھے۔ جبکہ بلیک گینگ اپنے آرمی آفیسرز کے پاس کھڑی تھی۔ ارسل خان کو آج کے دن دیکھنے کے لیے اسکی سب کزنز بھی بہت ایکسائیٹڈ تھیں۔

لیکن وہ سب بیس پر نہیں آسکتیں تھیں۔ اس لئے ایشام ان سب کو ایک ایک چیز لائیو دیکھا رہا تھا۔ سکرین پر ان سب کے چہرے نظر آرہے تھے۔ لڑکیوں کی اس قدر ایکسائٹمنٹ دیکھتے ہوئے ایشام ہنس کر نفی میں سر ہلا گیا۔ کیونکہ

اسکی سب کزنز کا بس نہیں چل رہا تھا کہ بس کسی طرح وہ سکرین سے باہر نکل کر آجائیں۔۔۔اور سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔۔۔

آفیسرز کے ساتھ ہاتھ ملا کر بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے ارسل خان نے اپنے بھائیوں کی جانب قدم بڑھائے۔تو اسے اپنی طرف آتے دیکھ کر وہ سب آنکھوں میں فخر لیے اسے دیکھنے لگے۔جو پاک ایئر فورس کے یونیفارم میں انتہا کا دلکش لگ رہا تھا۔سرمئی آنکھوں میں آج سب کچھ فتح کر لینے کی چمک تھی۔

اپنے جیٹ میں بیٹھنے سے پہلے ارسل خان انکو ایک بار ملنے کے لیے آیا تھا۔ ارسل آگے بڑھ کر فارس کے گلے لگا تو فارس کو اپنا سینہ فخر سے چوڑا ہوتے محسوس ہونے لگا۔۔۔

اللہ تمہیں ہر جنگ میں فتح نصیب کرے میری جان۔۔۔! ارسل کے ماتھے کو چومتے ہوئے فارس نے اسے دعا دی۔ ارسل بڑے بھائی کے پیار پر مسکراتے ہوئے اسکا ہاتھ چوم کر کبیر کی طرف آیا۔

میری دعا ہے کہ آسمان کی ہر بلندی جتنی تمام فتوحات اللہ تمہارے نصیب میں لکھ دے۔۔۔! تم ہمارا غرور ہو میری جان۔۔۔! کبیر خان نے بھی اسکے سر پر ہونٹ رکھتے ہوئے دعا سے نوازا۔۔ ارسل بڑے بھائیوں کے پیار پر دھڑکتے دل کے ساتھ باقیوں کی طرف بڑھ گیا۔

اگر ان سب نے آپس میں ہی باپ دادا بننا تھا۔۔! تم ہم کیا ادھر انڈے دینے کے لئے آئے ہیں۔۔۔؟ ارسل خان کو بڑے بھائیوں کے احترام میں سر جھکاتے دیکھ کر عیسیٰ ہمدانی جل بھن گیا۔ کیونکہ اصولاً ارسل خان کو پہلے اپنے

بڑوں کی طرف آنا چاہیے تھا۔ پر مجال ہوا گر وہ سب اپنے اپنے باپ، چاچا کا ادب کرنا ضروری سمجھیں تو۔۔۔ !

میں تو یہ سوچ رہا ہوں۔ کہ اسکا باپ میں ہوں یا وہ دونوں۔۔۔! نعمان خان تو دکھ سے دوچار ہوتے اپنے بیٹے کے انداز پر سب کو مخاطب کرتے پوچھ گیا۔ جس پر وہاج سمیت سلطان ہنسی دبانے لگے۔ کیونکہ ارسل خان بڑے بھائیوں کو جس طرح ملا تھا۔ نعمان خان کو بے اختیار حسرت ہو رہی تھی۔ کہ کاش وہ اپنے باپ کا بھی تھوڑا سا ایسا ہی ادب کرنا شروع ہو جائے۔۔۔

ارسل بھائیوں کو مل کر بلیک گینگ کی طرف آیا تو باپ کو چڑانے والے انداز میں ان سب کی طرف بس فلائنگ کس اچھالتے ہوئے جیٹ کی طرف بڑھ گیا۔۔ جس پر نعمان خان سچ میں اندر تک جل بھن گیا تھا۔ کبیر، فارس کو اپنا

ماتھا پیش کرنے کے بعد، باقی بھائیوں کو جھپیاں لگانے کے بعد وہ منحوس اولاد بلیک گینگ کو صرف فلائنگ کس پر ٹرخا رہی تھی۔ارسل کی شرارت پر اسکے بھائی ہنسی دبا گئے تھے۔۔

خان سر میں بتا رہا ہوں۔ کہ میں نے بنالحاظ کیے یہاں پر اس منحوس اولاد کی شان میں اپنا چھترا تار لینا ہے۔۔۔! نعمان خان کے بس رونے کی کسر رہ گئی تھی۔ کیونکہ اسکی نکمی اولاد اسے زرا بھی بھاؤ نہیں دیتی تھی۔ نعمان خان کے ضبط ٹوٹنے اور روہانسی آواز پر بلیک گینگ مسکراہٹ دباتے ہوئے ادھر ادھر دیکھنے لگے۔۔

مکمل تیاری کرنے کے بعد آنکھوں میں شرارتی چمک لیے ارسل خان نے اچانک بھاگتے ہوئے آکر باپ کو گلے لگایا تو نعمان خان اسکے چوڑے وجود کو گھور کر رہ گیا۔

ارسل سب بڑوں سے ملنے کے بعد بھاگتے ہوئے جا کر اپنے جیٹ میں بیٹھ گیا تھا۔اسے اڑان بھرتے دیکھ کر اسکے بھائیوں کے دل دھڑک اٹھے۔وہ آج انہیں اس یونیفارم میں اس قدر پیارا لگ رہا تھا۔کہ وہ بیان نہیں کر پا رہے تھے۔۔

ارسل کے جیٹ کے ساتھ ساتھ کچھ سینیئرز بھی اپنے جیٹ میں بیٹھ چکے تھے۔۔۔تمام طیارے ایک لائن میں کھڑے تھے۔آسمان میں آج ٹوٹل پانچ طیارے اڑنے والے تھے۔ایک آفیسر نے بھاگتے ہوئے آکر سب

طیاروں کے سامنے پاکستان کا پرچم لہرایا تو تمام طیارے اپنی اپنی اڑان شروع کر گئے۔۔۔

ارسل خان نے آسمان میں غائب ہونے سے پہلے بھائیوں کی طرف دیکھتے ہوئے تھم از آپ کیا تو وہ سب تیز دھڑکنوں میں اسے چیئر آپ کرنے لگے۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ارسل خان کا جیٹ اپنی تیز اڑان بھرتے ہوئے آسمان کی بلندیوں پر جا پہنچا تھا۔ جس پر نیچے کھڑے سب افراد چہرہ اٹھاتے ہوئے اسے دیکھنے لگے۔۔۔

انکے لئے یہ فخر کا مقام تھا۔اسی فخر و جذبے کے باعث سب کی چہروں پر آج ایک الگ ہی چمک نظر آ رہی تھی۔

ارسل خان سمیت باقی طیارے بھی بادلوں میں گم ہوئے تو سب پر شوق نظروں سے انکو ڈھونڈنے لگے۔ جو آسمان کی بلندیوں پر پہنچتے ہی نظروں سے اوجھل ہو چکے تھے۔ تقریباً ایک منٹ کے بعد سب طیارے بادلوں سے نکل کر اچانک تیز رفتار میں انکے اوپر سے گزرے تو فاتح اور شہرام پورے جوش و خروش سے نعرہ لگا اٹھے۔۔۔

اللہ اکبر۔۔۔!!! ان دونوں کے نعروں پر ارسل خان نے مسکراتے ہوئے اپنے جیٹ کو زیگ ذیگ میں اچانک اڑانا شروع کیا تو سب کے دلوں میں یک دم سپارک اٹھنے لگا۔

خدا تمہیں ان پاک فضاؤں کا ہمیشہ محافظ بنائے رکھے میرے شیر۔۔۔!

ارسل خان کی اڑان دیکھتے ہوئے کبیر خان مسمرائز ہوتے اپنے چھوٹے بھائی

کے حق میں دعا مانگتے ہوئے زیر لب بولا تھا۔اسکے پاس کھڑا فارس مسکرا کر اسے دیکھ گیا۔۔۔

جبکہ نعمان خان کی کیفیت تو بیان کرنے سے باہر ہو چکی تھی۔اپنے بیٹے کو یوں فضاؤں میں اڑتے دیکھ کر اسکا دل نجانے کن کن احساسات سے بھر رہا تھا۔ نعمان خان کی آنکھیں فخر سے نم ہوئیں تو اسکے پاس کھڑے عیس ہمدانی اور سنان کاظمی اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے نفی میں سر ہلا گئے۔۔۔

خان اس خوبصورت منظر کو دیکھ کر اپنا دل مزید بڑا کر لو۔۔! کیونکہ ابھی ہمارا شیر ایک اور دھماکے کرنے والا ہے۔۔۔! عیس ہمدانی نے مغرور بھرے لہجے میں بولتے ہوئے نعمان خان کو ہمت دی۔تو وہ مسکرا کر پھر آسمان میں اڑتے ہوئے طیاروں کو دیکھنے لگا۔۔۔۔

جہاں ارسل خان کا جیٹ کسی کے قابو میں نہیں آرہا تھا۔ سب طیارے اسکے پیچھے تھے۔ پر وہ اکیلا سب سے آگے اور اونچا اڑتے ہوئے اپنے طیارے کے ساتھ مسلسل سٹنٹ کر رہا تھا۔۔۔ جس کو دیکھتے ہوئے اسکے بھائی "پاکستان زندہ باد" کے نعرے شروع کر چکے تھے۔۔۔

تم سب محافظ ہمیشہ سلامت رہو۔۔۔! ضرار پاشا جذبات سے لبریز آواز میں آسمان پر دیکھتے ہوئے بولا تھا۔ وہاج اور سلطان مسکراتے ہوئے آمین بول گئے۔۔

خان مجھے لگ رہا ہے کہ ارسل کو آسمان میں یوں اڑتے دیکھ کر میرا دل دھڑکتے ہوئے فیل ہو جائے گا۔۔۔! وہاج نے پاس کھڑے سلطان کو مخاطب کرتے

کہا۔۔ سلطان مسکراتے ہوئے اسے گھورنے لگا۔۔ جو اتنے اچھے موقع پر ایسے فضول الفاظ بول رہا تھا۔۔

آسمان میں اڑتے ہوئے سب طیارے ایک لائن میں آئے تو دیکھتے ہی دیکھتے ارسل خان نے اپنا جیٹ الٹا کر دیا تھا۔ جس پر نیچے کھڑے سب افراد کا دل اچھلتے ہوئے حلق میں اٹک گیا۔

کیونکہ انکا شرارتی شیر اب اپنا جیٹ الٹ کر کے اڑا رہا تھا۔ ارسل خان کے ساتھ فضا میں اڑنے والے باقی سب سینیئرز اسے متاثر کن نظروں سے دیکھتے ہوئے ویل ڈن کا اشارہ کرنے لگے۔ انہیں بالکل بھی امید نہیں تھی۔ کہ وہ ایسے انکی بولتی بند کروائے گا۔ نہ ہی انہیں اندازہ تھا کہ وہ اتنی ینگ ایج میں اس قدر ذہین اور دلیر ثابت ہو گا۔۔

سب سینیئر کو ویل ڈن کرتے دیکھ کر ارسل خان نے ماسک کے پیچھے سے دلفریب انداز میں مسکراتے ہوئے وہ اپنا جیٹ سیدھا کرتے ہوئے تیز رفتار سے مزید اونچائی پر لے گیا۔ بادلوں کے جھنڈ کو چیرتے ہوئے وہ ایک دم سے باہر نکلتے ہوئے جیٹ کو مسلسل گھماتے ہوئے نیچے کی طرف آیا تو اسکے بھائیوں سمیت باقیوں کے دل دوبارہ اچھل کر حلق میں آنے لگے۔ کیونکہ وہ بہت خطرناک سٹنٹ کر رہا تھا۔۔

ارسل خان نے زرا نیچے کی طرف آتے ہوئے ایک دم سے پھر جیٹ کو تیز رفتا میں اوپر لے جاتے دھماکا کیا۔ تو ارسل خان کے جیٹ سے رنگ نکلتے ہوئے ہر طرف بکھرتے چلے گئے۔ سب نے مبہوت ہوتے اسکے جیٹ سے یہ رنگوں بھرا دھواں نکلتے دیکھا تھا۔۔

ارسل نے جیٹ کو دوبارہ گھماتے ہوئے مزید دھماکے کیے تو فضا میں ہر طرف مزید رنگ بکھرنے لگے۔ جن کو دیکھ کر سب زیر لب اسکی سلامتی کی دعائیں مانگتے چلے گئے۔۔۔ کیونکہ سفید آسمان اچانک رنگوں بھرا جہاں معلوم ہو رہا تھا۔

ارسل خان نے آخری سٹنٹ کے طور پر جیٹ کو گھماتے ہوئے رنگوں سے کچھ لکھنے کی کوشش کی تو فضا میں اسے "اللہ اکبر" لکھتے دیکھ کر وہ سب یک زبان بولتے ہوئے پورے دل سے نعرہ لگا گئے۔۔

اسکی اڑان کا ٹیسٹ پورا تو آفیسر اسے نیچے لینڈ کرنے کا اشارہ کر کے زمین کی طرف چلے گئے۔ جبکہ ارسل خان نے باقی طیاروں کو نیچے جاتے دیکھا اور

ساتھ ہی ایک نظر اپنے بڑوں پر بھی ڈالی۔۔جو آنکھوں میں ناز لیے اسکے جیٹ پر آنکھیں ٹکائے ہوئے تھے۔

ارسل خان کو اچانک ایک شرارت سوجھی تھی۔اگلے ہی پل وہ اپنے جیٹ کی رفتا ایک دم سے تیز کرتے،اڑتے ہوئے بلیک گینگ کے اوپر سے گزرا۔جس پر وہ سب زرا حیرانی و تعجب سے اسے دیکھ گئے۔ارسل خان نے فضا میں گول چکر کاٹنے کے بعد،دوبارہ بلیک گینگ کے اوپر سے گزرتے ہوئے اچانک دھماکے کیے تو فضا میں ہر طرف تیزی سے ایک بار پھر رنگ بکھرتے چلے گئے۔

اور یہ ہی رنگ بلیک گینگ کے اوپر بھی گرے تھے۔اتنے تیز رنگ انکے چہروں اور کپڑے پر گرے تو انکی ینگ جنریشن قہقہے لگاتی چلی گئی۔ کیونکہ انکے باپ، چاچا کے چہرے رنگوں کے پیچھے چھپ گئے تھے۔۔

ارسل خان کی اس شرارت پر وہ دل سے خوش ہوتے آگ لگانے والے قہقہے لگا رہے تھے۔۔۔

منحوس شکل اولاد تو ایک دفعہ زمین پر اتر زرا۔۔۔! نعمان خان نے سلگتے ہوئے اپنے بیٹے کو دھمکی لگائی جو اپنا جیٹ اڑاتے ہوئے اب دوسری طرف جا چکا تھا۔ وہ شاید لینڈ کرنے والا تھا۔ جبکہ بلیک گینگ سلگتے ہوئے چہروں سے رنگ صاف کر رہی تھی۔ لیکن اتنے تیز رنگ صاف ہونے کی بجائے مزید

پھیل گئے تھے۔ جس پر انکے سب بیٹے قہقہے لگاتے ہوئے انکو مزید سلگانے لگے۔

ارسل خان کا جیٹ زمین پر لینڈ ہوا تو وہ جیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے ایک جست میں کودتے ہوئے باہر نکلا۔۔ باہر نکلتے ہی وہ چہرے سے ماسک اتارتے ہوئے پورے دل سے مسکرایا تو اسکے بھائی بھاگتے ہوئے اسکی طرف گئے۔۔

انکو یوں اپنی طرف آتے دیکھ کر ارسل خان کے چہرے پر چمکتی ہوئی حیرت ابھری تھی۔ جب اگلے ہی پل وہ سب اسکے پاس پہنچ کر اسے اٹھاتے ہوئے فضا میں اچھالنے لگے۔۔ جس پر ارسل خان بھی قہقہے لگاتے چلا گیا۔۔ کبیر اور فارس بھرپور مسکراہٹ سے انکو دیکھ رہے تھے۔۔۔

غازیان نے کلائی پر گھڑی پہنتے ہوئے ٹائم دیکھا تو شام کے سات بج رہے تھے۔ بلیک جینز پر وائٹ ٹی شرٹ پہنے وہ سرمئی آنکھوں میں حد درجہ سنجیدگی لیے بس جلدی جلدی تیار ہو رہا تھا۔ موبائل پر ایک بار پھر میسج آنا شروع ہوئے تو لب کا کونا دباتے ہوئے وہ بیڈ پر بیٹھ کر فٹافٹ اپنے جاگرز پہننے لگا۔

آج سب کا نائٹ آؤٹ کا پلین بنا ہوا تھا۔ جس کے لئے تقریباً سب ہی تیار ہو کر جا چکے تھے۔ بس ایک وہی دیر تک سوتا رہ گیا تھا۔ اسکے دیر تک سونے پر اسکے سب بھائی اب اسے گالیوں سے نوازنا شروع ہو گئے تھے۔ کیونکہ وہ اس وقت بلیک ہوٹل میں بیٹھے غازی کے آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ جو ابھی اپنے کمرے میں تیار ہو رہا تھا۔

غازیان نے جان بوجھ کر سب کے میسیجز کو سین کر چھوڑ دیا ہوا تھا۔ تاکہ انکی گالیوں سے بچا رہا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے ایک بار انہیں جواب دے دیا۔ تو سب نے اسکی مٹی پلید کرنا شروع کر دینی ہے۔ جو ابھی وہ افورڈ نہیں کر سکتا تھا۔

جاگر پہننے کے بعد وہ اپنے دراز قد سمیت چلتا ہوا ڈریسنگ مرر کے سامنے آیا تو جلدی سے پرفیوم اٹھا کر خود پر سپرے کرنے لگا۔

پرفیوم سپرے کرنے کے بعد غازیان نے مڑتے ہوئے بیڈ پر پڑی اپنی بلیک جیکٹ اٹھائی اور کمرے سے باہر نکل آیا۔ موبائل اور گاڑی کی چابیاں اٹھائے وہ تیز تیز قدم اٹھا رہا تھا۔

غازیان نے چلتے چلتے گروپ میں "کمنگ" کا میسج کیا اور پھر والٹ اور موبائل جینز کی پاکٹ میں رکھ کر گاڑی کی چابی کو انگلی میں گول گول گھماتے ہوئے تیزی سے چلنے لگا۔۔۔۔

وہ ابھی سیڑھیوں کے قریب پہنچا ہی تھا۔ کہ اچانک اسے پیچھے سے اپنے نام کی پکار سنائی دی۔۔۔

غازی۔۔۔!!! علیزے خان اسے پکارتے ہوئے جلدی سے قریب آئیں تو غازی چونک کر مڑتے ہوئے دیکھنے لگا۔۔

جی بڑی ماما۔۔۔!! غازی نے قدموں کو بریک لگا کر انکی طرف دیکھتے ہوئے احترام سے جواب دیا تھا۔ اسکے مڑنے پر علیزے خان اسکی وجیہہ شخصیت کو دیکھتے ہوئے مسکرا دیں۔

غازی کہاں جارہے ہو۔۔؟؟دل میں تیزی سے ماشاءاللہ بولتے ہوئے علیزے خان نے نرمی سے استفسار کیا۔۔۔

بڑی ماما میں تو ہوٹل کی طرف جارہا ہوں۔۔؟آپ بولیں کیا بات ہے۔۔۔؟ کوئی کام ہے کیا؟گاڑی کی چابی پاکٹ میں رکھ کر غازی نے جیکٹ بازو پر رکھتے ہوئے ایک ساتھ کئی سوال کیے۔۔۔

ہاں میری جان۔۔!وہ میں نے کہنا تھا۔کہ کبیر اور فاتح تو گھر پر موجود نہیں ہیں۔۔۔!اور ماہ پارہ کو اپنی دوست کی سالگرہ پر جانا ہے۔۔!تو اسے بھی اپنے ساتھ لیتے جاؤ اور جاتے ہوئے رستے میں اسے اسکی دوست کی طرف اتار دینا۔۔۔!!!علیزے نے تفصیل سے بولتے ہوئے اسے بتایا۔ساری بات جاننے کے بعد غازیان کے چہرے پر تیزی سے ناگواری ابھری تھی۔۔۔

بڑی ماما کون سی دوست ہے یہ۔۔؟ بڑے بابا کو تو سخت ناپسند ہے نا ایسے دوستوں کی طرف جانا۔۔! تو پھر ماہ پارہ کیوں جا رہی ہے۔۔۔؟؟ غازیان اپنے لہجے کی ناگواری پر قابو پاتے ہوئے تحمل سے بولا۔ کیونکہ حقیقت میں اسے یہ جان کر غصہ آنے لگا تھا۔ کہ ماہ پارہ رات میں اپنی کسی دوست کی پارٹی اٹینڈ کرنے جا رہی ہے۔۔ وہ سب اپنے گھر کی لڑکیوں کے لئے بہت پوزیسو اور سینسیٹو تھے۔ اس لئے تو غازیان پوچھے بنا رہ نہیں پایا تھا۔۔۔

میری جان تمہارے بڑے بابا سے اس نے رات میں پرمیشن لے لی تھی۔۔ اس لئے تم پریشان نہیں ہو۔۔۔! غازیان کے چہرے پر ناقابل ہضم تاثرات دیکھتے ہوئے علیزے نے سرد سانس خارج کرتے اسے وضاحت کی۔ تاکہ وہ مزید کوئی سوال نہ کرے۔ پر ایسا کہاں ممکن کہاں تھا۔۔ کہ وہ سب اتنی آسانی سے راضی ہونے والے ہوتے۔۔۔

بڑے بابا سے میں واپس آکر خود بات کرتا ہوں۔۔! ایسے کیسے وہ بنا کچھ جانے ماہا کو اسکی دوست کی طرف جانے کی اجازت دے سکتے ہیں۔۔؟ اور بڑی ماما آپ بھی اچھے سے جانتی ہیں۔۔! کہ ہم سب کو اپنے گھر کی لڑکیوں کا ایسے کہیں بھی آنا جانا سخت ناپسند ہے۔۔! تو پلیز ماہا کو اچھے سے سمجھا دیں گئے کہ آئندہ یہ بے وجہ ضد نہ کرے۔۔۔! میں نیچے گاڑی میں ویٹ کر رہا ہوں آپ جا کر بھیجیں اسے جلدی۔۔۔ !

غازیان سخت و سنجیدہ لہجے میں کہتے ہوئے نیچے کی طرف بڑھ گیا۔ علیزے خان بے بسی سے دیکھتی رہ گئی تھیں۔ بے اختیار اپنی بیٹی کی ضد پر غصہ آنے لگا۔ ابھی رات میں تو اس نے منتیں اور آنسو بہا کر اپنے باپ کو اتنی مشکل سے منایا تھا۔ اور اب غازیان کے تاثرات دیکھتے ہوئے علیزے بے بسی سے ماہ پارہ کو دیکھنے چلی گئیں۔ تاکہ اسے جلدی سے نیچے بھیج سکیں۔

غازیان گاڑی میں بیٹھ کر کال پر بات کر رہا تھا۔ جب خوشبوؤں میں بسا ہوا وہ نازک وجود اچانک آ کر اسکی گاڑی میں بیٹھ گیا۔ غازیان پاشا کی ناک سے اچانک ایک محسور کن خوشبو ٹکرائی تو وہ ناچاہتے ہوئے بھی چونک کر متوجہ ہوتے پیسنجر سیٹ پر بیٹھے وجود کی طرف دیکھنے لگا۔۔ جو ریڈ ڈریس میں اپنے قیامت خیز حسن کے ساتھ چہرے پر معصومیت سجائے اسکے دیکھنے پر مسکرائی تھی۔۔

غازیان کی نظریں اسکی کیر بین بلو آنکھوں میں الجھنے لگیں تو وہ فوراً سٹل ہونے لگا۔۔ لیکن پھر دوسرے ہی پل سرعت سے نظریں ہٹاتے ہوئے وہ فون پر باسم سے بات کرنے میں مشغول ہو گیا۔۔

تقریباً پانچ منٹ تک باسم سے بات کرنے کے بعد غازیان نے فون بند کیا تو ماہ پارہ اسکے چہرے کی سنجیدگی دیکھتے ہوئے ہونٹ لٹکا گئی۔

آنے سے پہلے اسکی مام نے اسے اچھے سے بتایا تھا۔ کہ اسکا اپنی دوست کی پارٹی میں جانے کا سن غازیان کو بالکل بھی اچھا نہیں لگا تو وہ جلد از جلد واپس آنے کی کوشش کرے گی۔۔ اور نہ ہی وہاں زیادہ دیر رکے گی۔ کیونکہ کبیر اور فاتح بھی اس بارے میں نہیں جانتے تھے۔ کل رات ماہ پارہ صرف اپنے ڈیڈ کو ہی منا پائی تھی۔ اگر وہ اس بات کا ذکر فاتح یا کبیر خان کے سامنے کرتی تو یقیناً اسکے دونوں بڑے بھائی بھی اسے جانے سے منع کر دیتے۔۔

غازیان نے موبائل ڈیش بورڈ پر رکھتے ہوئے گاڑی سٹارٹ کر دی۔ ماہ پارہ انگلیاں موڑتے ہوئے دل ہی دل میں سہمنے لگی تھی۔۔ کیونکہ مقابل کے انداز

اور تاثرات اسے ڈرا رہے تھے۔اسکے بر عکس غازیان تو خود کی حالت سمجھنے سے قاصر تھا۔۔گاڑی میں پھیلی ہوئی اس قدر جان لیوا خوشبو کو محسوس کرتے اسکا دل عجیب سے انداز میں تیزی سے دھڑکنا شروع ہو گیا تھا۔جس کے نتیجے میں ہاتھ کی مٹھی بنا کر ہونٹوں پر جماتے ہوئے اس نے تیزی سے بھاری سانس خارج کی۔۔

تمہاری دوست کا نام کیا ہے۔۔؟دائیں ہاتھ سے سٹرینگ سنبھالتے ہوئے گاڑی میں اچانک غازیان پاشا کی سنجیدہ آواز گونجی تھی۔ماہ پارہ چونکتے ہوئے اسے دیکھ گئی۔۔۔

ماریہ۔۔۔!! مقابل کے سوال کو دماغ میں دہراتے ہوئے ماہ پارہ نے جلدی سے جواب دیتے ہوئے بتایا تو غازی نے سر کو جنبش دیتے ہوئے موڑ کاٹا۔۔۔۔

ایسی کون سی خاص دوستی ہو گئی تمہاری اس ماریہ نامی لڑکی سے۔۔۔؟ کہ تم بڑے بابا کو اتنی مشکلوں سے راضی کرتے ہوئے اسکی پارٹی اٹینڈ کرنے جا رہی ہو۔۔۔! غازیان نے اسکی طرف چہرہ موڑتے ہوئے طنز و سنجیدہ لہجے میں استفسار کرتے جاننا چاہا تھا۔۔۔ جس پر ماہ پارہ روہانسے ہوتی لب کاٹنے لگی۔۔

غازی بھیا ماریہ میری بہت اچھی دوست ہے۔۔! اس نے بہت پیار سے بلایا تھا۔اس لئے میں بس انکار نہیں کر پائی۔۔۔!! ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص کے سخت لہجے کو سننے کے بعد وہ بامشکل بول پائی۔ ورنہ بس وہ دل ہی

دل میں چاہ رہی تھی۔ کہ جلدی سے اسکی فرینڈ کا گھر آئے اور وہ گاڑی سے اتر کر بھاگ جائے۔

بلیک مینشن کی سب لڑکیوں میں سے ماہ پارہ سب سے چھوٹی تھی۔ نیچر کے حساب سے گل بہار اور ماہ پارہ تھوری بہت ملتی جلتی تھیں۔ اور اسکی خاص وجہ یہ تھی۔ کہ اپنی معصومیت کے باعث وہ زرا سا بھی سخت لہجہ برداشت نہیں کر پاتی تھیں۔ اس لئے بلیک مینشن کے ہر نفوس کی یہ کوشش ہوتی تھی۔ کہ ان دونوں چڑیوں کو پیار سے ڈیل کیا جائے۔ اس لئے اب غازیان پاشا کے تیور ماہ پارہ کا سانس خشک کرنے کا سبب بن رہے تھے۔۔۔

میں تمہیں وہاں پر آٹھ بجے ڈراپ کروں گا۔۔۔! اور ٹھیک ایک گھنٹے بعد تم اپنی دوست کو ٹاٹا، بائے، بائے بول کر مجھے گیٹ کے باہر کھڑی نظر آؤ۔۔!!

کیونکہ میں نے پورے ایک گھنٹے بعد تمہیں وہاں سے پک کر لینا ہے۔۔۔

گوٹ اٹ۔۔؟ رعب دار لہجے میں حکم سناتے ہوئے زرا سا چہرہ موڑ کر غازی نے اسکی طرف دیکھا تو وہ معصومیت کنفیوز ہوتے سر ہلا گئی۔ جبکہ بہت چاہنے کے باوجود بھی وہ مقابل کو یہ نہیں کہہ پائی تھی۔ ک کم از کم اسے دو گھنٹے کے لئے تور کنے دے۔۔۔

گاڑی میں ایک دو منٹ کی خاموشی چھائی۔ تو اگلے ہی پل پھر غازیان پاشا کی جھنجھلاتی آواز نے ماہ پارہ کو ہوش دلایا۔ جو اپنے دھیان میں ونڈو سے نظر آتے ہوئے مناظر دیکھنے میں محو تھی۔

تمہیں کوئی لائٹ کلر نہیں ملا پہنے کو۔۔؟ جو اس قدر برائٹ کلر کے پہن کر وہاں جا رہی ہو۔۔۔؟ غازیان جس کو کب سے اسکا ریڈ ڈریس چبھ رہا تھا۔

بلآخر اب تنگ آتے ہوئے غصے کے باعث خود کو بولنے سے روک نہیں پایا۔ جس پر اب ماہ پارہ کی آنکھوں میں تیزی سے آنسو چمکے تھے۔ وہ جب سے گاڑی میں بیٹھی تھی۔ تب سے اسکی تنقید سہہ رہی تھی۔ اس لئے اب نیلی آنکھوں میں آنسو اُمڈنے لگنے تھے۔۔۔

مم۔ میں۔۔۔ خود۔۔ نہیں۔۔۔ پہنا۔۔۔!!! ناز آپی نے پہنایا۔۔۔!! ماہ پارہ اپنے آنسوؤں پر بند باندھنے کی کوشش میں اٹکتے ہوئے جواب میں بولی تو غازیان کو بے ساختہ اپنے سخت لہجے کا احساس ہوا۔ ہونٹ کا کونا دانتوں میں کاٹتے ہوئے وہ خود پر ضبط کرنے کی کوشش کرنے لگا۔۔۔

گھر جا کر پوچھتا ہوں آج تمہاری ناز آپی کو بھی۔۔۔!! غصے سے سر جھٹکتے ہوئے اس نے ایک دم سے گاڑی کی سپیڈ تیز کر دی۔ ماہ پارہ سہمتے ہوئے

دروازے کے ساتھ جڑ کر بیٹھ گئی۔ جس کا غازیان نے بالکل نوٹس نہیں لیا تھا۔ وہ بس اپنے اندر اٹھتی ہوئی غصے والی اس عجیب کیفیت پر قابو پانے کی کوشش میں تھا۔۔۔۔

کل سے پھر کون کون اپنے روزگار پر جا رہا ہے۔۔۔!! فاتح نے شرارتی لہجے میں سب کو مخاطب کرتے پوچھا۔۔۔ جس پر سب اسے تیکھی نظروں سے دیکھ گئے۔ وہ سب اس وقت بلیک ہوٹل میں بیٹھے ہوئے تھے۔

چونکہ کل سے سب باقاعدہ طور پر آفیشلی اپنا اپنا پروفیشن جوائن کرنے والے تھے۔ اس لئے مصروف ہونے سے پہلے سب نے سوچا۔ کہ کیوں نہ آج کی رات اکھٹی گزاری جائے۔ اسی لئے وہ سب شام میں فرصت سے بلیک ہوٹل

میں جمع ہو گئے۔ صرف ایک غازیان تھا۔ جو ابھی تک پہنچا نہیں تھا۔ سب اسی کے آنے کا انتظار کر رہے تھے۔

ظاہر سی بات ہے۔۔! کام دھندے والے پڑھے لکھے بندے تو سب ہی جائیں گئے سوائے دو بے روزگار بندوں کو چھوڑ کر۔۔۔!! فاتح کے سوال کا جواب باسم کاظمی کی طرف سے میٹھے بھرے طنز کی بوچھاڑ میں موصول ہوا تھا۔ جس کو سن کر سب نے جہاں ہنسی دبائی وہیں شہرام اور فاتح گولڈن آنکھوں والے باسم کاظمی کو تیزی سے گھورنے لگے۔۔۔ فارس ہمدانی اور کبیر خان اس وقت دوسرے ٹیبل پر کچھ دوستوں کے ساتھ آفیشلی میٹنگ میں مصروف تھے۔

دو چار کتابیں پڑھ کر تجھے گلوکوز کی بوتل کیا لگانا آگئی ہیں۔ زیادہ ہی خود کو ڈھیر شانا سمجھنے لگا ہے کیا۔۔!! شہرام نے بوتل اٹھا کر باسم کو مارتے ہوئے اپنی

ٹپوری زبان میں سناتے ہوئے کڑارا جواب دیا تھا۔ سب قہقہ لگا گئے۔ جبکہ باسم تو اپنی ڈگری پر سوال اٹھتا دیکھ کر پیچ و تاب کھا کر رہ گیا۔

اس سے پہلے کہ خود کو بے روزگار کہنے پر فاتح اور شہرام آگے بڑھ کر باسم کا کچومر بناتے۔ جب غازیان اپنے کالے گھنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے بھرپور وجاہت کے ساتھ وہاں آتا ہوا دیکھائی دیا۔ بڑے بھائیوں کو دوسرے ٹیبل پر بیٹھے دیکھ کر غازیان سلام کرنے کے لئے انکی جانب بڑھا تو کبیر خان اور فارس ہمدانی مسکرا کر اسکے بال بگاڑتے ہوئے ماتھا چوم گئے۔

جس پر غازیان مسکراتے ہوئے انکو اپنی باتیں جاری رکھنے کا کہہ کر اپنے نمونوں کی طرف آگیا۔ جو لیٹ آنے کی وجہ سے اسے مسلسل گھورتے جا رہے تھے۔۔

اپنے بل سے باہر نکلنے کو آخر کار تمہارا دل کر ہی گیا۔۔۔!!! ایشام نے چھبتے ہوئے اسکے دیر سے آنے پر چوٹ کی۔ غازیان نے آنکھیں گھماتے ہوئے اسکی بکواس کو رفع دفع کرنا چاہا۔۔۔

اگر تم سب کو فضول میں زبان چلانے سے فرصت مل گئی ہو تو زرا زحمت کرتے ہوئے اپنے اپنے موبائل دیکھ لو۔ جہاں میں نے دیر سے آنے کا میسیج کر دیا تھا۔ غازیان نے باسم کے ساتھ والی چیئر پر بیٹھتے ہوئے افسوس سے سب کو دیکھا۔ جو صرف اسے سنانے پر فوکس کر رہے تھے۔

جب تو ہمارے میسیجز یا کالز نہیں دیکھ سکتا تو بھئی ہم بھی تیرے میسیج دیکھنے میں اپنا قیمتی وقت کیوں ضائع کریں۔۔۔!!! ارسل خان نے سلگتے ہوئے جواب میں اسے سنایا۔ غازیان سب کو گھورتے ہوئے نفی میں سر ہلا گیا تھا۔ وہ

سمجھ گیا تھا۔ کہ انکے منہ لگنا ہی گھاٹے کی سوچ ہے۔اس لئے چپ چاپ نظر انداز کرتے اپنے لئے ڈرنگ کا آڈر دینے لگا۔۔

ایک کونے میں بیٹھی وہ سب کی طرف ٹکر ٹکر دیکھ رہی تھی۔ جبکہ نیلی آنکھوں میں نہایت معصومیت کی تحریر رقم تھی۔ماہ پارہ کی نیلی آنکھوں کی معصومیت ہر چیز کو بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔اسے پارٹی میں آئے آدھا گھنٹہ بیت چکا تھا۔ماریہ اسے یہاں پر بٹھا کر خود پتہ نہیں کہاں چلی گئی تھی۔

اس لئے وہ اب اکیلی بیٹھی ہر چیز کا باریک بینی سے جائزہ لے رہی تھی۔ماہ پارہ کو سامنے سٹیج پر ناچتی ہوئی لڑکیوں کو دیکھ کر عجیب سی کوفت محسوس ہونے لگی۔

کیونکہ پارٹی میں موجود ہر لڑکی نے بولڈ ڈریس پہنا ہوا تھا۔ اور انکی اسی دیدہ دلیری کو دیکھ دیکھ کر وہ بے زاریت کا شکار ہو رہی تھی۔

ماریہ نے آج کی پارٹی میں اپنی پوری کلاس کو مدعو کیا ہوا تھا۔ یونیورسٹی فیلوز کے علاوہ بھی کافی اجنبی لوگ موجود تھے۔ پارٹی میں اتنے زیادہ لوگوں کو دیکھ کر ماہ پارہ کو بے اختیار احساس ہونے لگا۔ کہ ماریہ کا فرینڈ سرکل کافی بڑا ہے۔

ماہ پارہ جو سب لوگوں کی طرف دیکھتے ہوئے بے زار شکلیں بنا رہی تھی۔ کہ بے ساختہ سامنے کا منظر دیکھ کر اسکی آنکھیں زرا حیرانی سے بڑی ہوتی چلی گئیں۔ ماہ پارہ کی وہ کلاس فیلو بھی آج بولڈ ڈریسنگ کر آ رہیں تھیں۔ جو کلاس میں ہر وقت حجاب یا گاؤن پہنے رکھتی تھیں۔۔

سامنے کھڑی لڑکیوں کی منافقت پر وہ افسوس واستہزایہ انداز میں سر جھٹکتے ہوئے بیگ سے اپنا موبائل نکال کر بیٹھ گئی۔۔اگر اسے پتہ ہوتا کہ آج کی پارٹی اس کے لئے اس قدر بورنگ اور واحیات ثابت ہو گی تو وہ کبھی بھی نہ آتی۔

گیسٹ ہاؤس کے اندرونی منظر پر دوبارہ نظریں دہراتے ہوئے وہ بے ساختہ سوچ گئی۔

ہائے مس سٹابری۔۔۔!!

ماہ پارہ کو ابھی موبائل میں مصروف ہوئے کچھ منٹ ہی گزرے تھے۔کہ اچانک اسے اپنے قریب سے ایک اجنبی آواز سنائی دی۔جس کو سنتے ہوئے اس نے تیزی سے سر اٹھا کر دیکھا۔تو سامنے ہی ایک دراز قد میں شخص کھڑا نظر آیا۔۔جو ببل کھاتے ہوئے کافی پر شوق نظروں سے ماہ پارہ کی طرف ہی

دیکھ رہا تھا۔ جبکہ ماہ پارہ کو تکتے ہوئے مقابل کی آنکھوں کی تیزی سے چمک ابھرنے لگی تھی۔

جی آپ کون۔۔۔؟؟ ماہ پارہ نے آبرو اچکاتے ہوئے لہجے کو سپاٹ بنایا۔ اسکی کھنک دار آواز پر مقابل کے ہونٹوں پر گہری مسکراہٹ بکھر گئی۔ تھی۔ جبکہ پورے وجود میں یک دم سپارک بھی اٹھنے لگا تھا۔

وہ جب سے اس پارٹی میں آئی تھی۔ تب اسکی نظروں کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ اور شاید آج کی پارٹی میں شرکت اس نے خاص طور پر صرف "ماہ پارہ سلطان" کے لئے ہی کی تھی۔ پارٹی تو کب کی شروع ہو چکی تھی۔ پر اسکی دلفریب حسینہ تاخیر سے پہنچی تھی۔ جس کی وجہ سے وہ کافی دیر انتظار کی بے چینی میں مبتلا رہا تھا۔

کیا میں یہاں پر بیٹھ سکتا ہوں۔۔۔؟ ماہ پارہ کے خوبصورت ترین نقوش کو تکتے ہوئے اس نے اجازت طلب کرتے پوچھا۔ وہ سرعت سے انکار میں سر ہلاتے بول پڑی۔۔۔

جب میں اپکو جانتی ہی نہیں تو اپکو یہاں پر بیٹھنے کی اجازت کیسے دے سکتی ہوں۔۔۔؟ اپنے معصوم لہجے کو سخت بناتے ہوئے اس نے تڑخ کر جواب دیا۔ جس کو سن کر سامنے کھڑا شخص اس بار بھرپور انداز میں مسکرا دیا تھا۔۔

اگر آپ مجھے یہاں پر بیٹھنے کی اجازت دیں گئیں۔ تو میں اپکو اپنا تعارف بھی کروادوں گا۔۔!! زرا سا جھکتے ہوئے وہ لہجے کو شوخ بناتے ہوئے کہنے لگا تھا۔ اسے بلاوجہ بے تکلف ہوتے دیکھ کر ماہ پارہ کو اچانک غصے سے آن گھیرا۔

پہلی بات تو آپ مجھ سے زرا دور ہو کر بات کریں۔۔! اور دوسری بات۔۔! مجھے اپکے تعارف میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے۔! تو آپ میرا مزید وقت ضائع کیے بنا یہاں سے جا سکتے ہیں۔۔۔!!! ماہ پارہ اسکے اچانک نزدیک ہونے والی حرکت پر غصے کا شکار ہونے لگی۔ ناگوار لہجے میں دوٹوک بولتے ہوئے وہ اگلے ہی پل دوبارہ موبائل میں مصروف ہو گئی تھی۔

جبکہ اسکے سامنے موجود شخص تو ہوا میں اڑتی ہوئی اس محسور کن خوشبو کی لپیٹ میں آ چکا تھا۔ سامنے بیٹھی حسینہ کی دلفریب خوشبو نے اسے خود میں جکڑا تو وہ کچھ لمحوں کے لیے سٹل سا ہوتا اس مہک کو اپنے اندر اتارنے لگا۔۔۔ اسے ابھی تک وہیں کھڑے دیکھ کر ماہ پارہ نے الجھن سے آنکھیں اٹھاتے ہوئے دیکھنا چاہا تو ماہ پارہ کے آنکھیں اٹھانے پر وہ ہوش میں آتے تیزی سے بول پڑا۔۔۔

مائے سیلف "شعیب ابراہیم" میں اپکو سکول ٹائم سے جانتا ہوں۔۔!! کیا اب میں یہاں پر بیٹھ کر آپ سے دو منٹ بات کر سکتا ہوں۔۔؟؟ پلیز۔۔۔؟ اپنی بے خودی کو مٹاتے ہوئے وہ تعارف کروانے والے انداز میں تیزی سے مسکرا کر بولا تھا۔ ماہ پارہ اسکے "سکول ٹائم" سے جاننے والے حوالے پر کچھ الجھ کر اسے پہچاننے کی کوشش کرنے لگی۔ جس پر وہ مسکراتے ہوئے اس بار خود ہی اسکے سامنے بیٹھ چکا تھا۔

سب کھانا کھاتے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ چھیڑ خانی کر رہے تھے۔ جب اچانک غازیان پاشا کے دماغ میں تیزی سے ایک جھماکا ہوا تو وہ تھمتے ہوئے کلائی سامنے کرتے ہوئے گھڑی پر وقت دیکھنے لگا۔

دو گھنٹے ہو گئے۔۔۔!! خود سے بڑبڑاتے ہوئے وہ اچانک تیزی سے کھڑا ہوا تو سب اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ گئے۔۔۔

کہاں جا رہے ہو۔۔۔؟ اسکے یوں اچانک کھڑے ہونے پر ارسل نے جلدی سے سوال پوچھا۔۔۔

مجھے ایک ضروری کام ہے۔۔! بس وہ نبٹا کر جلدی سے واپس آتا ہوں۔۔! غازی نے افراتفری میں جواب دیتے ہوئے اپنی جیکٹ اور گاڑی کی چابیاں اٹھا لیں۔ سب ناسمجھی سے دیکھ گئے تھے۔۔۔

پاکستان آئے ابھی ایک مہینہ نہیں ہوا اور تو نے یہاں پر لینڈ کرتے ہی اپنی گرلفرینڈ بنالی ہے۔۔!! جس کو تو "ضروری کام" کے لبادے میں چھپا کر گھر ڈراپ کرنے جا رہا ہے۔۔۔!! شہرام نے اسے مشکوک نظروں سے دیکھتے

ہوئے پھلجڑی چھوڑی تو بدلے میں غازیان نے اسے سخت گھوری سے نوازا۔۔۔

سب تم دونوں کی طرح ترسے ہوئے نہیں ہوتے۔۔! اور نہ ہی ہر بات میں یہ فضول بکواس کرنا ضروری ہوتا ہے۔۔۔!! انگلی سے شہری اور فاتح کو ٹارگٹ کرتے ہوئے وہ جواب میں سناتے ہوئے مڑا تو وہ اسے گالیوں سے نواز گئے۔ جن کو وہ ترسا ہوا کہہ کر جا چکا تھا۔۔۔

رک میں بھی آیا۔۔۔!! غازیان جو ابھی چند قدم ہی دور گیا تھا۔ کہ اچانک باسم کو پتہ نہیں کیا خیال آیا کہ وہ بھی اپنا گلاس ٹیبل پر رکھ کر کوٹ اٹھاتے ہوئے تیزی سے اسکے پیچھے ہو گیا۔

سالے دونوں اب لونڈے بازی کر کے آئے گئے۔۔۔!! باسم کو بھی اسکے پیچھے جاتے دیکھ کر فاتح منہ ٹیڑھا کرتے ہوئے معنی خیزی لہجے میں بولا تو ایشام اور ارسل انکے جلنے کڑھنے پر ہنسی دباتے ہوئے دور جاتے باسم کو دیکھنے لگے۔۔ جو بھاگتے ہوئے ایک جست میں غازیان تک پہنچ گیا تھا۔۔۔

رک بے۔۔!! اتنی فور جی کی سپیڈ میں کہاں جا رہا ہے۔۔۔؟ غازیان کے کندھے پر بازو رکھتے ہوئے باسم نے تیز سانسوں میں پوچھا۔ غازیان نے بنا جواب دیئے گاڑی انلاک کرتے ہوئے اسے تیزی سے بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔ جس کو دیکھتے ہوئے باسم جلدی سے پیسنجر سیٹ پر بیٹھ چکا تھا۔۔

ابھی کچھ مت پوچھ پہلے ہی لیٹ ہو گیا ہوں۔۔! رستے میں بتاتا ہوں۔۔۔!

ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہی غازیان نے پیچھے دیکھتے ہوئے گاڑی پارکنگ سے نکالی تو باسم نے سر ہلا کر سیٹ سے ٹیک لگالی۔۔

پارکنگ سے نکلتے ہی غازیان نے روڈ پر فل سپیڈ سے گاڑی چلانا شروع کی تو باسم اسکی اتنی جلد بازی پر حیران ہوئے بنا نہ رہ سکا۔غازیان نے اسکی منتظر نگاہوں کو خود پر محسوس کیا تو وہ گاڑی چلاتے ہوئے اسے بتانا شروع ہوا۔

کہ اسکی اتنی بے افراتفری کی وجہ اسکی معصوم کزن "ماہ پارہ سلطان" ہے۔ جس کو وہ آتے ہوئے اسکی دوستی کی پارٹی میں چھوڑ کر آیا تھا۔۔اور ایک گھنٹے کا کہہ کر اب دو گھنٹوں سے بھی اوپر کا وقت ہو چکا ہے۔رات کے گیارہ تو بج ہی چکے تھے۔اس لئے غازیان کا دل ایک دم سے بے چینی میں مبتلا ہونے لگا تھا۔

کہاں وہ اسے گھر سے ساتھ لانے میں راضی نہیں تھا۔اور اب اتنے گھنٹوں سے وہ پارٹی میں بیٹھی ہوئی تھی۔

بڑے بابا نے اسے جانے کی اجازت ہی کیوں دی تھی۔۔؟ساری بات جان کر باسم کاظمی کو بھی غصہ آیا۔ جس کے باعث وہ ناپسندیدگی سے پوچھے بنا نہ رہ سکا۔۔۔

میڈم نے کافی ضد سے روتے ہوئے منایا ہے۔۔! اور تم اچھے سے جانتے ہو۔ کہ بڑے بابا ہماری سب کزن کے آنسوؤں پر کیسے منٹوں میں پگھل جاتے ہیں۔۔! غازیان جس نے آتے ہوئے ماہ پارہ سے ساری تفتیش اچھے سے کی تھی۔وہ باسم کو آگاہ کرتے ہوئے بولا تو باسم کچھ خاص مطمئن ہوتا نظر نہیں آیا۔

جو بھی ہے۔۔! باقی لاڈ پیار ایک طرف۔۔۔! پر یہ لاڈ اور ضد ہمیں کسی صورت بھی منظور نہیں ہے۔۔! تم اچھے سے جانتے ہو غازیان کہ ان ایلیٹ کلاس کی پارٹیز کا ماحول کیسا ہوتا ہے۔۔۔! اور پھر وہ ہماری میڈم ہیں بھی پوری کی پوری معصومیت کی مورت۔۔۔!!

باسم کاظمی مسلسل ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے بول رہا تھا۔ جس کو سن کر غازیان پاشا کے دل کو مزید قراری نے آن گھیرا تھا۔ نظروں کے سامنے اسکا چمکتا دمکتا روپ اور ریڈ ڈریس گھوما تو غازیان کی سٹرینگ پر پکڑ مضبوط ہوتی چلی گئی۔ جبکہ گاڑی اگلے ہی پل ہوا میں اڑتے ہوئے گیسٹ ہاؤس کی طرف گامزن ہو گئی تھی۔۔

اپنی ٹانگوں کو ہلاتے ہوئے ماہ پارہ کب سے مضطرب نظر آ رہی تھی۔ شاید وہ غازیان پاشا کے آنے کی منتظر تھی۔ جو ایک گھنٹے کا کہہ کر ابھی تک واپس نہیں آیا تھا۔

شعیب ابراہیم نامی شخص کافی دیر اسکے پاس بیٹھا ماہ پارہ کا سر کھاتا رہا تھا۔ جبکہ ماہ پارہ کو چاہ کر بھی یاد نہیں آ رہا تھا۔ کہ یہ شخص اسے سکول ٹائم سے کیسے جانتا ہے۔ شعیب ابراہیم کو نظر انداز کرنے والے انداز میں اس نے سر جھٹکتے ہوئے اپنا موبائل نکالا تاکہ غازی بھیا کو کال کر سکے۔۔

ابھی کچھ دیر پہلے ہی کسی کے بلانے پر شعیب اسکے پاس سے اٹھ کر گیا تھا۔ جس پر ماہ پارہ نے کچھ سکھ بھرا سانس لیا۔ ورنہ کسی اجنبی شخص کو اپنے پاس بیٹھے دیکھ کر وہ اندر ہی اندر بے چینی کا شکار ہو رہی تھی۔۔۔

ماہ پارہ جو ابھی غازیان پاشا کے نمبر پر کال کرنے کی والی تھی۔ کہ اس سے پہلے اسکے موبائل پر غازیان کے نمبر سے کال موصول ہونے لگی۔ ماہ پارہ نے جلدی سے کال ریسیو کرلی۔۔ دوسری جانب سے غازیان پاشا کی گھمبیر ورعب دار آواز سنتے ہوئے ماہ پارہ کا دل زرا سا مچلا۔۔

جی غازی بھیا میں ابھی بس دو منٹ میں باہر آرہی ہوں۔۔!! معصوم و فرمانبرداری بھرے لہجے میں جواب دینے کے بعد وہ کال بند کرتے ہوئے تیزی سے کھڑی ہوگئی۔۔ ماہ پارہ نے چاروں اطراف نظریں گھماتے ہوئے ماریہ کو تلاش کرنا چاہا۔ تاکہ جانے سے پہلے اسے مل سکے۔ جو پتہ نہیں کہاں غائب ہوئی پڑی تھی۔

ماہ پارہ نے ارد گرد دیکھتے ہوئے ماہ پارہ کی تلاش میں قدم اٹھائے تو شراب کی تیز بو کا ایک جھونکا اسکی ناک سے ٹکراتا چلا گیا۔ جس وہ حیرانی کو چھوتے ہوئے جلدی سے ماریہ کو ڈھونڈنے لگی۔ تاکہ اسے بائے کہہ کر فٹافٹ یہاں سے نکلے۔ کیونکہ اگر غازیان پاشا اندر آکر یہاں کا ماحول دیکھ لیتا تو پھر ماہ پارہ کو اسکے غصے کا نشانہ بننے سے کوئی نہیں روک سکتا تھا۔۔۔

ہیلز میں قدم اٹھاتے ہوئے وہ مسلسل ماریہ کو ڈھونڈ رہی تھی۔ ایسے ہی چلتے چلتے وہ پارٹی سے نکل کر دروازے کے قریب چلی آئی۔۔

دروازے کے قریب پہنچ کر ماہ پارہ نے پھر پیچھے کی جانب گھماتے ہوئے ماریہ کو آخری بار دیکھنا چاہا تھا۔ پر وہ کہیں بھی نظر نہیں آرہی تھی۔ سرد سانس خارج کرتے ہوئے وہ مڑی تو اچانک دو لڑکے اسکے سامنے آکھڑے ہوئے۔

ماہ پارہ اس سے پہلے کہ ان سے ٹکراتی کہ اس نے سرعت سے قدم پیچھے کی جانب لینے چاہے۔ہیلز میں ہونے کی وجہ سے اسکا پاؤں اچانک مڑا تو وہ ایک دم سے زمین بوس ہوتی گر گئی۔ گرنے کے باعث وجود پر پھیلی ہوئی چادر بھی بے ترتیب ہو گئی تھی۔۔۔

ہاہاہاہاہا۔۔۔! پیاری بلبل ہم نے تو کچھ کیا بھی نہیں ہے اور تم ابھی سے ہی زمین پر لیٹ گئی ہو۔۔۔!! کیا ہم اسے کوئی اشارہ سمجھیں۔۔۔؟؟ ماہ پارہ کے دلکش وجود کو چہرے

ہاہاہاہاہا۔۔۔! پیاری بلبل ہم نے تو کچھ کیا بھی نہیں ہے اور تم ابھی سے ہی زمین پر لیٹ گئی ہو۔۔۔!! کیا ہم اسے کوئی اشارہ سمجھیں۔۔۔؟؟ ماہ پارہ کے دلکش وجود کو چہرے کو خباثت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے ایک لڑکا زرا سا

اس پر جھکتے ہوئے معنی خیزی سے کہنے لگا۔۔۔ جس کے باعث ماہ پارہ کا چہرہ تیزی سے اہانت آمیزی سے سرخ ہوتا چلا گیا۔ دل ڈرتے ہوئے تیزی سے دھڑکنے لگا تھا۔۔ اپنی شال سنبھالتے ہوئے ماہ پارہ نے جلدی سے کھڑے ہونے کی کوشش کی۔ تو درد کی لہر پر اسکے لبوں سے ہلکی سی چیخ بلند ہوئی۔

پاؤں میں اٹھتی ہوئی ٹھیس پر بامشکل قابو پاتے ہوئے اس نے سائیڈ سے نکلتے ہوئے قدم اٹھانا چاہا تو وہ دونوں لڑکے پھر تیزی سے اسکے سامنے آ کھڑے ہوئے۔۔ وہ کب سے پارٹی میں ماہ پارہ پر نظریں جمائے ہوئے تھے۔

اپنے ڈریس اور سادگی کی وجہ سے وہ پارٹی میں ہر کسی کی نظروں کا مرکز بنی ہوئی تھی۔۔ پر انجان تھی۔ وہ پارٹی میں بھی اسکے پاس جا کر کچھ بات چیت

کرنا چاہ رہے تھے۔۔۔ لیکن پھر ماہ پارہ کے قریب "شعیب ابراہیم" کو بیٹھے دیکھ کر رک گئے۔۔

وہ شعیب ابراہیم کے اٹھنے کے انتظار میں تھے۔تاکہ سامنے بیٹھی اس حسن کی مورت سے دوستی کر سکیں۔پر جیسے ہی شعیب ابر ہیم وہاں سے اٹھ کر گیا۔تو ماہ پارہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔اور اب وہ ماہ پارہ کا پیچھے کرتے ہوئے یہاں پر آ گئے تھے۔۔

وہ دونوں انجان لڑکے ماہ پارہ کو مسلسل تنگ کر رہے تھے۔ماہ پارہ جیسے ہی سائیڈ سے گزرنے کی کوشش کرتی وہ دونوں بھی ویسے ہی اپنی مکروہ ہنسی ہنستے ہوئے اسکے سامنے کھڑے ہو جاتے۔

پاؤں میں اٹھتی درد پر قابو پاتے ہوئے ماہ پارہ نے نم آنکھوں سے ضبط کرتے ہوئے پھر سائیڈ سے ہو کر نکلنا چاہا کہ اس بار ایک لڑکے نے پھرتی سے آگے ہوتے ماہ پارہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ جس پر خوف سے آنکھیں پھیلاتے ہوئے ماہ پارہ نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے تیزی سے قدم پیچھے کی جانب لیے۔ تو اسکی ہیل کے نیچے ایک پتھر آ گیا۔ ماہ پارہ کا وجود بھی ڈس بیلنس ہوا تو وہ بری طرح دوبارہ زمین بوس ہوتی چلا اٹھی۔ پاؤں میں اٹھتی ہوئی درد کی شدت پہلے سے بھی بڑی تو اسکے لبوں سے دوبارہ چیخ بلند ہوئی تھی۔ جس پر وہ دونوں لڑکے بھی زرار کتے ہوئے اسکو دیکھنے لگے تھے۔۔

جبکہ غازیان پاشا کب سے صبر کرتے ہوئے ماہ پارہ کے باہر آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ جو دو منٹ کا کہہ کر آدھے گھنٹے تک باہر نہیں آئی تھی۔ اس لئے اب صبر کا دامن چھوڑتے ہوئے وہ اضطرابی کیفیت میں اپنی شیو پر ہاتھ پھیرتے ہوئے

گاڑی سے نکل کر اندر کی طرف بڑھ رہا تھا۔ کہ ماہ پارہ کی چیخ کی آواز سنتے ہوئے وہ دھڑکتے دل کے ساتھ بھاگتے ہوئے دروازے میں داخل ہوا۔۔ جہاں چند قدموں کے فاصلے پر وہ زمین پر گری ہوئی تھی۔ جبکہ اسکے سامنے دو لڑکے کھڑے تھے۔۔۔

ماہی۔۔۔؟!!!!ماہ پارہ کو زمین پر گرے دیکھ کر غازیان بے قراری سے پکارتے ہوئے ایک جست میں اس تک پہنچا تھا۔ماہ پارہ اسے دیکھ کر تیز آنسوؤں سے رونا شروع ہو گئی تھی۔۔۔

جبکہ وہ دونوں لڑکے اپنے سامنے دیو قامت شخص کو دیکھ کر زرا گھبرا گئے تھے۔۔۔

غازی بھیا۔۔۔!!! یہ مجھے کب سے تنگ کر رہے تھے۔۔۔!! میرے پاؤں میں چوٹ بھی لگوادی۔۔۔!!! تیزی سے غازیان کے سینے میں چہرہ چھپاتے ہوئے وہ روتے ہوئے بولی تو غازیان پاشا کا دل اچھل کر حلق میں آٹکا۔۔۔ماہ پارہ کی سسکیوں نے اسکے دل کی حالت کو مزید غیر کرنا شروع کیا تو وہ ہوش میں آتے تیش سے کھڑا ہو گیا۔۔۔

کیا ہوا غازی۔۔۔؟؟ باسم بھی تیزی سے بھاگتے ہوئے اندر داخل ہوا تھا۔وہ کال سننے کے لئے گاڑی سے نکلا تھا۔لیکن جب اسکی نظر غازیان پر پڑی تو تبھی کال بند کرتے اندر آ گیا۔

باسم۔۔!! ماہی کو سنبھالو میں زرا انکو دیکھ لو۔۔۔!!! سرد لہجے میں بولتے ہوئے ان لڑکوں کی طرف بڑھا تو وہ بدحواسی سے قدم پیچھے کی جانب لینے

گئے۔ جبکہ باسم فکر مندی سے ماہ پارہ کی طرف بڑھ گیا۔ جو رو رو کو ہلکان ہو رہی تھی۔۔

ماہی کیا ہوا بچہ۔۔۔۔!!؟ ماہ پارہ کے پاس نیچے بیٹھتے ہوئے باسم نے پریشان ہوتے پوچھا۔۔ وہ ڈرتے ہوئے اس بار باسم کے کندھے میں منہ چھپانے لگی۔۔۔

بھیا۔۔۔!! یہ مجھے کب سے تنگ کر رہے تھے۔۔۔!!! غازیان کو ان لڑکوں کو پیٹتے دیکھ کر ماہ پارہ نے روتے ہوئے بتایا تو باسم ایک نظر غازی پر ڈال کر ماہ پارہ کے آگے ہو کر بیٹھ گیا۔ تاکہ وہ غازیان کی کاروائی نہ دیکھ سکے۔ جو غصے سے بے قابو ہو چکا تھا۔۔

بھیا کے جان کس نے کہا تھا یہاں آنے کو۔۔۔؟ دیکھ لیا نا اب یہاں کا ماحول۔۔؟؟ ماہ پارہ کے آنسو صاف کرتے ہوئے باسم اسکے یہاں آنے کی ضد کا پھر یاد کیے بنا نہ رہ سکا۔ جبکہ ماہ پارہ جو خود بھی یہاں آنے والی غلطی کو اب دل سے تسلیم کر چکی تھی۔اس لئے خاموشی سے روتے ہوئے باسم کے کندھے میں چہرہ چھپانے لگی۔۔۔

چلو اب بس کرو۔۔۔!! شاباش اٹھو۔۔۔!! اپنی معصوم بہن کے بال سنوارتے ہوئے اسے سمجھانے کا ارادہ ملتوی کرتے ہوئے باسم نے اسے کھڑا کرنا چاہا۔ ماہ پارہ پھر کھڑے ہوتے ہی چلا اٹھی تھی۔۔۔! اسکے چلانے پر غازیان نے تھمتے ہوئے مڑ کر دیکھا تو ساکت ہوتا چلا گیا۔۔۔

ریڈ کلر کی لانگ فٹڈ فراک میں اسکے خوبصورت سراپے کو دیکھ کر غازیان پاشا کا دل زوروں سے دھڑکا تو وہ اسے دیکھتا ہی چلا گیا۔ جو نیلی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو لیے روتے ہوئے نفی میں سر ہلا رہی تھی۔ جس پر باسم پریشان ہوتے اسے دیکھ رہا تھا۔

بھیا میرے پاؤں میں درد ہو رہا ہے۔۔!! باسم کاظمی کے سہارے کھڑے ہوتے ماہ پارہ درد کی شدت سے روتے ہوئے بتانے لگی تو غازیان پاشا اس لڑکے کو زمین پر بٹکتے ہوئے بے خود ہوتے اسکی طرف بڑھا تھا۔۔۔

ماہ پارہ اپنے نازک لبوں کو مڑوڑتے ہوئے بار بار درد کا بتا رہی تھی۔

باسم جو تشویش سے اسکے پاؤں کو دیکھنے کے لیے جھکنے ہی والا تھا۔ کہ غازیان پاشا نے اچانک قریب آتے ہوئے ایک جھٹکے میں ماہ پارہ کے وجود کو بازوؤں

میں اٹھالیا۔ جس پر باسم کاظمی کے ساتھ ساتھ ماہ پارہ کی روتی آنکھیں بھی حیرانی و تعجب سے پھیل گئیں۔۔ وہ رونا بھلا کر یک ٹک اسکے سنجیدہ چہرے کی طرف دیکھتی چلی گئی۔

غازیان پاشا چہرے پر سنجیدہ تاثرات لیے اسے بازوؤں میں اٹھانے کے بعد خود بھی بہت غور سے دیکھنے لگا تھا۔ باسم جو حیرت کا شکارہ ہوتے غازیان کو دیکھ رہا تھا۔ جب غازیان نے اچانک اسے مخاطب کرتے ہوش دلائی۔۔

اگر تمہارے پاس گن نہیں ہے تو میری جینز سے گن نکال لو۔۔! باہر آنے سے پہلے اس دونوں کتوں کی ٹانگوں میں فائر کر کے آنا ہے۔۔۔! زمین پر کراہتے ہوئے نفوس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے غازیان پاشا نے سپاٹ لہجے میں باسم کو حکم سنایا تو وہ بنا کچھ بولے بس ہولے سے سر ہلا گیا۔ جبکہ غازیان، ماہ

پارہ کے نازک وجود کو اٹھائے باہر کی جانب بڑھ چکا تھا۔۔۔ باسم کاظمی کی گہری نظروں نے غازیان پاشا کی پشت کو غور سے دیکھا۔ جو ماہ پارہ کو لیے دروازہ پار کر گیا تھا۔۔۔

چہرے پر سنجیدہ تاثرات سجائے اسے بازوؤں میں اٹھائے گاڑی کے قریب پہنچ کر وہ دروازہ کھولنے لگا۔ جبکہ ماہ پارہ ساکت نظروں سے اسکی سنجیدہ سرمئی آنکھوں میں تکتے جا رہی تھی۔ اس کے برعکس ماہ پارہ کے وجود سے اٹھتی ہوئی اس قدر دلفریب مہک دوبارہ غازیان کے دل کی حالت بوجھل کرنے لگی تو وہ گہری سانس خارج کرتے ہوئے اسے سیٹ پر بٹھا گیا۔

سیٹ پر بٹھاتے ہوئے غازیان نے اسکے پاؤں باہر کی جانب کر دیے۔تاکہ اسکے پاؤں کا معائنہ کر سکے۔۔کہ آخر کیوں وہ بار بار پاؤں میں درد ہونے کا بول رہی تھی۔

گاڑی سے باہر زمین پر ماہ پارہ کے سامنے بیٹھتے ہوئے غازیان نے انتہائی سنجیدگی سے اسکے ہیلز میں قید پاؤں اپنے سامنے کیے۔تو اسی وقت فضا میں ٹھا کرتے فائر کی آواز گونجی جس کو سنتے وہ ہوش میں آتے خوف سے چیختے ہوئے غازیان کے قریب ہو گئی۔اسکے چلانے پر غازیان سرعت سے اسے سینے میں قید کر گیا۔۔۔

غازی بھیا۔۔۔!!!!وہ باسم بھیا۔۔۔!!!ماہ پارہ کو اسکا گولی مارنے والا حکم یاد آیا۔تو ہراساں ہوتی کانپنے لگی۔

شششش۔۔۔!!!کچھ نہیں ہوا۔۔۔!!اسے ریلیکس کرتے وہ بھاری آواز میں بول گیا۔۔اسی پل ایک اور فائر گونج اٹھا۔اس فائر کی آواز پہلے والے سے بھی زیادہ شدت سے سنائی دی تھی۔ماہ پارہ پھر روتے ہوئے چھپنے کی کوشش کرنے لگی۔اسکا نازک وجود تیزی سے ہچکولے کھانے لگا تھا۔۔وہ یہاں پر آکر شدید پچھتا رہی تھی۔شاید یہ اسے اپنے ڈیڈ سے ضد کرنے کی سزا ملی تھی۔وہ ہچکیوں سے روتے ہوئے سوچ گئی۔۔

ماہی۔۔۔!!!غازیان نے اسے پیار سے پکارا تو وہ اپنے رونے پر قابو کرنے کی کوشش میں بری طرح ہونٹ کاٹنا شروع ہو گئی۔۔۔!!اسی وقت باسم کاظمی اپنی گن جینز میں رکھتے ہوئے انکی طرف آتا ہوا دیکھائی دیا تھا۔۔۔

کیا ہوا۔۔۔؟؟غازیان کو گاڑی کے باہر ماہ پارہ کے سامنے بیٹھے ہوئے دیکھ کر باسم نے استفہامی نظروں سے پوچھا۔۔غازیان اسکی طرف چہرہ موڑتے ہوئے بولا۔۔۔

کچھ نہیں یار۔۔۔!!تمہارے فائر کی آواز سن کر بس ڈر گئی ہے۔۔۔!!

غازیان نے سرد سانس خارج کرتے ہوئے اسے بتایا۔جس کو سن کر باسم نفی میں سر ہلا گیا۔۔۔وہ ابھی جن کو اندر ٹھکانے لگا کر آرہا تھا۔اتنا ڈر تو انکو گولی کھاتے ہوئے نہیں لگا تھا۔جتنا اسکی بہن ڈر کے مارے چھپنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔

ماہی مجھے اپنا پاؤں دیکھنے دو شاباش۔۔!! پھر ہمیں گھر بھی چلنا ہے نا۔۔۔!

غازیان نے نرمی سے بولتے ہوئے ماہ پارہ کا چہرہ اپنے سینے سے نکالنا چاہا تو وہ کچھ سنبھلتے ہوئے پیچھے ہو گئی۔۔۔

دیکھو کیا حال کر لیا ہے میرے بچے نے رو رو کر اپنا۔۔۔!! باسم افسوس سے اپنی بہن کے سرخ چہرے اور آنکھوں کو دیکھتے ہوئے بولا تھا۔۔وہ خفگی سے اسے دیکھ گئی۔غازیان نے اسکے دونوں پاؤں ہیلز سے آزاد کرنے کے بعد اسکی طرف گہری نظروں سے دیکھا تھا۔جس کی نیلی آنکھیں رونے کے باعث گلابی ہو چکی تھیں۔جبکہ میرون سلکی بال بھی بے ترتیب ہوتے دوبٹے سے باہر نکل آئے تھے۔غازیان کی نظریں دوبارہ اسکے خوبصورت سراپے میں الجھیں تو وہ پھر ہوش بھلانے لگا۔۔۔

غازی تم ہٹو پیچھے مجھے اسکا پاؤں دیکھنے دو۔۔۔!! باسم نے اسے مخاطب کرتے ہوئے ہوش دلائی تھی۔ وہ چونک کر زرا سا سائیڈ پر ہو گیا۔ باسم خود ماہ پارہ کے سامنے بیٹھتے ہوئے اسکا پاؤں کا معائنہ کرنے لگا۔ جو ہلکا ہلکا سرخ ہو رہا تھا۔۔۔

ماہی تمہارا پاؤں کہیں مڑا تھا کیا۔۔۔؟ باسم نے اسکے پاؤں کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔۔ وہ لب مروڑتے ہوئے سر ہلا گئی۔۔۔

جی بھیا دو دفعہ مڑا تھا۔۔۔!! ان لڑکوں نے مجھے دو دفعہ گرایا تھا۔۔۔! اگر کبیر بھیا یا فاری بھیا یہاں پر ہوتے تو انکی بہت زیادہ پٹائی کرتے۔۔۔!! پاؤں کی تکلیف پر وہ سوں سوں کرتے بڑے بھائیوں کو یاد کرتے روانی میں کہنے لگی۔ بدلے میں غازیان اسے حیرانی سے دیکھ گیا۔۔۔ باسم اسکے معصوم لہجے پر

صرف مسکرایا تھا۔ جو بڑے بھائیوں کی مار پیٹ سے کافی متاثر نظر آ رہی تھی۔۔۔

تو کیا ہم نے انکو کم مارا ہے۔۔۔؟ ماہ پارہ کے الفاظ پر غازیان نے جانچنے والے انداز میں سوال کیا۔ تو وہ ہاں میں سر ہلاتے اقرار کر گئی۔ مطلب وہ سچ میں مان رہی تھی۔ کہ باسم اور غازیان نے ان لڑکوں کی کم پٹائی کی ہے۔

اپنے سوال کے جواب میں اسکے اقرار کرنے پر غازیان نے صدمے سے آنکھیں پھیلاتے ہوئے باسم کو دیکھا تو وہ ہنس پڑا۔۔۔

اب تو اتنا بھی نہ سریس ہو۔۔۔!! سچ ہی تو کہہ رہی ہے! ہم بھلا کہاں اپنے بڑے بھائیوں کے انداز کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔۔!! غازیان کو صدمے میں دیکھ

کر باسم اسکے پاؤں پر ہلکا ہلکا مساج کرتے ہوئے بڑے بھائیوں کے ذکر پر محبت سے بولا تھا۔۔ نجانے کیوں غازیان کو تسلی نہ ہوئی تھی۔۔۔۔۔۔

ماہ پارہ اب رونا بھلا کر ناک چڑھانے والے انداز میں بیٹھی ہوئی تھی۔۔

تیرے سامنے ہی تو میں نے انکی ہڈیاں پسلیاں ایک کر دیں ہیں۔۔! اور ابھی ابھی تو انکو گولی ٹھوک کر آرہا ہے۔۔! اور یہ کہہ رہی ہے۔ کہ ہم نے انکو کم مارا ہے۔۔۔! ! غازیان اپنی ساری مار پیٹ یاد دلاتے ہوئے کہنے لگا تھا باسم اسکی بے چینی پر مسکراہٹ دبا گیا۔ وہ سچ ہی کہہ رہا تھا کہ وہ اتنا تو مار آئے ہیں۔ اب صرف جان سے مارنا باقی رہ گیا تھا۔۔ پر اگر ماہ پارہ کی تسلی بڑے بھائیوں سے جڑی ہوئی تھی۔ تو بھلا وہ کیا ہی کر سکتے تھے۔۔۔

اے ے ے۔۔۔ماہی۔۔۔!سچ بتاؤ کیا ہم نے سچ میں انکو کم مارا ہے۔۔۔؟؟

غازیان نے اچانک اسکا بازو پکڑتے ہوئے اپنی طرف رخ کرتے سوال کیا۔

جبکہ اپنے سوال کے ساتھ ساتھ وہ اسے آنکھیں دیکھانا نہیں بھولا تھا۔آنکھیں

دیکھانے کا مقصد شاید اسکا جواب بدلنا تھا۔۔

باسم بھیا۔۔۔!!!یہ غازی بھیا مجھے ڈرا رہے ہیں۔۔۔!!غازیان کے آنکھیں

دیکھانے پر وہ سہم کر معصومیت سے باسم کو جلدی سے شکایت لگاتے بولی تو

باسم نے چہرہ موڑتے ہوئے غازیان کو آنکھیں دیکھائیں۔۔۔

غازی انسان بنو۔۔!!کیوں فضول میں اسے ڈرا رہے ہو۔۔۔!!!باسم نے

گھورتے ہوئے اسے شرم دلانا چاہی۔۔۔۔

باسم بھیا انہوں نے آتے ہوئے بھی مجھے بہت ڈرایا تھا۔اور ساتھ ڈانٹا بھی تھا۔۔!! میں گھر جا کر سب کو بتاؤں گی۔۔۔!! ماہ پارہ اس کی ایک اور مزید شکایت لگاتے ہوئے کہنے لگی۔غازیان آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے اسے دیکھ کر رہ گیا۔جو باسم کا سہارا پاتے ہی پٹر پٹر کرنا شروع ہو گئی تھی۔ورنہ تب وہ اسکے ساتھ اکیلے میں سانس روکے ہوئے بیٹھی تھی۔۔جیسے یہاں پر موجود ہی نہ ہو۔۔۔

وہ دونوں اس وقت روڈ پر گاڑی سے باہر ماہ پارہ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ باسم کاظمی،ماہ پارہ کے پاؤں کو ہلکی ہلکی حرکت دینے کی کوشش کر رہا تھا۔جبکہ غازیان کی گہری نظریں ناچاہتے ہوئے بھی سامنے بیٹھی حسن کی مورت میں بار بار الجھ رہیں تھیں۔نجانے آج کیوں اسکے دل کی دنیا بدلی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔۔

غازیان کی نگاہیں ماہ پارہ کی بل کھاتی کمر پر اٹکیں تو وہ فوراً نگاہیں بدلتے ہوئے بالوں میں ہاتھ پھیر گیا۔ یہ وہی پل تھا۔ جب باسم نے ماہ پارہ کے پیر کو پکڑتے ہوئے زور سے جھٹکا دیتے موڑا تھا۔ باسم کے جھٹکا دینے پر ماہ پارہ کی چیخ گونجی تھی۔۔ وہ روتے ہوئے غازیان کا بازو تھام گئی۔ جس پر غازیان نے تڑپتے ہوئے اسکا ہاتھ تھام لیا۔۔۔

بھیا مجھے درد ہو رہا ہے۔۔۔!! باسم کو دیکھتے ہوئے وہ روتے ہوئے بولی۔۔۔

چپ میرا بچہ ہو گیا بس۔۔۔!! اب نہیں درد ہو گا۔۔۔!! پاؤں میں موچ آگئی تھی۔ بس وہ ہی نکالی ہے۔۔۔!! باسم نے اسکے پاؤں کو سہلاتے ہوئے پیار سے پچکارا تھا۔ غازیان پریشان ہوتے اسے دیکھ گیا۔ جو پھر بری طرح رونا شروع کر چکی تھی۔

سالے آرام سے نہیں کر سکتا تھا کیا۔۔۔؟؟ شہری اور فاتح صحیح ہی کہتے ہیں۔۔
کہ تجھے ڈاکٹری کی ڈگری کسی ردی میں گری پڑی ملی ہے۔۔۔!! باسم کے زور
سے موچ نکالنے پر غازیان اسے جھاڑ پلانے والے انداز میں بولا تھا۔اور ساتھ
ہی ساتھ وہ ماہ پارہ کا نازک ہاتھ سہلاتے ہوئے اسے چپ کروانے کی کوشش
میں بھی تھا۔۔۔۔

اور تم آئیندہ پہنا صحیح یہ اونچی ہیلز۔۔۔!! میں نے اگلی بار اگر تمہارے پیروں
میں یہ ہیلز دیکھیں تو تمہاری ساری واڈروب کو آگ لگادوں گا۔۔۔!! فیشن
کے چکروں میں پاؤں مروا کر اب روئے جا رہی ہے۔۔۔!! باسم کو جھاڑنے
کے بعد غازیان نے لگے ہاتھ ماہ پارہ کی بھی کلاس لگائی تھی۔۔ باسم نے اس بار
سخت نظروں سے اسے گھورا۔۔۔اسکے ڈانٹنے پر ماہ پارہ کے رونے نے پھر
تیزی پکڑی تھی۔۔۔

ایک تو پہلے ہی پاؤں کا درد اسے بے حال کر رہا تھا اور اوپر سے بیرسٹر غازیان پاشا کی بار بار ڈانٹ کھانے کے بعد اسکے چیخنے کی کسر رہ گئی تھی۔۔

کمینے تیرا دماغ ہل ول گیا ہے کیا۔۔۔؟ کیوں بلاوجہ اس پر بار بار غصہ کر رہا ہے۔۔۔؟ جا دفع ہو جا کر اپنی ڈرائیونگ سیٹ سنبھال۔۔۔!! باسم زرا غصے سے اسے سناتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔ جبکہ غازیان کو گھورنا اب بھی جاری تھا۔ جو سلگتی نظروں سے ماہ پارہ کو دیکھے جا رہا تھا۔۔۔اسے خوامخواہ میں اپنی معصوم بہن کے پیچھے پڑتے دیکھ کر باسم نے اسے آگے کی جانب دھکیلا تھا تاکہ وہ ڈرائیونگ سیٹ پر جا کر بیٹھ جائے، اور یہاں سے شکل گم کرے۔ اسکی شکل گم ہونے پر ہی ماہ پارہ کو کچھ کھلا سانس نصیب ہو سکتا تھا۔

باسم کے دھکیلنے پر وہ ناک چڑھاتے ہوئے بالوں میں ہاتھ پھیر کر اپنی سیٹ پر جا بیٹھ گیا۔۔۔

بھیا آپ میرے ساتھ بیٹھ جائیں نا۔۔! پلیز۔۔!!! باسم جو ماہ پارہ کے پاؤں اندر کرتے ہوئے دروازہ بند کرنے لگا تھا کہ ماہ پارہ کی درخواست پر ہنستے ہوئے اسکے ساتھ بیٹھ گیا۔ وہ سمجھ گیا تھا۔ کہ وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے جن کے خوف سے اسے ساتھ بٹھا رہی تھی۔۔

مسٹر ڈرائیور اب گاڑی چلانا پسند کریں گئے۔۔۔؟ ماہ پارہ کے ساتھ بیٹھتے ہوئے باسم کاظمی نے زرا رعب دار لہجے غازی کو حکم دیا۔۔ غازیان نے مرر میں سے دیکھتے ہوئے ان دونوں بہن بھائی پر سلگتی نظر ڈالی تھی۔ کڑھتے ہوئے اس نے گاڑی سٹارٹ کی تو ماہ پارہ نے کچھ ریلیکس انداز میں باسم کے کندھے پر

سر رکھ کر آنکھیں موند لیں۔اپنی بہن پر عقیدت بھری نظر ڈال کر باسم اپنی پاکٹ سے موبائل نکال کر مصروف ہو گیا تھا۔دوسری طرف غازیان پاشا کڑھتے ہوئے بار بار مرر میں انکی طرف دیکھ رہا تھا۔دل میں اٹھتے ہوئے بے چینی بھرے جذبات سے تنگ پڑتے ہوئے غازیان نے اچانک گاڑی کی سپیڈ خطرناک حد تک تیز کر دی۔

گاڑی کو اچانک یوں ہوا میں اڑتے دیکھ کر ماہ پارہ، باسم کے کندھے سے سر اٹھاتے ہوئے خوفزدہ نظروں سے دیکھنے لگی تو باسم چباتے ہوئے بولا۔۔۔۔

کمینے کیوں میرے ہاتھوں سے پٹنا چاہ رہا ہے۔۔۔؟؟ تیرا کس رشتے دار کا ولیمہ لیٹ ہو رہا ہے جو تو گاڑی کو ہوائی جہاز سمجھ کر اڑانا شروع ہو گیا ہے۔۔۔!!

باسم دانت پیستے ہوئے اسکی پشت کو گھورتے ہوئے بول رہا تھا۔جب غازیان

نے مرر سے دیکھا کہ ماہ پارہ نے اسکے کندھے سے سر اٹھالیا ہے۔ تو بنا کوئی جواب دیئے فوراً گاڑی کی سپیڈ سلو کر گیا۔ جس کو دیکھتے ہوئے ماہ پارہ نے کچھ مطمئن ہوتے گہرا سانس خارج کیا تھا۔۔۔

ماہ پارہ کو ایسے ہی خاموش بیٹھے، بیٹھے کچھ منٹ گزرے تو اسے اچانک نیند آنا شروع ہو گئی۔ اپنی بوجھل آنکھوں کو بند کرتے ہوئے اس نے دوبارہ باسم کے کندھے پر سر رکھ دیا۔ غازیان جو پہلے ہی اسکو مرر میں سے بار بار دیکھ رہا تھا۔ اسے دوبارہ باسم کے کندھے پر سر رکھتے دیکھ کر اسکا دل اندر تک پھر جلنے لگا۔

وہ اسے بھی تو پاس بیٹھنے کا کہہ سکتی تھی نا۔۔۔؟ باسم کو زہر بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے وہ سلگا۔۔ باسم جو موبائل میں مصروف تھا۔ اسکے فرشتوں کو بھی خبر نہیں تھی۔ کہ آگے بیٹھے شخص کو کونسی آگ لگی ہوئی ہے۔۔

ماہ پارہ تو تیزی سے گہری نیند میں اترتی چلی گئی تھی۔ یہ جانے بنا کہ کسی کا دل بری طرح سلگ رہا ہے۔۔ باسم جو موبائل میں اپنے ہاسپٹل کے صبح والے شیڈول کو دیکھنے میں محو تھا۔ کہ اچانک اسے ماہ پارہ کا سر ڈھلکتے ہوئے محسوس ہوا تو چونکنے والے انداز میں اسکی طرف دیکھنے لگا۔ جو شاید سو چکی تھی۔۔۔

غازی انسان بن کر آہستہ گاڑ چلاؤ۔۔۔ وہ سو گئی ہے۔۔۔! باسم کو گاڑی کی سپیڈ دوبارہ بڑھتی ہوئی محسوس ہونے لگی تو وہ تنبیہ کرنے والے انداز میں غازی کو مخاطب کرتے بولا۔ باسم نے ماہ پارہ کا سر اپنے کندھے پر دوبارہ رکھنا چاہا تو اس منظر کو دیکھ کر غازیان کو اپنی بس ہوتی محسوس ہوئی۔ جس پر وہ گاڑی کو ایک جھٹکے میں بریک لگاتے روک گیا۔ اسکے اتنی زوردار بریک لگانے پر اس سے

پہلے باسم اور سوئی ہوئی ماہ پارہ کا سر اگلی سیٹ ٹکرا جاتا کہ باسم نے تیزی سے اپنا اور ماہ پارہ کا بچاؤ کیا۔۔۔

کمینے تیرا۔۔۔!!!اتنی زوردار بریک لگانے پر باسم اس سے پہلے بھڑکتے ہوئے اسکی عزت افزائی کرتا کہ تبھی غازیان اپنا سیٹ بیلٹ ہٹا کر دروازہ کھولتے ہوئے باہر نکلا۔ جس پر باسم الجھن سے اسے دیکھنے لگا۔ وہ گاڑی سے باہر کیوں نکلا تھا۔

باہر نکل۔۔۔!!غازی نے تیزی سے اسکی طرف آتے ہوئے پچھلی سائیڈ کا دروازہ کھول کر باسم کو باہر نکلنے کا کہا تو باسم حیرت و نا سمجھی سے اسے دیکھتے ہوئے ماہ پارہ کا سر سیٹ کے ساتھ لگا کر باہر نکلا۔۔۔

جا کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ اور گاڑی چلا۔۔۔!! باسم کی سوالیہ و حیرت بھری نظروں کو نظر انداز کرتے ہوئے غازی اسے حکم سنا کر خود پچھلی سیٹ پر بیٹھا تو باسم کاظمی اچھنبے سے دوچار اسے دیکھ گیا۔ تعجب و صدمے سے غازی کو شان سے پچھلی سیٹ پر بیٹھتے دیکھ کر وہ ناچاہتے ہوئے بھی ناسمجھی سے بت بن گیا تھا۔۔۔

تیری جان نکل و کل گئی ہے کیا۔۔؟ جو ایسے بت بن کر منہ کھول کر کھڑا ہو گیا ہے۔۔۔! باسم کو وہیں کھڑے دیکھ کر غازی نے شیشہ ڈاؤن کرتے ہوئے چنگھاڑتی آواز میں اسے ہوش دلائی تھی۔ باسم اسے تیکھی نظروں سے گھور کر جا کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا تھا۔ غازیان نے اسے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہوئے دیکھا تو شان بے نیازی سے چوڑا ہوتے ماہ پارہ کا سر کندھے پر رکھ کر بیٹھ گیا۔ باسم نے مرر میں سے دیکھتے ہوئے صدمے سے اسکی حرکتوں

کو ملاحظہ کیا تھا۔ دل میں اس کمینے کو گالیوں سے نوازتے ہوئے باسم نے شیشے کا رخ بدل دیا۔ جس پر غازیان نے مزید اٹیٹیوڈ سے بیٹھتے ہوئے اپنا موبائل نکال لیا تھا۔۔۔

وہ اپنی اس حالت کو سمجھنے سے خود بھی قاصر تھا۔۔! پر کچھ دیر پہلے جو چیز اسے ناگوار گزر رہی تھی۔ اب خود پیچھے بیٹھ کر وہ ہی منظر خوشگواری میں بدل چکا تھا۔ غازیان پاشا کے انگ انگ سے دوبارہ پھر وہی دلفریب مہک ٹکرائی تو وہ بھاری سانس خارج کرتے اپنے دل کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگا۔۔۔

غازیان نے سوئی ہوئی ماہ پارہ کے سراپے پر کن اکھیوں سے نظریں دہرانا شروع کیں تو نجانے کیوں اسکا دل شدت سے مچلا تھا۔ کہ پاس بیٹھی صنف نازک کی کمر میں بازو حائل کرتے اسے پاس سمیٹ لے۔۔ لیکن دوسرے ہی

پل وہ اپنے خیال پر لعنت بھیجتے ہوئے موبائل میں مصروف ہونے کی کوشش کرنے لگا۔ جو کہ آج ایک مشکل ترین کام لگ رہا تھا۔۔۔

غازیان کی نظر بے اختیار اسکے سفید مومی ہاتھ کی طرف اٹھی۔ تو اسکے خوبصورت نازک ہاتھ کو دیکھتے ہوئے وہ سٹل سا ہو گیا۔ پتلی پتلی انگلیوں میں پہنی ہوئی گولڈن رنگز اور چھوٹے چھوٹے ناخنوں پر لگی ریڈ نیل پینٹ اسکے ہاتھ کی خوبصورتی کو مزید بڑھا رہی تھی۔۔ غازیان نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اپنی ٹانگ پر رکھا تو اس منظر کو دیکھتے ہی غازیان پاشا کے دل میں تیزی سے سپارک اٹھا۔۔ وہ آج جتنی بھی حرکتیں کر رہا تھا۔ وہ سب اسے بعد میں ہوش دلانے والی تھیں۔

غازی نے دھڑکتے دل کے ساتھ اپنے موبائل میں ماہ پارہ کے خوبصورت ہاتھ کی تصویر بنائی جہاں اسکا سفید ہاتھ غازیان کی ٹانگ پر رکھا ہوا نظر آرہا تھا۔۔۔

گاڑی کو بریک لگی تو غازیان تصویر بنانے کے بعد چونکتے ہوئے آس پاس دیکھنے لگا۔ جہاں گاڑی بلیک مینشن کے اندر کھڑی تھی۔ باسم کی کڑی نظروں کو خود پر دیکھتے ہوئے اس نے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے ہونٹ کا کونا دبالیا۔۔

تو یہیں رک میں اسکو کمرے میں چھوڑ کر آتا ہوں۔۔۔!!! ویسے بھی اس وقت سب اپنے کمروں میں ہی ہونگے۔۔۔!! باسم کو کہتے ہوئے غازیان موبائل پاکٹ میں رکھ کر دروازہ کھول کر باہر نکلا تو باسم سر ہلا کر پر سوچ انداز میں اسے دیکھ گیا۔ جو ماہ پارہ کے سوئے ہوئے وجود کو بازوؤں میں اٹھائے اندر کی طرف بڑھ گیا تھا۔۔۔

کل سے رمضان المبارک شروع ہو رہا تھا۔ علیزے خان اپنے کمرے میں نمازِ تراویح ادا کرنے میں مصروف تھیں۔ جبکہ وہ تینوں بہن بھائی صوفے پر بیٹھے سرگوشیانہ انداز میں باتیں کرنے میں مصروف تھے۔ باتیں کرنے کا یہ انداز اپنی ماں کی وجہ سے تھا۔ جو کہ نماز ادا کر رہیں تھیں۔

بھیا مجھے یہ ڈریس لینی ہے۔۔۔!! موبائل میں آن لائن ایک ڈریس دیکھتے ہوئے ماہ پارہ، کبیر کے سامنے سکرین کرتے ہوئے لاڈ سے بولی تو وہ پیار سے اسکے بال بگاڑتے ہوئے مسکرا کر بولا۔۔۔

بھیا کی جان یہ ایک ڈریس تو کیا، میں تو سارے کا سارا شاپنگ مال تمہارے لئے خرید لوں۔۔!! کبیر خان اپنی اکلوتی بہن کی فرمائش پر اسے محبت سے جواب

دیتے ہوئے بولا تھا۔ جس کو سن کر ماہ پارہ خوشی سے مسکراتے ہوئے اسکے سینے کے ساتھ سر ٹکا گئی۔ بیٹے کے الفاظ پر سلام پھیرتی ہوئیں علیزے خان تشکر بھرے انداز میں مسکراتے ہوئے دل میں اللہ کا شکر ادا کرنے لگی تھیں۔ جس نے انکے سب بچوں میں اس قدر محبت سے جوڑا ہوا تھا۔۔

کیا تم ہر وقت یہ ڈریسز دیکھتی رہتی ہو نیلی بلی۔۔۔!! ادھر لاؤ موبائل زرا کچھ اور مزے دار سا دیکھتے ہیں۔۔۔!! فاتح جو ماہ پارہ کا پیر گود میں رکھے ہوئے بیٹھا تھا۔ اچانک اسکے ہاتھ سے موبائل چھیننے والے انداز میں لیتے ہوئے کہنے لگا۔ ماہ پارہ منہ بسور کر اسکو دیکھ گئی۔ جو شکل میں تو بالکل کبیر خان جیسا نظر آتا تھا۔ پر حرکتوں میں وہ کہیں سے بھی کبیر خان سے ملتا جلتا نہیں تھا۔ اور یہ ہی حال شہرام علی کا بھی تھا۔۔

کل رات ماہ پارہ کے پیر میں جو موچ آئی تھی۔ باسم نے وہ موچ اس وقت نکال تو دی تھی۔ لیکن اس کے باوجود اسکے پاؤں میں سوجھن ہو چکی تھی۔ کیونکہ اسکا پاؤں دو بار بری طرح مڑا تھا۔ اس لئے اسے ابھی چلن پھرنے میں مشکل آرہی تھی۔

غازیان نے اسے میسج کر کے کسی کو بھی کل رات کے بارے میں بتانے سے منع کر دیا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا۔ کہ اسکے پارٹی میں جانے کا اور پھر وہاں پر لڑکوں کے تنگ کرنے کا سن کر بلیک مینشن میں ہنگامہ کھڑا ہو جائے۔

اس وجہ سے باسم اور غازیان نے احتیاطاً یہ بات خود تک ہی رکھی تھی۔ جبکہ ماہ پارہ کے پیر کی موچ کا الزام غازیان نے اسکی ہیلز پر لگا دیا تھا۔ فاتح سلطان اور کبیر خان کو جیسے ہی اپنی شہزادی بہن کے پیر کی موچ کا پتہ چلا تو وہ اسی

وقت اسے ڈھونڈتے ہوئے اپنے ماں باپ کے کمرے میں آ گئے تھے۔ جہاں حسب معمول ماہ پارہ بچپن کی طرح اپنے ڈیڈ کے آنے کا انتظار کر رہی تھی۔

رات میں سلطان احمد خان سے لاڈ کیے بنا وہ کبھی بھی اپنے کمرے میں نہیں جاتی تھی۔ ہر رات سونے سے پہلے وہ باپ، بیٹی پتہ نہیں کونسے کونسے راز و نیاز کر کے سوتے تھے۔

ماں کے نماز سے فری ہونے کے انتظار میں وہ تینوں بہن، بھائی موبائل پر ریلیز دیکھنے میں مصروف ہو گئے۔

بھیا میرے پیر میں پھر درد ہو رہا ہے۔۔۔!! ماہ پارہ جو کبیر خان سے ٹیک لگائے اور فاتح سلطان کی گود میں پیر رکھے بیٹھی تھی۔ کہ اچانک اسکے چہرے پر درد بھرے تاثرات چھا گئے۔۔۔

اس کمینے تھکے ہوئے ڈاکٹر نے تمہارا کیسا علاج کیا ہے۔۔؟ کیوں تمہیں بار بار درد ہو رہی ہے۔۔؟ ماہ پارہ کے چہرے پر درد بھرے تاثرات دیکھتے ہوئے فاتح بے ساختہ تشویشناک لہجے میں بول کر فوراً باسم کو سناتے ہوئے پوچھنے لگا۔۔۔ اور ساتھ ہی وہ دوبارہ ماہ پارہ کے پیر پر ہلکا ہلکا مساج کرنا شروع ہو گیا۔ جیسے پہلے کر رہا تھا۔

ماہی۔۔۔!! باسم نے جو پین کلر دی تھی وہ ٹیبلٹ کھائی تھی نا۔۔۔؟؟ کبیر نے اسے مخاطب کرتے ہوئے فکر سے اچانک سوال کیا۔ فاتح بھی موبائل چھوڑ کر اسے دیکھ رہا تھا۔ جو بچوں کی طرح ہونٹ لٹکاتے ہوئے جواب میں نفی کر رہی تھی۔ کہ اس نے میڈیسین نہیں کھائی ہے۔۔۔

بری بات ہے بچہ۔۔۔!! میڈیسن نہیں کھاؤ گی تو درد ہی ہو گی نا۔۔۔!! ماہ پارہ کے انکار پر کبیر خان سرد سانس خارج کرتے ہوئے اسے دیکھ گیا۔

بھیا مجھے نہیں کوئی گندی والی ٹیبلٹ کھانی پلیز۔۔! میرے گلے میں اٹک جاتی ہے۔۔! میں بتا رہی ہوں۔ کہ میں نہیں کھاؤں گی۔۔!! کبیر نے اشارے سے فاتح کو ٹیبلٹ لانے کا کہا۔۔ جس پر ماہ پارہ کن اکھیوں سے انکو دیکھتے ہوئے روہانسی ہوتے تیزی سے کہنے لگی۔۔۔

کیک کھانا ہے۔۔۔؟ فاتح نے واپس آ کر اسکے پاس بیٹھتے ہوئے جلدی سے سوال کیا۔ تو کبیر اپنی ہنسی دبا گیا۔ کیونکہ وہ ایک پل میں جان گیا تھا۔ کہ فاتح اب کیسے اپنی چھوٹی بہن کو ٹریپ کرنے والا ہے۔۔۔

بھیا میں کسی لالچ میں نہیں آؤں گی۔اس لئے اس میڈیسن کو دور لے جائیں۔۔۔!!فاتح کو ٹیبلٹ نکالتے دیکھ کر وہ حتمی انداز میں چڑتے ہوئے بولی تھی۔اسکے انداز پر فاتح کو بے اختیار ہنسی آنے لگی تھی۔۔۔

بھائی کیا کہتے ہیں۔۔۔؟ٹائم بھی ابھی اتنا نہیں ہوا۔۔۔!اور موسم بھی بہت پیارا چل رہا ہے۔۔!تو زرا ایک لانگ ڈرائیو نا ہو جائے۔۔۔!!پھر واپس آتے ہوئے کیک اور گول گپے بھی کھاتے ہوئے آئیں گئے۔۔۔!!فاتح جان بوجھ کر کبیر سے ہم کلام کرتے ہوئے رائے لینے والے انداز میں اچانک پوچھ رہا تھا۔۔

ہاں صحیح کہہ رہے ہو یار۔۔۔!! مام نماز سے فری ہوتی ہیں۔ تو انکو بھی ساتھ لیے چلتے ہیں۔۔۔!! فاتح کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کبیر خان جواب میں بولا تھا۔ ماہ پارہ ٹکر ٹکر کرتی باری باری انکی طرف دیکھ رہی تھی۔۔۔

بھیا یہ غلط بات ہے۔۔۔!! بڑے بھائیوں کو پلیننگ کرتے ہوئے دیکھ کر وہ احتجاجی لہجے میں بولی تو فاتح اپنی امڈتی ہنسی دبا گیا۔ اپنے بھائیوں کے ساتھ لانگ ڈرائیو پر جانا اسکی سب سے بڑی کمزوری تھی۔۔

میری گول مٹول ڈول اگر چاہتی ہو نا کہ یہ پلین سچ مچ میں کام کرے۔ تو شاباش جلدی سے منہ کھولو۔ تاکہ میں تمہیں یہ پین کلر کھلا سکوں۔۔۔!!! ماہ پارہ کو اپنے ٹریپ میں آتے دیکھ کر فاتح نے جلدی سے اسکا منہ کھول کر ٹیبلٹ اندر رکھنے کے بعد افراد تفری میں پانی کا گلاس اسکے منہ سے لگا دیا۔ وہ منہ کے

زاویے بگاڑتے ہوئے گولی نگلنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔ بچپن میں وہ ایسے ہی اسے میڈیسن کھلاتے تھے۔۔

ممم۔۔۔!! ماہ پارہ کو جب گلے سے گولی اتارنا مشکل لگا تو وہ منہ میں پانی بھرتے ہوئے آوازیں نکالتے ہوئے روہانسی ہو گئی۔ یہ صاف اشارہ تھا کہ پین کلر اسکے گلے میں اٹک چکی ہے۔۔۔

ماہی شاباش۔۔۔!! اندر لے کر جاؤ میرا بچہ ایسے منہ میں نہیں رکھنا۔۔۔! کبیر نے فکر سے بولتے ہوئے اسے گولی نگلنے کا کہا تو وہ رونے والا منہ بنانے لگی۔ جبکہ منہ میں ابھی تک پانی بھرا ہوا تھا۔ وہ شروع سے میڈیسن کھانے میں انتہائی بری تھی۔ پتہ نہیں وہ دونوں بھائی کتنے جتن کرنے کے بعد اسے

میڈیسن کھلا پاتے تھے۔ فاتح نے تاسف سے اپنی چھوٹی بہن کو دیکھتے ہوئے اسکی تھوڑی کو پکڑتے ہوئے اچانک اسکا چہرہ بلند کر دیا۔۔۔

اسکے چہرہ بلند کرنے پر پانی کا گھونٹ ماہ پارہ کے حلق سے نیچے اترا تو کبیر نے بے ساختہ شکر ادا کرتے اسکے سر پر ہونٹ رکھے۔

بس اتنی سی بات تھی۔۔۔!! فاتح اسکا منہ صاف کرتے ہوئے بولا تو وہ خفگی سے اسے دیکھ گئی۔۔۔ جس نے جارحانہ طریقے میں اسے میڈیسن کھلائی تھی۔

مجھے اب کیک کھانا ہے۔۔۔!! میڈیسن کھانے کے بعد ماہ پارہ فورا انکو اپنا کیک یاد دلاتے ہوئے بولی ہی تھی۔ کہ تبھی علیزے خان اپنی نماز مکمل کرنے کے اٹھ کر بیڈ کی جانب بڑھتی ہوئیں نظر آئیں۔ ان تینوں نے ماں کو فری ہوتے دیکھا تو فاتح جلدی سے اٹھ کر اپنی خوبصورت مورے کی طرف بڑھ گیا۔ اسکے

اٹھنے کے بعد کبیر بھی اپنے لاڈلے بچے کو اٹھا کر ماں کی طرف بڑھا تھا۔ان تینوں کو اپنی طرف آتے دیکھ کر علیزے خان بے اختیار ہنس دیں۔

فاتح تو جلدی سے اپنی مورے کی گود میں سر رکھ کر لیٹ چکا تھا۔ جبکہ ماہ پارہ کو اپنے ڈیڈ کی جگہ پر بٹھا کر کبیر نے اسکے ساتھ بیٹھتے ہوئے اپنی مورے کو بازو کے گھیرے میں لے لیا۔علیزے خان نے فخریہ انداز میں اپنے بیٹے کے کندھے پر سر ٹکا دیا تھا۔ محبوب شوہر کے بعد انکا دوسرا بڑا مضبوط سہارا انکے دونوں بیٹے تھے۔

سلطان احمد خان کال پر بات کرتے ہوئے اچانک اندر داخل ہوئے تو بے اختیار انکی نظر بیڈ کی جانب اٹھی۔بیڈ کا منظر دیکھنے کے بعد انکا دل تیزی سے دھڑکا تو

خوشگوار حیرت سے دوچارہ ہوتے جلدی سے کال بند کرتے ہوئے انکی طرف دیکھنے لگے۔

دماغ میں بے اختیار کئی سال پہلے کا منظر گردش کرنے لگا تھا۔ جب وہ تینوں چھوٹے چھوٹے سے تھے۔ لیکن ہر رات ایسے ہی انکے کمرے میں انکے واپس لوٹنے تک اپنی مورے کے پاس بیٹھ کر باتیں کرتے رہتے تھے۔ جبکہ انکی لاڈلی انکی راہ تکتے ہوئے زرا اداس بیٹھی ہوتی تھی۔ جو آج بھی اداس ہی نظر آ رہی تھی۔ لیکن باپ کو دیکھتے ہی اسکے چہرے کی رونق بحال ہو چکی تھی۔

سلطان محبت سے مسکراتے ہوئے اپنی بیٹی کی جانب بڑھ گئے۔۔۔

آئی مس یو مورے۔۔۔!!! کبیر خان نے عقیدت و محبت سے بولتے ہوئے اپنی ماں کے سر کو چوما تو فاتح بھی جلدی سے بول پڑا۔۔۔

یو آر مائے کرش مام۔۔!مائے حسین مورے۔۔۔!!فاتح فلرٹ کرنے والے انداز میں ماں کے ہاتھ چومتے ہوئے کہنے لگا تھا۔۔سلطان احمد خان انکے الفاظ پر آبرو اچکاتے ہوئے انکو دیکھ گئے۔۔۔جو باپ کو دیکھتے ہی پٹڑی سے نیچے اترنے کی کوشش کر رہے تھے۔۔۔علیزے خان مسکراہٹ دباتے ہوئے شوہر کو دیکھ گئیں۔جو بیٹوں کو گھورنا شروع ہو چکے تھے۔

ڈیڈ۔۔۔!!بھیا لوگوں نے مجھے زبردستی ٹیبلٹ کھلائی ہے۔۔!!باپ کے سینے پر لاڈ سے سر رکھتے ہوئے ماہ پارہ انکو مخاطب کرتے شکایتی لہجے میں بتا گئی۔۔۔

اچھا کیا ہے۔جو زبردستی کھلائی ہے۔۔!!میں کب سے کہہ رہی کہ ٹیبلٹ کھا لو۔۔!پر میڈم کھا ہی نہیں رہیں تھیں۔۔۔!ماہ پارہ کی شکایت کا جواب علیزے خان کی طرف سے آیا تو وہ باپ کو خفگی سے دیکھنے لگی۔۔۔

خانم پلیز میرے بچے سے ایسے بات نہیں کریں۔۔۔!!بیٹی کے خفگی سے دیکھنے پر سلطان تڑپے تو وہ بے ساختہ بول گئے۔جبکہ ساتھ ہی تیزی سے بیٹی کو سینے سے لگالیا تھا۔کبیر اور فاتح دلچسپی سے اپنی نیلی بلی کو دیکھ رہے تھے۔۔جو ماں کے انداز پر معصومیت سے ہونٹ لٹکا چکی تھی۔

ڈیڈ۔۔!!مجھے کیک کھانا ہے۔۔۔!!ماہ پارہ جسے چاہ کر بھی اب کیک نہیں بھول رہا تھا۔باپ کے ہاتھ سے کھیلتے ہوئے لاڈ سے فرمائش کرتے ہوئے بولی تو فاتح افسوس سے ہنس دیا۔۔۔

کر دیا ہے تمہارا کیک آڈر۔۔۔!! بس آتا ہی ہو گا۔۔۔!! بہن کو کیک پر ہی اٹکے دیکھ کر وہ اطلاع دیتے ہوئے بولا تھا۔ماہ پارہ کا چہرہ ایک دم خوشی کے مارے کھل اٹھا تھا۔ جس پر وہ سب ہنس پڑے تھے۔ جبکہ سلطان نے تو بیٹی کی مسکراہٹ پر قربان ہوتے اسکے ماتھے کو چوم لیا تھا۔

آج پہلی سحری تھی۔ بلیک مینشن میں سب سحری کرنے کے لیے ڈائنگ ٹیبل پر بیٹھے ہوئے تھے۔ جبکہ صرف دو افراد ایسے تھے۔ جو ڈائنگ ٹیبل پر کم بلکہ ایک دوسرے کے اوپر زیادہ گرے پڑے سو رہے تھے۔۔اور وہ تھے۔ ہمارے فاتح سلطان اور شہرام علی۔۔

شہرام ٹیبل پر سر رکھے سو رہا تھا۔ تو فاتح اسکے اوپر سر رکھے نیند پوری کرنے میں مصروف تھا۔

ساری رات آلوؤں کی طرح جاگ کر دیکھو اب زرا۔۔! کیسے دونوں کمینے ذبح کرنے والی مرغیوں کی طرح ایک دوسرے پر گرے پڑے سو رہے ہیں۔۔۔! باسم دونوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دانت کچکچا گیا تھا۔

شہرام اور فاتح سب کے کمروں میں جا کر انکو بری طرح سے جگانے کے بعد اب خود ٹیبل پر سر رکھے سو رہے تھے۔ تو باسم کا کڑھنا بنتا ہی تھا۔ آخر اسکے کان کے پاس ڈھول والا میوزک پلے کر کے جو انہوں نے اسے جگایا گیا تھا۔۔۔

ہلاؤان کمینوں کو۔۔۔!! باسم کے الفاظ پر ایشام نے ہنستے ہوئے پاس بیٹھے غازیان کو کہا تو وہ ہنستے ہوئے انکو جگانے لگا۔۔۔

کک۔۔ کیا۔۔۔ کیا ہوا سحری کا وقت ختم ہو گیا کیا۔۔۔۔؟؟؟ غازیان نے بری طرح انکو ہلاتے ہوئے جاگنے پر مجبور کیا تو وہ ہڑ بڑانے والے انداز میں اٹھ بیٹھے۔۔۔ نیند کے باعث دونوں کی آنکھیں سرخی مائل ہو رہیں تھیں۔۔۔

یہ ہی بندہ رات میں انسان بنتے ہوئے سو جائے تو اس وقت آنکھیں بھی کھلی رہیں۔۔۔!! عیس ہمدانی نے بے اختیار طنز کیا تو وہ ناک چڑھا کر ہونہہ کر گئے۔۔۔

آپ سب کو کیا ہمیں ٹارگٹ کرنے کے پیسے ملتے ہیں چھوٹے بابا۔۔۔؟ فاتح نے منہ بسور کر پوچھتے ہوئے عیس کی طرف دیکھا تھا۔۔ ٹیبل پر سب سحری کر

رہے تھے۔ایک فقت وہ دونوں ہی ابھی خود کو ہوش میں لانے کی کوشش کر رہے تھے۔۔۔

فضول میں زبان چلانے کی بجائے سکون سے سحری کرو۔۔۔!اور خبردار اگر تم دونوں فجر کی نماز پڑھنے سے پہلے سوئے تو۔۔۔!!سلطان نے سرعت سے ٹوکتے ہوئے ساتھ حکم بھی سنایا تو شہری اور فاتح نے بے اختیار ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔۔

اور پھر ساری باتیں چھوڑ کر آنکھیں زور سے میچ کر کھولتے ہوئے انہوں نے ٹیبل پر نظریں دہرانا شروع کیں۔تاکہ دیکھ سکیں کہ کھانا کیا ہے۔

سب سے بے نیاز فارس نے ایک نظر دور بیٹھی ہوئی اپنی منکوحہ پر ڈالی تھی۔ جو سر پر آج دوبٹہ جمائے ٹیبل پر بیٹھی ہوئی تھی۔ورنہ عام حالت میں وہ ویسے

ہی کیچول طریقے میں کسی بھی ایسی زحمت کے بنا ہی نظر آتی تھی۔ فارس کی نظریں بار بار بھٹک کر ناز کے چہرے کا دیدار کرنے لگیں تو بے ساختہ ناز کو خود پر نظروں کی تپش محسوس ہوئی۔۔

جس کے باعث وہ سر اٹھاتے ہوئے ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ فارس کو خود کی طرف دیکھتا پا کر ناز کے خوبصورت چہرے کے تاثرات ایک دم سے بگڑے تو فارس نے تیزی سے ہونٹ کا کونا دبایا۔ اسکی منکوحہ تو اسے ایسے زہر بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔۔ جیسے ابھی نا جانے وہ کیا کر بیٹھے گی۔ فارس کی دیکھا دیکھی کبیر کی نظریں بھی اپنی معصوم منکوحہ کی جانب اٹھی تھیں۔۔ جو چھوٹے چھوٹے نوالے لیتے ہوے سحری کرنے میں مشغول تھی۔۔۔ بہار کی نظروں کو ایشام کے کان کی بالی پر اٹکے دیکھ کر کبیر نے بے اختیار سرد سانس کی۔۔۔

کیا ہوا۔۔۔؟ کبیر کے سرد سانس خارج کرنے پر فارس نے چونک کر اسکی طرف متوجہ ہوتے پوچھا۔۔۔

کچھ نہیں مجھے لگتا ہے کہ یہ گدھا اب میرے ہاتھوں سے پٹ ہی جائے گا۔۔۔!! ایشام کو غصے سے گھورتے ہوئے کبیر کہنے لگا۔۔ فارس نا سمجھی سے اسے دیکھ گیا۔ لیکن جب اسکی نظر بہار پر پڑی جو اپنے بھائی کے کان کی طرف مہبوت ہوتے دیکھ رہی تھی۔ ایک منٹ لگا تھا۔ فارس کو سارا معاملہ سمجھ آنے میں۔۔۔ اگلے ہی پل اسکی ہنسی اڈ آئی تھی۔ جبکہ کبیر اب کڑی نظروں سے ایشام کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جو بڑے بھائی کی گھورتی نظروں پر گڑ بڑا کر انجان بننے کی کوشش میں تھا۔

کیوں اس معصوم کو بلاوجہ گھور رہا ہے۔۔۔!! بجائے اسے گھورنے کے، تو بھی کیوں نہیں کان میں کچھ پہن لیتا۔۔۔!! تاکہ میری بہن تجھے کسی بہانے ہی دیکھنے پر مجبور ہو جائے۔۔!! فارس نے آہستہ آواز میں ہنستے ہوئے کبیر کو مفت مشورے سے نوازا تھا۔ کبیر خان ٹھٹک کر اسکی طرف دیکھنے لگا۔۔۔

ویسے تیرا آئیڈیا برا نہیں ہے۔۔۔!! کبیر کو اسکا مشورہ کافی پسند آیا تو وہ بے اختیار حامی بھرنے والے انداز میں متاثر ہوتے سوچنے لگا۔ جبکہ فارس اسے سچ میں اپنے مشورے پر اتنی سنجیدگی سے سوچتے دیکھ کر ہنس دیا تھا۔ کیونکہ اسے اندازہ نہیں تھا کہ مقابل سچ میں اتنا سیریس ہو جائے گا۔

ان دونوں کو ہنستے ہوئے دیکھ کر ہیر نے بے پاس بیٹھی ہوئے بڑی بہن کو اچانک مخاطب کیا تھا۔۔۔

آپی فارس بھیا اپکو دیکھ رہے تھے۔اور شاید اب آپکی تعریف بھی کر رہے ہیں۔۔!! ناز کو اطلاع دیتے ہوئے ہیر اسے بتانے لگی۔۔وہ کب سے بڑے بھائی کی نظروں کو ناز پر محسوس کرتے ہوئے ہنسی دبا رہی تھی۔پر مجال ہوا گر نازنے جانتے بوجھتے ہوئے بھی اسکی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی زحمت کی ہو۔۔۔

میری بلا سے۔۔!دیکھے یا پھر تعریفوں کے پہاڑ کھڑے کر دے۔۔۔!! آنکھیں گھماتے ہوئے ناز کافی لاپرواہی سے جواب میں بولی تھی۔اسکے جواب پر نجانے کیوں اسکی چھوٹی سب بہنوں کو افسوس ہونے لگا تھا۔

آپی۔۔۔!! ایسے تو نہیں بولیں اب۔۔۔!! فارس بھیا آپ سے اتنا پیار کرتے ہیں اور آپ کو زرا احساس نہیں۔۔۔!! بڑی بہن کے جواب پر برا مناتے

ہوئے بہار معصومیت سے بول گئی۔۔۔ جس پر ناز تیزی سے بھنویں سکیڑ کر طنزیہ انداز میں اسے دیکھ گئی۔ جو اسے ایسے بڑے بزرگوں کی طرح سمجھا رہی تھی۔ جیسے خود اسکے کبیر بھیا کو محبت سے دیکھتی تھکتی نہ ہو۔۔

کبیر بھیا۔۔۔!!! یہ بہار مجھے کہہ رہی ہے کہ اسے آپکے ہاتھ سے سحری کھانی ہے۔۔۔!! بہار کو فارس ہمدانی کی حمایت میں بولتے سن کر ناز نے آبرو اچکاتے ہوئے اونچی آواز میں اچانک کبیر کو مخاطب کرتے ہوئے بہار کو پھنسایا۔۔ تو جہاں کبیر کی آنکھوں میں تیزی سے ان گنت جذبات کی لپک پیدا ہوئی وہیں دوسری طرف ہڑبڑاتے ہوئے اچانک بہار کے ہاتھ سے گلاس چھوٹ کر نیچے فرش پر گر گیا۔۔۔ ناز کے الفاظ پر سب حیرانی سے متوجہ ہوتے انکی طرف دیکھنے لگے تھے۔

تو کیا میں پھر اٹھ کر وہاں آجاؤں۔۔۔؟؟؟اپنی معصوم بلی کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کبیر خان کا لہجہ اگلے ہی پل گھمبیر ہوا تھا۔جس کو دیکھ کر بہار کی جان ہوا ہونے لگی تھی۔۔مقابل کی آواز پر اسکی بڑی بڑی آنکھیں مزید پھیل گئیں۔۔۔

ممم۔۔۔؟؟میں کب کوئی بولی ایسا۔۔۔!!ڈیڈ۔۔۔!!بڑے بابا۔۔!!!کبیر کے اپنے پاس آنے کا سن کر بہار گھبراتے ہوئے اٹک کر بتانے لگی۔۔جبکہ گھبراہٹ کے ساتھ ساتھ لہجہ کافی دہائی دیتا ہوا بھی تھا۔اس لئے اس نے تیزی سے وہاج اور سلطان کو مدد کے لیے پکارا تھا۔

آں۔۔۔!!بہار کیوں جھوٹ بول رہی ہو۔۔۔!!ابھی تو تم مجھ سے کہہ رہی تھی۔کہ تمہیں کبیر بھیا کے ہاتھ سے کھانا ہے۔۔۔!ناز پھر جان بوجھ کر

اسے تنگ کرتے ہوئے بولی تھی۔ جبکہ کبیر خان تو جاں نثار ہوتے اپنی منکوحہ کو دیکھ رہا تھا۔ جو اسکے ڈر سے رو دینے والی ہو چکی تھی۔۔۔

ڈیڈ۔۔۔!! آپی جھوٹ بول رہی ہیں۔۔۔!! میں نے نہیں کہا کچھ ایسا۔۔۔!!! بہار اس سے پہلے فریاد کرتے ہوئے اپنی صفائی دیتی کہ تبھی گھبراہٹ میں اسکا ہاتھ پاس پڑے دوسرے گلاس کو لگا اور وہ گلاس بھی تیزی سے زمین بوس ہو گیا۔۔

بس بس میرا بچہ۔۔۔!! یہ جس سپیڈ سے تمہارے ہاتھ سے برتن ٹوٹنا شروع ہو گئے ہیں نا ہمیں پتہ چلا گیا ہے۔ کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا، اس لئے پلیز پر سکون ہو جاؤ۔۔۔۔!!! بہار کو حواس باختگی میں مبتلا دیکھ کر سنان اسے

جلدی سے ریلکس کرتے ہوئے بولے تھے۔۔سب زور سے ہنستے ہوئے بہار کی بگڑی ہوئی حالت دیکھ گئے۔

جو بلیک ڈریس میں سرخ پڑی اب سچ میں رونے والی ہو چکی تھی۔۔۔کبیر خود بھی تاسف سے اپنی معصوم بلی کو دیکھتے ہوئے ہنس دیا۔ناز کو بے اختیار اپنی معصوم بہن پر ترس آنے لگا تو وہ ہنستے ہوئے اسکے گال کھینچ گئی۔جس پر بہار نے آنسوؤں بھری آنکھوں سے تیزی سے اسکا ہاتھ جھٹکا تھا۔

بہارا گر تم نے اب رونا شروع کیا تو سچ میں مجھ سے مار کھالو گی۔۔۔۔!! بہار کو رونے کی تیاری پکڑتے دیکھ کر بیہ نے زرا سخت لہجے میں بولتے ہوئے اسے ڈانٹا تھا۔۔بہار جو اپنی آپی کے اس طرح تنگ کرنے پر بامشکل ضبط کیے ہوئے تھی۔کہ ماں کے ڈانٹنے پر فورا رونا شروع ہو گئی۔اسکی بڑی بڑی کالی آنکھوں

سے تیزی سے آنسو بہنا شروع ہوئے تو کبیر اسے سچ میں روتے دیکھ کر بے حد بے چینی کا شکار ہونے لگا۔۔

بیہ۔۔۔!!! حد کرتی ہو تم بھی۔۔۔!! کیوں ڈانٹ رہی ہو اسے۔۔۔! جب پتہ بھی ہے کہ وہ ذرا سا بھی سخت لہجہ نہیں برداشت کر پاتی۔۔! اپنی معصوم بیٹی کی آنکھوں سے آنسو بہتے دیکھ کر وہاج اپنی جگہ سے جلدی سے کھڑے ہو کر اسکی طرف بڑھ گئے۔ جو ہاتھوں میں اب چہرہ چھپا کر بری طرح رونا شروع ہو چکی تھی۔۔۔ جبکہ بیہ نے زرا گھورتے ہوئے اب بڑی بیٹی کو شرم دلانے کی کوشش کی تھی۔ جو سارا فساد کھڑا کرنے کے بعد اب معصوم بننے کی کوشش میں تھی۔۔

جب ہم سب کو ہی پتہ ہے کہ وہ اس جن سے خوف کھائے ہوئے ہے۔تو فضول میں اسے کیوں ڈانٹ دیا ہے بیہ۔۔۔!! ضرار بھی کبیر کو کوستے ہوئے بہار کے رونے پر کافی مضطرب دیکھائی دے رہے تھے۔۔۔جو ہنستے کھیلتے ہوئے اچانک رونا شروع ہو چکی تھی۔۔

بھائی صرف ایک چھوٹا سا مزاق تھا۔اس میں بھی یہ اگر رونا شروع کر دے۔تو کبیر کا نہیں آپکی لاڈلی کا قصور ہے۔جو فضول میں اتنا ڈر پالے ہوئے ہے۔۔۔!! بیہ نے آنکھیں گھما کر جواب دیتے ہوئے باپ، بیٹی کو دیکھا۔۔۔جہاں وہاج اپنی معصوم بیٹی کو بہلانے کی کوشش کر رہا تھا۔

گل...!! ڈیڈ کی جان۔۔۔!!! وہاج نے پیار سے اسے پکارتے ہوئے سینے سے لگایا تو وہ سوں سوں کرتے باپ کے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔۔۔

میں نہیں مام سے بات کرنی۔۔۔!! باپ کے سینے میں چھپتے ہوئے اس نے روتے ہوئے فیصلہ سنایا تو وہاج نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے اسکے سر پر ہونٹ رکھ دیے۔۔۔

بالکل کوئی ضرورت نہیں ہے اتنی گندی مام سے بات کرنے کی۔۔۔! میرا بچہ صرف اپنے ڈیڈ سے بات کرے گا۔۔۔!! اسکی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے وہاج نے اپنی بیوی پر زرا تیکھی نظر ڈالی۔ جس پر بیہ آنکھیں گھما کر ہونہہ کر گئی تھیں۔۔۔ جیسے اس فیصلے سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہو۔۔۔!!

بہار کے رونے کو دیکھ کر فارس نے اچانک کبیر کو جانچنے والے انداز میں پکارا۔۔۔

اوئے سچ بتا!! کہ تونے میری بہن کے ساتھ ایسا کیا ہوا ہے۔۔؟ وہ تیری اس شکل سے اتنا ڈرتی کیوں ہے آخر۔۔۔۔!! فارس نے الجھتے ہوئے کبیر سے سوال کیا تھا۔۔

جو اپنی معصوم بلی کے رونے پر کافی بے قرار دیکھائی دے رہا تھا۔۔۔ بس نہیں چل رہا تھا کہ بس آگے بڑھ کر اسے اپنے فراغ سینے میں چھپا لے۔

میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔۔۔! پتہ نہیں بچپن سے میری آنکھوں سے اتنا خوف کیوں کھاتی رہی ہے۔۔۔!! ان آنکھوں سے ڈرنا بھی ہے اور انکو تکنا بھی ہے۔۔۔!! سرد سانس خارج کرتے ہوئے کبیر جواب میں بولا تو فارس کو ہنسی آگئی۔ کیوں کہ یہ سچ تھا۔ گل بہار اپنے بیر کی آنکھوں سے جتنا بھی ڈرے، پر وہ انکو تکنے سے باز بھی نہیں آسکتی تھی۔۔

آج رمضان کا پہلا روزہ تھا۔ جو کہ آدھے سے زیادہ گزر بھی چکا تھا۔ اس وقت دن کے چار بج رہے تھے۔

علینہ خانم کچن میں افطار کی تیاریوں میں مصروف تھیں۔ تو محبت روزے سے نڈھال ہوئی پڑی تھی۔ پہلے روزے میں ہی اسکا حال برا ہو چکا تھا۔

مورے۔۔۔!!! محبت کی نڈھال آواز نے کچن میں کام کرتی ہوئی اپنی ماں کو پکارتے ہوئے بلایا۔۔ جبکہ اسکی سنہری آنکھوں میں اس وقت بھوک صاف نظر آرہی تھی۔۔۔

علینہ خانم جو کچن میں ملازمہ کے ساتھ مل کر افطار کے انتظامات کرنے میں مصروف تھیں۔ کہ محبت کی کمزور پکار سنتے ہوئے بے اختیار انکے ساتھ کام

کرتی ہوئی ملازمہ کی ہنسی نکل گئی۔ جس کو دیکھتے ہوئے علینہ خانم بھی تاسف سے ہنس کر کچن سے باہر نکل گئیں۔تاکہ اسکی پکار کا مقصد جان سکیں۔ کہاں وہ عام دنوں میں پورے گھر میں اودھم مچائے رکھتی تھی۔اور آج پورے گھر میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ ملازمین کو بار بار شک گزر رہا تھا۔ کہ محبت کہیں آج چلی تو نہیں گئی کیا۔آخر اتنی خاموشی کیسے۔۔۔؟؟

کیا ہوا محبت۔۔۔؟؟ کچن سے باہر نکلتے ہوئے علینہ خانم نے اسے جواب دیا۔۔۔

مورے پلیز میرے سامنے آکر بات کریں۔۔۔! مجھ سے گردن گھما کر آپ کی طرف نہیں دیکھا جا رہا نا۔۔!!اس نے اپنے دائیں جانب سے ماں کی ابھرتی ہوئی آواز سنی، تو منہ بناتے ہوئے کمزور لہجے میں انکو سامنے آنے کا کہنے لگی۔

مطلب روزے نے اسے اس قدر بے حال کیا ہوا تھا۔ کہ وہ گردن بھی نہیں گھما سکتی تھی۔ بیٹی کے الفاظ پر جہاں علینہ خانم اسے دیکھتی چلی گئیں۔ وہیں وہاں سے گزرتی ہوئی ملازمہ کی پھر ہنسی نکل گئی۔

وہ کچن سے خاص طور پر محبت کی بونگیاں سننے کے لئے باہر آئی تھی۔ گھر کے سب ملازمین اچھے سے واقف تھے۔۔ کہ ہر رمضان میں محبت کی بیٹری لو ہونے کے ساتھ ساتھ اسکے چٹکلے بھی بڑھ جاتے تھے۔ جیسے اب وہ صوفے پر کسی لاش کی طرح گری پڑی تھی۔۔

کیا بات ہے محبت۔۔۔؟؟علینہ خانم نے اسکے سامنے کھڑے ہوتے استفسار کیا۔ انکی آواز پر وہ نظریں اٹھا کر ماں کی طرف دیکھنے لگی۔۔۔

مورے ڈیڈ کب آئیں گئے۔۔۔؟!ماں کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے محبت نے اداسی سے پوچھا تو وہ سرد سانس خارج کر گئیں۔۔

بس آنے والے ہونگے۔۔!!رستے میں ہی ہوں شاید۔۔۔!!علینہ خانم نے اسے تسلی دیتے جواب دیا تو بدلے میں وہ منہ بسور گئی۔

آپ انکو دوبارہ فون کریں۔۔۔!اور انکو بتائیں۔کہ انکے شیر کو بہت روزہ لگ رہا ہے۔اس لئے پلیز جلدی آجائیں۔۔۔!!بے جان جسم کے ساتھ محبت نے لمبی سانس خارج کرتے ہوئے ماں کو اپنا پیغام پہنچانے کا کہا تو علینہ خانم نے اسے ذرا سا گھورا۔۔۔کیونکہ وہ حد سے زیادہ ڈرامے باز تھی۔

محبت ڈرامے نہیں کرو۔۔۔!آج ابھی پہلا روزہ ہے۔۔۔!اور تم ایسے گری پڑی ہوئی ہو۔جیسے خدانخواستہ تم نے پورے کے پورے تیس روزے رکھ

لیے ہوں۔۔!!علینہ خانم اسکے معصوم چہرے کو دیکھتے ہوئے زراڈپٹ کر بولیں تھیں۔۔جس پر محبت بند آنکھوں سے ہی خفگی سے منہ بنا گئی۔۔۔

محبت بی بی آنکھیں تو کھول لیں۔۔۔!!!صوفے کے سامنے کھڑے ہو کر ملازمہ اسے چھیڑتے ہوئے اچانک بولی۔توعلینہ خانم سر جھٹکتے ہوئے وہیں صوفے پر بیٹھ گئیں۔

کیونکہ اگر وہ دوبارہ کچن میں چلی جاتیں تو انکی نواب زادی نے پھر آوازیں لگاتے ہوے انکو واپس بلا لینا تھا۔اس لئے جب تک نعمان خان واپس نہیں آ جاتے تھے۔اب تب تک انکو یہیں پر بیٹھ کر اپنی ڈارمے باز بیٹی کے روزے کا پہرہ دینا پڑنا تھا۔ارسل خان تو اپنی ڈیوٹی پر گیا ہوا تھا۔پچھلے ایک ہفتے سے وہ ایئر فورس کو آفشیلی جوائن کر چکا تھا۔اپنے خوبصورت بیٹے کو یاد کرتے ہوئے علینہ

خانم محبت سے مسکرادیں۔اور دل ہی دل میں اسکی سلامتی کی دعائیں مانگنے لگیں۔۔۔

نہیں شین۔۔۔!!اگر میں نے آنکھیں کھولیں تو مجھے روزہ لگے گا۔۔۔!!بند آنکھوں سے ہی محبت نے ملازمہ کو جواب دیا۔تو اسکا جواب سنتے ہوئے علینہ خانم کے ساتھ ساتھ ملازمہ تیزی سے ہنس دیں۔

شمیم انکے گھر کی سالوں پرانی ملازمہ تھی۔محبت کا اسکے ساتھ کافی لگاؤ ہونے کی وجہ سے وہ شمیم کو "شین" کہہ کر پکارتی تھی۔اس لئے شمیم کو بھی اپنا یہ نیک نام کافی پسند تھا۔

شین اگر اب مجھے تمہارے ہنسنے کی آوازیں آئیں۔تو میں نے لان سے مینڈک پکڑ کر تمہارے بستر میں چھوڑ دینا ہے۔۔!اسے بات بات پر خود پر کھی کھی

کرتے ہوئے سن کر محبت نے چڑتے ہوئے اسے دھمکی دی۔ تو شمیم سرعت سے زرا ڈرتے ہوئے ہنسی کو ضبط کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

بلو کلر کی شارٹ فراک کے ساتھ کیپری پہنے اپنے سنہرے حسن میں محبتِ نعمان چمکتی ہوئی دھوپ تھی۔ جو دیکھنے والوں کو منور کر دیتی تھی۔ لیکن اس وقت وہ روزے سے بے جان ہوئی صوفے سے بازو نیچے لٹکائے اپنے ڈیڈ کے واپس آنے کا انتظار کر رہی تھی۔ کیونکہ اسکے ڈیڈ کے علاوہ اسکی کمزور حالت کو کوئی بھی دوسرا شخص نہیں سمجھ سکتا تھا۔

محبت بی بی ابھی تو پورے انتیس روزے باقی ہیں۔۔۔!! تب آپکا کیا ہو گا۔۔۔؟؟ شمیم نے زرا فکر مندی دیکھاتے ہوئے افسوس سے پوچھنا چاہا تھا۔۔۔

تم صحیح کہہ رہی ہو شین۔۔!! ایسے تو میں بہت کمزور ہو جاؤں گی۔اور کمزور ہونے کی وجہ سے اگر میں پتلی ہو گئی تو۔۔۔؟؟ محبت نے پٹ سے آنکھیں کھولتے ہوئے اپنے پتلے ہونے کا خدشہ ظاہر کیا تو علینہ خانم نے تیزی سے اپنی مسکراہٹ چھپائی۔

صوفے پر اسکے پاس بیٹھ کر وہ اسکے ڈارمے سن رہیں تھیں۔جو صبح جاگنے سے شروع ہو کر رات سونے تک چلتے تھے۔۔۔انکی بیٹی واحد دنیا کی ایسی لڑکی تھی۔جس کو موٹے ہونے کی بجائے پتلے ہونے کی فکر ستاتی رہتی تھی۔

لاؤنج میں اچانک عجلت میں داخل ہوئے نعمان خان کی آمد ہوئی تو علینہ بے اختیار شکر ادا کرتی جلدی سے کھڑی ہو گئیں۔۔۔

آ گئے ہیں تمہارے ڈیڈ۔۔۔!اب جتنے مرضی کروڈرامے، میں تو کچن میں جا رہی ہوں۔۔۔!!اپنے خان کو آتے دیکھ کر محبت کو اطلاع دیتے ہوئے وہ جانے کے لیے مڑیں۔تو نعمان خان نے پاس آکر مسکراتے ہوئے انکے ماتھے پر لب رکھ دیے۔جبکہ ڈیڈ کے آنے کا سن کر محبت کی آنکھیں اب پوری طرح کھل چکی تھیں۔

ڈیڈ۔۔۔!!!اٹھ کر بیٹھتے محبت نے تیزی سے نعمان خان کو پکارا تھا۔۔۔ جس پر علینہ، نعمان خان کو اپنی اولاد سے نبٹنے کا کہہ کر خود شمیم کے ساتھ کچن کی جانب چلی گئیں۔

ڈیڈ کا شیر۔۔۔!! روذہ لگ رہا ہے کیا میرے بچے کو۔۔۔؟؟ نعمان خان نے اسکے بال سنوارتے ہوئے پیار و فکر مندی سے پوچھا تو وہ معصومیت سے ہاں میں سر ہلاتے ہوئے انکے سینے پر سر رکھ گئی۔۔۔

ڈیڈ مجھے چکر کر آرہے ہیں۔۔۔! پیٹ سے آوازیں بھی آرہیں ہیں۔۔! آنکھوں کے سامنے بریانی، آئس کریم اور جوس بھی نظر آرہا ہے۔۔۔!! محبت نے پریشانی سے بولتے ہوئے باپ کو سارے مسئلے گنوانے شروع کیے۔ جو صبح سے اسکو درپیش آرہے تھے۔ اسکے سارے مسئلے سننے کے بعد بے ساختہ لاونج میں نعمان خان کا قہقہ گونج اٹھا تھا۔ وہ اپنے شیر کے لئے ہی آج کام سے جلدی واپس آگئے تھے۔۔ انکو اندازہ تھا۔ کہ انکا شیر روزے سے نڈھال ہو کر انکا انتظار کر رہا ہو گا۔۔۔

ارسل خان جو ابھی واپس آیا تھا۔ کہ لاؤنج میں داخل ہوتے اسکے کانوں میں بھی اپنی بہن کی دہائیوں کی آواز پڑی۔ تو وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے ہنس دیا۔ اس عرصے میں وہ اتنا تو جان ہی چکا تھا۔ کہ اسکی بہن کھانے کی کافی نہیں، بلکہ آخری حد تک شوقین تھی۔۔

کیا ہوا ہے میرے شہزادے کو۔۔۔؟؟ صوفے پر باپ اور بہن ایک ساتھ بیٹھے دیکھ کر ارسل خان نے اچانک اسے مخاطب کیا۔ تو وہ دونوں ہی اسکی اچانک موجودگی پر چونک گئے۔ لیکن پھر اگلے ہی پل محبت نے چمکتی آنکھوں سے بڑے بھائی کو پاس آنے کا اشارہ کیا۔۔۔ ارسل خان اسے محبت سے دیکھتے ہوئے اسکے پاس بیٹھا اور اپنے سر سے کیپ اتار کر اس پہنا دی۔۔۔

بھیا آپ صبح مجھے مل کر کیوں نہیں گئے تھے۔۔۔؟ میں نے آپکی یونیفارم میں تصویریں بنا کر اپنے سٹیٹس پر لگائی تھیں۔۔!! یونیفارم میں ارسل خان کو مہبوتیت سے دیکھتے ہوئے وہ خفگی سے بولی تو اسکے شکوے پر وہ دونوں مسکرا دیے۔۔

بھیا کی جان میں صبح تمہیں دیکھنے آیا تھا۔ پر تم ٹن سوئی پڑی تھی۔۔۔!! ارسل خان نے جواب دیتے ہوئے اسکی کیپ سیٹ کی تو وہ اتراتے ہوئے ناک منہ چڑھا گئی۔۔۔

میں چینج کر کے آتا ہوں۔۔! تب تک تم میرے شیر کے پاس ہی رہنا۔۔۔! ورنہ یہ اپنی ماں کو تنگ کرنے پہنچ جائے گا۔۔۔!! ارسل کو اسکے پاس رہنے کی

نصیحت کرتے ہوئے نعمان خان کھڑے ہوئے تو وہ ہنس کر ہاں میں سر ہلا گیا۔

جبکہ نعمان خان اپنے کمرے کی طرف چلے گئے تھے۔۔

مورے کو کیوں اتنا تنگ کرتی ہو۔۔۔؟؟اسکے پھولے گال کھینچتے ہوئے ارسل نے پوچھا۔۔وہ سی کرتی دور ہو گئی۔۔۔

بھیا نہیں کریں ورنہ مجھے روزہ لگے گا۔۔!! بڑے بھائی سے اپنے گال چھڑاتے ہوئے وہ زرا خدشے سے بولی تو ارسل خان قہقہ لگا گیا۔آج اسکی ہر بات روزے سے شروع ہو کر روزہ لگنے پر ہی ختم ہو رہی تھی۔

گال کھینچنے سے کونسا روزہ لگتا ہے پاگل۔۔؟؟ارسل نے ہنستے ہوئے اسکا لاجک جاننا چاہا۔۔۔

لگتا ہے بھیا اپکو کیا پتہ ہو۔۔۔!! آپ نے کونسا پکا روزہ رکھا ہوا ہے بھلا۔۔!!! باپ کے موبائل سے پنگے لیتے ہوئے وہ جتاتے ہوئے بولی تھی۔۔وہ ٹھٹک کر اسے دیکھ گیا۔۔۔

یہ پکا روزہ کونسا ہوتا ہے بھئی۔۔۔!! اپنے روزے پر سوال اٹھتے دیکھ کر ارسل نے زرا متجسس و حیران ہو کر پوچھا تھا۔۔۔جس پر محبت سر اٹھا کر بڑے بھائی کو دیکھنے لگی۔ جس کو پکے روزے کا نہیں پتہ تھا۔

اپکو روزہ لگ رہا ہے۔۔۔؟؟ محبت نے بھنویں اٹھاتے ہوئے جواب دینے کی بجائے الٹا سوال کیا تو ارسل خان نے تیزی سے سر ہلاتے ہوئے انکار کیا۔۔ اس بدلتے موسم میں ڈیوٹی کرنے کے باوجود بھی اسے سچ میں روزہ محسوس نہیں ہوا تھا۔

ہاں تو اسی کو کچا روزہ کہتے ہیں۔۔۔! جس کو روزہ نہیں لگتا مطلب اسکا روزہ کچا ہے۔۔۔! اور جس کو بہت سارا روزہ لگتا ہے مطلب اسکا روزہ پکا ہوتا ہے۔ جیسے کہ میرا پکا ہے، اور آپکا کچا۔۔۔!! کسی ٹیچر کی طرح پکے اور کچے کا فرق بتاتے ہوئے آخر میں محبت اپنے اور بڑے بھائی کے روزے کی نشان دہی کرنا نہیں بھولی تھی۔ کہ اسکا روزہ کچا ہے۔۔

جبکہ اسکی عجیب منطق پر ارسل کی آنکھیں پہلے زرا بڑی ہوئیں اور پھر نا سمجھی سے وہ ہنستے ہوئے اسے دیکھ گیا۔۔۔

یہ کونسا لاجک ہے بھئی۔۔۔؟؟ ارسل نے ہنس کر زرا حیرانی سے پوچھنا چاہا تو وہ اٹیٹیوڈ سے بولتے ہوئے کندھے اچکانے لگی۔۔

"یہ محبت خان کا لاجک ہے۔۔۔"

پوری کی پوری ڈرامہ کوئین ہو۔۔۔!! آؤ تصویریں بنائیں، پھر لگا لینا اپنے سٹیس پر۔۔۔!! چھوٹی بہن کی ایکٹنگ پر جاں نثار ہوتے وہ ہنستے ہوئے موبائل نکال گیا۔۔۔۔

چھٹی کا وقت تھا۔ جب آفس کا سارا اسٹاف آہستہ آہستہ نکلتا جا رہا تھا۔ چونکہ رمضان المبارک کی وجہ سے آفس کی ٹائمنگ چینج ہو چکی تھیں۔ اس لئے چھٹی کا وقت بھی اب زرا جلدی کا تھا۔ کبیر کو بلانے کے لیے فارس اسکے روم میں داخل ہوا تو سامنے ہی وہ اپنی چیئر سے ٹیک لگائے پتہ نہیں کن سوچوں میں گم تھا۔ یہاں تک کہ اس نے فارس کے آنے کا بھی نوٹس نہیں لیا تھا۔۔۔

کبیر کو اس قدر خیالوں میں گم دیکھ کر فارس کو زرا حیرانی ہوئی تو وہ اسکے شیشے کے ٹیبل پر انگلی بجاتے ہوئے اسے ہوش دلانے لگا۔۔۔

تو۔۔۔!! تو کب آیا۔۔۔؟؟؟ کبیر چونکتے ہوئے ہوش میں واپس لوٹا تو فارس کو اپنے سامنے کھڑے دیکھ کر زرا حیرت کا شکار ہو گیا۔ وہ نہیں جانتا تھا۔ کہ وہ کب آیا تھا۔

جب تو اپنی کسی نامعلوم محبوبہ کی یادوں میں بری طرف کھویا ہوا تھا نا۔۔۔تب ہی میں نے تیری بے خبری میں یہاں پر پیر رکھے تھے۔۔۔۔! اسکے سامنے والی چیئر پر بیٹھتے ہوئے فارس نے طنزیہ بولتے ہوئے جواب دیا تو بدلے میں کبیر اسے گھور کر رہ گیا۔۔۔

اب بتا کن خیالوں میں گم تھا۔۔۔؟؟کوئی پریشانی ہے کیا۔۔؟اسکے گھورنے کا اثر لیے بنا فارس نے زرا فکر سے اسکی بے خبری پر سوال کیے۔۔

ہاں یار پریشانی تو ایک بہت بڑی ہے۔۔۔!!!فارس کے سوال پر کبیر سرد سانس خارج کرتے ہوئے اپنی چیئر اسکی طرف گھما کر سیدھے انداز میں بیٹھ گیا۔

کونسی پریشانی۔۔۔؟اور تو نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ کوئی مسئلہ ہے۔اور خود یہاں اکیلا پریشان ہو کر بیٹھا ہوا ہے۔۔۔!!مقابل کے دکھی لہجے پر سچ میں پریشان ہوتے وہ سیریس لہجے میں اسے جھڑک گیا۔۔۔جبکہ اسکو پریشان ہوتے دیکھ کر کبیر کو تیزی سے ہنسی آنے لگی۔۔۔

میں کیسے بتاتا۔۔۔؟؟ مجھے لگا کہ تو شاید مجھے سمجھے گا ہی نہیں۔۔۔!! اس لئے بس نہیں بتایا۔۔۔!! لہجے کو مزید دکھی بناتے ہوئے کبیر خان نے جان بوجھ کر مزید سسپینس پیدا کیا تھا۔۔ فارس بے اعتباری سے اسکو دیکھنے لگا۔۔۔

اس بکواس کا کیا مطلب ہے۔۔؟ تجھے میرے بارے میں کب سے شک ہونے لگا ہے۔ کہ میں تیری کوئی بات نہیں سمجھوں گا۔۔۔؟؟ کبیر کے الفاظ پر انتہائی برا مانتے ہوئے وہ اب زرا غصے سے استفسار کر رہا تھا۔۔۔

تو کیا تو میری حالت سمجھے گا۔۔۔؟ فارس کو غصے میں آتے دیکھ کر کبیر نے کچھ سوچتے ہوئے آبرو اٹھاتے جاننا چاہا۔۔۔

خان اب میرے ہاتھ سے پٹ نہ جائی۔۔۔! اس لئے ڈرامے چھوڑ کر سیدھی طرح منہ سے پھٹ، کہ کیا ہوا ہے۔۔۔!! ورنہ اب مجھ سے برا کوئی نہیں ہو

گا۔۔۔!!اسکے مسلسل ایک ہی بے اعتباری دیکھانے پر فارس کو اب شدید غصہ آرہا تھا۔اس لئے وہ اب چڑتے ہوئے دھمکی آمیز بول گیا۔۔۔جس پر کبیر خان زرا خفگی سے آنکھیں گھماتے ہوئے بولنے لگا۔۔۔

مجھے اپنی منکوحہ کی رخصتی چاہیئے۔۔۔!!!کبیر خان نے لہجے میں پھر دکھ پیدا کرتے ہوئے اپنی پریشانی بتائی تھی۔شاید پریشانی کے پردے میں وہ اپنی ڈیمانڈ بتا رہا تھا۔۔۔

ہیں۔۔۔؟؟؟فارس جو پہلے تو کچھ سیکنڈ کے لیے اسکے الفاظ کو سمجھ نہ سکا۔لیکن اگلے ہی پل سمجھنے آنے پر کڑھتے ہوئے اسے سنگین قسم کی گالیوں سے نوازنا شروع ہو گیا۔

کمینے۔۔۔!! بے غیرت۔۔۔! واحیات انسان تجھے رمضان میں مذاق کرنے کے لیے کچھ اور نہیں ملا۔ جو تو ایسے خواب دیکھ رہا ہے۔۔۔۔!!! اسے گالیوں سے نواز کر فارس نے غصے سے دوچار ہوتے ٹیبل پر پڑا شوپیس اٹھا کر اسے مارا تو کبیر نے تیزی سے اسے کیچ کرتے اپنا بچاؤ کیا۔۔ یہاں اسکی پریشانی کا سن کر وہ مضطرب ہو رہا تھا۔ اور مقابل اسکے جذبات سے کھیلنے کی کوشش میں تھا۔۔

سالے میں مذاق نہیں کر رہا بہت سیریس کہہ رہا ہوں۔۔۔!! فارس کو اپنی بات ہوا میں اڑاتے ہوئے دیکھ کر وہ جلدی سے سیریس لہجے میں بولتے ہوئے بتا گیا۔۔۔

کیا مطلب کہ تو بہت سیریس ہے۔۔۔؟؟ فارس جسے ابھی بھی لگ رہا تھا۔ کہ وہ مذاق کر رہا ہے۔ اس لئے اس بار زرا ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگا۔۔۔ فارس کو اپنی طرف متوجہ دیکھ کر اب کبیر زرا سیریس لہجے میں بولنا شروع ہوا۔۔

دیکھ۔۔۔! اٹھائیس کے تو ہم دونوں ہو ہی چکے ہیں۔۔!! اور مجھے نہیں لگتا۔ کہ ہمارے گھر والوں کو خود سے ہماری رخصتی کا خیال آئے گا کبھی۔۔! کیونکہ ہمارے سب چاچا، تایا سمیت باپ کے مطابق انکی لاڈلیاں ابھی بچیاں ہیں۔۔۔!! یہاں ہم اٹھائیس ہو کر بیٹھے ہیں۔ اور جوانی کا کباڑہ ہوا پڑا ہے۔ تو اب تو بتا، کہ اس عمر میں رخصتی نہیں ہو گی تو کیا گھنٹوں کے درد میں مبتلا ہو کر بیویوں کے ملنے کی حسرت پال لیں۔۔۔ !!

ساری تفصیل بیان کرتے ہوئے کبیر خان کچھ زیادہ ہی سلگنے والے انداز میں طنزیہ ہو رہا تھا۔۔۔

یہ سب تو ٹھیک ہے، پر تو کہنا کیا چاہتا ہے۔۔۔؟ مجھے سیدھی طرح وہ بتا بس۔۔۔!! اسکی ساری تفصیل کو اچھے سے سمجھتے ہوئے فارس نے الجھتے ہوئے اسکی تقریر کا مقصد جاننا چاہا تھا۔۔۔

سیدھی بات ہے فاری۔۔۔! مجھے اسی رمضان میں اپنی معصوم بلی کی رخصتی چاہیئے۔ ورنہ میں سچ کہہ رہا ہوں۔ کہ اسے اٹھا کر کہیں غائب کر دوں گا۔۔۔!! پھر ڈھونڈتے رہیں، سب اپنی لاڈلی کو۔۔۔!!! حتمی لہجے میں کبیر خان نے ٹو دی پوائنٹ اپنی ڈیمانڈ بتائی، تو اس بار فارس اسے تعجب سے دیکھنے لگا۔۔۔

یہ اچانک تو اتنا بے صبرا کیوں ہو رہا ہے۔۔۔؟؟ فارس نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے تعجب سے کہا۔ تو مقابل بے نیازی سے بول پڑا۔۔۔

اگر تجھے میری اس اچانک بے صبری کی وجہ جاننی ہے۔ تو لے پھر سیدھا سن لے۔ کہ اس بھرپور جوانی کے زور میں میرے دن، رات تنگ ہوئے پڑے ہیں۔ اب بس پہلو میں ہر وقت کسی نرم وجوہ کی کمی شدت سے محسوس ہوتی ہے۔ تو بس اس لئے میں نے سوچ لیا ہے۔ کہ میں اس رمضان میں اپنی منکوحہ کو رخصت کروا رہا ہوں۔۔۔! زو معنی لہجے میں فارس کو کافی بڑا جواب دیتے ہوئے آخر میں کبیر نے ٹھنڈی آہ بھری۔ تو اسکی بے شرمی پر فارس اسکو گھور کر دوبارہ شوپیس مار گیا۔۔۔

بے غیرت کچھ شرم کرلے۔۔۔! رمضان میں شیطان قید ہوتا ہے۔تاکہ انسان نیک ہوسکے۔پر مجھے لگتا ہے۔کہ شہرام اور فاتح کا شیطان بھی تیرے اندر آگھسا ہے۔اس لئے تجھے بے شرمی بھرے خیالات سوجھ رہے ہیں۔۔۔!! کبیر کو افسوس سے دیکھتے ہوئے فارس نے اسے شرم دلانے کی کوشش کی تھی۔جو کہ ناممکن ہی لگ رہا تھا۔۔۔

کمینے اور کتنی شرم کروں۔۔؟ بچپن میں نکاح اس لئے تھوڑی کروایا تھا۔کہ رخصتی بڑھاپے میں جاکر نصیب ہو۔۔۔!! اس لئے میں تجھے نہیں بتا رہا تھا کیونکہ مجھے پتہ تھا۔کہ تو بھی میری حالت کو نہیں سمجھے گا۔۔۔

کبیر نے جلتے بھنتے ہوئے اسے شکوہ کرنے والے انداز میں جواب دیا تو ناچاہتے ہوئے بھی فارس کو ہنسی آگئی۔۔۔۔

آچھا بتا کہ تو نے کیا سوچا ہوا ہے۔۔۔؟؟ مطلب کیسے رخصتی کروائے گا۔۔۔؟ کیونکہ ہمارے گھر والوں کا تو ابھی رخصتی کا دور دور تک کوئی پلین نہیں نظر آ رہا ہے۔ اور اگر کسی وجہ سے ہم انکو مجبور کر بھی لیں۔ تو فضول کی تیاریوں کے چکر میں پڑ کر، پھر بھی اس رمضان میں رخصتی نہیں ہو پائی۔۔۔! ہمارے فورس کرنے پر اسکے بعد کا کچھ کہا جا سکتا ہے۔۔۔ !

اسکی بلیک میلنگ پر تمام حالات کا اچھے سے اندازہ لگاتے ہوئے فارس نے اس کو مکمل تفصیل سے آگاہ کرتے ہوئے ساتھ پوچھا بھی تھا۔ تاکہ جان سکے کہ وہ کیا سوچ کر بیٹھا ہوا ہے۔۔۔

تو گھر والوں کو چھوڑ۔۔۔!! انہیں یہ سب بتا کون رہا ہے۔۔۔!! میرے پاس ایک بہت اچھا پلین ہے۔۔۔!!! فارس کو نزدیک آنے کا شارہ کرتے ہوئے

کبیر خان آہستہ آواز میں بولتے ہوئے اسے اپنے پلین سے آگاہ کرنے لگا تو فارس اسکے پلین کو سننے کے بعد متاثر ہوئے بنا نہ رہ سکا۔۔۔

واہ۔۔۔!! مطلب جوانی کے زور پر بھی تیرا دماغ ٹھیک ٹھیک کام کر رہا ہے۔۔۔!! الٹے انداز میں کبیر کے پلین کی تعریف کرتے ہوئے فارس نے اسے چھیڑا تو کبیر نے اسکو گھورنا چاہا۔۔۔

ویسے اپنی رخصتی کے ساتھ ساتھ میری رخصتی بھی فائنل سمجھ لے۔۔۔! اب ایسے کیسا ممکن ہے۔ کہ میں تجھ اکیلے کو خود سے پہلے باپ بننے دوں۔۔۔!! چمکتی آنکھوں سے بولتے ہوئے فارس ہمدانی نے مکمل اٹیٹیوڈ میں اسے اپنے ارادوں سے آگاہ کیا۔ تو اس بار بھڑکنے والے انداز میں کبیر خان نے شوپیس اٹھا کر اسکا سر پھاڑنے کی کوشش کی تھی۔۔ جو کب سے اسکو شرم دلانے کی

کوشش کر رہا تھا۔اور اب خود ہی اپنے اندر کا ترسے پن کو باہر نکالے بنا نہیں رہ سکا تھا۔

شہری میری چاکلیٹ کہاں ہو گی بھلا۔۔۔؟؟

فاتح جو صوفے پر آڑھا ترچھا لیٹا ہوا تھا۔کہ بے اختیار دوسرے صوفے پر لیٹے ہوئے شہرام کو مخاطب کرتے اداس لہجے میں پوچھنے لگا۔

پر گیا تجھے دورہ پھر دل گردے والا۔۔۔!!فاتح کے اداس لہجے کو سنتے ہوئے وہ بند آنکھوں سمیت طنزیہ جواب میں بولا تھا۔فاتح نے آنکھیں وا کرتے ہوئے اسے گھورنا چاہا۔۔۔۔

ہاں ہاں دل گردے والا دورہ تو صرف مجھے ہی پڑتا ہے۔ تجھ سالے کو پڑنے والے سارے دورے تو حلال کہلائے جاتے ہیں، نا۔۔۔!! فاتح چڑنے والے انداز میں سلگ چکا تھا۔ وہ اپنی منکوحہ کی شکل دیکھنے کے لیے ترس رہا تھا۔ پر مجال ہو، اگر کوئی اسکو زرا سا بھی سیریس لے رہا ہو۔

تو جتنا مرضی جل ککڑا بن۔۔۔! چاہے جل جل کر کالا ہو جا۔۔! پر جب تک میرا نکاح نہیں ہو جاتا۔ تجھے ماتھے پر کس کرنے کا موقع نہیں ملنے والا۔۔۔!!! اسکی ناساز حالت پر شہرام قہقہ لگاتے ہوئے مزید تیلی لگانے والے انداز میں بولا۔ جبکہ "ماتھے کی کس" والا طنز تو اب بہت ذو معنی بن چکا تھا۔ جس کو سن کر فاتح نے ہمیشہ کی طرح بے چینی سے اپنا ہونٹ کاٹنا شروع کر دیا۔۔

کمینے میں نے کیا کالا ہونا ہے۔۔۔! دبئی کی دھوپ میں تو خود اپنا آپ سینک سینک کر آیا ہوا ہے۔۔۔! فاتح نے اچانک ہنسی دباتے ہوئے اسکی سن ٹینگ پر چوٹ کی۔ جس پر شہرام نے جلدی سے آنکھیں کھولتے ہوئے اسے کشن مارا تھا۔۔اسکے بھڑکنے پر اگلے ہی پل فاتح قہقہ لگاتے ہوئے اسے مزید تپانا شروع ہو گیا۔۔۔

ویسے آپس کی بات ہے۔۔۔! جس دن سب کو تیرا دبئی کی کڑی دھوپ میں نیکر پہننے والا راز معلوم ہو گیا نا۔۔! اس دن تجھے اندازہ بھی نہیں ہونا۔ کہ تجھ پر لعنتوں اور چھتروں کی برسات آخر ہو کہاں سے رہی ہے۔۔۔!! مزے سے مسقبل کا خاکہ کھینچتے ہوئے فاتح ہنستے ہوئے بول رہا تھا۔

آخر وہ سب بھائی مسٹر شہرام کی سن ٹینگ پر پریشان جو رہتے تھے۔ ہر سال وہ جب بھی دبئی میں چھٹیاں منانے کے لیے جاتے تو وہاں پہنچتے ہی شہرام کے کپڑے کم ہونا شروع ہو جاتے تھے۔ جس پر وہ سب الجھ کر اسکو دیکھنے لگتے۔ جس پر شہرام کی پھر بے نیازیاں شروع ہو جاتی تھیں۔

لیکن آخر پر جب وہ اسکی گوری رنگت کو بدلتے ہوئے دیکھتے۔ تو اسی فکر میں نجانے کون کون سی سن کریم اٹھالاتے تھے۔ تاکہ شہرام کو دھوپ سے بچا سکیں۔ لیکن وہ سب کہاں جانتے تھے بھلا۔۔۔ کہ شہرام میاں خود جان توڑ کوششیں کرتے ہوئے اپنے گورے رنگ کو بدلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔۔۔

زیادہ بکواس نہ کر۔۔۔! اگر مجھ پر چھتروں کی برسات ہونی ہے۔ تو چوری چھپے نکاح کرنے پر تجھے بھی انہی چھتروں کا ہار پہنایا جائے گا۔۔! اور پھر دیکھنا، کہ میں وہ ہار خود اپنے ہاتھوں سے تیار کر کے بڑے بابا کو دوں گا۔۔ تاکہ تیری شان میں کوئی کمی نہ رہ جائے۔۔!

فاتح اگر مستقبل میں اسکی آنے والی شامت کا مزہ لے رہا تھا۔ تو اب شہرام بھی اسکو آئینہ دیکھانے سے باز نہیں آ رہا تھا۔۔۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو ٹوپیاں کروانے میں مصروف تھے۔ جب ہاسپیٹل سے تھکے ہارے باسم کی اچانک وہاں واپسی ہوئی تھی۔۔

لاونج کے صوفوں پر ان دو ہڈ حراموں کو پہلے سے آرام کرتے ہوئے دیکھ کر باسم کے منہ کے زاویے تیزی سے بگڑ گئے۔ ان دونوں کی نظروں کا بھی

تبادلہ جب باسم سے ہوا تو اسکے زاویے بگڑے دیکھ کر جان بوجھ کر دل جلاتی ہوئی مسکراہٹ پاس کرنے لگے۔اور یہ دل جلاتی مسکراہٹ چڑانے کی کوشش میں پاس کی جارہی تھی۔۔

کوئی کام دھندا نہیں ہے، تم لوگوں کو کیا۔۔۔؟! انکے سامنے والے صوفے پر ڈھیر ہوتے باسم نے تھکے ہوئے انداز میں پوچھنا چاہا تھا۔اپنا ہاسپیٹل جوائن کیے اسے دو ہفتے ہو چکے تھے۔یہ ہاسپیٹل انکا ذاتی تھا۔جس کو پہلے کلثوم بیگم سنبھال رہیں تھیں۔لیکن اب جب رمضان میں سب بڑے عمرے کی غرض سے جا چکے تھے۔تو ایسے میں اتنے بڑے ہاسپیٹل کی تمام تر ذمہ داری باسم کے اوپر آ چکی تھی۔اس لئے آج کل اسکے دن رات بس مصروف ترین گزر رہے تھے۔ جبکہ انہی مصرفیات میں رمضان کے دس روزے بھی گزر چکے تھے۔

اگر تو نے اپنی ان دھوپ جیسی آنکھوں پر نظر کا اصل چشمہ لگایا ہوتا۔ تو ابھی تجھے بالکل صحیح طرح نظر آرہا ہوتا،۔۔ کہ ہم ادھر کام ہی کر رہے ہیں۔۔۔!

شہرام نے ناک منہ چڑھاتے ہوئے باسم کے آرٹیفیشل گلاسز کو نشانہ بنایا تھا۔۔ جس کو سن کر باسم انکو گھورنے لگا۔ کیونکہ وہ ہمیشہ بس اسکی گلاسز کے پیچھے پڑے رہتے تھے۔ اسکی نظر بالکل ٹھیک تھی۔ لیکن اپنی جاب کی وجہ سے باسم کا ظمی کو گلاسز لگانا پسند تھا۔ اس لئے وہ ہاسپیٹل میں آرٹیفیشل گلاسز لگائے رکھتا تھا۔۔۔

اچھا۔۔!! کون سا کام کر رہے ہو۔۔۔؟ باسم نے زرا سا اٹھتے ہوئے ان پر نظر دہرائی۔ تاکہ دیکھ سکے کہ وہ لیٹے لیٹے کون سی محنت کر رہے ہیں۔۔

ایسے کیا دیکھ رہا ہے۔۔؟؟؟ فاتح نے تیزی سے باسم گھورا۔۔۔

دیکھ رہا ہوں۔ کہ تم لوگوں کی نامعلوم محنت سے تیل صوفے کے نیچے سے نکلے گا۔ یا پھر پورے لاؤنج میں تیل کا کنواں بننے والا ہے۔۔۔!! باسم نے خاصے مطمئن لہجے میں میٹھے طنز کے تیر برسائے تھے۔۔۔ یہ انکے لیٹے لیٹے کی جانی والی محنت پر تعریف کی جارہی تھی۔

زیادہ پٹری سے نا اتر۔۔۔!!! ہم نے روزہ رکھا ہوا ہوتا ہے۔۔۔! یہ کام کم ہے کیا۔۔۔؟؟ اسکے تیر برسانے پر شہرام نے اپنے کام کا اصل تعارف کروایا تھا۔ جس کو جان کر باسم سچ میں انکے کام سے متاثر ہوئے بنا رہ سکا تھا۔۔۔ کیونکہ جب سے رمضان المبارک شروع ہوا تھا۔ تب سے ہی وہ دونوں پورا پورا دن گھر میں سو کر گزرا دیتے تھے۔ یا پھر اگر جاگ رہے ہوتے۔ تو نوابوں کی طرح کمرے سے نکل کر آکر لاؤنج میں ڈیرا جما لیتے۔

اور پھر لاؤنج میں بسیرا کرتے ہوئے انہوں نے محلے کی آنٹیوں کی طرح ہر کسی پر نظر رکھنی ہوتی تھی۔ کہ کون کتنے بجے گھر سے جا رہا ہے۔۔؟ کیسے تیار ہو کر جا رہا ہے۔۔؟ کب واپس آ رہا ہے۔۔۔؟ کیسے چل کر گیا تھا, وغیرہ وغیرہ۔۔!!

ان سب چھوٹے چھوٹے سوالوں کے جواب فاتح سلطان اور شہرام علی کو بخوبی پتہ ہوتے تھے۔ پر مجال ہوا گر اپنی اس ڈیوٹی پر انکو زرا برابر بھی شرم محسوس ہوتی ہو۔۔ بلکہ ڈھیٹ بے شرموں کی طرح وہ آرام فرمانے کے ساتھ ساتھ تبصرے بازی بھی کر رہے ہوتے تھے۔

شہری۔۔۔!! باسم جو شرم دلاتی نظروں سے انکو دیکھتے ہوئے تاسف سے سر ہلا رہا تھا۔ کہ تبھی وہاں پر مشعل شہرام کو پکارتے ہوئے آئیں۔۔۔

شہری۔۔۔!! یہ کچھ گروسری کے سامان کی لسٹ ہے۔۔! جاؤ جلدی سے جا کر لے آؤ۔۔ کیونکہ افطار کی تیاری کرنا ہے۔۔۔!! شہرام کو پھر پکارتے ہوئے وہ افراتفری میں بولیں تو شہرام کا منہ بگڑ گیا۔۔۔

مام۔۔۔! میرا روزہ ہے بھئی۔۔۔!! میں نہیں جا رہا کہیں کوئی گروسری کرنے۔۔۔! ڈرائیور کو بولیں وہ جا کر لے آئے گا۔۔۔!! شہرام نے بگڑتے منہ کے ساتھ ماں کو جواب دیا۔ جس کو سن کر مشعل اسے گھور کر رہ گئیں۔۔۔

کچھ شرم کر لو شہری۔۔۔! اس گھر میں سب کا روزہ ہوتا ہے۔ لیکن صرف تم دونوں کا ہی پتہ نہیں کونسا انوکھا روزہ چل رہا ہے۔ نہ تم لوگ کوئی کام کرتے

ہو۔اور نہ ہی کوئی بات مانتے ہو۔ سارا دن لیٹے لیٹے بھی تم لوگوں کو روزہ لگتا رہتا ہے کیا۔۔۔ !!

اسکے انکار پر مشعل تیزی سے بگڑتے ہوئے اسے سنانے لگیں۔ کیونکہ انکو جب بھی کوئی کام کہا جاتا تھا۔ تو آگے سے انکا ایک ہی جواب موصول ہوتا تھا کہ "ہمارا روزہ ہے۔اس لئے ہم ہلنے سے بھی قاصر ہیں۔۔" حالانکہ گھر کے باقی سب افراد روزہ رکھنے کے ساتھ ساتھ اپنے باقی کام بھی بخوبی کر رہے تھے۔

لائیں بڑی ماما میں جا کر لے آتا ہوں۔۔۔ !! ان دونوں کو اپنا اپنا منہ چھپاتے ہوئے دیکھ کر باسم اٹھتے ہوئے بولا۔۔۔

نہیں میری جان تم ابھی کام سے تھکے ہارے آئے ہو۔اس لئے تم چپ چاپ جا کر شاباش کمرے میں ریسٹ کرو۔۔۔! کیونکہ گروسری کا سامان تو یہ دونوں ہی جا کر لائیں گئے۔۔۔!! میں بھی دیکھتی ہوں کہ کیسے نہیں یہ اٹھتے۔۔۔ !

باسم کو محبت سے جواب دیتے ہوئے مشعل نے اسکو کمرے میں جانے کا کہا تو باسم انکے اٹل فیصلے پر زیر لب مسکراتے ہوئے انکو سیلوٹ کرنے کے بعد کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

اور پھر تقریباً ایک منٹ بعد باسم کاظمی کی گناہگار آنکھوں نے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے وہ منظر بھی دیکھا تھا۔۔جب وہ دونوں منہ بسور کر لسٹ کو زہر بھری نظروں سے گھورتے ہوئے لاؤنج سے باہر نکل رہے تھے۔انکی

ڈھیٹوں کی پتلی حالت پر باسم مزے سے قہقہ لگاتے ہوئے کمرے میں چلا گیا تھا۔۔

اپنے آفس میں وہ تھکے ہوئے انداز میں چیئر سے ٹیک لگائے بیٹھا ہوا تھا۔ جبکہ درد کی شدت سے اسکا سر بھی پھٹے جا رہا تھا۔ غازیان نے بند آنکھوں سے ہی انگلیوں کی مدد سے اپنے سر کو ہلکا ہلکا دبانے کی کوشش کی تھی۔ تاکہ کچھ سکون حاصل کر سکے۔ لیکن پھر کسی خیال کے تحت وہ آنکھیں کھول کر بے اختیار اپنے آفس میں نظریں دہرانا شروع ہو گیا۔

اسلام آباد کی کورٹ میں بیرسٹر غازیان پاشا کا شاندار آفس آج مکمل طور تیار ہو چکا تھا۔ ڈیڑھ ہفتے کی محنت کے بعد وہ آج کہیں جا کر اپنے آفس کو تیار کروا

پایا تھا۔ آفس کی مکمل تیاری تو کچھ دن پہلے ہی پوری ہو چکی تھی۔ لیکن پھر فرنیچر، اور آفس کی کچھ دوسری سیٹنگز میں غازیان کا بہت ٹائم لگ گیا۔ بلیک اینڈ وائٹ تھیم کے مطابق ہی غازیان نے یہاں کی ہر چیز کو تیار کروایا تھا۔

لیکن ابھی آفس کی سکیورٹی سے مطلق بہت سے ضروری سٹیپ رہتے تھے۔ جب سے ان سب نے آفشیلی اپنی اپنی جاب کو سٹارٹ کیا تھا۔ تب سے ہی فارم ہاؤس میں ایشام صدیقی بھی اپنا پورا ایک ہیکنگ سسٹم تیار کرنے میں مصروف تھا۔

فارم ہاؤس کے ایک کمرے کو ایشام صدیقی پورے کا پورا ریڈ الارم بنا چکا تھا۔ غازیان جو اسے بلا کر یہاں کی سکیورٹی کروانا چاہ رہا تھا۔ لیکن پھر ایشام کی اپنی

مصروفیات کو دیکھتے ہوئے اب غازیان کو اسکے فری ہونے کا انتظار کرنا تھا۔ اسکے فری ہونے کے بعد ہی وہ یہاں پر آکر کچھ کام کر سکتا تھا۔

غازیان نے ایک بار پھر اپنے آفس کی ہر چیز پر نظر دہرائی۔ تو ہر چیز شان دار دیکھ کر وہ مطمئن انداز میں بھاری سانس خارج کرتے ہوئے پھر چیئر سے ٹیک لگا گیا۔ سب کچھ مکمل تھا۔ اب بس یہاں کی صفائی کروانا رہتی تھی۔ جو وہ کل کروانے کا ارادہ رکھتا تھا۔

دوبارہ آنکھیں کھولتے ہوئے غازیان نے گھڑی میں وقت دیکھا تو دن کے چار بج رہے تھے۔ ٹائم دیکھنے کے بعد اس نے موبائل اٹھاتے ہوئے اپنا گروپ چیک کیا۔ تو گروپ میں فاتح اور شہرام کی بغرتیاں دیکھ کر وہ بے ساختہ ہنس پڑا۔۔۔

ان ویلے کمینوں کو ہی کل بلا کر یہاں کی صفائی کرواتا ہوں۔۔۔!!انکی زو معنی گفتگو پڑھتے ہوئے غازیان مسکراتے ہوئے سوچ رہا تھا۔۔ گروپ میں باسم کا "بیک" والے میسیج پر اسکی نظر پڑی۔تو غازیان بھی گھر جانے کے لئے اپنی کرسی سے کھڑا ہو گیا۔ باسم کو گھر پہنچے دیکھ کر اسکا دل بھی یہاں پر رکنے کو مزید نہیں تھا۔

اٹلی میں رہتے ہوئے کبیر اور فارس نے ان سب کو خاص عادت ڈالی تھی۔ کہ ان میں سے جو بھی فری ہو کر گھر پہنچے گا۔ وہ گھر جا کر گروپ میں اطلاع کے طور پر واپس آنے کا میسیج کر دے گا۔تا کہ باقی سب اسکی واپسی کے بارے میں باخبر رہیں۔اور اب انکی یہ عادت پاکستان واپس آ کر بھی نہیں ختم ہوئی تھی۔

گھر سے نکلنے سے پہلے اور واپس آنے کے بعد میں اب بھی انفارم کرنا ان سب کی روٹین کا حصہ تھا۔

باہر نکل کر غازیان جو ابھی اپنا آفس لاک کر رہا تھا۔ کہ اسکا موبائل اچانک وائبریٹ ہونے لگا۔ چونکنے والے انداز میں غازیان نے پاکٹ سے موبائل نکال کر دیکھا تو باسم کی طرف سے میسیجز آئے ہوئے تھے۔ جو اسکو واپسی پر ماہ پارہ کو یونیورسٹی سے پک کرنے کا کہہ رہا تھا۔

ماہ پارہ کے نام پر غازیان پاشا کا دل یک دم وارفتگی سے دھڑکا تو وہ بے ساختہ اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے ہونٹ کاٹ گیا۔

غازی کے جواب نہ دینے پر باسم کی جانب سے پھر پیغام موصول ہوا تھا۔

"گڑیا کو پک کر لو گئے؟ کہ میں جاؤں۔۔؟" 🙄

باسم کے استفسار کرنے پر غازیان نے تیزی سے ٹائپ کرتے ہوئے اسے جواب دیا۔۔

"نہیں! ضرورت نہیں ہے۔۔! میں کرنے جارہا ہوں۔۔"

دوسری طرف باسم جو اپنے کمرے میں آرام کرتے ہوئے اسکے جواب کا انتظار کررہا تھا۔ جو کہ کچھ سیکنڈ بعد ہی اسکے موبائل پر نمودار ہو چکا تھا۔

"ٹھیک ہے۔۔! یقیناً، اس بار تم گاڑی آہستہ ہی چلاتے ہوئے واپس آو گئے۔۔ 😉😏" باسم نے زیر لب مسکرا کر میسج کرتے ہوئے اچانک اسے چھیڑا تھا۔

جبکہ غازیان جواب گاڑی میں بیٹھ کر گاڑی سٹارٹ کررہا تھا۔ کہ موبائل کے دوبارہ وائبریٹ کرنے پر بے اختیار رکتے ہوئے پھر دیکھنے لگا۔ جہاں سکرین پر

باسم کا شرارت بھرا پیغام پڑھتے ہوئے غازیان نہ چاہتے ہوئے بھی مسکراتے ہوئے اسے گالیوں سے نواز نا شروع ہو گیا تھا۔۔۔

سالا۔۔!ردی والا ڈاکٹر۔۔۔!!آیا بڑا مجھے چیک کرنے والا۔۔۔" باسم کے چھیڑنے پر غازیان نے سر جھٹکتے ہوئے اسے سنایا تھا۔

افطار کرنے کے بعد سب نیچے لاؤنج میں بیٹھے ہوئے تھے۔جبکہ ایک صرف گل ناز ہی تھی۔۔جو غائب تھی۔افطار کرنے کے بعد تھوڑی دیر رک کر وہ اوپر اپنے کمرے میں جا چکی تھی۔فارس جو سب کے بیچ بیٹھا کب سے اسکی غیر موجودگی نوٹ کر رہا تھا۔اور شاید دل ہی دل میں وہ اسکے واپس آنے کے انتظار میں بھی تھا۔

لیکن جب کافی دیر تک وہ واپس نہیں آئی تو دل کے ہاتھوں مجبور ہوتے وہ خود کھڑا ہو گیا۔ تاکہ دیکھ سکے۔ کہ آخر وہ کمرے میں کر کیا رہی ہے۔

کیونکہ آج سے پہلے وہ کبھی بھی ایسے سب کے بیچ سے اٹھ کر غائب نہیں ہوئی تھی۔ کبیر کو اشارہ کرتے ہوئے کال سننے کے بہانے فارس لاونج سے نکلا تھا۔ اور اب وہ ناز کے کمرے کی جانب بڑھ رہا تھا۔

بلو کلر کی ٹی شرٹ اور ٹراؤزر میں اپنی سحر انگیز شخصیت کے ساتھ پوری شان کے ساتھ قدم اٹھاتے ہوئے اسکا رخ ناز کے کمرے کی جانب تھا۔ شہد رنگ آنکھوں میں اس وقت سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔ جبکہ ڈارک براؤن بال بھی کچھ ماتھے پر بکھرے سے ہوئے تھے۔ موبائل دوسرے ہاتھ میں پکڑتے

ہوئے وہ ناز کے کمرے کے سامنے آیا تو ہینڈل گھماتے ہوئے جلدی سے اندر داخل ہو گیا۔

وہ جتنی بے تابی کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا تھا۔ اتنی ہی خاموشی کے ساتھ اسے پورا کمرہ خالی پڑا ہوا نظر آیا۔۔

یہ جنگلی بلی اپنے کمرے میں بھی نہیں ہے، تو کہاں ہے آخر۔۔۔! سارے کمرے میں نظریں دہرا کر فارس بے اختیار سوچتے ہوئے چلتے ہوئے بیڈ کے قریب آیا۔ بلیک کلر کے تھیم سے ڈیزائن کیے ہوئے کمرے میں نظریں دہراتے ہوئے وہ نامحسوس انداز میں اپنی منکوحہ کی موجودگی محسوس کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کہ اچانک فارس کی نظریں بیڈ پر پڑی۔ جہاں کچھ بلیک کپڑا پڑا ہوا تھا۔۔۔

فارس نے نا سمجھی سے ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے دیکھنا چاہا تو کپڑے کو الٹ پلٹ کرتے ہی اسکی آنکھوں کے کنارے پھیل گئے۔ لیکن پھر دوسرے ہی پل وہ دلکشی سے مسکراتے ہوئے تیزی سے منہ میں زبان کو رول کرنے لگا۔

یہ میرے بنا اتنی خطرناک چیزیں کیسے پہن رہی ہے۔۔۔! ناز کی بلیک کلر کی نائٹی کو الٹ پلٹ کرتے ہوئے وہ حیرانی سے سوچ رہا تھا۔ بلیک کلر کی نائٹی کے جالی دار کپڑے کو فارس نے ہاتھ کی ہتھیلی پر چیک کرنے والے انداز میں دیکھا تو نائٹی میں اپنا ہاتھ نمایاں ہوتے دیکھ کر اسکا دل بری طرح مچل اٹھا۔ دھڑکتے دل کے ساتھ خیالوں کی دنیا میں بے ساختہ اسکے خوبصورت سراپے کو اس آفت میں ملبوس ہوتے وہ سوچنے لگا تو سوچنے کی کوشش میں وہ کھو سا گیا۔

فارس جو مدہوش ہوتے خیالات کی دنیا میں خود سے الجھ رہا تھا۔ کہ تبھی باتھ روم کا دروازہ کھولتے ہوئے ناز خود پر ٹاول لپیٹے اپنے دھیان میں گم باہر نکلی۔۔۔وہ ابھی ایک لانگ شاور لے کر باہر نکلی تھی۔

دروازہ کھلنے کی آواز پر فارس نے مڑتے ہوئے دیکھا تو سامنے کے منظر کو دیکھتے ہی ششدر رہوتے وہ فریز ہوتا چلا گیا۔ اسکے برعکس ناز جو اپنے دھیان میں گم ڈریسنگ ٹیبل کی جانب بڑھ رہی تھی۔ کہ کچھ غیر معمولی محسوس کرتے ہوئے اس نے چہرہ اٹھایا تو اپنے کمرے میں فارس کو کھڑے دیکھ کر اسکے لبوں سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ جبکہ فارس جو ہوش بھلائے اسکے خوبصورت جسم سے پانی کی بوندوں کو پھسلتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ کہ ناز کے چلانے پر ہوش میں آتے اسے دیکھنے لگا۔۔۔

تمہارا دماغ خراب ہے کیا۔۔۔؟تمہاری میرے کمرے میں آنے کی ہمت بھی کیسے ہوئی ہے۔۔۔!بدن پر لپٹے ہوئے ٹاول کو مضبوطی سے تھام کر وہ سامنے والے پر بھڑکتے ہوئے اس پہلے تیزی سے جا کر ڈریسنگ روم میں بند ہوتی۔کہ اسکا چھپنے کا ارادہ بھانپتے ہوئے فارس ایک جست میں اس تک پہنچ کر ناز کو کمر سے جکڑتے ہوئے اوپر اٹھا گیا۔۔۔

اہہہ۔۔۔!!!فارس کو اچانک خود پر جھپٹتے ہوئے دیکھ کر خوف سے ناز کے لبوں سے دوبارہ چیخ برآمد ہوئی۔تو ٹانگوں کو ہلاتے ہوئے وہ بری طرح مچل گئی۔۔۔

مجھے نیچے اتارو فارس۔۔۔!!ورنہ میں تمہارا خون کر دوں گی۔۔۔!!شرم وحیا سے سرخ پڑتے ہوئے وہ پھر چلائی تو فارس اسکی مزاحمت کا اثر لیے بنا اسکو نیچے

کھڑا کے دیوار کے ساتھ پش کرتے ہوئے جارہانہ انداز میں اسکے بھیگے تیزی سے ہونٹوں کو قید کر گیا۔۔۔ جس پر نازنے یک دم تھمتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔ جو آنکھیں بند کیے اسکے ہونٹوں کو اچانک اتنی شدت سے محسوس کرنا شروع ہو گیا تھا۔۔

فارس نے شدت پسند ہوتے اسکے اوپر والے لب کو زور سے ہونٹوں میں سک کیا تو ناز کی ریڑھ کی ہڈی میں تیزی سے سنسناہٹ دوڑ گئی۔ جبکہ بدن میں سرد لہریں بھی پیدا ہوں شروع ہو گئی تھیں۔ مقابل کے پر حدت ہونٹوں کو اپنے نازک لبوں کے الجھتے ہوئے محسوس کر کے نازنے مزاحمت کرتے ہوئے فارس کو دور کرنا چاہا تھا۔

جبکہ فارس دل میں اٹھتے ہوئے جواں جذبات اور اسکے بھیگے بدن کو دیکھ کر ہوش کھو چکا تھا۔اسکی مچلتی کلائیوں کو قابو کر کے اوپر دیوار کے ساتھ لگاتے ہوئے فارس نے اپنا وجود اسکے نازک بدن کے ساتھ بری طرح مس کیا تو ناز کی گرین آنکھیں آخری حد تک پھیلتی چلی گئیں۔ابھی وہ سنبھلی بھی نہیں تھی۔

جب فارس ایک جھٹکے میں اسکی تھائیز کو جکڑتے ہوئے اوپر گود میں اٹھا کر کھڑا ہو گیا۔ناز شرم سے مرنے والی ہو چکی تھی۔اپنے ٹاول کو مضبوطی سے تھامے وہ اپنا چہرہ اسکی پہنچ سے دور کرنے کی کوشش کرنے لگی تو وہ پہلے سے بھی زیادہ شدت پسندی میں مبتلا ہونے لگا۔

آنکھیں کھولتے ہوئے اس نے ایک دم سے پہلے ناز کی زبان کو ہونٹوں میں جکڑا اور پھر اسے یوں ہی گود میں اٹھا کر چلتے ہوئے بیڈ کی جانب بڑھنے لگا۔۔۔ جبکہ وہ حیرانی و نا سمجھی سے اسکو دیکھ رہی تھی۔

اپنی زبان کو اسکے لبوں کی گرفت میں دیکھ کر ناز کا وجود لرزنا شروع ہو چکا تھا۔ آفس سے تھک ہار کر افطار کرتے ہی وہ اوپر کمرے میں آگئی تھی۔ تاکہ ایک پر سکون شاور لے کر خود کو سکون پہنچا سکے۔ لیکن اسے کیا پتہ تھا۔ کہ ایک جن آکر اسکا رہا سہا سکون بھی برباد کر دے گا۔

فارس نے اسے بیڈ پر لٹاتے ہوئے ٹیبل پر پڑے ریموٹ سے کمرے کی لائٹس آف کیں۔ تو ایک دم سے گھبراتے ہوئے ناز نے اٹھنے کی کوشش کی۔۔۔

فف۔۔فارس۔۔۔۔!!!کمرے میں پھیلا اندھیرا، تضاد خود کو اسکی قید میں پھڑ پھڑاتے ہوئے دیکھ کر اپنی بکھری ہوئی حالت میں اس نے کانپتے ہوئے لہجے میں اسے پکارا تھا۔۔

جانِ فارس۔۔۔!!!اپنی ٹی شرٹ اتار کر بیڈ کی دوسری سائیڈ پر پھینکتے ہوئے فارس نے بوجھل اواز میں میٹھے لہجے میں بولتے ہوئے اسکی پکار کا جواب دیا تو اندھیرے میں اسے شرٹ لیس ہوتا دیکھ کر ناز نے یک دم بوکھلا کر اٹھنے کی کوشش کی تھی۔۔جس کو محسوس کرتے فارس تیزی سے اس پر سایہ فگن ہوتے لیٹ گیا۔۔

روحِ من۔۔۔!! میں سوچتا تھا، کہ ویڈنگ نائٹ پر مجھے بہکتے ہوئے نجانے کتنے پل لگ جائے۔۔۔! پر۔۔۔!! تمہارا آج کا ہوش ربا سراپہ دیکھ کر مجھے لگ رہا ہے۔ کہ میں بہت غلط سوچتا رہا ہوں۔۔۔!!! ناز کے بھیگے بالوں کی خوشبو کو اپنے اندر اتارتے ہوئے وہ بھاری آواز میں سرگوشی کرتے ہوئے بولا تو وہاں پھیلی ہوئی قربت کی گرمی کو محسوس کرتے ناز حد سے زیادہ بے چینی کا شکار ہو گئی۔ جبکہ فارس مدہوش ہوتے اسکی گردن پر جگہ جگہ لب رکھتے ہوئے اسکے کندھوں پر بھی اپنا لمس بکھیرتا جا رہا تھا۔۔۔

ففار۔۔فارس۔۔۔!! نہیں کرو۔۔۔!! مجھ سے دور ہو جاؤ۔۔۔!!! بے حد بے چینی کی کیفیت میں وہ کمزور سا احتجاج کرتے ہوئے کہنے لگی تو فارس ہمدانی نے زرا سا اٹھتے ہوئے اسکے وجود پر لپٹا تاول ایک جھٹکے میں کھینچ کر الگ کر دیا۔ جس پر یک دم وہ بے یقینی کی سی کیفیت میں چیختے ہوئے بت گئی۔۔

لیکن جب اندھیرے میں مقابل نے اپنا شرٹ لیس وجود تیزی سے اسکے بدن کے ساتھ مس کیا تو بیک وقت ان دونوں کے جسموں میں آگ کی لہر ڈورتی چلی گئی۔ قربت کی لپیٹ میں قید ہوتے نازنے بے خودی میں اپنی کمر بلند کی تو فارس ہمدانی کا دل زوروں سے مچل اٹھا۔۔ جذبات کی رو میں آخری حد تک بہکنے کے بعد فارس نے اسکی ڈھرکنوں کے ساتھ زرا سے لب مس کیے تو بے ساختہ ناز کا وجود بیڈ پر اچھل گیا۔۔۔۔ اپنی دھڑکنوں پر اسکے بھیگے ہونٹوں کا لمس اور مونچھوں کی میٹھی سی چھبن محسوس کرتے ہوئے ناز کے دل میں قید تتلیاں باہر آنے کے لئے بری طرح پھڑ پھڑانے لگیں۔

خان بلکل ٹھیک بول رہا تھا۔ کہ رخصتی اب بے حد ضروری ہو چکی ہے۔۔۔!! اسکی کمر میں بازو لپیٹ کر کروٹ بدلتے ہوئے فارس نے اسے اپنے اوپر لٹا کر سرگوشی کی۔ تو ناز لرزتے ہوئے اسے تھام گئی۔ اس حالت میں وہ زرا سی بھی

آواز نہیں نکال پا رہی تھی۔اندھیرے میں اسکے ہونٹ بار بار "فاری" کی پکار میں ہل رہے تھے۔۔۔شاید وہ بہت کچھ بولنے کی کوشش میں تھی۔

فارس کو اسکا کانپنا محسوس ہوا تو معنی خیزی انداز میں مسکراتے ہوئے اسکے گیلے بال اٹھا کر پیچھے پھینک گیا۔جبکہ ناز کو زرا سا اوپر اٹھاتے ہوئے فارس نے اسکے کانپتے لبوں کو دوبارہ اپنی گرفت میں لیا تو ناز زور سے آنکھیں میچتے ہوئے اسکے کندھوں پر ناخن گاڑنے لگی۔

جبکہ وہ قطرہ قطرہ کرتے اسکی میٹھی سانسوں کو خود میں گھولتے ہوئے ساتھ ساتھ بے باکی سے اسکی پشت پر ہاتھ پھیرنا شروع ہو گیا تھا۔فارس کا ہاتھ گردش کرتے ہوئے اسکی ٹانگوں پر الجھنے لگا تو ناز ایک دم سے کرنٹ کھاتے

ہوئے اپنے ہونٹ چھڑا کر سائیڈ پر لیٹ کر تیزی سے اپنا ٹاول تلاش کرنے لگی۔ جو اس اندھیرے میں کہیں بھی تلاش کرنا ناممکن سا تھا۔۔

نازو۔۔۔!! میرے اندر آگ جلنے لگی ہے۔۔۔!! ناز کی کوشش ناکام بناتے ہوئے فارس جلدی سے پھر اسکے اوپر سایہ فگن ہوتے بے بسی سے بولا تو وہ بھی بے بسی سے اپنا ہونٹ کچلنا شروع ہو گئی۔۔۔

فارس تم حد سے بڑھ رہے ہو۔۔۔!! تم میں کچھ شرم یا لحاظ بچا ہے یا نہیں۔۔۔!!! اپنے لرزتے وجود کے ساتھ پھر اسکا چوڑا سینہ مس ہوتے دیکھ کر وہ خفت و حیا سے دبا دبا چیخ پڑی۔۔ کیونکہ مقابل اسکی حالت انتہائی خراب کر چکا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ کہ وہ کبھی اس کے ساتھ اس قدر بے شرمی پر بھی اتر سکتا ہے۔۔۔

جو جلوے تم نے مجھے آج دیکھائے ہیں نا۔۔۔! بھول جاؤ، کہ اب میں کبھی تمہارے ساتھ کوئی حدر کھوں گا۔۔۔!! یہ شرم وحیا کے سارے پردے بہت جلد گرنے والے ہیں۔۔۔! اس لئے بناچوں چرا کیے اس آگ کو محسوس کرو۔ جو میرے اندر تمہاری طلب کی صورت میں اب بھڑکتے جارہی ہے، اور تمہارے اس کندن جیسے بدن کو اپنی لپیٹ میں لینے کے مجھے ہر حد بھلانے پر بھی مجبور کررہی ہے۔۔۔"۔ شدت پسندی سے چباتے ہوئے بول کر فارس نے اسکی کان کی لوح پر زور سے دانت گاڑے تو وہ مزید بوکھلا کر سسک اٹھی۔۔

سی۔۔۔!! پاگل ہوگئے ہو کیا۔۔۔!! چھوڑو مجھے۔۔۔!! بھاری سانس خارج کرتے ہوئے ناز بھرپور طریقے میں زور آزمائی کررہی تھی۔ لیکن مسلسل ناکام ہورہی تھی۔۔۔

اسکی کلائیوں کو پھر ایک ہاتھ میں قید کرتے ہوئے فارس نے جھکتے ہوئے اسکی دھڑکنوں پر دانت گاڑ دیے۔ جس پر ناز تڑپتے ہوئے آنکھیں بڑی کر گئی۔۔۔

آہہہ۔۔۔۔۔!! اپنی دھڑکنوں پر فارس کی انتہا خیزی کو محسوس کرتے ناز بے اختیار سسکی تو اسکے تڑپنے پر فارس مزید مدہوش ہوتے اسکے کندھوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اپنا لمس بکھیرنے لگا۔۔۔

ناز جو اپنی ہر ممکن طور پر زور آزمائی کرتے ہوئے اسکی گرفت سے نکلنے کی کوشش میں تھی۔ کہ بے ساختہ فارس کو بے باکی سے اپنے دھڑکنوں میں چہرہ چھپاتے ہوئے دیکھ کر پہلے اسکا رواں رواں کانپا اور پھر وہ جھٹکا کھاتے ہوئے پوری قوت لگا کر اسے خود سے پرے دھکیل گئی۔۔۔

بد تمیز انسان تمہارا دماغ خراب ہے ہو گیا ہے کیا۔۔۔؟؟؟ تیزی سے اٹھتے ہوئے سائیڈ پر پڑی فارس کی ٹی شرٹ اٹھا کر پہنتے ہوئے وہ چبا کر غراتے ہوئے بول گئی۔ جبکہ اسکی لائٹ گرین آنکھوں سے آگ کے شعلے نکلنے لگے تھے۔

اسکے برعکس فارس اسے اپنی ٹی شرٹ زیب تن کرتے ہوئے دیکھ کر بے باکی سے ہونٹ کا کونا دباتے ہوئے اسے

اسکے برعکس فارس اسے اپنی ٹی شرٹ زیب تن کرتے ہوئے دیکھ کر بے باکی سے ہونٹ کا کونا دباتے ہوئے اسے دلکشی سے دیکھنے لگا۔۔۔ سامنے بیٹھی اپسرا اسے خون آلودہ آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ لیکن فارس ہمدانی اپنی مستی میں مگن بس اسکے انگ انگ کو نہارنے میں مصروف تھا۔۔۔

فارس ہمدانی۔۔۔!!!اگر تم دو سکینڈ کے اندر اندر میرے روم سے باہر دفع نہ ہوئے تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔۔!!!اپنی برہنہ ٹانگوں پر اسکی نظروں کو مرکوز دیکھ کر وہ شرم سے جلتے ہوئے بے ساختہ پھنکار گئی۔جبکہ لہجہ سیدھا سیدھا دھمکی آمیز تھا۔نازنے جلدی سے آگے بڑھ کر رکھی اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا تھا۔تاکہ خود کو اسکی بے شرم نظروں سے چھپا سکے۔جو کسی آکٹوپس کی طرح اسکو خود میں جکڑنے کی کوشش میں تھا۔۔۔

میری شرٹ تو تم نے پہن لی ہے۔۔۔!!اب میں کمرے سے باہر کیسے دفع ہوں"روحِ من"۔۔۔؟؟؟سر کے نیچے کہنی ٹکاتے ہوئے مزے سے لیٹ کر فارس اسکے سراپے پر نظر دہرا رہا تھا۔

تم یہاں سے دفع ہو رہے ہو کہ میں جاؤں بڑے بابا کے پاس۔۔۔؟؟؟ مقابل کے زو معنی انداز میں دیکھنے پر وہ حد درجہ تنگ پڑتے ہوئے چیخی تو فارس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ مچل گئی۔ جس کو چھپانے کی غرض سے وہ بے اختیار اپنے ہونٹوں پر انگلی رب کرنے لگا۔۔اندر ہی اندر اسکا دل کر رہا تھا۔ کہ وہ اونچی قہقہے لگاتے ہوئے مزے لے۔ کیونکہ اسے اپنی منکوحہ کی پتلی حالت بہت مزہ دے رہی تھی۔

مس منکوحہ صاحبہ اس میں اتنا غصہ کرنے والی کون سی بات ہے۔۔۔!! میں تو بس یہ ہی کہہ رہا ہوں نا کہ میری شرٹ تم نے پہن لی ہے تو بے بی میں اب باہر کیسے جاؤں۔۔۔؟؟ ناز کی کلائی کو جکڑ کر اسے جھٹکا دیتے ہوئے فارس نے اچانک اسے اپنے اوپر گرایا تو وہ سنبھلنے والے انداز میں اسکے سینے پر ہاتھ جما

گئی۔۔۔ جبکہ فارس کا جھوٹا معصوم لہجہ سن کر ناز کے وجود رکیں شدید غصے کی لہر دوڑنے لگی تھی۔۔۔

چھوڑو مجھے۔۔۔!! اور دفع ہو یہاں سے۔۔۔!! فارس کی گرفت میں بری طرح مچلتے ہوئے وہ چلائی تو اسے غصے سے بے بس ہوتے دیکھ کر فارس کو بے اختیار اس پر ترس آگیا۔۔

اچھا ٹھیک ہے۔۔! غصہ نہیں کرو۔۔۔!! جا رہا ہوں میں ایسے ہی۔۔۔!! پر جانے سے پہلے تمہیں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔۔۔!!! ناز کو غصے سے لال بھبوکا ہوتے دیکھ کر فارس نے اسکی بلیک نائٹ کو شرارتی نظروں سے دیکھتے ہوئے لہجے کو یک دم سنگین بنایا تو ناز جو مزاحمت کرتے ہوئے اسے سے دور ہونے کی

کوشش کر رہی تھی۔ کہ اکسے اتنے سیریس لہجے کو سنتے ہوئے بے اختیار رکتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔ شاید یہ اسکی بات سننے کا اشارہ تھا۔

ناز کو مزاحمت ترک کرتے ہوئے دیکھ کر فارس نے اپنی ہنسی ضبط کرتے ہوئے اسے زرا سا خود پر جھکایا اور اسکے بالوں کی خوشبو میں لمبا سانس کھینچتے ہوئے ناز کے کان میں سلگتی ہوئی سرگوشی کرنے لگا۔۔ جبکہ ناز جو یہ امید کر کے بیٹھی تھی کہ وہ کچھ سیریس کہنے والا ہے۔ کہ اپنی نائٹی کے حوالے سے فارس کی اس قدر بے باک سرگوشی کو سنتے ہوئے وہ ناچاہتے ہوئے بھی بت بنتی چلی گئی۔ اتنے بے باک الفاظ سننے کے اسکی آنکھیں تو پھٹ ہی چکی تھیں۔ جبکہ چہرہ بھی بھانپ چھوڑنے لگا تھا۔۔ جبکہ فارس اپنے الفاظ پر اسکاری ایکشن دیکھتے ہوئے ہنسی ضبط کرتے ہوئے بیڈ سے اٹھ کھڑا ہو گیا۔ ناز کے کھلے ہوئے منہ اور اسے فریز ہوتے دیکھ کر فارس کا دل کر رہا تھا کہ اونچی اونچی قہقہے

لگائے۔ لیکن پھر جھکتے ہوئے صرف اسکے سر کو چومنے کے بعد ایسے ہی شرٹ لیس باہر کی جانب بڑھ گیا۔

ہاتھ میں گرین کلر کی ٹی شرٹ پکڑے کبیر بیک لان میں سوئمنگ پول کے پاس کھڑا تھا۔ جبکہ دوسرے ہاتھ میں پکڑے ہوئے موبائل میں بار بار دیکھتے ہوئے، وہ فارس کے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ کبیر سب کے ساتھ لاونج میں بیٹھا ہوا تھا۔ جب فارس اوپر بہانے سے ناز کو دیکھنے کے لیے گیا تھا۔

لیکن اب کچھ دیر پہلے کبیر کو اسکا میسج موصول ہوا تھا۔ جس میں وہ ایک ٹی شرٹ لے کر بیک لان کی طرف آنے کا کہہ رہا تھا۔۔

فارس کا میسج پڑھنے کے بعد پہلے تو کبیر نا سمجھی سے زرا حیران ہو گیا۔ لیکن پھر کمرے سے اپنی ٹی شرٹ لینے کے بعد وہ یہاں پر پہنچ گیا۔تا کہ جان سکے۔ کہ اسے ایسے ٹی شرٹ منگوانے کی کیا ضرورت پڑ گئی آخر۔۔۔حالانکہ وہ تو ناز کے کمرے میں گیا ہوا تھا۔۔۔

کبیر جو پچھلے پانچ منٹ سے فارس کے آنے کا انتظار میں مصروف تھا۔ کہ بے اختیار اسکی نظر سامنے کی طرف اٹھ گئی۔ جہاں سے فارس ہمدانی اپنے شرٹ لیس چوڑے وجود کے ساتھ تیزی سے قدم اٹھاتے ہوئے اسی طرف تشریف لا رہے تھے۔۔

گھر میں اسے یوں شرٹ لیس پھرتے دیکھ کر کبیر کی آنکھیں پہلے تو بہت تعجب سے پھیلیں۔ لیکن پھر وہ مقابل کی مغرور بھری چال کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے پیچھے رکھی چیئر پر بیٹھ گیا۔

اسکے برعکس کبیر کو اپنا معائنہ کرتے ہوئے جان کر فارس نے دلکشی سے اسکی طرف مسکراہٹ اچھالی تھی۔ جس پر کبیر نے آبرو اچکاتے ہوئے اسکے ان انداز کو ہضم کرنا چاہا۔۔

فارس بالکل اسکے قریب آکر سامنے کھڑا ہوا تو اسکے سینے اور کندھوں پر خراشوں کے نشان دیکھتے ہوئے کبیر کی آئس بلو آنکھیں اب اچانک حیرت سے دوچار ہوتے بڑی ہو چکی تھیں۔ کبیر کے ہاتھ سے ٹی شرٹ لے کر، فارس نے فلک شگاف قہقہہ لگاتے ہوئے اسکی شاکڈ حالت کو انجوائے کیا تھا۔۔

کمینے کیا کر آرہا ہے تو۔۔۔؟؟اسے ٹی شرٹ پہنتے ہوئے دیکھ کر کبیر نے ہوش میں لوٹتے ہوئے زرا چبا کر استفسار کیا۔ جبکہ انداز زرا متجسس زدہ تھا۔

کچھ خاص نہیں مسٹر کبیر خان۔۔۔!!بس زرا سی ملاقات کر کے آرہے ہیں۔۔۔!!!ٹی شرٹ پہنے کے بعد فارس نے بالوں میں انگلیوں پھیرتے ہوئے انکو سنوارا اور اپنے کام میں مشغول ہونے کے ساتھ ساتھ زو معنی لہجے میں کبیر کو جواب بھی دیا۔ جس کو سن کر وہ ششدر رہو چکا تھا۔۔۔

کمینے، بے غیرت۔۔۔!!کل تک تو مجھے رمضان کا درس دے رہا تھا۔اور بکواس کر رہا تھا۔ کہ میں کیوں بے صبرا ہو رہا ہوں۔۔!!اب خود کے بارے میں کہا کہے گا۔۔۔؟؟فارس کے معنی خیزی الفاظ اور آنکھوں میں رقص کرتی ہوئی مدہوشی کو دیکھتے ہوئے وہ آگ بگولا ہوتے پوچھنے لگا تھا۔۔۔

ہمم۔۔۔!! صحیح کہہ رہا ہے تو۔۔۔!! میں اس دن والے سب الفاظ پر تجھ سے تہہ دل سے معذرت خواہ ہوں۔۔۔!! اس لئے اب تو یہ بتا کہ رخصتی کا پلین کب تک فائنل کر رہا ہے۔۔۔!! کبیر کے آگ بگولہ ہونے پر مصنوعی سنجیدگی سے معذرت کرتے ہوئے فارس نے زرا بے تابی دیکھاتے ہوئے اس سے رخصتی کے بارے میں استفسار کیا تھا۔ کبیر خان جو اس سے کسی اور جواب کی امید کیے بیٹھا تھا۔۔

کہ بے اختیار اسکے اتنا بے صبرے ہونے پر نہ چاہتے ہوئے بھی اسکا قہقہ ابل گیا۔ اسے ہنستے ہوئے دیکھ کر فارس بھی قہقہ لگاتے ہوئے اسکے ہاتھ پر ہاتھ مار کر سامنے بیٹھ گیا۔۔۔

فارس کو اپنے سامنے بیٹھتے ہوئے دیکھ کر کبیر اپنی ہنسی کو کنٹرول کرتے ہوئے اسے سیریس لہجے میں ڈیٹیلز سے آگاہ کرنے لگا۔۔

وہاں کی تیاریاں تو مکمل ہو چکی ہیں۔اس لئے ہم دو دن میں یہاں سے نکل جائیں گئے۔۔۔!! کیونکہ پندرہ روزے تو اب مکمل ہو ہی چکے ہیں۔۔۔!! تو میں سوچ رہا ہوں۔کہ باقی کے روزے اپنی خود مختار رخصتی کو انجوائے کرتے ہوئے وہیں پر گزار لیں گئے۔۔اور پھر عید سے ایک دن پہلے ہم اپنی واپسی کر لیں گئے۔۔۔!! آنے والے دنوں کی پلینگ کرتے ہوئے کبیر مسرور انداز میں سوچتے ہوئے چیئر سے ٹیک لگاتے ہوئے بول رہا تھا۔۔۔

گریٹ۔۔۔!! لیکن مجھے ایک چیز فکر مند کر رہی ہے یار۔۔۔؟؟ ساری پلینگ کو سراہتے ہوئے فارس اچانک زرا تشویش زدہ ہوا تو کبیر جواب میں فوراً بول پڑا۔۔۔

کیوں اب تجھے کیا پریشانی ہو رہی ہے۔ کہیں تو اب ہمارے باپ، دادا کی فکر میں تو نہیں جت گیا۔۔۔؟ اسکی پریشانی کا خود سے اخذ کرتے ہوئے کبیر کا لہجہ تیزی سے طنزیہ ہو چکا تھا۔ اسے لگ رہا تھا۔ کہ شاید اب فارس کو گھر والوں کے ری ایکشن کی فکر ہونے لگی ہے۔۔۔

ابے نہیں سالے۔۔۔!! باپ، دادا کو کون سوچ رہا ہے۔۔۔!! جب ہم انکو سرپرائز کے طور پر دادا، پر دادا کے عہدے پر فائز کر دیں گئے۔ تو یقیناً وہ ہماری شکر گزاری کرنا ہی پسند کریں گئے۔۔۔! میں تو ہماری منکوحہ کے بارے میں

سوچ رہا ہوں۔ کہ کیا اتنی آسانی سے وہ ہمارے ہاتھ آجائیں گئیں۔۔۔؟

فارس نے اسکے طنز کو ہوا میں اڑانے کے بعد بے پرواہی سے بولتے ہوئے گھر والوں کو سائیڈ پر کیا تھا۔ اسکی بے فکری پر کبیر اسکے الفاظ پر متاثر ہوئے بنا نہ رہ سکا۔۔۔ !!

تو تجھے کیا لگتا ہے۔ کہ میں نے یہ پندرہ دن کی ٹرپ جھگ مارنے کے لیے پلین کی ہوئی ہے۔۔۔؟ ظاہر سی بات ہے کہ میں نے پورا پورا شیڈول بنا کر ہی سب کچھ پلین کیا ہوا ہے۔۔۔!!! فارس کی اصل فکر مندی جان کر کبیر پر سکون انداز میں جواب دیتے ہوئے آبرو اچکا کر اسکو دیکھ گیا۔۔ جس پر فارس الجھتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔۔

اتنا سسپینس بنانے کی بجائے تو مجھے سیدھا سیدھا بتا نہیں سکتا۔ کہ تیرے اس شیطان جیسے دماغ نے کیا کیا سوچ کر ہوا ہے۔۔۔!! اسے جان بوجھ کر فلیکس مارتے ہوئے دیکھ کر فارس اب حقیقتا چڑتے ہوئے بولا تھا۔۔۔

سالے تو اتنا کوڑھ دماغ ہو گا۔ مجھے آج پتہ چل رہا ہے۔۔! وہاں جا کر اتنے دن رہنے کا مطلب یہ ہی ہے۔ کہ پہلے کچھ دنوں میں اپنے شکار کو قابو کرنا ہے۔۔ اور جب وہ پوری طرح آپکے شکنجے میں قید ہو جائے گا۔ تو موقع دیکھتے ہوئے حلال بھی کر دیں گئے۔۔۔! سمپل سا فارمولا ہے۔ لیکن پتہ نہیں تیرا یہ گندہ دماغ کہاں سڑکا پڑا ہے۔ جو تجھے اتنی بھی سمجھ نہیں آ رہی ہے۔۔ !!!

فارس کو تیکھی نظروں سے گھورتے ہوئے کبیر نے سلگتے ہوئے ڈبل میننگ الفاظ میں اسے سب سمجھایا تو اسکی باتوں کی سب مطلب سمجھتے ہوئے فارس کی شہد رنگ آنکھیں فوراً چمکنا شروع ہو گئی تھیں۔۔۔

میرا دماغ بس زیادہ نیک کاموں میں کام کرتا ہے نا۔۔اس لئے بس سمجھ نہیں آ رہا تھا۔۔۔!! کبیر کے دماغ والے طنز کا جواب دیتے ہوئے فارس نے بے ساختہ اپنے دماغ کی تعریف کی تھی۔۔ جس کو سن کر اس بار کبیر نے جھپٹتے ہوئے اسکی گردن میں بازو لپیٹا تھا۔اسکے بھڑکنے پر فارس اب قہقے لگاتے ہوئے اسے تیلی لگانے کی کوشش کرنے لگا۔۔۔

سحری کے وقت سب ٹیبل پر بیٹھے کھانے میں مصروف تھے۔ جبکہ باسم کی نظریں اس وقت کہیں اور اٹھی ہوئی تھیں۔۔۔

اپنی سحری کھانے کے ساتھ ساتھ وہ بہت غور سے اپنی سب بہنوں کو بھی سحری کھاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ جو شاید کھانے کی بجائے بس سونگنے کا کام کر رہیں تھیں۔ انکو مسلسل کتنی دیر سے ایک پراٹھے کے ساتھ ہی کھیلتے ہوئے دیکھ کر اب اسے شدید تپ چڑھ رہی تھی۔ اس لئے تپتے ہوئے اونچی آواز میں بولتے ہوئے سب کو مخاطب کر گیا۔۔۔

خدا کا واسطہ ہے۔۔ زرا آپ سب اپنی ان لاڈلیوں کی طرف بھی نظر کرم کر لیں۔۔۔!! باسم نے بھڑکتے ہوئے اچانک کہا تو سب ہی یک دم متوجہ ہوتے اسے دیکھنے لگے۔ جبکہ لڑکیاں تو چونکتے ہوئے اچانک ڈر چکی تھیں۔۔۔

کیا ہوا باسم۔۔۔؟؟اسکو اچانک غصے میں آتے دیکھ کر منیزے پاشا زرا فکر مندی سے استفسار کرتے ہوئے اسکی طرف دیکھنے لگیں۔۔۔جو ایک دم سے غصے میں آچکا تھا۔

ہونا کیا ہے بڑی ماما۔۔۔!! یہ زرا اپنی صاحبزادیوں کی پلیٹس تو دیکھیں۔۔! ساری سحری ویسے کی ویسے پڑی ہوئی ہے۔۔۔!!اور افطار سے پہلے یہ سب لو بلڈ پریشر کی مریض بنی پورے لاؤنج میں اِدھر اُدھر گری پڑی ہوتیں ہیں۔ جیسے روزے دار نہیں، بلکہ لاشیں ہوں۔۔۔۔۔ !!

کل کا منظر یاد کرتے ہوئے باسم زرا غصے انکی پلیٹس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بتانے لگا۔۔سب اسکے اشارے کی تقلید میں دیکھنے لگے۔جہاں سچ میں ابھی تک ایک ایک پراٹھا بھی ختم نہیں کیا گیا تھا۔

کل افطاری سے کچھ دیر پہلے ہیر اور بہار بی لو ہونے کی وجہ سے بری طرح چکراتی پھر رہیں تھیں۔ باسم جب ہاسپیٹل سے واپس آیا تو لاؤنج میں بہار کو چکرا کر گرتے ہوئے دیکھ کر تیزی سے بھاگتے ہوئے اسے تھام چکا تھا۔ بہار کو صوفے پر بٹھا کر وہ ابھی اٹھا نہیں تھا۔ کہ جب ہیر بھی آفس سے چکراتے ہوئے وہاں نمودار ہوئی۔۔۔انکی اتنی کمزور حالت کو دیکھتے ہوئے باسم بے اختیار سر پکڑ کر بیٹھ چکا تھا۔اور پوچھ گچھ کرنے پر جب باسم کو یہ معلوم ہوا۔ کہ اسکی دونوں بہنوں نے سحری میں صرف آدھا آدھا پراٹھا کھایا تھا۔تو یک دم نہ چاہتے ہوئے بھی اسے شدید غصے سے آن گھیرا۔

پورا دن بھوکے پیاسے رہنا ہوتا تھا۔تو وہ صرف آدھا پراٹھا کھا کر ٹیپو سلطان بنی پھر رہی تھیں۔انکی لاپرواہی پر ڈاکٹر باسم کو غصہ نہ آتا تو پھر کیا آتا۔۔۔اور ہیر

کو تو ویسے بھی آئے دن ڈی ہائڈریشن کا مسلہ بنا رہتا تھا۔ کیونکہ وہ پانی بہت کم پیتی تھی۔اس لئے آج سحری میں باسم ان پر نظر رکھ کر بیٹھا ہوا تھا۔

بھیا میں لاش نہیں ہوں۔۔۔!!! باسم کے خود کو لاش کہنے پر برا مناتے ہوئے بہار نے معصوم لہجے میں فور آ احتجاج کیا۔ باسم جو بے حد سنجیدہ تھا۔ کہ اپنی بہن کے احتجاج کو سنتے ہوئے فورا سے اسکی ہنسی نکل گئی۔ باسم کی دیکھا دیکھی باقی سب بھی ہنس پڑے تھے۔ مطلب اتنی اہم بات میں گل بہار میڈم کو صرف خود کو لاش کہنا برا لگا تھا۔۔۔ کبیر جاں نثار ہوتے بھرپور مسکراتے ہوئے اپنی معصوم بلی کو دیکھ گیا۔ جو منہ بسورتے ہوئے اب سر جھٹک رہی تھی۔۔۔

بھیا میں بھی نہیں ہوں لاش پلیز۔۔۔!!! بہار کے احتجاج کو مضبوط بناتے ہوئے ماہ پارہ بھی ہاتھ اٹھا کر زرا خفگی سے بولی تو سب ایک بار پھر ہنس دیے۔

جبکہ ماہ پارہ کے اعتراض کو سنتے ہوئے غازیان اچانک اسکی طرف متوجہ ہوا تو اسکے گول مٹول چہرے کو دیکھتے ہوئے حامی بھرنے والے انداز میں باسم کی طرف دیکھنے لگا۔ جیسے کہنا چاہ رہا ہو۔ کہ یہ اعتراض تو بالکل مضبوط ہے بھئی۔۔۔ کیونکہ ماہ پارہ باقیوں کی طرح سلم سمارٹ سی نہیں تھی۔ بلکہ وہ ایک صحت مند گول مٹول چہرے والی گڑیا تھی۔۔

غازیان کے اشارے پر باسم نے زرا رعب سے آبرو اٹھاتے ہوئے بدلے میں اسے دیکھا۔ جیسے کہنا چاہ رہا ہو، کہ رئیلی مسٹر بیریسٹر۔۔؟

اپنی خوبصورتی کے دائرے سے زرا باہر نکل کر یہ ملاحظہ کرنے کی کوشش کریں پلیز پیاری کزنز۔۔! کہ ڈاکٹر باسم صاحب اصل میں آپ سب کو کیا سمجھا نا رہے ہیں۔۔!! ان سب کو اصل ٹاپک سے ہٹتے دیکھ کر شہرام نے مداخلت کرتے ہوئے انکو ہوش دلائی تھی۔ کیونکہ باسم کے کچھ دیر پہلے والے الفاظ پر وہ سب اب فکر مند ہو چکے تھے۔۔۔ ورنہ ایسے کہاں ممکن تھا۔ کہ شہرام اور فاتح میں سے کوئی ایک بھی باسم کو اتنی عزت سے مخاطب کر لیتا۔۔۔

خانم ماما اور بڑی ماما۔۔۔!! میں اپکو آج ہی ان سب کے لئے ایک ڈائٹ چارٹ بنا کر دیتا ہوں۔ اور پلیز اسکو فالو کرتے ہوئے ہی آپ نے انکی سحری اور افطاری میں سب چیزیں بنانی ہیں۔ ورنہ مجھے فکر ہو رہی ہے۔ کہیں عید آنے سے پہلے پہلے ان میں سے کوئی ہاسپیٹل شفٹ نہ ہوئی پڑی ہو۔۔۔!! علیزے

اور منیزے کو پیار سے مخاطب کرتے ہوئے باسم زرا سیریس لہجے میں بولتے ہوئے اب سچ میں پریشان ہوا تھا۔ وہ اثبات میں سر ہلا کر حامی بھر گئیں۔ کیونکہ حقیقت میں تو وہ بھی انکے نہ کھانے سے تنگ پڑی ہوئیں تھیں۔۔

جتنی سازشیں آپ لوگ ہمارے خلاف کرتے رہے ہیں نا۔۔۔! اس سے آدھی بھی اگر آپ لوگ اپنی لاڈلیوں کے حق میں کر لیتے۔ تو آج یہ کانگری پہلوان کی بجائے سچ میں صحت مند ہوتیں۔۔۔!!

فاتح نے ناک چڑھا کر طنزیہ لہجے میں بولتے ہوئے اپنے باپ، چاچا کو مخاطب کرتے ہوئے اپنی سب کزنز کے دبلے، پتلے ہونے پر چوٹ کی تھی۔ جس کو سننے کے بعد فاتح سلطان کو تیزی سے اپنے بڑوں سے لعنتوں کے اشتہار موصول ہونا شروع ہو گئے۔ پر وہ احتیاط کے طور پر زرا شہرام کے پیچھے چھپ

کر بیٹھ چکا تھا۔ تاکہ سب لعنتیں اگر آکر ٹکرائیں بھی، تو اسکی بجائے آگے بیٹھے ہوئے شہرام کو لگنی چاہیے ہیں۔۔۔

اسکے حفاظتی اقدام کو دیکھ کر ٹیبل پر اسکے سب بھائیوں کو قہقہ گونج اٹھا تھا۔ جبکہ شہرام نے دانت پیستے ہوئے تیزی سے اسے کہنی ماردی۔۔۔ کیونکہ وہ سالا خود پنگے لینے کے بعد پھٹکار کھانے کے لیے اسکو آگے کر چکا تھا۔۔۔

چاروں اطراف نظریں دہراتے ہوئے شہرام دھیان سے چلتے ہوے مہر ماہ کے کمرے کی طرف جارہا تھا۔ رات کے بارہ بج رہے تھے۔ کچھ دنوں میں رمضان ختم ہو کر عید بھی آرہی تھی۔۔

لیکن اسکی ظالم محبوبہ نے ابھی تک اسے نکاح کے لئے حامی بھرنے کا کوئی خاص اشارہ نہیں دیا تھا۔اور یہاں وہ سوچ کر بیٹھا ہوا تھا۔کہ ایک مہینے کے اندر اندر نکاح کر لے گا۔

پر اب ایک مہینے سے بھی شاید زیادہ وقت چکا تھا۔لیکن اسکی ظالم محبوبہ اسکے ہاتھ ہی نہیں آرہی تھی۔بلکہ وہ جان بوجھ کر کئی دنوں سے شہرام کی کالز اور میسجز بھی اگنور کرتی جارہی تھی۔اس لئے شہرام نے آج سوچا۔۔۔کہ مہرماہ کاظمی کو آمنے سامنے مل کر اسکے کس بل ٹائٹ کر دے۔کیونکہ وہ شہرام علی ہمدانی کو نظر انداز کرنے والی گستاخی جو کر چکی تھی۔رمضان کے بعد وہ اب پکا نکاح کا ارادہ کیے ہوئے تھا۔

کیونکہ آج تو ویسے بھی انکے بڑے بھائی اپنی خفیہ ٹرپ پر روانہ ہو چکے تھے۔ اور یہ ایک ایسی ٹرپ تھی۔ جس کی خبر ان سب بھائیوں کے سوا انکے گھر والوں کو تو بالکل بھی نہیں تھی۔ رات میں سب کے کمروں میں جانے کے بعد کبیر خان اور فارس ہمدانی چپکے سے گل ناز اور گل بہار کو اڑاتے ہوئے اغوا کر کے اپنے ساتھ لے جا چکے تھے۔

بڑے بھائیوں کی پلیننگ پر شہرام کو یک دم تیز والی ہنسی آئی۔ لیکن پھر ہنسی ضبط کرتے ہوئے وہ مہر ماہ کے کمرے کے سامنے کھڑے ہو کر آہستگی سے دروازہ ناک کرنے لگا۔

شہرام نے آہستہ سے دو تین بار دروازہ ناک کیا تو اگلے ہی پل آدھ کھلی آنکھوں سے مہر ماہ نے بے دھیانی میں دروازہ کھول دیا۔۔ دروازہ کھولتے ہی جب اسکی

آنکھوں کو شہرام علی کے خوبصورت چہرے کا دیدار ہوا تو وہ حیرانی کو چھوتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔ اسکی ساری نیند ایک پل میں ہوا ہو چکی تھی۔

جبکہ چہرے پر دلفریب مسکراہٹ سجاتے ہوئے وہ جلدی سے کمرے میں داخل ہو کر تیزی سے دروازہ بند کر گیا۔ جس پر مہر ماہ پہلے سے بھی زیادہ ہکا بکا ہوتے اسے دیکھنے لگی۔۔

دوسری طرف وائٹ کلر کے نائٹ سوٹ میں اسکے اتنے ہوش ربا سراپے کو دیکھتے ہوئے شہرام کی آنکھوں کا رنگ اچانک بدلا تو مہر ماہ خفت سے قدم پیچھے اٹھاتے ہوئے ہلکا سا چبا کر پوچھنے لگی۔۔۔

تم۔۔!! تم اس وقت یہاں پر کیا کر رہے ہو۔۔۔؟؟ میرے کمرے میں کیوں آئے ہو۔۔۔؟ سامنے والے کی ہیزل آنکھوں میں مستی کے رنگ ابھرتے

دیکھ کر وہ بل کھا کر رہ گئی۔۔ مہر ماہ کے نازک دل کی دھڑکن یک دم تیز ہو چکی تھی۔

تم سے جواب طلب کرنے آیا ہوں جانم۔۔۔!! دروازے کو لاک کرنے کے بعد اپنی شرٹ کے سلیوز فولڈ کرتے ہوئے وہ مخمور نظروں سے اسے مسلسل دیکھتے ہوئے آہستہ آہستہ اسکی طرف قدم بڑھانے لگا تھا۔۔ اسے اپنی طرف آتے دیکھ کر مہر ماہ بے اختیار پیچھے کو قدم اٹھا گئی۔۔۔

شہری۔۔۔!! خبردار اگر تم نے اس بار میرے نزدیک آنے کی زرا سی بھی کوشش کی تو۔۔۔!!! انگلی اٹھاتے ہوئے وہ فوراً وارن کرنے لگی۔ پر سامنے والے پر کوئی اثر ہوتا نہیں دیکھائی دے رہا تھا۔

تمہارے قریب آنے کے لئے ہی تو بچپن سے جوانی کا سفر طے کر کے آیا ہوں مہر وبی بی۔۔۔!!! پھر تمہاری یہ دلگیر دھمکیاں مجھ سے جیسے جوشیلے انسان کو آخر کہاں تک باندھ کر رکھ سکیں گئیں۔۔۔؟؟

مہر ماہ جو اس سے دور ہونے کی کوشش میں پیچھے کو چلتی جا رہی تھی۔ کہ اچانک اسکی پشت دیوار سے ٹکرائی تھی۔ وہ چونکتے ہوئے دیوار کو دیکھ کر دوبارہ اسکی طرف دیکھنے لگی۔ جو گھمبیر لہجے میں بولتے ہوئے اب بالکل اسکے سامنے کھڑا ہو چکا تھا۔ مہر ماہ کے دیوار کے ساتھ ٹکرانے پر ہیزل آنکھوں میں فتح مندی کا تاثر ابھرنے لگا۔ جیسے اسے دیوار میں قید کر کے وہ نہایت خوش ہو رہا ہو۔۔۔ اسکی مسکراتی ہوئی آنکھوں کو دیکھ کر مہر ماہ بے حد پزل ہو چکی تھی۔

وہ سونے کے لئے لیٹی ہوئی تھی۔اس لئے کمرے کی تمام سفید روشنیاں بھی بند تھیں۔فلوقت بیڈ کے سائیڈ ٹیبل پر پڑے ہوئے دونوں لیمپ ہی روشن نظر آرہے تھے۔لیمپ کی ہلکی ہلکی سنہری روشنیوں کا میں اسکے سفید سراپے کو مدہوشی سے دیکھتے ہوئے شہرام بے اختیار اسکے انتہائی قریب ہوا تو اسکے وجود سے اٹھتی ہوئی تیز خوشبو کو محسوس کرتے مہر ماہ حد درجہ گھبراہٹ میں مبتلا ہو گئی۔کیونکہ اسے مقابل کی آنکھوں سے کوئی اچھی امید نظر نہیں آرہی تھی۔

تمہاری اس جوانی کا جب سے دیدار کرنے لگا ہوں۔۔!لگتا ہے کوئی جادو مجھ پر بار بار ہونے لگا ہے۔۔!اب بتاؤ..!اس جادو کو تمہارے لمس سے مٹانے کی کوشش کروں؟پا پھر تمہارے اندر گھلنے کی چاہ میں پاگل ہوتے اپنے ساتھ ساتھ تمہیں بھی شیدائی کر دوں۔۔۔؟؟مہر ماہ کے دونوں اطراف ہاتھ جما کر چہرہ ترچھا کرتے ہوئے وہ اسکے ہونٹوں کے بے حد قریب ہو کر بول رہا تھا۔

اسکے اچانک اتنے قریب ہونے پر گھبراہٹ کے مارے مہر ماہ نے سانس روکتے ہوئے اسکی نزدیکی کو برداشت کرنے کی کوشش کرتے ایک نظر دیکھا تھا۔ لیکن شہرام کے ہونٹوں سے الائچی کی مخصوص خوشبو محسوس ہونے کے ساتھ ساتھ زو معنی الفاظ سننے کے بعد وہ آنکھیں میچتے ہوئے کانپنا شروع ہو چکی تھی۔

اپنی پریکٹیکل لائف میں وہ بے حد پر اعتماد لڑکی تھی۔ لیکن دنیا میں فقط صرف یہ ایک ہی شخص تھا۔ جو اسکے حواسوں کو پل بھر میں منجمد کر کے رکھ دیتا تھا۔

شہری۔۔۔!!! مہر ماہ نے اپنے اعصاب پر قابو پاتے ہوئے اسے ٹچ کیے بنا پکارا تو شہرام مر مٹنے والے انداز میں اسکے مزید نزدیک ہو گیا۔ یوں جیسے جیسے صرف آدھ انچ کا فاصلہ ہی بچا ہو۔۔۔

جانم۔۔۔!! بتاؤ کیسے کیسے تمہارے اس میٹھے بے بس لہجے پر قربان جاؤں۔۔۔؟؟ مہر ماہ کے کانپتے ہونٹوں سے اپنا نام سننے کے بعد وہ پہلے سے بھی زیادہ بہکی نظروں میں مبتلا ہوا تھا۔۔ وہ بے بسی سے مٹھیاں بھینچتے ہوئے آنکھیں کھول کر اسکی طرف دیکھنے لگی۔ جہاں وہ ہلکی ہلکی سرخی مائل ہیزل آنکھوں میں ان گنت جذبات کی صدا لیے پہلے ہی اسکے ہر نقش پر نظر دہرا رہا تھا۔

میرے میسج کا جواب کیوں نہیں دیتی ہو۔۔۔؟ میری کالز کیوں نہیں اٹھاتی۔۔۔؟ کیا چاہتی ہو؟ کہ نکاح ہونے سے پہلے پہلے ہی اپنے حواس کھو کر تم میں کھو جاؤں۔۔۔؟ مجھے ہمیشہ ستا کر تمہیں کون سا چین ملا ہے آخر۔۔۔؟

شکوہ کناں لہجے میں مسلسل سوال کرتے ہوئے وہ اسکی نیلی آنکھوں میں ڈوبنے لگا۔۔مہرہ ماہ کے لبوں پر اچانک شریر سی مسکراہٹ مچل گئی۔

بلیک ڈریس شرٹ اور جینز میں براؤن بالوں کو جیل سے سیٹ کیے اپنی "tanning" سکن کے ساتھ وہ سیدھا مہر ماہ کے دل میں اتر رہا تھا۔اسکی ڈیشنگ پرسنیلٹی دیکھتے ہوئے مہر ماہ کے دل میں سپارک اٹھنے لگا۔ پچھلے کئی دنوں سے وہ جان بوجھ کر اسے نظر انداز کر کے تڑپا رہی تھی۔ لیکن اسے بالکل بھی اندازہ نہیں تھا۔ کہ وہ ایسے بنا کوئی لحاظ کیے سیدھا اسکے کمرے میں ہی آ ٹپکے گا۔۔۔

میں جب جواب نہیں دیا کروں گی۔تو کیا تم ایسے بے شرموں کی طرح میرے کمرے میں مجھے ڈرانے پہنچ جایا کرو گئے۔۔۔؟؟ لہجے کو سخت بنانے کی کوشش

کرتے وہ آبرو اٹھاتے ہوئے تیکھے لہجے میں اسکی موجودگی کے بارے میں استفسار کر گئی۔۔۔ شہرام اسکے ہلتے ہوئے لبوں کی حرکت کو گہری نظروں سے دیکھ گیا۔۔۔۔

صرف ڈارنے۔۔۔؟؟ تم اگر میرے ساتھ کھیلنے کی کوشش کرو گی۔ تو میں تمہارے کمرے میں کھڑے ہو کر سیدھا تمہاری سانسوں میں ہی اتر جاؤں گا جانم۔۔۔!! اس لئے مہروبی بی اب مجھے چیلینج کرنے کا سوچنا بھی مت۔۔۔! اور الجھنے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا جانِ بہارا۔۔۔!!! شدت پسندی سے بولتے ہوئے شہرام نے اچانک اسکی کمر میں بازو حائل کرتے ہوئے اسے ایک جھٹکے میں قریب کیا تھا۔ جس پر مہر ماہ منہ کھول گئی۔۔۔ جبکہ مہر ماہ کے سوال پر شہرام کا لہجہ بیک وقت مخمور ہونے کے ساتھ ساتھ شدت بھرا بھی تھا۔

تمہارا دماغ خراب ہو چکا ہے کیا۔۔۔؟؟ ہٹو پیچھے۔۔۔! ابھی ہمارے درمیان کوئی ایسا رشتہ نہیں قائم ہوا ہے۔ کہ تم مجھے ایسے چھو سکو۔۔۔!! اس لئے اپنی ان بے شرمیوں پر قابو رکھو شہرام علی۔۔۔!! ورنہ تم جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گئے۔۔۔!!

اپنی کمر سے اسکا بازو ہٹانے کی کوشش میں وہ جھٹپٹا کر اسکو دھمکی آمیز لہجے میں سخت سناتے ہوئے بولی تھی۔۔۔

ہائے جانم۔۔۔!! میں تو پہلے ہی تمہارے ہاتھوں سے جان گنوانے کے لئے کب سے تیار بیٹھا ہوا ہوں۔ پر تم خود ہی دیری کرتے ہوئے میرے بجائے اب الٹا اپنی جان کو خطرے میں ڈال رہی ہو۔۔۔!!! مہرماہ کی دھمکیوں پر مسرور ہوتے وہ مچلتے دل کے ساتھ اپنی گرفت سخت کر گیا تھا۔ مہرہ ٹھٹک کر

اسکے آنکھوں کے بدلے رنگ کو پھر دیکھ گئی۔جو شاید اسے بہت کچھ یاد کرواتے ہوئے جتانا چاہ رہے تھے۔

پہلی اور آخری بار کہہ رہا ہوں۔۔۔!!کہ رمضان کے بعد شرافت سے دو بول پڑھنے کے لیے تیار ہو جانا۔۔۔!ورنہ سچ میں یہیں سے اغوا کر کے اٹھا لے جاؤں گا۔اور پھر نکاح پڑھنے کے بعد تمہارے ساتھ گولڈن نائٹ منائے بنا تو شہرام علی ٹلے گا نہیں۔۔۔!اس لئے سوچ سمجھ کر اس بار میرے ساتھ کھیلنے کی کوشش کرنا فیوچر وائفی۔۔۔ !!

ایک جھٹکے میں اسکی کمر کو آزاد کرتے ہوئے وہ آخری حد تک بے باک ہوتے اب اسے دھمکا رہا تھا۔جس پر شرم وحیا سے لال پڑتے وہ اسے گھورنے لگی۔جو شاید باہر سے بے شرمی کی ڈگری حاصل کر کے آیا تھا۔۔۔مہر ماہ کو آنکھ ونک

کرتے ہوئے وہ واپس جانے کے لئے مڑا تو وہ تیزی سے بولتے ہوئے اسے روک گئی۔۔۔

میں نکاح کے لئے صرف ایک ہی صورت میں مانوں گی۔ جب تم مجھے سب کے سامنے اچھے طریقے سے پرپوز کرو گئے۔۔۔! تمہارے پروپوز کرنے کا طریقہ اتنا یونیک ضرور ہونا چاہیئے شہرام ہمدانی۔۔ کہ مہر ماہ کاظمی اس بار خود تمہاری آغوش میں آنے کے لئے بے قرار ہو جائے۔۔۔ "

سینے پر ہاتھ باندھ کر وہ پورے اٹیٹیوڈ کے ساتھ شہرام کی پشت کو دیکھتے ہوئے اسے کھلا کھلم چیلینج دے رہی تھی۔ جبکہ اسکے چیلینج نے شہرام کو بالکل بھی حیران نہیں کیا تھا۔

کیونکہ وہ اپنی نیلی آنکھوں والی جادو گرنی کو اچھے سے جانتا تھا۔ کہ آخر ایسے کیسے ممکن ہے۔ کہ مہر ماہ کاظمی آسانی سے شہرام علی ہمدانی کے ہاتھ آنا پسند کرتی۔ اس لئے ہونٹ کاٹتے ہوئے وہ دلفریب انداز میں بنا کوئی جواب دیئے کمرے سے نکلتا چلا گیا۔

اسکے ایسے جانے پر مہر ماہ اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔ کیا اس نے مہر ماہ کے چیلینج کو سیریس نہیں لیا تھا۔۔؟ وہ بے اختیار مچلتے دل کے ساتھ سوچ میں پڑ چکی تھی۔

کسی کو خبر کیے بناوہ راتوں رات اپنی اپنی منکوحہ کو اٹھا کر سوات پہنچ چکے تھے۔ سوات کے خوبصورت موسم اور مناظر نے کبیر اور فارس کے جذبات کو پہلے سے بھی زیادہ بھڑکا دیا ہوا تھا۔۔ لیکن ابھی انکو مزید صبر سے کام لینا تھا۔ کبیر نے سوات میں اپنے دونوں کے لئے الگ الگ کاٹیج بک کروائے تھے۔ کیونکہ وہ یہاں پر دونوں بہنوں کو ایک ساتھ نہیں رکھ سکتے تھے۔اور پھر ان دونوں کو ہی اپنی اپنی منکوحہ کے ساتھ اپنے اپنے بگڑے تعلقات بحال کرنے تھے۔اور ان تعلقات کو بحال کرنے میں رونا، دھونا چیخنا، چلانا شور مچانا بہت کچھ ہونے والا تھا۔اس لئے احتیاطاً انہوں نے الگ الگ ہی رہنے کا فیصلہ کیا تھا۔

اور پھر سب سے زیادہ احتیاط تو کبیر خان کو کرنی پڑ رہی تھی۔ جس کا چہرہ دیکھتے ہی اسکی منکوحہ کے حواس ساتھ چھوڑ دیتے تھے۔ان دس دنوں میں کبیر خان کو اپنی منکوحہ کے دل میں اپنے لئے محبت پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ اس نامعلوم ڈر کو بھی دور کرنا تھا۔ جو اسکو حواس باختگی میں مبتلائے رکھتا تھا۔

اس کے برعکس فارس ہمدانی کا قصہ ہی اسکے الٹ تھا۔اسکی منکوحہ تو نجانے کتنے گلے شکوے پالے ہوئے تھی۔ جن کی وجہ سے اسکی آنکھیں اب بس ہر وقت فارس سے روٹھی ہوئی ہی معلوم ہوتی تھیں۔

وہ آنکھیں جو کبھی بچپن میں فارس کو دیکھتے ہی چمکنا شروع ہو جاتی تھیں۔آج وہ آنکھیں بس بجھی بجھی یا خالی نظر آتی تھیں۔فارس کو اسکی آنکھیں ہی تو اپنے لئے پہلے کی طرح روشن کرنی تھیں۔ جس کے لئے کافی محنت درکار ہونے والی

تھی۔اب طے یہ کرنا تھا۔ کہ اپنے اس دس دنوں کے مشن میں کیا کبیر خان اور فارس ہمدانی کامیاب ہونے والے تھے۔۔؟

سوات میں پہلا دن طلوع ہوا تو فارس اس گہرے سکون کو اپنے اندر تک محسوس کرتے ہوئے ننگے پاؤں سمیت ہی چلتے ہوئے کاٹیج کے باہر آکر کھڑا ہو گیا۔ہر طرف سرسبزہ اور قدرت کے حسین مناظر دیکھتے ہوئے فارس کو بے ساختہ یقین سا ہو رہا تھا۔ کہ اسکا اپنا ملک خوبصورتی میں کسی طور بھی کسی سے کم نہیں ہے۔

سوات کی خوبصورتی دیکھتے ہوئے فارس کو اچانک کبیر کا خیال آیا تو ہاتھ میں پکڑے ہوئے موبائل سے اسکو کال ملانے لگا۔تاکہ دیکھ سکے۔ کہ رخصتی کا

بے صبر اانسان اٹھ چکا ہے۔ یا پھر ابھی تک سویا پڑا ہوا ہے۔۔ کبیر کا کاٹیج انکے کاٹیج سے آدھے گھنٹے کی دوری پر تھا۔

اسکو کال ملانے کے بعد فارس نے موبائل کان کے ساتھ لگایا تو چند بیل ہونے کے بعد ہی دوسری طرف سے کال ریسیو کر لی گئی۔

تجھے یہاں آکر بھی چین نہیں ملا کیا۔۔؟ جو صبح صبح مجھے اپنی بے سری آواز سنانے کے لیے فون کھڑکا دیا ہے۔۔!! کافی پھینٹ کر مگ نیچے رکھتے ہوئے موبائل کے اندر سے کبیر کی چنگھاڑتی ہوئی آواز سنائی دی تھی۔ جس کو سن کر فارس قہقہ لگاتے ہوئے جواب میں بولا۔۔۔۔

کیا کروں میری جان۔۔۔! اتنے سالوں سے تیری منحوس آواز سننے کی عادت جو پڑ گئی ہے۔ اس لئے بس سوچا۔ کہ تیرے درشن کر کے میں اپنا اچھا دن برا

کرلوں۔۔۔!!اور بتا کیا صورت حال ہے وہاں کی۔۔؟کبیر کو مزے سے الٹا جواب دینے کے بعد فارس نے متجسس ہوتے تیزی سے وہاں کا احوال جاننا چاہا تھا۔۔۔

کیا حال ہونگے۔۔۔؟ابھی کچھ دیر پہلے ہی تو میری آنکھ کھلی ہے۔تو بس اس لئے اپنی بیمار بلی کے لئے اب کافی بنانے کے لیے کچن میں آگیا ہوں۔۔!! مصروف انداز میں بولتے ہوئے کبیر نے کافی لاپرواہی بھرا جواب دیا تھا۔۔ جس پر فارس متاثر ہوئے بنا نہ رہ سکا۔۔۔دو دنوں سے بخار ہونے کی وجہ سے بہار روزے نہیں رکھ رہی تھی۔

ہیں۔۔۔؟؟تو اتنا نارمل طریقے سے اس بارے میں کیوں بات کر رہا ہے۔۔؟ جیسے میری بہن تیری شکل پر بہت فدا رہتی ہو اور تو اسکا بہت محبوب ترین

شوہر ہو۔۔۔!!سچ بتا۔۔!! کہیں تیری سڑی ہوئی شکل دیکھنے کے بعد میری بہن بخار میں مزید مبتلا ہوتے ہمیشہ کی طرح شاکڈ سے بے ہوش تو نہیں ہو چکی۔۔۔"فارس نے مسلسل طنز کرتے ہوئے پوائنٹ پر آتے ہوئے بہار کے ردِ عمل کے بارے میں پوچھا تھا۔۔اسکے طنز و مزاح پر کبیر ہونٹ کاٹتے ہوئے زیر لب اسے گالیوں سے نوازتا چلا گیا۔ جیسے اسکے والی تو روزاسکا صدقہ نکالتی ہونا جیسے۔۔۔

تجھے میرے پیچھے سے کوئی شور شرابہ یا تیری بہن کا چلانا مطلب کسی بھی رونے کی آواز سنائی دے رہی ہے کیا۔۔۔؟اسکے سارے طنز پر کڑوا گھونٹ پیتے ہوئے کبیر بھی سسپینس پھیلاتے ہوئے کاٹیج سے باہر آکر کھڑا ہو چکا تھا۔ جبکہ اسکی ساری بات غور سے سننے کے بعد فارس نے اس بار سچ میں متاثر کن تاثرات و لہجے سے نفی کی۔ کہ سچ میں بہار کے کسی شور شرابے کی کوئی آواز

نہیں سنائی دے رہی تھی۔ کیا وہ شاطر انسان اسکی معصوم بہن کو پٹا چکا تھا۔۔؟

فارس نے بے اختیار سوچا۔۔۔

ویسے شور تو سچ میں کوئی نہیں سنائی دے رہا۔۔اس کا کیا راز ہے۔۔!! سب سوچوں کو سائیڈ پر کرتے ہوئے فارس نے حامی بھرتے ہوئے جواب دیا۔۔ اسکے دیر سے جواب دینے پر کبیر کو بے اختیار تیز والی ہنسی آئی تھی۔ وہ سمجھ چکا تھا۔ کہ موبائل کے دوسری طرف موجود شخص کو تمام حالات کا جائزہ لینے میں اتنا ٹائم لگا ہے۔۔۔

کسی بھی قسم کا کوئی شور، شرابہ یار و نا دھونا اس لئے نہیں سنائی دے رہا ہے۔ کیونکہ تیری بہن ابھی تک سو رہی ہے۔۔۔! مطلب اس نے ابھی تک میرا چہرہ دیکھا ہی نہیں۔۔!! اپنی ہنسی ضبط کرتے ہوئے کبیر نے مزید سسپینس

پھیلا کر اس بار اسے سیدھا جواب دیا تھا۔ فارس جو بہت غور سے اسکو سن رہا تھا۔ اور شاید اسکی طرف سے کوئی شیخی بھرا جواب سننے کے انتظار میں بھی تھا۔

لیکن جب اس نے کبیر کے الفاظ کو دماغ میں دہرایا تو فلک شگاف قہقہ لگاتا چلا گیا۔۔۔ جس پر کبیر بھی ہنستے ہوئے لمحہ بھر کے لئے آنکھیں بند کر گیا۔ جیسے اس حقیقت سے نظریں چرانے کی کوشش کی جا رہی ہو۔۔۔

مطلب رات سے ایک بار بھی جاگ کر میری بہن نے تیری شکل نہیں دیکھی۔۔۔!! فارس نے بامشکل اپنی ہنسی کو بریک لگا کر استفسار کیا۔۔۔

نہیں۔۔۔! بخار ہونے کی وجہ سے وہ رات سے ہی بے ہوشوں کی طرح سو رہی ہے۔۔۔!! اس بار کبیر نے صاف گوئی سے بتایا تھا۔۔

وہ بالکل درست کہہ رہا تھا۔ وہ رات میں جب یہاں پر پہنچے تھے۔ تو بہار پورے راستے میں سوتی ہوئی آئی تھی۔ بخار کی میڈیسن کی وجہ سے شاید وہ نیم بے ہوشی کا شکار تھی۔ اور اب صبح ہونے کے باوجود بھی وہ ابھی تک جاگی نہیں تھی۔

میری چھوڑ تو اپنی سنا۔۔۔!! کیا احوال و آثار ہیں وہاں کے۔۔۔؟ کبیر نے اس بار اسکے ہاں کی صورت حال کو جانتے ہوئے پوچھا تھا۔ اس بار اپنی صورت حال کو یاد کر کے فارس کو تیز والی ہنسی آگئی۔ وہ اب چلتے ہوئے واپس کاٹیج کے اندر آچکا تھا۔

کیا تجھے میری طرف سے کوئی شور سنائی دے رہا ہے۔۔۔؟ کبیر کے انداز میں ہی اسکے سوال کو دہراتے ہوئے فارس نے شوخ آواز میں اس سے پوچھا تھا۔۔

فارس کے اپنی کاپی کرنے پر کبیر چونک کر ہنستے ہوئے اسکی جانب متوجہ ہو گیا۔ بالکل اسی انداز میں جیسے فارس اسکے سوال کو سننے کے بعد ہوا تھا۔

مممم۔۔۔!! نہیں۔۔!! شور تو کوئی بھی نہیں سنائی دے رہا۔۔۔!! فارس کی جانب سے مکمل خاموشی محسوس کرتے ہوئے کبیر نے پر سوچ انداز میں بولتے ہوئے جواب دیا۔ لہجہ تھوڑا تھوڑا سا تجسس کناں بھی تھا۔۔ جیسے وہ بھی فارس کا اگلا جواب جاننے میں بے حد دلچسپی رکھتا ہو۔۔۔

کبیر کا جواب سننے کے بعد فارس کو اور زور والی ہنسی آئی تھی۔۔ وہ اپنی ہنسی کو کنٹرول کرتے ہوئے موبائل کان سے ہٹا کر کمرے کے دروازے کے ساتھ لگا گیا۔ جہاں کمرے کے اندر موجود ناز چلاتے ہوئے اسے برا بھلا کہنے میں مصروف تھی۔۔

فارس کے موبائل دروازے کے ساتھ لگانے پر کبیر کو گھٹی گھٹی چیخوں کی آواز سنائی دینے لگی تو وہ بے حد الرٹ انداز میں ان آوازوں کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔۔ لیکن ایسے اتنی دور سے کسی بھی لفظ کو سمجھنا انتہائی مشکل لگ رہا تھا۔۔

میرے ہاں شور شرابہ اس لئے نہیں ہو رہا۔ کیونکہ میں نے اپنی والی کو رات سے ہی کمرے میں بند کیا ہوا ہے۔۔۔!! موبائل دوبارہ کان کے ساتھ لگاتے ہوئے فارس نے مزے سے ہنستے ہوئے اسے شور شرابہ نہ ہونے کی اصل وجہ بتائی تو ایک دم سے اسکی آواز سننے کے بعد کبیر اسکے الفاظ کو سمجھتے ہوئے قہقہ لگا گیا۔۔۔

واٹ۔۔۔!! کیا تو نے سچ میں ناز کو کمرے میں بند کیا ہوا ہے۔۔۔؟؟ کبیر نے ہنسی کے زور سے بے حال ہوتے اسکی پتلی حالت کو انجوائے کیا تھا۔۔ فارس ہنس کر اپنا کان کھجاتے ہوئے آنکھیں بند کر گیا۔۔۔ وہ جب باہر کھڑا تھا۔ تو کچھ دیر بعد اسے ناز کی آوازیں سنائی دینے لگی تھیں۔ جن کو سنتے ہوئے وہ کاٹیج کے اندر آ چکا تھا۔

تو اور کیا کرتا۔۔۔؟؟ کسی زخمی شیرنی کی طرح مجھے نوچ کھانے کو پھر رہی ہے۔۔ اس لئے میں نے یہاں پہنچتے ہی اسے بند کر دیا تھا۔۔!! فارس نے بھی صاف گوئی سے اسے اس اقدام کا مقصد بتایا تو دوسری طرف کبیر کا ہنس ہنس کر برا حال ہونے لگا۔۔۔

مطلب۔۔۔!! ہمارے دی گریٹ فارس ہمدانی اپنی نازک منکوحہ سے ڈر چکے ہیں۔۔۔!! کبیر نے ہنسی کے زور میں زرار کتے ہوئے کہا۔۔۔

ہاں بھئی تو ایسا ہی سمجھ لے۔۔۔! اب جب لو میرج کرنے کا فنڈا کیا ہوا ہے۔ تو پھر اسکے سائیڈ ایفیکٹس بھی تو مجھے ہی بھگتنے ہیں نا۔۔۔!! ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے فارس اپنے حال پر خود ہی گہرا افسوس کر رہا تھا۔ جس پر کبیر ہنستے ہوئے اسکو انجوائے کرنے لگا۔۔۔ یہ سوچے بنا کہ کمرے میں موجود اسکی معصوم بلی بھی جاگ چکی ہے۔

کبیر, فارس کہاں ہیں۔۔۔؟ سحری کے وقت ٹیبل پر انکو غائب دیکھ کر سب پر نظر دہراتے ہوئے اچانک سلطان نے استفسار کرنے والے انداز میں سب کی طرف دیکھا تھا۔

انکے سوال پر کبیر اور فارس کے چھوٹے بھائی تیزی سے میسنے بنتے ہوئے ایسے ظاہر کرنے لگے۔۔ جیسے سحری کرنے سے زیادہ اہم کوئی دوسرا کام نہ ہو۔۔۔! جبکہ سلطان احمد خان کے سوال پر بے ساختہ باقی سب بھی متوجہ ہوتے دیکھنا شروع ہو چکے تھے۔ جیسے ابھی ہی سب نے نوٹ کیا ہو کہ وہ یہاں پر موجود نہیں ہیں۔۔

ناز اور بہار بھی نہیں ہیں۔۔۔؟؟ سلطان کے سوال کے بعد ایک دم سے غور کرنے والے انداز میں اب ضرار پاشا نے بھی کہا تھا۔۔ یک دم سب ٹھٹک کر

ایک دوسرے کو دیکھ گئے۔ جبکہ ایک ساتھ دو خطرناک سوالوں پر ٹیبل پر موجود کچھ لوگوں کے حلق سے نوالہ اترنا بھی مشکل ہو چکا تھا۔

بھائی۔۔!! کبیر اور فارس تو کل افطار میں بھی ٹیبل سے غائب تھے۔اور بہار کو چونکہ دو دنوں سے بخار ہے۔اس لئے شاید وہ اپنے کمرے میں آرام کر رہی ہو۔۔! پر ناز کہاں ہے۔۔۔؟؟ائرہ کاظمی نے سلطان احمد خان کو اطلاع دینے والے انداز میں جواب دیتے ہوئے ساتھ پوچھا بھی تھا۔

کل آپ سب کو بتایا تو تھا۔تو کہ بھائی لوگ کسی بزنس ڈنر پر "مدعو" ہیں۔۔۔! خالص اردو کا لفظ بولتے ہوئے شہرام نے لاپرواہی میں اچانک جواب دیا۔اسکی اردو پر ایک ساتھ کئی نظریں سکیڑتے ہوئے اسکو ملاحظہ کرنے لگیں۔۔۔

اچھا۔۔۔!! تم لوگوں کے بھائیوں کا ڈنر اتنا لمبا ہو چکا ہے۔ جو کہ رات سے اب تک ختم ہی نہیں ہوا۔۔۔!!! شہرام کے بتانے پر سنان مصطفیٰ کی جانب سے تڑکتے بھڑکتے ہوئے طنز کی بوچھاڑ موصول ہوئی۔۔۔

بیک وقت وہ سب بھائی ایک دوسرے کو کن اکھیوں سے دیکھ گئے۔ جن کو اب صرف تھوڑی سی جان لگاتے ہوئے ان سارے بڈھوں شیروں سے اپنے بڑے بھائیوں کا پیچھا چھڑانا تھا۔ جبکہ انکی مائیں سمیت لڑکیاں بھی سب کافی غور سے انکی گفتگو سن رہیں تھیں۔

ڈیڈ اس میں اتنا شک کرنے والی کیا بات ہے۔ اب بندہ اگر بڑا بزنس مین ہو۔ تو آفیشلی ڈنر کرنے کے ساتھ ساتھ اور بھی بہت سے مصروفیات نکل آتیں ہیں بھئی۔۔۔!! منہ میں نوالہ ڈالتے ہوئے اس بار باسم بھی کافی لاپرواہی سے بولا

تھا۔ جس پر انکے بڑوں کو اب خوا مخواہ ہی تپ چڑھنے لگی۔ جیسے وہ اپنی اولادوں کے کمینے پن سے اچھے سے واقف ہوں۔۔۔

یہ ادھر ادھر کی بکواس کرنے کی بجائے سیدھی طرح کیوں نہیں تم لوگ بتا رہے ہو۔ کہ کہاں گئے ہیں تم لوگوں کے وہ دونوں "بڑے لیڈر"۔۔۔؟

عیس ہمدانی نے باسم کو جھڑکتے ہوئے تڑخ کر فارس اور کبیر کو "لیڈر" کے لقب سے نوازتے ہوئے رعب سے استفسار کیا۔ جس پر وہ سب مخصوص نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھ گئے۔ باقی سب خاموشی سے انکے بولنے کا انتظار کر رہے تھے۔

جبکہ اتنا تو وہ سب ہی جانتے تھے۔ کہ کبیر اور فارس کی موجودگی کا سامنے بیٹھے میسنوں کو معلوم نہ ہو۔ ایسا تو ممکن ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ پر انکے اس بات کو گول مول گھمانے پر نجانے کیوں اب بلیک گینگ کو کچھ نہ کچھ شک ہونے لگا تھا۔ جیسے اس اچانک غیر موجودگی کے پیچھے کوئی نہ کوئی بڑی وجہ چھپی ہو۔۔

چھوٹے بابا۔۔۔! بھائی لوگوں کا آؤٹ آف سٹی ایک بزنس ٹور تھا۔ بس وہیں پر کل وہ گئے ہیں۔۔! عیس ہمدانی کے سوال کا جواب انتہائی سنجیدگی سے غازیان پاشا کی طرف سے آیا تھا۔

ایسا کونسا بزنس ٹور تھا۔۔؟ جو تم لوگوں کے بڑے بھائی ہمیں بتا کر نہیں جا سکتے تھے۔۔۔؟ اب کی بار وہاج صدیقی نے بھی سنجیدہ انداز میں استفسار کرنے کی کوشش کی۔ ان سب کے چہروں پر ایک دم سے کوفت طاری ہونے لگی۔۔

یہ اتنی سی بات پر آپ لوگوں نے جو یہ بڑی عدالت لگالی ہے نا۔۔اسی لئے بھائی آپ لوگوں کو کچھ بتاتے نہیں ہیں۔۔!ایشام نے منہ ٹیڑھا کرتے ہوئے ہاتھ پھیلا کر بڑی عدالت کو تشکیل کرتے جواب دیا تھا۔۔وہاج سمیت باقیوں نے اسے گھورنے کی کوشش کی۔۔۔وہ تو ایسے بول رہا تھا۔جیسے وہ خود تو سب کچھ انکو بتا کر کرتے تھے۔جو صرف فارس اور کبیر کو ہی اس عدالت سے مسئلے آرہے تھے۔اس لئے وہ بنا بتائے چلے گئے۔

ویسے بھی بھائی لوگ ضروری باتیں صرف ضروری لوگوں کو ہی بتاتے ہیں۔ اس لئے آپ لوگ اس معاملے میں زیادہ تفتیش کر کے اپنی انرجی نہ ویسٹ کریں پلیز۔۔۔!!ایشام کی بات اچکتے ہوئے فاتح نے بھی پر سکون انداز میں بولتے ہوئے وہاج کے سوال کی مزید معلومات فراہم کیں تھیں۔۔۔

سیدھی طرح بکواس کرونا۔۔۔ کہ تم سب کے وہ بڑے "باپ" اصل میں ایک نمبر کے ذلیل انسان ہیں۔ جنھوں نے تم لوگوں کو اتنا بد تمیز بنایا ہوا ہے۔۔۔" ساری بحث اور ان سب کے الٹے جوابوں پر سلطان احمد خان کو ایک دم سے غصہ آیا۔ تو وہ بھڑکتے ہوئے بول گئے۔

جبکہ انکے بھڑکنے پر دوسری پارٹی کو یک دم ہنسی آچکی تھی۔ آخر کار کچھ کچھ تو وہ ڈیفنڈ کرنے میں کامیاب ہو ہی چکے تھے۔۔ لیکن جب انکو اصل بات یاد آئی۔ تو ایک دم سے ایشام کو اشارہ کرنے لگے۔ جس کو دیکھ کر وہ سر ہلا کر بولنا شروع ہوا۔۔۔

ہاں مجھے یاد آیا۔۔!! ویسے بڑے بابا مجھے آپ سب کو انفارم کرنا تھا۔ کہ بہار اور ناز بھی بھائی لوگوں کے ساتھ ہی گئی ہیں۔۔! بلکہ کل میں خود ہی انکو

ایئرپورٹ پر بھائی کے پاس چھوڑ کر آیا تھا۔جتنے دن تک "بھائی لوگوں "کا ٹور رہے گا۔اتنے دنوں تک بہار اور ناز بھی انکے ساتھ ہی رہیں گئیں۔۔۔ "

بالکل چل انداز میں جوس پیتے ہوئے ایشام نے یاد کرنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے بار بار "بھائی "کا لفظ بولتے ہوئے سب کے سروں پر آخری دھماکا کیا تھا۔۔توقع کے عین مطابق وہ سب تعجب سے آنکھیں پھیلاتے ہوئے اسکو دیکھنے لگے۔۔جیسے اسکی کہی ہوئی ساری بات پر یقین کرنے کی کوشش کی جا رہی ہو۔۔۔

کیا مطلب ہے تمہاری اس بات شام۔۔؟کس کی اجازت سے تم نے بہار اور ناز کو انکو ساتھ بھیجا ہے۔۔۔؟؟ایشام کے الفاظ پر سلطان احمد خان کو شدید غصے نے آن گھیرا تو ضبط کرنے کے باوجود بھی وہ ناگواری سے پوچھنے بنا نہ رہ سکے۔

جبکہ انکے ناگوار لہجے پر ایک دم سے ٹیبل پر سکوت چھا چکا تھا۔۔ماحول اچانک گرما گرمی کا شکار ہوتا نظر آنے لگا۔۔

بڑے بابا۔۔!!آپ جانتے تو ہیں۔کہ بہار اور ناز دونوں ہی بھائی لوگوں سے ناراض ناراض رہتی ہیں۔اور پھر کل کو مستقبل میں رخصتی بھی ہو گی۔تو کیا وہ لوگ ایک ساتھ تھوڑا سا ٹائم سپینڈ کر کے سب کچھ نارمل نہیں کر سکتے۔۔۔؟

اپنے بڑے بابا کے تنے ہوئے تاثرات دیکھ کر ایشام کو بولنے سے منع کر کے غازیان نے سنجیدہ انداز میں تفصیل بیان کرتے خود جلدی جلدی جواب دیا۔

ایشام اور ارسل چونکہ ان سب میں سے چھوٹے تھے۔اس لئے باقیوں کی موجودگی میں ایسے کیسے ممکن تھا۔

کہ انکا چھوٹا لاڈلہ بھائی انکے بڑے بابا کے غصے کا یا پھر سخت الفاظ کا نشانہ بن جاتا۔۔۔

معاملہ چاہے گھر کا ہو یا پھر باہر کسی لڑائی کا۔ وہ سب اپنے اپنے کردار اور جگہ سے اچھے سے واقف تھے۔ کبیر اور فارس کی موجودگی میں وہ سب ان سے چھوٹے تھے۔ لیکن انکی غیر موجودگی میں ہر بڑا خود سے چھوٹے کا خیال رکھنے والا تھا۔

رخصتی مستقبل میں ہونی تھی۔ ابھی کل ہی نہیں ہو رہی تھی۔ جو تم سب اتنے بڑے بڑے فیصلے خود کر رہے ہو۔۔! اور پھر کس کی اجازت سے تم سب کو یہ سب کرنا ٹھیک لگا تھا۔۔۔؟ کیا رخصتی ہو چکی ہے۔۔؟ جو ایسے منہ اٹھا کر بہنوں کو ان گدھوں کے ساتھ روانہ کر دیا ہے۔۔۔"۔

غازیان کے جواب پر مزید بھڑکتے ہوئے ضرار پاشا بھی ایک ساتھ کئی سوال کرتے ہوئے سخت لہجے میں سنا رہے تھے۔اور اس بار ینگ جنریشن کو بے اختیار کوفت ہونے کے ساتھ ساتھ خوامخواہ بے زاری بھی محسوس ہونے لگی۔ جبکہ انکی مائیں تو بس منہ کھولے باپ، بیٹوں کی جنگ سمجھنے کی کوشش کر رہیں تھیں۔کیونکہ اس جنگ میں ہمیشہ سے انکو کبھی سمجھ ہی نہیں آپایا تھا۔کہ وہ کس کی سائیڈ لیں اور کس کو غلط کہیں۔۔۔

اٹس ناٹ آبگ ڈیل چھوٹے بابا۔۔!! ہماری بہنیں ہمارے "لیڈر بھائیوں" کی "محرم" مطلب منکوحہ ہیں۔تو اس چیز میں اتنا ایشو بنانے والی کونسی بات ہے۔۔؟اگر پہلی بار وہ ایک ساتھ ٹائم سپیڈ کر کے اپنے بیچ سب چیزوں کو ٹھیک کر سکتے ہیں تو کرنے دیں نا۔۔! کیوں میاں بیوی کے بیچ میں آ کر آپ سب گناہ گار ہو رہے ہیں۔۔۔!!

اپنے بڑوں کے ایک ہی انداز اور فضول سوالات پر چڑتے ہوئے شہرام نے اچانک جتاتے ہوئے ضرار پاشا کو خود جواب دینا ضروری سمجھا تھا۔ کہ انکی بہنیں اپنے شوہروں کے ساتھ ہی گئیں ہیں۔ کسی غیر کے ساتھ نہیں، جو اتنے سوال اٹھائے جا رہے ہیں۔۔

بھائی۔۔! میرے خیال میں آپ سب کو غصہ کرنے کی بجائے انکی یہ بات سمجھنی چاہیے۔ کہ اس میں کچھ بھی غلط نہیں ہے۔ کہ اگر فارس اور کبیر اپنی بیویوں کو ساتھ لے کر گئے ہیں۔ تو آپ لوگ یہ بھی تو دیکھیں۔۔۔ کہ سچ میں ان کے بیچ کچھ بھی ٹھیک نہیں چل رہا تھا۔ پہلے تو صرف بہار اور کبیر کی اینڈرسٹینڈنگ کا ایشو تھا۔ لیکن اب جب سے فارس واپس آیا ہے۔ تب سے ناز بھی اسکے ساتھ نارمل نہیں ہے۔۔۔! تو کیا یہ سب ایسے ہی رہے گا۔۔۔؟ ایسے تو کل کلاں کو انکی شادی شدہ زندگی میں بہت مسائل ہو سکتے ہیں۔۔ "

ساری بات جان کر بلا آخر بیہ نے بیچ میں مداخلت کرتے ہوئے ان سب کو سمجھانے کی سعی کرنا چاہی تھی۔

سب متوجہ ہوتے انکو دیکھ گئے۔ جو بالکل سیریس انداز میں کبیر اور فارس کا دفاع کر رہیں تھیں۔۔۔ وہ خود بھی اپنی بیٹیوں کے بارے میں بے حد فکر مند رہتی تھیں۔ پہلے تو بس بہار کا مسلہ تھا۔ پر اب تو ناز کے تیور بھی فارس کے ساتھ ٹھیک نہیں تھے۔ ایسے میں انکا پریشان ہونا بالکل بجا تھا۔

بلکل بیہ صحیح کہہ رہیں ہیں خان۔۔!! ہم نے آج نہیں تو کل بچوں کی رخصتی کرنی ہی ہے۔۔۔ لیکن اس سے پہلے انکے بیچ کم از کم اتنا تو سب کچھ ٹھیک ہونا چاہیئے۔ کہ کل کو وہ اپنے رشتے کی خوبصورتی کے باعث ایک دوسرے قریب ہو سکیں نا کہ دور۔۔۔ !!

بیہ کے سب الفاظ سمجھتے ہوئے علیزے خان نے بھی بیٹوں کی طرف داری کرتے ہوئے اپنے خان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے ہلکا سا دبایا تھا۔۔انکی طرف داری پر سلطان احمد خان سرد سانس خارج کرتے ہوئے اپنی خانم کو دیکھ گئے۔ جبکہ علیزے کے بولنے پر باقی سب نے تو تشکر بھرا سانس لیا تھا۔آخر ایسے کیسے ممکن تھا۔کہ علیزے کے کچھ بولنے پر سلطان احمد خان کے انکار کی کوئی گنجائش باقی رہتی۔۔۔

سلطان نے مخصوص اشارہ کرتے ہوئے سب کو مزید کوئی بھی سوال کرنے سے روک دیا۔کیونکہ اب اگر اس مسئلے میں اپنے بیٹوں کی وکالت میں مائیں بولنا شروع ہو چکی تھیں۔تو پھر بحث کا مطلب تھا۔کہ اپنی بیویوں کو ناراض کرنا۔اور یہ نقصان وہ ابھی افورڈ نہیں کر سکتے تھے۔۔جبکہ ماؤں کی حمایت پر

ینگ جنریشن نے جتاتی نظر اپنے بڈھوں شیروں پر ڈالی تھی۔ جیسے بہت کچھ باور کروانا چاہ رہے ہوں۔۔

چلو آج کے دن میں کم از کم اتنا تو ثابت ہو گیا نا۔۔ کہ ہماری مائیں بہت سمجھدار ہیں۔۔؟ بس انکا سامنے بیٹھے لوگوں سے شادی کرنے کا فیصلہ زرا سراہنے کے قابل نہیں کہہ سکتے ہیں۔۔۔" فاتح نے ناک چڑھاتے ہوئے اچانک طنز کرتے ہوئے جان بوجھ کر چھیڑا تھا۔ اسکی بونگی پر بلیک گینگ کے چہرے ضبط سے سرخ ہوتے چلے گئے۔ انکے برعکس اپنے شوہروں کے غصے کے مارے لال چہروں کو دیکھتے ہوئے انکی بیویاں نہ چاہتے ہوئے بھی زور سے ہنسنا شروع ہو چکی تھیں۔ جس پر فاتح نے بتیسی نکالتے ہوئے اترانے کی کوشش کی۔۔۔ کہ وہ غلط تو نہیں کہہ رہا بھئی۔۔۔

ویسے فارس اور کبیر کا ٹور کتنے دنوں کا ہے۔۔؟ جلدی سے بات کا رخ موڑتے ہوئے اچانک مشعل ہمدانی نے انکو مخاطب کرتے استفسار کرنا چاہا تھا۔ تاکہ فاتح کی بونگی پر ایک نئی جنگ نہ چھڑ جائے۔۔

عید سے پہلے واپس آجائیں گئے بڑی ماما۔۔" باسم نے مسکراتے ہوئے انکو جواب دیا تو وہ اثبات میں سر ہلا کر بولیں۔۔

چلو شکر ہے۔ کہ اسی بہانے میری بہو کی اپنے فاری کے ساتھ ناراضگی ختم ہو جائے شاید۔۔۔ ورنہ اسکے دور جانے کے بعد وہ اتنے سالوں تک بات چیت بند کیے ہوئے تھی۔ اور اب واپس آنے کے بعد بھی زرا نارمل نہیں ہوئی۔۔۔! آہ کب ہمیں اس گھر میں دوبارہ ہیر، رانجھا دیکھنے کو ملے گئے۔۔۔ "

مشعل نیک تمناوں کی دعا کرتے ہوئے انکے بچپن کے پیار بھرے لمحات یاد کرتے حسرت بھرے لہجے میں بولی تھیں۔

انکے الفاظ پر ینگ جنریشن کو بے اختیار ہنسی کا دورہ پڑتے پڑتے رہ گیا تھا۔اب وہ اپنی بھولی سی ماں کو یہ بتانے سے رہے تھے۔کہ معاملہ ناراضگی ختم کرنے سے بہت آگے جا چکا ہے بھئی۔۔۔ !

لیکن پھر معصوم بچوں کی طرح وہ مشعل ہمدانی کی دعاؤں میں آمین بولتے چلے گئے تھے۔فارس اور کبیر اگر انکی یہ ایکٹنگ دیکھ لیتے تو یقیناً ہنستے ہوئے اپنے چھوٹے بھائیوں کے صدقے واری ہو جاتے۔

جبکہ شہرام اور فاتح تواب کسی اچھے استاد کی طرح اپنی ماؤں کو یہ بتانے میں مصروف ہو چکے تھے۔۔ کہ انکے بڑے بھائیوں کے اس فیصلے میں کتنے فائدے چھپے ہوئے ہیں۔ پر چاہ بھی کر وہ یہ نہیں بتا سکتے تھے۔

کہ انکے بھائی آپ سب کو وقت سے پہلے دادا، دادی کے عہدے پر فائز کرنے گئے ہیں۔ لیکن کیا یہ جنگ صرف آج کے دن ہی ختم ہو چکی تھی۔۔؟ کیا اب باقی دن فارس اور کبیر کے چھوٹے بھائیوں کے سکون میں گزرنے والے تھے۔

کیا بلیک گینگ انکو اتنی آسانی میں بخشنے والی تھی؟ ان سب سوالوں کے جواب تواب بچے کچے رمضان کے دنوں میں ہی پتہ چلنے تھے۔

کبیر جو فارس کی پتلی حالت پر مسلسل ہنسنے میں مصروف تھا۔ کہ بے اختیار اسکی تیز سماعتوں میں اپنی معصوم بلی کی پکاریں گونجیں۔ تو وہ یک دم ہنسی کو روکتے ہوئے چونک گیا۔ کہ تبھی اسکے کانوں میں دوبارہ گل بہار کی آواز سنائی دی تھی۔ جو شاید جاگ کر پریشان ہوتے سب گھر والوں کو پکار رہی تھی۔

فاری میں تجھ سے بعد میں بات کرتا ہوں۔۔ بہارے جاگ گئی ہے۔۔! میں پہلے اسکو دیکھ لوں۔۔۔! ایک دم سے تیز ہوتی دھڑکنوں کے ساتھ تیز لہجے میں فارس سے بولتے ہوئے کبیر نے جلدی سے کال کٹ کر دی۔ اور کانوں میں گونجتے ہوئے دل کی آواز سنتے وہ سرشاری کے ساتھ جلدی سے اندر کی طرف بڑھا۔ جہاں اسکی معصوم بلی آوازیں لگا رہی تھی۔۔ وہ وہیں پر رک کر اسے دیکھنے لگ گیا تھا۔۔

کبیر کاٹیج کے اندر داخل ہو رہا تھا کہ چھوٹے سے لاونج میں وہ پریشان کھڑی سب کو بلا رہی تھی۔

مام۔۔؟؟ڈیڈ۔۔؟؟ بھیا۔۔۔؟ بہار نے پریشان ہوتے ہر طرف گھوم کر سب کو تلاش کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اسے کوئی بھی نظر نہیں آرہا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے ہی اسکی آنکھ کھلی تھی۔

آنکھ کھلتے ہی جب بہار نے خود کو ایک انجان جگہ پر پایا تو نا سمجھی سے وہ بار بار اپنی آنکھیں جھپکنے لگی۔ کیونکہ اسے لگ رہا تھا۔ کہ شاید وہ کوئی خواب دیکھ رہی ہے۔

بار بار آنکھیں جھپکنے پر بھی جب منظر نہ بدلا تو وہ بے حد گھبرا کر اٹھ بیٹھی۔اور کمرے میں ہر طرف دیکھنا شروع ہو گئی۔ چھوٹا سا کمرہ بے حد خوبصورت لگ رہا تھا۔

پر یہ گل بہار کا کمرہ تو نہیں تھا۔۔

وہ تو اپنے کمرے میں سو رہی تھی۔تو پھر اچانک یہاں پر کیسے آ گئی۔وہ فورا مضطرب ہوتے سوچنے لگی تھی۔کافی دیر اٹھ کر بیٹھنے پر بھی جب اسے اپنے کسی گھر والے کا چہرہ نظر نہ آیا تو خود ہی تشویش سے انکو پکارتے ہوئے بیڈ سے کھڑی ہو گئی۔

اور اب باری باری سب کو پکارتے ہوئے وہ لاؤنج میں چلی آئی۔ جہاں کبیر خان اسکی نظروں سے اوجھل کھڑا اسکو وارفتگی سے دیکھ رہا تھا۔

لائٹ پنک کلر کے نائٹ ڈریس میں الجھے ہوئے کھلے لمبے بال اور اپنے نازک سراپے کے ساتھ وہ پل بھر میں کبیر خان کو ہلا کر رکھ دینے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ آئس بلو آنکھیں اپنی معصوم بلی کو تکتے ہوئے مخمور ہونے لگیں۔ لیکن بہار کو اب پریشانی سے رونے کی تیاری پکڑتے دیکھ کر وہ گہرا مسکرا دیا۔ پھر اگلے ہی پل وہ ٹراؤزر کی پاکٹس میں ہاتھ ڈالے سرشاری سے اسکو بھاری آواز میں پکارتے ہوئے خود اسکی طرف بڑھا تھا۔۔۔

بہارے۔۔۔!!! کبیر خان نے اسکی طرف قدم بڑھاتے ہوئے اسے گھمبیر آواز میں بلایا تو بہار ایک دم چونک کر مڑتے ہوئے دیکھنے لگی۔ رخ موڑتے ہی اسکی نظر کبیر خان پر پڑی تھی۔ جو بلیک ٹی شرٹ اور ٹراؤزر میں اپنی دلکش شخصیت کے ساتھ پاکٹس میں ہاتھ ڈالے اسی کو دیکھ رہا تھا۔

بہار نے لرزتے ہوئے اسکی آئس بلو آنکھوں اور دائیں آنکھ کے نیچے لگے کٹ کو دیکھا۔اور ایک دم گھبرا کر پیچھے کو قدم لے گئی۔ جس پر کبیر مسکرا کر چلتے ہوئے بالکل اسکے قریب سامنے آکر کھڑا ہو گیا تھا۔۔۔

بخار ٹھیک ہے اب۔۔۔۔؟آنکھوں میں فکر لیے اسکے ماتھے کو چھو کر کبیر نے نارمل لہجے میں استفسار کیا۔ جبکہ بہار اسکے قریب آنے پر بت بنی آنکھیں پھیلا کر اسکو دیکھ رہی تھی۔ جو فکر مندی سے اسکا بخار چیک کرنے میں مصروف تھا۔۔۔

بہارے۔۔۔؟؟ تمہیں تو ابھی بھی بخار ہے میری جان۔۔۔!!ایسے ننگے پاؤں یہاں پر نہ کھڑی ہو۔۔۔!!اسکے جسم سے ابھی بھی ہلکی ہلکی ہیٹ نکلتے

محسوس کر کے کبیر نے تفکر سے بولتے ہوئے اسکے وجود کو اچانک بازوؤں میں اٹھالیا۔ تو وہ اسے دیکھتی چلی گئی۔

کبیر خان کو اپنے سامنے دیکھ کر بہار کا ننھا سا دل ڈوب کر ابھرنے لگا تھا۔ لیکن وہ خود میں اتنی بھی ہمت نہیں جتا پا رہی تھی۔ کہ اس سے کچھ پوچھ ہی لیتی۔ کبیر کے وجود سے اٹھتی ہوئی خوشبو کو محسوس کرتے وہ دم سادھ چکی تھی۔ جیسے آنکھوں کی پتلیاں ساکت ہو چکی ہوں۔ جبکہ مقابل اسکے ساکت وجود کو دیکھ کر مسکراہٹ دبا رہا تھا۔ وہ شاید اپنا وہم، یا پھر خواب سمجھ رہی تھی۔

اسکے روئی جیسے نازک وجود کو بازوؤں میں اٹھا کر وہ کمرے میں دوبارہ داخل ہوا تو وہ ٹکٹکی باندھے اسے دیکھتی چلی گئی۔

کبیر نے اسے جیسے ہی بیڈ پر لٹایا تو بہار کے وجود کو ایک دم جھٹکا سا لگا تھا۔ جس پر وہ کرنٹ کھاتے وجود کے ساتھ چونک کر پھر ارد گرد دیکھنے لگی۔ جبکہ کبیر جو کافی مبہوت ہو کر اسکا ایک ایک تاثر اور انداز نوٹ کر رہا تھا۔ کہ بہار کے اچانک رونا شروع کرنے پر وہ بوکھلاتے چلا گیا۔

ممم۔۔مام کہاں ہیں۔۔۔؟ڈیڈ۔۔۔میں گھر پر تھی۔۔۔یہ کہاں۔۔۔!!فورا کبیر سے دور کھسکتے ہوئے وہ روتے ہوئے پوچھنے لگی۔ جبکہ لبوں کی کپکپاہٹ کے باعث اسکا بات پوری کرنا بھی مشکل ہو رہا تھا۔

کیونکہ کبیر خان کی موجودگی اسکے حواس سلب کرتی جا رہی تھی۔اسے اپنے سامنے دیکھ کر وہ زور سے رونا چاہتی تھی پر نجانے کیوں چاہ کر بھی جیسے ہمت

نہیں جتا پا رہی تھی۔ جیسے جانتی ہو کہ وہ یہاں پر اسکے ساتھ اکیلی ہے۔ اسکی فریاد سننے والا کوئی دوسرا نہیں ہے۔۔۔

بہارے۔۔۔ شششش۔۔۔!!! پلیز رونا نہیں ہے نا یار۔۔!! کبیر آگے بڑھ کر اسکی ٹانگ کھینچتے ہوئے اپنے قریب کرتے زرا تنبیہ کرتے لہجے میں بولا تھا۔۔ وہ زور سے ہچکی بھرتے ہوئے اسے دیکھے گئی۔

چھوڑیں مجھے۔۔!! مجھے گھر جانا ہے۔۔۔!! بہار کو فارم ہاؤس کا منظر یاد آنے لگا۔ تو وہ اچانک سے چلا کر اسکی گرفت سے نکلنے کی کوشش کرنے لگی۔ جس پر کبیر نے سرد سانس خارج کرتے اسے دیکھا تھا۔ آخر وہ کیوں اسکو دیکھ کر اتنا پینک کرنے لگتی تھی۔۔۔

آپ۔۔۔!!آپ مجھے پھر گھر سے لے آئے ہیں نا۔۔۔!!کبیر جو بے بسی سے اسکا رونا دیکھ رہا تھا۔ کہ اچانک بہار اپنے رونے کے دوران رکتے ہوئے اسکی طرف دیکھ کر کہنے لگی۔ شاید وہ سمجھ رہی تھی۔ کہ وہ اسے دوبارہ دھوکے سے گھر سے بلوا چکا ہے۔اس لئے وہ کسی انجان جگہ پر بیٹھے ہوئے ہیں۔۔۔

بخار میں رونے کے باعث اسکا چہرہ سرخ پڑنے لگا تھا۔۔ جس کو دیکھ کر کبیر کو نہ چاہتے ہوئے بھی غصہ آگیا۔ وہ جتنی کوشش کرتا تھا۔ کہ اسکو پیار سے ڈیل کرے پر وہ فضول میں رو رو کر آخر کار اسے غصہ دلا ہی دیتی تھی۔۔ جتنا وہ شارٹ ٹیمپر انسان تھا۔ پر وہ اسکے ضبط کا اتنا ہی امتحان لیتی تھی۔

چپ۔۔۔!!ایک دم چپ بہارے۔۔۔!!ورنہ بہت برا پیش آؤں گا۔۔۔!! ایک جھٹکے سے اسے بازو سے دبوچ کر اٹھا کر اپنی گود میں بٹھاتے ہوئے وہ زرا

سخت لہجے میں بولا تھا۔۔اسکی اونچی آواز کے باعث وہ ڈر کے مارے کانپتے ہوئے اسے دیکھے گئی۔جبکہ رونا بھی یک دم تھم چکا تھا۔۔کبیر نے اپنی آغوش میں اسکا کانپنا محسوس کیا تو پھر ضبط بھری سانس خارج کرتے پوچھنے لگا۔۔۔

کیوں فضول میں اتنا رو رہی ہو۔۔؟اسکی نم کالی آنکھوں کی گہرائی میں ڈوبتے ہوئے کبیر کا لہجہ خود بخود نرم پڑا تو وہ اسکے آنسو صاف کرتے ہوئے پوچھ گیا۔۔۔جس پر بہار بت بنتے اسکی کاروائی دیکھنے لگی۔۔سامنے والے کے زرا سے اونچے لہجے پر اسکی جان نکلتے نکلتے رہ گئی تھی۔

آپ۔۔بیر آپ مجھے یہاں پر کیوں لائے ہیں۔۔؟؟مجھے گھر ہی رہنا تھا۔۔یہاں نہیں آنا تھا۔۔۔!!کبیر کے سوال پر وہ معصوم نم لہجے میں شکوہ کناں

بولی۔ جیسے بتانا چاہ رہی ہو۔ کہ وہ اسکے ساتھ کہیں بھی جانے میں انٹرسٹ نہیں رکھتی۔ اس لئے وہ اسے گھر سے نہ لایا کرے۔

میری آغوش میں اتنا قریب بیٹھ کر تم مجھے اپنے اس معصوم لہجے میں بہکا رہی ہو بہارے۔۔۔!! پلیز ایسے نہیں کرو جان۔۔! ورنہ میرا سارا باقی کا رمضان خراب ہو جائے گا۔۔۔!! بہار کے ٹکر ٹکر کر کے خود کی آنکھوں میں دیکھنے والی ادا پر کبیر خان کا دل وارفتگی سے دھڑکا تو وہ بے بسی سے بول کر اسکی کمر کو جکڑ گیا۔ جبکہ اسکے جذبات سے انجان بہار نے ناسمجھی سے اسے دیکھا تھا۔۔

کیا میں تمہیں ڈانٹ رہا ہوں۔۔؟ غصہ کر رہا ہوں۔۔؟ کچھ کہہ رہا ہوں کیا۔۔۔؟ پھر گھر کیوں جانا ہے۔۔۔؟

بہار کی آنکھوں کو چومتے ہوئے وہ اسے اپنے قریب کر کے نرم لہجے میں سوال کر رہا تھا۔ جن کو سننے کے بعد وہ تیزی سے "اقرار" میں سر ہلا چکی تھی۔۔اسکے اقرار پر کبیر کی آنکھیں یک دم چھوٹی ہو گئیں۔ بھلا اس نے کب کچھ ایسا کیا تھا۔۔جو وہ ایسے معصومیت سے ہاں میں سر ہلا کر اس پر الزام لگا رہی تھی۔

آپ نے ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھ پر غصہ کیا تھا۔۔۔!! کبیر کے آنکھیں چھوٹی کرنے پر وہ جلدی سے بتانے لگی تو وہ اچانک آہستہ انداز میں قہقہ لگاتے ہوئے اسے گود سے اٹھا کر اپنے سامنے بٹھا گیا۔ کیونکہ اسکی نزدیکی کبیر کو بہکا رہی تھی۔اور وہ روزے میں بھی تھا۔۔

کبیر کے سامنے بیٹھتے ہی بہار کو اچانک شدید شرم نے آن گھیرا تو وہ نظریں چراتے ہوئے آس پاس دیکھنے لگی۔۔۔جبکہ کبیر خان اسکا ہاتھ تھامے اب اسے

بہلانے میں مصروف ہو چکا تھا۔تاکہ اسے اپنی باتوں کے جال میں پھنسا کر یہاں اپنے ساتھ رہنے پر راضی کر سکے۔۔۔

میں تمہاری جان لے لوں گی فارس۔۔۔!!تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی مجھے یہاں پر لے کر آنے کی۔۔۔!!!فارس نے ناز کے کمرے کا دروازہ کھولا تو وہ جوالہ مکھی بنی کمرے سے دندناتے ہوئے باہر نکلی تھی۔جبکہ فارس اسکا کوئی بھی اثر لیے بنا پر سکون انداز میں چلتا ہوا جا کر صوفے پر گرنے والے انداز میں لیٹ کر اسکی طرف دیکھنے لگا۔جو میرون کلر کے نائٹ سوٹ میں سراپہ قیامت بنی آنکھوں میں اشتعال لیے اسکے سامنے کھڑی دیکھ رہی تھی۔

کل رات ناز کے سوئے ہوئے وجود کو فارس نے کمرے سے اٹھایا تھا۔ وہ اسکے کمرے میں گیا تو اسکی ظالم محبوبہ اسی میرون نائٹ ڈریس میں قیامت بنی سو رہی تھی۔ پہلے پہل تو فارس کا دل کیا۔ کہ وہیں اسکے اوپر لیٹ کر گولڈن نائٹ منالے۔ کیونکہ کمبل ہٹاتے ہی اسکے ہوش رہا، بکھرے سراپے کو دیکھ کر وہ دہل کر رہ گیا تھا۔ لیکن پھر دل پر پتھر رکھتے ہوئے وہ جو خود پر ضبط کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کہ اسی وقت ناز مندی مندی آنکھیں کھول کر اسکی جانب دیکھنے لگی۔

فارس کو اپنے کمرے میں رات کے اس پہر دیکھ کر ناز کی نیند ایک دم سے ہوا ہوئی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ چلا کر اسے کچھ کہتی کہ تبھی فارس نے پھرتی سے آگے بڑھتے ہوئے اسکے لبوں پر ہاتھ جما دیا۔ جس پر ناز آخری حد تک آنکھیں پھیلاتے ہوئے سہم کر اسے دیکھنے لگی۔ ناز کی آنکھوں میں ڈوبتے

ہوئے فارس نے اسی پل بے ہوشی کی دوائی والا رومال اسکے ناک کے قریب کرتے اسے ہوش وحواس سے بے گانہ کر دیا تھا۔اور پھر کچھ ہی لمحوں میں وہ ہوش وحواس کھو کر بے جان سی ہو گئی۔

اور پھر کچھ ہی دیر میں وہ اسکے نازک وجود کو نائٹ سوٹ سمیت چادر میں اچھی طرح لپیٹتے ہوئے بازوؤں میں اٹھا کر بلیک مینشن سے نکلتا چلا آیا۔کبیر اور فارس الگ الگ گاڑیوں میں آئے تھے۔بہار کو تو کبیر نے آسانی سے اسکے کمرے سے اٹھا لیا تھا۔

لیکن وہ دونوں ہی جانتے تھے۔کہ نازا تنی

آسانی سے ہاتھ آنے والوں میں سے نہیں ہے۔اس لئے فارس کو اپنی منکوحہ کے لیے بے ہوش کرنے کا خاص انتظام کرنا پڑا تھا۔تاکہ وہ واویلا مچا کر گھر والوں کو اکٹھا نہ کر سکے۔

پورے راستے وہ بے ہوش رہی تھی۔سوات پہنچنے کے بعد فارس اسے کمرے میں لٹا کر خود سحری کا انتظام کرنے کچن میں چلا گیا۔کیونکہ کچھ ہی دیر میں سحری کا بھی وقت ہونے والا تھا۔اور چونکہ کاٹیج میں انکی ضرورت کا ہر سامان تو پہلے سے ہی موجود تھا۔اس لیے مہارت سے تیزی تیزی سے ہاتھ چلاتے ہوئے فارس نے کچھ ہی دیر میں سحری تیار کر لی۔

سحری تیار ہونے کے بعد ایک ٹرے میں ناز کے لئے چیزیں رکھ کر فارس نے ایک نوٹ لکھ ٹرے میں رکھ دیا اور کمرے میں اسے سحری دینے کے لئے چلا گیا۔

"سحری میں نے تیار کر دی ہے۔ سکون سے کھا کر سو جانا۔ جتنا منہ چلانا ہوا، وہ صبح اٹھ کر چلا لینا۔ ابھی میں ڈرائیو کر تھک چکا ہوں۔ اس لئے نماز پڑھنے کے بعد سو جاؤں گا۔ تو فضول میں چلا کر اپنی انرجی ویسٹ مت کرتی رہنا۔ تمہارا ہینڈسم فاری"

ایک نوٹ پر ساری ہدایات اور نصیحتیں لکھنے کے بعد وہ اسے سحری دینے جا رہا تھا۔

کیونکہ اب صورتحال جو بھی ہو۔وہ اپنی منکوحہ کا روزہ تو کسی صورت بھی ضائع نہیں ہونے دے سکتا تھا۔اس لئے ٹیبل پر سحری رکھ کر ناز کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارنے کے بعد وہ پھرتی سے خود کمرے سے باہر آ گیا۔اور دروازہ باہر سے لاک کر دیا۔تاکہ وہ چلا کر یا شور مچا کر اپنی اور اسکی سحری نہ خراب کرتی رہے۔۔۔اور تقریباً پانچ منٹ بعد ناز کی چیخ و پکار نے سچ میں فارس کے کان کے پردے پھاڑ دیے تھے۔

افطاری کرنے کے بعد فارس نے زرا دھیان سے کمرے میں پیر رکھا تھا۔کیونکہ آج کل تو بس کہیں سے بھی کوئی اڑتی ہوئی چیز آ کر فارس کا سر پھاڑنے

لگتی تھی۔اور یہ سب اسکی منکوحہ کی کرم نوازی تھی۔جو اسے دیکھتے ہی آپے سے باہر ہو جاتی تھی۔

زرا سا اندر داخل ہو کر فارس پورے کمرے میں نظر دہرانے لگا۔تو وہ اسے کھڑکی کے پاس گم سم سی کھڑی نظر آئی۔اپنے وجود پر بڑی سی چادر لپیٹے وہ سٹل کھڑی پتہ نہیں کیا باہر دیکھ رہی تھی۔یہ وہی چادر تھی۔جس میں فارس اسکے وجود کو چھپا کر اسلام آباد سے یہاں پر لایا تھا۔

آج سوات آئے ہوئے انکو پورے چھ دن ہو چکے تھے۔لیکن ان دنوں میں گل نازنے فارس ہمدانی کو جو تگنی کا ناچ نچایا ہوا تھا۔۔کہ اب فارس کو محسوس ہونے لگا تھا۔کہ اسکی گولڈن نائٹ کا پروگرام کسی صورت بھی کامیاب نہیں ہونے والا ہے۔۔

کیونکہ وہ اسے خود کے زرا بھی قریب نہیں آنے دے رہی تھی۔ایسے میں وہ اسے بہکاتا بھی تو کیسے۔۔

اور ایک وہاں کبیر خان اپنی الگ ہی موج مستی میں جھوم رہا تھا۔ جس کو دیکھ دیکھ کر فارس کے دل پر چھڑیاں چل رہیں تھیں۔اس لئے ابھی وہ دل بڑا کرتے پھر اس زخمی شیرنی کے پاس آن پہنچا تھا۔تاکہ تھوڑا بہت تو اسے بہکانے کی کوشش کر سکے۔ پھر تو ویسے بھی انکی واپسی میں بھی دو تین دن بس رہ گئے تھے۔اور یہاں ابھی فارس کچھ کر نہیں پایا تھا۔۔

اسکے پیچھے کھڑے ہو کر ناز کے پورے وجود پر وہ بے اختیار استحقاق بھری نظر دہرانے لگا تھا۔ بڑی سی بلیک چادر میں خود کو چھپائے وہ پشت کیے کھڑی تھی۔ ناز جس دن سے یہاں پر آئی تھی۔اس نے اپنے وجود سے اس میرون

نائٹ ڈریس اور بلیک چادر کو ایک پل کے لئے بھی جدا نہیں کیا تھا۔ ایسا نہیں تھا۔ کہ یہاں پر اسکے کپڑے نہیں تھے۔ لیکن فارس کے ارادے جاننے کے بعد وہ خود ضدی بنتی چینج نہیں کر رہی تھی۔ کیونکہ وہ اپنے بے وفا منکوح کو یہ بالکل تاثر نہیں دینا چاہتی تھی۔۔

کہ وہ اسکے ارادے جاننے کے بعد بھی بالکل نارمل ہے۔ اصل میں تو ناز کو دو دن سے جھٹکا لگا ہوا تھا۔ جب سے اسے یہ پتہ چلا تھا۔ کہ فارس ہمدانی کن ارادوں سے اسے یہاں پر لایا ہے۔ وہ دل ہی دل میں اسکی جرات پر جتنا حیران ہوتی، کم تھا۔ وہ زندگی میں کبھی بھی یہ سوچ نہیں سکتی تھی۔ کہ وہ دلیر بنتے اتنی بڑی جرات کر جائے گا۔ اور گھر والوں کو بھنک بھی نہیں لگنے دے گا۔

نازنے یہاں پر رہتے ہوئے بہت کوشش کی تھی۔ کہ کسی طرح وہ گھر والوں سے رابطہ کر کے انکو انفارم کر دے۔ پر وہ چاہ کر بھی کامیاب نہیں ہو رہی تھی۔ کیونکہ نا تو اسکے پاس موبائل تھا۔ اور نہ اس کاٹیج میں کوئی ایسی دوسری سہولت میسر تھی۔۔ جس کو استعمال کر کے وہ کامیاب ہو پاتی۔ اس لئے بس صبر کے گھونٹ پی کر دن پورے کر رہی تھی۔

لیکن اس ضبط میں وہ بالکل بھی بے خبر نہیں تھی۔ بلکہ ہر وقت الرٹ رہتی تھی۔ تاکہ مقابل اس پر حاوی ہونے کی کوشش نہ کر سکے۔ کیونکہ وہ تو پہلے ہی اسکی اپنے کمرے میں کی جانے والی بے شرمی ابھی تک بھول نہیں پائی تھی۔ اور اب تضاد اسکی یہ ساری پلینگ۔۔۔

میری پیاری جنگلی منکوحہ باہر کیا دیکھ رہی ہے۔۔؟ چادر کے اوپر سے ہی ناز کی کمر میں ہاتھ لپیٹتے ہوئے فارس نے زرا جھکتے ہوئے اسکے کندھے پر چہرہ ٹکا کر پیار سے پوچھتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔ تو اسکے یوں قریب آنے پر ناز کے پورے وجود میں شدید غصے کی لہر دوڑتی چلی گئی۔۔

اس لئے ایک جھٹکے میں اپنے کندھے کو جھٹکا دیتے ہوئے وہ فارس سے دور ہو کر آنکھوں میں غضب لیے اسکی جانب مڑی تھی۔۔ وہ اسکے شدید رد عمل پر مسکرائے بنا نہ رہ سکا۔۔ اس نے جب سے فارس کے ارادوں کو جانا تھا۔ تب سے وہ ایسے ہی فارس کے زرا سے چھونے پر کرنٹ کھا کر کاٹنے دوڑنے پر آ رہی تھی۔۔۔

مجھ سے دور رہو فارس ہمدانی۔۔۔!! ورنہ اسی کاٹیج میں تمہاری قبر بنا کر چلی جاؤں گی۔۔۔!!! ہلکی سبز آنکھوں میں غصے کی لالی لیے وہ تیز لہجے میں پھنکاری تو فارس متاثر ہوئے بنا نہ رہ سکا۔۔۔

سچ میں۔۔۔؟؟ فارس نے اپنا چہرہ اسکے چہرے کے زرا قریب کرتے ہوئے مزے سے چھیڑا۔۔ اسکے دوبارہ نزدیک ہونے پر ناز چادر کے اندر سے مٹھیاں بھینچتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔ جبکہ اسکے آنکھیں بڑی کرنے پر فارس کو بے اختیار ہنسی آگئی۔۔ کیونکہ وہ ضرورت سے زیادہ ری ایکشن دے رہی تھی۔ یا شاید اپنے شدید ری ایکشن سے اسے وارن کرنا چاہ رہی تھی۔ کہ وہ اسکے قریب ہونے کی غلطی نہ کرے۔۔۔

کب تک اس چادر میں لپٹی گھومتی رہو گی۔۔؟اتنے پیار سے میں نے تمہارے سائیز کے مطابق کپڑے لیے تھے۔۔!!انکو پہن کیوں نہیں رہی ہو۔۔۔؟؟ اگر میرون کلرز زیادہ پسند ہے، تو اس رنگ کے اور بھی نائٹ ڈریس لایا ہوا ہوں میری جان۔۔۔!!ان میں سے کوئی اور پہن کر دیکھو، یقیناً تم پر بہت پیاری لگے گئے۔۔!! مخمور نظروں سے اسکے چھپے ہوئے سراپے پر نظریں دہراتے ہوئے وہ بولا تھا۔۔۔

جبکہ اسکے زو معنی الفاظ پر ناز کا شرم وغصے کے باعث چہرہ خون چھلکانے لگا۔ سامنے کھڑا شخص اس وقت اسے زہر سے بھی برا لگ رہا تھا۔ کیونکہ وہ جب بھی اسکے سامنے آتا تھا۔ تو ایسے ہی واحیات گفتگو کرتے ہوئے اسکا میٹر شارٹ کرنے کی کوشش کرنے لگتا تھا۔۔۔

تمہیں کیا لگتا ہے۔۔۔؟یوں سب کر کے تم مجھے زیر کر لو گئے۔۔؟یا ہمارے بیچ سب نارمل ہو جائے گا۔۔۔؟؟یا میں تم پر بچپن کی طرح پھر مرمٹنے لگوں گی۔۔۔!!اپنے وجود میں ابلتی ہوئی frustration کو باہر نکالتے ہوئے وہ اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑتے اچانک تمسخرانہ مسکرائی تھی۔۔فارس جو متوالے پن اسے دیکھ رہا تھا۔۔کہ بے ساختہ زرا ٹھٹک گیا۔۔۔جبکہ اسکے ٹھٹکنے پر ناز مزید بولنے لگی تھی۔۔۔

تم پیدا ہو کر دوبارہ بھی اس دنیا میں آجاؤنا،فارس ہمدانی!تو میرے لئے وہ "فارس ہمدانی" نہیں بن سکتے ہو۔جو تم کچھ سال پہلے کبھی تھے۔۔۔۔! تمہاری تڑپ میں میرے بہت سے سال تکلیف کی نزر ہو چکے ہیں۔۔!!پر اب مزید نہیں۔۔!اس لئے کسی بھی خوش فہمی کا شکار ہونے کی بجائے مجھے گھر

واپس بھجوانے کا انتظام کرو۔۔۔ کیونکہ تم جو سوچ کر بیٹھے ہوئے ہو۔۔ وہ کبھی مر کر بھی ممکن نہیں ہو سکتا۔۔۔ !!

یہاں قید ہونے کے باعث اپنے اتنے دنوں کا غبار نکالتے ہوئے وہ ایک دم پھٹ پڑی تھی۔ جبکہ سبز آنکھیں تکلیف سے نم ہوتے سرخ ہو چکی تھیں۔ اس ان دیکھی تکلیف اور آگ میں تو وہ کتنے سالوں سے جل رہی تھی۔ پر اذیت کا مجموعہ تو اس لئے بھی بڑھ چکا تھا۔ کہ اس سے محبت کا دعوے دار اسے منائے بنا ہی اسے حاصل کرنے کا سوچے بیٹھا تھا۔ کیا وہ سچ میں بدل چکا تھا۔ یا پھر نازا تنی بے وقعت ہو چکی تھی۔ جو اسے یاد نہیں تھا۔ کہ وہ منائے بنا کبھی بھی پہلے جیسی نہیں ہو پاتی ہے۔۔۔

ہوش میں ہو تو تم کیا۔۔۔؟ کیا فضول میں کچھ بھی بکواس کرنا شروع ہو گئی ہو۔۔۔!! جانتی بھی ہو، کہ کیسے الفاظ استعمال کر رہی ہو۔۔؟؟

گل ناز کے اتنے سخت الفاظ پر ایک دم سے آپے سے باہر ہوتے فارس گرجا تھا۔۔ جس کے باعث وہ زرا سہم کر پیچھے ہو گئی۔ لیکن پھر خود بھی جذبات کی شدت سے پھٹتے ہوئے ناز نے آگے بڑھ کر اچانک فارس کا اچانک گریبان جکڑ لیا۔

نہیں ہوں میں ہوش میں۔۔۔!! تم نے مجھے ہوش میں رہنے کے قابل کہاں چھوڑا ہے۔۔۔!! مجھے یہاں لانے سے پہلے تم کیا بھول چکے تھے۔۔ کہ اس گل ناز کو تم سے محبت نہیں ہے۔ کیا بھول گئے تھے۔ کہ یہ گل ناز تمہیں دیکھنا گوارہ نہیں کرتی کجا کہ تمہارے ان ارادوں کے آگے زیر کیسے ہو جاتی

وہ۔۔۔!!سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے بھی تم مجھے یہاں پر لانے کی جرات کیسے کر سکتے ہو فارس۔۔۔؟؟کیا میری تکلیف کا سب حساب دے چکے ہو تم۔۔۔؟ !!

دکھ و تکلیف میں روتے ہوئے وہ اسکے چوڑے سینے پر مکے مارتے ہوئے اونچی آواز میں غراتے ہوئے سوال کر رہی تھی۔ناز کے وجود پر ٹکی چادر ایک دم سے چھوٹ کر زمین بوس ہوئی تو فارس اسے دیکھتا چلا گیا۔جو اچانک پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع ہو چکی تھی۔۔

کیا تمہیں صرف اپنی تکلیف کا حساب چاہیئے گل ناز۔۔۔؟؟اگر میرے بنا تم پر ہر لمحہ مشکل گزرا ہے۔تو تم کیا سوچتی ہو۔کہ فارس ہمدانی پردیس میں عیاشیاں کر رہا تھا۔۔؟کیا میں وہاں پر تکلیف میں نہیں تھا۔۔۔؟کیا میں نے

جدائی نہیں کاٹی ہے۔۔۔؟ پھر حساب تمہیں ہی کیوں چاہیئے ہے۔۔۔؟؟

میری تکلیف کا حساب کون دے گا۔۔۔؟؟

اسے اپنا گریبان جکڑے دیکھ کر کچھ لمحوں کے توقف کے بعد پہلے تو وہ سپاٹ لہجے بولنا شروع ہوا۔ لیکن آخر میں بے بس ہوتے وہ بھی ایک دم سے چلا اٹھا تھا۔

پچھلے اتنے دنوں کے یہاں قیام میں وہ ہر روز اس سے ایسے ہی حساب مانگ رہی تھی۔ لیکن فارس ہنس کر اسے تلخ لہجے کو نظر انداز کیے جا رہا تھا۔ پر آج وہ حد سے بڑھ کر بول چکی تھی۔ اسکے کچھ دیر پہلے والا الفاظ کو دماغ میں دہراتے ہوئے وہ بے یقینی کی کیفیت میں مبتلا ہوتا جا رہا تھا۔۔۔

"تم پیدا ہو کر دوبارہ بھی اس دنیا میں آجاؤ فارس ہمدانی تو میرے لئے وہ "فارس ہمدانی" نہیں بن سکے ہو۔".

صرف ان کچھ الفاظ کو بار بار سوچتے ہوئے فارس کا دل ایک دم سے تکلیف میں جکڑنے لگا۔۔ کیا سچ میں وہ اتنا بے مول ہو چکا تھا۔اور اگر ہاں تو کیوں۔۔۔؟اسکا کیا قصور تھا۔۔۔؟

تم اگر وہاں عیاشیاں نہیں کر رہے تھے۔تو میری طرح ہر وقت کی تکلیف میں مبتلا بھی نہیں تھے فارس ہمدانی۔۔۔! کیونکہ اگر تم میری طرح تکلیف میں ہوتے۔۔تو مجھ سے رابطہ کرنے کی کوشش کرتے۔۔! مجھے منانے کی کوشش کرتے۔۔۔! پر تم نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا۔۔۔!! بلکہ مجھ سے دور ہو کر مجھے یہ باور کروایا کہ میں تمہارے لئے بے معنی ہو چکی ہوں۔۔۔"

پاگلوں کی طرح اپنے بال نوچتے ہوئے وہ روتے ہوئے نیچے بیٹھتے چلی گئی۔

جبکہ فارس ضبط سے ہونٹوں کو پیوست کیے اسے دیکھ رہا تھا۔ جو صرف سوال کر رہی تھی۔۔۔! لیکن سامنے والے کے سوال سن نہیں رہی تھی۔۔

بیر۔۔!!! بہار کی معصوم و باریک سی آواز نے پاس لیٹے ہوئے کبیر کو اچانک مخاطب کیا۔

ہمم۔۔۔!! بہار کی پکار پر ہنکارا بھرتے ہوئے کبیر نے زرا شدت سے اسے خود میں بھینچا تو وہ ایک دم سے کانپ کر کسمانے لگی۔۔ کمرے میں مکمل طور پر اندھیرا چھایا ہوا تھا۔۔ جبکہ بیڈ پر کبیر خان اپنی آغوش میں بہار کو قید کیے سونے کے لئے لیٹا تھا۔

لیکن پچھلی کتنی دیر سے وہ سو نہیں پا رہے تھے۔ کیونکہ بہار اسکے لمس و نزدیکی پر بے چینی سے اسے مخاطب کرتے بار بار سوال کر رہی تھی۔ تو کبیر خان خود بھی اسکے نرم وجود کو بانہوں میں بھر کر بے قرار سا ہو چکا تھا۔۔۔

اتنے دنوں میں کبیر خان اپنی معصوم بلی کو اپنا اتنا عادی تو بنا ہی چکا تھا۔

کہ وہ اب اسے دیکھ کر رونے یا ڈرنے نہیں لگتی تھی۔ بلکہ بس نظریں چرا جاتی تھی۔ کبیر کے لئے ابھی اتنا بھی بہت تھا۔ بے شک بہار کو اپنے ساتھ اٹیچ کرنے میں اسکی بہت محنت لگی تھی۔ پر وہ اس بات پر سرشاری سے خوش ہو رہا تھا۔ کہ وہ اسے اپنے ساتھ اٹیچ کرنے میں کامیاب ہو چکا ہے۔۔ جو کہ ایک ناممکن ترین کام تھا۔

میری بہار اچانک چپ کیوں ہو گئی ہے۔۔۔؟؟ کبیر کے جواب دینے کے بعد بھی وہ جب کچھ نہ بولی۔ تو وہ اسکا رخ اپنی طرف موڑتے ہوئے اندھیرے میں پوچھنے لگا۔ کمبل کے اندر سے کبیر خان نے اسکے وجود کو بے حد نزدیک کرتے ہوئے اپنے ساتھ لپٹایا تو بہار حیا سے خود میں سمٹ سی گئی۔۔ حیا کے بوجھ کو بڑھتے ہوئے محسوس کر کے وہ ایک دم سے لرز گئی تھی۔ اسکے لرزنے پر اندھیرے میں وہ گہرا مسکراتے ہوئے بے اختیار اسے مزید چھونے لگا۔۔

بیر۔۔!! ہم گھر کب واپس جائیں گئے۔۔۔؟؟ پچھلے دنوں میں کئی بار پوچھے جانا والا سوال پھر استفسار کرتے ہوئے بہار نے اندھیرے میں اسکی آئس بلو آنکھوں کو ڈھونڈنے کی کوشش کی۔

عید سے ایک دن پہلے چلے جائیں گئے میری جان۔۔! تب تک میرا کام بھی ختم ہو جائے گا۔۔۔! بہار کے نازک وجود کو ایک جھٹکے میں اٹھا کر خود کے اوپر لٹاتے ہوئے کبیر نے نرم لہجے میں جواب دے کر اسکی ناک کی ٹپ سے اپنا ناک مس کیا تو کبیر کے اس عمل پر وہ اچانک کھلکھلا پڑی۔ اسکے یوں ہنسنے پر کبیر نے اندر تک سرشار ہوتے اسکی ناک کو نرمی سے چوم لیا تھا۔۔ اچانک وہ خود زرا سا اٹھ کر اسکی مغرور ناک کے ساتھ اپنی ناک کی ٹپ مس کرنے لگی۔۔ تو اسکی ان معصوم حرکتوں پر کبیر جاں فدا ہوتے اسکی کمر کو جکڑ کر گیا۔۔۔

میری بہارے کو اپنے بیر سے اب تو نہیں ڈر لگتا نا۔۔۔!!! اسکے بالوں میں ہاتھ سہلاتے ہوئے کبیر نے اچانک بھاری آواز میں جانچنے والے انداز میں سوال کیا تھا۔۔ وہ ہنس کر نفی میں سر کر زرا سے نزدیک ہوتے اسکی ناک کو بار بار چھونے کی کوشش کرنے لگی۔ اسکے یوں حرکت کرنے پر کبیر خان کے

وجود میں جذبات کی تیز لہر اٹھی۔۔۔تو وہ بے اختیار آنکھیں بند کرتے ہوئے اسکی سانسوں کی مہک کو اپنے اندر اتارنے لگا۔کیونکہ وہ اسکے ہونٹوں کے بے حد نزدیک ہوتے اسکی ناک کو چھو رہی تھی۔۔

بہارے۔۔۔!!کبیر نے اسکے بالوں کو اٹھا کر ایک کندھے پر شفٹ کرتے ہوئے اچانک مخمور آواز میں پکار کر اسکی شرٹ کے ساتھ ہاتھ الجھایا تھا۔۔۔

جی۔۔۔!!کبیر کے پیار سے بلانے پر بہار نے زرا تھم کر اسے جواب دیا تو کبیر نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے سائیڈ لیمپ آن کر دیا۔روشنی ہوتے ہی جب بہار کی نظروں سے کبیر خان کی آئس بلو آنکھیں ٹکرائیں تو وہ سانس روکتے انکو دیکھتی چلی گئی۔یہ آنکھیں اسے بے حد مسرائز کرتیں تھیں۔جبکہ یہ بھی ایک حقیقت تھی۔۔کہ وہ ان آنکھوں میں زیادہ دیر دیکھ نہیں پاتی تھی۔۔۔

کل مجھے ریڈ ساڑھی پہن کر دیکھاؤ گی۔۔۔؟ روشنی میں اسے سٹل ہوتے اپنی طرف دیکھتا پا کر کبیر خان نے اسکی گہری بلیک آنکھوں کو چومتے ہوئے اچانک پیار بھری فرمائش کی تھی۔۔ وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔ جیسے رات کے اس وقت اس فرمائش کے مقصد کو سمجھنے کی کوشش میں ہو۔۔۔

جبکہ وہ مقابل کی بے تابیوں اور چالاکیوں سے ابھی تک بے خبر تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی۔ کہ کبیر خان اسے جس جال میں پھنسا کر اپنا عادی بنا رہا ہے۔ واپسی پر بہار کے لئے یہ عادت کیسا امتحان بننے والی تھی۔ وہ پل پل تڑپنے والی تھی۔۔۔

ساڑھی۔۔۔؟؟ ساڑھی کہاں سے آئے گی۔۔؟! بیر وہ کیوں پہنی ہے۔۔۔!! نا سمجھی سے استفسار کرتے ہوئے بہار نے اسے دیکھا تھا۔ کبیر اسکی

شرٹ کے ساتھ الجھتے ہوئے اسکے نرم و ملائم بدن کو بے باکی سے چھونے لگا۔۔

کیونکہ میں دیکھنا چاہتا ہوں، کہ میری بہارے ریڈ ساڑھی میں کیسی لگتی ہے۔۔۔!!اور ساڑھی کی تم فکر نہیں کرو۔وہ وہاں اس واڈروب میں اوپر ہی پڑی ہوئی ہے۔۔۔!!اسکی گال کو ہلکے سے چومتے ہوئے کبیر کا ہاتھ نامحسوس انداز میں بے باکی پر اترنے لگا تو وہ بے چینی بھری سانسیں خارج کرتے آنکھیں بند کر گئی۔اس کے برعکس کبیر نے جب اسکا بے چین ہونا دیکھا۔تو اسکے سر کے پیچھے ہاتھ رکھتے ہوئے اسے خود پر مکمل طور پر جھکا کر بہار کے لبوں کو تیزی سے اپنے ہونٹوں میں الجھاتے ہوئے بے خود ہونے لگا۔۔

بہار کے ہونٹوں کو بے تابی سے چومتے ہوئے وہ پل بھر میں اسے بوکھلا چکا تھا۔ بہار نے اسکی سخت گرفت میں کسی معصوم چڑیا کی طرح پھڑ پھڑانے کی کوشش کی تھی۔ اسکے بوکھلانے پر کبیر فوراسے کروٹ بدلتے ہوئے اسے اپنے نیچے لٹالیا تھا۔ بہار کی بند آنکھیں ایک دم سے کھلتے ہوئے بے یقینی سے پھیلتی چلی گئیں۔

کبیر نے آنکھیں کھول کر اسکی پھیلی ہوئی سیاہ آنکھیں دیکھی تو نجانے کیوں اسکے وجود میں ہر حد سے گزرنے کی چاہ پیدا ہونے لگی۔۔ اسکا مضبوط دل اپنے یار کے لئے خود میں جنون پیدا کر رہا تھا۔ وہ "جنون یار" جو اس کہانی کے ہر کردار کا خلاصہ بننے والا تھا۔۔

کیا کل کے دن گل بہار ریڈ ساڑھی میں ملبوس ہو کر کہانی کو دہرانے والی تھی۔۔؟ وہ کہانی اور رخصتی جس میں علیزے خان کو ریڈ ساڑھی میں دیکھ کر سلطان احمد خان کو ہر حد سے گزر جانے پر مجبور کر دیا تھا۔۔ !

قسم سے فتی افطار کے بعد میں مغرب کی نماز صرف اس لئے بھاگ بھاگ کر پڑھ لیتا ہوں۔ کیونکہ وہ نماز چھوٹی ہوتی ہے۔۔۔! لیکن اب عشاء کی نماز اور تراویح کا سوچ سوچ کر مجھے نیند آ رہی ہے یار۔۔۔!! شہرام نے پاس بیٹھے ہوئے فاتح کو اچانک مخاطب کیا تھا۔ جبکہ اسکا لہجہ آخر میں دہائی دینے والا ہو چکا تھا۔

اسکی تیز آواز پر پاس بیٹھے باسم، ایشام اور غازیان بھی متوجہ ہوئے تو اسکی دہائی پر تاسف سے سر ہلا کر انکو شرم دلانے کی کوشش کرنے لگے۔

جو ہر روز مسجد میں صرف آٹھ تراویح پڑھ کر بھاگ آتے تھے۔اور کبھی کبھار تو وہ دونوں نماز کے وقت کہیں غائب ہی ہو جاتے تھے۔دن کی ساری نمازیں وہ جیسے تیسے پڑھ ہی لیتے تھے۔۔لیکن عشاء کی نماز کے لیے انکو خاص قسم کی موت پڑنے لگتی تھی۔

مجھے کیوں بتا رہا ہے۔۔!میرا خود کا دل سوچ سوچ کر ڈھول رہا ہے۔کہ آج گھر میں اتنی لمبی نماز اور تراویح آخر پڑھوں گا کیسے۔۔۔!!شہرام کے سے انداز میں فاتح نے بھی منہ بسور کہا تھا۔

کچھ شرم وحیا ہے بچی ہے، یا سب دبئی کے کلبوں میں بیچ کھائے ہو تم لوگ۔۔۔؟انکی فضول کی دہائیاں سن کر غازیان نے چباتے ہوئے انکو شرمندہ کرنے کی کوشش کی تھی۔۔پر ایسا کہاں ممکن تھا۔۔کہ فاتح سلطان یا شہرام علی کسی چیز پر شرمندہ ہو کر اپنا ریکارڈ توڑ لیتے۔

آج کسی ضروری میٹنگ کی غرض سے وہ ٹائم سے مسجد نہیں جا پائے تھے۔ اب بھی آفس روم میں بلیک گینگ اپنی کسی ضروری ڈسکشن کرنے میں مصروف تھی۔ نعمان خان اور میرال بھی وہیں پر موجود تھے۔ جبکہ وہ سب ارسل کے آنے کا انتظار کر رہے تھے۔اسکے آنے پر ہی وہ سب آج گھر میں نماز اور تراویح پڑھنے والے تھے۔پر آج شاید وہ بھی لیٹ ہو چکا تھا۔

ارسل کے انتظار میں وہ سب لاؤنج میں بیٹھے تھے۔۔ کہ اب شہرام اور فاتح نے اپنا الگ ہی دکھڑا شروع کر لیا تھا۔۔

شہری انکو چھوڑ میری مان تو جلدی سے اٹھ جا اور اپن لوگ ٹائم سے یہاں سے پتلی گلی نکل لیتے ہیں۔ کیا بولتا ہے، تو۔۔۔؟؟ غازیان کو مکمل طور پر نظر انداز کرتے ہوئے فاتح نے اپنے ازلی ٹپوری لہجے میں شہرام کو یہاں سے غائب ہونے کا مشورہ دیا۔ جس کو سن کر شہرام کی ہیزل آنکھیں یک دم چمکنا شروع ہو چکی تھیں۔۔

خبردار اگر تم دونوں نماز کے ٹائم پر یہاں سے غائب ہوئے تو۔۔۔!! بڑے بابا سے جوتے تو کھاؤ گئے ہی۔۔۔ ساتھ ہی میں نے بھائی لوگوں کو بھی کال ملا لینی ہے۔۔۔!! انکو بھاگنے کی تیاری پکڑتے دیکھ کر باسم نے تیز لہجے میں بولتے

ہوئے انکو دھمکی لگاتے روکا تھا۔۔وہ دونوں جو بیچ میں اٹھ کر دبے پاؤں رفو چکر ہونے کی تیاری میں تھے۔کہ ایشام اور غازیان نے پھرتی سے انکو جکڑ لیا۔۔شہرام اور فاتح خود بھی بڑے بھائیوں کی دھمکی پر کچھ ٹھنڈے پڑتے پیچھے گر چکے تھے۔۔

اسلام علیکم ڈیئر بروگینگ۔۔۔!!کیا ہوا۔۔۔؟ان بے لگام گھوڑوں کو کیوں رسیاں باندھ رہے ہو۔۔۔؟؟ارسل جو ابھی عجلت میں وہاں داخل ہوا تھا۔کہ سامنے ہی انکو شہرام اور فاتح پر جھپٹتے دیکھ کر پوچھے بنا نہ رہ سکا۔۔اسکی آواز پر وہ سب اچانک متوجہ ہوتے اسے دیکھنے لگے۔جو سفید شلوار قمیض میں سلیوز فولڈ کرتے ہوئے انکے پاس آکر کھڑا ہو چکا تھا۔۔

انکو بے لگام گھوڑے نہیں، بلکہ بے غیرت گھوڑے بولو۔۔۔!! تر واتح اور لمبی نماز کے ڈر سے بھاگ رہے تھے۔۔!! ایشام نے اسکی سلام کا جواب دینے کے بعد ان پر تیکھی نظر ڈال کر ارسل کو بتایا تو ارسل ہنسے بنا نہ رہ سکا۔۔ جبکہ علیزے خان جو نماز کے سٹائل میں دوبٹہ لیے پانی لینے کے لئے کچن کی طرف جا رہیں تھیں۔ کہ ارسل کو اتنے دنوں کے بعد دیکھنے پر بے اختیار مسکراتے ہوئے اسکی جانب آ گئیں۔۔

کیسی ہیں خانم مورے۔۔۔!! علیزے خان کو اپنی جانب آتے دیکھ کر ارسل سب کو پیچھے چھوڑ کر مسکراتے ہوئے انکے گلے لگا تھا۔۔ وہ شفقت سے مسکراتے ہوئے اسکے ماتھے کو چوم گئیں۔۔

میں ٹھیک ہوں میری جان۔۔۔!! تم کہاں غائب تھے اتنے دنوں سے۔۔۔!! اسکے خوبرو چہرے کو دیکھتے ہوئے وہ بے حد نرمی سے مسکرا کر جواب میں بولی تھیں۔۔۔ارسل انکے خوبصورت چہرے کو دیکھتے ہوئے بے اختیار انکے ہاتھوں کو تھام کر عقیدت سے چوم گیا۔۔

اپنے بچپن کا کتنا ہی حصہ اس نے علیزے خان کی ممتا میں رہتے ہوئے گزارا تھا۔ محبت کی پیدائش پر جب علینہ خانم بیمار رہنے لگی تھیں۔ تو سلطان احمد خان ارسل کو اپنے ساتھ بلیک مینشن لے آئے تھے۔اور پھر کئی مہینے ارسل اپنی خانم مورے کے پاس یہیں پر رہا تھا۔

وہ یہیں سے سکول جاتا تھا۔اور واپس بھی یہیں پر آتا تھا۔بس کبھی کبھار نعمان خان اسے اپنی مورے سے ملوانے کے لیے گھر لے جاتے تھے۔۔اور کچھ دیر

اپنی مام کے پاس گزار آ کر ارسل پھر بلیک مینشن واپس آ جاتا تھا۔ یہاں تک کہ نعمان خان اور علینہ جب گاؤں جاتے تھے۔ تب بھی ارسل خان کو وہ علیزے خان کے پاس چھوڑ جاتے تھے۔ اس لئے ارسل خان کو اپنی خانم مورے سے خاص قسم کی انسیت محسوس ہوتی تھی۔ جو شاید وہ کسی اور کے لئے کبھی بھی محسوس نہیں کر سکتا تھا۔

کھانا کھا کر آئے ہو۔۔۔؟ ارسل کے نم بالوں کو دیکھتے ہوئے علیزے خان نے بے اختیار استفسار کیا۔ شاید وہ ڈیوٹی سے واپس لوٹتے ہی فریش ہونے کے بعد یہاں پر آ چکا تھا۔۔

نہیں خانم مورے۔۔! بس فریش ہو کر سیدھا یہیں پر آ گیا ہوں۔۔۔!!

ارسل نے انکی فکر پر مسکرا کر سچ بتایا۔ تو وہ بے اختیار نفی میں سر ہلا کر اسے دیکھ گئیں۔۔

میں کھانا لگا رہی ہوں۔۔! آ کر جلدی سے کھا لو۔۔۔!! خان لوگوں کو ابھی فری ہونے میں تھوڑا سا اور ٹائم لگ جائے گا۔ تو تب تک تم جلدی سے کھانا کھا لو، پھر نماز پڑھنا۔۔۔!! ارسل کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتے وہ کچن کی جانب بڑھیں تو باقی سب مسکرا کر انکو دیکھ گئے۔۔۔

بڑی ماما ہم بھی آ رہے ہیں۔۔! یار ہمیں بھی اتنی لمبی نماز پڑھنے سے پہلے کچھ کھلا دے۔ تاکہ ہم ٹھیک طریقے سے نماز ادا کرنے کے قابل تو ہو سکے۔۔۔!! ارسل کو ڈائنگ ٹیبل پر بیٹھتے دیکھ کر شہرام بھی علیزے کو پکار لگاتے ہوئے

اٹھ گیا تھا۔۔ جبکہ فاتح بھی جلدی سے کھڑا ہو چکا تھا۔ان دونوں کو بے شرموں کی طرح پھر کھاتے دیکھ کر باسم،ایشام اور غازیان ان پر سوا سوا لاکھ کی لعنتیں بھیجتے ہوئے آکر انکے ساتھ ہی ڈائٹنگ ٹیبل پر بیٹھ چکے تھے۔تاکہ ارسل کو کمپنی دے سکیں۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اوئے غازی۔۔۔!! نماز تھوڑی سپیڈ سے پڑھائی۔۔۔!! وضو کرنے کے بعد تیزی سے کھڑے ہوتے فاتح سر پر ٹوپی پہن کر غازیان کی طرف آیا۔چونکہ آج سب غازیان کی امامت میں نماز پڑھنے والے تھے۔۔اس لئے شہرام اور فاتح بار بار اسے ہدایت کر رہے تھے۔کہ وہ نماز سپیڈ سے پڑھائے۔۔۔

بالکل بھی نہیں۔۔۔! غازی میری مان تو آج کی نماز اپنی نارمل سپیڈ سے بھی کم سپیڈ میں پڑھائی۔۔ کم از کم ازاسی بہانے ہماری ان چول انسانوں سے جان تو چھوٹے گی۔۔! ارسل نے جلدی سے غازیان کو ٹوکتے ہوئے ساتھ اپنی طرف سے ڈبل ہدایت کی تھی۔

ہاں اور بعد میں پتہ چلے۔ کہ دو نیک انسان عشا کی نماز اور تراویح پڑھنے کے دوران شہید ہو کر جنت میں اعلیٰ مقام پا چکے ہیں۔۔۔! ایشام کی ہدایت کو اچکتے ہوئے باسم نے طنز کرتے ہوئے ساتھ ٹکرا لگایا تھا۔ جس کو سن کر ایک دم سے سب کی ہنسی چھوٹ گئی۔ جبکہ شہرام اور فاتح ان سب کو زہر بھری نظروں سے دیکھنا شروع ہو چکے تھے۔ جو کب سے انکی پتلی حالت پر مزے لے رہے تھے۔

اگر تم سب کی کھی کھی پوری ہو چکی ہو تو اب نماز شروع بھی کر لو۔۔۔! پہلے ہی لیٹ ہو چکے ہیں۔۔۔!! ان سب کو گروہ بنا کر باتوں میں مصروف میں دیکھ کر نعمان خان اچانک رعب سے بولے تھے۔ وہ کب سے نوٹ کر رہے تھے۔۔ کہ انکی باتیں ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی ہیں۔۔۔

سب نے متوجہ ہوتے اپنی اپنی جگہ سنبھالی تو شہرام اور فاتح چالاکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے سب سے پیچھے جا کر کھڑے ہو گئے۔ تاکہ جیسے ہی آٹھ تراویح پوری ہوں۔ تو وہاں سے بھاگ سکے۔ پر انکو سب سے پیچھے جا کر کھڑے ہوتے دیکھ کر انکے باقی بھائی ہنسی دبا چکے تھے۔ کیونکہ شہرام اور فاتح دونوں ہی نہیں جانتے تھے۔ کہ آج ایشام صدیقی دروازے کو لاک لگا چکا ہے۔۔۔ لہذا آج پوری نماز پڑھے بنا وہ کہیں بھی بھاگ نہیں سکتے تھے۔

ناول جنونِ یار

شام ہو رہی تھی۔ جب فارس اپنے کاٹیج سے کچھ چیزیں خریدنے کے لیے باہر نکلا تھا۔ چہرے پر سپاٹ تاثرات لیے وہ ایک چھوٹے سے مارٹ میں شاپنگ کرنے کے لیے آیا تھا۔ وائٹ ٹی شرٹ کے ساتھ جینز پہنے اپنی سنجیدہ شخصیت میں وہ ہر کسی کی توجہ کھینچ رہا تھا۔ شہد رنگ آنکھیں اس وقت خالی خالی سی لگ رہیں تھیں۔ اور اس خالی پن کی وجہ اسکی منکوحہ تھی۔۔

جو پرسوں رات اس سے جھگڑا کرنے کے بعد رو رو کر اپنا حال برا کر چکی تھی۔ فارس نے کتنی ہی بار اسے صفائی دینے یا منانے کی کوشش کی تھی۔ پر ہمیشہ کی طرح ضدی بنتی وہ کچھ سننے کو تیار ہی نہیں تھی۔۔۔ دل میں اٹھتی تکلیف کے

باعث فارس بس بے بسی سے اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔ جو کچھ سننے یا سمجھنے کو تیار ہی نہیں ہو رہی تھی۔۔

افطار کرتے ہی وہ گروسری کی کچھ چیزیں لینے کے لیے قریبی مارٹ میں آیا ہوا تھا۔ شام ڈھلتے ہوئے اب کالے گہرے سائے میں بدل چکی تھی۔ فارس نے ایک نظر باہر کی جانب دہرائی تو باہر ایک دم سے بارش شروع ہوتی نظر آ رہی تھی۔ وہ جب کاٹیج سے نکلا تھا۔ تب بھی سوات کا موسم بہت سرد ہو رہا تھا۔ پر اب باہر اچانک باہر تیز بارش شروع ہو چکی تھی۔ اتنی تیز برستی بارش کو دیکھ کر فارس کو فور آناز کی فکر ستانے لگی۔۔ جو کاٹیج میں بالکل اکیلی تھی۔ اور اس موسم میں یہاں کی بجلی کا بھی کوئی بھروسہ نہیں تھا۔ اس لئے فارس کو یہاں سے اب جلد از جلد نکلنا تھا۔

تمام چیزیں اٹھا کر وہ بل کروانے کے لیے کاؤنٹر کی جانب آیا تو اسکی بلیک جیکٹ میں رکھا ہوا موبائل اچانک سے وائبریٹ ہونے لگا۔ فارس نے پاکٹ سے موبائل نکال کر دیکھا تو کبیر خان کی طرف سے میسیج آیا ہوا تھا..

"Yesterday night 🌉 ! "My mission accomplished 🔥"

کبیر خان کا میسیج پڑھتے ہی فارس بے اختیار مسکراتے ہوئے اسے گالیوں سے نوازنا شروع ہو گیا۔ کیونکہ جس طرح وہ میسیج میں اپنے کامیاب ہونے کی خبر سنا رہا تھا۔ صاف پتہ چلا رہا تھا۔ کہ کبیر خان اپنی تمام تر بے غیرتیوں پر اچھے سے عمل درآمد کر چکے ہیں۔ اس لئے وہ اتنا اتراتے ہوئے فارس کو آگ لگانے کی کوشش میں ہیں۔۔۔

سالا خبیث انسان۔۔۔! ادھر میرے والی نے مجھے اتنے دنوں سے منہ تک لگانے نہیں دیا اور وہاں یہ کمینہ مشن پورا کیے بیٹھا ہے۔۔! جلتے دل کے ساتھ کبیر کو صلواتیں سناتے ہوئے فارس نے بل ادا کرنے کے بعد چیزیں اٹھائیں تھیں۔اس کمینے کی کامیابی سن کر فارس کو خود کی حالت پر خود ہی ترس آرہا تھا۔۔۔

وہ سارے شاپنگ بیگز اٹھا کر باہر نکلا تو ٹھنڈی ہواؤں کا جھونکا ایک دم سے اسکے وجود کے ساتھ تیزی سے آ ٹکرایا۔اس قدر یخ ہواؤں کو محسوس کرتے ہی بے اختیار ہوتے فارس تعجب سے سارے ماحول پر نظر دہرانے لگا۔۔

ٹھنڈی ہوائیں، برستی بارش، اور ہلکا ہلکا سرخ ہوا آسمان یہ سب منظر دیکھنے کے فارس کا دل بے قرار ہوتے کئی خواہشات کی چاہ میں وارفتگی سے دھڑک اٹھا تھا۔۔۔

اپنے دل کے زوروں سے دھڑکنے پر وہ لب کا کونا کاٹتے ہوئے بے بسی سے خود کو سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔۔ کہ ایسے حسین لمحات ابھی اسکی قسمت میں نہیں ہیں۔ لہذا اوقات سے باہر سوچنے کی ضرورت نہیں ہے۔

خوامخواہ خوش فہمیاں پال کر خود کو اذیت دینے کی کیا ضرورت ہے بھلا۔۔۔

اپنی منکوحہ کے سارے تلخ الفاظ یاد آتے ہی فارس دکھ سے سر جھٹک کر خود کو سمجھانے کی کوشش میں گاڑی کی جانب بڑھ چکا تھا۔۔۔۔

کاٹیج کے باہر آکر فارس کی گاڑی رکی تو وہ بے اختیار تشکر بھرا سانس کر گیا۔۔۔

شاپنگ بیگز اٹھا کر وہ جلدی سے گاڑی سے باہر نکلا تھا۔تاکہ ناز کو دیکھ سکے۔

کیونکہ جب وہ مارٹ سے نکلا تھا۔تو بارش کے ساتھ ساتھ برف کے گولے

بھی برسنے لگے تھے۔جس کے باعث تمام روڈ کچھ دیر کے لئے بلاک کر دیے

گئے تھے۔اسی باعث فارس کو بھی مجبوراً وہیں رک کر انتظار کرنا پڑا تھا۔

روڈ ان بلاک ہونے میں پورا ایک گھنٹہ لگ چکا تھا۔اور اب گھر آتے ہوئے

اسے مزید آدھا گھنٹہ لگا تھا۔اب رات کے دس بج رہے تھے۔فارس بے حد

تفکر سے کاٹیج میں داخل ہوا تو ہر طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا۔شاید بجلی بند ہو

چکی تھی۔

تمام شاپنگ بیگز کچن میں رکھ کر وہ تیزی سے چلتے ہوئے ناز کے کمرے کی جانب بڑھا۔۔۔

ناز۔۔؟؟؟موبائل کی ٹارچ آن کرتے ہی فارس نے اسے تلاش کرنا چاہا۔۔۔ پر پورا کمرہ خالی پڑا تھا۔۔

نازو۔۔۔؟؟کمرے کو خالی دیکھ کر وہ تیزی سے اب باتھروم کی طرف آتے اسے ایک بار پھر پکارنے لگا۔پر یہ جگہ بھی خالی تھی۔

یہ لڑکی کہاں چلی گئی ہے۔۔۔؟؟اپنے ارگرد اس قدر خاموشی محسوس ہوتے ہی فارس کو بے اختیار احساس ہو رہا تھا۔کہ ناز یہاں پر موجود نہیں ہے۔۔کئی غصے میں کہیں نکل تو نہیں گئی۔۔۔؟؟فارس کو ایک دم سے تشویش ہونے لگی

تو اگلے ہی پل اسکا دل سکڑتا چلا گیا۔ وہ تیزی سے انہی الٹے قدموں پر کمرے سے باہر نکل آیا۔

نازو۔۔۔؟؟ کمرے سے باہر نکل فارس نے اس بار اونچی آواز میں اسے پھر پکارا تھا۔ لیکن جواب ندارد۔۔۔ !!

کہاں چلی گئی ہے یہ لڑکی یاخدا۔۔۔؟؟ کاٹیج میں چونکہ ایک کمرہ تھا۔ جہاں وہ پہلے ہی چیک کر چکا تھا۔ پر ناز کو وہاں موجود نہ پا کر فارس کا دل اب تیزی سے مٹھی میں جکڑتا جا رہا تھا۔۔ تیزی سے بھاگتے ہوئے وہ کاٹیج کے باہر آ کر چیک کرنے لگا تھا۔ لیکن وہ کہیں بھی نہیں تھی۔ اسکی اچانک غیر موجودگی پر فارس کا دل دھڑکنا بھول رہا تھا۔ اسکا سانس سینے میں اٹکنے لگا تھا۔۔۔

وہ پاگلوں کی طرح ہر جگہ کو پھر دوبارہ چیک کرنے لگ گیا۔ کیونکہ دل میں کہیں نہ کہیں یہ خیال بھی موجود تھا۔۔ کہ کئی وہ اسے تنگ کرنے کی غرض چھپی بیٹھی نہ ہو۔۔ فارس کی نظروں سے اوجھل ہو کر چھپ کر بیٹھ جانا تو گل ناز کے بچپن کی عادت تھی۔ وہ جب بھی غصے میں ہوتی تھی۔ یا فارس سے ناراض ہوتی تھی۔ تو ایسے ہی اسے تنگ کرنے کی غرض سے کہیں بھی چھپ جاتی تھی۔ اور پھر وہ دیوانوں کی طرح اسے سامنے آنے کے لیے پکارتا رہ جاتا تھا۔

فارس ہر جگہ چیک کر چکا تھا۔ پر وہ کہیں بھی موجود نہیں تھی۔ بارش نے ایک بار پھر زور پکڑ لیا تھا۔ جس کو دیکھ کر اسکا مضبوط دل اب پاگل ہونے کو تھا۔ کہ اچانک کسی خیال کے تحت وہ بھاگتے ہوئے باہر نکلا۔

وہ جب سے یہاں پر آئے تھے۔۔ تو اکثر اوقات ناز کا ٹیج کی پچھلی سائیڈ پر چلی جاتی تھی۔

دل میں اسکی موجودگی کو وہاں پر اخذ کرنے کی دعائیں مانگتے ہوئے وہ بھاگتے ہوئے وہاں پہنچا تو سامنے کا منظر دیکھ کر فارس کا سانس رک گیا۔ کیونکہ اسکی پاگل منکوحہ بارش میں بھیگتی بے سدھ ہو چکی تھی۔ اس قدر ٹھنڈی ہواؤں اور بارش میں اسے یوں ضدی بن کر بھیگتے دیکھ کر فارس کا دل کانپ اٹھا تھا۔ زمین پر بے سدھ لیٹی وہ بارش میں بھیگ رہی تھی۔۔

نازو۔۔۔!!! اسے اپنے سامنے دیکھ کر فارس کا دل جو تشکر سے دھڑکا وہیں اسکی حالت پر بے چین ہوتے وہ پھرتی سے اسکی جانب بڑھا۔۔ اسی میرون

نائٹی میں وہ پاگل بھیگ رہی تھی۔ جبکہ موسم جس قدر یخ بستگی سا تھا۔اس موسم میں یہ دیوانہ پن بہت مہنگا پڑنے والا تھا۔۔

فارس نے آگے بڑھ کر اسکا سر اٹھا کر گود میں رکھا تو وہ ہوش و حواس سے بے گانہ نظر ہوتی آئی۔ جس کو دیکھ کر فارس کی جانب پھر لبوں پر آگئی تھی۔اسے ڈھونڈنے کے چکر میں تو وہ خود بھی مکمل طور بھیگ چکا تھا۔

میری جان۔۔۔!! یہ کیسا پاگل پن تھا یار۔۔۔؟؟اسکے بے ہوش وجود کو بانہوں میں بھر کو وہ تڑپتے ہوئے بول گیا۔ لیکن پھر وقت ضائع نہ کرتے وہ اسے اٹھا کر جلدی سے اندر کی جانب بڑھا تھا۔۔۔

ناز کے بھیگے وجود کو اٹھا کر وہ کمرے میں داخل ہوا تو ابھی تک لائٹ نہیں آئی تھی۔ پورے کاٹیج میں ابھی تک ہر طرف گہرا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ اپنے موبائل کی ٹارچ دربارہ آن کرتے ہوئے فارس نے اسے وہیں پ ایک طرف سیٹ کر دیا تھا۔ تاکہ کچھ تو روشنی ہو۔۔۔

ناز۔۔۔!! فارس نے تیزی سے اسے صوفے پر لٹا کر بانہوں میں بھرتے ہوئے پکارا تو وہ آنکھیں کھولنے کی کوشش کرتے نظر آئی۔۔

فف۔۔فاری۔۔۔!! ٹھنڈ۔۔۔لگ رہی۔۔۔!!! فارس کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے وہ اٹکتے ہوئے بولی تھی۔ جس کو سنتے ہوئے وہ پریشانی و دکھ سے اسے دیکھ گیا۔۔۔

کیوں مجھے تکلیف پہنچانے کے لیے نئے سے نئے طریقے استعمال کرتی ہو جاناں۔۔۔؟؟ناز کے نیلے ہونٹوں کو دیکھ کر وہ بے بسی سے کہتے اسے وہیں پر لٹا کر واڈروب کی جانب بڑھا تھا۔۔ تیزی سے اپنے گرم کپڑے نکال کر وہ پلٹتے ہوئے اسکی جانب واپس آیا۔۔۔

ناز کی آدھ کھلی آنکھوں میں شکوے سے دیکھتے ہوئے فارس نے اسکی چادر نکال کر سائیڈ پر رکھی تو وہ اداسی سے مسکراتے ہوئے اسے دیکھ گئی۔ جبکہ سپاٹ چہرے کے ساتھ فارس نے تیزی سے اسکی نائٹی الگ کرنا چاہی تو ناز نے لرزتے ہوئے اسکا ہاتھ تھام لیا۔۔۔

بے فکر رہو صرف چینج کروا رہا ہوں۔ ورنہ ٹھنڈ سے بیمار پر جاؤ گی، اگر اسی حلیے میں رہی تو۔۔۔! بے تاثر چہرے کے ساتھ وہ بنا اسکی طرف دیکھے بولا تو

نازنے اپنا چہرہ دوسری طرف کرتے ہاتھ پیچھے ہٹالیا۔ کمرے میں صرف موبائل ٹارچ کی ہلکی ہلکی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔۔ جبکہ اس قدر ٹھنڈی بارش میں بھیگ کر ناز کی حالت خراب ہوگئی تھی۔ اسکے جسم پر بری طرح کپکپی طاری ہوچکی تھی۔ فارس نے اسے بری طرح کانپتے دیکھا تو ہونٹ بھینچ کر اسکو جلدی جلدی سے چینج کروانے لگا۔۔

اسکی نائٹی الگ کر فارس نے پہلے اسے سائیڈ پر پھینکا۔ جبکہ ناز کو زرا سا اوپر اٹھا کر فارس نے اسکی ہک میں ہاتھ الجھایا تو دونوں کی سانسیں ایک دوسرے سے ٹکرانے لگیں۔ ناز کے جسم کو چھوتے ہی مقابل کی اپنی حالت تو خراب ہو ہی چکی تھی۔ ساتھ ہی ساتھ دل بھی بری طرح مچلنا شروع ہوچکا تھا۔ اسکے برعکس ناز آنکھیں بند کیے بس بے وحس و حرکت تھی۔

فارس نے خود پر ضبط کرتے ہوئے اسکا آخری پردہ بھی نکال کر سائیڈ پر رکھا تو نازنے مٹھیاں بھینچتے ہوئے خود کو سنبھالنا چاہا۔۔ ٹھنڈ کے باعث وہ اپنے جسم کو حرکت بھی دینے سے قاصر تھی۔

فارس جب گیا تھا۔ تو تب ہی ٹھنڈی ہوائیں چلنا شروع ہو چکی تھیں۔ اپنی سوچوں سے خود ہی الجھتے ہوئے وہ پیچھے کی جانب چلی گئی تھی۔۔

جہاں کچھ ہی دیر میں اچانک بارش شروع ہوئی تھی۔ سوات کی پہلی اچانک بارش کو دیکھ کر ناز کا موڈ کچھ بہتر ہوا تو وہ لاپرواہ بنتے بھیگنے لگی۔ اور پھر بھیگتی چلی گئی۔ جیسے اپنے وجود میں سرائیت کرتی اس انجانی تکلیف سے نجات حاصل کرنا چاہ رہی ہو۔۔ وہ نہیں جانتی تھی۔ کہ وہ وہاں پر کتنی دیر سے بھیگ رہی ہے۔ کیونکہ مسلسل بھیگنے کی وجہ سے ٹھنڈ اسکے جسم میں اس قدر

سرائیت کر چکی تھی۔ کہ وہ اٹھ کر اندر جانے کی بھی ہمت چھوڑتے ہوئے وہیں پر گرتی چلی گئی۔۔

فارس جو اسے اپنی ہوڈی پہنانے لگا تھا کہ اچانک بجلی کا جھونکا آیا اور پورے کمرے میں روشنی بکھرتی چلی گئی۔ اس اچانک ہونے والے اجالے کی مدد سے فارس کی نظر اسکے شفاف جسم پر ٹھہری تو وہ سانس روک گیا۔ سفید و گلابی بھیگا ہوا بدن اسے اچانک سٹل کر گیا تھا۔ فارس کی شہد رنگ آنکھیں ایک دم سے سرخ ہوئیں، تو وہ سرعت سے اپنی نظروں کا زاویہ بدلتے ہوئے اسے کپڑے پہنانے لگا۔۔ کیونکہ وہ سردی کے باعث پھر آنکھیں بند کر رہی تھی۔

پوری احتیاط کے ساتھ ناز کو زرا سا اٹھا کر فارس نے پہلے گرم ہوڈی پہنائی اور ساتھ بلیک ٹروزار پہناتے ہی کھڑا ہو گیا۔۔

ناز کے بھیگے کپڑے اٹھا کر فارس نے پہلے سائیڈ پر رکھے اور خود بھی چینج کرنے لگا۔ وہ ابھی چینج کر ہی رہا تھا۔ کہ باہر زوردار بادل کے گرجنے کی آواز کے ساتھ ہی پھر لائٹ بند ہو چکی تھی۔ خود بھی گرم ہوڈی اور ٹراؤزر پہننے کے بعد فارس نے الماری میں سے ٹاول نکالا اور ناز کی جانب آیا۔ جو صوفے پر بے جان سی پڑی تھی۔۔۔

تیزی سے اسکے بالوں کو ہلکا ہلکا سا خشک کرنے کے بعد فارس اسے بازوؤں میں اٹھا کر بیڈ کی جانب بڑھا تھا۔ اسکے کانپتے وجود کو بیڈ پر لٹا کر فارس نے اس پر رضائی دی

تو وہ سردی کے باعث ایک دم سے مچل اٹھی۔۔ اسے بری طرح سے کانپتے دیکھ کر فارس بے بس ہو رہا تھا۔ اس لئے اپنے بھیگے بالوں کو ساتھ ساتھ خشک

کرتے ہوئے وہ پھر الماری کی جانب بڑھ گیا۔ وہاں سے ایک اور رضائی نکال کر وہ ٹاول کو صوفے پر اچھالتے ہوئے دوبارہ بیڈ کی جانب پلٹا۔۔

نازکے وجود پر ڈبل رضائی دیتے ہوئے فارس نے شدت سے لائٹ کے دوبارہ آنے کی دعا کی تھی۔ تاکہ وہ کمرے میں ہیٹر آن کر سکے۔ پر باہر کے اثرات دیکھ کر فارس کو لگ رہا تھا۔۔ کہ لائٹ کے اب آنے کے امکان مشکل ہی ہیں۔۔ کیونکہ ایک بار پھر بارش زور پکڑ چکی تھی۔ بادل کے زور وسے گرجنے کی آوازیں دل دہلا رہی تھی۔۔۔

نازو۔۔۔!! بیڈ کے سر کے کنارے بیٹھتے ہوئے فارس نے اسے محبت سے پکارا تو وہ کانپتے ہونٹوں سے رو پڑی۔۔

فف۔۔۔اری۔۔فاری۔۔۔!!مجھے۔۔سردی۔۔لگ رہی ہے۔۔۔پلیز۔۔کچھ کرو۔۔۔!!اپنے وجود کو برف کی لپیٹ میں محسوس کرتے ہوئے وہ بے بس ہوتے اسکی جانب پلٹی تو فارس بے قرار ہوتے تیزی سے اسکے پاس لیٹ کر اسے بانہوں میں بھر گیا۔

کس نے کہا تھا۔۔؟اس موسم میں بارش میں جا کر بھیگنے لگو۔۔۔؟؟اب خود بھی تکلیف میں ہو اور مجھے بھی تڑپا رہی ہو۔۔!!اسے بے حال ہوتے دیکھ کر وہ شکوہ کناں لہجے میں گویا ہوا تھا۔۔لیکن پھر اگلے ہی پل اسے خود میں قید کرتے پر سکون کرنے کی کوشش کرنے لگا۔۔کیونکہ اسکا جسم بری طرح لرزش کا شکار ہو رہا تھا۔بارش ہونے کے باعث اس قدر سردی اچانک بڑھی گئی تھی۔

کہ ڈبل رضائی ہونے کے باوجود بھی فارس کو ٹھنڈ محسوس ہو رہی تھی۔اور وہ پاگل تو پھر پتہ نہیں کتنی دیر بھیگتی رہی تھی۔وہ اگر اس وقت یہاں پر موجود ہوتا تو اسے کبھی بھی اس پاگل پن پر نہ اترنے دیتا۔۔لیکن اب جیسے تیسے فارس کو اسے سنبھالنا تھا۔۔ورنہ اسکی حالت بگڑ سکتی تھی۔

اگر لائٹ ہوتی تو وہ ہیٹر آن کر لیتا۔جس کے باعث بھی ناز کو کچھ ریلیف مل سکتا تھا۔پر لائٹ تھی۔کہ آ ہی نہیں رہی تھی۔فارس کو ایک دم سے غصہ آنے لگا تو وہ سختی سے ہونٹوں کو بھینچتے ہوئے اسکی کمر رب کرنا شروع ہو گیا۔۔تاکہ وہ پر سکون ہو سکے۔۔

فارس نے اسکی ٹھنڈے پیروں کو اٹھا کر اپنی بھاری ٹانگوں میں قید کرتے گرم کرنے کی کوشش کی تھی۔جبکہ وہ مکمل طور پر اسے اپنے ساتھ لپٹائے ہوئے

تھا۔تاکہ اسکے جسم کی حدت سے وہ ٹھیک ہو سکے۔کافی دیر گزرنے کے بعد بھی جب کچھ بہتر نہ ہوا تو وہ ناز کو تکیے پر لٹا کر جلدی سے نیچے اترنے لگا تو وہ اسے بے چینی سے روکتے ہوئے پکار گئی۔۔فاری۔۔!!

جانِ فارس بس دو منٹ آرہا ہوں واپس۔۔۔!!ناز کے ماتھے کو چوم کر وہ تیزی سے بیڈ سے نیچے اترا تھا۔

لائٹ چیک کرنے کے بعد فارس نے کچھ سوچتے کمرے کی ساری لائٹس آف کر دیں۔دروازہ اور کھڑکیاں بند کر کے فارس نے کمرے کا ہیٹر بھی ان کر دیا تھا۔تاکہ جب لائٹ واپس آئے تو ہیٹ خود بخود آن ہو جائے۔

ایک جھٹکے میں گردن سے اپنی ہوڈی نکال کر وہ تیز ہوتی ڈھڑکنوں کے ساتھ دوبارہ بیڈ کی جانب آیا۔ جہاں رضائی کے اندر ناز کے جسم کی لرزش وہ صاف محسوس کر سکتا تھا۔

نازو۔۔۔!! پیار سے اسے پکارتے ہوئے فارس دوبارہ اسکے قریب لیٹا ہی تھا۔۔ کہ وہ خود تیزی سے قریب آتے اسکے اندر چھپنے کی کوشش کرنے لگی۔ جس پر وہ بھاری سانس خارج کرتے اسکی کمر کو دبوچ گیا۔ وہ نہیں جانتا تھا۔ کہ کچھ گھنٹے پہلے کی مانگی ہوئی دعا اسکی یوں قبول ہو جائے گی۔ کہ وہ کسی نعمت کی طرح اسکی آغوش میں خود ہی آسمائے گی۔۔۔

تمہاری ہوڈی اتار دوں۔۔۔؟؟گھمبیر آواز میں بولتے ہوئے فارس نے اسکی طرف کروٹ لی تو وہ اپنی آنکھیں کھولنے کی کوشش کرتی کانپتے ہوئے تیزی سے نفی کر گئی۔۔

اتارنے دو جاناں۔۔۔!! میں تمہیں خود کے ساتھ لپٹانا چاہ رہا ہوں۔تاکہ میری باڈی سے نکلنے والی ہیٹ تمہارے اس ٹھنڈے بدن کو گرم کر سکے۔۔۔

ناز کی آنکھوں کو ہلکا سا چوم کر بھاری آواز میں بولتے ہوئے فارس نے نرمی سے اسکی ہوڈی اتار کر سائیڈ پر رکھی تو اپنا جسم عیاں ہوتے ہی ناز پہلے سے زیادہ لرز اٹھی۔ جس کو محسوس کرتے ہوئے فارس نے فوراً اسے اپنے چوڑے سینے میں چھپا لیا۔ناز کے جسم کی نرمیوں نے جب فارس کے جسم کو چھوا تو مقابل کا وجود اچانک کسی بھاری جذبے کے تحت بری طرح گھائل ہوتا چلا گیا تھا۔ لمحہ

بھر میں ان دونوں کو ایک ساتھ خماری نے اپنی لپیٹ میں لیا۔ تو وہ دونوں ہی اپنی اپنی جگہ پر سانس روکے ایک دوسرے کو محسوس کرنے لگے۔۔

فارس نے اسکی گردن میں ہاتھ لپیٹتے ہوئے ناز کا چہرہ زرا سا بلند کیا تو اسکی اگلی کاروائی کو سمجھتے ہوئے وہ آنکھیں میچ گئی۔ جبکہ اسکے وجود میں اتنی سی ہمت بھی نہیں تھی۔ کہ وہ کسی طرح کی مزاحمت کرتے اسے روک پاتی۔ یا شاید پھر اس اچانک پیدا ہوئی قربت کا اثر تھا۔ کہ وہ فارس ہمدانی کے پر حدت وجود کی گرمائش میں اچانک پگھلنے لگی تھی۔۔۔

اندھیرے کے باعث دل میں اسکے ہر خوبصورت نقش کو سوچتے ہوئے فارس خود پر ضبط سے کھوتے ہوئے اسکے ہونٹوں پر اچانک جھکا تو ناز جھٹکا کھاتے اسے کندھوں سے تھام گئی۔

جبکہ وہ اپنے جسم میں اٹھتے جذبات کے آگے اچانک ڈھیر ہوتے ناز کی سانسیں تنگ کرنے لگا تھا۔ ناز کے ہونٹوں کو وا کر کے فارس نے زرا شدت سے اسکی زبان کو ایک دم جکڑ لیا تھا۔ جس کو محسوس کرتے وہ فارس کے کندھوں پر ہلکے سے ناخن گاڑ گئی۔

تیزی سے اسکے ہونٹوں کو بری طرح سک کرتے ہوئے وہ اپنا چوڑا ہاتھ ناز کی دھڑکنوں پر رکھ چکا تھا۔ بے باکی سے اسکے سینے کی گہرائیوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ اسکے ہونٹوں کو سک کرتا جا رہا تھا۔ خود پر قابو پاتے ہوئے وہ ابھی اسے نرمی سے چھونے کی کوشش میں تھا۔ تاکہ اسے اپنی ہیٹ سے زرا نارمل کر سکے۔ کیونکہ سردی کے باعث ناز کا برا حال ہو چکا تھا۔

نازکی زبان کو سختی سے سک کرتے ہوئے فارس نے اسکی کمر کو دبوچ کر انتہائی قریب کرتے ہوئے اپنے وجود کے ساتھ بے باکی سے مس کیا تو ناز کا چہرہ تیزی سے خون چھلکانے لگا تھا۔ کمزور سی مزاحمت کرتے ہوئے اس نے سانس رکنے پر فارس کے کندھوں پر مکے مارتے ہوئے اسے ہوش دلانے کی کوشش کی تو فارس فوراً اسکے لبوں کو آزاد کر کے گردن پر جھک گیا۔

پھولی سانسوں کے ساتھ اسکی گردن کو نم کرتے ہوئے فارس نے اسکی ڈھرکنوں کو سینے کے ساتھ لپٹایا تو ناز کے وجود میں تیزی سے سرد لہریں دوڑنے لگیں۔ فارس کا ضبط تو خود سے ٹوٹ چکا تھا۔ اسی لئے وہ ہر حد بھلاتے ہوئے ہر گزرنے والے لمحے میں اپنی گرفت سخت کرتا جا رہا تھا۔

نازکی پوری گردن کو سک کرتے ہوئے فارس کے ہونٹوں اسکی دھڑکنوں کی طرف سرکے تو نازبری طرح مچلتے ہوئے کمر اٹھانے لگی تھی۔

فف۔۔فاری۔۔!!!بے ربط بھرے انداز میں نازنے بے چینی سے پکارتے ہوئے اسے روکنے کی کوشش کی تو فارس اسکی کلائیوں کو دائیں بائیں بیڈ پر لگاتے ہوئے تیزی سے اسکے اوپر آگیا۔

تمہیں ہیٹ دینے کے چکر میں میرا حال خراب ہو چکا ہے۔۔۔اس لئے پلیز اب مجھے روکنے کی کوشش نہ کرنا نازو۔۔۔!!اسکی دھڑکنوں پر ہونٹ رکھتے ہوئے فارس نے زرا اٹھتے ہوئے اسکے کان میں گھمبیر سرگوشی کی تھی۔لہجہ منت بھرا تھا۔شاید وہ اسے اپنی حالت کا بتانا چاہ رہا تھا۔کہ اسکو ٹھیک کرنے کے چکر میں فارس خود بیمار ہو چکا ہے۔۔

فارس کے ہونٹ اب تیزی سے سرکتے ہوئے ناز کے پیٹ کی جانب بڑھنے لگے تو وہ ہونٹ کاٹتے ہوئے بری طرح مچل گئی۔ جبکہ مقابل کے الفاظ سن کر اسکا نازک دل کانوں میں دھڑکنا شروع ہو چکا تھا۔ جو بدن پہلے ٹھنڈ سے سرد پڑ رہا تھا۔ وہیں بدن اب کچھ ہی دیر میں جلتا ہوا محسوس ہونے لگا تھا۔ فارس ہمدانی جہاں پر بھی ہونٹ رکھتا تھا۔ ناز کو اپنے جسم کا وہ حصہ آگ کی طرح محسوس ہونے لگتا تھا۔

فارس نے اسکی دودھیا پیٹ پر شدت سے دانت گاڑے تو ناز بیڈ شیٹ کو مٹھیوں میں جکڑتے ہوئے بری طرح سسک گئی۔۔۔

آہ۔۔۔فارس۔۔۔!!ناز کی مدہم سسکیوں نے اس بار فارس کا پورا نام ادا کیا تو وہ اپنی سماعتوں میں اسکی آواز گھلتے محسوس کر کے گہرا مسکرا دیا تھا۔ناز کے پورا نام ادا کرنے کا مطلب تھا۔کہ اسکی حالت قدرے بہتر ہو چکی ہے۔۔

اس لئے زرا سا اٹھتے ہوئے فارس نے اسکے ٹراؤزر کی طرف ہاتھ بڑھایا تو ناز چار سو چالیس واٹ کا جھٹکا کھاتے اچھل گئی۔۔۔۔

لیکن اسکے اچھلنے کا اثر لیے بنا فارس ہمدانی نے ایک جھٹکے میں اس رکاوٹ کو اتار کر دور پھینکتے ہوئے جنون خیزی سے اسکی اپر تھائی پر دانت گاڑ دیے تھے۔جبکہ اسکی اس بے باکی پر نازی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی خیزی دوڑتی چلی گئی تھی۔ کمرے کا ماحول ایک دم سے بدل کر گاؤں خیز ہو گیا تھا۔

فارس اسکے جسم کے ہر حصے کو ہونٹوں سے چھوتے ہوئے معتبر کرتا جا رہا تھا۔ اسکے ہونٹوں کے لمس اور مونچھوں کی چبھن پر ناز مدہوش ہوتے مکمل طور پر بہک چکی تھی۔ فارس نے اسکی ٹانگوں میں زرا سا فاصلہ بناتے ہوئے اسکی لوئر تھائی کلپر ہونٹ رکھے تو ناز بے چینی سے اسے پکار گئی۔۔۔

فارس۔۔۔ پلیز۔۔!!! اے قرار ہوتے وہ بولی تو فارس سرشاری سے اٹھتے ہوئے خود کو بھی مصنوعی پردوں اسے آزاد کر گیا۔۔

ناز کے اوپر سایہ فگن ہوتے فارس نے اس پر اپنا بوجھ منتقل کیا تو ناز سرخی مائل آنکھوں سے اسے دیکھنے کی کوشش کرنے لگی۔ کہ تبھی کمرے کی مدہم لائیٹ روشن ہوتے ان دنوں کو واضح کرتی چلی گئیں۔۔۔

دونوں کی آنکھوں میں بڑھتی ہوئی سرخی صاف بتا رہی تھی۔ کہ وہ دونوں ایک دوسرے کی طلب میں بے قرار ہو چکے ہیں۔۔

ناز کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے فارس نے اپنی ٹانگوں کی مدد سے اسکی جڑی ہوئی ٹانگوں میں فاصلہ بنانا شروع کیا تو ناز آنکھیں پھیلا کر اسے دیکھتی چلی گئی۔

اس سے پہلے کہ وہ اسے کچھ بول کر روک پاتی کہ تبھی فارس اسکے لبوں پر جھکتے ہوئے قفل لگا گیا تھا۔۔۔چند سیکنڈ کے لئے اسکے ہونٹوں کو چوم کر وہ پیچھے ہٹ کر بولا تھا۔۔۔

سمجھنے اور سمجھانے کا مرحلہ بہت پیچھے رہ گیا ہے نازو۔۔۔اب تو صرف دو بے چین جسم ہیں اور یہ قربت ہے۔۔۔!اس لئے سب کچھ پرے رکھ کر صرف

مجھے جکڑ لو جاناں۔۔۔ کیونکہ میں تمہاری جان لبوں پر لانے والا ہوں۔۔۔۔!

بے باکی سے بول کر فارس نے اسکی لائٹ سبز آنکھوں کو چوما تو ناز اسکے وجود کو اپنے ساتھ مس ہوتے دیکھ کر کانپ اٹھی تھی۔۔

مجھے خود میں گھولنے کے لئے تیار ہو مسسز فارس۔۔۔!! اسے اپنے نام سے مخاطب کرتے ہوئے فارس نے اس بار اسکی ٹانگوں کو بے باکی سے آخری حد تک کھول دیا تھا۔ ناز کے لبوں پر جھک کر فارس نے ایک جھٹکے میں خود کو اسکی اندر داخل کیا تو کمرے میں ناز کی چیخ بے ساختہ تھی۔ اسکی سب آنکھیں یکا یک پانی سے بھر چکی تھیں۔ جن کو دیکھ کر فارس شرارتا مسکرا کر اسے آنکھ ونک کر گیا۔۔۔ جبکہ ناز کے پورے وجود میں درد کی لہر پیدا ہو چکی تھی۔ جس کو محسوس کرتے اسکا جسم تو پھر کانپنے لگا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ اسکا چہرہ بھی سرخ

پڑ چکا تھا۔۔۔وہیں دوسری طرف فتح مندی کی احساس سے فارس کا انگ انگ سکون میں دوڑ رہا تھا۔۔۔۔

یار بیوی تم تو بہت نازک نکلی ہو۔۔! ورنہ میں تو یہ ہی سمجھا تھا کہ جیسے ہر کام میں میرے ساتھ ضد لگاتی ہو اور مقابلے بازی کرتی ہو یہاں بھی میرا مقابلہ کرو گی۔پر تم تو ہل چکی ہو یار۔۔۔!! ناز کو سختی سے ہونٹوں کو بھینچے دیکھ کر فارس نے اسکی کمر میں بازو حائل کرتے ہوئے اسے زرا اوپر اٹھایا اور نرمی سے اسکے ہونٹوں کو چھوتے ہوئے پورے چہرے پر پھونک مارنے لگا۔جبکہ لہجہ چھیڑنے والا تھا۔۔

تمہیں میرے ساتھ اتنا گندا مذاق کرتے ہوئے زرا شرم نہیں آرہی کیا۔۔؟

شرم وخفت سے دوہرے پڑتے نازنے اسکے کندھے پر دانت گاڑے تو وہ مسکراہٹ دبا کر اسکی پتلی حالت دیکھ گیا۔۔

کونسی شرم پیاری بیوی۔۔۔؟؟آج تو ساری شرم توڑ ڈالی ہیں۔۔۔اب تو صرف ہم دونوں ہوا کریں گئے اور شرموں کے ریکارڈ جو ہر روز بیڈ پر ٹوٹ جایا کریں گئے۔

اسے ریلیکس ہوتے دیکھ کر فارس نے اسکی کان کی لوح پر کاٹتے ہوئے زرا اپنے وجود کو حرکت دی تو ناز سسکی بھرتے ہوئے اس تھام گئی۔۔۔جبکہ وہ شدت پسندی پر اترتے ہوئے اسکے ہونٹوں کو قید کرتے ناز کے بدن کو اپنے وجود میں گھولنا شروع ہو چکا تھا۔۔فارس نے اسکی ٹانگوں کو اپنی کمر پر سختی

سے لاک کرتے ہوئے خود کو شدت سے اس میں اتارا تو ناز کی آنکھیں باہر ابلنے کو تیار ہوئیں۔

فا۔۔رس۔۔۔!!! کیوں۔۔۔میری جان لینا چاہ رہے ہو۔۔۔!! اسکی شدتوں پر ابھی سے بے حال ہوتے وہ دبا دبا چیخی تو فارس مسکراتے ہوئے اسکی دھڑکنوں پر جھک گیا۔اسکی دھڑکنوں کی نرماہٹ کو ہونٹوں میں محسوس کرتے ہوئے فارس نے اسے شدت بھرا سٹروک دیا تو ناز بری طرح تڑپتے ہوئے مٹھیاں بھینچتے ہوئے برداشت کرنے کی کوشش کرنے لگی۔مقابل کی شدتیں اسکی جان لینے پر آرہیں تھیں۔لیکن وہ وائلڈ ہوتے بس اسکے وجود میں اترنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔

تمہاری جان ہی تو آج لینے کا ارادہ کیا ہوا ہے جانِ فارس۔۔۔!!! پھولی سانسوں میں تیزی سے جواب دیتے ہوئے فارس نے اسکی گردن پر دانت گاڑے تو ناز نے بری طرح اسکی کمر پر خراشیں ڈال دیں۔ جن کا فارس ہمدانی پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ بلکہ وہ اٹکا اسکی تھائیز کو جکڑ کر اسکی ٹانگوں کو اوپن کرتے ہوئے نیچے کھینچتے ہوئے اپنے نیچے لاک کرتے ایک بار پھر اسکی روح میں سرائیت کرتا چلا گیا تھا۔ ناز تو بس حیرانی و صدمے سے اسے سمجھنے کی کوشش میں تھی۔ جو بے چینیوں کی طرح بس اسکے انگ انگ کو چھوتے ہوئے مدہوش ہوتا جا رہا تھا۔۔۔

کمرے میں جلتے ہوئے ہیٹر اور قربت کی حدت نے ایک دم سے فارس کو گرمی کا احساس دلایا تو وہ تیزی سے دونوں رضائیاں اتار کر بیڈ سے نیچے پھینک گیا۔ جس پر ناز ایک دم سے بوکھلاہٹ کا شکار ہوئی تھی۔ جبکہ اسکے کندن جیسے

تراشے ہوئے بدن کو دیکھ کر فارس کی آنکھیں چمار زدہ ہوتی چلی گئیں تھیں۔

فارس نے رکتے ہوئے مسمرائز ہونے والے انداز زمیں اسکے پورے بدن پر ہاتھ پھیرا تھا۔

فارس۔۔۔!!!۔ کیا ہو گیا ہے تمہیں۔۔۔!!! اسکے بھاری وجود کے نیچے دبے وہ بے یقینی سے اسکی ساری کارروائی سمجھنے کی کوشش میں تھی۔ جو پتہ ان کن کن طریقوں سے اسکی جان نکالنے کی کوشش میں تھا۔ ناز کے پکارنے پر بنا جواب دیے فارس نے جھکتے ہوئے اسے ہونٹوں کو قید کرتے کروٹ بدل کر اسے اوپر شفٹ کیا تو شرم وحیا وہ سرخ پڑتی چلی گئی تھی۔ جبکہ وہ پیاسوں کی طرف اسکے خوبصورت سراپے میں قید ہوتا جا رہا تھا۔

ناول: جنون یار

بیر کیا بنا رہے ہیں۔۔۔؟ نماز کے سٹائل میں دوبٹہ لیے گل بہار کچن میں آئی تو کسی ماہر شیف کی طرح وہ کچھ کٹنگ کرنے میں مصروف تھا۔۔

تم۔۔۔!! پڑھ لی نماز میرے بچے نے۔۔۔؟ اسکی نرم و معصوم آواز پر چونکنے والے انداز میں تیزی سے پلٹتے ہوئے کبیر خان نے اسے پر شوق نظروں سے دیکھا تھا۔ بلو کلر کی لانگ فراک کے ساتھ سر پر گول دائرے میں دوبٹہ لیے کبیر اسے خود کو دیکھتا پا کر مسکرا کر قریب آنے کا اشارہ کر گیا۔۔۔ اسکے اشارے پر بہار جھجھکتے ہوئے اسکے قریب گئی تو کبیر نے ایک جھٹکے میں اسے اٹھا کر اپنے سامنے شیلف پر بٹھا دیا۔۔

آج افطار میں کیا کھاؤ گی۔۔۔؟ اسکے معصوم نقوش پر نظریں دہراتے ہوئے کبیر نے نرم لہجے میں پوچھتے اسکا دوبٹہ ڈھیلا کر دیا۔۔ تو بہار کا دوبٹہ فور آ کھلتے

ہوئے کندھوں پر آ گرا تھا۔۔ بہار نے نظریں اٹھاتے ہوئے اسکی آنکھ کی نیچے کٹ کو دیکھا تو وہ مسکرا کر اسکے ماتھے کو چوم گیا۔۔۔

میرے سامنے بس ایسے بیٹھا کرو۔۔!! بہار کے لمبے کالے سلکی بالوں کو بکھرتے ہوئے کبیر نے ان میں لمبی سانس لی۔ تو وہ پزل ہوتے آنکھیں میچ گئی تھی۔ ان دنوں وہ جتنا مرضی بھی اسکے ساتھ نارمل ہو چکی ہو۔ پر ایک حقیقت ابھی بھی قائم تھی۔ کہ وہ سامنے کھڑے لمبے چوڑے شخص کے سحر میں جکڑتے ہوئے گھبرانے لگتی تھی۔ کبیر خان کی آئس بلو آنکھوں کی وحشت جب خود میں جنون لیے اسکی طرف تکتی تھیں۔ تو اصل میں بہار کا سانس تب خشک ہونے لگتا تھا۔

وہ اپنے انداز اور رویے سے اسکے لئے جتنا بھی نرم اور میٹھا سہی، پر شاید اپنی ظاہری شخصیت کی وجہ سے وہ کبھی بھی بہار کو مطمئن نہیں کر سکتا تھا۔ کسی خون آور بھیڑیے کی طرح اسکی بے رنگ نیلی آنکھیں تھیں۔ جو گل

بہار کو ہر وقت احساس دلاتی تھیں۔ کہ وہ کبیر خان کے اس دلفریب چنگل میں قید ہو چکی ہے۔۔ جو واپس جا کر اسے بہت مہنگا پڑنے والا ہے۔۔۔

بیر۔۔۔!!! کئی منٹ گزر جانے کے بعد بھی جب کبیر نے اسکی گردن سے چہرہ باہر نہ نکالا تو وہ کانپتے لہجے میں بولتے ہوئے کسمسا کر زرا پیچھے ہونے لگی۔۔ تا کہ اسکے حصار سے نکل سکے۔۔۔ اسکے برعکس ہمشیہ کی طرح کبیر خان اسکی میٹھی زبان سے اپنے لئے "Beer" سن کر بھرپور مسکرا دیا تھا۔ شاید اپنے اس طرز مخاطب سے وہ اسے جتلاتی تھی۔۔ کہ اسکی بہارے بھی کبیر

خان پر اتنا ہی حق رکھتی ہے۔۔ جتنا کبیر خان اس پر خود کا سمجھتا تھا۔ یہی تو وجہ تھی۔ کہ کبیر خان کو اس نام سے تو اسکے ماں باپ بھی نہیں پکارتے تھے۔۔ یہ صرف اس معصوم بلی کی بہادری تھی۔۔۔

کیا کھاؤ گی۔۔۔؟؟ بہار کی گردن سے چہرہ باہر نکالتے ہوئے کبیر نے مخمور نظروں سے اسکی آنکھوں میں دیکھا تو وہ تیزی سے آنکھیں میچتے ہوئے کانپنے لگی۔۔ جبکہ ہونٹ بھی کپکپانا شروع ہو چکے تھے۔۔۔

ڈر کیوں رہی ہو۔۔۔؟؟ اسے آنکھیں میچتے دیکھ کر کبیر نے مدہم لہجے میں پوچھتے ہوئے اسکے کان پر بھاری سانسیں چھوڑیں تو ہاتھ کی مٹھیاں بھینچتے ہوئے وہ بے بسی کا شکار نظر آنے لگی۔ جس قدر وہ اس سے قریبی بنائے ہوئے تھا۔۔ ایسے میں وہ خوف نہ کھاتی تو بیچاری کیا کرتی۔۔

بب۔۔۔بیر۔۔۔آپ مجھے پھر ڈرا رہے ہیں۔۔۔!!! بند آنکھوں سے ہی وہ روہانسی ہوئی تو کبیر کو ایک دم سے ہنسی آگئی۔ کیونکہ اسکی معصوم بلی سرخ پڑ چکی تھی۔۔۔

میں کیسے ڈرا رہا ہوں اپنی بہارے کو۔۔۔؟ میں تو بس یہ جاننا چاہ رہا ہوں۔ کہ میری بہارے آج افطار میں کیا کھائے گی۔۔۔؟ تاکہ میں اپنی بیوی کے لئے اسکی پسند کا کھانا تیار کر سکوں۔۔۔!! اسکا چہرہ بلند کرتے ہوئے کبیر نے اچانک اسکی کمر کو دبوچا تو وہ ہلکا سا چیختے ہوئے ایک دم سے خوف زدہ ہو گئی۔ کیونکہ مقابل نے اپنے لہجے کے الٹ رد عمل دیتے ہوئے اسے چھوا تھا۔ جتنی نرمی سے وہ بول تھا۔ وہ کہاں جانتی تھی۔ کہ ایسے سختی سے اسے چھوئے گا۔ اس لئے تو وہ ڈر چکی تھی۔۔۔

ریلکس میرا بچہ۔۔۔!! سوری۔۔۔!! میں صرف تمہیں تنگ کر رہا تھا۔۔!!

اپنے یوں چھونے پر بہار کو رونے کی تیاری پکڑتے دیکھ کر وہ ایک دم سے بوکھلاہٹ کا شکار ہوا تو ساری شرارت بھی اڑن چھو ہوتی چلی گئی۔ کیونکہ پل بھر میں اسکی معصوم بلی کی جھیل سی آنکھیں آنسوؤں سے بھر چکی تھیں۔۔۔

آپ۔۔۔آپ۔۔!! ہچکی بھرتے ہوئے اس سے پہلے کہ وہ بات مکمل کر پاتی۔ کہ کبیر نے تیزی سے اسے اپنے سینے میں بھینچ لیا۔۔اسکو ڈرتے دیکھ کر وہ بے اختیار دل ہی دل میں والتجائیہ انداز میں گویا ہوا تو بہار آنسو روکتے ہوئے اسے دیکھ گئی۔۔۔

مم۔۔میں کیسے آپکا روزہ خراب کر رہی ہوں۔۔؟ مقابل کے خود کو الزام دینے پر وہ رونا چھوڑ کر زرا سا ناک سکوڑ کر پوچھنے لگی تو اسکی معصوم سی ادا پر دل

ہارتے ہوئے وہ بھرپور انداز میں ہنستے ہوئے اسے دیکھے گیا۔ لیکن پھر اسکے آنسو صاف کرتے ہوئے جواب دینے والے انداز میں بولا۔۔۔

تم ایسے رو گی۔۔ تو میرا دل بے چین ہو جائے گا۔۔! اور بے چین ہونے کے بعد میرا دل مجھے اکسائے گا۔ کہ تمہارے ان پتلے نرم ہونٹوں کو قید کر کے تمہیں رونے پر مجبور کرنے کی بجائے سسکنے پر مجبور کر دوں۔۔۔! بالکل ویسے ہی جیسے کل رات میری بلی مچل کر سسکیاں بھرتے ہوئے چھپنے کی کوشش میں تھی۔۔۔!!

اسکے آنسو صاف کرتے ہوئے کبیر زرا تفصیلی جواب دیتے ہوئے آخر میں کل کا حوالہ دے کر زو معنی ہوتے اسے چھیڑنے لگا تو بہار گلنار ہوتے تیزی سے اسکے سینے میں چہرہ چھپاتے ہوئے جھنجھلا سی گئی۔۔۔۔

بہار کے بچوں کی طرح جھنجھلانے پر کبیر خان کا قہقہ ابل تھا۔اسکے شرمائے روپ پر قربان ہوتے وہ ہنستے ہوئے اسے شدت سے خود میں بھینچ گیا۔۔۔ جبکہ بہار کو اسکی کل رات والی بے باکیاں یاد آنے لگیں تو اسکی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی دوڑ گئی۔۔جس کو محسوس کرتے بے چینی سے وہ ہونٹ کاٹنا شروع ہو چکی تھی۔۔۔

میں افطاری کی تیاری کرتا ہوں۔۔۔!!اب تم کمرے میں جا کر خود کو میرے لئے تیار کرو۔۔۔!!اپنے سینے اسکا چہرہ باہر نکال کر وہ اچانک کہنے لگا تو بہار کی آنکھوں میں نا سمجھی بھرا تاثر بھرا۔۔جن کو پڑھتے ہوئے وہ یاد دلاتے بولا تھا۔۔۔

یاد نہیں کیا۔۔۔؟آج میری بہارے اپنے Beer کے لئے ریڈ ساڑھی پہنے گی۔۔۔اور تیار بھی ہو گی۔۔۔!!اسکے ہاتھ کو ہلکا سا چوم کر وہ دوبارہ کٹنگ شروع کرتے ہوئے اسے یاد دلا رہا تھا۔۔۔

پر وہ تو رات میں پہنی تھی نا۔۔۔!!ریڈ ساڑھی کے ذکر پر وہ جواب میں کہنے لگی تو کبیر اسے جلدی سے ٹوک گیا۔۔۔

ابھی بھی رات ہی ہو رہی ہے میری جان۔۔۔!!تم نے صرف ریڈ ساڑھی نہیں پہنی بلکہ تیار بھی ہونا ہے۔۔۔!!میں نے سب چیزیں نکال کر رکھ دیں ہیں۔۔۔!!تم جا کر اپنی تیاری شروع کرو۔۔۔!!افطار میں اب زیادہ وقت نہیں بچا ہے۔۔۔!اور ہاں جب تیار ہو جاؤ، تو باہر نکلنے سے پہلے خود پر چادر لپیٹ کر آنا۔۔۔!اوکے۔۔۔؟

مصروف انداز میں اسے سب سمجھاتے ہوئے نظریں اٹھا کر کبیر نے اسکی جانب سمائل پاس کی۔ تو بدلے میں وہ بھی کنفیوژن بھری سمائل پاس کرنے لگی تھی۔ کیونکہ اتنی جلدی تیاری اور ریڈ ساڑھی کا مقصد اسے سمجھ نہیں آرہا تھا۔ وہ تو یہ ہی سوچے بیٹھی تھی۔۔ کہ آج افطار میں اسکی ہیلپ کرے گی۔ کیونکہ وہ اتنے دنوں سے یہاں پر رہ رہے تھے۔

تو تب سے سحری اور افطار دونوں ہی وہ خود تیار کر رہا تھا۔۔ کبیر خان کو ماسٹر شیف کی طرح کوکنگ کرتے دیکھ کر وہ کنگ رہ جاتی تھی۔ لیکن اتنا چاہنے کے باوجود بھی پوچھ نہیں پا رہی تھی۔۔ کہ آخر وہ یہ سب کیسے کر رہا ہے۔ اسکے برعکس کبیر خان اب اسے کیا بتاتا۔ کہ اسکے سسر سمیت باقی سب نے اپنی بیٹیوں کے سکھ چین کے لئے کبیر خان اور اسکے بھائیوں کو سب گھر داری سکھا

دی ہوئی ہے۔۔۔تاکہ انکی بہوؤں کو کلاں کوئی مشکل پیش نہ آئے۔۔۔اور پھر یہ سب تو اٹلی کی زندگی کے فائدے تھے۔۔۔

بہار کمرے میں واپس داخل ہوئی سچ میں بیڈ پر سب چیزیں پڑی ہوئیں تھیں۔۔ تجسس کا شکار ہوتے اس نے آگے بڑھ کر ایک ایک چیز کو دیکھنا شروع کیا تو بناؤ سنگھار کا کی ہر چیز موجود تھی۔

زیورات کے اتنے زیادہ کیس دیکھ کر بہار تعجب کا شکار ہو چکی تھی۔سب سامان دیکھتے ہوئے اسکا دل کئی خدشات کا شکار ہو رہا تھا۔۔لیکن پھر بھاری سانس خارج کرتے وہ معصومیت سے خود کو سمجھانے لگی۔کہ وہ کچھ زیادہ ہی سوچ رہی ہے۔۔

اس نے گھڑی کی جانب دیکھا تو ساڑھے چار بج رہے تھے۔۔ نجانے کیوں تیار ہونے سے پہلے بہار کو ایک دم سے شاور لینے کا خیال آیا تو سب چیزیں وہیں پر چھوڑ کر وہ باتھ روم کی جانب بڑھ گئی۔۔۔ اسکے دل میں صرف ایک خیال ہی گردش کر رہا تھا۔۔ کہ اسے تیار ہو کر بیر کو خوبصورت لگنا ہے۔ بالکل ویسے ہی جیسے اسکی علیزے ماما، بہار کے بڑے بابا کو لگتی تھیں۔ بہار نے کتنی بار دیکھا تھا۔۔

کہ جب بھی کسی ایونٹ یا تہوار پر علیزے خان ساڑھی پہنا کرتی تھیں۔ تو اپنی خانم سے سلطان احمد خان کی نظریں ہٹانا مشکل ہو جاتا تھا۔ انکی اس وارفتگی پر تو اب ینگ جنریشن بھی اکثر اپنی علیزے ماما کو چھیڑنے لگتی تھی۔ لیکن وہ سب اس بات سے بے خبر تھے۔ کہ سلطان احمد خان نے اپنی محبت کی داستان میں علیزے خان کو کسی خوشبو کی طرح قید کیا ہوا تھا۔۔ اور اس کہانی سے تو بس

انکے یار ہی واقف تھے۔ جن سے جوانی میں اکثر اوقات وہ ہے وجہ پٹ جایا کرتے تھے۔۔

اپنی بڑی ماما اور بابا کو سوچتے ہوئے تقریباً آدھے گھنٹے تک وہ گرم پانی سے شاور لے کر بالوں میں ٹاول لپیٹ کر باہر نکلی تھی۔ بہار نے ایک بار پھر وقت دیکھا تو پانچ بجتے دیکھ کر اسکی سپیڈ ایک دم سے تیز ہوتی چلی گئی۔۔۔

بالوں سے ٹاول نکال کر ڈریسنگ مرر کے آگے کھڑے ہو کر اس نے تیزی سے بال سکھانا شروع کر دیے۔۔ بالوں کو ڈرائے کرنے کے بعد بہار ساڑھی والا ہینگر اٹھا کر عجلت میں چینج کرنے کے لیے باتھروم میں چلی گئی تھی۔۔۔

دس منٹ کے بعد وہ باہر نکلی تو بہار کا چہرہ دھواں دھار ہوا پڑا تھا۔ تیزی سے قدم اٹھاتے ہوئے وہ آکر ڈریسنگ مرر کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ شیشے میں اپنا عکس دیکھتے ہی اسکے گال تپتے ہوئے سرخ ہوتے چلے گئے تھے۔۔

اورنج ریڈ شیڈ کلر میں یہ اک خوبصورت ترین ریڈ ساڑھی تھی۔ ہلکے پھلکے کام کے ساتھ شمری سا بلاؤز تھا۔ جبکہ ساڑھی کا انر سلک میں تو اور پلونیٹ میں تھا۔۔ پلو کے باڈر پر خوبصورت ساریڈ کلر میں ہی گوٹا لگایا گیا تھا۔

پر جس چیز نے معصوم سی گل بہار کا چہرہ سرخ کیا تھا۔ تو وہ ساڑھی کا بلاؤز تھا۔ بلاؤز کی بیک کا ڈیپ گلا دیکھتے ہوئے اسکی جان ہوا ہو رہی تھی۔۔ بلاؤز کے آخر میں صرف ایک ہک کی مدد سے اسے سکیور کیا گیا تھا۔۔۔

اس طرح کی ساڑھی تو آپی پہنتی ہیں۔۔ Beer نے مجھے یہ کیوں ایسی ساڑھی لادی ہے۔۔۔!! بلاؤز کی بیک اور فرنٹ دیکھتے ہوئے وہ سادگی سے ناز کو سوچ رہی تھی۔ لیکن پھر جب کبیر کے چادر لے کر بہار نکلنے والی بات یاد آئی تو ایک دم سے اسکی آنکھیں چمک اٹھیں۔۔۔

لگتا ہے Beer نے غلطی سے ایسی ساڑھی لے لی ہے۔۔اس لئے مجھے چادر لینے کا کہہ رہے تھے۔۔اس خیال کو سوچتے ہوئے شاید بہار کے بھولے پن کی انتہا تھی۔۔۔

مطمئن انداز میں وہ ساڑھی کا پلو نکال کر بیڈ پر رکھتے ہوئے آرام سے تیار ہونے لگی۔۔ارادہ تیار ہونے کے بعد پلو سیٹ کرنے کا تھا۔۔

شیشے میں اپنے گلے اور واضح ہوتے پیٹ کو دیکھ کر اسے خود سے ہی شرم آ رہی تھی۔ لیکن پھر بے نیاز ہوتے وہ تیزی سے ہاتھ چلاتے لگی۔

جلدی سے ہاتھ چلاتے ہوئے بہار نے پہلے اپنا ہلکا پھلکا سا میک آپ کیا۔۔ ہونٹوں پر ریڈ لپ اسٹک کا کوٹ کرتے ہوئے وہ ایک دم سے مسکرا اٹھی۔۔ کیونکہ اتنی ڈارک لپ اسٹک اسے پہلی بار لگانے کا موقع مل رہا تھا۔۔۔

خود میں خود ہی مسکراتے ہوئے اس نے پہلے اپنے لمبے بالوں کا لوز سا بن کر پن لگائیں۔ اور پھر جیولری پہنا شروع ہو گئی۔ کانوں میں جھمکے پہننے کے بعد بہار نے گلے میں نیکلس پہن کر خود کو دیکھا۔ تو اتنی خوبصورت جیولری دیکھ کر وہ مسمرائز سی ہو گئی۔ کبیر خان نے اسکی ایک ایک چیز ریڈ کلر میں لی ہوئی تھی۔

دونوں کلائیوں میں چوڑیاں پہنے کے بعد بہار مڑی تو ابھی بھی بیڈ پر اتنے زیوارات باقی دیکھ کر چکرا سی گئی۔۔ بہار نے غور سے سب چیزوں کو اٹھا کر دیکھا تو پائلیں، کمر بند، ڈھیر ساری خوبصورت رنگز تھیں۔ جبکہ کمر بند تو تین تھے۔۔ اتنے سب زیورات کو دیکھ کر اسکی آنکھیں حیرت سے پھیلنے لگیں تھیں۔ پھر گہرا سانس خارج کرتے وہ سب بھی پہنتی چلی گئی۔۔ اس قدر سرخ کانٹوں سے لیس دار ہوتے وہ سیج میں بے خبر تھی۔ کہ آج کی رات اپنی نازک جان کو وہ کس قدر مشکل میں ڈالنے والی ہے۔۔۔

افطاری ہوئے تقریباً ایک گھنٹہ گزر چکا تھا۔ جبکہ کبیر خان آنکھوں میں مستی لیے اپنے سامنے بیٹھی اپسرا کو دیکھ رہا تھا۔ جو بے حد گھبراہٹ کا شکار نظر آرہی تھی۔۔

اپنے وجود کو مکمل طور چادر میں چھپائے وہ ہونٹوں کو سرخ رنگ سے رنگے بس نظریں چرائے جارہی تھی۔۔

موسم ہلکا ہلکا سرد اور سہانا سا ہو رہا تھا۔۔اس لئے کبیر نے افطار کرنے کے لیے باہر ہی ٹیبل سیٹ کر لیا تھا۔ روزہ تو کب کا افطار ہو چکا تھا۔۔پر نجانے آج گل بہار کا کھانا پینا کیوں نہیں ختم ہو رہا تھا۔ پچھلے ایک گھنٹے سے وہ تھوڑا تھوڑا کر کے کھانا جاری رکھے ہوئے تھی۔ جبکہ کبیر خان اسکے سامنے بیٹھا ہونٹوں پر تبسم سجائے بس دلچسپ نظروں سے اسے تک رہا تھا۔۔۔

بلیک شلوار قمیض میں کندھوں پر شال لیے ٹانگ پر ٹانگ رکھے تھوڑی پر ہاتھ جمائے وہ بس اپنی بہارے پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔ جو اسکی نظروں کی تپش سے گھبراتے ہوئے اپنا کھانا روک نہیں پا رہی تھی۔ ماحول میں گہری فسوں خیز خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ اگر بلیک شلوار قمیض میں کبیر خان کا سحر ہر سو بکھرا ہوا تھا۔ تو ریڈ ساڑھی پر چادر میں خود کو چھپائے گل بہار کے سنہرے روپ کو چھکنے کا نشہ بھی کبیر خان پر چڑھتا جا رہا تھا۔۔۔

بہار کے کانپتے ہونٹ دیکھ کر کبیر خان کی آنکھیں مخمور ہوتی جا رہی تھیں۔ وہ یک ٹک بس اسے دیکھ رہا تھا۔۔ اسی لئے شاید وہ بے حد گھبرائے ہوئے تھی۔۔۔

بہارے...!!اچانک کبیر کی بھاری آواز نے اسے مخاطب کیا۔تو بہار چونکتے ہوئے سانس روک گئی۔۔۔کبیر کے مخاطب کرنے پر اس نے اپنی پلکوں کی جھالر اٹھاتے ہوئے اسے دیکھا تو مقابل نے اسے اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا۔ جس کو دیکھ کر بہار کی بڑی بڑی آنکھوں کی پتلیاں سکڑ سی گئیں۔۔

یہاں میرے پاس آؤ۔۔۔!!اسے وہیں جمے دیکھ کر کبیر نے پھر سے بلایا تو اس بار وہ بامشکل خود کو ہمت دلاتے ہوئے کھڑی ہو گئی۔اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر وہ اٹھ کر اسکے قریب جا کر کھڑی ہو چکی تھی۔۔

یہاں بیٹھو۔۔۔!!اسکے سہانے روپ کو دیکھتے ہوئے کبیر نے اپنی گود کی طرف اشارہ کیا تو بہار ہونٹ کا کونا دباتے ہوئے ہمت باندھتے ہوئے اسکی گود میں بیٹھ گئی۔۔جبکہ کبیر تو اسکے وجود کے پہلے لمس پر ہی ہوش کھونے لگا تھا۔

اسکے نازک وجود سے اٹھتی ہوئی اتنی محسور کن خوشبو کو محسوس کرتے ہوئے کبیر کے جذبات میں طوفان سا اٹھا تو وہ اسکی کمر دبوچتے ہوئے اسے صحیح سے اپنی گود میں ایڈجسٹ کر گیا۔۔۔۔ جس پر بہار مچل کر بھاری سانس خارج کر گئی تھی۔۔

آج زیادہ بھوک لگ رہی ہے کیا۔۔۔؟؟ اسکی گردن میں گہرا سانس بھرتے ہوئے کبیر نے گھمبیر آواز میں پوچھا تو بہار معصومیت سے منہ بناتے ہوئے ہاں میں سر ہلانے لگی۔ اب اسے کیا بتاتی کہ آج کے بدلے ہوئے ماحول پر وہ کچھ بھی سمجھنے سے قاصر ہو رہی ہے۔ اس لئے بس کھانے میں خود کو مصروف رکھنا چاہ تھی۔ جیسے انجان بننے کی کوشش جا رہی ہو۔۔

کچھ بول کیوں نہیں رہی ہو۔۔۔؟اسکے جواب نہ دینے پر کبیر نے نرمی اسکی رخ اپنی جانب موڑتے ہوئے استفسار کیا تو وہ سرخ ہونٹوں کو مڑوڑ سی گئی۔۔۔

بیبیر۔۔۔!!میرا دل گھبرا رہا ہے۔۔۔!!آنکھیں اٹھاتے ہوئے بہار نے مقابل کی آئس بلو آنکھوں میں جھانکا تو ان میں رقص کرتے ہوئے جذبات کو دیکھ کر وہ بے ربط سی کچھ بھی بول گئی۔جس کو سن کر وہ بھرپور مسکراتے ہوئے اسکے ہوش ربا سراپے کو دیکھے گیا۔۔شاید بن کہے بھی وہ آنے والے لمحات کو محسوس کر چکی تھی۔۔اس لئے ہوش بھلا رہی تھی۔۔۔

میں دیکھ لوں, کہ میری بہارے اس ریڈ ساڑھی میں کتنی حسین لگ رہی ہے۔۔۔؟؟نرم وپیار بھرے لہجے میں استفسار کرتے ہوئے کبیر نے اسکا چہرہ قریب کیا تو وہ مدہم سا مسکراتے ہوئے ہاں میں سر ہلا گئی۔۔

بہار کے اجازت دینے پر کبیر نے دھڑکتے دل کے ساتھ اسکے نازک وجود پر لپٹی ہوئی چادر نرمی سے اتار کر ٹیبل پر رکھی تو ریڈ اورنج شیڈ کی ساڑھی میں اسکے چمکتے روپ کو دیکھ کر وی بے اختیار سانس روکتا چلا گیا۔۔۔

اسکی آئس بلو آنکھوں کی پتلیاں ساکت ہوتے اسکے سفید کندن جیسے بند کو دیکھ رہی تھیں۔۔۔جبکہ اسکے سٹل ہونے پر بہار شرم سے لال کندھاری ہوتے کسمانے لگی تو کبیر ہوش میں آتے اسکے چہرے کی جانب متوجہ ہوا۔جو ہلکا ہلکا سا گلابی ہوتا جا رہا تھا۔۔۔

اتنا حسین لگ کر کیوں کبیر خان کے دل پر قہر برپا کر رہی ہو بہارے۔۔۔!!

میں ایسے خود پر ضبط نہیں رکھ پاؤں گا۔۔۔آگاہ کر رہا ہوں تمہیں بعد میں گلہ نہ کرنا۔۔۔!!اسکے دودھیا پیٹ پر ہاتھ لپیٹتے ہوئے وہ بے بسی سے گویا ہوتے اچانک اسکی لمبی گردن پر ہونٹ رکھنے لگا تو بہار سٹپٹا کر اسکی شال کو تھام گئی۔۔۔جبکہ وہ خود سے ضبط کھوتے پہلے جو نرمی سے چھو رہا تھا۔کہ اچانک کبیر نے جذبات سے چور ہوتے اسکی دودھیا گردن پر شدت سے دانت گاڑے تو بہار لرزتے ہوئے ہلکا سا چیخ اٹھی۔۔

بیر۔۔۔کیا۔۔کر رہے ہیں آپ۔۔۔!!!کبیر خان کے پر حدت ہونٹوں کے لمس پر بے چین ہوتے بہار نے اسے پکارا تھا۔۔۔اپنے پیٹ پر اسکی انگلیوں کو دھنستے محسوس کر کے بہار کی ننھی سی جان ہوا ہو رہی تھی۔۔

تمہارے لال گلاب سے روپ کو خراج تحسین پیش کر رہا ہوں

جاناں۔۔۔!!! کیا کہتی ہو۔۔؟ تمہارے اس سحر انگیز حسن پر سے خود کو کیسے

واروں۔۔۔؟؟ بہار کی تھائیز کو مٹھی میں جکڑتے ہوئے کبیر نے ایک جھٹکے

میں اسے اٹھاتے ہوئے اپنی گود میں کر اس بیٹھایا تو وہ بوکھلا کر نا سمجھی سے اسے

دیکھتی رہ گئی۔

جبکہ وہ بے قرار ہوتے اسکے آدھ کھلے ہونٹوں پر پوری شدت کے ساتھ جھک

چکا تھا۔ کبیر نے اسکے سرخ ہونٹوں سے تیزی سے لپ اسٹک چننا شروع کی تو

بہار کے جسم میں ایک ساتھ کئی لہریں اٹھتے ہوئے اسے عجیب سے احساس میں

مبتلا کرتی چلی گئیں۔ جبکہ کبیر اسکو دونوں تھائیز سے جکڑتے ہوئے بے باکی

سے خود کے قریب کرتے ہوئے ہونٹوں کو سک کرتا جا رہا تھا۔ بہار کے لب

کو اپنے ہونٹوں میں دباتے ہوئے کبیر نے اسے پیچھے ٹیبل کے پش کیا تو بہار کی

بڑی بڑی آنکھیں پھیلتے ہوئے اسکی آنکھوں میں جھانکنے لگیں۔ جوہر گزرتے لمحے کے ساتھ سرخ ہوتی جارہیں تھیں۔

کبیر نے اس کی زبان سک کرتے ہوئے اسکے پیٹ پر ہاتھ پھیرا تو بہار سرعت سے آنکھیں میچ کر مزاحمت کرنے لگی۔ اسکی مزاحمت کو محسوس کرتے ہوئے وہ پیچھے ہٹتے ہوئے ایک جھٹکے میں اسے بازوؤں میں اٹھا کر کھڑا ہو گیا تھا۔ جبکہ بہار پھولی سانسوں میں وحشت نظر آئی تھی۔

کبیر خان کے کندھوں پر اٹکی ہوئی چادر وہیں پر زمین بوس ہو گئی تھی۔ بہار کے نازک وجود کو بازوؤں میں اٹھا کر وہ اسکے ہونٹوں کو پھر قابو کرتے زرا سا چلتے ہوئے ٹیبل سے پیچھے ہٹا تو بہار کے لئے سانس لینا بھی دوبھر ہو گیا۔ کیونکہ وہ اسکی برداشت سے بھر کر شدت پسندی دیکھا رہا تھا۔

کبیر نے اسکے ہونٹوں پر زبان پھیرتے بہار کی بیک پر ہاتھ پھیرا تو بہار ایک دم سے کانپتے ہوئے ٹانگوں کو ہلانا شروع ہو گئی۔ جبکہ وہ اب آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے روم کی جانب بڑھ رہا تھا۔ صرف ایک لمس کا قصہ تھا۔

اور بہار کے قریب آتے ہی کبیر خان اپنی جنون کی کہانی لکھنا شروع ہو چکا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا۔ کہ آنے والے وقت میں وہ کیسے اس پر شدتیں نچھاور کرتا ہے۔ کیونکہ اسکے جواں جذبات اسے انتہا پسند ہونے پر مجبور کر رہے تھے۔

کمرے میں آکر کبیر نے اسے زمین پر کھڑا کرتے ہی پھر اسکے ہونٹوں کو جکڑا تو بہار کی چھٹی حس اسے خبردار کرنے لگی۔ پر مقابل کی گرفت میں ہلنے سے بھی قاصر تھی، کجا کہ کوئی احتجاج یا سوال کرنا۔۔۔

بہار نے اپنا پورا زور لگاتے ہوئے کبیر کو پیچھے ہٹانے کی کوشش کی تو کبیر اچانک نرمی سے اسکے ہونٹوں کو آزاد کر گیا۔۔۔ جبکہ وہ تیز سانسیں بھرتے ہوئے نظریں جھکا چکی تھی۔۔۔

کبیر نے گہری نظروں سے اسکے سراپے کا جائزہ لیا تو وہ پوری طرح کانٹوں سے لیس دار نظر آئی۔۔ پتلی کمر پر ٹکا کمر بند دیکھ کر اس کی آنکھیں مدہوشی سے زرا مسرور ہونے لگیں تو وہ ہاتھ اوپر لے جاتے اپنی قمیض کے بٹن کھولنا شروع ہو گیا۔ وہ اسے پانے کے لیے اب مزید صبر نہیں کر سکتا تھا۔۔ پہلے وہ اتنے دنوں سے بامشکل خود کو سنبھالے ہوئے تھا۔۔۔

بی۔۔۔ بیر۔۔۔!! اپ۔۔ آپ کیا کر رہے ہیں۔۔۔؟؟ کبیر خان کے ارادوں کو کچھ کچھ سمجھتے ہوئے بہار کا سانس خشک ہوا تو وہ بے یقینی سے

آنکھیں پھیلا کر دو قدم اس سے پیچھے ہو گئی۔۔۔ جبکہ وہ اسکے سوال پر مستی سے چور ہوتے مسکرا کر اسکی طرف بڑھنے لگا تھا۔۔۔

بیر کی دھڑکن۔۔۔۔!! تمہارے اور اپنے سائے کو ملانے لگا ہوں۔۔۔! تاکہ تم کبھی میرے عکس، نقش، نظر، لمس، غرض کبیر خان کی خوشبو سے بھی نہ ڈرو۔۔۔ "

بھاری آواز میں جواب دیتے ہوئے وہ اسکے قریب ہو رہا تھا۔ جبکہ وہ اسکے الفاظ کو سنتی فریز ہوتی چلی گئی تھی۔ کبیر خان کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کسی ربوٹ کی طرح پیچھے قدم اٹھا رہی تھی۔ پورے کمرے میں اسکی پائلوں کی آواز گونج رہی تھی۔ جن کو سنتے ہوئے سامنے کھڑا شخص مزید بے قراری میں ڈوبتا جا رہا

تھا۔۔بیڈ پر پیچھے گرتے ہوئے بہار نے بے اعتباری سے اسے دیکھنا چاہا تھا۔۔

کمرے میں رقص کرتی آرٹیفشل کینڈلز کی سنہری روشنی میں بہار کو اپنا آپ جلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔۔

اسکے پیچھے گرنے پر کبیر نے زرا سا جھکتے ہوئے ایک جھٹکے میں اسکا پلو کھینچ کر الگ کیا۔تو وہ ڈر کے مارے چیختے ہوئے لرز گئی۔۔کبیر سرعت سے اس پر جھکتے ہوئے بہار کے ہونٹوں کے قریب ہوا تھا۔۔۔

شششش۔۔۔۔ابھی نہیں چیخنا جانِ من۔۔۔!!!میں کوشش کروں گا کہ تمہیں نرمی سے چھو،پر اگر ناکام ہوا تو پلیز ہینڈل کر لینا بہارے۔۔۔۔!!بہار کی سیاہ آنکھوں میں ابھرتے ہوئے ڈر کو دیکھ کر وہ میٹھے لہجے سے چور ہوتا بولا تو

بہار کو شدید رونا آنے لگا۔۔۔ کیا سچ میں وہ ہر حد سے گزرنے کا سوچے ہوئے تھا۔۔۔ وہ ششدر ہوتے سوچ رہی تھی۔۔۔

وہ اپنی الجھی ہوئی سوچوں میں گم تھی۔ جب کبیر خان کے سلگتے ہونٹوں کے لمس کو اپنے پیٹ پر محسوس کرتے اچانک جھٹکا کھاتے اچھل گئی۔۔ کبیر خان کا ہر لمس پر اسکے اندر بجلی پیدا کر رہا تھا۔۔ اسکی مضبوط سحر انگیز قربت میں وہ بے بس ہوتی جا رہی تھی۔۔۔

کبیر نے اسکے نرم و ملائم پیٹ پر جگہ جگہ ہونٹ رکھتے ہوئے اچانک وہاں سک کرتے ہوئے لو بائٹ بنانا چاہی تو بہار سسکتے ہوئے بیڈ شیٹ مٹھیوں میں جکڑ گئی۔۔

کبیر مہبوت ہوتے اسکی پتلی خم دار کمر پر بندھے کمر بند کو دیکھ رہا تھا۔لال نگینوں سے بنا یہ کمر بند اسکی دودھیا کمر پر پوری شان سے اٹکا کبیر کے ہوش اڑا تھا۔۔کبیر نے بے چین ہوتے اسکے پیٹ پر ہر جگہ اپنی شدتوں کے نشان بکھیرنے کے بعد ہاتھ پیچھے لے جا کر اسکے کمر بند کو کھول دیا۔اسکے ہونٹ سرکتے ہوئے اوپر کی جانب بڑھنے لگے تھے۔۔

بہار کو زرا سا اٹھاتے ہوئے کبیر نے تیزی سے اسکے بلاؤز کی ہک کو کھولا تو بہار نے سختی سے آنکھیں میچ لیں۔۔اسکے گال تپ کر جلنے لگے تھے۔کبیر نے اسکے آخری پردے میں جب ہاتھ الجھایا تو وہ ایک جھٹکے میں آنکھیں کھول کر اسکا ہاتھ تھام گئی۔۔۔کبیر نے آنکھیں اٹھا کر بغور اسکی آنکھوں میں جھانکا تھا۔۔

پلیز بیر۔۔۔!! یہ سب ٹھیک نہیں۔۔۔۔!! نہیں کریں۔۔۔!! شرم وحیا سے دوہرے پڑتے وہ کمزور سا احتجاج کرتے اسے روکنا چاہ رہی تھی۔ شاید یہ اپنی طرف سے ایک کوشش تھی۔۔۔

مجھ پر یقین ہے۔۔؟؟ اسکو خدشات کا شکار ہوتے دیکھ کر کبیر نے زرا سا اٹھتے ہوئے اسکے ماتھے کو چوم کر سوال کیا تو اسکا لمس محسوس کرتے نہ چاہتے ہوئے بھی وہ اقرار کرنے لگی۔۔ کہ وہ اس پر یقین کرتی ہے۔۔۔ اسکے اقرار پر وہ اندر تک سرشار ہوتے مزید بے چین ہو چکا تھا۔۔۔

پھر ساری فکریں چھوڑ کر بس خود کو میرے حوالے کر دو بہارے۔۔۔!! میرے ہوتے تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔! اور پھر کبیر، بہارے کبھی غلط ہو سکتے ہیں کیا۔۔۔؟ اسکو سب فکروں سے آزاد کرتے کبیر نے آخر

میں پیار سے اسے پچکارا تو بہار معصومیت سے مسکراتی چلی گئی۔ شاید اپنا نام اسکے نام کے ساتھ سن کر وہ خوش ہو رہی تھی۔

اسکے مسکرانے پر کبیر خان کا دل کانوں میں دھڑکنے لگا تو وہ مسرور انداز میں اسے اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے آہستہ آہستہ اسکا ہر پردہ کھولتا چلا گیا تھا۔۔ بہار نے تڑپتے ہوئے خود کو چھپانے کی کوشش کی تو کبیر نے اسکی کلائیوں کو بیڈ سے لگا

خود کو چھپانے کی کوشش کی تو کبیر نے اسکی کلائیوں کو بیڈ سے لگاتے اسکی کوشش ناکام بنادی۔۔۔

میں جو بھی کروں۔۔۔! تم اپنے ہاتھوں کو یہیں پر روک کر رکھوں گی جاناں اور مزاحمت نہیں کرو گی۔۔۔!!! خود بھی ہر پردے سے آزاد ہوتے کبیر نے

کمبل سے دونوں کو کور کرتے بہار کی لوح کو کاٹتے ہوئے ہدایت کی تو وہ چہرہ موڑتے ہوئے ہونٹ بھینچ گئی۔۔۔

کبیر خان اب مکمل طور پر آزاد ہوتے اسکے دلکش بدن کو اپنے بدن کے ساتھ ملانے میں مصروف ہو چکا تھا۔۔اسکی گردن پر اپنی شدتوں کے نشان بکھیرتے ہوئے وہ اسکی دھڑکنوں کی طرف آیا تو بہار کا پورا وجود جھنجھنا اٹھا۔۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھ پاتی کہ کبیر خان کے ہونٹوں کا بے باک لمس اسکی دھڑکنوں پر پیوست ہو چکا تھا۔۔

اسکے سینے کی گہرائیوں کو شدت سے سک کرتے ہوئے وہ پاگل ہوتا جا رہا تھا۔۔کبیر نے اسکے دل کے مقام پر کاٹتے ہوئے اسکی تھائیز کو جکڑتے ہوئے

خود کے ساتھ ملایا تو بہار شرم سے لال انگارہ ہوتے سسکنے لگی۔۔ جبکہ وہ بے باک ہوتے اسکی دھڑکنوں کو چھو کر اب نیچے کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔

اسکی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے بہار سیج میں اپنے ہاتھوں کو بمشکل روکے ہوئے تھی۔۔ کبیر نے اسکی تھائیز کو چومتے ہوئے ہاتھ اوپر لے جاتے اسکے بدن پر پھیرنے لگا تو بہار نے مدہوش ہوتے کمر اٹھالی۔ اسکی کانپتے وجود کے سائن کو سمجھتے ہوئے کبیر اب جان بوجھ کر اسکی تھائیز کو چھو رہا تھا۔۔۔

اہہہ۔۔۔۔بیر۔۔۔!! ایک دم سے مچلتے ہوئے وہ اونچی آواز میں چیخی تھی۔ وہ بے باکی سے مسکراتے ہوئے اسکے مقابل ہو گیا۔۔ بہار کے نازک وجود پر اپنا بوجھ منتقل کرتے ہوئے کبیر نے اسکے ہونٹوں کو بے باکی سے چھوا تو بہار نے

اسے کندھوں سے تھام لیا۔۔۔نرمی سے اسکے ہونٹوں کو چوم کر وہ پیچھے ہٹتے ہوئے بولنے لگا۔۔۔

اجازت ہے بہارے۔۔۔؟؟ملادوں خود کو تم سے۔۔؟؟بنالوں تمہیں اپنی روح کا ساتھی۔۔۔؟؟شریر لہجے میں بہار سے اجازت طلب کرتے وہ بے باکی سے مسکرایا تو بہار سٹپٹا کر اسکے سینے میں چہرہ چھپانے لگی۔اسکے اتنا شرمانے پر کبیر نہ چاہتے ہوئے بھی قہقہ لگانے لگا تھا۔۔اسکی کمر میں بازو لپیٹ کر اسے اوپر اٹھاتے ہوئے کبیر اسکی دھڑکنوں کو اپنے سینے کے ساتھ ملاتے پھر بولا تھا۔۔

زیادہ چیخوں گی تو نہیں نا۔۔۔؟اگر زیادہ درد ہو تو مجھے بتانا، میں رک جاؤ گا۔۔!!خود پر سے کمبل گراتے ہوئے کبیر نے زرا اٹھتے ہوئے اسکی ٹانگوں

میں فاصلہ بنایا تو آنے والے مرحلے کو سوچ کر وہ کانپنے لگی۔ جبکہ ڈر کے مارے ہونٹ ابھی سے خشک ہو چکے تھے۔

ڈرو نہیں بہارے۔۔۔!! کچھ نہیں ہو گا۔۔۔!! اسکی کانپتی ٹانگوں کو محسوس کرتے ہوئے کبیر نے نرمی سے اسکی تھائیز کو سہلاتے ہوئے اسے بہلایا تو وہ بے بسی سے اپنے آنسو پینے کی کوشش کرنے لگی۔۔ جو خوف سے باہر نکلنے کو بے تاب ہو رہے تھے۔۔

بہار کی تھائیز کو جکڑ کر زرا سا اپنے نیچے سیٹ کرتے ہوئے کبیر نے اسکی ٹانگوں میں مزید فاصلہ بنا کر خود کو اسکے اوپر اچھے سے سیٹ کر لیا تھا۔۔ اپنے جذبات کے منہ زور ہونے پر وہ الگ ہی پل پوری قوت لگاتے ہوئے ایک جھٹکے میں اسکے اندر اتر چکا تھا۔ اسکے اندر اترتے ہی پورے کمرے میں نازک سی گل بہار

کی چیخ گونج اٹھی۔۔۔ جبکہ کبیر خان کے وجود میں سکون کی لہر دوڑتی چلی گئی تھی۔۔۔۔

بہار کے چیخنے پر کبیر نے اسکی تھائیز کو جکڑتے ہوئے نرمی سے سہلاتے ہوئے اسکے بھینچے ہوئے لبوں کو اپنے ساتھ میں قید کر لیا تھا۔ جبکہ بہار اپنی نم آنکھیں پھیلاتے ہوئے اس سے سر پھرے کو دیکھنے لگی تھی۔۔

جو اسے بہلانے کی بجائے الٹا اسکی چیخوں کو ہی اپنے اندر اتار رہا تھا۔

کبیر نے بے باکی سے اسکی تھائیز کو اٹھاتے ہوئے اپنے ساتھ ہولے ہولے سے مس کرنا شروع کیا تو وہ بہار ایک دم سے مچل اٹھی۔ اسکے برعکس اس آگ جیسی قربت پر کبیر خان کا دل سرور میں ڈوبتا جا رہا تھا۔ بہار کے نازک وجود کو مکمل طور پر بازوؤں میں لپیٹے وہ اسے سختی سے خود میں بھینچے ہوئے تھا۔

بہار کے درد سے تڑپنے نے باعث وہ خود کو بالکل بھی حرکت نہیں دے رہا تھا۔بس اسکی تھائیز کو جکڑے سہلاتے ہوئے خود کے ساتھ ملائے ہوئے تھا۔ تاکہ وہ اس شدت بھرے لمس پر نارمل ہو سکے۔۔۔

جنونِ خیزی پر اترتے ہوئے کبیر نے شدت سے دوچار ہوتے اسکی زبان کو جکڑ کر سک کرنا شروع کیا تو بہار اکسے دیو ہیکل وجود کے نیچے پھڑ پھڑاتے ہوئے تڑپنے لگی۔۔۔خود پر ضبط کے پہرے بٹھاتے ہوئے کبیر اسکے نچلے لب کو دانتوں میں دباتے ہوئے زرا پیچھے ہٹا تو وہ نازک سی جان پھولی سانسوں میں بے حال سی نظر آئی۔۔۔۔بہار کی کانپتی حالت پر کبیر مسکرائے بنا نہیں رہ سکا تھا۔۔۔

میں نے کہا تھا نا کہ اگر میں خود پر قابو نہ رکھ سکوں تو برداشت کر لینا جاناں۔۔۔ لیکن سب بات بتاؤں تو میں نے خود پر ضبط کرنے کی بہت کوشش کی ہے۔ پر چاہ کر بھی اس میٹھے درد پر تمہیں بہلا نہیں پا رہا ہوں بہارے۔۔۔ کیونکہ میرا جنوں مجھے مجبور کر رہا ہے کہ تمہاری روح میں اس طرح سرائیت کرتا جاؤں کہ تم اگلے کئی دنوں تک اس گزرنے والی رات کی شدتوں کو سنبھال نہ سکوں۔۔۔ "

بہار کی تھائیز کو مکمل طور پر دبوچتے ہوئے کبیر خان نے اپنی شدتوں کا آغاز کیا تو بہار دہکتے ہوئے انگاروں کی طرح جلتے ہوئے سرد پڑتی چلی گئی۔ وہ مقابل کو سہنے کی طاقت نہیں رکھتی تھی۔ کہاں وہ دیو قامت وجود اور کہاں وہ نازک سی دھان پان سی۔۔۔

بیر۔۔!!! مجھ۔۔مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔۔۔! کبیر خان کو خود میں گھولتے محسوس کرتے وہ اچانک تڑپتے ہوئے سسکی تھی۔ جبکہ معصوم لہجہ بھیگ چکا تھا۔ تو بڑی بڑی سیاہ آنکھوں کے کنارے بھی نم تھے۔ بہار کی آنکھوں میں ضبط کی سرخی صاف بتا رہی تھی۔ کہ اس نیلے خونی بھیڑیے کے نیچے اسکی سانسیں بار بار اٹک رہیں ہیں۔ لیکن وہ اپنے کہے کے مطابق سچ میں ظالم بن رہا تھا۔۔۔

بیر کی دھڑکن۔۔۔۔!! صرف کچھ دیر برداشت کر لو۔۔۔ میں کوشش کر رہا ہوں کہ تمہیں تکلیف نہ دوں پر میرے بے بس میں نہیں ہو رہا جاناں۔۔۔!!! اسکی دھڑکنوں پر دانت گاڑتے ہوئے وہ بھرپور طریقے سے اس پر شدتیں نچھاور کرتا جا رہا تھا۔ جبکہ لہجہ بے بسی بھرا سا تھا۔ وہ سچ میں اپنے

جذبات پر کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔تاکہ اس نازک جان کو ہرٹ نہ کرے۔۔لیکن اسے مسلسل ناکامی ہو رہی تھی۔۔۔

بہار کے دھڑکنوں کو بے باکی سے سک کرتے ہوئے کبیر نے اسکی پتلی سی کمر کو دونوں طرف سے جکڑتے ہوئے زرا سا اٹھ کر بہار کو نیچے کی طرف کھینچتے ہوئے خود کے ملایا تو کمرے میں بہار کی آہوں کی آواز تیز تر ہوتی چلی گئی تھی۔ اسکا پورا بدن پسینے سے شرابور ہو چکا تھا۔ جبکہ ہونٹ الگ سے خشک پڑے تھے۔۔

کیونکہ ان شدتوں کو برداشت کرنے کی کوشش میں اسکا سانس طرح پھول چکا تھا۔۔۔اسکی سسکیوں کی آوازیں سنتے ہوئے کبیر خان کے دل وارفتگی

سے دھڑکنے لگا تو وہ سرعت سے کروٹ بدلتے ہوئے اسے جھٹکے میں دبوچتے ہوئے اپنے اوپر لٹا گیا۔۔تاکہ اسے کچھ دیر سکون کرنے سے سکے۔۔۔

شش۔۔۔میرا بہادر بچہ۔۔۔!! بہار کی کمر سہلاتے ہوئے کبیر نے نرمی اسکی گردن کو چومتے ہوئے پیار بھرے لہجے میں پچکارا تو وہ شکوہ کناں نظروں سے دیکھتے ہوئے نظریں چرا گئی۔ جبکہ چہرے کے تاثرات کچھ کچھ روٹھے روٹھے سے تھے۔کبیر مسکراہٹ دبا چکا تھا۔۔وہ اسکی ناراضگی اچھے سے سمجھ رہا تھا۔۔۔

اب تو خود کو تمہارے اندر انڈھیل چکا ہوں بہارے۔۔۔! کیا اب بھی میری خوشبو سے یوں نظریں چراؤ گی۔۔۔؟؟ اسکی کمر پر نرمی سے ہاتھ پھیرتے

ہوئے کبیر نے بے باکی سے سوال کیا تھا۔ جبکہ اپنی معصوم بلی کے تاثرات دیکھتے ہوئے کبیر کو اس پر لاڈ آرہا تھا۔۔۔

بہار نے بنا کوئی جواب دیے لرزتے ہوئے اسکے چوڑے سینے میں چہرہ چھپالیا تھا۔ کیونکہ مقابل کے سوال اور اپنی حالت پر شرم سے اسکا برا حال ہو رہا تھا۔۔

ایسے شرماؤ گی تو میں پہلے بتا رہا ہوں، کہ اپنی اس پیاری سی جان کو خطرے میں ڈالنے والی بات ہے یار۔۔۔" کبیر نے پیار و لاڈ سے بولتے ہوئے اسکا چہرہ بلند کرتے ماتھے کو چوما تو بہار نے آنکھیں بند کر لی۔ وہ چاہ کر بھی کچھ نہیں بول پا رہی تھی۔۔

کبیر کی نظر اسکے کپکپاتے خشک ہونٹوں پر پڑی تو بے باکی سے بھرپور مسکراتے ہوئے اسے خود پر جھکاتے ہوئے ہونٹوں کو قید کر گیا۔۔اپنے لمس میں نرمی پیدا کرتے ہوئے کبیر نے بے باکی سے اسکے ہونٹوں کو سک کرتے ہوئے کروٹ بدل کر اپنے نیچے لٹایا تو بہار نے خوف سے مچلتے ہوئے اسے تھامنے کی کوشش کی۔پر اگلے ہی پل وہ وہ اکسے نازک وجود پر قابض ہوتے اسکی ٹانگوں کو کھولتے ہوئے ایک جھٹکے میں خود کو اسکے اندر اتارتا چلا گیا تھا۔جبکہ بہار کی آنکھیں ایک بار پھر باہر ابلتے ہوئے بند ہو چکی تھیں۔وہ مکمل طور پر اسکے شکنجے میں قید تھی۔ہونٹوں کو شدت سے سک کرتے ہوئے کبیر خان اپنی شدتوں کا دوبارہ آغاز کرتے بہار کے انگ انگ میں بے چینی بھرنے لگا تھا۔کبیر نے مستی سے چور ہوتے اسے نرماہٹ بھرا سٹروک دیا تو بہار مدہوشی سے آنکھیں کھولتے ہوئے اسکے گلے میں بازوؤں کا حصار بنا گئی۔اسکی اتنی سی ادا پر کبیر خان

کا دل کانوں میں دھڑکنے لگا تو وہ اگلے ہی پل نرمی و شدت بھرے غرض اسکے بدن پر اپنے نام کی ہر طرح کی شدتیں بکھیرتے چلا گیا تھا۔۔۔

بے شک فارس ہمدانی اور کبیر خان پلیننگ کے مطابق اپنی اپنی منزل پا چکے تھے۔۔رات کے کسی پہر بہار کے سونے کے بعد کبیر خان نے دلفریبی سے مسکراتے ہوئے اسے خود میں پھر قید کر لیا تھا۔ جبکہ اگلی صبح وہ فارس ہمدانی کو میسیج کر کے اپنی کامیابی کی خبر سنانے والا تھا۔۔۔

رمضان المبارک ختم ہوا تو عید کا دن بھی آن پہنچا تھا۔اس خوبصورت دن کے آغاز میں ہر طرف خاص رونق سی بکھری ہوئی تھی۔ بلیک مینشن میں ابھی مرد حضرات سب نماز پڑھنے گئے ہوئے تھے۔

جبکہ گھر کی سب خواتین اپنے اپنے کمروں میں تیار ہو رہی تھیں۔ کبیر اور فارس کی چاندرات پر واپسی ہوئی تھی۔ انکے واپس لوٹنے پر جہاں انکی بھائیوں نے معنی خیزی سے مسکرانا شروع کیا تو وہیں انکی میسنے پن والی حرکتوں پر فارس اور کبیر قہقہ لگاتے چلے گئے۔۔

بے شک وہ اپنے بڑے بھائیوں سے کوئی بے شرمی بھرا سوال تو نہیں کر سکتے تھے۔۔ پر مشکوک ہنسی ہنس کر وہ خود کو تسلی دینے کی کوشش میں ضرور تھے۔ انکی مشکوک نظروں کو نظر انداز کرتے ہوئے کبیر اور فارس نے جب بڈھے شیروں کے بارے میں استفسار کیا۔ تو وہ سب کسی رٹو طوطے کی طرح بڑے بھائیوں کو بتانا شروع ہو گئے۔۔۔

کہ کیسے بلیک گینگ نے اندر ہی اندر کبیر اور فارس کی جاسوسی کروائی تھی۔پر مقابل بھی انکے جوان شیر تھے۔جوانکی سب کوششوں کو ناکام بنا چکے تھے۔

سلطان احمد خان نے جب کبیر اور فارس کی کمپنی میں investigation کروانا چاہی۔توانکو وہاں شہرام اور فاتح کی چالاکیوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔اپنے بھائیوں کی کمپنی میں وہ دونوں پہلے ہی سب کو سبق پڑھا چکے تھے۔۔کہ کیا کیا بولنا ہے۔۔اس لئے بلیک گینگ کے ہاتھ کچھ خاص سراغ نہیں لگا تھا۔

اپنے بڈھے شیروں کی چغلیاں لگاتے ہوئے شہرام اور فاتح کی زبان جب ایک سیکنڈ کے لیے نہ رکی۔توانکی بکواس حرکت پر فارس کبیر سے انکی کلاس لگوانے کے لئے باقی بھی پھٹ پڑے۔۔

ایشام، باسم، غازیان اور ارسل نے جی بھر کر ان دو کمینوں کو پیٹا تھا۔ شاید یہ اپنی بھڑاس نکالنے کی ایک کوشش تھی۔ کیونکہ لمبی نماز اور تراویح پڑھانے کے بدلے میں اگلی سحری میں شہرام اور فاتح نے ڈھول بجاتے ہوئے انکو اٹھایا تھا۔

کمرہ لاک ہونے کی وجہ سے انکو آٹھ کی بجائے جب پوری بیس تراویح پڑھنی پڑھیں۔ اور پھر جس تسلی سے غازیان نے نماز کی جماعت کروائی تھی نا۔ کہ شہرام اور فاتح دل ہی دل میں ان سب سے بدلہ اتارنے کا پکا پلین بنا چکے تھے۔ اور پھر وقت ضائع کیے بنا اگلی سحری میں وہ کہیں سے ڈھول پکڑ لائے۔

اور باری باری سب کے کمروں میں جا کر انکے بیڈ پر کھڑے ہو بے سرے انداز میں ڈھول پیٹتے ہوئے جب شہرام اور فاتح نے انکو سحری کے لئے جگانے پر

مجبور کیا۔۔ کہ وہ بیچارے نیند میں اچھلتے ہوئے ایک دم سے ڈر کر جاگ کر کھڑے ہو گئے۔۔ فاتح اگر بے سرے انداز میں پوری قوت سے ڈھول پیٹ رہا تھا۔ تو شہرام گلا پھاڑتے ہوئے یہ راگ آلاپ رہا تھا۔ "کہ حضرات سحری کا وقت ہوا چاہتا ہے، پلیز اٹھ کر تیاری کر لیں۔۔۔ "

شہرام اور فاتح کے اس ٹارچر پر سچ میں انکا حال برا ہو چکا تھا۔ پر خوش قسمتی سے وہ کسی کے ہاتھ آنے سے پہلے ہی بھاگ نکلے تھے۔ اپنی شامت آتے دیکھ کر انہوں نے سحری بھی باہر کی تھی۔

انکی اس حرکت کو جاننے کے بعد کبیر اور فارس ہنستے ہوئے بے حال چکے تھے۔ جبکہ بڑے بھائیوں کو ہنستے دیکھ کر شہرام اور فاتح نے بے شرموں کی طرح آنکھیں مٹکا کر سب کو پھر سلگانے کی کوشش کی۔۔

لیکن وہ ضبط سے ان پر لعنت بھیج کر بڑے بھائیوں کی طرف متوجہ ہو گئے۔۔ جو قربان ہوتے اپنے چھوٹے بھائیوں کو دیکھ رہے تھے۔

شہرام اور فاتح کے تنگ کرنے پر جب باقیوں نے منہ بسور کر انکو شکایت لگانا چاہی تو کبیر اور فارس نے ہنستے ہوئے انکو پاس بلاتے ہوئے گلے لگا لیا۔۔ جبکہ وہ بھی بڑے بھائیوں کے سینے سے لگ کر سکون محسوس کرنے لگے تھے۔ لیکن فاتح اور شہرام پھر پیچھے سے حلا بولتے ہوئے ان پر گرتے چلے گئے تھے۔ شاید یہ انکی طرف سے بھی ہگ کرنے کی معصوم سی کوشش تھی۔۔

سب نماز پڑھنے کے بعد واپس آئے تو لاؤنج میں پہلے ہی ہر طرف رونق سی چھائی ہوئی تھی۔

لڑکیاں تیار ہو کر فوٹوز کلک کرنے میں مصروف تھیں۔ تو انکی مائیں تیار ہونے کے بعد کچن میں ناشتے کی تیاری میں لگی ہوئیں تھیں۔

آج عید کا چونکہ پہلا دن تھا۔ تو اس لئے نعمان خان کی پوری فیملی کو آج ناشتے پر انوائیٹ کیا گیا تھا۔۔ کیونکہ ہر سال وہ سب اکھٹے عید گزراتے تھے۔ اور لڑکوں کی تو ویسے بھی یہاں پر پہلی عید تھی۔ اس لئے عید کی رونق پہلے سے بھی بڑھ چکی تھی۔

انکی واپسی پر لڑکیاں بھاگتے ہوئے اپنے اپنے ڈیڈ کے پاس پہنچ گئیں۔ عید ملتے ہی انہوں نے عیدی کی فرمائش کی تو سب ہنستے ہوئے اپنی شہزادیوں کو عیدی دینے لگے۔ ان سب کی آوازوں پر خواتین بھی کچن سے باہر آ گئیں تھیں۔ انکے باہر نکلتے ہی لڑکے اپنی ماؤں کو عید ملنے کے لیے گھیر چکے تھے۔ ماؤں کو

پیار کرنے کے بعد وہ ہنستے ہوئے اپنے اپنے باپ کی طرف آئے۔ جن کو ابھی تک وہ عید نہیں ملے تھے۔۔۔

ڈیڈا پکو نہیں لگتا کہ آپ پہلے سے زرا موٹے ہو گئے ہیں۔۔۔؟؟ وہاج صدیقی کو گلے ملتے ہوئے ایشام صدیقی نے جان بوجھ کر اپنے باپ پر فقرہ کسا تھا۔ وہ اسے مصنوعی گھوری سے نوازنے لگے۔

بدلے میں ایشام انکی جانب شرارتی مسکراہٹ اچھالتے ہوئے باپ کو شدت سے سینے میں بھینچ چکا تھا۔۔۔ بیہ، گل ناز اور گل بہار مسکراتے ہوئے بھائی، باپ کا پیار دیکھ رہی تھیں۔ جو سال میں ایک بار ہی دیکھنا نصیب ہوتا تھا۔ ورنہ پورا سال یہاں دنگا فسادی چلتی رہتی تھی۔۔

جبکہ دوسری طرف فارس اور شہرام ایک ساتھ عیس ہمدانی کو گلے ملتے ہوئے شاید عید کی مبارک باد کم اور خود کے پیدا کرنے پر پچھتاتے کا موقع زیادہ سے رہے تھے۔۔۔ مشعل پاس کھڑی شوہر پر مسلسل ہنستے جا رہی تھیں۔۔۔

نکمی اولادوں۔۔۔ کیوں آج عید کے دن میرے سے جوتے کھانے کا موڈ بنائے ہوئے ہو۔۔۔!! انکے تنگ حصار میں عیس علی ہمدانی بے حد چڑتے ہوئے اچانک بھڑک اٹھے۔ انکے بھڑکنے پر وہ دونوں بھائی انکی حالت پر سلگتی ہنسی ہنستے چلے گئے تھے۔

ڈیڈ مجھے عیدی تو دے دیں یار۔۔۔!! شہرام نے اچانک پیچھے ہٹتے ہوئے معصوم بچوں کی طرح منہ بسور کر عیدی مانگی۔ اسکی ایکٹنگ پر عیس ہمدانی

طنزیہ انداز میں آبرو آچکا گئے۔۔ لیکن پھر عید کی خوشی میں زرا سخی پن کا مظاہرہ کرتے بولے۔۔۔

بتاؤ کتنی عیدی چاہیے۔۔۔؟ پاکٹ سے والٹ نکال کر وہ آفر کرتے کہنے لگے۔ جس پر شہرام کی ہیزل آنکھیں ایک دم شیطانیت سے چمک اٹھیں۔ وہ تو اپنے ناکارہ ڈیڈ کے کوئی تڑکتے بھڑکتے جواب کے انتظار میں تھا۔ لیکن یہاں تو اسکی امید کے برعکس کے جواب ملا تھا۔

یار ڈیڈ کیا آپ عیدی میں مجھے اپنی ساری جائیداد نہیں دے سکتے۔۔!! باپ کو پیسے نکالتے دیکھ کر شہرام نے آنکھیں مٹکا کر انوکھی فرمائش کی۔ اسکی فرمائش پر جہاں فارس کا قہقہ ابلا وہیں عیس ہمدانی اندر تک سلگ اٹھے۔۔۔

رکو تم زہریلی اولاد۔۔۔!! آج کے دن بھی اسکو بے غیرتی کرتے دیکھ کر انہوں نے تپتے ہوئے جوتا نکالنا چاہا تھا۔ فارس نے ہنستے ہوئے باپ کو روک کر چھوٹے بھائی کو اپنے پیچھے کر لیا۔۔۔ بھائی کے پیچھے چھپتے ہوئے شہرام، باپ کی طرف مسلسل دل جلاتی مسکراہٹ پاس کر رہا تھا۔ جو گھورتے ہی جا رہے تھے۔۔

یار چھوٹے۔۔!! تمہاری یہ نیک عیدی میری طرف سے پوری ہو سکتی ہے۔۔۔! پر اس اونچی پارٹی سے زرا امید نہ رکھو۔۔۔!!

باپ کو چھیڑتے ہوئے فارس نے اسکی شرارتوں پر قربان ہوتے شہرام کے ماتھے کو چوم لیا تھا۔ جبکہ عیس ہمدانی سلگتے ہوئے انکو لعنتوں سے نواز کر باقیوں سے ملنا شروع ہو گئے۔ وہ پکا یقین کر چکے تھے۔۔ کہ انکی اولاد کو ان سے

عزت بالکل راس نہیں ہے۔ کتنے پیار سے وہ اس گندی اولاد کو عیدی دینے والے تھے۔ پر وہ سیدھا سیدھا جائیداد ہی مانگ چکا تھا۔۔ باپ کے بھڑکنے پر وہ مسلسل ہنس رہے تھے۔۔۔

انکے برعکس سلطان احمد کا بھی حال کچھ الگ نہیں تھا۔ کیونکہ کباب کی ہڈی والی اولاد مسلسل انکی خانم پر قبضہ کیے ہوئے تھی۔ جس کی وجہ سے انکو اپنی خانم سے ملنے کا موقع ہی نہیں مل رہا تھا۔۔۔

ہائے مورے یار کیوں اتنی حسین لگ کر میرے دل پر چھڑیاں چلا دیتی ہیں۔۔۔!!! سفید ڈریس میں اپنی خوبصورت ماں کے حسن کی تعریفیں کرتے ہوئے فاتح پکا کوئی دل پھینک عاشق لگ رہا تھا۔ جبکہ کبیر ہنسی دبائے باپ کی حالت دیکھے گیا۔

وہ دونوں اپنی خوبصورت مورے کو بازو کے حصار میں کب سے لیے کھڑے تھے۔ باپ کو عید وہ مل چکے تھے۔ پر اب اپنے سخت گیر ڈیڈ کو ماں سے ملنے نہیں دے رہے تھے۔ انکی شرارتوں پر علیزے خان شرماتے ہوئے بس ہنس رہی تھیں۔

تم دونوں کو اگر آج کے دن بھی مجھ سے اپنی عزت افزائی کروانے کا شوق ہو رہا ہے۔ تو سیدھا سیدھا بتا دو۔۔۔! تاکہ میں ایک بار میں ہی تم جیسی کباب کی ہڈیوں پر ہاتھ صاف کر کے گھر سے نکال باہر کروں۔۔۔ "

سلطان احمد خان کی بس ہوئی تھی۔ اس لئے وہ رعب سے بھڑکتے ہوئے بول گئے۔۔ اپنے خان کا غصے سے چہرہ سرخ ہوتے دیکھ کر علیزے کی ہنسی بے

ساختہ تھی۔۔۔ماہ پارہ خود بھی ہنستے ہوئے اپنے بھائیوں کو دیکھ رہی تھی۔جو جان بوجھ کر اسکے ڈیڈ کو تنگ کرنے میں مصروف تھے۔۔۔

ہائے افسوس مسٹر خان۔۔۔!!آپ چاہ کر بھی اب میرا یا میرے بھائی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ہیں۔۔۔!!باپ کی حالت پر مصنوعی افسوس کرتے ہوئے کبیر خان نے انکی طرف طنزیہ دیکھا تو ماہ پارہ جلدی سے بول پڑی۔۔۔

بھیا پلیز نا۔۔۔!!ڈیڈ کو تنگ نہیں کریں۔اور پلیز ڈیڈ کو مورے سے عید ملنے دیں۔پیچھے ہٹیں۔۔۔۔۔!!باپ کی وکالت کرتے ہوئے ماہ پارہ نے آگے بڑھ کر دونوں بھائیوں کو ماں سے دور ہٹا دیا۔۔جہاں سلطان احمد خان کو اپنی شہزادی پر جی بھر کر پیار آیا وہیں فاتح بھی فوراً بول پڑا۔

ٹھیک ہے نیلی بلی صرف تمہارے کہنے پر ہم انکو ملنے دے رہے ہیں۔۔ ورنہ انکے اپنے انداز تو بالکل بھی رحم طلب نہیں ہیں۔۔۔" ماہ پارہ کے پھولے ہوئے گال کھینچتے ہوئے فاتح نے کہا تھا۔۔ وہ ہنستے ہوئے دور ہونے کی کوشش کرنے لگی۔۔ جبکہ کبیر اور فاتح بچپن کی طرح اسکو جکڑ کر پیار کرنا شروع ہو چکے تھے۔ اسکے ہنسنے کی آواز پر دور کھڑا غازیان بے اختیار متوجہ ہو گیا۔۔ پر اسی وقت ہیر کی آواز نے اسکو پلٹنے پر مجبور کیا۔۔۔

بھیا وہاں نہیں دیکھیں۔۔۔!! مجھے میری عیدی دیں۔۔۔!! ہیر نے بڑے بھائی کی توجہ اپنی طرف کرواتے ہوئے پورے حق سے عیدی مانگی۔۔ غازیان مسکرا کر اسکا تیکھا لہجہ دیکھ گیا۔ بھلا ایسے کہاں ممکن تھا۔ کہ وہ پیار یا میٹھے لہجے میں کبھی بولے۔۔ بلکہ اسکے لہجے میں ہر وقت تیکھا پن اور حکم شامل ہوتا تھا۔۔۔

غازی کوئی ضرورت نہیں اسکو عیدی دینے کی۔۔۔!!اسکو پیدا کر مجھے ابھی کوئی خاص کیا بلکہ عام قسم کا بھی سکھ نہیں ملا۔جواب ہم اسکو عیدی بھی دیں۔۔۔!!بیٹی کو تیکھی نظروں سے دیکھتے ہوئے منیزے جان بوجھ کر اسکو تنگ کرتے بولی تھیں۔۔ہیر معصومیت سے باپ کو دیکھنے لگی۔۔۔جبکہ غازیان ماں کی بات میں حامی بھرتے ہوئے ہنس پڑا تھا۔۔۔

بالکل مام یہ جب سے پیدا ہوئی ہے۔اس نے ہمارا سکون برباد کرنے کے سوا کوئی نیک کام سرانجام نہیں دیا۔۔۔!ماں کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے غازیان نے ہنستے ہوئے منیزے پاشا کو بازو کے گھیرے میں لے لیا۔۔ضرار پاشا تو بیٹی کے تاثرات پر تڑپ اٹھے تھے۔۔۔

بیگم میں بہت برا پیش آؤں گا۔۔! کتنی دفعہ منع کیا ہے۔۔ کہ میری بیٹی کو تنگ نہیں کیا کریں۔۔۔! اور تم بھی انسان بن کر بہن کو اسکی عیدی دو۔۔۔" ہیر کے ہونٹ لٹکانے پر ضرار پاشا رعب سے بیوی اور بیٹے کو ڈانٹ گئے۔ بہن کو معصوم بننے کی ایکٹنگ کرتے دیکھ کر غازیان ہنستے ہوئے اسکو اپنی طرف کھینچ چکا تھا۔ اب غازیان کے ترلے منتیں ہونی تھیں۔ اور اسکی نک چڑھی بہن کے نخرے۔۔۔

سب کی طرح سائیڈ پر کھڑے باسم اور مہر ماہ کی بھی کھٹی میٹھی لڑائی چل رہی تھی۔

مام میں اپکو بتا رہا ہوں اس چڑیل نے آج بھی آپکا میک آپ چوری کر کے کیا ہوا ہے۔ اس لئے یہ تھوڑی دیکھنے والی لگ رہی ہے۔ ورنہ اسکی اپنی شکل میں کوئی

خاص کمال نہیں ہے۔۔۔"جنگلی بہن، بھائی کی طرح باسم نے اپنی چھوٹی بہن کی تیاری کو پانی میں بہایا تو مہر ماہ غصے سے اسکو دیکھنے لگی۔۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ بول کر جوابی کارروائی کرتی۔۔کہ سنان کاظمی خود ہی بول پڑے تھے۔

وہ تو پھر میک آپ کر کے کچھ نہیں بلکہ میری شہزادی دنیا کی خوبصورت ترین لڑکی لگ رہی ہے۔۔۔!ڈاکٹر میاں تم اپنا بتاؤ...!تمہاری اس سڑی ہوئی شکل میں کیا کمال ہے۔۔۔؟یہ تو آج عید کے دن بھی دیکھنے کے لائق نہیں ہے۔۔۔"اپنی بیٹی کی خوبصورتی پر سوال اٹھتے دیکھ کر سنان مصطفیٰ کی طرف سے آگ بگولا جواب موصول ہوا تھا۔آخر وہ اپنی جان سے پیاری شہزادی کے بارے میں کوئی بات برداشت کر سکتے تھے کیا۔۔۔؟مہر ماہ اتراتے ہوئے اب بڑے بھائی کی طرف دیکھنے لگی تھی۔۔۔

پیارے میاں جی ہوش میں آئیں۔۔۔؟آپ ہوتے کون ہیں میرے چاند سے بیٹے کو کچھ ایسا ویسا بولنے والے۔۔۔!! بڑی آئی آپکی یہ حسین بیٹی۔۔جو روز منہ پر پتہ نہیں کیا کچھ لگا لگا کر ایسے حور پری بنی کھڑی ہے۔۔۔" باسم کی طرف سے اس بار جواب ائرہ کاظمی سناتے بولی تھیں۔آخر وہ بھی کہاں اپنے خوبصورت بیٹے کی شان میں کوئی گستاخی برداشت کر سکتی تھیں۔یہ تو انکی بچپن کی لڑائی تھی۔جو آج عید کے دن بھی جاری ہو چکی تھی۔۔

پر ان سب سے اگر انوکھا کوئی عید مل رہا تھا۔تو وہ محبت خان تھی۔۔

یار گڑیا تم نے کیا کیا ہے اس کے ساتھ۔۔۔!!؟؟محبت خان کے ہاتھ میں کالی اور سرخ رنگ کی بلی دیکھ کر ارسل خان حد افسوس سے پوچھ گیا۔۔اسکے

برعکس نعمان خان اپنے شیر کو داد بھری نظروں سے دیکھتے نہیں تھک رہے تھے۔۔۔

بھیا یہ سفید تھی نا۔۔! تو آج عید کا دن تھا۔اس لئے بس اسکی لک بدلنے کے لیے میں نے اسکو بلیک کلر لگا دیا۔دیکھیں نا اب کالی ہو کر کتنی پیاری لگ رہی ہے یہ۔۔!! اپنی بلی کو زرا آگے کرتے ہوئے محبت نے فخریہ انداز میں اپنا کارنامہ بتایا۔تو علینہ خانم ہنستے ہوئے ارسل خان کا شاکڈ چہرہ دیکھ گئیں۔

جو رحم بھری نظروں سے اس بیچاری بلی کو دیکھ رہا تھا۔جسے اسکی سمپل بہن بلیک کلر کر کے سفید سے کالا کر چکی تھی۔اس پر تضاد عید کی خوشی میں اسے لال جوڑا بھی پہنائے ہوا تھا۔۔

بالکل گہرے کالے رنگ کی بلی کو لال ڈریس میں دیکھ کر ارسل خان بے اختیار استغفار بول گیا۔۔ کیونکہ وہ لگ ہی اتنی خوفناک رہی تھی۔۔۔ بلی کی لک پر ارسل خان توبہ پڑھتے ہوئے باقیوں کی طرف بڑھ گیا۔ جبکہ ملنے ملانے کا سلسلہ ختم ہوا تو سب ناشتہ کرنے کی غرض سے ٹیبل کی جانب بڑھ گئے۔۔

دن کے بارہ بج رہے تھے۔ ناشتہ کرنے کے بعد سب لاؤنج میں بیٹھ کر باتوں میں مصروف ہو گئے۔ تو لڑکوں نے ایک طرف اپنی الگ محفل سجالی۔ آج عید کا دن ہونے کی وجہ سے سب ہی شلوار قمیض پہنے ہوئے تھے۔ اسی وجہ سے معمول سے ہٹ کر سب بے حد پیارے لگ رہے تھے۔

ایک دوسرے کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتے ہوئے لاونج میں سب کے قہقہوں کی آوازیں گونج رہی تھیں۔انکے ہنسنے کی آوازوں کو سنتے ہوئے ماؤں کے چہرے بار بار خوشی سے چمک رہے تھے۔آخر اتنے سالوں بعد جو یہ رونق دوبارہ دیکھنے کو نصیب ہو رہی تھی۔ورنہ ہر سال عید پر وہ سب اپنے بیٹوں کے بنا بے حد اداس ہو جاتی تھیں۔اور پھر باقی کا دن بھی ایسے ہی گزر جاتا تھا۔۔پر یہ عید تو ہر لمحہ خوشیوں سے بھرپور لائی تھی۔۔۔

تو میرے ساتھ زیادہ فری نہ ہو۔۔۔!! میں بتا رہا ہوں نا۔۔۔کہ لڑکیاں مجھے زیادہ پسند کرتی ہیں۔۔۔! شہرام کو گھورتے ہوئے فاتح تیز لہجے میں بول رہا تھا۔جبکہ باقی سب تاسف سے انکی لڑائی دیکھ رہے تھے۔

تجھے لڑکیاں نہیں، بلکہ لکڑیاں پسند کرتی ہیں۔۔!! آیا بڑا میرے ساتھ مقابلہ کرنے والا۔۔۔!! فاتح کے شوخی مارنے پر شہرام اترا کر بولا تو سب کو ہنسی آ گئی۔

دیکھ شہری آج عید کے دن میرے ہاتھ سے پٹ نہ جائی۔۔! اور یہ جلنا چھوڑ دے۔۔ کیونکہ میں کیا سب ہی جانتے ہیں۔ کہ لڑکیاں فاتح سلطان کی "💙 Caribbean Blue" آنکھوں کی دیوانی ہیں۔۔۔ "

شہرام کو وارننگ دے کر فاتح نے اپنی قمیض کا کالر جھاڑتے ہوئے تیزی سے آنکھوں کی نمائش کی تھی۔ اسکے آنکھیں بڑی کرنے پر بے اختیار سب ہنس پڑے۔۔ فارس اور کبیر تاسف سے ہنستے ہوئے انکی مقابلے بازی دیکھ رہے تھے۔۔۔

جا جا رہنے دیں۔۔۔! تیری ان نیلے تھوتھے جیسی آنکھوں پر بس ایک ہی لڑکی فدا تھی۔ جو ہم نے اٹلی میں تجھے گفٹ کر دی تھی۔۔۔" فاتح کی نمائش پر پانی پھیر کر شہرام نے فلو میں سیلینہ کا ذکر کیا۔ تو سب ہڑ بڑا کر آگے بڑھتے ہوئے اسکے منہ کو دبوچ گئے۔ پاس بیٹھے ارسل بے بے اختیار جھٹکا کھاتے ہوئے اسکے منہ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ جبکہ باقیوں نے بھی شہرام کے پھٹے ہوئے منہ کو گھورنا شروع کر دیا۔۔۔

سالے اپنے اس پھٹے ہوئے منہ کو قابو میں نہیں رکھ سکتا کیا۔۔! اگر تیری یہ بکواس وہاں بیٹھے کسی بھی بڈھے کے کان میں پڑ گئی۔ تو عید کے دن ہماری ایسی کی تیسی ہو جانی ہے۔۔۔" غازیان چباتے ہوئے اسے سنانے لگا۔ کیونکہ شہرام جتنی لاپرواہی سے اونچی آواز میں بولا تھا۔ عین ممکن تھا۔ کہ کوئی بھی متوجہ ہو

کر سوالوں کی بوچھاڑ شروع کر دیتا۔۔انکے بر عکس اپنی چاکلیٹ گرل یاد آنے پر فاتح کا تو منہ ہی لٹک چکا تھا۔

لو جی۔۔۔!اب اس ترسے ہوئے انسان کی شکل دیکھ لو۔۔۔"لڑکی کا نام لیا نہیں،اور فاتح سلطان بس اسکی یاد میں خود کشی کرنے کو نکل پڑے ہیں۔۔" سیلینہ کے ذکر پر فاتح کا چہرہ اترتا دیکھ کر باسم کے طعنے شروع ہو چکے تھے۔باقی بھی نفی میں سر ہلا گئے۔فاتح نے معصومیت سے بڑے بھائیوں کی جانب دیکھا تو اسکی نظروں کا مقصد سمجھتے ہوئے فارس اور کبیر انجانے بننے کی کوشش کرنے لگے۔۔

بھائی آپ اس گدھے کو چھوڑیں۔اسکو تو بس کہیں بھی دل، گردے کا درد شروع ہو جاتا ہے۔۔۔! میں بتا رہا ہوں۔کہ "جنونِ یار" کو پڑھنے والی سب لڑکیوں کا کرش میں ہوں۔۔!

“The one and only superstar Sheram Ali — the ultimate girls’ crush. I’m a hot boy 😍🔥”

فاتح کے دکھ پر فٹے منہ بھیجتے ہوئے شہرام نے خود کی تعریف کرتے ہوئے زمین آسمان ایک کر دیا تھا۔وہ دونوں ہی آج مقابلے بازی پر اترے ہوئے تھے۔دونوں کی ایک ہی ضد تھی۔کہ صرف وہ ہی اکیلے لڑکیوں کے کرش ہیں۔۔۔

اوو۔۔۔!!زرا ہوش میں آئیں، سپر کالے سٹار شہرام صاحب۔۔۔!!شہرام کو اپنی تعریفوں کے پل باندھتے دیکھ کر فاتح تیزی سے اسکی tanning سکن پر طنز کر گیا۔ جبکہ اسکے شہرام کو کالا کہنے پر باقی سب کا چھت پھاڑ قہقہ بے ساختہ تھا۔۔۔ایشام ہنستے ہوئے آج کے سب خوبصورت moments اپنے کیمرہ میں ریکارڈ کرتا جا رہا تھا۔۔۔بے شک یہ عید ہر کسی کے لئے بہت حسین تھی۔۔۔

اوئے خبردار اگر تو نے مجھے کالا کہا تو۔۔۔! تیرے جیسے اولڈ فیشن لوگ کیا جانیں۔۔ کہ دنیا میں ایسی سکن حاصل کرنے کے لئے کتنی کتنی مہنگی پراڈکٹ یوز کی جا رہیں ہیں۔۔۔"شہرام نے بھڑکتے ہوئے فاتح کو کشن مارا تھا۔۔۔

ہاں دنیا میں لوگ ایسی سکن حاصل کرنے کے لئے پراڈکٹ یوز کر رہے ہیں۔ اور تو دبئی کی سڑکوں پر ننگا گھوم کر ایسے ہو آیا ہے۔۔ہاؤ سستا ٹینگ جگاڑ نا۔۔۔"شہرام کے برا منانے پر فاتح جان بوجھ کر ہنستے ہوئے پھر اسکو آگ لگاتے بولا تھا۔۔۔اسکے الفاظ پر باقی سب پھر ہنستے چلے گئے۔۔۔

بھائی اسکو سمجھا لیں۔کہ آج کے دن میرے ساتھ پنگے بازی نہ کرے۔۔ورنہ میں عید کا لحاظ کیے بنا اسکو یہیں پر پیٹا شروع کر دوں گا۔۔۔!آپ اسکو بتا دیں۔ کہ لڑکیاں میری ہیزل آنکھوں کی دیوانی ہیں۔وہ مجھ جیسے ہاٹ بندے پر مرتی ہیں۔نہ کہ اس نیلے تھوتھے پر۔۔۔!دھمکی آمیز انداز میں بولتے ہوئے شہرام نے بڑے بھائی کو اپنا پیغام پہنچانے کا کہا تھا۔۔۔

تیری تو۔۔۔"خود کو نیلا تھوتھا بلانے پر فاتح اٹھ کر اس پر جھپٹ پاتا۔ کہ بروقت فارس نے آنکھیں دیکھاتے ہوئے اسے اپنی جگہ پر جما دیا تھا۔۔

بھائی آپ لوگ ہی بتادیں پلیز۔ کہ ان دونوں میں سے کون زیادہ پیارا ہے۔۔! ورنہ یہ خوبصورتی کی لڑائی ایسے ختم ہوتے نظر نہیں آرہی ہے۔۔! سالے لڑکیاں نہ ہوں تو۔۔۔"ارسل نے بیچ میں مداخلت کرتے ہوئے بڑے بھائیوں کو فیصلہ کرنے کا کہا تھا۔۔وہ کب سے انکی ایک ہی چک چک سن رہے تھے۔۔جو لڑکیوں کی طرح اپنی خوبصورتی ثابت کرنے کے لیے لڑنے، بھرنے سے بھی باز نہیں آرہے تھے۔۔

ہمارے لئے تم سب ہی شہزادے ہو میری جان۔۔! پھر چاہے فاتح کی بلو آنکھیں ہوں، شہرام کی ہیزل، باسم کی گولڈن، غازیان کی سرمئی، اور ایشام

کی ڈارک بلو یا پھر ہمارے چھوٹے خان کی کول گرے۔۔۔! کبیر نے سب پر پیار بھری نظر دہرا کر زرا وقفہ لیا تھا۔ کہ تبھی فارس اپنی بھاری آواز میں اسکی بات جاری رکھتے ہوئے مزید کہنے لگا۔۔

پر اگر تم لوگوں کو یہ جاننا ہے۔ کہ فاتح اور شہرام میں سے لڑکیاں کس پر زیادہ فدا ہیں۔ تو اسکا جواب لڑکیوں سے ہی جان لیتے ہیں۔ سب آج ووٹ دیں گئے۔ جس کے زیادہ ووٹ نکلے۔ وہ ہی لڑکیوں کا کرش ہو گا۔۔۔" فارس نے حتمی انداز میں منصفانہ فیصلہ کر دیا۔ جس پر سب راضی ہوتے ریلیکس ہو گئے۔۔۔۔

ہاں اور بعد میں پتہ چلے کہ کڑیاں ان دونوں کو چھوڑ کر ہم سب کی دیوانی ہیں۔۔۔! ایشام انکی جانب دیکھتے اچانک شرارت سے گویا ہوا تو سب ہنستے

ہوئے حامی بھر گئے۔ جبکہ فاتح اور شہرام اسے زہر بھری نظروں سے دیکھنے لگے تھے۔ کہ تبھی ایشام کی نظر اوپر اپنے کمرے کی طرف جاتی ہوئی ہیر کی جانب اٹھی۔ اسے اکیلا پا کر ایشام صدیقی کی آنکھیں چمکیں تو وہ ارسل کو اشارہ کرتے کیمرہ اسے تھما کر جلدی سے اٹھ کھڑا ہو گیا۔۔۔

سکائے بلو کلر کی شلوار قمیض میں کان میں اپنی مخصوص بالی پہنے ایشام صدیقی دھڑکتے دل کے ساتھ اپنی سبز چڑیل کے کمرے کی جانب بڑھ رہا تھا۔۔ جس کو یقیناً وہ عید ملنے والا تھا۔ شلوار قمیض میں اپنی طلسماتی شخصیت کے ساتھ وہ ماحول پر چھایا ہوا لگ رہا تھا۔

ایشام نے تیزی سے کمرے کے سامنے آکر دروازہ کھولا تو ہیر جو کمرے کے بیچوں وبیچ کھڑی چینج کر رہی تھی۔ کہ بے اختیار اچھلتے ہوئے مڑی۔اس سے پہلے کہ وہ ایشام کو دیکھ کر چلاتی۔ کہ ایشام نے ہوش میں آتے ایک جست میں اس تک پہنچ کر اسے دبوچ لیا۔۔

ہیر کی آنکھیں یک دم آخری حد تک پھیل چکی تھیں۔ جبکہ نازک وجود نا چاہتے ہوئے کپکپانا شروع ہو گیا تھا۔۔۔ایشام نے مہبوتیت سے اسکی خوبصورت آنکھوں میں جھانکا تھا۔

لمبی پلکوں پر مسکار الگا کر انہیں موڑا گیا تھا۔اسکی پلکوں کے کلر دیکھتے ہوئے ایشام بے ساختہ مسمرائز سا ہو گیا۔۔

ہیر نے گھٹی گھٹی سی آوازیں نکالتے ہوئے اسکی گرفت میں مچلنا شروع کیا تو ایشام اسکی جانب دلفریب مسکراہٹ اچھالتے ہوئے اسے تیزی سے ہگ کر گیا۔

عید مبارک میری سبز منکوحہ۔۔۔!! ہیر کے شرٹ سے ندار وجود کو سینے میں بھینچتے ہوئے ایشام نے گھمبیر آواز میں اسے مبارک دی تو ہیر سانس روکتے ہوئے اسے دیکھ گئی۔ وہ کمرے میں اپنا ڈریس بدلنے کے لیے آئی تھی۔

کیونکہ یہ ڈریس اسے بہت چھب رہا تھا۔ پرپل کلر کے خوبصورت سے سٹائلش ڈریس میں وہ اپنے حسن سمیت ایشام صدیقی کے سیدھا دل میں اتر رہی تھی۔ ہیر نے بے اختیار آنکھیں بند کر کے کھولتے ہوئے اس سنکی شخص کو دیکھنا چاہا جو اچانک اس کے کمرے میں آ ٹپکا تھا۔ اس نے تو یہیں سوچ کر

دروازہ لاک نہیں کیا تھا۔ کیونکہ سب نیچے تھے۔اور وہ ابھی چینج کر کے واپس جانے والی تھی۔اس لئے کمرے کے بیچوں بیچ کھڑی ہو کر ذپ کھولتے ہوئے اپنی شرٹ نیچے گرا چکی تھی۔ کہ تبھی ایشام صدیقی نے اپنی اچانک آمد سے اسکے چھکے چھڑا دیے تھے۔۔

پیچھے ہٹو زہریلے کیپسول۔۔۔! تمہارا دماغ کیا پیدا ہوتے ہی فوت ہو گیا تھا۔ جو تمہیں اتنی عقل نہیں ہے کہ کسی لڑکی کے کمرے میں دروازہ ناک کر کے جایا جاتا ہے۔۔۔" ایشام صدیقی کی گرفت میں جھٹپٹا کر وہ کلستے ہوئے سنانے لگی تھی۔ دوسری طرف ایشام اسکے جلانے کا اثر لیے بنا مسکراہٹ دباتے ہوئے اسے مزید شدت سے خود میں بھینچنے لگا تو ہیر کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی دوڑ گئی۔

تمہاری جیسی آفت اگر نصیب میں لکھی ہو۔۔تو دماغ سچ میں پیدا ہوتے ہی ناکارہ ہو جاتا ہے پیاری منکوحہ۔۔۔!اسکی پتلی کمر کو مٹھی میں بھرتے ہوئے ایشام نے اسکی گردن میں چہرہ چھپاتے ہوئے دانت گاڑے تو ہیر ایک دم سے تڑپ اٹھی تھی۔۔۔

اہہ۔۔۔!!!شش۔۔شام۔۔۔!!!اسکے بے رحم لمس پر مچلتے ہوئے ہیر کی زبان سے ٹوٹ کر الفاظ ادا ہوئے تھے۔جن کو سن کر ایشام کا دل سینے کی دیواروں سے سر پٹکنے لگا تھا۔اسکی تیکھی زبان سے اپنے لئے شام سن کو وہ ایسے ہی بے خود رہو جاتا تھا۔۔

جذبات کی حدت میں بہتے ہوئے ایشام نے اسکی کمر سے ہاتھ اوپر لے جاتے ہوئے اسکی ہک میں الجھایا تو ہیر نے سٹپٹاتے ہوئے پیچھے ہونے کی کوشش کی تھی۔ لیکن ناممکن سا تھا۔۔۔

تت۔۔ تم۔۔۔ پاگل ہو گئے ہو کیا۔۔۔؟؟ ایشام کی جسارت پر لال انگارہ ہوتے وہ اٹکنے لگی تھی۔ جبکہ ایشام اسکی گردن میں چہرہ چھپاتے ہوئے بے باکی مسکرا اٹھا تھام ہیر کی گردن پر نم ہونٹ رکھتے ہوئے ایشام نے ایک جھٹکے میں اسکی ہک کو کھولا تو ہیر شرم و خفت سے مچلتے ہوئے ایشام کو سختی سے ہگ کر گئی۔ تاکہ اسکا پردہ جدا نہ ہو۔۔۔ اسکے ہگ کرنے پر ایشام کی دھڑکنوں میں طوفان سا دوڑا تو وہ اسکی پوری بیک پر ہاتھ پھیرتے ہوئے گردن کو شدت سے سک کرتا چلا گیا۔۔۔

اہہ۔۔۔شا۔۔شام۔۔۔کیا کر۔۔رہے ہو۔۔۔!!ا۔اتنے پر حدت لمس پر ہیر بے چینی میں مبتلا ہونے لگی تو بے اختیار پوچھ گئی تھی۔۔۔

تمہیں عید ملنے لگا ہوں ہیرے۔۔۔!!جذبات سے لبریز آواز میں بولتے ہوئے ایشام نے اسکے سوال کا جواب دیتے ہوئے اسکا چہرہ زرا بلند کیا تو اسکے جواب کو سن کر ہیر کی دھڑکنیں سرپٹ دوڑنے لگیں تھیں۔۔۔

فاری۔۔۔!!!فارس کے بے رحم لمس پر تڑپتے ہوئے نازنے نم آنکھوں سے اسے دیکھا تو وہ بھرپور مسکراتے ہوئے پھر اسکے لبوں کو ہلکا سا چھو گیا تھا۔۔۔

عید مبارک ہو جانِ فاری۔۔۔!!اسکے بکھرے سراپے پر استحقاق بھری نظر ڈال کر فارس نے اسے پھر وش کیا تو نازبے بسی بھرا سانس خارج کر گئی۔۔

پاس رکھو اپنی مبارک۔۔۔!! سارا ڈریس خراب کر دیا میرا۔۔۔!! اپنی خراب تیاری کو دیکھتے ہوئے بھڑکنے والے انداز میں بولی تو فارس نے سمائل پاس کر کے اسکے بیڈ پر لیٹتے ہوئے ناز کی کلائی کو دبوچ ہوئے اسے اپنے اوپر گرا لیا۔۔ دوپہر کا وقت چل رہا تھا۔ اس وقت سب ہی اپنے اپنے کمرے میں زرا آرام کر رہے تھے۔ کیونکہ شام میں ویسے ہی سب گھومنے کے لیے نکلنے والے تھے۔ تو موقع غنیمت دیکھتے ہوئے کبیر اور فارس اپنی اپنی بیوی کو عید ملنے آن پہنچے تھے۔۔

ابھی تو مزید تیاری خراب کرنا باقی ہے میری جان۔۔۔! ناز کے بلیک ڈریس کی سب کھولتے ہوئے فارس نے باکی سے بولا تو ناز اسکے ارادے سمجھتے ہوئے مزاحمت کرنا شروع ہو گئی۔۔ فارس اور ناز دونوں میچنگ بلیک ڈریس پہنے ہوئے تھے۔ ناز کی عید کی شاپنگ فارس نے خود ہی کی تھی۔۔ اس لئے یہ

میچنگ ممکن ہو پائی تھی۔ ورنہ ویسے تو وہ اسکی طرف دیکھ بھی نہیں رہی تھی۔۔

فارس جان لے لوں گی اگر اب تک نے کوئی حد پار کرنے کی کوشش کی تو۔۔۔!! اسے وارن کرنے والے انداز میں وہ گویا ہوئی تھی۔

اپنی سریلی سسکیاں سنا کر جان تو تم پہلے ہی لے چلی ہو جانِ فارس۔۔۔!! اسکی کلائیوں کو دبوچ کر فارس نے ایک جھٹکے میں اسکی شرٹ اتار کر نیچے فرش پر پھینکی دی تھی۔ ناز کو اتنی زور آزمائی کرتے دیکھ کر فارس نے تیزی سے جھکتے ہوئے اسکی دھڑکنوں پر ہونٹ رکھے تو ناز ایک جھٹکے میں بے جان ہوتے بیڈ پر گری تھی۔ فارس کی لمس پر بے قرار ہوتے ناز نے اسکے کندھوں پر ناخن گاڑے تو فارس تیزی سے خود کو بھی ہر پردے سے آزاد کرتے اس پر قابض

ہوتا چلا گیا۔ ناز کو مکمل طور پر عیاں کرتے فارس نے اسکے بدن کے ساتھ اپنا جسم ملایا تو وہ بھاری سانس خارج کرتے اپنی کمر اٹھا گئی۔۔۔

عید مبارک پیاری بیگم۔۔۔!! ایک بار پھر وش کرتے ہوئے فارس اسکی ٹانگوں میں فاصلہ بناتے ہوئے اسکی روح میں اترتا چلا گیا تھا۔ جبکہ وہ اسکے شدت بھرے لمس پر تڑپتے ہوئے آہیں بھرنے لگی تھیں۔ فارس بھرپور انداز میں خود کو اسکے اندر گھولتے ہوئے دھرکنوں کو چھو رہا تھا۔ اور ہر لمس پر وہ جان بوجھ کر اسے عید مبارک کہہ رہا تھا۔۔ کیونکہ تھوڑی دیر پہلے گل ناز شان و بے نیازی سے کہہ رہی تھی۔ کہ وہ فارس ہمدانی کو عید ملنے میں بالکل انٹرسٹڈ نہیں ہے۔ لیکن اب فارس ہمدانی اسکی تھائیز کو کھولتے ہوئے اسکی روح میں گھلتے ہوئے اسے بار بار باور کروا رہا تھا۔۔ کہ وہ اسے عید ملنے میں اچھا خاصا انٹرسٹ رکھتا ہے۔۔۔

بہار کے کمرے میں داخل ہو کر مڑتے ہوئے کبیر نے دروازہ بند کر دیا۔ دروازہ بند کرتے ہوئے وہ مڑا تو سامنے ہی بیڈ پر اسکی معصوم بلی سوتی ہوئی نظر آئی۔ اسے اتنی جلدی سوتے دیکھ کر کبیر مسکرائے بنا نہیں رہ سکا تھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے ہی سب اپنے کمروں میں گئے تھے۔ اور اتنی جلدی کمرے میں آ کر وہ سو بھی چکی تھی۔

سفید سوٹ میں کبیر خان اپنی سحر انگیز شخصیت میں کسی کا بھی دل بند کر سکتا تھا۔ قمیض کے سلیوز فولڈ کرتے ہوئے بیڈ کے قریب آیا تو اسکی معصوم بیوی عید والے ڈریس میں ہی سوتی ہوئی نظر آئی تھی۔ کبیر خان سے میچنگ وائٹ کلر کے خوبصورت سے ڈریس میں دوپٹے سے آزاد سر اپے کے ساتھ مدہم

سانسیں لیتے ہوئے سو رہی تھی۔ شاید وہ بے حد تھک چکی تھی۔ کبیر کو بے اختیار انداز ہونے لگا تھا۔ وہ پچھلے دو تین راتوں سے ٹھیک سے سو نہیں پا رہی ہے۔ اسی لئے شاید اب کمرے میں آتے ہی نیند میں اتر گئی تھی۔

گھڑی میں ٹائم دیکھنے کے بعد وہ کھڑے ہو کر اپنے وجود سے قمیض الگ کرنے لگا م ارادہ اپنی بہارے کے ساتھ سونے کا تھا۔ ویسے بھی وہ سب شام میں نکلنے والے تھے۔ تو ابھی کافی وقت تھا۔ بیڈ پر لیٹ کر کبیر نے اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اسے قریب کیا تو وہ کسما کر پھر سو گئی۔۔

یہ اتنے بے آرام ڈریس میں کیسے سو رہی ہے۔۔۔!! بہار کی شرٹ کے کام نے کبیر کو زرا ڈسٹرب کیا تو وہ بے ساختہ سوچ گیا۔۔ نفی میں سر ہلاتے ہوئے

کبیر نے اسکی شرٹ الگ کرنا شروع کی تو اپنے بدن پر جانا پہنچانا لمس محسوس کرتے ہی بہار کی آنکھیں کھل چکی تھیں۔

بیر...! اسے اپنی شرٹ اتارتے دیکھ کر بہار نے خوفزدہ ہوتے اسے پکارا تھا۔ چوکنے والے انداز میں کبیر نے اسکی طرف دیکھا۔۔۔

ڈونٹ وری میرا بچہ بس شرٹ اتار رہا تھا۔۔! تم ایسے ہی سو گئی تھی۔ تو سوچا کہیں ڈسٹرب ہونے سے اٹھ نہ جاؤ۔۔۔! اسکا ڈر سمجھتے ہوئے کبیر نے اسکی آنکھوں کو چومتے ہوئے صفائی دی تھی۔ جبکہ وہ اسے اپنے کمرے میں دیکھ کر حیرت زدہ تھی۔۔۔

عید مبارک بہارے۔۔!!اسکے بدن کو اپنی گرم آغوش میں سناتے ہوئے کبیر نے بھاری آواز میں عید وش کرتے ہوئے اسے گلے لگایا تو وہ مسکرا پڑی۔۔۔

بیر میری عیدی۔۔۔؟؟؟معصومیت سے ہاتھ پھیلاتے ہوئے گل بہار نے عیدی کہ فرمائش کی تھی۔

ہائے کبیر خان قربان اس فرمائش پر جاناں۔۔۔!!بتاؤ کتنی عیدی چاہیئے۔۔۔؟؟اسکی ہتھیلی کو چومتے ہوئے وہ الفت سے بول گیا تھا۔کیونکہ اپنی بہار کی اس ادا پر وہ سچ میں بہت خوش ہوا تھا۔اتنے سالوں میں پہلی بار اس نے اتنے حق سے عیدی مانگی تھی۔۔

پچاس ہزار۔۔۔!! بہار نے چمکتی آنکھوں سے اپنی ڈیمانڈ بتائی تھی۔۔ جس کو جان کر کبیر کا بھرپور قہقہہ بے ساختہ تھا۔۔۔

ڈن میرا بچہ۔۔۔!! جاگتے ہی میرے پاس اپنی عیدی لینے آپہنچنا اوکے۔۔۔؟ اسکی چھوٹی سی ناک کو ہونٹوں میں دباتے ہوئے کر کبیر نے ایک جھٹکے میں اسے اٹھا کر اپنے اوپر لٹالیا تھا۔ جس پر وہ حامی بھرتے ہوئے اپنی حالت یاد آتے ہی بوکھلا سی چکی تھی۔۔۔ کبیر نے بے تابی سے اسکی گردن اور سینے پر ہونٹ رکھنا شروع کیے تو بہار اسکے آگ سے لمس پر سسکتے ہوئے اسے تھام گئی۔۔۔

بیر۔۔۔۔ مجھ۔۔۔ مجھے سونا ہے۔۔۔! بہار نے بوجھل آنکھیں بند کرتے ہوئے بے ساختہ اسے پکارتے ہوئے التجا کی تھی۔

مجھے عید مل لینے دو بس بیر کی دھڑکن۔۔۔! پھر سو جانا۔۔۔! بہار کی کمر کو جکڑتے ہوئے اسے زرا سا اٹھا کر کبیر اسکے گلے کی گہرائیوں پر جھکا تو وہ آنکھیں بند کرتے آپنا آپ اسکے حوالے کرتی چلی گئی۔۔بے شک وہ اسے روک نہیں سکتی تھی۔

شام کے وقت سب پورچ میں اپنی گاڑیوں میں بیٹھ رہے تھے۔کیونکہ آج عید کا ڈنر وہ باہر ہی کرنے والے تھے۔سب تیار ہو کر اپنی گاڑیوں میں تقریباً بیٹھ چکے تھے۔جب گرین ڈریس میں نک سک سی تیار گل ناز نے اچانک شوشا چھوڑ دیا۔

کہ سب لڑکیاں اپنی الگ گاڑیوں میں آئیں گئیں۔اسکے شوشے پر سچ میں عمل کرتے ہوئے سب لڑکیاں اپنی الگ گاڑی میں بیٹھنا بھی شروع ہو گئی تھیں۔

جب فارس کے اشارے پر کبیر آگے بڑھتے ہوئے پورے حق سے اپنی بہارے کو باہر نکال کر اپنی گاڑی کی طرف لے گیا۔سب کے سامنے بیچاری بہار اسکے ساتھ ہکا بکا کھنچتی چلی گئی تھی۔۔بہار کے بعد فاتح نے بھی آگے بڑھ کر مہر ماہ کو باہر نکال کر زبردستی اپنی اور شہرام کی گاڑی میں بٹھالیا تھا۔۔۔

اپنے بھائیوں کی حرکتیں دیکھتے ہوئے ہیر بھاگ کر وہاج صدیقی کی گاڑی میں چھپ گئی۔کیونکہ اسکا کوئی ارادہ نہیں تھا۔اس ترسے ہوئے کیپسول کی گاڑی میں بیٹھنے کا۔۔اسکی سپیڈ پر ارسل اور ایشام قہقہ لگاتے ہوئے ہاتھ پر ہاتھ مار گئے۔۔۔

مہر ماہ کو گاڑی میں بٹھا کر فاتح ماہ پارہ کی تلاش میں پھر باہر نکلا تھا۔ جس کو باسم اپنی اور غازیان کی گاڑی میں پہلے ہی چھپا چکا تھا۔۔۔

ماہا۔۔۔؟؟ نازماہی کہاں پر ہے۔۔۔؟ گل ناز کی طرف آتے ہوئے فاتح نے بے اختیار سوال کیا۔۔۔

بھیا میں یہاں پر ہوں۔۔۔!! فاتح کی آواز سنتے ہوئے ماہ پارہ نے جلدی سے سر باہر نکالتے ہوئے اسے آواز لگائی تھی۔ اسکے اونچی آواز میں جواب دینے پر فاتح بے اختیار مسکراتے ہوئے انکی گاڑی کی طرف آگیا۔۔۔

بھیا کی جان یہاں پر بیٹھی ہوئی ہو۔۔ میں تمہیں اپنی گاڑی میں بٹھانے والا تھا۔۔۔!! فاتح نے بے اختیار جھکتے ہوئے اسکے ماتھے پر عقیدت سے ہونٹ رکھ دیے۔ فرنٹ سیٹ پر بیٹھے ہوئے غازیان پاشا نے جب یہ منظر دیکھا تو

جلن کے مارے ناک منہ چڑھاتے ہوئے خوا مخواہ فاتح کو گالی سے نواز گیا۔۔

پاس بیٹھے باسم نے اسکا جلن کے مارے برا حال دیکھا تو ہنستے ہوئے بولا۔۔۔

اوئے فاتح کے بچے بھاگ جا جلدی سے۔۔۔!! ماہی ہماری گاڑی میں ہی جائے گی۔۔۔!! اس سے پہلے، کہ غازیان جلتے ہوئے اس دن کی طرح پھر بے قابو ہو جاتا۔ کہ باسم نے بروقت فاتح کو یہاں سے غائب کرنا چاہا تھا۔

ردی والا ڈاکٹر۔۔۔!! ماہ پارہ کا دوبٹہ درست کرتے ہوئے فاتح جوابی کارروائی کر کے اپنی گاڑی کی جانب بڑھ چکا تھا۔ اب سب کی نظریں گل ناز کی طرف تھیں۔ جو ضدی بنتی کسی کے ساتھ بھی نہیں بیٹھ رہی تھی۔ اسے اپنی جگہ پر جمے دیکھ کر فارس نفی میں سر ہلاتے ہوئے اسکی طرف بڑھا۔۔۔

ڈارک گرین کلر کی ڈریس شرٹ کے ساتھ جینز پہنے وہ بارعب چلتے ہوئے اسکی جانب آیا تو اسکی دلکش شخصیت اور نقوش دیکھتے ہوئے بے اختیار ناز نظریں چراتے ہوئے اپنا دل سنبھالنے لگی۔۔۔

یقیناً خوامخواہ کی ضد لگا کر تم اپنا کوٹا پورا کر چکی ہو گی۔اس لئے اب شرافت سے چل کر میری گاڑی میں بیٹھو۔۔۔"ناز کے خوبصورت سراپے اور گردن پر معنی خیز چھپے ہوئے نشان دیکھتے ہوئے وہ جان بوجھ کر لہجے کو طنزیہ بنا کر قریب آتے ہی بولا تھا۔فارس نے اسکا ہاتھ پکڑتے ہوئے گاڑی کی طرف بڑھنا چاہا تو وہ غصے سے بولنے لگی۔۔۔

خبردار اگر میرے ساتھ زبردستی کی تو۔۔۔! مجھے نہیں بیٹھنا تمہارے ساتھ۔۔۔!! فارس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے ضدی لہجے میں انکار کرتے وہ کہہ گئی۔ بدلے میں وہ سرد سانس خارج کر گیا۔۔

شرافت سے بیٹھ رہی ہو، کہ کمرے میں لے جا کر کروں دوبار خود میں قید۔۔۔! نازو میں آخری بار وارن کر رہا ہوں۔۔ اگر اگلے دو سیکنڈ میں تم خود چل کر میری گاڑی میں جا کر نہیں بیٹھی۔ تو آج کی رات تم پر بہت بھاری گزرنے والی ہے۔۔! دوپہر میں تمہاری التجاؤں کو سن کر میں تمہیں بخش گیا تھا۔ لیکن اب ضد کی صورت میں رات کے لئے تیار رہنا۔۔! قسم سے اس طرح پیش آؤں گا۔ کہ تم ضد کرنا بھول جاؤ گی۔۔۔ "

دبی دبی آواز میں غراتے ہوئے فارس نے خاصی خطرناک دھمکی دی تو ناز کا چہرہ ایک دم سے خون چھلکانے لگا۔ جلتے ہوئے چہرے کے ساتھ فارس کو گھورتے ہوئے وہ بنا کوئی جواب دیے جا کر شرافت سے اسکی گاڑی میں بیٹھ گئی۔

اپنی فتح مندی پر کبیر کو آنکھ ونک کرتے وہ گاڑی کی جانب بڑھا تو فارس کے آنکھ ونک کرنے پر اسکے سب چھوٹے چھوٹے بھائی بے اختیار ہنسنے لگے۔ سب کی ہنسنے کی آوازیں سنائی دیں۔ تو فارس خود بھی ہنس کر سر جھٹکتے ہوئے گاڑی میں بیٹھ گیا۔ چہرہ موڑتے ہوئے اس نے اپنی جنگلی پر نظر ڈال کر آنکھوں پر گلاسز لگا لیے تھے۔ بے شک وہ ٹیڑھی کھیر تھی۔۔

بلیک مینشن سے آگے پیچھے گاڑیاں نکلنا شروع ہوئیں۔تو اتنی زیادہ گاڑیاں دیکھ کر فاتح بے ساختہ بول اٹھا۔۔

ماشاءاللہ ایسے لگ رہا ہے جیسے یہ قافلہ کوئی برات لے کر جا رہا ہے۔۔۔!!

ہاہاہاہاہا۔۔۔تو یہ ہی سمجھ لے۔۔!پر پہلے گاڑی روک مجھے پیچھے بیٹھنا ہے۔۔۔"

اسکی بات پر ہنستے ہوئے شہرام نے تیزی سے گاڑی روکنے کا کہا تھا۔۔فاتح نے ابرو اٹھاتے ہوئے فوراً بریک لگائی۔بلو لوز سی شرٹ کے ساتھ جینز پہنے اپنے اپنے رف ہیر سٹائل میں وہ دونوں سب سے الگ تھے۔شاہد تہذیب سے بہت دور۔۔۔دائیں ہاتھ میں ایک بریسلٹ اور گلے میں ایک دوسرے کے نام کی چین تھی۔۔۔

شہرام آکر پیچھے مہرماہ کے ساتھ بیٹھا تو وہ جلدی سے کھسکتے ہوئے جا کر ونڈو کے ساتھ لگ گئی۔۔

اوئے انسان بنی۔۔۔! خبردار اگر تو نے میرے بچے کو تنگ کرنے کی زرا سی بھی کوشش کی تو۔۔۔!! شہرام کی آنکھوں میں شیطانی چمک دیکھتے ہوئے فاتح نے تنبیہ کرتی آواز میں پہلے ہی اسے ٹوکنا چاہا تھا۔ جس پر مہرماہ بے اختیار شکر ادا کرنے والے انداز میں لمبی سانس خارج کر گئی۔۔۔ گاڑیاں دوبارہ چلنا شروع ہو چکی تھیں۔

اوکے بوس۔۔۔! کسی فرماں بردار بچے کی طرح شہرام نے سر کو خم دیتے ہوئے فاتح کا حکم بجالایا۔ فاتح اسکی ایکٹنگ پر نفی میں سر ہلاتے گاڑی کی سپیڈ ایک دم سے تیز کر گیا تھا۔۔۔

شہرام نے مخمور نظروں سے پاس بیٹھی اپسرا پر نظر ڈالی تھی۔جو پنک کلر کے خوبصورت سے ڈریس میں کوئی کھلتا گلاب لگ رہی تھی۔

شہرام نے نامحسوس انداز میں مہرماہ کے قریب ہو کر اچانک اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔

اسکے برعکس مہرماہ کی نیلی آنکھیں صدمے سے پھیلتے ہوئے اسے دیکھنے لگیں تو وہ بے باکی سے ہونٹ کا کونا دباتے ہوئے آنکھ ونک کر گیا۔جبکہ فاتح کی موجودگی میں اسکی اتنی جرات پر مہرماہ حیرانگی سے دوچار ہو چکی تھی۔مہرماہ نے ایک نظر ڈرائیونگ کرتے ہوئے بھائی پر ڈالی جو سنجیدہ انداز میں پوری طرح ڈرائیونگ کی طرح متوجہ تھا۔

مہرماہ نے اسکے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی تو شہرام نے اگلے ہی پل اسکی انگلیوں میں انگلیاں پھنساتے ہوئے مکمل طور پر اسکا ہاتھ جکڑ لیا۔۔مہر

ماہ بے بسی سے ہونٹ کاٹتے ہوئے تھک ہار کر باہر دیکھنے لگی تھی۔اب وہ اس ڈھیٹ اور بے شرم انسان سے یہاں لڑنے سے رہی تھی۔۔

اسکے ہار ماننے پر شہرام مسرور انداز میں اسکی ہتھیلی پر انگلی پھیرنا شروع ہو چکا تھا۔۔

تقریباً ایک ڈیڑھ گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد سب گاڑیاں آکر بلیک ہوٹل کر رکنا شروع

تقریباً ایک ڈیڑھ گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد سب گاڑیاں آکر بلیک ہوٹل کر رکنا شروع ہوئی تھیں۔۔

سب اپنی اپنی گاڑیوں سے اترنا شروع ہوئے تو غازیان بھی تیزی سے باہر نکل کر ماہ پارہ کی طرف کا دروازہ کھول گیا۔۔

اسکے سنجیدہ تاثرات کو دیکھتے ہوئے ماہ پارہ گھبراتے ہوئے باہر نکلی تھی۔

دوبٹہ درست کرو اپنا فورا۔۔۔!! ماہ پارہ کے سراپے پر نظر پھیر کر غازیان نے رعب سے سرد لہجے میں بولتے ہوئے اسے حکم سنایا۔ جس پر اگلے ہی پل عمل کرتے ہوئے ماہ پارہ اپنا دوبٹہ درست کرنے لگی۔۔ جبکہ دوسری طرف کھڑے باسم کو بے اختیار اپنی معصوم بہن پر ترس آرہا تھا۔ جو اس بے ذوق جن کے ہتھے چڑھ گئی تھی۔

تمہارے پاس کوئی چادر نہیں ہے کیا۔۔؟ یہ دوبٹہ لیا ہوا ہے کیا۔۔۔؟ سب کچھ تو اس میں سے نظر آرہا ہے۔۔۔!! اس سے بہتر تھا کہ بنا دوبٹے کے آ جاتی۔۔۔! بلیک شیفون کلر کے دوبٹے سے ماہ پارہ کی سفید گردن اور میرون

بال صاف نظر آرہے تھے۔ جن کو بے پردہ دیکھ کر ہی غازیان اس پر بھڑک چکا تھا۔

ماہ پارہ وائٹ اور بلیک کلر کے combination کا خوبصورت سا ڈریس پہنے ہوئے تھی۔ جبکہ اتفاقاً غازیان بھی بلیک ڈریس شرٹ اور جینز میں تھا۔ انکی میچنگ پر باسم بے اختیار دل میں ماشاءاللہ بول رہا تھا۔ کیونکہ وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ بہت خوبصورت لگ رہے تھے۔۔

غازی کے غصے بھرے لہجے پر ماہ پارہ کی نیلی آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے۔ جلدی سے اپنا دوبٹا کھول کر خود پر پھیلاتے ہوئے اس نے وہاں سے نکلنا چاہا ہی تھا۔ کہ اگلے ہی پل بے دھیانی سے چلتے ہوئے ہیلز میں وہ اس سے پہلے کہ گرتی۔ کہ تبھی غازیان نے ایک جست میں اس تک پہنچتے ہوئے اسکی کمر کو جکڑتے

ہوئے بچالیا۔۔۔ گرنے کے باعث ماہ پارہ کی خوف سے چیخ بلند ہو گئی تھی۔۔۔ سب اندر جا چکے تھے۔ صرف وہ تینوں ہی وہاں کھڑے تھے۔۔۔

تمہارا دماغ درست ہے کیا ماہی۔۔۔!! تم نے پھر پہن لیں یہ ہیلز آج۔۔۔! منع کیا تھا نا میں نے۔۔۔!! اسے سیدھا کھڑے ہوئے غازیان اسکے پیروں کی طرف دیکھتے ہوئے پھر غصے سے بولنے لگا تھا۔ جبکہ دل اسکے گرنے کے خیال سے ہی بے چین ہو چکا تھا۔۔۔

اب کی بار اسکے ڈانٹنے پر ماہ پارہ نے سچ میں رونا شروع کر دیا۔ جس کو دیکھتے ہوئے باسم بوکھلا کر اسکی جانب آتا۔ کہ تبھی فارس کی اچانک وہاں آمد ہوئی۔۔۔

تم لوگ ابھی اندر نہیں گئے۔۔۔؟؟ کیا ہوا اسے یہ کیوں رو رہی ہے۔۔۔؟

ماہی میرا بچہ کیا ہوا۔۔۔؟؟ ماہ پارہ کو روتے دیکھ کر فارس نے تیزی سے ایک ساتھ کئی سوال کیے تھے۔۔۔

بھیا۔۔۔! پتہ نہیں غازی بھیا کو کیا پرابلم ہے۔۔۔! مجھے کب سے بار بار بے وجہ ڈانٹے جا رہے ہیں۔۔۔!! فارس کی جانب جلدی سے بڑھتے ہوئے ماہ پارہ نے روتے ہوئے اسکی شکایت لگائی تھی۔ باسم تو غازیان میاں کی شامت آتے دیکھ کر منہ میں زبان رول کرنے لگے تھے۔۔۔

بھائی میں اسے بلاوجہ نہیں ڈانٹا ہے۔۔۔! صرف اسے ہیلز پہننے سے منع کر رہا تھا۔ ابھی یہ بری طرح گر کر زمین کو سلامی پیش کرنے والی تھی۔ اس دن بھی اس نے ہیلز کے شوق میں پیر میں موچ کروالی تھی۔۔۔" بڑے بھائی کی

گھورتی نظروں پر غازیان نے جلدی سے اپنی صفائی دی۔اور ساتھ میڈم کو بھی ایک نظر دیکھا جو بڑے بھائی کے سینے میں منہ چھپا کر ایسے رو رہی تھی۔ جیسے خدانخواستہ غازیان نے نجانے کتنے ظلم کے پہاڑ توڑ دیے ہوں۔۔۔

یہ جھوٹ بول رہے ہیں بھیا۔۔! آپ باسم بھیا سے پوچھ لیں بے شک۔۔! یہ گاڑی میں بھی مجھے گھورتے ہوئے آئے ہیں۔۔! تھوڑی دیر پہلے میرے ڈریس پر مجھے ڈانٹ رہے تھے۔اور اب ان ہیلز پر غصہ کر رہے ہیں۔۔۔!۔میں نے کونسا کیلی نے ہیلز پہنی ہیں۔۔سب نے ہی آج پہنی ہوئیں ہیں۔۔۔ "

ماہ پارہ اسکی سب صفائی کو جھٹلاتے ہوئے روتے ہوئے کہنے لگی تھی۔ جبکہ غازیان اسکے گھورنے والے الفاظ پر حیرت سے اسے دیکھ گیا۔۔۔ کیا وہ اسکا دیکھنا نوٹ کر رہی تھی۔ غازیان کی حالت پر باسم کو تیز والی ہنسی آئی۔

سب تمہاری طرح ہیلز پہن کر جگہ جگہ گرتی پرتی بھی نظر بھی نہیں آ رہی ہیں۔۔! سب کنواں میں چھلانگ لگائیں گئیں تو تم بھی ہیلز پہن کر انکے پیچھے کود جانا۔۔۔" اسکی بلیک ہیلز کو زہر بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے وہ اب فارس کے سامنے بھی غصہ کرنے سے باز نہیں آ رہا تھا۔ اس لئے اسکی ہیلز کو ٹارگٹ کرتے ہوئے مسلسل طنز کرتا چلا گیا۔ جن کو سن کر ماہ پارہ کا رونا تیز ہو چکا تھا۔۔۔

چپ میرا بچہ۔۔۔!! رونا بند کرو میری جان۔۔ دیکھو سارا چہرہ خراب ہو رہا ہے۔۔! سب دیکھیں گئے۔ تو پریشان ہو جائیں گئے۔۔۔! اور تم ایک بار اندر چلو تمہاری اور تمہارے اس غصے کی تو آج میں اچھے سے کلاس لیتا ہوں۔۔۔! ماہ پارہ کے سر کو چومتے ہوئے فارس نے اسکے آنسو صاف کیے تھے۔ اور ساتھ ہی غازیان کو وارن کرنا نہیں بھولا تھا۔ فارس کے لہجے کو سنتے ہوئے غازیان ایک دم ٹھنڈا پڑتے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا۔۔

غازیان کو گھوریوں سے نواز کر فارس، ماہ پارہ کو خود بازو کے حصار میں لیے ہوٹل کی طرف چلا گیا۔ فارس کا اسے بازو کے حصار میں رکھنے کا مقصد تھا۔ تاکہ وہ ہیلز میں دوبارہ ڈس بیلنس نہ ہو۔۔۔ تھوڑا دور جا کر ماہ پارہ نے اچانک مڑتے ہوئے بچوں کی طرح غازیان کو زبان چڑائی تھی۔ جس کو دیکھ کر باسم کا

قہقہہ بے ساختہ تھا۔ جبکہ غازیان خود بھی حیرانی سے اسکی حرکت پر ہنسنے لگا تھا۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

شکر میٹنگ اچھی رہی خان۔۔۔! میٹنگ روم سے نکلتے ہوئے فارس ہمدانی بے اختیار بول گیا۔۔۔

ہاں ویسے مجھے بھی امید نہیں تھی۔ کہ یہ unexpected میٹنگ اتنی اچھی جائے گی۔۔۔"کبیر خان بھی اسکی بات کی تائید کرتے جواب میں کہنے لگا۔

پاکستان میں بزنس کا overall تجربہ ابھی تو اچھا ہی جا رہا ہے۔ ہماری ٹیم بھی یہاں آکر کافی خوش ہے۔۔"کبیر خان کے آفس میں داخل ہوتے فارس

اپنی رائے دے رہا تھا۔ آج انکی ایک ارجنٹ میٹنگ تھی۔ جو کہ انکی توقع کے برعکس بہت اچھی رہی تھی۔ اس لئے وہ دونوں کافی مطمئن نظر آرہے تھے۔۔۔

فاری ساری باتیں چھوڑ کر پہلے کچھ کھانے کے لیے آڈر کرو یار۔۔۔۔ بھوک سے برا حال ہوا پڑا ہے۔۔! اپنا کوٹ اتار کر چیئر پر ٹکاتے ہوئے کبیر اچانک بولا تھا۔۔ کیونکہ اس ارجنٹ میٹنگ کے چکر میں وہ صبح بنا ناشتے کے ہی نکل آئے تھے۔ صبح سے کام میں بے حد مصروف ہونے کی وجہ سے انکو یہاں بھی کچھ کھانے کو ٹائم نہیں ملا تھا۔ اور اس وقت دن کے تین بج رہے تھے۔ اب جا کر وہ کہیں میٹنگ روم سے باہر نکلے تھے۔۔۔

کیوں میرے یار کو رخصتی کروا کے کمزوری ہو گئی ہے کیا۔۔۔"فارس نے ہنستے ہوئے اسے زو معنی الفاظ میں چھیڑا تو کبیر فوراً طنزیہ انداز میں اسے دیکھنے لگا۔۔۔

بیٹا تو میری کمزوری کی فکر نہ کر۔۔۔۔۔۔"فارس کے طنز کا جواب مزید بے شرمی سے دیتے ہوئے کبیر نے سرد آہ بھری تو اسکی بے حیائی پر فارس ایک دم ہنستے ہوئے نفی میں سر ہلا گیا۔۔

تیرے اس طنز نے مجھے ایک دم سے بے قرار کر دیا ہے۔۔!پر ہائے اب یہ ظالم سماج ہمارے ملن میں رکاوٹ بنا کھڑا ہے۔۔۔"اپنی شرٹ کے بٹن کھولتے ہوئے کبیر نے ہونٹ کاٹتے ہوئے اپنی بے چینی ظاہر کی تھی۔جبکہ فارس جو کھانا آڈر کر رہا تھا۔وہ بے اختیار اس گھوریوں سے نوازنے لگا۔۔۔

کچھ شرم کرلے بے غیرت۔۔۔! تیرا ٹھرک پن تو رخصتی کر کے کم ہونے کی بجائے بڑھتا ہی جا رہا ہے۔۔۔" فارس نے بے بلا تصنع کیے اسے شرم دلانے کی کوشش کی تھی۔ پر دوسری طرف کوئی اثر نہیں تھا۔۔۔

تو جتنا مرصی بھاشن دے لے۔ پر بیٹا اب یہ لہو منہ کو لگ چکا ہے۔۔ اب یا پیاس کم ہو گی یا پھر روز کی زور چھپ چھپائی میں بلیک مینشن کے در و دیوار ہمارے گواہ بنیں گئے۔۔"۔ فارس کے لہجے کا اثر لیے بنا وہ لمحہ بہ لمحہ مزید بے باک ہوتا جا رہا تھا۔ جبکہ اسکے زو معنی الفاظ پر فارس کو خود ایک دم سے بے چینی کا احساس ہوا تھا۔ بے دھیانی میں فارس نے اپنی شرٹ کا بٹن کھولا تو کبیر قہقہ لگاتا چلا گیا۔۔

تجھے صرف مجھے لیکچر دینے کا شوق ہوتا ہے۔ ورنہ اندر سے تیری حالت مجھ سے بھی زیادہ خراب رہتی ہے۔۔۔" کبیر ہنستے ہوئے بول رہا تھا۔ لہجہ مذاق اڑانے والا تھا۔ جبکہ فارس جس نے بے دھیانی میں یہ حرکت سرانجام دی تھی۔ کہ بے اختیار اسے گالیوں سے نوازتے ہوئے بٹن دوبارہ بند کر گیا۔ ابھی وہ مزید ایک دوسرے کے ساتھ الجھتے۔ کہ تبھی انکے ہم شکل دروازہ ناک کرتے ہوئے وہاں داخل ہوئے تھے۔۔۔

کبیر اور فارس نے چونکتے ہوئے دروازے کی جانب دیکھا تو وہاں فاتح اور شہرام کھڑے تھے۔۔۔

بھائی اسکو بچالیں پلیز۔ اس سے پہلے کہ فاتح سلطان اس دنیا سے اچانک کوچ کر کے ہم سب کو صدمہ پہنچادیں۔۔۔" انکے متوجہ ہونے پر جان بوجھ کر فاتح کو

سہارا دے کر اندر لاتے ہوئے شہرام ڈرامٹک انداز میں بولنے لگا۔۔۔ان دونوں کی آمد بالکل غیر یقینی تھی۔۔

شٹ آپ شہری۔۔۔!! کیا ہر وقت فضول بولتے رہتے ہو۔۔۔! فارس نے تیزی سے زرا غصے والے انداز میں اسے جھڑکتے ہوئے ٹوکا تھا۔جو مذاق میں کچھ بھی بولے جا رہا تھا۔۔جبکہ فاتح منہ لٹکاتے ہوئے جا کر صوفے پر لیٹ چکا تھا۔۔

کیا ہوا اسے۔۔۔؟؟فاتح کی اتری شکل دیکھ کر کبیر نے زرا تشویش سے پوچھا۔کیونکہ وہ اس قدر خاموش تو کبھی نظر نہیں آیا تھا۔۔۔

ہونا کیا ہے بھائی۔۔۔! وہی دل گردے والا درد ہو رہا ہے اسکو پھر سے۔۔! صبح سے میرا سر کھا چکا ہے۔۔۔!اب بتائیں میں کہاں سے سیلینہ ڈھونڈ کر

اسکو جھولی میں ڈالوں۔۔۔"فاتح کی حالت پر منہ ٹیڑھا کرتے وہ فر، فر بتانا شروع ہو گیا۔آج صبح سے ہی فاتح صاحب اپنی گم شدہ منکوحہ کو یاد کرتے بے حد کھوئے ہوئے تھے۔

شہرام نے کتنی کوشش کی تھی اسے ہنسانے کی۔۔پر آج وہ ضرورت سے زیادہ سنجیدہ ہو چکا تھا۔۔۔نجانے کیوں آج فاتح سلطان کا دل عجیب طریقے سے دھڑک رہا تھا۔اسے ناچاہتے ہوئے بھی سیلینہ بہت یاد آ ہی تھی۔

بہت کوشش کے باوجود بھی وہ آج اسے اپنے دماغ سے نہیں نکال پا رہا تھا۔۔۔اسکی اس حالت پر پریشان ہوتے شہرام اسے یہاں پر لے آیا تھا۔۔۔کبیر اور فارس نے بیک وقت نظریں گھماتے ہوئے فاتح کو دیکھا۔

جو صوفے میں اپنا چہرہ چھپائے بالکل چپ تھا۔۔اسکی حالت دیکھتے ہوئے وہ بے اختیار سرد سانس خارج کر گئے۔اسے سمجھا بجھا کر وہ جتنا صبر کروا سکتے تھے۔۔شاید کروا چکے تھے۔اس لئے اب وہ صبر ٹوٹنے پر ایسے نظر آرہا تھا۔۔

فاتح۔۔!! فارس پیار سے اسے پکارتے ہوئے اپنی چیئر سے کھڑے ہو کر اسکی طرف بڑھا۔۔اسکا چہرہ اٹھاتے ہوئے فارس وہاں بیٹھا تو فاتح نے جلدی سے اپنا چہرہ اسکی گود میں چھپا لیا۔۔کبیر اور شہرام غور سے اسے دیکھ رہے تھے۔

بھائی۔۔۔!! ہمیں یہاں آئے ہوئے اتنے مہینے ہو گئے ہیں۔اب تو عید کو گزرے بھی ایک ہفتہ ہو گیا ہے۔۔!پر میں اسے ابھی تک دیکھ نہیں پایا ہوں۔۔مجھے بس ایک بار اس سے ملنے دیں پلیز بھائی۔۔۔!پکا پھر بعد میں تنگ نہیں کروں گا۔بس ایک بار اسے مل کر آجاؤں گا۔۔۔"فارس کی گود

میں چہرہ چھپاتے ہوئے وہ بے بسی سے گویا ہوتے کہہ رہا تھا۔اسکے ٹوٹے پھوٹے لہجے کو سن کر ان تینوں کا دل تڑپ اٹھا تھا۔۔۔

خان بھاڑ میں گئی ہر مصلحت۔۔۔۔! میں اپنے بھائی کو ایسے نہیں دیکھ سکتا۔۔۔! فورا اسکے جانے کا انتظام کرو۔۔اور ساتھ گارڈز کی گاڑیاں بھی تیار کرواو۔۔۔ "

فاتح کی حالت پر ایک دم سے بے چین ہوتے فارس ہمدانی نے رعب سے بولتے ہوئے کبیر خان کو حکم دیا۔ جس کو سن کر وہ سر ہلا گیا۔

اپنے چھوٹے بھائی کی ایسی حالت دیکھنے کے بعد تو کبیر خود بھی اسے مزید تڑپتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔اس لئے اسی وقت کال ملاتے ہوئے اپنے خاص آدمی

کو سب انتظام کرنے کا کہنے لگا۔۔۔ جبکہ فاتح اب بچوں کی طرح فارس کو ہگ کر کے لیٹ گیا تھا۔۔۔

بھائی آپ لوگوں کو نہیں لگتا۔۔ کہ اب شام ہونے والی ہے۔ تو فاتح کا اس ٹائم جانا کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ کیوں نہ یہ نیلا تھوتھا صبح چلا جائے۔۔۔"۔ بڑے بھائیوں کو آنکھ ونک کرتے ہوئے شہرام نے جانتے بوجھتے ہوئے اسے چھیڑا تھا۔ مقصد صرف اسکاری ایکشن دیکھنا تھا۔۔۔

خبردار بھائی اگر آپ اس کمینے کی باتوں میں آئے تو۔۔۔ میں تمہارا خون کر دوں گا منحوس شکل انسان۔۔۔"ایک دم سے اٹھتے ہوئے فاتح غرایا تو اسکی خون آشام آنکھوں کو دیکھتے ہوئے بے ساختہ وہ قہقہ لگا گئے۔ ابھی تھوڑی دیر

پہلے وہ کیسے چپ تھا۔ لیکن شہرام کے ٹانگ اڑانے پر اتنی اداسی میں بھی جوابی کارروائی کرنے سے باز نہیں آیا تھا۔۔

سب کو اپنی بے خودی ہر ہنستے دیکھ کر فاتح نے منہ بسورتے ہوئے دوبارہ فارس کے سینے میں چہرہ چھپالیا۔۔۔

سالا دو نمبر عاشقی کی ایکٹنگ والا۔۔۔" شہرام نے ناک چڑھاتے ہوئے اسے صلواتیں سناتے ہوئے گھورنا چاہا۔ جو جان بوجھ کر اب بڑے بھائیوں سے پیار بٹورنے میں مصروف ہو گیا تھا۔۔۔

بھائی اس نیلے تھوتھے کو چھوڑ کر پلیز مجھے کچھ کھانے کو منگوادیں۔ سالا اس کے چکر میں اپن صبح سے خالی پیٹ گھوم رہا ہے۔۔۔" شہرام انکے پیار میں اچانک

مداخلت کرتے ہوئے بھوک کا سناتے ہوئے جا کر دوسرے صوفے پر گر چکا تھا۔۔

کیا مطلب تم لوگ کیوں صبح سے بھوکے گھوم رہے ہو۔۔۔؟اسکے صبح سے بھوکے رہنے کا سن کر کبیر کو ایک دم سے حیرت ہوئی تھی۔

یہ سالا عاشق منہ لٹکا کر بنا کچھ کھائے پیے گھوم رہا تھا بھائی۔۔۔تو پھر میں کیسے کچھ کھا لیتا۔۔۔"اب تو اسکے درد کا علاج ہو گیا ہے نا۔۔اس لئے پلیز آپ لوگ میری بھوک کا بھی علاج کر دیں۔۔۔"زرا سا چہرہ ترچھا کرتے ہوئے شہرام نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

جس کو سن کر کبیر اور فارس مسکرائے بنا نہیں رہ سکے تھے۔ان دونوں کا لڑنا، جاگنا، سونا پینا سب اکٹھا تھا۔پھر ایسے کیسے ممکن تھا۔۔کہ فاتح سلطان کے کچھ نا

کھانے پینے پر شہرام علی نوالہ حلق سے اتار لیتا۔۔ شہرام کے جواب پر فاتح بھی چونک کر اسے دیکھنے لگا تھا۔ کیونکہ وہ اسکے بھوکے رہنے کے بارے میں سچ میں نہیں جانتا تھا۔۔

کھانا آیا تو وہ سب کھانا کھانے میں مصروف ہو گئے۔ کھانا کھاتے ہوئے ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی۔ کہ کبیر خان کو اپنے خاص آدمی کا فون آ گیا۔۔ جو سب انتظامات مکمل ہونے کی اطلاع دے رہا تھا۔۔

فاتح گاڑیاں تیار ہیں۔ تم پورے دھیان سے جاؤ گئے۔۔ اور مری پہنچ کر بلا ضرورت باہر نہیں نکلو گئے۔۔۔" کبیر نے رعب سے بولتے ہوئے فاتح کو سمجھایا تو وہ سر اثبات میں ہلا گیا۔۔۔

جاتے ہوئے اپنی گن ساتھ لے کر جانا۔۔اور ہمیں پل پل کی خبر دینی ہے۔۔
اس چیز میں تمہاری کوئی کوتاہی ہم برداشت نہیں کریں گئے۔۔۔"کبیر کے
بعد فارس نے بھی زرا سخت لہجے میں ایک ساتھ کئی احکام سنائے تھے۔۔۔

بھائی اگر آپ کو اسکی اتنی فکر ہو رہی ہے۔تو کیوں نہ میں اسکے ساتھ چلا
جاؤں۔۔۔! منہ میں نوالہ ڈالتے ہوئے شہرام نے اچانک پھلجڑی چھوڑی۔
جس کو سننے کے بعد فاتح کا حلق تک خراب ہو گیا تھا۔کیونکہ وہ کمینہ خوامخواہ
اسکے پیار میں کباب کی ہڈی بننا چاہ رہا تھا۔۔

بھائی میں نے کھالیا ہے۔میں نکل رہا ہوں۔اور پلیز جاتے ہوئے اسکو اپنے
ساتھ ہی باندھ کر گھر لے کر جایئے گا۔کہیں یہ بے غیرت ہوا میں اڑتے

ہوئے شاپر کی طرح میرے پیچھے نہ آجائے۔۔۔ شہرام پر طنز کے نشتر چلاتے ہوئے وہ دانت پیستے ہوئے جلدی سے کھڑا ہو گیا۔

جبکہ اسکی پھرتی پر وہ ہنس گئے۔ جو شہرام کے ڈر سے کھانا بھی چھوڑ چکا تھا۔

فاتح تو انکو ملنے کے بعد جلدی سے نکل گیا تھا۔ اسکے نکلنے پر فارس اور کبیر بے اختیار اسکی سلامتی کی دعا مانگتے چلے گئے۔

اب تم کہاں۔۔۔؟ شہرام کے کھڑے ہونے پر کبیر نے آنکھیں اٹھاتے ہوئے رعب سے استفسار کیا تھا۔۔

کہیں نہیں بھائی بس تھوڑا گھومنے پھرنے جا رہا ہوں۔۔۔! کبیر کی کڑی نظروں پر شہرام نے زرا گڑبڑا کر جواب دیا۔۔

کوئی ضرورت نہیں کہیں گھومنے پھرنے کی۔۔۔شرافت سے ہمارے ساتھ ہی گھر واپس چلو۔۔"کبیر نے سنجیدہ لہجے میں اسے حکم سنایا تھا۔۔شہرام منہ بسور کر وہیں کرسی پر گرتا چلا گیا۔یہ تو طے تھا۔کہ فاتح کے بناوہ اسے قید کرنے والے تھے۔۔۔

شوگر گرل کب تک ایسے اداس بیٹھی رہو گی۔۔۔۔"سبحان بے حد پریشان ہوتے اسے دیکھ رہا تھا۔۔جس نے رو رو کر اپنی حالت بگاڑ لی تھی۔۔۔

شام کا وقت تھا۔قرآن پاک پڑھنے کے بعد سبحان سیدھا یہیں پر سیلینہ کو ملنے آگیا تھا۔جو نہ تو انکے ساتھ کھیل رہی تھی۔اور نہ ہی کوئی بات چیت کر رہی

تھی۔ سبحان کو اسکی حالت دیکھ دیکھ کر اس نامعلوم شخص پر حد سے زیادہ غصہ آ رہا تھا۔

جو اسکی اتنی پیاری فرینڈ کو اداس کرنے کا سبب تھا۔ کچھ روز پہلے ہی عید گزری تھی۔ پر سیلینہ کے لئے وہ عید باقیوں جیسی نہیں تھی۔ نجانے کیوں عید پر وہ ستم گر اسے بہت یاد آیا تھا۔

اور یہ یاد جب حد سے بڑھی تو وہ کھڑکی کے پاس کھڑے ہو کر بس روتی چلی گئی۔ اور اب عید گزرنے کے بعد بھی اسکی حالت میں کوئی سدھار نہیں تھا۔ وہ چاہ کر بھی نارمل نہیں ہو پا رہی تھی۔ اسکا دل شدت سے Caribbean Blue 💙 آنکھیں دیکھنے کا خواہشمند ہو چکا تھا۔

وہ اتنے مہینوں سے یہاں پر رہ رہی تھی۔ کبیر اور فارس نے اسے یہاں کسی چیز کی کمی نہیں ہونے دی تھی۔ وہ باقاعدگی سے روز اسے خود فون کرتے تھے۔ سیلینہ کی سکیورٹی کے لئے ہر وقت یہاں پر گارڈز ڈیوٹی دیتے رہتے تھے۔ یہاں تک کے گھر میں کام کرنے والی ملازمہ تک مارشل آرٹس میں ٹرین تھی۔۔۔

سیلینہ فاتح اب انکے خاندان کی بہو تھی۔ جس کی حفاظت کی ذمہ داری میں انہوں نے کسی چیز کی کمی نہیں چھوڑی تھی۔

پر اب اسکا دل فاتح سلطان کو دیکھنے پر بے ضد تھا۔ جو پتہ نہیں اسے یاد بھی رکھے ہوئے تھا کہ نہیں۔۔۔ وہ زخمی دل سے سوچتے ہوئے پھر رونے لگی۔۔۔

شوگر گرل اگر اب تم نے رونا جاری رکھا نا۔۔ تو میں بتا رہا ہوں کہ میں جا کر تمہارے اس نامعلوم شوہر کا قتل کر دوں گا۔۔۔" سیلینہ کی سوجھی ہوئی آنکھوں کو پریشانی سے دیکھتے ہوئے سبحان کو ایک دم سے غصہ آ گیا۔ اسکے غصے سے بولنے پر سیلینہ نے بے اختیار سر نفی میں ہلایا۔ شاید وہ کہنا چاہ رہی تھی۔ کہ سبحان اسکے شوہر کو کچھ نہ بولے۔۔۔

اس سے پہلے کہ سبحان مذید کچھ بول پاتا کہ تبھی باہر سے اس کے نام کی آوازیں آنے لگی تھیں۔ جن کو سن کر وہ تیزی سے کھڑا ہو گیا تھا۔۔

شوگر گرل مورے بلا رہی ہیں۔ میں جا رہا ہوں۔۔ کل آؤں گا۔۔ اور تمہیں اپنے گھر بھی لے کر جاؤں گا۔۔ پلیز تب تک ٹھیک ہو جاؤ۔۔ اور میرے جانے کے بعد روتی نہ رہنا۔۔۔" باہر چونکہ اندھیرا پھیلنا شروع ہو گیا

تھا۔اس لئے سبحان اسے تسلی دے کر کل آنے کا وعدہ کر کے چلا گیا۔اسکے جانے پر سیلینہ پہلے سے بھی زیادہ اداس ہو گئی۔

بلیک کلر کے پٹھانی ڈریس میں وہ کھلے چاکلیٹ بالوں کی ساتھ بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔نازک سراپا دوہٹے کے بوجھ سے بالکل آزاد تھا۔ جبکہ چاکلیٹ براؤن آنکھیں رو رو کر سرخی مائل اور سوجھ چکی تھیں۔کھڑکی سے باہر کے منظر پر نظر ڈال کر وہ بے اختیار شاور لینے کی غرض سے باتھروم کی جانب بڑھ گئی۔اس وقت وہ خود کو صرف پر سکون کرنا چاہتی تھی۔۔۔

اسلام آباد سے مری کا سفر ڈیڑھ گھنٹے کا تھا۔ پر فاتح سلطان کو یہاں پہنچتے پہنچتے دو گھنٹے لگ چکے تھے۔ اسکی گاڑی کے پیچھے تین گارڈز کی گاڑیاں چلتے ہوئے آ رہی تھیں۔ فاتح نے ڈرائیور کو اٹھا کر پیچھے گارڈز کی گاڑیوں میں بھیج دیا تھا۔

وہ اپنی گاڑی خود ڈرائیو کر رہا تھا۔ نجانے کیوں شہرام اور اسے ڈرائیور کے ساتھ بیٹھ کر آنا بہت عجیب کیوں لگتا تھا۔ اس لئے وہ دونوں اپنی گاڑی خود ڈرائیو کرنا پسند کرتے تھے۔

مری کے مطلوبہ مقام پر پہنچ کر فاتح نے گاڑی کو ہلکی سی بریک لگاتے ہوئے سائیڈ مرر میں سے دیکھا تو کبیر خان کے خاص آدمی نے سر ہلاتے ہوئے اشارہ کیا۔ مطلب انہیں اسی جگہ پر آنا تھا۔

بلیک ٹی شرٹ کے ساتھ بلیک جینز پہنے فاتح سلطان اپنی شخصیت میں ایک راز تھا۔اسکی 💙 Caribbean Blue آنکھیں چمکتے ہوئے ستاروں جیسی تھیں۔۔جو دیکھنے والوں کو پل بھر میں اپنی لپیٹ میں لے لیتی تھیں۔

اپنے دراز قد آور وجود کے ساتھ وہ گاڑی سے باہر نکلا تو مری کے ماحول میں اسکی خوشبو بکھرتی چلی گئی۔گاڑی سے باہر نکلتے ہی فاتح سلطان کا دل بے قابو ہو چکا تھا۔اس نازک وجود کے اپنے روبرو ہونے کا سوچتے ہی اسکا دل وارفتگی سے بار بار دھڑکتے ہوئے اسے پاگل کر رہا تھا۔۔۔

سیٹ سے اپنی جیکٹ اٹھا کر بازو پر رکھتے ہوئے وہ مڑا تو گلزار بھاگتے ہوئے اسکی طرف آیا۔۔

چھوٹے سائیں اپکو وہاں اس گھر میں جانا ہے۔۔" چوکنا انداز میں ہر طرف کا جائزہ لیتے ہوئے وہ تیزی سے بولا تھا۔ جبکہ گلزار کے حکم پر گارڈز فاتح کو ہر طرف سے گھیرے میں لے چکے تھے۔

گلزار اتنا گھبرا کیوں رہے ہو۔۔" الائچی چباتے ہوئے فاتح نے دلچسپ نظروں سے اس حفاظتی گھیراؤ پر نظر ڈالی۔۔

سائیں آپ مستی کے موڈ سے باہر نکل آئیں۔۔ چھوٹے خان کا سختی سے حکم ہے۔ کہ اپکو جلد از جلد گھر پہنچایا جائے۔۔ پھر باقی کے انتظامات کر کے مجھے واپسی کے لیے بھی نکلنا ہے۔۔" فاتح سلطان کی چمکتی آنکھوں کا مطلب سمجھتے ہوئے گلزار نے اسے کبیر خان کے حکم سے باخبر کرنا چاہا تھا۔۔ جس پر وہ

یک دم سیریس ہوتے ہاتھ کھڑے کر گیا۔ مطلب صاف تھا۔۔ کہ بھئی چھوڑ دی میں نے مستی۔۔۔

اسکے سیریس ہونے پر گلزار نے بے اختیار تشکر بھرا سانس خارج کیا۔ شہرام علی اور فاتح سلطان کو ہینڈل کرنا ناکوں چنے چبوانے کے مترادف ہوتا تھا۔ اب وہ صرف کبیر خان کے ڈر کی وجہ سے شرافت دیکھا رہا تھا۔ گلزار تو اس بات پر شکر کرتا نہیں تھک رہا تھا۔ کہ شکر اس دنیا میں وہ اپنے بڑے بھائیوں سے تو کم از کم ڈرتے ہیں نا۔۔۔

فاتح اس نیلے گھر میں داخل ہوا تو گلزار سمیت باقی گارڈز باہر ہی رک گئے۔۔ جبکہ گھر میں کام کرنے والی ملازمہ بھاگتے ہوئے اسکی طرف آئی تھی۔ فاتح

کے آنے کی خبر انکو پہلے سے مل چکی تھی۔اس لئے وہ سب بے حد الرٹ تھے۔

اسلام علیکم سر۔۔۔! میڈم اپنے روم میں شاور لے رہیں ہیں۔۔"فاتح کو سلام کرنے کے بعد ملازمہ نے اسے سیلینہ کے بارے میں بتایا تو وہ سنجیدہ انداز میں سر کو جنبش دے کر کمرے کی طرف بڑھ گیا۔جبکہ ملازمہ اس سحر انگیز شخص کو دیکھتی رہ گئی تھی۔

بازو پر جیکٹ رکھے فاتح سلطان مغرور انداز میں اس چھوٹے سے کمرے میں داخل ہوا تو اسکی ناک سے تیزی سے ایک محسور کن خوشبو ٹکرائی تھی۔اپنی دل عزیز کی خوشبو رگوں میں دوڑتے ہی اسکی نیلی آنکھیں مخمور ہوتی چلی گئیں تھیں۔بے شک اسکے "سلینہ احمد" کی طرف بہت سے حساب نکلتے تھے۔

پر ابھی پہلے اسے نکاح کی مبارک باد دینا ضروری تھی۔ جو اتنے مہینوں سے پینڈنگ پر تھی۔۔ وہ شاور لے رہی تھی۔ تو فاتح سلطان اسکو وہیں جا کر ملنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اب اسکے باہر نکلنے کا مزید انتظار کون کرے۔۔ وہ بے باکی سے الائچی چباتے ہوئے سوچ گیا۔

جیکٹ صوفے پر اچھال کر فاتح نے مڑتے ہوئے پہلے دروازہ لاک کیا۔ اور کمرے کی لائٹس آف کرنے کے بعد ایک جھٹکے میں اپنی ٹی شرٹ نکال کر باتھ روم کی طرف آیا تھا۔ دروازہ کھول کر وہ اندر جانے کا سوچتا کہ تبھی کسی خیال کے تحت اس نے زرار کتے ہوئے باتھ روم کی لائٹس آف کر دیں۔

جبکہ باتھ روم کے اندر سیلینہ جو آنکھیں بند کیے باتھ ٹب میں بیٹھی تھی۔ کہ لائٹ بند ہونے پر وہ ایک دم سے ٹاول پکڑتے ہوئے ہڑ بڑاتے ہوئے کھڑی

ہو گئی۔اسکا دل نجانے کیوں اچانک سرپٹ دوڑنے لگا تھا۔۔ باتھ ٹب سے باہر نکلتے ہوئے وہ ابھی پریشان ہو ہی رہی تھی۔ کہ تبھی ایک لمبا چوڑا وجود ایک جھٹکے میں دروازہ کھولتے ہوئے اندر داخل ہوا تھا۔

اہہہ۔۔۔۔۔!!اچانک زوردار جھٹکے پر مڑتے ہوئے سیلینہ کے لبوں سے خوفزدہ چیخ بلند ہوئی۔ جبکہ مقابل تو اسکی چیخ پر تمسخرانہ بھرا ہنس پڑا تھا۔ اندھیرے میں وہ دروازے کے بیچوں وبیچ کھڑا تھا۔ تو سلینہ کانپتے ہوئے باتھروم کے وسط میں کھڑی تھی۔۔

اپنے دیو ہیکل وجود کے ساتھ فاتح نے بے قرار ہوتے ایک جست میں آگے بڑھ کر سیلینہ کی کمر کو دبوچا تو وہ ڈر کے مارے جمنے لگی۔اس فسوں خیز ماحول میں اسکے حواس کچھ بھی محسوس کرنے سے قبل ہی ساتھ چھوڑ چکے تھے۔۔۔

اسکا کانپنا محسوس کرتے ہوئے فاتح ایک جھٹکے میں بنا کچھ بولے اسکا چہرہ مکمل طور پر بلند کرتے زرا جھکتے ہوئے سیلینہ کے بھیگے ہونٹوں پر تیزی سے جھک چکا تھا۔ جس پر سیلینہ کے وجود کو زوردار جھٹکا لگا۔ مفلوج ہوتے دماغ اور وجود کے ساتھ وہ بے جان ہوئی تو فاتح نے اسکی خم دار کمر کو سختی سے دبوچ کر اٹھا لیا۔ یہ پہلا لمس فاتح سلطان کو جھنجھوڑ چکا تھا۔ اس وقت بہت سے احساسات اس پر حاوی ہو رہے تھے۔ اسکا غائب ہونا، پھر نکاح ہوتے ہی یہاں پر آ جانا۔۔۔

فاتح نے مکمل طور پر اسکے ہونٹوں کو وا کرتے ہوئے سیلینہ کی زبان کو ہونٹوں میں جکڑا تو سیلینہ کی چاکلیٹ براؤن آنکھیں نم ہوتی چلی گئیں۔ مقابل کے ہونٹوں سے الائچی کی خوشبو محسوس ہوتے ہی وہ بے یقین ہو چکی تھی۔

جبکہ فاتح نے گھومتے ہوئے جلدی سے شاور کھول دیا تھا۔۔

اسے بالکل فرق نہیں پڑتا تھا کہ وہ اسے اچانک یہاں پا کر کیسے محسوس کر رہی ہے۔۔ یا پھر اچانک اسکی ایسی آمد پر ڈر چکی ہے۔ کیونکہ فلحال وہ خود اپنے الجھتے دماغ کو سکون پہنچانے کی کوشش میں تھا۔ شاور آن ہوا۔ تو وہ دونوں بھیگتے چلے گئے۔ سیلینہ کے نازک وجود کو ایک جھٹکے میں اوپر اٹھاتے ہوئے فاتح نے اسے گود میں اٹھالیا تھا۔ کیونکہ اسکا چھوٹا قد فاتح کو پریشانی میں مبتلا کر رہا تھا۔

سیلینہ کے نازک لبوں کو بے باکی سے سک کرتے ہوئے فاتح نے اسے دیوار کے ساتھ پش کیا تو وہ لرزتے وجود کے ساتھ بے حال سی ہو گئی۔ جبکہ فاتح نے ایک ہاتھ سے اسکی کمر دبوچتے ہوئے دوسرے ہاتھ کی مدد سے اسکا ٹاول ایک جھٹکے میں نکالتے ہوئے دور پھینک دیا تھا۔ دوسری طرف سیلینہ اسکی اس

حرکت پر چیختے ہوئے رہ گئی تھی۔ لیکن اسکی ساری سسکیاں فاتح سلطان کے ہونٹوں میں دم توڑتے جارہی تھیں۔ کیونکہ وہ ظالم بنتا اسکے ہونٹوں کو اب بری طرح جکڑ چکا تھا۔

سیلینہ کے نچلے ہونٹ کو سک کرتے ہوئے فاتح نے اسکا وجود خود کے ساتھ مس کیا تو بیک وقت دونوں کے وجود میں جذبات کی لہر دوڑ گئی۔ شاور تلے بھیگتے ہوئے سیلینہ کا وجود شرم و خفت سے جلنے لگا تھا۔ وہ اچانک آکر اسے اس طرح دبوچے گا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔۔۔ اسکے بھائی سچ ہی کہتے تھے۔ کہ فاتح سلطان کا ماتھے والی کس صرف ایک جھوٹا بہانہ ہے۔ کیونکہ شہرام اور فاتح سے شرافت کی امید رکھنا سراسر بے وقوفی تھی۔۔۔

باتھ روم کے اندھیرے میں فاتح سلطان آہستہ آہستہ اسے خود میں جکڑتا جارہا تھا۔سیلینہ کی بیک پر اسکا ہاتھ گردش کرنے لگا تو وہ سانس رکنے پر مچل اٹھی۔۔فاتح کے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے وہ اسے ہوش دلانے کی کوشش کرنے لگی تو وہ بری طرح اسکے ہونٹوں پر دانت گاڑتے ہوئے پیچھے ہٹ گیا۔

سیلینہ کے ہونٹوں کو آزادی بخشتے ہی اسے دوبارہ نیچے کھڑا کرنے کے بعد فاتح جھکتے ہوئے اسکی گردن پر دانت گاڑ چکا تھا۔۔

اہہہ۔۔۔سسلطا۔۔۔۔۔""اسکے جارہانہ لمس پر وہ تڑپتے ہوئے ہمیشہ کی طرح اسکے سر نیم کو پکار گئی۔۔جبکہ وہ اسکی ہر پکار اور آہ کو ان سنا کرتا بس بہکتا جارہا تھا۔جتنا صبر اسکے حق میں آیا تھا۔اب اس سب کا خمیازہ سیلینہ چکانے والی تھی۔

اسکی گردن پر جگہ جگہ دانت گاڑتے ہوئے فاتح نے اسکی کمر میں بازو حائل کر لیا تھا۔ وہ مکمل طور پر اس پر جھکا ہوا تھا۔ جبکہ وہ ہونٹ کاٹتے ہوئے اسکی اتنی بے رحم گرفت برداشت کرنے کی کوشش میں تھی۔ فاتح مزید جھکتے ہوئے اچانک اسکی دھڑکنوں پر آ کر رکا تو سیلینہ نے شرم سے دوہرے پڑتے تیزی سے رخ موڑنا چاہا تھا۔ لیکن اسکے کندھوں پر ہاتھ جماتے ہوئے فاتح نے اسکی کوشش ناکام بنادی تھی۔ اور اگلے ہی پل وہ اسکی دھڑکنوں پر ہونٹ رکھ چکا تھا۔ جس پر سیلینہ کی ریڑھ کی ہڈی میں بری طرح گرم لہر پیدا ہوئی تھی۔

پلیز۔۔۔نہ نہیں۔۔۔۔! اپنی اٹالین زبان میں وہ اٹکتے ہوئے التجا کرنے لگی تھی۔ اس بہتے ہوئے گرم پانی کی بوچھاڑ میں وہ اس آگ کو سہنے کی ہمت نہیں رکھتی تھی۔ لیکن اس پر حاوی شخص کو کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔۔

اسکی دھڑکنوں کو بے باکی سے سک کرتے ہوئے فاتح سلطان نے اچانک بے باکی سے زبان پھیرتے ہوئے نیچے کی طرف بڑھنا چاہا تھا۔اسکے پیٹ پر جگہ جگہ ہونٹ رکھتے ہوئے فاتح کے ہونٹوں مزید نیچے کی جانب سرکتے جب وہ روتے ہوئے چلا اٹھی۔۔۔

اسکے رونے کی آواز فاتح کے کانوں میں پڑی تو بدمزہ ہوتے اس نے سیلینہ کو نیچے کھینچتے ہوئے گود میں میں بٹھالیا تھا۔دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر اسے اپنی گود میں بٹھاتے ہوئے فاتح نے اسے نزدیک کیا تو وہ روتے ہوئے سر جھکا گئی۔۔۔

بالوں کو ٹاول سے رگڑتے ہوئے وہ شیشے کے سامنے کھڑا تھا۔ جبکہ چہرے پر اس وقت نا فہم سے تاثرات چھائے ہوئے تھے۔ نیلی آنکھیں کچھ کچھ سپاٹ سی تھیں۔

جو آنکھیں بلیک مینشن میں ہر وقت شرارت سے چمکتی رہتی تھیں۔ وہ آنکھیں یہاں پر آتے ہی کچھ سرد سی پڑ گئی تھیں۔ جیسے گہرا نیلا سمندر سردی کے موسم میں جم چکا ہو۔۔۔

شاید یہ آنکھیں اپنے سوالوں کے جواب جلد از جلد جاننا چاہتی تھیں۔۔۔اس لئے انکی چمک کچھ ماند پڑی ہوئی تھی۔۔۔

فاتح سلطان کے برعکس وہ نازک جان باتھروم میں کھڑی تھر تھر کانپ رہی تھی۔ابھی پانچ منٹ پہلے وہ اسے ڈریس پکڑا کر آیا تھا۔پر شاید سیلینہ کی ہمت جواب دے چکی تھی۔

باتھ روم میں اسکی بے باکیوں کو خود پر برداشت کرتے وہ ششدر تھی۔وہ گمان بھی نہیں کر سکتی تھی۔کہ اس قدر سرد تاثرات رکھنے والا انسان اتنا بے باک ہو سکتا ہے۔۔

اسکی یہاں اچانک آمد ہی سیلینہ کو حواس باختگی میں مبتلا کر چکی تھی۔جو دل کچھ گھنٹے پہلے اسے دیکھنے کا خواہشمند تھا۔وہی دل اب اسکے سامنے جانے کا سوچ سوچ کر کانپ رہا تھا۔۔سینے پر ہاتھ رکھتے وہ خود کو سنبھالنے کی کوشش میں تھی۔۔

جبکہ فاتح سلطان بال خشک کرنے کے بعد بیگ سے اپنی ویسٹ نکال کر پہن چکا تھا۔اسلام آباد کی نسبت یہاں کا موسم قدرے سرد سا تھا۔لیکن فاتح کو اب کہاں یہ سردی محسوس ہونے والی تھی۔اس لئے ویسٹ پہننے کے بعد وہ بیڈ پر گر کر اسکے باہر نکلنے کا انتظار کرنے لگا۔جو کہ آ کے نہیں رہی تھی۔۔

ٹیبل سے موبائل اٹھا کر وہ سب سے پہلے شہری کو میسیج کرنے لگا۔۔۔جس کے پہلے سے ہی لاتعداد میسیج آئے ہوئے تھے۔۔شہری کو میسیج کرنے کے بعد اس نے بڑے بھائیوں کو اپنی خیریت کی اطلاع دے کر موبائل واپس ٹیبل پر رکھ دیا۔۔کہ تبھی دروازے پر اچانک دستک ہوئی۔۔

یس۔۔۔!!فاتح نے بھاری آواز میں بولتے ہوئے اجازت دی تو ملازمہ جھجھکتے ہوئے اندر آئی۔۔۔

سر کھانا تیار ہے۔۔! ٹیبل پر لگادوں کیا۔۔۔؟ فاتح سلطان کے طلسمی نقوش اور گولڈن بالوں نے پل بھر کے لئے اسے مسمرائز کیا تھا۔ لیکن ملازمہ نے سرعت سے اپنی نظریں ہٹالیں۔۔ کیونکہ مقابل کے تاثرات نارمل نہیں تھے۔۔

ٹیبل پر لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔! کھانا یہیں پر لے آؤ۔۔۔! سنجیدہ لہجے میں جواب دے کر فاتح نے اسے جانے کا کہا تو وہ فوراً نکلتی چلی گئی۔۔ ملازمہ کے جانے کے بعد وہ سکون سے دوبارہ سیلینہ کے باہر نکلنے کا انتظار کرنے لگا۔ جو شاید اندر ہی سو چکی تھی۔ دو، تین، چار، جب مزید دس منٹ گزر جانے کے بعد بھی وہ باہر نہ نکلی۔ تو اسے غصہ آنے لگا۔۔

سیلینہ خان۔۔۔!!تم باہر نکل رہی ہو۔کہ میں خود اندر آؤں۔۔۔؟؟؟

اٹالین زبان میں چنگھاڑتے ہوئے اسے اپنے نام سے مخاطب کرتے وہ اچانک رعب سے بول گیا۔جبکہ سیلینہ جو ڈریس پہننے کے بعد دروازے سے چوری چوری اسے دیکھ رہی تھی۔کہ بے اختیار اسکی دھمکی آمیز آواز سنتے ہوئے وہ اچھل گئی۔اگلے ہی پل وہ کسی بوتل کے جن کی طرح باتھروم سے باہر کھڑی تھی۔۔

دروازہ کھلنے کی آواز پر میکانکی طور پر لیٹے لیٹے فاتح کا سر گھوما تھا۔

سیلینہ کا بھیگا سراپا اور لمبے چاکلیٹ براؤن بال دیکھتے ہی اسکی نیلی آنکھیں پھر تیزی سے مخمور ہوتی چلی گئیں۔جن سے باتھروم میں وہ اچھا خاصا کھیل کر آ رہا تھا۔۔جبکہ وہ فوراً نظریں چرا چکی تھی۔۔

براون "Nicotine" کہیں کی۔۔۔!!پٹھانی طرز کے براؤن ڈریس میں اسے دیکھتے ہوئے فاتح نے اچانک اسے نئے لقب سے نواز دیا۔کیونکہ اسکی ہلکی سرخی مائل چاکلیٹ براؤن آنکھیں اور بھیگے بال فاتح کو مسلسل بہکا رہے تھے۔اسے مخاطب کرتے وہ پاس آنے کا کہتا۔کہ اسی وقت ملازمہ پھر دروازہ ناک کرتے ہوئے کھانا لیے اندر آئی۔

گوان سائیڈ سیلینہ۔۔۔"سنجیدگی سے اسے باتھروم میں دوبارہ جانے کا حکم دے کر وہ اٹھا۔۔تو سیلینہ ناسمجھی سے اسے دیکھتے ہوئے پھر باتھروم میں چلی گئی۔جبکہ فاتح نے اسے ملازمہ کی نظروں سے اوجھل کرنے کے لیے اندر بھیجا تھا۔وہ نہیں چاہتا تھا۔کہ اسکی گردن پر موجود سرخ نشانات پر ملازمہ کی نظر بھی پڑے۔۔۔۔۔

ہاسپیٹل میں معمول کے مطابق رش تھا۔۔ہر کوئی اپنی بھاگ دوڑ میں بھاگ رہا تھا۔ایسے میں ڈاکٹر باسم کاظمی بھی سنجیدگی سے اپنا راؤنڈ لینے میں مصروف تھا۔۔

یہ ہاسپٹل بلیک کمپنی کا ایک بہت پراجیکٹ تھا۔جو کچھ سال پہلے ہی مکمل ہوا تھا۔یہ ہاسپیٹل کلثوم بیگم کی ایک خواہش تھی۔جہاں وہ خدمت خلق فاؤنڈیشن کی فطرت کے مطابق کام کرنا چاہتی تھیں۔انکی اسی خواہش پر اس ہاسپٹل کا نام بھی "خدمت خلق فاؤنڈیشن" رکھا گیا تھا۔

اس ہاسپٹل کو شہر کے نمبر ون "hospitals" کی لسٹ میں لانے کے لیے انہوں نے دن رات بہت محنت کی تھی۔انکی بہت خواہش تھی۔کہ انکی

سب پوتیوں میں سے کوئی ایک ڈاکٹر بنتی۔ پر سب کے اپنے شوق تھے۔ گل ناز، ہیر پاشا اور مہر ماہ تو بزنس میں چلی گئی تھیں۔ تو باقی بچی گل بہار کو ویسے ہی کوکنگ اور آرٹس میں انٹرسٹ رکھتی تھی۔ جبکہ ماہ پارہ ابھی پڑھ رہی تھی۔

ایسے میں کلثوم بیگم کے پوتے باسم کاظمی نے ڈاکٹر بن کر انکی خواہش پوری کر دی تھی۔ جس پر وہ سچ میں بہت خوش ہوئی تھیں۔ ورنہ اپنی اتنی بڑی فیملی میں سے کسی کے بھی ڈاکٹر نہ بننے پر وہ پریشان ہوتی رہتی تھیں۔۔ چونکہ آج کل سب بڑے عمرے کی سعادت کے لئے گئے ہوئے تھے۔ اور آنے والے پورے ایک سال کے لئے وہ وہیں پر رہنے والے تھے۔ تو ہاسپٹل کی ساری ذمہ داریاں باسم پر آچکی تھیں۔ جن کو وہ بہت اچھے طریقے سے پورا بھی کر رہا تھا۔

گولڈن آنکھوں پر آرٹیفیشل گلاسز لگائے وہ بے حد سنجیدگی کے ساتھ پیشنٹ کی فائل پڑھنے میں مصروف تھا۔ جبکہ سفید رنگت میں سرخیاں گھلی ہوئی تھیں۔

ڈاکٹر باسم۔۔۔!! سئینر ڈاکٹر رامین نے اچانک وہاں آکر پکارا تو وہ چونک کر سر اٹھا گیا۔۔۔

سر آپکے کیبن میں اپکے چاچو آپکا ویٹ کر رہے ہیں۔۔۔"ڈاکٹر باسم کاظمی کے "sparkling" نقوش کو میٹھی نظروں سے دیکھتے ہوئے ڈاکٹر رامین نے فوراً اطلاع دی۔ جس دن سے باسم کاظمی نے یہ ہاسپیٹل جوائن کیا تھا۔

ڈاکٹر رامین پہلی نظر میں اس پر دل ہار چکی تھی۔ پر مقابل کے لیے دیے رویے اور نیچر کی وجہ سے وہ زیادہ بات کرنے سے کتراتی تھی۔۔۔

کب آئے ہیں۔۔۔؟ باسم نے دوبارہ فائل پر جلدی سے نظریں دہراتے ہوئے بے اختیار استفسار کیا۔۔ جبکہ رامین تو ہر بار کی طرح اسے دیکھتے ہوئے کھو چکی تھی۔۔۔

بالکل ابھی آئے ہیں سر۔۔۔!! اس نے مسکراتے ہوئے پھر تیزی سے جواب دیا۔۔۔

بہت شکریہ مجھے جلدی انفارم کرنے کے لیے۔۔۔! ویسے آپ مجھے صرف "ڈاکٹر باسم" بھی کہہ سکتی ہیں۔۔ سر کہنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے۔۔۔" فائل واپس کر کے باسم نے پروفیشنلی مسکراتے ہوئے اسے

formality سے ٹوکا تھا۔پوزیشن میں وہ دونوں برابر تھے۔پر شاید ہاسپیٹل اونر ہونے کی وجہ سے وہ اسے سر کہہ کر مخاطب کر رہی تھی۔باسم تو وہاں سے چلا گیا تھا۔۔پر ڈاکٹر رامین اس نرم مسکراہٹ کو یاد کرتے سٹل ہو چکی تھی۔۔۔

کہاں جا رہی ہو۔۔۔؟؟سیلینہ کے کھڑے ہونے پر فاتح نے جلدی سے اسکی کلائی جکڑ لی۔

بب۔۔۔باہر۔۔۔!!پزل ہو کر وہ اٹکتے ہوئے جواب میں بولی تو وہ اسے متاثرہ کن نظروں سے دیکھے بنا نہ رہ سکا۔۔۔ابھی وہ کھانا کھا کر فارغ ہوئے تھے۔

کھانے کے دوارن بھی وہ اسکی نظروں سے بے حد گھبرا رہی تھی۔ تو اب پھر وہ فرار کی تلاش میں تھی۔۔۔

جتنے دن باہر گزارنے تھے۔۔ گزرا لیے ہیں مائے لٹل گرل۔۔۔! اب سکون سے کمرے میں بند ہونے کی تیاری پکڑو بس۔۔۔" تیزی سے اٹالین بولتے ہوئے فاتح نے کھینچتے ہوئے ایک جھٹکے میں اسے اپنے چوڑے سینے پر گرا لیا۔ جبکہ وہ اس اچانک افتاد پر بھونچکا کر رہ گئی۔ وہ جب سے آیا تھا۔ اسکے نازک وجود کو ایسے ہی پٹک پٹک کر رکھ رہا تھا۔ ناچاہتے ہوئے بھی سیلینہ کا سر گھومنے لگا تھا۔۔۔

سیلینہ کو اپنے سینے پر گرانے کے بعد فاتح نے تیزی سے سائیڈ کروٹ لے کر پہلے اسے اپنے آگے شفٹ کیا۔ اور روم کی لائٹس آف کرنے کے بعد سائیڈ

لیمپ آن کر دیے۔ جبکہ کھڑکی کا ایک پٹ ابھی بھی کھلا ہوا تھا۔ جہاں سے کبھی کبھار ٹھنڈی ہوا کا جھونکا اندر آ جاتا تھا۔۔۔

بناوقت ضائع کیے مجھے سب بتانا شروع ہو جاؤ سیلینہ احمد۔۔ کہ تم اچانک کہاں غائب ہو گئی تھی۔۔؟ اسے خود میں بھینچتے ہوئے فاتح نے ٹھوڑی سے پکڑتے ہوئے اسکا چہرہ بلند کر لیا۔۔ جبکہ اسکے اتنے سوالوں پر سیلینہ کی آنکھیں فورا نم ہوتی چلی گئیں۔۔ فاتح بغور جانچنے والے انداز میں اسکے چہرے کے سب تاثرات پڑھ رہا تھا۔ جو آہستہ آہستہ تکلیف میں ڈھل رہے تھے۔۔۔

فاتح کو کوئی جواب دینے کی بجائے وہ اچانک اسکے سینے میں منہ چھپاتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع ہو گئی۔ اتنے مہینوں سے وہ خود کو مضبوط بنائے ہوئے تھی۔ لیکن اب اپنا سہارا پاتے ہی اسکے سارے ضبط ٹوٹ گئے تھے۔۔۔

سلینہ۔۔۔!!اسکے یوں تیزی سے ہچکیوں سے رونے پر وہ ایک دم سے پریشان ہوا تو نرمی سے اسے خود میں بھینچتے ہوئے پکار گیا۔ جبکہ اسکا پیار اور لمس محسوس کرنے کے بعد سلینہ کو پہلے سے بھی زیادہ رونا آنے لگا تھا۔ کتنا ترسی تھی، وہ اسکے لئے۔۔۔

نکاح کے بعد وہ فاتح سلطان کے سینے پر سر رکھ کر اپنے سب خساروں پر خوب رونا چاہتی تھی۔

پر حالات نے اسے موقع ہی نہیں دیا تھا۔ اور مصلحتاً اسے جلد از جلد پاکستان بھیج دیا گیا تھا۔ جو کہ بعد میں ایک بہترین فیصلہ ثابت ہوا تھا۔ جنہوں نے فارس اور کبیر پر حملہ کیا تھا۔ انہوں نے سلینہ کو بھی تلاش کرنے کی بہت کوشش کی

تھی۔ لیکن وہ نہیں جانتے تھے۔ کہ سیلینہ احمد اب سلینہ فاتح بن کر انکی ہر پہنچ سے دور جا چکی ہے۔ جس کو وہ قیامت تک نہیں ڈھونڈ سکتے تھے۔

ہے مائے چاکلیٹ۔۔۔۔!!!اسے چپ ہوتے نہ دیکھ کر فاتح نے بے چین ہو کر اسے خود میں سموتے ہوئے میٹھے لہجے میں پھر پکارا۔۔ فاتح کی ویسٹ اسکے آنسوؤں سے بھیگ گئی تھی۔ وہ اردو نہیں بول سکتی تھی۔ نہ ہی وہ اردو سمجھتی تھی۔ اس لئے فاتح اس سے اٹالین زبان میں ہی بات کرتا تھا۔ کیونکہ اسکی بیوی انگلش اور اٹالین صرف یہ دو زبانیں ہی جانتی تھی۔۔۔

کیوں ایسے رو کر مجھے تڑپا رہی ہو مائے لٹل گرل۔۔۔!!زبردستی اپنے سینے سے اسکا چہرہ باہر نکالتے ہوئے فاتح اسکے آنسو لبوں سے چنتے ہوئے کہنے

لگا۔۔۔ کیونکہ وہ حقیقت میں اسکے ایسے رونے پر تشویش کا شکار ہو رہا تھا۔۔

سیلینہ نم آنکھوں سے اسے دیکھ گئی۔۔۔

مجھے بتاؤ کیا پریشان کر رہا ہے۔۔!! فاتح نے بے ساختہ اسکی سوجھی ہوئی خوبصورت آنکھوں پر فوراً ہونٹ رکھ دیے۔اسکی آنکھوں کو دیکھ کر اسے لگ رہا تھا۔۔ جیسے وہ کافی بار رو چکی ہے۔۔اس نازک لڑکی کی رونے کا سوچتے ہی وہ بے قرار ہونے لگا تھا۔۔

مما۔۔مام۔۔ڈیڈ۔۔۔!!! فاتح کے ہاتھ کو تھامتے وہ اذیت سے ہچکی بھرتے ہوئے آہستہ آواز میں بولی تو وہ ٹھٹک کر اسے دیکھتا چلا گیا۔دماغ میں فوراً جھماکا سا ہوا تھا۔جب نکاح کے وقت اس نے کہا تھا۔"کہ اسکے آگے پیچھے اب کوئی نہیں ہے۔۔۔وہ اکیلی ہے"

شش۔۔۔چپ میری جان۔۔۔بتاو کیا ہوا تمہارے مام ڈیڈ کو۔۔۔؟؟اسکے دوبارہ سے بہتے ہوئے آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے فاتح نے اس بار پہلے سے بھی زیادہ بے چینی سے استفسار کیا۔۔لمبا سانس کھینچتے ہوئے وہ اسکے ہاتھ کو تھام کر آہستہ آہستہ بتانا شروع ہو گئی۔۔

سلینہ کی ماں "خدیجہ الوہاب" عرب کے ایک سردار "محمد بن الوہاب" کی اکلوتی بیٹی تھیں۔ محمد بن الوہاب اپنے قبیلے کے سردار تھے۔ جبکہ سیلینہ کے ڈیڈ اٹلی کے ایک عام شہری تھے۔ جن کا نام "Marco Dantay" تھا۔مارکو سعودی عرب میں محد بن الوہاب کے پاس ملازمت کرتے تھے۔ مارکو نے دس سال وہاں ملازمت کے گزارے تھے۔اسی دوران وہ اور خدیجہ ایک دوسرے کی محبت میں گرفتار ہو گئے۔۔

دن میں کئی دفعہ جب مارکو کا گھر میں چکر لگتا تو پردے کے پیچھے چھپ کر خدیجہ اس خوبصورت اٹالین مرد کو دیکھتی رہتی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی خاموش محبت سے اچھے سے واقف تھے۔ پر بہت سی مجبوریوں میں جکڑے ہوئے بھی تھے۔

لیکن پھر ایک دن موقع پا کر جب مارکو نے اپنی محبت کا اظہار کیا تو خدیجہ تکلیف سے رو پڑی۔ لیکن مارکو نے اسے یقین دلایا تھا۔۔ کہ وہ اسکے لئے اسلام بھی قبول کر لے گا۔ لیکن وہ اسے چھوڑنے کی تکلیف میں مبتلا نہ کرے۔

مارکو کے اسلام قبول کرنے کا سن کر خدیجہ ششدر رہ چکی تھی۔ کیا اسکے لئے وہ اسکا مذہب بھی اپنانے کو تیار تھا۔۔؟

اس خیال نے آنے والے کئی دنوں تک خدیجہ کو بے چین کیے رکھا تھا۔اور پھر ایک دن موقع پا کر خدیجہ مارکو کو ساتھ لیے اٹلی آ گئی۔یہ فیصلہ اس نے بہت سوچ سمجھ کر کیا تھا۔جو مرد اسکی محبت میں اسلام قبول کرنے کو تیار تھا۔ وہ اسے اب ایسے ہی نہیں چھوڑ سکتی تھی۔بلکہ اسے مسلمان بنا کر اسکے ساتھ ایک محبت بھری زندگی گزارنا چاہتی تھی۔وہ دونوں چوری چھپے سعودی عرب سے بھاگ کر اٹلی آ گئے تھے۔

اٹلی آتے ہی سب سے پہلے مارکو نے جب اسلام قبول کیا تو خدیجہ نے اسکا نام مارکو سے بدل کر "احمد" رکھ دیا۔اسلام قبول کرنے کے بعد نکاح کر کے وہ دونوں ایک خوبصورت رشتے میں منسلک ہو گئے۔۔۔

خدیجہ کو یہ قدم اس لئے اٹھانا پڑا تھا۔ کیونکہ وہ اپنے باپ کی اکلوتی بیٹی تھی۔ پھر مذہب کی تبدیلی اور حسب و نسب میں بھی مار کو کم تر ہونا، ایسی بہت سی چیزیں تھیں۔ جو انکی محبت کی رکاوٹیں تھیں۔ پر خدیجہ محبت کا وعدہ کر کے اب مکر نہیں سکتی تھی۔ اس لئے نکاح اور اسلام قبول کروا کے وہ احمد کو اپنے لئے چن چکی تھی۔ اسلام قبول کرنے کے بعد خدیجہ نے احمد کو مکمل طور پر بدل دیا تھا۔ اسلام کو اپنانے کے بعد اس نے بہترین مسلمان بننے کی ساری کوششیں کی تھیں۔ اور اس میں کامیاب بھی ہوا تھا۔ احمد کے اچھے کردار اور دل کو جان کر خدیجہ کو اپنی پسند پر ناز ہونے لگتا تھا۔

کیونکہ شادی کرنے کے بعد احمد نے اپنا آپ مکمل طور پر خدیجہ پر نچھاور کر دیا تھا۔ اٹلی آ کر خوش قسمتی سے احمد کو ایک سرکاری نوکری بھی مل گئی تھی۔ جس کے باعث انکی زندگی مزید بہترین ہوتی چلی گئی۔

لیکن یہ خوبصورت زندگی صرف اٹلی تک محدود تھی۔ کیونکہ اسکے برعکس خدیجہ کے پچھلے گھر میں قہر برپا تھا۔ اور یہ قہر صرف کچھ وقت تک نہیں تھا۔ کیونکہ خدیجہ انکی غیرت تھی۔ اکلوتی بیٹی اور بہن کے اس قدم نے محمد بن الوہاب اور اسکے بیٹوں کے خون گرم دیے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا تھا۔ کہ انہوں نے اٹلی آکر بہن کی تلاش شروع کر دی تھی۔

جو کئی سالوں تک چلی تھی۔ خدیجہ اور احمد کو جب اس تلاش کے بارے میں پتہ چلا تو تب تک انکے آنگن میں ننھی سی خوبصورت شہزادی سیلینہ احمد پیدا ہو چکی تھی۔ جو اپنے دونوں ماں باپ کا عکس تھی۔ آنکھوں اور بالوں کے لحاظ سے وہ مکمل طور پر ماں کا پرتو تھی۔ لیکن نرم فطرت پر وہ اپنے باپ پر چلی گئی تھی۔ سیلینہ کو پا کر وہ پہلے سے بھی زیادہ مکمل ہو گئے تھے۔ لیکن

خدیجہ کے گھر والوں کی مسلسل تلاش پر احمد اور خدیجہ کو بار بار شہر بدلنا پڑتا تھا۔ یہ سلسلہ کئی سال تک چلا تھا۔

پر آخری بار سلینہ یونیورسٹی ختم ہوتے ہی ماں باپ کے ساتھ غائب ہوئی تھی۔ لیکن اس بار خدیجہ، احمد کے ساتھ ساتھ سیلینہ کی تلاش میں فاتح سلطان بھی مگن تھا۔

پر اس بار شاید خدیجہ اور احمد کی قسمت نے بھی انکا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ کیونکہ غائب ہو کر وہ جس شہر میں شفٹ ہوئے تھے۔ وہاں پہلے ہی محمد بن الوہاب کے بیٹے انکا انتظار کر رہے تھے۔ شاید اس بار وہ کوئی بھی غلطی نہیں کرنا چاہتے تھے۔

اس لئے مکمل تیاری کے ساتھ آئے تھے۔احمد کو ایک ایکسیڈنٹ میں قتل کروانے کے بعد وہ خدیجہ کو زور وزبردستی اپنے ساتھ واپس لے گئے۔پر انہوں نے سلینہ کے وجود کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔کیونکہ انکے مطابق وہ احمد کا خون تھی۔جو ایک نیچ ذات اور غیر مسلم انسان تھا۔

خدیجہ اپنی معصوم اکلوتی بیٹی کے لئے روتی بلکتی رہ گئی تھیں۔لیکن انکے بھائیوں کو ان پر ترس نہیں آیا تھا۔پر جانے سے پہلے خدیجہ اپنی معصوم بیٹی کو نصیحت کر گئی تھیں۔کہ اس شہر سے واپس اسی شہر میں چلی جائے۔۔جہاں "فاتح سلطان" رہتا ہے۔۔

کیونکہ وہ اپنی بیٹی کی محبت سے واقف تھیں۔سلینہ نے بہت پہلے ہی اپنے ماں باپ کو اپنی پسند سے آگاہ کر دیا تھا۔وہ ان سے کچھ بھی نہیں چھپاتی تھی۔

اپنی بیٹی کی پسند کو جاننے کے بعد ایک بار خدیجہ اور احمد چپکے سے فاتح سلطان کو یونیورسٹی میں دیکھنے بھی آئے تھے۔ فاتح سلطان کو دیکھنے کے بعد انہیں اپنی بیٹی کی پسند پر فخر ہوا تھا۔ لیکن وہ نہیں جانتے تھے۔ کہ قسمت انہیں اس ایشین لڑکے سے دوبارہ ملنے کا موقع بھی نہیں دے گی۔۔

اس ایک نظر میں ہی خدیجہ کو فاتح میں کچھ خاص محسوس ہوا تھا۔ اس لئے وہ اپنی بیٹی کو اسکے پاس پلٹنے کا کہہ کر چکی گئی۔۔۔

کیونکہ وہ اپنی معصوم بچی کو اکیلے زندگی اور زمانے کی تلخیوں کا سامنا کرتے نہیں دیکھ سکتی تھیں۔ جس دن خدیجہ نے روانہ ہونا تھا۔ اس سے ایک دن پہلے ہی انہوں نے سیلینہ کو واپس اسی شہر بھیج دیا تھا۔۔ جہاں فاتح سلطان اور شہرام علی پہلے ہی اسکی تلاش میں مصروف تھے۔ پر واپس آنے کے بعد سیلینہ چاہ کر

بھی فاتح کو مل نہیں پائی تھی۔اور وہ اس انڈین لڑکے کے ہتھے چڑھ گئی۔۔جو اسے کلب کے مالک کو بیچ کر خود انڈیا چلا گیا تھا۔۔۔

سیلینہ تکلیف سے روتے ہوئے اسے سب بتا رہی تھی۔ جبکہ فاتح ششدر ہو چکا تھا۔اس نے بے یقینی سے اسکے روئے روئے چہرے پر نظر ڈالی۔ جہاں بس معصومیت ہی معصومیت رمق تھی۔۔اسکے معصوم دل موہ لینے والے نقش دیکھتے ہوئے فاتح بے اختیار ہوتے اسے شدت سے سینے میں بھینچ گیا۔۔اسے آج شہری کی باتوں پر یقین ہو رہا تھا۔ کو کہتا تھا۔۔ کہ سیلینہ کچھ بھی ہو سکتی ہے، پر دھوکے باز نہیں۔۔۔شاید فاتح سے پہلے ہی شہرام اسے پرکھ چکا تھا۔

شش۔۔۔!! جتنا رونا تھا رو لیا۔۔اب تم بالکل نہیں رو گی۔۔۔!ایک دم سے بے قرار ہوتے فاتح نے اسے جکڑتے ہوئے اپنے اوپر لٹا لیا۔ جبکہ سلینہ

کے پورے چہرے پر نرمی سے ہونٹ رکھتے ہوئے وہ اسے رونے سے باز کر رہا تھا۔

سب کے کچھ جاننے کے بعد فاتح کا دل اندر ہی اندر بے چینی کا شکار ہو رہا تھا۔ اگر وہ اسے اس رات کلب سے نہ نکالتا تو۔۔۔؟ شہرام کی ضد پر مجبور ہوتے اگر فاتح اسکا نمبر ایشام سے ٹریس نہ کرواتا تو۔۔۔؟ تو کیا سیلینہ احمد کی زندگی برباد ہو جاتی۔۔۔؟ اسکی ماں کی امید ضائع ہو جاتی۔۔۔؟ جنہوں نے اتنے وثوق سے اپنی بیٹی کو اسکے پاس بھیجا تھا۔۔ آج پہلی بار سیلینہ کو کھو دینے کے احساس پر

فاتح کا دل بری طرح مچل اٹھا تھا۔ جس کے باعث بے قرار ہوتے وہ تیزی سے اسکے گلابی ہونٹوں کو جکڑ گیا۔

اسکا دل یہ سوچتے ہی دھڑکنا بھول رہا تھا۔ کہ وہ اسے کھو سکتا تھا۔ اس لئے تیزی سے اسکے ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں میں الجھاتے ہوئے اسکے نازک وجود کو شدت سے خود میں بھینچ گیا۔۔

شوگر گرل۔۔۔!!! سبحان اونچی آواز میں سیلینہ کو پکارتے ہوئے کمرے میں داخل ہوا تھا۔۔ دن کے ابھی تین بج رہے تھے۔ سبحان یونیفارم پہنے ہوئے تھا۔ شاید سکول سے ابھی کچھ دیر پہلے ہی وہ واپس لوٹا تھا۔۔ اور واپس اتے ہی بنا یونیفارم چینج کیے وہ سیلینہ کو دیکھنے آ گیا تھا۔

کیونکہ کل رات وہ اسکے رونے کا سوچ سوچ کر پریشان ہوتا رہا تھا۔ یہ جانے بنا کہ جس کی کمی کے باعث وہ اداس تھی۔ وہ کل رات ہی یہاں پر اچانک آ کر اسکی شوگر گرل کو قید کر چکا ہے۔۔

سبحان جو اپنے دھیان میں سیلینہ کو پکارتے ہوئے کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔ کہ اچانک سیلینہ کے بیڈ پر کسی لمبے چوڑے انسان کو دیکھ کر ایک دم ٹھٹک گیا۔۔

سبحان نے زرا حیرانی سے سر سے لے کر پاؤں تک فاتح سلطان کو پہلے دیکھا۔ پھر الجھتے ہوئے معائنہ کرنے والے انداز میں اسکا چہرہ دیکھنے کے لیے گھومتے ہوئے تکیے والی سائیڈ پر آ گیا۔۔ پر فاتح سلطان نے اپنا چہرہ تکیے کے اندر چھپایا

ہوا تھا۔اس لئے سبحان چاہ کر بھی دیکھ نہیں پا رہا تھا۔ کہ کون ہے ایسا۔۔جو اسکی شوگر گرل کے بیڈ پر سو رہا تھا۔۔۔

یہ کون ہے اونچا ٹاور۔۔۔؟؟فاتح کے لمبے چوڑے وجود پر چوٹ کرتے ہوئے سبحان بڑبڑاتے ہوئے بول کر تکیہ ہٹانے کی کوشش کرنے لگا۔۔پر مقابل کی مضبوط گرفت سے تکیہ نکالنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔۔۔

رات بھر سیلینہ کی جان خود میں بھینچتے ہوئے وہ صبح جا کر سویا تھا۔ جبکہ سیلینہ تو اسکی آغوش میں روتے روتے ہی سو گئی تھی۔اسکے سونے کے بعد فاتح اسکے انگ انگ کو خود کے ساتھ مس کرتے ہوئے محسوس کرتا رہا تھا۔ سیلینہ احمد اسکی دیوانگی تھی۔جو اپنے نازک سراپے میں مکمل طور پر اسے لپیٹ چکی تھی۔

فاتح نے کل رات بہت سی چیزوں کو سوچتے ہوئے گزرادی تھی۔اسکا دل جب بھی سیلینہ کو کھونے کے احساس سے بند ہونے لگتا تھا۔تو وہ اسی وقت سیلینہ کے چہرے کو چومنا شروع کر دیتا۔شروع دن سے سیلینہ جب اسکی طرف اٹریکٹ ہونے لگی تھی۔تو اپنی بے خودی میں فاتح کو بھی خود کی طرف اٹریکٹ کر لیتی تھی۔

اپنی بے وقوفانہ حرکتوں سے وہ فاتح سلطان کو مکمل طور پر خود میں الجھا دیتی تھی۔اسی آنکھ مچولی میں سیلینہ احمد نے کب اسکے دل میں اپنی جگہ بنائی۔فاتح یہ کبھی جان ہی نہیں پایا تھا۔پر وہ محبت کا اظہار کرنے سے کتراتا تھا۔اسے سیلینہ کی کم عمری الجھن میں ڈال دیتی تھی۔اسے ڈر لگا رہتا تھا۔کہ کہیں وہ چھوٹی سی لڑکی اسے محبت میں الجھا کر بعد میں خود مکر نہ جائے۔کیونکہ اس صورت میں تب وہ کسی صورت بھی سیلینہ کو بخش نہ پاتا۔۔۔اپنی دیوانی و

جنون سے اسے ڈر لگتا تھا۔۔۔پر اب کل رات سے وہ پر سکون تھا۔۔۔اس لئے لمبی تان کر ابھی تک سو رہا تھا۔۔

کون ہو تم۔۔۔؟؟میری شوگر گرل کے کمرے میں کیا کر رہے ہو۔۔۔؟؟ اسکے تکیے کو نہ چھوڑنے پر ایک دم سے سبحان نے بھڑک کر پیچھے ہٹتے ہوئے اسے پوچھنا چاہا۔۔پر بیڈ پر سویا ہوا وجود ہوش میں ہوتا تو اسے جواب دیتا نہ۔۔

شوگر گرل۔۔۔۔!!!فاتح کی طرف سے جواب نہ ملنے پر سبحان نے اس دفعہ پوری قوت لگا کر اسے پکارنا چاہا۔۔۔اسکے اتنا زور سے چلانے پر فاتح کی نیند میں تو خلل پڑا ہی تھا۔جبکہ کچن میں ملازمہ سے ناشتہ بنواتی ہوئی سیلینہ بھی اچھل چکی تھی۔

فاتح نے نیند کے باعث بھاری ہوتی آنکھیں بامشکل کھول کر منہ سے تکیہ ہٹا کر دیکھنا چاہا۔ تو سامنے ہی دو بھوری آنکھیں گھورتی ہوئی نظر آئیں۔ محمد سبحان جو کمر پر بازو ٹکائے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ کہ فاتح سلطان کی نیلی آنکھوں کو دیکھ کر حیرت سے کمر سے بازو ہٹا گیا۔۔۔ جبکہ مقابل نے سبحان کو دیکھتے ہی آنکھیں سکیڑلی تھیں۔ جیسے اپنی نیند ڈسٹرب ہونے پر غصہ سا آیا ہو۔۔

وہ دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں بے خوفی سے دیکھ رہے تھے۔ جب سیلینہ بھاگتے ہوئے کمرے میں پہنچی تھی۔۔

وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی نیند سے جاگ کر ملازمہ کو کچن میں ناشتے کا کہنے گئی تھی۔ واپس آکر فاتح کو جگانے کا ارادہ تھا۔ آج کتنے دنوں بعد وہ پر سکون نیند

سوئی تھی۔اس قدر میٹھی نیند ملنے پر وہ ضرورت سے زیادہ سو چکی تھی۔ لیکن وہ بہت خوش تھی۔۔پر اب سبحان کی اچانک اینٹری نے اسے بوکھلانے پر مجبور کر دیا تھا۔۔۔

سیلینہ کے کمرے میں داخل ہونے پر میکانکی طور پر سبحان اور فاتح کا سر اسکی طرف گھوما تھا۔ جبکہ سیلینہ کے چہرے پر کچھ نارمل تاثرات نہیں تھے۔۔

شوگر گرل کیا یہ نیلا سمندر تمہارا وہی بے وفا شوہر ہے۔۔۔؟سیلینہ کی جانب دیکھتے ہوئے سبحان نے فاتح کی گہری نیلی آنکھوں پر چوٹ کرتے پورے رعب سے سوال کیا۔۔آخر سیلینہ نے اتنے مہینوں میں اپنا ہر دکھ سکھ محمد سبحان کے ساتھ ڈسکس کیا تھا۔ پھر ایسے کیسے ممکن تھا۔ کہ سبحان، فاتح سلطان

کو پہچان نہ پاتا۔ کیونکہ سلینہ نے فاتح کی آنکھوں کی تعریفوں میں ہی تو زمین آسمان ایک کیے تھے۔۔۔

سبحان کے سوال پر فاتح نے آبرو اچکاتے ہوئے اسے دیکھنا چاہا۔ جبکہ سلینہ تو اسکے تاثرات سے گھبرا کر سبحان کو چپ ہونے کا اشارے کرنے لگی تھی۔ جن کو نظر انداز کرتے وہ پھر کہنے لگا۔۔۔

ویسے شوگر گرل یہ نیلا سمندر کوئی اتنا بھی حسین نہیں ہے۔۔اس سے زیادہ تو میں خود ہینڈسم نوجوان ہوں۔۔! تھوڑا ویٹ کر لیتی۔ تو ہماری بہت اچھی شادی ہو سکتی تھی۔ اور شادی ہونے کے بعد میں تمہیں بہت خوش بھی رکھتا۔۔نہ کہ اپنی یاد میں رلا رلا کر تمہیں خود کا خون جلانے دیتا۔۔۔"

نارمل سے انداز میں صوفے پر بیٹھتے ہوئے سبحان افسوس زدہ لہجے میں سیلینہ کے جلد بازی کی شادی کے بارے میں بات کر رہا تھا۔ بات وہ سلینہ سے کر رہا تھا۔ پر آنکھیں اسکی فاتح سلطان کی وجاہت میں اٹکی ہوئیں تھیں۔۔ اس بار فاتح بھی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ کیونکہ بات بڑھائی جا رہی تھی۔ اب وہ لیٹے لیٹے اتنے طنز سننے سے رہا۔۔

وہ اٹھ کر بیٹھا تو اسکے کسرتی چوڑے وجود کو دیکھ کر سبحان نے تیزی سے ناک منہ چڑھا لیا۔ جیسے اسے تاثر دینا چاہ رہا ہوں۔ کہ بھئی میں تم سے زرا بھی متاثر نہیں ہو رہا ہوں۔۔۔

سبحان کے تاثرات دیکھتے ہوئے سیلینہ آگے بڑھ کر جلدی سے اپنا موبائل اٹھا کر اس میں بولنے لگی۔۔

ہان۔۔!!سلطان کے سامنے زیادہ مت بولو ورنہ میری شامت آجائے گی۔۔"سجان کو اسکے نیک نیم سے پکارتے ہوئے آہستہ آواز میں ٹرانسلیٹر میں بول کر سیلینہ نے موبائل اسکے کان کے قریب کر دیا۔دوسری طرف فاتح تو جانچتی نظروں سے اس میل ملاپ کو دیکھ رہا تھا۔آخر کون تھا یہ چھوٹا سا آدمی۔۔۔؟جو دھڑلے سے اسکی بیوی کے کمرے میں آکر فاتح سلطان کے بارے میں تبصرے کرنے کی جرات کر رہا تھا۔۔

شوگر گرل میں نہیں ڈرتا تمہارے اس سلطان سے۔۔۔!اور میرے ہوتے ہوئے تمہیں بھی ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔"سیلینہ کی ہدایت کو مکمل طور پر نظر انداز کرتے ہوئے سجان نے ٹرانسلیٹر میں اونچی آواز میں بول کر جواب دیا۔تو سلینہ گھبرا کر فاتح کی جانب دیکھنے لگی۔جو پہلے ہی بے تاثر

چہرے کے تاثرات انکی ٹرانسلیٹر والی conversation پر اندر ہی اندر

حیرت کا شکار ہو رہا تھا۔۔۔

اگر تمہاری وجہ سے مجھے ڈانٹ پڑی تو میں بتا رہی ہوں۔ کہ میں اگلی بار

تمہارے ساتھ بالکل نہیں کھیلنے والی۔۔۔!! فاتح کے تاثرات سے ڈرتے

ہوئے سلینہ نے اس بار تیزی سے عربی زبان بولتے ہوئے سبحان سے بات

کی۔ جس کو سنتے ہی سبحان تو منہ ٹیڑھا کر چکا تھا۔۔۔ جبکہ سلینہ کو عربی بولتے

دیکھ کر فاتح کی آنکھوں میں بے یقینی سے در آئی۔ کیا وہ عربی زبان بھی جانتی

تھی؟ وہ بے یقین سا ہوا تھا۔۔۔

شوگر گرل تم مجھے ہر بار یہ دھمکی نہیں دے سکتی ہو۔۔ کیونکہ یہ دھمکی اب

پرانی ہو گئی ہے۔۔۔! سبحان نے بھی عربی زبان میں جواب دیا۔ جسے سن جر

اس بار فاتح کو پہلے سے بھی زیادہ حیرانی ہوئی۔ کیا وہ بونا آدمی بھی عربی زبان جانتا تھا۔۔؟ فاتح آنکھوں میں تعجب لیے مسلسل انکی طرف دیکھے جا رہا تھا۔۔۔ اس سے پہلے کہ سیلینہ مزید کچھ کہتی جب فاتح کی رعب دار آواز نے اچانک اسے مخاطب کیا۔۔۔

سیلینہ۔۔۔!!!! فاتح کے سنجیدہ انداز پر سیلینہ بے اختیار اچھلتے ہوئے اسکی طرف مڑی۔۔۔

جا کر ناشتہ تیار کرواؤ۔۔!! واپس آ کر تم دونوں سے سوال، جواب کرتا ہوں۔۔۔!! سبحان کو زرا گھوری سے نوازتے ہوئے فاتح سنجیدہ انداز میں اسے حکم دے کر بیڈ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ان دونوں پر نظر ڈال کر وہ باتھ روم کی

جانب بڑھا تو اسکے غائب ہوتے ہی سیلینہ، سبحان کو گھورنے لگی۔ جو چل انداز میں مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔

میرے لئے کچھ کھانے کو بنوا دو شوگر گرل۔۔! قسم سے بہت بھوک لگ رہی ہے۔۔ سکول سے واپسی پر سیدھا یہیں پر آ گیا ہوں۔۔" صوفے پر لیٹتے ہوئے سبحان نے بھی اسے مخاطب کیا تھا۔۔ یہ جانے بنا کہ اسکی اردو میں بولی ہوئی فرمائش باتھروم میں بند فاتح سلطان کے کانوں تک پہنچ چکی ہے۔۔

شام کا وقت تھا۔ جب ماہ پارہ سارے جہان سے بے خبر اپنے پسندیدہ کام میں مصروف تھی۔ بلیک ہاف سلیوز کی ٹی شرٹ کے ساتھ کھلا سا ٹراؤزر پہنے وہ چہرے پر مسکان سجائے کافی مگن انداز میں sculpting کر رہی تھی۔

دونوں ہاتھ مٹی سے بھرے ہوئے تھے۔کافی ماہرانہ طریقے سے وہ مٹی کے ڈھیر پر نقش نگاری میں مصروف تھی۔

پچھلے لان کا یہ وہ حصہ تھا۔۔جہاں سوئمنگ پول کے قریب اس نے اپنا سارا سیٹ آپ بنوایا ہوا تھا۔

ہر طرف اسکے تیار کردہ مجسمے پڑے ہوئے تھے۔جن کو اسکی ماں سمیت اسکی سب چاچیاں مردے بلاتی تھیں۔انکے اس طرزِ مخاطب پر ہمشیہ ہی ماہ پارہ انکو خفگی سے دیکھ کر رہ جاتی۔پر اسکے اس طرح سے دیکھنے پر بھی آج تک انکا دیا گیا لقب نہیں بدلا تھا۔۔

پر اب ماہ پارہ کو بھی عادت سی ہو گئی تھی۔۔

آج یونیورسٹی سے واپس آکر وہ سو گئی تھی۔اور اب تھوڑی دیر پہلے جاگتے ہی وہ سیدھا یہیں پر آگئی۔کانوں میں ہیڈ فون لگا کر وہ مزے سے اپنا کام کر رہی تھی۔اس بلیک ٹی شرٹ میں اسکا گداز سا سراپہ بے حد خوبصورت لگ رہا تھا۔ جبکہ اپنے اس حلیے میں وہ کافی لاپرواہ سی بھی بنی ہوئی تھی۔شام ابھی چونکہ مکمل طور پر ڈھلی نہیں تھی۔اس لئے اس وقت دن کی روشنی بھی مکمل طور پر غائب نہیں ہوئی تھی۔۔

دوسری طرف بلیک مینشن میں غازیان پاشا کی گاڑی آکر رکی۔جس کا مطلب تھا۔کہ اسکی واپسی ہو چکی ہے۔وہ ابھی کورٹ سے واپس آیا تھا۔گاڑی کھڑی کر کے وہ ابھی باہر نکلا ہی تھا۔کہ اچانک اسکی جیب میں پڑا موبائل بجنا شروع ہو گیا۔

غازیان نے چونکتے ہوئے موبائل نکال کر دیکھا تو فارس ہمدانی کی کال تھی۔

بڑے بھائی کا نمبر دیکھ کر غازیان نے بنا کوئی سیکنڈ ضائع کیے جلدی سے کال ریسیو کر کے موبائل کان کے ساتھ لگالیا۔۔

اپنے بلیک اینڈ وائٹ یونیفارم میں وہ انتہائی دلکش لگ رہا تھا۔ سرمئی آنکھیں گلاسز کے پیچھے چھپی ہوئی تھیں۔ تو چہرے پر ہمیشہ کی طرح سنجیدہ سے تاثرات تھے۔ یہ تاثرات شاید اسکی شخصیت کا خاصہ بن چکے تھے۔ عادت سے مجبور غازیان پاشا نے ہمیشہ کی طرح بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔۔

فارس ہمدانی سے بات کرتے ہوئے وہ چلتے چلتے ایسے ہی بے دھیانی میں پچھلے لان کی جانب بڑھ رہا تھا۔ کال پر فارس اسے کچھ ہدایات دینے میں مصروف

تھا۔ جن کو سنتے ہوئے غازیان کا مکمل طور پر فوکس بڑے بھائی کی طرف ہی تھا۔

کہ اچانک اسکی نظر سامنے کی طرف اٹھی اور پھر پلٹنا بھول گئی۔۔ایک سیکنڈ کا کمال تھا۔اور غازیان کی تیز نظروں کو دور کام کرتی ہوئی ماہ پارہ خود پر مبذول کرواچکی تھی۔ماہ پارہ کو دیکھ کر غازیان پاشا کا ہر فوکس لمحے کے اندر اندر ہر چیز سے ہٹتے ہوئے سامنے کھڑے وجود پر مرکوز ہو چکا تھا۔۔

بے دھیانی سے بڑے بھائی کو سنتے ہوئے غازیان کے قدم خود بخود ماہ پارہ کی جانب بڑھنے شروع ہو گئے۔وہ جو دور سے بے حد کھوئے ہوئے انداز میں اسکے خوبصورت وجود کو دیکھ کر سٹل سا ہوا تھا۔کہ اب نزدیک آکر غازیان

پاشا کی سرمئی آنکھوں میں یک دم ناگواری سی بڑھتی چلی گئی۔۔اس ناگواری کی وجہ ہمیشہ کی طرح سامنے کھڑی صنف نازک کا حلیہ تھا۔۔

ٹی شرٹ کے ہاف سلیوز میں سے چھلکتے ہوئے اسکے سفید بازو، ٹی شرٹ میں واضح ہوتا اسکا نازک وجود اور اس پر تضاد اسکو اس قدر لاپرواہ دیکھ کر غازیان کا خون کھول اٹھا تھا۔۔

بھائی میں آپ سے بعد میں بات کرتا ہوں۔۔! پہلے زرا آپکی اس نازک لاڈلی کی طبیعت تو درست کر لوں۔۔" تیزی سے فارس کو کہتے ہوئے بنا کوئی جواب سنے غازیان نے کال کٹ کر دی۔ جبکہ دوسری طرف فارس اسکے الفاظ پر ناسمجھی سے موبائل کو دیکھنے لگا تھا۔۔

آنکھوں سے گلاسز اتار کر شرٹ پر لگاتے ہوئے غازیان موبائل پاکٹ میں رکھ کر اسکی جانب بڑھا۔۔جو ابھی تک اسکی موجودگی سے بے خبر کانوں میں ہیڈ فون لگائے ہوئے تھی۔

غازیان نے آگے بڑھ کر جارحانہ انداز میں اسکے کان سے ایک ہیڈ فون نکالا تو ماہ پارہ ڈرتے ہوئے اچھل پڑی۔اچانک کسی کی موجودگی نے اسے ڈرا کر رکھ دیا تھا۔چونکتے ہوئے اسکی نظر غازیان پر نظر پڑی تو اگلے ہی پل کان سے دوسرا پیس بھی نکال کر اس نے ٹیبل پر رکھ دیا۔۔

یہ کیا واحیات ڈریس تم نے پہنا ہوا ہے۔۔۔؟اسکے مکمل متوجہ ہوتے ہی غازیان نے اسکے بازو کو دبوچ کر چنگاڑتے ہوئے سوال کیا۔۔اسکے اتنے

جارہانہ انداز میں بازو پکڑنے اور تیز لہجے کو سنتے ہوئے ماہ پارہ ایک دم سے سہمی تھی۔۔۔۔

کچھ پوچھ رہا ہوں میں تم سے۔۔۔؟؟ کیا پہنا ہوا ہے تم نے یہ سب۔۔؟ ڈریسنگ کرتے ہوئے تمہارا دماغ ناکارہ ہو جاتا ہے کیا۔۔۔؟ جو تمہیں سمجھ نہیں آتا کہ کچھ ڈھنگ کا بھی پہنا جا سکتا ہے۔۔۔؟ ماہ پارہ کا رخ اپنی طرف موڑتے ہوئے غازیان نے اسکی نیلی سہمی ہوئی آنکھوں میں اپنی سرخ سرمئی آنکھیں گاڑیں۔۔

غغ۔۔۔ غازی۔۔۔ بھیا۔۔۔ کیا ہو گیا ہے اپکو۔۔۔ بالکل ٹھیک تو ہے میرا ڈریس۔۔۔!! اسکے اتنے غصے بھرے طنز سننے ہوئے ماہ نے بھیگے لہجے میں

بولتے ہوئے اسے جواب دیا اور ساتھ ہی ایک نظر اپنے حلیے پر بھی دہرائی۔
جہاں ہمیشہ کی طرح اسے خود میں کوئی خرابی نظر نہیں آرہی تھی۔۔۔

بالکل ٹھیک۔۔۔؟؟ کہاں سے ٹھیک ہے بتاؤ مجھے۔۔۔؟؟ تمہارے بازو نظر آ رہے ہیں۔۔۔؟ یہ ٹھیک ہے۔۔۔؟ یا پھر تم یہ پہن کر خود کو بہت حسین سمجھ رہی ہو۔۔۔!! اسکے ٹھیک کہنے پر شدید غصے و تیش سے اسکی طرف دیکھتے ہوئے غازی کچھ بھی بولتا جارہ تھا۔ بس نہیں تھا۔ کہ بس کسی طرح اسکی عقل ٹھکانے لگا دیتا۔۔۔

غازیان پاشا کے اس قدر تیز غصے بھرے لہجے کو سنتے ہوئے ماہ پارہ کی نیلی آنکھوں سے آنسو بہنا شروع ہو گئے۔ وہ سر جھکاتے ہوئے رونا شروع ہو گئی۔۔۔ جبکہ مقابل کی اتنی باتوں کا ایک جواب بھی نہیں دیا گیا تھا۔۔۔

تمہیں میں نے ہزار بار بولا ہے۔ کہ ڈھنگ کے ڈریس پہنا کرو۔۔۔! تمہیں میری ایک بار کی کہی ہوئی بات آخر سمجھ کیوں نہیں آتی ماہی۔۔۔! اوپر سے تمہارا دوبٹہ کہاں ہے۔۔۔؟ یہاں تم ایسے بے خبر ہو کر کھڑی تھی۔ جیسے تمہارے علاوہ اس مینشن میں کوئی رہتا ہی نہ ہو۔۔۔! کیا تمہیں ایک بار بھی خیال نہیں آیا۔ کہ اگر کوئی ملازم اس طرف آگیا تو۔۔؟؟ ڈیم اٹ تم اس وقت مینشن کے اندر نہیں باہر کھڑی ہو۔۔۔!!

اسکے رونے کا زرا برابر بھی اثر لیے بنا وہ مسلسل غصے سے بھڑکتے ہوئے بولتا جا رہا تھا۔ بات کرتے ہوئے غازیان نے غصے سے اسکے بازو کو زرا جھٹکا دیا۔ جس کے باعث وہ ہلکا سا چیختے ہوئے ڈر گئی۔

ماہ پارہ نے ڈبڈبائی آنکھیں اٹھا کر اسکی طرف دیکھا تو مقابل کی تپش سے سرخ ہوتی سرمئی آنکھیں دیکھ کر وہ مزید خوفزدہ ہوتی چلی گئی۔ایک دم سے اپنا بازو چڑھا کر غازیان کو پیچھے کرتے وہ روتے ہوئے وہاں سے بھاگی تھی۔۔۔جبکہ اسکے یوں بھاگنے پر غازیان سرد نگاہوں سے اسے دیکھ گیا۔ماہ پارہ کے غائب ہوتی ہی غازیان نے غصے سے لمبی سانس خارج کرتے ہوئے اضطرابی کیفیت میں منہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے یہاں وہاں نظریں دہراتے ہوئے دیکھا۔۔۔

اپنا موبائل بھی وہ وہیں ٹیبل پر چھوڑ گئی تھی۔غازیان غصے سے اسکا موبائل اور ہیڈ فون اٹھا کر پاکٹ میں رکھنے لگا تو اپنے کوٹ پر لگی مٹی کو دیکھ کر دانتوں تلے لب دبا گیا۔۔مٹی دیکھ کر غازیان کی نظر بے اختیار اسکے sculpture کی طرف اٹھی۔۔

ٹیبل پر پڑے اس ادھورے مجسمے کو دیکھ کر بے ساختہ اسے مزید تپ چڑھ گئی۔

یہ کس منحوس شکل کا مجسمہ تیار کر رہی تھی۔۔۔؟؟ مجسمے میں کسی مردانہ نقش دیکھ کر وہ بھڑکتے ہوئے سوچنے لگا۔۔

یااللہ مجھے صبر عطا کر۔۔۔!! کیوں یہ گول گپی میرے ہاتھوں سے ضائع ہونا چاہتی ہے۔۔۔!! ماہ پارہ کے صحت مند سراپے پر چوٹ کرتے ہوئے وہ دانت پیستے ہوئے بڑبڑا کر رہ گیا۔۔ لیکن اگلے ہی پل غصے سے دوچارہ ہوتے غازیان نے پانی والا برتن اٹھا کر اس مجسمے پر گرا دیا تھا۔

پانی گرا کر بھی جب اسے سکون نہ ملا تو ہاتھ مارتے ہوئے غازیان نے اس ادھورے sculpture کو زمین بوس کرتے اوپر پیر رکھ دیا۔۔

سالا کہیں کا۔۔۔!! پاؤں سے اچھا خاصہ روندتے ہوئے وہ بھڑاس نکالتے ہوئے بولا تھا۔ماہ پارہ کی محنت کو مکمل طور پر برباد کرنے کے بعد غازیان کو ابھی کچھ سکون نصیب ہوا ہی تھا۔۔کہ تبھی اسکی نظر آس پاس پڑے ہوئے سب تیار کردہ مجسموں پر دوڑنے لگی۔۔۔

پہلے تو صرف ایک مجسمے کو دیکھ کر غازیان کو غصہ آیا تھا۔لیکن اب اتنے سارے male sculptures کو دیکھ کر اسکے اندر غصے کا لاوا پھٹ چکا تھا۔۔سفید چہرے میں تیزی سے سرخیاں گھلنے لگیں۔تو اسکے ساتھ ہی سرمئی آنکھیں بھی ضبط سے لال پڑ گئیں۔۔

کرتا ہوں میں تمہارا اب فرصت سے علاج ماہ پارہ خان۔۔۔!!غضب سے سوچتے ہوئے وہ ایک پل میں سارا پلین ترتیب دے چکا تھا۔۔۔مزید دماغ خراب نہ ہو اس لئے بنا وقت ضائع کیے اندر کی جانب بڑھ گیا۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ماہ پارہ روتے ہوئے لاونج سے گزر کر اوپر اپنے کمرے کی طرف جا پاتی۔جب منیزے پاشا نے جلدی سے اسے پکارا تھا۔۔۔

پارو۔۔۔۔!!!اسے آواز لگاتے ہوئے وہ تیزی سے کھڑے ہو کر اسکی طرف آئی تھیں۔۔۔جبکہ ماہ پارہ نے چونکتے ہوئے انکی طرف دیکھا تھا۔۔اسکی ماں سمیت سب لاونج میں ہی بیٹھیں تھیں۔جب روتی ہوئی ماہ پارہ پر منیزے پاشا کی نظر پڑ چکی تھی۔۔اور انہوں نے جلدی سے اسے روک لیا تھا۔۔

کیا ہوا بچے۔۔۔؟۔ کیوں رو رہی ہو۔۔؟؟اسکی نیلی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو دیکھتے ہوئے انہوں نے قریب آتے ہی فکر مندی سے استفسار کیا۔۔ماہ پارہ ہچکیاں دباتے ہوئے آگے بڑھ کر جلدی سے انکے گلے لگ گئی۔ باقی سب بھی تشویش سے اٹھ کر انکی طرف آ گئیں۔ جبکہ علیزے خان تو حیرانی سے اپنی بیٹی کا رونا دیکھنے لگی تھیں۔۔

چھوٹی ماما۔۔۔!!غازی بھیا مجھے بس ہر وقت ڈانٹتے رہتے ہیں۔۔اب بھی باہر مجھ پر اتنا غصہ کیا اور ڈانٹا بھی۔۔۔میں تو کچھ کیا بھی نہیں تھا۔۔"ان میں سے کسی کے پوچھنے سے پہلے ہی روتی ہوئی ماہ پارہ، منیزے پاشا کو اپنے اوپر ہوئے ستم کے بارے میں آگاہ کرنے لگی تھی۔وہ سب تعجب سے اسے دیکھ گئیں۔ کہ تبھی لاؤنج میں غازیان پاشا کی بھی اینٹری ہوئی۔۔۔۔

غازی۔۔۔!! منیزے پاشا نے رعب سے پکارتے ہوئے بیٹے کو تیزی سے آواز دی۔ جبکہ غازیان جو اپنے دھیان میں اوپر جانے لگا تھا۔ کہ بے اختیار ماں کی آواز پر مڑتے ہوئے دیکھنے لگا۔ جہاں لاونج کے بیچوں وبیچ وہ ماہ پارہ کو گلے لگائے کھڑی تھیں۔ اور خشمگیں نظروں سے غازیان کو گھورا جارہا تھا۔ ماں کی نظروں اور انکے گلے لگی گول گپی کو دیکھ کر وہ سارا معاملہ ایک پل میں سمجھ چکا تھا۔

اسلام علیکم۔۔۔یس مام۔۔!! انکے سامنے کھڑے ہو کر سب کو سلام کرنے کے بعد غازیان نے اپنی ماں کی پکار کا جواب دیا۔۔۔

تم نے پارو کو ڈانٹا ہے۔۔۔؟ وجہ جان سکتی ہوں۔۔۔؟؟ بیٹے کی سلام کا جواب دینے کے بعد منیزے پاشا نے ڈائیریکٹ سوال کیے۔۔ جن کے جواب مقابل کے پاس اب پہلے ہی بہت جمع ہوئے پڑے تھے۔

جب آپکی پارو شہزادی اپکو میرے ڈانٹنے کا بتا چکی ہے۔ تو اسکی وجہ بھی آپ اس سے خود ہی پوچھ لیتیں مام۔۔" ماہ پارہ کی پشت کو سلگتی نظروں سے دیکھتے ہوئے وہ جواب میں طنزیہ بولنے لگا۔۔۔ سب نے تعجب سے اسکا یہ انداز دیکھا تھا۔۔۔ ماہ پارہ اسکی غراہٹ سنتے ہوئے منیزے کے اندر چھپنے لگی تھی۔۔۔

کیا بات ہے غازی۔۔۔!! کیوں اتنا بھڑکے ہوئے ہو۔۔۔!! ائرہ کاظمی نے فکر مندی سے جاننا چاہا۔۔۔

بھڑکوں نہ تواور کیا کروں چھوٹی ماما۔۔۔!!آپکی یہ لاڈلی پچھلے لان میں اسی لاپرواہ حلیے میں کھڑی اپنا شوق پورا کر رہی تھی۔۔۔!!اسکا یہ حلیہ ہے مینشن سے باہر جانے والا۔۔۔؟؟دوبٹہ کہاں ہے اسکا۔۔۔؟اسکی ٹی شرٹ دیکھیں۔۔سلیوز کہاں ہیں۔۔۔؟؟اگر میری جگہ وہاں کوئی ملازم چلا جاتا تو۔۔۔؟؟اسکو تو آس پاس کی بھی کوئی ہوش نہیں تھی۔۔۔۔""۔استہزایہ انداز میں سر جھٹکتے ہوئے وہ پھر غصے سے بول رہا تھا۔۔کیونکہ اسکے سب منحوس شکل والے sculptures دیکھنے کے بعد اسکا ضبط جواب دے چکا تھا۔

غازیان کے مکمل بات بتانے پر سب کو پہلے سے بھی زیادہ حیرانی ہوئی تھی۔۔ لیکن پھر منیزے پاشا جلدی سے بول پڑیں۔۔۔کیونکہ ماہ پارہ کی سوں سوں ابھی تک جاری تھی۔۔۔

اگر ایسی کوئی بھی بات تھی غازی۔۔ تو تم اس پر غصہ کرنے کی بجائے پیار سے کہہ لیتے۔۔۔! اتنا ڈانٹنے کی کیا ضرورت تھی بھلا اسکو۔۔۔! منیزے اپنے غصیلے بیٹے کو افسوس سے دیکھتے ہوئے کہنے لگیں۔ جب علیزے خان جلدی سے بیچ میں بول پڑیں۔۔

نہیں منیزے۔۔۔!! غازی بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے۔۔ میں نے خود بھی اسکو کتنی دفعہ سمجھایا ہے۔ کہ جب باہر کام کر رہی ہو تو دوبٹہ اوڑھ کر رکھا کرو۔۔۔! پر اسکو آج تک میری پیار کی زبان سمجھ نہیں آئی ہے۔۔۔! اچھا ہوا ہے۔ اب غازی کی ڈانٹ یاد رکھ کر دھیان سے کام کیا کرے گی۔۔۔" بیٹی کی اتنی لاپرواہی پر اب علیزے خان کو بھی غصہ آنے لگا تھا۔ جس کی وجہ سے غازیان کی حمایت میں کہہ گئیں۔۔ جبکہ ماں کو بھی اب ڈانٹنے دیکھ کر ماہ پارہ کی بس ہوئی تھی۔۔۔

اگر میں انکو اتنی بری لگتی ہوں تو نہ دیکھا کریں مجھے۔۔۔!! ہر وقت بس میرے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔۔ڈیڈ کو بتاؤں گی۔۔سب کو بتاؤں گی۔۔جا رہی ہوں میں کبیر بھیا کو بتانے۔۔۔"اپنے معصوم غصے بھرے لہجے میں غازیان کو سناتے ہوئے وہ وہاں سے نکلنے لگی۔۔

جس کو مرضی جا کر بتاؤ۔۔۔!پر آئندہ میں نے تمہیں اس حالت میں کہیں بھی باہر دیکھا تو ایک سیکنڈ میں ٹانگیں توڑ کر کمرے میں بند کر دوں گا۔۔۔" کھیلتی رہنا پھر وہیں مٹی سے۔۔۔"اسکے نہ دیکھنے والی بات پر غازیان نے غیظ و غضب سے جوابی کاروائی کرتے اسکو جواب دیا تھا۔ماہ پارہ جو تیزی سے وہاں سے جانے لگی تھی۔کہ ایک دم ٹھہر کر اسکی ٹانگیں توڑنے والی بات پر خوفزدہ ہوتے اسے دیکھے گئی۔

باقی سب تو حیرت و صدمے سے زندگی میں پہلی بار غازیان کے انداز اور ماہ پارہ کی تکرار دیکھ رہیں تھیں۔غازیان کے لہجے کو سننے کے بعد ماہ پارہ ناراضگی سے سب کو دیکھ کر روتے ہوئے کمرے کی طرف بھاگ گئی۔۔اسکے جاتے ہی غازیان بھی سر جھٹکے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔۔۔

یہ سب کیا تھا۔۔۔؟؟ان دونوں کے جاتے ہی مشعل بے یقینی سے بولی تھیں۔۔۔

لگتا ہے آنے والے دنوں میں اس گھر میں اب ایک اور طوطا مینا کی چونچ لڑا کرے گی۔۔۔""بیہ ہنستے ہوئے انکو جواب دیتی بولیں تو انکے الفاظ پر باقی سب ہنستے ہوئے دوبارہ اپنی جگہ کی طرف بڑھ گئی تھیں۔۔۔

ناول جنونِ یار

باسم اپنے کیبن میں داخل ہوا تو وہاں نعمان خان کے ساتھ محبت بیٹھی نظر آئی تھی۔

اسلام علیکم چاچو۔۔۔ کیسی ہو گڑیا۔۔۔!! نعمان خان کو سلام کرتے ہوئے باسم جا کر اپنی کرسی پر بیٹھا تو وہ مسکرا کر سر کو جنبش دے گئے۔ جبکہ باسم کے سامنے بیٹھتے ہی محبت پر شوق نظروں سے باسم کے چہرے پر ٹکی ہوئی عینک دیکھنا شروع ہو گئی تھی۔ باسم کاظمی کے خوبرو چہرے پر لگی گلاسز اسے پل بھر میں مبہوت کر چکی تھیں۔ آج پہلی بار وہ اسے گلاسسز میں دیکھ رہی تھی۔۔

ڈاکٹر بھیا اپکو یہ عینک کتنی پیاری لگ رہی ہے نا۔۔۔"محبت نے مہبوت ہوتے اچانک باسم کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے تعریف کر دی تھی۔اسکی اچانک تعریف پر متوجہ ہوتے باسم ہنس پڑا تھا۔نعمان خان بھی بیٹی کی بات ہنسنے لگے تھے۔

یلو کلر کے ڈریس میں گلے میں سٹالر ڈالے وہ سنہری بالوں کی پونی بنائے ہوئے تھی۔جبکہ گود میں اپنی بلی کو اٹھایا ہوا تھا۔۔

باسم نے سر کو خم دیتے اسکی تعریف وصول کی تو وہ چمکتی آنکھوں سے مسکراتے ہوئے اسے دیکھتی چلی گئی۔

خیریت تھی چاچو آپ لوگ یہاں پر۔۔۔؟؟ باسم نے نعمان خان کی طرف دیکھتے ہوئے یہاں ہاسپیٹل آنے کا مقصد جاننا چاہا۔ڈاکٹر رامین کے انفارم

کرنے کے بعد وہ سیدھا یہیں پر آ رہا تھا۔ کہ رستے میں اسے پھر رکنا پڑا تھا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی باسم کو انہیں آدھا گھنٹہ انتظار کروانا پڑا تھا۔۔

ہاں برخوردار ہم تو ٹھیک ہیں۔۔! بس ہمارے شیر کی یہ روبی نہیں ٹھیک تو ذرا اسکا چیک اَپ کر دو۔۔۔" باسم کے استفسار کرنے پر نعمان خان نے مسکرا کر محبت کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔۔ جو باسم کے بالکل پلے نہیں پڑا تھا۔۔۔

کیا مطلب چاچو۔۔؟؟ کون روبی۔۔۔۔؟؟ روبی نام پر باسم کی آنکھوں میں نا سمجھی بھرے تاثرات ابھر گئے۔۔۔ بے ساختہ وہ کمرے میں کسی روبی کی تلاش میں نظریں دہرانے لگا تھا۔ محبت جو ابھی تک خاموشی سے انکی گفتگو سن رہی تھی۔۔ کہ ایک دم سے بول پڑی۔۔

ڈاکٹر بھیا یہ روبی ہے۔۔۔!! میری بلی نہیں ٹھیک پلیز اسکو دیکھیں یہ ایسے کیوں ہو گئی ہے۔۔۔" روبی کا جلدی سے تعارف کرواتے ہوئے محبت نے اپنی بلی کو باسم کے ٹیبل پر بٹھا دیا تھا۔ جبکہ باسم تو آنکھیں پھیلا کر نعمان خان کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ جیسے یقین کرنے کی کوشش میں ہو کہ کیا سچ میں وہ اسے جانوروں کا ڈاکٹر سمجھ رہے تھے۔۔۔

ایسے کیا دیکھ رہے ہو۔۔۔؟؟ کرو علاج اب میرے شیر کی روبی کا۔۔۔!! باسم کے آنکھیں پھیلانے کا زرا برابر اثر لیے بنا نعمان خان رعب سے بولتے ہوئے بلی کی جانب اشارہ کرنے لگے۔ جو ٹیبل پر بیٹھتے ہی آنکھیں بند کر چکی تھی۔ محبت کی روبی سچ میں بہت سست نظر آ رہی تھی۔ اسے اتنا سست دیکھ کر محبت پریشانی سے خود میں ہلکان ہوتی جا رہی تھی۔۔

چاچو یار کیوں میری reputation کا دلیہ بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔۔

کہاں سے میں اپکو جانوروں کا ڈاکٹر لگ رہا ہوں۔۔۔!! یار اس روبی شوبی کو

کسی "veterinarian" کے پاس لے کر جائیں۔ یہاں انسانوں کے

ہاسپٹل میں اسے کیوں لے کر آئے ہیں۔۔ کوئی جانوروں کا ڈاکٹر ہی ان محترمہ

کا گہرائی سے چیک اپ کر سکتا ہے۔۔۔ "

محبت کی کالی بلی کو زرا گھورتے ہوئے باسم نے دہائی دینے والے انداز میں اپنے

چاچو کو تفصیلی جواب دیا تھا۔

یہ کیا بات ہوئی ڈاکٹر بھیا۔۔۔!! آپ کیسے ڈاکٹر ہیں بھئی۔۔ جو آپ میری

روبی کا علاج نہیں کر سکتے ہیں۔۔۔ ڈیڈ میں بتا رہی ہوں۔ کہ میری روبی کا

علاج یہ ہی کریں گئے۔۔۔" باسم کی بات پر اکھڑتے ہوئے محبت تیکھے لہجے

میں تیزی سے کہہ گئی تھی۔ جبکہ انگلی کا اشارہ مسلسل باسم کی جانب تھا۔ کہ علاج یہیں سے کروانا ہے۔۔۔

گڑیا۔۔۔ میری بات غور سے سنو۔۔۔ "محبت کی ضد پر باسم گہری سانس خارج کرتے ہوئے اسے سمجھانے کی کوشش کرتا کہ جب نعمان خان اسے ٹوکتے ہوئے بول پڑے۔۔۔

برخوردار تم میری سنو۔۔۔! جب میرا شیر کہہ رہا ہے۔ کہ اسکی روبی کا علاج تم ہی کر سکتے ہو۔ تو مطلب اس روبی کا علاج یہیں پر ہو گا۔ گھر سے آتے ہوئے بھی میرے شیر نے مجھے یہیں کہا تھا۔۔ کہ جب ہمارا اپنا فیملی ڈاکٹر موجود ہے تو ہم کیوں کسی اور ڈاکٹر پر پیسے ضائع کریں۔۔ میرا شیر بہت سیانا ہے۔۔۔ اس لئے چپ چاپ علاج شروع کرو۔۔"

اپنی بیٹی کو فخر سے دیکھتے ہوئے نعمان خان یہاں روبی کو لانے کی تفصیل بتا رہے تھے۔ جبکہ لہجہ زرا زور دینے والا تھا۔۔انکے برعکس باسم تو سر پکڑ کر بیٹھ گیا تھا۔اپنے خاندان کے حالات دیکھ کر نجانے کیوں اسے بار بار احساس ہونے لگتا تھا۔۔ کہ اس نے ڈاکٹری پڑھ کر بہت بڑی غلطی کر دی ہے۔۔۔ اپنے چاچو کی باتوں سے اسے کہیں سے بھی نہیں لگ رہا تھا۔ کہ وہ آرمی کے کوئی سیکرٹ ایجنٹ بھی رہ چکے ہیں۔۔

یار چاچو یہ بہت غلط بات ہے۔اگر اپ لوگوں کو فیملی ڈاکٹر کی سہولت موجود ہے۔تو اسکا یہ مطلب تھوڑی ہے

کہ آپ اسکو " All in one " والی آفر میں استعمال کرنا شروع کر دیں۔۔۔"انکی زوروزبردستی پر باسم نے جھنجھلا کر پھر احتجاج کرنے کی کوشش کرنا چاہی تھی۔۔

"ہم کو معلوم ہے۔۔اپنے باپ کو مت سیکھا۔۔۔" باسم کے تاثرات کو بھاڑ میں جھونک کر نعمان خان نے ہونہہ کرتے فوراجواب دے دیا تھا۔اور ساتھ ہی اٹھ کر مس روبی کو دیکھنے کا بھی اشارہ کیا۔۔اس دوران محبت بس فکر مندی سے اپنی سوئی ہوئی روبی کو دیکھ رہی تھی۔۔

نعمان خان کے وارننگ دیتے اشارے پر باسم کو ناچارہ اٹھنا پڑا تھا۔ محبت کو مس روبی کو اٹھا کر بیڈ کی طرف لانے کا اشارہ کرتے باسم خود گلوز پہنے لگا۔ جبکہ محبت تو پیار سے اپنی روبی کو اٹھا کر بیڈ پر لٹا چکی تھی۔۔۔

ڈیڈ میں یہ پردہ آگے کر رہی ہوں یہ لیڈی چیک آپ ہے۔۔۔" نعمان خان کو مخاطب کرتے محبت نے ایڑھیاں اٹھاتے ہوئے پردہ آگے کرنے کی کوشش کی تھی۔۔ جس میں وہ کامیاب بھی ہو گئی تھی۔

ہاں کر لو میرا بچہ۔۔! بلیوں کے بھی اپنے معاملات ہوتے ہیں، پردہ رہنا چاہیئے۔۔ میرا سیانا شیر۔۔" نعمان خان سگریٹ سلگا کر اپنی بیٹی کے ہر عمل کو سراہتے جا رہے تھے۔ باسم تو ان باپ، بیٹی کی گفتگو سنتے حیرانی میں غوطہ زن ہو رہا تھا۔ محبت کے پردہ آگے کرنے سے بے اختیار اسکی آنکھوں کے سامنے وہ مناظر گردش کرنے لگے تھے۔

جب اٹلی کے ہسپتال میں اس بڈھی عورت نے باسم کی عزت پر حملہ کیا تھا۔ وہ سب یاد آتے ہی باسم کاظمی کو جھرجھری سی آگئی۔ سر جھٹکتے ہوئے وہ بیڈ پر

لیٹی ہوئی مس روبی کی جانب متوجہ ہو گیا۔ جو بیڈ پر لیٹتے ہی پھر آنکھیں بند کر گئی تھی۔۔

ڈاکٹر بھیا دیکھیں نا یہ بار بار آنکھیں بند کر لیتی ہے۔۔" روبی کے بار بار سونے پر پریشان ہوتے محبت اسے اپنی بلی کے مسائل سے آگاہ کرنے لگی تھی۔۔

کب سے یہ ایسے کر رہی ہے۔۔۔؟ اسکے بتانے پر باسم نے روبی کو زرا الٹ پلٹ کرتے سرسری سے انداز میں سوال کیا۔ وہ بلی کو غور سے دیکھ رہا تھا۔۔ زیادہ تو نہیں کچھ نہ کچھ تو وہ جانوروں کے بارے میں علم رکھتا ہی تھا۔ کیونکہ اٹلی میں کچھ مہینے انہوں نے بھی بلی کو رکھا تھا۔ اس دوران باسم اسکے بارے میں سٹڈی کرتا رہتا تھا۔

آج صبح سے ہی کر رہی ہے۔۔۔" روبی کو دیکھتے ہوئے محبت نے اسے جواب دیا تو وہ سر کو جنبش دے گیا۔۔ باسم جو اسکے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ کہ تبھی محبت نے بھی اسکو سہلانے کی غرض سے چھونا چاہا تو اسی اثناء میں اسکا ہاتھ باسم کے ہاتھ کو ٹچ ہو گیا۔۔ یہ عمل غیر ارادتاً تھا۔۔ محبت کے لمس پر جہاں باسم کا دل یک دم کانپ اٹھا وہیں وہ کنفیوز ہوتے اپنا ہاتھ تیزی سے پیچھے ہٹا چکی تھی۔ جبکہ باسم کے جسم میں سپارک اٹھنے لگا تھا۔۔ باسم کاظمی اس بدلتی کیفیت میں مبتلا ہوتے بے چینی کا شکار ہونے لگا تو محبت کی نرم و غیر متوقع آواز دوبارہ گونجی۔۔۔

ڈاکٹر بھیا کہیں میری بلی پریگننٹ تو نہیں ہو گئی۔۔۔؟؟ محبت اچانک زرا پوشیدہ انداز میں اسے مخاطب کرتے پوچھنے لگی تو باسم کی گولڈن آنکھیں حیرت و استعجاب سے پھٹ گئیں۔ وہ صدمے سے اسکی طرف دیکھنے لگا تھا۔

جبکہ اسکی نظروں کی تپش پر محبت نے بھی اپنی سنہری آنکھیں اٹھاتے ہوئے اسکی آنکھوں میں جھانکا تو اسکی یہ نرم ادا مقابل کی دھڑکن پھر تیز کرتی چلی گئی۔ باسم اسکی سنہری آنکھوں کی روشنی میں کھونے لگتا کہ تبھی وہ دوبارہ پوچھنے لگی۔۔۔

بتائیں ناڈاکٹر بھیا۔۔۔!! کہیں یہ پریگننٹ تو نہیں ہوگئی۔۔۔؟؟ محبت اسکے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے بول رہی تھی۔ جب باسم ہوش میں آتا سرعت سے اپنی نظروں کا زاویہ بدلتے ہوئے روبی کو دیکھے گیا۔۔

دن میں کتنی بار اسکو کھانا کھلاتی ہو۔۔۔؟ محبت کے خفیہ سوال کو نظرانداز کرتے ہوئے باسم نے سنجیدہ لہجے میں بات کا رخ بدلا تھا۔۔

آں۔۔۔! کھانا تو ہر وقت اسکے سامنے پڑا ہوتا ہے۔اسکا جب دل چاہے یہ کھا لیتی ہے۔۔یا پھر کھاتی رہتی ہے۔۔میں اسکو کباب اور بریانی بھی کھلاتی ہوں۔۔۔

سوچ میں پڑتے ہوئے محبت نے اسکو فخریہ لہجے میں تفصیلی بتائی تھی۔جس کو سن کر وہ تاسف سے سر ہلا چکا تھا۔۔

آپ مجھے بتا کیوں نہیں رہے ہیں۔کہ یہ ماں بننے والی ہے یا نہیں۔۔۔؟! باسم کو جواب میں خاموش دیکھ کر محبت نے اپنا سابقہ سوال پھر دہرایا تو باسم بوکھلا کر پہلو بدلنے لگا۔اب کیا وہ بلیوں کی پریگننسی بتانے کے لیے رہ گیا تھا۔

ایسا کچھ بھی نہیں گڑیا۔۔""ڈھکے چھپے الفاظ میں باسم نے بنا اسکی طرف دیکھے انکار کیا تو محبت کا چہرہ ایک دم بجھ گیا۔۔

پر کیوں نہیں ہے ڈاکٹر بھیا۔۔۔!! میں تو اسکو کہتی بھی رہتی ہوں۔ کہ جس مرضی بلے کے ساتھ شادی کر لے۔۔ پھر ابھی تک یہ ماں کیوں نہیں بنی۔۔۔؟؟ انکار سنتے ہی محبت فوراً سے اپنی روبی کو افسوس سے دیکھنے لگی۔ جیسے اسکے کسی بھی بلے کو نہ پٹانے پر بہت افسوس ہو رہا ہو۔۔ دوسری طرف نا چاہتے ہوئے بھی باسم کے حلق سے قہقہ باہر نکلنے کو بے تاب ہوا تھا۔۔

اچھا۔۔۔!! ویسے تم اپنی بلی کی شادی کیوں کرنا چاہتی ہو۔۔؟؟ اپنی ہنسی ضبط کرتے ہوئے باسم نے اچانک سوال کر دیا۔ ایک دم سے اسے محبت کی باتوں میں دلچسپی ہونے لگی تھی۔ اس لئے وہ جاننا چاہ رہا تھا۔

یہ اکیلی اکیلی پھرتی رہتی ہے ڈاکٹر بھیا۔۔! اسکی تنہائی مجھے اچھی نہیں لگتی۔ تو اس لئے بس میں چاہتی ہوں، کہ یہ اپنا گھر بسا لے۔۔ "محبت نے کافی سنجیدگی و

سمجھداری سے جواب دیا تھا۔ جبکہ اسکے تنہائی والے لفظ پر باسم کا ناچاہتے ہوئے بھی قہقہ حلق سے باہر ابل چکا تھا۔ پردہ ہٹاتے ہوئے وہ باہر نکلا تو اسے ہنستے دیکھ کر نعمان خان سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔۔۔

انکی سوالیہ نظروں کو نظرانداز کرتے ہوئے باسم انہیں بتانے لگا تھا۔۔ کہ انکی روبی کو کچھ بھی نہیں ہوا ہے۔ بس overeating کی وجہ سے وہ سستی کا شکار ہوئی پڑی ہے۔

ڈنر کا وقت تھا تو سب ہی ٹیبل پر آکر بیٹھ رہے تھے۔ جبکہ سربراہی کرسی پر اب سلطان احمد خان موجود ہوتے تھے۔ جب سب بیٹھ گئے تو بے اختیار انکی

نظریں فاتح کی تلاش میں گھومیں تھیں۔ کیونکہ شہرام کے ساتھ والی کرسی کل سے خالی نظر آرہی تھی۔

وہ شہرام کو مخاطب کر کے کچھ پوچھ پاتے کہ تبھی کبیر خان کی بھاری آواز ٹیبل پر گونجی۔۔

مورے ماہی کہاں ہے۔۔۔؟ ماہ پارہ کی جگہ کو خالی دیکھ کر کبیر نے سنجیدہ انداز میں اپنی ماں کو اچانک مخاطب کیا۔ اسکے مخاطب کرنے پر بے اختیار سب ہی متوجہ ہو گئے۔ جبکہ غازیان پاشا ہونٹ کا کونہ دبا چکا تھا۔ باسم نے غور کرتے ہوئے اسکی یہ حرکت نوٹ کی تھی۔

ناراض ہو کر اپنے کمرے میں بند بیٹھی ہے۔۔۔"علیزے خان نے بھی بیٹے کی طرح سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے اسے بتایا تھا۔جو سب کو متوجہ کرنے کے ساتھ ساتھ حیران بھی کر چکا تھا۔۔

کیا مطلب ناراض ہو کر خانم۔۔۔!! کس بات پر وہ ناراض ہے۔۔؟؟اپنی خانم کی طرف دیکھتے ہوئے اس بار سلطان احمد خان بھی بے چینی سے بولے تھے۔وہ فاتح کی خالی جگہ کو نوٹ کر رہے تھے۔پر یہاں تو انکی بیٹی بھی آج موجود نہیں تھی۔۔

کچھ نہیں خان۔۔۔!آج شام میں اسے غازی نے زرا سا ڈانٹ دیا تھا۔تو بس اس لئے تب سے ناراض ہو کر اپنے کمرے میں بند ہے۔۔"علیزے خان بالکل نارمل انداز میں بتاتے ہوئے بولیں تو سب کی گردنیں میکانکی طور پر

غازیان کی طرف گھوم گئیں۔ جوانجان بنتا کھانا کھا رہا تھا۔۔ جبکہ باسم کو اس پر شدید تپ چڑھی تھی۔ وہ ہی نہیں بلکہ فارس بھی اب اسے گھور رہا تھا۔۔

مورے اپکو ہمیں بتانا چاہیئے تھا۔ کہ وہ ناراض ہے۔ ہم سب یہاں پر بیٹھے ہیں۔ اور وہاں میری شہزادی ناراض ہو کر اپنے کمرے میں بند ہے۔ اور ہمیں خبر بھی نہیں ہے۔ اپکو پتہ بھی ہے کہ وہ ان معاملوں میں کتنی sensitive ہے۔۔۔۔ "

ماں کو خفگی سے دیکھتے ہوئے کبیر خان فورا اپنی چیئر سے اٹھ کھڑا ہو گیا۔۔ تاکہ ماہ پارہ کو اسکے کمرے سے لا سکے۔ فلحال اس نے غازی کے ڈانٹنے والی بات پر غور نہیں کیا تھا۔ سلطان بھی اپنی خانم کو اب ناراضگی سے دیکھنے لگے تھے۔

جنہوں نے بتانا تک ضروری نہیں سمجھا تھا۔۔۔کبیر بنا وقت ضائع کیے اوپر اپنی بہن کو لینے کے لیے جا چکا تھا۔

خان آپ مجھے نہ ایسے دیکھیں۔۔! آپکی شہزادی اگر کسی صحیح بات پر بلاوجہ ناراض ہو کر بیٹھ جائے گی۔تو میں بالکل بھی اسکے نخرے نہیں اٹھانے والی ہوں۔۔۔۔"علیزے اپنے خان کے خفگی سے دیکھنے پر وضاحت کرتے بول رہیں تھیں۔غازیان بالکل چل انداز میں اپنی بڑی ماما کو داد دینے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔جیسے انکا یہ موقف بہت پسند آیا ہو۔۔۔

تمہیں پھر کیا تکلیف ہوئی تھی غازی۔۔؟ منع کیا تھا نہ میں نے تمہیں ماہی کو ڈانٹنے سے۔۔۔"سب باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے فارس نے اچانک غازیان کو بارعب لہجے میں مخاطب کیا تھا۔جبکہ لہجہ زرا کڑا ہوا تھا۔غازیان جو

اپنی مستی میں کھانا نوش فرما رہا تھا۔ کہ اچانک بڑے بھائی کے تیور دیکھتے ہوئے گڑ بڑا کر رہ گیا۔۔اسکے گڑ بڑانے پر باسم اسے طنزیہ انداز میں دیکھ گیا۔ صاف مطلب تھا۔ جیسے پوچھنا چاہ رہا ہو کہ نکل گئی بیرسٹر صاحب کی ساری ہیکڑی۔۔۔

بھائی میں نے بالکل بھی بلاوجہ نہیں ڈانٹا ہے۔ وہ جس لاپرواہ حلیے میں پچھلے لان میں کھڑی تھی۔ وہاں کوئی بھی ملازم جا سکتا تھا۔۔اس لئے صرف اسے سمجھایا ہے۔ کہ آئندہ دھیان رکھے۔۔"فارس کے مسلسل غصے سے دیکھنے پر غازیان نے سنجیدگی سے مختصر کرتے اپنے ڈانٹنے کی وجہ بیان کی۔ سب غور سے اسکے تاثرات دیکھ رہے تھے۔ جو ایک دم سے سپاٹ ہو گئے تھے۔

کوئی ابھی کچھ بولتا جب کبیر ماہ پارہ کو بازو کے حصار میں لیے واپس آیا۔اسکے روئے روئے چہرے اور سرخ نیلی آنکھوں کو دیکھ کر سب تشویش کا شکار ہو گئے تھے۔پتہ نہیں وہ کس قدر روتی رہی تھی۔جو ایسے حالت بنائی ہوئی تھی۔

ماہ پارہ کی حالت دیکھ کر غازیان کا دل ایک دم سے کٹ کر رہ گیا تھا۔وہ بے قرار ہوتے اسکی نیلی آنکھوں کے صدقے ہو گیا۔جن کو زرا سا اٹھا کر وہ پھر وہ جھکا گئی تھی۔جبکہ لب ایک دوسرے میں سختی سے پیوست تھے۔۔اسکا ڈریس بھی اب پہلے سے بدلا ہوا تھا۔اس وقت وہ بلو کلر کے ڈھیلے ڈھالے کرتے اور ٹراؤزر پہنے ہوئے تھی۔اور دوبٹہ بھی سر پر جما ہوا تھا۔۔

میرا بچہ یہاں میرے پاس بیٹھے گا۔۔۔"ماہ پارہ کو اپنے اور فارس کے درمیان بٹھاتے ہوئے کبیر نے بے ساختہ اسکے سر پر ہونٹ رکھ دیے۔ جبکہ سلطان تو بیٹی کی حالت دیکھ کر پریشان ہو گئے تھے۔۔بہت مشکل سے وہ اسے منا کر یہاں پر لایا تھا۔ورنہ وہ ضد پر آچکی تھی۔

کہ کسی صورت بھی نیچے نہیں جائے گی۔ کیونکہ وہ ناراضگی میں باقیوں کی طرح شور مچانے والوں میں سے نہیں تھی۔ وہ جب بھی کسی سے ناراض ہوتی تھی۔ تو ایسے ہی چپ سادھ لیتی تھی۔ یا پھر منانے کی صورت میں ضد پر آجاتی تھی۔ ماہ پارہ کی یہ عادت بالکل اپنی ماں پر تھی۔ بیٹی کو خود سے لاتعلقی اختیار کرتے دیکھ کر علیزے خان کو بھی احساس ہونے لگا تھا۔ کہ وہ اپنی نازک دل بیٹی کو کچھ زیادہ ہی ڈانٹ چکی ہیں۔

کبیر تم رہنے دو میں اپنے بچے کو خود کھانا کھلاتا ہوں۔۔!! کبیر جو ماہ پارہ کو نوالہ کھلانے والا تھا۔ کہ فارس نے جلدی سے اسے ٹوکتے ہوئے خود نوالہ بنا کر ماہ پارہ کے منہ کے آگے کر دیا۔

ماہ پارہ نے زرا کی زرا نظریں اٹھا کر بڑے بھائی کی طرف دیکھ کر منہ کھولا تو اسکی نیلی آنکھوں میں چمکتی ہوئی نمی کو دیکھ کر فارس کی برداشت یک دم جواب دے گئی۔ماہ پارہ کو کھلاتے ہوئے اس بار اس نے تیش سے دوچار ہوتے غازیان کو مخاطب کیا تھا۔۔۔

تمہارے ڈانٹنے کی وجہ جو بھی ہو غازی۔۔۔!پر آیندہ میں تمہارا ماہی کے ساتھ اس قدر رو ڈاور غصہ بھرا رویہ نا دیکھوں۔۔۔!یہ میری اپنے لئے لاسٹ

وارننگ سمجھنا۔۔۔" سرد لہجے میں بولتے ہوئے فارس نے غازیان کو دیکھا تھا۔ جس نے بڑے بھائی کی نظروں پر فوراً آنکھیں جھکالی تھیں۔

بے شک ماہ پارہ کی حالت دیکھتے ہوئے اس وقت اسے خود پر بھی غصہ آرہا تھا۔ شام کے وقت وہ غصے میں پاگل ہو گیا تھا۔ ٹیبل پر ماحول اچانک تناؤ کا شکار ہو چکا تھا۔۔ماہ پارہ نے اداس ہوتے فارس کے کندھے پر سر ٹکادیا۔اس وقت وہ کسی سے بھی بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔اس لئے چپ چاپ فارس کے ہاتھوں سے کھانا کھارہی تھی۔ مینشن میں وہ سب سے چھوٹی تھی۔اس لئے لاڈلوں کی سردارنی بھی تھی۔سب ہی اسکے لاڈ اٹھاتے نہیں تھکتے تھے۔

فاتح کہاں ہے۔۔۔؟ وہاج صدیقی نے شہرام کی طرف دیکھتے ہوئے استفسار کرنا چاہا تھا۔۔ سلطان کے سوال کرنے سے پہلے ہی وہاج صدیقی پوچھ گئے۔۔۔

فاتح۔۔۔!!! سب کی سوالیہ نظروں پر گڑبڑا کر شہرام زرا مسکراتے ہوئے بولنے کی کوشش کرنے لگا۔۔ اس اچانک افتاد پر اسے کچھ سمجھ ہی نہیں آرہی تھی۔ کہ کیا جواب دے۔۔۔

جی فاتح۔۔ ہم اسی فاتح کے بارے میں سوال کر رہے ہیں۔۔ جن کے ساتھ آپ ہر وقت پائے جاتے ہیں۔۔۔! کہاں ہیں آپکے وہ نکمے بھائی۔۔۔؟ سنان مصطفیٰ بالکل شہرام کے سے انداز میں ترکی باتر کی بولے تھے۔۔۔ دوسری طرف شہرام جو پہلے ہی کچھ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ کہ کیا جواب دے۔ اب سنان

مصطفیٰ کے طنز پر پہلے سے بھی زیادہ پھنس گیا تھا۔۔وہ تیزی سے بڑے بھائیوں کی طرف مدد طلب نظروں سے دیکھنے لگا۔۔

فاتح ہمارے کسی کام سے گیا ہوا ہے۔ایک دو دن تک واپس آجائے گا۔۔۔" کبیر خان نے بیچ میں مداخلت کرتے کھانا کھاتے ہوئے انکو آگاہ کیا۔تو اسکے جواب دینے پر شہرام لمبی سانس خارج کرتے تشکر بھری نظروں سے بڑے بھائی کو دیکھ گیا۔

کس کام سے بھیجا ہے۔۔اور کہاں بھیجا ہے۔۔۔؟؟ضرار پاشا نے نظریں اٹھاتے ہوئے دوبدو لہجے میں کبیر خان سے سوال کیا تھا۔۔

ہے ایک پرسنل کام چھوٹے بابا۔۔۔"ضرار پاشا کے سوال کا لاپرواہی سے جواب دیتے ہوئے کبیر ہنوز اپنے کھانے پر جھکا رہا۔ باقی سب غور سے انکی گفتگو سن رہے تھے۔

زرا دھیان رکھنا کہ کہیں تمہارا پرسنل کام فاتح سلطان بڑھانہ دے۔۔۔۔

عیس ہمدانی جو ابھی تک خاموش تھے۔بے اختیار زو معنی انداز میں سمائل پاس کرتے ہوئے اچانک بولے تو بلیک گینگ انکو گھور کر رہ گئی۔ جبکہ انکے طنز پر کبیر اور فارس نے تیزی سے آپس میں نظروں کا تبادلہ کیا تھا۔

تجھے تکلیف کیا ہے۔۔۔؟ کیوں سر پھرے گھوڑے کی طرح ماہی کے پیچھے پڑ چکا ہے۔۔"۔ باسم تیز نظروں سے اس سگریٹ پیتے انسان کو دیکھ رہا تھا۔ جو اس وقت بے حد سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔۔

ڈنر کرنے کے بعد وہ واک کرنے کے لئے باہر آئے ہوئے تھے۔ ابھی کچھ دیر میں باقی سب بھی پہنچنے والے تھے۔ فاتح چونکہ یہاں پر موجود نہیں تھا۔ اس لئے وہ سب اسکے بنا اداس سے تھے۔ کسی ایک کی بھی غیر موجودگی ان سب کو ایسے ہی اداس کر دیتی تھی۔

مجھے اسکا ایسا حلیہ اور ڈریسنگ کسی صورت بھی برداشت نہیں ہے بس۔۔۔" غازیان نے منہ سے سگریٹ کا دھواں اڑاتے ہوئے بے تاثر لہجے میں جواب دیا۔ اندر ہی اندر اسکا دل ان لال ڈوروں والی نیلی آنکھوں کو یاد کرتے شدید

بے قراری میں مبتلا ہو رہا تھا۔ پر ابھی وہ چاہ کر بھی کچھ کر نہیں سکتا تھا۔ اس لئے سرد سانس خارج ہوئے سگریٹ کے دھوئیں میں خود کو پر سکون کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ پر آج یہ سگریٹ بھی بس اسکا دل جلا رہا تھا۔

تم پاگل ہو گئے ہو کیا غازی۔۔۔؟؟ وہ شروع سے ایسی ڈریسنگ کرتی آئی ہے۔ اب اگر تمہاری نظریں بدل گئیں ہیں، تو اسکا یہ مطلب تھوڑی ہے۔ کہ وہ بدل جائے گی۔۔۔ جانتے بھی ہو کہ وہ بڑے باب کی کس قدر لاڈلی ہے۔ شکر مناؤ، جو کبیر بھائی اور بڑے بابا سے تمہاری شامت نہیں آئی۔۔ فضول میں اسکو اتنا رولا دیا ہے سالے۔۔۔۔۔"

باسم شرم دلانے والے انداز میں اسے سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ جبکہ ماہ پارہ کے اتنا رونے پر وہ خود بھی کچھ اچھا محسوس نہیں کر رہا تھا۔ انکے گھر میں

آج تک کسی نے بھی لڑکیوں کی ڈریسنگ پر نکتہ چینی نہیں کی تھی۔پر اسکی سمجھ سے باہر تھا۔کہ اچانک بیرسٹر غازیان کو کونسا دورہ پڑنے لگا ہے آخر۔۔۔۔

وہ پہلے جیسی بھی ہو باسم۔۔پر اگر اب غازیان پاشا کی نظروں میں وہ سما گئی ہے۔تو میں ہرگز بھی برداشت نہیں کروں گا، کہ اسکے بال پر بھی کسی غیر مرد کی نظر پڑے۔

ورنہ دوسری صورت میں غازیان پاشا اسکی سانسیں روکنے میں زرا دیر نہیں لگائے گا۔۔۔" باسم کی سب باتوں کو جھٹلاتے ہوئے وہ اپنی ازلی ضدی انداز میں جنون سے بول گیا تھا۔جبکہ سرمئی آنکھیں یک دم دہکنے لگیں تھیں۔

باسم تو تعجب سے اسکے بدلے بدلے انداز ملاحظہ کر رہا تھا۔۔۔

کس کی سانسیں روکنے کی بات ہو رہی ہے بھئی۔۔۔"ارسل اور ایشام جو جوس پیتے ہوئے اسی طرف آرہے تھے۔۔کہ ساختہ قریب آتے ہوئے یک زبان ہوتے پوچھ گئے۔کیونکہ وہ غازیان کی تیز آواز سن چکے تھے۔

آجاؤ آجاؤ۔۔۔تم لوگ خود پوچھ لو اپنے بھائی سے۔۔آخر تم لوگوں کے بیرسٹر بھائی کو محبت جو ہو گئی ہے۔۔۔اس لئے یہ ایسی باتیں کر رہے ہیں۔۔۔۔

انکے استفسار کرنے پر یک دم بات کا رخ موڑتے ہوئے باسم نے انکے سر پر دھماکا کیا تو وہ حیرانی سے آنکھیں پھیلا کر انکو دیکھ گئے۔۔اپنی اپنی جگہ پر وہ دونوں جوس پیتے ہوئے بے یقینی سے سٹل ہوتے چلے گئے تھے۔۔دوسری

طرف غازی نے آنکھیں گھماتے ہوئے انکی سستی ایکٹنگ کو نظر انداز کرتے اپنا سگریٹ پینا جاری رکھا تھا۔۔

کون ہے وہ لڑکی۔۔۔؟ کس سے محبت ہوئی ہے ہمارے غازی صاحب کو۔۔۔؟؟ تیزی سے ہوش میں آتے وہ دونوں پر شوق نظروں سے غازی کو دیکھتے ہوئے پوچھنے لگے۔۔ جبکہ لہجہ کافی متجسس ہو گیا تھا۔ جیسے لڑکی کا نام جاننے کی بے حد دلچسپی ہو رہی ہو۔۔۔ انکے چمکتے چہروں کی طرف دیکھ کر باسم مسکراہٹ دباتے ہوئے غازی پر نظر ڈالتے ہوئے انکو لڑکی کا نام بتا گیا۔۔۔۔

"ماہ پارہ خان۔۔۔" باسم کاظمی کے نام بتانے کی دیر تھی۔ جب ایشام اور ارسل کے منہ سے جوس فوارے کی صورت میں باہر نکلا تھا۔۔۔

Scene will continue

ناول: جنونِ یار

ارسل اور ایشام ایک دم سے شاکڈ ہوتی نظروں سے انکو دیکھ رہے تھے۔ جیسے یقین کرنے کی کوشش میں ہوں۔۔ باسم کو انکی ششدر حالت پر ہنسی آرہی تھی۔ جبکہ غازیان تو بس تاسف نظروں سے انکا میلو ڈارمہ دیکھ رہا تھا۔

ابھی وہ اپنی ششدر حالت میں گم ہی تھے۔ جب شہرام بھی فون پر بات کرتے ہوئے انکی طرف آتا دیکھائی دیا۔۔ وہ کال پر فاتح سے بات کر رہا تھا۔ اور ہمیشہ کی طرح فاتح سے بات کرتے ہوئے شہرام کے چہرے اور آنکھوں میں ایک الگ ہی چمک نظر آرہی تھی۔ انکے قریب پہنچ کر شہرام نے فاتح کو خدا حافظ کہتے فون بند کر دیا تھا۔۔۔

ہاں بھئی بتاؤ اور کیا چل رہا ہے۔۔۔؟ موبائل اپنی جینز کی پاکٹ میں رکھتے ہوئے شہرام ان پر نظر ڈالتے ہوئے ارسل کے ہاتھ سے جوس پکڑتے ہوئے پوچھنے لگا۔۔۔

کچھ خاص تو نہیں چل رہا ہے۔ بس انکو ابھی لڑکی کا نام بتایا ہے۔۔۔" ہلکے پھلکے لہجے میں باسم نے اسے اسی کے انداز میں جواب دیا تھا۔

کس لڑکی کا نام۔۔۔! جوس پیتے ہوئے شہرام کے چہرے پر نا فہم سے تاثرات ابھرے۔ جو یقیناً باسم کے الفاظ کا نتیجہ تھے۔۔ باقی سب خاموشی سے انکی گفتگو سن رہے تھے۔ ارسل اور ایشام اب شہرام کا ری ایکشن دیکھنے کے لیے متجسس تھے۔

ارے اسی لڑکی کا نام یار۔ جس سے غازیان صاحب کو محبت ہوئی ہے۔۔۔۔"

باسم نے مزے سے بولتے ہوئے اس بار شہرام کے سر پر دھماکا کیا تو وہ آنکھیں پھیلا کر غازی کو دیکھ گیا۔۔

کس سے محبت ہوئی ہے اسکو۔۔۔"جوس کا گھونٹ بامشکل نگلتے ہوئے شہرام نے ششدر رہوتے جلدی سے سوال کیا۔اور اس کے اسی سوال کا تو وہ انتظار کر رہے تھے۔

ان جناب کو ماہ پارہ خان سے محبت ہوئی ہے۔۔۔"اپنی گولڈن آنکھیں ٹمٹماتے ہوئے باسم نے اسے بھی لڑکی کا نام بتایا تو شہرام جو جوس کا گھونٹ لے رہا تھا۔ کہ بے اختیار ارسل اور ایشام کی طرح اسکا جوس بھی فوارے کی

صورت میں باہر نکل آیا۔اور نہ صرف باہر نکلا تھا۔بلکہ شہرام علی کو اچھو بھی لگ چکا تھا۔

اسکی حالت پر باسم کا قہقہ گونجنے لگا۔تو ارسل اور ایشام اپنا اپنا صدمہ بھلا کر نارمل ہوتے چلے گئے۔کیونکہ وہ اپنا صدمہ شہرام علی میں منتقل کر کے نارمل ہو چکے تھے۔ارسل اب ایشام سے جوس پکڑ کر پی رہا تھا۔تو شہرام کھانسی کو بامشکل روکتے ہوئے غازیان کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھنے لگا۔جوان بندروں کی ایک کے بعد ایک ایکٹنگ پر بس بے زاری سے نظریں گھما رہا تھا۔۔

سالوں اتنا واحیات ری ایکشن تو تم لوگ ایسے دے دے ہو۔جیسے خدانخواستہ میں نے کسی دوسری دنیا کی مخلوق سے محبت کر لی ہو۔۔ماہ پارہ خان تم لوگوں

کی کزن ہی ہے شاید۔۔۔"غازیان سگریٹ پیتے ہوئے ایک دم تیز لہجے میں بول کر آخر میں دانت پیس گیا تھا۔لہجہ بے حد جتانے والا تھا۔جیسے یاد دلا رہا ہو۔کہ ماہ پارہ انکی کیا لگتی ہے۔۔۔۔

خبیث انسان بڑے بھائیوں سے چھپ کر سگریٹ پینے کی اس عادت پر تجھے جوتے پڑنا تو پہلے ہی کنفرم ہے۔پر پہلے یہ بتا،یہ کانٹ کرتے ہوئے تجھے اپنی شہادت کا خیال نہیں آیا تھا۔۔۔"شہرام جوس کی بوتل پرے پھینکتے ہوئے ایک کے بعد ایک طنز کرنا شروع ہو گیا۔۔۔جبکہ غازیان کو انکے اس ری ایکشن سے الجھن ہو رہی تھی۔۔۔

پھر شہری کیا کہتے ہو۔۔؟اسکی شہادت کنفرم سمجھ کر کسی قریبی قبرستان میں جگہ بک کرلیں۔۔۔"ارسل بھی اسکی بات اچکتے ہوئے پوچھنے لگا تو باسم اور ایشام قہقہ لگاتے چلے گئے۔۔۔

کمینوں کیا تکلیف ہے۔۔۔؟سیدھی طرح بکواس کرو،جو بھی کہنا ہے۔۔۔" انکی مسلسل چھیڑ خانی پر غازیان سگریٹ نیچے پھینکتے ہوئے آخر کار چڑ گیا۔۔۔

تکلیف ہمیں ہے یا پھر تجھے کوئی خاص قسم کی تکلیف ہوئی تھی۔جو تو نے سلطان احمد خان صاحب کی شہزادی سے دل لگانے کی جرآت کرلی ہے۔ہائے یہ وہی ماہ پارہ خان ہے نا یاروں۔۔۔!!!جس کے دو اکھڑے بھائی کبیر خان اور فاتح سلطان بھی ہیں۔۔۔ "

ایشام نے اسکی حالت پر مصنوعی افسوس کرتے ہوئے آخر میں جان بوجھ کر غازیان کو ڈارنے کی کوشش میں انہیں مخاطب کرتے پوچھنے لگا۔ تو وہ سب اچھے بچوں کی طرح اثبات میں سر ہلاتے چلے گئے۔ جبکہ "کبیر خان" کے نام پر تو غازیان صاحب بھی دانتوں تلے لب دباتے گئے تھے۔ آخر کار دل روکنے کے لیے بڑے بھائی کا نام ہی جو کافی تھا۔۔

یہ سب چھوڑو اصلی دھماکے سے تو بیرسٹر صاحب ابھی تک بے خبر ہی ہیں۔۔۔ "اپنی ہنسی کو یک دم بریک لگاتے ہوئے شہرام نے اچانک سنجیدگی اختیار کرتے سسپنس بنایا تھا۔۔۔

کونسا دھماکا۔۔۔؟ باسم تیزی سے بولا۔۔۔

انکے مکمل طور پر متوجہ ہونے پر شہرام علی بے نیازی سے کندھے اچکاتے ہوئے انکو بتانا شروع ہوا تو غازیان پاشا کا دل رکتا ہی چلا گیا۔۔۔

ڈیڈ۔۔۔!!! محبت نے گھر میں داخل ہوتے ہی پکارنا شروع کر دیا تھا۔

میرے شیر میں یہاں ہوں۔۔۔!! محبت کی پکار کا جواب دیتے ہوئے نعمان خان بھی اونچی آواز میں بولے تھے۔لاونج کی طرف سے انکی آواز سنتے ہوئے محبت جلدی سے انکی طرف بڑھ گئی۔آج چونکہ سنڈے تھا۔

اس لئے نعمان خان گھر پر ہی تھے۔محبت دن کے وقت بلیک مینشن گئی ہوئی تھی۔اور اب شام میں لوٹی تھی۔ہر سنڈے کا دن وہ ماہ پارہ کے ساتھ sculpturing کرتے گزارتی تھی۔یا پھر مٹی سے شوق پورا کرنے کے

بعد وہ دونوں مووی دیکھنے میں مصروف ہو جاتیں تھیں۔ چھوٹے ہونے کی وجہ سے انکی آپس میں اچھی خاصی دوستی تھی۔ آج بھی آدھے سے زیادہ دن وہ ماہ پارہ کے ساتھ گزرا کر آئی تھی۔

محبت لاؤنج میں گئی تو وہاں نعمان خان نیوز دیکھنے میں مصروف تھے۔۔ جبکہ دوسرے صوفے پر بیٹھا ارسل خان اپنے موبائل میں بزی تھا۔۔

ڈیڈ یہ دیکھیں میں نے پارو آپی کی طرح مجسمے بنائے ہیں۔۔۔۔ "ہاتھ پر رکھے چھوٹے چھوٹے مجسموں کو لیے وہ جلدی سے نعمان خان کی طرف بڑھی تو وہ ٹی وی کا والیم کم کرتے اسکی جانب متوجہ ہو گئے۔ جبکہ ارسل بھی انکی جانب متوجہ ہو چکا تھا۔۔ ارسل اٹھ کر جا کر نعمان خان کے ساتھ بیٹھ کر اپنی بہن

کے بنائے ہوئے sculptures دیکھنے لگا تھا۔ جن کو دیکھ کر ہی اسکی آنکھیں تیزی سے صدمے کا شکار ہوتی چلی گئیں تھیں۔۔

ماشاءاللہ میرا شیر ایک دن بہت بڑا "Artist" بنے گا۔۔۔"محبت کے ماتھے کو چومتے ہوئے نعمان خان اسے داد دیتے لہجے میں بولے تو وہ اپنی تعریف پر فوراً اکڑتی چلی گئی۔ جبکہ ارسل شاکڈ ہوتی نظروں سے اپنی بہن کے بنائے ہوئے مجسمے اٹھا اٹھا کر اپنی آنکھوں کے سامنے لہرا تھا۔ جیسے یقین کرنا چاہ رہا ہو کہ آیا اسکی آنکھوں کا کوئی دھوکا تو نہیں ہے۔ یا سچ میں وہ اس اتنے بڑے آرٹسٹ کے بنائے گئے مجسمے صحیح سے دیکھ نہیں پا رہا۔۔۔

ڈیڈ آپکا شیر کوئی مجسمے نہیں بلکہ عجیب سے جانور بنا کر لایا ہے۔۔۔"نعمان خان جو انعام کے طور پر اپنی بیٹی کو پیسے نکال کر دے رہے تھے۔ کہ ارسل آخر کار

فیصلے پر پہنچ کر جلدی سے دانت پیستے ہوئے کہنے لگا۔۔ کیونکہ اسکی بہن جن کو مجسمے بول رہی تھی۔ در حقیقت وہ مجسمے نہیں بلکہ چھوٹے چھوٹے جانور تھے۔ محبت خان مٹی سے ایک بندر، بلی اور چھپکلی بنا کر لائی تھی۔ جن کو اپنے ڈیڈ کو دیکھاتے ہوئے وہ یوں خوش ہو رہی تھی۔ جیسے خدانخواستہ نجانے کتنی بڑی کوئی sculptor ہو۔۔۔

ڈیڈ دیکھ لیں بھیا کیا بول رہے ہیں۔۔۔ "ارسل خان کو اپنے شاہکاروں کی توہین کرتے سن کر محبت شکایت لگاتے بولنے لگی۔۔ تو اسکی شکایت پر نعمان خان اپنے بیٹے کو گھوریوں سے نوازنا شروع ہو گئے۔۔

میں کچھ غلط تو نہیں کر رہا بھئی۔۔۔! یہ سب کہاں سے اپکو تعریف کے قابل لگ رہے ہیں۔۔۔؟ یہ چھپکلی دیکھیں۔۔۔! جو چھپکلی کم کسی ہارر فلم کا نا سمجھ

آنے والا ایلین زیادہ لگ رہی ہے۔اور یہ بندر۔۔۔! قسم سے آج تک دنیا میں ایسا بندر ابھی تک پایا نہیں گیا ہے۔۔جو ماشاءاللہ سے آپکا شیر بنا کر لایا ہے۔۔۔"ارسل اسکے بنائے گئے جانوروں کو ہوا میں لٹکاتے ہوئے ہنستے ہوئے مذاق اڑانے لگا تھا۔جبکہ محبت اپنی بے عزتی پر اب بڑے بھائی کو مسلسل تیکھی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

تم زبان بند رکھو گئے یا پھر میں اپنا کوئی طریقہ آزماؤ۔۔۔؟اگر تم جیسا بد صورت بندر ہمارے گھر میں رہ سکتا ہے۔تو میرے شیر کا بنایا ہوا بندر تو تم سے پھر کئی گنا زیادہ پیارا ہے۔۔۔"اپنی بیٹی کے بگڑے تاثرات دیکھ کر نعمان خان بیٹے کو دھمکی لگاتے چلے گئے تھے۔

دھمکی کے ساتھ ساتھ انہوں نے ارسل خان کی بے عزتی پر بھی ہاتھ صاف کر لیا تھا۔ باپ کے اپنی بے عزتی کرنے پر ارسل خان منہ کھولتے ہوئے انکو دیکھنے لگا۔۔ جبکہ محبت خان اب اتراتے ہوئے باپ کے ساتھ جڑ کر بیٹھ چکی تھی۔ ارسل کو مکمل طور پر نظر انداز کرتے ہوئے محبت کے مٹی سے بھرے ہاتھوں کو تھام کر نعمان خان عقیدت سے چوم رہے تھے۔۔۔

مورے۔۔۔! ! ڈیڈ مجھے دھمکیاں دے رہے ہیں۔۔۔ "انکے پیار پر جیلس ہو کر اپنے بچپن والے انداز میں اچانک لوٹتے ہوئے ارسل نے جلدی سے ماں کو پکار لگائی تھی۔ جو کچن میں کھانا بنانے میں مصروف تھیں۔ اسکے علینہ خانم کو پکارنے پر نعمان خان فورا اسے سلگتی نظروں سے دیکھنے لگے تو بدلے میں ارسل مزے سے کندھے اچکاتے ہوئے اپنی بہن کے بنائے ہوئے شہکار

اٹھا کر کچن کی طرف بڑھ گیا۔تا کہ ماں کو وہ عجوبے دیکھاتے ہوئے ساتھ باپ کی بھی دھمکیاں بتا سکے۔۔

اپنے کمرے میں بیڈ پر وہ بے چینی سے کروٹیں بدل رہی تھی۔ان دنوں وہ جتنی بے چینی کا شکار ہو رہی تھی۔ کہ اب بہار کو اپنی حالت پر رونا سا آنے لگا تھا۔

صرف چند دن کبیر خان کے ساتھ گزرا کر اسے اس گرم حصار کی ایسی عادت پڑی تھی۔ کہ اب ہر رات اس پر بھاری ہو گئی تھی۔

واپس آنے کے بعد کبیر خان دوبارہ اسکے نزدیک نہیں آیا تھا۔پر کھانے اور ناشتے کے وقت وہ اسے نظروں کے حصار میں ضرور رکھتا تھا۔ بہار اسکی سلگتی

نظروں پر ہمیشہ آنکھیں جھکائے رکھتی تھی۔ پر وقتاً فوقتاً اسکی نظر جب بھی کبیر خان کی طرف اٹھتی تھی۔ تو وہ پہلے سے ہی اسے دیکھ رہا ہوتا تھا۔ اسکے مسلسل یوں دیکھنے پر ہر بار وہ گھبرا کر پلکیں گرا لیتی تھی۔ لیکن اپنے اس بدلے دل پر وہ اب بہت پریشان ہو چکی تھی۔

رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ پر ہر رات کی طرح نیند آج بھی اسکی آنکھوں سے دور تھی۔ دو دنوں سے وہ نیند کی گولی لے کر سو رہی تھی۔ پر آج ایسے سونے پر بھی اسکا من نہیں تھا۔ اس لئے بھاری ہوتے دل کے ساتھ ایک دم اٹھ بیٹھی۔۔۔۔ وائٹ کلر کے نائٹ سوٹ میں وہ اداس سی معلوم ہو رہی تھی۔ کالے نین بجھے بجھے سے تھے۔ جبکہ حسین سراپے کا حسن بھی سوگوار سا ہو رہا تھا۔

بیڈ سے نیچے اتر کر بہار تھکے تھکے قدم اٹھاتے ہوئے جا کر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ آئینے میں خود کی حالت دیکھتے ہوئے نجانے کیوں اسکا دل ایک دم خود می۔ جکڑنا شروع ہوا تھا۔ کسی انجانے احساس میں الجھتے ہوئے اسکے کالے نین اچانک بھیگنا شروع ہو گئے تھے۔

اسکا دل کبیر خان کی آغوش میں سمانے کو مچل رہا تھا۔۔ پر اپنی اس چاہ پر وہ نا سمجھی کا شکار ہونے کے ساتھ ساتھ بے بس بھی تھی۔ اس لئے لمبی سانس خارج کرتے ہوئے کیچر میں قید بالوں کو آزاد کرتی چلی گئی۔۔

بالوں کو آزاد کرنے کے بعد اس نے چہرہ اوپر اٹھالیا۔ تاکہ خود کو کمپوز کر سکے۔ پر جب کئی منٹ گزر جانے کے بعد بھی اسکی حالت میں کوئی سدھار نہ آیا تو ضبط کا دامن چھوڑتے ہوئے آئینے کے سامنے سے ہٹ گئی۔

بھاری سانس خارج کرتے ہوئے گل بہار بنا سوچے سمجھے کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔۔

پشت پر بالوں کو کھولے وہ ننگے پاؤں چلتے ہوئے کبیر خان کے کمرے کی جانب جانے لگی۔ تیزی سے اپنا پورشن کراس کرتے ہوئے اسکی آنکھوں سے آنسو بہنا شروع ہو گئے تھے۔ جن کو ساتھ ساتھ وہ بے دردی سے ہاتھ کی پشت کی مدد سے صاف کر رہی تھی۔ اس وقت سب اپنے کمروں میں بند تھے۔ اس لئے ہر طرف خاموشی سی چھائی ہوئی تھی۔ بلیک مینشن میں سفید روشنیوں کو بند کر دیا تھا۔ ہر طرف نائٹ ٹائم بلب روشن تھے۔ جن کی ہلکی ہلکی روشنی میں بہار قدم اٹھا رہی تھی۔

سلطان احمد خان کے پورشن میں داخل ہو کر وہ بھاگتے ہوئے سیڑھیاں چڑھنے لگی۔ کیونکہ اوپر ہی کبیر خان کا کمرہ تھا۔ کبیر کے ساتھ ساتھ ماہ پارہ اور فاتح کے کمرے بھی وہیں پر تھے۔ جبکہ علیزے اور سلطان نیچے اپنے کمرے میں تھے۔ سب ہی انجان تھے۔ کہ معصوم سی گل بہار آج پہلی بار خود کبیر خان کے کمرے کی طرف جا رہی تھی۔۔ جبکہ اس آتش فشاں حسن کے ساتھ وہ جس کی طرف بڑھ رہی تھی۔ وہ بھی اسکی آمد پر یقیناً بے خبر تھا۔ ورنہ اپنی معصوم بلی کو خود کے لئے تڑپتے ہوئے وئے دیکھ کر شاید وہ اپنا آپ ہی اسکے سر پر سے وار دیتا۔۔

فاتح اور ماہ پارہ کے کمرے کے سامنے سے گزرتے ہوئے وہ کبیر خان کے کمرے کے سامنے آکر بے اختیار رک گئی۔ خوبصورت کالے نینوں سے ابھی بھی آنسو رواں دواں تھے۔۔

ایک بار پھر بے دردی سے اپنے آنسو مٹاتے ہوئے وہ بنا کچھ سوچے سمجھے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔

اسکے برعکس کبیر خان اپنے بیڈ پر آنکھوں پر بازو رکھے سیدھا لیٹا ہوا تھا۔ کمرے میں ابھی بھی لائٹ آن تھی۔ بہار کی طرح راتیں اس پر بھی مشکل ہی گزر رہیں تھیں۔۔ پر وہ صبر کرنے پر مجبور تھا۔ اپنی معصوم بلی کو سوچتے ہوئے ابھی تھوڑی دیر پہلے اسکی آنکھ لگی تھی۔

پر وہ انجان تھا کہ اسکے کمرے میں اسکا پسندیدہ وجود خود چل کر آیا ہے۔ بہار کے خیالوں میں گم وہ آج لائٹ بند کرنا بھی بھول گیا تھا۔

کمرے میں داخل ہو کر باہر دھیرے دھیرے قدم اٹھاتے ہوئے اسکی طرف بڑھنے لگی۔۔ کبیر خان پر نظر پڑتے ہی ہمیشہ کی طرح اسکا ننھا سا دل سہم چکا

تھا۔۔پر پچھلے دنوں کی قربت کا شاید اثر تھا۔ کہ وہ ہمت کرتے آگے بڑھ رہی تھی۔ جبکہ کبیر خان اسکی موجودگی سے یکسر بے خبر تھا۔۔

بہار چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے ہوئے بالکل بیڈ کے نزدیک آکر کھڑی ہو گئی۔۔قریب آکر وہ سٹل ہوتے کبیر خان کے لمبے چوڑے وجود پر نظر دہرانے لگی تھی۔پر اسکی وحشت زدہ آنکھوں اور کٹ کو بازو کے نیچے چھپے دیکھ کر اسکا کمزور سا دل ایسے دھڑکنے لگا کہ بہار کو بے ساختہ اسکے دھڑکنے کی آواز اپنے کانوں میں سنائی دیتی معلوم ہوئی۔۔

اسکی آغوش میں چھپ کر سونے کی خواہش ایک بار پھر انگڑائی لے کے بیدار ہوئی تو بہار جھک کر سائیڈ سے زرا سا کمبل ہٹانے لگی۔تاکہ وہاں لیٹ سکے۔

لیکن ابھی اسکے کمبل کو ٹچ کرنے کی دیر تھی۔ کہ کسی انوکھے احساس کے تحت کبیر خان ایک دم سے جاگ گیا تھا۔

آنکھوں سے بازو ہٹاتے ہوئے اس نے دیکھا تو سامنے ہی بہار کو کھڑے دیکھ کر اسکی آئس بلو آنکھیں لمحہ بھر میں استعجاب سے بڑی ہوتی چلی گئیں۔ اسکے ایک دم سے جاگنے پر بہار اپنی جگہ پر اچھلتے ہوئے رہ گئی تھی۔۔۔

وہ بے یقینی کی سے کیفیت میں مبتلا ہوتے اسے اپنے کمرے دیکھ رہا تھا۔ کہ گل بہار کی میٹھی سی آواز نے اسے تیزی سے ہوش میں لا پٹخا۔۔۔

بیر میں۔۔۔ یہاں آپ کے۔۔ پاس سو جاؤں۔۔۔؟ ہونٹ مڑوڑتے ہوئے وہ معصومیت سے گویا ہوئی تو کبیر خان کو دوسرا جھٹکا دیتی چلی گئی۔ کبیر خان

کے کوئی بھی جواب دینے سے پہلے ہی بہار نے خود کمبل ہٹا کر بیڈ پر لیٹ کر اسکے سینے پر سر رکھا تو کبیر خان کا دل وارفتگی سے پھڑک اٹھا۔۔

وہ بت بنے اسے دیکھ رہا تھا۔ جو رات کے وقت یہاں پر ایسے آ کر اسکی آغوش میں خود چھپنے کی کوشش کرتے اسکا سانس روک رہی تھی۔

اسکے برعکس بہار اسکے چوڑے سینے پر سر رکھ کر معصوم سا حصار بناتے ہی فورا پر سکون ہو گئی تھی۔ اسکے حصار بنانے پر کبیر کو ہوش آیا تو اسے سمجھ میں نہ آیا۔ کہ کن الفاظ میں اپنی کیفیت بیان کرتے اسے خود میں سماتا چلا جائے۔۔۔

تیز ہوتی دھڑکنوں کے ساتھ کبیر پہلے اسکے سراپے کو بغور دیکھنے لگا۔ وائٹ سلیو لیس شرٹ پہنے وہ اسے ہگ کر کے آنکھیں بند کیے ہوئے تھی۔ پل بھر میں اسکی نیندیں اڑا کر معصوم سی گل بہار خود سونے کی کوشش کر رہی

تھی۔۔اس خوبصورت عنایت پر دلکشی سے مسکراتے ہوئے کبیر نے پہلے ٹیبل سے ریموٹ اٹھا کر کمرے کی لائٹس آف کیں اور پھر اسکی کمر میں بازو حائل کرتے ہوئے اسکی طرف مڑا۔۔جب بیوی خود چل کر آئی تھی۔تو پھر وہ بہکنے میں کیوں دیر لگاتا۔۔۔۔

بیر کی دھڑکن یہاں کیسے آگئی۔۔۔؟؟ کروٹ بدل کر کبیر نے اسکی کمر کو دبوچ کر اپنے انتہائی نزدیک کرتے ہوئے گھمبیر آواز میں جاننا چاہا تھا۔۔۔جبکہ بہار کا چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے وہ اپنے مقابل کر چکا تھا۔

بیر۔۔۔مجھے اپنے کمرے میں نیند نہیں آرہی تھی اس لئے۔۔۔" بے بسی بھرے عالم میں وہ نم لہجے میں بتاتے ہوئے بولی تو وہ دنگ ہو گیا۔۔۔اسے بتا

کر بہار نے تبھی پلکیں اٹھاتے ہوئے اسکی آنکھوں میں جھانکا تو اسکے کالے نینوں کی خوبصورتی میں مقابل پوری ہستی سمیت ڈھیر سا ہو گیا۔۔۔

کیوں نہیں نیند آ رہی تھی میرے بچے کو۔۔۔؟؟ بوجھل لہجے میں اسکی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اس نے پھر سوال کیا تھا۔ جبکہ بہار دم سادھے اسکی آئس بلو آنکھوں کے رنگ میں ہمیشہ کی طرح الجھنے لگی تھی۔ کبیر نے اسکے وجود کو بے حد قریب کرتے اسکے بازو پر انگلی سے لکیر کھینچنا شروع کی تو بہار نے کسمسا کر آنکھیں بند کر لیں۔۔۔

بتاؤ نا بیر کی جان۔۔۔!! کیوں نہیں نیند آ رہی تھی۔۔۔" بہار کے کان کی لوح پر جھک کر سرگوشی کرتے ہوئے کبیر نے ہلکا سا اسکی لوح کو ہونٹوں میں دبا لیا

تھا۔ وہ اس سوال کا جواب جاننے کے لیے بے حد متجسس تھا۔ اس لئے پھر پوچھ رہا تھا۔۔

بیر۔۔۔ ممم۔۔۔ میرا۔۔۔ دل۔۔۔ اپ۔۔۔ کے پاس سونے کو۔۔۔ کر رہا تھا۔۔ "کمبل کے اندر سے وہ اپنے وجود پر اسکے ہاتھ رینگتے ہوئے محسوس کر رہی تھی۔ جبکہ کبیر خان اپنا چہرہ اسکی گردن میں چھپائے بنا اسے چھوئے صرف بھاری سانس لے رہا تھا۔ اور بہار کا دل اتنے میں ہی سنبھل نہیں پا رہا تھا۔ وہ بے قراری سے بار بار اپنا پہلو بدل رہی تھی۔۔۔

اسکے اٹکے ہوئے لفظوں کے جواب کو جان کر کبیر کا دل بے قابو ہو چکا تھا۔ اس لئے وہ خاموش رہتے بس یقین کرنے کی کوشش میں تھا۔ کہ وہ کبیر خان کے لئے تڑپتے ہوئے بے بس ہو کر خود یہاں پر آئی ہے۔ بہار کے وجود کو

مکمل طور پر وہ خود کے ساتھ لپٹائے ہوئے تھا۔ دونوں میں مکمل طور پر خاموشی تھی۔ پر ایک دوسرے کی دھڑکنوں کی آواز وہ صاف طور پر سن رہے تھے۔۔۔

کبیر اچانک زرا سا پیچھے ہٹا تو بہار آنکھیں کھول کر سوالیہ انداز میں اسے دیکھنے لگی۔۔

یہیں پر ہوں جاناں۔۔۔! بس شرٹ اتار رہا ہوں۔۔۔" اسکی آنکھوں کو ہلکا سا چوم کر کبیر نے زرا سا اٹھتے ہوئے ایک جھٹکے میں اپنی شرٹ اتاری تو بہار نے تیزی سے نظریں چرا لیں۔۔ اسکے شرمانے پر وہ دلکشی سے مسکراتے ہوئے واپس لیٹ کر اسے اپنے سینے پر لٹا گیا۔۔۔

بے فکر رہو بیر کی جان۔۔۔! اگر تم خود چل کر میرے پاس صرف سونے کے لئے آئی ہو تو کبیر خان تمہارے صدقے ہے جاناں۔۔۔! اسے شرم سے لال ہوتے دیکھ کر وہ اسکے سر کو چومتے ہوئے ریلکس کر رہا تھا۔ اسکے گھمبیر الفاظ سن کر بہار کے ہونٹوں پر شرمیلی سی مسکان بکھرتی چلی گئی تھی۔ اسکے بازو پر ہولے ہولے سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کبیر نے اسے سونے کا اشارہ کیا تو بہار پورے حق سے اسکے سینے پر براجمان ہوتے آنکھیں بند کر گئی۔۔۔

جبکہ وہ اسکی معصوم اداؤں پر پاگل ہوتے بس مسکرا دیا تھا۔ بہار نے آنکھیں بند کر لیں۔ تو کبیر اسکے ہر نقش کو وارفتگی سے دیکھتا ہی چلا گیا۔۔ لیکن پھر کچھ لمحوں کے توقف کے بعد وہ بھاری آواز میں بہار سے اچانک پوچھنے لگا۔۔

کل پھر میرے پاس سونے کے لئے آؤ گی۔۔۔؟اسے نیند میں اترتے دیکھ کر وہ اسکے کان کے قریب ہوتا پوچھ رہا تھا۔ جس کے جواب میں بہار نے تیزی سے اثبات میں سر ہلا کر جواب دیا۔اسکے جواب پر کبیر ہونٹ کا کونا دباتے ہوئے دوسرا سوال کرنے لگا۔۔۔

میرے پاس روز سونے آیا کروں گی نا۔۔۔؟اسکے نازک وجود کو خود میں زرا سا بھینچتے ہوئے کبیر نے ایک اور سوال کیا تو بہار اس بار بھی اثبات میں سر ہلا کر اسکا دل بے قابو کرتی چلی گئی۔ سرشاری کے عالم میں ڈوبتے ہوئے کبیر نے مسکراتے ہوئے اسکی گردن میں چہرہ چھپا کر آنکھیں بند کر لیں تھیں۔۔

ناول جنونِ یار

صبح سات بجے اچانک موبائل کی بیل پر کبیر کی اچانک آنکھ کھلی تو وہ ایک دم ہڑ بڑا کر آنکھیں کھولنے کی کوشش کرنے لگا۔

آنکھوں کو بامشکل کھولتے ہوئے کبیر نے جلدی سے ٹیبل سے موبائل اٹھا کر ٹائم دیکھا تو ناشتے کا وقت ہونے والا تھا۔ وقت دیکھتے ہی کبیر کی نیند بھک سے اڑی۔ اس سے پہلے کہ وہ بستر سے اٹھتا کہ اپنے سینے پر براجمان اس نازک وجود کو دیکھ کر ایک دم دلکشی سے ہنس دیا۔ بہار کو مکمل طور پر خود پر لیٹے دیکھ کر کبیر کا دل اچانک زوروں و شور سے ادھم مچانے لگا تھا۔

کبیر صبح فجر کے ٹائم اٹھا تھا۔ نماز پڑھنے کے لیے اس نے بامشکل اپنی بیوی کو جگایا تھا۔ ورنہ اسکی آغوش میں تو وہ دنیا جہاں بھلا کر سوئی ہوئی تھی۔

بہار کو اپنے ساتھ نماز پڑھانے کے بعد کبیر جو سوچ رہا تھا۔ کہ اسے اب اپنے کمرے میں چھوڑ کر آتا ہے۔ تاکہ صبح کوئی بہار کو اسکے کمرے سے نکلتے ہوئے نہ دیکھ سکے۔ پر کبیر کے کچھ بھی سوچنے سمجھنے سے پہلے ہی مس بہار جائے نماز سے کھڑے ہو کر نیند میں جھولتے ہوئے جا کر بیڈ پر دوبارہ لیٹ چکی تھی۔

دعا مانگنے کے بعد کبیر نے چہرہ موڑتے ہوئے اپنی معصوم بلی کو ڈھونڈنا چاہا تو وہ سرے سے ہی غائب تھی۔ حیرت سے اٹھتے ہوئے وہ اس سے پہلے کہیں اور اسے ڈھونڈتا کہ اچانک اسکی نظر بیڈ کی جانب اٹھی۔ جہاں وہ کبیر کے تکیے کو ہگ کیے پھر سو گئی تھی۔ پہلے تو وہ اسکے پاگل پن پر زرا حیرت کا شکار ہوا۔ پھر چلتے چلتے جب بیڈ کے پاس جا کر کھڑا ہوا۔ تو اسکی موجودگی محسوس کرتے ہوئے بہار نے زرا کی زرا پلکیں وا کیں۔

کبیر کو سامنے کھڑے دیکھ کر بہار نے معصومیت سے بازو پھیلاتے ہوئے اسے پاس آنے کا اشارہ کیا تو کبیر خان اچھنبے سے اسے دیکھ گیا۔ شاید وہ نیند میں تھی۔ اس لئے ایسی عنایت کر رہی تھی۔ بے یقین ہوتے کبیر بیڈ پر بیٹھتے ہوئے اسکے زرا نزدیک ہوا تو بہار نے خود اٹھتے ہوئے اسکے سینے پر سر رکھ دیا۔۔۔

بیر مجھے ابھی اور سونا ہے نا۔۔۔" آنکھیں موند کر لاڈ بھرے لہجے میں فرمائش کرتے وہ بولی تھی۔ جبکہ کبیر خان تو اسکے بدلتے روپ پر بس اپنا دل سنبھالنے کی کوشش میں تھا۔ نجانے کیسی کشش تھی۔

کہ وہ اسے چاہ کر بھی اسکے کمرے میں چھوڑنے نہیں جا پایا اور پھر زرا سا لیٹتے ہوئے اس نازک وجود کو مکمل طور پر دسترس میں لیتے اس نے سکون سے آنکھیں بند کر دیں۔ اسکے بعد وہ نہیں جانتا تھا۔ کہ کب وہ نیند میں اترا اور کب

وہ اسکے ساتھ ہی دوبارہ سو گیا۔اور اب جا کر اسکی آنکھ فارس کی کالز پر کھلی تھی۔جو یقیناً اسکے جم نہ آنے کی وجہ سے اسے کال کر رہا تھا۔

کبیر نے ایک نظر سوئی ہوئی بہار پر ڈالی اور پھر فارس کو میسج کر کے رستہ کلیئر کروانے لگا۔نیچے جانے سے پہلے اسے بہار کو اسکے کمرے میں پہنچانا تھا۔

فارس کو ہدایت کر کے کبیر نے جھکتے ہوئے شگفتگی سے اسکے ماتھے کو چوم کر آنکھوں پر ہونٹ رکھے۔۔اور تیزی سے بیڈ سے نیچے اترتے ہوئے بہار کو بازوؤں میں اٹھا کر دروازے کی جانب بڑھ گیا۔۔

فاتح کا کچھ پتہ چلا۔۔۔؟ناشتہ کرنے کے بعد بلیک گینگ اپنی مخصوص جگہ پر بیٹھی ہوئی تھی۔جب ضرار پاشا اچانک سب کو مخاطب کرتے پوچھ گئے۔۔۔

تمہیں لگتا ہے کہ فاتح کا پتہ چلانا مشکل ہے۔۔؟انکے سوال کے جواب میں سنان مصطفیٰ استہزایہ انداز میں بولے تو بے اختیار سب کے چہروں پر مسکراہٹ بکھری گئی۔بے شک آج بھی کچھ نہیں بدلا تھا۔بال کی کھال اتارنا عیس علی ہمدانی اور سنان مصطفیٰ کا ظمی کا آج بھی پسندیدہ مشغلہ تھا۔ سلطان اور وہاج ہمیشہ کی طرح سگریٹ کا دھواں اڑاتے ہوئے انکی گفتگو سن رہے تھے۔مہینے نہیں سالوں کے سال گزر گئے تھے۔پر وہ سب آج بھی اپنی اپنی شخصیت میں ویسے کے ویسے تھے۔

اگر پتہ چل گیا ہے تو پھر کیا کہتے ہو۔۔۔؟انکی گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے وہاج صدیقی دھواں اڑاتے ہوئے بولے تھے۔لہجہ مشکوک ہونے کے ساتھ ساتھ کافی دلچسپ بھی تھا۔۔

کرنا کیا ہے۔۔۔؟بس ان بے غیرت انڈوں کو یہ یقین کر ہی لینے دو۔کہ یہ بعد میں پیدا ہو کر ہمیں بے وقوف بنا سکتے ہیں۔۔۔!عیس ہمدانی سلگتے لہجے میں استہزایہ انداز میں سر جھٹک کر جواب دیتے بول گئے تھے۔جس کے بدلے میں وہ سب قہقہ لگاتے چلے گئے۔سلطان احمد خاموشی سے انکی گفتگو انجوائے کر رہے تھے۔ابھی مزید کوئی کچھ بولتا کہ تبھی باہر گیراج سے اونچی اونچی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

یہ باہر کیا ہو رہا ہے۔۔۔؟ آوازوں کو سنتے ہوئے سلطان احمد نے سنجیدہ انداز میں تیزی سے استفسار کیا۔ کہ بحث کرنے کی آوازیں ایک دم سے بلند ہوتی چلی گئیں۔۔۔

عیس جاؤ دیکھو باہر یار۔۔۔! پتہ نہیں کس دن یہ سدھرے گئے۔۔۔! فارس اور ناز کی آواز سنتے ہوئے ضرار پاشا تاسف سے بولے تو عیس ہمدانی سر کو جنبش دیتے کھڑے ہو گئے۔۔۔

رکو میں بھی آتا ہوں۔۔۔! سنان مصطفیٰ بھی انکی پیروی میں باہر کی جانب بڑھے تگے۔ تاکہ دیکھ سکیں کہ اب کون سا مسئلہ کشمیر نکل پڑا ہے۔ وہ لوگ باہر آئے تو گیراج میں گرما گرمی کا موسم ہوا تھا۔

صبح صبح میرے منہ نہیں لگو فارس۔۔۔! اور ہٹو میرے راستے سے۔۔۔!

گل ناز، فارس کو غصے سے دیکھتے ہوئے چباتے ہوئے بول رہی تھی۔ جبکہ باقی سب پریشانی سے پاس کھڑے انکی لڑائی دیکھ رہے تھے۔

کاش میری بہو بہت پہلے اس گدھے کو منہ نہ لگاتی، تو آج یہ ڈیڑھ شانا بنانہ کھڑا ہوتا یہاں پر۔۔۔! ناز کے الفاظ پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے عیس ہمدانی بڑبڑانے لگے تو سنان مصطفیٰ تیزی سے اپنی ہنسی دبا گئے۔۔۔

کیا ہو رہا ہے یہاں پر۔۔۔! صبح صبح اس ہڑتال کی وجہ جان سکتے ہیں۔۔۔؟ سنان مصطفیٰ نے رعب سے پوچھتے ہوئے اچانک انکو مخاطب کیا تھا۔ انکی آواز پر بے ساختہ سب مڑتے ہوئے انکو دیکھنے لگے۔ جبکہ فارس اور کبیر کے تاثرات

میں بے اختیار بے زاری سی اترتی چلی گئی۔ مطلب صاف تھا۔ کہ انکی اینٹری پر کبیر اور فارس کو کوئی خاص خوشی نہیں ہوئی ہے۔

چھوٹے بابا دیکھیں نا۔۔۔! یہ لنگور مجھے آفس نہیں جانے دے رہا ہے۔۔۔! میں لیٹ ہو رہی ہوں۔۔۔! انکو اچانک یہاں دیکھ کر ناز کو کچھ ڈھارس ہوئی تو وہ جلدی سے بتاتے ہوئے انکی طرف چلی آئی۔

تمہیں نہیں لگتا مہرو کہ اب لڑائی ختم ہونے کی بجائے بڑھنے والی ہے۔۔۔؟ عیس ہمدانی اور سنان مصطفیٰ کی اچانک آمد سے اندازہ لگاتے ہوئے ہیر سرد سانس خارج کرتے ہوئے بولی تھی۔ جبکہ مہر ماہ نے اسکی بات کی تائید کرتے ہوئے گاڑی کے ساتھ اچھے سے ٹیک لگالی۔ کیونکہ وہ ہیلز میں ایسے کھڑے ہو کر تھک چکی تھیں۔۔

کیا تکلیف ہے تم لوگوں کو کیوں نہیں جانے دے انکو۔۔۔؟؟ناز کے بتانے پر عیس ہمدانی آبرو اچکاتے ہوئے بیٹے کی دیکھ گئے۔جو رستے کے درمیان میں دیوار بنا کھڑا تھا۔جبکہ کبیر سائیڈ پر گاڑی کا دروازہ کھولے اس میں بیٹھا ہوا تھا۔ آفس کے لئے نک سک سے تیار آنکھوں پر گلاسز لگائے وہ دونوں پوری شان کے ساتھ کھڑے تھے۔

آپ لوگ اس گھر میں رہتے ہیں نا۔تو بس آپ کے یہ بور چہرے دیکھ دیکھ کر میں چاہ رہا تھا۔کہ صبح صبح کوئی ڈارمہ چلالوں۔۔اس لئے میں انکو آفس نہیں جانے دے رہا۔۔۔! باپ کے سوال کا مکمل طور پر الٹا جواب دیتے ہوئے فارس نے گلاسز کے پیچھے سے بے اختیار بے زاری بھرے انداز میں آنکھیں گھمائیں تھیں۔جبکہ اسکی الٹی بات پر کبیر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھری تو وہیں عیس ہمدانی اور سنان مصطفیٰ کے تاثرات بگڑتے چلے گئے۔۔۔

چھوٹے بابا پلیز اسکو پیچھے ہٹائیں نہ۔۔مجھے آفس کے لئے نکلنا ہے۔۔!انکو ایک دوسرے کے ساتھ الجھنے کی تیاری پکڑتے دیکھ کر ناز جھنجھلا کر پھر انکو مخاطب کر گئی۔دوسری طرف اسکے آفس آفس کی رٹ پر اب فارس کا میٹر شارٹ ہو گیا تھا۔اس نے کتنے پیار سے آکر اسے کہا تھا۔۔کہ آج سے وہ آفس اسکے ساتھ جایا کرے گی۔۔پر نہیں میڈم نازاسکی کوئی بات پیار سے سمجھ جائے۔تو پھر وہ "گل ناز" کیسے کہلوائے۔۔۔

فارس ہمدانی کی سب پیار بھری "request" کو آگ میں جھونک کر وہ اسکے دشمنوں سے مدد مانگ رہی تھی۔جیسے انکے کہنے پر وہ سچ میں اسکے رستے سے ہٹنے والا تھا نا۔۔استہزایہ انداز میں سر جھٹک کر فارس نے اچانک کوٹ کا بٹن کھولا تو اسکا اگلا قدم جانتے ہوئے کبیر نے فوراً ہونٹ کا کونا دبالیا..

کسی کے کچھ بولنے سے پہلے ہی فارس ہمدانی پورے ایٹیٹیوڈ سے آگے بڑھتے ہوئے شور مچاتی ہوئی گل ناز کو ایک جھٹکے میں اٹھا کر کندھے پر لاد چکا تھا۔اسکے اس عمل پر جہاں ہیر اور مہرہ کی آنکھیں پھٹی، وہیں عیس ہمدانی اور سنان مصطفیٰ اسکی اس کمینی حرکت پر فارس کو زہر بھری نظروں سے گھورنے لگے۔۔

پر بدلے میں فارس گلاسز کو زرا ناک پر ٹکا کر آنکھ ونک کرتے انکو پوری طرح آگ لگا کر ناز کو قابو کرتے اپنی گاڑی کی جانب بڑھ چکا تھا۔ بڑے بھائی کے دبنگ انداز پر ہیر اور مہر ماہ خوشی سے ہوٹنگ کرنے لگی تو کبیر نے ہنستے ہوئے انکو اپنی گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔ کبیر کے اشارے پر وہ تیزی سے اسکی گاڑی میں بیٹھ گئیں تو کبیر نے گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے فارس کی گاڑی کے پیچھے لگا دی۔

سچ بتا اتنی کمینی اولاد کو کیا کھا کر پیدا کیا ہے۔۔۔؟ مینشن سے انکی گاڑیاں نکلیں تو سنان مصطفیٰ افسوس سے عیس ہمدانی کو مخاطب کرتے پوچھ گئے۔

وہی جو تو نے کھا کر اپنا میسنا ڈاکٹر پیدا کیا ہوا ہے۔۔۔! جلے کٹے انداز میں عیس ہمدانی نے انکو" باسم کاظمی "کا طعنہ دیا تھا۔۔ جس کو سن کر سچ میں سنان مصطفیٰ کا منہ کا ذائقہ خراب ہو گیا تھا۔تاسف سے سر جھٹک کر وہ دوبارہ اندر کی جانب بڑھ گئے۔۔

انکے برعکس سڑک پر دوڑتی ہوئی گاڑی میں گل ناز نے بدتمیزی طوفان مچا دیا ہوا تھا۔۔

میں تمہارا خون کر دوں گی واحیات انسان۔۔۔!!غصے سے لال بھبوکا ہوتے نازنے فارس کے ہاتھ کی پشت پر ناخن گاڑ دیے تھے۔جبکہ اسکے جلنے کڑھنے کا اثر لیے بنا فارس نے ہاتھ بڑھا کر گاڑی میں میوزک پلے کر دیا۔۔

گاڑی میں "دل چوری ساڈا ہو گیا" سانگ پلے ہوا تو فارس پر اچانک سے مستی چھانے لگی۔دلکشی سے مسکراتے ہوئے اس نے ناز کی طرف انکھ ونک کرتے ہوئے مسکراہٹ اچھالی تو ناز کے تن بدن میں آگ بھڑک گئی۔ہر بار وہ اس پر ایسے ہی حاوی ہو جاتا تھا۔اور وہ چینخنے چلانے کے سوا کچھ کر نہیں پاتی تھی۔۔۔

غصے سے بے قابو ہوتے نازنے اسکے چوڑی کلائی پر دانت گاڑنے کی کوشش کی توفارس نے پھرتی سے اسکی گردن کو جکڑتے ہوئے گاڑی کے ساتھ پش کر دیا۔

اپنی گردن کو اسکے ہاتھ میں دیکھ کر نازنے صدمے سے آنکھیں پھیلا لیں۔ اسکے برعکس فارس ایک ہاتھ سے تیز ڈرائیور کرتے ہوئے دوسرے ہاتھ میں قید اسکی گردن پر آہستہ سے انگوٹھا سہلانے لگا تھا۔ کبیر کی گاڑی انکی گاڑی کے پیچھے ہی آرہی تھی۔ فارس نے سائیڈ مرر میں سے کبیر کی گاڑی کو دیکھتے ہوئے اچانک بے باکی سے اپنا انگوٹھا اسکی گردن پر پھیرا تو نازشرم وحیا سے سرخ ہوتی چلی گئی۔

بنا کچھ بولے وہ صرف ایک ہاتھ میں اسے اس طریقے سے قید کیے ہوا تھا۔۔ کہ ناز ہل بھی نہیں پا رہی تھی۔ جبکہ گاڑی میں چلتا ہوا میوزک الگ سے فارس کو مدہوش کرنے کا سبب بن رہا تھا۔۔ تو وہیں ناز کا وجود تپش سے بڑھ چکا تھا۔

فارس نے گلاسز اتار کر ڈیش بورڈ پر رکھتے ہوئے چہرہ موڑتے ہوئے ناز کی طرف دیکھ کر زو معنی اشارہ کیا تو اسکی سبز آنکھیں تپش سے بڑھتی چلی گئیں۔ ناز نے پوری ہمت لگاتے ہوئے اپنی گردن چھڑانے کی کوشش کی تو فارس اسکی کلائی کو دبوچ کر جھٹکا دیتے ہوئے اسے اچانک اپنی گود میں شفٹ کرتے لبوں پر جھک گیا۔ یہ سب اتنا اچانک اور غیر متوقع ہوا تھا۔ کہ ناز اپنی جگہ پر فریز ہو چکی تھی۔

جبکہ کبیر خان نے اسکی بے شرمی پر ہنسی دباتے ہوئے گاڑی زرا آہستہ کی تو مہر ماہ اور ہیر سٹپٹا کر انجان بننے کی کوشش کرنے لگیں۔ پر انہیں زیادہ کوشش نہیں کرنی پڑی تھی۔ کیونکہ فارس نے گاڑی کو سائیڈ پر کرتے کبیر کو گاڑی آگے نکالنے کا اشارہ کیا تھا۔

اسکے اشارے پر کبیر خان گاڑی ہوا میں اڑاتے ہوئے ہوا کے جھونکے کی طرح اسکے پاس سے گزرتا چلا گیا تھا۔ انکی گاڑی آگے نکلی تو فارس نے پر سکون ہوتے گاڑی کی سپیڈ سلو کرتے ہوئے ناز کو اپنے اوپر جھکانا شروع کر دیا۔

اسکے پنک لپ اسٹک سے سجے ہونٹوں کو شدت سے سک کرتے ہوئے فارس نے چند سیکنڈز میں اسکی ساری لپ اسٹک چن لی تھی۔ جبکہ نازا بھی تک فریز ہوتے بس کانپ رہی تھی۔ فارس نے گاڑی کو مکمل طور پر سلو کرتے ہوئے

پاؤں سے ہلکی سی بریک لگا کر سیٹ کو زرا نیچے کرتے ہوئے ناز کی کمر کو دبوچ کر خود کے انتہائی قریب کر لیا تھا۔ ناز نے سانس رکنے پر اسکے کوٹ کو جکڑنا چاہا تو فارس اسکے وجود کو جھٹکا دیتے خود میں بھینچ گیا۔ اسکی بے باکی پر بیک وقت ناز کے وجود میں سپارک ہوا تو فارس کا اپنا وجود بھی جذبات سے چور ہوتا چلا گیا۔

ناز کی زبان کو تیزی سے اپنے ہونٹوں میں الجھاتے ہوئے فارس نے اسکی سکرٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے تھائیز کو جکڑا تو ناز جھٹکا کھاتے ایک دم سے پیچھے ہو گئی۔ جبکہ مقابل مخمور نظروں سے سیٹ پر سر ٹکاتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔۔ جو اتنے سے لمس پر جان کھونے کو آ گئی تھی۔

تم فارس ہمدانی کی چند شدتوں کو بھی سہنے کی سقت نہیں رکھتی جانم۔۔۔!

کوشش کیا کرو کہ میرے ساتھ ضد لگانے کی بجائے کوئی آفر دے کر اپنی منوا

لیا کرو۔۔۔! ہو سکتا ہے، تمہاری کسی بیش قیمت آفر پر فارس ہمدانی تمہاری جان بخشی کرنے کا سوچ لیا کرے۔۔۔" اسکی گردن میں ہاتھ لپٹ کر ناز کا چہرہ اپنے قریب کرتے ہوئے فارس تپش زدہ سانسیں چھوڑتے ہوئے زو معنی لہجے میں سمجھا رہا تھا۔ کہ وہ اسکے ساتھ مقابلے بازی پر اترنے کی کوشش نہ کیا کرے۔

جس دن میں تمہاری سانسوں کو روکنے پر آئی نا فارس ہمدانی۔۔۔! اس دن تمہارا یہ ایٹیٹیوڈ دیکھنے کا مجھے شوق ہو گا۔۔ پر فلحال ابھی اسکی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے۔۔۔! اسکے گریبان کو مٹھیوں میں جکڑتے ہوئے وہ تیز لہجے میں استہزایہ انداز میں پھنکاری تھی۔ فارس ہمدانی کی شہد رنگ آنکھوں میں اپنی سبز آنکھیں گاڑتے ہوئے وہ صاف باور کروا رہی تھی۔۔

کہ وہ اسے ڈرانے کی کوشش نہ کرے۔ دوسری طرف اسکے دبنگ انداز پر ہمیشہ کی طرح فارس کا دل مچل اٹھا تھا۔ اپنی جنگلی بلی کی میٹھی سانسوں کو خود میں اتارتے ہوئے اسکے چہرے پر بھرپور مسکراہٹ ابھرنے لگی تو نازاسکی مسکراہٹ پر زہر بھری نظر ڈال کر فوراً اسکی گود سے نکلتے ہوئے جا کر سیٹ پر بیٹھ گئی۔ اسکے دور ہونے پر فارس کے لبوں سے خود بخود سرد سانس خارج ہوئی تو وہ سرد آہ بھرتے ہوئے اسے ایک نظر دیکھ کر گاڑی دوبارہ سٹارٹ کر گیا۔۔۔

وہ شرٹ لیس کھڑکی میں کھڑا میں تھا۔ کیونکہ اسکی چاکلیٹ گرل پٹھانی بنی باہر اپنے دوستوں کے ساتھ کھیل رہی تھی۔

نیلی مخمور آنکھوں سے وہ سلینہ کے نازک وجود پر اپنی بے باک نظریں ٹکائے ہوا تھا۔ کھڑکی پر بازو ٹکائے وہ بالکل مگن انداز میں دیکھ رہا تھا۔ جب اچانک سبحان کی نظریں اوپر کھڑکی کی جانب اٹھ گئیں۔

کھڑکی میں فاتح سلطان کو شرٹ لیس کھڑے دیکھ کر پہلے سبحان کے چہرے کے زاویے بگڑے پھر بے اختیار وہ اسکی نظروں کی تاقب میں دیکھنے لگا۔۔

کھڑکی میں کھڑے انسان کی نظروں کو اپنی شوگر گرل پر ٹکے دیکھ کر نجانے کیوں سبحان کڑھ سا گیا تھا۔ بے شک تعارف ہونے کے بعد سے وہ دونوں ایک دوسرے کو ایک آنکھ نہیں بھاتے تھے۔

فاتح جو الائچی چباتے ہوئے مست انداز میں اپنا مشغلہ پورا کر رہا تھا۔۔ کہ بے اختیار دو بھوری آنکھوں کے نشانے میں خود کو دیکھ کر وہ استہزایہ انداز میں

آبرو آچکا گیا۔ جیسا پوچھنا چاہ رہا ہوں۔ کہ بھئی میرا کیا بگاڑنے کا سوچ رہے ہو۔۔

اگر شہرام یہاں پر موجود ہوتا تو فاتح نے اسکے ساتھ مل کر چند سکینڈ میں اپنے اس چھوٹے سے رقیب کو دھو ڈالنا تھا۔ جو فاتح سلطان کی غیر موجودگی اسکی بیوی پر قبضہ جمائے بیٹھا تھا۔۔۔

فاتح کی تمسخر بھری نظروں کو دیکھ کر سبحان منہ کے ڈیزائن بناتے ہوئے ہونہہ کرتے جان بوجھ جا کر سلینہ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ تاکہ فاتح اسے دیکھ نہ سکے۔۔

فاتح کے کام میں رکاوٹ پیدا کرتے ہوئے سبحان نے مصنوعی افسوس کرنے والے انداز میں بے اختیار چیچ کرتے سر ہلایا تو فاتح کو اس چھوٹے آدمی پر شدید تپ چڑھ گئی۔ کیونکہ وہ اپنے قد سے بڑی پنگے بازی کر رہا تھا۔

سلینہ۔۔۔۔!! کھڑکی میں کھڑے کھڑے فاتح نے بھاری آواز میں سلینہ کو اچانک آواز دی تو وہ سرعت سے چہرہ موڑتے ہوئے اوپر دیکھنے لگی۔ جہاں کھڑکی میں فاتح سلطان شرٹ لیس کھڑا تھا۔

سلینہ کے دیکھنے پر فاتح نے آنکھوں سے اشارہ کرتے اسے اوپر آنے کا کہا تو اسکے شرٹ لیس وجود کو دیکھ کر وہ بے ساختہ تھوک نگل گئی۔ فاتح کے دوبارہ اشارہ کرنے پر سلینہ سب کچھ وہیں پر چھوڑ کر اسے حکم پر گھر کی جانب بھاگی

تھی۔ جبکہ اسکے یوں اچانک کھیل چھوڑ کر جانے پر سبحان ہکا بکا اسکی پشت دیکھنے لگا تھا۔۔ پر تب تک سلینہ گھر کے اندر غائب بھی ہو چکی تھی۔۔

سبحان کے تاثرات دیکھتے ہوئے فاتح نے مزے سے پاکٹس میں ہاتھ ڈالتے ہوئے دل جلاتی مسکراہٹ اسکی جانب اچھال دی۔ اسکے جلانے پر سبحان جو تپش سے اسے دیکھ رہا تھا۔ کہ تبھی کھڑکی میں فاتح سلطان کے ساتھ ساتھ سلینہ کا بھی عکس ابھرا۔۔ یقیناً وہ اوپر پہنچ چکی تھی۔ سبحان کھا جانے والی نظروں سے فاتح کو ابھی گھور ہی رہا تھا۔۔ کہ اچانک فاتح نے سلینہ کی کمر کو جکڑتے ہوئے اسے پاس کر لیا۔

اس منظر پر سبحان نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔ پر اسکی حیرت اگلے ہی شرمندگی میں بدل چکی تھی۔ کیونکہ فاتح سلطان سلینہ کی کمر کو اچانک جکڑ کر چہرہ ترچھا کرتے ہوئے اسکے لبوں پر جھک گیا تھا۔

سلینہ کے شربتی ہونٹوں کو دانتوں میں دباتے ہوئے فاتح نے جلدی سے کھڑکی بند کر دی تھی۔۔ لیکن کھڑکی بند کرنے سے پہلے وہ سبحان کو آگ لگانا نہیں بھولا تھا۔ فاتح کی اس حرکت پر سبحان کا چہرہ خجالت و شرمندگی سے سرخ ہونے لگا تھا۔ اس لئے وہ بگڑے موڈ کے ساتھ پیر پٹکتے ہوئے گھر کی جانب روانہ ہو گیا۔ بے شک اس نیلے سمندر نے اسے بے سکون کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔۔۔

دوسری جانب فاتح جو صرف سبحان کو آگ لگانے کے لئے سلینہ کے ہونٹوں پر جھکا تھا۔۔ کہ اب ہوش کھوتے ایک دم سے وہ پاگل پن پر اترتا چلا گیا۔ سلینہ کے قد کی وجہ سے اسے کافی جھکنا پڑ رہا تھا۔ اس لئے جھنجھلا کر فاتح نے اسکی کمر کو دبوچ کر ایک جھٹکے میں اوپر اٹھاتے ہوئے اسے دیوار کے ساتھ پش کر دیا۔

دیوار کے ساتھ پش کرتے ہی فاتح نے اسکے نازک لبوں کو وا کرتے ہوئے اپنے ہونٹوں کے ساتھ الجھایا تو سلینہ لرزتے ہوئے بے سود ہونے لگی۔ پر اس کی حالت پر ترس کھائے بنا وہ اسے گود میں لیے کھڑا بس پیاسوں کی طرح ہونٹوں سے لپٹا ہوا تھا۔

سلینہ کے ہونٹوں کو سختی سے خود میں بھینچ کر فاتح نے اسکی زبان کو تیزی سے جکڑا تو سلینہ کی آنکھیں بڑی ہوتی چلی گئیں۔۔اسکے اچانک آنکھیں پھیلانے پر فاتح دلکشی سے پہلے مسکرایا لیکن جب سلینہ نے اپنی چاکلیٹ آنکھیں مزید پھیلانے کی کوشش کی تو وہ ہنستے ہوئے پیچھے ہٹ گیا۔۔

پیچھے ہٹ کر فاتح نے اسکے نم ہونٹوں پر گہری نظر ڈالی تھی۔جبکہ سلینہ شرم کے مارے نظریں چرانے لگی تھی۔۔

اردو زبان سیکھ رہی ہو۔۔۔؟اسکے نم ہونٹوں پر انگوٹھا پھیرتے ہوئے فاتح نے بھاری آواز میں استفسار کیا۔جس کے جواب میں سلینہ ہولے سے سر ہلا گئی۔

چلو آؤ میں تمہیں خود آج اردو بولنا سیکھاتا ہوں۔۔۔! سلینہ کو ایسے ہی اٹھائے وہ بیڈ کی جانب بڑھنے لگا تو ہوش میں آتے وہ اسے زور سے تھام گئی۔

سسس۔۔۔ سلطان۔۔ میں گر جاؤں گی نا۔۔۔!! گرنے کے خوف سے سلینہ اسکی کمر پر زور سے ٹانگوں کو جکڑنے کی کوشش کرنے لگی۔ تو اسکے ٹانگوں کو لاک کرنے پر فاتح کی حالت یک دم خراب ہو گئی۔۔ جس کے باعث وہ اگلے ہی پل پیچھے بیڈ پر گرتے ہوئے جارہانہ انداز میں اسکے لبوں پر دانت گاڑ چکا تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔

بلیک شلوار قمیض میں ملبوس پیروں میں پشاوری چپل پہنے ارسل خان سنجیدگی سے مال وزٹ کرنے میں مصروف تھا۔ گرے آنکھیں سن گلاسز کے پیچھے اس وقت بے تاثر سی نظر آرہی تھیں۔

کچھ دنوں تک ارسل خان کی برتھڈے آنے والی تھی۔اور اسکی برتھڈے کے ٹھیک کچھ دنوں بعد ایشام کی بھی برتھڈے تھی۔آج وہ چونکہ ڈیوٹی سے جلدی واپس آگیا تھا۔اس لئے گھر پر تھوڑا ریسٹ کرنے کے بعد وہ شاپنگ کرنے کے لیے مال چلا آیا۔

ویسے تو اسے اپنے لئے کچھ خاص نہیں لینا تھا۔لیکن چونکہ ایشام کی بھی سالگرہ آرہی تھی۔اس لئے وہ ٹائم سے اسکے گفٹ لینا چاہ رہا تھا۔تاکہ بعد میں افراتفری کا عالم نہ ہو۔اور پھر بعد میں گفٹ لینے کا اسے وقت ملتا یا نہ مل پاتا۔۔

ارسل خان سنجیدگی سے "Apple" سٹور میں ہر چیز چیک کر رہا تھا۔اسکا ارادہ ایشام کو کوئی یونیک سا gadget دینے کا تھا۔کیونکہ ہیکر ہونے کی فطرت سے ایشام کو ایسی ہی چیزیں پسند تھیں۔

پچھلے ایک گھنٹے سے وہ ہر چیز کو بغور دیکھ رہا تھا۔پر چیزوں کو چیک کرنے کے ساتھ ساتھ ارسل خان کی نظریں بار بار سامنے بھی اٹھ رہیں تھیں۔لیکن پھر سر جھٹک کر وہ مکمل توجہ کے ساتھ ایشام کے لئے کوئی گفت پسند کرنے لگ گیا۔۔۔

آنکھوں سے گلاسسز اتار کر پاکٹ میں رکھتے ہوئے ارسل خان پوری توجہ کے ساتھ ایک دوڈیجیٹل واچ دیکھنے میں مصروف تھا۔کہ اچانک اسے اپنے پیچھے سے آواز سنائی دی۔۔۔

یار رابی تو نے اس پٹھان کو دیکھا۔۔۔!! کتنا کوئی جاگیر دار ٹائپ پٹھان لگ رہا تھا نا۔۔۔!! لائبہ بے اختیار اپنی دوست رابیل کو مخاطب کرتے ہوئے بتا رہی تھی۔۔

ہاں دیکھا میں نے۔۔۔ پر یار اسکے حلیے سے تو کہیں سے بھی نہیں لگ رہا ہے۔ کہ اسے ان چیزوں کی کوئی سمجھ بوجھ بھی ہو گی۔۔ پھر وہ یہاں پر کیا کر رہا ہے۔۔! رابیل بھی اسکی تائید کرتے سوچنے والے انداز میں بولنے لگی تھی۔ یہ جانے بنا کہ جس پٹھان کو وہ ڈسکس کر رہی ہیں۔ وہ انکے بالکل پیچھے کھڑا انکی ساری گوہر افشانیاں سن رہا ہے۔۔۔

یار تو جو بھی بول پر۔ وہ ہے بہت مست چیز۔۔۔!! قسم سے ایسے حسین مرد بھی بہت کم دیکھنے کو ملتے ہیں۔۔۔!! میں تو اسکی "cold eyes" پر فدا

ہو کر رہ گئی ہوں۔۔۔!!ارسل خان کی سرد سرمئی آنکھیں یاد کرتے ہوئے لائبہ کا لہجہ خود بخود کھونے والا ہوا تو رابیل اسے غصے سے دیکھتی چلی گئی۔۔۔

اوئے ہوش میں آ۔۔کوئی اتنی بھی توپ چیز نہیں وہ پٹھان۔۔۔!!اسکی cold eyes سے زیادہ حسین آنکھیں تو میری اپنی ہیں۔۔۔! کبھی دیکھی ہیں کیا،ایسی حسین غزالی آنکھیں۔۔۔؟؟لائبہ کو کہنی سے پکڑ کر اپنی طرف گھماتے ہوئے رابیل بے اختیار اپنی ہرنی جیسی آنکھیں بڑی کرنے لگی۔۔جیسے ثبوت دینا چاہ رہی ہو۔کہ ہاں بتاؤ۔۔!ہیں کیا اسکی آنکھیں میرے جیسی خوبصورت۔۔جبکہ ارسل خان غزالی آنکھوں کے نام پر خوامخواہ تجسس کا شکار ہوتا چلا گیا۔۔

نہیں میری ماں اس دنیا میں تجھ سے زیادہ خوبصورت کسی کی بھی آنکھیں نہیں ہیں۔۔۔!! رابیل کے چڑنے پر لائبہ نے ہنستے ہوئے فوراً اسکی ہاں میں ہاں ملائی۔ ورنہ کوئی بعید نہیں تھا۔۔ کہ "رابیل باسط علی" یہیں ایپل سٹور میں اسکی ساتھ مار پیٹ شروع کر دیتی۔ کیونکہ اپنی آنکھوں کے سامنے وہ کسی کی بھی آنکھوں کی تعریف برداشت نہیں کرتی تھی۔ وہ دونوں کتنی دیر سے اس سٹور میں ایک دوسرے کے بازو میں بازو ڈالے مٹر گشت کر رہی تھیں۔

کافی دیر تک چیزوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے کے باوجود رابیل کو کچھ پسند نہیں آ رہا تھا۔ سٹور میں سب اپنی اپنی شاپنگ میں مصروف تھے۔ کہ جب کچھ دیر پہلے ارسل خان نے اپنی سحر انگیز شخصیت کے ساتھ اچانک اینٹری ماری تھی۔ اسکے داخل ہوتے ہی میکانکی طور پر سب کی نظریں اسکی طرف اٹھتی چلی گئیں۔

سرخ و سفید رنگ میں تضاد لائٹ براؤن بالوں کو اچھے سے سیٹ کیے وہ بلیک شلوار قمیض میں انتہا کا دلکش لگ رہا تھا۔ جبکہ چہرے پر ہلکے بھورے رنگ کی شیو بھی کافی جچ رہی تھی۔ اپنے طلسمی نقوش میں وہ سب کی توجہ خود پر کھینچ چکا تھا۔۔ ارسل خان کو خود پر جمی سب نظروں کی اچھے سے خبر تھی۔۔ لیکن پھر نظر انداز کرتے ہوئے وہ بے نیازی سے اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ جس کام کے لیے وہ یہاں پر آیا تھا۔

سٹور میں جب وہ ہر چیز باری باری دیکھ رہا تھا۔ تب اچانک اسے محسوس ہوا تھا۔ کہ جیسے کوئی اور بھی اسکے پیچھے پیچھے آ رہا ہو۔ ارسل خان نے زرا کی زرا نظریں گھما کر دیکھا تو دو لڑکیاں اس پر نظریں جمائے ہوئے کھڑی تھیں۔ ارسل خان کے دیکھتے ہی رابیل نے تو ناک منہ چڑھاتے ہوئے فوراً چہرے کا رخ موڑ لیا تھا۔ جبکہ لائبہ فدا ہو جانے والے انداز میں ارسل کا دیدار کرنے

میں مصروف ہو گئی۔ لائبہ ہی زبردستی اپنے ساتھ رابیل کو بھی لیے ارسل کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔

رابیل کے چہرہ موڑنے پر ارسل خان کی بھونیں بے اختیار سکڑیں لیکن پھر وہ نظر انداز کر گیا۔

اب بھی وہ اپنے دھیان میں کھڑا تھا۔ جب وہ دونوں اسکے پیچھے کھڑے ہو کر اسی کے قصیدے پڑھنا شروع ہو گئی تھیں۔ یہ جانے بنا کہ وہ ہر لفظ سن رہا ہے۔

لائبہ جان بوجھ کر رابیل کو چڑانے کے لیے ارسل خان کی تعریف کرنے لگی تو رابیل غصے سے اسے کھینچتے ہوئے سٹور سے باہر لے گئی۔ انکو باہر نکلتے دیکھ کر ارسل خان نے بے ساختہ مڑتے ہوئے دیکھا تو سامنے چلتی ہوئی صنف نازک

کے لمبے ترین بالوں کو دیکھ کر متاثر ہوئے بنا نہ رہ سکا۔ لیکن پھر اسکا دماغ "غزالی آنکھوں" کی تشریح میں الجھ چکا تھا۔

غزالی آنکھیں کیسی ہوتی ہیں۔۔؟ خود سے پوچھنے والے انداز میں وہ بڑبڑایا تھا۔۔۔

کی بورڈ پر تیزی سے ہاتھ چلاتے ہوئے ایشام صدیقی سکرین کی جانب متوجہ تھا۔ آدھے ہاتھوں پر گلوز پہنے اسکی انگلیاں کی بورڈ پر ایسے چل رہی تھیں۔ جیسے سکرین پر ابھرنے والی ہر لکیر اسکے ماتحت ہو۔

بے حد سنجیدہ انداز میں وہ اپنے کام میں مصروف تھا۔ جبکہ ملازم اسکے پیچھے خاموشی سے ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔

پچھلے کچھ دنوں سے ایشام صدیقی بلیک مینشن کی سکیورٹی کے حوالے سے کام کر رہا تھا۔ آج بھی وہ صبح سے اسی کام میں میں مصروف تھا۔ مینشن کے ہر حصے میں اس نے سکیرٹ کیمرہ لگوا دیے تھے۔ کیمرے لگوانے کے بعد اب وہ کچھ ضروری سیٹنگ کرنے میں مصروف تھا۔

وائٹ ٹی شرٹ کے ساتھ بلیک جینز پہنے ڈارک بلو آنکھوں میں سنجیدگی سموئے وہ اپنی شخصیت میں ہی چلتا پھرتا راز تھا۔ ایسا راز جو دیکھنے والوں کو پل بھر میں جکڑنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ جبکہ دائیں کان میں پہنی بالی ہمیشہ کی طرح اسے شریف بالکل بھی ظاہر نہیں کر رہی تھی۔۔ لیکن شرافت اسکا شوق بھی بھی نہیں تھی۔۔۔

کام ختم ہوا تو اپنی بالی کو ہاتھ سے زرا چھوتے ہوئے وہ تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اسکے کھڑے ہوتے ہی پیچھے کھڑے ملازم ایک دم سے الرٹ ہو گئے۔۔

میری اجازت کے بنا اس سسٹم کے ساتھ اب کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کرے گا۔ تم لوگ یہاں بیٹھ کر اب سے صرف سکرین کو دیکھا کرو گئے۔اور کسی بھی ایمرجنسی کی صورت میں صرف مجھے کال کرو گئے۔۔اور اگر میرے علم میں لائے بنا تم میں سے کسی نے بھی یہاں پر ایک بٹن بھی دبایا تو اس صورت میں تم لوگوں کے ہاتھ کاٹ کر میں یہاں پر لٹکا دوں گا۔۔۔! گوٹ اٹ۔۔۔؟؟

سرد لہجے میں بولتے ہوئے ایشام صدیقی شعلہ بار نظروں سے ان سب کو دیکھ رہا تھا۔ کیونکہ پچھلے کئی دنوں سے پورچ اور گیٹ پر نصب کیمروں میں کوئی خرابی چل رہی تھی۔اور پتہ ہونے کے باوجود بھی ملازمین میں سے کسی نے

بھی انکو ٹھیک کروانے کی زحمت نہیں کی تھی۔اور نہ ہی گھر میں کسی کو اس بارے میں انفارم کیا تھا۔انکی لاپرواہی پر ایشام صدیقی کو رہ رہ کر غصہ آرہا تھا۔

اپنے گھر کی سکیورٹی کے حوالے سے وہ سب ہی بہت ٹچی تھے۔اچھی خاصی انکی عزت افزائی کرنے کے بعد ایشام نے کل ہی سب کیمرے چینج کروا دیے تھے۔اور سکیورٹی مکمل کرتے ہوئے وہاں سے نکل کر اوپر کی جانب بڑھ گیا۔۔۔

ایشام چلتے ہوئے ہیر کے کمرے کے سامنے آیا تو اپنی جنگلی بلی کا کمرہ دیکھتے ہی اسکے لب خود بخود مسکراہٹ میں ڈھلتے چلے گئے۔

ہیر کے کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے ایشام اسکے لاک کو ابھی سیٹ کر ہی رہا تھا۔۔ کہ اچانک منیزے پاشا وہاں چلی آئیں۔۔۔

شام۔۔۔!! کیا کر رہے ہو۔۔۔؟؟ ایشام کو ہیر کے کمرے کے دروازے کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتے دیکھ کر وہ قریب آتے ہوئے بے اختیار پوچھ گئیں۔۔۔

منیزے پاشا کی آواز پر ایشام نے چونکتے ہوئے انکو ایک نظر دیکھ گیا۔۔۔

کچھ نہیں مامی جان بس آپکی شہزادی کے کمرے کا لاک سیٹ کر رہا ہوں۔۔۔!

انکی طرف سمائل پاس کرتے ہوئے ایشام دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔۔

شہزادی تو تمہاری ہو گی۔۔۔! میرے لئے تو جب سے پیدا ہوئی ہے۔ بس چڑیل ہی ہے۔۔! ہیر پاشا کو شہزادی کے لقب سے مخاطب کرتے سن کر وہ نروٹھے پن سے بولیں تو ایشام ہنستا چلا گیا۔۔۔

بے فکر رہیں پیاری مامی جان۔۔ میرے لئے بھی وہ سبز چڑیل ہی ہے۔۔۔! انکی بات کی تائید کرتے ایشام ہنستے ہوئے جواب میں بولا تو منیزے بھی ہنس دیں۔ جیسے اپنے داماد کی سوچ جان کر بہت خوشی ہوئی ہو۔۔۔

ویسے شام یہ دروازے چینج کروانا ضروری تھا کیا۔۔۔؟ کمرے کے نئے دروازے کو دیکھتے ہوئے وہ بے اختیار پوچھنے لگیں۔۔ کیونکہ ایشام نے سب کے کمروں کے پرانے دروازے نکلوا کر نئے ڈیجیٹل ڈور لگوا دیے تھے۔ اس لئے وہ متجسس ہوتے جاننا چاہ رہی تھیں۔

یہ میں نے سکیورٹی کے لئے لگوائے ہیں مامی جان۔۔۔! وقت کے ساتھ ساتھ اپکو انکا مقصد سمجھ آجائے گا۔۔! منیزے پاشا کو مختصر جواب دیتے ہوئے ایشام صدیقی اپنی سبز چڑیل کے دروازے پر اپنا فنگر پرنٹ بھی ایڈ کر رہا تھا۔تاکہ اسے کبھی دروازہ ناک کرنے کی ضرورت ہی نہ محسوس ہو۔اس کے علاوہ بھی وہ اپنی سبز چڑیل کے کمرے میں بہت سی چھیڑ چھاڑ کر چکا تھا۔جبکہ منیزے پاشا پاس کھڑی اب بے حد دلچسپی سے اسکی ساری کاروائی دیکھنے کے ساتھ ساتھ چھوٹی موٹی باتیں کرنا شروع ہو گئی تھیں۔

ماہ پارہ باہر کی جانب بڑھ رہی تھی۔جب اچانک اسے پیچھے سے اپنے نام کی پکار سنائی دی۔۔۔اپنے نام کی پکار پر وہ تیزی سے مڑی تو شیعب ابراہیم کو اپنی طرف آتے دیکھ کر بے اختیار حیرت کا شکار ہوتی چلی گئی۔۔۔

کیسی ہیں آپ۔۔۔؟وہ قریب آتے ہی مسکرا کر پوچھنے لگا تھا۔۔جبکہ ماہ پارہ اسے اپنی یونیورسٹی میں دیکھ کر نا سمجھی کا شکار ہو رہی تھی۔۔۔

آپ یہاں پر۔۔۔؟؟اسکے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے ماہ پارہ نے بے حد سنجیدگی سے اسکی یہاں موجودگی کے بارے میں اشارہ کرتے الٹا سوال کیا۔

جس کو سن کر مقابل مسکرائے بنا نہیں رہ سکا تھا۔وہ پل بھر میں اپنے سامنے کھڑی اس خوبصورت مورت میں کھونے لگا تھا۔نیلی جھیل سی آنکھوں پر تضاد

میرون سلکی بال۔۔۔۔بے شک ماہ پارہ خان اپنی خوبصورتی میں بے حد منفرد تھی۔شعیب ابراہیم اسے دیکھتے ہی خود پر سے ہوش کھونے لگتا تھا۔۔

اگر اپکو کوئی ضروری بات نہیں کہنی تو میں چلتی ہوں۔۔! سامنے والی کی آنکھوں سے بے سکون ہوتے ماہ پارہ نے فورا اپنے سٹالر نما دوپٹے کو خود پر پھیلانا چاہا۔۔

لیکن پھر چھوٹے سے سٹالر کو دیکھتے ہی اسے خود میں شرمندگی کا احساس ہونے لگا۔کیونکہ اتنا چھوٹا سٹالر اسکے وجود کو چھپانے کے لیے ناکافی تھا۔بے اختیار اسکے ذہن میں غازیان پاشا نے اپنی جھلک دیکھائی تھی۔جواب اسکے ایسے حلیے کی وجہ سے آئے دن اس پر بگڑتا رہتا تھا۔ماہ پارہ کو آج پہلی بار شرمندگی کا

سامنا ہو رہا تھا۔۔اس لئے وہ جلد از جلد یہاں سے نکلنے لگی۔کہ شیعب نے تیزی سے بولتے ہوئے اسے پھر روک لیا۔۔۔۔

رکیے مس ماہا۔۔۔!! وہ ابھی بات مکمل کر پاتا کہ تبھی ماہ پارہ نے درشتگی سے اسے ٹوک دیا۔۔۔

میرا نام ماہ پارہ ہے۔۔۔! نیلی آنکھوں میں ناگواری سجاتے ہوئے وہ فوراً سخت لہجے میں بولی تھی۔لہجہ محتاط انداز لیے ہوئے تھا۔ماہ پارہ کو کسی اجنبی کی زبان سے اپنے لئے "ماہا" سننا سخت ناگوار گزرا تھا۔کیونکہ "ماہا" اسے ابھی تک صرف غازیان نے ہی ایک دو بار پیار سے بلایا تھا۔

جب پارٹی والی رات اسکے پاؤں میں موچ آگئی تھی۔تو تب وہ اسے پیار و لاڈ سے ماہا بلاتے ہوئے بہلانے کی کوشش کرتا رہا تھا۔آج ناچاہتے ہوئے بھی ماہ

پارہ کو وہ بات، بات پر یاد آرہا تھا۔ حالانکہ اس دن کے اسکے ڈانٹنے اور غصہ کرنے کی وجہ سے وہ اس سے ابھی بھی ناراض تھی۔۔

جی جی ماہ پارہ میں آپ سے سوری کرنے آیا تھا۔۔۔!! ماہ پارہ کے ٹوکنے پر مسکراتے ہوئے شیعب اسے پورے نام سے بلاتے ہوئے اپنے آنے کے بارے میں ابھی وضاحت کر پاتا کہ تبھی ماہ پارہ کی ایک کلاس فیلو اسکے قریب آتے ہوئے جلدی سے بولی۔۔۔

ماہ پارہ باہر تمہارے ہینڈسم بیرسٹر کزن تمہیں لینے کے لیے آئے ہوئے ہیں۔۔۔!! عروج نے شرارت سے بولتے ہوئے ماہ پارہ کو چھیڑا تھا۔۔ غازیان کے آنے کا سن کر ماہ پارہ کا دل نجانے کیوں دھڑک اٹھا۔

اسکے بے زار چہرے پر ایک دم رونق اتری تھی۔ جس کو شعیب ابراہیم نے بغور ملاحظہ کیا تھا۔

کچھ دن پہلے جب غازیان اسے یونیورسٹی سے پک کرنے کے لیے آیا تھا۔تب ماہ پارہ کی چند کلاس فیلوز نے اسے غازیان کے ساتھ بیٹھتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ غازیان کی پرسنیلٹی اور یونیفارم سے mesmeriz ہوتے غازیان غائبانہ طور پر ماہ پارہ کی کلاس کی لڑکیوں کا کرش بن چکا تھا۔اسی لئے ابھی اسے باہر کھڑا دیکھ کر عروج بھاگتے ہوئے اسے انفارم کرنے چلی آئی تھی۔۔

ایکسکیوزمی مسٹر۔۔۔! بے تاثر چہرے کے ساتھ بولتے ہوئے وہ شیعب ابراہیم کی بات سنے بغیر فورا باہر کی جانب بڑھ چکی تھی۔ کیونکہ اسکا دل غازیان پاشا کے آنے کا سن کا زور سے دھڑکتا جا رہا تھا۔ شاید وہ اسے دیکھنے کے

لیے بے چین تھی یا پھر اس وقت ماہ پارہ پر کونسا احساس حاوی ہو رہا تھا۔۔وہ خود بھی ناواقف تھی۔۔خود کو نظر انداز کرنے پر شعیب ابراہیم کی آنکھوں میں شعلے بھڑکنے لگے تھے۔

جبکہ ماہ پارہ تقریباً بھاگتے ہوئے یونیورسٹی سے باہر نکلی تو بیرسٹر غازیان پاشا پورے اٹیٹیوڈ میں گاڑی سے باہر نکلے کھڑے تھے۔

اسکے وجیہ چہرے اور شخصیت پر نظر پڑتے ہی ماہ پارہ مبہوت ہوتے اسے یک ٹک دیکھتی چلی گئی۔بلیک اینڈ وائٹ یونیفارم میں وہ دل دھڑکا دینے کی حد تک خوبصورت لگ رہا تھا۔

ماہ پارہ کے چہرے پر نجانے کیوں شرمیلی سی مسکان بکھرنے لگی تھی۔اسی مسکراہٹ کے ساتھ وہ اپنی بک کو سینے سے لگائے تیزی سے اسکی طرف بڑھنا شروع ہو گئی۔

اسکے برعکس غازیان جو اپنے دھیان میں کھڑا تھا۔کہ اچانک دھڑکنوں کے شور مچانے پر نظریں اٹھاتے ہوئے دیکھنے لگا تو سامنے ہی ماہ پارہ تیزی سے قدم اٹھاتے ہوئے اسکی طرف بڑھ رہی تھی۔

اسکے یوں قریب آنے پر اپنے دل کو اودھم مچاتے دیکھ کر غازیان پاشا نے دلفریبی سے مسکراتے ہوئے اسکے خوبصورت چہرے پر نظر ڈالی۔جبکہ اسکے یوں دلکشی سے مسکرانے پر اسے تکتی ہوئیں لڑکیاں آہ بھر کر اپنے دل پر ہاتھ

رکھتی چلی گئیں۔غازیان کی قاتلانہ مسکراہٹ دیکھ کرانکااندازدل تھامنے جیسے تھا۔۔۔

ماہ پارہ اسکے قریب آئی تواسکے چہرے پر بکھرے رنگوں کو دیکھ کر پہلے تو غازیان حیرت سے ٹھٹک گیا۔لیکن پھر جب اسکادھیان میڈم ماہ پارہ کے حلیے اور ڈریس کی جانب ہوا تو ایک بس سیکنڈ لگا تھا غازیان کا موڈ بگڑنے میں۔۔۔۔ اب تک وہ صرف اسکے چہرے کو تک رہا تھا۔

لیکن قریب آتے ہی ماہ پارہ کے ڈریس نے اسے ہوش میں لا پٹخا تھا۔یلو کلر کے سٹائلش شارٹ ٹراؤزر پر وہ شارٹ ہی شرٹ پہنے ہوئے تھی۔جبکہ گلے میں بالکل چھوٹا سا سٹالر ڈالا ہوا تھا۔میرون لمبے بال ہلکے پھلکے جوڑے میں تو باقی آوارہ لٹوں نے چہرے پر احاطہ کیا ہوا تھا۔وہ اس حلیے میں جہاں باقیوں کو

خوبصورت ترین لگ رہی تھی۔ وہیں غازیان پاشا کو ایک سیکنڈ میں وہ زہر لگنے لگی تھی۔

اچانک اسے سرد تاثرات دیکھ کر ماہ پارہ اپنی جگہ پر بے اختیار سہمتی چلی گئی۔۔

مقابل کی سرمئی آنکھوں میں اتری سرخی کو نوٹ کرتے ہوئے اسے ڈر لگنے لگا تھا۔ جبکہ غازیان پاشا نے لب بھینچتے ہوئے خود پر کنٹرول کرنے کی ناکام سی کوشش کی ورنہ بس نہیں تھا۔ کہ ابھی اسے گاڑی میں پٹک کر اسکی عقل ٹھکانے لگا دیتا۔۔۔پر وہ خود پر کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کیونکہ پہلے ہی وہ اتنے دنوں سے اس سے ناراض ناراض پھر رہی تھی۔

ایک سیکنڈ سے پہلی گاڑی میں بیٹھو۔۔! لگتا ہے سب کچھ بھاڑ میں جھونک کر آج سب سے پہلے تمہیں ڈھنگ کی شاپنگ مجھے خود ہی کروانی پڑے گی۔۔! ورنہ تم کسی اور کے کنٹرول میں آتی نظر نہیں لگ رہی۔۔۔۔! سرد لہجے میں بولتے ہوئے غازیان نے اسے گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔۔ماہ پارہ اسے شکوہ کناں نظروں سے دیکھتی چلی گئی۔ لیکن پھر معصومیت سے رونے والے انداز میں ہونٹ مڑوڑتے ہوئے جلدی سے گاڑی میں بیٹھ گئی۔

تاکہ وہ پھر نہ اس پر کہیں بھڑک جائے۔۔

ماہ پارہ گاڑی میں بیٹھی تو غازیان سن گلاسز لگاتے ہوئے غصے کے عالم میں تیزی سے گھومتے ہوئے آکر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔اپنے اس دن کے غصے اور ڈانٹنے کی وجہ سے وہ ایشام کو منع کرتے ٹائم نکال کر خود اسے لینے کے لیے آیا

تھا۔تاکہ اسے منا سکے۔پر یہاں تو راوی، چین ہی لکھ رہا تھا۔ مطلب غازیان جو اسے منانے کا سوچے بیٹھا تھا۔پر اب ماہ پارہ کی وہی لاپرواہیاں دیکھتے ہوئے غصے سے اسکی رگیں پھولنے لگی تھیں۔۔

خود پر ضبط کرتے ہوئے غازیان نے ریورس کر گاڑی تیز سپیڈ میں ڈرائیو کرنا شروع کر دی تھی۔یہ جانے بنا کہ دو لوگ وہاں ان پر آنکھیں جمائے کھڑے تھے۔

مجھے بھوک لگی ہوئی ہے۔۔۔!!گاڑی سڑک پر چلنا شروع ہوئی تو ماہ پارہ نے گھبرا کر معصومیت سے بولتے ہوئے اسے اچانک مخاطب کیا۔۔

مجھے کھالو۔۔!!اسکے مخاطب کرنے پر غازیان نے غصے سے پھٹنے والے انداز میں اونچی آواز سے بھڑکتے ہوئے جواب دیا تھا۔اچانک اسکے اتنے ہارش ری

ایکشن پر وہ ڈر کے مارے اچھلتے ہوئے رہ گئی۔ نیلی آنکھیں تیزی سے نم ہوئیں تو غازیان کو فورا اپنے لہجے کا احساس ہونے لگا۔۔ پر وہ کیا کرتا اس صورت میں وہ بے بس تھا۔ غازیان کو ایشام صدیقی پر اب تپ چڑھنے لگی تھی۔ جو ہر روز اسے پک کرنے آتا تھا۔ پر آج تک اپنی کزن کو ڈھنگ کی ڈریسنگ کرنے کا نہیں کہہ پایا تھا۔

سب کے سب ہی بے غیرت ہیں یہاں پر۔۔!!! لگتا ہے، سالوں کو اٹلی کا رنگ کچھ زیادہ ہی چڑھ گیا ہوا ہے۔۔۔ !!

اس معاملے میں سب کو آزاد خیال جان کر غازیان غصے سے بڑبڑایا تھا۔ اور ساتھ ہی ایک نظر دوسری سیٹ پر بھی ڈالی۔ جو اسکا تیز لہجہ سن کر آہستہ آواز میں اب رونا شروع ہو چکی تھی۔

ماہا۔۔۔!!اسے بری طرح روتے دیکھ کر اگلے ہی پل بے چینی سے غازیان نے تیزی سے گاڑی کو سائیڈ کنارے پر روکتے ہوئے اسے پیار سے پکارا۔ جبکہ غازیان کے بلانے پر اب اسکی جانب سے رخ موڑتے ہوئے مار پارہ نے رونا شروع کر دیا تھا۔

ہے ماہا۔۔۔!!نرم لہجے میں اسے پکارتے ہوئے غازیان نے اسکا چہرہ اپنی طرف موڑا تو نیلی آنکھوں نے پلکیں اٹھانے سے انکار کر دیا۔

ائم سوری میری۔۔۔سوری میرا بچہ۔۔۔!!غازیان جو فلو میں اسے "میری جان" کہتے کہتے رکا تھا۔ کہ اپنی بے اختیاری پر ہونٹ کا کونا دبا کر جلدی سے الفاظ بدلتے ہوئے اسکی لٹوں کو کانوں کے پیچھے کرنے لگا۔ماہ پارہ جو چہرہ

ہاتھوں میں گرائے رو رہی تھی۔ کہ اسکے اتنے لاڈ سے میرا بچہ بلانے پر بے ساختہ چہرہ اٹھاتے ہوئے اسکی طرف دیکھنے لگی۔۔۔

اسکے چہرہ اٹھانے پر اسکی سرخ ہوتی نیلی آنکھوں کو دیکھ کر غازیان پاشا نے تیزی سے خود کو کوسا۔۔اس وقت وہ بے حد بے قراری کا شکار ہو رہا تھا۔اسکا دل ان بھیگی پلکوں کو ہونٹوں سے چھونے کا ہوا تھا۔ لیکن ابھی وہ صرف ضبط کے سوا کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔پر اس نے ارادہ کر لیا تھا۔۔کہ اب وہ جلد از جلد اپنے بڑے بابا سے اس بارے میں ضرور بات کرے گا۔۔

ائم سوری میرا بچہ۔۔۔!! میں تم پر غصہ نہیں کرنا چاہتا ہوں، پر تمہارا اس قدر خود سے لاپرواہ ہونا دیکھ کر بس میں آؤٹ آف کنٹرول ہو جاتا ہوں۔۔۔! ماہ

پارہ کی نیلی آنکھوں سے آنسو صاف کرتے ہوئے غازیان نے بے بسی سے اپنی صفائی دی۔

اا پکو۔۔۔ہی بس۔۔ مجھ پر غصہ آتا ہے۔۔۔ورنہ۔۔ باقی سب کچھ بھی نہیں بولتے۔۔۔۔!! اسکی وضاحت سن کر ماہ پارہ نے ہچکی بھرتے فورا شکوہ کیا۔۔

دوسری طرف اسکا شکوہ سن کر غازیان سرد سانس خارج کر تا رہ گیا تھا۔اب وہ اسے یہ نہیں کہہ سکتا تھا۔کہ باقی سب کو وہ بے غیرتوں کی لسٹ میں شامل کر چکا ہے۔۔۔اس لئے وہ اسے کچھ کہتے نہیں ہیں۔۔۔

تم ساری باتیں چھوڑو مجھے یہ بتاؤ کیا کھاؤ گی۔۔۔!! تمہیں پہلے کچھ کھلا کر پھر میں نے تمہیں مال لے کر جانا ہے۔اور جو ڈریس میں نے تمہیں لے کر دینے

ہیں آئندہ تم اب وہی پہنو گی۔اپنے پرانے سب ڈریس تم آج رات پیک کر کے میرے کمرے میں پہنچا دینا۔۔۔اوکے۔۔۔ !!

ماہ پارہ کے آنسو صاف کرنے کے بعد اسکی گود میں رکھا بیگ اٹھا کر پیچھے رکھتے ہوئے وہ اسے ہدایت کر رہا تھا۔ جبکہ لہجہ حکم دینے والا تھا۔ماہ پارہ تو اسکی باتوں پر حیرانی سے اسے دیکھتی چلی گئی تھی۔۔۔

رات کے گیارہ بج رہے تھے۔جب کبیر خان اپنے بیڈ پر کل والے انداز میں لیٹا بے صبری سے اپنی معصوم بلی کے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ جس نے وعدے کے مطابق آج بھی اسکے پاس سونے کے لئے آنا تھا۔پر وہ ابھی تک آئی نہیں

تھی۔اسکے آنے کی وجہ سے کبیر نے ابھی تک لائٹ بھی آن رکھی ہوئی تھی۔ تاکہ اندھیرے میں اسے چلنے میں مشکل نہ ہو۔۔

گل بہار کے گداز وجود کو سوچتے ہی کبیر کے جذبات منہ زور ہو رہے تھے۔ اپنی معصوم بلی کی میٹھی سانسوں کو یاد کرتے ہی کبیر کا وجود بار بار بے چینی کا شکار ہو رہا تھا۔اس لئے ہونٹ کاٹ کر ضبط کرنے والے انداز میں وہ اسکے آنے کا انتظار کرنے لگا۔اور اس بار کبیر خان کو زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا تھا۔ کیونکہ اسے اپنے کمرے سے باہر کسی کے قدموں کے آواز سنائی دے رہی تھی۔

دلکشی سے مسکرا کر خود کو سنبھالتے ہوئے کبیر نے آنکھوں پر بازو رکھتے ہوئے جان بوجھ کر آنکھیں بند کر لیں۔۔ کہ تبھی خفیہ انداز میں دروازہ کھولتے ہوئے بہار نے چپکے سے اندر دیکھا۔

کبیر کی آنکھوں پر رکھے بازو اور لائٹ آن دیکھ کر وہ چمکتی آنکھوں سے ناک سکوڑ کر اندر داخل ہو گئی۔ جبکہ کبیر کن اکھیوں سے اسکی ہر کاروائی دیکھ رہا تھا۔ بلیک سلیولیس نائٹ ڈریس میں اسکے چمکتے ہوئے روپ کو دیکھ کر آئس بلو آنکھیں تیزی سے خمار زدہ ہوتی چلی گئی تھیں۔۔۔

بہار خفیہ انداز میں چلتے ہوئے گھوم کر بیڈ کے دوسری جانب آئی۔۔ اور ہاتھ پیچھے لے جاتے ہوئے اپنے لمبے بالوں کو اٹھا کر کمبل زرا سا اٹھا کر پورے حق

سے کبیر خان کے بازو پر سر رکھتے ہوئے لیٹ گئی۔اسکے حق جتاتے انداز پر کبیر خان بند آنکھوں میں تیز ہوتی دھڑکنوں کے ساتھ بھرپور مسکرادیا تھا۔

تکیے پر اپنے بال بکھیرتے ہوئے بہار نے کروٹ بدل کر کبیر کو ہگ کرتے ہوئے آنکھیں بند کیں تو کبیر آنکھوں سے بازو ہٹاتے ہوئے اسے جان نثار ہوتی نظروں سے دیکھتا چلا گیا۔۔ریموٹ اٹھا کر پہلے اس نے کمرے کے دروازے کو لاک کیا۔

اور پھر کمرے میں روشن لائٹس کو بھی بند کر دیا۔

ریموٹ واپس سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے کبیر نے ایک جھٹکے میں اسکا چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے لبوں کو اچانک قید کیا تو بہار ہڑ بڑا کر اندھیرے میں آنکھیں کھول گئی۔

جبکہ مقابل مدہوش ہوتے اسکے لبوں کو مکمل طور پر واہ کرتے بہکتا چلا گیا تھا۔

بہار کی گردن کو ایک ہاتھ سے جکڑتے ہوئے کبیر نے دوسرے ہاتھ سے اسکی شرٹ کے بٹن کھولنا شروع کیے تو بہار کے پورے وجود میں سرد لہریں دوڑ گئیں۔اسکی سخت گرفت پر ہلکی پھلکی مزاحمت کرتے ہوئے بہار نے پیچھے ہٹنے کی کوشش کی تو اسکی شرٹ ایک جھٹکے میں وجود سے نکالتے ہوئے دور اچھال کر کبیر بے باکی سے اسکے ہونٹوں کو سک کرنا شروع ہو گیا۔۔

Scene will continue

ناول جنونِ یار

کبیر کے شرٹ اتارنے پر بہار اوپر کو اٹھتے ہوئے مچلی تو کبیر اسکے ہونٹوں پر شدتیں نچھاور کرتے مسکرا دیا۔اسکی پتلی کمر میں بازو حائل کر کے کبیر نے اسے جکڑتے ہوئے خود کے ساتھ تیزی سے لپٹایا تو بہار اسکی آغوش میں کانپتی چلی گئی تھی۔

جبکہ بستر پر کبیر خان نے اچانک سے ہل چل مچاتے ہوئے بہار کو خود میں بھینچ کر کروٹ بدلی تو بہار کا وجود جل اٹھا۔کبیر نے زرا کی زرا اسکے لبوں کو آزادی بخشتے ہوئے گردن پر ہونٹ رکھنے شروع کیے تو بہار سسکتے ہوئے بیڈ شیٹ کو مٹھیوں میں جکڑنے لگی۔۔۔

بی۔۔بیر۔۔۔!!اپنے وجود پر سرکتے ہوئے اسکے پر حدت ہونٹوں کے لمس پر بہار نے خماری سے اسے پکارا تھا۔۔۔

بیر کی دھڑکن۔۔۔!! مجھے پکارو بہارے۔۔۔ بار بار پکارو۔۔۔!! آج پوری رات مجھے صرف تمہاری میٹھی سسکیاں سنی ہیں۔۔۔!! بہار کی سائیڈ گردن کو بے باکی سے سک کرتے ہوئے کبیر بوجھل آواز میں سرگوشیاں کر رہا تھا۔ جن کو سنتے ہوئے بہار کا نازک سا دل دھڑکتے ہوئے باہر نکلنے کو بے تاب ہونے لگا۔ اتنے دنوں بعد یہ لمس، سانسوں کا شور اسے سکون دے رہا تھا۔ پر مقابل کی شدتوں کو سوچ سوچ کر کہیں نا کہیں اسکا کمزور دل ڈر بھی رہا تھا۔۔

کبیر نے اسکے نازک بدن پر اپنا ہلکا سا بوجھ منتقل کیا تو بہار کے ماتھے پر چمکتی ہوئی نمی کو دیکھ کر گہرا مسکرا اٹھا۔ بہار کے کالے نینوں میں اپنی وحشت زدہ آنکھیں گاڑتے ہوئے کبیر نے بہار کو ہلکا سا اوپر اٹھاتے ہوئے اسکی دھڑکنوں کو آخری پردے سے آزاد کیا تو بہار کا وجود جھٹکا کھاتے ہوئے خود میں سمٹ گیا۔

اسکی دھڑکنوں کو آزاد کرتے ہی کبیر مدہوش ہوتے ان پر جھکا تو بہار لرزتے ہوئے اسے کندھوں سے تھام گئی۔ بے شک صرف کچھ دنوں میں ہی یہ قرب و نشہ ان دونوں کو اپنا عادی بنا چکا تھا۔ قربت کی طلب دونوں کو خود میں مکمل طور پر ڈوبا چکی تھی۔

کبیر خان کے ہونٹ لمحہِ بہ لمحہ اسکی دھڑکنوں پر شدت سے پیوست ہونے لگے تو بہار کسمسا کر آہیں بھرنے لگی۔ جبکہ کبیر جذبات کے سنگ بہتے ہوئے بہکتا جا رہا تھا۔ کل بہت ضبط کرنے کے بعد وہ خود پر جتنا کنٹرول کر پایا تھا۔ تو آج کل کی بھی کسر نکالتے ہوئے وہ ہر بندھن توڑتے جا رہا تھا۔

اسکی دھڑکنوں پر اپنا چوڑا ہاتھ پھیرتے ہوئے کبیر نیچے کی جانب بڑھا تو بہار مچلتے ہوئے سسکنے لگی۔ پر مقابل کے دیو ہیکل وجود کے نیچے وہ مکمل طور پر قید تھی۔

کبیر کے سلگتے ہونٹوں نے جب بہار کے پیٹ کو چھوا تو کمرے میں سانسوں کا شور بھرتا ہی چلا گیا۔ اسکے خوبصورت بدن کے اتار چڑھاؤ دیکھتے ہوئے کبیر خان پر طلب کا نشہ ایک دم سے حاوی ہوا تو وہ سرعت سے دونوں کو ہر پردے سے آزاد کرتے بہار کو تیزی سے خود کے ساتھ لپٹا گیا۔۔۔

بیر۔۔۔!!! بہار کا نازک وجود کبیر کے جواں جسم کے ساتھ مس ہونے لگا تو بیک وقت سکون و بے قراری کی لہر نے کبیر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ جبکہ بہار کو تو کمبل میں آگ سی محسوس ہوئی تھی۔ اس لئے وہ مچلتے ہوئے کمبل کو

ہٹانے کی کوشش کرنے لگی۔اسکے اچانک گرمی کے احساس پر وہ ہنس پڑا تھا۔۔۔

میری بہارے کو گرمی لگ رہی ہے کیا۔۔۔؟؟اسکی چھوٹی سی ناک کی ٹپ سے اپنی مغرور ناک مس کرتے ہوئے کبیر نے لاڈ سے استفسار کیا تھا۔جس کے جواب کے بدلے میں بہار نے شرم کے مارے بس ہولے سے سر ہلایا۔۔۔

نزدیکیاں بڑھالوں۔۔۔؟؟اسکے ہاں کرنے پر بھرپور مسکراتے ہوئے کبیر نے دوسرا سوال کیا تو بہار گلابی ہوتے چہرہ چھپانے کی کوشش کرنے لگی۔۔

ایسے نہ کرو جاناں۔۔۔!!یہ سماں تو کچھ اور ہے۔۔۔!!اسکے چہرہ چھپانے پر کبیر نے بوجھل لہجے میں بولتے ہوئے بہار کا چہرہ پھر سامنے کیا تھا۔۔اسکے ہر

نقش کو وارفتگی سے دیکھتے ہوئے کبیر نے اسکے ماتھے کو چومتے ہوئے لرزتی ہوئی پلکوں کو چھوا تو بہار کے ہونٹ کپکپا اٹھے۔ اسکے نازک لبوں کی کپکپاہٹ دیکھتے ہوئے کبیر نے نرمی سے اسکے لبوں پر ہونٹ رکھتے ہوئے اسکی تھائیز سہلاتے ہوتے اپنے قریب کر لیا تھا۔ جبکہ بہار اسکی اگلی کاروائی سمجھتے ہوئے لرز کر آنکھیں میچ چکی تھی۔

اسکا نازک سفید بدن جلتے ہوئے کبیر خان کے وجود کے ساتھ لپٹا ہوا تھا۔ بہار نے کانپتے ہوئے اسے کندھوں سے تھاما تو کبیر بوجھل سانسوں کے ساتھ اسکی تھائیز میں فاصلہ بناتے ہوئے درمیان میں آ گیا۔

ڈر کے مارے بہار نے نچلا ہونٹ اندر کی جانب بھینچ کر وجود میں اٹھنے والے درد کے لئے خود کو تیار کیا تو کبیر نے تیزی سے جھکتے ہوئے اسکے نچلے ہونٹ کو

دانتوں میں دبا کر اسکی کمر میں ہاتھ لپیٹ کر بہار کو اوپر اٹھاتے ہوئے اسکی تھائیز کو سختی سے جکڑتے ہوئے ایک جھٹکے میں اسکے وجود میں سرائیت کر لی۔

سرائیت کے بدلے میں بہار کے لبوں سے بلند ہونے والی کراہ کبیر کے ہونٹوں میں ہی کہیں گم ہو کر رہ گئی تھی۔

کبیر نے دیوانہ وار اپنی شدتوں کا آغاز کیا تو بہار بری طرح تڑپ اٹھی۔ وہ اسکی شدتوں کے آگے بہت نازک تھی۔۔ پر مقابل ان لمحات میں ایسی پرواہ کہاں کرتا تھا بھلا۔۔۔ جو آج کرتا۔۔۔

بیر۔۔۔!! نہیں۔۔۔!! اسکے شدت سے خود میں اترنے پر بہار ہونٹ چھڑاتے ہوئے ہلکا سا چیخ اٹھی تھی۔ جبکہ بدن اکڑاتے ہوئے اس نے سر اوپر اٹھا لیا تھا۔۔

بہارے۔۔۔!!!اسکو سسکتے دیکھ کر کبیر نے اسکی گردن کو بے باکی سے سک کرتے اسے کول ڈاؤن کرتے پھر بے بس ہوتے شدت اختیار کی تو بہار کی آنکھیں نم ہو گئیں۔وہ بری طرح خود کو اس میں گھول رہا تھا۔

سوری جاناں۔۔۔!! تمہیں محسوس کرتے ہوئے میں خود پر کنٹرول نہیں کر پاتا۔۔۔!! پلیز برداشت کرنے کی کرلو۔۔!! بہار کی کلائیوں کو چوم کر کبیر نے اسے اپنے گلے میں حصار بنانے کا کہا تو وہ ہونٹ کاٹتے ہوئے اسکے گلے میں بازو حائل کرتے اسے قریب کر گئی۔جس پر کبیر خان کا پورا وجود شدت پسند ہوتے بہار کو خود میں لاپتہ کرنے لگا تھا۔اسکے ہونٹوں کو سک کرتے کبیر اسکی تھائیز کو جکڑتے ہوئے بار بار جنون خیزی پر اترتا جا رہا تھا۔بے شک یہ رات گل بہار کے لئے بہت بھاری ہونے والی تھی۔کمرے میں فسوں خیز سانسوں

کے رقص پر کبیر خان کا دل جب دھڑکتا تھا۔ تو پھر اسکا انگ انگ بہار کے وجود پر اپنی شدتیں نچھاور کرنے لگتا تھا۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

تم کہاں جاتی۔۔۔؟؟ میں کل شاپنگ پر جاؤں گا۔۔۔!! میں کل باہر گھومنے بھی جاؤں گا۔۔۔!! فاتح جو کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔ کہ بے اختیار اپنی بیوی کی اردو سنتے ہوئے رکتا چلا گیا۔ سلینہ اپنے دھیان میں اردو بولنے کی کوشش میں کافی اونچی آواز میں خود سے باتیں کر رہی تھی۔ جبکہ فاتح تو اسکی اردو سن کر شاکڈ ہو گیا تھا۔ اسے یہاں پر آئے ہوئے دو ہفتے ہو گئے تھے۔ اور ان دو ہفتوں میں اسکی بیوی نے سیکھا بھی تو کیا سیکھا تھا۔۔ صرف غلط مذکر اور مؤنث...؟

اسکے برعکس سلینہ اپنی اردو پر خود کو داد بخشتے ہوئے خوش ہوتے کھکھلا پڑی تھی۔

میں-بہت-اچھا-اردو-بول لیتا ہوں۔۔۔!رک رک کر بولتے ہوئے سلینہ نے اپنی تعریف خود ہی کی تو فاتح کو بے اختیار اس چھوٹے بونے پر تپ چڑھنے لگی۔جو اردو سیکھانے کے چکر میں پتہ نہیں اسکی بیوی کو کیا کیا سکھاتا رہا تھا۔ سبحان کو سوچتے ہی فاتح کا بس نہیں چل رہا تھا۔۔کہ اسے کہیں پٹک کر رکھ دیتا۔۔

یااللہ اس چھوٹے پٹھان کا مذکر اور مونث ٹھیک کر دے بس۔۔!!ورنہ گھر والوں کے سامنے میری عزت کا فالودہ ہو جانا ہے۔۔۔!!سلینہ کی اردو کے حق میں دعائیں مانگتے ہوئے فاتح کمرے میں داخل ہوا تو سلینہ متوجہ ہوتے

اسکی طرف مڑ گئی۔۔فاتح کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے سلینہ نے پہلے اپنی آنکھیں سکیڑیں تو وہ نا سمجھی سے اسکے تاثرات دیکھنے لگا۔۔

تم۔۔۔کہاں گھومنے۔۔گئی تھی۔۔۔؟؟کمر پر بازو ٹکاتے ہوئے سلینہ نے اردو بولتے ہوئے پورے رعب سے استفسار کیا۔جس کے بدلے میں فاتح کی نیلی آنکھیں بے ساختہ پھیل گئیں۔۔۔ان دو ہفتوں کے ساتھ کا اثر تھا۔۔کہ وہ اب صرف اس سے ڈرنے کی بجائے آؤٹ پٹانگ باتیں اور حرکتیں بھی کر لیتی تھی۔فاتح کے پیار نے سلینہ کو اگر پھیلنے اور شوخ ہونے کا موقع دیا تھا۔تو اس میں کچھ بھی غلط نہیں تھا۔اور کچھ محمد سبحان کی پڑھائی ہوئی پٹیوں کا بھی اثر تھا۔جو وہ اپنی شوگر گرل کو اس نیلے سمندر کے خلاف پڑھاتا رہتا تھا۔۔

تم بولتی کیوں نہیں۔۔۔؟؟ کہاں گئی تھی۔۔؟؟اب کی بار سلینہ نے زرا تیکھے تیوروں سے سوال کیا۔۔ جبکہ فاتح نے اپنے لئے مؤنث سنتے ہوئے دانت پیس لیے تھے۔۔

ایسی کی تیسی تمہاری اس اردو کی۔۔ کیا بولے جا رہی ہو بے وقوف لڑکی۔۔!! اسکے قریب آکر فاتح نے چباتے ہوئے بول کر اسے دبوچنے کا ارادہ کیا تو سلینہ پھرتی سے پیچھے ہوتے اسکی پہنچ سے دور ہو گئی۔

سلطان میں۔۔۔ تمہارے ہاتھ نہیں آؤں گا۔۔۔!! فاتح کو ٹھینگا دیکھاتے ہوئے وہ مزے سے بولی تو فاتح تیزی سے استغفار بول گیا۔۔

بے شرم لڑکی کیوں اپنے سسر کا نام ایسے منہ پھاڑ کر لیتی ہو۔۔۔!! کتنی بار بتایا ہے کہ "سلطان" میرا سر نیم ہے۔۔ "فاتح" میں نام ہے۔۔!! دنیا کی

پہلی بے وقوف ترین بیوی مجھے ہی ملی ہے شاید۔۔۔جو شوہر کو اسکے باپ کے نام سے بلاتی ہے۔۔۔"اب کی بار فاتح نے زرا غصے سے ٹوکتے ہوئے پھر اسکی درستگی کی تھی۔جو وہ پچھلے کئی دنوں سے کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔پر وہ بے وقوف پھر بھی ہر بار اسے "سلطان" ہی کہہ کر ہی پکارتی تھی۔

ففا۔۔تح۔۔۔!!مجھے نہیں۔۔آتی یہ نام۔۔۔!!فاتح کو گھورتے ہوئے دیکھ کر سلینہ نے کوشش کرتے اسکا نام ادا کرنا چاہا تو اگلے ہی پل جھنجھلا کر نفی کر گئی۔۔۔فاتح کا نام اسے مشکل لگتا تھا۔اس لئے وہ اٹلی میں بھی اسے اسکے سر نیم سے ہی پکارتی تھی۔پر تب فاتح اسے ٹوکتا نہیں تھا۔۔

لیکن اب اگر وہ اسکے گھر والوں کے سامنے یا پھر خود "سلطان احمد خان" کے سامنے اسے سلطان کہہ دیتی۔پھر تو فاتح کی شہادت پکی تھی۔کیونکہ آج تک تو

اسکی مورے نے بھی اپنے پیارے شوہر کو نام سے نہیں بلایا تھا۔اور یہاں انکی بہو کی لمبی زبان سے نکل ہی بس سلطان رہا تھا۔

میں۔۔۔سلطان ہی پکاروں گا۔۔۔"سلینہ نے ہاتھ نچاتے ہوئے آخری فیصلہ سنایا تو فاتح منہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ضبط کرنے لگا۔۔

ٹھیک ہے ہزار بار پکارنا۔۔۔! پھر جب ساس اور سسر کے ہاتھوں شہید ہو گی تو تمہیں تمغہ امتیاز پہنانے پہنچ جاؤں گا۔۔۔"اسکو ضد لگاتے دیکھ کر فاتح چبانے والے انداز میں اسے ڈرا رہا تھا۔جس پر سچ میں روہانسے ہوتے سلینہ صوفے سے کشن اٹھا کر اسے دے مارا تھا۔۔۔

تیری تو۔۔۔!! فاتح جارحانہ انداز میں اس پر جھپٹ پاتا کہ اسی وقت پاکٹ میں رکھا موبائل بجنا شروع ہو گیا۔ سلینہ کو گھور کر فاتح نے موبائل نکالا تو شہرام کی کال آرہی تھی۔ جس کو اگلے ہی پل وہ ریسیو کر چکا تھا۔۔۔

ہاں بول شہری کیسا ہے۔۔!! سلینہ کو پاس آنے کا اشارہ کرتے فاتح نے اسے جواب دیا۔۔۔اسکے پاس بلانے پر سلینہ ناک منہ چڑھاتے ہوئے انکار کرتے جا کر شیشے کے سامنے کھڑی ہو گئی تھی۔۔۔

سالے تو تو بیوی کو پا کر مجھے بھول ہی گیا ہے۔۔۔! یہاں میں تیرے لئے اپنا نکاح رکوائے بیٹھا ہوں اور تجھے مجھ سے بات کرنے کی بھی فرصت نہیں۔۔۔" فاتح کے کل بات نہ کرنے پر شہرام طعنوں کی بوچھاڑ کرتے ناراضگی سے بولتا چلا گیا تھا۔

خبیث انسان میں کونسا ادھر بیوی کے ساتھ سہاگ راتیں مناتے ہوئے تھک نہیں رہا ہوں۔ جو جلن کے مارے تجھے اپنے نکاح کی فکر پڑ گئی ہے۔۔ صوفے پر بیٹھ کر فاتح نے تڑکتا بھڑکتا جواب دیا تو نجانے کیوں اسکا جلا کٹا لہجہ سن کر شہرام کو اپنے کلیجے میں ٹھنڈ اترتی محسوس ہوئی تھی۔ جبکہ فاتح نے سلینہ کی پٹھانی فراک کھینچتے ہوئے ایک جھٹکے میں اسے اپنے پاس صوفے پر بٹھا کر قید کر لیا تھا۔ آج صبح سے وہ اسکے ہاتھ نہیں آ رہی تھی۔۔۔ سلینہ کو پاس بٹھاتے ہی فاتح نے اسکے پھولے گال پر تیزی سے دانت گاڑ دیے۔

جو تو بول رہا ہے۔ اگر سچ میں ایسا ہے۔ تو پھر ٹھیک ہے۔ پر پھر بھی جلدی واپس آ جائی۔۔ کیونکہ مجھ سے اور صبر نہیں ہوتا۔۔۔! اور بتا تیری چاکلیٹ گرل کہاں ہے۔۔۔! فاتح کو ہدایت کر کے شہرام نے اب ریلکس ہوتے سلینہ کا پوچھا تھا۔ جس کے ساتھ ابھی تک اسکی بات نہیں ہو پائی تھی۔

تیری بے وقوف بھابھی نے اردو سیکھنے کی گستاخی کی ہوئی ہے۔لے تو اس سے بات کر کے اسکو اردو کا جنازہ نکالتے سن میں زرا فریش ہو کر واپس آتا ہوں۔۔۔! موبائل سلینہ کے حوالے کرتے ہوئے شہرام کو جھٹکا دے کر فاتح خود باتھ روم کی جانب بڑھ گیا تھا۔ جبکہ شہرام تو اپنی چھوٹی سی بھابھی کی اردو سننے کے لئے excited ہو چکا تھا۔۔

ڈنر کے وقت سب ضرار پاشا کے لوٹنے کا انتظار کر رہے تھے۔ جو فون سننے کی غرض سے اٹھ کر زرا باہر گئے ہوئے تھے۔ انکے انتظار میں ابھی تک کسی نے بھی کھانا نہیں شروع کیا تھا۔

چند منٹ مزید گزرے تو ضرار پاشا واپس آتے دیکھائی دیے۔اپنی چیئر پر بیٹھ کر انہوں نے سب کو کھانا شروع کرنے کا اشارہ کیا تو سلطان احمد خان بے اختیار پوچھ گئے۔۔۔

خیر تھی نا پاشا۔۔۔؟ وہ فکر مندی سے بولے تھے۔۔

ہاں خان۔۔۔! بابا سائیں کا فون تھا۔ کہہ رہے تھے۔ کہ اس ہفتے گاؤں جا کر غازیان کو سردار ڈکلیئر کر دیا جائے۔۔۔! ضرار پاشا نے عام سے انداز میں جواب دیتے ہوئے انکو بتایا تھا۔ جبکہ انکے الفاظ سن کر غازیان کے حلق میں تو نوالہ اٹک چکا تھا۔ بامشکل نوالہ نگلتے ہوئے اس نے باپ کی طرف دیکھا جو بے نیازی سے کندھے اچھا گئے تھے۔ سب غازیان کاری ایکشن دیکھنے لگے۔ جس کے تاثرات ایک پل میں خراب ہو چکے تھے۔

ڈیڈاب یہ کیا نیا شوشہ ہے۔۔۔!! غازیان نے بامشکل ضبط کرتے اس نئ منطق کو جاننا چاہا تھا۔

اس میں شوشے والی کیا بات ہے غازی۔۔!! تمہارے داجان کا حکم ہے۔اینڈ ہوپ سو کہ تم انکا حکم تو نہیں ٹالو گئے۔۔! ضرار پاشا بالکل نارمل انداز میں اسے جواب دے رہے تھے۔ جیسے کوئی انوکھی بات نہ کی جارہی ہو۔۔۔

پلیز ڈیڈ یہ ایموشنل بلیک میل تو مجھے بالکل نہ کریں۔۔۔!! اگر داجان کے حکم والی بات ہے تو پھر اپنے وقت میں آپ نے خود کیوں نہیں انکی بات مان کر سرداری لی تھی۔۔! باپ کے نارمل انداز پر بگڑتے ہوئے وہ دوبدو جواب دیتے بول رہا تھا۔

بڑی کوئی زبان دراز اور گندی اولاد پیدا ہوئی ہے اس گھر میں۔۔!! غازیان کی جوابی کارروائی پر سنان مصطفیٰ بے اختیار سر نفی میں ہلاتے ہوئے دکھ کا اظہار کر گئے۔ جس کو سرے سے ہی انکی اولاد نے نظر انداز کر دیا تھا۔

ڈیڈ میں اپکو پہلے ہی کلئیر کر رہا ہوں۔ کہ اس سرداری کے کھیل سے مجھے دور ہی رکھیں۔۔! اور اگر آپ لوگوں کو زیادہ ہی شوق ہو رہا ہے۔ تو ایشام کو سردار بنادیں۔۔! میرا passion میری جاب ہے۔ جس کے ساتھ مجھے کوئی اضافی کھیل ڈارمہ نہیں چاہیئے ہے بس۔۔ !

دوٹوک انداز میں صاف صاف انکار کرتے ہوئے غازیان نے اپنے سر سے سرداری کا تاج اتار کر پاس بیٹھے ایشام کے سر پر پہنایا تو کھانا کھاتے ہوئے ایشام

کا اچھوبے ساختہ تھا۔ وہ ایک دم کھانستے ہوئے بیر سٹر غازیان پاشا کو دیکھ کر رہ گیا۔۔

کیا ہو گیا ہے چھوٹے۔۔۔۔!! ایشام کو بری طرح کھانستے دیکھ کر کبیر نے جلدی سے اسے پانی پلایا تو ایشام شکوہ کناں نظروں سے اشارے میں بڑے بھائی کو غازی صاحب کی چالاکی کے بارے میں بتانے کی کوشش کرنے لگا۔۔ اسکے احتجاجی مظاہرے پر کبیر کو تیزی سے ہنسی آگئی تھی۔ کیونکہ کھانسی کی وجہ سے وہ بول نہیں پا رہا تھا۔۔ پر آنکھوں سے صاف صاف احتجاج جاری تھی۔۔

لو بن گیا تمہارا ایشام صاحب بھی سردار۔۔۔!! ایشام کی ابھی سے کھانسی دیکھ کر ضرار پاشا نے طنز کیا تو غازیان بدلے میں کندھے اچکا کر مسکراہٹ دبانے لگا۔۔ سب تاسف سے انکی ایکٹنگ دیکھ رہے تھے۔۔۔

ماموں میں بتا رہا ہوں۔۔۔ کہ میری انگلیاں صرف کی بورڈ پر چلنے کے لیے بنی ہیں۔ پلیز یہ سرداری ٹائپ کی چالاکیاں مجھے نہیں آتیں تو آپ غازی کو ہی سردار سمجھیں۔ کیونکہ ایک وکیل ہونے کے ناطے ہم میں سے سب سے زیادہ چالاک، ہوشیار یہ بیرسٹر صاحب ہی ہیں۔۔ !

کھانسی کو کنٹرول کرتے ایشام نے غازی کی تعریفوں میں زمین و آسمان کرتے پھر تاج اٹھا کر اسی کے سر پر پہنا دیا تھا۔ جبکہ غازیان شعلہ بار نظروں سے اس ہیکر نما انسان کو گھورنے لگا تھا۔ جو یہاں اپنی ہیکنگ کرتے جال بچھا رہا تھا۔ فارس اور کبیر اپنی اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے انکو دیکھ رہے تھے۔

بڑے بابا۔۔۔ !! اگر آپ کو ایک عدد سردار کی اتنی ہی اشد ضرورت ہے۔ تو شہرام علی ہمدانی آپکی خدمت میں پورے کا پورا حاضر ہے۔ کیونکہ میں ویلا ہی

ہوتا ہوں۔۔۔! سب کی نوک جھوک میں اچانک کودتے ہوئے شہرام نے آنکھیں ٹم ٹم کرتے اپنی خدمات پیش کیں تو ٹیبل پر سب کے قہقہے گونجتے چلے گئے۔ اتنی سیریس بات میں آخر پر خود کو ویلا کہتے اس نے بات ہی بدل دی تھی..

پر بڑے بابا میری سرداری کی کچھ خاص شرائط ہیں۔۔۔! پہلی یہ کہ ہر مہینے میں سردار بننے کی تنخواہ ایک کڑور لوں گا۔ اور بونس بھی ہونا چاہیئے۔ وہ کیا ہے نا کہ مہنگائی ہو گئی ہے تو خرچے بھی بڑھ گئے ہیں۔۔! اسکے علاوہ میرے کچھ جو خاص شوق ہیں۔ میں انکی لسٹ بنا کر اپکو بھیج دوں گا۔ پلیز وہ بھی سب پوری کروا دیجیے گا۔۔۔ "

شہرام ہیزل براؤن آنکھوں میں معصومیت کی مصنوعی چمک لیے ایک کے بعد ایک گوہر افشانیاں کرنا شروع ہو گیا تھا۔ جبکہ اسکے خاص شوق پر جب لہجہ معنی خیز ہوا تو عیس علی ہمدانی دانت پیستے ہوئے تیزی سے جوتا ڈھونڈنے لگے۔ انکے برعکس شہرام علی کے بھائی تو اسکی پھلجڑیاں سن کر ہنس ہنس کر بے حال ہو رہے تھے۔۔۔

ہو گئی بکواس تم سب کی۔۔۔!! اور تم بیرسٹر صاحب غور سے سن لو۔ کہ اس ویک اینڈ میں ہم گاؤں ہی جا رہے ہیں۔ اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔۔۔! اپنے زبان دراز بیٹے کو حتمی فیصلہ سناتے ہوئے ضرار پاشا کی آواز ایک دم سرد ہوئی تو غازیان لب بھینچ گیا۔ اسکے چہرے میں ضبط کی سرخیاں گھلتے دیکھ کر فارس اور کبیر نے بے ساختہ اسے شانت رہنے کا اشارہ کیا تھا۔۔

ہیر آنکھیں بند کیے ابھی نیند میں اتر ہی رہی تھی۔ جب اچانک کوئی دھڑام کرتے اس پر زور سے گرا تھا۔ اس سے پہلے وہ چلاتی جب ایشام نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے اسکے ہونٹوں پر ہاتھ جما دیا۔ وہ جان بوجھ کر اسے جھٹکا دینے کے لئے اس پر ایسے زور سے گرا تھا۔ تاکہ اس سبز چڑیل کے ہوش و حواس ٹھکانے لگا سکے۔۔

ہیر نے گھٹی گھٹی آوازیں نکالتے ہوئے ہلنا جھلنا شروع کیا تو ایشام ہولے سے ہنستے ہوئے سائیڈ لیمپ آن کر گیا۔ روشنی نے اسکا چہرہ واضح کیا تو ہیر جو ڈر کے مارے ہل رہی تھی۔ کہ ایشام کو دیکھتے ہی پل بھر میں پہلے ساکت ہوئی اور پھر اگلے ہی پل غصے کی شدید لہر نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

جس کے باعث منہ کھولتے ہوئے ایشام کے اسی ہاتھ کو دانتوں کی گرفت میں لے گئی۔ جس کی مدد سے وہ اسکی چیخوں کو دبائے ہوئے تھا۔

ایشام جو اسکے ہر تاثر کو اچھے سے انجوائے کر رہا تھا۔ کہ اپنے ہاتھ پر اسکے تیز دانتوں کو اندر دھنستے محسوس کر کے ناچاہتے ہوئے بھی کراہ اٹھا تھا۔۔۔

تیری تو سبز چڑیل کہیں کی۔۔!! اسے اپنا نہ چھوڑتے دیکھ کر ایشام نے دوسرا ہاتھ تیزی سے اسکی شرٹ کے اندر گھسا کر پیٹ پر چٹکی بھری تو ہیر نے شرافت دیکھاتے ہوئے اسی وقت اسکے ہاتھ کو دانتوں سے آزاد کر دیا۔ لیکن بروقت ضرورت کے لئے ہاتھ کو تھامے رکھا تھا۔۔۔

آہ۔۔۔!!زہر کے کیپسول۔۔۔!ہاتھ پیچھے ہٹاؤ۔۔۔!!ایشام کی چٹکی کے باعث اپنے پیٹ پر اٹھتی ہوئی جلن پر وہ کراہنے لگی۔کیونکہ ایشام نے بھی اچھا خاصا ہاتھ ٹائٹ رکھا ہوا تھا۔

آہاں۔۔۔میں کیوں اب ہٹاؤں۔۔۔!جب تھوڑی دیر پہلے چڑیل بنی میرے ہاتھ سے خون چوس رہی تھی۔تب تو تمہیں ترس نہیں آیا اور اب اپنی دفعہ بڑی جلدی ہائے ہائے کرنے لگ گئی ہو۔!!ہیر کے پیٹ پر اپنی چٹکی مزید ٹائٹ کرتے ہوئے ایشام بھی بدلہ اتارنے والے انداز میں بولا تھا۔۔

جبکہ ہیر جس نے یہ سوچ کر اسکا ہاتھ دانتوں سے آزاد کیا تھا۔کہ وہ بھی اسے زہریلی چٹکی کاٹنا چھوڑ دے گا۔۔پر یہاں اسے مقابلے بازی پر اترتے دیکھ کر ہیر نے اپنے ہاتھوں میں تھامے اسکے ہاتھ پر دوبارہ دانت گاڑتے ہوئے

آنکھیں گھمائیں۔دوبارہ کاٹتے ہوئے وہ آنکھوں سے ایشام کو صاف صاف اشارہ دے گئی تھی۔"کہ ایسی کی تیسی تمہاری بھی پھر۔۔!! چھڑا کر دیکھاؤ اب اپنا ہاتھ۔۔۔!!

اس بار ایشام نے حیرت سے اس سبز چڑیل کو دیکھا تھا۔جو ہار ماننے کی بجائے مقابلے بازی پر اتر آئی تھی۔اسے مزید ظلم ڈھاتے دیکھ کر ایشام نے اسکے پیٹ سے ہاتھ ہٹاتے ہوئے جلدی سے اسکے بالوں کو مٹھی میں دبوچ لیا۔۔

سبز چڑیل میرا ہاتھ چھوڑ دو۔ورنہ قسم سے اس سائیڈ سے بال کھینچ کھینچ کر تمہیں یہیں سے گنجا کر دوں گا۔۔۔"اسکے بال کھینچتے ہوئے ایشام نے اسے ڈرانا چاہا تھا۔۔جس کو دیکھ کر اگلے ہی پل ہیر بھی اسکا ہاتھ آزاد کرتے ہوئے بالوں کو جکڑ گئی۔مطلب اب حملہ دنوں نے ایک دوسرے کے بالوں پر کر دیا

تھا۔ایشام اسے دبوچنے آیا تھا۔پر یہاں ہمیشہ کی طرح وہ مرنے مارنے پر اتر آئے تھے۔

تمہیں کیا لگتا ہے شامی کباب۔۔کہ تم مجھے گنجا کر و گئے اور میں تمہارے بال سلامت رہنے دوں گی۔۔!!خطرناک تیوروں سے بول کر ہیر نے بھی اسکے بال کھینچے تو ایشام کو نجانے کیوں ہنسی آگئی۔جسے وہ سرعت سے چھپا گیا تھا۔

مطلب جو مرضی ہو جاتا۔ایشام صدیقی کے لئے ہیر پاشا نے اینا بل ہی رہنا تھا۔ سب چیزوں کو بھاڑ میں جھونک کر وہ اسکے ساتھ مار کٹائی پر اتر آتی تھی۔جیسے اس وقت آئی ہوئی تھی۔ایشام چند سیکنڈ میں اسے قابو کر سکتا تھا۔پر چاہ کر بھی وہ نہیں کر رہا تھا۔یہ بچوں والی لڑائی اسے بہت بھلی لگ رہی تھی۔جہاں وہ

اپنے نازک وجود کے ساتھ اسے دھمکانے میں کوئی کسر نہیں رہنے دے رہی تھی۔

میں تمہارے بال ایک صورت میں چھوڑوں گا۔جب تم میرے بال چھوڑوں گی۔۔۔!!ایشام اسکے بالوں میں زرا سا زور لگاتے شرط رکھنے لگا۔۔۔

میں کیوں چھوڑوں پہلے۔۔۔! پکڑے تو تم نے پہلے تھے۔۔اس لئے پہلے چھوڑو گئے بھی تم ہی۔۔!!ایشام کے ڈارک براؤن بالوں کو اچھا خاصا کھینچتے ہوئے وہ اسکی شرط رد کرتے بولی تو وہ اسے گھور گیا۔۔۔

میں بھی دیکھتا ہوں۔کہ تم کیسے نہیں میرے بال پہلے چھوڑتی ہو۔۔۔!!ہیر کے بالوں کو ہنوز ہاتھوں میں جکڑے ایشام نے اسکی گردن کو جکڑ کر ہیر کا چہرہ بلند کرتے اپنا چہرہ زرا ترچھا کرتے وہ تیزی سے اسکے ہونٹوں پر جھکا تو ہیر اچھنبے

سے اسے دیکھتی رہ گئی۔ جو دوسرا طریقہ اپنانے پر آگیا تھا۔ ایشام نے شدت پسند ہوتے ہیر کے نرم لبوں کے ساتھ اپنے ہونٹ الجھا کر گردن سے ہاتھ نیچے لے جاتے دوبارہ اسکے پیٹ پر چٹکی کاٹی تو ہیر کا لرزنا بے ساختہ تھا۔

ایشام بے باکی سے اسکے ہونٹوں کے لمس کو محسوس کرتے ہوئے اسکے پیٹ پر چٹکی بھرتے ہوئے چھیڑنے لگا تو ہیر کی گرفت اسکے بالوں میں خود بخود ڈھیلی ہوتی چلی گئی تھی۔ جذبات کی لہر میں بہتے ہوئے اس نے بے خودی میں ایشام کے بالوں کو آزاد کیا تو ایشام فتح مندی سے مسکراتے ہوئے اسے شدت سے خود کے ساتھ لپٹا کر کروٹ بدلتے ہوئے خود پر لٹاتا چلا گیا۔ کیونکہ وہ نازک وجود کافی دیر سے اسکا بوجھ اٹھائے ہوئے تھی۔۔۔ ایشام نے اسکی گردن کو دونوں ہاتھوں میں جکڑ کر خود پر مکمل طور پر جھکاتے ہوئے ہیر کی

ٹانگوں کو اپنی بھاری ٹانگوں میں سختی سے جکڑ کر مزاحمت روکی تو ہیر اسے گھورتی چلی گئی تھی۔۔۔

پھولی سانسوں میں وہ ایشام کو گھورنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔ تو ایشام بھی پھولی سانسوں میں بے باکی سے اسے آنکھ ونک کرتے پیچھے تکیے پر گرتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔۔۔

تمہیں شرم نہیں آتی کیا زہر کے کیپسول۔۔۔!! شرم وخفت سے دوہرے پڑتے ہیر نے اپنی شرٹ درست کرتے ہوئے اسے سنانے کی کوشش کی تھی۔۔

تم کچھ شرم کرلو بے شرم لڑکی۔۔!!تمہارا شوہر ہوں۔۔!!عزت سے بلایا کرو مجھے۔۔۔!!اسکے الٹے سیدھے ناموں سے چڑتے ہوئے ایشام اسے شرم دلانے لگا۔جو کہ ناممکنات میں سے تھا۔۔۔

ہو گئے تم کہیں اور کے شوہر۔۔۔!!میں نہیں تمہیں مانتی کوئی شوہر وہر۔۔۔!!ہاتھ نچا کر ہیر ہونہہ کرتے فورا کہہ گئی تھی۔۔

اگر ماننا نہیں تھا۔تو بچپن میں منہ پھاڑ کر روئی کیوں تھی۔کیوں سب کے سامنے بھاں بھاں کرتے کہہ رہی تھی۔کہ مجھے شام کو اپنا پارٹنر بنانا ہے۔۔۔!!ایشام اسکی گردن کو جکڑ کر خود پر جھکاتے ہوئے اسکی نقل اتارنے لگا تو ہیر کو یک دم ہنسی آگئی۔کیونکہ وہ بالکل منہ ٹیڑھا کرتے باریک سی آواز نکالتے ہوئے اسکی نقل اتار رہا تھا۔

یہ ہر بار بچپن کے طعنے دینے ضروری ہوتے ہیں کیا۔۔۔؟؟ہنسی چھپا کر وہ جواب میں جان بوجھ کر چڑ رہی تھی۔

تم نے بچپن میں مجھ پر جتنے ظلم ڈھائے ہوئے ہیں نا۔۔۔!! یہ کوئی دعا ہی مانگو۔ کہ ایشام صدیقی تمہیں بخشنے کا سوچ دے۔ ورنہ قسم سے میں نے ایسے ایسے تمہاری یہ نازک جان نکالنی ہے نا۔۔ کہ تم ساری عمر بھی دہائیاں دو تو بدلے میں ایشام صدیقی تمہاری سانسیں مزید تنگ کر دے گا۔۔۔! ہیر کو سختی سے خود کے ساتھ لپٹاتے ہوئے ایشام کا لہجہ بھاری ہونے لگا تو ہیر اسے ساکت نظروں سے دیکھتی چلی گئی۔

ویسے ایک بات تو بتاؤ سبز چڑیل۔۔۔! تمہیں کیا ملتا تھا بچپن میں مجھے اپنی شیطانی کرتوتوں کا نشان بنا کر۔۔۔!! تمہیں کوئی اور نظر کیوں نہیں آتا

تھا۔۔۔؟مجھے دیکھتے ہی تمہاری یہ شیطانی سبز آنکھیں چمکنا کیوں شروع ہو جاتی تھیں۔؟میرا ضبط کیوں آزماتی تھی۔۔۔؟میرا لنچ باکس کیوں کھا جاتی تھی۔۔؟میرے کلاس فیلوز کو کیوں دھڑلے سے کہتی تھی۔کہ یہ میرا شوہر ہے اسکا خیال رکھا کرو۔۔۔ !!

ایشام کو اسکے سارے ظلم یاد آنے لگے تو وہ ایک بعد ایک پوچھتے ہوئے سوال کرتا ہی چلا گیا۔جبکہ آخری والے پر تو ہیر نا چاہتے ہوئے بھی کھکھلا پڑی تھی۔

سکول میں جان بوجھ کر ایشام کو غصہ دلانے کے لیے وہ اسے اپنا شوہر بتاتی تھی۔اور جب وہ گھر واپس آکر غصے و تیش سے چلاتا تھا۔تب ہیر معصوم شکل بنا کر اسکے سامنے بیٹھ کر کولڈ ڈرنک پینے کا شغل شروع کر دیتی تھی۔

رکو ابھی بتاتا ہوں تمہیں۔۔! بہت ہنسی آرہی ہے نا تمہیں چڑیل کہیں کی۔۔۔!! اسے خود پر مزے سے مسلسل ہنستے دیکھ کر ایشام نے خونخوار تاثرات سے اسکے ہونٹوں کو قید کرتے اسکی ہنسی کو یک دم بریک لگایا تو ہیر آنکھیں پھیلاتی چلی گئی۔ جبکہ ایشام اسکی سانسیں تنگ کرتے ہوئے اسے خود پر ہنسنے کا اچھا خاصا بدلہ اتارنے میں مصروف ہو گیا تھا۔

گاڑی اپنی منزل کی جانب جیسے جیسے بڑھ رہی تھی۔ ویسے ویسے گاڑی میں خاموش جنگ بڑھنے لگی تھی۔ اور یہ خاموش جنگ دو نیلی آنکھوں اور دو بھوری آنکھوں کے درمیان ہو رہی تھی۔

فاتح گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے پیچھے بیٹھے سبحان کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ جبکہ سبحان اسکی نظروں کو بے نیازی سے نظر انداز کرتے چوڑا ہوئے بیٹھا تھا۔ آخر آج اسکی شوگر گرل اسے شاپنگ کروانے والی جو تھی۔ یہ کوئی چھوٹی بات تھی۔ جو وہ ایسے فضول نیلے سمندر سے الجھ کر خوامخواہ میں اپنا موڈ برباد کر دیتا۔ اس لئے مسلسل مسکراتے ہوئے فاتح کو آگ لگانے کی کوشش کر رہا

تھا۔۔۔۔۔۔۔

اپنی عید والی بلیک شلوار قمیض پہنے محمد سبحان کی آج رت ہی نرالی تھی۔ بھوری شرارتی آنکھیں کسی کو جلا کر مسلسل مسکرا رہیں تھیں۔ تو سبحان کا سرخ و سفید پٹھانی چہرہ بھی روشن روشن سا تھا۔۔۔

فاتح نے کل تک واپس چلے جانا تھا۔ کیونکہ کبیر خان نے اسے جلد از جلد واپس آنے کا تھا۔ فاتح کے پہلے ہی اتنے دن غائب ہونے پر بلیک گینگ الرٹ ہوئی بیٹھی تھی۔ اس لئے کبیر اور فارس اسے فوراً واپس آنے کا کہہ رہے تھے۔ تاکہ انکے بڈھے شیر زرا سکون میں آسکیں۔

ایک بار وہ سکون میں آجاتے تو بعد میں فاتح پھر واپس آسکتا تھا۔ اس لئے جانے سے پہلے فاتح اپنی چاکلیٹ گرل کی خواہش پوری کرنے کی خاطر اسے مری کے خوبصورت مال روڈ پر شاپنگ کروانے کے لیے لے کر جا رہا تھا۔

سیلینہ جب سے مری آئی تھی۔ سبحان سے مال روڈ کے بارے میں تعریفیں سنتی رہتی تھی۔

پر مال روڈ انکی رہائش سے کافی دور تھا۔ جس کے باعث سلینہ وہاں نہ تو اکیلی جا سکتی تھی اور نہ ہی سبحان اسے وہاں پر لے کر جا سکتا تھا۔ کیونکہ سبحان اس حقیقت کو جتنا بھی جھٹلا دیتا پر ابھی سچ میں وہ بہت چھوٹا تھا۔ اور فاتح اسے یہ چھوٹے ہونے کا طعنہ دے دے کر ہی اتنے دنوں سے ٹارچر کر کے اپنے بدلے اتار رہا تھا۔۔

مال روڈ پر پہنچ کر فاتح نے گاڑی کو بریک لگائی تو باہر سے نظر آتے مناظر کو دیکھ کر سیلینہ اور سبحان کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔ بیک وقت اُنہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے خوشی سے بے قابو ہوتے ہاتھ پر ہاتھ مارا تو فاتح انکے انداز و اطوار پر آبرو اچکاتے ہوئے دیکھ گیا۔

اپنے چوڑے وجود پر بلیک ٹی شرٹ کے ساتھ بلیک ہی جینز پہنے فاتح اپنی طلسماتی شخصیت کے ساتھ گاڑی سے باہر نکلا تو سبحان بھی شلوار قمیض میں پورے اٹیٹیوڈ کے ساتھ گاڑی سے نیچے اتر آیا۔ فاتح نے گھوم کر سیلینہ کی جانب آتے ہوئے اسکا دروازہ کھولا تو اسکی اتنی کیئر پر وہ خوش ہوتے اسے دیکھ گئی۔ اسکی معصوم ہنسی پر فاتح بے اختیار مسکرا دیا تھا۔

فاتح نے اسکا ہاتھ پکڑتے ہوئے اسے نیچے اترنے میں مدد دی تو "سیلینہ فاتح خان" پوری شان کے ساتھ گاڑی سے نیچے اتری تھی۔ جبکہ فاتح بلیک ڈریس میں اسکا چمکتا دمکتا روپ دیکھ کر سٹل سا ہو گیا تھا۔

بلیک شیشیوں سے بنی ہوئی خوبصورت پٹھانی فراک میں چھوٹے سے ماتھے پر ماتھا پٹی لگائے وہ اپنی چاکلیٹ براؤن آنکھوں کے ساتھ سچ میں فاتح سلطان

کے لئے نشہ تھی۔آج کی شاپنگ اگر اسکی خواہش تھی۔تو آج کا ڈریس کوڈ بھی اسکی مرضی کا ہی تھا۔لیکن اس سب میں فاتح کو یہ سمجھ نہیں آرہی تھی۔۔ کہ آخر اسکا رقیب کس خوشی میں بلیک شلوار قمیض پہنے ہوئے ہے۔۔

اس جراثیم کا بھی بلیک کلر پہنا ضروری تھا کیا۔۔۔؟؟سبحان کو مصنوعی غصے سے گھورتے ہوئے فاتح اچانک کڑھتے ہوئے پوچھ گیا۔سلینہ اسے نروٹھے پن سے دیکھنے لگی تھی۔لیکن محمد سبحان کو ٹکے کی بھی پرواہ نہیں تھی۔۔

سلینہ چہرے اور خود کو وہ مکمل طور پر پٹھانی چادر میں کور کیے ہوئے تھی۔ سبحان نے اسے یہاں کی عورتوں کے مطابق خود کو کور کرنا بہت اچھے سے سکھایا تھا۔اور فاتح اس ٹڈے کی سلینہ کے لئے اتنی

"possessiveness"پر حیرت کا شکار ہوتا تھا۔

ڈونٹ وری شوگر گرل۔۔۔!!لوگ کسی بھی زیادہ خوبصورت انسان کی خوبصورتی کو ہضم نہیں کرنے پر ایسے ہی نیلے زہر جیسے ہو جاتے ہیں۔۔۔!! فاتح کی گہری نیلی آنکھوں پر چوٹ کرتے سبحان ناک چڑھا کر بولتے ہوئے سیلینہ کا چھپا ہوا ہاتھ تھام کر آگے بڑھ گیا۔اسکے جواب پر سیلینہ کھلکھلا دی تھی۔جبکہ فاتح تو اس جراثیم کو زیر بھری نظروں سے دیکھ کر رہ گیا تھا۔

گاڑی کو لاک کرنے کے بعد وہ جلدی سے انکے پیچھے قدم بڑھا گیا۔

چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے غازیان نے اپنے سامنے بیٹھے نمونوں کی جانب دیکھا تو بے ساختہ سرد سانس خارج کر گیا۔کیونکہ وہ اسکے باز کرنے کے باوجود بھی کھی کھی کرنے سے باز نہیں آرہے تھے۔ابھی تھوڑی دیر پہلے شہرام،ایشام،

ارسل اور باسم اسکے آفس میں لنچ کرنے کے لیے آئے تھے۔ لیکن پھر انکو اچانک خیال آیا کہ لنچ کہیں باہر جا کر کرنا چاہیے۔ چونکہ فاتح یہاں پر موجود نہیں تھا۔ تو بور ہوتے شہرام سب کو انکی جگہ سے اٹھالایا تھا۔

پر نکلنے سے پہلے غازیان نے ان سے صرف دس منٹ مانگے تھے۔ جن دس منٹ میں انکو بالکل خاموش رہنا تھا۔ تاکہ غازیان اپنی ضروری فائل ریڈ کر لیتا۔ پر ایسے کہاں ممکن تھا۔ کہ شہرام علی کی موجودگی میں دس منٹ بھی خاموشی کے نصیب ہو جاتے۔ وہ جان بوجھ کر آہستہ آواز میں سب کو چھیڑ کر بار بار ہنسنے پر مجبور کر رہا تھا۔ جس کے باعث غازیان ڈسٹرکٹ ہونے لگتا تھا۔

ان ڈھیٹ انسانوں کو وہ سرد نگاہوں سے گھور رہا تھا۔جب باسم نے کہنی مارتے ہوئے شہرام کو زبان بند کرنے اشارہ کیا۔

چھوڑ اس تھکے ہوئے وکیل کو۔۔۔!!اوئے خان تو بتا پھر جنگ کی کتنی تیاری کی ہے تم ایئر فورس والوں نے۔۔۔؟؟ باسم کے اشارے کو سرے سے ہی نظر انداز کرتے ہوئے شہرام نے تیز آواز میں ارسل کو مخاطب کیا تھا۔۔ باسم اسکے سوال پر چونک سا گیا۔۔۔ جبکہ غازیان کو فائل کی جان چھوڑتے دیکھ کر اب شہرام اپنی فارم میں آ چکا تھا۔

کونسی جنگ۔۔۔؟؟ باسم نے نا سمجھی سے جاننا چاہا۔۔

سالے کبھی ہاسپیٹل سے باہر کی ہوا کھالے۔ تو تجھے پتہ ہونا کہ دنیا میں کیا چل رہا ہے۔۔۔ تو بالکل بھی محب وطن نہیں ہے باسم کاظمی۔۔۔!! تجھے نہیں پتہ ہمارے دشمن ملک انڈ۔ یانے ہمارا پانی بند کرنے اور جنگ کرنے کی دھمکی دی ہے۔۔۔ اور تو ایسے لاپتہ بنا بیٹھا ہے۔۔۔!!

ڈرامٹک انداز میں مصنوعی افسوس سے باسم کو جنگ کے بارے میں بتاتے ہوئے شہرام کا لہجہ آخر پر تاسف زدہ ہوا تھا۔۔ اسکی ایکٹنگ پر ایشام اور غازیان قہقہ لگاتے ہوئے بیچارے باسم کو دیکھ گئے۔۔ جو بالکل ہونق پن سے شہرام کو دیکھ رہا تھا۔ کیونکہ وہ سچ میں موبائل بہت کم استعمال کرتا تھا۔۔ اس لئے اسے میڈیا کی اتنی خبر نہیں رہتی تھی۔

اس نوٹنکی کو چھوڑ میں تجھے ساری بات بتاتا ہوں۔۔۔!! شہرام پر فٹے منہ بھیج کر ایشام نے اسے سارا بیک گراؤنڈ بتانا شروع کیا تو ساری بات جان کر باسم استہزایہ انداز میں دیکھنے لگا۔ جیسے پوچھنا چاہ رہا ہوں کہ سچ میں ہمارے ساتھ کوئی الجھنے کی جرات کر سکتا ہے۔۔۔

اوئے کمانڈر تو مجھے بتا کیوں نہیں رہا ہے۔۔ کہ تو نے اور تیری ایئر فورس ٹیم نے مل کر جنگ کے بارے میں کیا خاص تیاری کی ہے۔۔۔! شہرام نے دوبارہ ارسل کو مخاطب کرتے رعب سے جاننا چاہا تھا۔ بس نہیں تھا۔ کہ جیسے شہرام خود جا کر ایئر فورس والوں کو ٹریننگ دینا شروع کر دیتا۔۔

تجھے سچ میں لگتا ہے۔ کہ ہماری ایئر فور۔ س یا آر۔ می کو ان جیسوں سے نمٹنے کے لیے کسی خاص تیاری کی ضرورت ہے۔۔۔؟ پر تیری تسلی کے لیے اتنا کہہ

دیتاہوں۔کہ ہم نے اتنی سی تیاری ضرور کی ہے۔کہ شاید جنگ کے دوران بس آسمان سے چائے برسانے کی دیر ہے۔اور جنگ خلاس۔۔۔!!اپنے بہادر جوانوں کو یاد کرتے ہوئے ارسل خان کا لہجہ فخریہ ہونے کے ساتھ ساتھ آخر پر شرارتی اور معنی خیز ہوا تو چائے کے نام پر آفس میں سب کے قہقہے گونجتے چلے گئے۔۔

ہو گئی تسلی تجھے اب۔۔۔؟؟غازیان نے ہنستے ہوئے شہرام سے پوچھا تھا۔جس پر وہ مطمئن انداز میں چمکتی آنکھوں سے سر اثبات میں ہلانے لگا۔اسکے اطمینان پر ارسل خان سر نفی میں ہلاتے ہوئے پھر ہنس دیا۔

بہت ہو گئی جن۔گ کی ڈسکشن۔۔ چلو اٹھو اب لنچ کرنے چلتے ہیں۔۔۔۔!! ٹیبل سے اپنا موبائل اور گاڑی کی چابی اٹھاتے ہوئے غازیان کھڑا ہوا تو باقی بھی اسکی پیروی میں کھڑے ہو گئے۔۔

میں اس جراثیم کی شاپنگ کے لیے ایک روپیہ بھی نہیں دوں گا۔پہلے بتا رہا ہوں۔۔۔!! سیلینہ کو اندھا دھند اس ٹڈے کے لیے خریداری کرتے دیکھ کر فاتح سلگ اٹھا تھا۔ایک ڈیڑھ گھنٹے سے وہ لوگ یہاں پر گھوم رہے تھے۔ سیلینہ نے پہلے تسلی سے اپنے لئے کچھ چیزیں خریدیں تھیں۔

جبکہ فاتح کے لئے اس نے یہاں سے کچھ خریدنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ کیونکہ فاتح کے ٹیسٹ کے مطابق یہاں پر کچھ نہیں تھا۔اس لئے وہ اسے اپنی

شاپنگ کرنے کا اشارہ کر گیا۔ لیکن فاتح نے یہاں سے اپنے اور بھائیوں کے لئے کی چین ضرور لیے تھے۔

سب کی چین انکے نام کے تھے۔ جبکہ سیلینہ کے لئے اس نے پٹھانی جیولری لی تھی۔ کیونکہ آج کل اسکی بیوی انہی چیزوں کی دیوانی ہوئی پڑی تھی۔ اور کچھ یہ شیشیوں سے آراستہ جیولری اسکے روشن چہرے پر انتہائی خوبصورت بھی لگتی تھی۔ خاص کر اسکے چھوٹے سے ماتھے پر ٹکی ماتھا پٹی۔۔۔

فاتح کو وہ اپنی اس لک میں دیوانہ کر رہی تھی۔ اس لئے فاتح نے اسکے لئے ڈھیر ساری شاپنگ کر لی تھی۔ لیکن اب اسکی بیوی اسکے رقیب کی شاپنگ کرنے مصروف تھی۔ سیلینہ کو سبحان کے لئے ایک کے بعد ایک چیزیں خریدتے دیکھ کر فاتح کڑھ چکا تھا۔

آپ سے پیسے مانگ کون رہا ہے۔۔۔؟؟میرے پاس میرا اپنا کارڈ ہے۔۔۔!!

فاتح کو اٹالین زبان میں جواب دیتے ہوئے سیلینہ نے اتراتے ہوئے اپنا کارڈ اسکی آنکھوں کے سامنے لہرایا تو وہ حیران ہو گیا۔۔۔

تمہارے پاس یہ کارڈ کہاں سے آیا۔۔۔؟اسکا کارڈ پکڑتے ہوئے وہ پوچھ گیا۔ کیونکہ ابھی تک اس نے تو کوئی بھی کارڈ اسے نہیں دیا تھا۔تو پھر اسکی بیوی کو یہ کارڈ کس نے دیا۔

کبیر "fratello" نے دیا تھا۔ frateloo) اٹالین میں بھائی کو کہتے (۔۔۔سیلینہ نے چہکتے ہوئے اسے بتایا تو فاتح کو اپنے بڑے بھائی پر جی بھر کا پیار آیا تھا۔بے شک انکے بڑے بھائی خود سے جڑے لوگوں سے غافل نہیں رہتے تھے۔انکے برعکس سبحان انکے پاس کھڑا مزے سے آئس کریم کھا رہا

تھا۔آج تو اسکی عید تھی۔کیونکہ اسکی شوگر گرل نے اسے ڈھیر ساری چیزیں لے کر دی تھیں۔

سیلینہ نے فاتح کو پیمنٹ کرنے کا اشارہ کیا تو فاتح ناک چڑھاتے ہوئے سبحان کے لئے لی ہوئی چیزوں کی پیمنٹ کرنے لگا۔۔۔

شوگر گرل میں بتا رہا ہوں تمہارا یہ نیلا سمندر ہمارے پیار سے جلتا رہتا ہے۔۔!!فاتح کو خود کی طرف گھورتا پا کر سبحان نے منہ ٹیڑھا کرتے ہوئی سیلینہ کو شکایت لگائی تھی۔جس پر ابھی فاتح جوابی کارروائی کر پاتا کہ تبھی بازار میں اچانک اندھا دھند فائرنگ ہونا شروع ہو گئی۔۔

فائرنگ کی آواز پر ایک دم سے ہل چل مچی تو فاتح نے تیزی سے سیلینہ اور سبحان کو خود کے قریب کر لیا۔۔جبکہ سیلینہ کی آنکھیں خوف سے ہراساں ہو

چکی تھیں۔۔ سبحان بھی پریشان ہوتے اس اچانک صورت حال کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔

سیلینہ، سبحان کا ہاتھ زور سے پکڑے رکھنا۔۔۔!! اپنی پاکٹ سے گن نکالتے ہوئے فاتح نے دھاڑتے ہوئے اسے ہدایت کی تو سیلینہ نے کانپتے ہوئے سبحان کا ہاتھ مٹھی میں جکڑ لیا۔ بازار میں اچانک کانوں کو پھاڑ دینے والا شور و غل مچ رہا تھا۔ ہر کوئی اپنی جان بچانے کی کوشش میں بھاگتا ہوا نظر آنے لگا تھا۔

جبکہ اس بھگدڑ میں فاتح ایک ہاتھ میں گن تو دوسرے ہاتھ میں سیلینہ کا ہاتھ جکڑے رش کو چیرتے ہوئے بازار سے نکلنے کی کوشش کرنے لگا۔ دوسری طرف سیلینہ کا دل مٹھی میں جکڑا جا رہا تھا۔۔

زندگی میں پہلی بار اسے اس صورتحال کا سامنا ہو رہا تھا۔ اس لئے وہ بے حد خوفزدہ ہو چکی تھی۔ فاتح تیزی سے قدم اٹھاتے ہوئے ابھی بازار سے باہر نکلا ہی تھا۔۔ کہ اچانک سامنے سے ایک آگ کا شعلہ اڑتے ہوئے انکی طرف آتا ہوا دیکھائی دیا۔۔ کہ بروقت فاتح جھکتے ہوئے سیلینہ کو خود میں جکڑ کر وہ نیچے بیٹھتا چلا گیا۔ سبحان کی خوف زدہ آنکھوں کو دیکھ کر فاتح نے لب بھینچتے ہوئے اسے خود کے پیچھے چھپاتے ہوئے بے ساختہ چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے دیکھنا چاہا۔ سیلینہ اور سبحان کو لیے وہ گاڑی کے پیچھے بیٹھ کر ان نقاب پوشوں کو دیکھنے لگا۔ جو ہاتھوں میں بھاری اسلحہ اٹھائے دُکانوں کی چھتوں کے اوپر چڑھ کر بس اندھا دھند فائرنگ کرتے جا رہے تھے۔

فاتح کی تیز نظریں ہر چیز کا بغور جائزہ لے رہی تھیں۔ جب اچانک فاتح کی نظر ایک نقاب پوش پر آکر ٹھہر گئی۔ کیونکہ وہ نقاب پوش پہلے ہی فاتح پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔ فاتح کے دیکھنے پر اس نقاب پوش نے استہزایہ انداز میں ہنستے ہوئے اپنا نقاب نیچے کیا تو فاتح کی نیلی آنکھیں جو سرد جو پڑ رہی تھیں۔ کہ ایک دم سے تعجب کا شکار ہوتی چلی گئیں۔ کیونکہ وہ نقاب پوش کوئی غیر ملکی تھا۔ اس کا مطلب وہ لوگ فاتح سلطان کو ہی ٹارگٹ کرتے یہاں پر پہنچے تھے۔

فاتح کے دماغ نے تیزی سے کام کرنا شروع کیا تو وہ گن پر اپنی پکڑ مضبوط کرتے ارد گرد دیکھنے لگا۔ سیلینہ اور سبحان دونوں کو ہی ڈر سے کانپتے دیکھ کر وہ سپاٹ چہرے کے ساتھ سامنے کھڑے نقاب پوش کا نشانہ لینے لگا۔ لیکن پھر ایک لمحے کے لیے رک گیا۔

سبحان تمہیں پتہ ہے نا کہ گاڑی کہاں پر موجود ہے۔۔۔؟؟فاتح نے مڑتے ہوئے تیز آواز میں سبحان کو مخاطب کیا تو وہ کانپتے ہوئے ہاں میں سر ہلا گیا۔۔۔

ویری گڈ۔۔۔!!میری بات غور سے سنو۔۔!!تم اپنی شوگر گرل کا ہاتھ پکڑے اسے یہاں پیچھے سے گزرتے ہوئے گاڑی کی جانب لے کر جاؤ گئے۔ اور جب گاڑی کے قریب پہنچ جاؤ۔تو بنا وقت ضائع کیے گاڑی میں پیچھے بیٹھو گئے۔آگے کوئی بھی نہیں بیٹھے گا۔۔؟؟ٹھیک ہے۔۔۔؟؟فاتح نے گاڑی کی چابی نکال کر سبحان کو ہدایات دیں تو وہ سٹل ہوتے اسے دیکھ گیا۔جبکہ سیلینہ خوف سے نیلی پڑتی فاتح کے اندر چھپنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔

شاباش حوصلہ کرو۔۔۔!آللہ ہمارے ساتھ ہے۔کچھ نہیں ہو گا۔۔!تھوڑی دیر تک میں بھی تم لوگوں کے پاس ہو نگا۔۔۔!!ٹھیک ہے۔۔۔؟؟فاتح نے

مضبوط لہجے میں سبحان کو حوصلہ دینا چاہا تو نجانے کس احساس کے تحت سبحان باہمت ہوتے ہاں میں سر ہلاتے چابی پکڑ گیا۔۔فاتح نے سیلینہ کو سبحان کے ساتھ جانے کا اشارہ کیا تو وہ سسکتے ہوئے کہنے لگی۔۔۔

می۔۔میں آپکے بنا نہیں جاؤں گی سلطان۔۔۔!!خوف سے سیلینہ کا وجود ٹھنڈا پڑتا جا رہا تھا۔

شو گر گرل۔۔!!بھائی بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔۔۔!!اٹھو فورا۔۔!!ہمارا یہاں سے پہلے نکلنا ہی سیف ہے۔۔۔!!فاتح کے کوئی بھی جواب دینے سے پہلے سبحان اسکا ہاتھ جکڑتے ہوئے مضبوط لہجے میں بولا تھا۔کیونکہ وہ کئی نقاب پوشوں کو فاتح پر نظریں جماتے دیکھ چکا تھا۔اتنی تو اسے سمجھ آگئی تھی۔کہ وہ جو کوئی بھی تھے۔یہاں پر فاتح کے لئے ہی آئے تھے۔۔

ضد نہیں کرو میری جان شاباش جاؤ سبحان کے ساتھ۔۔۔!! سیلینہ کو زبردستی خود سے الگ کرتے ہوئے فاتح نے اسکے ماتھے کو چوم کر سبحان کو پیچھے سے نکلنے کا اشارہ کیا۔۔

ہم انتظار کریں گئے بھائی جلدی آیئے گا۔۔۔!! فاتح کو نظر بھر کر دیکھنے کے بعد سبحان پر امید لہجے میں بول کر سیلینہ کی چادر سنبھالتے ہوئے وہاں سے نکلا تو اسکے لہجے اور الفاظ پر نجانے کیوں فاتح سلطان کا دل سٹل سا دھڑکتا چلا گیا تھا۔۔۔

سیلینہ اور سبحان کے جاتے ہی فاتح اپنے دل کو سنبھالتے ہوئے ان کی جانب متوجہ ہو گیا۔ جو اتنے رش میں بھی اسکو ٹارگٹ کرتے فائر کر رہے تھے۔

فاتح نے آس پاس کا جائزہ لیتے ہوئے سامنے کھڑے ایک نقاب پوش کا نشانہ لیتے فائر کیا ہی تھا۔ کہ تبھی ایک دوسرے نقاب پوش کو سیلینہ اور سبحان کے پیچھے جاتے دیکھ کر اسکا دل مٹھی میں جکڑتا چلا گیا۔

اسے اپنا دل رکتا ہوا محسوس ہوا تھا۔۔ وہ تیزی سے سامنے کھڑے نقاب پوش پر فائر کر کے بھاگتے ہوئے انکے پیچھے ہوا۔

بازار میں چونکہ لوگوں کی گہما گہمی تھی۔ اس لئے وہ لوگ چاہ کر بھی فاتح کو صحیح طرح ٹارگٹ نہیں کر پا رہے تھے۔

فاتح ساکت ہوتے دل کے ساتھ بھاگتے ہوئے سیلینہ اور سبحان کی طرف جا رہا تھا۔ جب اس نقاب پوش کو سیلینہ کے دل کا نشانہ لیتے دیکھ کر وہ حلق کے بل چلاتے ہوئے دھاڑا تھا۔۔۔

سیلینہ۔۔۔۔۔!!!!!سبحان۔۔۔۔!!!سبحان جو کسی مضبوط مرد کی طرح سیلینہ کا ہاتھ تھامے جرات مندی سے آگے بڑھتے ہوئے سیلینہ کو گاڑی کی طرف لے کر جا رہا تھا۔ کہ فاتح کی بلند پکار پر بے ساختہ مڑتے ہوئے دیکھنے لگا۔ جہاں وہ دور کھڑا انکو سامنے سے ہٹنے کا اشارہ کر رہا تھا۔

فاتح کی نظروں کی تقلید میں دیکھتے ہوئے سبحان نے جب اس نقاب پوش کو سیلینہ پر فائر کرتے دیکھا تو چلاتے ہوئے سیلینہ کو دھکا دے کر ابھی اس نے خود آگے ہونا چاہا ہی تھا۔ کہ سبحان کو خود آگے ہوتے دیکھ کر دور کھڑے فاتح کا مضبوط دل تیزی سے سکڑ کر پھیلا تھا۔ کیونکہ وہ سیلینہ کو پیچھے کرتے گولی کے نشانے پر خود آ چکا تھا۔

سبحان جو خود گولی کے نشانے پر کھڑا تھا۔ کہ اچانک کسی مہربان بازوؤں نے آگے بڑھ کر فورا سبحان کو اپنی آغوش میں لے لیا۔۔۔ سیلینہ اور سبحان نے ساکت ہوتے دل کے ساتھ چہرہ اٹھاتے دیکھا تو کبیر خان کا خاص آدمی گلزار اور اسکے آدمی انکو اپنے گھیرے میں لیے کھڑے ہو گئے تھے۔

شو گر گرل تم ٹھیک ہو نا۔۔۔!! سبحان نے سنبھلتے ہوئے اٹھ کر فورا سیلینہ کو اٹھایا تھا۔ جو اسکے دھکا دینے کی وجہ سے زمین پر گری ہوئی تھی۔۔

چھوٹی بی بی اور سبحان کو جلدی سے گاڑی میں بٹھاؤ۔۔۔!! اس دل روک دینے والے شور میں گلزار نے چلاتے ہوئے اپنے آدمیوں کو حکم دیا تھا۔۔ اسکے حکم پر وہ سر ہلاتے ہوئے سبحان اور سیلینہ کو گاڑی کی جانب لے کر بڑھنے لگے

تھے۔ جبکہ گلزار ایک دو آدمیوں کو ساتھ لے کر خود فاتح کی جانب بڑھ رہا تھا۔ جہاں فاتح ایک گاڑی کے پیچھے بیٹھ کر جوابی فائرنگ کر رہا تھا۔

گلزار کو اپنی جانب آتے دیکھ کر وہ گاڑی کے پیچھے سے نکل کر خود اسکی طرف بڑھنے لگا۔ کیونکہ اسکی گن خالی ہو چکی تھی۔ لیکن دوسری طرف گلزار اور اسکے آدمی مکمل طور پر فائرنگ کرتے جا رہے تھے۔

فاتح جو بچتے بچاتے ہوئے گلزار کی طرف بڑھ رہا تھا۔ کہ اچانک ایک آگ کا شعلہ تیزی سے اسکا بازو چیرتے ہوئے گزر گیا۔ گولی چھو کر گزرنے کے باعث فاتح کے وجود کو جھٹکا لگا تو اس نے خود کو بامشکل گرنے سے بچایا لیکن دوسری جانب گلزار کی جان لبوں پر آ چکی تھی۔۔

چھوٹے سائیں۔۔۔!!! گلزار چلا کر بھاگتے ہوئے اسکے قریب آیا تھا۔۔ فاتح نے اٹھتے ہوئے اسے آنکھوں سے اشارہ کرتے خود کے ٹھیک ہونے کی تسلی دی۔ پر فاتح کے بازو سے خون نکلتے دیکھ کر گلزار کے باقی آدمی بھی انکو جوائن کرتے گولیوں کی بوچھاڑ کرنا شروع کر چکے تھے۔ پر دوسری جانب نقاب پوشوں کی تعداد بڑھتی ہی جا رہی تھی۔۔

گلزار کا ایک آدمی گاڑی انکے قریب لایا تو اپنے آدمیوں کو گاڑیوں میں بیٹھنے کا اشارہ کرتے گلزار، فاتح کو گھیرے میں لیتے گاڑی کی جانب بڑھنے لگا۔۔

چھوٹے سائیں جلدی سے گاڑی میں بیٹھیں۔۔۔!! فاتح کے آگے اپنا سایہ کرتے ہوئے گلزار اسے گاڑی میں بٹھا کر خود تیزی سے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ

گیا تھا۔انکی گاڑی وہاں سے نکلی تو باقی آدمی بھی اپنی گاڑیوں میں بیٹھ کر انکے پیچھے نکلتے چلے گئے۔

جبکہ گاڑی میں بیٹھتے ہی فاتح نے بازو پر ہاتھ رکھتے سیٹ کے ساتھ سر ٹکالیا تھا۔

چھوٹے سائیں آپ ٹھیک ہیں نا۔۔۔؟؟پیسنجر سیٹ پر بیٹھے گلزار نے مڑتے ہوئے بے چینی سے استفسار کیا تو فاتح اتنے درد میں بھی اسکی فکر مندی پر مسکرا دیا۔۔

ہاں گلزار میں ٹھیک ہوں۔۔!!تمہاری بی بی اور سبحان تو ٹھیک ہیں نا۔۔۔!! اسے تسلی دیتے ہوئے فاتح نے بے قراری سے سبحان کو یاد کرتے جاننا چاہا تھا۔۔۔

جی سائیں وہ دونوں بالکل ٹھیک ہیں۔۔! بس انکو چھوٹی موٹی خراشیں آئی ہیں۔۔۔! پر سائیں اپکو کیا ضرورت تھی یہاں آنے کی۔۔۔ خان سر نے اپکو باہر نکلنے سے منع بھی کیا تھا۔۔۔!! فاتح کے بازو سے خون نکلتے دیکھ کر گلزار اپنے آدمی کو گاڑی سلو کرنے کا اشارہ کرتے سیٹ نیچے کرتا اسکی طرف مڑا تھا۔۔

گلزار رہنے دو گھر جا کر پٹی کر لیں گئے۔۔۔ کیوں اپنی شال خراب کر رہے ہو یار۔۔۔!! گلزار کو اپنی شال پھاڑتے دیکھ کر فاتح نے اسے منع کرنا چاہا ہی تھا۔۔ کہ تب تک وہ اپنی مردانہ شال ایک سائیڈ سے پھاڑتے ہوئے فاتح کے بازو پر باندھنا بھی شروع ہو گیا تھا۔۔

"سلطان احمد خان" اور انکی اولاد پر گلزار کی ہر سانس قربان ہے چھوٹے سائیں۔۔ پھر یہ شال کیا چیز ہے۔۔۔! فاتح کے بازو پر اپنی شال کا ٹکرا باندھتے ہوئے گلزار نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ فاتح اسکے جواب پر سٹل سا دیکھتا چلا گیا تھا۔ جو اسکے باپ پر اپنا سب کچھ لٹا کر بیٹھا ہوا تھا۔

آپکی اور شہری صاحب کی دوسروں کو سنجیدہ نہ لینے کی یہ جو عادت ہے نا چھوٹے سائیں۔۔۔! یہ ہم سب کام کرنے والوں کو بالکل بھی پسند نہیں ہے۔۔۔!! اسکے بازو پر کس کر باندھ کر گلزار نروٹھے پن سے بتانے لگا تو فاتح جو دھڑکتے دل کے ساتھ اسکو دیکھ رہا تھا۔ بے اختیار اسکے شکوے پر ہنستا چلا گیا۔۔

اسکا مطلب ہے۔ کہ بلیک مینشن میں کام کرنے والے سب خاص آدمی ہمیں ڈسکس کرتے رہتے ہیں۔۔! فاتح ہنستے ہوئے دلچسپی سے پوچھ رہا تھا۔

کچھ ایسا ہی سمجھ لیں آپ۔۔۔! شہری صاحب اور آپ کے نام پر سب دم دبا کر بھاگتے ہوئے نظر آتے ہیں۔۔۔۔! فاتح کے بازو سے خون رکنا شروع ہوا تو گلزار بھی زرا پر سکون ہوتے اسکو مزید بتانے لگا تھا۔۔۔

ہاہاہاہا۔۔!! کیوں بھئی ہمارے نام پر تم سب کیوں بھاگتے ہو۔۔۔!! ریلیکس انداز میں سیٹ کے ساتھ ٹیک لگاتے ہوئے فاتح کو ہنسی آرہی تھی۔ کیونکہ بچپن کی وہ ساری شرارتیں یاد آنے لگیں تھیں۔ جن میں شہرام اور فاتح مل کر بلیک مینشن میں کام کرنے والوں کا جینا حرام کر دیتے تھے۔۔۔

آپ کی جوانی شروع ہوئے ابھی کچھ سال گزرے ہیں چھوٹے سائیں۔۔۔! پر ہم سب سالوں سے بلیک گینگ کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔۔۔! بلیک مینشن میں پیدا ہونے والے صرف آٹھ لڑکے تھے۔ پر اپنی نسل کی حفاظت کے لئے بلیک گینگ نے جو اتنے سالوں میں نیٹ ورک تیار کیا ہے۔ وہ اپکو چاہ کر بھی سمجھ نہیں آئے گا۔۔! ہم سب آدمیوں نے بلیک گینگ کے ساتھ وفاداری نبھانے کا عہد کرتے آپ سب کو اپنے ہاتھوں میں پالا ہوا ہے۔۔۔! اس لئے یہ چھوٹے موٹے شکوے تو ہم آپس میں اور اپکے گھر والوں سے بھی کرتے رہتے ہیں۔۔۔ !

گزرے سالوں کے خوبصورت مناظر یاد کرتے ہوئے گلزار مُسکراتے ہوئے اسے پرانی یادوں کے بارے میں بتا رہا تھا۔ جبکہ فاتح سلطان اپنے بڑوں کے نام پر مغرور انداز میں مسکراتے ہوئے اسکو سنتا جا رہا تھا۔۔۔

فاتح گھر میں داخل ہوا تو سب سے پہلے روتی ہوئی سلینہ نظر آئی تھی۔اسے روتے دیکھ کر سبحان اسے سنبھالتے ہوئے تھک رہا تھا۔پر وہ چپ ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

سلینہ نے نظریں اٹھاتے ہوئے دیکھا تو دروازے میں فاتح کو کھڑے دیکھ کر ساکت ہوتے وہ فوراً کھڑے ہو کر اسکی جانب بھاگتے ہوئے آئی تھی۔۔۔

فاتح کو دیکھ کر سبحان تشکر آمیزی سے لمبا سانس خارج کرتے صوفے کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی گھر پہنچے تھے۔لیکن گھر لوٹتے ہی سلینہ نے زار و قطار سے رونا شروع کر دیا تھا۔وہ گاڑی میں بھی آہستہ آواز میں روتے ہوئے آئی تھی۔لیکن اب فاتح کی فکر میں اسکا رونا بڑھتا

چلا جا رہا تھا۔ شکر وہ تھوڑی دیر میں ہی واپس آ گیا تھا۔ فاتح کو صحیح سلامت دیکھ کر سبحان شکر کرتے سوچ رہا تھا۔

سلطان۔۔۔!!!! فاتح کے سینے سے لگتے ہوئے وہ سسکی تو فاتح نے کسی قیمتی اثاثے کی طرح اسے اپنے چوڑے سینے میں چھپا لیا۔۔۔

شششش مائے لٹل گرل۔۔۔!! میں آ گیا ہوں نا۔۔۔!! اسے بازو کے حصار میں لے کر فاتح صوفے کی جانب بڑھتے ہوئے سبحان کے ساتھ بیٹھ گیا۔۔۔

ملازمہ نے پانی انکے سامنے لا کر رکھا تو فاتح نے ایک گلاس اٹھا کر زبردستی سیلینہ کے ہونٹوں سے لگا دیا۔ جبکہ دوسرا گلاس سبحان نے اٹھا لیا تھا۔ پانی پیتے ہوئے وہ خاموشی سے فاتح اور سیلینہ کو دیکھ رہا تھا۔۔۔

سلینہ کا رونا زرا تھما تو فاتح نے بھاری سانس خارج کرتے ہوئے اسکے سر پر لب رکھ دیے۔بے شک ہر اچھے آغاز کا اختتام بھی اچھا ہو، ضروری نہیں ہے۔۔۔ آج کے خوبصورت دن کی شروعات کو سوچتے ہوئے وہ سوچ کر رہ گیا۔۔

چھوٹے سائیں ڈاکٹر آگیا ہے۔۔!! آپ اپنے بازو کی پٹی کروالیں اور اس چھوٹے بہادر بونے کی بھی کروادیں۔اسکے بازو سے بھی خون نکل رہا تھا۔۔!! گلزار نے اچانک اندر داخل ہوتے فاتح کو ڈاکٹر کے آنے کی اطلاع دیتے کہا تو فاتح، سبحان کے خون نکلنے کا سن کر فورا پریشان ہو گیا۔۔۔ جبکہ سبحان کا چہرہ بے تاثر ہی تھا۔۔۔

اتنی زیادہ چوٹ۔۔۔! فاتح نے تیزی سے سبحان کی سلیو فولڈ کرتے ہوئے دیکھا تو کہنی پر گہری چوٹ تھی۔شاید گرتے وقت اسے یہ چوٹ لگی

تھی۔ گلزار نے ڈاکٹر کو سبحان کی چوٹ دیکھنے کا اشارہ کیا تو ڈاکٹر سر ہلاتے ہوئے بیٹھ گیا۔۔

گولی کے نشانے پر خود کیوں آ گئے تھے۔۔؟ ڈاکٹر نے سبحان کا زخم صاف کرنا شروع کیا تو ایک سوال جو کب سے فاتح کو پریشان کر رہا تھا۔ وہ بے اختیار سبحان کو مخاطب کرتے پوچھنے لگا۔۔۔ سیلینہ کی آنکھیں اب سبحان کی چوٹ دیکھ کر نم ہو رہی تھیں۔۔۔

تو کیا اپنی شوگر گرل کو گولی لگنے دیتا۔۔۔!! فاتح کے سوال پر سبحان نے آبرو اچکاتے ہوئے الٹا رعب سے سوال کیا تھا۔ اسکے سوال و انداز پر متاثر ہوتے بے ساختہ گلزار اور فاتح نے آپس میں نظروں کا تبادلہ کیا۔۔۔

گولی کے سامنے آتے ہوئے ڈر نہیں لگا تھا کیا۔۔۔؟؟ سوال کے بدلے سوال سن کر اس بار گلزار گھٹنوں کے بل اسکے سامنے بیٹھتے ہوئے بے اختیار پوچھ گیا۔اس نے بخوبی دیکھا تھا۔ جیسے اس بہادر بچے نے اسکی چھوٹی بی بی کو بچانے کی خاطر خود کو سامنے کر دیا تھا۔ گلزار تو تبھی اسکی ہمت دیکھتے ہوئے دنگ ہو گیا تھا۔ لیکن پھر گاڑی سے اتر کر بجلی کی سی رفتا سے گلزار نے بھاگتے ہوئے سبحان کو سامنے سے ہٹایا تھا۔

کبیر خان نے احتیاطاً گلزار کو آج ہی فاتح کو لینے بھیج دیا تھا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا۔ کہ کل صبح ہوتے ہی فاتح نے اسلام آباد کے لئے اکیلے نکل پڑنا تھا۔اس لئے اس نے گلزار کو آج ہی اسکے آدمیوں کے ساتھ روانہ کر دیا تھا۔پر گلزار جب یہاں پر پہنچا تو ملازمہ سے اسے معلوم ہوا۔

کہ اسکے چھوٹے سائیں سیلینہ اور سبحان کو ساتھ لیے مال روڈ کی طرف گئے ہیں۔ گلزار اپنے چھوٹے سائیں کی لاپرواہی پر تشویش کا شکار ہوتے فوراً اپنے آدمیوں کے ساتھ مال روڈ کے لئے نکل پڑا تھا۔

جہاں پہنچ کر جنگ کا سماں ہوا پڑا تھا۔ مال روڈ پر اس قدر بھگدڑ اور گولیوں کی بوچھاڑ پر وہ بے یقینی کا شکار ہوتے رہ گیا۔ اپنے چھوٹے سائیں کی فکر میں گلزار کا دل رکنے والا ہو گیا تھا۔

اگر آج فاتح کو کچھ ہو جاتا تو وہ کبیر خان اور سلطان احمد خان کو کیا منہ دیکھاتا۔ یہ سوچ ہی اسکی روح جکڑ رہی تھی۔

کہ تبھی اسکے کانوں میں فاتح سلطان کے دھاڑنے کی آواز سنائی دی۔ جہاں وہ بھاگتے ہوئے مسلسل چلاتے ہوئے سبحان اور سیلینہ کو سامنے سے ہٹنے کا کہہ

رہا تھا۔ یہ وہی لمحہ تھا۔ جب گلزار نے گاڑی سے اترتے ہوئے سبحان کو لمحے کے گیارویں حصے میں گولی کا شکار ہونے سے بچا لیا تھا۔۔

میں پٹھان کا شیر بچہ ہوں۔! یہ گولی، بندوق تو میں ہوش سنبھالتے ہوئے دیکھتا آیا ہوں۔ اور اگر میرے سامنے میری شوگر گرل کو کچھ ہو جاتا۔ تو محمد سبحان نے بنا گولی کے ہی مر جانا تھا۔۔! گلزار کے سوال کے بدلے میں سبحان پہلے جہاں تمسخر سے بولا وہیں آخر پر وہ سلینہ کے چہرے کو پیار سے دیکھتے ہوئے گویا ہوا تھا۔ جبکہ اسکے آخری والے اتنے جذباتی اور محبت بھرے الفاظ سن کر گلزار اسکی ہمت و حوصلے کو سلام کرتے ہنس پڑا تھا۔

ہنسی تو فاتح کو بھی آگئی تھی۔ پر وہ ہنس کر اپنے رقیب کو فری نہیں کر سکتا تھا۔۔ سلینہ جاں نثار ہوتے اپنے چھوٹے سے دوست کو دیکھ رہی تھی۔ جس نے

اتنے مہینے اسے بالکل بھی اکیلے ہونے احساس نہیں ہونے دیا تھا۔۔اور آج اسکی خاطر اپنی جان بھی قربان کرنے پر آچکا تھا۔۔

پہلے زمین سے صحیح طرح باہر تو آجاؤ۔۔۔!! بڑے آئے میری بیوی کی خاطر مرنے والے۔۔!! فاتح نے ناک چڑھاتے ہوئے اسکے چھوٹے وجود پر چوٹ کی تھی۔۔بدلے میں سبحان ہونہہ کرتے اسے نظرانداز کرتے پٹی کروانے لگا۔اسکے تاثرات صاف بتارہے تھے۔کہ وہ اپنی شوگر گرل کے معاملے میں فاتح سلطان کو بالکل بھی سیریس نہیں لیتا ہے۔۔۔

صوفے سے ٹیک لگائے فاتح کہیں سوچوں میں غرق تھا۔آج کے واقعے کے بعد اسکے ذہن میں بہت سے سوالات اٹھ رہے تھے۔آخر کون وہ غیر ملکی لوگ تھے۔۔۔؟اور کیوں اسے ٹارگٹ کر رہے تھے۔۔۔

فاتح جو سپاٹ چہرے کے ساتھ سوچوں میں الجھا ہوا تھا۔۔کہ بے اختیار ایک پوائنٹ کو سوچتے ہوئے وہ ٹھٹک کر تیزی سے سیدھا ہو بیٹھا۔۔

اس سے پہلے کہ وہ مزید سوچ پاتا کہ تبھی دروازہ اچانک زور سے ناک ہونے لگا۔۔دروازے کی آواز نے اسے سوچوں سے باہر نکالا تو وہ زرا حیران ہوتے دروازے کو دیکھنے لگا۔۔

اس ٹائم کون آگیا ہے۔۔۔؟ شام کے چار بج رہے تھے۔ گلزار، سبحان کو اسکے گھر چھوڑنے گیا ہوا تھا۔ جبکہ سیلینہ کو اس نے اندر کمرے میں ریسٹ کرنے بھیج دیا تھا۔ ملازمہ کو بھی وہ بھیج چکا تھا۔ پھر کون آگیا تھا۔۔۔

فاتح خود سے بڑبڑاتے ہوئے اٹھ کر دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ کہیں گلزار واپس نہ آیا ہو۔۔۔!! اسی خیال کے تحت فاتح نے دروازہ کھول دیا۔ دروازے کے باہر کھڑے نفوس جو پشت کیے کھڑے تھے۔ کہ دروازہ کھلنے کی آواز پر بے ساختہ مڑتے چلے گئے۔۔ باہر کھڑے نفوس نے اپنا رخ موڑتے ہوئے فاتح سلطان کو اپنا دیدار کیا کروایا تھا۔ کہ انکو یہاں پر دیکھ کر فاتح اچھنبے سے آنکھیں بڑی کرتا چلا گیا۔۔

اسلام آباد سے ہجرت کر کے "فاتح سلطان" یہیں پر رہ رہے ہیں نا۔۔۔؟؟

عیس علی ہمدانی نے گلاسز اتارتے ہوئے تمسخر بھرے انداز میں پوچھا کیا تھا۔

بلکہ فاتح کا دل ہی مٹھی میں لے لیا تھا۔۔۔

میرے خیال میں تو فاتح صاحب ہمیں یہاں اچانک دیکھ کر واپس اسلام آباد تو نہیں ہجرت کر گئے عیس۔۔!! فاتح کو بت بنے دیکھ کر سنان مصطفیٰ کاظمی بھی مصنوعی سوچنے کی ایکٹنگ کرتے بولے تھے۔۔

میں آپ لوگوں کو نہیں جانتا۔۔! شاید آپ کسی غلط جگہ پر آ گئے ہیں۔۔۔!! میرا آپ لوگوں سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔۔۔! اس سے پہلے کہ انکے طنز و مزاح مزید بڑھنے لگتے۔۔ جب ان کو اچانک یہاں پر دیکھ کر فاتح ہڑبڑا کر

اڑے ہوئے رنگ کے ساتھ کچھ بھی الٹا سیدھا بولتا چلا گیا۔اور ساتھ ہی وہ سر نفی میں مسلسل ہلاتے ہوئے دروازے سے ہٹ کر اندر گھر میں چلا گیا۔

سر ہلاتے ہوئے وہ شاید اس صدمے سے خود کو باہر لانا چاہ رہا تھا۔ کہ وہ سچ میں ان دو انسانوں کو بالکل بھی نہیں جانتا ہے۔۔

تمہارے تو اچھے بھی ہمیں پہچانے گئے گندی اولاد۔۔۔! اسکی ایکٹنگ کا زرا برابر اثر لیے بنا عیس علی ہمدانی غصے سے بولتے ہوئے اندر داخل ہو گئے تھے۔۔۔

عیس علی ہمدانی اور سنان مصطفیٰ کاظمی گھر میں داخل ہوئے تو فاتح بوکھلائے ہوئے تاثرات کے ساتھ وہاں سے بھاگنے کے لئے کوئی کھڑکی ڈھونڈنے لگا۔

پر افسوس اس گھر میں اسکے فرار کا کوئی رستہ موجود نہیں تھا۔اپنے دونوں چچاؤں کو خود پر سوار ہوتے دیکھ کر فاتح بار بار ہونٹ کاٹ رہا تھا۔۔۔

عیس دھیان رکھنا کہیں فاتح صاحب ہمیں یہاں پاکر کوچ نہ کر جائیں۔۔۔!!

فاتح کے "expressions" دیکھتے ہوئے سنان مصطفیٰ صوفے پر بیٹھ کر طنز کرتے بولے تھے۔عیس علی ہمدانی بھی گھورتی نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔جو منہ بسورتے ہوئے مسلسل انجان بننے کی کوشش میں تھا۔۔۔

فاتح کے دونوں چچا صوفے پر بیٹھ کر گھر کا معائنہ کرنا شروع ہو گئے۔جب سیلینہ بھی اچانک فاتح کو پکارتے ہوئے وہاں آئی تھی۔۔کسی انجانی آواز کو سنتے وہ کمرے سے نکلی تھی۔۔

سلطان کون آئی ہے۔۔۔؟؟اردو بولنے کی کوشش میں وہ اپنے دھیان میں بالوں سے الجھتے ہوئے وہاں نمودار ہوئی۔فاتح اسے وہاں آتے دیکھ کر بے اختیار آنکھوں پر ہاتھ رکھتے آنکھیں ہی میچ چکا تھا۔جبکہ سیلینہ کی آواز پر متوجہ ہوتے سنان مصطفیٰ اور عیس علی ہمدانی امپریس ہوتی نظروں سے اپنی اولاد کو دیکھ گئے۔۔۔

پر اسکے ساتھ ساتھ سہلینہ کی زبان سے "سلطان" سن کر حیرت کا شکار بھی ہوئے تھے۔۔۔انکے برعکس سیلینہ دو انجان لوگوں کو اپنے گھر میں بیٹھے دیکھ کر وہیں ٹھہر گئی تھی۔۔استفہامی نظروں سے فاتح کو اپنا چہرہ چھپائے دیکھ کر وہ پھر انکی طرف دیکھے گئی۔۔۔

Really..?? Mr Fateha...??

فاتح کے مقابلے میں چھوٹی اور نازک سی سیلینہ کو دیکھ کر وہ بے اعتباری سے اپنے اولاد کو پوچھنے لگے تھے۔ سیلینہ کا کم سن نازک سراپہ دیکھ کر وہ بے حد چونک چکے تھے۔ کیونکہ اپنے سراپے اور جسامت کے حساب سے وہ سولہ سال کی لگ رہی تھی۔ فاتح اچھے سے اپنے گھر والوں کی نظروں کا مطلب سمجھ رہا تھا۔ پر پھر بھی چپ ہی رہا تھا۔۔

سلطان۔۔ یہ۔۔ کون ہیں۔۔؟؟ فاتح کے مسلسل چپ رہنے پر سیلینہ نے پھر اسے مخاطب کیا۔۔۔ وہ اٹکتے ہوئے اردو بولنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔

یہاں آؤ بچے۔۔!! ہم اپکو خود اپنا تعارف کرواتے ہیں۔۔! وہ کیا ہیں نا۔۔ کہ آپکا شوہر ہمیں یہاں پر دیکھ کر آدھا کوما میں جا چکا ہے۔۔۔ اس لئے وہ اپکو ہمارے بارے میں نہیں بتا پائے گا۔۔!! سیلینہ کو پاس آنے کا اشارہ کرتے

عیس علی ہمدانی کے نہ ختم ہونے والے طعنے شروع ہو چکے تھے۔ایسے کہاں ممکن تھا۔ کہ وہ کسی کو بھی بخش دیتے۔وہ آج بھی پہلے کی طرح بھگو بھگو کر مارتے تھے۔

فاتح توانکی زبان سے خود کو سیلینہ کا شوہر سن کر سچ میں بے یقینی سے کو ما میں جانے والا ہو گیا تھا۔بس نا چلا کہ بس سامنے بیٹھے انسانوں کی نظروں سے خود کو کہیں چھپالے۔۔۔۔سیلینہ انکے اشارے پر گھبراتے ہوئے پاس جا کر بیٹھ گئی تھی۔۔۔

اپنی شکل پر کوئی خاص بھروسہ نہیں ہے کیا۔۔۔؟جو بچی کو باپ کا نام استعمال کرتے ہوئے پھنسار کھا ہے۔۔۔!!عیس ہمدانی جو سیلینہ سے اپنا تعارف کروا

رہے تھے۔ کہ انکو سیلینہ کے ساتھ باتوں میں مصروف دیکھ کر سنان مصطفیٰ بھی آبرو اچکاتے ہوئے طنز کرتے کہہ گئے۔۔۔۔

یار چھوٹے بابا اب ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔۔۔!! اسے میرا نام بلانا مشکل لگتا ہے۔ بس اس لئے مجھے سر نیم سے پکارتی ہے۔۔۔!! اپنی شکل و خوبصورتی پر سوال اٹھتے دیکھ کر فاتح نے جھنجھلا کر جواب دیا تھا۔ اور ساتھ ایک گھوری اپنی بے وقوفانہ بیوی کو بھی ڈال دی۔

جو اسکے اتنا منع کرنے کے باوجود بھی اسے سلطان ہی کہہ کر بلاتی تھی۔۔

عیس علی ہمدانی اور سنان مصطفیٰ سے تعارف ہونے کے بعد سیلینہ کے چہرے پر الگ ہی چمک آچکی تھی۔ اسکے چہرے کی سمائل دیکھتے ہوئے عیس ہمدانی اور سنان مصطفیٰ مسکرا کر باری باری اسکے سر پر ہاتھ رکھ گئے۔۔ سیلینہ انکے لئے

کچھ کھانے پینے کو لانے کے لئے اٹھنے لگی تو سنان مصطفیٰ نے اسے اشارے سے منع کرتے دوبارہ اپنے پاس بٹھالیا۔۔۔

چھوٹے سائیں اب تو پٹی کروالیں۔۔۔!اب تو چھوٹی بی بی سو چکی ہوں گی نا۔۔۔!!ہاتھ میں فرسٹ ایڈ باکس پکڑے گلزار اپنے دھیان میں بولتے ہوئے اندر داخل ہوا تھا۔لیکن جیسے ہی اسکی نظر سامنے بیٹھے نفوس پر پڑی تو فرسٹ ایڈ باکس تو زمین بوس ہوا ہی تھا۔۔پر اسکے ساتھ ساتھ گلزار میاں کے ہوش وحواس بھی کہیں آسمان میں تحلیل ہو چکے تھے۔۔

آیئے آیئے چھوٹے سائیں کے چمچے گلزار صاحب۔۔۔!!ہم آپ جیسی اونچی ہستی کے انتظار میں ہی بیٹھے ہوئے تھے۔۔۔!!صوفے کے ساتھ ٹیک لگائے

عیسیٰ علی ہمدانی کی توپوں کا رخ اب گلزار کی طرف ہوا تھا۔ جو فاتح کو بیچاری بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔۔

دیکھیے میں اپکو بتا رہا ہوں نا۔۔!! کہ میں اپکو لوگوں کو نہیں جانتا اور نہ ہی میں اس لڑکی کو جانتا ہوں۔۔۔!! بلکہ میں تو پاگل خانے سے بھاگا ہوا ایک پاگل ہوں۔۔۔! جو پتہ نہیں بھٹکتے ہوئے کیسے اس گھر میں آ گیا ہے۔۔۔!! اس لئے اب چلتا ہوں۔۔! رب راکھا۔۔۔ !!

چچاؤں کے سرد تاثرات دیکھتے ہوئے فاتح سلطان نے جلدی سے خود کو پاگل کہتے اپنی جان پہچان ہی بھلا ڈالی تھی۔ کیونکہ اسے ابھی کے لئے اپنی ہر رشتہ داری ختم کرنا ہی ٹھیک لگ رہا تھا۔۔۔

اسکے الفاظ پر گلزار کے بیچارے پن کی انتہا ہو گئی تھی۔۔۔ وہ فاتح سلطان جتنا چالاک تھوڑی تھا۔

جو ایسے گھما پھرا کر یہاں سے نکل پڑتا۔۔ تھوڑی دیر پہلے سیلینہ کے مسلسل رونے کی وجہ سے فاتح نے اپنے زخم پر پٹی نہیں کروائی تھی۔ کیونکہ وہ اپنا زخم دیکھا کر سیلینہ کو مزید پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔

اس لئے سبحان کی پٹی کروانے کے بعد گلزار کو مخصوص اشارہ کرتے اس نے ڈاکٹر کو واپس بھیج دیا تھا۔ اور اب سبحان کو اسکے گھر چھوڑ کر گلزار خاص طور پر خود اپنے چھوٹے سائیں کی پٹی کرنے کے لیے یہاں واپس آیا تھا۔ لیکن اگر اسے پتہ ہوتا۔ کہ یہاں پر پہلے ہی اسکے انتظار میں موت کھڑی ہے۔ تو اسی پٹی میں خود کو لپیٹ کر کہیں غائب کر لیتا۔ پر یہاں آنے کی غلطی کبھی نہ کرتا۔۔۔

میں بھی نہیں جانتا کہ چھوٹے سائیں کون ہیں۔۔۔!! میں ابھی اسی وقت اس نوکری سے استعفیٰ دیتا ہوں۔۔۔!! فاتح کو کاپی کرنے کی کوشش میں ہڑبڑا کر گلزار بھی الٹا سیدھا بولنے لگا تو فاتح سلطان کے حلق میں بے اختیار قہقہہ امڈا۔ جسے وہ تیزی سے قابو کرتے سنجیدہ ہونے کی کوشش کر گیا۔ جبکہ سیلینہ ان دونوں کو ناسمجھی سے دیکھ رہی تھی۔۔۔

شٹ آپ گلزار۔۔۔! اگر تم نے ایک قدم بھی واپس موڑا تو یہیں زمین پر گاڑ دوں گا۔۔۔!! فاتح کی طرح گلزار کو بھی ایکٹنگ پر اترتے دیکھ کر سنان مصطفیٰ کی سرد دھاڑ بے ساختہ تھی۔۔۔ گلزار جو جان بچانے کی خاطر دروازے سے ہی واپس مڑنے لگا تھا۔ کہ سنان مصطفیٰ کی دھاڑ پر ڈر کر وہیں رکتا چلا گیا تھا۔۔۔

مجھے۔۔۔ سبحان سے۔۔ ملنا تھا۔۔۔!! گاڑی میں چھائی ہوئی خاموشی کو توڑتے ہوئے نم آنکھوں سے سیلینہ نے اچانک فاتح کو مخاطب کیا تھا۔ اسکی آواز پر عیس ہمدانی اور سنان مصطفیٰ بھی متوجہ ہو گئے تھے۔۔۔ اسکی نم آنکھوں کو دیکھ کر فاتح نے فوراً اسے بازو کے حصار میں لے لیا۔۔۔

سبحان کون ہے۔۔۔؟؟ سنان مصطفیٰ نے سوال کیا۔۔

بڑے سائیں چھوٹا بچہ ہے ایک۔۔!! چھوٹی بی بی جی کا دوست بھی ہے۔ اور آج اسی نے چھوٹی بی بی جی کی جان بھی بچائی تھی۔۔!! انکے سوال کا جواب ڈرائیونگ کرتے ہوئے گلزار کی طرف سے آیا تھا۔

گلزار کی اچھی خاصی مٹی پلید کرنے کے بعد عیس علی ہمدانی کے حکم پر وہ لوگ ابھی واپسی کے لیے نکل آئے تھے۔۔

گارڈز کی گاڑیاں کچھ آگے تو کچھ انکے پیچھے آرہی تھیں۔اتنے بڑے حادثے کے بعد کسی صورت بھی بلیک گینگ سیلینہ کو مزید وہیں پر اکیلے رکنے نہیں دے سکتی تھی۔انکو واپس لانے کے لیے عیس علی ہمدانی اور سنان مصطفیٰ خود مری گئے تھے۔۔کیونکہ وہ جانتے تھے۔

کہ انکی گندی اولاد کو اگر کال پر واپس آنے کا حکم دیا۔تو وہ وہیں سے وہ رفع چکر ہو جائے گا۔اس لئے انکو خود یہاں آنے کی زحمت کرنا پڑی تھی۔لیکن یہ زحمت انہوں نے کل آنے کی کرنی تھی۔۔

پر جب انکو فاتح پر ہوئے حملے کی خبر ہوئی تو بنا وقت ضائع کیے وہ لوگ یہاں پر پہنچ گئے تھے۔اتنی زیادہ چالاکیاں کرنے سے پہلے انکی اولاد یہ نہیں سوچتی تھی۔۔کہ انکے باپ ہوشیاریوں میں ان سے بھی آگے ہیں۔

بہادر خان اور گلزار جیسے خود سے بڑے آدمیوں کو اپنے ساتھ ملا کر وہ لوگ سمجھتے تھے۔ کہ وہ لوگ بلیک گینگ کو چکما دے سکتے ہیں۔۔ یہ جانے بنا کہ بلیک گینگ کو چکما دینا ناممکنات میں سے ایک ہے۔ گلزار کے آدمیوں میں سے ایک آدمی نے یہاں کی ساری رپورٹ بلیک گینگ کو جیسے ہی پہنچائی تھی۔ ویسے ہی وہ لوگ کچھ دیر بعد مری میں کھڑے تھے۔

فاتح نے سیلینہ کو اپنے دوست سے دوبارہ ملنے کی تسلی دے کر اپنے کندھے پر سر رکھنے کا اشارہ کیا۔ کیونکہ نیند کے باعث اسکی چاکلیٹ براؤن آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں۔

سیلینہ نے اداسی سے فاتح کے کندھے پر سر ٹکایا تو کچھ ہی دیر میں وہ نیند میں اتر گئی۔اسے سوتے دیکھ کر فاتح محبت سے اسکے چہرے کو دیکھتے شکر ادا کرنے لگا تھا۔اتنی ایمرجنسی میں نکلنے پر وہ سبحان کو نہ ملنے پر بے حد اداس ہو چکی تھی۔

واپس آنے سے پہلے اپنے ٹڈے رقیب کو ملنا تو فاتح بھی چاہتا تھا۔۔پر جو قسمت کو منظور۔۔۔وہ اپنی بیوی کو اسکے دوست سے دوبارہ ملوانے کا ضرور ارادہ رکھتا تھا۔سبحان کی آج کی جرات مندی دیکھ کر کہیں نا کہیں وہ اسکا شکر گزار ہو چکا تھا۔۔۔

زخم دیکھاؤ اپنا۔۔۔!!سیلینہ کے سونے کے بعد سنان مصطفیٰ نے فرسٹ ایڈ باکس کھولتے ہوئے سنجیدہ لہجے میں اسے شرٹ اتارنے کا حکم دیا۔۔۔

میں ٹھیک ہوں چھوٹے بابا۔۔۔!! فاتح نے انہیں تسلی دینا چاہی ہی تھی۔ کہ انکی سرد نظروں کو دیکھ کر اگلے ہی پل وہ شرٹ اتار گیا۔۔۔

تمہاری لاپرواہی کے باعث آج تمہیں یا ہماری بہو کو کچھ ہو جاہوتا تو یاد رکھو۔ کہ اس سے زیادہ دردناک سزا تمہیں ہمیں سے ملنی تھی۔۔۔!! فاتح کا زخم دیکھ کر عیس ہمدانی تکلیف سے دوچار ہوتے سپاٹ لہجے میں بولے تھے۔۔۔

آپ مجھے پیار کر رہے ہیں یا دھمکا رہے ہیں چھوٹے بابا۔۔۔!! منہ بسور کر فاتح نے شکوہ کرنے کی کوشش کی تھی۔

تم جیسی ڈھیٹ اور ٹیڑھی کھیر اولاد ہو۔ تو ان سے پیار کا اظہار بھی اسی انداز میں کیا جانا چاہیئے۔۔!! سنان مصطفیٰ جو سنجیدگی سے زخم صاف کرنے کے بعد

اسکے بازو پر پٹی باندھ رہے تھے۔ کہ بے اختیار عیس ہمدانی کی جانب سے جواب دیتے بولے تھے۔

فاتح ہونٹ کاٹتے ہوئے انکو دیکھ گیا تھا۔۔ فاتح نے ابھی تک یہ سوال پوچھنے کی گستاخی نہیں کی تھی۔ کہ وہ اسکے نکاح کے بارے میں کیسے جانتے ہیں۔۔ حالانکہ یہ سوال مسلسل اسکے دماغ میں گردش کر رہا تھا۔

سب سلگتی نظروں سے اس میسنے کو دیکھ رہے تھے۔ جو واپس لوٹنے کے بعد بڑے بھائیوں سے مسلسل پیار وصول کر رہا تھا۔ فاتح کی واپسی کا سن کر سب بنا وقت ضائع کرتے اسکے میسج پر بڑے بھائیوں کے آفس میں پہنچ چکے تھے۔ جبکہ شہرام کی تو خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔

آخر پورے تین ہفتوں کے بعد اسکا جگر، کرائم پارٹنر جو واپس آیا تھا۔

فاتح کے واپس آنے کی خوشی اک طرف لیکن اسے کبیر خان اور فارس ہمدانی سے لاڈ اٹھواتے دیکھ کر وہ سب جلن کے مارے ناک منہ ٹیڑھا کر رہے تھے۔ کبیر، فارس جب بھی ان میں سے کسی ایک پر زیادہ پیار لٹاتے تھے۔ تو باقیوں کے منہ کا ذائقہ ایسے ہی خراب ہونے لگتا تھا۔ جیسے ابھی فاتح پر پیار نچھاور ہوتے دیکھ کر ہو رہا تھا۔۔۔

اس منظر کو دیکھنے کے بعد میں اندھا کیوں نہیں ہو گیا۔۔۔!! ارسل خان نے جلی کٹی سرگوشی کی۔۔۔ جو کہ ایک فینس meme تھی۔۔

ہمم۔۔۔!! صحیح کہہ رہا ہے تو۔۔۔!! ایشام نے بھی منہ بگاڑتے ہوئے حامی بھری تھی۔ کیونکہ فاتح جان بوجھ کر انہیں چراتے کی کوشش میں اب فارس کے گلے لگا بیٹھا تھا۔۔۔

اس سے بہتر تھا۔ کہ یہ نیلا تھوتھا تھوڑا عرصہ مزید ہنی مون منا آتا۔۔۔!! شہرام بھی نظروں کا رخ موڑتے بڑبڑا گیا۔۔۔

سالے نے اپنی منحوس شکل دیکھا کر آج کی ساری شام خراب کر کے رکھ دی ہے۔۔۔!! غازیان بھی غصے سے بولا تھا۔۔۔ سب کے برعکس باسم صرف انکو سننے پر اکتفا کر رہا تھا۔ کیونکہ اسکے دل کی سب باتیں تو وہ سب کہے جا رہے تھے۔۔ ایسے میں اسے کچھ بھی بولنے کی ضرورت محسوس نہیں ہو رہی تھی۔۔۔

میں آپ سب کو کچھ بتانا چاہتا ہوں۔۔۔!! فاتح نے گلا کھنکھار کر بولتے ہوئے اچانک سب کو مخاطب کیا تھا۔۔

کیا بات ہے فاتح۔۔۔!! کوئی پریشانی ہے کیا۔۔۔؟؟ اسکے یوں سنبھل کر بولنے پر کبیر خان کو تعجب ہوا تھا۔۔

وہ جب سے واپس آیا تھا۔ تب سے کچھ الجھا ہوا الگ رہا تھا۔۔۔ وہ کل واپس آنے والا تھا۔ پر آج اچانک آفس میں آکر انکو سرپرائز کر چکا تھا۔

وہ شام ڈھلنے کے بعد آیا تھا۔ اور اب رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ اسکی واپسی کا سن کر چونکہ سب یہیں پر آچکے تھے۔ تو فارس اور کبیر نے کھانا بھی یہیں پر آڈر کر لیا تھا۔۔۔

سب اسکے سنجیدہ انداز پر حیرت کا شکار ہو گئے تھے۔ کہ تبھی فاتح نے سرد سانس خارج کرتے آج مال روڈ پر ہوئے حادثے کے بارے میں بتانا شروع کیا۔ وہ جیسے جیسے انکو بتانے لگا ویسے ہی ہر گزرتے لمحے میں سب کے تاثرات یک دم سرد ہوتے بے چین ہو گئے تھے۔ فاتح نے تب گلزار کو کچھ بھی بتانے سے منع کر دیا تھا۔

وہ اپنے بھائیوں کو پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اسے بخوبی علم تھا۔ یہ سب سننے کے بعد انکا اسلام آباد میں رکنا مشکل ہو جائے گا۔ اور عین ممکن تھا۔ کہ وہ سب مری فاتح کے پاس پہنچے ہوتے۔ اس لئے وہ واپس جا کر خود سب بتانے کا ارادہ رکھتا تھا۔۔۔

اتنا سب کچھ ہو گیا اور تم ہمیں واپس آ کر بتا رہے ہو۔۔۔!! ساری بات جاننے کے بعد شہرام غصے سے غرا اٹھا تھا۔ سب کے دل یہ سوچ سوچ کر رک رہے تھے۔ کہ وہ وہاں اکیلا اتنی بڑی مصیبت میں پھنسا ہوا تھا۔ اور وہ سب یہاں پر بے خبر تھے۔۔۔

ریلیکس شہری۔۔۔!! ہم آرام سے اس بارے میں ڈسکس کرتے ہیں۔۔ فاتح پہلے تم یہ بتاؤ۔۔۔! سیلینہ یا تمہیں کچھ ہوا تو نہیں نا۔۔؟؟ ٹھیک ہو نا۔۔۔؟؟ شہرام کو پر سکون رہنے کا اشارہ کرتے کبیر خان نے بے قراری سے پہلے جاننا چاہا تھا۔۔ جبکہ انکے تاثرات دیکھ کر فاتح ہونٹ کاٹنے لگا تھا۔۔

جی بھائی سیلینہ تو بالکل ٹھیک ہے۔۔بس چھوٹی موٹی خراشیں آئی ہیں۔۔۔! پر مجھے۔۔۔!!فاتح نے بات ادھوری چھوڑی تو سب کا سانس تیزی سے اٹک گیا۔۔۔

کیا تمہیں۔۔۔؟؟فاتح کیا ہوا ہے تمہیں۔۔۔؟؟فارس ہمدانی نے سرد لہجے میں رعب سے پوچھا ہی تھا۔کہ تبھی باسم اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے اٹھ کر فاتح کے پاس بیٹھ کر اسکی شرٹ کے بٹن کھولنا شروع ہو گیا تھا۔وہ کب سے نوٹ کر رہا تھا۔کہ فاتح بار بار اپنا بازو دبا رہا تھا۔۔اور بازو کو موو کرنے پر تکلیف کے باعث لبوں کو بھینچ لیتا تھا۔۔۔

سالے ڈاکٹر کیا کر رہا ہے۔۔۔؟؟باسم کو اپنی شرٹ اتارتے دیکھ کر فاتح نے جان بوجھ کر ڈرامٹک انداز میں بولتے ہوئے اسے روکنے کی کوشش کی تھی۔

پر تب تک باسم ایک جھٹکے میں اسکی شرٹ اتار کر پرے پھینک چکا تھا۔۔۔

اسکے بازو پر سفید پٹی بندھے دیکھ کر سب بے یقین ہوئے تھے۔ سفید پٹی پر خون کے دھبے نمودار ہوتے دیکھ کر باسم نے تیزی سے اسکی پٹی کھولنا شروع کر دی۔۔

یار ردی والے ڈاکٹر مت کھول پٹی۔۔۔!! میں ٹھیک ہوں۔۔!! آتے ہوئے چھوٹے بابا نے پٹی کر دی تھی۔۔!! فاتح نے تھکے ہوئے انداز میں بولتے ہوئے کبیر خان کے کندھے میں منہ چھپا لیا تھا۔ صبح کے ہنگامے اور پھر گھر والوں کی اچانک مری میں اینٹری اور اب واپسی پر وہ بے حد تھک چکا تھا۔

بلیک مینشن میں جب انکی گاڑی نے بریک لگائی تو فاتح سلطان کا اندر جانے کا حوصلہ نہیں پڑا تھا۔ کیونکہ وہ اکیلے جا کر اپنے باپ سے چھترول نہیں کروانا

چاہتا تھا۔اس لئے انکو چکما دیتے اپنی گاڑی لے کر وہاں سے بھاگ نکلا تھا۔ بلیک مینشن سے رفعو چکر ہوتے وہ سیدھا یہیں پر آیا تھا۔۔۔

فاتح کے منہ سے چھوٹے بابا کا لفظ سن کر وہ ایک بار پھر ٹھٹک گئے تھے۔ جبکہ فاتح سلطان زبان کو دانتوں میں دبا کر ان کو دوسرا بڑا جھٹکا دینا شروع ہو گیا تھا۔ اور اس جھٹکے کا نام تھا۔ گھر والوں کا اسکے خفیہ نکاح کے بارے میں باخبر ہونا۔۔۔۔

بلیک مینشن میں ایک کے بعد ایک انکے سب شہزادوں کی گاڑیاں آ کر رکنا شروع ہو گئی تھیں۔ چونکہ صبح سب اپنی اپنی گاڑی میں گئے تھے۔ تو اب واپس بھی سب اپنی گاڑیوں میں ہی آئے تھے۔ یہاں تک کے واپس آتے ہوئے وہ

سب ریس لگاتے ہوئے آئے تھے۔سب گاڑیوں میں فقط شہرام اور فاتح کی سپورٹس کار تھیں۔

اوران سب کی گاڑیوں کے آگے انکے بڑے بھائیوں کی گاڑیاں چل رہی تھیں۔ان میں سے کسی ایک کی بھی جرات نہیں ہوئی تھی۔کہ اپنی ریس کی مستی میں وہ کبیر یا فارس کی گاڑی کو کراس کرتے آگے نکل جاتے۔اس لئے اپنی ہلکی پھلکی مستی وہ انکے پیچھے ہی کرتے آئے تھے۔۔۔

سب باری باری گاڑیوں سے اتر کر اندر کی جانب بڑھنے لگے۔جب فاتح ایک جست میں اپنے بچاؤ کی خاطر کبیر اور فارس کے ساتھ جا کر کھڑا ہو گیا۔۔۔

یار بھائی بچالیں۔۔۔!!ڈیڈ کے تاثرات مجھے کچھ اچھے نہیں لگ رہے ہیں۔۔۔!!فاتح بیچارے پن کی ایکٹنگ کرتے کہنے لگا تھا۔اسے ڈر تو کسی کا بھی

نہیں تھا۔ بس اپنی چوری پکڑی جانے پر باپ کے سامنے پیش ہونے پر کچھ کچھ شرمندگی کا احساس ہو رہا تھا۔۔۔ اس لئے وہ بڑے بھائیوں سے اپنی سیفٹی کا وعدہ لے کر آیا تھا۔

تم بالکل ٹینشن نہیں لو۔۔۔!! اگر آج بڑے بابا کے ہاتھوں تم شہید ہو بھی گئے۔۔ تو ہم تمہارا بہت عالیشان مقبرہ تیار کروائے گئے۔۔۔!! فاتح کی حالت کا مزہ لیتے ارسل نے اسے چھیڑتے ہوئے سلگایا تھا۔

مقبرہ۔۔۔!! وہ بھی نیلے رنگ کا۔۔۔!!! باسم بھی ہنستے ہوئے بولا تو فارس اور کبیر ہنسی ضبط کرنے لگے۔ جبکہ باقی تو فاتح کی حالت کو انجوائے کرتے قہقہے لگا رہے تھے۔۔

بھائی ان خبیثوں کی بے غیرتیوں کو دیکھ رہے ہیں نا۔۔۔!! سب کے چھیڑنے پر فاتح نے چڑتے ہوئے کبیر اور فارس سے شکایت لگائی تھی۔۔۔

انسان بنو سب۔۔۔!! تنگ نہیں کرواسے۔۔۔!!! اسکی طبعیت نہیں ٹھیک پہلے ہی۔۔۔!! فاتح کے چڑے ہوئے تاثرات دیکھ کر فارس نے رعب سے سب کو آنکھیں دیکھاتے ہوئے آگے بڑھ کر فاتح کا ماتھا چوما تو فاتح اتراتے ہوئے آنکھیں گھوما گیا تھا۔

اسکے بازو کا زخم دیکھنے کے بعد وہ سب تکلیف و بے بسی کا شکار ہو رہے تھے۔ جب فاتح نے بہت مشکل سے انکو نارمل کرتے خود کے ٹھیک ہونے کا یقین دلایا تھا۔۔اور اسکے ساتھ ہی انکی توجہ گھر والوں کی جانب مبذول کروادی تھی۔جو یقیناً آج اسکو بخشنے والے نہیں تھے۔۔۔

اس لئے خاص اسکی بے عزتی انجوائے کرنے کے لیے ارسل خان گھر جانے کی بجائے سیدھا یہیں پر آ گیا تھا۔۔۔

وہ لوگ اندر داخل ہوئے تو لاونج میں پہلے ہی کافی رونق سی محسوس ہو رہی تھی۔ کیونکہ انکی سب کزن نیچے ہی سیلینہ کو گھیرے میں لیے بیٹھی تھیں۔۔ تو دوسری طرف کبیر خان اپنے باپ کو دیکھ کر منہ میں زبان رول کرنے لگا تھا۔

باپ سمیت سب چچا بھی انہیں اندر داخل ہوتا دیکھ کر گھورنا شروع ہو گئے تھے۔۔ فاتح کو واپس آتے دیکھ کر سیلینہ کی آنکھیں چمک اٹھی تھیں۔۔۔۔ پر فلحال کے لئے فاتح اس سے انجان بنا ہوا تھا۔۔۔

حیرت کی بات ہے۔۔۔!! بارڈر پر جنگ کی تیاری چل رہی ہے۔ اور ان بڈھے شیروں کو آرمی والوں نے آج اتنی جلدی واپس بھیج دیا ہے۔۔۔!!

بڑوں کی گھورتی نظروں پر غازیان کی سرگوشی بے ساختہ تھی۔ جس کو سن کر سب کو ایک دم سے ہنسی آنے لگی تو سب ہی مصنوعی طور پر کھانستے ہوئے اپنی اپنی ہنسی کنٹرول کرنے کی کوشش کرنے لگے تھے۔۔

سب کو ایک ساتھ کونساٹی بی کے مریض کا دورہ پڑ گیا ہے۔۔۔!! انکو جان بوجھ کر کھانستے دیکھ کر ضرار پاشا آبرو اچکاتے ہوئے پوچھ گئے۔۔۔ جس کے جواب میں وہ سب ہی مصنوعی سمائل پاس کرتے خاموش رہے تھے۔ انکی خاموشی پر دوسری پارٹی کی حیرت اپنی جگہ پر تھی۔۔

یہاں پر ابھی کوئی نہیں الجھے گا۔۔۔! پہلے سب فریش ہو کر آؤ۔۔۔!! پھر آ کر انکو دیکھتے ہیں۔۔۔!! فارس نے مڑتے ہوئے سب کو وہاں سے جانے کا کہا تو وہ فرمانبرداری سے سر ہلاتے ہوئے جانے لگے۔۔

اوئے چھوٹے خان آجا میرے ساتھ۔۔۔!میرے روم میں فریش ہو لئ۔۔۔اور چینج بھی کر لینا۔۔!!ایشام نے ارسل کو اپنے ساتھ آنے کا کہا تھا۔۔۔

سالے تجھے کتنی بار منع کیا ہے۔کہ تو مجھے اس نام سے نہ بلایا کر۔۔۔!!ایشام کے خود کو چھوٹے خان بلانے پر ارسل ہمیشہ کی طرح چڑ چکا تھا۔۔وہ دونوں عمر میں برابر تھے۔اس لئے ارسل کو اسکا چھوٹے خان بلانا بالکل بھی پسند نہیں تھا۔۔۔

میں تو بلاؤں گا۔۔۔!!اسکے چڑنے کا زرا برابر اثر لیے بنا ایشام ڈھیٹ ہونے کا ثبوت دیتا قہقہ لگا گیا۔انکی نوک جھوک پر کبیر اور فارس بھی مسکراتے ہوئے

وہاں سے نکلنے لگے تو فاتح انکی حفاظت میں سب سے انجان بنتا اوپر بھاگنے کی تیاری پکڑنے لگا۔۔

گھر میں اینٹر ہوتے ہی اس نے کسی کی طرف دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ بلکہ آج اسکی نظریں خوامخواہ میں بلیک مینشن کی دیواروں کے پینٹ اور فرنیچر کا معائنہ کر رہی تھیں۔۔۔

کہاں جا رہے ہو سب۔۔۔؟؟ سلطان احمد خان کی چنگاڑتی آواز نے اچانک انہیں مخاطب کیا۔۔۔ انکی سرد آواز کو سن کر سب کے قدموں کو اپنی اپنی جگہ پر بریک لگ چکا تھا۔ وہ بنا مڑے بڑے بھائیوں کا جواب سننے کے لئے انتظار کر رہے تھے۔

فریش ہونے جا رہے ہیں ڈیڈ۔۔۔!! چینج کر واپس آتے ہیں۔۔۔!! اپنی پشت پر باپ کی نظروں کی تپش محسوس کرتے کبیر خان نے بنا مڑے سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔ اور جواب دیتے ہی وہ اوپر کی جانب بڑھ چکے تھے۔۔ جبکہ انکی مائیں انکے واپس آنے تک ہنگامہ ٹلنے پر بے اختیار شکر ادا کر چکی تھیں۔۔

ناول جنونِ یار

سب فریش ہونے کے لئے چلے گئے تھے۔ جبکہ بلیک گینگ ضبط سے انکے واپس لوٹنے کا انتظار کر رہی تھی۔ کہ اچانک شہرام نے ریلنگ پر جھکتے ہوئے ناز کو آواز دی۔۔

پیاری بھابھی جان۔۔۔!! ریکنگ پر بازو ٹکائے شہرام نے اچانک ناز کو مخاطب کیا تھا۔اسکے مخاطب کرنے پر چونکتے ہوئے ناز نے سر اٹھا کر دیکھا تھا۔شہرام آج کل اسے بھابھی کہہ کر ہی بلاتا تھا۔اور اسکے اس طرزِ مخاطب پر ناز شرم سے سرخ پڑنے لگتی تھی۔

جیسے ابھی سب کے سامنے اسکی بھابھی کہنے پر وہ پزل ہو چکی تھی۔وہ اکثر اوقات پہلے بھی اسے بھابھی کہتا تھا۔پر اب جب سے وہ لوگ سوات سے واپس آئے تھے۔تب سے شہرام نے بھابھی لفظ کے ساتھ جان لگا دیا تھا۔عمر میں ناز سے بڑے ہونے کے باوجود بھی وہ رشتے کے حساب سے اسے بڑا محسوس کرواتا تھا۔

جی بھیا۔۔!!سب کی نظروں پر ناز نے بامشکل جواب دیتے اسکی پکارنے کا مقصد جاننا چاہ تھا۔۔

یار پیاری بھابھی جان زرا اوپر آیئے گا۔۔ایک چھوٹا سا کام ہے آپ سے۔۔۔!!شہرام نے بھرپور مسکرا کر میٹھے لہجے میں بولتے ہوئے ناز کو اوپر آنے کا اشارہ کیا تھا۔جبکہ مشعل ہمدانی تو خوشی سے ان دیور، بھابھی کی گفتگو سن رہی تھیں۔

جی بھیا ابھی آتی ہوں۔۔!!ناز جسے شہرام سے زرا اچھی امید نہیں تھی۔لیکن سب کے متوجہ ہونے پر وہ مجبور ہوتی کھڑی ہو گئی تھی۔تاکہ اوپر جا کر اسکی بات سن سکے۔۔۔۔

ناز کو آورہ آتے دیکھ کر شہرام نے چہرہ ترچھا کرتے ہوئے سائیڈ پر کھڑے اپنے بڑے بھائی فارس ہمدانی کو شرارتا آنکھ ونک کرتے پلین کامیاب ہونے کا اشارہ کیا تھا۔ فارس اسکی چمکتی شرارتی آنکھوں کو دیکھ کر دلکشی سے مسکرادیا تھا۔

شہرام ریکنگ سے پیچھے ہٹ کر زرا سائیڈ پر ہو کر ناز کے سامنے کا انتظار کرنے لگا تھا۔ جب دو منٹ بعد وہ سامنے سے آتی ہوئی نظر آئی تھی۔

بلو کلر کی ٹی شرٹ اور ٹراؤزر میں سلکی کلاے بالوں کا لوز سا بن بنائے اپنے حسن سے بے نیاز وہ شہرام کی طرف بڑھ رہی تھی۔ جب اسکا جائزہ لیتے ہوئے فارس ہمدانی کا پورا وجود جھنجھنا سا اٹھا۔ اپنے نازک و خوبصورت سراپا دیکھا کر وہ فارس کے تھکن زدہ وجود میں توانائی سی بھر گئی تھی۔۔۔

ناز شہرام کے قریب آئی تو شہرام اپنی بھابھی کو آنکھ ونک کرتے سلیوٹ کرتے بنا کچھ اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ اسکے یوں بنا کچھ کہے مڑنے پر ناز نا سمجھی و حیرت سے اسکی پشت دیکھ رہی تھی۔ جب پیچھے سے اچانک فارس نے نمودار ہوتے اسکے لبوں پر ہاتھ جماتے اسکی کمر کو دبوچ لیا تھا۔

اس اچانک افتاد پر ناز کی آنکھیں بڑی ہوتی چلی گئیں تھیں۔ وہ گھٹی گھٹی آوازوں میں مزاحمت کرنے لگی جب بنا وقت ضائع کیے فارس اسے اٹھا کر قابو کرتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف لے کر بڑھ گیا تھا۔ جبکہ شہرام جو کمرے میں داخل ہو کر چہرہ باہر لٹکا کر بڑے بھائی کو اپنا شکار قابو کرتے دیکھ رہا تھا۔ کہ فارس ہمدانی کو گل ناز کے ساتھ پل میں جادو کی طرح غائب ہوتے دیکھ کر وہ شیطانی انداز میں قہقہ لگاتے ہوئے کمرے کا دروازہ بند کر گیا تھا۔

آج آفس میں بے حد مصروفیات کی وجہ کبیر خان اور فارس ہمدانی بے حد تھک چکے تھے۔اور ابھی واپس آکر انکو اپنے چھوٹے چھوٹے بھائی کے لئے جنگ بھی لڑنا تھی۔پر اس سب کے لیے سب سے پہلے انکو انرجی چاہیئے تھی۔۔اور فارس ہمدانی کی انرجی گل ناز تھی۔

اسکے نازک وجود پر اپنی شدتیں نچھاور کرتے ہوئے فارس اپنی تھکن اس میں منتقل کرنے والا تھا۔پر مسئلہ یہ تھا۔کہ گل ناز نیچے سب کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔اگر فارس اسے اوپر بلاتا تو وہ ڈھیٹ لڑکی کبھی نہ اسکی سنتی۔اس لئے فارس نے یہ کام دی گریٹ شہرام علی سے کروایا تھا۔بے شک شہرام اور فاتح لوگوں کو الو بنانے کے لیے ہی پیدا ہوئے تھے۔۔۔

نازکے مچلتے وجود کو قابو کرتے فارس نے کمرے میں داخل ہوتے اسے زور سے پہلے اپنے بیڈ پر پٹخا اور پھر مڑتے ہوئے دروازہ لاک کرنے لگا۔۔

یہ کیا بدتمیزی ہے۔۔۔؟؟ بیڈ سے کھڑے ہوتے بپھرے تاثرات میں وہ ابھی چیخی ہی تھی۔ جب فارس ایک جھٹکے میں اپنا کوٹ اور ٹائی اتار کا صوفے پر پھینکتے ہوئے ہاتھ مارتے ہوئے کمرے کی لائٹس بند کرتے ہوئے ایک جست میں نازتک پہنچ کر اسکے لبوں پر جھک چکا تھا۔ جبکہ نازاندھیرے میں ہکا بکا ہوتی رہ گئی تھی۔ فارس نے بے تابی کی حدوں کو چھوتے ہوئے نازکے لبوں کو مکمل وا کرتے ہوئے اسکی زبان کو جکڑا تو نازکی سمجھ بوجھ اسکا ساتھ چھوڑنے لگی تھی۔

دوسری طرف فارس نے اسے کچھ بھی سوچنے سمجھنے کا موقع دیے بنا ہاتھ بڑھاتے ہوئے اسکے بالوں کو کھول دیا۔اور اسکے ساتھ کی ناز کی ٹی شرٹ میں ہاتھ ٹکاتے ہوئے ایک جھٹکے میں ناز کے گلے سے نکالتے ہوئے اس نے دور اچھالی تو ناز کا وجود زلزلوں کی زد میں دوڑتا چلا گیا تھا۔ جبکہ فارس نے پھر بے قرار ہوتے اسکے لبوں کو قید کیا تو فارس کے وجود سے اٹھی اتنی جان لیوا خوشبو کو محسوس کرتے ناز کا وجود بے سدھ ہونے لگا تھا۔۔

وہ بے رحم بنا اسکی سانسوں کو مسلسل چراتے ہوئے خود کو پر سکون کرنے کی کوشش میں تھا۔فارس نے ایک ایک کرتے اپنی شرٹ کے بٹن کھول دیے تھے۔ناز سے دور ہوئے بنا اس نے اپنی شرٹ اتار کر زمین پر پھینکی تو اسکی گرفت ڈھیلی ہونے پر ناز پھولی سانسوں میں بامشکل بول پائی تھی۔۔۔۔

تم پاگل ہو۔۔گئے ہو کیا۔۔۔؟؟کونسا سستہ نشہ کر کے آئے ہو جو مجھ پر ٹوٹ پڑے ہو۔۔!!شرٹ سے ندارد وجود کو بازوؤں میں چھپاتے ہوئے وہ بیڈ پر بیٹھتے ہوئے پیچھے کھسکنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔کیونکہ مقابل کے ارادے جان کر اسکی نازک جان ہوا ہو رہی تھی۔اس لئے ٹوٹتے لہجے میں بامشکل اسے سنانے کی کوشش کرنے لگی۔۔

تمہاری جوانی میرے سر کو چڑھی ہوئی ہے جانم۔۔!!پھرتی سے اسکی ٹانگ کو پکڑتے ہوئے فارس کھینچتے ہوئے اپنے قریب کرتے اسکے اوپر سایہ فگن ہو گیا تھا۔جبکہ لہجہ بوجھل ہو چکا تھا۔۔۔

بہکی سی رات ہے۔۔۔!!تمہارا تن خود سے جوڑ کر میں مہکنا چاہ رہا ہوں نازو۔۔۔!!بھاری آواز میں سرگوشی کرتے ہوئے فارس نے اپنا شرٹ لیس

وجود اسکے نازک وجود کے ساتھ مس کیا تو ناز کی سانس ایک دم سے بھاری ہونے لگی تھی۔ لمبی سانس کھینچتے ہوئے اسکا وجود اچانک بے جان سا ہو گیا تھا۔۔ جبکہ اسے جسم ڈھیلا چھوڑتے دیکھ کر فارس گہرا مسکراتے ہوئے اسکی کمر کو دبوچ ہوئے کروٹ اپنے اوپر لٹاتے ہوئے اسکی گردن کو جکڑتے ہوئے خود پر جھکا چکا تھا۔

فارس نے شدت پسندی سے اسکے ہونٹوں کو سک کرتے ہوئے خود میں زور سے بھینچا لیا تھا۔ وہ بے قرار ہوتے اسکے نازک لبوں سے چمٹا ہوا تھا۔ جبکہ ناز مسلسل اسکے کندھوں پر خراشیں ڈال رہی تھی۔ جس کا مقابل ہر کوئی اثر نہیں تھا۔۔ فارس اسکی تھائیز کو جکڑتے ہوئے اپنے دائیں بائیں جانب کرتا اچانک اسے اٹھاتے ہوئے بیڈ سے کھڑا ہوا تو ناز اپنے ہونٹ چھڑاتے ہوئے بھاری سانس خارج کرتے سر پیچھے گرا گئی تھی۔ فارس نے مہبوت ہوتے اسکی ٹانگوں

کو کمر پر لاک کرنے کے بعد کمر میں بازو حائل کرتے ناز کی گردن کو چومتے ہوئے اسکی ڈھرکنوں کو آخری پردے سے آزاد کر دیا تھا۔۔۔

ف۔۔فا۔۔۔فاری۔۔۔۔!!اپنے وجود میں اٹھنے والی سرلہروں پر پاگل ہوتے نازنے اسے بہکتے ہوئے اسے پکارا تھا۔جب کمرے کے بیچوں وبیچ اسے مکمل طور پر پیچھے گراتے ہوئے فارس نے جھکتے ہوئے اسکی دھڑکنوں پر لب رکھ دیئے تھے۔ناز کی دھڑکنوں کو سک کرتے ہوئے فارس ان پر دانت گاڑتے ہوئے اسے یوں ہی گود میں اٹھائے آہستہ آہستہ باتھروم کی جانب بڑھ رہا تھا۔ جبکہ ناز سر پیچھے گرائے بس بے جان کو چکی تھی۔فارس کے ہاتھوں کے بے باک لمس پر نازنے پل بھر میں ہوش بھلا دیے تھے۔

نازکی گردن کو جکڑتے ہوئے فارس نے اسے اوپر اٹھاتے ہوئے اپنے مقابل کیا تو اسکی لائی گرین آنکھوں میں خمار کی سردی دیکھتے بے باکی سے مسکرا دیا تھا۔ باتھ روم میں ہلکی روشنی کرتے ہوئے فارس نے اسے نیچے کھڑا کیا تو ناز آس پاس نظریں دہرا کر ٹھہر سی گئی۔۔۔

اسکا دماغ کچھ سوچنے کے قابل ہوا تو اگلے ہی پل لال انگارہ ہوتے اس نے وہاں سے نکلنے کی کوشش کی تھی۔۔ لیکن فارس نے اسکی کلائی جکڑتے ہوئے اسے واپس کھینچ لیا تھا۔ جس کے باعث وہ زور سے اسکے سینے سے آ ٹکرائی تھی۔

ناز کے گھبرانے پر شاور آن کرتے فارس نے دلفریب انداز میں مسکراتے ہوئے بھیگنا شروع ہو گیا تھا۔۔۔ایک بازو ناز کی کمر میں حائل کرتے سر اوپر اٹھاتے ہوئے فارس نے پانی میں چہرہ بلند کر دیا تھا۔ ٹھنڈے پانی کی بوچھاڑ نے

اسکے سلگتے جذبات کو مزید ہوا دینے والا کام کیا تھام جبکہ نازا تنے تیز پانی میں بامشکل آنکھیں کھولتی اسکے سینے سینے میں چہرہ چھپا چکی تھی۔اسکا پور پور آنے والے لمحات کو سوچ کر لرز نا شروع ہو گیا تھا۔پر وہ بے بس تھی۔کیونکہ جب وہ اسے قید کر لیتا تھا۔تو اپنی من مانی کیے بنا پیچھے نہیں ہٹتا تھا۔۔نازنے تیز دھڑکتے دل کے ساتھ خود کو سنبھالنے کی کوشش میں تھی۔جب اچانک رخ موڑتے ہوئے فارس نے زرا جھکتے ہوئے اسکے کان میں سرگوشی کی۔۔۔

اس ٹھنڈے پانی میں تم میری قربت میں جلنے والی ہو گل ناز۔۔۔!!کیا یہاں پر تم میرا مقابلہ کرنا پسند کروں گی۔۔۔؟؟ بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے فارس نے گھمبیر آواز میں سرگوشی کرتے ہوئے اسے ڈرانا چاہا تھا۔جب ناز نے زرا سی پلکیں اٹھاتے ہوئے اسکے تاثرات پڑھنے چاہے۔فارس ہمدانی کی آنکھوں کی چمک اور خوبرو چہرے کی رونق بتا رہی تھی۔کہ وہ اسے آسانی سے

بخشنے والا نہیں ہے۔ناز نے ناک چڑھاتے ہوئے ہونہہ کرنا چاہا ہی تھا۔جب فارس نے دلکشی سے ہنستے ہوئے اسکی پشت سینے سے لگا کر اسکی گردن پر لب رکھنے شروع کر دیے تھے۔ناز کے پیٹ کو چھوتے ہوئے فارس نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے اسکا ٹراؤزر نیچے کھسکایا تو ناز کے وجود میں تیز لرزش ہوئی تھی۔

اسکے لبوں سے نکلنے والی مدہم سسکی پر بہکتے ہوئے فارس نے اسی انداز میں کھڑے کھڑے ناز کا چہرہ موڑتے ہوئے اسکے بھیگے ہونٹوں کو قید کر لیا تھا۔ جبکہ ساتھ ساتھ شاور میں بھیگتے ہوئے وہ خود کو اور اسے مصنوعی پردوں سے آزاد کرتا چلا گیا تھا۔ناز ہر طرح سے بے بس ہوتے اسکے وجود میں پیوست ہوتی جا رہی تھی۔۔اسکی تھائیز کو سہلاتے ہوئے فارس نے بے باک سے اسکی زبان کو ہونٹوں میں سک کرتے ہوئے دوسرا ہاتھ اسکی دھڑکنوں کے ساتھ

الجھادیا تھا۔ جبکہ دوسری طرف اسکی انتہا بے شرمی پر ناز کا اپنے پیروں پر کھڑے ہوا محال ہو چکا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ مکمل طور پر بے جان ہو کر گرتی جب فارس نے تیزی سے اسکا رخ اپنی طرف موڑتے ہوئے اسے دیوار کے ساتھ پش کر دیا۔۔

اگر نیچے جا کر ان بڈھے شیروں کے ساتھ الجھنا نہ ہوتا۔ تو میں آج تمہیں اچھے سے بتاتا کہ ان نازک لبوں سے زہر اگلنے کی سزا کیا ہوتی ہے۔۔ شکر کرو کہ ٹائم شارٹ ہے اس لئے سستے میں بخش رہا ہوں۔۔! اسکے ہر دفعہ کی بد تمیزی اور ضد لگانے پر چوٹ کرتے فارس نے تمسخر بھری نظروں سے اسکی بکھری حالت پر افسوس کیا تھا۔

لیکن دوسرے ہی پل وہ اسکا خوبصورت بھیگا بدن دیکھ کر ہونٹ کا کونا دبا چکا تھا۔ بھیگے بال سفید بدن سے چپک چکی تھے۔ تو پانی کی بوندیں بار بار اسکے نازک بدن سے پھسلتے ہوئے فارس کو جذبات سے چور کرنے کا سبب بنی تھیں۔۔۔ کہ اگلے ہی پل ناز کو دیوار میں شدید پش کرتے وہ اسکی تھائی کو جکڑتے فاصلہ بنانے لگا۔۔ ناز نے بوکھلا کر اسکے کندھوں سے تھام لیا تھا۔ کیونکہ فارس ہمدانی کی شہد رنگ آنکھیں قربت کی طلب سے سرخی مائل ہو چکی تھیں۔۔۔

فارس نے اسے زرا سا اوپر اٹھاتے ہوئے اسکی تھائیز کو ہاتھوں میں جکڑتے ہوئے بھرپور شدت کے ساتھ خود کو اسکے اندر اتارا تو باتھروم میں گل ناز کی چیخ بے ساختہ تھی۔ کیونکہ وہ جان بوجھ کر آج اسے اپنے وائلڈ روپ سے آشنا کر رہا تھا۔۔۔

اتنے میں ہو گئی بس میری نازو کی۔۔۔؟؟ناز کے بے حد مچلنے پر فارس نے پھولی سانسوں میں مزاق اڑانے کی کوشش کی تھی۔جس کے بدلے میں ناز نے غصے سے اسکے سینے پر دانت گاڑ دیے تھے۔۔۔

آہ ظالم۔۔۔!اسکے دانتوں کی چھبن پر میٹھی آہ بھرتے ہوئے وہ بولا تو ناز غصے سے غرا اٹھی۔۔۔اسکے چیخنے کے باعث وہ شدتیں نچھاور کرنے سے باز آیا ہوا تھا۔لیکن ناز کے لبوں کا لمس اپنے سینے پر محسوس کرتے فارس نے اچانک اسے شدت بھرا سٹروک دیا تو ناز نے تڑپتے ہوئے اسکے سینے میں چہرہ چھپا لیا تھا۔فارس کی جان لیوا شدتیں شروع ہوئی تو باتھ روم ناز کی شدتوں سے گونجنے لگا تھا۔۔

فارس نے اچانک اسکی ڈھرکنوں پر شدت سے دانت گاڑتے ہوئے بھرپور طریقے سے خود کو ناز میں شامل کیا تو ناز کی آنکھیں باہر نکلنے کو بے تاب ہونے لگی تھیں۔ ہونٹوں کو سختی سے ایک دوسرے میں بھینچے وہ اسکی طاقت کو سہہ رہی تھی۔ جب فارس اسکے بھینچے ہوئے ہونٹوں کو قابو کرتے اسکی دھڑکنوں کو شدت سے سینے پر بھینچ کر گھومتے ہوئے شاور کے نیچے دوبارہ کرتے اپنی اور اسکی جان ایک کرتا چلا گیا تھا۔۔۔

سب کھانا کھا چکے تھے۔ لاونج میں ایک عجیب سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ جب وہاج صدیقی اپنی بیوی کو اشارہ کرتے لڑکیوں کو اوپر بھیجنے کا اشارہ کرنے لگے تھے۔ سیلینہ کے ساتھ ان سب کا تعارف ہو چکا تھا۔ اتنی بڑی فیملی دیکھ کر

سیلینہ بھی زرا کنفیوز سی نظر آرہی تھی۔اسے بالکل بھی اندازہ نہیں تھا۔اسکا سسرال اتنا بڑا ہوگا۔سب اس سے پیار سے ملے تھے۔جبکہ اپنی ساس اور سسر کو دیکھ کر حیران ہوئے بھی نہیں رہ سکی تھی۔سلطان احمد خان کی نیلی آنکھیں دیکھ کر اب اسے سمجھ آرہا تھا۔کہ اسکے شوہر کی اتنی منفرد و خوبصورت آنکھوں کی وجہ کون ہے۔۔۔لیکن ابھی چونکہ عدالت لگانے کا وقت تھا۔اس لئے وہاج صدیقی بچیوں کو وہاں سے بھیجنے کا کہہ رہے تھے۔کیونکہ سیلینہ کے سامنے اس سب بارے میں بات کرنا مناسب نہیں تھا۔۔۔اپنی نئی بھابھی دیکھنے کے شوق میں محبت بھی علینہ خانم اور نعمان کے ساتھ آپہنچی تھی۔ماہ پارہ نے جیسے ہی اسے فون پر بتایا تھا۔کہ تبھی محبت کا اپنے گھر رکنا محال ہو گیا تھا۔۔۔

لڑکیوں جاؤ اپنی نئی بھابھی کے ساتھ جا کر ٹائم سپینڈ کرو۔۔ کیوں اس بیچاری کو یہاں بور ہونے کے لئے بٹھا دیا ہوا ہے۔۔۔!! بیہ بہانے سے انکو وہاں سے بھیجنے کے لیے کہنا شروع ہوئیں تھیں۔۔

ہاں ایسا کرو بھابھی کو تھیٹر روم میں لے جاؤ۔۔ اور مل کر کوئی اچھی سی مووی دیکھ لو۔۔! میں تم لوگوں کے کافی بھی وہیں پر بھجوا دیتی ہوں۔۔۔!! بیہ کی تائید کرتے ہوئے ایرہ کاظمی بھی کہنے لگیں تو ہیرا انکے مشورے کو سراہتے ہوئے جلدی سے کھڑے ہو کر سب کو اٹھانے لگ گئی۔۔۔ لیکن ان سب میں بہار کا اٹھنے کا کوئی موڈ نہیں لگ رہا تھا۔ ہمیشہ کی طرح وہ اپنے بھیا کے پاس بیٹھی ایشام کے کان کی بالی کے ساتھ کھیلنے میں مصروف تھی۔۔۔

گڑیا کیوں مجھے کبیر بھائی سے کروانا چاہتی ہو۔۔۔!! بڑے بھائی کی سلگتی نظروں پر گڑ بڑا کر ایشام بیچارے پن سے بولا تھا۔ بہار چونک کر نا سمجھی سے دیکھنے لگی۔ لیکن جب اسکی نظر سامنے بیٹھے سپاٹ چہرے کے ساتھ بیٹھے کبیر خان پر پڑی تو اسکی آئس بلو کی وحشت پر کانپتے ہوئے وہ فور آ ایشام کا کان سے ہاتھ ہٹاتے اٹھ کر باقیوں کے پیچھے بھاگ گئی۔

ایشام نے بے اختیار تشکر بھرا سانس خارج کرتے بڑے بھائی کو اشارے ہی اشارے میں صفائی دینے کی کوشش کی تھی۔ جیسے کہنا چاہ رہا ہو۔ کہ بھائی میرا کوئی قصور نہیں ہے۔۔اپکی بیوی خود ہی میرے کان سے کھیلنے لگتی ہے۔۔۔ کبیر نے تیز نظروں سے اسے گھورا تو ایشام منہ بناتے ہوئے ارسل کے کندھے میں چہرہ چھپایا گیا۔۔۔

سالے تجھے کس نے کہا تھا۔ یہ عورتوں والا فیشن کر کے گھر کی لڑکیوں کو اپنا دیوانہ بنایا۔۔!! ارسل خان طنز کرتے ہوئے اسے آئینہ دیکھانے کی کوشش کی تھی۔ بے شک یہ سٹائل ایشام صدیقی کی شخصیت کو مزید دلفریب بناتا تھا۔ پر اسکی بہن کی کھیلنے والی عادت اسے کسی دن بڑے بھائی سے مار پروانے والی تھی۔۔

کیوں خوامخواہ میں چھوٹے کو گھور رہا ہے کمینے۔۔۔!! تجھے مشورہ دیا بھی تھا۔ کہ شام کے جیسے اپنے کان میں کچھ پہن لے۔ تاکہ وہ بہار اسے چھوڑ کر تیرے شکل دیکھنے کی زحمت کر لے۔۔۔! کبیر کو اپنی نظروں سے ایشام جان ہوا کرتے دیکھ کر فارس تاسف سے سر ہلاتے ہوئے اسے ٹوک رہا تھا۔

کیونکہ کبیر کی نظروں پر یشان ہوتے اب ایشام معصوم نظروں سے فارس کو مدد طلب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ بلیک گینگ کی مسلس گھورتی ہوئی نظریں ان سب پر ٹکی ہوئی تھیں۔ لیکن انکو نظر انداز کرتے وہ سب اپنی باتوں میں کی الجھے ہوئے تھے۔ جبکہ فاتح تو جڑ کر فارس اور شہرام کے ساتھ بیٹھا میسنا بنا ہوا تھا۔ اسکے تاثرات دیکھ کر سب کو ہنسی آرہی تھی۔ لیکن مشکل سے ضبط کیے ہوئے تھے۔ فاتح کی پتلی حالت پر تو وہ بعد میں مزے لینے والے تھے۔۔

اگر تم سب کی آپس میں کھچڑی پک گئی ہو تو منہ سے پھوٹنا پسند کرو گئے۔ کہ کس کی اجازت سے تم سب نے اتنا بڑا قدم اٹھایا تھا۔۔۔!! لاونج میں ضرار پاشا کی بارعب آواز گونجی تھی۔ جس کے باعث ایک دم سے خاموشی چھا گئی۔۔۔ انکی مائیں اب پر یشان ہوتے بیٹوں کو دیکھ رہیں تھیں۔ ایک طرف شوہر تھے۔ تو دوسری طرف بیٹے تھے۔ اس صورتحال میں وہ کسی کی بھی سائیڈ

نہیں لے سکتی تھیں۔انکے پریشان چہرے دیکھتے ہوئے کبیر اور فارس نے نظروں ہی نظروں میں انکو تسلی دیتے ریلیکس رہنے کا کہا تھا۔۔۔

اگر آج ہمارے داد، دادی یہاں پر موجود ہوتے نا تو پھر میں دیکھتا یہ سستی عدالت کیسے لگاتے ہیں۔۔!! ناک چڑھاتے ہوئے باپ کو دیکھ کر باسم کی سرگوشی بے ساختہ تھی۔جو سنان مصطفیٰ کاظمی کے کانوں تک پہنچ چکی تھی۔۔ بدلے میں وہ تمخسر بھری نظروں سے آبرو اٹھا گئی تھے۔لیکن مقابل بھی باسم کاظمی تھا۔جو لاپرواہی سے کندھے اچکا گیا تھا۔۔۔

اتنے سال اٹلی میں گزار کر خالی ہاتھ واپس آنا کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔اس لئے بس سوچا کہ آتے ہوئے آپ سب کے لیے تحفہ لیے چلتے ہیں۔۔۔! پوری شان کے ساتھ صوفے سے ٹیک لگا کر شہرام نے سرسری سے انداز میں

اچانک بولا کیا تھا۔ بلکہ اتنے سیریس ماحول میں سب کا حال ہنسی سے برا کرنے کا سبب بنا تھا۔

مشعل علی تو بیٹے کے چٹکلے پر سچ میں زور سے ہنسنا شروع ہو گئی تھیں۔ ائرہ کاظمی نے ہنسی ضبط کرنے کی کوشش میں انکو سیریس رہنے کا اشارہ کرنے لگیں۔۔ماں کو ہنستے دیکھ کر شہرام نے جاں نثار ہوتے انکی طرف فلائنگ کس اچھالی تھی۔۔

خبردار تم سے کسی ایک بھی کوئی الٹی بکواس کرنے کی کوشش کی تو۔۔۔!! سیدھی طرح بکواس کرو۔ کہ کس کی اجازت سے یہ قدم اٹھانے کی جرات کی ہے۔۔ نکاح چھوٹی بات نہیں ہے۔۔!! وہاج صدیقی غصے سے جھڑک گئے تھے۔۔ان سب میں سلطان احمد خان بے حد خاموشی سے اپنے دونوں بیٹوں

کو دیکھ رہے تھے۔ جس میں فاتح تو معصوم بننے کی کوشش میں تھا۔ جبکہ کبیر خان باپ کی نظروں کے بدلے میں پورے ایٹیٹیوڈ سے انکو دیکھ رہا تھا۔

بڑے بابا اجازت کی تو کوئی خاص ضرورت نہیں پڑی تھی۔۔۔!! کیونکہ فاتح سلینہ سے محبت کرتا ہے۔ ایسے میں اپنے بھائی کی محبت کو وہیں مشکل میں چھوڑ کر آجانا ہمیں کچھ مناسب نہیں لگا۔ اس لئے بس نکاح پڑھوا دیا۔۔۔! رسانیت سے بولتے ہوئے اس بار غازیان پاشا نے اپنی حصہ شامل کیا تھا۔ فاتح کے دفاع میں ابھی فارس اور کبیر ایک لفظ بھی نہیں بولے تھے۔۔ کیونکہ انکے چھوٹے بھائی ہی میدان خالی نہیں چھوڑ رہے تھے۔۔۔

تم میں سے بھی کسی کو کچھ بکواس کرنی ہے تو بتا دو۔۔۔!! غازیان کے عام سے انداز پر بھڑکتے ہوئے عیس ہمدانی نے غصے سے خاموش بیٹھے ارسل اور ایشام کو

دیکھا تھا۔ کیونکہ ابھی تک صرف وہ وہی خاموش تھے۔ باقی سب نے کچھ نہ کچھ بول کر انکا پارہ ہائی کر ہی دیا تھا۔۔ وہ دونوں ایک دم سے چونک گئے تھے۔۔۔

جی جی چھوٹے بابا مجھے یہ پوچھنا تھا۔ کہ ہمارا تحفہ آپ سب کو پسند تو آیا ہے نا۔۔۔؟؟ مطلب سلینہ بھابھی پوری گوری میم ہیں نا پھر۔۔۔!! آنکھیں ٹم ٹماتے ہوئے ارسل نے رائے لینے والے انداز میں چہکتے ہوئے جاننا چاہا تھا۔ اور اس بار ایشام کے ساتھ ساتھ منیزے پاشانہ چاہتے ہوئے بھی ہنسنے لگی تھیں۔۔۔ پر عیس ہمدانی سمیت سنان مصطفیٰ ان پر بے شمار لعنت بھیج کر خود کو شانت کرنے کی کوشش کرنے لگے تھے۔۔۔

پہلے خود پوچھتے ہیں بعد میں پھر ایسے کرتے ہیں۔۔!! بتاتے بھی نہیں ہیں۔۔۔!! انکے لعنت برسانے پر ارسل خان کا منہ بسورتے ہوئے شکوہ بجا تھا۔۔۔

کبیر خان اور فارس ہمدانی تم دونوں کے پاس اس سوال کا جواب کوئی ٹھوس جواب ہے کیا۔۔۔؟؟ ہوا میں سگریٹ کا دھواں اڑاتے ہوئے سلطان احمد خان کی سپاٹ آواز نے اچانک انکو مخاطب کیا تھا۔۔۔ وہ آپس میں نظروں کا تبادلہ کرتے انکی جانب متوجہ ہو گئے تھے۔۔ جبکہ سلطان احمد خان کی سنجیدگی دیکھتے ہوئے باقی سب نے خاموشی سادھ لی تھی۔۔۔

علیزے نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اپنے بڑے بیٹے کو باپ سے الجھنے سے منع کرنا چاہا تھا۔ کیونکہ فارس اور کبیر کی ٹون کب بدل جاتی تھی۔ کوئی اندازہ بھی نہیں کر سکتا تھا۔۔۔ فاتح ابھی تک مکمل طور پر خاموش تھا۔

بڑے بابا۔۔۔!! سلینہ اور فاتح ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔ سلینہ کے حالات جاننے کے بعد ہمیں جو ٹھیک لگا۔ ہم نے کر دیا۔ کیونکہ ایک یتیم لڑکی، جو میرے چھوٹے بھائی کی محبت میں گرفتار تھی۔ اسے تنہا بے یار و مددگار چھوڑ کر آنا میری غیرت نے گوارہ نہیں کیا تھا۔۔۔! سنجیدہ تاثرات میں بولتے ہوئے فارس نے پہلے جواب دیا تھا۔

کیا تمہاری غیرت نے تمہیں ہم سے اجازت لینے کی بھی شرم نہیں دلائی تھی۔۔۔!!اسکے الفاظ سے زرا برابر متاثر ہوئے بنا عیس ہمدانی کا کڑکتے طنز کا تیز بے ساختہ تھا۔۔۔

ہمیں باہر بھیجنے سے پہلے کیا آپ لوگوں نے ہم سے اجازت لینے کی ضرورت محسوس کی تھی۔۔۔؟ویسے بھی اس ٹائم میں آپ لوگوں کے ہمارے ساتھ کچھ خاص تعلقات نہیں تھے۔۔۔۔!!باپ کے طنز کے جواب میں وہ دوبدو لہجے میں بول گیا تھا۔۔فارس نے صاف صاف کچھ مہینے پہلے کے حالات جتا دیے تھے۔اتنے سال ناراضگی کی نظر کر کے وہ آخر میں اجازت لینے کا سوچ ہی نہ لیتے۔۔۔فارس کو باپ کے طنز پر طنزیہ ہنسی آرہی تھی۔۔۔نعمان خان بے حد افسوس سے اتنی بد تمیز اولاد دیکھ رہے تھے۔جو ایک ساتھ بد تمیزی طوفان بن جاتے تھے۔۔

اور رہی اجازت کی بات۔۔۔!! تو ہم دونوں کی اجازت سے ہی یہ نکاح ہوا ہے۔ کیونکہ جب کسی کام میں ہماری اجازت شامل ہو جائے تو پھر کسی دوسرے کی اجازت ضروری نہیں ہوتی۔۔۔! انکی بار بار کی ایک ہی رٹ سن کر کبیر خان نے بھی دوٹوک سنا دیا تھا۔ کہ آخر کیوں نہیں انکی اجازت طلب کی گئی۔۔

تم دونوں ان سب کے باپ نہیں ہو۔۔۔! جو اتنے بڑے فیصلے اکیلے کرنے کا سوچ لو۔۔۔!! بیٹے کے جواب پر سلطان احمد خان کو تپش آ گیا تھا۔ جس کے باعث وہ جتاتے ہوئے بولے تھے۔۔

بڑے بھائی باپ جیسے ہی ہوتے ہیں۔۔۔!! اور تم سب بتاؤ۔۔۔!! کیا کبھی ہمارے کسی بھی فیصلے پر تم لوگوں کو اعتراض یا اختلاف ہو سکتا ہے۔۔!! باپ

جتانے پر ٹھوس لہجے میں جواب دیتے ہوئے کبیر خان نے اچانک مڑتے ہوئے اپنی چھوٹے بھائیوں کو مخاطب کیا تھا۔

آپ دونوں کا ہر فیصلہ اور لفظ ہمارے لئے حرف آخر ہے، بھائی۔۔۔! پھر اعتراض اور اختلاف کی جرات کہاں سے آئے گی۔ زندگی بھر ہم سب اپنے چھوڑے ہوئے قدموں پر چلے گئے۔ اس لئے آیندہ یہ سوال نہ کیجیے گا۔۔۔!! غازیان نے سنجیدہ لہجے میں بولتے ہوئے کہنے کے ساتھ میں آخر میں برا منایا تھا۔ جبکہ کبیر اور فارس کی نظروں کو خود پر ٹکے دیکھ کر انکے چھوٹے بھائیوں نے عقیدت سے آنکھیں جھکالی تھیں۔ اور جب پھر بھی مطمئن نہ ہوئے تو اٹھتے ہوئے انکے ساتھ بیٹھ کر گلے لگ گئے۔۔۔

بلیک گینگ سمیت انکی بیویاں حیرت واستعجاب سے انکا یہ روپ پہلی بار دیکھ رہی تھیں۔وہ جانتی تھیں۔کہ وہ سب اپنے بڑے بھائیوں سے بہت پیار کرتے ہیں۔پر یہ پیار و جنون اس قدر ہو گا۔۔انہیں اندازہ نہیں تھا۔

بھائی آپ ایسا سوچ بھی کیسے سکتے ہیں یار۔۔۔!! باسم بے حد برا مناتے ہوئے دکھ سے بول کر فارس کے سینے میں چہرہ چھپا چکا تھا۔۔۔

ہاہاہا میری جان۔۔۔!بس دشمنوں کو باور کروانا تھا۔۔اس لئے سوال کیا۔۔۔! اسکے شکوے پر فارس نے زرا ہنستے ہوئے اسے جواب دے کر ماتھا چوما تو باسم اس پر اپنی گرفت مضبوط کر گیا۔۔۔کبیر خان کا صرف ایک سوال تھا۔کو ان سب کو اپنی اپنی جگہ سے کھڑے ایک جٹ کر چکا تھا۔۔۔

مل گئے آپ سب کو جواب۔۔۔؟ ہو گئی تسلی۔۔۔؟ باپ کو چیلنج بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کبیر مخصوص انداز میں مسکرا دیا تھا۔ لیکن دوسری پارٹ دھڑکتے دل کے ساتھ بالکل خاموش تھی۔

بھائی اٹھیں باہر چل کر پارٹی کرتے ہیں۔۔۔! آخر ہماری نئی بھابھی گھر آئی ہیں۔ کوئی چھوٹی بات ہے کیا۔۔۔!!! ارسل پر جوش انداز میں بولتے ہوئے کھڑے ہو کر کبیر خان کو اٹھا لیا تھا۔

کاش اسی پارٹی کے دوران آسمان سے کوئی گولا تمہارے سر پر آ گرے۔۔ بڑے آئے پارٹی کرنے والے۔۔۔!! بیٹے کی خوشی دیکھ کر نعمان خان ہونہہ کرتے جلے کٹے انداز میں بولے تو علینہ خانم انکو خفگی سے دیکھ گئیں تھیں۔۔۔

چھوٹے مٹھائی آڈر کرو تو ہمسائیوں کو ضرور دینا۔۔۔! شاید ہمارے بھائی کے نکاح کی خوشی میں زیادہ ہی صدمہ لے گئے ہیں۔۔۔۔!! باہر۔ جانے سے پہلے جان بوجھ کر ایشام کو ہدایت کرتے فارس نے مزے سے باپ کو تیلی لگائی تھی۔ اور ایسے ساتھ ہی وہ سب آج کی رات خوشی میں انجوائے کرنے کے لیے پول والی سائیڈ پر چلے گئے تھے۔ ہمشیہ کی طرح کبیر اور فارس آگے چل رہے تھے۔ تو باقی خوشی سے بے قابو ہوتے ان پر گرنے کی کوشش میں تھے۔ جن میں سب سے زیادہ فاتح سلطان پیش پیش تھا۔ آخر اسکا کیس جو اتنے دھڑلے کے ساتھ لڑا گیا تھا۔۔۔

گاڑی میں فل والیم میں میوزک بج رہا تھا۔اور اسی میوزک میں فاتح مستی میں جھومتے ہوئے اپنے ساتھ بیٹھے شہرام کو زہر سے بھی برا لگ رہا تھا۔۔۔

شہرام کی غصے بھری نظروں کو نظر انداز کرتے وہ جان بوجھ کر اسے چڑانے میں مصروف تھا۔جب شہرام کے صبر کا پیمانہ ایک دم سے لبریز ہوا۔۔تو ہاتھ مارتے ہوئے اس نے تیزی سے میوزک بند کر دیا۔۔

سالے گنے کے جوس کی طرح دکھنے والے۔۔!!کیا تکلیف ہے تجھے۔۔؟ کیوں بار بار میرے ڈانس میں رکاوٹ بن رہا ہے۔۔۔!گاڑی میں میوزک بند ہوا تو فاتح خوامخواہ میں بگڑتے ہوئے بولا تھا۔۔اور ساتھ ہی ایک مصنوعی قسم کی زبردست گھوری بھی ڈالی گئی تھی۔

کمینے غدار قسم کے نیلے تھوتھے۔۔۔!! میں تجھے یہاں اپنے مسلے کا حل نکالنے کے لئے لایا تھا۔نہ کہ تجھ سے ناگن ڈانس کروانے کے لیے۔۔۔!! فاتح کے انداز میں ہی اسے مخاطب کرتے ہوئے شہرام بھی پھٹ پڑا تھا۔

واحیات ترسے ہوئے انسان آہستہ بول۔۔۔!! کیوں میرے کانوں کے پردے پھاڑنے میں لگا ہوا ہے۔۔۔!! تیرے مسلے کا حل نکالنے کے لئے ہی میں سڑک پر گھوم رہا ہوں۔۔ورنہ ابھی میں نے بیڈ پر اپنی بیوی کے پاس سکون سے لیٹے ہونا تھا۔۔۔!! شہرام کی حالت پر ہنسی دباتے ہوئے سنجیدہ ہونے کی ایکٹنگ کرتے وہ پھر ترکی باتر کی بولا تھا۔لہجہ بے حد احسان جتانے والا جیسا تھا۔

خبیث انسان کونسا حل نکال رہا ہے۔۔۔؟؟ پچھلے ایک گھنٹے سے تو کتوں کی طرح بس سڑک پر گاڑی چلائے جا رہا ہے۔ یا پھر بیچ، بیچ میں تجھے ناگن ڈانس کا اچانک دورہ پڑ جاتا ہے۔۔۔!! بات کا حل نکالنے کی آڑ میں، تو میرے دس ہزار بھی کھا گیا ہے کمینے۔۔۔پر حل تجھ سے ابھی تک نکلا نہیں ہے۔۔۔ !!

فاتح کی ایک گھنٹے کی تمام کاروائیاں یاد کرواتے ہوئے شہرام کا ضبط ٹوٹا تو وہ بے قابو ہوتے اسکے کندھے پر مکہ جڑ گیا۔۔۔ جبکہ اس بار فاتح اپنے شیطانی قہقہے پر قابو نہیں رکھ پایا تھا۔ وہ جان بوجھ کر اسے تنگ کر رہا تھا۔ اور کامیاب بھی ہوا تھا۔۔

آیا بڑا بیوی کے ساتھ بیڈ پر لیٹنے والا۔۔!! فاتح کی کچھ دیر پہلے والی بھڑک پر تمسخر بھرے انداز میں سر جھٹکتے ہوئے شہرام نے اس بار اسے آئینہ دیکھانا

ضروری سمجھا تھا۔ کیونکہ پرسوں ہونے والی عدالت میں یہ ہی فیصلہ کیا گیا تھا۔

کہ فاتح اور سیلینہ کی رخصتی بعد میں کی جائے گی۔ جس کے باعث سیلینہ کو الگ کمرہ دیا گیا تھا۔ اور یہاں پر آکر فاتح کے کلیجے کو ہاتھ پڑ چکا تھا۔ اس نے احتجاجی انداز میں چڑتے ہوئے انکار کرنے کا سوچا ہی تھا۔ جب اسکے بھائی مزے لیتے ہوئے اسے زبردستی اٹھا کر باہر لے گئے تھے۔ اور "indirectly" یہ تاثر دے کر گئے تھے۔ کہ فاتح سلطان کو یہ فیصلہ بنا کسی اعتراض کے پورے کا پورا منظور ہے۔۔ اس لئے شہرام نے ابھی اسے یاد کروا کے سلگانا ضروری سمجھا تھا۔۔۔

اوئے پیناڈول کے منہ والے۔۔۔!! خبردار اگر تو نے مجھ پر کوئی پرسنل اٹیک کیا تو۔۔۔ڈھونڈتا رہی پھر اپنے پر پوز کرنے کا طریقہ خود ہی۔۔۔! فاتح نے دھمکی آمیز لہجے میں اسے آنکھیں سکیڑتے ہوئے گھورا تھا۔۔

آج وہ دونوں ایک دوسرے کو عجیب ناموں سے پکارتے ہوئے شاید کوئی انوکھا ریکارڈ قائم کرنا چاہ رہے تھے۔انکا یہ اندازہ تبھی ہوتا تھا۔جب وہ دونوں ایک دوسرے کو برابر کا تنگ کر رہے ہوتے تھے۔۔

فاتح کی دھمکی پر مجبوراً شرافت کا مظاہرہ کرتے ہوئے شہرام نے منہ پر ذپ لگانے کا اشارہ کیا۔۔

اسکے شرافت دیکھانے پر فاتح نے مزید اکڑتے ہوئے پھر میوزک پلے کر دیا۔ اور شہرام ضبط سے اسکا منہ دیکھ رہا تھا۔مہر ماہ کی شرط کے مطابق شہرام کو اسے

پوری فیملی کے سامنے پرپوز کرنا تھا۔اور purposal بھی اس طریقے اور لیول کا ہونا چاہیئے تھا۔کہ "مہرماہ سنان کا ظمی" کسی صورت بھی انکار نہ کر پاتی اور اپنا آپ شہرام کو سونپنے پر مجبور ہو جاتی۔۔

فاتح کی غیر موجودگی میں شہرام جس نے دن رات کوئی اچھا طریقہ ڈھونڈنے اور سوچنے میں گزار دیا تھا۔لیکن چاہ کر بھی وہ اس معاملے میں کچھ سوچ نہیں پایا تھا۔اس لئے اب اسے فاتح سلطان کے شیطانی دماغ کی ضرورت تھی۔

اسی ایک ٹاسک کو سوچنے کے لئے وہ پچھلے دو گھنٹوں سے گھر سے نکلے ہوئے تھے۔لیکن ابھی تک شہرام کو دس ہزار کے ساتھ ساتھ اپنے ضبط کا امتحان ہی دینا پڑا تھا۔کیونکہ فاتح سلطان صرف میوزک کے ساتھ ہلنے جلنے میں مصروف تھا۔

فاتح کو ریلیکس دیکھ کر شہرام کو یہ ہی لگ رہا تھا۔ کہ وہ کچھ بھی نہیں سوچ رہا۔۔اس لئے ہر گزرتے لمحے کے ساتھ شہرام کے تاثرات بگڑ رہے تھے۔ کہ تبھی فاتح نے زوردار بریک لگاتے ہوئے گاڑی کو اچانک بریک لگادی۔۔۔

شہرام نے بروقت خود کو ڈیش بورڈ کے ساتھ ٹکرانے سے بچایا تھا۔۔اس زوردار تصادم پر وہ بگڑ پاتا جب فاتح نے چمکتی آنکھوں سے اسے دیکھا۔

مل گیا حل۔۔۔!!! فاتح نے پرجوش انداز میں اسے بتایا تو شہرام کے بگڑے تاثرات ایک دم ڈھیلے پڑتے متجسس ہوتے چلے گئے۔۔۔

دیکھ شکل تو تیری حسب ضرورت ہی ہے۔۔۔!!اس لئے یہ بھی نہیں کہہ سکتے ہیں۔ کہ تو تیار شیار ہو کر سٹائل مار کر لڑکی کو پٹالے۔۔۔!!فاتح نے بات شروع کی تو اسکے الفاظ پر شہرام کے چہرے میں ضبط کی سرخیاں گھلنے لگیں۔

اسکی ہیزل براؤن آنکھوں اور خوبرو شخصیت کو وہ حسب ضرورت بول رہا تھا۔وہ شخصیت جس پر مہر ماہ کاظمی بچپن سے فدا تھی۔۔

ویسے میں سوچ رہا ہوں۔۔!کہ yo yo honey Singh کا جو نیا گانا لال پری آیا ہے۔۔!تو اس پر مجرا کر کے کیوں نہیں لڑکی کو پٹا لیتا۔۔۔!! شہرام کا غصے سے سرخ ہوتا چہرہ دیکھ کر فاتح نے ہنسی دباتے ہوئے مزید پھلجڑی چھوڑی تھی۔۔۔

سالے۔۔۔خبیث۔۔۔!!میں تیرا خون کر دوں گا۔۔دو دن پہلے تو شکست خوردہ انجھا بنا ہوا تھا۔۔۔اور آج تو باپ کو سیکھائے گا۔۔۔!!شہرام تیش سے اس پر جھپٹ پڑا تھا۔فاتح اپنا بچاؤ کرتے ہوئے قہقہے لگا رہا تھا۔جب اچانک بول پڑا۔۔۔

اچھا رک رک۔۔! سریسلی اپن کو تیرے پر پوز کرنے کا طریقہ مل گیا ہے۔۔۔!! ہنسی کو بریک لگا کر فاتح جلدی سے بولا تو شہرام ٹھہر کر اسے دیکھنے لگا۔ شہرام کے رکنے پر فاتح چمکتی آنکھوں سے اسے اپنا پلین بتانا شروع ہو گیا تھا۔۔

خانم چاچی۔۔۔!! محبت ولا کے لاؤنج میں داخل ہوتے ہی باسم نے اونچی آواز میں پکارتے ہوئے علینہ خانم کو ڈھونڈنا چاہا تھا۔۔۔ جو اسکی آواز پر اگلے ہی پل باہر نکل آئی تھیں۔۔۔

اسلام علیکم پیاری چچی جان۔۔۔!! کیسی ہیں آپ۔۔۔؟؟علینہ خانم کے سامنے آتے ہی باسم انکی طرف بڑھتا ہوا محبت سے انکے گال کھینچ کر پوچھنے لگا۔۔

میں ٹھیک ہوں تم بتاؤ کیا ہوا۔۔۔؟؟اتنا زور سے کیوں پکار رہے تھے۔۔۔؟؟ علینہ خانم نے مسکرا کر جاننا چاہا تھا۔۔ باسم کو ساتھ لیے وہ صوفے کی جانب بڑھ گئیں۔۔۔

یار چچی جان میں ارسل کو کال کر رہا تھا۔وہ میرا فون ہی نہیں اٹھا رہا ہے۔۔اس لئے خود یہاں پر چلا آیا ہوں۔۔۔چاچو کہاں ہیں۔۔۔؟صوفے پر بیٹھ کر باسم نے انکی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔۔۔

ارسل تو ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی واپس آیا ہے۔۔!! فریش ہو رہا ہو گا۔۔! اور تمہارے چاچو ابھی تک واپس نہیں آئے ہیں۔۔!! تم یہیں بیٹھو۔۔!! میں تمہارے لئے کچھ پینے کو لے کر آتی ہوں۔۔۔! لیکن یہ بتاؤ اتنی جلدی میں کیوں ہو۔۔ !!

علینہ خانم بولنے کے ساتھ ساتھ کچن کی طرف بڑھ گئی تھیں۔اور تقریباً دو تین منٹ بعد ٹرے میں جوس لیے واپس آئیں۔۔۔

ہمیں آج سنو کر کھیلنے جانا ہے۔اس لئے بس جلدی میں ہوں۔۔۔!! جوس کا گلاس اٹھاتے ہوئے باسم نے انکو بتایا تو وہ سر ہلاتے ہوئے دوبارہ بیٹھنے ہی والی تھیں۔کہ ملازمہ کے پکارنے کی آواز سنائی دینے لگی۔۔۔

رکو باسم میں شمیم کی بچی کو زرا دیکھ لوں۔۔۔!! باسم سے کہتے ہوئے وہ اٹھ کر ملازمہ کو دیکھنے چلی گئی تھیں۔جو مسلسل انکو پکار رہی تھی۔صوفے کے ساتھ ریلیکس انداز میں ٹیک لگاتے ہوئے باسم جوس پی رہا تھا۔جب اچانک محبت زور سے اپنی بلی کو پکارتے ہوئے وہاں نمودار ہوئی تھی۔۔۔

روبی کہاں ہو۔۔۔؟؟محبت پریشان ہوتے اپنی بلی کو آوازیں لگاتے ہوئے لاؤنج میں آئی تو سامنے باسم کو بیٹھے دیکھ کر زرا حیران ہو گئی۔کیونکہ وہ پہلی بار یہاں پر آیا تھا۔۔۔محبت کی حیران نظروں کو خود پر ٹکے دیکھ کر باسم جوس پیتے مسکرا دیا۔

لیکن اگلے ہی پل جب اسکی نظروں نے محبت کا زرا سا جائزہ لیا تو اپنی دھڑکن کے تیز ہونے پر اس نے سرعت سے نظریں ہٹاتے ہوئے خود کو لاپرواہ بنانے

کی کوشش کی۔۔یہ کیسا کنکیشن بن رہا تھا۔۔۔؟ باسم کاظمی نے اضطرابی کیفیت سے سوچا۔۔ جبکہ محبت چلتے ہوئے اب اسکے سامنے آکر کھڑے ہو گئی تھی۔۔

آپ نے میری روبی کو یہاں پر آتے ہوئے دیکھا کیا۔۔۔؟ باسم کے سامنے کھڑی محبت نے سینے پر ہاتھ باندھ کر رعب سے اچانک استفسار کیا۔۔اتنے قریب سے اسکی آواز سنائی دینے پر باسم ایک دم سے چونک پڑا۔اور چہرہ موڑتے ہوئے اس کی جانب دیکھنے لگا تو محبت بالکل اسکے سامنے کھڑی اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔۔۔

کون روبی۔۔۔؟؟اسکے سوال کو دماغ میں دہراتے ہوئے باسم جونا سمجھی کا شکار ہو رہا رھا۔ کہ اگلے ہی پل اس فورا یاد آگیا۔ کہ میڈم روبی کون ہیں۔۔

اچھا، اچھا تمہاری وہ چڑیل کالی بلی۔۔۔!! نہیں۔۔! میں نہیں اسے یہاں پر آتے ہوئے دیکھا۔۔۔" یاد آنے پر باسم نے اسکی بلی کی اچھے سے نشان دہی کرتے جوس کا سیپ لیتے جواب دیا۔۔

میری بلی کا نام روبی ہے۔۔۔!! اور اگر اسے یہاں پر آتے دیکھا نہیں ہے۔ تو پھر ادھر بیٹھے کیا کر رہے ہیں۔۔! اٹھیں اور میرے ساتھ مل کر میری روبی کو ڈھونڈیں۔۔۔!! پتہ نہیں ناراض ہو کر کہاں چلی گئی ہے۔۔۔"

باسم نے اسکی بلی کی شان میں جو گستاخی کی تھی۔ اس پر برا مناتے ہوئے محبت نے جتاتے ہوئے اسے ٹوکا تھا۔ اور ساتھ ہی باسم کے ہاتھ سے جوس کا گلاس پکڑ کر ٹیبل پر رکھ کر اسکا ہاتھ پکڑتے ہوئے اسے کھڑا کر دیا۔۔

محبت اسکا ہاتھ پکڑے باہر لان کی جانب بڑھ رہی تھی۔اور باسم کسی ربورٹ کی طرح اسکے ساتھ کھینچا چلا جا رہا تھا۔۔ محبت کے ہاتھ کے لمس سے اسکے وجود میں کرنٹ دوڑنے لگا تھا۔ جبکہ وہ اس لمس کو محسوس کرتے بت بن چکا تھا۔۔

آپ اس طرف تلاش کریں۔۔! میں دوسری طرف جا کر دیکھتی ہوں۔۔۔!! لان میں لا کر محبت نے اسکا ہاتھ چھوڑتے ہوئے ساتھ ہدایت کی۔تو لان میں پھیلی ہوئی ہلکی پھلکی روشنی میں باسم کاظمی سامنے کھڑی صنف نازک کی سنہری آنکھوں میں ڈوبتا چلا گیا۔۔۔پر وہ بے نیاز بنتی اپنی روبی کو ڈھونڈنے کے لیے مڑ چکی تھی۔۔

یااللہ۔۔۔!! یہ مجھے کونسی بیماری لگ رہی ہے۔۔۔؟ محبت کے مڑنے پر ہوش میں آتے وہ اضطرابی کیفیت سے شیو پر ہاتھ پھیرتے ہوئے سوچ گیا۔۔

لگتا ہے یہ آفت مجھ سے تلاش کروا کے ہی رے گی، اپنی اس کریکٹر لیس بلی کو۔۔۔! ناک چڑھاتے ہوئے باسم مڑ کر ادھر ادھر محبت کی روبی کو تلاش کرنا شروع ہو گیا۔۔

جبکہ محبت کی پکارنے کی آواز پر وہ ساتھ ساتھ تاسف سے سر ہلا رہا تھا۔ وہ اپنی بلی کو لے کر ایسے پریشان ہو رہی تھی۔۔ جیسے خدانخواستہ اسکی بلی کسی نے اغوا کر لی ہو۔۔۔

باسم جو خود سے ہی خیالوں میں الجھا ہوا تھا۔۔ کہ اچانک اسکی نظر باہر والی اونچی دیوار پر پڑی۔۔ جہاں محبت میڈم کی کالی بلی لال جوڑا پہنے بیٹھی ہوئی تھی۔۔

یااللہ پناہ۔۔!!اس حسن پر کون نہ مر جائے۔۔۔!!روبی کی کالی رنگت پر لال جوڑا دیکھتے ہی باسم دہل کر بولا تھا۔۔۔پھر مڑتے ہوئے محبت کو پکارنے لگا۔۔۔

محبت۔۔۔!!یہاں آؤ۔۔۔!!باسم نے مڑتے ہوئے اونچی آواز میں محبت کو پکار لگائی۔جو پودوں میں الجھی کھڑی تھی۔۔روبی کو ڈھونڈنے کے چکر میں اسکے کپڑے کانٹوں میں پھنس چکے تھے۔۔۔

ڈاکٹر بھیا۔۔!!!محبت نے بدلے میں اسے پکارا تو باسم حیرت کا شکار ہوتے اسکی جانب بڑھنے لگا۔۔

ڈاکٹر بھیا۔۔!! میں یہاں پھنس گئی ہوں۔۔۔!! محبت نے جھنجھلا کر اسے مزید تیز آواز میں بلایا تھا۔۔جب اسکے پھنسنے کے لفظ پر پریشان ہوتے باسم کے قدموں میں تیزی آگئی۔۔۔

پاگل لڑکی یہاں پر کیا کر رہی ہو۔۔۔؟؟ بڑے بڑے پودوں کے درمیان اسے کھڑے دیکھ کر باسم حیرانی سے اسکی طرف بڑھا تھا۔۔۔

ڈاکٹر بھیا یہ کانٹے میرے کپڑوں میں اٹک گئے ہیں۔۔۔!! پلیز انکو نکال دیں۔۔مجھے بہت چبھ رہے ہیں۔۔۔!! کانٹے لگنے کے باعث محبت کی آنکھوں میں نمی چمکی تو باسم کا دل جکڑتا چلا گیا۔۔

بے وقوف لڑکی اپنی بلی کی تلاش کے چکر میں خود یہاں مشکل میں پڑ گئی ہو۔۔۔! عقل کہاں تھی تمہاری، جو ادھر گھسی چلی آئی تھی۔۔۔؟؟

باسم تیزی سے اسکی ٹی شرٹ کو کانٹوں سے آزاد کرتے بولنا شروع ہو گیا۔۔۔

آپ ڈانٹے تو مت اب۔۔۔!! مجھے لگا وہ یہاں پر چھپی ہو گی۔۔۔؟! محبت خفگی سے جواب میں بولی تھی۔۔۔اسکی ٹی شرٹ چاروں طرف سے کانٹوں میں جکڑی گئی ہوئی تھی۔۔

تمہاری وہ منحوس بلی لال جوڑا پہن کر دیوار پر چڑھی بیٹھی ہے۔۔!! اور تم یہاں۔۔۔!! باسم نے کڑھتے ہوئے اسے بتایا۔۔۔

کیا وہ دیوار پر ہے۔۔؟؟ وہ وہاں کیسے پہنچ گئی۔۔۔؟! محبت حیرت سے اسے دیکھ گئی۔۔جب باسم نے سرعت سے اسے ٹوک دیا۔۔۔

ہلو نہیں ورنہ کانٹے چھب جائیں گئے۔۔۔!! باسم نے زرا آنکھیں دیکھا کر اسے دیکھا۔ تو وہ خاموش ہوتے بالکل بت بنتے کھڑی ہو گئی۔۔۔ باسم اسکے نقوش کو بھرپور دیکھتے ہوئے زرا قریب ہوتے اسکی پیچھے سے اٹکی شرٹ کو نکالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن بے سود۔۔۔

باسم کے قریب ہونے پر محبت نے آنکھیں اٹھاتے ہوئے مقابل کی آنکھوں میں جھانکا تو اسکی جرات مندی پر وہ مسکرا کر رہ گیا۔۔ عام لڑکیوں کی طرح گھبرانے کی بجائے وہ جرات مندی سے سامنے والے کو دیکھتی تھی۔ جیسے ابھی باسم کی آنکھوں کی تپش کا مقابلہ کر رہی تھی۔۔ شاید وہ کھو چکی تھی۔۔

باسم نے دھڑکتے دل کے ساتھ اچانک اسکی شرٹ چھڑائی تو محبت اپنا توازن برقرار نہ رکھنے پر اس پر گرتی چلی گئی۔۔۔

آہاں۔۔۔! کیا ہو گیا ہے، دھیان سے یار۔۔۔!! اسکے گرنے سے قبل ہی باسم نے فورا سے اسکی کمر کو جکڑتے اسے سہارا دیا تو محبت ہوش میں آتے فورا سیدھی ہو گئی۔۔۔

باسم۔۔۔!! وہ ابھی کچھ مزید کہتا۔ جب اچانک ارسل کی آواز اسکے کانوں میں سنائی دینے لگی۔۔

میں یہاں ہوں چھوٹے خان۔۔۔!! محبت کو ایک نظر دیکھ کر باسم نے مڑتے ہوئے اسے جواب دیا تھا۔۔

تم لوگ یہاں پر کیا کر رہے ہو۔۔۔؟؟ باسم کا جواب سن کر ارسل وہاں آیا۔ تو محبت کو وہاں کھڑے دیکھ کر حیران ہو گیا تھا۔۔۔

تیرے گھر کی ماڈل کو تلاش کر رہے تھے۔۔۔!! باسم نے کندھے اچکاتے ہوئے اسے سادگی سے جواب دیا۔ جس کو سن کر ارسل پہلے سے بھی زیادہ حیرانی کا شکار ہوا تھا۔۔۔اس دوران محبت ناک سکوڑ کر باسم پر نظر ڈال کر اپنی روبی کو پکڑنے چلی گئی تھی۔۔۔

کون سی ماڈل۔۔؟؟ارسل نے الجھن سے جاننا چاہا تھا۔۔۔

روبی ماڈل۔۔۔!! باسم نے ہونٹوں کو گول کرتے روبی کو زرا چبا کر ماڈل کا نام بتایا تو سمجھ آنے پر ارسل خان کا قہقہ بے ساختہ تھا۔اسے ہنستے دیکھ کر باسم بھی ہنستا چلا گیا تھا۔۔۔

اللہ کی پناہ اتنی خوفناک ماڈل رکھی ہوئی ہے نا تم لوگوں نے۔۔۔!اوپر سے نام سنو۔۔۔!روبی!!!جیسے کسی بہت بڑی فلم سٹار کا نام ہو۔۔۔!!باسم روبی کا لال جوڑا یاد کرتے ڈرنے کی ایکٹنگ کرتے ہنسی کے دوران کہہ رہا تھا۔

چپ کر سالے۔۔۔!!ہمارے گھر کو نظر نہ لگے۔اس لئے ہم نے اتنی کالی بلی پال رکھی ہے۔۔۔"گاڑی کی جانب بڑھتے ہوئے ارسل نے ہنسی کو بریک لگاتے مصنوعی سنجیدگی سے اسے بتانا چاہا تھا۔۔۔

گھر کو نظر نہ لگے۔۔۔!!یا پھر محبت میڈم کی اعلی ترین شرارتوں کو نظر بد سے بچانے کی کوشش ہے۔۔۔!!روبی کے سفید رنگ کو کالا کرنے پر باسم، محبت کی کارستانیوں پر چوٹ کرتے بولا تھا۔جس کے جواب میں گاڑی میں بیٹھتے ہوئے ارسل کا قہقہ پھر ابل چکا تھا۔

ٹیبل پر خاموشی سے سب رات کا کھانا کھانے میں مصروف تھے۔جب اچانک یاد آنے پر سلطان احمد خان بولے تھے۔۔۔

تم لوگوں کے تایا جان کا فون آیا ہوا تھا۔۔۔!!کبیر اور فاتح کو نظروں کے حصار میں لیتے انہوں نے مخاطب کیا۔تو سب متوجہ ہو گئے۔۔۔

خیریت۔۔۔؟؟فاتح نے سنجیدہ انداز میں استفسار کیا۔۔۔

ہاں خیریت ہے۔۔!بس کچھ دن پہلے والی بات پر ہی زور دے رہے ہیں۔۔! پھر کیا جواب دینا ہے۔۔۔؟؟سرسری سے انداز میں انہوں نے کچھ دن پہلے کا حوالہ دیا۔۔۔

کونسی بات ہے خان۔۔۔؟؟ سلطان احمد خان کے الفاظ پر جاننے والے انداز میں ضرار پاشا انکو مخاطب کر گئے۔۔ باقی سب بھی متجسس ہوتے انکی گفتگو سن رہے تھے۔۔

وہ ہی یار ماہی کے نکاح والی۔۔۔!! بتایا تو تھا، تم لوگوں کو۔۔۔! عام سے لہجے میں بتاتے ہوئے سلطان احمد خان بولے تو یاد آنے پر ضرار پاشا سر ہلاتے چلے گئے۔ جبکہ دور بیٹھے ہوئے غازیان پاشا کی سرمئی آنکھوں میں بے اختیار سرخی دوڑنے لگی تھی۔۔۔

اسکے بھائی مستی سے اسکے ضبط بھرے تاثرات دیکھتے ہوئے بدلے میں ایک دوسرے کو آنکھ ونک کرنے لگے تھے۔ جبکہ کبیر اور فارس اس سب سے بے خبر ہی تھے۔ ماہ پارہ چونکتے ہوئے باپ کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔

بھائی انکو اتنی جلدی کس بات کی ہے۔۔۔؟؟ منیزے پاشا بھی سلطان احمد خان کو مخاطب کرتے بول پڑی تھیں۔۔۔

اس بارے میں تو میں کچھ بھی نہیں جانتا بھابھی۔۔۔!! ماہ پارہ شروع سے انکی لاڈلی رہی ہے۔ شاید اس لیے بس وہ جلد از جلد نکاح کرنا چاہ رہے ہیں۔۔ " صاف گوئی کا مظاہرہ کرتے وہ بول رہے تھے۔ جب اچانک فاتح نے بیچ میں مداخلت کی۔۔۔

ابھی اس سب کی کوئی ضرورت نہیں ہے ڈیڈ۔۔۔! ماہی ابھی بہت چھوٹی ہے۔۔۔ ان سب کے لیے بہت وقت پڑا ہے۔۔۔! آپ تایا جان کو منع کر دیں۔۔۔!! انتہائی سنجیدگی سے فاتح بول رہا تھا۔ کیونکہ حقیقی طور پر ابھی وہ اپنی بہن کو ان سب میں شامل نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔۔

فاتح بالکل ٹھیک بات کر رہا ہے ڈیڈ۔۔۔!! ماہی کی ابھی ڈگری بھی مکمل نہیں ہوئی ہے۔اور اس گھر میں میرا بچہ سب سے چھوٹا ہے۔تو پھر اتنی جلدی کس بات کی ہے۔۔۔!! اس لئے تایا جان کو منع کر دیں۔ نہیں تو میں خود بات کر لوں گا۔ کیونکہ میں اپنی بچے کو خود سے اتنی دور نہیں بھیجنا چاہتا ہوں۔جب ان سب کا وقت آئے گا۔تب کی تب دیکھی جائے گی۔۔۔ "

بہن کو محبت پاش نظروں سے دیکھتے ہوئے کبیر نے تفصیلی اپنی رائے دی تھی۔یا دوسرے الفاظ میں صاف صاف انکار کر دیا تھا۔

اکلوتی بہن کے دور جانے کا سن کر ہی دونوں بھائیوں کا دل تڑپ اٹھا تھا۔ماہ پارہ نے تشکر بھری سانس خارج کرتے بڑے بھائیوں کو دیکھا تھا۔اور ساتھ ہی اسکے چہرے پر خوبصورت مسکراہٹ بھی بکھر چکی تھی۔

انکے انکار پر سلطان احمد خان پر سوچ انداز میں انکو دیکھ رہے تھے۔ان سب میں علیزے خان بالکل خاموش تھیں۔ بڑے بھائی کو یوں انکار کرنا سلطان احمد خان کو الجھن میں ڈال چکا تھا۔ماہ پارہ اپنے خاندان کی بالکل اکیلی لڑکی تھی۔

دانیال خان اور دریاب خان کے بیٹے ہی تھے۔ایسے میں صرف سلطان احمد خان کی بیٹی ہی تھی۔جو میر پور کی شہزادی کی طرح تھی۔اکلوتے ہونے کی وجہ سے ماہ پارہ اپنے دونوں تایا جان کی جان تھی۔دانیال خان نے بہت مان سے ماہ پارہ کا ہاتھ مانگا تھا۔۔

اور اب بیٹوں کا انکار سن کر سلطان احمد خان شش و پنج میں پڑ چکے تھے۔اس بارے میں انہوں نے کچھ دن پہلے بھی کبیر اور فاتح سے بات کی تھی۔۔ لیکن

تب انہوں نے کوئی بھی جواب دینے کی بجائے بات کو ٹال دیا تھا۔اور آج وہ سیدھا سیدھا انکار ہی کر چکے تھے۔۔۔

شوہر کو پریشان دیکھ کر علیزے خان نے انکے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے تسلی دینے کی کوشش کی۔تو وہ اپنی خانم کی فکر پر مسکرا کر رہ گئے۔بلیک گینگ بھی بہت غور سے اپنے یار کے الجھے ہوئے تاثرات دیکھ رہی تھی۔۔آخر انکو اتنی فکر کس بات کی ہو رہی تھی۔۔

لیکن تبھی شہرام علی نے گلا کھنکھار کر سب کو اپنی جانب متوجہ کر لیا۔۔

اگر کسی کو یاد ہو تو اس گھر میں ایک مجھ جیسا کنوارا مرد بھی موجود ہے۔جس کی شادی کی عمر بہت سال پہلے کی ہو چکی ہے۔لیکن میرے ماں، باپ کی غفلت

کی وجہ سے ابھی تک مجھے خوش نصیبوں کی لائن میں شامل نہیں کیا جارہا ہے۔۔۔ "

شہرام کی اچانک سنجیدہ انداز میں کہی گئی بونگی پر سب نے حیرت سے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

شہرام کی بات پر مہرماہ نظریں چراتے ہوئے انجان بننے کی کوشش کر رہی تھی۔ جبکہ گل ناز کی معنی خیزی نظریں اسی پر ٹکی تھیں۔ کیونکہ اس بارے میں تو وہ سب سے پہلے جانتی تھی۔۔۔

مہر ماہ کا سرخ چہرہ دیکھتے ہوئے گل ناز نے اپنی ہنسی ضبط کرتے ہیر کو آنکھ و نک کی تو ہیر کے حلق میں بھی تیزی سے ہنسی اڈی۔ جس کو اس نے کھانسی کے لبادے میں چھپا لیا تھا۔

آپ سب مجھے ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں۔۔۔!! سب کو اچھنبے سے خود کی طرف دیکھتا پا کر شہرام نے اپنا کھانا روک کر ان پر نظر دہرائی تھی۔

تم جیسے بے روزگار کا confidence دیکھ رہے ہیں۔۔۔! جس کو لگتا ہے۔ کہ اسے بھی کوئی لڑکی مل سکتی ہے۔۔!! عیس ہمدانی نے سکون سے جواب دیتے ہوئے اپنے بیٹے کے ارمان پر پانی کا جگ گرا دیا۔۔

مت بھولیں۔۔!! کسی زمانے میں آپ جیسے بے روزگار بچے کو بھی کسی عظیم عورت نے اپنی بچی دینے کی غلطی کی تھی۔۔۔ !!

سب کو خود پر کھی کھی کرتے دیکھ کر شہرام نے اپنی نانی کو یاد کرتے باپ پر بنا توقف کے ایک کے بعد ایک طنز کا تیر چلایا تھا۔ جس کو سنتے ہوئے سب سے پہلے فارس کا قہقہ گونج اٹھا۔ اور اسکے ساتھ ہی باقیوں کے بھی قہقہے بے ساختہ تھے۔

وہ سب ہی جانتے تھے۔ کہ عیس ہمدانی اور مشعل سلیمان کا نکاح کم عمری میں کیا گیا تھا۔ اس لئے شہرام علی اپنی کیوٹ سی ماں کو محبت بھری نظروں سے دیکھتے اپنی مرحومہ نانی کے فیصلے پر افسوس ظاہر کر رہا تھا۔۔۔

ہاہاہا۔۔۔ آپ میرے بیٹوں کو مت چھیڑا کریں علی۔۔۔!! شوہر کی گھورتی نظروں کا اثر لیے بنا مشعل ہمدانی بھی ہنستی چلی گئیں۔ جبکہ شہرام اب اتراتے ہوئے باپ کو دیکھ رہا تھا۔

جو خاموشی سے اسے بس خطرناک گھوریوں سے نواز رہے تھے۔اس دوران مہرماہ مکمل طور پر سب سے انجان بننے کی کوشش میں تھی۔کیونکہ شہرام کی ہیزل براؤن آنکھوں کی تپش وہ خود پر بخوبی محسوس کر سکتی تھی۔۔

ساری باتیں چھوڑو۔۔!یہ بتاؤ۔۔!کہ میرے شہزادے کو کون پسند آگئی ہے۔جو آج خود شادی کرنے کا کہہ رہے ہو۔۔۔!!بات کو ہنسی مذاق میں جاتے دیکھ کر ائرہ کاظمی جلدی سے سیریس ہوتی شہرام کی جانب متوجہ ہوئی تھیں۔انکے سوال پر باقی سب بھی متوجہ ہو گئے تھے۔جبکہ شہرام کے بھائی تو اب حیرت سے اسکی جانب دیکھنے لگے تھے۔

وہ ابھی تک یہ ہی سمجھ رہے تھے۔کہ شاید معمول کے مطابق وہ پھلجڑیاں چھوڑ رہا ہے۔۔سب نے سوالیہ نظروں سے فاتح کو دیکھنا چاہا تھا۔جو میسنے پن

سے کندھے اچکا کر معصوم بننے کی کوشش کرنے لگا تھا۔۔ کیونکہ شہرام کے اس معاملے میں فاتح کے سوا باقی سب مکمل طور پر بے خبر تھے۔

میں آپ کو ابھی لڑکی کا نام بتا دیتا ہوں چھوٹی ماما۔۔۔!! پر آپ پہلے وعدہ کریں۔ کہ میری اس لڑکی سے شادی کروائیں گئیں۔۔۔؟؟ مہرماہ پر بوجھل نظر ڈال کر شہرام ہونٹ کا کونا دباتے ہوئے ائرہ کاظمی کی جانب متوجہ ہوا تھا۔

اس میں وعدہ لینے والی کیا بات ہے میری جان۔۔! اس معاملے میں تم مجھے ہر قدم اپنے ساتھ پاؤ گئے۔۔۔!! ائرہ کاظمی ہلکے پھلکے انداز میں اسے یقین دلاتے جلدی سے بولیں تھیں۔ اور سنان مصطفیٰ کاظمی آبرو اچکاتے ہوئے انکا پیار دیکھ گئے۔.....

likes seriously...?

انکی بیویوں کو آخران گدھوں سے اتنا پیار کیوں تھا۔۔۔وہ بس یہ سوچ ہی سکتے تھے۔۔

تم جتنے مرضی وعدے لے لو۔۔۔!پر مجھ سے لکھ کر رکھوالو۔۔کہ تمہاری شکل دیکھنے کے بعد کوئی باپ تمہیں اپنی بیٹی نہیں دینے والا۔۔۔!!تو اس خوابوں کی دنیا سے باہر نکل آؤ پیاری گندی اولاد۔۔۔ !

سکون سے کباب کا پیس منہ میں رکھتے ہوئے عیس ہمدانی پھر اپنے بیٹے کو آرام سے سلگا گئے۔اور اس بار سیچ میں شہرام نے آنکھیں سکیڑ کر باپ کو دیکھنا چاہا تھا۔۔

میں کسی غیر سے اسکی بیٹی مانگنے والا بھی نہیں ہوں پیارے ناکارہ ڈیڈ۔۔۔!

کیونکہ مجھے آپکے چھوٹے بھائی "سنان مصطفیٰ کاظمی" کی سندری چھوکری "مہرماہ" کاظمی چاہیئے ہے۔۔۔۔!! چباتے ہوئے بول کر شہرام نے اچانک سب کے سروں پر دھماکا کیا تو جہاں سب کے سب ہل گئے۔ وہیں سنان مصطفیٰ جو سکون سے باپ، بیٹے کی جنگ انجوائے کرتے کھانا نوش کر رہے تھے۔ کہ انکا نوالہ حلق میں اٹک چکا تھا۔

ائرہ کاظمی اپنی جگہ پر فریز ہوتی شہرام کو دیکھنے لگی تھیں۔ تو شہرام کے سب بھائی بھی صدمے سے اسے دیکھ رہے تھے۔

جبکہ شہرام کے ماں، باپ بھی کچھ سیکنڈ کے لئے صدمے میں جا چکے تھے۔فقط ایک فاتح ہی تھا۔جو سکون سے بریانی کھا رہا تھا۔سب کو بت بنے دیکھ کر شہرام بھی کندھے اچکا کر فاتح کی طرح بریانی کھانا شروع ہو چکا تھا۔

اسکے برعکس مہر ماہ لال انگارہ ہوتے پاس بیٹھی گل ناز کے کندھے میں منہ چھپا کر ہونٹ چبانا شروع ہو چکی تھی۔

اسکا جسم ہلکا ہلکا کانپ رہا تھا۔سب کو سکتے میں دیکھ کر گل ناز کا پاگلوں والا قہقہ بے ساختہ تھا۔اسکے قہقے نے سب کو ہوش دلائی تو سب ہڑ بڑا کر شہرام کو دیکھتے چلے گئے۔۔۔جس نے سکون سے کھانا جاری رکھا ہوا تھا۔۔۔

تم۔۔تم نے کب میری بیٹی کو پھنسایا۔۔۔؟؟سب سے پہلے سنان مصطفیٰ کا سوال گونجا۔۔انکی آواز حلق میں پھنس چکی تھی۔۔ائرہ کاظمی تو خوشی سے

پھولے نہ سماتے پاس بیٹھی مشعل کو گلے لگا چکی تھیں۔ شہرام کی پسند جان کر سب مائیں تو کھل اٹھی تھیں۔ لیکن بلیک گینگ بے یقینی کا شکار نظر آ رہی تھی۔۔

بچپن سے پھنسایا ہوا ہے۔۔۔!! اعتماد میں کمی لائے بنا شہرام نے عام سے لہجے میں جواب دیا۔ مصطفیٰ کاظمی اور عیس ہمدانی آپس میں دیکھ کر رہ گئے۔۔۔

تمہ۔۔ تمہیں شرم نہیں آئی گھر کی لڑکی پر نظر رکھتے ہوئے۔۔۔!! شہرام کے پر اعتماد جواب پر سنان مصطفیٰ کو جب کچھ سمجھ نہ آیا تو خوامخواہ میں بگڑ کر کچھ بھی بول گئے۔ جس کو سن کر انکے ساتھی مسکراہٹ دبا گئے تھے۔۔ مہر ماہ نے ابھی تک اپنا چہرہ باہر نہیں نکالا تھا۔۔

لو جی۔۔!! مجھے کیوں سنا رہے ہیں چھوٹے بابا۔۔۔! اپنے اس بھائی کو سنائیں نا۔۔۔! جنہوں نے بچپن میں مجھے وارننگ دی تھی۔ کہ اگر انکے بھائی کی بیٹی کی شادی کہیں باہر ہوئی۔۔۔ تو وہ مجھے جائیداد سے عاق کر دیں گئے۔ میں نے تو بس اسی ڈر کے مارے چھوٹی سے عمر میں اپکی بیٹی کو پھانسنا شروع کر دیا تھا۔۔

سنان مصطفیٰ کے الزام پر شہرام نے معصومیت سے آنکھیں ٹم ٹما کر سارا ملبہ اپنے باپ پر گرا دیا تھا۔ جو ہونق پن سے اسے دیکھتے رہ گئے تھے۔

اتنی سنجیدہ بات میں بھی شہرام کو شرارتوں پر اترتے دیکھ کر کبیر اور فارس ہنسی ضبط کرنے کی کوشش میں ہلکان ہو رہے تھے۔ کیونکہ شہرام علی اپنے سوگ سے پل بھر میں باپ سمیت سب بڑوں کو گھما کر رکھ چکا تھا۔۔

یہ۔۔یہ گندی اولاد جھوٹ بول رہی ہے سنی۔۔۔!!میں نے تو بس یہ کہا تھا۔ کہ مہرو کو براؤن پرنس۔۔۔!!سنان مصطفیٰ کی شاکی نظروں پر عیس ہمدانی ہڑ بڑا کر جو بولنا شروع ہوئے تھے۔۔کہ بے اختیار شہرام کے بدلے رنگ پر غور کرتے رکتے چلے گئے۔انکی نظروں کے تقلید میں سب نے غور کیا تو باقی بھی حیرانی سے شہرام کو دیکھ گئے۔۔

ہاں تو میری بیٹی کو شروع سے براؤن پرنس چاہیئے ہے۔تو پھر تو نے کیوں اپنے اس سفید آٹے کو میری خوبصورت بیٹی کے پیچھے لگایا۔۔۔؟؟سنان مصطفیٰ تیکھے تیوروں سے جواب طلب کر رہے تھے۔۔۔جب فاتح اچانک بیچ میں بول پڑا تھا۔۔۔

چھوٹے بابا۔۔۔! زرا ادھر غور فرمالیں۔۔۔!! آپکے داماد بننے کی اکلوتی requirement کو پورا کرنے کے چکر میں میرا بھائی دبئی کی کڑی دھوپ میں نیکر پہن کر گھومتا رہا ہے۔ تاکہ سفید آٹے سے براؤن پرنس ہو جائے۔۔ دیکھیں تو سہی کیسے میرے لال کی سکن جھلس کر رہ گئی ہے۔۔۔ !!

کسی دکھیاری ماں کی طرح ایکٹنگ کرتے ہوئے فاتح نے شہرام کا چہرہ دائیں بائیں جانب گھماتے ہوئے سب کی توجہ اسکے رنگ کی جانب کروانا چاہی تھی۔ شہرام کی طرف دیکھتے ہوئے سنان مصطفیٰ پھر سکتے میں چلے گئے۔ جبکہ شہرام کے بھائی تو حیرت و استعجاب سے اسے دیکھنے لگے تھے۔

کیااس مقصد کے لیے وہ ہر سال ضد کرتے دبئ جاتا تھا۔۔۔؟۔سب اچھنبے سے اسکی tanning سکن کو دیکھتے ہوئے سوچ رہے تھے۔۔۔

میری خواہش پوری کرنے کی خوشی میں تمہارے پیدا ہونے سے لے کر اب تک کے سارے گناہ میں معاف کرتا ہوں گندی اولاد۔۔!!عیس ہمدانی یک دم اپنی جگہ چھوڑتے ہوئے خوشی سے اعلان کرتے مہر ماہ کی جانب بڑھ گئے۔۔

جو شرم سے دوہری ہوتے گل ناز کے اندر گھس رہی تھی۔باپ کے الفاظ پر شہرام کالر جھاڑتے ہوئے اترانے لگا تھا۔۔اور دوسری طرف اسکے بھائی اسے خونخوار نظروں سے دیکھ رہے تھے۔باسم الگ سے اپنی جگہ پر حیران کن تھا۔۔

میرا پیارا بچہ اب میری بہو بنے گا۔۔۔! اپنی پاکٹ سے پیسے نکال کر مہر ماہ کے سر سے وارتے ہوئے عیس ہمدانی خوشی سے بولے تو مہر ماہ روہانسی ہوتے کھڑے ہو کر انکے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔۔۔

بڑے بابا نہیں کریں نا۔۔!! مجھے شرم آرہی ہے۔۔۔!! وہ سرخ چہرے کے ساتھ کہنے لگی تو عیس ہمدانی اسکے سر کو چومتے ہوئے قہقہ لگا گئے۔ مہر ماہ کو اپنی بہو بنانے کی خواہش تو انکی شروع دن سے تھی۔ لیکن اپنی مرضی کرنے کی بجائے انہوں نے بچوں کے بڑے ہونے کا انتظار کیا تھا۔ کیونکہ وہ کوئی بھی فیصلہ اپنے بچوں پر تھوپنا نہیں چاہتے تھے۔ اور پھر جب فارس، کبیر اور ایشام کے نکاح کے بعد مہر ماہ نے اپنی ڈیمانڈ بتائی۔ کہ اسے اپنے عیس بابا جیسا براؤن پرنس چاہیئے۔ تو یہاں پر آکر عیس ہمدانی اور سنان مصطفیٰ بے بس ہو گئے تھے۔۔

کیونکہ فارس اور شہرام کا قد کاٹھ اور بال تو باپ جیسے تھے۔ لیکن سفید رنگ انکا اپنی ماں پر چلا گیا تھا۔

فارس کی آنکھیں باپ جیسی تو شہرام کی ماں جیسی تھیں۔ پر مہر ماہ کی ڈیمانڈ کے مطابق بلیک مینشن میں ایک لڑکا بھی براؤن نہیں تھا۔ سالوں پہلے کے ایک impossible چیلنج کو پورا کرتے ہوئے شہرام علی نے اپنے باپ کی اکلوتی خواہش کو پورا کر دیا تھا۔ جس کی وجہ سے سب کے چہروں پر الگ ہی خوشی کی چمک نظر آ رہی تھی۔

کھانا کھانے کے بعد سب اٹھ کر لاؤنج میں تھوڑی دیر پہلے ہی آ کر بیٹھے تھے۔ ملازمہ نے سب کو چائے اور کافی سرو کرنا شروع کر دی تھی۔۔ سنان مصطفیٰ

مسلسل اپنے تازہ تازہ بنے ہوئے داماد کو گھور رہے تھے۔۔۔جولاؤنج کے بیچوں وبیچ کھڑا اب نجانے کیا کرنے والا تھا۔مہر ماہ پوری شان کے ساتھ اپنے باپ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔۔

Dear ladies and gentlemen... Ooo sorry old Lions 🦁 Attention please...!!

زرا اونچی آواز میں بولتے ہوئے شہرام سب کو اپنی جانب متوجہ کر گیا۔جبکہ اسکے الفاظ پر کبیر اور فارس پھر ہنس دیے تھے۔باپ،چاچا کو روسٹ کرنے کا وہ کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دے رہا تھا۔۔

نعمان خان کی فیملی بھی یہاں پر پہنچ چکی تھی۔ کیونکہ شہرام نے اپنے چاچو کو کسی ضروری ڈسکشن کا کہہ کر بلا لیا تھا۔ فاتح میوزک سسٹم کو سنبھالے کھڑا تھا۔

میں نے آپ سب کو یہاں پر اس لئے اکھٹا کیا ہے۔ کیونکہ میری ہونے والی بیوی چاہتی ہے۔۔ کہ میں اسکو سب کے سامنے رومانٹک طریقے میں پرپوز کروں۔۔ تو بس یہ گول میز کانفرنس اسی صورت میں لگائی گئی ہے۔۔۔ !!

آگے بڑھ کر مہر ماہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچتے ہوئے شہرام نے ایک دم سے اسے اپنے ساتھ کھڑا کر لیا تھا۔ مہر ماہ تو بس اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔ آج وہ ایک کے بعد ایک چھکے چھڑا رہا تھا۔

اسکے الفاظ پر مہر ماہ کا دل زوروں سے دھڑکنا شروع ہوا تو دھڑکتا ہی چلا گیا۔۔

کیا وہ سچ میں سب کے سامنے اسے پرپوز کرنے والا تھا۔۔۔؟ وہ تیز ہوتی

دھڑکنوں کے ساتھ سوچتی چلی گئی۔۔۔ شہرام کے الفاظ پر سب متاثر کن انداز

میں اسے دیکھنے لگے تھے۔۔۔

یہ کمینا کتنا چھپا رستم نکلا ہے یار۔۔۔!! اس کو اپنے سسر کو پٹا لینے دو۔۔! پھر

اسکی گردن کو میں جکڑتا ہوں۔۔۔!! شہرام کی لوسٹوری جان کر ارسل شاکڈ

انداز میں ایشام کی طرف جھکتے ہوئے سرگوشی کر رہا تھا۔ جس پر وہ ہنسی دباتے

حامی بھر گیا۔ اتنا بڑا سچ چھپانے پر وہ شہرام علی کو بخشنے والے تو نہیں تھے۔۔

میں کیسے مان لوں۔۔! کہ تم سچ میں میری بیٹی کی ڈیمانڈ پوری کرنے کے لیے

گورے سے براؤن ہو چکے ہو۔۔۔! صرف تمہاری شکل کے رنگ پر کوئی بھی

فیصلہ کرنا مشکل لگ رہا ہے۔۔۔!! ٹانگ پر ٹانگ رکھتے ہوئے سنان مصطفیٰ پورے رعب سے بولے تھے۔۔ جس پر شہرام آبرو آچکا چکا تھا۔۔

میری سب بہنیں پلیز ایک منٹ کے لئے آنکھیں بند کر لیں۔۔!! اپنی شرٹ کو ہاتھ میں جکڑتے ہوئے شہرام نے گھومتے ہوئے سب سے کہا تو وہ کھلکھلا کر آنکھوں پر ہاتھ رکھ گئیں۔ جبکہ گل ناز کی چمکتی آنکھیں تو مزید بڑی ہو گئیں تھیں۔۔ وہ سمجھ گئی تھی۔ کہ اسکا دیور پلس بھائی شرٹ اتار کر اپنی باڈی دیکھانے والا ہے۔ اپنے ہینڈسم دیور کو دیکھنے کا موقع وہ مس نہیں کر سکتی تھی۔ اس لئے اسے آنکھیں بڑی کرتا دیکھ کر فارس نے دانت پیس لیے تھے۔

شہری رکو۔۔!! ناز شرافت سے آنکھیں بند کرو۔۔۔!! شہرام کو روک کر فارس نے رعب سے بولتے ہوئے ناز کو حکم دیا تو وہ ناک چڑھا کر ہونہہ کر

گئی۔۔۔ جس کے بدلے میں فارس جارہانہ انداز میں خود کھڑا ہو کر اسکی طرف بڑھا تھا۔۔

فارس کو اپنی جانب آتے دیکھ کر ناز کے اوسان خطا ہونے کی بجائے ضد پر اڑے چکے تھے۔۔اس سے پہلے کہ وہ اٹھ کر کسی پناہ گاہ میں قیام کرتی جب فارس نے پھرتی سے اسکا بازو جکڑتے ہوئے واپس اپنی جگہ پر بٹھا دیا۔

فارس تمیز کا مظاہرہ کرو۔۔۔! فارس کو ناز کی آنکھوں پر خود زبردستی ہاتھ جماتے دیکھ کر ضرار پاشا نے بے اختیار اسے ٹوکا تھا۔۔۔جو فارس نے بالکل ان سنی کر دیا۔

فارس کے اشارے پر شہرام نے ایک جھٹکے میں شرٹ اتارتے ہوئے اپنے ہونے والے سسر کو اپنی براؤن باڈی کا دیدار کروایا تو مشعل ہمدانی اور ائرہ

کاظمی جاں نثار ہوتے شہرام کی نظر اتارنے لگیں۔ جبکہ سب کے سامنے اسے شرٹ اتارتے دیکھ کر مہر ماہ تو تانبے کی سرخ پڑ چکی تھی۔

پیارے سسر جی۔۔۔!! ہو گئی آپکی تسلی۔۔۔؟؟ اپنے پھولے مسلز دیکھاتے ہوئے شہرام نے معنی خیزی سے سنان مصطفیٰ کو مخاطب کیا۔ جو اچھنبے سے اسے دیکھ رہے تھے۔ کیا سچ میں انکی بیٹی کی خواہش پوری کرنے کے لیے وہ یہ سب کر کے آیا تھا۔ سنان مصطفیٰ حیرت میں غرق ہوتے سامنے کھڑے اپنے بھتیجے کو دیکھ رہے تھے۔ جس کا سفید رنگ ہلکا ہلکا براؤن ہو چکا تھا۔۔۔

ہیزل براؤن شرارتی آنکھوں پر اسکا بے پرواہ انداز بے اختیار انہیں کافی سال پیچھے لے گیا۔ جہاں اسی حلیے میں ایسی ہی شرارتی آنکھوں میں عیس علی ہمدانی

انکے سامنے کھڑا ہوتا تھا۔ شہرام میں اپنی یادوں کی جھلک دیکھ کر وہ مسکرا دیے تھے۔اس وقت ان کے دل میں عجیب سے احساس پیدا ہو رہے تھے۔۔

تو بات یہ ہے۔ کہ دلہن کی ڈیمانڈ کے مطابق میں نے اسے رومانٹک طریقے میں پرپوز کرنا ہے۔ جو کہ میوزک لگا کر ہی ہو سکتا ہے۔ پر جیسے کہ ہم خالص "پنجابی" ہے۔اس لئے میں اپنی ہونے والی دلہن کو "ابرار الحق" کا گانا سنا کر پرپوز کروں گا۔۔ !

ٹی شرٹ دوبارہ پہنتے ہوئے شہرام نے انہیں تھوڑا سا آگاہ کرنا ضروری سمجھا تھا۔ بولنے کے ساتھ ساتھ شہرام نے مہر ماہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں قید کیا ہوا تھا۔۔

پر ہم تو پنجابی نہیں ہیں۔۔!!ارسل نے تیزی سے بولتے ہوئے اسکے الفاظ کی نفی کی۔۔جیسے پنجابی سانگ پلے کرنے پر اعتراض کیا جارہا ہو۔۔۔

سالے ایسے تو پھر اس گھر میں پاکستان کے چاروں صوبے بیٹھے ہوئے ہیں۔۔تو کیا اب وہ mashups سانگ لگا کر ڈھمکے لگانا شروع کر دے۔۔!!فاتح نے پیچھے سے تیز آواز میں بولتے ہوئے ارسل کو جھاڑ پلائی۔تو غازی اور باسم ہنستے چلے گئے۔۔

جبکہ ارسل نے خفگی سے منہ بنالیا۔۔پرپوز کرنے کا یہ طریقہ فاتح نے ہی شہرام کو بتایا تھا۔جو کہ شہرام کو بے حد پسند بھی آیا تھا۔۔

شہرام کے اشارے پر فاتح نے لاؤنج کی کچھ لائٹس آف کر دیں تھیں۔

اب صرف ایک لائٹ نے شہرام اور مہر ماہ پر فوکس کیا ہوا تھا۔ سب بے حد excited انداز میں شہرام کو دیکھ رہے تھے۔۔۔ جب فاتح نے اچانک ابرار الحق کا گانا پلے کر دیا۔۔

"Sanu tery naal piyar ho gya.."

میوزک پلے ہوا تو شہرام بوجھل نگاہوں سے مہر ماہ کو دیکھتے ہوئے تیزی سے گھما گیا۔۔

Sanu tery naal piyar ho gya...

SADA Dil beqraar ho gya....

سانگ کے ساتھ lipsing کرتے ہوئے شہرام نے مہر ماہ کی طرف اشارہ کیا۔ تو سب پر شوق نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے ہنس دیے۔ اپنے اشارے

میں وہ صاف سب کو بتانا چاہ رہا تھا۔۔ کہ اسے مہر ماہ کاظمی سے پیار ہو چکا ہے۔ وہ بھی بہت پہلے کا۔۔۔

جبکہ گانا شروع ہوتے ہی وہ جان چکے تھے۔۔ کہ شہرام علی بالکل کوئی چن کر گانا لایا ہے۔

حالانکہ یہ گانا فاتح کا ڈھونڈا ہوا تھا۔۔ مہر ماہ شرمیلی مسکان کے ساتھ اس بے شرم کو دیکھ رہی تھی۔

Dil di gal Kenni chai di ay, Dil wich nai rakhni chai di..

Bool bedeshi booli apni nai pulni chai di.. nai chai di..

اپنی مستی میں ہلکا سا جھومتے ہوئے شہرام نے ساتھ مہر ماہ کو گھمایا تو سب مسمرائز ہوتی نظروں سے اسے دیکھتے چلے گئے۔اپنی مستی میں ہلکا پھلکا ڈانس کرتے ہوئے وہ بے حد خوبصورت لگ رہا تھا۔

آج پہلی بار وہ اسے یوں دیکھ رہے تھے۔شہرام پر قربان ہوتے ایشام،ارسل اور باسم تو ہوٹنگ شروع کر چکے تھے۔۔۔جب شہرام نے اچانک اپنے فائنل الفاظ بول کر مہر ماہ کو ساکت کر دیا تھا۔۔

You don't seem to know..

I love you Baby ..

I can love you more than anybody else ...

I mean it...

Baliye Sanu tery naal piyar ho gya..

SADA Dil beqraar ho gyaa ...

مہر ماہ کی کمر کو ہلکا سا ٹچ کرنے کے بعد اسے گھما کر اپنی طرف کھینچتے ہوئے شہرام اچانک گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اسکی خوبصورت نیلی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہنے لگا تو وہ سانس لینا بھول گئی۔۔ہیزل براؤن آنکھیں خود میں ان گنت جذبات لیے نیلی آنکھوں سے زندگی کا سفر طے کرنے کے لیے پوچھ رہی تھیں۔۔

شہرام کے اس انداز پر کبیر اور فارس اس قدر جاں نثار ہوئے۔کہ انہوں نے کھڑے ہوتے اسکے سر پر سے پیسے وارنے شروع کر دیے تھے۔جبکہ باقیوں کی ہوٹنگ اپنی جگہ پر قائم تھی۔اس مستی میں جھومتے ہوئے وہ انہیں لگ ہی

اتنا خوبصورت رہا تھا۔ کہ بے اختیار وہ اسکی نظر اتارنے پر مجبور ہو چکے تھے۔۔ جبکہ بڑے بھی کافی خوش نظر آرہے تھے۔۔

مہر ماہ نے حامی بھرنے والے انداز میں شہرام کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ رکھا تو اسکے اقرار کرنے پر لاؤنج میں پھر شور اٹھتا چلا گیا۔ جب شہرام بھرپور مسکراتے ہوئے سینے میں بٹکتے ہوئے دل کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔۔۔

Dunia ko poch le, Dil ko poch ly sary Jahan to, tich button wrgi lgdi Teri Meri jori soniye...

Apny Des di ticket kta, tenu Sach piyar dawa ga...

Sheikh Spear pull jayen gi tenu Waris Shah samjawa ga ..

شہرام نے ہنستے ہوئے گانے کے اگلے بول بولے تو مہرماہ شرماتے ہوئے جا کر کبیر کے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔اسکے شرمانے پر خوشی سے نعرہ لگاتے ہوئے فاتح بھی اگلا گانا سیٹ کرتے ہوئے میدان میں آ گیا تھا۔

سیلینہ کو سمجھ کچھ بھی نہیں آ رہی تھی۔۔پر وہ پہلی بار فاتح کے یوں بدلے ہوئے انداز دیکھ کر حیران تھی۔۔۔

گانا بدلا تو فاتح اور شہرام نے ایک ساتھ تیزی سے بھنگڑا ڈالنا شروع کر دیا۔کبیر اور فارس ہنستے ہوئے جا کر پھر بیٹھ گئے تھے۔۔گانا اب بھی ابرار الحق کا ہی تھا۔۔

Assa Teri gal krni.. gal krni ay dady naal... Assa Teri gal krni...

بالکل سیم سٹیپ لیتے ہوئے انہوں نے لپسنگ کرتے ڈانس شروع کیا۔تو سب سحر زدہ ہوتے انہیں دیکھ گئے۔۔

مہر ماہ تو جا کر اپنے ڈیڈ کے پاس بیٹھ گئی تھی۔جو ہنستے ہوئے اسکا ماتھا چوم گئے تھے۔بے شک شہرام اپنے سسر اور ہونے والی بیوی کو منانے میں کامیاب ہو چکا تھا۔۔پر فاتح نے جو گانا اب لگایا تھا۔اس کا سوگ ہی الگ تھا۔یہ سوگ اتنا الگ تھا۔کہ شہرام اور فاتح نے آگے بڑھ کر باقیوں کو اپنے ساتھ کھڑا کر دیا۔۔۔۔۔

باسم، ارسل اور ایشام کو وہ دونوں اپنے ساتھ لاؤنج میں کھینچ چکے تھے۔ جبکہ بڑے بھائیوں کو ہاتھ لگانے کی جرات نہیں ہوئی تھی۔ تو کھڑوس بیرسٹر غازیان پاشا انکو گھور کر وارننگ دے گئے تھے۔۔

گانے کے ساتھ سب نے ایک ساتھ ہلکا پھلکا بھنگڑا ڈالنا شروع کیا تو انکی مائیں خوشی سے پھولے نہ سماتے کھڑے ہو کر اپنے شہزادوں پر پیسوں کی بارش شروع کر گئیں۔

ارسل ہنستے ہوئے باتوں میں مصروف تھا۔ جب اچانک اسکے موبائل پر میسج کی بیپ ہوئی۔ اس نے چونکتے ہوئے اپنا موبائل نکال کر دیکھا تو ایمرجنسی کا میسج دیکھ اسکی مسکراہٹ پل میں سمٹی تھی۔ وہ یک دم کھڑا ہوتا موبائل کو دیکھنے لگا

تھا۔اسکے یوں اچانک کھڑا ہونے پر باقی بھی باتیں چھوڑ کر اسکی جانب متوجہ ہو گئے۔۔

کیا ہوا چھوٹے خان۔۔۔؟؟فارس نے تشویش سے اسکا سنجیدہ انداز دیکھا تھا۔۔۔

بھائی انڈیا نے ہمارے ملک پر اٹ-یک کر دیا ہے۔ائیر فورس والوں نے ایمر جنسی میں ہم سب کو واپس بلایا ہے۔۔!موبائل سے زرا کی زرا نظریں ہٹا کر ارسل نے سپاٹ چہرے کے ساتھ انہیں بتایا تو سب ہی بے یقینی سے چونکتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔۔

ایسے کیسے ہو سکتا ہے۔۔!!وہاج صدیقی بے اختیار بول گئے۔۔۔

ایسا ہو چکا ہے بڑے بابا۔۔۔!مجھے ابھی واپسی کے لئے نکلنا ہو گا۔

Because The war has been started...!!

سرد لہجے میں بولتے ہوئے ارسل نے جواب دیا تھا۔ جو سب کو چونکا کر رکھ چکا تھا۔۔ اتنے دنوں سے جو مذاق چل رہا تھا۔ بلا آخر اس نے حقیقت کا روپ دھار ہی لیا تھا۔۔

سب کو انفارم کرنے کے بعد ارسل افراتفری میں نکلنے لگا تو کبیر اور فارس اسے روکتے ہوئے ساتھ نکل گئے۔ وہ اسے خود واپس چھوڑنے کے لیے ساتھ جانے والے تھے۔۔۔

ملک کے حالات چونکہ اچانک سے بہت خراب چکے تھے۔۔ایسے میں ملک کا ہر سپاہی ایمر جنسی میں باڈر کی طرف جارہا تھا۔ یہاں تک کہ جو آفیسرز چھٹی پر گئے ہوئے تھے۔

کال کر کے انکو بھی بلا لیا گیا تھا۔ سب اپنے گھروں کو چھوڑ کر ملک کی حفاظت میں سیسہ پلائی کی دیوار بن کر باڈر پر کھڑے ہونے والے تھے۔ کیونکہ دشمن نے انکے وقار، انکی غیرت پر وار کرنے کی جرات کی تھی۔ رات کے اندھیرے میں بھا-رت نے بزدلوں کی طرح حملہ کر کے اپنی اوقات دیکھادی تھی۔ ایسے میں سب فکر سے ہلکان ہورہے تھے۔ کیونکہ خبر ملی تھی۔ کہ اس حملے کی وجہ سے کچھ بچے بھی شہید ہو چکے ہیں۔ ملک میں افراتفری کی حالت زور پکڑتی جارہی تھی۔۔

پر اس صورتحال میں بھی سب کو اپنی جان کی پرواہ نہیں تھی۔ کیونکہ شاید پاکستان دنیا کا وہ واحد ملک ہے۔ جہاں جنگ کی صورتحال میں لوگ اپنی جان کی پرواہ کرنے کی بجائے ایک دوسرے کی فکر میں ہلکان ہو رہے تھے۔۔

ایسے میں ارسل خان بھی اپنا یونیفارم پہنے واپسی کے لیے نکل چکا تھا۔ بس فرق اتنا تھا۔ کہ وہ یونیفارم پہنے ملک کا سپاہی لگ رہا تھا۔ تو باقی سول کپڑوں میں اسکے جانشین معلوم ہو رہے تھے۔ عام کپڑوں اور وردی کے فرق نے بس انکو جدا رکھا ہوا تھا۔ ورنہ اس وقت ہر عام شہری بھی باڈر پر جانے کے لیے تیار بیٹھا تھا۔

کیونکہ انڈ- یانے چوروں کی طرح حملہ آور ہو کر انکی غیرت کو للکارا تھا۔۔

آسلام آباد کی سڑکوں پر ایک کے بعد ایک گاڑی تیز رفتار میں آگے بڑھ رہی تھی۔ ارسل خان بڑے بھائیوں کی گاڑی میں بیٹھا تھا۔ توفاتح اور شہرام اپنی سپورٹ کار میں تھے۔ جبکہ پچھلی گاڑی میں غازیان، باسم اور ایشام موجود تھے۔ پہلے تو صرف کبیر اور فارس ہی ارسل کو چھوڑنے کے لیے جانے والے تھے۔ لیکن جب صورتحال کا مکمل طور پر اندازہ ہوا۔ تو باقی سب بھی انکے ساتھ نکل آئے تھے۔ کیونکہ وہ ہرگز بھی ارسل کو اکیلے نہیں جانے دے سکتے تھے۔

شہرام نے ڈرائیو کرتے ہوئے ونڈو سے ہاتھ باہر نکالتے ہوئے پاکستان کا جھنڈا لہرایا۔ توفاتح پوری قوت لگاتے ہوئے نعرہ تکبیر بول گیا۔ اسکے نعرے کے جواب میں غازی، باسم اور ایشام نے یک زبان ہوتے جواب دیا تھا۔ بے شک اس وقت حالات نازک تھے۔ لیکن عوام یہ نعرے بازی کرتے مخالف کو

صاف بتا رہی تھی۔ کہ وہ کسی صورت بھی ڈریں گئے نہیں، اور نہ ہی گھبرائیں گئے۔ بلکہ دشمن کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دیں گئے۔۔

انکے نعروں پر گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا ارسل خان مدھم سا مسکرا دیا تھا۔ ائیر فورس کے نیلے یونیفارم میں سر پر کیپ پہنے وہ دیکھنے والوں کو ٹھہرا دینے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ پٹھانوں جیسی سفید و سرخ رنگت پر گرے آنکھیں خود میں ہی بے شمار ذہانت چھپائے ہوئے تھیں۔ جذبات کی سرخی سے ارسل خان کی آنکھیں ضبط سے سرخ پڑتی جا رہی تھیں۔ ہر پاکستانی کی طرح اسکا بھی ضبط سے برا حال ہو رہا تھا۔ یہ سوچ ہی خون کھولنے کا سبب بن رہی تھی۔ کہ دشمن انکے ملک میں گھس کر حملہ کر کے چلا گیا۔ اور وہ بے خبر رہے۔ بے شک یہ مخالف کی بزدلی تھی۔ جس نے رات کے اندھیرے کو استعمال کیا تھا۔ لیکن عوام میں اشتعال بڑھتا جا رہا تھا۔

انکے نعرے بازی پر ارسل نے محبت سے مسکراتے ہوئے اپنی سائیڈ کا شیشہ نیچے کرتے انکو دیکھنا چاہا تھا۔ جبکہ آگے بیٹھے کبیر اور فارس بھی مسکرا دیے تھے۔

ارسل پر نظر پڑتے ہی شہرام اور فاتح نے دل پھینک عاشق بنتے اسکی طرف فلائنگ کس اچھالی۔ تو ارسل خان برا سا منہ بناتے انکو دیکھ گیا۔

یہ کبھی نہیں سدھرے گئے۔۔! کبیر ہنستے ہوئے بولا تھا۔

بھائی میری طرف کا شیشہ اوپر کر دیں۔۔!! ورنہ یہ دو چول مجھے نظر آتے رہے گئے۔۔۔! سیٹ سے ٹیک لگاتے ہوئے ارسل خان نے لاڈ سے کہا تھا۔ جس پر فوراً عمل کرتے فارس نے بٹن دباتے ہوئے شیشہ اوپر کر دیا۔

کرنے کو وہ خود بھی اوپر کر سکتا تھا۔۔ لیکن بڑے بھائیوں کو لاڈ و پیار دیکھانے کا بھی اپنا ہی مزہ تھا۔ارسل خان عقیدت سے آگے بیٹھے ہوئے انسانوں کو دیکھ کر سوچ گیا۔ لیکن پھر اگلے ہی پل اسکی آنکھیں نم ہونے لگی تھیں۔ جن کو اس نے تیزی سے چھپالیا تھا۔۔۔

اسی جوش و جذبے کے ساتھ مزید دس منٹ کی ڈرائیو کے بعد وہ لوگ بیس پر پہنچ چکے تھے۔۔۔

بیس کے سامنے آکر گاڑیاں رکیں۔ تو ارسل خان ائیر فورس کے نشان کو دیکھتے فوراً گاڑی سے باہر نکل آیا تھا۔اسکا دل و دماغ بس دشمن کو تباہ کرنے پر تلا ہوا تھا۔

ارسل کے باہر نکلتے ہی باقی سب بھی باہر نکل آئے تھے۔۔

کبیر اور فارس نے محبت ولاڈ سے اپنے چھوٹے بھائی پر نظر ڈالی۔ جو اپنے قد آور وجود میں یونیفارم پہنے انکو بے حد پیارا لگ رہا تھا۔۔ انکے خود کی طرف دیکھنے پر ارسل خان کی آنکھیں ضبط سے سرخ ہونے لگیں۔ تو کبیر اور فارس نے اشارہ کرتے اسے پاس بلایا۔۔

انکے اشارے پر ارسل خود سے ضبط کھوتے تیزی سے انکی طرف بڑھتا ایک ساتھ ان دونوں کے گلے لگ چکا تھا۔۔ باقی سب بھی انکے قریب آ گئے تھے۔۔۔

بھائی. میں.. آپ کو بہت مس کروں گا۔۔۔!! ضبط سے چور ہوتے ارسل خان کی نم آواز بامشکل انکو سنائی دی تھی۔ جس کو سنتے ان سب کی آنکھیں نم ہو چکی تھیں۔ اسے خود سے جدا کرنا آسان نہیں تھا۔ وہ ابھی اس صورتحال

میں جب پتہ ہو۔ کہ آپکی واپسی ممکن ہو گی یا نہیں۔۔!! آپ دوبارہ اپنوں سے مل پائیں گئے یا نہیں۔۔! پھر کیاان شفقت بھری آغوش میں سر رکھ پائیں گئے بھی نہیں۔۔۔!! زندگی اپکو دوبارہ موقع دے گی یا پھر آپ عظمت سے خود کو ملک پر قربان کرتے ہمشیہ کے لئے فنا ہو جائیں گئے۔۔!!

گھر میں سب سے ملتے ہوئے وہ ایک پل کے لئے بھی نہیں ڈگمگایا تھا۔ یہاں تک کہ ماں اور بہن کو ملتے ہوئے انکو بے شمار تسلیاں دے کر آیا تھا۔ کہ وہ واپس لوٹ کر آئے گا۔ اپنی خانم ماں (علیزے خان) کے آنسو صاف کرتے وعدہ کر کے آیا تھا۔ کہ انکا چھوٹا خان ضرور واپس آئے گا۔

نعمان خان سے ملتے ہوئے جب اسکے جذبات ایک دم حاوی ہونے لگے. تو ارسل خان نے بے خود ہوتے باپ پر اپنی گرفت مضبوط کر دی تھی۔

بے شک نعمان خان بھی بلیک گینگ کے ساتھ ہیڈ کوارٹر جانے والے تھے۔ لیکن بیٹے کو ملتے ہوئے نجانے کیوں انکا مضبوط دل کانپنے لگا تھا۔ لیکن پھر ہر چیز کو سائیڈ پر رکھتے نعمان خان نے بیٹے کو دشمن سے جان توڑ مقابلہ کرنے کا وعدہ لیا تھا۔۔

انہوں نے وعدہ لیا تھا۔۔ کہ وہ دشمن کو تباہ کرے گا۔۔ارسل خان نے ہر وعدہ قبول کیا تھا۔

لیکن اب بڑے بھائیوں کے سامنے وہ چھوٹا بچہ بن چکا تھا۔ وہ بچے جو بچپن میں ہر مشکل اور پریشانی میں بڑے بھائیوں کے سینے میں چھپ جاتے تھے۔ وہ مضبوط چٹان جیسے تھے۔۔ لیکن صرف اکیلے میں۔۔ کیونکہ فارس ہمدانی اور

کبیر خان کے لئے وہ آج بھی پہلے جیسے بچے تھے۔ان دو انسانوں کے سامنے وہ مضبوط نہیں ہوتے تھے۔۔

چھوٹے خان۔۔۔!! کبیر کا بازو بیچ میں سے نکالتے ہوئے فارس نے اسکے چوڑے وجود کو اپنی گرفت میں لیتے خود میں شدت سے بھینچا۔تو ارسل بھی بھیگتی آنکھوں سے فارس کے سینے میں چھپ گیا۔۔۔۔

آج پہلی بار ایسا کوئی لمحہ آیا تھا۔جو ان سب کے دل مٹھی میں لے چکا تھا۔باسم جو بے حد سینسیٹو تھا۔ارسل کی طرف دیکھتے اسکا بھی ضبط ٹوٹا تو کبیر نے آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگا لیا۔۔۔

بھائی اسکو بولیں۔۔!پلیز ایسا کچھ بھی مت کہہ کر جائے۔کہ اسکی غیر موجودگی میں ہمارا سانس لینا بھی مشکل ہو جائے۔۔۔!ارسل کے الفاظ سے

نظریں چراتے ہوئے باسم بے بسی سے گویا ہوا تھا۔اسکی گولڈن آنکھیں بھی بھیگتے ہوئے سرخ پڑ چکی تھیں۔

نہیں بولے گا وہ باسم۔۔۔!! شش۔۔۔!! باسم کو خود میں بھینچ کر کبیر نے محبت سے اسکے بال سنوارتے ہوئے اسے تسلی دی تھی۔۔۔فاتح، شہرام، غازیان اور ایشام بس حوصلہ کرنے کی کوشش میں تھے۔۔

چھوٹے خان یہاں دیکھو میری طرف۔۔!! فارس نے اسکا چہرہ سینے سے نکالتے ہوئے سامنے کیا تو اسکے چہرے پر اذیت دیکھتے وہ بھی تکلیف سے دوچار ہوتا چلا گیا۔۔۔

تم ہمارے بہادر بھائی ہوں نا۔۔!! پھر ایسا کیوں۔۔۔!! اسکی نم گرے آنکھوں کو صاف کرتے فارس بے بسی سے گویا ہوا تھا۔۔۔

جان جانے سے ڈر نہیں لگتا بھائی۔۔۔!! آپ لوگوں کو کھو دینے کا ڈر جان جانے سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔۔! میں اس زندگی میں آپ لوگوں سے محروم نہیں ہونا چاہتا بھائی۔۔۔!! میری سانسیں صرف اس سوچ میں رک رہی ہیں۔ کہ کہیں میں آپ لوگوں سے محروم نہ ہو جاؤں۔۔۔! اگر ایسا ہوا تو میں شہید ہونے کے بعد بھی آپ لوگوں کے لئے تڑپتا رہوں گا۔۔۔ !

فارس کے ہاتھ کو چومتے ہوئے ارسل خان مدھم سا مسکراتے ہوئے جواب میں بول نہیں رہا تھا۔ بلکہ انکے دل چیر رہا تھا۔ فارس سانس روک چکا تھا۔ انکی محبت آپس میں ایسی ہی تو تھی۔

کیوں ایسے بول کر ہمیں خود سے پہلے مارنا چاہتے ہو تم ارسل۔۔۔!! اسکے اس قدر جذباتی الفاظ پر غازیان کی بس ہوئی۔ تو غصے سے بولتے اسے جھنجھوڑ گیا۔

جس کی جواب میں ارسل نے بس مسکرانے پر اکتفا کیا تھا۔اور پھر آگے بڑھ کر ان سب کو باری باری گلے لگانے لگا۔۔۔

بھائی وہ بس ایمو شنل ہو کر ایسا بول رہا ہے۔پلیز ایسے ہمت نہیں چھوڑیں۔۔۔! بڑے بھائی کو ساکت ہوتے دیکھ کر غازیان جلدی سے فارس کی طرف بڑھا تھا۔۔جو ارسل کے الفاظ پر بت بن چکا تھا۔۔۔

بھائی، بھائی۔۔۔وہ واپس لوٹ کر آئے گا نا۔۔! پلیز ایسے نہیں کریں۔۔۔! باسم بھی ہوش میں آتے فارس کے قریب آگیا۔غازیان اور باسم ایک دوسرے کو پریشانی سے دیکھنے لگے تھے۔وہ سب ہی جانتے تھے۔۔کہ انکے بڑے بھائی ان سب کے لیے کس قدر سینسیٹو اور جنونی ہیں۔اس لئے فارس کو سٹل کھڑے دیکھ کر انکی جان جا رہی تھی۔۔

بھائی یہ الو کا پٹھا صرف آپ سے زیادہ پیار بٹورنے کے لیے ایسی بکواس کر رہا تھا۔۔آپ کیوں اسکو سریس لے رہے ہیں۔۔۔!! فاتح آگے بڑھ کر جلدی سے فارس کے سینے سے لگ کر کہنے لگا تھا۔

اور ساتھ ہی ارسل کو مصنوعی گھوری سے نوازنا نہیں بھولا تھا۔۔فاتح کے الفاظ پر فارس نے ضبط سے آنکھیں بند کرتے انکی طرف دیکھا۔تو وہ سب ہی تسلی دیتے ایک ساتھ اسکے سینے سے لگ گئے۔۔تاکہ اسکے جلتے دل کو سکون پہنچا سکیں۔جو ارسل کی باتوں پر دھڑکنا بھول چکا تھا۔۔

چھوٹے خان یہاں میری طرف دیکھو۔۔!! سب سے ملنے کے بعد ارسل، کبیر خان کی طرف آیا تو اسکی جھکی نظروں کو دیکھتے ہوئے کبیر نے رعب سے

بولتے ہوئے اسے اوپر دیکھنے کا حکم دیا تھا۔اسکا حکم بجالاتے ہوئے ارسل نے اگلے ہی پل اپنی آنکھیں اٹھا کر بڑے بھائی کی طرف دیکھا۔۔۔

تمہاری پہلی پروان دیکھنے کے بعد تمہیں فضاؤں کا ہیرو کہا تھا۔۔۔! پھر کیا ایسے اچھا لگتا ہے۔کہ یہ ہیرو ایسی باتیں کرے۔۔۔! ارسل کے چہرے کو ہاتھوں میں بھرتے ہوئے اسکے ماتھے کو چوم کر کبیر پیار سے پوچھ رہا تھا۔۔۔

بھائی۔۔!!اگر یہ۔۔ہیرو واپس نہ لوٹا تو۔۔۔؟؟کبیر کے ہاتھوں کو تھامتے ہوئے ارسل نے دوبارہ اپنے سابقہ الفاظ دہرانے چاہے ہی تھے۔جب کبیر نے جلدی سے اسے ٹوک دیا۔۔

شششش۔۔۔!!ایسے الفاظ بھول کر بھی اپنی زبان سے مت نکالنا چھوٹے خان۔۔۔!!تم لوٹ کر آؤ گئے۔۔!میرا دل،میرا ایمان کہتا ہے۔کہ تم

صرف لوٹ گئے نہیں، بلکہ فتح یاب ہو کر آؤ گئے۔۔۔! اسکے ماتھے کے ساتھ ماتھا ٹکاتے ہوئے کبیر خان گھمبیر آواز میں بول رہا تھا۔ بڑے بھائی کے الفاظ پر ارسل کا دل بھی ایک دم سے دھڑکنے لگا تھا جس کے بدلے میں اس نے مسکراتے ہوئے کبیر کے ہاتھوں پر ہونٹ رکھنے کے بعد اسکے سینے سے لگ گیا۔۔

ایشام جو سپاٹ چہرے کے ساتھ ایک طرف کھڑا تھا۔ کبیر کی نظر اس پڑی تو اسکا بے تاثر چہرہ دیکھ کر ہنستے ہوئے اسے پاس بلایا۔ ارسل اور ایشام چونکہ سب سے چھوٹے تھے۔۔ ایسے میں انکے لاڈ اور نخرے باقیوں سے زیادہ اور الگ بھی ہوتے تھے۔۔ جیسے ابھی وہ ناراضگی سے ایک سائیڈ پر بالکل خاموش کھڑا تھا۔

کبیر کے اشارے پر ایشام اسی چہرے کے ساتھ زرا قریب آیا۔ تو فارس نے ہنستے ہوئے سب کو پیچھے کر کے اپنے چھوٹے شہزادے کو سینے سے لگا لیا تھا۔۔۔

آپ دونوں مجھ سے بالکل بھی پیار نہیں کرتے ہیں۔۔۔!! فارس کے سینے میں چہرہ چھپاتے ہی ایشام کا بچوں سا شکوہ سنائی دیا تو سب قہقہ لگاتے چلے گئے۔۔۔

یہاں جنگ کا سماں چل رہا ہے۔ اور اس روٹھی دلہن کے اپنے ہی مسلے ہیں۔! شہرام جان بوجھ کر اسے تنگ کرنے کی غرض سے بولا تھا۔ پر جواب میں ایشام خاموش تھا۔۔ کیونکہ وہ سچ میں ناراض تھا۔ وہ کب سے آپس میں ہی لگے ہوئے تھے۔ اسے بالکل نظر انداز کیا ہوا تھا۔۔

تم سب ہماری جان ہو۔۔! اور سب سے پیاری و چھوٹی جان تو ہماری ارسل اور ایشام ہیں بھئی۔۔!! اسکے شکوے پر نثار ہوتے فارس نے ایشام کے بالوں کو چومتے ہوئے جواب دیا تو ایشام کے تاثرات کچھ نرم ہوتے چلے گئے۔۔ارسل، کبیر کے تو ایشام، فارس کے گلے لگا کھڑا تھا۔۔۔

پکی بات ہے نا۔۔؟ کہ آپ دونوں مجھ سے زیادہ پیار کرتے ہیں۔۔!! ان نمونوں سے نہیں۔۔۔!! فاتح، شہرام، باسم اور غازیان کی طرف اشارہ کرتے ایشام نے ناک چڑھا کر یقین دہانی چاہی۔ تو وہ ہنس کر حامی بھر گئے۔ جس پر ایشام پر سکون ہوتے مزید شدت سے فارس کو ہگ کر گیا۔۔

ایسے ہی کھٹی، میٹھی باتوں میں سب سے ملنے کے بعد ارسل خان اپنے مشن کی طرف روانہ ہو چکا تھا۔ اسکے اندر جاتے ہی بیس کا دروازہ بند ہوا۔ تو سب اسکی

سلامتی کی دعائیں مانگتے ہوئے بیس کے دروازے کو امید بھری نظروں سے دیکھنے کے بعد گاڑیوں کی جانب واپس مڑ گئے۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اپنے کمرے کی کھڑکی میں وہ اضطرابی کیفیت میں کھڑا تھا۔اسی کیفیت سے دو چار ہوتے مسلسل سگریٹ پینا بھی جاری تھا۔ارسل کو چھوڑنے کے بعد وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی گھر واپس آئے تھے۔رات کے بارہ بج رہے تھے۔۔

وہ یہ ہی سمجھ رہا تھا۔کہ انکے گھر پہنچنے تک اسکے باپ، چاچا بھی جا چکے ہوں گئے۔لیکن بلیک گینگ ابھی تک گھر پر ہی موجود تھی۔

غازیان کا دل و دماغ مسلسل ٹیبل پر ہونے والی گفتگو میں الجھا ہوا تھا۔کچھ دن پہلے جب سب کو اسکی ماہ پارہ کے لیے پسندیدگی کے بارے میں معلوم ہوا تھا۔

تواس رات شہرام نے اسکے سر پر یہ ہی دھماکا کیا تھا۔۔ کہ انکے بڑے بابا ماہ پارہ کا رشتہ کرنے کا سوچ رہے ہیں۔اور دھماکہ سچ میں غازیان کے دل ودماغ پر زور سے لگا تھا۔

فاتح نے چونکہ اس بارے میں شہرام سے سرسری ساذکر کیا تھا۔اس لئے وہ اس بارے میں جانتا تھا۔اور وقت رہتے شہرام نے اس رات پھر غازیان کو بھی باخبر کر دیا تھا۔کہ وہ وقت رہتے اپنے لئے کچھ کر لے۔ورنہ پھر دوسرا آپشن محبت کی شادی میں کرسیاں لگانے کا ہی رہ جانا تھا۔۔

غازی کا دل تو مسلسل اس سوچ میں اس دن سے الجھا ہوا تھا۔۔

کیا سچ میں بڑے بابا ماہا کا رشتہ میر پور میں کر دیں گئے۔۔۔؟ کیا بڑے بابا اپنے بھائی کو میرے لئے منع کر پائے گئے۔۔۔؟؟ کیا بڑے بابا کو اپنا بھتیجا مجھ سے زیادہ عزیز ہو گا۔۔۔؟ ایسے کتنے ہی سوال تھے۔ جو غازیان کے دل و دماغ پر ہتھوڑے کی طرح ضربیں لگاتے جا رہے تھے۔۔ لیکن پھر اگلے ہی پل تیش سے سگریٹ بجھاتے ہوئے وہ مڑا تھا۔۔۔

میں اپنا موازنہ ہر گز بھی کسی کے ساتھ نہیں ہونے دوں گا۔۔ ماہ پارہ صرف میرے نام لکھی جائے گی۔۔۔!! اپنی اہمیت خود پر ہی جتاتے ہوئے غازیان باتھروم کی جانب بڑھ گیا۔ تاکہ ماؤتھ واش کر سکے۔ کیونکہ اسے ابھی کہ ابھی اس بارے میں سلطان احمد خان سے بات کرنی تھی۔ وہ ہر گز بھی مزید انتظار پر لٹک کر خود کو ان اذیت دیتی سوچوں میں جھونک نہیں سکتا تھا۔۔

بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے غازیان سٹڈی روم کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔۔

چہرے پر انتہائی سنگین تاثرات چھائے ہوئے تھے۔۔

سلطان احمد خان چونکہ سٹڈی روم میں تھے۔۔اس لئے انکی موجودگی کی یقین دہانی کرنے کے بعد ہی غازیان بھی تیزی سے انکی طرف بڑھ رہا تھا۔

سٹڈی روم کے سامنے آتے ہی گہری سانس خارج کرتے غازیان نے ہینڈل گھماتے ہوئے دروازہ کھولا تو باسم جو دوسری طرف سے آرہا تھا۔۔کہ بے اختیار ٹھٹک کر رکتا چلا گیا۔غازیان کے تاثرات اسے عجیب لگے تھے۔۔

یہ یہاں پر کیا لینے آیا ہے۔۔۔؟؟اندر تو بڑے بابا۔۔۔! باسم جو خود سے سوال کر رہا تھا۔۔کہ بے ساختہ بڑے بابا کے ذکر پر اسکی زبان کو بریک لگی۔۔خود

سے اخذ کرتے ہوئے اگلے ہی پل باسم سٹڈی روم کے دوسرے دروازے کی جانب تیزی سے بڑھا تھا۔۔۔

جبکہ سلطان احمد خان جو کسی فائل میں الجھے ہوئے تھے۔۔ کہ دروازہ کھلنے کی آواز پر مصروف سے بولے۔۔۔

ہاں وجی بتاؤ۔۔! فائل ملی کہ نہیں۔۔۔؟ سر اٹھاتے ہوئے وہ بولتے ہوئے اچانک رک سے گئے تھے۔ کیونکہ دروازے میں وہاج صدیقی نہیں بلکہ غازیان کھڑا تھا۔۔

غازی تم یہاں۔۔۔؟؟اس پر نظر پڑتے ہی وہ سوالیہ انداز میں اسے دیکھ گئے۔ جبکہ غازیان بے حد سنجیدگی سے انکی طرف بڑھنے لگا۔ غازیان کو الجھے دیکھ کر

سلطان احمد خان کو بے اختیار تشویش ہونے لگی۔ تو وہ جلدی سے فائل بند کر گئے۔۔۔

غازی کیا ہوا میری جان۔۔؟؟ یہاں کیوں بیٹھ رہے ہو۔۔۔؟ غازیان کو اپنے سامنے زمین پر بیٹھتے دیکھ کر وہ تیزی سے بولے تھے۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتا۔ جب بلیک گینگ بھی مصروف انداز میں سٹڈی روم میں داخل ہوئی۔ لیکن سٹڈی روم کا منظر دیکھنے کے بعد وہ وہیں پر حیرانی و نا سمجھی سے رکتے چلے گئے۔ ضرار پاشا بھی بیٹے کو یہاں دیکھ کر آبرو آچکا گئے تھے۔۔۔

بڑے بابا اپکو میں کیسا لگتا ہوں۔۔۔! سب کی موجودگی کو نظر انداز کرتے ہوئے غازیان نے بے حد سنجیدگی سے اچانک غیر معقول سوال کیا تھا۔۔ دوسرے بھی قریب آتے صوفوں پر بیٹھ گئے تھے۔۔

خیر ہے نا۔۔؟آج بڑے بابا کو کس چکر میں پٹایا جا رہا ہے۔۔؟عیس ہمدانی مشکوک نظروں سے غازیان کو دیکھتے ہوئے پوچھ گئے۔۔سلطان احمد خان تو الجھن سے غازیان کی طرف دیکھتے جا رہے تھے۔۔جو پہلی بار یہ سوال پوچھ رہا تھا۔۔

بڑے بابا بتائیں بھی نا۔۔!!میں اپکو کیسا لگتا ہوں۔۔۔؟؟سلطان احمد خان کی توجہ پھر اپنی جانب مبذول کرواتے ہوئے غازیان نے اپنا سوال دہرایا تھا۔

میری جان اس میں پوچھنے والی کیا بات ہے۔۔!تم سب ہمیں ہماری جان سے بھی پیارے ہو۔۔!یا تمہاری تسلی کے لیے یہ کافی نہیں۔کہ ہم سب کی سانسیں تم لوگوں سے ہی جڑی ہوئی ہیں۔۔۔!!غازیان کو ضد سے ایک سوال

ہی کرتے دیکھ کر سلطان مسکرا کر اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے پیار بھرے لہجے سے جواب میں بولے تھے۔۔۔

بڑے بابا یہ نہیں پوچھا تھا۔۔۔! اور نہ باقیوں کا۔۔۔! آپ مجھے بس یہ بتائیں۔ کہ میں اپکو کیسا لگتا ہوں۔۔۔؟ کیا میں اپکو پیارا لگتا ہوں۔۔۔؟ انکے جواب پر مطمئن نہ ہوتے غازیان نے اچھے سے سمجھاتے ہوئے پھر اپنا سوال دہرایا۔۔ سب حیرانی سے اسکا یہ انداز دیکھ رہے تھے۔۔ کیونکہ وہ بے حد سنجیدہ رہنے والا آج یوں اچانک عجیب بی ہیو کرتا انکو حیران ہی تو کر رہا تھا۔۔

ایمان سے بتا پاشا۔۔۔!! کیا تیرے بیٹے نے آج تک یوں پیار سے تجھ سے یہ سب پوچھا ہے۔۔۔؟؟ سنان مصطفیٰ جھکتے ہوئے ضرار پاشا کو مخاطب کر گئے۔ جواب دینے کے لئے ضرار پاشا کے تاثرات ہی کافی تھے۔۔۔

دال میں کچھ کالا نہیں لگ رہا کیا۔۔۔!! غازیان کے رویے سے اخذ کرتے ہوئے وہاج صدیقی بھی پر سوچ انداز میں بول گئے۔۔۔

میری جان کیوں ایسے سوال کر رہے ہو۔ تم مجھے اپنی ان سرمئی آنکھوں میں بے حد پیارے لگتے ہو۔۔!! غازی کو مطمئن کرنے کی کوشش میں سلطان احمد خان نے بے اختیار اسکی خوبصورت آنکھوں کی تعریف کی۔ اور ساتھ ہی ایک نظر اسکی خوبرو شخصیت پر بھی ڈالی۔۔ وہ بیرسٹر غازیان پاشا تھا۔۔ ہر طرح سے قابل تعریف اور سراہے جانے کے قابل۔۔۔

بڑے بابا اگر میں اپکو سب میں پیارا لگتا ہوں۔ تو آپ ماہا کو مجھے دے دیں پلیز۔۔۔!! غازیان نے نرم لہجے میں بولتے ہوئے سلطان احمد خان سے پیار

بھری فرمائش کیا کی تھی۔ بلکہ سب کے سروں پر سٹڈی روم کی چھت ہی گرا دی تھی۔۔۔

ک۔ کیا دے دوں۔۔۔؟؟ سلطان سٹل سا اٹکتے ہوئے اسے پوچھ گئے۔ جو انکے گھٹنوں پر چہرہ ٹکائے بہت امید بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ جبکہ باقیوں کو تو صدمے سے ہوش بھی نہیں آیا تھا۔۔

مجھے آپکی ماہا چاہیئے بڑے بابا۔۔۔! ماہا صرف اور صرف میری دلہن بنے گی۔۔!! پتہ نہیں کب سے لیکن میرے لئے وہ لازم و ملزوم ہو چکی ہے۔ میری سانسیں اس سے جڑ چکی ہیں۔ پلیز مجھے ماہا دے دیں۔۔!! ٹھہرے انداز میں امید بھرے لہجے میں وہ بول رہا تھا۔ اور ساتھ ہی اپنے دل کا حال بھی سنا رہا تھا۔

غازی تم ہوش میں تو ہو۔ کیا بولی جا رہے ہو۔۔۔! ضرار پاشا فوراہوش میں آئے تھے۔ جبکہ عیس ہمدانی، سنان مصطفیٰ اور وہاج صدیقی تو صدمے سے کچھ بول ہی نہیں پا رہے تھے۔ایک کے بعد ایک دھماکے ان پر ہوتے تھے۔۔

میں ٹھیک کہہ رہا ہوں ڈیڈ۔۔۔!! ماہی صرف میری ہے۔مجھے شہری کی طرح سب کو منانا نہیں آتا۔اس لئے صاف صاف بتا رہا ہوں۔ کہ مجھے ماہی سے شادی کرنی ہے بس۔۔۔! بنا مڑے غازیان نے ٹھوس لہجے میں پھر وضاحت کی تھی۔

بیٹا جی اسکو صاف، صاف بتانا نہیں کہتے، بلکہ منہ پھاڑ کر اپنا رشتہ خود لے کر جانا بولتے ہیں۔۔۔! اسکی دیدہ دلیری پر عیس ہمدانی فوراطنزیہ بولنے لگے تھے۔

یہ صحیح ہے بھئی ایک ناچ کر سسر کو منا رہا تھا۔ تو دوسرا پیروں میں بیٹھ کر راضی کر رہا ہے۔ سب کچھ انہوں نے خود ہی کرنا ہے۔ تو ہم ریٹائرمنٹ لے لیتے ہیں۔۔ !

انکے ایک کے بعد ایک ڈرامے پر وہاج صدیقی کی تو بس ہو گئی تھی۔ اس لئے کڑھتے ہوئے بولتے ہی چلے گئے۔۔ جس کو سن کر سلطان تو ہنس پڑے تھے۔۔ غازیان ابھی تک انکی طرف امید بھری نظریں لگائے ہوئے تھا۔۔

میری بیٹی بہت سینسیٹو ہے غازی۔۔۔! وہ لڑنا نہیں جانتی ہے۔ تمہاری بڑی ماما نے اسے بالکل اپنے جیسا نرم بنایا ہے۔ لیکن اب گھر میں وہ صرف تمہارے غصے سے ڈرنے لگی ہے۔۔۔! کیا میری بیٹی کو ڈرا کر رکھا کرو گئے۔۔۔؟

چیئر سے ٹیک لگا کر سلطان غور سے غازیان کی طرف دیکھتے ہوئے لڑکی کے باپ کی طرح سوال کرنا شروع ہو گئے۔۔ باقیوں کو کچھ بھی بولنے سے انہوں نے منع کر دیا تھا۔۔

کچھ دن پہلے جب غازیان نے اسے ڈانٹا تھا۔ تو ماہ پارہ نے روتے ہوئے اپنے ڈیڈ سے اسکی شکایت کی تھی۔ لیکن تب سلطان اسے بہلا گئے تھے۔ لیکن غازیان کے جنونی انداز کی وجہ انہیں آج سمجھ میں آ رہی تھی۔۔

آپ مجھ پر یقین کر کے اسے سونپ دیں بڑے بابا۔۔۔! میری ملکیت میں آنے کے بعد اگر کبھی ماہ پارہ کی آنکھوں سے کسی بھی تکلیف کے مارے آنسو نکلے۔ تو غازیان پاشا کا سر آپکے سامنے تب بھی ایسے ہی جھکے گا۔ پھر آپ سزا

کے طور پر چاہے اس سر کو کاٹ دیں یا جو بھی کریں۔۔۔!! وہ اپکی یا ماہا کی مرضی ہو گی۔۔۔!!

سلطان احمد خان کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے وہ مضبوط لہجے میں ایک ایک لفظ بول رہا تھا۔ جبکہ اسکے سر جھکانے والی بات پر سب بے یقینی سے ایک دوسرے کو دیکھ گئے۔ منہ پھٹ، کھڑوس غازیان پاشا محبت کو پانے کے لیے اپنا سر بھی کٹوانے کو تیار تھا۔۔۔اس لئے حیرانی تو بنتی تھی۔۔

غازیان کے لفظوں پر سلطان احمد خان دل سے مسکرا دیے تھے۔ اپنی بیٹی کے لئے اسکی آنکھوں سے نکلتے جنون کی چنگاریاں انہیں بہت سال پیچھے لے گئی تھیں۔ جب وہ بھی ایسے ہی علیزے خان کے لئے ساری دنیا کو بھلا چکے

تھے۔۔۔اپنا نام، رتبہ، حیثیت، انا، سب کچھ پیچھے رہ گیا تھا۔ آج ویسی ہی محبت انکو غازیان کی آنکھوں میں نظر آن رہی تھی۔ انکا دل دھڑکنے لگا تھا۔

سلطان کھڑے ہو کر غازی کو کھڑے ہونے کا اشارہ کرنے لگے تو وہ پورے قد آور وجود کے ساتھ انکے سامنے اٹھ کھڑا ہوا۔۔

آج سے میں نے ماہ پارہ تمہارے نام لکھ دی۔۔! غازیان کو گلے لگاتے ہوئے انہوں اسکے کان میں اچانک سرگوشی کی تھی۔ جس کو سن کر غازیان کی سرد سرمئی آنکھیں یک دم زندگی سے بھرپور روشن ہو گئیں۔ اس نے پیچھے ہٹتے ہوئے انکی طرف بے یقینی سے دیکھا تو وہ ہنستے ہوئے اثبات میں سر ہلاتے پھر اقرار کر گئے۔

I love you so much Bary Baba ..!!

خوشی سے بے قابو ہوتے غازیان نے دوبارہ انکو گلے لگاتے ہوئے شدت سے خود میں بھینچا تو سلطان اسکی طاقت پر ہنستے چلے گئے۔

لے دھیان سے دیکھ لے۔۔۔!! تیرے بیٹے نے اپنا رشتہ خود طے کر دیا ہے. اور تجھ سے پوچھا تک نہیں۔۔۔!! سنان مصطفیٰ جھکتے ہوئے ضرار پاشا کو تیلی لگا رہے تھے۔ جو پہلے ہی خوشی و غصے کی ملی جلی کیفیت میں بیٹے کو گھورنے میں مصروف تھے۔

ہنگامی صورتحال کی وجہ سے ملک بھر میں ایمرجنسی نافذ کر دی گئی تھی۔ تمام تعلیمی و دوسرے ادارے بند کر دیے گئے تھے۔ کیونکہ حکومت پاکستان بچوں کی زندگیوں پر کوئی سمجھوتا نہیں کر سکتی تھی۔

ایمرجنسی کی وجہ سے بلیک مینشن کے سب افراد بھی گھر پر ہی موجود تھے۔
ناشتہ کرنے کے بعد سب پر سکون حالت میں لاؤنج میں بیٹھے ہوئے تھے۔کچھ
دیر پہلے جو نیوز چل رہی تھیں۔انکو بند کر کے اب سب اپنے اپنے موبائل میں
مصروف تھے۔تاکہ سوشل میڈیا پر عوام کی خبر لی جاسکے۔

لڑکیاں تو سوشل میڈیا پر چلنے والی memes اور مذاق پر ہنس ہنس کر پاگل
ہو رہی تھیں۔پر اس مذاق کے ساتھ ساتھ پاکستان عوام اپنی حکومت پر پورا
پورا دباؤ بھی ڈال رہی تھی۔اور یہ دباؤ جوابی کارروائی کے لیے تھا۔جو اٹیک
کے بعد عوام اور حکومت کا حق بن چکا تھا۔اس صورت میں بھی پاکستان کی ملٹی
کے ڈی جی آئی ایس پی آر کے سمیت نیوی اور ایئر فورس کے مارشل
اورنگزیب عالم کے ساتھ مل کر کانفرنس بھی کی جارہی تھیں۔۔

پر اس صورتحال میں ایشام صدیقی بھی مکمل طور پر فارم میں آیا ہوا تھا۔ انڈ- یا کی طرف سے پاکستان کے خلاف بننے والی memes اور ویڈیوز کے جواب میں ایشام ہر طرح سے جوابی کارروائی کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ پاکستان پر جو سائیبر اٹیک ہو رہا تھا۔ اپنی ڈیجیٹل سکلز کو کام میں لاتے ایشام صدیقی اس اٹیک کو بھی روکنے کے لیے بھرپور کام کر رہا تھا۔

سب گھر والوں کے اکاؤنٹس سکیور کرنے کے بعد ایشام اپنی سوشل میڈیا کی ٹیم کے ساتھ مکمل طور پر رابطے میں تھا۔

انڈیا کے content creators پاکستان کے خلاف جو بھی ویڈو اپلوڈ کرتے تھے۔ اسکے جواب میں پاکستان کی سوشل میڈیا ایسے ایکٹو تھی۔ جیسے ابھی اپنے شکار کو جکڑ کر نوچ ڈالے گی۔۔

اس جنگ میں ہر کوئی بے خوف ہو کر اپنا حصہ ڈال رہا تھا۔۔سب کی موجودگی کے پیش نظر ایشام نے اپنا ہلکا پھلکا سیٹ آپ نیچے ہی شفٹ کر لیا تھا۔

بلیک گینگ رات سے ہی جا چکی تھی۔ارسل خان اپنے مشن پر اور نعمان خان چونکہ اپنی ٹیم کے ساتھ روانہ ہو چکے تھے۔ایسے میں علینہ خانم اور محبت خان گھر پر اکیلی رہ جاتیں۔اس لئے علیزے خان نے انہیں یہیں پر اپنے پاس ہی روک لیا تھا۔لاؤنج میں گہما گہمی کا سا سماں تھا۔جبکہ باسم جو ایشام کے ساتھ مل کر ہی کام رہا تھا۔کہ اچانک اسے مخاطب کرتے بولا۔۔۔

شام یہ دیکھو۔۔!! شاید انڈیا کے ہیکرز ہمارے ملک کی ویب سائیٹس کو ہیک کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔۔۔! باسم نے تیزی سے اپنا لیپ ٹاپ اسکے سامنے کرتے دیکھانا چاہا۔۔۔

انکی ایسی کی تیسی جاہلوں کی۔۔۔!! سکرین پر نظر دہراتے ہی ایشام کو شدید غصے سے آن گھیرا۔ جس کے باعث وہ اگلے ہی پل باسم سے لیپ ٹاپ پکڑ کر اس پر کام شروع کر چکا تھا۔ سب غور سے اسکا سنجیدہ انداز دیکھ رہے تھے۔ وہ کل رات سے نہیں سویا تھا۔ بلکہ ایسے ہی مسلسل جاگ کر لیپ ٹاپ پر اپنا کام کر رہا تھا۔۔۔

تو انکا دھیان رکھ میں زرا فریش ہو کر آتا ہوں۔۔۔! سب پر نظر دہرا کر فارس کو ہدایت کرتے کبیر صوفے سے کھڑا ہو گیا۔ اسکی ہدایت پر فارس اسے طنزیہ دیکھتے ہوئے متاثر ہوئے بنا نہیں رہ سکا تھا۔ وہ کب سے اسکی بہار کے ساتھ اشارے بازیاں نوٹ کر رہا تھا۔

ہاں جیسے میں تیرے فریش ہونے کے مطلب کو سمجھتا نہیں ہوں نا۔۔۔!

فارس نے جواب میں جلدی بولتے سے اسے جتانا چاہا تھا۔ کہ وہ اتنا بھی بے خبر نہیں ہے۔۔

میرے فریش ہونے سے تو کیوں جل رہا ہے۔ جا تو بھی فریش ہو لے۔۔۔!!

اسکے لہجے کا اثر لیے بنا کبیر نے ناز کی جانب اشارہ کرتے اسے مفید مشورے سے نوازا تو اسکی بے شرمی پر فارس نہ چاہتے ہوئے بھی قہقہ لگا گیا۔۔۔

نہیں پہلے تو فریش ہو کر آ جا۔۔۔! باری، باری۔۔! سمجھا کر۔۔! سب چھوٹے یہیں پر ہیں۔۔۔!! اپنے باقی چھوٹے بہن، بھائیوں کی طرف اشارہ کرتے فارس نے اسے آنکھ ونک کی۔ تو کبیر اسکی بات سمجھتے ہوئے ہاں میں سر ہلاتے ہوئے بہار کو زرا آنکھیں دیکھا کر اوپر کی جانب بڑھ گیا۔ جبکہ معصوم بہار

بیچاری پہلو بدل کر رہ گئی تھی۔اسے نہیں سمجھ آ رہا تھا۔کہ سب کے بیچ میں سے اٹھ کر کیسے اوپر جائے۔۔۔

گل جاؤ اوپر میرے کمرے سے فون کا چارجر لا دو۔۔۔!! بہار کو مشکل میں دیکھ کر فارس نے اسکی مشکل آسان کرتے بہانے سے اسے اٹھایا۔۔تو وہ جی بھیا کہتی جلدی سے کھڑی ہو گئی تھی۔

فارس کی آواز پر گل ناز نخرے سے ہونہہ کرتے دوبارہ اپنے موبائل کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔فارس اسے مخمور نظروں سے دیکھتا چلا گیا تھا۔

ناول جنونِ یار

ریڈ کلر کی شارٹ شرٹ اور ٹراؤزر میں بہار دھیان سے سیڑھیاں چڑھ رہی تھی۔ چہرے پر شرمیلی سی مسکان تھی۔ اور اس مسکان کی وجہ کبیر خان تھا۔ جس کو ملنے کے لئے وہ اوپر آئی تھی۔

بہار نے بے اختیار مڑتے ہوئے پیچھے کی جانب نظر دہرائی تو لاونج میں سب کو خود میں مگن دیکھ کر وہ بھرپور مسکراتے ہوئے تیزی سے دوبارہ سیڑھیاں چڑھنا شروع ہو گئی۔

سیڑھیاں ختم ہوتے ہی اوپر آ کر وہ ابھی چند قدم چلی تھی۔ جب کبیر خان نے اچانک پیچھے سے اسے جکڑتے ہوئے ایک جھٹکے میں بازوؤں میں اٹھالیا۔۔۔

آہہ۔۔۔!! بہار نے دہل کر اسکی طرف دیکھا تھا۔ جس کی آئس بلو آنکھیں اسے محسوس کرتے ہی مخمور ہوتی چلی گئیں تھیں۔۔۔ وہ اسی کے انتظار میں یہاں پر کھڑا تھا۔۔۔

بیر۔۔!! آپ نے مجھے ڈرا دیا۔۔!! سینے پر ہاتھ رکھتے وہ معصومیت سے گویا ہوئی۔۔۔

بیر کی دھڑکن۔۔۔!! مجھ سے ڈرنا تمہارا پسندیدہ مشغلہ ہے۔۔!! اسکے ماتھے کو ہلکا سا چوم کر کبیر خان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تھا۔۔۔ جس کو سن کر گل بہار نے منہ بنالیا۔۔

دو دن سے آئی کیوں نہیں رات کو کمرے میں۔۔۔!! اسکے نرم وجود کو بازوؤں میں اٹھائے چلتے ہوئے کبیر نے بے اختیار سوال کیا۔۔

مام جاگ رہی تھیں۔۔۔!! کبیر کی آئس بلو آنکھوں کی تاب نہ سہتے ہوئے بہار نے ہلکی آواز میں مختصر سا جواب دیا تھا۔۔ پچھلی دو راتوں سے وہ سونے کے لئے اسکے پاس نہیں جا رہی تھی۔اس لئے وہ جاننا چاہ رہا تھا۔۔۔

میرے بنا نیند آگئی تھی میری بہارے کو۔۔؟؟ اسکے معصوم سے نقوش کو پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کبیر خان گھمبیر لہجے میں دوسرا سوال پوچھنے لگا۔۔۔ بہار پلکوں کی جھالر گرائے اسکے گلے کی ہڈی کے ساتھ مگن ہونے کی کوشش میں تھی۔

کیونکہ وہ مقابل کی نظروں کا مقابل نہیں کر سکتی تھی۔۔ جبکہ کبیر خان اسے یوں ہی اٹھائے چلتا جا رہا تھا۔سب چونکہ نیچے تھے۔اس لئے آسانی سے اپنی بہار کو بازوؤں میں اٹھائے وہ کمرے تک کا سفر طے کر رہا تھا۔۔۔

مجھے نیند نہیں آئی کل رات بھی۔۔۔!! بہار نے زرا کی زرا آنکھیں اٹھا کر منہ بناتے ہوئے اسے بتایا۔۔ کہ وہ اسکے حصار کے بنا نہیں سو سکی۔۔

اگر نیند نہیں آئی تھی تو میرے پاس آجاتی نا۔۔۔!! میں ساری رات تمہارا انتظار کرتا رہا ہوں۔۔!! اپنی بیوی کی کیوٹ سی اداؤں پر جاں نثار ہوتے کبیر خان کا لہجہ بوجھل ہوا تو وہ جھکتے ہوئے اسکے کان میں بتانے لگا۔۔

بہار اسکی گرم سانسوں کی تپش اور ساری رات انتظار کرنے کا سن کر دم سادھ گئی تھی۔ بے اختیار اس نے آنکھیں اٹھا کر کبیر خان کی آنکھوں میں جھانکا تو اسکی ہمیشہ والی بے خودی پر کبیر نفی میں سر ہلاتے ہوئے ہنس دیا۔۔۔

وہ اسکی آنکھوں سے پہلے نظریں چرانے لگتی تھی۔ لیکن پھر دوسرے ہی پل ان میں کھو بھی جاتی تھی۔ جیسے ابھی وہ پلکیں جھپکائے بنا تکتی جا رہی تھی۔

اسکی بے خودی پر بھرپور مسکراتے ہوئے کبیر خان اپنے کمرے میں داخل ہوا تھا۔۔۔

میں نے تمہارے لئے گفٹ لیا ہے۔۔!! بیڈ کی جانب بڑھتے ہوئے کبیر کو اچانک یاد آیا۔ تو وہ اسے بتانے لگا۔۔

سچی بیر۔۔۔؟؟؟ گفٹ کا سنتے ہی بہار ایک دم ایکسائٹڈ سی ہو گئی۔

مچی بیر کی جان۔۔۔!! تم بیٹھو یہاں، میں نکال کر لاتا ہوں۔۔۔!! احتیاط سے اسے بیڈ پر بٹھانے کے بعد کبیر خود واڈروب کی جانب بڑھ گیا۔ جبکہ بہار پرجوش سی اسکی پشت دیکھنے لگی تھی۔۔

کبیر پلٹتے ہوئے اسکی جانب آیا۔ تو بہار جلدی سے سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ اسے بچوں کی طرح اپنے گفٹ پر نظریں جمائے دیکھ کر کبیر کو ہنسی آ رہی تھی۔

جب سے وہ اسکے قریب ہوئی تھی۔اپنی معصوم حرکتوں سے ایسے کی اسکا دل لبھاتی رہتی تھی۔ورنہ پہلے تو کبیر خان اسے ہینڈل کرتے ہلکان ہو جایا کرتا تھا۔ لیکن بہار کے آنسو رکنے کا نام نہیں لیتے تھے۔۔

کبیر نے گفٹ باکس اسکی جانب بڑھایا۔تو بہار جلدی سے پکڑ کر اسکے ساتھ ٹیک لگا گئی۔کبیر کے سینے کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھتے ہوئے وہ اپنا گفٹ کھولنے میں مشغول ہو چکی تھی۔جبکہ کبیر۔نے اسکے حق جتاتے انداز پر تیز ہوتی ڈھرکنوں کے ساتھ ہنستے ہوئے اسکی کمر میں بازو حائل کر دیا۔۔

بیر یہ نہیں کھل رہا۔۔!!گفٹ کی پیکنگ کے ساتھ الجھتے ہوئے وہ چند لمحوں بعد پریشانی سے کہنے لگی۔۔

آرام سے کھولو بیر کی جان۔۔۔!!اسکے گلے سے دوبٹہ نکال کر پرے رکھتے ہوئے کبیر نے اسکی کمر میں حائل بازو کی مدد سے اٹھا کر اپنی گود میں بٹھالیا تھا۔ بہار اسکی ہدایت کے مطابق اب آرام سے کھولنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔ اور اسکے وجود سے اٹھتی میٹھی خوشبو کو اپنے اندر اتارتے ہوئے کبیر بے قراری سے اسکی گردن میں چہرہ چھپا چکا تھا۔۔

وہ بیڈ سے نیچے ٹانگیں لٹکائے بیٹھا تھا۔ جبکہ بہار اسکی گود میں بیٹھی اپنے گفٹ کے ساتھ الجھی ہوئی تھی۔ جو اسکی جان توڑ کوشش کے بعد آخر کھل ہی چکا تھا۔۔۔

بہار نے تیزی سے باکس کھولتے ہوئے دیکھنا چاہا۔ تو اس میں نفیس سا ڈائمنڈ کا لاکٹ تھا۔ لاکٹ میں کبیر خان کا نام لکھا ہوا تھا۔۔ ڈائمنڈ کے نفیس سے

لاکٹ کو دیکھ کر بہار مبہوت سی ہو گئی. لاکٹ کے اندر بنے ہوئے ہارٹ میں کبیر کا نام (KK) لکھا ہوا تھا۔۔

بیر Kk کا کیا مطلب ہے۔۔۔؟؟ ہارٹ پر بنے ہوئے حروف پر الجھتے ہوئے بہار نے بے ساختہ اسے مخاطب کیا۔ جو اسکی گردن میں چہرہ چھپائے نرمی سے بار بار لب رکھنے میں مصروف تھا۔۔ بہار کے سوال پر چونکتے ہوئے کبیر اسکی جانب متوجہ ہوا تھا۔ جو لاکٹ ہاتھ میں پکڑے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔۔

It's my name my love "Kabeer Khan"

اسکی ناک کو ہلکا سا چوم کر کبیر نے بتایا تو بہار کا چہرہ ایک دم سے کھل اٹھا۔۔

پسند آیا۔۔؟؟کبیر نے جاننے والے انداز میں پوچھا تو بہار اسے پہنانے کا اشارہ کرتے تیزی سے اثبات میں سر ہلاتی چلی گئی۔اسکے اقرار کرنے پر کبیر نے دلکشی سے مسکراتے ہوئے اسکے ہاتھ سے لاکٹ پکڑ لیا۔۔

اسکے کالے لمبے بالوں کو گردن سے ہٹا کر کندھے پر شفٹ کرتے ہوئے کبیر نے اسے لاکٹ پہنانا چاہا۔تو اسکی گردن پر اپنی شدتوں کے ہلکے ہلکے نشان دیکھ کر اس نے تیزی سے ہونٹ کا کونا دبا لیا تھا۔۔بے شک وہ خود کی ہمت سے بھر کر اسے برداشت کرتی تھی۔کبیر کو بے ساختہ اس پر جی بھر کر پیار آنے لگا تھا۔

لاکٹ بند کرنے کے بعد کبیر نے نرمی سے اسکی گردن پر ہونٹ رکھے تو بہار کے وجود میں بجلی سی دوڑ گئی۔۔۔

شام کے کان کے ساتھ کیوں کھیلتی رہتی ہو۔۔۔؟اسکی شرٹ کی ذپ نیچے کھسکاتے ہوئے کبیر کو اچانک یاد آیا۔تو سنجیدگی سے پوچھنے لگا۔۔جبکہ بہار جو اسکے سوال پر بے حد حیرت سے مڑنے لگی تھی۔کہ کبیر نے اسے روک دیا۔۔۔

ایسے ہی جواب دو۔۔۔!!ذپ کھلی تو شرٹ کندھوں سے ڈھلکنے لگی تھی۔کبیر نے اسکے دونوں کندھوں سے شرٹ نیچے کرنے کے بعد بہار کے دائیں کندھے پر اپنے سلگتے ہونٹ رکھے۔تو بہار نے آنکھیں میچتے ہوئے اپنی دونوں مٹھیاں بھینچ لیں۔۔

میں کچھ پوچھ رہا ہوں بہارے۔۔۔!!اسے بولتے نہ دیکھ کر کبیر کی سنجیدہ سی آواز پھر گونجی تھی۔۔جس کو سن کر بہار کا سانس وہیں تھم چکا تھا۔۔وہ آج بھی اسکی کولڈ سائیڈ سے خوف کھاتی تھی۔

میں بس ایسے ہی بھیا کی بالی کے ساتھ یوں،یوں کرتی ہوں۔۔!!اپنی گردن پر اسکے ہونٹوں کے لمس کو بامشکل برداشت کرتے وہ منمنائی تو کبیر جو اس وقت بے حد سنجیدہ تھا۔کہ اپنی معصوم بلی کے لفظ "یوں یوں" پر بے اختیار اسکی ہنسی چھوٹتے چھوٹتے رہ گئی۔۔۔

تم یوں،یوں بھی کیوں کرتی ہو۔۔۔؟؟شوز اتار کر وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا تھا۔۔جبکہ بہار ابھی بھی اسکی گود میں پشت کیے بیٹھی تھی۔۔۔

شام بھیا کی بالی مجھے بہت پسند ہے۔۔۔!!اس لئے مجھے اسکے ساتھ یوں یوں کرنے میں بہت مزہ آتا ہے نا۔۔!!ہونٹوں کو کاٹتے ہوئے بہار کو سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

کہ اسے کیا جواب دے۔اس لئے کچھ بھی بولتی چلی گئی۔جس کو سن کر کبیر کا رکا ہوا قہقہ بے ساختہ تھا۔۔کیونکہ اسے اپنی بہارے کا یوں یوں بہت مزے کا لگا تھا۔۔۔

تمہارے یوں یوں کے چکر میں میرے چھوٹے شہزادے نے کسی دن میرے ہاتھوں پٹ جانا ہے۔۔!!بہار کی پشت کو سینے سے لگاتے ہوئے وہ ہنسی کے دوران بول رہا تھا۔بہار نخرے سے منہ بناتی چلی گئی تھی۔

بیر۔۔۔!! شام بھیا کی بالی بہت پیاری ہے نا۔۔۔!! کبیر کو ہنستے دیکھ کر بہار چہکتے ہوئے پوچھنے لگی۔۔ شاید وہ اپنی بات کی تصدیق چاہتی تھی۔ کیونکہ اسے ایشام کی بالی سچ میں بہت اٹریکٹ کرتی تھی۔۔

ہاہاہاہا۔۔ بیر کی معصوم دھڑکن۔۔! وہ تم لڑکیوں والی بالی نہیں ہے۔۔ اسے hoops کہتے ہیں۔۔۔! اپنے چھوٹے بھائی کے فیشن کی ایسی تیسی ہوتے دیکھ کر کبیر کو اس بیچارے پر رحم آرہا تھا۔۔ لیکن بہار معصومیت سے کندھے اچکا گئی۔ مطلب hoops گئے، بھاڑ میں وہ تو بالی کی کہنے والی تھی۔۔۔

اگر ویسا میں اپنے کان میں پہن لوں۔ تو کیا تم اسکے کان کو ٹچ کرنا چھوڑ دوں گی۔۔۔! اسے زرا سا جھکا کر کبیر نے اسکی کمر کو چومتے ہوئے گھمبیر آواز میں پوچھا تھا۔۔ جبکہ بہار اسکے لمس پر ایک دم بے چینی کا شکار ہونے لگی تھی۔

آپ اگر سچی میں پہنیں گئے۔۔! تو پھر بھیا کی بالی کے ساتھ نہیں کھیلوں گی۔۔۔!! اپنے وجود میں اٹھتے سپارک پر بے خود ہوتے وہ بامشکل ڈیل کرتے بول رہی تھی۔۔

ڈیل ڈن۔۔۔!! ایک دم سے شدت سے اسکی گردن کو سک کرتے ہوئے کبیر نے اسکی شرٹ اتارتے ہوئے دور اچھال دی تھی۔ شرم وحیاء سے دوہرے پڑتے بہار نے خود کو چھپانے کی کوشش کی۔ پر کبیر نفی میں سر ہلاتے اسکی کوشش ناکام بنا چکا تھا۔۔

اسکی کلائیوں کو ایک ہاتھ میں قید کرتے ہوئے کبیر اسکی پچھلی گردن اور کمر پر ہونٹ رکھنا شروع ہو گیا۔۔۔

بہار جب حد سے زیادہ بے چینی کا شکار ہوئی تو اس نے تیزی سے کروٹ بدلتے ہوئے کبیر کے سینے میں خود کو چھپانے کی کوشش کی۔۔ کمرے میں جلتی لائٹس کے باعث وہ شرم سے لال انگارہ ہو چکی تھی۔۔

اسکی کمر کو سختی سے جکڑتے ہوئے کبیر نے سائیڈ ٹیبل پر پڑا ریموٹ اٹھا کر کمرے کی لائٹس آف کرنے کے بعد اپنی ٹی شرٹ اتار کر دور اچھال دی تھی۔۔

بیر۔۔۔!! بہار نے بوکھلا کر اسے پکارنے کی کوشش کی۔۔۔

یہیں پر ہوں جاناں۔۔۔!! اسکے نازک وجود کو سینے میں بھینچتے ہوئے کبیر نے احتیاط سے رخ موڑ کر اسے تکیے پر لٹا دیا۔۔

بیر۔۔۔ ممجھ۔۔مجھے نیند۔۔آئی ہے۔۔۔!!اپنی دھڑکنوں پر اسکے نرم لمس پر مدہوش ہوتے وہ اٹکتے ہوئے بولی تھی۔کبیر خان کے گرم حصار میں اسے سچ میں نیند آرہی تھی۔اور وجہ کل رات بھر نہ سونا تھا۔۔۔

مجھ میں چھپ کر سو جاؤ جاناں۔۔!!ہر مصنوعی پردے کو بیچ میں سے ہٹاتے ہوئے کبیر نے اے سی کی سپیڈ فل بڑھانے کے بعد کمبل اوڑھ لیا تھا۔۔بہار بند آنکھوں سے اسکے چھوٹے وجود کے نیچے چھپ چکی تھی۔کمرے میں ایک دم سے خواب ناک ماحول بن چکا تھا۔۔

بہار کے وجود کے نیچے سے بازو گزارتے ہوئے کبیر نے اسے اوپر اٹھا کر جھکتے ہوئے لبوں کو قید کیا تو بہار نے کانپتے ہوئے اسکے چہرے کو تھام لیا تھا۔۔جبکہ کبیر نرمی سے اسکے ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں میں الجھاتے اسکے نازک وجود کو

اپنے ساتھ مس کرنے لگا تھا۔ لیکن اگلے ہی پل جب اسکا مضبوط جذبات سے چور ہونے لگا۔ تو اسکی تھائیز کو جکڑتے ہوئے وہ شدت سے اسکی روح میں خود کو گھول گیا۔۔۔ بہار کی بلند سسکی اسکے ہونٹوں میں کہیں گم ہو کر رہ گئی تھی۔۔

بہار کی زبان کو ہونٹوں میں سک کرتے ہوئے کبیر خان کی جان لیوا شدتیں شروع ہو چکی تھیں۔۔ لیکن پھر اگلے ہی پل اسکے ہونٹوں کو آزاد کرتے وہ گردن پر دانت گاڑ چکا تھا۔۔

مجھ میں کہیں گم ہو کر سو جاؤ بہارے۔۔۔ میں تمہیں پیار کرتے کرتے کہیں سے ڈھونڈ لاؤں گا۔۔!! بہار کی تھائیز کو سختی سے جکڑتے ہوئے کبیر خان نے شدت سے خود کو اسکی روح میں سرائیت کرتے ہوئے دھڑکنوں پر بے باکی

سے ہاتھ پھیرا تھا۔ جبکہ اسکے سونے کی ہداہت پر بہار خود کو سنبھالتے ہوئے شرم سے بامشکل مسکرا پائی تھی۔ سکون کی لپیٹ نے دونوں کو خود میں لپیٹنا شروع کیا۔ تو کبیر خان اسکے نازک وجود میں گم ہوتے کمبل کے نیچے کہیں چھپتا چلا گیا تھا۔۔

لاؤنج میں سب ایک دوسرے سے جنگ کی آپ ڈیٹس لینے میں مصروف تھے۔ سب ایک دوسرے کے ساتھ کہیں نا کہیں مصروف تھے۔ سلینہ اور محبت کی آپس میں باتیں چل رہی تھیں۔ جبکہ فارس اپنے موبائل میں نازکی تصویریں بنانے میں مصروف تھا۔ ایسے میں سکون سے بیٹھنا فاتح اور شہرام کو

راس نہیں آرہا تھا۔۔بے حد بور ہوتے وہ آپس میں نظروں کا تبادلہ کرتے سب کو دیکھ گئے۔۔۔

فارس کی موجودگی میں وہ باہر جانے کی بھی ہمت نہیں کر سکتے تھے۔ورنہ اب تک وہ رفو چکر ہو چکے ہوتے۔۔۔

غازیان سکون سے سائیڈ پر لیٹا ماہ پارہ کو نظروں کے حصار میں لیے ہوا تھا۔

باسم اور ایشام لیپ ٹاپ پر مصروف تھے۔۔

شہرام نے لمبی سانس خارج کرتے فاتح کو دیکھا تھا۔جس نے خود بھی بوریت سے کندھے آچکا کر اسے بتانا چاہا تھا۔کہ جو اسکا حال ہے۔وہی اسکا بھی حال ہے۔

سلینہ اور محبت کی باتیں سنتے ہوئے اچانک شہرام کی ہیزل آنکھیں چمک اٹھی تھیں۔اس لئے وہ اگلے ہی پل سلینہ کو مخاطب کر گیا۔

سلینہ بھابھی کیا کر رہی ہیں۔۔؟؟ شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ شہرام نے بلند آواز میں سلینہ کو اچانک بلایا تو سب ہی انکی طرف متوجہ ہو گئے۔فاتح بھی جانچتی نظروں سے شہرام کو دیکھنے لگا تھا۔جیسے اسکی کاروائی سمجھنے کی کوشش میں ہو۔۔۔

کچھ۔۔ نہی۔۔ نہیں۔۔ بھیا۔۔۔!! مہندی لگا۔۔رہا ہوں۔۔۔!! اپنے ہاتھ پر لگی مہندی کو دیکھتے ہوئے سلینہ نے معصوم لہجے میں بامشکل اردو بولتے ہوئے اسے جواب دیا تھا۔جس کو سن کر شہرام تو اگلے ہی پل اسکا مذاق سننے کے بعد چھت پھاڑ قہقہ لگانے لگا تھا۔

جبکہ باقی تعجب سے سلینہ کی طرف دیکھنے لگے تھے۔

آج پہلی بار وہ اردو بول رہی تھی۔ ورنہ اتنے دنوں سے وہ اس سے اٹالین میں تو باقی گھر والے انگلش میں بات کرتے تھے۔۔اسے بھیا کہنا بھی ماہ پارہ اور محبت نے سکھایا تھا۔۔۔فاتح نے شرم دلاتی نظروں سے شہرام کو گھورنے کی کوشش کی تھی۔۔جو اپنی بوریت ختم کرنے کے چکر میں اسکی بیوی کی گلابی اردو شروع کرواچکا تھا۔۔۔

آپ کیوں۔۔ہنس رہی بھیا۔۔۔!! شہرام کو پاگلوں کی طرح ہنستے دیکھ کر سلینہ نے پھر اردو کا جنازہ نکالتے پوچھا تھا۔اس بار تو باقی لڑکے بھی اپنی ہنسی پر قابو نہیں رکھ پائے تھے۔۔فارس نے ہنسی ضبط کرتے شہرام کو گھور کر منع کرنا چاہا تھا۔پر شہرام صاحب فل مستی میں آچکے تھے۔۔۔

بھابھی آپ۔۔ کس سے مہندی لگوا رہی ہیں۔۔۔؟؟سلینہ کو کاپی کرتے ہوئے شہرام نے بھی اٹکتے ہوئے دوسرا سوال کیا۔۔

محبت۔۔ خان لگا رہا ہے نا میرے کو۔۔۔!!اپنے سامنے بیٹھی محبت کی جانب اشارہ کرتے سلینہ نے اسے اپنے ہاتھ دیکھائے۔ تو خود کو لڑکا بنانے پر محبت ہونق پن سے سلینہ کو دیکھتی رہ گئی۔ محبت کے ایکسپریشن پر سب کی ہنسی چھوٹ گئی تھی۔

ماہ پارہ اپنے کمرے میں داخل ہو ہی رہی تھی۔ کہ اچانک اسکا موبائل وائبریٹ ہونا شروع ہو گیا۔ اس نے چونکتے ہوئے دروازے میں ہی رک کر

موبائل میں دیکھا تو غازیان کی جانب سے دو تین میسیجز موصول ہوئے تھے۔

غازیان کے نام کا نوٹیفکیشن پڑھتے ہوئے نجانے کیوں ماہ پارہ کا دل فورا عجیب انداز میں دھک دھک کرنا شروع ہو گیا تھا۔

اپنے موبائل میں سیو اس نمبر پر آج اسے "غازی بھیا" کا حوالہ بھی کچھ عجیب سا محسوس ہوا تھا۔ جس کے باعث نہ چاہتے ہوئے بھی وہ غور سے نمبر کو دیکھتے چلی گئی۔

پچھلے کچھ عرصے سے دل کی دنیا چونکہ بدل چکی تھی۔ اس لئے شاید اسے غازیان کے ساتھ "بھیا" کا حوالہ کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

لیکن پھر اگلے ہی پل ہوش میں واپس لوٹتے ہوئے وہ تیزی سے سر نفی میں ہلاتی چلی گئی۔ شاید یہ اپنے احساسات سے دامن چھڑانے کی ناکام کوشش سی تھی۔

سر جھٹک کر دروازے سے اندر داخل ہو کر وہ میسج کھول کر چلتے ہوئے جا کر بیڈ کے کنارے پر بیٹھ گئی۔

بیڈ پر بیٹھ کر ماہ پارہ پوری توجہ کے ساتھ غازیان کے میسج پڑھنا شروع ہوئی تھی۔۔

"میں نے تمہیں اپنے ڈریس پیک کر کے میرے کمرے میں پہنچانے کو کہا تھا۔۔۔؟ "

"تم آج پھر گھر میں پہلے والے حلیے میں کیوں گھوم رہی ہو۔۔۔؟ وجہ جان سکتا ہوں۔۔؟"

"ماہا تم مجھے نظر انداز کر کے اب غصہ دلا رہی ہو۔۔۔" !!!

غازیان کے سب میسیجز پڑھنے کے بعد ماہ پارہ نے سر پر ہاتھ مارتے ہوئے دانتوں تلے انگلی دبالی۔ کیونکہ وہ تو سرے سے ہی غازیان کے اس حکم کو بھول چکی تھی۔ کچھ عرصہ پہلے غازیان نے یونیورسٹی سے واپسی پر اسے شاپنگ کروائی تھی۔

اور ساتھ خصوصی ہدایت بھی کی تھی۔ کہ گھر پہنچتے ہی وہ اپنے پہلے والے سب ڈریس بیگ میں پیک کر ملازمہ کے ہاتھوں غازیان کے کمرے میں پہنچا

دے گی۔ لیکن یونیورسٹی کی مصروفیات میں الجھ کر وہ یہ کام کرنا بھول گئی تھی۔ اور چونکہ آج سب گھر پر ہی موجود تھے۔ تو غازیان اسے یاد کروا رہا تھا۔

غازیان کا بارعب انداز دیکھتے ہوئے ماہ پارہ کے ہاتھوں کی ہتھیلیاں بھیگنا شروع ہو گئیں۔

سب نیچے لاؤنج میں بیٹھ کر سیلینہ کی اردو انجوائے کر رہے تھے۔ جبکہ ماہ پارہ اپنے کمرے میں ڈریس بدلنے کے لیے آئی تھی۔ کیونکہ کافی پیتے ہوئے اسکے ڈریس پر ہلکی سی کافی گر گئی تھی۔ جس کے باعث اسے اٹھ کر یہاں اوپر آنا پڑا تھا۔

ماہ پارہ کو کمرے کی جانب جاتے دیکھ کر غازیان نے اسے میسج کیے تھے۔ تاکہ اسے یاد کروا سکے۔۔۔

غازیان کے حکم پر ماہ پارہ نے سب سے پہلے کال کر کے نیچے سے دو ملازمہ کو بلایا۔اور پھر خود تیزی سے واڈروب سے اپنا ڈریسز نکال کر واشروم میں بند ہو گئی۔کچھ دیر بعد ڈریس چینج کر کے وہ باہر نکلی تو تب تک ملازمہ بھی آچکی تھیں۔

اپنے لمبے میرون بالوں کو اچھے سے جوڑے میں قید کرنے کے بعد وہ ملازمہ کی جانب بڑھ گئی۔تاکہ انہیں کام پر لگا کر خود نیچے جاسکے۔۔۔

ڈیڈ پلیز جانے دیں نا۔۔۔!!رباب نے آنکھوں میں معصومیت کی چمک لیے باسط صاحب کو دیکھا تھا۔۔۔!!جبکہ لہجہ دنیا جہاں کی میٹھاس سے بھرا ہوا تھا۔

باسط صاحب جو کہ خود پر مصنوعی سنجیدگی طاری کیے خود کو مصروف ظاہر کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ کہ بے اختیار ہوتے اپنی لاڈلی کو دیکھ گئے۔

ڈسکی سکن پر متضاد ہرنی جیسی آنکھیں اور لمبے کالے گھنے بال، بے شک وہ دنیا کی ساری کشش خود میں سموئے ہوئے تھی۔ باسط صاحب چشمے کی اوڑھنی سے اپنی بیٹی کو دیکھتے چلے گئے۔۔ جو رنگ میں توان پر چلی گئی تھی۔ لیکن اوٹ پٹانگ شرارتوں میں بالکل اپنی ماں پر تھی۔

ڈیڈی یییی۔۔۔۔!! میں آپ سے کیا بات کر رہی ہوں۔ اور آپ کہاں کھو گئے ہیں۔۔؟؟ باسط صاحب کو خیالوں میں گم دیکھ کر رباب نے ہلکا سا چڑتے ہوئے پیر پٹخ کر باپ کو اپنی جانب متوجہ کرنے کی کوشش کی۔۔ جو کہ کامیاب

بھی ہوئی تھی۔ کیونکہ باسط صاحب فورا متوجہ ہوتے بھرپور مسکرا کر اسے دیکھنے لگے تھے۔۔۔

میں اپنی حسین بیٹی کی خوبصورتی میں کھو گیا ہوں۔۔۔!! دل میں اسکی نظر اتارتے ہوئے باسط صاحب شرارتاً مسکرائے۔ تو رباب ناک چڑھاتے ہوئے آنکھیں چندھیا گئی۔۔ گویا ہر لڑکی کی طرح اپنی تعریف سننا اچھا لگا تھا۔۔۔

کوئی شک نہیں، کہ مجھ سا حسین اس دنیا میں دوسرا کوئی نہیں ہے۔۔۔!!

مغرور انداز میں اپنی تعریف کرتے ہوئے اس نے فٹ سے پوز کیا تھا۔ جس کو دیکھ کر باسط صاحب ہنستے چلے گئے۔ بالوں کا لوز سا جوڑا بنائے، ڈارک گرین کلر کے ڈریس میں سچ میں انکی بیٹی کشش کا مجموعہ لگ رہی تھی۔ دل ہی دل میں وہ ماشاءاللہ بولتے ہوئے پھر اسکی نظر اتارنے لگے تھے۔

ڈیڈاب پلیز اپنی اس حسین بیٹی کی خواہش بھی پوری کر دیں نا۔۔۔!!

پلیز۔۔۔!! مجھے بس ایک بار ترکی جانے دیں۔بس ایک بار۔۔!! باپ کو مسکراتے دیکھ کر رباب نے لگے ہاتھوں پھر وہیں سے بات شروع کی۔ جہاں پر اسکا دل اٹک چکا تھا۔۔ جس کو سن کر باسط صاحب سرد سانس خارج کر کے رہ گئے۔۔

سوری میرا بچہ۔۔! تمہیں اس "ایک بار" کا اپروول دینے کی بھی مجھے اجازت نہیں دی گئی ہے۔۔۔!! بے بسی سے کندھے اچکاتے ہوئے وہ اپنی ظالم بیوی کو یاد کرتے جواب میں بولے تھے۔رباب بیچارگی سے انکو دیکھ رہی تھی۔بس نہیں تھا۔ کہ بس اونچی اونچی آواز میں رونا شروع کر دے۔۔۔وہ سچ میں رونا شروع کر دیتی۔اگر اچانک اسکی ماں کی آواز ان دونوں باپ، بیٹی کو متوجہ نہ کرتی۔۔۔

باپ، بیٹی میں اب کون سی نئی کھچڑی پک رہی ہے۔۔۔!! میرال گھر میں داخل ہوئیں۔ تو سامنے نظر آتے پیار بھرے مظاہرے کو دیکھ کر پوچھے بنا نہیں رہ سکی تھیں۔۔ انکی آواز پر باسط صاحب اور رباب چونکتے ہوئے انکی طرف مڑے تھے۔

بیگم آج آپکی واپسی اتنی جلدی کیسے ہو گئی ہے۔۔۔؟ میرال کی اچانک آمد باسط صاحب کو بے حد خوشگواری میں مبتلا کر گئی تھی۔ جبکہ رباب نے ماں کو دیکھتے ہی ناراضگی سے منہ موڑ لیا تھا۔

مجھے چھوڑیں۔ آپ یہ بتائیں۔ کہ آپکی لاڈلی راجکماری کا منہ کیوں اترا ہوا ہے۔۔۔! اپنی اکلوتی بیٹی کی اتری شکل دیکھتے ہوئے میرال چلتے ہوئے انکے پاس آکر بیٹھ گئیں۔۔

مام۔۔۔!! مجھے ترکی جانا ہے۔۔۔!! ٹیبل پر چہرہ رکھتے ہوئے رباب نے خود بھرائی آواز میں ماں کو مخاطب کیا۔۔۔ جس کے بدلے میں میرال سرد سانس خارج کرتے باسط صاحب کو دیکھ کر رہ گئیں۔ جو خود بھی بے نیاز بنتے اپنی چیئر کے ساتھ ٹیک لگا چکے تھے۔۔ انداز ظاہر کر رہا تھا۔۔ کہ سنبھالو اب خود ہی۔۔۔

رباب تم نے پھر یہ فضول کی ضد شروع کر لی ہے۔ جب جانتی ہو۔ کہ ملک میں جنگ کے حالات چل رہے ہیں۔ اور سب فلائٹ بھی بند ہو چکی ہیں۔ تو پھر اس ضد کا مقصد۔۔؟ میرال تاسف سے بولتے ہوئے اپنی اکلوتی بیٹی کو سمجھانے کی کوشش کرنے لگیں۔ جس کی خوبصورت آنکھوں میں اب موٹے موٹے آنسو چمکنا شروع ہو گئے تھے۔ جو یقیناً اپنے ماں باپ کو بلیک میل کرنے کی کوشش میں جاری ہوئے تھے۔۔

مام آپ تو ایسے بول رہی ہیں۔ جیسے جنگ کے حالات نہ ہوتے تو آپ مجھے سچ میں ترکی بھیج دیتیں۔ یا پھر جنگ کے بعد آپ مجھے جانے دے گئیں۔۔ !

رباب جتاتے ہوئے کہنے لگی تو باسط صاحب اپنی ہنسی دبا گئے۔ کیونکہ انکی بیٹی سچ ہی تو کہہ رہی تھی۔ بھلا کیپٹن میرال کب ان باپ بیٹی کو سنجیدہ لیتی تھیں۔

نو ڈاوٹ میری جان۔۔! میں اس معاملے میں واقع ہی تمہاری کبھی نہیں ماننے والی ہوں۔۔!! میرال اپنی اکلوتی بیٹی کی آنکھوں سے ٹپکتے ہوئے آنسوؤں کو صاف کرتے جواب میں بول رہی تھیں۔ جبکہ انداز بے حد پر سکون تھا۔ جیسے ان پر رباب کے رونے کا زرا برابر بھی اثر نہیں ہو رہا ہو۔۔

باسط صاحب اگر آپ نے اپنی بیٹی کو میرے خلاف پٹیاں پڑھالی ہوں۔ تو زرا اوپر کمرے میں آجائیں۔ کیونکہ مجھے فریش ہو کر ابھی واپسی کے لئے پھر نکلنا ہے۔ خان سر میرا انتظار کر رہے ہونگے۔۔۔!!

اپنی جگہ سے کھڑا ہو کر مصنوعی مسکراتے ہوئے میرال اپنے شوہر کو سنانے کے بعد اوپر کمرے کی جانب بڑھ گئیں۔ جانے سے پہلے وہ رباب کے ماتھے کو چومنا نہیں بھولیں تھیں۔ پیچھے باسط صاحب انکے الفاظ پر انکو گھورتے چلے گئے۔

فوج میں رہ رہ کر تمہاری ماں کریک ہو گئی ہے۔۔! تم یہیں بیٹھو میں زرا اس کریک فوجن کی بات سن کر واپس آتا ہوں۔ پھر سنجیدگی سے اس مسئلے پر بات چیت کرتے ہیں۔۔ !!

اپنی بیٹی کو حوصلہ دینے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے باسط صاحب اسکے سر پر ہونٹ رکھنے کے بعد بیوی کے پیچھے چلے گئے۔ جو خوامخواہ میں ان پر الزام لگا کر سکون سے جا چکی تھیں۔ ان دونوں کے جانے کے بعد رباب پیر پٹکنے والے انداز میں اپنے جھوٹے آنسو صاف کرتے چیخ اٹھی تھی۔

میں اب ترکی کیسے جاؤں گی۔۔۔؟ کیسے میں اپنے جہان سکندر سے ملوں گی۔۔۔؟ اپنے خیالوں میں ترکی کے سہانے خواب سجاتے وہ پہلے سے بھی زیادہ فکر مند نظر آ رہی تھی۔

کمینے انسان تجھے زرا شرم نہیں آرہی میری انگریز بیوی کا مذاق بناتے ہوئے۔۔!! سیلینہ کی اردو پر شہرام کو پاگلوں کی طرح ہنستے دیکھ کر فاتح نے اسے گھوریاں ڈالی تھیں۔

سلینہ کے اردو لہجے پر ہنس تو سب ہی رہے تھے۔ لیکن شہرام کا ہنسی سے کچھ زیادہ ہی برا حال تھا۔اور سب سے زیادہ صدمے میں تو محبت خان تھی۔ جس کو سلینہ مذکر بنا چکی تھی۔۔۔

بھابھی میں لڑکی ہوں۔ لڑکا نہیں۔۔۔!! محبت نے سیلینہ کی طرف دیکھتے ہوئے اسکی تصحیح کرنے کی کوشش کی۔ جو الٹا اس پر پھر بھاری پڑ چکی تھی۔ کیونکہ تبھی سیلینہ دوبارہ بول پڑی تھی۔۔۔

تت۔۔ تم۔۔ لکڑی ہو۔۔؟؟ محبت کے الفاظ کاپی کرنے کی کوشش میں سیلینہ نے لڑکی کو لکڑی بنایا تو لاؤنج میں ایک بار پھر قہقہوں کا سیلاب اُمڈ پڑا۔۔ سیلینہ کا انداز تو سوالیہ تھا۔

پر محبت خان کا منہ کھل چکا تھا۔ کیونکہ اس بار وہ ڈائریکٹ لکڑی ہی بنادی گئی تھی۔۔۔

محبت کے کیوٹ تاثرات دیکھتے ہوئے ہنستے ہوئے باسم کے دل میں سپارک پیدا ہو رہا تھا۔۔ سب کو ہنستے دیکھ کر سیلینہ نے ناسمجھی سے فاتح کی جانب دیکھا۔ جو خود بھی اپنی ہنسی کنٹرول کرنے کی کوشش میں تھا۔۔ سیلینہ کو معصوم بچوں کی طرح خود کی طرف دیکھتا پا کر فاتح ہنستے ہوئے اٹھ کر اسکے پاس بیٹھ کر سیلینہ کو بازو کے گھیرے میں لے گیا۔

جس کے باعث سلینہ کے تاثرات جو پہلے کنفیوز نظر آرہے تھے۔ وہ فوراً بدل گئے تھے۔۔ جیسے فاتح کے حصار میں آکر وہ خود کو محفوظ سمجھنے لگی ہو۔ فاتح بغور اسکے چہرے پر کھلتے ہوئے خوبصورت رنگ دیکھ رہا تھا۔۔

سلطان۔۔۔!! یہ سب ہنس کیوں رہے ہیں۔۔۔؟؟ اٹالین میں فاتح کو مخاطب کرتے ہوئے سیلینہ نے سب کے ہنسنے کی وجہ پوچھی۔ جبکہ اسکی زبان سے "سلطان" سن کر سب کی ہنسی کو یک دم بریک لگ گیا تھا۔۔۔

سلطان۔۔۔؟؟؟ غازیان ناسمجھی سے دہرانے والے انداز میں بولا تھا۔ جس کو سن کر فاتح نے ہونٹوں کا کونا دبالیا۔۔۔ یقیناً اسکے بہن بھائیوں کے سامنے اب اسکی بینڈ بجنے والی تھی۔

بھائی اپکو پتہ ہے۔ سیلینہ اس نیلے تھوتھے کو "سلطان" بلاتی ہے۔۔۔!! سب کو حیرانی و نا سمجھی سے دیکھتا پا کر شہرام نے گلا کھنکھار کر فورا فارس کو مخاطب کرتے رازدارانہ انداز میں بتانا چاہا تھا۔ جیسے کسی بڑے راز سے پردہ اٹھا رہا ہو۔۔۔

فاتح نے البتہ سلگتی نظروں سے اس خبیث کو دیکھا تھا۔۔۔

اور ایسا کیوں ہے۔۔۔؟؟ فارس نے بھاری آواز میں متجسس ہوتے سوال کیا۔۔ اس سے پہلے کہ فاتح شہرام کو روکتے ہوئے خود کچھ کہہ پاتا کہ شہرام اسے ٹوکتے ہوئے پھر جلدی سے خود بول پڑا تھا۔۔

ایسا اس لئے ہے بھائی۔۔۔!! جیسے کہ اس نیلے تھوتھے میں خوبصورتی نام کی کوئی چیز تو ہے نہیں۔ بس اس لئے بڑے بابا کا نام استعمال کر کے اس نے لڑکی

کو پھنسایا ہوا ہے۔۔! شہرام نے بڑے سکون سے خود سے جواز پیش کیا تھا۔۔ سب ہی بے یقینی سے فاتح کو دیکھنے لگے تھے۔ جس نے کلس کر شہرام کو تھپڑ جڑھ دیا تھا۔۔۔

بکواس کر رہا ہے یہ بھائی۔۔۔!! سیلینہ کو میرا نام مشکل لگتا ہے۔اس لئے شروع سے بس یہ مجھے میرے سر نیم سے پکارتی ہے۔۔۔! فاتح نے جلدی سے بولتے ہوئے سب بتایا تو شہرام بتیسی دیکھاتے ہوئے پھر ہنستے ہوئے پاس بیٹھے باسم پر گر گیا۔۔ جبکہ باقی بھی نفی میں سر ہلاتے ہوئے انکو دیکھ کر رہ گئے۔ خود سے باتیں بنانا تو ان دونوں کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔۔۔

بہت ہو گئی باتیں۔۔! سب اٹھو اور جا کر تھوڑی دیر ریسٹ کرو۔ پھر شام میں دیکھتے ہیں۔ کہ کیا کرنا ہے۔۔۔! ایشام لیپ ٹاپ چھوڑ کر تم بھی جا کر ریسٹ کرو اب۔۔! رات سے جاگے ہوئے ہو۔۔۔ !!

فارس نے سنجیدگی سے بولتے ہوئے سب کو اٹھایا تھا۔۔۔ کبیر چونکہ کافی دیر سے اوپر غائب تھا۔ کسی کا دھیان انکی طرف جاتا۔ اس سے پہلے ہی فارس نے سب کو انکے کمرے میں بھیجنے کا حکم صادر کر دیا تھا۔

کہاں جا رہے ہا تو۔۔۔؟؟ غازیان کو پچھلے لان کی طرف جاتے دیکھ کر باسم اس بار پوچھے بنا نہیں رہ سکا تھا۔

دشمن کو مارنے۔۔۔!! باسم کے سوال پر غازیان ذرا کی ذرا مڑتے ہوئے جواب دے کر پھر چلنے لگا۔ جبکہ باسم ہونق پن سے اسکی پشت دیکھتا چلا گیا۔۔

ہیں۔۔؟؟ دشمن۔۔؟؟ باڈر پر جنگ تو ہمارا چھوٹا خان لڑنے گیا ہے۔ لیکن تو بتا تو اس گرمی میں کس دشمن کو مار گرانے کا سوچ رہا ہے۔۔۔؟؟ باسم نے پھر نا سمجھی سے پوچھا تھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے انکے بڑے بھائی نے ان سب کو آرام کرنے کے لیے کمرے میں بھیجا تھا۔ لیکن غازیان اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتا یہاں پر لے آیا تھا۔

دو منٹ کی واک کے بعد غازیان آکر اپنے مطلوبہ مقام پر رکا تو باسم کے قدموں کو بھی بریک لگتی چلی گئی۔۔

تو کچھ بولے گا بھی کہ نہیں۔۔۔؟؟ کونسے دشمن اور کہاں کے دشمن۔۔؟

غازیان کو خاموش دیکھ کر باسم نے اس بار زرا چبا کر استفسار کرنے کی کوشش کی۔ کیونکہ اتنی کڑی دھوپ میں اسے بری طرح گرمی محسوس ہو رہی تھی۔ اور کچھ غازیان کے جواب نہ دینے پر اسے غصہ آرہا تھا۔

دشمن نہیں اصل میں حریف کہو۔۔!! سامنے پڑے ہوئے sculptures کو تیز نظروں سے دیکھتے ہوئے غازیان بولا تھا۔ اور باسم اسکی نظروں کے تعاقب میں دیکھتے ہوئے مزید الجھ گیا۔۔۔

سالے کیوں اس تپتی دوپہر میں دماغ کی دہی کر رہا ہے۔۔! پہلے دشمن تو اب حریف۔۔! کہاں ہیں تیرے یہ دشمن نما حریف۔۔۔؟؟ مجھے تو یہاں بس یہ مٹی کے نمونے ہی نظر آرہے ہیں۔۔!!

غازیان کی بنا سر پیر والی باتوں پر وہ ماہ پارہ کے بنائے گئے مجسموں پر نظر ڈال کر کلس کر بولتا چلا گیا۔۔

ڈاکٹری کی پڑھائی کر کر کے تیرا دماغ سچ میں فوت ہو چکا ہے۔ کیونکہ تجھے اب سیدھی بات بھی بھاشن دے کر سمجھانی پڑتی ہے۔ کمینے میں انہی حریفوں کی بات کر رہا ہوں۔ جن کو وہ تیری کزن مٹی میں ہاتھ بھر بھر کر بناتی رہتی ہے۔۔۔ !

غازیان نے بھڑکتے ہوئے اسے اپنی بات کا مطلب سمجھایا تو اس بار باسم اچھنبے سے اس سنکی وکیل کو دیکھ کر رہ گیا۔ جبکہ غازیان اسکی نظروں کو نظر انداز کرتے آگے بڑھ کر ایک ایک کرتے سب مجسمے نیچے گرانا شروع ہو گیا تھا۔

غازی تیرا دماغ ہل ول گیا ہے کیا۔۔!! کیا کر رہا ہے پاگل۔۔ کیوں گڑیا کی محنت ضائع کر رہا ہے۔۔!! باسم نے برق رفتاری سے آگے بڑھ کر غازیان کو قابو کرتے پیچھے ہٹایا تھا۔ ورنہ دو منٹ میں وہ اس جگہ کا اچھا خاصا حشر بگاڑ گیا تھا۔ اس کڑک گرمی بھری دوپہر میں غازیان پاشا اسے اس جگہ پر لے کر آیا تھا۔ جہاں ماہ پارہ اپنا sculpture بنانے کا شوق پورا کرتی تھی۔

کون سی محنت۔۔۔؟ ان آدھ ننگے مردوں کو بنا کر وہ کونسی محنت کر رہی ہے۔ ذرا اس پر اچھے سے روشنی ڈالنا۔۔۔! کیونکہ اگر کہیں ایک نقطہ بھی تیری ڈالی گئی روشنی سے محروم رہ گیا تو قسم ہے۔ میں تجھے مٹی کا پتلا بنا کر یہیں پر لٹکا دوں گا۔۔۔ !

سرمئی آنکھوں میں غصے کی آگ لیے غازیان بھڑکا تو اسکی باتوں پر باسم کی ہنسی نکل گئی۔ مطلب اسکا بھائی محبت میں اس قدر پاگل ہو چکا تھا۔ کہ اسے مٹی کے بنائے گئے مجسموں سے بھی جلن ہو رہی تھی۔۔

دفع ہو جا یہاں سے ردی والے ڈاکٹر۔۔۔! اگر میری مدد نہیں کر سکتا تو منہ بند کر کے یہاں پر کھڑا رہ۔۔۔!! باسم کو ہنستے دیکھ کر غازیان اسکا بازو جھٹک کر دوبارہ پھر تباہی کرنا شروع ہو گیا تھا۔

رک رک ابے رک بھی سڑیل وکیل۔۔۔!! غازیان کو پھر سب تباہ کرتے دیکھ کر باسم ہنسی کو بریک لگاتے پھر بیچ میں کود پڑا تھا۔ کیونکہ وہ اپنی پیاری بہن کی محنت ضائع ہوتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔۔

دیکھ میں تیری جلن سمجھ رہا ہوں۔۔پر ہم بیٹھ کر اسکا کوئی حل نکالتے ہیں نا۔۔!ایسے گڑیا کی محنت پر پانی نہ پھیر پلیز۔۔۔!!غازیان کی آنکھوں میں غصہ دیکھتے ہوئے باسم نے کان کھجاتے ہوئے اسے روکنے کی ناکام سی کوشش کی۔

کیا حل نکالے گئے۔۔۔؟غازیان نے انتہائی سنجیدگی سے استفسار کرنا چاہا۔۔

حل۔۔۔!!یہی ہی حل کہ ان آدھ ننگے مردوں کو کپڑے کیسے پہنائے جا سکتے ہیں۔۔۔!!میں گڑیا کو کہتا ہوں کہ آئندہ جب بھی کوئی sculpture بنائے تو اسے کپڑے لازمی پہنا دیا کرے۔۔!اب ٹھیک ہے نا۔۔؟مقابل کے حل پوچھنے پر باسم کو جب کچھ سمجھ نہ آیا۔تو اسکے ننگے ہونے کے احتجاج کا حل

نکالتا چلا گیا۔ جبکہ یہ سب بولتے ہوئے اسکے حلق میں قہقہ ابل رہا تھا۔ پر غازیان کی سرد مہری دیکھتے ہوئے وہ خود پر بے حد ضبط کیے ہوئے تھا۔

اور تجھے کیوں لگتا ہے۔۔؟ کہ میں آئندہ اسے یہ بے ہودہ مٹی کے پتلے دوبارہ بنانے کا موقع بھی دوں گا۔۔۔؟ غازیان پاشا کا اٹیٹیوڈ آسمان کی بلندیوں پر پہنچ چکا تھا۔ جس پر باسم نے آنکھیں چندھیا کر اسے دیکھنے کی کوشش کی۔

کچھ شرم کر کمینے انسان۔۔۔! اسکا شوق ہے یہ۔۔!! تو کیوں بڑے بھائیوں کے ہاتھوں پٹنا چاہتا ہے۔۔! اگر کسی کو پتہ چل گیا نا۔ کہ یہ تباہی تیری کارستانی ہے۔ تو دیکھنا پھر تیرا کیا حشر ہونا ہے۔۔۔!! غازیان کو مغرور انداز دیکھتے ہوئے باسم نے اسے فٹ سے آئنیہ دیکھایا تھا۔

بھائی لوگوں کو بتائے گا کون یہ سب۔۔۔؟ باسم کی باتوں کا زرا برا اثر لیے بنا غازیان نے پھر اپنا کام شروع کر دیا تھا۔

ہاں بھائی لوگ تو کم عقل ہیں نا۔۔!! جو اتنا سب کچھ دیکھنے کے بعد بھی کوئی سوال نہیں کریں گئے۔۔۔! باسم کا لہجہ مذاق اڑانے جیسا تھا۔۔۔

ہاں تو وہ سوال ہم سے یا مجھ سے تھوڑی کریں گئے۔!! ہم تو اپنے کمرے میں آرام کر رہے ہیں۔ ہمیں کیا خبر کونسا طوفان آیا یہاں پر۔۔۔!! بے پرواہی سے کندھے آچکا کر غازیان نے سامنے پڑے مجسمے کو زور سے کک کیا تو وہ زمین پر گرتے ہی ٹوٹتا چلا گیا تھا۔

غازی کچھ خیال کر یار۔۔!! ماہی یہ سب دیکھ کر روئے گی۔۔۔!! باسم نے اس بار ڈائریکٹ ماہ پارہ کا حوالہ دے کر اس بپھرے شیر کو لگام ڈالنے کی

کوشش کی تھی۔ جو تھوڑی بہت کار آمد بھی ثابت ہوئی تھی۔ کیونکہ غازیان پاشارک چکا تھا۔۔ بے اختیار مڑتے ہوئے وہ باسم کی طرف دیکھنے لگا تو باسم نے سر اثبات میں ہلاتے ہوئے کنفرم کیا۔ جیسے کہنا چاہ رہا ہوں۔ کہ وہ سچ میں روئے گی۔۔۔

باسم کے اقرار پر غازیان نے سر کھجاتے ہوئے آس پاس نظر دہرائی تو سب کچھ زمین بوس ہو چکا تھا۔ اکا دکا ہی مجسمے اسکے قہر سے بچ پائے تھے۔۔

اچھا بات سن۔۔۔!! ٹوٹے ہوئے مجسموں کو افسوس سے دیکھتے ہوئے غازیان نے بے اختیار باسم کو مخاطب کیا۔ جو پہلے ہی اسکے کچھ بولنے کا منتظر نظر آرہا تھا۔

ہاں سن رہا ہوں۔۔!! باسم پاکٹس میں ہاتھ ڈالتے ہوئے مسکرا کر متوجہ ہو چکا تھا۔ اگر اسے پتہ ہوتا کہ سامنے کھڑا اسکی انسان اس طرح قابو آئے گا۔ تو وہ یہ ترقیب پہلے ہی آزما لیتا۔ غازیان پاشا کو لگام ڈالنے کے لیے ماہ پارہ خان کا حوالہ ہی کافی تھا۔ باسم متاثر ہوئے بنا نہیں رہ سکا تھا۔۔۔

اگر وہ روئی تو تم کہنا۔ کہ دن کے وقت یہاں پر تیز ہوا چلی تھی۔ جس کے باعث یہ سب کمینے نیچے گر کر ٹوٹ گئے ہیں۔۔۔ !!

مجسموں پر لعنت بھیج کر غازیان نے اسکی طرف مڑتے ہوئے بہانہ بتایا۔

تیز ہوا نہیں چلی تھی۔ بلکہ ایک اڑیل گھوڑا یہاں پر گیا تھا۔ اور پھر بے قابو ہوتے ٹانگیں مارتا چلا گیا۔۔۔!! تیز لہجے میں بولتے ہوئے باسم نے اسے سنایا

تھا۔۔غازیان آنکھیں مٹکا کر اسے آنکھ ونک کرتے واپسی کے لئے چل نکلا۔۔

اسکا کام تو ہو ہی چکا تھا۔ پھر رک کر افسوس کرنے سے کیا فائدہ۔۔؟

غازیان کو جاتے دیکھ کر باسم جو سارے گند پر نظر دہرا رہا تھا۔ کہ بے ساختہ

غازیان کا تیز ہوا کا بونگا سا بہانہ یاد کرتے ہوئے قہقہ لگا گیا۔ بھلا اس تیز گرمی

میں ایسی کونسی ہوا چلی تھی۔ جو صرف یہاں پر آکر تباہی مچا کر چلی گئی تھی۔ اور

کہیں دوسری جگہ نقصان نہیں ہوا تھا۔

چھوٹے خان سے رابطہ ہوا۔۔؟ کبیر نے سنجیدہ انداز میں ایشام کو مخاطب

کیا۔۔جو دو ڈھائی گھنٹے سونے کے بعد پھر سے لاؤنج میں آبیٹھ گیا تھا۔ اور

مسلسل لیپ ٹاپ پر کام کرنے میں مصروف تھا۔ شام ہونے کو تھی۔ آہستہ آہستہ سب پھر اٹھ کر نیچے چلے آرہے تھے۔

نہیں بھائی ابھی تک تو وہ کوئی رسپانس نہیں کر رہا ہے۔۔۔! ایشام نے سر اٹھا کر ضبط سے جواب دیا۔ وہ آج صبح سے ہی ارسل سے رابطہ کرنے کی کوشش میں تھا۔ لیکن وہ نہ تو اسکی کال اٹھا رہا تھا۔ اور نہ ہی کسی میسج کا کوئی جواب دے رہا تھا۔

پریشان نہیں ہو میری جان۔۔۔!! وہ ٹھیک ہو گا۔! بلکہ ہر وقت اسکی سلامتی کی دعا مانگو بس۔۔۔! ایشام کے ضبط بھرے تاثرات دیکھ کر کبیر نے جلدی سے آگے بڑھ کر اسے سینے سے لگایا تو ایشام کسی چھوٹے بچے کی طرح بڑے بھائی میں پناہ لینے لگا تھا۔ اس وقت صورتحال پہلے سے بھی مشکل ہو چکی تھی۔

جنگ کے اس ماحول میں ہر انسان اپنے ملک اور باڈر پر کھڑے بہادر سپاہیوں کی سلامتی کے لئے دعائیں مانگنے میں مصروف تھا۔

کیا ہوا اسے۔۔۔؟ فارس جو ابھی نیچے آرہا تھا۔ لاؤنج کا منظر دیکھتے ہوئے پریشان ہوتے تیزی سے انکے قریب آیا۔

کچھ نہیں ہمارا چھوٹا شیر بس اپنے پارٹنر کو مس کر رہا ہے۔۔۔! فارس کی آواز پر متوجہ ہوتے کبیر نے مسکرا کر اسے جواب دیا۔۔ فارس نفی میں سر ہلاتے وہیں انکے پاس بیٹھ گیا تھا۔ جبکہ ایشام منہ بسور کر آنکھیں بند کر چکا تھا۔

وہ ٹھیک ہو گا میری جان۔۔ کیوں ایسے منہ لٹکا کر ہمیں پریشان کر رہے ہو۔۔۔!! ایشام کو کبیر سے الگ کرتے ہوئے فارس نے اسے اپنے حصار میں لے لیا تھا۔ جبکہ لہجہ سمجھانے والا تھا۔

بھائی مجھے بس اسکی فکر ہو رہی ہے۔۔۔!! ابھی میڈیا پر دیکھ رہا تھا۔ کہ باڈر پر حالات خراب ہوتے جا رہے ہیں۔۔۔!! ایشام لب بھینچتے ہوئے بے بسی کے عالم میں بتا رہا تھا۔

کبیر اور فارس کا بے اختیار آپس میں نظروں کا تبادلہ ہوا تھا۔ سینے میں انکا دل مٹھی میں جکڑ چکا تھا۔ پر انہیں مضبوط رہنا تھا۔ کیونکہ بلیک مینشن میں بڑوں میں ابھی صرف وہی موجود تھے۔ بلیک گینگ تو اسی رات اپنے ہیڈ کوارٹر روانہ ہو چکی تھی۔ ایسے میں سب گھر کی ذمہ داری فارس اور کبیر پر تھی۔

حالات جیسے بھی ہوں۔۔!! پر ہمارا یقین تو کمزور نہیں ہو سکتا نا۔۔۔! ہمارا چھوٹا بھائی انشاءاللہ جلد واپس آئے گا۔۔۔!! غازیان جو ابھی نیند سے اٹھ کر

نیچے آرہا تھا۔ کہ ایشام کے الفاظ سننے کے بعد بے اختیار مسکرا کر بولتا چلا گیا تھا۔

اسکے اچانک اینٹری مارنے پر وہ حیران ہوتے مسکرا دیے تھے۔

بے شک غازی بالکل ٹھیک بول رہا ہے۔۔!!اب تم بھی منہ ٹھیک کرو۔۔!!

اور سب کو جگا کر لاؤ۔۔!آج ہم پچھلے لان میں بیٹھ کر کھانا کھائیں

گئے۔۔۔ !!

غازیان کے پر امید لہجے پر مسکرا کر یقین کرتے ہوئے کبیر اپنے چھوٹے لاڈلے

کے بال سنوارتا چلا گیا۔ایشام بھی کچھ نارمل ہوتا مسکرا کر بڑے بھائیوں کے

ہاتھ چومنے کے بعد اٹھ کھڑا ہوا تھا۔تاکہ سب کو کمروں سے باہر لا سکے۔۔

جبکہ غازیان جو فارس کی گود میں سر رکھ کر پھر لیٹ رہا تھا۔ کہ کبیر کے پچھلے

لان کی طرف جانے کا سن کر دانتوں تلے لب دباتے ہوئے منہ میں زبان رول کرتے اٹھ بیٹھا تھا۔

غازی ہم ارسل اور باقی گھر والوں کا صدقہ نکالنے جا رہے ہیں۔۔۔! ہمارے واپس آنے تک تم ملازموں سے کہہ کر پیچھے لان میں سب سیٹ آپ کرواؤ۔۔!! غازیان کو حکم سنا کر فارس کبیر کے ساتھ باہر نکل گیا۔ جبکہ پیچھے غازیان مشکل میں پڑ چکا تھا۔۔۔

سالے ردی والے ڈاکٹر کی زبان ہی منحوس ہے۔۔۔! ویسے مہینہ، مہینہ کوئی وہاں پیر نہیں رکھتا۔ پر آج وہیں بیٹھ کر کھانا کھائیں گئے۔ یہ منحوس ڈاکٹر آج میرے ہاتھوں نہیں بچے گا۔۔۔!! بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے غازیان اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ تاکہ باسم کو کہیں زندہ درگور کر سکے۔۔۔

پاکستان ایئر فورس کی بیس پر ہر طرف افراتفری کا عالم تھا۔ انڈیا کو حملہ کیے ایک دن گزر چکا تھا۔ پر پاکستان کی جانب سے ابھی تک کوئی رد عمل نہیں دیا گیا تھا۔ جس کی وجہ سے عوام میں اشتعال اور غصے کی لہر بڑھتی ہی جا رہی تھی۔

بیس کے اندر اکاؤنٹس ڈیپارٹمنٹ کے سب آفیسرز کی بھی ایمرجنسی ڈیوٹی لگ چکی تھیں۔ گویا اس وقت ہر فوجی باڈر پر چلا گیا تھا۔

یہاں تک کہ وہ گاؤں جو بالکل باڈر کے سامنے تھے۔ وہ بھی خالی کروائے جا رہے تھے۔ فوج کی بڑی بڑی گاڑیاں ایسے بہت سارے گاؤں کی جانب روانہ ہو چکی تھیں۔ جو باڈر کے قریب ہونے کی وجہ سے جنگ کی صورتحال کا سب سے زیادہ شکار تھے۔

ایئر فورس کے ڈپٹی چیف جہانگیر عالم باقی ڈیپارٹمنٹ کے چیف کے ساتھ مل کر کانگرس کر رہے تھے۔تاکہ پاکستان کی عوام کو یقین دلایا جاسکے۔کہ انکی جانب سے بھی رد عمل ضرور ہو گا۔بس صحیح وقت کا انتظار کیا جارہا ہے۔

وردی پہننے وہ سفید شہزادہ بے حد سنجیدہ نظر آرہا تھا۔ گرے آنکھیں خود میں ان گنت جذبات سموئے ہوئے تھیں۔جبکہ چہرے کا سفید رنگ ضبط سے سرخ پڑ چکا تھا۔اپنی پاکٹ سے موبائل نکال کر ارسل خان مخصوص تصویر نکالتے ہی دل سے مسکرا دیا تھا۔موبائل کی سکرین پر نمودار ہوتی یہ تصویر ان سب "بھائیوں" کی اٹلی میں لی گئی آخری تصویر تھی۔جس میں ارسل اور ایشام سب سے چھوٹے ہونے کی وجہ سے کبیر اور فارس کی گود میں بیٹھے قہقہ لگا رہے تھے۔اور انکے بیٹھنے کے انداز پر باقی سب کے چہروں پر بھی زندگی سے

بھرپور ہنسی درج تھی۔ یہ زندگی سے بھرپور ایک مکمل تصویر تھی۔ جوان سب بھائیوں کے پاس کسی قیمتی اثاثے کے طور پر محفوظ تھی۔

یہ تصویر ان سب کے موبائل کے فرنٹ وال پر ہر وقت موجود ہوتی تھی۔ پر آج ارسل خان اس دن کی لی گئی تمام تصاویر دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ کہ بے اختیار ایک تصویر پر آکر رکتے ہوئے وہ زور سے ہنس دیا۔

اس تصویر میں کبیر اور فارس نے محبت سے ایشام اور ارسل کے ماتھے پر ہونٹ رکھے ہوئے تھے۔ توباسم، غازیان، فاتح، شہرام سائیڈ پر کھڑے انکو گھورتی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ چھوٹے ہونے کی وجہ سے ایشام اور وہ ہمیشہ سب سے زیادہ پروٹوکول اور پیار بٹورنے میں کامیاب ہوتے تھے۔ جس کی وجہ سے باقی سب انکو گھورتے رہ جاتے تھے۔

سب پرانی یادیں دیکھتے ہوئے مسکراتے ہوئے ارسل کی آنکھیں نم ہو چکی تھیں۔بے شک کل کا دن بہت بڑا ہونے والا تھا۔

موبائل سکرین پر ہونٹ رکھتے ہوئے سب کی یاد میں اسکا دل ایک دم سے بھاری ہو رہا تھا۔کہ اچانک اسکا بلاوا آ گیا۔

کیپٹن خان۔۔!!اپکو سر اندر بلا رہے ہیں۔۔۔!!جونئیر نے قریب آتے ہی اسکو سیلوٹ کرتے پیغام دیا تھا۔جس پر ارسل نے متوجہ ہوتے سر کو جنبش دی۔اگلے ہی پل موبائل پاکٹ میں واپس رکھ کر لمبی سانس خارج کرتے ہوئے وہ اپنے جونئیر آفیسر کے پیچھے چل دیا۔جہاں اسکا بے صبری سے انتظار ہو رہا تھا۔

ناول: جنونِ یار

رات کے بارہ بج رہے تھے۔جب باسم لان میں ہلکی پھلکی واک کر رہا تھا۔ اسے نیند نہیں آرہی تھی۔اس لئے وہ نیچے آگیا تھا۔چیئر پر بیٹھتے ہوئے اس نے آسمان کی طرف دیکھا. تو نجانے کیوں اسے ہر چیز خود میں اداسی سموئے ہوئے محسوس ہوئی۔

پاکٹ سے موبائل نکالتے ہوئے بے اختیار باسم نے ارسل کی چیٹ کھول لی۔ جہاں میسیجز ابھی تک دیکھے نہیں گئے تھے۔آج صبح ہوتے ہی وہ وقفے وقفے سے ارسل کو میسج کرتا رہا تھا۔باسم کو پورا یقین تھا۔

کہ یہ کام ان سب بھائیوں نے کیا ہو گا۔ کیونکہ اس نے نوٹ کیا تھا۔ کہ سب دن میں باری باری موبائل چیک کر رہے تھے۔ اس خیال کے تحت کہ شاید ارسل نے کوئی جواب دیا ہو۔۔ پر کوئی جواب نہیں آیا تھا۔

مس یو میرے چھوٹے خان۔۔۔!! ایک بار پھر اسے پیغام بھیجنے کے بعد باسم اسکی پروفائل پر لگی تصویر دیکھنے میں مصروف ہو گیا۔ کہ بے ساختہ اسے کسی کی آواز سنائی دی۔

روبی کہاں جا رہی ہو۔۔۔؟؟ محبت خان اپنی بلی کو پکارتے ہوئے اچانک وہاں نمودار ہوئی۔ تو باسم اس وقت اسے یہاں پر دیکھ کر بے اختیار چونک گیا۔۔۔ جبکہ باسم کو پہلے سے وہاں بیٹھے دیکھ کر حیرت کا شکار تو محبت بھی ہو گئی تھی۔۔

تم سوئی نہیں ابھی تک۔۔۔؟موبائل پاکٹ میں رکھ کر وہ حیرانی سے پوچھنے لگا۔۔

نیند نہیں آرہی۔۔۔!محبت نے بے حد اداسی سے جواب دیا تھا۔۔

کیا ہوا۔۔سب ٹھیک ہے نا۔۔۔؟ایسے منہ کیوں لٹکایا ہوا ہے۔۔۔؟اسکے بجھے بجھے چہرے کو دیکھ کر باسم کو برجستہ فکر ہونے لگی۔۔۔

بھیا کی یاد آرہی ہے۔۔۔!!میں اتنے میسیج کیے ہیں۔۔!!کوئی جواب ہی نہیں دے رہے۔۔!!ڈیڈ بھی میری کال نہیں اٹھا رہے ہیں۔۔!!

باسم کے پوچھنے پر وہ بھیگے لہجے میں معصوم بچوں کی طرح شکایت کرتے بولی تھی۔۔وہ نعمان خان کے بنا رہنے کی بالکل عادی نہیں تھی۔اس پر تضاد ارسل خان بھی جا چکا تھا۔جس کی وجہ سے وہ بے حد اداس ہو چکی تھی۔

نعمان خان کے جانے سے پہلے علیزے خان نے انکے اکیلے ہو جانے کا سوچ کر ہی تو علینہ خانم اور محبت کو یہاں پر روک لیا تھا۔

ماضی کا وہ تلخ حصہ نہیں بھول پاتے تھے۔ یہ ہی وجہ تھی۔ کہ جب وہ سب اٹلی میں تھے۔ اور نعمان خان کو مجبوراً کسی مشن کی وجہ سے جب دوسرے شہر جانا پڑتا تھا۔ تو جانے سے پہلے وہ اپنی علینہ خانم اور محبت کو بلیک مینشن میں چھوڑ دیتا تھا۔

محبت خان کا دن تو سب کے ساتھ مستیاں کرتے اچھا گزر گیا تھا۔ لیکن اب رات ہوتے ہی اسے اپنے ڈیڈ اور بھیا کی یاد آ رہی تھی۔ جو اسکی کال نہیں اٹھا رہے تھے۔۔

یہاں آؤ۔۔۔!! باسم کو اسے معصوم لہجے پر بے حد پیار آیا۔ تو ہاتھ بڑھاتے ہوئے اسے پاس آنے کا اشارہ کرنے لگا۔۔۔

محبت نے ہچکچاتے ہوئے اپنا نازک ہاتھ اسکے ہاتھ میں دیا۔ تو اسکے ہاتھ کے دلکش لمس کو اپنی ہتھیلی پر محسوس کرتے ہی باسم کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ جس پر فورا قابو پا کر اس نے محبت کو اپنے پاس بٹھا لیا تھا۔۔

تمہیں پتہ ہے نا۔۔ کہ وہ ضروری کام سے گئے ہوئے ہیں۔۔ ہم سب بھی انکو میسج کر رہے ہیں۔۔ لیکن فل وقت وہ کسی کو بھی جواب نہیں دے رہے ہیں۔۔!! تم انکے لئے دعا کرو۔ کہ وہ لوگ کامیاب ہو کر جلد از جلد واپس آ جائیں۔۔! اوکے۔۔۔؟؟ اسکی سنہری آنکھوں کے کناروں پر ٹکے آنسوؤں کو

باسم محبت سے صاف کرتے ہوئے اسے سمجھا رہا تھا۔اور وہ بھی اسے پوری توجہ کے ساتھ سن رہی تھی۔۔

اب تو نہیں اداس ہو گی نا۔۔۔؟؟ باسم نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے نرمی سے استفسار کیا تھا۔ جس کا جواب محبت نے اچھے بچوں کی طرح نفی میں سر ہلا کر دیا۔۔

ویری گڈ۔۔۔!!اگر تمہارا کسی سے بات کرنے کو دل کرے۔تو تم مجھ سے باتیں کر لینا۔۔۔!!ٹھیک ہے۔۔؟ایک اور ہدایت کرتے ہوئے باسم اسکے خوبصورت نقوش کو دل میں اتار رہا تھا۔اسکے پاس بیٹھتے ہی باسم کو اپنے ارد گرد ایک دلفریب خوشبو اڑتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ محبت کے کم سن سراپے کا نہ چاہتے ہوئے بھی وہ جائزہ لے رہا تھا۔یلو کلر کی خود سے بڑی ٹی

شرٹ پہنے، کندھوں پر سنہرے بال بکھرے ہوئے تھے۔ جبکہ سفید رنگت گلابی سی معلوم ہو رہی تھی۔۔۔ باسم کو وہ سنہری تتلی محسوس ہونے لگی۔ تو وہ بے ساختہ بھرپور مسکرا دیا۔۔

تمہاری بلی کہاں ہے۔۔۔؟ خود کا دھیان بھٹکانے کی غرض سے باسم نے اچانک سوال کیا۔۔۔

یہ پاس ہی تو بیٹھی ہوئی ہے ڈاکٹر بھیا۔۔۔!! باسم کے سوال پر لاپرواہ انداز میں بولتے ہوئے محبت نے اپنے دائیں جانب اشارہ کیا۔ جہاں بلیک روبی میڈم اپنا پنجہ منہ لیے محبت کی طرف ٹکر ٹکر دیکھ رہی تھی۔۔۔ اسکی کالی رنگت کی وجہ سے باسم تو اسے اندھیرے میں دیکھ ہی نہیں سکا تھا۔۔۔

یااللہ پناہ لڑکی۔۔۔!!کچھ خوف خدا کرو۔۔!اوراس ماڈل کا ہیئر کلر بدلو۔۔۔!!اندھیرے میں اسکی چمکتی آنکھوں کو دیکھ کر باسم بے اختیار ڈر گیا تھا۔۔۔

خیر چھوڑو اس ڈائن کو۔۔۔!یہ بتاؤ آئس کریم کھاؤ گی۔۔؟روبی کو زرا سا گھور کر باسم نے مسکرا کر محبت سے پوچھا تو اسکی سنہری آنکھیں اگلے ہی پل بھرپور روشن ہو گئیں۔

ہاہاہا۔۔۔!!آجاؤ۔۔تمہیں ائس کریم کھلا کر لاتا ہوں۔۔۔!!محبت کے کیوٹ سے انداز کو دیکھ کر وہ ہنستے ہوئے کھڑا ہوا تو محبت بھی اپنی روبی کو اٹھا کر اسکی تقلید میں جلدی سے کھڑی ہو گئی۔

دیر رات میں فارس ناز کے کمرے میں داخل ہوا تو وہ اپنے بیڈ پر پر سکون سی سوتی ہوئی نظر آئی تھی۔ پیچھے مڑتے ہوئے فارس نے دروازے پر فتح مندی سے ایک نظر ڈالی تھی۔

جس کا فنگر پرنٹ لاک وہ ابھی کھول کر اندر داخل ہوا تھا۔ گل ناز اور گل بہار کے کمروں کے دروازوں پر کبیر اور فارس کے فنگر پرنٹ بھی اٹیچ کیے گئے تھے۔ اور یہ کام انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی سے کروایا تھا۔ تاکہ آنے جانے میں کوئی مشکل نہ ہو۔۔۔ !

بڑے بھائیوں کی دیکھا دیکھی ایشام نے بھی لگے ہاتھ پیر پاشا کے کمرے کے دروازے کے ساتھ یہ ہی عمل کیا تھا۔۔ یہ ہی وجہ تھی۔۔ کہ جب چاہے وہ اب اسکے کمرے میں نمودار ہو جاتا تھا۔ اور وہ ہکا بکا دیکھتی رہ جاتی تھی۔۔

ٹی شرٹ اتار کر صوفے پر پھینکتے ہوئے فارس سرشاری کے عالم میں بیڈ کی جانب بڑھنے لگا تھا۔ جہاں اسکی جنگلی بلی سو رہی تھی۔ وہ کافی دنوں سے اسکے ہاتھ نہیں لگی تھی۔

اور آج دن میں کبیر کی بے شرمی کا لیول دیکھنے کے بعد تو ویسے ہی فارس کا وجود کب سے بے چینی کا شکار ہوا پڑا تھا۔ اس لئے وہ آدھی رات میں یہاں پر آ چکا تھا۔ وہ جان بوجھ کر ناز کے سونے کا انتظار کر رہا تھا۔ کیونکہ آج نیند میں وہ اسے قابو کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔۔

بیڈ کے قریب پہنچ کر فارس نے کمبل ہٹایا تو ناز اپنے ہوش ربا حسن کے ساتھ بے خبر سو رہی تھی۔ پرپل کلر کی نائٹی میں وہ خود سے بیگانہ تھی۔ کالے بال تکیے پر بکھرے ہوئے تھے۔

سمجھ سے باہر ہے۔۔! میرے ساتھ یہ لڑکی منہ سیدھا کر نہیں رہی۔ تو پھر یہ آفتیں پہن کر سونے کا مقصد۔۔۔؟ کیا خواب میں مجھے دیکھانے کے لیے اتنا انتظام کرتی ہے۔۔۔؟؟ گل ناز کے رعنائیاں چھلکتے وجود کو دیکھ کر فارس کا سانس تھم چکا تھا۔ گل ناز کی نائٹی تھائیز سے اوپر تک تھی۔

ہائے فارس ہمدانی۔۔۔!! تمہارا کیا ہی بنے گا۔۔۔!! خود پر خود ہی ترس کھاتے ہوئے وہ شیو پر ہاتھ پھیرنے لگا تھا۔ جبکہ دل سینے کی دیواروں کے ساتھ سر پٹکنا شروع ہو گیا تھا۔ گل ناز نے اچانک کروٹ بدلی تو اسکی پشت کا منظر دیکھتے ہوئے فارس اپنا سینہ رب کرتا چلا گیا۔۔۔

یہ آج نہیں بچے گی میرے ہاتھوں سے۔۔۔!! گل ناز کی شامت کا سوچتے ہوئے فارس نے بے باکی سے مسکراتے ہوئے ہونٹ کا کونا دبا لیا تھا۔ اگلے ہی

پل بیڈ پر چڑھتے ہوئے وہ اسکے ساتھ لیٹ چکا تھا۔ فارس نے پاؤں کی مدد سے پہلے کمبل کو نیچے گرایا۔ اور پھر خود اسکی پچھلی گردن پر سلگتے ہونٹ رکھتے ہوئے آنکھیں میچ لی۔ دل میں جواں جذبات کی آگ ایک دم سے بھڑکی تو فارس کے ہونٹ نیچے کمر کی جانب بڑھتے چلے گئے۔

چونکہ کمرے میں اے سی فل سپیڈ کے ساتھ چل رہا تھا۔ اس لئے گل ناز کو ٹھنڈ سی محسوس ہونے لگی تھی۔ کیونکہ فارس اسکے اوپر سے کمبل ہٹا چکا تھا۔

نیند میں کسمسا کر ناز نے ٹانگوں کو موو کرتے ہوئے کمبل پکڑنے کی کوشش کی۔ تو اگلے ہی پل فارس نے اسکی کمر میں بازو حائل کرتے ہوئے اسے خود کے ساتھ لپٹا لیا۔ اسکی پشت سینے کے ساتھ لگاتے ہوئے فارس نے اسکے کندھے پر ہونٹ رکھے تو نیند میں ناز کا سانس بھاری ہونے لگا تھا۔

فارس کے تپش زدہ وجود کی قید میں اسکی ٹھنڈ کا اثر کچھ تو کم ہوا تھا۔ لیکن اب ایک عجیب سی بے چینی بھی محسوس ہونے لگی تھی۔۔۔

تمہیں میں آج بالکل ویسے ہی کھاؤں گا۔ جیسے دن میں دانت چبا چبا کر مجھے گھور رہی تھی۔۔۔!! اسکے کان میں سرسراتی ہوئی سرگوشی کرتے ہوئے فارس نے اسکے کان کی لوح پر ہلکا سا کاٹا تو ناز بری طرح مچل اٹھی۔ نیند اس قدر اس پر حاوی ہو گئی تھی۔ کہ وہ آنکھیں بھی نہیں کھول پا رہی تھی۔

اسے سیدھا کرنے کے بعد فارس اٹھتے ہوئے اس پر سایہ فگن ہوا تو نیند میں اسکے چہرے پر بے چینی بھرے تاثرات دیکھ کر وہ استہزایہ انداز میں مسکرا دیا۔

ابھی تو وہ بہت کچھ کرنے والا تھا۔ بس دیکھنا یہ تھا۔ کہ وہ کہاں پر پہنچ کر ہوش میں آنے والی تھی۔۔

فارس نے جھکتے ہوئے اسکی گردن کو سک کرنا شروع کیا۔ جبکہ ہاتھ بڑھاتے ہوئے وہ اسکے کندھے پر موجود نائٹی کی سٹریپ کو بھی نیچے کھسکا چکا تھا۔ جگہ جگہ ہونٹ رکھنے کے بعد فارس نے ہلکا سا جھٹکا دیتے ہوئے اسکی نائٹی کو الگ کیا۔ تو ناز آنکھیں کھولتی ہوئی نظر آنے لگی۔ اسے ہوش میں آتے دیکھ کر فارس تیزی سے اسکی تھائیز پر ہونٹ رکھ چکا تھا۔ جس کے باعث ناز کے وجود میں بری طرف سپارک ہوا تھا۔ ساری نیند ایک پل میں ہوا چکی تھی۔

اس نے چہرہ جھکاتے ہوئے دیکھا تو اپنے بے شرم شوہر کو یہاں پر دیکھ کر صحیح معنوں میں اسکے ہوش اڑے تھے۔

وہ اندر کیسے آیا۔۔۔؟! نازا بھی یہ سوچ پاتی جب فارس کے مضبوط ہاتھ اسکی ڈھرکنوں کو قبضے میں کر گئے۔اپنی تھائیز اور پیٹ پر اسکے بے باک ہونٹوں کا لمس اس پر تضاد دھڑکنوں پر اسکی قید محسوس کرتے ہوئے ناز سسکتے ہوئے اچھلی تھی۔۔

اہہہ۔۔۔!! فار۔۔۔!! تڑپتے ہوئے وہ اسے پکارتی جب وہ اچانک اوپر اٹھتے ہوئے اسکے ہونٹوں کو قید کرتے خود کو مصنوعی پردوں سے آزاد کرتے اسکے نازک وجود پر اپنا بوجھ منتقل کر گیا۔نازنے آنکھیں پھیلاتے ہوئے اسے دیکھنے کی کوشش کی تھی۔جو ہمشیہ کی طرح بس پاگلوں کی طرح اس پر سوار ہو چکا تھا۔وہ اسے کچھ بھی سوچنے سمجھنے کا نہیں دے رہا تھا۔

ناز کے نیچے ہونٹ کو سک کرتے ہوئے فارس نے اسکی تھائیز کو جکڑتے ہوئے اپنی کمر کے گرد ریپ کیا تو ناز کے اوسان خطا ہو گئے۔ کسی چڑیا کی طرح پھڑپڑاتے ہوئے وہ اسکی گرفت سے نکلنے کی کوشش کرنے لگی۔ تو فارس اسکی زبان کو ہونٹوں میں سک کرتے ہوئے ناز کی کمر میں بازو لپیٹ کر اسے اوپر اٹھاتے ہوئے اسکی تھائیز کو سختی سے لاک کرتے پوری قوت کے ساتے شدت پسندی سے اسکی روح میں اتر گیا تھا۔۔

اس انتہا پسندی پر ناز کا وجود اسکی گرفت میں مچل کر رہ گیا تھا۔ یہاں تک کہ ظالم بنتے فارس نے اسکی سسکیاں بھی اپنے ہونٹوں میں دبالی تھیں۔۔۔ ناز کے نازک وجود کو بری طرح خود کے ساتھ لپٹائے فارس نے اپنی شدتیں نچھاور کرنا شروع کی تو وہ آنکھیں میچ کر برداشت کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ کیونکہ اسکے علاوہ اسکے پاس کوئی چارہ نہیں بچا تھا۔۔

فارس نے اسکے نچلے ہونٹ کو دانتوں میں کھینچتے ہوئے اسکی دھڑکنوں کو سک کرتے ہوئے شدت بھرا سٹروک دیا تو ناز پھولی سانسوں میں بری طرح سسک اٹھی تھی۔

اہہ۔۔۔فارس۔۔۔کیو۔۔ں پاگل۔۔۔ہو گئے ہو آدھی۔۔رات میں۔۔۔!! سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ کمر اٹھاتے وہ اٹکتے ہوئے گویا ہوئی تھی۔۔۔

یہ تمہارا مجھے دن بھر۔۔۔پاگل کرنے کا انعام ہے میری جان۔۔!! تیز ہوتی سانسوں میں جواب دے کر فارس نے اسے بری طرح خود میں جکڑا تو ناز مزاحمت کرتی رہ گئی تھی۔

اس گہری رات میں بی-س پر ہر طرف جوابی حملے کی تیاری ہو رہی تھی۔ دو دن گزر جانے کے بعد پاکستان نے اپنا جواب دینے کا فیصلہ کر ہی لیا تھا۔

اس سلسلے میں ٹی وی پر بار بار پریس کانفرنس کی جا رہی تھی۔ جس میں عوام کو یہ ہی یقین دلایا جا رہا تھا۔ کہ وہ اپنی آرمی پر یقین رکھیں۔ پاکس-تان اپنی جوابی کارروائی ضرور کرے گا۔

ٹی وی اور ٹک ٹاک پر بہت سے ایسے اینکرز تھے۔ جو پل پل کی خبریں دیتے ہوئے اپنی عوام کو ہمت دینے کی کوشش کر رہے تھے۔ ان مشکل حالات میں گویا ہر انسان ایک دوسرے سے جڑ چکا تھا۔ اور اس سب کا مقصد صرف اپنے

ملک کی عوام کی حوصلہ افزائی کرنا تھا۔ تاکہ وہ اس مشکل حالات میں ہمت نہ ہاریں۔

حم-لہ کرنے سے پہلے آرمی نے باڈر کے قریب بہت سے گاؤں خالی کروادیے تھے۔ تاکہ مل-ک کا کوئی بھی جانی نقصان نہ ہو۔۔ !

آدھی رات میں لوگ اپنا اپنا قیمتی سامان اٹھا کر دوسرے شہروں کی جانب روانہ ہو چکے تھے۔

ان سب حالات میں با-ڈر کے قریب واقع گاؤں پر ابھی تک ڈرون کی مدد سے مخالف کی طرف سے حم-لے کیے جا رہے تھے۔ جن کا جواب دینے کے لیے پاکس-تان کے عام شہری ہی کافی تھے۔۔

بیس پر آگ سا سماں چل رہا تھا۔ وردی پہنے ماؤں اور بہنوں کے شہزادے اپنی اپنی جان ہتھیلی پر رکھے ملک کی خاطر قربان ہونے کے لئے تیار تھے۔ سئینر کی ہدایات کے مطابق سب اپنے اپنے گھروں والوں اپنا آخری پیغام لکھ چکے تھے۔ جن میں ارسل خان بھی سر فہرست تھا۔ لیکن کوئی نہیں جانتا تھا۔ کہ اسکا یہ "آخری پیغام" بلیک مینشن میں کیا قہر ڈھانے والا ہے۔۔۔

ناول: جنون یار

اپنی دھن میں گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے ارسل خان ساتھ ساتھ موبائل میں بھی چیک کر رہا تھا۔ جہاں اسکو وقت پر پہنچنے کے بار بار پیغام آرہے تھے۔ اور اب تو باقاعدہ فاتح نے اسے دھمکی آمیز میسج کر ڈالا تھا۔ کہ اگر وہ دس منٹ میں نہ پہنچا تو فاتح، شہرام کے ساتھ مل کر اسکا کچومر بنادے گا۔۔

دھمکی آمیز میسج پڑھنے کے بعد ارسل نے ناک سکوڑ کر گاڑی کی سپیڈ بڑھالی۔ بلیک ٹی شرٹ میں وہ انتہا کا دلکش لگ رہا تھا۔ جبکہ پٹھانی نقوش پر بھوری داڑھی اسکی شخصیت کو مزید دلفریب بنا رہی تھی۔

اللہ کے فضل و کرم سے وہ اپنے مشن میں کامیاب رہا تھا۔ اتنے سنگین حالات میں دن رات محنت کرنے کے بعد اسے تین دن پہلے چھٹی ملی تھی۔

چھٹی ملنے کی خوشی میں ارسل خان واپس آنے لگا۔ تو فارس نے اسے وہیں رہنے کا حکم دیا۔ کیونکہ وہ خود اپنے چھوٹے بھائی کو پوری شان کے ساتھ واپس لے کر آنا چاہتے تھے۔ آخر انکے بھائی نے اتنی بڑی کامیابی جو حاصل کی تھی۔ اسی خوشی میں وہ سب جب ارسل کو لے کر آئے۔ تو واپسی پر پورے اسلام آباد کو پتہ لگا تھا۔ کہ کوئی فوجی آپریشن کامیاب ہونے کے بعد چھٹی جا رہا ہے۔

کیونکہ فاتح اور شہرام نے چینخ، چینخ کر سب کو بتایا تھا۔ کہ انکا شیر دشمن کو دھول چٹا کر آیا ہے۔

کبیر اور فارس تو اپنے چھوٹے لاڈلے پر قربان ہوتے چلے گئے تھے۔ یہ ہی وجہ تھی۔ کہ جب ارسل یونیفارم میں بیگ اٹھائے بیس سے باہر نکلا تھا۔ تب بے ساختہ اسکے سب بھائیوں نے فخر سے اسے سیلوٹ کیا تھا۔ جن میں فارس ہمدانی اور کبیر خان بھی شامل تھے۔ لیکن ارسل نے تیزی سے آگے بڑھ کر بڑوں بھائیوں کو ایسا کرنے سے منع روک لیا تھا۔

اور نم ہوتی آنکھوں سے انکے سینے میں پناہ لیتے سکون سے آنکھیں موند دیں۔ وہ اپنے خدا کے آگے سجدہ ریز ہوتے بار بار شکر ادا کرتے نہیں تھک رہا تھا۔ جس نے اسے اتنے مہربان چہرے پھر دیکھنے کا موقع دیا تھا۔ وہ کبھی بھی اتنا

عرصہ ان سے دور نہیں ہوا تھا۔ یہ پہلی بار تھا۔ اس لئے شاید وہ اتنا جذباتی ہو چکا تھا۔ بھائیوں کے گلے ملتے ہوئے کوئی ارسل خان سے پوچھتا۔ کہ اسکی زندگی کی سب سے بڑی نعمت کیا ہے۔ تو وہ بنا جھجھک اپنے بھائیوں کی جانب اشارہ کر دیتا۔۔

ارسل کی کامیابی پر ان سب کا سر فخر سے بلند ہو چکا تھا۔ یہ ہی وجہ تھی۔ کہ اتنے دنوں سے محبت ولا میں خاندان والوں کا آنا، جانا جاری تھا۔ اور آج کہیں جا کر اسے فرصت ملی تھی۔ اس لئے کبیر اور فارس نے سب بھائیوں کا ڈنر باہر پلین کر لیا تھا۔

وہ سب ریسٹورنٹ میں پہنچ چکے تھے۔ بس ارسل نے نیند پوری کرنے میں چکر میں دیری کر دی تھی۔ اور اب گاڑی کو فل سپیڈ میں بھگاتے ہوئے وہ

مطلوبہ لوکیشن کی جانب بڑھ رہا تھا۔ مزید پندرہ منٹ کی ڈرائیو کے بعد وہ مطلوبہ ریسٹورنٹ کے سامنے کھڑا تھا۔ یہاں پہنچتے ہی اس نے تشکر بھری سانس خارج کی تھی۔ کیونکہ فاتح اور شہرام نے کالز کرتے ہوئے اب اسکا سر کھالیا تھا۔۔

سالے ویلے نکمے کہیں کے۔۔۔!! خود تو کوئی کام کرتے نہیں ہیں۔ اس لئے بس کہیں بھی منہ اٹھا کر وقت سے پہلے پہنچے ہوتے ہیں۔۔! ان دونوں نمونوں کو کوستے ہوئے ارسل تیزی سے اپنا والٹ اور موبائل اٹھا کر گاڑی سے نیچے اترا تھا۔

گاڑی لاک کرنے کے بعد وہ افراتفری میں پارکنگ سے نکل رہا تھا۔ کہ اچانک سامنے آتی ہوئی گاڑی نے ارسل کو ہوش دلائی۔ گاڑی میں بیٹھی رابیل نے

زوردار بریک لگاتے ہوئے گاڑی کو روکا تو اسکء زوردار بریک لگانے پر پیسنجر سیٹ پر بیٹھی لائبہ کا سر دیش بورڈ سے ٹکراتے ٹکراتے بچا تھا۔۔

یارر ابی۔۔!! کچھ خدا کا خوف کر کیوں اتنی بھری جوانی میں مجھے اوپر پہنچانے پر تلی ہوئی ہے۔!! خود کو بروقت سنبھالتے ہوئے لائبہ نے بے اختیار سینے پر ہاتھ رکھ لیا۔ جبکہ باہر کھڑا ارسل خان بے یقینی سے اس نکمی ڈرائیور کو دیکھ رہا تھا۔

جو لمبے لمبے سانس لے رہی تھی۔ یقینا یہ خود کو نارمل کرنے کی کوشش تھی۔ ورنہ ارسل کے یوں اچانک گاڑی کے سامنے آنے پر رابیل کا دل بری طرح متاثر ہوا تھا۔۔

رابیل کو ہنوز گاڑی میں بیٹھے دیکھ کر ارسل خان کو بے اختیار تپ چڑھی تو وہ گلاسز اتار کر شرٹ پر اٹکا گیا۔ موبائل اور والٹ بھی اس نے پاکٹ میں رکھ لیے تھے۔ تاکہ اس نمونی ڈرائیور سے اچھے سے دو دو ہاتھ کر سکے۔۔

باہر نکلو۔۔۔!! گاڑی کے شیشے پر انگلی سے ناک کرتے ہوئے ارسل نے خونخوار تاثرات لیے اسے باہر نکلنے کا اشارہ کیا تو رابیل ہونٹ کا کونہ دباتے ہوئے لائبہ کی طرف مڑی۔۔

مجھ معصوم کو ایسے کیوں دیکھ رہی ہو۔۔۔؟ تو نے اب اس پیارے انسان کو ہر بار گاڑی سے ٹھوکنے کا ارادہ کر ہی لیا ہوا ہے۔ تو نمٹ بھی خود لیو۔۔۔!! میں یہاں پر موجود نہیں ہوں۔۔۔!! کچھ دن پہلے مال کا واقعہ یاد کرتے ہوئے

لائبہ نے بے اختیار ہاتھ کھڑے کر دیے تھے۔ مطلب صاف تھا۔ کہ آج وہ اسے بالکل بھی نہیں بچانے والی ہے۔۔

باہر نکل رہی ہو۔ کہ لگاؤ میں تمہاری اس چابی والی گاڑی کو آگ۔۔۔!! رابیل کو غصے سے دیکھتے ہوئے ارسل نے اسکی گلابی گاڑی کو ٹھوکر ماری تو رابیل کا منہ کھل گیا۔ اگلے ہی پل وہ گاڑی سے باہر کھڑی تھی۔۔

تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی میری گاڑی کو کک کرنے کی۔۔۔!! اپنی گاڑی کو فکر مندی سے دیکھتے ہوئے وہ ارسل خان پر تیزی سے غرائی تھی۔۔ اندر بیٹھی ہوئی لائبہ سیٹ کو پیچھے کرتے سکون سے لیٹ چکی تھی۔ جانتی تھی۔ کہ باہر چلنے والی تو، تو میں، میں اب زرا لمبی ہی چلے گی۔۔

ایسے ماری ہے۔۔۔!! کیا کروں گی۔۔۔!! سامنے کھڑی صنف نازک کی غزالی آنکھوں میں اپنی سرمئی آنکھیں گاڑتے ہوئے ارسل نے دوبارہ گاڑی کو زور سے کک کیا۔۔

کیا۔۔!! تم نے پھر میری گاڑی کو کک کیا۔۔!! میں تمہارا خون کر دوں گی بد صورت انسان۔۔۔!! میرون کلر کے خوبصورت کوڈ سیٹ ڈریس میں وہ تیش سے پاگل ہوئی تو اسکے چہرے میں گھلتی ہوئی سرخیاں دیکھ کر ارسل کو اندر تک ٹھنڈ پہنچی۔۔۔

مس یونیورس سشمیتا۔۔۔!! میرا خون تو تم سات جنم لو۔تب بھی نہیں کر سکتی ہو۔۔!! پر آئندہ اگر تم نے اپنے اس کھلونے سے مجھے ہٹ کرنے کی

کوشش کی۔ تو تم سمیت اس گاڑی کو وہاں جا کر دفن گا۔۔ کہ جہاں کوئی تمہارا نام و نشان بھی ڈھونڈ نہیں پائے گا۔۔۔ !!

اسکے بد صورت کہنے پر "مس یونیورس" کا طنز کرتے ہوئے ارسل خان سپاٹ لہجے میں بولتے ہوئے اسے اچھا خاصا دھمکا گیا تھا۔ جس پر رابیل کا چہرہ سرخ پڑ چکا تھا۔۔

میں ایک بار نہیں، ہزار بار تمہیں ہٹ کروں گی۔۔! جاؤ جو کرنا ہے کر لو۔۔!! اور رہی مجھے دفن کرنے کی بات تو یاد رکھنا "رابیل باسط" نام ہے میرا۔۔۔! مجھے ہاتھ لگانے کا سوچا بھی تو سینے میں اتنی گولیاں اتاروں گی. کہ خود کو آئینے میں دیکھتے ہوئے شرمندہ ہو جاؤ گئے۔۔۔ !!

مضبوط لہجے میں بولتے ہوئے رابیل انگلی اٹھاتے ہوئے پھنکاری تھی۔ جبکہ غصے کی شدت سے اسکے ہونٹ کپکپانے لگے تھے۔

جو اپنی کپکپاہٹ کی وجہ سے مقابل کو خود کی طرف بھرپور متوجہ کر رہے تھے۔۔رابیل کے خوبصورت ہونٹوں پر لگی لپ اسٹک دیکھ کر ارسل کا دل عجیب ہونے لگا تو فوراً خود کو کمپوز کرتے وہ گویا ہونے لگا۔۔۔کہ تبھی اچانک شہرام کی آواز نے اسے پلٹنے پر مجبور کیا تھا۔۔۔

ارسل۔۔۔!تم یہاں کھڑے ہو۔۔!ہم وہاں تمہارا انتظار کر کر کے تھک گئے ہیں۔۔۔!!شہرام اسکی طرف بڑھتے ہوئے بول رہا تھا۔وہ ارسل کو دیکھنے کے لیے ہی پارکنگ میں آیا تھا۔کیونکہ اندر بیٹھ کر انتظار کرنا اب مشکل ہو گیا تھا۔۔

ہاں بس آ ہی رہا تھا۔ کہ کالی بلی نے رستہ کاٹ لیا۔۔۔!!! رابیل کو ناگوار نظروں سے دیکھتے ہوئے ارسل نے جواب دیا تو رابیل کو بے ساختہ خود کی ذلت ہوتی محسوس ہوئی۔ شہرام جو اسکے الفاظ پر الجھن سے دیکھنے لگا تھا۔ کہ بے اختیار اسکی نظر رابیل کی طرف اٹھی تو وہ سرپرائز ہوتے اسے دیکھ گیا۔۔

چلو شہری اندر چلیں۔۔! پہلے ہی بہت وقت برباد ہو گیا ہے۔۔۔!! شہرام جو رابیل سے سلام کرنے ہی والا تھا۔ کہ ارسل اسے کھینچتے ہوئے تیزی سے مڑ گیا۔ اسکی تیزی پر شہرام بے چارہ دیکھتا رہ گیا۔ اس نے مڑتے ہوئے رابیل کو اشارے سے سلام کہا تو رابیل نم آنکھوں سے جواب دے کر جلدی سے گاڑی میں بیٹھ گئی۔۔

بلیک مینشن میں کھانا کھانے کے سب بیٹھے کافی پیتے ہوئے باتوں میں مشغول تھے۔جب اچانک ماہ پارہ کو یاد آیا۔کہ کافی دنوں سے وہ پچھلے لان میں چکر نہیں لگا پائی۔۔۔!

سلینہ بھابی۔۔۔!!ماہ پارہ نے ہیر کی باتوں پر ہنستی ہوئی سلینہ کو مخاطب کیا تو وہ ہنستے ہوئے چہرے کے ساتھ مڑ کر اسکی طرف دیکھنے لگی۔

آجائیں اپکو اپنے sculptures دیکھا کر لاؤں۔۔۔!!پر جوش انداز میں کہتے ہوئے ماہ پارہ نے ہاتھ بڑھا کر اسے اٹھایا تو سلینہ بھی تیزی سے کھڑی ہو گئی۔۔جبکہ باقی مسکرا کر ماہ پارہ کو دیکھ رہی تھیں۔جو اپنے sculptures کو لے کر بالکل پاگل تھی۔۔

ماہ پارہ سلینہ کو اپنے sculptures کے بارے میں بتاتے ہوئے پیچھے کی جانب بڑھ رہی تھی۔اس بات سے بے خبر کہ غازیان پاشا اسکے sculptures کا ستیاناس مار چکا ہے۔۔

کوئی مجھے بتائے گا کیا۔۔۔؟ کہ کسی کا مجھ جیسے سنگل کا نکاح پڑھوانے کا ارادہ ہے یا میں پھر کورٹ میرج کرلوں۔۔۔؟

سب کو اپنی باتوں میں مشغول دیکھ کر شہرام نے چباتے ہوئے اونچی آواز میں ہانک لگائی تھی۔کل سے وہ وقفے وقفے سے سب کے سامنے اپنے نکاح کا ذکر چھیڑ رہا تھا۔پر مجال ہو جائے۔اگر کسی نے اسے زرا بھی سیریس لیا ہو۔یہ ہی وجہ تھی۔کہ اب تنگ آتے وہ کھڑا ہو چکا تھا۔۔۔مہر ماہ اس بے صبرے انسان

کو تاسف سے دیکھ رہی تھی۔ جو خوامخواہ میں اسے بھی سب کے سامنے شرمندہ کر دیتا تھا۔۔

کورٹ میرج کرنے والی جرات ہے تم میں۔۔۔؟عیس ہمدانی نے رعب سے پوچھتے ہوئے الٹا سوال کیا۔۔۔

اس میں جرات والی کیا بات ہے۔۔!! میرا اپنا بھائی بیرسٹر ہے۔۔! نکاح کے گواہ بھی اپنے ذاتی ہیں۔۔۔!! میری تو کورٹ میرج میں کوئی خرچہ ہی نہیں آنا۔۔۔!! شہرام منٹوں میں سارا حساب لگاتے ہوئے لاپرواہی سے بولا تھا۔۔۔سب ہنسی دبا چکے تھے۔ جبکہ فاتح نے بیٹھے بیٹھے اپنے جگر کی طرف فلائنگ کس اچھال دی تھی۔ جو اتنی دیدہ دلیری سے نکاح کرنے کا فیصلہ کر رہا تھا۔

اچھا۔۔!!زرا اپنے بیرسٹر بھائی سے اب پوچھنا۔۔کہ کیا اس میں اتنی جرات ہے۔کہ ہماری اجازت کے بناوہ تمہاری کورٹ میرج کروائے۔۔!!شہرام کے حساب کو تمسخر بھرے انداز میں ہوا میں اڑا کر ضرار پاشا نے اس بار سوال کیا تھا۔۔انداز میں چیلنج تھا۔۔

غازیان پاشا باپ کی جانب مکمل طور پر متوجہ ہوتے مسکراہٹ دبا چکا تھا۔۔کیونکہ وہ جانتا تھا۔کہ ابھی اسکے جواب سے ان بڈھے شیروں کو آگ لگنے والی ہے۔۔

غازی پلیز اس سوال کا جواب دے کر بڑے بابا کی رہنمائی کرنا۔۔!بنا غازیان کی طرف دیکھے شہرام نے مضبوط لہجے میں اسے مخاطب کیا تھا۔اسکے لہجے کی مضبوطی اسکے بھائیوں کو مسکراہٹ دبانے پر مجبور کر چکی تھی۔

شہری پلیز نیکسٹ پارٹی تک میرا پیغام پہنچادو۔۔! کہ "بیر سٹر غازیان پاشا" اپنے دو بڑے بھائیوں کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا ہے۔اور نکاح کروانا چونکہ نیکی کا کام ہے۔اور اپنے بھائی کے نکاح میں مدد کرنا سب سے بڑی نیکی ہے۔

So the short answer is, "I'm always for my Brothers"

لاپرواہی مستی بھرے انداز میں پیغام پہنچانے والے انداز میں غازیان نے جواب دیا تو پورا لاونج قہقہوں سے گونج اٹھا تھا۔فارس اور کبیر فخر سے اپنے شیروں سے کو دیکھ رہے تھے۔جو ایک سیکنڈ میں بھڑکانا جانتے تھے۔بلیک گینگ کے چہرے شرمندگی و غصے سے سرخ پڑ گئے تھے۔

جبکہ وہاج صدیقی افسوس سے عیس ہمدانی اور ضرار پاشا کو دیکھنے لگے۔ جیسے کہنا چاہ رہے ہوں۔ کہ جب اپنی گندی اولاد کا اندازہ ہو۔ تو پھر ایسے بڑی بڑی امیدیں نہیں لگانی چاہیے۔۔

آپ لوگ یوں غصہ کرنے کی بجائے سنجیدگی سے ایک بار بچوں کے نکاح کے بارے میں کیوں نہیں بات کر لیتے ہیں۔۔!! علیزے خان مسکراتے ہوئے بولیں تھیں۔۔۔

ہاں نا۔۔!! میں بھی یہ ہی سوچ رہی ہوں۔۔ کہ اب ماشاءاللہ سے سب ٹھیک ہے۔ تو ہمیں نکاح میں زیادہ دیر نہیں کرنی چاہیئے۔۔۔!! منیزے بھی اپنی رائے دیتی کہنا شروع ہوئیں۔ کہ اچانک ماہ پارہ روتے ہوئے لاؤنج میں داخل ہوئی۔ وہیں اسکے پیچھے سلینہ بھی پریشان سی اندر آئی تھی۔۔

ماہی میرا بچہ کیوں ایسے رو رہی ہو۔۔۔؟ کبیر خان تیزی سے اٹھ کر اسی طرف بڑھا تھا۔۔ سب اسے یوں روتا ہوا دیکھ کر پریشان ہو گئے تھے۔ غازیان اپنی جگہ پر بے چین ہو گیا تھا۔

بھ۔۔ بھیاوہ۔۔۔!! ڈیڈ۔۔۔!! ہچکی بھرتے ہوئے وہ بولنے کی کوشش کرنے لگی۔۔

ڈیڈ کی زندگی۔۔۔!! کیا ہوا ہے میری جان۔۔!! سلطان بھی کھڑے ہوتے اسکی طرف بڑھے۔ جو ایسے رو کر انکے دل بے سکون کرنے لگی تھی۔۔

سلطان احمد خان اسے بازو کے گھیرے میں لیے صوفے پر بیٹھ گئے۔ جبکہ کبیر اب سیلینہ کی طرف مڑا تھا۔

سیلینہ بچہ کیا ہوا ہے اسے۔۔۔!! یہ ایسے کیوں رو رہی ہے۔۔۔؟ آپ دونوں کہاں گئی ہوئی تھیں۔۔۔؟ ماہ پارہ کو مسلسل روتے ہوئے دیکھ کر کبیر نے ایک کے بعد ایک سوال کیے۔ تو سلینہ دکھی انداز میں ماہ پارہ پر نظر ڈال کر بتانا شروع ہوئی۔ کہ ماہ پارہ اسے اپنے sculptures دیکھانے کے لیے لے کر گئی تھی۔

لیکن وہاں ایک بھی sculpture موجود نہیں تھا۔ اور جب ماہ پارہ نے پریشان ہوتے ملازم سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ پچھلے دنوں سب sculptures یہاں ٹوٹے ہوئے پڑے تھے۔ تب انہوں نے سارا گند اٹھا کر یہاں کی صفائی کر دی تھی۔ اس لئے اب وہ جگہ خالی ہے۔۔

Scene will continue

سیلینہ کے بات مکمل کرتے ہی ماہ پارہ نے پھر زور سے ہچکی لیتے رونا شروع کر دیا تھا۔اور غازیان پاشا انجانے پن کی ایکٹنگ کرنے میں بے حد مصروف تھا۔ جبکہ باسم کو اب رہ رہ کر اس کمینے پر غصہ آرہا تھا۔

جو جان بوجھ کر دیواروں کو تکنے کی کوشش کر رہا تھا۔اس نے کتنا ہی اسے روکنا چاہا تھا۔لیکن تب اس کھسکے ہوئے بیرسٹر نے اسکی ایک نہیں سنی تھی۔۔

ماہ پارہ کا رونا دیکھ کر سب اچانک پریشان ہو گئے تھے۔کیونکہ وہ سب ہی جانتے تھے۔کہ وہ اپنے کام کے لیے کس حد تک جنونی ہے۔۔۔

ڈیڈ۔۔۔!!میرے سب sculptures توڑ دیئے کسی نے۔۔۔!!میں نے اتنی محنت۔۔سے بنائے تھے۔۔۔!!رونے کے باعث وہ اٹکتے ہوئے

سلطان احمد خان سے دکھی انداز میں کہنے لگی تھی۔وہ اپنی شہزادی کی نیلی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر تڑپ اٹھے تھے۔۔

ڈیڈ کی جان۔۔۔!! ہم اور بنا لیں گئے نا۔۔!! ایسے نہیں رو پلیز۔۔۔!! ماہ پارہ کی سرخ ہوتی آنکھوں کو وہ صاف کرتے اسے تسلی دینے کی کوشش کرنے لگے۔پر وہ روتے ہوئے نفی میں سر ہلا رہی تھی۔فاتح تیزی سے اٹھ کر اسکے پاس آ بیٹھا تھا۔۔۔

ماہی میری جان۔۔۔!! ایسے نہیں روتے ہیں۔۔۔!! دیکھو نا سب پریشان ہو رہے ہیں۔۔!! چلو اٹھو میں تمہیں کہیں باہر لے کر چلتا ہوں۔۔۔!! سلطان احمد خان سے ماہ پارہ کو الگ کرتے ہوئے فاتح نے اسے اپنے سینے سے لگا لیا تھا۔کیونکہ اس وقت وہ ضدی ہو چکی تھی۔

اپنے شوق کے سلسلے میں وہ ایسی ہی تھی۔۔غازیان حیرانی سے اسکا ضدی انداز دیکھ رہا تھا۔کیونکہ آج پہلی بار وہ ایسے ری ایکٹ کر رہی تھی۔ورنہ ہمیشہ اس نے سافٹ سی ماہ پارہ کو دیکھا تھا۔۔

پر گئی تیرے کلیجے میں ٹھنڈک۔۔۔!! باسم چباتے ہوئے غازیان کی جانب جھکا تھا۔جس نے اگلے ہی پل پھر اپنی آنکھوں کو چھت پر ٹکا دیا تھا۔مطلب وہ باسم کو نہیں جانتا تھا۔کہ وہ کس بارے میں بات کر رہا ہے۔

باسم اب افسوس سے اس ذلیل کو دیکھنے لگا۔جو سارا گند ڈال کر سکون سے بیٹھا ہوا تھا۔اور اسکی معصوم سی گڑیا بچوں کی طرح روئے جا رہی تھی۔۔۔۔

اس دن تو باسم نے ڈنر کا ٹیبل کہیں اور سیٹ کروا کے اس کمینے کو بچا لیا تھا۔پر آج اسکا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

ایسے کیسے ہماری اجازت کے بنا ملازم وہاں سے سب کچھ اٹھا سکتے ہیں۔۔۔۔؟

خان ملازم کو بلاؤ فورا۔۔۔! اور شام تم جا کر کیمرے چیک کرو زرا۔۔۔! پتہ تو چلے کہ آخر کس نے یہ کام کیا ہے۔۔! کس کی جرات ہوئی ہے یہ سب کرنے کی۔۔۔!!

فارس نے تیز لہجے میں بولتے ہوئے کبیر سے کہا اور ساتھ ہی ایشام کو ریکاڈنگ چیک کرنے کا حکم دیا تھا۔ فارس کا غصہ اور انداز دیکھتے ہی غازیان کی جان ہوا ہونے لگی تھی۔ کیونکہ ماحول ایک دم سے گرم ہو چکا تھا۔۔اس بات کا تو اسے اندازہ ہی نہیں تھا۔۔

غازیان نے مدد طلب نظروں سے باسم کی طرف دیکھا تو باسم نے اسے غصے سے گھوری ڈالی۔۔۔

فاری تم آؤ میرے ساتھ۔۔! باہر چل کر ملازموں سے خود پوچھتے ہیں۔۔! اور شام تم بھی جا کر کیمرے دیکھو۔۔۔!! فارس کی ہاں میں ملاتے ہوئے کبیر نے اسے خود باہر چلنے کا کہا تو فارس متفق ہوتے تیزی سے کھڑا ہو گیا۔

ایشام بھی بڑے بھائیوں کی تقلید میں جلدی سے اٹھ گیا تھا۔ باسم نے جتاتی نظر غازیان پر ڈالی تھی۔ جو بڑے بھائیوں کو انویسٹیگیشن شروع کرتے دیکھ کر اندر ہی اندر ڈر چکا تھا۔ فاتح نے مشکل سے اپنی لاڈلی بہن کو چپ کروایا تو گل نازا سے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے ہنسانے کی کوشش کرنے لگی۔ سب سے چھوٹی ہونے کے باعث وہ بہنوں اور بھائیوں کی لاڈلی تھی۔۔ اس لئے اسے روتا دیکھ کر سب فورا کھڑے ہو چکے تھے۔

ایک منٹ،ایک منٹ۔۔۔!!بھائی رکیں پلیز۔۔۔!!فارس اور کبیر کو باہر کی جانب جاتے دیکھ کر باسم نے جلدی سے کھڑے ہو کر انکو روک لیا۔۔اسکی آواز پر باہر جاتے ہوئے فارس، کبیر اور ایشام بے اختیار رکتے ہوئے مڑے تھے۔۔۔باسم کو انہیں روکتا دیکھ کر غازیان کی اٹکی سانس کچھ بحال ہو گئی۔۔۔

اگر۔۔یہ کام صبح کر لیں تو۔۔۔؟؟ابھی مجھے آپ سب کو کچھ "خاص" دیکھانا ہے۔۔۔ !!

باسم نے زرار کتے ہوئے جلدی سے بات مکمل کی۔۔۔تاکہ انہیں باہر جانے کا موقع نہ ملے۔۔

کیا دیکھانا ہے۔۔۔؟کبیر نے سوالیہ انداز میں باسم پر نظر ڈالی۔۔سب متجسس ہوتے اب باسم کی طرف متوجہ تھے۔۔

کچھ خاص ہے نا بھائی۔۔۔!! آپ لوگ یہاں آکر بیٹھیں۔۔۔!!! ویسے بھی گڑیا چپ ہو گئی ہے۔۔! اس بارے میں کل میں ہر چیز خود چیک کر لوں گا۔۔۔!! باسم نے آگے بڑھ کر کبیر اور فارس کا بازو تھام کر انہیں دوبارہ اپنی جگہ پر بٹھا دیا۔ اور ساتھ ہی تسلی بھی دی۔۔ کہ کل صبح وہ ماہ پارہ کا مجرم خود تلاش کرے گا۔ حالانکہ اس مجرم کو وہ پہلے سے ہی جانتا تھا۔۔

ایسا بھی کیا ہے باسم۔۔؟ اس بار فارس کو بھی الجھن ہوئی تھی۔۔۔۔

بتاتا ہوں نا بھائی۔۔ رکیں زرا بس دو منٹ۔۔۔!! شام تم یہ میرا موبائل سکرین کے ساتھ کنکیٹ کرو۔۔۔!! شہری اٹھ کر زرا لائٹس آف کرنا۔۔۔!! اپنا موبائل ایشام کے حوالے کرتے ہوئے باسم نے ساتھ ہی شہرام کو بھی ہدایت دی۔۔

سب حیرت والجھن سے باسم کی ساری کارروائی دیکھ رہے تھے۔۔۔

کیا آپ سب جانتے ہیں۔۔۔؟ کہ آپکی اس اولڈ گینگ نے ایک بہت اہم بات ہم سب سے چھپائی ہوئی ہے۔۔۔!! لائٹس بند ہونے کے بعد باسم زرا اونچی آواز میں بولتے ہوئے بلیک گینگ کی طرف اشارہ کرنے لگا۔ جو خود بھی الجھتے چلے گئے تھے۔۔

اگر ان بڈھے شیروں نے سچ میں کوئی بات چھپائی ہوئی ہے۔ تو یہ بات تو کیسے جانتا ہے ردی والے ڈاکٹر۔۔۔؟؟ اسکا مطلب ہے۔ کہ تو نے بھی انکے ساتھ مل کر ہم سے یہ اہم بات چھپائی ہے۔۔۔!! باسم کی ساری بات پر سوال اٹھاتے ہوئے شہرام کی زبان میں بے چینی ہوئی تھی۔ اس لئے وہ الٹا بولتے ہوئے باسم کو ہی سوالیہ نشان بنا گیا۔ سب مسکرا کر اسے انہیں دیکھنے لگے۔۔۔

اب اگر تو نے بیچ میں ٹانگ اڑانے کی کوشش کی تو یہ ڈاکٹر یہیں پر تیرا بڑے والا آپریشن کر دے گا۔شٹ آپ ہو کر بیٹھ جا بس۔۔۔ !!

باسم نے جھاڑ پلاتے ہوئے شہرام کا منہ فٹ سے بند کیا۔تو اسکا بڑا آپریشن سن کر سب قہقہ لگا گئے۔جبکہ لڑکیاں شرم کے مارے ہنسی دبانے لگی تھیں۔۔۔ جبکہ بلیک گینگ نے انکی بے شرمی پر شرم دلاتی نظروں سے انکو گھورنا چاہا۔۔

میں ایک بہت بڑے سچ سے پردہ اٹھانے جا رہا ہوں۔۔!اس لئے سب اپنے اپنے دل تھام لیں۔۔۔!!آخری بار پھر تجسس پھیلا کر باسم نے سکرین پر ایک ویڈیو پلے کر دی۔ویڈیو پلے کرتے ہی اس نے غازیان کی جانب آنکھ ونک کی تو غازیان نا سمجھی سے سکرین کی جانب متوجہ ہوا۔اور اگلے ہی پل وہ اپنے پورے وجود کے ساتھ صوفے پر اچھلا تھا۔۔۔

کیونکہ سامنے چلنے والی ویڈیو اسی دن کی ویڈیو تھی۔ جس دن سٹڈی روم میں غازیان، سلطان احمد خان کے پیروں میں بیٹھ کر اپنی محبت کا اظہار کر رہا تھا۔ یہ سٹڈی روم کا سیکرٹ تھا۔ جو سلطان احمد خان نے سب کو اپنے تک رکھنے کا کہا تھا۔ کیونکہ انکا ارادہ تھا۔

کہ جب حالات نارمل ہوتے تو واپس آکر وہ خود ماہ پارہ اور غازیان کا نکاح اناؤس کر دیتے۔

لیکن وہ سب ہی بے خبر تھے۔ کہ اس دن ایک اور وجود بھی انکی ساری باتیں سن رہا تھا۔ اور نہ صرف سن رہا تھا۔ بلکہ اپنے موبائل میں ساتھ ساتھ ریکارڈ بھی کرتا جا رہا تھا۔ ڈاکٹر باسم کاظمی نے سب کو شاکڈ کرنے کے لیے یہ ویڈیو بنائی تھی۔ اور آج غازیان کو ہی بچانے کے لیے وہ اسکا بھانڈہ پھوڑ چکا تھا۔ اور

اب سکرین پر نظر آنے والا منظر دیکھ کر سب میں سب صدمے میں چلے گئے تھے۔۔

سالے expire ڈاکٹر۔۔۔!! میں تیرا قیمہ بنادوں گا۔۔!! غازیان غرانے لگا تو باسم تیزی سے اٹھ کر بھرپور مسکراتے ہوئے جا کر کبیر کے پاس بیٹھ گیا۔۔

بڑے تو بڑے گھر کی لڑکیاں بھی بے یقین تھیں۔ جبکہ ماہ پارہ تو بے اعتبار سی لگ رہی تھی۔ غازیان پاشا کا خوبصورت انداز اور الفاظ ہر کسی کو تعجب میں ڈال رہے تھے۔ کوئی اندازہ بھی نہیں لگا سکتا تھا۔ کہ اتنا کھڑوس نظر آنے والا اس حسین طریقے میں اپنی محبت مانگے گا۔۔۔ سلطان احمد خان بھرپور مسکراتے ہوئے پاس بیٹھی ماہ پارہ کا سر چوم گئے تھے۔۔۔

ویڈیو ختم ہوئی تو شہرام نے تیز بھاگتے ہوئے جا کر پہلے لائٹس آن کیں۔اور پھر خوشی سے چلاتے ہوئے غازیان کی طرف آیا۔۔

یاہو۔۔۔!! بیرسٹر صاحب آپ تو چھا گئے ہیں بھئی۔۔۔!! شہرام اسے کھڑا کرتے گلے لگاتے ہوئے بولنے لگا۔فاتح بھی خوشی سے ہنس رہا تھا۔کیونکہ غازیان کی پسند کے بارے میں تو شہرام نے اسے پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا۔لیکن کبیر اور فارس مکمل طور پر انجان تھے۔۔۔

میرا شیر بیٹا۔۔۔!! میرے دل کا ارمان پورا کر کے تم نے مجھے دنیا کی سب سے بڑی خوشی دے دی غازی۔۔۔!! منیزے پاشا تو خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھیں۔ماہ پارہ تو انہیں پہلے دن سے اپنے بیٹے کے لئے چاہیئے تھی۔لیکن پھر وہی اس گھر کا اصول کہ بڑے اپنے بچوں پر کوئی بھی فیصلہ مسلط نہیں کریں

گئے۔۔ لیکن آج انکو سب سے بڑی خوشی ملی تھی۔ منیزے اٹھ کر غازیان کے پاس آئیں تو وہ دلکشی سے مسکرا کر ماں کو گلے لگا گیا۔

ماہ پارہ شرم کے مارے باپ کے سینے میں چھپ چکی تھی۔ غازیان کا اظہار سن کر اسکا نازک جسم ہولے ہولے سے لرزنا شروع ہو گیا تھا۔ جبکہ دل تیزی سے دھڑکتے ہوئے اسے پاگل کرنے لگا۔

شرم تو نہیں آتی ہو گی نا۔۔!! بڑے بھائیوں سے اتنی بڑی بڑی باتیں کون چھپاتا ہے۔۔۔!! کبیر خان بھی اٹھ کر خوش ہوتے غازیان کے سینے سے لگا تو غازیان تعجب سے دیکھنے لگا۔ کیونکہ اتنا کول ری ایکشن وہ امید نہیں کر رہا تھا۔۔

میں سب سے پہلے آپ کو بتانا چاہتا تھا بھائی۔۔! لیکن پھر ڈر بھی لگا۔ کہ نجانے آپ مجھے کیسا سمجھیں۔۔۔!! غازیان جھجھکتے ہوئے بتانے لگا تو کبیر اور فارس تاسف سے سر ہلا گئے۔۔۔

تم مجھے بتا کر تو دیکھتے غازی۔۔۔!! کیا تم سے بڑھ کر مجھے اپنی ماہی کے لئے کوئی عزیز ہو سکتا تھا۔۔۔؟ اگر تم مجھے اپنے منہ سے اپنی پسند کا بتاتے تو یقیناً میں خوشی کے مارے پاگل ہو کر پورے شہر میں مٹھائیاں تقسیم کر دیتا۔۔۔!!

کبیر نے اسکا سر چومتے ہوئے ہمشیہ کی طرح بڑے بھائی والا مان بخشا تھا۔ جو غازیان کو اندر تک پر سکون کر گیا تھا۔۔

جو بھی کہو خان۔۔۔! پر یہ گدھے سب کے سب ہیں بہت میسنے۔۔!! پہلے شہرام کی مہر ماہ کے لئے پسند جان کر اور اب غازیان کی ماہ پارہ کے لئے دیکھنے

کے بعد فارس خود کو تبصرہ کرنے سے روک نہیں پایا تھا۔اسکے لہجے میں شکوہ محسوس کرتے ہی غازیان کانوں کو ہاتھ لگا کر تیزی سے اسکے گلے لگ گیا۔اسکی تیزی پر فارس اور کبیر قہقہ لگا اٹھے۔۔۔

دوسری طرف وہ سب بہنیں ماہ پارہ کو ملنا چاہ رہی تھیں۔لیکن وہ چہرہ چھپا کر سلطان احمد خان کی آغوش سے نکل ہی نہیں رہی تھی۔۔

کیسا لگ رہا ہے میرے بیٹے کی ساس بن کر۔۔۔؟ منیزے پاشا اچانک علیزے خان کے قریب آکر شرارت سے پوچھنے لگیں تو انکے الفاظ پر علیزے سمیت ساری بلیک گینگ ہنستی چلی گئی۔۔۔آخر ان سب دوستوں کا اپنے بچوں کی آپس میں شادی کرنے کا خواب جو پورا ہو رہا تھا۔۔اس لئے خوش ہونا تو بنتا تھا۔۔۔

دنیا کی سب سے الگ خوشی ہے۔۔۔!!ایسی کہ شاید میں الفاظ میں بھی بیان نہ کر سکوں۔۔!علیزے خان نے مسرور ہوتے جواب دے کر فورا منیزے پاشا کو گلے لگا لیا تھا۔اور ساتھ ہی غازیان کو بھی قریب آنے کا اشارہ کیا۔

ہٹو پیچھے مجھے اپنے خوبصورت داماد سے ملنے دو اب۔۔۔! منیزے کو جلدی سے پیچھے کر کے علیزے خان تیزی سے غازیان کے گلے لگ گئیں۔جبکہ منیزے پاشا ہکا بکا انکو دیکھتی رہ گئی تھیں۔۔

میری حسین بڑی ماما۔۔۔!!کبیر کے انداز میں غازیان نے بھی ہنس کر بدلے میں اپنی بڑی ماما کی تعریف کی تھی۔اور ساتھ محبت سے وہ انکے سر پر ہونٹ رکھ چکا تھا۔

اگر سب کا ملنا ملانا ہو گیا ہو۔۔۔ تو کوئی لڑکی سے بھی اسکی مرضی پوچھ لو۔۔۔!!! ضرار پاشا نے گلا کھنکھار کر سب کو ایک دم سے ہوش دلائی تھی۔۔

پوچھنے کی کیا ضرورت ہے بھائی۔۔۔! ہم سب ہی جانتے ہیں کہ لڑکی بھی راضی ہے۔۔۔!! بیہ لاپرواہی سے جواب دیتی کہنے لگیں۔۔

ہر گز نہیں بھابھی۔۔۔!! ہماری گڑیا کی مکمل تسلی اور ہاں سننا بہت ضروری ہے۔۔۔! سنان مصطفیٰ نے جلدی سے انکار کیا۔۔۔

ہاں نا یہ کوئی 90 s کا دور تھوڑی چل رہا ہے۔۔ جس میں لڑکی کی خاموشی ہی اسکی رضامندی ہو گی۔۔۔!! عیس علی ہمدانی بھی ہاں میں ہاں ملاتے کہنے لگے۔ جبکہ ان سب میں سلطان احمد خان بالکل خاموش تھے۔۔

مجھے کیوں لگ رہا ہے۔ کہ یہ کوئی گیم ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔۔۔!!

فاتح نے آہستہ آواز میں سرگوشی کی۔۔۔

کونسا پہلی بار کر رہے ہیں۔۔۔! کبھی کبھی تو مجھے لگتا ہے۔ کہ انہوں نے ہمیں پیدا ہی گیم ڈالنے کے لیے کیا تھا۔۔۔! شہرام نے بھی منہ ٹیڑھا کرتے ہوئے حامی بھری تھی۔ انکی ہمیشہ والی کھسر پھسر سنتے ہوئے ایشام اور باسم انکو خاموش رہنے کا اشارہ کرنے لگے۔۔

پارو۔۔۔!! سب کو خاموش رہنے کا اشارہ کر کے ایرہ کاظمی نے پیار سے ماہ پارہ کو مخاطب کیا۔ جس پر ماہ پارہ نے روہانسے ہوتے اپنے ڈیڈ کی شرٹ کو زور سے جکڑ لیا تھا۔ غازیان کی سانسیں اسکے ساتھ جڑ گئی تھیں۔۔

ریلکس میری جان۔۔! سب اپنے ہی ہیں۔۔! ماہ پارہ کی مٹھیاں کھولتے ہوئے سلطان احمد خان نے اپنی لاڈلی کو پر سکون کرنے کی کوشش کی۔۔

پارو میری گڑیا۔۔۔!! کیا ہم تمہیں غازی کی دلہن بنادیں۔۔۔؟؟ مشعل صدیقی اس بار پیار سے پوچھنے لگیں۔ جبکہ انداز زرا سا شرارتی تھا۔ انکے الفاظ پر جہاں غازیان پاشا کا دل وارفتگی سے دھڑکا، وہیں ماہ پارہ کا چہرہ خون چھلکانے لگا۔۔ اور اگلے ہی پل وہ بنا کسی طرف دیکھے کوئی بھی جواب دیئے بغیر اٹھ کر کمرے کی طرف بھاگ گئی۔۔۔

اسکے یوں کوئی بھی جواب دیئے بنا جانے پر غازیان کا دل مٹھی میں جکڑتا چلا گیا تھا۔ وہیں باقی بھی زرا مایوس ہوتے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔۔۔

ڈونٹ وری۔۔۔!! میں رات میں خود پوچھ لوں گا۔۔۔!! سب کو پریشان دیکھ کر سلطان احمد خان نے انکو بے فکر کرنا چاہا۔۔ لیکن انکے ساتھی بہت خوش نظر آرہے تھے۔۔۔

اور لے کر جاؤ بارات اکیلے۔۔۔!! سنان مصطفیٰ صوفے سے ٹیک لگا کر پر سکون انداز میں طعنہ دینے لگے۔ اشارہ شاید منہ اٹھا کر خود پر پوزل لے کر جانے کی طرف تھا۔

ہاں تم کیا کہہ رہے تھے بد شگونی کی اولاد۔۔۔؟ کورٹ میرج کرنی ہے۔۔۔؟ اب کروالینا اپنے بھائی سے کورٹ میرج۔۔!! جس کی خود کی میرج بیچ میں ہی رہ گئی ہے۔۔۔!! عیس علی ہمدانی بھی جلتی پر تیل چھڑکتے ہوئے بولے تھے۔

یہ کچھ دیر پہلے کی باتوں کا بدلہ تھا۔ جو شاید سنان مصطفیٰ اور وہ مل کر اتار رہے تھے۔

غازیان غصے سے مٹھیاں بھینچتے ہوئے وہاں سے نکلا تو شہرام اور فاتح فوراً فکر مندی سے اسکے پیچھے لپکے۔۔ جبکہ باسم بھی افسوس سے بڑوں پر نظر ڈال کر غازیان کے پیچھے نکل گیا تھا۔

یہ ہی وجہ ہے۔ کہ ہمارے چھوٹے بھائی آپ سب کو لفٹ کروانا بالکل پسند نہیں کرتے ہیں۔۔۔! دیکھ لیں بڑے بابا اب آپ اپنی آنکھوں سے انکے کام۔۔۔!! فارس نے جتاتے ہوئے سلطان احمد خان کو مخاطب کیا تھا۔ جو خود بھی سنان مصطفیٰ اور عیس ہمدانی کو دیکھ کر رہ گئے تھے۔۔۔

رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ جب فون سکرول کرتی ہوئی ہیر کو اچانک بھوک کا احساس ہونے لگا۔ وہ ایک گھنٹہ پہلے سونے کے لئے بیڈ پر لیٹی تھی۔ لیکن بیڈ پر لیٹتے ہی وہ ویڈیو سکرول کرنا شروع ہو گئی۔ اور تب سے اسی کام میں مصروف تھی۔

ہائے ٹائم سے سو جاتی تو یہ بے وقت کی بھوک کی وجہ سے نیچے نہ جانا پڑتا۔۔! کچن میں جانے کا سوچ کر ہی ہیر کو سستی محسوس ہونے لگی تھی۔ لیکن پھر کوئی بھی چارہ نہ دیکھ کر آخر کار وہ بیڈ سے نیچے اتر آئی۔ سی گرین کلر کے سلک کے نائٹ ٹراؤزر، شرٹ میں اپنی چمکتی سبز آنکھوں میں وہ بے حد حسین لگ رہی تھی۔

موبائل وہیں چھوڑ کر وہ نیچے جانے کے لیے کمرے سے نکل آئی۔۔۔

ماہ پارہ بیڈ پر لیٹی چھت کو گھورے جا رہی تھی۔ آج نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ دماغ میں کچھ گھنٹے پہلے کے مناظر گردش کر رہے تھے۔

غازیان کی سرمئی آنکھوں کی تپش اور لپک یاد آتے ہی ماہ پارہ کا نازک دل وارفتگی سے دھڑک اٹھا تھا۔ بھاری سانس خارج کرتے ہوئے وہ بے ساختہ سینے پر ہاتھ رکھ کر تکیے میں منہ چھپا گئی۔

شاید وہ خود سے نظریں چرانا چاہ رہی تھی۔ کیونکہ وہ ایسا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ کہ غازیان پاشا جیسا بھی انسان کبھی اسکی محبت میں گرفتار ہو جائے گا۔۔ لیکن کچھ عرصے سے ماہ پارہ کے اپنے دل کی دنیا بھی بدلی بدلی سی ہوئی تھی۔

پر اتنا جلدی سب کچھ ہو جائے گا۔اسے اندازہ نہیں تھا۔

اس سب صورتحال میں وہ اس بات سے بے خبر تھی۔کہ اسکے رشتے کی خبر سن کر غازیان پاشا کے دل پر کیا گزرنے لگی تھی۔یہ ہی وجہ تھی۔کہ مزید دیری کیے بنا وہ اسے "سلطان احمد خان" سے مانگنے چلا گیا تھا۔لیکن وہ بھول گیا تھا۔کہ ابھی اسے خود ماہ پارہ سے اپنی "ماہا" کو بھی جیتنا پڑے گا۔۔

نائٹ ڈریس میں بیڈ پر وہ بے حس و حرکت لیٹی ہوئی تھی۔

اپنی رضامندی کا کوئی بھی جواب دیے بنا وہ اوپر کمرے میں آکر بند ہو گئی تھی۔اور اب رہ رہ کر اسے خود پر افسوس ہو رہا تھا۔نجانے اسکے ایسے آنے پر گھر والے کیا سوچ رہے ہوں۔۔۔

کہیں وہ میرا انکار نہ سمجھ رہے ہوں۔۔!! اچانک اس خدشے نے ماہ پارہ کو پوری طرح بیدار کیا۔ تو وہ اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بے چینی سے نفی میں سر ہلانے لگی۔۔۔

پر میں انکار تھوڑی کیا ہے۔۔!! میں تو بس گھبرا گئی تھی۔۔! ماہ پارہ دانتوں تلے انگلی دبا کر خود کو صفائی دے رہی تھی۔ کہ اگلے ہی پل اپنے لفظوں پر غور کرتی زبان کاٹ گئی۔ چہرے پر شرمیلی مسکان ابھرنے لگی تھی۔

دل ہی دل میں اقرار کرتے ہوئے وہ بلا آخر پورے دل سے ہنستے ہوئے پیچھے تکیے پر گر گئی۔۔ کہ اچانک تبھی ایک دم سے اسکے دروازے پر دستک ہونا شروع ہو گئی۔ جس نے ماہ پارہ کو ہوش میں آنے پر مجبور کیا تھا۔۔اس وقت کسی کے آنے کا سوچ کر وہ زرا حیران ہوئی تھی۔۔

یس کم ان۔۔۔!! ماہ پارہ نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے آنے والے کو اجازت دی تو زرا سا دروازہ کھولتے ہوئے فاتح نے پہلے اندر جھانکا۔ اور پھر ماہ پارہ کے سامنے ہاتھ میں پکڑے آئس کریم کے کپ کی نمائش کرنے لگا۔۔

ماہ پارہ جو اچانک اسے یہاں دیکھ کر حیران ہوتے مسکرانے لگی تھی۔ کہ اپنی فیورٹ آئس کریم دیکھتے ہی خوشی سے چلاتے ہوئے بیڈ سے نیچے اترنے لگی۔۔ کہ تبھی کبیر نے پورا دروازہ کھولتے ہوئے فاتح کے سر پر ہولے سے چپت لگائی۔

کبھی تو انسان بنا کرو فاتح۔۔۔!! اسکے ہاتھ سے آئس کریم کا کپ پکڑتے ہوئے کبیر بولا تھا۔ کبیر نے آگے بڑھ کر ماہ پارہ کو اسکی آئس کریم پکڑائی تو وہ مستی سے فاتح کو چڑانے لگی۔۔۔

اس نیلی پری کے ساتھ تھوری سی مستی تو کرنے دیا کریں یار بھائی۔۔!!

فاتح منہ بناتے ہوئے کہنے لگا تھا۔۔ کبیر اور فاتح اسکے بیڈ پر بیٹھے تو ماہ پارہ مزے سے آئس کریم کھانا شروع ہو گئی۔ جبکہ دل ہی دل میں وہ اس وقت انکی یہاں موجودگی پر حیران ہو رہی تھی۔۔ آئس کریم کھاتے ہوئے وہ سوالوں میں الجھ ہی رہی تھی۔ کہ تبھی سلطان احمد خان بھی علیزے خان کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔۔۔

سب کو اپنے کمرے میں اچانک دیکھ کر ماہ پارہ کو اپنے گرد خطرے کی گھنٹیاں بجتی سنائی دینے لگی تھیں۔ لیکن وہ خود کو کمپوز کیے رہی۔۔

انکے ماں باپ انکو ایک ساتھ بیٹھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے انکے سامنے آکر بیٹھ گئے تھے۔

میرے والی زیادہ مزے کی ہے۔۔۔!! اپنا آئس کریم والا کپ ماہ پارہ کے سامنے لہراتے ہوئے فاتح شرارت سے کہنے لگا۔۔۔ماہ پارہ فوراشکایتی انداز میں کبیر کی طرف دیکھنے لگی تھی۔وہ بچپن سے ایسے ہی ماہ پارہ کو چھیڑتے ہوئے آیا تھا۔اور وہ بیچاری یہ سوچ کر اپنی آئس کریم کھانا چھوڑ دیتی تھی۔ کہ اسکے والی اتنی ٹیسٹی کیوں نہیں ہے۔۔۔

بھیا دیکھ لیں اب۔۔۔!! ہمیشہ کی طرح اپنی آئس کریم کھانا چھوڑ کر ماہ پارہ چڑتے ہوئے بولی تھی۔فاتح اپنی ہنسی ضبط کر رہا تھا۔۔

یہ بکواس کر رہا ہے میرا بچہ۔۔!تمہارے والی زیادہ اچھی ہے۔۔!کبیر نے فاتح کو گھوری سے نوازا۔تو بڑے بھائی کی گھوری کے ڈر سے وہ ہنستے ہوئے مزید کہنے لگا۔۔

مذاق کر رہا تھا میری نیلی پری۔۔۔! تمہاری زیادہ اچھی ہے پر میرے والی سے کم ہی ہے۔۔۔!! عادت سے مجبور فاتح نے پھر الٹا جواب دیا تو علیزے خان ہنستی چلی گئیں۔۔۔ماہ پارہ کا منہ لٹک چکا تھا۔۔۔

تم مجھ سے اب پٹو گئے فاتح۔۔۔!! کبیر نے اسکا کپ چھین کر ماہ پارہ کو پکڑا دیا۔اور ماہ پارہ کی آئس کریم فاتح کے ہاتھ میں تھمادی۔ جس کے باعث ماہ پارہ بھی خوش ہو گئی۔اور فاتح اپنی چالاکی پر ہنستے ہوئے بیڈ پر پیچھے گر گیا۔

اسکا بڑا بھائی ہمیشہ سے یہ لڑائی ایسے ہی ختم کرتا آیا تھا۔فاتح اپنی آدھے سے زیادہ آئس کریم کھانے کے بعد ماہ پارہ کو تنگ کر اس سے ایسے ہی اسکی زیادہ والی آئس کریم حاصل کر لیتا تھا۔اور وہ معصوم سمجھ نہیں پاتی تھی۔

ماہی یہاں آؤ۔۔۔!!انکی نوک جھوک پر مسکراتے ہوئے سلطان احمد خان نے سگریٹ بجھا کر اسے اپنے پاس بلانا چاہا۔۔۔

ہر گز نہیں ڈیڈ۔۔۔!!وہ ہمارے پاس ہی بیٹھے گی۔۔۔!!فاتح نے جلدی سے اٹھ کر ماہ پارہ کو بازو کے حصار میں لے کر جانے سے روکا۔۔۔

بالکل ہم خود اپنے بچے سے بات کر لیتے ہیں۔۔۔!!فاتح سے متفق ہوتے کبیر بھی سنجیدگی سے بول گیا۔وہ الجھتے ہوئے کبھی ماں باپ تو کبھی بھائیوں کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔

کبیر نے پیار سے اسکے بال سنوارتے ہوئے اپنی لاڈلی بہن کے خوبصورت چہرے پر نظر ڈال کر دل میں ماشاءاللہ کہتے ہوئے عقیدت سے اسکے نازک

ہاتھوں پر ہونٹ رکھ دیے۔ماہ پارہ جھجک کر مسکراتے ہوئے بڑے بھائی کو دیکھ گئی تھی۔شاید وہ بات شروع کرنا چاہ رہا تھا۔

اب مجھے میرا پیارا بچہ یہ بتائے۔۔۔!!کہ کیا وہ غازی کے لئے رضامند ہے۔۔؟؟ماہ پارہ کو اپنے ساتھ لگاتے ہوئے کبیر نے پیار سے استفسار کرنا چاہا تھا۔

انکے ماں باپ خاموشی سے اپنی اولاد کی طرف دیکھ رہے تھے۔جبکہ سلطان احمد خان ہمیشہ کی طرح کبیر کو اپنے چھوٹے بچوں کا باپ بنتے دیکھ کر کڑھ کر رہ گئے۔۔

بھیا۔۔!!اتنے مشکل سوال تو نہیں پوچھیں نا پلیز۔۔۔!!اس سوال پر وہ پہلے تو گھبرائی۔ لیکن اگلے ہی پل خود کو نارمل کرتے ہوئے وہ نخرے سے بولی تھی۔ جس پر وہ سب ہنستے چلے گئے۔

میری جان تم سے یہ مشکل سوال پوچھنا مجبوری ہے نا۔۔!!کیونکہ تمہاری خاموشی اس سڑیل بیرسٹر کو جلا کر راکھ کرتی جا رہی ہے۔۔۔!!

غازی کا حوالہ دیتے ہوئے فاتح نے اپنی مشکل بیان کرنے کی کوشش کی۔ آئس کریم کھاتی ہوئی ماہ پارہ کے گال ایک دم سے دہک کر گلابی ہوئے تھے۔۔۔

ہر وقت تو وہ ایسے ہی سڑتے رہتے ہیں۔۔۔!!ہیر آپی بالکل ٹھیک کہتی ہیں۔ کہ سڑ سڑ کر یہ اپنے یونیفارم کی طرح ایک دن کالے ہو جائیں

گئے۔۔!!اپنی ہیر آپی کی گوہر افشانیوں کو بیان کرتے ہوئے اس نے پھر تبصرہ کیا۔۔

جس کو اسکی فیملی پوری توجہ کے ساتھ سن رہی تھی۔پہلے وہ جتنی گھبرائی ہوئی تھی۔اب اتنی ہی پر سکون ہوتے باتیں کرنے میں مصروف تھی۔

ماہی۔۔۔!!بھائی کچھ پوچھ رہے ہیں۔۔!اسے اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے دیکھ کر علیزے خان نے بے اختیار ٹوکنے کی کوشش کی۔۔

مورے میری گڑیا کو باتیں کرنے سے نہیں روکا کریں پلیز۔۔۔!!کبیر نے نفی میں سر ہلا کر ماں سے کہنا چاہا۔کیونکہ سچ میں وہ اپنی گڑیا کی کھٹی میٹھی باتوں کو بہت انجوائے کر رہا تھا۔

نیلی پری سب باتیں چھوڑو۔۔۔!! پہلے جلدی سے جواب دو، جو پوچھا ہے۔۔۔! دیکھنا پھر ہم دونوں مل کر تمہارے شوہر کے خلاف چغلیاں کیا کریں گئے۔۔! شوہر کی ناک میں دم کرنے کے لیے "فاتح سلطان" تمہارا پورا ساتھ بھی دے گا۔اور ٹرینگ بھی۔۔!! اس لئے جلدی سے پہلے اپنا جواب بتاؤ۔۔۔!!

ماہ پارہ کے پھولے گال کھینچ کر فاتح نے مستقبل کی پلینگ بتائی تو ماہ پارہ زور سے کھکھلا پڑی۔۔ لیکن اگلے ہی پل ہنسی پر بریک لگاتے ہوئے پورے دل سے کہنے لگی۔۔

آپ دونوں، بابااور مورے۔۔۔!!آپ سب کی ہاں میں ہی میری ہاں ہے۔۔!میرے لئے آپ سب جو بھی فیصلہ کریں گئے۔۔۔!مجھے یعنی "ماہ پارہ خان" کووہ فیصلہ دل سے منظور ہو گا۔۔!!

چہرے پر مسکان سجائے باری باری سب کی جانب اشارہ کرتے ہوئے اس نے انتہائی خوبصورت انداز میں آخر پر خود کی جانب اشارہ کرتے ہوئے جواب دے کر اپنے گھر والوں کو مان بخشا تو سب مسمرائز ہو گئے۔۔۔

اپنا جواب دے کر ماہ پارہ احتراماً گبیر اور فاتح کے ہاتھ چومنے کے بعد اٹھ کر ماں باپ کی طرف بڑھی تھی۔۔

آئی لو یو ڈیڈ۔۔!! صوفے پر بیٹھ کر سلطان احمد خان کے ماتھے کو چومتے ہوئے وہ کھلکھلا کر بولی تھی۔ جبکہ کبیر، فاتح اور سلطان احمد خان کی آنکھیں بے ساختہ نم ہو گئیں۔۔۔

ڈیڈ کی دھڑکن ہو تم۔۔۔! میرا کل جہاں۔۔!! سلطان احمد خان اسے سینے میں بھینچتے ہوئے بھیگے لہجے میں کہنے لگے تو کبیر اور فاتح نے تیزی سے اپنی نم آنکھوں کو چھپانا چاہا۔۔

ڈیڈ پلیز ایسے تو نہیں کریں نا۔۔۔!! ورنہ میں ابھی انکار کر دوں گی۔۔۔!! باپ کی آواز میں بھاری پن محسوس کرتے ہی وہ تڑپ اٹھی تھی۔ اور ساتھ ہی دھمکی بھی دے ڈالی۔۔

میں ٹھیک ہوں میرا بچہ۔۔!! اسکی دھمکی پر ہنستے ہوئے سلطان اسے ریلیکس کرتے کہنے لگے۔۔۔

مورے آئی لو یو اتنا سا۔۔! کیونکہ آپ مجھے ڈانٹتی رہتی ہیں۔۔۔!! انگلی اور انگوٹھے سے اشارہ کرتے ماہ پارہ نے ماں سے بھی پیار جتایا تو علیزے خان اسے مصنوعی گھورنے لگیں۔

ڈیڈ۔۔۔!! غازی مجھے اب کبھی ڈانٹے گئے تو نہیں نا۔۔۔؟؟ وہ مجھ پر بہت غصہ بھی کرتے ہیں۔۔۔! آپ پہلے ان سے یہ کنفرم کریں۔۔! میں تبھی ہی پکی والی ہاں کہوں گی۔۔۔!!

ماہ پارہ کو اپنی شرطیں یاد آئیں تو گنواتے ہوئے بتانے لگی۔ جبکہ ساتھ ہی ساتھ وہ بار بار جتا بھی رہی تھی۔ کہ اگر غازیان پاشا نے اسے زیادہ تنگ کیا

تو وہ فوراً انکار کر دے گی۔ گویا وہ اپنے "اقرار" کی اہمیت جان چکی تھی۔۔

اسکے بچپنے پر وہ سب قہقہ لگاتے چلے گئے۔۔

ایشام جو اپنے دھیان میں کچن میں داخل ہونے کی والا تھا۔ کہ دروازے پر ہی بے ساختہ رکتا چلا گیا۔ کیونکہ کچن میں ایک وجود پہلے ہی فریج پر جھکا ہوا تھا۔

ہونا ہو یہ سبز چڑیل ہی ہے۔۔۔! اس گھر میں سب اتنا سبز رنگ کوئی دوسرا پہن ہی نہیں سکتا۔۔۔!!

ہیر کے سی گرین کلر کے نائٹ ڈریس پر نظریں دہرا کر وہ اندازہ لگاتے ہوئے بولا تھا۔ رات دیر تک وہ پہلے ہی جاگتا رہتا تھا۔ لیکن آج اسکے روم فریج میں کھانے کا سامان ختم ہوا پڑا تھا۔

اور شاید اسکی ماں بھی چیک کرنا بھول گئیں تھیں۔ ورنہ آج سے پہلی ایشام کا روم فریج کبھی اتنا خالی نہیں ہوا تھا۔ یہ ہی وجہ تھی کہ اسے اب نیچے آنا پڑا تھا۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا۔ نیچے جاتے ہی اسے اپنی جانی دشمن کا دیدار ہو جائے گا۔۔

آئس کریم تو ایسے کھا رہی ہے۔ جیسے خدانخواستہ یہ اسکی زندگی کی آخری آئس کریم ہو۔۔۔! ہیر کو مزے سے آئس کھاتے دیکھ کر ایشام بے ساختہ بڑبڑاتا چلا گیا۔ ہیر کو اپنی مستی میں جھومتے دیکھ کر ایشام کے دماغ میں فورا

ایک شیطانی پلین آیا تو وہ مڑتے ہوئے پہلے جا کر لاؤنج کی لائٹس بند کر آیا۔ پھر تیزی سے نظر بچا کر کچن میں چپکے سے داخل ہوتے اس نے سوئچ بورڈ کے پاس پہنچ کر کچن کی لائٹس بند کر دیں۔

ہیر جو مزے سے سینڈوچ کھانے کے بعد پھر سے آئس کریم کھانا شروع ہو گئی تھی۔۔ کہ لائٹس بند ہونے پر بے اختیار چونک کر ارد گرد دیکھنے لگی۔۔

ہیں۔۔!! یہ لائٹس کو کیا ہوا۔۔۔؟؟ وہ چلتے ہوئے کھڑکی کے پاس چلی گئی۔ شیلف پر آئس کریم کا باکس رکھ کر وہ کھڑکی کھولنے کی کوشش کرنے لگی۔ تاکہ باہر سے اندر روشنی آسکے۔ کیونکہ باہر کی تمام لائٹس جل رہی

تھیں۔۔۔ہیر منہ میں آئس کریم کا چمچ ڈالے باہر کے منظر پر ابھی نظر دہرا ہی رہی تھی۔ کہ ایشام اچانک پیچھے سے ہلا بولتے ہوئے ہیر پر جھپٹ پڑا۔۔

آہہ۔۔۔!! ہیر کی دل دہلا دینے والی چیخ ابھی پوری گونج پاتی کہ ایشام اپنا قہقہ دباتے ہوئے اسکے منہ پر ہاتھ جماتے ہوئے اسکی کمر میں بازو حائل کر گیا۔۔۔ہیر کی سب آنکھیں کناروں تک پھیلتی چلی گئی تھیں۔اور ساتھ ہی اسکا دل خوف کے مارے زور زور سے دھک دھک کرنے لگا تھا۔۔

ڈر کے مارے اسکی پھیلی ہوئی سبز آنکھوں میں جھانکتے ہوئے ایشام شیطانی انداز میں مسکرا گیا تھا۔ جبکہ ہیر کا بس نہیں چلا تھا۔ کہ ابھی کہ ابھی اسکا سر بجا کر رکھ دے۔۔۔

قسم سے پوری کی پوری کرونا وائرس لگ رہی ہو۔۔۔!! شدت سے اسکی کمر میں بازو حائل کرتے ہوئے ایشام اس اندھیرے میں اسے خود کے نزدیک کرتے ہوئے چوٹ کر گیا۔

اشارہ اسکے گرین کلر کے نائٹ ڈریس اور آنکھوں کی طرف تھا۔

ہیر نے غصے کے مارے جھٹپٹا کر اسکی گرفت سے نکلنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن ایشام اسکی کمر پر اپنا چوڑا ہاتھ رکھتے اسے خود کے ساتھ زور سے مس کرنا شروع ہو گیا۔اپنی طاقت سے شاید وہ اسے بھڑکانا چاہ رہا تھا۔ہاتھ ہنوز ہیر کے لبوں پر ابھی بھی جما ہوا تھا۔ جس کے باعث وہ نہ کچھ بول پا رہی تھی۔اور نہ ہی اسکی گرفت میں ہل پا رہی تھی۔۔۔

میری کرونا وائرس مجھ پر اٹیک کرنے کے لیے بے تاب ہو رہی ہے

کیا۔۔۔؟؟ایک دل جلاتی ہوئی مسکراہٹ ایشام کے چہرے پر ابھری رہی تھی۔اور اسکے ساتھ ہی اس نے بے باکی سے اسکی گردن پر ہونٹ رکھے تو ہیر نے اس بار اپنی پوری قوت لگا کر اس سے دور ہونے کی کوشش کی۔

اسے مسلسل پھڑپڑاتے دیکھ کر ایشام ہنستے ہوئے اس پر ترس کھانے والے انداز میں ایک جھٹکے میں آزاد کرتے پیچھے ہٹ گیا۔۔کیونکہ اسے اپنی بھوک کا احساس پہلے سے بھی بھرتا ہوا محسوس ہونے لگا تھا۔۔

تم زہر کے کیپسول۔۔۔!!بدبودار سڑے ہوئے پیاز۔۔۔!!میں تمہارا قتل کر دوں گی بدتمیز انسان۔۔۔!!میرا دل دہلا دیا تم نے۔۔۔!!ایشام

کے اچانک ڈرانے پر وہ اپنے دل پر ہاتھ رکھتے دباد باچیختے ہوئے اسے کونسا شروع ہو گئی۔۔

وہیں ایشام نے بھی مزے سے اسکی کینچی جیسی زبان سے لطف اندوز ہوتے فریج سے سینڈوچ نکال کر کھانا شروع کر دیا تھا۔ کچھ دیر پہلے ہیر کو مزے سے سینڈوچ کھاتے دیکھ کر اسے محسوس ہوا تھا۔ جیسے پوری دنیا میں یہ اکلوتا سینڈوچ ہی بس مزے دار ہو۔۔

سب کا جینا حرام کرنے کے بعد تمہیں بھی ڈر بھی لگتا ہے کرونا وائرس۔۔۔!! ایک بار پھر اس کے حلیے پر چوٹ کرتے ہوئے ایشام مصنوعی حیران ہوتے پوچھنے لگا۔ کچن کے پھیلے اندھیرے میں وہ دونوں

کھڑکی کے پاس کھڑے ایک دوسرے کے ساتھ منہ ماری کرنے میں مصروف تھے۔

سب کا تو پتہ نہیں, لیکن تمہارا تو end کر کے میں رہوں گی۔۔۔!! بار بار خود کو "کرونا وائرس" بلانے پر ہیر کو اب غصہ آرہا تھا۔اس لئے تپے تپے انداز میں ایشام کے پیر پر زور سے پیر مار گئی۔۔۔

اہ۔۔۔! میرا کیا تم end کرو گی۔۔۔!! ابھی کچھ منٹ پہلے تمہارا خود کا The end ہوا پڑا تھا۔۔۔! ہیر کی تھوڑی دیر پہلے والی حالت پر طنز کرتے وہ یاد دلانے لگا۔ہیر جس نے ایک بار پھر آئس کریم کھانا شروع کر دی تھی۔کہ بے اختیار غصے سے ناک پھولا کر منہ میں آئس کریم ڈالنے

کے بعد ایشام پر جھپٹ پڑی۔۔۔ کہ ایشام اسکی کلائیوں کو جکڑتے ہوئے سر پیچھے گرا کر ہنستا چلا گیا۔۔۔

تم منحوس شکل انسان۔۔۔!! تمہیں کیا تکلیف ہے۔ کیوں آدھی رات کو میرا سکون حرام کرنے یہاں پر آ پہنچے ہو۔۔!! ایشام کے منہ کو نوچنے کی کوشش میں وہ بھڑکتے ہوئے بول رہی تھی۔ جبکہ ایشام اپنے بچاؤ کی کوشش میں اسکی کلائیوں کو ایک ہاتھ میں جکڑے ہنستا جا رہا تھا۔ کہ بے اختیار پھر شرارت کرتے بولا۔۔۔

تمہارے پاؤں کے پاس کاکروچ ہے ہیر۔۔۔!! جان بوجھ کر اسے نام سے مخاطب کرتے ہوئے ایشام نے اندھیرے میں فرش کی جانب اشارہ کیا تو اگلے ہی پل ہیر ڈر کے مارے چیختے ہوئے اچھل کر اسکی گود میں چڑھ

گئی۔۔۔!اس اچانک بنتی ہوئی صورتحال نے ایشام کا چند لمحوں میں قرار و چین لوٹ لیا تھا۔۔

کہاں ہے کاکروچ۔۔۔!!ایشام کی کمر کے گرد ٹانگیں ریپ کیے وہ اڑے ہوئے رنگ کے ساتھ پوچھنے لگی۔کاکروچ کے ڈر سے وہ ایشام کی حالت بگاڑ چکی تھی۔

یہ نیچے ہی کہیں چل پھر رہا ہے۔۔!شاید تمہیں ڈھونڈ رہا ہو۔۔۔!!

دھڑکنوں کو بامشکل سنبھالتے ہوئے وہ اسے مزید ڈارنے لگا۔کہ ہیر کے چہرے کا رنگ اگلے ہی پل ایک دم سفید ہونے لگا۔۔جسے دیکھ کر ایشام کو تیز والی ہنسی آئی تھی۔۔

وہ۔۔۔وہ مجھ۔۔مجھے کیوں ڈھونڈ رہا ہے۔۔۔؟ایشام کی گردن کے گرد بانہوں کی گرفت مضبوط کرتے ہوئے وہ اٹکی۔۔۔!کا کروچ کا ڈر اتنا دماغ پر سوار ہو گیا تھا۔۔کہ وہ اپنی آئس کریم کھانا بھی بھول گئی تھی۔اور اب بس ایشام میں سمانے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔

مجھے کہا پتہ۔۔؟شاید اس کلر میں تم اسے پیاری لگ رہی ہو۔۔۔!!اس لئے تمہیں ڈھونڈتے ہوئے ادھر اُدھر تلاش کر رہا ہے۔۔۔!!تھوڑا سا آگے بڑھ کر ایشام نے لاپرواہی سے جواب دے کر اسکا آئس کریم والا ڈبہ اٹھالیا تھا۔

پر مجھے تو نیچے کچھ بھی نہیں نظر آرہا ہے۔۔۔؟ہیر جو مسلسل نیچے نظریں دہرا رہی تھی۔کہ سر اٹھا کر ایشام کی طرف بولتے ہوئے اچانک رک گئی۔۔

تم میری آئس کریم کیوں کھا رہے ہو۔۔۔؟؟ چھبتی ہوئے آنکھوں سے وہ ایشام کو گھورتے ہوئے بات وہیں پر ادھوری چھوڑی کر سوال کرنے لگی۔

کیونکہ میرا دل کر رہا۔۔!! منہ میں آئس کریم ڈالتے ہوئے ایشام ابھی جواب دے پاتا۔جب ہیر چھیننے والے انداز میں اس سے اپنا ڈبہ واپس لے کر خود کھانا شروع ہو گئی۔۔

کا کروچ کے آنے کا فائدہ مت اٹھاؤ شامی کباب۔۔۔!! میرا سارا دھیان تمہاری طرف ہی ہے۔۔۔!! بھرے بھرے منہ کے ساتھ وہ جتاتے ہوئے بولی تھی۔اشارہ صاف اپنی آئس کریم ہڑپنے کی طرف تھا۔

منہ میں آئس کریم ڈالے وہ ایشام کی گود میں لٹکی ہوئی تھی۔جب اچانک ایشام اسکا چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے اسکے ہونٹوں پر جھک گیا۔۔ہیر کی آنکھیں ایک بار پھر بے یقینی سے پھیلنے لگی تھیں۔

ایشام نے اسکے ہاتھ سے ڈبہ پکڑ کر ٹیبل پر رکھتے ہوئے شدت سے اسے خود میں بھینچتے ہوئے محسوس کیا تو ہیر کے چودہ طبق روشن ہو گئے۔اسکا دل زور زور سے دھڑکنے لگا تھا۔

وہیں ایشام بھی اسے ہونٹوں کے لمس میں پاگل ہو گیا

ہیر کی کمر کو دبوچتے ہوئے ایشام نے گھوم کر اسکی پشت فریج سے لگاتے ہوئے ہونٹوں کو وا کرتے اسکی سانسیں چرانا شروع کیں۔ تو ہیر کے پورے بدن میں بجلی سی دوڑ گئی۔ مچلتے ہوئے اسے نے ایشام کو تھامنے کی کوشش تھی۔ جبکہ ایشام سک کرتے ہوئے اسکے ہونٹوں کے کناروں سے آئس کریم چننے میں مصروف تھا۔ ہیر اس سنکی کو دیکھ کر رہ گئی۔

ایشام نے اسکی زبان کو ہونٹوں میں دباتے ہوئے سک کرتے اسکی تھائیز کو شدت سے جکڑا تو ہیر نے پھڑپڑاتے ہوئے اسکا حصار توڑنا چاہا۔۔۔ حلق میں اسکی سانس بری طرح روکنے لگی تھی۔۔۔ کیونکہ وہ اسکے نازک وجود اور ہونٹوں کو بری طرح خود میں سموئے ہوئے تھا۔۔۔

اسے تڑپتے دیکھ کر ایشام سرشاری سے اسکے ہونٹوں کو دانتوں میں کھینچتے ہوئے اچانک پیچھے ہٹا۔۔

میں چاہتا۔۔ہوں۔کہ تم اپنا یہ دھیان ہمیشہ ایسے ہی مجھ پر لگائے رکھو۔۔!! تھوڑی دیر پہلے والے الفاظ کا حوالہ دیتے ہوئے وہ بے باکی سے مسکرا اٹھا تھا۔لیکن ہیر کی آنکھیں جھک چکی تھیں۔۔اسکے بھیگے ہونٹوں پر انگوٹھا پھیرتے ہوئے ایشام صدیقی کا پھولا ہوا سانس مزید بھاری ہونے لگا تھا۔۔

ہٹو پیچھے مجھے کمرے میں جانا ہے۔۔۔!! مزاحمت کرتے ہوئے ہیر نے نیچے اترنا چاہا تو ایشام دلکشی سے مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلا گیا۔

میں تو نہیں جانے دینے والا۔۔۔!! کندھے اچکا کر وہ بے نیازی سے بولا تھا۔ ہیر اسے گھورنے کی کوشش کرنے لگی۔ کہ ایشام محبت سے اسکے سبز نینوں کو چومتے ہوئے ہیر کو وسوسے میں ڈال گیا۔۔

تمہارے یہ سبز نین ہمیشہ سے میرا سکون حرام کیے ہوئے ہیں۔۔۔!! پر اس سب کے باوجود بھی میں اور میرا دل تمہارے طلبگار ہیں۔۔۔!! ایسا کیوں ہے۔۔۔؟ سچ بتاؤ۔۔! کونسا جادو کرتی آئی ہو مجھ پر۔۔۔!

بہکے بہکے انداز میں وہ اسکے کان میں سرگوشیاں کر رہا تھا۔ جن کو سنتے ہوئے ہیر کا دل و دماغ بے یقین ہو رہے تھے۔ وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔ جو آج پہلی بار ہوں محبت بھری باتیں کرنے میں مصروف تھا۔۔ ہیر سن ہوئے اسے سن رہی تھی۔۔

ایشام نے جھکتے ہوئے شرٹ کے بٹن کھول کر اسکی کالر بون پر ابھی ہونٹ رکھے ہیں تھے۔ کہ ہیر مچلتے ہوئے بھاری سانسوں میں اسے روک گئی۔ کیونکہ کسی کے قدموں کی آواز سنائی دینے لگی تھی۔ شاید کوئی کچن میں آرہا تھا۔ایشام کے حواسوں نے بھی کام کیا تو اس نے فوراً ہیر کو نیچے کھڑا کر دیا۔۔!!

میں کھڑکی سے باہر جارہا ہوں۔۔۔! اندھیرے میں دھیان سے کمرے میں جانا میری کرونا وائرس۔۔۔! اسکے ماتھے کو ہلکا سا چومنے کے بعد وہ وہاں سے تیزی سے نکل گیا۔ جبکہ ہیر اسکے لمس پر بت بنتے بے ساختہ اپنے ماتھے کو چھو گئی۔ایشام صدیقی کا یہ انوکھا پیار بھرا انداز بے شک ہیر پاشا کو مشکل میں ڈالنے والا تھا۔۔

تمہارا شادی کرنے کا کوئی ارادہ ہے یا نہیں۔۔۔؟ نعمان خان جو ناشتے کی ٹیبل پر بیٹھے تھے۔ کہ بے ساختہ نیوز پیپر چھوڑ کر اچانک خیال آنے پر ارسل کو مخاطب کر گئے۔ جو یونیفارم میں بالکل تیار موبائل میں مصروف نظر آ رہا تھا۔

بڑے بھائی کی شادی کے ذکر پر محبت خان بھی چمکتی آنکھوں سے متوجہ ہوئی تھی۔۔

مجھ سے پوچھ رہے ہیں۔۔۔؟ ارسل نے الجھتے ہوئے سر اٹھا کر انکی طرف دیکھا۔۔

نہیں۔۔! شیشے میں خود کو دیکھ کر پوچھ رہا ہوں۔۔۔! وہ سر جھٹک کر بولے تو محبت ہنستی چلی گئی۔اسکی ہنسی کی آواز پر نعمان خان متوجہ ہوئے مسکرائے تھے۔جبکہ ارسل نے مسکراہٹ دبا کر اسے گھورا جو بڑے بھائی کی بے عزتی پر منہ پھاڑے ہنس رہی تھی۔۔

آپ کو میری مورے مل گئی ہیں۔۔شکر کریں۔۔۔! ارسل نے جتاتے ہوئے باپ کے اعتبار کو ہوا میں اڑایا۔۔علینہ خانم آکر ٹیبل پر بیٹھیں تو ارسل محبت سے انکا ہاتھ چومتے ہوئے باپ پر طنزیہ نگاہ ڈالی۔۔

کیا باتیں ہو رہی ہیں۔۔۔؟ صبح صبح ان باپ، بیٹے کو ایک دوسرے کی طرف گھورتا پا کر علینہ خانم نے بیچ میں مداخلت کرنا ضروری سمجھا۔۔

مورے۔۔! ڈیڈ بھیا سے انکی شادی کا پوچھ رہے ہیں۔۔۔!! باپ کے پاس بیٹھی محبت نے چہک کر ماں کو جواب دیا۔

اہاں۔۔۔! خیریت۔۔۔؟ اپکو اچانک میرے بیٹے کی شادی کیا سوجھی۔۔۔؟ علینہ خانم متاثر کن انداز میں شوہر کی طرف دیکھنے لگیں۔۔۔

اسکی شکل دیکھ دیکھ کر بور ہو گیا ہوں۔۔! اس لئے بس سوچ رہا ہوں۔ کہ اب اسکی بھی شادی ہو جانی چاہیے۔۔۔! ویسے بھی باقی سب کی بھی تقریباً ہو ہی گئی ہیں۔ بس یہ تمہارا شہزادہ سلیم کنوارا گھوم رہا ہے۔۔۔! ناشتہ شروع کرتے ہوئے نعمان خان تفصیلی جواب دیتے بولے تھے۔۔ اشارہ شاید شہرام اور غازیان کے رشتے کی طرف تھا۔۔

کہاں سب کی ہو گئی ہیں ڈیڈ۔۔؟ابھی لسٹ میں باسم کاظمی رہتے ہیں۔۔۔!آملیٹ کھاتے ہوئے ارسل نے انکی تصحیح کی۔علینہ خانم پوری توجہ کے ساتھ انکی گفتگو سن رہی تھیں۔شاید وہ بھی بیٹے کی شادی کو لے کر کافی خوش ہو گئی تھیں۔

اگر لسٹ میں باسم کاظمی اور ارسل خان رہ گئے ہیں۔۔!تو چلو پھر تم دونوں کی شادی کروا دیتے ہیں۔۔!بیٹے کے جواب سے زرا برابر متاثر ہوئے بنا نعمان خان نے اگلا حل پیش کیا۔تو انکے الفاظ سن کر ارسل کے حلق میں نوالہ اٹکتا چلا گیا۔باپ کے سنجیدہ چٹکلوں پر محبت پھر پیٹ پکڑ کر ہنسنا شروع ہو گئی تھی۔۔۔علینہ خانم بھی ہنس پڑی تھیں۔

استغفار۔۔۔! ڈیڈ کچھ تو خیال کریں۔۔۔! بہن کو گھوری سے نواز کر ارسل نے بے ساختہ باپ کو دیکھا۔ جو دلجمعی سے ناشتہ کرنے میں مصروف تھے۔۔

تو تم بھی میرے سوال کا سنجیدگی سے جواب دیا کرو۔۔۔!! ارسل کو اپنا سوال نظرانداز کرنا وہ یاد دلانے لگے۔

کیا یار۔۔۔!! آپ تو ایسے مجھے سنا رہے ہیں۔! جیسے میں لڑکی ڈھونڈ کر بیٹھا ہوا ہوں نا۔۔! ارسل نے تیزی سے سر جھٹکا۔۔۔

جیسی تمہاری شکل ہے نا۔۔! تم ل

جیسی تمہاری شکل ہے نا۔۔! تم لڑکی ڈھونڈ بھی لو تو وہ بعد میں بھاگ جائے گی۔۔! اس لئے میں نے تم سے یہ امید رکھی بھی نہیں ہوئی ہے۔۔۔۔! نعمان خان کے پر سکون انداز و لہجے نے دوبارہ ارسل پر وار کیا۔۔

ہاں تو پھر مجھے کیوں پوچھ رہے ہیں۔۔۔! اگر سب کچھ آپ کو پہلے سے پتہ ہے تو۔۔۔! اس بار ارسل خان غصے سے بولا تھا۔ اسکا بھڑکا ہوا انداز دیکھ کر نعمان خان کو دل ہی دل میں خوشی ہونے لگی۔ بہت کم ایسا ہوتا تھا۔ جب وہ اسکی درگت بنانے میں کامیاب ہو پاتے تھے۔۔

میں تو اپنا فرض پورا کرنے کے لیے پوچھ رہا ہوں۔۔۔! کیونکہ ایسا کرنے کے لیے ہمارا دین کہتا ہے۔۔! خیر میں آج سے ہی کوئی لڑکی تلاش کرتا ہوں۔۔! جو تمہاری اس پر سکون زندگی کو آکر حرام کر سکے۔۔۔!

نعمان خان کی دعاؤں پر اب ارسل کا صبر ٹوٹا تو وہ ماں کی طرف شکایتی انداز میں دیکھنے لگا۔ بیٹے کا سرخ ہوتا چہرہ دیکھ کر نعمان خان کا دل قہقہے لگانے کو کر رہا تھا۔

میری بلا سے جو مرضی کریں۔۔۔! پر اگر لڑکی بد تمیز ہوئی تو اسکی زندگی کے ساتھ ساتھ ارسل خان آپکا جینا بھی حرام کر دے گا۔۔۔! اپنی اکلوتی شرط گنوا کر ارسل خان نے ساتھ ہی باپ کو بھی دھمکی لگا دی۔۔۔

لڑکی بد تمیز نہ ہو۔۔! تو کیا تمہارے لئے کوئی گونگی لڑکی ڈھونڈ کر لاؤں۔۔۔! ارسل کے الفاظ دہرا کر وہ طنزیہ لہجے میں پوچھنے لگے۔ جبکہ ارسل لاپرواہی سے کندھے آچکا کر اپنا موبائل اور گاڑی کی چابی اٹھا کر باہر نکل گیا۔۔۔

کیا آپ بھی۔۔! میرے بیٹے کو سکون سے ناشتہ تو کرنے دیتے۔۔! ارسل کے بیچ میں ہی ناشتہ چھوڑ کر جانے پر علینہ خانم نے ناراضگی سے شوہر کی طرف دیکھا۔۔۔

تمہارا بیٹا جب سے پیدا ہوا ہے۔ میرا خون پی تو رہا ہے۔۔! اسے بھاڑ میں جھونک کر سکون سے ناشتہ کرو۔۔! محبت کو اپنے ہاتھ سے نوالہ کھلاتے ہوئے انہوں نے سکون سے جواب دیا تھا۔ جس کو سن کر علینہ خانم اپنے شوہر کو افسوس سے دیکھتی رہ گئیں۔۔

رباب اپنے کمرے میں بیٹھی دماغ کی پتنگیں اڑانے میں مصروف تھی۔ تاکہ کسی طرح وہ ترکی جانے کے لئے اپنی ماں کو منا سکے۔

جو کہ شاید اس جنم میں تو نا ممکن ہی تھا۔۔

رباب ایک خیالی دنیا میں رہنے والی لڑکی تھی۔ میرال اپنی جاب کی وجہ سے کبھی بھی اسے پاس نہیں رکھ پائی تھیں۔ سیکرٹ ایجنٹ کی جاب آسان نہیں تھی۔

آرمی کا حصہ بننا "میرال حفیظ" کا شروع سے جنون تھا۔ اپنی محنت کے بل بوتے پر وہ یہ اعزاز حاصل کرنے میں کامیاب بھی رہی تھی۔ لیکن اس دوران انکی اپنی زندگی بالکل بی آسان نہیں تھی۔ بیہ اور نعمان خان کی شادی کے کچھ عرصہ بعد میرال کی بھی رخصتی ہو چکی تھی۔

پر شادی کے بعد بھی میرال نے اپنی جاب نہیں چھوڑی تھی۔ اور نہ ہی باسط صاحب نے انہیں چھوڑنے کا کہا تھا۔ بلکہ وہ اپنی بیوی کے لئے ایک بہترین

شوہر ثابت ہوئے تھے۔اپنی جاب کے دوران وہ بارہاں زخمی ہو کر گھر واپس آئی تھی۔پر باسط صاحب ہمیشہ اسکے سائبان کی طرح رہے تھے۔

نعمان خان کی طرح جب ایک رات میرال کی فیملی پر بھی اٹیک ہوا تو زندگی میں پہلی بار میرال کو محسوس ہوا تھا۔کہ خوف کیا چیز ہے۔۔اور وہ خوف اپنی جان کا نہیں بلکہ اپنی اکلوتی بیٹی رباب کی زندگی کا تھا۔

چونکہ دن بدن انکے دشمن بڑھتے ہی جارہے تھے۔ایسے میں کوئی بھی محفوظ نہیں رہا تھا۔بلیک مینشن کے سب بچے اٹلی شفٹ کر دیے گئے تھے۔

وہیں نعمان خان بھی محبت اور علینہ خانم کے علاج کے سلسلے میں ملک سے باہر جا چکا تھا۔ایسے میں میرال کو کوئی ایسا مضبوط قدم اٹھانا تھا۔جس سے

اسکی اکلوتی بیٹی محفوظ رہ سکتی۔ رباب پر ہونے والے حملے کے بعد میرال پر اپنے سسرال کا ایک دم سے جاب چھوڑنے کا پریشر ہونے لگا تھا۔ پر وہ کسی صورت بھی ڈر کر پیچھے نہیں ہٹ سکتی تھی۔

ایسے میں باسط صاحب نے سب سے سمجھداری کا یہ کام کیا۔ کہ وہ میرال اور رباب کو لے کر ایک الگ گھر میں شفٹ ہو گئے۔ لیکن ابھی بھی خطرہ ٹلا نہیں تھا۔ کیونکہ دشمن اب انہیں چھوڑ کر انکے بچوں کو ٹارگٹ کر رہے تھے۔ شاید وہ بلیک گینگ کی کمزوری جان چکے تھے۔ ہر انسان کی طرح وہ سب بھی اپنوں کے لئے کمزور تھے۔

وہ سب خود سے جڑے لوگوں کی زندگی پر کوئی رسک نہیں لے سکتے تھے۔

اسی لئے میرال نے جب یہ مسئلہ سلطان احمد خان اور ضرار پاشا سے ڈسکس کیا۔

تو انہوں نے فوری طور پر رباب کو بورڈنگ بھیجنے کا کہا تھا۔ کیونکہ میرال اپنی اکلوتی بیٹی کو ملک سے باہر بھیجنے کے حق میں نہیں تھی۔ اور ویسے بھی بلیک مینشن کی سب بچیاں بھی یہیں پر تھیں۔ تو اسے امید تھی۔ کہ اگر رباب کو کسی اچھی جگہ پر رکھا جاتا تو وہ سیو رہ سکتی تھی۔

اس لئے سب مشاورت کرنے کے بعد راتوں رات ضرار پاشا اور سلطان احمد خان نے میرال کو ٹرانسفر کرنے کے بہانے پوری فیملی سمیت

دوسرے شہر روانہ کر دیا۔ پر کوئی بھی یہ نہیں جانتا تھا۔ کہ میرال اور باسط صاحب کے ساتھ رباب نہیں گئی ہے۔۔

اسی طرح خفیہ انداز میں سلطان احمد خان نے رباب کو مری کے ایک بورڈنگ سکول میں داخل کروادیا گیا۔ مخالفین کو یہ ہی تاثر دیا گیا تھا۔۔ کہ کیپٹن میرال اسلام آباد سے جاچکی ہیں۔ پر کہاں۔۔۔؟ اس سوال کا جواب کسی کے پاس نہیں تھا۔

میرال، باسط صاحب کے ساتھ کچھ عرصہ منظر عام سے غائب رہی تھی۔ لیکن اس دوران بھی وہ اپنی ٹیم کا حصہ بنی رہی تھی۔

پر چار سال بعد جب نعمان خان اپنی خانم اور بیٹی کے صحت یاب ہونے پر واپس لوٹا تو اپنے دوست کی واپسی کا سن کر میرال خود کو اسلام آباد آنے سے

مزید روک نہیں پائی۔ جبکہ بلیک گینگ نے بارہاں نعمان خان کو بھی وہیں رہنے کا کہا تھا۔ کیونکہ سلطان احمد خان نہیں چاہتا تھا۔ کہ نعمان خان کا جو نقصان ہوتے ہوتے بچا ہے۔

وہ دوبارہ کبھی ہو۔۔۔! وہ اپنے بھائی جیسے نعمان خان کو مزید کسی امتحان نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔ پر نعمان خان کی ایک ہی ضد تھی۔ کہ اسے واپس لوٹ کر دوبارہ سے کام شروع کرنا ہے۔

وہ اپنے خان سر سے مزید دور نہیں رہ سکتا تھا۔ ویسے بھی اتنے سال وہ باپ اور شوہر بننے کا حق ادا مکمل طور پر ادا کرنے کے بعد ہی لوٹ رہا تھا۔ اب وطن کی زمہ داری کا وقت تھا۔۔۔

نعمان خان کی واپسی سے جہاں وہ سب بے حد خوش ہوئے وہیں سب کے اندر اسی جذبے نے پھر جوش مارا تھا۔ جس جذبے کے ساتھ وہ مل کر کام کیا کرتے تھے۔

کیپٹن بیہ تو کام چھوڑ چکی تھی۔ لیکن اس کے باوجود وہ وقتاً فوقتاً انکے ساتھ وقت گزارتی رہتی تھی۔ یہ ہی وجہ تھی۔۔ کہ نعمان خان کے واپس آنے پر وہ خود کو مکمل ہوتا محسوس کرنے لگے تھے۔۔

ایسے میں میرال کی خواہش دیکھتے ہوئے باسط صاحب نے اسے اسی سوسائٹی میں گھر بنوا دیا تھا۔ جہاں بلیک مینشن اور محبت ولا تھے۔ شفٹ ہونے کے بعد وہ قریب تو آ گئے تھے۔۔ پر اس سب کے باوجود بھی کچھ عرصہ انہیں اجنبیوں کی طرح رہنا پڑا تھا۔ تاکہ انکی سرگرمیاں مشکوک نہ

محسوس ہوں۔اور یہ ہی نہیں اکثر اوقات میرال باسط صاحب کے ساتھ نعمان خان کے پرانے فلیٹ میں رہ آتی تھی۔

رباب کے بورڈنگ میں جانے کے بعد میرال اور باسط صاحب اسے خود ملنے جایا کرتے تھے۔اتنے سالوں میں رباب اپنے ماں باپ کے پاس بہت کم رہنے آئی تھی۔

بچپن سے جوانی کا سفر اس نے ہوسٹل میں رہتے گزار دیا تھا۔

شاید یہ ہی وجہ تھی۔کہ ماں باپ سے دور اکیلے رہنے کی وجہ سے وہ خیالی دنیا کا شکار ہو چکی تھی۔اردو ناولز میں دل لگانے کا اسے یہ نقصان ہوا تھا۔کہ وہ حقیقت پسند نہیں رہی تھی۔بلکہ اسکی ہر بات میں ایک فینٹسی چھپی

ہوئی ہوتی تھی۔اور اب کچھ عرصہ سے وہ ترکی جانے کے لئے بالکل پاگل ہو چکی تھی۔۔

اپنی گریجویشن مکمل کرتے ہی وہ گھر شفٹ ہو گئی تھی۔

اسکی گھر واپسی نے میرال اور باسط صاحب کو جہاں دنیا کی سب سے بڑی خوشی دی تھی۔ لیکن اب اسکی ایک ضد سے میرال پریشان ہو گئی تھیں۔وہ ہر گز بھی اکیلے اسے ترکی جانے کی اجازت نہیں دے سکتی تھیں۔اور اسکے پیچھے بہت سی وجوہات چھپی ہوئی تھیں۔۔

ہائے ہمارے ملک کی آرمی کے آفیسر تو سچ میں بہت خوبصورت ہوتے ہیں یار۔۔۔! ناول کے سین میں کھوتے ہوئے وہ بڑبڑائی تھی۔۔

جتنے مرضی خوبصورت ہوں۔۔۔!۔پر میں جہان سکندر کا تر کی تو گھوم کر رہوں گی۔۔۔!خوشی سے پھولے نہ سماتے وہ ایک بار پھر ترکی جانے کے سہانے خواب سجانے لگی۔یہ جانے بنا کہ اسکی ماں اسکی فینٹسی دنیا کی بینڈ بجانے والی ہے۔۔۔

ماہ پارہ کی یونیورسٹی کے باہر وہ گاڑی میں بیٹھا ہوا تھا۔جبکہ ذہن مسلسل کشمکش کا شکار تھا۔اضطرابی کیفیت میں عادت سے مجبور ہوتے غازیان نے اپنے گھنے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

کورٹ کے بلیک اینڈ وائٹ یونیفارم میں اپنی جاذب شخصیت میں وہ کسی کا دل بھی دھڑکا سکتا تھا۔لیکن اس سر پھرے کو بس ماہ پارہ خان سے غرض

تھی۔غازیان پاشا کی الفت کے ہر لمس کو بس "ماہ پارہ سلطان" چاہیئے تھی۔

لیکن وہ نیلی آنکھوں والی شہزادی کل رات بنا کوئی جواب دیئے چلی گئی تھی۔ماہ پارہ کے یوں جانے سے غازیان کو خود میں ایک ریجیکشن محسوس ہونے لگی تھی۔۔

اس لئے اپنی سوچوں سے تنگ آتے وہ یہاں اسکی یونیورسٹی میں آگیا تھا۔ تاکہ اس سے کھل کر بات کر سکے اور جواب مانگ سکے۔۔۔

آنکھوں پر سن گلاسز لگا کر وہ گاڑی سے باہر نکل آیا۔۔۔

لیزو۔۔۔!! منیزے پاشا نے بے اختیار کچن میں داخل ہوتے انکو پکارا۔

جہاں جہاں علیزے خان فاتح اور شہرام کے لیے ناشتہ نکال رہی تھیں۔

ہاں کیا ہوا۔۔۔!! منیزے پاشا کی پکار اپر مڑتے ہوئے علیزے انکی طرف دیکھنے لگیں۔۔۔

تمہاری پاروسے کوئی بات ہوئی ہے کیا۔۔۔؟ منیزے پاشا قریب آکر بے چینی سے استفسار کرنے لگیں۔۔۔

ہاں ہوئی ہے نا۔۔۔!! علیزے خان نے مسکرا کر جواب دیا۔۔۔

کیا کہا اس نے۔۔! منیزے پاشا ایک دم سے متجسس سی ہو گئیں۔۔

آنکھوں میں امید کے دیپ جل اٹھے تھے۔ کیونکہ وہ ماہ پارہ کو اپنے غازی کی دلہن بنتے دیکھنے کے لیے کافی بے چین تھیں۔۔!

بولتی ہے۔۔۔!! کہ وہ غازی کی دلہن صرف ایک شرط پر ہی بنے گی۔۔۔!

برتن چھوڑ کر علیزے خان مسکراہٹ دبا کر انکی طرف مکمل طور پر مڑ گئیں۔۔۔

کونسی شرط۔۔۔! منیزے پاشا کو بے تابی ہوئی تھی۔

یہ ہی کہ وہ اسے اب ڈانٹے گا نہیں۔۔!اور نہ ہی غصہ کرے گا۔۔!! زرا کی زرا رکتے ہوئے علیزے خان نے جیسے ہی اپنی بات مکمل کی تو منیزے پاشا بے یقینی سے انکی طرف دیکھتی چلی گئیں۔اسکا مطلب تھا۔کہ ماہ پارہ اپنی رضامندی دے چکی تھی۔۔

کیا سچ میں پارو نے ہاں کر دی۔۔۔؟ منیزے کنفرم کرنے والے انداز میں پھر پوچھنے لگیں تو۔علیزے خان ہنس کر ہولے سے سر ہلا گئیں۔جس کو

دیکھتے ہوئے منیزے پاشا اگلے ہی پل زندگی سے بھرپور قہقہ لگاتے ہوئے زور سے علیزے خان کے گلے لگ گئیں۔۔انکی بلند آواز پر لاؤنج میں بیٹھی خواتین پریشان ہوتے کچن کے دروازے پر آکر دیکھنے لگی تھیں۔۔۔

کیا ہوا سب ٹھیک ہے نا۔۔۔؟ بیہ صدیقی فکر سے پوچھ گئیں۔۔

ہماری پارو نے غازی کے لئے ہاں کر دی۔۔۔!! منیزے پاشا نے خوشی سے جھومتے ہوئے انہیں بتایا تھا۔۔۔! جس پر وہ سب بھی ایک پل کے لئے ٹھٹک گئے۔۔۔

تم سچ کہہ رہی ہو نا۔۔۔! ائرہ کاظمی نے یقین دہانی چاہی۔

سو فیصد سچ ہے بھئی۔۔۔!! علیزے خان نے ہنستے ہوئے پھر اقرار کیا۔ جو ان سب میں خوشی کی بھرپور لہر دوڑا گئی تھی۔۔۔۔

ہائے رکو میں ابھی عیس کو کال کر کے خوشخبری دیتی ہوں۔۔۔!! مشعل ہمدانی تیزی سے فون کی طرف بڑھنے لگیں تو علیزے خان نے جلدی سے انکو روک دیا۔۔

رو کو مشو۔۔۔! ان سب کو تو اب تک خان بتا چکے ہوں۔۔۔! لیکن رات میں خان نے خاص تاکید کی تھی۔ کہ غازی کو اس بارے میں کوئی بھی نہیں بتائے گا۔۔۔! علیزے خان نے انکو روکتے ہوئے ساتھ سلطان احمد خان کے حکم کے بارے میں بتایا تو وہ نا سمجھی سے دیکھنے لگیں۔ انکو الجھتے دیکھ کر علیزے خان انکو مختصر کرتے تفصیل بتانا شروع ہوئی تھیں۔

صبح کے چھ بج رہے تھے۔اور سیلینہ اپنے کمرے میں سکون سے سو رہی تھی۔اسکا کمرہ ماہ پارہ کے ساتھ والا تھا۔

بلیک مینشن میں آنے کے بعد اسکی ادھوری زندگی مکمل ہو چکی تھی۔ سلطان احمد خان اور علیزے خان کے روپ میں اس ماں باپ مل گئے تھے۔جبکہ بہن اور بھائی کی کسر پوری کرنے کے لیے بھی بہت سے لوگ موجود تھے۔لیکن ان سب میں وہ فاتح سلطان کو مکمل طور پر بھلا چکی تھی۔

یہاں آنے سے پہلے تک اسکے دل میں جو فاتح سلطان کے لئے ڈر قائم تھا۔ وہ یہاں رہتے ہوئے دور ہو گیا تھا۔جس فاتح سلطان کو وہ اٹلی میں دیکھتی آئی تھی۔وہ فاتح تو بلیک مینشن میں رہنے والے فاتح سے بہت مختلف تھا۔

بلیک مینشن میں فاتح، شہرام کے ساتھ مل کر جیسے سب کی ناک میں دم کیے رکھتا تھا۔ یہ سب دیکھ کر سیلینہ تو کبھی کبھی حیران ہو جاتی تھی۔ کیونکہ اس نے آج تک فاتح کا صرف سرد انداز دیکھا تھا۔ پر اب سب کچھ بدل چکا تھا۔

اب سیلینہ کی تنہائی والی زندگی رنگوں سے بھر گئی تھی۔ جس کے باعث وہ ہر وقت اپنی ہنسی کی کھنکھار سے فاتح سلطان کا دل باغ باغ کیے رکھتی تھی۔ لیکن ان سب میں سیلینہ اب دن بدن فاتح کو نظر انداز کرتی جا رہی تھی۔

فاتح جب بھی اسے اکیلے میں ملنے کی کوشش کرتا تھا۔ تو وہ چالاکی سے نکل جاتی تھی۔ یا پھر اسکے ہاتھ ہی نہیں آتی تھی۔ یہ سب دیکھتے ہوئے فاتح

سلطان کا پارہ اب دن بدن اوپر پہنچتا جا رہا تھا۔ لیکن آج اپنی لیڈی ڈیانا کو سبق سکھانے کے لئے وہ پہنچ چکا تھا۔۔۔

سالے صحیح سے اٹھانا۔۔!! کہاں جاتا ہے تیرا اتنا کھایا پیا۔۔۔!! شہرام کو بار بار نیچے سے ہلتے دیکھ کر فاتح تیز لہجے میں بولا تھا۔ صبح صبح وہ سیلینہ کے کمرے تک پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے۔

کمینے میں کونسا تیرا یہ بھاری بھر کم بوجھ اٹھانے کے لیے کھاتا ہوں۔۔۔! سالے نیلے گینڈے تو کم کھایا کر۔۔۔! ہائے میری کمر۔۔! ابھی تو ان مضبوط ہاتھوں نے اپنی بیوی کو اٹھانا تھا۔۔۔!! فاتح کے سنانے پر شہرام نے کڑھتے ہوئے اس سے بھر کر چڑھائی کر دی۔

وہ دونوں گھر کے پچھلے حصے میں کھڑے تھے۔ پائپ لائن پر چڑھتے ہوئے فاتح سیلینہ کے کمرے تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔

یار شہری یہاں سے تو بہت مشکل ہے۔۔۔!! ہار مانتے ہوئے فاتح نے اسکی کمر سے نیچے چھلانگ لگادی۔ اس کوشش میں ان دونوں کا سانس بری طرح پھول چکا تھا۔۔۔

ہاں تو میں بھی تب سے یہ ہی بک رہا تھا کمینے۔۔۔!! تجھے کہا بھی تھا۔ کہ یہ بلیک مینشن ہے۔۔ کسی سوسائٹی کا کوئی عام بنگلہ نہیں ہے۔۔۔! جہاں کوئی بھی چور چکا منہ اٹھا کر آجائے گا۔۔۔!!

اپنی کمر کو ہاتھ سے دباتے ہوئے وہ غصے سے فاتح کو گھور رہا تھا۔ جس کی نیلی آنکھیں ابھی بھی اوپر سیلینہ کے کمرے پر ٹکی ہوئی تھیں۔۔۔

چھوڑ دے اس کھڑکی کو تاڑنا۔۔۔!! سلینہ ہر گز بھی تجھے منہ نہیں لگانے والی۔۔۔! آویں خبیث نے صبح صبح پہلے میری نیند خراب کی۔ اور بعد میں کمر بھی توڑ دی۔۔!

شہرام اسے بے ساختہ ٹوکنے لگا۔ ساتھ ساتھ اپنی کمر کو دبانا بھی جاری تھی۔ باڈی بلڈر وجود ہونے کے باوجود وہ دونوں ایک دوسرے کو چڑانے کا کوئی موقع نہیں جانے دے رہے تھے۔۔۔

کہہ تو، تو صحیح رہا ہے۔۔۔! پر کیا ہی تھا۔ کہ اگر صبح صبح مجھے ماتھے پر چمی کرنے کا موقع مل جاتا تو۔۔۔! شہرام کی ہاں میں ہاں ملانے کے باوجود بھی وہ اپنی خواہش ظاہر کرنے سے باز نہ آیا تو شہرام اسے ٹانگ رسید کر گیا۔۔ فاتح لے ساختہ لڑکھڑایا تھا۔۔

لوگ ٹھرکی ہوتے ہیں۔۔۔!پر سالے تو نیکسٹ لیول کا ٹھرکی ہے۔جس کا مطلب ہے تو "ٹھرکلا" ہے۔۔۔!!

اسکے ماتھے والی چمی پر وہ اسے صلواتیں سناتے چلا گیا۔۔

ہیں۔۔۔!!کمینے یہ ٹھرکلا کیا ہوتا ہے۔۔۔؟فاتح ہنسی روک کر سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔۔۔۔۔

ٹھرکی سے ٹھرکلا۔۔۔!مطلب ٹھرک پن کا نیکسٹ لیول۔۔۔!جو صرف تیرے میں پایا جاتا ہے۔اس لئے آج سے تو ٹھرکلا کے نام سے جانا جائے گا۔۔۔!

شہرام نے اپنے لفظ کی مکمل طور پر تشریح کی تھی۔ جس کو سن کر فاتح کے حلق سے قہقہ ابل پڑا۔ ایک دوسرے کے کندھے پر بازو رکھتے ہوئے وہ دونوں کرن ارجن کی طرح ہنستے ہوئے واپس چلے گئے۔۔

موبائل پاکٹ میں ڈالتے ہوئے شیعب اپنے فارم ہاؤس کے اندر داخل ہوا تھا۔۔۔

میڈم کہاں ہیں۔۔۔؟اس نے رکتے ہوئے لاؤنج میں کام کرتی ہوئی ملازمہ سے ماریہ کے بارے میں پوچھا۔۔۔

صاحب وہ تو اپنے کمرے میں ہی ہیں۔۔۔! ملازمہ سے ڈرتے ہوئے جلدی سے جواب دیا تو وہ سر کو جنبش دے کر آگے بڑھ گیا۔

فارم ہاؤس کے اندر چاروں اطراف نظریں دہراتے ہوئے وہ ماریہ کے کمرے کی طرف جا رہا تھا۔ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے وہ دو، تین کمرے کراس کرنے کے بعد مخصوص کمرے کے سامنے آیا۔ اور تیزی سے دروازہ کھول کر کر اندر داخل ہو گیا۔۔

ارے واہ ڈیئر کزن صاحبہ۔۔۔!! اچانک سے اتنی عاشقی۔۔۔!! کمرے میں داخل ہوتے ہی شعیب کی ناک سے صندل کی خوشبو ٹکرائی تھی۔ یہ وہ ہی مخصوص خوشبو تھی۔ جو اسکی کزن کی پہچان تھی۔۔

پورے کمرے میں نظریں دہراتے ہوئے وہ حیران ہو چکا تھا۔ ہر طرف تصویریں اور اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ بس موم بتیوں کے جلنے کی سنہری روشنی ہر طرف جگمگا رہی تھی۔

شعیب کی آمد پر بھی ماریہ کے سکتے میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ وہ ابھی بھی وارفتگی سے اپنے سامنے رکھی تصویر کو دیکھے جا رہی تھی۔ یہ وہی تصویر تھی۔ جس کو وہ پچھلے ایک گھنٹے سے مسلسل دیکھ رہی تھی۔ لیکن نہ تو اسکا دل بھرا تھا۔ اور نہ ہی آنکھوں کی پیاس بجھی تھی۔۔۔

تم تو مجھ سے بھی بڑی دیوانی نکلی ہو یار۔۔۔!! ماریہ کے آگے سے فریم اٹھاتے ہوئے وہ متاثر کن انداز میں گویا ہوا۔۔

کیوں آئے ہو یہاں۔۔۔؟ ماریہ بے اختیار اسکی طرف مڑی تھی۔

تمہاری ان آنکھوں میں ڈوبنے کے لئے۔۔۔!! ماریہ کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے لہجے کو شوخ بناتے ہوئے اس نے جواب دیا تھا۔ جو ماریہ کو بالکل پسند نہیں آیا تھا۔

اسکی "fire-eyes" تھیں۔آگ سی آنکھوں کے ساتھ وہ خود بھی چلتی پھرتی بلا تھی۔اپنی آنکھوں کی طاقت سے وہ بخوبی واقف تھی۔اس لئے شعیب کی بات پر بے زاری سے آنکھیں گھماتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔۔

بکواس نہیں کرو۔۔۔!سیدھی طرح بتاؤ۔۔۔!کھڑے ہو کر وہ اپنے روم فریج کی طرف بڑھ گئی۔۔۔

ویسے مجھے بہکانے کی جرات ابھی تک صرف دو نیلی آنکھوں نے کی ہے۔۔۔!!باقی تم بتاؤ۔۔۔!اس دیوانگی کا کیا چکر ہے۔۔۔؟خیالوں میں ماہ پارہ کو سوچتے ہوئے وہ مسرور ہونے لگا تھا۔پر ساتھ ہی وہ کمرے کے ماحول اور دیواروں پر لگی تصویروں کی جانب اشارہ کرتے بھی پوچھنے لگا۔۔

یہ دیوانگی تھوڑی ہے۔۔۔؟ یہ تو "ماریہ فیروز" کی اپنے محبوب کے لئے عبادت ہے۔۔۔! شہرام کے سوال پر وہ دلفریب انداز میں مسکراتے ہوئے آگے بڑھ کر دیوار پر لگی تصویر کو پھر تکتے چلی گئی۔۔۔

چند دن کی محبت عبادت بھی بن گئی۔۔۔؟ بیڈ پر پیچھے لیٹتے ہوئے شعیب نے حیرانی کے ساتھ دوسرا سوال کیا۔

چند دن۔۔۔؟ میں تو پہلی نظر میں ہی "غازیان ضرار پاشا" پر اپنا سب کچھ ہار گئی تھی۔۔۔! غازیان کی تصویر کو آنکھوں کو بساتے ہوئے وہ کھوئے ہوئے لہجے میں جواب دے رہی تھی۔ شعیب مکمل توجہ کے ساتھ اسکا یہ بدلا ہوا روپ پہلی بار دیکھ رہا تھا۔۔

ہوش میں آجاؤ ڈیئر کزن۔۔۔! ابھی محبت کے سفر اور بھی باقی ہیں۔۔۔؟

وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا۔۔۔

میں سارے سفر کرنے کو تیار ہوں۔۔! بشرطیکہ کہ غازیان پاشا صرف میرے نام لکھا جائے۔۔۔!! ڈرنک پیتے ہوئے وہ بے اختیار نارمل لہجے میں کہتے اسکی طرف چلی آئی۔۔۔

اور اگر وہ تمہارا نہ ہوا تو۔۔۔؟ شعیب نے اسے تصویر کا دوسرا رخ بھی دیکھانا چاہا تھا۔

تو میں اسے سب سے چھین کر پنجرے میں قید کر دوں گی۔۔۔!! لیکن غازیان پاشا کو کسی اور کا نہیں ہونے دوں گی۔۔۔!!

ماریہ کی سنہری آنکھوں میں تیزی سے آگ کے شعلے بھڑکنے لگے تھے۔یہ وہ آگ تھی۔جو کسی کی بھی خوشیاں تباہ کر سکتی تھی۔

کوئی نہیں جانتا تھا۔۔کہ سلطان احمد خان کی شہزادی "ماہ پارہ" اور ضرار پاشا کے شہزادے "غازیان پاشا" کی کہانی کو نسا رخ اختیار کرنے والی تھی۔۔

کیا ڈیٹ فائنل کرنی ہے۔۔۔؟ وہاج صدیقی سب کو مخاطب کرتے ہوئے سوال کر گئے۔۔

تم لوگ آپس میں فیصلہ کر لو۔۔!! سلطان سب کچھ ان پر چھوڑتے ہوئے بولے تھے۔ کیونکہ اس بار وہ چاہتے تھے۔ کہ ماہ پارہ اور مہر ماہ کے لیے سب کچھ وہ ڈیسائیڈ کریں۔۔

لاؤنج میں گہما گہمی سی ہوئی پڑی تھی۔ آج غازیان اور شہرام کے نکاح کی ڈیٹ فائنل ہونے جا رہی تھی۔ پر غازیان اس سب سے بے خبر تھا۔

مجھ پر چھوڑ دو گئے۔ تو میں ہر گز بھی اس گندی اولاد کو بستے ہوئے نہ دیکھوں۔۔۔! دور بیٹھے ہوئے شہرام پر نظر ڈال کر عیس ہمدانی بے نیازی سے بولے تھے۔ ان باپ، بیٹے کی جنگ پر سب ہنس پڑے۔

خبر دار اگر آپ نے اس خوشی کے موقع پر میرے بیٹے کا موڈ خراب کرنے کی کوشش کی تو۔۔! بیٹے کی حمایت میں مشعل اپنے شوہر کو گھورتے ہوئے

دھمکی آمیز کہہ گئیں۔۔ مشعل ہمدانی کے رعب دار انداز پر سب نے ہنسی دبا کر عیس ہمدانی کو دیکھا جو منہ بگاڑ چکے تھے۔

جب سے یہ نکمے دنیا میں آئے ہیں۔۔۔ موڈ تو ہمارا تب سے خراب ہوا پڑا ہے گڑیا۔۔۔! سنان مصطفیٰ نے بے اختیار اپنے یار کی وکالت کی۔۔ جوان سب ماؤں کو بالکل بھی پسند نہیں آئی تھی۔۔

یہ بحث چھوڑ کر وقت پر نکاح کی ڈیٹ فائنل کر لو۔۔!! کہیں بیرسٹر صاحب خودکشی کرنے نہ نکل پڑیں۔۔۔! ضرار پاشا نے غازیان کے سپاٹ تاثرات دیکھتے ہوئے بے ساختہ کہا۔

ینگ پارٹ ان سے زرا فاصلے پر اپنی الگ محفل سجا کر بیٹھی ہوئی تھی۔ یہ ہی وجہ تھی۔ کہ وہ سب سکون سے انکے خلاف تبصرے کر پا رہے تھے۔

چونکہ غازیان کو ابھی تک ماہ پارہ کے اقرار کے بارے میں نہیں بتایا گیا تھا۔ اس لئے پچھلے دنوں سے وہ خاموش اندر ہی اندر کڑھتا ہوا نظر آرہا تھا۔۔

سائیں آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں جب یہ رشتہ ہو رہا تھا۔۔!! منیزے پاشا کو اچانک یاد آیا تو خفگی کا اظہار کر گئیں۔۔۔

تم تو ایسے شکوہ کر رہی ہو۔۔! جیسے تمہارے بیٹے نے اپنا رشتہ کرتے ہوئے مجھ سے پوچھا تھا نا۔۔۔! بے شرموں کی طرح اپنے بڑے بابا کے قدموں میں بیٹھا ماہی کو مانگ رہا تھا۔ ہم تو لاعلم ہی اتفاقاً سٹڈی روم میں چلے گئے تھے۔۔۔!

بیوی کے شکوہ پر ضرار پاشا اس دن کا منظر یاد کرتے ہوئے بتانے لگے۔ لہجہ شاید افسوس زدہ تھا۔ سلطان بھرپور ہنس رہے تھے۔

یہ ساری بحث چھوڑ کر ڈیٹ فائنل کر لو اب۔۔۔! انکو باتوں میں الجھے دیکھ کر وہاج صدیقی نے بے اختیار ٹوک دیا۔۔

دو دن بعد سنڈے ہے۔۔۔! وہ دن کیسا رہے گا۔۔۔؟ ائرہ کاظمی نے اظہارِ خیال کیا۔

پرفیکٹ ہے۔۔! علیزے خان متفق ہوتے جلدی سے ہاں کر گئیں۔۔

تو بس پھر ڈن ہے۔۔۔!! اپنی خانم کی بات پر مہر لگاتے ہوئے سلطان بھی بولے تو سب تاسف سے ہنس پڑے تھے۔۔ آخر آج بھی سلطان احمد خان بدلے جو نہیں تھے۔۔۔

نکاح کی ڈیٹ فائنل ہو چکی تھی۔ جس پر تقریباً سب ہی بے حد خوش تھے۔ سوائے اک غازیان پاشا کے۔۔۔!!

انکے گھر کا پہلا فنکشن تھا۔اس لئے سب لڑکیوں کی مہندی رسم کرنے کی شدید خواہش تھی۔ بڑوں کے اپروول کے بعد آج رات مہندی کی چھوٹی سی رسم ہونے جا رہی تھی۔ جس میں صرف قریبی رشتہ دار ہی شرکت کرنے والے تھے۔

چونکہ ابھی صرف نکاح ہونے لگا تھا۔اس لئے ابھی بڑے پیمانے پر کچھ بھی نہیں کیا جا رہا تھا۔ شہرام نے رخصتی کا شور ڈالنا ہی چاہا تھا۔ کہ بڑے بھائیوں پر نظر پڑتے ہی سرد سانس خارج کرتا ڈھے سا گیا۔۔

کبیر خان اور فارس ہمدانی کو ابھی تک رخصتی نہیں ملی تھی۔ تو اس معاملے میں شہرام علی کو کون ہی سریس لیتا۔ اس لئے مجبوراً اسے خود کو شانت کرنا پڑا تھا۔

ہر طرف زوروں شور سے تیاریاں چل رہی تھی۔۔ فاتح کو بھی اس نکاح بیٹل میں شامل ہونے کا پیغام پہنچ چکا تھا۔ جس پر سیلینہ کی خوشی کا تو کوئی ٹھکانا نہیں رہا تھا۔۔ وہ پہلے ہی مشرقی کلچر کی کافی فین ہو چکی تھی۔ اور اب مشرقی دلہن بننے کے لئے اسکی بے تابی بڑھتی ہی جا رہی تھی۔

لاؤنج میں تیاریوں میں مصروف سب ملازمین کی بھگدڑ مچی ہوئی تھی۔

غازیان اپنے دھیان میں تھکے ہوئے انداز میں لاؤنج میں داخل ہوا تو لاؤنج میں ہل چل مچی دیکھ کر اسکا حلق تک کڑوا ہوتا چلا گیا۔ تین دن پہلے وہ ماہ پارہ

سے کنڑول کیے رہی تھی۔ کیونکہ اسکے باپ نے غازیان کو کچھ بھی پتہ لگنے سے منع کیا تھا۔ اس لئے غازیان پاشا کی ساری باتوں کے جواب میں ماہ پارہ نے سکون سے کھانا کھاتے ہوئے فقط اتنا کہنے پر اکتفا کیا۔

"کہ وہ سوچ سمجھ کر جواب دے گی۔ کیونکہ وہ جلد بازی نہیں کرنا چاہتی۔۔۔"

جبکہ غازیان جو آج ہی اسکے منہ سے ہاں سننا چاہتا تھا۔ کہ سامنے بیٹھی نخریلی شہزادی کے اٹیٹیوڈ پر بے بسی و ضبط سے ہونٹ بھینچ گیا۔۔

غازیان کو ماہ پارہ کے تاثرات سے صاف پتہ چل رہا تھا۔ کہ وہ اتنی جلدی اپنا جواب نہیں دینے والی۔۔ اس لئے صبر کیے اسے ساتھ لیے واپس آ گیا۔ اور اب دو دن مزید گزر گئے تھے۔۔

پر ماہ پارہ نے اسے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ بلکہ وہ غازیان کو دیکھتے ہی چہرے پر سپاٹ تاثرات سجالیتی تھی۔ جس پر وہ صبر کے گھونٹ پی کر رہ جاتا تھا۔

اور اب شہرام اور فاتح کے نکاح کی تاریخ طے ہونے کے بعد سے ویسے ہی اسکا موڈ بگڑا پڑا تھا۔ وہ ہر گز بھی شہرام اور فاتح کو نکاح کی مبارک باد یا دعائیں نہیں دینے والا تھا۔۔

سالے کچھ دن مزید صبر نہیں کر سکتے تھے کیا۔۔۔!! غصے سے بڑبڑاتے ہوئے وہ کوٹ اتارنے کے بعد صوفے پر جا گرا۔۔۔

ایشام جو ابھی نیند پوری کر کے فریش ہونے کے بعد کمرے سے نکل کر نیچے آرہا تھا۔۔ کہ لاؤنج میں غازیان کو لیٹے دیکھ کر بے اختیار اسکی طرف چلا آیا۔

خدا کرے تم دونوں کے نکاح کی شیر وانیاں کٹ جائیں۔۔! پاجامے پھٹ جائیں۔۔۔!! غصے کے مارے وہ فاتح اور شہرام کو بے دعائیں دینے میں مصروف تھا۔۔

غازیان کی بد عائیں سنتے ہوئے لاؤنج میں ایشام کا بھرپور قہقہہ بے ساختہ تھا۔ اسکے ہنسنے کی آواز پر غازیان نے چونک کر آنکھوں سے ہاتھ ہٹایا تو سامنے ہی ایشام کے ہنستے ہوئے چہرے کا دیدار ہو گیا۔۔۔

تجھے کیا تکلیف ہو رہی ہے۔ جو فضول میں جوکروں کی طرح قہقہے لگانا شروع ہو گیا ہے۔۔! ایشام کی ہنسی پر چڑتے ہوئے وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں گویا ہوا تھا۔ جس پر ایشام پہلے سے بھی زیادہ اونچی آواز میں ہنستے

ہوئے صوفے پر بیٹھ گیا۔ غازیان پاشا کی آج کل کی تکلیف کے بارے میں وہ سب ہی باخبر تھے۔۔

بیرسٹر صاحب آپکے مزاج کیوں بگڑے ہوئے ہیں۔۔۔!! ہمارے بیچارے دولہوں کو کیوں بد دعائیں دی جارہی ہیں۔۔۔؟ صوفے سے ٹیک لگا کر ایشام نے اسے مزید چھیڑنا چاہا۔۔

اسکے چھیڑنے پر غازی ابھی مزید کوئی بھڑکتی ہوئی کاروائی کرتا۔ جب اچانک منیزے پاشا لاؤنج میں داخل ہوتے ہی ماہ پارہ کو آوازیں لگانے لگیں۔۔ انکی آواز پر ایشام اور غازیان دونوں متوجہ ہوتے مڑے تھے۔۔۔

پارو۔۔۔!! اسے پکار کر وہ چلتے ہوئے بیٹھنے لگی تھیں۔ کہ غازیان پر نظر پڑتے ہی ٹھٹک گئیں۔ وہ نہیں جانتی تھیں۔ کہ وہ آفس سے واپس آگیا

ہے۔غازیان کو دیکھ کر وہ زرا دور ہٹ کر بیٹھ گئیں۔اور ماہ پارہ کے آنے کا انتظار کرنے لگیں۔۔

عجیب ہے بھئی۔۔۔! وہ لڑکی انکے بیٹے کو بھاؤ نہیں دے رہی اور یہاں یہ اسکو ڈھونڈتے ہوئے پاگل ہو رہی ہیں۔۔۔!!

ماں کو اپنا آپ نظر انداز کرتے دیکھ کر وہ پھر سلگا تھا۔اسکی جلی کٹی سرگوشیوں پر ایشام کو اپنے بھائی پر تیز والی ہنسی آرہی تھی۔اور ساتھ ہی ترس بھی۔۔۔۔

غازیان کی نگاہیں ابھی تک ماں کی طرف ٹکی ہوئی تھیں۔جو مس ماہ پارہ کو ساتھ لگائے پتہ نہیں کونسے راز و نیاز کرنے میں مصروف ہو گئی تھیں۔

یہ نہیں کہ اسے دور کھ کر لگائیں اور اپنے بیٹے کے لئے ہاں کروائیں۔۔۔!

پر نہیں یہاں الگ ہی لاڈ چل رہا ہے۔۔۔! منیزے کو ماہ پارہ کا ماتھا چومتے دیکھ کر وہ کڑھ کر رہ گیا۔ ایشام اسکی ویڈیو بناتے ہوئے لوٹ پوٹ ہو رہا تھا۔ جبکہ غازیان اس سب سے بے خبر تھا۔

رات ہوتے ہی باہر لان میں روشنیوں کا سمندر امڈ آیا تھا۔ لڑکوں کی رسم باہر تو لڑکیوں کی رسم کے انتظامات گھر کے اندر ہی کیے گئے تھے۔

چونکہ آج رات لڑکوں کے کافی دوست بھی شرکت کرنے والے تھے۔ اس لئے لان میں لڑکیوں کا داخلہ ممنوع کر دیا گیا تھا۔ رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ اور لڑکیوں نے اپنی رسموں کا آغاز کر دیا تھا۔

مہر ماہ مسٹر ڈکلر کی لانگ فراک کا مہندی ڈریس پہنے ہوئے تھی۔ تو سیلینہ گرین کلر کے شرارہ سیٹ میں تھی۔ جبکہ ماہ پارہ ٹی پنک کلر کے لہنگا چولی میں تھی۔ ہلکی پھلکی جیولری پہنے وہ تینوں اپنی اپنی لک میں خوبصورت ترین لگ رہیں تھیں۔

ہلکے پھلکے میوزک کے ساتھ انکو مہندی لگائی جا رہی تھی۔ سیلینہ تو مسمرائز ہوتے سب دیکھ رہی تھی۔

گرین کلر کے شرارہ سوٹ میں اپنی چاکلیٹی آنکھوں اور بالوں میں مسلسل چمکتی آنکھوں کے ساتھ وہ مسکرا رہی تھی۔ جب اچانک فاتح سلطان سفید سوٹ پہنے لاؤنج میں داخل ہوا تھا۔۔۔

لاؤنج میں اتنی زیادہ عورتوں کو دیکھ کر وہ ایک لمحے کے لیے کنفیوز ہوا لیکن پھر اگلے ہی پل سنجیدگی سے ماں کو پکار گیا۔ خاندان بھر کی خواتین اس نیلی آنکھوں والے شہزادے کو دیکھنا شروع ہو گئیں۔ جو ہو بہو سلطان احمد خان کا عکس معلوم ہوتا تھا۔۔۔

مورے پلیز میری بات سن لیں پہلے۔۔۔!! ماں کو عورتوں میں الجھے دیکھ کر فاتح نے ایک بار پھر علیزے خان کو پکارا۔۔ علیزے خان جو مصروف تھیں۔ کہ فاتح کی بے صبری دیکھ کر بے اختیار بیہ صدیقی کو اسکی بات سننے کا اشارہ کر گئیں۔۔

کیا بات ہے فاتح۔۔۔؟ بیہ صدیقی اٹھ کر اسکے قریب ہوئیں۔ جو عورتوں کی نظروں پر منہ بگاڑ رہا تھا۔

چھوٹی ماما مجھے سیلینہ کو زرا باہر لے کر جانا ہے۔۔! اسکے لئے ایک سرپرائز ہے۔۔۔! بس دس پندرہ منٹ تک واپس چھوڑ جاؤں گا۔۔!

اپنی چھوٹی ماما کی گھوریوں پر فاتح نے جلدی سے وضاحت کی۔

ابھی سرپرائز ضروری ہے۔۔۔؟ بیہ رعب سے سوال کرنے لگیں۔۔

سیلینہ کو لڑکیوں نے گھیرا ہوا تھا۔اس لئے فاتح اسے دیکھ نہیں پا رہا تھا۔

ہاں نا چھوٹی ماما بہت ضروری ہے۔۔۔! اس لئے تو آپکی اس عورتگی پارٹی میں ہمت کرتے ہوئے آیا ہوں۔۔۔! عورتوں کے بھرے ہجوم کو نئے لقب سے نواز کر وہ تیزی سے بولا تھا۔۔۔

ٹھیک ہے۔۔! صرف پندرہ دے رہی منٹ ہوں۔۔۔! تم باہر جاؤ۔۔۔! میں ہیر کے ساتھ اسے بھیجتی ہوں۔۔!

سب عورتوں کو فاتح پر نظر ٹکائے دیکھ کر بیہ صدیقی نے اسے جلد از جلد وہاں سے رفو چکر کرنا چاہا تھا۔ پہلے ہی خاندان والے باتیں سنا رہے تھے۔ کہ انہوں نے ایک لڑکے کے لئے بھی خاندان سے لڑکی نہیں لی۔۔ وہ سب کیا بتاتیں۔ کہ انکے لڑکے پہلے ہی سب سیٹ کیے بیٹھے تھے۔۔۔

چھوٹی ماما ویسے آپس کی بات ہے۔۔۔! آپکی یہ عورت پارٹی سب کی سب ٹھرکی ہیں۔۔۔!! واپس مڑتے ہوئے فاتح نے اچانک بیہ کو پکار کر اسکے کان میں سرگوشی کی۔ جس کو سن کر بیہ صدیقی کا اپنا قہقہ روکنا مشکل ہو گیا۔۔ شاید وہ عورتوں کے گھورنے پر زچ ہوتے ایسا بول رہا تھا۔۔

فاتح، شہرام اور ارسل کے ساتھ پچھلے لان والے حصے میں ایک سائیڈ پر کھڑا تھا۔ جب سیلینہ بامشکل اپنے ڈریس کو سنبھالتے ہوئے ہیر کی مدد سے اسے سامنے سے آتی ہوئی دیکھائی دی۔۔

سیلینہ پر نظر پڑتے ہی فاتح ایک لمحے کے لیے ساکت ہو گیا۔ مشرقی لباس میں دلہن بنی وہ اسکے دل پر بجلیاں گراتی چلی گئی تھی۔ فاتح کو سکتے میں دیکھ کر شہرام اور ارسل بے ساختہ ہنسی دبا گئے۔

آپ نے یہاں کیوں بلایا بھی کو۔۔۔؟ فاتح کے سامنے کھڑے ہوتے ہیر نے تیکھے لہجے میں سوال کرتے فاتح سلطان کو ہوش دلائی۔ سیلینہ فاتح کی نظروں سے پزل ہوتے اپنی آنکھوں کا زاویہ بدل چکی تھی۔۔۔

بہت خوبصورت لگ رہی ہو تم تو سیلینہ۔۔۔!! سیلینہ کی لک کا مکمل طور پر جائزہ لیتے ہوئے شہرام نے اچانک تعریف کرنے میں پہل کی۔

سچ میں شہری بھیا۔۔۔!! اپنی تعریف سن کر سیلینہ ایک دم سے چہک اٹھی تھی۔۔فاتح نے خونخوار نظروں سے شہرام کو گھورا تھا۔۔جس نے اسکی بیوی کی تعریف کرنے کی گستاخی کی تھی۔۔

کل نکاح سے پہلے، پہلے تمہاری بھابھی کو ان جناب نے سرپرائز دینا ہے۔ اس لئے بلایا ہے گڑیا۔۔۔! ارسل نے مسکرا کر فاتح کی جانب اشارہ کرتے ہوئے ہیر کو جواب دیا۔جو کسی تھانے دار کی طرح سیلینہ کے ساتھ کھڑی تھی۔

کیسا سرپرائز۔۔۔؟فاتح کو خاموش دیکھ کر سیلینہ نے تجسس سے سوال کیا۔۔کوئی جواب دے پاتا۔جب اچانک پیچھے سے ایک مانوس سی آواز سیلینہ کے کانوں سے آ ٹکرائی۔۔۔

مجھے سب سے پہلے اپنی شوگر گرل کو ملنا ہے۔۔۔اسکے بعد ہی میں کسی ایرے غیرے کو منہ لگاؤں گا اب۔۔۔!!محمد سبحان بے حد چڑتے ہوئے بول کر اپنے دھیان میں اسی طرف چلا آ رہا تھا۔

جبکہ سیلینہ اسے یہاں پر دیکھ کر بے یقین سی ہو گئی تھی۔آنکھیں بڑی کرتے ہوئے وہ تیزی سے فاتح کی جانب مڑی تو وہ مسکرا کر کندھے آچکا گیا۔۔۔

لڑکوں کی طرف مہندی کی رسم شروع ہوئی۔ تو ہر طرف شور اٹھتا چلا گیا۔ اور یہ شور کرنے والے ان سب کے دوست تھے۔

باسم نے بڑوں بھائیوں کو متوجہ کرتے ہوئے ہنسی دبا کر غازیان کی جانب اشارہ کیا۔ جو سپاٹ چہرہ لیے ایک سائیڈ پر کھڑا تھا۔ جبکہ منہ کے زاویے آخری حد تک بگڑے ہوئے تھے۔۔ کبیر اور فارس کو بے اختیار اپنے چھوٹے بھائی کی حالت پر ترس آنے لگا۔

لیکن ترس کھانے کے باوجود بھی وہ اسے سچ نہیں بتا سکتے تھے۔ آخر غازیان نے بھی تو ان سے شیئر نہیں کیا تھا۔ اس لئے تھوڑی بہت سزا تو بنتی تھی۔

دولہے کے کپڑے پہن کر بھی اس کھسکے ہوئے کو کچھ سمجھ نہیں آ رہی۔۔۔! غازیان کی ڈارک گرین کلر کی شلوار قمیض پر چوٹ کرتے ہوئے وہ سرگوشی میں کہنے لگا تو فارس اور کبیر دلکشی سے ہنستے چلے گئے۔

وہ مسلسل غازیان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جو شلوار قمیض پہنے اپنی دلکش شخصیت میں ماحول پر چھایا ہوا تھا۔ پر موڈ خرابی کی وجہ سے وہ کچھ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ غازیان کی شلوار قمیض ماہ پارہ کے پنک لہنگا چولی کے ساتھ contrast کی گئی تھی۔ جو اسکی ماں منیزے پاشا کے کام تھے۔ لیکن غازیان کو اس وقت کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ اس لئے وہ اپنے ڈریس پر بھی دھیان نہیں دے پا رہا تھا۔ جو سب سے الگ تھا۔

شہرام اور فاتح نے ایک جیسے سفید سوٹ پہنے تھے۔البتہ اپنی اپنی دولہن کے ڈریس سے میچنگ انہوں نے ویسٹ کوٹ ساتھ ضرور پہنی ہوئی تھی۔

ہر طرف ہلا گلا ہو رہا تھا۔ سٹیج پر دولہا بنے فاتح اور شہرام کو چین پھر بھی نہیں آ رہا تھا۔۔

غازی۔۔۔!! کبیر نے رعب سے غازیان کو اچانک آواز لگائی۔جو شاید یہاں سے رفو چکر ہونے والا تھا۔۔ بڑے بھائی کی آواز پر رکتے ہوئے وہ مڑا تو کبیر خان نے اسے اپنے ساتھ سٹیج پر چلنے کا اشارہ کیا۔۔

اور اس اشارے پر غازیان کی خونخوار آنکھیں بے اختیار سٹیج پر بیٹھے دولہوں کی طرف اٹھی تھیں۔اور بعد میں خفگی سے وہ کبیر خان کو دیکھنے لگا۔جو

مصنوعی سنجیدگی سے اسکی نظروں کو نظرانداز کرنے کے بعد اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتے سٹیج کی طرف بڑھ چکا تھا۔

سالے چھچھوڑے دولہے کہیں کے۔۔۔! فاتح اور شہرام کو کوستا ہوا غازیان مجبوراً انکے پیچھے چل دیا۔۔۔ کبیر خان، فارس ہمدانی کے ڈریس سے میچنگ کرتے باسم، ارسل اور ایشام نے بھی بلیک شلوار قمیض پہن لی تھی۔

کیونکہ آج کے فنکشن کے لیے انہیں کچھ بھی سمجھ نہیں آرہا تھا۔۔۔

غازیان کو باقی سب کے ساتھ اپنی طرف آتے دیکھ کر شہرام جان بوجھ کر چوڑا ہوتے دل جلاتی ہوئی مسکراہٹ اچھالنا شروع ہو گیا۔ وہ جانتے بوجھتے ہوئے بھی غازیان کو آگ لگانے والا کام کر رہا تھا۔ اور غازیان چڑنے بھی لگا تھا۔۔۔

اگر زیادہ دانت نکالنے کا شوق ہو رہا ہے۔ تو توڑ کر تمہارے ہاتھ پر رکھ دیتا ہوں۔۔!! شہرام کے جان بوجھ کر ہنسنے پر غازیان ایک دم سے بھڑکا تھا۔۔۔

دیکھ لیں بھائی۔۔۔! میں آج دولہا بنا ہوا ہوں۔۔! پھر بھی یہ میری عزت نہیں کر رہا۔۔۔! شہرام لہجے کو معصوم بناتے ہوئے "لفظ" دولہا پر زور ڈالنے لگا۔

شاید وہ مزید اسے تیلی لگانا چاہ رہا تھا۔ یہ جتا کر کہ اتنی کوشش کے باوجود بھی غازیان پاشاد ولہا بننے میں کامیاب نہیں ہو پایا ہے۔۔۔

غازی باز آؤ۔۔! کبیر نے بھی مصنوعی سنجیدگی سے غازیان کو ٹوک دیا۔ جس پر غازیان لب بھینچ کر رہ گیا۔ یہ سب اس سے بالکل بھی برداشت

نہیں ہو رہا تھا۔ لیکن مجبور تھا۔۔اسکی محبت ہی اگر اسکا امتحان لینا چاہ رہی تھی۔ تو وہ کیا ہی کر سکتا تھا۔اس لئے خود پر قابو پاتے ہوئے نظروں کا رخ موڑ گیا۔فارس اور کبیر اسکا ایک ایک انداز نوٹ کر رہے تھے۔۔۔

غازی یہاں آ کر بیٹھو۔۔۔! فارس نے اچانک اسے پھر مخاطب کرتے ہوئے فاتح کے ساتھ بیٹھنے کا اشارہ کیا۔غازیان نا سمجھی سے دیکھتے ہوئے کوئی سوال کرتا.. جب فارس کی حکمیہ نظروں پر چپ چاپ آگے بڑھ کر ان دونوں کے ساتھ بیٹھ گیا۔۔

اسکے یوں خاموشی سے بیٹھنے پر باقی سب نے بے اختیار شکر بھرا سانس لیا۔ غازیان کو کسی نہ کسی طرح سٹیج پر بٹھانے کا پلین آخر کار کامیاب جو ہو گیا تھا۔۔۔

کمینے کیا کر رہا ہے۔۔۔؟؟ایشام کے ہاتھ بھر کر تیل لگانے پر فاتح بے ساختہ پیچھے ہوتے تیز لہجے میں بولا۔۔۔انکے باپ دور مہمانوں میں بیٹھے انکو تاسف سے دیکھی جا رہے تھے۔

بھائی دیکھ لیں اب۔۔۔! یہ دونوں کب سے ہمیں رسم کرنے نہیں دے رہے ہیں۔۔۔!!ایشام نے لاڈ سے فارس کو شکایت لگائی۔۔۔

رسم۔۔۔؟کمینے یہ تیسری بار تو ہمیں تیل میں ڈوبانے آگیا ہے۔۔!اب کیا سارے مہمانوں کے حصے کی رسم بھی تجھ سے کروالیں۔۔۔؟؟ایشام کو جان بوجھ کر لاڈ دیکھاتے دیکھ کر شہرام بھی کڑھ گیا۔کیونکہ اتنی سی دیر میں انکے باقی دوست شہرام اور فاتح کو تیل میں نہلا چکے تھے۔۔۔

خالی دولہے بننے کا شوق تھا۔۔۔؟ یہاں بیٹھ کر تو کم از کم اپنی اس گندی زبان کو قابو میں رکھ لو۔۔۔؟ انکی ٹپوری زبان کو سنتے ہوئے غازیان جلے کٹے لہجے میں گویا ہوا۔۔۔ سب حیرانی سے اسے دیکھنے لگے۔ جو کل سے خود انکو بددعائیں دینے میں مصروف تھا۔ اور آج تمیز کے بھاشن دے رہا تھا۔۔

بالکل غازی ٹھیک کہہ رہا ہے۔۔۔! مہمانوں کے سامنے تمیز سے بات کرو۔۔۔! کبیر نے مسکراہٹ دبا کر اسکی حمایت کی۔۔

اب کیا ہم یہاں بیٹھ کر "اے جی" "اوجی" کرتے ہوئے شرمانا شروع کر دیں۔۔۔؟ دولہے بنے ہیں۔ کہ خدانخواستہ ہم پر کوئی عذاب نازل ہو گیا ہے۔۔۔؟ فاتح آواز کو نازک بنانے کی کوشش کرتے ہوئے نفی میں سر جھٹک کر پوچھنے لگا۔۔۔ اسکی ایکٹنگ پر سب کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔۔

بھائی میں کیا کہہ رہا تھا۔۔۔!! کیوں نا ہم غازی کو بھی مہندی لگائیں۔۔۔!! کیا پتہ ایسے ہی اسکی قسمت اس پر جلدی مہربان ہو جائے۔۔۔!! ہنسی پر بریک لگاتے ہوئے ارسل خان نے چمکتی آنکھوں سے پہلے سے سوچی ہوئی تجویز پیش کی۔ جس کو سن کر غازیان کا چہرہ غصے سے سرخ ہونے لگا۔ کیونکہ اسے صاف صاف اپنا مذاق اڑتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔۔

آئیڈیا تو بہت اچھا ہے۔۔۔!! فارس نے سنجیدگی سے حامی بھری تھی۔ جو غازیان کو حیرت میں مبتلا کر گئی۔

چلو سب شروع کرو غازی کو مہندی لگانا۔۔۔!! غازیان کچھ بول پاتا جب فارس نے جھٹ سے اگلا حکم پیش کر دیا۔ پھر کیا ارسل، ایشام اور باسم اپنے

دوستوں کو آواز لگا کر سٹیج پر بلا چکے تھے۔اس کھیل کے بارے میں تو سب ہی واقف تھے۔اس لئے انکے دوست جان بوجھ کر بلند آواز میں غازیان کے حق میں دعائیں مانگتے ہوئے اس پر جھپٹ پڑے۔

جبکہ غازیان پاشا کوئی احتجاج بھی نہیں کر پایا تھا۔غصے سے اسکا حال برا ہو رہا تھا۔یہ جانے بنا کہ اندر ماہ پارہ خان کب سے انکے نام کا جوڑا پہنے ہاتھوں پر اسکے نام کی مہندی بھی سجا چکی ہے۔

شوگر گرل یہ تمہاری ساس ہیں کیا۔۔۔؟علیزے خان کو دیکھتے ہوئے سبحان حیرانی سے پوچھ رہا تھا۔آج دن میں شہرام کے ساتھ جا کر فاتح اسے

مری سے لے آیا تھا۔ کیونکہ سیلینہ اکثر سبحان کو یاد کرتے ہوئے اداس ہو جاتی تھی۔

واپس آنے سے پہلے وہ سبحان کو نہ مل پائی تھی۔ اور نہ ہی فون نمبر لے سکی تھی۔ اس لئے اسکی اداسی دور کرنے کے لیے فاتح سلطان نے اسے آج کے دن میں یہ خوبصورت سرپرائز دیا تھا۔ جس پر سیلینہ بے حد خوش ہوتے اسکی شکر گزار ہو گئی۔۔

سبحان کو ساتھ لیے سیلینہ اندر واپس آچکی تھی۔ سب سے ملوانے کے بعد سیلینہ نے سبحان کو اپنے ساتھ ہی بٹھالیا۔ کیونکہ عورتوں کی نظروں پر وہ بھی پریشان ہونے لگا تھا۔ لیکن پھر سیلینہ نے اسے اپنے ساتھ باتوں میں مشغول کر لیا۔

اوراب پچھلے دس منٹ سے وہ عربی میں ایک دوسرے سے بات کرتے ہوئے سب عورتوں کی چغلیاں کر رہے تھے۔

لیکن ساتھ ہی ساتھ سبحان اپنی شوگر گرل کی ساس اور نند کو مسمرائز ہوتے دیکھ رہا تھا۔ جو خوبصورتی میں اپنی مثال آپ تھیں۔۔

یار شوگر گرل۔۔! تمہاری کوئی چھوٹی نند نہیں ہے کیا۔۔۔؟ بلیک مینشن کی سب لڑکیوں سے ملنے کے بعد سبحان نے تجسس سے جاننا چاہا۔۔۔

سیلینہ جو اسکے سوال کا مطلب سمجھ گئی تھی۔ کہ بے اختیار جواب میں بولی۔۔

میری کوئی چھوٹی نند تو نہیں ہے۔پر ان سب کے شوہر ضرور ہیں۔۔! جو اس سوال پر تمہیں الٹا لٹکا دیں گئے۔۔! سیلینہ نے شرارتی لہجے میں اسے ڈرانا چاہا۔۔

میں پٹھان کا بچہ ہوں۔۔۔! اور پٹھان کسی سے نہیں ڈرتے ہیں۔۔۔!! گردن اکڑا کر سبحان جواب میں بولا تو وہ ہنستی چلی گئی۔۔۔

اوئے چھٹکے۔۔۔! کونسی ایسی باتیں کر رہے ہو کہ میری پیاری سی بھابی اتنا ہنس رہی ہیں۔۔۔!! سیلینہ کی ہنسی پر متوجہ ہوتے ہیر نے قریب کھسک کر بے ساختہ سبحان کو مخاطب کیا۔

کچھ خاص نہیں بس پوچھ رہا ہوں۔۔! کہ کیا اس گھر میں کوئی چھوٹی لڑکی نہیں ہے۔۔۔؟؟ سبحان نے رازداری سے جواب دیا۔ جو ہیر کے ساتھ ساتھ گل ناز نے بھی سن لیا تھا۔ وہ ہنسنا شروع ہو گئی تھیں۔

یہ تم سب کی آنکھیں کیوں اتنی خوبصورت ہیں۔۔؟ ہیر اور گل ناز کی چمکتی آنکھوں کو متاثر کن انداز میں دیکھتے ہوئے سبحان نے بے ساختہ پوچھا۔ وہ جب سے آیا تھا۔ تب سے یہ چیز نوٹ کر رہا تھا۔۔۔

کیونکہ اس گھر میں لڑکیاں نہیں پریاں رہتی ہیں۔۔۔!! سبحان کے سوال کا جواب مہر ماہ کی طرف سے آیا۔ جس پر وہ سب کھکھلا پڑیں۔ سبحان بھی ہنستے ہوئے حامی بھرنے لگا۔ کیونکہ اسے سچ میں وہ سب پریاں ہی لگ رہی تھیں۔۔۔ اتنی ساری خوبصورت لڑکیوں میں خود کو اکیلا دیکھ کر سبحان خود

کو دل ہی دل میں خاص سمجھنے لگا تھا۔۔۔بس محبت خان وہاں موجود نہیں تھی۔خوبصورت سا تیار ہونے کے بعد اپنی روبی کو ساتھ لیے وہ سیر سپاٹے کو نکلی ہوئی تھی۔کیونکہ اسے عورتوں میں بیٹھنا بور کر رہا تھا۔۔

آپ سب تو سچ میں پریاں ہیں۔لیکن باہر آپ کے جو کزن لوگ گھوم رہے ہیں نا۔۔۔!وہ سب تو جن ہیں جن۔۔۔!ناک چڑھا کر وہ بتانے لگا۔۔۔

ایسا کیوں بول رہے ہو۔۔۔؟کیا کسی نے تنگ کیا ہے۔۔۔؟اسکی باتوں پر مسکراتے ہوئے ماہ پارہ نے سوال کیا۔۔تو سبحان انکو بتانا شروع ہو گیا۔۔کہ کیسے یہاں پہنچنے کے بعد وہ سب الٹے سیدھے سوال کرتے اسکا دماغ کھا گئے تھے۔

منہ پر دیکھو کیسے بارہ نہیں بائیس بجا کر بیٹھا ہوا ہے۔۔۔! ابھی اسکو بتاؤ نہ کہ صبح اسکا بھی نکاح ہے۔ تو دیکھنا یہاں پر یہ ڈھمکے لگاتا ہوا نظر آئے گا۔۔!

غازیان کے چہرے پر حد سے زیادہ سنجیدگی دیکھ کر سنان مصطفیٰ کاظمی اچانک گویا ہوئے تھے۔

لاؤڈ میوزک پر مہندی سانگ پلے کیے گئے تھے۔ جو ایشام صدیقی کا کام تھا۔ کیونکہ وہ ہی ڈی جے بنا بیٹھا تھا۔۔

سب نے مل کر غازیان کو بھی مہندی اور تیل میں اچھا خاصہ نہلا دیا تھا۔ اپنے ساتھ فارس کے بیٹھے ہونے کی وجہ سے وہ سٹیج سے نیچے نہیں اتر پا رہا تھا۔ ورنہ بس نہیں چل رہا تھا۔ کہ بس یہاں سے نیچے اتر کر کہیں غائب ہو جائے۔۔۔

یار کوئی بھنگڑا ہی ڈال لو۔۔۔! دوستوں میں سے اچانک کسی ایک نے ہانک لگائی۔۔۔

پر بھنگڑا ڈالے گا کون۔۔؟ کیونکہ یہاں کسی کو یہ نیک کام نہیں آتا ہے۔۔۔!! کسی دوسرے دوست نے بھی بلند آواز میں بولتے ہوئے ساتھ سوال کیا تھا۔۔۔

ہمارے ہوتے ہوئے یہاں کسی تیسرے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔۔۔!! شہرام اور فاتح نے اچانک یک زبان بولتے ہوئے سٹیج سے نیچے اترتے ہوئے دھماکا کیا تو ماحول ایک دم سے زعفران بنتا چلا گیا۔ارسل اور ایشام ہوٹنگ کرتے سیٹ ہو کر بیٹھ گئے تھے۔

سب ہی جانتے تھے۔ کہ بچپن میں چھپ چھپ کر کلب میں جانے والے اب ٹھیک ٹھاک ڈانس کرنا سیکھ چکے ہیں۔ اور جس طرف پوری مستی کے ساتھ وہ انتہائی دلکش انداز میں سٹیپ لیتے تھے۔ کہ دیکھنے والوں کے دل دھڑک اٹھتے تھے۔ اور پھر آج اپنی مہندی کو پر رونق بنائے بناوہ کیسے سکون سے بیٹھے رہ سکتے تھے۔

یہ گدھے کبھی نہیں سدھرے گئے۔۔۔!! وہاج صدیقی بے اختیار نفی میں سر کر ہلا گئے۔۔

ہمارے دولہے میاں کس گانے پر بھنگڑا پرفارمینس دینا پسند کریں گئے۔۔؟ میوزک بند کرتے ہوئے باسم نے تیز آواز میں پوچھا تھا۔۔۔

The one and only, our forever favorite “

— Abrar-ul-Haq! After all... we’re proud

”🔥😎!Punjabis

قیمض کی سلیوز فولڈ کرتے ہوئے شہرام نے فاتح کی جانب آنکھ ونک کرتے ہوئے جواب دیا تھا۔اور یہ چوائس سب کو پسند بھی آئی تھی۔

ابرار الحق کا گانا ہو۔اور مزہ نہ آئے ایسا ہو ہی نہیں سکتا تھا۔وہ سب تو پہلے بھی شہرام اور فاتح کا ابرار الحق کے گانے پر جلوا دیکھ چکے تھے۔اس لئے سمجھ گئے تھے۔۔کہ ابھی ماحول میں آگ لگنے لگی ہے۔۔

ایشام نے ڈن کہتے ہوئے اگلے ہی پل "نچ پنجابن" سانگ پلے کر دیا۔جس کو سن کر فاتح اور شہرام فورا الرٹ ہو گئے۔

سانگ شروع ہوا تو شہرام اور فاتح ہنستے ہوئے بھنگڑا شروع کر گئے۔۔۔!

مستی سے ڈانس شروع کرتے ہوئے وہ ایک دوسرے کی طرف اشارے کر رہے تھے۔انکے خوبصورت موز دیکھتے ہوئے اچانک وہاں ہونٹنگ کا شور بلند ہونے لگا۔کبیر اور فارس ہنستے ہوئے اپنے نکموں کو دیکھ رہے تھے۔جو آج کے دن بھی سکون سے نہیں بیٹھ سکتے تھے۔۔

آجاتینوں سکھادوا آکھیاں لڑانا۔۔۔!! شہرام نے اشرارت سے سٹیج پر بیٹھے غازیان کی طرف اچانک اشارہ کرتے ہوئے لپسنگ کی تو قہقہوں کا شور اٹھنے لگا۔

سالے خبیث۔۔! نہ چاہتے ہوئے بھی غازیان کو ہنسی آگئی تھی۔ کبیر اور فارس نے نیچے اتر کر ہوا میں پیسے پھینکنے کی بارش شروع کی تو باقی سب بھی حصہ ڈالنے لگے۔ سبحان جو اچانک وہاں آیا تھا۔

کہ یہاں کا الگ ہی منظر دیکھ کر تیزی سے لڑکیوں کو بتانے کے لئے الٹے پیر بھاگا۔۔ جو اگلے ہی پل کچھ سیکنڈ بعد چمکتی آنکھوں سے گلاس وال سے شہرام اور فاتح کا ڈانس دیکھنے کے لئے اکھٹی ہو گئی تھیں۔۔۔

وہ دیکھ وہاں تیرا داماد ناچ رہا ہے۔۔۔!! عیس جان بوجھ کر سنان مصطفیٰ کو چھیڑتے ہوئے شہرام کی طرف اشارہ کرنے لگے۔ جیسے شہرام انکا نہیں کسی اور کا بیٹا ہو۔۔۔

وہ ناچ نہیں رہے ہیں۔۔۔! بلکہ وہ سب کو اپنے ساتھ نچا رہے ہیں۔۔!!

باقی لڑکوں کو بھی انکے ساتھ بھنگڑا شروع کرتے دیکھ کر سلطان احمد خان انکی تصحیح کر گئے۔۔

مجھے قریب سے بھیا لوگوں کا بھنگڑا دیکھنا ہے نا۔۔۔!! گل بہار بے تابی بھرے لہجے میں فرمائشی انداز میں بولی تو ناز کو اچانک شرارت سوجھی۔۔ اس نے جھکتے ہوئے سبحان کے کان میں کچھ کہا تو سبحان اسکے ہاتھ پر تالی مارتے ہوئے جلدی سے پھر باہر کی جانب بھاگا۔۔۔

بلیک شلوار قمیض میں اپنی سحر انگیز شخصیت میں کبیر خان جو مسکراتے ہوئے چھوٹے بھائیوں کا صدقہ اتار رہا تھا۔ کہ اچانک سبحان نے پاس آتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔۔۔

کبیر بھائی۔۔۔!! بہار آپی کہہ رہی ہیں۔ کہ اُنہیں باہر آکر بھنگڑا دیکھنا ہے۔۔۔! سبحان نے رازداری سے کبیر خان تک اسکی بہارے کا پیغام پہنچا دیا تھا۔۔ جس کو سن کر کبیر خان کا دل دھڑک اٹھا۔۔

اس نے مڑتے ہوئے گلاس وال کے اس پار دیکھا تو پرپل کلر کی لانگ فراک میں وہ اسے اپنے خوبصورت روپ میں حور بنی نظر آئی۔ کبیر خان کو اپنی طرف دیکھتا پا کر گل بہار ایک دم سے سٹپٹا کر ناز کے پیچھے چھپ گئی تھی۔۔ جبکہ ناز ہنسی ضبط کرنے لگی۔ اس نے جان بوجھ کر یہ شرارت کی تھی۔۔

اپنی بہار آپی کو بولو۔۔۔! میں ویڈیو بنا کر لاؤں گا۔ تو رات میں میرے کمرے میں آکر دیکھ لے۔۔۔! جھک کر کبیر خان نے پاس کھڑے سبحان

کے کان میں بھاری آواز میں بولتے ہوئے جواب دیا۔ تو محمد سبحان تابع داری سے یہ پیغام گل بہار تک پہنچانے کے لئے پھر واپس مڑ گیا۔۔۔

رات کے ڈھائی بج رہے تھے۔ جب ایشام صدیقی ایک کمرے کے آگے کھڑا اسکے فنگر پرنٹ لاک کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کر رہا تھا۔۔

ابے جلدی کھول بھی۔۔۔!! فاتح نے بے صبرا بنتے ہوئے ایشام کے سر پر ہولے سے چپت لگائی۔

تمیز سے رہو۔ ورنہ بینڈ بجادوں گا۔۔۔! اور اگر کسی کو پتہ چلا کہ تم بھابھی کے کمرے میں گھسے ہوئے ہو۔ تو میں بتا رہا ہوں کہ ایشام صدیقی صاف مکر جائے گا۔۔۔!

ایشام نے انکو گھورتے ہوئے ساتھ ساتھ واضح کرنا چاہا تھا۔

لڑکوں کی طرف مہندی کا ہلا گلا ابھی بھی چل رہا تھا۔ لیکن لڑکیوں والی سائیڈ پر دلہنوں کو ابھی تھوڑی دیر پہلے اٹھا کر کمرے میں بھیج دیا گیا تھا۔ تاکہ کل کے دن کے لئے وہ اچھے سے ریسٹ کر سکیں۔ جبکہ فاتح اور شہرام اچھی خاصی رونق لگانے کے بعد چینج کرنے کے بہانے اندر آئے تھے۔

لیکن چینج کرنے کی بجائے فاتح، ایشام سے اب زبردستی سیلینہ کے کمرے کا لاک کھلوا رہا تھا۔

سالے جب دروازوں پر اچھے خاصے پرانے زمانے کے تالے اور کنڈیاں لگی ہوئی تھیں۔ تو تجھے کس گدھے نے آئیڈیا دیا تھا یہاں پر انگوٹھا چپکانے کا۔۔۔!! شہرام نے بھی کڑھتے ہوئے اسکے بازو پر تھپڑ رسید کر دیا۔۔۔

جبکہ ایشام ان شیطانوں کے بیچ پھنس کر رہ گیا تھا۔اس نے جلدی جلدی ہاتھ چلاتے ہوئے لاک کھول دیا۔لاک کھلتے ہی فاتح کی نیلی آنکھیں تیزی سے چمکنا شروع ہو گئیں۔۔

اگر کسی کو اس بارے میں کانوں کان خبر بھی ہوئی نا۔۔تو ایشام صدیقی ہم سب کے سامنے جا کر تیری پول کھول دیں گئے۔کہ تو آدھی سنسان راتوں میں ہیر پاشا کے کمرے میں جاتا ہے۔اور سب سے بغاوت کرتے ہوئے بچہ پیدا کرنے کا پلین بنا رہا ہے۔۔۔!

سیلینہ کے کمرے میں جانے سے پہلے غیر متوقع مڑتے ہوئے فاتح اپنے چھوٹے کزن کو دھمکاتے ہوئے اندر گم ہو گیا تھا۔جبکہ ایشام صدیقی نے بے یقین ہوتے انکی باتوں پر جھرجھری سی لی تھی۔۔۔۔

استغفار۔۔۔! کیا واحیات بکواس ہے۔۔۔!! میں بھی سب کو بتاؤں گا۔ کہ تم دونوں ٹوئنز بچے پلین کر رہے ہو۔۔۔!! جلتے کڑھتے ہوئے ایشام کے منہ میں جو آیا تو وہ بھی دھمکی آمیز ہونے کی کوشش کرنے لگا۔ جبکہ اندر ہی اندر وہ حیران تھا۔ کہ آخر یہ اس بارے میں کیسے جانتے ہیں۔۔

چل چل ٹھنڈا ہو جا۔۔! اور ہاں کل نکاح کے بعد مہر ماہ کا ظمی کے کمرے کے دروازے پر بھی میرا انگوٹھا یاد سے چپکا دینا۔۔۔!!

ایشام کی دھمکیوں کا اثر لیے بنا شہرام پر سکون انداز میں ایک نیا حکم صادر کر کے اپنے کمرے کی طرف چل دیا تھا۔ جس پر ایشام صدیقی مٹھیاں بھینچ کر انکو کوستا چلا گیا۔۔۔

مسرور ہوتے وجود کے ساتھ فاتح کمرے میں داخل ہوا تو اسکے چھوٹے قد والی منکوحہ ڈریسنگ روم میں قید نظر آئی۔۔

آگے بڑھ کر فاتح نے ایک نظر خود کو شیشے میں دیکھا تو اپنے بالوں میں تیل کو چمکتے دیکھ کر برا سا منہ بنا گیا۔ پہلی فرصت میں اس نے اپنی سفید قمیض کو اتار کر دور پھینکا تھا۔ کیونکہ پسینے کی وجہ سے بھی اسکا برا حال ہوا پڑا تھا۔۔ اپنی منکوحہ کے ساتھ شاور لینے کا سوچتے ہوئے وہ ابھی آئینے میں خود کو دیکھنے میں مصروف ہی تھا۔

کہ ڈریسنگ روم سے اپنے دھیان میں نکلتی ہوئی سلینہ اسے وہاں کھڑے دیکھ کر فریز ہوتی چلی گئی۔ جبکہ فاتح دلکشی سے مسکراتے ہوئے کندھے اچکا

کر تیزی سے مڑتے ہوئے اسکی طرف بڑھا تھا۔۔سلینہ ہوش میں آتے بھاگنے لگی تو فاتح دانت کچکچا کر ایک جست میں اس تک پہنچا۔۔۔

اہہ۔۔!!فاتح کو شیر کی طرح خود پر جھپٹتے دیکھ کر سلینہ کی خوف سے چیخ بے ساختہ تھی۔کہ تبھی وہ بے قرار ہوتے اسکے لبوں پر جھکتا چلا گیا۔۔۔ اپنی تنگ کرتی میں سلینہ کا ایک دم سے سانس لینا محال ہوا تھا۔

فاتح نے تیزی سے اسکے ہونٹوں کو وا کرتے ہوئے بے تابی سے اسکی زبان کو ہونٹوں کی گرفت میں لیتے ساتھ سلینہ کی کرتی کی ذپ نیچے کھسکا دی تھی۔۔۔

فاتح کو اپنا وجود جلتا ہوا محسوس ہونے لگا تو اچانک پیچھے ہٹ کر سلینہ کو دبوچتے ہوئے کندھے پر اٹھا گیا۔۔۔

سلطان۔۔۔!! میں ماروں گا۔۔۔!! مجھے نیچے اتار۔۔دو۔۔۔!! ایہہ میں ناراض ہو جاؤں گا۔۔۔۔!! اپنی کچی پکی اردو بولتے ہوئے سلینہ جھٹپٹا کر رہ گئی۔ جبکہ واشروم میں داخل ہوتے فاتح مستی سے قہقہ لگا گیا۔۔۔

تم ہو جاؤں ناراض۔۔۔!! میں تمہیں منالوں گی۔۔۔!! شوخ لہجے میں الٹ بولتے ہوئے فاتح نے ایک جھٹکے میں اسکی کرتی اتار کر دور پھینکی تو سلینہ نے لرزتے ہوئے پیچھے ہونا چاہا۔۔۔ جبکہ وہ تیزی سے شاور بھی چلا چکا تھا۔۔۔

آہ۔۔۔!! ٹھنڈے پانی کی بوچھاڑ نے انکو بھگونا شروع کیا تو سلینہ اپنے بدن پر اسکے ہونٹوں کے لمس پر سسک اٹھی۔۔ جبکہ فاتح سلطان مکمل طور پر بہکتے ہوئے اتنے دنوں کا حساب برابر کرنے میں مصروف ہو گیا تھا۔۔۔

مجھے جتناستاؤں گی۔۔۔! تمہاری یہ ننھی سی جان اتنی ہی خود میں تنگ کرتا جاؤں گا سلینہ خان۔۔۔!! اسے گھما کر دیوار کے ساتھ پش کرتے ہوئے وہ جھک کر پچھلی گردن پر دانت گاڑتے ہوئے بول رہا تھا۔ جبکہ نہ چاہتے ہوئے بھی سلینہ نے مسکراتے ہوئے سر پیچھے گرا دیا۔ فاتح بہکتے ہوئے اسکی کمر کو دبوچ کر خود کے ساتھ مس کرتے ہوئے اپنا لمس بکھیرنا شروع ہو گیا تھا۔ سلینہ کے پیٹ کو مٹھی میں بھرتے ہوئے شاور کے ٹھنڈے پانی میں وہ اسکی کمر پر ہونٹ رکھتا جا رہا تھا۔۔

جبکہ سلینہ خود کو دیوار میں دھنستا ہوا محسوس کرنے لگی تھی۔۔ فاتح نے اچانک کھڑے ہو کر اسکا رخ اپنی طرف موڑتے ہوئے اسکی کمر کو دبوچ کر

اسے گود میں اٹھایا تو سلینہ نے بھاری سانس خارج کرتے ہوئے اسکے کندھے پر سر ٹکا دیا۔۔

میری انگریز بیوی اتنے میں تھک گئی کیا۔۔۔!! اسکے کان کی لوح کو دانتوں سے کاٹتے ہوئے فاتح نے بے ساختہ اسے چھیڑا۔۔

سلینہ نے خفگی سے اسکے کندھے پر مکہ رسید کر دیا تھا۔ جبکہ فاتح ایک بار پھر اسکے بھیگے لبوں کو اپنے ہونٹوں میں لاک کرتے اسکی تھائیز کو سختی سے اپنی کمر کے ساتھ لپٹا چکا تھا۔۔۔

غازیان پاشا اور شہرام علی کے نکاح کی "destination" وہاج صدیقی کا پرانا مینشن تھا۔ یہ وہی مینشن تھا۔ جہاں وہ تنہائی بھری زندگی گزارتا تھا۔

بلیک مینشن میں شفٹ ہونے کے بعد وہاج صدیقی نے اس مینشن کو بیچنا چاہا تھا۔ پر بی جان سمیت سب بڑوں سے اسے ایسا کرنے سے منع کر دیا۔ انہیں اندازہ تھا۔۔ کہ یہ مینشن اس نے بہت شوق سے بنایا ہے۔۔

اس لئے وہ سب نہیں چاہتے تھے۔ کہ وہاج صدیقی اپنی اکلوتی عزیز شے کو بھی خود سے دور کر دے۔ اس طرح فقط یہ مینشن وہاج صدیقی کی سب پرانی یادوں میں اب تک محفوظ رہا تھا۔

کچھ سال پہلے جب سب بچے چھوٹے تھے۔ تو وہ سب اکثر چھٹی کے دنوں میں یہاں پر پکنک کی غرض سے رہنے کے لئے آتے رہتے تھے۔ ایسے یہ مینشن بھی آباد رکھا گیا تھا۔

شہرام علی اپنے نکاح کو چونکہ بہت خاص بنانا چاہتا تھا۔اسی وجہ سے اس نے خاص تاکید کی تھی۔ کہ وہ بلیک مینشن اور فارم ہاؤس کے علاوہ کسی الگ جگہ پر نکاح کی تقریب رکھنا چاہتا ہے۔اور کچھ ایسی ہی خواہش ماہ پارہ اور مہر ماہ کی بھی تھی۔

سب کی خواہش کے مطابق بڑوں کو اس مینشن کے علاوہ کوئی بھی اور جگہ مناسب نہیں لگی تھی۔وہ آج صبح ہی سب یہاں پر شفٹ ہو گئے تھے۔اور تب سے باہر لان میں سجاوٹ کے ساتھ ساتھ دوسرے کام بھی جاری تھے۔ گرمی کا زور دن بدن بڑھتا جا رہا تھا۔اس لئے نکاح کی ادائیگی کا وقت شام کے وقت میں ہی رکھا گیا تھا۔۔

دو پہر ہو چکی تھی۔ سلطان احمد خان اپنی باوقار شخصیت میں قدم اٹھاتے ہوئے غازیان کے کمرے کی طرف جا رہے تھے۔ کیونکہ اس سے بڑھ کر وہ اپنے ہونے والے داماد کا امتحان نہیں لے سکتے تھے۔ یہاں آنے کے بعد سے وہ اپنے کمرے میں بند تھا۔ یہاں تک کہ ناشتے کے لئے بھی نیچے نہیں آیا تھا۔

کال پر ضرار پاشا کو غازیان کے کمرے میں آنے کا کہہ کر انہوں نے موبائل اپنی پاکٹ میں رکھ دیا۔ کہ اچانک محبت نے عقب سے انکو پکارا۔۔۔

خان بابا۔۔۔!! انکے مڑتے ہی وہ بامشکل بھاگتے ہوئے ان تک پہنچی تھی۔۔۔

دھیان سے بچے۔۔! محبت کو لڑکھڑاتے دیکھ کر آگے بڑھ کر وہ جلدی سے اسے سنبھال گئے۔۔ شارٹ شرٹ کے ساتھ کھلا سا ٹراؤزر پہنے ایک ہاتھ میں اپنی کالی بلی کو اٹھائے وہ اپنے ڈریس میں بامشکل چل پا رہی تھی۔۔۔

خان بابا کا شرارتی بچہ اتنی جلدی میں کیوں ہے۔۔۔؟ اسکی کالی بلی کو پکڑتے ہوئے وہ بے اختیار پوچھ گئے۔۔۔

خان بابا دیکھیں نا مورے نے پتہ نہیں کیسا ڈریس پہنا دیا ہے۔۔۔!! میں ٹھیک سے چل بھی نہیں پا رہی ہوں۔۔۔! مجھے پاروآپی کا کمرہ بھی نہیں مل رہا۔۔۔!!

جھنجھلاہٹ کا شکار ہوتے ماں کی شکایت لگانے کے بعد وہ ساتھ اپنا مسئلہ بھی بیان کر گئی۔ جس کے لئے اس نے اپنے خان بابا کو آواز دی تھی۔۔۔

ہاہاہا۔۔!!اتنا خوبصورت تو لگ رہا ہے میرا بچہ اس ڈریس میں۔۔!اسکے کیوٹ انداز دیکھتے ہوئے وہ بے اختیار ہنس دیے۔۔جبکہ سامنے سے گزرتے ہوئے باسم کو آواز دے کر اشارہ کرتے انہوں نے پاس آنے کا کہا۔۔

جو اگلے ہی پل سنجیدگی سے انکی طرف آگیا تھا۔۔۔محبت مڑتے ہوئے اسے دیکھنے لگی تو باسم کا ظمی کو ایک بار پھر گلاسز میں دیکھ کر مسمرائز سی ہو گئی۔۔۔

خان بابا دیکھیں ناڈاکٹر بھیا گلاسز میں کتنے پیارے لگ رہے ہیں۔۔۔!! محبت نے پرشوق لہجے میں باسم کی تعریف کرتے ہوئے ساتھ اپنے خان بابا کو بھی متوجہ کیا تو باسم اچانک حیران ہوتے اس پٹاخے کو دیکھ کر رہ گیا۔۔

ہاں بالکل بہت پیار الگ رہا ہے۔۔۔!! اسکی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے وہ مسکرا گئے۔ نجانے کیوں باسم کا چہرہ سرخ پڑ گیا تھا۔۔۔

بڑے بابا آپ نے بلایا تھا۔۔۔؟ خود کو کمپوز کرتے ہوئے باسم نے جلدی سے انکو بلانے کی وجہ پوچھی۔ جبکہ محبت کی خود پر ٹکی نظروں کو وہ صاف نظر انداز کر رہا تھا۔ کیونکہ وہ آنکھیں پھاڑے اسے دیکھے جا رہی تھی۔۔

ہاں ایسے کرو محبت کو ماہی کے کمرے تک چھوڑ دو۔۔۔! اسکو کمرہ نہیں مل رہا۔ اور زرا دھیان سے لے کر جانا میرے بچے کو۔۔ اس ڈریس میں اسکو چلنا مشکل لگ رہا ہے۔۔۔!

محبت کی کالی بلی باسم کو پکڑاتے ہوئے وہ ساتھ ہدایت دے رہے تھے۔

محبت کے سر پر ہاتھ رکھنے کے بعد وہ مڑ چکے تھے۔انکے جاتے ہی باسم تیکھی نظروں سے اسکی طرف مڑا تھا۔۔۔

کتنی بے شرم ہو تم۔۔۔!ایسے کون کہتا ہے بھلا۔۔۔! باسم نے آنکھیں چھوٹی کرتے اسے دیکھا۔۔

میں کیا کہا۔۔۔؟محبت نے نا سمجھی سے بولی تھی۔۔۔

تم پوری کی پوری الو ہو بس۔۔۔! چلو اب تمہیں چھوڑ دوں کمرے تک۔۔۔!

اسکو نا سمجھی کا مظاہرہ کرتے دیکھ کر باسم صرف اس نتیجے پر پہنچ پایا تھا۔۔۔ کہ وہ حد سے زیادہ بے وقوف ہے۔۔

ایسے کیوں بول رہے ہیں۔۔! اسکے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے وہ سوال کرنے لگی۔۔

تمہیں کتنی بار کہا ہے کہ اس چڑیل کا ہیئر کلر اب چینج کر دو۔۔۔! کرتی کیوں نہیں ہو۔۔۔! محبت کی کالی بلی کو خود کی طرف ٹکر ٹکر کرتے دیکھ کر باسم بے ساختہ یاد آنے پر بولنے لگا۔ جبکہ اسکے سوال کو وہ سرے سے ہی نظر انداز کر گیا تھا۔۔۔

ہاں آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔۔! آج نکاح ہے نا۔۔ تو اسکو آج ریڈ کلر کر دیتی ہوں۔۔۔!! باسم کی بات میں حامی بھرتے ہوئے وہ اپنا خیال ظاہر کرتے ہوئے بولی تو باسم اسکو اچھنبے سے دیکھ گیا۔۔

ریڈ کلر۔۔۔؟اس نے جھرجھری سی لے کر اس بیچاری بلی پر نظر ڈالی۔۔جو اٹلی سے سفید آئی تھی۔اور اب پتہ نہیں کیا سے کیا بن چکی تھی۔۔۔کیونکہ وہ محبت خان جیسی آفت کے ہاتھ لگ گئی تھی۔۔محبت جو پھر بے دھیانی میں چل رہی تھی۔کہ اچانک اسکا کھلا ساٹراؤزر اسکے پاؤں میں اٹکا تو وہ منہ کے بل گرتی جب باسم نے جلدی سے اسکی کمر کو دبوچ کر اسے سہارا دیا۔۔۔

کیا ہو گیا ہے۔۔۔؟دھیان کہاں ہے تمہارا پاگل لڑکی۔۔؟گرنے کے باعث محبت کی دھڑکنیں تیز ہو گئی تھیں۔تو وہیں اسکو تھامتے ہوئے باسم کا دل بھی تیز تیز دھڑکنے لگا تھا۔۔۔

میرا کیا قصور ہے۔۔۔؟مورے نے مجھے زبردستی یہ مصیبت پہنائی ہوئی ہے۔۔۔؟محبت نے چڑتے ہوئے غصے سے جواب دیا۔۔۔

روم میں جاتے ہی اس کو چینج کرو۔۔۔!اب اگر تم مجھے اس ڈریس میں نظر آئی تو بہت برا پیش آؤں گا۔۔۔!آنی سے بھی میں خود نبٹ لیتا ہوں۔۔!! سختی سے اسے حکم صادر کرتے ہوئے باسم اسکا ہاتھ تھام کر آگے بڑھنے لگا تھا۔جبکہ اسکے گرنے کا سوچ کر ہی وہ بے چین ہو چکا تھا۔

سلطان احمد خان لڑکوں والی سائیڈ پر آ چکے تھے۔کبیر اور فارس کے پاس کھڑے وہ ضرار پاشا کے آنے کا انتظار کر رہے تھے۔کیونکہ نکاح ہونے

میں اب تھوڑا وقت ہی رہ گیا تھا۔ لیکن سب سے پہلے غازیان کو سرپرائز کرنے کا وقت تھا۔۔۔

ضرار پاشا کو آتے دیکھ کر سلطان، کبیر اور فارس کو اشارہ کرنے کے بعد کمرے کی طرف چلے گئے۔ جبکہ انکے جانے کے بعد کبیر اور فارس اپنے چھوٹے بھائی کو سرپرائز دینے والے تھے۔۔

ضروری تھا ابھی بھی اس گدھے کو بتانا کیا۔۔۔؟ چپ چاپ نکاح سے پانچ منٹ پہلے بٹھا دیتے اسے مولوی کے ساتھ۔۔! ضرار پاشا ابھی بھی شاید اپنے بیٹے کو سچ بتانے پر راضی نہیں تھے۔ اس لئے مصنوعی افسوس سے گویا ہوئے۔۔

بس کرو اب۔۔۔! خبر دار اگر اب تم نے میرے داماد کے خلاف کوئی بات کی تو۔۔۔! سلطان ہنسی ضبط کرتے زرار عب سے انکو ٹوک کر اپنے ہونے والے داماد کی حمایت میں بولے تھے۔ انکی حمایت پر ضرار پاشا متاثر ہوئے بنا نہیں رہ سکے تھے۔۔۔

باتوں باتوں میں انہوں نے غازیان کے کمرے کے سامنے پہنچ کر جلدی سے دروازہ ناک کیا۔۔۔

بہت جلدی ہے تجھے اپنے داماد کے بجھے ہوئے چہرے کو روشن ہوتے دیکھنے کی۔۔۔! سلطان احمد خان کی بے صبری پر ضرار پاشا نے طنز کیا تو وہ ہنستے ہوئے اقرار کر گئے۔

تین چار منٹ انتظار کرنے کے بعد دروازہ کھلا تو غازیان دروازے پر انکو دیکھ کر حیران ہو گیا۔۔ چہرے کے سرد تاثرات کچھ نرم پڑے تھے۔ ورنہ وہ اپنے بھائیوں میں سے کسی کے آنے کا سوچ کر دروازہ نہیں کھولنا چاہ رہا تھا۔۔

برخوردار دروازے سے ہٹنا پسند کریں گئے۔۔۔؟ غازیان کو سامنے بت بنے دیکھ کر ضرار پاشا نے اسے ہوش دلائی۔ جس پر وہ فورا رستے سے ہٹ گیا۔۔

غازیان کو خاموشی سے جا کر بیڈ پر بیٹھتے دیکھ کر ضرار پاشا آبرو اچکاتے ہوئے اس کے تیور ملاحظہ کرنے لگے۔ جو کہیں سے بھی قابل رحم نہیں لگ رہے تھے۔۔

اگر لڑکیوں کی طرح روٹھنا منانا ہو گیا ہو تو ہماری بات سننے کی زحمت کر لیں بیرسٹر صاحب۔۔۔!! اسکے سامنے کھڑے ہو کر ضرار پاشا نے بے اختیار اسے اپنی موجودگی کا احساس دلانا چاہا۔۔۔

میں کانوں سے سنتا ہوں جنرل صاحب۔۔۔! منہ سے نہیں۔۔۔! باپ کے ہی انداز میں غازیان نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ جس کو سن کر سلطان احمد خان نے بامشکل اپنی ہنسی ضبط کی تھی۔ غازیان پاشا ان لوگوں میں سے تھا۔

جو ناراضگی ہونے کی صورت میں رشتے سے نہیں بلکہ ڈائیریکٹ نام سے مخاطب کرتا تھا۔۔۔

اپنے تیور سیدھے رکھو مسٹر بیرسٹر۔۔۔! ورنہ یہ جو تمہارے بڑے بابا تم پر ترس کھاتے ہوئے تمہیں یہاں خوشخبری سنانے آئے ہیں نا۔۔۔! میں اس خوشخبری کو ابھی ختم کر دوں گا۔۔۔!!

ضرار پاشا رعب سے اپنے بیٹے کو دھمکانے کی کوشش کر رہے تھے۔ جو شاید اس جنم میں ممکن نہیں تھا۔۔۔

کون سی خوشخبری۔۔۔! غازیان نے آنکھیں اٹھا کر ڈائریکٹ اپنے بڑے بابا سے پوچھا۔۔۔ جبکہ نامحسوس انداز میں اسکے کان کھڑے ہو چکے تھے۔ اس لئے باپ کو سرے سے ہی نظر انداز کر دیا۔۔۔

یہ ہی کہ۔۔۔! اب تم لوگ اندر لاؤ گئے بھی کہ نہیں۔۔۔! سلطان بولتے ہوئے اچانک بیچ میں رک کر دروازے کی جانب مڑے تو غازیان الجھتے

ہوئے کھڑا ہو گیا۔۔۔ جبکہ سلطان احمد خان کے حکم پر اگلے ہی پل شہرام اور فاتح ہاتھوں میں غازیان کے نکاح کا ڈریس اٹھائے جھومتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے تھے۔۔۔

بنو میاں بنے گا دولہا۔۔۔! ہائے میرا کیا ہو گا سنیا۔۔۔!! غازیان کی جانب اشارہ کرتے ہوئے وہ اُونچی اونچی آواز میں گلا پھاڑنے لگے تو سلطان انکو گھور گئے۔ جبکہ غازیان کا دل دھڑکنے لگا تھا۔۔۔

یہ سب کیا ہے۔۔؟ اس نے بے اعتباری و نا سمجھی سے سوال کیا۔۔۔

وہی جس کے لئے تم اتنے دنوں سے مرے جا رہے ہو۔۔۔! جواب ضرار پاشا کی طرف سے آیا تھا۔ سلطان نے بے ساختہ اپنے یار کو گھورا تھا۔۔

یہ تمہارے نکاح کا ڈریس ہے۔۔۔؟تمہاری ساس اور سسر کی طرف سے۔۔! کیونکہ میری ماہی کی ایک ہی ڈیمانڈ تھی۔۔کہ اسکا دولہا خوبصورت لگنا چاہیئے۔۔!

بھاری آواز میں بولتے ہوئے سلطان احمد خان نے دلکش مسکراہٹ میں اتنے خوبصورت انداز میں بولتے ہوئے اسے سرپرائز کیا۔کہ غازیان کا بے یقینی سے سانس لینا محال ہو گیا۔اسے خواب سی کیفیت محسوس ہونے لگی تھی۔۔۔

اسے ساکت ہوتے دیکھ کر سلطان ہنستے ہوئے آگے بڑھ کر اسے گلے لگا گئے۔۔جس پر ضرار پاشا بھی مسکرا دیے تھے۔بیٹے کی آنکھوں کی چمک

انہیں دلی خوشی دے گئی تھی۔۔بے شک اسے تنگ کرنا وہ ضروری بھی سمجھتے تھے۔۔

یہ بہت غلط ہے بڑے بابا۔۔!! یہ چیٹنگ ہوئی ہے میرے ساتھ۔۔۔! انکے سینے میں چہرہ چھپاتے ہوئے وہ اچانک لاڈ بھرے انداز میں شکوہ کرنے لگا۔ جبکہ سینے میں اسکا دل بے قابو ہو چکا تھا۔۔۔

جتنی آسانی اور دھڑلے سے تم مجھ سے میری شہزادی مانگنے آئے تھے۔۔۔! اتنی آسانی سے تمہارے حوالے ہونا میری شہزادی کو منظور نہیں تھا۔۔۔! اس لئے اسے اپنی محبت کا چھوٹا سا امتحان سمجھو۔۔! وہ مسکرا کر جواب میں بولے تو غازیان خوشی کے مارے انہیں شدت سے خود میں بھینچ گیا۔۔۔

کمینے انسان اب ہمیں بھی مل لے۔۔۔! فضول میں ہم دونوں اتنے دنوں سے تیری بد دعائیں اکھٹی کر رہے ہیں۔۔۔!

شہرام ناک چڑھاتے ہوئے کہنے لگا تھا۔۔ جس پر غازیان ہنسی ضبط کرتے ہوئے اپنے بڑے بابا سے الگ ہوا اور اتنی ہی تیزی سے باپ کے سینے سے لگ گیا۔۔۔

آپکا شکریہ تو نہیں بنتا۔ لیکن پھر بھی شکریہ پیارے ڈیڈ۔۔! غازیان اٹیٹیوڈ سے بولا تو ضرار اپنی ناشکری اولاد کو افسوس سے دیکھنے لگے۔۔

اب تم لوگ آپس میں ملنا ملانا کرو۔۔۔! ہم زرا باہر مہمانوں کو دیکھ لیں۔۔۔! جلدی سے کہہ کر ضرار پاشا سلطان کو لیے کمرے سے نکل گئے تھے۔

خبر دار تم شیطانوں میں سے کوئی بھی اگر میرے گلے لگا تو۔۔۔! بھائی لوگ کہاں ہیں۔۔؟ فاتح اور شہرام اس سے پہلے غازیان پر جھپٹ پاتے۔ جب اس نے خطرناک ترین لہجے میں بولتے ہوئے انکو وہیں روکا اور ساتھ بڑے بھائیوں کے بارے میں سوال کیا۔۔۔

ہم یہاں ہیں میری جان۔۔۔! مستی بھرے انداز میں فارس اور کبیر ایک ساتھ کمرے میں داخل ہوئے تھے۔ کبیر خان کے جواب دینے پر غازیان فوراً مڑتے ہوئے دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔۔ جہاں بڑے بھائیوں کے پیچھے ایک پورا جھنڈ اندر آنے کے لئے بے تاب کھڑا تھا۔ غازیان کو جی بھر کر سب پر تپ چڑھنے لگی۔۔

میں آپ دونوں سے بہت ناراض ہوں۔۔۔!! انگلی اٹھا کر بولتے ہوئے غازیان نے اپنی ناراضگی جتائی تو فارس نے بے ساختہ ہنستے ہوئے لب کا کونا دبالیا۔۔۔

جس طرح تم نے ہمیں کچھ بتانا ضروری نہیں سمجھا تھا۔۔اس طرح ہمیں بھی ضروری نہیں لگا۔۔ سمجھو تمہاری چھوٹی سی سزا تھی۔۔۔!!

مزے سے بولتے ہوئے کبیر نے آگے بڑھ کر اسکے بال بگاڑے تو وہ منہ بنا کر انکو دیکھ گیا۔

دوستوں کس بات کا انتظار ہے۔۔۔؟ اٹھاؤ اور لے جاؤ اس نئے دولہے کو۔۔۔! فارس نے اچانک اونچی بولتے ہوئے سب کو اندر آنے کی اجازت کیا دی۔ کہ سب ہی ہلا بولتے ہوئے غازی کو ہوا میں اٹھا گئے۔ وہ بے ساختہ

احتجاج کرتے ہوئے چیخا تھا۔۔ لیکن کسی نے اسکی چیخوں کو سیریس نہیں لیا۔اور غازیان کو ایسے ہی اٹھائے باہر کی جانب بڑھ گئے۔۔۔

اچھے سے مبارکباد پیش کرنے کے بعد اسکی جان بخشی کرنا۔۔! پیچھے سے لقمہ دیتے ہوئے فارس نے مزید انکو شے دی۔ جس پر خوشی سے وہ شور کرتے چلے گئے۔انکی خوشی پر کبیر اور فارس ہنستے ہوئے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے انکے پیچھے بڑھے تھے۔۔۔ کیونکہ انہیں اکیلا چھوڑنا طوفان لانے کے برابر تھا۔۔

ناک کو چھوتے ہوئے آس پاس نظر دہرا کر کبیر جلدی سے گل بہار کے کمرے میں داخل ہوا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے اسکا سامنا

نازسے ہوا تھا۔۔جو بیڈ پر سامان بکھیرے پتہ نہیں کن سوچوں میں گم تھی۔پر کبیر کو اچانک کمرے میں دیکھ کر اسکا سکتا بے ساختہ ٹوٹ گیا۔۔۔

بھیا آپ یہاں۔۔۔؟؟کچھ چاہیئے تھا کیا۔۔۔؟

ناز جلدی سے اسکی طرف آئی۔۔۔

ہاں۔۔۔ہاں وہ۔۔۔بہارے کہاں ہے۔۔۔؟دماغ پر زور ڈالنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے کبیر نے سوال کیا۔تو ناز جو الجھن سے بڑے بھائی کو دیکھ رہی تھی۔کہ بے اختیار اسکے لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔۔۔

باتھروم میں ہے۔۔۔!فریش ہونے کے لئے گئی ہے۔۔۔؟ناز نے پر شوق لہجے میں اسے جواب دیا تو کبیر اسکے تاثرات پڑھتے ہوئے نفی میں سر ہلا گیا۔۔۔

مستی نہ کرو۔۔۔!!اور میرے روم میں جاؤ وہاں ماہی تمہیں بلا رہی تھی۔۔!اسکی آنکھوں میں شیطانی چمک دیکھتے ہوئے کبیر نے ہولے سے اسکے سر پر چپت لگائی۔جبکہ وہ مستی سے کھکھلا پڑی۔

ماہی آپکے کمرے میں کیوں ہے۔۔۔؟کبیر کو بیڈ پر بیٹھتے دیکھ کر ناز نے سوال کیا۔۔اسکے سوال پر کبیر اب سوچ میں پڑ گیا تھا۔کہ اسے کیا جواب دے۔۔کہ اسکے کمرے میں ماہ پارہ نہیں بلکہ فارس پرا بیٹھا ہوا ہے۔وہ ایک پل میں اسے "پرا" بنا چکا تھا۔۔۔

اسکو اپنے نکاح کے ڈریس کی میچنگ والی ہیلز نہیں مل رہی ہیں۔اس لئے پریشان ہوتے آئی تھی۔مجھے لگا شاید بہارے نے یا پھر تم نے نا کہیں رکھ دی ہوں۔۔۔؟بڑی بہنیں ہونے کے ناطے چونکہ مہر ماہ،ماہ پارہ اور سیلینہ

کی تیاری کی مکمل ذمہ داری گل بہار اور گل نار نے اٹھائی ہوئی تھی۔اس لئے کبیر نے بہت سوچ سمجھ کر اسے جواب دیا تھا۔۔۔

کیا مطلب ہیلز نہیں مل رہیں۔۔۔؟ابھی تو میں ان تینوں کا سامان پورا کر کے آئی تھی۔۔۔؟ناز پریشان ہوتے بنا دیری کیے اسی پل کمرے سے نکلی تو کبیر نے شکر کرتے پہلے کمرے کو لاک کیا۔اور پھر فارس کو ناز کے کمرے میں آنے کا میسج کیا۔۔۔

یہ سب کرنے کے بعد وہ باتھروم کی طرف بڑھ کر دروازہ ناک کرنے لگا۔۔اندر سے شاور کے چلنے کی آواز آرہی تھی۔۔۔کبیر نے زرا زور سے دروازہ ناک کیا۔تاکہ اسکی معصوم بلی کو آواز پہنچ سکے۔۔۔

یار آپی کیا ہوا۔۔۔؟ پہلے ہی یہ شاور ٹھیک نہیں چل رہا ہے۔۔۔ میں شاور بھی نہیں لے پا رہی۔۔؟ باتھروم سے بہار کی معصوم جھنجھلاہٹ بھری آواز گونجی۔ تو کبیر مسکرا کر پھر دروازہ ناک کر گیا۔۔۔

اپنا کام چھوڑ کر بہار لمبی سانس خارج کرتے ہوئے مڑی تھی۔ تاکہ پہلے اپنی بڑی بہن کی بات سن سکے۔ ورنہ یہ ناک ایسے ہی ہوتے رہنا تھا۔

بہار نے اپنی دھن میں دروازہ کھولا تو سامنے ہی کبیر خان کے خوبرو چہرے کا دیدار ہوا تھا۔ وہ جو کچھ بولنے والی تھی۔ کہ فریز ہوتے اسکی آواز کہیں گم ہوتی چلی گئی۔۔

زراسا قریب ہو کر کبیر نے اسکی کمر میں بازو حائل کرتے ایک جھٹکے میں اسے سینے سے لگایا تو بہار ہوش میں آتی اسے دیکھنے لگی۔ جبکہ اسے سینے سے لگا کر کبیر باتھروم کے اندر آ گیا۔

کل رات کمرے میں کیوں نہیں آئی۔۔۔؟ اسکے بھیگے ہوئے سراپے پر بے باک نظریں گاڑے کبیر نے گھمبیر آواز میں پوچھا۔۔ شاور ٹھیک کرنے کی کوشش میں وہ مکمل طور پر بھیگ چکی تھی۔۔

تھ۔۔ تھک گئی تھی۔۔۔!! پلکیں گرائے وہ کسمسا کر جواب میں بولی تھی۔۔۔

تھک گئی تھی۔۔؟ یا پھر ڈر گئی تھی۔۔۔!! اسکے جواب پر کبیر نے زراسا جھکتے ہوئے اسکی آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش کی۔۔

ہاہاہا۔۔۔!!اچھا ٹھیک ہے نہیں کرتا تنگ۔۔۔۔! یہاں اوپر میری طرف دیکھو۔۔۔!!اپنی بیوی کو روہانسے ہوتے دیکھ کر کبیر نے اسے تنگ کرنے کا ارادہ ترک کیا۔۔۔بہار نے ہمت کرتے چہرہ اٹھا کر دیکھا تو کبیر نے مسکراتے ہوئے اپنے کان کی طرف اشارہ کیا۔۔کبیر کے کان میں پہنے ہوئے سٹون پر نظر پڑتے ہی گل بہار کے کالے نین بھرپور چمک اٹھے تھے۔۔۔

یہہ۔۔یہ آپ نے کب کیا۔۔۔!کبیر کے کان کو تیزی سے چھوتے ہوئے وہ بے حد چہک اٹھی۔۔

کل کروایا تھا۔۔۔!اسے خوش ہوتے دیکھ کر وہ زرا سا گھوم کر اسے شاور تلے کر گیا۔۔شاور کے پانی نے بہار کو مزید بھگونا شروع کیا۔تو بلیک شرٹ سے اسکا نازک سراپا واضح ہوتا گیا۔۔

آپ۔۔آپ نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا۔۔!!کبیر کے کان کو مسلسل چھوتے ہوئے وہ خوش ہو رہی تھی۔اپنی بیوی کی ڈیمانڈ پر کبیر خان اپنے کان میں سٹون پہن چکا تھا۔یہ کام اس نے کل فارس کے ساتھ جا کر کیا تھا۔کیونکہ اسکی بیوی کو اپنے بھائی کے کان میں پہنی ہوئی بالی بہت پسند تھی۔پر کبیر نے ایشام کی طرح بالی کی بجائے سٹون پہننے کو ترجیح دی تھی۔۔۔

کہاتو تھامیں نے کمرے میں آنے کو۔۔۔! تم آئی ہی نہیں۔۔۔! بے خودی میں اسے شدت سے خود میں جکڑتے ہوئے کبیر مخمور ہو گیا۔۔ کبیر نے زرا کی زرا جھکتے ہوئے نرمی سے اسکے لبوں کو ہلکا سا ہونٹوں میں چھوا تو بہار کے وجود میں بری طرح سپارک اٹھا تھا۔

آج رات تم میرے ساتھ رہو گی۔۔۔!! اسکے واضح ہوتے سراپے پر بے باک نظریں گاڑے کبیر نے اچانک جھکتے ہوئے شرٹ کے اوپر سے لب رکھے تھے۔ بہار نے آنکھیں میچتے ہوئے اس میں چھپنا چاہا۔۔۔

وہ مکمل طور پر بھیگ چکی تھی۔ جبکہ کبیر کا ڈریس ہلکا ہلکا گیلا ہوا تھا۔

وجود میں اٹھتے جذبات پر بے قرار ہوتے کبیر نے جھک کر اسکی گردن کی سکن کو چھونا شروع کیا تو بہار اپنا وجود ڈھیلا چھوڑ گئی۔۔ وہ دونوں ایک

دوسرے میں گم تھے۔۔جب اچانک زور سے دروازہ ناک ہونا شروع ہو گیا۔۔۔

بیر۔۔۔!! باہر کوئی ہے۔۔!! بہار نے ڈرتے ہوئے اسے جلدی سے پکارا تھا۔

ریلیکس بہارے۔۔۔!! اسے ڈرتے دیکھ کر کبیر نے محبت سے اسکے ماتھے کو چوم لیا۔۔۔

اگر کسی نے ہمیں ساتھ دیکھ لیا تو۔۔۔!! ڈر کے مارے وہ ایک دم سے سفید ہونے لگی تھی۔کبیر نے بے بسی سے اسے دیکھا۔۔

شش۔۔!! میں ہوں نا۔۔۔! پھر کیوں ڈر رہی ہو۔۔۔!! کبیر نے اسے سینے سے لگایا تو وہ ڈرتے ہوئے اس میں چھپ گئی۔۔جبکہ اسکا دل خوف

سے سرپٹ بھاگ رہا تھا۔۔اگر انکی ماں میں سے کوئی ہوا تو۔۔۔؟ دیکھے جانے کے خوف سے وہ کچھ بھی سوچتے ہوئے کبیر کے اندر پناہ لے رہی تھی۔۔

ریلیکس میری جان۔۔۔!! تم یہیں رہو میں دیکھتا ہوں۔کہ کون ہے۔۔۔! دروازہ پہلے سے بھی زیادہ زور سے ناک ہونا شروع ہوا۔تو کبیر اسے تسلی دے کر باتھروم سے نکل کر دروازے کی جانب بڑھ گیا۔۔

دروازہ کھولتے ہی کبیر کو سامنے ہیر کھڑی نظر آئی تھی۔اس نے بے ساختہ بھاری سانس خارج کی۔کوئی اور ہوتا تو اسکی بیوی نے ڈرتے ہوئے بے ہوش ہو جانا تھا۔شکر کہ ہیر تھی۔۔۔

یار آپی اتنی دیر۔۔۔! اپنی دھن میں بولتے ہوئے ہیر نے آنکھیں اٹھائیں تو بڑے بھائی کو دیکھ کر بے اختیار چپ ہو گئی۔۔۔ کبیر کے گیلے کپڑے دیکھ کر اسکی سبز آنکھیں بڑی ہونے لگی تھیں۔۔۔

بہارے باتھروم میں ہے۔۔! وہ ڈری ہوئی ہے۔۔! اسے جا کر دیکھو۔۔۔! ہیر کی ایکسرے کرتی نظروں کو نظر انداز کرتے ہوئے کبیر کہہ کر فوراً وہاں سے نکل گیا۔ جبکہ وہ جی بھیا کہتی رہ گئی تھی۔۔ تیزی سے اندر داخل ہو کر ہیر باتھروم کی طرف آئی تو اپنی آپی کو ڈرتے دیکھ کر ہنس پڑی۔

یار آپی میں ہوں۔۔۔!! اس نے آگے بڑھ کر بہار کو پکڑ کر باہر کھینچا تو اسکی آواز پر بہار کا رکا ہوا سانس کچھ بحال ہوا تھا۔۔ ہیر کی مدد سے وہ چلتے ہوئے

صوفے پر جا کر بیٹھ گئی۔اسکے بیٹھتے ہی ہیر نے اسے ٹاول دیا۔اور ساتھ ہی شرارتی نظروں سے بڑی بہن کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔۔

کیا ہے ہیرے۔۔۔!!اسکی نظروں پر چڑتے ہوئے بہار نے معصومیت سے اسے ٹوکا تھا۔۔

بھیا کے ساتھ شاور کیسا رہا پھر آپی۔۔۔!ہیر نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے اپنی معصوم آپی کو چھیڑا تو بہار ایک پل میں لال انگارہ ہو گئی۔۔۔جس پر ہیر مزے سے ہنستے ہوئے صوفے پر گر گئی۔۔۔

یہ میرا دل گیا بس دل لگی، دل لگی میں۔۔

بھول کر دو جہاں بس ڈوبا تیری عاشقی میں۔۔۔

کریمی وائٹ کلر کی شیر وانی پہنے شہرام علی اپنی دلکش شخصیت سے لاپرواہ مستی میں گم سب کی موجودگی کو بھلائے گنگنا رہا تھا۔اسکی گنگناہٹ سنتے ہوئے پاس کھڑے سب بے ساختہ اسکی طرف دیکھنے لگے۔

جو نکاح کا دولہا بنا آنکھوں پر گلاسز لگائے سر عام اپنی محبت کا اعلان کر رہا تھا۔شہرام علی کا دل اپنی محبت کو دیکھنے کے لیے حد سے زیادہ بے چین تھا۔۔۔

سوچتا ہوں صنم اقرار کیسے کروں میں۔۔

پیار کے درد کا اظہار کیسے کروں میں۔۔۔

شہرام کی گنگناہٹ سنتے ہوئے سامنے سے آتے ہوئے فاتح نے اپنی خوبصورت بھاری آواز میں اگلے بول بولے تو شہرام چونک کر فوراً مڑ کر دیکھنے لگا۔۔۔۔

فاتح سلطان پر نظر پڑتے ہی شہرام علی کے چہرے پر بھرپور مسکراہٹ نے اپنی جھلک دیکھائی تو وہ آگے بڑھ کر اسے گلے لگا گیا۔ فاتح کی شیروانی بھی شہرام سے میچنگ تھی۔

آج کے دن بھی انہوں نے بالکل سیم ڈریس پہنا تھا۔ فاتح ابھی تیار ہو کر آیا تھا۔ جبکہ شہرام سب سے پہلے تیار ہو کر کب سے یہاں اسکے انتظار میں کھڑا تھا۔۔۔

ہم نہیں تیرے قاتلوں میں۔۔

کیوں زلفوں میں ہم کو پھنسایا، پھنسایا۔۔۔

ہلکی پھلکی آواز میں وہ دونوں اب ایک ساتھ گنگنانا شروع ہو گئے تھے۔۔

نیلی آنکھوں کو گلاسز کے پیچھے چھپائے فاتح سلطان کے چہرے پر آج ایک الگ ہی چمک نظر آ رہی تھی۔ سب مہمانوں کی موجودگی کو بھلائے ہمیشہ کی طرح وہ اپنی مستی میں گم بس ہنس رہے تھے۔

چاہتیں سب جسے، میں وہ حسین چاندنی ہوں۔۔

یہ تو بس جانِ رب کس کے لیے میں بنی ہوئی ہے۔۔۔

شہرام اور فاتح کے بول کے جواب میں اچانک پیچھے کھڑی ہیر نے انکے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے انکو اپنی طرف متوجہ کیا۔ ہیر کے حصہ لینے پر

وہ دونوں ہی خوش گوار حیرت سے ہنستے ہوئے اسکا ہاتھ تھام گئے۔ جبکہ انکی بیویوں کے حصے کی لائن بول کر ہیر کھلکھلا پڑی تھی۔۔

وہ ڈارک بلو کلر کا لہنگا چولی پہنے ہوئی تھی۔ بالوں کو کھلا چھوڑا گیا۔ جبکہ ہلکا پھلکا میک آپ کیے وہ بھاری جیولری پہنے پاس کھڑے ایشام صدیقی کا چین و سکون پل بھر میں غارت کر گئی۔ ہیلز پہنے کی وجہ سے وہ کافی دراز قد لگ رہی تھی۔

ان سب کو مستی کرتے دیکھ کر محبت بھی بھاگتے ہوئے انکی طرف آئی تو شہرام، ہیر کا ہاتھ چھوڑ جلدی سے اسے اٹھاتے ہوئے ہوا میں بلند کر گیا۔۔۔

بھیا۔۔۔!! میں گر جاؤں گی۔۔۔! شہرام کے اس اچانک اقدام پر محبت نے ڈرتے ہوئے دہائی دی۔۔۔

نہیں گرتا میرا بچہ۔۔۔!! اسے ڈرتے دیکھ کر شہرام نے زور سے گھمایا تو محبت کو اپنا سر چکراتا ہوا محسوس ہونے لگا تھا۔۔

شہری بس کر۔۔۔!! جلدی سے آگے بڑھ کر فاتح نے محبت کو نیچے اتارا۔ زمین پر کھڑے ہوتے ہی محبت نے بے ساختہ اپنا سر پکڑ لیا۔ چکراتے ہوئے وہ گرتی جب فاتح نے ہنستے ہوئے اسے تھاما تھا۔۔

محبت ڈارک گرین کلر کی شارٹ شرٹ کے ساتھ لہنگا پہنے ہوئے تھی۔ اپنی طرح ہیر نے اسکے سنہرے بالوں کو بھی کرل ڈال کر کھلا چھوڑ دیا تھا۔

ہلکے پھلکے میک آپ اور لائٹ سی جیولری پہنے وہ اپنی سفید و سرخ رنگت میں گڑیا سی معلوم ہو رہی تھی۔ نعمان خان کتنی ہی بار اپنے شیر کی نظر اتار چکے تھے۔۔۔

بھیا مجھے چکر آ رہے ہیں۔۔۔!! محبت نے فاتح کو تھاما تو شہرام ہنس کر اسکا سر دبانا شروع ہو گیا۔ کیونکہ وہ سر کو تھامے ہی کھڑی تھی۔۔

تم دونوں کو آج کے دن بھی سکون نہیں آ رہا نا۔۔۔! لائٹ گرین کلر میں ڈیزائنر شلوار قمیض پہنے باسم کاظمی اچانک انکے قریب ہو کر شہرام اور فاتح کو جھاڑ پلانے لگا۔ اور محبت کو پکڑ کر اس نے اپنے قریب کر لیا۔۔ محبت اور اسکی میچنگ اتفاقاً ہوئی تھی۔

اپنے گولڈن بالوں اور آنکھوں میں باسم کاظمی کافی سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔

اب ٹھیک ہے۔۔۔؟ایک دو منٹ محبت کا سر دبانے کے بعد باسم نے جھکتے ہوئے بے ساختہ اسے پوچھا۔اسے چکراتے دیکھ کر وہ پریشان ہو رہا تھا۔۔۔

محبت نے اثبات میں سر ہلا کر جواب دیا تو باسم نے مطمئن ہوتے اگلے ہی پل اسکا ہاتھ پکڑ کر مزید پاس کھڑا کر دیا۔

یہیں میرے پاس کھڑی رہنا اب۔۔۔! وہ اسے ہدایت دے رہا تھا۔ جبکہ محبت تیز ہوتی دھڑکنوں کے ساتھ اسے دیکھے جا رہی تھی۔۔۔

ہیر، شہرام اور فاتح کے ساتھ باتوں میں مشغول تھی۔جب اسے خود پر نظروں کی تپش محسوس ہونے لگی۔

اس نے نظریں اٹھا کر دیکھا تو سامنے کھڑا ایشام صدیقی اسے نظروں میں بسائے ہوئے تھا۔ براؤن کلر کی شلوار قمیض، کان میں بالی پہنے، اپنی مخمور

نیلی آنکھوں سے ایشام نے ایک سیکنڈ میں ہیر کے وجود میں سپارک پیدا کیا تھا۔

اسکے گلے میں پہنی ہوئی سلور چین پر نظر ڈال کر ہیر نے جلدی سے آنکھوں کا رخ موڑ لیا۔ جس پر ایشام کے ہونٹوں کو بے ساختہ مسکراہٹ نے چھوا تھا۔۔۔

کچھ خبر ہے زمانے کی تم لوگوں کہ نہیں۔۔۔!! بیہ صدیقی اپنی بیٹیوں کو گھورتے ہوئے پوچھ رہی تھیں۔۔۔

کیا ہوا ہے مام۔۔۔!! نازنے پر سکون انداز میں سوال کیا۔۔اپنی ماں کے اچانک غصے کرنے کو وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔۔

یہاں کمروں میں گھسی بیٹھی ہو۔۔! وہاں باہر آتی جاتی ہر لڑکی تم لوگوں کے شوہروں پر ڈورے ڈال رہی ہے۔۔! اپنی بیٹیوں کی بے خبری پر بیہ صدیقی کو شدید تپ چڑھی تھی۔ جبکہ انکی بات سن کر بہار اور نازایک دم سے الرٹ ہو گئیں۔۔ تینوں دلہنیں باہر جانے کے لئے بالکل تیار کھڑی تھیں۔

جبکہ بیہ صدیقی اور منیزے پاشا اندر داخل ہوتے ہی اپنی اپنی بیٹیوں کی کلاس لیناشروع ہو گئیں تھیں۔ بیہ صدیقی کی طرح منیزے پاشا بھی ہیر کو ہوش کے ناخن لینے کا کہہ رہی تھیں۔۔

یار کیا ہے پھوپھو۔۔۔! آپ لوگ آویں ہمیں آکر ڈانٹنا شروع ہو گئی ہیں۔۔ اگر آپ لوگوں کے حسین دامادوں پر لڑکیاں فدا ہو رہی ہیں۔ تو

ہماری خوبصورتی کے چرچے بھی کچھ کم نہیں ہیں۔۔! پہلے منہ بگاڑ کر ہیر آخر میں اک ادا سے خود کی تعریف کرتی بولی تو منیزے پاشا اور بیہ صدیقی ہکا بکا اسے دیکھتی رہ گئیں۔ جبکہ ناز قہقہ لگا گئی۔۔۔

خبر دار۔۔!! خبر دار۔!! اگر تم لوگوں نے اس بار کسی بھی بات کو مذاق میں جانے دیا تو۔۔! وہاں دولہا بنے شہرام کے ہمیں تین رشتے موصول ہو گئے ہیں۔۔۔! اور تم لوگ۔۔۔! مشعل ہمدانی بھی انکی طرف آتی تیز لہجے میں بولنا شروع ہو گئیں۔ جبکہ انکی بات پر دلہن بنی مہر ماہ کے کان کھڑے ہو گئے تھے۔۔

دلہنوں کو باہر لے جانے کے لئے وہ سب یہاں پر آئے تھے۔ کیونکہ ایشام نے دلہنوں کے ساتھ ساتھ باقی فیملی کی بھی اینٹری کی تیاری کی ہوئی تھی۔۔۔

کبیر خان اور فارس آگے بڑھ کر اپنی بہنوں کو باہر لے جانے لگے تو علیزے خان بے ساختہ انکو روک گئیں۔۔

رکو تم دونوں۔۔! اپنا کام چھوڑ کر وہ تیزی سے انکی طرف آئیں۔۔ کبیر اور فارس انکی طرف دیکھنے لگے۔ جو اپنی باوقار شخصیت میں آج بھی بالکل پہلے جیسی تھیں۔۔

نکاح کی دلہنیں اپنے اپنے باپ کے ساتھ باہر جائیں گئیں۔۔۔! لیکن تم لوگ اپنی اپنی دلہن کی طرف متوجہ ہو جاؤ خدارا۔۔۔!! تم تینوں اپنے اپنے شوہر کے ساتھ باہر آؤ گی۔۔۔۔! سمجھ آئی۔۔۔؟

گل ناز، گل بہار اور ہیر پر کڑی نظر ڈالتے ہوئے علیزے خان بارعب لہجے میں بول رہی تھیں۔انکے اس حکم پر کبیر، فارس اور ایشام کی خوشی کا تو کوئی ٹھکانا نہیں رہا تھا۔۔البتہ لڑکیوں کے منہ ضرور لٹک چکے تھے۔

ان سب کی آپس کی نظر اندازی کی وجہ سے خاندان بھر میں باتیں ہو رہی تھیں۔اس لئے سب خواتین نے مل کر یہ فیصلہ کیا تھا۔کہ باقی سب بھی ایک ساتھ باہر آئیں گئے۔۔

دلہنوں کے باہر نکلتے ہی فارس نے آگے بڑھ کر گل ناز کا ہاتھ پکڑتے ہوئے اسے اپنی طرف کھینچا تو ناز اسکے سینے سے ٹکراتی چلی گئی۔ وہ خونخوار نظروں سے اسے دیکھنے لگی تھی۔ جس کو شوخ ہونے کا پھر موقع مل گیا تھا۔۔۔

سرکار۔۔۔! کرم نوازی کریں ہم پر بھی۔۔۔! بہار کو شرم کے مارے لال گلابی ہوتے دیکھ کر کبیر نے اسکی طرف آتے ہوئے ادب سے سلام پیش کیا تو بہار بے حد روہانسی ہو گئی۔ اسکی حالت خراب ہوتے دیکھ کر کبیر نے ہنستے ہوئے اسے سینے میں چھپا لیا تھا۔۔۔

بھائی۔۔۔!! دیکھ لیں یہ سبز چڑیل جان بوجھ کر اب میرے ساتھ بد تمیزی کر رہی ہے۔۔۔! ایشام جس نے ہیر کا ہاتھ تھامنا چاہا ہی تھا۔۔ کہ ہیر نے

اسی وقت اپنی ہیل اسکے پاؤں پر دے ماری تھی۔ وہ بیچارا کراہتا رہ گیا تھا۔۔۔

ہیر بچے۔۔۔! فارس نے ہنس کر اسے منع کیا۔ لیکن وہ ہیر کی کیا جو ایشام صدیقی کے معاملے میں سدھر جائے۔۔۔ وہ انجان بن کر چھت پر دیکھنے لگی۔

تم ایسے نہیں باز آؤ گی۔۔۔! رکو ابھی بڑی ماما کو بتاتا ہوں۔۔! ایشام اسے دھمکا کر باہر جانے لگا کہ ہیر تیزی سے اسکا ہاتھ پکڑ کر روک گئی۔۔۔

کیا کرتے ہیں سنیا جی۔۔! میں تو مذاق کر رہی تھی بس۔۔۔! لہجے کو میٹھا و شرمیلا بنا کر ایشام کی قمیض کے بٹن سے چھیڑ چھاڑ کرتے ہوئے وہ فوراً

لائن پر آئی تو اسکی ایکٹنگ پر باقی سب قہقہ لگا گئے۔۔ناچارہ ایشام صدیقی بھی بیچارہ ہنس دیا تھا۔ کیونکہ اس معاملے میں وہ بے بس تھا۔۔۔

وہ تینوں ایک ساتھ باہر نکلے تو باہر کا منظر ہی بدلا ہوا تھا۔ ہوا میں اڑتے ہوئے ڈرون ہر لمحے کو قید کر رہے تھے۔

مہر ماہ اپنے ڈیڈ سنان مصطفیٰ کا ہاتھ تھامے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا رہی تھی۔ وہیں عیس علی ہمدانی ماہ پارہ کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے۔ جبکہ سیلینہ کا ہاتھ سلطان احمد خان نے پکڑا ہوا تھا۔ جس کے باعث سیلینہ بار بار خوشی سے کھکھلاتے ہوئے سلطان احمد کو مسکرانے پر مجبور کر رہی تھی۔۔

ڈیڈ یہ سب بہت mesmerizing ہے۔۔۔!! سیلینہ نے مہبوت ہوتے انکو بتایا۔۔

بالکل میرے پیارے بچے کی طرح۔۔۔! سلطان احمد مسکرا کر اسکی بات میں حامی بھر گئے۔ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہے تھے۔ وہیں انکے پیچھے کبیر خان آسمانی رنگ کی شلوار قمیض پہنے ایک ہاتھ میں اپنی بہارے کا ہاتھ تھامے چل رہا تھا۔۔ بلیک کلر کی ساڑھی میں گل بہار اسکے دل پر بجلیاں گرا رہی تھی۔

جبکہ فارس ہمدانی میرون رنگ کی شلوار قمیض میں اپنی سحر انگیز شخصیت ہونے کے باوجود گل ناز کو کھٹک رہا تھا۔ لائٹ گرین کی جارجٹ والی خوبصورت ساڑھی پہنے وہ فارس کی دھڑکنوں کو تیز کرنے کا سبب بن رہی تھی۔

انکے ساتھ ہی ہیر پاشا اور ایشام صدیقی بھی چل رہے تھے۔ایک ہاتھ سے وہ اپنے لہنگے کو اٹھائے ہوئے تھی۔۔ جبکہ دوسرا ہاتھ ایشام کے ہاتھ میں تھا۔اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو موڑتے ہوئے ایشام کی ہتھیلی میں ناخن گاڑتے ہوئے وہ چلتے چلتے بھی حملہ کرنے سے باز نہیں آرہی تھی۔

انکو ایک ساتھ سکون سے آتے دیکھ کر انکی مائیں شکر کرتے انکے صدقے واری ہو گئی تھیں۔۔

ہیر جو اپنی مستی میں چل رہی تھی۔کہ اچانک پاؤں میں لہنگا اٹکنے کے باعث اس سے وہ پہلے گرتی۔کہ جب ایشام کے مضبوط بازوؤں نے اسے سہارا دیتے فورا تھام لیا۔۔ہیر کو گرتے دیکھ کر جہاں سب خواتین پریشان ہوئیں وہیں ایشام کے سنبھالنے پر انکا اٹکا سانس بحال ہوا تھا۔۔ جبکہ ہیر

سٹل ہوتے اسے دیکھنا شروع ہو چکی تھی۔ یہ خوبصورت منظر کیمرے میں قید ہو چکا تھا۔۔

بھائی میں پہلے ہی بتا رہا ہوں۔ کہ نکاح ہوتے ہی میں نہیں رکوں گا۔۔۔!!

نکاح شروع ہوا تو شہرام آہستہ آواز میں بے صبرا بنتے ہوئے کہنے لگا۔ جیسے وہ انفارم کرنا چاہ رہا ہو۔۔۔

جیسے تیری حرکتیں ہو رہی ہیں نا۔۔! اب تیرا صرف کاٹنا رہ گیا ہے۔۔۔!

اسکی بے صبری پر دانت پیستے ہوئے ارسل خان بولا تھا۔ کاپر رنگ کی شلوار قمیض میں اپنی سرمئی آنکھوں سے وہ شہرام ہمدانی کو شرم دلانے کی کوشش کرنے لگا۔ جو کہ آج ناممکن لگ رہا تھا۔

ارسل کے الفاظ پر کبیر خان نے مشکل سے ہنسی ضبط کی۔۔۔

دھیان رکھنا کہ کہیں تھوڑی دیر بعد یہ سچ میں کاٹ ہی نہ لے۔۔۔!!

غازیان پاشا نے بھی بیچ میں بولتے ہوئے لقمہ دیا۔۔آف وائٹ کلر کی شیروانی پہنے وہ اس موقع پر بھی شہرام کو دھونے سے باز نہیں آیا تھا۔۔۔

منہ بند کر کے بیٹھو سب۔۔!انکو ایک دوسرے پر حملے کرتے دیکھ کر فارس نے فوراً سے پہلے سب کو ٹوکا تھا۔۔۔۔

لڑکیوں کا نکاح پڑھا کر مولوی صاحب آکر شہرام کے پاس بیٹھ گئے۔۔

شہرام کا نکاح پڑھانے کے بعد انہوں نے غازیان کا نکاح پڑھانا شروع کر دیا۔اور پھر سب سے آخر میں وہ فاتح سلطان کا تجدیدِ نکاح پڑھانا شروع ہو گئے۔

فاتح اور سیلینہ کے نکاح کو لے کر خاندان بھر میں بہت سی باتیں ہو رہی تھیں۔اس لئے سب کا شک دور کرنے کے لئے انکا دوبارہ سے نکاح پڑھایا جا رہا تھا۔۔۔جو کہ تجدید نکاح تھا۔اور سب کا شک یقین میں بدلنے کے لیے تھا۔کہ فاتح سلطان اپنی شریکِ حیات چن چکا ہے۔۔۔

سب کا نکاح مکمل ہوا تو ہر طرف مبارک باد کا شور اٹھتا چلا گیا۔سب سے ملنے کے بعد مائک پکڑتے ہوئے شہرام نے اچانک سب کو مخاطب کیا۔۔۔

مرد و خواتین۔۔۔!زرا توجہ فرمائیں۔۔۔!!جیسے کہ الحمد اللہ میں اپنی محبت حاصل کرنے میں کامیاب رہا ہوں۔۔!تو اس خوشی میں اب میں اپنی بیوی کو نکاح کی مبارکباد پیش کرنے والا ہوں۔جو کہ تھوڑی سی مختلف ہو

گی۔۔۔تو میں اپنے گھر کے بڑوں سے پلیز یہ کہنا چاہتا ہوں۔کہ آج کے دن شہرام علی ہمدانی کو کوئی نہ روکے۔۔۔!!

اپنی بات مکمل کرتے ہی شہرام نے مائک ارسل کی طرف اچھال دیا۔جبکہ سب بڑے اپنا سر پکڑ چکے تھے۔۔

شہرام کی اناؤسمنٹ کے بعد سب گھر والوں کو فکر ہونے لگی تھی۔کہ نجانے وہ کیا کر دے۔کیونکہ سب ہی جانتے تھے۔کہ شہرام علی اور فاتح سلطان بے لگام گھوڑے ہیں۔۔

پھولوں کی چادر کے اس پار تینوں دلہنیں لال دوبٹہ کا گھونگھٹ کیے بیٹھیں تھیں۔مہرماہ کے ہاتھ کانپنے لگے تھے۔نکاح کے سرخ دوبٹے پر گوٹے کی مدد سے خوبصورتی سے "شہرام کی دلہن" کے الفاظ درج تھے۔

اور اپنی دلہن کو اپنے نام کی چادر اوڑھے دیکھ کر شہرام علی کا دل سرشاری سے بھرتا جا رہا تھا۔ شہرام کی نظروں کو مہر ماہ پر ٹکے دیکھ کر فاتح بے ساختہ زور سے سیٹی بجانے لگا۔۔۔

ان سب میں غازیان بالکل خاموشی سے اپنی گول گپی کو نظروں میں بسائے ہوئے تھا۔ جس نے کمال مہارت سے اسکو الو بنانے کا کام کیا تھا۔۔ خیر بخشنے والا تو اسے اب وہ بھی نہیں تھا۔۔

اس الو کے پٹھے کو بولو۔۔ کہ زرا تمیز کا مظاہرہ کرے۔۔۔! سب خاندان والے اور مہمان بھی یہیں پر موجود ہیں۔۔! میڈیا بھی یہاں پر ہے۔۔۔!! کبیر کو پاس آنے کا اشارہ کرتے ہوئے عیس علی ہمدانی چباتے ہوئے بولنے

لگے تھے۔ کیونکہ انہیں اپنی گندی اولاد سے کچھ اچھی امید نہیں لگ رہی تھی۔۔۔

ڈونٹ وری چھوٹے بابا۔۔! وہ اتنا بھی بے وقوف نہیں ہے۔۔۔! ویسے بھی نکاح ہو چکا ہے۔ اور نکاح کے بعد اپنی بیوی کو ملنا اسکا حق ہے۔۔! اس میں کسی کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیئے۔۔ خاص طور پر ہم سب کے خاندان والوں کو تو بالکل بھی نہیں۔۔!

کبیر خان سنجیدگی سے جواب دے کر واپس مڑ گیا تھا۔ جہاں انہیں اپنے چھوٹے بھائیوں پر پورا بھروسہ تھا۔ وہیں یہ خاندان والوں کا لحاظ انہیں آج تک سمجھ نہیں آیا تھا۔۔۔

شہرام کی اناؤسمنٹ کے بعد ہلکا ہلکا سا شور اٹھ رہا تھا۔ سب ہی یہ جاننے کے لیے بے چین تھے۔ کہ آخر وہ اپنی بیوی کو کیسے ملنا چاہتا ہے۔۔

بیچ میں لگی ہوئی پھولوں کی چادر اٹھا کر شہرام مسرور انداز میں دلہنوں والی سائیڈ پر آیا تو مہر ماہ اس دراز قد شخص کو دیکھ کر بھاری سانس خارج کر گئی۔

گل ناز کا سہارا لیتے ہوئے وہ بے ساختہ کھڑی ہو گئی۔ جہاں تک وہ سمجھ رہی تھی۔ اسے لگ رہا تھا۔ کہ شاید وہ اسے سب کے سامنے گلے لگائے گا۔ اس لئے وہ پہلے ہی کھڑی ہو چکی تھی۔۔

گھونگھٹ میں چھپے اسکے چہرے کو دیکھتے ہوئے شہرام نے اسکے نزدیک آکر اشارے سے تعریف کی تو ایک بار پھر شور بلند ہوا۔ مہر ماہ کانپتے ہونٹوں کے ساتھ مسکرادی تھی۔

اتنی پر اعتماد ہونے کے باوجود وہ شہرام علی کے سامنے کمزور پڑ جاتی تھی۔
اسے بھول جاتا تھا۔ کہ وہ بلیک کمپنی کی CEO بھی ہے۔۔۔

جبکہ اب شہرام جان بوجھ کر اسکے سامنے کھڑا اسکے تاثرات انجوائے کر رہا تھا۔اپنی ہیزل آنکھوں سے وہ اسکا کانپنا صاف محسوس کر سکتا تھا۔۔

واللہ اعلم۔۔۔!! میری دلہن بن کر مجھے جیت کر کیا کرنا چاہ رہی ہیں مہرو بیگم۔۔۔!! زرا سا چہرہ قریب کرتے ہوئے وہ شوخ بھرے لہجے میں تعریف کرنے لگا تو ہیر اور گل ناز ہنستے چلے گئیں۔۔ مہر ماہ نے آنکھیں میچ کر اسکی نزدیکی برداشت کی تھی۔۔

اسے پہلے سے بھی زیادہ کانپتے دیکھ کر شہرام علی کو اس پر ترس آیا تو اسے مزید تنگ کرنے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے اسکے بالکل قریب ہو کر کھڑا ہو

گیا۔اسکے بھائی متوجہ ہوتے اسکی کاروائی دیکھ رہے تھے۔وہ سمجھ رہے تھے۔۔کہ ابھی جتناوہ شانت نظر آرہاہے۔۔آخر پر اتناہی بڑادھماکاضرور کرے گا۔۔۔

اجازت لینے کادل توکر رہاہے۔۔!پر سوری شہرام علی اپنی ملکیت پر حق جتانے کے لئے کسی کا پابند نہیں ہے۔۔۔!!مہرماہ کے کان پر جھکتے ہوئے وہ مزید سرگوشیاں کر رہاتھا۔۔۔

نکاح کے بعد آج تک کسی دولہے نے اپنی منکوحہ کو ملنے کے لئے اتناوقت نہیں لگایا۔۔۔!جتنایہ تیرا منحوس بیٹالگارہاہے۔۔۔!سنان مصطفیٰ کوفت سے بولتے ہوئے عیس ہمدانی کوسنانے لگے۔۔جوبناتوقف کے جتاگئے تھے۔۔

میرا منحوس بیٹا اب تیرا داماد ہے۔۔! عیس علی ہمدانی کی یاد دہانی پر سنان مصطفیٰ نے حد سے زیادہ منہ بگاڑا تھا۔۔۔

جبکہ دوسری طرف شہرام نے مڑتے ہوئے بڑے بھائیوں پر نظر ڈالی۔۔۔

اجازت ہے۔۔؟ آنکھوں ہی آنکھوں میں وہ پوچھ رہا تھا۔۔۔! جس کے جواب میں وہ ہنس کر ہاں میں سر ہلا گئے۔ اور پھر کیا ہونا تھا۔ اگلے ہی پل شہرام علی نے اپنی دلہن کو پہلے کمر سے جکڑتے ہوئے سینے سے لگایا اور پھر تیزی سے اسکے گھونگھٹ میں چہرہ کرتے ہوئے اسکے ماتھے پر ہونٹ رکھنے کے بعد اسکے نازک وجود کو ایک جھٹکے میں اوپر کندھے پر اٹھاتے ہوئے حلق کے بل چلایا تھا۔۔!!

نکاح مبارک ہو مہرو۔۔!!! شہرام علی کی آواز پورے لان میں گونجی تو سب کی آنکھیں بڑی ہوتی چلی گئیں۔ جبکہ گھر والے بے یقینی سے اسے دیکھنے لگے تھے۔ وہیں مہر ماہ اس اچانک افتاد پر سٹل ہو چکی تھی۔۔۔ جبکہ قہقہ لگانے والے صرف شہرام علی کے بھائی تھے۔

غازیان تم بھی آگے بڑھو۔۔۔!! فارس نے سنجیدہ انداز میں بیٹھے ہوئے غازیان سے بے ساختہ کہا تو اسکی سرمئی آنکھوں میں فورا شیطانی چمک ابھری۔۔۔

سوچ لیں بھائی۔۔۔! غازیان نے وارن کرنا چاہا۔۔۔

ماہ پارہ اب تمہاری بیوی ہے۔۔۔! جو بھی سوچنا ہے وہ تم سوچ گئے۔۔۔!

فارس نے لاپرواہی سے بولتے اسے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔۔اسکی اجازت پر غازیان پاشا سرشاری سے کھڑے ہوتے ماہ پارہ کی طرف بڑھا تھا۔

ماہ پارہ تو اسے اپنی طرف آتے دیکھ کر چکرانے لگی تھی۔گھونگھٹ کی اوڑھ سے اس نے بے ساختہ آنکھیں میچ کر سانس لینے کی کوشش کی۔۔

مضبوط قدم اٹھاتے ہوئے غازیان نے اسکے سامنے کھڑے ہو کر ہاتھ بڑھایا تو گل بہار نے ہنستے ہوئے ماہ پارہ کا ہاتھ غازیان کے ہاتھ میں رکھ دیا۔۔۔

ماہ پارہ کا ہاتھ تھامتے ہی غازیان نے پہلے ایک جھٹکے میں اسے کھڑا اور دوسرے پل میں شہرام کی طرح باقیوں کو صدمہ پہنچاتے ہوئے وہ ماہ پارہ کے وجود کو بازوؤں میں اٹھاتے ہوئے پورے دل سے مسکرا دیا۔۔

غازیان کے اشارے پر ارسل مائک لیتے تیزی سے اسکی طرف آیا تھا۔۔

نکاح مبارک میری گول گپی۔۔۔!! اپنی بھاری آواز میں مائک میں سر عام اسے گول گپی بلاتے ہوئے غازیان نے اپنی نئی نویلی دلہن کو آنکھیں پھیلانے پر مجبور کر دیا تھا۔۔

ماہ پارہ کو اپنی نیلی آنکھیں بڑی کرتے دیکھ کر غازیان نے اگلے ہی پل دلکشی سے قہقہہ لگاتے ہوئے اسکے ماتھے پر ہونٹ ثبت کر دیے۔۔ وہ سب ایک کے بعد ایک گھر والوں کو جھٹکے دے رہے تھے۔۔۔

تیرے لئے کوئی سپیشل انوائٹ آئے گا کیا۔۔۔؟ فاتح کو اپنی جگہ پر کھڑے دیکھ کر باسم نے اسے ہوش دلائی۔ یہ سب خوبصورت پل ریکارڈ کیے جا رہے تھے۔ فارس ہمدانی اور کبیر خان نے ایشام کو خصوصی ہدایت کی تھی۔ کہ تینوں کپلز کا ایک ساتھ شوٹ ہونا چاہیئے۔

اسی لئے شہرام اور غازیان اپنی اپنی دلہن کو اٹھائے فاتح کے انتظار میں کھڑے تھے۔۔ جب ہوش میں آتے فاتح اگلے ہی پل چہرے پر شیطانی مسکراہٹ لیے پھولوں کی چادر اٹھاتے ہوئے سیلینہ کی طرف آیا۔۔ جو اسکی مورے کے ساتھ جڑ کر بیٹھی ہوئی تھی۔

چھوٹی ماما مجھے میری دلہن مل جائے گی کیا۔۔۔؟ وہ کیا ہے نا کہ میرے بھائی میرے انتظار میں کھڑے ہیں۔۔۔! بیہ صدیقی کو سیلینہ کا ہاتھ تھامے دیکھ کر فاتح نے مائک پکڑ کر سوال کیا تو اسکے الفاظ پر سب ہنستے چلے گئے۔۔۔

انکے جواب کا انتظار مت کرو میرے شیر۔۔۔! اٹھالے جاؤ اپنی دلہنیا۔۔۔!! ائرہ کاظمی جھٹ سے اسے مشورہ دیتی بولیں تو انکے مشورے کو سراہتے ہوئے فاتح نے جھک کر تیزی سے اپنی نازک دلہن کو بازوؤں میں اٹھالیا۔۔ سیلینہ چیختے رہ گئی تھی۔

میرا جب پہلے نکاح ہوا تھا۔ تو بد قسمتی سے میں اپنے کمینے بھائیوں کی وجہ سے نکاح کے بعد اپنی بیوی کو ماتھے پر کس نہیں کر پایا تھا۔ وہی کس جو آج کل سوشل میڈیا پر بہت وائرل ہے۔۔۔ مطلب جو نکاح کے بعد

گھونگھٹ اٹھا کر کی جاتی ہے۔۔۔! تو میں بہت لکی ہوں۔۔۔! کیونکہ جو موقع مجھے تب نہیں ملا وہ اب دوبارہ مجھے نصیب ہو گیا ہے۔اس لئے سب کے سامنے میں یہ نیک کام کرنے لگا ہوں۔شاید اب ضرور جنت میں چلا جاؤں۔۔!

مائک میں بلند آواز میں اپنی دکھی کہانی سنانے کے بعد فاتح نے جیسے ہی گھونگھٹ کے اوپر سے سیلینہ ماتھے کو چوما تو ایک سکون اسکی رگوں میں دوڑ گیا۔۔

ہائے سچ میں یہ والی کس تو بہت میٹھی ہوتی ہے یار۔۔۔! مستی بھرے انداز میں پھر مائک میں بول کر فاتح نے اس بار بے ساختہ سیلینہ کے گال پر ہونٹ رکھ دیے۔

جبکہ اسکی بے شرمی پر سیلینہ تو لال ہو ہی رہی تھی۔ تو دوسری طرف گھر والے بھی کچھ کم نہیں تھے۔ جبکہ بلیک گینگ تو اسے لعنتوں سے نوازنا شروع ہو گئی تھی۔۔

پر سب کو نظر انداز کرتے ہوئے ایشام کے اشارے پر وہ تینوں اپنی اپنی دلہن کو اٹھائے گھومنے لگے۔ تو بے ساختہ بے چاری دلہنیں چیخ اٹھی تھیں۔

شہرام، مہرو کو کندھے پر تو غازیان اپنی گول گپی کو بازوؤں میں اٹھائے ہوئے تھا۔ وہیں فاتح جس نے پہلے اپنی چاکلیٹ گرل کو بازوؤں میں اٹھایا تھا۔۔ کہ اچانک رک کر سٹنٹ کرتے ہوئے اسکے وجود کو گھما کر پیچھے کمر پر لگاتے گھما گیا۔ فاتح کے مقابلے میں جتنی وہ نازک و چھوٹی لگتی تھی۔۔ فاتح

اتنا ہی اسکا فائدہ اٹھاتا تھا۔ جیسے ابھی سیلینہ کے ڈرنے کا زرا برابر اثر لیے بنا شیطانی انداز میں قہقہے لگاتے ہوئے اسے گھمائے جا رہا تھا۔۔۔

میرال آنی کیسی ہیں آپ۔۔۔!! ناز اچانک وہاں سے گزرنے لگی۔ کہ بے ساختہ اسکی نظر اپنی میرال آنی پر پڑ گئی۔

جو کسی عورت کے ساتھ باتوں میں مصروف تھیں۔ ناز کے مخاطب کرنے پر میرال اور رباب دونوں متوجہ ہوتے اسکی طرف دیکھنے لگیں۔۔

آمیر ابچہ۔۔۔!! تم کیسی ہو۔۔؟ میرال فورا کھڑے ہو کر اسکی بڑھی تھیں۔۔ماں کو کھڑے ہوتے دیکھ کر رباب بھی کھڑے ہو گئی۔۔۔

میں تو بالکل ٹھیک ہوں۔پر آپ کہاں گم رہتی ہیں یار۔۔! کتنے ٹائم سے نہ آپ نے گھر میں چکر لگایا ہے۔اور نہ آپ مجھے کل مہندی میں نظر آئی ہیں۔۔۔!! گل ناز شکوہ کرتے ہوئے پوچھنے لگی۔۔ کیپٹن بیہ اور کیپٹن میرال بالکل بہنوں جیسی رہی تھیں۔اس لئے بیہ کے تینوں بچے انکو اپنی آنی ہی سمجھتے تھے۔۔۔

تم جانتی تو ہو میرا بچہ کہ جاب میں کس قدر مصروفیت رہتی ہے۔اور کل رات مجھے سسرال کا چکر لگانا پڑا تھا۔اس لئے میں آنہیں پائی۔۔۔! میرال اسے ساتھ لگائے وضاحت کرنے لگیں۔۔ جبکہ رباب بالکل چپ ایک سائیڈ پر کھڑی تھی۔وہ ناز کو نہیں جانتی تھی۔

یہ رباب ہے کیا۔۔۔؟رباب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نازنے اچانک جاننا چاہا تھا۔

ہائے دیکھو۔۔۔! بھول گئی تمہارا تعارف کروانا کہ یہ میری نمونی بھی ساتھ آئی ہوئی ہے۔۔۔! ملو میری بے وقوف بیٹی مس رباب باسط سے۔۔۔! سر پر ہاتھ مارتے ہوئے میرال اپنی بیٹی کا تعارف کرانے لگی تو رباب ماں کو دیکھ کر رہ گئی۔۔جو بنا کسی ہچکچاہٹ کے کسی اجنبی کے سامنے اسکی عزت افزائی کرنا شروع ہو گئی تھیں۔۔۔

آنی آپ ابھی بھی نہیں بدلیں یار۔۔۔!! کیسی ہو گڑیا۔۔۔!! نازنے انکی باتوں پر ہنستے ہوئے آگے بڑھ کر اپنائیت سے رباب کو گلے لگایا تو رباب بھی رسمی سا مسکرا پڑی۔ورنہ اسے شرمندگی ہونے لگی تھی۔۔۔

میں بالکل ٹھیک ہوں آپ کیسی ہیں۔۔! اخلاقاً وہ بھی جواب میں ناز سے بولی۔ناز کوئی جواب دیتی جب محبت اسے پکارتے ہوئے وہاں آئی تھی۔۔۔

آپی یار جلدی چلیں۔۔! بڑی مورے اپکو بلا رہی ہیں۔۔۔! محبت نے پاس آکر جلدی سے علیزے خان کا پیغام دیا تھا۔

پھو پھو آپ کب آئیں۔۔۔؟ محبت کی نظر میرال پر پڑی تو وہ چہکتے ہوئے پوچھنے لگی۔۔اپنے ڈ

پھو پھو آپ کب آئیں۔۔۔؟ محبت کی نظر میرال پر پڑی تو وہ چہکتے ہوئے پوچھنے لگی۔۔اپنے ڈیڈ کی دوست کو محبت پھو پھو ہی بلاتی تھی۔

جب تم مستیاں کرنے میں گم تھی پھوپھو کی جان۔۔۔! میرال جھک کر اسکا ناک کھینچ کر بتانے لگیں تو محبت اور ناز ہنس دیں۔ جبکہ رباب ہکا بکا اپنی ماں کی رشتے داریاں دیکھ رہی تھی۔۔۔

آنی کھانا شروع ہونے والا ہے۔۔۔! آپ میرے ساتھ اندر چلیں۔۔۔! مام کو پتہ چلانا کہ آپ یہاں بیٹھی ہوئی ہیں۔ تو اپکے ساتھ ساتھ ہماری بھی کلاس لگ جانی ہے۔۔۔! ماں کا حوالا دیتے ہوئے نازلے ساختہ بولی تھی۔۔

ڈونٹ وری میری جان۔۔۔! میں خود ہی یہاں پر بیٹھی ہوئی تھی۔۔۔! میرال ہنس کر اسے بے فکر کرنے لگیں۔ لیکن ناز کو بہت برا فیل ہو رہا تھا۔

ایسے کرتے ہیں آنی اپکو میں مام لوگوں کے پاس چھوڑ دیتی ہوں۔اور رباب کو اپنے ساتھ لے جاتی ہوں۔۔۔!آگے بڑھتے ہوئے ناز نے اچانک اپنا خیال ظاہر کیا۔۔۔

یہ تو تم بہت اچھا کرو گی میری جان۔۔۔!!پلیز لے جاؤ اسکو ساتھ ہی۔۔ تاکہ یہ بھی زرا ماں کا پلو چھوڑ دے۔۔!اور ہاں اسکو اپنے ساتھ زرا اٹیچ کرنے کی کوشش کرو پلیز ناز۔۔۔!اس لڑکی نے مجھے پریشان کیا ہوا ہے۔۔۔!میرال پہلے حامی بھرتے ہوئے آخر میں زرا آہستہ آواز میں بولیں تو نازانکو آنکھوں سے تسلی دے گئی۔جبکہ رباب ماں کو کھسر پھسر کرتے دیکھ کر منہ ٹیڑھا کرنے لگی تھی۔۔

محبت میری جان۔۔! ایسے کرو آپی کو تم لڑکیوں والے ٹیبل پر لے جاؤ۔۔۔! میں آنی کو چھوڑ کر تم لوگوں کو جوائن کرتی ہوں۔۔۔! ساڑھی میں تیزی سے قدم اٹھاتے ہوئے نازنے مڑتے ہوئے محبت کو ہدایت کی تو محبت سر ہلاتے ہوئے رباب کا ہاتھ تھام کر مڑ گئی۔ جبکہ رباب احتجاج بھی نہیں کر پائی تھی۔۔۔

رات کے سات بج رہے تھے۔ جب گل ناز کو اپنے موبائل پر غازیان پاشا کا میسج موصول ہوا۔۔۔

"گل میں پانچ منٹ میں آرہا ہوں۔۔! مجھے اپنی دلہن سے تفصیلی ملاقات کر کے حساب چکتا کرنا ہے۔ تو پلیز سب کو سائیڈ پر کر دو زرا۔۔۔"

میسج پڑھتے ہی ناز فوراً اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔۔۔

چلو لڑکیوں فوراً سے پہلے اٹھو۔اور دلہنوں کو انکے کمروں میں پہنچاؤ۔۔۔!

کھڑے ہو کر ناز نے اچانک حکم دیا۔سب اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنا شروع ہو گئی تھیں۔۔

لیکن کیوں۔۔۔؟ہیر نے سوال کیا۔۔۔! وہ ایک ساتھ بیٹھی اچھی خاصی گپیں لگا رہی تھیں۔۔ناز نے جھکتے ہوئے اسکے کان میں سرگوشی کرتے بتایا تھا۔۔

ہاں بالکل شاباش اٹھو انکو کمروں میں پہنچاتے ہیں۔۔۔! بیچاری تھک گئی ہوں گی۔۔۔! ہیر نے جلدی سے کھڑے ہو کر ماہ پارہ کو اٹھایا تو اسکی جلد بازی پر وہ دیکھتی رہ گئی۔

ٹھیک پانچ منٹ بعد ہیر اور رباب جب ماہ پارہ کو سہارا دیے غازیان کے کمرے کے سامنے آئیں تو ماہ پارہ کے قدموں کو یک دم بریک لگی۔۔

آپی۔۔۔!! غازیان کے کمرے کو دیکھ کر وہ فور آ بولی تھی۔۔۔

چندا ہمارے کمروں میں مہمان بیٹھے ہوئے ہیں۔۔۔! اس لئے تمہیں بھیا کے کمرے میں بٹھا رہی ہوں۔۔۔! ڈونٹ وری بھیا کمرے میں نہیں ہیں۔۔۔!!

ماہ پارہ کو آنکھیں پھیلائے دیکھ کر ہیر نے اسے جھوٹی تسلی دی تھی۔۔اور بنا اسکی کوئی دوسری بات سنے اسے کمرے میں داخل کر کے پیچھے سے دروازہ بند کر دیا۔۔۔ جبکہ دلہن بنی ماہ پارہ اتنے بھاری لہنگے میں بامشکل سنبھل پائی ۔کمرے میں مکمل اندھیرا چھایا ہوا تھا۔۔۔

آپی نے مجھے کیوں یہاں بھیج دیا۔۔۔؟اندھیرے کو دیکھ کر وہ تشویش سے سوچنے لگی۔اس بات سے بے خبر کہ غازیان پاشا بھی اسی کمرے میں موجود ہے۔۔۔

ماہ پارہ نے بیڈ کی طرف جانے کے لئے ابھی ایک قدم اٹھایا ہی تھا۔۔تو کمرے میں پائل کی خوبصورت آواز گونجنے لگی۔۔جس کو سن کر غازیان کا دل دھڑک اٹھا تھا۔۔۔

ماہ پارہ ابھی کمرے کے بیچوں وبیچ پہنچی تھی۔جب کمرے کو لاک کرتے ہوئے غازیان نے اچانک لائٹس آن کر دیں۔۔

لائٹس آن ہوتے ہی ماہ پارہ جہاں تھی وہیں کی وہیں پر تھم گئی۔اسکی پشت دیکھتے ہوئے وہ دلکشی سے مسکرا دیا۔جبکہ ماہ پارہ کا دل زوروں سے دھڑکنے لگا تھا۔

گولڈن کلر کے زری کام والے بھاری لہنگے میں وہ پوری طرح کانٹوں سے لیس دار تھی۔۔۔ہیر نے آتے ہوئے چہرے پر گھونگٹ پھراوڑھارہا تھا۔۔

شیروانی کے بٹن کھول کر صوفے پر اچھالتے ہوئے غازیان نے سرشاری میں مبتلا ہوتے اسکی طرف قدم اٹھائے تو اسکے قدموں کی آواز پر ماہ پارہ آنکھیں میچتے ہوئے لہنگے کو مٹھیوں میں بھینچ گئی۔

آپی آپ نے پارو کو اتنی جلدی کیوں بھیج دیا۔۔۔؟ مہر ماہ سوالیہ نظروں سے گل ناز کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جو ہیر اور رباب کے آنے کے انتظار میں کھڑی تھی۔ کہ بے ساختہ ہیر کو واپس آتے دیکھ کر گل ناز اسے بعد میں جواب دینے کا اشارہ کرتے ہوئے ہیر کی طرف بڑھ گئی۔۔

کہاں بٹھا کر آئی ہو۔۔۔؟ گل ناز نے جلدی سے پوچھا۔۔۔

جدھر کا حکم ملا تھا۔۔۔! ہیر نے جواب میں چمکتی آنکھوں سے کندھے اچکا دیے۔ رباب بھی سوالیہ نظروں سے انکو دیکھتے ہوئے اپنی جگہ پر واپس بیٹھ گئی۔۔

کہاں۔۔؟ گل ناز کو الجھن ہوئی۔

شکاری کے پاس بھئی۔۔۔!! مطلب غازی بھیا کے کمرے ہی۔۔۔!! زو معنی لہجے میں جواب دے کر وہ شرارت سے کھلکھلا پڑی تھی۔۔

پر میں نے تو تمہیں اسے اپنے کمرے میں لے جانے کو کہا تھا۔۔۔!! ہیر کے انداز پر گل ناز بھی ہنس پڑی تھی۔۔

ہاں آپ نے تو کہا تھا۔۔! لیکن بعد میں بھیا نے مجھے میسج کر کے کہا۔ کہ ماہ پارہ کو انکے کمرے میں ہی چھوڑ دوں۔۔۔!

ہیر تفصیل بتا کر ہنستے ہوئے بڑی بہن کے ساتھ ہاتھ ملا گئی۔ جیسے ڈیل مکمل ہونے پر بہت خوشی ہو رہی ہو۔۔ گل ناز کو اسکی شرارتوں پر ہنسی آنے لگی تھی۔ سب کو مشکل میں پھنسا کر وہ بہت انجوائے کرتی تھی۔ جیسے ابھی ابھی اپنی نئی نویلی بھابھی کو شیر کے پنجوں میں دھکیل کر ہنس رہی تھی۔۔

کوئی مجھے بھی بتائے گا کہ یہاں پر کیا بات ہو رہی ہے۔۔۔؟ مہر ماہ نے بیچ میں مداخلت کی۔ باقی خاموشی سے ہیر اور گل ناز کی گفتگو سن رہی تھیں۔ لیکن انہیں سمجھ کچھ نہیں آئی تھی۔

اس میں بتانے کی کیا ضرورت ہے میری جان۔۔! تمہیں بھی جہاں چھوڑنے والے ہیں۔۔! دیکھنا ساری سمجھ خود ہی آجائے گی۔۔۔! گل ناز شرارتی انداز میں مہر ماہ کو زور معنی نظروں سے دیکھتے ہوئے پر شوق ہو گئی۔۔

کیا مطلب۔۔؟ کہاں چھوڑنے والے ہیں۔۔۔؟ مہر ماہ نے ٹھہر کر ان دونوں کی طرف دیکھا۔۔۔ جو نجانے کون سی کچھڑی پکا رہی تھیں۔

شہری بھیا کے کمرے میں یار۔۔!!ان سے ملاقات کروانے کے لیے آپ کو لے کر جانے والے ہیں۔۔۔!!مہرماہ کے چہرے کے نزدیک چہرہ کرتے ہوئے ہیر نے فوراڈارنے والے انداز میں اسے جواب دیا۔تو دلہن بنی ہوئی مہرماہ بے یقینی سے آنکھیں بڑی کرنے لگی۔۔

آپی۔۔۔یہ مذاق۔۔ہے نا۔۔!مہرماہ نے اٹکتے ہوئے جلدی سے تصدیق چاہی۔۔۔اسکا دل ابھی سے دھک دھک کرنا شروع ہو گیا تھا۔۔

یہ سو فیصد سچ ہے بچے۔۔!!گل ناز نے ہنسی دبا کر اقرار کیا۔۔

آپی یہ بہت غلط بات ہے۔!آپ لوگ میرے ساتھ ایسے کیسے کر سکتی ہیں۔؟وہ جن مجھے کھا جائے گا یار۔۔۔!!مہرماہ کو جان کے لالے پڑتے

ہوئے نظر آنے لگے تو اگلے ہی پل روہانسے پن سے بنا فل سٹاپ لگائے کچھ بھی بولتے چلی گئی۔۔۔

جبکہ اسکے کھانے والے الفاظ سن کر گل نار اور ہیر کا قہقہ بے ساختہ تھا۔ رباب بھی مسکراہٹ دباتے ہوئے انجان بن رہی تھی۔ جبکہ گل بہار اور محبت اس وقت تھکن کے باعث آدھی نیند میں جا چکی تھیں۔۔ محبت اپنی گل بہار آپی کی گود میں سر رکھے سو رہی تھی تو بہار ٹیک لگائے آنکھیں بند کیے ہوئے تھی۔۔۔

تو تمہیں کیا لگتا ہے۔۔؟ کہ بھیا نے تمہیں بخشنے کے لئے یہ نکاح کیا ہے۔۔۔؟ ہیر نے آنکھیں مٹکا کر پوچھا تھا۔۔

کوئی بات نہیں میری جان۔۔! شوہر کے کھانے سے بیوی کو ثواب ملتا ہے۔۔۔! اس لئے تم زیادہ ڈرو مت۔۔۔!

نازنے اسے تسلی وبیک وقت حوصلہ دینا چاہا تھا۔۔پر مہر ماہ نفی میں سر ہلا رہی تھی۔۔

چلو اٹھو شاباش۔۔۔! ہمارے نیگ لینے کا وقت ہو رہا ہے۔۔۔! ہیر نے آگے بڑھ کر مہر ماہ کو زبردستی اٹھایا تو وہ روٹھے انداز میں انکو دیکھنے لگی۔ جس پر نازنے آگے بڑھ کر جلدی سے اسکا ماتھا چوم لیا۔

رباب، ہیر تم دونوں مہرو کو لے کر چلو۔۔! میں زرا انکو سیٹ کر آتی ہوں۔۔! دیکھو کیسے بیٹھے بیٹھے دونوں سو گئی ہیں۔۔۔! بہار اور محبت کی طرف اشارہ کرتے ناز بولی تو وہ سر ہلا کر مہر ماہ کا لہنگا سنبھالتے ہوئے چل

دیں۔ جبکہ سیلینہ اس وقت بڑی خواتین کے پاس موجود تھی۔ میر پور سے آئی ہوئی خواتین فاتح سلطان کی دلہن سے ملنا چاہتی تھیں۔ اس لئے فل وقت وہ وہیں انکے بیچ میں بیٹھی ہوئی تھی۔۔۔۔۔

ماہ پارہ کا سانس اٹکنے لگا تھا۔ اپنے گرد اسے جو سحر انگیز خوشبو محسوس ہو رہی تھی۔۔ وہ ایک پل میں سمجھ گئی تھی۔ کہ وہ غازیان پاشا کے حصار میں قید کر لی گئی ہے۔۔

غازیان نے ایک قدم کے فاصلے پر آ کر قدم روک لیے تھے۔۔ گولڈن لہنگے میں پور پور سجی وہ اسے دیوانہ کر رہی تھی۔ وہ بے تاب ہو رہا تھا۔ لیکن

اس نشے میں ڈوبنے سے پہلے غازیان کو اسے خود میں قید کرنا تھا۔۔اور پھر بھرپور ڈوبتے ہوئے وہ آج ہر چیز سے بیگانہ ہو جانا چاہتا تھا۔۔۔

ماہ پارہ کے وجود میں لرزش دیکھ کر غازیان نے دلفریب انداز میں مسکراتے ہوئے اسکے مکمل نزدیک ہو کر بازو پر انگلی پھیرتے ہوئے ہاتھ نیچے لے جا کر اسکی بند مٹھی کو اپنے ہاتھ میں قید کر لیا۔۔۔اس پیش قدمی پر ماہ پارہ نے لمبا سانس کھینچا تھا۔

سب کچھ بدل چکا تھا۔انکا رشتہ پہلے جو صرف کزن کا تھا۔وہ آج ایک حلال رشتے میں بدل گیا تھا۔انکے بیچ چھائی ہوئی یہ خاموشی بھی بدلی بدلی سی لگ رہی تھی۔جیسے یہ خاموشی خود میں بہت سی آوازوں کو سموئے ہو۔۔۔

اسکی بند مٹھیوں کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں قید کرتے ہوئے غازیان نے یوں ہی ہاتھ تھامے اسکی کمر کو حصار میں لیتے ہوئے اسکے نازک کندھے پر چہرہ ٹکا دیا۔۔

نکاح مبارک مسسز پاشا۔۔!! اسے اپنے سر نیم سے بلاتے ہوئے غازیان ہولے سے مسکرایا تھا۔ جبکہ ماہ پارہ اپنے سرخ ہونٹوں کو کاٹتے ہوئے شرمیلا سا مسکرادی۔۔

جتنا بڑا کھیل تم نے میرے ساتھ کھیلا ہے۔۔! سوچ سکتی ہو۔۔؟ کہ میں کیسے کیسے حساب کتاب کرنے والا ہوں۔۔؟

اسکی بند مٹھیوں کو شدت سے ہاتھوں میں دباتے ہوئے غازیان ایک جھٹکے میں اسکی پشت اپنے سینے سے مس کرتے ہوئے بول رہا تھا۔۔ چہرہ ترچھا

کرتے ہوئے غازیان نے اسکی گردن میں گہرہ سانس بھرا تو ماہ پارہ بیچارگی سے ہونٹ دبا گئی۔

ہیلز میں اسکا کھڑے ہونا محال ہو رہا تھا۔۔غازیان کی نزدیکی پر وہ بے ساختہ لڑکھڑائی تو وہ مسکراتے ہوئے ایک جھٹکے میں اسے بازوؤں میں اٹھا کر بیڈ کی جانب بڑھ گیا۔۔۔ماہ پارہ نے اسکے خوبرو چہرے پر ایک نظر ڈال کر فوراً نظروں کا رخ موڑ لیا تھا۔۔

کمرے میں دھڑکنوں کا شور بلند ہوتا جا رہا تھا۔

غازیان نے گھونگھٹ میں چھپے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے اسے بیڈ پر بٹھایا تو وہ پلکوں کو گراتے ہوئے پیچھے ہونے لگی۔۔

شششش۔۔۔!! یہیں پر رہو۔۔!اسے روکتے ہوئے غازیان نے قریب کرتے فورا کمر سے تھاما تھا۔ سرخ دوبٹے میں چھپی ہوئی وہ اسے اپنے رنگ میں رنگی محسوس ہونے لگی تو غازیان نے ہاتھ بڑھا کر سب سے پہلے اسکا گھونگھٹ پلٹا۔۔!کیونکہ وہ کب سے اسکا چہرہ دیکھنے کے لیے بے تاب تھا۔۔۔

گھونگھٹ پلٹتے ہی غازیان پاشا پوری ہستی سمیت جکڑا گیا تھا۔ ہونٹوں پر سرخ رنگ کی چادر اوڑھے وہ اسکے ہوش ہی تو بھلا گئی تھی۔۔اپنے لہنگے سے میچنگ گلے میں بھاری گلوبند پہنے،ماتھے پر سائیڈ جھومر اور ٹیکا لگائے وہ غازیان کو مکمل طور پر خود میں قید کر رہی تھی۔

غازیان پاشا کا سانس سینے میں اٹکنے لگا تو وہ بے اختیار اسکی گردن کو جکڑتے ہوئے چہرہ اوپر اٹھا گیا۔۔

مجھے لگا ہی تھا۔۔ کہ تم خود میں بہت حسن چھپائے ہو۔۔۔! پر اس قدر مہبوت کرو گی تم مجھے ماہا۔۔۔! میں انداز نہیں کر سکتا تھا۔۔! اسکی گردن میں ہولے سے ہونٹ ثبت کرتے ہوئے وہ گویا ہوا۔ اپنی تعریف سنتے ہوئے ماہ پارہ حیا کے مارے گلنار ہوتی چلی گئی تھی۔۔۔

بتاؤ تمہاری اس خوبصورتی کے بدلے میں خود کو کیسے تم پر جاں نثار کروں۔۔۔!! اسکے ماتھے کو شدت سے چومتے ہوئے وہ بول رہا تھا۔۔ لیکن وہ مکمل طور پر خاموش تھی۔۔

منیزے پاشا نے اپنی بہو کا پور پور سجایا تھا۔ ماہ پارہ کا انگ انگ بھاری زیورات سے سجا ہوا تھا۔ یہ سب اسکی ساس اور باقی ماؤں کی کرم نوازی تھی۔ جنہوں نے آج ان تینوں پر اپنے پورے پورے ارمان نکالے تھے۔۔۔

غازیان کو اپنی سفید قمیض میں بھی گرمی محسوس ہونے لگی تو اس نے ایک جھٹکے میں خود کو اس بوجھ سے آزاد کرتے بھاری سانس کھینچا۔۔ اسکی سانسوں کو گرمی بخشنے والی خود بت بنی بیٹھی تھی۔۔

اسے قمیض اتارتے دیکھ کر ماہ پارہ نے اس بار تو بالکل ہی اپنی آنکھوں کو بند کر لیا تھا۔۔۔

مجھے بے وقوف بنانے کے لیے اور تڑپانے کے لیے تم پورے خاندان کے ساتھ ملی ہوئی تھی۔۔۔! تو اب کیوں خاموش ہو۔۔؟ اسے بالکل ہی خاموش دیکھ کر غازیان ہلکے پھلکے لہجے میں بولتے ہوئے اسکے پیروں کی طرف بڑھا۔ جو ہیلز میں قید تھے۔۔۔

تو تم ہیلز پہننے سے باز نہیں آؤ گی۔۔۔! حسب عادت اسے اتنی اونچی گولڈن ہیلز میں دیکھ کر وہ تاسف سے پوچھ گیا۔ ماہ پارہ نے زرا کی زرا آنکھیں کھول کر اسکے مضبوط وجود کو دیکھا تو ایک دو سیکنڈ سے زیادہ دیکھ نہیں پائی۔۔

وہ یوں شرٹ لیس اسکے سامنے سکون سے بیٹھا تھا۔ جیسے ماہ پارہ اسے ایسے دیکھنے کی کتنی ہی عادی ہو۔۔غازیان کا چوڑا سینہ اور پھولے ہوئے بازو دیکھ کر ماہ پارہ کے گلے میں گلٹی بھر کر معدوم ہوئی تھی۔۔۔

غازیان نے اسکی ہیلز کی سٹریپ کھولتے ہوئے اسکے پاؤں آزاد کیے۔تو اسکے نازک پاؤں سرخ نظر آنے لگے۔۔ہمیشہ کی طرح اسکے سفید و گلابی مومی پیروں کو دیکھ کر وہ مبہوت ہوا تھا۔۔۔

غازیان نے جھکتے ہوئے اسکے پیروں پر ہونٹ رکھنے چاہے تو ماہ پارہ نے فوراً بدک کر پیچھے ہونے کی کوشش کی۔۔۔

کیا کر رہے ہیں آپ۔۔۔! وہ برا مانتے ہوئے تیزی سے اسے روک گئی۔ لیکن اس ضدی انسان نے اسکی مزاحمت کا اثر لیے بنا اسکے پیروں پر ہونٹ رکھ کر ہی دم لیا تھا۔

اسے اپنی من مانی کرتے دیکھ کر ماہ پارہ نے بے بسی کے مارے لب بھینچ لیے تھے۔ جبکہ غازیان اسکے پیروں کو چومنے کے بعد اسے ٹانگ سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچتے ہوئے ایک جھٹکے میں گود میں بٹھا گیا تھا۔۔ماہ پارہ نے سنبھلتے ہوئے اسے کندھوں سے تھامنے کی کوشش کی۔۔

تم سے بدلا لینے لگا ہوا مسسز۔۔!! اسکے سابقہ الفاظ کا جواب دیتے ہوئے غازیان نے اسکی تھوڑی پر شدت سے دانت گاڑے۔۔وہ سسک

اٹھی۔۔غازیان کے وجود میں بے چینی اٹھنے لگی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر اسکا سرخ دوبٹہ جدا کر دیا۔۔۔

جس قدر حسن تم نے خود میں سمیٹا ہوا ہے۔۔مجھے لگ رہا ہے۔کہ میں ساری زندگی بھی سراہنے میں گزرا دوں تو کم ہو گا۔۔۔! سرخ دوبٹہ اترتے ہی اسکا روپ مزید واضح ہوتا چلا گیا تھا۔

لہنگے سے میچنگ دوبٹہ اسکے میرون بالوں میں سیٹ کیا گیا تھا۔جبکہ غازیان کی نظریں بار بار بھٹک کر اسکی کالر بون کی طرف جا رہی تھیں۔اس سنہرے لباس میں وہ پُر نور روشنی بنی اسے بے قرار کرتی چلی گئی تھی۔۔۔غازیان نے اسے تھائیز سے جکڑتے ہوئے اپنی گود میں کر اس بٹھایا تو ماہ پارہ بری طرح سٹپٹا گئی۔۔

اپ۔۔۔!! وہ کچھ بول پاتی جب غازیان نے ضبط کھوتے ہوئے اسکے ہونٹوں پر جھک کر شدت سے اسکی سانسوں کو قید کر لیا۔۔اس لمس پر ماہ پارہ کے وجود میں آگ سی بھڑکی تھی۔ جبکہ اسکی نیلی آنکھیں بے یقینی کے مارے بڑے ہوتے کناروں کو چھونے لگیں۔۔

غازیان نے اسکے ہونٹوں کو وا کرتے ہوئے جیسے ہی اسکی زبان کو ہونٹوں میں جکڑا تو ماہ پارہ لرزتے ہوئے مچل سی گئی۔اسکے وجود کو شدت سے خود میں بھینچ کر وہ مدہوش ہونے لگا تو اسکی زبان کو سک کرتے ہوئے ساتھ تیزی سے اسکے زیور اتارنا شروع ہو گیا۔۔۔

ماہ پارہ کے نچلے لب کو ہونٹوں میں دبا کر غازیان نے پہلے اسکا گلوبند اتارا اور پھر بھاری جھمکے الگ کیے۔۔۔۔ جبکہ ٹیکا اور جھومر تو خود ہی بے ترتیب ہونے لگا تھا۔۔

اسکی تھائیز کو جکڑتے وہ اسے اٹھائے پیچھے بیڈ پر لیٹا تو ماہ پارہ نے مزاحمت کرتے ہوئے ہونٹ چھڑانے چاہے۔۔ لیکن غازیان کا ابھی ایسا کوئی موڈ نہیں تھا۔۔

اس لئے کبھی اسکے نچلا ہونٹ تو کبھی بالائی لب ہونٹوں میں دباتے ہوئے سک کرنا شروع ہو گیا۔ ماہ پارہ کی میٹھی سانسیں اسکے حلق میں اترتی اسے ہوش بھلانے پر مجبور کر رہی تھیں۔ اسکے ہونٹوں پر لگا سرخ رنگ وہ پل بھر میں چن چکا تھا۔۔

غازیان نے بہکتے ہوئے ہاتھ پیچھے لے جا کر اسکے بلاؤز کی ذپ تلاشی تو ماہ پارہ مچلنے لگی۔ اسکی سانس بری طرح اٹک رہی تھی۔ لیکن وہ ظالم بنا اسے رہائی نہیں بخش رہا تھا۔۔ اسکی مزاحمت کرتی کلائیوں کو ایک ہاتھ میں قید کرتے ہوئے غازیان نے اسے زرا سا اوپر اٹھاتے ہوئے بلاؤز کی ذپ ایک جست میں نیچے کرتے ہوئے ماہ پارہ کی جان مشکل میں ڈال دی۔

غازیان اپنا ہلکا سا بوجھ اس پر منتقل کرتے ہوئے ماہ پارہ کی زبان کو بے باکی سے سک کر رہا تھا۔۔ جبکہ ذپ کھولنے کی وجہ سے بلاؤز بے ترتیب ہونے لگا تو غازیان نے ہاتھ سے کھینچتے ہوئے بلاؤز بازوؤں سے نکال کر دور اچھال دیا۔۔ اس بار ماہ پارہ کی بس ہوئی تھی۔ وہ گھٹی گھٹی آوازوں میں بری طرح تڑپ رہی تھی۔۔۔

غازیان کو اس پر بلا آخر ترس آیا تو اسکے نچلے ہونٹ کو بری طرح کاٹتے ہوئے اسکی قید سانسوں کو آزادی بخش گیا۔۔۔

مجھے تڑپانے کا یہ چھوٹا سا ٹریلر ہے جانِ من۔۔۔!! چباتے ہوئے بول کر وہ اسکے ہونٹوں کی طرف دیکھنے لگا۔ جو اسکی شدتوں کے باعث سرخ کناری ہو چکے تھے۔

جبکہ وہ آنکھوں کو زور سے بند کیے پھولی سانسوں کے ساتھ اسکی آغوش میں پڑی ہوئی تھی۔ مقابل کی بے شرمی پر اسکا نظریں اٹھانا محال ہو رہا تھا۔۔

بتاؤ کیوں مجھے بے وقوف بناتی رہی۔۔۔؟؟ جب اس دن سب جواب مانگ رہے تھے۔ تو بنا جواب دیے بھاگ کیوں گئی تھی۔۔؟

اسکی شہ رگ کو دانتوں میں دباتے ہوئے اپنا شرٹ لیس سینہ اسکی دھڑکنوں کے ساتھ ملاتے ہوئے وہ سوال کرنا شروع ہو گیا۔۔ماہ پارہ روہانسی ہوتے منہ بنانے لگی تھی۔آنکھیں ابھی تک ہنوز بند تھیں۔اسے اندازہ نہیں تھا۔کہ اس طرح بے شرمیاں کرتے ہوئے وہ سوال جواب کرنے پر آجائے گا۔۔

جواب دو۔۔۔!اس بار غازیان نے اسکی کالر بون کو دانتوں سے نشانہ بنایا تو وہ تڑپ اٹھی۔۔

آہ۔۔۔!!مم۔۔۔مجھے شرم آرہی تھی۔۔۔!ماہ پارہ نے سسکتے ہوئے بلا آخر چپ توڑ کر جلدی سے جواب دیا۔۔

رائٹ۔۔!!سب کے سامنے شرم آرہی تھی۔۔تو جب میں نے اکیلے ریسٹورنٹ میں جاکر جواب مانگا۔۔۔!تب کیوں نہیں کچھ بولی۔۔۔؟؟

اسکے جواب کو مانتے ہوئے غازیان نے تڑخ کر دوسرا سوال اٹھایا۔اور ساتھ ہی اسکی بند آنکھوں کو دیکھ کر مسکرا بھی دیا۔۔

وہ۔۔ت۔۔تب تو۔۔۔!!تب مجھے کوئی جواب نہیں آرہا تھا۔۔!انجان بنتے ہوئے وہ اس بار اٹکتے ہوئے معصومیت سے گویا ہوئی۔غازیان آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے اسے گھورنے لگا۔۔جس کے ہونٹ بولتے وقت کپکپا رہے تھے۔۔

جواب نہیں آرہا تھا۔۔!یا پھر صاف صاف مجھے الو بنا رہی تھی۔۔۔!میں تمہارا جواب سننے کے لئے تڑپتا رہا۔۔!اور تم مزے سے میرے سامنے بیٹھ

کر کھانا انجوائے کرتی رہی۔۔! اور اب ایکٹنگ دیکھو۔۔! اسکے پھولے گال پر دانت گاڑتے ہوئے وہ دانت پیستے ہوئے جلے کٹے لہجے میں بول رہا تھا۔

اور اس دفعہ ماہ پارہ اپنی ہنسی پر کنٹرول نہیں کر پائی تھی۔ غازیان کی حالت یاد آنے پر وہ پھر شرارتی انداز میں ہنسنا شروع ہو گئی۔ جیسے اتنے دنوں سے چپکے چپکے ہنس رہی تھی۔۔۔

بہت ہنسی آرہی ہے تمہیں۔۔!! دل ہی دل میں اسکی کھلکھلاہٹ پر فدا ہوتے وہ مصنوعی غصے سے بولا تو ماہ پارہ ہنسی ضبط کرتے ہوئے نفی میں سر ہلا گئی۔ مطلب وہ اس پر نہیں ہنس رہی تھی۔۔

ان کچھ دنوں میں جس قدر تم نے مجھے تڑپایا اور جلایا ہے نا۔۔! اب دیکھتی جاؤ میں تمہیں کیسے کیسے بے بس کرتا ہوں۔۔۔! پراسرار مسکراہٹ میں

بولتے ہوئے غازیان نے ہاتھ پیچھے لے جاتے ہوئے اسکی دھڑکنوں پر موجود آخری پردے کو چھیڑا تو ماہ پارہ نے کانوں کی لوح تک سرخ پڑتے ہوئے فورا اٹھنا چاہا تھا۔ کہ تبھی غازیان تیزی سے ریموٹ اٹھا کر لائٹس آف کرنے کے بعد بعد اسکی دھڑکنوں کو بے پردہ کرتا ان پر تیزی سے جھک گیا۔

غازیان کے ہونٹوں نے اسکی دھڑکنوں کو چھوا تو وہ کمر اٹھاتے ہوئے مزاحمت کرنے لگی۔۔ جبکہ اسکی دونوں کلائیوں کو دائیں بائیں لگا کر وہ اسکی دھڑکنوں کو سک کرنا شروع ہو گیا تھا۔۔

آہ۔۔۔ غغ۔۔ غازی۔۔ نہیں۔۔۔۔!! ماہ پارہ نے بے ترتیب ہوتی سانس میں اسے روکنا چاہا تھا۔ جبکہ اسکے لبوں سے اپنا نام سنتے ہوئے وہ مزدیک

بہکتے ہوئے اسے جکڑ چکا تھا۔۔ایک ہاتھ میں اسکی کلائیوں کو جکڑ کر غازیان نے اسکی دھڑکنوں پر بے باکی سے دوسرا ہاتھ سہلایا تو ماہ پارہ کا وجود جھنجھنا اٹھا۔۔وہ بری طرح مچلی تھی۔۔

بالکل ایسے ہی میں بھی اتنے دنوں سے تڑپ رہا تھا۔۔!!اسکے کان میں فسوں خیز سرگوشی کرتے ہوئے وہ فتح مندی کے احساس سے مسکرایا تھا۔۔ماہ پارہ خشک لبوں کے ساتھ مچلنے لگی تو غازیان دوبارہ اسکی دھڑکنوں پر جھکتے ہوئے ہولے سے دانت گاڑتے ہوئے اپنی شدتوں کے نشان بنانے لگا۔۔۔

ماہ پارہ کو بری طرح تڑپتے دیکھ کر غازیان نے آہستگی سے اپنی زبان اسکی دھڑکنوں پر پھیرنا شروع کی تو ماہ پارہ کی آنکھیں پٹ سے کھلی تھیں۔

کمرے میں چھائے اندھیرے میں وہ خود کو تحلیل ہوتا محسوس کر رہی تھی۔

جب غازیان آہستہ آہستہ اسکے پیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اسکی کلائیاں وہ آزاد کر چکا تھا۔ جانتا تھا۔ کہ وہ اسے روک نہیں پائے گی۔ اور ایسا ہی ہوا تھا۔۔ اسکے بے باک لمس کے جادو میں ڈوبتے ہوئے وہ ہوش بھلا گئی تھی۔

غازیان مدہوشی کے عالم میں اسکے پیٹ پر ہونٹ رکھتے ہوئے ہولے سے سکن سک کرتا جا رہا تھا۔ اسکے خوبصورت نازک بدن پر وہ اپنی شدتوں کے داغ دیکھنا چاہتا تھا۔ اس لئے فرصت سے یہ کام کر رہا تھا۔۔

غغ۔۔ غازی۔۔۔!! ماہ پارہ کی حالت غیر ہونے لگی تو سسکتے ہوئے وہ اسے پکار اٹھی۔ اسکا لہنگا بے ترتیب ہو گیا تھا۔ جبکہ ماتھے پر لگا ٹیکا اور جھومر تو اب

الگ ہوتے گر چکے تھے۔ کلائیوں میں پہنی چوڑیاں ٹوٹ کر بستر پر بکھر گئی تھیں۔

ماہ پارہ کی پکار پر غازیان مسکرا کر بے قراری کے عالم میں اسکی کمر کو جکڑتے ہوئے اسے اٹھاتے ہوئے دوبارہ گود میں بٹھا کر کراؤن سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔۔

غازی حاضر ہے جہاں پناہ۔۔۔!! بتائیں کیسے ہوش اڑانا پسند کریں گئیں آپ ہمارے۔۔۔!!

اسکی پکار کا شوخ لہجے میں جواب دیتے ہوئے غازیان نے مسکرا کر اسے سینے سے لگایا تو ماہ پارہ شرماتے ہوئے اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔۔ جس پر غازیان کے وجود میں سکون کی لہر دوڑ گئی تھی۔ شدت سے اسکے نازک

وجود کو خود میں سماتے ہوئے وہ بھاری سانس خارج کرتے اسکی گردن میں چہرہ چھپا گیا۔۔

بہت کم وقت میں تم نے مجھے اپنی محبت میں ناکارہ کر دیا ہے ماہ پارہ خان۔۔۔! اس لئے اب جب تلک میں زندہ رہوں گا۔۔! تمہارے اس حسین بدن پر میں ایسے ہی ٹوٹ کر برسا کروں گا۔۔۔! اور اپنی شدتوں کے نشان چھوڑ کر تمہیں ہر بار نئے سرے سے بتایا کروں گا۔ کہ غازیان پاشا تمہاری محبت میں پاگل ہو چکا ہے۔۔۔!

اسکی کمر کو سختی سے جکڑے ماہ پارہ کو سینے سے لگائے وہ معنی خیز سرگوشیاں کرتے ہوئے اپنی محبت کا اعتراف کر رہا تھا۔ جب ماہ پارہ شرمیلے انداز میں مسکرا کر دور ہوتے اسکی آنکھوں میں جھانکنے لگی۔

اور مم۔۔ کی۔ اس دن آپ سے۔۔ اپنی محبت کا اقرار کروں گی۔۔! جس دن آپ مجھے یہ یقین دلائیں گئے۔۔ کہ آپ مجھ پر کسی بات کو لے کر کبھی بھی غصہ نہیں کریں گئے۔۔۔! اسکا اعتراف سن کر وہ شرارتی انداز میں اسی کے انداز میں مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے اسے چھیڑتے ہوئے جواباً بولی تھی۔ غازیان اسکی چالاکی پر متاثر ہوئے بنا نہ رہ سکا تھا۔۔

مجھ سے چالاکی کرو گی تو جان سے جاؤ گی اب جانِ من۔۔۔!! اسکے بکھرے بال سنوارتے ہوئے غازیان نے اسے ڈرانے کی چھوٹی سی کوشش کی۔۔

میں نہیں ڈرتی آپ سے اور نہ ہی ڈرو گی اب کبھی بھی۔۔! وہ ناک چڑھا کر مضبوط لہجے میں بنا توقف کے بولی تھی۔۔

دیکھنا ابھی تمہاری چینخیں نکلے گئیں۔۔۔! اپنی بیوی کی ادا پر مر مٹتے ہوئے غازیان نے آگے بڑھتے ہوئے اچانک اسکے ہونٹوں کو پھر گرفت میں لیا تو وہ اچھل کر دور ہو گئی۔۔

اب کہاں بھاگ رہی ہو مسسز پاشا۔۔۔! اسے بھاگنے کی تیاری پکڑتے دیکھ کر غازیان نے ہنستے ہوئے اسے دبوچ کر بیڈ پر الٹا لٹا دیا تھا۔۔۔

آہہ۔۔۔!! یہ بالکل ٹھیک نہیں ہے۔۔۔! ماہ پارہ کی ڈر کے مارے سچ میں چیخ نکل گئی تھی۔اس لئے احتجاج کرتے ہوئے دور ہونے کی کوشش کرنے لگی۔ لیکن اسکی کوششوں کو ناکام کرتے غازیان نے اس پر سایہ فگن ہوتے پہلے اسکی ٹانگوں کو جکڑا اور پھر جوڑے میں اٹکا دوبٹہ بھی اتار کر پرے پھینک دیا۔۔

ابھی بہت کچھ اور بھی ایسا ہونے والا ہے۔جو ٹھیک نہیں ہو گا پیاری دلہن۔۔۔! اسے جواب دے کر غازیان نے آنکھیں بند کرتے ہوئے جیسے ہی اسکی گردن سے زرا نیچے ہونٹ رکھے تو ماہ پارہ نے ڈرتے ہوئے ہاتھوں کو مٹھیوں کی صورت میں بند کر لیا۔۔۔

بہکتے ہوئے وہ اسکے گردن کو چوم کر نیچے کی طرف بڑھتے ہوئے زرا سا اوپر اٹھا کر اسکی دھڑکنوں کی طرف ہاتھ بڑھا گیا تھا۔۔۔

غازی۔۔ نہیں۔۔ کریں پلیز۔۔۔!! وہ بے ہوش ہونے کی تھی اب۔۔۔ یہ سب برداشت اسکے بس سے باہر ہو رہا تھا اب۔۔

یوں پکار کر غازی کی جان کیوں لوٹنا چاہتی ہو مسسز پاشا۔۔۔؟ سرشاری کے عالم میں غازیان نے اسے سیدھا کیا تو ماہ پارہ اپنی جان بخشی پر ابھی شکر بھرا سانس بھی نہیں لے پائی تھی۔ جب وہ اسے دوسرا جھٹکا دیتے ہوئے دوبارہ اسکی دھڑکنوں پر جھک کر تھائیز کو جکڑتے ہوئے اپنی کمر سے لاک کرتے ماہ پارہ کے وجود کو زلزلوں کی زد میں لے گیا۔۔۔ اور وہ بے بس ہوتے اس میں گم ہوتی چلی گئی تھی۔۔۔

گل بہار مزے سے اپنی بلیک ساڑھی میں ہی سو رہی تھی۔ کہ اچانک نیند میں اسکے چہرے پر بے چینی بھرے تاثرات ابھرنے لگے۔۔۔پہلے اس نے سر دائیں بائیں ہلاتے ہوئے ان احساسات کو جھٹکنا چاہا تھا۔۔۔

اور پھر بعد میں کروٹ بدلتے ہوئے بہار نے پر سکون ہونے کی کوشش کی کہ تبھی اچانک وہ فوراً اٹھ بیٹھی۔۔۔اور اگلے ہی پل منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے تیزی سے واشروم کی طرف بھاگی تھی۔۔

اپنی ساڑھی کو بامشکل سنبھالتے ہوئے بہار نے واشروم میں پہنچتے ہی بری طرح الٹیاں کرنا شروع کر دیا۔۔۔الٹیاں کرنے بے باعث اسکی آنکھوں سے آنسو بہنا بھی جاری ہو گئے تھے۔۔

الٹی کرتے ہوئے بہار کو محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے ابھی اسکا دل نکل کر باہر آ جائے گا۔۔۔۔۔۔۔۔اسے اپنا وجود سنبھالنا مشکل لگا تو اسی پل ڈرتے ہوئے وہ بری طرح رونا بھی شروع ہو گئی۔۔

کمرے میں محبت جو بہار کی ہی طرح اپنی نیند پوری کرنے میں مصروف تھی۔ کہ اچانک بہار کی رونے کی آواز پر ہڑ بڑا کر اٹھی تھی۔۔۔

آپی۔۔۔؟ محبت نے تیزی سے بہار کو تلاشنے کے لیے ادھر ادھر نظریں دہرائیں۔۔ لیکن پھر واشروم سے آتی آواز پر وہ لہنگے کو سنبھالتے ہوئے تیزی سے نیچے اتری۔۔

آپی کیا ہوا آپ کو۔۔۔؟ گل بہار کو واش بیسن پر جھکے دیکھ کر محبت متفکر ہوتے آگے بڑھی تھی۔ کہ اپنی آپی کو بری طرح الٹیاں کرتے دیکھ کر ڈر گئی۔۔۔

آپی کیا ہو رہا ہے آپکو۔۔۔؟؟ محبت نے جلدی سے اسکو سہارا دیتے ہوئے پوچھا تھا۔۔۔ لیکن بہار کی اتنے میں ہی بس ہو گئی تھی۔۔

بہار کو بے حال ہوتے دیکھ کر محبت کے ہاتھ پاؤں پھولتے چلے گئے۔۔۔

آپی آپ روم میں آئیں۔۔۔! میں کسی کو بلا کر لاتی ہوں۔۔۔! پلیز سنبھالیں خود کو۔۔۔!! بہار، محبت کی کسی بات کا جواب نہیں دے پا رہی تھی۔ کیونکہ مسلسل وومٹنگ کرنے کے باعث اسکا سانس تیز ہو گیا تھا۔ آنکھیں بھی نم ہو گئیں تھیں۔ جبکہ چہرہ بھی زرد پڑنے لگا تھا۔۔۔

محبت تیزی سے باہر کی جانب بھاگی تھی۔تاکہ کسی کو بلا سکے۔۔کیونکہ اپنی آپی کی حالت اسے بالکل بھی ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے شہرام سرشاری کے عالم میں اوپر اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔جہاں گل ناز نے اسے آنے کا کہا تھا۔

جی توڑ کوشش کرنے کے بعد شہرام کی اپنے بھائیوں اور دوستوں سے جان خلاصی ہو پائی تھی۔۔ورنہ وہ اسے چھوڑنے کے حق میں نہیں نظر آرہے تھے۔

تیز رفتار میں چلتے ہوئے شہرام اپنے کمرے کے سامنے پہنچا تو وہاں پہلے سے ہی ہیر اور گل ناز کھڑی نظر آئیں۔انکو ابھی تک یہاں پر کھڑے دیکھ کر شہرام کو زرا حیرت ہوئی تھی۔ جبکہ شہرام کو دیکھ کر ہیر اور گل ناز کی آنکھیں چمک اٹھی تھیں۔

تم لوگ ابھی تک یہاں سے رفو چکر نہیں ہوئیں کیا۔۔۔؟قریب پہنچ کر شہرام نے بے ساختہ سوال کیا۔۔۔

کیا مطلب رفو چکر نہیں ہوئیں۔۔۔؟ ہمارا نیگ دیں گئے تو ہی ہم جائیں گئے نا۔۔۔!! ہیر فٹافٹ کمر پر ہاتھ رکھتے ہوئے جواب میں بولی تھی۔۔ جبکہ نیگ کا سن کر شہرام فورا انجان بن گیا تھا۔۔

شیروانی تو وہ نیچے ہی دوستوں کے پاس اتار آیا تھا۔اس وقت وہ سادہ سی سفید شلوار قمیض میں ملبوس تھا۔ جبکہ براون بال سلیقے سے ابھی تک سنورے نظر آرہے تھے۔ہیزل براؤن آنکھیں بھی بھرپور چمک رہی تھیں۔تو چہرہ بھی روشن سا تھا۔ جیسے مہر ماہ کا ظمی حاصل کر کے وہ دنیا کو فتح کر چکا ہو۔۔۔

کونسا نیگ۔۔؟ یہ کیا ہوتا ہے۔۔۔؟انتہائی سنجیدگی کے ساتھ شہرام نے لاعلمی کا اظہار کیا۔۔ جیسے سچ میں اس لفظ کو پہلی بار سن رہا ہو۔

دیکھیں بھیا یہ مذاق کا بالکل وقت نہیں ہے۔۔۔!! جلدی سے ہمارا نیگ ہمارے ہاتھ پر رکھیں۔۔تاکہ پھر ہم یہاں سے سچ مس رفو چکر ہو جائیں۔۔!! شہرام کی لاعلمی کو زرا بھی خاطر میں نہ لاتے ہوئے ہیر تیکھے

لہجے میں کہنے لگی تھی۔ گل نازا بھی تک جان بوجھ کر خاموش کھڑی تھی۔ جیسے مقابل کو وہ ساری کوششیں کرنے کی اجازت دے رہی ہو۔۔

یار میں سچ بول رہا ہوں۔۔۔! مجھے نہیں پتہ کہ یہ نیگ کیا بلا ہوتی ہے۔۔؟ میں تو یہ لفظ ہی پہلی بار سن رہا ہوں۔۔۔! جانتی تو ہو کہ اتنا عرصہ اٹلی میں رہنے کے بعد تھوڑا سا بر گر بچہ بن گیا ہوں۔۔

سنجیدہ لہجے میں وہ پھر لاعلمی کی اظہار کرتے ہوئے انکو یقین دلانے کی کوشش کرنے لگا۔۔ اسکی ایکٹنگ دیکھ کر ہیر اور گل ناز نے بے ساختہ آپس میں نظروں کا تبادلہ کیا تھا۔۔ حالانکہ ابھی آنے سے پہلے میسج پر وہ انکے ساتھ نیگ کی ڈیل کر کے آیا تھا۔ اور ڈیل کے مطابق وہ مہر ماہ کو اسکے

کمرے میں پہنچا بھی چکی تھیں۔غازیان سے بھی نیگ وہ بعد میں وصولی کرنے والی تھیں۔۔۔

اگر مسٹر شہرام علی کو نیگ کا مطلب نہیں پتہ، تو کوئی بات نہیں ہے۔۔!

ہم مہر ماہ کو واپس لے چلتے ہیں۔۔۔!اور ان میسج کا سکرین شارٹ میں اپنے پیارے شوہر کو بھی بھیج دیتی ہوں۔باقی پھر آپ جانے اور فارس ہمدانی۔۔۔!!

سینے پر ہاتھ باندھ کر گل ناز نے مکمل اٹیٹیوڈ کے ساتھ اپنے شوہر کا رعب جھاڑتے ہوئے ایسی جاندار دھمکی لگائی کہ شہرام اسکو دیکھتا رہ گیا۔اور اگلے ہی پل بھرپور شرافت کے ساتھ وہ اپنا والٹ نکال کر اپنی عظیم بھابھی کے

ہاتھ پر رکھ چکا تھا۔ جو اس وقت سچ میں بھابھی بن کر ہی پیش آ رہی تھی۔۔۔

اپکو ہائی کورٹ جانے کی بالکل ضرورت نہیں ہے ملکہ بھابھی صاحبہ۔۔۔! گل ناز کو والٹ تھماتے ہوئے وہ شریف بنتے ہوئے کہنے لگا تو اسے پٹڑی پر آتے دیکھ کر ہیر اور گل ناز قہقہ لگا گئیں۔۔۔

اب گم ہو جاؤ۔۔۔! دروازے سے انکو دور ہٹاتے ہوئے شہرام تیزی سے کمرے میں داخل ہو گیا تھا۔ جبکہ وہ وہیں پر کھڑے خوشی سے والٹ کھول کر پیسے گننا شروع ہو گئی تھیں۔۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی شہرام کی نظر بے ساختہ بیڈ کی جانب اٹھی۔۔ جو خالی پڑا نظر آ رہا تھا۔ بیڈ کیا یہاں تک کہ پورے کا پورا کمرہ ہی خالی

دیکھائی دے رہا تھا۔ مہر ماہ کو کہیں نا پا کر وہ تیزی سے واپس مڑا اور باہر آتے ہی انکے ہاتھ سے اپنا والٹ اور پیسے چھین لیے۔۔

میری بیوی کہاں ہے۔۔۔؟ یہ خالی کمرے کے مجھ سے پیسے لے رہی تھیں کیا۔۔! چورنیوں بھائی کو دھوکا دیتے ہوئے شرم نہیں آئی کیا۔۔۔!! انکو گھورتے ہوئے وہ ایک ساتھ بولنا شروع ہوا تو وہ حیرت سے اسے دیکھ گئیں۔۔جو انکو چورنیاں کہتے ہوئے بالکل بھی نہیں ہچکچایا تھا۔۔۔

بریک، بریک۔۔!! کیا بولی جا رہے آپ بھیا۔۔۔! مہر واندر رہی ہے۔۔! ہم خود اسے بیڈ پر بٹھا کر آئے ہیں۔۔۔! اسے ٹوک کر ہیر تیزی سے بولی تھی۔۔

کونسی مہرو۔۔۔؟ کہاں بٹھا کر آئی ہو۔۔؟ مہرو تھی کہ جل پری جو کمرے میں جاتے ہی غائب ہو گئی ہے۔۔۔!! شہرام نے آنکھیں چھوٹی کرتے انکو گھوریوں سے نوازا تھا۔۔۔! خالی کمرہ دیکھ کر اسکا موڈ خراب ہو گیا تھا۔۔۔

نیگ تو ایسے مانگ رہی تھیں دونوں۔۔! جیسے آج ہی مجھے جائیداد میں حصہ ملا ہو۔۔!! شکر پیسے بچ گئے میرے۔۔۔! جاؤ پہلے میری اصلی بیوی ڈھونڈ کر لاؤ اور پھر آ کر یہ حق حلال کا والٹ حاصل کرنا۔۔۔! شہرام ایک کے بعد ایک سناتا جا رہا تھا۔۔

پتہ نہیں کیا بولی جا رہے ہیں آپ بھیا۔۔۔! پرے ہٹیں۔۔۔! ہمیں دیکھنے دیں زرا۔۔۔!! اسے دروازے سے ہٹا کر وہ دونوں کمرے میں داخل

ہوئیں تو سیج میں کمرہ خالی دیکھ کر آنکھیں بڑی کر گئیں۔ شہرام باہر ہی کھڑا رہا تھا۔۔

یہ کہاں غائب ہو گئی ہے۔۔۔؟ ناز تعجب سے کہنے لگی۔ جب اچانک تبھی ہیر کے تیز کانوں میں چوڑیوں کے چھن چھن کرنے کی آواز سنائی دی تھی۔ جو باتھروم سے آرہی تھی۔۔

آپی۔۔۔! سرگوشی میں ناز کو کہنی مارتے ہوئے ہیر نے باتھروم کی جانب اشارہ کیا تھا۔ جس پر گل ناز نے حیرت سے سمجھتے ہوئے ہنسی دبالی۔ مطلب شہرام کے کھانے کے ڈر سے وہ سیج میں چھپی بیٹھی تھی۔۔

یہ تو سیج میں ڈر گئی ہے۔۔! گل ناز کو تیزی سے ہنسی آنے لگی۔ تو ہیر بھی ہنسی ضبط کرتے ہوئے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کرنے لگی۔ شہرام کو بلانے

کے لیے وہ تیزی سے مڑی تھی۔ ہیر، شہرام کو چپ رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے اندر کمرے میں لے آئی تھی۔

شہرام نا سمجھی سے انکی طرف دیکھنے لگا تو گل ناز باتھروم کی طرف بڑھی۔۔۔

مہرو۔۔۔!! تم اندر ہو کیا۔۔۔؟ دروازے پر کان لگاتے ہوئے گل ناز نے بے ساختہ اسے پکارا۔۔

نہیں میں اندر نہیں ہوں۔۔!! چوڑیوں کی چھن چھن کرتی آواز کے ساتھ مہر ماہ کاظمی کی آواز اُبھری تو شہرام نے آنکھیں بڑی کرتے ہوئے دروازے کو دیکھا۔ جبکہ وہ منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے ہنسی ضبط کرنے کی کوشش کرنے لگی تھیں۔۔

یار مہر واندر کیوں بیٹھی ہوئی ہو۔۔؟ ہیر بھی پوچھنے لگی۔۔۔

میں اندر ہی رہوں گی۔۔! اور کل تک بالکل نہیں باہر آنے والی۔۔۔!

آئینے میں اپنا روپ دیکھتے ہوئے مہر ماہ پھر بولی تھی۔۔

کیا مطلب تم اندر ہی رہو گی۔۔؟ گل ناز نے نا سمجھی کا مظاہرہ کیا۔۔۔

شہرام انکے ساتھ خاموش کھڑا اپنی نئی نویلی دلہن کی گفتگو سن رہا تھا۔

وہی مطلب ہے۔ جو آپ لوگوں کو سمجھ آ رہا ہے آپی۔۔! مجھے اسے جن کے آگے پھنسا کر آپ لوگ پتہ نہیں کونسی نیکی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔۔۔! بس اب میں یہاں سے باہر نہیں آنے والی۔۔۔! سر جھٹکتے ہوئے اس نے اپنا فیصلہ سنا دیا تھا۔ شہرام بے ساختہ باتھروم کے دروازے کو آبرو آچکا کر گھور گیا۔۔۔

مہرو کیوں بچوں جیسی باتیں کر رہی ہو۔۔! چلو شاباش باہر نکلو۔۔۔! گل ناز نے سنجیدہ ہوتے اسے جھڑکا۔۔۔

میں نہیں آؤں گی۔۔! تو مطلب نہیں آؤں گی۔۔۔! مہر ماہ نے بھی اپنا حتمی فیصلہ سنایا تو ہیر اپنی آپی کو چپ رہنے کا اشارہ کرتے خود دروازے کے قریب ہو گئی۔۔۔

مہرو بے وقوف مت بنو۔۔! باہر نکلو ویسے بھی شہری بھیا اب یہاں نہیں آ رہے ہیں۔۔۔!! شہرام کو دروازے کے دوسری طرف کھڑے ہونے کا اشارہ کرتے ہیر خود اس سے بات کرنا شروع ہوئی۔۔

کیا مطلب یہاں نہیں آ رہے تمہارے بھیا شریف۔۔؟ اور میں کیسے مانوں کہ وہ بھورا بلا سچ میں نہیں آ رہا ہے۔۔۔؟ مہر ماہ کو اس جھوٹ پر یقین نہ آیا تو

بے ساختہ مشکوک لہجے میں حیران ہوتے پوچھ گئی۔اسکی زبان سے اپنے لئے "بھورا بلا" سن کر شہرام علی کا دل تیزی سے دھڑک اٹھا تھا۔۔

ہونٹوں پر مسکراہٹ نے اپنی جھلک دیکھائی تو وہ مسکراہٹ چھپانے کی کوشش کرنے لگا۔۔۔

پتہ نہیں۔۔! باسم بھیا ابھی آئے تھے۔تو بتا رہے تھے۔کہ مردوں والی سائیڈ پر کسی کی طبیعت خراب ہو گئی ہے۔اس لئے سب وہیں پر موجود ہیں۔۔۔! ہیر مسلسل جھوٹ بولتے ہوئے اسے اپنے لفظوں کے جال میں پھانسنے کی کوشش کر رہی تھی۔گل ناز اسے متاثر کن نظروں سے دیکھنے لگی۔سامنے والے کو بے وقوف بنانا تو ہیر پاشا کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔۔

کیا مطلب کس طبعیت خراب ہو گئی ہے۔۔۔؟طبعیت خرابی کا سن کر مہر ماہ اگلے ہی پل جھٹ سے دروازہ کھولتے ہوئے باہر نکلی تو سائیڈ پر کھڑے شہرام نے تیزی سے اسکی کلائی پکڑتے ہوئے اسے اپنی طرف کھینچ لیا۔۔ کٹی ڈال کی طرح وہ شہرام کے سینے سے ٹکرائی تو شہرام نے جھٹ سے جھکتے ہوئے اسے ایک جھٹکے میں بازوؤں میں اٹھاتے ہوئے قید کر لیا تھا۔۔ جبکہ وہ ہکا بکا ہوتی کچھ سمجھ ہی نہیں پائی تھی۔۔

تمہارے سنیا جی کی طبیعت خراب ہو رہی تھی تمہارے بنا۔۔۔! شہرام کے ہاتھوں سے والٹ چھین کر ہیر مزے سے مہر ماہ کے اڑے ہوئے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے بولی تو گل ناز قہقہ لگا گئی۔ جبکہ مہر ماہ صدمے

کا شکار ہوتے کبھی اپنی بہنوں کو دیکھ رہی تھی۔ تو کبھی اپنے نئے نویلے شوہر کی طرف جو چمکتی آنکھوں سے اسکی حالت پر افسوس کر رہا تھا۔۔

محبت کی تقلید میں بیہ صدیقی اور مشعل ہمدانی تیزی سے کمرے میں داخل ہوئیں تھیں۔ انکو باتھروم سے بہار کے رونے کی آواز سنائی دی۔۔

یااللہ خیر۔۔۔! کیا ہو گیا ہے اسے۔۔۔! مشعل ہمدانی تشویش سے بولتے ہوئے باتھروم کی طرف بڑھیں۔ جہاں نازک سی گل بہار بے حال ہوئی پڑی تھی۔۔

گل۔۔! میری جان کیا ہو گیا ہے۔۔؟ بیہ صدیقی نے آگے بڑھ کر اسے تھاما تو وہ روتے ہوئے انکے گلے لگ گئی۔۔ جبکہ محبت بھی پریشان ہوتے اپنی آپی کو دیکھ رہی تھی۔ جو اس وقت پہلے سے یکسر مختلف نظر آ رہی تھی۔۔

مام۔۔! بہت پین ہو رہا ہے۔۔!! بار بار وومٹنگ کرنے کی وجہ سے اسے محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے اسکے جسم سے جان نکلنے والی ہو۔ اس لئے اپنی کیفیت کو وہ درد کا نام دے رہی تھی۔۔

کہاں درد ہو رہی ہے میرے بچے کو۔۔! اسکے بال سنوارتے ہوئے مشعل ہمدانی نے لاڈ سے پوچھا تھا۔ جبکہ اسکا حال دیکھ کر انکا دل پریشان ہونے لگا تھا۔

بہار کوئی جواب دے پاتی جب ایک بار پھر اسے وومٹ کا احساس ہونے لگا۔اپنی مام سے الگ ہو کر وہ واش بیسن پر جھکتے ہوئے پھر الٹیاں کرنا شروع ہو گئی۔۔وہیں مشعل ہمدانی اور بیہ صدیقی بے ساختہ فکر مندی سے ایک دوسرے کو دیکھ گئیں۔۔۔۔

بہار کو سہارا دیتے وہ اسے سنبھال ہی رہی تھیں۔۔جب اچانک علیزے خان بھی انکو پکارتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئیں۔بہار کی طبیعت خرابی کا جیسے ہی انہیں پتہ چلا وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر یہاں پر چلی آئی تھیں۔۔

کیا ہوا ہے اسے۔۔۔؟ باتھروم میں داخل ہو کر وہ آگے بڑھ کر بہار کو تھامتے ہوئے پوچھ گئیں۔

پتہ نہیں لیزو۔۔۔! بس وومٹنگ کیے جا رہی ہے۔اور بول رہی ہے کہ درد ہو رہا ہے۔۔۔! مشعل ہمدانی نے تشویشناک لہجے میں تیزی سے بتایا۔۔۔

اللہ خیر کرے۔ہو کیا گیا ہے اسے اچانک۔۔۔! ابھی کچھ گھنٹے پہلے تو ماشاءاللہ اتنا ہنس کھیل رہی تھی۔۔۔! بہار کو سینے سے لگائے وہ متفکر ہو گئی تھیں۔

چلو یہاں سے زرا اسکو باہر بٹھاتے ہیں۔۔! دیکھو کیسی حالت ہو گئی ہے میری بچی کی۔۔۔! بہار کو سینے سے لگائے روم میں آ کر علیزے خان اسے بیڈ پر لیے بیٹھ گئیں تو بہار سسکتے ہوئے ان میں چھپنے لگی۔

اسکو تو اتار دو اب۔۔۔! بہار کو ساڑھی کے پلو میں الجھتے دیکھ کر بیہ صدیقی اسکے سامنے بیٹھ گئیں۔اور تیزی سے پن نکالتے ہوئے اسکا پلو الگ کرتے ہوئے مشعل ہمدانی کو پکڑا گئی تھیں۔

مشو یہ وہاں پر رکھ دو۔۔۔! بہار کی ساڑھی کا پلو مشعل ہمدانی نے صوفے پر رکھ دیا تھا۔جبکہ وہ صرف ساڑھی کے بلاؤز اور پیٹی کوٹ میں علیزے خان کے سینے میں چہرہ چھپائے بیٹھی تھی۔۔

اس وقت اگر ڈاکٹر کو بلائیں تو کیا آجائے گا۔۔؟ بیہ صدیقی بے ساختہ پوچھنے لگیں۔۔۔

باسم کہاں ہے۔۔۔؟ انکے سوال پر مشعل ہمدانی نے بھی بے ساختہ پوچھا تھا۔

وہ یہاں پر نہیں ہے۔۔۔؟ شاید خان لوگوں نے تھوڑی دیر پہلے اسکو کہیں کسی کام کے لیے بھیجا ہے۔۔! بہار کی کمر سہلاتے ہوئے علیزے خان انکو بتا رہی تھیں۔۔

تو اب پھر چیک آپ کیسے ہو گا۔۔۔؟ مشعل ہمدانی ایک دم سے متفکر ہوئی تھیں۔۔۔۔ بہار جو خاموشی سے انکی باتیں سن رہی تھی۔ کہ بے ساختہ رونے کے درمیان بولنے لگی۔۔

بڑی ماما۔۔۔!! مجھ۔۔ مجھے بیر۔۔ پاس جانا ہے۔۔۔۔!! لفظوں کو بمشکل ادا کرتے ہوئے بہار نے فرمائشی انداز میں اپنی تینوں ماؤں کے سر پر دھماکا کیا تھا۔۔

بہار کی فرمائش پر وہ حیرانی کو چھوتے ہوئے ایک دوسرے کو دیکھ گئیں۔۔

جیسے یقین کرنے کی کوشش کی جارہی ہو۔۔ جبکہ وہ چہرہ اٹھائے معصوم نظروں سے اپنی بڑی ماما کو دیکھ رہی تھی۔

میں نے جو سنا کیا وہی تم لوگوں نے بھی سنا نا۔۔۔! مشعل ہمدانی نے تعجب سے پوچھا تھا۔۔۔

کیا میری بیٹی نے سچ میں کبیر خان کی فرمائش کی ہے۔۔۔؟ بیہ صدیقی کو بھی حیرانی ہونے لگی تھی۔اس لئے حیران کن لہجے میں بول گئیں۔

مجھے۔۔۔ بیر کے پاس جانا بس۔۔! وہ اپنے اپنے صدمے میں الجھ رہی تھیں۔جب بہار نے ایک بار پھر ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں انکو جھٹکا دے ڈالا۔اور اس بار علیزے بے ساختہ مسکرادی تھیں۔

میری بہو نے زندگی میں پہلی بار "کبیر خان" کی فرمائش کی ہے بھئی۔۔!

اس لئے اسکی بڑی ماما کا اب فرض بنتا ہے۔۔ کہ وہ اپنی بہو کی اس پیاری سی خواہش کو ہر حال میں پورا کریں۔۔۔! تو محبت نیچے جاؤ زرا۔۔! اور کسی ملازم کو بڑے بھیا کو بلانے کا کہو۔۔۔!

بہار کا ماتھا چومتے ہوئے علیزے خان نے مسکراتے ہوئے محبت کو ہدایت کی تو وہ فوراً سر ہلا کر بجلی کی طرح وہاں سے بھاگی تھی۔۔۔ جبکہ کبیر خان کے آنے تک وہ بہار کو بہلانے کی کوشش کرنے لگیں۔ جس نے رو رو کر اپنی حالت بگاڑ لی ہوئی تھی۔۔۔

مہر ماہ کو پھنسا کر ہیر اور گل ناز کمرے سے نکلیں تو مہر ماہ بیچاری چیخنتی رہ گئی تھی۔۔۔اسکی چیخوں پر شہرام علی شیطانی قہقے لگا رہا تھا۔جب مہر ماہ نے ٹانگیں ہلاتے ہوئے اچانک اسکی گردن پر دانت گاڑ دیئے۔

اس اچانک ہوئے حملے پر قہقے لگاتے ہوئے شہرام کی ہنسی کو یک دم بریک لگا تھا۔کراہتے ہوئے اسکی گرفت خود بخود ڈھیلی پڑی۔تو اگلے ہی پل اپنا لہنگا سنبھالتے ہوئے وہ تیزی سے نیچے اتر کر بیڈ کے دوسری طرف بھاگ گئی۔۔

شہرام نے اپنی گردن کو سہلاتے ہوئے جہاں اسے پہلے ہکا بکا ہوتے دیکھا۔۔وہیں اگلے ہی پل خونخوار نظروں سے اپنی بیوی کو دیکھنے لگا۔جبکہ وہ مزے سے بیڈ کے دوسری جانب کھڑی لہنگے کو سنبھالتے ہوئے کمر مٹکانا

شروع ہو گئی تھی۔۔ شاید اسکے چنگل سے آزاد ہونے کی خوشی منا رہی تھی۔۔

تمہاری تو۔۔۔! تم رکو زرا مہروبی بی۔۔۔! جارحانہ انداز میں بول کر شہرام نے آگے بڑھ کر پہلے دروازہ بند کیا۔ اور پھر جب مہر ماہ کی طرف آنے لگا۔ تو نجانے کیوں اسکے تیور دیکھ کر مہر ماہ کے ہوش اڑ گئے۔۔۔

شہری میں تمہارا خون کر دوں گی۔۔۔! اگر تم میرے قریب آئے تو۔۔! اسکی طرف تکیہ پھینک کر وہ دھمکی آمیز بولتے ہوئے تیزی سے پھر بھاگی تھی۔۔

تم میرا خون کرنا۔! اور میں تمہارا قیمہ بناؤں گا۔۔۔! چباتے ہوئے بول کر شہرام نے ایک جست میں آگے بڑھتے ہوئے اسے پکڑنا چاہا۔ لیکن مہر ماہ

کاظمی اپنا بھاری گلابی رنگ کا لہنگا سنبھالتے ہوئے بھاگ رہی تھی۔ کمرے میں اسکی چوڑیوں اور پائلوں کی آوازیں گونجنے لگی تو شہرام ان آوازوں پر مسرور ہوتے اسکے پیچھے بھاگتے ہوئے مسکرا دیا۔۔

تمہیں کیا لگتا ہے۔۔؟ کہ ایسے میرے ہاتھ آنے سے بچ جاؤ گی۔۔! اسے لہنگے میں بمشکل بھاگتے دیکھ کر رکتے ہوئے وہ اچانک سوال کرنے لگا۔۔۔

میں شہید ہو جاؤں گی۔۔! پر تمہارے ہاتھ نہیں آؤں گی۔۔۔؟ پھولی سانس میں مہر ماہ نے فوراً اسے جواب دیا۔۔ جس پر شہرام آبرو آچکا کر اسے دیکھنے لگا۔۔ دلہن بنی وہ آج بھی اسے اپنے پیچھے خوار کر رہی تھی۔ جیسے بچپن میں نخرے دیکھاتے ہوئے کرتی تھی۔ اسکا من موہنا روپ دیکھتے ہوئے وہ اپنا بچپن کا وقت سوچنا شروع ہو گیا۔۔

ہلکے گلابی رنگ کا بھاری لہنگا پہنے وہ زیورات میں سجی سنوری شہرام کی طرف ناک چڑھا کر دیکھ رہی تھی۔ جبکہ وہ مکمل طور پر اسکا جائزہ لینے میں مصروف تھا۔۔

اس کمرے میں کہاں تک بھاگو گی۔۔؟ شہرام نے چپکے سے اسکے دوبٹے پر پاؤں رکھتے ہوئے اگلا سوال کیا۔۔ جو ایک طرف سے لٹکتے ہوئے زمین کو سلامی پیش کر رہا تھا۔

گلے میں بھاری نیکلس، کانوں میں بڑے بڑے جھمکے تو ماتھے پر ٹیکا اور سائیڈ جھومر لگائے، وہ اپنی تیکھی ناک میں بڑی سی نتھلی سجائے سر تا پیر شہرام علی کو گھائل کر چکی تھی۔ خوبصورت میک آپ اور اپنی نیلی آنکھوں کی مستی میں وہ مقابل کو مکمل طور پر مدہوش کر رہی تھی۔ اسکا سرخ نکاح

والا دوبٹہ پن سے نکلتے ہوئے ایک طرف سے پورا لٹک چکا تھا۔ جبکہ لہنگے سے میچنگ دوبٹہ مہر ماہ نے کندھے پر ایک طرف سیٹ کرتے ہوئے اسکی دوسری سائیڈ کو سر پر سیٹ کیا ہوا تھا۔ اس لئے مہر ماہ کا آگے سے سراپہ مکمل طور پر دوبٹے کے پیچھے چھپا تھا۔

ہر طرف بھاگوں گی۔ لیکن تمہارے ہاتھ نہیں آؤں گی۔۔۔! اسکے سوال پر وہ اترا کر جواب دے رہی تھی۔ جب شہرام جان بوجھ کر متاثر نظر آنے لگا۔

ہاں مجھے بھی لگ رہا ہے۔ کہ تمہیں پکڑنا مشکل ہی ہے۔۔۔! اسے باتوں میں لگا کر شہرام نے اسکے دوبٹے کو جھٹکا دیا تو مہر ماہ لڑکھڑا کر گرنے ہی والی تھی۔۔ جب بجلی کی سی رفتار پر ایک جست میں آگے بڑھتے ہوئے اسے کمر

سے دبوچ کر شہرام نے اسے سینے سے لگالیا۔۔وہ ایک بار پھر بھونچکا چکی تھی۔۔ڈر کے مارے اسکی دھڑکنوں کی گونج باہر تک سنائی دینے لگی تھی۔۔جبکہ لبوں سے چیخ بے ساختہ نکلی تھی۔۔۔

ہاں تو تم کچھ کہہ رہی تھی مہروبی بی۔۔۔؟؟اسکی کمر کو ہاتھوں میں جکڑے گھومتے ہوئے شہرام نے اسے دیوار کے ساتھ پیش کر دیا۔لہجہ مذاق اڑانے والا تھا۔جبکہ مہرماہ کی چلتی زبان اب تالو سے چپک چکی تھی۔۔وہ مزاحمت کرتے ہوئے اسکی گرفت سے نکلنے کی کوشش کرنے لگی۔

ایک بازو اسکی کمر میں حائل کرتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے اسکا چہرہ بلند کرتے شہرام اچانک تیزی سے اسکے چمکتے ہوئے لبوں پر اپنے عنابی ہونٹ رکھتے ہوئے مہرماہ کا ظلم کو فریز کرتا چلا گیا تھا۔مہرماہ کے لبوں پر لگا پنک

گلوز اسے کب سے بے چین کر رہا تھا۔اس لئے وہ مزید صبر نہیں کر پایا تھا۔۔

مہر ماہ کی نیلی آنکھوں میں بے یقینی اترتے ہوئے اسے پاگل کرنے لگی تو وہ مقابل کو دیکھتی چلی گئی۔جو آنکھیں بند کیے اسکے لبوں سے یوں اچانک لپٹ چکا تھا۔۔۔

مہر ماہ کے نازک وجود کو شدت سے خود میں بھینچ کر شہرام اسکے ہونٹوں کا پاؤٹ بناتے ہوئے سک کرنا شروع ہو گیا۔جبکہ وہ آنکھیں میچ کر مچلنے لگی تھی۔۔اسکے نازک لبوں کو پوری طرح وا کرتے ہوئے شہرام نے تیزی سے اسکی زبان کو جکڑتے ہوئے اس پر دانت گاڑے تو مہر ماہ جی جان سے اچھلی۔۔جس پر شہرام اسکا سرخ رنگ کا دوبٹہ کھینچتے ہوئے دور اچھال کر

مہر ماہ کو تھائیز سے جکڑتے ہوئے گود میں اٹھا کر دیوار کے ساتھ پیش کر گیا تھا۔

مہر ماہ نے لرزتے ہوئے اسے تھاما تو شہرام نے سختی سے اسکی ٹانگوں کو اپنی کمر پر لاک کرنے کی کوشش کی۔ اسکی بے باکی پر مہر ماہ کے جسم کا سارا خون اکٹھا ہوتے اسکے چہرے کو تانبے کی طرح سرخ کر رہا تھا۔۔۔

شہرام بے باکی سے اسکی زبان کے لمس کو مسلسل ہونٹوں میں سک کرتے ہوئے ہوش بھلا رہا تھا۔ جب وہ اچانک مزاحمت شروع کر گئی۔۔۔

اپنی کاروائی میں اسے خلل ڈالتے دیکھ کر شہرام نے بے ساختہ آنکھیں کھول کر اسے گھوری سے نوازنا چاہا۔ لیکن جب اسکے سرخ ہوتے چہرے پر

نظر پڑی تو بے اختیار دل ہی دل میں مسکرا کر اسکے نچلے ہونٹ کو دانتوں میں کھینچ کر پیچھے ہٹا۔۔۔

ابھی سے ڈر گئی ہو مہرو بیگم۔۔۔؟! اسے لمبے لمبے سانس لیتے دیکھ کر شہرام نے شوخ ہوتے اسے چھیڑا تھا۔۔

ت۔۔ تم۔۔۔ صرف بد تمیز ہو۔۔۔! مہر ماہ کو جب کچھ نہ سوجھا تو شرم سے بے حال ہوتے اسے نئے لقب سے نواز گئی۔۔۔

بد تمیزی ابھی کی کہاں ہے پیاری بیگم۔۔۔! دیکھنا ابھی تمہیں ٹھیک سے بد تمیزی کر کے دیکھاتا ہوں۔۔! اسکے دیے گئے لقب کو سچ ثابت کرتے ہوئے شہرام نے اسکی ناک پر دانت گاڑ کر اسکا زیور اتارنا شروع کیا تو وہ روہانسی ہو گئی۔۔

اگر تم نے میرے ساتھ کوئی بھی بد تمیزی کرنے کی کوشش کی تو میں چلاتے ہوئے سب کو بلالوں گی۔۔۔!! مہر ماہ نے اسے خبر دار کرنا چاہا تھا۔۔۔پر شاید وہ بھول گئی تھی۔کہ مقابل کون ہے۔۔۔!

جسے مرضی بلالو بیگم جان۔۔! میں سب کے سامنے پھر تمہیں اچھے سے بد تمیزی کر کے دیکھاؤ گا۔۔۔! اسے نیچے کھڑا کر شہرام نے سارے زیور اتارنے کے بعد اسکا گلابی دوبٹہ بھی اتار کر دور اچھالا تو وہ بے ساختہ کانپ اٹھی۔۔۔

ابھی تو بد تمیزی شروع بھی نہیں کی میں نے مسز شہرام۔۔۔!! اس کا کانپنا محسوس کرتے ہوئے وہ مسکراہٹ دبا کر چھیڑنے لگا۔جبکہ دوبٹہ اترنے کے بعد اسکا سراپہ واضح ہوا تو شہرام اگلے ہی پل منجمد سا ہو گیا۔۔

نازک سے خدوخال لہنگے کے خوب صورت بلاؤز میں قید تھے۔ تو وہیں اپنے دراز قد میں وہ اسے نیلی آنکھوں والی اپسرا سی معلوم ہوئی۔

کس کس طرح مجھے گھائل کرنا چاہ رہی ہو۔۔۔؟ بے چین ہو کر شہرام نے اسکا چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے گردن پر جھکتے ہوئے تیزی سے دانت گاڑ دیے تھے۔ جس پر مہرماہ اسکے پاگل پن پر ناچاہتے ہوئے بھی مسکرا پڑی تھی۔۔ اگر وہ اسکی قید میں آنے سے ڈر رہی تھی۔ تو اسکا ڈر سچ ہی تھا۔ کیونکہ اسکا روپ خود پر واضح کرتے ہی شہرام علی بے قابو ہو چکا تھا۔۔۔ اسکی شہ رگ کو ہونٹوں میں سک کرتے ہوئے شہرام نے اسکی نازک انگلیوں میں اپنی انگلیاں پھنسا کر اوپر دیوار سے لگاتے ہوئے ایک ٹانگ اٹھا کر کمر سے لگائی تو مہرماہ کے وجود میں بجلی سی دوڑی۔۔

شش۔۔شہری۔۔۔!!اسکے بے رحم لمس پر وہ سسکتے ہوئے پکارنے لگی۔ جبکہ شہرام جنونی بنتے اسکی سکن کو دانتوں میں دبائے اسے دیوار میں شدت سے پش کرتے اسے خود میں بھینچ رہا تھا۔۔جس کے باعث مہرماہ کو اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہوا تھا۔۔

میرا۔۔سانس۔۔رک رہا ہے شہری۔۔۔!!مہرماہ نے تڑپتے ہوئے دہائی دی تو اچانک پھر اسے بازوؤں میں اٹھاتے ہوئے وہ بیڈ کی جانب بڑھا تھا۔۔۔

ابھی تو سانس میں سانس گھلنے لگا ہے جانم۔۔!!خمار زدہ لہجے میں بولتے ہوئے اسے بیڈ پر لٹا کر شہرام نے جھٹ سے پہلے اپنی سفید قمیض اتاری تھی۔جبکہ مہرماہ آنکھیں پھیلا کر سٹپٹا کر اسے دیکھ کر رہ گئی۔

شہری۔۔۔! نہیں۔۔۔!! دیکھو۔۔۔ مجھ سے نہیں برداشت ہو رہا۔۔۔!! دھڑکتے دل کے ساتھ وہ کہنیوں کے بل پیچھے کھسکنا شروع ہو گئی تھی۔۔

کوئی بات نہیں جانم۔۔! جیسے اتنے سالوں سے میں برداشت کرتا آیا ہوں۔۔! ویسے ہی تم بھی کرو آج۔۔۔! اسکے پاؤں ہیلز سے آزاد کرنے کے بعد شہرام نے ٹانگ سے کھینچتے ہوئے قریب ہو کر اس پر سایہ فگن ہوا تو وہ آنکھیں بڑی کرتے اسے دیکھنے لگی۔

تم ہمیشہ ایسے کیوں کہتے ہو۔ جیسے میں پتہ نہیں تم پر کونسے ظلم کے پہاڑ ڈھاتی رہی ہوں۔۔۔! اسکا بار بار ایک ہی طنز سن کر مہر ماہ نے کڑھتے ہوئے پوچھا تھا۔۔۔

توایسا نہیں کیا۔۔۔؟ جب چھوٹی تھی۔ تو مجھے نخرے دیکھا کرا پنے پیچھے خوار کرتی رہی۔۔۔! بعد میں اٹلی چلا گیا تو مجھے اپنی آواز کے لئے ترسا دیا۔۔۔! واپس آیا تو کبھی نظر انداز تو کبھی اپنی ادائیں دیکھا کر بے چین و پاگل کیا۔۔۔! یہ ظلم نہیں تو کیا ہیں جانم...! اسکی سرخ ہوتی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے وہ اسکی کارستانیاں یاد کروا رہا تھا۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کیسے اچانک اتنی اسکی طبیعت خراب ہو سکتی ہے۔۔۔؟ مشعل ہمدانی بہار کو سہارا دیئے باہر لائیں تو بہار گرنے والے انداز میں بیڈ پر لیٹتے ہی علیزے خان کی گود میں چہرہ چھپا گئی تھی۔ سب متفکر ہوتے اسے دیکھ رہی تھیں۔ جو ایک بار پھر الٹیاں کرنے کے بعد ہوش کھو گئی تھی۔۔

مجھے لگ رہا ہے۔ کہ ہمیں باسم کے آنے کا مزید انتظار نہیں کرنا چاہیے۔۔۔! بہار کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے علیزے خان کہنے لگیں۔

مجھ۔۔مجھے نہیں جانا۔۔۔ کسی ڈاکٹر کے پاس۔۔۔!! بیر کو بلا دیں پلیز بڑی ماما۔۔!! ان سب کو ایک ہی بات دوہراتے سن کر بہار نے سسکتے ہوئے پھر کبیر خان کی فرمائش کی تھی۔ جس کو بلانے کے لیے محبت آدھے گھنٹے سے گئی ہوئی تھی۔ لیکن ابھی تک واپس نہیں آئی تھی۔۔

ایسی بار بار فرمائش پر میں اب بس خیر کی دعا ہی مانگ سکتی ہوں۔۔۔! اپنی بیٹی کی آج انوکھی فرمائش پر بیہ صدیقی ہنسی دبا کر بولیں تو علیزے خان اور مشعل ہمدانی بھی مسکراہٹ دباتے ہوئے انکو خاموش رہنے کا اشارہ کرنے

لگیں۔ کیونکہ گل بہار اس وقت مکمل طور پر چڑی ہوئی تھی۔ کوئی بات بھی اچھی نہ لگنے پر وہ اس پل بری طرح رونا شروع کر دیتی تھی۔ ساڑھی کے بلیک بلاؤز اور پیٹی کوٹ میں اسکا نازک سراپا انتہائی دلکش لگ رہا تھا۔ کالے گھنگریالے بال کمر پر بکھرے ہوئے تھے۔ جبکہ بلیک ڈریس میں اسکی دودھیا رنگت چمک رہی تھی۔۔

بہار کو بہلاتے ہوئے وہ آپس میں باتیں کرنے میں مصروف تھیں۔ جب اچانک دروازے پر پہلے دستک ہوئی اور بعد میں محبت پھولی سانسوں کے ساتھ اندر داخل ہو گئی۔۔

بھیا آ گئے ہیں۔۔۔!! تھکے ہوئے انداز میں محبت اطلاع دے کر صوفے پر گر گئی تھی۔ وہ بھاگتے ہوئے نیچے گئی تھی۔ کوئی بھی ملازم جب نظر نہ ایا تو

محبت خود کبیر خان کو ڈھونڈنے نکل پڑی۔ پورے مینشن کا چکر لگانے کے بعد وہ کبیر خان کو ڈھونڈ کر اپنے ساتھ ہی یہاں اوپر لے کر آئی تھی۔

اس سارے چکر میں اپنے لہنگے کو سنبھالتے ہوئے وہ اب بے حد تھک چکی تھی۔

میرا بچہ تھک گیا ہے کیا۔۔۔؟ مشعل ہمدانی لاڈ سے پوچھتے ہوئے محبت کی طرف بڑھیں تو اس نے معصومیت سے سر ہلا کر صوفے کے ساتھ ٹکا دیا۔۔۔

کبیر آجاؤ۔۔۔! کوئی بھی نہیں ہے اندر۔۔۔! کبیر خان جو یہ سوچ کر باہر ہی کھڑا رہا تھا۔ کہ شاید اندر کوئی غیر عورتیں بھی موجود نہ ہو۔ کہ ماں کی آواز سنتے ہی وہ اپنی سحر انگیز شخصیت کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ جبکہ انداز

میں ایک بے چینی جھلک رہی تھی۔ وہ ابھی تک فنکشن والی شلوار قمیض میں ہی ملبوس تھا۔

کیا ہوا ہے مورے۔۔؟ بھاری آواز میں پوچھتے ہوئے وہ بیڈ کی دوسری سائیڈ پر بیٹھ گیا۔ جبکہ نظریں اپنی نازک بیوی کی طرف مرکوز ہو گئی تھیں۔ جو اپنی ساس کی گود میں چہرہ چھپائے ہوئے تھی۔

کبیر خان کی موجودگی سے کمرے میں ایک فسوں خیز خوشبو پھیل پھیلنے لگی تھی۔ جبکہ اسکی سنجیدہ آواز سننے کے بعد بہار نے آنکھیں میچ کر بامشکل اپنی سسکی کو کنٹرول کرنے کی کوشش کی تھی۔ گل بہار آج پہلی بار کبیر خان کے لمس، واسکی مہربان آغوش میں سمانے کے لئے اتنا تڑپ رہی تھی۔ وجہ سے جاننے سے وہ خود بھی قاصر تھی۔۔

پتہ نہیں کبیر۔۔۔! اچانک اسکی طبیعت بہت خراب ہو گئی ہے۔ بس وومٹنگ کیے جا رہی ہے۔ شاید گرمی کی وجہ سے ہے۔۔۔! ! علیزے خان پریشان ہوتے بیٹے کو جواب دینے لگیں تو کبیر خان کو ایک دم سے بے قراری ہونے لگی۔۔۔

بہارے۔۔۔! ! اسے پیار سے پکارتے ہوئے کبیر نے زرا سا آگے بڑھ کر اسکی کلائی تھام کر اپنی طرف کھینچا تو اس بار گل بہار کے سارے ضبط ٹوٹتے چلے گئے۔ کبیر کی محبت بھری پکار سننے کے بعد اس نے بری طرح ہچکیاں لیتے ہوئے رونا شروع کر دیا تھا۔ جس کو دیکھ کر کبیر خان کی جان پر بن آئی تھی۔۔۔

یار آپ لوگ کتنے ظالم ہیں۔۔۔!!۔میری بیوی اتنی دیر سے رو رہی ہے۔۔۔!اور مجھے آپ لوگوں نے اب خبر کی ہے۔۔۔!بہار کو علیزے خان سے تیزی سے الگ کرتے ہوئے کبیر خان فوراً کسی متاعِ جاں کی طرح اسے اپنے قریب کرتے ہوئے سینے سے لگا گیا تھا۔جبکہ اپنی بیوی کا ایسا سراپا دیکھ کر وہ سٹل سا ہو چکا تھا۔۔۔پلو کے بوجھ سے آزاد اپنی اس آدھی ادھوری ساڑھی میں وہ اسے خود میں ایک دم سے الجھا چکی تھی۔

بیٹا جی۔۔!آپکی بیوی نے جیسے ہی آپکی فرمائش ڈالی ہم نے فوراً تبھی اپکو پیغام بھجوا دیا تھا۔آپ خود یہاں لیٹ پہنچے ہیں۔۔۔!اس لئے ہمیں قصور وار نہ ٹھہرائیں۔۔۔!!

بیہ صدیقی داماد کے شکوے کو تیزی سے رد کرتے بولی تھیں۔

تو آپ لوگ مجھے کال کر دیتے نا میں خود فورا یہاں پر آجاتا۔۔! میرے پیچھے محبت کو بھیج کر آپ نے میرے اس معصوم بچے کو بھی فضول میں تھکا دیا ہے۔۔۔!!

بہار کو بازو کے حصار میں لیتے ہوئے کبیر نے اسے سینے میں چھپایا ہوا تھا۔ ساتھ ساتھ وہ اسکی کمر سہلا رہا تھا۔ کیونکہ بہار کی گھٹی گھٹی سسکیاں کبیر کو اسکے رونے کا صاف بتا رہی تھیں۔۔۔

ہاں تو ہمیں تھوڑی نہ پتہ تھا۔ کہ تمہاری بیوی آج زندگی میں پہلی بار "کبیر خان" کی فرمائش کر کے ہمیں جھٹکا دے گی۔ اور ہم سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بھی کھو دیں گئے۔۔! مشعل صدیقی بھی بنا توقف کے بولیں تو علیزے خان بے ساختہ ہنس پڑیں۔ انکی بہو کی یہ خواہش آج کسی کو بھی

ہضم نہیں ہو رہی تھی۔۔ کبیر کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ ابھری تھی۔ جس کو چھپا کر وہ سنجیدگی سے پھر ماں کو مخاطب کر گیا۔۔

مورے آپ نے ابھی تک باسم کو چیک آپ کے لئے کیوں نہیں بلایا۔۔!

بہار کو سینے سے لگائے وہ ماں سے پوچھنے لگا۔

باسم یہاں پر موجود نہیں ہے میری جان۔۔۔!علیزے خان اسے جواب دے کر کھڑی ہو گئی تھیں۔

پھر میں اسے ڈاکٹر کے پاس لے کر جا رہا ہوں۔۔۔!ماں کے جواب پر وہ بھی بہار کو لیے کھڑا ہونے لگا کہ بہار تیزی سے بول پڑی۔

بیر مم۔۔مجھے کسی ڈاکٹر پاس نہیں جانا ہے۔۔۔!!ڈاکٹر کا سنتے ہی ایک بار پھر وہ انکار کرتے کبیر میں چھپنے کی کوشش کرنے لگی تو اسکی معصوم اداؤں پر کبیر خان کا دل دھڑک اٹھا تھا۔۔

سن لیا۔۔۔!!یہ ہی وجہ ہے،اب تک ڈاکٹر کے نہ آنے کی۔۔۔!!اپنی بیٹی کے انکار پر بیہ صدیقی تاسف سے بول گئیں۔۔ماں کے طنز پر بہار کو مزید رونا سا آنے لگا تھا۔۔وہ کب سے ایسے ہی اسے سنا رہی تھیں۔حالانکہ وہ صرف اسے چیک آپ کے لئے منانا چاہ رہی تھیں۔لیکن بہار کو انکی ہر بات صرف ڈانٹ ہی لگ رہی تھی۔

بیر۔۔!!مام کب سے مجھے ڈانٹ رہی ہیں۔۔۔!!کبیر خان کے سینے سے چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے وہ شکایت لگاتے ہوئے سب کو پھر حیران کر گئی

تھی۔۔ جبکہ وہ تیز ہوتی دھڑکنوں کے ساتھ مسکراہٹ چھپانے لگا تھا۔ آخر کار کبیر خان کو فتح یابی جو حاصل ہو گئی تھی۔ جو نازک وجود اس سے خوف کھائے بس چھپتا رہتا تھا۔ آج وہی وجود صرف اس میں پناہ لیے ہوئے تھا۔ جس کا مطلب تھا۔۔ کہ کبیر خان اپنی محبت کی کہانی لکھنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ یہ ہی تو وہ چاہتا تھا۔ کہ اسکی بہارے ساری دنیا کو بھلائے بس اس میں پناہ لیتے اسے پکارا کرے۔۔ اور آج ایسا ہو چکا تھا۔۔ اور شاید اب روز ہونے والا تھا۔۔ سرشاری کے عالم میں اسکا مضبوط دل سینے کی دیواروں سے سر پٹکنا شروع ہو گیا تھا۔۔

بہت بری بات ہے ساسوماں، جو آپ میری غیر موجودگی میں میری بیوی کو ڈانٹتی رہتی ہیں۔۔۔!!! دل کی حالت کو سنبھالتے ہوئے وہ مصنوعی

افسوس کے بیہ صدیقی سے مخاطب ہوا تو کمرے میں محبت کا قہقہہ لے ساختہ تھا۔ یہ نظارہ اسے بھی پہلی بار دیکھنے کو مل رہا تھا۔ اس لئے پر شوق نظروں سے وہ اپنی آپی اور بھیا پر نظریں ٹکائے ہوئے تھی۔۔

استغفار۔۔!! کیا زمانہ آگیا ہے۔۔۔!! چلو لیز وہم چلتے ہیں یہاں سے۔۔۔! سنبھالیں اب اسکا بیر ہی اسکو۔۔۔!

بیٹی کو اپنی طرف ناک چڑھا کر دیکھتے ہوئے بیہ صدیقی فورا کہنا شروع ہوئیں تو پھر جلے کٹے انداز میں بولتے ہوئے سب کو ہنسنے پر مجبور کر گئیں۔ کبیر نے ہنستے ہوئے اپنی معصوم بیوی کا ماتھا چوم لیا تھا۔ جواب راضی نظر آ رہی تھی۔۔

خیال رکھنا اسکا کبیر۔۔۔! خدانخواستہ اگر اسکی طبیعت پھر خراب ہوتی ہے۔ تو مجھے فوراً بلا لینا۔۔! میں قہوہ بنا کر بھی بھیجتی ہوں۔۔۔! کبیر کو نصیحتیں کرتے ہوئے وہ سب کمرے سے نکلیں تو محبت بھی تیزی سے اٹھ کر انکے پیچھے بھاگی۔۔۔

مشوماما۔۔۔!! مجھے پاستہ بنادیں پلیز۔۔! بہت بھوک لگ رہی ہے۔۔۔! محبت نے تیز آواز میں بولتے ہوئے فرمائش کی تو مشعل ہمدانی ہنس کر اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کر گئیں۔آج شادی کی دعوت چھوڑ کر بھی محبت خان کو پاستہ کھانا تھا۔۔۔

شہری۔۔۔!!اپنی کالر بون پر شہرام کے دانتوں کے لمس کو محسوس کرتے مہرماہ نے کراہ کر اسکے مضبوط کندھے تھامے تھے۔۔

بس یوں ہی پکارتی جاؤ۔۔۔!! مدہوشی کے عالم میں مسکراتے ہوئے شہرام نے ہاتھ پیچھے لے جاتے اسکا بلاؤز کھولا تو مہرماہ ہوش میں آتے بدک اٹھی۔۔

نن۔۔نوشہرام۔۔!!پورے نام سے پکارتے مہرماہ نے تیزی سے اٹھنے کی کوشش کی تھی۔۔

یس بے بی۔۔۔!آج کوئی لحاظ نہیں۔۔۔!!بے چینی بھرے انداز سے چبا کر بولتے ہوئے شہرام نے ایک جھٹکے میں اسکا بلاؤز الگ کر دیا تھا۔۔وہ چیخ پاتی جب شہرام فوراً اٹھتے ہوئے اسکے لبوں کو اپنے ہونٹوں میں قید کرتے

قفل لگا گیا۔۔ مہر ماہ آنکھوں کو بڑا کرتے ہوئے اس سر پھرے کو دیکھ کر رہ گئی۔۔ جو اج اسکی جان کا دشمن بن گیا تھا۔۔

شہرام نے بے باکی سے اسکے ہونٹوں کو سک کرتے ہوئے اسکی کلائیوں کو موڑ کر اپنے ہاتھ میں قید کر لیا تھا۔ اپنا بھاری بوجھ اسکے نازک وجود پر منتقل کرتے ہوئے شہرام نے مسرور ہوتے اسکی دھڑکنوں پر موجود آخری پردے کی طرف ہاتھ بڑھایا تو مہر ماہ نے مچلتے ہوئے بھرپور مزاحمت کرنا چاہی۔ لیکن اسکے بھاری وجود کے نیچے وہ کچھ بھی نہیں کر پا رہی تھی۔

اسکے برعکس شہرام علی نے اسکی ہک کو کھولا تو مہر ماہ نے آنکھیں میچ کر خود پر قابو پانے کی کوشش کی۔ شہرام اس سے پہلے اپنی حد پار کر پاتا جب مہر ماہ

زبردستی خود کو بیڈ کے ساتھ پن کر گئی۔ تاکہ اسکا بے شرم شوہر اپنی کاروائی مکمل نہ کر سکے۔

مہر ماہ کی چالاکی پر شہرام نے آنکھیں کھول کر اسے گھوری سے نوازتے ہوئے ڈرانا چاہا تھا۔ لیکن مقابل بھی مہر ماہ کاظمی تھی۔ شہرام نے تیزی سے اسکے نچلے لب پر کاٹ دیا تھا۔ جس پر وہ سسکتے ہوئے آنکھیں مٹکا گئی۔ کہ تبھی اسکی زبان کو ہونٹوں میں جکڑتے ہوئے شہرام نے تیزی سے کروٹ بدل کر پہلے اسکی مچلتی ٹانگوں کو قابو کیا۔۔ اور ایک ہاتھ میں اسکی کلائیوں کو قید کیے فٹ سے اسکی دھڑکنوں کو آخری پردے سے آزاد کرتا چلا گیا۔۔

جیسے ہی شہرام نے فتح مندی سے اسکا آخری پردہ نکال کر دور اچھالا کہ مہر ماہ ہونٹ آزاد کرواتے ہوئے ہلکا سا چیختے ہوئے لرز گئی تھی۔

شرم سے بے حال ہوتے اس نے تیزی سے شہرام کے چوڑے سینے میں پناہ لی تو اپنے سینے پر اسکی نازک دھڑکنوں کے لمس کو محسوس کرتے وہ سرشاری کے عالم میں ہولے سے قہقہہ لگا کر مہرماہ کو چھیڑ گیا۔۔۔

اب مجھ سے بچ کر دیکھاؤ۔۔۔!! خمار زدہ لہجے میں اچانک اسکے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے شہرام نے شدت سے اسے خود میں مس کیا تو بیک وقت دونوں کے وجود میں سپارک ہوا تھا۔۔۔

شش۔۔ شہری۔۔۔!! مہرماہ نے کسمسا کر بھاری سانس میں اسے پکارا۔۔ وہ مستی سے چور ہوتے مہرماہ کی کمر کو تھامتے ہوئے زرا سا اوپر اٹھا کر اسکی دھڑکنوں پر ہونٹ رکھ گیا تھا۔۔ وہ بے ساختہ لرزی تھی۔۔۔

شش۔۔۔!اب مزاحمت نہیں کرو۔۔۔!!اسے ٹوک کر شہرام نے پھر کروٹ بدل کر اسے اپنے نیچے لٹالیا۔

لا۔۔لائٹس بند۔۔کرو پہلے۔۔۔!!اپنے خوبصورت سراپے میں اسے کھوئے دیکھ کر مہرماہ نے تیزی سے اسکی آنکھوں پر ہاتھ رکھتے التجا کی تھی۔۔۔

اوکے۔۔اوکے کر رہا ہوں۔۔!ریلیکس ہو جاؤ۔۔!شہرام کو اسکا ہاتھ کانپتا ہوا محسوس ہوا تو ہولے سے ہنس کر اسکے ہاتھ کو چومتے ہوئے فوراً حامی بھر گیا۔

میرے بالوں میں اپنے نازک ہاتھ سہلاؤ۔۔۔!!کمرے میں اندھیرا کرنے کے بعد شہرام نے اسکی دھڑکنوں پر جھکنے سے پہلے بھاری آواز میں سرگوشی

کرتے ہوئے فرمائش کی۔ جبکہ مہرماہ کا پورا وجود جلنے لگا تھا۔۔اسکا جسم بے جان سا ہو گیا تھا۔۔۔آنکھیں بند کیے وہ لمبے لمبے سانس لیتے ہوئے اپنے خوبصورت خدوخال کے اتار چڑھاؤ سے شہرام علی کو مکمل طور پر بہکا رہی تھی۔

اسکے نازک ملائم ہاتھوں کو اپنے بالوں میں رکھ کر شہرام نے اسکی دھڑکنوں پر پہلا نرمی بھرا بوسہ دیا تو وہ تڑپ کر اسکے بالوں کو مٹھی میں جکڑ گئی۔

اسکی بے قراری پر وہ بے باکی سے مسکراتے ہوئے نرمی سے اسکی دھڑکنوں کو چھوتا چلا گیا تھا۔ مکمل طور پر مہرماہ کے دل کے مقام پر جھکتے ہوئے شہرام اسکی دھڑکنوں کو سک کر رہا تھا۔جب مہرماہ بے چینی کو چھوتے ہوئے اسکے بالوں کو مٹھی میں بھرتی جا رہی تھی۔۔

اندھیرے میں شہرام کے جذبات ابھرتے ہوئے اسے بے خود کرنے لگے تو مہر ماہ کو تھائیز سے جکڑتے ہوئے وہ خود میں بھینچ کر پاگل ہوتا چلا گیا تھا۔ جبکہ وہ بے بسی کے مارے لال انگارہ ہوتے آنکھیں میچ چکی تھی۔۔

نازک سی سیلینہ کو بازوؤں میں اٹھائے فاتح اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا۔ جبکہ وہ تھکن سے چور ہوتی اسکے سینے پر سر رکھتے ہی آنکھیں موند گئی تھی۔

دلہن کے اس بھاری لباس میں اب اسکی بس ہو گئی تھی۔۔۔فاتح سلطان ابھی اپنی نازک سی بیوی کو ان ظالم خواتین کے چنگل سے چھڑا کر لایا تھا۔

جو انگریزی دلہن دیکھنے کے چکر میں ابھی تک سیلینہ کو گھیرے ہوئے تھیں۔رات کے دو بج رہے تھے۔۔۔

کمرے میں داخل ہو کر پیر کی ٹھوکر سے دروازہ بند کرتے ہوئے وہ صوفے کی طرف بڑھا۔جہاں ٹیبل پر پہلے ہی کھانا پڑا ہوا تھا۔جو تھوڑی دیر پہلے ائرہ کاظمی نے بھجوایا تھا۔کیونکہ سیلینہ نے ٹھیک سے کھانا نہیں کھایا تھا۔۔اس لئے انہوں نے فاتح کو خاص ہدایت کی تھی۔۔کہ کمرے میں جاتے ہی سب سے پہلے اپنی دلہن کو کھانا کھلائے۔۔

مائے لٹل لیڈی۔۔۔!!صوفے پر بیٹھ کر سیلینہ کو گود میں بٹھاتے ہوئے فاتح نے اسکا گھونگھٹ نکال کر سائیڈ پر رکھا۔اور اسکا چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے پیار سے پکار گیا۔سیلینہ نے زرا کی زرا آنکھیں اٹھا کر اسکی نیلی

آنکھوں میں دیکھا تو فاتح سلطان اسکی چاکلیٹ براؤن آنکھوں کی سرخی میں پل بھر میں ڈوبا تھا۔ جبکہ وہ اگلے ہی پل شرما کر پلکیں جھکا گئی تھی۔

سرخ لہنگے میں اپنی معصومیت و پاکیزگی کی خوبصورتی میں وہ فاتح سلطان کو مکمل طور پر جکڑ چکی تھی۔ جبکہ وہ جاں نثار ہوتے اسکا من موہنا روپ دیکھ رہا تھا۔ جو اپنے دلہن کے روپ میں اسکی نظروں کا سامنا بھی نہیں کر پا رہی تھی۔

سرخ رنگ کے کلیوں دار لہنگے کے ساتھ سنہرا بلاؤز پہنے وہ سب کو مبہوت کر چکی تھی۔ اسکے چہرے کی معصومیت کی وجہ سے سب کا سیلینہ سے نظریں ہٹانا مشکل ہو رہا تھا۔

آج گولڈن نائٹ منالیں کیا۔۔؟اسکی نوز پن کو ہونٹوں میں دباتے ہوئے فاتح سلطان اچانک فرمائشی انداز میں بولا تو سیلینہ حیرانی سے اسے دیکھنے لگی۔۔

اتنا خاموش رہ کر میرے جذبات کو جگانا چاہ رہی ہو کیا مائے لٹل کیٹ۔۔۔؟اسکے گلے میں پہنے ہوئے ہار پر ہونٹ رکھتے وہ بے ساختہ بول رہا تھا۔۔سیلینہ شرمیلے پن سے مسکرا پڑی تھی۔۔

مجھے بھوک لگ۔۔۔!!اپنے کان پر فاتح کی سانسوں کی حدت محسوس کرتے ہوئے سیلینہ نے بے اختیار ہوتے الفاظ ادھورے چھوڑ دیئے۔۔۔۔۔

مجھے بھی تمہاری بہت بھوک لگ رہی ہے جاناں۔۔۔!! محبت بھرے انداز میں جواب دے کر پیچھے ٹیک لگاتے ہوئے فاتح نے اسے خود پر جھکا لیا تھا۔ سیلینہ نے سنبھل کر اسکے سینے پر ہاتھ جما لیے۔

یہ خوشبو۔۔۔!! سیلینہ کی گردن میں گہرہ سانس بھرتے ہوئے فاتح نے بے اختیار بات اُدھوری چھوڑ کر چہرہ ترچھا کرتے ہوئے سیلینہ کے لبوں کو نرمی سے ہونٹوں میں قید کیا تو وہ اپنا سانس روک گئی۔ جبکہ فاتح سلطان اسکے لبوں کے میٹھے لمس میں کھونے لگا تھا۔ آج وہ بہت احتیاط سے اسے چھو رہا تھا۔ لے حد نرمی سے اسکے لبوں کو اپنے ہونٹوں میں الجھا کر فاتح نے اسے شدت سے سینے میں بھینچ لیا تھا۔

فاتح کی بے باکیوں پر سیلینہ کے وجود پر پہنے ہوئے زیورات نے ہلکا سا شور مچایا تو وہ سرشاری سے مسکراتے ہوئے نرمی سے اسکے نچلے ہونٹ کو سک کر اسے آزادی بخش گیا۔اسکی تھکن کے باعث وہ خود پر لگام ڈالتے ہوئے اسکا زیور اتارنا شروع ہوا تھا۔تاکہ پھر اسے کھانا کھلا سکے۔۔

فاتح نے اسکا جوڑے پر اٹیچ دوبٹہ الگ کیا تو منظر فورا بدل گیا۔سیلینہ کا خوبصورت سراپا بلاؤز کی فٹنگ میں واضح ہوتے چھلکنے لگا تو فاتح کی بس ہو گئی۔اسی وقت خود سے ضبط کھوتے وہ دوبارہ تیزی سے اسکے لبوں کو اپنے ہونٹوں میں قید کرتے صوفے پر لیٹ کر اسے اپنے اوپر لٹاتے ہوئے ارد گرد سے بے گانہ ہوتا چلا گیا۔۔

سب چلے گئے تو کبیر نے پہلے کھڑے ہو کر دروازے کو بند کیا۔اور پھر مڑتے ہوئے تیزی سے اپنی بیوی کو بازوؤں میں اٹھا کر ٹیرس کی طرف بڑھ گیا۔۔۔

ہم یہاں کیوں آئے ہیں بیر۔۔۔؟ بہار چونک کر ٹیرس پر نظریں دہرانے کے بعد چہرہ اٹھا کر کبیر کی طرف دیکھنے لگی۔

ہم یہاں تمہاری طبیعت ٹھیک کرنے آئے ہیں کبیر کی دھڑکن۔۔۔! چیئر پر بیٹھتے ہوئے کبیر نے اسے گود میں بٹھاتے ہوئے محبت بھرے میں جواب دیا تھا۔

ٹیرس پر چلتی ہوئی ٹھنڈی ہوا نے گل بہار کے وجود کو جیسے ہی چھوا تو بہار کو اچانک اچھا محسوس ہونے لگا تھا۔ اس ٹھنڈے موسم کو محسوس کرتے ہوئے بہار کو اپنے اندر سکون اترتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

اچھا لگا۔۔۔؟ ٹیبل پر پاؤں رکھتے ہوئے کبیر نے محبت سے اسے سمیٹ کر اپنے بے حد نزدیک کر لیا۔ اسکی اتنی طبیعت خرابی پر وہ دل ہی دل میں پریشان ہو گیا تھا۔۔ لیکن اب اسکے چہرے پر مسکراہٹ دیکھتے ہوئے اسے کچھ دلی اطمینان ہو رہا تھا۔۔ شاید گرمی کی وجہ سے اسکی طبیعت خراب ہو رہی تھی۔ وہ بے ساختہ خود سے اندازے لگانے میں مصروف تھا۔۔

بہار نے سکون سے آنکھیں موند کر اسکے سینے پر سر رکھا تو وہ بھرپور مسکراتے ہوئے اسکے سر پر ہونٹ رکھ گیا۔۔

یہ ٹھنڈی ہوا اچانک اپنی آمد سے انکے دلوں کو سکون بخشنے کا کام کرنے لگی تھی۔ شاید تھوڑی دیر تک بارش بھی ہو جاتی۔۔۔! بہار کی کمر میں بازو حائل کرتے ہوئے کبیر نے آسمان کی طرف دیکھ کر سوچا۔۔۔ وہ سکون سے اسکے وجود میں چھپی آنکھیں بند کیے ہوئے تھی۔ جبکہ چہرے پر اب ہلکی سی مسکراہٹ بھی رقصاں تھی۔۔

بیر۔۔! بھوک لگ رہی ہے۔۔۔!! بہار کو اچانک تیز بھوک کا احساس ہوا تو فوراً سر اٹھا کر معصومیت سے اسے بتانے لگی۔۔۔

کیا کھانا ہے بیر کی دھڑکن کو۔۔۔؟ بہار نے چہرہ اٹھاتے ہوئے اپنی بھوک کا بتایا تو کبیر نے لاڈ بھرے لہجے میں پوچھتے ہوئے اسکے گال کو نرمی سے چوم لیا۔۔

مجھے اچار کھانا ہے۔۔!! کبیر کے سوال کا جواب بہار نے اچانک چمکتی آنکھوں سے بولتے ہوئے فوراً سے پہلے دیا تو وہ تیزی سے ٹھٹک گیا۔۔۔

اچار۔۔؟ بہار کی فرمائش کو دہراتے ہوئے کبیر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ شاید وہ اسکے بولے گئے لفظوں کی یقین دہانی کرنا چاہتا تھا۔

اچار اور کیک بھی۔۔۔!! اچار کے بعد بہار نے لاڈ بھرے انداز میں ایک اور نئی چیز کا نام لیا کہ کبیر بے ساختہ ٹیبل سے ٹانگیں نیچے کرتے ہوئے سیدھا ہو گیا۔۔

تمہیں کیک کھانا ہے۔؟ کبیر نے تعجب سے اسکے کالے نینوں میں دیکھا تھا۔ کہ وہ سچ کہہ رہی ہے نا۔۔ جبکہ اسکے کالے نین اچار اور کیک کا نام دہرا کر بھرپور چمک رہے تھے۔۔

کھانا اور اچار بھی۔۔۔!! بہار نے اسے یاد کرواتے ہوئے باقی چیزوں کے نام پھر دہرائے تھے۔ تاکہ اسکا شوہر بھول نہ جائے۔۔ جبکہ کبیر خان حیرانی کو چھوتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔۔

بہارے میری جان۔۔! تم میٹھا نہیں کھاتی شاید۔۔۔! مطلب میٹھا بالکل بھی نہیں کھاتی ہو نا۔۔۔! اپنی حیرت پر قابو پاتے ہوئے کبیر خان نے اسے یاد کروانا چاہا تھا۔ کیونکہ بلیک مینشن میں اگر کسی کو سب سے زیادہ میٹھا نا پسند تھا۔ تو وہ گل بہار تھی۔ جبکہ بلیک مینشن میں سب سے زیادہ میٹھا پسند

کرنے والا کبیر خان ہی تھا۔اس لئے بہار کی فرمائش پر اسکا حیران ہونا بنتا ہی تھا۔۔ لیکن اس وقت گل بہار کو اسکی کسی حیرانی سے غرض نہیں تھی۔

بیر کھانا۔۔!! کبیر جو اپنی سوچوں میں الجھنے لگا تھا۔کہ بے اختیار بہار کی پکار پر پھر ہوش میں واپس لوٹا۔۔وہ منہ لٹکائے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔ جیسے ابھی کچھ کھانے کو نہ ملا تو وہ بے ہوش ہو کر گر جائے گی۔۔

منگوا رہا ہوں جاناں۔۔!! رکو میں چھوٹے خان کو میسج کرتا ہوں۔وہ پکڑا جاتا ہے۔۔! بہار کی اتری شکل دیکھ کر کبیر فورا فکر مند ہوا تھا۔اور ساری سوچوں کو فلحال پرے کرتے ہوئے اسکا گال تھپتھپا کر ارسل کو میسج کرنے لگا۔جبکہ کھانا ملنے کی تسلی پر بہار تھوڑا مطمئن ہوتے مزے سے ٹانگیں

ہلاتے ہوئے ایک بار پھر کبیر خان کے سینے پر سر رکھ کر آنکھیں موند گئی تھی۔

اسکی کیوٹ حرکتوں پر کبیر خان کو ہنسی کے ساتھ ساتھ حیرانی ہو رہی تھی۔ آج چاہ کر بھی وہ اسکے بدلے ہوئے انداز نہیں سمجھ پا رہا تھا۔ کہاں ہر وقت اسکی موجودگی میں شرمائی ولجائی سی رہنے والی آج اسکے اوپر لیٹ کر مستیاں کر رہی تھی۔ کبیر خان کو کچھ نا کچھ کھٹک رہا تھا۔ لیکن وہ جاننے سے قاصر تھا۔ اپنی انہی سوچوں میں گم وہ خود سے سوال جواب کرنے میں مصروف تھا۔ کہ اچانک آسمان پر ہلکی سی بجلی چمکنا شروع ہو گئی۔

موسم کو ایک دم سے اتنا خوشگوار اور رومانوی ہوتے دیکھ کر کبیر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ اپنی جھلک دیکھانے لگی تو وہیں پر بہار بھی خوش ہوتے اسکی گود سے کھڑے ہوتے جا کر ریکنگ کے پاس کھڑی ہو گئی۔

اسکے سراپے کو ہر طرح کے بوجھ سے آزاد دیکھتے ہوئے کلیر خان کا دل وارفتگی سے دھڑک اٹھا تھا۔

بلیک کلر کے ساڑھی کے خوبصورت بلاؤز میں اسکے بدن کے خم دیکھتے ہوئے کبیر کا دل کانوں میں دھڑکنے لگا تو اگلے ہی پل بھاری سانس خارج کرتے اس نے اپنی قمیض کے اوپری بٹن کھول دیے۔ ابھی وہ اسی مشکل سے نبٹ رہا تھا۔ جب اچانک ہوا کا زوردار جھونکا آیا اور ریکنگ کے پاس

کھڑی بہار سے ٹکراتا چلا گیا۔ جس کے باعث پیٹی کوٹ میں بہار کی کمر اور تھائیز کی خوبصورتی واضح ہونے لگی تھی۔۔۔

بیر کتنی پیاری ہوا چل رہی ہے نا۔۔۔!! اپنے شوہر کی حالت سے بے خبر وہ اپنی ہی مستی میں گم تھی۔ تھوڑی دیر پہلے اسکی طبیعت جتنی خراب تھی۔ اب گل بہار کو دیکھ کر کہیں سے بھی نہیں لگ رہا تھا۔ کہ کچھ دیر پہلے اسکی طبیعت خراب ہوئی ہے۔ اپنے بیر کے ساتھ وہ مستی میں گم مسلسل چہک رہی تھی۔۔۔

یہ میرے ساتھ کیا کرنا چاہ رہی ہے۔۔۔؟ دل میں اٹھتے جذبات سے بے چین ہوتے بے ساختہ ایک لمحے کے لیے کبیر نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

اپنا دھیان بھٹکانے کے لئے وہ کچھ کر پاتا کہ تبھی اچانک دروازہ ناک ہونے لگا۔ شاید ارسل کھانا لے کر آ گیا تھا۔

ارسل کی بروقت آمد پر وہ شکر کرتے جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ ورنہ کوئی بعید نہیں تھا۔ کہ اس موسم میں وہ بنا کوئی لحاظ کیے اپنی بیوی کی جان مشکل میں ڈال دیتا۔۔

بہار ریلنگ پر کھڑے خوش ہوتے پورے شہر کو دیکھ رہی تھی۔ چونکہ یہ مینشن شہر سے باہر تھا۔ اس لئے یہاں سے پورے شہر کی رنگینیاں نظر آ رہی تھیں۔

بہار کو وہیں پر چھوڑے کبیر کمرے کی طرف بڑھا تھا۔ کمرے میں داخل ہو کر آگے بڑھتے ہوئے اس نے دروازہ کھولا تو باسم اور ارسل کھانا لیے کھڑے تھے۔

ارسل نے کھانے کی ٹرے تو باسم نے اچار کا ڈبہ اور کیک کا پیس پکڑا ہوا تھا۔۔

اچار مل گیا تھا۔۔۔؟ انکو اندر آنے کا اشارہ کرتے ہوئے کبیر نے بے اختیار پوچھا۔۔

بہت چھان بین کرنے کے بعد جا کر ملا ہے بھائی۔ اور شکر کہ مل گیا ہے۔۔۔!! ٹیبل پر چیزیں رکھتے ہوئے باسم نے تھکے انداز میں بتایا تھا۔

ویسے بھائی یہ اچار اور کیک کا combination کچھ سمجھ نہیں آیا۔۔!!

ارسل نے الجھتے ہوئے پوچھنا چاہا تھا۔ کیونکہ یہ سوال اسے کب سے تنگ کر رہا تھا۔۔

یار تمہاری بھابھی نے فرمائش کی ہے بس۔۔!! کبیر نے ہنس کر عام سے لہجے میں بتایا۔۔

کیا مطلب بھابھی۔۔؟؟ بہار بھابھی یہاں پر ہیں کیا۔۔۔؟ باسم نے حیرت سے پوچھا۔۔

ہاں ٹیرس پر ہے۔۔۔! گلاس میں پانی ڈالتے ہوئے کبیر نے سکون سے جواب دیا۔ جس پر بیک وقت ان دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔۔

بھائی۔۔!! باسم نے زرا قریب ہوتے خفیہ انداز میں اچانک کبیر کو پکارا۔۔۔

ہاں۔۔؟؟ پانی کا گھونٹ لیتے ہوئے کبیر نے اسکے انداز کا بنا نوٹس لیے باسم کو بولنے کا اشارہ کیا۔ کبیر انکی آپس کی نظروں کے مطلب سے بے خبر تھا۔۔

بھائی۔۔! کہیں۔۔! آپ۔۔! میرا مطلب ہم سب چاچو تو نہیں بننے والے۔۔۔؟؟ باسم خفیہ انداز میں کبیر کے قریب ہوتے پوچھ رہا تھا۔ کہ اسکے الفاظ سنتے ہوئے کبیر نے بامشکل حلق سے پانی نیچے اتارا۔۔ جبکہ باسم کا لہجہ اتنا دھیما تھا۔ جیسے کہیں اسکی یہ بات دیواریں نہ سن کر آگے تک پہنچا دیں۔۔۔

مم۔۔!اس لئے بول رہا ہوں۔۔!!کیونکہ ابھی اچار کی تلاش میں جب میں کچن میں گیا تو وہاں محبت بھی موجود تھی۔۔!اسی نے مجھے بتایا کہ گل بھابھی کی طبیعت خراب ہے۔۔!اور جو symptoms اس نے مجھے بتائے۔۔!ایک ڈاکٹر ہونے کی حیثیت سے میں صرف اندازہ لگا رہا ہوں بھائی۔۔۔!!

بڑے بھائی کی پھیلی ہوئی آنکھوں کو دیکھتے ہوئے باسم نے بامشکل اپنی بات مکمل کرتے ہوئے کبیر کو یہ یقین دلانے کی کوشش کی تھی۔کہ اسکا اندازہ ٹھیک نہیں ہو گا۔۔۔وہ پریشان نہ ہو۔۔

تمہیں اپنی بات پر پورا یقین ہے۔۔۔؟کبیر نے ٹھہر کر سنجیدگی سے باسم سے اسکے الفاظ کی یقین دہانی چاہی تھی۔۔

مجھے لگ رہا ہے۔۔!! ورنہ صحیح پتہ تو چیک آپ کے بعد ہی چلے گا نا۔۔۔!! باسم نے ایک بار پھر بڑے بھائی کو تسلی دینے کی کوشش کی تھی۔

شاید وہ بڑے بھائی کو پریشان نہیں کرنا چاہ رہا تھا۔اور نہ یہ یاد دلانا چاہتا تھا۔۔کہ اسکا بڑا بھائی سوات میں ہنی مون بھی منا کر آیا ہوا ہے۔۔ باسم کا انداز اس وقت کبوتر جیسا تھا۔جو بلی کو دیکھنے کے بعد اپنی آنکھیں بند کر کے اسکی نظروں سے اوجھل ہونے کی کوشش کرتا ہے۔

سالے۔۔! تجھے کیا ہم نے ردی بیچنے کے لیے ڈاکٹر بنایا ہوا ہے۔! جب تو ایک اچھی خبر بھی ہمیں صحیح طور پر نہیں بتا سکتا۔۔۔!! ارسل خان جو ابھی تک خاموشی اور حیرت کی ملی جلی کیفیت میں انکی باتیں سن رہا تھا۔۔کہ بے

اختیار باسم کو ٹوک کر سناتا چلا گیا تھا۔ شاید وہ اسی وقت چاچو بننے کی خوشی مکمل طور پر محسوس کرنا چاہ رہا تھا۔۔۔

کمینے انسان میں ڈاکٹر ہوں۔۔! کوئی نجومی نہیں۔۔! باسم نے کڑھتے ہوئے ارسل کو تیز نظروں سے گھورا۔۔اپنے خاندان کا اکلوتا ڈاکٹر بن کر وہ اب پر روز پچھتاتا تھا۔ کیونکہ اسکے گھر والے اسکو ڈاکٹر کم اور کوئی پیر، فقیر زیادہ سمجھنے لگے تھے۔ جو وقت سے پہلے اور چیک آپ ہونے سے پہلے بھی مرض کے بارے میں پیش گوئی کرنے والا ہو۔۔

ہمم۔۔۔! کبیر کو ارسل اور باسم کی باتوں پر ہنسی آرہی تھی۔ لیکن اس نے سنجیدگی کا مظاہرہ کرتے ہنکارہ بھرتے ہوئے انکو اپنی طرف متوجہ کیا۔

جس پر وہ فورا بھرپور دھیان لگا کر بڑے بھائی کے بولنے کا انتظار کرنے لگے۔۔

دیکھو۔۔! یہ گھر کے بڑوں کا مسلہ ہے۔۔! مطلب ہمارے گھر کی عورتوں کا۔۔۔! سمجھ رہے ہو نا۔۔!! انتہائی سنجیدگی کے ساتھ کبیر خان نے بولنا شروع کیا تو وہ اچھے بچوں کی طرح تیزی سے تابعداری میں سر ہلانے لگے۔۔ جیسے کہنا چاہ رہے ہوں۔ کہ جی بھائی یہ عورتوں کا ہی مسلہ ہے۔ انکی بجائے اگر فارس خان یہاں پر موجود ہوتا تو اس نے ابھی کبیر خان کو دھو ڈالنا تھا۔۔

ہاں شاباش۔۔۔! تو اس بارے میں کسی کو بھی کانوں کان خبر نہیں ہونی چاہیئے ہے۔۔! ٹھیک ہے۔۔؟؟ کیونکہ یہ بات ہمارے گھر کی عورتیں ہی اناؤس کرتی اچھی لگتی ہیں۔۔۔!

انکی تابعداری کو سراہتے ہوئے کبیر نے ہنسی دبا کر ساتھ ایک اور ہدایت کی تھی۔۔۔

جی بھائی جیسا آپ بولیں۔۔! بیک وقت انہوں نے بڑے بھائی کے حکم پر حامی بھری تھی۔۔

ویری گڈ۔۔! جاو شاباش اب میں زرا تمہاری بھابھی کو دیکھ لوں۔۔! اسے کافی بھوک لگ رہی تھی۔۔۔! انکو بھیج کر کمرے کا دروازہ بند کرتے ہوئے

وہ سرشاری کے عالم میں کھانے کی ٹرے اٹھا کر ٹیرس کی طرف بڑھ گیا۔

جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔۔۔

بارش شروع ہو چکی تھی۔ بارش نے اپنی آمد سے سب میں سکون کی لہر دوڑا دی تھی۔

مینشن میں ابھی تک ہلکی پھلکی رونق محسوس ہو رہی تھی۔ سب سونے کے لئے کمروں میں چلے بھی گئے تھے۔ پر اس کے باوجود ہر طرف ایک خوشی کی لہر محسوس کی جا سکتی تھی۔ سب اپنے اپنے کمروں میں ٹیرس پر کھڑے بارش کو انجوائے کر رہے تھے۔

جب اچانک چوری چھپے قدم اٹھاتے ہوئے ہیر اور گل ناز، غازیان کے کمرے کی طرف بڑھ رہی تھیں۔

ابھی تھوڑی دیر پہلے ماہ پارہ نے انکو میسج کیا تھا۔تاکہ آکر اسکو یہاں سے لے جائیں۔کیونکہ وہ اگر اکیلی اس پہر غازیان کے کمرے سے نکلتی تو کسی کی بھی نظروں میں آسکتی تھی۔اور پھر سو باتیں نکل آتیں۔اس لئے غازیان نے ہی اسے ہیر اور گل ناز کو بلانے کا کہا تھا۔

دھیان سے ہیرے۔۔!کوئی دیکھ نہ لے۔۔۔!آہستہ آواز میں بولتے ہوئے گل ناز نے اسے چونکنا رہنے کا کہا تھا۔۔

کسی کی کیا جرآت کہ کوئی ہم سے سوال کرے۔۔! ہم اپنی بہن کو لینے جا رہے ہیں بھئی۔۔! اور وہ کسی غیر کے نہیں بلکہ اپنے حق حلال کے شوہر بیرسٹر غازیان پاشا کے کمرے میں ہے۔۔۔!

دھک دھک کرتے دل پر فٹے منہ بھیج کر وہ سلطان راہی بنتے سینہ چوڑا کر گئی تھی۔ جبکہ اتنی تفصیل بتانے کا مقصد صرف اپنی کالی کرتوت کو defend کرنا تھا۔ جیسے وہ یہ بات کسی کو سوچنے ہی نہ دینا چاہتی ہو۔ کہ وہ اپنی نئی نویلی بھابھی کو دھوکے سے بیرسٹر غازیان پاشا کے کمرے میں پہنچا کر آئی ہے۔۔

بہن ہوش میں آجا۔۔! اور اس اوور ایکٹنگ کو تھوڑا کم کر لے۔۔! اگر ہمارا سامنا ہماری ماؤں میں کسی کے ساتھ ہو گیا نا۔۔! تو ساری ہیکڑی ابھی کے ابھی باہر نکل آئے گی تمہاری۔۔!!

بنا توقف کے بولتے ہوئے گل ناز نے اسے آئینہ دیکھانے کی کوشش کی۔ جس کا سچ میں اب ہیر پر اثر ہوا تھا۔۔

یار آپی ڈرا کیوں رہی ہیں۔۔۔! ایک تو پتہ نہیں شاید ہماری ماؤں کو بھی ہمارے ساتھ دشمنی کرنے کے پیسے مل رہے ہیں۔۔۔! غازیان کے کمرے کے سامنے پہنچ کر بھی وہ مسلسل بولتے جا رہی تھی۔۔ دروازے کو پہلے سے کھلا دیکھ کر وہ آہستہ سے اندر داخل ہو کر فوراً دروازہ بند کر گئیں۔

انکے برعکس بارش میں بھیگتے ہوئے غازیان نے مسلسل ماہ پارہ کی جان ہلکان کی ہوئی تھی۔ابھی جب بارش شروع ہوئی تھی۔تو وہ اسے زبردستی اٹھاتے ہوئے ٹیرس پر لے آیا تھا۔۔

غغ۔۔۔غازی۔۔!!کوئی آیا ہے۔۔!!اپنی گردن پر اسکے سلگتے لمس پر ہلکان ہوتے ماہ پارہ نے اسے ہوش دلانے کی کوشش کی۔جو شرٹ لیس کھڑا اپنے چوڑے وجود میں اسے چھپائے دیوار کے ساتھ پش کیے ہوئے تھا۔۔

کمرے میں کھڑی ہیر اور گل ناز کی آوازیں سنتے ہوئے غازیان گہرا مسکراتے ہوئے اسے بھیجنے سے پہلے آخری بار اسکے ہونٹوں پر جھک گیا۔۔

اسکے پیٹ کو مٹھی میں بھرتے ہوئے غازیان نے مسرور ہوتے اسکی زبان کو ہونٹوں میں دباتے ہوئے اسکی سانسیں خود میں اتاری تھیں۔۔

یہ کہاں پر چلے گئے ہیں اب۔۔؟۔کمرے کو خالی دیکھ کر ہیر بولتے ہوئے آگے بڑھ کر باتھروم اور ڈریسنگ روم چیک کرنا شروع ہو گئی۔

ہیرے تیرا دماغ خراب ہو گیا ہے کیا۔۔؟اسے بے وقوفوں کی طرح پارو اور غازی بھیا کی گردان کرتے ہوئے دیکھ کر گل ناز نے آگے بڑھ کر دانت پیستے ہوئے اسے فوراً روکا تھا۔

کیا ہوا آپی۔۔۔؟اپنی آپی کے غصہ کرنے پر وہ معصومیت و نا سمجھی سے مڑتے ہوئے پوچھ گئی۔۔

بے وقوف لڑکی۔۔!! عقل کیا گھاس چرنے گئی ہوئی ہے۔ جو ایک کپل کے روم میں آکر چیکنگ شروع کر دی ہے۔! کیوں انکی پرائیویسی کی ایسی تیسی کرنے پر تلی ہوئی ہو۔۔!!

گل ناز نے ڈھکے چھپے الفاظ میں اسے سمجھانے کی کوشش کی۔۔ جبکہ بات سمجھ آتے ہی ایک بڑی سی شیطانی مسکراہٹ ہیر کے ہونٹوں پر بکھرتی چلی گئی تھی۔۔۔

ابھی اگر مصروفیات باقی تھیں۔۔!! تو ہمیں کیوں جلدی بلا لیا پھر۔۔۔!! آنکھوں میں شیطانی چمک سجائے وہ آنکھیں مٹکا کر بولنے لگی۔ جس پر گل ناز کو نہ چاہتے ہوئے بھی ہنسی آگئی۔

وہی دوسری طرف خود پر مشکل سے ضبط کرتے ہوئے غازیان اسکے ہونٹوں کو آزادی بخش گیا تھا۔

اس سے پہلے کمرے میں کھڑی اسکی بہن کی روداد مزید آگے بڑھتی جب ماہ پارہ کے ماتھے کو شدت سے چوم کر غازیان نے اسے اندر جانے کا اشارہ کیا۔۔۔

نکاح کی پہلی حسین بارش مبارک ہو میری گول گپی۔۔! اپنی بھاری آواز میں بولتے ہوئے غازیان نے مسکرا کر اسے پھر مبارکباد دی تو ماہ پارہ شرماتے ہوئے فوراً وہاں سے نکل کر کمرے کی طرف بڑھی۔ اسکا لہنگا بھیگنے کے بعد مزید بھاری ہو گیا تھا۔۔

گل ناز جو ہلکان ہوتے ہیر کو کوئی بھی شیطانی کرنے سے روک رہی تھی۔

کیونکہ وہ اب جان بوجھ کر زو معنی انداز میں ماہ پارہ کو آوازیں دینا شروع ہو گئی تھی۔اپنی اسی لڑائی میں وہ الجھی ہوئی تھیں۔

کہ اچانک ٹیرس کی طرف سے ماہ پارہ کو نکلتے دیکھ کر وہ ٹھٹک کر اپنی جگہ پر جم گئیں۔

ماہ پارہ کی حالت دیکھ کر دونوں کی آنکھوں میں لمحے یقینی بھرے تاثرات ابھرے تھے۔لمحے ساختہ وہ ماہ پارہ کا سر تا پیر جائزہ لینا شروع ہو گئیں۔

الجھے بال، چہرے پر میک آپ کے مٹے مٹے ن

ماہ پارہ کی حالت دیکھ کر دونوں کی آنکھوں میں لمحے یقینی بھرے تاثرات ابھرے تھے۔لمحے ساختہ وہ ماہ پارہ کا سر تا پیر جائزہ لینا شروع ہو گئیں۔

الجھے بال، چہرے پر میک آپ کے مٹے مٹے نشان تو گردن پر غازیان کی شدتوں کے نشان واضح نظر آرہے تھے۔ جبکہ نکاح کے لہنگے میں وہ مکمل طور پر بھیگی ہوئی انکے سامنے کھڑی تھی۔ کلائیوں میں موجود چوڑیاں بھی ٹوٹ کر آدھی رہ گئی تھیں۔۔

انکی ایکسرے کرتی نظروں پر ماہ پارہ نے دانتوں تلے لب دباتے ہوئے آنکھیں میچ کر چہرے کا رخ دوسری طرف موڑ لیا تھا۔۔

ہائے یہ بھوتنی کون ہے۔۔۔؟ ماہ پارہ کے الجھے و بکھرے بال دیکھ کر ہیر نے صدمے سے لب کشائی کی۔ جس کو سن کر غازیان نے مشکل سے اپنا قہقہ کنٹرول کیا تھا۔

اس سے اچھا تھا کہ غازی بھیار خصتی کرواہی لیتے۔۔۔!! گل ناز نے بھی ہولے سے کہتے ہوئے اپنا نیک خیال پیش کیا تو ماہ پارہ روہانسے پن سے چیخ اٹھی۔ جس پر وہ تیزی سے ہوش میں آئی تھیں۔۔۔

یہ سب آپ دونوں کا قصور ہے۔۔! دھوکے سے مجھے یہاں پر بھیجا اور میرا یہ حال۔۔!! شرم سے پاگل ہوتے ماہ پارہ نے اپنی معصومیت بھرے غصے میں بات اُدھوری چھوڑی۔

جس پر انکو زور سے ہنسی آنے لگی۔۔اس بار غازیان سر پیچھے گراتے ہوئے بھرپور ہنستے ہوئے بالوں میں ہاتھ پھیر گیا تھا۔ آج اسکے انگ انگ میں سرشاری بھری ہوئی تھی۔ بارش میں بھیگتے ہوئے اسکا دل مسلسل شاداں تھا۔۔

میں ابھی جا کر سب کو بتاتی ہوں۔۔! کہ آپی لوگوں نے میرے ساتھ کیا کیا ہے۔۔!! انکی معنی خیزی نظروں پر تضاد الٹا انکو ہنسی ضبط کرتے دیکھ کر ماہ پارہ انکو دھمکی لگا کر اپنا لہنگا اٹھاتے ہوئے دروازے کی جانب بڑھی تھی۔ کہ تبھی وہ ہوش میں آتی اسکو مکھن بھرے لہجے میں پکارتے ہوئے تیزی سے اسکے پیچھے دوڑ لگا گئیں۔۔۔

طبیعت ٹھیک ہے نا اب۔۔؟ کبیر نے فکر مندی سے استفسار کیا تھا۔ بہار نے تیزی سے سر ہلا کر اسے مطمئن کیا تو وہ شکر کرتا موبائل ٹیبل پر رکھ گیا۔

بہار کو کھانا کھلاتے ہوئے کبیر آج اسکے کھانے کی سپیڈ پر حیران رہ گیا تھا۔

اس لئے موبائل پر ساتھ ساتھ باسم کو آگاہ کر رہا تھا۔ جس نے اب اپنی پیش گوئی پچاس فیصد سچ ثابت ہونے کا کہا تھا۔ نجانے کیوں وہ کھل کر بڑے بھائی کو بتا نہیں پا رہا تھا۔ پر بہار کو اچار کے ساتھ انصاف کرتے دیکھ کر کبیر کو بھی اب شک ہونے لگا تھا۔ کیونکہ پریگنینسی کی علامات وہ گوگل پر چیک کر چکا تھا۔

کچھ سوچ کر مطمئن ہوتے وہ موبائل نیچے رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔۔ ٹیرس پر برستی بارش اسکے دل کے ارمان اب مکمل طور پر جگا چکی تھی۔ اس لئے کیک کھاتی ہوئی بہار کو اچانک بازوؤں میں اٹھا کر وہ پھر ٹریس کی طرف بڑھا تو بہار نے چونک کر اسے دیکھا۔۔۔

بیر رررر۔۔۔!!میرا کیک خراب ہو جائے گا کیا کر رہے ہیں آپ۔۔۔!

بارش کی بو چھاڑ نے انکو اپنی لپیٹ میں لیا تو بہار چلاتے ہوئے بولی تھی۔

لیکن اگلے ہی پل اپنا کیک خراب ہونے سے ڈر سے باقی بچا ہوا ٹکرا پورا اٹھاتے ہوئے ایک ہی بار میں منہ میں ڈال گئی۔ جیسے اس نے اپنے کیک کو محفوظ کر لیا ہو۔اسے بچوں کی طرح کیک ہڑپتے دیکھ کر کبیر قہقہ لگا گیا تھا۔۔

جس پر وہ ناک چڑھاتے ہوئے منہ چلانے میں مصروف ہو گئی۔ کہ تبھی اپنی گود میں بہار کو کراس بٹھاتے ہوئے چیئر پر بیٹھ کر کبیر اپنی قمیض اتارتے ہوئے اسکی طرف دیکھنے لگا۔

جو مزے سے کیک کھاتے ہوئے چہرے کو ہاتھوں میں چھپائے ہوئے تھی۔ بارش کی بوندیں مسلسل ان پر گرتے ہوئے چند منٹوں میں انکو مکمل طور پر بھگو چکی تھیں۔ کبیر خان کے جذبات اس وقت منہ زور ہو رہے تھے۔

کیونکہ اپنی من موہنی حرکتوں سے وہ کب سے اسکا چین و سکون برباد کیے ہوئے تھی۔

میری طرف دیکھو۔۔!! خماری سے بولتے ہوئے کبیر نے اچانک اسکی پتلی کمر کو جکڑ کر قریب کرتے ہوئے ایک جھٹکے میں اسے سینے سے لگایا تو وہ بے اختیار اسکے سینے سے ٹکرا گئی۔۔ جبکہ کبیر کے بہکی ہوئی آواز نے بہار کے وجود میں سنسنی سی پیدا کی تھی۔۔۔

پتہ ہے کب سے مجھے تنگ کر رہی ہو۔۔۔!اسکی گردن میں چہرہ چھپا کر وہ اسکا بلاؤز آہستہ آہستہ کھولنا شروع ہوا۔اسکا دودھیا نازک سراپا بہت دیر سے اسکو امتحان میں ڈالے ہوئے تھا۔۔۔

بیر۔۔۔!!ٹھنڈ۔۔۔!!اسکے ہاتھوں کی بے باکیوں پر وہ کسما کر بولتے ہوئے اسکے سینے میں چھپی تھی۔۔اسکا بلاؤز اور دھڑکنوں پر موجود پردے کو اتارتے ہوئے کبیر نے دونوں چیزیں سائیڈ پر رکھ دی تھیں۔

نازک سی گل بہار کی جان مشکل میں آرہی تھی۔بارش کے ٹھنڈے قطرے انہیں سارا جہاں بھلاتے ہوئے کہیں دور پار محبت کی خوبصورت وادیوں کی طرف لے کر جا رہے تھے۔۔۔

میری دیوانگی تم نہیں جان سکتی بہارے۔۔۔!!اسکی نازک کمر میں بازو حائل کرتے ہوئے کبیر نے بے ساختہ اسے شدت سے سینے میں بھینچ کر چیئر سے ٹیک لگالی۔ بہار کے لب کپکپاہٹ کا شکار ہو رہے تھے۔ وہیں کبیر خان آج خود کو آسمان کی بلندیوں پر محسوس کر رہا تھا۔ باسم کے الفاظ اسکے دماغ میں گونجے لگے۔ تو بند آنکھوں سے ہی ہولے سے مسکرا کر بہار کی دھڑکنوں کو چھونے لگا۔۔

محبت کے اصولوں میں محبوب کو دل کے بدلے صرف دل دیا جاتا ہے جاناں۔۔!پر میری آنکھوں میں جھانکو اور محسوس کرو۔۔!کہ کبیر خان تمہیں اپنی جان بھی دے چکا ہے۔۔۔!گھمبیر لہجے میں تیز دھڑکنوں میں

سرگوشیاں کرتے ہوئے وہ مسلسل اپنی محبت کا اظہار کر رہا تھا۔ جبکہ وہ شرم وحیا کا پیکر بنے صرف بت بنے اسے سن رہی تھی۔۔۔

بہار کو زرا سا پیچھے گراتے ہوئے اسکی دھڑکنوں پر چہرہ جھکا کر بے خودی کے عالم میں کبیر نے ہونٹوں سے اسکے دل کے مقام کو چھوا۔ تو ایک آگ کی بھڑکتی ہوئی لہر دونوں کے وجود میں پیدا ہوئی تھی۔ بہار تڑپتے ہوئے مچلی تو کبیر سختی سے اسے تھام کر اسکی دھڑکنوں پر جھکتا چلا گیا۔۔

اس اندھیری بارش میں وہ دیوانہ وار اسکی دھڑکنوں کو سک کرتے ہوئے پیچھے رکھی میز پر اسے لٹا کر زمین پر گھٹنوں کے بل اٹھتے ہوئے وہ بہار پر جھک گیا تھا۔۔

ہاتھ اوپر لے جاتے ہوئے کبیر اسکے بھیگے ہوئے لبوں پر انگوٹھا پھیرتے ہوئے ساتھ بے باکی سے دھڑکنوں پر زبان پھیرنے لگا تو بہار نے لرزتے ہوئے میز کو کناروں سے تھامنے کی کوشش کی تھی۔۔

اس بہکی رات کی قربت میں آج اسے الگ سا ہی سکون محسوس ہو رہا تھا۔ جو شاید اسکی طبعیت میں بدلاؤ کی وجہ سے تھا۔ یہ ہی وجہ تھی۔ کہ وہ مزاحمت کیے بنا خود کو اسکے حوالے کیے لمبی لمبی سانسیں کھینچ رہی تھی۔۔ اسکے بدن کے اتار چڑھاؤ کو دیکھتے ہوئے کبیر نے بے چین ہوتے اسکے پیٹ پر دانت گاڑ دیے تھے۔

بہار کو تھائیز سے جکڑے وہ ہوش بھلائے اسکے پیٹ پر جگہ جگہ اپنی محبت کے نشان بنانے لگا۔ جب اچانک کبیر نے ضبط کھو کر اسکا پیٹی کوٹ ایک

جھٹکے میں کھینچ کر دور اچھال دیا۔اس کے اس عمل پر بہار کے لبوں سے چیخ لے ساختہ تھی۔اسکی چیخ وہ تیزی سے اوپر اٹھتے ہوئے اپنے ہونٹوں میں قید کر چکا تھا۔اور ساتھ ساتھ اسکی تھائیز کو سہلانے لگا۔۔۔

برستی بارش میں خود کو مصنوعی پردوں سے آزاد کرتے ہوئے کبیر ٹیبل پر لیٹی ہوئی بہار پر جھکا تو بہار نے بوکھلاتے ہوئے نفی کی تھی۔۔

اسکی کمر میں بازو حائل کرتے ہوئے کبیر نے پہلے اسے زرا سا اوپر اٹھایا تو بہار کے وجود میں اٹھتا سپارک اسے لے جان کرتا چلا گیا۔۔۔

اپنی زبان کو اسکے ہونٹوں کی گرفت میں محسوس کرتے وہ مچلتے ہوئے پیچھے ہٹی تھی۔

بس۔۔بیر۔۔ نہیں۔۔۔!! حیا کے بوجھ تلے دبتے ہوئے بہار نے اسکے سینے میں پناہ لیتے تیزی سے پھر نفی کی۔۔ کیونکہ دل ہی دل میں کبیر خان کی شدتوں کا ڈر اسے ستانے لگا تھا۔۔

اب انکار کی کوئی گنجائش نہیں بیر کی دھڑکن۔۔۔!! یہ نشہ، یہ لمس، یہ قربت آج رات کا تقاضا بن گئی ہیں۔۔۔! جذبات سے چور ہوتے اس نے جواب دیا۔ جبکہ بارش کی بوندوں سے پناہ لیتے اس میں چھپنے کی کوشش کرتے ہوئے بہار اپنے لئے مزید مشکل پیدا کر رہی تھی۔۔۔ بہار کا نازک بدن اسکے جسم کے ساتھ مس ہوا تو کبیر نے اسے ٹیبل سے اٹھاتے ہوئے قریب کھینچ لیا تھا۔ اگلے ہی پل اسکی تھائیز میں فاصلہ بناتے ہوئے وہ سختی سے اسکی ٹانگوں کو اپنی کمر پر لاک کرنے لگا۔۔

بہار نے اپنی چیخ دبانے کی غرض سے اسکے سینے پر دانت گاڑے تو اسے باکی سے مسکراتے ہوئے کبیر نے اگلے ہی پل اسکے نازک وجود کو سختی سے اپنے ساتھ مس کرتے ہوئے وہ ایک جھٹکے سے خود کو اسکی روح میں گھولتا چلا گیا۔ کہ تبھی بادلوں نے زوردار چمکتے ہوئے ان پر اپنی روشنی کی تھی۔ اس کچھ سیکنڈز کے منظر میں بہار پر نظر پڑتے ہی کبیر خان مبہوت ہو چکا تھا۔ خود سے بیگانہ سر پیچھے گرائے اپنے بھیگے ہوئے بدن کے ساتھ وہ اسے سٹل کر گئی تھی۔۔ جبکہ اسکے شدت بھرے لمس پر کراہتے ہوئے لبوں کو آپس میں بھینچ کر وہ اسے پکارنے لگی تھی۔

بیر۔۔۔!! بہار نے بے حال ہوتے اسے تھامنا چاہا تھا۔۔۔

بیر کا چین و سکون۔۔۔!! اسکی پکار پر ہوش میں آتے ہی وہ اس پر قربان ہو گیا۔۔۔ بہار کو سینے سے لگا کر میٹھے لہجے میں بولتے ہوئے وہ اسکی ہر پکار کا جواب دے رہا تھا۔ جس کو سن کر وہ آسودگی سے مسکراتے ہوئے اپنا وجود ڈھیلا چھوڑ رہی تھی۔

اسکی رضامندی دیکھتے ہوئے کبیر نے نرمی سے اسکے لبوں پر ہونٹ رکھتے ہوئے پہلا نرمی بھرا سٹروک دیا جس کو محسوس کرتے ہی بہار نے تیزی سے سسکی لی۔۔۔ اسکی مسحور کن سسکیوں پر نہ چاہتے ہوئے بھی وہ اگلے پل جنونیت اختیار کرتے شدتیں نچھاور کرنا شروع ہو گیا۔ جس پر بہار ہوش بھلانے لگی تھی۔۔ بہار کے نازک وجود کو ایک جھٹکے میں گود میں اٹھا

کر وہ کمرے کی جانب بڑھنے لگا۔ کیونکہ بارش کے اس ٹھنڈے پانی میں وہ اسے مزید باہر نہیں رکھ سکتا تھا۔

کمرے میں پہنچ کر بہار کو بیڈ پر لٹاتے ہی کبیر نے تیزی سے پھر اسکی روح میں شمولیت اختیار کی۔

بہار کے لبوں کو آزادی بخشتے ہوئے کبیر نے اسکی دھڑکنوں کو شدت سے سک کرنا شروع کر دیا تھا۔ اسکا لمس چاہ کر بھی نرمی اختیار نہیں کر پا رہا تھا۔ اور گل بہار ہمیشہ کی طرح اسکی قربت برداشت کرنے میں ہلکان ہو رہی تھی۔

کیا ہو گیا ہے اس لڑکی کو۔۔! دو دن پہلے بھی نکاح والے دن اپنی طبیعت خراب کی ہوئی تھی۔۔۔! اور آج پھر سے۔۔۔! علیزے خان بے حد متفکر نظر آ رہی تھیں۔

تھوڑی دیر پہلے وہ سب نیچے لاؤنج میں بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔ جب اچانک ملازمہ نے آ کر بتایا۔ کہ گل بہار بی بی اپنے کمرے میں الٹیاں کر رہی ہیں۔۔ نکاح والے روز بھی اسکی ایسے ہی طبیعت خراب ہوئی تھی۔ اور آج پھر بگڑ چکی تھی۔

وقت ضائع کیے بنا آج منیزے پاشا نے اپنی فیملی ڈاکٹر کو گھر پر بلا لیا تھا۔ جو یہاں قریب ہی رہتی تھیں۔ کیونکہ دن کے بارہ بج رہے تھے۔ اور باسم بھی ہاسپٹل جا چکا تھا۔ اگر کال کر کے اسے گھر بلاتے تو کافی ٹائم لگ جانا تھا۔

اس لئے منیزے پاشا نے فوراً اپنی فیملی ڈاکٹر کو کال کر دی تھی۔ جو تھوڑی دیر پہلے پہنچ کر اب کمرے میں گل بہار کا چیک آپ کر رہی تھیں۔۔ جبکہ وہ سب پریشان ہوتے باہر کھڑی انتظار میں تھیں۔ سب اپنے اپنے کاموں پر گئے ہوئے تھے۔ اس وقت گھر پر صرف وہی موجود تھیں۔

تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد ڈاکٹر یاسمین کمرے سے باہر نکلیں تو سب سے پہلے علیزے خان انکی طرف بڑھیں۔۔

کیسی ہے وہ۔۔۔؟ کیا ہوا ہے اسے ڈاکٹر۔۔۔؟ علیزے خان نے ایک ساتھ سوال پوچھتے ہوئے بے چینی سے جاننا چاہا تھا۔۔

She is so innocent Mrs Khan, by the “ way many congratulations, Because she ”..is pregnant

بہار کی معصومیت کی تعریف کرتے ہوئے انہوں نے مسکرا کر انگریزی بولتے ہوئے ان سب کے سروں پر بلیک مینشن کی چھت گرادی تھی۔۔۔ سب نے صدمے و بے یقینی کی ملی جلی کیفیت سے تیزی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ جبکہ بیہ صدیقی مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے سنجیدہ رہنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

ڈاکٹر یاسمین ان سب کا مختلف سا ردعمل دیکھ کر کچھ الجھنے لگیں تو بیہ صدیقی فورا مسکرا کر خیر مبارک کہتے ہوئے انکو نیچے تک چھوڑنے کے لئے ساتھ چلی گئیں۔

یی۔۔یہ کیا ہو گیا لیز و۔۔۔!! منیزے پاشا نے بت بنی علیزے خان کو ہوش دلانے کی کوشش کی تھی۔جو اگلے ہی پل چونکتے ہوئے خود کو صدمے سے باہر نِکالنے کی کوشش کر رہی تھیں۔۔۔اور شاید کچھ بولنے کی بھی کوشش کر ہی تھیں۔لیکن الفاظ انکا ساتھ چھوڑ چکے تھے۔

لاؤنج میں ایک گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔۔۔سب اپنا اپنا سر پکڑے بیٹھی سوچوں میں گم تھیں۔۔جب اچانک بیہ صدیقی گلا کھنکھار کر بولنا شروع ہوئیں۔۔

میرے داماد نے اتنا اچھا سرپرائز دیا ہے۔۔!اس میں اتنا منہ لٹکانے والی کیا بات ہے۔۔۔؟ بالکل عام سے لہجے میں وہ سب پر نظر دہرا کر بول رہی تھیں۔۔سب نے تعجب سے بیہ صدیقی کو دیکھا تھا۔جو بالکل چل انداز میں بیٹھی اچانک اتنا اچھا اظہارِ رائے پیش کرنا شروع ہو گئی تھیں۔۔۔

اور مجھے کیوں لگ رہا ہے!!کہ جیسے تم اپنے داماد کی اس کالی کرتوت کے بارے میں پہلے سے جانتی ہو۔۔۔!تب سے نوٹ کرتی ہوئی منیزے پاشا

آخر کار شک ظاہر کرتی بول گئی تھیں۔انکے الفاظ پر جہاں سب کو پھر صدمہ پہنچا وہیں بیہ صدیقی گڑ بڑا کر فوراً سنجیدہ ہو گئیں۔۔

پیاری بھابھی جان۔۔! یار کیسی باتیں کر رہی ہیں۔۔! بھلا میں کیسے جان سکتی ہوں۔۔؟ بیہ صدیقی نے جھٹ سے انکار کرتے جواب دیا۔ لیکن منیزے پاشا کو یقین نہیں آیا تھا۔

بہار اپنے کمرے میں ریسٹ کر رہی تھی۔اس بارے میں ابھی تک وہ لاعلم تھی۔ کیونکہ علیزے خان نے بہار کو بتانے سے منع کر دیا تھا۔ کیونکہ یہ خبر جان کر نازک سی بہار کا کوئی بھروسہ نہیں تھا۔ کہ شرمندگی کے احساس سے کہیں وہ بے ہوش ہو جاتی۔اور پھر اگلے دو دن تک ہوش میں نہ آتی۔

جس کے باعث بیٹھے بٹھائے ایک نئی مشکل آن پڑنی تھی۔اور ابھی تو وہ سب خود اس خبر کو ہضم کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔۔۔

اپنے شوہروں کا سوچ سوچ کر انکا سانس خشک ہو رہا تھا۔خاص کر علیزے خان تو زیادہ پریشان تھیں۔۔

یہ عورت پکا جھوٹ بول رہی ہے۔۔! میں پورے دعوے کے ساتھ کہہ سکتی ہوں۔۔! کہ یہ اپنے داماد کے ساتھ پوری کی پوری ملی ہوئی ہے۔اور اس سب کے بارے میں اسکو پہلے سے پتہ ہے۔۔۔!

بیہ صدیقی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے منیزے پاشا ٹھوس لہجے میں بولنا شروع ہوئی تو پھر بولتی چلی گئیں۔کیونکہ اتنے عرصے میں وہ بیہ صدیقی کے انداز صاف پہچان چکی تھیں۔۔۔

یار کیسی زبردستی ہے۔۔۔! میں نہیں جانتی کچھ۔۔۔! میں تو خود اتنی جوانی میں نانی کے عہدے پر فائز ہونے کے صدمے میں گھلی ہوئی ہوں۔۔! خوامخواہ میں مجھ پر الزام نہ لگاؤ۔۔۔!

منیزے پاشا کی بات رد کرتے ہوئے بیہ صدیقی اپنے لہجے کو دکھی بنانے کی کوشش کرنے لگیں۔ جیسے نانی بننے کوئی خوشی نہ ہو۔۔

یار ہم اتنی جلدی نانیاں بھی بن گئی ہیں۔۔۔!! ائرہ کاظمی اچانک حیرت بھرا قہقہ لگاتے ہوئے بولیں تو نہ چارہ سب ہنس پڑی تھیں۔ جیسے یقین کرنا مشکل ہو رہا ہو۔۔

لیزو دادی اور یہ بیہ میڈم نانی بن رہی ہیں۔۔۔!! مشعل ہمدانی بھی "نانی اور دادی" کا لفظ انجوائے کرتے ہوئے ائرہ کاظمی کے ساتھ قہقہ لگانے

لگیں۔۔انکو مذاق اُڑاتے دیکھ کر علیزے اور بیہ بے اختیار انکو گھور گئیں۔۔۔ساری پریشانی بھلا کر وہ اصل خوشی کو محسوس کرتے ہنس رہی تھیں۔۔

ہنس تو ایسے رہی ہو مشو چڑیل۔۔! جیسے ہم اکیلے ہی نانی اور دادی بننے جا رہی ہوں۔۔! تم بھی تیاری پکڑو۔۔۔! کیونکہ تمہاری بہو بھی یہ خوش خبری چھپائے پھر رہی ہے۔۔!

اپنا مذاق اڑانے پر بیہ صدیقی نے جلد بازی میں ایک اور راز فاش کیا تو سب کی ہنسی کو یک دم صدمہ بھری بریک لگی تھی۔آنکھیں پھاڑتے ہوئے وہ بیہ صدیقی کو دیکھنا شروع ہوئیں تو وہ اپنے الفاظ پر غور کرتے ہی دانتوں تلے

لب دبا گئیں۔۔۔اور اگلے ہی پل وہ وہاں سے اٹھ کر بھاگنے لگیں تو منیزے پاشا ہوش میں آتی انکے پیچھے کھڑی ہو گئیں۔۔۔

دیکھا میں کہہ رہی تھی۔کہ یہ میسنی اپنے دامادوں کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔۔۔!!آج نہیں بچو گی تم۔۔۔!بیہ صدیقی کو پکڑنے کی کوشش میں منیزے پاشا نے دانت پیستے ہوئے تھوڑی دیر پہلے والے الفاظ دہرائے تھے۔جبکہ مشعل صدیقی تو منہ کھولے فریز ہو چکی تھیں۔۔

ماتھے کو چھوتے ہوئے باسم متفکر حالت میں کبیر خان کو کال ملا رہا تھا۔۔! جو کہ دوسری طرف سے ریسیو نہیں کی جا رہی تھی۔۔

پڑ گیا سیاپہ۔۔۔!!کال نہ اٹھانے پر باسم پریشانی سے بولتے ہوئے باہر دیکھنے لگا۔وہ گاڑی میں بیٹھا ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی گھر واپس آیا تھا۔کیونکہ اسکی ایک فائل گھر پر رہ گئی تھی۔

وہ گاڑی سے نکل کر اندر جا ہی رہا تھا۔جب باہر نکلتی ہوئیں ڈاکٹر یاسمین سے اچانک اسکی ملاقات ہو گئی۔انکو اپنے گھر میں دیکھ کر باسم حیرانی کا شکار ہوتے انکی طرف بڑھتے ہوئے آنے کا مقصد پوچھنا ہی چاہ رہا تھا۔کہ وہ خود ہی باسم کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے اسکی طرف آ گئیں۔باسم نے احتراماً انکو سلام کرنے کے بعد حال پوچھا تو خوشدلی سے جواب دینے کے بعد وہ اسے مبارکباد دینے لگ گئیں۔۔

انکی مبارکباد پر باسم نے الجھتے ہوئے سوال کیا تو انہوں نے پر جوش انداز میں اسے بہار کی پریگننسی کی خبر دی تھی۔اور ساتھ ہی اسے چاچو بننے پر ایک بار پھر مبارک باد کا کارڈ تھما کر وہ اپنی گاڑی میں بیٹھ گئیں۔۔

انکی گاڑی نکلنے تک تو باسم ہوش میں نہیں آیا تھا۔اور جب ہوش و حواس قائم ہوئے تو اسکا اندر جانے کا حوصلہ ہی نہیں پیدا ہوا تھا۔کیونکہ اپنی ماؤں کی نظروں کا مقابلہ کرنے کے لئے وہ بہت شریف تھا۔

اگر اسکی جگہ فاتح یا شہرام میں سے کوئی ہوتا تو وہ اور بات تھی۔پر وہ باسم کاظمی تھا۔جو ایک انتہائی شریف ڈاکٹر تھا۔اس لئے وہ اندر جانے کا رسک نہیں لے سکتا تھا۔

گاڑی میں واپس بیٹھ کر اب باسم بڑے بھائی کو مسلسل کال کر رہا تھا۔ تاکہ انہیں اپنی پیش گوئی سچ ثابت ہونے کی خبر سنا سکے۔۔

بھائی پلیز فون اٹھالیں۔۔!! باسم نے ایک اور بار کال ملاتے ہوئے دعا کی۔ کچھ سیکنڈز بیل ہونے کے بعد آخر کار دوسری طرف سے کال اٹھائی گئی تو باسم نے تیزی سے پکارا تھا۔۔

بھائی۔۔۔! باسم کی حالت مضطرب ہو چکی تھی۔۔۔

کیا ہوا باسم۔۔۔؟ سب ٹھیک ہے نا۔۔! اتنی زیادہ کالز۔۔۔! دوسری جانب سے کبیر خان کی بھاری آواز سنائی دی۔ جس کو سن کر باسم کو اپنی سانس کچھ بحال ہوتی ہوئی محسوس ہونے لگی۔ ورنہ کال نہ اٹھانے پر وہ مزید پریشان ہو چکا تھا۔۔

بھائی۔۔! گڑبڑ ہو گئی ہے۔۔۔!! بچوں کے سے انداز میں بولتے ہوئے باسم نے بڑے بھائی کو پکارا تھا۔ جبکہ اسکی یوں پریشان آواز سن کر آفس میں بیٹھے کبیر اور فارس دونوں متفکر ہو گئے۔۔

باسم۔۔.؟ کہاں ہو تم۔۔؟ کیا ہوا ہے میری جان۔۔؟؟ اپنی لوکیشن بھیجو ہم ابھی آرہے ہیں۔۔! اور گھبرانا نہیں ہے۔۔۔! فون میں اس بار فارس کی آواز ابھری رہی تھی۔ باسم کے انداز سے وہ سمجھ رہے تھے۔ کہ شاید وہ کسی مشکل میں ہے۔ اس لئے کبیر کے ہاتھ سے فون لے کر فارس لاوڈ اسپیکر پر کرتے ہوئے خود بولنا شروع ہو گیا تھا۔۔

بھائی میں بالکل ٹھیک ہوں۔۔! مسئلہ کچھ اور ہوا ہے نا۔۔!! انکو اپنی طرف سے مطمئن کرتے ہوئے باسم نے ایک بار پھر بولنے کی کوشش کی۔۔

باسم بات کیا ہے۔۔؟؟تم پوری بات کیوں نہیں بتا رہے ہو۔۔؟کبیر نے سنجیدہ لہجے میں اسے پوچھا تھا۔اسکی یوں آدھی ادھوری باتیں انہیں پریشان کر رہی تھیں۔۔

بھائی۔۔!!وہ آپ۔۔!مطلب کبیر بھائی آپ۔۔!آپ سچ میں ڈیڈ میرا مطلب ہے کہ ہم سب چاچو بننے جا رہے ہیں یار۔۔۔!!کیسے بتاؤں۔۔!!

باسم نے بہت ہمت کرتے ہوئے اُنہیں ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں بتانے کی کوشش کی۔دوسری طرف موجود دونوں نفوس اب جا کر الرٹ ہوئے تھے۔۔

باسم پوری بات بتاؤ۔۔۔!!چیئر سے ٹیک لگا کر کبیر خان مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا۔فارس بھی پر شوق نظروں سے کبیر کو دیکھتے ہوئے ہولے سے

قہقہہ لگاتے ٹیک لگا کر باسم کو سننے لگا۔ جو بہار کی طبیعت خراب ہونے سے لے کر ڈاکٹر یاسمین سے ملاقات ہونے تک کی ساری بات بتا رہا تھا۔۔

بھائی اب کیا کرنا ہے۔۔۔؟ ساری بات بتا کر باسم نے اپنا اگلا قدم جاننا چاہا۔۔

کرنا کیا ہے بھائی کی جان۔۔! تمہیں کیا چاچو بننے کی کوئی خوشی نہیں ہو رہی۔۔۔؟ باسم کے سوال کے بدلے کبیر خان نے الٹا سوال کیا۔ جس کو سن کر باسم سوچ میں پڑ گیا تھا۔ چاچو بننے کی خوشی۔۔۔؟؟

باسم نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بڑے بھائی کے الفاظ دہرائے تو نجانے کیوں اسے اپنا دل عجیب سے انداز میں دھڑکتا ہوا محسوس ہونے لگا۔۔ ایک نیا انوکھا احساس پورے جسم میں پیدا ہوتا اسکا رواں رواں کھڑا

کر گیا تھا۔۔ ننھے ننھے ہاتھوں کو سوچتے ہی باسم کے دل نے ایک دم سے بیٹ مس کی تو وہ مسکراتے ہوئے جواب دینے لگا۔۔۔

بھائی مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے۔۔! جیسے میں دنیا کی سب سے بڑی نعمت حاصل کرنے جا رہا ہوں۔۔۔!! یہ احساس بہت الگ محسوس ہو رہا ہے بھائی۔۔!! پورے دل کے ساتھ جواب دیتے ہوئے باسم نے سیٹ کے ساتھ سر ٹکا کر آنکھیں موند لی تھیں۔ جبکہ چہرے پر اب ایک پر سکون مسکراہٹ ابھرنے لگی تھی۔۔۔ اسکے الفاظ سننے کے بعد کبیر اور فارس بھی پورے دل سے مسکرا دیے تھے۔ یہ انوکھا احساس انہیں بھی محسوس ہو رہا تھا۔۔

اتنی بڑی خوش خبری پھر خود تک کیوں رکھی ہوئی ہے بھائی کی جان۔۔۔!

جاؤاس خوشی کو اپنے باقی بھائیوں کے ساتھ دل کھول کر انجوائے کرو۔۔!

ہم تم لوگوں سے رات میں ملتے ہیں۔۔!! کبیر کے ہاتھ سے موبائل

پکڑتے ہوئے فارس، باسم کو لاڈ سے پکارتے ہوئے بول رہا تھا۔۔۔

سچ میں بتادوں سب کو کیا۔۔۔؟ پر بھائی بڑے بابا لوگ۔۔۔؟ باسم نے

حیرت سے پوچھتے ہوئے ساتھ اپنی پریشانی ظاہر کرنا چاہی تھی۔۔

بڑے بابا لوگ ہماری ٹینشن ہیں میری جان۔۔! ہمارے ہوتے ہوئے تم

سب کو پریشان ہونے کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔۔! تم سب دل کھول

کر انجوائے کرو۔۔! ہم رات میں ملے گئے۔۔۔!! فارس نے مسکراتے

ہوئے اسے تسلی دی اور ساتھ ہی ہر طرح کی سوچوں سے اس آزاد کر دیا۔

لو یو بھائی۔۔۔! میں سب کو بتانے جا رہا ہوں اب۔۔۔! باسم نے اگلے ہی پل خوشی سے بے قابو ہوتے فون بند کر دیا۔ اور دھڑکتے دل کے ساتھ گروپ میں میسج کرتے ہوئے سب کو ایمرجنسی میں اپنی لوکیشن پر بلانے لگا۔ وہ اب دل کھول کر اس خوشی کو محسوس کر سکتے تھے۔ کیونکہ انکے بڑے بھائی انکو بے فکر کر گئے تھے۔

رباب کیوں تم ماں کو پریشان کرنے پر تلی ہوئی ہو۔۔؟

میرال دبے دبے غصے سے بول رہی تھیں۔ جبکہ رباب اِنتہائی سنجیدگی کے ساتھ بالکل خاموش انکے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ باسط صاحب بے بسی سے ان ماں، بیٹی کو دیکھ رہے تھے۔ جو ضد میں بالکل ایک دوسرے کی ٹکر کی

تھیں۔۔ کل سے رباب نے کھانا پینا چھوڑا ہوا تھا۔۔اور وجہ وہی تھی۔ کہ وہ ترکی جانا چاہتی ہے۔۔۔

کیا میں آپ لوگوں سے ایک خواہش بھی نہیں کر سکتی۔۔۔؟ ماں باپ پر باری باری نظر ڈالتے ہوئے وہ سوالیہ انداز میں گویا ہوئی۔

جبکہ لہجہ وانداز خاصا جذباتی تھا۔اسکی خوبصورت آنکھوں میں آنسو کی رمک دیکھ کر باسط صاحب فوراتڑپ کا شکار ہو گئے۔

کیوں نہیں کر سکتی۔۔۔!! میرا بچہ سب کچھ کہہ سکتا ہے۔۔۔! ہمارا جو بھی ہے وہ سب کچھ تمہارا ہی تو ہے۔۔۔!! اپنی جگہ سے اٹھ کر رباب کے پاس بیٹھتے ہوئے وہ اسے بازو کے حصار میں لے گئے۔رباب بھی دکھی انداز میں باپ کے سینے پر سر رکھتے ہوئے چہرہ چھپا گئی۔میرال ان باپ، بیٹی کے

جذباتی پن پر اکتاہٹ کا شکار ہو رہی تھیں۔ کیونکہ وہ اچھے سے اپنی بیٹی کے میلوڈارمے سمجھتی تھیں۔۔۔

آپ لوگوں نے اپنی مجبوریوں کے باعث مجھے ہمیشہ خود سے پہلے دور رکھا۔ اور اب یہ سب میرے ساتھ کر رہے ہیں۔۔۔!! رباب بھرائی آواز میں شکوہ کرنے لگی تھی۔

تمہیں خود سے دور رکھنا ہماری مجبوری نہیں تھی۔ بلکہ وہ تمہارے حق میں ایک اچھا فیصلہ اور تمہاری آزادی تھی۔۔! تم ہر بار اس چیز کو اپنی باتیں منوانے کے لئے استعمال نہیں کر سکتی ہو۔۔۔!! بیٹی کی غلط فہمی کو دور کرتے ہوئے اس بار وہ زرا سخت لہجے میں فورا گویا ہوئیں۔

میرا ل کیوں اس انداز میں میری بیٹی سے بات کر رہی ہو۔۔۔؟ باسط صاحب اپنی بیوی کو فوراٹوک گئے۔اشارہ انکے غصے بھرے انداز کی طرف تھا۔۔ جبکہ رباب مزید دکھی ہونے کی کوشش کرنے لگی تھی۔

اپکو میرا غصہ نظر آرہا ہے۔۔! لیکن اسکی ہر بار کی ڈرامائے بازیاں کیوں نہیں نظر آتی ہیں۔۔۔۔؟ ہمارے کسی بھی فیصلے پر یہ سوال نہیں اٹھا سکتی ہے۔۔! اور نہ ہر بار میں اسکو یہ کمزوری استعمال کرنے دوں گی۔۔۔! وہ سخت لہجے و انداز میں بول رہی تھیں۔۔ جس پر باسط صاحب انکو دیکھ کر رہ گئے۔۔۔

تو آپ اس بات کو مان کیوں نہیں لیتی ہیں۔۔۔! کہ میرے بچپن میں مجھے گھر سے باہر رکھ کر آپ نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔۔۔!! رباب پھر واضح

کرنے سے باز نہیں آئی تھی۔اور بھیگے لہجے میں بولتے ہوئے شکوہ کر گئی۔۔۔اس بار باسط صاحب ں بھی ششدر رہوئے تھے۔۔انہیں اندازہ نہیں تھا۔کہ انکی بیٹی ایسا بھی سوچ سکتی ہے۔۔۔

کیا ظلم کیا ہے ہم نے تم پر۔۔۔؟زرا اس پر روشنی ڈالنا۔۔۔!!یہ ظلم کیا ہے کہ ہم تمہیں باقاعدگی سے ملنے آتے رہے ہیں۔۔!یا پھر یہ ظلم تھا۔کہ ہم نے ایک پل بھی تم سے غفلت نہیں برتی۔۔۔!!جب جب تم نے ہمیں پاس بلایا۔۔

ہم دونوں میاں بیوی نے نہ دن دیکھا اور نہ رات۔۔۔!اگلے ہی دن ہم تمہارے پاس ہوتے تھے۔۔

باقاعدگی سے تمہیں یہاں اپنے پاس بھی بلاتے تھے۔۔لوگ تو بورڈنگ میں بچوں کو بھیج کر مہینے مہینے ملنے کے لئے نہیں جاتے ہیں۔۔!تو تم کیسے ہمارے پیار پر شک کر سکتی ہو۔۔۔؟؟بیٹی کی بے تکی بات سن کر میرال بھڑک اٹھی تھیں۔۔اور ماں کا جلال انداز دیکھ کر رباب کو بھی انداز ہو گیا تھا۔کہ اپنی بات منوانے کے چکر میں وہ اوور ایکٹنگ کر چکی ہے۔۔۔

کول ڈاؤن میرو۔۔۔!!وہ بچی ہے ابھی۔۔۔!!بیوی کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی دیکھ کر باسط صاحب اسی پل اٹھ کر انکے اپنے حصار میں لے گئے۔۔

کیا کول ڈاون۔۔۔؟مجھے اندازہ نہیں تھا۔۔کہ ہماری بیٹی کبھی ہمارے پیار پر یوں سوال اٹھائے گی۔۔۔!ہاں میں مانتی ہوں۔کہ میں عام عورتوں کی طرح ایک گھریلو بیوی یا ماں نہیں تھی۔لیکن میں نے پوری ایمانداری کے

ساتھ آپ دونوں کی ہر ذمہ داری پوری کرنے کی کوشش کی ہے۔۔ پھر کیسے یہ ایسے بول سکتی ہے باسط۔۔۔! حالات ٹھیک ہوتے ہی کیا میں نے اپکو نہیں کہا تھا۔ کہ رابی کو اب گھر لے آتے ہیں۔۔۔! لیکن آپ تب نہیں مانے۔۔۔! پھر کیوں مجھے یہ ایسی نظروں سے دیکھتی ہے۔۔ جیسے دل ہی دل میں یہ میری جاب کو لے کر نفرت پالے ہوئے ہے۔۔۔؟ میرال بے حد تکلیف سے بول رہی تھیں۔۔

مم۔۔مام۔۔۔!! میرا ایسا کوئی مطلب نہیں تھا یار۔۔! رباب نے جلدی سے کھڑے ہو کر صفائی دینے کی کوشش کی۔ لیکن میرال کچھ بھی سنے بنا وہاں سے نکل گئی تھیں۔ اور رباب انکو جاتا دیکھتی رہ گئی تھی۔۔

ڈیڈ۔۔! قسم سے میں تو بس انکو منانے کے لیے ایسا بول رہی تھی۔۔! ماں کے جانے پر وہ رونی شکل بنا کر باپ کی طرف مڑی۔۔۔

پہلے تمہاری ماں تمہیں منا رہی تھی۔اب تم اپنی ماں کو مناؤ۔۔۔! اسکی وضاحت پر باسط صاحب بیٹی کو مشورہ دے کر بیوی کے پیچھے نکلے تھے۔جو انتہائی غم زدہ ہو کر نکلی تھیں۔۔۔

ڈیڈ بھی ناراض ہو گئے۔۔۔!! اب میں ترکی کیسے جاؤں گی۔۔۔!! باپ کے بھی ہوں جانے پر وہ بیچ میں روتے ہوئے بیڈ پر گر گئی۔کیونکہ اسکی گیم اس پر ہی الٹ چکی تھی۔

بڑی مورے۔۔۔!! سبحان، علیزے خان کو پکارتے ہوئے اپنے دھیان میں لاؤنج میں داخل ہوا تھا۔ جہاں پہلے سے ایک عدالت لگی ہوئی تھی۔ سب کو انتہائی سنجیدہ و خاموش دیکھ کر وہ اپنی جگہ پر کھڑا رہ گیا۔۔

وہ ابھی تک یہاں پر ہی رکا ہوا تھا۔ کیونکہ فاتح سلطان اسے پورے ایک مہینے کا کہہ کر یہاں پر لایا تھا۔

اور ابھی شام میں سبحان باہر لان میں سیلینہ اور بہار کے ساتھ بیٹھا تھا۔ بہار کی طبیعت کی وجہ سے سیلینہ اور سبحان مل کر اسے ہنسانے کی کوشش کر رہے تھے۔

جب اچانک بہار کو بھوک کا احساس ہونے لگا۔ بہار کی بھوک دیکھ کر سیلینہ اور سبحان کا بھی کچھ کھانے کو دل مچل اٹھا تھا۔۔اس لئے اب وہ اپنے تینوں کے کچھ کھانے کو لینے کے لیے اندر آیا تھا۔۔۔

کیا ہوا سبحان۔۔۔؟اسکی پکار پر علیزے خان نے متوجہ ہوتے جواب دیا۔۔۔!

بڑی مورے بہار آپی مجھے اور شوگر گرل کو بھوک لگ رہی ہے۔۔۔!

سبحان انکی طرف آتے ہوئے بتانے لگا۔۔۔

چلو آؤ میں تمہیں کھانا نکال کر دیتی ہوں۔۔۔!انکی بھوک کا سن کر ائرہ کاظمی بے ساختہ اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

چھوٹی ماما۔۔۔! بہار آپی کہہ رہی تھیں۔ کہ انکا کچھ کھٹا کھانے کو دل کر رہا ہے۔۔۔!! سبحان نے ساتھ ہی بہار کی فرمائش سے آگاہ کیا۔ تو بیہ صدیقی کو ہنسی آگئی۔ جبکہ باقی سرد سانس خارج کرتے رہ گئی تھیں۔۔

آجاؤ سبحان میں دیتی ہوں کچھ کھٹا بھی۔۔۔!! کچن کی طرف جاتی ہوئی ائرہ کاظمی نے سبحان کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا تھا۔ سبحان انکے پیچھے کچن کی طرف چلا گیا۔ اور اسکے جاتے ہی سب ایک بار پھر گل ناز کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

جو اپنی سب ماؤں کی نظروں پر گڑبڑائی سی انکے بیچ بیٹھی ہوئی تھی۔ ایک گھنٹے پہلے اسکو فوراً گھر آنے کا حکم ملا تھا۔ علیزے خان کے حکم پر وہ سب کچھ

چھوڑ چھاڑ کر ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی گھر لوٹی تھی۔ پتہ نہیں کیوں اسکا دل کچھ ہونے کا اندیشہ ظاہر کر رہا تھا۔۔

کچھ ہوا ہے کیا۔۔۔؟ نازنے سنبھل کر سب کو ایک نظر دیکھا تھا۔ جو ضرورت سے زیادہ غیر معمولی نظر آرہی تھیں۔

سبحان کو کھانا دے کر ائرہ کاظمی واپس آکر بیٹھی تو علیزے خان نے بات شروع کی۔۔ جبکہ بیہ صدیقی پر سکون انداز میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ انکے چہرے پر مسلسل ایک شرارتی مسکان رقصاں ہو رہی تھی۔۔

رمضان میں تم لوگ کہاں گئے تھے۔۔؟ناز کی طرف دیکھتے ہوئے علیزے خان نے صاف صاف پہلا سوال کیا۔ جس کو سن کر گل ناز کے چودہ طبق روشن ہوتے چلے گئے۔۔

کک۔۔ کیا مطلب بڑی ماما۔۔۔؟؟ گل ناز نے نظریں چرا کر نا سمجھ بننے کی کوشش کی۔پر سامنے بھی اسکی مائیں بیٹھی ہوئی تھیں۔۔بیہ صدیقی کو دل ہی دل میں اپنی جنگلی بیٹی پر ترس آنے لگا تھا۔ لیکن فلوقت وہ خاموش تھیں۔۔

میں اس بارے میں سوال کر رہی ہوں گل ناز۔۔۔! اسے پورے نام سے مخاطب کرتے ہوئے علیزے خان نے رپورٹس کی فائل اسکے سامنے رکھ

کر سوال زرار دوبدل سے دہرایا تھا۔ جبکہ اپنی پریگننسی رپورٹ دیکھ کر گل ناز کا لمحے کے گیارہویں حصے میں رنگ فق ہوا تھا۔۔

آنکھوں میں ایک کے بعد ایک تاثر پیدا ہونے لگے۔

یہ پریگننسی رپورٹ ایک ہفتہ پہلے کی تھی۔ جب اپنی طبیعت میں بدلاؤ اور بے چینی سے تنگ کر آکر وہ چیک آپ کے لئے گئی تھی۔ لیکن وہاں جو خبر اسے سننے کو ملی تھی۔ اس خبر نے گل ناز کے پیروں سے زمین کھینچ لی تھی۔۔

اپنی پریگننسی جان کا وہ دوہری مشکل میں پڑ گئی تھی۔ کیونکہ نا تو وہ اس بات کا کسی سے اظہار کر سکتی تھی۔ اور نہ چھپا سکتی تھی۔ لیکن جو بھی ہوتا اس نے

سوچ لیا تھا۔ کہ وہ فارس ہمدانی سے خود کبھی بھی یہ بات شیئر نہیں کرے گی۔۔

انہی الجھنوں میں گم اس نے یہ فائل اپنی واڈروب میں چھپا کر رکھ دی تھی۔ اور پھر جب گھر میں نکاح کی تیاریاں شروع ہوئیں تو ان میں مصروف ہو کر نازکو یہ بات مکمل طور پر بھول چکی تھی۔

یی۔ یہ اپکو کہاں سے ملی۔۔۔؟ نازنے ششدر ہوتے اپنی فائل اٹھالی۔۔

مجھے ملی ہے۔۔؟ اسکے سوال کا جواب بیہ صدیقی نے بھرپور اٹیٹیوڈ میں دیا تو وہ جھٹکے میں سر اٹھاتے ہوئے اب اپنی ماں کو دیکھنے لگی۔ جو پوری شان میں بیٹھی نظر آرہی تھیں۔۔

پر کیسے مام۔۔۔؟ میں نے تو اتنے دھیان سے یہ چھپا کر رکھی تھی۔۔۔؟ گل نازا بھی تک یہ فائل سامنے آنے پر شک میں پڑی ہوئی تھی۔۔ جیسے سچ سامنے آجانے پر یقین نہ آرہا ہو۔۔۔!!

سچ میں۔۔۔؟ ناز کا "دھیان" والا لفظ سن کر بیہ صدیقی بیٹی کو تمسخر بھرے انداز میں دیکھ گئیں۔ کیونکہ شاید وہ بھول رہی تھی۔ کہ اسکی ماں ایک آرمی آفیسر رہ چکی ہے۔

فائل ملنے کی بحث چھوڑ کر جو سوال پوچھا ہے۔۔! اسکا جواب دو ناز۔۔! علیزے خان اسے مخاطب کرتے ٹوک گئی تھیں۔ ناز دانتوں تلے لب دبا کر خود کو بولنے کے لئے تیار کرنے لگی۔۔

گل بہار اپنی معصومیت کی وجہ سے اپنی طبیعت خرابی کی وجہ کو نہیں جان پائی تھی۔اور نہ ہی اس نے اس طرح سنجیدگی سے کچھ سوچا تھا۔شاید اسی لاپرواہی کی وجہ سے اسکا سچ خود سامنے آگیا تھا۔جبکہ گل ناز اسکے مقابلے میں مضبوط و خود مختار بھی تھی۔اسی وجہ سے اپنے چیک آپ سے لے کر پریگننسی کی خبر جاننے تک کو اس نے خود میں محفوظ کر لیا تھا۔

اس بات سے بے خبر کہ داماد اور بیٹیوں کی اس جنگ میں اصلی سپہ سالار تو "بیہ وہاج صدیقی" تھیں۔۔جو ایک ایک چیز سے واقف تھیں۔اور اپنے دامادوں کا پورا پورا ساتھ بھی دیتی رہی تھیں۔۔

بڑی ماما آپ کو اب پتہ لگ چکا ہے۔تو مزید کیا بتاؤں میں۔۔۔!!انکی نظروں سے پریشان ہوتے وہ جھنجھلا سی گئی۔کچھ نہ کر کے بھی گل ناز کو خود

سے مجرموں والی فیلنگ محسوس ہو رہی تھی۔۔اور شرمندگی الگ سے۔۔۔

جی بیٹا جی یہ تو اللہ کا ہی شکر ہے۔جو ہمیں پتہ لگ گیا ہے۔۔ورنہ آپ تو پتہ نہیں کیا سوچے بیٹھی ہوئی تھیں۔۔! منیزے پاشا کے میٹھے طنز شروع ہو گئے تھے۔۔

بنا وقت ضائع کیے ہمیں اس ساری کاروائی کا بیک گراؤنڈ بتاؤ ناز۔۔۔! کیونکہ ہم نے بھی اپنے شوہروں کو ابھی جواب دینا ہے۔۔! جو سو فیصد سب جاننے کے بعد پہلا قصوروار ہمیں ہی ٹھہرائے گئے۔۔! کیونکہ ہمیں کانوں کان خبر بھی نہیں ہوئی۔۔اور اتنا سب کچھ ہو چکا ہے۔۔یقیناً یہ ہماری ہی لاپرواہی کا ہی نتیجہ ہے۔۔

علیزے خان نے سنجیدہ انداز میں بولتے ہوئے اسے معاملے کی سنگینی کا احساس دلانے کی کوشش کی تھی۔

بڑی ماما اس میں میرا یا آپکا کیا قصور ہے یار۔۔! آپکے سب کے وہ شہزادے بیٹے ہی مجھے اور بہار کو دھوکے سے سوات لے گئے تھے۔۔! ناز کڑھتے ہوئے بتانا شروع ہوئی تو پھر آہستہ آہستہ سب بتاتی چلی گئی۔ بہار کی پریگننسی کے بارے میں وہ ابھی لاعلم تھی۔۔اسے یہ ہی لگ رہا تھا۔۔کہ یہ عدالت اسکی فائل سامنے آنے پر لگائی گئی ہے۔۔

گل ناز کی باتیں سنتے ہوئے وہ سب بے اختیار سر پکڑ چکی تھیں۔ جبکہ بیہ صدیقی کو ہنسی آرہی تھی۔

ہائے میرے داماد کتنے رومینٹک ہیں۔۔۔! نہ چاہتے ہوئے بھی ہنسی کے دوران انکی زبان سے تبصرہ نکلا تھا۔ جس کو سن کر ناز کا موڈ ایک سیکنڈ میں بگڑ گیا۔

رومینٹک نہیں واحیات ہے۔۔۔! فارس ہمدانی کی بے شرمیاں یاد کرتے ہوئے وہ جلے کٹے انداز میں ماں کی تصحیح کرتے بولی تھی۔ جو بیہ صدیقی کو ایک آنکھ بھی نہیں بھائی تھی۔۔

شٹ آپ۔۔۔! ناز کی تصحیح پر فورا بیہ صدیقی نے اسے منہ بند کرنے کا کہا تو ناز کا اپنی ماں کا شٹ آپ سن کر منہ کھل گیا۔ اسکی ماں عجیب تھی۔۔ جو اپنے خوبصورت دامادوں کی الگ ہی فین تھی۔

مجھے کوئی بتاؤ زرا۔۔! کہ اب ہمیں کیا کرنا ہے۔۔۔؟ایک ساتھ دو دو خوش خبریاں سن کر خوشی سے ناچنا ہے۔یا پھر ہجرت کی تیاری پکڑ لیں۔۔۔!

مشعل ہمدانی جن کو کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔۔کہ بے اختیار پہلے سر پکڑ کر تو آخر میں ہنستے ہوئے پوچھنے لگیں۔۔کیونکہ انکو نہیں سمجھ آرہا تھا۔۔کہ ہنسنا ہے یا پھر رونا ہے۔۔

دو خوش خبریاں۔۔؟کیا مطلب۔۔۔!انکے الفاظ پر الجھتے ہوئے گل ناز نے اس بات کا مطلب جاننا چاہا تھا۔

مبارک ہو آپ کو ناز بی بی۔۔!!!کیونکہ آپ ماں بننے کے ساتھ ساتھ ماسی بھی بننے جارہی ہے۔۔!اپکی چھوٹی بہن بھی ماشاءاللہ سے پریگننٹ

ہے۔۔۔!! چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ سجاتے ہوئے ائرہ کاظمی نے اسکا ہاتھ تھام کر اچانک مبارکباد پیش کی تھی۔ جس کو جان کر گل ناز کی سبز آنکھیں کناروں تک پھیلتی چلی گئیں۔ جبکہ دل سینے میں تیز رفتار سے دوڑنا شروع ہو گیا تھا۔۔

بہت ہنگامہ ہونے والا ہے۔۔۔! اپنے صدمے میں گم گل ناز کو علیزے خان کی تشویشناک آواز سنائی دے رہی تھی۔

رات ہو چکی تھی۔ سات بج رہے تھے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی سب واپس آئے تھے۔ سلطان احمد خان نے تھوڑی دیر تک اپنی خانم کو کھانا لگانے کا کہا

تھا۔ کیونکہ آتے ہی سب سٹڈی روم میں میں چلے گئے تھے۔ شاید کوئی ضروری ڈسکشن ہو رہی تھی۔۔

کھانے کے بعد نہیں بتا سکتے کیا۔۔۔؟ سٹڈی روم کے سامنے آکر علیزے خان لے اختیار مڑتے ہوئے کہنے لگیں۔۔ انکا دل بیٹھا جا رہا تھا۔۔ بڑے ہونے کی وجہ سے وہ سب علیزے خان کو بات کرنے کے لئے تیار کر کے لائی تھیں۔۔ لیکن علیزے خان میں یہ بات کرنے کا حوصلہ نہیں ہو رہا تھا۔

ہاں ایسا کرو، رات کے بارہ بجے کر لینا۔۔؟ انکے بار بار کے بہانے پر منیزے پاشا کو چڑا ٹھی۔

تھوری دیر میں کھانا لگنے والا تھا۔۔اور بعد میں تھکن ہونے کی وجہ سے سب جلدی اپنے کمروں میں چلے جاتے تھے۔اوپر سے بہار نے الگ سے کبیر خان کی گردان کرتے ہوئے انکو پریشان کیا ہوا تھا۔ مشکل سے اسے بہلا پھسلا کر کمرے میں سلانے کے بعد وہ اب یہاں کھڑی تھیں۔۔جبکہ لڑکے ابھی تک لوٹے نہیں تھے۔۔اپنی انہی بحث میں الجھی وہ ایک دوسرے کے ساتھ سرگوشیاں کر رہی تھیں۔جب اچانک سلطان احمد خان خود باہر نکل آئے۔۔۔

خانم خیر ہے۔۔؟آپ سب یہاں۔۔؟سب کو اچانک یہاں دروازے پر دیکھ کر سلطان کو حیرت ہوئی تھی۔جبکہ انکی آواز پر وہ سب ایک دم سے متوجہ ہوئے مصنوعی مسکرانا شروع ہو گئی تھیں۔۔

کیا ہوا بھئی۔۔؟ یہ بطخوں کا ٹولا آج ایک ساتھ یہاں کیسے آن پہنچا ہے۔۔۔؟عیس ہمدانی بھی باہر نکل کر ہلکے پھلکے انداز میں پوچھنے لگے۔انکو کب سے باہر کسی موجودگی کا احساس ہو رہا تھا۔اس لئے سلطان دیکھنے کے لیے باہر نکلے تھے۔۔

آپ نہ کبھی بھی باز آیئے گا۔۔! مشعل ہمدانی اپنے شوہر کو تاسف سے دیکھ گئیں۔جو آج بھی انکو ایسے ہی الٹے سیدھے ناموں سے پکارتے تھے۔

خان ہمیں ایک بہت ضروری بات کرنی ہے آپ سب سے۔۔۔!!

علیزے خان سنجیدہ لہجے میں بولتے ہوئے کہنے لگیں تو سلطان احمد بھرپور متوجہ ہو گئے۔۔

آپ سب اندر آ کر بیٹھیں پہلے۔۔! پھر بات کرتے ہیں۔۔۔!

سلطان احمد خان کو کچھ غیر معمولی محسوس ہوا تو نرمی سے انکو اندر آنے کا کہتے ہوئے علیزے خان کا ہاتھ تھام کر مڑ گئے۔۔انکے حکم پر وہ سب بھی سٹڈی روم میں داخل ہو گئی تھیں۔۔

کبیر خان۔۔۔۔!!! بلیک مینشن کی دیواروں میں سلطان احمد خان کی دل ہلاتی ہوئی آواز گونجی تھی۔

سب نے دل تھام کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

جبکہ کبیر خان سمیت باقی جو ابھی ہی گھر آئے تھے۔کہ بے اختیار سر اٹھاتے ہوئے اوپر سیڑھیوں کی جانب دیکھنے لگے۔جہاں سلطان احمد کی آواز آ رہی تھی۔۔لڑکیاں سہمتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

کبیر خان۔۔۔!! سلطان احمد خان کی آواز نے ایک پھر شور بلند کیا۔۔

خان میری بات تو سنیں۔۔۔!! علیزے خان بھاگتے ہوئے انکو روکنا چاہ رہی تھیں۔ باقی سب بھی سٹڈی روم سے نکل کر تیزی سے انکے پیچھے آ رہے تھے۔۔

سلطان احمد خان کی نظر نیچے لاؤنج میں کھڑے کبیر خان پر پڑی تو انکی آنکھوں میں تیش کی لالی مزید ابھرتی چلی گئی۔ تیزی سے سیڑھیاں اترتے ہوئے وہ اب نیچے آ رہے تھے۔ جب کبیر خان بھی سنجیدگی سے انکو دیکھتا چلا گیا تھا۔۔

بھائی۔۔۔!! چلیں یہاں سے۔۔۔!! اپنے بڑے بابا کا جلال دیکھتے ہوئے غازیان اور شہرام بے چینی سے کبیر خان کے سامنے آئے تھے۔ وہ بالکل

بھی ایسا کوئی ہنگامہ نہیں چاہتے تھے۔ جو کسی بھی برداشت سے باہر ہو جاتا۔۔ کبیر خان اور فارس ہمدانی کو ساتھ لیے وہ ابھی آفس سے واپس آئے تھے۔۔

کچھ نہیں ہو رہا شہری۔۔! ڈونٹ وری غازی۔۔۔! تم لوگ بس پیچھے کھڑے رہو۔۔! کوئی آگے نہیں آئے گا۔۔! مضبوط لہجے میں چھوٹے بھائیوں کو تسلی دیتے ہوئے فارس ہمدانی آگے بڑھ کر کبیر خان کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑا ہو گیا تھا۔ جبکہ اسکی ایک سنجیدہ نظر پر شہرام اور غازیان سمیت باقی ایک قدم پیچھے ہٹ گئے تھے۔۔

سلطان احمد خان نیچے آئے تو کبیر ایک قدم چلتے ہوئے باپ کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔۔! ان باپ بیٹے کو آمنے سامنے دیکھ کر علیزے خان کا دل بیٹھنے لگا تھا۔۔

کبیر خان کے چہرے پر شرمندگی کے کوئی آثار نہ دیکھتے ہوئے سلطان احمد کا ضبط ٹوٹا تو وہ بے اختیار ہوتے ابھی کبیر پر ہاتھ اٹھانے ہی والے تھے۔ جب علیزے خان اور ماہ پارہ چیختے ہوئے آگے بڑھی تھیں۔ جبکہ فارس بھی تیزی سے کبیر کے سامنے دیوار بن گیا تھا۔۔ اس منظر پر سب کے دل بیک وقت رکے تھے۔۔

خان نہیں۔۔۔! علیزے خان نے کانپتے ہاتھوں سے سلطان احمد خان کے سینے ہر ہاتھ رکھتے ہوئے روکنے کی کوشش کی۔۔

ڈیڈ۔۔۔نو۔۔۔!!ماہ پارہ نے بھی چلاتے ہوئے باپ کا بازو تھام لیا تھا۔ان سب کے برعکس کبیر خان کے ہونٹوں پر دلکش مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔۔ اسکے چہرے کی مسکراہٹ دیکھ کر بلیک گینگ تاسف سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔۔

کبیر خان کی نظروں میں ایک زرہ برابر ڈر یا شرمندگی سے ملتا جلتا کوئی احساس نہیں تھا۔بلکہ وہ ڈنکے کی چوٹ پر کھڑا سب کے سامنے مسکرا رہا تھا۔

بھائی۔۔۔!!انکے چھوٹے بھائی تڑپتے ہوئے اس سے پہلے آگے آتے۔ جب کبیر نے چہرہ موڑتے ہوئے تیزی سے انکو انکی جگہ پر روک دیا۔

ڈیڈ کیا کر رہے ہیں آپ۔۔۔!! ماہ پارہ نے اچانک رونا شروع کیا تو سلطان بے بسی سے بیٹی کو دیکھ گئے تھے۔۔ جو بری طرح رونا شروع ہو گئی تھی۔۔

کچھ نہیں ہوا بچہ۔۔۔!! شش۔۔!! روتے نہیں ہیں۔۔!! وہاج صدیقی نے آگے بڑھ کر ماہ پارہ کو اپنے نزدیک کر لیا تھا۔۔

چھوٹے بابا۔۔۔!! وہ ڈیڈ بھائی کو۔۔۔!! ہچکیاں لیتے ہوئے ماہ پارہ ششدر ہو چکی تھی۔۔

سب ٹھیک ہے میری جان۔۔۔!! سلطان احمد خان کو آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ کرتے ہوئے وہاج صدیقی نے کچھ بھی بولنے سے منع کر دیا تھا۔۔ بہن کو روتے دیکھ کر کبیر بھی آگے بڑھ کر اسے تھامنے لگا۔ کہ ضرار پاشا فورا بول پڑے۔

منیزے۔۔! بچیوں کو اوپر لے کر جاؤ۔۔! لاؤنج میں ضرار پاشا کی سرد آواز گونجی تھی۔ جس کو سن کر کبیر خان نے دانتوں تلے لب دبا لیا تھا۔ انکے حکم پر منیزے پاشا اگلے ہی پل سب لڑکیوں کو اوپر جانے کا اشارہ کرتے ہوئے ماہ پارہ کو تھام گئیں۔

ڈیڈ آپ بھائی کو کچھ نہیں کہیں گئے۔۔۔! ورنہ میں آپ سے ناراض ہو جاؤں گی۔۔! ! روتے ہوئے ماہ پارہ باپ کو دھمکی لگا کر اوپر کی جانب بھاگ گئی تھی۔ جبکہ علیزے خان بھی خشک ہونٹوں کے ساتھ بے جان سی ہو رہی تھیں۔ ائرہ کاظمی اور منیزے پاشا نے جلدی سے انکو سہارا دیا۔۔۔ شکر انکی بیٹی نے بروقت آگے بڑھ کر باپ کو شانت کر لیا تھا۔ ورنہ آج یہاں پر قیامت ٹوٹ پڑنی تھی۔۔۔

ابھی تو لڑکیاں اس اچانک ٹوٹی قیامت کی وجہ سے بے خبر تھیں۔۔

کوئی شرم یا لحاظ باقی رہا ہے تم میں کبیر خان یا میں سمجھو کہ تم بے غیرت ہو چکے ہو۔۔۔؟ بچیوں کے جاتے ہی سلطان احمد خان کی سرد آواز نے اسے مخاطب کیا۔

کون سی شرم یا لحاظ بڑے بابا۔۔۔؟ کیا گناہ کیا ہے ہم نے۔۔۔؟ اور آپ کس بنیاد پر ہمیں بے غیرت کہہ رہے ہیں۔۔۔؟ کبیر کی بجائے فارس نے چھبتے ہوئے الٹا سوال کیے تھے۔۔

فارس ہمدانی تمیز سے بات کرو اپنے بڑے بابا سے۔۔۔! اور زبان کو لگام بھی دو۔۔! ورنہ یہ ہی زبان میں ابھی اکھاڑ پھینکوں گا۔۔۔! عیس ہمدانی نے سپاٹ لہجے میں بنا توقف کے بیٹے کو جھاڑ پلائی۔۔

سچ میں چھوٹے بابا۔۔۔؟ کتنی دفعہ آپ لوگ یہ کام کریں گئے۔۔۔؟ یا پھر ایسا کیوں نہیں کرتے آپ سب۔۔! کہ گن پکڑے اور ایک ہی بار میں ہمیں شوٹ کر کے اپنی جان چھڑوالیں۔۔۔! کبیر خان نے استہزایہ انداز میں بولتے ہوئے لب کشائی کی۔ وہ ان روز روز کی دھمکیوں سے تنگ آ گئے ہوئے تھے۔۔۔ جبکہ انکی مائیں سانس روکے کھڑی تھیں۔ اور وہیں اپنی جاسوسی عادت سے مجبور ہیر بھی ریکنگ پر لٹکے چپکے سے ساری باتیں سن رہی تھی۔ مہر ماہ نے پیچھے سے آکر تاسف سے اسکی لڑکی کو دیکھا۔ جو اپنی حرکتوں سے کبھی بھی باز نہیں آسکتی تھی۔۔

مجھے صرف ایک سوال کا جواب چاہیئے۔۔۔! کہ کس کی اجازت سے تم لوگوں نے اپنی حد پار کرنے کی ہمت کی ہے۔۔۔؟؟ سلطان احمد خان نے

آگ برساتی نظروں سے ان دونوں کو دیکھتے ہوئے تیش سے سوال اٹھایا تھا۔

کونسی حد۔۔۔؟بیویاں ہیں وہ ہماری ڈیم اٹ۔۔۔!!سالوں تک آپ لوگوں نے پہلے ہمیں اٹلی میں پھینکے رکھا۔۔۔!وہاں سے واپس آئے تو بھی کچھ نہیں بدلا تھا۔ستائیس سال عمر ہو چکی ہے ہماری۔۔۔!اب کیا روز اسپیکر پر اعلان کریں۔کہ ہمیں ہماری بچپن کی منکوحہ تھمادیں پلیز۔۔! کیونکہ ہماری راتیں نہیں گزر رہی ہیں۔۔۔!!یا پھر روز رات کو آپ سب کے کمروں کے دروازے کھٹکھٹانا شروع کر دیں۔۔۔!!پھر جا کر شاید آپ لوگوں کو کچھ احساس ہو جائے۔۔۔

انکی ہر بار کی ایک ہی بات سے تنگ آتے ہوئے کبیر خان ضبط سے پھٹ پڑا تھا۔ جبکہ اسکے بے باک الفاظ سن کر سب کی اچانک سیٹی گم ہوئی تھی۔

پوری بلیک گینگ کے چہرے سرخ پڑ گئے تھے۔ فارس کی ہنسی چھوٹتے چھوٹتے بچی تو انکے چھوٹے بھائی ہنسی ضبط کرنے کے چکر میں چھت پر نظریں ٹکا گئے۔۔۔

اور پلیز یہ اجازت نامہ کا قصہ اب ختم کر ہی دیں۔۔۔! جوان ہو چکے ہیں ہم۔۔! اپنی اپنی زندگی میں سیٹل تک ہو چکے ہیں۔۔۔! اب اور کیا چاہیئے آپ کو۔۔۔؟ آپ ہمیشہ ہم سے سوال کرتے ہیں۔۔! ! آج میں آپ سے سوال کرتا ہوں۔۔! کہ آخر ابھی تک آپ کو ہماری رخصتی کا خیال کیوں نہیں آیا۔۔۔؟

کسی کا بھی لحاظ کیے بنا کبیر خان اپنے اندر کی بھڑاس نکالتا جا رہا تھا۔۔۔

یوں باپ سے اونچی آواز میں بات کر کے تم آخر ثابت کیا کرنا چاہتے ہو کبیر خان۔۔؟سنان مصطفیٰ کو اسکی اونچی آواز ناگوار گزر رہی تھی۔۔

ہم کچھ بھی ثابت نہیں کرنا چاہتے ہیں چھوٹے بابا۔۔۔! بات سادہ اور صاف ہے۔۔۔!!اگر ایک طرف ہماری رخصتی کا خیال آپ لوگوں کو آ کے نہیں رہا تھا۔۔۔! تو دوسری طرف ہماری جوانی کو بھی ہم پر رحم نہیں آ رہا تھا۔اس لئے بس بنا دیا آپ سب کو دادا پلس نانا۔۔!

فارس ہمدانی نے بھرپور اٹیٹیوڈ میں بولتے ہوئے ساتھ اپنا لاجک پیش کر کے اس اچانک ملی خوش خبری میں سادگی بھری تو ایک بار پھر سب کے

چہرے سرخ پڑنے لگے تھے۔اس کھلا کھلم بے شرمی پر انکی مائیں تو نظریں چرا رہی تھیں۔

ریلنگ پر لٹکی ہوئی ہیر صدمے سے منہ کھولتے ہوئے گرنے والی ہوئی تھی۔۔

بکواس بند کرواور دفع ہو جاؤاس گھر سے۔۔۔!!انکو حد سے بڑھتے دیکھ کر سلطان احمد خان چنگاڑتے ہوئے بولے تھے۔

مجھے لگتا ہے۔۔!جب تک تمہاری طرف سے بھی انکو خوش خبری نہ ملی۔یہ ہمیں رخصتی نہیں دینے والے ہیں۔۔۔!باپ کے انوکھے حکم پر کبیر بدمزہ ہوتے فارس سے مخاطب ہوا تھا۔۔جس کو سنتے ہوئے انکے چھوٹے بھائی کھی کھی کرتے چلے گئے۔بڑے بھائیوں کا سوگ دیکھتے ہوئے وہ ایک

دوسرے کے کاندھوں میں منہ چھپائے ہنسی کنٹرول کر رہے تھے۔ ورنہ اس قدر سنجیدہ صورتحال میں انکو جوتے بھی پڑ سکتے تھے۔۔۔

مل تو چکی ہے۔۔! اب اور کتنی خوش خبریاں اکھٹی کرنی ہیں۔۔۔؟ کبیر کے الفاظ پر اچانک بیہ صدیقی نے بیچ میں مداخلت کی۔۔۔

کیا مطلب چھوٹی ماما۔۔۔؟ کبیر نے الجھتے ہوئے پوچھا۔۔

میرا مطلب ہے۔ کہ بہار کے ساتھ ساتھ ناز بھی پریگننٹ ہے۔۔۔!! بیہ صدیقی نے تھورا سنبھلتے ہوئے لگے ہاتھ ایک اور راز فاش کیا تو فارس اپنی جگہ پر فریز ہو کر رہ گیا۔۔ ریکنگ پر لٹکی ہوئی ہیر کے لبوں سے بھی ہلکی سی چیخ نکلی تھی۔

فارس کے ساتھ ساتھ بلیک گینگ ایک دفعہ اور ششدر ہو چکی تھی۔ سٹڈی روم میں ابھی علیزے خان نے صرف بہار کے متعلق آگاہ کیا تھا۔ جب سلطان احمد خان خود سے قابو کھوتے نیچے چلے آئے تھے۔۔

او بلے بلے شاواں شاواں۔۔۔!! خوشی سے جھومتے ہوئے شہرام اس سے پہلے بھنگڑا ڈالنا شروع کرتا۔ جب فاتح نے تیزی سے اسکے پاؤں پر اپنا پیر مارتے ہوئے اسے ہوش دلائی تھی۔ اور اگلے ہی پل شہرام سنجیدگی کی تصویر بنے کھڑا تھا۔۔

دفع ہو جاؤ دونوں یہاں سے۔۔۔! ورنہ میں سچ میں آج شوٹ کر دوں گا تم دونوں کو۔۔!! عیس ہمدانی کی اچانک جلالی آواز نے فارس کو ہوش میں

آنے پر مجبور کیا تھا۔ وہ مزید کچھ کہتے جب اپنی ماؤں کے التجائیہ چہرے دیکھتے ہوئے ایک دوسرے کو اشارہ کرتے مڑے۔۔۔

کبیر بھیا۔۔۔!! فارس اور کبیر واپس جا ہی رہے تھے۔ جب مہر ماہ نے تیزی سے کبیر کو آواز دے کر روکا۔۔۔

بھیا آپی کی طبیعت بہت خراب ہے۔۔! کب سے رو رہی ہیں۔۔۔! صرف اپکو بلا رہی ہیں۔۔۔! پلیز جلدی اوپر آئیں۔۔۔!! مہر ماہ پریشانی سے بہار کی طبیعت سے آگاہ کرتے ہوئے تیزی سے مڑ گئی تھی۔

خبردار اگر تم نے گل کے کمرے کی طرف ایک قدم بھی اٹھایا تو۔۔۔! کبیر جو بے چینی سے اوپر جانے لگا تھا۔ کہ سلطان بے اختیار اسے روکتے چلے گئے۔۔۔

گل کے کمرے کی طرف نہ جاؤں۔۔۔! تو کیا گلستان چلا جاؤں۔۔۔؟ کبیر بے حد چڑتے ہوئے مڑ کر باپ کی طرف دیکھنے لگا تھا۔۔

فلحال تو تم دونوں بس جہنم ڈیزرو کرتے ہو۔۔۔!! سنان مصطفیٰ نے طنزیہ لہجے میں اسے جواب دے کر باہر کا رستہ دیکھانا چاہا تھا۔۔۔۔

میرا ابھی چیلنج ہے پھر آپ سب کو۔۔۔! اس بار بہارے کو مجھ سے الگ کر کے دیکھایئے گا۔۔۔!! وہ کبیر، کبیر چلاتی اس گھر کی دیواریں نہ ہلا گئی۔ تو میرا نام بھی کبیر خان نہیں۔۔۔! سب گھر والوں پر نظر ڈال کر وہ جنونی لہجے میں چیلنج کرتا فارس کا ہاتھ پکڑے تیزی سے نکل گیا تھا۔۔ اسکے انداز و لہجے پر سب بے ساختہ دہل کر ایک دوسرے کو دیکھ گئے۔۔۔

کہاں جارہے ہو تم لوگ اب۔۔۔؟ضرار پاشا نے سرد آواز میں انکو روکتے ہوئے سوال کیا تھا۔جو بھائیوں کے پیچھے نکل رہے تھے۔۔

بھائی لوگوں کے پیچھے۔۔۔!ضرار پاشا کی توقع کے عین مطابق غازیان نے جواب دیا۔جس کو سن کر انکا پارہ مزید ہائی ہو گیا۔

تم میں سے اگر کوئی ایک بھی انکے پیچھے گیا تو ٹانگیں توڑ کر رکھ دوں گا میں تم سب کی۔۔۔!چپ چاپ جا کر کھانے کی ٹیبل پر بیٹھو۔۔۔!

سرد لہجے میں گرجتے ہوئے ضرار پاشا نے سب کو وارننگ دی تھی۔شہرام اور فاتح نے سب کو مخصوص اشارہ کرتے کوئی بھی جواب دینے سے منع کرتے ہوئے ڈائینگ ٹیبل کی طرف بڑھنے کا کہا۔انکی تقلید میں باقی بھی بے بسی سے چل دیے۔۔۔

اپنے ازلی لاپرواہ حلیے کے ساتھ وہ کلب میں داخل ہوئے تھے۔

شرٹ کے بٹن کے کھلے تو گلے میں دونوں نے ایک جیسی سلور چین پہنی ہوئی تھی۔اپنی اپنی شخصیت میں وہ بے مثال تھے۔

کیوں تونے میرا دل چرایا۔۔۔!!! ہلکی آواز میں شہرام علی نے گنگنانا شروع کیا تو الائچی چباتا ہوا فاتح بے اختیار مڑا تھا۔۔ جیسے کہنا چاہ رہا ہو۔ کہ یہاں تو باز آجا۔۔۔

فاتح کے دیکھنے پر شہرام نے ہلکا سا مسکراتے ہوئے کندھے اچکا دیے۔اسکے لاپرواہ جواب پر فاتح بھی دلکشی سے مسکراتے ہوئے مڑ کر پھر آگے چلنا شروع ہو گیا۔۔

ہم نہیں تیرے قاتلوں میں۔۔۔!! شہرام کی دیکھا دیکھی اس نے بھی گنگنانا شروع کر دیا تھا. فاتح کی آواز سنتے ہوئے شہرام ہولے سے ہنس دیا۔

چونکہ رات کے صرف گیارہ بج رہے تھے۔اس لئے کلب میں ابھی کوئی خاص شور وہنگامہ نہیں ہو رہا تھا۔

وہ دونوں جا کر بار کاونٹر کے پاس بیٹھ گئے۔ پچھلے تین چار دنوں سے وہ اس کلب میں آ رہے تھے۔اس لئے یہاں کے لوگ انکو ہلکا پھلکا پہنچاننے لگے تھے۔۔

پاکستانی کلب اتنے برے بھی نہیں ہیں یار۔۔!! ویٹر کو ڈرنگ لانے کا اشارہ کرتے ہوئے شہرام نے بے اختیار اپنی رائے دی۔

ہاں بس یہاں کی لڑکیاں ضرورت سے زیادہ نخریلی ہیں۔۔۔!!اسکی بات میں حامی بھرتے ہوئے فاتح نے زو معنی انداز میں بولتے ساتھ اپنی رائے پیش کی تھی۔جس کو سن کر شہرام سر پیچھے گراتے ہوئے ہنس دیا تھا۔۔

خیر دیکھتے ہیں۔۔!یہاں کی تتلیاں ہمیں کتنا تڑپا سکتی ہیں۔۔۔؟صوفے سے ٹیک لگا کر فاتح سلطان اگلے ہی پل مغرور سا ہو گیا۔اپنے اپنے ڈرنک کے چھوٹے چھوٹے سیپ لیتے ہوئے وہ ایک دوسرے کے ساتھ باتوں میں مشغول ہو گئے۔جبکہ بار کاؤنٹر پر کھڑے سب ویٹران کو نا محسوس انداز میں دیکھ رہے تھے۔۔۔

یہ دونوں نئے آئے ہیں کیا۔۔۔؟ایک ویٹر نے اپنے ساتھی کو آہستہ آواز میں مخاطب کیا۔۔۔

ہاں پچھلے تین چار دنوں سے آرہے ہیں۔۔۔!! دوسرے ویٹر نے کام کرتے ہوئے بتایا تھا۔۔

دیکھنے میں تو کوئی امیر زادے ہی معلوم ہو رہے ہیں۔۔!! پہلا ویٹر پر سوچ انداز میں جائزہ لیتے ہوئے دوبارہ بولا تھا۔۔۔ جیسے جیسے رات آگے بڑھ رہی تھی۔ ویسے ویسے کلب میں رونق بھی بڑھتی جا رہی تھی۔ ہلکا ہلکا میوزک بھی شروع ہو چکا تھا۔۔

صرف امیر زادے نہیں بلکہ جدی پشتی رئیس بولو۔۔۔! بلیک کمپنی کے وارث ہیں۔۔! دوسرا ویٹر جو شہرام اور فاتح کا کچھ کچھ بیک گراؤنڈ جانتا تھا۔۔ کہ فوراً متاثر کن لہجے میں اپنے ساتھی کو آگاہ کرنے لگا۔۔

کیا سچ میں۔۔۔؟ بلیک کمپنی کا نام سن کر پہلا ساتھی کچھ بے یقین ہوا تھا۔۔

لو بھلا میں کیوں جھوٹ بولوں گا۔۔؟ صرف یہ دونوں اپنے سب بھائیوں میں سے آوارہ اور بگڑے ہوئے ہیں۔۔! اسی لئے تو یہاں پر نظر آرہے ہیں۔۔۔!! دوسرا ویٹر کام کرتے ہوئے مزید تفصیل بتا رہا تھا۔ جبکہ ساتھ ساتھ وہ شہرام اور فاتح پر نظریں بھی جمائے ہوئے تھے۔

میں سمجھا نہیں۔۔۔؟ شہرام اور فاتح کے صرف بگڑے ہوئے ہونے کا سن کر پہلا ویٹر زرا الجھ گیا۔۔

ابے الو۔۔! ان دونوں کے باقی کزن اور بھائی سب کسی نا کسی بڑے ڈیپارٹمنٹ کا حصہ ہیں۔۔! صرف یہ ہی ایسی عیاشیوں میں پڑے ہوئے ہیں۔۔۔! دوسرے ویٹر نے اس بار زرا لہجے کو زرا زو معنی بناتے ہوئے

اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔ سمجھ آنے پر اسکا ساتھی سر ہلاتا چلا گیا۔ اسکے ساتھ ہی وہ دوبارہ کام میں مصروف ہو گئے۔

سالے...!! سامنے کھڑے دونوں ویٹرز پر زہر بھری نظر ڈالتے ہوئے فاتح نے سر تیزی سے جھٹکا تھا۔ جبکہ شہرام ہنستے ہوئے اسے کول ڈاؤن رہنے کا اشارہ کرنے لگا۔۔۔

فتی تجھے نہیں لگتا کہ اب پاکستان میں جڑواں بچے زیادہ ہی پیدا ہونے لگے ہیں۔۔۔! اچانک شہرام نے اسے مخاطب کیا۔

ہاں شاید میڈیکل کی ساری دوائیاں انہی کاموں میں استعمال ہو رہی ہیں۔۔۔!! شہرام کی مصنوعی حیرت پر فاتح نے لب دباتے ہوئے فورا

جواب دیا تھا۔ جس کو سن کر شہرام کا دلفریب قہقہ بے ساختہ تھا۔ دور اندھیرے میں کھڑے دو وجود انکی دلکشی ہنسی پر دل تھام گئے تھے۔۔

چل اٹھ اب۔۔! ٹائم پورا ہو گیا ہے۔۔!! بھائی لوگوں کی طرف نکلنا ہے۔۔۔!! گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے فاتح جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ شہرام بھی سر ہلاتے ہوئے کھڑا ہوا۔ کہ اچانک اسکے موبائل پر کال آنے لگی۔۔

ایک تو مجھے آج تک یہ سمجھ نہیں آئی۔ کہ انکو کیسے پتہ چل جاتا ہے۔ کہ ہم یہاں پر ہیں۔۔! موبائل پر "ناکارہ ڈیڈ" کی کال آتے دیکھ کر شہرام نے حیران ہونے کی ایکٹنگ کی تھی۔ یس کرتے ہوئے اس نے موبائل کان کے ساتھ لگایا تو فون میں سے عیس ہمدانی کی بارعب آواز گونجی۔۔۔

جی نکل رہے ہیں یہاں سے۔۔۔! نہیں ہم گھر نہیں آئے گئے۔۔۔! بھائی لوگوں کی طرف جا رہے ہیں۔۔۔!

باپ کے جلال کا زرا برا برا اثر لیے بنا شہرام نے انکو آگاہ کرتے ہوئے کھٹاک سے فون بند کر دیا تھا۔۔ دوسری طرف عیس ہمدانی کا بس نہیں چلا تھا۔ کہ فون میں سے شہرام کو کھینچ کر دھوڈالنا شروع کر دیتے۔۔

بد تمیز عورت۔۔! بے وقوف لڑکی۔۔۔! پاگل۔۔!

سوئمنگ پول میں کھڑے فارس ہمدانی کی جلی کٹی آوازیں بار بار سنائی دے رہی تھیں۔

چل بس کر دے اب۔۔۔! عورتوں کی طرح اور کتنا کوسے گا۔۔۔! اسے کڑھتے دیکھ کر کبیر خان نے قہقہ لگاتے ہوئے اسے روکا تھا۔

گھر سے آنے کے بعد وہ یہاں فارم ہاؤس پر آ گئے تھے۔ دماغ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے آتے ہی انہوں نے سوئمنگ پول میں چھلانگ لگادی تھی۔ پچھلے ایک گھنٹے سے وہ لوگ سوئمنگ کر رہے تھے۔ انکی آمد پر ملازموں نے اس پورے حصے کو روشن کر دیا تھا۔ ورنہ عام طور پر یہاں اندھیرا چھایا رہتا تھا۔

لیکن اس وقت یہاں ہر طرف اجالا ہوا نظر آ رہا تھا۔ فارس سوئمنگ پول کے اندر تو کبیر اب کنارے پر جا کر لیٹ گیا تھا۔ انکے آفس کوٹ اور شرٹس ایک سائیڈ پر پڑی ہوئی تھیں۔

فارس کو جب سے باپ بننے کی خبر ملی تھی۔ پہلے تو وہ سمجھ نہیں پایا کہ کیا ری ایکٹ کرے۔ کیونکہ صدمہ ہی اتنا بڑا اچانک اور بھرپور ملا تھا۔ پر اب جب سے اسے ہوش آئی تھی۔ تب سے وہ اپنی جنگلی بلی کو بس کوسے ہی جا رہا تھا۔ جس نے فارس کو بے خبر رکھ کر سب سے بڑا ظلم کیا تھا۔

یہ میرے ہاتھ سے نہیں بچنے والی خان۔۔! میں بتا رہا ہوں۔ کہ اس بار یا خود شہید ہو جاؤں گا۔ یا پھر اس جنگلی بلی کو کر دوں گا۔۔۔! خطرناک لہجے میں بولتے ہوئے فارس باہر نکل کر کنارے پر بیٹھ گیا۔ جبکہ دل ہی دل میں اسے ناز پر شدید غصہ آ رہا تھا۔۔ اسکی حالت انجوائے کرتے ہوئے کبیر پھر ہنسنے لگا تھا۔۔

بھائی آپ یہاں ہیں۔۔!! ہم آپ لوگوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر آئے ہیں۔۔!

اچانک شہرام اور فاتح کی وہاں آمد ہوئی تو وہ مڑ کر انکی طرف دیکھنے لگے۔۔۔

جو تھکے ہوئے نظر آرہے تھے۔

تم دونوں کے آنے کا ہی انتظار کر رہے تھے۔۔۔!! کبیر نے ایک نظر ان پر

ڈالتے ہوئے جواب دیا۔۔

یہ رات کے وقت اپنے اس اصلی حلیے میں کیوں گھوم رہے ہو۔۔۔؟ انکی

ڈریسنگ کا جائزہ لیتے ہوئے فارس نے بے اختیار پوچھا۔۔ فارس کا اشارہ

انکی تیاری پر تھا۔

کچھ نہیں بھائی بس تھوڑا سا شغل میلا لگانے گئے ہوئے تھے۔۔۔!!

شرارتی انداز میں فاتح جواب دیتے ہوئے اپنی شرٹ کے بٹن کھولنا شروع

ہو گیا۔ بڑے بھائیوں کو دیکھ کر ایک دم سے اسکا بھی سوئمنگ کرنے کا موڈ بن گیا تھا۔

لگتا ہے۔۔! کسی دن تم دونوں کا یہ شغل میلا فرصت سے ہمیں بھی دیکھنا پڑے گا۔۔! کبیر نے جانچتے ہوئے انداز میں اچانک خیال پیش تو شہرام اور فاتح کی سیٹی فوراً گم ہو گئی۔ بنا کوئی جواب دیے فاتح نے اپنے آگے کھڑے شہرام کو تیزی سے پہلے پانی میں دھکا دیا۔ اور پھر خود بھی کود گیا۔۔۔

لو جی۔۔۔ چلو بھر پانی میں دونوں ڈوب گئے ہیں۔۔۔! انکو ایک ساتھ پانی میں گم ہوتے دیکھ کر ایشام جو ابھی باسم کے ساتھ وہاں آیا تھا۔۔ کہ لے ساختہ بول گیا۔ اسکے الفاظ پر باقی سب ہنس دیے تھے۔ شہرام اور فاتح پانی سے سر باہر نکالتے ہوئے اسے گھوری سے نوازنے لگے تھے۔

بھائی آجائیں کھانا لگ گیا ہے۔۔۔! بڑے بھائیوں کو مخاطب کرتے ہوئے باسم نے کھانا لگنے کی اطلاع دی۔۔۔ کبیر اور فارس چونکہ ایسے ہی گھر سے نکل آئے تھے۔ تو بعد میں ضرار پاشا نے انکو زبردستی وہیں پر روک لیا تھا۔ پر اس کے باوجود بھی اُنہوں نے کھانا نہیں کھایا تھا۔ بلکہ بامشکل ٹیبل پر دس منٹ بیٹھنے کے بعد وہ بھائیوں کے پیچھے جانے کا اعلان کرتے ہوئے وہاں سے اٹھ آئے تھے۔

آتے ہوئے رستے میں غازیان اور باسم نے سب کے لیے کھانا پیک کروالیا تھا۔ اور فارم ہاؤس پر پہنچتے ہی سب سے پہلے باسم نے کھانا لگوایا تھا۔ کیونکہ بھوک سے سب کا برا حال تھا۔۔

باسم ایسے کرو۔۔۔! ملازموں سے کہہ کر کھانا یہیں باہر لگوالو۔! موسم کافی اچھا ہے۔۔۔! موسم کو خوشگوار ہوتے دیکھ کر اچانک فارس بولا تھا۔۔ آج ویسے بھی انکے دل خوشی سے بھرے ہوئے تھے۔اس لئے اتنی بڑی خوشی کو وہ اچھے سے انجوائے کرنا چاہتے تھے۔

ہاں ٹھیک ہے۔۔! ویسے بھی یہ مگرمچھ اب پانی سے اتنی جلدی باہر تو آنے والے نہیں ہیں۔۔۔!! شہرام اور فاتح کی سوئمنگ پر چوٹ کرتے ہوئے ایشام نے انکو نئے لقب سے نوازا تو باسم کا قہقہ ابلا۔۔ شاید مگرمچھ کا لقب باسم کو انکے کے لئے بالکل پرفیکٹ لگا تھا۔۔

تیری تو۔۔۔!!رک تو کمینے۔۔!سڑے ہوئے شامی کباب۔۔۔!ایشام کو ہیر کے دیئے ہوئے ناموں سے پکارتے ہوئے فاتح خونخوار تاثرات سے اس پر جھپٹنے کے لیے باہر نکلا تھا۔

ایشام مزے سے قہقہے لگاتے ہوئے بڑے بھائیوں کے بیچ جا کر بیٹھ گیا۔۔ جس کی وجہ سے فاتح کو پیچھے ہی اپنے قدم روکنے پڑے تھے۔۔اسکی بے بسی دیکھ کر ایشام نے آنکھیں مٹکا کر انکو مزید چڑانا شروع کر دیا۔۔۔

کبیر اور فارس پورے دل سے مسکراتے ہوئے انکی چھیڑ چھاڑ انجوائے کر رہے تھے۔ان سب کے آتے ہی یہاں پر رونق لگ چکی تھی۔ملازم بھی پر شوق نظروں سے انکو دیکھ رہے تھے۔جن کے چہرے زندگی سے بھرپور تھے۔۔۔

اسکے ایڈمیشن کا کیا سوچا ہے۔۔۔؟ ٹیبل پر بیٹھتے ہی ارسل خان نے محبت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے باپ کو مخاطب کیا۔۔ وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی ڈیوٹی سے واپس آیا تھا۔

فریش ہونے اور چینج کرنے کے بعد وہ پھر باہر جانے والا تھا۔ کہ اچانک رکتے ہوئے ٹیبل پر آ بیٹھا۔۔

سوچ رہا ہوں ابھی تو۔۔۔! نعمان خان نے پر سوچ انداز میں جواب دیا۔ محبت کا چونکہ یونیورسٹی میں ایڈمشن ہونے والا تھا۔ اس لئے آج کل گھر میں یہ ہی بات زیر بحث تھی۔ کہ محبت کا ایڈمیشن کہاں کروایا جائے۔

ڈیڈ۔۔! مجھے پاروآپی کی یونیورسٹی میں جانا ہے۔۔۔! انکو بات کرتے دیکھ کر پرجوش انداز میں محبت بھی کہنے لگی۔۔

ڈیٹس گڈ۔۔۔!! میں بھی یہ ہی سوچ رہا تھا۔۔۔!! بہن کی خواہش میں ارسل خان بھی حامی بھرتے ہوئے بولا تھا۔۔ جس کو سن کر محبت مزید خوش ہو گئی۔۔

اچھا ہے نا۔۔! ماہ پارہ کی موجودگی میں اسکو آسانی رہے گی۔۔! اور دونوں بہنوں کو ایک دوسرے کا ساتھ بھی مل جائے گا۔۔۔! ارسل مزید تفصیل بیان کرنے لگا تھا۔ نعمان خان اور علینہ خانم غور سے اسکی بات سن رہے تھے۔ اور انکو یہ خیال پسند بھی آیا تھا۔

ٹھیک ہے پھر جیسے تم بہتر سمجھو۔۔۔! نعمان خان نے بنا کوئی سوال کیے بیٹے کے فیصلے میں حامی بھری تو محبت کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں رہا۔۔

چلیں ٹھیک ہے میں صبح پھر جا کر اسکا ایڈمیشن کروادوں گا۔۔! کرسی سے اٹھتے ہوئے وہ کہنے لگا۔۔

کہاں جا رہے ہو اب۔۔۔؟ ارسل کو کھڑے ہوتے دیکھ کر علینہ خانم نے بے ساختہ پوچھا تھا۔۔

فارم ہاؤس جا رہا ہوں مورے۔۔! بھائی لوگوں کے پاس۔۔! سب وہیں پر ہیں۔۔!! انکے سوال کا جواب دیتے ارسل مزید واضح کرتا چلا گیا۔۔

وہ لوگ وہاں کیوں ہیں۔۔؟ نعمان خان بھی پوچھ گئے۔۔۔

بڑے باں ماسے جھگڑا ہوا ہے اس لئے۔۔! یار آپ کال کر کے انہی سے پوچھ لیں نا۔۔! خوش خبری بھی پتہ چل جائے گی۔۔!! مجھے ابھی دیر ہو رہی ہے۔۔۔!!

انہیں الجھا ہوا چھوڑ کر ارسل خان تیزی سے نکل گیا تھا۔ کیونکہ ایشام کی تیسری بار کال آ رہی تھی۔

مجھے بیر کے پاس جانا ہے۔۔۔!! کہاں ہیں وہ۔۔.؟ بہار نے روتے ہوئے کوئی دسویں بار پوچھا تھا۔۔۔

بہار میری جان۔۔۔! وہ کام میں پھنسا ہوا ہے۔۔ آ جائے گا نا ابھی تھوڑی دیر میں۔۔۔! تم ایسے کیوں طبیعت مزید خراب کر رہی ہو۔۔۔؟ علیزے

خان اسے سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھیں۔پر ہر گزرتے لمحے کے ساتھ یہ مشکل ہو رہا تھا۔۔۔

کب آئیں گئے۔۔۔؟ کتنی رات ہو گئی ہے بڑی ماما۔۔! کب سے ایسے ہی آپ لوگ مجھے کہہ رہے ہیں۔۔۔! آنکھوں کو بے دردی سے صاف کرتے وہ ہلکا سا چیخی تھی۔۔ جیسے صبر ٹوٹ گیا ہو۔۔ جبکہ اسکا یوں حال دیکھ کر وہ سب پریشان ہو چکی تھیں۔۔

میں اسے دوبارہ فون کرتی ہوں۔۔! ابھی آجاتا ہے۔۔۔! تم ایسے رو تو نہیں گل میرا بچہ۔۔۔!! بیہ صدیقی بھی اسے بہلانے کی کوشش کر رہی تھیں۔۔۔

مام آپ فون نہیں کرتی ہیں۔۔۔! کب سے یہ ہی جھوٹ بول رہی ہیں۔۔۔! بیر مجھے رونے نہیں دیتے ہیں۔۔۔!!

ہچکیوں کے درمیان وہ بے حد چڑتے ہوئے ماں کو معصومیت سے سنا کر آخر پر پھر دکھی ہو گئی تھی۔ جیسے کبیر خان کی کمی نے پھر دل مٹھی میں بھر لیا ہو۔۔۔ اسکے الفاظ سنتے ہوئے وہ تعجب سے اسے دیکھ رہی تھیں۔۔ جیسے یقین کرنا مشکل ہو۔ کہ یہ وہی گل بہار ہے۔۔ جو کبھی کبیر خان کے نام سے بھی خوف کھاتی تھی۔ اور آج کتنے مان سے بتا رہی تھی۔ کہ کبیر خان اسے رونے نہیں دیتا ہے۔۔۔

بہار تکیے میں منہ چھپائے روتے ہوئے ہلکا ہلکا لرز رہی تھی۔۔ کہ اچانک پھر الٹی کے احساس پر وہ تیزی سے بیڈ سے نیچے اتر کر باتھروم کی طرف بھاگی۔۔۔

منیزے پاشا پریشان ہوتے اسکے پیچھے گئی تھیں۔۔ جبکہ باقی بے بسی سے اب سر پکڑ چکی تھیں۔اس صورت حال میں انکو کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔۔

کچھ سوچا ہے آپ لوگوں نے کہ نہیں۔۔۔؟؟ منیزے پاشا نے سنجیدہ لہجے میں سب کو مخاطب کیا۔

کس بارے میں سوچنا ہے۔۔۔؟ پہلا سوال ضرار پاشا نے کیا تھا۔ جس کو سن کر اے اختیار سب عورتوں کا دماغ شارٹ ہو گیا۔

میں بہار اور ناز کی رخصتی کے بارے میں پوچھ رہی ہوں سائیں۔۔۔!!

منیزے پاشا نے چباتے ہوئے یاد دلانا چاہا تھا۔۔۔اس ذکر پر اب سب ہی متوجہ ہو گئے تھے۔۔۔

رخصتی کا تو پتہ نہیں۔۔ لیکن فلحال انکے دفع ہونے پر سکون بہت محسوس ہو رہا ہے۔۔۔!! صوفے سے ٹیک لگا کر سنان مصطفیٰ پر سکون سانس خارج کرنے لگے تھے۔۔۔

فل وقت تو کوئی رخصتی کا نام بھی نہ لے۔۔۔! کیونکہ انکی بے حیائی یاد آتے ہی میرا دماغ گھوم جاتا ہے۔۔۔! اور پھر میرا دل کرتا ہے۔ کہ ان دونوں کو بیچ میں شوٹ کر دوں۔۔۔! عیس ہمدانی بھی بگڑے موڈ کے ساتھ کہنا

شروع ہوئے تھے۔۔ جبکہ باری باری انکے الفاظ سن کر اب بیہ صدیقی کا موڈ خراب ہو چکا تھا۔۔

آپ سب لوگوں کو آخر مسئلہ کیا ہے۔۔؟ کیوں آپ سب میرے دامادوں کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے ہوئے ہیں۔۔۔؟ اور ایسا کونسا گناہ کر دیا ہے انہوں نے۔۔ کہ انکو شوٹ کرنے کی بات ہو رہی ہے۔۔۔!! بیہ صدیقی غصے سے اونچی آواز میں بولتی چلی گئیں۔ انکے انداز پر بے ساختہ سب چونک سے گئے۔۔۔

بیہ یہ کیا بول رہی ہو۔۔۔؟ وہاج صدیقی نے جلدی سے ٹوکنا چاہا تھا۔۔۔

کیا بول رہی ہوں۔۔؟ وہی بول رہی ہوں۔ جو آپ سب کو نظر نہیں آ رہا ہے۔۔۔!! بیہ صدیقی نے اس بار اپنے شوہر کو آنکھیں دیکھائی تھیں۔۔

کیا نظر نہیں آرہا ہمیں۔۔؟ضرار پاشا بے ساختہ سنجیدہ سوالیہ نظروں سے پوچھ گئے۔۔ جبکہ بیہ کو بولتے دیکھ کر سب خواتین نے شکر ادا کیا تھا۔ کہ کسی نے تو آخر بولنے کا سوچا۔ ورنہ پچھلے دو دنوں سے مشعل ہمدانی اور علیزے خان کی ایک بھی نہیں سنی جارہی تھی۔۔

کیا آپ سب چھوٹے بچے ہیں۔۔۔؟ یا سمجھ بوجھ نہیں رکھتے ہیں۔۔۔! جو ایسے جوان بچوں کے ساتھ ضد لگا کر بیٹھ گئے ہوئے ہیں۔۔۔! اگر کسی کو کوئی الجھن ہے۔ تو میں کلیئر کر دیتی ہوں۔ کہ کبیر اور فارس میری اجازت سے ہی ناز اور بہار کو اپنے ساتھ لے کر گئے تھے۔۔۔!! آپ سب میں سے اگر کسی نے اب کوئی غصہ نکالنا ہے۔ تو میرے دامادوں سے پہلے مجھ پر نکالے۔۔۔!

مضبوط لہجے میں بولتے ہوئے وہ سب کو حیران کرتی چلی گئیں۔۔۔

یہ تم کیا بات کر رہی ہو بیہ۔۔۔!! جانتی بھی ہو کہ غصے میں کیا کہے جا رہی ہو۔۔۔!! وہاج صدیقی نے بیوی کو ہوش دلانا چاہی۔ جو اس وقت شاید غصے میں حواس کھو گئی تھیں۔۔۔

میں بالکل ٹھیک بات کر رہی ہو مسٹر وہاج۔۔۔!! میری اجازت سے ہی کبیر اور فارس نے یہ قدم اٹھایا ہے۔۔۔! اب کسی کو کوئی سوال کرنا ہے۔۔۔؟

سب مردوں کو شاک دیتے ہوئے وہ دھڑلے سے دوبارہ پوچھ گئیں۔

تم نے یہ اجازت کیوں دی انکو۔۔۔؟ضرار پاشا غصے پر قابو پاتے ہوئے بامشکل پوچھ پائے تھے۔۔جبکہ سلطان احمد خان بے حد سنجیدگی سے ساری گفتگو سن رہے تھے۔۔

کیا مطلب ہے اجازت۔۔۔؟وہ کوئی نامحرم نہیں تھے بھائی۔۔۔!گل ناز اور گل بہار کے شوہر ہیں۔۔اس گھر کے بڑے بیٹے ہیں۔۔۔!کیا آپ سب کو نظر نہیں آرہا ہے۔کہ انکی رخصتی اب تک ہو جانی چاہیئے تھی۔ لیکن نہیں ہوئی۔۔۔!!آخر کیوں۔۔۔؟

بھڑکتے ہوئے وہ الٹا بڑے بھائی سے سوال کرنا شروع ہو گئیں۔۔۔جو دو دن پہلے کبیر کر رہا تھا۔

کس بات کی جلدی ہے آخر۔۔۔؟ابھی بچیوں کی عمر ہی کیا ہے۔۔۔؟جو ہم انکی رخصتی کر دیں۔۔۔!! یہ بولنے والے عیس علی ہمدانی تھے۔۔اور انکے الفاظ پر مشعل ہمدانی کو آگ لگ چکی تھی۔۔۔

میری کیا عمر تھی۔۔؟جب آپ نے بابا کی اجازت کے بنا مجھے رخصت کروا لیا تھا۔۔؟کیا آپ کو اپنا وقت بھول گیا ہے عیس صاحب۔۔!!

ہمیشہ کی طرح غصے سے بے قابو ہوتے مشعل ہمدانی بنا سوچے سمجھے سوال پر سوال کرتی چلی گئی تھیں۔انکے سوالوں پر عیس ہمدانی سٹپٹا کر انکو دیکھ گئے۔ بے اختیار دماغ میں سالوں پہلے کی مری والی رات گونج مارنے لگی۔

مشعل ہمدانی کے طنز سن کر سنان مصطفیٰ اور وہاج صدیقی نے ہنسی ضبط کرنے کی غرض سے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ لیے تھے۔۔

اور خان آپ۔۔۔!! آپ نے بھی تو میری رخصتی اپنی مرضی سے کروالی تھی نا۔ تو اب یہ ساری بحث کیوں آخر۔۔۔؟ علیزے خان ں ھی بیچ میدان میں آئیں تو سلطان احمد خان کی سنجیدگی کو بے اختیار دھچکا سا لگا۔ جبکہ یہ ڈائیلاگ زیاد کروانے والی بیہ صدیقی اور منیزے پاشا فخریہ نظروں سے اب انکو دیکھ رہی تھیں۔۔ جنہوں نے بالکل ٹھیک وقت پر سنایا تھا۔۔

خانم۔۔! یہ کیا بات کر رہی ہیں آپ۔۔۔؟ سب کو ہنسی سے سرخ ہوتے دیکھ کر سلطان گڑبڑا کر ٹوک گئے۔۔

بالکل ٹھیک بات کر رہیں ہیں یہ دونوں۔۔۔! اگر بی جان نہ ہوتیں تو میں بھی دیکھتی کہ عیس بھیا کو بابا سے رخصتی کون لے کر دے سکتا تھا۔! اور

لیز و معصوم تھی۔جو تب آپکے چنگل میں پھنس گئی تھی خان بھیا۔۔۔!اس لئے اب یہ جلدی رخصتی والا ڈرامہ تو ختم کر ہی دیں۔۔۔!!

بات میں جان ڈالنے کے لیے بیہ صدیقی مزید مضبوط دلائل پیش کرنا شروع ہو گئیں۔

ہاں نا۔۔۔!!اپنی دفعہ آپ سب نے بے شرمیوں کے کوئی کم ریکارڈ نہیں بنائے ہوئے ہیں۔۔!سنان مصطفیٰ پر نظریں جمائے ائرہ کاظمی بھی بنا توقف کے جتانے لگیں۔۔

یہ ہم کو کیوں اس سب میں گھسیٹا جا رہا ہے بھئی فضول میں ہی۔۔۔!سنان مصطفیٰ جھنجھلا کر بولے تھے۔۔

یہ بتانے کے لیے کہ بچے اپنے باپ کے نقشے قدم پر ہی چلتے ہیں۔۔۔!

منیزے پاشا مزے سے بنا توقف جواب دیتے بول گئیں۔۔ جبکہ ضرار پاشا تاسف سے اپنی بیگم کو دیکھ گئے۔ وہ سمجھ گئے تھے۔ کہ انکی بیوی اور بہن نے ہی یہ ساری گول میز کانفرنس تیار کروائی ہے۔۔

سیدھی اور صاف بات ہے۔۔۔! کبیر اور فارس جب واپس آئے تھے۔ تو گل ناز اور فارس میں سب ٹھیک ہونے کی بجائے مزید بگڑنے لگا تھا۔ بچپن کی طوطا، مینا کی جوڑی ایک دوسرے کے جانی دشمن بن گئے تھے۔ اور دوسری طرف آپ سب کی وہ معصوم لاڈلی گل بہار۔۔ جو کبیر کو دیکھتے ہی ایسے پینک کرنے لگتی تھی۔ جیسے کبیر نہیں کوئی بھوت دیکھ لیا ہو۔۔!

یہ ساری صورتحال دیکھنے کے بعد کبیر اور فارس نے مجھ سے سب شیئر کرتے ہوئے جب اجازت مانگی تو میں دے دی۔۔ سمپل۔۔!!

باتوں کو کچھ گول مول کرتے ہوئے بیہ صدیقی نے اس بار بات کا تفصیلی پس منظر پیش کیا تھا۔۔۔

تو کیا ابھی ان میں سب ٹھیک ہو گیا ہے۔۔۔؟ وہاج صدیقی نے دانت پیستے ہوئے پوچھنا چاہا تھا۔ اور ساتھ ہی اپنی بیوی کو گھوری بھی ڈالی۔ جو ان سے بنا پوچھے اتنا سب کچھ کر چکی تھیں۔۔

جی جناب بہت کچھ ٹھیک ہو چکا ہے۔۔! آپکی لاڈلی سچ میں کبیر، کبیر کی گردان کرتے ہوئے ہمیں ناکوں چنے چبوا رہی ہے۔۔! شوہر کی گھوریوں کا

زرا برا برا اثر لیے بنا بیہ جواب میں بتانے لگی تھیں۔اور انکے جواب پر سب کو تعجب بھرا جھٹکا لگا تھا۔

سچ میں۔۔؟ سلطان احمد خان کو بے یقینی سی ہونے لگی۔۔۔

جی بھائی سچ میں۔۔۔! کبیر کی غیر موجودگی کی وجہ سے اپنی طبیعت خراب کیے بیٹھی ہے۔۔! میں صرف اتنا کہنا چاہتی ہوں۔ کہ کبیر اور فارس ہمارے گھر کے بڑے بیٹے ہیں۔ سالوں پہلے بچوں کے نکاح ہم سب نے بہت محبت سے کیے تھے۔اور شاید بچوں کی محبت سے زیادہ اس نکاح نے ہماری محبتوں کو آپس میں جوڑ دیا تھا۔۔اس لئے میں چاہتی ہوں۔ کہ اب بس رخصتی ہو جانی چاہیئے ہے۔ وہ دونوں گھر کے بڑے بیٹے ہیں۔۔! اگر یہ دونوں جوڑے ہی آپس میں جڑے ہوئے نہیں رہے گئے۔ تو ہمارے باقی

بچوں کو آپس میں کیسے جوڑ کر رکھے گئے۔۔۔!اور جیسے ناز اور بہار کا رویہ رہا ہے نا۔ میرے دل میں یہ ڈر بیٹھنے لگا تھا۔ کہ کہیں خدانخواستہ ہمارے بچے ایک دوسرے جدا نہ ہو جائیں۔۔!!

متفکرانہ تاثرات کے ساتھ بیہ لہجے کو نرم بناتے ہوئے سب کو اپنی بات سمجھانے کی پوری کوشش کر رہی تھیں۔۔جو شاید اب انکو تھوڑی تھوڑی سمجھ آنا شروع ہو چکی تھی۔

ہم جب تک بچوں کو آپس میں سپیس نہیں دیں گئے۔تو وہ اپنا رشتہ ایک دوسرے کے ساتھ بنائے گئے کیسے۔۔۔؟کیا یہ بات آپ سب کے لیے قابل غور نہیں ہے۔۔۔؟کہ کبیر نے صرف چند دنوں میں بہار کو مکمل

طور پر بدل دیا ہے۔۔! آپ سب اس بات کو کب قبول کریں گئے۔۔ کہ آپ سب کی شہزادیاں اب سچ میں بڑی ہو چکی ہیں۔۔! شادی شدہ زندگی کے لئے وہ سب ذہنی و جسمانی دونوں لحاظ سے پرفیکٹ ہیں۔۔! اس لئے اب دل بڑا کر لیں۔ اور بیٹیوں کو رخصت کر کے انکے شوہروں کو انکی امانت واپس کریں۔۔!

منیزے پاشا بھی بات میں حصہ ڈالتے ہوئے انکو ویسے ہی سمجھانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ جیسے ان سب کو سمجھنے کی ضرورت تھی۔ بیٹیوں کے ساتھ حد سے زیادہ پیار ہونے کی وجہ سے وہ اس بات کو قبول ہی نہیں کر پا رہے تھے۔ کہ انکی بیٹیاں اب بڑی ہو چکی ہیں۔۔۔

ماحول بے حد سنجیدہ تھا۔ ہر طرف خاموشی تھی۔ لاؤنج میں اس وقت صرف وہی موجود تھے۔ کیونکہ لڑکے سب تو پچھلے دو دنوں سے فارم ہاؤس پر تھے۔ اور لڑکیاں کھانا کھاتے ہی اپنے اپنے کمروں میں چلی گئی تھیں۔۔ اس لئے بلیک مینشن میں ضرورت سے زیادہ خاموشی چھائی ہوئی تھی۔۔۔

ٹھیک ہے۔۔! آپ سب کو رخصتی کے لئے جو دن مناسب لگتا ہے۔ ڈیسائیڈ کر لیں۔۔۔! ساری باتیں سمجھتے ہوئے آخر کار سلطان احمد خان نے کبیر اور فارس کے حق میں فیصلہ سنا ہی دیا تھا۔ جس کو سن کر سب خواتین کے چہرے ایک دم کھل اٹھے۔۔

سچ سچ بتاؤ موٹی۔۔! ان گدھوں نے تم پر کونسا جادو چلایا ہوا ہے۔۔؟ ماحول کا تناؤ ختم کرنے کے لئے سنان مصطفیٰ آخر پر بیہ کو مخاطب کرتے مصنوعی سنجیدگی سے گویا ہوئے۔۔ انکا یہ سوال بالکل غیر متوقع تھا۔۔۔

خوبصورتی کا جادو۔۔۔! ساس ہوں آخر انکی۔۔۔! پھر جس کے اتنے پیارے داماد ہوں۔۔! اس پر جادو کیسے نہ چلیں۔۔۔!! پورے دل کے ساتھ مسکراتے ہوئے بیہ صدیقی نے بھی سچے دل سے اپنے دامادوں کی تعریف کرتے ہوئے جواب دیا تھا۔ جو مخالفین کو بالکل پسند نہیں آیا تھا۔۔

خان۔۔! ابھی کہ ابھی یہ رخصتی کینسل کرو۔۔۔! بیہ کے جواب پر جلتے ہوئے وہاج صدیقی نے تیزی سے سلطان کو مخاطب کیا تو انکی جلن پر وہ سب قہقہہ لگاتے چلے گئے۔۔۔

یہ نہیں ہو سکتا۔۔۔!! نہیں۔۔۔!! ماریہ چلاتے ہوئے خود سے بول رہی تھی۔۔۔ بلیک جینز پر بلیک ہی شرٹ پہنے وہ دیوانہ وار اپنے بالوں کو جکڑتے ہوئے خود سے مخاطب تھی۔۔۔

اسکی کیفیت بالکل نارمل نہیں لگ رہی تھی۔۔۔ زمین پر بے یقینی سے آنکھیں گاڑے اگلے ہی پل وہ جنونی کیفیت میں چیختے ہوئے کمرے میں توڑ پھوڑ کرنا شروع ہو گئی۔ اسکی چیخ و پکار پر کمرے کے باہر ملازم اکھٹا ہونا شروع ہو گئے تھے۔ لیکن کسی میں اتنی جرات نہیں تھی۔ کہ کوئی آگے بڑھ کر اسے روک لیتا۔۔ ایک ملازمہ نے ہمت کرتے ہوئے آگے بڑھ کر دیکھنا چاہا تھا۔۔۔

کیاہورہاہے یہاں۔۔۔؟شعیب جو شور سنتے ہوئے تیزی سے اندر آرہا تھا۔ کہ ملازموں کو ماریہ کے کمرے کے باہر کھڑے دیکھ کر فوراً تیز لہجے میں پوچھنے لگا۔۔۔

صاحب پتہ نہیں ماریہ بی بی کو کیاہو گیاہے۔۔!آتے ہی بس غصے سے توڑ پھوڑ شروع کر دی ہے۔اوراب خود کو نقصان بھی پہنچارہی ہیں۔۔۔!ماریہ کے کمرے سے نکلتی ہوئی ملازمہ نے اسے بتایاتو شعیب چونک کر جلدی سے کمرے کی طرف بڑھا۔۔۔

وہ اندر داخل ہوا تو کمرے میں حشر برپا ہوا پڑا تھا۔۔۔بے اختیار وہ حیرت و استعجاب کا شکار ہونے لگا۔جبکہ ماریہ کمرے کو تباہ کرنے کے بعد ٹوٹے

ہوئے شیشے کا ٹکرا اٹھا کر کلائی پر پھیرنے ہی والی تھی۔ کہ شعیب نے ایک جست میں آگے بڑھ کر اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔۔

کیا ہو گیا ہے۔۔۔!! کیوں آج پھر پاگل ہو رہی ہو۔۔! ہوش میں تو ہو۔۔۔!! اسکے ہاتھ سے شیشہ کھینچ کر دور پھینکتے ہوئے وہ بلند آواز میں اسے ہوش دلانے لگا۔۔ پر وہ ہوش میں ہی تو نہیں لگ رہی تھی۔۔

پاگل ہی تو ہو گئی ہوں۔۔۔!! میرے ہوش چھین لیے گئے ہیں۔۔۔! اور ایسا کرنے والی تمہاری وہ سو کالڈ "ماہ پارہ خان" ہے۔۔! ماریہ حلق کے بل چیختے ہوئے جواب میں بولی تو شعیب الجھتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔۔۔

کیا مطلب ہے اس بات کا۔! اور ماہ پارہ اس بیچ میں کہاں سے آ گئی ہے۔۔!

استفہامی انداز میں وہ اسکی غضب ناک آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ جن میں اس وقت صرف آگ بھڑک رہی تھی۔۔

تمہاری ماہ پارہ ہی تو بیچ میں آئی ہے۔۔۔! اسی نے تو "ماریہ فیروز" سے ٹکرانے کی جرات کی ہے۔۔۔! میں تمہیں بتا رہی ہوں۔ کہ اس جرات پر میں اسے جان سے مارنے سے بھی گریز نہیں کروں گی۔۔۔!

ٹھہرے انداز میں شعیب کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑ کر وہ بول رہی تھی۔

شعیب جو اسکے الفاظ پر مزید الجھ رہا تھا۔ کہ اسکے آخری الفاظ سنتے ہوئے وہ بے قابو ہوتے ماریہ کی گردن کو دبوچ گیا۔۔ کہ ایک دم سے ماریہ کا سانس گھٹا۔

سوچنا بھی مت۔۔۔! تم نے میری ماہا کو اگر خراش بھی پہنچانے کی کوشش تو میں تمہیں واضح کر دیتا ہوں ماریہ۔۔! کہ تمہارا وہ حال کروں گا۔۔ کہ تم نہ جینے کے قابل رہو گی اور نہ مرنے کے۔۔۔! اس لئے یہ غلطی بھول کر بھی مت کرنا۔۔!

ماریہ کو دیوار کے ساتھ پش کرتے ہوئے وہ اسکی گردن پر آہستہ آہستہ زور بڑھاتا جا رہا تھا۔ سانس رکنے کے باعث ماریہ کی آنکھوں سے آنسو نکلنا شروع ہو گئے تھے۔۔

تمہاری ماہا۔۔؟ واقعی ہی ڈیئر کزن۔۔؟ تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے۔ کہ تمہاری اس انوسینٹ اینجل کا کچھ دنوں پہلے نکاح ہو چکا ہے۔۔۔!!

تمخسر بھرے لہجے میں گھٹی گھٹی آواز کے ساتھ بولتے ہوئے ماریہ نے اسکے پیروں سے زمین کھینچی تو بے ساختہ اسکی گردن پر شعیب کی پکڑ ڈھیلی پڑ گئی۔

جاننا نہیں چاہو گئے۔۔؟ کہ تمہاری محبت کا شوہر کون ہے۔۔۔؟ اور کس نے تمہاری ماہا سے نکاح کرنے کی ہمت کی ہے۔۔۔؟ شعیب کو سکتے میں دیکھ کر وہ مزید دل جلاتی ہوئی مسکراہٹ اچھالنے لگی تھی۔ جیسے مقابل کی حالت پر اب سکون حاصل ہو رہا ہو۔۔ یہاں تک کہ اپنا سانس رکنے پر بھی وہ مزاحمت کرنے کی بجائے صرف مسکرا رہی تھی۔۔۔

کس نے کیا نکاح۔۔۔؟ بامشکل الفاظ ادا کرتے ہوئے شعیب نے دل سے جاننا چاہا تھا۔ کہ آخر اسکی ماہا چھیننے والا کون ہو سکتا ہے۔۔

جبکہ ماریہ کو اسکے سوال پر لطف سا محسوس ہونے لگا۔ جیسے اپنے کزن کی دلچسپی کا مزہ لینا چاہ رہی ہو۔۔ لیکن اگلے ہی پل اسے تڑپانے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے وہ بولی تھی۔۔۔

"غازیان ضرار پاشا"۔۔۔! اس نام نے شعیب ابراہیم کی رہی سہی قوت بھی چھین لی تھی۔۔۔۔

آج کی میٹنگ کیسی رہی۔۔۔؟ فائل چیک کرتے ہوئے ہیر پاشا نے بے ساختہ سوال کیا۔۔

اچھی رہی ہے۔۔۔! تم بتاؤ تمہاری برنچ میٹنگ کیسی تھی۔۔؟ اسے جواب دے کر مہر ماہ نے بھی پانی پیتے ہوئے جاننا چاہا تھا۔

آفس میں اس وقت لنچ بریک چل رہی تھی۔ ہیرا ابھی کچھ دیر پہلے ہی واپس لوٹی تھی۔ آج دس بجے ایک کلائنٹ کے ساتھ اسکی میٹنگ تھی۔ اسی سلسلے میں وہ گئی ہوئی تھی۔ اور اب واپس آئی تو آفس میں لنچ بریک کا وقت تھا۔

اس لئے اپنے آفس میں جانے کی بجائے وہ گل ناز کے آفس میں آگئی۔ جہاں مہر ماہ پہلے سے موجود تھی۔ وہ دونوں بھی ابھی کچھ منٹ پہلے ہی میٹنگ روم سے باہر نکلی تھیں۔

آپی آپکی طبیعت ٹھیک ہے نا۔۔؟ مہر ماہ نے بے ساختہ گل ناز کو مخاطب کیا۔۔ وہ میٹنگ میں بھی گل ناز کو نوٹ کر رہی تھی۔ جو بے سکون سی لگ رہی تھی۔

ہاں میں ٹھیک ہوں مہرو۔۔۔! چیئر کے ساتھ سر ٹکائے وہ آنکھیں بند کرتے اسے تسلی دینے لگی۔

آپ مجھے کہیں سے ٹھیک لگ تو نہیں رہی ہیں ویسے۔۔۔! ہیر بھی جائزہ لیتے ہوئے بولی تھی۔۔

اس حالت میں اپکو آفس نہیں آنا چاہیئے آپی۔۔۔! گل ناز کا بجھا بجھا سا چہرہ دیکھ کر مہر ماہ کو تشویش ہو رہی تھی۔۔اسکی فکر پر مسکراتے ہوئے گل ناز آنکھیں کھول کر ابھی جواب دیتی جب اچانک باہر ہل چل سی مچ گئی۔۔ بیک وقت وہ تینوں مڑ کر گلاس وال سے باہر دیکھنے لگیں۔

فارس ہمدانی کو اچانک اپنے آفس میں دیکھ کر مہر ماہ اور ہیر کو بے حد خوشگوار حیرت ہوئی تھی۔

چاکلیٹ براؤن فور سوٹ پیس میں اپنی جان لیوا شخصیت کے ساتھ اندر داخل ہوتے ہی وہ سب کو سٹل کر گیا۔۔اسے یہاں دیکھ کر سب سٹاف تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

آج لمبے عرصے کے بعد بلیک گینگ کے سپوتوں میں سے کسی نے پہلی بار یوں اپنا دیدار کروایا تھا۔ورنہ تو کبیر اور فارس اپنی کمپنی کی مصروفیات میں ہی الجھے رہتے تھے۔

گلاسز اتارتے ہوئے فارس خوش دلی سے سب کے سلام کا جواب دینے کے لیے وہیں پر رک گیا۔جبکہ گل ناز کی دھڑکنیں گلاس وال کے اس پار کھڑے شہزادے پر جم سی چکی تھیں۔

فارس کی دلفریب مسکراہٹ پر گل ناز کا دل اچانک سکڑ کر پھیلا تو وہ بھاری سانس خارج کرتے ہوئے خود کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگی۔ جبکہ فارس کو خود پر نظروں کی تپش محسوس ہوئی تو اس نے آنکھیں اٹھاتے ہوئے سامنے آفس میں دیکھا۔ جہاں اسکی مغرور رانی پہلے سے اس پر نظریں جمائے سٹل انداز میں اسے دیکھ رہی تھی۔۔

فارس کی نظروں پر گل ناز تیزی سے اچانک اپنی چیئر سے ابھی اٹھنے لگی تھی۔ کہ اسے زوردار چکر آیا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر دور کھڑے فارس کا دل شدت سے دھڑک اٹھا تھا۔۔۔

آپی۔۔۔! ہیر اور مہر ماہ بھی فورا اٹھ کر اسکی طرف آئی تھیں۔ اپنے سر کو تھام کر گل ناز انہیں تسلی دے کر ابھی ایک قدم ہی چلی تھی۔۔ کہ دوبارہ

سر چکرانے پر اسکی آنکھوں کا منظر اچانک دھندلا سا ہوتا چلا گیا۔۔اسے لڑکھڑاتے دیکھ کر فارس سب سے معذرت کرتا تیزی سے بھاگتے ہوئے آفس کی طرف آیا۔

نازو۔۔۔!اندر داخل ہو کر محبت بھرے لہجے میں پکارتے ہوئے فارس نے ایک جست میں اس تک پہنچ کر کسی متاعِ جاں کی طرح گل ناز کو اپنی مضبوط بانہوں میں سمیٹ لیا۔۔جبکہ وہ بے ہوش ہوتی آنکھیں بند کرتی اسکے بازوؤں میں گر گئی تھی۔۔

ڈونٹ وری بھائی ناز بالکل ٹھیک ہے۔۔۔!! باسم نے بڑے بھائی کو تسلی دیناچاہی تھی۔وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی ناز کو یہاں اپنے ہاسپیٹل میں لے کر آیا تھا۔

ناز کے بے ہوش پر فارس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔اس لئے بناوقت ضائع کیے وہ اسکے نازک وجود کو بازوؤں میں اٹھا کر فوراآفس سے نکل آیا۔ ہیر اور مہر ماہ نے ساتھ آناچاہا تھا۔لیکن فارس نے انکو وہیں رک کر آفس دیکھنے کا کہا۔۔۔ایک دم سے سب کا آفس سے چلے جانافارس کو کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔اس لئے مشکل سے انکو تسلی دے کر وہ اکیلے ناز کو لیے ہاسپیٹل آگیا تھا۔۔۔

جبکہ یہاں پر پہنچے ابھی انکو دس منٹ ہوئے تھے۔۔اور ان دس منٹ میں ہیر اور مہر ماہ کوئی تین بار فون کر چکی تھیں۔۔۔

فارس تو آفس میں اپنی جنگلی بلی سے بازپرس کرنے گیا تھا۔ لیکن اسے کہاں علم تھا۔ کہ وہ آج سچ میں اسے دیکھتے ہی ہوش و حواس کھو دے گی۔اس منظر کو یاد کرتے ہوئے فارس کا دل بری طرح متاثر ہو رہا تھا۔۔جب گل ناز آنکھوں میں ان گنت شکووں کی رمق لیے اچانک آنکھیں بند کرتے ہوئے بے جان سی ہو گئی تھی۔اسکی آنکھوں کو پڑھنے کے بعد سے وہ بے سکون ہو چکا تھا۔

دل ہی دل میں وہ بے بسی کا شکار ہو رہا تھا۔وہ نہیں سمجھ پا رہا تھا۔ کہ آخر کیسے وہ اپنی بیوی کو اس جدائی والے ٹراما سے باہر نکالے۔ کب اسکی چمکتی

سبز آنکھیں فارس کو دیکھتے ہوئے بالکل ویسے ہی روشن ہونا شروع ہو نگی۔ جیسے بچپن میں گل ناز اپنے فاری کے سامنے سارے جہاں کو پس پشت ڈال دیا کرتی تھی۔۔

اندر آجائیں پلیز۔۔۔!! فارس اپنی سوچوں میں الجھا تھا۔ جب نرس نے باہر نکل کر اچانک انکو مخاطب کیا۔

باسم بڑے بھائی کو ساتھ لیے کمرے میں داخل ہوا تھا۔ جہاں سامنے ہی بیڈ پر گل ناز آنکھیں بند کیے لیٹی تھی۔ جبکہ ایک ہاتھ پر کینولا لگا ہوا تھا۔ فارس بے چینی بھرے انداز میں اسکے قریب بیڈ پر بیٹھ کر اسے دیکھنا شروع ہو گیا۔ اور اسکا نازک ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام لیا۔۔۔

فارس نے جھکتے ہوئے ناز کے ماتھے کو چوما تو باسم بڑے بھائی کے انداز پر مسکرا دیا۔

جبکہ ڈاکٹر رامین جو ناز کا چیک آپ کر رہی تھی۔ وہ بھی فارس ہمدانی کو متاثر کن انداز میں دیکھنے لگی تھی۔

کیسی ہیں یہ۔۔۔؟ بیڈ کے دوسری سائیڈ پر بیٹھتے ہوئے باسم نے اچانک ڈاکٹر رامین کو مخاطب کیا۔ جو فارس اور ناز میں کھوئی ہوئی تھی۔

بہتر ہیں اب۔۔۔!! باسم کے مخاطب کرنے پر وہ زرا چونک کر مسکراتے انداز میں اسکی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ جبکہ فارس بھی آنکھوں میں سنجیدگی لیے انکو سننے لگا تھا۔

ڈاکٹر باسم شاید آپکی سسٹر کو کوئی سٹریس ہے۔۔۔!اس لئے یہ کچھ بے سکون سی ہیں۔۔۔!اس حال میں انکو خاص دماغی وجسمانی دونوں طرح کے سکون کی بہت ضرورت ہے۔پریگنینسی کے شروع میں اتنا زیادہ سٹریس انکے لئے بالکل ٹھیک نہیں ہے۔۔۔!

باسم کو مخطاب کرتے ہوئے ڈاکٹر رامین اب کافی فکر مندی سے اسکو ناز کی کنڈیشن کے بارے میں آگاہ کر رہی تھی۔جس کو سن کر فارس مزید تشویش کا شکار ہو گیا تھا۔

میں نے کچھ واٹامن لکھ دیئے ہیں۔پلیز انکو باقاعدہ کھلانا شروع کریں۔کیونکہ انکو کمزوری بھی بہت ہے۔اس لئے یہ آج اچانک بے ہوش ہو گئی

تھیں۔اور کچھ دن انکو گھر پر بھی رکھیں۔۔!تاکہ یہ اچھے سے ریسٹ کر پائیں۔۔۔!

باسم کی طرف پرچی بڑھاتے ہوئے ڈاکٹر رامین انکو مزید ہدایات دے رہی تھی۔۔

یہ ہوش میں کب آئے گی۔۔۔؟بھاری و سنجیدہ لہجے میں فارس نے اچانک سوال کیا۔جبکہ باسم فکر مندی سے ناز کے سر پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔نجانے اندر ہی اندر وہ کن سوچوں کو پالے ہوئے تھی۔۔

ابھی تو میں نے انکو نیند کا انجیکشن لگا دیا ہے۔تاکہ انکا دماغ ریلیکس رہے۔ لیکن ڈونٹ وری یہ شام تک ہوش میں آجائیں گئیں۔۔۔!ڈاکٹر رامین

باسم کو نظروں میں بسائے فارس کو جواب دیتی مسکرادی تھی۔اسکے جواب پر فارس نے بے ساختہ ہولے سے سر کو جنبش دی۔۔

ٹھیک ہے ڈاکٹر رامین۔۔۔! میں آپ سے کچھ دیر تک ملتا ہوں۔۔۔! اور بہت شکریہ جو میری غیر موجودگی میں آپ نے بھائی کو پریشان نہیں ہونے دیا۔۔! ڈاکٹر رامین کی طرف مڑتے ہوئے باسم نے دل سے اسکا شکریہ ادا کیا تھا۔

کیونکہ جب فارس ناز کو لیے ہاسپٹل میں آیا تھا۔تب باسم ایمرجنسی روم میں تھا۔ لیکن ڈاکٹر رامین کو جیسے ہی پتہ چلا کہ ڈاکر باسم کے بڑے بھائی آئے ہیں۔ تو وہ اپنا سب کام چھوڑ چھاڑ کر ناز کو دیکھنے آگئی تھی۔اس لئے باسم اسکا شکریہ ادا کر رہا تھا۔۔

اسکی کوئی ضرورت نہیں ڈاکٹر باسم۔۔۔! آپ بس انکا خیال رکھیں۔۔۔!

خوش دلی سے مسکراتے ہوئے جواب دے کر وہ باہر چلی گئی۔اب کمرے میں صرف فارس اور باسم رہ گئے تھے۔۔ جبکہ ناز نیند کی دوائی کے زیر اثر تھی۔۔۔

بھائی وہاں سکون سے بیٹھ جائیں نا۔۔۔! ناز بالکل ٹھیک ہے اب۔۔۔!!

فارس کو بیڈ کے کنارے پر ٹکے دیکھ کر باسم کو فکر مند ہوئی تھی۔۔

نہیں یار میں یہیں پر ٹھیک ہوں۔۔۔! فارس نے گہری سانس خارج کرتے ہوئے اسے جواب دیا۔۔۔

جس پر باسم بھی اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔۔

ویسے باسم دھیان سے رہنا۔۔۔! ڈاکٹر رامین مجھے تم پر فدا ہوئی محسوس ہوئی ہیں۔۔۔!! چھوٹے بھائی کو اپنے لئے پریشان ہوتے دیکھ کر فارس نے اچانک لہجے کو ہلکا پھلکا بنا کر اسے چھیڑا۔ کیونکہ اس نے ڈاکٹر رامین کی آنکھوں میں باسم کے لیے پسندیدگی صاف محسوس کی تھی۔۔۔

کچھ خوف خدا کریں بھائی۔۔۔!! مجھے ان کاموں سے دور ہی رکھیں۔۔۔! اس اچانک تبصرے پر باسم کا چہرہ تیزی سے سرخ پڑا تو وہ فوراً گلاسز کو ٹھیک کرتے ہوئے ہاتھ کھڑے کرنے والے انداز میں انکار کر گیا۔ جبکہ اسکا شریف انداز دیکھتے ہوئے فارس نے ہولے سے قہقہ لگایا۔۔۔بے شک انکا یہ بھائی سب سے شریف اور معصوم تھا۔

یار غصہ کیوں کر رہے ہو۔۔۔! میں تو ایک سرسری سی بات کر رہا ہوں۔ کہ شاید ڈاکٹر رامین تمہاری خوبصورتی پر مر مٹی ہے۔۔۔۔! لہجے کو مصنوعی بنا کر فارس نے اسے پھر چھیڑا تھا۔۔ جس پر باسم مزید خفگی سے بڑے بھائی کو دیکھنے لگا۔۔

یار بھائی نہیں کریں نا۔۔! آپکو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔۔! سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ باسم نے دہائی دی تھی۔ جس کو دیکھ کر اس بار فارس نے بھرپور قہقہ لگایا۔۔۔ وہ کوٹ اتارے ہوئے تھا۔ جبکہ سفید شرٹ کے اوپری بٹن بھی کھلے ہوئے تھے۔ اپنی شخصیت میں وہ بے مثال تھا۔۔ اس برعکس باسم اپنے ہاسپیٹل والے ڈریس میں تھا۔

جارہاہوں میں باہر راؤنڈ لینے۔۔۔!اور ہاں آپکے لئے کھانا بھجوارہاہوں۔ ضرور کھالیجیے گا۔۔!! باسم کو فلوقت یہاں سے رفوچکر ہونا ہی ٹھیک لگا تھا۔کیونکہ وہ بڑے بھائی کی شرارتی نظروں کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔اس لئے ہدایت کرتے ہوئے ناز کا سر چوم کر فورا نکل گیا۔جبکہ اسے بھاگتے دیکھ کر فارس ہنستے ہوئے سر جھٹک کر اپنی جنگلی بلی کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔جو آنکھیں بند کیے اسے بے حد تڑپا رہی تھی۔۔۔ڈرپ ختم ہوتے ہی وہ اسے یہاں سے اپنے ساتھ فارم ہاؤس لے کر جانے والا تھا۔۔

نعمان خان اور میرال دونوں بظاہر اپنے کام میں مصروف نظر آرہے تھے۔ لیکن ایسا نہیں تھا۔میرال کچھ الجھی ہوئی معلوم ہو رہی تھیں۔

انکی سوچوں کا رخ اس وقت اپنی بیٹی کے گرد گھوم رہا تھا۔ جو دن بدن خلاف توقع باتیں کرنا شروع ہو گئی تھی۔ اور ایسا وہ صرف اس لئے کر رہی تھی۔۔ تاکہ اسے ترکی جانے دیا جا سکے۔۔ اپنے فلیٹ میں بیٹھے وہ ایک ضروری فائل ریڈی کر رہے تھے۔

یہ انکا وہی پرانا فلیٹ تھا۔۔ جہاں وہ اپنی ٹیم کے ساتھ مل کر کام کرتے آئے تھے۔۔۔ لیکن فلوقت ابھی صرف وہ دونوں ہی یہاں پر موجود تھے۔ جبکہ بلیک گینگ کسی نئے کیس کے سلسلے میں ہیڈ کوارٹر گئی ہوئی تھی۔۔

اچانک فلیٹ کا دروازہ کھلا تو وہ ایک دم سے چونک کر آپس میں نظروں کا تبادلہ کرتے ہوئے مڑ کر دیکھنے لگے۔ پیچھے مڑتے ہی دروازے میں انکو بیہ صدیقی کھڑی نظر آئی تھیں۔

انکو اچانک یہاں دیکھ کر نعمان خان اور میرال کو بیک وقت حیرت بھرا جھٹکا لگا۔انکی حیرانی دیکھ کر بیہ صدیقی ہنستے ہوئے اندر داخل ہو گئیں۔

ایسے چھوٹے موٹے سرپرائز وہ یہاں آکر اپنے ان دو دوستوں کو اکثر دیتی رہتی تھیں۔ لیکن آج کافی ٹائم بعد وہ یوں اچانک آئی تھیں۔ ریزائن کرنے کے باوجود بھی ان تینوں کی دوستی میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ بلکہ بیہ صدیقی کا جب دل چاہتا تھا۔ وہ اپنی ٹیم کے ساتھ وقت گزارنے آجاتی تھیں۔۔ جیسے آج آچکی تھیں۔۔

یااللہ یہ کون لوگ آج یہاں پر آگئے ہیں۔۔۔؟اپنی کرسی سے کھڑے ہو کر نعمان بول گئے تھے۔ لہجہ بے حد ڈرامٹک تھا۔

ہائے یار تمہیں دیکھ کر دل خوشی سے جھوم اٹھا ہے۔۔۔!! میرال بھی تیزی سے آگے بڑھ کر انکے گلے لگتے ہوئے اظہار کرنے لگیں۔

میں بھی تم دونوں نمونوں کو بہت مس کر رہی تھی۔۔۔! اس لئے سوچا کہ جا کر یہ کو جی شکلیں ہی دیکھ آؤں۔۔۔! ہنس کر جواب دیتے ہوئے بیہ شرارتاً نعمان خان کے چہرے کی طرف اشارہ کرتے جواب میں بولیں تو میرال انجوائے کرتی قہقہ لگا گئیں۔۔ جبکہ نعمان خان بے ساختہ انکو گھورنا شروع ہو گئے تھے۔۔۔

موٹی کہیں کی۔۔۔!! بدلے کے طور پر بیہ صدیقی کو ہمیشہ والے لقب سے نواز کر نعمان خان صوفے کی جانب چل دیے۔

اور تم نعمانی خان نہیں بلکہ نمونی خان ہو۔۔۔!! بنا توقف کے بیہ صدیقی نے بھی پیچھے سے بیگ مارتے ہوئے انکو آغا جان کے دیے ہوئے لقب سے نوازدیا تھا۔اس لقب کو یاد کرتے ہوئے نہ چاہتے ہوئے بھی نعمان خان کا قہقہ ابل پڑا۔۔ جس کو دیکھ کر وہ دونوں بھی ہنستے چلی گئیں۔۔

یار کیا یاد کروادیا ہے۔۔۔!! آغا جان کی یاد آتے ہی میرال ہنستے ہوئے اچانک اداس ہو گئیں۔۔۔

ویسے آغا جان نے اسکو یہ نام پتہ نہیں کیا سوچ کر دیا تھا۔۔ لیکن جو بھی ہے۔۔اس پر سوٹ بہت کرتا ہے۔۔!اور ہے بھی مزے کا۔۔۔!جب بھی پکار و نئے کانئے محسوس ہوتا ہے۔۔!"نعمانی خان۔۔۔"صوفے پر

بیٹھ کر بیہ صدیقی مزے سے تفصیلی تذکرہ کر رہی تھیں۔ جس پر نعمان خان مصنوعی آنکھیں دیکھاتے ہوئے انکوکشن مار گئے تھے۔

مجھے آپ میں سے کسی سے بات نہیں کرنی ہے۔۔۔!! چلیں جائیں یہاں سے۔۔۔!! بہار چیختے ہوئے ایک کے بعد ایک کشن اٹھا کر زمین پر پھینک کر بیڈ سے نیچے اتر آئی تھی۔

گل میرا بچہ اتنا غصہ نہیں کرونا۔۔! ورنہ طبیعت خراب ہو جائے گی میری جان۔۔۔! بیہ صدیقی نے اسے پچکارتے ہوئے آگے بڑھنا چاہا تھا۔ کہ تبھی غصے سے بے قابو ہو کر بہار نے سائیڈ لیمپ اٹھا کر زور سے زمین پر پٹخ

دیا۔ وہ سب دہل کر اسے دیکھ گئی تھیں۔ جو اس وقت یکسر مختلف نظر آ رہی تھی۔ رو رو کر اس نے اپنی آنکھیں سجالی ہوئی تھیں۔

جبکہ زبان پر فقط ایک ہی ضد تھی۔ اور اس ضد کا نام "کبیر خان" تھا۔ وہ ابھی تک اپنی پریگنینسی سے بے خبر تھی۔ اور اس کی وجہ کبیر خان تھا۔ جو یہ خبر اپنی بہارے کو خود سنانا چاہتا تھا۔۔

مجھے آپ میں سے کسی کو نہیں دیکھنا۔۔۔! میں نے بولا جائے یہاں سے۔۔۔! روتے ہوئے وہ تکلیف سے پھر چیخ پڑی۔ اور غصے میں چیزوں کی توڑ پھوڑ کرنا شروع کر دی۔ پچھلے اتنے دنوں سے انکے جھوٹ سن سن کر شاید وہ تھک گئی تھی۔ اس لئے صبر ٹوٹنے پر آپے سے باہر ہو رہی تھی۔۔

گل۔۔۔!! غازیان جو اچانک کمرے میں داخل ہونے والا تھا۔ کہ بہار کو توڑ پھوڑ کرتے دیکھ کر وہیں پر حیرانی سے رک گیا۔۔۔ وہ اپنا ضروری سامان لینے کے لیے ابھی گھر آیا تھا۔ جب شور سنتے ہوئے ملازمہ نے اسے بہار کی طبیعت کا بتایا۔۔ اسی پل وہ بھاگتے ہوئے اوپر یہاں چلا آیا تھا۔ جہاں وہ سب اسے شانت کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ لیکن وہ کسی کے قابو میں نہیں آ رہی تھی۔۔

غازی اسکو روکو۔۔! ورنہ یہ پاگل ہو جائے گی۔۔۔! ائرہ کاظمی پریشان ہوتے کہنے لگیں۔۔۔

غازیان کی پکار پر لمحہ بھر کر لئے بہار کا وجود ساکت ہوا تو غازیان نے ایک جست میں آگے بڑھ کر اسے تھام لیا۔۔

بھیا۔۔۔!! بیر کے پاس جانا ہے۔۔۔!! یہ سب مجھے نہیں جانے دے رہے ہیں۔۔!! اتنے دنوں سے میں کہہ رہی ہوں۔۔۔!! مجھے انکے بنا نیند بھی نہیں آرہی ہے۔۔۔!! پر یہ میری مان ہی نہیں رہے۔۔۔!!

غازیان کو دیکھتے ہی گل بہار نے سسکتے ہوئے سب کی شکایت کرنے کے ساتھ ساتھ تکلیف سے تھک ہار کر اسے بتانا چاہا تھا۔۔ جبکہ اسکا ایسا حال دیکھ کر غازیان کا دل بیٹھ گیا تھا۔۔ کیونکہ کبیر خان کے لئے تڑپتے ہوئے وہ اپنا آپ بھلا چکی تھی۔

میں ابھی اپنے بچے کو بھائی کے پاس لے کر چلتا ہوں۔۔۔! لیکن سب سے پہلے یہ رونا بند کرو۔۔۔! بہلاتے ہوئے اسے جلدی سے تسلی دے کر غازیان نے بہار کے آنسو صاف کیے۔ جو اسکا چہرہ بھگوئے ہوئے تھے۔

جبکہ اسکی تسلی پر بہار کی نم آنکھوں میں تیزی سے چمک سی ابھرنے لگی تھی۔۔وہیں دوسری طرف بہار کو شانت ہوتے دیکھ کر وہ سب تشکر بھرا سانس خارج کر رہی تھیں۔

آپ سب کو تھوڑا سا بھی خیال ہے کہ نہیں۔۔؟؟حال دیکھیں اسکا پھوپھو۔۔۔!!کم از کم آپ ہم سے کسی کو فون کر بتا تو سکتی ہیں نا مام۔۔۔! ہم خود آکر گل کو لے جاتے۔۔!گل کی ایسی حالت کا بھائی کو کیا جواب دیں گئیں آپ سب۔۔۔؟

بہار کو بازو کے حصار میں لیے وہ غصے سے ماں اور بیہ صدیقی کو مخاطب کرتا سوال کرنا شروع ہو گیا تھا۔۔کیونکہ بہار کی ایسی سوگوار حالت دیکھ کر سیج میں وہ بے یقین ہو رہا تھا۔۔

الجھے شکن زدہ لباس تو چہرے پر صرف تکلیف نظر آ رہی تھی۔ جبکہ آنکھیں شدت سے رونے کے باعث سرخ پڑتے سوجن کا شکار ہو گئی تھیں۔ یہ کبیر خان کی بہارے تو کہیں سے بھی نہیں لگ رہی تھی۔۔۔! بہار کا حلیہ دیکھ کر غازیان کو وہم ہو رہا تھا۔ جیسے وہ کسی اور کو سہارا دیے ہو۔۔

ہم پر کیوں غصہ کر رہے ہو غازی۔۔۔! اپنے باپ سمیت باقیوں سے سوال کرو جا کر۔۔۔! ہم تو خود تم سب میں پھنس کر رہ گئی ہیں۔۔۔! منیزے پاشا بھی جواب میں سناتے ہوئے آگے بڑھی تھیں۔۔

میں خود ان سب کو جواب دے لوں گا۔۔! فلحال دس منٹ کے اندر اندر بہار کو تیار کریں۔۔! میں اسے ابھی یہاں سے لے کر جا رہا ہوں۔۔۔!

کوئی سوال کرے تو بتا دیجیے گا۔ کہ غازی لے کر گیا ہے۔ اور یہ تب تک اب واپس نہیں آئے گی۔ جب تک ٹھیک نہیں ہو جاتی۔۔! یا بھائی کی اجازت نہ ہو۔۔۔!

سب پر اچھے سے واضح کرتے ہوئے غازیان نے ساتھ سرد لہجے میں حکم سنا دیا۔ جس کو سن کر وہ بے ساختہ آپس میں دیکھنے لگیں۔

بھیا۔۔۔!! غازیان کو باہر جاتے دیکھ کر بہار نے اسکی شرٹ مٹھیوں میں جکڑتے ہوئے تیزی سے اسے جانے سے روکا تھا۔۔ جیسے اسکے چھوڑ جانے کا ڈر ہو۔۔

میں یہیں پر ہوں بھیا کی جان۔۔۔! جلدی سے پیارا سا تیار ہو کر آو۔۔۔! پھر بھائی کے پاس چلتے ہیں۔۔۔! ٹھیک ہے۔۔۔! غازیان نے مڑ کر اسکا سر

چومتے ہوئے نرم لہجے میں اسے تسلی دی۔ کہ وہ باہر ہی اسکا انتظار کر رہا ہے۔۔ جبکہ اسکے الفاظ پر یقین کرتے ہوئے بہار نے اگلے ہی پل اسکی شرٹ چھوڑی تو وہ اسے جلدی نیچے آنے کا اشارہ کرتے ہوئے کمرے سے نکل گیا۔۔

مام ہم کھانا نہیں کھائیں گئیں۔۔۔! ہم باہر جا رہی ہیں۔۔۔! تیزی سے سیڑھیاں اترتے ہوئے مہر ماہ نے ماں سمیت باقیوں کو اطلاع دی تھی۔

کیا مطلب باہر جا رہی ہیں۔۔۔؟ایسے کیسے اچانک...؟ مشعل ہمدانی اٹھ کر انکی طرف چلی آئیں۔۔

چھوٹی ماما ہم فارم ہاؤس پر بھیالوگوں کے پاس جارہی ہیں۔۔۔! کل چھٹی ہے۔۔تو شاید رات وہیں پر رک جائیں۔۔!

ہیر بھی اپنے کھلے بالوں کو سنبھالتے ہوئے نیچے آکر بتانے لگی تھی۔

پارو کہاں رہ گئی ہو۔۔۔؟ جلدی نیچے آو یار۔۔۔! ابھی رستے سے محبت کو بھی پک کرنا ہے۔۔۔! سیلینہ بھابھی کو بھی اپنے ساتھ ہی نیچے لے آنا۔۔۔!!

مہر ماہ نے سر اٹھاتے ہوئے اونچی اواز میں ماہ پارہ کو آواز لگائی تھی۔جو پانچ منٹ کا کہہ کر ابھی تک غائب تھی۔

بس آگئی ہوں آپی۔۔۔!! ماہ پارہ نے وہیں سے تیز بولتے ہوئے اسے جواب دیا۔۔

پر تم لوگ وہاں جا کیوں رہی ہو۔۔۔؟ائرہ کاظمی نے اداس ہوتے سوال کیا تھا۔

کیونکہ مام بھیا لوگ تو کتنے دنوں سے وہاں پر ہیں اور اب ناز آپی اور بہار آپی بھی چلی گئی ہیں۔۔! تو ہم یہاں اکیلے مزید بور نہیں ہو سکتے ہیں۔۔۔! ماہ پارہ کو نیچے آتے دیکھ کر مہر ماہ نے تفصیلی جواب دیا۔ماہ پارہ کے ساتھ سیلینہ بھی تیار ہو کر نیچے آگئی تھی۔

چھوٹو کہاں ہے۔۔۔؟ہیر کو اچانک سبحان کہیں نظر نہ آیا تو تیزی سے اسکے بارے میں پوچھنے لگی۔۔

وہ شاید باہر ہے۔۔! !علیزے خان بتا گئیں۔۔

تمہارے باپ لوگوں کو کیا جواب دینا ہے۔۔۔؟انکو نکلتے دیکھ کر ائرہ کاظمی نے بے ساختہ پوچھا تھا۔

انکو بتا دیجیے گا۔ ہم فارم ہاؤس پر ہیں۔۔! کچھ نہیں کہے گئے وہ۔۔۔! ہیر بے فکری سے جواب دیتے ہوئے مڑ کر انکی طرف دیکھنے لگی تھی۔

ڈونٹ وری چھوٹی ماما۔۔۔! ہم جلدی واپس آجائیں گئیں نا۔۔۔! اپنی ماؤں کو اداس ہوتے دیکھ کر ہیر تیزی سے انکی طرف واپس آکر ائرہ کاظمی کو گلے لگا گئی تھی۔اور اگلے ہی پل مہر ماہ کی پکار پر خدا حافظ کہتے ہوئے باہر کی جانب بھاگی گئی۔ جبکہ انکی مائیں اداس ہوتے ایک دوسرے کو دیکھ گئیں۔۔ کیونکہ اب گھر مکمل طور پر خالی محسوس ہو رہا تھا۔

ہیر تم سبحان کو ساتھ بٹھا کر رستے سے محبت کو پک کرو۔۔! میں بھی تمہارے پیچھے آ رہی ہوں۔۔! اسے پہلے گاڑی نکالنے کا اشارہ کرتے ہوئے مہر ماہ نے ساتھ ہدایت کی۔

چل آ جا چھوٹو۔۔۔! سبحان کو گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے ہیر نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی تو سبحان جو حیران ہوتے انکی طرف آیا تھا۔ کہ بے اختیار الجھتے ہوئے فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ہیر گاڑی نکالتے ہوئے سپیڈ سے دروازے سے نکلی تو مہر ماہ بھی اپنے ساتھ سیلینہ اور ماہ پارہ کو بٹھا کر گاڑی نکالنے لگی تھی۔۔۔

میرون ساڑھی میں چہرے پر مضطرب تاثرات لیے وہ بے چین سی بیٹھی تھی۔

گل۔۔!ریلیکس بچے۔۔۔!!بس بھائی آنے والے ہیں نا۔۔۔!!غازیان نے اپنی معصوم بہن کو تسلی دینا چاہی تھی۔جو کبیر خان کے نہ آنے پر اب رونے والی ہو رہی تھی۔

غازیان ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی اسے اپنے ساتھ فارم ہاؤس پر لے کر آیا تھا۔ منیزے پاشا نے آتے ہوئے گل بہار کو پیار اسا تیار کر بھیجا تھا۔ ورنہ تو وہ کبیر خان سے ملنے کی بے تابی میں ایسے ہی آنے والی تھی۔ لیکن چونکہ وہ شوہر کو اتنے دنوں بعد ملنے جا رہی تھی۔ تو اس لئے ائرہ کاظمی نے اسے

ساڑھی پہنادی تھی۔ جس کو پہن کر وہ بے حد حسین لگ رہی تھی۔ لیکن چہرے پر ابھی تک سوگواری چھائی ہوئی تھی۔

بھائی کہاں رہ گئے ہیں وہ۔۔۔؟ شام کے چھ بج رہے تھے۔ غازیان نے کبیر خان کو میسج کر کے جلدی آنے کا بھی کہا تھا۔ تاکہ گل بہار مزید انتظار سے ہلکان نہ ہو۔ فارس تو آج جلدی آگیا تھا۔ لیکن کبیر خان ابھی تک نہیں لوٹا تھا۔۔

بھی۔۔ بھیا۔۔۔!! بیر نہیں آرہے ہیں۔۔۔!! اس ستم گر کو آتے نہ دیکھ کر گل بہار نے اب سسکتے ہوئے غازیان سے شکایت کی۔۔ گل بہار کا معصوم انداز دیکھ کر غازیان نہ چاہتے ہوئے بھی ہنس پڑا تھا۔ نچلے ہونٹ کو لٹکائے وہ رونے کے لئے بالکل تیار تھی۔

آرہے ہیں بس۔۔۔! وہ دیکھو سوئمنگ پول میں کیسے پانی اوپر تک آرہا ہے۔۔۔!! اسے تسلی دیتے ہوئے غازیان نے اسکا دھیان بھٹکانے کی چھوٹی سی کوشش کرنا چاہی۔ لیکن گل بہار کو سوئمنگ پول کے پانی سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ وہ زمین کی طرف دیکھتی ہوئی بامشکل اپنا رونا ضبط کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔ اور غازیان بس بے بسی سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔

اس نے سر اٹھاتے ہوئے پھر سامنے کی طرف دیکھا۔ جہاں سے کبیر خان نے آنا تھا۔ غازیان جو اسی سمت میں دیکھ رہا تھا۔ کہ اچانک کبیر خان کو آتے دیکھ کر اسکے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ غازیان خوش ہوتے ابھی بہار کو

سامنے کی طرف دیکھنے کا کہتا۔ جب کبیر نے تیزی سے سر نفی میں ہلاتے ہوئے اسے منع کر دیا۔

بڑے بھائی کے اشارے پر غازیان آہستہ سے بہار کے پاس سے اٹھ کر کبیر کی طرف بڑھا۔۔

آفس سے سیدھا وہ یہیں پر آ رہا تھا۔ جہاں اسکی جند جان اسکے انتظار میں ہلکان ہو رہی تھی۔۔

جب تک میرا حکم نہ ہو۔۔۔! اس طرف کسی ملازم کو نہیں آنے دینا۔۔۔! اور باقیوں کو بھی منع کر دینا۔۔۔! غازیان اسکے قریب آیا تو اپنا سکن کوٹ اتار کر اسکی طرف اچھالتے ہوئے کبیر خان نے بارعب لہجے میں حکم سنایا تھا۔

جو حکم بھائی۔۔۔! بڑے بھائی کا کوٹ پکڑتے ہوئے غازیان تابعداری سے سر ہلا کر مڑ گیا تھا۔اسکے جانے پر کبیر بھرپور مسکراتے ہوئے اب اپنی نازک بلی کی طرف متوجہ ہوا۔جو سچ میں آنسو بہانا شروع کر چکی تھی۔کبیر خان نے ابھی تک اسکی طرف قدم نہیں بڑھائے تھے۔۔۔

بہارے۔۔۔!! وہیں دور کھڑے کھڑے کبیر نے بلند آواز میں اسے اچانک پکارا تو بہار نے ایک جھٹکے میں سر اٹھاتے ہوئے دیکھا تھا۔جہاں سامنے ہی وہ بھرپور قد کے ساتھ کھڑا مسکرا رہا تھا۔کبیر خان کی آواز سنتے ہوئے واپس جاتے ہوئے غازیان کے لب بے اختیار مسکراہٹ میں ڈھلے تھے۔۔

وہیں دوسری طرف کبیر خان کا دیدار ہوتے ہی بہار کی آنکھوں کی پتلیاں سکڑ چکی تھیں۔ میرون ڈریس شرٹ میں نیلی آنکھوں میں محبت کی چمک لیے وہ اسکا دل شدت سے دھڑکا چکا تھا۔ بہار کو سٹل ہوتے دیکھ کر کبیر نے اسکی طرف دلفریب مسکراہٹ اچھالتے ہوئے بانہیں پھیلاتے ہوئے قریب آنے کا اشارہ کیا تھا۔۔ شاید یہ فاصلہ اس بار وہ اس سے پار کروانا چاہتا تھا۔

وہ اسکی تڑپ دیکھنا چاہ رہا تھا۔ اسکے جنون کی حد محسوس کرنا چاہتا تھا۔۔ جو غازیان پہلے ہی اسے کال پر بتا چکا تھا۔۔

وہ خود کو آج یہ باور کروانا چاہ رہا تھا۔ کہ وہ سچ میں اپنی بہارے کا دل چرانے میں کامیاب ہو پایا ہے یا نہیں۔۔۔؟؟

اسکو یوں ہی اپنے انتظار میں بانہیں پھیلائے دیکھ کر بہار کے صبر کا ضبط ٹوٹا تو وہ اگلے ہی پل نم ہوتی آنکھوں سے کھڑے ہوتے اسکی طرف بڑھی تھی۔۔

بہار بھاگتے ہوئے اسکی طرف بڑھنے لگی تو اسکو ساڑھی میں دیکھ کر کبیر خان کا دل دھڑکنا بھول گیا۔نیٹ کی سادہ سی ساڑھی میں وہ اپنی ازلی معصومیت کی چمک میں اسے لمحے بھر میں اپنے وجود میں مکمل طور پر الجھا چکی تھی۔

وہ مبہوت ہوتے اسکی طرف دیکھ رہا تھا۔جب وہ پوری شدت کے ساتھ اسکے سینے سے ٹکراتے ہوئے بانہوں میں آسمائی۔۔

آہ۔۔۔!! بہار کی شدت پر کبیر خان کے لبوں سے حیرت بھری آہ نکلی تھی۔ جبکہ اگلے ہی پل وہ اسکی پتلی کمر مہں بازو لپیٹتے ہوئے اسے اوپر اٹھاتے ہوئے گھما گیا۔ بہار مضبوطی سے اسکی گردن میں بانہیں حائل کرتی کھلکھلائی تو اسکی ہنسی کی آواز پر غازیان بے اختیار ہوتے مڑ کر ان دونوں کی جانب دیکھنے لگا۔۔۔

بہار کو کبیر خان کے گلے لگے دیکھ کر اس پر تضادیوں ہنستے ہوئے سن کر غازیان دل سے مسکراتے ہوئے چلا گیا تھا۔ ورنہ آج بہار کی حالت پر وہ سچ مہں تشویش کا شکار ہو چکا تھا۔۔

کبیر خان نے شدت سے اسے سینے میں بھینچ کر محسوس کیا تو بہار نے تیز ہوتی دھڑکنوں کے ساتھ سکون سے آنکھیں موند لیں۔

اس قدر بے قراری بہارے۔۔۔!!اسکو اپنے سینے میں چھپتے دیکھ کر وہ حیرانی سے دوچار ہوتے ہنس کر پوچھنے لگا۔اسکی حیرت کو کسی خاطر میں نہ لاتے ہوئے بہار نے تیزی سے اسکی گردن پر دانت گاڑ کر جواب دیا تھا۔۔

اسکے اس غیر متوقع عمل پر آنکھیں پھیلاتے ہوئے کبیر خان نے اگلے ہی پل اسے ایک جھٹکے میں اوپر اٹھاتے ہوئے بازوؤں میں اٹھایا تو بہار چونک کر اسکی گردن میں بانہیں حائل کر گئی تھی۔۔

کبیر خان اسے مخمور نظروں سے دیکھنے لگا تو ناراضگی کے اظہار کے طور پر وہ ناک چڑھا کر ارد گرد دیکھنا شروع ہو گئی۔اس بار وہ سر پیچھے گرا کر قہقہ لگا گیا تھا۔

اسکی معصوم ادائیں مسلسل اسکا دل لے چین کرنے لگیں تو اسے یوں ہی اٹھائے وہ سوئمنگ پول کی طرف قدم اٹھانے لگا۔ کبیر مسلسل اسکے چہرے کے اتار چڑھاؤ سے محفوظ ہو رہا تھا۔ پر بہار آنکھیں گھماتے ہوئے اسے نظر انداز کر رہی تھی۔ جیسے یوں نظر انداز کرتے ہوئے وہ شاید اتنے دنوں کی دوری کا بدلہ لینا چاہ رہی تھی۔۔۔

ہائے اتنے نخرے سرکار۔۔۔! مسکراہٹ دبائے کبیر نے اپنی ناک اسکی کیوٹ ناک کے ساتھ مس کرنا چاہی تھی۔ لیکن وہ تیزی سے اپنا سر پیچھے کرتی اسکی کوشش ناکام بنا گئی۔ کبیر نے اس بار شدید حیرت سے اسے دیکھا۔۔ لیکن وہ بھلا کہاں اسے کسی خاطر میں لا رہی تھی۔

غازیان جو تھوڑی دیر پہلے اسے سوئمنگ پول کے پانی کی طرف متوجہ کرنا چاہ رہا تھا۔اور تب وہ دیکھ بھی نہیں رہی تھی۔ لیکن اب کبیر خان کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ اسکی بانہوں میں موجود اسی پانی کو اتنے غور سے دیکھ رہی تھی۔۔ جیسے اس سے خوبصورت کوئی منظر ہی نہ ہو۔۔

یوں ادائیں نہ دیکھائیں سرکار۔۔۔! ورنہ بندہ بشر آپ کو کسی مشکل میں ڈال سکتا ہے۔۔۔!! کبیر نے اسکے کان کی لوح کو ہلکا سا لبوں میں چھوا تو بہار کے ہونٹ ہلکا سا کپکپا گئے۔۔۔

کالے نینوں نے حیا کی چادر اوڑھتے ہوئے خود کو پلکوں کی اوڑھ میں چھپایا تو کبیر خان مسرور ہوتے اسے یوں ہی اٹھائے آہستہ آہستہ سوئمنگ پول میں اترنے لگا۔۔۔

خود کو پانی میں اترتے دیکھ کر بہار تیزی سے سر اٹھاتے ہوئے اسکی جانب دیکھنے لگی تھی۔ بہار کے دیکھنے پر کبیر نے ہلکی سی آنکھ ونک کرتے اسے اندر کھڑا چاہا تو وہ فوراً بدک اٹھی۔۔۔

بیر۔۔۔!! پانی بہت ٹھنڈا ہے۔۔۔!! سوئمنگ پول کے یخ ٹھنڈے پانی کو محسوس کرتے ہوئے وہ فوراہلکا سا چیخ اٹھی۔۔۔

ہاہاہا۔۔!! میری سانسوں میں خود کو گھول دو بیر کی دھڑکن۔۔۔! دیکھنا پھر یہ ٹھنڈا پانی بھی گرم محسوس ہونے لگے گا۔۔۔! اسکی کمر میں بازو حائل کرتے ہوئے کبیر نے اسے اپنے سامنے کھڑا کر لیا۔ جبکہ آج کی ڈھلتی شام اب مکمل طور پر اندھیرے میں ڈوب چکی تھی۔ بڑی بڑی لائٹس روشن

ہوتے ہر طرف اجالا بکھیر رہی تھیں۔۔اور وہ دونوں سوئمنگ پول میں کھڑے تھے۔

میری یاد آرہی تھی۔۔۔؟ پانی کے اندر سے اسکی ساڑھی کے ساتھ ہلکی پھلکی چھیڑ چھاڑ کرتے ہوئے کبیر نے گھمبیر لہجے میں پہلا سوال کیا۔۔۔

آپپ۔۔آپ مجھے چھوڑ کر یہاں کیوں آگئے تھے۔۔۔؟ میں نے اتنا بلایا آپکو۔۔!! کبیر کے سوال کے بدلے چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے وہ بھی سوال کے بدلے سوال کر گئی۔ جیسے اپنا سوال زیادہ اہم ہو۔۔۔

میں "چھوڑ" کر نہیں آیا تھا میری جان۔۔!

پھر یہاں "کیوں" آگئے۔۔؟ مجھے اتنی "وومٹنگ" ہوئی۔۔۔! آپکو اتنی "آوازیں" دیں۔ لیکن آپ آئے ہی نہیں بیر۔۔۔!

تم مجھے کال کرتی تو میں فوراً آکر تمہیں لے جاتا نا۔۔! اسکے شکووں پر وہ خود کو ہوا میں تحلیل ہوتا محسوس کر رہا تھا۔۔

مجھے لگا آپ میری طبیعت کا سن کر خود ہی آجائیں گئے۔۔! جیسے اس "رات" آگئے تھے۔اور میں "ٹھیک" ہو گئی تھی۔۔! نکاح والی رات کا حوالہ دیتے ہوئے وہ آنکھیں اٹھائے ہوئے تھی۔۔

"I'm sorry Janna"

وہ بے چین ہوتا سوری کر رہا تھا۔۔۔

میں "روئی" بھی تھی۔۔۔! اپنی تڑپ مزید واضح کی گئی۔۔

میں اب نہیں "رونے "دوں گا۔۔! اسکی آنکھیں عقیدت سے چومتے ہوئے کبیر نے یقین دلایا تھا۔۔۔

مم۔۔! مجھے آپکے "پاس" رہنا ہے بیر۔۔۔! مجھے اکیلے "نیند" نہیں آتی۔۔۔!! سادگی بھرے لہجے میں ایک اور مشکل بتائی گئی تھی۔۔

میرے کمرے میں رہنا ہے۔۔؟ کبیر نے مسکراہٹ دبائے سوال کیا۔۔۔

"ہاں۔۔"! سر تیزی سے ہلاتے ہوئے وہ جواب میں بولی تھی۔

تمہارے بڑے بابا مجھے "ڈانٹیں" گئے۔۔۔! مصنوعی بیچارگی سے وہ اپنی مشکل بتانے لگا۔۔۔اسکا یہ ڈرا اسکے بھائی دیکھ لیتے تو یقیناً متاثر ہوئے بنا نہ رہ پاتے۔۔

نہیں "ڈانٹیں" گئے۔۔! میں ان سے خود کہوں گی۔۔ کہ مجھے "بیر کے ساتھ" رہنا ہے۔۔! اسے بے فکر کرتے ہوئے وہ فوراً یقین دلانے لگی تھی۔ جبکہ اسکی معصوم تسلی کو سن کر کبیر خان کا دل کر رہا تھا۔ کہ وہ آج دل کھول کر قہقہے لگائے۔

اور اپنے باپ کو مغرور ہوتے بتائے۔ کہ لو دیکھ لو میرا جادو۔۔! اب مجھ سے کوئی بھی نہیں ٹکرا سکتا۔۔ کیونکہ اسکی بہارے اسکے سامنے دیوار بن کر کھڑی ہو گئی ہے۔

مجھے سب سے "بچا" لو گی۔۔۔؟ کبیر نے ایک اور دلچسپ سوال کیا۔۔۔

"ہاں"۔۔! بہار نے پھر حامی بھرتے ہوئے اسکے سینے پر سر رکھ دیا تھا۔ جبکہ اسکے جواب پر وہ دل کھول کر ہنس دیا۔ اور شدت سے اسکے نازک

وجود کو خود میں بھینچتے ہوئے ایک جھٹکے میں اسکا پلو نکالتے ہوئے پانی میں دور پھینک گیا۔ بہار نے لرزتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تو وہ مسکراتی آنکھوں سے اسکی ناک چومتے ہوئے پوچھنے لگا۔۔

طبیعت کیسی ہے اب۔۔۔؟ کبیر نے بھاری آواز میں اسکے کان میں سرگوشی کی۔ جواب میں بہار منہ بگاڑتے ہوئے انکار کر گئی۔ جس کا مطلب تھا۔ کہ اسے اپنی طبیعت میں کوئی فرق محسوس نہیں ہو رہا ہے۔۔

تمہیں پتہ ہے بہارے۔۔! کہ تمہاری طبیعت کیوں خراب ہے۔۔۔؟ کبیر نے اپنی شرٹ اتار کر پانی میں بہاتے ہوئے بہار کی ساڑھی کے پلو کے اوپر پھینک دی تھی۔ اسے شرٹ لیس ہوتے دیکھ کر بہار نے تیزی سے رخ

موڑنا چاہا تو وہ اسکی کوشش ناکام بناتے ہوئے اسے تیزی سے سینے میں بھینچ گیا۔۔ سکون کی لہریں لمحہِ بہ لمحہ بہار کو اپنی لپیٹ میں لے رہی تھیں۔

مم۔۔مجھے نہیں پتہ بیر۔۔۔! سانس بھاری ہونے لگی تو وہ اٹکتے ہوئے بامشکل بولی۔۔اسکے جواب کو سن کر وہ گہرا مسکرا دیا۔۔

میں بتاؤں۔۔۔؟ کبیر نے اسکا چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے اسکی کمر کو مٹھی میں بھرتے ہوئے کہا تھا۔ بہار نے آنکھیں اوپر اٹھاتے ہوئے اسکی آئس بلو آنکھوں میں جھانکا تو اسکے کان میں پہنے ہوئے سٹون پر نظر پڑتے ہی اسکے کال نین بھرپور چمک اٹھے۔

تمہاری طبیعت اس لئے خراب ہو رہی ہے۔۔۔!! کیونکہ تم چھوٹا سا "کبیر خان" پیدا کرنے جا رہی ہو جاناں۔۔۔!! پہلا جملہ ادا کرنے کے بعد زرا

ٹھہر کر کبیر نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے باقی کے الفاظ جیسے ہی ادا کیے۔اسکے سٹون کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتی ہوئی اسکے الفاظ کو سنتے ہوئے بہار ایک دم سے مجمند سی ہو گئی۔آنکھیں بڑی کرتے ہوئے وہ بے یقینی سے اسکی طرف دیکھنے لگی تو وہ ہنس کر مزید بولنے لگا۔۔۔

ویسے اگر چھوٹی سی کالے نینوں والی "گل بہار" بھی ہوئی تو مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے سرکار۔۔۔!اس بار اسے جان بوجھ کر چھیڑتے ہوئے وہ اپنے الفاظ کی یقین دہانی کروا رہا تھا۔۔کیونکہ وہ بے اعتبار سی لگ رہی تھی۔۔اس دفعہ بہار کو پہلے سے بھی زیادہ اپنا سانس اٹکتا ہوا محسوس ہونے لگا تھا۔

ہاہاہا۔۔۔!اسے صدمے میں دیکھ کر ہولے سے قہقہ لگاتے ہوئے وہ اپنا چہرہ نزدیک کرتے اچانک اسکے بھیگے لبوں پر نرمی سے جھک چکا تھا۔اسکے لمس پر

بہار کے وجود کو جھٹکا لگا تو کبیر نے اسے سختی سے تھام کر اسکی کمر کو جکڑ لیا۔

جبکہ وہ آنکھیں موند کر اسکے لمس کو محسوس کرتے ہوئے سابقہ الفاظ کی یقین دہانی کرنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔

شہری کیا رپورٹ ہے۔۔۔؟ فاتح گرنے والے انداز میں چارپائی پر بیٹھا تھا۔

کچھ نہیں وہ سالا بھاگ نکلا ہے یار۔۔۔!! ابھی جنید خبر دے کر گیا ہے۔۔۔!! شہرام نے منہ بگاڑ کر بتایا۔

یہ تو اپن پہلے سے جانتا تھا۔ کہ وہ بھاگ نکلے گا۔۔۔! لیکن تو یہ بتا۔ کہ بھاگ کر کہاں گیا ہے وہ کمینہ۔۔۔؟ بنا حیران ہوئے فاتح نے دوسرا سوال کیا تھا۔۔۔

"کراچی" کے طرف جانے کی خبر مل رہی ہے۔۔۔! چارپائی پر رکھے تکیے کے ساتھ ٹیک لگا کر شہرام عام سے لہجے میں بولا تھا۔ جبکہ کراچی کا لفظ ادا کرتے ہوئے وہ اگلے ہی پل بے اختیار ٹھٹک کر اٹھ بیٹھا۔۔

یہ جس کو تو سوچ کر ابھی اٹھا ہے نا۔۔ بالکل اسی چھوکرے کو ابھی کے ابھی کال ملا۔۔۔! کیونکہ ہمارا اگلا کام وہ ہی کرے گا۔۔! فاتح کمینی سی ہنسی کے ساتھ بولا تھا۔۔۔ اشارہ شہرام کے دماغ میں آئے ہوئے شخص کی طرف تھا۔

پر وہ سالا نخرے بہت کرتا ہے بیرو۔۔۔!! شہرام نے زرا منہ بگاڑ کر بتانا چاہا تھا۔۔ جیسے سامنے والے کے نخروں سے ناک تک تنگ پڑا ہو۔۔۔

اپن لوگ زیادہ نخرے کر لیں گئے۔۔۔!! فاتح نے اسکی بات کو اڑاتے ہوا میں ہوئے کال ملانے کا اشارہ کیا۔۔ جس پر مطمئن ہوتے شہرام موبائل نکال کر فوراً کال ملانے لگا۔۔۔

یہ اپن لوگوں کو نظر انداز کر رہا ہے کیا۔۔۔!! دوسری جانب سے کال اٹھاتے نہ دیکھ کر شہرام نے آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے فاتح کی جانب دیکھا تھا۔ جو اسے شانت رہنے کا اشارہ کر رہا تھا۔۔

اس سے پہلے کہ مسلسل بیل ہونے کے بعد کال بند ہو جاتی کہ تبھی دوسری طرف سے احسان جتانے والے انداز میں آخر کار کال اٹھالی گئی۔۔۔

اسلام علیکم مطلب پرست اور خود غرض انسانوں۔۔۔! موبائل کے اسپیکر سے ایک بھاری مغرور آواز گونجی تھی۔ جس کو سن کر فاتح نے شیطانی انداز میں شہرام کو آنکھ ونک کرتے مخصوص اشارہ کیا۔ اسکے اشارے پر شہرام آگلے ہی پل گنگنانا شروع ہو گیا۔۔

"یہ میرا دل گیا بس دل لگی، دل لگی میں۔... بھول کہ دو جہاں ڈوبا تیری عاشقی میں۔۔"

سوچتا ہوں صنم، اقرار کیسے کروں میں، پیار کے درد کا اظہار کیسے کروں میں"

شٹ آپ۔۔۔! جسٹ شٹ آپ یو باسٹرڈ۔۔۔! شہرام کی گنگناہٹ نہیں تھی۔ بلکہ تیزاب تھا۔ جس نے موبائل پر موجود شخص کا دل جلا کر رکھ دیا

تھا۔اس لئے وہ لمحے بھر میں بھڑکتے ہوئے پھٹ پڑا۔۔۔اسکا غصہ دیکھ کر وہ دونوں مزے سے قہقے لگانے لگے۔۔

بند کرو بکواس اپنی۔۔۔!اور بھونکو کال کیوں کی ہے آج۔۔۔!غصے سے بے قابو ہوتے وہ گویا ہوا تھا۔۔۔

جی جی اب اپن لوگ تھوڑی نا"وہ"ہیں۔کہ ہماری آواز تیرے کو میٹھی یا سکون دے۔۔۔!ہمارا بولنا تو اب تیرے کو بھونکنا ہی لگے گا۔۔۔!کسی روٹھی محبوبہ کی طرف فاتح کے شکوے شروع ہوئے تو دوسری طرف موجود شخص کو نہ چاہتے ہوئے بھی ہنسی آگئی۔وہ جتنا مرضی غصہ کر لیتا۔پر جانتا تھا۔۔کہ ان دو ڈھیٹ انسانوں پر کوئی اثر نہیں ہونے والا۔۔۔

یہ ڈرامے بازی چھوڑ کر سیدھا سیدھا مطلب بتاؤ۔۔ جس کے لئے آج فون کیا ہے۔۔۔! ورنہ تو تم لوگوں کو بنا کام کے میری یاد کہاں آتی ہے۔۔۔اب تم کمینوں کو بیویاں جو مل گئی ہیں۔۔۔! لگے ہاتھ وہ بھی سنا گیا تھا۔۔

نہیں میری میٹھو۔۔! تیری جگہ تھوڑی نہ کوئی لے سکتا ہے۔۔۔! اگر تو بولتا ہے۔ تو اپن لوگ کل ہی تجھے اپنا دیدار شریف بخشنے کے لئے حاضر ہو جاتے ہیں۔۔۔۔! شہرام نے لہجے کو میٹھا بناتے ہوئے اسے راضی کرنے کی کوشش کی تھی۔۔ جبکہ انکی ٹپوری زبان سنتے ہوئے وہ ہمیشہ کی نفی میں سر ہلا گیا۔

یہ تم لوگوں کی زبان سنتے ہوئے مجھے اس بات پر پکا یقین ہو گیا ہے۔ کہ اچھے انڈوں میں ہمیشہ ایک آدھ انڈا خراب نکل ہی آتا ہے۔۔۔! پتہ نہیں

کبیر اور فارس کی شکل تم لوگوں کو کیسے مل گئی ہے۔ورنہ تم لوگوں کی کوئی ڈیش قسم کی بوتھیاں ہونی چاہیئے تھیں۔۔۔!! جیسی سب بھائیوں میں تم دونوں کی حرکتیں ہیں نا۔۔۔!

انکی مکھن بازی میں آئے بناوہ ہمیشہ والا طنز کرتے انکو جلا گیا۔۔

اوئے زیادہ پرسنل اٹیک نہ کر ہم پر۔۔۔! ورنہ کراچی آکر تیری بینڈ بجادیں گئے۔۔۔! فاتح نے تیزی سے اسے خبر دار کرتے ہوئے ڈرانے کی کوشش کی۔۔۔

ہاں جیسے میں تو ڈر کر کانپنے لگا ہوں نا۔۔! اب فضول کی ٹوپی ڈرامے چھوڑ کر بتاؤ۔۔۔! کہ فون کیوں کیا ہے۔۔۔؟؟ دوسری طرف موجود شخص نے سیدھا سیدھا مقصد پوچھا تھا۔۔۔

ہمارا ایک کتا بھاگ کر تیرے علاقے میں جا چھپا ہے۔۔! بس وہی چاہیئے ہے۔۔۔! شہرام نے عام سے لہجے میں اسے کال کا مقصد بتایا۔۔

ہمم۔۔۔! پتہ کرواتا ہوں۔۔۔! اسپیکر میں بولنے والے شخص نے تسلی دی۔ جس پر مطمئن ہوتے شہرام اور فاتح اسے مزید معلومات دینے میں مصروف ہو گئے تھے۔

ناز کی ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی آنکھ کھلی تھی۔اس نے سر دباتے ہوئے کمرے میں نظریں گھمائیں تو بدلا بدلا سا منظر نظر آنے لگا۔خود کو کسی انجانی جگہ پر دیکھ کر وہ فوراً اٹھ کر بیٹھ گئی۔

دماغ پر زور ڈالتے ہوئے یاد کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ تو اسے یاد آیا۔ کہ آج آفس میں فارس آیا تھا۔ اور پھر وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔ ناز نے گھڑی پر وقت دیکھا تو رات کے آٹھ بج رہے تھے۔۔

کیا میں اتنی دیر بے ہوش رہی ہوں۔۔۔؟ وقت دیکھ کر اسے خود پر تعجب ہونے لگا۔ کمرے میں اس نے پھر نظریں گھمائیں تو اسے یاد آنے لگا۔ کہ وہ شاید فارم ہاؤس کے کمرے میں ہے۔۔۔

سر کو تھام کر وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر ابھی آنکھیں بند کرنے ہی والی تھی۔ کہ کسی انجانے احساس پر اس نے کمبل ہٹا کر خود کو دیکھا۔۔ اپنا بدلا ہوا ڈریس دیکھ کر اسکا چہرہ سکینڈ میں سرخ ہوا تھا۔

اس بد تمیز شخص نے میرا ڈریس کیوں چینج کیا۔۔۔! شرم کے مارے وہ دانت پیستے ہوئے خود کو فارس ہمدانی کے کپڑوں میں دیکھ رہی تھی۔۔ابھی وہ جلتے کڑھتے ہوئے فارس کو کوس ہی رہی تھی۔کہ اچانک دروازہ کھولتے ہوئے اسکی بہنیں اندر داخل ہوئیں۔۔۔

آپی۔۔۔! ناز کو اٹھے دیکھ کر ماہ پارہ بھاگ کر بیڈ پر آئی تھی۔۔اسکے پیچھے ہی باقی بھی اندر داخل ہونے لگیں۔۔

کیسی ہیں آپی۔۔۔!! میں اتنا مس کیا آپکو۔۔۔!! ماہ پارہ لاڈ سے بولتے ہوئے اسکے گلے لگ گئی رھی۔ناز سمیت وہ سب مسکرا کر اسے دیکھ گئیں۔۔

آپی میں نے آپکی ڈرائیونگ کو بہت مس کیا۔۔۔! ہیر آپی تو جہاز کی طرف اڑاتے ہوئے ہمیں یہاں لے کر آئی ہیں۔۔۔! ماہ پارہ کی طرح محبت بھی لاڈ سے بولی تھی۔ جبکہ اسکے جھرجھری والے انداز پر نازنے ہنستے ہوئے اسے پاس آنے کا اشارہ کیا۔ جبکہ ہیر ناک منہ ٹیڑھا کرتے ہو نہہ کر گئی۔۔

میں ٹھیک ہوں اب۔۔۔! انکو تسلی دیتے ہوئے نازنے مسکرا کر جواب دیا۔ انکی یہاں اچانک آمد اسے ایک دم سے خوش اور تروتازہ کر گئی تھی۔۔

یہاں کیسے آگئیں۔۔۔؟ نازنے خوش گوار حیرت سے سوال کیا۔۔۔

آپ اور بہار آپی یہاں پر ہیں۔ تو ہمارا گھر پر دل کیسے لگتا۔۔۔؟ اس لئے بس اڑتے ہوئے آپ کے پاس آپہنچی ہیں۔۔۔!! مہر ماہ بتانے لگی تو بہار کے بھی یہاں ہونے کا سن کر ناز کو ایک دم سے حیرانی ہوئی۔۔

بہار کیسے آئی یہاں پر۔۔۔؟ناز نے تعجب سے پوچھا۔۔

غازی بھیا دن میں گھر آئے تھے۔تو وہ ہی آتے ہوئے بہار آپی کو ساتھ یہاں لے آئے تھے۔۔!سیلینہ مختصر کرتے آج دن میں ہوا واقعہ ناز کے گوش گزار نا شروع ہو گئی۔جبکہ ہیر کی آنکھیں مسلسل کھڑکی پر لگی ہوئی تھیں۔۔جیسے باہر جانے کی نجانے کتنی ہی بے تابی ہو رہی ہو۔۔

آپی جلدی سے نیچے اتریں اب۔۔۔!آج ہم بس مستی کریں گئے۔۔۔!ہیر نے پر جوش انداز میں ناز کو بیڈ سے اٹھانا چاہا تھا۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

بہار آپی۔۔! یار آپ تو بھیا کے ملتے ہی ہمیں لفٹ کروانا چھوڑ گئی ہیں۔۔۔!! بہار کو کبیر کے پہلو میں بیٹھے دیکھ کر ہیر اچانک شرارتی لہجے میں بولی تھی۔

سب کے متوجہ ہونے پر بہار ایک دم سے سٹپٹا کر اسے دیکھنے لگی۔جو اپنی شیطانی آنکھیں مٹکانا شروع ہو چکی تھی۔۔

بہار کو مشکل میں دیکھ کر کبیر سمیت باقی سب بے ساختہ ہنسنے لگے۔سب کو اپنی طرف دیکھتا پا کر حیا سے بوجھل ہوتے بہار نے تیزی سے کبیر کے سینے میں اپنا چہرہ چھپا لیا تھا۔اسے چھپتے دیکھ کر اب سب کو زیادہ ہنسی آ رہی تھی۔۔

کبیر نے دل سے ہنستے ہوئے اسے اپنے حصار میں قید کر لیا تھا۔۔ چہرے پر شاداب لیے وہ اسکے پہلو میں کھلتا گلاب لگ رہی تھی۔

سالے مجھے بھی بتادے کونسا تعویز کیا ہے۔۔۔؟؟ میں بھی کوئی پھونک مار دوں اس طرف۔۔۔! شاید میرا بھی کوئی بھلا ہو جائے۔۔۔۔۔۔!

بہار کا مکمل بدلا ہوا روپ دیکھ کر فارس کو کبیر کی قسمت سے جلن ہونے لگی تھی۔اس لئے اپنے پاس بیٹھی ناز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آہستہ آواز میں تعویز کا پوچھنے لگا۔۔۔

بالکل اسی طرح بچپن میں مجھے بھی تیری قسمت دیکھ کر جلن ہوتی تھی۔۔۔! اتنے سال میں نے جلتے کڑھتے ہوئے گزارے ہیں۔۔! اب

شاباش تو بھی بسم اللہ پڑھ۔۔۔! کبیر نے آہستہ آواز میں جواب دیتے ہوئے اسے مزید جلادیا۔۔۔

جس کے بدلے میں فارس اسے گھور کر رہ گیا تھا۔۔

بہار جس طرح چہکتے ہوئے کبیر کے حصار میں بیٹھی ہوئی تھی۔ناز بالکل اسکے برعکس نظر آرہی تھی۔

ابھی کچھ دیر پہلے فارس نے اسے زبردستی اپنے پاس بٹھایا تھا۔اور چھوٹی بہنوں کا خیال کرتے ہوئے ناز بھی خاموشی سے مجبوراً بیٹھ چکی تھی۔

ایک ساتھ دو خوش خبریاں ملنے کے بعد سے انکے چھوٹے بہن، بھائیوں کو لگ رہا تھا۔۔کہ جیسے ان کے بیچ سب ٹھیک ہو چکا ہے۔ناز نے بھی انکی غلط

فہمی دور کرنا مناسب نہیں سمجھی تھی۔ کیونکہ وہ انہیں خوش دیکھنا چاہتی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی۔ کہ اسکی چھوٹی بہنیں پریشان ہوتی رہیں۔

کھانا کھانے کے بعد وہ سب کب سے باہر آکر بیٹھے ہوئے تھے۔ شہرام اور فاتح ابھی کچھ دیر پہلے واپس آئے اب فریش ہونے کے لئے گئے تھے۔۔

غازیان میٹھے انداز میں ماہ پارہ کو مسلسل کن اکھیوں سے دیکھ رہا تھا۔ وہیں ایشام بھی ہیر کو تاڑنے میں مصروف تھا۔ لیکن ہیر کو ٹکے کی پرواہ نہیں تھی۔ وہ اپنی موج مستیوں میں گم تھی۔۔ جبکہ ماہ پارہ کے گال ہلکے ہلکے گلابی ہو رہے تھے۔

کچھ شرم ہے تم دونوں میں کہ نہیں۔۔۔؟ بڑے بھائیوں کے سامنے نین مٹکا شروع کیا ہوا ہے۔۔۔! ارسل نے زرا چبانے والے لہجے میں سرگوشی

کرتے ہوئے انکو ہوش دلانے کی کوشش کی۔اسکی آواز پر وہ دونوں یک دم ہوش میں آتے فورا نظروں کا رخ موڑ گئے تھے۔صد شکر کہ کبیر اور فارس میں سے کوئی بھی انکی طرف متوجہ نہیں تھا۔

جس دن تیرا اپنا نکاح ہو جائے گا نا۔۔۔! پھر دیکھوں گا کہ تجھے کون ہوش دلاتا ہے۔۔۔! ایشام بھی بڑبڑاتے ہوئے ارسل کو سنا گیا۔

ظاہر سی بات ہے۔میں تم لوگوں کو ہوش دلا رہا ہوں۔تو مجھے بھی تو تم لوگ ہی ہوش دلاؤ گئے نا۔۔۔! ارسل نے اپنی سمجھ بوجھ لڑاتے ہوئے فورا سے پہلے جواب دیا تھا۔۔

ابے گدھے اس وقت تو ہم خود بھی ہوش کھوئے ہونگے۔۔۔! جیسے ابھی گم تھے۔۔۔! غازیان نے بے ساختہ اسکی عقل پر ماتم کیا۔ارسل نے حیرانی

سے دونوں کی طرف باری باری دیکھا تھا۔ جس کے جواب میں ایشام بھی سر ہلاتے ہوئے کندھے آچکا گیا۔۔

اللہ مجھے تم لوگوں جیسا بے شرم بنائے ہی نا۔۔۔! کچھ سمجھ نہ آنے پر وہ اپنے لئے بے ساختہ دعا مانگ گیا۔ جس کو سن کر ایشام اور غازیان واہ کرتے رہ گئے۔۔

کوئی ہمیں کھانا دے گا۔۔۔؟ شہرام اور فاتح فریش ہو کر آئے تو آتے ہی تھکے ہوئے انداز میں اپنی اپنی کرسی پر گر گئے۔۔

میں لاتی ہوں بھیا۔۔۔! نازا اپنی جگہ سے اٹھنے لگی تو ہیر تیزی سے اسے روک گئی۔۔۔!

نہیں آپی آپ بھیا کے پاس ہی بیٹھی رہیں۔۔۔! میں اور مہرو لے آتی ہیں۔۔۔! ناز کی حالت کا خیال کرتے ہوئے ہیر نے مہر ماہ کو اٹھنے کا اشارہ کیا۔۔جو شہرام کی بے باک نظروں سے خائف ہوتے اگلے ہی پل کھڑی ہو گئی تھی۔۔ہیر کے ساتھ وہ تیزی سے کچن کی طرف بھاگ نکلی تھی۔اسے بھاگتے دیکھ کر شہرام نے مزید تھکی ہوئی سانس خارج کی۔وہ ٹھیک سے اسے دیکھ بھی نہیں پایا تھا۔۔اور وہ تیز گام بنتی جا بھی چکی تھی۔۔۔

بھائی۔۔۔!!اگر آپکی اجازت ہو۔تو کیا آج رات میں اپنی منکوحہ کے ہاتھ سے کھانا کھا سکتا ہوں۔۔۔؟؟گلا کھنکھار کر پورے مؤدب طریقے میں دونوں بڑے بھائیوں کو مخاطب کرتے ہوئے شہرام علی نے لاڈ سے حیران کن فرمائش ڈالی تھی۔

جس کو سنتے ہوئے اسکے باقی بھائیوں نے اچھنبے سے اسکا منہ دیکھا۔۔ جبکہ فاتح جو پورے دھڑلے کے ساتھ سیلینہ کو تاڑ رہا تھا۔ کہ بے ساختہ کھانستے ہوئے اگلے ہی پل اپنی نظروں کا رخ موڑتے ہوئے استغفار کا ورد کرنے لگا۔۔ مہر ماہ یہاں پر موجود ہوتی تو یقیناً بیچاری نے شرمندگی کے مارے منہ چھپانے کے لیے جگہ ڈھونڈنی تھی۔۔۔

کیا ایسا نہیں ہو سکتا شہرام علی۔۔! کہ آج کی رات تم کھانا کھانے کی بجائے میرے ہاتھ سے گولی کھالو۔۔۔؟ کبیر خان نے بھی اسی کے انداز میں سنجیدہ لہجے میں آفر کرتے ہوئے پوچھا تھا۔۔ جس کو سن کر شہرام کے باقی بھائیوں کی بے اختیار ہنسی چھوٹ گئی۔۔

ہم تجھ پر نہیں ہنس رہے۔۔۔! بس ایک چھوٹا سا لطیفہ یاد آ گیا تھا۔۔!

شہرام کو اپنی جانب گھورتے دیکھ کر باسم نے ہنسی کو بریک لگا کر اسے صفائی دینا چاہی تھی۔ کہ ان سب کو اس پر ہنسی نہیں آ رہی ہے۔۔

مطلب بھائی میں پھر ناں ہی سمجھو۔۔۔؟ ان کمینوں کی طرف سے

نظروں کا رخ موڑتے ہوئے دوبارہ بڑے بھائیوں کو دیکھتے ہوئے شہرام نے ایک چھوٹی سی کوشش مزید کی۔۔ جبکہ فاتح حاجی ثنااللہ بننے کی کوشش میں تھا۔۔۔

خان۔۔! میرے خیال میں اسکو گولی نہیں آج رات ہمارے ہاتھوں بمب کا گولا کھانے کو دل کر رہا ہے۔۔! اس لئے اسے عزت راس نہیں آ رہی

ہے۔۔۔!اس بار فارس نے اسے پہلے سے بڑھ کر آفر کی تھی۔اور اس آفر پر پہلے ہنسی کا فوارہ محبت کا چھوٹا تو پھر ناز لوٹ پوٹ ہونے لگی۔

بمب کا گولا خیالوں میں امیجن کرتے ہوئے شہرام کے بھائی بھی قہقہ لگانے لگے تھے۔

انکو خود پر ہنستے دیکھ کر شہرام دکھی دل کے ساتھ ان پر فٹے منہ بھیج کر آخر کار مایوس ہوتا بیٹھ ہی گیا تھا۔۔

توبہ توبہ کیسا زمانہ آگیا ہے۔۔۔!لوگ تو دن بدن بے شرم ہی ہوتے جا رہے ہیں۔۔۔!کسی پھاہے کٹنی عورت کی طرح فاتح جلتی پر مزید تیل چھڑکتے والے انداز میں بولا تو شہرام نے دانت پیستے ہوئے اسکے پاؤں پر زور سے پاؤں دے مارا۔۔

ہاں تیری شرافت کے پوسٹر تو پورے شہر میں لگے ہوئے ہیں نا جیسے۔۔۔!

شہرام نے اسے گھورتے ہوئے سنایا تھا۔۔

منہ بند کر کے کھانا کھاؤ اب۔۔۔!انکو منہ ماری شروع کرتے دیکھ کر بے ساختہ کبیر نے ٹوک کر کھانے کی طرف متوجہ کیا۔۔

آپی آپ نے روبی کو کہیں دیکھا۔۔۔؟محبت کو اچانک اپنی بلی کی یاد آئی تو بے ساختہ مہر ماہ اور ہیر کو مخاطب کر گئی۔۔جبکہ روبی نام سن کر ہر بار کی طرح باسم اسے تاسف سے دیکھنے لگا تھا۔

ہاں اسے میں کچن میں کھانا ڈال کر آیا تھا۔۔۔؟سیلینہ اسے اپنی اردو میں بتانے لگی۔۔جسے سنتے ہوئے سب نے پھر ہنسی دبائی تھی۔

یہ چھوٹا بونا کہاں ہے۔۔۔؟ فاتح جو کب سے سبحان کو تلاش کر رہا تھا۔۔ کہ اسے کہیں نا پا کر آخر کار پوچھ ہی گیا۔۔

بھیا وہ فارم ہاؤس دیکھنے کے لیے نکلا ہوا ہے۔۔۔! ہیر کھانا سرو کرتے ہوئے اسے ابھی بتا ہی رہی تھی۔ کہ سبحان ہاتھوں میں محبت کی بلی اٹھاتے ہوئے اسی طرف آتا دیکھائی دیا۔۔

لو آ گیا تمہارا حریف۔۔۔! سبحان کو آتے دیکھ کر شہرام تیزی سے اسکی طرف متوجہ کرتے بولا تھا۔۔

بھائی آپ کا یہ فارم ہاؤس تو بہت بڑا اور خوبصورت ہے سچ میں۔۔۔! محبت کو اسکی بلی پکڑاتے ہوئے وہ کبیر اور فارس کو مخاطب کرتے تعریف کرنے والے انداز میں کہنے لگا۔ تو اسکی تعریف پر وہ مسکرا دیے۔۔۔

سبحان کھانا کھالو۔۔۔! تم نے پہلے بھی کھانا نہیں کھایا تھا۔۔۔! مہر ماہ نے اچانک اسے کھانے کی طرف متوجہ کروایا تو شہرام نے تیزی سے اسے گھورا۔۔۔

مبارک ہو تیرا بھی حریفِ جاں بن گیا ہے۔۔۔! فاتح نے دل جلاتی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ شہرام کو فوراً اسکے سابقہ الفاظ لٹا دیئے۔۔

آپی مجھے سبحان کے ساتھ ہی کھانا نکال دیں۔۔۔! محبت کو دوبارہ بھوک محسوس ہونے لگی تو وہ بھی کہہ اٹھی۔۔ جبکہ اسکے الفاظ سنتے ہوئے باسم کے کان کھڑے ہو گئے تھے۔۔ شہرام اور فاتح کی طرح وہ بھی سبحان کو گھورنا شروع ہو چکا تھا۔۔

آپی میرا بھی انکے ساتھ تھوڑا سا حصہ ڈال دیں۔۔۔! ماہ پارہ نے بھی کہہ دیا تھا۔ جو غازیان کو ایک آنکھ نہیں بھایا تھا۔۔۔

بھیا آپ کے لئے بھی نکال دیں۔۔۔؟ ہیر فارس اور کبیر کی طرف مڑ کر پوچھنے لگی۔۔

نہیں بچے۔۔۔! ایسے کرو اپنی ان دونوں آپی کے لیے نکال کر ہمیں پکڑا دو۔۔! فارس نے اسے نرم لہجے میں جواب دیا تو ہیر سر ہلا گئی۔۔۔

مجھے چکن نہیں کھانا۔۔۔!! سالن کو دیکھ کر ناز تیزی سے برا سا منہ بناتے ہوئے اچانک کہنے لگی تھی۔ پہلے بھی چکن کو دیکھ کر اس سے کھانا نہیں کھایا گیا تھا۔۔

بیف نکال دوں۔۔؟ مہر ماہ پوچھنے لگی۔ جس کے جواب میں ناز نے پھر ناک چڑھالیا۔۔

کیا کھانا ہے پھر۔۔۔؟ اسے مسلسل انکار کرتے دیکھ کر فارس نے محبت بھرے لہجے میں جاننا چاہا تھا۔۔

مٹن کھانا ہے۔۔۔؟ کچھ سپائسی سا۔۔۔! ناز نے اچانک پر جوش لہجے میں دل میں اٹھتی ہوئی خواہش بتائی تو فارس سمیت سب کو زوردار جھٹکا دے گئی۔۔

پر آپی آپ تو مٹن نہیں کھاتیں اور نہ ہی سپائسی۔۔۔!! ماہ پارہ تعجب سے بولی تھی۔۔ جبکہ فارس مسکراہٹ دباتے ہوئے انجان بننے لگا تھا۔۔ کیونکہ اسکی بیوی اسکی پسند کا کھانا مانگ رہی تھی۔ سب کی حیرانی جائز تھی۔۔

لیکن اب کر رہا ہے نا۔۔۔!! ورنہ میں کھانا نہیں کھاؤ گی۔۔۔! اپنی فرمائش میں زور دیتے ہوئے وہ آخر پر اچانک ضدی سی ہو گئی۔۔

بیر۔۔! مجھے بھی کیک کھانا ہے۔۔۔! اور اچار بھی۔۔۔!! لگے ہاتھ بہار نے بھی اپنی فرمائش بتائی تو کبیر اور فارس کا قہقہ تو نکلا ہی تھا۔۔ لیکن انکے ساتھ انکے چھوٹے بھائی بھی معنی خیزی سے ہنستے ہوئے اپنے تاثرات چھپانے لگے تھے۔ لڑکیاں انکی ہنسی پر نا سمجھی کا شکار ہوئی تھیں۔۔۔

میں منگوا رہا ہوں۔۔۔!! ہنسی کو بریک لگاتے ہوئے ارسل نے آڈر کرنے کے لئے جلدی سے موبائل نکال لیا۔۔

کسی نے کچھ اور منگوانا ہے کیا۔۔۔؟ غازیان نے سب سے ایک بار جاننا چاہا تھا۔ تاکہ ایک ساتھ ہی آڈر ہو جاتا۔۔

میری آئس کریم۔۔! ماہ پارہ کی جھٹ سے فرمائش آئی تو ایک کے بعد ایک وہ سب اپنی اپنی پسند نوٹ کروانا شروع ہو گئیں۔۔

مہر ماہ نے ایک پلیٹ میں کھانا نکال کر ماہ پارہ کو پکڑائی تو اسکے ساتھ سبحان اور محبت بھی کھانا شروع ہو گئے۔۔۔

یہ کونسا تیزاب ہے اب۔۔۔؟ ماہ پارہ کو سبحان کے ساتھ کھاتے دیکھ کر غازیان کا جلن کے مارے برا حال ہو رہا تھا۔۔ جس کے باعث شاید وہ سبحان کو تیزاب کہنا چاہ رہا تھا۔۔

اوئے بونے۔۔۔!! ہیر کو بھی انکے ساتھ بیٹھتے دیکھ کر ایشام نے تیزی سے سبحان کو مخاطب کرتے ہوئے پاس آنے کا اشارہ کیا۔ وہ چونک کر

نا سمجھی سے کھڑے ہو کر انکی طرف آیا تو باسم نے جلدی سے اسکا ہاتھ کھینچ کر اسے اپنے اور ارسل کے درمیان بٹھالیا۔۔۔

تجھے شرم نہیں آتی کیا۔۔۔؟ جو ہر وقت لڑکیوں میں گھسا رہتا ہے۔۔۔؟ یہ الفاظ بولنے والا پہلا باسم کاظمی تھا۔۔

بڑے ہو کر کیسا مرد بنے گا رے تو۔۔۔؟؟ ایشام نے بھی لگے ہاتھوں اسکی کلاس لی۔۔ انکی خوامخواہ کی جملے بازی پر سبحان نے آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے ان سب کو گھوریاں ڈالی تھیں۔ جو اچانک اسے اپنے شکنجے میں قید کر گئے تھے۔۔

کیا مسئلہ ہو رہا ہے۔۔۔؟ مجھے کھانا کھانے دو۔۔۔! غصے سے سب کو دیکھ کر سبحان اٹھنے لگا تو ایشام اور باسم نے اتنی ہی تیزی سے اسے پھر واپس بٹھا دیا۔ بٹھاتے ہی وہ اسکے ناتواں کاندھوں پر اپنا اپنا بازو رکھ گئے۔۔۔

چپ کر بیٹھا رہ ادھر ہی۔۔۔! جو بھی کھانا ہے ادھر ہمارے پاس ہی بیٹھ کر کھالے۔۔۔! مہر واسکی پلیٹ یہیں پر پکڑا دو۔۔۔! ایشام نے زرا تیکھے لہجے میں بولتے اسے دبوچنے والے انداز میں پکڑا ہوا تھا۔ تاکہ وہ لڑکیوں کے پاس پھر نہ جا کر بیٹھ جائے۔۔ شہرام اور فاتح پورے غور کرنے والے انداز میں اپنے بھائیوں کی حرکتیں دیکھ رہے تھے۔۔

بھیا۔۔۔! دیکھ لیں انکو۔۔۔! جان بوجھ کر یہ لوگ اب چھوٹو کو تنگ کر رہے ہیں۔۔۔!! سبحان کو ان میں پھنسے دیکھ کر ہیر نے شکایت لگاتے

ہوئے بڑے بھائیوں کو مخاطب کیا۔۔ جبکہ فارس اور کبیر تو پہلے ہی نا سمجھی سے انکو دیکھ رہے تھے۔۔۔

بچے ہم کہاں اسے تنگ کر رہے ہیں۔۔۔! ہم تو بس یہ چاہ رہے ہیں۔ کہ یہ مرد ہے۔ تو مردوں میں بیٹھ کر ہی کھاتا ہوا اچھا لگتا ہے نا۔۔۔! باسم نے پیار سے بولتے ہوئے ہیر کو تسلی دینا چاہی تھی۔ جو ایشام کو کھا جانے والی نظروں سے گھورنا شروع ہو گئی تھی۔۔

سبحان یہ کباب کھاؤ بہت مزے کا ہے۔۔۔! انکی تکرار پر غور و فکر کیے بنا کباب سے لطف اندوز ہوتی محبت نے اچانک آگے بڑھ کر سبحان کو کباب کا بقیہ حصہ دینا چاہا تو باسم کے دل میں ایک انجانی سی آگ بھڑک اٹھی۔۔

کیا خاص ہے اس کباب میں ایسا۔۔۔؟ لاؤ مجھے بھی دیکھاؤ نازرا۔۔۔! اس سے پہلے کہ سبحان آگے بڑھ کر محبت کے ہاتھ سے آدھا کباب کا ٹکرا پکڑتا۔ کہ تبھی مصنوعی حیرت کا اظہار کرتے ہوئے باسم نے تیزی سے جھپٹنے والے انداز میں محبت کا جھوٹا کباب پکڑتے ہوئے منہ میں ڈال لیا تھا۔۔ اس اچانک حملے پر سبحان کا منہ تو کھلا ہی کھلا تھا۔ کہ محبت بھی ہکا بکا ہوتی اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔۔ باسم کی اس حرکت پر باقی سب بھی حیرت زدہ ہوئے تھے۔۔۔

اتنا اچھا بھی نہیں ہے۔۔۔! پتہ نہیں تمہیں اس میں کیا خاص لگا۔۔۔! سب کو اپنی طرف دیکھتا پا کر وہ فوراً سنبھلتے ہوئے رائے دینے لگا۔۔

اگر اچھا نہیں تھا۔ تو آپ نے چھینا کیوں عینک والے جن۔۔۔! میں تو سبحان کو دے رہی تھی۔۔۔! بنا توقف کے محبت بھی تیکھے لہجے میں بول گئی تھی۔۔ جبکہ اسکا "عینک والا جن" کا لقب سنتے ہوئے سب ہنستے ہوئے باسم کو دیکھنے لگے۔۔ جو اچھنبے سے محبت کو دیکھنا شروع ہو چکا تھا۔۔۔

ہاں جیسے سبحان تو تمہاری پھوپھی کا بیٹا ہے نا۔۔۔! جو تم دعوت کی ہر ڈش اٹھا اٹھا کر اسے ٹیسٹ کروا رہی ہو۔۔۔! باسم بھی اسے گھورتے ہوئے بنا توقف کے سنا گیا۔ جبکہ باسم کا یہ انداز سب کے لیے حیران کن تھا۔

کول اور ہر وقت مسکراتے رہنے والے بھائی کا پہلی بار غصہ دیکھتے ہوئے وہ سب دل ہی دل میں حیران ہو رہے تھے۔ فارس اور کبیر نے بے ساختہ آپس میں نظروں کا تبادلہ کیا تھا

دوست یے وہ میرا۔۔۔! چھوڑیں اسے۔۔! وہ ہمارے ساتھ ہی بیٹھ کر کھانا کھائے گا۔۔۔!! باسم کا جواب محبت کو زرا بھی اچھا نہیں لگا تھا۔اس لئے غصے سے دوچار ہوتے اٹھ کر انکی طرف آئی اور سبحان کو انکی گرفت سے چھڑانے کی کوشش کرنے لگی۔ سبحان تو بیچارہ ان میں پھنس کر رہ گیا تھا۔۔

تمہارے اس دوست کا دل، گردہ نکال کر میں نے بیچ دینے ہیں۔۔! چپ چاپ واپس اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ جاؤ۔۔! نیلی غباری کہیں کی۔۔۔!! محبت کے نیلے ڈریس اور صحت مند سراپے کو نشانہ بناتے ہوئے باسم اسکے ہاتھ سے سبحان کا ہاتھ چھڑا کر جھڑکتے ہوئے بولا تھا۔

جبکہ اسکی "نیلی غباری" سن کر شہرام اور فاتح کا شیطانی قہقہہ گونج اٹھا تھا۔

انکے قہقہے پر دوسرے بھی ہنسی چھپانے لگے تھے۔

بیچارہ سبحان تو اب کسی کا منہ دیکھ رہا تو کبھی کسی کا۔۔اسے اپنی غلطی ڈھونڈ کر بھی نہیں مل رہی تھی۔۔

خیر ہے نا۔۔۔! ڈاکٹر صاحب کو کہیں دل کی بیماری تو نہیں لگ گئی۔۔۔؟

فاتح نے ہنستے ہوئے چہرے کے ساتھ آہستہ آواز میں شہرام کو اچانک مخاطب کیا۔۔جو بدلے میں اسے آنکھ ونک کرتے ہوئے ساری فلم انجوائے کرنے کا اشارہ کرنے لگا تھا۔۔۔

بھیا یہ عینک والے جن میرے ساتھ بدتمیزی کر رہے ہیں۔۔۔! کسی طرف ناچارہ بس نہ چلا تو ہیر کی طرح محبت بھی شکایت کرنے لگی۔۔باسم

کے اس نئے لڑاکو انداز پر فارس اور کبیر تو خود بے یقینی کا شکار ہو رہے تھے۔ اپنی اپنی حیرت میں غرق انہیں کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا۔۔۔

محب تم جا کر بیٹھ جاؤ۔۔۔! میں ادھر ہی بیٹھ کر کھانا کھا لیتا ہوں۔۔۔! بعد میں پھر دیکھتے ہیں۔۔۔!! محبت کو اس کے نیک نیم سے بلاتے ہوئے سبحان نے خود مداخلت کرتے ہوئے اسے لڑائی چھوڑ کر واپس بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔ جبکہ اسکے الفاظ اور مخصوص اشارہ دیکھتے ہوئے باسم کاظمی پہلے سے بھی زیادہ جل بھن کر رہ گیا۔۔

یہ "محب" کیا ہے بے بونے۔۔۔!! اسکا نام محبت ہے۔ تو اس نام سے بلانا اسے۔۔۔! نہیں ویسے تو اسے بلا ہی کیوں رہا ہے۔۔۔؟ تمہارا کام ہی کیا ہے

لڑکیوں کو مخاطب کرنا۔۔۔؟ باسم نے جلے بھنے انداز میں ایک کے بعد ایک سوال کیے تھے۔۔

میں اسے پیار سے "محب" ہی پکارتا ہوں۔۔! سبحان نے مغرور لہجے میں اسے آگاہ کیا تو محبت بھی ایسے تاثرات دینے لگی۔ جیسے اسے یہ نام بہت پسند ہو۔۔۔

سالے ہوش کر۔۔۔!! کیا ہو گیا ہے تجھے۔۔۔؟. بھائی لوگ تجھے ہی دیکھ رہے ہیں۔۔۔! غازیان نے ہنسی دبا کر باسم کو ہوش دلانے کی کوشش کی تھی۔ جو بنا بریک کے ایک کے بعد ایک جھٹکا دے رہا تھا۔۔۔

باسم اب آگ اگلتی نظروں سے سبحان کو دیکھ رہا تھا۔ جیسے ابھی پکڑ کر اسکا آپریشن کر دے گا۔۔۔ فاتح اور شہرام بھی اپنی اپنی شیطانی نظریں اس پر ٹکائے ہوئے تھے۔۔

ارسل خود میں تعجب کا شکار ہو رہا تھا۔ کیونکہ باسم پہلی بار کسی کے ساتھ منہ ماری کر رہا تھا۔۔ غازیان کے مخاطب کرنے پر بہت مشکل سے باسم نے خود کو مزید کچھ بولنے سے روکا۔۔۔

ویسے مجھے سمجھ آگئی ہے۔۔۔!! کہ تم لوگوں کو مجھ سے کیا مسئلہ ہو رہا ہے۔۔۔؟ مہر ماہ نے سبحان کو کھانے کی پلیٹ پکڑائی تو وہ کھانا شروع کرتے ہوئے خفیہ انداز میں اپنے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کو مخاطب کر گیا۔۔۔

کیا مسئلہ ہو رہا ہے۔۔۔؟ ایشام نے پوچھتے ہوئے اسکا اندازہ جاننا چاہا۔۔ جس کے جواب کے بدلے میں سبحان نے زرا اٹھتے ہوئے اپنی جینز میں رکھا موبائل نکال کر باسم کو پکڑا دیا۔۔۔

اسکی گیلری نکالو۔۔۔!! سبحان نے پر سکون لہجے میں اسے حکم دیا۔ جس پر ناسمجھی کا شکار ہوتے باسم اسکے موبائل میں گیلری والا فولڈر کھولنے لگا۔

گیلری کھولتے ہی سب کو ایک ساتھ آگ بھرا جھٹکا محسوس ہوا تھا۔ کیونکہ پوری گیلری میں سبحان کی ان سب کی بیویوں کے ساتھ سیلفیاں لی گئی ہوئی تھیں۔ کہیں پر ماہ پارہ تو کہیں مہر ماہ، سیلینہ، محبت، ناز، بہار، غرض ہیر بھی موجود تھی۔۔ مطلب سب کے ساتھ ہی اسکی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔۔۔

یہ کیا بکواسیات ہے۔۔۔؟ایک تصویر میں اسے ماہ پارہ کے ساتھ دیکھ کر غازیان ایک دم سے بھڑکتے ہوئے کہہ گیا۔

کیا ہے اس میں۔۔؟ شہرام نے آگے بڑھ کر موبائل پکڑتے ہوئے دلچسپی سے دیکھنا چاہا تھا۔اور دیکھتے ہی اسکا تاثر بھی کچھ مختلف نہیں تھا۔جبکہ سبحان اب کافی پر سکون انداز میں بیٹھا کھانا کھا رہا تھا۔۔

اسے اٹھا یہاں سے اور واپس انہی پہاڑوں میں پھینک کر آ۔۔! جہاں سے اس انمول تحفے کو تو اٹھا کر لایا ہے۔۔۔؟ فاتح پر بھڑکتے غازیان کہتے ہوئے اسکی طرف مڑا تھا۔جبکہ انکی حالت پر مزے لیتے ہوئے ارسل ہنسنا شروع چکا تھا۔۔

کباب تو سچ میں بہت مزے کے ہیں۔۔۔!! محب ٹھیک ہی کہہ رہی تھی۔۔۔

باسم کی طرف دل جلاتی ہوئی مسکراہٹ اچھالتے ہوئے سبحان نے کباب کھاتے ہوئے تعریف کرتے ہوئے جان بوجھ کر پھر "محب" کہا تھا۔۔۔

زہر ڈال دوں تیرے اس کباب میں۔۔۔! باسم اس بار آخری حد تک تپا تھا۔ایشام نے بروقت اسے سنبھالتے ہوئے شانت رہنے کا اشارہ کیا۔۔۔

تیرے پاس موبائل کہاں سے آیا ہے۔۔۔؟ایشام نے لے ساختہ اب سبحان سے جاننا چاہا۔۔

ہیر آپی میرے لئے لے کر آئی تھیں۔۔۔!! سبحان نے بتیسی کی نمائش کرتے ہوئے تیزی سے بتایا تو ایشام کا بس نہ چلا کہ اس ٹڈے کے سارے کے سارے دانت توڑ کر رکھ دے۔

اوئے ڈاکٹر ادھر میری بات سن۔۔۔!! کل واپسی پر کوئی زہریلا ٹیکا لے کر آئی۔۔۔! اور وہ ٹیکا تو نے محبت کی اس کالی بلی کو لگانا ہے۔۔! تاکہ وہ زہریلی بنتی اس منحوس بونے کا قصہ ہی تمام کر دے۔۔۔! سالا اپن کی منکوحہ کے ساتھ ٹھرکی بازی کرتا ہے۔۔۔!!

باسم کو مخاطب کرتے ہوئے شہرام حد سے زیادہ نیک مشورے سے نوازنے لگا تھا۔ جس کو سنتے ہوئے ارسل کا چھت پھاڑ قہقہ گونج اٹھا۔ تو

باقیوں کو بھی غصے میں ہونے کے باوجود ہنسی آگئی۔۔۔جبکہ سبحان کو زرا بھی فرق نہیں پڑا تھا۔۔

کیا کر رہے ہو تم سب۔۔۔؟ارسل کے قہقہے پر متوجہ ہوتے فارس نے بے اختیار انکی رازداری والی باتیں جاننا چاہی تھیں۔۔

کچھ نہیں بھائی۔۔!بس ایسے ہی یہ سب ادھر ادھر کی پھینک رہے ہیں۔۔۔!فاتح نے سنجیدہ ہونے کی کوشش کرتے ہوئے انکو مطمئن کیا۔۔

جبکہ سبحان دل کھول کر انکو آگ لگاتے ہوئے کھڑے ہو کر اب دوبارہ اپنی جگہ پر جا بیٹھا تھا۔وہ ایک لمحے میں انکی جلن کو پہچان گیا تھا۔اس لئے بھرپور جلانے کے بعد واپس اپنی گینگ میں جا کر شامل ہو گیا۔۔۔اور وہ اسے گھورتے رہ گئے تھے۔۔۔

لاؤنج میں بیٹھ کر لڑکیاں موو ی دیکھ رہی تھیں۔جب فارس ناز کو دیکھنے آیا۔۔بہار تو کب کی اپنے بیر کے ساتھ سونے کے لئے

جاچکی تھی۔

شاید اتنے دن نہ سونے کی وجہ سے آج اس پر نیند حاوی ہو رہی تھی۔۔وہ سب لاؤنج میں بیٹھی تھیں۔تو لڑکے جاگتے ہوئے باہر ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ صبح سنڈے ہونے کی وجہ سے وہ ابھی تک جاگ کر سکون سے باتیں کر رہے تھے۔۔

فلم ختم ہوئی تو لڑکیاں اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف جانے لگیں۔۔انکے ساتھ ناز بھی کمرے میں جانے لگی۔۔کہ فارس نے تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے اسکی کلائی پکڑ لی۔۔۔

ناز کے ساتھ ساتھ وہ سب بھی چونک کر مڑی تھیں۔۔

کہاں جا رہی ہو۔۔۔؟ناز کے دیکھنے پر فارس نے تیزی سے سوال کیا۔۔

سونے جا رہی ہوں۔۔۔! وہ عام سے لہجے میں بولی۔۔

تو ادھر کہاں جا رہی ہو۔۔؟تمہارا کمرہ شاید اس طرف ہے۔۔۔!! فارس نے اپنے کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسکی سمت درست کی۔۔

میرا نہیں تمہارا کمرہ ہے وہ۔۔۔! بہنوں کے سامنے نازلے اختیار دانت پیس گئی۔۔

بچے تم لوگ جاؤ کمرے میں۔۔۔! مجھے تم لوگوں کی آپی کا کھسکا ہوا دماغ درست کرنا ہے۔۔۔! ناز کو ضد پر آتے دیکھ کر فارس نے بے ساختہ پیچھے کھڑی بہنوں کو پیار سے مخاطب کرتے ہوئے جانے کا حکم دیا تھا۔۔وہ سب مسکراہٹ دبا کر جانے لگیں تو ناز نے تیزی سے مہر ماہ کا ہاتھ جکڑ لیا۔۔

خبردار اگر تم لوگ میرے بنا یہاں سے ایک قدم بھی چلیں تو۔۔۔! ناز نے سب کو تیزی سے وارننگ دی۔۔ جبکہ اسے مہر ماہ کا ہاتھ پکڑے دیکھ کر فارس نے ضبط بھری سانس خارج کی تھی۔۔۔

شہری۔۔۔!! بنا بحث کیے فارس نے اچانک تیز بارعب آواز میں بلاتے ہوئے باہر بیٹھے ہوئے شہرام علی کو آواز دی۔۔

یار آپی مجھے کیوں پھنسا رہی ہیں آویں ان سب میں۔۔۔!! سن لے نا بھیا کی بات۔۔۔! شہرام کے نام پر ہی مہرماہ کا دل دھڑکنا بھول گیا تھا۔اس لئے سٹپٹا کر دہائی دینے لگی۔ مہرماہ کی خراب حالت پر ہیر مزے سے ہنسنا شروع ہو گئی۔۔۔

جی بھائی حکم۔۔۔!! فارس کی آواز پر شہرام فورا اسی وقت اندر حاضر ہوا تھا۔اسکی آواز سنتے ہوئے مہرماہ کا رنگ فق ہو چکا تھا۔۔

کوئی کچھ کہتا جب مہرماہ خود ہی اپنا جیسے تیسے ہاتھ چھڑا کر کمرے کی طرف سر پٹ دوڑ لگا گئی۔ شہرام اسے نا سمجھی سے دیکھتا رہ گیا۔ جبکہ فارس کی بے

اختیار ہنسی اڈ آئی۔۔ تو ناز منہ کھولتے ہوئے غائب ہوئی مہر ماہ کو دیکھتی رہ گئی۔۔

کچھ نہیں سو جاؤ اب سب جا کر۔۔۔!! فارس جھکتے ہوئے ایک جھٹکے میں ناز کو اٹھا کر کندھے پر رکھتے ہوئے شہرام کو حکم دے کر کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ ناز تو احتجاج کرتی رہ گئی تھی۔۔ لیکن اسکی بے وفا بہنیں اسے اکیلا چھوڑ کر کمرے میں بھاگ گئی تھیں۔۔ جبکہ شہرام شیو کھجاتے ہوئے سب سمجھنے کی کوشش کرنے لگا تھا۔۔

چھوڑو مجھے، نیچے اتارو۔۔۔!! ناز سخت مزاحمت کرتے ہوئے نیچے اترنا چاہ رہی تھی۔۔

اسکی کسی بھی مزاحمت کو خاطر میں لائے بنا فارس نے کمرے میں پہنچ کر اسے بیڈ پر بٹھایا اور تیزی سے کمرے کو لاک کرنے کے لئے مڑا۔۔ناز بھی بیڈ سے نیچے اتر کر دروازے کی جانب بڑھی تھی۔۔

کہاں جناب۔۔؟

اس سے پہلے کہ وہ دروازے کے قریب پہنچتی۔جب لاک لگانے کے بعد فارس نے مڑ کر اسکی کمر کو جکڑتے ہوئے تیزی سے قریب کر لیا۔

کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ فاری۔۔۔؟کیوں ہر وقت میرے ساتھ زبردستی کرتے رہتے ہو۔۔؟اپنی طبیعت کے پیش نظر وہ حد سے زیادہ چڑ گئی تھی۔۔۔

تم جب پیار سے میری بات نہیں مانو گی۔ تو میں زبردستی ہی کروں گا نا نازو۔۔۔! لاڈ بھرے لہجے میں اسے پکار کر فارس نے اسکے ماتھے کو چوما تو ناز ٹھہر کر اسے دیکھنے لگی۔

لائٹ سبز آنکھیں تیزی سے نم ہونا ہوتی چلی گئی تھیں۔۔ جیسے وہ اندر ہی اندر خود سے لڑتے ہوئے اب تھک گئی ہو۔۔۔

میری بات سنوں گی۔۔۔؟ اسکی نم آنکھوں کو پیار سے چومتے ہوئے فارس نے بے ساختہ نرم لہجے میں پوچھا۔۔ اس بار ناز کی آنکھیں باقاعدہ بھیگنا شروع ہو چکی تھیں۔۔

یوں تڑپانا چاہوں گی تو ساری باتیں بھول کر تمہیں خود میں گم کرتے ہوئے سارا جہاں بھلا دوں گا۔۔۔!! اسکی خوبصورت آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسوؤں کو ہونٹوں سے چنتے ہوئے وہ بول رہا تھا۔

دوسری طرف ناز کا دل بھرتا جا رہا تھا۔ اتنے سالوں کا جو غبار جمع ہو گیا تھا۔ وہ اب اسے تھکانے لگا تھا۔۔ وہ چاہ کر بھی اپنی زندگی کی سب سے بڑی خوشی کو محسوس نہیں کر پا رہی تھی۔۔ شاید وہ خود بھی اس تکلیف سے نکلنا چاہتی تھی۔۔۔

فارس اسے پیار سے بازوؤں میں اٹھا کر صوفے کی جانب بڑھ گیا۔ کہاں وہ سوچے ہوئے تھا۔

کہ اپنی جنگلی بلی سے لڑے گا، سوال جواب کرے گا۔۔ لیکن ڈاکٹر نے جو اسے ناز کی کنڈیشن بتائی تھی۔اسے جاننے کے بعد تب سے اسکا دل بے قرار ہوا پڑا تھا۔

وہ اسے جب ہاسپیٹل سے واپس لایا تھا۔تو تب وہ سو رہی تھی۔کچھ دیر اسکے پاس بیٹھنے کے پاس فارس اسکے آرام کا خیال کرتا خود باہر چلا گیا تھا۔

مائے مام ٹوبی گرل۔۔۔! بہت شکریہ دنیا کا سب سے بڑا تحفہ دینے کے لیے۔۔۔!! صوفے پر بیٹھ کر ناز کو اپنی گود میں بٹھاتے ہوئے وہ مسکرا کر اسکا شکریہ ادا کرنے لگا۔اسکے الفاظ پر ناز کے گال ہلکے سے سرخ ہوئے تو بعد میں وہ اسے خفگی سے دیکھنے لگی۔۔۔

یوں نہ دیکھو جانِ جہاں۔۔۔! میں بھی تمہاری طرح تب بے بس تھا۔۔۔! میں نے بھی جدائی کی سزا کاٹی ہے۔۔! پھر اس سب میں میرا کیا قصور ہے۔۔۔؟

اسکی نظروں کو پڑھتے ہوئے فارس نے بے بسی سے بات شروع کی تھی۔ کیونکہ وہ جانتا تھا۔ کہ اسکی جنگلی بلی اس ٹراما سے باہر نہیں نکل پا رہی ہے۔۔۔

تو میرا کیا قصور تھا۔۔۔؟ تم نے وہاں جا کر مجھے کیوں بھلا دیا۔۔۔؟ تم جانتے بھی تھے۔۔ کہ گل ناز کی سانسیں تم سے جڑی ہوئی ہیں۔۔۔! اندازہ لگا سکتے ہو۔۔؟ کہ میرے لئے تمہارے بنا ہر لمحہ گزارنا کتنا بھاری ہو گیا تھا۔۔۔۔!!

پچھلے سالوں کی تکلیف یاد کرتے ہوئے وہ بری طرح سسک اٹھی تھی۔ آنکھوں سے تیزی سے آنسو بہنا جاری ہوتے چلے گئے۔۔ جبکہ چہرے پر صرف شکوے بھرے تاثرات تھے۔۔۔

کس نے کہا کہ میں نے وہاں جا کر تمہیں بھلا دیا یار۔۔۔! اور میں کیوں تمہیں بھلاؤں گا۔ جب میرے خود کے جینے کی وجہ تم ہو۔۔۔!! فارس نے تڑپتے ہوئے اسکے پہلے جملے کی نفی کی تھی۔۔

اگر بھولے نہیں تھے۔۔۔! تو کبھی مجھ سے رابطہ کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی پھر۔۔۔؟؟ کیوں مجھے یہ احساس دلانے کی کوشش نہیں کی۔ کہ تم نہ ہو کر بھی میرے ساتھ ہو۔۔۔!! کیوں۔۔؟

فارس کے انکار پر وہ ایک سیکنڈ میں رونا بھلا کر غصے سے غراتے ہوئے اسکا گریبان پکڑ گئی۔۔فارس نے صوفے سے ٹیک لگا کر اسے خود پر زرا سا جھکاتے ہوئے اسکی دونوں ٹانگوں کو صوفے پر رکھ دیا۔اور ایک نظر اپنے گریبان کی طرف ڈالی۔۔بے شک یہاں تک آنے کی جرات صرف "گل ناز صدیقی "میں ہی تھی۔۔۔

اگر تمہیں یاد ہو تو میں نے اٹلی پہنچتے ہی سب سے پہلے تم سے رابطہ کیا تھا۔ اور بار بار بات کرنے کی کوشش کرتا رہا تھا۔لیکن تم نے مجھے بلاک کر دیا تھا۔۔!!!

ناز کے بالوں کو کان کے پیچھے کرتے ہوئے فارس نرمی سے گویا ہوتے اسے یاد کروا رہا تھا۔

اگر میں نے غصے سے ہلاک کر دیا تھا۔ تو تم نے کوشش کیوں چھوڑ دی۔۔۔؟ کیوں نہیں دوبارہ کوشش کی۔۔۔! کیوں نہیں کسی سے کہا۔ کہ تمہیں ناز سے بات کرنی ہے۔۔! کیوں نہیں کسی کو بتایا کہ ناز تم سے روٹھی ہوئی ہے۔ اسے منانے کے لیے تمہیں مدد کی ضرورت ہے۔۔۔!

بنا توقف کے وہ ایک کے بعد پھر سوال کرتی چلی گئی۔ جبکہ فارس کو اسکی آنکھوں میں غصہ، تکلیف اور غبار پتہ نہیں کیا کچھ نظر آرہا تھا۔۔

کیا تم نے ایک بات پر غور کرنے کی کوشش کی ہے جانِ جہاں۔۔۔؟ پیار سے اسکے چہرے کے نقوش پر نظریں دہراتے ہوئے فارس نے اسکے سب سوالوں کو نظر انداز کرتے ہوئے سنجیدگی سے الٹا سوال کیا۔۔۔

کونسی بات۔۔۔؟اسکے انداز پر ناز کو ایک دم سے الجھن ہوئی تھی۔۔۔

اسے الجھتے دیکھ کر فارس بغور اسکا چہرہ دیکھتے ہوئے بولنا شروع ہوا۔۔۔

جب ہمیں جدا کیا گیا تھا۔تو تب ہم دونوں ہی کم عمر تھے۔۔!میرے مقابلے میں تم مجھ سے زیادہ چھوٹی تھی۔۔!چیزوں کو سمجھنے بوجھنے کے علاوہ جذبات کو سنبھالنے کے لیے بھی تم مجھ سے زیادہ ناسمجھ تھی۔۔

فارس سنجیدہ لہجے میں بات شروع کر رہا تھا۔اور ناز اسے بھرپور توجہ کے ساتھ سننے بھی لگی تھی۔۔شاید وہ اسے شروع سے ساری بات سمجھانا چاہتا تھا۔۔۔

چونکہ تم مجھ سے زیادہ ناسمجھ تھی۔تو عمر میں بڑے اور ایک لڑکا ہونے کی وجہ سے میں ہمارے رشتے کو میں تم سے زیادہ اچھے سے سمجھنے لگا تھا۔

تمہاری تو تب لڑکپن کی عمر شروع ہوئی تھی جانِ حیات۔۔۔! تمہیں فاری صرف اس لیے چاہیئے تھا۔ کہ کیونکہ تمہیں صرف فارس ہمدانی کی عادت ہو چکی تھی۔۔ لیکن پتہ ہے مجھے ناز و کیوں چاہیئے تھی۔۔۔؟ کیونکہ مجھے گل ناز صدیقی سے کچی عمر کی محبت سے زیادہ عشق ہو رہا تھا۔۔

پتہ ہے۔ تم دونوں جب پیدا ہوئی تھیں۔ تو ڈیڈ نے تمہیں میری اور بہار کو کبیر کی گود میں یہ کہہ کر ڈالا تھا۔ کہ یہ تم دونوں کی "دلہنیں" ہیں۔۔!

جانتی بھی ہو۔۔۔؟ کہ ہم تب ان لفظوں کے مطلب سے بھی واقف نہیں تھے۔ لیکن یہ لفظ ہمارے ذہن میں اس طرح نقش ہوئے کہ ہم جیسے جیسے بڑے ہوتے گئے۔ ہم اپنا ہر لمحہ اس مطلب کو سمجھنے میں گزارنا شروع ہو

گئے۔۔اور جب تھوڑی بہت سمجھ بوجھ حاصل ہوئی تو ہم دونوں نے ہی گھر میں یہ شور ڈال دیا۔ کہ ہمیں ہماری دلہنوں سے نکاح کرنا ہے۔۔۔

بے شک ہم تب بھی نکاح کو سمجھنے کے نا سمجھ ہی تھے۔۔! اپنا بچپن یاد کرتے ہوئے فارس مسکراتے ہوئے پہلی بار یہ ساری باتیں شیئر کر رہا تھا۔ نازسٹل سی بس دل و جان سے متوجہ ہوئے اب سننے میں مصروف تھی۔ یہ ساری باتیں سنتے ہوئے اسکی دھڑکن آہستہ آہستہ تیز ہو رہی تھی۔۔

جانتی ہو نکاح کے مطلب کو نہ سمجھتے ہوئے بھی ہمیں یہ یقین ہو گیا تھا۔ کہ "گل ناز صدیقی" اب صرف "فارس ہمدانی" ہے۔۔۔

میں تو تمہیں اپنے سامنے جوانی کی دہلیز پر پاؤں رکھتے ہوئے دیکھنا چاہتا تھا میری جان۔۔۔! جس طرح بچپن میں تم ہر وقت میرا ہاتھ پکڑ۔ کر چلتی

تھی۔اسی طرح تمہیں سنبھالتے ہوئے اپنی آنکھوں کے سامنے جوان ہوتا دیکھنا چاہتا تھا۔۔ تمہیں خود میں ہر وقت محفوظ کرنا چاہتا تھا۔ تمہیں ہر پل یہ بتانا چاہتا تھا۔ کہ تم صرف "فارس ہمدانی" کی پابند ہو۔۔۔!

لیکن میری کوئی خواہش پوری نہیں ہو سکی نازو۔۔۔! تم یہاں سب کے پاس تھی۔ ہم وہاں پر اکیلے تھے۔۔ ہمیں سنبھالنے کے لیے صرف ہم دونوں ہی تھے۔۔ پتہ ہے کبیر مجھے کتنی مشکل سے سنبھال پاتا تھا۔ جب جب تمہاری یاد مجھے پاگل کرنے لگتی تھی۔۔ میرا تب بس یہ دل کرتا تھا۔ کہ سب کچھ تہس نہس کر دوں۔۔۔! تم کیوں نہیں سمجھتی۔ کہ تم سے زیادہ اس جدائی کو میں نے سہا ہے۔۔۔! ہر پل یہ خوف ستاتا رہتا تھا۔ کہ کہیں تم مجھے بھول نہ جاؤ۔۔۔! کہیں تم مجھے اپنے لڑکپن کا حصہ سمجھ کر

اپنے ذہن سے مٹا نہ دوں۔۔۔! بتاؤ میں کس سے یہ سب شکوے کروں۔۔۔؟

ہونٹ بھینچے وہ اپنے دل کے راز اسے سناتے ہوئے آخر پر سوال کر گیا۔ ناز دم سادھے آج پہلی بار مختلف طریقے سے سوچنے پر مجبور ہوئی تھی۔۔

تتت۔۔ تو پھر جلدی واپس کیوں نہیں آئے۔۔۔؟؟ دھک دھک کرتے دل کے ساتھ ناز نے بامشکل سوال پوچھا۔۔ اسکے سوال پر فارس کے دماغ میں تیزی سے وہ سب مناظر گردش کرنے لگے تھے۔ جب کبیر اور اس پر حملہ ہوا تھا۔۔

آنا چاہتا تھا۔۔۔! لیکن بڑے بابا کی طرف سے اجازت نہیں تھی۔۔۔! انکی ایک ہی شرط تھی۔ کہ پڑھائی مکمل ہونے کے بعد سیٹل ہو کر ہی آنا

ہے۔اور اپنے بھائیوں کو بھی سیٹل کرنا ہے۔۔۔! فارس نے سرد سانس خارج کرتے ہوئے اسے جواب دیا۔۔۔۔ جس کو سننے کے بعد نازنم آنکھوں سے اسکے سینے پر سر ٹکا گئی۔اسکی پہلی پیش قدمی پر فارس کو بے اختیار جھٹکا لگا۔۔

اب تو نہیں نہ مجھ سے ناراض۔۔۔؟ وہ تیز چلتی ہوئی دھڑکنوں کے ساتھ پوچھتے ہوئے اسکا سر چوم گیا۔۔ لیکن دوسری طرف سوں سوں جاری ہو گئی تھی۔۔۔

نازو۔۔! اسکی سوں سوں کی آواز پر حیران ہوتے فارس نے اسکا چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے اپنے سامنے کیا۔

اب کیوں رو رہی ہو میری جان۔۔۔؟اسے ہونٹ لٹکائے دیکھ کر فارس نے بے چینی سے سوال کرتے ہوئے اسکے آنسو صاف کیے۔۔۔

میں تم سے اب بھی ناراض ہونا چاہ رہی ہوں۔۔۔!!پر مجھے کوئی وجہ نہیں مل رہی ہے۔۔۔؟؟میں تم سے اب لڑوں گی کیسے فاری۔۔۔؟لمبی لمبی ہچکی بھرتے ہوئے وہ اچانک غیر متوقع گویا ہوئی تو اسکے الفاظ سنتے ہوئے وہ سرشاری سے قہقہ لگا گیا۔۔جبکہ اسے یوں ہنستے دیکھ کر وہ ناک چڑھاتے ہوئے اسکی شرٹ کے ساتھ اپنے آنسو پونچھنے لگی۔۔۔

تمہاری ناراضگی ختم ہونے کی خوشی میں اب میرا دل کر رہا ہے میں تمہیں کھا جاؤں۔۔۔!پر صرف تمہاری طبیعت کی وجہ سے احتیاط کرنے پر مجبور ہوں۔۔۔!

بھرپور مسکراتے ہوئے فارس تیزی سے اسے اپنی گود میں اچھے سے بٹھا کر اسکے نچلے لب پر دانت گاڑتے ہوئے بولا تھا۔۔

آہ۔۔۔! کیا ہے۔۔۔! اپنے ہونٹ پر جلن کے احساس ہونے پر ناز نے اسکے کندھے پر مکے مارے۔۔

پیار ہے میری میٹھی جان۔۔۔! فارس کو اس پر شدید پیار آنے لگا تھا۔۔اس لئے مخمور نظروں سے دیکھتے ہوئے جواب میں بولا۔۔۔

زیادہ شوخے نہ ہو۔۔۔!! پہلے ہی اس بے شرمی کا ثبوت دے کر مجھے سب کے سامنے شرمندہ کروا چکے ہو۔۔۔! ناز چباتے ہوئے اپنی پریگننسی کی طرف اشارہ کرنے لگی تھی۔۔اسکے اشارے پر فارس کو تیزی سے ہنسی آئی۔۔۔

یوں ہنس کر مزید بے شرم بننے کی ضرورت نہیں ہے۔۔! یہ جو تم دھوکے سے میرے قریب آئے تھے نا۔۔۔! اس کے لئے میں تمہیں کبھی بھی معاف نہیں کرنے والی ہوں۔۔۔! اسے ہنسی چھپاتے دیکھ کر ناز کو تپ چڑھنے لگی تھی۔۔

واٹ۔۔۔۔؟ دھوکے سے۔۔۔؟ سچ میں مسز ہمدانی۔۔۔؟ کب آیا میں دھوکے سے آپکے قریب۔۔۔؟ فارس جو اپنی بے باک ہنسی چھپا رہا تھا۔ کہ میڈم کے الزام پر فوراً ہنسنا چھوڑ کر صدمے سے پوچھ گیا۔۔۔

اتنا ری ایکٹ کیوں کر رہے ہیں مسٹر فاری۔۔۔؟ بھول گئے ہیں۔۔؟ کہ آپ مجھے اغواء کر کے اپنے ساتھ سوات لے کر گئے تھے۔ اور وہاں جا کر آپ نے خود ہی مجھے اپنے نیک اداروں سے آگاہ کیا تھا۔۔۔!! فارس کے

ری ایکٹ پر وہ آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے اسے سب یاد دلانا شروع ہو گئی۔۔

مجھے سب یاد ہے پیاری بیوی صاحبہ۔۔۔! لیکن شاید آپ بھول رہی ہیں۔۔۔! کہ آپ نے بعد میں میرے سب نیک خیالوں پر پانی پھیر دیا تھا۔ وہ تو آپ کو خود بارش کے پانی میں نہانے کا شوق چڑھا ہوا تھا۔۔۔! میں نے تو بس آپکی مدد ہی کی تھی۔۔! ٹھنڈ بھگانے کے لیے۔۔۔!

ناز کے وجود پر معنی خیزی نظریں دہراتے ہوئے فارس نے الٹا اسے یاد کروانے کی کوشش کی تھی۔۔ جبکہ اسکی نظروں پر ناز کا چہرہ ایک سیکنڈ میں شرم کے مارے بھاپ چھوڑنے لگا۔۔

کتنے وہ ہو تم فاری۔۔۔! میں اگر بارش کے پانی میں نہائی تھی۔ تو اس کا فائدہ بھی تم نے اٹھا ہی لیا تھا۔ حالانکہ تم مجھے نارمل کرنے کے بعد دور بھی ہو سکتے تھے۔۔۔! شرم سے برا حال ہوتے وہ ڈھکے چھپے انداز میں جواب میں بولتی چلی گئی۔۔ جس کو سن کر وہ قہقہ لگا گیا تھا۔۔

واہ۔۔۔! کیا بات ہے میڈم کی۔۔!! میں کوئی پاگل انسان تھا۔۔؟ جو من چاہی بیوی کو بس نارمل کر کے چھوڑ دیتا۔۔۔! تمہیں نارمل کرتے ہوئے جب میں خود نارمل نہیں رہا تھا۔۔ تو پھر دور کیسے ہو جاتا۔۔۔! ویسے بھی بعد میں تم خود میرے قریب آ رہی تھی۔۔! ہنستے ہوئے وہ آخر پر بے نیازی سے کندھے آچکا کر یاد کروا رہا تھا۔۔۔ اسکے الزام پر ناز اسے گھورتے ہوئے اچانک اسکے کندھے پر دانت گاڑ گئی۔۔

اسے حملہ کرتے دیکھ کر فارس تیزی سے اسکی کمر میں بازو حائل کر کے اسے اپنے وجود کے ساتھ مس کرتے ہوئے ناز کی گردن میں چہرہ چھپا گیا۔ فارس کے ہونٹوں کے آگ سے لمس پر ناز مچلی تو فارس اسے خود میں بھینچ کر اسکی گردن کو چومتا چلا گیا تھا۔ جس پر اس نے مزاحمت کرنا شروع کر دی۔

اسکی مزاحمت پر فارس نے چہرہ باہر نکال ایک جھٹکے میں اسے صوفے پر لٹاتے ہوئے اس پر سایہ فگن ہوا تو ناز نے آنکھیں پھیلا کر اسے دیکھا۔۔

کیا کہتی ہو۔۔۔؟ تمہیں ایک بار پھر نارمل کروں۔۔۔؟ اسکے کان میں لے باک سرگوشی کرتے ہوئے فارس نے بے شرمی سے چھیڑا تو ناز نے تنگ پڑتے ہوئے اسکے حصار سے نکلنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن وہ مطمئن دل

کے ساتھ ہنستے ہوئے اسکی کوشش ناکام بنا کر اس پر اپنا بوجھ منتقل کیے بنا اسکے لبوں کو گرفت میں لیتے سکون سے آنکھیں بند کر گیا تھا۔۔

جا بھی۔۔!! شہرام نے غازیان کو گھوریاں ڈالیں۔۔

سالے اگر پکڑے گئے نا تو لینے کے دینے پڑ جائیں گئے۔۔۔!! غازیان نے اسے بڑے بھائیوں کا ڈراوا دیا۔۔ جس کو محسوس کرتے ہوئے ایک دفعہ تو سچ میں شہرام ڈر گیا تھا۔۔۔ وہ دونوں اس وقت ایک کمرے کے باہر کھڑے تھے۔اور رات کے دو بج رہے تھے۔۔۔

تم دونوں یہاں پر کیوں کھڑے ہو۔۔۔؟ وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ الجھ رہے تھے۔جب اچانک وہاں ایشام کی آمد ہوئی۔انہیں مہر ماہ کے

کمرے کے سامنے کھڑا دیکھ کر وہ نا سمجھی سے پوچھ گیا۔۔۔ جبکہ اسکی اچانک آواز پر غازیان اور شہرام کا ایک دم سے سانس رکا تھا۔۔

باسی شامی کباب کہیں کے۔۔۔!! آہستہ نہیں بول سکتا کیا۔۔۔! خوامخواہ میں ڈرا دیا ہمیں۔۔۔! شہرام نے اسے تیزی سے جھاڑ پلائی تھی۔

دھوپ میں ابلے ہوئے آلو۔۔۔! اب بکو بھی آدھی رات میں ادھر کیا کر رہے ہو۔۔۔؟ شہرام کے ہی انداز میں اسے جواب دیتے ہوئے ایشام نے پھر انکے یہاں کھڑے ہونے کا مقصد جاننا چاہا تھا۔

اس کمینے کو مہر ماہ چاہیئے اس لئے یہاں پر کھڑے ہیں۔۔۔!! انہیں لڑائی شروع کرتے دیکھ کر غازیان نے اسے جلدی سے بتایا۔ جبکہ انکا مقصد جان کر ایشام نے بے ساختہ بے یقینی سے آنکھیں پھیلالی تھیں۔۔۔

ابھی کچھ گھنٹے پہلے تو بھائی لوگوں کے ہاتھوں سے جو بمب کا گولا کھانے والا تھا۔۔! بھول گیا ہے کیا اسے۔۔۔؟ ایشام نے طنز کرتے ہوئے اسے یاد دلایا تھا۔ لیکن وہ شہرام علی ہی کیا جو ان باتوں کا اثر لے جائے۔۔۔

وہ تو کھڑا ہے۔۔! لیکن بیرسٹر صاحب آپ یہاں پر کیوں انکے ساتھ کھڑے ہیں۔۔۔؟ شہرام پر اثر نہ ہوتے دیکھ کر ایشام نے بے اختیار غازیان کو مخاطب کیا۔۔

میں ماہا کے لیے کھڑا ہوں۔۔! وہ بھی اندر ہی ہے نا۔۔۔! دروازہ ہلکا سا کھولتے ہوئے غازیان نے بھی فل اعتماد کے ساتھ بتایا تو ایشام اسے دیکھتا رہ گیا۔۔ جبکہ اسے صدمے میں دیکھ کر شہرام نے تیزی سے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے سمائل پاس کی۔ جیسے ایشام کو بتانا چاہ رہا ہو۔ کہ اس لائن میں وہ اکیلا نہیں ہے بھئی۔۔۔

سب کے سب بے شرم ہو گئے ہیں۔۔۔! ویسے میرے والی سبز چڑیل کہاں غائب ہے۔۔۔؟ غازیان کو افسوس سے اندر داخل ہوتے دیکھ کر وہ وہاں سے دو قدم آگے چلتے ہوئے اچانک خود سے گویا ہوا تھا۔ اور تبھی تیزی سے مڑتے ہوئے وہ ہیر کو ڈھونڈنے نکل پڑا۔۔۔

جبکہ غازیان دروازے کو ہلکا سا ناک کرتے ہوئے کمرے میں داخل ہوا تو مہر ماہ اور ماہ پارہ بیڈ پر لیٹی باتوں میں مصروف تھیں۔غازیان کو اندر آتے دیکھ کر وہ ایک دم سے اٹھ بیٹھی تھیں۔اسے یوں اچانک دیکھ کر ماہ پارہ کا تو دل باہر نکلنے کو بے تاب ہوا تھا۔۔

ماہا زرا باہر آنا مجھے ایک ضروری بات کرنی ہے۔۔۔!! سنجیدہ لہجے میں ماہ پارہ کو مخاطب کرتے ہوئے وہ باہر آنے کا اشارہ کرتے ہوئے فورا مڑ گیا۔۔

جبکہ ماہ پارہ سرخ ہوتے چہرے کے

ساتھ مہر ماہ کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

جاؤ سن آؤ۔۔۔! مہر ماہ نے مسکراہٹ دباتے ہوئے اسے جانے کا کہا۔۔۔

پر آپی۔۔۔! ماہ پارہ انکار کرتی کہ مہر ماہ نے جلدی سے اسے ٹوک کر بیڈ سے اٹھایا۔۔۔

شاباش جاؤ جلدی سے سن کر آؤ۔۔۔! مہر ماہ اسے زبردستی نیچے اتار کر کہنے لگی تو ماہ پارہ ہمت کرتے ہوئے جوتا پہن کر باہر نکل گئی۔۔

ماہ پارہ کے جاتے ہی وہ کھل کر ہنستے ہوئے تکیے پر سر رکھتے لیٹ چکی تھی۔ ابھی پورا ایک منٹ بھی نہیں گزرا تھا۔ جب مہر ماہ کو دروازہ کھلنے اور لاک ہونے کی آواز آئی تھی۔۔ اسے اتنی جلدی واپس آتے دیکھ کر وہ حیرانی سے اٹھ کر دیکھنے لگی۔ تو دروازے میں شہرام علی کو اپنے دراز قد کے ساتھ کھڑے دیکھ کر اسکا سانس سینے میں اٹک چکا تھا۔۔۔۔

آپ نے کہا تھا۔ بس ایک ضروری بات کرنی ہے۔۔۔! غازیان کے پیچھے چلتے ہوئے وہ گھبراہٹ کا شکار ہو رہی تھی۔۔۔ اسکی گھبرائی ہوئی آواز سن کر ایک لمحے کے لیے وہ مسکراتے ہوئے مڑ کر اسکی طرف دیکھنے لگا تھا۔۔۔

تو کیا میں ایک سے زیادہ ضروری باتیں نہیں کر سکتا۔۔؟ ماہ پارہ کے روہانسے چہرے پر نظریں گاڑے وہ شرارتی مسکراہٹ سے پوچھ گیا۔۔۔

کک۔۔۔ کر سکتے ہیں۔! لیکن پھر کمرے میں کیوں جا رہے ہیں۔۔۔؟ ہچکچاہٹ سے دوچار ہوتے وہ کمرے میں جانے کے بارے میں سوال اٹھا گئی۔ جیسے دل ہی دل میں وہ کمرے میں جا کر بات سننے سے انکاری ہو۔۔۔

اوگاڈ۔۔۔!! مجھ سے اتناڈرماہا۔۔۔! اسکے سوالوں پر غازیان اب دل کھول کر ہنسا تھا۔وہ کمرے کے دروازے پر کھڑے تھے۔اور ماہ پارہ کمرے میں جانے سے مکمل انکاری تھی۔۔

ڈرو نہیں کچھ "پیار بھری باتیں" کرنی ہیں۔اس لئے بس کمرے میں لے کر جارہاہوں۔۔۔! غازیان نے اسے حوصلہ دیتے ہوئے ساتھ ہی مسکراہٹ دبا کر ضروری بات کا موضوع بیان کیا تو ماہ پارہ حیرانی سے اسے دیکھنے لگی۔۔۔

چلیں اب اندر۔۔۔؟ ماہ پارہ کا ہاتھ تھامتے ہوئے غازیان نے مصنوعی معصومیت سے پوچھا تو وہ تیزی سے انکار کرنے والے انداز میں سر ہلانے لگی۔۔

اپنے عاشق شوہر پر یقین کریں مسز پاشا۔۔۔! آج آپ کو بالکل بھی ویسے تنگ نہیں کروں گا۔۔۔! اپنی نازک منکوحہ کو مسلسل ڈرتے دیکھ کر وہ اچانک اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرتے ہوئے بھاری آواز میں تسلی دینے لگا۔ مقابل کی دلکش مسکراہٹ دیکھتے ہوئے ماہ پارہ کو اپنا دل سنبھالنا مشکل لگ رہا تھا۔

پورے گھر میں فقط شاید وہ اکیلی ہی تھی۔ جس سے بات کرتے ہوئے اب غازیان پاشا کے ہونٹوں سے مسکراہٹ جدا نہیں ہوتی تھی۔ ورنہ تو وہ اپنے ازلی سنجیدہ روپ میں ہر کسی کے ساتھ مخاطب ہوتا تھا۔۔

ماہ پارہ کی نیلی خوبصورت آنکھوں کو اپنی مسکراہٹ میں کھوئے دیکھ کر وہ بھرپور دل سے مسکراتے ہوئے اسکے ماتھے پر ہونٹ رکھ گیا۔

اسکے لمس پر ماہ پارہ کے چونکے ہوئے حواس قائم ہوئے تو غازیان اسکا ہاتھ تھامے کمرے میں داخل ہو گیا۔اس بار وہ کوئی احتجاج نہیں کر پائی تھی۔ شاید اس نے غازیان پاشا کے الفاظ پر یقین کر لیا تھا۔۔کہ وہ اسے تنگ نہیں کرے گا۔۔۔

ٹیرس پر جا کر بیٹھو میں بس ابھی چینج کر آتا ہوں۔۔۔!پیار بھرے لہجے میں ماہ پارہ سے مخاطب ہوتے وہ اسکا ہاتھ چھوڑ کر باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔وہ اس وقت اپنے بلیک نائٹ ڈریس میں کھڑی تھی۔میرون سلکی بال جوڑے میں قید تھے۔تو معصوم چہرہ بھرپور روشن تھا۔

غازیان کے کہنے کے مطابق وہ زرا گھبرائے ہوئے انداز میں آہستہ آہستہ چلتے ہوئے ٹیرس پر آئی تو یہاں کا بدلا ہوا منظر دیکھ کر اسکی آنکھیں ایک لمحے کے لیے یک دم بڑی ہوتی چلی گئی تھیں۔

زمین پر بچھا ہوا سفید بستر دیکھ کر وہ حیران ہونے لگی تھی۔

ماہ پارہ نے پیروں سے جوتا اتارتے ہوئے بستر پر پاؤں رکھا تو بستر کے نرم لمس کو محسوس کرتے ہوئے اسکے پاؤں کو بے اختیار گدگدی بھرا احساس ہونے لگا۔۔ جس کو محسوس کرتے ہوئے وہ اچانک کھلکھلا پڑی تھی۔

اس سرپرائز نے سچ میں اس کے دل کو حیران کرنے کے ساتھ ساتھ خوش بھی کیا تھا۔اس لئے مسکراتے ہوئے تاثرات کے ساتھ وہ تکیے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔اور آس پاس نظریں دہرا کر چیزوں کا جائزہ لینے لگی۔۔

اچانک اسکی نظر غازیان کے لیپ ٹاپ پر پڑی تو اسکے وال پیپر پر لگی اپنی اور غازیان کے نکاح والی تصویر دیکھ کر اسکا دل دھڑک اٹھا تھا۔

یہ وہی تصویر تھی۔ جس میں وہ ہنستے ہوئے اسکے ماتھے کو چومتے ہوئے اسے گول گپی بلاتے ہوئے نکاح کی مبارکباد دے رہا تھا۔اور وہ دلہن بنی آنکھوں کو بڑا کیے اسے تعجب سے دیکھ رہی تھی۔

اتنی خوبصورت تصویر دیکھ کر وہ بے ساختہ سکرین کو چھوتے ہوئے دل سے مسکرادی۔اس بات سے بے خبر کہ وہ کب سے اسکے عقب میں کھڑا اسکا ایک ایک انداز نوٹ کر رہا ہے۔۔

ماہ پارہ کے ڈریس سے ملتا جلتا وہ بھی بلیک ٹی شرٹ اور ٹراؤزر پہن کر فٹافٹ باہر آگیا تھا۔اپنی گول گپی کو بچوں کی طرح پُر جوش ہوتے دیکھ کر وہ مسکرا کر اسکی طرف بڑھا۔۔۔

جبکہ ماہ پارہ اپنے لئے رکھی ہوئی چیزیں نکال کر کھانا شروع ہو گئی تھی۔اپنی فیورٹ آئس کریم اور سنیک دیکھتے ہی اسکا دل مچل اٹھا تھا۔اس لئے غازیان کا انتظار کیے بنا اس نے کھانا شروع کر دیا تھا۔۔

میری گول گپی کو یہ سب پسند آیا۔۔۔؟غازیان نے اچانک پیچھے سے نمودار ہوتے اسکے کان میں جھکتے ہوئے سرگوشی کی تو ماہ پارہ ڈرتے ہوئے اچھل گئی۔۔۔

اہہ۔۔۔! آپ نے مجھے ڈرا دیا غازی۔۔۔! ماہ پارہ نے ڈر کے مارے لمبا سانس کھینچتے ہوئے سینے پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔۔

غازی قربان اس ڈر پر۔۔۔! اس کے پھولے ہوئے گال زور سے کھینچتے ہوئے وہ ہنستے ہوئے اسکے ساتھ بیٹھا تو ماہ پارہ اسے خفگی سے دیکھنے لگی۔۔۔

مجھے ڈرا کر آپ کو ہنسی آرہی ہے۔۔۔! اسے مسلسل ہنستے دیکھ کر منہ میں آئس کریم ڈالتے ہوئے ماہ پارہ نے تیکھے لہجے میں جاننا چاہا تھا۔۔۔

نہیں تو۔۔۔!! ہماری کیا مجال مسز پاشا جو ہم آپ کو ڈرا سکیں۔۔۔!

غازیان نے فوراً عاجزی سے انکار کیا تو وہ مغرور ہوتے گردن اکڑا گئی۔ اسکی معصوم سی مغروریت دیکھتے ہوئے غازیان کو تیزی سے ہنسی آئی تھی۔ جسے وہ مشکل سے چھپاتے ہوئے لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ ہو گیا۔۔۔

یہاں میرے پاس آکر بیٹھو۔۔۔؟لیپ ٹاپ کا پاسورڈ کھولتے ہوئے غازیان نے اچانک آئس کریم سے انصاف کرتی ہوئی ماہ پارہ کو مخاطب کیا۔ غازیان کے حکم پر وہ ایک لمحے کے لیے ٹھہر سی گئی۔ لیکن پھر اگلے ہی پل گھٹنوں کے بل چلتے ہوئے اسکے قریب جا بیٹھی۔۔

اب بتاؤ کون سی مووی دیکھنی ہے۔۔۔؟اسکی کمر میں بازو حائل کرتے ہوئے غازیان نے اسے نزدیک کرتے ہوئے سینے کے ساتھ لگایا۔۔

امم۔۔۔! کوئی بھی اچھی سی لگالیں۔۔!! ماہ پارہ نے جواب دیتے ہوئے خلاف توقع آئس کریم سے بھرا چمچ غازیان کے منہ کے آگے کیا تو وہ ایک لمحے کے اپنی جگہ پر ساکن سا ہوا۔۔۔وہ چونکتے ہوئے ماہ کے چہرے کی

طرف دیکھنا شروع ہو گیا تھا۔ جو زرا سی پلکیں جھپکاتے ہوئے اسے کھانے کا اشارہ کر رہی تھی۔۔

غازیان نے حیران کن مسکراہٹ پاس کرتے ہوئے اسکا نازک ہاتھ تھام کر آئس کریم والا چمچ منہ میں ڈالا تو ماہ پارہ بھی بھرپور مسکرا گئی۔ دونوں کے دل اپنی اپنی رت میں تیز دھڑکنے لگے تھے۔ صرف کچھ عرصہ پہلے کی بات تھی۔ جب وہ دونوں ایک گھر میں رہنے کے باوجود بھی ایک دوسرے سے ناواقف تھے۔ لیکن آج اتنے خوبصورت رشتے میں جڑ کر ایک دوسرے کی روح سے جڑ چکے تھے۔ اجنبی سے اپنائیت کا یہ رشتہ بے حد خوبصورت لگ رہا تھا۔

اس نیلے سمندر میں مجھے ڈوبا کر گم کرنا چاہ رہی ہو کیا۔۔۔؟ ماہ پارہ کی نیلی آنکھوں کی بڑھتی ہوئی چمک میں ڈوبتے ہوئے وہ بے بسی سے اسکے ماتھے کے ساتھ ماتھا ٹکائے بولنے لگا تھا۔ لہجہ کچھ بے بسی بھرا سا تھا۔ مقابل کو بے بس دیکھ کر ماہ پارہ شرارتا کھلکھلاتے ہوئے اسکی ناک کے ساتھ ناک مس کرنے لگی تو غازیان کے دل کی دھڑکن بے ترتیب سی ہو گئیں۔۔۔

کیوں ایسے جادو کر رہی ہو دِل جان۔۔! اسکی میٹھی اداؤں پر مسکراتے ہوئے وہ پوچھنے لگا تھا۔۔

میں تو کچھ بھی نہیں کر رہی۔۔۔!! جواباً وہ کندھے آچکا کر انجان بن گئی۔۔۔

اہاں۔۔۔!!بیرسٹر غازیان سے ہوشیاریاں۔۔!!اسکے مغرور انداز سے وہ متاثر ہوا تھا۔۔۔غازیان نے چہرہ ترچھا کرتے ہوئے اسکے ہونٹوں کے قریب ہونا چاہا تو ماہ پارہ جھٹ سے اپنا چہرہ دور کر گئی۔۔

مووی لگائیں۔!!اسے پٹری سے اترتے دیکھ کر وہ فوراً لیپ ٹاپ کی طرف اشارہ کرتے حکمیہ لہجے میں بولی تو غازیان نے اسے خفگی سے دیکھا۔جبکہ وہ مزے سے پھر آئس کریم کھانا شروع ہو چکی تھی۔۔

مووی پلے کرنے کے بعد غازیان نے لیپ ٹاپ اٹھا کر اسے اپنے آگے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔تو ماہ پارہ شرماتے ہوئے فوراً گھبرا کر اسے دیکھ گئی۔

بس قریب بیٹھنے کا کہہ رہا ہوں دِل جان۔۔۔! ماہ پارہ کے رخساروں میں سرخی اترتے دیکھ کر ہنس کر نفی میں سر ہلاتے ہوئے غازیان نے اسے وضاحت کی۔۔تاکہ وہ پر سکون رہے۔۔۔

جج۔۔جانتی ہوں۔۔۔!! چھیڑیں مت۔۔۔!! غازیان کے چھیڑنے پر ماہ پارہ نے فوراً برا مناتے ہوئے اسے ہنسنے سے باز کیا۔اپنی چیزیں اٹھا کر وہ ہمت کرتے ہوئے اٹھ کر اسکے آگے بیٹھی تو تکیے سے ٹیک لگا کر غازیان نے اسکی کمر میں بازو حائل کرتے ہوئے اسے اپنے بے حد قریب کر لیا تھا۔

چادر اٹھا کر دونوں پر اوڑھتے ہوئے غازیان نے مووی پلے کرتے ہوئے لیپ ٹاپ نیچے رکھ کر اسکا رخ اپنی طرف کر لیا۔۔

غازیان کے وجود سے اٹھتی ہوئی خوشبو ماہ پارہ کے حواس کو آہستہ آہستہ بوجھل کرنا شروع ہوئی تھی۔ جبکہ اس قدر نزدیکی پر اسکا دل رکنے کے قریب تھا۔۔

ماہ پارہ کی کمر میں سختی سے بازو حائل کرتے ہوئے غازیان نے اسکی گردن میں چہرہ چھپاتے ہوئے گہرا سانس لیا تو ماہ پارہ کا گھبراہٹ کے مارے برا حال ہو گیا۔۔

غغ۔۔غازی۔۔۔!! مووی۔۔۔!! کسمسا کر بھاری سانس لیتے ہوئے وہ اسکا دھیان لیپ ٹاپ کی طرف کروانے کی کوشش کرنے لگی۔

غازی کی گول گپی میں دیکھ رہا ہوں مووی بھی۔۔! اسکی گردن کو ہلکا سا لبوں سے چھو کر غازیان نے چہرہ باہر نکالتے ہوئے جواب دیا۔ اسکے جواب

کو سن کر ماہ پارہ چہرہ ترچھا کرتے ہوئے بے ساختہ اسے ناک چڑھا پھر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی تھی۔

یہ کیا تھا۔۔۔؟اسکے ناک چڑھانے پر غازیان کو نا سمجھی بھری ہنسی آئی۔۔۔

اسکا مطلب تھا۔ کہ میں جانتی ہوں۔ کہ آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔۔۔!!ماہ پارہ نے منہ میں کینڈی ڈالتے ہوئے جواب دیا۔۔

"کونسا جھوٹ۔۔۔!"وہ الجھن کا شکار ہوا۔۔

یہ ہی کہ آپ مووی نہیں دیکھ رہے ہیں۔۔۔!بس مجھے الو بنا رہے ہیں۔۔۔!ماہ پارہ نے اپنے ناک چڑھانے کی تشریح کی تو غازیان سمجھتے ہوئے قہقہ لگا گیا۔۔

ہماری کیا مجال میڈم کہ ہم بیرسٹر غازیان پاشا کی مسز کو الو بنانے کی گستاخی کریں۔۔۔!! غازیان نے عاجز بھرے لہجے میں اسکے اندازے کی نفی تھی۔

بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔۔! اسکے الفاظ پر مطمئن ہوتے ماہ پارہ نے چمکتی آنکھوں سے حامی بھری تو غازیان ہنستے ہوئے نفی میں سر ہلا کر اسے زور سے ہگ کرتے ہوئے اب سچ میں مووی کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔۔۔

شہری میں چیخوں گی۔۔۔!! اسے دروازے میں کھڑے دیکھ کر مہر ماہ نے اسے وارننگ دینا چاہی تھی۔۔۔

چیخ لو۔۔۔!! دروازے کو اچھی طرح لاک کرنے کے بعد وہ اسکی طرف مڑتے ہوئے کندھے آچکا گیا۔۔

دروازہ کیوں لاک کیا ہے۔۔۔؟ پارو نے آنا ہے ابھی واپس۔۔۔! دروازہ لاک ہوتے دیکھ کر مہر ماہ جلدی سے اسے روکتے ہوئے بولی تھی۔

وہ غازی کے ساتھ ہی رکے گی۔۔۔!! اپنی شرٹ کے بٹن کھولتے شہرام نے عام سے لہجے میں اس آگاہ کیا۔۔ جس کو جان کر وہ اپنی نیلی آنکھیں تیزی سے بڑی کر گئی۔۔

تت۔۔۔ تو تم کیوں آئے ہو یہاں پر۔۔۔؟ شرٹ کیوں اتار رہے ہو۔۔۔؟ بیڈ سے نیچے اترتے ہوئے وہ اسکی طرف بڑھتی۔ جب شہرام کو شرٹ

اتارتے دیکھ کر تیزی سے رخ موڑ کر کھڑی ہو گئی تھی۔۔ شہرام اسے منہ چھپاتے دیکھ کر دانتوں تلے لب دبا گیا تھا۔۔

کیونکہ مجھے آج کی رات اپنی منکوحہ کے ساتھ سونا ہے۔۔۔!اور مجھے شرٹ پہن کر سونے کی عادت نہیں ہے جانم۔۔!!اسکے نزدیک آکر شہرام نے اسکی کمر میں میں بازو حائل کرتے ہوئے کندھے پر چہرہ ٹکا کر کان میں سرگوشی کرتے ہوئے مہر ماہ کو دونوں سوالوں کے جواب دیئے تھے۔۔ جبکہ اسکے اچانک اتنا نزدیک آنے پر مہر ماہ لرزتے ہوئے اچھلتی، جب شہرام سختی سے اسکی پشت کو سینے سے لگا گیا۔۔۔

تت۔۔۔تم۔یہاں کیسے سو سکتے ہو۔۔!!مہر ماہ نے اٹکتے ہوئے پوچھنا چاہا تھا۔۔

ابھی تھوڑی دیر تک میں تمہیں سو کر دیکھاتا ہوں۔۔۔! بنا توقف کے جواب دیتے ہوئے شہرام نے زرا سا آگے بڑھ کر کمرے کی لائٹس بند کر دیں۔۔

شش۔۔ شہری مجھے تنگ نہیں کرو۔۔۔! کمرے کو اچانک اندھیرے میں ڈوبتے میں دیکھ کر

مہر ماہ اس بار بے حد روہانسی ہو گئی تھی۔۔۔

مہرو بیگم۔۔۔! میں نے آپ کو ابھی تنگ کیا کب ہے یار۔۔۔! مہر ماہ کے الزام کو رد کرتے ہوئے شہرام اچانک اسے بازوؤں میں اٹھا کر بیڈ کی طرف بڑھتے ہوئے گویا ہوا تھا۔۔

مجھے پتہ ہے۔ تم جان بوجھ کر مجھے ستانے کے لئے آئے ہو نا یہاں۔۔۔!!

بیڈ پر لیٹتے ہوئے وہ بتانے لگی تھی۔۔اسے خود سے اندازے لگاتے دیکھ کر شہرام نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرا پڑا تھا۔۔۔

مجھ سے اتنا ڈرنے کیوں لگی ہو۔۔۔؟اسکے برابر میں لیٹتے ہوئے شہرام نے بے اختیار اسے اپنی جانب کھینچ کر قریب کر لیا۔۔۔

کیونکہ تم پورے جن ہو۔۔۔!مہر ماہ نے بنا دیری کیے اسے اپنے ڈرنے کی وجہ بتائی تھی۔ جس کو سن کر شہرام اندھیرے میں اسے گھورنے کی کوشش کرنے لگا۔۔۔

کتنی لالچی مروت ہو یار۔۔!اتنا سوئیٹ شوہر ملا ہے اور تمہیں میری کوئی قدر ہی نہیں ہے۔۔۔!اسکی نازک کمر کو دبوچ کر اپنے اوپر لٹاتے ہوئے شہرام

افسوس کا اظہار کر رہا تھا۔۔ جبکہ شہرام کے سینے پر لیٹتے ہی اندھیرے میں مہر ماہ کے پسینے چھوٹنے لگے تھے۔۔۔ وہ ابھی جتنا شانت طریقے سے اسے باتیں کر رہا تھا۔ مہر ماہ اچھے سے جانتی تھی۔ کہ یہ طوفان سے پہلے آنے والی خاموشی ہے۔۔

کس نے تمہیں سوئیٹ کہہ دیا ہے۔۔ خوامخواہ میں تم اپنے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہو۔۔! منہ بسورے مہر ماہ نے اسے آئینہ دیکھانا چاہا تھا۔۔

اگر میں غلط فہمی کا شکار ہو رہا ہوں۔۔۔! تو تم وضاحت کر دو پھر کہ میں کیسا ہوں۔۔۔! ہولے سے اسکے گال کو دانتوں میں دبا کر شہرام ہنسی دبائے پوچھ گیا۔۔۔

ت۔۔۔ تم۔۔۔ تم پورے کے پورے بیسٹ ہو۔۔۔! اپنے گال کو سہلاتے ہوئے مہر ماہ نے جلے کٹے لہجے میں اسے ایک اور نئے لقب سے نوازتے ہوئے مزید واضح کیا تھا۔ کہ وہ "کیسا" ہے۔۔

امم۔۔۔ نائس۔۔۔! اپنے بارے میں تمہاری رائے جان کر مجھے اچھا لگا بے بے بی۔۔۔! چلو شاباش اب سوتے ہیں۔۔۔! مہر ماہ کی تعریف کرنے کے بعد شہرام اسکی پشت اپنے سینے سے لگاتے ہوئے گردن میں چہرہ چھپا کر اچانک آنکھیں بند کر گیا تھا۔ جبکہ مہر ماہ کو اسکے اتنے ٹھنڈے ری ایکشن پر اب حد سے زیادہ سے حیرانی ہونے کے ساتھ ساتھ ڈر محسوس ہونے لگا تھا۔ وہ شہرام علی کو اچھے سے جانتی تھی۔ وہ اسے پہچانتی تھی۔ کہ اسکا شوہر

ہر گز بھی ایک شریف انسان نہیں ہے۔۔۔ پھر اتنا کول ری ایکشن کیسے۔۔؟

دل ہی دل میں ورد کرتے ہوئے مہر ماہ نے آنکھیں بند کر اپنے خوف سے سکڑتے ہوئے دل کو سنبھالنے کی کوشش کی تھی۔

اسی کوشش میں مزید پانچ سے چھ منٹ گزر گئے تھے۔ مہر ماہ کو جب سچ میں محسوس ہوا کہ وہ سو رہا ہے۔ تو تشکر بھری سانس خارج کرتے ہوئے اپنے آگے پڑا تکیہ اٹھا کر وہ سینے سے لگا گئی۔

تکیے کو جکڑ کر اس نے جیسے ہی اپنی نیلی آنکھیں بند کیں۔ کہ پیچھے والی شیطانی آنکھیں پٹ سے کھل گئیں۔۔۔

مہر ماہ کے ہونٹوں پر رقصاں پر سکون سی مسکراہٹ دیکھتے ہوئے شہرام نے اپنی ہیزل آنکھیں سکیڑ لیں۔ پھر اگلے ہی پل وہ ایک جھٹکے میں حملہ آور ہوتے سکون سے لیٹی مہر ماہ کے اوپر سایہ فگن ہوتے اسکا سانس روک گیا تھا۔۔

خوف کے مارے مہر ماہ سچ میں چلا کر پورے فارم ہاؤس کو ہلا دیتی کہ شہرام کے دانتوں نے اسکے ہونٹوں پر بری طرح کاٹتے ہوئے اسے اپنے چوڑے وجود کے نیچے کہیں گم کر دیا۔ مہر ماہ کی آنکھیں ہراساں ہوتے کناروں تک پھیلتی چلی گئی تھیں۔ جبکہ اسکا دل خوف سے تیز دھک دھک کرتے ہوئے باہر نکلنے کو بے تاب ہو رہا تھا۔

اسکی دھڑکنوں کی آواز پر مسرور ہوتے دل میں شیطانی انداز میں مسکراتے ہوئے وہ اسکے نازک لبوں کو شدت سے چومتے ہوئے آنکھیں بند کر گیا تھا۔۔۔

مہر ماہ کا اندازہ بالکل سچ تھا۔ وہ شیر کی طرح اپنے شکار کو قابو کرتے ہوئے اس پر جھپٹا تھا۔

شہرام اسکی کمر کو جکڑ کر خود میں بھینچتے ہوئے بے خود ہوتے اسکے لبوں کی نرماہٹ میں مکمل طور پر کھونے لگا تھا۔ جبکہ نازک سی اسکی سخت گرفت میں مہر ماہ سانس بھی نہیں لے پا رہی تھی۔

نعمان خان، بیہ صدیقی اور میرال باسط وہ تینوں ایک ریسٹورنٹ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ابھی شام ہو رہی تھی۔

نعمان خان کو مینیو کارڈ میں مصروف دیکھ کر بیہ صدیقی نے ساختہ میرال کو بات شروع کرنے کا اشارہ کرنے لگیں۔۔میرال اور نعمان خان تو ڈیوٹی سیدھا یہیں پر آ گئے تھے۔جبکہ بیہ صدیقی ابھی پانچ منٹ پہلے ہی یہاں پر پہنچی تھیں۔۔

نعمانی۔۔۔!!تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔۔۔۔!بیہ کے اشارے پر میرال سر ہلا کر عام سے لہجے میں نعمان خان کو مخاطب کرنے لگیں۔جو کھانا آڈر کرنے کے لئے مینیو کو اچھی طرح دیکھنے میں مصروف تھے۔۔۔

ہاں بولو میں سن رہا ہوں۔۔۔! مینو کو پلٹتے ہوئے اپنے کام میں مصروف اُنہوں نے جواب دیا تھا۔ بیہ صدیقی بھی مکمل طور پر متوجہ تھیں۔

خان۔۔۔! میں کیا کہہ رہی تھی۔۔۔! کہ اگر تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہو۔ تو کیا ہم آپس میں۔۔۔! میرا مطلب ہے کہ کیا تم میری بیٹی کا سسر بننا پسند کرو گئے۔۔۔!

مناسب لفظوں کو تلاش کرتے ہوئے آخر پر میرال باسط اے حد جھنجھلا کر بول گئ تھیں۔ جبکہ انکے اس قدر غیر مناسب طریقے پر بیہ صدیقی تاسف سے انکی طرف دیکھتی ہوئی واہ کر گئیں۔۔ جیسے کہنا چاہ رہی ہوں کہ رشتہ داری بنانے کا کیا طریقہ ہے واہ۔۔۔!!

ہاں کوئی مسلہ نہیں ہے...! بلکہ لاؤ ابھی بن جاتے ہیں۔۔۔! اپنے کام میں مگن نعمان خان نے بھی نرالا جواب دیا تھا۔ جس کو سن کر بیہ صدیقی بے ساختہ اپنا سر پکڑ گئیں۔۔۔

ویٹ۔۔۔!! واٹ۔۔۔!! مجھے کیا بننا ہے۔۔۔؟ میرال کے لفظوں کو اپنے دماغ میں دہراتے ہوئے نعمان خان نے چونکتے ہوئے پوچھا تھا۔ اور مینیو کارڈ سے اپنی توجہ ہٹا کر انکی طرف دیکھنے لگے۔۔۔

شکر ہے۔۔۔! ہوش آئی ہے۔۔! ورنہ میں تو سمجھ رہی تھی۔ کہ کہیں بچوں کو یہیں بلا کر بول نہ پڑھوانے پڑ جائیں۔۔۔! بیہ صدیقی نے بے ساختہ دونوں پر طنز کیا۔ اشارہ شاید انکے غیر سنجیدہ طریقے کی طرف تھا۔۔۔

تم تو چپ رہو موٹی۔۔۔! تم بتاؤ کیا پوچھ رہی تھی۔۔۔؟ بیہ کو ٹوک کر نعمان خان جلدی سے میرال کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ انکو اپنی طرف دیکھتا پا کر میرال سرد سانس خارج کرتے بولنا شروع ہوئیں۔۔

میں کہہ رہی تھی۔۔۔! کہ میں اپنی بیٹی کا رشتہ تمہارے بیٹے کے ساتھ کرنا چاہ رہی ہوں۔۔۔! میرال قدرے جھجک کا شکار ہونے لگیں۔۔۔

وہ تو سب ٹھیک ہے۔۔۔! پر تم اس قدر ڈر کر کیوں بات کر رہی ہو۔۔؟ اتنے سال ایک دوسرے کے ساتھ کام اور دوستی کا یہ فائدہ ہو رہا ہے۔۔۔؟ کہ تم مجھ سے کھل کر بات بھی نہ کر پا رہی ہو۔۔!! میرال کی جھجک دیکھتے ہوئے نعمان خان کو حقیقتاً برا محسوس ہو رہا تھا۔ اس لئے وہ انہیں ٹوک گئے۔۔۔

میں بھی اسکو یہ بات سمجھا سمجھا کر تھک گئی ہوں۔۔۔! بیہ صدیقی بھی بول اٹھی تھیں۔

ایسا کچھ نہیں ہے۔۔۔! بس میں آج کل رباب کو لے کر بہت پریشان ہوں۔۔! اس لئے کچھ سمجھ نہیں پا رہی ہوں۔۔۔! میرال پریشانی سے وضاحت کرنے لگیں۔۔۔

کیا بات ہے میرو۔۔۔؟ سب ٹھیک ہے نا۔۔۔؟ اور اے فکر رہو۔۔۔! اگر میرے نکمے بیٹے کو تم نے اپنا داماد بنانے کا سوچا ہے۔ تو سمجھو میں نے وہ تمہیں دے دیا۔۔! ویسے بھی وہ میرے کسی کام کا نہیں ہے۔۔۔! پر اس سب سے پہلے ہمیں اپنی پریشانی کی وجہ بتاؤ۔۔۔! شیئر کرو ہمارے ساتھ۔۔۔!

نعمان خان انہیں تسلی دے کر فکر سے پوچھ رہے تھے۔ جبکہ انکے الفاظ پر میرال بے ساختہ مسکرادی تھیں۔۔ بیہ صدیقی نے انکا ہاتھ تھامتے ہوئے آنکھوں سے تسلی دیتے ہوئے انہیں سب بتانے کا اشارہ کیا تھا۔۔۔

بات یہ ہے۔ کہ رابی نے کچھ عرصے سے ضد لگائی ہوئی ہے۔ کہ وہ ترکی گھومنے پھرنے کے جانا چاہتی ہے۔۔۔! میرال انکو بتانا شروع ہوئیں تھیں۔۔۔

تو اس میں کیا مسئلہ ہے۔۔۔؟ بھیج دو نا اسے۔۔۔! نعمان خان فوراً حامی بھرتے ہوئے بولے تھے۔۔۔

نہیں بھیج سکتی خان ایسے۔۔۔! وہ بہت بے وقوف ہے۔۔۔! اور میں اس پر بھروسہ کر کے اسے اتنی دور اکیلے نہیں بھیج سکتی ہوں۔۔۔!

وہ فوراً انکار کرتے ہوئے کہنے لگیں۔۔۔

میر وجو اصل بات ہے خان کو وہ بتاؤ۔۔۔! ادھر ادھر کی باتیں کرتے دیکھ کر بیہ صدیقی نے انکو فوراٹوکا تھا۔

جس پر نعمان خان ناسمجھی سے انکو دیکھنے لگے۔۔

اصل بات کیا ہے اب۔۔۔؟

اصل بات یہ ہے۔کہ یہ رباب کو لے کر بہت انسکیور ہو چکی ہے۔اس لئے چاہتی ہے۔کہ ارسل کے ساتھ اسکی شادی کر کے اپنی پریشانیوں سے چھٹکارا پالے۔۔! انکو چپ دیکھ کر بیہ صدیقی خود آگے بات بڑھانے لگی تھیں۔۔

کیا مطلب میں کچھ سمجھا نہیں۔۔۔! کیوں فٹ بال کی طرح مجھے تم دونوں ادھر ادھر گھمار ہی ہو یار۔۔۔! ایک بار میں ہی پوری بات کیوں نہیں بتا دیتیں۔۔۔! نعمان خان کو فت کا شکار ہو گئے تھے۔۔۔

اصل بات یہ ہے۔ کہ ترکی میں باسط کی ایک کزن رہتی ہے۔ جو مجھ سے رابی کے رشتے کے لئے کافی بار بات بھی کر چکی ہے۔ لیکن میں اپنی بیٹی کی شادی ہر گز بھی اسکے نشئی بیٹے کے ساتھ نہیں کرنا چاہتی ہوں۔ اس نے کتنی بار رباب کو ورغلانے کی کوشش کی ہے۔ کہ وہ پاکستان چھوڑ کر ترکی میں شفٹ ہو جائے۔ تاکہ کسی طرح وہ میری بے وقوف بیٹی کو بہلا پھسلا کر اپنے نکمے بیٹے کے ساتھ باندھ دے۔ اور جب ایک بار شادی ہو گئی تو ظاہری سی بات ہے۔ ہمارا جو کچھ بھی ہے۔ وہ رباب کا ہی ہے۔۔ ان شارٹ وہ

رباب کی جائیداد حاصل کرنے کے لئے یہ ساری کوششیں کر رہے ہیں۔ جو میں ہر گز بھی کامیاب نہیں ہونے دے سکتی ہوں۔۔!! تو اب بتاؤ میں اسے کیسے وہاں اکیلے بھیج دوں۔۔۔؟ ساری بات انکے گوش گزارتے ہوئے آخر پر میرال سوال کر گئی تھیں۔۔

ہمم۔۔۔! تو تم رباب کی شادی کر کے اسے وہاں بھیجنا چاہتی ہو۔۔۔؟ ساری بات سمجھتے ہوئے نعمان خان نے اگلا سوال کیا۔۔۔

نہیں خان۔۔! میں اسے تب بھی وہاں نہیں بھیجنا چاہتی ہوں۔۔۔! کیونکہ باسط کی کزن سمیت اسکی پوری فیملی ہی بھروسے کے بالکل لائق نہیں ہے۔اس لئے میں کبھی چاہتی ہی نہیں ہوں۔کہ رباب کسی صورت بھی

ان سے ملنے میں کامیاب ہو۔۔۔! میرال انکار کرتے ہوئے مزید واضح کر گئی تھیں۔۔۔

وہ سب تو ٹھیک ہے۔۔۔! لیکن اگر ہم انکی آپس میں شادی کروادیتے ہیں۔ تو کیا بعد میں رباب جانے کی ضد نہیں کرے گی۔۔۔؟ نعمان خان نے مزید جاننا چاہا تھا۔۔۔

اگر شادی ہونے کے بعد بھی وہ جانے کی ضد کرتی ہے۔ تو وہ جانے اور اسکا شوہر بھئی۔۔۔! میرا کیا کام میاں بیوی کے درمیان بولنے کا۔۔۔!

پراسرار لہجے میں میرال گویا ہوئیں تو انکی آنکھوں میں ایجنٹوں والی چمک دیکھ کر بیہ سمیت نعمان خان قہقہ لگانے لگے تھے۔۔ بے شک یہ ایک شاندار پلینگ تھی۔۔۔

لیکن کیا یہ دونوں شادی کے لئے مان جائیں گئے۔۔۔؟ بیہ صدیقی کو اچانک ایک نئی فکر ستائی۔۔۔

ڈونٹ وری۔۔! میں رابی کو ہینڈل کرلوں گی۔۔۔! پر اعتماد لہجے میں میرال انکو بے فکر کر گئی تھیں۔۔۔

اور رہی میرے گدھے کی بات۔۔۔! تو میں خود آج کل اسکے لئے لڑکی تلاش کرنے ہی والا تھا۔ میری اس سے اس بارے میں بات ہو چکی ہے۔ اس لئے پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔ ویسے بھی اب تو سب کی شادیاں ہو چکی ہیں۔ تو پھر میں اپنے گدھے کی زندگی میں سکون کیسے برداشت کر سکتا ہوں۔۔۔!

نعمان خان بھی ہلکے پھلکے لہجے میں تفصیل بیان کر رہے تھے۔۔

کبھی تو ہمارے بیٹوں کو کوسنا چھوڑ دیا کرو۔۔۔! نعمان خان کو بھی ارسل کے لیے الٹے سیدھے الفاظ بولتے دیکھ کر بیہ صدیقی افسوس سے دیکھ گئیں۔ لیکن دوسری طرف کوئی اثر نہیں تھا۔۔مزید آگے کی تفصیلات طے کرتے ہوئے وہ کھانا آڈر کرنے کے بعد باتوں میں مشغول ہو گئے تھے۔۔۔

کبیر خان اپنے آفس میں بیٹھا کام میں مصروف تھا۔ کہ فائل کو ریڈ کرتے ہوئے وہ اچانک یاد آنے پر کلائی میں پہنی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھنے لگا۔۔

فارس کی میٹنگ ختم ہونے والی تھی۔اسکے آنے سے پہلے پہلے کبیر نے اپنے لئے اور فارس کے لئے کافی منگوانے کا سوچا۔

کافی کا کہنے کے بعد وہ دوبارہ فائل کی طرف متوجہ ہو ہی رہا تھا۔کہ تبھی اسکے موبائل میں رنگ ہونے لگی۔۔کبیر نے زرا چونک کر سائیڈ ٹیبل پر پڑا موبائل اٹھایا تو اسکی مورے کا فون آرہا تھا۔۔

علیزے خان کی کال دیکھتے ہوئے کبیر نے فوراً کال اٹھائی تھی۔۔

اسلام علیکم مورے۔۔۔!کیسی ہیں آپ۔۔۔؟سلام کرنے کے بعد ماں کو سوچتے ہوئے اسکے ہونٹوں پر خود بخود مدھم سی مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔وہ جانتا تھا۔کہ ابھی اسکی ماں کے معصوم شکوے شروع ہو جائیں گئے۔اور ایسا

ہی ہوا تھا۔اسکی سلام کا جواب دینے کے بعد علیزے خان نم لہجے میں اپنے شکوے شروع کر چکی تھیں۔۔

مورے کیوں مجھے بے چین کر رہی ہیں۔۔؟ماں کا بھیگا لہجہ سن کر وہ فورا تڑپ گیا۔۔۔۔

میں بے چین کر رہی ہوں۔۔۔؟تم اور فارس ہمیشہ اپنے اپنے باپ کے غصے کا بدلہ اپنی ماؤں سے کیوں لیتے ہو۔۔۔!پہلے اتنے سال تم لوگوں کو دیکھنے کے لیے ہم تڑپتی رہی ہیں۔اور اب اگر خیر سے واپس آ گئے ہو۔تو اتنے دنوں سے فارم ہاؤس میں جا کر بیٹھ گئے ہوئے ہو۔۔۔!اور اپنے ساتھ اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کو بھی لے گئے ہو۔۔!!

وہ دکھ سے نم آواز میں بولتی چلی گئی تھیں۔اتنے دنوں سے وہ چونکہ گھر نہیں جارہے تھے۔اس لئے اب علیزے خان نے تنگ آکر خود فون کیا تھا۔تاکہ انکو احساس دلا سکیں۔کہ انکی مائیں بھی اس دنیا میں رہتی ہیں۔۔۔

میٹنگ سے فری ہو کر فارس آفس میں داخل ہوا تو اسے آتے دیکھ کر کبیر نے مسکراتے ہوئے موبائل اسپیکر پر کر دیا تھا۔موبائل سے اپنی بڑی ماما کی روٹھی آواز سن کر فارس بھی مسکرا دیا۔

مائے پریٹی لیڈی ایسی باتیں کر کے ہم پر ظلم نہ کریں۔۔۔!بس حکم کریں۔۔۔!موبائل کے قریب ہو کر فارس خود اپنی بڑی ماما کو مخاطب کرنے لگا۔۔۔

ہاں جیسے میرا کوئی بھی حکم تم لوگ مان لو گئے نا۔۔۔! فارس کے جواب پر علیزے خان پھر خفگی سے بول گئیں۔۔

مورے۔۔۔! آپ حکم کریں۔۔۔! جیسا کہیں گئیں۔ بالکل ویسا ہی ہو گا۔۔۔! کبیر نے بھی اپنی ماں کو تسلی دینا چاہی تھی۔۔ انکے حامی بھرنے پر موبائل پر موجود علیزے خان کو کچھ تسلی ہوئی تو وہ کہنے لگیں۔۔۔

اگر میرا حکم ماننا ہے۔ تو اپنے سب چھوٹے بھائیوں کا ٹوکرا اٹھا کر آج رات گھر واپس آجانا۔۔! ہم سب مزید تم لوگوں کے بنا اس گھر میں نہیں رہ سکتی اب۔۔۔! علیزے خان نے صاف اور واضح انداز میں انکو واپسی کا حکم صادر کر دیا تھا۔ جس کو سن کر وہ ایک لمحے کے ایک دوسرے کو دیکھ گئے۔

او کے بڑی ماما ہم آجائیں گئے۔۔۔! آنکھوں ہی آنکھوں میں آپس میں بات کرتے ہوئے فارس نے انکو جواب دیا تو علیزے خان خوش ہوتے انتظار کرنے کا کہہ کر فون بند کر گئیں۔

ہاں بتاؤ میٹنگ کیسی رہی۔۔۔؟ کبیر نے گہری سانس خارج کرتے ہوئے کرسی کے ساتھ ٹیک لگا کر دریافت کیا۔۔

لاشاریوں کے ساتھ میٹنگ ہو تو خود بتاؤ کیسی ہو سکتی ہے۔۔۔! فارس نے نفی میں سر ہلا کر خراب موڈ کے ساتھ جواب دیا۔۔

مطلب ہمیشہ کی طرح بکواس۔۔۔! کبیر نے اندازہ لگایا تو فارس نے کندھے آچکا دیے۔ کبیر بھی فلوقت نظر انداز کرتے ہوئے دوسرا ٹاپک شروع کر گیا تھا۔

غازیان اپنے آفس میں بیٹھا ایک ضروری کیس کو سٹڈی کر رہا تھا۔ جب اچانک اسے باہر سے کچھ آوازیں سنائی دینے لگیں۔ شاید اسکا اسسٹنٹ کسی سے بات کر رہا تھا۔

غازیان نے نظر انداز کرتے ہوئے اپنا دھیان دوبارہ فائل پر لگانا چاہا لیکن نا ممکن ٹھہرا۔ کیونکہ اب آوازوں کا شور ایک دم سے بلند ہو گیا تھا۔

نا سمجھی و تجسس کا شکار ہوتے باہر دیکھنے لے لئے وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ٹیبل سے اپنا بلیک کوٹ اٹھا کر چیئر پر ٹکانے کے بعد وہ آفس سے باہر نکل آیا تھا۔۔

کس چیز کی بحث چل رہی ہے یہاں پر فہد۔۔۔؟ باہر نکل کر غازیان نے اپنے اسسٹنٹ کو مخاطب کیا تھا۔۔۔

سر آپ۔۔! غازیان کی آواز پر چونکتے ہوئے اسکے اسسٹنٹ سمیت وہ انجان شخص بھی متوجہ ہوتے مڑ کر غازیان کی طرف دیکھنے لگے۔

کیا بحث ہو رہی ہے۔۔۔؟ انکے متوجہ ہونے پر غازیان پاشا نے سنجیدہ لہجے میں پھر اپنا سوال دہرایا۔۔

سر۔۔!! کچھ خاص نہیں سر بس میں اسکو یہاں سے جانے کا ہی کہہ رہا تھا۔ لیکن یہ شخص میری سن ہی نہیں رہا۔۔! آپ پریشان نہیں ہوں میں اسکو ابھی یہاں سے بھیج دیتا ہوں۔۔! فہد جلدی سے جواب میں بولنے لگا تھا۔ جبکہ وہ انجان شخص اب التجائیہ نظروں سے غازیان کی طرف دیکھ رہا تھا۔

فہد میں نے پوچھا ہے۔۔ کہ بحث کس بات پر ہو رہی ہے۔۔؟اپنے اسسٹنٹ کے الٹا جواب دینے پر غازیان کا لہجہ اس بار زرا سخت ہو گیا۔۔

سر کیا میں بول سکتا ہوں۔۔۔؟اس سے پہلے کہ فہد کوئی جواب دیتا۔ کہ اس انجان شخص نے خود بات کرنے کا سوچتے ہوئے غازیان سے اجازت طلب کرنا چاہی۔ جس پر غازیان نے ایک لمحے کو سوچتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔ کیونکہ اسکے سامنے کھڑا شخص کافی پریشان لگ رہا تھا۔

شکریہ سر۔۔! دراصل میں یہاں ان سے مدد مانگ رہا تھا۔۔۔! آج صبح میرے بھائی کو بنا کسی جرم کے پولیس نے گرفتار کر لیا ہے۔ میں نے یہاں کافی وکیلوں سے مدد مانگی ہے۔ پر کوئی بھی میری مدد کرنے کو تیار نہیں ہو

رہا سر۔۔۔! سب مدد کرنے کے بدلے میں پیسے مانگ رہے ہیں۔۔۔! سر میں ایک سٹوڈنٹ ہوں۔۔! میرے پاس۔۔۔!

وہ اپنی بات مکمل کر پاتا کہ تبھی غازیان نے اسے بیچ میں ٹوک دیا۔۔

"نام کیا ہے تمہارا"۔۔۔؟؟

کامران سندھو۔۔!! اس نے فٹ سے جواب دیا۔۔!!

ہمم۔۔! فہد اندر سے میرا کوٹ لے کر آؤ۔! اور اگر آئندہ کوئی بھی سٹوڈنٹ آفس میں ہیلپ کے لیے آئے۔ تو اسکے ساتھ عزت و احترام کے ساتھ پیش آنا ہے۔۔! سمجھ آیا۔۔۔؟ اپنے اسسٹنٹ کی طرف مڑتے ہوئے غازیان نے اسے باور کروایا تو وہ فوراً گڑبڑا گیا۔

سوری سر۔۔۔! میں آئندہ سے خیال رکھوں گا۔۔! فہد تابعداری سے جواب دے کر اندر سے کوٹ لینے چلا گیا تھا۔ جبکہ غازیان کے الفاظ سننے کے بعد کامران کے چہرے پر اب چمک واپس آگئی تھی۔ ورنہ وہ صبح سے پریشان تھا۔ اپنے بھائی کو چھڑانے کے لیے کورٹ میں جگہ جگہ مارا مارا پھر رہا تھا۔ لیکن پیسوں کے بنا کوئی بھی وکیل اسکی مدد کرنے کو تیار نہیں ہوا تھا۔ جبکہ کامران کے پاس اتنے پیسے بھی نہیں تھے۔ کہ وہ انکی بھاری فیس ادا کر کے اپنے بھائی کو چھڑا پاتا۔۔۔!

میں تھانے جا رہا ہوں۔۔! میری واپسی تک آفس میں رہنا اور اگر میرے بھائیوں میں سے کوئی آئے تو انکو آفس میں میرا انتظار کرنے کا کہہ

دینا۔۔!! فہد سے کوٹ تھام کر غازیان نے اسے ہدایات دیں تو وہ اثبات میں سر ہلاتا چلا گیا۔۔

کامران کو ساتھ آنے کا اشارہ کرتے ہوئے غازیان آفس سے نکلا۔اسکے نکلتے ہی فہد کی رکی ہوئی سانس کچھ بحال ہوئی تھی۔شکر آج وہ اپنے بوس کے غصے سے بچ گیا تھا۔ورنہ ابھی اسکی کلاس لگ جاتی۔۔لمبی سانس خارج کرتے ہوئے فہد دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔۔

کیا سوچا ہے رخصتی کیسے کرنی ہے پھر۔۔؟۔کوئی رسم کرنی ہے یا پھر ایسے ہی؟ائرہ کاظمی سب پر نظر دہرا کر پوچھنے لگیں۔۔۔

خیر سے نازاور فارس کے بیچ اب سب کچھ ٹھیک ہو چکا ہے۔ تو میں اپنی بہو کو پورے دھوم دھام سے رخصت کر کے لاؤں گی۔۔۔! مشعل ہمدانی نے پر شوق لہجے میں جواب دیا تھا۔ کل رات ہی فارس نے ان کو بتایا تھا۔ کہ وہ انکی بہو کو منانے میں کامیاب ہو چکا ہے۔ اور یہ جاننے کے بعد مشعل ہمدانی کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں رہا تھا۔۔ اسی خوشی میں انہوں نے لمبی لسٹ بنائی ہوئی تھی۔ جس میں وہ اپنی بہو کے لئے بہت سی تیاریاں کرنے والی تھیں۔۔

بالکل ویسے ہی رخصت کرنا ہے۔۔؟ جیسے بچپن میں وہ آئے دن سرخ دوپٹے سے منہ چھپا کر فارس کی دلہن بنی پھرتی رہتی تھی۔؟ اور کہتی تھی۔ کہ میں "فارش" کے کمرے میں جا رہی ہوں۔۔!!

مشعل ہمدانی کا پر جوش لہجہ سنتے ہوئے منیزے پاشا ہنستے ہوئے انکو یاد دلانے لگی تھیں۔ جبکہ انکو ناز کی نقل اتارتے دیکھ کر باقی قہقہ لگا گئیں۔ بے اختیار انکے ذہنوں میں بچپن کے وہ سب مناظر گردش کرنے لگے۔ جہاں گل ناز کی دنیا صرف فارس ہمدانی سے شروع ہو کر اسی پر ختم ہوتی تھی۔۔

اور آپکا کیا ارادہ ہے بڑی ماما۔۔؟ آپ نے کیا سوچا ہے اپنی بہو رانی کے لیے۔۔۔؟ ائرہ کاظمی نے شرارتی انداز میں اس بار علیزے خان کو مخاطب کیا۔۔۔

میں نے کیا سوچنا ہے۔۔؟ سالوں پہلے میری بہو کو "کبیر خان" کے سوا دنیا کی ہر چیز چاہیئے تھی۔ اور آج اسے بس اپنا بیر چاہیئے ہے۔۔!! بہار کی تبدیلی پر علیزے خان موازنہ کرتے ہنس دی تھیں۔

یہ بالکل ٹھیک کہا۔۔! تب وہ کبیر سے پناہ مانگتے ہوئے اپنی بڑی ماما کی آغوش میں چھپ جایا کرتی تھی۔اور اب بڑی ماما کے آغوش میں چھپ کر کہتی ہے۔"بڑی ماما پلیز بیر کو بلا دیں۔۔"

بیہ صدیقی بھی ہنستے ہوئے اپنی بے وقوف بیٹی پر تبصرا کرنے لگیں۔آج وہ سب دل سے اپنا پرانا وقت یاد کر رہی تھیں۔سب پرانے لمحے یاد کرتے ہوئے انکے چہروں پر الگ ہی سکون نظر آرہا تھا۔۔

جلدی سے تیاریاں سمیٹ لو۔۔! کیونکہ مجھ لگ رہا ہے۔کہ کبیر اور فارس کی رخصتی والے دن نعمان خان بھی نکاح رکھنے کا سوچ رہا ہے۔۔!

بیہ صدیقی نے اچانک اپنا خیال ظاہر کیا تھا۔۔سب بے حد چونک کر انکی طرف دیکھنا شروع ہو گئیں۔۔

کیا تمہاری اس بارے میں اس سے کوئی بات ہوئی ہے۔۔۔؟ مشعل ہمدانی نے بے ساختہ جاننا چاہا تھا۔۔ جس کے جواب میں بیہ صدیقی کہنے لگیں۔۔

"نہیں بات تو کوئی بھی نہیں ہوئی ہے۔بس ویسے ہی یہ میرا اپنا اندازہ ہے۔۔" بیہ صدیقی انکو کل ہی ساری بات سے آگاہ کر چکی تھیں۔ان کو سچ میں ارسل اور رباب کا رشتہ جان کر بہت خوشی ہوئی تھی۔۔

رکو میں ابھی علینہ سے اس بارے میں پوچھتی ہوں۔۔! بھلا اتنی جلدی کیسے سب تیاریاں ہونگی۔۔؟علیزے خان کو ایک دم فکر ہونے لگی تو وہ فوراً علینہ خانم کو کال ملا گئی تھیں۔تاکہ اس بارے میں معلومات لیں سکیں۔۔

اپنی سحر انگیز شخصیت کے ساتھ غازیان پاشا تھانے میں داخل ہوا تو سب اپنا اپنا کام چھوڑ کر اسکی طرف متوجہ ہوتے چلے گئے تھے۔اپنے آفیشلی یونیفارم میں وہ اکیلا سب پر حاوی ہوتا محسوس ہوتا تھا۔۔

غازیان کی آمد پر انسپیکٹر کے منہ پر فوراً بارہ بج گئے تھے۔بے اختیار اسے کچھ دن پہلے کی اپنی وہ بے عزتی یاد آنے لگی۔جس میں بیرسٹر غازیان پاشا نے ساری کورٹ کے سامنے اس بے عزت کر کے رکھ دیا تھا۔۔

لڑکا کہاں ہے۔۔۔؟آنکھوں سے گلاسز اتار کر چیئر پر بیٹھتے ہوئے غازیان نے انسپیکٹر کی طرف دیکھ کر سرد لہجے میں سوال کیا۔۔اور ساتھ ہی کامران کو بھی اپنے ساتھ والی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔غازیان کے اشارے پر کامران فورا اسکے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

کونسا لڑکا۔۔؟ کس لڑکے کی بات کر رہے ہیں آپ بیرسٹر صاحب۔۔۔؟

کامران کو ایک نظر میں پہچان کر انسپیکٹر بگڑے تاثرات کے ساتھ گویا ہوا۔ جیسے غازیان کا خود ہی بیٹھ جانا پسند نہ آیا ہو۔۔۔

جتنی تھکی ہوئی آپکی یادداشت ہے نا انسپکٹر صاحب۔۔۔! مجھے تو آپ کو نوکری دینے والے پر حیرانگی ہوتی ہے۔۔۔! میز کے اس پار بیٹھے شخص کے انجان بننے پر غازیان نے سنجیدہ انداز میں افسوس کا اظہار کیا تھا۔ اور ساتھ ہی سگریٹ نکال کر سلگانے لگا۔۔

زبان سنبھال کر بات کریں بیرسٹر غازیان صاحب۔۔۔! مت بھولیں کہ آپ میرے آفس میں بیٹھے ہوئے ہیں۔۔!! غازیان کا جواب سن کر انسپکٹر

فورا بھڑک اٹھا۔ کیونکہ غازیان کے الفاظ پر تھانے میں سب کی دبی دبی ہنسی گونجنے لگی تھی۔ یہاں تک کہ کامران بھی اپنی مسکراہٹ چھپا رہا تھا۔۔

آپکا آفس۔۔؟ جہنم میں ملا تھا کیا یہ آفس۔۔؟ ہوش کریں میاں جی۔۔۔! یہ ایک سرکاری دفتر ہے۔۔! اور سرکاری چیزیں عوام کے سوا کسی بھی ایرے غیرے کی ملکیت نہیں ہوتی ہیں۔۔! سگریٹ کا دھواں منہ سے اڑاتے ہوئے غازیان نے پہلے جہاں تمسخر بھرے انداز میں پوچھا وہیں آخر پر وہ جتاتے انداز میں اسکو رشوت خور کو دیکھ گیا۔ اسکے الفاظ پر اس بار انسپکٹر کا چہرہ سرخ پڑ گیا تھا۔۔

خیر سے آپ کو میرا نام یاد ہے۔۔! تو یہ بھی یاد ہو گا۔ کہ آپ کو بیرسٹر غازیان پاشا سے کیسے بات کرنی ہے۔۔! اب بتائیں۔۔! طیب سندھو کہاں

ہے۔۔؟یقیناً میرے اس کلائنٹ سے تو آپ پہلے مل ہی چکے ہیں۔۔۔!!

انسپکٹر کے تاثرات کو سنجیدہ لیے بنا غازیان نے اپنا تعارف کروانے کے بعد کامران کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سیدھے سیدھے سوال کیے۔۔اور واضح کر دیا تھا۔ کہ وہ اسے باقیوں جیسا سمجھ کر ان جیسا رویہ اختیار کرنے کی غلطی نہ کرے۔

لاک آپ میں بند ہے۔۔۔!اور میں ایس ایچ او سر کی اجازت کے بنا آپکے کلائنٹ کو چھوڑ نہیں سکتا ہوں۔۔!انسپکٹر نے انتہائی مکاری سے بولتے ہوئے جھٹ سے ساتھ ہی غازیان پر ظاہر کرنا چاہا تھا۔ کہ وہ زمانت کروانے کا نہ سوچے۔۔

تمہارے ایس ایچ او کو بھی دیکھ لیتا ہوں اور تمہیں بھی۔۔۔! اسکی اتنی جرات۔۔۔!!

سر جھٹک کر غازیان سگریٹ ایش ٹرے میں بجھا کر کھڑا ہو گیا۔ کامران بھی ساتھ ہی کھڑا ہونے لگا تو غازیان نے اسے بیٹھے رہنے کا اشارہ کیا۔ اور خود اس نے لاک آپ کی طرف قدم بڑھا دیے۔ جہاں طیب بند تھا۔

غازیان لاک آپ کی طرف آیا. تو اندر ایک کونے میں طیب بے حال سا بیٹھا ہوا نظر آیا تھا۔ غازیان کو بے ساختہ اس پر ترس سا محسوس ہوا۔ کیونکہ لاک آپ کا حال اندر سے انتہائی خراب تھا۔

اتنی گرمی میں صرف ایک پنکھا آہستہ سے چل رہا تھا۔ جبکہ لاک آپ کے اندر صفائی نہ ہونے کے برابر تھی۔ طیب کے ساتھ ایک اور شخص بھی بند

تھا۔ شاید وہ بھی اپنے وکیل کے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ طیب نے انتہائی پر امید نظروں سے غازیان کی طرف دیکھا تھا۔ اس جوان لڑکے کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر غازیان کو بے ساختہ کچھ ہونے لگا۔

کامران اور طیب دونوں بھائی انتہائی غریب گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ دونوں ابھی پڑھ رہے تھے۔ اور ساتھ چھوٹی موٹی پارٹ ٹائم نوکری کر کے گزر بسر کر رہے تھے۔ انکے ماں باپ کا انتقال ہو چکا تھا۔ وہ دونوں بھائی ہی ایک دوسرے کا واحد سہارا تھے۔ لیکن آج صبح بنا کسی جرم کے پولیس نے طیب کو گرفتار کر لیا تھا۔ اور یہاں لا کر اس اندھیری کوٹھری میں بند کر دیا تھا۔

سر میرا کوئی قصور نہیں ہے۔۔! انہوں نے مجھے ناجائز یہاں پر بند کیا ہوا ہے۔۔! طیب نے اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر غازیان کی طرف آتے ہوئے صفائی دینے کی اپنی سی کوشش کی۔ لہجہ بے حد دکھی تھا۔ جیسے اپنی بے گناہی ثابت کرنے پر وہ نجانے کتنا ہی شرمندہ ہو رہا ہو۔

میں سب جانتا ہوں طیب۔۔۔! تم پریشان نہیں ہو۔۔! انشاءاللہ تھوڑی دیر تک تم یہاں سے باہر ہو گئے۔۔! طیب کی آنکھوں میں آنسو دیکھتے ہوئے غازیان نے نرم لہجے میں تسلی دیتے ہوئے اسے اپنے آنسو صاف کرنے کا کہا۔۔

غازیان کا اندازہ بالکل ٹھیک تھا۔۔۔ شرمندگی کے مارے طیب اپنی آنکھیں تک نہیں اٹھا رہا تھا۔ پڑھے لکھے ہونے کی وجہ سے تھانے میں بند

ہونا طیب کو اندر ہی اندر خود میں شرم محسوس کروا رہا تھا۔اور گرمی کے باعث پسینے میں وہ شرابور ہو چکا تھا۔۔

میرے ساتھ آؤ کامران۔۔۔!طیب کو پر سکون رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے غازیان واپس مڑتے ہوئے کامران سے مخاطب ہوا۔۔انسپکٹر سمیت سب کانسٹیبل غازیان کی طرف بھرپور متوجہ تھے۔۔غازیان کو دھڑلے سے ایس ایچ او کے آفس کی طرف جاتے دیکھ کر وہ حیران ہوتے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے تھے۔۔

مس ڈاکٹر رامین کہاں کھو گئی ہیں آپ۔۔۔؟ڈاکٹر عائشہ نے اچانک شرارتی لہجے میں اپنی دوست کو مخاطب کرتے اسکا تسلسل توڑنا چاہا تھا۔

جو زرا دور کھڑے ڈاکٹر باسم کے آتے ہی ہر چیز بھلا گئی تھی۔ڈاکٹر رامین کی نظریں وارفتگی سے ڈاکٹر باسم کے چہرے کا طواف کرنا شروع ہو گئی تھیں۔آج پورے دن میں اب جا کر کہیں اسکو ڈاکٹر باسم کا دیدار ہوا تھا۔ ورنہ وہ صبح سے بری طرح ڈیوٹی کرنے میں مصروف تھی۔۔آج ہاسپیٹل میں ضرورت سے زیادہ رش تھا۔

کک۔۔۔کہیں بھی تو نہیں۔۔!ڈاکٹر عائشہ کی شرارتی نظروں کو دیکھتے ہوئے اس نے فورا سنبھل کر انجان بننا چاہا

مجھ سے جھوٹ مت بول۔۔!سیدھی طرح مان لے نا کہ ڈاکٹر کلثوم کے پوتے پر تیری نیت خراب ہو چکی ہے۔۔!ڈاکٹر عائشہ نے تیز نظروں سے اسے گھور کر دیکھا۔۔

استغفر اللہ عاشی۔۔! رامین گڑبڑا کر اپنی دوست کو دیکھ گئی تھی۔۔

اب بہت تیری توبہ نکل رہی ہے۔۔! جب دیدے پھاڑ پھاڑ کر ڈاکٹر باسم کو دیکھ رہی ہوتی ہے۔تب نہیں تجھے شرم آ رہی ہوتی۔۔؟ جواب مجھے بے وقوف بنا رہی ہو۔۔! عائشہ بنا توقف کے اسے یاد دلاتی چلی گئی تھی۔

کیا یے بھئی۔۔! جو مرضی سمجھ لے اب۔۔۔! ہاں میں پسند کرتی ہوں ڈاکٹر باسم کو۔۔! عائشہ کی نظروں سے چڑتے ہوئے رامین ہار مانتے ہوئے اقرار کر گئی تھی۔

ہائے یہ تو مجھے پہلے سے پتہ ہے۔۔۔! اب یہ بتا آگے کیا کرنے کا ارادہ ہے۔۔۔؟ رامین کے اقرار پر عائشہ کی آنکھیں تیزی سے چمکنا شروع ہو گئیں۔

آگے کیا کرنا ہے۔۔؟ مطلب کیا ہے تیری اس بات کا۔۔۔؟ رامین نے نا سمجھی سے اپنی دوست کی طرف دیکھا۔

ابے بے وقوف۔۔! ڈاکٹر باسم کے ساتھ شادی کا پوچھ رہی ہوں۔ یا پھر ساری زندگی ایسے ہی چھپ چھپ کر دیکھنے کا ارادہ ہے۔۔۔! ڈاکٹر عائشہ نے تاسف سے اپنی دوست کی عقل پر ماتم کیا۔۔۔!

شادی۔۔؟ اس بارے میں تو ابھی میں نے کچھ سوچا ہی نہیں۔۔۔!! شادی کے لفظ پر رامین جہاں پہلے ہی حد حیرت کا شکار ہوئی۔ تو بعد میں ڈاکٹر باسم کے ساتھ شادی کا سوچتے ہوئے اسکا دل تیز رفتار سے دھڑکنا شروع ہو گیا تھا۔

ٹھیک ہے نا۔۔! تو مت سوچ ابھی شادی کا۔۔! ایسے کر مزید کوئی بیس، پچیس سال بعد سوچ لئی اس بارے میں۔۔! کیونکہ ڈاکٹر باسم تو تیرے انتظار میں ہی بیٹھے ہوئے ہیں نا۔۔۔! رامین کی آہستہ آواز سنتے ہوئے عائشہ طنزیہ لہجے میں اسے سناتے ہوئے مڑ گئی تھی۔ جیسے اسے یہ گفتگو کرنے کا کوئی خاص مزہ نہ آیا ہو۔

رکو تو سہی افلاطونی کہیں کی۔۔! کہاں جا رہی ہو اب۔۔۔؟؟ ڈاکٹر باسم پر نظر ڈال کر رامین تیزی سے اپنی دوست کے پیچھے ہوئی تھی۔ جو گفتگو بیچ میں ہی چھوڑ کر نکل پڑی تھی۔

آپکے لڑکوں کو چھوڑنا ابھی تو ممکن نہیں رہا ہے۔۔۔! اس لئے اس معاملے پر صبح ملاقات ہوتی ہے۔۔۔! تھانے کا ایس ایچ او غازیان اور دوسرے وکیل کی طرف دیکھتے ہوئے بول رہا تھا۔

ابھی رات کے اٹھ بج چکے تھے۔ اور غازیان ایک ڈیڑھ گھنٹے سے ایس ایچ او کے آفس میں بیٹھا مخالف پارٹی کے وکیل کا انتظار کر رہا تھا۔ جو تھوڑی دیر پہلے ہی آیا تھا۔ ایس ایچ او نے اپنی طرف سے غازیان پاشا کو یہاں سے بھیجنے کی بہت سی کوشش کی تھی۔ لیکن غازیان ٹس سے مس نہیں ہوا تھا۔

اور آپ کس بنیاد پر ہمارے لڑکوں کو اندر بند رکھ رہے ہیں ایس ایچ او صاحب۔۔۔! غازیان نے ٹانگ پر ٹانگ رکھتے ہوئے اس سے جاننا چاہا۔

دیکھیں وکیل صاحب۔۔! ان پر ابھی تک کاروائی ہونا باقی ہے۔۔! ایس ایچ او ضبط کے مارے ابھی بولنا شروع ہوا تھا۔ کہ غازیان نے تیزی سے اسکی بات کاٹ دی۔۔

کونسی کاروائی۔۔؟ انکا جرم کیا ہے۔۔؟ صرف یہ کہ آپکے بندے بے بنیاد انکو اٹھالائے ہیں۔۔!! اور اب آپ دونوں پارٹیوں سے رشوت حاصل کرنے کے لئے ناجائز انکو قید کر کے رکھنا چاہ رہے ہیں۔۔! حالانکہ آپکا یہ الزام بھی رد ہو چکا ہے۔ کہ مخالف پارٹی کارؤائی کرنا چاہتی ہے۔۔! جی تو مجاہد صاحب کیا آپ میرے کلائنٹ کے خلاف کوئی قانونی کاروائی کرنا چاہ رہے ہیں۔۔۔؟ کیونکہ ایس ایچ او صاحب کا کہنا ہے۔ کہ آپکے اور ہمارے

کلائنٹ کے بیچ کوئی جھگڑا ہوا ہے۔اس لئے آپ لوگ ہمارے لڑکے کے خلاف قانونی کارروائی کرنا چاہتے ہیں۔۔۔!کیا ایسا سچ میں ہے۔۔۔؟

ساری بات واضح کرتے ہوئے آخر پر سرد لہجے میں غازیان نے دوسرے وکیل سے پوچھنا چاہا تھا۔جو کہ وہ پہلے ہی پوچھ چکا تھا۔۔پورے آفس میں اسکی سرد آواز بلند ہوئی تھی۔ایس ایچ وسمیت سب افراد اسکی جرات پر حیران ہو گئے تھے۔۔کیونکہ اپنی عمر سے زیادہ غازیان پاشا کا علم بول رہا تھا۔۔

نہ۔۔نہیں غازیان صاحب۔۔۔!ہم بھی کوئی کارروائی نہیں کرنا چاہتے ہیں۔۔۔!مجاہد صاحب فوراً گڑبڑا کر بول گئے۔جبکہ ایس ایچ او سرے عام رشوت حاصل کرنے کے طعنے پر بل کھانے لگا تھا۔۔ابھی کچھ دیر پہلے

غازیان کی غیر موجودگی میں اس نے دوسرے وکیل کو ڈرا دھمکا کر اپنے آفس سے نکال دیا تھا۔ اور اب غازیان اسے پھر اپنے ساتھ اندر لے آیا تھا۔۔

نہ ہم انکے خلاف کوئی کاروائی کرنا چاہتے ہیں اور نہ وہ ہمارے خلاف۔۔! تو پھر آپ کو کون سی قانونی کاروائی کرنی ہے ایس ایچ او صاحب۔۔۔؟

دوسرے وکیل کا جواب سننے کے بعد غازیان نے اب تمسخر بھرے انداز میں سامنے بیٹھے آفسر کو دیکھا تھا۔

جو اس وقت فرعون بننے کی پوری کوشش کر رہا تھا۔ نجانے اس ملک کا کیا بننے والا تھا۔ وہ بے اختیار تلخی سے سوچ گیا۔۔

آپ مجھ سے اس لہجے میں بات نہیں کر سکتے ہیں بیرسٹر غازیان۔۔۔!

غازیان کے دوٹوک لہجے پر ایس ایچ او کا ضبط ٹوٹ رہا تھا۔

وہ انتہائی برداشت کے ساتھ سامنے بیٹھے سر پھرے وکیل کو دیکھنے پر مجبور تھا۔جو مغرور انداز میں ٹانگ پر ٹانگ رکھے سگریٹ پیتے ہوئے مسلسل اسکی تذلیل کرتا جا رہا تھا۔ایس ایچ او سمیت دوسرا ادھیڑ عمر وکیل بھی تعجب سے غازیان کی ہمت کو دیکھ رہا تھا۔

میں قانونی کاروائی کیے بنا آپکے لڑکے کو چھوڑ نہیں سکتا ہوں۔۔!!اس لئے میرا وقت مزید ضائع کیے بنا اب آپ لوگ یہاں سے جا سکتے ہیں۔۔!

ایس ایچ او نے خود پر قابو پاتے ہوئے پھر واضح کرنا چاہا تھا۔کہ وہ اپنا فائدہ حاصل کیے بنا ہرگز بھی لڑکوں کو نہیں چھوڑے گا۔۔

اچھا۔۔؟کون سی دفعہ لگائیں گئے آپ ان پر۔۔؟زرا ہماری رہنمائی بھی فرما دیں۔۔!غازیان نے سپاٹ لہجے میں ایس ایچ او پر نظریں گاڑ دیں۔کامران داد دیتی نظروں سے غازیان کو دیکھ رہا تھا۔

غازیان نہ صرف اسکی مدد کر رہا تھا۔بلکہ پچھلے اتنے گھنٹوں سے وہ اسے یہاں سب کے سامنے بے حد عزت دیے ہوئے بھی تھا۔ورنہ تو کامران جب صبح یہاں پر آیا تھا۔تو انسپکٹر نے اسے دھکے دے کر تھانے سے نکلوا دیا تھا۔۔

جرم کی نوعیت کے مطابق قانون کی جو بھی دفعہ لگنی ہوئی وہ ہی ان پر لگائی جائے گی بیرسٹر صاحب۔۔۔!غازیان کے سوال کا جواب ایس ایچ او نے چباتے ہوئے دیا۔

تو مطلب آپ کہنا چاہتے ہیں۔ کہ کل صبح آپ ان معصوم سٹوڈنٹس پر کوئی بھی ناجائز دفعہ لگائیں گئے۔ اور پھر اس دفعہ کی وجہ سے انکو تھانے میں مزید ایک دن گزارنا ہو گا۔ اور اسکے بعد جا کر ہمیں جج صاحب سے انکی ضمانت کروانی پڑے گی۔۔؟ رئیلی آفیسر۔۔۔؟ مطلب کس جرم کی سزا کے طور پر ان کو اس گھٹن زدہ کال کوٹھری میں رکھا جا رہا ہے۔۔؟

سگریٹ بجھا کر غازیان سرد لہجے میں ایس ایچ او کی طرف دیکھتے ہوئے بولتا جا رہا تھا۔

مجھے کیوں لگ رہا ہے۔ کہ ایس ایچ او صاحب آپ کو قانون پڑھنے کی مزید ضرورت ہے۔۔! خیر میں اس بحث پر اب مزید وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ہمیں یہ بتائیں۔ کہ دونوں پارٹیوں سے آپ نے جو رشوت

لینے کی رقم سوچی ہوئی ہے۔وہ کتنی ہے۔۔؟میں آپکو اتنی رقم ادا کر دیتا ہوں۔ لیکن اپنا لڑکا لیے بنا میں یہاں سے ہلنے والا نہیں ہوں۔۔۔! یہ بات تو پکی ہے۔۔!!

اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے غازیان نے اس بار سیدھا سیدھا اسکے منہ پر تمانچہ مار دیا تھا۔اسکے الفاظ سننے کے بعد دوسرے وکیل سمیت سب افراد ششدر رہو چکے تھے۔ جبکہ آفیسر کا چہرہ اپنی تذلیل کے باعث نا قابل حد تک سرخ پڑ رہا تھا۔۔

انسپکٹر۔۔! دونوں سے سائن کروانے کے بعد انکے لڑکوں کو رہا کر دو۔۔۔! بات مزید بڑھ پاتی جب اپنے آفیسر کے اشارے پر ایس ایچ او نے ضبط کے مارے مشکل سے یہ الفاظ ادا کرتے ہوئے غازیان کے سامنے ہار

مان لی۔ جن کو سن کر غازیان کے چہرے پر مسکراہٹ گہری ہوتی چلی گئی تھی۔ وہیں سرمئی آنکھیں بھی روشن سی ہو گئیں۔۔

اچھا فیصلہ ہے۔۔! ایس ایچ او کے الفاظ کو سراہتے ہوئے غازیان اسی پل اٹھ کھڑا ہوا۔۔ اپنے کوٹ کے بٹن بند کرتے ہوئے تھانے کے بے بس بیٹھے سارے عملے پر تمسخر بھری نظر دہراتے ہوئے وہ کامران کو باہر آنے کا اشارہ کرتے ہوئے آفس سے نکل گیا۔ اسکے جاتے ہی ایڈووکیٹ مجاہد صاحب جھرجھری سی لے گئے تھے۔

کچہری اور تھانے میں انکی ایک عمر گزر گئی تھی۔ لیکن آج تک ایسا وکیل انکو دیکھنے کو نہیں ملا تھا۔ جس نے انتہائی ٹھنڈے طریقے سے ایسے رشوت

خوروں کو دھول چٹائی ہو۔۔بے شک غازیان پاشا انکا دل جیتتے ہوئے جا چکا تھا۔

غازیان نے باہر نکل کر سائن کرتے ہوئے جلد از جلد طیب کو باہر لانے کا حکم دیا تھا۔کچھ منٹ گزرنے کے بعد طیب باہر نکل کر آیا۔تو کامران جذباتی ہوتے فورا آگے بڑھ کر بڑے بھائی کے گلے لگ گیا۔۔انکو ایک دوسرے کے گلے لگتے دیکھ کر غازیان بے ساختہ مسکرا دیا۔۔

شکر ہے بھائی آپ باہر آ گئے ہیں۔۔! میں بہت پریشان ہو گیا تھا۔۔۔! کامران کی آواز نم ہونے لگی تو طیب نے مسکرا کر نفی میں سر ہلاتے ہوئے چھوٹے بھائی کو خود میں بھینچ لیا۔۔کچھ منٹ مزید گزرے تو وہ دونوں بھائی غازیان کی طرف متوجہ ہوئے۔جو انکا مسیحا بن کر آیا تھا۔۔

میں ساری زندگی آپکا مشکور رہوں گا سر۔۔۔! کامران کا بے ساختہ دل کیا تھا۔ کہ سامنے کھڑے شخص کو گلے لگا لے۔ جس نے آج اپنا سارا وقت اسکے لئے صرف کر دیا تھا۔ اسکی آنکھوں کا مطلب سمجھتے ہوئے غازیان نے آگے بڑھ کر اسے خود گلے لگا لیا۔ طیب بھی اس انجان شخص کو تشکر بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ جس نے اپنے کہے کے مطابق سچ میں اسے آزادی دلودی تھی۔ ورنہ پتہ نہیں وہ اس اندھیری کوٹھڑی میں بنا کسی جرم کے کب تک بند رہتا۔۔

میرا مشکور ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔! بلکہ صرف اللہ کا شکر ادا کرو۔۔! جس نے آج ہم پر رحم کیا اور کامیاب بھی۔۔!

غازیان نے نرم لہجے میں دنوں بھائیوں کو ریلیکس کرنا چاہا تھا۔

اللہ کے بعد ہم آپکے مقروض ہو گئے ہیں سر۔۔۔! بتائیں ہم اس کے بدلے میں آپکے کے لئے کیا کر سکتے ہیں۔۔۔؟ طیب عاجزانہ لہجے میں تیزی سے بولا تھا۔ان کے الفاظ پر غازیان بے ساختہ ہنس دیا۔۔

میرے لئے کچھ کرنا چاہتے ہو۔۔! تو ہمم۔۔! بس میرے حق میں دعائیں کرتے رہنا۔! مزید کسی چیز کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔۔! ٹھیک ہے۔۔۔! ہلکے پھلکے لہجے میں غازیان نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا تھا۔۔

انشاءاللہ ضرور سر۔۔۔! آج سے آپ ہماری دعاؤں کا حصہ بن گئے ہیں۔۔! لیکن کبھی بھی آپ کو ہم جیسے چھوٹے لوگوں کی ضرورت پڑی تو بس ایک بار ضرور یاد کیجے گا۔۔! ہم حاضر ہو جائیں گئے۔۔! طیب انکساری

سے ابھی بول رہا تھا۔ کہ اسکے الفاظ پر غازیان نے مصنوعی غصے سے اسے ٹوکا۔۔

پڑھے لکھے ہونے کے باوجود ایسی باتیں مت کرو طیب۔۔! ہم سب انسان برابر ہیں۔۔۔! نفی میں سر ہلاتے ہوئے غازیان نے اسے مزید عاجز ہونے سے روکا تھا۔۔

یہ میرا کارڈ رکھ لو۔۔۔! اگر آئندہ کبھی کوئی مشکل ہوئی۔ تو مجھے کال کر لینا یا پھر آفس آجانا۔۔! ٹھیک ہے۔۔۔؟ اپنا کارڈ نکال کر غازیان نے کامران کو تھما دیا۔

آجاؤاب تم لوگوں کو گھر ڈراپ کر دیتا ہوں۔۔! وہ منع کرنے کا سوچتے جب غازیان نے سخت نظروں سے دیکھتے ہوئے حکیمہ نظروں سے انکو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔

سر ایک بات پوچھ سکتا ہوں۔۔۔؟ غازیان کے پیچھے چلتے ہوئے کامران نے کچھ بولنے کی اجازت مانگی تو اسکے اس خوبصورت انداز پر غازیان مسکرا دیا تھا۔ غازیان کو اسکا یہ انداز بہت پیارا لگا تھا۔ کہ کچھ بھی کہنے سے پہلے وہ اجازت طلب کرتا تھا۔۔

ہاں پوچھو۔۔۔! ! گاڑی کا لاک کھولتے ہوئے اس نے کامران کو بولنے کا اشارہ کیا۔۔

سر کیا آپ سچ میں ایس ایچ او کو رشوت دینے والے تھے۔۔۔؟ آفس میں غازیان کے آخری الفاظ پر الجھتے ہوئے کامران نے متجسس ہوتے جاننا چاہا تھا۔ اسکے سوال پر گاڑی میں فوراً غازیان کا شیطانی قہقہ گونج اٹھا۔۔

میں بے وقوف نہیں ہوں۔ جو اپنا حق حلال کا پیسہ ایسے ناجائز لوگوں پر خرچ کرنے کا سوچو بھی۔۔۔! گاڑی ریورس کرتے ہوئے غازیان نے مطمئن لہجے میں اسے جواب دیا۔ جو کامران کو تو بالکل سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ اس لئے مسکرا کر غازیان کو متاثر کن نظروں سے دیکھتا چلا گیا۔

نعمان خان فریش ہونے کے بعد لاؤنج میں آئے تو محبت بڑے شوق کے ساتھ اپنی بلی کو ساتھ بٹھائے کوئی مووی دیکھ رہی تھی۔

وہیں دوسری طرف ارسل خان بھی اسکے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ وہ الگ بات تھی۔ کہ مووی سے زیادہ اسکی توجہ اپنے موبائل میں تھی۔

دونوں بہن، بھائی کو ایک ساتھ بیٹھے دیکھ کر نعمان خان بے ساختہ مسکرا دیے تھے۔ ان بہن، بھائی میں عمر کا بہت زیادہ فرق تھا۔ اس لئے ارسل خان کے لئے محبت خان اسکی بہن سے زیادہ بیٹی کی حیثیت رکھتی تھی۔

جب سے ارسل خان واپس آیا تھا۔ تب سے نعمان خان اپنی لاڈلی کی ہر ذمہ داری سے بے فکر ہو گئے تھے۔ محبت کی ہر چھوٹی سے بڑی ذمہ داری اب ارسل خان کا فرض بن چکی تھی۔ وہ روز ڈیوٹی سے واپس آکر باقاعدہ اپنی بہن کے ساتھ وقت گزارتا تھا۔ اور اسکی اوٹ پٹانگ باتوں کو بھی بہت غور سے سنتا تھا۔

جیسے ابھی اسکے ساتھ بیٹھا اسکی کارٹون فلم دیکھ رہا تھا۔ایک دو دن تک محرمات کی یونیورسٹی بھی شروع ہونے والی تھی۔ لیکن اسکے شوق ابھی بھی وہی تھے۔

علینہ خانم چائے لے کر آئیں تو چائے کا کپ نعمان خان کو پکڑانے کے بعد وہ ارسل اور محبت کو انکی کافی دینے لگیں۔۔

میں نے تمہارے لئے ایک لڑکی پسند کی ہے۔۔! ٹی وی کا والیم کم کرتے ہوئے نعمان خان نے بے اختیار بیٹے کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے اطلاع دی۔۔علینہ خانم بھی اپنا چائے کا کپ لیے نعمان خان کے پاس بیٹھ گئی تھیں۔

اچھا۔۔! ارسل پہلے تو زرا چونکا لیکن پھر مختصر سا جواب دے کر دوبارہ اپنے موبائل میں مصروف ہو گیا۔ بیٹے کے اتنا غیر سنجیدہ رد عمل پر نعمان نے بے ساختہ اسے گھورنے لگے۔

کبیر اور فارس کی رخصتی والے دن تمہارا نکاح ہے۔۔! چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے نعمان خان اب اصل والا دھماکا کرتے ہوئے بولے تھے۔ جس کو سن کر ارسل خان کے ہاتھ سے موبائل نیچے گر چکا تھا۔۔

واٹ۔۔؟؟ مطلب۔۔! یہ کیا تھا ڈیڈ۔۔۔! ششدر ہوتے وہ کچھ لمحے بعد بے یقین ہوتے بولا تھا۔ چہرے کے تاثرات نا قابلِ فہم ہو چکے تھے۔۔۔ علینہ خانم باپ، بیٹے کو خاموش رہتے سن رہی تھیں۔ جبکہ محبت اچانک سے پرجوش ہو چکی تھی۔۔

وہی جو تم سن رہے ہو برخوردار۔۔۔! وہ دوبارہ بے نیازی سے بول گئے۔۔

کیا مطلب ہے اس بات کا ڈیڈ۔۔۔؟؟ مطلب میری اجازت کے بنا آپ میرا نکاح کرنے کا کیسے سوچ سکتے ہیں۔۔۔!! باپ کا پرسکون انداز دیکھتے ہوئے ارسل ایک دم سے بگڑے لہجے میں پوچھنے لگا۔

تم یہ سوال مجھ سے اپنا نکاح ہونے کے بعد پوچھنا پھر بتاؤں گا۔۔۔! ارسل کے اجازت والے الفاظ پر نعمان خان ناک سے مکھی اڑا گئے۔۔

آپ میرے ساتھ کر کیا رہے ہیں یار۔۔۔! دیکھ رہی ہیں آپ مورے انکو۔۔۔!! ارسل نے موبائل اٹھاتے ہوئے دہائی دی تھی۔

کیا کر رہا ہوں۔۔؟ ایک نکاح ہی تو کروا رہا ہوں۔۔! کونسا ایک ساتھ دو نکاح کرنے کا کہہ رہا ہوں۔ جو یہ محلے کی بری عورتوں کے جیسے اچھلنا

شروع کر دیا ہے۔ بین دیکھو اسکے۔۔! جیسے میں نے اسکے پھیپھڑے مانگ لیے ہوں۔۔!!

نعمان خان ہلکے پھلکے لہجے میں بولتے ہوئے اسے جھاڑ پلا گئے تھے۔۔

آپ ایک نکاح کا بول رہے ہیں ڈیڈ۔۔؟؟ میں اس طرح آدھا نکاح بھی نہ کروں۔۔۔! ارسل نے تڑخ کر باپ کو سنانا چاہا تھا۔ کہ وہ اپنے ارادوں سے باز رہیں۔۔

اچھا۔۔؟ بتاؤ پھر کیسے نکاح کرو گئے۔۔۔؟ پنکھے سے لٹکتے ہوئے مولوی صاحب تم سے اجازت لے لیں۔۔؟ یا پھر ٹوٹی ٹانگوں کے ساتھ قبولیت کرنے کا ارادہ ہے۔۔!! بیٹے کے جواب پر وہ بنا توقف کے اسکی خواہش

پوچھتے ہوئے ساتھ ہی دھمکاتے چلے گئے تھے۔۔ارسل تو آنکھیں بڑی کرتا باپ کو دیکھنے لگا تھا۔جو اچانک سے دیسی وروایتی باپ بن رہے تھے۔۔

مورے آپ کچھ بول کیوں نہیں رہی ہیں انکو۔۔۔!!کیوں یہ اچانک میرے پیچھے پڑ گئے ہیں۔۔!ارسل نے اس بار مدد طلب نظروں سے ماں کی طرف دیکھا۔جو پہلے ہی ہنسی چھپا رہی تھیں۔نعمان خان انکو میرال کی مشکل کے بارے میں آگاہ کر چکے تھے۔اس لئے اس معاملے میں وہ بیٹے کا کوئی ساتھ نہیں دے سکتی تھیں۔۔۔ویسے بھی اپنی بہو لانے کا شوق تو انکو بھی تھا۔۔۔

جیسے بنا موقع پیدا ہو کر تم میرے پیچھے پڑ گئے تھے نا۔۔!یہ اب بدلہ لینے کا وقت ہے۔۔۔!نعمان خان کی طرف سے تڑکتا بھڑکتا جواب آیا تھا۔۔

ارسل کیوں پریشان ہو رہے ہو میری جان۔۔! تم نے خود ہی تو اپنے ڈیڈ کو اجازت دی تھی۔ کہ وہ تمہارے لئے لڑکی ڈھونڈ سکتے ہیں۔۔! شوہر کو اشارہ کرتے ہوئے علینہ خانم خود نرمی سے گویا ہوئیں۔۔

مورے میں نے صرف لڑکی ڈھونڈنے کو کہا تھا۔۔! یہ نہیں کہا تھا۔ کہ اچانک میرے سر پر سوار ہو کر گن پوائنٹ پر نکاح کروا دیں میرا۔۔۔! ایسے کون اتنی جلدی نکاح کرتا ہے بھئی۔۔؟ میرے سب کزن نے پسند کی شادی کی ہے۔ اور انکو دیکھیں یہ میرے ساتھ کیا کر رہے ہیں۔۔! باپ کی مسکراتی آنکھوں سے چڑتے ہوئے ارسل نے ماں کو جواب دیتے اپنا نقطہ نظر سمجھانا چاہا۔۔

بیٹا جی یہ جو تمہاری کسی تھکے ہوئے ہیرو کے جیسے والی شکل ہے نا۔۔!

تمہیں خود بھی اچھے سے اندازہ تھا۔کہ کوئی بھی لڑکی تمہیں منہ نہیں لگانے والی۔اس لئے تم نے میرے سامنے حامی بھری تھی۔اور اب جان بوجھ کر یہ ڈرامے بازیاں کر رہے ہو۔۔!آیا بڑا پسند کی شادی کرنے والا۔۔۔!!

نعمان خان کو زرا برابر بھی اپنے بیٹے کا خود کے بارے میں اعتماد پسند نہیں آیا تھا۔اس لئے ہونہہ کرتے اسے سناتے چلے گئے۔۔۔

ڈیڈ آپ بھی میرے ساتھ کھیلنا بند کریں۔۔!اور پلیز میری شکل کو ٹارگٹ مت کیا کریں۔۔!ارسل خان چاہے تو ابھی شہر بھر کی لڑکیوں کی یہاں

لائن لگادے۔۔۔!اپنی بے عزتی پر ارسل فوراً اپنی خوبصورتی کو لے کر اگلے ہی پل مغرور ہو گیا۔۔

جی۔۔!اور جن لڑکیوں کی یہ لائن لگائیں گئے ناجناب۔۔!یقیناً وہ سب کسی مینٹل ہاسپٹل کی مریض ہوں گی۔۔اور انکو پاگل پن کے دوڑے پڑتے ہونگے۔۔۔!اور شوخیاں دیکھو اسکی۔۔!!

نعمان خان نے پل بھر میں بیٹے کے اعتماد کو ہوا میں اڑایا تو ہمیشہ کی طرح انجوائے کرتی ہوئی محبت ہنستی چلی گئی۔۔

آپ جو مرضی بولیں۔۔۔!لیکن یہ نکاح میں کسی صورت نہیں کرنے والا ہوں۔۔۔!اپنا مذاق بنانے پر ارسل چھوٹی بہن کو گھورتے ہوئے غصے سے

کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا۔۔اسے سمجھ آ گیا تھا۔ کہ اسکا باپ اپنے ارادے سے پیچھے ہٹنے والا نہیں ہے۔

تم یہ ہی نکاح کرو گئے۔۔! کیونکہ تمہارے پاس پسند کی شادی کا کوئی آپشن نہیں ہے بیٹا جی۔۔۔! بیٹے کو سنجیدہ لیے بنا انہوں نے پر سکون لہجے میں جتاتے ہوئے جواب دیا۔۔

نہیں کروں گا۔۔! کبھی بھی نہیں کروں گا۔۔! آپ میرے ساتھ زبردستی نہیں کر سکتے۔۔۔! غصے سے کہہ کر ارسل وہاں سے اسی پل واک آؤٹ کر گیا تھا۔

میں بھی دیکھتا ہوں کہ کیسے نہیں کرتے تم یہ نکاح۔۔۔! تمہارا تو باپ بھی کرے گا یہ نکاح۔۔۔! نعمان خان بھی بلند آواز میں بولتے ہوئے دھمکی لگا

گئے تھے۔ یہ جانے بنا کہ انکے آخری الفاظ پر انکی اپنی بیوی انکو گھورنا شروع ہو گئی ہے۔۔

میرا مطلب ہے۔ کہ یہ گدھا ہی نکاح کرے گا نا۔۔! مجھے تو سالوں پہلے اپنا روح کا ساتھی مل چکا ہے۔۔! بیوی کی گھوریوں پر وہ جلدی سے صفائی دیتے ہوئے "روح کے ساتھی" پر زور دیتے زبردستی مسکرا دیے تھے۔ شوہر کو خود ہی اپنی درستگی کرتے دیکھ کر علینہ خانم بھی سمجھنے والے انداز میں اثبات میں سر ہلاتی چلی گئیں۔۔ جس پر نعمان خان جان بخشی ہونے پر لمبا سا سانس خارج کرتے ہوئے باقی کی چائے ختم کرنے لگے۔ جو انکے گدھے کے چکر میں ٹھنڈی پڑ گئی تھی۔

یونیورسٹی کے گیٹ پر ماہ پارہ اور محبت کو اتارنے کے بعد ارسل خان مسلسل اسی سمت میں دیکھ رہا تھا۔ جب کافی دور جانے کے بعد ماہ پارہ اور محبت اسکی نظروں سے اوجھل ہو گئیں۔ تو وہ مسکراتے ہوئے آخری بار انکو دیکھ کر واپس جانے کے لئے گاڑی سٹارٹ کر گیا۔۔

یونیورسٹی میں محبت کا آج پہلا دن تھا۔ اس لئے ارسل خان آج انکو خود ڈراپ کرنے کے لیے آیا تھا۔ ویسے بھی آج کل اسکا باپ الگ سے اسکا جینا حرام کیے ہوئے تھا۔ صبح ناشتے پر بھی ارسل خان کی اپنے باپ کے ساتھ کافی جھڑپ ہوئی تھی۔ انکی ایک ہی ضد تھی۔ کہ ارسل کو انکے کہے کے مطابق نکاح کرنا ہی پڑے گا۔

جبکہ ارسل کسی صورت بھی ایسی لڑکی سے نکاح نہیں کر سکتا تھا۔ جس کو جاننا تو دور وہ اسکے نام سے بھی واقفیت نہ رکھتا ہو۔ زندگی بھر کے سفر کے لیے ایک دوسرے کو سمجھنا تو ضروری تھا۔ پر یہاں سمجھنا تو دور جاننے کا بھی اتفاق نہیں ہو رہا تھا۔ تو وہ پھر کیسے ہاں کر دیتا۔۔

لیکن یہ لڑکی ہے کون تھی۔۔؟ جس کو اسکا باپ ارسل کے پلے باندھنے کے لئے اس قدر بے تاب ہو چکا تھا۔ کہ اسکا کوئی انکار ماننا تو دور سننا بھی ضروری نہیں سمجھا جا رہا تھا۔۔

گاڑی چلاتے ہوئے وہ مسلسل اپنی سوچوں میں گم تھا۔

یہ لڑکی ہے کون۔۔۔؟ یہ سوال اچانک ارسل کے ذہن میں ابھرا تو وہ متجسس ہوتے مسلسل سوچ گیا۔ دو دن سے یہ بحث چل رہی تھی۔ لیکن

ابھی تک ارسل کو یہ پوچھنا یاد نہیں رہا تھا۔ کہ آخر یہ مصیبت کی بلا ہے کون۔۔

میری بلا سے جو بھی ہو۔۔! اگلے ہی پل وہ سر جھٹک کر ڈرائیونگ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ آج اسکی چھٹی تھی۔ اس لیے وہ اپنے رف حلیے میں ہی نظر آ رہا تھا۔

گاڑی کے ڈیش بورڈ پر پڑا موبائل بجنا شروع ہوا تو ارسل موبائل اٹھا کر دیکھنے لگا۔ ایشام کی کال ریسیو کرتے ہوئے موبائل کان کے ساتھ لگا کر ارسل نے کسی ریسٹورنٹ کی طرف گاڑی موڑ دی تھی۔ تاکہ سکون سے ناشتہ کر سکے۔ ورنہ گھر میں تو اسکا باپ اسے سکون سے سانس بھی نہیں

لینے دے رہا تھا۔ ناشتہ وہ کیا ہی کرتا۔ آج بھی غصے سے وہ ناشتہ چھوڑ کر آ گیا تھا۔ اور اب اچانک شدید بھوک کا احساس ہونے لگا تھا۔

تو وہاں کیا کر رہا ہے۔۔؟ ایشام کے فارم ہاؤس میں ہونے کا سن کر ارسل نے بے ساختہ پوچھا تھا۔۔

چل میں ناشتہ لے کر وہیں پر آ رہا ہوں۔۔! ریسٹورنٹ کے سامنے پہنچ کر ارسل نے جواب دیتے ہوئے ابھی بریک لگائی ہی تھی۔ کہ اچانک اسی پل مخالف سمت سے آتی ہوئی گاڑی نے بھی ارسل کی گاڑی کے بالکل سامنے بریک لگاتے ہوئے زوردار ہٹ کیا۔ چونکہ دونوں گاڑیوں نے بیک وقت بریک لگائی تھی۔ اس لئے نہ چاہتے ہوئے بھی انکا آپس میں ٹکراؤ ہو چکا تھا۔ ارسل آنکھیں پھیلا کر دیکھنے لگا تھا۔۔

شام میں تم سے بعد میں بات کرتا ہوں۔۔۔! تیزی سے بولتے ہوئے ارسل نے کال بند کر دی۔اور سیٹ بیلٹ کھولتے ہوئے گاڑی سے باہر نکلنے لگا۔۔۔

ناٹ آ گین یار۔۔! سامنے گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے ارسل کو دیکھ کر رابیل کے تاثرات لمحے بھر میں خراب ہو گئے تھے۔

وہ اتنے اچھے موڈ میں یہاں اپنی دوستوں کے ساتھ ناشتہ کرنے آئی تھی۔ لیکن اب لگ رہا تھا۔ کہ اچھا موڈ بالکل اچھا نہیں رہنے والا۔۔۔

گاڑی سے باہر نکلتے ہوئے اکڑو انسان کو دیکھ کر وہ بے ساختہ سوچ گئی تھی۔ پھر اگلے ہی پل سارے لحاظ بلائے طاق رکھتے ہوئے وہ بھی گاڑی سے باہر

نکل آئی۔ ابھی تو وہ اپنی پچھلی والی بے عزتی نہیں بھولی تھی۔ پر آج وہ ایک ساتھ ہی حساب کتاب چکتا کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔۔

تمہارا دماغ خراب ہے کیا یا تم اندھی ہو۔۔۔؟ جب گاڑی سنبھالنی نہیں آتی ہے تو گھر سے لے کر نکلتی ہی کیوں ہو اسے۔۔۔؟ رابیل کو باہر نکلتے دیکھ کر ارسل اسی وقت غصے سے بولنا شروع ہو گیا۔۔ یہ لڑکی ہمیشہ اسکی گاڑی کو ہٹ کر دیتی تھی، یا پھر کبھی ارسل کو۔۔۔

اوشٹ آپ یو مسٹر۔۔! میں اندھی نہیں ہوں بلکہ میری قسمت خراب ہے۔۔ جو صبح صبح تمہاری یہ منحوس شکل دیکھنے کو مل گئی ہے۔۔۔! اور یہ ہر بار چلا کر تم کیا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہو۔۔۔؟ کہ میں کوئی "stalker" ہوں۔۔؟ جو تمہارا پیچھا کر رہی ہے۔۔؟ کیونکہ خود کو تم

کوئی بہت خوبصورت یونانی دیوتا سمجھتے ہو۔ جس کا پیچھا شہر کی ساری لڑکیاں کرتی ہیں۔۔! سچ میں۔۔۔؟ اگر ایسا ہے۔ تو پلیز وقت رہتے اپنی اس غلط فہمی سے باہر نکل آؤ۔ کیونکہ تم ایک انتہائی بدصورت اور بدتمیز قسم کے مرد ہو۔ جسے لڑکیوں سے بات تک کرنے کی تمیز نہیں ہے۔ لیکن پتہ نہیں خود کو کونسی توپ چیز سمجھے بیٹھے ہو۔۔!

اور خبردار آئندہ اگر غلطی سے بھی میرے رستے میں آئے تو۔۔! ورنہ اگلی بار گاڑی سے کچل کر تمہیں اوپر پہنچادوں گی۔۔۔! صبح صبح سارا موڈ غارت کر دیا۔۔۔!

ارسل خان کو بولنے کا موقع دیئے بنا وہ بنا کسی لگی لپٹی کے اسے سناتے ہوئے اپنی اگلی پچھلی ساری بھڑاس نکالتی چلی گئی تھی۔ جیسے پتہ نہیں کتنے عرصے سے برداشت کر کر کے تھک گئی ہو۔۔

پتہ نہیں کس کی نظر لگ گئی ہے۔ جو اتنی سویرے ایسی منحوس بلاؤں سے سامنا ہو گیا ہے۔ واپسی پر اپنا صدقہ نکالتی ہوں۔۔۔! تیزی سے مڑ کر گاڑی سے اپنا پرس نکالنے کے بعد وہ خود سے بڑبڑاتے ہوئے اندر چلی گئی۔ جبکہ ارسل خان ضبط کے مارے وہیں کھڑا رہ گیا تھا۔ اسکی گرے آنکھوں میں بے اختیار سرخی ابھرنے لگی تھی۔ مٹھیاں بھینچ کر اسکی نظروں نے دور تک رابیل کا پیچھا کیا۔ جب وہ آنکھوں سے اوجھل ہو گئی تو غصے سے بے

قابو ہوتے اسکی گاڑی کو ٹھوکر مارتے ہوئے وہ خراب موڈ کے ساتھ واپس گاڑی میں جا کر بیٹھ گیا۔۔

وہ دھان پان سی لڑکی جتنی بد تمیزی اسکے ساتھ کر گئی تھی۔ارسل خان کا بس نہیں چل رہا تھا۔کہ بس اسے کسی طرح ابھی اپنی گاڑی تلے کچل کر رکھ دیتا۔گاڑی ریورس کرتے ہوئے وہ وہاں تیزی سے نکلا تھا۔کیونکہ اسکا موڈ اب پہلے سے بھی زیادہ خراب ہو چکا تھا۔۔

لنچ کا وقت ہو گیا تھا۔لیکن ماہ پارہ کو محبت نہیں مل رہی تھی۔وہ اسکی کلاس بھی چیک کر آئی تھی۔پر وہ وہاں پر بھی موجود نہیں تھی۔

آج محبت کا چونکہ پہلا دن تھا۔اس لئے ماہ پارہ کو اب اسکی بے حد فکر ہو رہی تھی۔

پتہ نہیں کہاں چلی گئی ہے یہ لڑکی۔۔۔؟وہ پریشانی سے بولنے لگی۔۔ایک بار پھر اسے کلاس میں دیکھنے کے لیے وہ مڑی تو محبت میڈم سامنے ہی کھڑی نظر آئی۔سارے جہاں سے بے خبر موبائل اپنے سامنے رکھے وہ کھڑی بس اپنی تصویروں بنانے میں مصروف تھی۔

محبت کو یہاں بھی اسی کام میں مصروف دیکھ کر ماہ پارہ تاسف سے اسے دیکھتے ہوئے سرد سانس کر گئی۔اور پھر اگلے ہی پل پھر ہنس دی۔۔

محبت۔۔۔!اسے مڑتے دیکھ کر ماہ پارہ نے جلدی سے آواز دے کر اسے روکا تھا۔جبکہ اسکے "محبت" پکارنے پر جہاں محبت چونک کر دیکھنے لگی۔

وہیں ایک اور شخص بھی تیزی سے مڑ کر دیکھنے لگا تھا۔۔ محبت پر نظر پڑتے ہی اس شخص کی آنکھوں میں فوراً روشنی چمکنا شروع ہو گئی۔اور اسکے ساتھ ہی چہرے کے بگڑے تاثرات بھی ٹھیک ہوتے چلے گئے تھے۔۔۔

پاگل لڑکی کہاں چلی گئی تھی۔۔؟ میں کب سے تمہیں ڈھونڈ رہی تھی۔۔۔!! ماہ پارہ نے قریب جاتے ہی کہا تھا۔۔

سوری آپی میں بس اپنی تصویریں بنانے کے لیے کوئی اچھی سی جگہ ڈھونڈ رہی تھی۔۔۔! محبت معصوم بنتے ہوئے مسکرائی تو ماہ پارہ نفی میں سر ہلا گئی۔۔ جبکہ ایک شخص جوان سے کچھ فاصلے پر کھڑا تھا۔وہ یک ٹک محبت کو دیکھے جا رہا تھا۔اسکی آنکھیں اس چھوٹی سی لڑکی سے ہٹنے سے انکاری ہو گئی تھیں۔

بنالی نا تصویریں۔۔۔! چلو اب کچھ کھانے چلتے ہیں۔۔! تمہیں ڈھونڈنے کے چکر میں میری بھوک پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئی ہے۔۔۔! محبت کا ہاتھ پکڑ کر بولتے ہوئے ماہ پارہ جلدی سے کیفے کی طرف مڑ گئی۔

آپی آپ کو پتہ ہے۔ میری کلاس کی لڑکیاں میری بہت تعریف کر رہی تھیں۔ کہ میں کتنی پیاری ہوں۔۔! ماہ پارہ کے ساتھ چلتے ہوئے محبت نے چہک کر اسے بتانا چاہا تھا۔

تم ہو ہی پیاری میری جان۔۔! اسکی باتیں سنتے ہوئے ماہ پارہ نے بھی مسکراتے ہوئے اسکی تعریف کی تھی۔ جبکہ اس انجان شخص کے پاس سے گزرتے ہوئے محبت اپنی تعریف سنتے ہوئے ہنسی تو وہ ایک لمحہ کے لئے

آنکھیں بند کرتے ہوئے اس ہنسی کی گونج کو محسوس کرنے لگا۔ جس کو تلاش کرنے کے لئے وہ صبح سے پاگل ہو رہا تھا۔۔

اور اب محبت کو دیکھتے ہی اسکی آنکھیں مسکرانا شروع ہو گئی تھیں۔ سکون بھرا سانس خارج کرتے ہوئے وہ محبت کی پشت پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔

میرون کلر کے خوبصورت کورڈ سیٹ ڈریس میں وہ ہنستے ہوئے کوئی خوبصورت نازک سی تتلی معلوم ہو رہی تھی۔ جبکہ ہمیشہ کی طرح دوبٹہ گلے کے گرد لپٹا ہوا تھا۔ اسکے نازک سے وجود کو من موہنی نظروں سے آخری بار دیکھتے ہوئے وہ دل پر پتھر رکھتے ہوئے مڑ گیا تھا۔ کیونکہ اسے اب مسلسل کالز آ رہی تھیں۔۔

اب ٹھنڈا ہو جا۔۔۔! کہ غصے سے سڑتے ہوئے میرا کمرہ جلائے گا۔۔۔!

ایشام نے چہرہ موڑتے ہوئے بے اختیار ارسل کی طرف دیکھا تھا۔ جو صوفے پر گرا چھت کو گھورتی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔

تجھے میں نے بولا تھا۔ کہ آتے ہوئے میرے لئے ناشتہ لے کر آنا۔۔۔! لیکن تو یہ سڑا ہوا منہ لے کر آ گیا ہے۔۔۔! ارسل کے جواب نہ دینے پر ایشام مزید بولنے لگا تھا۔

تب سے میرا دماغ کھا کھا کر بھی تیرا پیٹ نہیں بھرا کیا۔۔؟ جو تجھے اب بھی ناشتہ کرنا ہے۔۔۔! اب کی بار آخر کار ارسل نے بگڑے موڈ میں اسے سنایا تھا۔ کیونکہ وہ کب سے اسکا یہ جملہ سن سن کر پک چکا تھا۔

تیرا دماغ کھ

تیرا دماغ کھانے کے قابل ہوتا تو ایک لڑکی تھوڑی نہ تجھے باتیں سنا کر جاتی۔۔! ویسے یہ بتا وہ ہے کون تھی۔۔۔؟ ایشام نے سکون سے جواب دیتے ہوئے آخر پر پھر لڑکی کے بارے میں پوچھ کر ارسل کو غصہ دلا دیا تھا۔ایشام کو جب سے پتہ چلا تھا۔ کہ وہ کسی انجان لڑکی سے باتیں سن کر اتنا تپا ہوا ہے۔تب سے وہ جان بوجھ کر سرسری انداز میں لڑکی کا بار بار ذکر کر رہا تھا۔۔

میری پھوپھی کی بیٹی تھی کمینے۔۔!! اب اگر تو نے ایک بار مزید اس لڑکی کے بارے میں کوئی بات کی تو میں تیرے اس پسندیدہ کمرے کا حشر نشر کر دوں گا۔۔۔! غصے سے بولتے ہوئے ارسل نے اسے دھمکی آمیز نظروں

سے دیکھا تھا۔ پہلے ہی وہ "بد تمیز لڑکی" اسکے ذہن سے نہیں نکل رہی تھی۔ جیسے جیسے اسکا عکس ارسل کی آنکھوں کے سامنے آتا تھا۔ پہلے سے بھی زیادہ ارسل کو غصہ آنے لگتا تھا۔۔

تو میرے کمرے کو میلی آنکھ سے دیکھ تو سہی۔۔۔! دیکھنا پھر میں تیرا کیا حشر نشر کرتا ہوں۔۔۔! کمرے پر بات آتے دیکھ کر ایشام نے بھی اسے تیزی سے سناڈالا تھا۔ وہ دو دن سے یہاں فارم ہاؤس پر ہی رکا ہوا تھا۔

یہاں اس نے پورا اپنا ہیکنگ کا سسٹم سیٹ کیا ہوا تھا۔ پورے کمرے میں بڑی بڑی سکرین لگی ہوئی تھیں۔ جبکہ جگہ جگہ ایشام کے پسندیدہ گیجٹ رکھے ہوئے تھے۔ اپنے ایک ضروری پراجیکٹ پر کام کرنے کی وجہ سے وہ دو دنوں سے گھر نہیں گیا تھا۔۔

اب منہ سیدھا کر لے میں گھر سے کھانا منگوا رہا ہوں۔۔۔! ایشام کو اس پر ترس سا آیا تو ہمدردی کرنے والے انداز میں کی بورڈ چھوڑتے ہوئے کرسی کا رخ اسکی طرف موڑ گیا۔

کھانا کس سے منگوائے گا۔۔۔؟ ایشام کو اپنی طرف مڑتے دیکھ کر ارسل نے بھی چہرہ گھما کر منہ بسور کر مدھم لہجے میں پوچھا تھا۔۔ صبح سے وہ بھوکے بیٹھے ہوئے تھے۔اب لنچ کرنے کا وقت ہو گیا تھا۔

ڈرائیور دے جائے گا یا پھر غازی گھر ہوا تو وہ۔۔۔! کال ملاتے ہوئے ایشام نے اسے جواب دیا۔اسے کال پر بات کرتے دیکھ کر ارسل اب سیدھا ہو کر لیٹ گیا۔۔

تھوڑی دیر میں آرہا ہے کھانا۔۔! تب تک یہ بتا کہ یہ اچانک تیرے نکاح کا کیا ماجرہ شروع ہو گیا ہے۔۔۔؟ فون واپس رکھتے ہوئے ایشام نے اسکی حیرانگی سے طرف دیکھا۔۔اسے کل ہی اس بارے میں پتہ چلا تھا۔۔اور آج بھی ارسل نے آکر بتایا تھا۔ کہ صبح صبح اسکی نعمان خان کے ساتھ پھر بحث ہوئی ہے۔۔

مجھے نہیں پتہ کچھ بھی اس بارے میں۔۔۔! جا کر اپنے چاچے سے پوچھ لے۔۔۔! ارسل نے دکھ و غصے کی ملی جلی کیفیت سے جھنجھلا کر کہا تھا۔ آج کل اسکے دن ہی خراب چل رہے تھے۔۔

ہاں جیسے وہ مجھے تیری طرح بہت سنجیدہ لیں گئے نا۔۔۔! ایشام نے ہونہہ کرتے طنز کیا۔اپنا مذاق اڑانے پر ارسل بے ساختہ اسے گھور گیا۔۔

آنکھوں سے نگلنا بند کر اور سیدھی طرح بتا کہ کیا بات ہوئی ہے۔۔۔!

اسے مسلسل گھورتا پا کر ایشام نے ہنسی دباتے ہوئے اسکا دکھ ہلکا کرنے کی کوشش کی۔

میں کیا بتاؤں۔۔۔؟ تیرے چاچے کو ہی اچانک کچھ ہو گیا ہے۔۔! پتہ نہیں کیوں مجھے سکون میں دیکھ کر انکو سکون نہیں آتا ہے۔ بیٹھے بٹھائے اب میرے پیچھے نکاح کرانے کے لئے پڑ ہوئے گئے ہیں۔۔۔! ایشام کے پوچھنے پر آخر کار وہ پھٹتے ہوئے بولنا شروع ہو گیا۔۔۔

تجھے کوئی لڑکی پسند ہے کیا۔۔۔؟ اسکے باتوں کے جواب میں ایشام نے بے ساختہ ایک سوال کیا۔ جس کو سن کر ارسل ٹھٹک کر اسکی طرف دیکھنے لگا۔

یہ کیسا فضول سوال ہے۔۔؟ مجھے کوئی پسند ہوتی تو کیا اب تک یہ بات تم لوگوں سے چھپی رہنی تھی۔۔؟ اگر میں انکار کر رہا ہوں۔ تو ضروری تو نہیں ہے۔ کہ اسکے پیچھے یہ ہی گھسی پٹی کوئی وجہ ہو۔۔۔! ارسل وضاحت کرنے والے انداز میں کہہ رہا تھا۔۔

جب کوئی پسند بھی نہیں ہے۔۔! تو کیا تکلیف ہے پھر۔۔! کر لے نا پھر چپ چاپ چاچو کی پسند کا نکاح۔۔۔! ایشام نے سرسری سے انداز میں مشورہ دیا۔

ایسے کیسے کر لوں میں انکی پسند کا نکاح۔۔۔؟ پتہ نہیں وہ لڑکی کون ہے کہاں کی ہے۔ کیسی ہے۔۔! بہت سی باتیں ہیں۔۔! یہ تو سراسر میرے ساتھ زبردستی والی بات ہو رہی ہے۔ جو میں کسی صورت بھی اپنے ساتھ ہونے

نہیں دوں گا۔۔! بنا توقف کے اپنے سوال گنواتے ہوئے ارسل آخر پر ٹھوس لہجے میں بولا تھا۔ جیسے وہ خود کو کسی صورت بھی قربان نہیں ہونے دے گا۔

ہاں چاچو تو جیسے تیری سن ہی لیں گئے

۔۔! ایشام کو اسکی خود اعتمادی پر تیزی سے ہنسی آئی تو چھپانے کی غرض سے خود سے بڑبڑاتے ہوئے بول گیا۔۔۔

یہ تو کیا بڑبڑا رہا ہے۔۔۔؟ اسکی بڑبڑاہٹ پر ارسل نے تیز نظروں سے اسے دیکھا۔۔۔

کچھ بھی نہیں۔۔۔! میں تو بس یہ پوچھ رہا تھا۔ کہ تجھے کیسی لڑکی چاہیئے پھر۔۔۔! گڑبڑا کر ایشام نے تیزی سے بات بناتے ہوئے جاننا چاہا تھا۔۔۔

لڑکی۔۔۔؟ مجھے کیسی لڑکی چاہیئے۔۔۔؟ کبھی اس بارے میں سوچا تو نہیں ہے۔ تو دعا کر کہ جو لڑکی بھی مجھے ملے وہ بس "بد تمیز" نہ ہو...! اسکے سوال پر ارسل سوچنے والے انداز میں آخر پر ایک خوبی بتاتے ہوئے بولا تھا۔۔۔

ویری سوری برو۔۔۔! میں تیرے لئے ایسی کوئی بھی دعا نہیں کر سکتا ہوں۔ جس سے میں خود بھی محروم ہوں۔۔! بلکہ میں یہ دعا کرتا ہوں۔ کہ جیسے میرے والی مجھے ذلیل کرتی آئی ہے۔ بالکل ویسے تیری آنے والی بھی تجھے رج کر ذلیل کرے۔۔۔! ارسل خان کی اکلوتی دعا سے بھی انکار کرتے ہوئے ایشام نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے تیزی سے اسے بد دعا سنا ڈالی تھی۔ جس پر ارسل کا غصے سے برا حال ہو گیا۔۔۔

سالے کمینے میں تیرا منہ توڑ دوں گا۔۔۔! غصے سے اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے ارسل خان اس پر تیزی سے جھپٹ پڑا تھا۔ جبکہ ایشام اسکا دل جلانے کے لئے اب قہقہے لگانا شروع ہو گیا تھا۔

ہاں تو میں کیوں مانگو تم سب کے لیے ایسی دعائیں۔۔۔! تم لوگوں کے سامنے وہ بچپن سے مجھ پر "domestic violence" کرتی آئی ہے۔ تب تو میرے حق میں کوئی بولتا تک نہیں تھا۔ اور اب میں دعائیں مانگو۔۔۔! جاؤ میری بد دعا ہے۔ کہ تم سب رج رج کر اپنی اپنی بیویوں سے ذلیل و خوار ہو۔۔!

ہیر کی ساری شیطانی حرکتیں یاد کرتے ایشام قہقہے لگاتے ہوئے ارسل کے ساتھ ساتھ باقیوں کو بھی اپنی بد دعاؤں کا حصہ بنا گیا تھا۔ جبکہ ارسل اب اسے کرسی سے نیچے گراتے ہوئے اس پر پل بھرا تھا۔

گاڑی روک کر شہرام ابھی باہر نکلا ہی تھا۔ کہ ایک دم سے اسکے موبائل میں کال آنا شروع ہو گئی۔۔

کال آنے پر شہرام کے رکتے ہوئے قدموں کو بریک لگی تھی۔ اس نے چونک کر موبائل نکالا اور ایک نظر سامنے بلیک کمپنی کی بڑی سی عمارت کی طرف دیکھنے لگا۔۔ وہ مہر ماہ کو ڈنر پر لے جانے کے لیے یہاں پر آیا تھا۔

موبائل پر کراچی کا نمبر دیکھتے ہوئے وہ گہرا مسکراتے ہوئے شیو پر ہاتھ پھیر گیا۔

گلے میں سلور چین پہنے وہ لائٹ گرین کلر کی شرٹ کے ساتھ وائٹ پینٹس پہننے ہوئے تھا۔ جبکہ ہاتھوں کی انگلیوں پر ٹیٹو جیسے بلیک سٹیکر لگا رہے تھے۔ فاتح اور اسکے شوق بالکل ایک جیسے تھے۔

لیکن چونکہ وہ ٹیٹو نہیں بنوا سکتے تھے۔ اس لئے ان سٹیکرز سے کام چلا لیتے تھے۔ اسکے چہرے پر بھوری شیو خاصی دلکش نظر آرہی تھی۔ وہیں ہیزل براؤن آنکھوں میں ایک پوشیدہ سی چمک بھی تھی۔۔

اتنی جلدی یاد کرنے کی وجہ اپن پوچھ سکتا ہے کیا۔۔؟کال ریسیو کرنے کے بعد بنا سلام دعا کیے شہرام نے مخصوص مسکراتے لہجے میں جاننا چاہا تھا۔اسکا مسکراتا لہجہ دوسری جانب موجود شخص کو آگ لگا چکا تھا۔۔۔

کونسی منحوس گھڑی تھی۔جب میرا سامنا تم جیسی لیچوں سے ہو گیا تھا۔۔۔!کراچی میں بیٹھا وہ شخص کڑھتے ہوئے بولنے لگا تھا۔

اتنا غصہ نہیں کرتے جانو۔۔۔!پہلے ہی تیرے کو لڑکی بھاؤ نہیں دے رہی ہے۔۔۔!ایسے غصہ کر کر کے تو، بالکل تو راکھ ہو جائے گا رے۔۔۔!

دلکشی سے قہقہ لگاتے ہوئے شہرام آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے عمارت کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔۔

شٹ آپ۔۔۔! جسٹ یو شٹ آپ۔۔۔!! شہرام کے چھیڑنے پر وہ آگ بگولہ ہو گیا تھا۔۔اس بار شہرام نے دل کھول کر قہقہ لگایا تھا۔

اگر تم دونوں کی وجہ سے پولیس یا آرمی کا کوئی بھی بندہ میرے اڈے تک پہنچا تو وہ دن تم لوگوں کا اس دنیا میں آخری دن ہو گا۔۔۔! فون پر موجود شخص نے غرا کر واضح کیا۔

اتنا کاہے کو تو سوچ رہا ہے بیرو۔۔! اگر کوئی ایک آدھ بندہ آ بھی جاتا ہے۔ تو اتنا گھبرانے کی کیا ضرورت ہے۔ وکالت کی ٹوپی تو تیرے پاس پہلے ہی پڑی ہوئی ہے۔ بس وہی ٹوپی تو نے انکو پہنا دینی ہے۔۔۔! اور پھر سب خلاس۔۔!

شہرام نے مسکراہٹ دبا کر بالکل عام سے لہجے میں اچانک اسکا راز فاش کیا۔ تو کال پر موجود شخص ایک لمحے کے لیے اپنی جگہ پر ششدر ہو کر رہ گیا۔

شہرام کو اسکی خاموشی سے صاف پتہ چلا تھا۔ کہ تیر بالکل نشانے پر جا کر لگا ہے۔اس لئے حلق میں اٹکتے قہقے پر قابو پاتے ہوئے وہ لفٹ میں داخل ہو گیا۔۔

تم لوگوں نے کمینے پن میں کونسی پی ایچ ڈی کی ہوئی ہے؟ آج مجھے یہ بتا ہی دو۔۔۔!کاش تم لوگوں کو منہ لگانے کی بجائے میں کبیر اور فارس سے دوستی کر لیتا۔۔۔!

اپنا راز فاش ہوتے سن کر وہ بنا کوئی تاثر دیئے طنزیہ انداز میں اپنے فیصلے پر افسوس کرتا چلا گیا تھا۔۔

بیر و تو پریشان نہ ہو۔۔۔! اگر تیری وکالت کی ڈگری کو دیمک لگ گئی ہے۔ تو ہم تیرے کو اپن لوگوں کے بھائی سے مدد لے دیں گئے۔۔۔! شہرام بنا رکے دھماکے کر رہا تھا۔ جن کو سنتے ہوئے وہ غصے سے لمبے سانس خارج کرتے ہوئے منہ پر ہاتھ پھیرنے لگا۔۔۔

چل اب فون رکھ۔۔۔! اپن اپنی بیوی کا دیدار کرنے آیا تھا۔۔۔! اور اچانک بیچ میں تو ٹپک پڑا ہے۔۔۔!

مہر ماہ کے آفس کے سامنے پہنچ کر شہرام نے مدہم آواز میں قہقہ لگاتے ہوئے اسکی جان بخشی کی۔ اسکے وہاں کھڑے ہونے پر آفس کا سٹاف اسکی طرف متوجہ ہونے لگا تھا۔

تم ترسے ہوئے لوگوں کو کوئی اور کام نہیں ہے۔ جو ہر وقت بیویوں سے چپکے رہتے ہو۔۔۔!! شہرام کی بات سنتے ہوئے اس نے منہ بگاڑ کر کہا۔ اور اسکے ساتھ ہی اسکا دل بھی جلنا شروع ہو گیا تھا۔۔

اپن تیرے کو اس کا جواب بعد میں دے گا۔۔۔! ابھی فون رکھ۔۔۔! اسے اپنی بھڑاس نکالتے سن کر شہرام نے تیزی سے فون بند کرتے ہوئے جیب میں رکھ دیا اور انگلی پر گاڑی کی چابی گھماتے ہوئے مہر ماہ کے آفس کی طرف بڑھنے لگا۔

اشارے سے سب کے سلام کا جواب دینے کے بعد وہ اچانک آفس میں داخل ہوا تو ٹیبل کے اس پار اسکی حسینہ بیٹھی نظر آئی تھی۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر مہر ماہ نے چونک کر چہرہ اوپر اٹھایا تو دروازے میں شہرام کو کھڑے

دیکھ کر وہ ایک دم اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی۔۔اسکے متوجہ ہونے پر وہ بے پرواہی سے مسکراتے ہوئے کندھے آچکاتے ہوئے مہر ماہ کا دل دھڑکا چکا تھا۔

تم یہاں۔۔! وہ ششدر ہوتے اسکی طرف دیکھنے لگی تو پل بھر میں مہر ماہ کے سراپے کا جائزہ لیتے ہوئے اسکی ہیزل آنکھیں مخمور ہونے لگیں۔۔۔

کیوں پیاری بیگم۔۔۔؟ کیا میں نہیں آسکتا یہاں پر۔۔۔؟ مہر ماہ کے سراپے سے متاثر ہوتے وہ قدم اٹھاتے ہوئے اسکی طرف بڑھا تو مہر ماہ نے سانس روکتے ہوئے ٹیبل کو تھام لیا تھا۔۔

نجانے کیوں وہ اسے دیکھتے ہی حواس باختہ ہو جاتی تھی۔ سامنے کھڑے شخص میں کوئی عجیب سا سحر تھا۔ جو اسے سنبھلنے پر مجبور کرتا تھا۔ جو اسکی گھبراہٹ میں اضافہ کر دیتا تھا۔۔

مجھے ویسے یاد کیوں نہیں کرتی۔۔۔! جیسے میں تمہیں پل پل یاد کرتا ہوں۔۔۔! مہر ماہ کے قریب بالکل اسکے سامنے کھڑے ہو کر شہرام تیزی سے اسکی کمر میں بازو حائل کرتے ہوئے گھوم کر اسکی کرسی پر بیٹھتے ہوئے مہر ماہ کو گود میں بٹھا کر شکوہ کر گیا تھا۔۔

یہ اتنا اچانک اور غیر متوقع ہوا تھا۔۔ کہ وہ کچھ سمجھ ہی نہیں پائی تھی۔ اسکے گولڈن بال لہراتے ہوئے اسکے کندھوں پر گرے تھے۔ شہرام کو کندھوں

سے تھامتے ہوئے وہ اپنے حواس بحال کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ کیونکہ اتنے میں ہی اسے اپنا سر چکراتے ہوئے محسوس ہو رہا تھا۔۔

اسکی حالت دیکھتے ہوئے شہرام نے اسکی کمر کو زور سے جکڑتے ہوئے مسکراہٹ دبائی۔۔۔

جب تم مجھ سے یوں ڈرتی ہو۔۔۔! تو میرا دل بے چین ہوتے تمہیں مزید ڈرانے کو مچلتا ہے مہرو۔۔۔! اسکی گردن میں چہرہ چھپا کر انتہائی گھمبیر لہجے بولتے ہوئے شہرام نے جیسے ہی آخر پر اسے "مہرو" پکارا تو مہرماہ کا دل سچ میں ایک پل کے لئے دھڑکنا بھول گیا تھا۔۔ یہ شخص صرف اسکا نام پکارتے ہوئے اسکی سانس تیز کر گیا تھا۔ اگر اپنی آئی پر آتا تو نجانے مہرماہ کے ساتھ کیا کر دیتا۔ وہ ہونٹ کا کونا دبا کر سوچنے پر مجبور ہو گئی۔۔

شش۔۔شہری۔۔۔!!بے قرار ہوتے کسمسا کر مہر ماہ نے اسے پکارا۔جو اسکی گردن میں چہرہ چھپاتے ہی اپنی تیز سانسوں سے اسے بوجھل کرنے لگا تھا۔مہر ماہ کے پکارنے پر شہرام نے اسکی کمر کو زور سے جکڑ کر خود میں بھینچتے ہوئے نرمی سے اسکی سائیڈ گردن چومی تو مہر ماہ تیزی سے آنکھیں میچ گئی تھی۔اسکے ہاتھوں کی انگلیوں نے بے اختیار کانپنا شروع کر دیا تھا۔

شہرام نے اسکا لرزنا محسوس کیا تو اسکی گردن سے چہرہ باہر نکالتے ہوئے اسکی طرف دیکھنے لگا۔۔۔

مجھے تم پر ترس آرہا ہے مہرو۔۔۔!مہر ماہ کی حالت پر چوٹ کرتے ہوئے وہ اچانک شرارت سے ہنس پڑا تھا۔جس کے بدلے مہر ماہ اسے خفگی سے دیکھ گئی تھی۔جو اسکی سانسیں روک کر اب مذاق اڑا رہا تھا۔

تم ایسے ہی کرتے ہو۔۔۔! خفگی سے بول کر وہ اسکی گود سے اٹھنے لگی تو شہرام نے تیزی سے اسے واپس کھینچتے ہوئے اٹھا کر اپنے سامنے ٹیبل کے اوپر بٹھا دیا۔اور مسکراہٹ دباتے ہوئے پانی کا گلاس اٹھا اسکے لبوں سے لگایا۔۔۔

مہر ماہ پانی پیتے ہوئے اسے ناراضگی سے دیکھنے لگی تو شہرام نے اسکا نازک ہاتھ تھامتے ہوئے چوم لیا۔میرون رنگ کے ڈریس میں وہ سیدھا اسکے دل میں اتر رہی تھی۔

کیوں آئے ہو یہاں۔۔۔؟ پانی پینے کے بعد مہر ماہ کچھ سنبھلی تو اسکے یہاں آنے کا مقصد پوچھنے لگی۔۔

تمہیں دیکھنے آیا ہوں۔۔۔! مہر ماہ کی نیلی بوجھل آنکھوں کی نمی میں جھانکتے ہوئے اس نے کھوئے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔۔ جبکہ مہر ماہ اسکی آنکھوں کی تاب نہیں سہہ پا رہی تھی۔

شہری۔۔۔! صحیح جواب دو۔۔۔! اسکی نظروں سے تنگ آتے وہ جھنجھلاہٹ کا شکار ہونے لگی تھی۔

اور اگر میں صحیح جواب نہ دوں تو۔۔۔! اسکی کمر میں بازو حائل کرتے ہوئے شہرام نے آہستہ آہستہ اسے خود پر جھکانا شروع کیا تو مہر ماہ سانس روکتی چلی گئی۔ شہرام اسے اپنے سامنے ٹیبل پر بیٹھائے خود پر مکمل طور پر جھکا چکا تھا۔۔۔

ہم آفس میں ہیں شہری۔۔۔! مہر ماہ اسکی آنکھوں میں کھوئے ہوئے آہستہ سے بولی تھی۔تاکہ اسے ہوش بھلانے سے پہلے یاد دلا سکے۔کہ وہ اکیلے نہیں ہیں۔کوئی کسی بھی وقت آسکتا تھا۔

ہم ایک دوسرے میں ہیں جانم۔۔۔! مہر ماہ کے سے انداز میں ہی بولتے ہوئے اسکے لبوں کے قریب ہو کر شہرام نے گہرا سانس بھرا تو مہر ماہ کا دل یکباری سے دھڑکنے لگا تھا۔مقابل کا گھمبیر لہجہ سنتے ہوئے مہر ماہ کے ماتھے پر ہلکا ہلکا پسینہ نمودار ہو رہا تھا۔

شہرام نے بے حد نزدیک ہوئے اسکے نازک ہونٹوں پر اچانک ہولے سے پھونک ماری تو مہر ماہ کے ہونٹ کپکپانے لگے۔جس کو دیکھ کر وہ اسی پل گہرا مسکرا دیا تھا۔۔۔

وہ آنکھیں بند کیے بے بسی سے اپنا وجود ڈھیلا چھوڑے ہوئے تھی۔ مہر ماہ کے ہونٹوں پر لگا خوبصورت رنگ دیکھتے ہوئے شہرام کا دل مچل رہا تھا۔ لیکن وہ جان بوجھ کر اسے چھو نہیں رہا تھا۔ کیونکہ اسے مہر ماہ کو تڑپانا بہت پسند تھا۔۔۔

یہ عشق ہمارا کیسا ہو۔۔؟ یہ عشق ہمارا ایسا ہو۔۔! کہ ساری دنیا یاد کرے۔۔!! یونہی اسے قریب کیے وہ اسکے لبوں پر سانسیں چھوڑتے ہوئے بھاری آواز میں بولتے ہوئے آخر پر شوخی سے مسکرایا تو مہر ماہ اپنا ہونٹ کاٹتے ہوئے بے بسی سے آنکھیں کھول گئی۔۔۔

مجھے تنگ نہیں کرو پلیز۔۔! اسکی شرارتوں کو سمجھتے ہوئے وہ تھکے انداز میں التجا کر گئی تھی۔ تاکہ وہ اس پر ترس کھالے۔۔۔

کھانے پر چلو گی۔۔۔؟مہر ماہ کی بے ترتیب سانسوں پر رحم کھاتے ہوئے وہ پیچھے ہٹتے ہوئے ہنس کر پوچھ گیا۔ جبکہ وہ خود کو سنبھالتے ہوئے خفگی سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔۔

اس لئے آئے تھے یہاں پر۔۔۔؟وہ نروٹھے پن سے بولی۔۔۔!

ہاں کیونکہ بھائی لوگوں کی رخصتی کے بعد میں جا رہا ہوں۔۔!کرسی سے کھڑے ہوتے اسکی کمر کو تھام کر اسے ٹیبل سے نیچے اتارتے ہوئے شہرام نے اسے اپنے سامنے کھڑا کر دیا۔۔

کہاں جا رہے ہو۔۔۔؟وہ چونک کر سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی تھی۔

کام ہے جانم۔۔۔!مہر ماہ کا ماتھا چومتے ہوئے شہرام نے سائیڈ پر پڑا اسکا کوٹ اٹھایا۔۔

کونسا کام۔۔! تم تو کوئی کام نہیں کرتے ہو۔۔۔!

کام کا سن کر وہ مزید الجھ کر اسکی طرف دیکھنے لگی تھی۔ بھلا "شہرام علی" کو کونسے کام تھے۔۔۔

میرے اپنے کچھ پرسنل کام بھی ہوتے ہیں مائے بزنس گرل۔۔! مہرماہ کے سیدھا سیدھا بولنے پر وہ بے اختیار اسے جتا کر بولا تھا۔ یہ صحیح تھا۔ کہ انکے گھر والے انکے کسی کام کو کام ہی نہیں سمجھتے تھے۔ شہرام کا جواب سن کر اب بھی مہرماہ کو یقین نہیں آرہا تھا۔ کہ سچ میں وہ کوئی کام بھی کرتا ہو گا۔۔۔ اس لئے آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے مسلسل اسے دیکھتی چلی گئی۔

اسے کوٹ پہنانے کے بعد اسکی کمر کو تھام کر وہ ہنس کر گلاسز لگاتے ہوئے اسے یوں ہی تھامے آفس سے باہر نکلا تھا۔

سیب کھاتے ہوئے آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے رباب لاؤنج میں داخل ہوئی تھی۔ جہاں ہل چل سی مچی دیکھائی دے رہی تھی۔ کیونکہ اسکی ماں اسکے نکاح کی تیاریوں میں مصروف تھی۔۔

چھڑی کے ساتھ تھوڑا تھوڑا سا سیب کاٹتے ہوئے وہ کھانے میں مصروف تھی۔

ہر چیز کا بغور جائزہ لیتے ہوئے وہ گرنے والے انداز میں صوفے پر آڑی ترچھی لیٹ کر ماں کی طرف مسلسل دیکھنا شروع ہو گئی۔ اسکی نظروں کی تپش پر ملازموں کو ہدایت دیتی ہوئی میرال بے اختیار اپنی صاحبزادی کی طرف مڑی تھیں۔

کیا۔۔۔؟ بیٹی کی مشکوک نظروں پر وہ بے ساختہ سوالیہ انداز میں اسے دیکھتے ہوئے بولیں۔۔ لیکن رباب جواب دینے کی بجائے منہ چلاتے ہوئے نظریں تیکھی کر گئی تھی۔۔

رابی کیا مسئلہ ہے۔۔۔؟ کیوں ایسے دیکھ رہی ہو مجھے۔۔؟ میرال کو اب بے اختیار بیٹی کے ایسے دیکھنے کے انداز سے الجھن سی ہوئی تھی۔۔

دیکھ رہی ہوں۔۔۔! کہ کہیں آپ میرے ساتھ کوئی مشن تو نہیں چلا رہی ہیں۔۔۔! ماں کے دوبارا استفسار کرنے پر آخر کار اب وہ شک کرنے والے لہجے میں بولی تھی۔۔۔

کونسا مشن۔۔۔؟ میرال نے بے ساختہ اپنی بیٹی کو غور سے دیکھا۔ جو کوئی جاسوس بنی نظر آ رہی تھی۔

یہ ہی کہ کہیں نکاح ہونے کے بعد مجھے ترکی بھیجنے سے آپ پھر مکر نہ جائیں۔۔۔!

دل میں پیدا ہوتے شک کو آخر کار ظاہر کرتے وہ کہہ گئی۔ میرال نے بھونیں آچکا کر بیٹی کے تاثرات ملاحظہ کیے تھے۔ شاید کچھ دن پہلے ہوئی ڈیل کو لے کر وہ شُکُوک و شُبہات کا شکار ہو رہی تھی۔ اسی لئے ایسا بول رہی تھی۔۔

میرال نے اسی ایک شرط پر اسے نکاح کے لئے راضی کیا تھا۔ کہ وہ اسکا نکاح کروانے کے بعد اسے ترکی جانے کی اجازت دے گئیں۔۔۔

میرا دماغ خراب ہے کیا۔۔۔؟جو اتنے سے کام کے لیے ڈبل خرچہ کر رہی ہوں۔۔۔! خالصتاً دیسی ماؤں والا انداز اپناتے ہوئے میرال نے بیٹی کو جواب دیا تھا۔تاکہ وہ اپنے چھوٹے سے دماغ پر مزید زور نہ ڈالے۔۔

نکاح تو آپ نے میرا پکا کر ہی دیا ہے۔۔! لیکن مجھے میرا دولہا تو دیکھایا ہی نہیں۔۔۔! ماں کی بات پر کچھ کچھ یقین کرتے ہوتے رباب نے سیب کھاتے ہوئے مزید کہا تھا۔۔

نکاح والے دن دیکھ لینا۔۔۔! بیٹی کے مطالبے کو وہ رد کر گئیں۔۔

اگر تب وہ مجھے پسند نہ آیا تو۔۔۔؟ وہ آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے کسی خدشے کے تحت تیزی سے بولی تھی۔

کیوں نہیں پسند آئے گا۔۔۔؟ تمہارے نعمان ماموں کسی سے کم ہیں کیا۔؟ جوانکے بیٹے کو لے کر تم شک کا شکار ہو رہی ہو۔۔۔! رباب کے فضول سے ڈر کو نظر انداز کرتے ہوئے میرال نے اسے گھوری ڈالی تھی۔ جو اتنے دن گزرنے کے بعد اچانک اب سوالوں کا ٹوکرا اکھٹا کر لائی تھی۔۔۔

نہیں ماموں تو بیسٹ ہیں۔۔! پر انکے بیٹے کو میں نے کبھی دیکھا ہی نہیں ہے۔۔اس لئے بس ایسا بول رہی ہوں۔۔۔! کیونکہ ضروری تو نہیں کہ اگر ماں باپ پیارے ہیں تو اولاد بھی ان جیسی ہی پیاری نکلے۔۔۔! کبھی کبھار ایسا نہیں ہوتا نا۔۔ سمجھ جائے نا آپ مام۔۔۔! رباب شاید اپنے ہونے والے دولہے کو لے کر ان سکیور ہو رہی تھی۔ اس لئے ماں کو سمجھانے والے انداز میں بتانے کی کوشش کرنے لگی۔۔

میں سب سمجھ رہی ہوں۔۔ لیکن فلحال تم میرا سر کھپانا بند کرو۔۔۔!

ڈائری پر چیزوں کی فہرست بناتے ہوئے میرال نے مصروفیت سے جواب دیا تھا۔۔۔

ٹھیک ہے پھر۔۔۔! اگر نکاح والے دن مجھے وہ نمونہ پسند نہ آیا تو میں بنا سوچے سمجھے انکار کر دوں گی۔اور ترکی جا کر اپنے جہان سکندر سے شادی کر لوں گی۔۔! ماں کو اپنی باتوں پر سنجیدہ ہوتے نہ دیکھ کر وہ واضح کرتے ہوئے صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔اور نخریلے انداز میں اپنی شرط بتانے کے بعد یہ جا وہ جا ہونے لگی کہ اچانک کچھ یاد آنے پر پھر ماں کی طرف مڑتے ہوئے پوچھ گئی۔

دولہے کی طرح کیا مجھے اپنا لہنگا دیکھنے کو بھی نہیں ملے گا۔۔۔!

میرال جو اسکے ترکی کے جہان سکندر سے تنگ آئی ہوئی تھیں۔اور اب اسکی شرط سننے کے بعد غصے کے باعث اسے گھورنا شروع کر چکی تھیں۔کہ اسکے سوال پر ضبط کرتے بولیں۔۔۔

تُمہاری علینہ مامی تھوڑی دیر میں لے کر آرہی ہیں۔۔۔!پسند کر لینا خود ہی۔۔۔!!میرال غصے سے سر جھٹک کر بول گئی تھیں۔۔رباب اب لہنگے کے بارے میں راضی ہوتے سر ہلا کر مستی سے چلتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف جا چکی تھی۔۔۔

میں بھی تمہاری ماں ہوں۔۔!تمہارا یہ ترکی کا بھوت تو اتار کر رہوں گی۔۔۔!پتہ نہیں کب اس جہان سکندر سے میری جان چھوٹے گی۔۔۔!بیٹی کی حرکتوں سے تنگ آتے وہ غصے سے بڑبڑانا شروع کر چکی تھیں۔

ناز۔۔۔! بیہ اسے پکارتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئیں تو ناز کو نیچے زمین پر بیٹھے دیکھ کر وہ تیزی سے اسکی طرف بڑھی تھیں۔۔۔

ناز۔۔۔! کیا ہوا میری جان۔۔۔! ایسے نیچے کیوں بیٹھی ہوئی ہو۔۔۔! اسے کندھوں سے تھام کر انہوں نے فکر مند ہوتے اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔۔۔

کچھ نہیں مام۔۔! بس سر بہت چکرا رہا ہے۔۔۔! ناز نے بند آنکھوں سے جواب دیا تھا۔

تمہیں میں نے کتنی بار کہا ہے۔ کہ اس حالت میں زیادہ دیر کمرے میں اکیلی نہ رہا کرو۔ بلکہ سب کے ساتھ نیچے بیٹھا کرو۔۔! ابھی میں کمرے میں

نہ آتی تو پھر۔۔۔! اسے سہارا دے کر کھڑا کرتے ہوئے وہ ڈانٹنا شروع ہو گئی تھیں۔ جس پر وہ ناز آنکھیں کھول کر ناک چڑھا کر ماں کو دیکھنے لگی۔۔

پورا پورا اپنے داماد کی طرح بننے کی کوشش کر رہی ہیں آپ۔۔۔! ماں کے ڈانٹنے پر وہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے منہ بسور گئی۔

صحیح تو وہ کہتا ہے۔۔! پر تم کہاں سنتی ہو کسی کی بھی۔۔۔! بیہ تاسف سے سر ہلا کر بولتے ہوئے ساتھ چیزیں سمیٹنا شروع ہو گئیں۔۔۔

اپنے داماد کی تعریفیں چھوڑ کر یہ بتائیں۔ آپ مجھے بلانے کے لیے کیوں آئی تھیں۔۔۔! ناز نے بے ساختہ سوال کیا تھا۔

ہاں دیکھو میں کہنے کیا آئی تھی۔ اور تم نے مجھے کہاں الجھا دیا۔۔۔! یاد آنے پر بیہ بے اختیار ماتھے پر ہاتھ مار گئیں۔۔

مشو تمہارا رخصتی کا جوڑا لے کر آئی ہے۔۔! اسی لئے بلانے آئی تھی۔ کہ دونوں بہنیں نیچے آ کر دیکھ لو۔۔! ناز کی طرف مڑتے ہوئے بیہ اسے بتانے لگی تھیں۔ کہ وہ کیوں اسے بلانے آئیں تھیں۔۔

تو اس کے لئے ہمیں بلانے کی کیا ضرورت تھی بھلا۔۔! مجھے چھوٹی ماما کی چوائس پر پورا یقین ہے۔۔۔! ناز نے مسکراہٹ دبا کر پوری سنجیدگی کے ساتھ اپنی ساس کی طرف داری کی تو بیہ فورا اٹھٹک کر بیٹی کو دیکھ گئیں۔ اور اگلے ہی پل وہ بھونیں سکیڑ چکی تھیں۔۔۔

یہ چالاکیاں کہیں اور کرنا بیٹا۔۔۔! کیونکہ میں عام ماؤں کی طرح بھولی بھالی نہیں ہوں۔۔! بیہ اسے خبردار کرتے ہوئے تیز نظروں سے دیکھ رہی

تھیں۔ وہ اچھے سے سمجھ گئی تھیں۔ کہ انکی بیٹی جان بوجھ کر بدلہ اتارنے کے لئے ساس کی ضرورت سے زیادہ طرف داری کر رہی ہے۔

ہاں تو۔۔۔! آپکو اپنے داماد ہم سے زیادہ پیارے ہیں۔ تو ہمیں بھی اب سے ہماری "آفیشلی مدران لاز" سب سے زیادہ عزیز ہو چکی ہیں۔۔! ناز نے ناک چڑھا کر آگاہ کرتے ہوئے کہا تھا۔

ایسی نافرمان اور آتش فشاں قسم کی اولاد تمہاری ساسوں کو ہی مبارک ہو۔۔۔! مجھے چاہیئے بھی نہیں ہے۔۔۔! بیٹی کی باتوں پر زرا بھی اثر لیے بنا بیہ ان سے پیچھا چھڑانے والے انداز میں بول گئی تھیں۔ جیسے انہیں زرا بھی فرق نہیں پڑتا ہو۔۔! ناز تو بے اختیار ماں کو دیکھتی رہ گئی۔۔

جارہی ہوں میں پھر نیچے اپنی ساس کے پاس ہی۔۔! ڈیڈ کو آنے دیں زرا بتاؤں گی میں انکو یہ سب۔۔۔! ماں کو دھمکاتے ہوئے نازا گلے ہی پل غصے سے کھڑی ہو کر کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔ بیٹی کو جلتے بھنتے دیکھ کر بیہ بھرپور ہنستے ہوئے فورا اسکے پیچھے ہوئیں۔ تاکہ اسے دھیان سے نیچے لے جا سکیں۔

لاؤنج میں ایک عجیب سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔! نعمان خان شعلہ بار نظروں سے اپنی نافرمان اولاد کو دیکھ کم بلکہ گھور زیادہ رہے تھے۔۔ایک طرف ارسل خان بپھرا بیٹھا ہوا تھا۔ تو دوسری طرف نعمان خان کا بھی غصے سے برا حال تھا۔

لیکن ان دونوں کے بیچ فارس اور کبیر بے بسی سے بیٹھے ہوئے تھے۔ کل چونکہ نکاح کا دن تھا۔

اس لئے نعمان خان نے حتمی فیصلے کے لئے آج فارس اور کبیر کو بھی بلوالیا تھا۔تاکہ وہ آکر اپنے چھوٹے بھائی کو کچھ عقل دے سکیں۔جو باپ کی دی ہوئی زبان کو سنجیدہ ہی نہیں لے رہا تھا۔علینہ خانم اور محبت بھی پریشان ہوتے بیٹھی تھیں۔

تو ارسل خان تم نکاح نہیں کرو گئے۔۔۔! لاؤنج میں اچانک نعمان خان کی گرج دار آواز گونجی۔۔۔

نہیں۔۔۔! ایک آدھا لمحہ بھی ضائع کیے بنا جھٹ سے دوسری جانب سے پھر انکار گونجا تھا۔جس کو سن کر نعمان خان بل کھا کر رہ گئے۔

نعمان خان نے غصے سے اب فارس اور کبیر کی طرف دیکھا۔ جیسے کہنا چاہ رہے ہوں۔ کہ تم دونوں کو میں نے یہاں چنے بیچنے کے لیے بلوایا ہے۔ جو منہ میں دہی جما کر بیٹھ گئے ہو۔۔

چھوٹے خان۔۔! اپنے چاچے کی گھوریوں پر ہنسی دبا کر فارس اگلے ہی پل گلا کھنکھار کر اسے مخاطب کر گیا تھا۔

جی بھائی۔۔۔! بڑے بھائی کے مخاطب کرنے پر ارسل نے فورا مؤدب و نرم لہجے میں جواب دیا۔ بیٹے کی اس دوہری پالیسی پر نعمان خان کا اب مزید غصے سے برا حال ہوتا جا رہا تھا۔ آخر ایسا کیا تھا۔ کہ وہ سب ان دو انسانوں کے سامنے سر بھی نہیں اٹھاتے تھے۔ پر باپ کے سامنے انکی زبان رکتی نہیں تھی۔۔

کیوں نہیں مان رہے ہو تم چاچو کی بات۔۔۔؟ فارس نے پیار سے جاننا چاہا۔۔انکے پیار پر نعمان خان بے ساختہ عش عش کر اٹھے تھے۔۔

کیونکہ آپکے چاچو میرے ساتھ زبردستی کر رہے ہیں بھائی۔۔! ارسل نے بھی اسی انداز میں لاڈ سے منہ بنا کر باپ پر نظر ڈالتے ہوئے بڑے بھائی کو شکایت لگائی تھی۔۔

ہاں اسکو تکبیر پھیر رہا ہوں میں۔۔۔! زبردستی کا کچھ لگتا۔۔۔! اسکے الفاظ پر نعمان خان فوراً سلگ اٹھے تھے۔۔

خان جب آپ نے انکو بات کرنے کے لئے بلایا ہوا ہے تو پھر کرنے دے نا انکو بات۔۔۔! علینہ خانم نے فوراً بولتے ہوئے شوہر کو مزید مداخلت کرنے سے روکا تھا۔اور ساتھ ہی کبیر اور فارس کو التجائیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے

ارسل کو منانے کا اشارہ کیا۔اپنی چاچی کے اشارے پر وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں انکو تسلی دے گئے۔۔

چھوٹے خان۔۔!تم کسی کو پسند بھی نہیں کرتے پھر اس انکار کی کیا وجہ ہے۔۔۔!فارس نے اس بار سنجیدہ لہجے میں اسے مخاطب کیا۔۔

بھائی۔۔۔!آپ یہ بھی تو دیکھیں نا کہ کیسے یہ لڑکیوں کی طرح مجھے ٹریٹ کر رہے ہیں۔۔!یہ تو کھلم کھلا زبردستی ہو رہی ہے میرے ساتھ۔۔۔!میں ایک بار بھی اس لڑکی کو ملا تک نہیں ہوں۔۔!جس کے ساتھ یہ میرا نکاح طے کیے بیٹھے ہیں۔آپ ہی بتائیں۔کہ میں اتنا بڑا فیصلہ صرف ان کے کہنے پر کیسے لے لوں۔۔۔!ارسل خان نے جھنجھلاہٹ کا شکار ہوتے بتانے کی کوشش کی تھی۔کہ وہ کیونکر نکاح کی حامی نہیں بھر رہا ہے۔۔

گندی اولاد۔۔۔! میں کسی غیر سے تمہارا نکاح نہیں کر رہا ہوں۔۔! بلکہ تمہاری میرال آنی کی بیٹی کے ساتھ تمہارا نکاح طے کیا ہے۔۔۔!

اسکی ساری بات کے بدلے میں فارس کے جواب دینے سے پہلے ہی نعمان خان خود کو بولنے سے روک نہیں پائے تھے۔ جس پر ارسل خان بے حد چونک کر انکو دیکھنے لگا تھا۔

میرال آنی کی بیٹی۔۔۔؟ حیرانی سے اس نے بے اختیار انکے کہے الفاظ دہرائے تھے۔ لیکن اگلے پل وہ دوبارہ مخالفت کرتے ہوئے بول اٹھا۔۔

ہاں تو میرال آنی کی بیٹی سے میں کونسا آج تک ملا ہوں۔۔! نہ دیکھا ہے کبھی اسے۔۔۔! ایک آدھ بار بس بچپن میں ہی اسے دیکھا تھا۔۔۔! اور اب

اچانک وہ کہاں سے ٹپک پڑی ہے۔ کہ آپ بنا کوئی ملاقات کروائے سیدھا سیدھا میرا نکاح ہی طے کر آئے ہیں۔۔!

ارسل نے یاد کرنے کی کوشش کی تھی۔ پر اتنے سال گزرنے کے بعد بھی اسے اپنی میرال آنی کی بیٹی کا چہرہ یاد نہیں آرہا تھا۔۔

ہاں تو تم کیا چاہ رہے تھے۔۔؟ کہ میں بے غیرت بنتے ہوئے تمہیں پہلے بچی کے ساتھ کسی ڈیٹ پر بھیجتا اور پھر نکاحِ خیر کی آپ جناب سے اجازت طلب کرنے آتا۔۔۔! اسکے مسلسل انکار پر اب نعمان تیش سے طنزیہ بولتے چلے گئے۔

انکے الفاظ پر خاموش بیٹھے کبیر اور فارس کو تیزی سے ہنسی آئی۔ جس کو وہ ہاتھ کی مٹھی سے چھپانے کی کوشش کرنے لگے۔۔

ویسے آئیڈیا تو برا نہیں تھا۔۔! بڑے بھائیوں کو ہنسی چھپاتے دیکھ کر ارسل بھی کھسیانے پن سے سر کجھاتے ہوئے سراہنے والے انداز میں بولا تھا۔

رکو تم زرا۔۔۔! میری گن کہاں ہے۔۔۔؟ تمہیں میں ڈیٹ پر نہیں بلکہ سیدھا اب اوپر ہی بھیجتا ہوں۔۔۔! اسکی بے شرمی پر نعمان خان غصے سے اپنی گن تلاش کرنے لگے تو ارسل ہنسی ضبط کرتے ہوئے فورا اٹھ کر کبیر اور فارس کے بیچ جا کر بیٹھ گیا۔۔۔ وہ بھی اپنے قہقہے پر قابو نہیں رکھ پائے تھے۔

یار چاچو۔۔! ہمیں بات کرنے کا موقع تو دیں نا زرا۔۔! ٹھنڈے ہو جائیں۔۔۔! کبیر نے ہنسی روک کر جلدی سے انکو روکتے ہوئے ٹھنڈا کرنا چاہا تھا۔

خان وہ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔۔۔! آپ کسی کو کچھ بولنے کا موقع تو دے نہیں رہے ہیں۔۔۔! علینہ خانم بھی تاسف سے شوہر کو سمجھانے کی کوشش کرنے لگیں۔ جو بس جلد بازی کا شکار ہو چکے تھے۔۔ اور کسی بھی طرح ارسل سے ہاں سننا چاہ رہے تھے۔۔۔

چاچی آپ انکو باہر لے کر جائیں۔۔! فارس نے اشارہ کرتے ہوئے علینہ خانم سے بے اختیار کہا۔ کیونکہ نعمان خان کی موجودگی میں بات کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ علینہ خانم بھی سر ہلا کر نعمان خان کو کھڑا کرنے لگیں۔

اگر یہ نکاح کے لئے نہ مانا تو میں بتا رہا ہوں۔ کہ میں زہر کی گولیاں کھالوں گا پر مروں گا پھر بھی نہیں۔۔۔! کیونکہ مجھے ابھی بہت جینا ہے۔۔۔! اللہ میری عمر دراز کرے۔۔! آمین!!

نعمان خان نے بیٹے کے ساتھ ساتھ بھتیجوں کو بھی سنگین قسم کی دھمکی لگاتے ہوئے آخر پر اچانک غیر متوقع یوٹرن مارا تو وہ منہ کھول کر انکو دیکھتے رہ گئے۔ جبکہ علینہ خانم تو انکے شروع کے الفاظ پر دہل کر سینے پر ہاتھ رکھ چکی تھیں۔۔

ڈونٹ وری خانم۔۔

ڈونٹ وری خانم۔۔۔! اسکو سولی چھڑا کر بھی میں زندہ رہوں گا۔۔! کیونکہ ابھی تو مجھے اپنے شیر کو بھی دلہن بنتے دیکھنا ہے۔۔۔! بیوی کو پریشان دیکھ کر نعمان خان سینے سے انکا ہاتھ ہٹاتے ہوئے محبت پر پیار بھری نظر ڈال کر ہلکے پھلکے لہجے میں بولے تھے۔۔ جبکہ وہ تینوں تو اپنی اپنی جگہ پر بے یقینی سے انکو تک رہے تھے۔

وہ سمجھ رہے تھے۔ کہ شاید نعمان خان بیٹے کو منانے کے لیے کوئی ایموشنل بلیک میلنگ کرنے والے ہیں۔ لیکن آخر پر تو وہ کہانی کے ساتھ ساتھ جذبات ہی بدل گئے تھے۔

علینہ خانم تاسف سے ماتھا پیٹتے ہوئے شوہر کو باہر لے گئی تھیں۔۔۔

واہ کیا انداز ہے۔۔۔! فارس متاثر کن انداز میں بولا تو کبیر کا قہقہ ابلا۔۔۔ انکا پورا خاندان ہی کھسکا ہوا تھا۔ سب ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔ ابھی نعمان خان اپنی دھمکیوں سے ثابت کر کے گئے تھے۔ کبیر کو ہنستے دیکھ کر فارس اور ارسل بھی ہنستے ہوئے صوفے کے ساتھ ٹیک لگا گئے۔۔

ہاں بھئی چھوٹے شہزادے۔۔۔! اب بتاؤ کیوں ضد لگائی ہوئی ہے۔۔۔! ہنسی کو روکتے ہوئے کبیر نے بے ساختہ ارسل کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے

ہوئے اسے مخاطب کیا۔ارسل جواب دینے کی بجائے لاڈ سے کبیر کی گود میں سر تو فارس کی گود میں ٹانگیں رکھتے ہوئے لیٹ گیا تھا۔

آپ دیکھ تو رہے ہیں بھائی۔۔۔! وہ میرے ساتھ ضد لگا کر بیٹھے ہیں میں نہیں۔۔۔! ارسل نے سکون سے ہر چیز کا قصوروار باپ کو ٹھہرا دیا تھا۔۔۔

وہ تو ہم دیکھ ہی رہے ہیں۔۔! لیکن تم بھی بتاؤ کہ تم کیوں انکار کر رہے ہو۔۔۔! اسکی بات سنتے ہوئے فارس نے اگلا سوال کیا۔۔

آپ سب نے پسند کی شادیاں کی ہیں۔۔! پھر میرے ساتھ کیوں یہ ٹیپکل شادیوں والی زور زبردستی ہو رہی ہے۔۔۔؟ منہ بناتے ہوئے ارسل نے جواز پیش کیا۔۔۔

او۔۔۔! تو یہ اصل وجہ ہے۔۔۔! فارس سمجھنے والے انداز میں سر ہلاتے ہوئے بے ساختہ بول گیا۔۔۔

پرلاڈ صاحب آپ یہ کیوں بھول رہے ہیں۔۔۔! کہ آپکے سب بھائیوں نے پسند کی شادی نہیں کی ہے۔۔ بلکہ ایک کے ساتھ آپ سے بھی زیادہ زور و بردستی کی گئی تھی۔ یا دوسرے الفاظ میں ظلم ڈھایا گیا تھا۔ یہ کہنا بہتر ہو گا۔۔۔! اسکے انکار کی اصل وجہ جان کر کبیر اسے کچھ یاد دلانے لگا تھا۔ جبکہ فارس فورا سمجھ چکا تھا۔۔ کہ کبیر کا اشارہ کس طرف ہے۔۔۔

کس کے ساتھ۔۔۔؟ ارسل نے دماغ پر زور ڈالتے ہوئے نا سمجھی سے تیزی سے جاننا چاہا تھا۔ کہ یہاں کس کا حوالہ دیا جا رہا ہے۔۔۔!

"ایشام صدیقی" کے ساتھ۔۔! اسکے پوچھنے پر کبیر نے مسکرا کر نام لیا تو ارسل اسی لمحے بے حد ٹھٹک کر دیکھ گیا۔ ایک ساتھ اسکے ذہن میں پرانے سب مناظر گردش کرنا شروع ہو گئے تھے۔ اگلے پل ایشام کی پتلی حالت کو یاد کرتے ہوئے اسکا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

آ گیا نا یاد۔۔! تمہارے ساتھ تو پھر تمہارے ابا حضور زبردستی کر رہے ہیں۔۔! اس بیچارے کا سوچو جب اسکے ساتھ ایک چھوٹی سی بچی نے پورے دھڑلے کے ساتھ جبرا نکاح کر لیا تھا۔ اور وہ کچھ بھی نہیں کر پایا تھا۔۔! کبیر ہنس کر اسے مزید بتانے لگا۔ تاکہ وہ اس غلط فہمی سے باہر نکل آئے کہ صرف اسکے ساتھ زبردستی کی جا رہی ہے۔۔۔

پر بھائی تب ایشام بھی تو چھوٹا بچہ ہی تھا۔اس لئے خود کو بچا نہیں پایا تھا۔

لیکن اب تو ایسا کچھ نہیں ہے۔۔۔! ارسل نے خود اعتمادی سے جواب دیا۔۔

پر ایسا کر کے کیا ہو گا چھوٹے خان۔۔۔! چاچو اب زبان دے چکے ہیں۔۔! اور پھر وہ کوئی غیر بھی نہیں ہیں۔۔! میرال آنی کو برا لگے گا۔۔۔! اس لئے سمجھنے کی کوشش کرو۔۔! فارس نے پیار سے سمجھاتے ہوئے اسکے بال سنوارے تھے۔۔۔

پر بھائی۔۔۔! یار مجھے برا لگ رہا ہے نا کہ مرد ہونے کے باوجود بھی میرے ساتھ لڑکیوں والی زبردستی کی جا رہی ہے۔۔۔! بات سمجھ آنے پر ارسل

اگلے ہی پل مزید شکوہ کر گیا۔۔ شاید اسکی انا یہ بات قبول کرنا ہی نہیں چاہ رہی تھی۔

ایسا کچھ بھی نہیں ہے چھوٹے خان۔۔! تمہیں اب چاچو نہیں بلکہ ہم منا رہے ہیں۔۔۔! تو تم یہ نہیں سوچ سکتے ہو کہ چاچو نے تمہیں اس نکاح کے لئے مجبور کیا ہے۔۔! کیا اب ہمارا کہا بھی نہیں مانو گئے۔۔۔؟ کبیر نے اسکی الجھن دور کرتے ہوئے آخر پر بے ساختہ پوچھا۔۔۔

ایسا کیوں بول رہے ہیں بھائی۔۔۔! آپ دونوں پر میری جان بھی قربان۔۔۔! میں اس نکاح کے لئے راضی ہوں۔۔! جیسا آپ دونوں کا حکم ہو گا۔۔۔! ارسل اسی پل تڑپ کر اقرار کرتا چلا گیا تھا۔ کیونکہ وہ اپنے بڑے بھائیوں کو انکار کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

میرا شیر۔۔۔!!اسکے حامی بھرنے پر دل ہی دل میں کبیر نے شکر کرتے ہوئے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں زور سے دبالیا۔

اور یہ مت سوچنا کہ یہ زبردستی کا رشتہ آگے چل کر تمہارے لئے اچھا نہیں ہوگا۔۔۔!بلکہ کبھی کبھی ایسی غیر متوقع چیزیں ہمارے لئے اللہ کی طرف سے اشارہ ہوتی ہیں۔کہ ہمارا رب ہمیں ہماری امید سے بہت زیادہ اور بہتر نوازنے والا ہے۔۔۔!اسکا اقرار سن کر فارس مسکراتے اسے مزید سمجھا رہا تھا۔تاکہ اپنی زندگی کا اتنا خوبصورت رشتہ جوڑتے ہوئے اسکا ذہن ہر الجھن سے دور رہے۔۔ارسل بھی اب پر سکون ہو چکا تھا۔

منہ تو سہی کر لے۔۔۔! دولہا بنے ارسل کی طرف دیکھتے ہوئے ایشام نے مسکراہٹ دبائی تھی۔ایشام صدیقی کو جب سے پتہ چلا تھا۔

کہ اسکی طرح ارسل خان کو بھی زبردستی ذبح کیا جارہا ہے۔اس دن سے وہ اسے ایسے ہی "منہ تو سہی کر لے" کہتے کہتے ہوئے دوسرے انداز میں اسے جلانے کی کوشش کر رہا تھا۔تاکہ اسکے صبر کو اچھے سے آزما سکے۔۔۔

سفید شلوار قمیض پہنے ارسل خان سپاٹ چہرے کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ لیکن ایشام کی بار بار کی چھیڑ چھاڑ پر اب اسکا غصہ ابلنے کو بے تاب ہو رہا تھا۔

ارسل نے بے اختیار چہرہ موڑتے ہوئے اسے سرد نگاہوں سے گھورا تو بدلے میں ایشام نے بھرپور مسکراتے ہوئے پھر اسکا دل جلانے کی کوشش کی۔

ویسے بہت اچھا لگ رہا ہے تجھے بھی اس حال میں دیکھ کر۔۔۔! ٹیک لگا کر پر سکون انداز میں بیٹھتے ہوئے ایشام نے زرا کی زرا پلکیں جھپکتے ہوئے لمبی سانس خارج کی تھی۔۔اسکے دل جلاتے الفاظ پر اب ارسل کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا تھا۔اسکا مطلب تھا۔کہ کبیر خان جو اس دن ارسل خان کو ایشام صدیقی کی مثال دے رہا تھا۔وہ بالکل ٹھیک تھی۔

کیونکہ اس وقت ایشام صدیقی اسکی حالت کو مکمل طور پر انجوائے کر رہا تھا۔۔یہ ہی وجہ تھی۔کہ کچھ دن پہلے ایشام نے دل کھول کر ان سب کو بد دعائیں دیں تھیں۔تاکہ کوئی بھی اسکی طرح سکھ کا سانس نہ لے سکے۔۔

اب اگر مجھے تیری زرا سا بھی بکواس سنائی دی تو ایشام صدیقی یہ یاد رکھنا کہ اس نکاح کی تقریب کو میں تمہاری قرآن خوانی میں بدلنے میں زرا دیر نہیں

لگاؤں گا۔۔۔! بار بار اسکے تنگ کرنے پر اب ارسل نے غراتے ہوئے اسے وارن کیا تھا۔ جس کو سن کر ایشام مزید آنکھیں مٹکانا شروع ہو گیا۔ وہ مزید اسے آگ لگا پاتا۔ لیکن سامنے سے گزرتی ہوئی ہیر پاشا اسکا دھیان اپنی طرف کھینچ چکی تھی۔

بلیک کلر کے خوبصورت سے جوڑے میں وہ اسے چلتی پھرتی کوئی جادو گرنی معلوم ہوئی تھی۔ جس کی سبز آنکھیں اپنے جادو کی چمک سے ہر وقت روشن ہوں اور ہونٹوں پر لگا سرخ رنگ اسکی طاقت ہو۔ جیسے وہ ابھی تازہ تازہ کسی کا خون پی کر آ رہی ہو۔۔۔

خیالوں میں ہیر کا روپ سوچتے ہوئے ایشام صدیقی اگلے ہی پل جھرجھری سی لے گیا۔۔ جبکہ ہیر اسکی نظروں سے اوجھل ہوتی اب اوپر جا چکی تھی۔

آج چونکہ ارسل خان کا نکاح تھا۔اس لئے سب میرال اور باسط صاحب کی طرف آئے ہوئے تھے۔

نکاح کی تقریب گھر میں ہی رکھی گئی تھی۔اس لئے گھر میں گہما گہمی سا سماں تھا۔میرال کے سسرال والے بھی موجود تھے۔جو باسط صاحب سے باتوں ہی باتوں میں بیٹی کی شادی خاندان سے باہر کرنے پر شکوے کر رہے تھے۔دونوں خاندانوں کی ذات چونکہ مکمل طور پر مختلف تھی۔اس لئے دونوں سے برابر کی ناراضگی دیکھائی جا رہی تھی۔

نعمان خان کے خاندان والے کسی بھی عام ذات کی لڑکی کو قبول کرنے پر تیار نہیں ہو رہے تھے۔وہیں باسط صاحب کے گھر والوں کا بھی ایسا ہی رویہ دیکھایا جا رہا تھا۔یہ ہی وجہ تھی۔۔کہ نکاح میں تاخیر ہوتی جا رہی تھی۔

نعمان خان کے خاندان والے انکو برادری سے نکال باہر کرنے کی بھی دھمکی دے چکے تھے۔پر نعمان خان کو پرواہ نہیں تھی۔کیونکہ انکی بہنیں انکے ساتھ تھیں۔

ارسل خان کی دونوں پھوپھو اپنے بھائی کی رضا میں دل سے خوش تھیں۔ اور ہر طرح سے اپنے بھائی کا دفاع بھی کر رہی تھیں۔لیکن بات سنبھلنے کی بجائے اب بڑھتی ہی جا رہی تھی۔

سلطان احمد خان اور ضرار پاشا نے بھی دونوں خاندانوں کو سمجھانے کی اپنی سی کوشش کی تھی۔پر وہ کچھ بھی سننے کو تیار نہیں تھے۔۔

نعمان خان ایک بار پھر سوچ لو۔۔۔!اگر آج تم نے ہماری خان برادری پر کسی غیر ذات لڑکی کو ترجیح دی تو مت بھولو کہ تمہاری اپنی بھی ایک بیٹی

ہے۔۔۔! کسی طرح بھی بات نہ بنتے دیکھ کر پختون آدمی رعب سے دبے دبے انداز میں گویا ہوئے تھے۔ جیسے بہت کچھ باور کروانے کی کوشش کی گئی ہو۔ انکی بات سنتے ہی سب سے پہلے سلطان احمد خان کے چہرے پر ناگواری بھرے تاثرات ابھرے تھے۔۔

میرے خیال میں آپ کو یہ بات یاد رکھنے کی ضرورت ہے۔ کہ آپ اس وقت کہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔۔۔! نعمان خان کا ضبط بھرا چہرہ دیکھتے ہوئے سلطان انکو چپ رہنے کا اشارہ کرتے خود بول اٹھے تھے۔ تاکہ انکو یہ بتا سکیں۔ کہ نعمان اکیلے نہیں ہیں۔

آپ سب کی وجہ سے ہی نعمان اپنے خاندان سے دور ہو گیا ہے۔۔۔!

سلطان کے الفاظ سنتے ہی ایک عورت تیزی سے جواب دیتے ہوئے انکو قصوروار ٹھہراتے ہوئے بول اٹھی تھیں۔۔

کس خاندان کی آپ بات کر رہی ہیں آپا۔۔۔؟اس خاندان کی جس نے کبھی بھی ہمارے مشکل وقت میں ہمیں پوچھا تک نہیں تھا۔۔؟سب افراد پر نظریں دہراتے ہوئے نعمان خان کی بڑی بہن نے فوراً طنزیہ جواب دیا تھا۔۔

نعمان خان کو تو اپنے حق میں کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں مل رہا تھا۔کیونکہ انکا دفاع کرنے والے اور بہت سے لوگ موجود تھے۔۔

ابھی تو ینگ پارٹی اس بحث سے بے خبر تھی۔ اگر انکو پتہ چلتا تو انہوں نے پہلی فرصت میں سب کو یہاں سے چلتا کرنا تھا۔ جو ہر خوشی کے موقع پر رنگ میں بھنگ ڈالنے کے لیے آجاتے تھے۔

میرے خیال میں آپ سب کو ادھر آکر اتنی بحث میں پڑنا ہی نہیں چاہیئے تھا۔ کیونکہ آپ سب کو ہمارے بیٹے کے نکاح پر اگر اتنا ہی اعتراض تھا۔ تو آپ سب ناراضگی کے اظہار کے طور پر گھر سے ہی نہ آتے۔۔۔!

عیس ہمدانی بھی نارمل لہجے میں بولتے ہوئے سیدھا سیدھا رائے دے گئے تھے۔ کہ جیسے انکے آنے اور نہ آنے سے کوئی بھی فرق نہیں پڑتا ہو۔۔۔ شاید اپنے الفاظ سے وہ انکو بار بار جتانے سے باز نہیں آرہے تھے۔

کہ اصل میں نعمان خان کا خاندان ہے کونسا یا ارسل خان اور محبت خان کن کے بچے ہیں۔۔۔

ہاں بات تو ٹھیک ہے۔۔۔! اتنا تو آپ لوگوں کو کچھ دن پہلے ہی پتہ چل گیا تھا۔ کہ ارسل کا نکاح کہاں ہونے والا ہے۔ تو پھر آج کے دن یہاں آکر یہ سب کرنے کا کیا تک بنتا ہے۔ اگر کوئی بات چیت کرنی ہی تھی۔ تو اصولاً آپ سب ایک دو دن پہلے بھی آسکتے تھے۔۔۔!

ضرار پاشا بھی حامی بھرتے ہوئے فضول کی بحث پر اب صاف صاف اعتراض اٹھاتے ہوئے کہہ رہے تھے۔۔

جبکہ اپنی اتنی بے عزتی پر عورتوں سمیت سب مردوں کے چہرے سرخ پرنے لگے تھے۔ان سب کی اتنی بے عزتی دیکھتے ہوئے میرال کے سسرال والوں کا تو حوصلہ ہی نہیں ہو رہا تھا۔

کہ وہ بھی کھلا کھلم کوئی سوال کر پاتے۔یا باسط صاحب کو دھمکانے کی کوشش کرتے۔۔

انکو احتیاط برتتے دیکھ کر میرال ہنسی دبا کر بیہ کو اشارہ کرتے ہوئے تیزی سے چہرہ موڑ گئیں۔انکی شرارت پر وہ مسکراہٹ دبا کر انجان بننے لگیں۔

میرے خیال میں اب بحث کو چھوڑ کر نکاح شروع کرنا چاہیئے۔۔! وہاج صدیقی نے بے زار ہوتے کہا تھا۔اور سب کو اٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے وہ اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے۔

نعمان خان تم ہماری ایسے بے عزتی نہیں کر سکتے ہو۔۔۔! اپنے لوگوں کی اتنی بے عزتی پر ایک دوسرا آدمی احتجاج کرنے والے انداز میں زرا اونچی آواز سے بولتے ہوئے جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ اسکی اتنی تیز آواز پر سب اچانک بے حد چونک سے گئے۔

بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے یہ انسان۔۔۔! یہ اتنی نہیں بلکہ اس سے بھی مزید بے عزتی کے حق دار ہیں۔۔۔! خوامخواہ میں انکو تماشا شروع کرنے تیاری کرتے دیکھ کر سنان مصطفیٰ ناگوار لہجے میں دباد بابولنے لگے تھے۔۔ جس پر وہاج نے انکو ٹھنڈا رہنے کا اشارہ کیا۔۔ کیونکہ عیس ہمدانی اور سنان مصطفیٰ اتنی دیر کسی کی باتیں سن لیں۔ یہ ممکن ہی نہیں تھا۔ پر آج وہ ضرورت سے زیادہ صبر کا مظاہرہ کر رہے تھے۔

سنان مصطفیٰ کے الفاظ پر عیسیٰ ہمدانی کو ہنسی آگئی۔ جس کو انہوں نے ہر گز بھی نہیں چھپانے کی زحمت نہیں کی تھی۔

میں کسی کی بے عزتی نہیں کر رہا ہوں لالا۔۔۔! آپ سب کو میں نے اپنی خوشی میں شریک ہونے کی دعوت دی تھی۔ تاکہ آپ یہاں آکر میری خوشی کو بڑھا سکیں۔ نا کہ ایسے خوشی کو خراب کرنے کی وجہ بنیں۔۔۔! نعمان خان نے بے حد تحمل سے جواب دیا۔ اور انکے الزام کو مکمل طور پر رد کر دیا۔ پر دوسری طرف کھڑے پختون مرد کسی صورت بھی انکی سننے کو تیار نظر نہیں آرہے تھے۔

نعمان خان اگر آج تم بیٹے کا یہ نکاح کرتے ہوئے اپنے خاندان کے خلاف جاتے ہو۔ تو مخالفت کے بدلے میں ہم تم سے قطع تعلقی کر لیں گئے۔۔۔! رعب دار آواز میں پھر واضح کیا گیا۔ یا شاید ڈرانے کی ایک کوشش تھی۔۔

اٹیٹیوڈ دیکھو انکا جیسے نعمان خان کو سال بھر کی گندم یہ ہی بھجواتے ہوں۔۔۔! عیس ہمدانی ہمیشہ کی طرح منہ بگاڑ سرگوشی کر گئے۔۔

اور میں یہ سوچ رہا ہوں۔ کہ یہ لوگ ابھی تک قطع تعلق کر جا کیوں نہیں رہے ہیں۔۔۔! کیونکہ اتنے ٹائم میں تو انکو تین بار قطع تعلقی کر لینی چاہیئے تھی۔ انداز دیکھو جیسے جہاد پر جا رہے ہوں۔ اور نعمان خان نے ان سے غداری کر لی ہو۔۔۔!

سنان مصطفیٰ بھی جواباً آہستہ آواز میں سناتے چلے گئے تھے۔انکی سرگوشیاں سنتے ہوئے انکی بیویاں ہمیشہ کی طرح ماتھا پیٹنے ہوئے بے بسی سے ہنس دی تھیں۔۔مجال تھی۔جو کسی معاملے پر وہ سنجیدہ رہ جاتے۔

معذرت لالا اگر میری دلی خوشی کو آپ سب میری مخالفت سمجھ رہے ہیں تو ایسے ہی سہی۔۔۔!لیکن میں پہلے ہی زبان دے چکا ہوں۔اور اب کسی صورت بھی اپنی زبان سے پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔۔۔!انکے سب کڑوے الفاظ پر صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے نعمان خان اب بھی بے حد تحمل سے جواب دے رہے تھے۔۔۔

ٹھیک ہے۔۔۔!اگر تمہارا یہ ہی فیصلہ ہے تو نعمان خان میں بھی تمہیں یہ باور کرواتا ہوں۔کہ تم تاحیات اپنی بیٹی کا رشتہ کسی خانزادے سے نہیں کر

پاؤں گئے۔۔! تمہاری بیٹی عمر بھر گھر میں رہتے ہوئے بوڑھی ہو جائے گی۔پر اسے بیاہنے کے لیے کوئی بھی تمہارے گھر کی دہلیز تک نہیں آئے گا۔۔۔! اور تمہارے یہ عزیز "چھوٹے خان" بھی تمہاری کوئی مدد نہیں کر پائے گئے۔ کیونکہ انکے دونوں بیٹے پہلے ہی شادی کر چکے ہیں۔۔۔!

کسی صورت بھی نعمان خان کو ہار تسلیم کرتے نہ دیکھ کر سامنے کھڑے پختون آدمی نے تمسخر بھرے انداز میں آخر پر سلطان احمد خان کی طرف دیکھتے ہوئے اپنا آخری داؤ کھیلا تھا۔ جس میں کامیابی حاصل ہونے کا اسے پورا یقین تھا۔ جبکہ ان الفاظ پر اب بلیک گینگ کا ضبط ایک لمحے میں ٹوٹا گیا تھا۔۔

چونکہ کبیر اور فاتح دونوں کے نکاح ہو چکے تھے۔اس لئے اس بات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ نعمان خان کو ڈرانا چاہ رہے تھے۔

تاکہ نعمان خان اس رشتے سے انکار کر دے۔اور خاندان سے ہی ارسل کے لیے کوئی لڑکی چنے۔کیونکہ انہیں یقین تھا۔کہ بیٹے کا نہ سہی پر بیٹی کے لئے نعمان خان ضرور کوئی خانزادہ ہی تلاش کرے گا۔

اس سے پہلے کہ کوئی کچھ جواب میں بولتا جب سنان مصطفیٰ آپے سے باہر ہوتے تیزی سے دو قدم چلتے ہوئے انکے مقابلے جا کھڑے ہوئے تھے۔۔۔

اور میں تمہیں چیلنج کرتا ہوں سفیر خان۔۔!کہ تم کسی ایک چھوٹی سی خوش فہمی کا شکار ہو کر ہم سے ٹکرانے کی جرات کرو سہی۔۔۔!دیکھنا پھر میں

تمہارا یہ خاندان، خاندان والا کھیل کیسے پورا کرتا ہوں۔۔۔! اور یاد رکھنا کہ نعمان خان کل بھی ہمارا بھائی تھا۔ اور آج بھی ہے۔ اور تاحیات وہ ہمارے ساتھ ہی جڑا رہے گا۔ کیونکہ ہمارے ہوتے ہوئے اسے کبھی بھی ایسے گیدڑوں کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ جو اس حد تک پنچ سوچ کے مالک ہوں۔۔!

سنان مصطفیٰ کی سرد آواز پورے کمرے میں گونجتے ہوئے ہر طرف خاموشی پھیلا چکی تھی۔ جبکہ انکے بارعب انداز اور لہجے نے مخالفین کو اپنی جگہ پر ہی ٹھہرنے پر مجبور کر دیا تھا۔

بلیک گینگ کے سارے چہروں پر ایک دم سے مسکراہٹ ابھری تھی۔
نعمان خان بھی ہنسی دبا کر اپنے خاندان والوں کی اڑی رنگت دیکھ رہے تھے۔ جن کے سب الفاظ اب دم توڑ گئے تھے۔۔

باقی رہی نعمان خان کی بیٹی کے نکاح کی بات کہ وہ ساری عمر گھر پر بیٹھی رہے گی۔۔۔! تو میں تمہاری یہ غلط فہمی ابھی اسی وقت دور کر دیتا ہوں۔۔۔! میں "سنان مصطفیٰ" ابھی کے ابھی ان سب لوگوں کی موجودگی میں اپنے بیٹے "ڈاکٹر باسم کاظمی" کے لیے "محبت خان" کا ہاتھ مانگتا ہوں۔!

سنان مصطفیٰ کاظمی کے اگلے الفاظ کوئی اعلان تھے یا پھر دھماکا۔۔ جنہوں نے سب کو چونکنے کے ساتھ ساتھ حیران ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ حیرانی

سے سنان مصطفیٰ کی طرف دیکھنا شروع ہو گئے۔ جو سفیر خان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے مزید بول رہے تھے۔۔۔

فاتح اور کبیر چاہے شادی شدہ ہو گئے ہیں۔۔! لیکن باسم کاظمی ابھی پورے کا پورا کنوارا بیٹھا ہوا ہے۔ اس لئے آپ لوگوں کو ہماری کسی بھی بیٹی یا بیٹے کے بارے میں کچھ بھی سوچنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔! وہ مسلسل رعب و غصے سے بولتے ہوئے انکو انکی اوقات یاد دلا رہے تھے۔ جو لالچی بنتے بس کسی بھی طرح اپنی اپنی بیٹی کا رشتہ کرنے کے لئے ایسے ہتھکنڈے استعمال کر رہے تھے۔

سنان مصطفیٰ کے اعلان پر نعمان خان نے بے یقینی ہوئے تو علینہ خانم بھی انکو دیکھ گئیں۔ جبکہ انکے خاندان والوں کو تو منہ پر تماچہ پڑتے ہوئے

محسوس ہو رہا تھا۔ جنہوں نے بیٹھے بٹھائے خود اپنے ہاتھوں سے محبت خان کا رشتہ اتنی اچانک جوڑ دیا تھا۔ حالانکہ وہ دشمنی میں اب محبت کو استعمال کرنے کا سوچ رہے تھے۔۔

تم میں سے اگر کسی ایک نے بھی "محبت خان" کو نقصان پہنچانے یا پھر اپنے کسی بھی مقصد میں اسکا نام تک استعمال کرنے کا سوچا بھی تو میں اپنے بیٹے پر تم سب کے خون معاف کر دوں گا۔۔۔! اور یاد رکھنا کہ "باسم کاظمی" صرف نام کا شریف نظر آتا ہے۔۔۔!

ان پر اچھی طرح سب کچھ واضح کرتے ہوئے آخر پر سنان مصطفیٰ ظاہری شریف نظر آنے والے بیٹے کا ذکر کرتے ہوئے ان پر تمسخر بھری نظر ڈال کر سر جھٹک گئے تھے۔۔

آپی مام کہاں ہیں۔۔۔؟ دلہن بنی رباب نے اچانک گل ناز کو مخاطب کیا۔۔

ابھی دو منٹ پہلے وہ سب اسے نیچے لے کر آئیں تھیں۔ کیونکہ نکاح بلآخر شروع ہونے والا تھا۔ لیکن رباب کب سے ایک ہی سوال پوچھے جا رہی تھی۔۔

آ رہی ہیں بس۔۔۔! میں نے پیغام بھجوایا ہے انکو کہ آ کر تمہاری بات سن جائیں پہلے۔۔۔! گل ناز نے اسے بے ساختہ تسلی دی۔۔۔

پر آپی مجھے نکاح ہونے سے پہلے بات کرنی ہے نا۔۔! رباب بے چینی سے کہنے لگی۔۔

بے فکر رہو چندا۔۔۔! نکاح سے پہلے ہی آ رہی ہیں۔۔۔! اسکو پریشان ہوتے دیکھ کر گل نازنے پھر ہیر کو جانے کا اشارہ کیا۔ تاکہ وہ میرال آنی کو بلا سکے۔ ورنہ رباب ایسے ہی پریشان ہوتی رہتی۔ نجانے وہ ماں کے ساتھ کیا ضروری بات کرنا چاہتی تھی۔ ہیر سر ہلاتے ہوئے پھر میرال آنی کو بلانے کے لیے کمرے سے نکل گئی تھی۔۔

پانچ دس منٹ بعد ہیر کے ساتھ میرال کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔ ماں کو دیکھتے ہی رباب تشکر بھری سانس خارج کرتے ہوئے جلدی سے کھڑے ہو کر انکی طرف بڑھ گئی۔ جبکہ بیٹی کا اتنا حسین روپ دیکھ کر میرال تو ٹھہر سی گئی تھیں۔ وہ جذباتی ہوتے بیٹی کی تعریف میں کچھ بولتی جب رباب انکو جھٹکا دیتے ہوئے اچانک مطالبہ رکھ گئی۔۔

مام مجھے اپنا دولہا دیکھنا ہے۔وہ بھی نکاح ہونے سے پہلے۔۔۔!رباب جلدی جلدی سے بولتے ہوئے ماں کی طرف دیکھنا شروع ہو گئی۔جیسے دل ہی دل میں انکے حامی بھرنے کے بارے میں وہ مکمل طور پر پر امید ہو۔۔۔

واٹ۔۔۔!!رابی تمہارا دماغ خراب ہے کیا۔۔۔؟رباب کے مطالبے پر میرال سمیت سب لڑکیاں حیرانی سے اسے دیکھنا شروع ہو گئی تھیں۔۔

مام میں بالکل ٹھیک کہہ رہی ہوں۔۔۔!مجھے ابھی کہ ابھی اپنا دولہا دیکھنا ہے۔ورنہ میں نکاح سے انکار کر دوں گی۔۔۔!رباب نے ضدی بنتے ہوئے اچانک عین نکاح کے وقت شرط رکھ دی تھی۔وہ بھی تب جب باہر سب خاندان والے اس نکاح کے مخالفین بنے ہوئے تھے۔ایسے تو نعمان خان کے خاندان والوں کو مزید باتیں بنانے کا موقع مل جانا تھا۔جو پہلے ہی

پٹھان برادری سے باہر غیر ذات کی لڑکی سے رشتہ کرنے پر طرح طرح کے اعتراضات اٹھا رہے تھے۔اور ساتھ ہی دھمکا بھی رہے تھے۔۔۔

رباب کیوں فضول میں تماشا لگا رہی ہو۔۔! پہلے ہی باہر معاملہ سنبھالنا مشکل ہو رہا ہے۔۔۔! سنان مصطفیٰ اور سفیر خان کی بحث ابھی تک جاری تھی۔میرال دبادبا بولتے ہوئے دلہن بنی رباب کو تیز نظروں سے دیکھ گئیں۔جس نے نکاح کے عین وقت پر دولہا دیکھنے کی فرمائش رکھ دی تھی۔ باقی لڑکیاں بھی پریشان ہوتے اسے دیکھ رہی تھیں۔۔۔

مام۔۔۔! اس میں تماشا لگانے والی کیا بات ہے۔۔۔! آج میری زندگی کا سب سے بڑا دن ہے۔تو کیا نکاح ہونے سے پہلے میں اپنا شوہر نہیں دیکھ

سکتی۔۔؟ضرور میرا شوہر دیکھنے میں پیارا نہیں ہے۔اس لئے آپ بہانے بنا رہی ہیں۔۔!

ماں کے انکار پر وہ آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے مشکوک لہجے میں بولتی چلی گئی تھی۔یہ جانے بنا کہ جس دولہے کی خوبصورتی پر وہ شک کر رہی ہے۔وہ اسکی سوچ سے بھر کر دلکش ہے۔ارسل کی سب بہنیں تو آنکھیں بڑی کرتے ہوئے اپنی ہونے والی بھابھی کو دیکھ گئی تھیں۔

رابی بکواس نہیں کرو۔۔!ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔۔!میں تمہیں یقین دلا رہی ہوں کہ تمہارا دولہا بہت خوبصورت ہے۔۔!اس لئے اب یہ فضول کی ضد چھوڑ کر مجھے باہر جانے دو۔۔!میرال اپنی بیٹی کی فضول چلتی زبان پر

اسے گھور کر ڈپٹ گئیں۔ وہ واپس جانے کے لئے مڑنے لگیں کہ رباب نے تیزی سے ماں کا ہاتھ پکڑ لیا۔۔

نو مام آپ ایسے نہیں جا سکتی ہیں۔۔! جب تک آپ میری بات نہیں مان لیتیں۔ میں آپ کو یہاں سے ہر گز بھی جانے نہیں دوں گی۔۔! ماں کو روکتے ہوئے وہ جلدی سے آگے بڑھ کر بازو پھیلا کر انکے آگے کھڑی ہو گئی تھی۔ جبکہ وہ حیرانی سے اپنی پاگل بیٹی کو دیکھ کر رہ گئیں۔۔۔

رابی۔۔۔! میرا ضبط مت آزماؤ۔۔۔! کیوں تم باہر سب کو خود کے بارے میں باتیں بنانے کا موقع دینا چاہ رہی ہو۔۔۔؟ نعمان خان کے خاندان والوں کے الفاظ یاد کرتے ہوئے وہ غصے سے گہرا سانس لیتے ہوئے اسے سمجھانے کی کوشش کر گئیں۔ تاکہ وہ یہ بلاوجہ کی ضد چھوڑ دے۔

نومام۔۔۔! مجھے کسی کی پرواہ نہیں ہے۔۔! ویسے بھی آپ خود ہی تو کہتی ہیں۔ کہ دنیا جائے بھاڑ میں۔۔انسان کو بس خود کو خوش رکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔۔۔! اور میں بتا رہی ہوں۔ کہ اگر میرا دولہا پیارا نہ ہوا تو میں ترکی کے جہان سکندر سے شادی کرلوں گی۔۔!

رباب نے کندھے آچکا کر بے نیازی سے بولتے ہوئے ماں کی ہمیشہ سے سکھائی ہوئی بات دہرائی تھی۔ جس پر اسے غلط وقت پر عمل کرنا یاد آیا تھا۔۔بیٹی کو کسی طور پر ٹلتے نہ دیکھ کر میرال پریشان ہوتے ماتھے پر ہاتھ رکھ چکی تھیں۔

اپنے روپ سے لاپرواہ بنی وہ یوں ہی بازو پھیلائے ماں کے سامنے دیوار بنی کھڑی تھی۔اسکے تاثرات صاف بتا رہے تھے۔ کہ اپنی بات منوائے بنا وہ

ماں کو ہر گز بھی نہیں جانے دینے والی۔۔ میرال اسے پھر سمجھانے کی کوشش کرتی کہ اچانک ارسل خان دروازے پر ہلکی سی دستک دیتے ہوئے اندر داخل ہوا۔۔۔

وہ ایک ضروری کال سننے کے لئے لاؤنج سے اٹھ کر یہاں سے گزر ہی رہا تھا۔ کہ کمرے سے گونجتی ہوئی آوازوں کو سنتے ہوئے اسکے قدموں کو بے اختیار بریک لگ گیا۔۔

کسی نسوانی آواز پر وہ ٹھٹھک کر کمرے کے دروازے کو گھورنا شروع ہو گیا۔۔

"ضرور میرا شوہر دیکھنے میں پیارا نہیں ہے۔ اس لئے آپ بہانے بنا رہی ہیں۔۔!" رباب کے ان الفاظ پر ارسل خان کا بے اختیار غصہ امڈ آیا۔ اتنا تو

اسے پتہ چل گیا تھا۔ کہ آج کی دولہن صاحبہ ہی یہ گوہر افشانیاں کر رہی ہیں۔ لیکن اپنی شان میں اسے گستاخی ہر گز قبول نہیں ہوئی تھی۔ آخر کیسے کوئی بھی چھٹاک بھر کی لڑکی بنا اسے دیکھے ہی منہ پھاڑ کر بد صورت کہہ سکتی تھی۔

غصے سے اپنی ضروری کال کو بھاڑ میں جھونک کر وہ بنا کچھ سوچے کمرے میں داخل ہو گیا۔ تاکہ اس انجان دولہن محترمہ کو اپنا دیدار کروا کے اسکے چھکے چھڑا سکے۔۔۔

آنی کوئی پریشانی ہے کیا۔۔۔؟ سرخ لہنگے میں کھڑی لڑکی کی پشت پر نظر ڈال کر ارسل نے سنجیدہ بھاری آواز میں پوچھتے ہوئے ہاتھ پیچھے لے جاتے

ہوئے دروازہ بند کر دیا۔۔تاکہ کوئی باہر سے متوجہ نہ ہو اور نہ کسی کی اندر نظر پڑے۔۔۔

ارسل خان کی اچانک آمد پر میرال چونک سی گئیں۔جبکہ ارسل کی گھمبیر آواز سنتے ہوئے رباب اپنی جگہ پر الجھن کا شکار ہوئی تھی۔۔

نہیں میری جان کوئی مسئلہ نہیں ہے۔۔۔!تم یہاں اچانک۔۔!سب ٹھیک ہے۔۔۔؟ارسل کے سوال پر میرال بیٹی کو چپ رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے پیار بھرے لہجے میں ارسل سے مخاطب ہوئیں۔۔

پر مجھے تو یہاں بہت بڑا مسئلہ نظر آرہا ہے آنی۔۔!کوئی مجھے نکاح سے پہلے دیکھنا چاہ رہا ہے شاید۔۔۔!!کیونکہ کسی کو اپنے دولہے کی خوبصورتی کو لے

کر شک ہو رہے ہیں۔۔۔؟اس لئے ترکی کے جہان سکندر سے شادی کرنے کی دھمکی دی جا رہی ہے۔۔۔! ایسا ہی ہے نا۔۔۔؟

طنزیہ و بھاری آواز میں دلہن کی پشت پر کاٹ دار نظر ڈالتے ہوئے وہ گویا ہوا تھا۔ارسل کے تاثرات دیکھتے ہوئے بے اختیار سب کا سانس رک گیا۔ مطلب وہ سب کچھ سن چکا تھا۔

بھیا ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔۔! گڑیا بس ایسے ہی مذاق کر رہی تھی۔۔۔! ناز نے تیزی سے ارسل کی طرف آتے ہوئے جھوٹا مسکراتے ہوئے انکار کیا۔ فارس نے اسے بتایا تھا۔کہ بہت مشکل سے ارسل کو نکاح کے لئے راضی کیا گیا ہے۔اس لئے ناز اب نہیں چاہتی تھی۔کہ اس بات پر کوئی بدمزگی

ہوتی۔ جبکہ ارسل کی آواز رباب کو جانی پہچانی سی معلوم ہو رہی تھی۔ وہ ابھی تک یوں ہی پشت کیے کھڑی تھی۔

میں سب جانتا ہوں بھابھی۔۔۔! ناز کے پردہ ڈالنے پر ارسل نے مسکرا کر کہا تو ناز اسے خفگی سے دیکھنے لگی۔ ناز اسے مزید کچھ کہتی کہ اس بار ارسل کی آواز پر رباب ایک جھٹکے میں مڑتے ہوئے اندر آنے والے شخص کی طرف دیکھنے لگی۔ ارسل جو اپنی ناز بھابھی کو مسکرا کر آنکھوں سے تسلی دے رہا تھا۔ کہ اچانک رباب کے یوں مڑنے پر اسکی نظریں رباب کی طرف اٹھتی چلی گئیں۔۔

رباب کے روپ نے جہاں اسے ایک پل کے منجمد کیا وہیں رباب تیزی سے چیخ اٹھی۔۔

تم۔۔!!!!تم بد تمیز اکڑو انسان یہاں کیا کر رہے ہو۔۔۔؟ارسل کو دیکھتے ہی وہ بگڑے لہجے میں چیخ گئی تھی۔جبکہ اسکے یوں مخاطب ہونے پر ہوش میں لوٹتے ہوئے ارسل کے تاثرات تیزی سے ناگوار ہوئے تھے۔۔

تمیز سے لڑکی۔۔۔!بنا توقف کے وہ انگلی اٹھا گیا۔وہ دونوں یہاں پر ایک دوسرے کی موجودگی سے حیرانی کا شکار ہوئے تھے۔پر رباب کو تو گویا صدمہ ہی لگ گیا تھا۔۔

کیا تم دونوں ایک دوسرے سے پہلے مل چکے ہو۔۔؟میرال نے حیرانگی سے پوچھنا چاہا تھا۔۔

ڈونٹ سے مام۔۔۔!کہ یہ میرا دولہا ہے۔۔۔!جواب دیئے بنا رباب انکاری ہوتے پوچھنے لگی۔۔۔کسی کو کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔۔۔

گڑیا۔۔! یہ ہی تمہارے دولہا ہیں۔۔۔! رباب کے سوال پر نازنے ہولے سے ارسل کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا تو ارسل اور رباب دونوں کو ایک ساتھ جھٹکا لگا تھا۔۔

نو۔۔۔!! نیور۔۔۔! میں اس بد تمیز لڑکی سے ہر گز بھی نکاح نہیں کروں گا۔۔! ناز کی بات سنتے ہوئے ارسل تو سرے سے ہی انکار کرتے اکھڑ گیا تھا۔رباب کے تاثرات بھی کچھ ایسے ہی معلوم ہو رہے تھے۔۔

تو میں کونسا مری جا رہی ہوں تم سے شادی کرنے کے لئے جاہل آدمی۔۔۔! لڑکیوں سے بات کرنے کی تمیز تو تم میں ہے نہیں اور تم مجھے بد تمیز کہہ رہے ہو۔۔۔! ارسل کے انکار نے رباب کو ایک دم غصہ دلایا تو وہ بھی غصے سے بد لحاظ ہوتی چلی گئی۔۔

شٹ آپ رابی۔۔۔! یہ کس لہجے میں تم ارسل سے بات کر رہی ہو۔۔۔!

رباب کے بازو کو جھٹکا دیتے ہوئے میرال نے فوراً اسے ٹوکا تھا۔ جبکہ ارسل کا چہرہ غصے سے سرخ پڑ چکا تھا۔ معاملہ بگڑتے دیکھ کر ناز نے تیزی سے فارس کو اندر آنے کا میسج کر دیا۔

میں اس سے بالکل ٹھیک لہجے میں بات کر رہی ہوں مام۔۔۔! آپ نہیں جانتی ہیں کہ اس انسان نے مجھے کتنا ٹارچر کیا ہے۔۔۔! اپنا بازو چھڑوا کر ارسل کے مقابلے ہوتے وہ بولنا شروع ہو گئی۔ دوسری طرف ارسل کا غصہ بھی سوا نیزے پر پہنچا تو وہ اچانک پھٹ پڑا تھا۔۔

بکواس بند کرواپنی۔۔۔! اور خبردار اگر آج تم نے میرے سامنے زبان چلانے کی ہمت کی تو۔۔۔! ورنہ تمہاری اسی قینچی جیسی زبان کو نکال باہر

پھینکوں گا۔۔۔!اس دن کی طرح آج بھی رباب کو بد تمیزی پر اترتے دیکھ کر تیز لہجے میں غصے سے بل کھاتے ہوئے وہ بول اٹھا تھا۔ابھی تو وہ اسکی پہلے والی بد تمیزی نہیں بھولا تھا۔۔اور وہ نئے سرے سے شروع ہو گئی تھی۔۔۔

ارسل کی بلند اواز پر ان سب کا سانس رک گیا تھا۔لیکن رباب کے اعتماد میں رتی برابر بھی کمی نہیں آئی تھی۔وہ یوں ہی اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑے کھڑی تھی۔جیسے بالکل بھی فرق نہ پڑتا ہو۔۔

کیا ہو رہا ہے یہاں چھوٹے خان۔۔؟ارسل کی بلند آواز سنتے ہوئے فارس اور کبیر تیزی سے ایک ساتھ کمرے میں داخل ہوئے تھے۔۔

بھائی میں بتا رہا ہوں۔۔۔!صرف آپکی خاطر میں یہ نکاح کرنے کے لئے راضی ہوا تھا۔لیکن اب جب میں اس بد تمیز و بد لحاظ لڑکی کا چہرہ دیکھ چکا

ہوں۔تو سوری میں یہ نکاح کسی صورت بھی نہیں کروں گا۔۔۔! کیونکہ میں کسی بھی ایسی لڑکی کو اپنی بیوی کی صورت میں قبو

بھائی میں بتا رہا ہوں۔۔۔! صرف آپکی خاطر میں یہ نکاح کرنے کے لئے راضی ہوا تھا۔ لیکن اب جب میں اس بد تمیز و بد لحاظ لڑکی کا چہرہ دیکھ چکا ہوں۔تو سوری میں یہ نکاح کسی صورت بھی نہیں کروں گا۔۔۔! کیونکہ میں کسی بھی ایسی لڑکی کو اپنی بیوی کی صورت میں قبول نہیں کروں گا۔۔ جس میں بات تک کرنے کی تمیز نہ ہو۔۔۔!

فارس کی آواز پر فور امڑتے ہوئے ارسل نے غصہ کنڑول کرتے ہوئے اپنا فیصلہ سنایا تھا۔۔

بھائی آپ کو بڑے بابا باہر بلا رہے ہیں۔۔۔! کوئی کچھ جواب دیتا جب اچانک اس شور میں ایشام نے بھی اندر داخل ہو کر کبیر کو مخاطب کیا تھا۔۔

تم چلو میں آرہا ہوں۔۔۔! فارس کو سب سنبھالنے کا اشارہ کرتے ہوئے کبیر تیزی سے مڑتے ہوئے ایشام کے ساتھ باہر چلا گیا۔۔۔

چلو شکر ہے تم سے پیچھا چھڑانے کے لیے مجھے خود کوئی محنت نہیں کرنی پڑ رہی۔۔۔۔! سینے پر بازو باندھ کر ناخنوں ہر پھونک مارتے ہوئے رباب اچانک لاپرواہی سے گویا ہوئی تھی۔اسکی غزالی آنکھوں سے پھوٹتی بے نیازی نے ارسل خان کے وجود میں آگ کے شعلے بھڑکا دیے۔۔

رابی تھپڑ کھاؤ گی اب۔۔۔! بیٹی کو چڑیل بنتے دیکھ کر میرال نے جلدی سے اسے سخت لہجے میں ٹوکتے ہوئے اسے ارسل سے دور کیا۔۔جبکہ اب

ارسل جتاتی نظروں سے فارس کو دیکھنے لگا تھا۔ جیسے کہنا چاہ رہا ہو۔ کہ خود ہی دیکھ لیں اب اسکی اصلیت۔۔۔!

چھوٹے خان تم میرے ساتھ باہر چلو۔۔۔! اپنی آنی کو سب سنبھالنے کا اشارہ کرتے ہوئے فارس نے آگے بڑھ کر ارسل کو تھامنا چاہا تو وہ بڑے بھائی سے ناراضگی کے اظہار کے طور پر رباب پر کاٹ دار نظر ڈالتے ہوئے باہر نکل گیا۔۔

آیا بڑا تیس مار خان۔۔! نکاح نہیں کروں گا۔۔! ارسل کے جاتے ہی رباب اپنی دھن میں اسکی نقل کرتے ہوئے منہ بگاڑنے لگی۔۔ کہ ماں کی غصے بھری نظروں پر بے اختیار اسکی چلتی زبان کو بریک لگ چکا تھا۔ وہ اگلے

ہی پل معصومیت سے انجان بنتے ہوئے دیواروں کو تکنا شروع ہو گئی تھی۔۔

کیا ہوا ڈیڈ۔۔! سب ٹھیک ہے۔۔؟ نکاح میں دیری کیوں ہو رہی ہے۔۔۔؟ سلطان احمد کے پیغام پر کبیر انکے کی طرف آتے ہوئے فکر مندی سے پوچھنا شروع ہو گیا۔۔

کافی وقت سے وہ بڑوں کا کمرے سے نکلنے کا انتظار کر رہے تھے۔ جن کی ضروری بات چیت ہی ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔۔

فلحال تو کچھ ٹھیک نہیں ہے۔۔! تمہیں ایک ضروری بات کے لیے بلایا ہے۔۔۔! سلطان شش و پنج کا شکار ہوتے بولے تھے۔پریشانی انکے چہرے سے واضح جھلک رہی تھی۔

کمرے میں جب سے سنان مصطفیٰ نے سفیر خان کے سامنے محبت کے رشتے کے بارے میں بات کی تھی۔تب سے بات مزید بگڑ چکی تھی۔

اس لئے نعمان خان سے بات کرتے ہوئے ابھی باسم اور محبت کا نکاح کروایا جارہا تھا۔

ہاں تم ایسا کرو کہ باسم سے بات کرو۔۔۔! اسکا نکاح بھی ساتھ ہی ہو رہا ہے۔۔۔! پریشانی کے عالم میں ماتھے کو چھوتے ہوئے سلطان احمد نے

ساختہ ادھوری بات بولے تھے۔انکے الفاظ پر کبیر بے ساختہ حیرانی سے انکو دیکھ گیا۔۔

باسم کا نکاح...؟کس کے ساتھ۔۔۔؟اور کیوں ڈیڈ۔۔؟

کبیر نے حیرانی کے تاثر سے فوراً جاننا چاہا تھا۔۔پہلے ہی ارسل خان نہیں مان رہا تھا۔اور اب انکے بڑے ان پر ایک اور ذمہ داری ڈال رہے تھے۔۔۔

کبیر کے سوالوں پر سلطان احمد سرد سانس خارج کرتے ہوئے مختصر کرتے اسے ساری بات بتانے لگے تھے۔جو کمرے میں بحث چل رہی تھی۔۔۔

تو آپ لوگ ان جاہل لوگوں کو اتنی ہی اہمیت ہی کیوں دے رہے ہیں۔۔؟ کہ انکی بات کو سنا جائے۔۔۔! پیچھے ہٹیں میں خود دیکھ لیتا ہوں ان دو ٹکے کے لوگوں کو۔۔!

ساری بات جانتے ہی کبیر کو تیزی سے غصہ آیا تھا۔ وہ اندر جانے لگا تو سلطان تیزی سے اسے روک گئے۔۔

کبیر خان جوش سے نہیں ہوش سے کام لو۔۔۔! کوئی بھی ہنگامہ کھڑا کرنے سے پہلے یہ یاد رکھ لینا کہ وہ سب نعمان خان کی برادری کے لوگ ہیں۔۔۔! پہلے ہی وہ محبت کو کمزوری بنا کر استعمال کرنے کا سوچے بیٹھے ہیں۔۔۔! ایسے انکو مزید موقع مل جائے گا۔۔۔! سلطان احمد نے خبر دار کرنے والے انداز میں اسے ہوش سے کام لینے کو کہا تھا۔۔

تو آپ لوگ کیا اب ڈر کے مارے چپ رہے گئے۔۔۔؟ وہ ہماری کمزوری کو استعمال کر رہے ہیں۔ کیونکہ آپ سب کرنے دینا چاہ رہے ہیں۔۔! ورنہ

انکی کیا مجال کہ وہ جاہل لوگ ہم پر حاوی ہوں۔۔! باپ کے جواب پر کبیر نے غصے سے انکی طرف دیکھا۔۔

فلحال میرے ساتھ بحث نہیں کرو کبیر۔۔۔! جو کہا ہے وہ کرو۔۔۔! پھر اس میں حرج ہی کیا ہے۔۔۔؟ بجائے ہم انکے ساتھ منہ ماری کریں اس سے اچھا نہیں ہے۔ کہ انکی موجودگی میں محبت خان کو باسم کے نکاح میں دے کر انکا منہ ہی بند کر دیا جائے۔۔۔! سنان نے بہت اچھا فیصلہ لیا ہے۔ اور یہ ہی صحیح ہے۔۔! سلطان غصے سے بے قابو ہوتے بیٹے کو سمجھانے کی کوشش کر رہے تھے۔ تاکہ مہمانوں کی موجودگی کا لحاظ کیے بنا کہیں وہ ہنگاما نہ کھڑا کر دے۔

کیسے کروں میں۔۔۔؟آپ ہی بتادیں مجھے۔۔۔؟پہلے چاچو نے ارسل کے ساتھ زبردستی کی۔اوراب چھوٹے بابا باسم کے ساتھ کرنے والے ہیں۔ اور صرف باسم کے ساتھ ہی نہیں بلکہ محبت کا تو سوچیں۔۔!

اسکی عمر ہی کیا ہے ڈیڈ۔۔۔؟آپ لوگ کیوں نہیں سمجھ رہے ہیں۔کہ وہ سب کوئی ناسمجھ یا بھیڑ بکری نہیں ہیں۔جن پر ہم اپنے حکم بس مسلط کیے جا رہے ہیں۔۔!

کبیر خان دکھ سے بولتے ہوئے الٹا انکو سمجھانا شروع ہو گیا۔اس وقت اسکا غصے سے برا حال ہو چکا تھا۔پر مجبور تھا۔کہ کچھ کر نہیں سکتا تھا۔اوراب اس نئے حکم پر اس بامشکل اپنی آواز کو بلند ہونے سے روکا تھا۔کیونکہ وہ ہر گز

بھی باسم کے ساتھ ساتھ چھوٹی سی محبت کے ساتھ زبردستی ہوتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔۔

کبیر خان مت بھولو کہ ہم تم لوگوں کے باپ ہیں۔۔! تم دونوں اپنے بھائیوں کے باپ بننے کی کوشش مت کیا کرو۔۔! اس لئے جتنا کہا ہے۔اتنا کرو بس۔۔۔! اسے بے وجہ کے سوالوں پر اترتے دیکھ کر سلطان سخت لہجے میں حکم سنا کر تیزی سے اسکی مزید سنے بنا دو بار کمرے میں چلے گئے تھے۔۔ جبکہ کبیر مٹھیاں بھینچتے ہوئے انکو دیکھتا رہ گیا تھا۔۔

باپ نہیں دشمن ہیں آپ ہمارے اور ہمارے چھوٹے بھائیوں کے بھی۔۔۔! کبیر جلے کٹے لہجے میں بڑبڑا کر غصہ پینے کی کوشش کرتے ہوئے

مڑ گیا۔تاکہ باسم کو اب منا سکے۔۔۔! جبکہ فارس پہلے ہی ارسل خان کے ساتھ مغزماری کر رہا تھا۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

رابیل باسط کیا آپ کو ارسل خان کے ساتھ نکاح قبول ہے۔۔۔؟لاؤنج میں گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔جب نکاح خواں نے اسکی رضامندی پوچھی تھی۔

رباب کا اصل نام "رابیل" ہی تھا۔۔پر چونکہ باسط صاحب کو رباب نام ن ہت پسند تھا۔اس لئے اسے گھر میں رباب ہی بلایا جاتا تھا۔جبکہ "رابیل" نام میرال کی پسند تھا۔یوں رابیل کے دو نام تھے۔اسکے دونوں ماں باپ

اسے اپنی اپنی پسند کے نام سے بلاتے تھے۔ جبکہ ارسل تو اس الجھن سے نہیں نکل پا رہا تھا۔

کہ جب اسکا نام رابیل تھا۔ تو اس کے باپ نے پھر کیوں اسے رباب بتایا تھا۔ بہت مشکلوں سے فارس نے اسے راضی کیا تھا۔ ورنہ تو وہ سب کچھ چھوڑ کر یہاں سے جانے والا تھا۔

ایک طرف ارسل خان غصے سے بھرا بیٹھا ہوا تھا۔ وہیں اسکے ساتھ باسم ہونک بناسب کے منہ بار بار دیکھ رہا تھا۔۔ کہ نکاح خواں نے اچانک اسے مخاطب کیا۔۔

باسم کاظمی ولد سنان مصطفیٰ کاظمی کیا آپ کو محبت خان کے ساتھ نکاح قبول ہے۔۔۔! نکاح خواں کے الفاظ پر باسم نے ششدر رہوتے سب کو

دیکھا۔افراتفری میں اسے نکاح کے لئے بٹھایا ضرور گیا تھا۔لیکن کس کے ساتھ یہ ایمرجنسی نکاح کیا جارہا ہے۔یہ نہیں بتایا گیا تھا۔

پر اب محبت خان کا نام سنتے ہوئے وہ ششدر ہوتے کبیر خان کی طرف دیکھ رہا تھا۔جس نے آنکھوں ہی آنکھوں سے اسے جواب دینے کا اشارہ کیا۔بڑے بھائی کی التجا پر وہ فوراہوش میں آتے ہوئے تیز رفتار چلتی ہوئی دھڑکنوں کے ساتھ اقرار کرنے لگا تھا۔

نکاح خیر سے انجام پایا تو میرال سمیت نعمان خان اپنی اپنی جگہ پر شکر بھرے سانس خارج کر گئے تھے۔ارسل کو تو فارس نے سہں ھال لیا

تھا۔۔پر میرال بہت مشکل سے رابیل کو منا پائی تھیں۔۔ورنہ تو وہ سرے سے انکاری ہو چکی تھی۔۔

نکاح کے بعد سب کھانا کھا رہے تھے۔پر باسم کاظمی کی نظریں مسلسل کسی کی متلاشی تھیں۔جو نکاح کے بعد فوراً کمرے میں جا چکی تھی۔۔

کس کو ڈھونڈ رہا ہے۔۔۔؟ باسم کو غیر متوجہ دیکھ کر غازیان نے اک ساختہ گلا کھنکارا۔۔

اپنی نئی نئی بنی منکوحہ کو۔۔! باسم نے یوں ہی نگاہوں کو گھماتے ہوئے بے دھیانی میں جواب دیا تھا۔۔

اچھا۔۔۔! غازیان تھوڑی تلے ہاتھ جماتے ہوئے داد دیتی نظروں سے اسکے جواب پر اسے دیکھنا شروع ہو گیا۔اسکا زو معنی "اچھا" سن کر باسم کو اگلے ہی پل ہوش آیا تو فوراً سیدھا ہو کر ٹیک لگالی۔۔

نہیں۔۔۔! میرا مطلب ہے۔۔۔! بس ماہی کو دیکھ رہا تھا۔آج کافی پیاری لگ رہی ہے ناویسے وہ۔۔۔! باسم نے گڑبڑا کر فوراً سے پہلے بڑی سی مسکراہٹ دیکھاتے ہوئے غازیان کو ماہ پارہ میں الجھانا چاہا تھا۔۔پر مقابل بھی غازیان پاشا تھا۔۔

ویسے تجھے نہیں لگ رہا ہے۔کہ اس وقت تو پورے کا پورا گھنا میسنا معلوم ہو رہا ہے۔۔۔! اسکے چالاکی کو نظر انداز کرنوالا لیتے ہوئے غازیان نے عام سے لہجے میں کہا تھا۔۔

کیا مطلب ہے تیری اس بے فضول بات کا۔۔! باسم نے نا سمجھی سے آنکھیں سکیڑیں تھیں۔۔انکو باتوں میں مصروف دیکھ کر باقی بھی متوجہ ہو گئے تھے۔

مطلب جب تجھ سے قبول کرنے کا پوچھا جا رہا تھا۔تو کسی تھکے ہوئے عاشق کی طرح تو سستی ایکٹنگ کرنے میں کیوں مصروف تھا۔۔۔! غازیان کی بجائے شہرام نے سوال کیا تھا۔۔۔

کونسی ایکٹنگ کی ہے میں نے۔۔۔! باسم کو انکی باتوں کی کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔۔

یہ ہی کہ تجھ جیسے ردی بیچ کر بنے ہوئے ڈاکٹر کے ساتھ زبردستی کی جارہی ہے۔۔۔! کباب کھاتے ہوئے فاتح نے اسے ترجمہ کرتے ہوئے سمجھانا چاہا۔۔

ہاں تو۔۔۔! وہ تو ہوئی ہے نا۔۔۔! مطلب ایی۔۔ایسے تھوڑی نا نکاح ہوتا ہے۔۔۔! انکی تیز نظروں پر باسم جلدی سے صفائی دیتے ہوئے بولا تھا۔۔۔

ہاں بالکل۔۔! ڈاکٹر صاحب بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔۔۔! ایسے تھوڑی نہ ہوتا ہے نکاح بھئی۔۔۔! وہ تو قبول کرتے ہوئے ہم دکھ میں مسکراتے جا رہے تھے بس۔۔۔! غازیان بھی اسکی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہہ گیا تھا۔

باسم ہونٹوں کو دباتے ہوئے سنجیدہ رہنے کی پوری کوشش کر رہا تھا۔ پر نجانے کیوں خوشی کے مارے اسکے ہونٹ بار بار خود ہی کیوں مسکراہٹ میں ڈھلتے جا رہے تھے۔

کبیر خان کو جہاں یہ فکر کھائے جا رہی تھی۔ کہ انکے باسم کے ساتھ زبردستی کی جا رہی ہے۔ پر اس بات سے وہ بے خبر تھا۔ کہ انکا باسم تو دل میں اس اچانک معجزے پر شکرانے کے نوافل ادا کرنے کی منت تک مانگ چکا ہے۔

میں کب مسکرایا تھا۔۔۔؟ تم لوگوں کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔۔۔! بلکہ میں تو اس سب کے بارے میں بھائی سے ابھی بات کرنے والا ہوں۔۔! مطلب یہ کوئی مذاق ہے کیا۔۔۔؟ باسم مکمل سنجیدہ ہوتے بول رہا تھا۔

تو مطلب تیرے ساتھ سچ میں زبردستی ہوئی ہے۔۔۔؟ شہرام نے ایک بار پھر تصدیق چاہی تھی۔۔

ہاں نا۔۔۔! ہوئی تو ہے۔۔۔! مطلب زیادہ نہیں پر تھوڑی بہت تو ہوئی ہے۔۔۔! باسم جو مبالغہ آمیز ہونے لگا تھا۔ کہ ان تینوں کی تیز ترین نگاہوں پر فٹ سے بیان بدلتے ہوئے تھوڑی بہت زبردستی کہہ گیا۔۔

جی تھوڑی بہت زبردستی تو مان ہی سکتے ہیں۔۔۔!! یہ کہتے ہی وہ تینوں نظر بچا کر اچانک اسے دبوچ گئے تھے۔۔

کمینے ادھر دیکھ اسکا منہ۔۔۔! اسے کہتے ہیں "زبردستی کی شادی"۔۔۔ باسم کی گردن دبوچتے ہوئے فاتح نے بے ساختہ ارسل کی جانب اشارہ کیا

تھا۔ جو سپاٹ چہرے کے ساتھ بیٹھا غصہ پینے کی کوشش کر رہا تھا۔ جبکہ فارس اور کبیر مسلسل اسے منانے کی کوشش کر رہے تھے۔۔

ارسل کا ٹیڑھا منہ دیکھتے ہوئے نہ چاہتے ہوئے بھی باسم کا قہقہ ابلا تو اسے ہنستے دیکھ کر وہ تینوں بھی ہنستے ہوئے اسے مزید مڑوڑنا شروع ہو گئے۔۔

ہٹو پیچھے بے غیرتوں۔۔! دولہا ہوں میں۔۔۔! باسم نے ہنستے ہوئے اچانک انکو پیچھے دھکیل کر اپنے خاص ہونے کا بتایا۔۔

زیادہ منہ نہ چلاو ورنہ ابھی تجھے دھوڈالے گئے۔۔۔! زیادہ ڈیڑھ شانا بن رہا تھا۔۔اپن لوگوں کو بے وقوف بنانے چلا تھا۔۔! باسم کی شوخی کو شہرام فٹ سے ہوا میں اڑاتے ہوئے گویا ہوا تھا۔

اچھا ساری لڑائی چھوڑو۔۔۔! اور میری ایک مدد کرو۔۔! سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے اچانک بھرپور سنجیدگی کے ساتھ باسم نے انکو مخاطب کیا۔

کیسی مدد۔۔۔؟ فاتح نے بے ساختہ جاننا چاہا تھا۔۔۔

مدد یہ ہے۔۔۔! کہ مجھے جانے سے پہلے اپنی بیوی سے ملاقات کرنی ہے۔۔! تو اسکا کوئی رستہ نکالوں نہ پلیز۔۔۔! باسم نے جلدی سے بولتے ہوئے اپنی فرمائش بتائی تھی۔ پر اسکی فرمائش سن کر وہ تینوں اسے دیکھتے رہ گئے تھے۔ مطلب اتنے ہنگامی نکاح کے بعد وہ اب ساری رسومات ادا کرنے کا سوچے بیٹھا ہوا تھا۔ کچھ پل باسم کاظمی کو شرم دلاتی نظروں سے گھورتے رہنے کے بعد شہرام اور فاتح تو اگلے ہی پل انجان بنتے اٹھتے ہوئے جا کر ٹیڑھا منہ کیے ارسل کے پاس بیٹھ گئے تھے۔۔

جس پر باسم نے حیرت سے منہ کھولتے ہوئے انکو دیکھا جو بنا کوئی جواب دیے دور جا کر بیٹھ گئے تھے۔۔

بالکل میرا جواب بھی یہیں ہی ہے۔۔۔! شہرام اور فاتح کی جانب اشارہ کرتے ہوئے غازیان بھی بے ساختہ بول کر انکے پاس چلا گیا تھا۔

کمینوں۔۔۔! اپنی دفعہ کا بھول گئے ہو کیا۔۔۔؟ انکے انکار پر باسم بل کھا کر رہ گیا تھا۔ اسکا بس نہیں چلا تھا۔ کہ انکا بس کچھ کر دیتا۔۔ خراب تاثرات کے ساتھ وہ انہیں بھاڑ میں جھونک کر خود ہی کچھ سوچنے میں مصروف ہو گیا۔

اب بس بھی کر دے تھکے ہوئے پائلٹ۔۔۔! اب تو تیرا نکاح بھی ہو گیا ہے۔۔۔! ارسل کو مسلسل تیور دیکھاتے دیکھ کر غازیان بے ساختہ بولا

تھا۔۔فارس اور کبیر کب سے اسے منانے کی کوشش کر رہے تھے۔۔پر وہ تھا کہ منہ ہی سیدھا نہیں کر رہا تھا۔اس لئے غازیان نے اسے گھورا تھا۔۔

اوئے نہ چھیڑ واسے غازی۔۔۔! پائلٹ صاحب کا آج کا دکھ ہی بہت بڑا ہے۔۔! کیونکہ انکی اکلوتی دعا بھی قبول نہیں ہوئی ہے۔۔۔! ایشام نے ہنسی دبا کر ارسل کو پھر اچانک چھیڑا تھا۔۔اشارہ بدتمیز بیوی نہ ملنے کی طرف تھا۔ایشام جب کبیر کو بلانے کے لیے کمرے میں گیا تھا۔تب اس نے اتفاقاً رابیل کی زبان کے سارے جوہر دیکھ لیے تھے۔۔۔

بھائی یہ میرے ہاتھوں آج قتل ہو جائے گا کمینہ۔۔۔! ایشام کے چھیڑنے پر ارسل آخری حد تک چڑتے ہوئے بولا تھا۔۔باقیوں نے متجسس ہوتے اشارے سے ایشام سے دولہا صاحب کی دعا کے بارے میں جاننا چاہا تھا۔۔۔

چھوٹے تنگ نہیں کرواسے۔۔۔! کبیر نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے ایشام کو باز کیا۔ارسل کی حالت پر ایشام نے مزے سے ہنستے ہوئے فاتح کے کندھے پر سر رکھ دیا۔اسکی ہنسی بتا رہی تھی۔ کہ آج وہ بہت زیادہ انجوائے کر چکا ہے۔۔

ابے بتانا۔۔! اس گدھا گاڑی کے پائلٹ نے کونسی دعا مانگی تھی۔۔۔! فاتح نے کندھے کو جھٹکا دیتے ہوئے ایشام سے پوچھا تھا۔لہجہ لے حد پر شوق تھا۔ انکی بے چینی دیکھتے ہوئے ایشام نے ہنسی کو ضبط کرتے ہوئے انکو پاس ہونے کا اشارہ کیا۔۔۔

دو تین دن پہلے یہ مجھے کہہ رہا تھا۔میرے لئے دعا مانگو۔۔! کہ مجھے ایک تمیز دار لڑکی مل جائے۔۔۔! کیونکہ اسکو بد تمیز لڑکیاں اچھی نہیں لگتی

ہیں۔۔۔! پر ابھی میں جس لڑکی کو کمرے میں دیکھ کر آرہا ہوں۔۔۔! وہ تو اسکو دو منٹ میں دھو کر سکھانے کے لئے دھوپ میں ڈال دے۔۔۔! ہائے اسکی تمیز دار بیوی کا خواب۔۔۔! ایشام نے معنی خیز نظروں سے انکو چمکتی آنکھوں سے بتایا تو وہ ہنستے ہوئے ارسل کو ہمدردی بھری نظروں سے دیکھنا شروع ہو گئے تھے۔ جو کسی روٹھی ہوئی عورت کی طرح منہ بنا کر بیٹھا ہوا تھا۔۔۔

کھانے کے بعد سب مہمان آہستہ آہستہ جا چکے تھے۔ جبکہ نعمان خان کے خاندان والے تو محبت کا نکاح شروع ہوتے ہی غصے سے چلے گئے تھے۔ جاتے ہوئے وہ نعمان خان سے ہر تعلق ختم کر کے گئے تھے۔ باسط صاحب

کے گھر والے بھی جا چکے تھے۔اب لاؤنج میں صرف گھر والے ہی موجود تھے۔

سب باتوں میں مصروف تھے۔جب اچانک وقت دیکھتے ہوئے میرال نے ابھی نعمان خان کو مخصوص اشارہ کیا ہی تھا۔کہ رابیل بگڑے تاثرات کے ساتھ چلتے ہوئے ماں کے پاس چلی آئی۔۔

مام میں تھک گئی ہوں۔۔!اوپر کمرے میں جا رہی ہوں۔۔۔!رابیل لے زار ہوتے بولی تو سب اسکی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔بھاری عروسی لہنگے کو دونوں ہاتھوں سے اٹھائے وہ سپاٹ چہرہ لیے ماں کو بتا کر مڑنے لگی تو میرال اسے فوراً روک گئیں۔

روکو رابی کہاں جا رہی ہو۔۔۔؟ رخصتی کا وقت ہو گیا ہے بیٹا۔۔۔! میرال کھڑے ہوتے اچانک رابیل پر دھماکا کرتے بولیں تھیں۔ جس پر رابیل ششدر رہ ہوتے انکا چہرہ دیکھ گئی۔

واٹ۔۔۔! رخصتی۔۔۔؟ مام اب یہ کونسا نیا ڈرامہ ہے۔۔۔؟ ہماری ایسی کوئی بھی ڈیل نہیں ہوئی تھی۔۔! رابیل تیزی سے بے یقینی کے مارے ماں کی طرف دیکھتی ہوئی بلند آواز میں کہنے لگی تھی۔ اسکی بلند آواز پر ارسل خان نے بے ساختہ ناگواری سے سر جھٹکا تھا۔ پر رخصتی کا سن کر حیران تو وہ بھی ہو گیا تھا۔۔

آواز آہستہ کرو رابی۔۔۔! اور اس میں ڈرامے والی کونسی بات ہے۔۔۔؟ تمہارے نکاح کی وجہ سے سب ناراض ہو کر چلے گئے ہیں۔۔! اس لئے کل

میں اور تمہارے ڈیڈ کراچی جارہے ہیں۔۔! تو اس لئے سوچا ہے۔۔ کہ رخصتی کر دیتے ہیں۔ ویسے بھی نکاح تو ہو ہی چکا ہے۔۔۔! میرال سنجیدہ انداز میں تفصیل بیان کرتے ہوئے بول رہی تھیں۔ انکے الفاظ پر رابیل کا چہرہ ضبط سے سرخ پڑتا جارہا تھا۔۔

واٹ دا ہیل مام اینڈ ڈیڈ۔۔۔! پہلے آپ لوگوں نے زبردستی میرا نکاح اس مچھر سے کروایا اور اب یہ رخصتی کا شوشا۔۔۔!! غصے سے پھٹتے ہوئے وہ ارسل کی طرف اشارہ کرتے بولی تھی۔ نئی نویلی دلہن کو اپنے شوہر کو مچھر بلاتے سن کر ارسل کے بھائی تو ہونک پن سے منہ کھول گئے تھے۔ وہیں ارسل خان کا صبر کا پیمانہ بھی اب لبریز ہو گیا تھا۔۔

بکواس بند کرواپنی۔۔۔! اگر میں مچھر ہوں تو تم کونسا کوئی حور پری ہو۔۔! جاکر آئینہ دیکھوایک بار۔۔۔! سیف گارڈ والی کچرہ رانی بنی کھڑی ہو۔اور خوش فہمی دیکھو میڈم کی۔۔۔! جیسے کہیں کی مہارانی ہو۔۔۔!

اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے وہ اسکی طرف بڑھتے ہوئے غصے سے بولتا چلا گیا تھا۔انکی زبان درازی پر میکانکی انداز میں سب بھائی ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

ارسل کے لئے مچھر کا لقب سنتے ہوئے بہت ضبط کرنے کے بعد بھی شہرام کے حلق سے خود بخود زوردار قہقہ پھوٹا تو فاتح نے تیزی سے ہاتھ کی مدد سے اپنی ہنسی چھپاتے ہوئے اسکے پیر پر پیر دے مارا۔کیونکہ اتنی سنجیدہ

صورت حال میں بھی شہرام کو ہنستے دیکھ کر سب گھر والے انکو گھورنا شروع ہو گئے تھے۔۔

آرام سے پانی پیا کر۔۔! کتنی بار تجھے سمجھایا ہے۔۔!

سب کی گھوریوں پر شہرام نے بامشکل ہنسی چھپانے کی غرض سے کھانسنا شروع کر دیا تھا۔اس لئے فاتح اسکی پیٹھ سہلاتے ہوئے بہانا بناتے ہوئے وضاحت کرنے لگا۔۔

اوہیلو۔۔۔! تمیز سے ورنہ ابھی پلیٹ مار کر تمہارا یہ تھوپڑا سجادوں گی۔۔۔! خود کو کچرہ رانی سن کر رابیل اگلے ہی پل ارسل کے مقابل ہوتے دھمکا گئی تھی۔

تم ایسی کوئی جرات تو کر کے دیکھو بد تمیز لڑکی۔۔۔! دیکھنا پھر ارسل خان بھی تمہیں کیسے اسی پلیٹ کے جیسے چکنا چور کرتا ہے۔۔۔! اپنی سفید قمیض کے آستین کے بٹن کھول کر انکو فولڈ کرتے ہوئے ارسل نے غرا کر جواب دیا تھا۔ جبکہ اسکا آستین کے موڑنے کا انداز ایسا تھا۔ جیسے ابھی وہ رابیل کے ساتھ دنگا فسادی پر اتر آئے گا۔۔ سب انکو پریشانی سے دیکھ رہے تھے۔۔

یہ تم ڈرا کسے رہے ہو مسٹر۔۔۔!!! رابیل باسط نام ہے میرا۔۔۔!!! ارسل کو حاوی ہونے کی کوشش کرتے دیکھ کر رابیل نے چباتے ہوئے اسکی سرمئی آنکھوں میں اپنی غزالی آنکھیں گاڑ دیں۔ جبکہ ارسل کی توجہ بے اختیار اسکی نتھلی کے موتی کی طرف چلی گئی تھی۔ جو بات کرتے ہوئے بار بار اسکے میرون ہونٹوں کے ساتھ مس ہو رہا تھا۔۔

مجھے کیوں لگ رہا ہے۔ کہ اسکو میری دی ہوئی ساری بد دعائیں لگ چکی ہیں۔۔! بیٹے کو بہو کے ہاتھوں ذلیل ہوتے دیکھ کر نعمان خان نامحسوس لہجے میں سرگوشی کرتے ہوئے ارد گرد دیکھنے لگے تھے۔ جس پر سب مسکراہٹ دبا کر رہ گئے۔۔

سٹاپ اٹ رابی۔۔۔! خبردار اگر اب تم نے ارسل کے ساتھ لڑائی کرنے کی کوشش کی تو۔۔۔! رابیل مزید کوئی گل افشانی کرتی کہ میرال فورا بیٹی کو ٹوک گئیں۔

میں تو کروں گی۔۔۔! اور اب آپ مجھے روک نہیں سکتی مام۔۔! شوہر ہے نا یہ میرا اب۔۔۔! تو اسکے ساتھ لڑائی کروں میں یا اسکا سر پھوڑو۔۔۔! یا پھر اسکو قتل کر کے کہیں پھینک آؤں۔۔۔! مجھے کوئی بھی نہیں روک

سکتا۔۔۔! کیونکہ آپ ہی کہتی تھیں نا کہ جو بھی کرنا ہے شوہر کے ساتھ کرنا۔۔!

ماں کی گھوریوں کا اثر لیے بنا وہ بنا رکے سب بولتی چلی گئی۔ تو اسکے الفاظ پر سب حیرانی سے آنکھیں بڑی کر گئے۔ ارسل خود بھی دم سادھے اس بلا کو دیکھ کر رہ گیا تھا۔

لیکن اگلے ہی پل غصب ناک آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے ارسل نے بھی جوابی کارروائی کرنا شروع کر دی تھی۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے لاؤنج میدان جنگ بن گیا تھا۔۔

دولہااور دلہن کی لڑائی اگر کوئی سب سے زیادہ انجوائے کر رہا تھا۔ تو وہ شہرام اور فاتح تھے۔ بے اختیار اپنی اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر وہ چلتے ہوئے ارسل اور رابیل کے پاس آ کھڑے ہو گئے۔

شہرام نے جیب سے الائچی نکال کر فاتح کی طرف بڑھائی تو وہ مزے سے الائچی اٹھا کر لڑائی سے لطف اندوز ہونے لگا تھا۔ جیسے کوئی سینما حال میں بیٹھ کر فلم دیکھ رہا ہو۔۔ شہرام اور فاتح کا انداز بھی اس وقت ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا۔۔

سٹاپ اٹ گائیز۔۔۔! انکو مسلسل لڑتے دیکھ کر کبیر نے ایک دم سے اٹھتے ہوئے انکو روکا تھا۔ بڑے بھائی کی آواز پر ارسل تو یک دم سے چپ ہو گیا تھا۔ رابیل بھی ٹھہر کر دیکھنے لگی تھی۔۔ اور اگلے ہی پل وہ ایک دوسرے

کی طرف سے غصے سے منہ موڑ کر کھڑے ہو گئے۔۔اپنی بیٹی اور داماد کی لڑائی پر میرال تو ششدر رہو چکی تھیں۔۔

ایشام جاؤ قرآن مجید لے کر آؤ۔۔۔!اور بہن کو رخصت کرو۔۔!ایشام کو مخاطب کرتے ہوئے بیہ خود کھڑی ہو گئیں۔تاکہ اپنی دوست کی مدد کر سکیں۔کیونکہ صاف پتہ چل رہا تھا۔کہ ارسل اور رابیل کسی ایک سے ہینڈل ہونے والے نہیں ہیں۔۔

بالکل نہیں آنی۔۔۔!میں بتا چکی ہوں۔۔کہ میں اس ڈینگی وائرس کے ساتھ کہیں بھی نہیں جانے والی۔۔۔!رابیل تڑک کر انکار کرتے ہوئے سینے پر بندھے ہاتھ ہٹا گئی تھی۔۔

تم جیسی چوہیا کو لے کر جانے میں دلچسپی کس کو ہے۔۔۔؟اچھا ہے خود ہی جان چھوڑ رہی ہو۔۔۔! کم از کم مجھے کچھ کرنا نہیں پڑ رہا۔۔۔! رابیل کے نکاح ہونے سے پہلے انداز کی نقل کرتے ہوئے ارسل نے غصے سے جواب دیتے ہوئے اس پر استہزایہ آمیز نظر ڈالی تھی۔

کیا۔۔۔! تم نے مجھے چوہیا کہا۔۔۔! دیکھ رہے ہیں اب آپ سب اسکو۔۔! کہاں ہے میرا فرائی پین۔۔۔! میں اس منحوس شکل کا کچومر نکال دوں گی۔۔اس کی ہمت بھی کیسے ہوئی مجھے چوہیا بلانے کی۔۔۔!! غزالی آنکھوں میں تیش بھری لالی لیے وہ اس سے پہلے سچ میں کچن سے فرائی پین لینے پہنچتی کہ ناز اور ہیر نے تیزی سے آگے بڑھ کر اسے روک لیا۔۔ جبکہ اسے غصے سے جلتے دیکھ کر اب ارسل کو کچھ راحت حاصل ہوئی تھی۔۔

رابیل بلاوجہ کیوں ماں کو پریشان کر رہی ہو میری جان۔۔! دیکھو اسکی طبیعت خراب ہو رہی ہے۔۔۔! بیہ جلدی سے آگے بڑھ کر اسکو سمجھانے لگیں تو اپنی طبیعت خرابی کا سن کر میرال نا سمجھی کا شکار ہو گئیں۔۔

بھلا انکی طبیعت کب خراب ہوئی وہ تو بالکل ٹھیک تھیں۔۔؟ وہ سوچ ہی رہی تھیں کہ بیہ صدیقی کے اشارے کو سمجھتے ہوئے اگلے ہی پل چہرے کے تاثرات مریضوں جیسا بناتے ہوئے وہ کرسی پر ڈھے سی گئیں۔ رابیل چونک کر پریشان ہوتے انکی طرف بڑھی تھی۔۔

مام کیا ہوا آپ کو۔۔؟ ماں کو تھامتے ہوئے رابیل کا دل بیٹھنے لگا تھا۔۔۔ باسط صاحب بھی حیرانی سے بیوی کی طرف آئے تھے۔۔

باسط اسکو بولیں کہ مجھ سے دور ہو جائے۔۔۔! اگر اس نے ماں کو شرمندہ کرنے کا سوچ ہی لیا ہے تو میں شرمندگی کے مارے مر جانا پسند کروں گی۔۔ پر اب اسکو کچھ بھی نہیں بولوں گی۔۔۔! شوہر کے کندھے میں چہرہ چھپاتے ہوئے میرال ایک دم سے نم آواز میں جذباتی ہوئے بولنا شروع ہو گئی تھیں۔ انکی ایکٹنگ پر بیہ صدیقی کی لے اختیار ہنسی اڈی تھی۔۔

مام ایسے تو نہیں بولیں پلیز۔۔۔! آپ جیسا بولیں گئیں میں سب کروں گی۔۔۔! رابیل نے اگلے ہی پل تڑپ کر ماں کا چہرہ دیکھنے کی کوشش کی تھی۔ جس کو وہ اپنے شوہر کے کندھے میں چھپا چکی تھیں۔۔۔ باسط صاحب اپنی جگہ پر حیران و پریشان ہوتے سب سمجھنے کی کوشش میں تھے۔۔ ابھی تو وہ بالکل ٹھیک تھیں۔۔ پھر اچانک کیا ہوا۔۔! انکو بے اختیار فکر ہوئی تھی۔

باسط اسکو بولیں کہ اگر یہ مجھے کھونا نہیں چاہتی ہو تو چپ چاپ رخصتی کے لئے ہاں کر دے۔۔! رابیل کو نرم پڑتے دیکھ کر میرال دکھی ماں بنتے ہوئے اسکو مزید بلیک میل کر گئی تھیں۔

یہ ماں کو ہر وقت سزا دینے کی کوشش کرتی ہے۔میری غلطی صرف اتنی ہی ہے نا۔۔کہ میں زندگی بھر کے لئے اسکو اپنے قریب رکھنے کی کوشش کی ہے۔۔۔! پہلے آپکے گھر والوں نے مجھے باتیں سنائیں اور اب یہ مجھے دکھ دینے کی کوشش کر رہی ہے۔۔۔! میرال نم آواز میں بولتے جا رہی تھیں۔۔

بیگم کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ۔۔۔! کسی کی کیا مجال جو آپ کو باتیں سنائیں۔۔۔! میں سب کے منہ بند رکھنا جانتا ہوں۔۔۔! اپنی پیاری بیوی کو

دکھی دیکھ کر باسط صاحب ابھی تڑپ کر جواب دے ہی رہے تھے۔۔ کہ میرال انکے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے انکو روک گئی تھیں۔۔

زیادہ میرے عاشق نہیں بنے باسط صاحب۔۔۔! بیٹی کو رخصتی کے لئے راضی کریں۔۔۔! شوہر کو اصل مقصد کی طرف متوجہ کرتے ہوئے وہ بولیں تو انکے الفاظ پر باسط صاحب اگلے ہی پل گڑبڑا کر بولنے لگے تھے۔۔

رابی ضد نہیں کرو میرا بچہ۔۔۔! کیوں اس بڑھاپے میں بوڑھی ماں کو پریشان کر رہی ہو۔۔۔! اپنی بیوی کا ٹارگٹ سمجھتے ہوئے باسط صاحب اگلے ہی پل ضرورت سے جذباتی ہوئے تو خود کو بڈھا سن کر میرال غصے سے انکو چٹکی کاٹ گئیں۔ وہیں دوسرے ہنسی چھپانے کی کوشش کر رہے تھے۔

کچھ ہوش کریں کہاں سے میں آپ کو بڈھی لگ رہی ہوں۔۔۔! تیز لہجے میں سرگوشی کرتے ہوئے میرال شوہر کی بات کا برا مناگئی تھیں۔ جس پر باسط صاحب مسکراہٹ دبانے لگے تھے۔۔

اوکے مام۔۔! میں رخصتی کے لئے تیار ہوں۔۔۔! رابیل نے تڑپتے ہوئے فوراً اقرار کر لیا تھا۔ کیونکہ اسکی ماں اسکی طرف دیکھ بھی نہیں رہی تھی۔ اور وہ اپنی ماں کو مزید پریشان کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔۔ اسکے حامی بھرتے ہی میرال اپنے جھوٹے آنسو صاف کرتے ہوئے فوراً رابیل کو گلے لگا گئی تھیں۔ اور پھر اسی افراتفری میں ایشام نے بھائی بنتے ہوئے اسے رخصت کیا تھا۔۔

دیکھنا گھر جاتے ہی تمہیں زہر دے دوں گا۔۔۔! غصے کے باعث چباتے ہوئے ارسل نے جھک کر رابیل کے قریب سرگوشی کی تو دروازے سے نکلتے ہوئے رابیل نے بدلے کے طور پر اسکے پاؤں پر ہیل دے ماری تھی۔

اس شور شرابے میں باسم کاظمی نے بھی بہت کوشش کی تھی۔ کہ جاتے ہوئے وہ محبت خان کو اپنی گاڑی میں بٹھائے۔۔ پر اسکے بھائیوں نے اسکی ایک بھی کوشش کامیاب نہیں ہونے دی تھی۔ بلکہ فاتح خود محبت خان کو دوسری گاڑی میں حفاظت سے بٹھا کر آیا تھا۔

رخصتی ہو چکی تھی۔ گاڑیاں اپنی منزل کی طرف بڑھتی جا رہی تھیں۔ لیکن دولہا اور دلہن کی گاڑی میں ایک الگ ہی خاموشی بھری جنگ ہی چل رہی تھی۔

گاڑی میں بیٹھتے ہی سب سے پہلے رابیل نے اپنا گھونگھٹ پلٹا تھا۔ کیونکہ وہ مزید ایکٹنگ نہیں کر سکتی تھی۔ اسکی اس حرکت پر ارسل منہ کا زاویہ بگاڑ کر باہر دیکھنا شروع ہو گیا تھا۔

چونکہ آج گل بہار اور گل ناز کی بھی رخصتی ہو رہی تھی۔ اس لئے غازیان انکو تیار ہونے کے لئے سیلون چھوڑنے چلا گیا تھا۔۔۔

یہ کام ویسے تو فارس اور کبیر خود کرنا چاہ رہے تھے۔ لیکن ارسل کا معاملہ دیکھتے ہوئے وہ رک گئے تھے۔ رابیل اور ارسل کی جنگ انکو خبردار کر چکی

تھی۔ کہ وہ آسانی سے ایک دوسرے کو برداشت کرنے والے نہیں ہیں۔۔اس لئے انکو گھر تک پہنچانا بہت ضروری تھا۔۔۔

ایشام گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔اور ارسل اسکے ساتھ پیسنجر سیٹ پر غصے سے بیٹھا باہر دیکھ رہا تھا۔ جبکہ پیچھے رابیل کے ساتھ ہیر موجود تھی۔ کبیر اور فارس کی گاڑی بھی انکے پیچھے ہی آرہی تھی۔

ہیر کچھ کھانے کو نہیں ہے کیا۔۔؟ بہت بھوک لگ رہی ہے یار۔۔۔!! رابیل کو اچانک شدید بھوک کا احساس ہوا تو ہیر سے پوچھتے ہوئے ساتھ گاڑی میں کچھ کھانے کو تلاش کرنے لگی۔۔

بھیا آپ نے گاڑی میں snacks نہیں رکھے ہوئے کیا۔۔؟ رابیل کے پوچھنے پر ہیر نے بے ساختہ ارسل کو مخاطب کیا تھا۔ کیونکہ یہ گاڑی اسی کی

تھی۔۔ہیر کے مخاطب کرنے پر ارسل نے بے اختیار شیشے سے پیچھے بیٹھی ہوئی زہریلی دلہن کو ایک نظر دیکھا۔۔۔جو اسکا دماغ کھانے کے بعد بھی راضی نہیں ہوئی تھی۔۔

بول بھی دے۔۔۔!!Snacks کہاں ہیں۔۔۔!ارسل کو خاموش دیکھ کر ایشام نے چہرہ موڑتے ہوئے اسے بلاتے ہوئے جواب دینے کا تھا۔ کیونکہ وہ جواب دینے کی بجائے خاموش نظروں سے بس رابیل کو کھا جانے والی نظروں سے گھوریاں ڈالنے میں مصروف ہو گیا تھا۔۔

کوبرا سانپ کا زہر پلاؤ اسکو۔۔۔! کیونکہ بالکل ویسی ہی اسکی زبان ہے۔۔۔! جلے کٹے انداز میں بڑبڑاتے ہوئے ارسل نے اپنے پیروں کے پاس رکھی ہوئی ٹوکری اٹھا کر ایشام کی طرف پھینکنے والے انداز رکھی تھی۔

اسکی بڑں بڑاہٹ رابیل سن چکی تھی۔اس لئے خود آگے بڑھ کر ٹوکری اٹھاتے ہوئے جواب میں سناتے ہوئے کہنے لگی۔

بالکل یہ مچھر خود بھی وہی کھاتا ہوگا۔اس لئے تو پھنکارتے ہوئے دوسروں پر زہر پھینکتا رہتا ہے۔۔۔!پر سکون لہجے میں ارسل کو سنا کر وہ چپس نکال کر جلدی سے کھانا شروع ہوگئی تھی۔اسکی جوابی کارروائی پر ہیر اور ایشام نے بامشکل ہنسی کنڑول کی۔انہیں آج معلوم ہو رہا تھا۔کہ صرف وہی نہیں لڑتے ہیں۔بلکہ یہاں بڑے بڑے جنگجو بیٹھے ہوئے ہیں۔۔

شام اسکی زبان بند کروالے۔۔!ورنہ اسکو بھانگ پلا کر میں نے کسی نالے میں پھینک آنا ہے۔۔۔!پتہ لگے کہ شادی کے پہلے دن ہی دولہن کو

سسرال دیکھنا نصیب نہیں ہوا ہے۔۔! اسکا جواب سن کر ارسل نے کڑھتے ہوئے دھمکی لگانا چاہی تھی۔۔

دیکھا اسکو نا لے کتنے یاد آرہے ہیں۔۔۔! میں نے کہا تھا نہ یہ مچھر ہے۔۔۔! اب تم لوگوں کو ثابت ہو گیا نا۔۔۔! مجھے تو اب لگ رہا ہے۔ کہ یہ کوئی اچھا داری مچھر ہے۔۔!

رابیل جھٹ سے اسکی بات اچکتے ہوئے بولی تو گاڑی میں ہیر اور ایشام کا قہقہ بے ساختہ تھا۔ انکو خود پر ہنستے دیکھ کر ارسل کی آنکھوں میں شرارے پھوٹ پڑے تھے۔۔۔

شروع تو نے ہی کیا تھا۔۔۔! ارسل کی لال انگارہ آنکھیں دیکھتے ہوئے ایشام نے ہنستے ہوئے مزے سے بول کر اسے یاد دلایا تھا۔ کہ پہلے اس نے ہی رابیل کو چھیڑا ہے۔۔

گاڑی میں سپرے رکھا کریں بھیا۔۔۔! آج کل مچھر بہت خطرناک ہو گئے ہیں۔۔۔! ارسل کو کڑھتے دیکھ کر رابیل تیزی سے منہ چلاتے ہوئے پھر بولنے سے باز نہیں آئی تھی۔۔ارسل جواب دیتا جب ایشام نے گھر کے سامنے پہنچتے ہوئے گاڑی کو بریک لگادی۔ خود پر ضبط کرتے ہوئے وہ فوراً گاڑی سے باہر نکلا تھا۔ اسکے غصے پر ایشام سر جھٹکتے ہوئے ہنس دیا۔

گاڑی کا دروازہ کھول کر رابیل کا لہنگا سنبھالتے ہوئے ہیر نے اسے باہر نکلنے میں مدد دی۔ تو مہر ماہ بھی تیزی سے اسکی مدد کو آگے بڑھی تھی۔ جبکہ محبت تو بھابھی کے آنے سے ہی چہک رہی تھی۔

محبت ولا آج پوری شان و شوکت سے چمک دمک رہا تھا۔ نعمان خان نے اپنی اکلوتی بہو کے استقبال کا پورا پورا انتظام کیا ہوا تھا۔ کیونکہ رابیل اکلوتی بہو تھی۔ جس کے آنے کی خوشی انکے بیاں سے باہر تھی۔ پورے ولا کو سنہری روشنیوں سے سجایا گیا تھا۔

گاڑی سے باہر نکلتے ہی روشنیوں کے اس خوبصورت منظر نے اسے مبہوت کر دیا۔ وہ حیرانی سے سامنے کھڑے ولا کو دیکھ رہی تھی۔ جہاں بڑے بڑے حروف میں "ویلکم بھابھی" لکھا ہوا تھا۔

ویلکم بھابھی۔۔۔! سامنے نظر آنے والے منظر میں رابیل ابھی کھونے ہی والی تھی۔ جب اچانک محبت اسکا ہاتھ تھام کر بولی تھی۔ رابیل پہلے تو حیران ہوئی۔ لیکن پھر اسکے الفاظ پر اگلے ہی پل وہ دل سے مسکرا پڑی۔ مطلب یہ الفاظ اسکی طرف سے لکھے گئے تھے۔

تھینک یو کیوٹی۔۔۔! رابیل نے دل سے خوش ہوتے ہوئے اسکے گال کھینچے تو اسکے خوش ہونے پر محبت بھی کھلکھلا پڑی۔ مطلب اسکی بھابھی کو یہ سب پسند آیا تھا۔۔۔

محبت کا ہاتھ تھامے رابیل آسمان میں بلند ہوتی آتش بازی کو دیکھتے ہوئے اب ساکت ہونے لگی تھی۔ ہر طرف اسکے ویلکم کے حروف ابھرتے ہوئے اسکا دل دھڑکا رہے تھے۔ ر

محبت کا ہاتھ تھامے رابیل آسمان میں بلند ہوتی آتش بازی کو دیکھتے ہوئے اب ساکت ہونے لگی تھی۔ہر طرف اسکے ویلکم کے حروف ابھرتے ہوئے اسکا دل دھڑکا رہے تھے۔رابیل کے ساتھ سب لڑکیاں کھڑی تھیں۔کیونکہ ارسل سپاٹ چہرہ لیے بڑے بھائیوں کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا تھا۔۔

رسم کرنے کے لئے دروازے پر ارسل کی دونوں پھوپھو انتظار میں کھڑی تھیں۔اپنے اکلوتے بھتیجے کی شادی کی خوشی میں آج انکے چہرے خوشی سے چمک رہے تھے۔علینہ خانم نے لڑکیوں کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا تو علیزے خان،ارسل کو پکار گئیں۔

چھوٹے خان دلہن کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔۔۔! ارسل کو دور کھڑے دیکھ کر علیزے خان نے حکم سنایا تو اس نے خفگی سے اپنی بڑی مورے کو دیکھا جنہوں نے نرم نگاہوں سے اشارہ کرتے ہوئے رابیل کے ساتھ کھڑے ہونے کا کہا تھا۔ دل پر پتھر رکھتے ہوئے وہ سرد سانس خارج کرتے ہوئے اگلے ہی پل رابیل کے ساتھ آ کر کھڑا ہو گیا۔۔۔

انکا جوڑ دیکھتے ہوئے سب خوشی سے مسکرا دیئے تھے۔ سفید شلوار قمیض میں سرمئی آنکھوں میں سرد تاثر لیے ارسل اپنی شخصیت میں ماحول پر چھایا ہوا معلوم ہو رہا تھا۔ تو وہیں اسکے ساتھ کھڑی رابیل کی آنکھیں ہنسنے کے باعث چمکتی جا رہی تھیں۔ اسکی "dusky Brwon" سکن میرون

عروسی جوڑے میں ہر کسی کو مات دے رہی تھی۔ تیکھے نقوش پر خوبصورتی سے سنگھار کیا گیا تھا۔ سب سے زیادہ دلکش آج اسکی مسکراہٹ تھی۔۔

اسکے چہرے پر میرون لپ اسٹک انتہائی دلفریب لگ رہی تھی۔ ارسل خان کے مقابلے میں وہ سانولی سی تھی۔ لیکن اسکی غزالی آنکھیں اور شخصیت کی کشش سب سے زیادہ واضح تھی۔ کہیں سے بھی وہ ارسل خان سے کم تر نہیں تھی۔

نعمان خان نے اپنی بہو کے "استقبال" میں کسی قسم کی کمی نہیں چھوڑی تھی۔ علینہ خانم آگے بڑھ کر انکا صدقہ نکالنے لگیں تو رابیل اس بار ہنس

دی۔اسے دانت نکالتے دیکھ کر نجانے کیوں ارسل کڑھتے ہوئے اسے گھورنے لگا تھا۔۔

اپنے دانت اندر رکھ کر نہیں کھڑی ہو سکتی کیا۔۔۔!اسکے مخاطب کرنے پر رابیل ٹھٹک کر ایک دم سے اسکی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

زیادہ میرے پر حکم چلانے کی کوشش تو تمہارے دانت ضرور توڑ ڈالوں گی۔۔!میری وجہ سے اگر اپنے گھر میں پہلی بار عزت مل رہی ہے۔تو خاموشی سے عزت سمیٹو۔۔۔!جل ککڑا کہیں کا۔۔۔!!رابیل نے اگلے ہی پل تڑاخ سے سناتے ہوئے ہونہہ کرتے ہوئے سامنے دیکھا تھا۔

کاش کوئی آگ کا شعلہ اڑتے ہوئے تم پر آ گرے۔۔!اور میری ابھی تم جیسی چوہیا سے جان چھوٹ جائے۔۔!ورنہ خوامخواہ میں تمہارا قتل کرنے

کے لئے دماغ لڑاتے رہنا پڑے گا۔۔۔! ارسل بھی دو بدو بد دعاؤں پر اتر آیا تھا۔ کیونکہ میڈم زیادہ ہی اترانے لگی تھی۔۔

تمہیں کیا لگتا ہے۔ کہ میں تمہاری یہ سڑی ہوئی شکل دیکھنے کے لیے رخصت ہو کر یہاں پر آئی ہوں۔۔۔! بے فکر رہو تمہیں تو کچھ کرنے کا موقع بھی نہیں ملنا۔۔ کیونکہ اس سے پہلے ہی میں نے تمہارا کام تمام کر کے تمہاری ساری جائیداد ہڑپ کر جانی ہے۔۔۔! دروازے کی جانب بڑھتے ہوئے وہ مسلسل ایک دوسرے پر حملے کیے جا رہے تھے۔ جبکہ رابیل کے آخری الفاظ پر ارسل منہ کھولتے ہوئے اس دیکھ گیا تھا۔ وہیں اسکے پیچھے چلتے ہوئے فاتح اور شہرام بھی قہقہ لگا گئے تھے۔ وہ کب سے انکے پیچھے چلتے ہوئے انکی باتیں سن رہے تھے۔ اور ارسل کو خبر بھی نہیں ہوئی تھی۔۔

ارسل کی پھوپھو مسکراتے ہوئے رسم کرنے لگیں تو رابیل اچھی بچی بنتے ہوئے خاموش کھڑی ہو گئی۔۔ جبکہ ارسل تو بس اسکے بدلتے تیوروں پر حیران ہوتا جا رہا تھا۔

کہاں جا رہا ہے تو۔۔۔؟ باسم کو جلدی میں اٹھتے دیکھ کر غازیان نے تیزی سے اسکا ہاتھ پکڑتے ہوئے روکا تھا۔۔

سب اندر چلے گئے تھے۔ تھوڑی دیر وہیں پر بیٹھنے کے بعد اب سب لڑکے باہر لان میں آ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ جبکہ ارسل کو رسمیں کرنے کے لئے اندر ہی روک لیا گیا تھا۔ اور اب اچانک باسم بھی اٹھ کر جانے لگا تو غازیان نے اسے روک لیا تھا۔۔

اپنی بیوی سے ملاقات کرنے جارہا ہوں۔۔۔! باسم نے بے چینی سے جواب دیا تو فاتح اور شہرام جو موبائل میں مصروف تھے۔ کہ بے اختیار نظریں اٹھانے پر مجبور ہو گئے۔۔

کیوں بڑوں کے ہاتھوں سے شہید ہونا چاہ رہا ہے یں ٹل ڈاکٹر۔۔۔! ابھی تو تیرے آپریشن کرنے کی سینچری بھی پوری نہیں ہوئی ہے اور تو خطرے مول لینے نکل پڑا ہے۔۔۔! فاتح نے طنز کرتے ہوئے اسے سمجھانا چاہا تھا۔ یا شاید اسے روکنے کی کوشش تھی۔

ہاں نا۔۔! اسکو سمجھ ہی نہیں آرہی۔۔! باسم کو کھینچ کر زبردستی نیچے اپنے ساتھ بٹھاتے ہوئے غازیان نے بھی حامی بھری تھی۔

تکلیف کیا ہے تم لوگوں کو۔۔؟ کیوں مجھے ملنے سے روک رہے ہو۔۔۔؟

انکی بار بار کی مداخلت پر اب باسم کو تپ چڑھنے لگی تھی۔۔

ہمارا دماغ نہیں بلکہ تیرے اپنے دماغ کی ڈیٹ ایکسائر ہو چکی ہے۔۔۔!

غازیان نے بے ساختہ کہا تھا۔۔

مجھے لگتا ہے۔ایسے ڈاکٹر صاحب کو چین نہیں آنے کا۔۔۔!آؤ سب مل کر آج انکے بیمار دل کا علاج کرتے ہیں۔۔! چل شاباش ادھر آ کر لیٹ۔۔!!

ہم دیکھتے ہیں۔کہ تجھے کونسا کیڑا سکون نہیں لینے دے رہا ہے۔جو تو نکاح کے کچھ گھنٹوں بعد ہی شہید ہونے کی کوشش میں ہے۔۔!

شہرام میٹھے لہجے میں بولتا چلا گیا تھا۔جبکہ باسم کو انکی کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔کہ وہ کیوں اسے ملنے سے روک رہے ہیں۔۔۔

سیدھی طرح بکواس کر و گئے کچھ۔۔۔؟ چڑتے ہوئے باسم کو اب ان پر غصہ آ رہا تھا۔۔

سیدھا ہی تو بول رہے ہیں کمینے۔۔۔! کہ تو محبت سے ملنے نہیں جا سکتا ہے۔۔! غازیان نے اس بار سیدھا سیدھا اسے بتایا تھا۔۔

کیوں نہیں جا سکتا میں۔۔۔؟ باسم نے چھبے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔۔!

کیونکہ ہم تجھے ملنے نہیں دینا چاہتے ہیں اس لئے۔۔! فاتح نے پہلے خُفیہ انداز میں کہتے ہوئے آخر پر اپنی نیلی آنکھیں ٹم ٹماتے ہوئے کمینے پن سے کہا تو باسم ششدر رہ گیا۔ ابھی تک وہ یہ ہی سمجھ رہا تھا۔ کہ شاید کسی خاص وجہ کے تحت وہ اسے روک رہے ہیں۔ لیکن یہاں تو معاملہ ہی اور تھا۔ مطلب وہ توقع کے مطابق کمینے پن پر اترے ہوئے تھے۔۔ فاتح کے سیدھا

سیدھا جواب دینے پر شہرام اور غازیان قہقہہ لگاتے ہوئے باسم کا ضبط سے سرخ پڑتا ہوا چہرہ دیکھنے لگے تھے۔۔۔

میں تم لوگوں کا خون کر دوں گا بے غیرتوں۔۔۔! غصے سے بے قابو ہوتے ابھی باسم غازیان پر حملہ کرتا جب کبیر اور فارس انکی طرف آتے دیکھائی دیئے۔۔

چلو اٹھو گھر چلیں۔۔! دور سے ہی واپس چلنے کا کہہ کر فارس گاڑیوں کی طرف مڑا تو واپسی کا سن کر انکی آنکھیں چمک اٹھی تھیں۔ جبکہ باسم کا دل رکنے والا ہو گیا تھا۔۔

ہاں بس بھائی چلتے ہیں اب۔۔۔! ویسے بھی کافی دیر ہو گئی ہے۔۔۔! شادی والے گھر زیادہ دیر رکنا اچھی بات نہیں ہوتی ہے۔۔!

باسم بڑے بھائیوں کو روک پاتا جب اسکے کچھ بولنے سے پہلے ہی شہرام حامی بھرتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔اور ساتھ ہی انہوں نے باسم کو بھی زبردستی کھڑا کر لیا تھا۔

میں تم لوگوں کا منہ توڑ دوں گا آستین کے سانپوں۔۔۔! جلتے کڑھتے ہوئے باسم نے خود کو چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے انکو گالیوں سے نوازنا شروع کر دیا تھا۔ جس کا ان پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔۔

تو جو مرضی بول۔۔۔! لیکن ملنے تجھے ہم پھر بھی نہیں دیں گئے۔۔۔! شہرام نے بتیسی دیکھاتے ہوئے باسم کو آنکھ ونک کی تو باسم نے اسکی کمر میں مکہ جڑھ دیا۔ جس پر شہرام بے ساختہ کراہ اٹھا تھا۔

سکون سے آؤ سب۔۔۔! شہرام کے کراہنے کی آواز سنتے ہوئے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے کبیر نے تیزی سے مڑتے ہوئے بے ساختہ انکو ڈپٹا تھا۔۔

بھائی اس ڈاکٹر کو ہی نہیں چین آ رہا آج۔۔۔! شہرام نے مسکین بنتے ہوئے فوراً سے پہلے کبیر کو شکایت لگائی۔۔۔

ایسا کچھ نہیں ہے بھائی۔۔۔! فضول میں بکواس کر رہا ہے یہ۔۔! باسم نے تیزی سے اپنی صفائی دی تو فارس اور کبیر تاسف سے ان پر نظر ڈال کر گاڑی میں بیٹھ گئے۔۔۔

وہی دوسری طرف باسم کو زبردستی کھینچتے ہوئے گاڑی کی پچھلی سیٹ پر شہرام اور فاتح نے اپنے بیچ میں بیٹھا لیا تھا۔ غازیان نے ہنستے ہوئے

ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی تو ایشام بھی بھاگتے ہوئے ان تک آ پہنچا اور آ کر پیسنجر سیٹ پر بیٹھ گیا۔

شام وہ گانا لگا دے۔۔۔! فاتح نے اچانک ایشام کو مخاطب کیا۔۔

کونسا۔۔۔؟ وہ بے ساختہ پوچھ گیا۔۔

وہی تو۔۔۔! ہستے ہستے کٹ جائیں گئے رستے۔۔۔! ملاقات تو ہوتی رہے گی...! اونچی آواز میں خود کا گانا بناتے ہوئے انہوں نے ایشام کو گانا بتایا تو انکی مستی پر ایشام نے نا سمجھی سے ہنستے ہوئے گانا پلے کر دیا۔

گاڑی میں جیسے ہی گانا پلے ہوا تو شہرام اور فاتح زبردستی باسم کے کندھوں پر بازو رکھتے ہوئے اونچی اونچی آواز میں جھوم جھوم کر گانا گانا شروع ہو گئے۔ فل والیم کرتے ہوئے غازیان اور ایشام اگلے ہی پل قہقہ لگا چکے تھے۔ جبکہ

باسم کا غصے سے برا حال ہونے لگا تھا۔ وہ سب سمجھ رہا تھا۔ کہ وہ کمینے اسکو جلا رہے ہیں۔۔

انکی گاڑی سے اتنی بلند آواز میں میوزک سنتے ہوئے کبیر اور فارس ٹھہر کر انکی گاڑی کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ پر جیسے ہی انکی نظر گاڑی کی پچھلی سیٹ پر پڑی تو بھرپور ہنستے ہوئے نفی میں سر ہلا گئے تھے۔

گاڑی کی پچھلی سیٹ پر باسم کو قابو کیے وہ دونوں جھومتے ہوئے پاگل ہو رہے تھے۔ اور باسم کا ظمی برداشت کرنے کے سوا کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔

لیکچر اٹینڈ کرنے کے بعد ماہ پارہ اپنا بیگ تھامے ابھی کلاس سے نکل ہی رہی تھی۔ کہ اچانک ماریہ نے اسے روکا۔۔!

ماہ پارہ رکو زرا۔۔! اسے آواز دے کر رکنے کا اشارہ کرتے ہوئے ماریہ اپنی دوست کو باہر ملنے کا کہہ کر ماہ پارہ کی طرف بڑھ گئی۔۔ جو اسکے انتظار میں کھڑی ہو گئی تھی۔۔

کیسی ہو۔۔؟ آج لیٹ کیوں آئی تھی۔۔؟ آگے بڑھ کر ماہ پارہ کے گلے لگتے ہوئے وہ اپنائیت سے پوچھنے لگی۔۔

کچھ خاص نہیں بس غازی نے لیٹ کروا دیا۔۔! اسکے سوال پر ماہ پارہ نے مسکرا کر اسے بتایا۔ جبکہ غازیان کا نام ادا کرتے ہوئے ماہ پارہ کے چہرے پر

جو خوبصورت مسکراہٹ ابھری تھی۔ماریہ اسکی مسکراہٹ کو بغور دیکھتی چلی گئی تھی۔۔

غازی۔۔؟؟مطلب تمہارے منکوح۔۔؟ماریہ نے مسکرا کر دلچسپی سے انجان بنتے ہوئے پوچھنا چاہا تھا۔۔!

منکوح نہیں کہو یار۔۔!شوہر ہیں وہ میرے۔۔۔!ویسے بھی انکو یہ منکوحہ اور منکوح کا تصور کچھ خاص پسند نہیں ہے۔۔!ماہ پارہ نے ہنس کر اسکی تصحیح کی۔یہ سچ تھا۔وہ جب بھی خود کو غازیان کی منکوحہ کہتی تھی۔تو وہ اسے ٹوک دیا کرتا تھا۔کیونکہ نکاح ہونے کے بعد وہ اسکی بیوی ہی تھی۔یہ منکوحہ ہونا غازیان کی سمجھ سے باہر تھا۔

کیا تمہارا شوہر تم سے بہت پیار کرتا ہے۔۔۔؟ نجانے کس احساس کے تحت ماریہ نے بے اختیار ہوتے اگلا سوال کر دیا۔۔ یہ سوال کرتے ہوئے اسکا دل بیٹھ چکا تھا۔ جیسے وہ سامنے کھڑی لڑکی کا انکار سننے کی منتظر ہو۔۔

شاید بہت زیادہ۔۔! میں اس بارے میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتی ہوں۔۔۔! ماریہ کے سوال پر ماہ پارہ کے چہرے پر خوبصورت رنگ ابھرنے لگے تو وہ شرما کر معصوم لہجے میں جواب دیتی آخر پر ہنس دی۔۔ غازیان پاشا کی دیوانگی یاد کرتے ہوئے اسکا دل دھک دھک کرنا شروع ہو گیا تھا۔۔۔

ماہ پارہ کی نیلی آنکھوں میں غازیان پاشا کی محبت جھلک دیکھتے ہوئے ماریہ کی آنکھوں میں مرچی سی محسوس ہونے لگی۔ جن دنوں ماہ پارہ کا نکاح تھا۔

تب وہ شعیب کے ساتھ دبئی ٹرپ پر گئی ہوئی تھی۔ یہ ہی وجہ تھی۔ کہ وہ ماہ پارہ اور غازیان کے نکاح سے بے خبر رہی تھی۔ اور جب واپس آئی تو کلاس کی لڑکیوں نے اسے ماہ پارہ کے نکاح کے بارے میں آگاہ کیا۔ جس کو جان کر وہ آپے سے باہر ہو گئی تھی۔ لیکن کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ کیونکہ وقت گزر چکا تھا۔۔

ویسے تم نے مجھے کیوں روکا۔۔۔؟ ماریہ کو سٹل خاموش دیکھتے ہوئے ماہ پارہ نے اسے روکنے کی وجہ پوچھی۔۔

ہاں۔۔! وہ میں پوچھنا چاہ رہی تھی۔ کہ تمہارا شوہر بیرسٹر ہے نا۔۔۔؟ یاد آنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے ماریہ نے جاننا چاہا۔ جس کے جواب میں ماہ پارہ نے سر ہلاتے ہوئے اقرار کیا۔

ہاں۔۔! لیکن تم کیوں یہ سب پوچھ رہی ہو۔۔؟

میں اس لئے پوچھ رہی ہوں۔ کیونکہ کچھ ٹائم سے ہمارا ایک فیملی کیس چل رہا ہے۔ لیکن کوئی بھی اچھا وکیل نہ ملنے کی وجہ سے ڈیڈ کو کیس میں کوئی بہتری نہیں مل رہی ہے۔ اور کل وہ مجھ سے اس بارے میں ذکر کر رہے تھے اور کافی پریشان بھی تھے۔ پھر اچانک تب مجھے تمہارے شوہر کا خیال آیا۔ کہ کلاس کی کوئی لڑکی بتا رہی تھی۔ کہ ماہ پارہ کا شوہر ہائی کورٹ میں بھی بیرسٹر ہے۔۔! تو کیا تم مجھے اپنے شوہر سے کہہ کر کیس میں کوئی مدد دلوا سکتی ہو۔۔؟

ماریہ عام سے لہجے میں تفصیلات بیان کرتے ہوئے آخر پر بے ساختہ پوچھ گئی تھی۔۔

ہاں کیوں نہیں۔۔! میں غازیان سے بات کروں گی اس بارے میں۔۔! پھر کل تمہیں بتادوں گی۔۔! ساری بات جان کر ماہ پارہ اسے تسلی دے گئی۔

ماہی تم ایسا کرو۔۔! کہ مجھے انکا فون نمبر دے دو۔۔! میں ڈیڈ کو دے دوں گی۔۔! وہ خود ہی پھر غازیان سے رابطہ کر لیں گئے۔۔۔! ماہ پارہ کے حامی بھرنے پر ماریہ جھٹ سے اگلی بات بولی تھی۔۔

نمبر میں تمہیں دے دیتی ہوں۔۔! پر کہیں غازی مجھے ڈانٹ نہ دیں۔ کہ میں نے انکی اجازت نہیں لی۔۔! ماریہ اگر تم برا نہ مانو۔۔! تو کیا میں کل تمہیں اسکے بارے میں جواب دے دوں۔۔! اسکے نمبر مانگنے پر ماہ پارہ کچھ

سوچتے ہوئے رک گئی تھی۔ شاید ابھی وہ اسے غازیان کا نمبر دے دیتی پر نجانے کس احساس کے تحت اس نے انکار کر دیا تھا۔

کوئی بات نہیں ہے۔۔! ماہ پارہ کے انکار پر ماریہ نے بامشکل خود پر ضبط کیا تھا۔ وہ مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے اسے خدا حافظ کرتے ہوئے کلاس سے باہر چلی گئی۔۔

فاتح بیسمنٹ کی طرف جانے کا اشارہ کرتے ہوئے دائیں طرف مڑا تو شہرام سر ہلا کر فلیٹ کے اندر داخل ہو گیا۔۔

وہ اندر آیا تو ایک الگ ہی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔۔ شہرام جوہر طرف نظریں دہرا کر آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔ کہ سامنے لاؤنج میں اپنی

میرال آنی کو بیٹھے دیکھ بے ساختہ مسکرا کر انکی جانب آیا۔۔جو پہلے ہی اسکی طرف متوجہ ہو چکی تھیں۔

کیسی ہیں آنی۔۔۔؟آگے بڑھ کر عقیدت بھرے انداز میں انکا ہاتھ آنکھوں پر لگاتے ہوئے وہ انکے سامنے بیٹھ گیا تھا۔میرال اسکے انداز پر بے اختیار مسکرا دیں۔

میں ٹھیک ہوں تم بتاؤ۔۔۔!آج یہاں کا رستہ کیسے بھول گئے۔۔۔؟وہ اسکی آچانک یہاں آمد پر حیران ہوئی تھیں۔۔کیونکہ انکی اطلاعات کے مطابق تو شہرام اور فاتح یہاں آنے سے چڑتے تھے۔۔

اپن کو بلایا گیا ہے۔۔۔!! شہرام نے ناک چڑھا کر جواب دیا۔ تو اسکے کیوٹ سے نخرے پر میرال اب کی بار باقاعدہ ہنس پڑیں۔۔ مطلب وہ زبردستی یہاں بلوایا گیا تھا۔۔۔

تمہارا کرائم پارٹنر کہاں ہے۔۔۔؟ وہ ہنستے ہوئے فاتح کے بارے میں پوچھنے لگیں۔۔۔

وہ بیسمنٹ کی طرف گیا ہے۔۔! فلیٹ کا جائزہ لیتے ہوئے شہرام نے مصروف انداز میں بتایا۔۔۔

چلو تم بیٹھو یہاں۔۔ میں تمہارے لئے کچھ کھانے کو لے کر آتی ہوں۔۔! بتاؤ کیا کھانا پسند کرو گئے۔۔؟ میرال کھڑے ہوتے اس سے پوچھ گئی تھیں۔

بھوک تو لگی ہے اپن کو۔۔۔! کچھ بھی لے آئیں۔۔! اس بھوکر کے لیے بھی لے آیئے گا۔۔! آرام دہ انداز میں صوفے پر لیٹتے ہوئے شہرام بولا تھا۔ میرال سر ہلاتے ہوئے کچن کی طرف چلی گئی تھیں۔ جبکہ شہرام نے اب تھکن کے احساس سے آنکھیں بند کر لی تھیں۔۔

مزید کچھ منٹ گزرے تو دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز آئی۔ اس نے آنکھیں کھول کر زرا مڑتے ہوئے دیکھا تو فاتح پسینے میں شرابور ہوتے اسی طرف آرہا تھا۔

لاؤنج خالی دیکھ کر فاتح نے سب کے بارے میں اشارے سے جاننا چاہا تھا۔۔ شرٹ کے مزید دو تین بٹن کھولتے ہوئے وہ شہرام کے سامنے والے صوفے پر گرنے والے انداز میں بیٹھ گیا۔۔

میرال آنی تو کچن میں گئی ہیں۔۔! باقی یہ بڈھے شیر پتہ نہیں کہاں چھپے ہوئے ہیں۔۔۔! شہرام نے اسے لاعملی سے بتایا۔

جب تجھے پتہ ہے۔ کہ وہ کتا سرکاری مجرم ہے۔۔ تو فضول میں اس پر ہاتھ پیر کیوں چلا کر آیا ہے۔۔۔؟ فاتح کی پھولی سانس پر طنز کرتے ہوئے شہرام افسوس سے اسے دیکھ گیا تھا۔

اسے کتے نے پچھلے اتنے دنوں سے جتنا ہمارے ساتھ ساتھ اس کراچی کے ڈون کو ذلیل کیا ہے۔۔۔! بدلے میں بیرولوگوں کا اتنا تو بنتا ہے نا۔۔۔!! فاتح نے منہ بگاڑ کر جواب دیا تھا۔ اسی لمحے میرال ٹرے لیے کچن سے نکل آئی تھیں۔۔۔

آنی آپ اتنی خوبصورت کیسے ہو سکتی ہیں یار۔۔! بیروکا دل آگیا آپ پر۔۔!

میرال کو اچانک آتے دیکھ کر فاتح تیزی سے ٹھرک پن سے بولنے لگا تو وہ اسے مصنوعی گھور گئیں۔۔

زیادہ ڈرامے نہ کرو۔۔! اور چپ چاپ جوس پیو۔۔! فاتح کی ایکٹنگ دیکھتے ہوئے انہوں نے رعب سے ٹوکا تو وہ دونوں تابعداری سے ہنستے ہوئے سر ہلا گئے۔۔

آنی آپکی بڈھی ٹیم کدھر ہے۔۔۔؟ ٹرے سے سینڈوچ اٹھاتے ہوئے فاتح نے سب کی غیر موجودگی کے بارے میں سوال کیا تھا۔۔

ضرار سر کے روم میں میٹنگ ہو رہی ہے۔۔! وہیں پر ہیں سب۔۔۔! بس میٹنگ ختم ہونے والی ہی ہے۔۔! اے سی کی سپیڈ تیز کرتے ہوئے وہ بتا رہی تھیں۔ جبکہ انکے جواب کو سنتے ہوئے شہرام اور فاتح جو مست انداز

میں سینڈوچ کھانا شروع ہوئے تھے۔ کہ بے ساختہ رکتے ہوئے ایک دوسرے کو دیکھ گئے۔۔

یہ لوگ کیا اشارے بازی سے میٹنگ کر رہے ہیں۔۔۔؟اس قدر خاموش میٹنگ پر ان دنوں کو حیرت ہوئی تھی۔۔

سالا۔۔! اتنی سائلنٹ پلینگ پہلی بار دیکھنے کو مل رہی ہے۔۔۔! شاید لکیریں کھینچ کر پلینگ کر رہے ہیں۔۔۔! شہرام بھی بڑبڑانے لگا تھا۔اگلے ہی پل سر جھٹک کر وہ دوبارہ کھانا شروع ہو گئے تھے۔

آج انکو لنچ کرنے کا وقت بھی نہیں ملا تھا۔

اوراس وقت انکوانتہائی بھوک محسوس ہورہی تھی۔میرال انکے تبصروں پر ہنستے ہوئے اپنی جگہ پرابھی بیٹھ ہی رہی تھیں۔کہ تبھی میٹنگ روم کادروازہ کھولتے ہوئے سب باری باری باہر نکلنے لگے۔۔

لیکن جیسے ہی انکی نظر لاونج میں بیٹھے ہوئے شہرام اور فاتح پر پڑی تو بے اختیار ایک دوسرے کی طرف دیکھ گئے۔۔

کونسے ماموں کے ولیمے پر آئے ہوئے ہو تم دونوں۔۔۔؟ان کو دلجمعی سے کھاتے دیکھ کر عیس ہمدانی نے پہلا طنز کرتے ہوئے انکی طرف قدم بڑھا دیئے۔۔انکے طنز پر وہ ایک لمحے کے لیے رکے تھے۔لیکن پھر اگلے ہی پل دوبارہ کھاناشروع ہوگئے۔جیسے سینڈوچ اور انکے علاوہ یہاں کوئی تیسرا موجود ہی نہ ہو۔۔

خان میں آج تک ان دونوں کو نہیں سمجھ پایا ہوں۔۔۔! سلطان احمد خان کے ساتھ چلتے ہوئے ضرار پاشا بے اختیار بول اٹھے تھے۔

کیا نہیں سمجھے۔۔۔؟ انکے اظہارِ خیال پر سلطان ہنس کر پوچھنے لگے۔۔

یہ ہی کہ یہ نیک ہیں یا پھر شیطان کے چیلے۔۔۔؟ سلطان کے پوچھنے پر ضرار ایک اور الجھن بیان کرتے ہوئے صوفے کی طرف بڑھے تو باقی ہنسی دبا گئے۔ پر جن کے بارے میں یہ ساری باتیں ہو رہی تھیں۔ وہ سب کو نظر انداز کرتے ہوئے کھانے میں مصروف تھے۔۔

تم لوگوں کو شاید ہم نے آنے کا وقت بتایا تھا۔۔۔! اور اب آ رہے ہو۔۔۔؟ سنان مصطفیٰ انکی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگے۔ سارا دن گزار کر وہ اب شام میں اچانک آ ٹپکے تھے۔۔

بیر و آپ لوگوں کی طرح سرکاری ملازم نہیں ہیں۔۔! جوس کا سیپ لیتے ہوئے شہرام نے عام سے لہجے میں جواب دیا۔ جس پر سنان مصطفیٰ انکو گھورنا شروع ہو گئے۔۔۔

اور پوچھوان سے سیدھے سوال۔۔۔!! وہاج صدیقی ہنس کر مذاق اڑانے والے انداز میں سنان مصطفی کی طرف دیکھنے لگے تھے۔

کام میں اتنی دیری کیوں کی ہے۔۔۔؟اب کی بار سنجیدہ لہجے میں سلطان انکو مخاطب کر گئے۔

آپ نے ایک آدمی مانگا تھا۔اور بیر ولوگوں نے آپ کو دو آدمیوں کا تحفہ دیا ہے۔۔۔! اپنی نیلی آنکھیں اٹھاتے ہوئے فاتح نے شیطانی انداز میں باپ کو جواب دیا۔ توسب کو حیرت بھرا جھٹکا لگا۔

دو آدمیوں سے کیا مراد ہے۔۔۔؟ نعمان خان تیزی سے پوچھ گئے۔۔۔

وہی جو اس بڑھاپے میں آپ لوگوں کو اب سمجھ میں نہیں آتا ہے۔۔۔!

شہرام نے مگن انداز میں پھر الٹا جواب دیا تو عیس ہمدانی دانت چباتے ہوئے اپنا جوتا اتار کر اسے مار گئے۔ بے شک یہ ایک غیر متوقع حملہ تھا۔ کراہتے ہوئے شہرام کو ہوش آئی تھی۔۔

یہ بہت غلط بات ہے سلطان صاحب۔۔! اگر آپ لوگوں نے ایسے ہی سلوک کرنا ہوتا ہے۔ تو بیرولوگ آئندہ آپکے اڈے پر نہیں آئیں گئے۔ اور نہ ہی آپ کی کوئی مدد کریں گئے۔۔! شہرام نے اپنا بازو مسلتے ہوئے ساتھ ہی دھمکی لگادی۔ جیسے اپنے الفاظ سے ظاہر کرنا چاہ رہا ہو۔ کہ اس وقت انکی آپس میں کوئی رشتے داری نہیں ہے۔۔

رکو شاید ایک جوتا تمہارے لئے کافی نہیں ہے۔۔! عیس ہمدانی مزید بگڑ کر جوتا اٹھانے لگے۔ جب ضرار تیزی سے انکو اشارے سے روک گئے تھے۔ جیسے کہنا چاہ رہا ہوں۔ کہ ابھی ان گدھوں سے مت الجھو۔ کیونکہ ابھی ان سے بہت کام لینے ہیں۔ اور جیسے وہ سر پھرے تھے۔ کوئی بھروسہ بھی نہیں تھا۔ کہ اپنے کہے کے مطابق سچ میں آئندہ انکے ہاتھ نہ آتے۔۔ عیس ہمدانی اب ضبط کرتے انکی طرف دیکھ رہے تھے۔۔

اب بتاؤ دو آدمی کونسے سے اٹھا کر لائے ہو۔۔؟ ٹیک لگاتے ہوئے سلطان احمد خان نے ان پر اپنی نظریں گاڑ دیں۔۔

آپ لوگوں کو اس سوال کا جواب تب ہی ملے گا۔ جب آپکے پارٹنر بیرو کے یار سے سوری کریں گئے۔۔! ویسے بھی دوسرا آدمی ابھی ہمارے پاس ہی

ہے۔۔آپ کو ایک ہی فراہم کیا گیا ہے۔۔۔! ٹشو سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے فاتح مغرور انداز میں جواب دے کر اٹھتے ہوئے جا کر شہرام کے ساتھ بیٹھ گیا تھا۔۔اب وہ دونوں ان سب کے سامنے ٹانگ پر ٹانگ رکھے مغروریت سے بیٹھے ہوئے تھے۔

فاتح کا اشارہ عیس ہمدانی کے شہرام کو جوتا مارنے پر معذرت کرنے کی طرف تھا۔اسکی شرط پر جہاں شہرام کے چہرے پر اچانک مسکراہٹ گہری ہوئی وہیں وہ سب تعجب سے انکی طرف دیکھ گئے۔۔

لگتا ہے تمہارے یار کے ساتھ ساتھ تمہارا بھی دماغ سیٹ کرنے کی ضرورت ہے۔۔۔! فاتح کی شرط پر سنان مصطفیٰ بگڑے تاثرات کے ساتھ

گویا ہوئے۔۔ لیکن دوسری جانب کے اطمینان میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔۔

ٹھیک ہے پھر بیر ولوگ چلتے ہیں۔۔! اور آئندہ کے لیے ہماری طرف سے پکی لاتعلقی سمجھ لیں۔ ویسے بھی ان سرکاری کاموں کے لئے اپن لوگوں کے پاس کوئی فالتو وقت نہیں ہے۔۔۔! پر سکون انداز میں بولتے ہوئے فاتح، شہرام کو اٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کھڑا ہو گیا تھا۔ جبکہ میرال اور نعمان خان آنکھیں بڑی کرتے ہوئے صدمے سے انکی طرف دیکھ رہے تھے۔

بیٹھو نیچے۔۔۔! انکو بیچ میں کھڑا ہوتے دیکھ کر ضرار پاشا ضبط سے بولے۔۔ اور ساتھ ہی عیس ہمدانی کو سوری کہنے کا اشارہ کرنے لگے۔۔ انکے اشارے

پر عیس ہمدانی ابھی بے یقینی سے دوچار ہوتے جب سلطان احمد خان نے بھی سرد سانس خارج کرتے ہوئے مصلحت کے تحت انکو اشارہ کیا۔۔

سوری۔۔۔!! سامنے بیٹھی اپنی گندی اولاد کو شعلہ بار نظروں سے دیکھتے ہوئے عیس ہمدانی کی زبان سے یہ الفاظ بامشکل نکلے تھے۔ جن کو سن کر شہرام کے تن من میں سکون کی لہر دوڑ گئی تھی۔ وہیں عیس ہمدانی کا غصے سے برا حال ہوتے دیکھ کر سنان اور وہاج صدیقی ہنسی چھپانے لگے۔۔

اب بتاؤ۔۔۔! انکی شرط پوری کرنے کے بعد ضرار پاشا نے سابقہ سوال دہرایا۔۔

جس آدمی کی آپ لوگوں نے ڈیمانڈ کی تھی۔ وہ ہم آپ کو کل ہی دے چکے ہیں۔ لیکن جو دوسرا آدمی ہے۔ وہ ہمیں بونس کے طور پر ملا ہے۔۔۔ اور یہ

وہی مین بندہ ہے۔جو اس چھوٹی سی گینگ کو چلا رہا تھا۔۔۔! آنکھوں میں مخصوص چمک لیے فاتح نے ڈھکے چھپے انداز میں آگاہ کیا تھا۔اسکی بات کے مطلب کو سمجھتے ہوئے وہ سب بے حد حیرانگی سے دوچار ہوتے چلے گئے۔۔

ہم لوگوں نے جو پیش کش کی تھی۔۔! اسکے بارے میں کیا سوچا ہے۔۔۔؟

کچھ لمحے گزرنے کے بعد سلطان بے چینی سے کچھ دن پہلے کی ملاقات کے بارے میں پوچھ گئے۔

وہ۔۔! وہ تو کوئی بہت ہی فضول قسم کی پیش کش تھی سلطان صاحب۔۔۔! وہ کیا ہے نا۔۔کہ اپن لوگوں کو سیدھے طریقے سے کام کرنا زرا پسند نہیں ہے۔۔۔! تو بس اسی وجہ سے بیرولوگ آپ کی ٹیم کا حصہ نہیں بن سکتے

ہیں۔۔! شہرام منہ بگاڑ کر کہہ رہا تھا۔۔وہ سب انکو گھورنا شروع ہو گئے تھے۔

اس میں برائی کیا ہے۔۔۔؟ وہاج صدیقی نے انکے انکار کی وجہ جاننا چاہی۔۔

کوئی ایک برائی ہو تو بتائیں نا۔۔۔!! یہ آفسر لوگوں کے احکام کی پیروی تو بیرولوگوں کے بس کی بات نہیں ہے۔۔۔!اس دنیا میں "شہرام علی" اور "فاتح سلطان" صرف دو انسانوں کے حکم مان سکتے ہیں۔۔۔! شہرام اپنے باپ کو آنکھ ونک کرتے ہوئے چڑانے کی کوشش کرتے ہوئے بول رہا تھا۔۔

اور وہ دو انسان کون سے ہیں۔۔۔؟ نعمان خان نے تجسس کے مارے جلدی سے جاننا چاہا تھا۔ کہ آخر وہ دو خوش قسمت انسان کون سے ہیں۔ جن کے آگے یہ شیطان جھک سکتے ہیں۔۔

ہمارے بگ برو۔۔۔! "کبیر خان اور فارس ہمدانی"۔۔۔! فاتح چمکتی آنکھوں سے بولا تو اس بار نعمان خان سمیت ان سب نے سرد سانس خارج کی۔ بے شک ان سب شیطانوں کی چابیاں ان دو ماسٹر مائنڈ کے پاس ہی تھیں۔۔ نعمان خان مایوسی سے بڑبڑا گئے تھے۔۔۔

کیا تم لوگوں کے بگ برو کو پتہ ہے۔ کہ تم لوگ اٹلی سے کراچی گھومنے جاتے رہے ہو۔۔! انکی مسلسل کی شوخی بازی دیکھتے ہوئے اچانک مسکراہٹ دبا کر سلطان احمد خان نے تاش کا وہ پتہ پھینکا کہ فاتح اور شہرام

ایک لمحے میں ٹھٹک کر انکی طرف دیکھ گئے۔۔انکے ہوش اڑتے دیکھ کر بلیک گینگ نے اب انجوائے کرتے ہوئے تیزی سے قہقہ لگایا تھا۔

یہی۔یہ ہمارا اور انکا معاملہ ہے۔۔۔۔!فاتح نے تیزی سے جتانے کی کوشش کی۔کہ وہ انکو بلیک میل نہیں کر سکتے ہیں۔۔

ویل یہ تو بعد میں پتہ چلے گا۔۔۔!ویسے سلطان انکے یار کا کیا نام تھا بھلا۔۔؟جو کراچی کا گینگسٹر ہے۔۔۔!ضرار پاشا بھی انکی پتلی حالت پر مزے لیتے ہوئے جان بوجھ کر یاد کرنے کی ایکٹنگ کرنے لگے۔۔۔

شاید اسے۔۔!زی۔۔۔!!عیس ہمدانی ابھی جملہ مکمل کرتے جب وہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

بہت ہو گیا انٹرویو۔۔۔! کل ہمار آدمی پیسے لینے کے لیے آئے گا۔۔! فاتح نے جلدی سے بولتے ہوئے واپسی کے لئے قدم اٹھائے ہی تھے۔ کہ وہاج صدیقی بول اٹھے۔۔

شرم نہیں آئے گی۔۔؟ باپ، چاچا سے پیسے لیتے ہوئے۔۔۔؟

جی نہیں بالکل نہیں آئے گی۔۔۔! ویسے بھی دھندے میں کوئی رشتے داری نہیں چلتی ہے۔اس لئے کل پورا پیسہ آدمی کے ح

جی نہیں بالکل نہیں آئے گی۔۔۔! ویسے بھی دھندے میں کوئی رشتے داری نہیں چلتی ہے۔اس لئے کل پورا پیسہ آدمی کے حوالے کر دیجئے گا۔۔!اور دوسرے آدمی کے لئے مزید ایکسٹر رو کڑا دینا پڑے گا۔۔۔! بے

شرموں کی طرح انکار کرتے ہوئے وہ وہاں سے تیزی سے نکل گئے تھے۔ انکے بھاگنے پر بلیک گینگ لے اختیار ہنستی چلی گئی تھی۔۔

بلیک شلوار قمیض پہنے کان میں پہنے ہوئے سٹون کو چھیڑتے ہوئے کبیر خان سرشاری کے عالم میں کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

کیونکہ آج اسکی متاعِ جاں پورے حق کے ساتھ اسکے کمرے میں دلہن بنی اسکا انتظار کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر پہلے ہی گل ناز اور گل بہار تیار ہو کر واپس آئیں تھیں۔

انکو ایک ساتھ دلہن کے روپ میں دیکھ کر وہاج صدیقی بے حد جذباتی ہو گئے تھے۔ بے اختیار سب کے ذہنوں میں وہ منظر گردش کرنے لگا تھا۔

جب سالوں پہلے یوں ہی انکا ایک ساتھ نکاح کیا گیا تھا۔تب بھی وہ ایسے ہی تیار ہوئیں تھیں۔فرق بس انکی عمر اور قد کا آیا تھا۔

گل بہار اور گل ناز کافی دیر اپنے ڈیڈ کے پاس بیٹھی ان سے باتیں کرتی رہی تھیں۔ایشام بھی خاموش مسکراتی آنکھوں سے چھوٹی بہنوں کو دیکھتا رہا تھا۔۔پر آج وہ بھی بے حد خوش تھا۔آخر کار اسکی بہنوں کو ایسے چاہنے والے شوہر جو ملے تھے۔

جو انکے آگے کسی کو بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے۔۔کافی دیر یوں ہی سب گھر والوں کے ساتھ وقت بتانے کے بعد ہیر اور مہر ماہ انکو کمرے میں چھوڑ گئی تھیں۔

بہار کے کمرے میں جانے کا سن کر کبیر خان بھی سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر گھر چلا آیا تھا۔ ورنہ وہ اور فارس گھر سے باہر ہی رکے ہوئے تھے۔ تاکہ انکی بیویاں ٹھیک سے گھر والوں کے ساتھ وقت گزار سکیں۔ ورنہ انکی موجودگی میں ایسا ممکن نہیں ہونا تھا۔ اس لئے وہ جان بوجھ کر باہر ہی رک گئے تھے۔۔۔ اور اب کال کرنے پر انکی واپسی ہوئی تو سیدھا کمرے کی بڑھ گئے۔ کیونکہ رات کا ایک تو پہلے ہی بج چکا تھا۔

کبیر خان نے دھڑکنوں کے اودھم مچاتے شور پر مسکراتے ہوئے آہستہ سے دروازہ کھولا تو دروازہ کھولتے ہی وہ بیڈ پر بیٹھی نظر آئی تھی۔

اسے سرخ رنگ میں پور پور خود کے لئے سجے دیکھ کر وہ بے اختیار بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے لب کا کونا دبا گیا تھا۔ آج کبیر خان کا پور پور خوشی

میں ڈوبا ہوا تھا۔ اسکے برعکس گل بہار کا وجود گھبراہٹ کے مارے ہلکا ہلکا لرز رہا تھا۔ اپنے دوبٹے کو زور سے مٹھیوں میں بھینچ کر وہ سانس روک گئی تھی۔ کیونکہ کمرے میں پھیلی محسور کن خوشبو بتا رہی تھی۔ کہ کبیر خان واقعی ہی نہیں بلکہ یقیناً کمرے میں آچکا ہے۔۔

بہار کے وجود میں لرزش دیکھ کر بھرپور مسکرا کر دروازہ بند کرنے کے بعد کبیر نے جیسے ہی بیڈ کی جانب قدم بڑھائے تو بہار نے زور سے آنکھیں میچ کر خود کو سنبھالنے کی کوشش کی تھی۔ اسکا ننھا سا دل تیز تیز دھڑکتے ہوئے اسے پاگل کر رہا تھا۔ یہ شخص ہمیشہ سے اسکے حواس پر طاری ہو جاتا تھا۔ اور اسکی وجہ وہ آج تک نہیں جان پائی تھی۔

بیڈ کے قریب آکر گھڑی اتارتے ہوئے سائیڈ ٹیبل پر رکھنے کے بعد کبیر بیڈ کے کنارے پر بیٹھ گیا۔ اسکی نیلی آنکھیں مسلسل اس نازک وجود کا طواف کر رہی تھیں۔ جو اپنے حال الجھتے ہوئے اب شاید بے بس ہونے لگی تھی۔ اس دن کا تو کبیر خان نے سالوں انتظار کیا تھا۔ اور آج اگر یہ دن آیا تھا۔ تو اسے خواب سا محسوس ہو رہا تھا۔

بے اختیار وہ کمرے میں نظریں دہراتے ہوئے ہر چیز کو دیکھ گیا۔ کمرے میں ہوئی ہلکی پھلکی سجاوٹ صاف بتا رہی تھی۔ کہ کبیر خان کی زندگی میں بہار کی آمد ہو چکی ہے۔۔

بہارے۔۔۔!! کبیر نے گھمبیر آواز میں اسے اچانک پکارا تو اپنی اوڑھنی میں چھپی ہوئی وہ زور سے آنکھیں میچنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔۔ یہ گھمبیر و سحر انگیز آواز بہار کے انگ انگ میں بے چینی بھر دیتی تھی۔۔

اسے خاموش دیکھ کر کبیر نے مسکرا کر دوبٹے کے نیچے چھپا ہوا اسکا ہاتھ باہر نکالا۔ تو اسکے ہاتھوں پر مہندی لگی دیکھ کر وہ مبہوت سا ہو گیا۔۔

بہار کی ہتھیلوں کو پسینے میں بھیگے دیکھ کر کبیر خان کو ہنسی آنے لگی تھی۔ وہ آج بھی اس سے پہلے والا خوف محسوس کر رہی تھی۔ وہ اچھے سے سمجھ رہا تھا۔ پر آج اس خوف کی آنکھ مچولی اسے بہت بھلے لگ رہی تھی۔۔

کبیر نے اسکی انگلیوں میں انگلیاں پھنساتے ہوئے اسکے نازک ہاتھ کو ہونٹوں سے چھوا تو بہار کو شدید جھٹکا لگا تھا۔۔

ہے آرام سے جاناں۔۔۔!! اسکی سانسوں کو ایک دم سے تیز ہوتے دیکھ کر کبیر کو ایک دم سے فکر ہوئی تھی۔

بیر۔۔۔!! بہار نے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے بے بسی سے پکارا تو کبیر خان کا رواں رواں اس پکار پر کان بن گیا تھا۔۔۔

حکم کریں سرکار۔۔۔!! میٹھے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کبیر نے اس پر ترس کھاتے ہوئے اسکا گھونگھٹ اٹھایا تو بہار کو اپنے لب کاٹتے دیکھ کر وہ مبہوت ہوتا چلا گیا.. گہرے سرخ رنگ میں سہاگن بنی وہ آنکھیں بند کئے لمبے لمبے سانس لے رہی تھی۔۔

کبیر کی نظروں کی تپش پر بہار نے ہمت کرتے آنکھیں وا کرتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تو مقابل کی آئس بلو آنکھوں میں ہلکی ہلکی سرخی ابھرتے دیکھ کر وہ اگلے ہی پل شرم کے مارے چہرے کا رخ موڑ گئی تھی۔

بہار کے حرکت کرنے پر کمرے میں چوڑیوں کی چھنکار گونجی تو کبیر خان کا دل بے اختیار اس منظر میں ڈوب سا گیا۔۔۔ جبکہ اسکی نظروں کے نہ ہٹنے پر اب بہار روہانسے پن سے رونے والی ہو گئی تھی۔۔

بیر۔۔۔! مجھے۔۔ایسے نہیں دیکھیں نا پلیز۔۔۔! وہ بے بسی بھرے لہجے میں اچانک التجائیہ بولی تھی۔۔اسکی التجا پر مقابل ایک دم سے ہنس پڑا تھا۔

آج بھی نہیں دیکھنے دو گی کیا۔۔۔؟ اسکا ہاتھ چومتے ہوئے وہ بے ساختہ گویا ہوا۔۔۔ نظریں ابھی تک اسکے چہرے کے نقوش میں الجھی پڑی تھیں۔ لمبی

لمبی پلکوں کی جھالر گرائے وہ بے حد پریشان تھی۔ تو ہونٹوں پر لگا سرخ رنگ بھی خشک سا ہو رہا تھا۔۔ کبیر تیز نظروں سے اسکا جائزہ لینے میں مصروف تھا۔۔ کہ ایک دم سے بہار کو اپنا دل بند ہوتے محسوس ہونے لگا تھا۔۔ دل خراب ہونے کے احساس پر بہار نے تیزی سے منہ پر ہاتھ رکھا تو کبیر ہوش میں آتے فکر مند ہوا تھا۔۔

بہارے۔۔۔!! میری جان۔۔۔! کیا ہوا۔۔؟ پریشانی سے وہ اسکے قریب ہوتے اس تھام گیا تھا۔۔

بیر۔۔۔! میرا دل خراب ہو رہا ہے۔۔۔!! منہ سے ہاتھ ہٹاتے ہوئے وہ تیز سانسوں میں بتاتے لگی۔ جبکہ کالے نین بھی ہلکے ہلکے نم سے ہو رہے تھے۔۔۔

ایک منٹ رکو یہیں پر۔۔۔! میں آرہا ہوں۔۔۔! اسے تسلی دیکھ کر وہ فوراً اٹھ کر ٹیرس کی طرف بڑھا تھا۔ دروازہ کھولتے ہوئے کبیر ٹیرس پر آیا تو یہاں کا منظر دیکھتے ہوئے شکر بھری سانس خارج کر گیا۔ شکر اسکے چھوٹے بھائیوں نے یہاں سکون سے بیٹھنے کا پورا پورا انتظام کیا ہوا تھا۔ ٹیرس کا پورا دروازہ کھولنے کے بعد وہ کمرے میں واپس آیا تو بہار بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے نظر آئی۔۔

ایک نظر اس پر ڈال کر کبیر نے سب سے پہلے اپنے پاؤں جوتے سے آزاد کیے اور پھر بہار کی طرف آتے ہوئے تیزی سے اسے بازوؤں میں اٹھا گیا۔۔

بہار نے چونکتے ہوئے آنکھیں کھولیں تو کبیر اسکے ماتھے کو چومتے ہوئے ٹیرس کی طرف بڑھا تھا۔۔

بیر ہم یہاں کیوں آئے ہیں۔۔؟ ٹیرس کا منظر دیکھتے ہوئے وہ نا سمجھی سے گویا ہوئی تھی۔

کیونکہ کمرے میں بیر کی جان کی طبیعت بگڑ رہی تھی اس لیے ہم یہاں پر آ گئے ہیں۔۔۔! پیار سے جواب دیتے ہوئے کبیر اسے یوں ہی گود میں لیے

نیچے بچھائے گئے میٹرس پر بیٹھ گیا تھا۔ بہار حیرانی سے اسے دیکھنے لگی تھی۔۔

یہاں تمہارا دل نہیں خراب ہو گا اس لیے یہاں پر لایا ہوں تمہیں۔۔۔!

سٹل اسے نا سمجھی سے دیکھتا پا کر کبیر نے وضاحت کی تھی۔۔اسکی وضاحت پر بہار کی نظریں بے ساختہ پھر ٹیرس پر گھومنے لگی تھیں۔تازہ ہوا میں لمبا سانس لیتے ہوئے اسے سچ میں اچھا محسوس ہونے لگا تھا۔

شاید اتنا بھاری جوڑا وہ پہنے ہوئے تھی۔اس لئے اسے سانس ٹھیک سے نہیں آ رہا تھا۔۔

اب ٹھیک ہے نا۔۔! دیوار سے ٹیک لگا کر کبیر نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا تو وہ خوش ہوتے تیزی سے اثبات میں سر ہلا گئی۔ جس پر کبیر مسکراتے ہوئے اسکے خوبصورت روپ کو دیکھ گیا۔۔

بہت خوبصورت لگ رہی ہوں بہارے۔۔۔! شاید اتنی کہ آج میں خود کو تم پر سے وار سکتا ہوں۔۔۔! تم اور تمہارا یہ معصوم روپ میرے جینے کی وجہ ہے۔۔۔! اسکے سر کے ساتھ سر ٹکاتے ہوئے وہ اچانک بھاری لہجے میں بولنا شروع ہوا تھا۔۔

میں صرف دو لفظوں کا اظہارِ محبت چاہتا ہوں۔۔! کیا تم آج اظہار کر سکتی ہو۔۔؟ کیا تمہیں بھی مجھ سے محبت ہے بہارے۔۔۔؟ خاموش نظروں سے اسے اپنی طرف جھانکتے دیکھ کر کبیر خان نے بے ساختہ سوال کیا تھا۔

اس سوال کا جواب تو وہ پتہ نہیں کب سے جاننا چاہتا تھا۔ پر اسکی محبوبہ اظہار نہ کر کے یہاں پر آ کر ظالم بن جاتی تھی۔۔

کبیر خان کے سوال پر گل بہار کے لبوں ہر مسکراہٹ ابھری تو وہ ہونٹوں کو بھینچتے ہوئے مسکراہٹ دبا کر ہولے سے انکار کرنے لگی۔ جس پر وہ آنکھیں بڑی کرتا اسے دیکھنے لگا تھا۔۔۔

سچ میں محبت نہیں کرتی کیا۔۔۔؟ کبیر خان کو شدید صدمہ لاحق ہوا تھا۔۔

نہ۔۔۔! بچوں کے سے انداز میں بہار نے آنکھیں مٹکا کر اگلے ہی پل شرارت سے نہ کہا تو کبیر کو پہلے سے بھی زیادہ حیرت ہونے لگی۔ کیونکہ اس پل وہ بہت مختلف نظر آ رہی تھی۔۔

یہ بہت غلط بات ہے بہارے۔۔۔! اسکی نتھلی کے موتی پر اچانک ہونٹ رکھتے ہوئے کبیر کو جب کچھ سمجھ نہ آیا تو افسوس سے کہہ گیا۔۔۔! بہار نے سٹپٹا کر اسے دیکھنا چاہا تو وہ مسکراتی آنکھوں سے شرارت سے کندھے اچکا گیا تھا۔۔ بدلے میں بہار ناک چڑھا کر اسے دیکھنے لگی تھی۔

میری نک چڑھی۔۔۔! اسکی معصوم ادا پر وہ بے ساختہ ہنستے ہوئے اسکا دوبٹہ سر سے جدا کرنے لگا تھا۔۔

بیر۔۔۔! بہار نے کسمسا کر مزاحمت کرنا چاہی تو کبیر نے تیزی سے اسکی کمر کو جکڑتے ہوئے مزید قریب کر لیا۔۔۔

تمہاری طبیعت نہ خراب ہو جائے پھر۔۔۔! اس لئے اتار رہا ہوں جاناں۔۔۔! پر سکون رہو۔۔۔! بہار کے کان میں فسوں خیز سرگوشی

کرتے ہوئے کبیر نے اسکے کان کی لوح پر گرم سانسیں چھوڑیں تو بہار نے بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے اسکے کندھے پر سر ٹکا دیا تھا۔ اسکی گردن کو ہولے سے چوم کر وہ اسکا دوبٹہ الگ کرنے کے بعد اسکے زیورات الگ کرنا شروع ہو گیا تھا۔ کیونکہ دل ہی دل میں وہ اسکی طبیعت کے بارے میں فکر مند ہو رہا تھا۔

بھوک تو نہیں لگی۔۔۔؟ کبیر کو اچانک یاد آیا تو بے ساختہ پیار سے پوچھ گیا تھا۔۔۔

نہیں۔۔! مام نے کھانا کھلا دیا تھا۔۔۔! آہستہ آواز میں جواب دے کر بہار نے اب سکون سے اسکے سینے پر سر رکھ دیا تھا۔ کیونکہ پہلے سے وہ بہتر

محسوس کر رہی تھی۔۔اسے آنکھیں موندے دیکھ کر کبیر نے لیٹتے ہوئے اسکے وجود کو اٹھاتے ہوئے اپنے آگے لٹالیا۔۔

تھک گئی ہو۔۔؟اسکی کمر میں بازو حائل کرتے ہوئے بہار کی پشت کو سینے سے لگاتے ہوئے کبیر نے گھمبیر آواز میں پوچھتے ہوئے جاننا چاہا تھا۔جس پر بہار نے بے چینی سے ہاں میں سر ہلا دیا۔اس نزدیکی پر اسکا سانس پھر تیز ہو رہا تھا۔۔۔

گھبرا رہی ہو۔۔۔؟اسکی پچھلی گردن پر نرمی سے ہونٹ رکھتے ہوئے کبیر نے دوسرا سوال کیا۔بہار نے اس بار پھر بند آنکھوں سے اقرار کیا تھا۔۔ اسکے اقرار پر کبیر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ مچلنے لگی تھی۔۔

اتنا تو میری بہارے سوات میں بھی نہیں گھبرائی تھی۔۔۔! کبیر نے غیر متوقع اسے چھیڑا تو بہار پٹ سے آنکھیں کھول کر مڑتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔ اسکے مڑنے پر کبیر ہنستے ہوئے اسکے حیرت زدہ تاثرات دیکھتے ہوئے آگے بڑھ کر اسکی تیکھی سی ناک چوم گیا تھا۔۔

آپ۔۔۔! آپ نے مجھے تب دھوکا دیا تھا۔۔۔! اسکے خوامخواہ چھیڑنے پر بہار نے بھی ہونہہ کرتے ہوئے غیر متوقع جواب سنایا۔ جس کو سن کر کبیر خان کی نیلی آنکھیں بے اختیار پھیل گئی تھیں۔۔ آج سیلون میں ناز کو بے چینی سی ہو رہی تھی۔ جس پر وہ فارس کو کوستی چلی گئی تھی۔۔ جس نے دھوکے سے اسے لے جا کر خود کو باپ اور اسے اچانک اماں بنا دیا تھا۔ بہار کو

وہیں سے دھوکے کا لفظ یاد رہ گیا تھا۔اس لئے ابھی وہ بھی جتانے سے باز نہیں آئی تھی۔۔

میں کیسے دھوکا دیا تھا بھلا۔۔۔! کبیر نے دلچسپی سے جاننا چاہا تھا۔۔

آپ مجھے چوری چھپے لے کر گئے تھے وہاں۔۔۔! بہار فٹ سے بولی تھی۔

جیسے واضح کرنا چاہتی ہو کہ وہ اتنی بھی ناسمجھ نہیں ہے۔۔۔۔بہار کا جواب سن کر کبیر کا دل قہقہ لگانے کو کیا تھا۔۔لیکن پھر ضبط کرتے ہوئے وہ خود پر مصنوعی سنجیدگی طاری کرتے ہوئے پوچھنے لگا۔۔

میری بہارے کو سچ میں ایسا لگتا ہے کیا۔۔۔؟کیا واقعی ہی اسکا بیر ایسا کر سکتا ہے۔۔۔؟ایک جھٹکے میں اسے اٹھا کر اپنے اوپر لٹاتے ہوئے کبیر سنجیدہ انداز میں بولا تھا۔جس پر بہار کو الجھن سی ہوئی۔۔

اس نے سنبھلتے ہوئے مقابل کی آنکھوں میں بغور دیکھا تو کبیر خان کے چہرے پر سنجیدگی دیکھ کر وہ اپنے ہی کہے الفاظ سے انکار کرتے ہوئے اگلے ہی پل نفی میں سر ہلا گئی تھی۔

میں تو تمہیں اس لئے لے کر گیا تھا۔ کیونکہ یہاں تمہیں بخار ہو رہا تھا۔ اس لئے میں چاہتا تھا۔۔ کہ تم تھوڑا گھوم پھر لو۔۔۔! ہنسی ضبط کرتے ہوئے کبیر نے مزید صفائی پیش کی۔ فارس اسکا یہ انداز دیکھ لیتا تو اسے سمجھنے میں قطعاً کوئی مشکل نہ ہوتی کہ کبیر خان نے آخر کیسے گل بہار کو پہلے قابو کیا اور پھر بعد میں اپنا دیوانہ بنا لیا۔۔

سوری بیر۔۔۔! وہ آپی ایسا بول رہی تھیں۔۔ اس لئے میں نے بھی کہہ دیا۔۔۔! اگلے ہی پل وہ شرمندہ ہوتے معذرت کرنے لگی تھی۔ اسکا دل

یہ سوچ کر ہی شرمندہ ہونے لگا تھا۔ کہ اسکے بیر کو اسکا اتنا خیال ہے۔۔پر وہ الٹا شک کر رہی تھی۔۔

کوئی بات نہیں جاناں۔۔۔! تم میری زندگی ہو۔۔۔! دل بڑا کرتے ہوئے وہ ہنسی چھپانے کی غرض سے اگلے ہی پل زرا سا اٹھتے ہوئے اچانک اپنے ہونٹوں میں اسکے لبوں کو قید کر گیا تھا۔۔اس اچانک افتاد پر بہار نے بوکھلا کر اسے کندھوں سے تھاما تو کبیر نے اسکے لمس میں سکون محسوس کرتے ہوئے ساتھ ہی اسکی کمر کو سہلانا شروع کر دیا تھا۔۔تاکہ وہ پُر سکون رہے۔۔۔

چند پل یوں ہی گزرے تو خود پر جبر کرتے ہوئے اس نے آہستہ سے اسکے لبوں کو آزادی بخشی۔۔۔

طبیعت خراب ہونے لگے تو مجھے بتانا۔۔! تیز سانسوں میں کروٹ بدلتے ہوئے کبیر اسے لٹا کر اس پر سایہ فگن ہوا تو بہار کی آنکھیں بڑی ہوتی چلی گئی تھیں۔۔

سکونِ جاناں۔۔! میں بس چینج کرنے جا رہا ہوں۔۔! اتنا ڈرو مت۔۔! بہار جو اسکے خود پر سایہ فگن ہونے پر آنکھیں پھیلا رہی تھی۔ کہ کبیر نے جھکتے ہوئے شدت سے اسکی ناک چومتے ہوئے اسے تسلی دی۔ جس کو سن کر اسکی پلکیں تیزی سے لرزنے لگی تھیں۔۔

تم نے چینج نہیں کرنا کیا بہارے۔۔! کبیر جو جانے لگا تھا۔ کہ بے اختیار یاد آنے پر اچانک مڑتے ہوئے پوچھ گیا۔۔ بہار نے چونک کر اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

کرنا ہے۔۔۔! جلدی سے جواب دے کر وہ اٹھنے لگی تو کبیر نے آگے بڑھ کر اسے کھڑے ہونے میں مدد دی۔ کیونکہ اتنے بھاری لہنگے میں وہ بے حال سی ہوئی پڑی تھی۔ کبیر کے سہارا دینے پر وہ کھڑی ہوئی تو بے ساختہ گہرا سانس خارج کرتے ہوئے آنکھیں اٹھا کر اسکی طرف دیکھنا شروع ہو گئی۔ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے اگلے ہی پل اچانک وہ دونوں ہنس پڑے تھے۔۔

کھلے آسمان تلے کھڑے کبیر اسے کمر سے تھامے کھڑا تھا۔ جبکہ بہار اسکے کندھوں پر ہاتھ جمائے ہوئے تھی۔ اس بھاری جوڑے میں بہار کو الجھتے دیکھ کر وہ ہنس پڑا تھا۔ تو بہار کو بھی اپنی حالت پر ہنسی سی آگئی تھی۔۔

آج کی رات میری زندگی کی سب سے خوبصورت ترین رات ہے۔ کہ آخر میں نے اسکو پا ہی لیا۔ کہ جس کے روبرو ہونے کو میرا دل ہمیشہ سے بے چین رہا رہتا تھا۔۔! اسکے ماتھے پر ہونٹ رکھتے ہوئے وہ آہستہ آواز میں اچانک بولنے لگا تو بہار کی آنکھیں نہ جانے کیوں نم سی ہو ہوتی چلی گئیں۔ بے اختیار ہوتے ایک دم سے شدت سے وہ اسکے سینے سے لگی تو کبیر نے تعجب سے اسے دیکھا۔۔

بیر۔۔۔! کانپتے ہونٹوں سے اسے پکار کر وہ اسکی گردن میں بانہیں ڈال کر شدت سے اسکے سینے میں چھپنے کی کوشش کر رہی تھی۔ کبیر خان دل سے مسکراتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے اسکی کمر کو تھام کر زرا سا اوپر اٹھاتے

ہوئے اسے شدت سے خود میں بھینچتے ہوئے اسکی کوشش کامیاب کر گیا تھا۔۔اسکی گردن میں چہرہ چھپائے گل بہار کا دل بھرتا جارہا تھا۔۔

اسکی ماں ٹھیک ہی تو کہتی تھی۔کہ محبت میں "کبیر خان" اور "فارس ہمدانی" کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا ہے۔دن بدن گل بہار کو اب ان لفظوں پر یقین ہوتا جارہا تھا۔۔اسے یوں ہی تھامے اسکی گردن کو ہولے ہولے چومتے ہوئے کبیر کمرے کی طرف بڑھنے لگا تو بہار گدگدی کے احساس پر ایک دم سے کھلکھلاتے ہوئے اسکے دل کو روشن کر گئی تھی۔اسے کھکھلاتے دیکھ کر وہ بھی دلکشی سے قہقہ لگاتے ہوئے کمرے میں داخل ہو گیا تھا۔۔

تمام رسموں کے بعد تقریباً اب جا کر رابیل کو کمرے میں پہنچایا گیا تھا۔ تھکن کے باعث اسکا جسم چور ہو چکا تھا۔اور کچھ اس بھاری جوڑے کا بھی کمال تھا۔ جس کو وہ صبح سے پہنے ہوئے تھی۔۔

بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے وہ آنکھیں بند کیے بیٹھی تھی۔ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی ارسل خان کی پھوپھو اسے کمرے میں چھوڑ کر گئی تھیں۔اور اب بیڈ ٹیک لگائے وہ نہ چاہتے ہوئے بھی سارے دن کو سوچ رہی تھی۔کیسے لمحوں میں وہ اپنے گھر سے یہاں پر آگئی تھی۔کیسے اتنی جلدی اسکی زندگی کا رخ پلٹا جا چکا تھا۔کیسے وہ رابیل باسط سے آج "رابیل ارسل خان" بن چکی تھی۔ابھی وہ سب یہ سوچ ہی رہی تھی۔کہ اچانک ارسل خان کے نام پر وہ پٹ سے آنکھیں کھول کر بیٹھ گئی۔

ہر گز بھی نہیں۔۔۔! میں اس مچھر کا نام کبھی بھی اپنے نام کے ساتھ نہیں لگاؤ گی۔۔۔! میں کل بھی "رابیل باسط" تھی۔اور آج بھی وہی ہوں۔۔۔! نفی کرتے ہوئے وہ اگلے ہی پل خود پر واضح کرتے یقین دلاتے لہجے میں بولی تھی۔ابھی وہ خود سے باتیں کر ہی رہی تھی۔کہ اچانک ارسل خان کی کمرے میں آمد ہوئی۔۔۔

اسکے داخل ہونے پر بیک وقت انکی نظر ایک دوسرے کی طرف اٹھی تھیں۔۔اسے ابھی تک دلہن کے روپ میں بیڈ پر بیٹھے دیکھ کر پہلے تو ارسل کو حیرت ہوئی پھر اگلے ہی پل وہ بھنویں آچکا گیا۔۔۔

جیسے انتظار کرنے کا مقصد پوچھ رہا ہو۔۔اس بارے میں وہ ابھی زبان سے اس پر طنز کر پاتا جب رابیل تیزی سے بیڈ سے نیچے اتر آئی۔۔

ارسل کی طرف منہ بگاڑ کر وہ لہنگا سنبھال کر کھڑی ہو گئی تھی۔۔اسکے منہ بگاڑنے پر ارسل کو کوفت سی ہوئی۔پر وہ خاموش رہا تھا۔کیونکہ پہلے ہی اسکا سر درد سے پھٹ رہا تھا۔اس لئے وہ اس کے منہ نہیں لگنا چاہ رہا تھا۔۔

رابیل اس پر دوسری نگاہ ڈالے بنا نائٹ سوٹ نکالنے کے لیے آگے بڑھ گئی۔۔۔

گھڑی اتار کر میز پر رکھتے ہوئے وہ بھی کپڑے بدلنے کے لیے الماری کی طرف بڑھا تھا۔اپنے اپنے کپڑے نکال کر وہ دونوں ایک ساتھ باتھ روم کی طرف بڑھنے لگے تو اسے بھی اندر جاتے دیکھ کر رابیل چار سو بیس کی سپیڈ سے بھاگتے ہوئے اسے تیزی سے دھکا دے کر اندر گھستے ہی دروازہ بند

کر گئی تھی۔ جبکہ ارسل خان تو سمجھ ہی نہیں پایا تھا۔ کہ اسکے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا ہے۔۔

منہ کھولے وہ بے یقین ہوتے زمین پر گرے ٹراؤزر شرٹ کی طرف دیکھنے لگا۔ جو رابیل کے دھکا دینے کی وجہ سے اسکے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر گئے تھے۔۔ اسکی چالاکی سمجھتے ہوئے ایک لمحے میں ارسل خان آگ بگولہ ہوا تھا۔۔ جس کے باعث وہ کپڑے اٹھا کر تن فن کرتا باتھروم کے دروازے پر جا پہنچا تھا۔۔۔

یہ کیا بدتمیزی ہے کچرہ رانی۔۔۔! تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی مجھے دھکا دینے کی۔۔۔؟ دروازے پر ہاتھ مارتے ہوئے وہ تیز آواز میں غرایا تو دروازے کے اس پار رابیل جو دروازے پر کان لگائے اسکے رد عمل کا انتظار

کر رہی تھی۔۔ کہ ارسل کے ہاتھ مارنے پر ڈر کر ہڑ بڑاتے ہوئے پیچھے ہو گئی۔۔

لے ساختہ دروازے کو گھورتے ہوئے وہ کچھ جواب میں بولتی کہ پھر اچانک بولتے بولتے رک سی گئی۔۔ کسی شیطانی خیال کے تحت اسکی ہرنی جیسی آنکھیں اگلے ہی پل روشن ہو چکی تھیں۔ مزے سے مڑتے ہوئے اپنے کپڑے لٹکا کر اس نے گلہ کھنکھار کر گانا شروع کر دیا تھا۔

ارسل کو سلگتے دیکھ کر اسے لے حد مزہ آ رہا تھا۔ اس لیے اسے مزید آگ لگانے کی نیت سے وہ اچانک بلند آواز میں لالالالالالا گاتے ہوئے انجوائے کرنا شروع ہو چکی تھی۔۔

باہر کھڑا ارسل جواسکے جواب کا انتظار کر رہا تھا۔ کہ اچانک اسکا لالالالالا سنتے ہوئے صدمے سے دروازے کو دیکھ گیا۔۔۔

مطلب کیا تھی یہ بلا۔۔؟ یہاں غصے سے اسک دماغ خراب ہو رہا تھا۔۔ وہاں اندر وہ مزے سے گانا گا رہی تھی۔ بے اختیار وہ سر پکڑ کر پیچھے ہٹتے ہوئے صوفے پر جا بیٹھا تھا۔

دروازے کو تکتے ہوئے نہ چاہتے ہوئے بھی وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو چکا تھا۔ کہ اسکا کیا بننے والا ہے۔۔ کہاں کل تک اسکی سکون بھری زندگی تھی۔ اور آج ایک دن میں ہی زلزلہ آ چکا تھا۔

ڈیڈ کہاں پھنسا دیا مجھے آپ نے۔۔! اللہ کرے مورے آپکو پورا ایک سال لفٹ نہ کروائیں۔۔۔! باپ کو کوستے ہوئے وہ بڑبڑاتے ہوئے تیزی سے

ٹانگ ہلائے جارہا تھا۔۔اسکی ہلتی ٹانگ اس بات کا واضح ثبوت تھی۔کہ وہ اپنے صبر سے بھر کر برداشت کر رہا ہے۔۔۔

اس ایک چوہیا کو یہاں لانے کی خاطر آپ نے میری چھوٹی سی بہن کا نکاح کر دیا۔۔۔!جو بات اسے سب سے زیادہ کھٹک رہی تھی۔آخر کار وہ زبان پر لے آیا تھا۔ایسا نہیں تھا۔۔کہ وہ باسم کو لے کر کچھ خدشات کا شکار ہو رہا تھا۔پر کبیر خان کی طرح اسے بھی یہ ہی لگ رہا تھا۔کہ انکے چکر میں باسم اور محبت کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔۔

سب کو یہ رشتہ فلحال زبردستی کا لگ رہا تھا۔لیکن ارسل خان کو فلوقت باسم کی خوشی کا پتہ نہیں تھا۔وہ ابھی لاعلم تھا۔۔

ابھی بھی کمرے میں آنے سے پہلے وہ باپ کے ساتھ اچھی خاصی بحث کر کے آیا تھا۔ جہنوں نے اس وقت اسے آگاہ کرنا بھی مناسب نہیں سمجھا اور سب کچھ خود ہی طے کر دیا تھا۔

اگر وقت رہتے ارسل کو پتہ چل جاتا تو وہ خود پہلی فرصت میں اس انسان کا حشر بگاڑتا۔۔ جس نے اسکی بہن کا نام لینے کی جرات کی تھی۔۔۔

انہی سوچوں میں گم وہ یہ بھی محسوس نہیں کر پایا تھا۔ کہ رابیل باہر بھی نکل آئی ہے۔۔

اپنے گیلے بالوں کو انگلیوں سے سلجھاتے ہوئے رابیل شیشیے میں سے اسے کن اکھیوں سے دیکھ رہی تھی۔ جو پتہ نہیں کن سوچوں میں غرق ہو گیا

تھا۔اسے ہوش دلانے کی خاطر رابیل نے جان بوجھ کر برش نیچے پھینکا تو ارسل بے حد چونک کر دیکھنے لگا۔۔

اسے اپنی طرف متوجہ ہوتے دیکھ کر رابیل برش اٹھانے کے لیے جھک گئی۔ جبکہ ارسل ایک نظر اس پر ڈال کر باتھ روم کے دروازے کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ جو کھلا ہوا تھا۔

آئندہ میرے ساتھ الجھی تو تمہیں ایسے مڑوڑتے ہوئے کہیں دفن کروں گا۔۔ کہ تڑپتی رہ جاؤ گی۔۔۔! سرد نگاہوں سے بولتے ہوئے وہ اسے دھمکاتے ہوئے کھڑا ہوا تو رابیل بناڈرے منہ ٹیڑھا کر گئی۔اس پر زہر بھری نظر ڈالنے کے بعد ارسل شاور لینے جا چکا تھا۔۔

دفن کروں گا۔۔۔! ہمت تو دیکھاؤ مجھے ہاتھ لگانے کی۔۔۔!

شیشیے میں ٹیڑھے منہ بناتے ہوئے وہ اسکی نقل اتارتے ہوئے سر جھٹک گئی۔ بالوں کو سکھانے کے بعد وہ منہ پر لوشن لگا کر بیڈ کی جانب چل دی۔ کیونکہ اب نیند سے اسکا حال برا ہو رہا تھا۔۔

کمرے کی ساری لائٹس بند کرنے کے بعد رابیل بیڈ پر گرنے والے انداز میں لیٹی اور لیٹتے ہی ہاتھ بڑھا کر اس نے سائیڈ پر پڑا تکیہ اٹھاتے ہوئے سینے سے لگایا تھا۔ چونکہ گھر میں وہ اپنے ٹیڈی کو گلے لگا کر سوتی تھی۔ کیونکہ اسکے بنا اسے نیند نہیں آتی تھی۔ یا پھر زیادہ تر وہ اپنے ماں باپ کے بیچ جا کر سو جاتی تھی۔

اتنی بڑی ہونے کے باوجود بھی میرال اسکی یہ عادت نہیں چھڑا پائی تھیں۔ اکثر رات میں جب رابیل کو اپنے کمرے میں نیند نہیں آتی تھی۔ تو وہ منہ اٹھائے اپنے ماں باپ کے کمرے میں پہنچی ہوتی تھی۔

انکے بیچ لیٹتے ہی رابیل نے سب سے پہلے سوئی ہوئی ماں کو زور سے گلے لگانا ہوتا تھا۔ اور پھر کہیں جا کر وہ سو پاتی تھی۔ جبکہ میرال اچانک نیند سے جاگتے ہوئے اپنی بیٹی کو تاسف سے دیکھ کر رہ جاتی تھیں۔ جو بچوں کی طرح اب بھی انکے ساتھ لپٹ کر سوتی تھی۔

چونکہ آج کی رات یہاں وہ دونوں ہی سہولتیں میسر نہیں تھیں۔۔ اس لئے رابیل کو فلوقت اس تکیے سے ہی کام چلانا تھا۔ آنکھیں بند کیے وہ آہستہ آہستہ ابھی نیند میں اتر ہی رہی تھی۔ کہ باتھروم کا دروازہ کھولتے ہوئے

ارسل لے دھیانی میں باہر نکلا تھا۔ اندھیرا ہونے کے باعث اسکا پاؤں زور سے میز کے ساتھ ٹکرایا تو وہ کراہتے ہوئے جلدی سے پاؤں کو تھام گیا۔۔

واٹ دا ہیل۔۔۔! کمرے میں اتنا گہرا اندھیرا دیکھ کر اگلے ہی پل پورے کمرے میں اسکی بلند آواز گونجی تھی۔ پر بیڈ پر لیٹے ہوئے وجود کے آرام میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

ارسل کے چلانے پر رابیل نے زرا کی زرا آنکھیں کھول کر اسکے سایے کو دیکھا اور پھر ناک چڑھاتے ہوئے سکون سے دوبارہ آنکھیں بند کرنے ہی والی تھی۔ کہ ارسل نے غصے سے آگ بگولہ ہوتے آگے بڑھ کر لائٹ آن کر دی۔۔

تم چاہتی کیا ہو۔۔! ابھی اس کمرے میں آئے تمہیں چند گھنٹے بھی نہیں ہوئے اور تم نے ابھی سے میری زندگی اجیرن کر دی ہے۔۔۔! بیڈ کی طرف آتے ہوئے ارسل اسے شعلہ بار نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پھنکارا تھا۔ جبکہ اسے اپنے سر پر کھڑے دیکھ کر رابیل نہ چاہتے ہوئے بھی اب پوری آنکھیں کھولنے پر مجبور ہو گئی تھی۔۔

اس بات کا جواب میں تمہیں کل صبح اٹھ کر دوں گی پیارے مچھر۔۔۔! ابھی پلیز لائٹس آف کر دو مجھے بہت زور کی نیند آ رہی ہے...! جمائی لیتے ہوئے اس نے سکون سے جواب دیا تھا۔ جس کو سن کر اس بار سچ میں ارسل خان کا دل چاہا تھا۔ کہ اسکا قتل کر کے رکھ دے۔۔۔ جو اسکے کمرے کو اپنی ملکیت بنا کر بیٹھی ہوئی تھی۔۔۔

تمہارے باپ کا نوکر نہیں میں۔۔۔! کر لو خود۔۔۔! ٹھک سے سنا کر وہ مڑا تو را بیل کندھے آچکا کر ریموٹ کنٹرول اٹھاتے ہوئے پھر لائٹس بند کر گئی تھی۔ جبکہ ارسل جو ضبط کرتے ہوئے شیشیے کے سامنے بال سلجھانے کی لگا تھا۔ کہ پھر لائٹس بند ہونے پر گہری سانس خارج کرتے رہ گیا۔

آخر کوئی اتنا زہریلا بھی کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔؟ وہ بے ساختہ سوچنے پر مجبور ہو چکا تھا۔

پہلے ہی تھکاوٹ سے اسکا برا حال ہوا پڑا تھا۔ اور رہی کسر یہ مصیبت پوری کر رہی تھی۔

مٹھیاں بھینچ کر وہ لمبا سانس خارج کرتے ہوئے بیڈ کی جانب آیا اور سائیڈ لیمپ جلاتے ہوئے بیڈ کی صورتحال دیکھنے لگا۔ جہاں میڈم اسکی جگہ پر کسی مہارانی کی طرح ٹانگوں کو پھیلاتے ہوئے سو رہی تھی۔

اس بار ارسل خان نے بھی کوئی لحاظ کیے بنا اسے اپنی جگہ سے ہٹاتے ہوئے پرے دھکیلا تو رابیل ہڑبڑا کر آنکھیں کھولتے ہوئے اسکی طرف دیکھنے لگی۔ جبکہ ارسل نے بنا کوئی تاثر دیے اپنی جگہ پر لیٹ کر تکیے پر سر رکھتے ہوئے آنکھیں بند کر لی تھیں۔۔۔

رابیل اسے بے اختیار گھور رہی تھی۔۔۔ جس نے اتنے گندے طریقے سے اسے پرے پھینکا تھا۔۔

تمہیں تو میں صبح بتاؤں گی۔۔۔! خطرناک لہجے میں دھمکاتے ہوئے رابیل نے رخ موڑا تو وہ آنکھیں کھولتے ہوئے تمسخر بھری نظروں سے اسے دیکھ کر لیمپ بجھا گیا تھا۔۔۔! جیسے صبح تو وہ اسے کچھ نہیں کہنے والا تھا۔ سونے سے پہلے ارسل بھی صبح پر سارے بدلے ڈال کر نیند میں اتر گیا تھا۔۔

کال پر بات کرتے ہوئے فارس اپنے دھیان میں گم کمرے میں داخل ہوا تو سامنے ہی ناز دلہن کے روپ میں کھڑی گھورتی ہوئی نظر آئی۔

ناز پر نظر پڑتے ہی فارس ٹھٹکتے ہوئے اپنی جگہ پر ٹھہر چکا تھا۔ جبکہ ناز آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے مغرور انداز میں قدم اٹھاتے ہوئے اسکی طرف بڑھنے لگی۔ اسے اپنے جلوے بکھیرتے دیکھ کر فارس ہمدانی کا دل

شدت سے دھڑک اٹھا تھا۔اسے اپسرا بنی دیکھ کر وہ اپنی جگہ پر ساکت ہو چکا تھا۔وہ بھول گیا تھا۔کہ وہ کال پر کسی کے ساتھ بات کر رہا ہے۔

تھوڑی دیر پہلے کبیر کے ساتھ ہی وہ بھی اپنے کمرے کی طرف آ رہا تھا۔

لیکن پھر اپنے مینیجر کی کال پر وہ نہ چاہتے ہوئے باہر ہی رک کر اسکی بات سننے لگا۔اس لئے وہ آدھا گھنٹہ مزید لیٹ ہو چکا تھا۔اور اب کمرے میں داخل ہوا تو اس اچانک ملے دھماکے نے اسے شدت سے سالوں پہلے منظر کی یاد دلائی تھی۔جب چھوٹی سی گل ناز اپنے نکاح والے دن ہونٹوں پر ماں کی گہری سرخی لگائے بھاگتے ہوئے اسے دیکھانے پہنچی تھی۔اور فارس اسے دیکھ کر حیران ہو گیا تھا۔۔

فاری۔۔! میں پیاری دلہن لگ رہی ہوں نا۔۔۔! سالوں پہلے ناز کے بولے گئے الفاظ یاد آتے ہی اب اسکے لب خود بخود مسکراہٹ میں ڈھل گئے تھے۔۔۔

ایک تو تم کمرے میں لیٹ آئے ہو، اور اب مسکرا رہے ہو۔۔۔! اسے خود ہی مُسکراتے دیکھ کر ناز نے تیز لہجے میں بولتے ہوئے آنکھیں سکیڑلی تھیں۔ اسکی آواز نے فارس کو ہوش دلایا تو ہونٹ دباتے ہوئے وہ موبائل پاکٹ میں ڈال کر تیزی سے اسکی کمر کو جکڑتے ہوئے قریب کر گیا۔۔۔ ناز نے آنکھیں پھیلاتے ہوئے جلدی سے اسے کندھوں سے تھاما تو فارس کی آنکھیں تیزی سے اسکے خوبصورت نقوش میں الجھنا شروع ہو گئیں۔۔۔

آج نہیں پوچھو گی کیا۔۔۔؟ناز کی ہلکی سبز آنکھوں میں ڈوبتے ہوئے

فارس کا لہجہ اچانک گھمبیر ہوا تھا۔۔۔

کیا۔۔۔؟ناز نے نا سمجھی سے اسکی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے جاننا چاہا تھا۔

کہ وہ کیا پوچھنے کا کہہ رہا ہے۔۔

یہ ہی کہ "فاری میں پیاری دلہن لگ رہی ہو نا" بچپن کے اسکے بولے گئے

الفاظ دہراتے ہوئے وہ کھل کر مسکرایا تو یاد آنے پر ناز حیران ہوتے اچانک

ہنس کر اسکی طرف دیکھنے لگی۔۔

تمہیں ابھی تک یاد ہے کیا۔۔۔؟وہ حیرانگی سے گویا ہوئی تھی۔۔۔

مجھے تمہارے بارے میں سب کچھ یاد ہے جانِ عزیز۔۔۔! اسے ہنستے دیکھ کر فارس نے جھکتے ہوئے ہلکا سا اسکے لبوں کو چھوا تو اس نے سٹپٹا کر پیچھے ہونا چاہا تھا۔

مجھے یہ بھی یاد ہے۔ کہ تمہیں میری دلہن بننے کا اتنا شوق تھا۔ کہ تم ہر روز کسی کا بھی دوبٹہ اوڑھ کر گھونگھٹ نکال کر بیٹھ جایا کرتی تھی۔ اور کہتی تھی۔ کہ فاری میرا گھونگھٹ اٹھاؤ۔۔۔! اسے بے حد نزدیک کرتے ہوئے وہ مزید بتانے لگا تو ناز شرم کے مارے ہنستے ہوئے اسکے ہونٹوں پر ہاتھ جمانے لگی تھی۔۔

فاری نہیں بولو نا۔۔۔! اپنے بچپن کی حرکتیں یاد آنے پر پر وہ شرماتے ہوئے منہ چھپا رہی تھی۔ سب کی طرح ناز کو بھی اپنی حرکتیں یاد آنے پر

حیرت کے ساتھ ساتھ شرم آتی تھی۔ پتہ نہیں تب کیا سوچ کر وہ یہ سب کرتی رہتی تھی۔

میں تو بتاؤں گا۔۔۔! اسے شرماتے دیکھ کر فارس اسکا ہاتھ چوم کر تھامتے ہوئے چھیڑنے لگا تھا۔۔۔

میرا ہی کیوں بتا رہے ہو اپنا بھی بتاؤ نا پھر۔۔۔! نازنے ناک چڑھا کر اسے خود کی حرکتیں یاد دلانا چاہی تھی۔ جو فارس کو خود بھی اچھے سے یاد تھیں۔۔

کیا۔۔۔؟ میں تو کچھ بھی نہیں کرتا تھا۔۔۔؟ میں تو بہت سیدھا سادہ معصوم سا سا بچہ ہوتا تھا۔!! اسکے ماتھے سے ماتھا ٹکائے وہ انجان بنتے ہوئے پیچھے قدم اٹھانے لگا تھا۔۔

توبہ کتنے تم جھوٹے ہو فاری۔۔۔! میرے بچپن کے سارے سٹالر تم اٹھا کر لے جاتے تھے۔ آج بھی تمہاری واڈروب میں سب پڑے ہیں۔۔۔! اور جب چھوٹے بابا پوچھتے تھے۔ کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو تو آگے سے جواب دیتے تھے۔ کہ ان میں سے ناز کی خوشبو آتی ہے۔۔۔! اسے جھوٹ بولتے دیکھ کر ناز تیز لہجے میں بولتے ہوئے یاد دلانے لگی تو بچپن کا قصہ یاد آتے ہی وہ بھرپور قہقہ لگا گیا تھا۔۔۔

فارس کو آج بھی یاد تھا۔ جب اسکے باپ نے اس سے ناز کا سٹالر چھینا تھا۔ تو متجسس ہوتے ناز کی خوشبو چیک کرنے کے لئے عیس ہمدانی نے جیسے ہی ناک کے قریب سٹالر کیا تھا۔ تو جس خوشبو کو فارس نے "ناز کی خوشبو" کہا تھا۔ اصل میں وہ "ٹیلکم پاؤڈر" کی خوشبو تھی۔ جس کو سونگھتے ہی عیس نے

گھما کر فارس کو جو تا مارا تھا۔۔جو چھوٹی سی عمر میں اپنے عشق سے باپ کو صدمے پہنچاتا رہتا تھا۔۔

ٹیلکم پاؤڈر کی کہانی یاد آتے ہی وہ دونوں قہقہے لگاتے ہوئے پیچھے بیڈ پر جا گرے تھے۔

تو آخر میں نے تمہیں اپنا دولہا بنا ہی لیا ہے نا۔۔۔! ناز ہنسی کے درمیان مغرور ہوتے بولی تھی۔۔

میں شروع سے تمہارا ہی تھا میری جان۔۔۔! عاجزی بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے فارس نے اسے گھما کر ایک جھٹکے میں اپنے اوپر لٹا لیا۔ اسکے عاجز ہونے پر ناز متاثر کن انداز میں اسے دیکھنے لگی تھی۔۔

اتنی خوبصورت لگ کر کیوں میرے دل پر ستم ڈھا رہی ہو۔۔۔! اسکے حسین روپ پر نظریں دہراتے ہوئے فارس بے بسی سے گویا ہوا۔ اسکی گردن میں ہاتھ لپیٹتے ہوئے فارس نے اسکا چہرہ آہستہ آہستہ اپنے قریب کرتے ہوئے اسکے ہونٹوں پر لگا رنگ چرانا چاہا تو ناز تیزی سے جھکتے ہوئے اسکے ہونٹوں پر کاٹ کر ابھی بھاگ پاتی جب فارس فوراً اسکی کمر کو جکڑتے ہوئے بیڈ پر گرا کر اس پر اپنا سایہ کر گیا تھا۔

تمہاری تو۔۔۔! ناز جو ہنستے ہوئے اسے دیکھ کر رہی تھی۔ کہ فارس کے خطرناک ترین لہجے پر روہانسے ہوتے لب مڑورتی جب وہ تیزی سے جھکتے ہوئے اسکے لبوں پر قفل لگا گیا تھا۔ آنکھیں پھیلاتے ہوئے وہ مچلنے شروع ہو گئی تھی۔ کیونکہ وہ اسکی سانس روک چکا تھا۔۔۔

فارس نے اسکی مزاحمت کرتی کلائیوں کو جکڑتے ہوئے شدت سے اسے خود میں بھینچا تو ناز آنکھیں میچ کر ساکت سی ہونے لگی۔۔۔

بچپن کے شوہر کو ستاتے ہوئے شرم نہیں آتی تھی۔۔۔! اسکے ہونٹوں کو آزادی بخشتے ہوئے فارس نے اسکی کان کی لوح پر کاٹتے ہوئے سرگوشی کی۔۔اشارہ اسکی اتنی لمبی ناراضگی کی طرف تھا۔۔

نہیں۔۔۔! کیونکہ میرا شوہر مجھے اکیلا چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ناز نے بنا توقف کے جواب دیا۔۔

چھوڑ کر نہیں گیا تھا۔بلکہ اسے زبردستی بھیجا گیا تھا۔۔۔! اسے آج بھی اپنے موقف پر ڈٹے دیکھ کر فارس نے گھور کر تصحیح کرتے ہوئے اسکا دوبٹہ جدا کرتے پرے اچھال دیا۔۔

جو مرضی بولو پر میں تو یہی کہوں گی۔۔۔! وہ آنکھیں گھماتے ہوئے پھر کہہ گئی تھی۔انداز صاف ظاہر کر رہا تھا۔ کہ وہ کسی صورت بھی اپنا موقف نہیں بدلنے والی ہے۔۔

مجھ سے لاجیکل گفتگو کرو اور ثابت کرو یہ بات۔۔! اسکے سراپے پر نظر دہراتے ہوئے فارس نے بے ساختہ مقابلے کی دعوت دی۔۔

میں کیوں کروں لاجیکل بات۔۔۔! جب میں کہہ رہی ہوں تو ایسا نہیں کیا۔۔۔؟ اچانک اسکی کالر دبوچتے ہوئے وہ تیز لہجے میں کہنے لگی تو فارس قہقہ لگا اٹھا۔۔ مطلب وہ سچ سننا ہی نہیں چاہتی تھی۔

ٹھیک ہے جیسا آپ کہے جناب۔۔۔! بنا بحث کیے فارس نے تابعداری سے جواب دیتے سر جھکا لیا تھا۔ جس پر وہ اتراتے ہوئے کندھے اچکا گئی۔۔

اپنی منہ دیکھائی نہیں لینی کیا۔۔۔؟اچانک یاد آیا تو فارس پوچھتے ہوئے اس پر سے ہٹ گیا۔ناز بھی جلدی سے اٹھ بیٹھی تھی۔

میرا سارا میک آپ خراب کرنے کے بعد تمہیں منہ دیکھائی یاد آئی ہے کیا۔۔۔؟فارس کو دراز میں کچھ ڈھونڈتے دیکھ کر وہ سناتے ہوئے اٹھی تھی۔۔

تمہارا میک آپ خراب کرنے پر مجھے ثواب ملتا ہے۔اس لئے میں پہلے ثواب کمانے کو ترجیح دیتا ہوں جانِ من۔۔۔! مطلوبہ چیز نکال کر دوبارہ سیدھا بیٹھتے ہوئے فارس نے اسے آنکھ ونک کی۔جس پر ناز بے اختیار شرم وتاسف سے لال پڑتے ہوئے اسے دیکھ کر نظریں اسکے ہاتھ میں موجود ڈبے پر ٹکا گئی۔۔

کیالائے ہو میرے لئے۔۔۔؟اپنا تحفہ دیکھتے ہی وہ ایک دم سے پر جوش ہو چکی تھی۔۔

یہ سارا جہاں لایا ہوں تمہارے لئے۔۔۔! محبت سے اسے جواب دیتے ہوئے فارس نے اسے اپنی گود میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔۔اسکے الفاظ پر ناز کا دل بے ساختہ شدت سے دھڑکا تو وہ خوبصورت مسکان کے ساتھ اگلے ہی پل اٹھتے ہوئے اسکی گود میں بیٹھ چکی تھی۔

فارس نے بے ساختہ اسکا ماتھا چومنے کے بعد گال پر لب رکھ دیئے۔۔

فاری میں کھولو اسے۔۔۔؟اپنے تحفے پر نظریں گاڑے ناز نے بے ساختہ اجازت چاہی۔ جس پر فارس ہنس پڑا۔ وہ اچھے سے جانتا تھا۔ کہ اسکی جنگلی

بلی کو اس سے تحفے لینا کتنا پسند ہے۔اسکا پرانا انداز دیکھتے ہوئے وہ دل ہی دل میں مسرور ہو رہا تھا۔

تمہارا ہی ہے کھول لو جانِ من۔۔۔!اسکی کمر کو تھامتے ہوئے فارس نے اسے اجازت دی تو نازا گلے ہی پل خوشی کے مارے تیزی سے گفٹ کھولنا شروع ہو گئی ت۔اسکی تیزی دیکھتے ہوئے بے ساختہ وہ نفی میں سر ہلا کر رہ گیا۔نازنے جیسے ہی پیکنگ کھول کر ڈبہ کھولا تو ڈبہ کھولتے ہی ایک خوبصورت نیکلس نظر آیا تھا۔

نیکلس کو دیکھتے ہی وہ مسمرائز ہو چکی تھی۔ڈائمنڈ کا خوبصورت نیکلس سیٹ تھا۔جبکہ نیکلس میں نیلے پتھر لگائے گئے تھے۔۔۔

نیلے پتھروں کو دیکھتے ہوئے وہ حیرت انگیز خوشی سے اسکی طرف چہرہ موڑتے ہوئے دیکھنے لگی تھی۔

یہ پتھر۔۔۔؟خوشی کے مارے ناز کا چہرہ دہمکنے لگا۔۔

نیلم پتھر ہے۔۔۔!تمہاری تاریخ پیدائش کے مطابق تمہارا لکی سٹون ہے۔۔!اسے خوشی سے بات ادھوری چھوڑتے دیکھ کر فارس نے دلکشی سے مسکراتے ہوئے اسے بتایا تو ناز کو سمجھ نہیں آیا کہ وہ اپنی خوشی کن لفظوں میں بیان کرے۔۔

آئی لو یو فاری۔۔۔!اگلے ہی پل وہ پوری شدت کے ساتھ اسکے سینے سے لگی تو فارس نے حیران ہوتے اسے تھام لیا۔

آئی لو یو ٹو مائے لو۔۔۔! فارس نے تیز دھڑکنوں کے ساتھ اسے جواب دیتے ہوئے خود میں زور سے بھینچ لیا تھا۔ سالوں بعد یہ اظہار سنتے ہوئے اسکے رواں رواں میں سکون اترنے لگا تھا۔ اس لئے آنکھیں بند کیے وہ اسکے کہے گئے لفظوں کو بار بار محسوس کرنے کی کوشش کرنے لگا تھا۔۔

"میں تمہیں پل پل یاد کیا ہے نازو۔۔! اتنا کہ کبھی کبھی خود کو پاگل سمجھنے لگتا تھا۔ کیونکہ تم ذہن سے نکلتی ہی نہیں تھی۔۔۔" اسکی گردن میں چہرہ چھپاتے ہوئے وہ اچانک بھاری لہجے میں بولا تو ناز نے ٹھٹک کر پیچھے ہونا چاہا۔ کیونکہ ناز کو اسکا لہجہ نم سا لگا تھا۔۔ پر فارس نے اسکی کوشش ناکام کرتے ہوئے اسے مزید قریب کر لیا تھا۔۔

تم میرے دل میں اتنا بس چکی تھی۔ کہ تمہارا چہرہ نظر نہ آنے پر اکثر میرا دل مجھ سے بھی روٹھ جایا کرتا تھا۔۔۔! ناز کی خوشبو میں گہرا سانس بھرتے ہوئے وہ شاید اسے بتانے کی کوشش کر رہا تھا۔ کہ یہ جدائی کاٹنا آسان نہیں تھا۔۔۔ اسکی ساری باتیں سنتے ہوئے وہ بھاری ہوتے دل کے ساتھ اسکے گرد اپنا حصار مضبوط کر گئی تھی۔ ناز کی آنکھیں بھی تیزی سے نم ہو رہی تھیں۔ شاید اپنی اپنی جگہ پر ان دونوں نے بہت کچھ برداشت کیا تھا۔۔۔

پتہ ہے اکثر رات میں نیند سے ڈرتے ہوئے اٹھ جایا کرتا تھا۔ کیونکہ مجھے لگتا تھا۔ کہ تم مجھ سے دور جا رہی ہو۔۔۔! تب خان مجھے بہت مشکل سے سنبھال پاتا تھا۔۔! ناز کی گردن کو ہولے ہولے چومتے ہوئے وہ آج پہلی بار اس سب کے بارے میں اظہار کر رہا تھا۔ ورنہ کبیر خان کے علاوہ کوئی

بھی نہیں جانتا تھا۔ کہ فارس ہمدانی نے کس قدر مشکل سے گل ناز کے بنا اتنے سال گزارے ہیں۔۔

لوگوں کے پاس جس چیز کی کمی ہو انہیں دنیا کا سب سے بڑا غم وہی لگتا ہے۔ چونکہ میرے پاس تم نہیں تھی۔اس لئے میرا دل تمہارے غم میں ہر وقت مجھ سے روٹھا رہتا تھا ناز و۔۔۔! وہ مذید بولتا جا رہا تھا۔جب ناز اچانک سسک اٹھی۔

مجھ سے دور نہیں جانا فاری۔۔۔! کیونکہ میں نہیں

مجھ سے دور نہیں جانا فاری۔۔۔! کیونکہ میں نہیں برداشت کر پاؤں گی اب۔۔۔! بھیگی آنکھوں سے وہ سسکتے ہوئے بے بسی سے بولی تھی۔۔

فارس نے گہرا سانس خارج کرتے ہوئے شدت سے اسے خود میں سمالیا تھا۔۔

کہیں نہیں جاؤں گا اب۔۔۔! مضبوط لہجے میں بولتے ہوئے فارس نے پیچھے ہٹتے ہوئے تیزی سے اسکی بھیگی آنکھوں پر ہونٹ رکھ دیے۔۔بے شک یہ آنکھیں صرف فارس ہمدانی کی یاد میں اشکبار ہوئیں تھیں۔ورنہ گل نازر لانے والوں میں سے تھی۔۔نازبے اختیار اسے دیکھتی چلی گئی۔ شہد رنگ آنکھوں سے ملتے جلتے گہرے براؤن رنگ کے اسکے بال تھے۔ جبکہ چہرے پر بھوری ڈاڑھی اسے مزید دلکش بناتی تھی۔

اتنا غور سے نہیں دیکھو ورنہ سو نہیں پاؤ گی۔۔۔! اسے اپنی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھ کر فارس شرارت سے کہتے ہوئے اسکا زیور اتار رہا تھا

کیوں نہیں سو پاؤں گی۔۔۔؟ناز نے جلدی سے پوچھا تھا۔۔

کیونکہ میں سونے نہیں دوں گا۔۔۔! بنا توقف کے کہتے ہوئے فارس نے چمکتی آنکھوں سے جواب دیا تو ناز سمجھتے ہوئے اگلے ہی پل لال بھبوکا ہوتے اسے گھور کر رہ گئی۔

انتہائی بے شرم ہو گئے ہو۔۔۔! خفگی سے سناتے ہوئے وہ اسکی گود سے اٹھتی جب فارس ہنستے ہوئے اسے جکڑ کر تیزی سے لیٹتے ہوئے خود میں قید کر گیا۔۔ناز کو اپنے وجود تلے چھپاتے ہوئے فارس ہمدانی اسے خود میں گم کر چکا تھا۔جبکہ اتنا افراتفری میں وہ کچھ سمجھ بھی نہیں پائی تھی۔۔

نائٹ شرٹ ٹراؤزر میں باسم کاظمی بے حد بے چینی سے ٹیرس پر کھڑا تھا۔ ہاتھ میں موبائل پکڑے رات کے اس وقت وہ مسلسل محبت خان کے ساتھ رابطہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن دوسری طرف سے کال نہیں اٹھائی جا رہی تھی۔ جس کے باعث اب باسم کا غصہ آہستہ آہستہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔۔

پہلے اسکے کمینے بھائیوں نے اسے ملاقات کرنے نہیں دی۔ اور اب اگر وہ بات کرنا چاہ رہا تھا۔ تو اسکی نئی نئی بنی منکوحہ کال نہ اٹھا کر اسے غصے میں مبتلا کر رہی تھی۔

ڈیم۔۔۔! محبت کے کال نہ اٹھانے پر وہ غصے سے بولتے موبائل کو دیوار کے ساتھ مارتے مارتے رک گیا تھا۔ بے بسی سے بالوں میں ہاتھ پھیرتے

ہوئے اس نے بے ساختہ چہرہ بلند کرتے ہوئے فضا میں گہری سانس خارج کرتے خود کو ٹھنڈا کرنا چاہا۔ پر اسکے بے قرار دل کو کسی صورت بھی قرار نہیں آرہا تھا۔۔۔

بسم اللہ پڑھ کر کال کرتا ہوں۔۔۔! باسم جو آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے خود کو پر سکون کرنے کی کوشش میں تھا۔۔ کہ اچانک اسکے ذہن میں یہ خیال آیا۔ جس پر عمل کرتے ہوئے وہ سچ میں پوری بسم اللہ پڑھتے ہوئے محبت کا نمبر پھر ملا چکا تھا۔ جیسے جیسے بیل جا رہی تھی۔ ویسے ویسے باسم کاظمی کا دل اب شدت سے دھڑکتا جا رہا تھا۔۔ ابھی بیل جاری تھی۔ جب اچانک دوسری طرف سے کال اٹھالی گئی تھی۔

ایک پل کے لئے تو باسم کو یقین نہ آیا۔ لیکن جب پھر موبائل میں سے محبت کی آواز سنائی دینے لگی تو ہڑ بڑا کر تیز ہوتی دھڑکنوں کے ساتھ موبائل کان کے ساتھ لگا گیا تھا۔

کیا مسئلہ ہے آپکے ساتھ ڈاکٹر بھیا۔۔۔؟ کیوں میری نیند خراب کر رہے ہیں۔۔۔! باسم نے جیسے ہی موبائل کان کے قریب کیا۔ اتنی ہی تیزی سے محبت خان کی میٹھی جھنجھلائی سی آواز سنائی دی تھی۔ شاید نیند میں خلل پڑنے کی وجہ سے وہ غصہ ہو رہی تھی۔۔

ڈاکٹر بھیا۔۔۔؟ اسکے الفاظ پر باسم نے حیرانی کو چھوتے ہوئے موبائل کان سے ہٹا کر ایک بار موبائل کو گھورا تھا۔۔

نیلی غباری ہوش میں تو ہو نا۔۔۔؟ بھیا کہنے پر باسم اسکی کلاس لے پاتا کہ نیند میں غرق محبت کال بند کر کے پھر سو چکی تھی۔ جس پر وہ ہکا بکا اب موبائل کو دیکھنے لگا تھا۔

اس سے اچھا تھا کہ یہ کال اٹھاتی ہی نا۔۔۔! بھیا سن کر وہ بدمزہ ہو چکا تھا۔

صبح اسکی کلاس لیتا ہوں۔۔۔! نیلی غباری کہیں کی۔۔۔! ارادہ باندھتے ہوئے وہ اگلے ہی پل مسکرا دیا۔ کیونکہ اسکی آواز سننے کے بعد اب دل کو کچھ سکون ملنے لگا تھا۔۔

اب سے سارے کام "بسم اللہ" پڑھ کر کیا کروں گا۔۔۔! ایک نیا ارادہ کرتے ہوئے باسم کاظمی اگلے ہی پل مسرور ہوتے سونے کی غرض سے کمرے کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔۔

صبح ہو چکی تھی۔ نک سک سا تیار ہوتے وہ تیزی سے سیڑھیاں اترتے ہوئے نیچے آیا تو سب کی گردنیں میکانکی طور پر اسکی طرف گھوم گئیں۔۔

خیریت ہے ڈاکٹر صاحب۔۔۔؟ بیٹے کی اتنی تیاری دیکھتے ہوئے سنان مصطفیٰ بے اختیار بولے تھے۔

یہ سوال میں بھی آپ سے پوچھ سکتا ہوں پیارے ڈیڈ۔۔۔! جب کل میرا نکاح کروا رہے تھے۔۔۔! باپ کی جائزہ لیتی نظروں پر باسم کاظمی جتاتے انداز میں کہہ کر جان بوجھ کر کل کا حوالہ دے گیا تھا۔

اسکے "میرا نکاح" کہنے پر ائرہ کاظمی کو بے ساختہ خدشہ سا ہوا۔ کہ کہیں انکا پیارا بیٹا ان سے ناراض تو نہیں ہو گیا ہے۔ کیونکہ کل جس طرح آنا فانی میں

باسم اور محبت کا نکاح کروایا گیا تھا۔اس کے بعد کسی کو کچھ بات کرنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔۔

تو نے لازمی صبح صبح چھیڑنا تھا اسے۔۔۔! باسم کا چھبتا انداز دیکھتے ہوئے وہاج صدیقی افسوس سے سنان مصطفیٰ کو دیکھ کر کہہ گئے۔ جنہوں نے آبیل مجھے مار والا کام کیا تھا۔

باسم یہاں آکر بیٹھو۔۔۔! ائرہ کاظمی جلدی سے باسم کو مخاطب کر گئی تھیں۔تاکہ صبح صبح کہیں باپ، بیٹے کی بحث نہ شروع ہو جائے۔۔

نو مام۔۔۔! مجھے آج زرا جلدی نکلنا ہے۔۔! اس لئے ناشتے کا وقت نہیں ہے۔۔! ماں کو پریشان ہوتے دیکھ کر باسم مُسکراتے ہوئے انکی طرف آکر

جلدی سے ائرہ کاظمی کا ماتھا چومتے ہوئے بولا تو وہ اسے بے اختیار دیکھتی چلی گئیں۔۔

پر جا کہاں رہے ہو اتنی جلدی میں۔۔۔! باسم کا ہاتھ تھامتے ہوئے وہ بے ساختہ پوچھنے لگی تھیں۔۔ کیونکہ انہیں لگ رہا تھا۔ کہ شاید وہ ناراض ہو کر ناشتہ کیے بنا جا رہا ہے۔۔ باسم ابھی جواب دیتا جب غازیان بھی تیار ہوتا نیچے آتا دیکھائی دیا تھا۔

او کے مام میں نکل رہا ہوں۔۔! ڈونٹ وری جلدی واپس آ جاؤں گا۔۔! غازی پر ایک نظر ڈال کر باسم تیزی سے بولتے ہوئے نکلنے لگا کہ غازیان اسے حیرت سے پکار گیا۔

کہاں جارہے ہو تم اتنی جلدی میں۔۔۔! غازیان جو اپنی کرسی پر بیٹھنے والا تھا۔ کہ تیزی پوچھتے ہوئے باسم کے پیچھے ہوا۔ اسکی آواز پر باسم نے بے ساختہ مڑ کر اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

اپنے سسرال جارہا ہوں۔۔! آنا ہے کیا تو نے بھی۔۔۔؟ غازیان اسکے قریب آیا تو باسم نے جلے بھنے انداز میں چباتے ہوئے کہا۔ آواز آہستہ رکھی تھی۔ تاکہ کوئی دوسرا نہ سن پائے۔۔

صبح صبح پھر دورہ پر گیا تجھے۔۔۔! اسکے جواب پر غازیان کو حیرانگی سی ہوئی تھی۔

تیرا سسرال اگر اس گھر میں ہی واقع ہے۔ تو اسکا یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ میں تیرے دوروں سے واقف نہیں ہوں۔۔! باسم پیچھے ایک نظر دیکھتے

ہوئے غازیان کو سناتے بولا تو اسکی نظروں پر غازیان کو مجبوراً مڑ کر دیکھنا پڑا تھا۔

ریڈ کلر کی فراک پہنے یونیورسٹی جانے کے لئے بالکل تیار ماہ پارہ نیچے اتر رہی تھی۔اسکا سرخ جوڑا دیکھتے ہوئے غازیان نے بے اختیار فوراً آنکھیں سکیڑ لی تھیں۔۔

بڑی جلدی ہوش گنوائے ہیں بیرسٹر صاحب۔۔۔! غازیان کو ماہ پارہ میں گم دیکھ کر باسم بھی سنانے کی غرض سے بول پڑا۔۔۔

تجھے میں بعد میں دیکھتا ہوں ردی والے ڈاکٹر۔۔۔! پہلے زرا اسکو دیکھ لوں۔جو پھلجڑی بن کر یونیورسٹی جانے کو تیار پھر رہی ہے۔۔۔! جواب میں باسم کو سنا کر غازیان جلدی سے واپس مڑتے ہوئے ٹیبل کی طرف چلا

گیا۔ جس پر باسم بھی تاسف سے اسے ایک نظر دیکھ کر نکل چکا تھا۔ کیونکہ اسے جلد از جلد محبت ولا پہنچنا تھا۔۔

گاڑی محبت ولا میں داخل ہوئی تو باسم جلدی سے باہر نکل آیا۔ کل سے اسکی بے چینی مزید بڑھ چکی تھی۔

محبت کو دیکھنے کے لیے اسکا دل اب مزید صبر نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے تیز قدموں سے چلتے ہوئے وہ اندر داخل ہوا تو سب سے پہلے علینہ خانم کی اس پر نظر پڑی۔۔

باسم۔۔! علینہ خانم خوشگوار حیرت سے اسے پکارتے ہوئے جلدی سے اسکی طرف بڑھی تھیں۔انکی آواز پر چونکتے ہوئے گلاسز اتار کر باسم نے مسکراتے ہوئے باقی کا فاصلہ خود طے کیا۔

کیسی ہیں آنی۔۔۔! انکو حصار میں لیتے وہ محبت سے پوچھ گیا۔

میں ٹھیک ہوں تم اچانک اتنی صبح آج۔۔۔! علینہ خانم خوشی سے جواب دیتے پوچھ گئی تھیں۔۔

میں نے سوچا آج کا ناشتہ اپنے سسرال میں جا کر لیتا ہوں۔اس لئے بس چلا آیا۔۔۔! باسم چمکتی آنکھوں سے شرارتا غیر متوقع بولا تھا۔جس پر علینہ خانم ٹھٹک کر اسے دیکھنا شروع ہو گئی تھیں۔۔

تم سچ کہہ رہے ہو۔۔؟خوش تو ہو نا۔۔؟ٹیبل کی طرف جاتے ہوئے وہ جانچنے والے انداز میں فوراً گویا ہوئی تھیں۔۔

اگر خوش نہ ہوتا تو آج اتنی صبح آپکو یہاں کھڑا نظر آتا کیا آنی۔۔۔؟انکو پریشان دیکھ کر وہ مسکرا کر بولا تھا۔اسکی ماں کی طرح ساس بھی انکی فکر میں ہلکان ہو رہی تھی۔اور ایک طرف اسکا باپ تھا۔باپ کا خیال آتے ہی باسم کا منہ کڑوا ہو چکا تھا۔

باسم کے جواب پر علینہ خانم کا چہرہ خوشی کے مارے دیکھنے لائق ہوا تھا۔وہ بے یقینی سے اسے دیکھے جا رہی تھیں۔جب باسم مزید خفیہ انداز میں انکی طرف جھکتے ہوئے کہنے لگا تھا۔

"آپکے خان کی "محبتِ نعمان" کو میں لے نہ اڑا، تو پھر کہیے گا آنی کہ میرا نام بھی باسم کاظمی نہیں تھا۔۔۔ "مضبوط لہجے میں وہ اپنے ارادے انکے آغوش گزار رہا تھا۔علینہ خانم جو غور سے اسکی سرگوشی سن رہی تھیں۔کہ اگلے ہی پل حیرت و خوشی سے قہقہ لگاتی چلی گئیں۔۔

اس کا مطلب ہے۔کہ تم اپنے سسر کے ساتھ مقابلہ کرنے والے ہو۔۔! وہ ہنسی دبا کر پوچھ گئیں۔

نہیں۔۔! بس ان سے اپنی محبت واپس لینے والا لوں۔۔۔! وہ محبت جو روز اول سے باسم کاظمی کے نام لکھی گئی تھی۔اور "محبتِ باسم" بن کر اس دنیا میں آئی تھی۔پر آپ کے شوہر نے زبردستی اتنے سالوں میری محبت پر

قبضہ جمائے رکھا ہے۔۔۔! انکو اپنے دل کے راز سے آگاہ کرتے ہوئے وہ آخر پر منہ بسور گیا۔ جس کو دیکھ کر علینہ خانم پھر ہنس دیں تھیں۔۔

تو میں کیا سمجھوں کہ باسم کاظمی کو محبتِ نعمان سے محبت ہو گئی ہے۔۔!

علینہ خانم بے اختیار جاننے والے انداز میں بولی تھیں۔ شاید وہ ان باتوں کا پس منظر جاننا چاہ رہی تھیں۔

محبت تو اسی دن ہو گئی تھی آنی جس دن آپکی بے وقوف بیٹی اپنی بلی کو پریگننٹ سمجھ کر چیک آپ کے لئے میرے پاس ہاسپٹل لے کر آئی تھی۔۔!

وہ مسکراہٹ دبا کر بتا رہا تھا۔ جب علینہ خانم حیرانی سے آنکھیں پھیلائے آخر پر بے ساختہ اپنی بیٹی کے پاگل پن پر قہقہ لگا اٹھیں۔ انہیں ہنستا دیکھ کر باسم بھی قہقہ لگا گیا۔۔۔

خیریت ہے خانم۔۔۔! کس کے ساتھ صبح صبح اتنے قہقہے لگائے جا رہے ہیں بھئی۔۔۔! نعمان خان جو نیچے آ رہے تھے۔ کہ اپنی بیوی کے یوں ہنسنے کی آوازیں سنتے ہوئے حیرت سے سوال کر گئے تھے۔ باسم کی چونکہ انکی طرف سے پشت تھی۔ اس لئے وہ اسے دیکھ نہیں پائے تھے۔ انکی آواز پر باسم اور علینہ خانم بے ساختہ مڑ کر دیکھنے لگے تو باسم کو اتنی صبح یہاں دیکھ کر نعمان خان اگلے ہی پل آبرو آچکا گئے۔

آنی یہ راز آپکا اور صرف میرا ہے۔۔! سسر کو قریب آتے دیکھ کر باسم جلدی سے بولا تھا۔ جس پر علینہ خانم اسے آنکھوں سے تسلی دے گئیں۔

ہمارے گھر میں کوئی بیمار ہے کیا خانم جو اس ڈاکٹر کو اتنی صبح بلا لیا ہے۔۔! انکے قریب آتے ہی نعمان خان رعب سے بولے تھے۔۔

ہمارے خاندان میں سب سے زیادہ بیمار تو آپکی کالی عرف "بلیک گینگ" بیمار ہے چاچو۔۔! باسم نے جھوٹا مسکراتے بالکل انہی کے انداز میں جواب دیا تھا۔

ہاں بالکل کیونکہ تم جیسی منہ پھٹ اولاد پیدا کرنے کے بعد تو کوئی باپ تندرست رہ بھی نہیں سکتا۔۔! نعمان خان بھی جل کر اسی لمحے سنا گئے۔

خان۔۔! میں نے باسم کو ناشتے کے لئے بلایا ہے۔۔! باسم جا کر ٹیبل پر بیٹھو تم۔۔۔!

اس سے پہلے کہ ان داماد، سسر کی بحث بڑھتی جاتی کہ علینہ خانم کو بیچ میں مداخلت کرنی پڑی تھی۔ باسم اب اترا کر سسر کو چڑاتی نظروں سے دیکھتے ہوئے جا کر میز پر بیٹھ گیا تھا۔

کیوں اسکا اپنے گھر سے دانہ پانی اٹھ گیا ہے کیا۔۔۔؟ نعمان خان اسکے پیچھے قدم اٹھاتے ہوئے پھر خود کو الٹا بولنے سے روک نہیں پائے تھے۔

خان کبھی تو سیدھی بات کر لیا کریں۔ پھر بعد میں آپ سب شکوہ کرتے ہیں۔ کہ بچے الٹا جواب دیتے ہیں۔ حالانکہ بچوں کو الٹا جواب دینے کے لیے آپ سب پہلے خود ہی اکساتے ہیں۔۔۔!

علینہ خانم نے اب زرا غصے سے بولتے ہوئے شوہر کو ٹوکا تھا۔ جو خوا مخواہ میں پہلے بیٹے کو چڑاتے رہتے تھے۔ اور آج داماد کے ساتھ بھی وہی کام شروع کر رہے تھے۔۔

بیوی کے ڈانٹنے پر نعمان خان تو منہ کھولے اپنی خانم کو دیکھنے لگے تھے۔ جو آج الگ ہی نظر آ رہی تھیں۔ انکو صدمے میں دیکھ کر اب باسم کھل کر ہنسا تھا۔ اسکے ہنسنے کی آواز پر نعمان خان شعلہ بار نظروں سے اسے گھورنے لگے تو وہ مزے سے کندھے آچکا کر اپنی ساس سے پیار بٹورنا شروع ہو گیا۔۔۔

ارسل کی الارم کی آواز پر آنکھ کھلی تو اس نے بامشکل آنکھیں کھولنے کی کوشش کی۔ آنکھیں کھولتے ہی اسے اپنے سینے پر براجمان دو پاؤں رکھے نظر آئے تھے۔

ان دو پیروں کو دیکھ کر پہلے تو وہ نا سمجھی کا شکار ہوا لیکن جب ذہن آہستہ آہستہ بیدار ہونا شروع ہوا تو اسے بے اختیار یاد آنے لگا۔۔ کہ کل رات اس کمرے میں ایک آفت کی آمد بھی ہوئی تھی۔

رابیل کا خیال آتے ہی ارسل نے تیزی سے سر گھماتے ہوئے اپنے دائیں جانب دیکھنا چاہا تھا۔ جہاں کی جگہ خالی نظر آ رہی تھی۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھنے کی کوشش کرتا جب اسکی ٹانگوں سے لپٹ کر سوئی ہوئی رابیل نے زور سے اسے مزید ہگ کرنے کی کوشش کی۔

اس بلا کو اپنے پیروں میں سوئے دیکھ کر ارسل خان کی آنکھیں اب حقیقتا بڑی ہوئی تھیں۔ وہ بے اختیار اسے دیکھتا چلا گیا تھا۔ آڑے ترچھے طریقے میں وہ اسکی ٹانگوں سے لپٹی سو رہی تھی۔ جبکہ پاؤں ارسل کے سینے پر رکھے منہ تک آ رہے تھے۔ ارسل تو ہونک بنا اسے دیکھتا جا رہا تھا۔ کون کہہ سکتا تھا۔ کہ وہ پہلے دن کی دلہن ہے۔ کیونکہ جس طریقے سے وہ ارسل خان کے پاؤں پر سر رکھے گہری نیند میں سو رہی تھی۔ ارسل کو خوامخواہ وہم سا ہونے لگا تھا۔ کہ جیسے انکی شادی کو دس سال گزر چکے ہیں۔۔

سرد سانس خارج کرتے ہوئے غصے کے مارے ارسل نے زور سے اسے دور پٹک کر اٹھنے کی کوشش کی تو رابیل اگلے ہی پل نیند میں اٹھتے ہوئے

اسکی ٹانگوں کے اوپر لیٹ کر پھر سو گئی۔ جیسے سارے جہاں کی میٹھی نیند ارسل خان کی ٹانگوں میں سما گئی ہو۔۔

اسے اپنے اوپر سوتے دیکھ کر اب صحیح معنوں میں ارسل خان کے ہوش اڑے تھے۔اسکے دل کی حالت ایک لمحے میں خراب ہو چکی تھی۔

استغفر اللہ۔۔۔! توبہ کرتے ہوئے اس نے اگلے ہی پل آنکھیں بند کر لیں۔ لیکن پھر ہمت کرتے ہوئے اس نے اپنی ٹانگوں کے ساتھ چمٹی ہوئی چڑیل کو ہٹانے کی بھرپور کوشش کی۔

رابیل کو نامحسوس طریقے میں ہاتھ لگائے بنا ارسل جلدی سے اسے واپس اسکی جگہ پر گرا کر ایک جست میں بیڈ سے نیچے اتر آیا تھا۔ جیسے ابھی نہ بھاگا تو جان سے جائے گا۔۔

بیڈ پر گرتے ہی رابیل نے پورے بیڈ پر ٹانگیں پھیلائیں تو ارسل اچھنبے سے اسے دیکھ کر رہ گیا۔۔ وہ ایک کے بعد ایک صدمہ دے رہی تھی۔۔

یااللہ کس گناہ کی سزا دے رہا ہے مجھے۔۔۔! میں نے تو زندگی میں کوئی اتنی بڑی نافرمانی بھی نہیں کی ہوئی۔۔۔! جس کی سزا کے بدلے یہ تحفہ مجھے تھما دیا ہے۔۔۔!

رابیل کا سونے کا انداز دیکھتے ہوئے وہ بے بسی سے اللہ کو یاد کرتا بڑبڑانا شروع ہو گیا تھا۔۔ لیکن پھر صبر کرتے ہوئے وہ فریش ہونے کے لئے باتھروم کی طرف جانے ہی والا تھا۔ کہ رابیل نے اچانک کسی "کنگ فو ماسٹر" کی طرح بیڈ پر ٹانگ چلاتے ہوئے اسی لمحے تکیہ بیڈ سے نیچے گرا دیا۔ جس پر ارسل ضبط سے مٹھیاں بھینچ کر آنکھیں میچ چکا تھا۔۔

I will kill you Rabeel Basit, but once I “
do, for God’s sake, disappear from here
”...yourself

اپنے آپ کو شانت کرنے کی کوشش میں وہ خود سے بڑبڑاتے ہوئے تیزی سے باتھروم کی طرف چلا گیا تھا۔ کہ ایک دن وہ اس چڑیل کا قتل کر کے سچ میں چھٹکارا پا ہی لے گا۔ گویا خود کو دلاسہ دینے کی کوشش کی جا رہی ہو۔۔

ناشتہ کرنے کے بعد محبت اپنا بیگ اور چیزیں اٹھائے باہر کی جانب چلی گئی تھی۔ اسکے اٹھتے ہی باسم بھی اپنی جگہ سے کھڑا ہوتا علینہ خانم کو جلدی سے خدا حافظ کہنے کے بعد محبت کے پیچھے چلا گیا۔ جبکہ نعمان خان تو پہلے ہی

گاڑی میں جا کر بیٹھ گئے ہوئے تھے۔ وہ آج محبت کو خود چھوڑنے کے لیے جانے والے تھے۔۔

محبت اپنے دھیان میں بیگ سنبھالتے ہوئے گاڑی کا دروازہ کھول کر نعمان خان کے ساتھ بیٹھنے ہی والی تھی۔ جب پیچھے سے آئے باسم نے جلدی سے اسکا ہاتھ پکڑتے ہوئے اسے اپنی طرف کھینچ لیا۔ اس اچانک افتاد پر محبت لہرا کر باسم کے سینے سے ٹکرائی تو باسم نے تیزی سے اسکی کمر میں بازو حائل کرتے اسے خود کے قریب کر لیا تھا۔ جس پر نعمان خان صدمے سے اسے دیکھتے ہوئے جلدی سے گاڑی سے باہر نکل آئے تھے۔۔

محبت خود حیران و پریشان باسم کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ جو اسکے دیکھنے پر اپنے دل کو بامشکل سنبھالے ہوئے تھا۔۔

یہ کیا بد تمیزی ہے۔۔۔؟ نعمان خان کی آواز نے باسم کو ہوش دلایا تو وہ بدمزہ ہوتا بامشکل محبت کی طرف سے چہرہ موڑنے پر مجبور ہوا تھا۔

کونسی بد تمیزی چاچو۔۔۔؟ محبت کی کمر میں مضبوطی سے بازو لپیٹے وہ نہایت اٹیٹیوڈ سے بولا تھا۔

یہ جو تم نے ابھی کی ہے۔۔؟ نعمان خان غصے سے اسکی ابھی والی حرکت کی طرف اشارہ کرتے بولے تھے۔ انکی آوازوں پر ارسل خان اور علینہ خانم بھی باہر نکل آئے تھے۔

باسم کو یوں دھڑلے سے محبت کو تھامے دیکھ کر علینہ خانم کی آنکھیں پہلے جہاں پھیلی وہیں اگلے لمحے وہ ہنسنا شروع ہو گئیں۔ جانتی تھیں۔ کہ ابھی

یہاں جنگ شروع ہونے والی ہے۔۔بے اختیار انکو سنان مصطفیٰ کے کہے گئے الفاظ یاد آنے لگے تھے۔۔

"باسم کاظمی صرف دکھنے میں شریف نظر آتا ہے، ورنہ حقیقت میں اسکا اور شرافت کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ہے۔۔"

میں نے تو اپنی بیوی کو پکڑا ہوا ہے چاچو۔۔! آپ کو کیوں اتنا غصہ آرہا ہے۔۔۔! نعمان خان کے بدتمیزی کہنے پر باسم نے مسکرا کر نہایت پر سکون الفاظ ادا کیے تھے۔ جن کو سن کر نعمان خان اگلے ہی پل ششدر ہوتے اسے دیکھ گئے۔

وہیں ارسل خان کو بھی خوشگوار حیرت نے آن گھیرا تھا۔ جس کے باعث وہ اگلے ہی پل نیچے اترتے ہوئے انکے قریب چلا آیا تھا۔ ان سب کے برعکس

محبت سوالیہ نظروں سے باری باری سب کو دیکھ رہی تھی۔اس نے باسم سے دور ہونے کی کوشش کی تھی۔پر باسم اسکی کوشش ناکام بناتے اسے مزید شدت سے تھام چکا تھا۔۔

میں تمہیں جوتے سے ماروں گا باسم۔۔! چھوڑو میری بیٹی کو۔۔۔! نعمان خان کو جب کچھ سمجھ نہ آیا کہ باسم کے الفاظ کا کیا جواب دیں۔تو غصے کا اظہار کرتے دھمکانے لگے۔۔

خان۔۔۔!! کچھ خدا کا خوف کریں۔۔داماد کے ساتھ ایسے کون بولتا ہے۔۔۔! شوہر کے الفاظ سننے کی دیر تھی۔جب علینہ خانم تیزی سے بولتے ہوئے زرا قریب چلی آئی تھیں۔۔انکی آواز پر نعمان خان ایک پل کے لئے گڑبڑا گئے تھے۔

خانم تمہیں اسکی بد تمیزی نہیں نظر آرہی کیا۔۔۔؟جواباوہ تیش سے باسم کی طرف اشارہ کرتے گویاہوئے تھے۔۔

آنی میں نے اپنے سسر کے ساتھ فلحال کوئی بھی بد تمیزی نہیں کی۔ سوائے یہ کہ محبت کوانکی گاڑی میں بیٹھنے سے روکا ہے۔ کیونکہ میں اپنی بیوی کو آج خود ڈراپ کرنے والاہوں۔۔۔! باسم نے نہایت ادب کے ساتھ ساس کو مخاطب کرتے بتایا تھا۔ کہ اس نے محبت کو کیوں بیٹھنے سے روکا ہے۔۔

اسکامدعاسن کراب نعمان خان جل بھن کر رہ گئے۔۔ارسل فلوقت خاموش کھڑاانجوائے کررہاتھا۔ کیونکہ وہ اچھے سے جانتا تھا۔۔ کہ اس باپ اپنی بیٹی کی محبت میں شراکت کسی صورت بھی برداشت نہیں کر سکتا۔۔

ہاں تو اس میں کیا برائی ہے۔۔! باسم کا محبت پر زیادہ حق ہے۔اس لئے محبت، باسم کے ساتھ ہی جائے گی۔۔! آپ میرے ساتھ اندر چلیں۔۔! شوہر کے کوئی بھی احتجاج سے پہلے علینہ خانم داماد کے حق میں فیصلہ سنا کر آگے بڑھتے ہوئے انکا ہاتھ تھام کر انکو اندر لے جانے لگی تھیں۔

خانم تم بھی حد کرتی ہو۔۔! ایسے کیسے یہ الو کا پٹھا ایک دن میں آکر میری بیٹی کا حق دار بن بیٹھا ہے۔۔! میں اسکو چھوڑوں گا نہیں۔۔! میری بیٹی صرف میرے ساتھ ہی یونیورسٹی جائے گی۔۔! اپنا ہاتھ چھڑا کر وہ ایک دم سے بھڑک اٹھے تھے۔۔ جس پر ارسل کو خاصا سکون محسوس ہوا تھا۔ کل رات سے جیسے اسکی زندگی اجیرن ہوئی پڑی تھی۔۔اب باپ کے ساتھ حساب چکتا کرنے کا وقت تھا۔

چھوٹے خان۔۔! لے جا انہیں اندر اب یہ بڑھے ہو گئے ہیں۔۔۔! اپنے چاچے کے بھڑکنے کا اثر لیے بنا باسم نے ارسل کو مخاطب کیا تھا۔

بکواس نہیں کرو میں تم دونوں کو گولی مار دوں گا۔۔! باسم کے خود کو بڑھا کہنے پر وہ غصے کے مارے مزید سرخ ہوتے چلے گئے تھے۔ جس پر علینہ خانم تاسف سے اپنے شوہر کو دیکھ کر رہ گئی تھیں۔ جو بیٹی کے معاملے میں کسی کو بھی برداشت نہیں کرتے تھے۔۔

ڈیڈ اس میں اتنا غصہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔۔! آپ لوگوں نے خود ہی کل خوشی خوشی محبت کا نکاح باسم کے ساتھ کروایا ہے۔ تو قانونا اور شرعاً تو باسم ہی اب محبت پر زیادہ حق رکھتا ہے نا۔۔۔! ارسل نے ہنسی دبا کر

مصنوعی سنجیدگی سے کہنا چاہا تھا۔ جیسے باپ کے جذباتی پن پر افسوس ہو رہا ہو۔

تمہارے قانون کی ایسی کی تیسی۔۔! میں جان سے مار دوں گا تم دونوں کو۔۔۔! بیٹے کے الفاظ پر نعمان خان غصے سے پاگل ہوتے جوتا اٹھانے کے لیے جھکنے لگے تو علینہ خانم تیزی سے انکو روک گئی تھیں۔۔

خان کچھ ہوش کریں۔۔! بہو گھر آئی ہوئی ہے اب۔۔!

میں ہوش کروں۔۔! انکی کرتوتیں کیا نظر نہیں آ رہی تمہیں۔۔۔؟ بہو کے ذکر پر وہ مجبوراً رکے تو ارسل نے ہنسی دبا کر باسم کو آنکھ ونک کی تھی۔

ڈیڈ۔۔! میں لیٹ ہو رہی ہوں۔۔! ابھی پارو آپی کو بھی لینا ہے۔۔!

سارے ہنگامے میں محبت نے پہلی بار بولتے ہوئے باپ کو مخاطب کیا تھا۔

ڈیڈ کی پیاری جان۔۔! بتاؤ کس کے یونیورسٹی ساتھ جانا ہے۔۔؟ میرے ساتھ یا اس گدھے کے ساتھ۔۔! محبت کے بلانے پر نعمان خان کو اچانک ایک ترکیب سوجھی تھی۔ جس کا استعمال کرتے ہوئے وہ اگلے ہی پل لاڈ سے بولتے ہوئے محبت سے پوچھنے لگے۔ جیسے سو فیصد یقین ہو کہ انکی بیٹی انکے حق میں فیصلہ دے کر ان دونوں احمقوں کے منہ پر چماٹ مار دے گی۔۔

اپنے چاچے کی چالاکی پر باسم نے آبرو اٹھاتے ہوئے ان پر نظر ڈال کر ارسل کی طرف دیکھا جو اسکو مخصوص اشارہ دینے لگا تھا۔۔

دیکھنا میرا شیر صرف میرے ساتھ ہی جائے گا۔۔۔! نعمان خان اترا کر بولے تھے۔ جبکہ محبت الجھن کا شکار ہو چکی تھی۔ کیونکہ ایسے کسی سوال کا سامنا اسے پہلے کبھی بھی نہیں ہوا تھا۔۔

This tigress belongs only to her lion. “

So my dear father-in-law, it’s time you

”....retired from such cunning tricks

(یہ شیرنی صرف اپنے شیر کی ہے۔اس لیے محترم سسرِ محترم،اب بہتر یہی ہے کہ آپ اپنی چالاکیوں اور خفیہ چالوں سے دستبردار ہو جائیں۔)

محبت کے کوئی بھی جواب دینے سے پہلے باسم نے جھکتے ہوئے ایک جھٹکے میں محبت کو اٹھا کر کندھے پر ڈالا تو علینہ خانم تعجب سے آنکھیں بڑی کرتے

اسے دیکھتی چلی گئی تھیں۔ وہیں باسم کے طنز پر ارسل خان کا قہقہ بے ساختہ تھا۔ محبت کو اٹھائے باسم پوری شان کے ساتھ گاڑی کی طرف چلا گیا تھا۔ جبکہ نعمان خان تو ہکا بکا اس جگہ کو دیکھتے رہ گئے تھے۔ جہاں پر باسم اور محبت کھڑے تھے۔۔

کیا کر رہے ہیں آپ مجھے ڈیڈ کے ساتھ ہی جانا ہے۔۔۔! محبت چلا کو بول رہی تھی۔ جب باسم اسے تیزی سے فرنٹ سیٹ پر بٹھانے کے بعد گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا تھا۔ گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے اس نے تیزی سے گاڑی یہاں سے نکالی تھی۔

کل رات وہ ملاقات کرنے میں ناکام رہا تھا۔ لیکن آج کسی صورت بھی وہ کسی کو اپنے راہ میں رکاوٹ نہیں بننے دینے والا تھا۔

گاڑی نکالتے ہوئے باسم نے سب سے پہلے غازیان کو میسج کرتے ہوئے ماہ پارہ کو یونیورسٹی چھوڑنے کا کہا تھا۔ تاکہ ماہ پارہ کہیں محبت کا انتظار کرتی گھر نہ رہ جائے۔۔

ڈاکٹر بھیا آپ میری بات کیوں نہیں سن رہے ہیں۔۔! محبت نے اسکا بازو جھنجھوڑ کر کہنا چاہا تھا۔ جب بھیا لفظ پر رات کی طرح باسم کا دماغ ایک دم سے گرم ہوا تو وہ اسی وقت گاڑی ایک جھٹکے میں سڑک کنارے لگاتے ہوئے اسے کھینچتے ہوئے اپنی گود میں بیٹھاتے تیزی سے اسکے لبوں پر جھک گیا۔ محبت کا وجود جہاں ساکت ہوا وہیں اسکی سنہری آنکھیں کناروں تک

پھیلتے چلی گئیں۔ جبکہ باسم کاظمی کی بے چینی عروج پر پہنچ چکی تھی۔ محبت کی کمر میں دونوں بازوؤں حائل کرتے ہوئے باسم نے شدت سے اسے اپنے سینے میں بھینچتے ہوئے محسوس کیا تھا۔ اسکے سینے میں تیز ہوتی دھک دھک صاف بتا رہی تھی۔۔ کہ وہ ابھی محبت خان کا دور ہونا افورڈ نہیں کر سکتا ہے۔ اس لئے ہولے سے اسکے لبوں کو اپنے ہونٹوں میں دباتے ہوئے باسم نے اسکی گردن میں ہاتھ لپیٹتے ہوئے اسکا چہرہ بلند کر لیا تھا۔۔

سارا جہاں بھلا کر وہ اس پل اس سنہری خوشبو میں لمحہ لمحہ کھوتا جا رہا تھا۔ کیونکہ اس نسوانی خوشبو نے اسے بہت بار ڈسٹرب کیا تھا۔ اور بہت بری طرح کیا تھا۔۔

محبت اسکی آغوش میں ساکت ہو چکی تھی۔ گویا جسم میں سانس لینے کی بھی ہمت نہ بچی ہو۔۔ باسم شدت سے اسکے نچلے ہونٹ کو نرمی سے چومتے زرا پیچھے ہٹ کر دیکھنے لگا تو وہ آنکھیں بند کیے ہوش و حواس بھلائے نظر آئی۔۔

بھیا نہیں ہوں میں اب تمہارا۔۔! کل نکاح ہوا ہے ہمارا ابھی پاگل لڑکی۔۔۔! محبت کے سنہرے بال پیچھے ہٹا کر باسم اسکی گردن میں چہرہ چھپاتے ہوئے کان میں آہستہ آواز سے سمجھانے لگا تو محبت کے وجود مس دوڑتی بے چینی اسے بوکھلانے پر مجبور کر گئی۔ کیونکہ وہ مقابل کو نہیں سمجھ پا رہی تھی۔ اسکا ناسمجھ ذہن اس وقت صرف باسم کاظمی کے سحر میں جکڑتا سن ہوتا جا رہا تھا۔۔

محبت نے پیچھے ہونے کی کوشش کی تو باسم اسکی کلائی کو تھام کر کھینچتے ہوئے دوبارہ قریب کر گیا۔۔

ابھی سے نہیں بھاگو محبت خان۔۔! سیٹ کو پیچھے کی جانب دھکیل کر اسے کمر سے اٹھاتے ہوئے وہ اپنے اوپر لٹاتے ہوئے بولا تھا۔

ڈاکٹر۔۔۔!! محبت رونے والا ہو گئی تھی۔اس لئے پریشان ہوتے اسے روکنے کی کوشش کرنے لگی۔

شش۔۔۔! اسکی فریاد کو اسی وقت دباتے ہوئے باسم نے ہاتھ پھیرتے ہوئے پہلے اسکی آنکھیں بند کی اور پھر آہستہ آہستہ اسے خود پر جھکاتا چلا گیا۔

میں تمہارا شوہر ہوں اب بس۔۔۔! اسے اپنی پہچان کرواتے ہوئے باسم نے دوبارہ اسکے لبوں کو چھونا چاہا تو محبت نے ہانپتے ہوئے چہرہ اسکے سینے میں

چھپالیا۔ابھی تو وہ پہلے والے لمس کی تپش کو نہیں سنبھال پائی تھی۔اور وہ اسے مزید پاگل کرنے کے در پر تھا۔۔

یہ دل اجنبی نہیں رہے ہیں محبت خان۔۔۔!ان میں آشنائی پیدا ہو چکی ہے۔اس لئے تم مجھ سے اب یوں چھپ نہیں سکتی۔۔!کیونکہ یہ تنہائی کے لمحات اب ہر وقت بے قرار کیا کریں گئے محبتِ باسم۔۔۔!اسے اپنے نام سے مخاطب کرتے ہوئے باسم نرمی سے اسکی گردن پر ہونٹ رکھتا چلا گیا۔کیونکہ یہ حقیقت تھی۔کہ اسکا دل کل رات سے بے قراری میں جلتا ہوا محسوس ہوتا رہا تھا۔اور اب اگر بے قراری مٹانے کا وقت آیا تھا۔تو وہ چھپنے کی کوشش میں تھی۔۔

آپ کیا کر رہے ہیں میرے ساتھ۔۔۔! اسکی تمام باتوں پر روہانسی ہوتی وہ بولی تھی۔۔ زرا سا چہرہ اٹھاتے ہوئے اس نے باسم کی طرف دیکھا تو باسم اسکا نقوش میں گھلا گلابی پن دیکھ کر گہرا مسکرا دیا۔

تمہیں ستانا چاہتا ہوں۔ لیکن تم میری کوشش کامیاب ہی نہیں ہونے دے رہی۔۔۔! محبت کو کمر سے تھام کر زرا سا اوپر اٹھاتے ہوئے باسم نے اسکی تھوڑی پر ہولے سے دانت گاڑے تو وہ سسکتے ہوئے مچلی۔

آہ۔۔!! اسکی کراہ پر باسم نے قربان ہوتے اسکی گردن پر ہونٹ رکھتے ہوئے اسکی کمر پر انگلیاں سہلائی تو محبت کو اپنے وجود میں عجیب سا احساس پیدا ہوتا محسوس ہونے لگا تھا۔ جس کے باعث وہ بری طرح کسمسا کر اٹھنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔ لیکن باسم کی گرفت سے وہ چاہ کر بھی نہیں نکل

پارہ تھی۔ دونوں ہاتھوں سے اسکی گردن کو جکڑتے ہوئے باسم اسے خود پر جھکا کر سیٹ پر سر رکھ گیا تھا۔

محبت کے لب جیسے ہی اسکے ہونٹوں سے ملے تھے۔ کہ باسم کا ظمی کو اپنے اندر جذبات کی ظغیانی اٹھتی ہوئی محسوس ہونے لگی تھی۔ وہ نہیں سمجھ پاتا تھا۔ کہ آخر ایسی کون سی کشش تھی۔ جو اسے ہمیشہ اپنا آپ بھلانے پر مجبور کر دیتی تھی۔ اسکے ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں میں الجھائے وہ محبت کا سانس روکنے کا باعث بننے لگا تو محبت نے مچلتے ہوئے دور ہونے کی کوشش کی۔ کیونکہ اسکے دل کی حالت غیر ہونے لگی تھی۔ بیک وقت دونوں ایک دوسرے کی تیز ترین چلتی دھڑکنوں کی آوازیں سن رہے تھے۔

باسم نے شدت سے اسے خود میں بھینچ کر ہولے سے محبت کے نچلے لب پر کاٹا تو محبت آنکھیں کھول کر التجائیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ اگر وہ اسے صرف بھیا کہنے کی سزا دے رہا تھا۔ تو وہ سوچ چکی تھی۔ کہ ائندہ اسے بھیا بلانے کا گناہ اب کبھی بھی نہیں کرنے والی۔۔۔!

باسم مکمل طور پر اس میں کھو چکا تھا۔ لیکن پھر اسے لیٹ ہونے کا خیال آیا تو بامشکل خود پر ضبط کرتے آخری بار نرمی سے اسے چھو کر محبت کو آزادی بخش گیا۔ اسکی گرفت ڈھیلی کرتے ہی وہ تیزی سے واپس اپنی سیٹ پر جا بیٹھی تھی۔ جبکہ نظریں ملانے کی غلطی نہیں کی تھی۔۔

اسے یوں چھوئی موئی بنے دیکھ کر وہ بھرپور مسکراتے ہوئے اسکے سراپے پر نظر ثانی کرنے لگا۔ گرین کلر خوبصورت سی ڈریس میں وہ لال گلابی ہوئی پڑی تھی۔ جبکہ دوبٹہ ہمیشہ کی طرح گلے کے گرد لٹکا ہوا تھا۔

گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے باسم نے گلاسسز لگانے کے بعد اسکا ہاتھ تھامنا چاہا تو وہ بدک کر پیچھے ہو گئی۔۔

غازیان گاڑی میں بیٹھنے ہی والا تھا۔ کہ اچانک میسج کی آواز پر ہاتھ میں پکڑے موبائل نے اسکی توجہ اپنی طرف کھینچ لی۔ غازیان نے موبائل انلاک کرتے ہوئے دیکھنا چاہا تو باسم کا میسج آیا ہوا تھا۔ جو ماہ پارہ کو یونیورسٹی چھوڑنے کا کہہ رہا تھا۔

انٹر سٹنگ ڈاکٹر صاحب۔۔۔! باسم کے پیغام نے غازیان پاشا کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ بکھیر دی تھی۔ لیکن اگلے ہی پل غازیان نے مسکراتے ہوئے سر جھٹک دیا۔اس سے پہلے کہ وہ کسی ملازمہ کو بھیج کر ماہ پارہ کو باہر آنے کا کہتا کہ ماہ پارہ خود منہ بنائے باہر آتی دیکھائی دی تھی۔اسکا خفا چہرہ دیکھ کر غازیان کی تیزی سے ہنسی اڈی تھی۔ جسے کمال مہارت سے ضبط کرتے ہوئے وہ ماہ پارہ کی طرف بڑھ گیا۔ جبکہ ماہ پارہ اسے اپنی طرف آتا دیکھ کر ناک چڑھاتے ہوئے زرا سا رخ موڑ کر اسکے پاس سے گزرنے ہی والی تھی۔ کہ اسکی روٹھی ادا پر فدا ہوتے غازیان نے بے ساختہ ہنستے ہوئے تیزی سے اسکا ہاتھ تھامتے ہوئے اسے اپنی طرف کھینچ لیا تھا۔۔

کہاں میری گول گپی۔۔۔؟ماہ پارہ کی کمر میں بازو حائل کرتے ہوئے غازیان نے فوراً سے پہلے اسے قریب کیا تھا۔

کک۔۔ کیا کر رہے ہیں آپ غازی۔۔۔!اس اچانک آفت پر وہ ایک دم سے سٹپٹاتے ہوئے ارد گرد دیکھنا شروع ہو گئی۔۔

تمہاری خود سے روٹھنے کی کوشش ناکام کر رہا ہوں جان من۔۔۔! غازیان نے جھکتے ہوئے اچانک اسکے لبوں کو اپنے ہونٹوں سے چھوا تو ماہ پارہ کے دل نے بری طرح بیٹ مس کرتے اسے سر تا پیر ہلا کر رکھ دیات۔اسکی نیلی آنکھیں کناروں تک پھیل گئی تھیں۔۔

آپ پاگل ہو گئے ہیں۔۔! کوئی دیکھ لیتا ابھی۔۔۔! کانپتے ہوئے وہ ایک جھٹکے میں اپنی کمر سے اسکا بازو جدا کرتے دور ہو کر کھڑی ہو گئی تھی۔ماہ پارہ

کے چہرے کے رنگ ایک سیکنڈ میں اڑ چکے تھے۔ کسی کے دیکھنے کا سوچ کر ہی وہ کانپنا شروع ہو گئی تھی۔۔

اگر نہیں چاہتی، کہ سچ میں ہمیں کوئی اتنا قریب دیکھے تو کوئی نخرہ کیے بنا میری گاڑی میں جا کر بیٹھ جاؤ۔۔۔! ماہ پارہ کا ڈر کر غازیان نے پھر قریب ہوتے اگلا قدم اٹھانا ضروری سمجھا تھا۔ ماہ پارہ تو اسکے بدلے انداز دیکھ کر حیرانگی کا شکار ہو رہی تھی۔ لیکن اسے پھر اپنے قریب ہوتے دیکھ کر وہ خفگی سے اسے ایک نظر دیکھ کر بھاگتے ہوئے گاڑی میں جا کر بیٹھی تو غازیان فتح مندی سے مسکرا کر خود کو داد دے گیا۔ ورنہ ناراضگی دیکھانے کے چکر میں وہ اپنا اور اسکا وقت برباد کر دیتی۔۔

ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر غازیان اسکی طرف جھک کر اچانک ماہ پارہ کا سیٹ بیلٹ باندھنے لگا تو ماہ پارہ سانس روک کر اسے دیکھ گئی تھی۔غازیان کی مسحور کن خوشبو کو ماہ پارہ کو اپنے سحر میں جکڑتے ہوئے مدہوش کرنے لگی تو بے ساختہ آنکھیں بند کرتے وہ اس خوشبو کو سانس لیتے خود میں بسانے کی کوشش کرنے لگی۔۔غازیان اسکا ایک ایک انداز نوٹ کر رہا تھا۔

یوں میرے سامنے ایسے سانس لو گی تو جان سے جاؤ گی مسسز پاشا۔۔۔!

غازیان نے گھمبیر آواز میں اسکے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے اسکی گردن میں اچانک چہرہ چھپایا تو ماہ پارہ ایک دم سے حواس میں لوٹی تھی۔۔

غازیان مکمل اس پر جھک آیا تھا۔وہ اسے پیچھے ہٹاپاتی جب غازیان نے اچانک اپنے دہکتے ہونٹ اسکی گردن پر رکھ دیئے۔ماہ پارہ نے ہونٹ کا کونہ

دباتے ہوئے مٹھیاں بھینچ لی تھیں۔۔ جبکہ غازیان نرمی سے اسکی گردن پر ہولے ہولے ہونٹ رکھتے اسکی کمر کو پھر تھام گیا تھا۔۔۔

بول دو نازرا دل میں جو ہے چھپا۔۔۔! اسکی کان کی لوح پر ہولے سے کاٹتے ہوئے غازیان نے بوجھل لہجے میں اسکے کان میں پیار بھری سرگوشی کرتے ہوئے اسے بولنے پر اکسایا تھا۔۔ ماہ پارہ بھاری سانس لیتے ہوئے اسے مکمل طور پر خود میں الجھا چکی تھی۔۔ اس لئے غازیان پاشا ایک بار پھر بھول چکا تھا۔ کہ وہ ابھی تک گھر کے پورچ میں ہی کھڑے ہیں۔۔۔ اور یہاں کوئی بھی انہیں دیکھ سکتا تھا۔۔۔

مم۔۔ میں ناراض ہوں آپ سے۔۔۔! اسکی سرگوشی کے جواب میں ماہ پارہ نے معصومیت سے بتایا تھا۔ جس کو سن کر وہ بے ساختہ ہنس کر پیچھے

ہوتے اسکی طرف دیکھنے لگا۔ جو سچ میں منہ پھلائے نظر آ رہی تھی۔ اور یہ منہ پھلانا صرف اس وجہ سے تھا۔ کہ غازیان نے اسکا ریڈ ڈریس چینج کروا دیا تھا۔۔ جو وہ آج یونیورسٹی پہن کر جانے والی تھی۔

میں منالوں گا۔۔۔! ماہ پارہ کا ہاتھ چومتے ہوئے غازیان گاڑی سٹارٹ کرتے پر اعتماد لہجے میں بولا تھا۔۔

میں نہیں مانوں گی۔۔! اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے اس نے غصے سے جواب دیا۔

میرا آج من کر رہا تھا وہ ڈریس پہننے کو..! آپ نے خود مجھے لے کر دیا تھا۔۔ پھر بھی نہیں پہنے دیا مجھے۔۔۔! معصومیت بھرے انداز میں غصے سے وہ مزید بولنے لگی تھی۔ غازیان نے ریورس کرتے ہوئے گاڑی جیسے ہی

مینشن سے باہر نکالی۔ تو سڑک پر ڈرائیو کرتے ہوئے وہ مکمل طور پر اب اسکی طرف متوجہ ہو گیا۔ جو نیلی آنکھوں میں غصہ سجائے اسے دیکھ رہی تھی۔

تم اچھے سے جانتی ہو ماہا کہ میں تمہیں لے کر کس قدر شدت پسند ہوں۔۔! تم ریڈ کلر میں اس قدر خوبصورت لگتی ہو اور توجہ کھینچ لیتی ہو۔ کہ شاید تمہیں اس بات کا کبھی اندازہ ہو سکے۔ اس لئے میں نہیں چاہتا تھا۔ کہ تمہیں اس رنگ میں میرے علاوہ کوئی دیکھے۔۔ یا کوئی بھی ایرا غیرا تمہاری طرف متوجہ ہو جائے۔۔! تو پلیز سمجھا کرو میرے جذبات کو میری گول گپی۔۔۔! غازیان نے جس قدر سنجیدہ لہجے میں بات شروع کی تھی

آخر پر وہ اتنے ہی لاڈ بھرے انداز میں ماہ پارہ کو سمجھاتے ہوئے اپنی فیلنگز بتا گیا تھا۔

پر میرا دل کر رہا تھا وہ ڈریس پہنے کو۔۔۔! ماہ پارہ جسے غازیان کی بات تو کچھ کچھ سمجھ آچکی تھی۔ کہ آخر پر پھر ضدی سے انداز بول اٹھی۔ شاید آج اسکا دل اسے واقعی بہت اکسائے ہوئے تھا۔۔

میں آج آفس سے جلدی واپس آجاؤں گا۔۔ شام میں ریڈی ہو کر تب وہ ڈریس پہن لینا پھر کہیں باہر چلیں گئے۔۔اب ٹھیک ہے۔۔۔؟ غازیان نے سیکنڈ میں اسکے مسئلے کا حل نکال کر آخر پوچھا تھا۔تاکہ وہ منہ پھلائے نہ رہتی۔۔

ہاں یہ ٹھیک ہے۔۔! میں پیار اسا تیار ہوں گی۔۔! غازیان کا پلین سن کر ماہ پارہ ایک دم سے خوش ہو گئی تھی۔

شکر تم نے مسکرا کر مجھے دیکھنے کی زحمت کی۔۔! ماہ پارہ کی مسکراہٹ دیکھتے ہوئے غازیان نے شرارتا کہا تو اگلے ہی پل ماہ پارہ ناک چڑھا کر اچانک اسکا ہاتھ تھامتے ہوئے اس پر دانت گاڑ گئی۔۔

اہہہ۔۔! گول گپی کیا کر رہی ہو یار۔۔۔! ماہ پارہ کے تیز دانتوں پر غازیان بے ساختہ کراہتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔ جو کوئی رحم کھائے بنا اپنا پورا زور لگا رہی تھی۔۔ ماہ پارہ کا بڑھتا ظلم دیکھ کر غازیان کو مجبوراً سڑک کنارے گاڑی روکنا پڑی تھی۔۔

گاڑی کیوں روک دی۔۔؟ گاڑی رکنے پر وہ جو پوچھنے لگی تھی کہ غازیان ایک جھٹکے میں اسکا بازو کھینچتے گود میں بٹھا کر اسکے لبوں پر جھکنے سے پہلے گویا ہوا تھا۔۔

گاڑی چلانے کہاں دے رہی ہو تم مجھے میری تیز دانتوں والی بلی۔۔۔!!

جواب دے کر وہ پوری شدت کے ساتھ اسکے گلابی ہونٹوں پر جھک چکا تھا۔ ماہ پارہ نے آنکھیں بڑی کرتے ہوئے اسے دیکھنا چاہا تو غازیان نے شدت سے اسکی کمر کو جکڑتے ہوئے نچلے لب پر کاٹ دیا۔ جس پر وہ اچھل کر اسے کندھوں سے تھام کر مزاحمت کرنا شروع ہو گئی۔ غازیان نے اسے بے حد قریب کرتے ہوئے ماہ پارہ کو گردن سے تھامتے ہوئے خود پر مکمل طور پر جھکایا تو ماہ پارہ کا دل دھک دھک کرتے ہوئے پاگل ہونے لگا۔

غازیان نے آنکھیں موندتے ہوئے اسکی سانسوں کی مہک کو اپنے اندر اتارا تو ماہ پارہ نے مزاحمت کرتے ہوئے اسے ہوش دلانے کی کوشش کی۔ کسی کے دیکھنے کے خیال سے اسکی جان نکل رہی تھی۔ لیکن وہ تھا کہ ہر چیز کو ہوش بھلائے ہوئے تھا۔۔

غازیان اچانک اسکے نچلے لب پر ہلکا سا کاٹتے ہوئے ماہ پارہ کو پیچھے کی جانب جھکاتے ہوئے تیزی سے اسکی گردن پر دانت گاڑ گیا تھا۔۔۔

اہ۔۔۔! غازی نہیں۔۔۔! وہ بے ساختہ ڈرتے ہوئے کراہ اٹھی تھی۔۔۔

اپنی دفعہ کیوں ڈر رہی ہو اب۔۔۔؟ غازیان نے مزے سے اسکی گردن پر ہلکا سا دانتوں کا دباؤ بڑھایا تو ماہ پارہ خوف کے مارے اچھل پڑی تھی۔۔ٹی

پنک کلر کے خوبصورت سے ڈریس میں وہ غازیان کی چھیڑ خانیوں کے باعث لال گلابی ہو چکی تھی۔۔

غازی پلیز نہیں۔۔! میں رو دوں گی۔۔۔! ماہ پارہ نے رونے والے انداز میں منت کرتے ہوئے دھمکی لگائی تھی۔ کیونکہ غازیان کسی ویمپائر کی طرح اسکی گردن پر جھکا ہوا تھا۔ جیسے ابھی اسکی گردن پر دانت گاڑ کر سارا خون پی جائے گا۔۔ماہ پارہ کی حالت دیکھتے ہوئے غازیان کے حلق میں قہقہ ابلنے لگا تھا۔۔

اب ڈرائیو کرتے ہوئے مجھے تنگ کرو گی۔۔۔؟ پیچھے ہٹنے سے پہلے غازیان نے جاننا ضروری سمجھا تھا۔ شاید اسے اپنی معصوم بلی پر رحم آ چکا تھا۔۔

نہیں کروں گی پکا بالکل بھی نہیں کروں گی۔۔۔! یوں ہی جھکے جھکے وہ اقرار کرتے تیزی سے توبہ کرنے والے انداز میں بولی تھی۔ پیچھے کی جانب جھکنے کی وجہ سے اسکا دوبٹہ بھی اتر کر کندھوں پر آ گرا تھا۔ جبکہ بال بھی کچھ بکھر سے گئے تھے۔۔۔

میری ڈرپوک بلی۔۔۔! اسکا اقرار سنتے ہوئے غازیان نے ہنستے ہوئے اپنے دانت ہٹا لیے۔ ماہ پارہ کو کمر سے تھامتے ہوئے غازیان نے اسے سیدھا کیا تو وہ آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے اسے گھور گئی۔۔

یقیناً اب تم میرے ساتھ الجھنے سے پہلے ایک دو بار لازمی ضرور سوچا کرو گی۔۔! غازیان نے مسکراتی نظروں سے اسے چھیڑا تھا۔ ماہ پارہ اسے گھور کر اسکی گود سے نکل کر اپنی سیٹ پر جا بیٹھی تھی۔۔ بالوں کا جوڑا کھول کر وہ

بال سنوارنے لگی تو غازیان اسکے بالوں کو جکڑتے ہوئے تیزی سے پھر اسکے ہونٹوں پر جھک گیا تھا۔ جس پر ماہ پارہ اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔۔

ماہ پارہ کی نیلی آنکھوں میں اپنی سرمئی آنکھیں گاڑے غازیان نے اچانک آنکھ ونک کرتے ہوئے اسکی زبان کو بے باکی سے سک کیا تو ماہ پارہ کی پلکیں بے ساختہ لرزیں۔۔اسکی پلکوں کو گرتے دیکھ کر غازیان کا ہاتھ اب بے ساختہ اسکی دھڑکنوں کی طرف بڑھنے لگتا جب ماہ پارہ تیزی سے نفی میں سر ہلاتے ہوئے اسے خود سے دور ہٹا گئی تھی۔۔

می۔۔میں لیٹ ہو رہی ہوں۔۔۔! محبت کو بھی ابھی پک کرنا ہے۔۔۔! نظری چراتے ہوئے وہ بولی تھی۔ جس پر غازیان بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے بھاری سانس خارج کرتے خود پر قابو کر گیا تھا۔ جبکہ ماہ پارہ جلدی

سے جوڑا کرنے کے بعد دوبٹہ ٹھیک کر بیٹھ گئی تھی۔اسکی ہاتھ کی انگلیوں میں ابھی تک لرزش تھی۔شاید یہ غازیان پاشا کے آخری لمس کا اثر تھا۔ اس لئے مٹھیاں بھینچ کر خود کو شانت کرنے کی کوشش کرنے لگی۔۔

غازیان نے دوبارہ گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے ایک بار پھر ماہ پارہ کا ہاتھ تھامنا چاہا تو اسکی لرزش محسوس کرتے ہوئے وہ گہرا مسکرا دیا۔مضبوطی سے اسکی انگلیوں میں انگلیاں پھنسا کر غازیان نے بے ساختہ اسکی ہاتھ کی پشت پر ہونٹ رکھے تو وہ مسکرا کر اسے دیکھ گئی۔۔۔

گاڑی میں کچھ پل خاموشی سی رہی تو ماہ پارہ باہر کی طرف دیکھنا شروع ہو گئی۔کہ اچانک تبھی اسکی نظر سڑک کنارے کھڑی باسم کی گاڑی پر نظر پڑی تھی۔اور ساتھ ہی محبت پر بھی۔۔۔

غازی گاڑی روکیں جلدی۔۔۔! محبت کو باسم کی گاڑی میں دیکھ کر وہ تیزی سے بولی تھی۔۔

کیا ہوا۔۔۔؟ غازیان نے اچانک بریک لگاتے ہوئے ہوئے جاننا چاہا تو ماہ پارہ باہر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے اسے بتانے لگی۔۔

وہ دیکھیں وہ باسم بھیا کی گاڑی ہے نا اس میں محبت بھی بیٹھی ہوئی ہے۔۔! مجھے اسے ساتھ لینا ہے۔۔۔! ماہ پارہ کے اشارہ کرنے پر غازیان کی نظر جیسے ہی باسم کی گاڑی پر پڑی تو وہ تیزی سے ہونٹ کا کونہ دبا گیا۔۔

نہیں میری جان ہمیں محبت کو ساتھ لینے کی بالکل کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔۔! ماہ پارہ گاڑی سے اتر کر باہر نکل پاتی جب غازیان نے جلدی سے اسے روکتے ہوئے گاڑی کو لاک کر دیا تھا۔۔ اگر یہاں بھی باسم کی ملاقات

میں کوئی رنگ میں بھنگ ڈالنے پہنچ جاتا تو اس ردی والے ڈاکٹر نے اسکا خون کر دینا تھا۔ پہلے ہی وہ کل سے ان سب پر بھرا بیٹھا ہوا تھا۔۔

پر کیوں۔۔! ماہ پارہ نے چونکتے ہوئے سوال کیا تھا۔ وہ ساتھ ساتھ مسلسل باسم کی گاڑی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ کہ کہیں وہ لوگ چلے نہ جائیں۔۔

اہہ اتنی معصومیت بھی خطرناک ہو سکتی ہے۔۔۔! ماہ پارہ کے بے تکے سوال پر غازیان نے بے ساختہ بڑبڑاتے ہوئے اسکا چہرہ زبردستی اپنی طرف کر لیا۔ تاکہ وہ باسم کی حرکتوں کو نہ دیکھ سکے۔

کیا بول رہے ہیں آپ۔۔؟ غازیان کی بڑبڑاہٹ پر وہ ناسمجھی کا شکار ہوئی تھی۔ غازیان اسے جواب دے پاتا جب باسم کو محبت کی طرف جھکتے دیکھ کر

غازیان نے دل میں اسے صلواتیں سناتے ہوئے تیزی سے گاڑی سٹارٹ کر دی۔۔اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ ہوا کے جھونکے کی طرح وہاں سے گزر گیا۔

خدا ہی اس سواری کو آج یونیورسٹی تک پہنچائیں۔۔۔! باسم کو کوستے ہوئے غازیان کی بڑبڑاہٹ مسلسل جاری تھی۔ جبکہ ماہ پارہ تو حیرانی و نا سمجھی سے اسے تک رہی تھی۔

آپ میرے ساتھ یہ سب کیوں کر رہے ہیں۔۔۔؟ محبت نے پریشان ہوتے پوچھنا چاہا تھا۔ باسم کے بدلے انداز کی وجہ سے وہ ڈر کے مارے دروازے کے ساتھ چپکی ہوئی تھی۔

کیونکہ کل ہمارا نکاح ہوا تھا اس لئے آج یہ سب کر رہا ہوں..! محبت کو اپنی طرف کھینچ کر باسم اس بار نرمی سے اسکے لبوں کو ہونٹوں سے چھونے لگا۔

مجھے کسی نے بتایا کیوں نہیں نکاح کا۔۔۔! باسم کے لمس پر وہ بامشکل بولی تھی۔۔ وہیں باسم کا ظمی جو ایک بار پھر اسکی خوشبو میں مدہوش ہوتے ہوش بھلانے لگا تھا۔ کہ محبت کے الفاظ سننے کے بعد بدک کر پیچھے ہٹتے ہوئے اسے دیکھنا شروع ہو گیا۔۔

واٹ۔۔۔؟ تم پاگل ہو گئی ہو کیا محبت خان۔۔۔؟ باسم صدمے سے اسے دیکھ گیا۔

میں نے کیا کہا ایسا۔۔۔؟ مجھے سچ میں کسی نے نکاح کا نہیں بتایا ہے۔۔۔! محبت کی معصومیت ابھی بھی قائم تھی۔

توکل نکاح نامے پر بے ہوشی میں سائن کر رہی تھی کیا۔۔؟اور جب قبول، قبول بولا تھا۔تب دماغ کدھر تھا۔۔۔؟محبت کی بے تکی معصومیت پر باسم نے تپ کر جاننا چاہا تھا۔

مجھے نہیں پتہ کچھ۔۔! مجھ پر کیوں غصہ کر رہے ہیں۔۔مجھے توکل بس مورے نے اتنا کہا تھا۔کہ ہاں کہنا ہے۔۔۔!تو میں نے کہہ دیا بس۔۔۔! باسم کا بلاوجہ کا غصہ دیکھتے ہوئے وہ چیخ کر بتا گئی۔۔۔

کل نکاح کے وقت سچ میں اسے کسی نے کوئی تفصیل نہیں بتائی تھی۔علینہ خانم نے بس اسے اقرار کرنے کی تلقین کی تھی۔جو محبت نے بنا بحث کیے کر لیا تھا۔کیونکہ اسکے ڈیڈ نے بھی اسے یہ ہی کہنے کو کہا تھا۔محبت کی ساری

بات سن کر باسم ضبط سے منہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔ جو شاید صرف دماغ پکانے میں ہی اول نمبر پر تھی۔ ورنہ ابھی اسکے الفاظ سننے کے بعد باسم کاظمی کو یقین ہو چکا تھا۔۔ کہ وہ حد سے زیادہ بے وقوف لڑکی ہے۔

بے وقوف لڑکی کل ہمارا نکاح ہوا تھا۔ میں تمہارا شوہر ہوں اور اب سے تم میری بیوی ہو۔۔۔! آئی کچھ سمجھ۔۔۔؟ باسم نے آسان ترین الفاظ بولتے ہوئے اسے سمجھانا چاہا تھا۔ جس پر محبت کی آنکھوں میں کچھ حیرانی در آئی تھی۔

پر میں تو کل دلہن بنی ہی نہیں تھی۔۔! پھر کیسے میں آپکی بیوی ہو گئی۔۔۔؟ الجھن ہونے کے ساتھ ساتھ اب محبت کو صدمہ لگ چکا تھا۔۔ باسم کا بے

ساختہ دل کیا تھا کہ اپنا سر پیٹ لے۔۔ بھاڑ میں گئی یونیورسٹی۔۔۔! اور بھاڑ میں گیا آج نکاح کا پہلا دن۔۔۔! اپنی نئی نویلی منکوحہ کو وہ نکاح کا مطلب سمجھائے بنا تو کہیں نہیں جانے دینے والا تھا۔۔ ہر چیز کو بھاڑ میں جھونکتے ہوئے باسم کاظمی نے پل بھر میں دل میں پختہ فیصلہ کر لیا تھا۔

تم نہیں دلہن بنی، تو میں کونسا چمکناد مکتاد ولہوں کا سردار بن کر بیٹھا ہوا تھا۔۔۔! جلتے کڑھتے ہوئے باسم نے اپنے بڑوں کو دل میں ہزار بار کوسنا ضروری سمجھا تھا۔ نکاح اگر کروانے کا سوچ ہی لیا تھا۔ تو کم از کم تھوڑی بہت تو تیاری کر ہی سکتے تھے۔ باسم نے کڑھتے ہوئے سوچا تھا۔۔

اگر میں دلہن نہیں بنی تو آپ بھی پھر میرے شوہر نہیں ہوئے۔۔۔! محبت نے اچانک سناتے ہوئے باسم کو شوہر ماننے سے انکار کیا۔ جس پر باسم کی آنکھیں یک دم بڑی ہوتی چلی گئی تھیں۔۔

جب میں دلہن بنوں گی اور آپ دولہا بن کر آئے گئے۔۔ تو ہی میں آپکو اپنا شوہر مانو گی ورنہ نہیں۔۔۔! محبت نے لگے ہاتھ ایک اور فیصلہ سناڈالا تھا۔ جو نجانے فیصلہ تھا یا پھر شرط تھی۔۔۔

تمہارے تو فرشتے بھی مجھے اپنا شوہر مانے گئے۔۔۔! چبا کر بولتے ہوئے باسم اسے کھینچتے ہوئے ایک جھٹکے میں پھر اپنی گود میں بٹھا گیا تھا۔ جس پر محبت سہمتے ہوئے اسکی طرف دیکھنے لگی تھی۔۔

بتاؤاب شوہر مانوں گی کہ نہیں۔۔۔؟محبت کی کمر کو دونوں ہاتھوں سے جکڑ کر قریب کرتے ہوئے رعب سے پوچھا گیا۔۔

ممم۔۔کیسے مانوں۔۔۔؟باسم کی گولڈن آنکھوں سے ڈرتے ہوئے اس نے اٹکتے ہوئے جواب دیا۔جیسے وہ اپنی مشکل بتانا چاہ رہی ہو کہ اسکے پاس باسم کو شوہر ماننے کے لیے کوئی ٹھوس وجہ نہیں ہے۔۔

نکاح ہو چکا ہے اب تمہیں اور کیا چاہیئے۔.؟اسکے انکار پر باسم نے قریب ہوتے اسکے گال پر زور سے دانت گاڑ دیئے۔۔

اہہ۔۔۔!میں دلہن نہیں بنی تھی۔۔۔!محبت سسکتے ہوئے ہلکا سا احتجاج کرتے ہوئے چیخ پڑی تھی۔وہ خوامخواہ میں اس پر ظلم ڈھا رہا تھا۔اس بار باسم نے پوری قوت سے اسکے ہونٹوں پر جھکتے ہوئے اسکی سانس روک دی

تھی۔ پوری شدت کے ساتھ اسکی زبان کو سک کرتے ہوئے باسم نے اسکی کمر پر بے باکی سے ہاتھ پھیرتے ہوئے ٹانگوں پر ہاتھ پھیرا تو محبت کے پورے وجود میں بجلی سی دوڑ گئی۔ وہ کانپتے ہوئے مچلنا شروع ہو چکی تھی۔۔

جبکہ باسم اب اسے اچھے طریقے سے باور کروا رہا تھا۔۔ کہ اسکا کیا ہوا مزید ایک انکار بھی اسکی جان مشکل میں ڈال سکتا ہے۔۔ محبت جتنا اسکی آغوش میں مچل رہی تھی۔ باسم کا ظمی اسے خود میں اتنی ہی بری طرح جکڑتا قید کرتا جا رہا تھا۔

صبح کے دس بج رہے تھے۔ جب ناز کی اچانک آنکھ کھلی تھی۔ نیند کے باعث بھاری ہوتی آنکھوں کو بامشکل کھولتے ہوئے اس نے ایک نظر آس

پاس دہرائی تو سوئے ہوئے فارس پر نظر پڑتے ہی وہ اگلے ہی پل پورے دل کے ساتھ مسکرادی۔ فارس پوری طرح اسے خود میں قید کیے ناز کی گردن میں منہ چھپائے سو رہا تھا۔

صبح کا یہ خوبصورت منظر دیکھنے کے بعد ناز کا دل خوشی سے پھولے نہیں سما رہا تھا۔ اس لئے خوشی سے بے قابو ہوتے وہ اٹھتے ہوئے فارس کی پشت پر لیٹ چکی تھی۔ فارس کے اوپر لیٹتے ہوئے ناز نے اسکے کان میں ہولے سے پھونک ماری تو نیند میں فارس مسکرادیا۔۔ وہ شرٹ اتار کر سو رہا تھا۔ اس لئے ناز کا اب شرارتی موڈ آن ہو چکا تھا۔

فارس کو یوں سوئے دیکھ کر ناز کا دل اسے اکسا رہا تھا۔ کہ وہ فارس ہمدانی کی نیند میں خلل ڈالنے کی نیکی سرانجام دے۔۔

اس لئے یوں ہی اسے اوپر لیٹے لیٹے وہ ہولے سے فارس کے کان پر ہونٹ رکھنے کے بعد پھونک مارتے ہوئے فارس کو بے چین کرنے لگی تھی۔۔۔

نیند میں فارس کا سانس ایک دم سے بھاری ہوا تھا۔ جس کے باعث اس نے بیڈ شیٹ کو مضبوطی سے مٹھی میں جکڑا تو نازاسکی حالت پر ہنسی دبا کر رہ گئی۔۔

فارس کے کندھے پر ہونٹ رکھتے ہوئے ناز نے اسکے بازو پر نرمی سے ہاتھ پھیرا تو فارس ہمدانی کی شہد رنگ آنکھیں تیزی سے کھل گئیں۔ لیکن ناز بے خبر تھی۔ کہ وہ مکمل طور پر جاگ چکا ہے۔۔

فارس خود پر ضبط کرتے ہوئے یوں ہی لیٹا رہا تھا۔ تا کہ اپنی جنگلی بلی کی شرارتوں کو اچھے سے دیکھ سکے۔ ویسے بھی بہت عرصے کے بعد وہ اپنے اس پرانے روپ میں لوٹی تھی۔ اس لئے فارس اسے روکنا نہیں چاہ رہا تھا۔

نازنے یوں ہی ہاتھ پھیرتے ہوئے فارس کے کندھے پر پھر ہونٹ رکھے تو اس بار فارس ہمدانی کو خود پر ضبط کرنا سب سے مشکل لگا۔ بے اختیار وہ تکیے میں منہ چھپاتے ہوئے ہونٹ بھینچے گیا۔ آج کی صبح کا یہ منظر جتنا دل فریب تھا۔ ساتھ ہی اتنا ہی جان لیوا بھی تھا۔ اس لئے خود پر سے قابو کھوتے ہوئے اس نے ایک جھٹکے میں بازو موڑ کر ناز کو جکڑتے ہوئے کروٹ بدل کر اپنے نیچے لٹایا تو ناز ہکا بکا اسے دیکھتی رہ گئی۔۔

رات میں بخش دیا تھا۔اس لئے اب اپنی جان خود مشکل میں ڈالنا چاہ رہی ہو کیا۔۔؟فارس نے جھکتے ہوئے شدت سے اسکے ہونٹوں کو چومتے ہوئے جاننا چاہا تھا۔۔

میں بس تمہیں جگا رہی تھی۔۔!فارس کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے نازنے ایک دم سے ناک چڑھاتے لاڈ سے کہا تھا۔

جگا رہی تھی یا پھر تنگ کر رہی تھی۔۔!فارس نے اسکی تھوڑی پر شدت سے دانت گاڑتے ہوئے پوچھا تھا۔

آہ۔۔!جنگلی کیوں بن جاتے ہو۔۔!!فارس کے دانت گاڑنے پر وہ بے ساختہ کراہ اٹھی تھی۔۔

کیونکہ میرا دل چاہتا ہے کہ تمہیں "love" کرتا رہوں۔۔! تھوڑی کو

دوبارہ پیار سے چومتے ہوئے فارس نے جواب دیا تو اسکے انداز پر ناز ایک دم

سے کھلکھلا پڑی۔۔ ناز کو ہنستے دیکھ کر فارس بھی ہولے سے ہنس کر ایک دم

سے اسکے ہونٹوں پر جھک گیا تھا۔ جس کے باعث ناز کی ہنسی کو یک دم

بریک لگا تو وہ اسے آنکھیں دیکھانے کی کوشش کرنے لگی۔۔ لیکن فارس

نے جب اسکے نچلے لب کو ہونٹوں میں دباتے ہوئے اسکی کمر پر ہاتھ پھیرا تو

ناز کی آنکھیں پل بھر کے لئے گھوم گئیں۔

فارس نے شدت سے اسکی سانسیں چراتے ہوئے کروٹ بدل کر اسے

اپنے اوپر لٹا لیا تھا۔ فارس اسے اپنے اوپر بٹھا کر خود بھی اٹھ بیٹھا تھا۔ اس

قرب پر ناز کے وجود میں یک دم سپارک ہونے لگا تھا۔۔ جس کے باعث وہ

آنکھیں میچ کر اسکے لمس کو برداشت کرنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔

فارس نے اسکے ہونٹوں کو دبا کر اسکی کمر میں بازو حائل کرتے ہوئے جیسے ہی اسے خود میں زور سے بھینچا تو ناز ایک لمحے کے لئے اندر تک کانپ اٹھی۔

فارس نے اگلے ہی پل جب ایک جھٹکے میں اسکی شرٹ اتار کو دبوچا۔ تو اسکی بڑھتی ہوئی بے باکیوں پر ناز بامشکل خود کو چھڑاتے ہوئے پیچھے ہٹی۔ اور بنا ایک سیکنڈ رکے وہ تیزی سے بیڈ سے نیچے اتر کر باتھ روم کی طرف بھاگ نکلی تھی۔۔

نازـــ!!اسے رفو چکر ہوتے دیکھ کر فارس نے پھرتی سے نیچے اتر کر اسے قابو کرنا چاہا تھا۔ لیکن تب تک وہ باتھ روم کے دروازے کو اندر سے لاک کر چکی تھی۔۔

نازمیں بہت برا پیش آؤں گا۔۔!دروازہ کھولو۔۔۔!دروازے پر ہاتھ مارتے ہوئے فارس نے اسے دھمکانا چاہا تھا۔اسکی دھمکی پر اندر چھپی ہوئی نازاس بار کھل کر قہقہ لگا گئی تھی۔۔

بولتے رہو میں نہیں اب تمہارے ہاتھ آنے والی۔۔۔!بہت کر لی تم نے اپنی من مانیاں۔۔۔!بناڈرے وہ مزے سے جواب دیتی بولی تو فارس نے شعلہ بار نظروں سے دروازے کو گھورا۔۔

نازو میں سچ بول رہا ہوں کہ بعد میں کوئی رعایت نہیں دوں گا۔۔۔! فارس نے مزید ایک بار اسے ڈرانے کی کوشش کی۔۔

جاؤ، جاؤ میں نہیں ڈرنے والی۔۔۔! فارس کو ٹرخاتے ہوئے گل ناز مزے سے شاور لینے لگی تھی۔ بے شک اسکا صبح صبح فارس کو تنگ کرنے کا خیال پورا ہو چکا تھا۔ جبکہ فارس بے حد ضبط سے ہاتھ ملتے ہوئے دروازے کو مسلسل گھورنا شروع ہو گیا تھا۔

اتنا تو طے تھا۔۔ کہ اب وہ سچ میں اپنی چالاک بیوی کو بخشنے والا نہیں تھا۔ جو اسے دھوکا دے کر اب سکون سے شاور لینا شروع ہو گئی تھی۔

ہیر آفس کے لئے نکل رہی تھی۔اپنا بیگ اور گاڑی کی چابی اٹھائے وہ ابھی پورچ میں آئی ہی تھی۔کہ تبھی پورچ میں ایشام کی گاڑی آکر رکی۔

ایشام کو مکمل طور پر نظر انداز کرتے ہوئے ہیر اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئی تھی۔۔جب ایشام تیزی سے گاڑی سے نکل کر ایک جست میں اس تک پہنچا تھا۔

میرے میسج کا جواب کیوں نہیں دے رہی ہو۔۔۔!ہیر کو بازو سے پکڑتے ہوئے ایشام ایک جھٹکے میں اسکی پشت گاڑی کے ساتھ لگاتے ہوئے قریب ہو گیا۔۔جبکہ اس اچانک آفت پر ہیر کے ہاتھ سے اسکا بیگ چھوٹ کر نیچے گر چکا تھا۔۔

تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے کیا۔۔۔! ایشام کے یوں اچانک حملہ آور ہونے پر ہیر کا ایک دم سے غصہ اُمڈا تھا۔۔

جو پوچھ رہا ہوں اسکا جواب دو۔ میرے میسج کا جواب کیوں نہیں دے رہی ہو۔۔۔! اسکے غصے کا اثر لیے بنا ایشام نے قریب ہوتے سخت لہجے میں پھر سوال کیا اور ساتھ ہی ایک نظر میں ہیر پاشا کا جائزہ بھی لینا مناسب سمجھا تھا۔

ہلکے بھورے رنگ کی شرٹ کے ساتھ وہ کوٹ پہنے ہوئی تھی۔ جبکہ بلیک پینٹس ہائی ویسٹڈ تھی۔ ایشام کی توجہ بے ساختہ ہیر کی پتلی کمر پر لگے بلیک بیلٹ نے اپنی طرف کھینچی تو وہ بے ساختہ اسکا روپ دیکھتا چلا گیا۔ چمکتی سبز آنکھیں اور کالے گھنے بال سٹائل کرنے کے بعد کندھوں پر کھلے چھوڑ

دیئے گئے تھے۔ایشام تو اسکے آفس جانے کا حلیے میں ہی الجھ چکا تھا۔۔اور بچی کچی کسر ہونٹوں پر لگا رنگ پوری کر رہا تھا۔۔

تمہارے میسج کا میں پہلے جواب دینا کب ضروری سمجھا ہے۔جواب دوں گی۔۔۔!ایشام جو اسکے حلیے میں تیکھی نظروں سے کھویا ہوا تھا۔۔کہ بے ساختہ ہیر پاشا کے کٹیلی آواز پر متوجہ ہوتے اسکی طرف دیکھنے لگا۔۔

کسی ضروری کام کے باعث ایشام کو کل فارم ہاؤس جانا پڑا تھا۔جہاں وہ ساری رات اپنے کسی ضروری پراجیکٹ پر کام کرتا اب صبح میں واپس آیا تھا۔کل سے وہ ہیر کو وقفے وقفے سے میسج کر رہا تھا۔لیکن ہیر نے جواب دینا تو دور اسکے میسج دیکھنا بھی ضروری نہیں سمجھے تھے۔بلکہ وہ ایشام صدیقی کو

یوں نظرانداز کرتی رہی تھی۔ جیسے ایشام صدیقی کی اسکی زندگی میں کوئی جگہ ہی نہ ہو۔ یا وہ اسے جانتی ہی نہ ہو۔۔

تمہارے یہ ڈھیلے پرزے میں جس دن ٹھیک کرنے پر آگیا تو ہیر پاشا بری طرح پچھتاؤ گی۔۔! اس لئے تمہاری بھلائی اسی میں ہے۔۔ کہ میرے ساتھ اب الجھنے سے گریز کیا کرو۔۔! اسکی کمر کو مٹھیوں میں جکڑتے ہوئے ایشام نے اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑتے ہوئے باور کروایا تھا۔ یا شاید اسکے الفاظ کا واضح جواب تھا۔۔

ہیر پاشا نے پچھتانا نہیں سیکھا ایشام صدیقی۔۔! اس لئے اپنی یہ خوش فہمی تو بھلا کر رکھو کہ میں کبھی بقول تمہارے پچھتاؤں گی۔۔! اور دوسری ضروری بات آئندہ، میرے قریب آنا تو دور مجھے ہاتھ لگانے کا بھی نہ

سوچنا۔۔! ورنہ براحشر کروں گی۔۔۔! ایشام کے ہاتھ جھٹکتے ہوئے ہیر غرا کر بولی تھی۔اور جھکتے ہوئے اپنا بیگ اٹھا گئی۔۔ جبکہ ایشام تو ایک لمحے کے لیے سنجیدگی سے اسے دیکھ گیا تھا۔اسے کچھ الجھن سی ہوئی تھی۔اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ بولتا جب ہیر اس پر دوسری نگاہ ڈالنے بنا گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے نکلتی چلی گئی۔

اس نے اب کونسا زہریلا سانپ کھالیا ہے۔۔! ہیر کے کڑوے لہجے پر وہ بے ساختہ سوچنے پر مجبور ہو گیا۔۔

سو باتوں کی ایک بات۔۔۔! یہ اتنی بن ٹھن کر کیوں آفس جاتی ہے۔۔؟ وہ بھی ایسے ڈریس پہن کر۔۔! گھر والے سوئے ہوئے ہیں کیا۔۔۔؟ واپس آنے دو اس "Wednesday" نامی بلا کو۔۔! اچھے سے دیکھتا ہوں

میں۔۔!اور باقیوں کی بھی خبر لیتا ہوں۔۔!ہیر کو اس کالی بلا کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے ایشام گھر والوں کی خبر لینے کا سوچتے ہوئے مڑ گیا۔۔

غازیان پاشا کو باتیں کرنے والے اب آہستہ آہستہ خود اسکے نقشے قدم پر چل نکلے تھے۔۔اس بات سے انجان کہ اس مدعے پر گھر میں ہنگامے پھوٹ سکتے ہیں۔اور شاید آہستہ آہستہ پھوٹنا شروع ہونے والے بھی تھے۔۔

ماہ پارہ محبت کے انتظار میں باہر ہی رک گئی تھی۔اسکا ارادہ محبت کو ساتھ لے کر ہی اندر جانے کا تھا۔لیکن وقت تیزی سے گزرتا جا رہا تھا۔

پہلی کلاس بھی شروع ہو چکی تھی۔ محبت کے انتظار کے چکر میں ماہ پارہ کی اپنی کلاس بھی مس ہو گئی تھی۔ محبت کو آتے نہ دیکھ کر اب ماہ پارہ کو تشویش سی ہو رہی تھی۔

کہاں رہ گئے ہیں یہ لوگ۔۔۔؟ بھیا کو کال کر کے پوچھتی ہوں۔۔!

موبائل نکال کر ماہ پارہ نے باسم کو کال ملائی تھی۔ تاکہ پوچھ سکے۔ کہ وہ لوگ کہاں رہ گئے ہیں۔ کال ملانے پر بیل جا رہی تھی۔ لیکن دوسری جانب سے فون نہیں اٹھایا جا رہا تھا۔

مسلسل بیل ہونے کے بعد جب کال خود بند ہو گئی تو ماہ پارہ کو مزید فکر سی ہوئی۔ اس لئے فکر مند ہوتے وہ غازیان کو میسج کر بتانے لگی۔ لیکن جب غازیان نے بھی کوئی جواب نہیں دیا تو ماہ پارہ نے تھک ہار کر موبائل دوبارہ

بیگ میں رکھ دیا۔اور ناچارہ پھر انتظار کرنے لگی۔اسی انتظار میں ادھر سے ادھر چکر لگاتے ہوئے مزید دس منٹ گزر گئے تھے۔جب اچانک ماہ پارہ کو محبت اندر آتی دیکھائی دی تھی۔

محبت کو دیکھتے ہی ماہ پارہ کی آنکھیں چمکی تو وہ بھاگ کر اس تک پہنچی تھی۔۔

محبت کہاں رہ گئی۔۔۔!ماہ پارہ جو اسے دیر سے آنے کا پوچھنے ہی والی تھی۔ کہ محبت کی حالت دیکھتے ہوئے بے اختیار اسکی زبان کو بریک لگ چکا تھا۔۔ جبکہ محبت نے نم آنکھوں سے اسے دیکھ کر نظریں سی چرالی تھیں۔

اسکے گالوں پر دانتوں کے واضح نشان تھے۔وہیں گردن پر باسم کی دی ہوئی سوغاتوں کی بھی صاف جھلک دیکھائی دے رہی تھیں۔

محبت کے نچلے ہونٹ پر ہلکا سا کٹ دیکھتے ہوئے ماہ پارہ نے سٹپٹاتے ہوئے ارد گرد دیکھنا شروع کر دیا۔ اسے اب سمجھ میں آ رہا تھا۔ کہ غازیان نے اسے کیوں نہیں باسم کی گاڑی کی طرف جانے دیا تھا۔ یا محبت کو ساتھ لینے سے کیوں انکار کر دیا تھا۔۔

پارو آپی۔۔! یہ دیکھیں ڈاکٹر بھیا نے میرے ساتھ کیا کیا ہے۔۔۔! محبت نے اچانک بھیگے لہجے میں پھر باسم کو بھیا بلاتے ہوئے شکایتی انداز میں ماہ پارہ کو مخاطب کیا۔ شاید وہ خود پر کیے گئے ظلم کے خلاف آواز بلند کرنا چاہ رہی تھی۔

محبت کے الفاظ پر ماہ پارہ نے جہاں پہلے اسے حیران کن انداز میں دیکھا وہیں اسکے بچوں کی طرح اپنے گال اور گردن دیکھانے پر ماہ پارہ کی ہنسی چھوٹ گئی۔۔

آپ ہنس رہی ہیں۔۔؟ ماہ پارہ کو ہنستے دیکھ کر محبت بے یقین ہوتے اسے دیکھ گئی۔۔ شاید وہ ہمدردی کی امید لگائے ہوئے تھی۔۔۔ پر ماہ پارہ نے ہنس کر اسکی امید پر پانی پھیر دیا تھا۔۔

باسم بھیا اب تمہارے بھیا نہیں ہیں محبت۔۔۔! ماہ پارہ نے ہنستے ہوئے اسکی درستگی کرنا چاہی تھی۔ اور ساتھ ہی اسکا سکارف گلے سے نکال کر ٹھیک سے سیٹ کرتے ہوئے وہ اسکی گردن چھپانے کی کوشش کرنے لگی۔ تاکہ نشان چھپ جائیں۔۔

میں انہیں شوہر نہیں مانوں گی۔۔! میں دلہن نہیں بنی تھی۔۔! ماہ پارہ کے بھی وہی الفاظ سنتے ہوئے وہ غصے سے چیخ کر پھر انکار کر گئی تھی۔ حالانکہ آنے سے پہلے باسم نے اس سے اقرار کروا کے بھیجا تھا۔ اور وہ پورے دل کے ساتھ اقرار کر کے آئی تھی۔ کہ وہ باسم کاظمی کو اپنا شوہر مان چکی ہے۔ لیکن اب پھر مکر گئی تھی۔

کیا بول رہی ہو پاگل۔۔۔! ماہ پارہ اسکے الفاظ پر ناسمجھی سے ہنستے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔ جو ایک دم سے غصے میں آگئی تھی۔۔

ایسا کرو پہلے میرے ساتھ واش روم میں چلو۔۔! میک آپ سے تمہارے یہ نشان چھپاتے ہیں۔ اور وہیں مجھے ساری باتیں بھی بتانا کہ بھیا نے تمہارے ساتھ کیا کیا باتیں کی ہیں۔۔۔! اسکا بیگ تھامتے ہوئے ماہ پارہ بولی

تھی۔۔ جس پر محبت ناک، منہ چڑھا کر اسکے ساتھ قدم اٹھانے لگی۔اور ساتھ ہی اسکی زبان بھی چلنا شروع ہو چکی تھی۔ کہ کیسے کیسے باسم کاظمی نے اسے آج ٹارچر کیا ہے۔ دونوں کی آج پہلی کلاس مس ہو چکی تھی۔ دوسری کلاس تک ماہ پارہ اب اسکی روداد سننے والی تھی۔ جو آج صبح بیچاری "محبت خان" کے ساتھ پیش آچکی تھی۔۔

شام کا وقت تھا۔ کراچی کی سڑک پر دوڑتی ہوئی گاڑیاں ایک قطار میں آگے پیچھے جا رہی تھیں۔ انہی گاڑیوں میں سے کسی ایک گاڑی میں وہ مخصوص انسان بھی بیٹھا ہوا تھا۔ جس کے نام کی دہشت پورے کراچی میں پھیلی ہوئی تھی۔

گاڑیاں اپنی طرز پر دوڑتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھیں۔ جب ایک مخصوص سپورٹ کار اچانک پتہ نہیں کہاں سے نکلتے ہوئے سڑک پر تباہی مچانے لگی۔ یہ نیلے رنگ کی سپورٹ کار تھی۔ جو کسی ریڈ الارم کی طرح بجلی کی سی رفتار سے عام گاڑیوں کو پیچھے دھکیلتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔

صرف چند لمحوں کا کھیل تھا۔ جب یہ نیلے رنگ کی سپورٹ کار اپنی رفتار سے سڑک پر موجود سب گاڑیوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ جس رفتار سے یہ سپورٹ کار آگے بڑھ رہی تھی۔ دیکھنے والوں کو گمان سا ہونے لگا تھا۔ جیسے اس گاڑی کو بھگانے والا ڈرائیور کوئی پاگل یا سنکی انسان ہے۔ کیونکہ کوئی بھی عام انسان اس انداز میں گاڑی نہیں چلا سکتا تھا۔ جس انداز میں یہ گاڑی خطرناک کٹ مارتے ہوئے دوڑتی جا رہی تھی۔

اپنی اسپیڈ اور رنگ سے چونکہ یہ پہلے ہی ساری ٹریفک کو اپنی طرف متوجہ کر چکی تھی۔ اس لیے گاڑیاں اب آہستہ آہستہ خود پیچھے ہٹتے ہوئے اس سپورٹ کار کو آگے جانے کے لیے رستہ دینے لگیں۔ ورنہ کوئی بعید نہیں تھا۔ کہ یہ اسپورٹ کار رستہ نہ ملنے پر کسی بھی گاڑی کو ٹکر مار کر اڑا دیتی۔ اس لیے سب نے جان بچاتے ہوئے اس بلا کو آگے جانے کا موقع دیا تھا۔ تاکہ خطرہ ٹل سکے۔

رستہ ملنے پر اب یہ نیلی سپورٹ کار ہوا کے جھونکے کی طرح اڑتی ہوئی اپنے مخصوص ٹارگٹ تک پہنچ رہی تھی۔

بلیک گاڑیوں کی قطار اس نیلی کار کو اپنی طرف آتے دیکھ کر ایک دم سے الرٹ ہو گئیں۔ مخصوص گاڑی میں بیٹھا وہ خاص انسان بھی متوجہ ہو چکا تھا۔

شام چونکہ ڈھل چکی تھی۔اس لیے مکمل اندھیرا ہونے پر اب سڑک کا ماحول مزید خطرناک سا ہو گیا تھا۔

نیلی کار کو اپنا پیچھا کرتے دیکھ کر بلیک گاڑیوں میں بیٹھے گارڈز فوراً اپنا اسلحہ نکال کر نیلی کار کو نشانے پر لے گئے تھے۔تاکہ اگر مخالف سمت سے کوئی حملہ ہو تو بروقت جوابی کارروائی کی جا سکے۔

لیکن شاید گارڈز نہیں جانتے تھے کہ نیلی گاڑی کیا ارادے بنائے بیٹھی ہے۔

گارڈز کو اسلحہ نکالتے دیکھ کر نیلی گاڑی میں چھپے افراد پراسراریت سے مسکرا اٹھے تھے۔ کیونکہ ان کا ایک مقصد تو پورا ہو گیا تھا——اور وہ تھا پورے مجمعے کو خود کے پیچھے پاگل کرنا۔

نیلی کار کے اپنا پیچھا کرنے پر بلیک گاڑیوں کی رفتار یکدم تیز ہوئی تو سڑک پر ریسنگ کارز جیسا ماحول بننے لگا۔

گارڈز سپورٹ کار کو نشانے پر لیے ہوئے تھے۔ جبکہ ان کا باس سنجیدگی سے اس نیلی کار کو پرسوچ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

بے شک اس کی گاڑی کا پیچھا کرنے کی جرات تو پورے کراچی میں کسی میں نہیں تھی۔

اتنا تو وہ جانتا ہی تھا۔ کہ اس سپورٹ کار میں بیٹھے انسان عام نہیں ہو سکتے۔

تو پھر وہ کون تھے؟

دماغ میں تانگ بانے بنتے ہوئے وہ مسلسل سوچ رہا تھا۔ جب اچانک کسی خیال کے تحت اس کے دماغ میں جھماکا سا ہوا۔ جس کے باعث وہ بے یقینی سے اس نیلی کار کی طرف دیکھتا چلا گیا۔

اس کا دل جن کی موجودگی کے بارے میں خدشہ ظاہر کر رہا تھا۔ بہت کم مواقع تھے۔ کہ کار میں وہی نفوس موجود ہوں۔

لیکن خدشہ تو ابھر ہی چکا تھا، اب بس یقین دہانی باقی تھی۔ اور وہ اچھے سے جانتا تھا کہ یہ یقین دہانی تو دوسری جانب سے ہی ہو سکتی ہے۔

سوچوں میں الجھا وہ مگن تھا۔ جب نیلی کار کا ذرا سا شیشہ نیچے ہوا اور ایک ہاتھ باہر نکلا—— جس کے ہاتھ میں گن موجود تھی۔

ٹھوڑی پر ہاتھ رکھے اب "حاکم ذیب" سکون سے یہ کھیل شروع ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔

کھیل یقیناً شروع ہو چکا تھا۔ کیونکہ سپورٹ کار میں بیٹھے انسان نے ایک دم سے گارڈز کی ایک گاڑی کے ٹائر پر فائر کر دیا تھا۔

فائر ہوتے ہی وہ گاڑی ہچکولے کھاتی ایک جھٹکے سے رکی۔ ان کے فائر کے جواب میں گارڈز نے جوابی فائرنگ شروع کی تو نیلی کار پھرتی سے اپنا بچاؤ کرتی چلی گئی۔

اپنا بچاؤ کرنے کے ساتھ ساتھ وہ گارڈز کی گاڑیوں کو نشانے پر لیے ہوئے تھی۔

باری باری سب گارڈز کی گاڑیوں کے ٹائرز پر فائر کیے جا رہے تھے۔ جس کے باعث وہ گاڑیاں بمشکل ایک دوسرے سے ٹکراتی ہوئی رکنے لگیں۔

نیلی کار کی اس کارروائی سے اتنا تو پکا اندازہ ہو چکا تھا۔ کہ ان کا ٹارگٹ ایک ہی مخصوص شخص ہے۔ جو اپنی گاڑی میں بیٹھے پراسرار مسکراہٹ کے ساتھ یہ سب دیکھ رہا تھا۔

اب صرف دو گاڑیاں بچی تھیں—ایک گارڈز کی گاڑی اور دوسری "حاکم ذیب" کی پرائیویٹ گاڑی۔۔۔۔

صرف کچھ منٹ کی مسافت پر "حاکم ذیب مینشن" تھا۔ جب اچانک اڑتی ہوئی نیلی سپورٹ کار نے تیزی سے فائرنگ کرتے ہوئے گارڈز کی بچی اکلوتی گاڑی کو بھی لڑکھڑانے پر مجبور کر دیا۔

سائیں ! ہمیں یہاں سے نکلنا ہو گا ! یہ ہمارا کوئی پرانا دشمن لگ رہا ہے !

حاکم ذیب کی گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا اس کا خاص آدمی بے ساختہ کار کو اپنا پیچھا کرتے دیکھ کر بولا تھا۔

پرانے دشمن کا تو پتہ نہیں، فی الحال کسی کمینے دشمن کا گمان ضرور ہو رہا ہے۔۔۔۔!

اپنے آدمی کے اندازے پر حاکم ذیب نے پر سوچ لہجے میں جواب دیا تھا۔ جس پر اس کا آدمی ٹھٹک کر اسے دیکھ گیا۔

لیکن پھر ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھالتے ہوئے اس نے فوراً دوسرے ہاتھ میں گن تھامی۔۔۔ کیونکہ اتنا تو اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ پیچھا کرنے والے اس کے سائیں کو ٹارگٹ کر رہے ہیں۔۔! اس لیے وہ چوکس انداز

میں ڈرائیو کرتے ہوئے اپنی چیل جیسی نگاہوں کو گاڑی پر گاڑ چکا تھا۔ تاکہ ان کے فائر کرنے سے پہلے ہی وہ جواب میں فائر کر سکے۔

داد بخش کے مقابلے میں حاکم ذیب بالکل پر سکون انداز میں بیٹھا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے کار میں سے ایک بار پھر ہاتھ باہر نکلا،

اور ہاتھ نکالنے والے نے بڑی چالاکی سے چکما دیتے ہوئے فائر کرتے ہی پھرتی سے کٹ مارتے ہوئے داد بخش کی گن سے نکلتی ہوئی گولی سے اپنا بچاؤ کیا۔

داد بخش تو ایک لمحے کے لیے حیران ہو چکا تھا—ایسا ٹکر دینے والا پہلی بار ملا تھا۔ اس لیے حیران ہونا بنتا بھی تھا۔

ان کے فائر سے "حاکم ذیب" کی گاڑی کا بھی ٹائر پنکچر ہو چکا تھا۔

گاڑی ایک دم سے ہچکولے کھاتے ہوئے رکنے لگی تو نیلی سپورٹ کار پھر اڑتی ہوئی تیزی سے ان کی طرف آئی۔ بجلی کی سی رفتار سے "حاکم ذیب" کی گاڑی کو کراس کرتے ہوئے نیلی سپورٹ کار آگے نکلی تو گاڑی میں بیٹھا حاکم ذیب آبرو آچکا کر جاتے ہوئے اسے دیکھ گیا۔

جبکہ نیلی سپورٹ کار تھوڑی دور جا کر مڑتے ہوئے اب ان کی گاڑی کی طرف بڑھنے لگی تو داد بخش نے تیزی سے فائر کرنا چاہا۔۔جب "حاکم ذیب" نے فوراً اسے روکا۔

"رک جاؤ داد! فائر مت کرنا۔۔۔!"

داد بخش کو منع کرتے ہوئے حاکم ذیب نے نیلی کار پر اپنی تیز نگاہیں جما دیں تو گاڑی کے فرنٹ پر دو نفوس ماسک لگائے بیٹھے نظر آئے۔

حاکم ذیب کی گاڑی ہچکولے کھاتے ہوئے رکنے میں ناکام ہو رہی تھی۔۔جب نیلی کار نے ایک جھٹکے میں ان کی گاڑی سے ٹکراتے ہوئے "حاکم ذیب" کی گاڑی کو سڑک پر رکنے پر مجبور کر دیا۔

گاڑی رکی تو "حاکم ذیب" اور "داد بخش" تیزی سے گاڑی سے نیچے اترے۔

انھیں باہر آتے دیکھ کر سپورٹ کار میں بیٹھے نفوس کی آنکھوں میں ابھرتی مستی مزید روشن ہو گئی۔اگلے ہی پل وہ باہر نکلے تو ان کے لمبے چوڑے وجود اور مخصوص آنکھیں دیکھتے ہی حاکم ذیب کا دل بے یقینی سے دھڑک اٹھا۔ جبکہ داد بخش ابھی تک پہچان نہیں پا رہا تھا کہ سامنے کھڑے افراد کون ہیں۔

"ہم نے سوچا کہ کراچی کے ڈون کو اپنا دیدار ہی کروا آتے ہیں!"

ماسک اتارتے ہوئے "شہرام علی" عام سے لہجے میں بولا تھا۔۔۔

داد بخش کا ہونک زدہ چہرہ دیکھتے ہوئے "فاتح سلطان" نے بھی ہنستے ہوئے اپنا ماسک اتار لیا۔ جبکہ "حاکم ذیب" ابھی تک بے یقینی کی کیفیت میں کھڑا ان کو دیکھتا جا رہا تھا۔——

جیسے یقین کرنا مشکل ہو کہ وہ اتنے سالوں کے بعد اس کے سامنے سچ میں کھڑے ہیں۔

داد بخش تو ان کو دیکھتے ہی حیرت انگیزی اور خوشی کے باعث مسکرا اٹھا تھا۔

"سائیں، یہ تو۔۔۔!"

شہرام اور فاتح کو دیکھتے ہی داد بخش نے خوشی سے بے قابو ہوتے ہوئے حاکم ذیب کو مخاطب کیا۔

"میں نے کہا تھا داد بخش، کہ آج ہمارا پیچھا کوئی کمینہ دشمن ہی کر رہا ہے!"

حاکم ذیب نے سنجیدہ انداز میں کچھ دیر پہلے کہے ہوئے اپنے الفاظ دہرائے تو فاتح اور شہرام آنکھیں چندھیا کر اسے گھور گئے۔

"شرم نہیں آتی ہمارے بارے میں ایسے گندے اندازے لگاتے ہوئے؟"

بانہیں کھولتے ہوئے فاتح ایک دم سے آگے بڑھ کر حاکم ذیب کے گلے لگا تھا۔

انداز ایسا تھا جیسے خود کو کمینہ کہنے پر برا مان گیا ہو۔ حالانکہ ایسے الفاظ ہی تو ان کی شخصیت کا تعارف اور تعریف بنے ہوئے تھے۔

فاتح کے منہ بسورنے پر حاکم ذیب نے گھورتے ہوئے ان کو شرم دلانا چاہی تھی۔۔

جنہوں نے اچانک نمودار ہوتے ہی کراچی کی سڑکوں پر دھماکے کرنے شروع کر دیئے تھے۔

شہرام نے آگے بڑھ کر داد بخش کو گلے لگا لیا تھا۔ بے شک یہ دوبارہ ملن کافی سالوں بعد ہوا تھا۔

"آنا ہی تھا تو انسانوں کی طرح نہیں آ سکتے تھے کیا؟"

فاتح کو سینے میں بھینچتے ہوئے حاکم ذیب نے بے ساختہ کہا تھا۔ فاتح کو سینے سے لگاتے ہی اسے ایک سکون اپنے اندر اترتا محسوس ہونے لگا۔ اس کی آنکھوں کی چمک ان دو انسانوں کو دیکھتے ہی بڑھ چکی تھی۔ پر وہ اپنے جذبات کا اظہار کرنے میں بہت پیچھے تھا۔

ہمہ وقت اس کی آنکھوں میں قائم رہنے والی سرد مہری اس کی شخصیت کو کسی خاص دائرے میں قید کیے ہوئے تھی۔ جہاں سے "حاکم ذیب" کو نکالنا شاید ہی کسی کے بس کی بات تھی۔

"اگر عام طریقے سے آتے تو پھر تیرے اس مکھڑے پر جو یہ خوشی نظر آ رہی ہے۔۔

وہ تب تھوڑی نہ دیکھنے کو ملتی!"

شہرام نے اب اس کے گلے لگتے ہوئے جواب دیا تھا۔ جبکہ فاتح داد بخش کو گلے مل رہا تھا۔

"سائیں، ایک بات تو طے ہے کہ شہرام سائیں اور فاتح سائیں کبھی بھی سیدھے طریقے سے کوئی کام نہیں کر سکتے!"

آخر میں داد بخش نے بیچ میں مداخلت کرتے ہوئے تبصرا کیا تو اپنی تعریف پر فاتح اور شہرام متاثر کن انداز میں اسے سراہ گئے۔

"دیکھا، یہ بندہ ہمیں کتنا پہچان گیا ہے ہمیں۔

ایک تم ہی نکمے رہ گئے ہو ہر کام میں، حاکم ذیب!" داد بخش کو سراہتے ہوئے شہرام نے معنی خیزی سے پھلجڑی چھوڑی تو بدلے میں حاکم اسے سخت نگاہوں سے گھورنے لگا۔

وہ اچھے سے سمجھ چکا تھا۔ کہ سامنے کھڑا کمینہ انسان اسے کس بات کا طعنہ دے رہا ہے۔

"بکواس کرنے پر حکومت کی طرف سے تم لوگوں کا خاص وظیفہ لگنا چاہیے!"

شہرام کی بکواس پر حاکم نے تپتے ہوئے کہا تھا۔ وہیں داد بخش اپنی ہنسی روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اپنے سائیں کو بولتے دیکھ کر اس کا دل خوشی سے بھرنے لگا تھا۔

اور شاید اب کچھ دن اسی خوشی میں گزرنے والے تھے کیونکہ شہرام علی اور فاتح سلطان کی موجودگی میں یہ کھٹی میٹھی نوک جھوک تو اب رکنے والی نہیں تھی۔

دنیا میں فقط یہ دو انسان ہی تھے جو حاکم ذیب کے ساتھ الجھنے کی جرات رکھتے تھے۔

ائیر پورٹ پر آنے والی پرواز اپنی لینڈ نگ کر چکی تھی۔ یہ اٹلی سے آنے والی پرواز تھی۔ جس نے تھوڑی دیر پہلے ہی پاکستان کی سرزمین پر لینڈ نگ کی تھی۔ مسافر آہستہ آہستہ اپنا سامان اٹھا کر ائیر پورٹ سے باہر نکل رہے تھے، اور انہی مسافروں میں "انجلینا جان" بھی شامل تھی۔۔ جو اٹلی سے بہت کچھ سوچ کر پاکستان آچکی تھی۔

اسلام آباد کے ائیر پورٹ سے باہر نکلتے ہوئے بے ساختہ انجلینا کی نگاہیں چاروں اطراف کا جائزہ لینے لگیں۔ یہ وہی شہر تھا جہاں سے "غازیان پاشا"

اس کے ملک میں آیا تھا۔ اور واپسی پر انجلینا جان کا دل بھی اپنے ساتھ چرا لایا تھا۔

غازیان پاشا کو سوچتے ہی انجلینا کا دل مچلنے لگا تھا۔ وہ اسے دیکھنے کے لیے بے حد بے تاب تھی۔ اسلام آباد پہنچ کر اس کے چہرے سے مسکراہٹ جدا نہیں ہو رہی تھی۔ شاید یہ غازیان پاشا کا دیدار کرنے کی خوشی تھی۔ جو اسے یہاں کی ہر چیز خوبصورت لگ رہی تھی۔

غازیان پاشا نے جتنی دیر اس کے ڈیڈ کے ساتھ کام کیا تھا۔ اس تمام عرصے میں انجلینا کی دلچسپی اس اکھڑے انسان میں بڑھتی چلی گئی تھی۔ لیکن غازیان پاشا کے آخری الفاظ نے انجلینا جان کو ہمیشہ بے چین کیے رکھا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اپنا ملک چھوڑ کر ایک اجنبی انسان کے لیے یہاں، دیارِ

غیر میں آ پہنچی تھی۔ وہ ایک پڑھی لکھی، خود مختار لڑکی تھی۔ لیکن غازیان پاشا کے لیے اس کے دل میں جو دلچسپی پیدا ہو چکی تھی۔ اس نے شاید انجلینا جان کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو کم کر دیا تھا۔ یہی وجہ تھی۔ کہ وہ اپنے دل میں پیدا ہونے والے جذبے کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس اجنبی ملک میں کھڑی تھی۔ جہاں وہ کسی کو بھی نہیں جانتی تھی۔ یہ جانے بغیر کہ یہاں کے لوگ اس کے ملک کے لوگوں سے بہت مختلف ہیں۔

انجلینا نے بے اختیار ایک ٹیکسی کو اشارہ کرتے ہوئے روکا۔ ٹیکسی کے رکتے ہی اس نے ڈرائیور کو ایڈریس سمجھایا۔ تو ڈرائیور نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اپنا سامان ٹیکسی میں رکھتے ہوئے انجلینا گاڑی میں بیٹھ چکی تھی۔

سفر شروع ہوا تو وہ دلچسپ نظروں سے باہر کا منظر دیکھنے میں مصروف ہو گئی۔ چہرے پر پیاری سی مسکراہٹ سجائے اس کا دل مسلسل خوبصورت خواب بننے میں مصروف تھا۔

باسم سرشاری کے عالم میں ہاسپٹل میں داخل ہوا تھا۔ آج اس کی چال ڈھال، غرض ہر انداز پہلے سے یکسر مختلف نظر آ رہا تھا۔ خود ہی مسکراتے ہوئے وہ کاریڈور سے گزر رہا تھا۔ جب ہاسپٹل کا سارا اسٹاف ٹھٹک کر رک گیا تھا۔ Olive کلر کی پولو شرٹ کے ساتھ سفید پینٹس پہنے وہ tinted glasses لگائے ہوئے تھا۔

شرٹ چونکہ ہاف سلیوز میں تھی۔اس لیے اس کے بازوؤں کی پھولی رگیں واضح نظر آرہی تھیں۔ سفید و سرخ رنگت کے ساتھ ساتھ گولڈن آنکھوں میں آج ایک غیر معمولی سی چمک چھائی ہوئی تھی۔اپنی اس تیاری میں وہ بے ساختہ ہر دیکھنے والے کو اپنی طرف متوجہ کر چکا تھا۔

ڈاکٹر رامین کو تو آج اپنا سنبھالنا مشکل لگ رہا تھا۔ کیونکہ باسم کاظمی دن بدن اسے اپنے سحر میں بری طرح جکڑتے ہوئے پاگل کرنے لگا تھا۔اور آج تو باسم کاظمی کی رت ہی نرالی نظر آرہی تھی۔

محبت کو ڈراپ کرنے کے بعد وہ سیدھا ہاسپٹل آگیا تھا۔اور بے شک واپسی پر پک بھی وہی کرنے والا تھا۔ محبت کا خیال آتے ہی باسم نے بے ساختہ

انگوٹھے سے اپنے ہونٹوں کو چھوا۔ تو معنی خیزی سے مسکراتے ہوئے وہ اپنے کیبن کی طرف چلا گیا۔

"سر آج بہت خوش لگ رہے ہیں۔۔۔!" بے ساختہ ایک نرس بولی تھی۔

"خوش تو لگ رہے ہیں، لیکن خوش لگنے کے ساتھ ساتھ ہینڈسم بھی بہت لگ رہے ہیں آج۔۔۔! میرا تو دل ہی چرا لیا ہے ڈاکٹر باسم نے۔۔۔!" ایک دوسری نرس بھی تعریفی انداز میں بولنے لگی تھی۔

ڈاکٹر رامین، جو ان کے پاس ہی کھڑی تھی۔ ان کی باتیں سنتے ہوئے نجانے کیوں ایک دم سے جلنے لگی۔ جیسے کسی اور کا ڈاکٹر باسم کو نوٹ کرنا اسے پسند نہ آیا ہو۔ غصے سے ان دونوں نرسوں کو گھورتے ہوئے وہ ڈاکٹر باسم کے کیبن کی طرف بڑھ گئی۔

تقریباً گیارہ بج رہے تھے۔ جب کبیر خان بہار کا ہاتھ تھامے نیچے آ رہا تھا۔ ان کی ایک ساتھ پہلی صبح آج دیر سے ہی ہوئی تھی۔ کیونکہ گل بہار نے آج جی بھر کر کبیر خان کے سینے میں چھپتے ہوئے نیند پوری کی تھی۔ جس قدر معصوم انداز میں وہ سو رہی تھی۔ کبیر کا دل ہی نہیں چاہا تھا۔ کہ وہ اسے جگا کر نیند خراب کرے۔ اس لیے کبیر نے اسے شدت سے خود میں بھینچتے ہوئے سونے دیا، اور بہار بھی سکون سے نیند پوری کرنے کے بعد ہی اٹھی تھی۔

اور اب فریش ہونے کے بعد جب وہ نیچے آئے تو انہیں ایک ساتھ دیکھ کر ان کی مائیں خوشی سے ان کی نظر اتارنے لگیں۔ میرون رنگ کی

خوبصورت لانگ فراک پہنے گل بہار سرتاپا کبیر خان کی محبت میں رنگی نظر آرہی تھی۔

اس کے چہرے کی رنگت دیکھتے ہوئے علیزے خان بے ساختہ "ماشاءاللہ" کہتے ہوئے اسے گلے لگا گئیں۔ جس پر گل بہار نے شرماتے ہوئے نظریں جھکالیں۔اسے یوں شرماتے دیکھ کر کبیر بے اختیار ہنس دیا۔

"اللہ تم لوگوں کی جوڑی یوں ہی سلامت رکھے۔۔۔!" بہار کا ماتھا چومتے ہوئے علیزے خان اسے دعائیں دینے لگیں۔ جس پر بہار کے چہرے پر شرمیلی سی مسکان ابھری۔

"گڈ مارننگ، میری حسین مورے۔۔۔!" ساس بہو کا ملنا ملانا ہوا تو کبیر نے آگے بڑھ کر ماں کا سر چومتے ہوئے انہیں بازو کے گھیرے میں لے

لیا۔فارس اور ناز چونکہ ابھی تک نیچے نہیں آئے تھے۔اس لیے فی الحال سب کی توجہ گل بہار پر ہی مرکوز تھی۔جواب اپنی ماؤں کی نظروں سے روہانسی سی ہو گئی تھی۔

"میری بیوی کو اپنی نظروں سے پریشان کرنا بند کریں بھئی۔۔۔!" بہار کو گھبراتے دیکھ کر کبیر نے اچانک اسے اپنے دوسرے بازو کے گھیرے میں لے لیا،اور ساتھ ہی مصنوعی سنجیدگی سے اپنی ماؤں کو منع کرنا چاہا۔

کبیر کے اچانک اپنی طرف داری پر بہار نے ایک دم سے شرم سے لال و گلابی ہوتے اسکے سینے میں منہ چھپا لیا تھا۔اسے یوں شرماتے دیکھ کر وہ سب قہقہ لگا گئے۔۔

شکر ہے کبیر کہ تمہاری موجودگی میں میری بیٹی نے رونے کے علاوہ بھی کچھ اور کیا ہے۔۔۔! بیہ ہنستے ہوئے بہار کو چھیڑنے لگی تھیں۔

بیر۔۔۔! ماں کے چھیڑنے پر بہار نے یوں ہی اسکے سینے میں منہ چھپائے روہانسی آواز میں کبیر خان کو شکایت لگائی۔۔۔

ساسوماں پلیز میری بیوی کو تنگ نہیں کیا کریں یار۔۔۔! بہار کو دونوں بازوؤں سے زرا سا سینے میں بھینچتے ہوئے وہ حمایت کرتے بولا تھا۔

مت چھیڑو بھئی۔۔۔! خوامخواہ میں ہماری وجہ سے بہار رو پڑی تو" کبیر خان " برا مان جائیں گئے۔۔۔! منیزے پاشا بھی شرارتی انداز میں بہار کی طرف اشارہ کرتے بولی تھیں۔ میرون ڈریس میں وہ کبیر کے سینے میں چھپی اتنی

پیاری لگ رہی تھی۔ کہ وہ خوا مخواہ اسے تنگ کرنا شروع ہو گئی تھیں۔ جبکہ دل میں سب انکی جوڑی کو دیکھتے ہوئے مسلسل ماشاءاللہ کہہ رہی تھیں۔۔

باقی گھر والے ناشتہ کرنے کے بعد اپنے اپنے کام کے لیے جا چکے تھے۔ انکے بر عکس کبیر اور فارس آج گھر پر ہی تھے۔ کل چونکہ رخصتی ہو چکی تھی۔اس لئے آج کا دن وہ گھر پر ہی گزارنے والے تھے۔

میری بہو کو تنگ کرنا بند کرو۔ کیونکہ کبیر خان کے ساتھ ساتھ اسکی ساس بھی برا مان جائیں گی اب۔۔۔! ان سب کو ایک ساتھ ہوتے دیکھ کر علیزے خان بھی اپنی بہو کی حمایت میں جھٹ سے بول پڑیں۔ جس پر بہار اچانک چہرہ باہر نکالتے ہوئے کھلکھلائی تو کبیر اور علیزے خان حیرت سے

ہنس دیئے۔ باقی بھی حیرانی سے اسے دیکھ کر رہ گئے تھے۔۔ جو شوہر اور ساس کا ساتھ ساتھ پاتے ہی اترانا شروع ہو گئی تھی۔

کس بات پر کانفرنس چل رہی ہے یہاں۔۔۔؟ اچانک فارس اور ناز کی آمد ہوئی تو فارس انکو ایک ساتھ کھڑے دیکھ کر بے اختیار پوچھ گیا۔ سب چونکتے ہوئے انکی طرف مڑے تھے۔ جو ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے نیچے آرہے تھے۔ ناز گرین کلر کی سلیولیس لانگ شرٹ اور کیپری میں بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔ جبکہ فارس بلیک شلوار قمیض میں بالکل فریش اور دلکش معلوم ہو رہا تھا۔ جیسے اپنی محبت کو حاصل کرتے ہی دنیا جہاں کی خوشی اسکے چہرے پر آسمائی ہو۔۔ سب بے اختیار انہیں دیکھتے چلے گئے تھے۔۔

فارس اور ناز سب سے پہلے اپنی بڑی ماما کی طرف آئے تھے۔۔

ماشاءاللہ تم دونوں نے تو ہمیں بچپن کی یاد دلادی۔۔۔!علیزے خان، گل ناز کو گلے لگاتے ہوئے اسکا ماتھا چومتے ہوئے بولی تھیں۔ جبکہ مشعل ہمدانی کا چہرہ تو بہو اور، بیٹے کو ساتھ دیکھتے ہی روشن ہو گیا تھا۔۔

گڈ مارننگ بڑی ماما۔۔۔!آپ سب کی دعائیں رنگ لائی ہیں۔۔!خاص کر میری ساسوماں کی۔۔۔!علیزے خان کو ملتے ہوئے فارس ناز کی طرف شرارتی انداز میں اشارہ کرتے گویا ہوا تھا۔ جس پر بیہ صدیقی تو کھل کر ہنس دیں تھیں۔۔شاید وہ اپنی صلح ہونے کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔۔۔

نازاور فارس باری باری سب سے ملنے لگے تھے۔انکی دیکھادیکھی بہار بھی حوصلہ کرتے ملناشروع ہوگئی تھی۔ورنہ توشرم کے مارے وہ کبیر سے الگ ہی نہیں ہورہی تھی۔۔۔

گڈمارننگ مائے کیوٹ مام۔۔۔! مشعل ہمدانی کاہاتھ چومتے ہوئے فارس نے عقیدت بھرے اندازمیں ماں کوحصارمیں لے لیا۔جس پر بے حد خوشی سے مشعل بیٹے کے صدقے واری ہوتی چلی گئیں۔

پہلے بچوں کوصدقہ نکالو پھرناشتہ کرتے ہیں۔۔۔! یادآنے پرعلیزے خان نے ائرہ کاظمی کوبے اختیاراشارہ کیا۔جوسرہلاتے ہوئے کچن کی طرف گوشت لینے کے لئے بڑھ گئی تھیں۔

ناشتے میں کیا بنایا ہے..؟ ناشتے کے ذکر پر ناز بے اختیار پوچھنے لگی۔ کیونکہ اسے اب بے حد بھوک لگ رہی تھی۔

تمہاری فیورٹ چیزیں ہی ہیں۔۔۔! بیہ صدیقی جواب دیتے ہوئے میز کی طرف بڑھ گئی تھیں۔ انکے انتظار میں آج انہوں نے بھی صبح ناشتہ نہیں کیا تھا۔ منیزے پاشا ان چاروں کا صدقہ نکالنے لگیں تو باقی سب بھی میز کی طرف چلی گئی تھیں۔۔۔

میں یہ سب نہیں کھاؤں گی۔۔! میز کی طرف آتے ہی سب چیزوں کی طرف دیکھتے ہوئے ناز نے فوراً برا سا منہ بنالیا تھا۔

تو پھر کیا کھانا ہے۔۔؟اسے منہ بناتے دیکھ کر فارس کو حیرت سی ہوئی۔

کیونکہ وہ اپنی پسندیدہ چیزیں کھانے سے انکار کر رہی تھی۔ حیرت تو باقیوں کو بھی ہونے لگی تھی۔۔

مجھے مٹن کھانا ہے۔۔۔! فارس کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے نازنے جھٹ سے اپنی فرمائش بتائی۔ جس کو سن کر سب کو بے اختیار جھٹکا سا لگا۔

مام۔۔! مجھے اچار کے ساتھ پراٹھا کھانا ہے۔۔۔! نازکی دیکھا دیکھی بہار نے بھی لگے ہاتھ معصوم لہجے میں اپنی فرمائش بتائی تو فارس اور کبیر ہنسی دباتے ہوئے آپس میں نظروں کا تبادلہ کرنے لگے۔۔انکے برعکس خواتین معنی خیزی سے قہقہ لگا اٹھی تھیں۔

آپ سب ہنس کیوں رہے ہیں۔۔۔؟سب کو بلاوجہ ہنستے دیکھ کر ناز نا سمجھی کا شکار ہوئی تھی۔

کچھ نہیں بچے۔۔۔! فریج میں مٹن کا سالن ہو گا کیا۔۔۔؟ناز کو ٹالتے ہوئے علیزے خان بے اختیار بات کا رخ بدل گئی تھیں۔

ہاں کل آتے ہوئے علینہ نے جو کھانا دیا تھا۔وہ والا سالن بچا ہوا ہے۔۔! میں لے کر آتی ہوں۔۔۔! مشعل ہمدانی جواب دیتے ہوئے اٹھ کر کچن کی طرف بڑھ گئی تھیں۔جبکہ فارس معنی خیزی سے ناز کی طرف دیکھتے ہوئے مسلسل اپنی مسکراہٹ دبا رہا تھا۔اسکے یوں دیکھنے پر گل ناز کو الجھن سی ہونے لگی تھی۔

کیا ہے۔۔۔؟فارس کی مسلسل نگاہوں پر وہ بے ساختہ چڑی تھی۔۔

کچھ نہیں پہلے ناشتہ کرلو۔۔! بعد میں تفصیل سے بتاؤں گا۔۔۔! مستی بھری آنکھوں سے وہ ٹالتے ہوئے کہنے لگا تھا۔ جس پر ناز بھی اسے گھور کر کندھے آچکا گئی۔ تھوڑی دیر تک مشعل ہمدانی سالن گرم کرواپس آئیں تو فارس بھی مٹن کے ساتھ پراٹھا کھانا شروع ہو گیا۔

آج کا ناشتہ اسکی بیوی نے اچانک پہلے سے بھی خاص کر دیا تھا۔اس لئے مٹن کو دیکھتے ہوئے وہ مسلسل مسکرائے جارہا تھا۔وہیں گل ناز اب مٹن کا سالن پلیٹ میں ڈالے کچھ الجھن کا شکار نظر آرہی تھی۔فارس کو پراٹھا کھاتے دیکھ کر اسکا دل بھی پراٹھا کھانے کو للچانے لگا تھا۔ لیکن وہ پراٹھا نہیں کھاتی تھی۔اس لئے شاید وہ جھجک رہی تھی۔اسے اپنی طرف دیکھتا پاکر

فارس بے اختیار اسے دیکھنے لگا۔ جو پراٹھے اور مٹن کو ترسی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔۔

میں کھلاؤ۔۔۔؟ اسکی نظروں کا مطلب سمجھتے ہوئے فارس نے بے ساختہ اسے متوجہ کیا تو وہ چونکتے ہوئے اگلے ہی پل تیزی سے ہاں میں سر ہلا گئی۔ اسکے ہاں کرنے پر فارس نے لقمہ بناتے ہوئے اسکے منہ کے قریب کیا تو ناز نے جھٹ سے منہ کھولتے ہوئے ناشتہ شروع کیا تھا۔

سب خاموشی سے انکی طرف دیکھ رہے تھے۔ فارس تو حیرانی سے اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔ جو یوں مزے سے چباتے ہوئے کھا رہی تھی۔۔ جیسے نجانے ایسا ناشتہ کرنے کے لئے کتنی ترسی ہوئی ہو۔۔

چائے بھی پلاؤ۔۔۔! فارس کی چائے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ناز نے اگلی فرمائش بتائی تو فارس ہمدانی کو غش پڑتے پڑتے رہ گیا تھا۔ گل ناز صدیقی اور چائے۔۔؟ یہ معجزہ ہی تھا۔

یہ آج فارس کی پسند کا ناشتہ کیوں کر رہی ہے۔۔۔؟ یہ ناشتہ تو وہ بچپن میں بھی نہیں کھاتی تھی۔۔؟ ناز کو فارس کی چائے پیتے دیکھ کر ائرہ کاظمی حیرانی سے بولیں تھیں۔

لگتا ہے پریگننسی کا اثر کچھ زیادہ ہی ہو گیا ہے۔۔۔! منیزے پاشا ہنس کر بولی تھیں۔۔۔

پریگننسی کا نہیں فارس کا اثر بولو۔۔۔! بیہ صدیقی نے معنی خیزی سے انکی تصحیح کی تھی۔ جس پر وہ بامشکل قہقہ دباتے ہوئے ناشتہ کرنے میں خود مصروف ظاہر کرنے لگی تھیں۔۔

بیر یہ کھائیں، بہت مزے کا ہے۔۔۔! بہار جو اچار کے ساتھ مزے سے پراٹھا کھا رہی تھی۔ کہ اچانک بائٹ بناتے ہوئے کبیر کے ہونٹوں کے قریب کر گئی۔ ناز سے توجہ ہٹی تھی تو سب منہ کھولے اب بہار کو دیکھ گئی تھیں۔ جبکہ چونک تو کبیر خان بھی گیا تھا۔

سفید شلوار قمیض

سفید شلوار قمیض پہنے وہ اپنی شخصیت میں دلفریب تھا۔ بہار کی بائٹ کو اس نے مسکراتے ہوئے کھایا تو بہار بچوں کے ساتھ انداز میں بے صبری سے

اسکے رد عمل کا انتظار کرنے لگی۔ شاید وہ سننا چاہ رہی تھی کہ جتنا وہ اس ناشتے کو انجوائے کر رہی ہے۔ اسکے بیر کو بھی اتنا ہی اچھا لگا ہے۔۔

کبیر کو بھی اپنی جیسی صورتحال کا شکار ہوتے دیکھ کر فارس نے بے اختیار کھانسنا شروع کر دیا تھا۔ اتنا تو آج ثابت ہو گیا تھا۔۔ کہ جڑواں ہونے کے باعث پریگننسی میں ان دونوں بہنوں کی حرکتوں میں اب کچھ کچھ مشابہت ہونے لگی تھی۔ پہلے کی زندگی زیر بحث نہیں رہی تھی۔

سچ میں بہت مزے کا ہے بیر کی جان۔۔۔! بہار کی ہاں میں ہاں میں ملاتے ہوئے کبیر نے تعریف کرنے کے ساتھ ساتھ بے اختیار اسکا نازک ہاتھ بھی چوم لیا تھا۔ آج پہلی بار اسکی بیوی نے اسے اپنے ہاتھ سے کچھ کھلایا تھا۔ اس لئے اتنا تو انعام بنتا ہی تھا۔ کبیر کے ہاتھ چومنے پر بہار شرم کے مارے

ایک دم سے سرخ ہوئی تو نازا سکی شکل کا بدلا رنگ دیکھ کر قہقہہ لگاتی چلی گئی۔ بڑی بہن کو خود پر ہنستے دیکھ کر گل بہار نے اب منہ بسور کر کبیر خان کی طرف دیکھا تھا۔

جو مسکراہٹ دبائے اپنی بہارے کو خود ناشتہ کروانا شروع ہو گیا تھا۔ اتنا تو طے تھا۔ کہ چاہے فارس ہمدانی ہوتا، یا پھر کبیر خان۔۔ کوئی بھی پیار کا اظہار معاملے میں ایک دوسرے سے کم نہیں تھا۔

ارسل خان لاؤنج میں بیٹھ کر ٹی وی دیکھ رہا تھا۔ آج کل چونکہ اسکی چھٹیاں چل رہی تھیں۔ اس لئے وہ گھر پر مجبوراً بیٹھا نظر آ رہا تھا۔ ورنہ اسکا بس نہیں تھا۔ کہ کل ہوئے حادثے کے بعد ایک پل بھی اپنے باپ کے بنائے اس

گھر میں نہ رکتا۔ پر ارسل خان ہر طرف سے بے بس ہی تو کیا گیا تھا۔ اب اسکے ساتھ جو حادثہ پیش آنا تھا۔ وہ تو آ ہی چکا تھا۔ تو پھر میدان چھوڑ کر بھاگنا کیوں۔۔۔؟

ٹی وی دیکھتے ہوئے وہ دماغ میں خود کی سوچوں کے ساتھ الجھا ہوا تھا۔ پر ایک بات قابل غور تھی۔ کہ کیا ارسل خان اپنے نکاح کو ایک حادثہ قرار دے رہا تھا۔۔؟ کیا "رابیل باسط" اسکی اس سوچ کو قائم رکھنے والی تھی۔۔؟

یا پھر کہانی بدلتے ہوئے دونوں کو حیران کر دینے والی تھی۔ کوئی نہیں جانتا تھا۔ کہ کہانی اور قدرت انہیں کہاں لے جانے والی ہے۔ فل وقت وہ دونوں ہی اپنی منزل سے بے خبر تھے۔

جیسے ارسل خان ٹی وی کے آگے بیٹھا سوچوں میں الجھا ہوا تھا۔ ویسے ہی اپنے کمرے میں آئینے کے سامنے کھڑی رابیل تیار ہوتی خود کے ساتھ باتیں کرنے میں مگن تھی۔۔

ڈینگی مچھر کہیں کا سمجھتا پتہ نہیں کیا ہے خود کو۔۔۔! ارسل کو کوستے ہوئے تیزی سے ہاتھ چلاتے ہوئے وہ اپنا میک آپ کر رہی تھی۔ بلڈ ریڈ کلر کے خوبصورت ڈریس میں وہ اپنے تیکھے نقوش کو سنوارتے ہوئے کافی مصروف نظر آ رہی تھی۔ غزالی آنکھوں میں کاجل لگائے رابیل باسط اس وقت کسی کا بھی ایمان ڈگمگا سکتی تھی۔ سرخ جوڑے میں اپنی گندمی رنگت و غزالی آنکھوں کے ساتھ رابیل باسط بے ساختہ خود کو آئینے میں دیکھتے ہوئے ایک پل کے لئے ٹھٹک چکی تھی۔۔

ہائے۔۔۔!اس مچھر کو کوستے ہوئے کتنا خوبصورت میک آپ ہوا ہے۔۔۔!آئینے میں خود کا چہرہ دیکھتے ہوئے وہ بے ساختہ بولی تھی۔وہ میک آپ کی بے حد شوقین تھی۔میک آپ کے ساتھ ساتھ اسے تیار ہونے کا بھی بہت شوق تھا۔اور اپنے یہ دونوں شوق وہ دلجمعی سے پورے کرتی تھی۔ہر وقت تیار رہنا اور خوبصورت لگنا رابیل باسط کی اولین ترجیح ہوتی تھی۔جس پر وہ کسی قسم کا سمجھوتہ نہیں کر سکتی تھی۔جیسے ابھی سسرال میں پہلے دن کے حساب سے وہ سرخ جوڑا پہنے ہونٹوں پر ریڈ ہی لپ اسٹک لگائے باہر جانے کے لیے بالکل تیار کھڑی تھی۔

صورتحال جو بھی ہوتی رابیل باسط تیار ہوئے بنا نہیں رہ سکتی تھی۔اب اگر اسے اپنا شوہر پسند نہیں آیا تھا۔تو اسکی یہ مطلب تھوڑی تھا۔کہ اسے اپنے

سسرال والے بھی پسند نہیں تھے۔ایک ڈینگی مچھر کے پیچھے وہ اپنے اتنے پیارے سسرالی رشتوں کو ہر گز بھی نظر انداز نہیں کرنے والی تھی۔

ارسل کو سوچتے ہوئے وہ منہ ٹیڑھا کرتے ہیلز پہننے کے بعد دروازے سے باہر نکل ہی رہی تھی۔کہ بے اختیار کچھ یاد آنے پر رکتے ہوئے تیزی سے مڑی تھی۔۔

واپس سے آئینے کے سامنے آتے ہوئے وہ اپنی چیزوں میں مطلوبہ چیز ڈھونڈنا شروع ہو گئی۔جو تھوڑی سی تگ و دو کے بعد مل چکی تھی۔نوز پن کا پیک ملتے ہی رابیل خوشی سے مسکرا دی۔کچھ پل سوچنے کے بعد ایک نوز پن نکال کر وہ آئینے میں دیکھتے ہوئے ناک میں پہننے لگی۔نوز پن پہنتے ہی اسکے روپ میں چار چار چاند لگ چکے تھے۔تیکھی سی ناک میں پہنی نوز پن

انتہائی خوبصورت لگ رہی تھی۔اپنی مکمل تیاری کا جائزہ لینے کے بعد وہ اب اک ادا سے کمرے سے باہر نکلی تھی۔۔۔

بہو ابھی اٹھی نہیں کیا۔۔۔؟صوفے پر بیٹھتے ہوئے ارسل خان کی بڑی پھوپو بے ساختہ پوچھ گئی تھیں۔۔

مجھے کیا پتہ آپکی بہو کا پھوپھو۔۔۔!ٹی وی سے نظریں ہٹاتے ہوئے ارسل نے ایک دم بے زار ہوتے جواب دیا تھا۔جس پر علینہ خانم اسے دیکھ کر رہ گئیں۔

میں نے ہی نہیں جگایا اسے آپیا۔۔۔! کل جیسا دن گزرا ہے تھکاوٹ ہو گئی ہو گی اسے۔۔۔! سوچا جب نیند پوری ہو گی تو خود ہی اٹھ جائے گی۔۔۔! علینہ خانم صوفے پر بیٹھتے ہوئے بتانے لگی تھیں۔۔

اچھا کیا ہے پھر۔۔۔! کل رات رسموں کی وجہ سے بھی بچی کافی دیر جاگتی رہی ہے۔۔۔! ارسل کی پھوپھو نے تائید کرتے جواب دیا تو ارسل اب کی باران عظیم خواتین پر نظر ڈالے بنا نہیں رہ سکا تھا۔۔۔

اتنا خیال اگر آپ لوگوں نے میرا کر لیا ہوتا تو آج میں بھی سکھ و چین میں یہاں بیٹھا ہوتا۔۔۔! وہ کڑھتے ہوئے بنا بولے نہیں رہ سکا تھا۔اس لومڑی کی اتنی فکر پر اسکا دل بے ساختہ جلنا شروع ہو چکا تھا۔۔۔

کوئی جلتے ہوئے کالا کوا بن جائے گا لیکن میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ پائے گا۔ وہ ارسل کی بات کا جواب دے پاتیں جب رابیل اچانک مسکراتے ہوئے سیڑھیاں اترتی دیکھائی دی تھی۔ ارسل کی بات چونکہ وہ سن چکی تھی۔ اس لئے مزے سے جواب دیتی بولی تھی۔ اور ساتھ ہی اپنی ساس اور پھوپھو ساس کی اتنی فکر پر جی بھر کر پیار بھی آیا تھا۔

وہ گیارہ بجے نیند سے جاگی تھی۔ جب ارسل خان کمرے میں موجود نہیں تھا۔ اور اب ساڑھے بارہ بج رہے تھے۔ ڈیڑھ گھنٹہ تو اسے تیار ہونے اور ڈریس سلیکٹ کرنے میں لگ گیا تھا۔

اسکی آواز پر وہ سب چونکتے ہوئے اسکی طرف مڑتے تھے۔ جبکہ ارسل خان تو چہرہ موڑتے ہی پتھر ہو گیا تھا۔ سرخ جوڑے میں جوالہ مکھی بنی وہ

مکمل تیاری کے ساتھ سج دھج کر اسکی طرف آہستہ آہستہ بڑھتے ہوئے ارسل کا چین و سکھ سچ میں لوٹ چکی تھی۔

رابیل باسط کی ایک جھلک پر ارسل خان کی گرے آنکھیں تو پلک جھپکنا بھول گئی تھیں۔ جبکہ وہ اپنی خوبصورت مسکراہٹ کے ساتھ لاؤنج میں داخل ہوتے ہی علینہ خانم اور پھوپھو سے ملنے لگی تھی۔ وہ ٹکٹکی باندھے اسے دیکھتا جا رہا تھا۔ جبکہ سینے میں دھڑکتے دل میں آہستہ آہستہ ہل چل ہونا شروع ہو گئی تھی۔

علینہ خانم سے باتیں کرتی ہوئی رابیل کو خود پر نظروں کی تپش محسوس ہوئی تو زرا چونک کر چہرہ موڑتے ہوئے ارسل کی طرف دیکھنے لگی۔ جو سنجیدگی سے اسکی طرف دیکھتا جا رہا تھا۔ اسکے یوں دیکھنے پر رابیل کو پہلے تو زرا حیرت

ہوئی لیکن پھر نظر انداز کرتے ہوئے وہ دوبارہ اپنی ساس اور پھوپھو ساس کے ساتھ باتوں میں مشغول ہو گئی۔

اسکے برعکس ارسل خان کو اپنا دل سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا۔اس عجیب احساس پر وہ نا سمجھی میں مبتلا ہو رہا تھا۔رابیل باسط کی غزالی آنکھیں اسے خود میں جکڑتے ہوئے قیدی بنا رہی تھیں۔جبکہ آنکھوں میں لگی کاجل کی دھار سیدھا اسکے دل پر وار کر رہی تھی۔چاہتے ہوئے بھی وہ ساکت ہوتے سامنے بیٹھی لڑکی سے نظریں نہیں ہٹا پا رہا تھا۔

اسکی مسلسل خود پر ٹکی نگاہوں پر رابیل نے زرا کی زرا نظریں اسکی طرف موڑتے ہوئے آبرو اچکاتے ہوئے دیکھا تھا۔انداز ایسا تھا۔جیسے پوچھ رہی ہو کہ کیا مسئلہ ہے۔۔؟اسکی اس تیکھی ادا پر بے اختیار ارسل کے ہونٹ

مسکراہٹ میں ڈھلنے لگے تو وہ اگلے ہی پل مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے سنجیدگی اختیار کر گیا۔ رابیل منہ ٹیڑھا کرتے ہوئے پھر اپنی ساس کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔ جو کب سے اسکی تعریفیں کیے جا رہی تھیں۔۔۔

ماشاءاللہ بہت خوبصورت لگ رہی ہے میری بہو۔۔۔! علینہ خانم بے ساختہ اسکی نظر اتارتے ہوئے گویا ہوئی تھیں۔ اپنی تعریف پر رابیل ہلکا سا شرماتے ہوئے بھرپور مسکرائی تو دوسرے صوفے پر بیٹھا انسان اسکی خوبصورت مسکراہٹ میں الجھ کر رہ گیا۔ اس بار اسکے دل نے مختلف انداز میں جس قدر زور سے بیٹ مس کی تھی۔ کہ بے ساختہ ارسل خان سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے چونکا تھا۔ سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے اپنی دھڑکنیں تیز ہوتی سنائی دے رہی تھیں۔ اپنے دل کے یوں دھڑکنے پر وہ بے اختیار

حیرت واستعجاب سے خود میں الجھتے ہوئے اچانک اٹھتے فوراوہاں سے نکلتا چلا گیا۔انداز ایسے تھا۔ جیسے وہ ان جذبات سے ڈرتے ہوئے بھاگا ہو۔

اسکے یوں تیزی سے جانے پر سب ایک لمحے کے لیے زرا چونک کر اسکہ پشت دیکھنے لگی تھیں۔ لیکن پھر اگلے ہی پل نظر انداز کرتے ہوئے باتوں میں مشغول ہو گئیں۔ رابیل بھی لاپرواہی سے کندھے آچکا کر اب پوری توجہ کے ساتھ اپنی پھوپھو ساس کے ساتھ گپ شپ کرنا شروع ہو گئی تھی۔ جبکہ علینہ خانم اسکے لئے ناشتہ لینے کچن کی طرف چلی گئی تھیں۔

کھانے کا وقت تھا۔ میز پر سب موجود تھے۔ سوائے فاتح اور شہرام کے۔۔

تم لوگوں کے ہم شکل کہاں ہیں۔۔۔؟ فاتح اور شہرام کی خالی جگہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عیس ہمدانی بے اختیار پوچھ گئے۔

یہیں کہیں ہونگے۔۔؟ ناز کی بات کا جواب دیتے ہوئے فارس جو پہلے بے حد چونکا تھا۔ لیکن اگلے ہی پل اتنے ہی عام سے لہجے میں باپ کو جواب دیتے بولا تھا۔ باقی بھی متوجہ ہو چکے تھے۔ شہرام اور فاتح تو کل رات سے غائب تھے۔ یہ الگ بات تھی۔ کہ ان سب کو خبر ابھی ہو رہی تھی۔

صرف نام کے باپ بنے ہوئے ہو۔۔! بھائیوں کا کوئی اتا، پتہ بھی رکھا کرو۔۔! ان دونوں پر تو ویسے ہی ہمیں کوئی یقین نہیں ہے۔۔۔! انکی بے خبری پر سنان مصطفیٰ طعنہ دینے والے انداز میں سناتے ہوئے گویا ہوئے تھے۔ سب غور سے انکی گفتگو سن رہے تھے۔

جبکہ ماہ پارہ منہ بنائے بیٹھی ہوئی تھی۔اور یہ منہ اس لئے بنا ہوا تھا۔ کیونکہ غازیان آج لیٹ گھر آیا تھا۔ جس کی وجہ سے ماہ پارہ کا ریڈ ڈریس پہنے کا پلین کینسل ہو چکا تھا۔اس لئے وہ ناراضگی کے اظہار کے طور پر غازیان کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔ جبکہ وہ بے بسی سے مسلسل اس پر نگاہیں جمائے ہوئے تھا۔پر ماہ پارہ نے بھی ٹھان لی تھی۔ کہ وہ اسکی طرف ایک نظر بھی نہیں دیکھے گی۔

وہیں دوسری طرف ایشام سنجیدگی سے اپنے بڑوں کے طعنے سن رہا تھا۔ جو اسکے بڑے بھائیوں کو انکی بے خبری پر دیئے جا رہے تھے۔۔

میرا ایک سوال ہے آپ سب سے۔۔۔! اچانک بلند آواز میں بولتے ہوئے ایشام صدیقی نے سب کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا۔اور ساتھ ہی ہیر پاشا پر

بھی ایک نظر ڈالی۔ جو اسکے دیکھنے پر بے تاثر انداز میں اسے دیکھنے لگی تھی۔ ریڈ کلر کی ٹی شرٹ کے ساتھ وہ بلیک کلر میں ٹراؤزر پہنے ہوئے تھی۔ جبکہ ٹی شرٹ کے آستین آدھے غائب تھے۔ تو بالوں کا جوڑا بنایا گیا تھا۔ ایشام ایک نظر میں اسکے حلیے کا جائزہ لے چکا تھا۔

کیا بات پوچھنی ہے چھوٹے۔۔۔؟ کبیر زرا چونک کر اسکی طرف دیکھنے لگا تھا۔ کیونکہ اسکے چھوٹے بھائی کی آنکھوں میں آج خلاف معمول سنجیدگی نظر آرہی تھی۔۔

بھائی میں ان سب سے یہ پوچھنا چاہ رہا ہوں۔۔! کہ کیا ان سب کی زندگی کا مقصد صرف ہمارا "باپ" بننا تھا۔۔۔؟ کبیر کی طرف مسکراہٹ اچھالتے ہوئے ایشام بڑوں کی طرف دوبارہ متوجہ ہوا تو نہ چاہتے ہوئے بھی اسکا

انداز زرا بد لحاظ سا ہو گیا۔ جس پر کبیر اور فارس حیرت سے اسے دیکھ گئے تھے۔ جبکہ ناگواری تو باقیوں کے چہروں پر بھی نظر آنے لگی تھی۔

شام۔۔۔! بیہ حیرانی سے بیٹے کو دیکھنا شروع ہو گئی تھیں۔ مذاق میں وہ باپ سمیت باقیوں کو چھیڑتے ضرور تھے۔۔ لیکن ایسا لہجہ آج پہلی بار سن اور دیکھ رہے تھے۔

یہ کیا بد تمیزی ہے ایشام صدیقی۔۔۔؟ اسے پورے نام سے مخاطب کرتے ہوئے وہاج صدیقی بھی غصے سے پوچھنے والے انداز میں بولے تھے۔ اس اچانک صورت حال پر سب نے کھانے سے ہاتھ روک لیے۔۔۔

اگر یہ بد تمیزی ہے ڈیڈ تو پھر یہ سب کیا ہے۔۔۔؟ سب لڑکیوں کی جانب ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے وہ بھی اتنے ہی بگڑے انداز میں بولا تھا۔۔

اسکے اشارے پر لڑکیاں تیزی سے گڑبڑا گئیں تو باقی ناسمجھی سے اسے دیکھ گئے۔۔۔

کیا کہنا چاہتے ہو شام۔۔۔؟اسکے اشارے پر ضرار پاشا کے تاثرات نافہم سے ہوتے چلے گئے تھے۔

حیرت ہے ماموں۔۔! ہم سب پر اتنی کڑی نظریں رکھنے والوں کو اتنی صاف چیزیں بھی آسانی سے سمجھ نہیں آرہی ہیں۔۔۔! ایشام نے اب کی بار تمسخر سے ہنستے ہوئے کہا تھا۔۔۔

اسے اچانک کس کیڑے نے کاٹ لیا ہے۔۔۔؟ایشام کے انداز دیکھتے ہوئے باسم نے بے اختیار غازیان کی طرف جھکتے ہوئے سرگوشی کی۔ جس کے جواب میں غازیان نے لاعلمی سے کندھے آچکا دیئے تھے۔

چھوٹے کیا بات ہوئی ہے۔۔۔؟ کس بات پر غصہ آیا ہوا ہے۔۔۔؟ فارس ہمدانی نے بے ساختہ چھوٹے بھائی کو نرمی سے پوچھتے ہوئے لاڈ سے دیکھا۔۔ جو اس وقت کافی بگڑا ہوا نظر آ رہا تھا۔ فارس کا انداز دیکھتے ہوئے عیس ہمدانی اور سنان مصطفیٰ کو بے اختیار کوفت سی محسوس ہوئی۔۔ بے شک ان دونوں کی وجہ سے ہی باقیوں کی ہوا بگڑی رہتی تھی۔۔

غصہ نہیں بولیں بھائی، بلکہ یہ بولیں کہ آنکھیں کھل گئی ہیں۔ اور دماغ آپے سے باہر ہونے لگا ہے۔۔۔! مجھے ان سب سے ایک بات کا جواب جاننا ہے۔۔ کہ آج تک ہم نے اپنی ماؤں کو ویسٹرن ڈریسنگ میں نہیں دیکھا ہے۔۔ تو پھر یہ سب کیوں اتنی بکواس ڈریسنگ کر کے آفس جا رہی ہیں۔ اور دھڑلے سے باہر گھوم پھر بھی رہی ہیں۔۔۔! یہ ابھی سب کی ڈریسنگ دیکھ

لیں۔۔۔! چلو گھر میں موجود ہیں تو میں برداشت کر لیتا ہوں۔۔۔! لیکن کیا آپ سب نے کبھی باہر جاتے ہوئے انکی ڈریسنگ نوٹ کی ہے۔۔۔؟ لڑکیوں کی طرف دیکھتے ہوئے وہ تیش سے بولتا چلا گیا تھا۔ جبکہ اسکی کڑی نظروں نے خاص کر ہیر پاشا کو گھیرا ہوا تھا۔

ایشام کے الفاظ پر جہاں لڑکیوں کی سیٹی گم ہوئی تھی۔ وہیں اب اسکے الفاظ کا پس منظر سمجھتے ہوئے بڑوں کے پاس کچھ کہنے کو نہیں بچا تھا۔ کیونکہ لاڈو پیار میں انہوں نے کبھی بھی ٹوکنے یا روکنے کی کوشش نہیں تھی۔ یہ ہی وجہ تھی۔ کہ وہ سب اس معاملے میں آزاد خیال ہو چکی تھیں۔

اس سوال کا جواب تو مجھے بھی ان سے چاہیئے ہے۔۔۔! ایشام کی بات سے متفق ہوتے غازیان بھی اچانک سرد آواز میں سوالیہ نظروں سے انکی

طرف دیکھنے لگا۔ غازیان کے الفاظ پر اب ماہ پارہ ایک جھٹکے میں مڑتے ہوئے اسکی طرف دیکھنے لگی تھی۔

بے اختیار اسے وہ سب مناظر یاد آنے لگے تھے۔ جب اسکے ہر ڈریس پر غازیان پاشا تنقید کرنا اپنا حق سمجھتا تھا۔ اور یہ تنقید اب بھی کچھ کم نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے ماہ پارہ خود میں شرمندہ ہوتے اپنے آپ کو مصروف ظاہر کرنے کی کوشش کرنے لگی۔۔

آپ میں سے کسی نے ان محترمہ کی آج کی ڈریسنگ دیکھی تھی۔۔؟ جو یہ آفس پہن کر گئی تھیں۔۔! ہیر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے ایشام اب ہلکے پھلکے انداز میں پوچھنے والے انداز میں گویا ہوا۔ ایشام کے اشارے پر سب کی نظریں ہیر کی جانب گھومیں تو وہ ایک لمحے کے لیے نہ چاہتے ہوئے بھی

گھبرا گئی۔ جبکہ منیزے پاشا اب جتاتی نظروں سے بیٹی اور شوہر کو دیکھ رہی تھیں۔

تمہیں مسئلہ کیا ہے۔ میں جو بھی پہنو۔۔۔! تم ہوتے کون ہو۔۔۔! ایشام کے اشارے پر ہیر نے ایک دم سے بھڑکتے ہوئے بد تمیزی کرنے والے انداز میں جواب دیا تھا۔ اسکے الفاظ پر ایشام صدیقی متاثر کن انداز میں سر ہلاتے ہوئے ہیر سمیت سب کو دیکھ گیا تھا۔ انداز ایسا تھا۔ جیسے وہ بڑوں کو داد دینا چاہ رہا ہو۔۔

ہیر۔۔۔!! ہیر کی بد تمیزی پر فارس ہمدانی نے غصے سے اسے جھڑکنے والے انداز میں فورا مخاطب کیا۔ بڑے بھائی کی سخت آواز پر ہیر فورا سہم

چکی تھی۔ جبکہ ایشام صدیقی خود خاموش ہی رہا تھا۔ سلطان احمد خان بھی خاموشی سے سب سن اور دیکھ رہے تھے۔۔

بڑا ہے وہ تم سے۔۔ جانتی ہو نا اس بات کو۔۔۔! اور رشتے کے لحاظ سے ایشام صدیقی کا جتنا حق تم پر بنتا ہے۔ اتنا یہاں کسی اور کا بھی نہیں بنتا۔۔۔ تو ہر بات میں بد تمیزی مت کیا کرو۔۔۔! فارس ہمدانی نے سخت لہجے میں بولتے ہوئے باور کروانے والے انداز میں ہیر پاشا کو اسکے الفاظ واپس لٹائے تھے۔

ایشام صدیقی کی بات سے چونکہ وہ سب متفق نظر آرہے تھے۔ اس لئے ہیر کی بد تمیزی فارس سمیت سب کو ناگوار گزری تھی۔ یہ سچ بات تھی۔ کہ اُنہوں نے کبھی اس معاملے میں روک ٹوک کرنا تو دور ابھی تک کوئی

سوال جواب بھی نہیں کیا تھا۔۔ کہ گھر کی سب لڑکیاں ڈرسینگ کے معاملے میں اتنی آزاد خیال کیوں ہیں۔۔اس لئے فارس نے ابھی ہیر کو فورا ڈانٹ دیا تھا۔ کیونکہ وہ سچ میں بدتمیز ہونے کی کوشش کر رہی تھی۔۔

دوسری طرف بڑے بھائی کی ڈانٹ پر ہیر پاشا کی سبز آنکھوں میں تیزی سے موٹے موٹے آنسو چمکنا شروع ہو گئے تھے۔وہ سب جتنی بھی مضبوط سہی پر اپنوں کی ڈانٹ نہیں سہہ سکتی تھیں۔ہیر سمیت باقی بھی ڈر چکی تھیں۔

گل ناز تو حیرت سے فارس کا ایسا انداز دیکھ رہی تھی۔ماہ پارہ بھی سر جھکائے گھبرائی ہوئی نظر آ رہی تھی۔تو مہر ماہ دل ہی دل میں شہرام کی غیر موجودگی پر شکر کر رہی تھی۔اگر وہ یہاں پر موجود ہوتا تو نہ جانے کیسا ردعمل دیتا۔

مہر ماہ کے جیسے سیلینہ بھی کچھ ایسے ہی سوچ رہی تھی۔ جبکہ گل بہار تو معصوم انداز لئے ٹکر ٹکر کیے کبیر خان کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔

ڈرسینگ کے معاملے میں پورے گھر میں سے صرف ایک گل بہار ہی تھی۔ جو مکمل طور پر مشرقی لباس پہنتی تھی۔ ورنہ باقی سب لاپرواہ اور موڈی پائی گئی تھیں۔

ہیر کی آنکھوں میں آنسو دیکھتے ہوئے فارس کو فوراً بے چینی سی ہونے لگی۔ جبکہ ایشام ابھی تک مطمئن انداز میں بڑوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ ابھی بہت کچھ بولنا چاہتا تھا۔ لیکن مقابل تو اسکے پہلے سوال کا جواب ہی نہیں دے رہے تھے۔ تو وہ مزید کیا پوچھتا۔۔ میز پر ایک دم سے گہری خاموشی چھا چکی تھی۔

جب اچانک اس خاموشی میں ہیر کے رونے کی آواز گونجی تھی۔اسے یوں روتے دیکھ کر فارس اٹھتے ہوئے اسکی طرف آنے ہی لگا تھا۔جب وہ کھڑے ہو کر بھاگتے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔اسکے یوں رونے کی آواز پر سب کو ایک ساتھ فکر ہوئی تھی۔کیونکہ سب ہی جانتے تھے۔۔کہ وہ آسانی سے رونے والوں میں سے نہیں ہے۔اور ابھی بھی وہ صرف بڑے بھائی کے یوں ڈانٹنے پر دکھی ہو کر گئی ہے۔ورنہ ایشام صدیقی کی کیا مجال جو ہیر پاشا کو رولانے کی جرات کر سکے۔۔۔

میں دیکھتا ہوں اسے۔۔۔!اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے کبیر اٹھ کر فوراً ہیر کے پیچھے نکلا تھا۔جو لاؤنج سے نکل کر باہر لان کی طرف چلی گئی تھی۔

رکیں بھیا میں بھی آتی ہوں۔۔۔! ناز بھی فکر سے بولتے ہوئے اٹھ کر کبیر کے پیچھے نکلی۔ جبکہ ایشام صدیقی کھانا چھوڑ کر سب پر تاسف بھری نظر ڈالتے ہوئے کمرے کی طرف چلا گیا تھا۔

صبح جب وہ واپس آیا تھا۔ تو ہیر کی ڈریسنگ کے بارے میں بات کرنا چاہتا تھا۔ لیکن پھر رات میں سب کی موجودگی میں پوچھنے کا ارادہ کرتے ہوئے وہ سونے کے لئے چلا گیا۔ اور اب رات میں اس نے اس سب کے بارے میں سوال کیے تھے۔ تو اسکے گھر کے عظیم بزرگوں کے پاس کوئی جواب ہی نہیں تھا۔

انکی خاموشی ہی اس بات کا کڑوا جواب تھی۔ کہ اس معاملے میں سچ میں وہ کوتاہی کر چکے ہیں۔ لیکن بس زبان سے اقرار کرتے ہوئے انا آڑے آ رہی ہے۔۔۔

محبت۔۔۔! نعمان خان پیار سے اپنی لاڈلی کو پکار رہے تھے۔ جو نجانے کس بات پر ان سے خفا نظر آ رہی تھی۔ کھانا کھانے کے بعد سب لاؤنج میں بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ جب اپنا کپ پکڑے محبت خان سب سے دور الگ تھلگ جا بیٹھی تھی۔

اسکے یوں خاموشی سے بیٹھنے پر سب کو حیرانی تو ہو رہی تھی۔ لیکن کوئی بھی اس خاموشی کی وجہ نہیں جانتا تھا۔ وہ جب سے یونیورسٹی سے واپس آئی تھی۔ تب سے ایسے ہی منہ پھلائے سب کو گھور رہی تھی۔

ارسل خان چائے پیتے ہوئے گہری دلچسپی سے رابیل باسط کو تک رہا تھا۔ اسکا مضبوط دل بار بار ان غزالی آنکھوں میں لگے کاجل کی دھار میں ڈوب رہا تھا۔ اور جب ارسل خان ان نینوں کے وار سے اپنے دل کو سنبھالنے کی کوشش کرتا تھا۔ تو اگلے ہی لمحے اسکا دل اسکی تیکھی ناک میں سجی نوز پن میں اٹک جاتا تھا۔

صوفے سے ٹیک لگا کر ٹانگ پر ٹانگ رکھتے ہوئے وہ بامشکل اپنی توجہ اس سے ہٹاتے ہوئے اپنی روٹھی بہن پر مرکوز کر گیا۔ جو پتہ نہیں کس بات پر غصہ کیے بیٹھی تھی۔۔

میرا شیر مجھ سے کیوں روٹھا ہوا ہے۔۔۔؟ نعمان خان پھر پیار سے اسے مخاطب کرتے بولے تھے۔ اب کی بار محبت کن اکھیوں سے سب پر خفا نظر ڈالتے ہوئے منہ پھلانے لگی۔۔

محبت یہاں آؤ۔۔۔! ارسل خان نے بے ساختہ بہن کو پکار لگاتے ہوئے پاس آنے کا اشارہ کیا۔

محبت یوں ہی ناراض ناراض چہرہ لیے اٹھ کر ارسل خان کے پاس آ بیٹھی تھی۔اسکے وہاں بیٹھنے پر روبی بھی اچھلتے ہوئے اسکی گود میں آ کر بیٹھ چکی تھی۔

بیٹی کو خود کو نظر انداز کرتے ہوئے دیکھ کر نعمان خان کو اب تشویش سی ہونے لگی تھی۔وہ ایسے تو کبھی بھی باپ سے ناراض نہیں ہوئی تھی۔علینہ خانم ہنسی دباتے ہوئے شوہر کی بے چینی ملاحظہ کر رہی تھیں۔جو بیٹی کے ناراض ہونے پر بے سکون ہو رہے تھے۔

کیا ہوا ہے۔۔۔؟کیوں ناراض ہو سب سے۔۔۔؟بہن کو بازو کے گھیرے میں لیتے ہوئے ارسل خان لاڈ سے پوچھ گیا۔سب کی توجہ کا مرکز اب محبت

خان اور ارسل تھے۔ محبت کی اس شدید ناراضگی کی وجہ جاننے کے لیے سب ہی متجسس نظر آرہے تھے۔

بھیا ڈیڈ اور مورے نے مجھے بیوی بنادیا لیکن دلہن نہیں بنایا۔۔۔! بڑے بھائی کے پوچھتے ہی محبت خان بے حد دکھی انداز میں گویا ہوئی تھی۔ اسکا دکھ سن کر جہاں سب کو نا سمجھی ہوئی وہیں ارسل نا سمجھی سے ہنستے ہوئے بولا تھا۔۔

"کیا بول رہی ہو محبت۔۔۔؟ کس بارے میں بات کر رہی ہو۔۔۔؟"

وہ ڈاکٹر بھ۔۔۔۔! نہیں باسم بول رہے تھے۔۔ کہ میں اب انکی بیوی ہوں۔۔! پر میں تو دلہن ہی نہیں بنی تھی۔ تو پھر میری شادی کیسے ہو گئی بھیا۔۔؟ رونے والے انداز میں محبت نے اپنی بات کا مطلب جیسے ہی

سمجھایا تو سب قہقہہ لگاتے چلے گئے۔ جبکہ اپنا دکھ بیان کرتے ہوئے وہ باسم کو بھیا پکارتے پکارتے رک گئی تھی۔

واپسی پر باسم ہی انہیں پک کرنے گیا تھا۔ ماہ پارہ کو مینشن اتارنے کے بعد دوبارہ سے محبت کی سانسوں پر قابض ہوتے باسم کاظمی نے اسے اچھے سے یی ورد کروایا تھا۔ کہ "وہ اب باسم کاظمی کی بیوی ہے"۔۔ یہ ہی وجہ تھی۔ کہ اب محبت کی زبان نے اسے بھیا پکارنے سے خود ہی انکار کر دیا تھا۔ محبت کی باتیں سنتے ہوئے نعمان خان اپنے نئے نئے بنے داماد کو سوچتے ہوئے دانت پیس گئے تھے۔

تم سے یہ سب کس نے کہا ہے۔۔۔؟ محبت کی پھوپھو بے ساختہ ہنستے ہوئے پوچھ گئیں۔۔

کس نے کہا ہو گا۔۔۔! جو احمق صبح آیا تھا۔اسی نے میری بیٹی کا دماغ خراب کیا ہو گا۔۔! نعمان خان کڑھتے ہوئے بولے تھے۔داماد کے بارے میں ایسے بولنے پر علینہ خانم افسوس سے شوہر کو دیکھنا شروع ہو گئی تھیں۔۔

بھیا ڈیڈ اور مورے نے مجھے دلہن نہیں بنایا اس لئے میں اس نے اب بات نہیں کروں گی۔۔۔! سب باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے محبت کو اپنا دکھ ہی کھائے جا رہا تھا۔جبکہ اسکا معصوم دکھ سنتے ہوئے رابیل پاگلوں کی طرح ہنسنا شروع ہو گئی تھی۔۔اسے یوں ہنستے دیکھ کر ارسل مبہوت ہوتے مسکرانے لگا تھا۔

ڈیڈ کبھی بھی اپنے شیر کو ناراض نہیں کر سکتے ہیں۔۔۔! ہم ابھی باہر آئس کھانے جائیں گئے۔۔۔! محبت کو اپنی ناراضگی کا اعلان کرتے دیکھ کر نعمان

خان تڑپ کر اٹھتے ہوئے فورا اسکے پاس آبیٹھ گئے۔ جبکہ ارسل خان اب مزے سے باپ کی حالت انجوائے کر رہا تھا۔

جو بیٹی کی ناراضگی مول لے کر پھنس چکے تھے۔۔۔ باپ، بیٹی کے درمیان سے اٹھتے ہوئے ارسل مسکرا کر کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔ جبکہ باقی مزے سے محبت کی باتیں انجوائے کرنے لگے تھے۔

ایشام صوفے پر گود میں لیپ ٹاپ لیے بیٹھا تھا۔ کافی کا مگ پاس ہی رکھا ہوا تھا۔ میز سے اٹھ کر آنے کے بعد سے وہ کمرے میں بند تھا۔ شاور لے کر چینج کرنے کے بعد سے وہ کام میں مصروف ہو گیا تھا۔ جبکہ ذہن میں مسلسل ہیر کے کہے الفاظ گونج رہے تھے۔

نیند تو وہ دن میں ہی پوری کر چکا تھا۔اس لئے اب خود کو کام میں مصروف کرنا چاہتا تھا۔تاکہ اسکا دماغ کچھ حد تک پر سکون رہ سکے۔

ورنہ اگر اسکا ضبط ٹوٹ جاتا تو شاید آج رات ہیر پاشا کی جان کے لئے خطرہ ہو سکتا تھا۔اسکے دماغ کی رگیں پھولتی جا رہی تھیں۔۔کتنی آسانی سے وہ اسے ہر بار کہہ دیتی تھی۔کہ "وہ ہوتا کون ہے..؟

تمسخر بھرے انداز میں سر جھٹکتے ہوئے وہ لیپ ٹاپ پر تیزی سے انگلیاں چلا ہی رہا تھا۔جب ایک جھٹکے میں اسکے کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے کسی آندھی طوفان کی طرح ہیر پاشا کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

اسے اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر بے

اختیار ایشام نے گود میں رکھا لیپ ٹاپ اٹھا کر ابھی سائیڈ پر رکھا ہی تھا۔ جب وہ جھکتے ہوئے اچانک اسکا گریبان دبوچتے ہوئے سرخ آنکھوں سمیت غرا اٹھی۔۔۔

"میں نے کہا تھا نا۔۔۔! کہ مجھ سے دور رہنا۔۔! لیکن شاید ایشام صدیقی تمہیں اپنی جان پیاری نہیں ہے۔۔۔!" گریبان پکڑے وہ زخمی شیرنی کی طرح دھاڑنا شروع ہو گئی تھی۔

اسکی اس جرات پر ایشام نے ایک نظر اپنے گریبان ڈالی اور دوسری اسکی سبز آنکھوں پر۔۔۔ جہاں اس وقت شعلے بھڑک رہے تھے۔ ناک ہلکی سی سرخ تھی۔ جو شاید رونے کے باعث ہو گئی تھی۔

ایشام جو کچھ لمحے پہلے خود بھی سلگ رہا تھا۔۔ کہ بے اختیار اب پر سکون ہوتا صوفے سے ٹیک لگاتے ہوئے گہری نظروں سے ہیر کی طرف دیکھنا شروع ہو گیا۔

ہیر نے چونکہ جھکتے ہوئے اسکا گریبان جکڑا ہوا تھا۔اس لئے ایشام کے صوفے سے ٹیک لگانے پر وہ بھی اس پر زرا جھکتی چلی گئی تھی۔وہ آگ اگلتی نگاہیں ایشام صدیقی پر ٹکائے ہوئے تھی۔جب وہ ہلکا سا مسکراتے ہوئے گویا ہوا تھا۔۔

جس قدر "ایشام صدیقی "تم پر حق رکھتا ہے۔۔!اتنا حق یہاں کسی بھی تیسرے کا نہیں ہے تم پر۔۔۔!تو پھر یہ وہم کیسا سبز چڑیل۔۔۔؟ہیر کی کلائی کو نرمی سے تھامتے ہوئے اسے زرا سا جھٹکا دیتے ہوئے ایشام بے حد

قریب کرتے ہوئے اسکے کان میں مسکراتے لہجے میں سرگوشی کرنے لگا تھا۔اسکے کھینچنے پر ہیر نے بامشکل خود کو اسکے اوپر گرنے سے روکا تھا۔۔

فارس ہمدانی کے کہے گئے الفاظ کو دہرانا سراسر ہیر کو ٹارچر کرنا تھا۔جس میں ایشام کامیاب بھی ہوا تھا۔کیونکہ اسکے الفاظ پر ہیر کے وجود میں غصے کی لہر دوڑ گئی تھی۔چہرہ ایک دم سے ضبط سے سرخ پڑنے لگا تھا۔۔۔

زیادہ اِتراؤ مت ایشام صدیقی ورنہ تمہارے ہر ایسے حق کو خود سے نوچ کر اتار پھینکوں گی۔۔۔۔! وہ سرد آنکھوں سمیت پھنکارتے ہوئے بولی تو اگلے ہی پل ایشام کے جھٹکا دینے پر بری طرح اسکے اوپر گری تھی۔کروٹ بدلتے ہوئے ایشام لمحے بھر میں اسے صوفے پر لٹاتے ہوئے خود اسکے اوپر

جھک آیا تھا۔ ہیر کچھ لمحوں کے لیے سمجھ نہیں پائی تھی۔ جب وہ غراتے ہوئے اسکی ٹھوڑی پر دانت گاڑتے کہنے لگا تھا۔

تم کوئی ایسی جرات کر کے تو دیکھانا ہیر پاشا۔۔۔! پھر دیکھنا کہ ایشام صدیقی تمہارے اس نازک وجود پر اپنے ہر حق کی کیسی دھاک بٹھاتا ہے۔۔۔!

مضبوط لہجے میں بولتے ہوئے وہ اسے وارن کر رہا تھا۔ جبکہ ساتھ ہی شدت سے اسکی ٹھوڑی پر بار بار دانت گاڑتے ہوئے ہیر کو مچلنے پر مجبور کر چکا تھا۔

چھوڑو مجھے۔۔۔! بری طرح مزاحمت کرتے ہوئے ہیر نے اسکی گرفت توڑنا چاہی تھی۔ جب ایشام اس کے نازک وجود پر اپنا بوجھ منتقل کرتے ہوئے اسکی ٹانگوں کو کمر پر لاک کرتے ہوئے اسکے ہونٹوں پر پوری شدت

سے جھک گیا تھا۔ اتنی شدت پر ہیر کی آنکھیں باہر نکلنے کو بے تاب ہوئیں تو ساتھ ہی اسکی ریڑھ کی ہڈی میں بری طرح سنسناہٹ سی ہونے لگی تھی۔

سختی سے اسکی ٹانگوں کو کمر پر لاک کرتے ہوئے ایشام ظالم بنتے اسکی سانسوں پر قابض ہو گیا تھا۔ ہیر کی زبان کو پوری شدت کے ساتھ سک کرتے ہوئے ایشام نے اسے زرا اوپر اٹھاتے ہوئے اسکی ٹی شرٹ اتار کر دور پھینک دی۔ جس پر ہیر کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔ وہ ایک لمحے کے لیے ساکت ہوئی تھی۔

لیکن جب ایشام کے سلگتے ہوئے ہونٹوں نے دوبارہ اسکے نچلے ہونٹ کو جکڑا تو وہ جھٹکا کھاتے ہوئے تڑپنا شروع ہو گئی۔ وہ یہاں اسے سبق سیکھانے کے لیے آئی تھی۔ نہ کہ یہ سب کرنے۔۔ پر شاید وہ بے خبر تھی۔ کہ اگر وہ

ایشام صدیقی پر فارس کی ڈانٹ کا غصہ نکالنے آئی ہے۔ تو اسکی بد تمیزی پر وہ بھی بگڑا بیٹھا تھا۔ سیکنڈز میں ایشام نے جذبات بدلتے ہوئے ہیر کو خود میں چھپنے پر مجبور کر دیا تھا۔

اب روک کر دیکھاؤ مجھے ہیر پاشا۔۔۔! اسکے ہونٹوں کو آزادی بخشتے ہوئے ایشام پھولی سانسوں میں غراتے ہوئے اسکی دھڑکنوں پر جھک گیا۔ اسکے سلگتے ہونٹوں نے جیسے ہی ہیر کی دھڑکنوں کو چھوا تو وہ ہلکا سا چیختے ہوئے اچھل پڑی۔ جبکہ مقابل اب اسے اچھے سے اپنا حق دار ہونا سمجھا رہا تھا۔

شام چھوڑو مجھے، ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔۔۔! پھولے سانس میں مزاحمت کرتے ہوئے ہیر نے اسے خبر دار کرنا چاہا تھا۔ جب کہ ہیر کی ہر وارننگ کو

نظر انداز کرتے ہوئے ایشام اسکی کمر میں بازو حائل کرتے اسے اٹھاتے ہوئے وہ ایک جھٹکے میں اسے اپنی گود میں کراس بٹھاتے ہوئے جکڑ گیا۔۔

پہلے ہی ہمارے درمیان کچھ اچھا نہیں ہے۔۔۔!مزید کچھ برا سہی۔۔۔!

بہکے ہوئے لہجے میں ہیر کے کندھے کو چومتے ہوئے وہ جواب میں لاپرواہی سے بولا تھا۔ جبکہ اسکے لمس پر اب ہیر کا وجود سلگنا شروع ہو گیا تھا۔ ہونٹ بھینچے وہ پوری زور آزمائی کرتے ہوئے اسکی آغوش سے نکلنے کی کوشش کر رہی تھی۔ شرم کے مارے اسکا حال برا ہو رہا تھا۔ لیکن مقابل ہوش و حواس میں نہیں لگ رہا تھا۔۔

ہیر کے الفاظ اسکی سوچنے، سمجھنے کی صلاحیت مفلوج کر چکے تھے۔ ہیر کی کمر کو جکڑتے ہوئے ایشام جو اسے شدت سے خود میں بھینچنے ہی والا تھا۔ کہ تبھی ایک دم سے کمرے کا دروازہ ناک ہونا شروع ہو گیا۔

شام۔۔۔! وہاج صدیقی کی کڑی آواز نے انہیں اچانک سنائی دی تو وہ چونکتے ہوئے متوجہ ہوئے۔۔ جبکہ بڑے بابا کی آواز سنتے ہی ہیر کے چہرے کے رنگ اڑ چکے تھے۔۔ ایشام نے بدمزہ ہوتے پہلے ایک نظر دروازے کو دیکھا اور پھر ہیر کی طرف۔۔! جو ایک سیکنڈ میں خوف زدہ ہو چکی تھی۔ اسکے مقابل ایشام پر سکون تھا۔ کیونکہ وہاج صدیقی دروازہ کھول کر اندر داخل نہیں ہو سکتے تھے۔ ہیر کے اندر آتے ہی دروازہ آٹو لاک ہو چکا تھا۔

ہیر نے ڈرتے ہوئے فوراسے پہلے اسکی گود سے نکلنا چاہا تھا۔جب ایشام بروقت اسکی ٹانگوں کو جکڑتے ہوئے اسکی کوشش ناکام بناتے نفی میں سر ہلا گیا۔۔

تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے کیا۔۔؟ہیر کو اب بے حد غصے نے آن گھیرا۔۔

شش۔۔۔! وہ اندر نہیں آ سکتے ہیں۔۔۔! اسے تسلی دیتے ہوئے ایشام جو اسکے ہونٹوں پر ابھی جھکا ہی تھا۔کہ اچانک باہر سے وہاج صدیقی کے ساتھ ساتھ بیہ صدیقی کی بھی آواز سنائی دینے لگی تھی۔۔

Shit...! These old people neither let you live in peace nor let you claim your rights!

(شٹ۔۔۔! یہ بوڑھے لوگ نہ سکون سے جینے دیتے ہیں۔اور نہ اپنا حق وصول کرنے دیتے ہیں۔۔۔!)

دروازہ کھلنے سے پہلے پہلے ایشام فوراہیر کو یوں ہی گود میں اٹھائے تیزی سے باتھروم کی طرف بھاگا تھا۔دروازے کے فنگر پرنٹ لاک کو بیہ صدیقی کھول سکتی تھیں۔اس لئے ایشام الرٹ ہوتے تیزی سے بھاگ نکلا تھا۔جبکہ ہیر بھونچکا کر رہ چکی تھی۔

باتھروم میں داخل ہو کر ایشام نے تیزی سے دروازہ لاک کیا۔کیونکہ وہاج صدیقی اور بیہ کمرے میں داخل ہو چکے تھے۔اس دوران ہیر اسکی گود سے اتر کر جلدی سے دور جا کھڑی ہوئی تھی۔

دروازہ لاک کرنے کے بعد ایشام مڑتے ہوئے ایک نظر ہیر کی طرف دیکھنے لگا۔ جو بنا شرٹ کے ہراساں چہرے کے ساتھ دیوار کے ساتھ چپک کر کھڑی ہو گئی تھی۔

باہر کھڑے لوگوں کا ڈر اسکے دماغ پر اتنا حاوی ہوا تھا۔۔ کہ اس وقت اسے اپنی حالت بھی بھول چکی تھی۔ ہیر کی خم دار کمر دیکھتے ہوئے ایشام صدیقی کی نظریں پل بھر میں بدلیں تو اسکی نظروں کی تپش پر ہیر نے سٹپٹا کر رخ موڑتے ہوئے تیزی سے باتھ رب پکڑنے کی کوشش کی۔ جو اگلے ہی پل اسکی اس کوشش کو ایشام ناکام بنا چکا تھا۔

شام۔۔۔! اسی لمحے باہر کھڑے وہاج صدیقی کی گرج دار آواز نے بھی اسے پکارا تھا۔ انکی آواز پر ایشام نے فوراً شاور چلا دیا تھا۔ تاکہ اسکے ماں باپ

کو یہ ہی لگے کہ وہ شاور لے رہا ہے۔۔ شاور کو چلتے دیکھ کر ہیر تیزی سے پانی سے دور جا کھڑی ہوئی تھی۔

دیکھا میں نے کہا تھا نا کہ وہ مصروف ہو گا۔۔! لیکن نہیں آپ کیوں میری کوئی بات سنے گئے۔۔۔! شاور کی آواز پر بیہ صدیقی شوہر کو سنانا شروع ہو گئیں۔

تھوڑی دیر پہلے تمہاری بیٹا نیچے جو تماشا لگا کر آیا ہے۔اسکے بعد تو میں اسکی ہر مصروفیت کو آگ میں جھونک دوں۔۔۔! وہاج صدیقی بھڑکتے ہوئے جواب میں بولے تھے۔

بس کریں وجی۔۔۔! آپ سب کو تو ویسے ہی بس ہمارے بیٹوں کے خلاف کچھ بولنے کا موقع چاہیئے ہوتا ہے۔۔! بیہ فورا برا مان گئی تھیں۔

جبکہ باتھ روم میں کھڑے وہ دونوں باہر والوں کی گفتگو آسانی سے سن پا رہے تھے۔ہیر اس گفتگو پر تیز نظروں سے ایشام کو دیکھ گئی تھی۔تو ایشام لاپروائی سے کندھے آچکا کر شاور تلے آ کھڑا ہوا تھا۔

کالر سے پکڑتے ہوئے اس نے ایک جھٹکے میں اپنی شرٹ اتار کر ہیر کے منہ پر دے ماری تھی۔جو تیزی سے شرٹ کو پکڑتے ہی اسے خونخوار تاثرات سے گھورنا شروع ہو گئی تھی۔اگلے ہی پل اس نے غصے سے بے قابو ہوتے ایشام کی شرٹ دوبارہ اسکی طرف پھینک دی تھی۔جو ایشام کے پیروں میں جا کر گری تھی۔

پانی تلے بھیگتے ہوئے وہ مسکرا دیا تھا۔ جبکہ شرٹ پھینکنے کے بعد بے اختیار ہیر کو احساس ہوا تھا۔۔ کہ وہ یہ شرٹ پہن کر مقابل کی بے شرم نظروں سے بچ سکتی تھی۔ لیکن غصے میں

پانی تلے بھیگتے ہوئے وہ مسکرا دیا تھا۔ جبکہ شرٹ پھینکنے کے بعد بے اختیار ہیر کو احساس ہوا تھا۔۔ کہ وہ یہ شرٹ پہن کر مقابل کی بے شرم نظروں سے بچ سکتی تھی۔ لیکن غصے میں اسکی عقل نے کام ہی نہیں کیا تھا۔۔ لیکن اب وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ سوائے پچھتانے کے۔۔

تم ماؤں کے انہی لاڈ پیار نے اپنے بیٹوں کو شیر بنایا ہوا ہے۔۔۔! ورنہ انکی کیا مجال ہے۔۔۔! بیہ کے برا ماننے پر وہاج بے ساختہ سنا گئے۔ جس پر بیہ نے فوراً تیکھی نظروں سے شوہر کو دیکھا تھا۔

خیر سے ہم ماؤں نے پیدا ہی "شیر" کیے ہیں۔۔۔! انکو شیر بنانے کے لیے کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ہے وجی صاحب۔۔ شہری اور فاتح صحیح ہی آپ سب کو اب "بڈھے شیر" کہتے ہیں۔۔۔! بیٹوں کا دفاع کرتے ہوئے وہ آخر پر بڑبڑانے والے انداز میں طنزیہ گویا ہوئیں تھیں۔

خود کو اب بیوی کی زبان سے بھی بڈھا سن کر وہاج صدیقی بے ساختہ انکی طرف دیکھتے چلے گئے۔ یہاں وہ بیٹے کی کلاس لینے آئے تھے۔ جس نے بلا وجہ ایک فضول موضوع چھیڑ کر پہلے سب کا رات کا کھانا برباد کیا اور بعد میں ہیر کو فارس سے ڈانٹ پروادی تھی۔ ہیر کے رونے پر سب ہی بے چین ہو چکے تھے۔۔

انکے بر عکس ایشام جو شاور تلے کھڑا سکون سے ماں، باپ کی گفتگو سن رہا تھا۔ کہ بے اختیار ماں کے الفاظ پر بامشکل ہنسی دبانے لگا۔ بے شک بیہ صدیقی کے بڑبڑانے کی آواز اب اتنی آہستہ بھی نہیں تھی۔۔

ہیر جو دیوار کے ساتھ بالکل چپک کر سینے پر بازوؤں کو پھیلائے کھڑی تھی۔ کہ ایشام کو بھیگتے دیکھ کر وہ سٹل انداز میں اسے دیکھتی چلی گئی۔ ایشام کے بازوؤں کی پھولی ہوئی رگیں دیکھ کر وہ بے اختیار تھوک نگلنے لگی۔ وہیں ہیر کی نظریں بار بار اسکے چوڑے مضبوط سینے پر اٹک رہی تھیں۔

ہیر کی نظروں پر چونکتے ہوئے ایشام نے کان میں پہنی بالی کو ہولے سے چھو کر بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے آنکھ ونک کی۔ جس پر ہیر نے بوکھلا

کر تیزی سے نظروں کا زاویہ بدل دیا تھا۔ وہ زرا سا رخ موڑ کر کھڑی ہو گئی تو ایشام کی گہری نظروں نے اسکے سراپے کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔۔۔

بنا شرٹ کے وہ سینے پر بازوؤں کو پھیلائے خود کو بامشکل چھپا رہی تھی۔ جبکہ بال جوڑے سے نکل کر اب کندھوں پر گرے ہوئے تھے۔ اسکا سفید و نازک خوبصورت وجود دیکھتے ہوئے بے اختیار ایشام کے قدم اسکی طرف اٹھے تھے۔ اسے اپنی طرف آتے دیکھ کر ہیر بے حد چونک اٹھی۔

قریب آتے ہی سب سے پہلے اسکے دائیں بائیں بازو رکھتے ہوئے ایشام جھکتے ہوئے اسکی آنکھوں میں دیکھنے میں لگا تھا۔ گہری سبز چمکتی ہوئی آنکھیں تھیں۔ ایشام کے بالوں سے ٹپکتا پانی ہیر کے چہرے پر گرنے لگا تو وہ دم سادھ گئی۔ اسکا رواں رواں بے چینی میں مبتلا ہو رہا تھا۔ اسکی سانس، سر باہر

کھڑے آپس میں بحث کر رہے تھے۔ جبکہ وہ دونوں باتھ روم میں بند تھے۔ باتھ روم کی فضا بوجھل ہونے کے ساتھ اب معنی خیز بھی ہو چکی تھی۔۔

دور رہو مجھ سے۔۔! نظریں چراتے ہوئے وہ آہستہ آواز میں بولی تھی۔ کیونکہ مقابل کی نزدیکی ہیر پاشا کا سانس بھاری کر رہی تھی۔

تمہارے سسر کو تمہاری بہت فکر ہو رہی ہے۔۔۔! تھوڑی فکر انکے بیٹے کو بھی اپنی کر لینے دو ظالم لڑکی۔۔۔! ہیر کی آنکھوں کو پیار سے چومتے ہوئے وہ اچانک بولا تھا۔ اشارہ شاید باپ کے الفاظ کی طرف تھا۔ جو ہیر کے رونے پر کچھ زیادہ ہی فکر مند ہوتے بیٹے کو ڈانٹنے کے لیے یہاں تک آ گئے تھے۔

ایشام کے الفاظ پر ہیر کا دل ایک دم سے بھاری ہو گیا تھا۔ وہ یک ٹک چہرہ اٹھائے اسے دیکھ رہی تھی۔ جو بے حد نرمی و پیار سے اسکی آنکھوں کو بار بار چومنے لگا تھا۔ کیونکہ رونے کے باعث اسکی آنکھیں ہلکی ہلکی سرخی مائل ہونے کے ساتھ ساتھ سوجن کا شکار بھی تھیں۔۔

اتنا کیوں الجھتی ہو میرے ساتھ۔۔۔! ہیر کے پیٹ پر اپنا چوڑا ہاتھ رکھتے ہوئے ایشام نے آہستہ آہستہ ہاتھ پیچھے لے جاتے ہوئے اسکی کمر کو جکڑ لیا۔ اسکے لمس پر ہیر نے آنکھیں پھیلاتے ہوئے لمبا سانس لینا چاہا تھا۔ وہ اسے خود سے دور جھٹکنا چاہ رہی تھی۔۔ لیکن چاہ کر بھی اسکے اعصاب اسکا ساتھ نہیں دے پا رہے تھے۔

ایشام کے ہاتھ کو اوپر کی جانب بڑھتے ہوئے محسوس کر کے بے اختیار ہیر نے آنکھیں میچ لیں۔ کہ تبھی ایشام نے اسکی دھڑکنوں پر موجود پردے کو ایک جھٹکے میں کھول دیا۔۔ ہیر نے کرنٹ کھاتے ہوئے اسے خود سے دور کرنا چاہا تھا۔ جب ایشام صدیقی فوراً اسکی کمر کو جکڑتے ہوئے اسے سینے میں بھینچ چکا تھا۔۔

شششش۔۔۔! باہر مام ڈیڈ کھڑے ہیں۔۔۔! ہیر کے لبوں پر انگلی رکھتے ہوئے وہ اسے بولنے سے بھی منع کر گیا۔ آنکھوں کو بڑا کیے وہ شاید ان لمحات میں اب پتھر سی ہو رہی تھی۔

ایشام نے انگوٹھے کی مدد سے اسکے ہونٹوں کو ہولے سے ایک دوسرے سے جدا کیا تو ہیر کا دل بے قابو ہونے لگا۔ لیکن مقابل اسے بری طرح

جکڑے ہوئے تھا۔ ایشام نے چہرہ ترچھا کرتے ہوئے اسکے نچلے ہونٹ کو آہستگی سے ہونٹوں میں دباتے ہوئے سک کیا تو ہیر نے بے اختیار مٹھیاں بھینچ لیں۔ ہیر کے ہونٹوں کو ہولے ہولے سے سک کرتے ہوئے ایشام نے نامحسوس انداز میں اسکی دھڑکنوں پر موجود پردے کو نکال کر دور اچھال دیا۔ اسکے ملائم و نازک بدن پر مکمل رسائی ہوتے ہی ایشام صدیقی پل بھر میں مکمل طور پر بہکا تھا۔

شدت سے ہیر کے ہونٹوں کو سک کرتے ہوئے اسکی زبان کو ہونٹوں میں دباتے ہوئے ایشام نے اسے تھائیز سے جکڑتے ہوئے اوپر گود میں اٹھاتے ہوئے سینے میں بھینچا تو جہاں اپنے سینے پر اسکی دھڑکنوں کے لمس پر ایشام کے جذبات بھڑکے وہیں ہیر کے وجود میں تپش سی دوڑ گئی۔ اسکی پتلی خم

دار کمر میں دونوں بازوؤں حائل کیے وہ شدت سے اسکی ہونٹوں پر جھکا ہوا تھا۔ جب ہیر نے سانس رکنے پر ہلکی پھلکی مزاحمت کرتے ہوئے اسے دور کرنا چاہا تو ایشام اسکے ہونٹوں کو آزادی بخش کر گردن پر جھکتا چلا گیا۔ جگہ جگہ بے تابیاں بکھیرتے ہوئے ایشام نے کمر پر اسکی ٹانگوں کو لاک کرتے ہوئے شدت سے اپنے مضبوط وجود کے ساتھ مس کیا تو ہیر کا پورا وجود لرز اٹھا تھا۔۔۔

شش۔۔شام۔۔۔! مجھے جانے دو۔۔۔! اسے ہوش بھلائے دیکھ کر ہیر کو بے ساختہ مقابل سے ڈر محسوس ہوا تھا۔۔

کیسے جاؤ گی۔۔۔؟ اسکی دھڑکنوں کو شدت سے ہاتھ میں محسوس کرتے ہوئے ایشام نے اسکی کان کی لوح کو سک کرتے فورا بوجھل لہجے میں پوچھا

تھا۔ جس پر وہ بے بسی سے ہونٹ بھینچ گئی۔ ایشام اسے گود میں اٹھائے شاور تلے آ گیا۔ پانی کی بوچھاڑ نے دونوں کو اپنی لپیٹ میں لیا تو اس ٹھنڈے پانی میں آگ سی بھڑکتی ہوئی محسوس ہونے لگی تھی۔ اسے نیچے کھڑا کرتے ہوئے ایشام اسے پیچھے کی جانب جھکاتے ہوئے بے صبری سے اسکی دھڑکنوں پر جھک چکا تھا۔۔۔

تم پر، تمہارے وجود پر، تمہاری ہر سانس پر صرف ایشام صدیقی کا حق ہے ہیر پاشا۔۔۔! ہیر کے دل کے مقام پر دانت گاڑتے ہوئے وہ چباتے ہوئے باور کروانے والے انداز میں گویا تو ہیر نے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے بامشکل اپنی چیخ کو دبایا تھا۔ وہ مکمل طور پر بھیگ چکی تھی۔

مقابل اسے اپنے بازوؤں میں بے بس کر چکا تھا۔ایشام کے ہونٹ دھڑکنوں سے سرکتے ہوئے نیچے جانے لگے تو ہیر سٹپٹاتے ہوئے فورا سیدھا کھڑی ہو گئی۔اسے تیز سانسیں بھرتے دیکھ کر ایشام تمسخر بھرے انداز میں مسکرا اٹھا تھا۔۔

اتنا حق جتانا کافی ہے یا مزید ڈوز چاہیئے میری ہیر کو۔۔۔؟اسکی پتلی کمر کو دبوچ کر ایک جھٹکے میں اسے سینے سے لگاتے ہوئے وہ پوچھنے والے انداز میں گویا ہوا تھا۔وہ ہر لمس اسکے بدن پر نچھاور کرتے ہوئے اسے اپنا حق بتا رہا تھا۔تاکہ آئندہ وہ اسے پوچھنے کی غلطی نہ کرے۔کہ ایشام صدیقی کون ہوتا ہے۔۔۔؟

جسٹ شٹ آپ ایشام صدیقی۔۔۔!اسکی تمام جسارتوں کے جواب میں وہ سسکتے ہوئے اچانک جواب میں بول کر اس سے رخ موڑ کر کھڑی ہو گئی تھی۔اسکا شٹ آپ سن کر ایشام ایک لمحے کے حیرت زدہ ہوا تو اگلے ہی پل مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے اسکی پشت کو سینے سے لگا کر ہیر کی گردن میں چہرہ چھپاتے ہوئے گویا ہوا تھا۔۔۔

میں شٹ آپ تمہارے منہ لگ کر ہونا چاہتا ہوں سبز چڑیل۔۔۔!ہیر کی دھڑکنوں پر انگلی ٹریس کرتے ہوئے وہ اسکی گردن میں چہرہ چھپائے کان میں بے باک سرگوشی کرتے فرمائش کر رہا تھا۔جبکہ وہ بے بسی سے تڑپتے ہوئے اسکے ہاتھ کی پشت پر ناخن گاڑ چکی تھی۔انکے برعکس کمرے میں وہاج صدیقی ابھی تک ایشام کے باہر نکلنے کا انتظار کر رہے تھے۔اور ساتھ

بیہ بھی موجود تھیں۔۔وہ تو احتیاطاً یہاں پر کھڑی تھیں۔۔تاکہ باپ، بیٹے کی زیادہ جھڑپ ہونے سے روک سکیں۔

یہ باہر کیوں نہیں نکل رہا۔۔۔؟اتنی دیر ایشام کے اندر بند ہونے پر اب وہاج صدیقی کو کوفت سی ہونے لگی۔

نکل آتا۔۔۔!صوفے کے دوسری طرف پڑی شرٹ پر انکی نظر اچانک پڑی تو بیہ جواب میں بولتے ہوئے اچانک رک چکی تھیں۔شرٹ کو دیکھتے ہی انہوں نے پہچان لیا تھا۔کہ یہ شرٹ ہیر کی ہے۔انہوں نے بوکھلا کر ایک نظر شرٹ کو دیکھا اور دوسری نظر باتھ روم کے بند دروازے کو۔ اب انہیں اپنے بیٹے کے شاور لمبا ہونے کی وجہ سمجھ آرہی تھی۔

چلیں یہاں سے۔۔۔! صبح بات کر لیجیے گا۔۔۔! گھبراتے ہوئے شوہر کا بازو تھام کر وہ انہیں زبردستی کمرے سے لے کر نکل گئی تھیں۔

رابیل کمرے میں داخل ہوئی تو ارسل بیڈ پر لیٹا ہوا تھا۔اسے لیٹے دیکھ کر بے اختیار وہ رکی لیکن پھر اگلے ہی پل وہ گنگناتے ہوئے واڈروب کی طرف بڑھ گئی تھی۔رات کے بارہ بج رہے تھے۔محبت کی بونگیاں انجوائے کرنے کے بعد رابیل نے اپنے ماں باپ کو کال ملائی ہوئی تھی۔

آج پورے دن میں اسے بات کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔اس لئے سکون سے جی بھر کر ان سے باتیں کرنے کے بعد وہ اب جا کر کمرے میں داخل

ہو رہی تھی۔ وہ تو سوچ رہی تھی۔ کہ اسکے جانے تک وہ کھڑوس سوچکا ہو گا۔ لیکن یہاں پر تو وہ ابھی تک جاگا بیٹھا تھا۔

ارسل جو سکون سے بیٹھا موبائل پر کوئی فلم دیکھ رہا تھا۔ رابیل پر نظر پڑتے ہی اسکی توجہ بٹ چکی تھی۔ رابیل کو ڈریسنگ روم میں بند ہوتے دیکھ کر بے ساختہ وہ موبائل میز پر رکھتے ہوئے سرد سانس خارج کرتا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

یہ لڑکی پتہ نہیں مجھ سے کیا چاہتی ہے اب۔۔۔! خود سے بڑبڑاتے ہوئے وہ چلتے ہوئے ٹیرس پر آ کھڑا ہوا تھا۔ روم میں آتے ہی اس نے چینج کر لیا تھا۔

وائٹ ٹراؤزر اور بلیک ٹی شرٹ وہ پہنے ہوئے تھا۔ ٹیرس پر کھڑے وہ بے اختیار نیچے لان میں دیکھتے ہوئے سوچوں میں الجھنے لگا تھا۔ جبکہ چہرہ بے حد

سنجیدہ ہو چکا تھا۔ آج تو علینہ خانم کے مجبور کرنے پر اس نے گھر میں پورا دن گزار لیا تھا۔ پر اب اس نے سوچ لیا تھا۔ کہ کل سے وہ گھر پر نہیں ٹکنے والا ہے۔

رابیل کپڑے بدل کر باہر نکلی تو بیڈ خالی نظر آیا تھا۔ پورے کمرے میں نظر دہرا کر وہ کندھے آچکا کر میک اتارنے کے لئے باتھ روم کی طرف بڑھ گئی تھی۔ دس، پندرہ منٹ بعد وہ منہ دھو کر باہر نکلی اور سیدھا آئینے کے سامنے جس کھڑی ہوئی تھی۔ ٹشو سے منہ خشک کرنے کے بعد وہ اپنی روز کی سکن کیئر کرنے میں مصروف ہو گئی۔ مزید پندرہ منٹ گزر چکے تھے۔ جب رابیل ہاتھوں اور پیروں پر لوشن لگانے کے بعد فٹ سے بیڈ کی طرف بڑھی تھی۔

ارسل کی جگہ پر لیٹتے ہی رابیل کے چہرے پر دنیا جہاں کا سکون آسمایا تھا۔ بے دھیانی میں کل رات کی طرح وہ ایک بار پھر ارسل کی جگہ پر لیٹ چکی تھی۔ اسکے برعکس ارسل جو سنجیدگی سے ٹیرس پر کھڑا تھا۔ کہ بے اختیار خوشبو محسوس کرتے ہوئے وہ مڑ کر کمرے کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

رابیل نے جو پرفیوم خود پر سپرے کی تھی۔ عادت کے عین مطابق اسی سپرے کو اس نے کمرے میں بھی سپرے کر دیا تھا۔ یہ اسکی پرانی عادت تھی۔ وہ جب بھی خود پر پرفیوم سپرے کیا کرتی تھی۔ تو کمرے میں کی فضا میں بھی ضرور سپرے کر دیتی تھی۔ یہ ہی وجہ تھی۔ کہ ارسل بھی خیالوں سے نکلتے ہوئے متوجہ ہو گیا تھا۔

وہ حیران ہوتے واپس کمرے میں آیا تو رابیل کو اپنی جگہ پر لیٹے دیکھ کر فورا سے پہلے آبرو اچکاتے ہوئے وہیں پر رک چکا تھا۔۔

اس بدنام جگہ پر مجھے لانا ضروری تھا کیا۔۔؟ اپنے ارد گرد کے ماحول سے حاکم ذیب اکتاہٹ کا شکار ہو رہا تھا۔ وہ چاروں اس وقت کلب میں آئے ہوئے تھے۔

سائیں میں باہر ہی آپکا انتظار کر لیتا ہوں۔۔! داد بخش بوکھلاہٹ سے واپس مڑنے ہی والا تھا۔ جب شہرام علی فورا اسکی گردن میں بازو ڈالتے ہوئے اسے جکڑ گیا تھا۔۔

کہاں سائیں کی جان۔۔؟ پہلے تو بہت سورما بن رہے تھے۔ کہ "میں ہر جگہ سائیں کے ساتھ رہوں گا۔۔" اب کیوں بھاگ رہے ہو۔۔!! شہرام منہ بگاڑتے ہوئے داد بخش کے کچھ دیر پہلے الفاظ کی نقل اتارنا شروع ہو گیا۔ جبکہ داد بخش نے بیچارے پن سے حاکم ذیب کی طرف دیکھنا چاہا تھا۔ ان تینوں کے برعکس فاتح سلطان کی نیلی آنکھیں آس پاس کے مناظر کا گہرائی سے جائزہ لے رہی تھیں۔۔

سائیں آپ ہی اب بولیں نا انکو کچھ۔۔۔! میں کیسے یہ سب دیکھ سکتا ہوں۔۔! ارد گرد گھومتی ہوئی لڑکیوں کی ڈریسنگ پر توبہ، استغفار پڑھتے ہوئے داد بخش کی حالت دیکھنے والی تھی۔ جو اپنی آنکھوں کو چندھیا چکا تھا۔ جیسے اس ماحول سے بچنے کی ناکام کوشش کی گئی ہو۔ اب فاتح بھی انکی طرف

متوجہ ہوا تھا۔ داد بخش کی حالت پر حاکم کے ہونٹوں پر ہنسی امڈی تھی۔ جسے چھپائے بناوہ ظاہر کر رہا تھا۔

کیسے دیکھ سکتا ہوں سے کیا مراد ہے تیری۔۔! آنکھوں سے دیکھ اور ٹھنڈی آہیں بھر۔۔! دیکھ تیرے ارد گرد کتنے حسین نظارے ہیں۔۔! شہرام نے لڑکیوں کی طرف اشارہ کرتے ٹھرک پن سے آہ بڑھی تھی۔ انداز خاصا ترسا ہوا تھا۔ فاتح اسکی اداکاری پر بے اختیار قہقہ لگا اٹھا تھا۔

شہرام سائیں کچھ خدا کو مانے۔۔! ابھی آپکے نکاح کو ہوئے مہینہ بھی نہیں گزرا ہے۔ اور آپ مجھے کیا سبق پڑھا رہے ہیں۔۔! داد بخش کانوں کو ہاتھ لگانے لگا تھا۔ جبکہ حاکم کو بے اختیار اس پر ترس آنے لگا۔ جوان دو جنوں کے ہاتھ لگ چکا تھا۔۔

نکاح ہمارے ہوئے ہیں۔ تمہارا اور تمہارے سائیں کا تو نہیں ہوا۔۔! ہم تم لوگوں کو ہی دیکھانے کی بات کر رہے ہیں۔۔! شہرام نے بے ساختہ صفائی دینے کی کوشش کی تھی۔ جس کو سن کر فاتح ہنستے ہوئے آبرو آچکا چکا تھا۔ جیسے وہ اس ٹھرکی کو جانتا نہ ہو۔۔ شہرام کا بازو ابھی تک داد بخش کے گلے گرد لپٹا ہوا تھا۔ رات ہو چکی تھی۔ لیکن فاتح سلطان اور شہرام علی کے لئے جیسے نیا دن چڑھ گیا تھا۔۔

باتیں بعد میں کر لینا۔۔! شکار یہیں پر آرہا ہے۔۔! بار کی طرف چلو۔۔! فاتح نے تیزی سے بولتے ہوئے بار کاؤنٹر کی جانب قدم بڑھائے تو وہ بھی الرٹ ہوتے اسکی تقلید میں بڑھ گئے۔ جبکہ شہرام داد بخش کو زبردستی اپنے ساتھ گھسیٹ رہا تھا۔۔

سائیں یہ لڑکیاں آپ لوگوں کا پیچھا کیوں کر رہی ہیں۔۔؟ داد بخش نے انکے ساتھ بیٹھتے ہوئے جاننا چاہا تھا۔ اسکی تیز نظریں کب سے ان لڑکیوں کو شہرام اور فاتح کا پیچھا کرتے نوٹ کر رہی تھیں۔

اپنی تیسری باجی کا رشتہ دینا چاہتی ہیں۔۔! سامنے کی جانب دیکھتے ہوئے فاتح مسکرا کر معنی خیز ہوا تھا۔۔۔ شہرام اور حاکم اسکے جواب پر ہنسی دباتے ہوئے ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر بیٹھ گئے تھے۔۔

رشتہ۔۔؟ پر کسے۔۔؟ داد بخش الجھا تھا۔۔ جبکہ اسکے سوال پر وہ تینوں نفی میں سر ہلا گئے تھے۔

تمہارے سائیں کو دینا چاہ رہی ہیں۔۔! ہم تو پہلے ہی شادی شدہ ہیں اب۔۔۔! فاتح نے جل کر الٹا جواب دیا۔ کیونکہ داد بخش کا سوال بھی

فضول ترین تھا۔ جبکہ حاکم ذیب نے بے اختیار فاتح کو گھوریوں سے نوازہ تھا۔

میرے سائیں کو ایسے رشتوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔! انکا ایک ہی قبلہ ہے۔۔! فاتح کے الفاظ پر برا مناتے ہوئے داد بخش نے مغرور انداز میں اپنے سائیں کے حق میں صفائی دی تھی۔ جس کو سن کر حاکم ذیب بے اختیار اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔ وہیں شہرام اور فاتح سر پیٹ گئے تھے۔ ثابت ہو چکا تھا۔ کہ داد بخش صرف مار دھاڑ اور اپنے سائیں کا دم چھلا بننے میں ہی ماہر تھا۔

ابے کیا بنے گا تو داد بخش۔۔۔؟؟ شہرام کا بس نہیں تھا کہ اٹھ کر داد بخش کو دھوڈالتا جو فضول ترین سوال کرتے ہوئے دنیا کا احمق ترین انسان معلوم

ہو رہا تھا۔ شہرام کے الفاظ پر فاتح اور حاکم ہولے سے ہنس دیئے تھے۔ وہیں داد بخش منہ بگاڑ کر اب صوفے پر سیدھا ہو کر بیٹھ چکا تھا۔ یہاں سے بھاگنا اب ممکن نہیں تھا۔

کس سے پوچھ کر میری جگہ پر لیٹی ہو۔۔؟ ارسل خان نے سنجیدہ انداز میں وہیں کھڑے کھڑے سوال کیا تھا۔ کانوں میں ہیڈ فون لگاتی ہوئی رابیل بے ساختہ رکی تھی۔۔

کونسی جگہ۔۔؟ چونکتے ہوئے ارسل کی جانب وہ سوالیہ و ناسمجھی بھری نظروں سے دیکھنے لگی تھی۔

جس جگہ پر تم لیٹی ہوئی وہ جگہ میری ہے۔۔۔! سینے پر بازو باندھتے ہوئے ارسل چباتے ہوئے گویا ہوا تھا۔۔

یہ جگہ۔۔؟ یہاں پر تو کوئی نام نہیں لکھا ہے۔۔!! خود کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھتے ہوئے وہ آخر پر لاپرواہی سے بولی تھی۔اور ساتھ ہی ہیڈ فون کانوں میں لگا لیے تھے۔ جیسے مقابل انتہائی غیر ضروری ہو۔۔رابیل کا لاپرواہ انداز دیکھتے ہوئے ارسل کا ضبط ٹوٹا تھا۔ایک تو وہ پہلے ہی صبح سے اسکی وجہ سے خود میں الجھا ہوا تھا۔اور اب وہ پھر اسکے ساتھ الجھنے سے باز نہیں آرہی تھی۔غصے سے بل کھاتے ہوئے گھوم کر اپنی سائیڈ کی طرف آتے ہوئے ارسل اسے دھکا دیتے ہوئے بیڈ کی دوسری جانب دھکیل کر

اپنی جگہ پر لیٹ چکا تھا۔ جبکہ رابیل تو بھونچکا کر اس صورتحال کو سمجھتی رہ گئی تھی۔ آنکھیں حیرانی سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔

تیش کے عالم میں اپنے کانوں سے ہیڈ فون نکال کر سائیڈ ٹیبل پر موبائل پٹکتے ہوئے وہ سیدھی ہوئی تھی۔

تمہاری تو۔۔!! تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھے دھکا دینے کی۔۔!! بلی کی طرح وہ ارسل پر ایک دم سے جھپٹی تھی۔ جبکہ ارسل جس نے آنکھوں پر بازو رکھے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ کہ رابیل کے جھپٹنے پر بے اختیار بوکھلا کر آنکھیں کھولنے پر مجبور ہوا تھا۔ رابیل نے جھپٹتے ہوئے سب سے پہلے اسکے بازو پر دانت گاڑے تھے۔۔

واٹ دا ہیل۔۔۔!! چوہیا کہیں کی پیچھے ہٹو مجھ سے۔۔۔!! ارسل نے غصے سے چنگاڑتے ہوئے اپنا بازو چھڑانا چاہا تھا۔ جبکہ رابیل نے اس بار پہلے سے زیادہ منہ کھولتے ہوئے بھرپور شدت کے ساتھ اسکے بازو پر دانت گاڑتے ہوئے سارا زور لگانا چاہا تھا۔

You stupid...!!!

رابیل کی شدت پر ارسل خان غضب ناک ہوا تھا۔ رابیل کے تیز دانتوں کی وجہ سے اسکے بازو میں درد کی تیز لہر اٹھی تھی۔ وہ اب تک لحاظ کیے اسے چھو نہیں رہا تھا۔ پر اب لحاظ کو بھاڑ میں جھونک کر ارسل نے اٹھتے ہوئے زرا سا زور لگا کر اس چڑیل کو دور کرتے خود سے پرے پھینک دیا تھا۔ اور خود وہ بیڈ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔۔

تم۔۔!! تم نے پھر مجھے پھینکا۔۔!! میں تمھیں جان سے مار دوں گی ڈینگی مچھر۔۔۔!! ارسل کے دوبارہ ہٹکنے پر وہ پھر آگ بگولہ ہوئی تو ارسل جو اسے غضب ناک آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ کہ رابیل کے تاثرات دیکھتے ہوئے اسکی اچانک ہنسی نکل گئی تھی۔ بالکل کسی ہارر موووی کی چڑیل کی طرح وہ اسکا گوشت کھانے کے لیے بے چین نظر آرہی تھی۔

تم نہیں بچو گئے اب مجھ سے۔۔! تکیہ اٹھا کر وہ اسے مارنے کے لیے پیچھے بھاگی تو ارسل بوکھلا کر صوفوں کی جانب چلا گیا۔ وہ چاہ کر بھی اس لڑکی کو ہینڈل نہیں کر پا رہا تھا۔ اور ایسا کیوں تھا۔ وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔ وہ تو ایک سنجیدہ اور خود میں گم رہنے والا انسان تھا۔ پر یہ لڑکی ایک دن میں ہی اسکی زندگی کو طوفان بنا چکی تھی۔

رابیل میں بتارہاہوں۔اگر مجھے تکیہ لگاتواس بار اٹھاکر کھڑکی سے باہر پھینکوں گا۔۔۔!!ارسل نے بھاگتے ہوئے خبردار کرناچاہاتھا۔باہر انکے کمرے کے بند دروازے کے سامنے سے گزرتے گئے نعمان خان اور علینہ خانم ٹھٹک کر رک گئے۔کیونکہ انکے لڑنے کی آوازیں باہر تک آرہی تھیں۔۔

سن رہی ہواپنے بیٹے کے الفاظ۔۔!اسکو تومیں آج دریاے نیلم میں پھینک کر آتاہوں۔۔!نعمان خان غصے سے دروازہ کھٹکھٹاکر ارسل کی طبیعت درست کرتے جب علینہ خانم انہیں تیزی سے روک گئی تھیں۔وہ اپنے بیٹے کے دفاع کے لئے کچھ کہتی جب رابیل کی بھی چنگارتی ہوئی آوازانکے کانوں میں پڑی تھی۔۔

تم مجھے ہاتھ تو لگا کر دیکھاؤ ڈینگی مچھر۔۔۔!! میں بھی اپنے نام کی نہیں اگر چاقو سے تمہاری چھوٹی چھوٹی بوٹیاں کر کے چیل کوؤں کو نہ کھلائیں تو پھر کہنا۔۔۔!! رابیل کے الفاظ سنتے ہوئے باہر کھڑے اسکے ساس، سسر صدمے سے ایک دوسرے کو دیکھنا شروع ہو گئے تھے۔علینہ خانم نے جتاتی نظروں سے شوہر کی طرف دیکھ گئی تھیں۔جیسے کہہ رہی ہوں۔کہ اب اپنی بہو کے بارے میں کیا کہنا چاہتے ہیں آپ۔۔؟

چلو یہاں سے۔۔! میاں بیوی کا آپسی کا معاملہ ہے خود ہی نبٹالیں گئے۔۔!! اپنی بیوی کی جتاتی نظروں پر نعمان خان اگلے ہی پل سمجھداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں کھینچ کر وہاں سے لے گئے تھے۔کیونکہ انہیں احساس

ہو چکا تھا۔ کہ ایسے چھپ کر کسی باتیں سننا اخلاقی طور پر ایک اچھی حرکت نہیں کہلاتی ہے۔

باس وہ لڑکی پاکستان میں ہی ہے۔۔۔!! گارڈ مارکو ایلن کو معمولات دے رہا تھا۔۔ جو انکی اتنے مہینوں کی محنت کا نتیجہ تھی۔

اس لڑکے کا کیا بنا۔۔؟ مارکو نے سر کو جنبش دیتے سوال کیا تھا۔

میں نے اپنے آدمیوں کو انڈیا بھیج دیا ہے۔ بہت جلد وہ لڑکا بھی ہمارے پاس ہو گا باس۔۔! مارکو کے خاص آدمی نے اسے اچھا ہونے کی امید دلائی تھی۔

بیر وٹو کچھ بھی کر وپر مجھے وہ دونوں لڑکے اور لڑکی ہر حال میں اپنے سامنے چاہیئے ہیں۔۔! میں اپنے باپ کے خون کا بدلہ لیے بنا چین سے نہیں رہوں گا۔۔! مارکو کے چہرے پر اس وقت دہشت نظر آرہی تھی۔ جس کو دیکھتے ہوئے اسکے آدمی خوفزدہ ہوتے چلے گئے تھے۔ مارکو ایلن جوزف ایلن کا بیٹا تھا۔ وہ جوزف ایلن جو شہرام علی اور فاتح سلطان کے ہاتھوں مارا جا چکا تھا۔۔ اپنے باپ کی لاش یاد کرتے ہوئے مارکو ایلن کی آنکھوں میں شعلے بھڑکے تھے۔ اسکے ساتھ ہی سیلینہ کی جھلک دماغ کے پردے پر لہرائی تھی۔ جو کسی صورت بھی اسے خود سے غافل نہیں ہونے دے رہی تھی۔

اپنے کمرے میں بیٹھی سیلینہ بور ہو رہی تھی۔ جب اچانک اسے سبحان کے ساتھ بات کرنے کا خیال آیا۔ فاتح چونکہ گھر پر موجود نہیں تھا۔ تو اسکی کمی کی وجہ سے وہ ضرورت سے زیادہ بور ہو رہی تھی۔۔

پتہ نہیں سبحان جاگ رہا ہو گا یا نہیں۔۔۔؟ سبحان کو سوچتے ہوئے وہ بُڑبُڑائی تھی۔ یہاں جانے سے پہلے سیلینہ نے خاص طور پر اسے موبائل دے کر بھیجا تھا۔ تاکہ وہ اسکے ساتھ رابطے میں رہ سکے۔ سیلینہ جو سبحان کو کال کرنے والی تھی۔ کہ غیر ارادی طور پر وہ فاتح کا نمبر دیکھتے ہوئے اس پر کال ملا گئی تھی۔

پتہ نہیں یہ کھڑوس کہاں چلے گئے ہیں۔۔۔؟ فاتح کی غیر موجودگی نے اچانک اسے بے حد اداس کر دیا ہوا تھا۔ بیل جا رہی تھی۔ لیکن دوسری

طرف سے کال نہیں اٹھائی گئی تھی۔ جس کی وجہ سے مسلسل بیل ہونے کے کال بند ہو گئی۔

کال نہ اٹھانے پر وہ ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے سبحان کے نمبر پر کال ملا گئی۔ فاتح کو دوبارہ کال کرنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ کیونکہ سیلینہ سمجھ گئی تھی۔ کہ وہ کال نہیں اٹھانے والا ہے۔ اس لئے آرام دہ انداز میں بیڈ کے ساتھ ٹیک لگاتے ہوئے وہ سبحان کو ویڈیو کال کر رہی تھی۔ سیلینہ اسکے کال اٹھانے کے انتظار میں تھی۔ پر یہاں بھی مسلسل بیل ہونے کے بعد کال بند ہو چکی تھی۔۔

کیا مسئلہ ہے کوئی میرا فون کیوں نہیں اٹھا رہا ہے۔۔! وہ جھنجھلاتے ہوئے دوبارہ کال کر رہی تھی۔ پر اس بار بھی جواب ندارد تھا۔۔ سیلینہ کی چھوٹی

سی ناک پر یک دم غصہ آن بیٹھا تھا۔ دل ہی دل میں وہ ان دونوں سے ناراض ہو چکی تھی۔

اب کیا کروں میں۔۔۔؟ موبائل سائیڈ میز پر رکھتے ہوئے وہ بے زار ہوئی۔ نجانے کیوں اسے اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ اپنے دل میں پیدا ہوتے اس عجیب احساس پر سیلینہ یک دم بیڈ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اچانک اسکا دل گھبراہٹ کا شکار ہونے لگا تو وہ فوراً بیڈ سے نیچے اترتے ہوئے جوتا پہننے لگی۔ ایک دم سے اسکا دل مٹھی میں جکڑنے کا احساس ہوا تھا۔ کمرے میں اسے گھٹن سی محسوس ہونے لگی تو وہ بنا سوچے سمجھے دروازہ کھولتے ہوئے کمرے سے باہر نکل آئی۔۔

اب کہاں جاؤں۔۔؟ہر طرف خاموشی چھائی دیکھ کر وہ پریشان ہوئی تھی۔ بے چینی ہونے پر وہ کمرے سے باہر تو آچکی تھی۔لیکن اب یہ نہیں جانتی تھی۔۔کہ کس کے پاس جائے۔۔۔

ماہی آپی کے پاس جاؤں کہ نہیں۔۔۔؟نہیں یار انہوں نے صبح یونیورسٹی بھی جانا ہے اب تک تو سو گئی ہونگی۔۔۔!سیلینہ الجھن کا شکار ہوتے ہونٹ کاٹنے لگی۔کچھ بھی سمجھ نہ آنے پر وہ تھک ہار کر دوبارہ کمرے میں جاتی جب اچانک علیزے خان سامنے سے آتی دیکھائی دی تھیں۔۔

سیلینہ بچے۔۔!اسے اس وقت کمرے کے باہر کھڑے دیکھ کر علیزے خان زرا حیران ہوتے اسکے قریب آئی تھیں۔انکی پکار پر سیلینہ چونکتے ہوئے مڑی تھی۔۔

جی مام۔۔! سیلینہ نے مڑتے ہوئے جواب دیا تھا۔۔

بچے کیا ہوا۔۔؟اس وقت کمرے سے باہر کیوں ہیں آپ۔۔؟سب ٹھیک ہیں نا۔۔؟علیزے خان فکر مند ہوئی تھیں۔کیونکہ سیلینہ انہیں کچھ پریشان سی لگ رہی تھی۔۔

I don't know, Mom...! My heart feels " very sad. I wasn't feeling comfortable in ".the room, that's why I came outside

چونکہ وہ اردو ابھی مکمل طور پر سیکھ نہیں پائی تھی۔اس لئے انگریزی بولتے ہوئے انہیں اپنی پریشانی کی وجہ بتانے لگی۔

"?Are you missing Fateh"

اپنی چھوٹی سی بہو کی پریشانی سنتے ہوئے علیزے خان بے اختیار مسکراتے ہوئے سوال کر گئیں۔ وہ یہاں اوپر بہار کو دُودھ کا گلاس اور دوائیاں دینے کے لیے آئی تھیں۔ جو وہ نیچے ہی بھول آئی تھی۔۔

وہ۔۔ میری کال نہیں اٹھا رہی مام۔۔۔!! فاتح کے ذکر پر سیلینہ نے خفگی سے جواب دیتے ہوئے فاتح کا مذکر بے ساختہ مونث میں بدل ڈالا تھا۔۔ جس کو سنتے ہوئے وہ قہقہ لگا اٹھی تھیں۔ بے اختیار انکی آنکھوں کے سامنے آغا جان کا عکس لہرانے لگا۔ وہ بھی ایسے ہی اپنی اردو سے مذکر، مؤنث خراب کرتے رہتے تھے۔ آغا جان کی یاد پر وہ آسودگی سے مسکراتے ہوئے آگے بڑھ کر سیلینہ کو بازو کے گھیرے میں لے گئیں۔۔

چلیں آئیں چل کر آپکے ڈیڈ کو فاتح کی شکایت کرتے ہیں۔۔۔! مسکراتے ہوئے وہ سیلینہ کو بازو کے گھیرے میں لئے اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگیں۔

کیسی شکایت مام۔۔۔!! انکے ساتھ چلتی ہوئی سیلینہ نے ٹھٹک کر جاننا چاہا تھا۔۔

یہ ہی کہ فاتح آپکا فون نہیں اٹھا رہا ہے۔۔! سلطان احمد خان کی بہو کو نظر انداز کرنے کی گستاخی کی ہے فاتح سلطان نے۔۔!! علیزے خان مسکراہٹ دبا کر اسے بتا رہی تھیں۔ کہ وہ کیسے فاتح کی ہوا ٹائٹ کر سکتی ہے۔ تاکہ آئندہ وہ کبھی بھی اسکا فون نہ اٹھانے کی غلطی دوبارہ نہ کرے۔۔

سچی مام۔۔؟ کیا ڈیڈ انہیں ڈانٹیں گئے۔۔! سیلینہ اچانک چہکی تھی۔اسکی چاکلیٹ براؤن آنکھیں یک دم پوری طرح روشن ہو چکی تھیں۔۔اسکی خوشی پر علیزے خان اس بار کھل کر ہنس دیں۔آخر انکی معصوم بہو انکا مدعا جو سمجھ چکی تھی۔

بالکل میرا بچہ۔۔! اگر شکایت آپ کریں گئیں تو فاتح کی ڈانٹ پکی سمجھیں پھر۔۔!! علیزے ہنستے ہوئے اسے اپنے کمرے میں لے گئی تھیں۔تاکہ اسکا اداس دل کچھ ٹھیک کر سکیں۔۔

سبحان کمرے میں آتے ہی لیٹ گیا تھا۔بیڈ پر لیٹتے ہوئے اس نے موبائل اٹھایا تو اسکی شوگر گرل کی دو مسڈ کالز نظر آ رہی تھیں۔۔

شٹ یار۔۔۔! سیلینہ کی مسڈ کالز دیکھتے ہی وہ اٹھ بیٹھا تھا۔ جبکہ چہرے پر یک دم پریشانی ابھری تھی۔ سبحان نے تیزی سے اسکے نمبر پر واپس کال ملائی تھی۔ کال ملاتے ہوئے وہ بے اختیار بیڈ سے کھڑے ہوتے کھڑکی کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔ آج وہ اپنے بابا کے ساتھ دوکان کا کچھ سامان رکھوا رہا تھا۔ اس لئے اسے کمرے میں آنے سے دیری ہو چکی تھی۔ ورنہ عموماً اس وقت تک وہ سو جاتا تھا۔ کیونکہ صبح اسے سکول کے لئے جلدی اٹھنا بھی ہوتا تھا۔

سبحان اپنے ماں باپ کی اکلوتی اولاد تھا۔ سبحان کی پیدائش کے بعد زرینہ خانم دوبارہ ماں نہیں بن سکی تھی۔ اس لئے سبحان کے ماں، باپ کا کل جہاں اکلوتا انکا بیٹا ہی تھا۔

سیلینہ کے نمبر پر کال ملائے وہ کال اٹھانے کا انتظار کرتے ہوئے یوں ہی کھڑکی سے باہر نظریں دہرا رہا تھا۔۔ کہ اچانک ایک منظر پر سبحان کی نظریں آکر رک گئیں۔ کچھ افراد بھاری اسلحہ اٹھائے انکے گھر کی طرف ہی آرہے تھے۔

تھوڑا آگے آتے ہوئے روشنی میں جیسے ہی انکا چہرہ واضح ہوا تو سبحان کا چہرہ ایک دم سے فق ہو گیا۔ یہ سب اسکے خاندان کے افراد تھے۔ جو بھاری اسلحہ سمیت انکے گھر کی طرف بڑھ رہے تھے۔ محمد سبحان کو کسی انہونی کا احساس ہونے لگا تو وہ فوراً موبائل بیڈ پر پھینکتے ہوئے الٹے پیر کمرے سے بھاگا تھا۔ تاکہ اپنے ماں باپ کو خبر کر سکے۔

رات کے چار بج رہے تھے۔ وہ چاروں کلب سے نکلتے ہوئے اپنی گاڑیوں کی طرف بڑھنے لگے۔

کیا فاتح سائیں فضول میں اتنا وقت برباد ہو گیا۔۔۔! داد بخش کو اتنی دیر کلب میں رکنے کا افسوس ہو رہا تھا۔۔

ہاں جیسے تو نے صبح سویرے اٹھ کر ٹیچنگ کرنے پہنچنا تھا۔ وقت برباد ہو گیا کا کچھ لگتا۔۔! شہرام نے لگے ہاتھ پھر اسکی نقل اتاری تھی۔ جس پر حاکم اور فاتح ہنس پڑے تھے۔ شہرام نے داد بخش کے وقت کا صاف صاف مذاق اڑایا تھا۔

ٹیچنگ کرنا بری بات تو نہیں ہوتی شہرام سائیں۔۔۔! شہرام کی نقل کا برا منائے بنا داد بخش نے اس بار بھرپور اعتماد سے جواب دیا۔ جیسے پورا یقین ہو کہ اس بار وہ شہرام علی کو باتوں میں مات دینے میں کامیاب ہو گیا ہے۔۔

تمہیں ٹیچنگ آتی ہے۔۔؟ شہرام نے بے اختیار رکتے ہوئے داد بخش سے اچانک پوچھنا چاہا تھا۔

مجھ۔۔مجھے۔۔؟؟ نہیں تو۔۔!! داد بخش نے گڑبڑا کر رکتے ہوئے جواب دیا۔ انکی بحث پر ساتھ چلتے ہوئے حاکم ذیب اور فاتح بھی رک چکے تھے۔۔

تو پھر شوخی کیسی۔۔۔؟ داد بخش کے جواب پر شہرام علی نے آبرو اچکاتے ہوئے سنایا۔ جس پر داد بخش فورا خفگی سے حاکم ذیب کی طرف مڑا۔۔

داد بخش کیوں ان سے الجھ رہے ہو۔۔!!اس جنم میں تم ان کمینوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے ہو۔۔!داد بخش کے خفگی سے دیکھنے پر حاکم ذیب نے ہنستے ہوئے اسے سمجھانا چاہا تھا۔کہ وہ انکا مقابلہ کرنے کا نہ سوچے۔۔

سائیں آپ ٹھیک ہی بولتے ہیں۔کہ یہ "شہرام علی "اور "فاتح سلطان" انسان نہیں بلکہ بلائیں ہیں بلائیں۔۔!حاکم ذیب کے پرانے تبصرے کو یاد کرتے ہوئے وہ حامی بھرتے ہوئے گاڑی کی طرف مڑا تھا۔جبکہ حاکم نے اب فلک شگاف قہقہہ لگایا تھا۔جبکہ فاتح اور شہرام بے اختیار اس واحیات سائیں کو گھورنا شروع ہو چکے تھے۔جو انکی پیٹھ پیچھے انکے بارے میں نجانے کیا الٹے سیدھے تبصرے کرتا رہتا تھا۔

داد بخش بلائیں نہیں کالی منحوس بلائیں بولو۔۔۔! حاکم نے ہنستے ہوئے اسکی تصحیح کی تو داد بخش نے ہنستے ہوئے سر ہلایا۔ اور ساتھ ہی گاڑی نکالنے کے لیے آگے بڑھ چکا تھا۔

جبکہ فاتح جو اسے جواب میں سخت سنانے ہی والا تھا۔ کہ اچانک اسکا موبائل زور سے بجنا شروع ہو گیا۔ بیل کی آواز پر سب ہنسنا کم کرتے ہوئے فاتح کی جانب دیکھنے لگے۔ جو جیب میں رکھا موبائل نکال رہا تھا۔ ابھی باہر نکلنے سے پہلے ہی اس نے موبائل سائلنٹ موڈ سے ہٹایا تھا۔

شیطان بونا۔۔! ! اس وقت سبحان کی کال دیکھ کر فاتح چونک گیا۔ لیکن پھر اگلے ہی پل اس نے جیسے ہی یس کرتے ہوئے موبائل کان سے لگایا تو موبائل کے آس پار سے فائرنگ کی شدید ترین آواز سنائی دینے لگی۔

سبحان۔۔!!اس قدر دہشت ناک آوازیں سن کر فاتح نے لمحے کے گیارویں حصے میں اسے بے چینی سے پکارا تو شہرام اور حاکم ٹھٹک کر اسکی طرف متوجہ ہوئے۔جو فاتح کو کال ریسیو کرتے دیکھ کر اپنی باتوں میں مصروف ہو چکے تھے۔فاتح کی آواز پر داد بخش بھی بھاگتے ہوئے انکی طرف واپس آیا تھا۔۔

فاتح بھائی۔۔!!موبائل سے سبحان کی دردناک چیخ سنائی دی۔۔جس کو سنتے ہوئے شہرام نے فوراً فاتح سے موبائل لے کر اسپیکر پر کر دیا۔

سبحان کیا ہوا ہے۔۔!!وہاں کیسا شور ہے۔۔!فاتح نے بے چینی سے اسے پکارا تھا۔جبکہ گولیاں چلنے کی مسلسل آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔۔

فاتح بھائی ہمیں بچالیں پلیز۔۔!! وہ لوگ ہمیں مار دیں گئے۔۔۔!! اس قدر شور میں انہیں بامشکل سبحان کی سمجھ آئی تھی۔

کون مار دے گا سبحان۔۔؟؟ بتاؤ مجھے وہاں پر کیا ہو رہا ہے۔۔؟ تم کہاں ہو اس وقت۔۔!! شہرام نے اضطرابی کیفیت میں ایک ساتھ کئی سوال کیے تھے۔ لیکن اس بار جواب کی بجائے محمد سبحان کی دردناک چیخ نے انکی روح کو بری طرح جھنجھوڑ ڈالا تھا۔

سبحان۔۔۔!! اسکی چیخ سنتے ہوئے فاتح سلطان نے گھبراتے ہوئے تیز آواز میں پھر پکارا تھا۔ جبکہ اسکی حالت پر حاکم ذیب نے بے اختیار اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے ہمت دینا چاہی تھی۔۔

بھائی۔۔۔!! ہمیں بچالیں وہ میری مورے اور بابا کو مار دیں گئے۔۔۔!! وہ مجھے بھی مار دیں گئے۔۔۔! بابا نے مجھے دور بھاگ جانے کو کہا ہے۔۔!! میں کہاں جاؤں بھائی۔۔! پلیز میری مورے اور بابا کو بچالیں۔۔۔!!

سبحان کے بے ترتیب جملے شہرام اور فاتح کے دل کو ہاتھ ڈالتے ہوئے مٹھی میں بری طرح جکڑ چکے تھے۔بے اختیار انکا دل چاہا تھا۔کہ اڑ کر اس جگہ پہنچ جائے۔جہاں وہ معصوم اکیلا بھٹک رہا تھا۔

سبحان میری بات سنو غور سے۔۔۔!! جب تک ہم وہاں نہیں آجاتے ہیں۔تم کوئی محفوظ جگہ تلاش کر کے وہاں پہنچو۔۔! اور ہمارے پہنچنے تک تم وہیں پر رہو گئے۔۔! ٹھیک ہے۔۔؟ شہرام کو اشارہ کرتے ہوئے فاتح اسے سمجھاتے ہوئے پچکارنا شروع ہو گیا۔تاکہ وہ اکیلا ڈر نہ جائے۔۔!!

شہرام نے تیزی سے موبائل نکالتے ہوئے ایشام کو کال ملائی تھی۔تاکہ اسے سبحان کی لوکیشن معلوم کرتے ہوئے وہاں پہنچنے کا کہہ سکے۔کیونکہ انہیں کراچی سے مری پہنچنے میں بہت وقت لگا جاتا۔ایسے میں کسی کا جلدی مری پہنچنا ضروری تھا۔جو اسلام آباد میں موجود انکے بھائی ہی پہنچ سکتے تھے۔

فاتح کال پر کھڑا مسلسل سبحان سے رابطے میں تھا۔جبکہ شہرام بے چینی سے ایشام کے کال اٹھانے کا انتظار کر رہا تھا۔جو کچھ سیکنڈز میں ہی دوسری طرف سے وصول کر لی گئی تھی۔

آفس جانا ضروری ہے کیا۔۔؟ آئینے کے سامنے کھڑی گل ناز اپنی تیاری مکمل کر رہی تھی۔ جب ڈریسنگ روم سے نکلتا ہوا فارس بے اختیار اسکی طرف بڑھا۔۔ برگنڈی رنگ کے پینٹس سوٹ میں سلکی بالوں کو نیچے سے کرل کرنے کے بعد کھلا چھوڑے وہ ہونٹوں پر لپ اسٹک لگا رہی تھی۔

فارس اسکی لپ اسٹک دیکھ کر آبرو آچکا چکا تھا۔

کیا۔۔؟

اسکے آبرو اچکانے پر گل ناز بے اختیار اسکی طرف مڑی تھی۔ جب فارس اسکے حسین وجود سے اٹھتی مہک کو محسوس کرتے فوراً سے پہلے بہکتے ہوئے اسکے ہونٹوں پر جھک چکا تھا۔ یہ بالکل غیر متوقع اور اچانک ہوا تھا۔

گل ناز تو آنکھیں پھیلا کر اسے دیکھنا شروع ہو گئی تھی۔ جب وہ بے قرار بنتا اسکی کمر کو تھامتے ہوئے احتیاطاً اسے سنگھار میز پر بٹھاتے ہوئے اسکے لبوں سے سانسیں چرانا شروع ہو گیا۔

اسکی شدت پر ناز مچل کر مزاحمت کرتی جب فارس نے اچانک اسکی گردن میں ہاتھ لپیٹتے ہوئے اسکا چہرہ اوپر اٹھالیا۔ گل ناز کے ہونٹوں پر لگا تیز رنگ اپنے ہونٹوں سے چنتے ہوئے فارس نے آخری بار اسکے اوپری ہونٹ کو دانتوں میں دباتے ہوئے بامشکل دور ہٹا تھا۔ جبکہ اسکے آزاد کرتے ہی گل ناز پھولی سانسوں میں اسے گھورنا شروع ہو گئی تھی۔

ابھی کل ایشام نے تم سب کی ڈریسنگ پر واویلا مچایا ہوا تھا۔۔! اور آج تم یہ پہن کر آفس جا رہی ہو۔۔! اسکی گھورتی نظروں پر فارس نے مسکراتی

آنکھوں سے جھکتے ہوئے اسکے ہونٹوں کناروں کو چوم لیا۔ جہاں لپ اسٹک پھیل چکی تھی۔

فارس کے الفاظ سنتے ہوئے گل ناز چونکتے ہوئے خود کی طرف دیکھنے لگی۔ اور ساتھ ہی تیزی سے کھڑے ہو کر آئینے کا خود کا جائزہ لینا شروع ہو گئی۔۔

کیا میں بری لگ رہی ہوں۔۔؟ آئینے میں خود کو ہر زاویے سے دیکھنے کے بعد فارس کی جانب دیکھتے ہوئے وہ بے اختیار تشویش سے پوچھ گئی۔۔

بری لگ رہی ہوتی تو کیا میں یوں اچانک بہک کر تمہارے ہونٹوں پر لگا رنگ اپنے ہونٹوں سے چنتا۔۔!! آئینے کے ساتھ ٹیک لگائے وہ سینے پر ہاتھ باندھے بڑی فرصت کے ساتھ مسکراتی آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے بے باکی سے اپنے ہونٹوں کو انگوٹھے سے چھو گیا تھا۔ جبکہ فارس کا

جواب سن کر ناز بے ساختہ اپنے ہونٹوں پر نظر ڈال کر اسے گھور گئی۔ جو مستی بھرے انداز میں کندھے آچکا کر مسکرا اٹھا تھا۔ بلو فور پیس سوٹ میں ہمیشہ کی طرح اپنی دلکش شخصیت کے ساتھ وہ گل ناز کے دل میں بے چینی پیدا کرنے لگا تو وہ اگلے ہی پل ناک چھڑاتے ہوئے پھر اپنی تیاری کی طرف متوجہ ہو گئی۔

فاری میں کیا کروں۔۔؟ کیا ڈریس چینج کر لوں۔۔؟ شام بھیا کل ہیر پر بہت غصہ کر رہے تھے۔۔! ناز کو ایک دم سے اپنی ڈریسنگ کے بارے میں تشویش ہونے لگی۔ بے اختیار اسکی آنکھوں کے سامنے کل رات والا منظر لہرایا۔ جب ایشام صدیقی کے ہاتھوں ہیر کی شامت آئی ہوئی تھی۔

دیکھ لو خود جو بھی کرنا ہے۔۔! کیونکہ شام کا غصہ بالکل جائز تھا۔۔! فارس نے بالکل صاف کہنے کی بجائے آخر پر جان بوجھ کر پھر ایشام کی حمایت کی تھی۔ شاید وہ ایشام کا بار بار ذکر کر کے ناز کا ڈریس بدلوانا چاہ رہا تھا۔

پر میں کیا پہنوں پھر۔۔؟ ہم تو آفس کے لئے ایسی ہی ڈریسنگ کر کے جاتی رہی ہیں۔ اور ڈیڈ لوگوں نے بھی کبھی ہمیں منع نہیں کیا ہے۔۔! وہ جھنجھلاتے ہوئے پریشان ہونے لگی۔ کیونکہ بڑے بھائی کی ڈانٹ کا ڈر اسکے دماغ پر حاوی ہو رہا تھا۔۔

تمہارے ڈیڈ لوگ تو پھر تم لوگوں کو ہم سے دور بھی رکھتے آئے ہیں۔۔! تو اسکا مطلب کیا یہ ہے۔ کہ انکا کیا سب ٹھیک ہو۔۔؟؟ فارس نے منہ بگاڑ کر اپنے بڑوں پر سر جھٹکا تھا۔ اسے احساس ہو رہا تھا۔ کہ غازیان اور ایشام کا

غصہ بالکل جائز رہا ہے۔ آخر کیوں نہیں انکے بڑے گھر کی بیٹیوں کے پہناوے پر سختی کر پائے تھے۔۔

اگر ڈیڈ لوگوں نے نہیں منع کیا تو مت بھولو کہ تم نے بھی کبھی کچھ نہیں کہا ہے۔۔!! فارس کو منہ بگاڑتے دیکھ کر گل ناز چبھتے لہجے میں گھورتے ہوئے بولی تھی۔ کیونکہ اسے فارس کا اپنے ڈیڈ لوگوں پر طنز کرنا بالکل پسند نہیں آیا تھا۔

تم تو ایسے بول رہی ہو۔ جیسے میری ساری باتیں مانتی آئی ہو۔۔! گل ناز کو گھورتے دیکھ کر فارس نے اسے یاد دلانا چاہا تھا۔ جس پر گل ناز سچ میں کچھ بولتے بولتے رک گئی۔ وہ سچ ہی تو کہہ رہا تھا۔ اگر آج سے پہلے فارس نے

اسکی ڈریسنگ پر کوئی سوال اٹھایا ہوتا تو اگلے دن گل ناز ضد میں مزید ویسے ڈریسنگ کرتی ہوئی نظر آتی۔

میں تو اب بھی نہیں منع کر رہا ہوں۔۔! پر دیکھ لو کہ ایشام کو کیا جواب دو گی۔۔!! کیونکہ اسکے سامنے میں تمہاری کوئی حمایت نہیں کرنے والا ہوں۔! ہاتھ کھڑے کرتے ہوئے فارس مسکراہٹ دبا کر مڑ گیا۔ جبکہ وہ اسے خود غرض انسان کو گھورتی رہی گئی تھی۔۔

فاتح اور شہرام بھاگتے ہوئے ہاسپٹل میں داخل ہوئے تھے۔ جہاں سبحان کے ماں باپ کو ایڈمٹ کیا ہوا تھا۔ صبح سے دن ہو گیا تھا۔ کراچی سے مری پہنچنے میں انہیں بہت وقت لگ چکا تھا۔ جبکہ کراچی میں کام کے سلسلے میں

ابھی انہیں مزید رکنا تھا۔ پر حاکم ذیب نے انہیں بے فکر کرتے ہوئے روانہ کیا تھا۔ جس کام کی غرض سے وہ کراچی گئے تھے۔ وہ کام اب حاکم ذیب نے اپنے ذمے لے لیا تھا۔

ہسپتال کے کاریڈور میں وہ لوگ داخل ہوئے تو سامنے ہی ایشام صدیقی اور غازیان پاشا کھڑے ملے تھے۔ غازیان جو فون پر کسی سے بات کر رہا تھا۔ کہ بے اختیار انکو آتے دیکھ کر کال بند کر گیا۔ شہرام کی کال پر وہ کل رات ہی یہاں پر پہنچ گئے تھے۔ لیکن انکے پہنچنے تک سبحان کے ماں باپ گولیوں سے چھلنی کر دیا گیا تھا۔

ایشام اور غازیان نے فوری طور پر انہیں ہاسپٹل پہنچایا تھا۔ پر بد قسمتی سے سبحان کی ماں رستے میں ہی دم توڑ گئی تھی۔ جبکہ سبحان انہیں اپنے گھر سے

تھوڑا دور جھاڑیوں میں چھپا بے ہوش ملا تھا۔ وہ معصوم فاتح سے اپنے ماں، باپ کو بچانے کی منتیں کرتے ہوئے وہیں پر بے ہوش ہو گیا تھا۔ یہ جانے بنا کہ اسکی ماں تو پہلے ہی زندگی کی بازی ہارتے ہوئے سکون سے آنکھیں بند کر گئی ہے۔

سبحان کو جھاڑیوں سے نکالتے ہوئے ایشام اور غازیان کا دل بے حد تڑپا تھا۔ ماتھے اور چہرے پر خراشوں کے نشان تھے۔ جبکہ جسم پر بھی ہلکی پھلکی چوٹیں آئی ہوئی تھیں۔ سبحان کے باپ نے بہت مشکلوں سے اسے وہاں سے بھگایا تھا۔ کیونکہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو ہر گز اس ظلم کا نشانہ نہیں بنا سکتا تھا۔ یہ جانے بنا کہ قسمت شاید انہیں کبھی دوبارہ ملنے کا موقع بھی نہ دے۔۔

سبحان کا بے ہوش وجود کندھے پر اٹھاتے ہوئے غازیان پاشا کا دل بے اختیار مٹھی میں جکڑتا چلا گیا تھا۔ بس نہیں تھا۔ کہ اس معصوم کو اس حال میں پہنچانے والوں کو آگ میں جلا کر راکھ کر دیتا۔ جبکہ ایشام صدیقی کو بے ساختہ وہ دن یاد آئے تھے۔ جب سبحان پیلس میں رہنے آیا تھا۔۔ اور ہر وقت انکو تنگ کرتا رہتا تھا۔۔ وہ معصوم تو چند دن میں انکے دلوں کے قریب ہو گیا تھا۔ پھر آج اسے ایسی حالت میں دیکھ کر وہ کیسے خود پر قابو پائے رکھتے۔

غازیان نے سبحان کو سٹریچر پر لٹایا تو ایشام نے اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے بے اختیار اسکے چھوٹے سے ہاتھ کو تھامتے ہوئے سینے سے لگا لیا تھا۔

پوری رات انکی اسی بھاگ دوڑ میں گزر گئی تھی۔اور اب دن میں جا کر فاتح اور شہرام وہاں پہنچے تھے۔

سبحان کہاں ہے۔۔؟قریب پہنچتے ہی فاتح نے بے قراری سے سب سے پہلے سبحان کے بارے میں سوال کیا۔یہ گھنٹے بہت مشکل سے گزرے تھے۔

اندر ہے۔۔!!بے ہوش ہے۔۔!!ایشام نے مختصر جواب دیتے اسے سبحان کی حالت بتائی۔جبکہ اسکے بے ہوش ہونے کا سن کر فاتح نے کسی خدشے کے تحت انکی طرف دیکھا تھا۔۔

اسکی مورے ہسپتال پہنچنے سے پہلے ہی دم توڑ گئی تھیں۔۔۔!سبحان کو جب سے پتہ چلا ہے۔تو چیختے ہوئے بار بار بے ہوش ہو رہا ہے۔۔!!

فاتح کی آنکھوں میں خدشہ دیکھتے ہوئے ایشام نے اسے بے بسی سے مزید بتایا تو فاتح اور شہرام بے اختیار آنکھوں کو میچ گئے۔ فاتح سر پکڑتے ہوئے نیچے بیٹھتا چلا گیا تھا۔

یہ نہیں ہو سکتا شام۔۔!! میں نے اسے وعدہ کیا تھا۔ کہ اسکے ماں باپ کو کچھ نہیں ہونے دوں گا۔۔!! اضطرابی کیفیت میں فاتح نے بامشکل خود کو چیخنے سے روکا تھا۔ اسکے کانوں میں بار بار سبحان کی دردناک فریادیں گونجنے لگی تھیں۔ جن میں وہ فاتح کو اپنے ماں باپ کو بچانے کی خاطر واسطے دے رہا تھا۔ وعدے لے رہا تھا۔۔

سنبھالو خود کو فاتح۔۔! شہرام نے آگے بڑھ کر اسے سینے سے لگا لیا۔ پورے رستے شہرام نے اسے بہت مشکل سے سنبھالا تھا۔۔

کیسے سنبھالوں شہری۔۔!! میں نہیں بچا سکا۔۔۔!اس نے میری عزت کی خاطر اپنی جان داؤ پر لگادی تھی۔اس نے کہا تھا۔کہ سیلینہ میرے ساتھ ساتھ "محمد سبحان" کی بھی عزت ہے۔۔!

پھر میں کیسے اسکے ماں باپ کو نہیں بچا سکا۔۔؟؟ضبط سے سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ وہ کہہ رہا تھا۔جبکہ فاتح کے الفاظ سنتے ہوئے اسکے بھائی بے اختیار آنکھوں میں امڈتی نمی پر قابو پا رہے تھے۔

فاتح نے انہیں بتایا تھا۔کہ کیسے سبحان, سیلینہ کو بچانے کی خاطر خود گولی کے نشانے پر آگیا تھا۔اور یہاں تک کہ فاتح سلطان کو خود کا احسان مند ہونے کا بھی موقع نہیں دیا تھا۔کیونکہ اسکا ماننا تھا۔کہ سیلینہ صرف اسکی ہی نہیں بلکہ "محمد سبحان" کی بھی عزت ہے۔پیلس میں جب سبحان رہ رہا

تھا۔ تو سیلینہ کے ساتھ سبحان کا لگاؤ دیکھ کر سب سچ میں حیران ہوتے تھے۔ وہ سائے کی طرح سیلینہ کے ساتھ رہتا تھا۔ یہاں تک کہ سیلینہ کو دوبٹہ اوڑھنا بھی سبحان نے ہی سکھایا تھا۔۔۔

ہمارے پہنچنے سے پہلے ہی انکو گولیاں ماردی گئی تھیں فاتح۔۔! اس لئے خود کو قصوروار مت ٹھہراؤ۔۔!! غازیان نے ساتھ بیٹھتے ہوئے فاتح کو حوصلہ دینا چاہا تھا۔ وہ اسکا غم سمجھ رہے تھے۔

پر یہ سب کیا کس نے اور کیوں۔۔؟؟ شہرام نے بے ساختہ سوال کیا۔

سبحان کے ماں، باپ کو غیرت کے نام پر قتل کیا گیا ہے۔۔!! شہرام کے سوال پر ایشام نے سرد سانس خارج کرتے ہوئے جواب دیا۔ اور انکے ساتھ ہی بیٹھ چکا تھا۔

غیرت کے نام پر۔۔؟ مطلب۔۔؟ فاتح اور شہرام ناسمجھی سے دیکھنے لگے۔

سبحان کے ماں، باپ نے اپنی برادری کے خلاف جا کر پسند کی شادی کی تھی۔ رزمینہ خانم (سبحان کی ماں) اپنے کسی کزن کی منگ تھیں۔ اسی کزن نے کل رات پوری برادری کو ساتھ ملا کر دونوں میاں بیوی کو بے دردی سے قتل کر دیا ہے۔ انکا ارادہ سبحان کو بھی قتل کرنے کا تھا۔ پر شکر سبحان کے باپ نے وقت رہتے سبحان کو پچھلے دروازے سے بھگا دیا تھا۔ اس لئے وہ بچ گیا۔ ! ایشام انہیں پوری تفصیل بتا رہا تھا۔ جو کل رات انہوں نے یہاں کے لوگوں سے پوچھ گچھ کرنے بعد حاصل کی تھی۔ سبحان کو قتل کرنے کا سن کر فاتح سلطان کی آنکھوں میں بے اختیار شرارے پھوٹنے لگے تھے۔۔

پر وہ دونوں خود کیوں نہیں بھاگے وہاں سے۔۔۔؟؟ شہرام نے الجھتے ہوئے مزید سوال کیا۔ کیونکہ سبحان کے ساتھ ساتھ وہ لوگ خود بھی وہاں سے نکل سکتے تھے۔ پھر صرف اکیلے سبحان کو ہی کیوں نکالا۔۔۔؟ وہ جاننا چاہ رہا تھا۔ شہرام کی سوال پر غازیان سرد سانس خارج کر گیا۔۔

اگر سبحان کے ساتھ ساتھ وہ لوگ بھی اس وقت وہاں سے نکل آتے تو پوری برادری انکو تلاش کرنے لگ جاتی۔ اور پکڑے جانے کی صورت میں ان تینوں کا مار دیا جاتا۔ اس لئے سبحان کے باپ نے اپنی جان کی قربانی دیتے ہوئے بیٹے کو وہاں سے نکال دیا تھا۔ ہو سکتا ہے۔ کہ اس نے اپنی بیوی کو بھی وہاں سے بھگانے کی کوشش کی ہو۔ اور وہ شوہر کو اکیلے چھوڑنے پر راضی نہ ہوئی ہو۔۔! غازیان کا جواب سن کر ان سب میں خاموشی چھا چکی

تھی۔ جیسے اس نقصان پر دل بے حد دکھی ہو چکا ہو۔ ان میں سے کوئی بھی مزید کچھ کہتا جب سبحان کی چیخوں کی دوبارہ آواز سنائی دی تھی۔

غازیان ایک جھٹکے میں کھڑا ہوا تو باقی بھی تیزی سے اسکی تقلید میں سبحان کے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ جہاں وہ چیختے چلاتے ہوئے اپنی مورے کو بلا رہا تھا۔ یہ جانتے ہوئے بھی وہ کہ اسے چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے جا چکی ہے۔

سیلینہ بچے کیا ہوا ہے۔۔؟ منیزے پاشا حیران ہوتے اسکی طرف آئی تھیں۔ جو کب سے لاؤنج میں بے چینی سے چکر لگا رہی تھی۔

ماما۔۔!! کب سے سبحان کو کالز کر رہی ہوں۔۔پہلے وہ فون ہی نہیں اٹھا رہا تھا۔اور اب اسکا نمبر بھی بند آرہا ہے۔۔! فاتح بھی میری کال نہیں اٹھا رہے ہیں۔۔! میرا دل بہت گھبرا رہا ہے۔۔!! وہ رکتے ہوئے پریشانی سے انکو بتانے لگی تھی۔ائرہ کاظمی بھی انکی طرف آتے دیکھائی دی تھیں۔۔

اچھا تم پریشان نہیں ہو میں پتہ کرواتی ہوں۔۔!! تب تک یہاں بیٹھو میں کھانا لا رہی ہوں۔وہ کھاؤ پہلے ہی صبح تم نے ٹھیک سے ناشتہ نہیں کیا تھا۔۔

سیلینہ کو تس

اچھا تم پریشان نہیں ہو میں پتہ کرواتی ہوں۔۔!! تب تک یہاں بیٹھو میں کھانا لا رہی ہوں۔وہ کھاؤ پہلے ہی صبح تم نے ٹھیک سے ناشتہ نہیں کیا تھا۔۔

سیلینہ کو تسلی دے کر ائرہ کاظمی کو اشارے سے اسکے پاس رہنے کا کہتے ہوئے منیزے خود کچن کی طرف چلی گئیں۔

جہاں پہلے ہی علیزے خان اور مشعل ہمدانی پریشان کھڑی نظر آ رہی تھیں۔ جبکہ ائرہ کاظمی جو ابھی نیچے آئی تھیں۔ وہ ان سب سے بے خبر تھیں۔ منیزے پاشا کا انداز دیکھتے ہوئے وہ ٹھٹک چکی تھیں۔ اس لئے سیلینہ کے پاس بیٹھ کر اسکا دل بہلانے لگیں۔۔

کیا ہوا؟ سیلینہ کو کچھ پتہ تو نہیں چلا نا۔۔! منیزے پاشا کچن میں آئیں تو علیزے خان فورا فکر مندی ہوتے پوچھ گئیں۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے غازیان نے فون کرتے ہوئے انہیں ساری صورتحال سے آگاہ کیا تھا۔ اور ساتھ ہی سیلینہ کو بتانے سے منع بھی کر چکا تھا۔

نہیں پر اسکا دل خود ہی اسے خبر دار کر رہا ہے۔۔! منیزے پاشا آہستہ آواز میں بولیں۔بے شک انہوں نے سیلینہ کو ابھی تک کچھ نہیں بتایا تھا۔پر سیلینہ کی حالت دیکھ کر وہ حیرت زدہ بھی نہیں تھیں۔

کتنا عجیب ہے نا۔۔! جن لوگوں کے ساتھ ہمارا دل جڑ جاتا ہے۔تو پھر وہ کہیں بھی چلے جائیں۔ہمارا دل ان سے الگ نہیں ہوتا ہے۔اور نہ ہی ہمیں انہیں بھولنے دیتا ہے۔۔! مشعل ہمدانی نے آسودگی سے کہا تھا۔

ہاں صحیح کہہ رہی ہو۔۔! کل رات بھی وہ ایسے ہی پریشان تھی۔لیکن تب ہمیں خبر تک نہیں تھی۔اور اب فاتح سے بھی اسکی بات نہیں ہو پا رہی تو شاید اس لئے اسکا دل اسے زیادہ پریشان کر رہا ہے۔کہ کہیں فاتح یا سبحان

میں سے کوئی مشکل میں نہ ہو۔۔!!علیزے خان بھی کل رات کا ذکر کرتے کہنے لگی تھیں۔کل رات کافی دیر سیلینہ انکے کمرے میں رہی تھی۔

سلطان احمد خان کافی دیر اپنی اس چھوٹی سی بہو کے ساتھ باتیں کرتے رہے تھے۔سیلینہ انکے ساتھ وقت گزارنے کے بعد کافی اچھا محسوس کرنے لگی تھی۔لیکن صبح ہوتے ہی وہ پھر پریشان ہو چکی تھی۔جب تک سبحان اور فاتح سے اسکی بات نہ ہو جاتی۔شاید وہ ایسے ہی رہنے والی تھی۔۔

کیا ہوا ہے۔۔؟ائرہ کاظمی سوال کرتے ہوئے اچانک کچن میں داخل ہوئی تھیں۔

اسے بتاؤ میں تب تک سیلینہ کو کھانا کھلا کر آتی ہوں۔۔! کھانے کی ٹرے اٹھا کر منیزے پاشا کچن سے نکلیں تو ائرہ کاظمی کو علیزے خان ساری صورتحال سے آگاہ کرنا شروع ہو گئی تھیں۔

وہ سب اس وقت آئی سی یو میں موجود تھے۔ کیونکہ دلشیر خان (سبحان کے باپ) کی حالت بگڑتی جا رہی تھی۔ دل کے پاس گولی لگنے کی وجہ سے انکا بچنا ناممکن لگ رہا تھا۔

ابھی تھوڑی دیر پہلے انہوں نے جب آنکھیں کھولیں تو سبحان اور فاتح کو اندر بلانے کا کہا تھا۔ سبحان کو بہت مشکلوں سے سنبھالتے ہوئے وہ لوگ

اندر لائے تھے۔ ورنہ باپ کے بھی چھوڑ جانے کے ڈر سے وہ آئی سی یو میں داخل ہونے سے انکار کر چکا تھا۔۔

بابا۔۔۔!! باپ کو مشینوں میں جکڑے دیکھ کر سبحان نے روتے ہوئے انہیں آواز لگانا چاہی تھی۔۔

شش۔۔۔!! رونا نہیں ہے سبحان۔۔! ورنہ بابا پریشان ہو جائیں گئے۔ میں نے سمجھایا تھا نا۔۔!! سبحان کی پشت کو سینے سے لگائے فاتح نے جھکتے ہوئے آہستہ آواز میں اسے پچکارا تو وہ نم آنکھیں اٹھاتے ہوئے اسکی طرف دیکھنے لگا۔

میں ہوں نا۔۔! اسکی آنکھوں کا سوال پڑھتے ہوئے فاتح نے بامشکل خود کو سنبھالتے ہوئے اسے سینے سے لگا لیا تھا۔ شاید وہ معصوم اکیلے رہ جانے کے

خوف میں مبتلا ہو چکا تھا۔اسی وقت دلشیر خان نے دوبارہ آنکھیں کھولیں تو اپنے بیٹے کو فاتح کے سینے سے لگے دیکھ کر وہ بامشکل مسکرا پایا۔۔

فاتح۔۔!!دلشیر خان کے آنکھیں کھولنے پر شہرام نے بے ساختہ اسے متوجہ کرنا چاہا جو سبحان کے کان میں سرگوشیاں کرتے ہوئے اسے بہلا رہا تھا۔۔شہرام کے پکارنے پر بے اختیار سر اٹھاتے ہوئے اس نے دیکھا۔ جہاں دلشیر خان پہلے ہی مسکراتی آنکھوں سے انکی طرف دیکھ رہا تھا۔

سا۔۔ئیں۔۔!!میرے۔۔بیٹے کو سنبھال لو گئے۔۔؟؟ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں بامشکل بولتے ہوئے دلشیر خان نے فاتح سے سوال کیا۔تو وہاں موجود سب افراد بھاری سانس خارج کرتے ہوئے خود پر قابو پانے کی

کوشش کرنے لگے۔ کیسا ظلم تھا۔ کہ کسی انسان کا ہنستا، بستا پورا خاندان ہی اجاڑ دیا گیا تھا۔۔

تمہارے بیٹے کو اپنا بیٹا بنا کر سنبھالوں یا پھر چھوٹا بھائی بنا کر دلشیر خان۔۔؟ فاتح نے نم آنکھوں سے مسکراتے ہوئے الٹا سوال کرتے جواب مانگا تھا۔ جس کو سن کر اس بار دلشیر خان کھل کر مسکرا اٹھا۔ جبکہ سبحان یک ٹک باپ کی طرف دیکھ رہا تھا۔

سائیں۔۔! اسے۔۔ صرف۔۔ اپنا۔۔ بنا کر اپنے پاس رکھ لینا۔۔! یہاں اب۔۔ اسکا کوئی بھی نہیں بچا۔۔۔!! دلشیر خان نے جواب دیتے ہوئے بے ساختہ بیٹے کو پاس بلایا تھا۔ جبکہ وہ چاروں بھائی عجیب سی حالت کا شکار ہو رہے تھے۔

اپنے بیٹے کا بوجھ "فاتح سلطان" پر ڈالتے ہوئے دلشیر خان کا دل بھاری ہو رہا تھا۔ لیکن اس وقت وہ مجبور ہو چکا تھا۔ فاتح کے علاوہ وہ کسی پر اعتبار نہیں کر سکتا تھا۔

سائیں کو تنگ۔۔ مت کرنا۔۔! انکا۔۔ وفادار بن کر رہنا۔۔۔! ہماری قبروں پر کبھی مت آنا سبحان ورنہ۔ زندگی میں کبھی بھی آگے نہیں بڑھ پاؤں گئے۔۔!! سبحان کا ہاتھ تھامے وہ شاید جانے سے پہلے بیٹے کو سمجھانا چاہ رہا تھا۔ جو اسکے الفاظ سنتے ہوئے چیخ پڑا تھا۔۔

بابا پلیز ایسے نہیں بولیں۔۔۔! آپ ایسے نہیں بولیں ورنہ میں خود کو مار لوں گا۔۔! میں مورے اور آپکے بنا جی نہیں پاؤں گا۔۔!! بھائی۔۔!! بابا کو بولیں نا کہ ایسی باتیں نہیں کریں۔۔ میں آپکو بالکل تنگ نہیں کروں

گا۔۔آپ سب کی ساری باتیں مانوں گا۔۔! تنگ بھی نہیں کروں گا۔۔۔!! باپ کے الفاظ سنتے ہوئے وہ پھر قابو کھونے لگا تھا۔ابھی تو ماں کے جانے پر وہ صبر نہیں کر پا رہا تھا۔اور اب باپ بھی اسے چھوڑ جانے کا کہہ رہا تھا۔۔

کوئی کہیں نہیں جا رہا سبحان۔۔۔!انشاءاللہ تمہارے بابا بالکل ٹھیک ہو جائیں گئے۔۔!! شش رونا بند کرو۔۔۔!! فاتح نے آگے بڑھ کر اسے پھر سینے سے لگا لیا۔کیونکہ اسکے الفاظ ان سب کا دل چیر رہے تھے۔۔سینے میں بھینچ کر فاتح نے بے اختیار اسکے سر پر ہونٹ رکھتے ہوئے دلشیر خان کی طرف بے بسی سے دیکھا۔۔

کیازرمینہ نے اپنی محبت کا حق ادا کر دیا۔۔۔؟اپنی وفا کا مقروض کر کے وہ چلی گئی ہے نا مجھے چھوڑ کر۔۔۔!!دلشیر خان نے اپنی بیوی کے بارے میں سوال کرتے ہوئے جاننا چاہا تھا۔

اسکا ساکت دل اسے پہلے ہی گواہی دے رہا تھا۔کہ اسکی زرمینہ خانم عورت ہونے کا حق ادا کرتے جا چکی تھی۔لیکن نجانے کیوں پھر بھی دلشیر خان جاننا چاہتا تھا۔اسکے سوال پر وہ چاروں بے اختیار نظریں چرا گئے تھے۔انکے نظریں چرانے پر دلشیر خان کے شک کو جب سچ ہونے کی مہر لگی تو وہ مسکراتا چلا گیا۔یہ مسکراہٹ ہر طرح سے پہلے سے بہت عجیب تھی۔کیونکہ مسکرانے کے ساتھ ساتھ اب اس جوان آدمی کی آنکھوں سے متواتر آنسو بہنا شروع ہو گئے تھے۔۔

میں کمزور۔۔انسان تھا۔۔سائیں۔۔۔!اس لئے شائد بیٹے اور بیوی کی حفاظت نہیں کر۔۔پایا۔۔!!کیا آپ میری ایک آخری خواہش کو پورا کر سکتے ہیں۔۔۔؟ہاتھ جوڑنے کی کوشش کرتے ہوئے دلشیر خان نے بولنے کی کوشش کی تو شہرام نے تیزی سے آگے بڑھ کر اس بے بس انسان کے ہاتھ تھام لیے۔۔

کیوں ہمیں گناہگار بنا رہے ہیں آپ۔۔۔؟؟سبحان کوئی غیر نہیں بلکہ ہمارا چھوٹا بھائی ہے۔اور آپکا پر لفظ ہمارے لئے معتبر ہو گا۔۔!آپ حکم کریں۔۔!!غازیان نے بھی سنجیدہ انداز میں الفاظ ادا کرتے دلشیر خان کو سبحان کے بارے میں بے فکر کیا تھا۔۔اور اس بار دلشیر خان مزید مسکرا نہیں پایا تھا۔بلکہ اسکا دھاڑیں مار کر رونے کو دل چاہا تھا۔۔

میں کمزور انسان تھا سائیں پر خدارا میرے بیٹے کو کمزور نہیں رہنے دینا۔۔!! اسے اپنے جیسا مضبوط بنانا اسے اس قابل بنانا کہ وہ اپنی اولاد اور بیوی کی طرف اٹھی ہر انگلی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی طاقت رکھے۔۔۔! اسے اپنے سب بھائیوں کے جیسا مضبوط اور دلیر بنانا سائیں۔۔۔! ایشام، شہرام اور غازیان پر باری باری نظریں دوہراتے ہوئے دلشیر خان "فاتح سلطان" سے آخری اک وعدہ لیتا زندگی کی آخری ہچکی لینے کے بعد اچانک ہمیشہ کے لیے آنکھیں بند کر گیا تھا۔

جبکہ محمد سبحان جو بت بنا باپ کو سن رہا تھا۔ کہ اچانک دلشیر خان کی سانسوں کی روانی ٹوٹنے پر وہ چیختے ہوئے باپ کی طرف بڑھا تھا۔ جھنجھوڑ کر باپ کو

اٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے وہ پھر ہوش کھونے کے بعد جب گرنے لگا تو فاتح نے تیزی سے آگے بڑھ کر اسکے معصوم وجود کو سنبھال لیا تھا۔

کاروائی کا کچھ فائدہ ہوا ہے خان۔۔؟ گاڑی سے نکلتے ہوئے ضرار پاشا نے سوال کیا تھا۔

ابھی سبحان کے خاندان کے کچھ ہی افراد گرفتار ہو پائے ہیں پاشا۔۔ تم جانتے تو ہو۔ کہ ایسے معاملات کہاں آسانی سے پکڑ میں آتے ہیں۔ کاروائی شروع ہو گئی ہے۔ تو بس پھر باقی سلسلہ بھی ساتھ ساتھ چلتا رہے گا۔۔! سلطان احمد خان انکے ساتھ چلتے ہوئے بتا رہے تھے۔ وہ لوگ ابھی تدفین کر کے واپس آ رہے تھے۔

چھوٹے سے بچے پر بہت ظلم کیا گیا ہے خان۔۔۔! ضرار پاشا سر ہلا کر سبحان کی حالت پر افسوس کا اظہار کرنے لگے۔ بلیک گینگ کو جیسے ہی ساری صورتحال کا پتہ چلا تھا۔ سلطان احمد خان فوری طور پر ضرار پاشا کے ساتھ مری روانہ ہو گئے تھے۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے اپنی شفقت میں صرف سبحان کو ہی نہیں بلکہ فاتح سلطان کو بھی سنبھال لیا تھا۔ کیونکہ دیکھنے والے تعجب سے اس منظر کو دیکھتے رہے تھے۔ جہاں "فاتح سلطان" اس چھوٹے سے بچے کے غم میں بالکل ساجھے دار بن چکا تھا۔ سبحان کے ماں باپ کو مری میں دفن کرنے کی بجائے فاتح سلطان انکی میت کو اپنے ساتھ اسلام آباد لے آیا تھا۔ کیونکہ مری میں اب ان میتوں پر فاتحہ پڑھنے والا کوئی نہیں بچا تھا۔

خان۔۔!! فاتح بہت اٹیچ ہو گیا ہے سبحان کے ساتھ۔۔۔! ضرار پاشا اچانک رکتے ہوئے پیچھے مڑ کر دروازے کی جانب دیکھنے لگے۔ جہاں باری باری گاڑیاں اندر داخل ہو رہی تھیں۔

ہمم۔۔! شاید یہ عادت بھی انہیں ہم سے ہی ملی ہے پاشا۔۔۔! ہمارا خون کبھی بھی خود پر کیا گیا احسان نہیں بھولتا۔۔۔! سلطان احمد بھی انکی نظروں کی تقلید میں دیکھتے ہوئے آہستگی سے مسکرائے تو ضرار پاشا ہولے سے مسکراتے ہوئے سر ہلا گئے۔ وہ سلطان احمد کا اشارہ سمجھ چکے تھے۔

چلو اندر چلیں۔۔! ضرار پاشا سے کہتے ہوئے سلطان احمد اندر چلے گئے تھے۔

وہ سب لاؤنج میں داخل ہوئے تو گھر کی خواتین انکی منتظر پائی گئی تھیں۔ وہ بے چینی سے اٹھتے ہوئے انکی طرف بڑھیں۔ جب فاتح اپنے مضبوط بازوؤں میں سبحان کے سوئے ہوئے وجود کو اٹھائے وہاں داخل ہوا تھا۔ سبحان کو دیکھتے ہی وہ سب بے چینی سے اسے دیکھنے کے لیے آگے آئیں تو فاتح نے آگے بڑھ کر سبحان کو صوفے پر لٹا دیا۔۔

یہ بے ہوش ہے کیا۔۔؟ سبحان کا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھتے ہوئے علیزے خان نے سوال کیا۔ وہ دکھی انداز میں اس معصوم کے بالوں میں ہاتھ پھیرنا شروع ہو گئی تھیں۔

نہیں مورے۔۔! باسم نے اسے نیند کا انجیکشن لگایا ہے۔تاکہ یہ پر سکون رہے۔۔! ماں کی طرف دیکھتے ہوئے فاتح نے آہستہ آواز میں جواب دیا تو فارس نے آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگالیا۔ سہارا ملنے پر فاتح بھی بڑے بھائی کے سینے میں منہ چھپا گیا تھا۔ وہ سب جنازہ پڑھنے کے بعد سیدھا گھر واپس آگئے تھے۔ کیونکہ وہ فاتح کو اکیلا نہیں چھوڑنا چاہتے تھے۔

تم یوں کمزور پڑ و گئے فاتح، تو اس معصوم کو کون جینا سکھائے گا۔۔؟ زور سے فاتح کو اپنے سینے میں بھینچتے ہوئے فارس نے اسے حوصلہ دینا چاہا تھا۔ کیونکہ اسکے بھائی اسے یوں نہیں دیکھ پا رہے تھے۔ انہیں شہرام علی اور فاتح سلطان کے چہروں پر مستی بھری مسکان دیکھنے کی عادت تھی۔ لیکن اب پچھلے دو دن سے فاتح سلطان بالکل خاموش ہو چکا تھا۔۔

بھائی میں اسکے لئے کچھ نہیں کر پایا۔۔؟؟فاتح کا لہجہ اچانک بھاری ہوا تو سب کی آنکھوں کے کنارے بھیگتے چلے گئے۔دو دن سے وہ یہ ہی الفاظ بار بار کہہ رہا تھا۔بیٹے کو یوں دیکھ کر سلطان احمد خان کا دل بھی جکڑا گیا تھا۔اس لئے وہ تیزی سے فاتح کو فارس سے الگ کرتے ہوئے اپنے سینے سے لگا گئے۔باپ کے سینے میں چھپتے ہوئے فاتح مزید خود کو کمزور محسوس کرنے لگا تھا۔جبکہ سلطان احمد اپنے مضبوط بیٹے کی پشت سہلاتے ہوئے اسے ہمت دینے کی کوشش کر رہے تھے۔انسان جتنا بھی مضبوط کیوں نہ ہو۔پر خود سے جڑے لوگوں کو جب تکلیف پہنچتی ہے۔تو وہ کہیں نہ کہیں کمزور پڑنے ہی لگتا ہے۔

سنبھالو خود کو فاتح۔۔! ابھی تم نے اپنی بیوی کو بھی حوصلہ دینا ہے۔۔!!

اسکی پشت سہلاتے ہوئے وہ بے اختیار بولے تو سیلینہ کے نام پر وہ فوراً ان سے الگ ہوا۔

سیلینہ کہاں ہے مورے۔۔؟ فاتح نے بے چینی سے سوال کیا۔ کیونکہ وہ کہیں بھی نظر نہیں آرہی تھی۔

تمہاری چھوٹی ماما ابھی تھوڑی دیر پہلے اسے کمرے میں سلا کر آئی ہیں۔۔! وہ بہت رو رہی تھی۔ بار بار تم سے اور سبحان سے ملنے کی ضد کر رہی تھی۔۔! سبحان کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے علیزے خان نے اسے جواب دیا تھا۔

فاتح تم سیلینہ کے پاس جاؤ میں سبحان کو اپنے کمرے میں لے کر جا رہا ہوں۔ کیونکہ یہ ابھی اکیلا اپنے کمرے میں نہیں رہ پائے گا۔۔! شہرام نے بے ساختہ اسے مخاطب کیا تو فاتح سر ہلاتے ہوئے اوپر سیلینہ کے کمرے کی طرف چلا گیا۔ جبکہ باقی سب وہیں بیٹھتے چلے گئے تھے۔

شہری تم بھی جا کر اب آرام کرو۔۔! شہرام کی بکھری حالت دیکھتے ہوئے ضرار پاشا بے ساختہ بولے تھے۔

جی بڑے بابا بس جا رہا ہوں۔۔! آگے بڑھ کر سبحان کو اٹھاتے ہوئے اس نے کہا تھا۔ سبحان کو کندھے پر اٹھاتے ہوئے شہرام اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

خانم کافی لادیں پلیز۔۔!! انکے جاتے ہی سلطان احمد نے علیزے خان کو مخاطب کیا۔ مسلسل سفر اور بھاگ دوڑ کرنے کی وجہ سے انکو بہت تھکاوٹ محسوس ہو رہی تھی۔

آپ سب لوگ اپنے اپنے کمروں میں جا کر کچھ دیر آرام کر لیں۔ ہم کافی وہیں پہنچا دیتے ہیں۔۔۔! سب کو خاموشی سے بیٹھنے دیکھ کر بیہ صدیقی اچانک بولیں تھیں۔ بے شک ہر دکھ سے نکلنے کے لیے کچھ وقت درکار ہوتا ہے۔ اسی طرح ابھی سب کا آرام کرنا ضروری تھا۔ بیہ صدیقی کے کہنے پر سب اٹھ کر اپنے کمروں کی طرف بڑھنے لگے تھے۔ جب اچانک سلطان احمد خان رکتے ہوئے مڑے تھے۔

خانم۔۔! بچے کا خیال رکھیے گا آپ سب۔۔! سب کو تلقین کرتے ہوئے وہ وہاں سے چلے گئے۔

محبت خان کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے ماہ پارہ ابھی یونیورسٹی سے آئی تھی۔ جب ماریہ اچانک اسکے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ ماریہ کے یوں اچانک سامنے آنے پر وہ دونوں چونکتے ہوئے بے اختیار رک گئیں۔ لیکن اگلے ہی پل ماہ پارہ سنبھل کر مسکرادی تھی۔ جبکہ محبت نے ناک، منہ چڑھاتے ہوئے ماریہ کا پورا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ ماریہ کا معائنہ کرنے کے بعد وہ آخر پر منہ بگاڑ کر دوسری طرف دیکھ گئی۔ جبکہ ماریہ کو وہ کچھ عجیب سی لگی تھی۔۔

کیسی ہو ماہ پارہ۔۔؟ محبت کو نظر انداز کرتے ہوئے ماریہ نے اپنائیت بھرے لہجے میں ماہ پارہ سے حال پوچھا تھا۔۔

میں بالکل ٹھیک ہوں تم کیسی ہو ماریہ۔۔؟ ماہ پارہ نے مسکرا کر جواب میں رسماً پوچھا تھا۔

میں ایک دم فٹ۔۔!! لیکن پچھلے ہفتے تم دو دن کہاں غائب رہی ہو۔۔؟ ماریہ نے حیران ہوتے اسکی غیر حاضری کے بارے میں استفسار کرنا چاہا۔ کیونکہ ماہ پارہ کسی خاص وجہ کی بنا پر ہی یونیورسٹی سے غائب ہوتی تھی۔

مجھے تو یہ کچھ زیادہ ہی فٹ نظر آ رہی ہے آپی۔۔! ماریہ کا "فٹ" لفظ سن کر محبت بے اختیار اسکی بے باک ڈریسنگ پر نظریں جمائے آہستہ آواز میں

بڑبڑائی تو ماہ پارہ نے نامحسوس انداز میں اسے کہنی مارتے ہوئے خاموش رہنے کا کہا۔۔

وہ دراصل میرے گھر پر ایک ایمرجنسی ہو گئی تھی ماریہ۔۔اس لئے بس ہم آ نہیں سکے۔۔۔! جھٹ سے مسکراتے ہوئے ماہ پارہ نے ماریہ کو بتانا چاہا تھا۔تاکہ اسکا دھیان محبت کی گئی سرگوشی سے ہٹا سکے۔کیونکہ محبت کو بڑبڑاتے دیکھ کر ماریہ اسکی طرف دیکھنا شروع ہو گئی تھی۔

او۔۔! سب ٹھیک تھا ناماہ پارہ۔۔؟؟ایمرجنسی کا سنتے ہوئے ماریہ نے فکر مندی سے استفسار کیا۔

ہاں ڈونٹ وری سب ٹھیک تھا۔۔! ماہ پارہ نے اسے بے فکر کیا تھا۔کیونکہ وہ اپنے گھر کا ذکر یوں کرنا پسند نہیں کرتی تھی۔

ویسے تم یوں اچانک ادھر۔۔۔؟ کیا مجھے ڈھونڈ رہی تھی۔۔؟ ماریہ کے یوں سامنے آنے پر اس بار ماہ پارہ نے سوال کیا۔ کیونکہ ماریہ کسی کام کی غرض سے ہی ہمیشہ اسکے پاس آئی تھی۔

میں نے تم سے اپنے کیس کے بارے میں ڈسکس کیا تھا۔ کیا تم نے اپنے فیانسی سوری میرا مطلب ہے، اپنے شوہر سے بات کر لی۔۔؟ تیزی سے بولتے ہوئے اپنی غلطی کی خود ہی تصحیح کرتے ہوئے ماریہ نے اسے یاد دلانا چاہا تھا۔ جبکہ "شوہر" کے لفظ پر محبت کے کان کھڑے ہو چکے تھے۔

اوسو سوری۔۔! اس بارے میں تو مجھے بالکل بھی یاد نہیں رہا تھا۔ ائم رئیلی سوری میں آج ہی ان سے بات کروں گی۔۔!! یاد آتے ہی ماہ پارہ شرمندہ ہوتے معذرت کرنے لگی تھی۔ وہ سچ میں یہ بات بھول چکی تھی۔

کوئی بات نہیں تم آج مجھے پوچھ کر بتادینا۔ میں تمہیں پھر ڈیٹیلز بھیج دوں گی۔۔!!اپنائیت بھرے لہجے میں ماریہ نے اسے پر سکون کیااور پھر ملنے کا کہتے ہوئے ماہ پارہ کو گلے لگانے کے بعد اپنی دوست کی طرف بڑھ گئی تھی۔

آپی یہ کون تھی۔۔؟ماریہ کے جاتے ہی محبت نے جھٹ سے سوال کیا تھا۔

میری کلاس فیلو تھی چندا۔۔!!محبت کی نظروں کو ماریہ کا پیچھا کرتے دیکھ کر ماہ پارہ سر ہلا کر رہ گئی۔۔

پر مجھے تو لگا کہ جیسے وہ آپکی دوست ہو..!ماہ پارہ کے جواب نے محبت کو کچھ مطمئن نہیں کیا تھا۔اس لئے مزید کہتی چلی گئی۔۔

ہاں دوست بھی تھی۔۔!!اسکے تجسس پر غور کیے بنا ماہ پارہ نے اس بار عام سے لہجے میں حامی بھری۔

اچھا پر مجھے تو وہ چڑیل لگی۔۔! بڑی بہن کے اپنی بات میں حامی بھرتے ہی محبت نے ناک چڑھاتے ہوئے ایک اور نیا تبصرہ کیا۔ جس کو سن کر ماہ پارہ بے اختیار اسے گھور گئی۔

بری بات ہے محبت۔۔! ایسے نہیں کہتے ہیں۔۔!!! گھورتے ہوئے ماہ پارہ نے اسے ڈانٹا تھا۔ جس کا محبت پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ وہ ایسی ہی تھی۔ وہ کسی صورت بھی اپنی رائے نہیں بدلتی تھی۔۔

اگر تم باز نہ آئی تو میں تمہیں باسم بھیا کے حوالے کر دوں گی۔۔۔! محبت کو منہ ٹیڑھا کرتے دیکھ کر ماہ پارہ جان بوجھ کر اسے ڈراتے ہوئے بے نیازی سے آگے چلی تو اس بار سچ میں محبت نے گھبرا کر اپنی بہن کو پکارتے ہوئے دوڑ لگائی تھی۔ اسکے مسکے بازی پر ماہ پارہ ہنسی دبا کر رہ چکی تھی۔

گل ناز اور مہر ماہ محتاط انداز میں اپارٹمنٹ میں داخل ہو رہی تھیں۔

مہر ودھیان سے۔۔! مہر ماہ جو دروازہ کھول رہی تھی۔ کہ اچانک گل ناز نے اسے پیچھے سے پکار لگائی تھی۔۔

آپی کیوں میری جان نکالنے کی کوشش کر رہی ہیں یار۔۔۔؟ ایک دم سے گل ناز کی سرگوشی سنتے ہوئے مہر ماہ ڈرتے ہوئے بولی تھی۔

باہر گارڈ بھی نہیں ہے۔ لگتا ہے وہ اندر رہی ہے۔۔! دروازہ کھولنے کے بعد اندر داخل ہونے سے سب سے پہلے مہر ماہ نے یہ ہی اندازہ لگایا تھا۔

پتہ نہیں یہ لڑکی کیا چاہتی ہے۔۔!!گھر میں اتنی پریشانی چل رہی ہے۔اور یہ میڈم گدھے کے سینگ کی طرح غائب ہوئی پڑی ہے۔۔!!آہستہ آواز میں بولتے ہوئے گل ناز نے ہیر پاشا کو جھاڑ نا شروع کر دیا تھا۔

آپی وہ یہیں پر ہے۔۔!!لاؤنج میں بکھرا سامان دیکھ کر مہر ماہ اس بار پر یقین لہجے میں بولی تو گل ناز بھی سر ہلاتے ہوئے سارے منظر پر نگاہیں دہراتی چلی گئی تھی۔پورے لاؤنج میں ہیر کا سامان بکھرا پھیلا تھا۔جبکہ وہ خود کہیں بھی نظر نہیں آرہی تھی۔یہاں تک کہ وہ دو دن سے آفس بھی نہیں جا رہی تھی۔

یہ خود کہاں پر ہے۔۔؟ کپڑے اٹھا کر صوفے پر رکھتے ہوئے گل ناز نے ہیر کی تلاش میں نظریں دہرائی تھیں۔ جبکہ مہر ماہ تو پہلے ہی کمروں میں چیک کر رہی تھی۔۔۔

آپی وہ یہاں کہیں بھی نہیں ہے۔۔!! ہر جگہ دیکھنے کے بعد مہر ماہ سوئمنگ پول کی جانب بڑھی تو گل ناز بھی اسکی تقلید میں قدم اٹھا گئی۔ کچھ سال پہلے یہ اپارٹمنٹ ان تینوں بہنوں نے مل کر لیا تھا۔ یہاں اکثر وہ اپنے خراب موڈ میں رہنے کے لئے آتی تھیں۔

فارس کے آنے سے پہلے جب کبھی بھی گل ناز کے لئے خود کو سنبھالنا مشکل ہو جاتا تھا۔ تو وہ سب سے کنارہ کرتی یہاں رہنے آجاتی تھی۔ انکے مطابق یہ انکی ایک سیکرٹ جگہ تھی۔ پر یہ سیکرٹ کون کون جانتا تھا۔ اس

بات سے اب وہ خود بھی ناواقف تھیں۔ دوسری طرف ہیر پاشا نے یہاں دو دنوں سے خود کو قید کیا تھا۔ آخری بار جب سے اسکی ایشام کے جھڑپ ہوئی تھی۔ اور اس کے بعد فارس نے جب سے اسے ڈانٹا تھا۔ تب سے اس نے سب کے ساتھ خاموشی اختیار کی ہوئی تھی۔ لیکن پچھلے دو دنوں سے وہ گھر بھی نہیں جا رہی تھی۔ اسی وجہ سے گل ناز اور مہر ماہ آج آفس سے واپسی پر اسے دیکھنے یہاں پر آئیں تھیں۔ اور اندازے کے مطابق ہیر پاشا یہیں پر موجود تھی۔

مہر ماہ کی ہیلز کی آواز اس گہرے سناٹے میں کافی گونج رہی تھی۔ جبکہ گل ناز کی ہیلز پہننے پر اب پابندی لگ چکی تھی۔ وہ چلتے ہوئے پچھلی طرف آئیں تو سامنے ہی ہیر پاشا سوئمنگ پول میں سوئمنگ کرتی دیکھائی دی۔ ہیر کو

یوں مگن انداز میں سوئمنگ کرتے دیکھ کر بے اختیار وہ نفی میں سر ہلا گئیں۔

جبکہ آہٹ محسوس ہونے پر ہیر نے بنا چونکے اپنا مشغلہ جاری رکھا تھا۔

بالکل ہی پاگل ہو گئی ہے یہ لڑکی۔۔۔!! مہر ماہ کو اسکے پاگل پن پر تاسف ہونے لگا تھا۔۔

یہ پاگل پن فاری کے ڈانٹنے کی وجہ سے ہے یا پھر اسکی وجہ ایشام بھیا ہیں۔۔؟ ہیر کو پانی میں گم ہوتے دیکھ کر گل ناز نے سوال کرتے ہوئے جاننا چاہا تھا۔اور اسکے ساتھ ہی وہ وہیں بیٹھ کر اسکے باہر نکلنے کا انتظار کرنے لگی تھیں۔

ہیر۔۔۔!! پانچ منٹ گزرنے کے بعد بھی جب وہ خود سے باہر نکلتی دیکھائی نہ دی تو گل ناز اچانک اسے رعب سے پکار گئی۔۔اور یہ وہی لمحہ تھا۔ جب بڑی بہن کی پکار پر ہیر پاشا کا وجود پانی میں بے ساختہ ٹھہر گیا تھا۔۔

اگلے ایک منٹ میں تم مجھے باہر دیکھائی دینی چاہیئے ہیر پاشا۔۔۔!! اسے ٹھہرتے دیکھ کر گل ناز نے رعب بھرے لہجے میں دوسرا حکم سنایا تو مہر ماہ مزے سے ٹیک لگاتے ہوئے بیٹھ گئی۔ جبکہ ہیر اس بار منہ بناتے ہوئے واپس پلٹی تھی۔ کیونکہ بڑی بہن کے حکم وہ نظر انداز کرنے کی ہمت نہیں رکھتی تھی۔ ویسے بھی گل ناز بہت کم اپنا یہ روپ اپناتی تھی۔ اور اسکے اس روپ کو اپنانے کا مطلب آخری وارننگ ہونا تھا۔

ہیر پانی سے باہر نکلی تو اسکا حلیہ دیکھتے ہوئے گل ناز اور مہر ماہ ہکا بکا رہ گئیں۔ برائٹ یلو کلر کا بے باک ڈریس پہنے وہ سوئمنگ کر رہی تھی۔۔

ہیر یہ کیا پہنا ہوا ہے تم نے۔۔؟ مہر ماہ نے اچھنبے سے پلکیں جھپکیں تھیں۔ جبکہ یہ ہی سوال گل ناز کی آنکھوں میں بھی تھا۔۔

ڈریس۔۔۔! سنجیدہ لہجے میں جواب دے کر وہ ٹاول پکڑتے ہوئے بالوں کو خشک کرتے ہوئے آکر انکے پاس ہی بیٹھ چکی تھی۔

یہ ڈریس ہے یا پھر۔۔!! ہیر کا یک لفظی جواب سنتے ہوئے مہر ماہ نے بے اختیار کلستے ہوئے ادھورے الفاظ میں اسکے وجود پر تیزی سے نگاہیں دہرائی تھیں۔ جبکہ ہیر پاشا کو کوئی پرواہ نہیں تھی۔ وہ لاپرواہ بنی ٹانگوں کو سیدھا کرتے کندھے آچکا کر بالوں میں ٹاول چلا رہی تھی۔

یہاں کیوں آئی ہو۔۔؟؟ہیر کے تاثرات دیکھتے ہوئے گل ناز نے خود بولتے ہوئے سیدھا سوال کیا۔

میرا دل کہیں نہیں لگ رہا تھا۔اس لئے بس کچھ وقت اکیلا رہنا چاہ رہی تھی۔۔! بڑی بہن کے سوال پر ہیر نے شرافت سے تھوڑا بہت سیدھا جواب دیا تو مہر ماہ طنزیہ اسے دیکھتی چلی گئی۔

اکیلے رہ کر یہ سب کر کے اب دل لگ رہا ہے کیا۔۔؟اسکے جواب پر گل ناز کو ہنسی آئی تھی۔جسے ضبط کرتے ہوئے اس نے مزید جاننا چاہا تھا۔۔گل ناز کا اشارہ اسکی ڈریس کی جانب تھا۔وہ سمجھ گئی تھی۔کہ اسکی ٹیڑھی کھیر بہن دو دنوں سے یہاں پر آ کر کیا کر رہی ہے۔

ہمم پہلے سے کافی اچھا محسوس ہو رہا ہے۔۔! شرمندہ ہوئے بنا ہیر پاشا نے ہٹ دھرمی سے جواب دیا تو مہر ماہ دانت کچکچا اٹھی تھی۔

تم پاگل ہو گئی ہو کیا ہیر کی بچی۔۔! اگر تمہیں اس حلیے میں کسی نے یہاں پر ایسے دیکھ لیا تو پھر یاد رکھنا کہ اتنا اچھا محسوس کیا کبھی بھول نہیں پاؤ گی۔۔! اسکی ہمیشہ والی ہٹ دھرمی دیکھتے ہوئے مہر ماہ نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے اسے عقل دینا چاہی تھی۔ جبکہ گل ناز تھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھے انکی تکرار دیکھنے لگی تھی۔

کون دیکھے گا۔۔؟ یہاں کوئی بھی نہیں ہے۔۔!! ہیر نے بے تاثر لہجے میں ناک چڑھایا۔۔

ہیر کے ناک چڑھانے پر مہر ماہ تاسف سے دیکھ کر رہ گئی تھی۔ جب اچانک گل ناز نے کہا تھا۔

اگر تمہیں اس حالت میں شام بھیا نے دیکھ لیا تو۔۔۔؟ گل ناز اپنی چھوٹی بہن کو اچھے سے سمجھ رہی تھی۔ پچھلے دو دنوں سے ہیر پاشا یہاں پر رہ کر ایسی ڈریسنگ کرتے ہوئے اپنی انا کو اونچا کر رہی تھی۔ یقیناً وہ خود کو یہ تاثر دینا چاہتی تھی۔ کہ وہ اپنی مرضی کی مالک ہے۔ اور ایشام صدیقی اس پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں لگا سکتا ہے۔۔ یہ الگ بات تھی۔ کہ یہ سب کرنے کے لئے اسے یہاں آنا پڑا تھا۔

کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا مجھے۔۔! کیونکہ اس جگہ کا کسی کو معلوم نہیں ہے۔۔۔! زرا چونکتے ہوئے ہیر اگلے ہی پل لاپرواہ ہوتے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

اور تمہیں سچ میں ایسا لگتا ہے ہیر۔۔؟ ہیر کے نظریں چرانے پر گل ناز مسکراہٹ دبا کر پھر پوچھ گئی تھی۔

کیا مطلب آپی۔۔؟ مصنوعی حیرانی سے ہیر پاشا نے نافہمی بھرے انداز میں مڑتے ہوئے اسکی جانب دیکھا تھا۔ جیسے وہ مطلب سمجھ کر بھی جھٹلانا چاہ رہی ہو۔۔

یہ ہی مطلب، کہ کیا تمہیں سچ میں ایسا لگتا ہے۔۔؟ کہ ہماری فیملی اتنی سیدھی ہے۔ جو اس جگہ سے لاعلم ہو۔۔!! اپنا مطلب سمجھاتے ہوئے آخر

پر گل ناز نے جاننا چاہا تھا۔ جبکہ اس بار مہر ماہ بھی جتاتی نظروں سے دیکھ گئی تھی۔

ان دونوں کی نظریں مسلسل اسکے بے باک حلیے پر ٹکی ہوئی تھیں۔انتہائی بے باک ڈریس میں وہ گیلے بالوں سمیت انکے سامنے کھڑی سادگی کی اعلی ترین مثال لگ رہی تھی۔جو اپنی سچائی جانتے بوجھتے ہوئے بھی آنکھیں میچ لے۔ہیر پاشا کو ایشام صدیقی کی نظروں سے دیکھتے ہوئے گل ناز کے چہرے پر مستی بھری مسکان ابھر رہی تھی۔

آپکی طبیعت کیسی ہے اب۔۔۔؟؟ گل ناز کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ جوس کا گلاس لیے دوبارہ انکے پاس آکر بیٹھ گئی۔

گھر واپس کب چلنا ہے۔۔؟ گل ناز نے بھی اسی کی طرف نظر انداز کرتے ہوئے الٹا استفسار کیا تھا۔ وہ جانے سے پہلے اسکا ارادہ جاننا چاہتی تھی۔ کہ وہ مزید کتنے دن یہاں پر اکیلے رکنے کا سوچے ہوئے ہے۔۔

دو، تین دن تک آجاؤں گی شاید۔۔! بڑی بہن کو خفگی سے دیکھ کر ہیر نے سوچتے ہوئے کہا تھا۔

تم مجھے کل ہر حال واپس مینشن میں دکھنی چاہیئے ہو ہیر پاشا۔۔! ورنہ دوسری صورت میں تمہیں یہاں پر "ایشام صدیقی" کا سامنا ضرور کرنا پڑے گا۔۔! مہر ماہ کو اٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے گل ناز مضبوط لہجے میں کہتے ہوئے کھڑی ہوئی تو جوس پیتے ہوئے ہیر کو بری طرح اچھو لگا تھا۔ جبکہ مہر ماہ ہنسی دباتے ہوئے کھڑی ہو گئی تھی۔

اپنا خیال رکھنا اور کل شام ہونے سے واپس آجانا۔۔!! آگے بڑھ کر ہیر کا ماتھا چومتے ہوئے گل ناز، مہر ماہ کا ہاتھ تھامے مڑ گئی تھی۔ جبکہ ہیر احتجاجی مظاہرہ کرتی اسے پکارتی رہ گئی تھی۔

آپی میری مانے تو اسکو آج ہی شام بھیا سے زرا سیدھا کروادیں۔۔! ہیر کی چینخوں پر مہر ماہ نے ہنستے ہوئے مشورہ دیا۔ جس پر گل ناز بھی ہنستے ہوئے سر جھٹک گئی۔

نہیں میری جان۔۔! پہلے ہی سب سے ناراض ہے۔۔! میں اسے مزید ناراض نہیں کرنا چاہتی ہوں۔۔۔!! جواب میں بولتے ہوئے ناز آکر گاڑی کی پیسنجر سیٹ پر بیٹھ گئی۔ جبکہ مہر ماہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھی ریورس کرتے ہوئے مسلسل ہنس رہی تھی۔

چونکہ سال کے آخری مہینے چل رہے تھے۔اس لئے دوبئ میں " Air show" تھا۔اس شو میں مختلف ممالک کے لوگ اپنی اپنی ایئر فورس پائلٹس کی قابلیت اور اپنے جدید جیٹس کو دیکھا رہے تھے۔اس شو میں جہاں ہمارے ہمسایہ ملک نے بھی حصہ لیا تھا۔وہیں سب پاکستان کی باری کا بھی شدید بے صبری سے انتظار کر رہے تھے۔اور اس انتظار کی سب سے بڑی وجہ حالیہ 2025 میں گزری ہوئی جنگ تھی۔

جس میں پاکستان کی ایئر فورس کی شاندار جیت نے پوری دنیا میں اپنی دھاک بٹھائی تھی۔جنگ گزرنے کے بعد سے جہاں پاکستان کے لوگوں کی انوکھی قابلیت سامنے آئی تھی۔وہیں اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو اس سال

ڈھیروں ڈھیر کامیابیوں کے ساتھ ساتھ عزت سے بھی نوازا تھا۔اوران کامیابیوں کی فہرست میں ایک بڑی کامیابی "بابراعظم" کی جانے والی سینچری اسکور تھی۔جواس نے کرکٹ کے میدان میں حاصل کر کے اپنے ملک کا سر فخر سے بلند کر دیا تھا۔

اپنے ملک کا پرچم مزید بلند کرنے کے لئے آج پاکستان کی ایئر فورس کے ماہر ترین پائلٹس دوبئ ایئرپورٹ پر کھڑے تھے۔ابھی تھوڑی دیر پہلے بھارت کا ایک جیٹ کریش ہو گیا تھا۔اس وجہ سے کچھ دیر بریک لی گئی تھی۔جو کہ کچھ دیر میں ہی ختم ہونے والی تھی۔

ارسل خان اپنے فیلو پائلٹس کے ساتھ کھڑا مسکرا رہا تھا۔جبکہ اسی ہجوم میں اسکے سارے بھائی اس پر نظریں جمائے ہوئے تھے۔وہ آج ایک بار پھر

خاص طور پر اپنے بھائی کی پرواز دیکھنے کے لئے یہاں پر آئے تھے۔ سب کھڑے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ جبکہ محمد سبحان خاموشی سے کبیر خان اور فارس ہمدانی کے درمیان کھڑا تھا۔

فاتح اسے یہاں خاص طور پر لایا تھا۔ تاکہ اسکا دھیان ایک ہفتہ پہلے کی یادوں سے کچھ بھٹکا سکے۔ اور وہ کچھ کامیاب بھی ہوا تھا۔ کیونکہ محمد سبحان جو کب سے خاموشی سے کھڑا انکی باتیں سن رہا تھا۔ کہ اب مسکراتے ہوئے چھوٹے چھوٹے جواب دینے لگا تھا۔ اسے مسکراتے دیکھ کر وہ سب بے اختیار ایک دوسرے کی طرف دیکھتے شکر ادا کرنے لگے تھے۔

بھائی آج یہ چوزہ کچھ زیادہ ہی ہینڈسم لگ رہا۔۔!! شہرام نے بے ساختہ سبحان کی ڈرسینگ کی طرف اشارہ کیا تھا۔ شہرام اور فاتح کے ساتھ

بالکل سیم اسکی ڈریسنگ تھی۔ خود کو چوزہ سن کر سبحان خفگی کے مارے کبیر اور فارس کی طرف مڑا تھا۔ مکمل بلیک کوڈ میں ڈریسنگ کیے اسکی گولڈن آنکھیں دھوپ میں بے حد چمک رہی تھیں۔

شہری باز آؤ۔۔!! سبحان کی نظروں کو سمجھتے ہوئے کبیر نے فوراً مسکرا کر شہرام کو مصنوعی غصے سے ڈانٹ دیا۔۔

بھائی رہنے دیں۔۔! میں ویسے بھی واپس جا کر سب لڑکیوں کے ساتھ ڈنر پر جانے والا ہوں۔۔!! سبحان نے اچانک اٹیٹیوڈ سے کہتے ہوئے آنکھوں پر شیڈز لگا لیے تھے۔۔ اسکا مغرور انداز دیکھتے ہوئے سب آنکھیں پھیلا چکے تھے۔ جبکہ فاتح مسکراتے ہوئے اسکا بدلا رویہ دیکھ رہا تھا۔ یہ سب گھر والوں کا پیار اور محبت کا نتیجہ تھا۔ جو وہ اتنی جلدی نارمل ہو رہا تھا۔

اوئے ٹینڈے خبر دارا گر تم میری بیوی کے آس پاس بھی پھٹکے تو۔۔۔!

سب سے پہلے باسم نے دھمکاتے ہوئے جواب دیا تھا۔چونکہ سیلینہ کے بعد محبت خان کی ہی سب سے زیادہ سبحان کے ساتھ دوستی تھی۔اس لئے سب سے زیادہ جلن بھی باسم کو ہوتی تھی۔

ہاں جیسے میں تو آپکی دھمکیوں سے ڈر جاؤں گا ناڈاکٹر باسم۔۔۔!!آنکھوں پر مغرور انداز میں اپنے چھوٹے سے شیڈز کو ٹھیک کرتے ہوئے سبحان نے جواب دیا تو اسکا لب وانداز دیکھتے ہوئے فارس اور کبیر کا قہقہ ابلا تھا۔

مجھے مجبور نہیں کرو کہ میں تمہیں اس ریت میں کہیں گاڑ دوں۔۔۔!باسم نے جلے کٹے لہجے میں پھر اسے ڈرانے کی ایک مزید سی کوشش کی تھی۔

ارسل خان اپنے ساتھی پائلٹس کے ساتھ ان سے زرا فاصلے پر کھڑا تھا۔ اس لئے اس ساری بحث سے لاعلم ہی تھا۔

اور آپ مجھے مجبور نہیں کریں۔ کہ میں واپس جا کر محبت خان کو آپکے خلاف پٹیاں پڑھانا شروع کر دوں۔۔ ویسے بھی وہ مجھ پر اندھا اعتماد کرتی ہے۔۔! پر اعتماد لہجے میں باسم کاظمی کی دھمکی کا واضح جواب دیا گیا تھا۔

جبکہ اسکے "اندھا اعتماد" والے الفاظ سن کر باسم کے علاوہ وہ سب قہقہ لگا اٹھے تھے۔

مزید کوئی کچھ کہتا جب ارسل خان نے اونچی آواز میں بڑے بھائیوں کو پکارا تھا۔ اسکی پکار سنتے ہوئے سب سے پہلے غازیان نے مڑتے ہوئے ارسل کی جانب دیکھا تھا۔۔!

بھائی۔۔!!!سب کے متوجہ ہوتے ہی ارسل خان مسکرا کر اشارے سے بتاتے ہوئے بھاگتے ہوئے اپنے جیٹ کی طرف بڑھا تھا۔دوبئ میں پاکستان کے جیٹس (F_17) کی پرواز کا وقت آچکا تھا۔سب پائلٹس یونیفارم میں مکمل طور پر تیار اپنے اپنے جیٹس کی طرف بڑھ رہے تھے۔ اپنے جیٹ میں بیٹھنے سے پہلے ارسل خان نے مڑتے ہوئے ماتھے سے دو انگلیوں کو چھوتے ہوئے اپنے بھائیوں اور ہم وطنوں کو سلام کیا۔تو اسکی اس ادا پر وہ سب دھڑکتے دل کے ساتھ مسکرا پڑے تھے۔

فی امان اللہ چھوٹے۔۔۔!!فارس اور کبیر نے یک زبان ہوتے اسکی سلام کا جواب دیتے ہوئے اسے اللہ کی امان میں دے دیا۔سب کی نظروں کا فوکس

اب پاکستان کے جیٹس پر مرکوز ہو چکا تھا۔ وہاں کھڑے سب افراد اپنے اپنے موبائل میں ایک ایک لمحے کو قید کر رہے تھے۔

جب پاکستان کے پائلٹس اپنے اپنے جیٹ میں بیٹھتے ہی پرواز بھر گئے۔ ایف سترہ والے جیٹس نے جیسے ہی آسمان کی بلندیوں کو چھوا تھا۔ کہ پوری فضا سمیت سوشل میڈیا "اللہ اکبر" کے نعروں سے گونج اٹھا تھا۔ فضا کو چھوتے ہی پاکستان کے نوجوان اپنی اپنی قابلیت کو ظاہر کرنا شروع ہو گئے تھے۔

پاکستان کے ٹوٹل سات طیارے تھے۔ جو ایک قطار میں اڑتے کرتب دیکھاتے ہوئے دیکھنے والوں کو دل تھامنے پر مجبور کر رہے تھے۔ آج ہر دیکھنے والی آنکھ پاکستان کے لوگوں اور پائلٹس کی مہارت کو ماننے پر مجبور ہو

چکی تھی۔ فضا میں اڑتے ان سات طیاروں نے ایک دم سے فضاؤں کو چھوتے ہوئے جب اچانک گھومتے ہوئے ہوا میں رنگ بکھیرے تو پاکستانیوں سمیت ہر ایک کا دل دھڑک اٹھا تھا۔ جبکہ ارسل خان کے بھائی اس پر فخر کرتے مسکرا رہے تھے۔

آنکھوں پر گلاسسز لگائے کبیر خان اور فارس ہمدانی کا مکمل فوکس اپنے چھوٹے بھائی پر تھا۔ جو آسمان میں اڑتا کوئی چمکتا ستارہ معلوم ہو رہا تھا۔ جبکہ ہمیشہ کی طرح ایشام صدیقی ہر پل کو اپنے کیمرے میں قید کرتا گھر والوں کو لائیو سارے مناظر دیکھا رہا تھا۔ محبت ولا میں بیٹھی رابیل باسط دل تھامنے پر مجبور ہو چکی تھی۔

جیٹ میں بیٹھنے سے پہلے والی ارسل خان کی ادا اسکے دل پر بری طرح نقش ہوئی تو وہ سٹپٹا کر اپنے دل کو سنبھالنے لگی۔ پہلی بار ارسل خان کو یونیفارم میں دیکھ کر اسکا دل زور، زور سے دھک دھک کرتے عجیب سے احساس میں مبتلا ہو چکا تھا۔ جبکہ اسکے پاس بیٹھی علینہ خانم تو بیٹے کے صدقے واری ہوتی جا رہی تھیں۔ اس اڑان کے بعد دوبئ سمیت پوری دنیا میں پاکستان کی عزت میں مزید اضافہ ہوتا چلا گیا تھا۔

ٹیکسی سے نیچے اتر کر انجلینا نے بے اختیار سامنے دیکھا تھا۔ وہ اس وقت اسلام آباد کورٹ میں کھڑی تھی۔ وہ جب سے پاکستان آئی تھی۔ یہاں

سیٹل ہونے اور پھر غازیان پاشا کو ڈھونڈنے میں انجیلینا کو بہت محنت کرنا پڑی تھی۔ انجیلینا آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے آگے بڑھ رہی تھی۔

بڑے بڑے چیمبرز کے سامنے سے گزرتے ہوئے وہ ساتھ ساتھ بورڈز پر لکھے نام بھی پڑھنے میں مصروف تھی۔ چونکہ اسکے پاس غازیان پاشا کا کانٹیکٹ نمبر نہیں تھا۔ اس لئے انجیلینا کو اس تک پہنچنے میں بہت مشکل پیش آرہی تھی۔

انجیلینا نے بہت بار اسکے پہلے والے نمبر پر کال کرنا چاہی تھی۔ پر شاید پاکستان آنے کے بعد اس نے اپنا نمبر بدل لیا تھا۔ اس لئے انجلینا کو مشکل پیش آرہی تھی۔ اسے پورا یقین تھا۔ کہ اگر غازیان کو اسکی پاکستان میں موجودگی کے بارے میں پتہ چلا تو وہ اس سے ملنے ضرور آئے گا۔ لیکن یہ

سب بتانے کے لیے پہلے کانٹیکٹ ہونا ضروری تھا۔ جس کے انجیلینا کو خود ہی کچھ کرنا تھا۔ کیونکہ غازیان پاشا کے سارے سوشل اکاؤنٹس بھی ڈی ایکٹو نظر آرہے تھے۔ شاید یہاں آنے کے بعد سے اس نے ابھی تک اپنے پرانے اکاؤنٹس ایکٹو نہیں کیے تھے۔ وہ اندازے کے مطابق غازیان کو یہاں پر ڈھونڈنے کے لیے آئی تھی۔ کیونکہ انجلینا کو پورا یقین تھا۔ کہ غازیان نے پاکستان پہنچتے ہی یہاں پر اپنا چیمبر ضرور بنایا ہوگا۔۔

“Excuse me…!! Where is Ghazian Pasha’s office?”

(ایکسکیوزمی۔۔!! غازیان پاشا کا آفس کہاں پر ہے۔۔۔؟)

راستے میں سے گزرتے کسی ایڈوکیٹ کو روکتے ہوئے انجیلنا نے تیزی سے استفسار کیا۔ جب وہ اسے ایڈریس سمجھا کر وہاں سے چلا گیا تھا۔ جبکہ انجیلنا کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہا تھا۔ غازیان کے چیمبر تک پہنچنے اور اسے اپنے سامنے دیکھنے کے لئے اسکے قدموں میں بے اختیار تیزی آئی تھی۔ چیمبر کے سامنے پہنچ کر وہ تیزی سے اندر داخل ہوئی تو سامنے ہی غازیان کا اسسٹنٹ بیٹھا نظر آیا تھا۔

جی فرمایئے آپ کون۔۔؟ اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے فہد نے سوال کیا تھا۔ جبکہ اسکی اردو زبان پر نا سمجھی سے انجیلنا اسے دیکھنے لگی تھی۔ وہ یہاں کی مقامی زبان کو ابھی سمجھنے سے قاصر تھی۔ اس لئے انگریزی میں شائستگی سے بولتے ہوئے اس نے غازیان کے بارے میں جاننا چاہا تھا۔

”?Is this office Ghazian Pasha’s“

(کیا یہ آفس غازیان پاشا کا ہے۔۔؟)

Yes..! This is his office. I am his “

”.assistant

(جی۔۔! یہ انکا یہ آفس ہے۔ میں انکا اسسٹنٹ ہوں۔۔!) فہد نے جواب دیتے ہوئے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اتنا تو پہلی نظر میں اسے معلوم ہو چکا تھا۔ کہ یہ لڑکی کوئی غیر ملکی ہے۔ جو غازیان سر سے ملنے آئی ہے۔

”.Where is he? I’ve come to meet him“

(وہ کہاں ہیں؟ میں ان سے ملنے کے لئے آئی ہوں۔۔)انجلینا نے بے چینی سے غازیان کے بارے میں پوچھا تھا۔

Sorry ma'am, sir is not here. He just "
left the country today with his family.
".He might return by tomorrow

(سوری میم سر تو یہاں نہیں ہیں۔وہ آج ہی اپنی فیملی کے ساتھ ملک سے باہر گئے ہیں۔! شاید کل تک آجائیں۔۔)

فہد نے جیسے ہی اسے بتایا تو انجیلنا کے چہرے پر چمکنے والی روشنی اچانک مانند پڑی تھی۔وہ ایک دم سے اداس ہوتے اسکی جانب دیکھنے لگی تھی۔اسکی اداسی دیکھتے ہوئے فہد کو برا محسوس ہوا تھا۔

No problem, I'll come again to meet “
him. Please give me his contact
”.number

(کوئی بات نہیں میں دوبارہ ملنے آجاؤں گی۔آپ مجھے پلیز انکا کانٹیکٹ نمبر دے دیں۔۔!)اداسی سے بولتے ہوئے انجیلینا نے اٹھنا چاہا تھا۔جب فہد اسے روک چکا تھا۔

Please have a seat, ma'am. I'm “
ordering coffee for you. I can't let you
leave like this, otherwise sir will get
”.upset with me

(آپ بیٹھیں پلیز میم میں آپکے لئے کافی منگوا رہا ہوں۔ میں اپکو ایسے نہیں جانے دے سکتا ورنہ سر مجھ سے ناراض ہو جائیں گئے۔۔)

غازیان پاشا کا آفیشل کارڈ اسکی طرف بڑھاتے ہوئے فہد نے اپنائیت سے بولتے ہوئے تیزی سے کافی منگوائی تھی۔ جبکہ اسکی مہمان نوازی پر انجیلنا بے اختیار اختیار مسکراتے ہوئے اسے دیکھ گئی۔

عیس ہمدانی اپنی باوقار شخصیت کے ساتھ آکر گاڑی میں بیٹھے تو انکے بیٹھتے ہی ڈرائیور نے گاڑی سٹارٹ کر دی تھی۔ گاڑی میں بیٹھتے ہی انہیں سب سے پہلے شہرام کا خیال آیا تھا۔ جو کل رات سے پھر گھر آیا نہیں تھا۔

پتہ نہیں یہ گندی اولاد کن چکروں میں پڑی ہوئی ہے۔۔! عیس ہمدانی منہ بگاڑ کر کوٹ کی جیب سے موبائل نکالتے ہوئے جھٹ سے شہرام کو کال ملا گئے تھے۔۔

آج کمپنی میں ایک بہت ضروری میٹنگ تھی۔ جس میں بلیک گینگ میں سے کسی ایک کا شرکت کرنا بہت ضروری تھا۔ اسی میٹنگ کو ختم کرنے کے بعد عیس ہمدانی اب واپس پیلس جا رہے تھے۔ آج انکا تقریباً آدھا دن آفس میں گزر چکا تھا۔ اور کام سے فرصت ملتے ہی انہیں اپنی اولاد کی یاد ستائی تھی۔ جو آئے دن گدھے کے سینگ کی طرح غائب ہونے لگی تھی۔

فاتح کو کال کرنے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے وہ بے اختیار شہرام کو ہی کال ملا گئے۔ ویسے بھی وہ صرف اپنے اپنے باپ سے ہی قابو آتے تھے۔ اچانک

انہیں فارس سے بھی شہرام کے بارے میں پوچھنے کا خیال آیا تھا۔ جسے اگلے ہی پل وہ جھٹلا کر براہ راست شہرام کو ہی کال ملا چکے تھے۔

موبائل کان کے ساتھ لگائے وہ بے ساختہ باہر سڑک پر دیکھنے لگے۔ جہاں ٹریفک کا ایک بڑا ہجوم نظر آرہا تھا۔ ٹریفک پر نظر دہراتے ہوئے وہ شہرام کے کال اٹھانے کے انتظار میں تھے۔

عیس ہمدانی کی شخصیت آج بھی بالکل ویسے کی ویسی ہی تھی۔ بس وقت گزرنے کے ساتھ انکے لمبے بال اب نہیں رہے تھے۔ کیونکہ مشعل ہمدانی نے آہستہ آہستہ حسن صاحب کی خواہش پوری کرنے کے چکر میں عیس ہمدانی کے لمبے بالوں کا سٹائل بالکل ختم کر دیا تھا۔ اور کچھ بی جان کے گزر جانے کے بعد عیس ہمدانی کا خود بھی بال لمبے رکھنے کو جی نہیں چاہا تھا۔ پر

اسکے باوجود انکی شخصیت میں کوئی فرق نہیں تھا۔ عیس ہمدانی کی شخصیت اگر کل بھی گینگسٹر جیسی تھی۔ تو آج بھی وہ اپنے لاپرواہ روپ میں گینگسٹر ہی نظر آتے تھے۔ فرق بس یہ آیا تھا۔ کہ اب انکی جگہ شہرام ہمدانی لمبے بال رکھ چکا تھا۔

یس ڈیڈ۔۔!! عیس ہمدانی پرانی یادوں کو یاد کرتے ہوئے بے اختیار مسکرا رہے تھے۔ جب اچانک انکے کان میں "شہرام علی" کے ساتھ ساتھ "فارس ہمدانی" کی بھی کی بیک وقت آواز سنائی دی تھی۔ ایک دوسرے کی آواز سنتے ہوئے وہ دونوں ایک ساتھ چونکے تھے۔ اپنے دونوں بیٹوں کی ایک ساتھ آواز سنتے ہوئے چونک تو عیس ہمدانی بھی گئے تھے۔ پرانی

یادوں میں کھوئے کھوئے عیس ہمدانی شاید بے دھیانی میں گروپ کال ملا گئے تھے۔۔

بھائی، ڈیڈ آپ۔۔! شہرام نے چونک کر ایک ساتھ انکو پکارا تھا۔۔

میں نے تو اپنی چھوٹی والی گندی اولاد کو کال ملائی تھی۔۔! یہ بڑی والی کو خود بخود کیسے ہو گئی۔۔؟ شہرام کے پکارنے پر عیس ہمدانی حیران ہوتے موبائل کان سے ہٹا کر دیکھنے لگے۔ جہاں گروپ کال چل رہی تھی۔ ہسٹری لاگ میں یہ گروپ کال کچھ دن پہلے شہرام کی طرف سے آئی ہوئی تھی۔ جس پر ابھی بے دھیانی میں عیس ہمدانی کال بیک کر چکے تھے۔

آپ بڈھے ہو چکے ہیں ناکارہ ڈیڈ۔۔! کیونکہ آپ نے ہم دونوں کو ہی کال ملائی ہوئی ہے۔۔! باپ کی بڑبڑاہٹ کو سنتے ہوئے ہنس کر جواب میں

بولتے ہوئے فارس چیئر کے ساتھ ٹیک لگا گیا تھا۔ وہ اس وقت آفس میں موجود تھا۔ جبکہ شہرام حسب عادت اپنے اڈے پر بیٹھا ہوا تھا۔ بڑے بھائی کے الفاظ پر شہرام نے دل جلاتا ہوا قہقہ لگایا تھا۔۔

شٹ آپ۔۔!! آواز بعد میں آتی ہے۔ بکواس تم لوگوں کی پہلے شروع ہو جاتی ہے۔۔۔! انکی ہنسی کی آواز پر وہ فوراً جھڑکتے ہوئے بولے تھے۔

سچ بتائیں ڈیڈ کیا آپ کو میری اور بھائی کی یاد آرہی تھی۔۔!! چارپائی پر پیچھے کی جانب لیٹتے ہوئے شہرام نے جاننے والے انداز میں سوال کیا تھا۔ کیونکہ عیس ہمدانی نے کبھی بھی انکو ایسے اکھٹی کال نہیں کی تھی۔ اکثر شہرام ہی جان بوجھ کو باپ کو تنگ کرنے کے لئے ایسے گروپ کال کر لیتا تھا۔ تاکہ بڑے بھائی کے ساتھ مل کر باپ کو تنگ کر سکے۔

تم دونوں کو یاد کرنے سے بہتر ہے۔ کہ میں اپنا ہاتھ کسی دروازے میں دے دوں۔۔! شہرام کے سوال پر انکے چہرے پر مسکان ابھری۔ لیکن پھر بھی وہ لہجے کو جان بوجھ کر اکھڑا بناتے ہوئے انکار کر چکے تھے۔ یہ خوبصورت اتفاق انکے دل کو بہت اچھا لگ رہا تھا۔ ڈرائیور نے گاڑی روک دی ہوئی تھی۔ کیونکہ سڑک پر ٹریفک جام ہوا پڑا تھا۔۔

مام کو ایسے ہی بتاؤ گا۔ کہ آپ ہمیں پھر گندی، منحوس نجانے کون کون سی اولاد بول رہے تھے۔۔! باپ کے انکار پر شہرام نے الٹا دھمکی لگاتے ہوئے عیس ہمدانی کو ڈرانا چاہا تھا۔ جس پر فارس کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

شٹ آپ خبر دار! اگر تم نے اپنی ماں کو میری کوئی جھوٹی چغلی لگائی تو گھر سے نکال باہر کروں گا۔۔!! عیس ہمدانی مسکرا کر لہجے کو مصنوعی غصیلہ

بناتے ہوئے کہنے لگے۔ جبکہ کال پر موجود انکے دونوں ہی بیٹے اپنی باتوں پر اگر انکی ایسی مسکراہٹ دیکھ لیتے تو یقین کرنے سے انکار کر دیتے۔ کیونکہ انہوں نے آج تک اپنے باپ کو خود پر بس لال، پیلا ہوتے ہی دیکھا تھا۔

شہری۔۔! مام کو یہ بھی بتانا کہ ہمیں ہر بات میں یہ "شٹ آپ" بھی بولتے رہتے ہیں۔۔! فارس نے ہنستے ہوئے چھوٹے بھائی کو مزید ایک مشورہ دینا چاہا تھا۔ کیونکہ اُنہیں شروع سے وہ منظر بہت زیادہ پسند تھا۔ جہاں مشعل ہمدانی اپنے کیوٹ ایکسپریشن پر غصہ سجائے انکے باپ کو ڈانٹ رہی ہوتی تھیں۔ اور یہ ڈانٹ ہمیشہ اپنے بیٹوں کو الٹا سیدھا کہنے کے چکر میں عیس ہمدانی کو سننا پڑی تھی۔

تو جاؤ بتاؤ میں تمہاری ماں سے ڈرتا تھوڑی ہوں۔! انکے قہقہے سنتے ہوئے اچانک وہ لاپروائی سے بہادری کا مظاہرہ کرتے بولے تو شہرام اور فارس متاثر کن انداز میں آبرو اچکاتے ہوئے اوہو کہہ اٹھے۔ٹریفک کھلا تو ڈرائیور نے دوبارہ گاڑی سٹارٹ کر دی تھی۔

بھائی آپ کو یاد ہے۔ کہ کچھ سال پہلے بھی ایسے ہی کسی نے بھڑک ماری تھی۔اور پھر ہماری دی گریٹ مام نے کرنل عیس علی ہمدانی کو گھر سے باہر نکال دیا تھا۔۔! شہرام نے جھٹ سے بڑے بھائی کو بچپن کا قصہ یاد دلایا تو فارس پھر قہقہ لگا اٹھا۔ جبکہ چاہتے نہ چاہتے ہوئے بھی عیس ہمدانی بھی ہنس پڑے تھے۔

میں نے شاید انجانے میں کوئی بہت بڑے گناہ کر دیے تھے۔ جن کی سزا مجھے تم دونوں کی صورت میں اسی دنیا میں دی جا چکی ہے۔ اب یقیناً میں ایک جنتی انسان ہو نگا۔۔۔! اپنی اولاد کو کسی گناہ کی سزا قرار دیتے ہوئے عیس ہمدانی بھی فورا بدلہ چکا گئے تھے۔ آخر وہ باپ تھے۔ ادھار کیسے رکھ سکتے تھے۔

سر بیکری آگئی ہے۔۔!! اچانک گاڑی روکتے ہوئے ڈرائیو نے انہیں اپنی طرف متوجہ کیا۔ ڈرائیور کی آواز پر عیس ہمدانی چونک کر سر ہلاتے ہوئے روڈ کے اس پار دیکھنے لگے۔ آج صبح آتے ہوئے ہی انہوں نے ڈرائیور کو واپسی پر بیکری جانے کا یاد رکھنے کا کہا تھا۔ اس لئے ڈرائیور نے یہاں آکر بریک لگائی تھی۔

بیکری۔۔؟آپ بیکری پر کیوں روکے ہیں۔۔؟شہرام نے حیرانی سے جاننا چاہا تھا۔

مام کے فیورٹ "کپ کیک "اور "سٹرابیری کیک" لینے کے لئے۔۔!!

شہرام کے سوال کا جواب فارس نے فوراً مسکرا کر گھمبیر آواز میں دیا۔جسے سنتے ہوئے عیس ہمدانی بے ساختہ حیرانی کو چھو گئے۔۔

پھول بھی ایڈ کرلو۔۔!فارس کی بتائی گئی چیزوں میں عیس ہمدانی نے بے ساختہ مزید ایک چیز کا اضافہ کیا۔جس پر وہ دونوں بھائی واہ کرا ٹھے تھے۔

یوں ہی انکی چھیڑ چھاڑ پر محفوظ ہوتے عیس ہمدانی گاڑی سے نکل کر روڈ کراس کرتے ہوئے بیکری کی طرف جا رہے تھے۔اس بات سے بے خبر کر کہ ایک بلیک کار کب سے انکا پیچھا کر رہی ہے۔

غازیان فون پر بات کرنے میں مصروف تھا۔ جبکہ ماہ پارہ اسکی کال بند ہونے کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ ابھی آفس سے سیدھا اسے پک کرنے کے لئے یونیورسٹی آیا تھا۔ تاکہ ماہ پارہ کے ساتھ لنچ کر سکے۔ جبکہ باسم، محبت کو ساتھ لے کر جا چکا تھا۔

باسم کو اچانک دیکھ کر محبت نے سوچ تن کر ڈالے تھے۔ کہ کسی طرح وہ باسم کی بجائے غازیان اور ماہ پارہ کے ساتھ بیٹھ جائے۔ کیونکہ وہ باسم کی بے باک نظروں سے اب خائف ہونے لگی تھی۔ پر باسم کاظمی اسکی ساری کوششوں کو ناکام بناتے ہوئے اسے لے جا چکا تھا۔۔

غازیان نے خدا حافظ کہتے ہوئے موبائل ڈیش بورڈ پر رکھ دیا۔اور ساتھ ہی ایک نظر ماہ پارہ پر ڈالی۔جو اسکے مصروف ہونے کی وجہ سے باہر کے مناظر دیکھنے میں مصروف تھی۔اسکی معصومیت پر غازیان کو جی بھر کر پیار آیا تھا۔۔

ماہا۔۔!!اسکا نازک ہاتھ تھام تھماتے ہوئے غازیان نے بے ساختہ اسے پیار سے پکارا تو اسکی پکار پر وہ چونک کر مڑتے ہوئے اسکی طرف دیکھ گئی۔ اسکے مڑنے پر غازیان نے دلکشی سے مسکراتے ہوئے اسکا ہاتھ چوم لیا تھا۔

ائم سوری میری جان بس ایک ضروری کال تھی۔۔!اسٹرینگ گھماتے ہوئے غازیان نے بے ساختہ وضاحت دی۔جبکہ ماہ پارہ اسکی معذرت سنتے

ہوئے ہولے سے ہنس دی۔ یہ شخص اسے ہر بار نئے سرے حیران کر دیتا تھا۔

کوئی بات نہیں غازی۔۔! پر مجھے آپ سے ایک ضرورت بات کرنی ہے۔۔۔! غازیان کو میٹھی نظروں سے دیکھتے ہوئے وہ جواباً گویا ہوئی تھی۔

ہاں بولو سن رہا ہوں۔۔! ماہ پارہ کے ضروری بات کہنے پر غازیان پوری طرح اسکی طرف متوجہ ہو گیا۔

میری وہ دوست "ماریہ" آپکو یاد ہے۔ جس کی برتھڈے پارٹی پر آپ مجھے فارم ہاؤس پر لے کر گئے تھے۔۔۔! غازیان کو دھیان سے اپنی بات سنتے دیکھ کر ماہ پارہ نے بات شروع کی تھی۔

بالکل یاد ہے۔ کیوں کیا ہوا تمہاری دوست کو۔۔!! غازیان جس نے ماریہ کو ابھی دیکھا تک نہیں تھا۔ لیکن پھر بھی وہ بھرپور مسکرا کر حامی بھر گیا تھا۔ کیونکہ اسی دن "ماہ پارہ سلطان" نے پہلی بار اسکے دل پر دستک دی تھی۔ اور وہ دستک اتنی پرزور تھی۔ کہ غازیان اس دن کے بعد کبھی اسکے سحر سے نکل ہی نہیں پایا تھا۔

میری اس دوست کو آپکی مدد کی ضرورت ہے۔۔! وہ اسے ماریہ کے کیس کے بارے میں مزید بتانا شروع ہو گئی تھی۔ جسے وہ دھیان سے سنتا جا رہا تھا۔۔

ویل میں اس بارے میں سوچ کر بتا سکتا ہوں۔۔! ساری بات سننے کے بعد غازیان سوچ بچار کرنے والے انداز میں بولا تھا۔۔

پر کیوں غازی۔۔؟؟میں نے تو ماریہ کو کہہ دیا ہے۔۔کہ آپ اسکی مدد کریں گئے۔۔!اسکا جواب سنتے ہی ماہ پارہ نے ایک دم پریشان ہوتے بے اختیار اسے پکارا تو اسکی زبان سے اپنا نام سنتے ہوئے وہ گہری نظروں سے اسکی طرف دیکھنا شروع ہو گیا۔

غازی کی جان آپ کے لئے خادم کی جان بھی حاضر ہے۔پھر آپکی دوست کی مدد کیا چیز ہے۔۔!!ماہ پارہ کو کھینچ کر اپنے قریب کرتے ہوئے وہ خماری بھرے لہجے میں کہنے لگا۔جبکہ وہ اچانک اسکے بدلے لہجے پر سٹپٹا کر نظریں پھیرتے ہوئے جلدی سے پیچھے ہوئی تھی۔ابھی چونکہ وہ ٹریفک میں تھے۔اس لئے غازیان یہاں پر کوئی گستاخی نہیں کر سکتا تھا۔

پھر میں اسے آپکا نمبر دے دوں کیا۔۔؟؟غازیان کی نظروں سے حیا محسوس کرتے ہوئے ماہ پارہ نے تیزی سے سوال کرتے ہوئے اسکا دھیان بھٹکانا چاہا۔

ہاں میری جان دے دینا۔۔!ایک بار پھر اسکا نازک ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں جکڑتے ہوئے وہ گاڑی کی سپیڈ تیز کر گیا تھا۔کیونکہ لنچ کرنے کے بعد ماہ پارہ کو گھر ڈراپ کر کے اسے دوبارہ آفس جانا تھا۔جبکہ اسکے حامی بھرنے پر ماہ پارہ خوش ہوتے تیزی سے ماریہ کو ڈن کہتے ہوئے غازیان کا فون نمبر فارورڈ کرنے لگی تھی۔

عیس ہمدانی کی خریدی گئی چیزوں کے بیگ اٹھائے ڈرائیو بیکری سے باہر نکل چکا تھا۔ جبکہ عیس ہمدانی بیکری سے نکلنے کے بعد اب ساتھ والی شاپ سے اپنی بیوی کے لئے پھول خرید رہے تھے۔ اور اسکے ساتھ ساتھ ابھی تک وہ فون پر اپنے ننھے بیٹوں کے ساتھ بات چیت کرنے میں بھی مصروف تھے۔

ڈیڈ کیا آپ نے میری فیورٹ مٹھائی لے لی۔۔۔؟ اچانک شہرام نے بچوں کے سے معصوم لہجے میں جاننا چاہا تھا۔ جبکہ فون میں سے اسکا ایسا لہجہ سنتے ہوئے فارس ہنسی دبا کر دوبارہ فائل میں مصروف ہو چکا تھا۔ آج انکے باپ نے خود سے کال کی ہوئی تھی۔ اس لئے شاید وہ باپ کی طرف سے ہی کال بند کرنے کا انتظار کر رہے تھے۔

بیکری میں چیزیں خریدتے ہوئے بھی عیس ہمدانی ساتھ ساتھ ان سے باتوں میں مصروف رہے تھے۔ جبکہ شہرام اپنی فرمائشوں کی لسٹ بتاتے ہوئے انکا سر کھاتا رہا تھا۔۔

ہاں میں نے بیکری والوں سے کہا ہے۔ کہ تمہاری فیورٹ مٹھائی میں چوہے مار دوائی بھی شامل کر دیں۔ بس وہ ہی تیار کر رہے ہیں۔ اسکے بعد پیک کروا لیتا ہوں۔۔! پھول پیک کرنے کا کہتے ہوئے عیس ہمدانی نے ہمیشہ والی عادت سے مجبور الٹ جواب دیا تھا۔ جس کو سن کر فارس قہقہ لگا چکا تھا۔

باپ اور چھوٹے بھائی کی تکرار سنتے ہوئے وہ کب سے ایسے ہی قہقے لگا رہا تھا۔ جبکہ فارس کا قہقہ سنتے ہوئے عیس ہمدانی بھی ہنسی دبا گئے۔ شہرام کی اور فارس کی فیورٹ چیزیں تو انہوں نے پہلے ہی پیک کروا کر ڈرائیو کے

ہاتھ گاڑی میں پہنچادیں تھیں۔ یہ الگ بات تھی۔ کہ ایسے جواب دے کر وہ اپنے بیٹوں کا خون جلانا ثواب کا کام سمجھتے تھے۔۔

کوئی بات نہیں آپکے سارے ایسے نیک و پاک الفاظ میرے فون میں ریکارڈ ہورہے ہیں۔ گھر جا کر مام کو ضرور سناؤں گا۔۔! اور انکو یہ بھی بتاؤں گا۔ کہ آپ مجھے جان سے مارنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تاکہ دوسری شادی کر کے آپ اپنا نیا بچہ پیدا کر سکیں۔ اور ہماری جائیداد اسکے نام کر سکیں۔۔۔! باپ کے الفاظ سنتے ہوئے شہرام علی نے بھی جھٹ سے ایک نئی کہانی تیار کر ڈالی تھی۔ جس کو سنتے ہوئے فارس مزید قہقے لگاتے ہوئے پاگل ہونے لگا تھا۔ جبکہ عیس ہمدانی جو ہنسی دبا رہے تھے۔ کہ اپنی گندی اولاد کی اتنی شاندار دھمکی اور بلیک میلنگ پر بوکھلا کر فون کو گھورنا شروع ہو گئے۔۔۔

اوگاڈڈیڈ۔۔!!آپکانیابچہ۔۔!!فارس نے ہنسی کے زور سے پاگل ہوتے شہرام کے کہے گئے الفاظ دہرائے توعیس ہمدانی بھی ہنسی کو روکتے ہوئے فون میں سے شہرام کو گھوریوں سے نوازنے کی کوشش کرنے لگے۔۔

بکواس نہیں کرو۔۔!لے لی ہے تمہاری فیورٹ مٹھائی اور خبردار جو تم نے گھر جا کر اپنی ماں کو میری کوئی الٹی سیدھی شکایت کی تو۔۔!پھولوں کا بکے ہاتھوں میں پکڑے وہ شاپ سے باہر نکلے تھے۔اور ساتھ ساتھ شہرام کو خبردار بھی کر رہے تھے۔جو ماں کے ہاتھوں باپ کی شامت لانے کی پوری کوشش کر رہا تھا۔

یار ڈیڈ آپ تو شہری سے ڈر ہی گئے ہیں۔۔!باپ کو اچانک سے بیان بدلتے دیکھ کر فارس نے افسوس سے کہا تھا۔

وہ دونوں ہی جانتے تھے۔ کہ انکا باپ اپنی بیوی کی ناراضگی کبھی بھی افورڈ نہیں کر سکتا ہے۔ اور اسی بات کا فائدہ عیس ہمدانی کے دونوں بیٹوں نے ہمیشہ سے اٹھایا تھا۔ کان کے ساتھ موبائل لگائے عیس ہمدانی روڈ کراس کر رہے تھے۔ جب دور کھڑی کار انکو دیکھتے ہی تیزی سے انکی طرف آئی تھی۔ جبکہ ڈرائیو جو گاڑی سے باہر ہی کھڑے عیس ہمدانی کے واپس لوٹنے کا انتظار کر رہا تھا۔ کہ ایک انجان گاڑی کو اچانک عیس ہمدانی کی طرف بڑھتے دیکھ کر وہ تیزی سے انکو پکارتے ہوئے روڈ کے دوسری طرف بھاگا تھا۔۔

تمہارے اس شہری کو گھر واپس آنے دو۔۔ اسکی سارے ڈھیلے پرزے میں نے ٹھیک نہ کیے تو میرا نام بھی عیس علی ہمدانی نہیں۔۔! فارس کو جواب میں بولتے ہوئے عیس ہمدانی ابھی روڈ کے درمیان میں ہی تھے۔ جب وہ

بلیک رنگ کی کار فل سپیڈ کے ساتھ آتے ہوئے اس سے پہلے انکو ٹکر مارنے میں کامیاب ہو جاتی۔ جب ڈرائیو نے بھاگتے ہوئے آکر عیس ہمدانی کو دوسری طرف دھکا دیا تھا۔ جس کے باعث فضا میں اچانک شور کے ساتھ ساتھ چیخ و پکار بلند ہو گئی۔ جبکہ جو کار عیس ہمدانی کو کچلنے کے لیے آ رہی تھی۔ وہ اچانک سامنے سے آتے ہوئے ٹرک سے ٹکرا چکی تھی۔ جس کے باعث ایک دم سے فضا میں دھماکا ہوا تھا۔

عیس ہمدانی کا موبائل ہوا میں اڑتے ہوئے روڈ پر دور جا گرا تھا۔ اور اچانک اتنی دل خراش آوزیں سنتے ہوئے فارس اور شہرام نے بیک وقت چونک کر باپ کو پکارا تھا۔ لیکن دوسری طرف سے جب کوئی جواب موصول نہیں ہوا تو وہ کانپتے دل کے ساتھ اٹھتے ہوئے تیزی سے باہر کی جانب

بھاگے۔وہیں اس قیامت خیز دھماکے میں ڈرائیور بھی کسی خدشے کے تحت ڈرتے ہوئے چلایا تھا۔۔

عیس سر۔۔۔!!ڈرائیونے پوری قوت سے چلاتے ہوئے عیس ہمدانی کو پکارنا چاہا تھا۔۔۔

فارس ہمدانی آندھی طوفان کی طرح وہاں پہنچا تھا۔دھماکے کی وجہ سے ہر طرف دھواں اٹھ رہا تھا۔لوگوں کی بھیڑ میں فارس ہمدانی کی بے تاب نظروں نے باپ کو تلاش کرنا چاہا تھا۔باپ کی چیخ بار بار اسکے دل کو روکنے کا سبب بن رہی تھی۔پوری سڑک پر لوگوں ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔

چونکہ دھماکا اچانک اور شدید ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے باقی کئی گاڑیوں کو بھی نقصان پہنچا تھا۔ جبکہ بلیک کار جو عیس ہمدانی کو ٹکر مارنے کے لیے آئی تھی۔ وہ اس وقت آگ میں بری طرح جل رہی تھی۔ گاڑی کو چلانے والا بھی آگ میں جل چکا تھا۔ جبکہ ٹرک میں موجود ڈرائیور غائب تھا۔

لوگوں کی دہشت ناک چیخ و پکار کو سنتے ہوئے فارس ہمدانی کا دل بے اختیار دھڑکنا بھول چکا تھا۔ گاڑی سے باہر نکلتے ہوئے اس نے سہمی نظروں سے بے اختیار باپ کو تلاش کرنا چاہا تھا۔ جو ابھی کچھ دیر پہلے کال پر ان سے ہنستے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔

فارس بھاگتے ہوئے روڈ کے دوسری طرف بنی ہوئی بیکری کی طرف آیا تھا۔ عیس ہمدانی کی یہ فیورٹ بیکری تھی۔ جہاں بچپن سے وہ فارس اور

شہرام کو ساتھ لاتے آئے تھے۔اور آج بھی یہیں سے وہ اپنی بیوی اور بیٹوں کے لئے چیزیں خرید رہے تھے۔یہ جانے بنا کے کہ آگے کیا ہونے والا ہے۔

ڈیڈ۔۔۔!!!چاروں اطراف گھومتے ہوئے جب فارس ہمدانی کی نظروں کو باپ کا چہرہ کسی صورت بھی نظر نہ آیا تو وہ خود کو چیخنے سے روک نہیں پایا تھا۔اسکی بلند آواز سنتے ہوئے بے اختیار کئی لوگ رک کر اسکی طرف دیکھنے لگے تھے۔لیکن کوئی بھی اس لمبے چوڑے انسان کی تکلیف کو سمجھ نہیں سکتا تھا۔کوئی بھی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا۔کہ سامنے کھڑا شخص چند پلوں میں کس اذیت کا شکار ہو گیا ہے۔

ہر طرف لوگوں کو بھاگتے دیکھ کر فارس کی آنکھوں میں دہشت ناک سرخی اترنے لگی تھی۔لوگوں کو اپنوں کے لئے روتے دیکھ کر فارس ہمدانی کا مضبوط دل بے ساختہ مٹھی میں مسلا گیا تو وہ سینے کو رب کرتے ہوئے بڑبڑایا تھا۔۔

"آپکو کچھ نہیں ہو سکتا ڈیڈ۔۔!!ورنہ آپکا فارس مر جائے گا۔۔"

خود کو ہمت دیتے ہوئے وہ پھر بھاگتے ہوئے باپ کو تلاش کرنا شروع ہو گیا تھا۔اسی وقت شہرام علی کی گاڑی بھی وہاں آکر رکی تو وہاں کا منظر دیکھتے ہوئے وہ فریز ہوتا چلا گیا۔۔

گاڑی سے نکلتے ہوئے وہ پوری قوت کے ساتھ باپ کو پکارتے ہوئے چلا اٹھا تھا۔۔

ڈیڈ۔۔۔!!! شہرام کی آواز سنتے ہوئے فارس ایک جھٹکے میں مڑتے ہوئے سڑک کے اس پار دیکھنے لگا۔ جہاں شہرام علی پاگلوں کی طرح بھاگتے ہوئے اسی طرف آرہا تھا۔۔

چھوٹے بھائی کو بھی یہاں پر دیکھتے ہوئے فارس نے ہونٹ بھینچتے ہوئے باپ کی تلاش میں پھر دوڑ لگائی تھی۔ اسے ہر صورت میں شہرام سے پہلے باپ تک پہنچنا تھا۔ ورنہ کوئی بعید نہیں تھا۔ کہ شہرام علی اس جگہ پر قہر ڈھا دیتا۔۔

عیس ہمدانی کو بچانے والا ڈرائیور بھی روڈ پر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ جس پر شہرام کی نظر پڑی تو بھاگتے ہوئے اس تک پہنچا تھا۔۔

رضا۔۔!!رضا آنکھیں کھولو۔۔ڈیڈ کہاں ہیں۔۔؟ڈرائیور کا سر اٹھا کر گود میں رکھتے ہوئے شہرام نے جلدی سے اسکے گال تھپتھپاتے ہوئے پکارا تھا۔۔

ایمبولینس کی طرف جاتے ہوئے لوگوں کو شہرام علی دیکھنا بھی نہیں چاہتا تھا۔اس لئے بامشکل حوصلہ کرتے ہوئے اس نے رضا کو جگانے کی کوشش کی تھی۔جو روڈ پر گرنے اور عیس ہمدانی کو کچھ ہو جانے کے خوف میں اچانک بے ہوش ہو چکا تھا۔شہرام بھاگتے ہوئے کسی سے پانی کی بوتل لا کر رضا کے منہ پر چھینٹیں مارنے لگا۔تاکہ اسے ہوش دلا سکے۔

چہرے پر پانی گرتے ہی رضا نے مندی مندی آنکھیں کھولتے ہوئے سب سے پہلے "عیس ہمدانی" کو پکارا تھا۔۔عیس سر۔۔۔!!

رضا!!رضا۔۔!!پلیز آنکھیں کھولو۔۔بتاؤ ڈیڈ کہاں ہیں۔۔!!شہرام نے اسے پکارتے ہوئے جھنجھوڑا۔۔تو اپنے چھوٹے صاحب کی آواز پر رضا نے ایک جھٹکے میں آنکھیں کھولتے ہوئے آس پاس نظریں دوہراتے منظر یاد کرنا چاہا تھا۔ایک سیکنڈ میں اسے سب یاد آنے لگا تھا۔کہ کوئی کالے رنگ کی کار عیس ہمدانی کو ٹکر مارنے کے لیے آئی تھی۔اور پھر اس نے عیس سر کو بچانے کے لیے دھکا دیا تھا۔لیکن تبھی اچانک فضا میں زوردار دھماکہ ہو گیا تھا۔

شہری سر۔۔!وہ کار عیس سر کو ٹکر مارنے کے لیے آئی تھی۔۔!رضا نے خوف زدہ لہجے میں ابھی اسے بتانا ہی چاہا تھا۔جب فارس کی اچانک پکار پر شہرام فوراً مڑتے ہوئے دیکھنے لگا۔

فارس جو کب سے پاگلوں کی طرح باپ کو تلاش کر رہا تھا۔ کہ اچانک اسکی نظر روڈ کنارے پر پڑی تھی۔ جہاں عیس ہمدانی اوندھے منہ لے جان پڑے تھے۔ باپ کو یوں زمین پر پڑے دیکھ کر فارس ہمدانی کی جان حلق تک آئی تھی۔ وہ کانپتے قدموں میں بھاگتے ہوئے باپ تک پہنچا تھا۔

عیس ہمدانی کو سیدھا کرتے ہوئے فارس نے انکا چہرہ دیکھنا چاہا تو انکے ماتھے سے نکلنا خون دیکھ کر اسکی سانسیں رکتی چلی گئیں۔ اسکا کلیجہ منہ تک آنے لگا تو وہ قربان ہوتے باپ کے ماتھے پر ہونٹ رکھتے بے اختیار آہستہ آواز میں کہنے لگا۔۔

فارس ہمدانی کے جسم کا ذرہ ذرہ آپ پر قربان ہو جائے ڈیڈ۔۔۔!! میں آپکو کچھ نہیں ہونے دوں گا۔۔! اپنی تمام تر ہمت مجتمع کرتے ہوئے فارس نے

باپ کے وجود کو تیزی سے بازوؤں میں اٹھایا تھا۔ جبکہ شہرام جو کب سے ساکت بیٹھے انکی جانب دیکھ رہا تھا۔ کہ اب بڑے بھائی کے مضبوط بازوؤں میں باپ کے بے جان وجود کو دیکھ کر شہرام علی کو جیسے سمجھ آنے لگا تھا۔ کہ جان نکلنا کسے کہتے ہیں۔۔۔۔!

شہرام ایک جھٹکے میں کھڑے ہو کر بھاگتے ہوئے بڑے بھائی تک پہنچا تھا۔۔

ڈیڈ۔۔۔!! سہمی آواز میں باپ کو پکارتے ہوئے شہرام نے بے اختیار باپ کے وجود کو سہارا دیا تھا۔ عیس ہمدانی کا لمبا چوڑا وجود اکیلے اٹھانا فارس ہمدانی کے بس کا نہیں تھا۔ کیونکہ سلطان احمد نے ٹھیک کہا تھا۔ کہ وہ آج بھی "ببر

شیر "ہیں۔اور ببر شیر کو سنبھالنا کم از کم شہزادے شیروں کے لئے کبھی بھی ممکن نہیں ہو سکتا ہے۔

عیس ہمدانی کے ایکسیڈنٹ کی خبر ہر طرف آگ کی طرح پھیلی تھی۔فارس ہمدانی اور شہرام علی انکو ہاسپٹل لے کر پہنچے تو باسم کاظمی جو راؤنڈ لینے کے بعد میٹنگ روم کی طرف جانے والا تھا۔کہ نرس کی اطلاع پر وہ بھاگتے ہوئے وہاں پہنچا تھا۔جہاں عیس ہمدانی کو اسٹریچر پر لٹائے فارس اور شہرام اندر لا رہے تھے۔۔

بھائی کیا ہوا ہے بڑے بابا کو۔۔؟اسٹریچر کے قریب پہنچتے ہی باسم نے گھبراہٹ بھرے لہجے فارس کو مخاطب کیا۔جبکہ عیس ہمدانی کے ماتھے

سے خون نکلتا دیکھ کر وہ جواب کا انتظار کیے بنا تیزی سے اسٹریچر کو ایمرجنسی روم کی طرف لے گیا تھا۔ باسم کے ایمرجنسی روم میں غائب ہوتے ہی فارس اور شہرام وہیں پر رکتے ہونٹ بھینچتے چلے گئے تھے۔

فارس سر میں نے سلطان سر کو خبر کر دی ہے۔ وہ بس پہنچنے والے ہیں۔۔!

رضا نے قریب آتے انکو اطلاع دی تو دونوں بھائی چونکتے ہوئے سر ہلا گئے۔۔اس وقت انکا سارا دھیان بس باپ کی طرف تھا۔

شہری، رضا کا چیک آپ کرواؤں۔۔میں ذرا خان کی کال لے لوں۔۔۔!

شہرام کو ہدایت کرتے ہوئے فارس پھولی سانسوں میں کبیر خان کی کال سننے کے لئے باہر نکلتا چلا گیا۔ فارس کے جاتے ہی شہرام، رضا کو ساتھ لئے

ڈاکٹر کی طرف بڑھا تھا۔تا کہ اسکی مرہم پٹی کے ساتھ ساتھ اس حادثے کی تفصیل معلوم کر سکے۔

تم یہاں ایسے کیسے آسکتی ہو انجیلینا۔۔؟انجیلینا کو اپنے سامنے دیکھتے ہوئے غازیان حیران در حیران ہو رہا تھا۔اور اس سے زیادہ حیرانی تو اسے یہ جان کر ہو رہی تھی۔کہ ایک دن پہلے بھی وہ اسکے آفس کا چکر لگا چکی تھی۔فہد نے آتے ہی اسے اطلاع دی تھی۔پر غازیان تب اندازہ نہیں لگا پایا تھا۔کہ وہ کس لڑکی کے بارے میں بات کر رہا ہے۔کیونکہ فہد اسکا نام پوچھنا بھول چکا تھا۔

میں آپکے لئے یہاں پر آئی ہوں غازیان۔۔!! غازیان کو اپنے سامنے اتنا قریب دیکھتے ہوئے انجیلینا کا چہرہ خوشی کے مارے دمک رہا تھا۔اس لئے وہ غازیان کے لہجے پر غور نہیں کر پا رہی تھی۔۔

کیا مطلب میرے لئے۔۔؟غازیان نے ناگواری سے سوال کیا۔وہ اسکی بولتی آنکھوں کے پیغام سے لاعلم نہیں تھا۔بلکہ انجلینا کی خود میں دلچسپی سے وہ پہلے دن سے واقف تھا۔پر وہ یہ سوچ کر مطمئن رہا تھا۔کہ اسکے پاکستان جانے کے بعد وہ اسے بھول جائے گی۔لیکن اب انجلینا نے یہاں آ کر اسکے اندازے کو غلط ثابت کر دیا تھا۔

Sai bene, Ghazian, che io ti piaccio. “

Allora perché stai facendo così tanto il

”?...difficile

(آپ جانتے ہیں غازیان کہ میں آپکو پسند کرتی ہوں۔ پھر آپ اتنا نا سمجھ کیوں بن رہے ہیں۔۔؟) وہ حیرت سے اٹالین میں بولی تھی۔ باہر بیٹھا فہد انکی باتوں پر نا سمجھی کا شکار ہو رہا تھا۔ کیونکہ انجیلنا اور غازیان ایک دوسرے کے ساتھ اٹالین میں بات کر رہے تھے۔ نجانے کیوں بار بار اسکا سارا دھیان اندر بیٹھی لڑکی کی طرف جا رہا تھا۔۔

Che sciocchezze, Angelina..! Ho “

cercato molte volte di farti capire

questo. Non ho alcun interesse in te.

”!!...Perché io

(واٹ نان سینس انجلینا۔۔! میں نے بہت بار تمہیں یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ کہ میں تم میں کوئی بھی دلچسپی نہیں رکھتا ہوں۔ کیونکہ میں۔۔!!) وہ ابھی مزید بول ہی رہا تھا۔ جب اچانک فون بیل پر اسے رکنا پڑا تھا۔

غازیان نے موبائل نکال کر دیکھا تو کبیر خان کی کال تھی۔ بڑے بھائی کی کال پر اس نے جھٹ سے کال اٹھائی تھی۔ جبکہ اس دوران انجیلنا خاموش رہی تھی۔

واٹ پر کیسے بھائی. ؟؟عیس ہمدانی کے ایکسیڈنٹ کا سن کر غازیان بے یقین ہوتے ایک جھٹکے میں کھڑا ہو گیا۔ جبکہ اسکا غیر معمولی لہجہ سنتے ہوئے انجیلنا بھی نا سمجھی سے کھڑی ہو چکی تھی۔۔

جی بھائی میں بس ابھی پہنچ رہا ہوں..! افراتفری میں اپنا والٹ اور گاڑی کی چابیاں اٹھاتے ہوئے وہ فون بند کرنے کے بعد نکلنے ہی والا تھا۔ کہ انجیلنا پر نظر پڑتے ہی رکتا چلا گیا تھا۔۔

Devo andare subito a causa di “
un’emergenza. Parlerò di nuovo con te
quando ci rivedremo. E sì, non tornare
”...da sola, piuttosto aspetta

(مجھے ایک ایمر جنسی کی وجہ سے ابھی جانا پڑا ہے۔ میں تم سے دوبارہ مل کر بات کرتا ہوں۔ اور ہاں واپس اکیلی مت جانا بلکہ رکو۔۔) غازیان نے رکتے ہوئے اپنے اسسٹنٹ کو اندر بلایا تھا۔ جو اگلے ہی پل وہاں کھڑا تھا۔۔

جی سر آپ نے بلایا۔۔! انجیلنا پر نظر ڈالے بنا فہد وہاں حاضر ہوتے بولا تھا۔۔

ہاں فہد ایسا کرو۔۔! کہ میڈم کے ساتھ جاؤ۔۔! انکو انکے ہوٹل تک بحفاظت پہنچانا ہے۔ اور دیکھ لینا کہ انہیں کسی چیز کی ضرورت نہ ہو۔۔! میں کال پر تم سے تفصیلات جان لوں گا۔ ابھی مجھے ایک ایمر جنسی ہو گئی ہے۔۔۔" انجیلنا کے بارے میں اسے ہدایات دینے کے بعد غازیان تیزی سے وہاں سے نکلا تھا۔

جو بھی تھا۔ وہ انجیلینا کو یہاں اکیلے کسی صورت بھی نہیں چھوڑ سکتا تھا۔

کیونکہ وہ اسکے ٹیچر کی بیٹی تھی۔ یقیناً بیرسٹر جے جے نے غازیان پر

بھروسے کرتے ہوئے انجیلینا کو یہاں آنے کی اجازت دی تھی۔ ورنہ اپنی

اکلوتی بیٹی کو وہ کسی صورت بھی کسی انجان ملک نہ بھیجتے۔۔۔

ہاسپٹل میں ایک بھگدڑ سی مچی ہوئی تھی۔ کیونکہ عیس ہمدانی کے گھر والے

انہیں دیکھنے کے بے صبری سے انتظار کر رہے تھے۔

بڑے بابا میرے روم میں آجائیں۔۔!! چھوٹے بابا اب بالکل ٹھیک ہیں۔

بس ماتھے پر چوٹ آئی ہے۔ اور ٹانگ میں فیکچر ہوا ہے۔ الحمدللہ وہ بالکل

سلامت ہیں۔۔!!

انہیں کاریڈور میں انتظار کرتے دیکھ کر باسم نے اچانک باہر نکلتے ہوئے سب سے کہا تھا۔

ایکسیڈنٹ کی خبر سنتے ہی چونکہ وہ اکھٹے ہو چکے تھے۔اس لئے کاریڈور میں رش سا لگا ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے باسم کو سب کا وہاں کھڑے رہنا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ ویسے بھی عیس ہمدانی ابھی ہوش میں نہیں تھے۔اس لئے انہیں تسلی دیتے ہوئے وہ اپنے روم کی طرف بڑھ گیا تھا۔ جبکہ باپ کی سلامتی کے بارے میں سنتے ہی فارس تھکی سانس خارج کرتے ہوئے کبیر خان کے گلے لگ چکا تھا۔

ریلیکس چھوٹے بابا بالکل ٹھیک ہیں۔۔! آئندہ ایسے اکیلے کبھی بھی آفس سے مجھے ساتھ لیے بنا مت نکلنا۔۔! فارس کو سینے میں بھینچتے ہوئے کبیر

ڈانٹنے والے انداز میں اسے سرزنش کر رہا تھا۔ اسے جیسے ہی پتہ چلا تھا۔ وہ پریشانی کے عالم میں فارس کو کال کرنا شروع ہو گیا تھا۔ لیکن تب فارس اسکی کال نہیں اٹھا پایا تھا۔۔

میں بہت ڈر گیا تھا خان۔۔!! فارس نے بے بسی سے جواب دیا تو کبیر خان اسکے گرد بازو لپیٹتے ہوئے باسم کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔۔۔

شہرام اور فاتح کہاں گئے ہیں۔۔؟ روم میں داخل ہو کر سربراہی کرسی پر بیٹھتے ہوئے سب سے پہلے سلطان احمد خان نے سنجیدہ لہجے میں انکی غیر موجودگی کے بارے میں سوال کیا تھا۔ کیونکہ جب وہ ہاسپٹل پہنچے تھے۔ تب تھوڑی دیر کے بعد شہرام اور فاتح وہاں سے نکل گئے تھے۔۔

رضا نے جو تفصیلات بتائی ہیں۔اسکے مطابق وہ دوبارہ ایکسیڈنٹ والی جگہ پر گئے ہیں۔۔۔!!کبیر خان نے مختصر جواب دیا۔۔۔

کون ہو سکتا ہے۔۔؟ضرار پاشا سوال کرتے بولے تھے۔۔انکا اشارہ اس انجان گاڑی کی طرف تھا۔

یہ ہی تو سمجھ نہیں آرہا فلحال پاشا۔۔!!کہ آخر کون ہمارے بارے میں اتنا الرٹ ہو سکتا ہے۔۔!سلطان احمد خان نے پریشانی سے کہا تھا۔آج تک انکے ساتھ ایسا حادثہ پیش نہیں آیا تھا۔اور اب اچانک انکی چھٹی حس انہیں خبردار کر رہی تھی۔

ڈونٹ وری ڈیڈ ہم دیکھ لیں گئے۔۔!آپ پلیز پہلے گھر فون کر کے مام لوگوں کو ریلیکس کریں۔چھوٹی ماما پریشان ہو رہی ہو نگی۔۔۔!سلطان احمد

کو سوچوں سے نکالتے ہوئے کبیر خان نے انکی توجہ مشعل ہمدانی کی طرف کروائی تھی۔۔۔

میرے خیال میں غازی تم ایسے کرو۔ جاؤ اپنی چھوٹی ماما کو یہاں پر لے آؤ۔۔! کیونکہ وہ جب تک عیس کو دیکھے گی نہیں تو ایسے ہی پریشان ہوتی رہے گی۔۔! خاموش کھڑے غازیان کو مخاطب کرتے ہوئے وہاج صدیقی بولے تو وہ سر ہلاتے ہوئے ابھی وہاں سے نکلنے ہی والا تھا۔ جب نعمان خان اور میرال پریشانی کے عالم میں تیزی سے اندر داخل ہوئے تھے۔۔۔

ریلیکس چاچو۔۔! چھوٹے بابا بالکل ٹھیک ہیں۔۔!! نعمان خان کے کوئی بھی سوال کرنے سے پہلے غازیان نے آگے بڑھ کر تیزی سے انکو تسلی

دی۔۔ جس کو سن کر میرال اور نعمان خان بے اختیار شکر بھری سانس خارج کر گئے۔

آپ لوگ بیٹھیں۔۔ ہم باہر ہی ہیں۔۔۔! باسم ایسے کرو سب کے لیے کافی منگوا دو۔۔۔! چھوٹے بھائیوں کو مخصوص اشارہ کرتے ہوئے فارس کو ساتھ لئے کبیر خان وہاں سے نکلا تو باسم بھی سر ہلاتے ہوئے کافی منگوانے لگا تھا۔ جبکہ میرال اور نعمان خان وہیں بیٹھ چکے تھے۔

ریسپشن پر جب کسی نے بھی انٹر کام نہیں اٹھایا تو باسم بھی تیزی سے بڑے بھائیوں کی تقلید میں باہر نکلا تھا۔

ڈاکٹر رامین۔۔! میرے روم میں کافی بھجوا دیں پلیز۔۔! باسم ابھی باہر نکلا ہی تھا۔ جب وہاں سے گزرتی ہوئی ڈاکٹر رامین کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے

لگا۔ جواپنائیت بھری مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلاتے ہوئے تیزی سے وہاں چلی گئی تھی۔ ڈاکٹر رامین کے جانے کے بعد باسم اب بھائیوں کی طرف بڑھ گیا تھا۔ جہاں فارس اور کبیر اپنے چھوٹے لاڈلے بھائی ارسل خان اور ایشام صدیقی کو تسلیاں دینے میں مصروف تھے۔

کیا یہ ہی گھر ہے۔۔؟ شہرام فون پر پوچھ رہا تھا۔ جبکہ فاتح اور ارسل سامنے نظریں دہرا رہے تھے۔ جہاں ایک پرانا اور چھوٹا سا گھر بنا ہوا تھا۔ اتنے ویرانے میں اس گھر کا ہونا انہیں کافی مشکوک گزر رہا تھا۔

فاتح اور شہرام ایکسیڈنٹ والی جگہ پر اس جلی ہوئی کار کی تلاشی لینے کے بعد یہاں پر پہنچے تھے۔

جو آدمی اس کار کو ڈرائیو کر رہا تھا۔ اسکے والٹ میں جلا ہوا آئی ڈی کارڈ اور کچھ غیر ضروری کارڈ کے ساتھ ایک چھوٹا سا موبائل بھی برآمد ہوا تھا۔ یہ تمام چیزیں شہرام اور فاتح نے اپنے پاس رکھ لی تھیں۔ جبکہ پولیس کے ساتھ کچھ ضروری فارملیٹیز پوری کرنے کے بعد غازیان ہاسپیٹل چلا گیا تھا۔ باقی سب ابھی وہیں پر تھے۔ لیکن ارسل انکے پاس چلا آیا تھا۔ اور اب وہ تینوں آئی ڈی کارڈ پر لکھے ہوئے ایڈریس پر پہنچے ہوئے تھے۔

یہ ہی ہے۔۔! کال بند کرنے کے بعد شہرام تصدیق کرتے ہوئے گھر کی طرف بڑھا تھا۔ اسکے پیچھے ہی وہ دونوں بھی قدم اٹھا گئے تھے۔

شہرام ہر گز بھی اس معاملے کو یوں جانے نہیں دے سکتا تھا۔ وہ اس بات کی تہہ تک جانے والا تھا۔ کہ آخر کون اسکے باپ پر جان لیوا حملہ کرنے کی جرات کر سکتا ہے۔

اس گھر کی حالت سے تو یوں لگ رہا ہے۔ جیسے سالوں سے یہاں پر کوئی آیا ہی نہ ہو۔۔!! اس پرانے خستہ گھر کے دروازے پر لگے تالے کو دیکھتے ہوئے ارسل بے اختیار بولا تھا۔ براؤن جینز شرٹ کے ساتھ وہ سر پر کیپ پہنے ہوئے تھا۔ ٹھنڈ ہونے کی وجہ سے ارسل نے جیکٹ پہنی ہوئی تھی۔ جبکہ فاتح اور شہرام ہوڈی پہنے ہوئے تھے۔ اور ہوڈی کی کیپ سے ہی سر کو کور کیے ہوئے تھے۔

پیچھے ہٹو..!!ان کو زرا سائیڈ پر کرتے ہوئے فاتح نے جینز میں لگی گن نکالتے ہوئے تالے پر فائر کیا تاکہ تالا کھول سکے۔فائر کی آواز اس سناٹے میں دور دور تک گونجتی چلی گئی تھی۔

تالا ٹوٹا تو شہرام اگلے ہی پل ٹانگ مارتے ہوئے دھڑام سے دروازہ توڑتے ہوئے اندر داخل ہو گیا۔فاتح اور شہرام اندر داخل ہوئے تو ارسل موبائل ٹارچ آن کرتے ہوئے باہر ہر طرف نظر دہرانے لگا۔اتنے ویرانے میں اس گھر کا ہونا ارسل کو کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔آس پاس دور دور تک کچھ بھی نہیں تھا۔سر جھٹکتے ہوئے ارسل بھی اندر داخل ہو گیا۔جہاں فاتح اور شہرام ہر چیز کا باریک بینی سے جائزہ لے رہے تھے۔

ایک چیز کی تصدیق ہو گئی ہے۔ کہ اس گھر کا استعمال پچھلے کچھ دنوں سے ہی کیا جا رہا تھا۔۔۔! گھر کی اندرونی حالت دیکھتے ہوئے فاتح نے اندازہ لگاتے ہوئے کہا تھا۔ گھر جتنا باہر سے پرانا لگ رہا تھا۔ اندر سے اسکی حالت اس سے بھی زیادہ خراب تھی۔ ہر طرف دھول مٹی اور ٹوٹا پھوٹا فرنیچر بکھرا ہوا تھا۔ کمرے کے ایک کونے میں صرف ایک میز اور کرسی ہی اپنی صحیح حالت میں موجود تھے۔

میز پر رکھے کھانے کے ڈبوں پر نظر پڑتے ہوئے ارسل قریب جا کر دیکھنے لگا تھا۔ کھانے کے یہ ڈبے کل، پرسوں کے معلوم ہو رہے تھے۔

ارسل ڈبوں کو اپنی گن کی مدد سے آگے پیچھے کرتے ہوئے چیک کر رہا تھا۔ کہ بے اختیار ایک جگہ پر آ کر بے حد ٹھٹک گیا۔ جھک کر اس نے موبائل کی

ٹارچ قریب کرتے ہوئے غور سے دیکھنے کی کوشش کی تو اگلے ہی پل وہ بے حد چونکا تھا۔

شہری, فاتح۔۔۔! ارسل نے فوراً انکو پکارا تھا۔ جو اگلے ہی پل متوجہ ہوتے اسکی طرف بڑھے تھے۔۔

کیا ہوا۔۔؟ شہرام نے قریب آتے ہوئے سوال کیا۔۔

یہاں پر دیکھو۔۔۔!! ارسل نے ٹارچ قریب کرتے ہوئے انہیں میز پر دیکھنے کا اشارہ کیا۔ اسکے اشارے پر فاتح اور شہرام بھی اپنی، اپنی ٹارچ قریب کرتے ہوئے جھک کر دیکھنے لگے۔ تو میز پر لکھے الفاظ پڑھتے ہی فریز ہوتے چلے گئے تھے۔

"I'M CLOSER THAN YOU THINK"

BLACK GANG' S BLACK "

"GENERATION

یہ کون ہو سکتا ہے۔۔؟ کچھ لمحے سر کے توفاتح نے واپس سیدھا کھڑا ہوتے سوال کیا۔ جبکہ شہرام اور ارسل کے چہروں پر سرد مہری چھا چکی تھی۔

یہ جو بھی کوئی ہے۔ یہ الفاظ پڑھنے کے بعد اتنا تو طے ہے۔ کہ وہ بلیک گینگ سے بھی بہت اچھے سے واقف ہے۔ اور اب بلیک جنریشن کو بھی جان چکا ہے۔۔! شہرام ٹھنڈے لہجے میں میز پر لکھے الفاظ کو دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ جبکہ ارسل موبائل کا کیمرہ آن کرتے ہوئے ان الفاظ کی تصویریں بنانا شروع ہو گیا تھا۔ کیونکہ اسے واپس جا کر بڑے بھائیوں کو ہر چیز کی

معلومات دینی تھی۔ پورے گھر میں صرف اس اکلوتے میز پر انہیں یہ الفاظ ملے تھے۔ جیسے کوئی جان بوجھ کر انہیں یہاں تک لایا ہو۔

چلو یہاں مزید کچھ بھی نہیں ہے اب۔۔۔!! تصویریں بنانے کے بعد ارسل نے بے ساختہ گن واپس جینز میں لگاتے ہوئے کہا تو وہ سر ہلاتے ہوئے وہاں سے ابھی نکل ہی رہے تھے۔ جب دروازے سے باہر نکلتے ہوئے فاتح کے موبائل پر اچانک بیل ہونے لگی۔ فاتح نے دوسرے ہاتھ میں گن پکڑتے ہوئے پاکٹ سے موبائل نکال کر کان سے لگایا تو فارس ہمدانی کی آواز سنائی دی تھی۔

ہم دیکھ لیں گئے۔ تم لوگ پریشان نہیں ہو۔۔!! اندر داخل ہوتے ہوئے کبیر خان اپنے چھوٹے بھائیوں کو تسلی دے رہا تھا۔ وہ سب ابھی ہاسپٹل سے واپس آرہے تھے۔ جبکہ انکی مائیں تھوڑی دیر پہلے ڈرائیور کے ساتھ عیس ہمدانی کو دیکھنے کے لیے ہاسپیٹل گئ تھیں۔

عیس ہمدانی کو ہوش آچکا تھا۔ لیکن اسکے باوجود باسم نے انہیں آج کی رات انہیں وہیں پر روک لیا تھا۔ کیونکہ وہ انکے تمام ضروری ٹیسٹ کروانا چاہتا تھا۔ تاکہ اپنی تسلی کر سکے۔ اسی وجہ سے وہ سب ابھی تک وہیں پر تھے۔ جبکہ باسم ابھی بھائیوں کے ساتھ واپس آیا تھا۔ فریش ہو کر وہ کچھ دیر ریسٹ کرنے کے بعد دوبارہ پھر ہاسپٹل جانے والا تھا۔ ابھی بھی وہاج

صدیقی نے اسے زبردستی گھر بھیجا تھا۔تاکہ وہ فریش ہو سکے۔ورنہ وہ صبح سے گھن چکر بنا ہوا تھا۔

بھائی میں علینہ چچی کی طرف جا رہا ہوں۔۔۔!!لاؤنج میں داخل ہوتے ہوئے اچانک باسم نے کہا تو وہ سب مڑتے ہوئے اسکی طرف دیکھنے لگے۔۔۔

خیریت۔۔؟فارس نے سوالیہ انداز میں آبرو آچکایا تھا۔وہ سوال کرتے ہوئے صوفے پر جا کر بیٹھ گیا تو باسم ان سب کے سامنے کھڑا ہو گیا۔جیسے ابھی اجازت ملنے پر یہیں سے نکل جائے گا۔۔

جی وہ گھر پر کوئی بھی نہیں تو وہیں چچی کے پاس ہی کھانا کھالوں گا۔۔!!
سب کی سوالیہ نظروں پر باسم نے گڑبڑا کر کہا تھا۔اسکا جواب سنتے ہوئے

غازیان، شہرام، فاتح اور ایشام بے ساختہ سرگوشی نما آواز میں واہ کر اٹھے تھے۔۔

کیوں گھر میں کھانا نہیں بنا کیا۔۔؟ باسم کے بہانے کو سمجھتے ہوئے کبیر نے بھی اسکی بات سے جان بوجھ کر مزید سوال کیا تھا۔۔

کیوں نہیں بنا بھائی۔۔! اتنا اچھا کھانا بنا ہے۔مام مجھے جاتے ہوئے خود بتا کر گئی ہیں۔۔! فاتح نے جھٹ سے جواب دیا تھا۔ جس کو سن کر باسم نے آنکھیں نکالتے ہوئے اسے باز کرنے کی کوشش کی۔۔

بھائی بات کھانے کی نہیں، بلکہ گرم کھانے کی ہے۔۔! مام لوگ تو گھر پر ہیں نہیں، تو ہمیں کھانا کون گرم کر کے دے گا۔۔؟ اس لئے بس کہہ رہا ہوں۔۔ کہ میں وہاں جا کر کھانا کھا لیتا ہوں۔ کیونکہ مجھے واپس ہاسپٹل بھی

تو جانا ہے نا۔۔! باسم نے اس بار تفصیل سے سمجھانے کے ساتھ ساتھ آخر پر اپنی مجبوری بھی بتانا چاہی تھی۔۔

سیدھی طرح بول نا کمینے، کہ تجھے گرم کھانا نہیں چاہیئے۔ بلکہ کچھ اور چاہیئے ہے۔۔۔! باسم کے فضول بہانے سنتے ہوئے شہرام ابھی بے شرم ہوتے کوئی گوہر افشانی کرتا۔ جب غازیان نے تیزی سے اسکے پاؤں پر پاؤں مارتے ہوئے اسے بڑے بھائیوں کی موجودگی کی ہوش دلانا چاہی تھی۔

شہرام کے الفاظ پر جہاں باسم نے سرخ ہوتے شہرام کو گھورا وہیں بے اختیار فارس اور کبیر قہقہ لگاتے ہوئے باسم کی طرف دیکھنے لگے۔ جو انکے سامنے شرمندہ ہوتے لال پیلا ہوتے شہرام کو گھوریاں ڈالنا شروع ہو گیا تھا۔

سوری بھائی اسے کھانا ہی گرم چاہیئے۔ میں تو بس ایسے ہی کہہ رہا تھا۔۔!

شہرام اگلے ہی پل معصوم بنتے ہوئے اپنی بے شرمی سے انکار کرنے لگا تھا۔ ورنہ کوئی بعید نہیں تھا۔ کہ اسکی جان خطرے میں پڑ جاتی۔

ہاں جیسے ہم تو تم لوگوں سے واقف نہیں ہیں۔۔! کبیر نے ہنسی کے دوران طنزیہ انداز میں شہرام کو جواب دیا۔ جو اپنی کہی ہوئی بے شرم بات سے بات سے انجان بننے کی کوشش کر رہا تھا۔

بھائی میں جاؤں۔۔؟ انکو آپس میں باتیں کرتے دیکھ کر باسم نے پھر پوچھتے ہوئے انہیں اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا تھا۔

ہاں جاؤں بس خیال رکھنا۔ کہ کہیں گرم کھانا کھانے کے چکر میں منہ نہ جلا بیٹھوں۔۔! باسم کے معصوم تاثرات دیکھتے ہوئے فارس نے ہنس کر زو

معنی لہجے میں ترس کھاتے ہوئے اسے اجازت دی تھی۔ جس پر لاؤنج میں قہقہے ابل پڑے تھے۔ وہ ہنستے ہوئے باسم کو آنکھوں سے چھیڑنا شروع ہو چکے تھے۔ جو سرخ چہرے میں بامشکل ہنسی دباتے ہوئے تیزی سے فورا الٹے پیر لاؤنج سے بھاگ نکلا تھا۔۔

لگتا ہے۔ یہ ڈاکٹر ہم سب سے پہلے رخصتی لے کر ہی مانے گا۔۔! ایشام ہنستے ہوئے باسم کی بے تابیوں پر تبصرہ کر رہا تھا۔ جب بہار سیڑھیاں اترتے ہوئے تیزی سے انکی طرف آتے کبیر کو پکار گئی۔۔

بیر آپ کب آئے۔۔؟؟ بہار کی معصوم آواز نے اچانک انہیں اپنی طرف مائل کیا تھا۔

بس ابھی آئے ہیں بیر کی جان..! لاڈ بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کبیر نے اسے پاس آنے کا اشارہ کیا۔ تو وہ اگلے ہی پل اسکے پاس آکر بیٹھ گئی۔ اسکے نازک وجود کو بازو کے حصار میں لیتے ہوئے وہ اسکا ماتھا چوم گیا تھا۔ میرون ڈریس میں اپنی ہلکی پھلکی تیاری میں وہ کبیر خان کی دھڑکن تیز کر چکی تھی۔

چھوٹے بابا کیسے ہیں اب۔۔۔؟ بہار نے بے صبری سے سوال کیا۔ وہ سب کب سے انکے واپس آنے کا انتظار کر رہی تھیں۔

اللہ کا شکر ہے۔ کہ وہ پہلے سے کافی بہتر ہیں اب میری جان۔۔۔! کبیر نے آہستہ آواز میں بولتے ہوئے اسے تسلی دی تھی۔ جس پر مطمئن ہوتے وہ شکر کرتی چلی گئی۔

کھانا لگوادوں آپ سب کے لیے..؟سب کی طرف دیکھتے ہوئے بہار نے اگلا سوال کیا۔۔

ہاں لگوادو گڑیا ہم بس فریش ہو کر آرہے ہیں۔۔!!ہاں میں جواب دیتے ہوئے فارس کوٹ اٹھا کر کھڑا ہوا تو باقی بھی اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

سب کچھ اکیلے مت کرنا۔۔۔!میڈز کی ہیلپ لے لینا۔۔میں بس فریش ہو کر واپس آرہا ہوں۔۔۔!بہار کو ہدایت دیتے ہوئے کبیر بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔اسکا ماتھا چومنے کے بعد وہ وہاں سے نکلا تو بہار شرمیلی مسکان کے ساتھ کچن کی طرف بڑھ چکی تھی۔

کمینہ اس دن سڑک کے کنارے پر گاڑی میں رو مینس کر رہا تھا۔۔! میز پر بیٹھے شہرام، فاتح اور ایشام کو باسم کی حرکت یاد کرتے ہوئے غازیان بتا رہا تھا۔ وہ سب ابھی فریش ہونے کے بعد نیچے آئے تھے۔ گل بہار اور گل ناز مل کر کھانا لگوا رہی تھیں۔ جبکہ مہر ماہ اور ہیر بھی انکی مدد کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ جو کہ ناممکن سا تھا۔

بیٹھ جاؤ تم دونوں ہم کر لیں گئیں۔۔!! گل ناز نے بے اختیار رکتے ہوئے ہیر اور مہر ماہ کو منع کیا تھا۔ مدد کرنے کے کوشش میں وہ بس بار بار کچن سے ڈائننگ میز کے چکر لگا رہی تھیں۔

پر آپی مجھے آپکی مدد کرنی ہے نا۔۔!! ناز کے منع کرنے پر مہر ماہ روہانسی ہوئی تھی۔ ایسا نہیں تھا۔ کہ وہ مدد نہیں کرنا چاہتی تھی۔ بس اسے سمجھ نہیں آ رہا

تھا۔ کہ آخر وہ کرے کیا۔۔۔ کیونکہ گل ناز اور بہار سب کچھ خود ہی کیے جا رہی تھیں۔۔ جبکہ ناز کے روکنے پر ہیر جھٹ سے جا کر ٹیبل پر ماہ پارہ کے ساتھ بیٹھ چکی تھی۔

رہنے دو چندا تم جاؤ ہم بھی بس آ ہی رہے ہیں۔۔!! مہر ماہ کے تاثرات دیکھتے ہوئے بہار ہنس کر اپنی معصوم آواز میں بولی تھی۔ کبھی نہ کچن میں آنے والی مہر ماہ کو آج اپنی بڑی بہنوں کی مدد کرنے کی خواہش ہو رہی تھی۔اس لئے وہ ہنس دیں تھیں۔

ٹھیک ہے میں جا رہی ہوں۔۔! مہر ماہ ہار مانتے ہوئے میز کی طرف آتے ہیر کی ساتھ بیٹھ گئی۔انکی موجودگی میں وہ سب آہستہ آواز میں اب باتیں کر رہے تھے۔۔

یہ روڈ کنارے رومینس کا حادثہ کس دن پیش آیا ہے۔۔؟ ہم سب کہاں تھے۔۔؟ غازیان کی بات سنتے ہوئے ایشام نے حیرت سے جاننا چاہا تھا۔

سلینہ کو ساتھ لیے سبحان بھی نیچے آ گیا تھا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ گل ناز کے کہنے پر سلینہ کو کمرے سے بلانے کے لیے اوپر گیا ہوا تھا۔

یہ حادثہ نکاح کی اگلی صبح ہی ہو گیا تھا۔!! سبحان کی موجودگی دیکھتے ہوئے غازیان نے اب ڈھکے چھپے الفاظ میں جواب دیا۔ سلینہ کو اسکی جگہ پر بٹھا کر سبحان اب انکی طرف آ کھڑا ہوا تھا۔ اسی وقت کبیر خان بھی فریش ہو کر واپس آ چکا تھا۔

کیا ہے۔۔؟ سبحان کو اپنے سر پر کھڑے دیکھ کر ایشام نے رعب سے اسے دیکھا۔۔ اسکی آواز پر سب انکی جانب دیکھنے لگے تھے۔۔

مجھے کچھ نہیں ہے۔پر آپکو کیا ہے۔۔؟آپ میری جگہ پر کیوں بیٹھے ہوئے ہیں۔۔؟ایشام کے رعب کو کسی خاطر میں نہ لاتے ہوئے سبحان نے سنجیدگی سے اسے اپنی جگہ پر بیٹھے دیکھا تھا۔غازیان کی بات سننے کے چکر میں وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے تھوڑی دیر پہلے شہرام اور فاتح کے بیچ آکر بیٹھ گیا۔جو کہ اب سبحان کی جگہ تھی۔شہرام علی اور فاتح سلطان کے بیچ اب محمد سبحان آچکا تھا۔۔

کہاں لکھا ہے کہ یہ تمہاری جگہ ہے۔۔؟کیا تمہارا نام یہاں پر لکھا ہوا ہے۔۔۔؟سبحان کے مطالبے پر ایشام نے تیکھے لہجے میں کہنا چاہا تھا۔سبحان کے تاثرات دیکھتے ہوئے فاتح اور شہرام ہنسی دبا رہے تھے۔۔

جی مسٹر ایشام صدیقی یہاں پر میرا ہی نام لکھا ہوا ہے۔۔! اسکے سوال پر سبحان پورے اعتماد سے بولا تھا۔ کبیر خان پوری توجہ کے ساتھ انکی بحث دیکھ رہا تھا۔

"سُبحان، تعالَ واجلس معي هنا..! لماذا تتشاجر مع أخيك؟"

(سبحان یہاں میرے ساتھ آکر بیٹھ جاؤ۔۔! کیوں بھیا کے ساتھ لڑائی کر رہے ہو..)

سیلینہ نے بے ساختہ عربی زبان بولتے ہوئے اسے نرم لہجے میں مخاطب کیا۔ لیکن سبحان اسکے کہے کو نظر انداز کر چکا تھا۔ جبکہ اسکی زبان سے عربی سنتے ہوئے فاتح کی گہری نظروں نے سیلینہ کا تعاقب کیا تھا۔

کہاں پر لکھا ہے۔۔؟ سبحان کے اقرار پر ایشام نے اگلے ہی پل ثبوت مانگا۔۔

آپ اٹھیں میں آپکو اپنا نام بھی دیکھا دیتا ہوں۔۔۔! سینے پر بازو باندھے سبحان انکے سامنے پورے اعتماد کے ساتھ کھڑا تھا۔ جبکہ اب اسکے ماننے پر سب حیرانی سے اسے دیکھنے لگے تھے۔ اسکا اعتماد دیکھتے ہوئے سب کو ایک پل کے لئے احساس ہوا۔ جیسے سچ میں اس کرسی پر سبحان کا نام کہیں موجود ہو۔ اور وہ ہی لاعلم تھے۔۔

کیا سچ میں تم نے اس چیئر پر اپنا نام لکھا ہوا ہے ٹڈے۔۔!! غازیان نے حیرت سے پوچھتے ہوئے سبحان کی طرف دیکھا۔ جو بے نیازی سے کندھے آچکا گیا تھا۔

لاؤ دکھاؤ کہاں پر ہے تمہارا نام۔۔۔؟ سبحان کی چیئر سے کھڑے ہوتے ایشام نے اسے نام دیکھانے کا کہا۔ جب سبحان اسے نظر انداز کرتے ہوئے

سنجیدگی سے اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گیا۔اسکے چپ چاپ بیٹھنے پر اب سب کو پہلے سے بھی زیادہ حیرانی ہوئی تھی۔

اوبھائی نام دیکھاؤ کہاں بیٹھ رہے ہو۔۔؟ سبحان کو خاموشی سے بیٹھتے دیکھ کر ایشام نے تیکھے لہجے میں پھر سابقہ سوال کیا تھا۔۔۔

میں اس جگہ پر بیٹھ گیا ہوں۔تو آپکو سمجھ جانا چاہیے۔کہ یہ جگہ "محمد سبحان" کی ہی ہے۔۔! آنکھیں اٹھاتے ہوئے وہ اپنے نام پر زور دیتے بولا تو سبحان کی بات سمجھتے ہوئے اگلے ہی پل سب قہقہ لگاتے ہوئے ایشام کی حالت دیکھنے لگے۔جو غصے سے اس چھوٹے ٹڈے کو گھورنے لگا تھا۔جس نے کتنی آسانی سے اسے بے وقوف بنادیا تھا۔۔

بچے کے ہاتھوں تمہاری لگ گئی ہے چھوٹے۔۔؟؟ کبیر خان نے ہنستے ہوئے ایشام کو چھیڑا تھا۔ سبحان کو گھوری سے نواز کر ایشام اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ چکا تھا۔ اسی پل فارس بھی آ کر اپنی جگہ پر بیٹھا تھا۔ جو کال سننے کے لئے لاؤنج کی طرف گیا ہوا تھا۔۔

کیا ہوا۔۔؟ سب کو ہنستے دیکھ کر فارس نے دلچسپی سے جاننا چاہا۔

کچھ نہیں سبحان نے چھوٹے کی کلاس لگائی ہے بس۔۔! کبیر نے ہنس کر اسے بتایا اور ساتھ ہی ہیر کی طرف دیکھنے کا اشارہ کیا۔ جو غیر معمولی سنجیدگی کے ساتھ موبائل میں مصروف نظر آنے کی کوشش کر رہی تھی۔ جس دن سے فارس نے اسے ایشام کے ساتھ بدتمیزی پر ڈانٹا تھا۔ تب سے وہ

ایسے ہی خاموش اور الگ تھلگ نظر آتی تھی۔ سب چیزیں رکھنے کے بعد گل بہار اور گل ناز بھی اپنے اپنے شوہر کے ساتھ سیٹ سنبھال گئی تھیں۔

آئندہ اگر آپ دونوں نے میری جگہ پر کسی کو بیٹھنے دیا۔۔! تو بڑے بابا سے کہہ کر آپ دونوں کو گھر سے نکلوادوں گا۔۔! ویسے بھی میرے پاس آپ دونوں کے بہت سے کالے راز جمع ہو چکے ہیں۔۔! آہستہ آواز میں شہرام اور فاتح کو اچانک دھمکاتے ہوئے سبحان نے "دونوں" پر کافی زور دیا۔۔۔

سالا ہم سے سیکھ کر ہمیں ہی ٹپکا رہا ہے۔۔۔!! اسکی دھمکی پر شہرام اسے گالی سے نوازتا۔ جب فاتح نے تیزی سے اسکے منہ پر ہاتھ جما دیا تھا۔ سبحان کی دھمکیاں سنتے ہوئے غازیان کا بے اختیار دل کیا۔ کہ وہ دل کھول کر قہقہے لگائے۔

یہ ٹڈا ہمیں اپنی کرسی کی رکھوالی کرنے کا کہہ رہا ہے۔۔! شہرام نے جل کر فاتح کو گھورا تھا۔۔

خاموش رہ ابھی۔۔! اس سے بعد میں نبٹ لیں گئے۔۔..! فاتح نے اسے تسلی دیتے ہوئے ہیر کی جانب دیکھنے کا اشارہ کیا۔ جو فارس کی ہر پکار کو نظر انداز کر رہی تھی۔

ہیرے۔۔۔!! یہاں میرے پاس آکر بیٹھو۔۔!! فارس نے پیار سے پکارتے ہوئے اسے پاس بلانا چاہا۔

نو آپ اپنے چہیتے لاڈلے کو ہی پاس بٹھائیں۔۔!! انکار کرتے ہوئے ہیر نے ایشام کو کاٹ دار نظروں میں دیکھ کر سر جھٹکا تھا۔ جبکہ اسکی ناراضگی پر

جہاں فارس بے بس ہوا تھا۔ وہیں کبیر خان ہنس دیا تھا۔ اتنا تو طے تھا۔ کہ

ہیر پاشا آج بھی خود سے زیادہ ایشام

صدیقی کو توجہ یا پیار ملنے پر چڑتی تھی۔

مجھے پیار ملنے پر تمہاری بہن کو آخر مسئلہ کیا ہوتا ہے۔۔؟ ہیر کی کاٹ دار

نظروں پر ایشام نے جھنجھلا کر غازیان سے کہا تھا۔۔

تمہاری شکل دیکھ کر وہ حساب لگاتی ہے۔ کہ تم کوئی پیار نہیں ڈیزرو کرتے۔

اس لئے پھر اسے بہت سے مسئلے ہونے لگتے ہیں۔۔! غازیان نے دل جلاتی

مسکراہٹ کے ساتھ جواب میں بولتے ہوئے ایشام کو تپانے کے ساتھ

ساتھ بہن کا دفاع کیا تھا۔ جس پر ایشام اسے سخت نظروں سے گھور کر

دوبارہ ہیر کی جانب متوجہ ہو گیا۔ جو فارس کو سخت قسم کے نخرے دیکھاتے ہوئے مکمل ناراضگی کا اظہار کر رہی تھی۔

میری پیاری بہارے نے آج مجھے کتنا مس کیا ہے۔۔؟ اسے بازوؤں میں اٹھائے کبیر لاڈ سے پوچھتے ہوئے کمرے میں داخل ہوا تھا۔ سب کے پاس سے اٹھتے ہوئے اسکے نازک وجود کو یوں ہی بازوؤں میں اٹھائے وہ مسلسل چھوٹی چھوٹی باتیں کرتے ہوئے کمرے میں پہنچا تھا۔

میں نے اپکو بہت مس کیا بیر۔۔! لیکن پھر چھوٹے بابا کے ایکسیڈنٹ کا سن کر میں بہت پریشان ہو گئی تھی۔۔۔! معصوم لہجے میں بتاتے ہوئے وہ ایک بار پھر عیس ہمدانی کے لئے پریشان ہونے لگی۔

وہ اب بالکل ٹھیک ہیں میری جان۔۔! بہار کو بیڈ پر لٹاتے ہوئے وہ تسلی دیتے ہوئے اسکے اوپر آ گیا تھا۔ کبیر خان کے لمبے چوڑے وجود کو اچانک اپنے اوپر دیکھتے ہوئے بہار بے ساختہ شرمائی تھی۔۔

آپ۔۔۔آپ نے مجھے کتنا مس کیا۔۔؟ جھجکتے ہوئے پوچھ کر وہ کبیر خان کے کان میں پہنے ہوئے بلیک سٹون کی طرف متوجہ ہو چکی تھی۔ کبیر خان کے کان میں پہنا یہ بلیک سٹون اسے بہت پیارا لگتا تھا۔

میں نے تمہیں بھلایا تا ہی کب ہوں بیر کی معصوم جان۔۔!! جھک کر اسکے پھولے گال پر ہولے سے دانت گاڑتے ہوئے کبیر نے جواباً کہا تھا۔ بہار اپنے گال پر ہاتھ رکھتے ہوئے خفگی سے اسے دیکھ کر دوبارہ سٹون کے ساتھ کھیلنا شروع ہو چکی تھی۔۔

اتنی پیاری ادائیں دیکھا کر مجھے پاگل کرنا چاہ رہی ہو نا۔۔! ایک جھٹکے میں کروٹ بدلتے ہوئے کبیر نے اسکے نازک وجود کو اپنے اوپر لٹاتے ہوئے بوجھل لہجے میں کہہ کر بہار کے گلے پر ہونٹ رکھے تھے۔ گل بہار کے وجود کی میٹھی مہک اس جوان مرد کے حواس پر بری طرح چھا رہی تھی۔ جس کے باعث کبیر خان کی گرفت اسکے نازک وجود پر بے اختیار تنگ ہونے لگی تھی۔ کبیر نرمی سے اسکی گردن کی سکن کو ہونٹوں میں دباتے ہوئے سک کرنے لگا تھا۔ اور ساتھ ہی بہار کی پشت پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اسکے ہاتھ نے بے باک گستاخی کی تو بہار سٹپٹا کر دور ہونے لگی۔۔

بیر۔۔۔!! سٹپٹا کر بولتے ہوئے وہ شرم سے لال انگارہ ہوتے گھبرائی تھی۔۔

تمہاری پریگننسی کی وجہ سے تمہیں بہت رعایت دینے لگا ہوں بیر کی جان۔۔۔! ورنہ دن کے چوبیس گھنٹے تم بستر پر میری آغوش میں سسکتی پناہ مانگتی نظر آؤ۔۔۔!! بے باک لہجے میں کہتے ہوئے وہ بہار کی فراک کی ڈوریاں کھول رہا تھا۔ جس کا مطلب تھا۔ کہ وہ آج اسے بالکل بھی رعایت نہیں دینے والا تھا۔۔

بیر۔۔۔!! مجھ۔۔ مجھے پھر وومٹنگ ہونے لگے گی۔۔! طبیعت خراب جائے گی۔۔۔! کبیر خان کے ہاتھوں کے بے باک لمس پر کسمسا کر بہار نے گھبراتے ہوئے اسے روکنے کی معصوم سی کوشش کی تھی۔ کیونکہ حقیقتاً اسکا دل اسکی شدتوں کو سوچ کر ڈرنا شروع ہو گیا تھا۔۔۔

شششش۔۔۔!! میں آج کنٹرول نہیں کر پا رہا ہوں بہارے۔۔!! بے بسی بھرے لہجے میں کہتے ہوئے کبیر نے ایک جھٹکے میں اسکی فراک الگ کرنے کے بعد پرے اچھال دی تھی۔ بے تابی سے اسکے سینے کی نازکی پر جھکتے ہوئے وہ ہونٹ رکھنے لگا تو بہار تڑپتے ہوئے بیڈ شیٹ کو مٹھیوں میں جکڑ گئی۔ بہار کے ہونٹوں پر جھکتے ہوئے کبیر اسکی ٹانگوں کو سختی سے کمر پر لاک کر چکا تھا۔ بہت دنوں بعد وہ اسے قریب آ رہا تھا۔ اس لئے ہر بے تاب جذبے پر سے اسکا اختیار ختم ہو رہا تھا۔۔

بہار کے ہونٹوں کو سک کرتے ہوئے کبیر نے اسکی کلائیوں کو اوپر لگاتے ہوئے دوسرا ہاتھ اسکی دھڑکنوں پر پھیرا تو بہار بوکھلا کر جھٹپٹانے لگی۔۔

جب کبیر اسکے ہونٹوں کو شدت سے دانتوں میں دباتے ہوئے اچانک پیچھے ہٹا تھا۔۔

ریلیکس رہو۔۔۔!! سانس لو۔۔۔! بہار کو ڈرتے دیکھ کر کبیر نے اسکے چہرے کو ہاتھوں میں بھرتے ہوئے پر سکون کرنا چاہا تھا۔ کیونکہ اپنی طلب میں وہ اسکی طبیعت خراب نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔ کبیر کا نرم انداز دیکھتے ہوئے بہار بھاری بھاری سانس لیتے ہوئے اسکے سینے میں چھپی تو وہ مسکرا کر اسے شدت سے خود میں بھینچ گیا۔۔۔

بہار کے سر کو چومتے ہوئے کبیر نے سائیڈ میز سے ریموٹ کو اٹھا کر پہلے کمرے کی لائٹس بند کیں۔ اور بعد میں کروٹ بدلتے ہوئے وہ بہار کو تکیے پر لٹا گیا۔۔

بیر۔۔۔!! مجھے ڈر لگ رہا ہے۔۔۔۔!! اندھیرے میں بہار کی بے بسی بھری آواز سنائی دی تھی۔ آنکھیں میچ کر کھولتے ہوئے اندھیرے میں کبیر کے دیو ہیکل وجود کو دیکھتے ہوئے بہار کے ہونٹ خشک ہونے لگے تھے۔ جبکہ اپنی ڈرپوک بلی کی آواز پر وہ شرٹ اتارتے ہوئے گہرا مسکرا دیا تھا۔

کیوں ڈر لگ رہا ہے۔۔؟ شرٹ دور پھینک کر کبیر دوبارہ اسکے وجود کے اوپر جھکا تو بہار کے ہونٹ کپکپا اٹھے۔۔ وہ خاموش رہی تھی۔۔

ڈرنا تو مجھے چاہیئے بیر کی دھڑکن۔۔!! کیونکہ تم مجھے ہوش میں ہی نہیں رہنے دے رہی ہو۔۔۔!! اسکے کان میں گھمبیر لہجے میں سرگوشی کرتے ہوئے کبیر خان اسکے بدن کو پردوں سے آزاد کر رہا تھا۔

ریلیکس رہو آج ہرٹ نہیں کروں گا۔۔۔!! بہار کی ٹانگوں کو اپنی کمر پر لاک کرتے ہوئے کبیر نے گہرا سانس بھرتے ہوئے اسے تسلی دینے کی ناکام کوشش کی تھی۔ جبکہ بہار اس بھرپور مرد کو سوچتے ہوئے کانپنا شروع ہو چکی تھی۔ کبیر جانتا تھا۔ کہ وہ اپنی برداشت سے زیادہ اسے جھیلتی آئی ہے۔ اس لئے اتنی دنوں بعد اسکے قریب آنے پر خوف زدہ ہو رہی ہے۔۔

آپ ایسے ہی کہتے ہیں ہر بار۔۔۔!! اسے کندھوں سے تھامتے ہوئے بہار نے اسکی تسلی پر شکوہ کرنا چاہا تھا۔ جس کو سن کر وہ زو معنی انداز میں مسکرا دیا تھا۔۔

ہر بار تو نہیں کہتا ہوں ایسا۔۔۔! مسکرا کر بولتے ہوئے کبیر خان نرمی سے اسکی روح میں اچانک داخل ہوا بہار نے مچلتے ہوئے اپنی کمر اٹھالی۔ کبیر کی شدت پر وہ حد سے زیادہ سسکی تھی۔۔۔

مجھے تکلیف ہو رہی ہے بیر۔۔۔!! خفگی سے کہتے ہوئے بہار کی آنکھیں تیزی سے بھیگنے کے ساتھ ساتھ لہجہ نم ہو چکا تھا۔۔

میں یہیں ہوں میری جان۔۔! تم شوہر کے قریب آنے سے ڈرتی ہوں نا اس لئے ایسے ہو رہا ہے۔۔۔!! کبیر رکتے ہوئے اسے پچکارنے کے ساتھ ساتھ چھیڑ گیا تھا۔ جس پر بہار خفگی سے اسے دیکھنے کی کوشش کرتے معصوم انداز میں اسکی سینے پر کاٹنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔۔

ہاہاہاہا۔۔! میری معصوم بلی کو غصہ آرہا ہے۔۔۔! بہار کے دانتوں کی چھبن پر کبیر ہنستے ہوئے اسکے پورے چہرے کو چومنے لگا۔۔

آپ بہت خراب ہیں۔۔! بہار نے ناک سکوڑ کر رائے دی تھی۔

میں تمہارے لئے مزید خراب ہونا چاہتا ہوں میری جان۔۔! اسکی نم آنکھوں کو چومتے ہوئے کبیر نے ہنس کر جواب میں کہتے ہوئے اپنے وجود کو زرا سی حرکت دی تو بہار دوبارہ تڑپتے ہوئے اس میں چھپنے لگی۔

میں تمہیں کھا جاؤں گا گل بہارے۔۔۔!! شدت پسند ہوتے کبیر خان نے اسکے نازک وجود کو بے ساختہ اپنے وجود

میں تمہیں کھا جاؤں گا گل بہارے۔۔۔!! شدت پسند ہوتے کبیر خان نے اسکے نازک وجود کو بے ساختہ اپنے وجود سے مس کیا تو بہار کا دل

زوروں سے دھڑکتا چلا گیا تھا۔ بہار کی ٹانگوں کو سختی سے اپنی کمر پر لاک کرتے ہوئے کبیر خان کی شدتوں کا آغاز ہو چکا تھا۔ اسکے دھڑکنوں کو ہونٹوں میں دبائے وہ اپنی جان اور اسکی جان ایک کرنے کی کوشش میں ہلکان ہونے لگا تو بہار سسکتے ہوئے اسے پکارتی چلی گئی تھی۔۔

فارم ہاؤس پر آکر گاڑی رکی تو فہد گاڑی سے اتر کر پیچھے سے سامان نکالنا شروع ہو گیا تھا۔ جبکہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھی انجیلنا پر شوق نظروں سے اس عالیشان فارم ہاؤس کو دیکھتی چلی گئی تھی۔

فارم ہاؤس کی اس بڑی سی عمارت پر بڑے بڑے حروف میں "بلیک گینگ" لکھا ہوا تھا۔ انجیلنا کو یہ سب بہت اچھا لگ رہا تھا۔ اسے ہر گز بھی

اندازہ نہیں تھا۔ کہ غازیان پاشا کا تعلق اس قدر "اعلی سوشل اسٹیٹس" فیملی سے ہو گا۔ ایک دم سے اسے غازیان کے گھر والوں کو دیکھنے کا تجسس ہونے لگا تھا۔

گاڑی میں بیٹھے وہ یوں ہی مسکراتی نظروں سے ہر چیز پر نظریں دہرا رہی تھی۔ جب اچانک فہد نے اسکی طرف آتے ہوئے دروازہ کھولا تھا۔ وہ چونک کر اسکی طرف دیکھنے لگی۔ جو اسے باہر نکلنے کا اشارہ کر رہا تھا۔

"?Is this Ghazian's farmhouse"

("کیا یہ غازیان کا فارم ہاؤس ہے۔۔؟")

گاڑی سے باہر نکلتے ہوئے انجیلینا نے دلچسپی سے جاننا چاہا تھا۔

”.No, this is their family farmhouse“

(نہیں یہ انکا فیملی فارم ہاؤس ہے۔۔)

گاڑی کا دروازہ بند کرتے ہوئے فہد نے مسکرا کر اسے جواب دیا تھا۔تا کہ کہیں وہ غلط فہمی میں اس فارم ہاؤس کو غازیان پاشا کا پرائیویٹ فارم ہاؤس نہ سمجھ بیٹھے۔

”.This is very lovely, Fahad“

(یہ بہت پیارا ہے فہد۔۔)

اسکی طرف مڑتے ہوئے وہ رک رک اسکا نام ادا کرتے ہوئے پر جوش ہوئی۔تو فہد اسکے لبوں سے اپنا نام سنتے ہوئے بے اختیار اسے دیکھنے لگا تھا۔

نجانے کیوں یہ انجان لڑکی اسے پہلی نظر میں بہت پیاری اور معصوم لگی تھی۔

کل جب وہ اسے ہوٹل پر چھوڑنے گیا تھا۔ تو فہد کو انجیلنا وہاں کچھ پر سکون نہیں محسوس ہوئی تھی۔ وہ ایشین مردوں کو لے کر کافی ڈری ہوئی تھی۔ جیسے ہوٹل میں رہنے سے بھی خوفزدہ ہو۔ انجیلنا سے بات چیت کرتے ہوئے فہد کو وہ کچھ زیادہ پر اعتماد بھی نہیں لگتی تھی۔

اس ساری صورتحال کو مد نظر رکھتے ہوئے واپس آتے ہی فہد نے غازیان کو ہر چیز سے باخبر کر دیا تھا۔ اسکی ساری باتیں سنتے ہوئے غازیان پریشان ہوتا چلا گیا تھا۔ وہ خود چونکہ ابھی ہاسپٹل سے نکل کر انجیلنا کے پاس نہیں جا سکتا تھا۔ اس لئے اس نے فوری طور پر فہد کو حکم دیا تھا۔ کہ وہ انجیلنا کو اسکے فارم

ہاؤس پر چھوڑ آئے۔ اگر وہ غازیان کے بھروسے یہاں پر آئی تھی۔ تو غازیان اسکی حفاظت اور مہمان نوازی میں کوئی کسر نہیں چھوڑ سکتا تھا۔

This farmhouse is even more beautiful from the inside. Come, I'll show you!

(یہ فارم ہاؤس اندر سے اور بھی زیادہ خوبصورت ہے۔ آیئے میں اپکو دیکھاتا ہوں۔۔) اسکا سامان اٹھائے فہد انجیلینا کے ساتھ قدم اٹھاتے ہوئے بتا رہا تھا۔ جس کو سنتے ہوئے وہ مزید متجسس ہوتی چلی گئی تھی۔ ان تین، چار ملاقاتوں میں وہ فہد کے کافی کلوز ہو چکی تھی۔

بڑے بابا ہاسپٹل سے کب آئیں گئے۔۔؟ ناشتے کی میز پر مہر ماہ نے بے چینی سے جاننا چاہا تھا۔ صبح ہو چکی تھی۔ آج عیس ہمدانی نے ڈسچارج ہو کر واپس گھر آنا تھا۔ باسم اور فارس کل رات سے وہیں ہاسپٹل میں ہی تھے۔

دن میں ہی آجائیں گئے۔۔!! فاری سے ابھی تھوڑی دیر پہلے میری بات ہوئی تھی۔ وہ بتا رہا تھا۔ کہ شاید ایک بجے تک ڈسچارج ہو جائیں گئے۔۔!! مہر ماہ کے سوال کا جواب گل ناز کی طرف سے آیا تھا۔

تمہاری کیوں شکل اتنی اتری ہوئی ہے۔۔؟ گل ناز کا بجھا بجھا سا چہرہ دیکھتے ہوئے ائرہ کاظمی بے اختیار پوچھ گئیں۔ کیونکہ وہ ناشتہ بھی نہیں کر رہی تھی۔

مجھے نہیں کرنا یہ ناشتہ۔۔!!ائرہ کاظمی کے پوچھتے ہی گل ناز نے برا سا منہ بناتے ہوئے فٹ سے بتایا تھا۔میز پر سجے ناشتے کو وہ عجیب و غریب نظروں سے دیکھتے ہوئے برے برے منہ بنا رہی تھی۔جب سے وہ پریگننٹ ہوئی تھی۔اس حالت میں وہ ان کھانے پینے کی چیزوں کو ایسے ہی دیکھتی تھی۔ جو گل ناز کی پسند کی نہیں ہوتی تھیں۔۔۔

تو پھر کیا کھانا ہے۔۔؟سنان مصطفیٰ ناشتہ چھوڑتے ہوئے فکر مند ہوئے تھے۔جبکہ گل بہار ہمیشہ کی طرح اچار کے ساتھ مزے سے ناشتہ کر رہی تھی۔

مجھے مٹن کھانا ہے چھوٹے بابا۔۔۔!! سنان مصطفیٰ کے پوچھتے ہی گل ناز نے اداس لہجے میں بتاتے ہوئے میز پر اپنا سر ٹکا لیا۔ جبکہ اسکی "مٹن" کی رٹ سنتے ہوئے بیہ صدیقی سمیت باقی ماتھا پیٹ گئی تھیں۔

مٹن کھا کھا کر پاگل ہونا ہے کیا۔۔۔؟ بیہ صدیقی بے ساختہ ڈپٹ کر بولتے ہوئے بیٹی کو دیکھ گئی تھیں۔ جو مٹن نہ ملنے پر ایسی شکلیں بنا رہی تھی۔ جیسے خدانخواستہ نجانے کیا ہو گیا ہو۔۔ماں کے ڈانٹنے پر گل ناز نے دکھی سا منہ بنا کر اب باپ سمیت اپنے بڑے بابا کی طرف دیکھا تھا۔ جیسے بتانا چاہ رہی ہو۔ کہ دیکھ لیں انکے ظلم۔۔

کیوں ڈانٹ رہی ہو فضول میں۔۔۔!! بیٹی کا اداس چہرہ دیکھتے ہوئے وہاج صدیقی بے اختیار ٹوکتے ہوئے بولے تھے۔

فضول میں کب ڈانٹ رہی ہوں وجی۔۔! آپکی یہ بیٹی دن، رات مٹن کھا کھا کر پاگل ہو یا نہ ہو پر کک اور ہم سب مٹن پکا پکا کر ضرور پاگل ہو جائیں گئیں۔۔! بیہ صدیقی بھی کڑھ کر بولنے لگی تھیں۔ جس پر گل ناز سمیت لڑکیاں ہنسی دبا گئی تھیں۔ بیہ صدیقی کا شکوہ بالکل بجا تھا۔ پر یگننسی میں گل ناز کو اب ہر کھانے میں مٹن چاہیئے ہوتا تھا۔ اور اگر ایک دن کسی کھانے میں مٹن سے کچھ نہیں بنتا تھا۔ تو اس دن وہ کھانا ہی نہیں کھاتی تھی۔۔

تم تو ایسے کہہ رہی ہو۔ جیسے میری بیٹی مٹن نہیں ہر روز اونٹ کھانے کی فرمائش کرتی ہو۔۔! بیوی کی شکایت کو کسی خاطر میں نہ لاتے ہوئے وہاج صدیقی طنزیہ گویا ہوئے تو گل ناز بے ساختہ قہقہ لگا گئی۔ اسے ہنستے دیکھ کر باقی سب بھی ہنس دیئے تھے۔ جبکہ بیہ صدیقی پہلو بدل کر رہ گئی تھیں۔۔

ان میاں بیوی کو لڑنے دو۔۔! آجاؤ میرے ساتھ میں خود اپنے بچے کو مزے دار سا ناشتہ کروا کر لاتا ہوں۔۔۔! سنان مصطفیٰ ہاتھ صاف کرتے ہوئے گل ناز سے کہنے لگے۔ انکا ارادہ گل ناز کو کہیں باہر سے ناشتہ کروانے کا تھا۔ تاکہ اسکا اداس موڈ کچھ ٹھیک ہو پاتا۔۔

لو یو چھوٹے بابا۔۔! آپ یہیں انکی لڑائی انجوائے کریں۔۔! میں چھوٹی ماما کو لے کر ہاسپٹل جا رہی ہوں۔۔ وہیں فاری کے ساتھ ناشتہ کر لوں گی۔۔! اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر وہ سنان مصطفیٰ کی طرف آتے ہوئے بچوں کے سے انداز میں لاڈ بھرے انداز میں انکے گلے میں بازوؤں کا ہار پہناتے ہوئے انکا ہاتھ چوم گئی تھی۔ جس پر وہ مسکرا کر اسکے سر پر ہاتھ رکھ گئے۔

باپ کے ساتھ سلطان احمد خان اور ضرار پاشا کو بھی لاڈ بھرے انداز میں خدا حافظ کہنے کے بعد وہ باہر کی جانب چل دی تھی۔

آپی رکیں ہم بھی آرہے ہیں۔۔! ہمیں بھی چھوٹے بابا سے ملنا ہے۔۔!! گل ناز ابھی لاؤنج سے باہر نہیں نکلی تھی۔ جب ایک دم سے ماہ پارہ تیزی سے پکارتے ہوئے کھڑی ہوئی تھی۔

دھیان سے ماہا۔۔! اسے بے دھیانی سے بھاگتے دیکھ کر غازیان نے فکر مند ہوتے ٹوکا تو وہ جھینپ کر بیگ اٹھاتے ہوئے بھاگ کر گل ناز تک پہنچ گئی۔ مہر ماہ اور ہیر بھی انکے ساتھ نکلیں تو مشعل ہمدانی انکی جلد بازی پر مسکرا کر رہ گئیں۔

گاؤں کب جارہے ہو غازی۔۔؟ان سب کے جاتے ہی ضرار پاشا نے اپنے سپوت کو مخاطب کیا۔

گاؤں؟؟ کس لئے ڈیڈ۔۔؟ غازیان اچانک انکے اس سوال پر حیرانی سے پوچھ گیا تھا۔

اگر تمہیں یاد ہو۔ تو تم "جہان پور گاؤں" کے سردار ہو شاید۔۔! غازیان کے پوچھنے پر ضرار پاشا بے حد صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے چبا کر گویا ہوئے تھے۔ جبکہ دل ہی دل میں انکا بس نہیں چل رہا تھا۔ کہ اپنے بیٹے کی لاعلمی اور معصومیت پر اسے ایک رکھ کر لگا دیں۔۔

اوو اچھا۔۔۔! پر سردار بننے کا گاؤں جانے سے کیا تعلق۔۔؟ باپ کے صبر کو ہوا میں اڑاتے ہوئے غازیان جان بوجھ کر مزید انجان بنا۔

کیوں اپنی ساس اور سسر کے سامنے میرے سے بے عزت ہونا چاہ رہے ہو۔۔۔!! ضرار پاشا غصے سے بولتے ہوئے غازیان کو گھورنے لگے۔ جبکہ انکی اس بات پر سلطان احمد خان بے ساختہ آبرو اچکاتے ہوئے انکی طرف دیکھنا شروع ہو گئے تھے۔ جو اپنی بات منوانے کے چکر میں جان بوجھ کر انکا نام استعمال کر رہے تھے۔

ہمیں کوئی مسئلہ نہیں ہے چھوٹے بابا۔۔۔! آپ کھل کر اپنا شوق پورا کریں۔۔۔! فاتح سلطان نے سختی بنتے ہوئے بیچ میں اچانک مداخلت کی تھی۔ اسکے آگ لگانے پر پاس بیٹھا سبحان تاسف سے اس نیلے سمندر کو دیکھ گیا۔ جن کا دن رات صرف ایک ہی کام تھا۔ اور وہ تھا لوگوں کے دلوں کو آگ لگانا بس۔۔

میں کچھ کہہ رہا ہوں غازیان پاشا۔۔۔!! اسکے اب بھی خاموش رہنے پر ضرار پاشا پھر ضبط سے اسے مخاطب کر گئے۔۔

ڈیڈ آپ مجھے بے عزت کرنے کا کہہ رہے ہیں۔ تو اس بات پر میں کیا ہی کہہ سکتا ہوں اب۔۔! انکی بات کا انکو ہی حوالہ دیتے ہوئے وہ بے حد معصوم بنا تو داماد کے جواب پر سلطان احمد کا قہقہ ابلتے ابلتے رہ گیا تھا۔ جبکہ ضرار پاشا انہیں ہنسی روکتے دیکھ کر تاسف سے سر ہلانا شروع ہو گئے تھے۔ جو داماد کی بد تمیزی پر خوش ہو رہے تھے۔

بکواس بند کر کے مجھے صاف صاف بتاؤ کہ گاؤں کیوں نہیں جا رہے ہو۔۔؟ اس بار ضرار پاشا صاف صاف پوچھتے ہوئے غصے سے غازیان کی طرف دیکھتے چلے گئے۔۔ جو باپ کے سرخ چہرے کو کافی انجوائے کر رہا تھا۔۔

پچھلے کتنے دنوں سے اسے گاؤں سے مسلسل فون آرہے تھے۔ جن کو وہ سکون سے نظرانداز کرتا جارہا تھا۔

سردار آپ نے ہی بنایا ہے۔ تو گاؤں بھی آپ ہی چلے جائیں۔۔! میرا وہاں کیا کام بھلا۔۔! باپ کی طرح وہ بھی صاف انکار کرتے ہوئے آخر پر مسکایا تو ضرار پاشا زیر لب اسے صلواتیں سناتے چلے گئے۔۔

بکواس نہیں کرو۔۔! اور اس ہفتے کے آخر میں گاؤں جانے کے لیے تیار رہنا۔۔! خانم بھابھی آپ ماہ پارہ کو بھی تیار کر دیجیے گا۔۔۔! کیونکہ گاؤں میں اب ماہ پارہ کو سردارنی کی حیثیت سے متعارف کروانا بہت ضروری ہو گیا ہے۔۔! غازیان کو غصے سے جھڑکتے ہوئے ضرار پاشا آخر پر علیزے خان سے کہنے لگے۔ جبکہ غازیان جو پھر سے انکار کرنے ہی والا تھا۔ کہ باپ

کے آخری الفاظ پر بے اختیار چپ ہوتے مستی بھرے انداز میں ہونٹوں کو گول کر گیا۔۔ماہ پارہ کے ساتھ تو وہ کنواں میں بھی چھلانگ لگا دیتا۔ پھر گاؤں کیا چیز تھی۔۔؟

ناشتہ کرنے کے بعد اپنا والٹ اور گاڑی کی چابیاں لینے کے لئے ارسل دوبارہ کمرے میں آیا تھا۔ جب اچانک اسکی بیڈ کی جانب نظریں اٹھ گئیں۔ تکیے کو زور سے گلے لگائے رابیل سکون سے اسکی سائیڈ پر لیٹی سو رہی تھی۔ انکی شادی کو کئی دن گزر چکے تھے۔ارسل خان روز صبح تیار ہو کر نکل جاتا تھا۔ کیونکہ وہ ڈیوٹی دوبارہ جوائن کر چکا تھا۔ جبکہ رابیل سکون سے اپنی نیند پوری کر کے بارہ بجے اٹھتی تھی۔

پتہ نہیں اس لڑکی کو میری سائیڈ پر ہی آکر کیوں سونا ہوتا ہے۔۔!! جھک کر اپنی چیزیں اٹھاتے ہوئے وہ تاسف سے بڑبڑایا تھا۔ جھکتے ہوئے ارسل بغور اسکی گندمی رنگت کو دیکھنے لگا۔ سوئے ہوئے جہاں رابیل باسط کے چہرے پر ایک الگ ہی معصومیت نظر آرہی تھی۔ وہی معصومیت اسکے جاگتے ہی غائب ہو جاتی تھی۔ اسکی شیطانی حرکتیں یاد کرتے وہ بے اختیار مسکرا دیا تھا۔

شہد کی مکھی کہیں کی۔۔!! اسکی رنگت اور آنکھوں کو تشبیہ دیتے ہوئے وہ آہستہ آواز سے بولتے ہوئے اگلے ہی پل خود پر حیران ہو گیا۔ رابیل کی دیکھا دیکھی وہ بھی الٹے سیدھے ناموں سے پکارنا سیکھ رہا تھا۔

استغفار یہ لڑکی مجھے کیا بنا رہی ہے۔؟؟ہڑ بڑا کر وہ فوراً بیڈ سے دور ہٹا تھا۔ تیزی سے اپنا سر جھٹکتے ہوئے رابیل سے اپنا دھیان ہٹاتے ہوئے وہ جا کر آئینے کے سامنے کھڑا ہو گیا۔۔

گھڑی اٹھا کر پہنتے ہوئے اب اسکا دھیان عیس ہمدانی کی طرف چلا گیا تھا۔ جن کو جاتے ہوئے وہ دیکھ کر جانے والا تھا۔گھڑی پہننے کے بعد ارسل خان دوبارہ اپنے بالوں کو سنوارنا شروع ہو گیا۔جب اچانک کروٹ بدلتے ہوئے رابیل کی خود سے آنکھ کھلی تو وہ مندی مندی آنکھیں کھولتے ہوئے آس پاس دیکھنا شروع ہو گئی۔

اچانک آئینے کے سامنے کھڑے ارسل پر اسکی آنکھیں آ کر بے اختیار رکتی چلی گئی تھیں۔ایئر فورس کے بلو یونیفارم میں کھڑا وہ اپنے دھیان میں بال بنا

رہا تھا۔ یہ جانے بنا کہ رابیل باسط کی آنکھیں اس پر سے ہٹنے سے انکاری ہو چکی ہیں۔ رابیل کی نیند ایک دم سے اڑ چکی تھی۔ وہ مبہوت ہوتے ارسل خان کی وجاہت سے بھرپور جوانی دیکھ رہی تھی۔ جو اس نیلے یونیفارم میں ہر چیز کو پیچھے چھوڑ چکی تھی۔

بال بنانے کے بعد ارسل خان نے پرفیوم اٹھا کر خود پر ہلکا سا سپرے کیا۔ پرفیوم واپس رکھتے ہوئے وہ ہتھیلی پر ہلکا سا آئل نکال کر اپنی بھوری داڑھی اور مونچھوں پر لگاتے ہوئے انکو تاؤ دینے لگا تھا۔

موچھڑ کہیں کا۔۔!! ارسل کو اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتے دیکھ کر وہ بے اختیار بڑبڑاہٹ کرنے لگی۔ جس پر ارسل خان ابھی چونکتے ہوئے مڑ کر دیکھنے لگتا۔ جب رابیل جھٹ سے پہلے ہی آنکھیں دوبارہ بند کر چکی تھی۔

یہ جاگ رہی ہے کیا۔۔؟ارسل کو رابیل کے سونے پر شک سا ہوا تھا۔۔ کیونکہ اسے ابھی اسکے بولنے کی آواز سنائی دی تھی۔

یہ سچ میں سو رہی ہے یا مجھے وہم ہو رہا ہے۔۔!! آئینے کے سامنے سے ہٹتے ہوئے وہ دوبارہ بیڈ کے قریب آکر رابیل کے چہرے کو دیکھنے لگا۔اسکے قریب آنے پر کمبل میں چھپی ہوئی رابیل کی دھڑکن تیز ہو پاتی جب اچانک ارسل جھکتے ہوئے اسے قریب سے معائنہ کرتے ہوئے رابیل کے پسینے چھوڑا گیا۔ارسل خان کے پرفیوم کی مہک پر رابیل بے حال ہوئی۔تو اسکے ماتھے پر پسینے کی چمک نمودار ہونے لگی تھی۔۔

ارسل یوں ہی جھکے رابیل کے نقوش دیکھ رہا تھا۔جب اچانک علینہ خانم کی پکار نے اسے دور ہونے پر مجبور کیا تھا۔۔

آرہاہوں مورے۔۔۔!!انکی پکار کا جواب دے کر وہ فون اٹھاتے ہوئے فورا کمرے سے نکلتا چلا گیا تھا۔اسکے جاتے ہی رابیل آنکھیں کھولتے ہوئے لمبا سانس خارج کر گئی تھی۔

شکر بال بال بچی۔۔!ورنہ صبح صبح اس موچھر کو منہ لگانا پڑتا۔۔۔!تکیے سے اٹھتے ہوئے وہ ماتھے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے شکر کر رہی تھی۔جبکہ سینے میں اسکا دل دھک دھک کرتے پاگل ہونے کو بے چین تھا۔۔

اٹھ گئی ہوں تو اب فریش ہو کر مورے کے ہاتھ سے مزے دار ناشتہ کر لیتی ہوں۔۔!علینہ خانم کے ہاتھوں کے ذائقے کو یاد کرتے ہوئے وہ اچانک پر جوش ہوتے بیڈ سے نیچے اتری تھی۔

عیس ہمدانی کے کمرے سے باہر نکلتے ہوئے فارس کی نظروں نے اپنی بیوی کو تلاش کرنا چاہا تھا۔ جو ابھی تھوڑی دیر میں کمرے سے نکلتے ہی پتہ نہیں کہاں غائب ہو گئی تھی۔

کمرے میں مشعل ہمدانی کے ساتھ اسکی بہنیں عیس ہمدانی کے ساتھ باتوں میں مصروف تھیں۔ جب گل ناز کو دیکھنے کے لیے وہ باہر آ گیا تھا۔

صبح ہوتے ہی ہاسپٹل میں چہل پہل پھر سے شروع ہو چکی تھی۔

سر آپ کسی کو ڈھونڈ رہے ہیں..؟ فارس کو وہاں پر کھڑے دیکھ کر ڈاکٹر رامین چلتے ہوئے اسکے پاس آئی تھی۔ وہ ابھی ہاسپٹل پہنچی تھی۔

جی ڈاکٹر رامین میں اپنی بیوی کو تلاش کر رہا ہوں۔۔! فارس نے مسکرا کر سنجیدگی سے جواب دیا۔

آپکی بیوی باہر بینچ پر بیٹھی ہوئی ہیں۔۔! ڈاکٹر رامین جس نے ابھی اندر آتے ہوئے گل ناز کو فون پر بات کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ مسکرا کر بتا گئی۔

وہاں۔۔؟؟ شکریہ۔۔!! فارس حیرت سے کہہ کر اسکا شکریہ ادا کرتے ہوئے تیز قدموں سے باہر کی جانب بڑھا تھا۔ ڈاکٹر رامین اسکی پشت دیکھتے ہوئے مسکرا کر سامنے کی جانب چل دی تھی۔۔

فارس باہر آیا تو گل ناز سچ میں بینچ پر بیٹھ کر کال پر مصروف تھی۔ وہ چلتے ہوئے اسکے قریب گیا تو خود پر نظروں کی تپش محسوس کرتے ہوئے وہ مڑ کر دیکھنے لگی۔ فارس کو دیکھتے ہی گل ناز نے چمکتی آنکھوں سے اسے پاس بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ فارس پیار بھری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پاس بیٹھا تو گل ناز نے اگلے ہی پل اسکے کندھے پر سر رکھ دیا۔۔

او کے میں آکر دیکھ لیتی ہوں۔۔!! فارس کی موجودگی کے باعث بات کو مختصر کرتے ہوئے گل ناز نے کال کاٹ دی تھی۔

مینیجر کی کال تھی۔۔!! موبائل بند کر کے واپس بیگ میں رکھتے ہوئے وہ اسے بتا رہی تھی۔

یہاں پر کیوں آکر بیٹھی ہو۔۔؟ اسے بازو کے گھیرے میں لیتے ہوئے فارس نے بے ساختہ سوال کیا۔ وہ اسے بہت ڈل سی لگ رہی تھی۔

ویسے ہی۔۔! بس چکر سے محسوس ہو رہے ہیں۔۔! سکون سے آنکھیں بند کرتے ہوئے وہ عام سے انداز میں بولی تھی۔ فارس کی غیر موجودگی کے باعث وہ کل رات سکون سے سو بھی نہیں پائی تھی۔

ناشتہ کیا ہے۔۔؟ فارس نے فوراً اسے سیدھا کرتے ہوئے فکر مندی سے پوچھا تھا۔ جس کے جواب میں گل ناز نے معصومیت سے نچلے ہونٹ کو لٹکاتے ہوئے انکار کیا۔۔

کتنی بری بات ہے نازو۔۔!! میں آفس جانے پر پابندی لگادوں گا۔۔! پھر اچھی رہوں گی۔۔؟ اسکے معصوم انداز پر مسکراہٹ روکتے ہوئے وہ مصنوعی غصے سے ڈانٹتے ہوئے ساتھ پیار سے دھمکی دے گیا تھا۔

تمہاری جلاد ساسوماں مجھے مٹن نہیں کھانے دیتیں۔ تو میں کیا کھاؤں پھر فاری۔۔؟؟ شکایتی انداز میں بتاتے ہوئے وہ آخر پر لاڈ سے انکا نام پکارتے ہوئے فارس ہمدانی کا چین و سکون برباد کر گئی تھی۔۔

فاری کی جان مٹن کی جگہ تم آج رات بیڈ روم میں مجھے کیوں نہیں کھا لیتی۔۔!! گل ناز کے نچلے ہونٹ پر انگوٹھا پھیرتے ہوئے وہ بدلے میں بوجھل لہجے میں کہتے ہوئے شرارتی نظروں سے دیکھنے لگا تو گل ناز بلش کرتے ہوئے اسکے سینے پر مکہ رسید کرتے دور ہٹ گئی۔

شرم تو نہیں آرہی ہاسپٹل میں تمہیں رومینس سوج رہا ہے۔۔!! شرم دلانے والے انداز میں گل ناز خود کو کمپوز کرتے ہوئے ناک منہ چڑھاتے ہوئے گویا ہوئی تھی۔

بہکاتی بھی خود ہو اور پھر الزام بھی مجھ معصوم پر لگانے ہوتے ہیں۔۔!! خفگی سے بولتے ہوئے فارس اسے الزام ٹھہرا کر پھر حصار میں لے گیا تھا۔ اسکے کندھے پر سر رکھتے ہوئے گل ناز اس بار کھل کر ہنس دی تھی۔

ہنس لو رات کو بخشنے والا میں بھی نہیں ہوں۔۔! اسکا سر چومتے ہوئے فارس نے ساتھ ہی خبر دار کیا تو گل ناز لال گلابی ہوتے اسے گھورنے کی کوشش کرنے لگی۔

گھورنا چھوڑو اور یہ بتاؤ ناشتے کا کیا سین ہے۔۔؟ فارس نے ہنس کر اسکی توجہ بھٹکانا چاہی تھی۔ اسکے پوچھنے پر گل ناز تفصیل سے اسکی ساسوماں کے الفاظ دہراتے ہوئے بتانا شروع ہو گئی تھی۔ جن کو سنتے ہوئے وہ ہولے سے قہقہ لگا اٹھا تھا۔

تم فکر نہیں کرو۔ میں آج واپس جاتے ہی ان سے بات کروں گا۔ اور کہوں گا۔ کہ میری "جند جان" پر پلیز کوئی پابندی نہیں لگائیں۔۔! اسے پیار سے

بلاتے ہوئے فارس نے آخر پر تسلی دی۔ تو گل ناز ماں کو سوچتے ہوئے مغرور ہوتی چلی گئی تھی۔

آجاؤ تمہیں تمہارا من پسند ناشتہ کروا کے لاؤں۔۔!! فارس نے اٹھتے ہوتے ہاتھ بڑھا کر گل ناز کو اچانک کھڑا کیا تو مٹن ملنے کی خوشی میں فارس کے گال کھینچ کر وہ کھلکھلا پڑی تھی۔۔

گل ناز کا ہاتھ تھامے فارس جانے سے پہلے انفارم کرنے کے لئے عیس ہمدانی کے ہاسپیٹل روم میں داخل ہوا تھا۔ جہاں ایک الگ ہی رش سا لگا ہوا نظر آرہا تھا۔

مام۔۔۔! روم میں داخل ہو کر فارس نے بے اختیار ماں کو پکارا۔ سب چہرہ موڑتے ہوئے انکی طرف دیکھنے لگے تھے۔

مام میں آپکی بہو کو ناشتہ کروانے جا رہا ہوں۔۔! تھوڑی دیر میں واپس آ جاؤں گا۔۔۔! ماں کی سوالیہ نظروں پر فارس نے مسکرا کر بتایا تھا۔۔۔

ہاں ٹھیک ہے لے جاؤ۔۔! میں خود بھی تمہیں یہ ہی کہنے والی تھی۔ کہ اسکے کھانے پینے پر زرا دھیان رکھو۔! ہماری تو یہ سنتی نہیں ہے۔۔! بہو کی طرف خفگی سے دیکھتے ہوئے مشعل ہمدانی بیٹے سے شکایتی انداز میں بولی تھیں۔

انہوں نے رستے میں بھی گل ناز کو ناشتہ کرنے پر اصرار کیا تھا۔ لیکن وہ منہ بناتی انکار کر گئی تھی۔

چھوٹے بابا دیکھ لیں۔۔! یہ ماؤں کی گینگ ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑ گئی ہے۔جو کھانے کو مانگتی ہوں۔وہ سب تو مجھے کھانے کو دیتیں نہیں ہیں یہ۔۔۔۔! مشعل ہمدانی کی شکایت پر گل ناز نے معصومیت سے عیس ہمدانی کو دیکھا تھا۔فارس اسکی ڈارمے بازی پر مسکرا رہا تھا۔۔

یہ تو غلط بات ہے نا مشو۔۔! میں ایک دن کے لئے گھر سے دور کیا ہوا۔آپ سب نے مل کر میری بہو پر تشدد کرنا شروع کر دیا۔۔! گل ناز کو پاس آنے کا اشارہ کرتے ہوئے عیس ہمدانی افسوس سے بیوی کو دیکھنے لگے۔انکے قریب بیٹھتے ہوئے گل ناز نے لاڈ بھرے انداز میں انکے سینے پر رکھ دیا تھا۔اسکی کھٹی میٹھی نوک جھوک پر اسکی چھوٹی بہنیں ہنسی دبا رہی تھیں۔۔

ہم نے اس پر کوئی تشدد نہیں کیا۔۔۔! بلکہ یہ کھانے، پینے میں ہمیں گل بہار سے زیادہ تنگ کرتی ہے۔۔۔! مشعل ہمدانی بنا توقف کے بولیں تھیں۔ جس پر گل ناز ناک سکوڑ کر فارس کی طرف دیکھ گئی۔

اس بات کا حل ہم گھر واپس جا کر کریں گئے۔ فلحال میں اسکو لے کر جا رہا ہوں۔ کیونکہ زیادہ دیر اسکا بھوکا رہنا ٹھیک نہیں ہے۔۔۔! فارس نے ہنس کر کہتے ہوئے آگے بڑھ کر باپ کے ساتھ چپکی ہوئی گل ناز کو الگ کرتے ہوئے کھڑا کیا۔۔۔

ٹھیک ہے چھوٹے بابا ہم بھی اب نکلتے ہیں۔۔!! ہیر کہتے ہوئے آگے بڑھ کر عیس ہمدانی کو ملنے لگی تو باری باری مہر ماہ، ماہ پارہ اور محبت بھی اٹھ کر ملنے لگی تھیں۔ کیونکہ انہیں بھی دیر ہو رہی تھی۔

دھیان سے جانا سب۔۔! عیس ہمدانی مسکرا کر بولے تھے۔انکے آنے سے وہ ایک دم فریش ہو چکے تھے۔ورنہ اس سڑے ہوئے ڈاکٹر نے فضول میں انہیں یہاں پر قید کر لیا ہوا تھا۔خدا حافظ کہنے کے بعد وہ سب کمرے سے نکل گئے۔

انکے جاتے ہی مشعل ہمدانی خفگی سے شوہر کی طرف دیکھنا شروع ہو گئی تھیں۔جو اشارے سے انکو پاس بلا رہے تھے۔۔

میری چھوٹی چڑیل مجھ سے کیوں خفا ہے۔۔؟ مشعل ہمدانی کو بازو کے گھیرے میں لیتے ہوئے عیس ہمدانی نے پیار بھرے لہجے میں استفسار کرنا چاہا تھا۔ مشعل ہمدانی کو بلانے کا انداز آج بھی انکا پہلے جیسا تھا۔فرق بس یہ تھا۔کہ بچوں کے سامنے وہ انہیں اس انداز میں نہیں پکارتے تھے۔

آپ نے مجھے کل رات زبردستی کیوں گھر بھیج دیا تھا۔۔؟ مشعل ہمدانی نم لہجے میں شکوہ کرتے ہوئے بولی تھیں۔ جس کو سن کر عیس ہمدانی بے ساختہ مسکرا گئے تھے۔

کل رات جب سب انہیں ملنے آئے تھے۔تب واپسی پر انکی بیوی نے انکے پاس رکنے کی ضد کی تھی۔ جس کو عیس ہمدانی سرے سے ہی نہیں مانے تھے۔ کیونکہ اپنی وجہ سے وہ اپنی نازک سی بیوی کو بے سکون نہیں کرنا چاہتے تھے۔ ویسے بھی فارس اور باسم ساری رات انکے پاس ہی رہے تھے۔

کیونکہ میں چاہتا تھا۔ کہ تم گھر جا کر سکون سے سو جاؤ۔ اس لئے بھیجا تھا۔۔!

مشعل ہمدانی کا ماتھا چومتے ہوئے وہ پیار سے بول گئے۔ جبکہ اب مشعل ہمدانی خفگی سے چہرہ اٹھاتے ہوئے انکی طرف دیکھنے لگی تھیں۔

آج بھی اتنی ہی خوبصورت ہو۔ جیسے سالوں پہلے اچانک ٹرین سے اتر کر میری زندگی میں داخل ہو گئی تھی۔ اور مجھے پہلی نظر میں اپنا دیوانہ کر گئی تھی۔۔! مشعل ہمدانی کے معصوم نقوش پر نظریں دہراتے ہوئے عیس ہمدانی بے ساختہ شرارتی انداز میں کہنے لگے۔ جس پر وہ مسکرا کر انہیں دیکھ گئیں۔

اور آپ آج بھی پہلے کی طرح اتنے ہی خراب ہیں۔۔! جواباً وہ بھی پہلے کا حوالہ دیتے ہوئے مسکراہٹ دبا چکی تھیں۔۔

اگر میں اتنا ہی خراب ہوتا۔ تو آج یہاں بچوں کی لائن لگی ہوتی پدی چڑیل۔۔! انہیں مصنوعی آنکھیں دیکھاتے ہوئے عیس ہمدانی جھک کر انکی گردن پر دانت گاڑتے ہوئے بولے تھے۔ جس پر وہ سسکتے ہوئے انہیں دیکھ گئی تھیں۔۔

بچوں کی لائن آپ نے اس لئے نہیں لگائی تھی۔ کیونکہ آپ اپنے پہلے والے دو بچوں سے ڈر چکے تھے۔۔! ورنہ اور کوئی کمال نہیں آپ کا۔۔!! انکی شیخی پر ہمیشہ کی مشعل ہمدانی نے شیشہ دیکھانا چاہا تو بدلے میں عیس ہمدانی جو انکے لبوں پر جھکنے ہی والے تھے۔ کہ دروازہ کھولتے ہوئے فاتح جو اچانک اندر داخل ہوا تھا۔ کہ اس منظر پر منہ کھولتے ہوئے وہیں پر رک چکا تھا۔ جبکہ اسکی اچانک آمد پر مشعل ہمدانی جہاں شرم سے ڈوب مرنے والی

ہوئیں۔ وہیں عیس ہمدانی گھور کر اس نمونے کو دیکھ گئے۔ جس نے بے وقت اینٹری مار کر انکے رومینس میں خرابی پیدا کی تھی۔۔

اووسوری چھوٹے بابا۔۔! میں بعد میں آجاتا ہوں آپ پلیز کنٹینو کریں۔۔!! شرمندہ ہوئے بنا انکو جاری رکھنے کا کہہ کر جھک کا سلام پیش کرتے ہوئے فاتح واپس پلٹ کر دروازہ بند کر گیا تھا۔ واپس سے باہر نکلتے ہوئے فورا سے پہلے اسکا وہاں چھت پھاڑ قہقہ گونجا تھا۔۔

اس عمر میں رومینس کرتے ہوئے خود کو ابھی بھی سکون نہیں آرہا۔ اور ہمیں باتیں سناتے ہیں۔۔! دیوار پر ہاتھ رکھے فاتح سلطان ہنستے ہوئے پاگل ہونے والا تھا۔ جب شہرام اور سبحان اسکی طرف آتے ہوئے دیکھائی دیئے تھے۔

کیا ہوا ہے۔؟ یہاں کیوں کھڑا بندروں کی طرف اکیلے ہی منہ پھاڑے جا رہا ہے۔۔؟ فاتح کے اکیلے ہی ہنسنے پر انکو حیرانی ہوئی تھی۔ وہ یہاں سبحان کو عیسیٰ ہمدانی سے ملوانے کے لیے لائے تھے۔ اور پھر عیسیٰ ہمدانی کو ڈسچارج کروا کے واپس گھر لے جانے کا ارادہ تھا۔

اندر مت جائی۔۔! تیرے ماں، باپ رو مینس کر رہے ہیں۔۔!! شہرام جو دروازہ کھول کر اندر جانے والا تھا۔ کہ فاتح نے ہنسی کو بریک لگاتے ہوئے تیزی سے اسے روکا۔۔ اسکے الفاظ پر محمد سبحان کا چہرہ تیزی سے سرخ پڑا تھا۔

ہیں۔۔؟ کیا سچ میں۔۔؟ پراہٹ پھر مجھے بھی دیکھنا ہے۔ وہ رو مینس کرتے ہوئے کیسے لگتے ہیں۔۔! فاتح کے الفاظ پر شہرام علی اچانک چمکتی آنکھوں

سے پر جوش ہو گیا۔ جبکہ محمد سبحان کو اسکی دماغی حالت پر شبہ ہونے لگا تھا۔ جو ماں باپ کی پرائیویسی دیکھنے کے لیے اتاولا ہو رہا تھا۔

سو کمینے مرے ہوئے ہونگے۔ پھر کہیں جا کر آپ دونوں کا جنم ہوا ہے۔۔!

انکی گفتگو پر لال پیلا ہوتے محمد سبحان کلس کر کہتے ہوئے فورا سے واپس مڑتے ہوئے باسم کے روم کی طرف چلا گیا تھا۔ کیونکہ وہ یہاں پر کھڑے رہ کر مزید انکی واحیات گفتگو نہیں سن سکتا تھا۔

فاتح جو کچھ لمحے پہلے اکیلا ہنستے ہوئے پاگل ہو رہا تھا۔ کہ اب محمد سبحان کے کلس کر جانے پر شہرام بھی اسکے ساتھ مل کر قہقہے لگانا شروع ہو گیا۔ بے شک انکے ماں باپ سچ ہی کہتے تھے۔ کہ فاتح سلطان اور شہرام علی کو سمجھ پانا ناممکنات میں سے ایک ہے۔۔

ایئرپورٹ سے باہر نکلتے ہوئے پاکستان کی سرزمین پر پیر رکھتے ہی آسمان کی طرف نظریں دہراتے ہوئے وہ تمسخر بھرے انداز سے مسکرایا دیا تھا۔

ایسی بھی کیا خاص بات ہے اس ملک میں۔۔؟ جو ہمارے بھارت میں نہیں ہے۔۔؟ آریان سگریٹ پیتے ہوئے بولا تھا۔ پینٹس شرٹ پر لانگ کوٹ پہنے وہ سگریٹ پی رہا تھا۔ جبکہ کندھوں تک آتے لمبے بال بے ترتیب ہوتے ہوا میں اڑ رہے تھے۔ یونیورسٹی کی نسبت اسکا اب حلیہ قدرے مختلف تھا۔

کتنی آسانی سے میں انکے دیش میں داخل ہو گیا ہوں۔۔! اور یہ احمق خود کو سپر پارو سمجھتے ہیں۔۔! آریان سگریٹ کا دھواں اڑاتے ہوئے وہاں سے

گزرتے ہر پاکستانی کو مذاق اڑاتی نگاہ سے دیکھ رہا تھا۔ وہ یہاں "سیلینہ احمد" کو لینے کے لئے آیا تھا۔ کیونکہ صرف اسکی وجہ سے اسے دوبارہ اٹلی بلایا گیا تھا۔

سیلینہ کو کلب میں بیچتے ہوئے آریان نے یہ ہی سوچا تھا۔ کہ وہ وہاں سے کبھی بھی نکل نہیں پائے گی۔ کیونکہ سیلینہ کے آگے پیچھے کوئی بھی نہیں تھا۔ اور پھر آریان نے اسے فاتح سلطان کے پاس بھی جانے سے روک لیا تھا۔ لیکن سیلینہ کو بیچنے کے دو دن بعد ہی فاتح سلطان اسے نہ صرف وہاں سے نکال لایا تھا۔ بلکہ اسکے بعد مارکو کے باپ کو بے دردی سے قتل کر دیا گیا تھا۔ انہی سب چیزوں کا بدلہ چکانے کے لئے آریان کو انڈیا سے واپس بلایا تھا۔

آریان کو پاکستان بھیجنا ایک مشکل ترین امر تھا۔ کیونکہ کسی بھی انڈین کا پاکستان میں داخل ہونا ممنوع ہے۔ صرف اسی مشکل کو حل کرنے میں مارکو کو اتنے دن لگ گئے تھے۔ اور آج اسکے پلین کے مطابق آریان پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد کے ائیر پورٹ پر کھڑا تھا۔

آریان کو وہاں کھڑے ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی۔ جب ایک سفید گاڑی اچانک اسکے سامنے آکر رکی تھی۔ آنکھوں سے شیڈز اتارتے ہوئے آریان نے گاڑی کی جانب دیکھا تو گاڑی سے مارکو کے آدمی نکلے تھے۔ وہ اسے ہی لینے کے لئے آئے تھے۔ جو پچھلے کتنے دنوں سے اس شہر میں رہ رہے تھے۔

بلیک مینشن کا گیٹ کھلا تو باسم کاظمی کے ساتھ ساتھ فارس ہمدانی کی گاڑی اندر داخل ہوئی تھی۔انکے پیچھے ہی فاتح سلطان اور شہرام علی اپنی سپورٹ کار میں اندر داخل ہوتے بریک لگا گئے تھے۔

عیس ہمدانی ہاسپٹل سے ڈسچارج ہو کر واپس آچکے تھے۔فارس ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا تھا۔جبکہ عیس ہمدانی اسکے ساتھ پیسنجر سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔اور پچھلی سیٹ پر گل ناز کے ساتھ مشعل ہمدانی تھیں۔

فارس نے گاڑی سے اتر کر عیس ہمدانی کی طرف کا دروازہ کھولنا چاہا ہی تھا۔جب شہرام اور فاتح اپنی کار سے نکل کر تقریباً بھاگتے ہوئے اسکے قریب پہنچ کر تیزی سے فارس کو روک گئے۔

بھائی رک جائیں۔۔!! فاتح نے فارس کو روک کر خود آگے بڑھ کر دروازہ کھولتے ہوئے عیس ہمدانی کو بڑی سی سمائل پاس کی تھی۔ جس کو دیکھ کر عیس ہمدانی مشکوک ہوتے چلے گئے۔

کیا تکلیف ہے۔۔؟ پاگل بھینسے کی طرح میری طرف کیوں دیکھ رہے ہو۔۔؟ عیس ہمدانی کو انکے تاثرات پر کچھ شک سا ہوا تھا۔ سب گاڑیوں سے اتر کر وہاں آ کھڑے ہوئے تھے۔ سبحان واپسی پر باسم کے ساتھ آیا تھا۔ کیونکہ اسکا ان بے شرموں کو مزید منہ لگانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔۔

بھائی پیچھے ہٹیں ہم اپنے بچے کو گود میں اٹھانے والے ہیں۔۔!! فارس کو پیچھے کرتے ہوئے شہرام اور فاتح نے آگے بڑھ کر اچانک عیس ہمدانی کو

بازوؤں میں اٹھالیا تھا۔ جبکہ عیس ہمدانی جن کو سوچنے سمجھنے کا بھی موقع نہیں ملا تھا۔ وہ انکی اس فضول حرکت پر چلا اٹھے تھے۔۔

مجھے نیچے اتارو بے غیرتوں میں چل سکتا ہوں۔۔!! وہ بھڑکتے ہوئے چلائے۔ تو باقی قہقہ لگاتے ہوئے انکی طرف دیکھنے لگے۔۔

آپ نہیں چل سکتے ناکارہ ڈیڈ۔۔ کیونکہ آپکی ٹانگ میں فیکچر ہوا ہے۔۔! شہرام نے پیار سے جواب دیتے ہوئے باپ کو بچوں کی طرح پچکارا تھا۔ ان کو یوں ہی اٹھائے وہ اندر لے جا رہے تھے۔ جبکہ عیس ہمدانی نیچے اترنے کی مسلسل کوشش میں تھے۔ کیونکہ انہیں بہت عجیب سا محسوس ہو رہا تھا۔

منحوس انسان میری دوسری ٹانگ بالکل سلامت ہے۔۔! مجھے فوراً نیچے اتارو۔۔! شہرام کے جواب پر عیس ہمدانی کا چہرہ غصے سے سرخ پڑا تھا۔

ساری زندگی اپنے مضبوط کندھوں پر انہوں نے اپنوں کو اٹھائے رکھا تھا۔

اور آج بیٹوں کے بازوؤں میں سوار ہو کر انہیں خود سے اپاہیجوں والی فیلنگ آ رہی تھی۔

چھوٹے بابا میں آپکو لنگڑاتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔۔۔! لاؤنج میں داخل ہو کر فاتح نے فکر مندانہ لہجے میں عیس ہمدانی کو جواب دیا تھا۔ جس کو سن کر فارس اور باسم کا ایک ساتھ قہقہ ابلا تھا۔

جو ٹانگ ٹھیک ہے۔ میں اسکی ٹانگ سے تم دونوں کو اس مینشن سے کک آؤٹ کر دوں گا۔۔۔! فاتح اور شہرام نے آگے بڑھ کر انہیں صوفے پر بٹھایا تو عیس ہمدانی بھڑکتے ہوئے اپنی صحیح سلامت ٹانگ کو ہلاتے ہوئے دھمکی دے گئے۔ جس پر ان دونوں ڈھیٹوں کے سرداروں نے خوشی

خوشی سرخم کیا تھا۔ عیس ہمدانی کے چلانے پر باقی سب حیرانی سے وہاں آئے تھے۔

کیا ہوا۔۔؟ سنان مصطفیٰ پاس بیٹھتے ہوئے پوچھ گئے۔۔

کیا نہیں ہوا یہ پوچھو۔۔۔؟ ان دو بے غیرتوں کو میرے قریب کس نے آنے دیا تھا۔ میں پہلے اسے شوٹ کروں گا۔۔۔!! پھر ان دو کو۔۔۔" عیس ہمدانی جواب میں تیش سے بولتے چلے گئے تھے۔ انکے آخری الفاظ پر فارس ہمدانی انجان بنتے ہوئے ادھر ادھر دیکھنا شروع ہو گیا تھا۔ جبکہ شہرام اور فاتح بنا اثر لیے بتیسی دیکھاتے ہوئے فخریہ انداز میں سب کی طرف دیکھ رہے تھے۔

ہوا کیا ہے۔۔؟ کیوں فضول میں ہاسپیٹل سے آتے ہی بھڑکنا شروع ہو گئے ہو۔۔؟ وہاج صدیقی نے بھی جاننا چاہا تھا۔ آج وہ سب گھر پر ہی موجود تھے۔

کچھ نہیں بڑے بابا۔۔! یہ دونوں ڈیڈ کو زبردستی گاڑی سے اٹھا کر یہاں تک لائیں ہیں۔ اس لئے بس ڈیڈ کو غصہ آرہا ہے۔۔! فارس بتاتے ہوئے وہیں پر بیٹھ گیا۔ اسکے بتانے پر عیس ہمدانی غصے اسے دیکھ گئے تھے۔ جو کتنے آرام سے چھوٹے بھائیوں کا کارنامہ بتا رہا تھا۔

تو اس میں غصہ کرنے والی کیا بات ہے عیس۔۔! ساری عمر ہم نے انکو کندھوں پر اٹھایا ہے۔ اب انکی باری ہے۔۔!! سلطان احمد خان ہنس کر عام

سے لہجے میں بولے تھے۔ شاید وہ بیٹوں کے مضبوط سہارے کی اہمیت سمجھانا چاہ رہے تھے۔

دیکھا میرے ڈیڈ کتنے سیانے ہیں۔۔!! فاتح نے بے اختیار باپ کی تعریف کی۔ جس پر سلطان اسے بے ساختہ گھور گئے۔۔

دفع کروانکو...!! یہ بتاؤاب طبیعت کیسی ہے۔۔؟عیس ہمدانی کو شانت کرتے ہوئے ضرار پاشا نے پوچھتے ہوئے انکا دھیان بھٹکانا چاہا تھا۔۔

تھوڑی دیر پہلے تک تو بالکل ٹھیک تھی۔۔۔! پھر ان خبیثوں سے میرا سامنا ہو گیا۔۔!! اور اب میری طبیعت بہت خراب ہے۔۔۔"شہرام اور فاتح کو مسلسل کڑی نگاہوں سے گھورتے ہوئے وہ جل کر بولے تھے۔

بڑی ماما پلیز کچھ کھانے کو لا دیں۔۔! قسم سے اتنا بھاری بوجھ اٹھا کر بازوؤں میں اچانک درد ہونے لگی ہے۔۔!! منیزے پاشا کو آواز لگاتے ہوئے شہرام نے جان بوجھ کر ایک بار پھر باپ کو چھیڑا تھا۔۔

مجھے تو چکر آنے لگے ہیں۔۔!! فاتح نے بھی لگے ہاتھ ٹکرا لگایا ہی تھا۔ جب اچانک عیس ہمدانی کا اڑتا ہوا جوتا ان کے سروں پر لگتا۔ کہ وہ قہقہ لگاتے ہوئے اپنے بچاؤ کے لیے کشن آگے کر گئے تھے۔ انکی چھیڑ خانی پر سب زور سے ہنستے چلے گئے تھے۔

فارس کمرے میں داخل ہوا تو ناز بیڈ پر لیٹی نظر آئی تھی۔ موبائل پر ٹائم پاس کرتے ہوئے وہ فارس کے واپس آنے کا انتظار کر رہی تھی۔

فارس اسکی طرف مسکراہٹ اچھالتے ہوئے اپنا نائٹ ٹراؤزر شرٹ نکال کر کپڑے بدلنے کے لئے باتھ روم کی طرف بڑھ چکا تھا۔

اسکے باہر نکلنے کے انتظار میں موبائل واپس رکھتے ہوئے ناز لیٹ چکی تھی۔ آج صبح سے اسکی طبیعت کافی ڈل سی تھی۔اسی وجہ سے فارس نے اسے آفس بھی نہیں جانے دیا تھا۔

دس منٹ تک فارس چینج کر کے واپس آیا۔ تو گل ناز کو اپنا انتظار کرتے دیکھ کر ہنس دیا۔ وہ پہلے کی طرح ہو چکی تھی۔ وہی چھوٹی سی ناز جو فارس کے انتظار میں گھنٹوں گزار لیتی تھی۔پر کوئی بھی کام اپنے فاری کے بنا نہیں کرتی تھی۔۔۔

تھک گئی ہو۔۔؟ پوچھتے ہوئے وہ اسکے پاس بیڈ پر آ کر لیٹ گیا تھا۔

ہمم۔۔۔!! تم کہاں رہ گئے تھے۔۔؟ ہنکارہ بھرتے ہوئے ناز نے فوراً آگے بڑھ کر اسکے سینے پر سر رکھ دیا۔ ناز کی کمر میں بازو حائل کرتے ہوئے فارس نے پیار سے اسے قریب کر لیا۔۔

تمہارے سسر صاحب کے نخرے اٹھا رہا تھا۔۔! ناز کا چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے فارس جواب میں بتا کر تیزی سے اسکے ہونٹوں پر جھک گیا۔ جس پر ناز کی آنکھیں تیزی سے بڑی ہوئی تھیں۔ ناز کے ہونٹوں کی نرماہٹ محسوس کرتے ہوئے فارس بے خود ہوتے اسکے لبوں کو شدت سے اپنے ہونٹوں میں محسوس کرتے ہوئے اسکی کمر پر ہاتھ پھیرتا چلا گیا۔ ناز خاموشی سے آنکھیں بند کیے اسکا لمس محسوس کر رہی تھی۔ جب کچھ لمحوں بعد فارس نے دور ہٹتے ہوئے اسکی گردن پر ہونٹ رکھے تھے۔۔

اپنی گردن پر اسے دانت گاڑتے ہوئے دیکھ کر ناز نے پھولی سانسوں میں تیزی سے ہونٹ بھینچ لیے۔فارس بے چینی سے اسکی گردن پر جگہ جگہ ہونٹ رکھتے ہوئے تھوڑی کو چوم گیا تھا۔جب ناز کو یوں خاموش دیکھ کر بے اختیار دور ہوتے اسکی طرف دیکھنے لگا۔جو آنکھیں بند کیے بالکل خاموش نظر آرہی تھی۔۔

کیا ہوا نیند آرہی ہے کیا۔۔؟فارس نے بے ساختہ سوال کیا۔۔

ہمم کل رات بھی نہیں سوئی۔۔!!لاڈ سے جواب دیتے ہوئے ناز پھر اسکے سینے پر سر رکھتے ہوئے فارس کے گرد بازو حائل کر گئی تھی۔۔

کیوں۔۔؟کل رات کیوں نہیں سوئی۔۔؟اسکے لاڈ پر پیار سے مسکراتے ہوئے فارس نے حیرت سے جاننا چاہا تھا۔

تم جو نہیں تھے۔۔! اس لئے بس سو نہیں پائی۔۔؟ نیند میں اترتے ہوئے وہ خفگی سے منہ بنا کر بولی تھی۔ اسکا جواب سن کر فارس کو خوشگوار حیرت نے آن گھیرا تھا۔

اسکا مطلب یہ ہوا۔ کہ میں کہیں بھی رات نہیں رک سکتا۔۔۔! ناز کو سینے میں بھینچتے ہوئے فارس نے پیار بھرے انداز میں اسکا ماتھا چوما تھا۔ اسکا ارادہ آج اپنی بیوی کو جگانے کا تھا۔ لیکن ناز کو ایسے نیند میں بے حال ہوتے دیکھ کر وہ اپنا ارادہ ترک کر چکا تھا۔

فارس کی بات پر انکار میں سر ہلاتے ہوئے نازاسکی گردن میں منہ چھپا کر نیند میں اترتی چلی گئی تھی۔ جبکہ فارس اسکے یوں سونے کے انداز پر

مسکراتے ہوئے لائٹس آف کرنے کے بعد آنکھیں بند کرتے ہوئے ناز کو سختی سے خود میں قید کر چکا تھا۔

صبح کے چھ بج رہے تھے۔جب شہرام علی اچانک اپنے کمرے سے نکلا تھا۔ آس پاس دیکھتے ہوئے وہ تیزی سے مہر ماہ کے کمرے کی طرف بڑھنا شروع ہو گیا۔کتنے دنوں سے وہ اپنی منکوحہ کو ٹھیک سے نہ مل پایا تھا۔اور نہ دیکھ پایا تھا۔

کل رات بھی وہ اسے ناراضگی بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔اس وجہ سے شہرام اسے ابھی ملنے کے لئے جلدی اٹھ چکا تھا۔کیونکہ اسکے بعد مہر ماہ آفس چلی جاتی۔اور پھر کہیں جا کر شہرام اسے رات میں دیکھ پاتا۔ان دنوں

فاتح اور وہ خود بھی کافی مصروف ہو چکے تھے۔اسی وجہ سے شہرام اسے آفس جانے سے پہلے دیکھنا چاہتا تھا۔۔

تیزی سے قدم اٹھاتے ہوئے شہرام مہرماہ کے کمرے کے سامنے آیا۔ دروازے کے فنگر پرنٹ لاک پر اس نے جلدی سے انگوٹھا رکھا۔تو لاک فورا کھلتا چلا گیا۔دروازے کو کھلتے دیکھ کر ایک دم سے اسکی آنکھوں میں شیطانی چمک ابھری تھی۔

شکر اس سستے ہیکر نے زندگی میں کوئی کام تو نیکی کا کیا۔۔۔!ایشام کی کاریگری کو سراہتے ہوئے وہ کمرے میں داخل ہو گیا۔۔دروازے بند کرتے ہوئے شہرام نے مڑ کر بیڈ کی جانب دیکھا۔تو بیڈ کا منظر دیکھتے ہوئے وہ اچانک مبہوت ہوتے رک گیا۔۔

بلیک کلر کی چادر کو نماز کے سٹائل میں لیے مہر ماہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھی ہوئی تھی۔ جبکہ آنکھیں بند تھیں۔ شاید نماز پڑھنے کے بعد وہ یوں ہی بیٹھے بیٹھے سو چکی تھی۔ بلیک چادر میں اسکے سفید پُر نور چہرے کو آنکھوں میں بساتے ہُوئے وہ بے اختیار آگے بڑھا۔ دل شدت سے دھڑک اٹھا تھا۔ وہ تو یہاں اسے تنگ کرنے کے لئے آیا تھا۔ پر اپنے اس روپ سے مہر ماہ کاظمی اسے تنگ کر گئی تھی۔

اسکے قریب پہنچ کر شہرام علی جاں نثار ہوتی نظروں سے جھک کر اسے تکنے لگا تھا۔ دل تھا۔ کہ مہر ماہ کاظمی کو یوں دیکھتے ہوئے ہوش گنوانے کو تیار تھا۔

کیسے کیسے مجھے گھائل کرو گی بیگم۔۔۔؟ محبت سے چور لہجے میں بولتے ہوئے شہرام علی نے بے ساختہ قریب ہوتے اسکے ماتھے پر ہونٹ رکھ دیئے۔اسکی سادگی دیکھتے ہوئے وہ قربان ہو رہا تھا۔بے اختیار اسکے ذہن میں اس چھوٹی سی مہرماہ کے قہقہوں کی گونج سنائی دینے لگی تھی۔جو بچپن میں شہرام علی کو تنگ کرنے کے بعد خود ہی ہنستی چلی جاتی تھی۔

بلیک مینشن میں صرف انکی کہانی ہی ایسی تھی۔جوان کہی سی تھی۔سب سے "سیکرٹ" تھی۔اور ہر اک کو سرپرائز کر دینے والی تھی۔دونوں کی طبیعت میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔پر اسکے باوجود شہرام علی نے اس چھوٹی سی مہرماہ کو اپنے رنگ میں رنگ لیا تھا۔جس نے بڑے معصوم لہجے میں براؤن پرنس کی فرمائش کی تھی۔

"وعدہ کرو بڑی ہو کر صرف مجھ سے شادی کرو گی۔ تبھی میں تمہارا براؤن پرنس بنوں گا۔۔"مہر ماہ کی گڑیا کے بال سنوارتے ہوئے دس سالہ "شہرام علی" نے وعدہ لیا تھا۔

وہ لان میں کھیل رہے تھے۔جب شہرام علی نے بڑی چالاکی سے اسے اپنی باتوں میں پھنساتے ہوئے وعدہ لے لیا تھا۔اور مہر ماہ براؤن پرنس ملنے کی خوشی میں تیزی سے سر ہلاتے ہوئے وعدہ بھی کر چکی تھی۔مہر ماہ کی بند آنکھوں کو دیکھتے ہوئے وہ مسکراتے ہوئے اپنا خوبصورت بچپن یاد کر رہا تھا۔جو ہر طرح سے خوبصورت ترین یادوں سے بھرا پڑا تھا۔

جانتی ہو۔۔!میرے ہاتھوں کو صرف گن پکڑنا پسند تھا۔لیکن صرف تمہاری خوشی کی خاطر میں تمہاری ان بدصورت ڈولز کو کپڑے پہناتا رہتا

ـــکہ تمہیں تاج بھی بنا دیتا تھا۔ تا کہ تمہیں خوش کر سکوں۔۔!

مہر ماہ اس بار اپنا قہقہ ضبط نہیں کر پائی تھی۔ اسکی ہنسی کی آواز پر شہرام چونکتے ہوئے ایک جھٹکے میں دور ہٹ کر اسے دیکھنے لگا۔ جو ہنس رہی تھی۔

تم۔۔! تم جاگ رہی تھی۔۔؟؟ بالوں کو کھجاتے ہوئے وہ کھسیانی ہنسی سے پوچھنے لگا۔

ہاں جاگ رہی تھی۔ اور تمہارے سچ بھی سن رہی تھی۔۔!! ہنسی کے دوران اسے تفتیشی نظروں سے دیکھتے ہوئے وہ بولی تھی۔

ہاں تو۔۔!! تم مان کیوں نہیں لیتی۔۔ کہ تمہاری وہ پیلے بالوں والی ڈول بہت بد شکل اور منحوس سی تھی۔۔۔! اپنا سچ سامنے آنے پر شہرام لگے ہاتھ اپنی بھڑاس نکالنا شروع ہو گیا تھا۔ جو سالوں سے اسکے اندر جمع تھی۔

مہر ماہ کے اس ظلم پر ہمیشہ اسے خود پر ترس آتا رہتا تھا۔ کیونکہ وہ زبردستی شہرام کو اپنی ڈول کی تعریف کرنے پر مجبور کرتی تھی۔ ورنہ ناراض ہو جاتی تھی۔۔

وہ تو مجھے پتہ ہے۔ میں تو جان بُوجھ کر تم سے تعریف کرواتی تھی۔ کیونکہ تم جب برے برے منہ بناتے تھے۔ تو مجھے بہت مزہ آتا تھا۔۔۔! مہر ماہ نے بھی قہقہ لگاتے ہوئے سچ اگلا۔۔۔ تو شہرام بے یقینی سے اسے دیکھنا شروع ہو گیا۔

شہری۔۔۔!! نہیں۔۔۔! مچل کر اپنا ہاتھ اسکی گرفت سے نکالتے ہوئے مہر ماہ نے اسکا ہاتھ تیزی سے پکڑا تھا۔۔

ہوئی ہل چل۔۔؟آیا مزہ مجھے تنگ کرنے کا۔۔؟شرارت بھرے انداز میں سوال پوچھتے ہوئے شہرام ہنسی ضبط کر رہا تھا۔اور ساتھ ہی اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے وہ اسکے بدن کو چھو چکا تھا۔جس پر مہر ماہ لال و گلابی ہوتے آنکھیں پھیلا گئی تھی۔

اتنے سال اپنی اس بد صورت ڈول کی تعریفیں کروا کے مجھے تنگ کرتی رہی ہو۔۔!اب میں اپنی اس حسین ڈول کی تعریفیں کرتے ہوئے تمہیں تنگ کروں گا۔۔۔!اسکے بدن کو بے باکی سے چھوتے ہوئے شہرام نے بے شرمی سے آنکھ ونک کرتے ہوئے جھک کر نرمی سے اسکے ہونٹ چومے تھے۔اور ساتھ ہی جتانا چاہا تھا۔کہ اب تنگ کرنے کی باری اسکی ہے۔

مجھے نہیں کروانی کوئی تعریف پلیز شہری۔۔۔! مہرماہ نے بے حال ہوتے شرم کے مارے چہرہ موڑ لیا تھا۔ کیونکہ وہ اس بے شرم انسان کی شرارتی آنکھوں کا سامنا نہیں کر سکتی تھی۔

تو کیا کرنا ہے۔۔۔؟ شہرام کو بے ساختہ اس پر ترس آیا۔ تو ہاتھ ہٹا کر اسکے برابر لیٹتے ہوئے اسے اٹھاتے ہوئے سینے پر لٹا گیا۔ مہرماہ نے جاں بخشی ہونے پر شکر بھرے انداز میں سانسیں لیتے ہوئے اسکے سینے پر سر ٹکا دیا تھا۔

اتنے دن کہاں غائب رہے ہو۔۔؟ مہرماہ کو اچانک یاد آیا تو فوراً سر اٹھاتے ہوئے پوچھ گئی۔۔

مصروف تھا۔۔؟ سر کے نیچے بازو رکھتے ہوئے شہرام نے پیار بھری نظروں سے اسکی خوبصورت نیلی آنکھوں کو دیکھ کر جواب دیا۔۔

کہاں مصروف تھے۔۔؟ آنکھیں چندھیا کر مہرماہ کی جانب سے پھر سوال آیا تھا۔اسے تو اب یاد آرہا تھا۔۔ کہ وہ اس سے ناراض تھی۔

کام میں۔۔۔!! مختصر جواب دیتے ہوئے شہرام نے پھر غور سے اسکی آنکھوں اور پلکوں کی حرکت دیکھی تھی۔ہر سوال اور جواب پر مہرماہ کو آنکھیں چھوٹی اور بڑی کرتے دیکھ کر وہ حیرانی سے مسکرا رہا تھا۔

کونسے سے کام۔۔؟ تم تو کوئی کام ہی نہیں کرتے...! شہرام کے "کام" کو سنتے ہوئے مہرماہ فورا اٹھ کر اسکے اوپر بیٹھتے ہوئے کمر پر ہاتھ ٹکا گئی۔وہ جو

پیار بھری نظروں سے اسکی خوبصورت ادائیں دیکھنے میں مصروف تھا۔ کہ مہر ماہ کی اس بات پر فوراً خفگی سے اسے دیکھنے لگا۔۔

تمہیں کیوں لگتا ہے۔ کہ میں کوئی کام نہیں کرتا۔۔!! شہرام کو اپنی منکوحہ کی اس رائے سے سخت اختلاف ہوا تھا۔

ہاں تو کب کرتے ہو۔۔!! بابا اور ڈیڈ سب یہ ہی کہتے ہیں۔۔! مہر ماہ سب کا حوالہ دیتے ہوئے بولی تھی۔

ویسے کتنی غلط بات ہے۔۔! جو یہ سب لوگ مل کر ایک بیوی کو اسکے شوہر کے خلاف اتنی غلط باتیں سیکھا رہے ہیں۔۔! اور تمہارے ڈیڈ تو خصوصاً میری قابلیت سے جلتے ہیں۔۔۔! مہر ماہ کی باتوں پر شہرام افسوس سے کہنا

شروع ہوا تھا۔اپنے ڈیڈ کے بارے میں ایسا سنتے ہوئے مہر ماہ اسے خفگی سے دیکھ گئی۔

صرف میرے ڈیڈ ہی نہیں، بلکہ بڑے بابا سب ہی یہ بات بولتے ہیں۔۔۔! کہ تم اور فاتح بھیا بالکل نکمے اور ویلے ترین انسان ہو۔۔۔! شہرام کو اپنے ڈیڈ کے خلاف بولتے دیکھ کر اس بار مہر ماہ نے مزید لوگوں کو شامل کرتے ہوئے اپنی بات پر خاصا زور دیا۔

سب جھوٹ بولتے ہیں۔۔! تم کسی کی باتیں نہ سنا کرو۔۔! بلکہ جب کوئی ایسا بولے، تو اپنے شوہر کے حق میں آواز اٹھایا کرو یار۔۔۔!! کیسی بیوی ہو تم۔۔۔!؟! شہرام نے اس دفعہ مہر ماہ کو پٹی پڑھاتے ہوئے آخر پر افسوس

بھری نظروں سے اسے دیکھا تو مہر ماہ سچ میں کنفیوز ہوتی سوچ میں مبتلا ہوتی چلی گئی..

اسے سوچ بچار کرتے دیکھ کر شہرام اپنی شیطانی مسکراہٹ چھپاتے ہوئے ایک بار پھر اچانک اسکے ہونٹوں پر حملہ آور ہو گیا تھا۔تاکہ اپنی ہنسی کو اسکے ہونٹوں میں چھپا سکے۔کیونکہ اگر وہ ہنس دیتا۔تو مہر ماہ کو پکا یقین ہو جانا تھا۔کہ وہ اسے بے وقوف بنا رہا ہے۔اس لئے تیزی سے اسکے ہونٹوں کو چومتے ہوئے وہ اسکی گردن پر ہونٹ رکھتے مہر ماہ کو شرم سے پاگل کرتا چلا گیا تھا۔

محمد سبحان خاموشی سے لان میں بیٹھا کسی غیر مرئی نقطے پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔ سارے ملازم اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ پر وہ سپاٹ چہرے کے ساتھ بس کہیں کھویا ہوا تھا۔

صبح ہو چکی تھی۔ وہ کافی دیر سے یہاں پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا۔ کہ قسمت اسے کہاں لے جانے والی ہے۔ لیکن اپنے باپ کے آخری الفاظ اسے کسی وقت بھی نہیں بھولتے تھے۔ ہر پل اپنے باپ کے الفاظ یاد کرتے ہوئے وہ بے بسی کا شکار ہوتا رہتا تھا۔

یہاں رہتے ہوئے اسے کافی دن گزر چکے تھے۔ اسکے ماں باپ کو مٹی تلے سوئے بھی کافی دن بیت چکے تھے۔ پر جو تکلیف آگ بن کر اسکے دل میں

جلنا شروع ہوئی تھی۔ وہ ہر گزرتے پل میں پہلے سے بھی زیادہ بھڑکتی جا رہی تھی۔ پر اس تکلیف کا فلوقت کوئی توڑ نہیں تھا۔

وعدے کے مطابق وہ پلٹ کر ماں باپ کی قبروں پر ایک بار بھی نہیں گیا تھا۔ لیکن سبحان کو اتنا اندازہ ہو چکا تھا۔ کہ یہ وعدہ آنے والے وقت میں طوفان بن کر کسی پر قہر ڈھانے والا ہے۔ اپنی سوچوں میں الجھا وہ وہاں بیٹھا تھا۔ جب فاتح اسے ڈھونڈتے ہوئے اچانک باہر نکلا تھا۔

محمد سبحان کو یوں اکیلے بیٹھے دیکھ کر فاتح پہلے تو ٹھٹک گیا۔ پھر تیزی سے قدم اٹھاتے ہوئے وہ اسکی طرف آیا۔ فاتح چلتے ہوئے اسکے قریب آیا تو سبحان نظریں اٹھا کر اسکی طرف دیکھنے لگا۔ اسکے تاثرات دیکھ کر فاتح کو فکر ہوئی تھی۔

یہاں ایسے اکیلے بیٹھے ہو۔۔۔؟ سوال کرتے ہوئے فاتح اسکے پاس ہی بیٹھ چکا تھا۔ لان میں ہلکی ہلکی دھوپ بہت اچھی لگ رہی تھی۔ سردیوں کا سب سے ٹھنڈا مہینہ دسمبر بھی شروع ہو چکا تھا۔

ویسے ہی۔۔! مختصر جواب دیتے ہوئے سبحان پھر سامنے کی طرف دیکھنے لگا۔

جو سوچ رہے ہو۔۔! مجھے بھی بتاؤ۔۔!! نرم لہجے میں کہتے ہوئے اسے دیکھ کر فاتح بھی سامنے دیکھنے لگا۔ فاتح آج اسے کھوجنا چاہتا تھا۔ کیونکہ سیلینہ نے اسے بتایا تھا۔ کہ اکثر اب وہ اکیلے بیٹھا سوچوں میں گم دیکھائی دیتا ہے۔۔

میرا مستقبل کیا ہو گا۔۔؟ سبحان نے سوال کرتے ہوئے چہرہ موڑ کر فاتح کی جانب دیکھا تھا۔اسکے سوال پر فاتح سلطان ایک لمحے کے لیے ٹھہر چکا تھا۔

جیسے تم چاہو اپنا مستقبل بنا سکتے ہو۔۔!! کچھ لمحے سر کے تو فاتح نے سنبھلتے ہوئے اسے کہا۔اسی لمحے شہرام بھی انکی تلاش میں وہاں آ گیا تھا۔ان دونوں کو یوں اکیلے بیٹھ کر باتیں کرتے ہوئے دیکھ کر شہرام کو ایک دم سے فکر ہوئی تھی۔

پر میں آپکا کوئی بھی احسان نہیں لینا چاہتا ہوں۔۔۔!میری غیرت گوارا نہیں کر رہی ہے یوں بے کار میں یہاں پر رہنا۔۔! نظریں پھیرتے ہوئے سبحان نے جیسے ہی بات مکمل کی۔تو فاتح اور شہرام بے اختیار ایک دوسرے

کو دیکھ گئے۔اس چھوٹے سے بچے سے انہیں ایسی باتوں کی ہر گز بھی امید نہیں تھی۔

میں نے تمہیں واضح طور پر پہلے بھی کہا تھا۔ کہ میں نے تمہارے بابا سے وعدہ کیا ہے۔اس لئے ہر حال میں تمہاری سرپرستی مجھے ہی لینی ہے۔اب فیصلہ تمہارا ہے۔میرا بیٹا بننا پسند کرتے ہو یا پھر سلطان احمد خان کا۔۔؟ کیونکہ میرا بیٹا بننے کی صورت میں تم میرے وارث کہلاؤ گئے۔۔!اور سلطان احمد خان کا بیٹا بننے کی صورت میں میرے اور کبیر بھائی کے برابر آ جاؤ گئے۔۔!! سپاٹ لہجے میں کہتے ہوئے فاتح نے کھل کر اسکے سامنے دو آپشن رکھے تھے۔

مم۔۔میں آپکی برابری نہیں کرنا چاہتا ہوں۔۔۔!فاتح سلطان کی مکمل بات سننے کے بعد وہ بامشکل بول پایا تھا۔یہ بات تو وہ پہلے سے جانتا تھا۔اس لئے جواب بھی اس نے پہلے سے طے کر رکھا تھا۔

پھر میرے وارث بن جاؤ۔۔!فاتح نے اسکے چہرے کو کھوجتی نظروں سے دیکھتے ہوئے دوسرا آپشن ماننے کو کہا۔لیکن اس پر بھی وہ نہیں مانا تھا۔

یہ بات اپنے ذہن میں رکھو محمد سبحان۔۔کہ تم ہماری مرضی کے بنا یہاں سے ایک قدم بھی باہر نہیں رکھ سکتے ہو۔۔!اس لئے جذباتی ہوئے بنا وہ فیصلہ کرو۔جس میں تمہاری بہتری ہو۔اور ہم تمہارے بابا سے کیا ہوا وعدہ بھی پورا کر سکیں۔۔۔!سبحان کو انکار کرتے دیکھ کر شہرام بھی سنجیدگی سے

سمجھانے ہوئے سخت لہجے میں کہنے لگا تھا۔ وہ اسکا غم سمجھ رہے تھے۔ لیکن اسکے باوجود بھی اسے کوئی بے وقوفی نہیں کرنے دے سکتے تھے۔۔

میں قید ہو کر یہاں پر نہیں رہ سکتا شہری بھائی۔۔! مجھے اپنے ماں باپ کا بدلہ لینا ہے۔ اور یہ حساب کیے بنا میں پوری زندگی سکون سے نہیں رہ سکوں گا۔۔! اس لئے میری بات سمجھنے کی کوشش کریں۔۔! سرد لہجے میں دبے دبے انداز میں وہ غرایا تو فاتح اور شہرام بے ساختہ ساکت ہوتے اسے دیکھتے چلے گئے۔

وہ تو سمجھ رہے تھے۔ کہ وہ نارمل ہو رہا ہے۔ پر یہاں تو کچھ اور ہی تھا۔ وہ کم عمر بچہ ٹھیک نہیں ہو رہا تھا۔ بلکہ وہ بدل رہا تھا۔ وہ خون کے بدلے خون بہانے کا سوچ رہا تھا۔ یہ معمولی نہیں تھا۔۔

تمہیں کیوں لگتا ہے۔۔؟ کہ ہم تمہیں یہاں پر قید کر رکھنا چاہتے ہیں

سبحان۔۔؟ اچانک عقب سے فارس کی آواز پر وہ تینوں پلٹے تھے۔ فارس نے انہیں گلاس وال سے باہر اکٹھے بیٹھے دیکھا تھا۔ اس لئے وہ متجسس ہوتے انہیں دیکھنے کے لیے باہر چلا آیا تھا۔ وہ کب سے انکی باتیں سن رہا تھا۔ لیکن وہ تینوں بے خبر ایک دوسرے میں الجھے ہوئے تھے۔

بھائی۔۔۔! فارس کو دیکھتے ہی فاتح نے اٹھتے ہوئے بڑے بھائی کو بیٹھنے کے لیے جگہ دی۔ فارس کے قریب بیٹھنے پر سبحان نے اپنا چہرہ جھکا لیا تھا۔

کیا تم ابھی تک ہمیں دل سے اپنا نہیں مان پائے۔۔۔؟ اسے سر جھکاتے دیکھ کر فارس نے گہری سنجیدگی سے سوال کیا۔ جبکہ اس سوال پر سبحان نے

تیزی سے سر اٹھاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔اس سوال پر اسکے دل کو بری طرح ٹھوکا لگا تھا۔۔

ایسا نہیں ہے بھائی۔۔!! میرا اب آپ سب کے بنا ہے ہی کون۔۔۔؟

تیزی سے نفی کرتے ہوئے سبحان کا لہجہ بھیگ گیا۔وہ انہیں دل سے بڑے بھائی کی جگہ دے چکا تھا۔

پھر ایسی باتیں کیوں سبحان۔۔؟ یہاں سے جانے کے خیال کیوں۔۔۔؟

اگر ہمارے بنا تمہارا کوئی نہیں تو پھر ہم سے دور ہو کر کہاں جانا چاہتے ہو۔۔؟ کیا کوئی انسان اپنوں سے دور اور انکے بنا رہ سکتا ہے۔۔؟ اسے بازو کے گھیرے میں لیتے ہوئے فارس نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے اسکی نم آنکھیں صاف کرتے ہوئے سوال کیے تھے۔

میں نہیں جانتا بھائی۔۔!!بس کچھ سمجھ نہیں پارہا ہوں۔ہر وقت بس یہ تکلیف سانس نہیں لیتے دیتی ہے۔کہ میں کچھ نہیں کر پارہا ہوں۔۔!! میرے زخم بھر نہیں پارہے ہیں بھائی۔۔۔!ان زخموں سے نکلتا خون مجھے ہر وقت یہ یاد دلاتا ہے۔کہ مجھ پر سکون حرام ہو چکا ہے۔کیونکہ جنہوں نے میرے ماں، باپ کو بے دردی سے مارا وہ سکون سے جی رہے ہیں۔۔۔ کیوں بھائی۔۔۔؟ایسا کیوں۔۔۔؟؟اپنی دل کی تمام باتیں زبان پر لاتے ہوئے وہ بے بسی سے اتنے دنوں بعد پھر رو دیا تھا۔جبکہ اسے یوں روتے دیکھ کر وہ تینوں لب بھینچ گئے تھے۔

فارس نے اسے سینے سے لگاتے ہوئے اسکا ماتھا چوما تو وہ مزید روتا چلا گیا۔۔

فاتح نے آگے بڑھ کر اسے خاموش کروانا چاہا۔ تو فارس نے اسے روک دیا۔ کیونکہ فلحال اسکا رونا ہی ٹھیک تھا۔

تم جیسے چاہو گئے۔ ویسے ہی ہو گا سب۔۔۔! بس اک بات یاد رکھنا۔۔ کہ کبھی بھی ہمیں خود سے الگ نہیں سمجھنا۔۔! چاہے تم فاتح سلطان کے وارث بنو یا پھر ہم سے کسی ایک کے۔۔! تم رہو گئے ہمارا حصہ ہی۔۔! کیونکہ اب تم ہمارا حصہ بن چکے ہو۔۔۔! اسکی بھیگی آنکھیں صاف کرتے ہوئے فارس بولتا چلا گیا۔ سبحان اسے یک ٹک دیکھ رہا تھا۔ جب اچانک منیزے پاشا نے دروازے میں کھڑے ہو کر سبحان کو پکارا تھا۔

انکی پکار پر سبحان سمیت وہ سب اچانک مڑ کر دیکھنے لگے تھا۔ فارس نے اپنی بڑی ماما کو تھوڑی دیر انتظار کرنے کا اشارہ کیا۔ جس پر منیزے پاشا مسکرا کر واپس اندر چلی گئی تھیں۔

خدا نے تم سے ایک ماں لی تو بدلے میں تمہیں پانچ ماؤں کا پیار دے دیا۔۔! کیا یہ کم ہے سبحان۔۔۔؟ فارس نے بے ساختہ سوال کیا تھا۔ جس پر نم آنکھوں سے وہ انکار کرنے لگا۔ بھلا یہ کم کیسے ہو سکتا ہے۔۔؟ یہ تو اسکی قسمت سے بہت زیادہ تھا۔

انکا چھوٹا سا بیٹا بن کر ان میں سے کسی ایک کو اپنی مشکل بتاؤ تو سہی سبحان۔۔! دیکھنا پھر تمہارے لیے وہ دنیا سے تب تک لڑیں گئیں۔۔ جب تک تمہیں سکون میں نہ دیکھ لیں۔۔!! لاؤنج کے دروازے میں کھڑی

علیزے خان اور منیزے پاشا کو سبحان کا انتظار کرتے دیکھ کر فارس نے مسکرا کر اسکی طرف دیکھا تھا۔

جبکہ اسکے الفاظ پر محمد سبحان کا دل تھمنے لگ تھا۔"چھوٹا بیٹا۔۔"یہ الفاظ دہراتے ہوئے وہ بے یقین ہوا تھا۔۔

جاؤ شاباش بڑی ماما لوگ تمہیں بلا رہی ہیں۔۔۔!!فارس نے اچانک اسے اندر بھیجنا چاہا۔جس پر سبحان بے اختیار کھڑے ہوتے آگے بڑھا۔اندر جاتے ہوئے بار بار پلٹتے ہوئے وہ فارس شہرام،اور فاتح کی طرف دیکھ رہا تھا۔جو مسکرا کر اسے دیکھ رہے تھے۔۔

سبحان کہاں تھے صبح سے بچے۔۔۔!ہم اتنا پریشان ہو گئی تھیں۔۔۔!وہ ابھی تھوڑا دور ہی تھا۔جب منیزے پاشا فکر مندی سے کہتے ہوئے خود باقی

کا فاصلہ مٹاتے ہوئے اس تک پہنچی تھیں۔علیزے خان بھی فکر مندی سے انکے قریب آ گئیں۔آج صبح نماز پڑھنے کے بعد سے وہ غائب تھا۔اس لئے وہ سب پریشان ہو رہی تھیں۔

تم روئے ہو کیا۔۔۔؟اسکی سرخ آنکھیں دیکھتے ہوئے علیزے خان پریشان ہوتے اسکا چہرہ تھام گئیں۔

نہیں بڑی ماما۔۔!بس مورے کی یاد آ رہی تھی۔۔!انکی فکر پر نم آنکھوں سے مسکراتے ہوئے اس نے کہا تھا۔اگلے ہی پل علیزے خان اور منیزے پاشا دکھی ہوتے اسے گلے لگا چکی تھیں۔جس پر سبحان پر سکون ہوتے انکے گرد حصار بنا چکا تھا۔دور سے اس منظر کو دیکھتے ہوئے وہ تینوں مسکرا دیئے تھے۔

موبائل میں مصروف ایشام اپنے دھیان میں گاڑی کی طرف جا رہا تھا۔ کسی ضروری کام کے تحت وہ فارم ہاؤس پر جانے والا تھا۔

شام سر۔۔۔!! جانی پہچانی آواز پر چونکتے ہوئے ایشام نے مڑ کر دیکھا۔۔

بہادر تم۔۔!! اپنے سامنے بہادر خان کو اچانک دیکھ کر ایشام خوشگوار حیرت سے سرپرائز ہوا تھا۔ موبائل پاکٹ میں رکھتے ہوئے وہ تیزی سے آگے بڑھ کر بہادر خان کے گلے لگ گیا۔۔۔

آپ سب تو مجھے وہاں اکیلا چھوڑ آئے تھے۔۔۔! ایشام کے گلے لگتے ہوئے بہادر خان نے خفگی سے شکوہ کیا۔ جس کو سن کر ایشام صدیقی قہقہ لگا چکا تھا۔۔

مت بھولو ہم سب نے تمہیں ساتھ آنے کے لئے کافی بار کہا تھا۔۔۔!

اسکے شکوے پر ایشام نے ہنستے ہوئے یاد دلانا چاہا تھا۔اٹلی سے واپس آتے ہوئے انہوں نے سچ میں بہادر خان کو اپنے ساتھ آنے کے لئے کافی بار کہا تھا۔پر وہ مانا نہیں تھا۔۔

ہاں تو کیسے آسکتا تھا۔تب میں مجبور تھا۔۔! بہادر نے خفگی سے کہتے ہوئے اپنی مجبوری بتانا چاہی۔۔

تو اب تمہاری مجبوری کیسے ختم ہو گئی۔۔۔؟اچانک کیسے آ گئے ہو۔۔۔؟ ایشام نے دلچسپی سے اسکے یوں آنے کی وجہ معلوم کرنا چاہی تھی۔۔

اچانک کب آیا ہوں۔۔۔! بڑے خان کی اتنی منتیں اور ترلے کرنے کے بعد کہیں جا کر یہاں پہنچا ہوں۔اور اب آپکے سامنے کھڑا ہوں۔۔! آپ

سب تو آ گئے تھے۔ لیکن مجھے نہیں پتہ تھا۔ کہ میرا اب وہاں رہنا ہی محال ہو جائے گا۔ قسم سے شام سر آپ سب کے آجانے کے بعد میرا ایک پل وہاں دل نہیں لگا۔۔۔! بہادر خان دکھی انداز میں ساری تفصیل سنانا شروع ہو گیا تھا۔

یہ منتیں تب کرلی ہوتیں۔ تو تبھی ہمارے ساتھ آجاتے۔۔! اتنے مہینے اکیلے نہ گزارنے پڑتے۔۔! اسکا اداس لہجہ دیکھتے ہوئے ایشام قہقہ لگاتے ہوئے بولا تھا۔۔

آپ سب نے کونسا واپس آکر مجھے یاد رکھا ہے۔۔! نہ کبھی کوئی کال نہ میسج۔۔ کہ بیچارے بہادر خان کا حال ہی معلوم کرلیں۔۔۔! اسے ہنستے دیکھ کر بہادر خان کا دوسرا شکوہ بھی حاضر تھا۔۔

چلو آؤ سب کو سرپرائز کرتے ہیں۔۔! اور تمہارے شکوے بھی دور کرتے ہیں...! اسکے شکووں کی لمبی لسٹ دیکھتے ہوئے ایشام نے اسے گاڑی میں بیٹھے کا اشارہ کیا۔

بہادر خان کو وہ ساتھ لیے کبیر اور فارس کے آفس جانے والا تھا۔ ویسے بھی لنچ ٹائم ہو چکا تھا۔ ایشام نے سب کو سرپرائز کا میسج کرتے ہوئے لنچ ٹائم میں آفس آنے کی خاص ہدایت کی تھی۔۔

فارس اور کبیر کے آفس میں قہقہے گونج رہے تھے۔ سب مل کر بہادر خان کی کلاس لگانے میں مصروف تھے۔ جو بیچارہ خفگی سے کبھی کبیر تو کبھی فارس کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

اب ہمیں کیا دیکھ رہے ہو۔۔؟ تم خود ہی تو ان نمونوں کی یاد میں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر واپس آئے ہو۔۔!! اسکی نظروں پر فارس نے ہنس کر کہا تھا۔

بدلے میں بہار خان بیچارے پن سے سر کھجانا شروع ہو گیا تھا۔ لوگ اپنے پیر پر کلہاڑی مارتے ہیں۔ پر بہادر خان نے کلہاڑی پر اپنا پیر مارا تھا۔ اور اب وہ برداشت کرنے کے سوا کچھ کر بھی نہیں سکتا تھا۔

میں انکی یاد میں یہاں آیا ہوں فارس سر۔۔۔! پر یہ تو میرا مذاق ہی اڑائے جا رہے ہیں۔۔! نہ چاہتے ہوئے بھی بہادر خان شکایتی انداز میں منہ بناتے ہوئے بولا تھا۔

مذاق کہاں اڑا رہے ہیں یار۔۔! ہم تو بس شغل میلا لگا رہے ہیں۔۔! قسم سے ہم نے بھی تم جیسے چغل خور جاسوس کو بہت مس کیا ہے۔۔۔! شہرام نے جھٹ سے تعریفی انداز میں جواب دیا تھا۔

سچ سچ بتانا بہادر۔۔! جتنی چغلیاں تم ہماری لگاتے رہے ہو۔ کبھی اللہ سے ڈر نہیں لگا۔۔۔؟ یا اپنے بائیں جانب والے فرشتے پر ترس نہیں آیا۔۔۔؟ فاتح نے بھی مخاطب کرتے ہوئے دلچسپی سے جاننا چاہا تھا۔

مجھے تو لگتا ہے۔ کہ اسکے گناہ لکھتے لکھتے اسکی بائیں جانب والے فرشتے کے پاس اب رجسٹرڈ بھی ختم ہو چکے ہونگے۔۔! میٹھے طنز کرتے ہوئے ارسل خان نے بھی اپنا حصہ ڈالنا ضروری سمجھا تھا۔ بہادر خان بہت عرصے بعد انکے ہاتھ لگا تھا۔ اس لئے وہ جی بھر اسے دھو رہے تھے۔۔

فارس اور کبیر سر آپکو پتہ ہے۔۔! یہ سب جتنی بک بک کر رہے ہیں۔۔! میں ایک منٹ میں انکو چپ کروا سکتا ہوں۔۔۔۔! سب کے حملوں کے جواب میں اچانک بہادر خان صوفے سے ٹیک لگاتے ہوئے غیر متوقع طور پر چوڑا ہوا تھا۔

کیسے۔۔۔؟ اسکا اٹیٹیوڈ دیکھتے ہوئے ایشام کو ایک دم سے تجسس ہوا۔

تم لوگوں کی نازیبا تصاویر ہیں اس میسنے کے پاس۔۔۔! سنجیدگی سے کہتے ہوئے غازیان نے اچانک اتنی ہی غیر سنجیدگی بات کی تھی۔ جس کو سن پر کبیر اور فارس کا چھت پھاڑ قہقہ گونج اٹھا تھا۔

استغفار۔۔! دو کوڑی کے وکیل منہ نہیں اچھا توبک تو کم از کم اچھا۔۔۔!

شہرام نے جھرجھری لیتے ہوئے توبہ کی تھی۔اور ساتھ ہی بہادر خان کو ایک نظر دیکھا۔جو غازیان کی بات پر ہنستے ہوئے لال ہونے لگا تھا۔۔

دیکھو زرا اس گھنے کو کیسے لال ہو رہا ہے۔۔! نیکر پہنے والا بزدل خان۔۔! بہادر کی ہنسی کو گھورتی نظروں سے دیکھتے ہوئے فاتح نے دانت پیستے ہوئے کشن اٹھا کر مارنا چاہا تھا۔

ویسے کتنی بری بات ہے۔۔۔! میں آپ سب سے عمر میں بڑا ہوں۔۔! پر یہاں کوئی اک بھی میری عزت نہیں کرتا۔۔۔! انکی زبان درازی پر بہادر اچانک مصنوعی افسوس سے کہنے لگا تھا۔

ہاں تو۔۔؟ عمر میں بڑے ہو تو ہمارے پاس کیوں بیٹھے ہو۔۔؟ جاؤ جا کر بلیک گینگ کے بڈھے لوگوں کے پاس بیٹھو نہ پھر۔۔۔! ایشام جلدی سے جواب میں بولا تھا۔

ساری باتیں چھوڑو۔۔۔! پہلے اس سے یہ تو جانو۔۔! کہ یہ ایک منٹ میں ہمارا منہ کیسے بند کروا سکتا ہے۔۔؟ انہیں ادھر ادھر کی ہانکتے دیکھ کر غازیان نے بیچ میں بولتے ہوئے بہادر خان کی تھوڑی دیر پہلے والی بھڑک یاد دلانا چاہی تھی۔ جس کے یاد آتے ہی سب مکمل الرٹ ہوتے بہادر خان کو دیکھنے لگے تھے۔ جبکہ فاتح اور شہرام تو اٹھتے ہوئے اسکے دائیں بائیں جانب بھی آ بیٹھے تھے۔۔

رک میں زرا اسکا فون تو پہلے نکال کر چیک کر لوں۔۔! بہادر خان کی قمیض کی جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے فاتح نے جلدی سے فون نکالا تھا۔تاکہ کہیں سچ میں وہ انکی خفیہ نازیبا تصویریں نہ چھپا کر بیٹھا ہو۔۔اسکے ڈر پر بہادر خان کو تیزی سے ہنسی آئی تھی۔جبکہ ہنسی تو غازیان کو بھی آرہی تھی۔جسے وہ ہاتھ کی مٹھی سے چھپا رہا تھا۔

چل اب بولنا شروع کر۔۔! ساتھ ساتھ موبائل چیک کرتے ہوئے شہرام نے اسے بولنے کا اشارہ کیا۔۔

میرے موبائل میں کچھ نہیں ہے۔۔۔! کیونکہ میں نے اس میں کبھی کچھ رکھا ہی نہیں ہے۔۔۔! انکو الرٹ ہو کر اپنا موبائل چیک کرتے دیکھ کر بہادر خان بے اختیار بولا تھا۔

تو پھر کہاں رکھا ہے۔۔؟ارسل خان نے بے ساختہ مشکوک نگاہوں سے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ جس کے جواب میں بہادر خان ہنسی دبانے لگا۔۔

دیکھا اسکا مطلب ہے۔اس بزدل خان کے پاس سچ میں کچھ نہ کچھ ہے۔۔۔!اسے ہنسی چھپاتے دیکھ کر ایشام نے تیزی سے کہا تھا۔ جبکہ کبیر خان اور فارس خاموشی سے ہنستے ہوئے انکی لڑائی دیکھ رہے تھے۔

ہے تو سہی پر یہاں نہیں ہے۔۔۔!! تیزی سے بول کر بہادر جلدی سے اٹھ کر کبیر اور فارس کی طرف بھاگا تھا۔تاکہ انکی دھکا مکی سے بچ سکے۔ورنہ کوئی بعید نہیں تھا۔ کہ وہ سب اس اکیلے پر چڑھ دوڑتے۔۔۔

غدار۔۔!! جب تک انکو ہوش آتی تب تک بہادر خان، کبیر اور فارس کے پیچھے پناہ لے چکا تھا۔اسے غدار کہتے ہوئے ارسل، ایشام، شہرام اور فاتح

اٹھتے ہوئے ٹیبل کی طرف آئے تھے۔ جبکہ غازیان اپنی جگہ پر بیٹھا رہا تھا۔ اور باسم ابھی تک پہنچا نہیں تھا۔

غدار ہم نے تم سے یاری کی۔۔! تمہیں روٹیاں پکا پکا کر کھلائیں اور تم نے ہمارے ساتھ دھوکا کیا۔۔۔! سب سے پہلے ایشام کو اپنے آلو کے پراٹھوں کا غم یاد آیا تھا۔

چائے اور آملیٹ بھی تھے۔۔۔! ہر رات کو یہ ہمارے گھر فری کا کھانا ٹھونسنے آجاتا تھا۔۔۔! ارسل خان نے کڑے تیوروں سے باقی چیزیں بھی یاد دلائی تھیں۔ جبکہ شہرام اور فاتح کو تو اپنی واشنگ مشین یاد آرہی تھی۔ جو وہ ہر ہفتے لگاتے تھے۔

پلیز ان سے بچالیں۔۔۔! وہ مسلسل بہادر خان پر جھپٹنے کی کوشش کر رہے تھے۔ جب بہادر نے کبیر اور فارس کی طرف مدد طلب نظروں سے دیکھا تھا۔۔

تو سوچ سمجھ کر چھیڑتے نہ۔۔! کبیر نے ہنس کر لاپرواہی سے کندھے آچکا دیئے تھے۔۔

کبیر سر میں تو ایسے ہی جان بوجھ کر بس تنگ کر رہا تھا۔۔! میرے پاس سچ میں کچھ بھی نہیں ہے۔۔! بہادر نے روہانسے ہو کر دہائی تھی۔ جس کو سن کر فارس اور کبیر کو ہنسی آنے لگی تھی۔ وہ ہمیشہ ایسے ہی انکو چھیڑ کر مدد کے لیے ان کے پاس بھاگا چلا آتا تھا۔۔

بھائی پیچھے ہٹ جائیں۔ میں آج اس بہادر کا قیمہ بنا کر دنیا جہاں سے اسکا صفایا کر دوں گا۔۔! فاتح سلطان اچانک سلطان راہی بنتے ہوئے شرٹ کے بازو فولڈ کرنے لگا تھا۔ جس کو دیکھ کر بہادر نے بے ساختہ تھوک نگلا تھا۔۔

اسکے گناہگار ہاتھوں کو کاٹ کر میں چوڑاہے پر لٹکاوں گا۔۔۔!! شہرام بھی دبنگ انداز میں بولا تھا۔

اچھا ٹھیک ہے۔۔! بعد میں دیکھتے ہیں کہ کیا کرنا ہے۔۔۔۔! پہلے کھانے کا پتہ کروا بھی تک آیا کیوں نہیں۔۔! اور باسم کو بھی فون کرو۔۔! بہادر کی ڈری ہوئی شکل پر ترس کھاتے ہوئے فارس نے بے اختیار انکو شانت کرتے ہوئے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ تو فارس کے ایک بار ہی بولنے پر وہ سب

بپھرے شیر ٹھنڈے پڑتے بہادر کو گھور کر واپس جا پلٹے۔ جس پر بہادر شکر کرتے ڈھے سا گیا تھا۔۔

اب یہیں ہمارے پاس بیٹھ جاؤ۔۔! ورنہ کھانے کی جگہ تمہیں یہ چبا جائیں گئے۔۔! بہادر کو اپنے پاس بٹھاتے ہوئے کبیر نے بے ساختہ کہا۔ تو وہ بنا وقت ضائع کیے انکا کہنا مانتے ہوئے اچھے بچوں کی طرح انکے پاس ہی بیٹھ چکا تھا۔

یہ ڈاکٹر کہاں رہ گیا ہے۔۔؟ باسم کو ابھی تک آتے نہ دیکھ کر ارسل نے بے اختیار سوال کیا۔۔

کہاں ہو گا۔۔؟ وہیں ہاسپیٹل کے ایمرجنسی روم میں بیچارے کسی انسان کو چیڑ پھاڑ رہا ہو گا۔۔۔! ٹانگ پر ٹانگ رکھتے ہوئے غازیان نے جواب دیا تھا۔ جس میں حامی بھرتے ہوئے وہ ایک بار پھر اسے کال ملا چکے تھے۔

غازیان کو واپس چیمبر میں آکر بیٹھے ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی۔ جب فہد اچانک دروازہ ناک کرتے ہوئے اندر داخل ہوا تھا۔

سر باہر ایک لڑکی آپ سے ملنے کے لئے آئی ہے۔۔!! فہد نے سامنے کھڑے ہوتے اسے اطلاع دی۔

لڑکی۔۔؟ کون۔۔؟؟ کیا نام ہے۔؟ غازیان نے حیرت سے سوال کیے۔ اب کونسی لڑکی اسے ملنے کے لیے آگئی تھی۔۔

نام تو ماریہ بتا رہی ہے سر۔۔! فہد نے اگلے ہی پل اسے نام سے آگاہ کیا۔

ماریہ۔۔؟اب یہ کون ہے بھیجو زرا اندر۔۔! لاعلمی سے بولتے ہوئے غازیان نے بے ساختہ چیئر کے ساتھ ٹیک لگالی۔ جبکہ فہد واپس جا چکا تھا۔ کچھ سیکنڈز گزرنے کے بعد ایک لڑکی مسکراتے ہوئے اندر داخل ہوئی تھی۔۔

اسلام علیکم۔۔!! کیسے ہیں آپ غازیان۔۔؟اندر دو خل ہوتے ہی ماریہ نے مسکرا کر سلام کرنے کے بعد حال پوچھا تھا۔۔!

لگتا آپ نے مجھے پہچانا نہیں۔۔! میں ماہ پارہ کی دوست ہوں۔۔! اس نے میرا ذکر کیا ہو گا آپ سے۔۔! غازیان کے چہرے پر ناشناسائی بھرے تاثرات دیکھ کر ماریہ نے مسکرا کر اپنا حوالہ دینا ضروری سمجھا تھا۔ جس کو

سنتے ہی غازیان کے دماغ میں فوراکلک ہوا تھا۔ابھی کچھ دن پہلے ہی تو وہ اسے اپنی دوست کے بارے میں بتارہی تھی۔ جس کو کسی کیس میں مدد کی ضرورت تھی۔۔

یس سوری بیٹھے۔۔! یاد آنے پر غازیان نے فوراًاسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ چونکہ وہ اسکی بیوی کی دوست تھی۔اس لئے وہ اسے اہمیت دینے کا پابند تھا۔۔

?Coffee or something else

(کافی یا کچھ اور) سگریٹ سلگا کر ہونٹوں میں دباتے ہوئے غازیان نے رسم پوچھتے ہوئے اسکے ہاتھ میں پکڑی فائل مانگی۔

!..Whatever you like

(جو آپ چاہے) اسکا انداز دیکھتے ہوئے ماریہ نے مبہوت ہوتے جواب دیا۔ اسکے جواب پر غازیان نے سر ہلاتے ہوئے فہد کو ایک کافی بھجوانے کا حکم دیا تھا۔

آپ خود کیوں تشریف لائی ہیں۔۔! کیس کے لئے آپ کے ڈیڈ کو آنا چاہیے تھا۔۔! فائل کھول کر نظریں دہراتے ہوئے غازیان نے بے ساختہ کہا تھا۔

سگریٹ کا دھواں مسلسل اسکے ہونٹوں سے نکلنا شروع ہو گیا تھا۔ بڑے بھائیوں کے آفس میں بیٹھتے وقت اسے سگریٹ کی مسلسل طلب ہو رہی تھی۔ لیکن غازیان پاشا وہاں سگریٹ پینے کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔۔

دراصل ڈیڈ بہت مصروف ہیں۔اس لئے اس کیس کی ساری ذمہ داری انہوں نے مجھے دے دی ہے۔۔! ماریہ جواب میں گڑبڑا کر بولی تھی۔ جبکہ غازیان نے صرف سر ہلانے پر اکتفا کیا تھا۔

شکر ہے ڈیڈ آپ آ گئے ہیں۔۔۔! کب سے آ کر آپکا انتظار کر رہی ہوں۔۔! باسط صاحب فریش ہو کر ابھی نیچے آئے تھے۔انکو آتے دیکھ کر رابیل فٹ سے بولنا شروع ہو چکی تھی۔آج وہ ماں باپ کو ملنے کے لئے آئی ہوئی تھی۔

سوری میرا پیارا بچہ۔۔! آپ مجھے انفارم کر دیتی میں سارے کام چھوڑ کر اپنے بچے کے پاس چلا آتا۔۔! باسط صاحب قریب آتے ہی فورا اسکا ماتھا چوم گئے تھے۔ جبکہ انکا پیار دیکھتے ہوئے رابیل نے تیزی سے ماں کو جتاتی

نظروں سے دیکھا تھا۔ جیسے کہنا چاہ رہی ہو۔ کہ دیکھ رہی ہیں نا میری اہمیّت۔۔؟؟

ہاں ماں تو اسے کاٹتی ہے۔۔اس لئے تو باپ کے آنے کا انتظار ہو رہا تھا۔۔! میرال جل کر بولی تھیں۔ وہ جب سے آئی تھی۔ وہ اسکی خدمت میں لگی ہوئی تھیں۔ اور اب باپ کے آتے ہی وہ لاڈلی شہزادی بن چکی تھی۔

ڈیڈ دیکھیں مام ہم سے جیلس ہو رہی ہیں۔۔۔! رابیل ہنس کر بولی تھی۔ عادت کے مطابق وہ نیچے قالین پر بیٹھی تھی۔ جبکہ میرال اور باسط صاحب اسکے پاس آمنے سامنے صوفے پر تھے۔ انکے پاس یا سامنے بیٹھنے کی بجائے وہ ایسے ہی نیچے بیٹھ کر ان سے باتیں کرتی تھی۔۔

جلنے دو۔۔! یہ بتاؤ میرے پیارے بچے نے کیا کھایا ہے۔۔؟ میرال بیگم کو اگنور مار کر باسط صاحب نے لاڈ سے بیٹی سے پوچھا تھا۔ جس کے آنے سے گھر میں پھر رونق سی ہو گئی تھی۔ ورنہ ان دونوں میاں بیوی کو اب اکیلا پن محسوس ہونے لگا تھا۔

آپکے انتظار میں کچھ بھی نہیں کھایا۔ کیونکہ آج ہم سب باہر ڈنر کرنے جائیں گئے۔۔! رابیل جواب میں بولتے ہوئے آخر پر بچوں کی طرح پر جوش ہوئی تھی۔

واہ لگتا ہے میرے بچے کا آج رات رکنے کا ارادہ ہے۔۔! باسط صاحب نے خوش ہوتے حیرت سے جاننا چاہا تھا۔ کیونکہ وہ پہلے جب ملنے کے لئے آتی تھی۔ تو مل کر چلی جاتی تھی۔

یس ڈیڈ، بوس آج یہیں پر ہے۔۔۔! باپ کے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے رابیل نے آواز کو بھاری بناتے ہوئے مغرور ہو کر کالر جھاڑا۔ تو باسط صاحب ہنستے چلے گئے۔

علینہ اور نعمان سے پوچھ کر آئی ہو نا۔۔۔؟ میرال اچانک فکر مندی سے سوال کر گئیں۔ ہر ماں کی طرح انہیں بھی فکر ہوئی تھی۔

پوچھ کر آئی ہوں بھئی۔۔! دیکھ لیں ڈیڈ آپکی بیوی ہمیشہ مجھ پر شک کرتی رہتی ہیں۔۔! رابیل نے خفگی سے بولتے ہوئے شکایت لگائی تھی۔ اس نے پہلے بھی رکنا چاہا تھا۔ لیکن میرال ہمیشہ اسے واپس بھیج دیتی تھیں۔

بیگم۔۔! آج آپ میرے شہزادے کو کچھ نہیں بولیں گئیں۔۔۔! باسط صاحب نے فورا بیگم کو تنبیہ کرتی نظروں سے دیکھا۔

ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔۔! نہیں کہہ رہی کچھ۔۔! لیکن پلیز اب آپ دونوں اپنا یہ لاڈ، پیار بعد میں کر لیجے گا۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔۔! ہاتھ کھڑے کرتے ہوئے میرال اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

ہاں تو ٹھیک ہے چلیں پھر کسی اچھی سی جگہ ڈنر کرنے چلتے ہیں۔۔! رابیل کو اٹھاتے ہوئے باسط صاحب بھی کھڑے ہو چکے تھے۔۔

ویسے مام ڈیڈ۔۔! آپ لوگوں کو نہیں لگتا۔ کہ اب آپ کو مزید ایک بیٹا یا بیٹی پیدا کر لینی چاہیے۔۔۔! ہیل کی سٹریپ بند کرتے ہوئے رابیل عام سے لہجے میں اچانک بے تکا بولی تھی۔ جس کو سن کر میرال شرم سے لال پیلی ہو چکی تھیں۔

شادی ہو گئی۔ لیکن اب تک عقل نہیں آئی۔ کہ کونسی بات ماں، باپ سے کہنی ہے یا نہیں۔۔! شرم سے لال ہوتے میرال تاسف سے اپنی بیٹی کو دیکھنا شروع ہو گئی تھیں۔ جس کو اندازہ ہی نہیں تھا۔ کہ وہ کیا بات کر چکی ہے۔۔

کیا۔۔؟ صحیح تو کہہ رہی ہوں۔۔! دیکھیں گھر خالی، خالی سا ہو گیا ہے۔ مجھے فکر لگی رہتی ہے آپ دونوں کی۔۔! ماں کی گھوریوں کو سمجھے بنا رابیل اپنا ہی راگ آلاپنا شروع ہو چکی تھی۔ جبکہ میرال جن کو اب غصہ آنے لگا تھا۔ وہ شوہر کو گھور کر تیزی سے باہر نکل گئی تھیں۔۔

مام کو کیا ہوا ڈیڈ۔۔؟ میں کیا کچھ غلط بولا۔۔؟ ماں کو غصے سے جاتے دیکھ کر رابیل نے معصومانہ لہجے میں پوچھتے ہوئے باپ کی طرف دیکھا تھا۔ جو اپنی مسکراہٹ دبا رہے تھے۔۔

میرے پیارے شہزادے نے کچھ نہیں غلط بولا۔۔ بس تمہاری ماں کو ہر بات میں غصہ آجاتا ہے۔۔! باسط صاحب بیٹی کی سادگی کو قائم رکھتے ہوئے اسے پچکارتے ہوئے بازو کے گھیرے میں لیے میرال بیگم کے پیچھے ہوئے تھے۔ جبکہ باہر جاتے ہوئے انکے چہرے پر مسلسل شرارتی مسکراہٹ رقصاں تھی۔

باسط صاحب رابیل اور میرال کے ساتھ ریسٹورنٹ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ دونوں میاں بیوی مینیو ڈیسائیڈ کر رہے تھے۔ جبکہ رابیل بچوں کے سے انداز میں خوش ہوتی مسلسل سیلفیاں بنانے میں مصروف تھی۔ باسط صاحب اور میرال ساتھ ساتھ کبھی نظر اٹھا کر بیٹی کی طرف دیکھ کر مسکرا دیتے تھے۔

آج اتنے عرصے بعد وہ ماں باپ کے ساتھ یوں باہر آ کر بہت خوش ہو رہی تھی۔ وہ دونوں ہی جانتے تھے۔ کہ انکی لاڈلی کو گھومنا پھرنا بہت پسند ہے۔ بس کام کی مصروفیات اور پھر میرال اپنی جاب کی وجہ سے بیٹی کا یہ شوق اتنا نہیں پورا کر پائی تھیں۔ لیکن وقتاً فوقتاً ٹائم ملنے پر وہ بیٹی کو گھومانے ضرور لے جایا کرتے تھے۔ کیونکہ رابیل کو صرف اپنے ماں باپ کے ساتھ

گھومنا پھرنا پسند تھا۔نہ کہ دوستوں یا کسی اور کے ساتھ۔۔یہ الگ بات تھی۔کہ وہ جہان سکندر کے لیے بھی پاگل تھی۔۔۔

باسط صاحب نے کئی بار اسے فرینڈز کے ساتھ ٹرپ پر جانے کو کہا تھا۔پر وہ نہیں مانتی تھی۔ہاسٹل میں رہنے کے باوجود رابیل ماں باپ سے دور نہیں ہوئی تھی۔بلکہ ہاسٹل اور گھر کے فاصلے نے اسے ہمیشہ ماں باپ کے مزید قریب ہونے کا موقع دیا تھا۔اسکی اٹیچمنٹ کو دیکھتے وہ اکثر شکر ادا کرتے تھے۔ورنہ میرال کو یہ ہی دھڑکا لگا رہتا تھا۔کہ کہیں ہاسٹل میں رہنے کی وجہ سے انکی بیٹی ان سے دور نہ ہو جائے۔پر ایسا نہیں ہوا تھا۔

مام ڈیڈ میری طرف دیکھیں۔۔!رابیل نے اچانک انکو پکارا تو وہ چونک کر اسکی طرف دیکھنے لگے۔جہاں وہ کیمرہ انکی طرف کیے مسکرا رہی تھی۔

میرال اور باسط صاحب کے دیکھتے ہی رابیل نے فوراً انکی تصویر کلک کی تھی۔

ماں باپ کی اکیلے کی اک تصویر بنانے کے بعد اب وہ انکے ساتھ سیلفیاں اور ویڈیوز بنا رہی تھی۔ رائل بلو کلر میں ویلوٹ کے خوبصورت ڈریس کے ساتھ وہ ہلکا پھلکا میک آپ کیے ہوئے تھی۔ جبکہ لمبے بال آج کھول کر نیچے سے کرل کیے گئے تھے۔ غزالی آنکھوں میں لگا کاجل اسے حسین ترین بنا رہا تھا۔ تو ہونٹوں پر لگی نیوڈ لپ اسٹک لگائے وہ مکمل اعتماد کے ساتھ خود میں مصروف تھی۔ دوبٹے کو گلے میں ڈالے وہ بالکل لاپرواہ بنی ہوئی تھی۔

میرا بچہ تو بہت خوش لگ رہا ہے۔۔!! کھانا آڈر کرنے کے بعد باسط صاحب اب مکمل طور پر بیٹی کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

یس ڈیڈ۔۔! مجھے یہاں آکر بہت اچھا لگ رہا ہے۔۔! یہ دیکھیں کتنی پیاری پکس آئی ہیں۔۔! رابیل نے چہکتے ہوئے جواب دیا۔اور ساتھ ہی موبائل انکی جانب کرتے ہوئے وہ تصویریں دیکھانا شروع ہو گئی۔اسکی فنی ریلیز دیکھتے ہوئے میرال اور باسط صاحب بے اختیار ہنس شروع ہو گئے۔ماں باپ کو ہنستے دیکھ کر وہ بھی کھکھلا پڑی۔

اسکے کھکھلانے کی آواز پر بے ساختہ کئی لوگ متوجہ ہوتے مڑ کر انکے ٹیبل کی طرف دیکھنے لگے تھے۔

ماشاءاللہ بہت پیاری لگ رہی ہو۔۔! ایک تصویر پر اچانک رکتے ہوئے زوم کر کے میرال بے اختیار تعریف میں بولی تھیں۔اس ڈریس اور تیاری میں وہ آج انہیں بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔خاص کر ہمیشہ کی طرح اسکا

کاجل اور ناک میں پہنی نوز پن مرکز نگاہ بنا ہوا تھا۔ماں باپ سے تعریفیں بٹورتے ہوئے وہ بے ساختہ اترانا شروع ہو گئی۔یہ جانے بنا کہ انکی ٹیبل سے تھوڑا دور ارسل خان بھی یہیں پر موجود ہے۔

خان یہ رابیل بھابھی ہیں نا۔۔؟؟ایشام جو ارسل کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ کہ اچانک اسے مخاطب کرتے ہوئے بولا تھا۔رابیل کے کھکھلانے کی آواز سنتے ہوئے باقی لوگوں کی طرح اسکی نظر بھی بے اختیار سامنے کی جانب اٹھی تھی۔اور پھر رابیل کو دیکھتے ہی وہ حیران ہوا تھا۔۔

وہ چڑیل تو گھر پر ہے۔۔۔!!ایشام کی بات کے جواب میں بولتے ہوئے ارسل بولتے ہوئے مڑ کر دیکھنے لگا۔تو سامنے سیج میں رابیل کو بیٹھے دیکھ کر وہ چونک گیا۔

یہ یہاں پر کیا کر رہی ہے۔۔؟اسکی یہاں موجودگی پر تضاد اسکا حلیہ دیکھ کر پل بھر میں ارسل خان کے تاثرات بگڑے تھے۔اگلے ہی پل وہ غصے سے اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے انکی میز کی طرف بڑھ گیا۔۔

لگتا ہے ہنگامہ ہونے والا ہے۔۔!ارسل کے تاثرات دیکھتے ہوئے ایشام فکر مندی سے اسکے پیچھے بڑھا تھا۔۔

اسلام علیکم انکل،آنی۔!!میز کے پاس پہنچتے ہی ایشام نے سلام کرتے ہوئے انہیں مخاطب کیا۔جبکہ رابیل اچانک ارسل کو اپنے سامنے دیکھتے ہوئے حیرت سے سنجیدہ ہو چکی تھی۔

!!۔۔۔What a pleasant surprise

اچانک انہیں یہاں پا کر باسط صاحب تیزی سے کھڑے ہو کر ان سے گلے ملتے ہوئے خوشگوار حیرت سے بولے تھے۔ جبکہ ارسل ان سے ملنے کے بعد بے اختیار میرال کی جانب جھکا۔ تو وہ خوش ہوتے اسے پیار کر گئیں۔

کیسی ہیں بھابھی..؟ ایشام نے بے ساختہ اسے مخاطب کیا۔ تو با مشکل مسکرا کر ہاں میں سر ہلا دی۔ وجہ ارسل خان کی غیر معمولی سنجیدگی سے گھورتی ہوئی نگاہیں تھیں۔

شلوار قمیض پر شال لیے وہ انتہائی غصے سے اسے دیکھ کم اور گھور زیادہ رہا تھا۔ جبکہ ایشام بھی شلوار قمیض پر شال لیے ہوئے تھا۔ آج یوں ہی انکا باہر ڈنر کرنے کا پلین بنا۔ تو وہ یہاں پر چلے آئے تھے۔ جبکہ ارسل خان کو گھر سے

نکلتے وقت بالکل بھی علم نہیں تھا۔ کہ رابیل گھر پر نہیں ہے۔ کیونکہ چینج کرنے کے بعد وہ جلدی میں گھر سے نکلا تھا۔

یہ کیا پہن کر آئی ہو۔۔؟ خود سے ضبط کھوتے ہوئے ارسل نے اچانک کڑے لہجے میں اسے مخاطب کیا۔ جس کو سن کر رابیل گڑ بڑا کر ماں باپ کی طرف دیکھنے لگی۔

جبکہ اسکا کاجل اور نوز پن دیکھتے ہوئے ارسل خان کے اندر لاوا بھڑکنا شروع ہو چکا تھا۔ انہی دو چیزوں کی وجہ سے پہلی بار ارسل خان کی نظریں اور جذبات اسکے لئے بدلے تھے۔ اور آج وہ یوں خود سے لاپرواہ بنی دعوت نظارہ بنی یہاں پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ارسل خان کی نظریں خود بخود ہال میں گھومنا شروع ہو چکی تھیں۔

دائیں جانب ایک میز پر کچھ لڑکے بیٹھے ہوئے تھے۔ جن میں ایک دو کی نظریں مسلسل رابیل پر ٹکی ہوئی تھیں۔ اسکا خون کھول اٹھا تھا۔ پر قصور انکا نہیں تھا۔ اس لئے ضبط کرتے ہوئے انکے سامنے کھڑے ہوتے وہ رابیل کو شعلہ بار نظروں سے دیکھنا شروع ہو گیا۔۔

کیا۔۔؟ ارسل کے غیر معمولی لہجے پر باسط اور میرال فورا سنجیدہ ہوئے تھے۔۔ رابیل انجان بنتے پوچھ گئی تھی۔

کیا ہوا ارسل۔۔؟ میرال فورا متفکر ہوتے داماد کو دیکھنے لگیں۔۔۔

اس نے کیا پہن ہوا ہے یہ آنی۔۔؟ اسکا دوبٹہ کدھر ہے۔۔؟ اور اسکے بازو۔۔! آپ کیسے اس حلیے میں اسے یہاں پر بٹھائیں ہوئے ہیں۔۔!

رابیل کی ایک ایک چیز پر اعتراض کرتے ہوئے وہ آہستہ آواز میں غرایا تھا۔

اس دوران ایشام صدیقی نے چہرے پر مصنوعی سنجیدگی سجالی تھی۔

تمہیں کیا مسئلہ۔۔؟ میں جو بھی پہنوں۔۔!! اپنے بازوؤں کو بے اختیار چھپاتے ہوئے رابیل ابھی بدتمیزی کر پاتی۔ جب باسط صاحب فورا اسے ٹوک چکے تھے۔۔

رابی۔۔! باپ کی تنبیہ کرتی آواز پر وہ فورا واپس بیٹھی تھی۔

سوری بچے۔۔! بس دھیان نہیں رہا۔ ہم آئندہ خیال رکھیں گئے۔۔! داماد کے غصے کو ٹھنڈا کرتے ہوئے میرال فورا فکر مند ہوئیں۔ ماں باپ ہونے کی وجہ سے یہ چیزیں انکے لئے غیر اہم ہو سکتی تھیں۔ پر وہ شوہر تھا۔ اسکے

لئے ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز معنی رکھتی تھی۔اس لئے میرال نے اسے معذرت کرنا چاہی تھی۔۔

آپ کیوں معذرت کر رہی ہیں آنی۔۔!!جب کسی بے شرم کے اندر خود ہی شرم موجود نہیں ہے تو۔۔۔!ارسل خان نے افسوس سے جواب دیتے ہوئے رابیل کو کاٹ دار نظروں سے دیکھا۔ارسل کے الفاظ اور نظروں پر ایک دم سے رابیل کے اندر غصے کی لہر پیدا ہوئی تھی۔چہرہ خون چھلکانا شروع ہو گیا تھا۔آخر وہ اسے کیا سمجھ رہا تھا۔۔؟

اگر میں اتنی بے شرم ہوں۔تو ابھی تک یہاں پر کیوں کھڑے ہو تم۔۔؟ غصے سے کھڑے ہوتے وہ ابھی ارسل کے مقابل ہوتی۔جب میرال تیزی سے اسے روکتی چلی گئیں۔

آپ دیکھ نہیں رہیں۔ کہ وہ کس طرح مجھ سے بات کر رہا ہے۔۔؟؟ماں کے روکنے پر رابیل ضبط سے چیخی تھی۔ جس کو نظر انداز کرتے ہوئے ارسل خان نے بے اختیار اسکا اپنے مقابل ہونا دیکھا تھا۔ہیلز پہنے اپنے دراز کے ساتھ وہ اس پٹھان سے ٹکرانے کی مکمل جرات اور حوصلہ رکھتی تھی۔

اگر اتنا غصہ آرہا ہے۔۔! تو ڈھنگ کا حلیہ بنا کر گھر سے نکلتی۔۔! تاکہ کوئی تمہیں کچھ کہنا تو دور کوئی غیر مرد بھول کر بھی نظر اٹھا کر بھی دیکھنے کی جرات نہ کرتا۔۔! ہوش میں آکر زرا اپنے آس پاس نظریں دوہراتے ہوئے دیکھو۔ کہ کیسے یہاں بیٹھے سارے مرد تمہیں گندی نظروں سے

گھور رہے ہیں۔۔! رابیل کے سرخ ہوتے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے وہ ٹھنڈے لہجے میں ایک کے بعد ایک طنز کرتے حقیقت بتاتا چلا گیا۔

اسکے الفاظ پر باسط صاحب، میرال اور رابیل کی نظریں بے اختیار اپنے آس پاس گھومنے لگی تھیں۔ کئی مردوں کو سچ میں انکی میز کی طرف دیکھتے ہوئے پاکر باسط صاحب بے ساختہ شرمندہ ہوتے چلے گئے۔ لاڈو پیار میں انہوں نے کبھی یہ چیز سوچنے کی کوشش ہی نہیں کی تھی۔ کہ انکی بیٹی اب جوان ہو چکی ہے۔۔

ائم سوری بیٹا آئندہ نہیں۔۔! باسط صاحب شرمندہ ہوتے ابھی اپنی بات مکمل کر پاتے۔ جب ارسل خان انہیں بیچ میں ہی ٹوک چکا تھا۔

نہیں انکل نہ اپنا قصور ہے۔اور نہ آنی کا۔۔! یہ خود بالغ اور باشعور ہے۔۔!
اگر ماں باپ لاڈ و پیار میں کسی چیز کی چھوٹ دیتے ہیں۔تو اسکا یہ مطلب نہیں ہے۔کہ انسان خود بھی اندھا ہو جائے۔۔! باسط صاحب کو شرمندگی سے نکالتے ہوئے اس نے ایک بار پھر رابیل کو نشانہ بنایا تھا۔جس کی آنکھیں اس بار نم ہو رہی تھیں۔وہ دکھی و حیرت بھرے انداز میں ماں باپ کی طرف دیکھ رہی تھی۔جو سامنے کھڑے شخص کو کچھ بھی نہیں بول رہے تھے۔۔

جب تک یہاں بیٹھنا ہے۔اسے شال اوڑھا کر رکھیں۔۔۔! رابیل کی نم آنکھیں دیکھتے ہوئے وہ خود کو مزید بولنے سے روک چکا تھا۔ارسل خان نے بے اختیار اپنی شال اتار کر سنجیدگی سے آگے بڑھتے ہوئے رابیل باسط

کے گرد اوڑھا دی۔۔ تو جہاں ایشام صدیقی نے اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔ وہیں رابیل بے یقینی کے مارے بھیگی آنکھوں سمیت اسے دیکھتی چلی گئی۔

جبکہ میرال اور باسط صاحب بیٹی کی نم آنکھیں دیکھ کر جہاں فکر مند ہوئے وہیں آخر پر سرد سانس خارج کر چکے تھے۔ انکا داماد کچھ غلط نہیں کہہ رہا تھا۔ بس بیٹی کو اس بات پر منانے کا مطلب پل صراط پار کرنے جیسا تھا۔

اپنی بلیک شال میں رابیل کو مکمل طور پر کور کرتے ہوئے وہ ایشام کو اشارہ کرتے ہوئے واپس اپنی میز کی طرف بڑھ گیا۔ جبکہ اس اچانک ہنگامے کی وجہ سے وہ اسے اپنے ساتھ کھانا کھانے کے لیے بھی نہیں کہہ پائے تھے۔۔

اپنے ٹیبل پر بیٹھتے ہوئے اس بار ارسل خان سامنے بیٹھا تھا۔ جہاں سے وہ رابیل کو صاف دیکھ سکتا تھا۔۔

زیادہ نہیں ہو گیا کیا۔۔؟ رابیل کا سپاٹ چہرہ دیکھتے ہوئے ایشام نے بے اختیار واپس چہرہ موڑتے ہوئے کہا۔۔۔۔

دوسروں کا ہمیشہ زیادہ ہی لگتا ہے۔۔! اپنا بھول گیا ہے کیا۔۔؟ ویسے بھی یہ آسانی سے سیدھی ہونے والی ٹیڑھی پسلی نہیں ہے۔۔! رابیل پر نظر ڈال کر ارسل نے طنزیہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے یاد دلانا چاہا تھا۔ جب اسی بات پر اسکا اور ہیر کا تماشا ہوا تھا۔ اپنی سبز چڑیل کے یاد آتے ہی ایشام نے سرد سانس خارج کی تھی۔

آئینے کے سامنے بیٹھی گل بہار پوری طرح اپنے کام میں انمہاک تھی۔ڈنر کرنے کے بعد وہ تھوڑی دیر پہلے ہی کمرے میں آئی تھی۔جبکہ کبیر خان فوراکمرے میں آکر کام میں مصروف ہو گیا تھا۔

بیڈ پر بیٹھا کبیر خان لیپ ٹاپ پر کسی ضروری پراجیکٹ کو دیکھ رہا تھا۔جب کہ کام کرنے کے ساتھ ساتھ اسکی نظریں بیچ میں اپنی معصوم بیوی کی طرف بھی باری باری اٹھ رہی تھیں۔جو کمرے میں آتے ہی آئینے کے سامنے بیٹھ کر نیل پینٹ لگانا شروع ہو چکی تھی۔۔

پتہ نہیں ایسے اچانک وہ کیوں اتنی توجہ کے ساتھ نیل پینٹ لگا رہی تھی۔۔۔!کام کرتے ہوئے بھی کبیر خان کو بار بار یہ خیال آرہا تھا۔شاید

بیوی کی توجہ خود کے علاوہ اسے کہیں اور ہضم نہیں ہو رہی تھی۔ سرد سانس خارج کرتے ہوئے وہ دوبارہ لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ ہونے لگا۔

ریڈ کلر کا نیل پینٹ لگانے کے بعد بہار اب اسے سکھانے کے لئے ناخنوں پر پھونک مار رہی تھی۔

ابھی نیچے اس نے گل ناز کے بڑے بڑے ناخن دیکھے تھے۔ جو کہ پریس آن آرٹیفیشل نیلز تھے۔ نیلز پر بنا آرٹ دیکھ کر بہار مہبوت ہوئی تھی۔ اس لئے واپس آتے ہی فوراوہ نیل پینٹ لگانا شروع ہو چکی تھی۔ اس نے کبھی نیلز نہیں لگوائے تھے۔ اور نہ ہی اسے شوق تھا۔ پر آج پہلی بار اسے بڑی بہن کے نیلز پسند آئے تھے۔

نیل پینٹ سکھانے کے بعد وہ اٹھ کر چینج کرنے کے لئے چلی گئی۔ کبیر خان کی نگاہوں نے اب بھی اسکا تعاقب کیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ چینج کر کے واپس آئی۔ تو ریڈ کلر کا نائٹ ڈریس پہنے ہوئے تھی۔ اپنا نیل پینٹ دیکھتے ہوئے اچانک اسے ایک خیال آیا۔ تو وہ بیڈ کی جانب جاتے ہوئے بے اختیار تیزی سے واپس پلٹ کر پھر ڈریسنگ ٹیبل کے پاس آئی۔ جلدی سے ایک نیوڈ کلر کی نیل پینٹ اٹھاتے ہوئے وہ بیڈ پر بیٹھے کبیر خان کی جانب بڑھ چکی تھی۔

بیڈ پر چڑھ کر ٹانگوں سے چلتے ہوئے کبیر خان کے پاس آ کر بیٹھتے ہی گل بہار نے اسکا مضبوط ہاتھ تھاما۔ تو وہ چونکا تھا۔ نیل پینٹ کھولنے کے بعد بہار نے جیسے ہی اسے لگانا شروع کیا۔ تو وہ ایک پل کے لئے بھونچکا کر رہ گیا۔۔ لیکن زبان سے بول کر بیوی کو روکنے کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ بہار کو سر

جھکا کر اتنے شوق کے ساتھ اپنے ہاتھ پر نیل پینٹ لگاتے دیکھ کر وہ بے اختیار سر گراتے ہوئے ہولے سے ہنسنا شروع ہو گیا۔ بے شک اسکی بیوی معصومیت اور سادگی کی اپنی مثال آپ تھی۔

بہار کو اسکے کام میں مصروف چھوڑ کر کبیر اب ہنس کر دوبارہ لیپ ٹاپ پر متوجہ ہو چکا تھا۔ اس نے ایک بار بھی اپنی بیوی کو روکنے یا نیل پینٹ لگانے کی وجہ نہیں پوچھی تھی۔ وہ جتنی معصومیت اور شوق سے اسے نیل پینٹ لگا رہی تھی۔ کبیر خان کو حیرت کی بجائے اس پر پیار آ رہا تھا۔ جبکہ گل بہار کی سوچیں اسکے برعکس تھیں۔

اگر نیل پینٹ لگانے کے بعد اسکے ہاتھ پیارے لگ سکتے ہیں۔ تو وہ اپنے بیر کے بھی ہاتھ پیارے بنائے گی۔ مطلب جو وہ خود کرے گی۔ اپنے ساتھ ساتھ اسے وہ کبیر خان کو بھی کرنا تھا۔

اپنا کام مکمل کرنے کے بعد کبیر خان کا ہاتھ اپنے نازک ہاتھ میں تھامتے ہوئے گل بہار خوش ہوتے تصویریں بنانا شروع ہو گئی۔ جبکہ کبیر خان نے بے اختیار اسکے ہاتھ چوم لیے تھے۔ جس پر بہار مزید خوش ہوتے کبیر خان کے علم میں لائے بنا ان تصویروں کو واٹسپ سٹیس پر اپلوڈ کر چکی تھی۔

ارسل خان کی گاڑی ولا میں اندر داخل ہوئی۔ تو گاڑی کو اسکی جگہ پر کھڑا کرتے ہوئے وہ ابھی گاڑی سے نیچے اترا ہی تھا۔ جب غیر متوقع طور پر باسط صاحب کی گاڑی بھی اندر داخل ہوتے دیکھائی دی۔

انکو یہاں پر دیکھ کر ارسل خان چونکا تھا۔ وہ ابھی کچھ سوچ پاتا۔ جب اچانک گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے رابیل آندھی طوفان بنے باہر نکلی تھی۔ اسکے پیچھے ہی میرال اور باسط صاحب بھی جلدی سے باہر نکلے تھے۔ ارسل خان پر کوئی نگاہ ڈالے بنا وہ اسکی شال تھامے طوفان بنے اسکے پاس گزرتے ہوئے اندر چلی گئی۔

رابی۔۔۔! میرال اسے پکارتے رہ گئی تھیں۔اسکی ہیلز کی دور جاتی ٹک ٹک کی آواز پر ارسل خان کی نظریں بے اختیار اسکی پشت سے الجھی تھیں۔ جہاں وہ اندر جاتے ہی غائب ہو چکی تھی۔

خیریت۔۔؟ کیا ہوا اسے آنی۔۔۔؟ نگاہوں کو واپس لاتے ہوئے ارسل نے بے اختیار سامنے کھڑی میرال سے جاننا چاہا۔جو کافی پریشان نظر آرہی تھیں۔

کچھ نہیں بیٹا ناراض ہو کر واپس آگئی ہے۔۔۔!! ہم سے بات بھی نہیں کر رہی۔۔! پریشان ہوتے میرال نے اسے بتایا تھا۔ریسٹورنٹ میں بھی انہوں نے کافی بار بیٹی کو نارمل کرنے کی کوشش کی تھی۔پر وہ بری طرح ناراض ہوتے سپاٹ چہرہ لیے بیٹھی رہی تھی۔نہ اس نے کھانا کھایا تھا۔اور

نہ ہی ایک بار بھی ماں باپ کی کسی بات کا جواب دینا ضروری سمجھا تھا۔ حالانکہ یہ سب ارسل بھی دور بیٹھ کر دیکھتا رہا تھا۔۔اور اب وہ معصوم بن رہا تھا۔۔

اوو۔۔!!ارسل خان نے متاثر کن انداز میں ہونٹوں کو گول کیا ہی تھا۔ جب نعمان خان اسے پکارتے ہوئے اچانک باہر آئے تھے۔۔

ارسل۔۔!کیا تم نے پھر میری بہو کے ساتھ لڑائی کی ہے۔۔!نعمان خان غصے سے بولتے ہوئے جو باہر آرہے تھے۔کہ میرال اور باسط صاحب کو دیکھ کر بے اختیار رکتے چلے گئے۔

آپ لوگ کب آئے ہیں۔۔!! چونکتے ہوئے نعمان خان انکے قریب آکر خوشگوار حیرت سے بولتے ہوئے باسط صاحب کو تیزی سے گلے ملنے لگے۔۔

بس ابھی ابھی۔۔۔۔! جواب میں میرال تھکے ہوئے انداز میں بولی تھیں۔۔

کچھ ہوا ہے کیا۔۔؟ انکی تھکی ہوئی آواز اور چہروں کو دیکھ کر نعمان خان ٹھٹکے تھے۔۔

کچھ نہیں ہوا ڈیڈ۔۔! آپ آنی اور انکل کو اندر لے کر آئیں۔۔! میں مورے سے کہہ کر کھانا لگواتا ہوں۔۔! ارسل خان کہتے ہوئے بے اختیار اندر کی جانب بڑھتے ہوئے علینہ خانم کو آواز لگا گیا تھا۔ تاکہ کھانا لگوا سکے۔

کیونکہ وہ جانتا تھا۔ کہ بیٹی کی ناراضگی کے چکر میں اسکے ساس، سسر بھی بھوکے ہی ہیں۔

کھانا تو ارسل خان نے بھی ٹھیک سے نہیں کھایا تھا۔ پر نجانے کیوں رابیل کی واپسی پر اسکا دل مطمئن ہو چکا تھا۔ ورنہ ریسٹورنٹ میں جب میرال نے اسے بتایا تھا۔ کہ آج وہ وہیں رات رکنے والی ہے۔ تو ارسل خان بے چینی سے پہلو بدل کر رہ گیا۔ لیکن اب چونکہ وہ واپس آچکی تھی۔ اس لئے وہ پر سکون تھا۔ چاہے وہ اب بمب کی طرح اس پر پھٹ بھی جاتی۔ ارسل خان کو کوئی پرواہ نہیں تھی۔

باسط صاحب رابیل اور میرال کے ساتھ ریسٹورنٹ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ دونوں میاں بیوی مینیو ڈیسائیڈ کر رہے تھے۔ جبکہ رابیل بچوں کے سے انداز میں خوش ہوتی مسلسل سیلفیاں بنانے میں مصروف تھی۔ باسط صاحب اور میرال ساتھ ساتھ کبھی نظر اٹھا کر بیٹی کی طرف دیکھ کر مسکرا دیتے تھے۔

آج اتنے عرصے بعد وہ ماں باپ کے ساتھ یوں باہر آ کر بہت خوش ہو رہی تھی۔ وہ دونوں ہی جانتے تھے۔ کہ انکی لاڈلی کو گھومنا پھرنا بہت پسند ہے۔ بس کام کی مصروفیات اور پھر میرال اپنی جاب کی وجہ سے بیٹی کا یہ شوق اتنا نہیں پورا کر پائی تھیں۔ لیکن وقتاً فوقتاً ٹائم ملنے پر وہ بیٹی کو گھومانے ضرور لے جایا کرتے تھے۔ کیونکہ رابیل کو صرف اپنے ماں باپ کے ساتھ

گھومنا پھرنا پسند تھا۔نہ کہ دوستوں یا کسی اور کے ساتھ۔۔یہ الگ بات تھی۔کہ وہ جہان سکندر کے لیے بھی پاگل تھی۔۔۔

باسط صاحب نے کئی بار اسے فرینڈز کے ساتھ ٹرپ پر جانے کو کہا تھا۔پر وہ نہیں مانتی تھی۔ہاسٹل میں رہنے کے باوجود رابیل ماں باپ سے دور نہیں ہوئی تھی۔بلکہ ہاسٹل اور گھر کے فاصلے نے اسے ہمیشہ ماں باپ کے مزید قریب ہونے کا موقع دیا تھا۔اسکی اٹیچمنٹ کو دیکھتے وہ اکثر شکر ادا کرتے تھے۔ورنہ میرال کو یہ ہی دھڑکا لگا رہتا تھا۔کہ کہیں ہاسٹل میں رہنے کی وجہ سے انکی بیٹی ان سے دور نہ ہو جائے۔پر ایسا نہیں ہوا تھا۔

مام ڈیڈ میری طرف دیکھیں۔۔!رابیل نے اچانک انکو پکارا تو وہ چونک کر اسکی طرف دیکھنے لگے۔جہاں وہ کیمرہ انکی طرف کیے مسکرا رہی تھی۔

میرال اور باسط صاحب کے دیکھتے ہی رابیل نے فوراً انکی تصویر کلک کی تھی۔

ماں باپ کی اکیلے کی اک تصویر بنانے کے بعد اب وہ انکے ساتھ سیلفیاں اور ویڈیوز بنا رہی تھی۔ رائل بلو کلر میں ویلوٹ کے خوبصورت ڈریس کے ساتھ وہ ہلکا پھلکا میک آپ کیے ہوئے تھی۔ جبکہ لمبے بال آج کھول کر نیچے سے کرل کیے گئے تھے۔ غزالی آنکھوں میں لگا کاجل اسے حسین ترین بنا رہا تھا۔ تو ہونٹوں پر لگی نیوڈ لپ اسٹک لگائے وہ مکمل اعتماد کے ساتھ خود میں مصروف تھی۔ دوبٹے کو گلے میں ڈالے وہ بالکل لاپرواہ بنی ہوئی تھی۔

میرا بچہ تو بہت خوش لگ رہا ہے۔۔!! کھانا آڈر کرنے کے بعد باسط صاحب اب مکمل طور پر بیٹی کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

یس ڈیڈ۔۔! مجھے یہاں آکر بہت اچھا لگ رہا ہے۔۔! یہ دیکھیں کتنی پیاری پکس آئی ہیں۔۔! رابیل نے چہکتے ہوئے جواب دیا۔اور ساتھ ہی موبائل انکی جانب کرتے ہوئے وہ تصویریں دیکھانا شروع ہو گئی۔اسکی فنی ریلیز دیکھتے ہوئے میرال اور باسط صاحب بے اختیار ہنس شروع ہو گئے۔ماں باپ کو ہنستے دیکھ کر وہ بھی کھکھلا پڑی۔

اسکے کھکھلانے کی آواز پر بے ساختہ کئی لوگ متوجہ ہوتے مڑ کر انکے ٹیبل کی طرف دیکھنے لگے تھے۔

ماشاءاللہ بہت پیاری لگ رہی ہو۔۔! ایک تصویر پر اچانک رکتے ہوئے زوم کر کے میرال بے اختیار تعریف میں بولی تھیں۔اس ڈریس اور تیاری میں وہ آج انہیں بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔خاص کر ہمیشہ کی طرح اسکا

کاجل اور ناک میں پہنی نوز پن مرکز نگاہ بنا ہوا تھا۔ماں باپ سے تعریفیں بٹورتے ہوئے وہ بے ساختہ اترانا شروع ہو گئی۔یہ جانے بنا کہ انکی ٹیبل سے تھوڑا دور ارسل خان بھی یہیں پر موجود ہے۔

خان یہ رابیل بھابھی ہیں نا۔۔؟؟ایشام جو ارسل کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ کہ اچانک اسے مخاطب کرتے ہوئے بولا تھا۔رابیل کے کھکھلانے کی آواز سنتے ہوئے باقی لوگوں کی طرح اسکی نظر بھی بے اختیار سامنے کی جانب اٹھی تھی۔اور پھر رابیل کو دیکھتے ہی وہ حیران ہوا تھا۔۔

وہ چڑیل تو گھر پر ہے۔۔۔!!ایشام کی بات کے جواب میں بولتے ہوئے ارسل بولتے ہوئے مڑ کر دیکھنے لگا۔تو سامنے سیج میں رابیل کو بیٹھے دیکھ کر وہ چونک گیا۔

یہ یہاں پر کیا کر رہی ہے۔۔؟اسکی یہاں موجودگی پر تضاد اسکا حلیہ دیکھ کر پل بھر میں ارسل خان کے تاثرات بگڑے تھے۔اگلے ہی پل وہ غصے سے اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے انکی میز کی طرف بڑھ گیا۔۔

لگتا ہے ہنگامہ ہونے والا ہے۔۔!ارسل کے تاثرات دیکھتے ہوئے ایشام فکر مندی سے اسکے پیچھے بڑھا تھا۔۔

اسلام علیکم انکل،آنی۔!!میز کے پاس پہنچتے ہی ایشام نے سلام کرتے ہوئے انہیں مخاطب کیا۔جبکہ رابیل اچانک ارسل کو اپنے سامنے دیکھتے ہوئے حیرت سے سنجیدہ ہو چکی تھی۔

!!۔۔۔What a pleasant surprise

اچانک انہیں یہاں پا کر باسط صاحب تیزی سے کھڑے ہو کر ان سے گلے ملتے ہوئے خوشگوار حیرت سے بولے تھے۔ جبکہ ارسل ان سے ملنے کے بعد بے اختیار میرال کی جانب جھکا۔ تو وہ خوش ہوتے اسے پیار کر گئیں۔

کیسی ہیں بھابھی..؟ ایشام نے بے ساختہ اسے مخاطب کیا۔ تو با مشکل مسکرا کر ہاں میں سر ہلا دی۔ وجہ ارسل خان کی غیر معمولی سنجیدگی سے گھورتی ہوئی نگاہیں تھیں۔

شلوار قمیض پر شال لیے وہ انتہائی غصے سے اسے دیکھ کم اور گھور زیادہ رہا تھا۔ جبکہ ایشام بھی شلوار قمیض پر شال لیے ہوئے تھا۔ آج یوں ہی انکا باہر ڈنر کرنے کا پلین بنا۔ تو وہ یہاں پر چلے آئے تھے۔ جبکہ ارسل خان کو گھر سے

نکلتے وقت بالکل بھی علم نہیں تھا۔ کہ رابیل گھر پر نہیں ہے۔ کیونکہ چینج کرنے کے بعد وہ جلدی میں گھر سے نکلا تھا۔

یہ کیا پہن کر آئی ہو۔۔؟ خود سے ضبط کھوتے ہوئے ارسل نے اچانک کڑے لہجے میں اسے مخاطب کیا۔ جس کو سن کر رابیل گڑ بڑا کر ماں باپ کی طرف دیکھنے لگی۔

جبکہ اسکا کاجل اور نوز پن دیکھتے ہوئے ارسل خان کے اندر لاوا بھڑکنا شروع ہو چکا تھا۔ انہی دو چیزوں کی وجہ سے پہلی بار ارسل خان کی نظریں اور جذبات اسکے لئے بدلے تھے۔ اور آج وہ یوں خود سے لاپرواہ بنی دعوت نظارہ بنی یہاں پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ارسل خان کی نظریں خود بخود ہال میں گھومنا شروع ہو چکی تھیں۔

دائیں جانب ایک میز پر کچھ لڑکے بیٹھے ہوئے تھے۔ جن میں ایک دو کی نظریں مسلسل رابیل پر ٹکی ہوئی تھیں۔ اسکا خون کھول اٹھا تھا۔ پر قصور انکا نہیں تھا۔ اس لئے ضبط کرتے ہوئے انکے سامنے کھڑے ہوتے وہ رابیل کو شعلہ بار نظروں سے دیکھنا شروع ہو گیا۔۔

کیا۔۔؟ ارسل کے غیر معمولی لہجے پر باسط اور میرال فورا سنجیدہ ہوئے تھے۔۔ رابیل انجان بنتے پوچھ گئی تھی۔

کیا ہوا ارسل۔۔؟ میرال فورا متفکر ہوتے داماد کو دیکھنے لگیں۔۔۔

اس نے کیا پہن ہوا ہے یہ آنی۔۔؟ اسکا دوبٹہ کدھر ہے۔۔؟ اور اسکے بازو۔۔! آپ کیسے اس حلیے میں اسے یہاں پر بٹھائیں ہوئے ہیں۔۔!

رابیل کی ایک ایک چیز پر اعتراض کرتے ہوئے وہ آہستہ آواز میں غرایا تھا۔

اس دوران ایشام صدیقی نے چہرے پر مصنوعی سنجیدگی سجالی تھی۔

تمہیں کیا مسئلہ۔۔؟ میں جو بھی پہنوں۔۔!! اپنے بازوؤں کو بے اختیار چھپاتے ہوئے رابیل ابھی بدتمیزی کر پاتی۔ جب باسط صاحب فورا اسے ٹوک چکے تھے۔۔

رابی۔۔! باپ کی تنبیہ کرتی آواز پر وہ فورا واپس بیٹھی تھی۔

سوری بچے۔۔! بس دھیان نہیں رہا۔ ہم آئندہ خیال رکھیں گئے۔۔! داماد کے غصے کو ٹھنڈا کرتے ہوئے میرال فورا فکر مند ہوئیں۔ ماں باپ ہونے کی وجہ سے یہ چیزیں انکے لئے غیر اہم ہو سکتی تھیں۔ پر وہ شوہر تھا۔ اسکے

لئے ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز معنی رکھتی تھی۔اس لئے میرال نے اسے معذرت کرنا چاہی تھی۔۔

آپ کیوں معذرت کر رہی ہیں آنی۔۔!!جب کسی بے شرم کے اندر خود ہی شرم موجود نہیں ہے تو۔۔۔!ارسل خان نے افسوس سے جواب دیتے ہوئے رابیل کو کاٹ دار نظروں سے دیکھا۔ارسل کے الفاظ اور نظروں پر ایک دم سے رابیل کے اندر غصے کی لہر پیدا ہوئی تھی۔چہرہ خون چھلکانا شروع ہو گیا تھا۔آخر وہ اسے کیا سمجھ رہا تھا۔۔؟

اگر میں اتنی بے شرم ہوں۔تو ابھی تک یہاں پر کیوں کھڑے ہو تم۔۔؟ غصے سے کھڑے ہوتے وہ ابھی ارسل کے مقابل ہوتی۔جب میرال تیزی سے اسے روکتی چلی گئیں۔

آپ دیکھ نہیں رہیں۔ کہ وہ کس طرح مجھ سے بات کر رہا ہے۔۔؟؟ماں کے روکنے پر رابیل ضبط سے چیخی تھی۔ جس کو نظر انداز کرتے ہوئے ارسل خان نے بے اختیار اسکا اپنے مقابل ہونا دیکھا تھا۔ہیلز پہنے اپنے دراز کے ساتھ وہ اس پٹھان سے ٹکرانے کی مکمل جرات اور حوصلہ رکھتی تھی۔

اگر اتنا غصہ آرہا ہے۔۔! تو ڈھنگ کا حلیہ بنا کر گھر سے نکلتی۔۔! تاکہ کوئی تمہیں کچھ کہنا تو دور کوئی غیر مرد بھول کر بھی نظر اٹھا کر بھی دیکھنے کی جرات نہ کرتا۔۔! ہوش میں آکر زرا اپنے آس پاس نظریں دوہراتے ہوئے دیکھو۔ کہ کیسے یہاں بیٹھے سارے مرد تمہیں گندی نظروں سے

گھور رہے ہیں۔۔! رابیل کے سرخ ہوتے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے وہ ٹھنڈے لہجے میں ایک کے بعد ایک طنز کرتے حقیقت بتاتا چلا گیا۔

اسکے الفاظ پر باسط صاحب، میرال اور رابیل کی نظریں بے اختیار اپنے آس پاس گھومنے لگی تھیں۔ کئی مردوں کو سچ میں انکی میز کی طرف دیکھتے ہوئے پاکر باسط صاحب بے ساختہ شرمندہ ہوتے چلے گئے۔ لاڈو پیار میں انہوں نے کبھی یہ چیز سوچنے کی کوشش ہی نہیں کی تھی۔ کہ انکی بیٹی اب جوان ہو چکی ہے۔۔

ائم سوری بیٹا آئندہ نہیں۔۔! باسط صاحب شرمندہ ہوتے ابھی اپنی بات مکمل کر پاتے۔ جب ارسل خان انہیں بیچ میں ہی ٹوک چکا تھا۔

نہیں انکل نہ اپنا قصور ہے۔اور نہ آنی کا۔۔! یہ خود بالغ اور باشعور ہے۔۔!
اگر ماں باپ لاڈ و پیار میں کسی چیز کی چھوٹ دیتے ہیں۔تو اسکا یہ مطلب نہیں ہے۔کہ انسان خود بھی اندھا ہو جائے۔۔! باسط صاحب کو شرمندگی سے نکالتے ہوئے اس نے ایک بار پھر رابیل کو نشانہ بنایا تھا۔جس کی آنکھیں اس بار نم ہو رہی تھیں۔وہ دکھی و حیرت بھرے انداز میں ماں باپ کی طرف دیکھ رہی تھی۔جو سامنے کھڑے شخص کو کچھ بھی نہیں بول رہے تھے۔۔

جب تک یہاں بیٹھنا ہے۔اسے شال اوڑھا کر رکھیں۔۔۔! رابیل کی نم آنکھیں دیکھتے ہوئے وہ خود کو مزید بولنے سے روک چکا تھا۔ارسل خان نے بے اختیار اپنی شال اتار کر سنجیدگی سے آگے بڑھتے ہوئے رابیل باسط

کے گرد اوڑھا دی۔۔ تو جہاں ایشام صدیقی نے اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔ وہیں رابیل بے یقینی کے مارے بھیگی آنکھوں سمیت اسے دیکھتی چلی گئی۔

جبکہ میرال اور باسط صاحب بیٹی کی نم آنکھیں دیکھ کر جہاں فکر مند ہوئے وہیں آخر پر سرد سانس خارج کر چکے تھے۔ انکا داماد کچھ غلط نہیں کہہ رہا تھا۔ بس بیٹی کو اس بات پر منانے کا مطلب پل صراط پار کرنے جیسا تھا۔

اپنی بلیک شال میں رابیل کو مکمل طور پر کور کرتے ہوئے وہ ایشام کو اشارہ کرتے ہوئے واپس اپنی میز کی طرف بڑھ گیا۔ جبکہ اس اچانک ہنگامے کی وجہ سے وہ اسے اپنے ساتھ کھانا کھانے کے لیے بھی نہیں کہہ پائے تھے۔۔

اپنے ٹیبل پر بیٹھتے ہوئے اس بار ارسل خان سامنے بیٹھا تھا۔ جہاں سے وہ رابیل کو صاف دیکھ سکتا تھا۔۔

زیادہ نہیں ہو گیا کیا۔۔؟ رابیل کا سپاٹ چہرہ دیکھتے ہوئے ایشام نے بے اختیار واپس چہرہ موڑتے ہوئے کہا۔۔۔۔

دوسروں کا ہمیشہ زیادہ ہی لگتا ہے۔۔! اپنا بھول گیا ہے کیا۔۔؟ ویسے بھی یہ آسانی سے سیدھی ہونے والی ٹیڑھی پسلی نہیں ہے۔۔! رابیل پر نظر ڈال کر ارسل نے طنزیہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے یاد دلانا چاہا تھا۔ جب اسی بات پر اسکا اور ہیر کا تماشا ہوا تھا۔ اپنی سبز چڑیل کے یاد آتے ہی ایشام نے سرد سانس خارج کی تھی۔

آئینے کے سامنے بیٹھی گل بہار پوری طرح اپنے کام میں انمہاک تھی۔ڈنر کرنے کے بعد وہ تھوڑی دیر پہلے ہی کمرے میں آئی تھی۔جبکہ کبیر خان فوراکمرے میں آکر کام میں مصروف ہو گیا تھا۔

بیڈ پر بیٹھا کبیر خان لیپ ٹاپ پر کسی ضروری پراجیکٹ کو دیکھ رہا تھا۔جب کہ کام کرنے کے ساتھ ساتھ اسکی نظریں بیچ میں اپنی معصوم بیوی کی طرف بھی باری باری اٹھ رہی تھیں۔جو کمرے میں آتے ہی آئینے کے سامنے بیٹھ کر نیل پینٹ لگانا شروع ہو چکی تھی۔۔

پتہ نہیں ایسے اچانک وہ کیوں اتنی توجہ کے ساتھ نیل پینٹ لگا رہی تھی۔۔۔!کام کرتے ہوئے بھی کبیر خان کو بار بار یہ خیال آرہا تھا۔شاید

بیوی کی توجہ خود کے علاوہ اسے کہیں اور ہضم نہیں ہو رہی تھی۔ سرد سانس خارج کرتے ہوئے وہ دوبارہ لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ ہونے لگا۔

ریڈ کلر کا نیل پینٹ لگانے کے بعد بہار اب اسے سکھانے کے لئے ناخنوں پر پھونک مار رہی تھی۔

ابھی نیچے اس نے گل ناز کے بڑے بڑے ناخن دیکھے تھے۔ جو کہ پریس آن آرٹیفیشل نیلز تھے۔ نیلز پر بنا آرٹ دیکھ کر بہار مہبوت ہوئی تھی۔ اس لئے واپس آتے ہی فوراوہ نیل پینٹ لگانا شروع ہو چکی تھی۔ اس نے کبھی نیلز نہیں لگوائے تھے۔ اور نہ ہی اسے شوق تھا۔ پر آج پہلی بار اسے بڑی بہن کے نیلز پسند آئے تھے۔

نیل پینٹ سکھانے کے بعد وہ اٹھ کر چینج کرنے کے لئے چلی گئی۔ کبیر خان کی نگاہوں نے اب بھی اسکا تعاقب کیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ چینج کر کے واپس آئی۔ تو ریڈ کلر کا نائٹ ڈریس پہنے ہوئے تھی۔ اپنا نیل پینٹ دیکھتے ہوئے اچانک اسے ایک خیال آیا۔ تو وہ بیڈ کی جانب جاتے ہوئے بے اختیار تیزی سے واپس پلٹ کر پھر ڈریسنگ ٹیبل کے پاس آئی۔ جلدی سے ایک نیوڈ کلر کی نیل پینٹ اٹھاتے ہوئے وہ بیڈ پر بیٹھے کبیر خان کی جانب بڑھ چکی تھی۔

بیڈ پر چڑھ کر ٹانگوں سے چلتے ہوئے کبیر خان کے پاس آ کر بیٹھتے ہی گل بہار نے اسکا مضبوط ہاتھ تھاما۔ تو وہ چونکا تھا۔ نیل پینٹ کھولنے کے بعد بہار نے جیسے ہی اسے لگانا شروع کیا۔ تو وہ ایک پل کے لئے بھونچکا کر رہ گیا۔۔ لیکن زبان سے بول کر بیوی کو روکنے کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ بہار کو سر

جھکا کر اتنے شوق کے ساتھ اپنے ہاتھ پر نیل پینٹ لگاتے دیکھ کر وہ بے اختیار سر گراتے ہوئے ہولے سے ہنسنا شروع ہو گیا۔ بے شک اسکی بیوی معصومیت اور سادگی کی اپنی مثال آپ تھی۔

بہار کو اسکے کام میں مصروف چھوڑ کر کبیر اب ہنس کر دوبارہ لیپ ٹاپ پر متوجہ ہو چکا تھا۔ اس نے ایک بار بھی اپنی بیوی کو روکنے یا نیل پینٹ لگانے کی وجہ نہیں پوچھی تھی۔ وہ جتنی معصومیت اور شوق سے اسے نیل پینٹ لگا رہی تھی۔ کبیر خان کو حیرت کی بجائے اس پر پیار آ رہا تھا۔ جبکہ گل بہار کی سوچیں اسکے برعکس تھیں۔

اگر نیل پینٹ لگانے کے بعد اسکے ہاتھ پیارے لگ سکتے ہیں۔ تو وہ اپنے بیر کے بھی ہاتھ پیارے بنائے گی۔ مطلب جو وہ خود کرے گی۔ اپنے ساتھ ساتھ اسے وہ کبیر خان کو بھی کرنا تھا۔

اپنا کام مکمل کرنے کے بعد کبیر خان کا ہاتھ اپنے نازک ہاتھ میں تھامتے ہوئے گل بہار خوش ہوتے تصویریں بنانا شروع ہو گئی۔ جبکہ کبیر خان نے بے اختیار اسکے ہاتھ چوم لیے تھے۔ جس پر بہار مزید خوش ہوتے کبیر خان کے علم میں لائے بنا ان تصویروں کو واٹسپ سٹیس پر اپلوڈ کر چکی تھی۔

ارسل خان کی گاڑی ولا میں اندر داخل ہوئی۔ تو گاڑی کو اسکی جگہ پر کھڑا کرتے ہوئے وہ ابھی گاڑی سے نیچے اترا ہی تھا۔ جب غیر متوقع طور پر باسط صاحب کی گاڑی بھی اندر داخل ہوتے دیکھائی دی۔

انکو یہاں پر دیکھ کر ارسل خان چونکا تھا۔ وہ ابھی کچھ سوچ پاتا۔ جب اچانک گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے رابیل آندھی طوفان بنے باہر نکلی تھی۔ اسکے پیچھے ہی میرال اور باسط صاحب بھی جلدی سے باہر نکلے تھے۔ ارسل خان پر کوئی نگاہ ڈالے بنا وہ اسکی شال تھامے طوفان بنے اسکے پاس گزرتے ہوئے اندر چلی گئی۔

رابی۔۔۔! میرال اسے پکارتے رہ گئی تھیں۔اسکی ہیلز کی دور جاتی ٹک ٹک کی آواز پر ارسل خان کی نظریں بے اختیار اسکی پشت سے الجھی تھیں۔ جہاں وہ اندر جاتے ہی غائب ہو چکی تھی۔

خیریت۔۔؟ کیا ہوا اسے آنی۔۔۔؟ نگاہوں کو واپس لاتے ہوئے ارسل نے بے اختیار سامنے کھڑی میرال سے جاننا چاہا۔جو کافی پریشان نظر آرہی تھیں۔

کچھ نہیں بیٹا ناراض ہو کر واپس آگئی ہے۔۔۔!! ہم سے بات بھی نہیں کر رہی۔۔! پریشان ہوتے میرال نے اسے بتایا تھا۔ریسٹورنٹ میں بھی انہوں نے کافی بار بیٹی کو نارمل کرنے کی کوشش کی تھی۔پر وہ بری طرح ناراض ہوتے سپاٹ چہرہ لیے بیٹھی رہی تھی۔نہ اس نے کھانا کھایا تھا۔اور

نہ ہی ایک بار بھی ماں باپ کی کسی بات کا جواب دینا ضروری سمجھا تھا۔ حالانکہ یہ سب ارسل بھی دور بیٹھ کر دیکھتا رہا تھا۔۔اور اب وہ معصوم بن رہا تھا۔۔

اوو۔۔!!ارسل خان نے متاثر کن انداز میں ہونٹوں کو گول کیا ہی تھا۔ جب نعمان خان اسے پکارتے ہوئے اچانک باہر آئے تھے۔۔

ارسل۔۔!کیا تم نے پھر میری بہو کے ساتھ لڑائی کی ہے۔۔!نعمان خان غصے سے بولتے ہوئے جو باہر آرہے تھے۔کہ میرال اور باسط صاحب کو دیکھ کر بے اختیار رکتے چلے گئے۔

آپ لوگ کب آئے ہیں۔۔!! چونکتے ہوئے نعمان خان انکے قریب آکر خوشگوار حیرت سے بولتے ہوئے باسط صاحب کو تیزی سے گلے ملنے لگے۔۔

بس ابھی ابھی۔۔۔۔! جواب میں میرال تھکے ہوئے انداز میں بولی تھیں۔۔

کچھ ہوا ہے کیا۔۔؟ انکی تھکی ہوئی آواز اور چہروں کو دیکھ کر نعمان خان ٹھٹکے تھے۔۔

کچھ نہیں ہوا ڈیڈ۔۔! آپ آنی اور انکل کو اندر لے کر آئیں۔۔! میں مورے سے کہہ کر کھانا لگواتا ہوں۔۔! ارسل خان کہتے ہوئے بے اختیار اندر کی جانب بڑھتے ہوئے علینہ خانم کو آواز لگا گیا تھا۔ تاکہ کھانا لگوا سکے۔

کیونکہ وہ جانتا تھا۔ کہ بیٹی کی ناراضگی کے چکر میں اسکے ساس، سسر بھی بھوکے ہی ہیں۔

کھانا تو ارسل خان نے بھی ٹھیک سے نہیں کھایا تھا۔ پر نجانے کیوں رابیل کی واپسی پر اسکا دل مطمئن ہو چکا تھا۔ ورنہ ریسٹورنٹ میں جب میرال نے اسے بتایا تھا۔ کہ آج وہ وہیں رات رکنے والی ہے۔ تو ارسل خان بے چینی سے پہلو بدل کر رہ گیا۔ لیکن اب چونکہ وہ واپس آچکی تھی۔ اس لئے وہ پر سکون تھا۔ چاہے وہ اب بمب کی طرح اس پر پھٹ بھی جاتی۔ ارسل خان کو کوئی پرواہ نہیں تھی۔

ارسل خان کھانا کھاتے ہی ٹیبل سے اٹھ چکا تھا۔

مورے میرے کمرے میں کافی اور اپنی بہو کا کھانا بھجوا دیں۔۔! ارسل خان نے کھڑے ہوتے علینہ خانم کو مخاطب کیا۔ جو سر ہلاتے ہوئے ملازمہ کو آواز لگا گئی تھیں۔۔

میرال اور باسط صاحب بھی وہیں پر موجود تھے۔ نعمان خان اور علینہ خانم کو میرال ساری بات سے آگاہ کر چکی تھیں۔ ساری بات جاننے کے بعد بھی نعمان خان کو اپنے بیٹے پر غصہ ہی آ رہا تھا۔ بھلا کیا ضرورت تھی۔ وہاں اتنا تماشہ لگانے کی۔ وہ سکون سے بھی بات کر سکتا تھا۔ نعمان خان بس یہ ہی سوچتے ہوئے اسے مسلسل گھور رہے تھے۔

آئندہ میری بہو سے اونچی آواز میں بات کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔! ارسل خان پلٹنے ہی لگا تھا۔ جب باپ کے الفاظ پر بے اختیار رکتے ہوئے واپس انکی طرف مڑا تھا۔

اپنے شوہر کو سمجھالیں مورے۔۔! اگر انہوں نے میری بیوی کو بگاڑنے کی کوشش کی تو مجھ سے برا کوئی بھی نہیں ہو گا۔۔! اپنی بیوی سمیت ان سے بھی نبٹوں گا میں پھر۔۔! باپ کو غصے سے دیکھتے ہوئے ارسل خان نے کڑے لہجے میں بنا توقف کے ماں کو مخاطب کرتے ہوئے باپ کو سنانا چاہا تھا۔ جبکہ اسکے بدلے انداز پر نعمان خان تو اسے دیکھ کر رہ گئے تھے۔

وہیں میرال بھی حیرت سے خوش ہوتے ارسل کو دیکھ رہی تھیں۔ جس کی زبان سے "میری بیوی" کے الفاظ اتنے پیارے لگے تھے۔ کہ وہ مسکرا کر اسے شانت رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے جانے کا کہہ رہی تھیں۔

لاڈ کے چکر میں عمر سے پہلے باؤلے ہو رہے ہیں سب۔۔! اور خود کو سیکرٹ ایجنٹ کہتے ہیں۔۔! باپ پر مسلسل طنز کے تیر چلاتے ہوئے وہ وہاں سے کمرے کی طرف بڑھ چکا تھا۔ جبکہ داماد کے طنز سنتے ہوئے میرال قہقہ لگا اٹھی تھیں۔۔

تمہیں بڈھا کہہ کر گیا ہے۔۔! ہنستے ہوئے میرال نے نعمان خان کو بتانا چاہا تھا۔

بڈھا ہو گا اسکا باپ۔۔! غصے میں جواب دیتے ہوئے نعمان خان بولے تو انکے الفاظ پر وہ پھر سب قہقہ لگا گئے۔ جبکہ احساس ہونے پر نعمان خان بے اختیار بیٹے کو صلواتیں سناتے چلے گئے تھے۔

بڑی ہنسی آ رہی ہے تمہیں داماد کے چٹکلے سن کر۔۔! میرال کو ہنستے نعمان خان بھڑک کر گھورنے لگے۔

نہیں مجھے اس بات کی خوشی ہو رہی ہے۔ کہ میرا داماد اس رشتے کو سمجھنا شروع ہو چکا ہے۔ ورنہ اپنی بے وقوف بیٹی سے مجھے کوئی خاص امید نہیں ہے۔۔! میرال نے دل سے خوش ہوتے کہا تھا۔ جس پر باسط صاحب بھی مسکرا دیئے تھے۔۔

اللہ میرے بیٹے اور بہو کی جوڑی ہمیشہ سلامت رکھے۔۔! آمین۔۔

علینہ خانم بھی خوش ہوتے تعریف کرنے لگی تھیں۔وہ دونوں انہیں ایک ساتھ سچ میں بہت پیارے لگتے تھے۔

اور جھگڑے بھی کم کرے۔۔! قسم سے میں آج ریسٹورنٹ میں انکو لڑتے دیکھ کر پریشان ہو گیا ہوں۔۔۔! باسط صاحب بھی کہنے لگے تھے۔بیٹی کی ناراضگی انہیں پریشان کر رہی تھی۔پر ارسل انہیں یقین دلا کر گیا تھا۔کہ وہ اسے ٹھیک کر لے گا۔اسکی تسلی پر وہ مطمئن ہونے کی کوشش کر رہے تھے۔۔

آمین۔۔! باسط صاحب کی دعا کے جواب میں وہ سب ہنس کر آمین بولے تھے۔جبکہ علینہ خانم اٹھ کر کچن میں کافی اور چائے بنانے چلی گئی تھیں۔

نعمان خان بھی انکو ساتھ لیے لاؤنج میں آ گئے تھے۔ محبت کب سے کھانا کھانے کے بعد اوپر اپنے کمرے میں جا چکی تھی۔

رابیل ٹیرس پر کھڑی خود کو شانت کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ پر کسی صورت بھی اسکا غصہ کم نہیں ہو رہا تھا۔ آج اپنے ماں باپ کا رویہ دیکھ کر وہ بے حد دکھی ہوئی تھی۔ جو بھی تھا۔ اسے کسی صورت بھی اپنے ماں باپ کا اس مچھر کو اہمیت دینا پسند نہیں آیا تھا۔ اسی بات پر وہ سب سے زیادہ دکھی ہوتے ان سے ناراض ہوئی تھی۔

سرد سانس خارج کرتے ہوئے رابیل مڑتے ہوئے کمرے میں آئی۔ تو اتفاقاً اسی وقت ارسل خان بھی دروازہ کھولتے ہوئے اندر داخل ہوا تھا۔

بے ساختہ دونوں کی آپس میں نظریں ملیں تھیں۔ جبکہ ارسل کو دیکھتے ہی رابیل کی آنکھوں میں ایک بار پھر تپش چھلکتا چلا گیا۔

اسکا غصہ نظر انداز کرتے ہوئے وہ سکون بھرے انداز میں کمرے میں داخل ہوتے ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھ چکا تھا۔ جبکہ مقابل کو اتنا پر سکون دیکھتے ہوئے رابیل انگاروں پر لوٹی تھی۔ دروازہ زور سے بند کرتے ہوئے وہ کمرے سے اچانک نکلی تو دروازے کی زوردار آواز پر وہ چونک کر بند دروازے کو دیکھنے لگا۔

مجھے تو لگا تھا۔ یہ مجھ پر رافیل کی طرح پھٹے گی۔ پر یہ تو بھاگ نکلی۔۔! رابیل کو اچانک کمرے سے غائب ہوتے دیکھ کر وہ حیرت زدہ بڑبڑایا تھا۔

آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر وہ اپنی گھڑی اتار رہا تھا۔ گھڑی اتارنے کے بعد اپنا والٹ اور چابیاں جیب سے نکالتے ہوئے اس نے ابھی میز پر رکھی ہی تھیں۔ جب رابیل آندھی، طوفان بنی دوبارہ کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ ارسل متوجہ ہوئے جان بوجھ کر انجان بن گیا تھا۔

کیونکہ وہ زخمی شیرنی کو خود سے نہیں چھیڑنا چاہتا تھا۔ اگر خاموشی کے ساتھ معاملہ رفع، دفع ہو رہا تھا۔ تو اسی میں ارسل خان کی بھلائی تھی۔ ارسل خان انہی سوچوں میں گم تھا۔ جب رابیل نے صوفے سے اسکی شال اٹھاتے ہوئے غیر متوقع طور پر لائٹر جلاتے ہوئے اچانک آگ لگادی۔ یہ وہی شال تھی۔ جو ارسل خان نے اسے ریسٹورنٹ میں اوڑھائی تھی۔

تم پاگل عورت۔۔۔! ارسل نے بھونچکا کر تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے جلتی شال پر پیر مارنا شروع کر دیئے۔ جبکہ اسکی شال کو جلتے دیکھ کر رابیل عجیب سے انداز میں مسکرانے لگی تھی۔ اسے بے یقینی سے دیکھتے ہوئے ارسل خان آگ بجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ پر ناکام ہوتے بروقت جلتی ہوئی شال اٹھا کر ارسل تیزی سے ٹیرس کی جانب بڑھا تھا۔

ارسل خان کی شال جلا کر رابیل کے دل کو اب کچھ سکون سا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ ابھی تک اسی حلیے میں کھڑی تھی۔ جبکہ گلے میں موجود دوبٹہ ایک طرف لٹکتے زمین کو سلامی دے رہا تھا۔

تم پاگل ہو گئی ہو کیا۔۔؟ جلنے کا اتنا شوق ہے تو جا کر نیچے خود کو جلاتی پھروں۔۔ میرے کمرے کو نقصان پہنچانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔!

پانچ منٹ کے بعد آگ بجھا کر کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ اسے سنانا شروع ہو گیا۔

نہ خود کو جلانا ہے اور نہ اس کمرے کو۔۔! میں صرف تمہیں جلا کر راکھ کروں گی اب ارسل خان۔۔! اسکی طرف مڑتے ہوئے لائٹر جلاتے ہوئے وہ جواب میں بولی تھی۔ جبکہ لائٹر کی لوح میں اسکا چہرہ دیکھتے ہوئے ارسل خان مبہوت ہوا تھا۔

آج تم نے جو میرے ساتھ کیا ہے۔۔! اس کے بعد میں تمہیں اب ہر پل جلاؤں گی۔۔! اور تب تک جلاؤں گی۔ جب تک تم جل کر راکھ کا ڈھیر نہیں بن جاتے۔۔۔! اسے خاموش دیکھ کر وہ زخمی انداز میں مزید بولنے لگی۔ جبکہ لہجہ تپش بھرا تھا۔

تمہیں میرے ڈریس سے مسئلہ تھا نا۔۔! اب مجھے شال اوڑھا کر دیکھاؤ۔۔! اب مجھے ڈھکنے کی ہمت کرو۔۔! تیش سے چلاتے ہوئے رابیل نے اچانک اپنا دوبٹہ نکال کر دور اچھال دیا۔ جس پر ارسل خان سچ میں تیزی سے جلنے لگا۔ شارٹ شرٹ کے ساتھ وہ کھلا ٹراؤزر پہنے ہوئے تھی۔ جبکہ پیروں میں ہیلز ابھی بھی موجود تھیں۔ جس کی وجہ سے وہ ارسل خان کے مقابل آ رہی تھی۔ شرٹ کے ہاف سلیوز اور گہرا گلا دیکھتے ہوئے ارسل خان کی نظریں پل بھر میں بدلی تھیں۔ دل و دماغ میں احساس ملکیت پوری طرح بیدار ہوتے اسے جھنجھوڑنے لگا تھا۔ جو الا مکھی بنی وہ اسے چیلنج بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ جس پر بے اختیار ہونٹ کا کونہ دباتے ہوئے وہ سنجیدہ رہا تھا۔

اسکے چیلنج کرنے پر ارسل خان کو ایک لمحے کے لیے سمجھ نہیں آئی۔ کہ وہ اسے کس چیز سے ڈھکے۔ کیونکہ اسکی شال تو وہ اپنے ہاتھوں سے جلا چکی تھی۔ جبکہ رابیل باسط کو وہ ڈھکنا تو اپنی کسی چیز سے چاہتا تھا۔ تاکہ اسے اپنا حق جتا سکے۔ ماتھے کو ناخن سے چھوتے ہوئے وہ تیزی سے واڈروب کی طرف بڑھ گیا۔ اسے خاموشی سے جاتے دیکھ کر وہ تمخسر بھرے انداز میں مسکائی۔

ارسل خان کی خاموشی رابیل کو اسکی ہار محسوس ہو رہی تھی۔ رابیل افسوس سے چچ چچ کی آواز نکالتے ہوئے مڑنے ہی والی تھی۔ جب ارسل خان نے تیزی سے واپس آتے ہوئے اچانک اسکی کلائی پکڑتے ہوئے اسے اپنی طرف کھینچا تھا۔ جس کے باعث وہ تیزی سے اسکے سینے سے ٹکراتے

ہوئے حصہ بنی تھی۔ رابیل چہرہ اٹھاتے ہوئے ناسمجھی سے اسے دیکھتی۔

جب ارسل خان کا چوڑا ہاتھ بے اختیار اسکی پشت پر چلنے لگا۔ وہ اسے پہنانے کے لیے اپنی ٹی شرٹ واڈروب سے نکال کر آیا تھا۔

واٹ دا ہیل۔۔! کیا بے ہودگی ہے۔۔؟ اسکے لمس پر کرنٹ کھاتے ہوئے رابیل نے دور ہونے کی کوشش کی۔ جب ارسل نے مضبوطی سے اسکی کمر کو دبوچتے ہوئے اسے دوبارہ قریب کر لیا۔۔

بے ہودگی نہیں ہے پیاری بیوی۔۔! تمہارا دیا گیا چیلنج پورا کرنے لگا ہوں۔۔! عام سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے ارسل خان نے بامشکل اسکا مچلنا کنٹرول کرتے ہوئے اسکی شرٹ کی ذپ کو ایک جھٹکے میں نیچے

کرتے کھولا تھا۔ جس پر رابیل فریز ہوتے شاکی نظروں سے دیکھنے لگی تھی۔۔

پٹھان ہوں میں۔۔! میرے ساتھ الجھنے کی کوشش کی۔ تو اس انداز میں پیش آؤں گا۔ کہ اپنا چہرہ دیکھتے ہوئے شرماؤ گی۔ اور آئندہ مجھے اس طرح کا چیلنج دینے سے پہلے ایک بار سوچنا لازمی۔۔! ورنہ قسم سے بیڈ پر اس طریقے سے اپنے وجود تلے ڈھانپوں گا۔ کہ لباس کو دیکھنے کے لیے ترس جاؤ گی۔۔! ارسل خان نے سرد لہجے میں کہتے ہوئے اسکی شرٹ کھینچ کر اتارتے ہوئے رابیل کی بڑی ہوتی آنکھوں میں اپنی سرمئی آنکھیں گاڑ دیں تھیں۔۔ مقابل کی اس جرات پر وہ روح تک کانپ اٹھی تھی۔

میں تمہارا خون کر دوں گی گھٹیا انسان۔۔! ارسل کا گریبان پکڑتے ہوئے وہ جواباً غصے و غضب سے چیخ پاتی۔ جب ارسل خان خود سے ضبط کھوتے اسکے ہونٹوں پر جھکنے ہی والا تھا۔ کہ دروازے پر اچانک ہوتی دستک نے انہیں ہوش دلائی۔ جبکہ ارسل کی اس حرکت پر رابیل کی ریڑھ کی ہڈی میں بری طرح سنسناہٹ دوڑی تھی۔ وہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ جب وہ اسے اپنی شرٹ پہنانے کے بعد بے اختیار سپاٹ لہجے میں گویا ہوا تھا۔۔

میں اونچا لہجہ ماں باپ کے علاوہ صرف بڑے بھائیوں کا سنتا ہوں۔ آئندہ میرے گریبان پر ہاتھ رکھنے کی جرات مت کرنا۔۔! رابیل باسط کا چیلنج پورا کرتے ہوئے وہ اسے اپنی شرٹ میں ڈھک چکا تھا۔ جبکہ اس دوران

بھٹک کر بھی ارسل نے اسکے سراپے کو دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

رابیل کو شاک میں چھوڑے وہ مڑتے ہوئے باتھ روم میں چلا گیا۔

یہ کیا ہے۔۔؟سیلینہ غور سے موبائل میں دیکھتے ہوئے اچانک بولی تھی۔

کیا ہے بھابھی۔۔؟ماہ پارہ جاننے والے انداز میں پوچھتے ہوئے اٹھ کر اسکے پاس آئی تھی۔وہ سب بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔محمد سبحان بھی انہی کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔

یہ تو بہار آپی کا اسٹیٹس ہے نا۔۔؟سیلینہ نے موبائل اسکی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تھا۔جب ماہ پارہ اسکا موبائل پکڑ کر تجسس سے دیکھنے لگی تھی۔اور اگلے ہی پل وہ قہقہ لگا اٹھی تھی۔۔

یہ بہار آپی کا ہی اسٹیٹس ہے۔۔! ماہ پارہ نے ہنستے ہوئے بے حال ہونے لگی۔ تو وہ سب متجسس ہوتی چلی گئیں۔ جبکہ سیلینہ بھی ہنسنا شروع ہو چکی تھی۔۔

ایسا کیا دیکھ لیا ہے تم دونوں نے۔۔؟ ناز کو ایک دم سے دلچسپی ہوئی تھی۔۔

بہار آپی نے کبیر بھیا کو نیل پینٹ لگائی ہے۔۔! ہنسی کے دوران ماہ پارہ نے بمشکل رکتے ہوئے سب کو بتانے کے ساتھ موبائل انکی طرف بڑھایا۔ جس پر وہ سب متجسس ہوتے گل بہار کا اسٹیٹس دیکھنے لگیں۔ جہاں بڑے ہی خوبصورت انداز میں بہار نے کبیر کا ہاتھ تھاما ہوا تھا۔ اور اسٹیٹس کا کیپشن کچھ یوں تھا۔ "میرے بیر"

یہ پاگل ہے بالکل۔۔! گل ناز کو تصویر دیکھ کر ہنسی آئی تھی۔ کبیر خان کے ہاتھ پر لگی نیل پینٹ بے شک عجیب لگ رہی تھی۔ پر یہ جرآت بھی صرف کبیر کی بہارے ہی کر سکتی تھی۔۔

بہار کے اسٹیٹس پر ہنستے ہوئے ماہ پارہ اٹھ کر ماں کو دیکھانے کے لیے چلی گئی۔ جبکہ گل ناز کو اب سمجھ آرہی تھی۔ کہ کیوں بہار بار بار اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکے ناخن دیکھ رہی تھی۔

شاید وہ یہ ہی مشاہدہ کر رہی تھی۔۔ کہ کمرے میں جا کر کونسی نیل پینٹ لگائے گی۔ اور کبیر خان کو کونسی لگانی ہے۔ بہار کی حرکت پر گل ناز سمیت وہ انکی تصویر دیکھتے ہوے مسلسل ہنس رہی تھیں۔۔۔

کیسی ہو۔۔؟ یہاں کوئی مسئلہ تو نہیں ہوا۔۔؟ غازیان نے سامنے بیٹھی انجیلینا سے جاننا چاہا تھا۔

آج وہ فارم ہاؤس اس سے ملنے کے لیے آیا تھا۔ جبکہ ایشام بھی یہیں پر موجود تھا۔ غازیان نے اسے پہلے ہی انجیلینا کے بارے میں آگاہ کر دیا تھا۔ اسی لئے ایشام نے اسے انجیلینا کو اپنے والے پورشن میں ٹھہرانے کا مشورہ دیا۔ تاکہ کسی دوسرے پورشن میں رہنے کی صورت میں وہ اکیلی ڈر نہ جائے۔

Sto benissimo..! La tua casa di campagna è molto carina.

(میں بالکل ٹھیک ہوں۔۔! تمہارا فارم ہاؤس بہت پیارا ہے۔۔)انجیلنا نے مسکراتے ہوئے اٹالین میں جواب دیا۔وہ دو تین دنوں سے یہاں پر رہ رہی تھی۔اور سچ میں یہاں پر بہت خوش تھی۔

Allora, cosa hai deciso riguardo al tornare?

(گڈ تو واپس جانے کے بارے میں کیا سوچا ہے؟)غازیان نے سیدھا سیدھا اگلا سوال کیا۔کہ تبھی ایشام بھی اپنے کمرے سے نکل کر انکی طرف آتا ہوا دیکھائی دیا۔جبکہ غازیان کا سوال سنتے ہوئے اس نے نفی میں سر ہلایا تھا۔۔

Sei stanco di me? Per questo vuoi mandarmi via da qui?

(کیا تم مجھ سے تنگ آ گئے ہو؟اس لئے یہاں سے بھیجنا چاہتے ہو؟)انجیلنا دکھی ہوتے ایشام کی طرف دیکھنے لگی۔جوانکے پاس آکر بیٹھ چکا تھا۔

No, voglio solo chiarire che il desiderio per cui sei venuta qui è una cosa molto stupida, perché io sono già sposato, !..Angelina

(نہیں میں بس یہ کلئیر کرنا چاہتا ہوں۔۔کہ تم جس خواہش کو پورا کرنے کے لئے یہاں پر آئی ہو۔وہ ایک بہت احمقانہ چیز ہے۔کیونکہ میں شادی شدہ انجیلنا۔۔!)غازیان نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے اسے آگاہ کیا۔جس پر

انجیلنا اب سچ میں حیرت انگیزی سے ان دونوں کی طرف باری باری دیکھ گئی تھی۔۔۔

Sto dicendo la verità, Angie..!

Comunque, cosa hai visto in lui? È così scontroso! Lascialo stare, io troverò personalmente per te un uomo asiatico !..che ti ami

(یہ ٹھیک کہہ رہا ہوں انجو۔۔! ویسے بھی تمہیں اس میں کیا نظر آ گیا تھا بھلا ؟اتنا کھڑوس تو ہے یہ۔! چھوڑو اسکو میں تمہارے لئے خود ایک محبت کرنے والا ایشین مرد تلاش کروں گا..!)

غازیان کی بات میں حامی بھرتے ہوئے آخر پر ایشام نے ہلکے پھلکے انداز میں انجیلینا کو نارمل کرنا چاہا تھا۔

اتنے دنوں میں انکی آپس میں کافی اچھی دوستی ہو چکی تھی۔ایشام کو وہ اچھی لگی تھی۔کیونکہ وہ معصوم صرف ایشین مردوں کو آئیڈیالائز کرتے ہوئے یہاں پر آئی تھی۔وہ اسے دکھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔اس لئے دوستوں کی طرح مشورے دیتے اسے مسکرانے پر مجبور کر چکا تھا۔غازیان جو اپنی شادی شدہ زندگی میں کوئی بدمزگی نہیں چاہتا تھا۔کہ انجیلینا کو مسکراتے دیکھ کر بے اختیار ریلیکس ہونے لگا۔

Stai felice..! Bravo che me l'hai detto in !..tempo

(خوش رہو۔۔! اچھا کیا تم نے جو مجھے وقت پر بتا دیا۔۔!) غازیان کو خوش رہنے کی دعا دیتے ہوئے وہ آخر پر بے اختیار اداس ہو گئی۔ جبکہ غازیان اسکے مزید بولنے کے انتظار میں تھا۔۔

Domani tornerò indietro..! Non preoccuparti, non avrai nessun problema a causa mia!..

(میں کل واپس چلی جاؤں گی۔۔! ڈونٹ وری تمہیں میری وجہ سے کوئی مشکل نہیں ہو گی۔۔!) وہ دکھی لہجے میں مزید کہہ رہی تھی۔ جب ایشام اور غازیان بے اختیار ایک دوسرے کی طرف دیکھ گئے۔۔

Assolutamente no..! Non ti lascerò andare in questo modo..! Sei nostra ospite, e non diciamo mai addio agli ospiti in questo modo..! Puoi

restare qui tutti i giorni che vuoi. Anzi, fai così: da domani inizia a visitare Islamabad..! Vedrai, dimenticherai tutta la tristezza.

(بالکل نہیں۔۔! میں تمہیں ایسے ہر گز بھی نہیں جانے دوں گا۔۔! تم ہماری مہمان ہو۔۔اور ہم مہمانوں کو ایسے الوداع نہیں کرتے ہیں۔۔! تم یہاں پر جتنے دن رہنا چاہو رہ سکتی ہو۔بلکہ ایسا کرو۔کل سے اسلام آباد گھومنا پھرنا شروع کرو۔! دیکھنا ساری اداسی بھول جاؤ گی۔۔۔)ایشام نے مسکرا کر کہتے ہوئے اسے رکنے پر مجبور کیا۔اور ساتھ ہی وہ اسے گھومنے پھرنے کا بھی مشورہ دے چکا تھا۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد ارسل خان باتھ روم سے نکلا تھا۔ شرٹ لیس صرف ٹراؤزر پہنے بالوں کو ٹاول سے خشک کرتے ہوئے نامحسوس انداز میں اس نے بیڈ کی جانب ایک نظر دیکھا۔ جہاں رابیل ڈریس چینج کیے کھانا کھانے میں مصروف تھی۔۔

اتنی جلدی یہ نارمل ہو گئی۔۔؟ اسے یوں آرام سے کھانا کھاتے دیکھ کر ارسل خان کو حیرانی ہوئی تھی۔۔

سالا ادھر گھنٹہ پانی کے نیچے کھڑے ہو کر بھی سکون نہیں آیا اور اس پتھر کی مورت کو دیکھو۔۔! رابیل کو یوں نارمل انداز میں بیٹھے دیکھ کر نجانے کیوں ارسل کو چڑ ہوئی تھی۔ وہ تو سمجھ رہا تھا۔ کہ جب وہ باہر نکلے گا۔ تو شاید وہ اسے کمرے میں ہی نہ ملے۔۔ پر یہاں منظر ہی بدلا ہوا تھا۔۔

اگر قسمت نے دوبارہ اس مقام پر لا کر کھڑا کیا تو رابیل باسط اگلی بار کے لئے تیار رہنا۔۔۔! تمہیں جلا کر میں نے راکھ نہ کیا۔ تو پھر کہنا میرا نام ارسل خان نہیں۔۔! غصے سے ٹاول پھینکتے ہوئے وہ بڑبڑا کر آئینے کی طرف بڑھا تھا۔ شاید اسے غصہ آرہا تھا۔ کیونکہ رابیل اپنے کہے کے مطابق سچ میں اسے جلا کر راکھ کر چکی تھی۔ اسی وجہ سے اب وہ جلتے ہوئے مسلسل بے سکون ہو رہا تھا۔۔

اسکے برعکس رابیل جو لاپرواہ بنتے ہوئے کھانے میں مصروف نظر آنے کی اداکاری کر رہی تھی۔ کہ بے ساختہ ارسل کو یوں شرٹ لیس اپنی طرف آتے دیکھ کر وہ پل بھر میں لال انگارہ ہوتے خون چھلکانے لگی۔ بے اختیار

تھوڑی دیر پہلے کا منظر آنکھوں کے سامنے آیا تھا۔ جب وہ اسکے ہونٹوں پر جھکنے ہی والا تھا۔ پر خوش قسمتی سے اسکی بچت ہو گئی تھی۔

استغفار۔۔!! اس منظر کو یاد کرتے ہی وہ جھرجھری سی لیتی بے ساختہ اونچی آواز میں توبہ کرتے بولی تھی۔ جبکہ اسکا یوں اچانک بلند آواز میں استغفار سن کر ارسل بے اختیار مڑ کر دیکھنے لگا تھا۔۔ اسکے دیکھنے پر رابیل نے گڑبڑا کر فورا نظریں بدلیں تھیں۔ بے دھیانی میں وہ تیز بولتے ہوئے اسے متوجہ کر چکی تھی۔ اسکے نظریں پھیرنے پر ارسل نفی میں سر ہلاتے ہوئے پھر آئینے کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔۔

سونے سے پہلے وہ اپنے بال سکھا رہا تھا۔ کن اکھیوں سے اسکا مضبوط جسم دیکھتے ہوئے نجانے رابیل کیوں لال پیلی ہو رہی تھی۔

کیا تکلیف ہے۔۔! یہ شرٹ نہیں پہن سکتا کیا۔۔؟ غصے و شرم سے کہتے ہوئے اس بار اس نے اپنا رخ ہی بدل لیا تھا۔ کیونکہ وہ اسے مزید نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ ان دونوں کے بیچ جو خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ یہ خاموشی ہی رابیل کو بری لگ رہی تھی۔ لیکن دماغ میں وہ سوچ چکی تھی۔ کہ بدلا لیے بنا وہ نہیں پیچھے ہٹے گی۔ اور نہ ہی ڈرے گی۔۔۔

وہ طاقت میں اسے سے زیادہ ہو سکتا تھا۔۔ پر دماغ میں رابیل باسط سے کوئی جیت نہیں سکتا تھا۔۔ وہ اپنے خیالوں میں الجھی ہوئی تھی۔ جب اچانک ارسل کی چنگارتی ہوئی آواز اسکے کانوں میں سنائی دی۔۔

بہری ہو گئی ہو کیا۔۔؟ ارسل نے چھبتے ہوئے کہا تھا۔ جب وہ ایک دم سے ہڑبڑا کر نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگی۔

کب سے بلا رہا ہوں۔۔! ہوش ہے کہ نہیں۔۔۔! اسکے دیکھنے پر ارسل نے چھبتے لہجے میں طنزیہ کہا تھا۔ رابیل کی نظریں پھر گھوم کر اسکی باڈی میں الجھ چکی تھیں۔۔

کیا۔؟ میرا مطلب کیا مسئلہ ہے اب۔۔؟ آنکھیں اٹھائے وہ نا سمجھی سے کہتے ہوئے آخر پر اپنے تاثرات پر قابو پاتے ہوئے مصنوعی بگڑ کر بولی۔۔

ارسل اسے بے اختیار دیکھنے لگا تھا۔ روٹی کا ٹکڑا اٹھائے وہ بچوں کی طرح اسے کترتے ہوئے پتہ نہیں کن سوچوں میں گم تھی۔ کھانا ویسے کا ویسا ہی پڑا تھا۔۔

اگر آپ کو ہوش آگئی ہے۔ تو برائے مہربانی میری جگہ سے اٹھنا پسند کریں گئیں۔۔ کیونکہ مجھے سونا ہے۔۔! رابیل کے سوالیہ انداز میں دیکھنے پر

ارسل نے مصنوعی مسکراتے ہوئے میٹھے طنز کی بوچھاڑ کی۔ارسل کا "میری جگہ "سن کر رابیل بے اختیار آس پاس دیکھنے لگی۔بیڈ پر وہ جس جگہ پر بیٹھی ہوئی تھی۔وہ ارسل کے سونے کی جگہ تھی۔۔

جگہ نہ ہو گئی پتہ نہیں کیا ہو جیسے۔۔!رابیل منہ بگاڑ کر کہتے ہوئے تیزی سے پیچھے کو کھسکنے لگی۔جب اسکے ہٹتے ہی ارسل شکر بھرا سانس خارج کرتے ہوئے اپنی جگہ پر لیٹا تھا۔اسے یوں شرٹ لیس لیٹتے دیکھ کر رابیل حیران ہوئی تھی۔۔

ایسے کیوں سو رہے ہو۔۔؟روٹی کا ٹکڑا واپس رکھتے ہوئے وہ بے اختیار بول گئی۔

تو کیسے سوؤں۔۔؟اسکے مخاطب کرنے پر ارسل نے چونکتے ہوئے اسے دیکھا۔

میرا مطلب ہے۔۔! شرٹ پہن کر سو۔۔! اور تھوڑی شرم کرو اس کمرے میں تم اکیلے نہیں ہو۔۔! رابیل نے لہجے کو تیکھا بناتے ہوئے اسے ہوش دلانے کی کوشش کی۔ جس پر ارسل نے بے ساختہ اسکی نظروں کے تعاقب کو نوٹ کیا تھا۔ وہ اسکے ابھرے اور پھولے ہوئے مسلز دیکھ رہی تھی۔ بے اختیار اسکے ہونٹوں پر مسکراہٹ مچلنے لگی۔

میں ایسے ہی سوؤں گا۔۔! اگر تمہیں مسئلہ ہو رہا ہے۔ تو آنکھیں بند کر لو۔۔! جواب میں سکون سے بولتے ہوئے ارسل نے شرٹ پہننے سے انکار کرتے ہوئے آنکھیں بند کر لیں۔ جس پر وہ اسے گھورنا شروع ہو گئی۔

وہ آنکھیں بند کر چکا تھا۔ جبکہ نہ چاہتے ہوئے بھی اسکی پر شوق نظریں ارسل خان کی ایبز میں الجھی ہوئی تھیں۔ آنکھیں بند کرنے کے باوجود بھی ارسل اسکی نظریں خود پر صاف محسوس کر سکتا تھا۔۔

اگر مجھے دیکھ لیا ہو تو اب کھانا کھالو۔۔! کھانا کھانے کے بعد گندے گندے خیال سوچنا بند کر کے سکون سے سو جانا۔۔۔! بلینکٹ اٹھا کر خود پر اوڑھتے ہوئے کروٹ بدلنے سے پہلے ارسل خان اچانک بولا تھا۔ جس پر وہ شرم سے پانی پانی ہوتے تیزی سے کھانا کھانا شروع کر چکی تھی۔

چھوٹی ماما آپ کہاں جا رہی ہیں۔۔؟ مشعل ہمدانی کو باہر کی جانب بڑھتے دیکھ کر سبحان پوچھتے ہوئے تیزی سے انکی طرف آیا تھا۔

آہ ڈرا دیا تم نے سبحان۔۔! کہاں جاؤں گی بس گروسری کرنے جا رہی ہوں۔۔!! مشعل ہمدانی چونک کر مڑتے ہوئے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی تھیں۔ سبحان کے یوں بھاگ کر اپنی طرف آنے اور پھر اچانک بلانے پر وہ ڈر گئی تھیں۔

میں بھی چلوں آپ کے ساتھ۔۔؟ سبحان نے بے ساختہ جھجھکتے ہوئے سوال کیا۔

کیوں نہیں میرا بچہ۔۔! میں تو پہلے ہی کسی کو ساتھ لے جانے کے لیے ڈھونڈ رہی تھی۔۔! شکر تم نے خود پوچھ لیا۔۔!! اسکے پوچھنے پر مشعل ہمدانی بے حد خوش ہوئیں۔ تو سبحان مسکراتے ہوئے انکی طرف دیکھنے لگا۔

چھوٹے بابا اپنے کمرے میں ہیں کیا۔۔؟ سبحان نے مسکراتے ہوئے عیس ہمدانی کے بارے میں پوچھا تھا۔

ہاں سو رہے ہیں۔۔! اس لئے میں نے سوچا، کہ انکے جاگنے تک یہ کام نبٹا آتی ہوں۔۔۔! مشعل ہمدانی باہر نکلتے ہوئے اسے بتا رہی تھیں۔ جبکہ سبحان انکے ساتھ ساتھ قدم اٹھا رہا تھا۔۔

ایسے کرو پہلے جا کر اپنی دونوں بڑی ماؤں کو بتا کر آؤ کہ تم میرے ساتھ جا رہے ہو۔۔! ورنہ تمہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر پریشان ہوتی رہیں گئیں۔۔! میں تب تک گاڑی نکلواتی ہوں۔۔! مشعل ہمدانی اچانک مڑتے ہوئے کہنے لگیں۔ تو انکی باتوں پر سبحان ہنستے ہوئے سر ہلا کر فورا اندر کی جانب بھاگ

گیا۔تاکہ علیزے خان یا منیزے پاشا میں سے کسی ایک کو خبر کر کے وہ واپس آسکے۔ورنہ سچ میں وہ اسکی غیر موجودگی پر پریشان ہوتی رہتیں۔

پورے کمرے میں گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔سب لوگوں کی نظریں ان دو لوگوں پر ٹکی ہوئی تھیں۔جن کے مغرور انداز اس پوری محفل پر چھائے ہوئے تھے۔

میٹنگ شروع کیوں نہیں کی جا رہی؟الیاس کی سنجیدہ آواز اچانک اس گہری خاموشی میں ابھری۔جو کراچی کے ایک بڑے علاقے کا ڈون تھا۔

حاکم دادا جب آئے گئے۔تب میٹنگ شروع ہو گی۔۔!جنید نے الیاس کی طرف دیکھتے ہوئے آگاہ کیا۔آج انکے اڈے پر میٹنگ تھی۔جس میں

کراچی کے تمام چھوٹے، بڑے ڈون تشریف لائے ہوئے تھے۔انکی آمد اپنی خاص مجبوری کے باعث تھی۔ورنہ بادشاہ اور سلطان کے لئے وہ کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔۔

اگر میٹنگ شروع نہیں کرنی تھی۔تو ہمیں پہلے بلانے کا مقصد۔۔؟الیاس نے غصے سے بل کھاتے ہوئے اعتراض کیا۔جس پر بادشاہ کی سرد نگاہیں فوراً اسکی طرف گھوم گئی تھیں۔

الیاس صاحب آپکو کیوں لگتا ہے۔کہ جیسا آپ کا نام ہے۔آپ میں ویسی کوئی خصوصیت بھی ہو گی۔۔!!جو آپ کو اپنا اتنا قیمتی وقت ضائع ہونے کا افسوس ہو رہا ہے۔۔! بادشاہ کی ہیزل براؤن آنکھوں میں صاف تمخسر

ابھرا تھا۔ جبکہ اسکے الفاظ پر الیاس کا چہرہ بے ساختہ شرمندگی کے آثار سے سرخ پڑتا چلا گیا۔۔

ٹک کر بیٹھیے الیاس صاحب۔۔۔۔! آپکو جو بے چینی ہے۔ وہ ابھی دور ہو جائے گی۔۔! سلطان بھی لگے ہاتھ بولا تھا۔ جنید اپنے دونوں بوس کے پیچھے ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔

آپ ہمیں خود بلا کر اب ہماری بے عزتی کر رہے ہیں فا صاحب۔۔۔! الیاس جواب میں ابھی اپنی بات پوری کر پاتا۔ جب سلطان کی سرد نگاہوں نے تیزی سے اسے لگام ڈالی تھی۔۔

ہوش میں رہو الیاس۔۔! ورنہ تمہاری زبان کو یہ نام پکارنے کی بھاری قیمت ادا کرنی پڑ سکتی ہے۔۔!! سپاٹ لہجے میں وہ سرد نیلی آنکھوں سے غرایا تھا۔ جس پر الیاس فورا تھوک نگل کر رہ گیا۔

اس وقت وہ انکے علاقے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس لئے ان دونوں سے الجھنے کی جرآت نہیں کر سکتے تھے۔ وہ بھی اس صورت میں جب حاکم ذیب بھی انکے بالکل برابر میں کھڑا تھا۔ الیاس کو وارننگ دینے کے بعد بادشاہ اور سلطان اٹھ کر باہر نکل گئے۔ کیونکہ حاکم دادا پہنچ چکا تھا۔ اور اپنے یار کو ریسیو کرنا انکا فرض تھا۔۔

انکے نکلتے ہی کمرے میں وہ سب آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے۔۔ جبکہ جنید تاسف سے ان نام نہاد غنڈوں کو دیکھ کر رہ گیا۔ جو صرف پیٹھ پیچھے ہی وار کر سکتے تھے۔

تقریباً تھوڑی دیر بعد بادشاہ اور سلطان اپنے ساتھ حاکم ذیب کو لیے اندر داخل ہوئے۔ اور انکے پیچھے ہی داد بخش بھی تھا۔ جو جنید کے ساتھ آکر کھڑا ہو چکا تھا۔۔

ان تینوں کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر کمرے میں بیٹھے افراد خود بخود کھڑے ہو چکے تھے۔ حاکم دادا کی تیز نگاہوں نے بے ساختہ ایک بار پورے کمرے کا جائزہ لیا۔ جب عین اسی وقت دو مزید افراد بھی کمرے میں داخل ہوئے

تھے۔انکاایک ساتھ آنا بھی اتفاقاًہوا تھا۔ بادشاہ اور سلطان انکو آتے دیکھ کر ٹھٹک گئے۔ حالانکہ انکے آنے کی ان دونوں کو ہی امید نہیں تھی۔۔

ہمیں خوشی ہوئی آپ نے ہماری دعوت قبول کی۔۔! بادشاہ نے آگے بڑھتے ہوئے جہانگیر ذیب شاہ کو گلے لگایا۔ تو سلطان شاہ ذیب خان کے گلے ملتے ہوئے اسے خوش آمدید کہہ رہا تھا۔ جبکہ ان دونوں کو دیکھ کر حاکم ذیب کا منہ فورا بگڑ چکا تھا۔ان دونوں کو انکی جگہ پر بٹھاتے ہوئے بادشاہ اور سلطان واپس حاکم ذیب کے پاس آ کھڑے ہوئے تھے۔ جو انکو زہر بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔

ان کاٹھ کے آلوؤں کو بلانا ضروری تھا کیا۔۔؟ حاکم نے بگڑ کر جاننا چاہا۔

تمہارے رشتہ دار ہیں۔۔! بھلا کیسے نظر انداز کر سکتے تھے۔۔؟ بادشاہ نے مسکرا کر آنکھ ونک کرتے جواب دیا تھا۔۔۔ان سے بعد میں نبٹنے کا سوچتے ہوئے حاکم ذیب سر جھٹک کر اپنی جگہ پر بیٹھ چکا تھا۔ میٹنگ شروع ہو چکی تھی۔اور آج کی میٹنگ کا ایک خاص مقصد تھا۔اور وہ تھا۔" بادشاہ اور سلطان "کا انڈر رولڈ میں تعارف ہونا۔۔تاکہ مستقبل میں کوئی بھی انکے کسی کام میں رکاوٹ بننے کی جرات نہ کر سکے۔

سلطان احمد خان نیچے آئے۔تو انکی نظریں پھر سے سیلینہ کی طرف اٹھی تھیں۔جو لاؤنج میں کافی اداس سی بیٹی ہوئی تھی۔

تھوڑی دیر پہلے جب وہ گھر آئے تھے۔اور اوپر کمرے کی طرف جا رہے تھے۔تب بھی وہ انہیں یہاں ہی بیٹھی نظر آئی تھی۔اور اب واپسی پر بھی انہیں وہ یہاں ہی ملی تھی۔۔

سیلینہ بچے۔۔!!اسے پکارتے ہوئے سلطان احمد بے اختیار اسکی طرف آئے تھے۔۔

جی ڈیڈ۔۔!!انکی آواز پر چونک وہ جواب میں بولتے ہوئے انکی طرف مڑی۔جو اسکے قریب آکر بیٹھ چکے تھے۔۔

کیا ہوا ہے؟ایسے اداس کیوں یہاں پر بیٹھی ہوئی ہیں۔۔۔!سلطان احمد خان بے اختیار پوچھنے لگے۔کچن سے نکلتی ہوئی علیزے خان انکو لاؤنج میں بیٹھے دیکھ کر حیرانی سے انکی طرف بڑھی تھیں۔۔

خان آپ کب آئے؟ کھانا لاؤں یا کافی؟ علیزے خان پوچھتے ہوئے انکے قریب چلی آئیں۔ جب سیلینہ بیچارہ سا منہ بناتے ہوئے بولی تھی۔۔

"ڈیڈ میں سارا دن گھر پر بور ہوتی رہتی ہوں۔۔ بس اس لئے کچھ سمجھ نہیں آرہی۔۔۔"

تو بچے میں نے تو پہلے بھی آپ سے کہا تھا۔ کہ یوں بور ہونے سے بہتر ہے۔ کہ آپ بزنس جوائن کر لیں۔۔۔! سلطان احمد بے اختیار بولے تھے۔ کچھ دن پہلے بھی وہ سیلینہ کو یہ ہی سمجھا رہے تھے۔ کیونکہ سب کے چلے جانے کے بعد وہ سارا دن گھر پر اکیلی بور ہوتی رہتی تھی۔ سیلینہ اب علیزے خان کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

ٹھیک کہہ رہے ہیں، تمہارے ڈیڈ میری جان۔۔! ماشاءاللہ سے اب سبحان بھی بہتر ہو رہا ہے۔اور مصروف ہونے لگا ہے۔اور فاتح کا تو پہلے ہی آج کل کچھ پتہ نہیں کہاں گم رہتا ہے۔اس لئے اچھا ہے۔کہ تم بھی کوئی مصروفیت شروع کر لو۔۔! سیلینہ کے دیکھنے پر علیزے خان شوہر کی تائید کرتے ہوئے سمجھانے لگی تھیں۔۔

پر مام، ڈیڈ میں نے پہلے کہیں کام نہیں کیا تو میں۔۔! سیلینہ نے جھجھکتے ہوئے سچے دل سے اپنی مشکل بتائی۔ بزنس پڑھنے کے باوجود وہ آفس جوائن کرنے سے گھبرا رہی تھی۔

اس میں اتنا پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے بچے۔۔! آپ کام کریں گئیں تو ہی کام سیکھیں گی نا۔۔! اس لئے پریشان نہیں ہوں۔میں ہیر اور

مہر ماہ سے کہتا ہوں۔ وہ آپکو ساتھ ساتھ گائیڈ کرتی رہیں گئیں۔۔! سلطان احمد خان نے حل بتاتے ہوئے اسکی حوصلہ افزائی کرنا چاہی تھی۔ جس پر وہ کچھ مطمئن نظر آنے لگی تھی۔۔

ویسے اچھا ہے خان۔۔! ناز کی طبیعت کی وجہ سے فارس اسے آفس نہیں جانے دے رہا۔ تو سیلینہ کے جوائن کرنے پر ناز تھوڑی پر سکون ہو جائے گی۔ اور ہیر اور مہر ماہ کو بھی ہیلپ ملے گی۔۔! علیزے خان مزید کہنے لگی تھیں۔۔

اور ہماری بہو بھی کامیاب بزنس وومن بن جائیں گئیں۔۔! ورنہ انکے شوہر سے تو مجھے کوئی اچھی امید نہیں ہے۔۔! سلطان نفی میں سر ہلاتے ہوئے

جواب میں بولے تھے۔ جس پر سیلینہ کھلکھلا پڑی تھی۔۔ جبکہ علیزے خان خفگی سے اپنے شوہر کو دیکھ گئیں۔ جن کو بس موقع چاہیئے تھا۔۔

مام میں کمرے میں جا کر آفس جانے کی تیاری کر لوں۔۔؟ سیلینہ مخاطب کرتے ہوئے پر جوش ہوئی تھی۔

ہاں کیوں نہیں میری جان۔۔! پر تمہارے پاس تو آفس کی واڈروب ہی نہیں ہے۔ تو کیا پہن کر جاؤ گی۔۔؟ علیزے خان یاد آنے پر بے اختیار پوچھ گئیں۔

اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے۔۔! آپ ابھی جا کر شاپنگ کر کے آئیں بچے۔ اور مزید ایک دن بھی ضائع کیے بنا کل سے آفس جوائن کریں۔۔! سلطان اپنا کارڈ نکال کر سیلینہ کی طرف بڑھاتے ہوئے پیار سے

بولے تھے۔ جبکہ سیلینہ مسکرا کر انہیں دیکھ گئی۔۔ وہ پر جوش ہوتی کھڑی ہوئی۔ جب علیزے فورا اسے روک گئیں۔۔

پہلے لنچ کر لو پھر جانا شاپنگ پر۔۔! آپ بھی بیٹھیں میں کھانا لگوا رہی ہوں۔۔! سلطان سے مخاطب ہوتے وہ فورا کھڑے ہوتے کچن کی طرف بڑھ گئی تھیں۔ تاکہ کھانا لگوا سکیں۔ انکے جانے کے بعد سلطان اور سیلینہ آپس میں باتیں کرنے میں مصروف ہو گئے تھے۔

یس ڈیڈ آپ نے بلایا۔۔؟ کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے فاتح سلطان نے مصروف انداز میں موبائل پر نظریں جمائے ہوئے مخاطب کیا تھا۔ وہ ابھی

ابھی ہی واپس آیا تھا۔اور آتے ہی باپ کے کمرے میں حاضری دینے آگیا تھا۔۔کیونکہ سلطان احمد خان نے ہی کال کر کے اسے جلدی آنے کو کہا تھا۔

کیسی ہیں پیاری مورے۔۔؟علیزے خان ڈریسنگ روم سے نکلیں۔تو فاتح انکی طرف بڑھتے ہوئے انکا ماتھا چومتے ہوئے پوچھ گیا۔وہ ڈریسنگ روم میں عشا کی نماز پڑھ کر ابھی فارغ ہوئی تھیں۔۔

میں ٹھیک ہوں میری جان تم کہاں غائب رہتے ہو؟ کھانا لاؤں۔۔؟اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے علیزے خان ہر ماں کی طرح کھانے کے بارے میں پوچھ گئیں۔۔جبکہ سلطان کتاب بند کرنے کے بعد اب سنجیدگی سے سامنے کھڑے بے شرم بیٹے کا جائزہ لے رہے تھے۔۔

ابھی نہیں مورے فریش ہونے کے بعد کھاؤں گا۔۔! فاتح جواب دیتے ہوئے انکے سامنے بیٹھ گیا۔

اسے کھانا نہیں کوئی شرم یا ہدایت کی گولی کھلاؤ۔تاکہ اسے کچھ شرم آ جائے۔اور اسکے ساتھ جڑے ہوئے لوگوں کا بھی کچھ بھلا ہو جائے۔۔!! فاتح کے بیٹھتے ہی سلطان خراب موڈ کے ساتھ طنز و طعنے دینا شروع ہو چکے تھے۔۔ جس پر فاتح نے چونکتے ہوئے انہیں دیکھا تھا۔کیونکہ وہ ان بادلوں کے کڑکنے کی وجہ سے ناواقف تھا۔یاد کرنے پر اسے اپنے پورے ہفتے کا ریکارڈ صاف ہی ملا تھا۔۔ پھر بھلا سلطان احمد خان کو اسے طعنے دینے کی کیا ضرورت پیش آ گئی تھی۔۔ دماغ میں تانے بانے بنتے ہوئے وہ تیزی سے سوچنا شروع ہو گیا۔۔

خیریت ہے نا۔۔؟ بنا بادل اور موسم کے مجھ پر کیوں برس رہے ہیں۔۔؟

موبائل رکھتے ہوئے پوری طرح انکی طرف متوجہ ہوئے فاتح نے گلا کھنکارتے ہوئے جاننا چاہا۔

میرا بس چلے تو عیسیٰ کی طرح کوئی بھاری جوتا اٹھا کر پہلے تمہیں سر پر ماروں اور پھر بعد میں وجہ بتاؤں۔۔! اسکے معصوم بننے پر سلطان مزید بگڑ گئے۔ جبکہ فاتح نے اب سوالیہ نظروں سے ماں کی طرف دیکھا تھا۔ جو خاموشی سے کندھے آچکا گئی تھیں۔

یہ زحمت کیے بنا بھی آپ میرے ساتھ اپنا سب کچھ شیئر کر سکتے ہیں سلطان صاحب۔۔! میں بالکل مائنڈ نہیں کروں گا۔۔! آپ بنا کسی جھجک کے اپنا دل کا بوجھ میرے ساتھ ہلکا کر سکتے ہیں۔۔! جواب میں مسکاتے

ہوئے فاتح نے مسخرے پن سے باپ کو شرارتی انداز میں چھیڑا تھا۔ جس پر اسکی ماں ہنسی دبا گئی تھیں۔۔

شٹ آپ۔۔!! کچھ ہوش ہے تمہیں، کہ تمہاری ایک بیوی بھی ہے۔۔! یا ماں باپ سے صرف چھپ کر نکاح کرنے کا شوق تھا تمہیں۔۔؟؟اسے مذاق کرتے دیکھ کر سلطان بنالحاظ کیے جھاڑنا شروع ہو گئے۔ جبکہ بیوی کے ذکر پر فاتح بے اختیار ٹھٹک کر سر کھجانا شروع ہو گیا۔۔ لگتا سیلینہ نے پھر سے اسکی کوئی شکایت کی تھی۔۔

کیا ہوا بیوی کو۔۔؟اس نے آہستہ آواز میں پوچھتے ہوئے سوالیہ نظروں میں ماں باپ کی طرف دیکھا۔۔

دیکھ رہی ہیں نا اپنے لاڈلے کی غیر سنجیدگی اب۔۔؟ بعد میں مجھ سے شکوہ مت کیجیے گا خانم۔۔! یہ اسکو احساس ہے اپنی زمہ داری کا۔۔! وہ یتیم بچی بیچاری اسکے نام پر ہمارے گھر میں موجود ہے۔ اور ان لاڈ صاحب کو اسکی کوئی ہوش ہی نہیں ہے۔۔!! سارا دن وہ اسکی راہ تکتی رہتی ہے۔ اور اسکو اپنی آوارہ گردی سے فرصت نہیں۔۔۔! فاتح کو غصے بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے سلطان بولتے چلے گئے۔۔

اب ایسی بھی بات نہیں ہے۔۔!! آوارہ گردی کا طعنہ سنتے ہوئے وہ فوراً منہ بنا گیا تھا۔ جبکہ چاہتے ہوئے بھی باپ کو یہ نہیں کہہ سکا تھا۔ کہ آج کل وہ کسی ضروری کاموں میں مصروف ہے۔ اس لئے بس سیلینہ کو وقت

نہیں دے پارہا۔ ویسے بھی اس گھر میں شہرام اور فاتح کے کام کو سریس ہی کون لیتا تھا۔۔

تم اس وقت مجھے اپنی غیر ذمہ داری کی کوئی بھی وضاحت دینے کی پوزیشن میں نہیں ہو فاتح سلطان۔۔! کیونکہ تم نے آج مجھے اپنی بہو کے سامنے انتہائی شرمندہ کیا ہے۔۔!!! اسے سر جھکا کر بڑبڑاتے ہوئے دیکھ کر سلطان پھر غصے کہنے لگے۔۔

اس بات کا کیا مطلب ہے ڈیڈ۔۔؟ انکے شرمندہ ہونے کا سن کر اس نے ٹھٹک کر سر اٹھایا تھا۔۔

اسکا وہی مطلب ہے فاتح سلطان۔۔ جو تمہیں سمجھ نہیں آرہی۔۔! بیوی کی ضروریات کا کچھ خیال ہے یا نہیں۔۔؟ کیا تمہاری اتنی حیثیت بھی نہیں

ہے۔ کہ تم بیوی کو اسکا کارڈ دے سکوں۔۔؟ تاکہ وہ معصوم بچی ہر ضرورت کے لئے تمہاری محتاج نہ رہے۔۔! غصے سے کہتے ہوئے وہ آخر پر طنزیہ پوچھتے ہوئے اسے دیکھنے لگے۔ جبکہ فاتح جس کو اب انکے غصے کی اصل وجہ سمجھ آئی تھی۔ کہ بے اختیار شرمندہ ہوتے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

بہت غلط بات ہے فاتح۔۔! وہ معصوم تمہارے نکاح میں ہے میری جان۔۔! اسکا خیال رکھا کرو اور اسے وقت دیا کرو۔۔۔! علیزے خان بھی کہنے لگی تھیں۔ جس پر فاتح کو مزید شرمندگی ہونے لگی تھی۔۔

ائم سوری مورے۔۔! میں آئندہ خیال رکھوں گا۔۔! میں سیلینہ کو دیکھتا ہوں آپ تب تک اپنے شوہر کو ٹھنڈا پانی پلائیں۔ اور پلیز میرے کمرے میں کھانا بھی بھجوا دیں۔۔! بے چینی کے مارے وہ فوراً سے کھڑے ہوتے

سیلینہ کو دیکھنے کے لیے وہاں سے نکلا تھا۔ جبکہ جاتے جاتے بھی باپ کو چھیڑنا نہیں بھولا تھا۔۔

موبائل کی وائبریشن کی آواز پر رابیل کی آنکھ کھلی تھی۔ نیند سے بھاری ہوتی آنکھوں کو بامشکل کھولتے ہوئے اس نے سائیڈ میز پر ہاتھ مارتے ہوئے موبائل تلاش کرنا چاہا۔

موبائل پکڑتے ہوئے رابیل نے زرا سی آنکھیں کھول کر دیکھنا چاہا۔ تو اسکا رات کا لگایا ہوا الارم بج رہا تھا۔ الارم پر لکھے reminder کو پڑھتے ہی اسکی آنکھیں پٹ کرتی کھلتی چلی گئی تھیں۔۔

"🦟It revenge time from Dengue Mosquito"

الارم کا ٹائٹل پڑھتے ہی شیطانی انداز میں وہ انگڑائی لیتے ہوئے بیدار ہوئی تھی۔ انگڑائی لیتے ہوئے وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

بالوں کو جوڑے میں لپیٹ کر بازوؤں کو اکڑاتے ہوئے رابیل باسط نے ایک نظر اپنی دائیں جانب دیکھا۔ جہاں ارسل اوندھے منہ سویا ہوا تھا۔ جبکہ ان دونوں کے بیچ ایک تکیے کو رکھتے ہوئے فاصلہ بنانے کی کوشش کی گئی تھی۔ کل رات سونے سے پہلے رابیل نے یہ احتیاطی تدابیر خود کی تھی۔ کیونکہ اسے اپنے بیڈ پر سوئے شخص پر اب کوئی بھروسہ نہیں رہا تھا۔

سوئے ہوئے ارسل پر ایک نظر ڈال کر وہ اطمینان بھرے انداز میں بیڈ سے نیچے اتری۔ نیچے اترتے ہی وہ فریش ہونے کے لئے باتھ روم کی طرف

بڑھ گئی۔ صبح کے چھ بج رہے تھے۔۔ تھوڑی دیر میں ارسل بھی جاگ جانے والا تھا۔ کیونکہ اسے تیار ہو کر ہر روز کی طرح بیس پر پہنچنا تھا۔

دانتوں کو برش کرتے ہوئے رابیل یوں ہی باتھ روم سے نکل کر کمرے کے بیچوں وبیچ آکر کھڑی ہوتے ارسل کو دیکھنا شروع ہو گئی۔ جواب شرٹ پہنے ہوئے تھا۔

اس نے شرٹ کب پہنی؟ برش کرتے ہوئے رابیل نے بے اختیار سوچا۔ یہ جانے بنا کہ ارسل فجر کی نماز پڑھنے کے بعد پھر سو گیا تھا۔ اور یہ شرٹ بھی اس نے فجر کی نماز کے وقت ہی پہنی تھی۔

منہ میں یوں ہی برش چلاتے ہوئے مستی بھرے انداز میں وہ دوبارہ باتھ روم میں چلی گئی۔ پانچ منٹ تک وہ ہاتھ، منہ دھو کر پھر واپس باہر نکلی۔ اور

اس بار وہ خالی ہاتھ نہیں نکلی تھی۔ بلکہ ہاتھ میں ٹھنڈے پانی سے بھری ہوئی بالٹی بھی تھی۔

چوروں کی طرح قدم اٹھاتے ہوئے وہ بیڈ کی جانب آئی۔ اس سے پہلے کہ وہ صبح، صبح ارسل کو ٹھنڈے پانی کا جھٹکا دیتی۔ جب بے اختیار اسے دروازہ کھولنے کا خیال آیا۔۔

بالٹی نیچے رکھ کر وہ دروازہ کھولنے کے لیے مڑی۔ رابیل نے دروازہ کھولا تو دروازے کھولتے ہی نعمان خان پر اسکی نظر پڑ گئی۔ جو دروازہ کھلنے کی آواز پر بے ساختہ مڑ کر دیکھنے لگے تھے۔۔

گڈ مارننگ ڈیڈ۔۔!! سسر کو دیکھتے ہی رابیل نے چمکتی آنکھوں سے آہستہ آواز میں کہا۔ تو نعمان خان جواب میں گڈ مارننگ بولتے ہوئے بے اختیار

ٹھٹک گئے۔ رابیل کی آنکھوں کی چمک انہیں کچھ عجیب سی لگی تھی۔ لیکن پھر اپنا وہم سمجھ کر وہ محبت کے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔

جبکہ رابیل بھی واپس مڑتے ہوئے پھر بیڈ کے قریب آچکی تھی۔ باتھ روم سے وہ یخ ٹھنڈے پانی کی بالٹی بھر کر لائی تھی۔ اگر ارسل خان اپنی طاقت سے اس پر حاوی ہو سکتا تھا۔ تو وہ بھی اسکی ناک، منہ سے دھواں نکال کر رہنے والی تھی۔

ارسل کو خونخوار نظروں سے گھورتے ہوئے ایک سیکنڈ بھی مزید ضائع کیے بنا اگلے ہی پل رابیل نے پانی کی پوری بالٹی سکون سے سوئے ہوئے ارسل خان پر الٹ دی۔ بالٹی الٹتے ہی وہ وہاں سے الٹے پیر بھاگی تھی۔ جبکہ ہڑبڑا کر جاگتے ہوئے ارسل خان کی خونخوار چیخ بے ساختہ تھی۔۔

واٹ دا ہیل۔۔۔۔!! یو چوہیا میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔۔!!

ارسل خان کو جب تک سمجھ آتی۔تب تک رابیل کمرے سے بھاگ نکلی تھی۔گیلے کپڑوں میں وہ بیڈ سے نیچے کھڑا ہوا۔تو ایک بار ٹھنڈے پانی کے باعث کپکپا اٹھا۔

رابیل باسط آج تم بچو میرے ہاتھ سے۔۔۔!اسی پل وہ ننگے پاؤں اسکے پیچھے بھاگا تھا۔جبکہ رابیل پہلے ہی چیختے، چلاتے ہوئے نیچے جا رہی تھی۔

مورے۔۔!! ڈیڈ بچائیں۔۔!! نعمان خان اور علینہ خانم کو پکارتے ہوئے رابیل اونچی آواز میں چلاتے ہوئے سیڑھیاں اتر رہی تھی۔جب علینہ خانم دہل کر سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کچن سے باہر نکلی تھیں۔رابیل بھاگ کر انکے پیچھے آ کھڑی ہو گئی۔۔

کیا ہوا ہے رابی۔۔۔؟علینہ خانم پریشان ہوتے مڑ کر پوچھ گئیں۔ جبکہ رابیل کا سانس پھول چکا تھا۔ وہ کوئی جواب دے پاتی۔ جب ارسل بھی چنگاڑتے ہوئے نیچے آتا دیکھائی دیا۔۔

میں تمہارا خون کر دوں گا آج۔۔! سیڑھیاں اتر کر اس نے ایک جست میں رابیل تک پہنچنے کی کوشش کی۔ تو وہ چلاتے ہوئے ڈائینگ ٹیبل کی طرف بھاگ نکلی۔۔۔

آہہ۔۔! ڈیڈ بچائیں۔۔!! یہ بھینسا پاگل ہو گیا ہے۔۔! نعمان خان اور محبت کو تیزی سے نیچے آتے دیکھ کر رابیل نے انہیں آواز لگائی تھی۔۔ اسکی چیخوں پر وہ باپ، بیٹی بھاگتے ہوئے نیچے آئے تھے۔ جبکہ علینہ خانم تو بھونچکا کر سارا معاملہ سمجھنے کی کوشش میں تھیں۔۔۔

تم ایک بار میرے ہاتھ لگو۔ میں تمہیں بتاتا ہوں آج اچھے سے، کہ بھینسا ہوتا کیسا ہے۔۔!! ارسل نے غرا کر اسے پکڑنے کی کوشش کی۔ پر وہ اسکے ہاتھ نہیں آ رہی تھی۔ ڈائینگ ٹیبل کے گرد بھاگتے ہوئے وہ اسے اپنے پیچھے چکر لگوا رہی تھی۔۔

رابی۔۔!! ارسل ہوا کیا ہے۔۔؟؟ علینہ خانم نے پریشان ہوتے ان دونوں کو پکارا تھا۔ محبت تو منہ کھولے اپنے بھائی اور بھابھی کو دیکھ رہی تھی۔ جبکہ ارسل کا بھیگا پن دیکھتے ہوئے نعمان خان کچھ کچھ معاملہ سمجھ گئے تھے۔ انہیں اپنی بہو کی تھوڑی دیر پہلے والی چمک بھی سمجھ آ چکی تھی۔۔

یہ دیکھیں کیا حال کیا ہے اس جاہل نے صبح صبح میرا۔۔!! ماں کے پوچھنے پر ارسل نے بے ساختہ رکتے ہوئے بگڑ کر اپنے حلیے کی طرف اشارہ کیا۔

جب اسکے اشارہ کرنے پر علینہ خانم، محبت اور نعمان خان غور سے اسکا حال دیکھنے لگے۔ارسل خان کی پوری شرٹ بھیگی ہوئی تھی۔بال بھی آگے کے سارے بھیگ چکے تھے۔اور چہرہ غصے سے لال ہوا پڑا تھا۔

اوئے مچھر خبر دار جو مجھے جاہل کہا تو۔۔!تم خود ہو گئے جاہل اور تمہارے بچے ہوں جاہل۔۔!!ارسل کے رکنے پر رابیل بھی جو زرا رک کر اپنی سانس بحال کر رہی تھی۔کہ اسے خود کو جاہل کہتے دیکھ کر فٹ سے منہ پھاڑے جواب دینے لگی۔اس سوئے ہوئے پر پانی کی پوری بالٹی پھینکنے کے بعد بھی وہ ڈرنے کی بجائے اسے پورے پورے جواب دے رہی تھی۔

جبکہ ارسل نے خونخوار نظروں سے نگلتے ہوئے پھر ڈائینگ میز کے گرد

بھاگتے ہوئے اسے پکڑنے کی کوشش کی۔ پر وہ بھاگ نکلی تھی۔ وہ اپنا بدلہ لے چکی تھی۔

ڈیڈ بچائیں اس پاگل سے مجھے یار۔۔!! بھاگ بھاگ کر جب وہ تھک گئی۔ تو تیزی سے نعمان خان کے پیچھے چھپتے ہوئے اس نے پناہ لیتے ہوئے پھولی سانسوں کو بحال کرنا چاہا۔ اور ساتھ ہی مدد بھی مانگی تھی۔۔

اسے نعمان خان کے پیچھے چھپتے دیکھ کر ارسل خان بھی باپ کی طرف آیا تھا۔۔

خبردار ڈیڈ اگر آپ نے آج اسکو بچانے کی کوشش کی تو۔۔! باپ کے کچھ بولنے سے پہلے ہی ارسل نے آگے بڑھ کر اسکا ہاتھ پکڑنے کی کوشش کی۔ تو ڈر کے مارے رابیل پوری قوت لگاتے ہوئے اس طرح چلائی۔ کہ ایک

بار محبت ولا کے در و دیوار ہلتے رہ گئے۔ جبکہ اسکے کانوں کو پھاڑ دینے والی آواز پر بے ساختہ سب نے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے تھے۔۔ارسل نے بامشکل اس چیخ پر خود کو سنبھالا تھا۔۔

ارسل چھوڑ واسکا ہاتھ۔۔۔! نعمان خان نے بروقت ارسل کے ہاتھ سے اسکی کلائی چھڑوائی تو رابیل اگلے ہی پل چلانا بند کر کے نارمل کھڑی ہو گئی۔ سب اچھنبے سے اسے دیکھنے لگے تھے۔

I swear I'll kill her. If you try to defend her even a little, then...!!"

(قسم سے ڈیڈ میں اسکا قتل کر دوں گا۔اگر آپ نے اسکی زرا سا بھی وکالت کرنے کی کوشش کی تو۔۔)

ارسل نے غراتے ہوئے باپ کو وارننگ دی تھی۔۔

شٹ آپ۔۔!اسکے غرانے کا زرا بھی اثر لیے بنا نعمان خان اسے جھاڑ کر رابیل کی طرف مڑے۔۔

تم بتاؤ بیٹا صبح صبح اس ایمرجنسی کو نافذ کرنے کی کیا ضرورت پیش آگئی تھی۔۔!!ارسل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نعمان خان سوالیہ انداز میں بہو سے وجہ دریافت کر رہے تھے۔جس پر وہ گڑبڑا کر اگلے ہی پل بڑی سی مسکراہٹ پیش کرنے لگی تھی۔۔

اس نے مجھے کل ریسٹورنٹ میں مام اور ڈیڈ کے سامنے ڈانٹا تھا۔اور بعد میں کمرے میں۔۔!!کمرے میں بھی بدتمیزی کی تھی۔۔!رات والا منظر یاد آتے ہی ایک بار پھر رابیل کے وجود میں سپارک ہوا تھا۔وہ رات والی

بد تمیزی بھی گنوا چکی تھی۔ارسل اسے سرخ آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔اس اب سمجھ آرہی تھی۔کہ کیونکر وہ رات کو اتنی نارمل ہو کر بیٹھی ہوئی تھی۔ کیونکہ اسکا خرافاتی دماغ تب بدلہ لینے کا پلین بنا رہا تھا۔۔

سن لیا۔۔؟تمہارا اپنا ہی سب کیا دھرا ہے۔۔!اس لئے اب یہاں مزید گلا پھاڑنے کی بجائے جا کر اپنا شیلا والا بدن سکھاؤ۔۔!ارسل کی شرٹ چونکہ بھیگ چکی تھی۔اس لئے سفید شرٹ کے اندر سے اسکا جسم واضح نظر آرہا تھا۔

جس پر چوٹ کرتے ہوئے نعمان خان بولے تھے۔جبکہ "انکا شیلا والا بدن " سنتے ہوئے رابیل اور محبت کا قہقہ بے ساختہ تھا۔رابیل نے ہنستے ہوئے محبت کے ہاتھ پر ہاتھ مارا تھا۔۔

ابھی تو اسے بچا لیں گئے۔۔! لیکن بعد میں جب یہ میرے شکنجے میں آئی۔ تو اسکی گردن مروڑ کر رکھ دوں گا میں۔۔۔! ضبط سے سرخ پڑتے ہوئے وہ چبا کر وارن کرتے ہوئے وہاں سے نکلا تھا۔ اسکی وارننگ کو ہوا میں اڑاتے ہوئے رابیل اور محبت مسلسل ہنس رہی تھیں۔ جبکہ نعمان خان بے پرواہی سے منہ بنا کر سر جھٹک کر مڑتے ہوئے رابیل کی طرف اچانک دیکھنے لگے۔ انکے دیکھنے پر رابیل کی ہنسی کو یک دم بریک لگا۔۔

اسکے ساتھ جو مرضی کر و بیٹا۔۔! بس پلیز آئندہ کبھی تم چلانا مت۔۔! تھوڑی دیر پہلے والی اسکی چیخ یاد کرتے ہوئے نعمان خان بے اختیار درخواست کرنے والے انداز میں کہنے لگے تو رابیل خجل سی ہو گئی۔ وہیں

اس بار محبت اور علینہ خانم کا قہقہ بے ساختہ تھا۔ جس پر وہ کھسیانی سی ہنس کر ناک، منہ چڑھا گئی تھی۔

سیلینہ آجاؤ۔۔! ہیر نے کھڑے ہوتے بے اختیار سیلینہ سے کہا۔

آپی ایک منٹ میرا بیگ اوپر رہ گیا ہے۔۔! وہ لے آؤں بس۔۔! سیلینہ جواب دیتے ہوئے تیزی سے کھڑی ہوئی تھی۔ وہیں فاتح الرٹ ہوتے اسے دیکھنے لگا تھا۔ جو آج الگ ہی نظر آرہی تھی۔۔

کہاں جارہی ہو تم۔۔؟ کہاں جارہی ہے یہ مورے۔۔؟ سیلینہ سے سوال کرتے ہوئے فاتح نے جاننا چاہا تھا۔ جب سنجیدگی سے اسکے سوال کو نظر

انداز کرتے ہوئے وہ بیگ لینے چلی گئی۔ سیلینہ کے نظرانداز کرنے پر فاتح، ماں کو مخاطب کرتے پوچھنے لگا۔۔

آفس جوائن کر رہی ہے۔۔!! علیزے خان جواب میں بتاتے ہوئے اسکی طرف دیکھنے لگی۔ جوانکے جواب پر حیرت سے دیکھنا شروع ہو گیا تھا۔۔

آفس۔۔؟ کس کی اجازت سے۔۔؟ فاتح نے حیرانی سے مزید سوال کیے۔ وہ کب سے ناشتہ کرتے ہوئے اسکا حلیہ دیکھ رہا تھا۔ جو آج بالکل ہی الگ سا تھا۔

سیلینہ کے ڈریس اور تیاری پر اسکے دماغ میں سوال اٹھ رہے تھے۔ لیکن وہ اپنا وہم سمجھتے ہوئے نظرانداز کر رہا تھا۔ کل رات بھی وہ اسے نہیں مل پایا

تھا۔ کیونکہ وہ دروازہ لاک کیے سو چکی تھی۔ اور اب ایک الگ ہی دھماکا ہو چکا تھا۔۔

میری اجازت سے جا رہی ہے۔۔!! ناشتے کی میز سے اٹھتے ہوئے سلطان احمد نے بیٹے کو جواب دیا۔ جو آنکھیں بڑی کرتے اب انہیں دیکھنے لگا تھا۔ سب خاموشی سے انہیں دیکھ رہے تھے۔

یہ کیا بات ہوئی ڈیڈ۔۔!! آپ میری بیوی کو میری اجازت کے بنا آفس کیسے بھیج سکتے ہیں۔۔! فاتح اٹھتے ہوئے انکے پیچھے ہوا تھا۔

یہ صبح صبح عزت افزائی کروا کے مانے گا۔۔! فاتح کو احتجاجی کاروائی شروع کرتے دیکھ کر باسم نے بے ساختہ تبصرہ کیا۔

بالکل ویسے ہی جیسے تم دونوں بے روزگاروں کو انکے حال پر چھوڑا ہوا ہے۔۔! سلطان جواب میں سکون سے طنزیہ بولے تھے۔ جس پر سنان مصطفیٰ کی نظریں فوراً شہرام کی طرف گھوم گئی تھیں۔۔

کیا ہے بھئی مجھے کیوں گھورنا شروع ہو گئے آپ سسر صاحب۔۔! سنان مصطفیٰ کی نظروں پر شہرام نے سٹپٹا کر کہا۔۔

ڈیڈ۔۔!!! شہری مجھے بتا رہا تھا۔ کہ وہ آج کل کچھ ضروری کاموں میں مصروف ہے۔۔! مہرماہ بھی جو شاید باپ کی نظروں کو سمجھ گئی تھی۔ کہ فوراً شوہر کا دفاع کرتے ہوئے کہنے لگی۔۔ جس پر سب نے حیرانی سے پہلے شہرام اور پھر مہرماہ کو دیکھا تھا۔ جبکہ شہرام نے بے ساختہ بیچارگی سے ماتھا

پیٹ لیا۔ کیونکہ اسکی بیوی نے بہت غلط وقت پر اسکا دفاع کیا تھا۔ وہ بھی پہلی بار۔۔۔

دیکھ لو۔۔! میرا داماد چاہے ایک روپیہ کمائے یا نہ کمائے۔۔ پر ہر بار میری معصوم بیٹی کو بے وقوف بنانے میں ضرور کامیاب ہو جاتا ہے۔۔! سنان مصطفیٰ کے اپنے داماد کے لیے طعنہ شروع ہو چکے تھے۔ وہیں انہیں اپنی پھول سی بیٹی پر ترس سا بھی آ رہا تھا۔ انکے الفاظ پر سب نے مشکل سے اپنی ہنسی دبائی تھی۔۔

تم کہاں جا رہی ہو ٹھک ٹھک کر۔۔! چپ کر کے گھر بیٹھو۔۔! فاتح جو کب سے باپ کے ساتھ بحث کر رہا تھا۔۔ کہ سیلینہ کو بیگ پکڑ کر نیچے آتے دیکھ

کر جل اٹھا۔ جبکہ سیلینہ اسے مکمل نظر انداز کرتے ہوئے ہیر اور مہر ماہ کی جانب بڑھ گئی تھی۔۔

ڈیڈ کتنا بے شرم بنا دیا ہے آپ نے میری معصوم سی بیوی کو یار۔۔!!

سیلینہ کے نظر انداز کرنے پر فاتح صدمے سے بولتے ہوئے تیزی سے اسکے پیچھے ہوا تھا۔ جو لاؤنج کا دروازہ پار ہی کرنے والی تھی۔ فاتح تیزی سے دروازے کے بیچوں وبیچ آ کر اچانک اسکے سامنے کھڑا ہو گیا۔

دیکھنا اب یہ کمینہ بولے گا۔ کہ سیلینہ تم اگر یہاں سے باہر گئی۔ تو تمہیں میری لاش سے گزر کر جانا ہو گا۔۔!! فاتح کے انداز دیکھتے ہوئے غازیان نے پیش گوئی کرتے ہوئے لاؤنج کے دروازے کی طرف دیکھا تھا۔ اپنی

اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے وہ اب لاؤنج کے دروازے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جہاں فاتح، سیلینہ کا رستہ روکے کھڑا تھا۔۔

میں تم سے کچھ کہہ رہا ہوں سیلینہ۔۔! تم یہاں سے کہیں بھی نہیں جاؤ گی اور اگر گئی تو تمہیں میری۔۔! لہجے کو رعب بھرا بناتے ہوئے فاتح ابھی جذباتی ہوتے اپنا ڈائیلاگ پورا کر پاتا۔ جب سیلینہ بے زاری سے منہ بناتے ہوئے ہیر اور مہر ماہ کا ہاتھ تھامے فاتح کی ایک سائیڈ سے نکلتی چلی گئی۔ سیلینہ کے یوں گزر کے جانے پر لاؤنج میں ایک ساتھ قہقہوں کا طوفان اٹھا تھا۔ جبکہ فاتح صدمے سے منہ کھولے اپنی بائیں سائیڈ دیکھ رہا تھا۔ جہاں سے وہ گزر کر گئی تھی۔۔ اتنی سی جگہ سے بھی وہ گزر چکی تھی۔

آجا بس اب میں تجھے مزید سہتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔۔! شہرام نے آگے بڑھ کر فاتح کے کندھے پر بازو رکھتے ہوئے فوراہمدردی جتائی۔اسکی حالت پر سب مسلسل ہنس رہے تھے۔

وہ چلی گئی یار۔۔!! فاتح نے صدمے سے بیچارہ سامنہ بناتے ہوئے شہرام کو بتاناچاہاتھا۔۔فاتح کی آواز گم ہو چکی تھی۔۔

سالے آفس گئی ہے۔۔! ہجرت کر کے تجھے چھوڑ نہیں گئی۔جو تو ایسے رونے والا منہ بنا رہا ہے۔۔! شہرام نے بے ساختہ اسے جھاڑ پلائی تھی۔

وہ ایسی نہیں تھی یار۔۔! وہ تو بہت "معصوم سی" تھی۔مجھ سے "ڈرتی" بھی تھی۔۔!! شہرام کے کندھے پر منہ رکھتے ہوئے فاتح کو مزید غم یاد آئے تھے۔

کوئی بات نہیں ماحول اچھے اچھوں کو بدل دیتا ہے۔۔! پھر معصومیت کیا چیز یے۔۔! آجا تجھے اپن مست سا کچھ کھلاتا ہے۔۔۔! دیکھنا تیرا غم ایک دم ہلکا ہو جائے گا۔۔! شہرام اسے تھپکی لگاتے ہوئے یوں ہی ساتھ لگائے باہر نکلا تھا۔ پیچھے وہ سب انکی باتوں پر ہنستے ہوئے دوہرے ہونے لگے تھے۔۔۔

کافی ٹھنڈ ہو گئی ہے۔۔!! کبیر نے بے ساختہ کہا۔ شال لیے وہ اور فارس چلتے ہوئے باہر لان میں آئے تھے۔ رات کا کھانا سب کھا چکے تھے۔ کھانے کے بعد یوں ہی کافی پیتے ہوئے وہ باہر آکر باتیں کرنے لگے۔ جب اچانک فاتح اور شہرام انہیں پکارتے ہوئے وہاں آئے تھے۔۔

بھائی۔۔! بحث کرتے ہوئے وہ اچانک نمودار ہوئے۔انکی پکار پر کبیر اور فارس مڑ کر دیکھنے لگے۔

بھائی آج بہت دل کر رہا ہے۔۔! قریب آتے ہی شہرام نے مسکاتے ہوئے کچھ کہنا چاہا۔اسکا انداز دیکھتے ہوئے کبیر اور فارس ایک پل میں سمجھ چکے تھے۔کہ بے شک شہرام کا دل کچھ اچھا کرنے کو بالکل نہیں چاہ سکتا۔۔

کیا۔۔؟ کبیر نے سامنے کھڑے دونوں نمونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کافی کا گھونٹ بھرتے ہوئے سوال کیا۔

ریسنگ کا۔۔! ! اگلا جواب فاتح کی طرف سے لاڈ بھرا آیا تھا۔ جس کو سن کر فارس اور کبیر بے ساختہ آپس میں دیکھ گئے۔۔

موسم دیکھ رہے ہو۔۔؟دماغ سیٹ ویٹ ہے یا نہیں۔۔۔!فارس نے ڈانٹتے ہوئے ہوش دلانے کی کوشش کی۔۔

پلیز بھائی۔۔!جب سے واپس آئے ہیں۔ایک بار بھی اکٹھے نہیں جا پائے۔۔!شہرام منہ بناتے ہوئے بولنے لگا۔

ٹھیک ہے۔۔!بلاؤ سب کو۔۔!کبیر سمجھ چکا تھا۔کہ وہ ہاں کروائے بنا ٹلے گئے نہیں۔۔اس لئے حامی بھرتے ہوئے اس نے انہیں بھیجنا چاہا تھا۔۔

سب تیار ہیں۔بس آپ ہی رہ گئے ہیں۔۔!!فاتح نے مسکرا کر اطلاع دی تھی۔ابھی وہ سب کو تیار کرنے کے بعد ہی راضی نامہ لینے آئے تھے۔۔

اور ارسل۔۔؟انکی تیاری دیکھتے ہوئے فارس نے بے اختیار یاد دلانا چاہا تھا۔

وہ ٹھر کی فوجی بھی بس آنے ہی والا ہے۔۔! بس آپ لوگ تیار ہو جائیں۔ کیونکہ بائیک ریسنگ ہے۔۔! فاتح نے کہتے ہوئے ہولے سے اگلی اطلاع بھی دی۔ جس کو سن کر فارس اور کبیر نے بے اختیار آنکھیں بڑی کر لیں۔ اتنی ٹھنڈ میں وہ بائیک ریسنگ پر جانا چاہ رہے تھے۔۔؟

کبھی کوئی اچھی فرمائش نہ لے کر آنا تم لوگ۔۔! فارس نے تاسف سے کہتے ہوئے ان دونوں کو گھورا۔ جس پر بنا شرمندہ ہوئے وہ مسکرانے لگے تھے۔

کافی کے مگ انہیں پکڑاتے ہوئے کبیر اور فارس چینج کرنے کے لئے پلٹ گئے۔ انکے جاتے ہی وہ دونوں بھی خوش ہوتے بڑے بھائیوں کی جھوٹی

کافی کا گھونٹ بھرتے ہوئے پر جوشی سے باقیوں کو یہ خبر سنانے کے لیے اندر چلے گئے تھے۔۔

اپنی اپنی بائیک پر بیٹھے سب بلیک مینشن سے باہر کھڑے تھے۔کبیر اور فارس بھی تیار ہونے کے بعد آ چکے تھے۔فاتح اور شہرام اس ریس کے لئے کچھ زیادہ ہی پر جوش نظر آ رہے تھے۔اور وجہ انکی ہیوی بائیکس تھیں۔جو کافی ٹائم بعد وہ چلانے والے تھے۔۔۔

سپورٹ کار اور بائیک یہ سارے انوکھے شوق فقط انکو دونوں کو ہی تھے۔۔

یہ سستا پائلٹ کہاں رہ گیا ہے۔۔؟فاتح نے پیچھے کی جانب مڑتے ہوئے ارسل کو تلاش کرنا چاہا۔جو ابھی تک نہیں آیا تھا۔

پہنچ رہا ہے بس ایک منٹ میں۔۔! ایشام نے موبائل پاکٹ میں رکھتے ہوئے اسے جواب دیا۔ یہ جانے بنا کہ کچھ پراسرار نظریں ان سب پر ٹکی ہوئی ہیں۔ مزید کچھ سیکنڈز گزرے ہی تھے۔ کہ اچانک دور سے انہیں ایک بائیک کی آواز قریب آتے ہوئے سنائی دینے لگی۔ جو کہ ارسل خان کے آنے کی ہی نشاندہی کر رہی تھی۔۔

لو آگیا ہے۔۔! باسم کہتے ہوئے اپنے گلوز پہننے لگا۔ ٹھنڈ ہونے کی وجہ سے وہ سب اپنی جیکٹس پہنے ہوئے تھے۔ ارسل خان نے قریب پہنچتے ہی اچانک زوردار بریک لگائی۔

سوری بھائی بس نکلتے ہوئے ٹائم لگ گیا۔۔!! بڑے بھائیوں کو اپنے انتظار میں کھڑے دیکھ کر ارسل نے بریک لگاتے ہی ایکسکیوز کیا۔ جس کے

بدلے میں کبیر اور فارس سر کو جنبش دیتے ہوئے اپنا ہیلمٹ پہنے لگے۔

انہیں ہیلمٹ پہنتے دیکھ کر باقی سب نے بھی اپنے ہیلمٹ اٹھا لیے تھے۔۔

اگر تو مزید ایک منٹ بھی لیٹ ہوتا تو آج تیرا جہاز ہم سے کریش ہو جانا تھا۔۔! ارسل کی بائیک پر چوٹ کرتے ہوئے شہرام نے ناک چڑھا کر کہتے ہوئے ہیلمٹ کو سیٹ کیا۔پر ارسل صاف صاف اسے نظر انداز کرتے ایشام کے قریب ہو گیا تھا۔

تمیز کے ساتھ رہنا ہے سب نے۔۔! اور خاص کر تم دونوں نے۔۔!!

ہیلمٹ پہنتے ہی کبیر نے مڑتے ہوئے سب کو نصیحت کی۔اور ساتھ ہی فاتح اور شہرام کو خاص طور پر وارن کر دیا۔کیونکہ وہ دونوں ریس کے دوران

اپنی اوقات سے باہر ہو جاتے تھے۔ کبیر کے تنبیہ کرتی نظروں پر وہ دونوں ہی معصوم بچوں کی طرح آنکھیں مٹکا گئے۔۔

بھائی ان سے شرافت کی امید چھوڑ دیں۔۔!! غازیان نے بے ساختہ انکے ڈھٹائی پر تبصرہ کیا۔ ہر بار فارس اور کبیر ریس شروع ہونے سے پہلے ان کو وارن کرتے تھے۔ پر ریس شروع ہوتے ہی وہ سب نصیحتیں بھلا کر اپنی اصلیت دیکھانا شروع کر دیتے تھے۔۔

کیا بھائی۔۔!! ریس ہو رہی ہے۔۔۔! اب کیا ہم ریس میں بھی سوچ سمجھ کر بائیک چلائیں گئے۔۔؟؟ فاتح نے لاڈ بھرے انداز میں کہنا چاہا تھا۔

ریس ہو رہی بیٹا۔۔! ہمارے چاچو کا ولیمہ نہیں ہو رہا۔۔ جو اوقات سے باہر جانا لازم ہو جاتا ہے تم دونوں کے لئے۔! فاتح کے لاڈ پر فارس نے چھبتے

لہجے میں جواب دیا تھا۔ جس کو سن کر وہ سب اپنی ہنسی دبا گئے۔ جبکہ فاتح سٹپٹا کر بڑے بھائی کو دیکھ گیا۔

کسی نے کسی کو بھی اوور ٹیک نہیں کرنا۔۔! اور نہ ہی کوئی ایسی حرکت کرنی ہے۔ جس کے باعث خود کے یا کسی دوسرے کے گرنے کا خدشہ ہو۔۔! کبیر نے لگے ہاتھ مزید نصیحت کی۔

And, don’t even think about doing one-wheeling!

”?Got it

(اور ہاں تم لوگ ون ویکنگ کا سوچنا بھی مت۔۔! سمجھ آیا۔۔؟) فارس نے یاد آنے پر تیزی سے سب کے ساتھ ساتھ خاص طور پر ان نمونوں کو وارن کیا تھا۔ جس پر وہ پہلے سے بھی زیادہ منہ لٹکاتے چلے گئے تھے۔۔

بھائی چھوڑیں ریس کو۔۔! میں تو کہتا ہوں کہ کیا ضرورت ہے بائیک پر ریسنگ کی۔۔۔ میں کہیں سے گدھا گاڑی کا انتظام کرواتا ہوں۔ اس پر ہی بیٹھ جاتے ہیں سب۔۔!! انہیں اتنی پابندیاں لگاتے دیکھ کر شہرام نے منہ بناتے ہوئے جلے دل سے کہا تھا۔۔ جس کے جواب میں کبیر اور فارس دونوں اسے گھور کر یک زبان بولے تھے۔۔

!!.Shut your mouth

("اپنا منہ بند رکھو..!)

جیسے انکی شکلیں ہیں۔۔! ویسے انکے مشورے بھی ہیں۔۔!! ارسل ہنسی دبا کر بولا تھا۔۔۔فاتح اور شہرام تیز نظروں سے اسے گھور گئے تھے۔

کہ تبھی فارس اور کبیر نے اپنی بائیک سٹارٹ کر دی۔انکی دیکھا دیکھی باقی سب بھی الرٹ ہوتے بائیک سٹارٹ کر گئے۔۔کچھ سیکنڈز کے گزرتے ہی سب سے پہلے کبیر اور فارس کی بائیکس ہوا میں اڑتی ہوئی سڑک پر غائب ہوئی تھیں۔انکے پیچھے ہی وہ سب ایک،ایک کرتے بائیک کو ریس دیتے نکلتے چلے گئے۔۔

رات میں ٹھنڈ چونکہ بڑھ چکی تھی۔اس لئے آہستہ آہستہ دھند بھی پھیلتی جا رہی تھی۔لیکن اس سب کی انہیں کوئی پرواہ نہیں تھی۔فضا میں بائیک دوڑنے کی تیز آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

سب سے آگے کبیر اور فارس تھے۔ جنہیں انکے چھوٹے بھائی کراس نہیں کر سکتے تھے۔اس لئے انکے پیچھے ہی بائیک چلاتے ہوئے سب کی مستیاں شروع ہو چکی تھیں۔اور ان مستیوں میں ہمیشہ کی طرح فاتح سلطان اور شہرام علی پیش پیش تھے۔ریس شروع ہونے سے پہلے انہیں جتنی نصیحتیں کی گئ تھیں۔ریس شروع ہونے کے بعد وہ ساری نصیحتیں انکے دوسرے کان سے نکل چکی تھیں۔

کیونکہ منع کرنے کے باوجود بھی شہرام اور فاتح کی ون ویکنگ سٹارٹ ہو چکی تھی۔فاتح بائیک کا اگلا ٹائر اٹھائے ہوئے تھا۔اور شہرام اپنی بائیک کا پچھلا۔۔۔انہیں ویکنگ سٹارٹ کرتے دیکھ کر کبیر اور فارس نے بے اختیار

مڑ کر دیکھتے ہوئے تاسف سے سرد سانس خارج کیا۔۔ وہ سچ میں ڈھٹائی میں اول درجے پر آتے تھے۔

بے غیرتوں بھائی لوگوں نے منع بھی کیا تھا۔۔! پھر اپنے اگلے، پچھلے حصے اٹھا لیے ہیں۔۔! غازیان نے چلا کر کہتے ہوئے انہیں گھورا تو اسکی زومعنی بات سنتے ہوئے فضا میں قہقہے گونجتے چلے گئے۔۔۔

آجا بسنتی تجھے بھی اٹھا کر لے جاتے ہیں۔۔۔! جواب میں فاتح نے چلا کر کہتے ہوئے ٹھرکی انداز میں غازیان کی طرف آنکھ ونک کی۔

بدلے میں غازیان اس پر لعنت بھیجتے ہوئے تیزی سے وہاں سے نکلا تھا۔ انہی مستیوں میں گم وہ ایک دوسرے کو کراس کرنے کی کوشش کر رہے

تھے۔جب اچانک روڈ پر کچھ گاڑیاں تیزی سے انکا پیچھا کرتی دوڑنے لگیں۔۔

بلیک کلر کی چار بڑی بڑی گاڑیوں کو اپنے پیچھے آتے دیکھ کر وہ سب چونکتے ہوئے اچانک مڑ کر دیکھنے لگے تھے۔جبکہ فارس اور کبیر کی چھٹی حس نے تیزی سے کچھ برا ہونے کا الارم دیا تھا۔

"Everyone, move forward!"

(سب آگے بڑھو۔۔!!)گاڑیوں کو پیچھا کرتے دیکھ کر فارس اور کبیر اچانک بائیک آہستہ کرتے چلے گئے۔فارس ہیلمٹ اوپر اٹھائے پوری قوت سے چلا کر بولا تھا۔اسکا اشارہ انہیں خود سے آگے بڑھانا تھا۔

فارس کے حکم پر وہ سب بائیک تیز کرتے ہوئے انہیں کراس کرتے آگے بڑھنے لگے۔ جبکہ گاڑیوں کو مسلسل پیچھے آتے دیکھ کر فاتح اور شہرام کی آنکھیں سرد ہوئیں تھیں۔ بڑے بھائیوں کے حکم پر وہ سب آگے بڑھ چکے تھے۔ جبکہ کبیر اور فارس اب سب سے آخر پر تھے۔

انہیں آگے بڑھا کر کبیر اور فارس اپنی بائیک تیز کرتے انکے پیچھے ہوئے تھے۔۔ کہ تبھی اچانک گاڑی سے فائرنگ شروع ہوتی سڑک کو دل دہلاتے ہوئے منظر میں بدل گئی۔

فائرنگ کی آواز پر سب نے تیزی سے اپنی اپنی گن نکال لی تھیں۔۔ جبکہ کبیر اور فارس کی جان لبوں پر آچکی تھی۔ وہ کسی صورت بھی چھوٹے بھائیوں کی جان پر رسک نہیں لے سکتے تھے۔

فارس ہم الگ ہونا پڑے گا۔۔!! ورنہ مشکل ہو سکتی ہے۔۔!! کبیر نے چلا کر کہتے ہوئے فارس کی طرف دیکھا۔ جو سر ہلا کر جھکتے ہوئے پیچھے دیکھ رہا تھا۔ گاڑی میں کھڑا ایک آدمی مسلسل ان پر فائرنگ کر رہا تھا۔۔

کبیر کے کہنے پر فارس تیزی سے بائیک تیز کرتے ہوئے تھوڑا گھومتے ہوئے غازیان، ارسل اور فاتح کی جانب بڑھا تھا۔۔ انہیں اشارہ کرتے وہ اپنے پیچھے آنے کو کہہ رہا تھا۔۔

میرے پیچھے آو تینوں۔۔! فارس کے حکم پر وہ تینوں اسکی طرف بڑھتے ہوئے دوسری طرف نکل گئے۔ انکے جاتے ہی کبیر باقی تینوں کی طرف بڑھتے ہوئے تیزی سے مڑ گیا تھا۔۔ انہیں بکھرتے دیکھ کر گاڑیوں میں

بیٹھے لوگ بھی خود کو تقسیم کرتے چلے گئے۔۔دو گاڑی فارس کے پیچھے چلی گئی تھیں۔تو گاڑیوں نے کبیر کو نشانے پر لے لیا تھا۔

اپنی گن نکالتے ہوئے کبیر نے بے ساختہ پہلا جوابی فائر کیا۔پر کوئی فائدہ نہیں ہوا تھا۔۔

ڈیم یہ کون کتے ہیں۔۔۔!! شہرام نے غرا کر کہتے ہوئے ایک نظر پیچھے مڑ کر دیکھنا چاہا۔پر گاڑی میں سوار لوگ ماسک لگائے خود کو مکمل طور پر چھپائے ہوئے تھے۔جو ریس صرف مذاق اور تفریح کے لیے شروع ہوئی تھی۔وہ اچانک سے موت کے کھیل میں بدل چکی تھی۔۔

غازی جھکو۔۔!! انہیں غازی کا نشانہ لیتے دیکھ کر فارس اچانک پوری قوت سے چلا اٹھا تھا۔جس پر غازیان نے فورا جھکتے ہوئے بائیک تیز کر دی تھی۔

فضا میں گونجتی ضائع ہوتے فائر کی آواز پر فارس نے بے اختیار غازیان کے لئے شکر کیا۔

”!We will have to trap them“

(انہیں ٹریپ کرنا ہوگا۔!!)فارس نے کہتے ہوئے انہیں ابھی مخصوص اشارہ کرنا چاہا ہی تھا۔ کہ تبھی اچانک وہاں مزید تین بائیکس نمودار ہو گئیں۔ جو گاڑیوں کے بالکل پیچھے ہی تھیں۔۔ نامعلوم بائیکس کی آواز پر وہ سب مڑ کر دیکھنے لگے تھے۔

گاڑیوں کے ساتھ ساتھ بائیکس کو بھی آتے دیکھ کر وہ حیرت زدہ ہوئے تھے۔ وہ نہیں جانتے تھے۔ کہ وہ کون لوگ تھے۔ جو اچانک انکا پیچھا کرنا شروع ہو گئے تھے۔ لیکن جو سب سے زیادہ حیران کن بات تھی۔ وہ یہ

تھی۔ کہ بائیکس پر لڑکیاں سوار تھیں۔ جن کو دیکھ کر وہ سب حیرت زدہ ہو رہے تھے۔۔

ڈیم۔۔!!شٹ۔۔!!کبیر نے چنگاڑ کر کہتے ہوئے ایک دم سے بائیک کی سپیڈ تیز کی۔ شہرام تیزی سے اسکے پیچھے ہوا تھا۔ وہ سب باری باری جوابی فائر کر رہے تھے۔ پر اس اچانک صورتحال میں کچھ بھی کنڑول نہیں ہو رہا تھا۔ گاڑیوں کے ساتھ ساتھ اب تین بائیکس بھی انکے پیچھے تھیں۔۔

سڑک پر موت سا ماحول ہوا پڑا تھا۔

ریس کے لئے وہ فارم ہاؤس کی طرف آئے تھے۔ کیونکہ یہ رستہ سنسان تھا۔ پر لیکن اب چلتی صورتحال کی وجہ سے انہیں اسی سنسان راستے کا سب

سے زیادہ نقصان ہو رہا تھا۔ ٹریفک نہ ہونے کی وجہ سے وہ نہ تو یہاں سے نکل پا رہے تھے۔ اور نہ ہی پیچھے آنے والوں کو ٹریپ کر پا رہے تھے۔۔

گاڑیوں میں سوار ایک شخص نے اچانک ایشام کی بائیک کے ٹائر کا نشانہ لیا۔ جو کبیر خان کے بالکل پیچھے ہی تھا۔ بائیک پر سوار دو آنکھیں اس منظر کو دیکھتے ہوئے سرد پڑتی چلی گئیں۔۔ اس سے پہلے گاڑی میں موجود شخص ایشام کی بائیک پر فائر کرتے اسے روکنے میں کامیاب ہوتا۔ جب بائیک پر سوار ایک لڑکی نے اچانک پلٹتے ہوئے گاڑی کے دونوں ٹائروں پر فائر کر دیا۔

فائر کرتے ہی گاڑی جھٹکا کھاتے ہوئے رکنے لگی۔۔ اس منظر پر وہ سب بے یقین ہوتے مڑ کر دیکھتے چلے گئے تھے۔ جہاں وہ لڑکی سڑک پر رگڑیں

کھاتے ہوئے لیٹنے والے انداز میں فائر کرتی جارہی تھی۔اور صرف دو ٹائروں پر نہیں وہ ایک جھٹکے میں گاڑی کے چاروں ٹائرز کو ناکارہ کر چکی تھی۔اسکی دونوں ساتھی لڑکیاں بائیک کی رفتار آہستہ کر چکی تھیں۔جب وہ تیزی سے بائیک کو مہارت سے گھماتے ہوئے اس پر سوار ہوتی دوبارہ انکے برابر آگئی۔

وہ تینوں ان سے بہت پیچھے تھیں۔ایک گاڑی ناکارہ ہوتے سڑک پر الٹ چکی تھی۔اب بس تین گاڑیاں بچی تھیں۔جو ابھی بھی مسلسل انکا پیچھا کر رہی تھیں۔۔

وہ تینوں ایک دوسرے کو اشارہ کرتے ہوئے پوزیشن لیتی آگے پیچھے ہو گئیں۔جب اچانک انہوں نے رفتار آہستہ کرتے ہوئے کبیر خان کا پیچھا

کرتی اکلوتی گاڑی کا نشانہ لیا۔ تینوں لڑکیوں نے بیک وقت فائر کرتے ہوئے دوسری گاڑی کو بھی رکنے پر مجبور کر دیا۔ گاڑی کو روکنے کے بعد وہ طوفان بنی اسے اوورٹیک کرتی پاس سے گزری تھیں۔ جبکہ وہ حیرت سے انجان لڑکیوں کو دیکھ رہے تھے۔ جو انکی مدد کر رہی تھیں۔۔

موڑ کاٹتے ہوئے وہ فارس کا پیچھا کرتی گاڑیوں کی جانب اب طرف بڑھ رہی تھیں۔ جب ایشام اور باسم تیزی سے مڑتے ہوئے انکے پیچھے ہوئے تھے۔ کیونکہ انہیں ان لڑکیوں کا پتہ لگانا تھا۔ کبیر خان اور شہرام سڑک پر الٹی ہوئی گاڑیوں کی طرف بڑھ گئے تھے۔ لیکن ان کے پہنچنے سے پہلے ہی فضا میں زوردار دھماکا ہو گیا۔

دونوں گاڑیوں کو بمب بلاسٹ سے اڑا دیا گیا تھا۔ اور نہ صرف گاڑیاں بلکہ ان میں سوار سب مارے جا چکے تھے۔ آگ کے شعلوں کو دیکھتے ہوئے کبیر خان کی آئس بلو آنکھیں سرد پڑنے لگی تھیں۔ ہیلمٹ اتارتے ہوئے وہ قریب رک کر اس بلند ہوتی آگ کو دیکھ رہا تھا۔ جو آہستہ آہستہ آسمان کو چھونے کی کوشش کر رہ تھی۔ شہرام اور کبیر وہیں رک کر ان جلتی ہوئی گاڑیوں کو دیکھنے لگے تھے۔

جبکہ دوسری طرف وہ لڑکیاں جیسے ہی گاڑیوں کے قریب جانے کی کوشش کرتی تھیں۔ تو ان میں سوار لوگ ان پر فائرنگ کرنے لگتے تھے۔ شاید وہ جان چکے تھے۔ کہ وہ بلیک جنریشن کی مدد کے لیے آئیں ہیں۔ اس لئے انکو روکنے کی کوشش کر رہے تھے۔۔

ایشام اور باسم نے ان لڑکیوں تک پہنچنے کی کوشش کی تھی۔۔ لیکن وہ تیزی سے مڑتے ہوئے ان سے دور ہوتی چلی گئی تھیں۔اور صرف ایک بار نہیں بلکہ ایشام اور باسم نے جتنی بار انکے قریب ہونے کی کوشش کی تھی۔وہ اتنی بار ان سے دور چلی جاتی تھیں۔شاید وہ اپنی پہچان ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھیں۔۔

شام پچھلی گاڑی کا نشانہ لو۔۔میں اگلی گاڑی کو دیکھتا ہوں۔۔!ایشام سے کہتے ہوئے باسم تیزی سے آگے بڑھا۔ایشام نے جیسے ہی گاڑی کے پچھلے ٹائر کا نشانہ لیتے فائر کیا۔کہ تبھی دوسری طرف موجود لڑکی بھی فائر کر چکی تھی۔فائر کے لگتے ہی گاڑی رکنے لگی۔تو اچانک ایشام صدیقی کو دوسری طرف موجود لڑکی کا سامنا ہونے لگا۔جو بے خوفی سے بائیک ہوا میں اڑا

رہی تھی۔ایشام صدیقی کی بلو آنکھوں نے بغور اس لڑکی کا جائزہ لیا تھا۔ جس نے ایک بار بھی اسکی طرف دیکھنے کی زحمت نہیں کی تھی۔ شاید وہ احتیاط برت رہی تھی۔

باسم جو اگلی گاڑی کی طرف آیا تھا۔ کہ انکی گن کو آگے جاتی ایک لڑکی کا نشانہ لیتے دیکھ کر اسکا دل نجانے کیوں مٹھی میں جکڑا جا چکا تھا۔

ہٹو سامنے سے۔۔!!! وقت ضائع کیے بنا اس نے گاڑی کے ٹائر پر فائر کر دیا۔اور ساتھ ہی چلا کر باسم نے اس لڑکی کو پیچھے ہٹنے کا کہا۔ کیونکہ گاڑی میں موجود شخص سامنے والی لڑکی پر فائر کر چکا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ لڑکی باسم کی آواز پر مڑ کر دیکھتی۔ جب اچانک اسکی ساتھی تیزی سے اس تک پہنچتے ہوئے اسے دور ہٹا گئی۔ جس کے باعث ان

دونوں کی بائیکس زمین رگڑتی چلی گئی تھیں۔ باسم نے دل تھامتے ہوئے اس منظر کو دیکھا تھا۔ کیونکہ بائیکس انکے کنڑول سے باہر جارہ تھیں۔ وہ اٹھ نہیں پارہی تھیں۔۔ بے ساختہ ان میں ایک لڑکی کا دل کسی خدشے کے تحت رکنے والا ہوا تھا۔ جب فارس ہمدانی اور فاتح مڑتے ہوئے انکی طرف آئے تھے۔ کیونکہ انکی بائیکس کو روکنا بہت ضروری تھا۔ ورنہ انکی جان کو خطرہ ہو سکتا تھا۔

فارس اور فاتح نے تیزی سے قریب آتے ہوئے جھک کر انہیں کھڑے ہونے میں مدد دی۔ باسم اور ایشام بھی تیزی سے آگے بڑھے تھے۔ جبکہ انکی تیسری ساتھی رکتے دل کے ساتھ اس منظر کو دیکھ رہی تھی۔

وہ چاروں انہیں کھڑا کرنے میں کامیاب ہوئے۔ تو فارس اور فاتح نے انکی طرف دیکھنا چاہا۔ پر وہ انکی طرف دیکھے بنا تیزی سے اپنی ساتھی کی طرف بڑھ گئی تھیں۔ وہ تینوں ایک نظر بھی ان پر ڈالے بنا مڑتے ہوئے جا چکی تھیں۔۔ وہ سب بے یقینی سے انکو جاتا دیکھنے لگے تھے۔۔ بائیکس روکتے ہوئے انہوں نے بے اختیار ہیلپٹ اتارا تھا۔۔

سب کی نظریں دور جاتی ان لڑکیوں پر ٹک گئی تھیں۔ جب کبیر خان اور شہرام بھی انکی طرف آتے دیکھائی دیئے تھے۔۔ وہ انکی جان بچانے کے بعد جیسے آئیں تھیں۔ ویسے ہی خاموشی سے جا چکی تھیں۔۔

سائیں آپ ٹھیک ہیں۔۔؟گاڑی سے اترتے ہی گلزار نے فکر مندی سے سوال کیا۔۔فارس کی کال پر وہ ابھی فارم ہاؤس پر پہنچا تھا۔

ہم ٹھیک ہیں گلزار۔۔!!فارس نے بے ساختہ اسے تسلی دی۔۔

سائیں آپ سب کو رات میں یوں اکیلا نہیں نکلنا چاہیے تھا۔۔!!گلزار بے اختیار پریشان ہوتے کہنے لگا تھا۔۔جب کبیر خان بھی باہر آتا دیکھائی دیا۔ اس ساری صورتحال کے بعد وہ سب فارم ہاؤس پر آچکے تھے۔۔

گلزار ہم بچے نہیں ہیں اور نہ ہی بزدل ہیں۔۔!!فارس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔۔

پھر بھی سائیں آپ کو احتیاط کی ضرورت ہے۔۔! بڑے خان لوگوں کو پتہ لگا تو ابھی طوفان کھڑا ہو جائے گا۔۔! گلزار جواب میں بول رہا تھا۔ جیسے وہ اپنے فارس سائیں کے جواب سے کچھ خاص متفق نہ ہوا ہو۔۔

کسی سے اس بات کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے گلزار۔۔!! بلکہ اپنے آدمیوں کو کہہ کر ان مرے ہوئے لوگوں کو ٹھکانے پر پہنچاؤ۔۔! اور جلد از جلد ان سب کے بارے میں ساری معلومات اکٹھی کرو۔۔! کبیر نے سنجیدہ انداز میں کہتے ہوئے اسے کسی کو کچھ بھی بتانے سے منع کیا تھا۔ اور ساتھ ہی وہ دوسرا حکم صادر کر چکا تھا۔

آپ بے فکر رہیں سائیں، میں سب دیکھ لوں گا۔۔! لیکن کل سے میں خود ہر جگہ آپ لوگوں کے ساتھ جاؤں گا۔۔! اور اب آپ دونوں مجھے منع نہیں کریں گئے۔۔!!

گلزار نے جواب میں ہمیشہ والی بات کہی تھی۔۔ جس پر وہ سرد سانس خارج کرتے ایک دوسرے کو دیکھ گئے تھے۔ اور ساتھ ہی گلزار کو بھی۔۔

بلیک گینگ کی بنائی گئی ٹیم بھی انکی طرح عجیب و غریب ہی تھی۔ کبیر اور فارس ہمیشہ کی طرح آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے۔۔ اپنی بات کہنے کے بعد گلزار وہاں سے جا چکا تھا۔۔

فاری وہ لڑکیاں کون تھیں۔۔؟ گلزار کے جاتے ہی کبیر نے بے ساختہ سوال کیا۔۔۔ جو کب سے اسکے دماغ میں اٹھ رہا تھا۔

میں بھی یہ ہی سوچ رہا ہوں خان۔۔!! فارس نے گہری سانس خارج کرتے ہوئے ایک نظر اندر کی جانب دیکھا تھا۔ جہاں سے آوازیں آرہی تھیں۔ لاؤنج میں انکے چھوٹے بھائی بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ سب سلطان احمد خان کے پورشن میں تھے۔۔

کیا وہ صرف ہماری جان بچانے آئیں تھیں؟ کبیر نے دنگ ہوتے دوسرا سوال کیا۔

شاید اور نہیں بھی۔۔! فلوقت میں کچھ بھی نہیں سمجھ پا رہا ہوں خان۔۔! لیکن شکر سب محفوظ ہیں۔۔! اس ٹاپک پر بعد میں بات کرتے ہیں۔۔! فارس نے جواب میں تھکی ہوئی سانس خارج کی تھی۔ وہ دونوں اللہ کا شکر گزار کر رہے تھے۔ جس نے کوئی بڑا نقصان ہونے سے انہیں بچا لیا تھا۔ اور

محفوظ رکھا تھا۔ لیکن اب اس بات کی تہہ تک پہنچنا بہت ضروری ہو چکا تھا۔ کہ آخر وہ کون لوگ تھے۔۔؟ایک بعد یہ دوسرا ان پر جان لیوا حملہ ہوا تھا۔ پہلے عیس ہمدانی اور اب وہ سب۔۔!!

فاتح تھکے ہوئے انداز میں اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہ سب ابھی واپس آئے تھے۔ رات کا ایک بج رہا تھا۔ اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے بے اختیار اسکی نظر سیلینہ کے کمرے کی طرف اٹھی۔ تو اسکے قدموں کو خود بخود بریک لگتا چلا گیا۔ اور ساتھ ہی صبح کے تمام مناظر اسکی آنکھوں کے سامنے گھوم گئے تھے۔ جب وہ اسے بھاؤ نہیں دے رہی تھی۔۔

پگھلی ہوئی چاکلیٹ کہیں کی۔۔! تمہیں تو میں آج اچھے سے سبق سیکھاتا ہوں۔۔! زیادہ ہی ہلکے میں لینے لگی ہو اب اپن کو۔۔۔! چبا کر بڑبڑاتے ہوئے وہ خراب ارادوں کے ساتھ سیلینہ کے کمرے کے دروازے کے قریب آیا تھا۔ فنگر پرنٹ لاک سے لاک کھولتے ہوئے وہ اگلے ہی پل دروازے کے اندر تھا۔

اندر داخل ہوتے ہی فاتح کو وہ بیڈ پر سوتی ہوئی نظر آئی۔ شرٹ کے اوپری دو بٹن کھولتے ہوئے وہ تیزی سے بیڈ کی جانب بڑھتے ہوئے سیلینہ کے نازک وجود پر سایہ فگن ہوتے اسکے گلابی ہونٹوں پر جھکتے ہوئے اچانک رک گیا۔ بلیکنٹ کے اندر وہ خود کو چھپائے سکون سے میٹھی نیند سو رہی تھی۔ یہ جانے بنا کہ اس وقت فاتح سلطان اسکی سانسوں سے بھی زیادہ

قریب ہے۔۔اس کے گلابی ہونٹ دیکھتے ہوئے وہ اگلے ہی پل بے تابی سے ان پر جھک چکا تھا۔

سیلینہ کے آنکھیں کھولتے ہی فاتح اچانک شدت پسند ہوتے اسکے لبوں کو اپنے ہونٹوں میں جکڑ چکا تھا۔اس سے پہلے سیلینہ حواس باختگہ ہو کر ہاتھ پاؤں چلانے لگتی۔جب فاتح نے تیزی سے اسکی کلائیوں کو اپنے ایک میں جکڑتے ہوئے اوپر پن کر دیا۔۔

سیلینہ کی چاکلیٹ براؤن آنکھیں آخری حد تک پھیلی تھیں۔وہ آنکھیں پھیلائے اندھیرے میں اسے دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔جب فاتح نے

اچانک اپنا زرا سا بوجھ اس پر منتقل کرتے ہوئے سیلینہ کی زبان کو ہونٹوں میں جکڑتے ہوئے تیزی سے اسکی شرٹ کے بٹن کھولنے شروع کر دیے۔

اسے اپنی شرٹ کے ساتھ الجھتے دیکھ کر سیلینہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی۔ جبکہ فاتح پاگل پن کی حد پار کرتے ہوئے اسکے ہونٹوں کو سک کرتے ہوئے سیلینہ کو مچلنے پر مجبور کر چکا تھا۔ اسکے بھاری بھر کم وجود کے بوجھ پر تضاد سانسوں پر بھی اسکی حکمرانی پر سیلینہ کا سانس رکنے والا ہو گیا تھا۔ وہ اسے ہر طرح سے قابو کر چکا تھا۔ پر اسکے باوجود وہ ہلنے سے باز نہیں آ رہی تھی۔ اسکے ہلنے کا مقصد شاید فاتح سلطان کو اپنی مزاحمت ظاہر کرنا تھا۔۔ لیکن دوسری طرف کوئی اثر نہیں تھا۔

سیلینہ کی شرٹ کے بٹن کھولتے ہی فاتح اچانک اسکے ہونٹوں کو رہائی بخشتے ہوئے دھڑکنوں کی طرف جھک گیا تھا۔

آہ۔۔!!اپنی دھڑکنوں پر اسکے شدت بھرے لمس کو محسوس کرتے ہوئے سیلینہ کے لبوں سے ہولے سے چیخ نکلی تھی۔

سسلط۔۔۔!!سیلینہ نے کانپتے ہونٹوں سے اسے پکارنا چاہا۔پر وہ ظالم بنتا اسکی دھڑکنوں پر جگہ جگہ ہونٹ تو کبھی دانت گاڑتے ہوئے سیلینہ کی جان لبوں پر لا چکا تھا۔۔شاید سب کے سامنے نظر انداز کرنے کی وہ اسے سزا دے رہا تھا۔جبکہ اچانک اسکا پرانا روپ دیکھتے ہوئے سیلینہ کا دل بے اختیار سہما تھا۔۔

نہیں پلیز۔۔!! فاتح کو اپنی شرٹ اتارتے دیکھ کر وہ ڈرتے ہوئے چیخ پاتی، جب فاتح نے اوپر اٹھتے ہوئے اچانک اسے سرد نگاہوں سے دیکھا تھا۔۔ سرخ کانپتے لبوں کے ساتھ وہ سہمتے ہوئے اسکی کیریبیئن بلو آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سانس لینا بھول گئی تھی۔۔

تمہیں تمہاری بہادری کا انعام دینا چاہ رہا ہوں مائے بے بی گرل۔۔!! اب کیوں اتنا خوف۔۔؟ برفیلے لہجے میں کہتے ہوئے فاتح سلطان کا سرسراتا ہاتھ بے اختیار سیلینہ کی دھڑکنوں پر موجود پردے کی طرف بڑھا تھا۔۔

پلیز سلطان نو۔۔!! سیلینہ نے آنکھیں میچتے ہوئے التجائیہ انداز میں اسے پکارا۔ لیکن تب تک فاتح سلطان اسکی دھڑکنوں پر موجود پردے کو ہٹاتے ہوئے اسے نظروں میں مکمل طور پر بسا چکا تھا۔ سائیڈ لیمپ وہ پہلے سے ہی

آن کر چکا تھا۔ فاتح کو اپنے بدن پر نظریں جمائے دیکھ کر سیلینہ نے کانوں کی لوح تک سرخ پڑتے ہوئے رخ موڑنا چاہا تھا۔ لیکن فاتح سلطان اسکی کوشش ناکام بناتے ہوئے تیزی سے اسکی دھڑکنوں پر جھک چکا تھا۔۔

فاتح سلطان کا شدت بھرا لمس سیلینہ کی برداشت سے باہر ہو رہا تھا۔ اپنے وجود کو اکڑاتے ہوئے وہ تڑپنا شروع ہو گئی تھی۔

پلیز سس۔۔۔!! مچلتے ہوئے سیلینہ نے بے اختیار اسکا نام ادھورا چھوڑ دیا۔ جب فاتح نے اوپر اٹھتے ہوئے تیزی سے اسکے ہونٹوں پر ہولے سے دانت گاڑ دیے تھے۔ جلن ہونے کے احساس پر سیلینہ زور سے آنکھیں میچے مٹھیاں بھینچ چکی تھی۔

فاتح پکارو مجھے۔۔!!اسے ہر بار سلطان پکارتے دیکھ کر فاتح نے بے اختیار سرد لہجے میں اسے ٹوکا۔جس پر سیلینہ کی چاکلیٹ براؤن آنکھوں میں تیزی سے آنسو چمکے تھے۔۔وہ اچھے سے جانتا تھا۔کہ وہ اسے "فاتح" نہیں پکار پاتی۔اس کے باوجود بھی وہ اسے حکم سنا چکا تھا۔۔

کس کی اجازت سے آفس جوائن کیا ہے۔۔؟سیلینہ کی گردن پر شدت سے دانت گاڑتے ہوئے فاتح نے اچانک غرانے والے انداز میں سوال کیا تھا۔جس پر وہ کانپتے ہوئے ہونٹوں کو بھینچنے لگی تھی۔

"Papà aveva detto..."

(ڈیڈ نے کہا تھا۔۔) گردن پر اٹھتی جلن کو بامشکل برداشت کرتے ہوئے سیلینہ نے آہستہ آواز میں اسے جواب دیا۔۔

”?Chi è tuo marito“

(تمہارا شوہر کون ہے۔۔؟)اسکے جواب پر فاتح نے ایک بار پھر اسکی دھڑکنوں پر جھکتے ہوئے اگلا سوال کیا۔فاتح کے ہونٹ سیلینہ کے سینے کو نم کرتے جا رہے تھے۔فاتح نے مدہوش ہوتے اچانک اسکی دھڑکنوں کو ہولے سے سک کیا تو سیلینہ کا وجود جل اٹھا تھا۔۔

!۔۔Lei

آپ۔۔!سیلینہ نے کانپتے ہونٹوں سے بے قرار ہوتے جواب دیا تھا۔اسکے بدن کو کانپتے ہوئے دیکھ کر فاتح کو بے اختیار اس سے ہمدردی ہوئی تھی۔ خود پر قابو پا کر وہ اچانک اوپر اٹھتے ہوئے اسکے ہونٹوں پر پھر قید کر گیا تھا۔ اسکی مونچھوں کی چھبن پر سیلینہ کے دل میں بے اختیار گدگدی سی ہونے

لگی تھی۔ ہمت کرتے ہوئے اس نے فاتح سلطان کے گلے کے گرد بانہوں کا ہار پہنایا تو فاتح اسکا چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے تیزی سے اسکے ہونٹوں کو سک کرتے ہوئے اسکی کمر میں بازو حائل کرتے ہوئے اسکے نازک وجود کو خود میں زور سے بھینچتا چلا گیا تھا۔۔۔

سیلینہ کے وجود میں گم ہو کر وہ شام والا واقعہ سرے سے ہی بھول چکا تھا۔ بے تابی بھرے انداز میں سیلینہ کے لبوں سے الجھتے ہوئے فاتح نے کروٹ بدلتے ہوئے بے اختیار اسکے نازک وجود کو اپنے اوپر لٹا لیا۔ کیونکہ وہ نازک جاں جب سے اسکا بوجھ اٹھائے ہوئے تھی۔

فاتح کا لمس شدت پکڑنے لگا۔ تو سی

فاتح کا لمس شدت پکڑنے لگا۔ تو سیلینہ کا سانس رکنے والا ہو گیا۔ جس کے باعث وہ سانس رکنے پر تڑپتے ہوئے فاتح کے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے اسے ہوش دلانے کی کوشش کرنے لگی تھی۔ اسے مزاحمت کرتے دیکھ کر فاتح نے آخری بار اسکے نچلے ہونٹ پر دانت گاڑتے ہوئے اسکے لبوں کو رہائی بخشتے ہوئے تکیے پر سر گرا دیا تھا۔ جبکہ سیلینہ اسکے سینے پر سر گراتے ہوئے اپنا پھولا ہوا سانس بحال کرنے لگی تھی۔ دونوں کا سانس آخری حد تک پھول چکا تھا۔ فاتح کو بھاری سانس لیتے دیکھ کر سیلینہ نے بے اختیار چہرہ اٹھا کر خفگی سے اسے دیکھنے کی کوشش کی۔ اور ساتھ ہی اپنی شرٹ پکڑنے کے لئے ہاتھ بڑھایا ہی تھا۔ کہ اسی وقت فاتح نے اسے تیز نظروں سے دیکھتے ہوئے شرٹ سیلینہ کی پہنچ سے دور کر دی تھی۔

مم۔۔مجھے شرٹ پہنی ہے۔۔!!اسے شرٹ دور کرتے دیکھ کر سیلینہ نے ہونٹ لٹکاتے ہوئے احتجاج کرنا چاہا۔

مجھے اوڑھا ہوا ہے کافی نہیں کیا۔۔۔؟سیلینہ کے نم ہونٹوں پر نظریں ٹکائے وہ بولا تھا۔اسکے الفاظ سیلینہ کے سر کے اوپر سے گزرے تھے۔وہ ناسمجھی سے اسے دیکھنا شروع ہو گئی تھی۔۔

La tua fragile vita mi ha costretto ad “

avere pietà e a lasciarti andare.

Altrimenti oggi ti avrei spiegato per

bene cosa significa davvero la parola ‘marito’ in Pakistan.”

(تمہاری نازک جان پر رحم کھاتے ہوئے تمہیں چھوڑنے پر مجبور ہوا ہوں۔ورنہ آج تمہیں اچھے سے بتاتا کہ پاکستان میں "شوہر" کس بلا کا نام ہوتا ہے۔۔)اسے اپنے الفاظ سے الجھتے دیکھ کر فاتح بے اختیار اسکے بال کان کے پیچھے کرتے ہوئے طنزیہ انداز میں کہنے لگا۔سیلینہ نے ایک دم سے اسے حیرانی سے اب کی بار دیکھا تھا۔۔

“Cosa significa…?”

کیا مطلب۔۔۔؟اپنی بڑی بڑی چاکلیٹ براؤن آنکھیں پھیلائے وہ حیرت سے پوچھ گئی تھی۔

اسے آنکھیں پھیلاتے دیکھ کر فاتح سلطان نے بے اختیار زیر لب اسے "براؤنی" کا لقب دیا۔ اپنی چاکلیٹ براؤن آنکھوں اور بالوں کی وجہ سے وہ آئے دن فاتح سلطان سے ایک سے ایک بھر کر نام وصول کرتی تھی۔

Il significato è questo, mia cara baby “ girl: che un marito non viene ignorato in nessun caso. Altrimenti noi mariti pakistani ci offendiamo. E come conseguenza, sul letto siamo costretti a usare una violenza romantica sulla moglie, affinché non prenda il marito

alla leggera. E tu poi sei anche una ‘bevanda occidentale’... non riuscirai a sopportarlo troppo. Per questo, evita di prendere grossi rischi e di provocarmi”.

اسکا مطلب یہ ہے میری پیاری بے بی گرل۔۔! کہ شوہر کو کسی صورت بھی نظر انداز نہیں کیا جاتا۔ ورنہ ہم پاکستانی شوہر برا مان جاتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں بیڈ پر ہمیں اپنی بیوی پر رومینٹک وائلنس کرنا پڑتا ہے۔ تاکہ بیوی اپنے شوہر کو ہلکے میں نہ لے۔۔!! اور تم تو ہو بھی ولایتی شراب۔۔!! زیادہ سہن نہیں کر پاؤں گی۔۔ اس لئے میرے ساتھ بڑے بڑے پنگے لینے سے باز آیا کرو۔۔) فاتح نے اب کی بار مکمل تفصیل سمجھائی

تھی۔ جس کو سن کر سیلینہ کی آنکھیں مزید پھیل چکی تھیں۔۔ وہ صدمے بھرے انداز میں اسے تک رہی تھی۔ جو بڑے ہی سکون بھرے انداز میں اسکے ہوش اڑا رہا تھا۔۔

پیپ۔۔ پر میں نے کب کیا ایسا۔۔؟ بہت کوشش کے بعد سیلینہ بولنے میں کامیاب ہو پائی تھی۔

اچھا۔۔؟؟ سیلینہ کو مکرتے دیکھ کر فاتح نے طنزیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے "اچھا" کو لمبا کھینچا تھا۔ شاید وہ کہنا چاہ رہا تھا۔ کہ اگر بھول گئی ہو تو صبح کا یاد کروا دیتا ہوں۔۔

میرا مطلب ہے۔۔! کہ آپ خود تو مجھے اکیلا چھوڑ کر غائب رہتے ہیں۔۔!! تو اور میں کیا کرتی۔۔؟ اکیلی سارا دن بور ہوتی رہتی تھی۔ تو ڈیڈ

نے اسی وجہ سے مجھے آفس جوائن کرنے کا پوچھا تو میں نے ہاں کہہ دیا۔۔!! فاتح سلطان کی گہری نیلی آنکھوں سے نظریں چراتے ہوئے سیلینہ صبح کے بارے میں وضاحت کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔اور ساتھ ہی وہ اسکی مصروفیت کا شکوہ بھی کر چکی تھی۔

ڈیڈ بولیں گئے کہ تمہارا شوہر دو نمبر ہے تو کیا مان لو گی۔۔؟ ساری بات میں سے فاتح کو یہ سن کر بے ساختہ غصہ آیا تھا۔کہ صرف ایک بار سسر کے کہنے پر وہ نہ صرف آفس جوائن کر چکی تھی۔بلکہ اسکے بعد شوہر کو نظر انداز کرتے کسی کھاتے میں ہی نہیں رکھا تھا۔۔

ہاں۔۔!! فاتح کی بات کے جواب میں سیلینہ جو فلو میں تیزی سے سر ہلاتے ہوئے "ہاں" کہہ بیٹھی تھی۔کہ فاتح سلطان کی سرد نگاہوں نے

اسے فوراً ہوش دلایا۔ جس پر وہ اگلے ہی پل سٹپٹاتے ہوئے زبان دانتوں میں دبا چکی تھی۔ جبکہ اپنی بیوی کا ہاں سن کر فاتح سلطان کو دل میں صدمے کا دودہ پڑا تھا۔

نہیں میرا مطلب تھا کہ "نہیں"۔!! سیلینہ نے بڑی سی مسکراہٹ پیش کرتے ہوئے اپنا اصل جواب بتانا چاہا تھا۔ کہ تبھی فاتح نے اسکے بالوں کو مٹھی میں ہولے سے جکڑتے ہوئے سیلینہ کا چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے تیزی سے اسکی گردن پر دانت گاڑ دیے۔ اس اچانک کاروائی پر سیلینہ نے ڈر کے مارے سفید پڑتے ہوئے چیخ ماری تھی۔ فاتح سلطان کے دانتوں کی شدت پر اسکی جان ہوا ہونے لگی تھی۔۔

فا۔۔تح۔۔!!میں "نہیں" کہہ رہی تھی۔۔!!اسکے ظلم پر سیلینہ نے سسکتے ہوئے پھر اپنا جواب بتانا چاہا تھا۔ جس کا مقابل پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ بلکہ وہ مزید شدت سے اسکی سکن کو دانتوں میں دبا چکا تھا۔ سیلینہ درد سے بے حال ہوتے اچانک اسکے اوپر سے اٹھتے بیڈ کے دوسری کنارے کی طرف بھاگی تھی۔

ایک سکینڈ سے پہلے واپس آؤ ورنہ قسم سے آج تمہیں بھون کر کھا جاؤں گا۔۔!اور تمہارے سسرال والے تمہیں ڈھونڈتے ہی رہ جائیں گئے۔۔!!اسکے بھاگنے پر فاتح نے بدمزہ ہوتے فوراسے پہلے اسے دھمکی لگائی تھی۔ جبکہ وہ اپنی گردن کو مسلتے ہوئے روہانسی نظروں سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

پہلے کون سا نہیں کھا رہے ہیں۔۔! میں نہیں آؤں گی۔۔!! تکیہ اٹھا کر اپنے سینے پر رکھتے ہوئے سیلینہ نے منہ بناتے ہوئے انکار کیا تھا۔

تمہاری تو۔۔! کتنی زبان چلانا آ گئی ہے تمہیں۔۔!! بیڈ کے دوسری کنارے پر بیٹھی وہ فاتح سلطان کو ایسے انکار کر رہی تھی۔ جیسے وہ اسے یہاں سے پکڑ نہیں سکتا تھا۔ فاتح نے زرا سا اٹھتے ہوئے اسکی کلائی پکڑتے ہوئے ایک جھٹکے میں تیزی سے سیلینہ کو دوبارا اپنے سینے پر گرا لیا تھا۔ جس پر وہ بھونچکا کر اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔

شرٹ نہ پہنے کی صورت میں وہ یہاں سے اٹھ کر بھاگ بھی نہیں سکتی تھی۔

اب بول کر دیکھاؤ نازرا اس چونچ سے۔۔!! اپنے سینے پر گراتے ہی فاتح نے سب سے پہلے اسکے ہونٹوں کو انگلیوں میں پکڑتے ہوئے تیز نظروں سے اسے گھورتے ہوئے دبایا تھا۔ جس پر سیلینہ اسے ناراضگی سے دیکھنا شروع ہو گئی تھی۔۔

بس انہی نظروں سے پھانس لیا کرو مجھے ہمیشہ۔۔!! سیلینہ کی معصوم نظروں پر پگھلتے ہوئے بدمزہ ہوتے فاتح نے اسکے ہونٹوں کو انگلیوں سے آزاد کیا۔ تو وہ خوش ہوتے فورا اسکے گلے لگ گئی۔ جس پر فاتح کو اب کی بار حیرت بھرا جھٹکا لگا تھا۔

مجھے نیند آرہی ہے ایسے ہی سو جاؤں کیا۔۔!؟ فاتح کی گردن میں چہرہ چھپاتے ہوئے آنکھیں بند کرتے ہوئے وہ اچانک فرمائشی لہجے میں بولی۔ تو

اسکی نوٹکی پر فاتح کو تیزی سے ہنسی آئی۔ صرف اپنی جان بخشی کے لیے وہ ایسے لاڈ کرنا شروع ہوئی تھی۔ فاتح سلطان کو اچھے سے معلوم تھا۔ کہ سیلینہ کو یہ ساری پٹیاں پڑھانے والے اور کوئی بھی نہیں بلکہ اسکا جانی دشمن "محمد سبحان" ہے۔۔ جس کی سیلینہ کو بہادر بنانے کی پوری کوشش تھی۔

سو جاؤ صبح دیکھوں گا، تمہیں میں اچھے سے۔۔!! احسان کرنے والے انداز میں کہتے ہوئے فاتح نے اسے اجازت دی۔ تو سیلینہ اگلے ہی پل اس پر پھیل کر لیٹتے ہوئے آنکھیں بند کر گئی۔ اس کے ہگ کرنے پر فاتح نے بھی مُسکراتے ہوئے اسکے سینے میں بھینچ لیا تھا۔ جبکہ تھکن کے احساس پر اب

اسکی آنکھیں بند ہونے لگی تھیں۔۔ سیلینہ کو یوں ہی اپنے اوپر لٹاتے ہوئے وہ سونے کے لئے آنکھیں بند کر چکا تھا۔

باسم کمرے میں داخل ہوا تو آئرہ کاظمی اسے کہیں بھی نظر نہیں آئی تھیں۔ لیکن مہر ماہ ضرور انکے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی نظر آرہی تھی۔۔

مام کی چیزوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے والی عادت تمہاری گئی نہیں نا ابھی تک۔۔۔!! مہر ماہ کو ائرہ کاظمی کے میک آپ کے ساتھ مصروف دیکھ کر وہ بے ساختہ اندر داخل ہوتے ہوئے بولا تھا۔اس کی آواز پر مہر ماہ نے چونکتے ہوئے مڑ کر بڑے بھائی کی دیکھا۔ جس کی آمد بالکل غیر متوقع تھی۔ وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے ماں کے کمرے میں آئی تھی۔ تو ائرہ کاظمی ڈریسنگ

روم میں تھیں۔انکے آنے تک وہ یوں ہی انکی چیزیں دیکھنا شروع ہو چکی تھی۔جو کہ اسکے بچپن کی عادت تھی۔۔

مام کی چیزوں کو بچانے والی عادت آپکی بھی نہیں گئی بھیا۔۔!!مہر ماہ نے بے ساختہ ہنسی دبا کر بڑے بھائی کو بھی یاد کروانا چاہا۔جس پر وہ ہنس کر کندھے آچکا گیا۔

بچپن میں جب بھی مہر ماہ اپنی ماں کی ڈریسنگ ٹیبل کا حشر کر رہی ہوتی تھی۔ تبھی خوش قسمتی سے باسم وقت پر پہنچ کر اپنی مام کی میک آپ والی چیزوں کو برباد ہونے سے بچا لیا کرتا تھا۔اور آج بھی وہ اتفاقاً اسی وقت آیا تھا۔تب تو مہر ماہ کو سمجھ نہیں تھی۔اس لئے بڑے بھائی کا لحاظ کیے بنا وہ اسے کے

ساتھ لڑنا شروع ہو جاتی تھی۔ لیکن اب اپنی بچپن کی لڑاکا طبیعت کو یاد کرتے ہوئے وہ ہنس دیتی تھی۔۔

مجھے پتہ چل گیا تھا۔۔اس لئے وقت سے پہلے آ گیا ہوں۔۔! کیونکہ بعد میں چیزیں خراب کر کے تم مانتی نہیں ہو۔۔! مہر ماہ کے سر پر ہولے سے تھپڑ مارتے ہوئے وہ بول گیا۔ جبکہ اسکے الزام پر وہ خفگی سے بڑے بھائی کو دیکھ گئی۔

مام۔۔!! مہر ماہ کو اسکے کام میں مصروف چھوڑ کر وہ ماں کو پکارتے ہوئے صوفے کی طرف بڑھ گیا۔

مام ڈریسنگ روم میں ہیں۔۔! لپ اسٹک کا شیڈ چیک کرتے ہوئے مہر ماہ بتاتے ہوئے بولی تھی۔جب ائرہ کاظمی خود بھی جواب میں بول پڑی تھیں۔۔

آرہی ہوں باسم۔۔! ڈریسنگ روم سے ائرہ کاظمی کی آواز سنائی دی تھی۔۔

ویسے بھیا آج آپ جلدی کیسے آگئے ہیں۔۔؟ اپنے کام میں مصروف مہر ماہ نے بے اختیار پوچھا تھا۔

سر میں درد تھا بس اس لئے۔۔! موبائل سائیڈ پر رکھتے ہوئے باسم نے جواب دیتے ہوئے پھر اسکی طرف دیکھا۔جو ہر چیز کھول، کھول کر اپنے بازو پر لگاتے ہوئے چیک کر رہی تھی۔

کیوں مام کی چیزوں کو خراب کر رہی ہو۔۔!! باسم نے بے اختیار فکر مندی اسے باز کرنا چاہا۔ کیونکہ مہر ماہ کافی مگن انداز میں ائرہ کاظمی کے میک آپ کی چیزوں کو چیک کر رہی تھی۔۔

یہ بس میری چیزیں برباد کرنے کے لئے ہی تو اس دنیا میں آئی ہوئی ہے۔۔!! باسم کی بات کا جواب دیتے ہوئے ائرہ کاظمی بھی اسی وقت باہر نکلی تھیں۔ جس پر مہر ماہ بے اختیار چہرہ اٹھاتے ہوئے ان ماں، بیٹے کو دیکھ گئی۔۔

خراب کب کر رہی ہوں۔۔! میں تو بس لگا کر چیک کر رہی ہوں۔۔! مہر ماہ نے نیلی آنکھوں میں خفگی سجاتے ہوئے ان ماں، بیٹے کی ٹیم کو دیکھا۔

ایک ہی بات ہے۔۔!! اسکی وضاحت پر باسم دوبدو جواب میں بول گیا۔

ڈیڈ صحیح ہی کہتے ہیں۔ کہ آپ دونوں بس ایک دوسرے کے ہی سگے ہیں۔۔!! چیزوں کو بند کرتے ہوئے مہر ماہ نے لے ساختہ سنان مصطفیٰ کی گئی بات دہرائی۔

اور تم جو اپنے ڈیڈ کی بس سگی ہو۔۔!! یہ نہیں بتاتے تمہارے ڈیڈ شریف تمہیں۔۔!! ائرہ کاظمی طنز کرتے ہوئے باسم کی جانب بڑھ گئیں۔ جو انکے بیٹھتے ہی انکی گود میں سر رکھ کر لیٹ چکا تھا۔ ماں کے طنز پر باسم بے اختیار ہنسا تھا۔۔

ہاں وہ تو میں ہوں۔۔! آئی جسٹ لو مائے ڈیڈ۔۔!! مہر ماہ نے برا منائے بغیر ماں کے طنز میں مغرور انداز میں حامی بھری۔ جب اچانک باسم کی نظر اسکی کلائی کی طرف چلی گئی۔۔

ادھر آؤذرا۔۔!! باسم نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے اچانک مہر ماہ کو اپنگ پاس بلایا۔

کیا ہوا۔۔!! مہر ماہ چونکتے ہوئے اسکی طرف آئی تھی۔۔

یہ تمہاری کلائی پر چوٹ کیسے لگی۔۔؟؟ مہر ماہ کو پاس بٹھاتے ہوئے باسم نے تیزی سے اسکی کلائی پکڑتے ہوئے سیدھا کرتے دیکھی تھی۔ جہاں چوٹ لگنے کی وجہ سے خون جما ہوا تھا۔ بیٹی کی کلائی پر چوٹ دیکھتے ہوئے ائرہ کاظمی بھی ایک دم سے پریشان ہو گئی تھیں۔

یی۔۔ یہ کچھ نہیں بھیا بس چوڑیاں پہنتے ہوئے لگ گئی۔۔!! مہر ماہ نے سنبھلتے ہوئے فوراً جواب دیا۔ باسم جو غور سے اسکی چوٹ کا معائنہ کر رہا

تھا۔ کہ بے اختیار چھوٹی بہن کا جواب سنتے ہوئے حیرت سے سر اٹھا کر اسکی طرف دیکھنے لگا۔۔

چوڑیاں پہنتے ہوئے اتنی بڑی چوٹ نہیں لگتی مہرو۔۔!! باسم نے سنجیدہ لہجے میں کہتے بغور اسکی طرف دیکھا۔ جس پر مہر ماہ نے گڑبڑا کر ادھر ادھر دیکھنے کی کوشش کی۔ وہ جواب میں اب چپ رہی تھی۔

تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں اپنی چوٹ کا۔۔؟ کب سے ایسے ہی گھوم رہی ہو۔!! ائرہ کاظمی بھی پریشان ہوتے اسکی کلائی پکڑ گئی تھیں۔ جبکہ انکا دل بے اختیار تڑپ اٹھا تھا۔ کیونکہ مہر ماہ کی چوٹ کافی گہری تھی۔۔

ڈونٹ وری مام۔۔! مجھے فرسٹ ایڈ باکس لا کر دیں۔۔!! ماں کا سر چومتے ہوئے باسم نے بے ساختہ انکو تسلی دی۔ جبکہ اس دوران مہر ماہ خاموش بیٹھی رہی تھی۔ائرہ کاظمی

فورا اٹھ کر فرسٹ ایڈ باکس لے آئیں تھیں۔۔

کب لگی تھی چوٹ۔۔؟ باسم نے باکس کھولتے ہوئے اگلا سوال کیا تھا۔

صبح لگی تھی بھیا۔۔! مہر ماہ نے آہستہ آواز میں جواب دیتے ہوئے بڑے بھائی کی طرف دیکھا۔ جو اچانک بے حد سنجیدہ ہو چکا تھا۔

مجھے بتایا کیوں نہیں پھر۔۔؟ بینڈ تیج بھی نہیں کروائی کسی سے۔!! باسم نے مزید سوال کرتے ہوئے ایک نظر اپنی چھوٹی بہن کی طرف کر جاننا چاہا تھا۔ جو آنکھیں جھکائے بس منہ بنا رہی تھی۔۔

بس یاد نہیں رہا بھیا۔۔! مہر ماہ نے آہستہ آواز میں بولتے ہوئے مزید ایک بے تکا جواب دیا۔

کیا مطلب یاد نہیں رہا۔۔! اپنی چوٹ دیکھ رہی ہو۔۔! اگر زخم خراب ہو جاتا تو پھر۔۔؟؟ ائرہ کاظمی کو اچانک اسکی لاپرواہی پر غصہ آنے لگا تھا۔ کیونکہ وہ ایک بعد ایک بے تکے جواب دے رہی تھی۔۔

ریلیکس مام۔۔!! باسم نے بے ساختہ انہیں آنکھوں سے شانت رہنے کا کہا۔ کیونکہ ماں کا اونچا لہجہ سنتے ہوئے مہر ماہ کی آنکھوں میں اب کی بار آنسو چمک اٹھے تھے۔

مجھے نہیں کروانی کوئی پٹی وٹی۔۔!! جا رہی ہوں میں ڈیڈ کے پاس۔۔! کب سے بس مجھے ڈانٹے ہی جا رہے ہیں آپ دونوں۔۔!! باسم ابھی اسکا زخم

صاف کر رہا تھا۔ کہ مہر ماہ نم لہجے میں بولتے ہوئے کلائی چھڑوا کر غصے سے کمرے سے نکل گئی۔ جس پر ائرہ کاظمی اسے حیرت سے جاتا دیکھتی رہ گئی تھی۔ جبکہ باسم فوراً تڑپتے ہوئے چھوٹی بہن کے پیچھے نکلا تھا۔ ان دونوں کے نکلتے ہی ائرہ کاظمی بھی پیچھے ہوئیں تھیں۔۔

سنان مصطفیٰ سب کے ساتھ بیٹھے باتوں میں مصروف تھے۔ جب اچانک مہر ماہ نے روتے ہوئے انہیں پکارا تھا۔۔

ڈیڈ۔!! مہر ماہ کی نم آواز پر وہ فوراً الرٹ ہوتے مڑ کر دیکھنے لگے۔۔ انکے اپنی طرف دیکھنے پر وہ فوراً بھاگ کر نیچے اترتے ہوئے آئی تھی۔ اور تیزی سے آ کر انکے گلے لگ گئی۔۔

کیاہوامیرا بچہ۔۔!!اسے روتے دیکھ کرسنان مصطفیٰ کے ہاتھ پیر پھول گئے۔جبکہ باقی بھی فکرمندی سے اسے دیکھنے لگے تھے۔۔

مام ڈانٹ رہی ہیں۔!!مہرماہ نے انکے سینے میں چہرہ چھپاتے ہوئے بچوں کے سے انداز میں شکایت لگائی تھی۔جب باسم بھی اسے پکارتے ہوئے تیزی سے اسکی طرف آیا تھا۔

مہرومیرا بچہ۔۔!!باسم نے لاڈ سے پکارتے ہوئے اسے باپ سے الگ کرتے ہوئے تیزی سے اپنے ساتھ لگالیا تھا۔وہ جتنی مرضی بڑی ہو جاتیں، پر باپ اور بھائیوں کے لیے وہ آج بھی پہلے جیسی تھیں۔وہ دنیا کا مقابلہ کرنے کی ہمت رکھتی تھیں۔۔پر اپنوں کی ڈانٹ تو دور انکا زرا سا بھی سخت لہجہ نہیں سہہ سکتی تھیں۔۔

آپ بھی ڈانٹ رہے تھے۔۔!! مہر ماہ نے بڑے بھائی کے سینے سے لگتے ہوئے لگے ہاتھ شکایت نامے میں اسکا نام بھی شامل کیا۔ جس پر باسم ہنس پڑا تھا۔۔

میں کب ڈانٹ رہا تھا میرا بچہ۔۔!! مجھے فکر ہو رہی تھی نا اس لئے بس جاننا چاہ رہا تھا۔۔! اسکے الزام پر باسم نے ہنس کر کہتے ہوئے اسکی کلائی تھامی۔ جس پر چوٹ لگی ہوئی تھی۔۔

بدلے میں مہر ماہ نے بس سوں سوں کرتے اپنا چہرہ چھپا لیا تھا۔ کہ تبھی فاتح اور شہرام بھی واپس آتے لاؤنج میں داخل ہوئے تھے۔۔ باسم کے سینے سے لگی مہر ماہ کو دیکھ کر شہرام ٹھٹک کر دیکھنے لگا تھا۔۔

دیکھو کتنی زیادہ چوٹ لگوالی ہے۔۔!! باسم نے لاڈ کرتے ہوئے ابھی الفاظ ادا کیے ہی تھے۔جب سنان مصطفیٰ اور شہرام اسی وقت الرٹ ہوتے انہیں دیکھنے لگے۔ائرہ کاظمی بھی نیچے آتی سب کے ساتھ بیٹھ چکی تھیں۔

کسے چوٹ لگی ہے۔۔!! شہرام سوال کرتے ہوئے تیزی سے انکے قریب آیا۔۔

مہرو کو لگی ہے۔۔!! باسم نے جواب دیتے ہوئے شہرام کے سامنے اسکی کلائی کی۔جب وہ حیرت سے مہرماہ کو تکتا چلا گیا تھا۔جبکہ سنان مصطفیٰ بھی پریشانی سے اپنی لاڈلی کو دیکھنے لگے تھے۔۔

کیسے لگی ہے یہ چوٹ۔۔؟ شہرام بے چینی سے پوچھتے ہوئے گھٹنوں کے بل مہرماہ کے سامنے بیٹھ کر اسکی چوٹ دیکھنے لگا تھا۔ جبکہ وہ سرے سے باقیوں کو نظرانداز کر چکا تھا۔۔

یہ ہی تو نہیں بتا رہی۔۔! باسم نے کہتے ہوئے پیار سے مہرماہ کے سر پر ہونٹ رکھے۔۔

ماہی جاؤ بچے فرسٹ ایڈ باکس لے کر آؤ۔۔!! شہرام نے مڑتے ہوئے ماہ پارہ سے کہا۔ جو فوراً سر ہلاتے ہوئے فرسٹ ایڈ باکس لینے چلی گئی تھی۔

میرا بچہ کیسے لگوالی اتنی چوٹ۔۔؟؟ اور مجھے بتایا کیوں نہیں۔۔!! سنان مصطفیٰ پریشان ہوتے اپنی لاڈلی کی کلائی دیکھ رہے تھے۔ جواب شہرام نے تھام رکھی تھی۔۔

یہ ہی سوال روم میں مام کر رہی تھیں تو ناراض ہو کر نیچے آپ کے پاس آگئی ہے۔۔!! باسم نے ہنس کر کہتے ہوئے مہر ماہ کی تھوڑی دیر پہلے والی شکایت کا پس منظر بتایا تھا۔۔

مام غصہ کر رہی تھیں۔۔! مہر ماہ جواب تک بالکل خاموش تھی۔۔ کہ بڑے بھائی کے الفاظ پر فوراً چہرہ باہر نکالتے ہوئے بولی تھی۔ زرا سا رونے پر اسکی نیلی آنکھیں اور چہرہ سرخ ہو چکا تھا۔ جبکہ اسے وہی الفاظ دہراتے دیکھ کر سب ہنسی دبا گئے۔۔

ہاں مائیں تو جیسے ان سب کی دشمن ہیں نا۔۔!! اسکے الزام پر ائرہ کاظمی جلے کٹے لہجے میں بڑبڑا اٹھی تھیں۔

ساسوماں یہ بہت غلط بات ہے۔۔! ایک تو میری بیوی کو چوٹ لگی ہے۔اوپر سے آپ اس پر غصہ کر رہی ہیں۔۔!! شہرام نے بے اختیار مڑتے ہوئے اپنی بیوی کی حمایت کرتے ہوئے ائرہ کاظمی سے کہا۔ جس پر ائرہ کاظمی حیرانی سے اسے دیکھنا شروع ہو گئیں۔ جبکہ شہرام کے آنکھ ونک کرنے پر وہ بے اختیار نفی میں سر ہلا گئی تھیں۔۔

دوسری طرف شہرام کے حمایت کرنے پر اب مہر ماہ اترا کر ماں کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ شہرام ابھی تک اسکے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوا تھا۔ماہ پارہ فرسٹ ایڈ باکس لے کر آئی۔ تو باسم باکس کھولتے ہوئے ایک بار پھر اسکا زخم صاف کرنا شروع ہو گیا۔ جبکہ مہر ماہ کی کلائی اب شہرام کے ہاتھوں میں تھی۔ جو اسے دھیان سے بینڈ یج کرنے کا کہہ رہا تھا۔۔

رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ جب باسم کاظمی، محبت ولا میں داخل ہوا تھا۔ وہ ابھی لاؤنج میں داخل ہوا ہی تھا۔ کہ نعمان خان اچانک پتہ نہیں کہاں سے نکل کر اسکے سامنے آ کھڑے ہوئے تھے۔ باسم کو دیکھتے ہی نعمان خان کی سسر والی حس تیزی سے پھڑپڑانے لگتی تھی۔۔

میرے گھر میں سب بالکل صحت منداور سلامت ہیں۔۔!! نعمان خان نے باسم کو تیز نظروں سے دیکھتے ہوئے بات کا آغاز کیا۔ چونکہ وہ ڈاکٹر تھا۔ اس لئے نعمان خان کی بتائی گئی دو وجوہات پر ہی باسم کاظمی انکے ولا میں آ سکتا تھا۔ ورنہ اسکا آنا انکے مطابق ناجائزہ تھا۔۔ وہ گاڑی کی آواز سن کر ہی باہر نکلے تھے۔ اور اب باسم کو دیکھتے ہی منہ بگاڑ چکے تھے۔

ہر مریض شروع، شروع میں ایسے ہی کہتا ہے۔۔! آبرو آچکا کر پر سکون لہجے سے جواب بولتے ہوئے باسم آگے بڑھ کر صوفے پر بیٹھ گیا۔ وہ اس وقت خاص کر اپنی منکوحہ کو ملنے آیا تھا۔۔ جس کو کئی دنوں سے وہ مصروفیت کے باعث دیکھ نہیں پایا تھا۔

شٹ آپ۔۔!! اس وقت کیوں آئے ہو۔۔؟ نعمان خان اب کی بار تڑاخ کر سیدھے انداز میں پوچھ گئے۔

اپنی بیوی کو دیکھنے آیا ہوں۔۔! ویسے میری ساسوماں کدھر ہیں؟ کہیں نظر نہیں آرہی وہ۔۔؟ باسم نے سیدھا جواب دیتے ہوئے ساتھ ہی علینہ خانم کے بارے میں استفسار کرنا چاہا۔ جبکہ اسکا جواب سن کر نعمان خان کا چہرہ سرخ ہو چکا تھا۔ انہیں اپنا یہ ایمر جنسی کا بنا داماد ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا۔

میری بیٹی سو چکی ہے۔۔! اور کوئی ضرورت نہیں میری بیٹی کو دیکھنے کی۔۔!! نعمان خان غصے سے بول ہی رہے تھے۔ جب باسم مزید وقت ضائع کیے بنا اٹھ کھڑا ہوا۔۔

کوئی بات نہیں پیارے سسر جی۔۔! میں آپکی سوئی ہوئی بیٹی کو ہی دیکھ لوں گا۔ پلیز اب ولن بنتے ہمیں ڈسٹرب مت کیجیے گا۔۔!! باسم شرارت سے کہتے ہوئے آخر پر جان بوجھ کر زو معنی انداز میں مسکرایا تھا۔ جس پر نعمان خان کے تن بدن میں آگ لگ چکی تھی۔۔

میں تمہارا سر قلم کر دوں گا بے شرم انسان۔۔! باسم کو تیزی سے سیڑھیاں چڑھتے دیکھ کر وہ غصے سے غراتے چلے گئے۔ جبکہ باسم جان بوجھ

کر مسکراتے ہوئے محبت کے کمرے کی طرف بڑھ چکا تھا۔اور وہ ہاتھ ملتے رہ گئے تھے۔

باسم محبت کے کمرے میں داخل ہوا تو بیڈ پر صرف روبی میڈم براجمان نظر آئی تھیں۔ باتھروم سے پانی گرنے کی آواز آرہی تھی۔ شاید محبت اس وقت شاور لے رہی تھی۔

روبی کو تیکھی نظر سے دیکھتے ہوئے باسم مڑ کر دروازے کو بند کرتے ہوئے بیڈ کی جانب بڑھا۔۔ جہاں محبت کی کالی بلی انتہائی پر سکون انداز میں آنکھیں بند کیے شاید سو رہی تھی۔۔

واہ۔۔!! مجھ سے اچھی قسمت تو اس بلی کی ہے۔۔!! بیڈ کے قریب کھڑے ہو کر باسم نے بے اختیار روبی کی قسمت پر رشک کیا۔ جو محبت کے بیڈ پر راج کرتی نظر آ رہی تھی۔

چچ چچ۔۔!! میری بیوی نے بہت ظلم کیا ہے تم پر۔۔!! رشین کو افریکن بنا کر رکھ دیا ہے۔۔!! بیڈ پر سوئی ہوئی روبی کے قریب جھکتے ہوئے باسم نے اس بار بے ساختہ اظہار افسوس کیا۔

نجانے اسکی بیوی نے کیوں اس سفید بلی کو کالے رنگ میں بدل دیا تھا۔ وہ ابھی تک اس چیز کو سمجھ نہیں پایا تھا۔ باسم انتہائی غور سے روبی کی طرف تکتے ہوئے باتیں کر رہا تھا۔ جب اچانک اسکی آواز پر روبی آنکھوں کو کھول

کر اسکی طرف دیکھنے لگی۔ باسم کاظمی کی بھاری آواز نے اسے جاگنے پر مجبور کیا تھا۔

روبی کو جاگتے دیکھ کر باسم نے آبرو آچکا کر اسے ملاحظہ کیا۔ جو گھور کر باسم کی طرف دیکھنا شروع ہو گئی تھی۔ جیسے سمجھنے کی کوشش میں ہو۔ کہ وہ اسکی ماں کے کمرے میں اس وقت کھڑا کیا کر رہا تھا۔۔

باسم کو پہچانتے ہی روبی کا موڈ بگڑ چکا تھا۔ کیونکہ سامنے کھڑا شخص کوئی اور نہیں بلکہ وہی تھا۔ جو اسکی "ماں" کو آج کل بہت تنگ کر رہا تھا۔ محبت اس سے اپنی ساری باتیں شیئر کرتی تھی۔ جن کو روبی اپنی پوری توجہ کے ساتھ سنتی تھی۔

اتنا گھور کر کیوں دیکھ رہی ہو۔۔؟ روبی کو اوپر اٹھاتے ہوئے باسم نے تیکھے لہجے میں جاننا چاہا۔ جبکہ اسکے خود کو ہاتھ لگانے پر روبی کے تاثرات تیزی سے بے حد خراب ہوئے تھے۔ جیسے باسم کا ظمی کا اسے خود کو ہاتھ لگانا پسند نہ آیا ہو۔۔

باسم جواب کی بار اسکے تاثرات سمجھنے کی کوشش میں تھا۔ کہ روبی نے غرا کر میاؤں کرتے ہوئے اسے خود کو نیچے رکھنے کا اشارہ کیا۔۔

کیا۔۔؟ اسکے میاؤں کرنے پر باسم جو نا سمجھی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ جب روبی نے پھر غراتے ہوئے مڑ کر اپنی سوئی ہوئی جگہ کی طرف ایک نظر دیکھا۔ جیسے کہنا چاہ رہی ہو۔ کہ مجھے جہاں سے اٹھایا ہے۔ شرافت سے رہیں پر لٹا دو۔۔

اوو۔۔تو میڈم روبی کو اپنے بیڈ پر لیٹنا ہے۔۔!! باسم اسکی غراہٹ سمجھتے ہوئے محفوظ ہوا۔

آپکو نہیں لگتا میڈم روبی۔۔ کہ آپکے جو یہ انداز واطوار ہیں۔ وہ انتہائی گستاخانہ ہیں۔اور انکی وجہ سے میں آپ کو اپنی بیوی کے کمرے سے کک آؤٹ بھی کر سکتا ہوں۔۔!! روبی کے غرانے اور گھورنے پر باسم نے اسے دھمکی لگانا چاہی تھی۔ کیونکہ وہ اپنی نیلی آنکھوں سے مسلسل باسم کاظمی کو گھورتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ محبت ابھی تک اسکی موجودگی سے بے خبر باتھروم میں بند تھی۔۔

باسم کی وارننگ کا اثر لیے بنا روبی لاپرواہی سے اپنا پنجہ چاٹنا شروع ہو گئی۔ جیسے سامنے کھڑے انسان کی باتیں اسکے لئے کوئی معنی نہ رکھتی ہوں۔۔!

تمہاری تو۔۔!!روبی کا مغرور انداز دیکھتے ہوئے باسم کاظمی نے بے اختیار دانت پیسے۔ جبکہ روبی نے اب بھی کوئی خاص رد عمل نہیں دیا تھا۔البتہ اب باسم کی طرف دیکھتے ہوئے اسکے تاثرات ضرور بے زار ہو چکے تھے۔

رو کو تمہیں میں ابھی سبق سیکھاتا ہوں نمک حرام بلی۔۔!!روبی کو اچانک ہاتھوں میں زور سے دبوچتے ہوئے باسم بیڈ سے کھڑا ہوا۔تاکہ اسے کمرے سے باہر نکال سکے۔تو اسکے دبوچنے پر روبی تیزی سے غراتے ہوئے باسم کے ہاتھوں میں مزاحمت کرنے لگی تھی۔۔

روبی کو کمرے سے باہر نکالنے کے لیے باسم ابھی پلٹا ہی تھا۔کہ باتھ روم سے محبت کی آواز سنائی دی۔۔

آرہی ہوں روبی۔۔۔! بس پانچ منٹ صبر کرو میرا بچہ۔۔! ! روبی کی میاؤں، میاؤں سنتے ہوئے محبت اسے شانت رہنے کا کہہ رہی تھی۔ شاید وہ سمجھ رہی تھی۔ کہ اسکے دیر تک باتھ روم میں رہنے کی وجہ سے روبی اسے بلا رہی ہے۔۔

میرا بچہ۔۔؟؟ محبت کی زبان سے روبی کے لئے میرا بچہ سنتے ہوئے باسم کے جہاں کان کھڑے ہوئے وہیں وہ اپنے ہاتھوں میں موجود اس منحوس کی طرف دیکھنے لگا۔ جو محبت کے پیار بھرے الفاظ سننے کے بعد اب اترا کر باسم کو جتا رہی تھی۔ جیسے کہنا چاہ رہی ہو۔۔ کہ آج تک تمہیں کسی نے بولا ہے میرا بچہ ؟

شٹ آپ۔۔۔!! میرے بھائی مجھے اکثر ایسے ہی بلاتے ہیں۔۔! باسم نے گھور کر روبی کو جواب دیا۔ کیونکہ وہ اسکے تاثرات پڑھ چکا تھا۔ جبکہ اسکا جواب سننے کے بعد روبی نے مزید شوخے ہوتے اپنے دونوں پنجوں پر زبان پھیری تھی۔ جیسے کہنا چاہ رہی ہو۔ کہ کسی لڑکی نے تو نہیں بولانا تمہیں میرا بچہ۔۔!!

تم ایک انتہائی بد تمیز بلی ہو۔۔! پہلے میں تمہیں تمہاری اس بد تمیزی کا سزا دوں گا۔ اور پھر بعد میں تمہاری اس چھوٹی سی ماں کو بھی دیکھتا ہوں۔ جس کی ہمت بھی کیسے ہوئی ہے تمہیں میرا بچہ کہنے کی۔۔! روبی کے انداز پر چڑتے ہوئے باسم دروازہ کھولتے ہوئے اسے کمرے سے باہر نکال گیا تھا۔۔

اپنی یہ سڑی ہوئی شکل لے کر یہاں سے دفع ہو جاؤں۔۔! روبی کو آؤٹ کرتے ہوئے باسم نے تیزی سے کھٹاک کرتے دروازہ بند کر دیا۔ جس پر روبی پہلے تو نا سمجھی سے بند دروازے کی طرف دیکھتی رہی تھی۔ لیکن کچھ سیکنڈز گزرنے کے بعد جیسے ہی اسے سمجھ آئی۔ تو باسم کاظمی کے خود کو باہر نکالنے پر وہ غصے سے میاؤں، میاؤں کرتے ہوئے دروازے پر پنجے مارنا شروع ہو گئی۔

اسے تڑپتے دیکھ کر دروازے کے اس پار کھڑے باسم کاظمی کے دل پر اب ٹھنڈی پھوار پڑی تھی۔ وہ کل کی آئی بلی چلی تھی۔ اس سے مقابلہ کرنے۔! مغرورانداز میں سوچتے وہ خوش ہو رہا تھا۔ کہ تبھی باتھروم کا لاک کھلنے کی

آواز آئی۔ جس کو سنتے ہوئے باسم تیزی سے سائیڈ پر ہو گیا۔ تاکہ محبت باہر نکلتے ہوئے اسے دیکھ نہ پائے۔۔

روبی۔۔! لمبے بالوں میں ٹاول لپیٹے اپنے دھیان میں محبت نے روبی کو پیار سے پکارا تھا۔ بلو کلر کے نائٹ سوٹ میں اپنے حسین سراپے میں وہ باسم کاظمی کو منجمند کر چکی تھی۔ دوبٹے کے بوجھ سے آزاد اسکا سراپہ دیکھتے ہوئے باسم کاظمی کا دل بے قرار ہوتے دھڑک اٹھا تھا۔

روبی۔۔!! روبی کی طرف سے جواب نہ پا کر محبت نے بے ساختہ سر اٹھا کر بیڈ کی جانب دیکھا۔ جہاں سرے سے ہی روبی موجود نہیں تھی۔۔

یہ کہاں گئی۔۔؟؟ محبت حیران ہوتے بیڈ کی جانب بڑھتے ہوئے سوچ رہی تھی۔۔ کہ بے اختیار جھک کر بیڈ کے نیچے دیکھنے لگی۔ یہ سوچتے ہوئے، کہ

کہیں وہ جان بوجھ کر چھپی نہ ہو۔ کیونکہ اکثر اوقات وہ محبت کو ایسے ہی تنگ کرتی تھی۔۔

محبت جو جھکتے ہوئے بیڈ کے نیچے دیکھ رہی تھی۔ کہ جیسے ہی وہ اوپر اٹھنے لگی۔ کہ اچانک کمرے کی لائٹس آف ہو گئیں۔ لائٹس بند ہونے پر وہ بے حد چونکی تھی۔۔

لائٹس کو کیا ہوا۔۔؟ وہ حیران ہوتے ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ کہ بے ساختہ چلتے ہوئے وہ کھڑکی کی جانب بڑھی تھی۔

نیچے تو سب لائٹس آن ہیں۔۔!! کھڑکی کھولتے ہوئے وہ لان کی طرف دیکھتے ہوئے ابھی بول ہی رہی تھی۔ کہ اچانک باسم کاظمی کا سر سراتا ہوا ہاتھ اسکی کمر میں لپٹا تھا۔

میرے ہوتے ہوئے تمہیں کسی دوسری روشنی کی ضرورت نہیں ہو سکتی

محبتِ باسم۔۔!! محبت کی کمر میں بازو حائل کرتے ہوئے باسم اسے ایک جھٹکے میں سینے سے لگاتے ہوئے اسکی گردن میں چہرہ چھپاتے ہوئے گویا ہوا تھا۔ جبکہ اچانک اسکی آواز سنتے ہوئے محبت اپنی جگہ پر فریز ہو چکی تھی۔

پہلے تمہارے پاگل پن نے مجھے اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔۔!پر اب تمہارا یہ سنہرا روپ مجھے دیوانہ کر رہا ہے محبّت۔۔!! گھمبیر لہجے میں کہتے ہوئے باسم اسکی گردن میں کو ہولے سے چومتے ہوئے تعریف کر رہا تھا۔ اسکے دہکتے ہونٹوں کے لمس پر محبت کے وجود میں تیزی سے سپارک ہوا تھا۔ کھڑکی کو مضبوطی سے پکڑتے ہوئے وہ بے اختیار لب کاٹنے لگی۔ باسم کی اچانک موجودگی پر سینے میں دل اچھلتے ہوئے باہر آنے کو بے تاب ہونے لگا تھا۔

آپ۔۔!!؟؟بہت ہمت کرتے ہوئے محبت نے پلٹتے ہوئے اسکی طرف دیکھنا چاہا ہی تھا۔جب باسم اسکی کوشش ناکام بناتے ہوئے تیزی سے اسکی کمر کو دبوچتے ہوئے اچانک اسکی گردن پر لب رکھتے ہوئے محبت کو بے چینی میں مبتلا کر گیا۔ایک ہاتھ سے اسکی کمر کو دبوچتے ہوئے دوسرا ہاتھ اسکی گردن پر لپٹا ہوا تھا۔مکمل طور پر جھکتے ہوئے باسم اسکی گردن کو اپنے لمس سے بھگوتا جا رہا تھا۔۔

بب۔۔۔!!محبت نے مچلتے ہوئے اسے پکارا تھا۔کیونکہ باسم کا ظمی کی نزدیکی اسکے حواس بوکھلا رہی تھی۔۔محبت کی پکار پر باسم کا لمس اچانک شدت بھرا ہوا۔تو ایک جھٹکے میں اسکے بالوں میں موجود ٹاول کو نکالتے ہوئے اس نے دور پھینک دیا۔جبکہ محبت نے ساکت ہوتے اسے دیکھنا

چاہا۔ جو اسکے گیلے بالوں میں چہرہ چھپاتے ہوئے اب شدت بھرے انداز میں اسے خود میں بھینچ رہا تھا۔ محبت کا چہرہ اچانک خون چھلکانے لگا تھا۔

دور۔۔!! محبت نے مزاحمت کرتے ہوئے اسے خود سے دور کرنے کی کوشش کی۔ کہ تبھی باسم نے تیزی سے اسکا رخ موڑتے ہوئے اسے کھڑکی سے لگاتے ہوئے باہر نیچے کی جانب جھکا دیا۔ محبت آنکھوں کو پھاڑتے ہوئے اسے دیکھنے لگی تھی۔

دور کرنا چاہتی ہو مجھے۔۔؟ چونکہ کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ اس لئے باسم اسے نیچے جھکاتے ہوئے بے اختیار نزدیک ہوتے اسکی پھیلی سنہری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے مزے سے پوچھ گیا۔۔

آپ پاگل ہو گئے۔۔؟ میں گر جاؤں گی ایسے۔۔!! محبت جسے اسکے تاثرات پر تعجب ہوا تھا۔ بے اختیار نیچے کی جانب ایک نظر دیکھتے ہوئے وہ ڈرتے ہوئے کہنے لگی۔

تو گر جاؤ۔۔!! ویسے بھی میری باتیں تمہیں کونسا ایک بار میں سمجھ آجاتی ہیں۔۔! اس لئے اچھا ہے۔ کہ گر ہی جاؤ۔۔! باسم نے قریب ہوتے اسکی تھوڑی کو چومتے ہوئے لاپرواہی سے کہا۔۔ جس پر محبت صدمے سے اس سر پھرے ڈاکٹر کو دیکھ کر رہ گئی۔۔

اگر میں گری تو پھر آپ کو ساتھ لے کر ہی جاؤں گی۔۔! باسم کے جواب پر جلتے ہوئے محبت نے پھنکارتے ہوئے کہا تھا۔ وہ بار بار نیچے دیکھ رہی تھی۔ اتنی اونچائی سے لٹکتے ہوئے اسکا دل، منہ کو آرہا تھا۔۔۔

کیسے لے کر جاؤں گی مجھے ساتھ۔۔؟ محبت کے تیکھے نقوش کو پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے باسم چہرہ قریب کرتے ہوئے شوخ لہجے میں پوچھنے لگا۔۔۔

ایسے۔۔!! باسم کی شرٹ کے کالر کو مٹھیوں میں جکڑتے ہوئے محبت نے گھورتے ہوئے بتایا تھا۔ جس پر باسم کا بے اختیار قہقہ ابلا تھا۔ کہ تبھی نیچے سے روبی کے چلانے کی آواز آئی تھی۔ روبی گلا پھاڑتے ہوئے میاؤں، میاؤں کرتے ہوئے محبت کو پکار رہی تھی۔ جو اسے کھڑکی سے نیچے لٹکی نظر آرہی تھی۔

روبی۔۔!! میاؤں، میاؤں کی آواز پر حیران ہوتے محبت نے چہرہ موڑتے ہوئے نیچے دیکھا تو اسے دیکھتے ہی روبی کے تاثرات معصوم ہو گئے۔ جبکہ

باسم بدمزہ ہوتے گھور کر اس شیطان بلی کو دیکھ گیا۔ جو محبت کے دیکھتے ہی معصوم بن گئی تھی۔۔

یہ نیچے کیسے گئی۔۔؟ محبت تڑپ کر بولتے ہوئے سیدھی ہونے لگی۔ جب باسم دوبارہ اسکا رخ موڑتے ہوئے اسکی پشت سینے لگاتے ہوئے اسے ایسے کھڑا کر گیا۔ کہ وہ اب کھڑکی سے نیچے روبی کو صاف دیکھ سکتی تھی۔

میں نے کمرے سے نکالا ہے اسے۔۔! محبت جو تڑپتے ہوئے روبی کو اشارے سے وہیں پر رکنے کا کہہ رہی تھی۔ کہ باسم نے بولتے ہوئے حیرانی سے اپنی طرف دیکھنے پر مجبور کیا۔۔

آپ نے کیوں نکالا اسے۔۔؟ محبت نے بے یقین ہوتے پوچھنا چاہا تھا۔ اسکی سنہری آنکھوں میں باسم کے اس عمل کے لئے واضح حیرت ابھری تھی۔۔

کیونکہ تمہاری یہ میسنی بلی مجھ سے پنگے لے رہی تھی۔اور آنکھیں بھی دی

کیونکہ تمہاری یہ میسنی بلی مجھ سے پنگے لے رہی تھی۔اور آنکھیں بھی

دیکھا رہی تھی۔!اس لئے میں نے اسے کمرے سے کک آؤٹ کر دیا۔۔! محبت کی بے یقینی کو دیکھتے ہوئے باسم نے منہ بگاڑ کر اسے بتایا۔۔جس کو سنتے ہوئے وہ اب منہ کھول گئی تھی۔۔

کیا پنگے لے رہی تھی؟میری روبی بالکل ایسی نہیں ہے۔۔!!محبت نے تیز لہجے میں پوچھتے ہوئے بے اختیار اپنی روبی کی وکالت کی۔کیونکہ وہ اسکے الزام پر حیران ہوئی تھی۔روبی سب کے ساتھ بہت پیار سے رہتی تھی۔تو پھر وہ اسے کیسے آنکھیں دیکھا سکتی تھی۔۔

تو تمہیں کیا لگ رہا ہے۔ کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں؟ محبت کے وکالت کرنے پر باسم نے چہرہ قریب کرتے ہوئے اسکی آنکھوں میں اپنی سنہری آنکھیں گاڑیں۔۔۔ تو وہ بے ساختہ سٹپٹا کر آنکھیں چرا گئی۔ چونکہ ان دونوں کی آنکھوں کا رنگ بالکل ایک جیسا تھا۔ اس لئے محبت کو عجیب سا احساس ہوا تھا۔۔

پتہ نہیں آپ کیا کہہ رہے ہیں۔۔! لیکن فلحال مجھے چھوڑیں۔۔! کیونکہ مجھے نیچے روبی کو لینے جانا ہے۔۔! اتنی ٹھنڈ میں آپ نے اسے باہر نکال دیا ہے۔۔!! اپنی کمر سے اسکے بازو نکالتے ہوئے محبت فکر مندی سے کہہ رہی تھی۔

چپ کر کے کھڑی رہو۔۔!! کتنی تمہیں فکر ہو رہی ہے اس چڑیل بلی کی۔۔! اور پہلے یہ تو بتاؤ نہ۔۔۔ کہ کس خوشی میں تم اسے میرا بچہ، میرا بچہ کہتی رہتی ہو۔۔؟ محبت کی فکر دیکھتے ہوئے باسم کو جلن ہوئی تھی۔ اس لئے یاد آنے پر وہ تھوڑی دیر پہلے والے الفاظ بھی دہراتے ہوئے پوچھتا چلا گیا۔۔

کیا مطلب۔۔؟؟ محبت ناسمجھی کے مارے چہرہ اٹھاتے ہوئے باسم کاظمی کی طرف دیکھ گئی۔ ساتھ ساتھ وہ ایک نظر روبی کی طرف بھی دیکھ رہی تھی۔ جو اسکے کہنے کے مطابق ابھی تک وہیں پر بیٹھی تھی۔۔

باسم جواب میں کچھ بولتا کہ اچانک تبھی رابیل کی آواز نے انہیں کھڑکی سے نیچے دیکھنے پر مجبور کیا۔ محبت کے ساتھ باسم کو کھڑے دیکھ کر رابیل

نے سٹپٹا کر نظریں پھیرتے ہوئے تیزی سے جھکتے روبی کو اٹھالیا۔ وہ روبی کی آوازیں سنتے ہوئے ہی اسکے دیکھنے کے لیے باہر نکلی تھی۔ رابیل کے دیکھنے پر محبت نے اچانک کانوں کی لوح تک سرخ پڑتے ہوئے باسم کو خود سے دور کرنے کی کوشش کی تھی۔ جو مسکراہٹ دبا کر پیچھے ہو گیا تھا۔

بھابھی اسے اندر لے جائیں پلیز۔۔! خود کو کمپوز کرتے ہوئے محبت نے اونچا بولتے ہوئے رابیل کو اپنی طرف مخاطب کیا۔ جس نے روبی کو اٹھاتے ہی اپنی شال میں چھپالیا تھا۔ کیونکہ ٹھنڈ میں بیٹھنے کی وجہ سے روبی سکڑتے ہوئے اس میں چھپنے لگی تھی۔۔

میں اسے اپنے کمرے میں لے کر جا رہی ہوں۔۔!! جواب میں بولتے ہوئے اسے اشارہ کرتے ہوئے رابیل، روبی کو اٹھائے تیزی سے وہاں سے

نکلی تھی۔ جبکہ روبی کو اسکے جاتے دیکھ کر محبت نے بے اختیار شکر کیا تھا۔ ورنہ اسے ٹھنڈ میں بیٹھے دیکھ کر اسکا دل بے چین ہو رہا تھا۔

محبت کھڑکی بند کرتے ہوئے ابھی پلٹی ہی تھی۔ جب باسم تیزی سے اسے بازوؤں میں اٹھاتے ہوئے صوفے کی جانب بڑھ گیا تھا۔

چلو آؤاب تمہیں اچھے سے اپنے الفاظ کا مطلب سمجھاتا ہوں۔۔!! محبت کو بازوؤں میں اٹھائے وہ اپنی تھوڑی دیر پہلے والے الفاظ کو دوہراتے ہوئے کہنے بولا تھا۔ جبکہ محبت احتجاجی مظاہرے کے طور پر ٹانگوں کو ہلاتے ہوئے اسکی گرفت سے نکلنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔۔

مہر ماہ جو بیڈ پر سونے کے لئے لیٹ ہی رہی تھی۔ کہ اچانک شہرام اسکے کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے فون پر بات کرتے ہوئے اندر داخل ہوا تھا۔ مہر ماہ اس وقت اسکی آمد پر حیران ہوئی تھی۔ وہ بے اختیار اپنی جگہ پر رک چکی تھی۔۔

ٹھیک ہے میں صبح آکر دیکھ لوں گا۔۔!! مہر ماہ کو پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے شہرام نے فون پر بات کرتے ہوئے جواب دیا۔ اور آگے بڑھ کر مہر ماہ کو بازو کے حصار میں لیتے ہوئے وہ بیڈ پر بیٹھ چکا تھا۔ مہر ماہ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ جب شہرام نے مسکراتے ہوئے اسکی آنکھوں کو پیار سے چومتے ہوئے ماتھے پر ہونٹ رکھے تھے۔ اسکے نرم انداز پر مہر ماہ اب زیادہ حیران ہوئی تھی۔۔

تم داد بخش کو انفارم کر دو۔۔! باقی صبح دیکھتے ہیں۔۔! فون پر بات کرتے ہوئے شہرام نے آخری ہدایت دی۔اور اسکے ساتھ ہی دوسری طرف موجود جنید نے "اوکے بوس" کہنے کے بعد کال کاٹ دی تھی۔۔!

درد تو نہیں ہو رہا۔۔؟موبائل پاکٹ میں رکھتے ہی شہرام نے مہر ماہ کی زخمی کلائی پکڑتے ہوئے فکر مندی سے سوال کرتے جاننا چاہا تھا۔

تم صرف یہ پوچھنے کے لئے یہاں پر آئے ہو۔۔؟اسکے سوال پر مہر ماہ نے بدلے میں آبرو آچکایا تھا۔۔

نہیں۔۔!! یہ پوچھنے کے لئے آیا ہوں۔کہ اتنی زیادہ چوٹ کیسے لگی تمہیں۔۔؟شہرام نے ایک نظر اسکی نیلی آنکھوں میں دیکھتے جواب میں

بولتے ہوئے اسکی کلائی پر ہونٹ رکھے تھے۔ جہاں سفید پٹی بندھی ہوئی تھی۔

کیا ہے تم سب ایک ہی سوال کے پیچھے پڑ گئے ہو۔۔!! مہر ماہ بے اختیار تیزی سے چڑتے ہوئے بولی تھی۔ کیونکہ سب گھر والوں کا ایک ہی سوال سن، سن کر وہ اب تنگ آ گئی تھی۔۔

جواب تو ایک بار بھی تم نے ٹھیک سے نہیں دیا مہرو۔۔!! سنجیدگی سے بولتے ہوئے شہرام نے اب کہا تھا۔ جبکہ اسکی زبان سے اپنے لئے "مہرو" سنتے ہوئے مہر ماہ کے دل نے شدت سے بیٹ مس کی تھی۔

میں بتا چکی ہوں۔۔! مہر ماہ نے نروٹھے پن سے کہتے ہوئے شہرام کے کندھے پر سر رکھتے ہوئے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ کیونکہ مقابل کا سنجیدہ انداز اسکے دل کے چور کو پریشان کرنے لگا تھا۔۔

اگر ایک بار ٹھیک سے اور سچ بتا دو گی۔۔! تو کوئی بھی دوبارہ سوال نہیں کرے گا جانم...! مہر ماہ کے اپنے کندھے پر سر رکھنے پر نہ چاہتے ہوئے شہرام کا لہجہ نرم ہوا تھا۔ اس لئے اسکی کمر کو تھامتے ہوئے وہ پیار سے کچھ لفظوں پر زور دیتے ہوئے کہنے لگا تھا۔ جبکہ اسکا "ٹھیک اور سچ" سن کر مہر ماہ نے تیزی سے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا تھا۔ اپنے معاملے میں وہ سب کو بے وقوف بنا سکتی تھی۔ پر "شہرام علی" کو ہرگز بھی نہیں۔

تو تمہیں لگ رہا ہے کہ میں جھوٹ بول رہی ہوں۔۔؟ شہرام کے کندھے سے سر اٹھاتے ہوئے مہر ماہ سنجیدگی سے اسکی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی تھی۔۔

نہیں۔۔!! مجھے بس یہ پتہ ہے. کہ تم کچھ چھپا رہی ہو۔۔!! کیونکہ اتنی بڑی اور گہری چوٹ صرف چوڑیاں پہننے سے نہیں لگ سکتی۔!! مہر ماہ کا سنجیدہ انداز دیکھتے ہوئے شہرام نے مسکرا کر کہنے کی کوشش کرتے ہوئے اسکا خوبصورت چہرہ دیکھا تھا۔ شاید وہ اسے ناراض نہیں کرنا چاہ رہا تھا۔ اس لئے اپنے لہجے کو نرم بنا چکا تھا۔ کیونکہ اسکا سنجیدہ انداز دیکھتے ہوئے وہ بھی سیریس ہو چکی تھی۔۔

ٹھیک ہے میں سچ بتاؤ گی پر پہلے وعدہ کرو۔ کہ تم غصہ نہیں کرو گئے۔۔!! اسکے اندازے پر مہر ماہ نے تھکی ہوئی سانس خارج کرتے ہوئے بتانے کو رضامندی ظاہر کی۔ جس پر شہرام نے الرٹ ہوتے فوراہاں میں سر ہلا دیا تھا۔۔

صبح جب میں اور ہیر کچن میں تھے۔ تو مستی میں ہم نے بڑی والی نائف پکڑتے ہوئے تلوار بازی کرنا شروع کر دی تھی۔ تو بس ایسے غلطی سے ہیر کی نائف میری کلائی پر لگ گئی۔۔! مہر ماہ نے مختصر کرتے ہوئے اسے جیسے ہی ساری بات بتائی۔ کہ شہرام آنکھیں بڑی کرتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔۔ مہر ماہ نے اب انجان بنتے ہوئے ہونٹوں کو گول کرتے ہوئے اسکا ردعمل دیکھا تھا۔

تم دونوں پاگل ہو کیا۔۔؟ کچھ سیکنڈز گزرے۔ تو شہرام بے یقینی سے کچھ بولنے میں کامیاب ہوا۔ ہیر اور مہر ماہ کا یہ بچپن کا شوق تھا۔ پر یہ شوق ابھی تک قائم ہے۔ اسے اندازہ نہیں تھا۔۔

مہر ماہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے آخر پر زور سے ہنس دی تھی۔ جیسے اپنے پاگل پن کا اقرار کرنا چاہ رہی ہو۔۔

ہیر کو بھی چوٹ لگی ہے۔۔!! شہرام جو پریشان ہوتے دوبارہ اسکی کلائی دیکھ رہا تھا۔ کہ مہر ماہ نے مزید ایک دھماکا کرتے ہوئے اسے حیران ہونے پر مجبور کیا۔ شاید وہ بتانا چاہ رہ تھی۔ کہ اگر اسے ہیر کی نائف سے چوٹ لگی ہے۔ تو اسکی تلوار بازی سے محفوظ ہیر پاشا بھی نہیں رہی تھی۔

کہاں پر۔۔۔؟ شہرام نے اچھنبے سے آنکھیں بڑی کرتے ہوئے جاننا چاہا۔۔

بازو پر۔۔!!اب کی بار مہر ماہ نے چہک کر اسے جواب دیا تھا۔ جس کو سن کر وہ بس سر پکڑ کر رہ گیا تھا۔بے شک اس مینشن میں رہنے والا کوئی بھی نارمل نہیں تھا۔سب ایک سے بڑھ کر ایک پاگل تھے۔

تمہاری طرح اس نے بھی کسی کو نہیں بتایا ہو گا۔اور نہ بینڈ تج کی ہو گی۔۔۔!شہرام نے طنز کرتے ہوئے مزید جاننا چاہا تھا۔ جس پر مہر ماہ فورا اچھے بچوں کی طرح سر ہلانے لگی تھی۔اور اگلے ہی پل وہ ہنس بھی دی تھی۔

صبر کرو زرا۔۔!!مہر ماہ کو ہنستے دیکھ کر شہرام نے گھور کر تیزی سے اپنا موبائل نکالا تھا۔۔

وہ ڈھلتی شام تو گھر پر ہی نہیں ہو گا۔۔!! ایشام کو سوچ کر شہرام نے غازیان کو کال ملادی تھی۔۔جو کچھ سیکنڈز بعد ہی دوسری طرف سے ریسیو کر لی گئی تھی۔۔

ہاں بول۔۔! موبائل سے غازیان کی آواز ابھری تو شہرام اسے بتانا شروع ہو گیا۔اور ساتھ ہی ہیر کی چوٹ دیکھنے کے لیے اسکے کمرے میں جانے کو کہا تھا۔۔

بے وقوف ہیں یہ دونوں کیا۔۔۔؟ حیرت سے کہتے ہوئے غازیان فوراً اپنی جگہ سے کھڑا ہوتے کمرے سے باہر نکلا تھا۔ جبکہ شہرام بعد میں بات کرنے کا کہتے ہوئے فون بند کرتے ہی مہر ماہ کی جانب دوبارہ متوجہ ہو گیا۔ جو شہرام کے دیکھتے ہی اپنا موبائل واپس ٹیبل پر رکھ چکی تھی۔

اب کیا ہے۔۔؟ شہرام کی تیز نظروں پر مہر ماہ خفگی سے بولی تھی۔۔

جان لے لوں گا تمہاری، اگر آئندہ ایسی کوئی پاگلوں والی حرکت کی تو۔۔۔!! آگے بڑھ کر مہر ماہ کی تھوڑی پر دانت گاڑتے ہوئے شہرام تیز لہجے میں بولا تھا۔ جبکہ مہر ماہ سسکتے ہوئے تڑپ گئی تھی۔۔اس سے پہلے کہ شہرام مزید اسکی عقل ٹھکانے لگاتا۔ کہ تبھی اسکے موبائل پر دوبارہ کال آنے لگی۔۔ شہرام نے چونکتے ہوئے موبائل نکال کر دیکھا تو فاتح کی کال تھی۔

تمہیں بعد میں آکر دیکھتا ہوں۔۔! مہر ماہ کی گال کو شدت سے چومتے ہوئے وہ فاتح کی کال پر تیزی سے کھڑا ہوتے باہر جانے کے لیے مڑا تھا۔ اسکے جانے پر مہر ماہ شکر کرتی تیزی سے پھر اپنا موبائل اٹھا گئی تھی۔

سیلینہ "عیس ہمدانی" کے آفس میں بیٹھی کام کر رہی تھی۔ جب مہر ماہ ہولے سے دروازہ ناک کرتے ہوئے اندر داخل ہوئی۔ سیلینہ متوجہ ہو کر اسکی جانب دیکھتے ہی مسکرا گئی تھی۔

کوئی مشکل تو نہیں ہو رہی چندا۔۔؟ چیئر پر بیٹھتے ہوئے مہر ماہ نے فکر و اپنائیت سے پوچھا۔۔

نہیں آپی سب ٹھیک ہے۔۔!! سیلینہ نے مسکرا کر اسے بے فکر کیا۔ آج اسے آفس جوائن کیے پورا ایک ہفتہ گزر چکا تھا۔ ہیر پاشا اور مہر ماہ اسکی مدد کرنے کے ساتھ ساتھ سیلینہ کو کام بھی سیکھا رہی تھیں۔ دن میں کئی بار باری باری وہ اسکے آفس کا چکر لگاتے ہوئے پوچھتی رہتی تھیں۔ سیلینہ انکی

اتنی فکر پر مسکرا کر رہ جاتی تھی۔اپنی قابلیت کی بناوہ بہت تیزی سے ہر چیز سیکھ رہی تھی۔ جس پر مہر ماہ کاظمی اور ہیر پاشا اکثر حیران ہو جاتی تھیں۔

اسی آفس میں رہنے کا ارادہ ہے یا پھر کوئی اور۔؟ مہر ماہ نے مسکرا کر جاننا چاہا تھا۔

سیلینہ نے جس دن آفس جوائن کیا تھا۔ تو انہوں نے اسے سلطان احمد خان کے روم میں بیٹھنے کے لیے کہا تھا۔اور خود "سلطان احمد خان" نے بھی اسے یہ ہی تاکید کی تھی۔پر سیلینہ نے سرے سے ہی منع کر دیا تھا۔ نجانے کیوں اس کمپنی کے سب سے بڑے سربراہ کے روم میں بیٹھنے کو اسکا دل نہیں مانا تھا۔ سیلینہ کسی صورت بھی اپنے سسر کی جگہ پر بیٹھنے کا حوصلہ

نہیں کر پائی تھی۔ کیونکہ وہ انکے رتبے کی بالکل ویسے ہی عزت کرتی تھی۔ جیسے بلیک مینشن کے باقی لوگ کرتے تھے۔

نہیں آپی آپ میرے لئے پلیز کوئی اور روم ارینج کروادیں۔۔! ایسے بابا لوگوں کے روم میں بیٹھ کر کام کرتے ہوئے مجھے گھبراہٹ ہوتی ہے۔۔۔! سیلینہ نے بیچارگی سے جواب دیا۔ جس کو سن کر مہرماہ بے ساختہ ہنس دی۔

سیلینہ جب سلطان احمد خان کے آفس میں بیٹھنے کو راضی نہیں ہوئی۔ تو مہرماہ اور ہیر نے وقتی گزارے کے لیے اسے عیس ہمدانی کے آفس میں بٹھا دیا تھا۔ پر یہاں آکر بھی وہ "عیس علی ہمدانی" کی سربراہی کرسی پر نہیں بیٹھی تھی۔

ڈونٹ وری تمہارا روم کل تک بالکل ریڈی ہو جائے گا۔۔! پرسوں سے تم وہیں پر بیٹھنا۔۔! مہر ماہ نے ہنستے ہوئے کہا تو سیلینہ ریلیکس ہوتی کرسی کے ساتھ سر ٹکا گئی۔۔

کبیر بھیا کی کال آئی تھی۔ تمہارے بارے میں پوچھ رہے تھے۔۔! وہ کہہ رہے تھے۔ کہ اگلے ہفتے وہ تمہیں اپنی کمپنی میں لے کر جانے والے ہیں۔۔! مہر ماہ یاد آنے پر اسے بتانے لگی۔

جب سے سیلینہ نے آفس جوائن کیا تھا۔ کبیر خان روز فون کر کے اسکے بارے میں پوچھتا رہتا تھا۔ کہ سیلینہ کو وہاں کسی قسم کی مشکل یا پریشانی تو نہیں ہے۔ آج بھی اس نے یہ ہی پوچھنے کے لئے کال کی تھی۔ جب مہر ماہ فورا تعریف کرتے ہوئے سیلینہ کی قابلیت کے بارے میں بتانا شروع ہو

گئی تھی۔ جس کو سن کر کبیر خان سچ میں بہت متاثر ہوا تھا۔اسی لیے وہ فورا سیلینہ کو اپنی کمپنی میں لانے کا فیصلہ کر چکا تھا۔کبیر خان کے ساتھ ہوئی بات کے بارے میں مہر ماہ اسے ساری تفصیلات بتا رہی تھیں۔ جن کو سنتے ہوئے سیلینہ جھینپ چکی تھی۔

نازکیوں ماں کو تنگ کر رہی ہو۔۔! بیہ صدیقی جھنجلاہٹ بھرے انداز میں گل ناز کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ جو سکون بھرے انداز میں اپنی ساس کی گود میں سر رکھے صوفے پر لیٹی ہوئی تھی۔ جبکہ مشعل ہمدانی پیار سے اسکا سر دبا رہی تھیں۔۔

میں نہیں آپ مجھے تنگ کر رہی ہیں مام۔۔۔! ماں کے الزام سے مکرتے ہوئے ناز منہ بناتے ہوئے بولی۔ جس کو سن کر مشعل ہمدانی ہنسی دبا گئیں۔۔۔

میں تنگ کر رہی ہوں۔۔؟اور جو تم نے مجھے صبح سے اپنے پیچھے خوار کیا ہوا ہے۔وہ کیا ہے۔۔۔؟ بیہ صدیقی رعب سے بولتے ہوئے اسے گھور گئیں۔ جو ساس کی موجودگی میں خوامخواہ میں معصوم بن رہی تھی۔۔

میں کچھ بھی نہیں کر رہی۔۔!! اب اگر میرا کچھ کھانے کو دل نہیں کر رہا تو آپ سب کیوں میرے ساتھ زبردستی کر رہی ہیں۔۔۔!! ناز نے پھر معصوم لہجے میں کہتے ہوئے اپنا چہرہ چھپانا چاہا تھا۔

شام ہونے کو آرہی تھی۔ پر آج صبح سے ہی وہ کچھ بھی نہیں کھا، پی رہی تھی۔ اسی وجہ سے وہ سب پریشان ہو رہی تھیں۔ کیونکہ فارس خصوصی سب کو ہدایت دے کر گیا تھا۔ کہ اسکی بیوی کے کھانے پینے کا خاص خیال رکھا جائے۔۔

پھر کیا کھانا ہے۔۔۔؟ جو کھانا ہے مجھے بتاؤ میں منگوا دیتی ہوں۔۔! ناز کا وہی جواب سننے کے بعد بیہ صدیقی تھکے انداز میں اب ان ساس بہو کے سامنے بیٹھ گئیں۔۔ کیونکہ وہ صبح سے اپنی بیٹی کی منتیں کرتے ہوئے اب تھک چکی تھیں۔۔

جب سے یہ دونوں بہنیں پریگنٹ ہوئی تھیں۔ تب وہ انکے کھانے پینے کے معاملے میں خوار ہو کر رہ گئی تھیں۔۔ کیونکہ ناز کی بھوک بالکل عجیب ہو

چکی تھی۔ کسی وقت وہ بہت کھانے لگتی تھی۔ تو کسی دن وہ سارا، سارا دن کچھ بھی نہیں کھاتی تھی۔ اسی وجہ سے اسے کمزوری ہو چکی تھی۔ دو دن پہلے بھی جب فارس اسکا چیک آپ کروا کے لایا تھا۔ تو ڈاکٹر نے ناز کو اپنا خاص دھیان رکھنے کا کہا تھا۔ ڈاکٹر نے خصوصاً گل ناز کو اچھی ڈائیٹ لینے کو کہا تھا۔ کیونکہ پریگننسی میں وہ بہت ویک ہو رہی تھی۔ اسی وجہ سے فارس نے اب اسکا آفس بالکل آنا جانا بند کر دیا تھا۔

دوسری طرف گل ناز بھی سیلینہ کے آفس جوائن کرنے پر کچھ مطمئن ہوتی گھر پر رکنے کو راضی ہو گئی تھی۔ ورنہ اسے ہیر اور مہر ماہ کی فکر لگی رہتی تھی۔ چونکہ بزنس بہت بڑا تھا۔ اس لحاظ سے کام کی زمہ داری بھی اتنی ہی بڑی تھی۔

میرا کچھ بھی کھانے کو دل نہیں کر رہا چھوٹی ماما۔۔! پتہ نہیں کیوں بہت عجیب سا محسوس ہو رہا ہے۔۔! مجھے کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہی۔۔۔! مشعل ہمدانی جو پیار سے ناز کے بالوں کے ہاتھ پھیر رہی تھیں۔ کہ ناز کی باتیں سنتے ہوئے بے اختیار بیہ کی جانب دیکھنے لگیں۔ جو خود بھی ٹھٹک کر بیٹی کی طرف دیکھ گئی تھیں۔ کیونکہ ناز کا لہجہ انہیں کچھ نم سا محسوس ہوا تھا۔ وہ بالکل بھی ایسی نہیں تھی۔۔ پر شاید پریگننسی میں موڈ سونگز کی وجہ سے وہ ایسے اداس ہو رہی تھی۔۔

فارس کو بلا دوں۔۔؟ جھک کر ناز کا سر چومتے ہوئے مشعل ہمدانی اب پیار سے پوچھ گئیں۔ جس پر ناز نے فوراً چہرہ باہر نکالتے ہوئے انکی طرف دیکھا۔ جو پیار بھری سوالیہ نظروں سے اسے پوچھ رہی تھیں۔۔

پتہ نہیں۔۔! منہ بنا کر جواب میں بولتے ہوئے نازنے پھر نظریں چرا کر چہرہ چھپالیا۔ جس پر مشعل ہمدانی اور بیہ صدیقی مسکراہٹ دبا گئیں۔۔۔

لاؤ دو مجھے میرا فون۔۔! میں زرا اپنے بیٹے کو کال تو کروں۔۔! اور اسے بتاؤ کہ اسکی بیوی یہاں اسکی یاد میں اداس ہو رہی ہے۔۔! بیہ صدیقی کو موبائل پکڑانے کا اشارہ کرتے ہوئے مشعل ہمدانی شرارتی لہجے میں کہنے لگی تھیں۔ جس پر بیہ ہنسی دبا گئیں۔

چھوٹی ماما۔۔۔!! انکے چھیڑنے پر نازنے جھینپ کر تیزی سے انہیں پکارا تھا۔ اسے شرماتے دیکھ کر مشعل ہمدانی قہقہ لگاتے ہوئے فارس کو کال ملا گئیں۔۔ جو تھوڑی دیر بیل ہونے کے بعد ہی دوسری جانب سے اٹھالی گئی تھی۔ مشعل ہمدانی فارس سے بات کرتے ہوئے اسے ابھی گھر آنے کا کہہ

رہی تھیں۔جب علیزے خان بھی تھکے ہوئے انداز میں گل بہار کو پکارتے ہوئے وہاں چلی آئیں۔

گل۔۔۔!! بہار کو پکارتے ہوئے فروٹ کی ٹوکری میز پر رکھتے ہوئے علیزے خان انکے پاس آبیٹھ گئیں۔۔۔ منیزے پاشا کچن میں کام کر رہی تھیں۔جبکہ آئرہ کاظمی آج دوپہر میں اپنے مائکے گئی تھیں۔جو شاید اب لوٹنے ہی والی تھیں۔۔

کیا ہوا۔۔؟ یہ ٹوکری کہاں سے آئی۔۔۔؟ٹوکری میں کٹے ہوئے فروٹس کے ٹکرے دیکھتے ہوئے بیہ صدیقی حیرانی و نا سمجھی سے استفسار کر گئیں۔۔۔

میری بہو کے کمرے سے ملی ہے۔۔!!انکے استفسار کرنے پر انکی طرف مڑتے ہوئے صوفے سے ٹیک لگا کر بیٹھتے ہوئے علیزے خان نے انہیں بتایا۔جب انکی آوازیں سنتے ہوئے منیزے پاشا بھی کچن سے باہر نکلتے ہوئے انکی طرف بڑھ گئیں۔۔

تمہاری بہو املی کا ڈبہ پکڑے ابھی تھوڑی دیر پہلے پیچھے کی طرف گئی ہے۔۔! منیزے پاشا کافی کا مگ پکڑے بتاتے ہوئے انکے پاس آکر بیٹھ گئی تھیں۔جبکہ انکی بات سن کر بیہ صدیقی اور علیزے خان بے ساختہ اپنا ماتھا پیٹ کر رہ گئیں۔۔

یہ فروٹس کہاں سے آئے ہیں۔۔؟ منیزے پاشا کی نظر میز پر پڑی ٹوکری کی طرف گئی تو وہ بے ساختہ پوچھ گئیں۔

یہ وہی فروٹس ہیں۔ جو ہم روز بہار کو کھانے کے لیے دیتے ہیں۔۔! پر انہیں کھانے کی بجائے میری معصوم بہوان کو ٹوکری میں اکھٹا کر رہی ہے۔۔۔!! ٹوکری میں رکھے فروٹس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے علیزے خان نے اپنی بہو کے راز سے پردہ اٹھایا تھا۔ انکی بات سنتے ہوئے وہ سب صدمے کا شکار ہو چکی تھیں۔

مشعل ہمدانی بھی فون بند کر کے بعد انکی طرف متوجہ ہو چکی تھی۔ جبکہ گل ناز اپنی معصوم بہن کی چالاکی پر قہقہ لگا اٹھی تھی۔ ٹوکری میں سیب کے کچھ ٹکڑے آدھے تو کچھ ویسے کے ویسے ہی پڑے تھے۔ ٹوکری آدھے کھائے ہوئے فروٹس سے بھری پڑی ہوئی تھی۔

یہ کب سے جمع کر رہی تھی۔۔؟ مشعل ہمدانی حیرت سے ٹوکری کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھ گئیں۔۔

ایک ہفتے سے۔۔!! منیزے پاشا نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔ کیونکہ ایک ہفتے سے ہی انہوں نے شام میں بہار اور ناز کو فروٹس کھلانا شروع کیے تھے۔۔

کبیر بھیا کے ساتھ رہتے ہوئے میری بہن بھی تھوڑی سی ہوشیار ہو گئی ہے۔! گل ناز نے ہنستے ہوئے اپنی چھوٹی بہن کی تعریف کی۔ وہ سچ میں بہار کے فروٹس اکھٹا کرنے والے عمل سے متاثر ہوتے مسلسل ہنس رہی تھی۔۔

تھوڑی نہیں بہت کہو۔۔! کیونکہ تمہاری بہن اب کبیر کو بھی چکما دینے لگی ہے۔۔۔! منیزے پاشا ہنس کر گل ناز کی درستگی کر گئیں۔ جو کہ تقریباً سچ ہی تھی۔ علیزے خان خاموشی سے ہنستے ہوئے انکی باتیں سن رہی تھیں۔۔

اِدھر دو یہ ٹوکری۔۔! آنے دو زرا آج کبیر کو دیکھاتی ہوں اسکی معصوم بیوی کے کرتوت اسے بھی۔۔۔! بیہ کہتے ہوئے اٹھ کر ٹوکری اٹھا گئیں۔ تاکہ رات کو کبیر کے سامنے ثبوت کے طور پر پیش کر سکیں۔ ورنہ وہ ویسے کہاں اپنی بیوی کی معصومیت پر شک کرنے والا تھا۔۔

بہار کو بھی بلا لاؤ۔۔!! اسکی میڈیسن کا وقت ہو رہا ہے۔۔!! پتہ نہیں کہاں بیٹھ کر املی سے انصاف کر رہی ہو گی۔۔!!

بیہ صدیقی کو کچن کی جانب جاتے دیکھ کر علیزے خان انہیں آواز لگاتے ہوئے ہوئے بولی تھیں۔ جس پر بیہ پلٹ کر دیکھتے ہوئے سر ہلا کر اب باہر کی جانب چلی گئیں۔تاکہ بہار کو دیکھ سکیں۔۔جو پتہ نہیں کہاں چھپی بیٹھی تھی۔۔

بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے غازیان پاشا،ماہ پارہ کے کمرے کی جانب بڑھ رہا تھا۔آج وہ جلدی واپس آگیا تھا۔کھانا کھانے میں چونکہ وقت تھا۔اس لئے وہ ماہ پارہ کو دیکھنے کے لیے اس۔طرف آگیا تھا۔پچھلے کتنے دنوں سے کام میں مصروف ہونے کی وجہ سے وہ اسے ٹھیک سے وقت بھی نہیں

دے پایا تھا۔ یہاں تک کہ آج کل یونیورسٹی بھی وہ باسم کے ساتھ ہی جا رہی تھی۔۔

غازیان نے آگے بڑھ کر ماہ پارہ کے کمرے کا دروازہ کھولا تو کمرہ خالی پڑا اسکا منہ چڑا رہا تھا۔ واپس پلٹتے ہوئے وہ ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ وہ اسے نیچے بھی کہیں نظر نہیں آئی تھی۔ تو پھر کہاں تھی۔۔ وہ بے اختیار بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے سوچ گیا۔۔

ماہ پارہ کی تلاش میں غازیان ابھی ادھر ادھر نگاہیں دہرا ہی رہا تھا۔ جب اچانک سیلینہ اپنے کمرے سے نکلی تھی۔۔ غازیان کو ماہ پارہ کے کمرے کے سامنے کھڑے دیکھ کر وہ چونک گئی۔ آفس سے واپس آنے کے بعد وہ

فریش ہو کر اب نیچے ہی جا رہی تھی۔ جہاں سبحان بے صبری سے اسکا انتظار کر رہا تھا۔

بھابھی ماہا کہاں ہے۔۔؟ سیلینہ کو دیکھتے ہی غازیان نے تیزی سے اس سے استفسار کیا۔ چونکہ فاتح سلطان عمر میں غازیان سے بڑا تھا۔ اس لئے رشتے میں بڑا ہونے کی وجہ سے وہ سب سیلینہ کو "بھابھی" ہی پکارتے تھے۔

وہ اس کمرے میں sculpting کر رہی ہے بھیا۔۔!! سامنے والے کمرے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے سیلینہ نے اسے بتایا تھا۔ جس پر غازیان چونک کر اس کمرے کی طرف دیکھ گیا۔ جس کا دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا نظر آ رہا تھا۔ غازیان سر کو جنبش دیتے ہوئے اس کمرے کی جناب بڑھا تو سیلینہ مسکرا کر اسکی پشت دیکھتے ہوئے نیچے چلی گئی۔۔

غازیان آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے کمرے کے سامنے آیا تھا۔ ہاتھ بڑھا کر اس نے دروازہ کھول کر دیکھنا چاہا تو سامنے ہی وہ بلیک لانگ فراک میں کھڑی پشت کیے اپنے کام میں مصروف نظر آئی تھی۔ ماہ پارہ کی پشت دیکھتے ہوئے غازیان نے اگلے ہی پل آبرو آچکایا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا۔ کہ ماہ پارہ اب اپنا یہ شوق یہاں پر پورا کرتی ہے۔۔ وہ اس بات سے بے خبر تھا۔

جبکہ دوسری طرف ماہ پارہ نے اپنا سارا سامان یہاں پر سیٹ کر لیا ہوا تھا۔ کیونکہ جب سے اسکے sculptures کو کسی نے گرا کر ضائع کیا تھا۔ تب سے ماہ پارہ نے احتیاطاً اپنا کام یہاں پر شفٹ کر لیا تھا۔ تاکہ مزید کوئی اسکا نقصان نہ کر پائے۔۔

دروازہ بند کرنے کے بعد غازیان آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اسکی پشت پر آن کھڑا ہوا۔ جبکہ ماہ پارہ بے خبر مست انداز میں اپنے کمرے میں مصروف رہی تھی۔

کانوں میں ہیڈ فون لگائے وہ انتہائی لگن سے اپناsculpturبنا رہی تھی۔ جبکہ نیلی آنکھیں جنون کے شوق سے بے حد چمک رہی تھیں۔اسکے ہیڈ فون دیکھ کر غازیان کو اندازہ ہوا تھا۔۔کہ وہ کیونکر کر اسکی آمد پر متوجہ نہیں ہو پائی۔۔

بلیک لانگ فراک میں دوبٹے کے بوجھ سے آزاد اسکا حسین سراپہ دیکھتے ہوئے جہاں غازیان پاشا کی سرمئی آنکھیں مخمور ہونے لگیں۔وہیں اسکے خوبصورت ہاتھوں کو اس منحوس پتلے کو بناتے دیکھ کر حد سے زیادہ اسکی

آنکھوں میں ناگواری اتری تھی۔ماہ پارہ کے ہاتھوں کو اس پتلے کو چھوتے دیکھ کر وہ اندر تک کلس کر رہ گیا۔بس نہیں چلا تھا۔کہ ابھی اس پتلے کو گولی مار کر اڑا دیتا۔۔پر اسے صبر سے کام لینا تھا۔

لمبی سانس خارج کرتے ہوئے وہ خود کو کول ڈاؤن کرنے لگا۔کہ اگلے ہی پل کسی شیطانی خیال پر غازیان پاشا کی آنکھیں فوراً چمک اٹھی تھیں۔وہ ابھی تک ماہ پارہ کے پیچھے کھڑا تھا۔جبکہ وہ ہمیشہ کی طرح اسکی موجودگی سے بے خبر مٹی میں ہاتھ چلاتے ہوئے اپنا sculpture بنا رہی تھی۔۔

ارسل خان گیلے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے آئینے کے سامنے کھڑا تھا۔وہ ابھی شاور لے کر باہر نکلا تھا۔ہیئر ڈرائر کو پکڑتے ہوئے وہ ابھی بال

سکھانا شروع کرتا، جب اسی پل رابیل ٹھاکرتی دروازہ کھول کر اچانک کمرے میں داخل ہوئی تھی۔۔

رابیل کے دروازہ کھولنے کے انداز پر وہ ضبط سے آنکھیں میچ گیا تھا۔وہ جان بوجھ کر ایسے دروازہ کھول کر اسکے صبر کو آزماتی تھی۔ارسل خان گہری سانس خارج کرتے ہوئے خود کو شانت کرنے لگا۔جبکہ رابیل جو اپنی موج میں گنگناتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔۔کہ بے اختیار ارسل خان پر نظر پڑتے ہی سرخ ہوتے آنکھیں پھیلاتے ہوئے فوراہی اگلے پل میں نظروں کا زاویہ بدل گئی۔

وہ بے شرم شرٹ لیس ٹاول لپیٹے آئینے کے سامنے کھڑا تھا۔ راں یل کا گلابی ہوتے چہرہ دیکھ کر ارسل لب کا کونا دباتے ہوئے اگلے ہی پل بے نیاز بنتے ہوئے بالوں کو ڈرائے کرنے لگا تھا۔

رابیل باسط نے جو اسکے ساتھ حرکت کی تھی۔ وہ اب تک صرف نعمان خان کی وجہ سے اس سے بچی ہوئی تھی۔ ورنہ ارسل خان نے اب تک اسکے ہوش ٹھکانے لگا دینے تھے۔ نعمان خان نے اسے خصوصی طور پر وارن کیا تھا۔ کہ وہ اکیلے میں انکی بہو سے بالکل بھی بد تمیزی نہیں کرے گا۔۔

رابیل نے چور نظروں سے اسکے سینے کی طرف دیکھنا چاہا تھا۔ جب ارسل خان کو بھی اپنی طرف دیکھتا پا کر وہ فوراً انجان بنتے ہوئے تیزی سے اپنا

ڈریس نکال کر باتھروم کی طرف بھاگ نکلی تھی۔اسکے بھاگنے پر ارسل نے بے اختیار تاسف سے سر ہلایا۔۔۔

ہیئر ڈرائر نیچے رکھتے ہوئے ارسل کی نظر بے اختیار ڈریسنگ ٹیبل پر سیٹ کیے ہوئے رابیل کے میک آپ کی طرف اٹھی تھی۔

یاخدا اتنا کچھ لگاتی ہے یہ منہ پر۔۔!!اتنا میک آپ دیکھتے ہوئے وہ حیرانی سے بڑبڑایا تو اگلے ہی پل اپنا بدلہ یاد کرتے ہوئے اسکی آنکھیں چمک اٹھیں۔جس پر عمل کرتے ہوئے ارسل خان فوراہی اپنے کام میں مصروف ہو چکا تھا۔

میرون کلر کا خوبصورت ساڑیس پہنے ناز آس پاس کے مناظر کو مسکراتی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔اسکا موڈ اپ سیٹ ہونے کی وجہ سے فارس اسے باہر لے کر آیا ہوا تھا۔ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی انہوں نے کھانا ختم کیا تھا۔اور اب چائے کا انتظار ہو رہا تھا۔

باہر آکر ناز کا موڈ ایک دم سے فریش ہو چکا تھا۔ مشعل ہمدانی کی کال پر فارس سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر جلدی ہی واپس آگیا تھا۔ مشعل ہمدانی اسے کال پر ناز کی اداسی کے بارے میں بے چکی تھیں۔۔اس لئے فارس نے باہر ڈنر کا سوچا تھا۔اور کسی حد تک اسکا یہ پلین کامیاب بھی ہوا تھا۔کیونکہ ناز کے چہرے پر مسکراہٹ لوٹ آئی تھی۔فارس کے ساتھ وہ نہ صرف اچھے سے کھانا کھا چکی تھی۔بلکہ مسلسل مسکرا بھی رہی تھی۔

نازنے پیار بھری نظروں سے سامنے دیکھا۔ جہاں فارس ہمدانی کھڑا کال پر بات کرنے میں مصروف تھا۔ کال چونکہ کام کے متلعق تھی۔ اس لئے فارس اٹھ کر سامنے جا کر کھڑا ہو گیا تھا۔ تاکہ نازا سکی باتوں سے بور نہ ہو۔۔ فارس کو کال پر باتیں کرتے ہوئے دس منٹ گزر چکے تھے۔ اور تب سے نازو قفے وقفے سے اسے نظروں میں بسا رہی تھی۔

بلو ڈریس شرٹ کے ساتھ بلیک پینٹس پہنے وہ صبح والے ہی حلیے میں ہی ابھی تک تھا۔ آفس سے آنے کے بعد وہ چینج کیے بنا ہی ناز کو لیے آ گیا تھا۔ بلیک کوٹ شاید گاڑی میں تھا۔ اور اب ناز محبت پاشا نظروں سے اپنے بچپن کے شوہر کی طرف مسلسل دیکھ رہی تھی۔ جو اپنے لاپرواہ حلیے میں اسکا دل پہلو میں دھڑکا رہا تھا۔ وہ فارس ہمدانی کی شہد رنگ آنکھوں میں لمحہ بہ لمحہ

کھو رہی تھی۔ سامنے کھڑا مرد اسکے من کا سورج تھا۔ جس کے ساتھ وہ ہمیشہ روشن رہ سکتی تھی۔

وہ یوں ہی فارس کو پیار سے تک رہی تھی۔ جب فارس نے اچانک نظریں اٹھاتے ہوئے اسکی جانب دیکھا تھا۔ دونوں کی نظروں کا آپس میں تصادم ہوا تھا۔۔

فارس کے دیکھتے ہی گل ناز کی آنکھیں مخمور ہوئیں تو فارس حیرت سے مسکرا کر اسے آنکھ ونک کر گیا۔ شاید وہ دور کھڑا ابھی اپنی بیوی کی نظروں کو سمجھ چکا تھا۔۔

گل ناز اسکے آنکھ ونک کرنے پر بے اختیار ہنسی تھی۔ فارس کو اشارے سے ریسٹ روم جانے کا بتاتے ہوئے ناز کھڑی ہوئی تو وہ سر کو جنبش دیتے ہوئے مڑ کر کھڑا ہو گیا۔ ناز مسکراتے ہوئے وہاں سے نکلی تھی۔۔

ریسٹورنٹ میں ضرورت سے زیادہ رش تھا۔ بھرپور اعتماد کے ساتھ وہ ریسٹ روم کی طرف بڑھ رہی تھی۔ جب اچانک گل ناز کو اپنے پیچھے کچھ غیر معمولی محسوس ہونے لگا۔ بے اختیار وہ چلتے چلتے رک سی گئی۔ جبکہ چہرے پر تاثرات محتاط ہوتے چلے گئے تھے۔ لیکن پھر اگلے ہی پل وہ دوبارہ پہلے والے لاپرواہ انداز میں قدم اٹھانے لگی۔۔

محتاط انداز میں وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے چل رہی تھی۔ جب اسکی چھٹی حس اچانک اسے خبردار کرتے ہوئے مڑنے پر مجبور کرتی۔ کہ تبھی

گل ناز خود کو کمپوز کرتے ہوئے فوراً اپنی شرٹ کے سلیوز کے اندر کی طرف ہاتھ رکھ گئی۔۔

ریسٹ روم کی طرف مڑتے ہوئے اس سے پہلے کہ وہ اپنے سلیوز کو چھو بھی پاتی کہ اچانک پیچھے سے کوئی اسکے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے اچانک اندر داخل ہوتے دروازہ بند کر گیا۔۔۔

شش میں ہوں۔۔۔! ناز کے کانپتے وجود کو محسوس کرتے ہوئے فارس نے تیزی سے بولتے ہوئے جھکتے ہوئے اسکے کان میں سرگوشی کی۔ اسکی سرسراتی ہوئی آواز سنتے ہی ناز نے سانس روک لیا تھا۔ وہ کب اسکے پیچھے آیا۔۔؟ بے اختیار وہ سوچتے ہوئے اس سے پہلے کہ مڑ کر اسے دیکھنے لگتی۔ کہ تبھی فارس نے اسکے منہ پر ہاتھ جماتے ہوئے اسے حرکت کرنے سے

باز کر دیا۔ کیونکہ باہر کسی کے چلتے قدموں کی آہٹ سنائی دے رہی تھی۔۔۔

میں یہیں پر ہوں میری جان۔۔!!ڈرنا نہیں۔۔!!فارس نے بے حد آہستہ آواز میں اسے اپنی موجودگی کا احساس دلایا تھا۔تاکہ وہ خوف زدہ نہ ہو جائے۔ناز جو اسکے اچانک آنے پر حیران ہو رہی تھی۔کہ اسکی تسلی پر بے اختیار مسکرا کر اسے دیکھ گئی۔اسکا مطلب تھا۔کہ کال پر بات کرتے ہوئے بھی فارس ہمدانی کا سارا دھیان اس پر ہی لگا ہوا تھا۔اسی وجہ سے وہ ہوا کا جھونکا بنے اسکے پیچھے یوں پہنچ چکا تھا۔باہر چلتے ہوئے قدموں کی آہٹ دور جاتی ہوئی سنائی دینے لگی تو فارس نے ناز کے لبوں پر جمایا ہوا ہاتھ ہٹا لیا۔۔۔

یہاں سے نکلتے ہی گاڑی کی طرف جاؤ ناز۔۔! اور گاڑی میں بیٹھتے ہی دروازے کو لاک کر لینا۔۔ میں بس کچھ دیر میں آرہا ہوں تمہارے پاس۔۔! ناز کے کان پر جھکتے ہوئے وہ سرگوشی کر رہا تھا۔ اسکی ہدایت سنتے ہوئے وہ تیزی سے سر ہلا گئی۔۔

فارس نے آہستگی سے دروازہ کھولا تو ناز جیسے ہی باہر نکلنے لگی۔ کہ فارس نے ایک جھٹکے میں اسے دوبارہ اپنی طرف کھینچ لیا۔ جس پر وہ لہرا کر اسکے سینے سے ٹکراتے ہوئے دیکھنے لگی تھی۔۔

اکیلے ڈرنا مت۔۔۔! میں بس پانچ منٹ میں تمہارے پاس ہونگا۔۔۔! ناز کے ماتھے کو چومتے ہوئے فارس نے تسلی دی۔ ناز مسکرا کر اسکی طرف

دیکھتے ہوئے وہاں سے نکلی تھی۔ناز کے جاتے ہی فارس کے چہرہ سرد پڑ چکا تھا۔ریسٹ روم سے نکلتے ہوئے وہ تیزی سے دائیں جانب مڑ گیا تھا۔۔

بولا بھی تھا تجھے کہ آج رات وہیں رک جا۔۔!پر تو نے میری اک نہیں سنی۔۔!اب دھیان سے چل۔۔!لاؤنج میں داخل ہوتے ہی فاتح نے آہستہ آواز میں شہرام کو ڈپٹ دیا۔۔اسکے ڈپنے پر شہرام منہ بنا کر اسے دیکھ گیا تھا۔ٹانگ پر زخم ہونے کی وجہ سے اس سے چلنا مشکل ہو رہا تھا۔اسی وجہ سے وہ فاتح کا سہارا لیے آہستہ آہستہ قدم اٹھا رہا تھا۔

گھر واپس آنے سے پہلے فاتح نے اسے وہیں پر ایک دو رات رہنے کا کہا تھا۔تاکہ زخم کچھ حد تک ٹھیک ہو جاتا۔۔پر شہرام وہاں رہنے کے لئے کسی

صورت نہیں مانا تھا۔اور اب وہ محتاط طریقے سے چل رہے تھے۔تاکہ کسی کے دیکھنے سے پہلے ہی فاتح اس زخمی ٹانگ والے کو اسکے کمرے میں پہنچا آتا۔جس سے کوئی بھی اسکی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا تھا۔خوش قسمتی سے ابھی لاؤنج میں بھی کوئی موجود نہیں تھا۔

ایک منٹ رک جا۔۔۔!اچانک شہرام کی ٹانگ میں درد کی بری لہر اٹھی۔ جس پر وہ بامشکل ہونٹوں کو بھینچتے ہوئے رکتا چلا گیا۔

کیا ہوا۔۔؟درد ہو رہا ہے کیا۔۔؟شہرام کا ضبط سے سرخ پڑتا چہرہ دیکھ کر فاتح کو بے حد فکر ہوئی۔وہ مضطرب ہوتے اسکی طرف دیکھنے لگا۔۔۔

میں ٹھیک ہوں۔۔۔!فاتح کی بے چین شکل دیکھ کر شہرام نے بمشکل مسکرا کر اسے مطمئن کرنا چاہا۔

خاک ٹھیک ہے تو۔۔! شکل دیکھ زرا اپنی۔۔!! دل کر رہا ہے۔ کہ ایک رکھ کر لگاؤں تجھے۔۔۔! میں نیچے بیٹھتا ہوں۔۔! مجھے کس کر پکڑ لے۔۔! اس حالت میں تو سیڑھیاں نہیں چڑھ پائے گا۔۔۔! فاتح اسے جھاڑ ہلاتے ہوئے فورا اسکے آگے نیچے بیٹھ گیا۔ تاکہ شہرام کو اپنے کندھوں پر بٹھا سکے۔

بھیجا ٹھیک ہے تیرا۔۔! دماغ تیرے پر میں پہلے ہی سوار ہوں۔ اب کیا کندھوں پر بھی سوار کرے گا اپن کو۔۔۔۔۔؟ شہرام نے گڑبڑا کر پیچھے ہوتے اسے جان بوجھ کر چھیڑنا چاہا تھا۔ جس پر فاتح سے تیزی سے گھورنے لگا۔۔

بکواس نہیں کر اور تیزی سے بیٹھ میری کمر پر آکر۔۔۔! ابھی یہاں پر کوئی آ گیا۔ تو تجھے ہی لینے کے دینے پڑیں گئے۔۔! میں تو تیری اس ٹوٹی ٹانگ سے

صاف انجان بن جاؤں گا۔۔! پہلے بتا رہا ہوں۔۔ پھر نہ کہی۔۔!! فاتح جو اسکی فکر میں ہلکان ہو رہا تھا۔ کہ بے اختیار اسے دھمکی دیتے ہوئے کہنے لگا۔۔ شاید وہ اسے گھر والوں سے ڈرانا چاہ رہا تھا۔

پر یار۔۔!! فاتح کے ڈرانے پر شہرام الجھتے سے بالوں کو کھجانے لگا۔ شاید اسے فاتح کا خود کو کندھوں پر اٹھانا عجیب لگ رہا تھا۔ لیکن پھر فاتح کی گہری نیلی آنکھوں کو اپنی طرف گھورتے دیکھ کر شہرام سرد سانس خارج کرتے ہوئے اسکی گردن کو جکڑتے ہوئے سوار ہو گیا۔ اب اگر وہ چلنے سے قاصر تھا۔ تو مفت کی سواری کرنے میں کیسی ہی شرم۔۔۔ بے ساختہ وہ اگلے ہی پل میں کمینے پن سے سوچتے ہوئے مسکرا اٹھا۔۔

یار فتی ایسے تو بہت مزہ آرہا ہے۔۔! ایسے کر زرا لاؤنج میں ایک دو چکر لگاتے ہوئے مجھے جھولے ہی دے دے۔۔! قسم سے اپن کو بہت سواد آ رے لا۔۔۔!! شہرام کے لمبے چوڑے وجود کو کمر پر اٹھائے فاتح جوا بھی چند قدم ہی چلا تھا۔ کہ غیر متوقع طور پر شہرام کی چمکتی ہوئی آواز سنتے ہی فاتح سلطان کڑھتے ہوئے رک چکا تھا۔۔۔

سالے بھینسے۔۔! گینڈے سے بھی زیادہ تیرا وزن ہے۔۔۔! یہاں میں تجھے اٹھا کر گرنے والا ہو گیا ہوں۔ اور تجھے سواد لینے کی پڑ گئی ہے۔۔! سیڑھیوں سے زرا پیچھے ہی رکتے ہوئے فاتح نے سارا لحاظ بلائے طاق رکھتے ہوئے کھڑا، کھڑا جواب دیا۔ یہاں وہ اسکی چوٹ پر پریشان ہو رہا تھا۔ اور وہاں اس گینڈے کو مزہ لینا تھا۔

شہرام کا لمبا چوڑا وجود اٹھائے فاتح سلطان کی سفید رنگت انتہائی سرخ پڑ گئی تھی۔ یہ جانے بنا کہ کبیر خان اور غازیان پاشا انہیں کب سے دیکھ رہے ہیں۔۔ کبیر خان تو حیرانی سے ان دونوں کی حرکتیں دیکھ رہا تھا۔ جبکہ غازیان سے اب اپنی ہنسی ضبط کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ وہ صرف ابھی یہاں پر آئے تھے۔ جب شہرام کو فاتح کمر پر اٹھا رہا تھا۔ پہلے تو وہ انکو دیکھ کر ٹھٹک کر رک گئے۔ اور اب شہرام کے الفاظ پر کبیر خان کو صدمہ لگتے لگتے رہ گیا۔

دیکھ لے فتی تو اب میری اتنی سی خواہش پوری نہیں کرے گا۔۔۔! فاتح کے جواب پر شہرام نے بے اختیار منہ بسور کر کہنا چاہا۔

کمینے میں تیرا باپ نہیں ہوں۔ جس کے کندھوں پر سوار ہو کر تجھے ساری دنیا دیکھنی ہے۔۔۔! شہرام کی بے تکی خواہش پر فاتح اب چڑتے ہوئے پھر

رک گیا۔ وہ جتنی کوشش کر رہا تھا۔ کہ اسے جلد از جلد کمرے میں پہنچا دے۔ وہ اتنی ہی رکاوٹ بن رہا تھا۔

ٹھیک ہے میں آئندہ تجھے کچھ نہیں کہوں گا۔۔! اسے مانتے دیکھ کر شہرام نے فوراً سے پہلے ناراضگی کے اظہار میں منہ پھلا لیا۔ اور ناراضگی کے اظہار کے طور پر فاتح کی گردن سے اپنی گرفت بھی ڈھیلی بھی کر دی تھی۔۔ آس پاس سے بالکل بے خبر ہمیشہ کی طرح وہ خود میں ہی الجھے ہوئے تھے۔ جیسے کوئی چھوٹے بچے ہوں۔۔

دل تو میرا کر رہا ہے۔ کہ تیری دوسری ٹانگ اپنے ہاتھوں سے توڑ دوں۔۔! اور پھر تجھے اٹھا کر لاؤنج میں جھولے جھلاؤں۔۔۔! فاتح کڑھتے ہوئے بول کر شہرام کو لاؤنج کے ایک دو چکر لگوانے کے لیے ابھی مڑا ہی

تھا۔ کہ اپنے پیچھے کھڑے کبیر خان اور غازیان کو دیکھتے ہی بد حواس ہوتے شہرام کو چھوڑ گیا۔ جس کے باعث شہرام اگلے ہی پل ٹھا کرتے زمین پر پڑا ہوا تھا۔

یااللہ۔۔۔! نیچے گرنے کے باعث شہرام نے کراہتے ہوئے اللہ کو یاد کیا۔ جبکہ فاتح جو بڑے بھائی کو اچانک اپنے سامنے دیکھ کر گھبرا گیا تھا۔ کہ شہرام کے کراہنے پر ہوش میں آتے تیزی سے جھکتے ہوئے اسے اٹھانے لگا۔۔ غازیان انکی حالت دیکھتے ہوئے بری طرح خاموش ہنسنا شروع ہو چکا تھا۔۔ کبیر جو انہیں کچھ سخت سنانے ہی والا تھا۔ کہ اچانک تبھی اسکی نظر شہرام کی جینز کی طرف گئی۔ جہاں خون کے گہرے دھبے نظر آنے لگے تھے۔ شاید نیچے گرنے کی وجہ سے اسکا زخم دکھ گیا تھا۔ اور خون بہنا شروع ہو گیا تھا۔

کیاہوا ہے تمہیں۔۔؟اگلے ہی پل کبیر خان پریشانی سے شہرام کی طرف بڑھا۔جو ابھی تک زمین پر ہی بیٹھا ہوا تھا۔غازیان بھی ہنسی چھوڑ کر جلدی سے انکی طرف آیا۔

ک۔۔کچھ نہیں بھائی۔۔۔!!فاتح نے ٹالتے ہوئے بہانہ بنانا چاہا ہی تھا۔۔ کہ کبیر خان کی سخت آواز سنتے ہوئے وہ اپنی جگہ سے اچھل کر رہ گیا۔۔۔

شٹ آپ فاتح۔۔۔!!جھوٹ بولنے کی کوشش بھی مت کرنا۔۔۔!کبیر نے تیزی سے شہرام کی جینز اوپر کرتے ہوئے اسکی ٹانگ دیکھنا چاہی۔کبیر خان کے اپنی ٹانگ کو چھونے پر شہرام کی جان ہوا ہونے لگی تھی۔ہمت نہیں ہو رہی تھی۔کہ بڑے بھائی کو وہ زرا سا بھی روک پاتا۔۔شہرام اور

فاتح بیک وقت آپس میں چور نظروں سے دیکھتے ہوئے اپنی شامت کا انتظار کرنے لگے تھے۔۔۔

کیا ہوا ہے یہاں پر۔۔۔؟ شہرام کی ٹانگ پر بڑی سی پٹی بندھی دیکھ کر کبیر خان کو حیرت سی ہوئی۔ سفید پٹی کو خون میں رنگتے دیکھ کر وہ بے یقینی کے مارے انکی جانب دیکھ گیا۔ جواب نظریں چرائے ہوئے تھے۔۔ جبکہ غازیان بھی حیرانی سے شہرام کی ٹانگ دیکھ رہا تھا۔

غازی۔۔۔! اسے اٹھا کر کمرے میں پہنچاؤ اور باسم کو بھی بلاؤ۔۔۔! میں بس پانچ منٹ میں آرہا ہوں۔۔۔!! میرے آنے تک اسے کہیں نکلنے مت دینا۔۔! سرد لہجے میں بولتے ہوئے غازیان کو حکم دیتے ہوئے کبیر خان

کھڑا ہو گیا۔۔ جس پر غازیان تابعداری سے سر ہلاتے ہوئے فاتح کو اشارہ کرتے ہوئے شہرام کو اٹھانے کا کہنے لگا تھا۔

کبیر کی ہدایت پر جہاں فاتح نے خفگی سے منہ بنالیا تھا۔ وہیں غازیان ہنسی دبا کر رہ گیا۔ سب ہی جانتے تھے۔ کہ وہ دونوں نمونے پکڑے جانے پر بھاگنے کے لئے رستہ ڈھونڈتے ہیں۔ اس لئے کبیر خان نے غازیان کو پہلے ہی خبردار کر دیا تھا۔ کہ اسکے پہنچنے تک فاتح سلطان غائب نہیں ہونا چاہیئے۔۔

ایشام کال پر بات کرتے ہوئے کمرے میں داخل ہوا تو انجیلینا کو اپنے سسٹم کے آگے بیٹھے دیکھ کر وہ ایک پل کے لئے حیران ہوتے رک گیا۔ دروازہ

کھلنے کی آواز پر انجیلنا چہرہ موڑتے ہوئے مسکرا کر اسکی طرف دیکھ کر دوبارہ تیزی سے انگلیاں چلانے لگی تھی۔

ایشام حیرت سے مسکراتے ہوئے اسکی طرف بڑھتے ہوئے ساتھ والی چیئر پر آکر بیٹھ گیا۔۔کال پر چھوٹے چھوٹے جواب دیتے ہوئے وہ اب انجلینا پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔جو کی بورڈ پر مہارت سے انگلیاں چلاتے ہوئے اسے حیرانی میں مبتلا کر رہی تھی۔انجیلنا کو یوں آسانی سے اپنا کام کرتے دیکھ کر ایشام مزید کال پر بات نہیں کر پایا تھا۔اس لئے فورا کال بند کرتے ہوئے اسے مخاطب کر گیا۔۔

تمہیں ہیکنگ آتی ہے کیا۔۔؟ایشام نے تعجب سے اٹالین میں استفسار کیا۔۔

ہاں تھوڑی بہت۔۔۔! سسٹم کی طرف نظریں جمائے زرا کی زرا اسکی طرف مڑتے ہوئے انجیلنا نے لاپرواہی سے مسکراتے ہوئے جواب دیا تھا۔

یہ تھوڑی بہت تو مجھے کہیں سے بھی نہیں لگ رہی۔۔۔! اسکے جواب سے انکار کرتے ہوئے ایشام بے ساختہ بول گیا۔ جس پر وہ ہنس دی تھی۔

لو ہو گیا تمہارا کام۔۔۔! اینٹر کی پریس کرنے کے بعد وہ اب مکمل طور پر اسکی طرف گھومی تھی۔ جبکہ ایشام متاثر کن انداز میں اسے دیکھ رہا تھا۔۔ جیسے کہنا چاہ رہا ہوں۔ کہ یہ ہے تمہاری تھوڑی بہت ہیکنگ۔۔۔؟

کب واپس آئی ہو۔۔۔؟ایشام نے بے ساختہ سوال کیا۔کیونکہ وہ شام سے ہی گھومنے کے لیے گئی ہوئی تھی۔آج کل وہ غازیان پاشا کے اسسٹنٹ "فہد" ساتھ اسلام آباد گھوم پھر رہی تھی۔۔

تھوڑی دیر پہلے ہی بس۔۔! چینج کرتے ہی تمہارے پاس آگئی۔۔۔! کرسی کے ساتھ ٹیک لگاتے ہوئے وہ بولی تھی۔۔

اسلام آباد پسند آرہا ہے پھر۔۔؟ایشام نے جاننے والے انداز میں مزید سوال کیا۔۔۔

ہاں بہت۔۔۔! بلکہ میں تو سوچ رہی ہوں۔کہ کیوں نا غازیان کا آفس بھی جوائن کرلوں۔۔۔! اسی بہانے میں یہاں کی کورٹس وغیرہ دیکھ لوں گی۔۔! ایشام کے سوال کرتے ہی وہ پر شوق لہجے میں اپنے خیالات کا اظہار

کرنا شروع ہو گئی۔ ایشام تو اسکا پاکستان کو جاننے کا تجسس دیکھتے ہوئے بے اختیار ہنس دیا تھا۔۔

اس میں سوچنے والی کیا بات ہے۔۔۔! تم جب چاہے کر سکتی ہو۔۔۔! ایشام نے خوش دلی سے اسکے خیال میں حامی بھری تھی۔۔

پر شام میں تھوڑی کنفیوز ہو رہی ہوں۔۔۔! کہیں میرے آفس جوائن کرنے سے غازیان کو کوئی ایشو نہ ہو۔۔۔۔! انجیلنا ایک دم سے مسکرانا چھوڑ کر محتاط لہجے میں کہنے لگی۔

!!...Not at All Angelina

ڈونٹ وری میں خود غازیان سے بات کروں گا۔۔۔! میں ہنڈرڈ پرسنٹ شیور ہوں۔ کہ اسے کوئی ایشو نہیں ہو گا۔ ویسے بھی ہر چیز اب کلئیر ہو چکی

ہے۔۔۔! ایشام اسے بے فکر کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ جس پر وہ کچھ مطمئن نظر آنے لگی تھی۔۔۔

میں کھانا آڈر کر رہا ہوں۔۔! کھاؤں گی کچھ کیا...؟ بھوک لگنے کے احساس پر ایشام نے اپنا فون نکالتے ہوئے پوچھا تو وہ تیزی سے سر ہلاتے ہوئے اسے بتانے لگی۔

کبیر خان سپاٹ چہرے کے ساتھ شہرام کی ٹانگ پر پٹی کر رہا تھا۔ باسم، غازیان اور فاتح خاموشی سے وہاں پر کھڑے تھے۔ کبیر کے تاثرات دیکھتے ہوئے فاتح اور شہرام کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ کہ منہ سے کچھ پھوٹ سکیں۔۔ سبحان بھی مزے سے سیب کھاتے ہوئے انکی حالت کے مزے

لے رہا تھا۔ کیونکہ ایسا موقع بہت کم ہی میسر ہوتا تھا۔ فارس ابھی تک واپس نہیں آیا تھا۔

بھائی میں کرتا ہوں نا۔۔! باسم نے بے اختیار آگے بڑھ کر کہنا چاہا۔ جس پر کبیر نے نفی میں سر ہلا کر اسے وہیں پر روک دیا۔ شہرام کی ٹانگ کا زخم انتہائی گہرا تھا۔۔ جس کو دیکھ دیکھ کر کبیر خان کے تاثرات بگڑے جا رہے تھے۔

کس کے ساتھ مار پیٹ کی ہے۔۔؟ پٹی باندھتے ہوئے کبیر نے سرسری سے لہجے میں پہلا سوال کیا۔ اس سوال پر چونکتے ہوئے فاتح اور شہرام نے تیزی سے آپس میں نظروں کا تبادلہ کیا۔۔

وہ۔۔وہ بھائی۔۔۔!! فاتح کو منہ دہی جمائے دیکھ کر شہرام نے بولنے کی کوشش کرتے ہوئے بیچارگی سے اپنے بھائیوں کی جانب دیکھا۔جو اسے اشارے کرتے ہوئے سچ بتانے کا کہہ رہے تھے۔

اگر بتانے میں دقت ہو رہی ہے تو کوئی دوسرا طریقہ آزماؤں۔۔۔؟ شہرام کی زبان کو وہ، وہ سے آگے بڑھتے نہ دیکھ کر کبیر نے بے ساختہ رکتے ہوئے نظریں اٹھائیں۔ بڑے بھائی کی آئس بلو آنکھوں کو دیکھتے ہوئے شہرام نے بیچارے پن سے تھوک نگلا تھا۔

سوری بھائی وہ بس تھوڑی سی لڑائی ہو گئی تھی کسی کے ساتھ۔۔۔!! شہرام نے لمبی سانس خارج کرتے ہوئے بتانے کے ساتھ ہی معذرت بھی کرنا چاہی تھی۔تاکہ اپنی شامت سے بچ سکے۔۔دوسری طرف اسکی بات سننے

کے بعد کبیر خان نے مٹھیاں بھینچ کر ضبط کرنے کی کوشش کی۔۔وہ پٹی کر چکا تھا۔اس لئے شہرام پر کڑی نگاہ ڈالتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

غازی ان سے انکی سپورٹس کارز کی چابیاں لے لوں۔۔!اور اگلے پورے تین دن مجھے یہ مینشن سے باہر نہیں دیکھائی دینے چاہیئے۔۔۔!بے تاثر لہجے میں بولتے ہوئے فاتح اور شہرام پر کڑی نظر ڈال کر کبیر خان نے غازیان کی طرف مڑتے ہوئے سزا کے طور پر حکم سنایا تھا۔جس پر غازیان نے فورا سر ہلا دیا تھا۔جبکہ فاتح اور شہرام بس بڑے بھائی کو دیکھتے رہ گئے تھے۔۔

گاڑیاں بالکل تیار تھیں۔۔غازیان پاشا کب سے تیار کھڑا ماہ پارہ کے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔جو کہ آ ہی نہیں رہی تھی۔آج وہ سب گاؤں جا رہے تھے۔ ہیر بھی تیار ہو کر نیچے آ چکی تھی۔جبکہ منیزے پاشا اور بیہ ایک ساتھ کھڑی باتوں میں مصروف تھیں۔۔

ایشام کہاں رہ گیا ہے۔۔؟ایشام کو کہیں ناپا کر ضرار پاشا بے ساختہ پوچھ گئے۔سب انہیں رخصت کرنے کے لئے باہر پورچ میں ہی کھڑے تھے۔

پتہ نہیں بھائی کہہ رہا تھا۔کہ بس دو منٹ میں پہنچ رہا ہوں۔۔۔!بیہ صدیقی جواب میں بولی تھیں۔۔چونکہ گاؤں میں وہ سب غازیان پاشا کی سرداری کی رسم ادا کرنے کے لئے جا رہے تھے۔اس لئے شیراز پاشا کے حکم کے مطابق بیہ صدیقی اور ایشام بھی انکے ساتھ ہی جا رہے تھے۔البتہ ناز اور

بہار یہیں پر رہنے والی تھیں۔۔ کیونکہ فلوقت وہ اتنا لمبا سفر طے کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھیں۔۔

مام آپ کب واپس آئیں گئیں۔۔۔؟ ماں کے جانے پر بہار بے ساختہ اداس ہونے لگی تھی۔ اسے لئے بیہ صدیقی کے کندھے پر سر رکھتے ہوئے لاڈ سے پوچھ گئی۔۔

دو دنوں کے بعد آجاؤں گی میری جان۔۔! اپنا اور آپی کا خاص خیال رکھنا ہے اوکے۔۔؟ بیہ صدیقی پیار بھرے لہجے میں اسے سمجھاتے ہوئے بولی تھیں۔ انکی ہدایت سنتے ہوئے ساتھ کھڑی گل ناز بے اختیار ہنس دی۔

تبھی مینشن میں ایشام صدیقی کی گاڑی بھی داخل ہو گئی۔ ہارن کی آواز پر وہ

متوجہ ہوتے سامنے دیکھنے لگے۔ جہاں ایشام صدیقی نک سک سا تیار گاڑی سے باہر نکل رہا تھا۔

سفید شلوار قمیض پہلے نیلی آنکھوں پر شیڈز لگائے وہ جیسے ہی گاڑی سے باہر نکلا۔ کہ وہ تینوں ماں، بیٹیاں ایشام کی طرف دیکھتے ہی محبت سے مسکرا دیں۔ آج وہ یکسر اپنے حلیے سے مختلف نظر آرہا تھا۔ عادت کے مطابق ایشام نے اپنے کان میں پہنی بالی کو ایک بار کے لئے چھوا تھا۔ جس پر بہار اور ناز کھلکھلا پڑی تھیں۔ جبکہ بیہ خفگی سے انکو دیکھنے لگی تھی۔ ایشام کے اس فیشن کی وجہ سے بیہ صدیقی کو آئے دن اپنے شوہر سے باتیں سننا پڑتی تھیں۔۔۔ جو باتیں کم وہاج صدیقی کے طعنے زیادہ ہوتے تھے۔۔

ہائے مام۔۔! آپ لوگ تیار نہیں ہوئے کیا ابھی تک۔۔؟ آنکھوں سے شیڈز اتارتے ہوئے ایشام انکی طرف آتے ہوئے بے اختیار پوچھ گیا۔اور ساتھ ہی ایک نظر غازیان پاشا پر بھی ڈالی تھی۔جو اسی کی طرح سفید شلوار قمیض پہنے گاڑی کے ساتھ ٹیک لگائے موبائل میں مصروف تھا۔گاؤں کے ماحول کے مطابق ضرار پاشا نے خصوصاً انہیں شلوار قمیض پہنے کی تاکید کی تھی۔

میں تیار ہوں یہ یہیں پر رہیں گئیں۔۔۔! ایشام کے بالوں کو محبت سے سنوارتے ہوئے بیہ صدیقی اسے بتانے لگیں۔جس پر ایشام بے ساختہ اپنی دونوں بہنوں کو دیکھ گیا۔۔۔

بھیا آپ بہت ہینڈسم لگ رہے ہیں۔۔!! بہار نے ہمیشہ والے الفاظ ادا کرتے ہوئے بڑے بھائی کی تعریف کرنا ضروری سمجھی تھی۔ جس کو سنتے ہوئے ناز اور ایشام قہقہ لگا گئے۔۔

لگتا ہے کبیر بھیا کو بتانا پڑے گا...!! ناز نے ہنستے ہوئے بہار کو چھیڑنا چاہا۔۔ شاید وہ اسے ڈرانا چاہ رہی تھی۔ کہ وہ بڑے بھائی کی تعریف میں مزید کچھ کہنے کی کوشش نہ کرے۔۔۔

بھیا۔۔!! ناز کے چھیڑنے پر بہار نے روہانسے ہوتے ایشام سے کہا۔ وہ ہنستے ہوئے اگلے ہی پل اسے بازو کے حصار میں لے گیا تھا۔۔

میں نہیں ڈرتی اب بیر سے۔۔۔! ایشام کے حصار میں آتے ہی بہار نے خلافِ توقع ناک سکوڑ کر بہادری کا مظاہرہ کرتے بڑی بہن کو جواب دیا۔ جس کو دیکھ کر وہ تینوں داد دینے والے انداز میں اسے دیکھنے لگے تھے۔۔۔

بالکل میری بہن اب کسی سے بھی نہیں ڈرتی۔۔۔! ایشام نے ہنسی دبا کر اپنی معصوم بہن کے موقف میں حامی بھری۔ جس کو سنتے ہوئے ناز نے پھر قہقہ لگایا تھا۔ بیہ بھی ہنسی دبانے لگی تھیں۔ وہ اچھے سے جانتی تھیں۔۔ کہ انکا کھڑوس داماد صرف انکی بیٹی کے لئے ہی نرم ہے۔ ورنہ اگر گل بہار نے کبھی کبیر خان کا کوئی دوسرا روپ دیکھ لیا۔ تو شاید ہی بہار کبھی دوبارہ یہ کہنے کی ہمت کر پاتی کہ وہ کبیر خان سے اب نہیں ڈرتی ہے۔۔

اسے کیا ہوا ہے۔۔؟ غازیان کے بگڑے تاثرات پر نظر ڈالتے ہوئے ایشام نے بے اختیار سوال کیا۔۔

غازی بھیا، پارو کا انتظار کر رہے ہیں۔۔۔!! نازنے ہولے سے بتاتے ہوئے آنکھیں چمکائیں تھیں۔ جبکہ اسکے شرارتی انداز پر ایشام اور بیہ ہنسی دبا گئے۔

میری سبز چڑیل نہیں نظر آرہی کہیں۔۔۔!! کیا وہ بھی نہیں جا رہی ساتھ۔۔؟ ہیر کو کہیں نا دیکھ کر ایشام اسکے بارے میں پوچھنے لگا۔ ہیر جو باہر آکر پھر دوبارہ اندر جا چکی تھی۔ کہ تبھی وہ ماہ پارہ کو ساتھ لئے دوبارہ نمودار ہوئی۔۔

شام تمیز کے ساتھ رہا کرو۔۔۔۔! اسی وجہ سے وہ تمہارے ساتھ اکھڑی رہتی ہے پھر۔۔۔! ہیر کو سبز چڑیل بلانے پر بیہ گھور کر بیٹے کو ڈانٹنے لگیں۔ جو مسکراہٹ دبا کر ہیر پاشا کو دیکھنے لگا تھا۔ لائٹ پنک کلر کے خوبصورت سے ڈریس میں وہ آج خلافِ معمول سر پر دوبٹہ لیے نظر آرہی تھی۔ اسکے سر پر دوبٹہ دیکھتے ہوئے ایشام بے ساختہ متاثر کن انداز میں سر ہلاتے ہوئے ماں کو جتاتی نظروں سے دیکھا۔۔۔

غازیان جو کب سے ماہ پارہ کا انتظار کرتے ہوئے اب غصے کا شکار ہو رہا تھا۔ کہ اسے ریڈ ڈریس میں اپنے سامنے دیکھتے ہوئے وہ فورا سے پہلے ہوش بھلاتے ہوئے تکنے لگا تھا۔ سارا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھتا محسوس ہوا۔ اسکی بے لگام نظروں پر ماہ پارہ شرم سے دوہری پڑنے لگی تھی۔

چلو بیٹھو سب۔۔! سب کو خدا حافظ کہنے کے بعد ضرار پاشا اپنی گاڑی کی جانب بڑھتے ہوئے غازیان کے سامنے سے گزرتے ہوئے بے اختیار رک گئے۔۔

تھوڑی شرم وحیا باقی ہے کہ نہیں۔۔۔! بہنیں پاس کھڑی ہیں اور تم یوں آنکھیں پھاڑے بیوی کو تاڑنے میں لگے ہوئے ہو۔۔۔! آہستہ آواز میں غازیان کو سناتے ہوئے ضرار پاشا اس بے شرم کو گھور گئے۔ ایشام جو بہنوں کو خدا حافظ کہنے کے بعد انہی کی طرف آرہا تھا۔۔ کہ اپنے ماموں کے الفاظ سنتے ہوئے ہنسی ضبط کرتا چلا گیا۔۔۔

مجھے ایک بار بس آپ لوگوں کی جوانی کا کوئی قصہ پتہ چل جائے سہی۔۔۔!

دیکھیے گا پھر میں آپکو شرم وحیا کے مطلب کیسے ٹھیک سے سمجھاتا

ہوں۔۔۔! باپ کی اچانک مداخلت پر غازیان بدمزہ ہوتے فورا کہنے لگا تھا۔

وہ ان سب کے ایک ہی لیکچر پر شاید تنگ پڑ گیا ہوا تھا۔۔ ضرار پاشا بے

ساختہ اسے حیرت سے دیکھتے چلے گئے۔۔

ڈوب مرو۔۔۔!! ضرار کلس کر کہتے ہوئے تیزی سے اپنی گاڑی کی طرف

بڑھ گئے۔۔

چور کی داڑھی میں تنکے۔۔۔!! باپ کو بھاگتے دیکھ کر غازیان ہونہہ کرتے

بول اٹھا۔ تنکے سے مراد شاید وہ بہت کچھ کہنا چاہ رہا تھا۔

چل زیادہ بھڑک مت اب۔۔۔! غازیان کو گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے ایشام جو اپنی گاڑی کی طرف پلٹا ہی تھا۔ کہ ہیر کو اپنی گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھے دیکھ کر وہ ٹھٹک کر رکتا چلا گیا۔ ایک لمحے کے لیے اسے اپنی نظروں کا دھوکا محسوس ہوا تھا۔ لیکن پھر ہمت کرتے ہوئے وہ دیکھنے کے لیے گاڑی کی طرف قدم اٹھا گیا۔۔

تم کہاں بھاگ رہی ہو۔۔۔! ماہ پارہ جو چپکے سے ضرار پاشا کی گاڑی کی طرف بھاگنے والی تھی۔ کہ غازیان نے بروقت آگے بڑھ کر اسکی کلائی جکڑتے ہوئے اپنی طرف کھینچا تھا۔

اہہ غازی کیا کر رہے ہیں۔۔!! کوئی دیکھ لے گا۔۔!! ماہ پارہ نے تیزی سے سنبھلتے ہوئے اسے سب کی موجودگی کی ہوش دلانا چاہی تھی۔۔

دیکھ لے جس نے بھی دیکھنا ہے۔۔۔! تمہارے لئے میں نے گاؤں جانے کی حامی بھری ہے۔اور تم مجھے ہی چکمادے کر نکل رہی ہو۔۔۔!!اپنی گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے غازیان اسے تیزی سے اندر بٹھاتے ہوئے جواب میں بولا۔جبکہ ماہ پارہ اسے خفگی سے دیکھتی رہ گئی تھی۔۔

دوسری طرف ایشام صرف ہیر کو اپنی گاڑی میں بیٹھے دیکھ کر تعجب کا شکار ہو رہا تھا۔بیہ صدیقی جو اسکے ساتھ بیٹھنے والی تھیں۔وہ ایشام کو ڈھونڈنے پر ضرار پاشا اور منیزے کی گاڑی میں ملی تھیں۔جبکہ ہیر گھور کر اس شامی کباب کو دیکھ رہی تھی۔جس کی اسے اپنی گاڑی میں بیٹھے دیکھ کر حیرت ہی ختم نہیں ہو رہی تھی۔۔

شہرام اور فاتح لاؤنج میں منہ بنائے بیٹھے ہوئے تھے۔ آج انکی سزا کا ابھی پہلا دن ہی تھا۔ کبیر خان نے چونکہ سزا کے طور پر انکا باہر جانا بند کر دیا تھا۔ اس لئے وہ صبح سے منہ بگاڑ کر ہر اس انسان کو گھور رہے تھے۔ جو انکے سامنے باہر جا رہا تھا۔

شہرام کی چوٹ دیکھ کر مشعل ہمدانی تو باقاعدہ رونے لگی تھیں۔ جبکہ فارس نے انتہائی ملامتی نظروں سے چھوٹے بھائی کو شرم دلانا چاہی تھی۔ جو انجان نظروں سے معصوم بننے کی کوشش کر رہا تھا۔ کبیر خان چونکہ اسے پہلے ہی سب بتا چکا تھا۔ اس لئے فارس نے ایک بار بھی انہیں مخاطب کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

کبیر کی طرح اب فارس کو بھی بات نہ کرتے دیکھ کر وہ بے چینی سے پہلو بدل کر رہ گئے تھے۔اب تو ویسے ہی شام ہو رہی تھی۔۔اپنے کمرے سے نکل کر وہ پورے دن سے لاؤنج میں بیٹھے ہوئے تھے۔جبکہ سبحان ہر تھوڑے وقفے کے بعد انہیں تنگ کرتے ہوئے اپنے پچھلے حساب کتاب پورے کر رہا تھا۔۔۔

باسم ہاسپیٹل سے واپس آیا۔تو لاؤنج میں انکا ڈیرہ دیکھتے ہوئے ہنسی دباتے ہوئے اوپر جانے کی بجائے انکی طرف چلا آیا۔۔اسکی ہنسی دیکھتے ہوئے فاتح اور شہرام نے بیک وقت اسے گھورنے کی کوشش کی تھی۔

پٹی چینج کی ہے۔۔؟انکے سامنے بیٹھتے ہوئے باسم نے فکر مندانہ لہجے میں پہلا سوال کیا۔سبحان جو کچن سے باؤل پکڑے نکل رہا تھا۔کہ لاؤنج میں

باسم کو بیٹھے دیکھ کر چمکتی آنکھوں سے تیز، تیز چلتے ہوئے انکی طرف آگیا تھا۔۔۔

نہیں۔۔۔!! باسم کے سوال کا جواب شہرام کی طرف سے اکھڑتے ہوئے آیا۔۔۔

باسم بھائی لگتا ہے۔ کہ انکی ٹانگ کے ساتھ ساتھ زبان پر بھی چوٹ لگ گئی ہے۔۔۔! شہرام کی زبان کا کڑواپن دیکھتے ہوئے سبحان مزے سے پاستا کھاتے ہوئے بولا تھا۔ آج صبح سے ہی وہ انکو ایسے ہی ستا رہا تھا۔

تمہاری زبان کچھ زیادہ ہی نہیں ٹیں ٹیں کر رہی آج..؟ فاتح نے آبرو اچکاتے ہوئے سبحان کی طرف دیکھ کر جاننا چاہا۔

کیا کھا رہے ہو۔۔؟ باسم نے ہنسی دبا کر سبحان سے پوچھتے ہوئے بات بدلنے کی کوشش کی۔۔ کیونکہ وہ دو جن اسے آنکھوں سے نگلنے کی کوشش کر رہے تھے۔۔۔

فریش بنا ہوا پاستا۔۔! سبحان چہک کر بتاتے ہوئے باسم کے ساتھ جڑ کر بیٹھ گیا۔ جبکہ اسکا "فریش" لفظ سنتے ہوئے باسم اس بار اپنی ہنسی پر قابو نہیں کر پایا تھا۔ وہ اسکا فریش کا اشارہ سمجھ چکا تھا۔۔ باسم کو ہنستے دیکھ کر سبحان نے بھی بتیسی دیکھاتے ہوئے ہنسنا شروع کر دیا۔۔۔۔

فتی۔۔۔! زرا گن نکالنا کیونکہ کوئی فریش پاستے کے ساتھ ساتھ فریش گولی بھی کھانا چاہ رہا ہے۔۔! شہرام نے چبا کر کہتے ہوئے سبحان کو گھوریوں سے نوازا۔ صبح سے جب بھی وہ باہر کا چکر لگا کر آ رہا تھا۔ تو ہر چکر کی واپسی پر ایسے

ہی جان بوجھ کر انکو تپانے کے لیے کچھ نہ کچھ کہہ رہا تھا۔ کہ آج باہر کا موسم بہت خوشگوار ہے۔ جیسے ابھی فریش کہتے ہوئے چھیڑ رہا تھا۔۔۔

ٹانگ ہلائی نہیں جا رہی اور مجھے گولی مارنی ہے ان لنگڑوں اور قیدیوں نے۔۔۔! شہرام کی دھمکی پر ہونہہ کرتے ہوئے سبحان بے پرواہی سے بولا تھا۔ باسم جو اسکے ساتھ پاستا کھانا شروع ہو گیا تھا۔ کہ سبحان کا "لنگڑوں" اور "قیدیوں" سن کر زوردار قہقہ لگاتا چکا گیا۔

شہری، فاتح کچھ کھاؤ گئے کیا۔۔؟ مشعل ہمدانی اچانک کچن سے نکلتے ہوئے انکی طرف آتے ہوئے پوچھنے لگی تھیں۔

چھوٹی ماما یہ آج صرف تازہ ہوا کھانا چاہ رہے ہیں۔۔۔!! منہ میں چمچ ڈالتے ہوئے سبحان نے تیزی سے مشعل ہمدانی کو جواب دیتے انکی آج کی دبی

ہوئی خواہش بتانا چاہی تھی۔ جس پر باسم ایک بار پھر ہنستا چلا گیا تھا۔ وہ دونوں ٹیڑھے انسان آج صحیح طور پر اسکے قابو آئے ہوئے تھے۔۔

مام اسکو یہاں سے اٹھا کر لے جائیں ورنہ میں بتا رہا ہوں۔ کہ اسکو لے جا کر پچھلے لان میں دفن کر دوں گا۔۔۔! سبحان کا ایک سے ایک بڑھ کر طنز سنتے ہوئے اب شہرام نے چڑتے ہوئے سامنے کھڑی ماں کو دھمکی لگائی تھی۔ جبکہ سبحان پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔۔

چھوٹی ماما اس سے بولیں۔ کہ پہلے ہمیں ایک بار ٹھیک سے چل کر دیکھا دے۔۔۔!! پھر ہی میں ان کی دھمکی کو سنجیدہ لوں گا۔۔! پاستا انجوائے کرتے ہوئے سبحان کی طرف سے پھر جواب حاضر تھا۔ جس کو سنتے ہوئے باسم کے ساتھ ساتھ نہ چاہتے ہوئے بھی فاتح کی بھی ہنسی نکل چکی تھی۔۔۔

تجھے بڑی ہنسی آرہی ہے۔۔۔! فاتح کو بھی ہنستے دیکھ کر شہرام نے غصے کے مارے اسے دوسری ٹانگ مارنا چاہی۔ جس پر فاتح فوراً اسکی ٹانگ کو قابو کرتے ہوئے اگلے ہی پل مصنوعی سنجیدگی اختیار کر گیا تھا۔۔۔

میں کب ہنس رہا ہوں۔۔!! تجھے وہم ہو رہا ہے یار۔۔۔! فاتح نے بھرپور سنجیدگی کے ساتھ شہرام کے الزام کو رد کیا۔ جیسے واقعی ہی وہ بالکل نہ ہنسا ہو۔اور شہرام کی آنکھوں کو دھوکا ہو رہا ہے۔۔۔

بالکل شہری بھائی یہ آپکو لنگڑے کے ساتھ ساتھ اب اندھا بھی بنانا چاہ رہے ہیں۔۔۔! فاتح کا جھوٹ سنتے ہوئے سبحان بنا توقف کے ٹانگ اڑاتے ہوئے بولا تھا۔

پاس کھڑی مشعل مسکراتے ہوئے انکی لڑائی دیکھ رہی تھیں۔۔ سبحان کے الفاظ پر شہرام گھور کر فاتح کی جانب دیکھنے لگا۔ جیسے آنکھوں سے ہی پوچھنا چاہ رہا ہو۔ کہ تو بیچ میں مجھے "اندھا" بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔۔؟

بکواس کر رہا ہے یہ۔۔!! پھوٹ ڈالنے کی کوشش کر رہا ہے ہمارے بیچ۔۔۔! شہرام کی تیز نظروں پر فاتح نے تیزی سے انکار کیا۔۔اسے مکرتے دیکھ کر باسم اور سبحان مزے سے ہنستے چلے گئے تھے۔۔۔۔

چھوٹی ماما ہمیں بھی پاستا لا دیں۔۔! شہرام کو آنکھوں سے پچکارتے ہوئے فاتح نے تیزی سے مشعل ہمدانی سے کہا۔ جو ہنستے ہوئے دوبارہ کچن کی طرف مڑ گئی تھیں۔

یہ دیکھ میں تیری ٹانگ کا کتنا خیال رکھ رہا ہوں۔۔! شہرام کی زخمی ٹانگ کو سہلاتے ہوئے فاتح نے خیر خواہ بنتے ہوئے شہرام کو فلائنگ کس مارتے ہوئے ٹھنڈا کرنا چاہا۔ جس پر شہرام منہ بگاڑ کر ٹیک لگاتے ہوئے اپنی دوسری ٹانگ بھی اسکی گود میں رکھ گیا تھا۔ جبکہ سبحان اور باسم ہنستے ہوئے پاگل ہونے لگے تھے۔۔۔

میں فریش ہو کر آتا ہوں۔۔! پھر آ کر تمہاری بینڈ بج چینج کرتا ہوں۔۔۔! ہنستے ہوئے باسم کھڑے ہوتے بولا۔ جس پر شہرام ناک چڑھاتے ہوئے اسے جاتا دیکھنے لگا۔

تمہارا شک بالکل ٹھیک تھا۔۔! کبیر خان نے ماتھے کو چھوتے ہوئے فارس ہمدانی کی طرف دیکھا۔ وہ سٹڈی روم میں کھڑے تھے۔۔ انکے چہرے مضطرب ہو رہے تھے۔۔

آج واپسی پر سیلینہ کی گاڑی کا پیچھا کرتے ہوئے بھی دیکھا گیا ہے۔۔۔! فارس کے خاموش رہنے پر کبیر خان اسے بتانے لگا۔ فاتح جوان سے بات کرنے کے لئے اسی طرف آ رہا تھا۔ کہ بے اختیار "سیلینہ" کے نام پر باہر ہی رکتے ہوئے انکی باتیں سننے لگا۔۔

ہر کسی کا پیچھا کیا جا رہا ہے۔۔۔! کل ریسٹورنٹ میں نازریسٹ روم کی طرف جا رہی تھی۔ تو تب بھی۔۔۔!! کبیر کی بات سنتے ہوئے فارس نے

اسے مزید آگاہ کیا۔ جس کو سنتے ہوئے کبیر بے ساختہ ماتھے کو پھر چھو گیا۔۔۔

انکا ٹارگٹ سیلینہ ہے۔۔؟ کبیر نے پر سوچ نگاہوں سے فارس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ یا پھر سوال کیا تھا۔ کہ فارس ایک لمحے کے لئے سمجھ نہ پایا۔۔۔

ابھی تک تو یہ ہی نظر آرہا ہے۔۔۔! فارس نے الجھن بھرے انداز میں جواب دیا۔

اگر انکا ٹارگٹ سیلینہ ہے تو ہمیں سیلینہ کو انکی نظروں سے اوجھل کرنا ہو گا۔۔۔! کسی خیال کے تحت کبیر خان نے مزید کہا۔ جس پر فارس بے اختیار

اسے دیکھتا چلا گیا تھا۔ جبکہ باہر کھڑے فاتح سلطان کا دل مٹھی میں جکڑا جا چکا تھا۔

گاڑیاں گاؤں میں داخل ہو چکی تھیں۔ گاؤں میں داخل ہوتے ہی "سردار غازیان پاشا" سمیت سب کی گاڑیوں پر پھول نچھاور ہونے لگے تھے۔۔ گاؤں والے اپنے ہونے والے سردار کا استقبال کرتے ہوئے انتہائی پر جوش لگ رہے تھے۔۔ جبکہ غازیان بے زار نظروں سے یہ سب دیکھنے لگا تھا۔ سفید شلوار قمیض پہنے کندھوں پر بلیک شال لیے وہ سرمئی آنکھوں پر شیڈز لگائے ہوئے تھا۔ سڑک کے دونوں اطراف لوگوں کا رش دیکھتے ہوئے

غازیان نے تیزی سے اپنی شال اتارتے ہوئے ماہ پارہ کو اوڑھادی۔ جبکہ گاڑی وہ پہلے ہی آہستہ کر چکا تھا۔۔

اپنا چہرہ ڈھکو جلدی سے۔۔۔! شال میں خود کو چھپانے کا اشارہ کرتے ہوئے غازیان نے اسے حکم دیا۔ سڑک کے دونوں اطراف مردوں اور بچوں کا ہجوم کھڑا تھا۔ غازیان کے حکم پر ماہ پارہ نے تیزی سے خود کو اس کی شال سے ڈھک لیا۔ سب سے آگے ضرار پاشا کی گاڑی تھی۔ انکے پیچھے غازیان اور پھر ایشام کی گاڑی آرہی تھی۔

کور کرو خود کو ہیرے۔۔!! مردوں اور بچوں کو اپنی گاڑیوں کی طرف دیکھتے ہوئے پاکر ایشام نے بھی اپنی شال اتارتے ہوئے ساتھ بیٹھی ہیر کو مخاطب کیا تھا۔ جو اشتیاق بھرے انداز میں ونڈو سے باہر دیکھ رہی تھی۔ کہ

ایشام کے اچانک خود کو "ہیرے" پکارنے پر دم سادھے اسکی طرف دیکھنے لگی۔

جو نرم نگاہوں سے اسے اپنی شال اوڑھنے کا اشارہ کر رہا تھا۔ ماہ پارہ اور ہیر کے ڈریس کے ساتھ والے دوبٹے چونکہ فینسی اور باریک تھے۔ جن میں چہرہ چھپانا ناممکن تھا۔ اس لئے ایشام اور غازیان نے اپنی شال اتارتے ہوئے انہیں تھمائی تھی۔۔

سڑک پر گاڑیاں رک چکی تھیں۔۔ کیونکہ لوگ اب غازیان پاشا کی گاڑی کے قریب آکر کھڑے ہو گئے تھے۔ اور صرف گاؤں والے ہی نہیں بلکہ ضرار پاشا کے سب چچا سائیں بھی وہاں پر آچکے تھے۔ اپنے سب دادا سائیں کو آتے دیکھ کر غازیان اگلے ہی پل گاڑی سے باہر نکل آیا۔ ضرار پاشا بھی

اپنی گاڑی سے اترتے ہوئے غازیان کی گاڑی کی طرف آ گئے۔۔ سب کو باہر نکلتے دیکھ کر ایشام نے تیزی سے زرا قریب ہو کر ہیر کے گرد اپنی شال لپیٹتے ہوئے خود اسکا چہرہ ڈھک دیا۔

جب تک ہم حویلی میں داخل نہیں ہو جاتے۔۔! ایسے ہی رہنا۔۔! ہیر کو تاکید کرتے ہوئے ایشام اپنے شیڈز اٹھا کر آنکھوں پر لگاتے ہوئے گاڑی سے باہر نکلا تھا۔ اسکا رخ غازیان کی گاڑی کی طرف تھا۔ جہاں سب گاؤں والے اپنے ہونے والے سردار کو پھولوں کے ہار پہنا رہے تھے۔

شکل سیدھی کر۔۔! ایشام نے قریب جاتے ہی غازیان کو اپنے تاثرات ٹھیک کرنے کا کہا۔ جبکہ آواز آہستہ ہی رکھی تھی۔ غازیان سے کہتے ہوئے

وہ آگے بڑھ کر اپنے نانا سائیں کو گلے ملنے لگا۔ جو ایشام صدیقی کو دیکھ کر کافی حیران اور خوش ہوئے تھے۔

ایشام کے الفاظ پر نہ چاہتے ہوئے غازیان کو اپنے تاثرات نرم کرنے پڑے تھے۔ پر کوئی فائدہ نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ اس ہونے والے سڑیل، اڑیل سردار کے تاثرات پھر سے خراب ہو چکے تھے۔ غازیان کی بے بسی پر ایشام کو ہنسی آئی تھی۔ وہ موبائل نکال کر ویڈیو ریکارڈ کرنا شروع ہو گیا۔ تاکہ بعد میں بھائیوں کو سردار غازیان پاشا کا ویلکم دیکھا سکے۔

کتنے بے وقوف لوگ ہیں یہ۔۔۔! سب کو سردار، سردار بلاتے سن کر غازیان نے اچانک افسوس سے کہنا چاہا۔۔

اگر تم انکے "سردار" ہو تو پھر تو سچ میں یہ بے وقوف ہی ہیں۔۔۔! ایشام نے دل جلاتی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ اسکی بات میں حامی بھری تھی۔ جس پر غازیان بے ساختہ اسے گھورا۔ وہ دونوں چونکہ سفید شلوار قمیض پہنے ہوئے تھے۔ اس لئے اپنی اپنی شخصیت میں وہ انتہا کے دلکش معلوم ہو رہے تھے۔

گاڑی میں بیٹھی ماہ پارہ پر شوق نظروں سے اب چہرہ ڈھکے یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی۔ جبکہ پچھلی گاڑی میں موجود ہیر کی نگاہوں کو مرکز اس وقت صرف "ایشام صدیقی" تھا۔ جو ہنستے ہوئے اسکا دل بے قرار کر رہا تھا۔

گاؤں کی کچھ بزرگ عورتیں بھی اپنے ہونے والے سردار کو دیکھنے کے لیے آئیں تھیں۔ جب غازیان کی گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھی ماہ پارہ کو دیکھتے متجسس ہوتے غازیان سے سوال کر گئیں۔۔

آیا اَے مایا سردارنی اَنت؟

(کیا یہ ہماری سردارنی ہے۔۔۔؟) انکی نظروں کی تقلید میں دیکھتے ہوئے غازیان اپنی گاڑی کی طرف دیکھنے لگا۔ جہاں وہ اسکی شال میں چہرہ ڈھکے بیٹھی ہوئی تھی۔ چہرہ ڈھکے ہونے کی وجہ سے صرف اسکی خوبصورت نیلی آنکھیں واضح ہو رہی تھیں۔ یا پھر شال کو تھامے ہوئے اسکے سفید، نازک ہاتھ۔۔۔

ماہ پارہ پر نظر پڑتے ہی غازیان کے چہرے پر چھوٹی سی مسکراہٹ نے احاطہ کر لیا۔ جبکہ وہ اسکے خود کی طرف دیکھنے پر پزل سی ہو گئی تھی۔ غازیان نے سر کو جنبش دیتے ہوئے انتظار میں کھڑی خواتین کو انکی سردارنی کی جیسے ہی تصدیق کی۔ کہ سب خواتین اپنی سردارنی کو دیکھنے کے لیے بے چینی سے غازیان کی گاڑی کی طرف بڑھ گئیں۔۔

جاؤ دیکھو اسے کہیں گھبرا نہ جائے۔۔۔! گاؤں کی عورتوں کو ماہ پارہ کی طرف جاتے دیکھ کر غازیان نے فکر مند ہوتے ایشام سے کہا۔۔ کیونکہ وہ اپنی بیوی کی شرم اور معصومیت کے بارے میں اچھے سے جانتا تھا۔ غازیان کے کہنے پر ایشام سر کو جنبش دیتے ہوئے ماہ پارہ کی طرف بڑھ گیا تھا۔

آیا شام مہربانی کنینت ماوتی سردارنیٔ چہرہ دکھلان؟

کیا آپ مہربانی فرما کر ہماری سردارنی کا چہرہ دیکھا سکتے ہیں سائیں۔۔؟

ایشام صدیقی کی طرف دیکھتے ہوئے ایک عورت نے درخواست کرنا چاہی تھی۔ جبکہ ماہ پارہ تو انکی باتوں پر نا سمجھی دیکھنے لگی تھی۔ کیونکہ وہ بلوچی زبان سے واقف نہیں تھی۔

بالکل اماں، اَے شما سردارنی اَنت، صد بار دیکھ کنت...ماہی، آپاں اپنا چہرہ بچہ گونت دکھاؤ۔

(بالکل اماں آپکی سردارنی ہے سو بار دیکھ لیں۔۔۔ماہی انہیں اپنا چہرہ دیکھاؤ بچے۔۔)

ایشام نے مسکرا کر خوش اسلوبی سے بلوچی زبان بولتے ہوئے ان بزرگ عورتیں کو احتراماً جواب دیا۔ اور ساتھ ہی ماہ پارہ کو چہرہ دیکھانے کا کہا تھا۔

ایشام کے جواب پر وہ اسے بھرپور دعاؤں سے نوازتی چلی گئیں۔ایک بزرگ عورت نے آگے بڑھ کر ایشام کے سر پر پیار دینا چاہا تو وہ مسکرا کر فورا انکے آگے زرا سا جھک گیا۔ایشام کے جھکنے پر وہ بوڑھی عورت ایشام صدیقی کے سر کو چھوتے ہوئے سر چومنے لگی تھی۔ جس پر وہ محبت سے مسکراتا چلا گیا۔غازیان کی نسبت ایشام صدیقی کے لئے یہ سب لوگ بے وقوف نہیں بلکہ معصوم تھے۔جو ایک سڑیل بیرسٹر کو اپنا سردار مان کر یوں خوش ہو رہے تھے۔۔

ایشام کے کہنے پر ماہ پارہ نے جھجکتے ہوئے جیسے ہی اپنے چہرے سے شال ہٹائی تو سب عورتیں ماہ پارہ کا حسن دیکھتے ہوئے مسمرائز ہوتے منہ پر ہاتھ رکھ گئیں۔گہری نیلی خوبصورت آنکھوں کے ساتھ دودھ جیسی سفید اپنی

سردارنی کو دیکھ کر وہ مسمرائز ہونے کے ساتھ ساتھ حیرت کا شکار ہو گئی تھیں۔

ماشاءاللہ، ماوتی سردارنی بالکل مہں چیو (چاند) آنت۔۔۔۔

(ماشاءاللہ ہماری سردارنی تو بالکل چاند ہیں۔۔۔) ماہ پارہ کی خوبصورتی دیکھتے ہوئے وہ تعریف کرتے ہوئے بولیں تھیں۔ جس کو سن کر ماہ پارہ جھینپ سی گئی۔ اپنی تعریف سن کر اسکے سفید گال ہلکے ہلکے گلابی ہونا شروع ہو گئے تھے۔ جس پر ایشام مسکرا کر اسے دیکھنے لگا۔

ماہ پارہ کی غیر معمولی خوبصورتی انکو حیرانی سے دوچار کر رہی تھی۔ دور کھڑا غازیان پاشا بھی کبھی کبھی نظریں گھما کر ماہ پارہ کی طرف دیکھ لیتا تھا۔ ماہ پارہ

کو عورتوں کی طرف مسکراتے دیکھ کر وہ بھی ہولے سے مسکرا کر باتوں میں مصروف ہو گیا تھا۔

تھوڑی دیر یوں ہی گزری تو سب اپنی اپنی گاڑیوں کی جانب بڑھ گئے۔ غازیان تیز قدموں سے پلٹتے ہوئے اپنی گاڑی کی طرف آیا۔۔۔اسکی بارعب شخصیت دیکھتے ہوئے عورتیں پیچھے ہٹتی چلی گئی تھیں۔ایشام بھی تیزی سے اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا تھا۔گاڑیاں دوبارہ سٹارٹ ہوئیں تو گارڈز کی سیکورٹی میں وہ سب حویلی کی طرف بڑھ گئے۔۔۔

گاڑی میں بیٹھتے ہی سب سے پہلے غازیان نے اپنے گلے سے پھولوں کا ہار نکالتے ہوئے ماہ پارہ کو پہنایا تھا۔مقابل کے اس عمل پر وہ ایک دم سے کھلکھلا پڑی تھی۔اسکی کھلکھلاہٹ سنتے ہوئے غازیان مسکرا کر اسکا سہانا

روپ دیکھنے لگا۔ بے شک وہ بلا کی خوبصورت تھی۔ اور سب سے زیادہ خوبصورت اور غیر معمولی اسکے میرون سلکی بال تھے۔ جو اس وقت غازیان کی شال کے نیچے چھپے ہوئے نظر آرہے تھے۔۔۔

کیا کہہ رہی تھیں وہ عورتیں۔۔۔؟ گاڑی سٹارٹ کرتے ہی غازیان نے ماہ پارہ کا ہاتھ تھامتے ہوئے لبوں سے لگا کر استفسار کیا۔ پورے رستے میں وہ اسے تنگ اور چھیڑتے ہوئے آیا تھا۔

اپنی "سردارنی" کا چہرہ دیکھنا چاہ رہی تھیں۔۔! ماہ پارہ نے چہکتے ہوئے اسے بتایا۔ جبکہ اسکا خود کے لئے سردارنی سن کر وہ ہولے سے قہقہ لگا گیا۔ کچھ دیر پہلے ماہ پارہ کو انکی بلوچی زبان تو سمجھ نہیں آئی تھی۔ پر سردارنی کے لفظ

اور پھر بعد میں ایشام کے چہرہ دیکھانے پر وہ سمجھ گئی تھی۔ کہ وہ اپنے ہونے والے سردار کی سردارنی کو دیکھنا چاہ رہی ہیں۔۔۔

تمہیں سردارنی بن کر اچھا لگ رہا ہے کیا۔۔؟ اپنی بیوی کی ایکسائٹمنٹ دیکھتے ہوئے غازیان نے جاننے والے انداز میں سوال کیا۔۔

بہت۔۔۔!! مطلب مجھے بہت "ڈریمی" سا لگ رہا ہے یہ سب غازی۔۔۔! ماہ پارہ نے فوراً جواب میں بولتے ہوئے بتانا چاہا تھا۔ غازیان کے سوال پر لہجہ ایک دم سے جو شیلا سا ہو گیا تھا۔ جو غازیان نے بخوبی محسوس کیا تھا۔

تو اسکا مطلب ہے کہ مجھے تمہارے لیے "سردار" بننا ہی پڑے گا اب۔۔۔! ماہ پارہ کی طرف دیکھ کر وہ اچانک سوچنے والے انداز میں بولا

تھا۔۔۔ جس پر ماہ پارہ نے فوراً سر ہلاتے ہوئے حامی بھری تھی۔ جس کو دیکھ کر وہ ہولے سے ہنستے ہوئے اسکا ہاتھ دوبارہ لبوں سے لگا گیا۔ اگر "ماہ پارہ سلطان" اسے سردار بنتا دیکھنا چاہتی تھی۔ تو پھر "غازیان پاشا" پر فرض تھا۔ کہ وہ بنا کوئی سوچ وبچار کیے اسکی اس خواہش کو حقیقت کا روپ دے دیتا۔۔۔ جو وہ اب کل ہی کرنے والا تھا۔

تم اندر جا کر بیٹھو میں بس تھوڑی دیر میں واپس آرہا ہوں۔۔! محبت کو اپنے کیبین میں جانے کا کہتے ہوئے باسم نے ایک نظر اسکے اکھڑے چہرے کی طرف دیکھا۔۔

روبی کے ریگولر چیک آپ کے لئے باسم اسے گھر سے اپنے ساتھ زبردستی لایا تھا۔ پر راستے میں ہی اسے ہاسپیٹل سے ایک ایمرجنسی کال آگئی۔ جس کی وجہ سے باسم کو پہلے یہاں آنا پڑا تھا۔ روبی کے چیک آپ کے لئے محبت جو خوشی خوشی اپنے ڈیڈ کے ساتھ جا رہی تھی۔ کی باسم کی اچانک مداخلت پر اسکا موڈ خراب ہو چکا تھا۔ کیونکہ وہ اسے زبردستی اپنے ساتھ لے آیا تھا۔ اس وجہ سے محبت کا موڈ خراب ہوا پڑا تھا۔ پر باسم جان کر بھی انجان بن رہا تھا۔

کتنی دیر میں واپس آئیں گئے۔۔۔؟ محبت نے منہ بناتے ہوئے استفسار کرنا چاہا۔ جبکہ ہاتھوں میں وہ اپنی بلی کو اٹھائے ہوئے تھی۔ اس وقت وہ باسم کے کیبن کے سامنے کھڑے تھے۔ پر محبت کو انتظار کرنے میں کوفت سی

محسوس ہو رہی تھی۔اس لئے اسکے واپس آنے کے بارے میں بے ساختہ پوچھنے لگی۔

بس تھوڑی ہی دیر میں ہی آرہا ہوں میری جان۔۔۔! باسم نے زرا سا جھکتے ہوئے اسے میٹھے لہجے میں جواب دیا۔ باسم کے نزدیک ہونے پر محبت تیزی سے پیچھے ہوئی تھی۔اور ساتھ ہی بوکھلا کر ارد گرد دیکھنے لگی۔ باسم کی قریبی پر جہاں محبت نے بوکھلائی تھی۔وہیں روبی نے بے زار ہوتے میاؤں کر دیا۔سامنے کھڑا شخص اسے بالکل بھی اپنی ماں کے ارد گرد نہیں پسند تھا۔۔

تمہاری اس کباب کی ہڈی روبی کو آج ڈاکٹر کے ہاتھوں مروا ہی دوں گا میں۔۔۔! دیکھنا زرا۔۔۔! روبی کے میاؤں کرنے پر باسم نے چباتے ہوئے محبت کی بلی کو گھوری ڈالی۔جو باسم کے گھورنے کا اثر لیے بنا اپنا پنجہ

چاٹنے لگی تھی۔ یہ اسکی مخصوص عادت تھی۔ جو باسم کے کچھ کہنے یا دیکھنے پر وہ کرتی تھی۔۔

ڈاکٹر باسم آپکو بلا رہے ہیں۔۔۔! اچانک ایک نرس نے تیزی سے وہاں آتے ہوئے پیچھے سے انہیں مخاطب کیا۔ باسم چونک کر فوراً سنجیدہ ہوتے مڑ کر سر ہلا گیا تھا۔۔

تم جاؤ اندر۔۔۔! محبت کو اندر جانے کا اشارہ کرتے ہوئے باسم جانے کے لئے مڑا تو محبت بھی سر ہلاتے ہوئے روبی کو اٹھائے کیبن کے اندر چلی گئی۔۔

کیبن میں داخل ہو کر میز کے سامنے رکھی کرسی پر وہ ابھی بیٹھنے ہی لگی تھی۔ جب روبی نے تیزی سے میاؤں کرتے ہوئے اسے روکا۔ روبی کے میاؤں اور پنجہ ہلانے پر محبت چونک کر اسکی طرف دیکھنے لگی۔

کیا ہوا میرا بچہ۔۔؟ محبت نے یوں ہی کھڑے کھڑے پیار سے پوچھا تھا۔ اور ساتھ ہی روبی کے منہ کو زرا سا چوم بھی لیا تھا۔ محبت کے پیار کرنے پر روبی بھی مست انداز میں دم ہلاتے ہوئے اسکے ہاتھوں سے نکل کر میز پر کھڑی ہو گئی۔ اور میز پر چلتے ہوئے دوسری طرف رکھی باسم کی چیئر کی طرف دیکھتے ہوئے میاؤں میاؤں کرنے لگی۔ جیسے اپنی ماں کو کہنا چاہ رہی ہو۔ کہ یہاں اس چیئر پر آ کر بیٹھو۔۔!!

کیا۔۔؟ وہاں بیٹھوں۔۔۔؟ محبت اسکے دیکھنے پر سوال کرتے ہوئے میز کے دوسری طرف رکھی چیئر کی طرف بڑھی۔ جبکہ اسکے سوال پر روبی پھر میاؤں میاؤں کرتے سر ہلا گئی۔

محبت کو حیرت سی ہوئی تو وہ ہنس کر اسکا ردعمل دیکھنے کے لئے آگے بڑھ کر باسم کی کرسی پر بیٹھ گئی۔ محبت جیسے ہی باسم کی کرسی پر ابھی بیٹھی ہی تھی۔ کہ روبی میڈم بھی اپنی دم ہلاتے ہوئے پوری شان کے ساتھ چلتے ہوئے آ کر اسکی گود میں براجمان ہو گئی۔ روبی کے شاہانہ انداز دیکھتے ہوئے محبت حیرت سے کھلکھلاتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔ جو اسکی گود میں بیٹھتے ہی اب آنکھیں بند کر گئی تھی۔۔

بہت چالاک ہو گئی ہو تم۔۔! ٹیک لگاتے ہوئے محبت نے لاڈ سے روبی کو جھنجھوڑتے ہوئے اپنے سامنے کرتے چوما تو وہ اپنے نوکیلے دانت دیکھاتے ہوئے مسکرانے لگی۔ پہلے سفید رنگ میں اسکی نیلی آنکھیں جتنی خوبصورت لگتی تھیں۔ اب کالا رنگ ہونے پر وہ نیلی آنکھیں اتنی ہی خوفناک سی معلوم ہوتی تھیں۔ پر محبت کو اپنی روبی اتنی ہی پیاری لگتی تھی۔

کہاں جا رہی ہو۔۔۔؟ روبی کو اپنے ہاتھوں سے نکلتے دیکھ کر محبت تیزی سے بولی۔ پر روبی میڈم کے باسم کاظمی کے آفس میں آتے ہی انداز و آداب بدل گئے تھے۔ اپنی کھڑی دم کو پوری شان کے ساتھ ہلاتے ہوئے باسم کے بڑے سے ٹیبل پر کیٹ واک کرنے لگی۔ محبت ٹیک لگائے ہنستے ہوئے اسکی حرکتیں دیکھ رہی تھی۔ جیسے اس کیبن کی مالکن مس روبی ہی ہو۔۔

کوئی چیز مت توڑ دینا روبی۔۔۔! ورنہ وہ کھڑوس ہم دونوں کو کچا کھا جائیں گئے۔۔۔! روبی کو باسم کی چیزوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتے دیکھ کر محبت نے تیزی سے بولتے ہوئے اسے خبر دار کیا۔ لیکن روبی میڈم پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ اپنی ماں کے کہے کو ہو نہہ میں نظر انداز کرتے ہوئے روبی میڈم پورے فوکس کے ساتھ ڈاکٹر باسم کاظمی کی چیزوں کے ساتھ پنگے بازی شروع کر چکی تھی۔۔

جرگہ بیٹھ چکا تھا۔ "سردار" کی جگہ پر غازیان پاشا اپنی پوری شان کے ساتھ براجمان ہوا تو پورے جرگے میں ایک گہری خاموشی چھا گئی۔

بلیک شلوار قمیض پہنے غازیان پاشا نے جرگے میں بے ساختہ ایک نظر دہرائی تو کافی چہرے اسے اپنی وجہ سے بگڑتے ہوئے نظر آئے تھے۔ جن کو دیکھ کر اسے کمینی سی خوشی ہوئی تھی۔۔

غازیان کے ایک طرف "ضرار پاشا" تو دوسری طرف "ایشام صدیقی" بیٹھا ہوا تھا۔ جبکہ ضرار پاشا کے سب چچا سائیں دوسری طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ چونکہ ضرار پاشا کے سب چچا سائیں میں سے کسی کا بھی کوئی بیٹا نہیں تھا۔ اور ضرار پاشا کو سردار بننے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اس لئے شیراز پاشا نے کبھی اسے سردار بننے کے لئے زبردستی نہیں کی تھی۔

پر جب تک شیراز پاشا یہاں پر موجود تھے۔ تب تک سرداری کی ساری زمہ داریاں ابھی تک وہ ہی نبھا رہے تھے۔ لیکن چونکہ اب وہ یہاں پر

موجود نہیں تھے۔ توانکی غیر موجودگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کافی مخالف دشمن سردار بننے کا عہدہ حاصل کرنا چاہ رہے تھے۔ جو شیر از پاشا کسی صورت بھی نہیں ہونے دے سکتے تھے۔ کیونکہ گاؤں کی سرداری انکے خاندان میں نسل در نسل چلی آرہی تھی۔ جو وہ کسی قیمت پر بھی کسی دوسرے کے ہاتھوں میں نہیں تھما سکتے تھے۔ اس لئے ساری صورتحال کو دیکھتے ہوئے شیر از پاشا اور ضرار پاشا نے غازیان کو جلد از جلد سردار بنانے کا فیصلہ کیا تھا۔ پر ضرار پاشا کی طرح اسکے بیٹے کو بھی سرداری میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ پر فلوقت ضرار پاشا اپنی بیٹے کی دلچسپی کو اہمیتِ دینے کی پوزیشن میں نہیں تھے۔

اپنے وقت میں اپنی جاب اور خاندان والوں سے چڑ ہونے کی وجہ سے انہوں نے سرداری سے دور اختیار کر لی تھی۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ وقت وہ حویلی اور گاؤں سے دور رہ کر گزار سکیں۔ اور جب انکا بیٹا بھی وہی چیز کرنے کو کہہ رہا تھا۔ تو اسکی ساری باتوں پر مٹی ڈالتے ہوئے ضرار پاشا خالص پاکستانی باپ ہونے کا فرض نبھاتے ہوئے غازیان کو زبردستی سردار بنانے کے لیے گاؤں لا چکے تھے۔۔۔

خیر ہے کل تک تو سردار بننے کے نام سے کاٹ کھانے کو آ رہا تھا۔ اور اب یوں چوڑا ہو کر سرداری کی کرسی پر ایسے بیٹھا ہوا ہے۔۔! جیسے راتوں میں سردار بننے کے سپنے ہی دیکھتا رہا ہو۔۔!

ایشام نے متجسس و حیرانی سے آہستہ آواز میں کہنا چاہا۔ جو پاس بیٹھے ضرار پاشا بھی سن چکے تھے۔ بیٹے کے بدلے انداز تو وہ بھی آج صبح سے نوٹ کر رہے تھے۔۔ پر پوچھنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔۔۔

ماہا نے کہا ہے اس لیے بس اسکی خواہش پوری کر رہا ہوں۔۔۔! ناک کو انگوٹھے سے چھوتے ہوئے غازیان نے سرسری لہجے میں اسے جواب دیا۔

جس کو سن کر ایشام ایک جھٹکے میں چہرہ موڑتے ہوئے اس بے نیاز سردار کی طرف دیکھنے لگا۔ جبکہ چہرہ موڑنے پر تو ضرار پاشا بھی مجبور ہو گئے تھے۔ اور صدمے سے اپنے عظیم سپوت کو دیکھتے چلے گئے تھے۔ جو صرف بیوی کے ایک بار کہنے پر چپ چاپ سردار کی کرسی سنبھالنے کو تیار ہو گیا تھا۔ اور وہ جو اتنے مہینوں سے اسکے ساتھ مغزماری کر رہے تھے۔۔۔؟

اپنے ماموں سائیں کو دیکھتا پا کر ایشام بروقت سٹپٹا کر چہرہ موڑتے واپس سامنے دیکھنے لگا تھا۔ جبکہ سردار غازیان پاشا کی بے نیازی میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی تھی۔ ضرار پاشا کے بڑے والے چچا سائیں غازیان کو سردار کی دستار پہنانے کے لئے اپنی جگہ سے اٹھے تو مجبوراً ضرار پاشا بھی جرگے کی طرف متوجہ ہو گئے۔۔

غازیان پاشا کو جیسے ہی سرداری کی دستار پہنائی گئی تو ایشام تیزی سے اسکی تصویریں بنانے لگا۔ سرمئی آنکھوں میں گہری سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔ چہرے پر موجود شیو کو زرا سا چھوتے ہوئے غازیان پاشا نے آخر کار سختی بنتے ہوئے پورے گاؤں کو اپنی سرداری میں قبول کر ہی لیا تھا۔ جو کہ کوئی

چھوٹی بات نہیں تھی۔ بلیک شلوار قمیض پہنے کندھوں پر سفید شال رکھے وہ ایک خوبصورت ترین اور "مغرور سردار" معلوم ہو رہا تھا۔

باسم کو گئے ہوئے ایک گھنٹہ ہو چکا تھا۔ اس دوران محبت اسکی کرسی پر بیٹھی اسکی چیزیں دیکھ رہی تھی۔ اور صرف وہی نہیں بلکہ اس کام میں اسکے ساتھ روبی بھی شامل تھی۔ جو صحیح طرح سے الٹ پلٹ کرتے ہوئے ڈاکٹر باسم کاظمی کی چیزوں کا معائنہ کر رہی تھی۔ جیسے کسی مشکوک ثبوت ملنے کی تلاش میں ہو۔۔۔

میاؤں۔۔۔! پیپرز کو چیک کرتے ہوئے بے اختیار ایک پیپر پر آکر رکتے ہوئے روبی نے میاؤں کرتے ہوئے ماں کو بلایا۔۔۔

کچھ ملا ہے کیا۔۔؟ محبت نے تیزی سے زرا سا آگے ہوتے دیکھنا چاہا تھا۔

نہیں میری جان یہ کچھ خاص نہیں ہے۔۔۔! پیپر زپر لکھی رائٹنگ سے الجھتے ہوئے محبت نے ناک چڑھاتے ہوئے اسے بتایا۔ محبت اپنی روبی کے ساتھ مل کر سارا ٹیبل کھنگال چکی تھی۔ کچھ نہ ملنے پر روبی نے جمائی لیتے ہوئے اس بورنگ کیبن پر نظر ڈالی۔ جہاں انہیں کچھ بھی کام کا نہیں ملا تھا۔۔

ماں کی گود میں واپس لیٹنے کا سوچتے ہوئے روبی میز پر ابھی کھڑی ہوئی ہی تھی۔ کہ تیزی میں قدم اٹھاتے ہوئے اسکا پاؤں میز کنارے پر پڑے ہوئے شوپیس سے ٹکرا گیا۔ جس کے باعث کانچ کا وہ شوپیس اگلے ہی پل زمین پر گرتے ہوئے چکنا چور ہو چکا تھا۔۔

محبت منہ کھولے اور روبی ٹھہر کر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے کے بعد زمین پر پڑے شوپیس کی طرف دیکھنے لگی تھیں۔ جب اچانک ڈاکٹر رامین دروازہ کھولتے ہوئے اندر داخل ہوئی تھی۔۔

کون ہو تم۔۔؟ اور یہاں پر کیا کر رہی ہو۔۔؟ کس کی اجازت سے تم لوگ اس کیبین میں داخل ہوئیں۔۔۔؟ محبت کو ڈاکٹر باسم کی کرسی پر بیٹھے دیکھ کر ڈاکٹر رامین نے حیرت سے پوچھتے ہوئے غصے سے دیکھا تھا۔

شوپیس کے ٹوٹنے کی آواز پر وہ دیکھنے کے لئے اندر آئی تھی۔ پر ڈاکٹر باسم کی کرسی پر ایک انجان لڑکی کو بیٹھے دیکھ کر وہ تعجب سے دیکھ گئی۔۔

تم جاہل لڑکی کیا حال کیا ہے تم نے اس روم کا۔۔۔!! پورے کیبن میں نظریں دہراتے ہوئے ڈاکٹر رامین انتہائی غصے سے محبت کی طرف دیکھتے ہوئے بولنا شروع ہو گئی تھی۔

ٹیبل پر پیپرز بکھرے ہوئے تھے۔ زمین پر کانچ کے ٹکڑے پڑے تھے۔ جو یقیناً شو پیس کے ٹوٹنے کے ہی تھے۔ جبکہ ٹیبل پر روبی بھی ابھی تک ویسے کی ویسے ہی کھڑی تھی۔ جیسے ڈاکٹر رامین کو سمجھنے کی کوشش میں ہو۔۔۔

شٹ آپ۔۔!! یہ تم نے جاہل کسے بولا ہے۔۔۔!! جانتی بھی ہو کہ کس سے بات کر رہی ہو۔۔۔! ڈاکٹر رامین کے جاہل کہنے پر محبت خان بھڑکتے ہوئے جواب میں بولی۔ محبت کے بھڑکنے پر روبی بے ساختہ اپنی ماں کی

طرف دیکھ گئی۔۔اور اگلے ہی پل چوڑی ہو کر کھڑی ہو گئی۔۔ جیسے ماں کو لڑنے کی تیاری پکڑتے دیکھ کر اسے حوصلہ ملا ہو۔۔

کون ہو تم بھئی کہاں کی کوئی پرائم منسٹر لگی ہوئی ہو۔۔۔؟ محبت کے جواب دینے پر ڈاکٹر رامین کو پہلے سے بھی زیادہ غصہ آیا تھا۔ایک تو وہ انجان لڑکی منہ اٹھا کر یہاں پر آگئی تھی۔اور اب بجائے شرمندہ ہونے کے یوں بد لحاظی میں جواب دے رہی تھی۔۔

ڈاکٹر رامین کے الفاظ سنتے ہوئے روبی کو ایک دم سے غصہ آیا تو وہ ڈاکٹر رامین کی طرف دیکھتے ہوئے غراتے ہوئے اپنا پنجہ اٹھا گئی۔ جیسے پوچھ رہی ہو کہ تمہاری ہمت کیسے ہوئی میری ماں کے ساتھ اس انداز میں بات کرنے کی۔۔۔

روبی کو خود کی طرف غراتا دیکھ کر ڈاکٹر رامین حیرت سے منہ کھولتے ہوئے سامنے ٹیبل پر کھڑی بلی سمیت اس لڑکی کو دیکھنے لگی تھی۔ جو معافی مانگنے کی بجائے اسے ڈارنے کی کوشش کر رہی تھیں۔۔۔

You Dirty Cat۔۔!!

ڈاکٹر رامین نے غصے سے بولتے ہوئے تیزی سے آگے بڑھ کر غیر متوقع طور پر روبی کو اٹھا کر بے دردی سے زمین پر پھینک دیا۔ جس پر روبی ڈر کر میاؤں میاؤں کرتے ہوئے تڑپنے لگی تھی۔۔

روبی میرا بچہ۔۔۔!! محبت نے تیزی سے آگے بڑھ کر روبی کو اٹھاتے ہوئے بانہوں میں بھر لیا تھا۔ روبی بھی سہمتے ہوئے ماں کے اندر چھپتے ہوئے رونے والے انداز میں میاؤں میاؤں کرنے لگی تھی۔ جبکہ محبت بے

یقینی سے سامنے کھڑی انسان کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جس نے ڈاکٹر ہونے کے باوجود ایک معصوم بے زبان کو یوں بے حسی سے زمین پر پھینکا تھا۔ کیبین میں اٹھتے شور پر متوجہ ہوتے باہر کھڑا سٹاف بے اختیار اندر داخل ہو کر دیکھنے لگا۔

تم کیا میرا یوں کھڑے ہو کر اب میں منہ دیکھ رہی ہو۔۔۔! نکلو اپنے گند کو لے کر یہاں سے۔۔۔! ورنہ ابھی سیکورٹی کو بلا کر دھکے دے کر یہاں سے باہر نکلواں گی۔۔۔! محبت کو یوں جم کے کھڑے دیکھ کر ڈاکٹر رامین رعب سے کہتے ہوئے اسے باہر نکلنے کا کہنے لگی۔ ڈاکٹر رامین کو یوں محبت پر غصہ کرتے دیکھ کر وہاں کھڑی ایک نرس نے پریشان ہوتے سارا معاملہ دیکھا

تھا۔نرس نے آگے بڑھ کر ڈاکٹر رامین سے ابھی کچھ کہنا ہی چاہا تھا۔جب محبت آنکھوں میں نمی لیے خود مضبوط لہجے میں بولنے لگی۔۔۔

اس کیبین سے اور ہاسپٹل سے "میں" نہیں اب "تم" نکلو گی۔۔۔!اور بے فکر رہو میں تمہیں دھکے دے کر نہیں یہاں سے نکالوں گی۔بلکہ میرا شوہر تمہیں خود آکر اب باہر کا راستہ دیکھائے گا۔۔۔!پر اعتمادی سے کھڑے محبت خان مضبوط لہجے میں جواب دے رہی تھی۔اسکے الفاظ سنتے ہوئے نرس بے اختیار اضطرابی کیفیت میں ڈاکٹر رامین کی طرف دیکھنے لگی تھی۔۔

محبت خان کو ڈاکٹر باسم کے ساتھ اندر آتے ہوئے اس نرس نے خود دیکھا تھا۔اور ابھی بھی ڈاکٹر باسم نے ہی اسے اپنے کیبین میں بھیجا تھا۔تاکہ وہ محبت سے کچھ کھانے کے لیے پوچھ سکے۔کیونکہ اس انتظار کرتے ہوئے

کافی دیر ہو گئی تھی۔ لیکن یہاں آنے پر ڈاکٹر رامین الگ ہی بکھیڑا کھڑا کیے نظر آئی تھیں۔۔۔

کون ہے تمہارا شوہر۔۔۔؟ جس کے دم پر تم مجھے میرے ہی ہاسپٹل میں کھڑے ہو کر دھمکیاں دے رہی ہو۔۔۔!! محبت کے الفاظ پر ڈاکٹر رامین استہزایہ انداز میں میں پوچھ گئی۔ جب محبت خان جواب دیئے بنا روبی کو سینے سے لگائے مڑتے ہوئے جا کر ڈاکٹر باسم کی کرسی پر پھر بیٹھ چکی تھی۔ روبی ابھی تک اسکے سینے میں چہرہ چھپائے ہوئے تھی۔ شاید وہ بے حد ڈر گئی تھی۔۔

محبت خان کو یوں دھڑلے سے ڈاکٹر باسم کی کرسی پر بیٹھتے دیکھ کر ڈاکٹر رامین کے تن بدن میں آگ لگی۔ وہ سامنے کھڑی چھوٹی سی لڑکی کی جرات

پر حیران تھی۔ڈاکٹر رامین آپے سے باہر ہوتے اس سے پہلے آگے بڑھ کر محبت خان کو پکڑ کر کرسی سے کھڑا کرتی۔جب باسم کاظمی کی بھاری آواز نے سب کو اچانک اپنی طرف متوجہ کیا۔۔

کیا ہو رہا ہے یہاں پر۔۔۔؟اپنے کیبین میں لگے رش کو حیرت سے دیکھتے ہوئے وہ اندر داخل ہوا تو سب سٹاف بے اختیار پیچھے ہوتے اسے رستہ دے گیا۔باسم کاظمی اندر داخل ہوا تو اپنی کرسی پر محبت خان کو بیٹھے دیکھ کر وہ جہاں بھرپور مسکرایا وہیں سوالیہ نظروں سے ڈاکٹر رامین کی طرف دیکھنے لگا۔۔جیسے پوچھنا چاہ رہا ہو کہ اس رش کا کیا مطلب ہے۔۔۔؟

"باسم"۔۔۔!! باسم کاظمی کو ڈاکٹر رامین کی طرف متوجہ دیکھ کر محبت خان نے بے اختیار ٹھہرے لہجے میں پہلی بار اسے نام سے بلایا تھا۔اسکے

یوں پکارنے پر باسم کاظمی بے یقینی سے چہرہ موڑتے ہوئے اسکی طرف دیکھتا چلا گیا۔ جو غیر معمولی سنجیدگی سے پہلے ہی اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔۔

کچھ ہوا ہے محبّت۔۔۔؟ محبت خان کی سنجیدگی پر ٹھٹک کر وہ بے ساختہ اسے مخاطب کر گیا۔ جبکہ ڈاکٹر رامین حیرت کے مارے انہیں ایک دوسرے سے بات کرتا دیکھ رہی تھی۔

بالکل ہوا ہے نا۔۔!! ابھی آپکے آنے سے ٹھیک دو منٹ پہلے آپکی یہ ڈاکٹر مجھے آپکے کیبین سے یہ کہتے ہوئے نکال رہی تھی۔۔ کہ اگر میں یہاں سے نہ گئی تو سیکورٹی سے کہہ کر دھکے دے کر نکلوادے گی۔۔۔!! اور اسی کوشش میں انہوں نے روبی کو بھی ٹیبل سے اٹھا کر نیچے زمین پر زور سے

پھینکا ہے۔۔! کرسی کے ساتھ ٹیک لگاتے ہوئے محبت خان انتہائی عام سے لہجے میں مختصر کرتے ہوئے اسے آگاہ کر رہی تھی۔۔ جیسے روزمرہ کی کوئی تفصیل گوش گزار رہی ہو۔۔۔! دوسری طرف اسکی باتوں کو سنتے ہوئے باسم کاظمی کی آنکھوں میں ناگواری و سرخی اترتی چلی گئی تھی۔۔

!...What rubbish Dr Rameen

محبت کی باتیں سننے کے بعد باسم کو دماغ گھومنے میں ایک پل لگا تھا۔۔۔! جس کے باعث اگلے ہی پل اسکی دھاڑ کمرے میں بے ساختہ تھی۔ جبکہ ڈاکٹر رامین ناسمجھی و حیرت کے مارے اپنی جگہ سے اچھل کر رہ گئی تھی۔۔

سر ایسا کچھ نہیں۔۔۔! یہ۔۔ یہ لڑکی اور اسکی بلی یہاں پر توڑ پھوڑ کر رہے تھے۔۔۔! باسم کاظمی کی نظروں پر تھوک نگلتے ہوئے ڈاکٹر رامین ابھی بتانا

شروع کرتی جب وہ درشتگی سے اسکے الفاظ ٹوکتے ہوئے آگے ایک قدم آگے بڑھا تھا۔۔۔

!!..Shut up Miss Rameen

She is not an ordinary girl—Her name “ ”.is Mohabbat Basim Kazmi

ڈاکٹر رامین کے لڑکی کہنے پر باسم کاظمی کو جلال آیا تھا۔۔!! جیسے محبت کے ساتھ باسم کا نام نہ لگانے پر اسکی برداشت آزمائی گئی ہو۔

آپ جانتی بھی ہیں کہ آپ کس کے بارے میں بات کر رہی ہیں۔۔یہ کوئی لڑکی نہیں بلکہ میری "بیوی" ہے۔اور اس حیثیت سے وہ اس ہاسپیٹل کی اونر ہے۔آپکی جرات کیسے ہوئی میرے ہی ہاسپیٹل میں میرے ہی کیبین

سے میری بیوی کو نکالنے کی دھمکی دینے کی بھی۔۔۔!! محبت کی آنکھوں میں چھپی ہوئی نمی کو بھانپتے ہوئے باسم کاظمی کے دل میں آگ بھڑکی تھی۔بس نہیں تھا۔کہ ابھی سامنے کھڑے انسان کا وہ حشر بگاڑ دیتا۔۔لیکن عورت ہونے کی وجہ سے وہ بامشکل اپنے لہجے واشتعال پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا۔۔

باسم کے الفاظ سنتے ہوئے ڈاکٹر رامین کا دماغ سائیں سائیں کرنے لگا تھا۔وہ بے یقینی کے مارے آنکھوں کو پھیلائے بے اختیار باسم کاظمی کو ایک نظر دیکھ کر سامنے بیٹھی "محبت خان" کو دیکھتی چلی گئی۔جو ابھی تک پر اعتمادی سے باسم کی کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔۔سارا اسٹاف افسوس سے ڈاکٹر رامین کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔جواب بت بنے بس کھڑے تھی۔۔

باسم کاظمی کی آواز سنتے ہوئے روبی نے بھی چہرہ باہر نکالتے ہوئے بے اختیار میاؤں کیا۔اور اگلے ہی پل وہ محبت کے بازوؤں سے نکلتے ہوئے باسم کی طرف بڑھ گئی۔ ٹیبل پر کھڑے ہو کر روبی نے اپنے پنجے سے باسم کے بازو کو چھوتے ہوئے اسے اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا تھا۔۔اسکی میاؤں کی آواز پر باسم اچانک متوجہ ہوتے اسکی طرف دیکھنے لگا۔

محبت کی طرح روبی کی بھی نیلی آنکھوں کو نمی سے چمکتے دیکھ کر اسکا دل مٹھی میں جکڑتا چلا گیا تھا۔اس نے اگلے ہی پل پیار سے روبی کو بازوؤں میں اٹھا لیا۔ باسم کے اٹھاتے ہی روبی نے لاڈ سے اسکے سینے میں چہرہ چھپایا تو سارے سٹاف نے دوبارہ افسوس بھری نظروں سے ڈاکٹر رامین کی طرف دیکھا۔ جس نے اتنے معصوم جانور کو یوں سفاکیت سے زمین پر پھینکا تھا۔۔۔

سوری سر۔۔۔! مجھے پتہ نہیں تھا۔ کہ یہ آپکی وائف ہیں۔۔۔!! شرمندگی سے چہرہ جھکاتے ہوئے ڈاکٹر رامین نے معافی مانگنا چاہی۔ جس کو سن کر محبت تمخسر بھرے انداز میں مسکرادی۔۔

آپکو پتہ نہیں تھا۔اس لئے آپ نے مجھے ایسے ٹریٹ کیا مس رامین۔۔! اسکا مطلب ہے۔ کہ اگر میری جگہ سچ میں کوئی عام لڑکی ہوتی اور وہ غلطی سے بیچاری اس کیبین میں داخل ہو جاتی تو آپ اسے سیکورٹی سے دھکے دے کر اور ذلیل کر کے یہاں سے نکلواتیں۔۔۔!! اسکا معافی نامہ شروع ہوتے دیکھ کر محبت خان کہتی چلی گئی۔ جس پر ڈاکٹر رامین کو مزید شرمندگی ہونے لگی تھی۔اور نہ صرف شرمندگی بلکہ اس وقت محبت کو باسم کاظمی کی بیوی کے روپ میں دیکھتے ہوئے اسکا دل جلتے ہوئے راکھ ہو رہا تھا۔

سوری ٹو سے باسم۔۔! پر میں یہاں کے سٹاف سے بالکل بھی مطمئن نہیں ہوئی ہوں۔۔! بڑے بابا لوگوں نے یہ ہاسپیٹل خاص کر "عام لوگوں" کے لئے بنایا تھا۔تاکہ غریب سے غریب اور عام سے عام شخص بھی یہاں پر بنا کسی مشکل کے ہر طرح کا علاج کروا سکے۔۔۔! پر یہاں تو کچھ اور ہی ہو رہا ہے۔۔۔! آپ ایسا کریں کہ ڈاکٹر رامین کو ابھی جاب سے فائر کریں۔۔۔! کیونکہ یہ ہاسپیٹل ان جیسے "خاص لوگوں" کے لیے نہیں بنا ہے۔۔۔!

محبت خان نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں بنا رکے بولتے آخر پر باسم کاظمی کی طرف حکمیہ نظروں سے دیکھا تھا۔۔۔جو روبی کو اٹھائے سنجیدگی سے سر ہلا کر ابھی جواب میں کچھ بولتا جب ڈاکٹر رامین تیزی سے کہنے لگی۔۔

پلیز سر ایسا نہیں کریں۔۔۔! میں جانتی ہوں مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔پر پلیز مجھے جاب سے نہیں نکالیں۔۔۔! ڈاکٹر رامین کی منتیں شروع ہو چکی تھیں۔۔۔

آپکی اس حرکت نے مجھے اپنی بیوی کے سامنے انتہائی شرمندہ کیا ہے ڈاکٹر رامین۔۔۔! آپکو میں نے نہیں بلکہ میری بیوی ہی اس جاب سے فائر کر رہی ہیں۔۔۔! اس لئے میں آپکی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔۔!

!!...You may leave now

سنجیدگی سے کہتے ہوئے ڈاکٹر باسم نے سب کو جانے کا حکم دیا۔ جس کو سنتے ہی وہ سب فورا نکلتے چلے گئے تھے۔ جبکہ ڈاکٹر رامین بھاگتے ہوئے وہاں سے نکلی تھی۔۔

سب کے جاتے ہی باسم اپنی بیوی کی طرف متوجہ ہوا۔جو اس وقت یکسر مختلف نظر آ رہی تھی۔۔۔

روبی یہاں آو۔۔۔!! باسم کی نظروں کو نظر انداز کرتے ہوئے محبت نے سنجیدہ انداز میں روبی کو پکارتے ہوئے بانہیں پھیلائیں۔پر روبی میڈم جواب دینے کی بجائے باسم کے سینے میں مزید چہرہ چھپاتے ہوئے ہولے سے میاؤں کر گئی تھی۔۔۔

باسم نے ہونٹ کاٹتے ہوئے آگے بڑھ کر محبت کو اچانک کھینچ کر اٹھاتے ہوئے کرسی پر بیٹھ کر اسے اپنی گود میں شفٹ کیا تو وہ حیرت سے اسکی کاروائی دیکھتی رہ گئی۔۔

اسکے کان میں سوری کہتے ہوئے وہ شرمندہ ہوتے اسے منانا شروع ہو گیا تھا۔ یہ جانے بنا کہ "محبت خان" کیا کرنے والی ہے۔

شام ہو رہی تھی۔ ہوڈی پہنے فاتح سلطان نے محتاط انداز میں آس پاس نظریں دہرا کر جنید کو چلنے کا اشارہ کیا۔ جس کام کے لیے وہ کلب آئے تھے۔ وہ کام ہو چکا تھا۔ اس لئے یہاں پر مزید رکنا فضول تھا۔ ویسے بھی وہ چوری چھپے مینشن سے نکلا تھا۔

آج انکی سزا کا دوسرا دن تھا۔ لیکن اس ٹارگٹ کے لئے فاتح سلطان کو خود نکلنا پڑا تھا۔ اس لئے وہ شہرام کو آگاہ کرنے کے بعد چوری چھپے نکل آیا تھا۔

عادتاً منہ میں الائچی چباتے ہوئے وہ مڑتے ہوئے کلب سے باہر نکل رہا تھا۔

جب اسکے موبائل پر حاکم ذیب کی کال موصول ہونے لگی۔ زرا رک کر جیب سے موبائل نکال کر کان سے لگاتے ہوئے فاتح کال پر بات کرتے ہوئے دوبارہ چلنے لگا۔ کلب میں رش ہر گزرتے لمحے کے ساتھ بڑھتا جارہا تھا۔

نوجوان لڑکے اور لڑکیاں حدود بھلائے ایک دوسرے میں گم نظر آرہے تھے۔ جنید سائے کی طرح فاتح سلطان کے ساتھ چل رہا تھا۔ حاکم ذیب کو جواب دیتے ہوئے فاتح سلطان اپنے دھیان میں تیزی سے قدم اٹھا رہا تھا۔ جب کال پر بات کرتے ہوئے اچانک سامنے سے آتے ہوئے وہ انسان سے ٹکرا گیا۔۔

سوری۔۔۔!میرا دھیان۔۔۔!!فاتح نے سنبھلتے ہوئے کہنا چاہا تھا۔جب سامنے کھڑے شخص کو دیکھتے ہی وہ بے ساختہ خاموش ہو گیا۔

اٹس اوکے کوئی بات نہیں۔۔۔!فاتح سلطان کی نیلی آنکھوں سے گھبراتے ہوئے "شعیب ابراہیم" نے مسکرا کر جواب میں بولتے ہوئے وہاں سے تیزی سے نکلنا چاہا تھا۔

!!....Excuse me

شعیب ابراہیم ابھی دو قدم ہی چلا تھا۔کہ فاتح سلطان کی بھاری آواز نے اسے ایک دم سے رکنے پر مجبور کیا۔۔جنید خاموشی سے فاتح کے ساتھ کھڑا تھا۔۔

شاید ہم پہلے بھی مل چکے ہیں۔۔!! فاتح چلتے ہوئے دوبارہ اسکے سامنے آن کھڑا ہوا۔اور ساتھ ہی گہری نظروں سے سامنے کھڑے شخص کو پہچاننے کی کوشش کرنے لگا۔پر بہت یاد کرنے پر بھی اسے یاد نہیں آرہا تھا۔کہ وہ اس انسان سے کہاں ملا ہے۔۔۔!

یقیناً آپکو کوئی غلط فہمی ہو رہی ہے۔۔۔! ہم بالکل ابھی پہلی بار مل رہے ہیں۔۔۔! فاتح سلطان کی نیلی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اس بار شعیب ابراہیم نے مسکرا کر مضبوط لہجے میں کہا۔تاکہ سامنے کھڑے انسان کو اس پر کوئی شک نہ ہو۔۔

ہو سکتا ہے۔۔!! لیکن۔۔۔! خیر۔۔! میں چلتا ہوں۔۔! تین ادھورے جملوں میں اپنی بات کہہ کر فاتح سلطان مسکرا کر اسکی طرف دیکھتے ہوئے

وہاں سے پلٹتے ہوئے نکل آیا۔ جبکہ اسکے جانے پر شعیب ابراہیم بے ساختہ اپنی پیشانی کو صاف کرنے لگا۔ جہاں پسینے کی چمک واضح تھی۔ گھبراہٹ کے مارے اسکا سانس بھاری ہونے لگا تھا۔

سالوں پہلے تم نے "فاتح سلطان" پر ہاتھ ڈالا تھا۔ لیکن تب "شہرام علی" تمہیں ٹھکانے نہیں لگا پایا۔۔۔! پر اب یہ منظر اور وقت یاد رکھنا کہ اگر آج فاتح سلطان کو ایک خروچ تک بھی آئی تو یہ بات اپنے دماغ میں بٹھالو کہ "شہرام علی" تیرے چیتھڑے اڑاتے ہوئے تمہیں وہاں لے جا کر مارے گا۔ کہ تو اپنی سانسوں سے بھی پناہ مانگنے لگے گا پر میں تجھے نہ مرنے دوں گا اور نہ زندہ رہنے دوں گا۔۔!

زخمی چہرے کے ساتھ پھنکارتے ہوئے شہرام نے ایک جھٹکے میں مقابل کا گریبان دبوچ لیا تھا۔اسکی ہیزل براؤن آنکھیں اس وقت آگ اگل رہی تھیں۔جبکہ مقابل ایک لمحے کے لیے گھبرا چکا تھا۔

مجھے دھمکیاں دینے سے پہلے ایک پل کے لئے یہ تو سوچ لو شہرام علی کہ کہیں تمہیں کچھ کرنے کا موقع ہی نہیں ملے اور "فاتح سلطان" سے پہلے تم خود مر گئے تو۔۔۔!اپنا گریبان چھڑا کر وہ مکروہ انداز میں ہنستے ہوئے گویا ہوا تھا۔۔۔اسکے الفاظ سنتے ہوئے شہرام علی کے چہرے پر اس بار بہت خوبصورت مسکراہٹ ابھری تھی۔اسے مُسکراتے دیکھ کر مقابل ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگا تھا۔۔۔

شہرام علی مر جائے یا پھر فاتح سلطان۔۔۔! فرق نہیں پڑتا، لیکن تم یہ مت بھول جانا کہ "کبیر خان" اور "فارس ہمدانی" بھی زندہ نہیں رہے ہیں۔۔۔! استہزایہ انداز میں کہتے ہوئے بڑے بھائیوں کو یاد کرتے ہی وہ دل سے مسکرا پڑا تھا۔ جبکہ کبیر خان اور فارس ہمدانی کے ذکر پر مقابل کے چہرے پر گہرا سایہ چھانے لگا تھا۔۔

لانگ کوٹ کی پاکٹس میں ہاتھ ڈالے وہ تیزی سے قدم اٹھا رہا تھا۔ اٹھتے قدموں کی تیزی سے صاف معلوم ہو رہا تھا۔ جیسے بہت جلدی ہو۔۔

شہرام علی چلتے ہوئے کبھی کبھار آس پاس بھی زرا نظریں دہرا لیتا تھا۔ اسکا انداز بہت محتاط زدہ تھا۔ جیسے ہی وہ منزل پر پہنچا تو ارد گرد گہری نظروں سے

دیکھ کر وہ سر پر پہنی کیپ کو درست کرتے ہوئے تیزی سے دروازے پر کھڑے ہو کر بیل بجا گیا۔ جتنی دیر اپارٹمنٹ کا دروازہ کھلنے میں لگنے والی تھی۔ اتنی سی دیری میں شہرام علی نے پاکٹ میں رکھا اپنا موبائل نکال کر چیک کرنا چاہا۔۔ گاڑی وہ بہت پیچھے ہی کھڑی کر کے آیا تھا۔۔

موبائل میں نظریں جمائے وہ دروازہ کھلنے کا انتظار کے بنا ایک ہاتھ بیل پر رکھ چکا تھا۔ آسمان پر بادل سے چھائے ہوئے تھے۔ جیسے ابھی تھوڑی دیر میں بارش شروع ہو جائے گی۔

مزید دو منٹ گزرنے کے بعد بھی جب دروازہ نہ کھلا تو شہرام کو بے اختیار تشویش سی ہونے لگی۔ جس کے باعث وہ اگلے ہی پل تیزی سے کال ملانے

ہی والا تھا۔ کہ اسی پل دروازہ کھلتا چلا گیا۔ شہرام نے متوجہ ہوتے جلدی سے سر اٹھا کر دیکھنا چاہا تھا۔۔

انسان میں تھوڑا صبر بھی ہوتا ہے۔۔۔!! دروازہ کھولتے ہی مہر ماہ ناک چڑھا کر اسے دیکھتے ہوئے بول گئی۔۔۔

جب آنے والے کا پتہ ہو تو ایسے شکوے بے کار ہوتے ہیں جانم۔۔۔! مہر ماہ کے بگڑے حلیے کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے وہ مسکرا کر بولتے تیزی سے اندر داخل ہو گیا۔ مہر ماہ ناک سکوڑ کر واپس پلٹ گئی۔ شہرام دروازے کو لاک لگاتے ہوئے اسکے حلیے کو دیکھتے ہوئے نفی میں سر ہلا گیا تھا۔۔۔

کب سے آنے کو کہا ہے۔۔! اتنی دیر کہاں لگا دی۔۔۔!! مڑ کر شہرام کی طرف دیکھتے ہوئے وہ بے ساختہ استفسار کرنے لگی۔۔

تھوڑا کام تھا بس اس لئے۔۔۔!! تم بتاؤ یہ کیا حلیہ بنایا ہوا ہے۔۔۔!! مہر ماہ کے پیچھے کچن میں داخل ہوتے بے اختیار شہرام کی نظر شیلف پر رکھے آٹے کے برتن پر پڑی۔۔

کچھ نہیں بس آٹا گوندرہی تھی۔۔۔!! اپنی ٹی شرٹ پر لگے آٹے کی طرف دیکھتے ہوئے وہ لاپرواہی سے بولی تھی۔۔

یہ تم آٹا گوندرہی تھی۔۔۔؟ اسکے آٹا گوندھنے کے کانفیڈنس پر شہرام نے آبرو اچکاتے ہوئے شیلف کی طرف اشارہ کیا۔ جہاں سارا آٹا بکھرا ہوا تھا۔۔

ہاں نا۔۔!! مہر ماہ جھجکے بنا اقرار کرتے بولی تھی۔ اسکے اعتماد کو دیکھتے ہوئے شہرام سرد سانس خارج کرتے ہوئے کوٹ اتارنے لگا۔۔

سسر صاحب نے تم سے صرف بزنس ہی کروایا ہے۔۔ تھوڑی بہت گھر گرہستی بھی کروالیتے تو مجھے روز کام چھوڑ کر تمہارے لئے یہاں پر آکر روٹیاں نہ بنانا پڑتیں۔۔! اپنی شرٹ کے سلیوز فولڈ کرتے ہوئے شہرام روز کی طرح شروع ہو چکا تھا۔ یہاں آئے انہیں ڈیڑھ سے دو مہینے ہو گئے تھے۔اس لئے مہر ماہ اب اسکی ان باتوں کی عادی ہو چکی تھی۔۔۔

میرے سسر صاحب تمہیں گھر گرہستی سیکھا رہے تھے۔اس لئے تمہارے سسر صاحب کو مجھے پیسے کمانا سیکھانا ٹھیک لگا۔۔! چمکتے لہجے میں جواب میں مسکراہٹ دبا کر بولتے ہوئے مہر ماہ نے اسے پاس آنے کا اشارہ کیا۔۔

مہر ماہ کے اشارے پر شہرام نے قریب آتے ہوئے اسے اٹھا کر شیلف پر بٹھا دیا۔اب جب تک شہرام نے کھانا بنانا تھا۔تب تک مہر ماہ ایسے ہی ٹانگوں کو ہلاتے ہوئے اس سے ساتھ ساتھ باتیں کرنے والی تھی۔۔

میرے اور تمہارے سسر دونوں کسی کام کے نہیں ہیں۔۔۔!! ٹشو اٹھا کر مہر ماہ کا چہرہ صاف کرتے ہوئے شہرام نے بے ساختہ باپ اور سسر کو یاد کرنا ضروری سمجھا۔۔۔یا شاید وہ مہر ماہ کے الفاظ کا جواب دے رہا تھا۔۔

زیادہ نہیں ہو رہا۔۔۔؟؟ شہرام کے الفاظ پر مہر ماہ آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے اسے گھورنے لگی۔جس پر وہ مسکراہٹ دبا کر آگے بڑھ کر اسکے ہونٹ چوم گیا۔۔

ناشتہ کیا تھا۔۔؟ برتن اٹھا کر سنک میں رکھتے ہوئے شہرام نے روز کی طرح پوچھا۔۔

نہیں۔۔!!! کیوں نہیں کیا۔۔؟؟ اسکے انکار پر وہ برتن چھوڑ کر اسے دیکھنے لگا۔ جو شاید صبح سے بھوکی تھی۔۔

بس دل نہیں کیا۔۔!! مہر ماہ منہ بناتے بولی تھی۔۔

دماغ ٹھیک ہے کیا۔۔؟؟ صبح سے بھوکی ہو اور انداز دیکھو۔۔۔!! اسکی لاپرواہی پر شہرام کو اچانک سے غصہ آیا۔۔ برتن چھوڑ کر وہ فریج سے فروٹ نکال کر تیزی سے چھڑی اٹھا کر سیب کاٹنا شروع ہو گیا تھا۔ جبکہ جلدی سے ایک کیلا چھیل کر اس نے مہر ماہ کی طرف بڑھاتے ہوئے اسے کھانے کا اشارہ کیا۔۔

میرا پراٹھا کھانے کو دل چاہ رہا تھا نا۔۔! تم تھے نہیں تو کیسے کھاتی۔۔۔!

شہرام کو غصہ کرتے دیکھ کر مہر ماہ نے تیزی سے بہانہ بنانا چاہا۔ جیسے شہرام اسے جانتا نہ ہو۔۔

مجھے فری ہو لینے دو پھر تمہاری اچھے سے خبر لیتا ہوں۔۔۔!! سیب کاٹتے ہوئے شہرام نے کہا۔۔۔ تو وہ ہنستے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔۔

صبح سے پورے اپارٹمنٹ میں خاموشی سی چھائی ہوئی تھی۔ اور اب شہرام کے آنے سے مہر ماہ کو یہاں پھر زندگی سی محسوس ہونے لگی تھی۔ ورنہ وہ اسکی غیر موجودگی میں بس بھٹکی روح کی طرح ادھر سے اُدھر بیٹھتے ہوئے اس وقت کا انتظار کرتی رہتی تھی۔ جب وہ روز شام کو آکر اسکے لئے کھانا بنا کر پھر واپس چلا جاتا تھا۔

آج یہیں پر رک جاؤنا۔۔۔!! شہرام کو کھانا بنانے کی تیاری کرتے دیکھ کر مہر ماہ بے اختیار بولی۔ جب وہ ٹھہر کر اسے دیکھ گیا۔۔۔

نہیں رک سکتا بہت ضروری کام ہے۔۔!! سنجیدگی سے جواب دیتے ہوئے شہرام نے پاستے کے لیے جلدی سے سبزیاں کاٹنا شروع کیں۔۔۔

پاستا کھاؤں گی یا پھر کچھ اور بناؤں۔۔؟ مہر ماہ کو اداس ہوتے دیکھ کر وہ جان بوجھ کر سوال کرنے لگا۔ جانتے بوجھتے ہوئے بھی کہ وہ اسکے ہاتھ کا بنا سب کچھ شوق سے کھانے لگی ہے۔

مجھے نہیں کچھ کھانا۔۔۔! ناراضگی سے جواب دیتے ہوئے وہ نیچے اتر کر تیزی سے کچن سے نکل گئی۔ اسے جاتے دیکھ کر وہ سرد سانس خارج کرتے بے اختیار اس جگہ کو دیکھ گیا۔ جہاں سے وہ اٹھ کر گئی تھی۔۔

کی بورڈ پر تیزی سے انگلیاں چلاتے ہوئے ایشام صدیقی کا چہرہ اس وقت خطرناک حد تک سپاٹ تھا۔ پورے کمرے میں اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ اتنے گہرے اندھیرے میں وہ مکمل طور پر صرف سکرین کی طرف متوجہ تھا۔

ڈیم۔۔۔!! پھر سے ناکام ہوتے اس بار غصے سے بے قابو ہوتے اس نے میز پر زور سے مکہ مارا۔ جس کے باعث میز پر رکھا کانچ کا شو پیس اگلے ہی پل زمین پر گرتے ٹوٹ چکا تھا۔۔

انجلینا جو دروازہ کھولتے ہوئے اندر داخل ہو رہی تھی۔ کہ ایشام کی غصیلی غراہٹ سنتے ہوئے بے اختیار اپنی جگہ پر رک گئی۔۔ کہ اگلے ہی پل کچھ ٹوٹنے کی آواز پر پریشان ہوتے اسے پکار گئی۔۔

شام۔۔۔!!انجیلنا نے پریشانی سے کمرے میں پھیلے اندھیرے کو دیکھتے ہوئے اسے سکرین کے سامنے بیٹھے دیکھا تھا۔ صبح جب وہ آفس گئی تھی۔ تب بھی وہ یہاں پر ہی بیٹھا ہوا تھا۔اور اب وہ تین بجے واپس آرہی تھی۔ لیکن وہ وہیں کا وہیں موجود تھا۔۔

انجیلنا کی آواز سنتے ہوئے ایشام کے ہاتھ بے اختیار رکے تو وہ آگے بڑھ کر لائٹس آن کر گئی۔۔۔ تیز روشنی ہوتے ہی ایشام کی آنکھیں بے اختیار بند ہوئی تھیں۔۔۔آنکھیں بند کرتے ہوئے وہ تھکے انداز میں چیئر کے ساتھ ٹیک لگا گیا۔۔

تم ٹھیک ہو نا۔۔؟روشنی میں اسے دیکھتے ہی وہ فکر مند ہوتے اسکے پاس چلی آئی۔۔

ہمم۔۔! تم کب واپس آئی۔۔؟ بند آنکھوں سے جواب دیتے ہوئے وہ پوچھ گیا۔۔۔

بس ابھی۔۔۔!! کچھ کھایا ہے کیا۔۔؟ اپنا بیگ رکھتے ہوئے وہ بکھری چیزیں اٹھاتے ہوئے پوچھنے لگی۔۔

بھوک نہیں۔۔۔! ایشام نے یوں ہی بند آنکھوں سے جواب دیا۔۔

کیوں نہیں بھوک۔۔۔!! چیزیں اٹھاتے ہوئے انجیلنا نے بے اختیار مڑ کر اسے دیکھا۔ جو یکسر بدلا ہوا ایشام صدیقی تھا۔ چہرے کی داڑھی بڑھی ہوئی تھی۔ جبکہ سر کے بال ماتھے پر بکھرے سے تھے۔ وہ بہت الجھا ہوا لگ رہا تھا۔۔

آج اتنی جلدی کیسے واپس آگئی۔۔؟ایشام نے اسکے سوال کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا تھا۔۔۔

کام ختم ہو گیا تھا۔اس لئے بس آگئی۔۔۔!انجیلنا جواب میں بولتے ہوئے پھر کمرہ سمیٹنا شروع ہو گئی تھی۔وہ اسے یہ نہیں کہہ پائی تھی۔۔کہ وہ اسکی وجہ سے جلدی واپس آئی ہے۔۔

اکیلی آئی ہو یا پھر فہد چھوڑ کر گیا۔۔۔؟ایشام نے مزید سوال کیے۔۔۔

فہد ہی چھوڑ کر گیا ہے۔۔!تم اٹھو یہاں سے اور کمرے میں جا کر سو۔۔۔! جواب میں بولتے ہوئے انجیلنا اسکی طرف دوبارہ آگئی۔جب ایشام آنکھیں کھولتے ہوئے اسکی طرف دیکھنے لگا تھا۔

نہیں سو سکتا۔۔۔! بے بسی سے کہتے ہوئے ایشام کی آنکھیں سرخ ہوئیں۔۔وہ کہنا چاہتا تھا کہ وہ سو نہیں پائے گا۔۔۔ لیکن ضبط کیے بس ہونٹ بھینچ گیا۔۔

ایسے رہو گئے تو کیا اسے ڈھونڈ لو گئے۔۔۔؟ پلیز شام میں تمہیں ایسے نہیں دیکھ سکتی۔۔۔۔!! اگر مجھے اپنا دوست مانتے ہو تو پلیز تھوڑی دیر کے لئے کمرے میں جا کر ریسٹ کر لو۔۔تب تک میں یہاں پر بیٹھ کر تمہارا کام کرتی ہوں۔۔۔! منت بھرے لہجے میں کہتے ہوئے انجیلنا اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔جو اس وقت اپنے آپ میں نہیں لگ رہا تھا۔

وہ دو راتوں سے سویا نہیں تھا۔اس لئے مزید جاگ کر کام کرنا اس کے لیے اب ناممکن سا ہو رہا تھا۔اسی وجہ سے بحث کیے بنا وہ اسکی مانتے ہوئے کرسی

سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اسے خاموشی سے اپنی بات مانتے دیکھ کر انجیلینا خوش ہو گئی۔

ایشام اٹھ کر ساتھ والے کمرے کی طرف بڑھا تو انجلینا بھی تیزی سے اپنا بیگ اٹھا کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ جلدی سے فریش ہو کر اسے یہاں واپس آنا تھا۔ جتنی دیر میں ایشام صدیقی واپس جاگتا تب تک انجلینا کو اسی جگہ بیٹھ کر کام کرنا تھا۔ جو وہ کرنے والی تھی۔ کیونکہ وہ اپنے دوست اب کو مزید ایسے نہیں دیکھ سکتی تھی۔

سلطان احمد اور ضرار پاشا سٹڈی روم میں بیٹھ کر کچھ اہم ڈسکشن کر رہے تھے۔ جب اچانک کبیر خان دروازہ کھولتے ہوئے اندر داخل ہوا تھا۔

ہیر کہاں ہے ڈیڈ۔۔۔؟؟اندر داخل ہوتے ہی کبیر خان نے ضبط بھرے انداز میں سوال کیا۔۔ جبکہ ضرار پاشااور سلطان بے ساختہ آپس میں نظروں کا تبادلہ کرتے ہوئے گہرا سانس خارج کرتے سامنے کھڑے کبیر کو دیکھنے لگے۔ جس کا چہرہ اس وقت سرخ پڑ رہا تھا۔ جو یقیناً اسکے صبر کرنے کا پتہ دے رہا تھا۔۔

نہیں پتہ۔۔۔!! سلطان احمد خان اطمینان بھرے لہجے میں بولے تھے۔۔

ڈیڈ میرے صبر کا امتحان مت لیں۔۔۔!! کبیر نے ضبط کے مارے خود کو چلانے سے روکا تھا۔

چھوٹے بابا۔۔۔!! کبیر نے اس بار ضرار پاشا کو مخاطب کیا۔۔ جو اسکے مخاطب کرتے ہی انجان بن گئے تھے۔ کبیر کی بجائے وہ اسے سوالیہ نظروں

سے دیکھ رہے تھے۔ جیسے کبیر کی زبان سے نکلنے والے الفاظ کو جانتے ہی نہ ہو۔۔۔

آپ لوگ اتنا ڈرامہ کیوں کر رہے ہیں آخر۔۔۔!! باپ کی طرح چچا کو بھی معصوم بنتے دیکھ کر کبیر خان کی صبر کی انتہا ہوئی تھی۔۔۔

Exactly...!! that's what we're saying "
too—why are you people creating so
"much drama?

(بالکل ہم بھی تو یہ ہی کہہ رہے ہیں کہ آخر تم لوگ اتنا ڈرامہ کیوں کر رہے ہو..)

سلطان کی بجائے اب ضرار پاشا سکون سے بولے تھے۔

آپ لوگ اچھا نہیں کر رہے ہیں۔۔۔!! کبیر خان مٹھیاں بھینچتے ہوئے غرا اٹھا۔۔۔ جبکہ سامنے بیٹھے انسان کندھے آچکا گئے تھے۔ جیسے کہنا چاہ رہے ہوں۔ کہ ہم کچھ غلط بھی نہیں کر رہے ہیں۔۔

کم آن کبیر خان۔۔۔!! بلیک جنریشن کے بھائیوں کے "لیڈر" کو آخر کب سے ہم بڈھے "ببر شیروں" کی مدد کی ضرورت پڑنے لگی۔۔۔!! اپنی چیئر کے ساتھ ٹیک لگاتے ہوئے سلطان احمد خان انہی کے الفاظ دہراتے ہوئے میٹھے طنز کرتے چلے گئے۔ اور ساتھ ہی وہ انکا طعنہ انکو ہی واپس لوٹانا نہیں بھولے تھے۔ شاید وہ اسکے بار بار اپنے پاس آکر یہ سوال پوچھنے سے عاجز آگئے تھے۔

باپ اور چچا کی تمخسر آمیز نگاہوں کو دیکھتے ہوئے کبیر خان کا چہرہ ضبط سے سرخ ہوا تھا۔ سامنے کھڑے بیٹھے انسان ایک پل میں اسکی انا پر کاری وار کر گئے تھے۔۔۔

صحیح کہہ رہے ہیں آپ۔۔۔!!! آخر مجھے یا میرے بھائیوں کو آپ جیسے "outdated" انسانوں کی کیا ہی ضرورت ہو گی۔۔۔!! ہاں لیکن۔۔!! ایک بات ضرور ہے۔۔! چہرے کے تاثرات کو سیکنڈ میں بدلتے ہوئے کبیر خان ٹیبل پر ہاتھ جماتے ہوئے بے اختیار باپ اور چچا کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑتے ہوئے جھکا تھا۔۔

جس دن "ہیر پاشا" ایشام صدیقی کے ہاتھ لگ گئی۔۔۔!! اس دن اپنی "بیٹی" اور "بھتیجی" کی رخصتی فائنل سمجھ لیجیے گا۔۔۔!! کبیر خان نے دل

جلاتی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ اگلے الفاظ ادا کیے۔ جن کو سن کر اس بار سلطان اور ضرار پاشا کے چہرے بیک وقت سرخ ہوئے تھے۔

اگر وہ کبیر خان کو ایشام صدیقی کا "بھائی" سمجھ کر ڈیل کر رہے تھے۔ تو پھر کبیر خان" بھی بڑے بھائی ہونے کا ثبوت دیئے بنا پیچھے نہیں رہ سکتا تھا۔ اس لئے ہیر پاشا کے عزیزوں کو وارن کرتے ہوئے مسکرا اٹھا تھا۔۔۔

وہ کیا ہے نا کہ میرا بھائی پھر اپنے صبر کا پھل چھکے بنا اسے چھوڑے گا نہیں۔۔۔!! اس لئے لڑکے کا بڑا بھائی ہونے کی حیثیت سے آپکو پہلے ہی آگاہ کر رہا ہوں۔ تاکہ باپ یا تایا بعد میں کوئی اعتراض نہ کر پائیں۔۔!

سامنے بیٹھے نفوس کے سرخ چہروں کو انجوائے کرتے ہوئے کبیر خان نے معنی خیزی سے کہتے ہوئے آنکھ ونک کی۔ جبکہ سلطان احمد خان کا بے اختیار

دل کیا تھا۔۔ کہ اٹھ کر فوراً اپنے سپوت کو دھو ڈالیں۔۔ انہیں ضبط سے خاموش دیکھ کر کبیر خان مستی سے دوبارہ آنکھ ونک کرتے ہوئے ماتھے کو چھوتے ہوئے سیلوٹ کرتے وہاں سے نکلا تھا۔۔۔

اگر میری بیٹی کو آنچ بھی آئی تو خان تیرے اس سپوت کے ساتھ ساتھ باقی بھتیجوں سمیت اپنے داماد کا قیمہ میں خود بنا ڈالوں گا۔۔!! کبیر خان کے جاتے ہی ضرار پاشا کلس کر کہتے ہوئے غراتے چلے گئے۔ جس پر سلطان ہنسی دبا کر رہ گئے۔۔ اب جب کھیل شروع ہو ہی چکا تھا۔ تو پھر دیکھنا یہ تھا کہ کون کس کو مات دینے والا ہے۔۔۔

اپنے آفس میں داخل ہوتے ہی غازیان پاشا نے غصے سے بے قابو ہوتے فائل اٹھا کر دیوار پر دے ماری ت۔۔غازیان کو غصے میں دیکھ کر فہد نے ڈرتے ہوئے تھوک نگلا تھا۔۔

پچھلے تین مہینوں سے وہ اس کیس پر محنت کر رہا تھا۔ جس کا کوئی وجود ہی نہیں تھا۔۔۔

سر کیا ہوا۔۔۔؟ فہد نے ہمت کرتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔۔

اسے کال ملاؤ فوراً۔۔۔!! غازیان نے چلا کر کہتے ہوئے فہد کی طرف دیکھا۔ جس پر فہد بے اختیار اچھل کر رہ گیا۔۔۔

کسے سر۔۔۔! ہمت کرتے ہوئے اس نے تیزی سے فون اٹھالیا۔۔

اس ماریہ نامی لڑکی کو۔۔۔!! فون ملاؤ اسے فوراً اور آفس میں آنے کا کہو۔۔۔!! اپنے غصے کو بامشکل برداشت کرتے ہوئے غازیان نے ماریہ کا نام لیا۔ ورنہ بس نہیں تھا کہ وہ سامنے ہوتی تو یقیناً غازیان پاشا کے ہاتھ کا ایک الٹا تھپڑ کھا کر وہ زمین بوس ہو چکی ہوتی۔۔۔

سر انہیں میں صبح سے کالز کر رہا ہوں۔ پر انکا نمبر بند آ رہا ہے۔۔۔!! فہد نے ایک بار پھر کال ملاتے ہوئے اسے بتایا۔ آج چونکہ اسکے کیس کی ڈیٹ تھی۔ اس لئے فہد صبح سے ہی ماریہ کے ساتھ رابطہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جو کہ ہو نہیں رہا تھا۔ کیونکہ ماریہ کا نمبر مسلسل بند آ رہا تھا۔

اگر کال نہیں ہوتی تو میری غیر موجودگی میں آئندہ اس لڑکی کو آفس میں گھسنے نہیں دینا بلکہ دھکے دے کر یہاں سے نکال دینا۔۔۔غازیان نے اشتعال انگیزی سے فہد کو حکم سنایا تھا۔ جس پر وہ فورا سر ہلاتا چلا گیا۔

انجیلینا کب گھر گئی۔۔۔؟غازیان جو مڑنے والا تھا۔ کہ یاد آنے پر بے اختیار رکتے ہوئے پوچھنے لگا۔۔۔

انہیں گئے ہوئے ایک گھنٹہ ہو گیا ہے سر۔۔۔! فہد نے جلدی سے جواب دیا۔۔

خود ڈراپ کر کے آئے تھے۔۔؟غازیان نے مزید سوال کیا۔۔

جج۔۔جی سر میں خود چھوڑ کر آیا تھا۔۔۔! فہد سر ہلاتے ہوئے بولا تھا۔۔

گڈ۔۔۔! غازیان کہتے ہوئے اندر چلا گیا تھا۔۔۔ جبکہ فہد بے اختیار گہری سانس خارج کرتے ہوئے اپنی کرسی پر ڈھے سا گیا۔۔

گاڑی کھڑے کرتے ہی ارسل خان تیزی سے باہر نکلا تھا۔ پورے راستے وہ ایشام کو کالز کرتے ہوئے آرہا تھا۔ پر دوسری طرف سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا تھا۔

ایشام کے کالز نہ اٹھانے پر ارسل خان کو اب بے ساختہ اسکی فکر ہو رہی تھی۔ دو دنوں سے کام کی مصروفیت ہونے کی وجہ سے وہ اسے ملنے بھی نہیں جا پایا تھا۔ اس لئے آج وہ جلدی گھر واپس آچکا تھا۔ تاکہ فریش ہو کر فارم ہاؤس پر جا سکے۔ جب سے ہیر گئی تھی۔۔ تب سے ایشام صدیقی نے

گھر آنا بند کر دیا تھا۔اسی وجہ سے وہ سب وقتاً فوقتاً اسے دیکھنے کے لئے فارم ہاؤس پر چلے جایا کرتے تھے۔

آہ ہیر بچے تم کہاں ہو گی۔۔۔؟؟ہیر کو سوچتے ہوئے ارسل خان جو اپنے بھائی کی حالت یاد کرتے بھاری سانس خارج کرتے اندر داخل ہو رہا تھا۔کہ اچانک رابیل کی آواز اسکے کانوں سے آ ٹکرائی۔۔۔جو شاید علینہ خانم کو کسی چیز کے لیے منانے کی کوششیں کر رہی تھی۔۔

مورے۔۔۔!!میں جلدی آجاؤں گی نا۔۔۔!رابیل نے لاڈ بھرے انداز میں علینہ خانم کے گرد بانہیں لپیٹی ہوئی تھیں۔۔ساس بہو کا پیار دیکھتے ہوئے ارسل بے اختیار وہیں پر رکتے ہوئے متاثر کن انداز میں آبرو آچکا گیا۔

رابی ضد نہیں کرو میری جان۔۔۔!! بہت دیر ہو گئی ہے۔۔!ارسل آتا ہے تو میں اسے بولتی ہوں کہ وہ تمہیں لے جائے۔۔۔!!علینہ خانم اپنا کام کرتے ہوئے اسے نرمی سے ٹال رہی تھیں۔ابھی تھوڑی دیر پہلے رابیل کو اسکی دوست کی کال آئی تھی۔۔جو اتنے شارٹ ٹائم میں رابیل کو اپنی برتھڈے پارٹی پر انوائیٹ کر رہی تھی۔اسی پارٹی کو اٹینڈ کرنے کے لیے رابیل اب اپنی ساس کو مکھن لگانے میں مصروف تھی۔کیونکہ وہ اسے اس وقت اکیلے جانے نہیں دے رہی تھیں۔۔۔

مورے میں ڈرائیور کے ساتھ چلی جاتی ہوں نا۔۔!!رابیل نے بے ساختہ منہ بناتے ہوئے حل پیش کیا۔۔

بالکل بھی نہیں۔۔۔!اس وقت اگر میں نے تمہیں ڈرائیور کے ساتھ بھیجا تو ارسل کے ساتھ ساتھ تمہارے ڈیڈ بھی غصہ ہونگے مجھ پر۔۔۔!! سلاد کاٹتے ہوئے علینہ خانم تیزی سے انکار کرتے بولی تھیں۔یہ جانے بنا کہ انکا بیٹا پیچھے ہی کھڑا ساس، بہو کی ساری گفتگو سن رہا ہے۔۔۔

ٹھیک ہے پر میں اس بندر کے ساتھ بھی نہیں جاؤں گی مورے۔۔۔! میں ڈیڈ کے ساتھ چلی جاتی ہوں۔جب سے محبت گئی ہے۔میں گھر رہ رہ کر بور ہو گئی ہوں یار۔۔۔!آپ بھی تو سمجھیں نا۔۔۔!!علینہ خانم کی بات مانتے ہوئے رابیل بھی اپنی کہتے ہوئے اداسی سے بولی تھی۔پیچھے کھڑے ارسل خان کے خود کو بندر سنتے ہوئے تیزی سے تاثرات بگڑے تھے۔

ٹھیک ہے اپنے ڈیڈ کو کال کر کے بلالو پھر۔۔۔! علینہ خانم ہار مانتے ہوئے اسے بے ساختہ گھور گئیں۔انکی گھوریوں کا مطلب سمجھتے ہوئے رابیل نے زبردستی بڑی سی مسکراہٹ پیش کرتے ہوئے سوری کہا تھا۔جو یقیناً انکے بیٹے کو "بندر" کہنے پر تھا۔

کتنی بار سمجھایا ہے کہ شوہر کو ایسے نہیں کہتے۔۔۔! رابیل کی سوری سنتے ہوئے وہ اسے پیار سے ڈپٹ گئیں۔

اسکو تمیز سیکھانے سے بہتر ہے مورے کہ بندہ دیوار میں اپنا سر پھوڑ لے۔۔۔! ماں کو ٹوکتے دیکھ کر ارسل خان بھی بولتے ہوئے آگے بڑھا۔ جبکہ اسکی آواز سنتے ہوئے ساس، بہو تیزی سے پلٹ کر اسے دیکھنے لگیں۔ ارسل کے طنز پر رابیل نے جھٹ سے منہ بگاڑ کر اسے نظر انداز کیا اور

نعمان خان کو کال ملانے لگی۔اور ساتھ ہی کن اکھیوں سے اسے یونیفارم میں تاڑنا بھی جاری رکھا تھا۔یونیفارم میں وہ ہمیشہ اسے ایسے ہی بے خود کر دیتا تھا۔۔

تم کب آئے میری جان۔۔۔!بیٹے کو دیکھتے ہی علینہ خانم کا چہرہ روشن سا ہو گیا۔۔اس لئے بات ٹالتے ہوئے پوچھ گئیں۔۔۔

بس ابھی ابھی۔۔جب آپ کسی بد تمیز کو تمیز سیکھا رہی تھیں۔۔۔!آگے بڑھ کر ماں کا سر چومتے ہوئے ارسل خان نے جواب دیا۔اسے رابیل پر مسلسل طنز کرتے دیکھ کر علینہ خانم نے بے اختیار آنکھوں ہی آنکھوں میں منع کرنا چاہا تھا۔ورنہ ابھی فساد کھڑا ہو سکتا تھا۔۔

جاؤ کمرے میں جا کر فریش ہو۔۔ میں تب تک تمہارے لئے کھانا لگاتی ہوں۔۔۔!! ارسل کو وہاں سے بھیجتے ہوئے علینہ خانم اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔ جبکہ رابیل سائیڈ پر ہو کر کال پر نعمان خان کو جلدی گھر آنے کا کہہ رہی تھی۔

نہیں مورے کھانے کا وقت نہیں ہے۔۔! آپ ایسا کریں میرا، ایشام اور انجیلینا کا کھانا پیک کر دیں۔ میں وہیں پر کھالوں گا۔۔! میں فریش ہو کر نکل رہا ہوں بس۔۔۔!! اور تم کمرے میں آ کر میرے کپڑے نکالو تب تک۔۔۔!! ماں کو بتاتے ہوئے ساتھ ہی ارسل خان نے رعب بھرے لہجے میں رابیل کو مخاطب کرتے ہوئے حکم سنایا تھا۔ جو چونک کر اسے سیڑھیاں چڑھتے دیکھنے لگی تھی۔۔

دیکھ رہی ہیں آپ مجھ سے کیسے بات کرتا ہے۔ پھر آپ سب کو لگتا ہے کہ میں بد تمیزی میں پہل کرتی ہوں۔۔! ارسل کے حکم سنانے پر رابیل نے چڑتے ہوئے ساس کی طرف دیکھا تھا۔ جن کا بس ماتھا پیٹنا رہ گیا تھا۔۔ ارسل کے یوں بلانے پر وہ ایسے ہی چڑ جاتی تھی۔۔

میں خوامخواہ میں محبت کے تنگ کرنے پر شکایت کرتی رہتی تھی۔ اب مجھے پتہ لگ رہا ہے۔ کہ میری بچی تو کچھ بھی نہیں اصل میں تو تم دونوں میاں بیوی جھگڑالو ہو۔۔! بچوں کی طرح بس ایک دوسرے سے لڑنے بھڑنے کے بہانے ڈھونڈتے رہتے ہو۔۔۔! آنے دو زرا آج خان کو کہتی ہوں۔۔ کہ مجھے بھی اپنے ساتھ آفس لے جایا کریں۔۔۔! وہاں کچھ اور نہیں تو انکی فائلوں کی گرد ہی صاف کر دیا کروں گی۔۔! پر میں تم دونوں کے ساتھ

اب نہیں رہوں گی۔۔!!علینہ خانم مصنوعی سنجیدگی ودکھ سے کہتے ہوئے کچن کی طرف بڑھ رہی تھیں۔جیسے ارسل اور رابیل کی لڑائی سے بہت تنگ ہوں۔۔

اچھا نا جا رہی ہوں مورے۔۔!نہیں کہہ رہی کچھ۔۔۔!پر ایسا نہیں بولا کریں پلیز۔۔۔!!رابیل جھٹ سے شرمندہ ہو کر کہتے ہوئے جلدی سے کمرے کی طرف بھاگی تھی۔اسکے بھاگنے پر علینہ خانم نے بے اختیار کچن سے تھوڑا سا چہرہ باہر نکال کر دیکھنے لگیں۔تو رابیل کو غائب دیکھ کر وہ اگلے ہی پل قہقہ لگا گئیں۔

انکی انہی کوششوں کی وجہ سے وہ دونوں تھوڑا بہت قریب آرہے تھے۔

محبت کے جانے کے بعد اس ولا میں اداسی ضروری چھائی تھی۔پر اس اداسی کو رابیل کی شرارتیں اور کھکھلاہٹیں دور کر چکی تھیں۔

لیکچر ختم ہونے کے بعد ماہ پارہ اپنی کلاس سے باہر نکل رہی تھی۔گھڑی پر وقت دیکھنے کے لیے وہ بے ساختہ رک گئی۔۔

محبت کا لیکچر ختم ہونے میں ابھی دس منٹ تھے۔لیکچر کے بعد اسے کینٹین میں آنے کا میسج کر کے ماہ پارہ نے موبائل دوبارہ بیگ میں رکھ دیا۔ہاتھ میں وہ نوٹس اٹھائے ہوئے تھی۔بلیک کلر کے ڈریس میں سر پر دوبٹہ اوڑھے وہ مکمل طور پر سادگی میں تھی۔

نکاح ہونے کے بعد سے وہ آہستہ آہستہ اب بدل رہی تھی۔۔ جو دوبٹہ پہلے گلے میں لٹکا رہتا تھا۔ وہی دوبٹہ اب سارا دن ماہ پارہ کے سر پر جما رہتا تھا۔ چونکہ آج کل محبت اور ماہ پارہ روز یونیورسٹی غازیان کے ساتھ ہی آ رہی تھیں۔ اس لئے غازیان پاشا گاڑی سے نکلنے سے پہلے اسکے سر پر خود دوبٹہ اوڑھا کر ماہ پارہ کے وجود پر پھیلا دیتا تھا۔ غازیان کے اس عمل پر وہ مسکرا کر رہ جاتی تھی۔

لاشعوری طور پر غازیان کے خود دوبٹہ اوڑھانے پر ماہ پارہ کی سارا دن یہ ہی کوشش ہوتی تھی۔ کہ اسکے سر سے دوبٹہ ادھر سے اُدھر نہ ہو۔ بلکہ جیسے غازیان نے اسے اوڑھا تھا۔ یونیورسٹی سے واپسی تک دوبٹہ بالکل ویسے ہی

سر پر ٹکا رہے۔۔ایسی ہی چھوٹی چھوٹی کوششیں کرتے ہوئے غازیان پاشا اسے بدل رہا تھا۔ یا شاید پھر اپنے رنگ میں ڈھال رہا تھا۔

کینٹین میں داخل ہو کر ماہ پارہ تھکے ہوئے انداز میں ابھی ٹیبل پر بیٹھنے ہی والی تھی۔ جب اچانک شعیب ابراہیم اسے پکارتے ہوئے اسی طرف آیا۔۔

ماہ پارہ۔۔۔!! کیسی ہیں آپ۔۔؟؟ چہرے پر خوش گوار سی مسکراہٹ سجائے وہ اسکے قریب آکر کھڑا ہو گیا۔۔

آپ۔۔!! اپنے نام کی پکار پر وہ ساختہ مڑ کر دیکھنے لگی۔۔

جی میں۔۔!! کیسی ہیں آپ۔۔؟ مسکرا کر پھر اپنا سوال دہراتے ہوئے وہ پوچھ گیا۔۔

ٹھیک ہوں۔۔۔!! نجانے کیوں ماہ پارہ سامنے کھڑے شخص کو جب بھی دیکھتی تھی۔ تو اسے عجیب سا محسوس ہوتا تھا۔ اس لئے بے تاثر لہجے میں ایک قدم پیچھے ہوتے جواب میں بولی تھی۔۔ اسکے محتاط انداز کو شعیب نے گہری نظروں سے نوٹ کیا تھا۔

میں ماریہ کو لینے کے لیے آیا تھا۔۔! آپ بتائیں آپکی پڑھائی کیسے جا رہی ہے۔۔۔! پاکٹس میں ہاتھ ڈالے وہ اپنائیت بھرے لہجے میں استفسار کرنے لگا۔۔

اچھی جا رہی ہے۔۔! ماہ پارہ نے انہی تاثر کو برقرار رکھتے ہوئے مختصر سا جواب دیا۔

کیا آپ مجھے ماریہ کے آنے تک کمپنی دے سکتی ہیں پلیز۔۔۔! ماہ پارہ کی اکھڑی نیلی آنکھوں میں نرمی سے دیکھتے ہوئے شیعب ابراہیم نے سوال کیا۔ وہ گہری نظروں سے سامنے کھڑی لڑکی کے ہوش ربا حسن کو اس سیاہ رنگ کے لباس میں چمکتے دمکتے دیکھ رہا تھا۔ ماہ پارہ سلطان پہلے دن سے شعیب ابراہیم کے دل پر حاوی رہی تھی۔۔ پر وہ انجان تھی۔ کہ سامنے کھڑا شخص برسوں سے اسکی محبت میں گرفتار ہے۔

پلیز انکار مت کیجیے گا۔۔! میں کسی کو نہیں جانتا تو ایسے اکیلے یہاں پر کھڑے ہونا بھی عجیب سا لگ رہا ہے۔۔۔! وہ جلدی سے منت کرنے والے انداز میں کہنے لگا تھا۔ جیسے جانتا ہو۔ کہ وہ انکار کر دے گی۔

اسکی ریکوئسٹ پر ناچارہ ماہ پارہ مجبور ہوتے ٹیبل کی طرف بڑھ گئی۔اسے اپنی بات مانتے دیکھ وہ فتح مندی سے مسکراتے ہوئے اسکے پیچھے قدم اٹھا گیا تھا۔۔۔

رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ایشام ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی جاگا تھا۔بالکل سپاٹ انداز میں وہ سیدھا لیٹا چھت کو دیکھے جا رہا تھا۔کسی غیر مرئی نقطے پر نظریں جمائے اسکے دماغ میں اس وقت ایک ساتھ کئی سوچوں کا جال بچھا ہوا تھا۔

اور یہ وہ جال تھا۔جو ہیر پاشا بہت ہی ہوشیاری سے بچھا کر اسے قید کرنے کے بعد غائب ہو چکی تھی۔ایشام صدیقی کی آنکھوں کے سامنے دو مہینے

پہلے کے سب مناظر گھوم رہے تھے۔ جب وہ اسے بے وقوف بناتے ہوئے اپنی محبت کے جال میں پھانس رہی تھی۔ پر وہ جان نہیں سکا تھا۔ اپنی لاپرواہی و بے خودی پر بے اختیار وہ بے بسی سے چلا کر بیڈ پر مکہ مارتے ہوئے اذیت میں مبتلا ہوتا چلا گیا۔۔

لیکن اس کے باوجود بھی وہ مناظر نظر آنا بند نہیں ہوئے تھے۔۔۔ ایشام اذیت سے آنکھیں میچتے ہوئے خود کو اسکے خیالوں میں کھونے سے روک نہیں پا رہا تھا۔

دو مہینے پہلے۔۔۔!!

ایشام صدیقی یہیں فارم ہاؤس پر اپنے روم میں بیٹھا کام کر رہا تھا۔ جب اچانک ملازم نے اسے ہیر کے آنے کی اطلاع دی۔ ملازم نے جب اسے بتایا

کہ ہیر بی بی اسکے بارے میں پوچھ رہی ہیں۔ تو حیرت کے مارے وہ کام چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔۔

ہیر کو دیکھنے کے لیے وہ کمرے سے باہر نکلنے لگا تو دروازہ کھولتے ہی وہ اس سے ٹکرا کر گرتے گرتے بچی تھی۔ ایشام نے تیزی سے اسکی کمر کو جکڑتے ہوئے اسے گرنے سے بچایا تو وہ ڈرتے ہوئے اسے بے اختیار تھام گئی۔۔۔

ہمیشہ والے ڈریس سوٹ کی بجائے آج وہ مشرقی لباس پہنے ایشام صدیقی کو ہکا بکا ہی تو کر گئی تھی۔ ڈارک براؤن لانگ شرٹ کے ساتھ وہ کیپری پہنے ہوئے تھی۔ خوبصورت پیروں میں نازک سی جوتی پہنے وہ سر پر دوبٹہ لیے ایشام صدیقی کو حیرانی کی حدوں کو چھونے پر مجبور کر رہی تھی۔۔ اور اس سے بھی زیادہ غیر یقینی تھا۔ اسکا ایشام کو مخاطب کرنے والا لہجہ و انداز۔۔

آہ شکر تم نے بچالیا شام۔۔۔! عام سے لہجے میں کہتے ہوئے وہ ایشام کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ جو پہلے ہی کھوئے ہوئے انداز میں اسے نہار رہا تھا۔۔

تم یہاں۔۔۔؟ ایشام نے تعجب سے پوچھا۔

ہاں تم سے ملنے آئی ہوں۔۔! گھر گئی تو پتہ چلا کہ تم کل رات سے واپس ہی نہیں آئے۔۔اس لئے یہاں پر چلی آئی۔۔! سرسری سے لہجے میں بولتے ہوئے وہ سیدھی کھڑی ہو گئی۔ جس پر وہ مزید پریشان ہوا تھا۔۔

پہلے گاؤں جاتے ہوئے وہ اسکے ساتھ بیٹھ کر گئی اور پورے رستے ایشام کو صدمے میں مبتلا کرتی رہی۔ یہاں تک کہ گاؤں میں جتنے دن بھی وہ رکے رہے تھے۔ وہاں بھی ہیر کے رویے کو لے کر وہ فکر مند ہی رہا تھا۔ وہ اس

سے ایسے بات کر رہی تھی۔ جیسے وہ شروع سے لو برڈز ہوں۔اور آج بھی یہاں پر آ کر ایشام صدیقی کو مضطرب کر چکی تھی۔۔

تم ٹھیک ہو۔۔۔؟ایشام نے پریشان ہوتے سوال کیا۔جب وہ گہری چمکتی سبز آنکھوں سے ہاں میں سر ہلا کر اسے دیکھنے لگی۔اسکے انداز پر وہ بے بسی بھرا سرد سانس خارج کرتے بے حد تذبذب ہوتا شیو پر ہاتھ پھیر گیا۔۔

آفس سے آئی ہو۔۔۔؟ہیر کے سراپے سے نظریں چراتے ہوئے وہ مزید پوچھ گیا۔۔

ہاں نا۔۔!! چلو آؤ زرا مجھے اپنا ہیکنگ روم تو دیکھاؤ۔۔۔! ناز آپی تمہارے اس روم کی بہت تعریفیں کرتی ہیں۔۔۔! ہیر جواب میں بولتے ہوئے بے

اختیار ایشام کا ہاتھ تھام کر کمرے میں داخل ہوئی تو وہ خود بخود اسکے ساتھ کھنچتا چلا گیا۔اور اسی دن سے ایشام کی بربادی شروع ہوئی تھی۔۔

شام۔۔۔!!ایشام خیالوں میں بے حد کھویا ہوا تھا۔جب ارسل نے اچانک اسے جھنجھوڑتے ہوئے پکارا۔ارسل کی آواز پر وہ اپنی سوچوں سے نکل کر چونکتے ہوئے بے اختیار اسکی طرف دیکھنے لگا۔

کہاں کھوئے ہوئے ہو۔۔؟کب سے بلا رہا ہوں۔۔!ایشام کے متوجہ ہونے پر ارسل اسکے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا۔پانچ منٹ پہلے وہ کمرے میں داخل ہوا تھا۔اور لائٹ آن کرنے کے بعد سے اسے پکار رہا تھا۔پر ایشام صدیقی کو اسکی کوئی بھی پکار نہیں سنائی دی تھی۔کیونکہ ہیر پاشا کو سوچتے ہوئے وہ ہر چیز سے بے گانہ ہو جاتا تھا۔۔

یہ کیا حالت بنائی ہوئی ہے تم نے اپنی۔۔۔؟ایسے کرنے سے کیا تم ہیر کو ڈھونڈ لو گئے۔۔۔؟ کیوں ایسے رہ کر ہمیں اور بھائی لوگوں کو تکلیف دے رہے ہو شام۔۔۔!!اسے خاموش دیکھ کر ارسل اسکی حالت پر نظریں دہراتے ہوئے جھاڑ پلانا شروع ہو گیا۔۔اسی وقت انجیلنا بھی کمرے میں داخل ہوئی تھی۔۔

جو خود تکلیف میں ہو وہ بھلا کسی اور کو کیا تکلیف دے گا۔۔۔! سپاٹ لہجے میں کہتے ہوئے ایشام بستر سے نیچے اترا۔اسکی مایوسی بھری باتوں پر انجیلنا اور ارسل بے اختیار افسوس سے اسے دیکھ گئے۔۔۔

ہوش میں آؤ شام۔۔۔! تم اچھے سے جانتے ہو کہ تم کیا کر رہے ہو۔۔۔!! اور تمہاری ایسی حالت دیکھ کر بھائی لوگ کتنا پریشان ہوتے رہتے

ہیں۔۔۔! کیا ہم پر یقین نہیں ہے۔۔۔؟ ارسل افسوس سے کہتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔۔ یا شاید وہ اسے اپنے ہونے کا یقین دلانا چاہتا تھا۔ پر وہ تھا۔ کہ کچھ دیکھنا ہی نہیں چاہ رہا تھا۔۔

ارسل کی باتوں کا جواب دیئے بنا وہ اٹھ کر باتھ روم میں جا کر بند ہو چکا تھا۔ اسکے یوں جانے پر بے اختیار انجیلنا اور ارسل سرد سانس خارج کرتے اسے دیکھتے رہ گئے۔۔۔

یہ کیسے ٹھیک ہو گا ارسل۔۔۔؟ انجیلنا پریشانی سے کہنے لگی۔۔

پتہ نہیں یار انجو۔۔! مجھے خود بھی کچھ نہیں سمجھ آ رہی۔۔۔! جب سے فاتح اور شہرام یہاں سے گئے ہیں۔ تب سے بس ہر چیز بکھرتی جا رہی ہے۔۔۔!

ارسل خان دکھ سے کہتے ہوئے بیڈ پر گرنے والے انداز میں بیٹھتے ہوئے باتھروم کے بند دروازے کو دیکھنے لگا تھا۔۔ جہاں اب شاور چلنے کی آواز آ رہی تھی۔

سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔!! کچھ کھاؤ گئے کیا۔۔۔؟ دعا مانگتے ہوئے انجیلنا نے بے اختیار آخر پر پوچھا۔ جیسے جانتی ہو کہ وہ کھانا نہیں کھا کر آیا۔۔

ہاں میں کھانا لایا ہوں۔۔! وہ نکال کر لے آؤ۔۔۔! پھر ساتھ میں کھاتے ہیں۔۔! کھانے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارسل نے اسے بتایا تو انجیلنا گھر کے کھانے کو دیکھ کر خوش ہوتی چلی گئی۔۔

تھینک یو سو مچ۔۔۔! میں تمہاری مام کے کھانوں کی فین ہو گئی ہوں یار۔۔۔! گھر کا کھانا دیکھ کر وہ تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے تعریفیں کرنا شروع ہوئی تو ارسل بے اختیار ہنس دیا۔۔

گلزار تمہیں ایک کام کرنے کو کہا تھا بس۔۔۔! فارس اپنے غصے پر قابو پاتے ہوئے سامنے کھڑے انسان کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔۔

معذرت سائیں، پر میں اپنی ہر ممکن کوشش کر رہا ہوں۔۔۔! قسم لے لیں۔ اگر میں نے ہیر بی بی کو ڈھونڈنے میں کوئی کوتاہی یا کسر چھوڑی ہو۔۔۔! ہر ممکن کوشش کر کے دیکھ چکا ہوں سائیں۔۔ پر اسکے باوجود ہیر بی بی کا کوئی سراغ نہیں مل رہا۔۔!! جیسے پتہ نہیں زمین کھا گئی ہے یا آسمان

نگل گیا ہے۔۔۔!! فارس کا غصہ دیکھتے ہوئے گلزار مایوسی بھرے لہجے میں وضاحت کر رہا تھا۔ جب کبیر خان اچانک طوفان بنا اندر داخل ہوا تھا۔۔

کیا ہوا سب ٹھیک ہے۔۔۔؟ کبیر کے یوں آنے پر فارس مضطرب ہوتا کھڑا ہو گیا۔۔۔۔

پتہ نہیں پر مجھے کچھ بھی اچھا محسوس نہیں ہو رہا فاری۔۔۔!! کبیر نے بے چینی سے ماتھے کو چھوا۔۔

فاتح یا شہرام میں سے کسی سے رابطہ ہوا۔۔۔؟ کبیر نے سامنے کھڑے گلزار کو مخاطب کرتے سوال کیا۔۔۔

نہیں سائیں ان سے تو دونوں سے رابطہ نہیں ہو پا رہا۔۔۔! گلزار نے بنا توقف کے جواب دیا۔۔۔

کیا مطلب دو دنوں سے رابطہ نہیں ہوا۔۔۔! اور تم ہمیں اب بتا رہے ہو وہ بھی ہمارے پوچھنے پر۔۔۔! گلزار کی بات سنتے ہوئے فارس ایک دم سے بھڑکتے ہوئے دیکھنے لگا تھا۔۔

سائیں مجھے لگا کہ بہادر خان نے آپکو بتا دیا ہو گا۔۔۔! آپکے علم میں ہو گا۔۔۔! گلزار نے ڈرتے ہوئے کہا۔ جبکہ فارس اور کبیر خان کو تیزی سے کچھ انہونی ہونے کا احساس ہونے لگا تھا۔

مجھے تم سے اتنی غیر ذمہ داری کی امید نہیں تھی گلزار۔۔۔! بہادر خان کو تو دو دن پہلے میں نے خود فارم ہاؤس پر ایشام کی سیکورٹی کے لئے بھیجا تھا۔ پھر تم اسکے بھروسے کیسے ہمیں اتنی اہم بات بتانا بھول گئے ہو۔۔۔! کبیر خان

بامشکل ضبط کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ جبکہ گلزار کو تیزی سے اپنی لاپرواہی پر شرمندگی ہونے لگی تھی۔۔

مزید وقت ضائع کیے بنا بہادر کو فارم ہاؤس سے پک کرو اور جلد از جلد فاتح اور شہرام سے رابطہ کرنے کی کوشش کرو۔۔۔!! اور اب کوئی خطا نہیں ہونی چاہیے گلزار۔۔۔! اسے سر جھکاتے دیکھ کر کبیر خان نے رعب سے بولتے ہوئے حکم سنایا تھا۔

جس کو سنتے ہی گلزار فوراً حرکت میں آتا "جو حکم سائیں" کہتا کمرے سے نکل گیا تھا۔ اسکے جاتے ہی کبیر اور فارس اپنے چھوٹے بھائیوں کی سلامتی کی دعائیں مانگنے لگے تھے۔ فلوقت وہ ہیر پاشا کو بھی بھول گئے تھے۔

ہاں بول۔۔۔!! فاتح نے کال اٹھا کر موبائل کان کے ساتھ لگاتے ہوئے جواب دیا۔ لیکن جب کچھ سیکنڈز گزرنے کے بعد دوسری طرف سے کوئی آواز سنائی نہ دی تو وہ موبائل کان سے ہٹاتے ہوئے دیکھنے لگا۔۔

کال تو چل رہی ہے پھر آواز کیوں نہیں آرہی۔۔۔! ہیلو شہری۔۔۔!! سکرین پر شہرام کی کال چل رہی تھی۔ پر شہرام کی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ اس لئے فاتح نے دوبارہ کان کے ساتھ لگاتے ہوئے اسے پکارنا چاہا تھا۔

فتی مجھے۔۔ سن۔۔ رہا ہے کیا۔۔۔۔! موبائل کان کے ساتھ لگاتے ہی اچانک شہرام کی بے ترتیب سی آواز فاتح کے کان میں سنائی دی تو وہ تیزی سے بول پڑا۔۔

ہاں سن رہا ہوں۔۔۔! بول کیا ہوا۔۔۔؟ فاتح نے تیزی سے جواب میں بولتے ہوئے موبائل کان سے ہٹا کر دیکھا تو اسی وقت کال کٹ گئی۔

کیا مسئلہ ہے یار۔۔!! سگنلز کو اچانک کیا ہو گیا ہے۔۔!! موبائل کے سگنلز جانے کی وجہ سے شہرام سے بات نہ ہونے پر فاتح کو جھنجھلاہٹ سی ہونے لگی تھی۔ سگنلز نہ ہونے کی وجہ سے وہ دوبارہ کال بھی نہیں کر سکتا تھا۔اس لئے سرد سانس خارج کرتے ہوئے موبائل جیب میں رکھتے ہوئے بے اختیار ایک نظر آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔جو آج خلاف معمول سرخی مائل سا لگ رہا تھا۔۔۔

آسمان کو ہلکا ہلکا سرخ ہوتے دیکھ کر نجانے کیوں فاتح سلطان کا دل عجیب انداز میں دھڑکا تھا۔بے چینی س محسوس ہونے پر وہ بے ساختہ آنکھیں بند

کرتے ہوئے آیتہ الکرسی پڑھنے لگا۔ جیسے خود سے جڑے لوگوں کو اللہ کی پناہ میں دینے کی دعا کر رہا ہو۔۔

اس وقت وہ گاڑی سے نکل کر سڑک پر کھڑا تھا۔ وہ سیلینہ کے پاس آیا تھا۔ پر شہرام کے بار بار کال کرنے کی وجہ سے وہ وہیں پر رک کر اسے بات کرنے لگا۔ جو کہ ہو نہیں پائی تھی۔ اور اب وہ آسمان کی طرف چہرہ بلند کیے دعا کرنے میں مصروف تھا۔ کیونکہ سینے میں موجود اسکا دل بھاری ہوتے کچھ آگاہی دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ جس کو فلوقت فاتح سلطان سمجھنے سے قاصر تھا۔

دعا مانگنے کے بعد لمبی سانس خارج کرتے ہوئے فاتح اپنے آپ کو کو نارمل کرنے کی کوشش میں مسکرا کر سر جھٹکتے ہوئے گاڑی لاک کرنے کے بعد

آگے بڑھا۔ہاتھ میں پیک کیا ہوا کھانا تھا۔جو وہ اپنے اور سیلینہ کے لیے لایا تھا۔

آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے فاتح نے اپارٹمنٹ کے سامنے کھڑے ہوتے بیل بجانا چاہی تو دروازے کو پہلے سے تھوڑا سا کھلا دیکھ کر وہ بے اختیار ٹھٹک کر رک گیا۔دل میں تیزی سے خدشہ پیدا ہوا تھا۔ٹھہرے انداز میں کھلے ہوئے دروازے کو دیکھتے ہوئے وہ اگلے ہی پل کانپتے دل کے ساتھ فوراً اندر داخل ہوتے سیلینہ کو پکارنے لگا۔۔

سیلینہ۔۔۔!!فاتح جو تیز قدموں سے اندر داخل ہو کر چلتے ہوئے اسے پکارنا چاہ رہا تھا۔کہ بے اختیار زمین پر لگے خون کے دھبوں کو دیکھتے ہوئے

شاکڈ کیفیت میں رکتا چلا گیا۔۔زمین پر ہر طرف ٹوٹی ہوئی چیزیں بکھری ہوئی تھیں۔پورے اپارٹمنٹ کا نقشہ بدلا ہوا نظر آرہا تھا۔

سس۔۔سیلینہ۔۔۔!!اپارٹمنٹ کی حالت اور خون کے دھبے دیکھتے ہوئے وہ اگلے ہی پل چلا کر اسے پکار گیا۔فاتح کے ہاتھ سے کھانے کا بیگ چھوٹتے ہوئے تیزی سے زمین بوس ہوا تھا۔

پاگلوں کی طرح سیلینہ کو پکارتے ہوئے وہ کمرے کی طرف بھاگا تھا۔جہاں ایک گھنٹے پہلے وہ سیلینہ کو چھوڑ کر گیا۔۔

وہ بھاگتے ہوئے کمرے میں آیا تو کمرے کی حالت باہر لاؤنج سے بھی بری نظر آرہی تھی۔۔کانچ کے ٹکڑے ہر جگہ بکھرے ہوئے تھے۔فاتح نے

ششدر رہوتے آگے بڑھنے کی کوشش کی۔۔پر اسکے قدم آگے بڑھنے سے انکار کر چکے تھے۔

سس۔۔سیلینہ۔۔۔!!زمین پر گرے ایئر رنگ پر نظر پڑتے ہوئے وہ کانپتے ہونٹوں سے پکارتے بے اختیار زمین پر ڈھے سا گیا۔اسکا خدشہ بالکل ٹھیک ثابت ہوا تھا۔ایک گھنٹے پہلے وہ یہاں سے نہیں جانا چاہ تھا۔پر سیلینہ نے اسے زبردستی کھانا لینے کے لیے بھیجا تھا۔۔یہ جانے بنا کہ واپسی پر وہ اسے یہاں ملے گی ہی نہیں۔۔۔

سیلینہ۔۔۔!!!اگلے ہی پل پورے اپارٹمنٹ میں فاتح سلطان کی دل خراش آواز گونج اٹھی تھی۔اپنے بال نوچتے ہوئے وہ پاگل ہی تو ہوا تھا۔جس قیمتی جاں کو وہ ملک،ملک چھپائے پھر رہا تھا۔پر اتنی جان توڑ کوششوں

کے باوجود بھی وہ قیمتی اثاثہ اسکے ہاتھوں سے جا چکا تھا۔ فاتح سلطان ایک بار پھر "سیلینہ احمد" کو کھو چکا تھا۔ اسکی محبت پھر دوبارہ اسکی نظروں سے اوجھل ہو چکی تھی۔۔۔

اس سرزمین کی یہ سرد ہوائیں فاتح سلطان کی چیخوں کی گواہ بن رہی تھیں۔ پر فلوقت یہ فضائیں بے بس تھیں۔ فلوقت یہ فضائیں اس دیوانے کو اس سنہری خوشبو کا پتہ نہیں دے سکتی تھیں۔ جو کسی گہرے اندھیرے میں جا کھوئی تھی۔

زمین پر لگے خون کے دھبوں کو چھوتے ہوئے اسکی آنکھوں میں ہر گزرتے لمحے کے ساتھ آگ اترنے لگی۔ جب اچانک سامنے لگے آئینے پر

فاتح کی نظر اٹھی تو وہ تیزی سے کھڑے ہوتے آئینے کے سامنے آیا۔ آئینے پر خون کی مدد سے کچھ لکھا ہوا تھا۔۔

فاتح سلطان یا کبیر خان ؟ سیلینہ۔۔؟ آئینے پر لکھے تین ناموں کو پڑھتے ہوئے فاتح سلطان کی آنکھوں میں خون اترا تھا۔ مطلب دشمن اسکی ہر رگ کو پہچان چکا تھا۔ آئینے پر لکھے ناموں کو بار بار پڑھتے ہوئے بے اختیار فاتح کی تیز نظریں ایک جگہ پر آکر ٹھہر سی گئیں۔ جہاں اٹالین زبان میں انتہائی چھوٹے الفاظ میں اسکے لئے ایک پیغام بھی درج تھا۔

Se vuoi vedere tua moglie viva, Fatih Sultan, allora raggiungi l’indirizzo ...indicato qui sotto

سامنے لکھے پیغام کو پڑھنے کے بعد فاتح سلطان تیزی سے مڑتے ہوئے واڈروب کی طرف بڑھ گیا۔ یہ جنگ صرف اسکی تھی۔ اس لئے اس جنگ میں وہ اپنے کسی پیارے کی جان خطرے میں نہیں ڈال سکتا تھا۔ اور نہ ڈالنے والا تھا۔ ایک پل لگا تھا اسکی پرانی ضد کو واپس لوٹنے میں۔۔ جس پر عمل کرتے ہوئے وہ شہرام کو بتائے بنا اپنی گنز نکال کر پاکٹس میں رکھتے ہوئے تیزی سے اپارٹمنٹ سے نکلا تھا۔

اسے کسی طرح بھی سیلینہ کو وہاں سے واپس لانا تھا۔ پر سیلینہ کے لیے وہ اپنے کسی بھائی کو خطرے میں نہیں ڈالنے والا تھا۔ اسی لئے شہرام کو انفارم کیے بنا وہ اپارٹمنٹ سے نکل چکا تھا۔ یہ جانے بنا کہ اب شاید ہی وہ اپنے کسی بھائی کو دیکھ سکے گا۔۔

شہرام اور فاتح سے رابطہ نہ ہونے کی وجہ سے کبیر اور فارس بنا وقت ضائع کیے فارم ہاؤس پر آ چکے تھے۔ تاکہ ایشام سے انکی لوکیشن نکلوائی جا سکے۔۔۔

چھوٹے کتنا وقت لگے گا۔۔۔؟ کبیر نے بے چین ہوتے ایشام سے سوال کیا۔ سب ایشام کے روم میں جمع سامنے سکرین پر نظریں جمائے ہوئے تھے۔ جبکہ ایشام اور انجیلنا مل کر فاتح اور شہرام کی لوکیشن نکالنے کی کوشش کر رہے تھے۔

خان خان۔۔!! شہری کا نمبر آن ہوا ہے۔۔!! فارس جو ساتھ ساتھ باری باری انکے نمبر پر کال کر رہا تھا۔۔ کہ اب کی بار شہرام کے نمبر پر بیل ہونے پر تیزی سے بولتے ہوئے اس نے کبیر کو مخاطب کیا۔۔

بھائی یہاں بھی صرف شہرام کی ہی لوکیشن مل رہی ہے۔ فاتح کی نہیں ہے۔۔۔!! انجیلنا بھی انہیں جلدی سے بتانے لگی تھی۔۔ سب کی دیکھا دیکھی وہ بھی اب کبیر اور فارس کو بھائی ہی بلاتی تھی۔ کہ تبھی فارس کی کال اٹھائی گئی تو وہ تیزی سے شہرام کو مخاطب کر گیا۔۔۔

شہری۔۔۔!! کہاں ہو تم لوگ۔۔۔؟ تم لوگوں کا نمبر کیوں نہیں مل رہا تھا۔۔؟ فاتح کہاں ہے۔۔؟ شہرام کے کال اٹھاتے ہی فارس بے صبری

سے سوال کرتا چلا گیا۔ سب کو اپنی طرف متوجہ دیکھ کر فارس نے کان سے موبائل الگ کرتے ہوئے سپیکر پر کر دیا تھا۔۔۔

بھائی۔۔۔!! یہاں موسم کی وجہ سے سگنلز کا پرابلم تھا۔ میری خود بھی فتح سے بات نہیں ہو پا رہی ہے۔ اس لئے ابھی میں اسے دیکھنے کے یہاں پر آیا ہوں۔۔۔! موبائل میں سے شہرام کی ابھرتی ہوئی مطمئن آواز سنتے ہی بے اختیار انہیں کچھ سکون محسوس ہونے لگا تھا۔۔

تم کہاں ہو اس وقت۔۔؟ اور گڑیا کہاں ہے۔۔؟ فارس نے مزید جاننا چاہا۔۔۔

ہم فاتح کے اپارٹمنٹ کے سامنے کھڑے ہیں۔۔ بھائی اور مہرو بھی میرے ساتھ ہی ہے۔۔! دوسری طرف سے شہرام نے بتاتے ہوئے فاتح کے

اپارٹمنٹ کی طرف قدم اٹھائے تھے۔ کہ تھوڑا قریب جاتے ہی جب اسے اپارٹمنٹ کا دروازہ کھلا نظر آیا تو وہ چونک کر رکتا چلا گیا۔ مہر ماہ جو اسے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔۔ کہ بے اختیار شہرام کی نظروں کی تقلید میں رک کر دیکھنے لگی۔۔

کل رات مہر ماہ نے شہرام کو اپنے ساتھ رکنے پر راضی کر لیا تھا۔ اس لئے آج وہ دونوں فاتح اور سیلینہ کو سرپرائز دینے کے لیے یہاں پر آئے تھے۔۔ پر یہاں اپارٹمنٹ کے دروازے کو ایسے کھلے ہوئے دیکھ کر ان دونوں کو کچھ برا ہونے کا خدشہ ہوا تھا۔۔

شہرام بھاگتے ہوئے تیزی سے اندر داخل ہوا تو اپارٹمنٹ کا حال دیکھ کر بے ساختہ بت بنتا چلا گیا۔ جبکہ مہر ماہ کے لبوں سے ہلکی سی چیخ نکلی تھی۔۔

شہری۔۔!!کیاہواہے مہرو کو۔۔؟موبائل سے مہرماہ کی چیخ سنتے ہوئے کال پر موجود سب بے چین ہو گئے۔۔۔فارس نے تیزی سے اسے پکارا تھا۔پر شہرام علی ہوش میں ہوتا تو جواب دیتا نا۔۔۔وہ ساکت نظروں سے آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اپارٹمنٹ دیکھ رہا تھا۔۔

نہیں۔۔۔!!!فف۔۔فاتح۔۔۔!فرش پر خون کے چھینٹے دیکھتے ہوئے شہرام علی پوری قوت سے چلا اٹھا۔کہ اسکی چیخ سنتے ہوئے کال پر موجود اسکے بڑے بھائی بے اختیار سانس روکتے چلے گئے۔۔۔

شہری میری بات سنو۔۔۔!!مہرماہ بھاگتے ہوئے اسکے پیچھے کمرے میں داخل ہوئی۔۔وہ ابھی بس اپنے اپارٹمنٹ پر واپس آئے تھے۔۔

شہری۔۔۔!! شہری۔۔۔!! شہرام کو سوٹ کیس میں کپڑے ڈالتے دیکھ کر مہر ماہ نے آگے بڑھ کر اسے روکتے ہوئے مخاطب کرنا چاہا تھا۔ پر مقابل شاید حواس میں نہیں تھا۔

میری بات سنو۔۔۔!! میں تمہیں اکیلا چھوڑ کر کبھی بھی یہاں سے نہیں جاؤں گی۔۔!! آگے بڑھ کر شہرام کے چہرے کو ہاتھوں میں بھرتے ہوئے مہر ماہ خشک ہوتے ہونٹوں سے بولی۔ جب وہ اگلے ہی پل نفی میں سر ہلاتے ہوئے چیخ پڑا تھا۔۔۔

نہی۔۔۔ نہیں۔۔۔!! تمہیں جانا ہے یہاں سے۔۔۔!! تمہاری ضد پوری ہو گئی تو بس اب۔۔! میں تمہیں مزید اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا

مہرو۔۔۔!! شہرام نے حواس باختہ ہوتے انکار کیا تھا۔۔وہ تیزی سے اسکا سامان پیک کر رہا تھا۔۔

تمہیں چھوڑ کر میں کہیں بھی نہیں جاؤں گی۔۔۔!! اسے اپنی بات مانتے نہ دیکھ کر مہرماہ بھی ضدی بنتی چلا اٹھی۔۔جب وہ بے اختیار تھمتے ہوئے مڑ کر اسے دیکھنے لگا۔۔

کیوں نہیں جانا۔۔۔؟ یہاں رہ کر مجھے تکلیف دینا چاہتی ہو۔۔؟ میں نے تمہیں پاکستان سے آنے سے بھی کتنا روکا تھا۔۔۔! پر تم نے میری اک نہیں سنی اور اب بھی ضد کر تم مجھے صرف پریشان کر رہی ہو مہرو۔۔۔! سمجھو پلیز مجھے فاتح کو ڈھونڈنا ہے۔۔۔!! سیلینہ کو تلاش کرنا ہے۔۔! میں تمہیں یہاں رکھ کر یہ سب کبھی بھی نہیں کر پاؤں گا یار۔۔۔!! پلیز ٹرائے

ٹو انڈر سٹینڈ۔۔۔!! شہرام بے بسی سے کہتے ہوئے آخر پر چلا گیا۔ جب سے اس نے فاتح سلطان کے اپارٹمنٹ پر خون کے چھینٹے دیکھے تھے۔ تب سے وہ ایسے ہی دیوانہ سا ہوا پڑا تھا۔۔۔

میں۔۔۔!! اسکی تکلیف شدہ حالت دیکھتے ہوئے مہر ماہ جو کچھ بولنے ہی والی تھی۔ کہ شہرام ہاتھ اٹھاتے ہوئے تیزی سے اسے ٹوک گیا۔۔

مجھے قسم دینے پر مجبور نہیں کرو مہرو۔۔۔! پلیز مان لو اس بار جاؤ یہاں سے۔۔۔!! شہرام نے قریب آکر اسکے چہرے کو ہاتھوں میں بھرتے ہوئے ساتھ ماتھا ٹکاتے ہوئے نرمی سے سمجھانا چاہا تھا۔ مہر ماہ نے بامشکل اپنی آنکھوں کو برسنے سے روکا ما۔ وہ اسے کہنا چاہ رہی تھی۔ کہ وہ یہاں رہ

کر اسکی کمزوری نہیں بنے گی۔۔!! وہ اسے اکیلا نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔۔۔!پر مقابل کچھ بھی سننے کو تیار نہیں تھا۔۔۔

تم سے الگ ہو کر مجھے سانس نہیں آئے گا شہری۔۔۔! پلیز مجھے مت بھیجو۔۔۔! میں تمہارے ساتھ مل کر بھیا اور سیلینہ کو تلاش کروں گی۔۔۔! پلیز۔۔۔!! نہ چاہتے ہوئے بھی مہر ماہ کی نیلی آنکھیں بے بسی کے مارے برسنا شروع ہو گئیں۔۔اپنی ہچکیوں پر قابو پائے وہ بامشکل بولتے اس سے التجائیں کرنے لگی تھی۔

فاتح سلطان اور سیلینہ کی گمشدگی انکے لئے کوئی چھوٹا صدمہ نہیں تھی۔پر مہر ماہ کو پہلے شہرام علی سے جنگ کرنا تھی۔اسے اپنے ہونے کا یقین دلانا تھا۔اور بعد میں اسکے ساتھ مل کر بڑے بھائی اور بھابھی کو تلاش کرنا تھا۔پر

شہرام علی چاہ کر بھی اسکی یہ ضد نہیں مان سکتا تھا۔ وہ اسے اپنے ساتھ خطرے میں نہیں رکھ سکتا تھا۔۔

فاتح سلطان کی تلاش میں، میں تمہیں نہیں کھونا چاہتا مہرو۔۔۔!! پلیز میرے دل کو اپنے کھونے کا خدشہ لاحق نہیں ہونے دو۔۔۔!! میرا دل پہلے ہی اب فاتح کو اوجھل دیکھ کر پل پل مر رہا ہے۔۔۔!! مہرماہ کاظمی کی ساری التجاؤں کو رد کرتے ہوئے شہرام نے آنکھیں میچتے ہوئے ضبط بھرے لہجے میں کہا تھا۔ مہرماہ اسکی بے بسی پر فریز ہوتے بت بن چکی تھی۔۔

باسم ابھی ہاسپیٹل سے واپس آیا تھا۔ وہ کمرے میں داخل ہو ہی رہا تھا۔ کہ اچانک محبت خان کی جھنجھلاہٹ بھری آواز سنتے ہوئے بے اختیار دروازے پر ہی رکتا چلا گیا۔۔

توبہ توبہ۔۔۔! کتنی مشکل پڑھائی ہے یہ۔۔۔!! اپنی کتابوں کو غصے سے دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔۔ جیسے ابھی بس چلا تو کتابوں کو چیڑ پھاڑ کر رکھ دے۔۔

یااللہ ان ساری کتابوں کو میرے دماغ میں بھر دے پلیز۔۔۔!! اگلے ہی پل وہ بے بسی سے دعا مانگنے لگی۔۔

روبی آمین کرو۔۔۔! اللہ جی جانوروں کی دعائیں جلدی قبول کرتے ہیں۔۔۔! محبت نے پاس بیٹھی روبی کو بھی اپنی دعا میں آمین کہنے کی ہدایت

دی۔ جن کو سنتے ہوئے دروازے پر کھڑا باسم کاظمی کا قہقہہ اٹڈتے اٹڈتے رہ گیا تھا۔ جبکہ روبی اپنی ماں کے خود کو جانور بلانے پر منہ بسور کر خفگی سے میاؤں کہہ گئی تھی۔۔۔

اور سوری۔۔۔!! تم تو میری بیٹی ہو۔۔۔!! روبی کی میاؤں کا مطلب سمجھتے ہوئے وہ اگلے ہی پل اسے اٹھا کر گود میں بٹھاتے ہوئے اپنے الفاظ کی معافی مانگنے لگی۔ دروازے پر کھڑا باسم اس بار اپنے قہقہے پر قابو نہیں رکھ پایا تھا۔ وہ کمرے میں داخل ہوا تو محبت اور روبی متوجہ ہوتے اسکی طرف دیکھنے لگے۔۔۔

کس نے کہا تھا اپنی اچھی بھلی پڑھائی چھوڑ کر میڈیکل کی پڑھائی میں گھسنے کو۔۔۔! اب مشکل تو ہو گی نا۔۔۔! محبت کی تھوڑی دیر پہلے والی باتوں کے

جواب دیتے وہ گرنے والے انداز میں بیڈ پر بیٹھتے ہی اسکی گود میں سر رکھ گیا۔۔ محبت کی گود میں سر رکھتے ہوئے باسم نے روبی کو گردن سے پکڑتے ہوئے اپنے سامنے کیا تھا۔ جو فضول میں محبت کی گود میں ننھی منی کا کی بنی بیٹھی تھی۔۔۔ باسم کے طنز پر محبت ناک منہ چڑھاتے ہوئے ہونہہ کر گئی۔۔

تمہاری بہت میاؤں میاؤں نکلنے لگی ہے اب۔۔۔!! سارا دن میری بیوی کے ساتھ چمٹی رہتی ہو۔۔۔! روبی کو گردن سے پکڑ کر اپنے قریب ہوتے باسم جان بوجھ کر چبا کر کہنے لگا۔

باسم کیا کر رہے ہیں۔۔۔!! چھوڑیں اسے۔۔۔!! باسم کا بے رحم انداز دیکھتے ہوئے محبت بے اختیار تڑپی۔ اسکے تڑپنے پر روبی بھی مزید ایکٹنگ

کرتے ہوئے میاؤں میاؤں کرنے لگی تھی۔ حالانکہ باسم نے اسے اتنی بھی زور سے نہیں پکڑا ہوا تھا۔ وہ بس محبت کو تنگ کرنے کے لیے اسکی اس ڈراؤنی بٹی کو ایسے پکڑتا تھا۔۔

ٹک کے بیٹھی رہو۔۔۔! ورنہ کہیں تمہاری اس خوامخواہ کی بنی اولاد کو کھڑکی سے نیچے پھینکتا ہوں۔۔۔!! محبت کو دھمکاتے ہوئے باسم نے اب گھور کر اس میسنی بلی کی طرف دیکھا۔۔ جو پہلے ہی باسم کو آنکھیں چھوٹی کرتے دیکھ رہی تھی۔

باسم کی دھمکی پر محبت مجبور ہوتے واپس بیٹھ گئی۔ روز ہاسپیٹل سے واپس آنے کے بعد وہ ایسے ہی روبی کے ساتھ منہ ماری کرتا تھا۔ کیونکہ باسم کا ظمی کو یہ ڈراؤنی بلی اپنی رقیب محسوس ہوتی تھی۔۔ جو ہر وقت اسکی بیوی کے

ساتھ چمٹی رہتی تھی۔ روبی کے چہرے کو قریب کرتے ہوئے باسم نے بے اختیار اسکے چھوٹے سے منہ کو قریب کرتے ہوئے وہاں دانت گاڑے تو روبی تڑپتے ہوئے چلانے لگی۔ جبکہ محبت تو ہکا بکا ہوتی اپنے شوہر کی کاروائی دیکھ رہی تھی۔۔

آیا مزہ۔۔!! اب چھیڑو گی مجھے۔۔۔؟ روبی کو تڑپتے دیکھ کر وہ مزے سے خوش ہوتے مزید اسے دبوچتا چلا گیا۔ باسم کے شکنجے میں پھنسی روبی چلاتے ہوئے ماں کو مدد کے لیے پکارنے لگی۔ جو خود باسم کا ظلم کے سامنے بے بس تھی۔

مہر ماہ سپاٹ چہرے کے ساتھ گاڑی میں بیٹھی ہوئی تھی۔ شہرام نے اسکی ایک منت سماجت نہیں سنی تھی۔ وہ اسے واپس بھیج کر ہی مانا تھا۔۔

مہر ماہ کو ٹیکسی میں بٹھا کر وہ خود اسکے سامنے ہی اپارٹمنٹ کو لاک کرنے کے بعد وہاں سے نکل گیا تھا۔ شاید وہ کوئی سراغ تلاش کرنے نکلا تھا۔ تاکہ فاتح اور سیلینہ کا پتہ لگا سکے۔۔

گاڑی اپنی رفتار سے ایئرپورٹ کی طرف بڑھ رہی تھی۔ جب اچانک کسی خیال کے تحت مہر ماہ نے جلدی سے فون نکالتے ہوئے گل ناز کو کال ملا دی۔ چند سیکنڈ بیل ہونے کے بعد دوسری جانب سے کال اٹھائی گئی تو مہر ماہ تیزی سے نم لہجے میں بڑی بہن کو پکار گئی۔۔

آپی۔۔۔!! مہر ماہ کا بھیگا ہوا لہجہ سنتے ہوئے دوسری جانب موجود گل ناز تیزی سے الرٹ ہوئی تھی۔

کیا ہوا مہرو۔۔۔؟؟ گل ناز کو یک دم فکر ہوئی تو وہ گود میں رکھا لیپ ٹاپ سائیڈ پر رکھتے ہوئے اسے پکار گئی۔۔۔

آپی۔۔۔!! شہری مجھے واپس بھیج رہا ہے۔۔۔!! میں اسے اکیلا چھوڑ کر کیسے آؤں۔۔۔؟ مہر ماہ نے بھیگے لہجے میں بڑی بہن کو ایک سانس میں سب بتانا چاہا تھا۔ پہلے فاتح اور سیلینہ کی گمشدگی پر اور بعد میں شہرام کے سرد رویے نے مہر ماہ کو اس وقت کافی ڈسٹرب کیا ہوا تھا۔ اتنا کہ شاید وہ خود سے بھی کچھ سوچ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔۔

تم کہاں ہو اس وقت۔۔۔؟ مہر ماہ کی بات سنتے ہوئے گل ناز نے بے اختیار تھکی ہوئی سانس خارج کی۔ اور ساتھ ہی تیزی سے دوبارہ لیپ ٹاپ اٹھا کر گود میں رکھ لیا۔

میں ایئر پورٹ کی طرف جا رہی ہوں۔۔۔!! مہر ماہ نے آنکھوں کو صاف کرتے ہوئے اسے جواب دیا۔۔

گڈ۔۔۔!! میں تمہاری اٹلی کی فلائٹ بک کر رہی ہوں۔۔۔!! ایک ہاتھ میں موبائل پکڑتے ہوئے گل ناز دوسرے ہاتھ سے لیپ ٹاپ یوز کرتے ہوئے بولنے لگی تھی۔۔

اٹلی کیوں آپی۔۔۔؟ مہر ماہ بے اختیار ٹھٹک کر پوچھ گئی۔۔۔

کیونکہ ٹارگٹ وہیں پر ہے۔۔۔!!اور تم پریشان نہیں ہو۔۔!!گل ناز نے مصروف لہجے میں کہاتو مہرماہ اسکی باتوں کو سمجھتے ہوئے فوراًالرٹ ہو گئی۔۔۔

پر آپی شہری۔۔؟؟بے اختیار مہرماہ کو شہرام کی پھر فکر ہوئی تھی۔۔۔

ڈونٹ وری۔۔۔!بھیا کے مطابق تم پاکستان میں ہی ہو گی۔۔۔!!گل ناز نے اسے حوصلہ دیتے ہوئے بڑی بہنوں کی طرح بے فکر کیا۔جس پر مہرماہ ہلکا پھلکا ہوتے فورا ریلیکس ہوتی چلی گئی۔۔۔

آپی ہیر سے بات ہوئی آپکی۔۔۔؟مہرماہ نے یاد آنے پر سوال کیا۔۔

ہاں تھوڑی دیر پہلے اسی سے بات ہو رہی تھی۔۔ڈونٹ وری وہ تم تک خود پہنچ جائے گی۔۔۔!!مہرماہ کی فلائٹ بک کرتے ہوئے گل ناز اسے ہلکی

پھلکی تفصیل بتا رہی تھی۔ جبکہ مہر ماہ کی توجہ بھی اس وقت مکمل طور پر بڑی بہن کی طرف ہی مرکوز تھی۔۔۔

مہرو۔۔۔!! میں نے جیسے کہا تھا۔۔! ہر چیز بالکل ویسی ہونی چاہیئے۔۔۔! یاد رہے کہ کچھ بھی ہو جائے تم دونوں ہر ممکن کوشش کرتے ہوئے میرے ساتھ رابطے میں رہو گی۔۔! اوکے۔۔۔؟ فلائٹ بک کرنے کے بعد گل ناز اب مکمل طور پر اسکی طرف متوجہ ہوتے محتاط لہجے میں ہدایت کر رہی تھی۔۔۔

جی آپی۔۔۔! میں سمجھ گئی۔۔۔! اسکی باتوں کو یاد کرتے ہوئے مہر ماہ نے تابعداری سے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا تھا۔۔۔

گڈ۔۔! اپنا خیال رکھنا اور لینڈ کرتے ہی مجھے بتا دینا۔۔۔! ! اینڈ ڈونٹ وری میں ہمیشہ تم لوگوں کے ساتھ ہوں۔۔۔! اسے ہمت و حوصلہ دیتے ہوئے گل ناز بے ساختہ اسے اپنا خیال رکھنے کی تلقین کرتے ہوئے فون بند کر گئی۔۔

جبکہ مہر ماہ اب ہلکا پھلکا ہوتے اپنی آنکھوں کو صاف کرتے ہوئے ہر چیز کو ترتیب دینے لگی تھی۔ بڑی بہن سے بات ہونے کے بعد اب وہ ہر چیز سے بے فکر ہو چکی تھی۔ اب اسے اپنے مطابق کام کرنا تھا۔ اس لئے ڈرائیور کو تیزی سے گاڑی چلانے کا کہتے ہوئے مہر ماہ اپنا لیپ ٹاپ نکال کر کچھ ضروری چیزیں چیک کرنے میں مصروف ہو گئی۔

شہرام علی بدحواسی سی کیفیت میں فاتح سلطان کے فلیٹ میں داخل ہوا تھا۔ تیزی سے اندر بڑھتے ہوئے وہ ہر چیز کو غور سے دیکھنا شروع ہو گیا۔

فاتح سلطان اور سیلینہ کو غائب ہوئے آج پورا ایک ہفتہ گزر چکا تھا۔ پر شہرام علی انکا پتہ نہیں لگا پا رہا تھا۔ وہ جرمنی کا چپہ چپہ چھان چکا تھا۔ جہاں جہاں، جس جس جگہ پر انکے ملنے کے امکان ہو سکتے تھے۔ وہ ہر جگہ انہیں تلاش کر چکا تھا۔ پر فاتح سلطان کا کوئی سراغ اسکے ہاتھ نہیں لگ پا رہا تھا۔ جس کے باعث ہر گزرتے دن کے ساتھ وہ بس پاگل ہو رہا تھا۔۔

شہرام کمرے میں داخل ہو کر زمین پر گرے ہوئے خون کے قطروں کو دیکھنے لگا۔ جواب خشک ہو چکے تھے۔

فتی۔۔۔!! بے اختیار زمین پر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ اسے پکارنے لگا۔۔جو پتہ نہیں کہاں چلا گیا تھا۔

شہرام کے دل میں درد اٹھ رہا تھا۔وہ درد جس کا علاج صرف فاتح سلطان کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھنا تھا۔پر وہ کتنے دنوں سے ہی وہ اسے نظر نہیں آرہا تھا۔جس کی وجہ سے اب اسکی ایسی حالت ہو چکی تھی۔۔۔

کمرے میں ہر طرف نظریں دہراتے ہوئے وہ بے بسی کے مارے اٹھ کھڑا ہوا۔

گھبراہٹ کے مارے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے اگلے ہی پل وہ حلق کے بل چلا اٹھا تھا۔شہرام علی کی آواز کرب ناک تھی۔بے اختیار چلاتے

ہوئے اس نے پاس پڑے ٹیبل کو زوردار ٹھوکر ماری اور دوبارہ گرنے والے انداز میں زمین پر بیٹھتے چلا گیا۔۔وہ لاچار ہوتے چلا رہا تھا۔۔۔

فتی۔۔۔!! کیوں کیا تم نے ایسا۔۔۔!! کیوں یار کیوں۔۔۔!! ہم تو بھائی تھے۔۔۔!! پھر اکیلے کیوں چلے گئے۔۔۔!! مجھ سے کہا کیوں نہیں۔۔۔!! شہرام علی زمین پر گرے بے آواز روتے ہوئے فاتح سلطان سے شکوے کر رہا تھا۔جو اسکے شکوے نہیں سن سکتا تھا۔۔

پچھلے ایک ہفتے سے دن رات ایک کیے وہ ہر ممکن کوشش کرتے ہوئے انہیں ڈھونڈنے کی کوشش کر رہا تھا۔یہاں تک کہ پاکستان سے غازیان اور ایشام یہاں آنے کی ضد لگائے بیٹھے تھے۔پر شہرام انہیں منع کر چکا تھا۔کیونکہ اسے اکیلے ہی فاتح سلطان کو تلاش کرنا تھا۔اگر فاتح سلطان نے اکیلے

جا کر اس سے وعدہ خلافی کی تھی۔ تو پھر شہرام علی بھی اسے اکیلے ڈھونڈنے کی قسم کھا چکا تھا۔

شہرام گھٹنوں کے بل سر جھکائے بیٹھا سسک رہا تھا۔ جب اچانک اسکے گلے میں پہنی چین باہر نکلتے ہوئے زمین کے ساتھ لگتی اس گہرے سناٹے میں شور پیدا کر گئی۔ چین کی آواز پر شہرام نے متوجہ ہوتے آنکھیں کھول کر دیکھنا چاہا۔ تو اپنی آنکھوں کے سامنے چین کو لٹکتے دیکھ کر وہ بے ساختہ نم آنکھوں سے مسکرا دیا۔

وہ دونوں ہمیشہ سے ایک دوسرے کے نام کی چین پہنتے آئے تھے۔ یہ چین بچپن سے انکے گلے میں تھی۔ اپنی دسویں سالگرہ پر یہ چین انہوں نے ایک دوسرے کو پہنائی تھی۔ اور تب سے ہر وقت یہ انکے گلے میں موجود رہتی

تھی۔ شہرام جو دم سادھے چین پر لکھے فاتح کے نام کو تک رہا تھا۔ کہ بے اختیار اسکی نظر سامنے لگے آئینے پر پڑ گئی۔ آنکھوں میں نمی ہونے کے باعث ایک سیکنڈ کے لیے اسے اپنی آنکھوں کا وہم محسوس ہوا کہ تبھی اگلے ہی پل وہ ایک جھٹکے میں کھڑا ہوتا آئینے کی طرف بڑھا۔۔۔

آئینے پر لکھے الفاظ پڑھتے ہوئے وہ ششدر تھا۔۔ وہ بے یقین ہوتا آئینے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ کہ اچانک ایک کونے پر لکھے چھوٹے چھوٹے الفاظ پڑھتے ہوئے اسکی آنکھیں مانند ہوتی چلی گئیں۔ صرف ایک لمحے کا کھیل تھا۔۔ اور فاتح سلطان کا نام اسے خود تک پہنچنے کا رستہ دیکھا چکا تھا۔

کمرے میں گہرا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ اس گہرے اندھیرے میں وہ زمین پر بے سُدھ پڑا ہوش و حواس سے بے گانہ تھا۔ جسم بالکل ساکت تھا۔ جیسے اس میں زندگی نہ بچی ہو۔ لیکن پھر اچانک اسکے ہاتھ میں ہولے سے لرزش ہوئی۔ اور اس نے آنکھیں کھولنا چاہی۔۔ پر وہ آنکھیں کھولنے میں ناکام ہو رہا تھا۔۔

فاتح سلطان کا جسم اس وقت بے جان سا ہوا نظر آ رہا تھا۔ کیونکہ پچھلے کئی دنوں سے اسے مسلسل مارا جا رہا تھا۔ جسم پر گہرے زخموں کے نشان تھے۔ جن سے خون بہتے ہوئے اسکی پوری پیٹھ پر پھیلا ہوا تھا۔ وہ کب سے یہاں پر ایسے بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ اسے کوئی خبر نہیں تھی۔ وہ اٹھنا چاہ رہا تھا۔ پر چاہ کر بھی وہ اٹھ نہیں پا رہا تھا۔۔۔

بند آنکھوں سے سن ہوتے دماغ کے ساتھ اچانک اس گہرے سناٹے میں اسے آوازیں سنائی دینے لگیں۔۔۔وہ آوازیں جو اسکی زندگی کا وجود تھیں۔۔اس گہرے اندھیرے میں بند آنکھوں سے فاتح کو عکس دیکھائی رہے تھے۔۔اسکا دماغ اسے ان آوازوں کی گونج سنا رہا تھا۔جو اسے تلاش کرتے ہوئے تڑپ رہے تھے۔

فاتح۔۔۔!!علیزے خان اسے پکارتے ہوئے مسکرائی تھیں۔۔۔اس پکار پر فاتح نے اپنی ساری ہمت مجتمع کرتے ہوئے پورا زور لگاتے ہوئے آنکھیں کھولنا چاہیں۔

فاتح سلطان۔۔۔!! تمہاری ان بد تمیزیوں پر میں تمہیں گھر سے نکال دوں گا۔۔۔!! وہ رعب سے آنکھیں دیکھاتے ہوئے بولے تھے۔۔۔علیزے خان کے بعد ایک اور پکار ابھری تھی۔

ڈیڈ۔۔۔!! باپ کی آواز سنتے ہوئے فاتح کے خشک ہونٹ ہولے سے ہلے۔۔پر یہاں اسکی پکار پر تڑپنے والا کوئی بھی نہیں تھا۔دنیا کے ہر منظر سے پرے وہ ان آوازوں کو سنتے ہوئے تھوڑا تھوڑا ہوش میں آرہا تھا۔۔ جب کبیر خان کی آواز اسکے جسم کو جھٹکا دیتی چلی گئی۔۔۔

ڈیڈ آپ میرے شیر کو میرے ہوتے ہوئے ڈرا نہیں سکتے ہیں۔۔۔!! کبیر خان نے اچانک فاتح کو بازو کے گھیرے میں لیتے ہوئے باپ کو جواب دیا۔ اور ہمیشہ کی طرح فاتح بڑے بھائی کی سپورٹ ملنے پر اترا کر باپ کو آنکھیں

ٹمٹماتے ہوئے چڑانے کی کوشش کرنے لگا تھا۔۔ یہ پاکستان سے آنے سے پہلے کی ان باپ، بیٹوں کی تکرار تھی۔ جو فاتح سلطان کے دماغ میں گونجتے ہوئے اسے جاگنے پر مجبور کر رہی تھی۔

کبیر خان کا چہرہ دیکھتے ہوئے فاتح سلطان ہمت کرتے ہوئے ایک جھٹکے میں پلٹتے ہوئے سیدھا ہو گیا۔ پر آنکھیں ہنوز بند ہی تھیں۔ وہ ہوش میں نہیں تھا۔ پر سب کچھ باقی تھا۔ اسکی آنکھیں، دماغ، دل یہاں تک کہ اسکا جسم بھی پورا زور لگاتے ہوئے فاتح سلطان کو جاگنے پر مجبور کر رہا تھا۔ کیونکہ وہ کئی دنوں سے ایسے بے خبر سو رہا تھا۔

سیدھا لیٹتے ہی اسکا سانس تیز چلنا شروع ہو گیا۔ لمبے لمبے سانس لیتے ہوئے وہ یک دم بند آنکھوں سے بے چین ہوتا چلا گیا تھا۔ اسکا جسم اس وقت

زخموں سے چور تھا۔ لیکن فاتح سلطان کو ہر صورت جاگنا تھا۔ اپنے ارد گرد گونجتی ہوئی ان آوازوں کو سنتے ہوئے ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اسکا سانس پہلے سے تیز ہو رہا تھا۔ کہ اچانک اسی گہرے خلا میں اسے شہرام کا نم چہرہ دکھا۔۔۔! یہ وہی پل تھا۔ جب شہرام علی کا بھیگا تکلیف زدہ چہرہ دیکھتے ہوئے وہ بند آنکھوں سے تڑپ اٹھا تھا۔

فاتح نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے اسکے چہرے کو چھونا چاہا ہی تھا۔ کہ اسی پل سیلینہ کی کھنک دار پکار اسے بلاتے ہوئے اپنی جانب متوجہ کرتی چلی گئی۔۔۔

سلطان۔۔۔!! کھنکتی آواز میں اسے پکارتے ہوئے وہ مسکراتے ہوئے اسکی طرف بڑھ رہی تھی۔ شہرام علی کو دیکھتے ہوئے جہاں وہ تکلیف سے تڑپا

تھا۔ وہیں سیلینہ کو دیکھتے ہوئے ساکت زدہ ہو گیا تھا۔ بلیک کلر کے کٹے پٹے ہوئے ڈریس میں وہ اسے اپنی طرح زخموں سے چور نظر آ رہی تھی۔ لیکن چہرے پر ایک بھی تکلیف بھرا تاثر نہیں تھا۔ ننگے پاؤں وہ یوں ہی پر سکون انداز میں مسکراتے ہوئے فاتح کو پکارتے اسکی طرف بڑھ رہی تھی۔ جبکہ دوسری طرف شہرام علی تھا۔ جو آنکھوں میں تکلیف لیے بھیگی آواز میں اسے پکار رہا تھا۔۔ان بڑھتی ہوئی آوازوں پر فاتح کو اپنا دماغ پھٹتا ہوا محسوس ہونے لگا تھا۔

شہرام علی کو دیکھتے ہوئے وہ بند آنکھوں سے تڑپ رہا تھا۔ تو سیلینہ کو ایسے زخموں سے چور دیکھتے ہوئے اسکی طرف بڑھنے کی کوشش میں تھا۔ لیکن وہ چاہ کر بھی کچھ نہیں کر رہا تھا۔ اسی کشمکش میں فاتح کا سانس تیز ہونے کے

ساتھ ساتھ اب دل بھی تیز دھڑکنے لگا تو اگلے ہی پل وہ ایک جھٹکے میں آنکھیں کھولتے ہوئے چیختے ہوئے اٹھ بیٹھا تھا۔۔۔

فاتح نے ٹھہرتے ہوئے اندھیرے میں سب کو تلاش کرنے کی کوشش کی تھی۔پر یہاں کوئی بھی نہیں تھا۔۔ہڑبڑا کر اندھیرے میں دیکھتے ہوئے وہ بے چینی سے کبھی شہرام تو سیلینہ کو تلاش کرنے لگا۔۔کچھ سیکنڈ تک وہ یوں ہی دیوانی سی کیفیت میں بیٹھا رہا تھا۔

اسے محسوس ہو رہا تھا۔۔جیسے وہ صدیوں بعد جاگا ہو۔۔لیکن جاگنے پر اسے روشنی نہیں اندھیرا دیکھنے کو ملا تھا۔وہ اندھیرا جس کی لپیٹ میں پورا بلیک مینشن آچکا تھا۔یہ وہ اندھیرا تھا۔جس نے سلطان احمد خان کے سپوت کو کھانے کی جرات کر ڈالی تھی۔جس نے کبیر خان کے چھوٹے بھائی پر ہاتھ

ڈالا تھا۔ تو شہرام علی کے قلب کو مٹھی میں جکڑا ہوا تھا۔ فاتح سلطان یہاں دھول ہوا پڑا تھا۔ یہ جانے بنا کہ باہر روشنی میں کیا ہو رہا ہے۔۔۔

ہوش میں آتے ہی اسکے دماغ نے آہستہ آہستہ حواس سنبھالے تو اسے یاد آنے لگا۔۔ کہ وہ سیلینہ کی تلاش میں اپنے اپارٹمنٹ سے نکلا تھا۔ آئینے پر لکھے ہوئے ایڈریس پر جب وہ پہنچا تھا۔ تو اسکے سر پر کاری ضرب لگاتے ہوئے اسے بے ہوش کر دیا گیا تھا۔ اسکے بعد اسے کوئی ہوش نہیں رہا تھا۔۔

لیکن اتنے دن کی بے ہوشی میں اسے اپنے جسم میں کرب ناک درد اٹھتا ہوا محسوس ہوتا تھا۔ جیسے کسی بھاری چیز کے ساتھ اسکے جسم میں سوراخ کیے جا رہے ہوں۔ اور یہ سوراخ اسکے زخم تھے۔ وہ نہیں جانتا تھا۔ کہ پچھلے پانچ

دنوں سے بے ہوشی کی حالت میں اسے مار اپیٹا جا رہا ہے۔ وہ نہیں جانتا تھا۔ کہ اس وقت اسکے جسم پر کہاں کہاں چوٹیں آئی ہیں۔

فاتح نے کھڑے ہونے کی کوشش کی تو وہ بری طرح کراہتے ہوئے زمین پر گرتا چلا گیا۔ اتنے گہرے اندھیرے میں اس نے خود کو دیکھنے کی کوشش کی تھی۔۔ پر نیلی آنکھیں کچھ بھی دیکھنے سے قاصر تھیں۔۔

لمبے لمبے سانس لیتے ہوئے فاتح نے جسم میں اٹھتے درد پر قابو پانے کی کوشش میں بری طرح ہونٹوں کو بھینچ لیا۔ فاتح نے ٹانگ کو ہلانے کی کوشش کی تو اسی وقت سناٹے میں بھاری زنجیر کی آواز گونجی تھی۔ اس آواز پر ٹھہرتے ہوئے اس نے ہمت کرتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر اپنے پاؤں کو

چھونا چاہا تو اپنے پیروں کو زنجیروں میں بندھے دیکھ کر ششدر رہ تا چلا گیا۔۔۔

مطلب بے ہوشی میں ہونے کے باوجود اسے یہاں پر باندھ کر رکھا گیا تھا۔۔

فاتح ہمت کرتے ہوئے پیچھے کھسکنا شروع ہو گیا۔۔تاکہ دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ سکے۔ کیونکہ ایسے بیٹھنا اسکے لئے ناممکن سا ہو رہا تھا۔ آہستہ آہستہ وہ پیچھے کھسکنے لگا تو دیوار کے ملتے ہی تھک ہار کر ٹیک لگا گیا۔ اتنی سی حرکت میں وہ بری طرح ہانپ چکا تھا۔

اپنے سانس کو بحال کرتے ہوئے اس نے دیوار کے ساتھ سر ٹکاتے ہوئے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ بے اختیار اسکی آنکھوں کے سامنے دوبارا شہرام اور سیلینہ کا تھوڑی دیر پہلے والا چہرہ نظر آنے لگا۔

بند آنکھوں سے ان چہروں کو دیکھتے ہوئے وہ جو خیالوں میں دوبارہ گم ہونے ہی والا تھا۔ کہ اچانک باہر سے گونجتی ہوئی آواز فاتح سلطان کا خون منجمد کر گئی۔۔

فلائٹ لینڈ ہو چکی تھی۔ شہرام اپنا بیگ تھامے ایئرپورٹ پر کھڑا تھا۔ جب ایک کونے کی طرف دیکھتے ہوئے وہ بے بسی سے آنکھیں پھیر گیا۔ اس ایئرپورٹ کے ساتھ انکی بہت سی خوبصورت یاد منسلک تھیں۔

یہ وہی اٹلی کا ایئرپورٹ تھا۔ جہاں فاتح اور شہرام اکثر ارسل خان کو پک کرنے کے لئے آتے تھے۔ اور جتنی دیر میں ارسل ان تک آتا تھا۔ اتنی دیر میں وہ دونوں ہر آتے جاتے مسافر کو روک روک کر بتانے میں مصروف ہو جاتے تھے۔۔ کہ انکا بھائی یہاں پر پائلٹ ہے۔ یا پھر ائیرپورٹ کے باقی سٹاف کے ساتھ وہ شیخیاں بگھارنے میں مصروف رہتے۔

انکی انہی مستیوں کی وجہ سے وہ بہت جلد پورے ایئرپورٹ پر مشہور ہو چکے تھے۔ سب ہی انہیں "ارسل خان" کے بھائی کے طور جاننے لگے تھے۔ جبکہ ارسل خان ان کمینوں کو دیکھ کر بس ضبط سے صبر کر کے رہ جاتا تھا۔۔ وہ اچھے سے جانتا تھا۔ کہ ان کمینوں کو اسکے پائلٹ ہونے پر فخر نہیں، بلکہ

اسکے پائلٹ ہونے کی وجہ سے خود کو ملنے والے پروٹوکول سے بس مطلب ہے۔

اسی لئے ارسل نے انہیں کئی بار منع کیا تھا۔۔ کہ وہ اسے پک کرنے نا آیا کریں۔ لیکن اگلے ہی دن وہ اتنے ہی ٹائم سے دو بار ائیر پورٹ پر نمودار ہوتے اپنی بتیسی کی نمائش کرتے ہوئے ارسل خان کو دانت کچکچانے پر مجبور کر دیتے تھے۔

صرف ان دونوں کے کمینے پن کی وجہ سے ارسل کو کئی بار اپنے سٹاف کے سامنے شرمندہ ہونا پڑا تھا۔ لیکن ان دونوں کو ہی پراہ نہیں تھی۔ خود ویلے رہنے کی وجہ سے وہ ہر روز اپنے کسی نہ کسی بھائی کے پاس پہنچے ہوئے تھے۔

اپنے بھائیوں کے کام والی جگہ پر جا کر چولیں مارنے کا انہیں الگ ہی مزہ آتا تھا۔اس لئے اس کام سے وہ کبھی بھی باز نہیں آئے تھے۔۔

شہرام علی وہیں پر کھڑا ان خوبصورت لمحات کو یاد کرتے ہوئے آسودگی سے مسکرا رہا تھا۔

وہ آج اٹلی پہنچ چکا تھا۔وہ دوبارا اس ملک میں واپس آچکا تھا۔جہاں سے فاتح سلطان اور سیلینہ احمد کی کہانی شروع ہوئی تھی۔

پہلے اس ملک میں انہوں نے صرف سیلینہ احمد کو تلاش کیا تھا۔لیکن اب شہرام علی یہاں کے لوگوں سے اپنا بھائی واپس لینے آیا تھا۔وہ فاتح سلطان کو انکے حلق سے بھی کھینچ کر نکانے والا تھا۔اسکے بھائی پر ہاتھ ڈالنے والوں کا

آخری وقت اب شروع ہو چکا تھا۔ کیونکہ شہرام علی انکے قریب پہنچ چکا تھا۔۔۔۔

سیلینہ چلاتے ہوئے اس بند کمرے کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جہاں فاتح کو قید کیا ہوا تھا۔ اسکی حالت انتہائی خراب تھی۔ چہرے پر تھپڑوں اور زخموں کے نشان تھے۔ جبکہ بدن پر موجود بلیک ڈریس جگہ جگہ سے پھٹا ہوا تھا۔

وہ ایک ہفتے سے انکے پاس قید تھی۔ پر مجال ہوا گر ایک بار بھی سیلینہ احمد نے ان سے خوف محسوس کیا ہو۔۔ پہلے پہل وہ جتنی ڈرپوک اور کم ہمت تھی۔ فاتح سلطان کے ساتھ چند مہینے رہنے کے بعد اب اتنی ہی بے خوف ہو چکی تھی۔

چھوڑو مجھے جانے دو۔۔۔!! سلطان۔۔۔!! اپنا آپ چھڑوانے کی کوشش کرتے ہوئے وہ ایک دم سے حلق کے بل چلائی تھی۔ سیلینہ کی چاکلیٹ براؤن آنکھیں مسلسل اس بند دروازے پر ٹکی ہوئی تھیں۔ جہاں فاتح بند تھا۔

پچھلے کئی دنوں سے اسے اس کمرے سے فاتح کے چلانے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ جن کو سنتے ہوئے وہ بے بسی سے اپنا آپ نوچنا شروع ہو جاتی تھی۔ اسے پورا یقین تھا۔ کہ ان بے رحم لوگوں نے فاتح سلطان کو یہاں پر قید کیا ہوا ہے۔۔۔

چھوڑو مجھے۔۔۔! بھرپور زور آزمائی کرتے ہوئے سیلینہ نے اپنا ہاتھ چھڑانا چاہا تھا۔ لیکن اسکی کوشش ناکام بناتے ہوئے وہ دونوں عورتیں اسے مضبوطی سے دبوچ چکی تھیں۔

فاتح۔۔۔۔!!! میں جان سے مار دوں گی تم لوگوں کو۔۔۔! جانے دو مجھے۔۔۔۔!! انکے دبوچنے پر وہ غراتے ہوئے چلانے لگی۔ پورے ہال میں اسکی دردناک چیخیں گونج رہی تھیں۔ یہاں قید رہتے ہوئے اسکی حالت ابتر ہو چکی تھی۔ پر وہ بے پرواہ بنی بس فاتح سلطان کے پاس پہنچنے کی کوشش میں تھی۔۔ وہ اسے دیکھنا چاہتی تھی۔ کیونکہ اسکا دل اسے عجیب سے خدشات میں مبتلا کر رہا تھا۔

سیلینہ کی چیخیں سنتے ہوئے مارکو بے اختیار اپنے کمرے سے باہر نکلتا ہوا ریکنگ کی طرف جھک کر دیکھنے لگا۔۔ہال میں اسی چھوٹی سی لڑکی کو چیختے چلاتے دیکھ کر وہ دلچسپی سے ریکنگ پر جھکتا چلا گیا۔وہ آج صبح ہی واپس آیا تھا۔بیر وٹو نے جیسے ہی اسے کام ہو جانے کی اطلاع دی۔تو وہ فوراسب کچھ چھوڑ کر واپس آ گیا۔۔۔

سیلینہ اور اپنے باپ کے قاتل کو دیکھنے کے لیے "مارکوایلن "سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر واپس آ چکا تھا۔اور اب وہ ریکنگ پر جھکا دلچسپی سے سیلینہ کو تڑپتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔وہ مسلسل خود کو چھڑانے کی کوشش میں تھی۔ جب مارکو نے اچانک سیلینہ کو جکڑی ہوئی عورتوں کو اشارہ کرتے ہوئے

اسے چھوڑنے کا کہا۔مارکو کا اشارہ پاتے ہی وہ عورتیں سیلینہ کو آزاد کرتے دور ہٹ کر کھڑی ہو گئیں۔

انکے اچانک چھوڑنے پر سیلینہ چلانا چھوڑ کر ٹھہرتے ہوئے انہیں بے اختیار دیکھنے لگی۔پر اگلے ہی پل وہ بھاگتے ہوئے اس کمرے کی جانب بھاگی تھی۔جہاں سے اسے فاتح کی چیخیں سنائی دیتی تھیں۔۔۔

سلطان۔۔۔!!سیلینہ نے پوری قوت لگا کر چلاتے ہوئے اسے پکارنا چاہا۔جبکہ اسکی پکار پر کمرے میں موجود فاتح سلطان ٹھٹک کر اس اندھیرے میں دروازہ تلاش کرنے لگا۔۔۔

سلطان آپ اندر ہیں کیا۔۔۔؟؟ وہ روتے ہوئے اسے پکارنے لگی تھی۔اور ساتھ ہی وہ دروازہ کھولنے کی کوشش میں بھی تھی۔ جیسے ابھی وہ ہر چیز فنا کرتی کمرے میں داخل ہو جائے گی۔

مار کو گہری دلچسپی سے اسکا یہ پاگل پن دیکھ رہا تھا۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا۔ کہ آخر یہ چھوٹی سی لڑکی اس ایشین لڑکے کے لئے کیا کر سکتی ہے۔اس لئے اپنے آدمی کو اب دروازہ کھولنے کا اشارہ کر گیا۔۔۔

سیلینہ۔۔۔!! فاتح بے چینی سے اسکی پکار کا جواب دیتے ہوئے اندھیرے میں بامشکل کھڑے ہوتے دروازہ کی سمت تلاش کرنے لگا۔

سلطان۔۔۔!! فاتح کے جواب دینے پر سیلینہ کا وجود ایک پل کے لئے فریز ہوا تھا۔ مطلب اسکا شک بالکل درست تھا۔ سیلینہ کے ساتھ ساتھ

انہوں نے یہاں پر فاتح سلطان کو بھی قید کر لیا تھا۔۔۔وہ بے ساختہ خوف سے سفید پڑتے ہوئے سوچ گئی۔

سیلینہ جو ششدر ہوتے اب دروازے کو دیکھ رہی تھی۔کہ اچانک ایک آدمی آگے بڑھ کر دروازے کا لاک کھولنے لگا۔جس پر ہوش میں آتے وہ بے صبری سے ہینڈل گھومانے لگی تھی۔فاتح سلطان کی آواز سننے کے بعد اسکا دل اگر کانپ رہا تھا۔۔تو آنکھوں کی پتلیاں بھی سکڑ رہی تھیں۔۔۔

جیسے ہی وہ آدمی کمرے کا لاک کھول کر پیچھے ہٹا تو سیلینہ نے بے صبری سے دروازہ کھولتے ہوئے اندر داخل چاہا۔لیکن دروازہ کھولتے ہی جب گھپ اندھیرے نے اسکا استقبال کیا تو وہ سہم کر اپنی پر جگہ پر رکتی چلی گئی۔۔

سیلینہ۔۔۔!!دروازہ کھلنے پر اندھیرے میں کھڑے فاتح کو اسکا روشن چہرہ نظر آیا تو وہ آسودگی سے مسکراتے ہوئے اسے تڑپتے ہوئے پکار گیا۔ جیسے اسے پھر سے زندگی مل گئی ہو۔

سلطان۔۔!فاتح کی آواز سنتے ہوئے کانپتے لہجے میں جواب دیتی سیلینہ نے اس اندھیرے میں آگے بڑھتے ہوئے اسے تلاش کرنے کی کوشش کی تھی۔جب فاتح اسکی مشکل حل کرتے ہوئے جلدی سے آگے بڑھ کر اسے سینے سے لگا گیا تھا۔۔۔

فاتح کے سینے سے لگتے ہی سیلینہ سسکتے ہوئے اسکے گرد بانہوں کا ہار پہناتے ہوئے اسے محسوس کرنے کی کوشش کرنے لگی۔۔جبکہ فاتح تو اسے دوبارہ اپنے سامنے دیکھتے ہوئے ہوش بھلاتے ہوئے اسے خود میں

بھینچ رہا تھا۔ وہ اسکی معصوم محبت اور شریک حیات تھی۔ جو بد قسمتی سے ان اندھیروں کا حصہ بن گئی تھی۔۔۔

فاتح۔۔۔!! اسے کبھی سلطان تو کبھی فاتح پکارتے ہوئے وہ دیوانی سی کیفیت میں فاتح کو چھونے کی کوشش کر رہی تھی۔ پر اس اندھیرے میں وہ اسکا چہرہ نہیں دیکھ پا رہی تھی۔ اس لئے روتے ہوئے اسے بار بار پکارنے لگی۔۔ جبکہ مقابل اسے اس حالت میں دیکھتے ہوئے بے بسی سے اپنی تکلیف پر ضبط کرنے کی کوشش میں تھا۔

تھوڑی دیر پہلے وہ اسے خواب میں نظر آئی تھی۔ بالکل اسی حالت میں۔۔۔! وہی بلیک ڈریس تھا۔۔! وہی گہرا اندھیرا اور سناٹا تھا۔ بالکل ویسے ہی اسکی پکاریں تھیں۔۔۔! جیسے ابھی وہ اسکے سینے میں چہرہ چھپاتے

ہوئے بار بار کبھی "فاتح" تو کبھی "سلطان" پکار رہی تھی۔ بس فرق یہ تھا۔ کہ خواب میں وہ اسے اسی حالت میں مسکراتے ہوئے پکار رہی تھی۔ تو حقیقت میں روتے اور سہمتے ہوئے بلا رہی تھی۔

فاتح اسے سینے سے لگائے اپنی نم ہوتی آنکھوں کو میچ رہا تھا۔ جب اچانک کمرے کے گہرے اندھیرے کو تیز روشنی چیرتی چلی گئی۔۔۔

روشنی کے ہوتے ہی بے اختیار دونوں نے بے چینی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا۔ اور ایک دوسرے کا چہرہ دیکھتے ہی وہ سانس روک چکے تھے۔ دونوں کی حالت ایک سی تھی۔ اگر فاتح سلطان اسکے سامنے زخمی سا کھڑا تھا۔ تو سیلینہ احمد بھی بیمار سی لگ رہی تھی۔ وہ دونوں ہی جانتے تھے۔۔ کہ شاید زندگی میں کبھی انہیں اس مقام پر کھڑا ہونا پڑے گا۔۔

جہاں وہ ابھی کھڑے تھے۔اس لئے بس خاموش دم سادھے ایک دوسرے کو بے بسی سے دیکھ رہے تھے۔۔۔

سس۔۔سلطان۔۔۔!!فاتح سلطان کا زخمی وجود دیکھتے ہوئے وہ ششدر ہوتے اسکے شرٹ لیس سینے پر نظریں دہرا گئی۔مار کو خاموشی سے اب دروازے میں کھڑا ان کو دیکھ رہا تھا۔یہ عجیب تھا۔پر وہ نہیں جانتا تھا۔کہ کیوں یہاں پر کھڑا اپنے باپ کے قاتل کو ایسے دیکھنے پر مجبور ہے۔۔کیا اسکے پیچھے وہ چھوٹی سی لڑکی تھی۔۔؟آخر ایسا کیا تھا اس لڑکی میں۔۔؟

کس نے ہاتھ اٹھایا تم پر۔۔۔!!سیلینہ کے چہرے پر تھپڑوں کے نشان دیکھتے ہوئے فاتح سلطان کا وجود ایک دم سے بھڑک اٹھا۔جبکہ اسکے الفاظ سمجھتے ہوئے مار کو بھی ایک پل کو نا سمجھی سے سیلینہ کی پشت دیکھ گیا۔

آپ۔۔۔! یہاں کیوں آئے تھے سلطان۔۔۔!! آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔۔۔! فاتح کے سوال کو ان سنا کرتے ہوئے سیلینہ اسکے زخموں سے چور جسم کو دیکھتے ہوئے حواس باختگی سے چلائی تھی۔ وہ ششدر ہوتے اسکا جسم دیکھ رہی تھی۔ جہاں اس وقت ان گنت زخم تھے۔ سیلینہ سسکتے ہوئے اسکے زخموں کو دیکھتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کر اگلے ہی پل رونا شروع ہو گئی۔۔

سٹاپ اٹ سیلینہ۔۔۔!! میں جو پوچھ رہا ہوں۔۔۔! اسکا جواب دو کس نے تم پر ہاتھ اٹھایا۔۔۔؟؟ فاتح نے چلا کر کہتے ہوئے اسے جھنجھوڑا تھا۔ کیونکہ سیلینہ کے چہرے اور بازوؤں پر خراشوں کے نشان دیکھتے ہوئے وہ

آپے سے باہر ہو رہا تھا۔ یہاں تک کہ اسکا ہونٹ کا کنارہ بھی پھٹا ہوا تھا۔۔۔

وہ دونوں ہی مارکو ایلن سے بے خبر ایک دوسرے میں گم تھے۔

جب اچانک مارکو نے وہاں کھڑی عورتوں کو اشارہ کرتے ہوئے سیلینہ کو فاتح سے دور ہٹانے کا کہہ دیا۔۔

مارکو کا حکم ملتے ہی ان دو عورتوں نے تیزی سے آگے بڑھ کر سیلینہ کو پکڑنا چاہا تو سیلینہ چیختے ہوئے فاتح پر اپنی گرفت مضبوط کر گئی۔۔ یہاں تک کہ فاتح بھی اسے مضبوطی سے خود میں چھپانے لگا تھا۔۔۔

چھوڑو مجھے۔۔۔!! سیلینہ نے چلا کر کہتے ہوئے انہیں خود سے دور کرنے کی کوشش کی۔ پر وہ دونوں ہی عورتیں طاقت میں سیلینہ سے دوگناہ تھیں۔ اس لئے اسکی کوششیں ناکام بناتے ہوئے اسے دبوچنے لگیں۔۔۔

چھوڑو میری بیوی کو۔۔۔!! فاتح نے غرا کر کہتے ہوئے انہیں پیچھے جھٹکنا چاہا ہی تھا۔ کہ جب دو تین آدمی بھی اسکی طرف بڑھتے ہوئے اسے سیلینہ سے دور لے جانے لگے۔۔۔ سیلینہ چلاتے ہوئے انکی منتیں کرنا شروع ہو گئی تھی۔

چھوڑو مجھے۔۔۔!! میں تم لوگوں کا خون کر دوں گا اگر میری بیوی کو کسی نے ہاتھ بھی لگایا تو۔۔۔!! فاتح نے پھنکارتے ہوئے ان پر وار کرنے کی کوشش کی۔ جب وہ مل کر اس پر جھپٹ پڑے اور دیکھتے ہی دیکھتے ہر روز کی طرح اسے مارنا شروع ہو گئے تھے۔۔۔ انہیں فاتح کو مارتے ہوئے دیکھ کر سیلینہ ایک پل کو ساکت و جامد ہوئی تھی۔ پر اگلے ہی پل خود کو جکڑی ہوئی

ایک عورت کے منہ پر ناخن مارتے ہوئے سیلینہ اپنی کلائی چھڑا کر تیزی سے بھاگتے ہوئے فاتح کے اوپر جا کر جھک گئی۔۔۔

سٹے وے سیلینہ۔۔۔!!اسے اپنے اوپر سایہ کرتے دیکھ کر فاتح نے چلا کر ہمت کرتے ہوئے اتنی ہی تیزی سے اسے اپنے نیچے کیا تھا۔تاکہ اسے کوئی گہری چوٹ نہ لگے۔۔مارکو اس چھوٹی سی لڑکی کی جرات پر ششدر رہوتے دیکھ گیا تھا۔۔پر تب تک سیلینہ کی کمر پر ایک بری ضرب اپنا نشان چھوڑ گئی تھی۔پورے کمرے میں اگلے ہی پل سیلینہ کی دردناک چیخ بلند ہوئی تھی۔۔

جبکہ فاتح کو مارنے کے لئے مارکو کے دوسرے آدمی نے ابھی ہاتھ بلند کیا ہی تھا۔جب مارکو تیزی سے چلا اٹھا۔۔

سٹاپ اٹ باسٹرڈ۔۔۔!!مارکو نے چلا کر حکم دیتے ہوئے فوراً اپنے آدمیوں کو روک دیا۔اسکی آواز پر جہاں فاتح نے آنکھیں موڑتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔وہیں مارکو کے حکم پر اسکے آدمی اپنا ہاتھ روک چکے تھے۔۔سیلینہ،فاتح کے نیچے دبی تیز سانسوں میں اسکے گرد بازوؤں کا حصار بناتے ہوئے تکلیف سے رونے لگی تھی۔۔۔

“Rinchiudetela di nuovo nella sua stanza...!!”

اس لڑکی کو دوبارہ اسکے کمرے میں جا کر بند کر دو۔۔۔!!سیلینہ کو فاتح کے اتنے قریب دیکھتے ہوئے مارکو نے اشتعال بھرے لہجے میں حکم سناتے ہوئے ان عورتوں کو آگے بڑھنے کا کہا تھا۔جبکہ اسکے الفاظ پر سیلینہ تیزی

سے فاتح پر پھر اپنی گرفت مضبوط کرنے لگی تھی۔ پر فاتح کی ساکت نظریں مار کو پر جمی ہوئی تھیں۔ اتنی مار سہنے کے بعد اس پر پھر بے ہوشی طاری ہو رہی تھی۔

فاتح کی آنکھیں بند ہونے لگی تھیں۔ وہ سیلینہ کو چھپانے کی کمزور سی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن اسکی آنکھوں کے سامنے ہر منظر تیزی سے دھندلا ہوتا جا رہا تھا۔ اس لیے نہ چاہتے ہوئے بھی اسکی گرفت سیلینہ کے اوپر سے کمزور پڑ رہی تھی۔ تبھی وہ عورتیں دوبارہ سیلینہ کو زبردستی کھینچتے ہوئے اٹھا گئیں۔۔۔

سلطان۔۔۔ آنکھیں کھولیں پلیز۔۔۔!! خدا کے لیے آنکھیں کھولیں سلطان۔۔۔!! فاتح کی بند ہوتی آنکھوں کو دیکھ کر وہ چلا کر کہتے ہوئے اسکی

منتیں کرنے لگی۔ جبکہ فاتح اپنی دھندلی ہوتی نظروں کے سامنے اسے روتے بلکتے ہوئے دیکھ کر بھی بے بس تھا۔اسکی آنکھیں بند ہو چکی تھیں۔ لیکن اسکے کانوں میں پڑنے والی سیلینہ کی آہو وپکار سنائی دینا بند نہیں ہوئی تھی۔

مارکو ابھی اپنے کمرے میں واپس آیا ہی تھا۔جب اسکا آدمی بیروٹو بھی تیزی سے اندر داخل ہوا تھا۔۔

بوس وہ پھر سے بے ہوش ہو گیا ہے۔۔۔!!بیروٹو نے فاتح کے بے ہوش ہونے کی اطلاع دی۔۔۔

ہمم۔۔۔!آریان کی کیا خبر ہے۔۔۔؟مارکو نے پلٹتے ہوئے ہنکارا بھرا۔

بوس وہ ابھی پاکستان میں ہی ہے۔۔۔! بیر وٹو نے اسکے سپاٹ چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے فوراجواب دیا۔۔۔

اور کام۔۔۔؟ سگار سلگا کر مارکو نے اگلا سوال کیا۔۔۔

وہ بہت اچھا کام کر رہا ہے بوس۔۔۔! بہت جلد اس لڑکے کی تلاش میں وہ سارے لڑکے بھی یہاں پر موجود ہونگے۔۔۔۔! آریان کی تعریف کرتے ہوئے بیر وٹوا سے آگاہ کر رہا تھا۔

گڈ۔۔۔!! اس لڑکی کو تھپڑ کس نے مارے تھے۔۔۔؟ سگار کا دھواں اڑاتے ہوئے مارکو نے اچانک غیر معمولی سوال کیا۔۔

کس لڑکی کو بوس۔۔۔؟ بیر وٹو ایک پل کے لئے اس کے سوال کو سمجھ نہیں پایا تھا۔۔

اسی لڑکی کو جو ابھی میں نیچے دیکھ کر آرہا ہوں بیروٹو۔۔! جسے تم لوگ جرمنی سے اٹھا کر لائے ہو۔۔۔!! سیلینہ کی جانب اشارہ کرتے وہ دبے دبے لہجے میں بولنے لگا۔جب کہ آنکھیں عجیب سی ہو رہی تھیں۔۔جن کو سامنے کھڑا مارکو کا خاص آدمی دیکھتے ہوئے الجھ رہا تھا۔۔

بوس لڑکی کافی تنگ کر رہی تھی۔اس لئے اسے ڈرانے کے لئے بس۔۔!! بیروٹو ابھی وضاحت کر ہی رہا تھا۔جب مارکو نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے اسے جلدی سے روک دیا۔۔

ان عورتوں کو منع کر دو کہ آئندہ سے اس لڑکی پر ہاتھ نہ اٹھائیں۔۔۔! کیونکہ مجھے اس لڑکی کو اپنے بزنس کے لئے استعمال کرنا ہے۔۔! ویسے بھی وہ لڑکی ضرورت سے زیادہ اٹریکٹو ہے۔۔۔! اسکی لکس خراب نہیں ہونی

چاہیئے۔۔۔! مارکو، سیلینہ کے بارے میں سنجیدہ لہجے میں حکم دیتے ہوئے اس سے کہنے لگا تھا۔۔۔

اوکے بوس۔۔۔!! اسکے حکم پر بیروٹو تیزی سے سر ہلا گیا۔ جس پر مارکو نے اسے جانے کا اشارہ کرتے ہوئے پلٹنا چاہا تھا۔۔

بوس ایک اور ضروری بات تھی۔۔۔! اسکے اشارے پر بیروٹو نے جلدی سے اسے مخاطب کرتے متوجہ کیا۔ جب مارکو دوبارہ پلٹتے ہوئے اسکی طرف "ضروری بات" جاننے کے لیے سوالیہ نظروں سے دیکھ گیا۔

بوس ایک مشکوک لڑکی کلب میں چوری چھپے اینٹر ہوتے دیکھی گئی ہے۔۔۔! مارکو کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے بیروٹو اسے تین دن پہلے کی خبر سے آگاہ کر رہا تھا۔۔۔

ڈونٹ وری۔۔! کوئی میڈیا کی ہو گی۔۔! مارکو نے اسے بے فکر کیا۔ کیونکہ آئے دن کوئی نہ کوئی میڈیا کا بندہ انکے خلاف ثبوت اکھٹے کرنے کی کوشش میں انکی مختلف لوکیشن پر اکثر پایا ہی جاتا تھا۔

ڈرا دھمکا کر اسے وہاں سے ہٹانے کی کوشش کرو بیروٹو۔۔۔۔ کیونکہ میں آج کل کوئی فضول کا سٹریس نہیں لینا چاہتا ہوں۔۔! بیروٹو کو حکم سناتے ہوئے مارکو باتھ روم کی جناب بڑھ چکا تھا۔۔ کیونکہ فریش ہونے کے بعد اسے سیلینہ سے تفصیلی ملاقات کرنی تھی۔

چہرے پر ماسکو پہنے وہ محتاط انداز میں قدم اٹھاتے ہوئے ایک نظر آس پاس دیکھ گئی۔ بلیک کلر کی پینٹس اور بلیک ہی جیکٹ پہنے وہ سرتاپاؤں کور تھی۔ یہاں تک کہ ہاتھوں پر گلوز بھی پہن رکھے تھے۔

تین دن پہلے وہ اس کلب میں چوری چھپے داخل ہوئی تھی۔ لیکن تب شاید سیکورٹی کو اسکے آنے کا پتہ چل گیا تھا۔ اس لئے اسے تبھی وہاں سے نکلنا پڑا تھا۔ اور اب پچھلے ایک گھنٹے سے وہ اس کلب میں تھی۔ آج اسکی قسمت بھی اسکا ساتھ رے رہی تھی۔ جس کی وجہ سے وہ آسانی سے اپنا کام کر چکی تھی۔

کام ختم کرنے کے بعد اب اسے یہاں سے بالکل صحیح سلامت نکلنا تھا۔ اس لئے چوکنا ہوتی نظروں سے تیزی سے قدم اٹھاتے ہوئے وہ وہاں سے

واپس نکل رہی تھی۔ کیونکہ رات شروع ہوتے ہی کلب میں لوگوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔

کلب سے باہر پیر رکھتے ہی ابھی اس نے سکھ بھرا سانس بھی نہیں لیا تھا۔ جب بد قسمتی سے ایک سکیورٹی گارڈ کی اس پر نظر پڑ گئی۔

ہے یو۔۔۔!! اسی مشکوک لڑکی کو دوبارہ یہاں پر دیکھتے ہوئے اس سیکورٹی گارڈ نے چلا کر اسے روکنے کی کوشش کی۔ اسکی آواز پر مڑ کر دیکھتے ہوئے وہ ایک دم سے تیز بھاگنا شروع ہو گئی۔۔ جس کو دیکھتے ہوئے دو سیکورٹی گارڈز بھی اسکے تعاقب میں بھاگنے لگے تھے۔

بیرو ٹو نے انھیں آج صبح ہی حکم دیا تھا۔ کہ اگر وہ لڑکی دوبارہ وہاں پر نظر آئے تو اسے ڈرائے دھمکائے بنا جانے نہ دیا جائے۔ تاکہ وہ لڑکی دوبارہ

یہاں آنے کی ہمت نہ کر سکے۔۔اسی لئے سیکورٹی گارڈز اسے پکڑنے کے لیے پیچھے بھاگنا شروع ہو گئے تھے۔

انہیں اپنے پیچھے آتے دیکھ کر مجبوراً اسے اپنی گاڑی چھوڑ کر مخالف سمت بھاگنا پڑا تھا۔کیونکہ بے دھیانی میں وہ گاڑی کی چابی کہیں گرا آئی تھی۔۔

ایک سیکورٹی گارڈ نے اپنی گن نکال کر فائر کرتے ہوئے اس لڑکی کو ڈرانے کی کوشش کی۔تاکہ وہ رہیں پر رک جائے۔پر اس نے بھاگنا نہیں چھوڑا تھا۔

Ehi ragazza, fermati subito! Altrimenti “
”.te ne pentirai

(اے لڑکی، فوراً رک جاؤ! ورنہ تمہیں پچھتانا پڑے گا۔۔۔)ایک سیکورٹی گارڈ نے چلا کر کہتے ہوئے اسے ڈرانے کی اور کوشش کرنا چاہی تھی۔جب

اچانک بھاگتی ہوئی مہر ماہ ٹھوکر لگنے کے باعث اس سے پہلے بری طرح زمین پر گرتی جب اچانک دو بازوؤں نے تیزی سے اسکی طرف آتے ہوئے اسے گرنے سے بچالیا۔۔

مہر ماہ نے دل تھامتے ہوئے ان دو بازوؤں کو پہلے حیرت سے دیکھا۔اور جب اسکی نظر گہری سبز آنکھوں پر پڑی تو اگلے ہی پل وہ گہرا مسکرا گئی تھی۔۔جبکہ سیکورٹی گارڈز وہیں پر رک کر انہیں دیکھنے لگے تھے۔۔۔

بہت لاپرواہ ہو تم۔۔۔۔!!ہیر نے اسے کھڑا کرتے ہوئے افسوس سے کہنا چاہا۔چہرے پر ماسک لگائے بالوں کی ٹیل پونی بنائے وہ بالکل مہر ماہ جیسے حلیے میں ہی تھی۔۔۔

اور تم اتنی ہی غیر ذمہ دار ہو۔۔۔!! بنا توقف کے جواب دیتے ہوئے مہر ماہ پھولی سانسوں میں ناک سکوڑ گئی۔۔اسے اچانک یہاں پر دیکھ کر مہر ماہ حیران تو ہوئی تھی۔۔پر انداز سے ظاہر نہیں ہونے دیا۔۔

پہلے انہیں دیکھ لوں پھر تمہیں بتاتی ہوں۔۔۔!مہر ماہ کو زرا سا گھور کر ہیر مضبوط قدموں سے ان سیکورٹی گارڈز کی طرف بڑھ گئی۔جھنوں نے اسکی بہن کو فضول میں اتنا بھگایا تھا۔اسے سیکورٹی گارڈ پر ہاتھ صاف کرنے کے لیے جاتے دیکھ کر مہر ماہ چہرہ گھماتے ہوئے اسکی گاڑی تلاش کرنے لگی۔جو اسے فورا مل بھی چکی تھی۔

ہیر پاشا نے پل بھر میں ان دو سکیورٹی گارڈز کو دھنک کر رکھ دیا تھا۔وہ لمحہ بھر میں ان پر حاوی ہوتی انکے نقشے بگاڑ چکی تھی۔اسے اپنا کام کرتے دیکھ کر

مہر ماہ اب سکون سے اسکی گاڑی کی طرف چل دی۔ کیونکہ وہ پہلے ہی بھاگ بھاگ کر تھک چکی تھی۔ اب لڑائی میں بھی حصے دار نہیں بن سکتی تھی۔

“Dimmi dove posso trovare il figlio di Joseph Allen!!”

(مجھے بتاؤ جوزف ایلن کا بیٹا کہاں ملے گا۔۔) شہرام نے اس آدمی کی گردن پر ہاتھوں کا دباؤ بڑھاتے ہوئے اشتعال بھرے لہجے میں سوال کیا۔۔ اٹلی آئے آج اسکا تیسرا دن تھا۔ ان تین دنوں میں وہ مارکو ایلن تک پہنچنے کی ساری انفارمیشن اکھٹی کر رہا تھا۔ پر کل سے یہ آدمی اسے اپنا پیچھا کرتا ہوا نظر آرہا تھا۔

یہاں تک کہ کل شام میں یہ آدمی انکے پرانے اپارٹمنٹ کے باہر چکر لگاتا بھی نظر آیا تھا۔اس لئے آج موقع دیکھتے ہوئے شہرام علی نے اسے جکڑ لیا۔۔۔

”.Non lo so“

میں نہیں جانتا۔۔۔!! وہ آدمی گھٹے گھٹے سانس کے ساتھ بولا تھا۔جب شہرام اسکی گردن کو بازو میں جکڑتے ہوئے اچانک دیوار کے ساتھ لگا گیا۔۔۔

Se la tua vita ti è cara, rispondimi “ subito. Altrimenti ti scaverò la tomba ”.proprio qui

اگر تمہیں اپنی زندگی عزیز ہے تو مجھے فوراً جواب دو۔۔۔!! ورنہ ابھی کے ابھی تمہاری یہاں پر قبر کھود دوں گا۔۔۔! شہرام نے سفاکی پر اترتے ہوئے پاکٹ سے تیزی سے خنجر نکالتے ہوئے اسکے پیٹ میں گھونپ دیا۔ تکلیف کے باعث وہ آدمی چلانے لگتا جب شہرام اسکے منہ پر ہاتھ جماتے ہوئے اسکی چیخوں کا گلا گھونٹتے ہوئے پھنکارا تھا۔۔۔۔

اگر تم نے جواب دینے میں مزید ایک سیکنڈ بھی ضائع کیا تو میں تمہاری بوٹی بوٹی کر کے یہاں کے کتوں کو کھلا دوں گا۔۔۔!! اسکی گھٹی گھٹی چیخیں سنتے ہوئے شہرام نے اپنے خنجر کی نوک اب اسکے گردن پر پھیرنا شروع کر دی۔ جس پر وہ تڑپتے ہوئے فوراً ہاں میں سر ہلانے لگا تھا۔ جیسے بتانے پر

رضامندی ظاہر کر رہا ہو۔۔اسے مانتے دیکھ کر شہرام نے زرا سا اسکے ہونٹوں سے ہاتھ ہٹا دیا۔

اگر تمہیں "مارکوایلن "تک پہنچنا ہے۔تو اسکے لئے تمہیں پہلے "بیروٹو مارک "تک پہنچنا ہوگا۔۔! شہرام علی کی گرفت میں پھڑپڑاتے ہوئے وہ اسے گھٹی گھٹی آواز میں بتانے لگا تھا۔۔۔

بیروٹومارک کون ہے۔۔؟ شہرام نے ایک دم سے اسکی گردن پر پکڑ سخت کرتے ہوئے لاعلمی سے اگلا سوال کیا۔

مارکوایلن کا سب سے "خاص آدمی "۔۔۔! اپنے جسم میں اٹھتی تکلیف پر ہانپتے ہوئے اس نے جواب دیا تھا۔ جس پر شہرام علی کی آنکھیں ایک پل کے لئے ٹھہر سی گئی تھیں۔یہ نام تو اس نے پہلے بھی کہیں سنا تھا۔بے اختیار

اسے یاد آنے لگا تو وہ جلدی سے اسکی گردن کی مخصوص نس دباتے ہوئے اسے بے ہوش کرتے وہیں نیچے پھینکتے ہوئے پیچھے ہٹ گیا۔۔

اسے وہیں پھینکنے کے بعد شہرام علی نے تیزی سے اپنی گاڑی کی طرف قدم بڑھائے تھے۔ کندھوں آتے بال اور بڑھی ہوئی شیو کے ساتھ وہ "فاتح سلطان" کے بناز خمی شیر بن چکا تھا۔ جو اپنے راستے میں آنے والی ہر رکاوٹ کو چیڑ پھاڑ کر پھینک رہا تھا۔۔۔۔۔

میں نے کہا بھی تھا کہ میرا انتظار کرنا۔۔۔! پھر اکیلی کیوں نکل پڑی تھی۔۔۔؟ مہر ماہ کی کہنی کا زخم صاف کرتے ہوئے ہیرا اسے ڈانٹ رہی تھی۔

ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی وہ اپارٹمنٹ پر واپس پہنچی تھیں۔ہیر نے ویسے تو مہر ماہ کو گرنے سے بچالیا تھا۔پر اسکے باوجود اسکی کہنی پر رگڑ لگنے کے باعث وہاں سے سکن اتر گئی تھی۔

واپس آتے ہی ہیر نے سب سے پہلے اسکا معائنہ کیا۔اور اب اسکی کہنی کا زخم صاف کرتے ہوئے بینڈج لگا رہی تھی۔۔

تم بہت دیر سے آئی ہو۔۔۔!! ویسے بھی میں فاتح بھیا اور سیلینہ کو ڈھونڈنے میں مزید وقت ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔! ناک چڑھا کر مہر ماہ اسے کہتے ہوئے آخر پر بے اختیار سنجیدہ سر ہوئی۔فرسٹ ایڈ باکس بند کرتے ہوئے ہیر نے اسے دیکھا تھا۔۔

میں جان بوجھ کر دیر سے نہیں آئی ہوں۔۔۔!! تم جانتی تو ہو۔ کہ آج کل کتنے ایشو چل رہے ہیں۔۔! باکس بند کرنے کے بعد کرسی کھینچ کر مہر ماہ کے سامنے بیٹھتے ہوئے ہیر بے ساختہ وضاحت کرنے لگی۔

تمہیں کیسے پتہ چلا تھا کہ میں کلب میں گئی ہوئی ہوں۔۔۔! ہیر کی جانب دیکھتے ہوئے مہر ماہ نے اچانک سوال کیا۔۔۔

ظاہر سی بات ہے تمہاری لوکیشن سے۔۔۔!! ہیر کندھے آچکا کر سادہ سے لہجے میں بولی۔ جب مہر ماہ کو بھی فوراً احساس ہوا تھا۔ کہ اس بارے میں اسے پہلے کیوں نہیں خیال آیا۔۔

تم اپنی گن ساتھ کیوں نہیں لے کر گئی تھی۔۔۔؟ یاد آنے پر ہیر بھی جلدی سے پوچھا۔۔۔

بس یاد نہیں رہا۔۔!! مہر ماہ نے سرسری لہجے میں جواب دیا۔ جس کو سنتے ہوئے ہیر کو ایک دم سے اسکی لاپرواہی پر غصہ سا آگیا۔

یہ تمہاری شروع کی گندی والی عادت ہے۔۔! اور اسی وجہ سے تم آپی سے آئے دن ڈانٹ کھاتی رہتی تھی۔ پر اسکے باوجود آج تک نہیں سدھر پائی۔۔! اگر خدانخواستہ تمہیں وہ نقصان پہنچا دیتے یا میں وقت پر نہ پہنچتی تو۔۔۔!! غصے سے بولتے ہوئے ہیر اسے شرم دلانے کی کوشش کر رہی تھی۔ جو ہمیشہ ان کاموں میں اپنی لاپرواہی کی وجہ سے گڑبڑ کر دیتی تھی۔۔

تم لوگ ہوں نا تو اپن کو کوئی ہاتھ بھی لگا سکتا ہے کیا۔۔! ہیر کو غصہ کرتے دیکھ کر مہر ماہ نے اچانک شرارتی لہجے میں شہرام کے سے انداز میں جواب

دیا۔ جس پر ہیر اسے حیرانی سے دیکھنے لگی۔ جبکہ اگلے ہی پل جب مہر ماہ کو خود بھی احساس ہوا تو وہ فوراً سپاٹ ہوتی چلی گئی۔

یقیناً یہ شہرام کے ساتھ رہنے کا اثر تھا۔ کہ روانی میں وہ اسکے بولنے کے انداز کو اپنا گئی تھی۔ اور یہ پہلی بار نہیں تھا۔ بلکہ مہر ماہ اب اکثر لاشعوری طور پر شہرام علی بن جاتی تھی۔ بہت کم عرصے میں شہرام علی نے اس میں اپنی عادتیں منتقل کر دی تھیں۔

!!..Stop Overthinking Mehro

مہر ماہ کے چہرے کو سپاٹ ہوتے دیکھ کر ہیر نے تیزی اسکا بازو جھنجھوڑتے ہوئے اسے فضول سوچنے سے روکا۔ کیونکہ وہ ایک دم سے خاموش ہو گئی

تھی۔ہیر کے ٹوکنے پر مہر ماہ زبردستی مسکراتے ہوئے خود کو کمپوز کرنے لگی۔۔

اوکے اب بتاؤ مجھے کہ کلب میں کچھ خاص ثبوت ملا ہے یا نہیں۔۔۔؟اسکا دھیان بھٹکانے ہوئے ہیر نے سنجیدہ لہجے میں استفسار کیا۔جب مہر ماہ اسے ایک منٹ رکنے کا اشارہ کرتے ہوئے تیزی سے کھڑے ہو کر اپنا لیپ ٹاپ لینے چلی گئی۔۔۔

تم لیپ ٹاپ آن کرو۔۔! میں تب تک کافی بنا کر لاتی ہوں۔۔! مہر ماہ سے کہتے ہوئے ہیر بھی اٹھ کر کچن کی طرف بڑھ گئی۔ایک لمبی فلائٹ لینے کے بعد اتنی بھاگم دوڑ میں اب اسے تھکاوٹ سی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔

سیلینہ زار و قطار سے رونے میں مصروف تھی۔ بار بار اسکی آنکھوں کے سامنے فاتح کا آنکھیں بند کرنے والا منظر آرہا تھا۔ وہ بے بسی کے مارے روتے ہوئے اچانک چیخ گئی۔ وہ عورتیں اسے اس کمرے میں پھینک کر جا چکی تھیں۔ یہ جگہ فاتح کے کمرے کی نسبت بہت بہتر تھی۔

سیلینہ دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھی ہوئی تھی۔ گھٹنوں میں سر دیئے وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے میں مصروف تھی۔ کہ اچانک دیوار کے ساتھ زور سے ٹیک لگاتے ہوئے اسکی کمر میں بری طرح تکلیف کی لہر اٹھی۔ جس پر چیختے ہوئے وہ فوراً دور ہو کر بیٹھ گئی۔ اسکی کمر پر بیلٹ کی ضرب کافی زور دار اور اچانک لگی تھی۔ جس کے باعث سیلینہ کی کمر پر شاید نشان تک پڑ چکا تھا۔ کمر میں اٹھتی ہوئی تکلیف اور فاتح کی حالت یاد کرتے ہوئے وہ بے

بسی سے بلک بلک کر رونے لگی۔ کہ اچانک مارکو ایلن دروازہ کھولتے ہوئے اندر داخل ہوا تھا۔۔

دروازہ کھولتے ہی اسے سیلینہ ایک کونے میں بیٹھی نظر آئی تھی۔ جبکہ کانوں میں اسکے رونے کی آواز پڑی تو وہ انتہائی غور سے اس چھوٹی سی لڑکی کو دیکھ گیا۔ جو اسکے آنے پر متوجہ بھی نہیں ہوئی تھی۔ وہ ایک بھرپور اٹالین مرد تھا۔ جس پر فدا ہونے والی لڑکیوں کی ایک اچھی خاصی تعداد تھی۔ پر سیلینہ احمد نے ایک بار بھی نظریں اٹھا کر اسکی طرف دیکھنا گوارہ نہیں کیا تھا۔

اپنی آمد پر بھی اسے متوجہ ہوتے نہ دیکھ کر مارکو لب بھینچ کر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے اسکی طرف بڑھا۔۔ جو زمین پر سکڑی سمٹی بیٹھی ہوئی

تھی۔ کمرے میں دیوار کے ساتھ ایک سنگل بیڈ موجود تھا۔ لیکن اسکے باوجود وہ زمین پر بیٹھی رونے میں مصروف تھی۔ رونے کے باعث اسکا نازک وجود ہلکا ہلکا لرز رہا تھا۔ جبکہ گھنے چاکلیٹ براؤن بال بکھرے پڑے سے تھے۔

مارکو کے برعکس سیلینہ جو فاتح کی حالت یاد کرتے ہوئے اپنی بے بسی پر گم تھی۔ کہ بے اختیار اپنے قریب بھاری بوٹوں کی آواز سنتے ہوئے اسکے آنسو تھوڑے سے تھمے۔۔ اس نے زرا سا سر اٹھا کر دیکھنا چاہا۔۔ تو اپنے قریب اسے کوئی کھڑا نظر آیا تھا۔ دوسری طرف اسکے آخر کار متوجہ ہونے پر مارکو گہرا سا مسکرا۔ کر جھکتے ہوئے اسکے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اس اپسرا کو دیکھنے لگا تھا۔ جو اسکے باپ کے قتل کی بڑی وجہ بنی تھی۔

کچھ مہینے پہلے پورے شہر میں جوزف ایلن کا ایک نام اور دبدبہ تھا۔ جس کو اس چھوٹی سی لڑکی نے نہ صرف چند گھنٹوں میں چیلنج کیا تھا۔ بلکہ ان ایشین لڑکوں سے اپنے باپ کا قتل کروانے کے بعد وہ کبھی نہ نظر آنے کے لئے غائب بھی ہو چکی تھی۔ اور کتنی آسانی سے "سیلینہ احمد" نے مارکو ایلن کی طاقت کو نہ صرف آزمالیا تھا۔ بلکہ چیلنج دیتے ہوئے وہ خود منظر سے غائب بھی ہو گئی تھی۔ اسکا باپ مر چکا تھا۔ وہ تو اسی لمحے میں مر گیا تھا۔ جب شہرام علی اور فاتح سلطان نے جوزف ایلن کے بے جان وجود کو اپنے اپارٹمنٹ میں لے جا کر "سلطان احمد خان" اور "عیس علی ہمدانی" کے آگے پھینکتے ہوئے نہ صرف اپنا وعدہ پورا کیا تھا۔ بلکہ بھائیوں پر وار کرنے

والے کو دردناک موت دیتے ہوئے اپنا انتقام بھی پورا کر لیا تھا۔اور یہ سب کرنے کے بعد وہ کتنی آسانی سے یہاں سے جا بھی چکے تھے۔۔

جب تک مارکوایلن یہاں پر پہنچا تھا۔تب تک وہ سب یہاں سے جا چکے تھے۔اور نہ صرف خود گئے تھے۔بلکہ جوزف ایلن کا نام و نشان تک مٹا گئے تھے۔

اس تمام عرصے میں مارکوایلن نے واپس آکر اپنے باپ کی لاش کو ڈھونڈنے کے لیے ایڑھی چوٹی کا زور لگا لیا تھا۔پر وہ آج تک اپنے باپ کی لاش نہیں ڈھونڈ پایا تھا۔اور یہ اسکی مردانگی پر سب سے کاری وار ثابت ہوا تھا۔وہ نہیں جانتا تھا۔کہ بلیک گینگ یا انکے بیٹوں نے اسکے باپ کو کہاں پر دفن کیا ہے۔پر اس نے یہ جاننے کے لیے ہر ممکن کوشش کر لی تھی۔اور

جب اسے کوئی سراغ نہیں ملا تب مارکو نے سب سے پہلے اس کردار کو ڈھونڈ کر اپنے سامنے کھڑا کیا۔ جس کی وجہ سے یہ کہانی شروع ہوئی تھی۔ اور وہ کردار کوئی اور نہیں بلکہ انڈیا کا وہی ہندو لڑکا "آریان کمار" تھا۔ جس نے انکے کلب میں "سیلینہ احمد" کو بیچا تھا۔۔۔اور آج کل پاکستان میں رہ کر بلیک گینگ سے جڑی ہر انفارمیشن ان تک پہنچا رہا تھا۔

ہائے لٹل گرل۔۔!! سیلینہ جو گھٹنوں سے زرا سا چہرہ اٹھاتے ہوئے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔ کہ اسکی نم چاکلیٹ براؤن آنکھوں کو دیکھتے ہوئے مارکو بے ساختہ اسے مخاطب کر گیا۔ وہ صرف اسکی آنکھیں دیکھ پا رہا تھا۔ کیونکہ پورے چہرے پر اسکے بالوں نے احاطہ کیا ہوا تھا۔۔۔

...Muori tu“

مر جاؤ تم۔۔۔!! مارکو کے مخاطب کرنے پر وہ دبے دبے انداز میں غراتے ہوئے اٹالین میں بولی تھی۔ جسے سنتے ہوئے مقابل کا چہرہ ایک دم سے سرد ہوا تھا۔۔ کیونکہ سامنے بیٹھی لڑکی اسکے توقع کے بالکل برعکس تھی۔ مارکو سے خوفزدہ ہونے کی بجائے وہ پہلے جملے میں ہی بے خوف انداز میں بولتے ہوئے اسے مرنے کی بدعا دے چکی تھی۔۔۔

تم مجھے مرنے کی بدعا دے رہی ہو۔۔۔؟ جبکہ تم خود اور تمہارا وہ شوہر میرے ایک اشارے پر مارے جا سکتے ہیں۔۔۔! اپنے تاثرات پر قابو پاتے ہوئے مارکو نے تمخسر آمیز جواب دیا۔۔ جسے سننے کے بعد سیلینہ احمد اب چہرہ اٹھا گئی تھی۔

تم مجھے مار سکتے ہو۔۔۔! لیکن فاتح سلطان کو مارنا تمہارے بس میں نہیں ہے بزدل انسان۔۔۔!! سیلینہ نے اپنے سامنے موجود گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوئے مارکو کا صاف صاف مذاق اڑایا تھا۔ جبکہ مقابل اسکے خوبصورت چہرے کو اچانک قریب سے دیکھتے ہوئے سٹل سا ہو گیا۔۔۔

تمہیں ابھی بھی شک ہے۔۔۔؟ جبکہ ابھی تھوڑی دیر پہلے باہر اسکا ایک چھوٹا سا ٹریلر تم اپنی آنکھوں سے خود دیکھ چکی ہو۔۔۔!! مارکو اس چھوٹی سی لڑکی کے اتنے مضبوط لہجے پر حیرانگی ہوئی تھی۔۔

وہ ٹریلر نہیں تھا۔۔۔!! بلکہ فاتح سلطان پر ہاتھ اٹھا کر تم نے اپنی موت کا پیغام خود جاری کیا ہے۔۔۔! اب بس تم اپنے دن گننا شروع کرو۔۔! تم بھی اپنے باپ کی طرح عبرت ناک موت مارے جاؤ گئے۔۔۔!! سیلینہ

زخمی شیرنی کی طرح مسکراتے ہوئے پھنکاری تھی۔ جبکہ مارکو جو اسکی جرات پر دنگ ہو رہا تھا۔ کہ اسکے اب والے الفاظ سنتے ہوئے اسکا چہرہ غضب سے سرخ ہونے لگا۔۔اچانک آگے بڑھ کر اس نے سیلینہ کے بالوں کو بے دردی سے مٹھی میں جکڑ لیا۔۔۔

تم میں یا تمہارے اس دو کوڑی کے شوہر میں اتنا دم نہیں ہے۔ کہ تم لوگ مارکو ایلن کی گردن تک پہنچ سکو۔۔۔!!اس لئے جاگتی آنکھوں سے خواب دیکھنا چھوڑ دو لٹل بے بی گرل۔۔۔!!سیلینہ کے بالوں کو زور سے جھٹکا دیتے ہوئے وہ جواب میں غضب ناک لہجے میں کہتے ہوئے آخر پر طنزیہ انداز میں اسے مخاطب کرتے مسکرا پڑا۔۔۔جبکہ مارکو کے بال کھینچنے پر سیلینہ درد سے گھٹی گھٹی آواز میں کراہ اٹھی تھی۔۔۔

مت بھولو کہ فاتح سلطان نے ہی تمہارے باپ کو موت کی نیند سلایا تھا۔۔۔! بناخوف کھائے سیلینہ نے تیزی سے کہتے ہوئے اسے یاد دلانا چاہا تھا۔ یقیناً وہ اسے اپنے شوہر کی ہمت یاد کروانا چاہ رہی تھی۔۔! اپنی بڑی بڑی آنکھیں مقابل کی آنکھوں میں گاڑے وہ بے خوف نظر آرہی تھی۔ اسکے نڈر جواب پر مارکو کے ضبط نے جواب دیا تو سیلینہ کے بال چھوڑتے ہوئے مارکو نے اچانک ہاتھ اوپر اٹھاتے اسکے منہ پر تھپڑ مار دیا۔ وہ اسے یہاں پر ڈرانے آیا تھا۔ پر سیلینہ احمد تو اسکی کسی امید پر پورا نہیں اتر رہی تھی۔

کس کے دم پر اتنا اچھل رہی ہو۔۔۔! میں چاہو تو ابھی کہ ابھی تمہاری عزت روند کر رکھ دوں۔۔۔! پھر کیا کروں گی۔۔۔؟ کسے مدد کے لیے بلاؤ

گی۔۔؟اپنے اس مرتے ہوئے شوہر کو پکارو گی۔۔۔؟؟؟سیلینہ کے منہ پر ایک کے بعد تھپڑ مارتے ہوئے مارکو چلاتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ صرف کچھ منٹ میں وہ لڑکی اسے اس قدر آزما گئی تھی۔ کہ جو تھوڑی دیر پہلے وہ بیر وٹو کو حکم دے رہا تھا۔ کہ اس پر ہاتھ نہ اٹھایا جائے۔اب خود سفاک بنا اس پر ہاتھ اٹھا رہا تھا۔۔۔

بولو۔۔۔!جواب دو مجھے۔۔۔!!کس کو مدد کے لئے بلاؤ گی۔۔۔؟سیلینہ کے جبڑے کو ہاتھ میں دبوچتے ہوئے مارکو نے غرا کر پھر سوال دہرایا۔۔۔ جبکہ سیلینہ اسکے بھاری ہاتھ کے اتنے تھپڑ کھانے کے بعد آدھ موہو چکی تھی۔اسکے ہونٹ کے کنارے سے پھر خون رسنا شروع ہو گیا تھا۔ تو ناک سے بھی ہلکا ہلکا خون بہنے لگا تھا۔۔

میں۔۔ کسی۔۔ کو نہیں پکارو گی۔۔۔! کیونکہ "فاتح سلطان" کے لئے

"سیلینہ احمد" مر بھی سکتی ہے۔۔۔!! اٹک اٹک کر بولتے ہوئے سیلینہ

احمد جنونیت بھرے لہجے میں بولتے ہوئے آخر پر اسکی طرف دیکھتے ہوئے

مسکرائی تھی۔ جس کو دیکھتے ہوئے مارکو ایلن بے اختیار ششدر ہوتے

اسے دیکھتا چلا گیا۔ سیلینہ کے منہ پر سے اسکی گرفت خود بخود ڈھیلی پڑی تو

وہ گرنے والے انداز میں دیوار کے ساتھ ٹیک لگاتے ہوئے مسلسل

بڑبڑانے لگی۔۔۔

"سیلینہ احمد مر سکتی ہے فاتح سلطان کے لئے"۔۔۔!! وہ مسکراتے ہوئے

مسلسل یہ ہی جملہ دہرانے لگی تھی۔ جبکہ چہرے پر دیوانوں سی مسکراہٹ

تھی۔۔ جیسے وہ مارکو کو اپنا جواب واضح کر دینا چاہتی ہو۔ اسکے دل و دماغ میں یہ جملہ بٹھا دینا چاہتی ہو۔۔ وہ سٹل ہوتے اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔

ایک بات کہوں۔۔۔!! مانو گئے۔۔۔؟ مارکو کو ابھی تک وہیں پر بیٹھے دیکھ کر سیلینہ نے کھوئے ہوئے لہجے میں اچانک مخاطب کیا۔۔ بدلے میں مارکو خاموش رہا تھا۔ اسے خاموش دیکھ کر سیلینہ مزید بولنے لگی تھی۔۔۔

اسے اب مار نا مت۔۔۔!! وہ اپنے باپ اور بھائی کا لاڈلا ہے۔۔! وہ میرے جیسی زندگی کا عادی نہیں ہے۔۔۔! اس نے صرف مجھ سے محبت کی تھی۔۔۔!! مارکو کو خاموش دیکھ کر سیلینہ نم لہجے میں اسکی منت سماجت کرنے لگی۔ کہ وہ اب "فاتح سلطان" پر ہاتھ نہ اٹھائے۔۔! اسے اتنی مار سہتے دیکھ کر سیلینہ کا دل پھٹ رہا تھا۔ وہ سانس نہیں لے پا رہی تھی۔۔

مارکو سے اتنے تھپڑ کھانے کے بعد وہ اس سے فاتح پر رحم کرنے کی بھیگ مانگ رہی تھی۔

تمہارا باپ میری وجہ سے مرا تھا۔۔! اسکا بدلا مجھے مار کر اتار لو۔۔۔! پر خدارا اسے مت مارنا اب۔۔۔! وہ "شہرام علی" کا دل ہے۔۔۔!! اگر فاتح سلطان کا یہ حالت اس نے دیکھ لی تو وہ یہاں پر قہر برپا کر دے گا۔۔۔!! مجھے مار دو۔۔! پر اسے جانے دو۔۔۔! اسے آزاد کر دو۔۔۔!! بند آنکھوں سے آہستہ آواز میں بولتے ہوئے سیلینہ احمد اس شخص کی منت وسماجت کر رہی تھی۔ اسے بتا رہی تھی۔ کہ فاتح سلطان پر مزید ظلم مت ڈھائے۔ اسے آزاد کر دے۔۔۔ وہ بہت کچھ بول رہی تھی۔ پر مارکو اسے مزید نہیں سن سکتا تھا۔۔ کیونکہ اس میں سیلینہ کو سننے کی ہمت ہی نہیں رہی تھی۔۔۔

اس لئے جلدی سے کھڑے ہوتے وہ واپس پلٹا تھا۔ایک پل کے لئے اسے سیلینہ احمد کی دیوانگی سے خوف محسوس ہوا تھا۔اس لئے مزید رکے بناوہ وہاں سے نکلتا چلا گیا۔جبکہ سیلینہ یوں ہی بند آنکھوں سے کبھی کچھ تو کبھی کچھ دہرائے جارہی تھی۔وہ بے خبر تھی۔کہ جس کی وہ منتیں کر رہی ہے۔ وہ اٹھ کر جا چکا ہے۔۔۔

علیزے خان سو رہی تھیں۔جب اچانک نیند میں انکے چہرے پر بے چینی سی ابھرنے لگی۔کروٹ بدلتے ہوئے وہ سیدھی لیٹ گئیں۔پر چہرے کی بے چینی ہنوز قائم رہی تھی۔۔اور اگلے ہی پل وہ ایک جھٹکے میں جاگتے ہوئے فاتح کو پکارتے ہوئے اٹھ بیٹھی تھیں۔۔

فاتح۔۔۔!!علیزے خان کی آواز پر ساتھ سوئے ہوئے سلطان احمد بھی ایک دم سے جاگے تھے۔۔۔

خانم۔۔۔!!علیزے خان کو اندھیرے میں سینے پر ہاتھ رکھے دیکھ کر وہ جلدی سے سائیڈ لیمپ آن کرتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گئے۔۔۔

خان۔۔۔!!میرا فاتح۔۔۔!!انکے جاگنے پر وہ اچانک بھرائی آواز میں بے چینی سے بولتے ہوئے انکی طرف دیکھنے لگیں۔۔

خان۔۔۔!!فاتح کہاں ہے۔۔۔؟وہ ٹھیک نہیں ہے۔۔!میں نے ابھی اسے خواب میں دیکھا۔۔وہ تکلیف میں ہے۔۔۔!وہ مجھے پکار رہا تھا۔۔! علیزے خان ایک دم سے روتے ہوئے حواس باختہ ہو رہی تھیں۔۔وہ کسی برے خواب کے زیر اثر جاگی تھیں۔۔

خانم۔۔۔!!میری جان۔۔۔!!وہ ٹھیک ہے۔۔۔!!سلطان جلدی سے انہیں سینے سے لگاتے ہوئے شانت کرنے لگے۔۔

وہ ٹھیک نہیں ہے خان۔۔!کتنے دنوں سے میری اس سے بات بھی نہیں ہوئی۔۔۔!آپ کو میں نے کہا تھا۔کہ میری اس سے بات کروادیں۔۔۔! انکے سینے سے سے چہرہ اٹھاتے ہوئے سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے وہ تکلیف دہ لہجے میں بول رہی تھیں۔جبکہ انکا دل اس وقت پھٹ رہا تھا۔کسی عجیب سے احساس پر انکا دل بیٹھا جارہا تھا۔اور یہ حالت انکی کتنے دنوں سے ہی تھی۔

میں صبح کروادوں گا نا میری جان۔۔۔!!آپ یہاں آئیں۔۔۔!!انہیں پچکارتے ہوئے سلطان دوبارہ قریب کرتے سینے سے لگا گئے۔جبکہ

علیزے خان انکے سینے پر سر ٹکاتے ہوئے بے بسی سے رو پڑی تھیں۔ وہ ماں تھیں۔۔ شاید اس لئے دور بیٹھے بھی اولاد کو مشکل میں بھانپ چکی تھیں۔۔

آپ ایسے ہی کہتے ہیں۔۔۔! کبیر بھی میری نہیں سنتا۔۔۔!! وہ سسکتے ہوئے شکوہ کر رہی تھیں۔ جس پر سلطان بے بس ہوتے آنکھیں میچ گئے تھے۔ وہ انہیں کچھ بھی نہیں بتا سکتے تھے۔ اور شاید بتانے والے بھی نہیں تھے۔ کیونکہ ان میں اتنا حوصلہ نہیں تھا۔ کہ اپنی خانم سے کہہ بھی پاتے۔ کہ تمہارا "لاڈلا" کہیں اندھیروں میں گم گیا ہے۔ اور میں اسے ڈھونڈ نہیں پا رہا ہوں۔ زندگی میں پہلی بار شاید وہ بے بسی کی انتہاؤں پر پہنچے ہوئے تھے۔

شش۔۔۔!!وہ ٹھیک ہے۔۔!!اگر آپکا دل اسکے لئے پریشان ہو رہا ہے۔ تو ماں ہونے کے رتبے سے اسکے لئے دعا کریں۔۔!ہو سکتا ہے اس پر کوئی مصیبت آنے والی ہو۔۔!اور آپکی دعاؤں سے وہ مصیبت ٹل جائے۔۔۔!!علیزے خان کو روتے دیکھ کر سلطان انکا چہرہ اپنے سامنے کرتے ہوئے آنسو صاف کرتے سمجھانے لگے۔انکا لہجہ بے اختیار بھاری ہو گیا تھا۔دل چیختے ہوئے ہوئے تڑپ رہا تھا۔وہ نہیں کہہ سکتے تھے۔کہ خانم آپکا بیٹا بہت بڑی مصیبتوں میں پھنس چکا ہے۔اسکے لئے ہر پل بس دعا گو بن جائیں۔۔۔

علیزے خان جو رونا چھوڑ کر خاموشی سے انکو سن رہی تھیں۔کہ اگلے ہی پل اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے جلدی سے بستر سے نیچے اتر گئیں۔۔۔

کہاں جا رہی ہیں۔۔۔؟انہیں اپنا دوبٹہ اٹھاتے دیکھ کر سلطان تیزی سے پوچھ گئے۔۔۔

اپنے فاتح کے لئے دعا مانگنے۔۔۔! سنجیدگی سے جواب میں بولتے ہوئے وہ وضو کرنے کے لیے باتھروم کی جانب بڑھ چکی تھیں۔ جبکہ سلطان لاچاری بھرے انداز میں بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتے ہوئے آنکھیں بند کر گئے تھے۔ لمحے کے گیارویں حصے میں انکی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔۔پر وہ خود پر قابو پا رہے تھے۔

وہ نیند میں بے سکون ہو رہا تھا۔ جبکہ خشک ہونٹ بار بار کچھ بڑبڑا رہے تھے۔۔

فتی۔۔!!مت جاؤ۔۔۔!رک جاؤ۔۔۔!!میں مر جاؤں گا تمہارے بنا یار۔۔۔!!شہرام نید میں بڑبڑاتے ہوئے اسے روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جب اگلے ہی پل وہ ایک جھٹکے میں جاگتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گیا۔اسکا جسم پسینے میں شرابور ہو چکا تھا۔شہرام نے حواس باختگہ ہوتے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کمرے میں دیکھنا چاہا تھا۔شاید اسکی نظریں فاتح سلطان کو یہاں پر تلاش کرنا چاہ رہی تھیں۔۔

شہرام کا دل سینے میں دھڑکتا ہوا اس وقت کانپ رہا تھا۔تھوڑی دیر پہلے ہی وہ واپس آیا تھا۔اور تھکن سے چور ہوتے بیڈ پر گر گیا۔کل کا پورا دن اور رات اسکی بیرو ٹو مارک کا پتہ چلانے میں گزر گئی تھی۔وہ ڈھائی بجے واپس لوٹا تھا۔اور آتے ہی بنا کچھ کھائے پیے بس بیڈ پر لیٹ چکا تھا۔

یوں ہی لیٹے لیٹے کب اسکی آنکھ لگ گئی تھی۔ وہ نہیں جانتا تھا۔ اور اب اتنا برا خواب دیکھتے ہوئے وہ اچانک جاگ چکا تھا۔

شہرام کے دل کی دھڑکن اس وقت انتہائی تیز ہو رہی تھی۔ ہر گزرتے دن کے ساتھ فاتح کے بنا وہ زخمی سا ہو رہا تھا۔ جیسے اسکی بنا زندگی رک سی گئی ہو۔ وہ نہیں جانتا تھا۔ کہ آگے کیا ہو گا۔۔۔ لیکن وہ اپنے "بھائی" تک پہنچنے کی جان توڑ کوشش کر رہا تھا۔ اور دو دن کی ان گنت کوشش کے بعد کل رات اسے بیروٹو مارک کے بارے میں تھوڑی بہت انفارمیشن حاصل ہوئی تھی۔ جو یقیناً شہرام علی کے لئے بہت فائدے مند ثابت ہونے والی تھی۔۔

فاتح کو سوچتے ہوئے وہ اپنا سینہ مسلتے ہوئے بستر سے اتر کر چلتے ہوئے جا کر کھڑکی میں کھڑا ہو گیا۔ جسم سے شرٹ غائب تھی۔ اور لمبے بالوں کو اس نے پیچھے پونی میں قید کیا ہوا تھا۔ جبکہ گلے میں فاتح کے نام کی چین لٹکی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ اس وقت وہ ہو بہو "عیسیٰ علی ہمدانی" کا عکس معلوم ہو رہا تھا۔ وہی براؤن آنکھیں اور خود سے لاپرواہ حلیہ تھا۔

اس بڑھی ہوئی شیو میں وہ کہیں سے بھی پہلے والا شہرام علی نہیں لگ ہو رہا تھا۔۔ جو فاتح سلطان کے ساتھ ہمیشہ چمکتی آنکھوں سے بھائیوں کو تنگ کرنے میں مصروف رہتا تھا۔ بلکہ یہ تو کوئی الگ ہی شہرام علی تھا۔ جو زخمی شیر بنا بس اپنے شکار کی تلاش میں تھا۔

اگر کسی نے تمہارے خون کا ایک قطرہ بھی بہایا تو قسم ہے تمہارے نام کی فاتح سلطان۔۔۔! تمہارا خون بہانے والوں کو میں ایسے چیر پھاڑ کروں گا۔۔ کہ وہ اپنے پیدا ہونے پر افسوس کریں گئے۔۔۔! گلے میں لٹکی ہوئی چین پر فاتح کے نام کو دیکھتے ہوئے وہ پُر عزم لہجے میں کہہ رہا تھا۔ اسکا لہجہ صاف بتا رہا تھا۔ کہ وہ آنے والے دنوں میں بہت تباہی مچانے والا ہے۔

شہرام علی ہنوز اپنی چین کو پکڑے خیالوں میں فاتح سے مخاطب تھا۔ کہ تبھی اچانک اسکے موبائل میں فجر کی نماز کا الارم بجنا شروع ہو گیا۔ الارم کی آواز پر شہرام نے چونکتے ہوئے مڑ کی بیڈ کی جانب دیکھا تھا۔ جہاں اسکا موبائل پڑا ہوا تھا۔

تھکی ہوئی سانس خارج کرتے ہوئے وہ نماز ادا کرنے کے لیے باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ارادہ شاور لے کر نماز پڑھنے کا تھا۔

کبیر خان باپ سے بات کرنے کے لئے انکے کمرے کی طرف آیا۔ہمیشہ کی طرح اس نے دروازہ ناک کرنا چاہا تو دروازے کو پہلے ہی کھلے دیکھ کر وہ زرا حیرانی سے اندر داخل ہوتے باپ کو تلاش کر گیا۔ صبح کے چھ بج رہے تھے۔

ڈیڈ۔۔۔! باپ کو پکارتے ہوئے وہ اندر داخل ہوا تو بیڈ کو خالی دیکھ کر بے اختیار ارد گرد دیکھنے لگا۔جب کمرے کے ایک کونے کی طرف بے اختیار اسکی نظر گئی۔۔

علیزے خان کو زمین پر سجدے کی حالت میں دیکھ کر کبیر خان تیزی سے پکارتے ہوئے انکی طرف بڑھا تھا۔۔

مورے۔۔۔!! کبیر نے تیزی سے نیچے بیٹھتے ہوئے کسی اندیشے کے تحت ماں کو پکارتے ہوئے انہیں سیدھا کیا۔علیزے خان کو سیدھا کرتے ہوئے کبیر نے دیکھنا چاہا تو تبھی وہ اسکی پکار پر مندی مندی آنکھیں کھولتے ہوئے اسکی طرف دیکھنے لگی تھیں۔۔

کبیر۔۔۔!! علیزے خان کو اسکے نقوش دھندلے سے نظر آئے تھے۔۔

مورے۔۔۔! آپ یہاں ایسے کیوں سو رہی ہیں۔۔۔!! کبیر نے انکا چہرہ تھامتے ہوئے پریشانی سے سوال کیا تھا۔کہ علیزے خان تھکی ہوئی سانس خارج کرتے ہوئے فورا اٹھنے کی کوشش کرنے لگیں۔کل باقی کی رات

اُنہوں نے یہیں جائے نماز پر بیٹھ کر فاتح کے لئے دعائیں کرتے ہوئے گزار دی تھی۔ وہ کب یہیں پر بیٹھے بیٹھے سو گئی تھیں۔ وہ نہیں جانتی تھیں۔۔

کبیر میں نے رات کو خواب میں فاتح کو دیکھا تھا۔۔ وہ ٹھیک نہیں ہے۔۔۔!! میرا دل اسے لے کر بہت بے چین ہوا پڑا ہے۔۔۔!! پلیز میری اس سے ایک بار بات کروا دو۔۔۔۔!! اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے وہ بھیگے لہجے میں اس سے کہنے لگیں تو کبیر خان ہونٹ بھینچتے ہوئے بے بسی سے اپنی خوبصورت ماں کو دیکھ گیا۔ جو اچانک سے بہت تھکی ہوئی نظر آنے لگی تھیں۔۔۔

میں کروادیتا ہوں مورے۔۔! پہلے یہ تو بتائیں یہاں پر کیوں سو رہی تھیں۔۔اور ڈیڈ کہاں ہیں۔۔۔؟انہیں سہارا دے کر کھڑا کرتے ہوئے ہوئے ٹالنے والے انداز میں بات بدلتے ہوئے وہ پوچھنے لگا تھا۔۔

میں رات میں نوافل پڑھنے کے لئے اٹھی تھی۔اور پھر فاتح کو یاد کرتے ہوئے یہیں پر بیٹھے، بیٹھے پتہ نہیں کب آنکھ لگ گئی۔مجھے نہیں پتہ چلا گیا۔۔!بیڈ کی جانب بڑھتے ہوئے وہ اسے بتا رہی تھیں۔۔

اور ڈیڈ۔۔؟؟کبیر نے آگے بڑھ کر انہیں بیڈ پر لٹاتے ہوئے باپ کے بارے میں جاننا چاہا۔کیونکہ انکی موجودگی میں تو کبھی بھی انکی ماں ایسے زمین پر سو نہیں سکتی تھیں۔۔

پتہ نہیں وہ رات میں ہی اٹھ کر کہیں چلے گئے تھے۔۔! شاید سٹڈی روم میں ہوں۔۔۔! علیزے خان لیٹ چکی تھیں۔ کبیر کا ہاتھ تھامے وہ اسکے چہرے کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ جب وہ مسکرا کر جھکتے ہوئے انکے ماتھے پر ہونٹ رکھ گیا۔۔۔

سو جائیں مورے۔۔۔! میں یہیں پر ہوں۔۔۔! ماں کی سرخ آنکھوں پر قربان ہوتے کبیر نے نرمی سے کہتے انہیں آنکھیں بند کرنے کا کہا تھا۔۔

آپ جب سو کر اٹھے گئیں تو میں آپکی فاتح سے بات کروادوں گا۔۔۔! ماں کی آنکھوں کا سوال پڑھتے ہوئے کبیر انہیں تسلی دیتا ہوا بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا تھا۔۔۔

تم سچ کہہ رہے ہو نا۔۔؟علیزے خان کو بے یقینی سی ہوئی تو اسکا ہاتھ تھامتے ہوئے پوچھ گئیں۔۔

بالکل۔۔۔! کبیر خان اپنی مورے سے کبھی جھوٹ بول سکتا ہے کیا۔۔۔؟ کبیر نے مسکرا کر جواب میں بولتے ہوئے آخر پر بے اختیار کہا تھا۔ جس پر وہ ہنس کر اسکے بالوں میں ہاتھ پھیر گئ تھیں۔ وہ سچ کہہ رہا تھا۔

بڑے ہونے کی حیثیت سے کبیر خان نے آج تک اپنی ماں کو تنگ نہیں کیا تھا۔ کبیر خان کی شخصیت میں جتنا ٹھہراؤ تھا۔ فاتح بالکل اسکے اتنا ہی الٹ تھا۔ علیزے خان کو تنگ کرنا ماہ پارہ اور فاتح کی ڈیوٹی ہوتی تھی۔ جبکہ کبیر خان ہمیشہ ماں کے لئے آسانی بنا تھا۔۔ماں کے ساتھ ساتھ وہ چھوٹے بہن، بھائی کے لئے بھی گھنا سایہ تھا۔ جس کی چھاؤں میں وہ ہمیشہ ہنستے اور

شرارتیں کرتے رہتے تھے۔پر اب کبیر خان کا دل ہر گزرتے دن کے ساتھ کٹ رہا تھا۔ کیونکہ اسکا لاڈلا شہزادہ گم ہو چکا تھا۔ کہیں دور پار وہ تلاش کرنے پر بھی انہیں نہیں مل رہا تھا۔۔

بڑے بھائی کو اس بار اتنا مت ستاؤ فاتح کہ میں ضبط کا ہر دامن چھوڑنے پر مجبور ہو جاؤں۔۔۔! کہاں چھپ کر بیٹھ گئے ہو میری جان۔۔۔؟ کیوں ہمیں اتنا تنگ کر رہے ہو۔۔؟ دیکھو مورے تمہاری یاد میں سو بھی نہیں پا رہی ہیں۔۔۔!!

ماں کی بند آنکھوں کو تکتے ہوئے وہ دل میں چھوٹے بھائی سے مخاطب تھا۔ لہجہ بے بسی بھرا سا تھا۔ماں کی حالت دیکھتے ہوئے وہ اندر ہی اندر تڑپ رہا تھا۔اسکی ماں ساری رات بیٹے کے لئے دعائیں مانگتی رہی تھی۔جوان سب

کی نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔انکے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کبیر وہیں انکے پاس بیٹھا ہوا تھا۔۔

تھوڑی ہی دیر میں اسے علیزے خان کے سونے کا یقین ہوا تو وہ جھک کر دوبارہ انکا ماتھا چوم گیا۔ان پر کمبل درست کرتے ہوئے وہ آہستہ سے انکے پاس سے اٹھا۔سائیڈ لیمپ بند کرنے کے بعد کبیر نے ریموورٹ اٹھاتے ہوئے کمرے کی لائٹس کو ڈم کر دیا۔ماں کو سکون سے سوتے دیکھ کر وہ تیزی سے کمرے سے باہر نکلا تھا۔تاکہ باپ کو ڈھونڈ سکے۔جو رات سے غائب تھے۔

مار کو آج کافی دنوں بعد اپنے کلب میں آیا تھا۔ ہر رات کی طرح کلب میں آج بھی بہت رش تھا۔ وہ جیسے ہی چلتے ہوئے کاؤنٹر کی طرف بڑھا تو لڑکیاں اسے دیکھتے ہی چلا اٹھی تھیں۔

کیونکہ وہ کافی عرصے بعد انہیں دوبارہ نظر آ رہا تھا۔۔

لڑکیوں شور کرتے دیکھ کر وہ مسکرا کر کاؤنٹر کے پاس ہی بیٹھ گیا۔ اور ویٹر کو ڈرنک بنانے کا اشارہ کرتے ہوئے سٹیج کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ جہاں لڑکیاں ڈانس کرتے ہوئے اسے اوپر آنے کا کہہ رہی تھیں۔ انہیں اشارے سے ٹالتے ہوئے مار کو آس پاس کے ماحول میں نظریں دہرانے لگا۔

کافی لاڈو میوزک چل رہا تھا۔اس تیز میوزک کو سنتے ہوئے وہ اپنے اندر سنائی دیتی ان سسکیوں کو دبا رہا تھا۔جو پچھلے دو دنوں سے اسکا چین و سکون برباد کیے ہوئے تھی۔۔

سیلینہ احمد نے اگر پہلی نظر میں اسکے دل کو اپنے نام کیا تھا۔تو اب اپنی دیوانگی کسی اور کے لئے ظاہر کرتے ہوئے وہ مار کو کو اندر سے مار رہی تھی۔۔ہر وقت اسکی آنکھوں کے سامنے وہ بھیگی آنکھیں نظر آتی رہی تھیں۔جن میں کسی اور کے لئے دیوانگی تھی۔وہ چاکلیٹ براؤن آنکھیں نم ہوتے مار کو سے اس ایشین لڑکے کی بھیک مانگ رہی تھیں۔جس نے اسکے باپ کو بے دردی قتل کرنے کے بعد نجانے کہاں غائب کر دیا تھا۔وہ

خیالوں میں الجھا ہوا تھا۔ جب اچانک ویٹر نے اسے مخاطب کرتے ہوئے ڈرنک پیش کی۔

ویٹر کی آواز پر وہ فوراہوش میں آتے آس پاس دیکھنے لگا۔ خود کو کلب میں دیکھ کر اگلے ہی پل وہ بھاری سانس خارج کرتے ہوئے ڈرنک تھام گیا۔ اور دوبارہ خود کو سامنے ڈانس کرتی ہوئی لڑکیوں کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی۔۔ کیونکہ وہ اپنا دھیان بھٹکانا چاہتا تھا۔

مارکو نے ابھی ڈرنک کا پہلا گھونٹ ہی بھرا تھا۔ کہ بیر وٹو بھاگتے ہوئے اسکی طرف آتا ہوا دیکھائی دیا تھا۔ اسے جیسے ہی بوس کے آنے کی خبر ملی۔۔ تو وہ فوراً اسکے پاس حاضر ہو چکا تھا۔ بیر وٹو کو آتے دیکھ کر مارکو نے اشارہ کرتے ہوئے اسے انجوائے کرنے کا کہا۔

فلوقت وہ تنہائی چاہتا تھا۔اس لئے بیر وٹو کو اپنے کام جاری رکھنے کا کہہ کر آہستہ آہستہ ڈرنک پینے لگا۔ جبکہ اسکے اشارے کے باوجود بیر وٹو نے سٹیج پر ڈانس کرتی ہوئی لڑکیوں کو بلاتے ہوئے اپنے بوس کے پاس جانے کا اشارہ کیا تھا۔آج کافی عرصے بعد مارکو نے یہاں پر قدم رکھا تھا۔اس لئے بیر وٹو اسکی خدمت میں کوئی کمی نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔

اسکے اشارے پر دو لڑکیاں فورا نیچے اترتے ہوئے مارکو کی طرف بڑھیں تو وہ سپاٹ چہرے کے ساتھ انہیں اپنی طرف آتا ہوا دیکھ گیا۔۔

لڑکیوں نے نزدیک آتے ہی مارکو کو مسکراتے ہوئے معنی خیز انداز میں آنکھ ونک کی تھی۔ایک لڑکی آگے بڑھ کر اسکی گود میں بیٹھی تو دوسری پاس ہوتے مارکو کی گردن کو چومنے لگی۔ جبکہ مارکو انکی طرف متوجہ ہوئے بنا

سنجیدہ انداز میں گھونٹ، گھونٹ اپنی ڈرنک پی رہا تھا۔ مارکو کو مصروف دیکھ کر بیرو ٹو شیطانی انداز میں مسکرا دیا۔ یہ جانے بنا کہ دو سبز آنکھیں مسلسل اس پر نظریں جمائے ہوئے ہیں۔۔

مارکو کے ساتھ کھیلتی ہوئی لڑکیوں میں سے ایک نے اسکی ڈرنک پکڑتے ہوئے سائیڈ پر رکھی تو دوسری ایک ادا سے اسکے ہونٹ چھوتے ہوئے اسے زبردستی کھڑا کر گئی۔ شاید وہ اسے کمرے میں لے کر جانا چاہتی تھیں۔ مارکو خاموشی سے انکی کاروائی دیکھ رہا تھا۔ جب وہ دونوں لڑکیاں اسکا ایک، ایک ہاتھ تھامتے ہوئے اسے اپنے ساتھ کھینچتے ہوئے کمرے کی جانب چل دیں۔ انہیں کمرے کی طرف جاتا دیکھ کر دو سبز آنکھیں کوفت سے سکڑ گئی تھیں۔

ہیر نے ابھی کلب سے باہر پیر رکھا ہی تھا۔ کہ مہر ماہ تیزی سے اسکی طرف بھاگتے ہوئے آئی۔۔

کام ہو گیا کیا۔۔۔؟ مہر ماہ نے بے چینی سے سوال کیا۔۔۔!!

ہاں ہو گیا ہے۔۔۔! اب نکلو یہاں سے جلدی۔۔۔!! جواب میں بولتے ہوئے ہیر نے تیزی سے اپنی گاڑی کی جانب قدم بڑھائے تھے۔ مہر ماہ بھی تیز سپیڈ میں اسکے ساتھ چلنے لگی۔۔

تمہیں پورا یقین ہے۔ کہ وہ شخص مارکو ایلن ہی تھا۔۔۔۔۔؟ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے مہر ماہ نے جلدی سے سوال کیا تھا۔۔

میری ریسرچ اور اندازہ کبھی بھی غلط نہیں ہو سکتا مائے لٹل سسٹر۔۔۔!!

پر یقین لہجے میں بولتے ہوئے ہیر اسے سیٹ بیلٹ لگانے کا اشارہ کرتے ہوئے جلدی سے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئی۔۔

وہ تو ہے۔۔!اب بس دعا کرو۔کہ ہم جلد از جلد بھیا اور سیلینہ تک پہنچ جائیں۔۔۔!مہر ماہ تائید کرتے ہوئے دعا مانگ گئی۔جس پر ہیر نے زیر لب آمین کہا تھا۔

شہری بھیا یہاں پر آ چکے ہیں۔۔!جانتی ہو۔۔؟ہیر نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے اچانک آگاہ کیا تھا۔جبکہ مہر ماہ چونکتے ہوئے حیران ہو گئی تھی۔اسکے تاثرات بتا رہے تھے۔۔کہ وہ اس بارے میں بے خبر ہے۔۔

بھینس کے بچے اب یہ کہاں سے نکل آئے ہیں۔۔! مہر ماہ جو سنجیدہ ہوتے کھو چکی تھی۔ کہ ہیر کی آواز پر چونکتے ہوئے ادھر ادھر دیکھنے لگی۔۔

کون۔۔؟؟ کسے کہہ رہی ہو۔۔۔؟ مہر ماہ نے نا سمجھی سے جاننا چاہا تھا۔۔

پیچھے دیکھو۔۔۔! اسکے سوال پر ہیر نے ایک دم سے گاڑی کی سپیڈ تیز کرتے ہوئے کہا تھا۔ مہر ماہ نے مڑتے ہوئے دیکھا تو ایک گاڑی انکا پیچھا کر رہی تھی۔

اب یہ کون بھائی صاحب ہیں۔۔۔؟ کسی انجان گاڑی کو اپنے پیچھے آتے دیکھ کر مہر ماہ نے حیرت سے کہا تھا۔۔۔

کون ہو گا۔۔! وہی سڑے ہوئے کلب کے سیکورٹی گارڈز ہیں۔۔۔! مہر ماہ کے سوال پر ہیر نے کوفت سے کہا تھا۔ کلب سے نکلتے ہوئے اس نے یہ

گاڑی دیکھی تھی۔پر تب اسے وہم ہوا تھا۔ لیکن اب کب سے وہ گاڑی انہیں فالو کر رہی تھی۔۔

اپنی گن نکالو۔۔۔! ہیر سٹرینگ سنبھالتے ہوئے مہر ماہ سے بولی تھی۔۔۔۔

ہیرے میری گن اپارٹمنٹ میں ہی رہ گئی۔۔۔!! مہر ماہ جو اپنی جینز کی پاکٹ سے گن نکالنے لگی تھی۔ کہ جیبوں کو خالی محسوس کرتے ہوئے بے اختیار سر پر ہاتھ مار کر پریشان ہوتے کہہ گئی۔ جس پر ہیر ایک دم سے اسے گھورنا شروع ہو گئی۔۔۔

مہر ماہ کاظمی میرا دل کر رہا ہے۔۔! کہ گاڑی یہیں پر روک کر تمہیں پھینٹی لگانا شروع کر دوں۔۔! مہر ماہ کی ہمیشہ اپنی گن بھولنے والی عادت سے چڑتے ہوئے ہیر غصے سے سٹرینگ گھماتے ہوئے بولی تھی۔ کسی طوفان کی

طرح وہ گاڑی کو سڑک پر اڑا رہی تھی۔ جبکہ گارڈز کی گاڑی مسلسل انکا پیچھا کر رہی تھی۔۔۔

کیا ہے غصہ کیوں کر رہی ہو۔۔؟ میں آپی کو بتاؤں گی۔ کہ تم مجھے ڈانٹنے کے بہانے تلاش کرتی رہتی ہو۔۔۔! ہیر کے غصہ کرنے پر مہر ماہ معصوم لہجے میں ناز کی دھمکی لگاتے ہوئے بولی تھی۔ان دونوں کی عمر میں تھوڑا بہت ہی فرق تھا۔پر اسکے باوجود بچپن سے ہیر نے بڑے ہونے کا رعب جمایا تھا۔اسکے رعب جمانے پر اکثر مہر ماہ اسکی شکایت گل ناز سے کرتی تھی۔ جس پر گل ناز، ہیر کو اسے نرمی سے ٹریٹ کرنے کی نصیحت کرنا شروع ہو جاتی تھی۔

آپی کو اپنی یہ بھولنے والی کر توت بھی بتانا نا۔۔! سن لینا پھر انکا جواب بھی۔۔۔! مہر ماہ کے معصوم بننے پر ہیر کو مزید تپ چڑھنے لگی۔ وہ مسلسل انہیں چکما دینے کی کوشش کر رہی تھی۔ پر گارڈز کی گاڑی کسی صورت بھی انکا پیچھا نہیں چھوڑ رہی تھی۔

کیا ہے ڈانٹ کیوں رہی ہو اب۔۔! مہر ماہ خجل سی ہوتی آہستہ آواز میں بول گئی۔۔۔

ڈانٹوں نہیں تو کیا تمہیں پھولوں کے ہار پہناؤں۔۔۔؟ بے وقوف لڑکی یہ پیچھا کرنے والے ہمارے ماموں نہیں ہیں۔۔۔! ہیر نے تیز آواز میں بولتے اسے جھاڑ پلانا چاہی تھی۔۔ اس وقت اسکا مسلسل فوکس پیچھے آتی گاڑی کی طرف تھا۔ کہ اچانک پچھلی گاڑی سے ایک ہاتھ باہر نکلا تھا۔۔

مہرو پیچھے میری ایک ایکسٹر گن پڑی ہے۔۔! اٹھاؤ فورا۔۔۔! ہیر نے تیزی سے اسے حکم دیا تو مہر ماہ جلدی سے سیٹ جھکاتے ہوئے پچھلی سیٹ سے گن اٹھانے کے لیے مڑی۔ پر تب تک انکی گاڑی کے ٹائر پر فائر ہو چکا تھا۔

شٹ۔۔۔!! ہیر ایک دم غصے کے باعث غرائی تھی۔ فائر لگنے کی وجہ سے گاڑی کو ایک دم سے جھٹکا لگا تھا۔ پر ہیر مہارت سے گاڑی کنڑول کرتے ہوئے سائیڈ کنارے روک چکی تھی۔

You bloody bastard... I'll make you beg "
".for mercy

گاڑی روک کر تیزی سے جینز میں لگی گن باہر نکال کر لوڈ کرتے ہوئے وہ عضب ناک لہجے میں کہتے ہوئے باہر نکلی تھی۔ جبکہ مہر ماہ بھی دوسری طرف سے گن لوڈ کرتے ہوئے اتر آئی تھی۔۔

وہ گاڑی سے باہر نکل کر کھڑی ہوئیں تو گارڈز بھی فتح مندی سے مسکراتے ہوئے گاڑی روک کر باہر نکل آئے۔۔

مہر ماہ اور ہیر کے چہرے پر ماسک تھا۔ سامنے دراز قد میں کھڑی لڑکیوں کو وہ عام لڑکیاں سمجھ رہے تھے۔ انکی گاڑی رکوا کر وہ شاید خوش فہمی کا شکار ہو رہے تھے۔ کہ وہ انکو پکڑ چکے ہیں۔ یہ جانے بنا کہ وہ کن بلاؤں کو چھیڑ بیٹھے ہیں۔۔

سیکورٹی گارڈز دیکھنے میں کافی ہٹے کٹے تھے۔ہاتھوں میں بھاری گنز اٹھائے وہ قدم، قدم چلتے ہوئے ہیر اور مہر ماہ کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے۔۔۔

Now tell me... where do you think you “

”?...can run, both of you

(اب کہاں بھاگ کر جاؤ گی تم دونوں۔۔؟)ہیر اور مہر ماہ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ تمسخر اڑاتی نظروں سے گویا ہوئے۔۔جبکہ انکے سوال اور مذاق اڑاتے لہجے پر وہ دونوں بہنیں آبرو اچکاتے ہوئے آپس میں نظروں کا تبادلہ کر گئیں۔۔

Running? Maybe not. But your dead “
body will surely be delivered to your
”.father’s house🖤

(بھاگنے کا تو پتہ نہیں پر تیرے باپ کے گھر تیری لاش ضرور پہنچانے
جائیں گئیں۔۔)

ہیر نے آگ اگلتی نظروں سے انکی طرف دیکھتے ہوئے مضبوط لہجے میں
جواب دیا تھا۔۔۔ہیر کا جواب سننے کے بعد ان میں سے ایک سیکورٹی گارڈ
نے آگے بڑھ کر ہیر پر حملہ کرنا چاہا تو ہیر فورا جھکتے ہوئے اپنا بچاؤ کر گئی۔۔۔

مہرو۔۔! دھیان سے۔۔! دوسرے سیکورٹی گارڈ کو مہر ماہ کی طرف بڑھتے
دیکھ کر ہیر نے فکر مندانہ لہجے میں اسے ہدایت دیتے ہوئے اپنے قریب

کھڑے سیکورٹی گارڈ پر وار کرنا شروع کر دیا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہاں جنگ شروع ہو چکی تھی۔

مہر ماہ اور ہیر کسی ماہر فائٹر کی طرح چند سیکنڈز میں ان سکیورٹی گارڈز کو پچھاڑ کر رکھ چکی تھیں۔ جبکہ وہ بس نا سمجھی سے ان نازک لڑکیوں کو دیکھتے رہ گئے تھے۔۔ جو ہوا میں اڑتے ہوئے کسی طوفان کی طرح انہیں اپنی لپیٹ میں لے رہی تھیں۔۔

ہیر نے جیسے ہی اپنی ٹانگ گھماتے ہوئے اس ہٹے کٹے سیکورٹی گارڈ کے پیٹ میں ماری۔ کہ اسے اپنی پسلیاں ٹوٹتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں۔ جس کے باعث وہ کراہتے ہوئے اسے گالی دے گیا۔۔۔

”You bitch Asian girl“

تیری تو کمینے۔۔۔!! سیکورٹی گارڈ کے منہ سے گالی سنتے ہوئے ہیر نے غصے سے بے قابو ہو کر وہی ٹانگ گھما کر پھر ماری تھی۔ لیکن اس بار ہیر پاشا نے اپنی پوری طاقت کا استعمال کیا تھا۔۔ سیکورٹی گارڈ جو پہلے ہی درد سے کراہ رہا تھا۔۔ کہ اب کی بار زمین پر گرتے ہوئے بری طرح تڑپنا شروع ہو گیا۔۔۔

دوسری جانب مہر ماہ جو سیکورٹی گارڈ کا ہاتھ توڑ چکی تھی۔ کہ اچانک اس سیکورٹی گارڈ نے چالاکی سے اپنا بچاؤ کرتے ہوئے آگے بڑھ کر مہر ماہ کو جکڑ لیا۔ ہیر کو اپنے ساتھی کو بری طرح پیٹتے دیکھ کر وہ چلا کر مہر ماہ کے سر پر گن رکھتے ہوئے بولا تھا۔۔

“Let my partner go. Otherwise, I’ll shoot this girl.”

(میرے ساتھی کو چھوڑ دو۔ ورنہ اس لڑکی کو گولی مار دوں گا۔۔۔)

ہیر نے مڑتے ہوئے دیکھا تو مہر ماہ کے سر پر اسکی رکھی گئی گن کو دیکھتے ہوئے وہ اسی پل اسکے ساتھی کو زمین پر پھینکتے ہوئے آزاد کر گئی۔۔ جبکہ مہر ماہ بالکل الرٹ ہوئے کھڑی تھی۔

"Let my sister go... or things will end very badly."

(میری بہن کو چھوڑ دو۔۔۔!! ورنہ بہت برا ہو گا۔۔)اسے مہر ماہ کی گردن جکڑے دیکھ کر ہیر نے سنبھل کر اسے وارن کرنا چاہا۔ جب وہ اگلے ہی پل شیطانی انداز میں مسکرا اٹھا تھا۔۔

"No, baby... now it's your turn to bleed."

(”نہیں بے بی...اب باری تمہاری ہے لہو بہانے کی۔“)ہیر کے ڈرے ہوئے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے وہ خباثت سے گویا ہوا تھا۔ جبکہ انہیں قابو آتے دیکھ کر زمین پر گرا ہوا اسکا دوسرا ساتھی بھی شیطانی ہنسی ہنستے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔۔

ہیر نے ایک نظر مہر ماہ کی طرف دیکھا۔ تو وہ بنا ڈرے اسے آنکھوں ہی آنکھوں میں ریلیکس رہنے کا کہنے لگی تھی۔ وہ چاروں سڑک پر کھڑے تھے۔ جب اچانک ایک اڑتی ہوئی گولی آئی اور مہر ماہ کو جکڑے ہوئے گارڈ کے بازو میں پیوست ہوتی چلی گئی۔۔ گولی کے لگنے کے باعث وہ بلبلاتے ہوئے تڑپا اور جھٹکا کھاتے ہوئے تیزی سے زمین پر گرا تھا۔ جبکہ اسکا دوسرا ساتھی اب انہیں چونک کر ہراساں ہوتی نظروں سے دیکھنے لگے تھے۔۔

ہیر نے آگے بڑھ کر فوراسے پہلے مہر ماہ کو کھینچتے ہوئے اپنے قریب کیا تھا۔۔

تم ٹھیک ہو نا مہرو۔۔؟ ہیر نے فکر مند ہوتے مہر ماہ کے چہرے کو ہاتھوں میں بھرتے ہوئے جاننا چاہا تھا۔ جس پر مہر ماہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے ہیر کا ہاتھ تھام گئی۔ کہ تبھی کچھ نقاب پوش انکے قریب آتے ہوئے دیکھائی دیئے تھے۔۔

”?Are you alright, ma’am“

آپ ٹھیک ہیں میم۔۔۔۔؟ ایک نقاب پوش نے بھاگ کر ہیر اور مہر ماہ کے قریب کھڑے ہوتے سوال کیا۔ اسکے سوال پر وہ حیرانی سے اثبات میں سر ہلا گئیں۔۔

آپ گھر جائیں میم۔۔۔۔! ہم انکو دیکھ لے گئے۔۔۔! انکے اقرار پر پھر وہی نقاب پوش بولا تھا۔ جبکہ باقی ان دونوں سیکورٹی گارڈز کو دبوچتے ہوئے اپنی گاڑیوں کی طرف لے کر بڑھنے لگے تھے۔۔

مہر ماہ اور ہیر حیرانی و نا سمجھی سے انکی طرف دیکھ رہی تھیں۔ جو اچانک انکی مدد کے لیے پتہ نہیں کہاں سے آ گئے تھے۔ وہ سارے نقاب پوش مکمل طور بلیک ڈریس میں کور اور چہرے پر ماسک پہنے ہوئے تھے۔۔ دیکھنے والوں کو صرف انکی سرد آنکھیں نظر آسکتی تھیں۔۔ پر ایک پل کو ہیر اور مہر ماہ کو محسوس ہوا تھا۔۔ کہ جیسے وہ اپنی آنکھوں میں بھی ایک جیسے لینز لگائے ہوئے ہیں۔۔

وہاں آپکی گاڑی کھڑی ہے۔۔!! دائیں جانب اشارہ کرتے ہوئے اس نقاب پوش نے ہیر اور مہر ماہ کو ایک دوسری گاڑی کی جانب جانے کا اشارہ کرتے کہا تھا۔ چونکہ انکی گاڑی کا ٹائر خراب ہو چکا تھا۔ اس لئے وہ انہیں کسی دوسری گاڑی کی طرف جانے کا کہہ رہا تھا۔۔

اسکے اشارے پر وہ سر ہلاتے ہوئے فورا گاڑی کی جانب بڑھیں تو وہ نقاب پوش پلٹتے ہوئے اپنے ساتھیوں کی جانب بڑھ گیا۔ جبکہ ہیر بار بار پلٹتے ہوئے ان نقاب پوشوں کی طرف دیکھتے ہوئے انہیں جاننے کی کوشش کر رہی تھی۔ کہ اگلے ہی پل اسکے دماغ میں تیزی سے جھماکا ہوا تو وہ غیر یقینی سے آنکھیں پھیلا کر ان نقاب پوشوں کو گاڑی میں بیٹھتے ہوئی دیکھتی چلی گئی۔۔۔

"بلیک گینگ۔۔۔"!!!ان نقاب پوشوں کا حلیہ دیکھتے ہوئے بے اختیار ہیر کے لب سرگوشی میں ہلے تو مہر ماہ اسکی سرگوشی سنتے ہوئے ایک جھٹکے میں مڑتے ہوئے ان سیاہ گاڑیوں کی جانب دیکھنے لگی۔جو تیزی سے دھول اڑاتے ہوئے ان سیکورٹی گارڈز کو ساتھ لیے اندھیرے میں غائب بھی ہو چکے تھے۔۔

خان۔۔۔!!سٹڈی روم میں داخل ہوتے ہوئے ضرار پاشا بے چینی سے سلطان کو پکار گئے تھے۔۔

کیا ہوا۔۔؟انکے یوں آنے پر سلطان فورا متوجہ ہوتے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔۔۔

وہ دونوں سیکورٹی گارڈز مل گئے ہیں۔۔۔!! ضرار پاشا جلدی سے بولے تھے۔۔۔

گڈ۔۔۔!! کب تک پہنچ رہے ہیں یہاں۔۔؟ سلطان سیدھے ہوتے پوچھنے لگے۔۔

پرسوں تک پہنچ جائیں گئے۔۔۔! سنی اور عیس چلے گئے ہیں خود ہی۔۔۔! ضرار پاشا انہیں مختصر بتاتے ہوئے اب سامنے بیٹھ گئے تھے۔مارکو کے آدمیوں تک پہنچنے کے لئے وہ پچھلے کئی دنوں سے کوشش کر رہے تھے۔ بلاآخر اس کلب میں کام کرنے والے دو سیکورٹی گارڈز ان کے ہاتھ لگ چکے تھے۔۔

وجی کہاں ہے۔۔۔؟ یاد آنے پر بے اختیار سلطان، وہاج کے بارے میں پوچھ گئے۔ کیونکہ وہ صبح سے انکو نظر نہیں آئے تھے۔۔

وہ نعمان اور میرال کے ساتھ گیا ہوا ہے۔۔! ضرار بتانے لگے تو سلطان بدلے میں سر ہلاتے چلے گئے۔۔۔

خانم بھابھی کیسی ہیں اب۔۔۔؟ اپنے یار کا سپاٹ چہرہ دیکھتے ہوئے ضرار بے ساختہ پوچھنے لگے۔۔۔

ویسی ہی ہے۔۔! اولاد کے لئے تڑپ رہی ہے۔۔۔! اور زندگی میں پہلی بار ایسا ہوا ہے۔۔۔!! سلطان جو زخمی سا مسکراتے ہوئے کہہ رہے تھے۔ کہ اچانک دل میں اٹھتی تکلیف کے باعث خاموش ہوتے چلے گئے۔۔

پہلی بار میں اسے کوئی دلاسہ نہیں دے پارہا ہوں پاشا۔۔۔! کیا بتاؤں

اسے۔۔؟ کہ اسکا بیٹا اور بہود شمنوں کے قبضے میں ہیں۔۔۔!! کیسے کہوں کہ

ہمارا بیٹا گم ہو چکا ہے۔۔۔! وہ رات کو خواب میں فاتح کو دیکھتے ہوئے جاگ

جاتی ہے پاشا۔۔۔! پھر پوری رات نہیں سو پاتی۔۔۔! میں کبھی زندگی میں

اتنا

پہلی بار میں اسے کوئی دلاسہ نہیں دے پارہا ہوں پاشا۔۔۔! کیا بتاؤں

اسے۔۔؟ کہ اسکا بیٹا اور بہود شمنوں کے قبضے میں ہیں۔۔۔!! کیسے کہوں کہ

ہمارا بیٹا گم ہو چکا ہے۔۔۔! وہ رات کو خواب میں فاتح کو دیکھتے ہوئے جاگ

جاتی ہے پاشا۔۔۔! پھر پوری رات نہیں سو پاتی۔۔۔! میں کبھی زندگی میں

اتنا بے بس نہیں ہوا ہوں۔۔۔! جتنا اب خود کو محسوس کر رہا ہوں۔۔۔!!

سلطان لاچاری بھرے انداز میں ابھی کہہ ہی رہی تھے۔ کہ جب اچانک انکی نظر سامنے دروازے کی جانب اٹھ گئی۔۔ جہاں علیزے خان ششدر ہوتے انہیں دیکھ رہی تھیں۔

سلطان کی نظروں کی تقلید میں ضرار پاشا بھی مڑ کر دیکھنے لگے۔ تو دروازے میں اپنی خانم بھابھی کو کھڑے دیکھ کر وہ اگلے ہی پل پریشان ہوتے کھڑے ہو گئے تھے۔۔ وہ کب سے کھڑے ہو کر انکی باتیں سن رہی تھیں۔ وہ دونوں ہی جانتے تھے۔۔

خانم۔۔۔! سلطان جو بے قرار ہوتے انہیں پکارتے ہوئے کرسی سے کھڑے ہوئے تھے۔ کہ علیزے خان کو صدمے سے بے ہوش دیکھ کر وہ تڑپ کر تیزی سے انکی طرف بڑھے تھے۔

باسم۔۔۔!! ہم کب گھر پہنچے گئے۔۔۔؟ محبت نے اکتا کر گاڑی کا شیشہ نیچے کرتے ہوئے دیکھنا چاہا تھا۔

سڑک پر بری طرح ٹریفک جام ہوا پڑا تھا۔ باسم اسے یونیورسٹی سے پر پک کرنے گیا تھا۔ کہ اب واپسی پر سڑک پر ٹریفک جام ہونے کی وجہ سے وہ کتنی دیر سے یہاں پر پھنسے ہوئے تھے۔۔۔

بس جلدی پہنچ جائیں گئے میری جان۔۔!! باسم نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے تسلی دینا چاہی تھی۔۔۔

کب پہنچے گئے۔۔۔؟ روبی میرا انتظار کر رہی ہو گی نا۔۔! اپنا سوال دہراتے ہوئے محبت کو بے اختیار آخر پر فکر ہونے لگی۔۔ وہ سچ کہہ رہی تھی۔ کہ

جب تک محبت نے گھر نہیں پہنچنا تھا۔ روبی نے تب تک بلیک مینشن میں بوکھلائے بوکھلائے سا پھرتے رہنا تھا۔۔۔

ٹھیک ہو گی وہ۔۔۔!! اپنی بیوی کو ہر روز کی طرح اس شیطان بلی کی فکر میں ہلکان ہوتے دیکھ کر باسم نے سرد سانس خارج کیا تھا۔ کہ تبھی ٹریفک کھلا تو وہ جلدی سے گاڑی سٹارٹ کر گیا۔۔۔

شکر ہے۔۔! گاڑی سٹارٹ ہونے پر محبت بھی شکر گزار ہوتے گاڑی کے ساتھ ٹیک لگا کر پر سکون ہو گئی۔

کہیں گاڑی روکیے گا۔۔! مجھے روبی کے لیے کچھ لینا ہے۔۔۔! ہر روز کی طرح محبت سڑک پر نظریں جماتے ہوئے اسے یاد کروا رہی تھی۔۔۔

اب کیا لینا ہے تم نے اس موٹی کے لیے۔۔۔! باسم کو بے اختیار تپ چڑھی تھی۔ کیونکہ اسکی بیوی ہر روز واپسی پر روبی کے لیے کچھ نہ کچھ لے کر جاتی تھی۔ جس پر باسم بس ضبط کر کے رہ جاتا تھا۔۔۔

کیا ہے۔۔۔؟ آپکو کیا مسئلہ ہوتا ہے میری روبی سے۔۔۔! اسے خوامخواہ میں چڑتے دیکھ کر محبت بھی تیکھی نظروں سے اسے دیکھ گئی۔۔

اتنی فکر کبھی شوہر کی بھی کر لیا کرو۔۔! کبھی مجھے پوچھا ہے۔۔؟ کہ باسم آپ نے دوپہر کا کھانا کھایا ہے یا نہیں۔۔۔؟ باسم نے اسے ڈبل گھوری سے نوازتے ہوئے احساس کروانا چاہا تھا۔۔۔

میں نے آپ سے شادی اس لئے نہیں کی تھی۔ کہ آپ مجھے بات بات پر ڈانٹیں یا غصہ کریں۔۔۔! بتا دیں اگر میری روبی کی ذمہ داری نہیں اٹھا

سکتے ہیں تو میں اپنے ڈیڈ کے گھر واپس چلی جاتی ہوں۔۔۔! باسم کی گھوریوں کو نظر انداز کرتے ہوئے محبت تڑخ کر اسے سنانے لگی تھی۔ کیونکہ وہ جب بھی روبی کے لیے کچھ خریدنے کا کہتی تھی۔ مقابل اسے ایسے ہی طعنے دینا شروع ہو جاتا تھا۔۔۔

یا اللہ۔۔۔!! مجھے گھر پہنچ لینے دو۔۔! آج نہیں بچتی تمہاری روبی پھر مجھ سے۔۔۔!! محبت کو ہمیشہ کی طرح دھمکی لگاتے دیکھ کر باسم خونخوار لہجے میں کہتے ہوئے اچانک سے گاڑی تیز کر گیا تھا۔ وہ جب سے رخصت ہو کر بلیک مینشن آئی تھی۔ ایسے ہی اسے بات بات پر واپس جانے کے لئے دھمکاتی رہتی تھی۔۔ جبکہ محبت ہونہہ کر گئی تھی۔۔

ایشام اور انجیلنا تیزی سے کی بورڈ پر اُنگلیاں چلاتے ہوئے سامنے لگی سکرین پر نظریں جمائے ہوئے تھے۔۔جب اگلے ہی پل ایشام اور انجیلنا بے اختیار ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے بے یقین ہو گئے۔۔امید کی کرن نظر آتے ہی وہ مسکرا اٹھے تھے۔۔۔

بھائی۔۔۔!!ایشام نے تیزی سے کبیر خان اور فارس ہمدانی کو کانپتی آواز میں پکارنا چاہا تھا۔۔

کیا ہوا چھوٹے۔۔۔؟کبیر اور فارس جو کمرے کے باہر ہی غازیان اور ارسل کو سمجھانے میں مصروف تھے۔کہ ایشام کی کانپتی آواز سنتے ہوئے فورا الرٹ ہوتے اندر داخل ہوئے تھے۔۔۔

بھائی۔۔! شہری کی لوکیشن مل گئی ہے۔۔۔! وہ اٹلی میں ہے۔۔۔۔! ایشام نے کانپتے دل کے ساتھ جلدی سے انہیں بتانا چاہا تھا۔ جس پر وہ اگلے ہی پل تشکر بھرے انداز میں بے اختیار گہری سانس خارج کرتے ہوئے ایک دوسرے کو گلے لگا گئے۔۔

جب سے فاتح سلطان لاپتہ ہوا تھا۔ اس دن سے شہرام کا بھی ان سے رابطہ ختم ہو چکا تھا۔ جو کہ شہرام نے خود کیا تھا۔ کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا۔ کہ ان میں سے کوئی بھی اسے ٹریس کرتا وہاں آئے اور کسی مصیبت کا شکار ہو۔۔

پچھلے کتنے دنوں سے ایشام اور انجیلنا مل کر اسے ٹریس کر رہے تھے۔ اور بلا وآخر شہرام کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہوئے تھے۔

بھائی خدا کا واسطہ ہے ہمیں شہری کے پاس جانے دیں پلیز۔۔۔! غازیان نے بے بسی سے کہتے ہوئے پھر بڑے بھائیوں کی منت کی تھی۔ جو وہ پچھلے اتنے دنوں سے مل کر رہے تھے۔۔۔

نہیں غازی۔۔۔! شہرام کے پاس صرف ہم دونوں جائیں گئے۔۔۔! تم یہیں پر گھر والوں کے پاس رہو گئے۔ اور انکا خیال رکھو گئے۔۔۔! فارس ابھی بول ہی رہا تھا۔ کہ تبھی کبیر کے موبائل پر گھر سے کال آنے لگی۔

جی چھوٹی ماما۔۔؟؟ کبیر نے کال ریسیو کرتے ہوئے منیزے کو ابھی جواب دیا ہی تھا۔ کہ دوسری جانب سے علیزے خان کے بے ہوش ہونے کا سنتے ہوئے وہ دل تھام گیا۔۔۔

میں بس ابھی آرہا ہوں۔۔۔! تیزی سے بول کر وہ بھاگنے والے انداز میں وہاں سے نکلا تو فارس فورا فکر مندی سے اسکے پیچھے ہوا تھا۔۔

مورے۔۔۔!! مورے پلیز آنکھیں کھولیں نا۔۔! ماہ پارہ تڑپتے ہوئے علیزے خان کو ہوش میں لانے کی کوشش کر رہی تھی۔

خانم۔۔!! پلیز آنکھیں۔۔! کیوں مجھے جیتے جی مارنا چاہ رہی ہیں آپ۔۔۔!! کچھ نہیں ہو گا ہمارے فاتح کو۔۔۔! سلطان بے بسی سے بولتے ہوئے اپنی خانم کو ہوش میں لانے کی کوشش کرتے پکار رہے تھے۔

جوانکی باتیں سننے کے بعد صدمے سے بے ہوش ہوتے انہیں تڑپا گئی تھیں۔۔

بھائی کیا ہوا ہے۔۔۔؟؟لیز وایسے اچانک بے ہوش کیوں ہو گئی ہے۔۔۔؟ فاتح کو کیا ہوا ہے۔۔؟ بیہ بے چینی سے بولتے ہوئے علیزے خان کے ہاتھ سہلا رہی تھیں۔سب گھر والے اس وقت علیزے خان کے گرد جمع تھے۔۔علیزے خان کا بے ہوش وجود اٹھاتے ہوئے سلطان ابھی نیچے آئے تو وہ سب حیران وپریشان ہوتے انکی طرف بڑھ گئے۔۔

سائیں۔۔۔!کیا ہوا ہے فاتح کو۔۔؟. منیزے جو ابھی کبیر کو کال کر کے واپس آئی تھیں۔کہ تیزی سے ضرار پاشا کے سامنے کھڑے ہوتے سوال

کر گئیں۔ جس پر ضرار سرد سانس خارج کرتے ہوئے نظریں چرانے لگے تھے۔۔

بھائی آپ بول کیوں نہیں رہے ہیں۔۔؟ کہاں ہیں فاتح اور شہرام۔۔۔؟ مشعل بھی بے چین ہوتے سوال کرنے لگی تھیں۔۔ جبکہ ائرہ اور بیہ مل کر علیزے خان کو ہوش میں لانے کی کوشش کر رہی تھیں۔۔۔

ابھی تک گھر میں کسی کو فاتح کی گمشدگی کے بارے میں علم نہیں تھا۔ اور نہ ہی وہ سب بتانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اس لئے کسی کے علم میں لائے بنا وہ اندر ہی اندر فاتح کو تلاش کرنے کے لئے جان توڑ کوششیں کر رہے تھے۔ تاکہ کسی کے جاننے سے پہلے پہلے انہیں فاتح کا کوئی سراغ مل جاتا اور وہ اسے وہاں سے نکال لاتے۔ لیکن سب الٹ ہو چکا تھا۔ علیزے خان انکی باتیں

سنتے ہی ہوش کھو چکی تھیں۔ جبکہ اب بلیک مینشن میں طوفان کھڑا ہونے والا تھا۔ کیونکہ ضرار پاشا آہستہ آواز میں انہیں سب بتاتے ہوئے ششدر کرتے جا رہے تھے۔۔

باسم اور محبت اندر داخل ہوئے تو سب کو علیزے خان پر جھکے دیکھ کر باسم بھاگتے ہوئے صوفے کی طرف آیا تھا۔۔

کیا ہوا بڑی ماما کو۔۔۔؟؟ باسم نے گھبرا کر سب سے پوچھا۔ جبکہ محبت بھی بھاگتے ہوئے پاس آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ وہ ابھی واپس لوٹے تھے۔ محبت کو دیکھ کر روبی بھی بھاگتے ہوئے ہوئے اسکی طرف آئی تو محبت نے جھکتے ہوئے اسے بانہوں اٹھا لیا۔۔ محبت کے اٹھاتے ہی وہ علیزے خان کی

طرف دیکھتے ہوئے مضطرب انداز میں ہولے سے میاؤں کرنے لگی۔ شاید وہ بھی محبت کو اپنی پریشانی کے بارے میں بتانا چاہ رہی تھی۔

بڑی ماما۔۔! باسم نے انکا چہرہ تھپتھپاتے ہوئے انہیں پکارا تھا۔۔

سب سائیڈ پر ہو جائیں پلیز۔۔! مام مجھے پانی لا کر دیں۔۔!! سب کو علیزے خان سے دور کرتے ہوئے باسم نے ماں سے کہا۔۔ توائرہ فورا سر ہلاتے ہوئے پانی لینے چلی گئیں۔

باسم یہ ہوش میں کیوں نہیں آ رہیں۔۔؟؟ سلطان متردد ہوتے باسم سے پوچھنے لگے تھے۔۔

ڈونٹ وری بڑے بابا۔۔! بس ابھی آجائیں گئیں۔۔۔! پر پہلے آپ مجھے یہ بتائیں کہ بڑی ماما بے ہوش کیسے ہوئی ہیں۔؟ باسم انہیں تسلی دیتے ہوئے علیزے خان کی ہتھیلیاں سہلا رہا تھا۔۔

انہیں فاتح کے بارے میں پتہ چل گیا ہے۔۔۔! باسم کے سوال پر سلطان جھکی ہوئی نظروں سے لاچار ہوتے بولے تھے۔ جس پر باسم ایک دم سے ٹھہر کر انہیں دیکھنے لگا۔ شاید انکے الفاظ پر وہ یقین کرنے کی کوشش میں تھا۔۔

باسم یہ لو پانی۔۔۔!! ائرہ پانی کا گلاس لے کر آئیں تو باسم کو مخاطب کرتے ہوئے پکڑانے لگیں۔۔ باسم ماں کے ہاتھ سے پانی کا گلاس پکڑتے ہوئے تیزی سے علیزے خان کے چہرے پر چھڑکنے لگا تھا۔۔

بڑی ماما۔۔۔!! پانی چھڑکتے ہوئے باسم نے تیزی سے انہیں پھر پکارا۔۔

آہستہ آہستہ ہوش میں آتے ہوئے علیزے خان کے خشک ہونٹ بے اختیار اب "فاتح" کی فریاد میں ہلنے لگے تھے۔

بڑی ماما پلیز آنکھیں کھولیں ایسے نہیں کریں ہمارے ساتھ۔۔۔!! انہیں ہوش میں آتے دیکھ کر باسم نے لاچار ہوتے پھر کہنا چاہا تھا۔علیزے خان کے خشک ہوتے ہونٹوں کو فاتح کی پکار لگاتے دیکھ کر اسکا دل بے اختیار تڑپ اٹھا تھا۔ جس پر باسم انکے بال سہلاتے ہوئے انہیں ہمت دینے کی کوشش کرنے لگا۔۔پر اگلے ہی پل علیزے خان حواس باختہ ہوتے فاتح کو پکارتے ہوئے چلا اٹھی تھیں۔۔

فاتح۔۔۔!!خان میرا فاتح کہاں ہے۔۔۔؟اٹھ کر بیٹھتے ہی وہ پینک کرنے لگیں تو سلطان پریشان ہوتے انہیں تھامنے لگے۔۔جبکہ ماں کو تڑپتے دیکھ کر ماہ پارہ پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع ہو چکی تھی۔

مجھے ہاتھ نہیں لگائیں۔۔۔!مجھے میرے فاتح کے پاس لے کر جائیں خان۔۔۔!!آپ نے مجھ سے جھوٹ بولا۔۔!!علیزے خان کے چہرے کا رنگ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ سفید ہوتا جا رہا تھا۔وہ خشک ہوتے ہونٹوں کے ساتھ ہر لمحے میں ہمت چھوڑتے ہوئے پاگلوں کی طرح فاتح کو پکارنا شروع ہو گئی تھیں۔۔

خانم۔۔!!میری بات سنیں۔۔!ایسے نہیں کریں خدارا۔۔!آگے بڑھ کر سلطان نے انہیں تھامنا چاہا تو وہ انکا ہاتھ جھٹک کر حلق کے بل چلاتے ہوئے فاتح کو پکارنے لگیں۔۔۔

مجھے کچھ نہیں سننا۔۔!مجھے میرا فاتح چاہیئے ورنہ میں اپکو کبھی معاف نہیں کروں گی خان۔۔۔!!علیزے خان انہیں بار بار جھٹکتے ہوئے بلک بلک کر رو رہی تھیں۔کتنے دنوں سے وہ اپنے جس بیٹے سے بات کرنے کے تڑپ رہی تھیں۔انہیں آج پتہ چل رہا تھا۔کہ انکا بیٹا تو انکے پاس ہے ہی نہیں۔۔۔!انہیں آج سمجھ آرہی تھی۔کہ کیونکر انکا دل اتنے دنوں سے خالی محسوس ہو رہا تھا۔کیوں انہیں ہر وقت اب اپنی گود میں خالی پن سا محسوس ہوتا تھا۔کیونکہ انکا بیٹا تکلیف میں تھا۔۔انکا فاتح موت کے منہ میں

تھا۔۔فاتح سلطان تاریک اندھیروں میں کہیں گم ہو چکا تھا۔۔۔وہ اس حقیقت کو تسلیم کرنے کی ہمت نہیں رکھتی تھیں۔اس لئے دیوانی سی ہو رہی تھیں۔۔۔

بڑی ماما۔۔۔!!علیزے خان کو اپنے بڑے بابا کو جھٹکتے دیکھ کر باسم نے تڑپتے ہوئے آگے بڑھ کر انہیں تھام لیا۔۔۔

باسم مجھے فاتح کے پاس لے چلو پلیز۔۔۔!میں مر جاؤں گی پلیز اپنی بڑی ماما پر ترس کھاؤ۔۔۔!!میں نے اپنے فاتح کو خواب میں دیکھا تھا۔۔وہ بہت تکلیف میں تھا۔۔۔!!وہ مجھے پکار رہا تھا۔۔!!باسم کے سینے سے لگے وہ تڑپ رہی تھیں۔اس وقت وہ شاید اپنے حواس کھو چکی تھیں۔علیزے خان کو پینک کرتے دیکھ کر سلطان احمد خان کی آنکھیں بھی نم ہو رہی تھیں۔آج

پہلی بار انکے پاس تسلی کا کوئی لفظ نہیں تھا۔ آج پہلی بار انکی خانم انکو سننا نہیں چاہ رہی تھیں۔

ڈیڈ۔۔۔!! باپ کو یوں دیکھ کر ماہ پارہ نے بھیگی آواز میں انہیں پکارا تو وہ متوجہ ہوتے اسے اشارے سے پاس بلا گئے۔ انکے پاس آتے ہی ماہ پارہ انکے سینے سے لگتے ہی رونے لگی تھی۔

ڈیڈ۔۔! بھیا۔۔۔!! ہچکی بڑھتے ہوئے اس نے باپ سے کہنا چاہا تھا۔۔۔

شش۔۔۔!! کچھ نہیں ہو گا بھیا کو۔۔۔! میں کسی کو کچھ نہیں ہونے دوں گا۔۔۔! بیٹی کی فریاد پر وہ اسے سینے میں بھینچتے ہوئے تسلی دینے لگے۔۔ جبکہ دوسری طرف باسم بامشکل علیزے خان کو بہلانے میں لگا ہوا تھا۔۔

ضرار پاشا اپنے یار کو یوں دیکھتے ہوئے بھاری دل کے ساتھ کھڑے تھے۔ جبکہ سب کی آنکھیں بھیگ چکی تھیں۔ وہ کانپتے دلوں کے ساتھ فاتح کے لئے دعائیں مانگ رہے تھے۔ دوسری طرف مشعل کا حال بھی علیزے خان سے الگ نہیں تھا۔ منیزے اور بیہ بامشکل انہیں سنبھال رہی تھیں۔

باسم میری فاتح سے بات کروادو پلیز۔۔۔!! ورنہ میں مر جاؤں گی۔۔! میرا بیٹا تکلیف میں ہے۔ اور میں یہاں اتنے دنوں سے بے خبر تھی۔۔۔! علیزے خان جو تھوڑی بہت سنبھلی تھیں۔۔ کہ اگلے ہی پل پھر بے قابو ہوتے بلکتے ہوئے فاتح کو پکارنے لگیں۔۔ باسم انہیں یوں دیکھ کر بے بس ہوا تھا۔

میں۔۔۔! میں خود جا رہی ہوں اپنے فاتح کے پاس۔۔!! باسم سے دور ہوتے اچانک وہ کھڑے ہوتے کہنے لگیں اور تیزی سے دروازے کی جانب بھاگی تھیں۔ وہ ہوش کھو رہی تھیں۔ بیٹے کو پکارتے ہوئے علیزے خان اسکی تلاش میں باہر کی جانب بھاگ رہی تھیں۔ انکے وجود سے دوبٹہ اترتے ہوئے نیچے گر چکا تھا۔ جبکہ بال بکھرے سے معلوم ہونے لگے تھے۔۔ پر انہیں کوئی ہوش نہیں تھی۔۔

بڑی ماما۔۔! باسم تیزی سے انکے پیچھے اٹھ کر بھاگا تھا۔۔

خانم بھابھی۔۔۔! ضرار پاشا بھی پریشان ہوتے انکے پیچھے بڑھے تھے۔۔ علیزے جو بھاگتے ہوئے ابھی لاؤنج سے باہر نکلی ہی تھیں۔ کہ سامنے گاڑی

سے اترتے ہوئے کبیر اور فارس انکو یوں دیکھ کر تیزی سے بھاگتے ہوئے انکی طرف آئے۔۔۔

مورے۔۔۔! ماں کی اجڑی حالت دیکھتے ہوئے کبیر خان کا تو دل کٹا تھا۔ اس نے آج تک اپنی ماں کو بنا دوپٹے کے نہیں دیکھا تھا۔ وہ ایک جست میں ان تک پہنچتے ہوئے انہیں تھام چکا تھا۔۔

کبیر۔۔! مجھے فاتح کے پاس کے چلو۔۔! بیٹے کو دیکھتے ہی علیزے کو کچھ ڈھارس ہوئی تو وہ اس سے التجا کرنے لگیں۔ باسم جو انکا دوبٹہ تھامے وہاں پہنچا تھا۔ کہ بڑے بھائیوں کو دیکھتے ہوئے فورا شکر کرتا انکی طرف آیا۔۔

کبیر آپ پر قربان مورے۔۔! پریوں نہیں کریں پلیز ورنہ میں مر جاؤں۔۔۔! ماں کی حالت پر وہ ٹوٹے لہجے میں التجائیہ گویا ہوا تھا۔ باسم کے

ہاتھ سے دوبٹہ لیتے ہوئے فارس نے جلدی سے انکے گرد لپیٹ دیا۔۔ کبیر نے جلدی سے انہیں اپنے سینے میں چھپاتے ہوئے بال ٹھیک کیے تھے۔ جبکہ بڑے بیٹے کے آنے پر اب سلطان کو بھی کچھ حوصلہ سا ہونے لگا تھا۔

کبیر۔۔۔!! ہمارا فاتح۔۔۔؟ کبیر کے سینے میں چہرہ چھپائے وہ تکلیف سے بھرتے دل کے ساتھ سسک گئیں۔۔

کچھ نہیں ہوگا ہمارے فاتح کو مورے۔۔! ہم اسے کچھ نہیں ہونے دے گئے۔۔۔!! آپ یقین رکھیں ہم پر۔۔۔! کبیر نے انہیں تسلی دیتے ہوئے تیزی سے انکا سر چوم لیا۔ جبکہ فارس اپنی بڑی ماما کو ایسے دیکھ کر اذیت سے آنکھیں میچ چکا تھا۔ ننگے پاؤں، بنا دوبٹے کے وہ ایسے بکھرے حال والی اسکی

بڑی ماما تو نہیں لگ رہی تھیں۔۔ وہ دکھ سے انکی ایسی حالت دیکھنے پر مجبور تھا۔۔

بھائی اندر بڑی ماما کو دیکھیں وہ شہری کے لئے روئے جا رہی ہیں۔۔!! باسم نے فارس کو مخاطب کرتے ہوئے اسے مشعل کا بتانا چاہا تھا۔ جس پر وہ فورا ماں کو دیکھنے کے لیے اندر کی جانب بھاگا۔ جبکہ علیزے خان جو کبیر کے سینے سے لگی سسک رہی تھیں۔ کہ کبیر کو انکی خاموشی محسوس ہوئی تو اس نے ماں کا چہرہ باہر نکالتے ہوئے دیکھنا چاہا۔

مورے۔۔!! ماں کو بے ہوش دیکھ کر کبیر کے ہاتھ پاؤں پھولے تھے۔ اگلے ہی پل وہ انہیں اپنے مضبوط بازوؤں میں اٹھا چکا تھا۔۔ علیزے خان کو اٹھائے وہ بے چینی سے اندر کی جانب بڑھا تو باسم بھی تیزی سے اسکے پیچھے

قدم اٹھا گیا۔۔ جبکہ سلطان وہاں سے جا چکے تھے۔ ضرار انہیں دیکھنے کے لیے پیچھے بڑھے تھے۔ کیونکہ وہ اس صورتحال حال میں اپنے یار کو بالکل بھی اکیلا نہیں چھوڑ سکتے تھے۔

تم دونوں ٹھیک ہو نا۔۔؟ گل ناز نے بے چینی سے سکرین پر دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ اسے مہر ماہ نے میسج کرتے ہوئے مختصر سا ان سیکورٹی گارڈز کے بارے میں بتا دیا تھا۔۔ اس لئے گل ناز اب ویڈیو کال پر ان سے بات کر رہی تھی۔۔

ڈونٹ وری آپی۔۔! ہم بالکل ٹھیک ہیں۔۔! آپ پلیز اس حالت میں سٹریس نہیں لیں۔۔! ہیر نے اسے پر سکون کرتے ہوئے آخر پر فکر سے کہا۔۔

شکر۔۔!! میں بہت پریشان ہو گئی تھی۔اپنا خیال رکھو تم دونوں بس۔۔! گل ناز بھاری سانس خارج کرتے ہوئے انہیں دیکھ گئی۔انہیں ٹھیک دیکھ کر وہ شکر ادا کر رہی تھی۔

آپ کچھ پریشان لگ رہی ہیں۔۔!! گھر میں سب ٹھیک ہے نا آپی۔۔؟ گل ناز کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے مہر ماہ جانچنے والے انداز میں پوچھنے لگی تھی۔۔اسکے سوال پر گل ناز بے ساختہ ٹیک لگاتے ہوئے اپنی نم آنکھوں کو

چھپانے کی کوشش کرنے لگی۔ وہ انہیں پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اور نہ ہی علیزے خان اور مشعل کی حالت کے بارے میں بتا سکتی تھی۔

ہاں سب ٹھیک ہے۔۔! بس سیلینہ اور فاتح بھیا کی فکر ہو رہی ہے۔۔۔! گل ناز بھاری لہجے میں بامشکل بول پائی۔۔ جبکہ بڑی بہن کو یوں دیکھ کر وہ دونوں مضطرب ہو چکی تھیں۔۔

ڈونٹ وری آپی۔۔! بہت جلد ہم ان تک پہنچنے والے ہیں۔۔!! آپ بس تب تک گھر والوں کو ہینڈل کرنے کی کوشش کریں۔۔! ہیر نے اسے ہمت دینا چاہی تھی۔۔

پر میں کچھ سوچ رہی تھی۔۔! انکی تسلی پر گل ناز مسکرا کر بول گئی۔۔

کیا۔۔؟ ہیر اور مہر ماہ یک زبان ہوتے پوچھ گئی تھیں۔۔

میں تم لوگوں کے پاس آنے کا سوچ رہی ہوں۔۔! تاکہ جلد از جلد فاتح بھیا اور سیلینہ کا پتہ لگایا جا سکے۔۔۔! گل نازا بھی بول ہی رہی تھی۔ کہ وہ تیزی سے اسے ٹوک گئیں۔۔۔

بالکل بھی نہیں آپی۔۔! آپ ہمارے پاس اس حالت میں کبھی بھی نہیں آئیں گئیں۔ اور نہ ہی ایسا کچھ سوچیں گئیں۔۔! ہیر نے دو ٹوک انداز میں اسکے خیال کو رد کیا تھا۔ کیونکہ وہ کسی صورت بھی بڑی بہن کو اس حالت میں خطرے میں نہیں ڈال سکتی تھیں۔۔ یہاں تو جگہ جگہ موت ان کے لیے گھات لگائے بیٹھی تھی۔

پر ہیرے۔۔!! گل ناز نے مزید کہنا چاہا ہی تھا۔ کہ اس بار مہر ماہ اسے ٹوک گئی۔۔

نو آپی۔۔! اپکو ہماری قسم ہے۔ اگر اب آپ نے اس بارے میں سوچا بھی تو۔۔۔! مہر ماہ تیزی سے سخت لہجے میں روکتے ہوئے اسے اپنی قسم میں باندھ گئی تھی۔ تاکہ وہ انکی لاعلمی میں بھی ایسا کچھ کرنے کا نہ سوچے۔۔۔

اوکے ٹھیک ہے بابا نہیں سوچتی۔۔۔! پر یہ بتاؤ کہ آج کی آپ ڈیٹ کیا ہے۔۔؟ گل ناز نے انکے آگے ہار مانتے ہوئے سوال کیا تھا۔ جس پر وہ پر سکون انداز میں اب اسے تفصیلات بتانے میں مصروف ہو چکی تھیں۔

کمرے میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔۔ آریان مسکراتی نظروں سامنے بیٹھے نفوس کو دیکھ رہا تھا۔ اسے خوامخواہ میں کب سے مسکراتے دیکھ کر ماریہ اب چڑی تھی۔۔۔

تم نے کیا بس اپنی مسکراہٹ دیکھانے کے لیے ہمیں بلایا ہے۔۔۔؟ ماریہ نے ناگواری سے سامنے بیٹھے انسان کو دیکھا تھا۔

ویسے میں کہنا نہیں چاہتا ہوں۔ پر کہنے پر مجبور ہو گیا ہوں۔۔! کہ جو خوبصورتی پاکستان میں ہے۔۔ وہ شاید ہی کہیں اور ہو۔۔۔! ماریہ کا خطرناک روپ دیکھتے ہوئے آریان بنا توقف کے کمینے پن سے بولا تھا۔۔ اسکے الفاظ پر شعیب ابراہیم آبرو اچکا گیا۔۔۔

تو پھر تمہیں یہ بھی معلوم ہو گا۔ کہ پاکستان میں غیرت کے معاملات پر آئے دن قتل بھی بہت عام ہوتے ہیں۔۔۔! آریان کمار کی شکل کو بدمزگی سے دیکھتے ہوئے شعیب نے اسکی معلومات میں مزید اضافہ کرنا چاہا۔ جس پر ماریہ اپنی مسکراہٹ دبا گئی تھی۔ آریان نے ہی انہیں ملنے کے لئے اپنے

آدمی کے ذریعے ان تک پیغام بھیجوایا تھا۔ایک انڈین لڑکے کے پیغام پر پہلے تو وہ حیران ہوئے پر جب ملاقات کی وجہ انہیں بتائی گئی تو نہ چاہتے ہوئے بھی وہ یہاں آنے کے لیے مجبور ہو چکے تھے۔۔۔

میں تو مذاق کر رہا تھا۔ تم لوگ تو سریس ہی ہو گئے۔۔! آریان نے ڈرنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے فوراسے مسکرا کر ماریہ سے نظریں ہٹالیں۔۔۔

اب اگر سریس ہو ہی گئے ہو۔۔۔! تو منہ سے بکواس کرنا چھوٹو کہ ہمیں کیسے جانتے ہو اور یہاں پر کیوں بلایا ہے۔۔! ماریہ نے کہتے ہوئے مغرور انداز میں صوفے سے ٹیک لگائی تھی۔اسے سوال کرتا دیکھ کر شعیب ابراہیم بھی ٹیک لگاتے ہوئے سامنے بیٹھے آریان پر نظریں جما گیا۔۔

دشمن کا دشمن دوست ہوتا ہے۔اس لئے سوچا کیوں نا تھوڑا بہت آپس میں میل ملاپ کر لیا جائے۔۔۔!آریان مسکرا کر زو معنی ہوا تھا۔

کیا مطلب۔۔؟شیعب کو اسے سمجھنے میں الجھن سی ہوئی تھی۔

مطلب یہ کہ تم لوگوں کا ٹارگٹ بھی "بلیک جنریشن" ہے اور ہمارا بھی۔۔!اس لئے میں نے سوچا کہ تھوڑا بہت ایک دوسرے کو جان لیتے ہیں۔کیونکہ دشمن تو ہمارا ایک ہی ہے۔۔!!کیا پتہ آگے چل کر ایک دوسرے کی مدد لینی پڑی جائے۔۔۔!انہیں سیدھا سیدھا مطلب بتاتے ہوئے آریان نے سگار ہونٹوں میں دبا کر اب پر سکون انداز میں ٹیک لگالی تھی۔جبکہ شعیب ابراہیم ایک جھٹکے میں ٹیک چھوڑ کر سیدھا ہوتے اسے

دیکھنے پر مجبور ہوا تھا۔ جبکہ ماریہ بھی الگ سے اپنی جگہ پر حیران سی نظر آنے لگی تھی۔

بیر وٹوا بھی تہہ خانے میں داخل ہوا ہی تھا۔ کہ تبھی اسکے موبائل پر مارکو کی کال آنے لگی۔

سب آدمیوں پر نظر دہرا کر بیر وٹو نے جلدی سے بوس کی کال ریسیو کی۔۔

یس بوس۔۔! بیر وٹو نے جلدی سے بولتے ہوئے مارکو کو یس کہا تھا۔۔

ٹھیک ہے بوس میں ابھی کرواتا ہوں۔۔!! مارکو کی ہدایات سنتے ہوئے اس نے پھر تیزی سے حامی بھری۔ تین بار منٹ تک کال چلنے کے بعد فون بند

ہوا۔۔ تو بیر وٹو موبائل پاکٹ میں رکھتے ہوئے اپنے آدمیوں کو آواز لگا گیا۔ اسکی آواز پر سب آدمی بوتل کے جن کی طرح اسکے سامنے حاضر ہوئے تھے۔۔۔

اس لڑکے کی کیا حالت ہے۔۔؟ بیر وٹو نے اپنے آدمیوں کی طرف فاتح کے بارے میں جاننا چاہا تھا۔۔

بوس وہ مار کھانے کے بعد سے پھر بے ہوش ہو گیا ہے۔۔۔! ایک آدمی جواب میں بولا تھا۔۔

ٹھیک ہے۔۔! ایسے کرو اس لڑکی کو تیار کرواؤ۔۔! بوس کا حکم ہے۔۔! میں تھوڑی دیر بعد اس لڑکی کو لینے کے لئے آؤں گا۔ تب تک اس لڑکے کو ہوش میں لا کر کچھ کھلاؤ، پلاؤ۔۔! کیونکہ وہ مرنا نہیں چاہیئے۔۔۔! کرسی

سے کھڑے ہوتے بیر وٹوانہیں ہدایات دے رہا تھا۔ جن کو سنتے ہوئے اسکے سب آدمی تابعداری سے سر ہلا گئے تھے۔

مار کو شاید آج رات سیلینہ کو کسی کے آگے پیش کرنے والا تھا۔اس لئے اس نے اسے تیار کروانے کا حکم دیا تھا۔بیر وٹوا سکے تیار کروانے والے حکم کو یاد کرتا سوچ رہا تھا۔

سیلینہ بے تاثر چہرے کے ساتھ آئینے کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔۔ برگنڈی کلر کے ویسٹرن ڈریس میں وہ بالکل خاموش اور سپاٹ سی خود کو آئینے میں دیکھ رہی تھی۔ڈریس سلیولیس گہرا سرخی مائل سا تھا۔جو اسکے نازک سراپے پر جچتا اسے قیامت خیز بنا رہا تھا۔

سیلینہ پر قابض عورتیں اسے تیار کرنے کے بعد ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی کمرے سے نکل کر گئی تھیں۔ سیلینہ نے انکی لاکھ منتیں کی تھیں۔ پر وہ اسکی ایک بھی سنے بنا اسے تیار کر چکی تھیں۔۔۔ جبکہ وہ بے بسی کے مارے بس اپنی قسمت پر ماتم کناں تھی۔ آج سے کچھ مہینے پہلے بھی اسکی عزت کو پامال کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ اور آج پھر وہ اسی مقام پر کھڑی تھی۔۔۔

اسکی آنکھیں اشکوں سے بھاری ہونے لگیں تو وہ ریزہ ریزہ ہوتی روتے چلی گئی۔ ٹیبل پر سر رکھتے ہوئے وہ ہچکیاں لیتے رو رہی تھی۔۔۔

مجھے بچالیں سلطان۔۔!! میں مر جاؤں گی۔۔۔!! فاتح کو یاد کرتے ہوئے وہ فریاد کر رہی تھی۔۔ سیلینہ کا نازک وجود ہچکولے کھا رہا تھا۔ دل ہی دل میں اسکا ڈر حاوی ہوتا اسکی روح جھنجھوڑنے کا سبب بن رہا تھا۔ کچھ

عرصہ پہلے جس مسیحا نے اسے برباد ہونے سے بچایا تھا۔ آج وہ بھی اسکی وجہ سے اندھیروں میں قید ہو چکا تھا۔ فاتح سلطان کا حال یاد کرتے ہوئے وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ جب اچانک وہ عورتیں اس لینے کے لئے دوبارہ کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔ کیونکہ باہر بیروٹوا سے لینے کے لئے آ چکا تھا۔۔

مارکو گاڑی سے باہر دیکھتے ہوئے کسی غیر مرئی نقطے پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔ دماغ میں ایک رات پہلے کے وہ تمام مناظر گھوم رہے تھے۔ جب وہ کلب گیا تھا۔ اور دو لڑکیاں اسے اپنے ساتھ کھینچتے ہوئے کمرے کی طرف گئی تھیں۔۔ بے شک مارکو ان لڑکیوں کے ساتھ سکون سے رات بیتانا چاہتا

تھا۔پر ساری رات مارکو کو ان لڑکیوں میں سیلینہ کی جھلک دیکھائی دیتی رہی تھی۔

ان لڑکیوں میں سیلینہ کی جھلک دیکھتے ہوئے مارکو نے وہ رات جتنی مدہوش سی گزاری تھی۔۔کہ اسکی صبح اس پر اتنی ہی بھاری گزری تھی۔ اگلی صبح ان لڑکیوں کو بیڈ پر اپنے ساتھ بے لباس دیکھ کر مارکو سن ہوتے دماغ کے ساتھ شاکڈ ہو گیا تھا۔ساری رات جن لڑکیوں کو سیلینہ سمجھ کر وہ اپنے جذبات لٹاتا رہا تھا۔کہ صبح ہوتے ہی دو اجنبی لڑکیوں کو اپنے بستر پر دیکھنا مارکو کے لیے اس حقیقت کو تسلیم کرنا اسکے لئے اتنا ہی ناممکن سا ہو رہا تھا۔

وہ گھومتے سر کے ساتھ اگلے ہی پل تیش سے چلانے لگا۔ اسکی چینخوں پر بیر وٹو بھاگتے ہوئے کمرے میں داخل ہوا تھا۔ جبکہ پاگل ہوتے دماغ کے ساتھ جب مارکو نے ان لڑکیوں پر وار کرنا چاہا۔ تو بیر وٹو نے بروقت آگے بڑھتے ہوئے اسے قابو کر لیا۔۔۔

مارکو کو یوں دیکھ کر وہ لڑکیاں ڈرتے ہوئے وہاں سے بھاگ نکلی تھیں۔ جبکہ وہ چینختے ہوئے اپنے بال نوچ کر کمرے میں چیزوں کی توڑ پھوڑ کرنا شروع ہو گیا تھا۔۔ بیر وٹو نے حیرانی و نا سمجھی سے اسکی اس حالت کو سمجھنا چاہا تھا۔ کیونکہ ایسا پہلی بار ہو رہا تھا۔۔ کہ وہ کسی کے ساتھ رات گزارنے کے بعد ایسا بی ہیو کر رہا ہو۔ پر بیر وٹو نہیں جانتا تھا۔ کہ مارکو کو کونسا زہر اندر ہی اندر کھائے جا رہا ہے۔

کل کا پورا دن مارکو پر بھاری گزر گیا تھا۔ پر آج شام میں اس نے بیر وٹو کو فون کرتے ہوئے سیلینہ کو تیار کروانے کا حکم دیا تھا۔ تاکہ وہ اپنی اذیت کا بدلا سیلینہ کے ساتھ رات گزار کر اتار سکے۔

وہ آج کی رات سیلینہ کے ساتھ گزارنے والا تھا۔ اس لڑکی کے ساتھ جس نے کچھ مہینے پہلے ایئرپورٹ پر اسے پہلی نظر میں اپنا اسیر کر لیا تھا۔ وہ لڑکی جو اپنی ایک جھلک سے مارکو ایلن کو یہ سوچنے پر مجبور کر گئی تھی۔ کہ کیا آج کی دنیا میں بھی ایسا معصوم حسن کہیں ہو سکتا ہے۔۔؟ ایک خاص کشش تھی۔ جو مارکو کو سیلینہ کو دیکھ کر محسوس ہوئی تھی۔۔

جوزف ایلن نے جس رات اپنے بیٹے کو اپنا کلب سیل ہونے کی خبر دی تھی۔ اس سے اگلے دن ہی مارکو واپس آ گیا تھا۔ بالکل ٹھیک اسی دن جب

فاتح اور سیلینہ کا نکاح ہونے کے بعد کبیر اور فارس نے اسے پاکستان بھیجنے کا فیصلہ کیا تھا۔ تب مارکو نے ایئرپورٹ پر پہلی بار سیلینہ کو دیکھا تھا۔ جب وہ بہادر خان کے ساتھ کھڑی اپنی بورڈنگ کروا رہی تھی۔ تب پہلی نظر میں سیلینہ کو دیکھتے ہوئے مارکو کے قدم رکے تھے۔ وہ اس سے بات کرنا چاہ رہا تھا۔۔ پر تب تک سیلینہ اپنی فلائٹ کی طرف بڑھ چکی تھی۔ اور مارکو اسے روک بھی نہیں پایا تھا۔ لیکن اس دن وہ اتنا ضرور سوچ چکا تھا۔۔ کہ وہ اس لڑکی کو ڈھونڈ کر رہے گا۔۔۔ اسی ارادے کے ساتھ وہ مسکراتے ہوئے ایئرپورٹ سے نکلا تھا۔ پر غازیان پاشا نے جوزف ایلن کا جو کلب سیل کروایا تھا۔ اس پر سے پابندی ہٹانے کے لیے مارکو جو بہت بھاگ دوڑ کر رہا تھا۔۔ کہ تبھی اچانک اسے پھر کسی ایمرجنسی کی وجہ سے دوبارہ دوسرے ملک جانا

پڑ گیا۔اور جب تک وہ واپس آیا تھا۔تب تک اسکے باپ کو ان ایشین لڑکوں پر حملہ کروانے کے بدلے میں مار دیا گیا تھا۔۔

اور آج بھی بد قسمتی سے وہ اس لڑکی کی محبت میں گرفتار تھا۔جو اسکے باپ کے قتل کی سب سے بڑی وجہ تھی۔وہ اس لڑکی سے محبت کر بیٹھا تھا۔جو اسکے سامنے کسی اور شخص کی زندگی کی بھیگ مانگتی نہیں تھکتی تھی۔جو اپنا آپ اس ایشین لڑکے کے لئے فنا کرنے کو تیار تھی۔پندرہ دنوں سے وہ اسکے پاس قید تھی۔پر اسکی زبان سے فاتح سلطان کے علاوہ کوئی اور نام نہیں سنا گیا تھا۔وہ ہر وقت فاتح کو دیکھنے کے لیے تڑپتی رہتی تھی۔اور مار کو بے حس بنا اسے تڑپتے ہوئے دیکھتا تھا۔اس سارے عرصے میں مار کو نے اپنے دل کو سخت بنانے کی لاکھ کوشش کی تھی۔پر ناکام رہا تھا۔یہاں تک

کہ اس نے سیلینہ پر ہاتھ اٹھاتے ہوئے بھی خود کو بے حس ظاہر کیا تھا۔ پر ناکام رہا تھا۔ کیونکہ وہ لڑکی کسی صورت بھی اسکے دل و دماغ سے نہیں نکل رہی تھی۔ وہ ہر وقت اسکی آنکھوں کے سامنے جھلملاتے ہوئے مار کو کو لاچار کرتی تھی۔ جس پر وہ آپے سے باہر ہوتا فاتح کو بے دردی سے مارنا شروع ہو جاتا تھا۔

وہ جانتا تھا۔۔ کہ وہ اس کے سامنے فاتح کو نہ مارنے کے لئے بھیگ مانگ چکی ہے۔ پر اسکے باوجود مار کو نے اس پر ترس نہیں کھایا تھا۔ کیونکہ وہ اپنے باپ کے قاتلوں کے ساتھ نرم نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے جذباتی ہوتے آج رات وہ سیلینہ کو روندنے کا بھی فیصلہ کر چکا تھا۔ شاید وہ کسی طرح بھی

اپنے دل کو سکون پہنچانے کی کوشش میں تھا۔ جو اس وقت جلتے ہوئے اسے ہر حد پار کرنے پر مجبور کر رہا تھا۔

سگار پیتے ہوئے وہ مسلسل باہر دیکھ رہا تھا۔ دل جو کل تک الجھا ہوا بے سکون سا تھا۔ وہ اب سیلینہ کو حاصل کرنے کی خوشی میں بے قابو ہوتے مچلنے لگا تھا۔ سیلینہ کے نازک وجود کو سوچتے ہوئے وہ بے اختیار مسکرا دیا۔۔۔ سیلینہ اسکی زندگی کی پہلی ایسی لڑکی تھی۔ جو مارکو کو اپنا بدلہ بھلا کر کچھ اور سوچنے پر مجبور کر رہی تھی۔

My little girl... let me drown in the “

rich, caffeine-dark depths of your eyes

tonight, and taste the kind of

”.intoxication only you can give

(“مائے لٹل گرل...آج رات مجھے تمہاری کیفین جیسی براؤن اور گہری آنکھوں کی وسعت میں ڈوب جانے دو،اور وہ نشہ چکھنے دو جو صرف تم ہی دے سکتی ہو۔“)سیلینہ کی چاکلیٹ براؤن آنکھوں کو سوچتے ہوئے وہ ابھی سے چور ہونے لگا تھا۔مارکو کے چہرے پر اس وقت چمکتی ہوئی مسکراہٹ تھی۔اسکی آنکھیں سیلینہ کو اپنے قریب سوچتے ہوئے مخمور ہو رہی تھیں۔۔شاید آج کی رات کو لے کر وہ کافی کچھ سوچ چکا تھا۔

گاڑی آکر اپنی منزل پر رکی تو مارکو بے صبری سے پہلی بار خود دروازہ کھولتے ہوئے باہر نکلا تھا۔ جبکہ اسکا ڈرائیور بے ساختہ اسے رک کر دیکھنے لگا۔ جس کے انداز آج مکمل طور پر بدلے ہوئے تھے۔

گاڑی سے اترتے ہی اپنے کوٹ کے بٹن بند کرتے ہوئے مارکو نے جلدی سے تہہ خانے کی جانب قدمے بڑھائے دیئے۔ اسکے پر اٹھتے قدم میں بے تابی جھلک رہی تھی۔ وہ سیلینہ کو دیکھنے کے لیے بے حد بے چین تھا۔ اس لئے جلدی سے دروازے میں پاسورڈ لگاتے ہوئے وہ دروازہ کھلنے کا انتظار کرنے لگا۔۔

چند سیکنڈز کے بعد جیسے ہی دروازہ کھلا تو مارکو بے صبری سے اندر داخل ہو کر تیزی سے قدم اٹھاتے ہوئے سیلینہ کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔۔ جہاں وہ یقیناً تیار ہو چکی تھی۔۔

مارکو کو آتے دیکھ کر اسکے سب آدمی ایک دم سے جہاں الرٹ ہوئے وہیں پر اسکے آنے پر زرا حیران زدہ ہو کر دیکھنے لگے۔

مارکو نے جیسے ہی کمرے کا دروازہ کھول کر سیلینہ کو دیکھنا چاہا تو کمرہ خالی دیکھتے ہوئے وہ ٹھٹک گیا۔ جبکہ اسے سیلینہ کے کمرے کا دروازہ کھولے دیکھ کر وہاں کھڑی عورتیں جلدی سے اسکی طرف بڑھی تھیں۔۔۔

وہ لڑکی کہاں ہے۔۔؟ کمرے کو خالی دیکھ کر مارکو نے مڑتے ہوئے ان عورتوں سے سوال کیا۔ دماغ میں ایک پل کے لئے یہ خیال بھی آنے لگا تھا۔ کہ شاید وہ کہیں اور تیار ہو رہی ہو گی۔۔

بوس اس لڑکی کو تو بیر وٹو سر ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی لے کر گئے ہیں۔۔! ایک عورت جلدی سے جواب میں بولی تھی۔۔۔

کیا مطلب بیر وٹو لے کر گیا ہے۔۔؟ کہاں لے کر گیا وہ اسے۔۔؟ اسکا جواب سن کر مارکو کا سانس رکا تھا۔۔

بوس، بیر وٹو سر کہہ رہے تھے۔ کہ آپ اس لڑکی کو کسی کے آگے پیش کرنے والے ہیں۔ اس لئے شاید کلب کی طرف لے کر نکلے ہیں۔۔! مارکو کے سوال پر ایک آدمی آگے بڑھتے ہوئے انہیں بتانا لگا۔ جس کو سنتے

ہوئے مارکو کو اپنا دماغ سن ہوتا محسوس ہوا تھا۔ سیلینہ پر کسی مرد کی نظروں کو سوچتے ہی مارکو کا سانس لینا دوبھر سا ہونے لگا تو وہ اگلے ہی پل اپنے تیز ہوتے سانس کو ہموار کرنے کی کوشش کرتے ہوئے فورا بیروٹو کو کال ملانا شروع ہو گیا۔۔

ڈیم اسکی ہمت بھی کیسے ہوئی میری اجازت کے بنا اس لڑکی کو یہاں سے باہر نکالنے کی۔۔۔! بیروٹو کو کال نہ اٹھاتے دیکھ کر مارکو حلق کے بل دھاڑا تھا۔

اسکے بپھرے انداز میں وہ سب ڈرتے ہوئے ایک قدم پیچھے ہو کر اسے دیکھنے لگے۔ جو اچانک آپے سے باہر ہو رہا تھا۔ جبکہ کمرے میں موجود فاتح انکی آوازیں سنتے ہوئے تڑپا تھا۔۔ وہ اسکی بیوی کو کہاں لے کر گئے تھے۔۔؟ وہ کانپتے دل کے ساتھ سوچنے لگا تھا۔۔

کھولو مجھے یہاں سے۔۔۔! میں تم لوگوں کو جان سے مار دوں گا اگر میری کو ایک خراش بھی آئی تو۔۔! اچانک کمرے سے فاتح کے چلانے کی آواز سنائی دی تھی۔ جس کو سنتے ہوئے مار کو ٹھہر کر اس بند دروازے کی طرف دیکھ گیا۔۔ پر اگلے ہی پل وہ پھر بیر وٹو کو کال ملانے لگا تھا۔ پر بیر وٹو اسکی کال نہیں اٹھا رہا تھا۔۔

ڈیم۔۔!! اگر اس لڑکی کو کچھ ہوا تو بیر وٹو میں تمہیں جان سے مار دوں گا۔۔۔!! غضب ناک لہجے میں کہتے ہوئے مار کو تیزی سے بھاگتے ہوئے وہاں سے نکلا۔ کیونکہ اسے جلد از جلد کلب میں پہنچنا تھا۔ وہ کسی صورت بھی سیلینہ کو کسی کی نظروں میں نہیں آنے دے سکتا تھا۔ آج اگر سیلینہ کو کچھ ہوا تو مار کو شاید زندہ نہیں رہ پائے۔۔ وہ جب بھی اس لڑکی کے قریب

ہونے کی کوشش کرتا تھا۔ قسمت اسے سیلینہ سے اتنا ہی دور لے جاتی تھی۔۔ سیلینہ کو سوچتے ہوئے مارکو کا دل کانپ رہا تھا۔۔

بیروٹو کی گاڑی کلب پر بس پہنچنے ہی والی تھی۔ پچھلی سیٹ پر اس نے سیلینہ کو باندھا ہوا تھا۔ جبکہ منہ پر ٹیپ لگا کر اسکا منہ بند کیا ہوا تھا۔ تاکہ وہ چیختے ہوئے لوگوں کو متوجہ کرنے کا سبب نہ بنے۔ کیونکہ بیروٹو کسی بھی قسم کی پریشانی کے بنا اسے کلب پر پہنچانا چاہتا تھا۔

بیروٹو کی گاڑی کے پیچھے ایک اور گاڑی بھی تھی۔ جس میں مہر ماہ اور ہیر بیٹھی اسکا پیچھا کر رہی تھیں۔ دو دن پہلے جب ہیر اس کلب پر آئی تھی۔ تب اس نے نہایت ہوشیاری سے بیروٹو کے موبائل میں ایک چپ لگا دی تھی۔

جب وہ نشے کی حالت میں کمرے کے اندھیرے میں ایک لڑکی کے ساتھ اپنی رات رنگین کرنے میں مگن تھا۔تب ہیر نے چالاکی سے ویٹریس کے روپ میں یہ کام کیا تھا۔پر وہ چاہ کر بھی اس رات مارکو کے کمرے میں نہیں جا پائی تھی۔کیونکہ مارکو کے کمرے کے باہر سیکورٹی گارڈز کھڑے تھے۔۔ اور آج اسی چپ کی لوکیشن نکالتے ہوئے وہ بیروٹو کا پیچھا کر رہی تھیں۔۔۔

ہیر گاڑی میں کوئی اور بھی ہے۔۔۔!!بیروٹو کو بار بار مڑ کر پچھلی سیٹ کی طرف دیکھتے ہوئے پا کر مہر ماہ تیزی سے بولی تھی۔وہ کب سے بیروٹو کا بار بار پیچھے دیکھنا نوٹ کر رہی تھی۔

ہاں مجھے بھی لگ رہا ہے۔۔۔!!ہیر نے سکرین نظر ڈال کر حامی بھرتے ہوئے اپنے آگے چلتی ہوئی گاڑی کی جانب دیکھا تھا۔۔

گاڑی کو پیچھے ہی روک دینا مہرو۔۔۔! کلب کے سامنے پہنچتے ہوئے ہیر نے ڈرائیونگ کرتی ہوئی مہر ماہ کو ہدایت دی۔ جس پر وہ سر ہلاتے ہوئے ہاں کر گئی۔ بیر وٹو اپنی گاڑی کو بریک لگا چکا تھا۔ لیکن ابھی وہ گاڑی سے باہر نہیں نکلا تھا۔ گاڑی میں ہی ں بیٹھے وہ سیکورٹی گارڈ کے ساتھ کچھ بات چیت کرنے میں مصروف تھا۔ جب ہیر اور مہر ماہ اپنی گاڑی پیچھے ہی روکتے ہوئے باہر نکل کر جلدی سے اسکی طرف بڑھیں تھیں۔۔

ایک گاڑی کے پیچھے چھپ کر وہ بیر وٹو پر نظریں جما گئیں۔ جو شاید سیکورٹی گارڈ کو کچھ ہدایات دینے میں مصروف تھا۔ اسکی باتوں پر سیکورٹی گارڈ سر ہلا کر دوسری طرف چلا گیا تو رستہ صاف ہونے پر وہ دونوں چمکتی آنکھوں سے ایک دوسرے کو دیکھ گئیں۔ آج قسمت انکا مکمل ساتھ دے رہی تھی۔۔۔

بیر وٹو گاڑی سے اتر کر پچھلی سیٹ کی طرف بڑھتے ہوئے دروازہ کھول رہا تھا۔ جبکہ ہیر اور مہر ماہ جو غور سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ کہ جب اچانک بیر وٹو نے روتی بلکتی ہوئی سیلینہ کو دبوچتے ہوئے باہر نکالا تو وہ دونوں بہنیں شاکڈ ہوتے ایک دوسرے کے چہرے کی طرف دیکھ گئیں۔۔

سیلینہ۔۔؟؟ ہیر اور مہر ماہ ساکت ہوتے بیر وٹو کے سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھ رہی تھیں۔ جس کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔ تو منہ پر ٹیپ لگی نظر آ رہی تھی۔ جبکہ وہ مسلسل روتے ہوئے خود کو بیر وٹو سے دور کرنے کی کوشش میں تھی۔ جب اچانک بیر وٹو نے غصے میں سیلینہ کے منہ پر تھپڑ مار دیا۔۔

اس کتے کو میں جان سے مار دوں گی۔۔!! بیر وٹو کو سیلینہ پر ہاتھ اٹھاتے دیکھ کر ہیر غصے سے بے قابو ہو کر وہاں سے اٹھنے ہی والی تھی۔ کہ مہر ماہ نے تیزی سے اسے روکتے ہوئے نیچے بٹھا دیا۔۔

ہوش سے کام لو ہیر۔۔! ایسے جذباتی مت ہو کر ہماری اتنے دنوں کی گئی محنت پر پانی مت پھیرو۔ پھر نہ ہمیں سیلینہ ملے گی اور نہ ہی فاتح بھیا کا پتہ۔۔!!! مہر ماہ اسے ٹھنڈا کرتے ہوئے دماغ سے کام لینے کو کہہ رہی تھی۔ کیونکہ انہیں کسی صورت بھی سیلینہ کو وہاں سے نکالنا تھا۔۔۔

تم جو بھی کہو مہرو۔۔۔! پر اس کتے کو میں جہنم واصل کیے بنا اب یہاں سے نہیں جاؤں گی۔۔! اسکی ہمت کیسے ہوئی فاتح سلطان کی بیوی پر ہاتھ اٹھانے کی۔۔۔؟ غصے کے باعث ہیر کی ناک کے نتھنے پھولنے لگے تھے۔ وہ ایسی

ہی غصیلی اور جذباتی تھی۔ ہیر پاشا غصے میں بے قابو ہوتے جب وار کرتی تھی۔ تو سامنے والا پناہ مانگنے لگتا تھا۔ کیونکہ وہ ضرار پاشا کی شیرنی تھی۔ وہ "ہیر پاشا" تھی۔ اپنے نام کی اکلوتی اور سب سے منفرد۔۔! سب سے بڑا قہر تو اسکی سبز آنکھیں ہی تھیں۔ جو دیکھنے والوں کو خوف میں جکڑ دیتی تھیں۔ ایشام صدیقی اسکے بارے میں بالکل ٹھیک ہی کہتا تھا۔ کہ ہیر پاشا کوئی عام لڑکی نہیں بلکہ "سبز چڑیل" تھی۔ جو لوگوں کا خون بہانے کا کام کرتی تھی۔۔

بیروٹوز بردستی سیلینہ کو کھینچتے ہوئے اندر لے جا چکا تھا۔ موقع دیکھتے ہوئے وہ دونوں بھی تیزی سے اسکے پیچھے کلب میں داخل ہو گئیں۔ جہاں آج ضرورت سے زیادہ رونق اور افراتفری نظر آ رہی تھی۔

سیلینہ کو کمرے میں چھوڑنے کے بعد بیر وٹوا بھی باہر نکلا ہی تھا۔ کہ اچانک پیٹر پکارتے ہوئے اسکی طرف آیا تھا۔۔

ہے بیر وٹو۔۔۔!! کیسے ہو تم۔۔۔؟ پیٹر اسکے قریب آکر گلے لگتے ہوئے خوشگواری سے پوچھنے لگا۔۔

میں بالکل ٹھیک آپ کیسے ہیں پیٹر سر۔۔۔؟؟ بیر وٹوا سے دیکھ کر حیران ہوا تو خوشگواریت بھرے انداز سے جواب میں بولا تھا۔ پیٹر مارکو کا بزنس پارٹنر تھا۔ پیٹر کو دیکھ کر بیر وٹو کو اب سمجھ آرہا تھا۔ کہ اس نے کیوں اس ایشین لڑکی کو تیار کروایا تھا۔ کیونکہ وہ اس لڑکی کو آج رات پیٹر کے آگے

پیش کرنے والا تھا۔ پیٹر جب بھی انکے کلب میں آتا تھا۔ تو مارکو اسکی خدمت میں ہمیشہ نئی سے نئی لڑکی پیش کرتا تھا۔۔

میں بالکل ٹھیک تم بتاؤ مارکو کہاں ہے۔۔؟ اور آج کا رات کیا ارادہ ہے۔۔۔؟ مارکو کے بارے میں سوال کرتے ہوئے پیٹر آخر پر معنی خیز ہوا تھا۔۔

ہاہاہاہا۔۔! ڈونٹ وری۔۔!! آپکا تحفہ اندر کمرے میں بالکل تیار ہے۔۔! آپ چاہے تو ابھی جا کر دیکھ سکتے ہیں۔۔۔!! اسکے لہجے کو سمجھتے ہوئے بیر وٹو قہقہ لگاتے ہوئے بولا تھا۔

رئیلی۔۔؟ اپنا تحفہ پہلے سے تیار دیکھ کر پیٹر کو حیرانی ہوئی تھی۔۔۔

یس بوس۔۔!!آپ جا کر دیکھ سکتے ہیں۔۔!اور اس بار والا تحفہ کوئی عام تحفہ نہیں ہے۔بلکہ ایشین بیوٹی ہے۔۔۔!!بیر وٹو اپنے تیار کردہ تحفے کی خاصیت بتاتے ہوئے پیٹر کو پہلے سے بھی زیادہ حیرت زدہ کر چکا تھا۔۔

یہ بتا کر تم مجھے خوش کر چکے ہو بیر وٹو اور اس بات کا انعام میں تمہیں کل صبح ہوتے ہی دوں گا۔۔!ابھی میں جا رہا ہوں اپنا تحفہ دیکھنے۔۔۔!!پیٹر خوشی سے بے قابو ہوتے خباثت بھرے انداز میں آنکھ ونک کرتے ہوئے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔۔اسکی بے تابی دیکھتے ہوئے بیر وٹو قہقہ لگاتا چلا گیا۔۔

بیر وٹو کے پیچھے وہ کلب میں داخل ہوئی تھیں۔جو دائیں جانب بنے ہوئے سیکرٹ رومز کی طرف چلا گیا تھا۔

مہر ماہ اور ہیر اسی طرف نظریں جمائے کھڑی ہوتی اسکے واپس آنے کا انتظار کرنے لگی تھیں۔ جب تھوڑی دیر کے بعد بیر وٹو واپس آتا ہوئا دیکھائی دیا تھا۔۔

بیر وٹو کو آتے دیکھ کر ہیر اور مہر ماہ جلدی سے پلٹتے ہوئے سامنے سٹیج کی جانب متوجہ ہوتا ظاہر کرنے لگیں۔ جبکہ بیر وٹو چلتے ہوئے بے اختیار انکے قریب آ کر کال سننے لگا تھا۔ کال پر اسکا آدمی شاید اسے مار کو کے وہاں آنے کی خبر دے رہا تھا۔ اور واپس آنے کو کہہ رہا تھا۔ بیر وٹو اسکی کال سنتے ہوئے پریشان ہوا تو اگلے ہی پل اپنے آدمی کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی فون بند کرتا ہوا تیزی سے کلب سے باہر جانے کے لیے بھاگا تھا۔۔

اس کو اچانک کیا ہو گیا۔۔؟ ابھی تو آیا تھا۔۔۔!! وہ اسے واپس جاتا دیکھ کر آپس میں حیرت کا اظہار کرنے لگی تھیں۔۔۔

مہرو میں سیلینہ کو ڈھونڈتی ہوں۔ تم اسکے پیچھے جاؤ۔۔! کیا پتہ یہ فاتح بھیا کے پاس جا رہا ہو۔۔!! اور خیال سے جانا۔۔! مہر ماہ کو حکم دیتے ہوئے ہیر پاشا جلدی سے سیلینہ کو ڈھونڈنے کے لیے سیکرٹ رومز کی طرف بڑھی تھی۔ ہیر کی ہدایت پر مہر ماہ جلدی سے جینز میں لگی گن نکال کر بھاگتے ہوئے بیرو ٹو کے پیچھے نکل گئی۔۔۔

اتنے تیز شور شرابے میں ہیر پاشا تیزی سے ہر کمرے کو چیک کر رہی تھی۔ سیلینہ کو سوچ سوچ کر اسکا دل دھک دھک کر رہا تھا۔۔ سیلینہ احمد اسکے

بھائی کی عزت تھی۔۔ محبت تھی۔۔! مان تھی۔۔! اس لئے ہیر پاشا کو دیر ہونے سے پہلے پہلے سیلینہ احمد کو صحیح سلامت ڈھونڈنا تھا۔۔

آپی مجھے سیلینہ کہیں نہیں مل رہی۔۔!! ہیر نے کان میں لگے ہوئے بلوٹوتھ میں تیزی سے بولتے گل ناز کو مخاطب کیا۔۔ جو لیپ ٹاپ کھولے مہر ماہ کو بیر وٹو کی لوکیشن بتا رہی تھی۔ اور ساتھ میں مہر ماہ کی لوکیشن پر بھی نظر رکھے ہوئے تھی۔۔

ہیر اسے تلاش کرو جلد از جلد۔۔! کلب کی اینٹ سے اینٹ بجا دو پر سیلینہ احمد کو واپس لیے تم آج واپس نہیں آؤں گی۔۔! اٹس مائے آڈرز۔۔۔!! گل ناز نے دوسری طرف سے بارعب انداز میں اسے احکام دیے تھے۔ جن کو سنتے ہوئے ہیر پاشا جواب میں "اوکے بوس" کہتے ہوئے اپنی گن

نکال چکی تھی۔ ہر کمرے کے دروازے کو ٹانگ مار کر کھولتے ہوئے ہیر پاشا سچ میں اپنے اصلی روپ میں آچکی تھی۔ بہت مشکلوں کے بعد اگر انہیں سیلینہ احمد کا سراغ ملا تھا۔ تو انہیں ہر حد سے گزرتے ہوئے آج فاتح سلطان کی عزت کو یہاں سے آزاد کروانا تھا۔

کلب میں تیز میوزک ہونے کی وجہ سے آج سب سیکورٹی گارڈز بھی اپنی ڈیوٹی چھوڑے مصروف نظر آرہے تھے۔ شاید کلب میں آج کسی خاص چیز کو لے کر جشن منایا جارہا تھا۔۔

ہیر جوہر کمرے کو چیک کررہی تھی۔ کہ اچانک اسے ایک کمرے سے چیخ سنائی دی۔۔

سیلینہ۔۔۔!!اس چیخ کو سنتے ہوئے اسکا دل رک گیا۔اور اگلے ہی پل وہ طوفان بنے اسے کمرے کی طرف بھاگی تھی۔۔ہیر نے قریب پہنچتے ہوئے کمرے کے دروازے پر زوردار ٹھوکر مارتے ہوئے ایک جھٹکے میں دروازہ کھولا تو پیٹر جو سیلینہ پر جھکا ہوا تھا۔۔کہ اچانک ڈر کر متوجہ ہوتے دروازہ کی سمت میں دیکھنے لگا۔۔

دروازے میں ماسک لگائے ایک لڑکی کو کھڑا دیکھ کر وہ حیران ہوا تھا۔جبکہ ہیر پاشا بیڈ پر سیلینہ احمد کی حالت دیکھتے ہوئے انگاروں پر لوٹی تھی۔۔

آپی۔۔۔!!دروازے میں کھڑی لڑکی کی آنکھوں کو پہچاننے میں سیلینہ کو ایک پل لگا۔اسکی پکار پر سانس روکتے ہوئے ہیر دروازہ بند کرتے ہوئے جلدی سے اسکی طرف بڑھی تھی۔جس کا لباس پھٹ چکا تھا۔تو حالت

انتہائی ابتر نظر آرہی تھی۔وہ کب سے پیٹر کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے خود کو بچانے کی کوشش کر رہی تھی۔۔اور اب اسکی ہمت ٹوٹنے ہی والی تھی۔کہ اسے بچانے والے پہنچ چکے تھے۔۔۔

آپی تم پر جان وار دے گی آج۔۔۔!!معاف کر دو بچے تم تک پہنچنے میں دیر ہو گئی ہمیں۔۔۔!!اسکی پکار اور حالت پر مرتے ہوئے ہیر نے جھکتے ہوئے اسے تھاما تھا۔۔جبکہ پیٹر اس انجان لڑکی کو حیرانی و نا سمجھی سے دیکھ رہا تھا۔۔

سس۔۔سلطان کو بچالیں آپی۔۔!!سیلینہ نے بامشکل بولنے کی کوشش کی۔۔۔

“Hey you... who are you”?

اے لڑکی کون ہو تم۔۔؟ پیٹر ناگوار نظروں سے ہیر کو دیکھتا پوچھ رہا تھا۔ جس نے اچانک آکر اسکے کام میں رکاوٹ پیدا کی تھی۔

کچھ نہیں ہو گا بھیا کو۔۔۔!! میں آگئی ہوں نا۔۔!! بس تھوڑی دیر رکو۔۔!! پیٹر کے سوال پر سیلینہ کو تسلی دے کر ہیر اسکے پاس سے اٹھتے ہوئے غضب ناک آنکھوں سے پیٹر کی طرف مڑی تھی۔ پیٹر کو کچھ بھی سوچنے سمجھنے کا موقع دیئے بنا ہیر پاشا کسی زخمی شیرنی کی طرح اس پر جھپٹ پڑی۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ پیٹر کا حشر بگاڑنے لگی۔۔

تیری ہمت بھی کیسے ہوئی اسے چھونے کی۔۔۔! اپنے بازو میں لگے خنجر کو نکالتے ہوئے ہیر نے بے دردی سے پیٹر کی آنکھ میں مارا تھا۔ وہ اپنے اصلی

روپ میں آچکی تھی۔وہ روپ جو صرف تباہی تھا۔ہیر کے وار پر پیٹر کی چیخیں بے ساختہ تھیں۔

بہت شوق ہے نہ تجھ جیسوں کو لڑکیوں کی چیخ وپُکار سننے کا۔۔۔!!بہت مزہ آتا ہے نا تم لوگوں کو اپنے سے کمزور لوگوں پر حاوی ہو کر۔۔!انہیں درد دے کر۔۔!!آج میں تمہیں بتاتی ہوں کہ درد کیا ہوتا ہے۔۔!بیروٹو کے تھپڑ کو دماغ میں یاد کرتے ہوئے ہیر نے ضبط کھوتے ہوئے پیٹر کے دل کے مقام پر خنجر گھونپا تھا۔۔جس پر وہ مزید درد سے بلبلاتے ہوئے تڑپنا شروع ہو گیا۔۔۔پر باہر تیز چلتے ہوئے تیز میوزک کی وجہ سے کوئی بھی اسکی چیخ وپکار نہیں سن پا رہا تھا۔۔

!!!۔۔۔۔Bloody hell

وہ میرے بھائی کی بیوی تھی۔۔اسکی محبت تھی۔۔ تیری ہمت بھی کیسے ہوئی اسے چوٹ پہنچانے کی۔۔۔؟؟ہیر نے چلا کر کہتے ہوئے اپنے خنجر کا وار اسکے گلے کی شہ رگ پر کیا۔۔ جس کے باعث وہاں سے خون کی تیز دھار نکلتی ہوئی فرش کو بھگونا شروع ہو گئی۔۔پیٹر اس بار ایک پل میں بے جان ہوتے نیچے گرا تو ہیر تیش کے عالم میں ہانپتے ہوئے اسکے گندے وجود کو ٹھوکر مارتے ہوئے دوبارہ بیڈ کی جانب بڑھی تھی۔۔

سیلینہ۔۔۔!!بچے۔۔!!ادھر دیکھو میری طرف۔۔!!ہیر نے اسکا چہرہ تھپتھپاتے ہوئے اسے ہوش میں لانے کی کوشش کی۔۔پر سیلینہ بے ہوش ہو چکی تھی۔۔۔

ائم سوری بچہ۔۔!! سیلینہ کو بے ہوش دیکھ کر ہیر کو تکلیف ہونے لگی تھی۔۔وہ بے بسی سے اسکے چہرے اور گردن کو دیکھنے لگی جہاں زخموں کے ان گنت نشانات نظر آرہے تھے۔۔ہیر نے جھکتے ہوئے اسکا ماتھا چوما اور اگلے ہی پل سیلینہ کے وجود کو ایک جھٹکے میں اٹھاتے ہوئے کندھے پر رکھ گئی۔۔

Task completed Boss. Just the way “

”.you wanted

بلوٹوتھ میں گل ناز کو پیغام پہنچاتے ہوئے سیلینہ کے وجود کو کندھے پر اٹھائے ہیر پاشا وہاں سے نکلتی چلی گئی تھی۔جبکہ گل ناز شکر کرتے ہوئے تیزی سے لیپ ٹاپ پر ہاتھ چلانا شروع ہو گئی۔تاکہ کلب میں لگے کیمروں

کی فوٹیج ڈیلیٹ کر سکے۔ وہ اپنا کام شروع کرتے ہوئے ساتھ ساتھ مہر ماہ پر نظر رکھے ہوئے تھی۔ جو دوسرے ٹارگٹ کی جانب جا رہی تھی۔۔

مہر ماہ کی گاڑی تیز رفتار میں بیر وٹو کی گاڑی کا پیچھا کر رہی تھی۔ کان میں لگے بلوٹوتھ پر وہ ساتھ ساتھ ناز کے ساتھ رابطے میں تھی۔ جبکہ ہیر کے ٹاسک مکمل کرنے پر وہ شکر ادا کرتی اب کچھ پر سکون ہو چکی تھی۔

ایک ٹاسک مکمل ہوا تھا۔ جیسے انکے دلوں کا بوجھ بھی کچھ کم سا ہو گیا تھا۔ مہر ماہ کا ظمی کا مکمل فوکس اب بیر وٹو کی جانب ہو گیا تھا۔ جہاں اسے اپنا دوسرا ٹاسک مکمل کرنا تھا۔۔

بیر وٹو اپنے آدمی کی مکمل بات سنے بنا سیلینہ کو وہیں پر چھوڑے واپسی کے لئے نکل آیا تھا۔ اسکا رخ اب تہہ خانے کی جانب تھا۔ جہاں مار کو اسکا انتظار کر رہا تھا۔

اپنی مخصوص جگہ پر پہنچ کر بیر وٹو نے گاڑی کو اچانک زوردار بریک لگاتے ہوئے روکا۔ اور اگلے ہی پل وہ جلدی سے باہر نکلا تھا۔ اسکی تقلید میں مہر ماہ کاظمی بھی پیچھے ہی گاڑی کھڑی کرتے اتر آئی تھی۔ ہائی ہیلز بوٹس پہلے وہ گولڈن بالوں کا جوڑا بنائے ہوئی تھی۔ جبکہ چہرے پر بلیک ماسک لگا ہوا تھا۔ بیر وٹو کے پیچھے چلتے ہوئے مہر ماہ کو بے اختیار احساس ہونے لگا۔ کہ جیسے کوئی اسے فالو کر رہا ہے۔ اس نے رک کر آس پاس دیکھنا چاہا تو ایک درخت

کے پیچھے اسے کچھ سائے نظر آنے لگے۔ مہر ماہ نے چونک کر دیکھا تو اگلے ہی پل اس دن والے نقاب پوشوں کو دیکھ کر وہ شاکڈ سی ہو گئی۔۔

بلیک گینگ۔۔!!! مہر ماہ نے ٹھہرتے ہوئے الفاظ ادا کیے تھے۔ جبکہ اسکے دیکھنے پر ایک نقاب پوش سر ہلا کر اسے اشارہ کرتا آگے بڑھنے کا کہہ رہا تھا۔ اسکے اشارے پر ماسک کے پیچھے مہر ماہ بے ساختہ مسکرا دی تھی۔ اس مشن کے دوران بلیک گینگ سائے کی طرح ہر قدم پر انکے ساتھ رہی تھی۔ مہر ماہ مسکرا کر پھر تیزی سے آگے بڑھنے لگی۔۔ جہاں بیر و تو اندر داخل ہو چکا تھا۔ اسکا لگایا گیا پاسورڈ نوٹ کرتے ہوئے مہر ماہ نے تیزی سے آگے بڑھ کر دروازے میں پاسورڈ لگایا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔

ایک نظر مڑ کر اپنے پیچھے آنے والے سایوں کو دیکھ کر مہر ماہ ہاتھ میں گن پکڑتے ہوئے قدم اٹھا چکی تھی۔۔یہ جانے بنا کہ اندر "شہرام علی" پہلے ہی تباہی لا چکا تھا۔

مہر ماہ نے ابھی اندر پیر رکھا ہی تھا۔کہ تہ خانے میں لگا ریڈ الارم تیزی سے بجنا شروع ہو گیا۔۔الارم کی آواز پر بیر وٹو اور اسکے آدمی ایک دم سے الرٹ ہوتے اپنی گنز اٹھا گئے تھے۔۔

الارم کی آواز سنتے ہوئے مہر ماہ تیزی سے ایک جگہ پر چھپی تھی۔جب اسی وقت تہ خانے میں جلتی ہوئی لائٹس تیزی سے جلتے بجھنے لگیں۔۔!!

میم آپ آگے بڑھیں ہم آپکے پیچھے ہی ہیں۔۔۔!!مہر ماہ کے پیچھے کھڑا نقاب پوش آہستہ آواز میں بولا تو وہ چونک کر مڑتے ہوئے اسے دیکھ گئی۔

وہ کب اسکے پیچھے آکر کھڑا ہوا تھا۔ وہ حیرانی سے سوچ رہی تھی۔ مہر ماہ کو بے اختیار وہ کوئی جن سا محسوس ہونے لگا۔ جو کہیں بھی اڑ کر پہنچ جاتا تھا۔

شہرام علی نے ایک جست میں آگے بڑھتے ہوئے اس آدمی کو دبوچتے ہوئے اسکے گلے کو کاٹا تھا۔ وہ پچھلے دو دنوں سے ہی بیروٹو کا پیچھا کر رہا تھا۔ بیروٹو کے بار بار یہاں پر آنے سے شہرام کو یہ سمجھنے میں ایک پل لگا تھا۔ کہ فاتح سلطان کہاں پر ہو سکتا ہے۔ اسی لئے آج وہ اس جگہ کی سیکورٹی کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتے ہوئے اندر داخل ہو چکا تھا۔

مارکو کے یہاں سے نکلنے کے ٹھیک پانچ منٹ بعد شہرام علی نے یہاں پر ہلا بول دیا تھا۔ وہ باری باری مارکو کے سب آدمیوں کو ٹھکانے لگاتا جا رہا تھا۔

بیر وٹو چلاتے ہوئے اپنے آدمیوں کو خبر دار کر رہا تھا۔ گولیوں کی بو چھاڑ سے تہ خانے میں اچانک سے کانوں کو پھاڑ دینے والا شور گونجنے لگا تھا۔ وہ فائرنگ کرتے ہوئے شائد آنے والوں کو ڈرانا چاہ رہا تھا۔ لیکن بے خبر تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا۔ کہ آج اسکا کیا انجام ہونے والا ہے۔۔

بلیک گینگ کے آدمی پورے تہہ خانے میں پھیلتے ہوئے ان آدمیوں کو ختم کرتے جا رہے تھے۔ تو مہر ماہ کاظمی نے آگے بڑھتے ہوئے ان دونوں عورتوں کے دل کے مقام پر فائر کیا تھا۔ جن کو مارکو نے سیلینہ کو قابو کرنے کے لئے رکھا ہوا تھا۔ مہر ماہ کو فائر کرتے ہوئے بیر وٹو کا ایک آدمی دیکھ چکا تھا۔ مہر ماہ کی نظر اس پر پڑی تو وہ اڑتے ہوئے اسکے سر پر پہنچی تھی۔

وقت ضائع کیے بنا مہر ماہ نے اسکے پہلے دماغ پر وار کیا۔اس آدمی نے بلبلا کر ہاتھ میں پکڑی گن سے مہر ماہ کا ظمی پر جوابی فائر کیا تو وہ پھرتی سے جھکتے ہوئے اپنے بوٹس میں لگا چھوٹا سا چاقو نکالتے ہوئے اسکی ٹانگ کا نشانہ لے گئی۔چاقو لگتے ہی وہ آدمی نیچے گرا تو مہر ماہ نے تیزی سے اٹھتے ہوئے اسکے دماغ میں فائر کر دیا۔اگلے ہی پل وہ آدمی بے جان ہو چکا تھا۔۔

بلڈی لوزر۔۔۔!!اسے دم توڑتے دیکھ کر مہر ماہ نفرت سے غراتے ہوئے اسکے منہ پر پاؤں رکھتے ہوئے آگے بڑھی تھی۔

دوسری طرف شہرام جو فاتح کی تلاش میں ہر کمرے کو چیک کر رہا تھا۔کہ اچانک ایک کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے اسکا سامنا وہاں کھڑے بیرو ٹو سے ہوا۔۔جو کہ پہلے سے اس کمرے میں موجود تھا۔۔۔

شہرام علی کو دیکھ کر بیر وٹو ایک پل کے لئے سہما تھا۔ پر اگلے ہی پل وہ اپنے تاثرات پر قابو پاتے ہوئے تمسخر بھرے انداز میں شہرام کو دیکھ کر گویا ہوا۔۔۔

اپنے بھائی کی تلاش میں آئے ہو۔۔؟ دیکھو تو سہی یہاں پر کوئی بھی نہیں ہے۔۔!! بیر وٹو مسکرا کر کہنے لگا۔۔ جبکہ باہر ہر طرف موت سا شور سنائی دے رہا تھا۔۔۔

میرا بھائی کہاں ہے۔۔۔؟ شہرام نے اسکے سامنے کھڑے ہوتے غرا کر سوال کیا۔۔ اسکی ہیزل آنکھیں اس وقت آگ اگل رہی تھیں۔

تمہارا بھائی یہاں پر نہیں ہے۔۔۔!! تم غلط جگہ پر آ گئے ہو بے بی بوائے۔۔۔!! اسکے سوال پر بیر وٹو نے مزے سے جواب دیا تھا۔۔ بیر وٹو

کے مذاق اڑاتے لہجے کو سن کر شہرام کا دماغ گھومنے میں ایک پل لگا تھا۔ جس کے باعث وہ اگلے ہی پل کسی شیر کی طرح بیر وٹو پر جھپٹ پڑا۔ اپنے پنجوں کی مدد سے وہ اسے چیڑ پھاڑ کرنا شروع ہو چکا تھا۔۔۔

بتاؤ میرا بھائی کہاں پر ہے۔۔؟؟ ورنہ اسی جگہ تمہاری قبر کھودنے میں ایک منٹ نہیں لگاؤں گا۔۔۔!! شہرام نے اسکا سر دیوار پر مارتے ہوئے کہا تھا۔ وہ بے قابو ہو چکا تھا۔ بیر وٹو اس پر جوابی وار کرنا چاہ رہا تھا۔۔۔ پر شہرام کے بپھرے انداز کے آگے اسکا بس نہیں چل رہا تھا۔۔۔

تمہیں تمہارا بھائی کبھی بھی نہیں ملے گا۔۔۔!! شہرام جو اسکا سر دوبارہ دیوار کے ساتھ مارنے والا تھا۔ کہ بیر وٹو کے الفاظ سنتے ہوئے بے اختیار رک کر اسے دیکھ گیا۔ اسے رکتے دیکھ کر بیر وٹو مزے سے بند ہوتی

آنکھوں کے ساتھ مسکرایا تھا۔ سر سے نکلتا ہوا خون اسکے پورے چہرے پر پھیل رہا تھا۔ پر وہ اپنی جان کی پرواہ کرنے کی بجائے شہرام علی ہمدانی کو آگ لگانے کی کوشش میں تھا۔۔۔

میرا بھائی تو میں تم لوگوں کے دل نوچ کر بھی نکال لوں گا۔۔! تم اپنی فکر کرو۔۔۔!! اسے زمین پر پھینکتے ہوئے شہرام نے آگ اگلی آنکھوں سے اسے جواب دیتے ہوئے جھک کر نیچے پڑی لوہے کی سلاخ اٹھالی۔ اسے سلاخ اٹھاتے دیکھ کر بیروٹو نے خوفناک نظروں سے دیکھنا چاہا تھا۔۔

مم۔۔! میں تمہیں سب بتادوں گا۔۔۔!! پر مجھے مارنا مت پلیز۔۔۔! شہرام کے تاثرات اسے ایک پل میں اپنا فیصلہ بدلنے پر مجبور کر گئے تھے۔۔

رئیلی۔۔۔؟؟بیر وٹو کو لائن پر آتے دیکھ کر اس بار شہرام تمسخر بھرے انداز میں مسکرایا تھا۔بیر وٹو ڈرتے ہوئے آہستہ آہستہ پیچھے کی جانب رینگ رہا تھا۔

میں تمہیں سب کچھ بتانے کو تیار ہوں۔۔!پر پلیز مجھے چھوڑ دو۔۔۔!!

شہرام کی منتیں کرتے ہوئے بیر وٹو نے اچانک پیچھے پڑی گن اٹھا کر ہوشیاری سے اس پر فائر کرنا چاہا تھا۔جب کمرے میں داخل ہوتی مہر ماہ اچانک بیر وٹو کے دل پر فائر کرتے ہوئے شہرام کو دوسری طرف دھکا دے گئی۔۔۔

وہ کب سے کمرے کے باہر کھڑے ہو کر شہرام اور اسکی باتیں سن رہی تھی۔ مہر ماہ اسے یہاں پر دیکھ کر حیرت کا شکار ہوئی تھی۔ پر شہرام کے سامنے آنے کا اسکا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ لیکن جب اس نے بیرو ٹو کو دھوکے سے شہرام پر فائر کرتے دیکھا تو بے اختیار ہوتے وہ اندر داخل ہوتے شہرام کو گولی کا نشانہ بننے سے بچا گئی۔

شہرام علی نے مڑتے ہوئے ساکت نظروں سے اس لڑکی کو دیکھنا چاہا تھا۔۔ جو ماسک پہنے اچانک وہاں آئی تھی۔۔ شہرام کی نظروں کی تپش پر مہر ماہ نے بے ساختہ آنکھیں اٹھاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تو جانی پہچانی نیلی آنکھوں کو دیکھتے ہوئے شہرام علی ششدر رہ تا چلا گیا تھا۔

مار کو جب کلب پر پہنچا تو کلب پر خون سا سماں ہوا پڑا تھا۔ لوگ چیختے ہوئے کلب سے باہر بھاگ رہے تھے۔ مار کو حیران و پریشان ہوتے جب اندر داخل ہوا تو ایک سیکورٹی گارڈ نے اسے بتایا۔ کہ پیٹر کو بے دردی سے مار دیا گیا ہے۔۔۔

پیٹر کی موت کا سن کر مار کو نے بے یقین ہوتے اس سکیورٹی گارڈ کو دیکھا تھا۔۔ پیٹر اسکا بزنس پارٹنر تھا۔ پر وہ اسکے کلب پر کیا کر رہا تھا۔۔؟ وہ کب وہاں پر آیا تھا۔۔؟ مار کو بھاگتے ہوئے کمرے میں داخل ہوا تو پیٹر کی بے جان لاش زمین پر پڑی ہوئی تھی۔

پورے کمرے میں خون پھیلا ہوا تھا۔ جبکہ پیٹر کی ایک آنکھ میں خنجر گھونپا ہوا نظر آ رہا تھا۔ مارنے والے میں سفاکیت کی انتہا تھی۔ مار کو جو ششدر

ہوتے دیکھ رہا تھا۔ کہ اچانک بیڈ پر گرے ہوئے ایئر رنگ کو اٹھاتے ہوئے وہ دیکھنے لگا۔۔

یہاں پیٹر کے ساتھ کون سی لڑکی تھی۔۔۔؟ مارکو نے چلا کر پوچھا جاننا چاہا تھا۔ جب اسی سیکورٹی گارڈ نے اسے بتایا۔ کہ بیروٹو اس کمرے میں سیلینہ کو بند کر کے گیا تھا۔ پیٹر اس کمرے میں کب آیا۔۔ان میں سے کوئی بھی نہیں جانتا تھا۔

سیکورٹی گارڈ فر فر کرتا اسے بتا رہا تھا۔ جبکہ مارکو کی آنکھوں میں خون اترتا جا رہا تھا۔ وہ سمجھ چکا تھا۔ کہ اسکے کلب میں آکر پیٹر کو مارنے کے بعد سیلینہ کو لے جانے والا کون ہو سکتا ہے۔۔۔اس لئے اس نے وقت ضائع کیے بنا تہہ خانے میں موجود اپنے آدمیوں کو کال کرتے ہوئے فاتح سلطان کو وہاں

سے نکالنے کا حکم دیا تھا۔ سیلینہ اسکے ہاتھ سے پہلے ہی نکل چکی تھی۔ اب وہ فاتح سلطان کو یوں آسانی سے ہاتھ سے جانے نہیں دے سکتا تھا۔

سیلینہ۔۔۔!! ہیر اسکے اوپر جھکی اسے ہوش میں لانے کی کوشش کر رہی تھی۔ پر سیلینہ ہوش نہیں کر رہی تھی۔ جس کی وجہ سے اب ہیر کو تشویش ہونے لگی۔

ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی وہ اسے لے کر اپارٹمنٹ پر پہنچی تھی۔ مہر ماہ سے اسکی بات ہو چکی تھی۔ وہ بھی بس پہنچنے والی تھی۔۔۔

سیلینہ پلیز آنکھیں کھولو میرا بچہ۔۔۔!! اسکے چہرے اور جسم پر زخموں کے نشان دیکھتے ہوئے ہیر کو بے حد تکلیف ہو رہی تھی۔ یہ وہ سیلینہ تو ہر گز بھی نہیں تھی۔ جو فاتح سلطان کی بیوی کی حیثیت سے پہلی بار انکے مینشن

میں آئی تھی۔ وہ نازک وخوبصورت سی سیلینہ کوئی اور ہی تھی۔ جسے فاتح سلطان دور دور سے دیکھتے ہوئے اشارے کرتا تنگ کرتا رہتا تھا۔ یا پھر آنکھیں دیکھا کر ڈرانے کی کوشش کرتا تھا۔ اور جب فاتح کی ان حرکتوں سے تنگ آتے ہوئے سیلینہ اردو زبان بولنے کی کوشش کرتے اسکی شکایت کرتی تھی۔ تو سب اسکی ٹوٹی پھوٹی اردو سنتے ہوئے قہقے لگاتے رہے جاتے تھے۔۔ اور فاتح خود میں خجل سا ہو جاتا تھا۔۔

سیلینہ میری جان۔۔!! پلیز ایسے نہیں کرو۔۔!! ہیر کی آنکھوں میں نمی اتر رہی تھی۔ وہ بامشکل خود پر قابو پائے ہوئے تھی۔ وہ اسے اس حالت میں ہاسپٹل بھی نہیں لے کر جا سکتی تھی۔ کیونکہ مارکو کے آدمی جگہ جگہ پھیلے ہوئے تھے۔

یاخدا کیا کروں اب۔۔۔؟سیلینہ کو ہنوز بے ہوش دیکھ کر ہیر کو اب حد سے زیادہ تشویش ہوئی۔ کہ تبھی دروازے پر دستک ہونا شروع ہو گئی۔ باہر اچانک طوفانی قسم کی بارش شروع ہو چکی تھی۔ دستک کی آواز پر ہیر تیزی سے بھاگتے ہوئے دروازے کی جانب بڑھی تھی۔ کیونکہ مہر ماہ آچکی تھی۔۔

ہیر نے جلدی سے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا تو مہر ماہ تیزی سے اندر داخل ہو گئی۔ بارش کی وجہ سے وہ مکمل طور پر بھیگ چکی تھی۔

سیلینہ کہاں ہے۔۔؟اندر داخل ہو کر مہر ماہ نے بے چینی سے پہلا سوال کیا۔۔

اندر کمرے میں ہے۔۔! تم پہلے چینج کر لو۔۔! اتنی ٹھنڈ میں اس بھیگے دیکھ کر ہیر فکر مندی سے بولی تھی۔

اسے ہوش آیا۔۔۔؟ سر ہلا کر ہیر کے ہاتھ سے اپنا ڈریس پکڑتے ہوئے مہر ماہ نے دوسرا سوال کیا تھا۔۔

نہیں۔۔!! تم جلدی سے چینج کر کے آؤ۔۔!! پھر اسے ہوش میں لاتے ہیں۔۔! ہیر جواب دے کر دوبارہ کمرے کی طرف بھاگ گئی۔ جس پر مہر ماہ سر ہلا کر جلدی سے کپڑے چینج کرنے کے لیے باتھروم کی طرف بڑھ گئی۔

وہ مہرماہ نہیں ہو سکتی۔۔۔!! شہرام علی اپنے کمرے کے وسط میں کھڑا ان نیلی آنکھوں کو بار بار سوچ رہا تھا۔ بیر وٹو کو گولی مارنے کے بعد جب کچھ سیکنڈ کے لیے بجلی بند ہوئی تھی۔ تب اسی اندھیرے میں وہ لڑکی بھی غائب ہو چکی تھی۔ کیونکہ کمرے میں جب دوبارہ روشنی ہوئی تھی تو وہ کمرے سے غائب تھی۔

شہرام علی نے اسے وہاں ہر جگہ پر ڈھونڈا تھا۔ پر وہ لڑکی کسی ہوا کے جھونکے کی طرح غائب ہو چکی تھی۔۔ اور اب اپنے اپارٹمنٹ میں واپس پہنچتے ہی وہ سب چیزوں پر غور فکر کر رہا تھا۔ اسکا دل بار بار گواہی دے رہا تھا۔ کہ وہ لڑکی "مہرماہ کاظمی" ہی تھی۔۔ پر مہرماہ کاظمی ایک فائٹر کیسے ہو سکتی تھی۔۔؟ وہ اتنی دلیری کے ساتھ گن کیسے چلا سکتی تھی۔۔؟ جس انداز کے

ساتھ اس لڑکی نے کمرے میں داخل ہو کر بیر وٹو پر فائر کیا تھا۔ ایسا مو صرف کوئی بلیک بیلٹ فائٹر ہی کر سکتا تھا۔ شہرام علی ان موز کو اچھے سے پہچانتا تھا۔ کیونکہ وہ خود بھی ایک فائٹر تھا۔

بلیک گینگ نے چھوٹی سی عمر میں ان سب بھائیوں کو سیلف ڈیفنس کرنا سیکھایا تھا۔ اور بعد میں یہ ساری ٹریننگ "جان اور بو" کے سپرد کر دی گئی تھی۔ پر اس ٹریننگ کا حصہ کبھی بھی بلیک مینشن کی لڑکیاں نہیں رہی تھیں۔ پھر کیسے ممکن تھا۔۔؟ کہ وہ لڑکی مہر ماہ کا ظمی ہو سکتی تھی۔۔؟

بہت سے سوال تھے۔ جو شہرام علی کو اب الجھا رہے تھے۔ وہ مہر ماہ کو واپس پاکستان بھیج کر یہاں پر فاتح کی تلاش میں آیا تھا۔ پھر مہر ماہ کی موجودگی

یہاں پر کیسے ممکن ہو سکتی ہے...؟ کیا کچھ چھپا ہوا تھا۔۔؟ جس سے شہرام علی سمیت وہ سب بھائی ناواقف تھے۔۔؟

اضطرابی کیفیت میں چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ مختلف سوچوں میں جکڑا ہوا سوچے جا رہا تھا۔۔اس تہ خانے میں اسے فاتح سلطان تو نہیں ملا تھا۔پر بہت سی نئی چیزوں کے راز ضرور معلوم ہو گئے تھے۔اور راز تک پہنچنا اب شہرام پر لازم ہو چکا تھا۔

مارکو ایلن اب فاتح سلطان کو کہاں پر لے کر گیا تھا۔۔؟ سیلینہ کہاں تھی۔۔؟ شہرام جو گہری سوچوں میں ڈوبا ہوا سوچ رہا تھا۔کہ بے اختیار اسکے موبائل پر میسج کی بیپ ہوئی۔۔! میسج کسی انجان نمبر سے آیا تھا۔شہرام

نے الجھتے ہوئے میسج کو کھولا تو بھیجنے والے کے پیغام کو پڑھتے ہوئے وہ ساکن سا ہو گیا۔۔

تمہارا بھائی۔۔!! تمہارا ملک۔۔!! ان گنے چنے الفاظ میں پیغام بھیجنے والا شہرام علی کو فاتح سلطان کا پتہ بتا رہا تھا۔

ہیر اور مہر ماہ جو سیلینہ کو ہوش میں لانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ کہ اچانک انکے دروازے پر زور سے دستک ہونے لگی۔۔ وہ متوجہ ہوتے ایک دوسرے کو دیکھ گئی تھیں۔ بے اختیار دماغ میں مارکو کے آدمیوں کا خیال آیا تو وہ الرٹ ہوتے اپنی اپنی گن اٹھا گئیں۔۔۔

ہیر تم دروازے پر دیکھو میں سیلینہ کو چھپاتی ہوں۔۔! مہر ماہ جلدی سے کمبل اٹھا کر سیلینہ کی طرف بڑھتے ہوئے کہنے لگی تھی۔

دروازہ بند کر لو اندر سے۔۔! ہیر بھی اسے ہدایت دیتے ہوئے اپنی گن اٹھائے دروازے کی جانب بڑھی تو مہر ماہ نے بھاگتے ہوئے دروازے کو اندر سے لاک کر لیا۔ کیونکہ وہ کسی صورت بھی اب سیلینہ احمد کو دوبارہ کھونے کا رسک نہیں لے سکتی تھیں۔۔

دروازے کو لاک کرنے کے بعد مہر ماہ بے اختیار کھڑکی کی طرف بڑھی تھی۔ باہر ابھی بھی تیز بارش ہو رہی تھی۔ ٹھنڈی ہوائیں انسانی جسموں میں کپکپاہٹ دینے والی ٹھنڈ پیدا کر رہی تھیں۔۔

مہر ماہ نے کھڑکی کے باہر دیکھا تو سامنے کھلی سڑک پر ایک بلیک کار کھڑی نظر آئی تھی۔ مہر ماہ کو کھڑکی پر آتے دیکھ کر گاڑی میں بیٹھے نقاب پوش فوراً متوجہ ہوتے باہر نکلے تھے۔ یہ بلیک گینگ کے آدمی تھے۔ جو انکے اپارٹمنٹ کے باہر چوبیس گھنٹے مہر ماہ کاظمی اور ہیر پاشا کی حفاظت کرتے رہتے تھے۔۔

اپارٹمنٹ کے چاروں اطراف یہ گاڑیاں اور نقاب پوش ہر وقت موجود رہتے تھے۔ جن میں لڑکیاں بھی شامل تھیں۔۔ پر آج سے پہلے وہ کبھی نوٹ نہیں کر پائی تھیں۔ مہر ماہ کے اشارے پر وہ فوراً گاڑیوں سے نکل کر انکے قریب آنے لگے تھے۔ جس پر مہر ماہ بھی مڑتے ہوئے اپنی گن اٹھا کر الرٹ ہوتے دروازے کی جانب بڑھی تھی۔۔

انکے برعکس ہیر پاشا نے جب دروازے سے باہر دیکھا تو کسی غیر معمولی فرد کو دیکھ کر وہ حیران و پریشان سی ہو گئی۔۔ وہ جو کوئی بھی آدمی تھا۔ سفید تھوب پہنے ہوئے تھا۔ ہیر کو وہ آدمی یہاں کا نہیں لگا تھا۔ دیکھنے سے وہ کسی عرب ملک کا لگ رہا تھا۔

اس انجان آدمی کا بغور جائزہ کرتے ہوئے ہیر نے اگلے ہی پل دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کھولتے ہی ہیر کی تیز نظروں کو وہ سارے نقاب پوش نظر آئے تھے۔ جو الرٹ انداز میں کہیں نا کہیں چھپے ہوئے بیٹھے تھے۔ کوئی بھی عام آدمی انکی موجودگی محسوس نہیں کر سکتا تھا۔۔

"ھیر باشا... ابنۃ زعیم العصابۃ السوداء."

(ہیر پاشا...؟ بلیک گینگ کے سربراہ کی بیٹی۔۔۔!!) ہیر کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے وہ آدمی بولنے لگا تھا۔۔ جبکہ ہیر ناسمجھی سے اسے دیکھ گئی تھی۔۔

اپنے الفاظ کے باعث اسکے چہرے کے تاثرات کو نا فہمی میں بدلتے دیکھ کر اس آدمی نے مڑتے ہوئے اپنی گاڑی کی جانب اشارہ کیا۔ اسکے اشارے پر دور کھڑی گاڑی میں سے ایک انسان نکلتا تیز بارش میں بھاگتے ہوئے انکی طرف آتا ہوا دیکھائی دیا تھا۔ ہیر ناسمجھی کھڑی انہیں دیکھ رہی تھی۔۔

وہ آدمی قریب آیا تو پہلے سے کھڑے انسان نے اسے بولنے کا اشارہ کیا۔۔!!

آپ ہیر پاشا ہیں۔۔؟ بلیک گینگ کے ایک سربراہ "ضرار شیراز پاشا" کی بیٹی۔۔۔!! دوسرے آدمی نے اردو زبان بولتے ہوئے ایک پل میں ہیر کو حیرت میں مبتلا کر دیا۔ وہ اسکا نام کیسے جانتے تھے۔۔! یہاں تک کہ اسکے ڈیڈ کو بھی جانتے تھے۔۔۔!!

آپ گھبرائیں نہیں۔۔۔! ہم اپکو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گئے۔ اور نہ ہی ہم یہاں پر اپکو کوئی تکلیف دینے کے لیے آئے ہیں۔۔۔! وہ آدمی پھر بولتے ہوئے ہیر کو پر سکون کرنے لگا۔ کیونکہ وہ ہیر کی مشکوک نظروں کو سمجھ چکا تھا۔۔

تو پھر آپ کے یہاں پر آنے کا کیا مقصد ہے۔۔؟ ہیر نے ان سے سوال کرتے ہوئے یہاں آنے کا مقصد جاننا چاہا تھا۔ جس کو عربی زبان میں بولتے ہوئے وہ آدمی ساتھ کھڑے انسان کو بتا گیا۔

یہ "سیلینہ احمد" کو لینے کے لیے آئے ہیں۔۔! وہ آدمی پھر ترجمہ کرتے ہوئے ہیر کو اپنے آنے کا مقصد بتانے لگا۔ جس پر ہیر بے یقینی کا شکار ہوتے انہیں دیکھ گئی تھی۔ وہ آدمی ہیر کو اب آہستہ آہستہ اپنے ساتھ کھڑے انسان کا مکمل تعارف بتا رہا تھا۔ جس کو سنتے ہوئے ہیر تعجب کا شکار ہو رہی تھی۔ وہ زید بن الوہاب تھا۔ "محمد بن الوہاب" کا بیٹا جو "سیلینہ احمد" کی تلاش میں ان تک پہنچا تھا۔

ارسل خان کی گاڑی "محبت ولا" کے گیٹ سے اندر داخل ہوئی۔ تو چوکیدار بھاگ کر گیٹ بند کرنے لگا۔ اسلام آباد میں اچانک زوروں وشور سے بارش ہونے لگی تھی۔

شام تک موسم بالکل خشک تھا۔ پر تھوڑی دیر پہلے ہی بارش شروع ہو چکی تھی۔ جو اس قدر طوفانی اور تیز تھی۔ کہ ارسل خان بے اختیار چہرہ اٹھاتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھ گیا۔ نعمان خان اور علینہ خان عیادت کے لیے بلیک مینشن گئے تھے۔

جب سے بلیک مینشن میں فاتح کی گمشدگی کا پتہ چلا تھا۔ تب سے علیزے خان کی طبیعت مسلسل ناساز تھی۔ اس لئے روز شام میں وہ وہاں چکر لگاتے تھے۔ اور آج بھی نعمان خان اور علینہ خانم وہیں پر موجود تھے۔ پر رابیل

گھر پر ہی تھی۔ کیونکہ وہ آج صبح کافی دیر بلیک مینشن میں رک کر آئی تھی۔ اس لئے شام میں وہ گھر پر ٹھہر گئی۔ اسکے گھر پر اکیلے ہونے کی وجہ سے نعمان خان نے ارسل کو کال کرتے ہوئے جلدی گھر پہنچنے کا کہا تھا۔ تاکہ رابیل اکیلی گھبرائے نا۔۔

چونکہ بلیک مینشن میں میرال اور باسط صاحب بھی آئے ہوئے تھے۔ اس لئے ایک ساتھ بیٹھے انہیں واپس آنے میں مزید کتنی دیر لگ جاتی۔ اس چیز کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔ اسی وجہ سے نعمان خان اسے فوراً گھر پہنچنے کا کہہ گئے تھے۔

ارسل تھوڑا تھوڑا بھیگ چکا تھا۔ وہ لاؤنج میں داخل ہوا تو ہر طرف سناٹا ہوا پڑا تھا۔ صرف کچن سے ہلکی پھلکی آواز آرہی تھی۔ رابیل کو کچن میں سوچتے

ہوئے ارسل دیکھنے کے لیے اس طرف بڑھا۔پر کچن کے دروازے پر پہنچ کر اسے رابیل کی جگہ اپنے گھر کی ملازمہ شمیم کھڑی نظر آئی تھی۔جو اپنے کام کرنے میں مصروف تھی۔

شین۔۔!!رابیل کہاں ہے۔۔؟ارسل نے بے اختیار اسے مخاطب کیا۔ محبت کی دیکھا دیکھی اسے سب اب "شین" ہی بلاتے تھے۔

چھوٹے خان آپ۔۔!!کھانا لگاؤں آپکے لئے..؟چھوٹی خانم جب بارش شروع ہوئی تھی۔تو پچھلی سائیڈ پر گئی تھیں۔۔!اسکی آواز پر چونکتے ہوئے شمیم کھانے کا پوچھتے ہوئے اسے تیزی سے رابیل کے بارے میں جواب دے گئی۔۔

نہیں ابھی نہیں۔۔!! میں پہلے فریش ہوں گا پھر بعد میں ہی کھانا کھاؤں گا۔۔! ڈونٹ وری تم جاؤ تمہاری چھوٹی خانم مجھے کھانا دے دیں گئیں۔۔۔!! ارسل نے مسکرا کر احتراماً جواب دیا تھا۔ وہ شاید اسے کھانا دینے کے لیے ہی ابھی تک رکی ہوئی تھی۔ شمیم سے کہہ کر ارسل بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے بے اختیار رابیل کو دیکھنے کے لیے پچھلی سائیڈ کی طرف بڑھا تھا۔۔ جہاں پتہ نہیں وہ کیا کر رہی تھی۔

ارسل دروازہ کھولتے ہوئے ابھی پچھلی سائیڈ پر آیا ہی تھا۔ کہ اچانک رابیل کی کھنک دار ہنسی اسکے کانوں میں سنائی دی۔ وہ چونکتے ہوئے آگے بڑھ کر دیکھنے لگا۔۔ جہاں وہ بے وقوف لڑکی بانہیں کھولے بارش میں بھیگتے ہوئے پاگلوں کی طرح اکیلے ہی خوش ہو رہی تھی۔۔

لائٹ پنک کلر کے خوبصورت ڈریس میں اپنی موج میں بھیگتی ہوئی وہ ارسل خان کو بے اختیار اپنی جگہ پر سٹل کر چکی تھی۔ وہ دم سادھے اسے دیکھنے لگا تھا۔ جبکہ وہ اسکی موجودگی سے بالکل بے خبر تھی۔ رابیل کی کھکھلاہٹیں سنتے ہوئے ارسل خان کو بے اختیار اپنے ساری پریشانیاں بھولتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں۔ وہ کچھ دیر کے لیے سب بھول گیا تھا۔

رابیل باسط کا اتنا حسین روپ دیکھتے ہوئے وہ ہوش بھلا رہا تھا۔ وہ خود پر سے ضبط کھو رہا تھا۔ دل کے جذبات ایک دم سے حاوی ہوتے ارسل خان کو جھنجھوڑنے کا سبب بنے تھے۔ جس کے باعث وہ بے خودی میں رابیل کی جانب بڑھنے لگا۔

رابیل جو اپنی مستی میں مگن بارش انجوائے کر رہی تھی۔ کہ اچانک کسی موجودگی کو محسوس کرتے ہوئے اس نے مڑتے ہوئے دیکھا تو اپنے عقب میں ارسل خان کو کھڑے دیکھ کر وہ حیرانی کا شکار ہوئی تھی۔۔اپنے یونیفارم میں ہمیشہ کی طرح ارسل خان نے اسکی دھڑکنوں کو تیز کیا تھا۔ جبکہ وہ بے خودی بھرے انداز میں ٹکٹکی باندھے اسے دیکھنے میں مصروف تھا۔

اسے یوں خاموش دیکھ کر رابیل نے کنفیوز ہوتے اپنا ہونٹ کاٹا۔ کیونکہ وہ اسکی نظروں سے پزل ہو رہی تھی۔ارسل خان نے بغور اسکا ہونٹ کاٹنا دیکھا تو ایک دم سے بے خود ہوتے وہ آگے بڑھ کر رابیل کے چہرے کو تھامتے ہوئے اسکے بھیگے لبوں پر اپنے ہونٹ رکھ گیا۔ جس پر رابیل کا وجود

بے اختیار اچھلا تھا۔ وہ ساکت ہوتے اسے دیکھنے لگی تو ارسل خان اگلے ہی پل اسکے لبوں کو اپنے ہونٹوں سے وا کرتے جنونی انداز میں انہیں اپنی گرفت میں لے گیا تھا۔۔ رابیل کچھ سوچنے سمجھنے کی کوشش کرتی کہ ارسل نے تیزی سے اسکی کمر کو جکڑتے ہوئے پیچھے کی جانب قدم اٹھاتے ہوئے اسے دیوار کے ساتھ پش کر دیا۔ جس پر وہ پاگل ہوتے مچلی تھی۔۔

رابیل کے لبوں کو شدت سے سک کرتے ہوئے ارسل خان اسکی کمر کو جکڑتے ہوئے خود میں بھینچنے لگا تھا۔ وہ اس ٹھنڈی بارش میں آگ کی طرح جل اٹھی تھی۔ رابیل کا چہرہ اوپر اٹھائے وہ ہوش کھوئے جنونی انداز میں اسکے ہونٹوں کو سک کرتے ہوئے رابیل کو پاگل کرنے لگا تو رابیل

بھی بہکتے ہوئے اسے تھامتی چلی گئی۔ایک پل لگا تھا اسے بھی ارسل خان کی طرح بے خود ہونے میں۔۔

ارسل خان کے کندھوں کو تھامتے ہوئے رابیل نے زرا سا اسکا ساتھ دیا تو وہ اگلے ہی پل خود پر کیے ہوئے سارے ضبط توڑتا چلا گیا۔اسکے نازک وجود کو شدت سے خود میں جذب کرتے ہوئے ارسل نے اسکی زبان کو ہونٹوں میں سک کیا تو رابیل کے وجود میں سرد لہریں اٹھتے ہوئے اسے ڈگمگانے پر مجبور کر گئیں۔وہ اسے چھو کر مزید دیوانہ سا ہو چکا تھا۔وہ ہر چیز بھلا گیا تھا۔ رابیل کو خود سے ملاتے ہوئے وہ اپنی پہچان بھی بھول رہا تھا۔۔

رابیل کی گردن کو جکڑتے ہوئے ارسل نے شدت سے اسکے ہونٹوں پر کاٹا تو وہ تڑپ کر اسے تھام گئی۔ اگلے ہی پل ارسل خان نے اسکی کمر کو جکڑتے ہوئے ایک جھٹکے میں اسے بازوؤں میں اٹھا لیا تھا۔

رابیل کی سانسوں کی مہک اسکے سر چڑھنے لگی تو وہ یوں ہی جنونی انداز میں اسکے لبوں سے لپٹا آہستہ آہستہ اندر کی جانب قدم بڑھانا شروع ہوا۔ جبکہ دوسری طرف رابیل بھی سب بھلائے اس میں گم ہو چکی تھی۔۔

اندر داخل ہو کر سیڑھیوں کی جانب قدم اٹھاتے ہوئے وہ ایک پل کے لئے رکتے ہوئے اسے نیچے اتار کر دیوار کے ساتھ لگا کر اسکی گردن پر جھکا تھا۔۔ارسل خان کی بیرڈ کے باعث ہونے والی چبھن پر رابیل کا وجود بے ساختہ لرزا تو وہ سسکتے ہوئے تڑپنے لگی تھی۔ جس پر اگلے ہی پل وہ اسے

تھائیز سے جکڑتے ہوئے گود میں اٹھا کر تیزی سے اپنے کمرے کی جانب بڑھا تھا۔۔

باہر برستی بارش اور پورے گھر میں چھائی ہوئی معنی خیز خاموشی نے انہیں اچانک اپنی لپیٹ میں ایسا لیا تھا۔ کہ وہ سب بھلائے بس ایک دوسرے میں گم ہونے لگے تھے۔۔۔

ارسل خان اسے بیڈ پر لٹاتے ہوئے اوپر جھکا تو اسی پل بجلی بھی گم ہوتی چلی گئی تھی۔ جو یقیناً اس طوفانی موسم کے باعث تھی۔۔ کمرے کے ساتھ ساتھ پورے محبت ولا میں اچانک گہرا اندھیرا چھا گیا تھا۔ رابیل کی گردن کو چومتے ہوئے ارسل خان آہستہ آہستہ ہر حد بھلائے جا رہا تھا۔ جس پر رابیل بے خود سسک رہی تھی۔۔

اسکے لبوں سے سسکیاں سنتے ہوئے ارسل نے ایک ہاتھ سے اپنی شرٹ کے بٹن کھولتے ہوئے اگلے ہی پل شرٹ اتار کر دور اچھال دی تھی۔

رابیل کے لبوں پر جھکتے ہوئے ارسل نے اسے زرا سا اٹھاتے ہوئے اسکی شرٹ کی زپ میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اسے ایک جھٹکے میں نیچے کرتے ہوئے کھولا تو رابیل کانپتے ہوئے اسکے کندھوں پر ناخن گاڑ گئی۔ارسل خان کی نزدیک پر اسکا وجود بری طرح جل رہا تھا۔۔ان دونوں میں اچانک کوئی ایسا کمزور لمحہ بھی آئے گا۔وہ دونوں ہی نہیں جانتے تھے۔رابیل کی شرٹ جدا کرتے ہوئے ارسل خان آہستہ آہستہ اسے مصنوعی پردوں سے آزاد کرتے ہوئے لرزنے پر مجبور کر رہا تھا۔۔

ارسل نے جھکتے ہوئے اسکی دھڑکنوں پر ہونٹ رکھے تو رابیل نے مچل کر اپنی کمر اٹھالی۔ پیروں کو موڑتے ہوئے وہ بے چین ہونے لگی تو ساتھ ہی اسے پکارتی چلی گئی۔۔۔

ارسل۔۔۔!! نن۔۔۔!! رابیل نے کمزور سی مزاحمت کرتے ہوئے اسے روکنا چاہا تھا۔۔ جسے ان سنی کرتا وہ اسکے کندھوں پر ہاتھ جماتے ہوئے اسکی دھڑکنوں کو سک کرنا شروع ہو گیا تھا۔ رابیل کے نازک وجود کو خود کے ساتھ مس کرتے ہوئے ارسل خان کے ہونٹوں نے گستاخیاں شروع کیں تو رابیل ہر گزرتے لمحے میں مچلنے لگی تھی۔ وہ آہیں بھرتے ہوئے اسے بار بار پکار رہی تھی۔

اسکی پکاروں پر متوجہ ہوتے ارسل خان بے ساختہ اس معنی خیز اندھیرے میں اٹھتے ہوئے اسکے مقابل ہو کر دیکھنے لگا۔۔اسکی خوبصورت آنکھوں کو دیکھنے کی چاہ کرتے ہوئے ارسل نے بے اختیار جھکتے ہوئے اسکی آنکھوں کو چوم کر اپنی ہمیشہ والی خواہش پوری کی تو رابیل ساکت سی ہو گئی۔۔اس وقت بہت سے جذبات بیک وقت ان پر حاوی ہو رہے تھے۔۔

بلینکٹ اٹھا کر دونوں کو کور کرتے ہوئے ارسل خان اسکے نازک وجود پر سایہ کرتا چلا گیا تھا۔۔وہ دیوانہ وار اسکے پورے چہرے کو چومتا ہوا بے قابو ہو رہا تھا۔جبکہ رابیل اسکے جوان جسم کو محسوس کرتے ہوئے لال انگارہ ہوتے خود میں سمٹی تھی۔۔

ار۔۔۔!!رابیل نے اسے پکارنے کی کوشش کی تو اپنے پیٹ پر اسکے ہونٹوں کو سرکتے دیکھ کر وہ اگلے ہی پل تڑپ کر اسے تھامنے کی کوشش کرنے لگی۔۔۔

شش۔۔!!ہلو نہیں۔۔۔!ارسل نے اٹھتے ہوئے بھاری آواز میں بولتے اسکے کان میں سرگوشی کی تھی۔جس کو سنتے ہوئے رابیل کا دل بے اختیار دھڑک گیا۔۔بے اختیار وہ اندھیرے میں ہاتھ بڑھاتے ہوئے اسکے سینے پر پھیرنے لگی تو ارسل خان مہبوت ہوتے مسکرا دیا۔وہ اچھے سے جانتا تھا۔کہ وہ اسکی باڈی سے بہت اٹریکٹ ہوتی ہے۔

رابیل نے ہوش کھوتے ہوئے اندھیرے میں زرا سا اوپر اٹھتے ہوئے اسکے سینے پر ہونٹ رکھے تو ارسل خان منجمد ہوتا اسے دیکھنے کی کوشش کرنے لگا

تھا۔پر رابیل بند آنکھوں سے اسکے سینے اور گردن پر ہونٹ رکھتے ہوئے اسے مزید دیوانگی پر اترنے پر مجبور کرنے لگی تھی۔رابیل کے ہونٹ ارسل خان کے پہلے سے بہکے ہوئے جذبات کو مزید منہ زور کر رہے تھے۔آج کی رات انکے لئے سج چکی تھی۔انکی کہانی میں یہ رات یادگار ثابت ہونے کے لیے آچکی تھی۔۔۔۔

نن۔۔نہیں کرو۔۔۔!پھر برداشت نہیں کر پاؤں گی مجھے۔۔۔!!رابیل کی کرم نوازیوں پر آنکھیں موندے ارسل کا لہجہ بھاری ہونے کے ساتھ ساتھ دھمکی آمیز ہوا تھا۔اور اگلے ہی پل وہ رابیل کی کمر کو جکڑتے ہوئے ایک جھٹکے میں اوپر اٹھتے ہوئے اسے اپنے نیچے لٹا گیا۔۔

رابیل کی کلائیوں کو بیڈ کراؤن کے ساتھ پن کرتے ہوئے ارسل نے اس پر اپنا زرا سا بوجھ منتقل کیا تو رابیل اس میں سمٹتے ہوئے بھاری سانس لینے لگی تھی۔اسکا سانس ابھی سے بھاری ہوتے دیکھ کر ارسل خان نے گہرا مسکراتے ہوئے اسکی تھائیز کو دبوچتے ہوئے خود کے قریب کر لیا۔ جس پر وہ لرزش ہوتے بدن کے ساتھ اسے پکار گئی تھی۔۔

خ۔۔خان نہیں۔۔۔!!رابیل نے اچانک ہوش میں آتے اسے روکنے کی کوشش کی تھی۔وہ بھی تب جب وہ اسے خود مکمل طور پر بہکا چکی تھی۔۔

ششش۔۔۔!!یہ میرا حق ہے۔۔۔!!اسے گھبراتے دیکھ کر ارسل خان نے تیزی سے اسے قابو کرتے ہوئے اس بار اپنا سارا بوجھ منتقل کر دیا تھا۔۔

جس پر وہ سہم کر اسے دیکھ گئی۔۔اور ساتھ ہی ارسل خان کے "اپنا حق" کہنے پر رابیل کی دھڑکن تیز ہوئی تھی۔۔

رابیل کے پورے وجود پر اپنا ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ اسکے نرم و ملائم بدن کو محسوس کر رہا تھا۔۔تو رابیل نے شرم سے لال انگارہ ہوتے اسکے سینے میں چھپنے کی کوشش کی تھی۔وہ اسکی آغوش میں ہلکا ہلکا کانپ رہی تھی۔کیونکہ ارسل خان کے وجود سے اٹھتی محسور کن خوشبو اسکے حواس معطل کرنے کا سبب بن رہی تھی۔۔۔

تمہیں رات بھر جگانے کا مجھے حق ہے رابیل باسط۔۔۔!اس لئے اپنی ساری مزاحمتیں آج کی رات بھول جاؤ۔۔۔!!اسکی تھائیز کو جکڑ کر اپنی کمر

پر لگاتے ہوئے ارسل خان نے گھمبیر لہجے میں جتانا چاہا تھا۔ جس پر رابیل سٹل سی ہو گئی۔۔ کیونکہ وہ اچانک سے اپنا حق جتا رہا تھا۔

اپنا حق لے کر کل صبح پھر دور ہو جاؤ گئے کیا۔۔۔؟ کانپتے لبوں سے کہتے ہوئے رابیل نے کسی خدشے کے تحت سوال کرتے جاننا چاہا تھا۔ جس کو سن کر وہ گہرا مسکرا دیا تھا۔۔۔

کل صبح اگر تم مجھے سے نظریں ملانے میں کامیاب ہو گئی تو یہ حق میں ہر دن ہر رات تم سے وصول کرنے کے لیے قریب آیا کروں گا۔۔۔۔! ارسل نے مسکرا کر معنی خیز لہجے میں جواب دیا۔ جس پر رابیل کے پورے وجود میں گرم سپارک سا اٹھا تھا۔

اسکی تھائیز کو اپنی کمر پر جکڑے ارسل آہستہ آہستہ اسکے قریب ہو رہا تھا۔ اس قدر نزدیکی پر رابیل بار بار خود میں سمٹ سی رہی تھی۔ اسکا وجود آگ کی طرح دہک رہا تھا۔۔ ارسل بخوبی اسکی خوفزدہ سانسوں کو محسوس کر رہا تھا۔۔ اگلے ہی پل وہ اسکے خشک ہوتے لبوں کو اپنے ہونٹوں کی گرفت میں لیتے ہوئے ایک جھٹکے میں اسکی روح میں اترتا چلا گیا۔۔ جس پر رابیل لرزتے ہوئے اپنے لب آزاد کرتے ہوئے ہولے سے چیخ اٹھی تھی۔ جو وجود کچھ لمحے پہلے جل رہا تھا۔ اسی وجود میں اب درد کی لہریں اٹھتے ہوئے اسے رونے پر مجبور کرنے لگی تھیں۔۔ کیونکہ وہ انداز میں بے رحم ثابت ہوا تھا۔۔۔

ہیے۔۔۔!!رابی۔۔۔!!اسے روتے دیکھ کرارسل پیار سے پکارتے ہوئے قربان ہونے والے انداز میں اسکے چہرے کو ہاتھوں میں بھر گیا۔۔جبکہ اسکا اتنا پیار والا انداز دیکھ کر رابیل کو مزید رونا سا آنے لگا تھا۔۔۔

ششش۔۔۔!!!میرے سینے سے لگو۔۔۔!!اسے ہچکی بھرتے دیکھ کر ارسل اگلے ہی پل اسے سینے میں چھپانے لگا تو رابیل اسے زور سے ہگ کرتے ہوئے بے اختیار اسکے سینے پر دانت گاڑ گئی۔۔۔

اہہ۔۔!!اسے جنگلی بلی بنتے دیکھ کر ارسل خان نے بے اختیار اپنے وجود کو حرکت دی تھی۔جس پر رابیل فوراً پیچھے ہٹتے ہوئے ڈر گئی۔۔۔

ت۔۔تم بہت برے ہو۔۔۔!!وہ بے ساختہ بولی تھی۔

برا کیسے ہوا۔۔؟ تمہیں اور خود کو سکون دے رہا ہوں اس لئے۔۔۔؟

اسکے الفاظ اچکتے ہوئے ارسل خان کا لہجہ لمحے بھر میں معنی خیزی ہوا تھا۔۔

رابیل نے شرما کر اسکے سینے میں چہرہ چھپانا چاہا تو ارسل اسکی کوشش ناکام

بناتے ہوئے اسکے لبوں پر جھک گیا۔ نرمی سے اسکے لبوں کو اپنے ہونٹوں

میں الجھاتے ہوئے ارسل خان نے اپنی شدتوں کا آغاز کر دیا۔ جس کو

محسوس کرتے ہوئے رابیل پل بھر میں مدہوش سی ہونے لگی۔۔ باہر

برستی بارش انہیں اچانک اس قدر نزدیک لے آئی تھی۔ کہ وہ دنیا جہاں ہی

بھول بیٹھے تھے۔۔

رابیل کے نازک وجود کو بانہوں میں بھرتے ہوئے ارسل خان اپنی

شدتیں لٹاتے ہوئے اسکے ہر ایک انگ، انگ کو چھو رہا تھا۔۔ اسکی کمر میں

بازو لپیٹتے ہوئے ارسل نے اوپر اٹھاتے ہوئے اسکی گردن کو سک کرنا شروع کیا۔ جس پر رابیل مچل کر اسکے نزدیک ہونے لگی تھی۔۔

ارسل کے گلے میں بانہوں کا ہار پہناتے ہوئے رابیل اسکے قریب ہوئی تو اسی پل وہ اپنے منہ زور ہوتے جذبات کے زیر اثر گہرا سٹروک دیتا اسے روح تک چھیڑتا چلا گیا۔ اسکی دھڑکنوں کو چھوتے ہوئے وہ اب پاگل بنتا جگہ جگہ ہونٹ رکھ رہا تھا۔ جبکہ وہ آنکھیں بند کیے بس آہیں بھرتے ہوئے اسکے گھنے بالوں میں ہاتھ ڈالے ہوئے تھی۔۔

رابیل کا نرم و ملائم بدن ارسل خان کو جنونی بننے پر مجبور کر رہا تھا۔ اور اگلے ہی پل وہ پھولی سانسوں میں ہر حد بھلاتا چلا گیا۔۔ کمرے میں گونجتی ہوئی سسکیاں خود میں کافی مطلب چھپائے ہوئے تھیں۔۔ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ ارسل اسے خود میں جذب کرتا ہوا شدت پسند ہو رہا تھا۔۔

موبائل کی مسلسل بجتی ہوئی بیل نے ارسل خان کو جاگنے پر مجبور کیا تھا۔ مندی مندی آنکھیں کھولتے ہوئے وہ کچھ سمجھنے کی کوشش میں تھا۔ کہ تب تک موبائل پر آتی کال بھی بند ہو گئی۔۔

ارسل نے بند آنکھوں سے ٹیبل پر ہاتھ مارتے ہوئے موبائل پکڑنے بکی کوشش کرنا چاہی۔ تو موبائل ہاتھ لگتے ہی وہ بامشکل آنکھوں کو کھولتے ہوئے دیکھنے لگا۔۔ آدھ کھلی آنکھوں سے ایشام کی طرف سے لاتعداد کالز دیکھتے ہوئے اگلے ہی پل اسکی نیند اڑتی چلی گئی تھی۔۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھتا پر

اگلے ہی پل اپنے سینے پر بوجھ محسوس کرتے ہوئے وہ رک کر دیکھنے پر مجبور ہو گیا۔ رابیل پوری کی پوری اسکے سینے پر لیٹی سکون سے سو رہی تھی۔ بنا لباس کے وہ ارسل خان کے اوپر لیٹی اسکی گردن میں چہرہ چھپائے سکون سے سوئے ہوئے تھی۔ کل رات کے مناظر یاد آتے ہی ارسل خان دانتوں تلے لب کاٹتے ہوئے اسے دیکھ گیا۔ رابیل کو یوں اپنے اوپر لیٹے دیکھ کر ارسل خان کی دھڑکنیں تیز ہونے لگی تھیں۔۔

رابیل کا چہرہ اپنی گردن سے باہر نکالتے ہوئے ارسل خان نے بے اختیار اسے دیکھنا چاہا تھا۔ اسکی کمر میں بازو حائل کرتے ہوئے ارسل نے اسے خود سے نیچے اتارتے ہوئے بازو پر لٹاتے ہوئے اسکے چہرے پر نگاہیں ٹکا دیں۔۔ رابیل کی من موہنی صورت کو گلابی ہوتے دیکھ کر وہ بھرپور مسکرا دیا۔ پر

رابیل کی پتلی اور تیکھی ناک میں نوز پن دیکھتے ہوئے وہ اگلے ہی پل مہبوت ہوتے اسے دیکھ گیا۔۔بے شک یہ لڑکی اپنی لونگ اور آنکھوں کے کاجل سے ارسل خان کا ایمان بنا کسی محنت کے ڈگمگا سکتی تھی۔۔۔

ارسل خان نے بے خود ہوتے اسکی تیکھی ناک پر ہولے سے دانت گاڑے تھے۔جس کو محسوس کرتے ہوئے وہ نیند میں کسمسا کر پھر اٹھ کر اسکے سینے پر لیٹنے کی کوشش کرنے لگی۔رابیل کو دوبارہ اپنے اوپر لیٹتے دیکھ کر وہ نہ چاہتے ہوئے بھی ہنس دیا۔۔۔

پتہ نہیں وہ کیسی عجیب مخلوق تھی۔جسے سارا بیڈ چھوڑ کر بس اسکے اوپر ہی لیٹ کر سونے میں سکون ملتا تھا۔یا پھر ساری رات وہ نیند میں بیڈ پر گھومتی

رہتی تھی۔اور ارسل بیچارہ اسے سیدھا کرتے تھک جاتا تھا۔اور آج تو میڈم رابیل سارے بیڈ کو بھاڑ میں جھونک کر اسکے اوپر سوئی پڑی تھیں۔۔۔

عجوبہ کہیں کی۔۔!!اسکی گال کو شدت سے چوم کر وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا۔کہ تبھی اس کا موبائل پھر وائبریٹ ہونے لگا۔ارسل نے چونکتے ہوئے جلدی سے موبائل اٹھا کر سامنے کیا۔جبکہ دوسرے ہاتھ سے وہ رابیل کی کمر کو تھامے ہوئے تھا۔۔

"شہری واپس آگیا ہے۔۔!جلدی سے ائیرپورٹ پر پہنچو۔۔!!"ایشام کا میسج پڑھتے ہی ارسل خان کو حیرانی ہوئی تھی۔جس کی بنا پر وہ رابیل کا ماتھا چومتے ہوئے جلدی سے اسے تکیے پر شفٹ کرتے ہوئے ابھی اٹھ کر بیٹھا ہی تھا۔کہ زمین پر گرے اپنے اور رابیل ہے ڈریس کو دیکھ کر وہ دوبارہ

مڑتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔ جو ساری دنیا بھلا کر سوئی ہوئی تھی۔۔ نجانے جاگ کر وہ کیساری ایکشن دیتی۔۔؟ وہ بے اختیار سوچنے لگا۔ اگر ایمرجنسی کی وجہ سے اسکا جانا ضروری نہ ہوتا۔ تو وہ ضرور رک کر اسکے تاثرات انجوائے کرتا۔ واپس آکر اسے چھیڑنے کا سوچتے ہوئے وہ مسکرا کر بیڈ سے اترتے ہوئے باتھروم کی طرف بڑھ گیا۔ کیونکہ اب اسے جلد از جلد نکلنا تھا۔ شہرام علی کی اچانک واپسی یقیناً کسی بڑی وجہ کے باعث تھی۔۔

شہرام ائیرپورٹ سے باہر نکلا تو سامنے ہی گاڑیوں کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔ ایک طرف حاکم ذیب اور داد بخش اسکے انتظار میں کھڑے تھے۔ تو دوسری طرف اسکا اپنا آدمی جنید بھی آدمیوں کے ساتھ کھڑا تھا۔

شہرام قریب آیا تو حاکم ذیب نے آگے بڑھتے ہوئے اسے گلے سے لگا لیا۔ اگلے ہی پل اسکا دل تکلیف سے بھرتا چلا گیا تھا۔ حاکم ذیب کو بے اختیار اسکی دھڑکنوں کا ساکت ہونا محسوس ہونے لگا۔ جبکہ داد بخش اور جنید سائیڈ پر کھڑے انہیں بے بسی سے دیکھ رہے تھے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے۔ کہ سامنے کھڑا انسان فاتح سلطان کے بنا کچھ نہیں ہے۔۔ شہرام اگر فاتح کے بنا ادھورا تھا۔ تو مکمل فاتح بھی اسکے بنا نہیں تھا۔ وہ دونوں ہی ایک دُوسرے کے لیے لازم و ملزوم تھے۔ انکے قہقہے، الٹے سیدھے سارے کام بس ایک دوسرے کے سنگ تھے۔ وہ دونوں ہی خود میں چلتے پھرتے راز تھے۔ کوئی بھی عام آدمی انکی سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا۔ بالکل ویسے ہی جیسے

دس سال کی عمر میں انکے باپ انہیں جاننے کی کوشش میں سر پکڑ کر رہ جاتے تھے۔

حوصلہ کرو شہری۔۔۔!! ہم مل کر اسے ڈھونڈ نکالے گئے۔۔۔! شہرام کو زور سے سینے میں بھینچتے ہوئے حاکم ذیب نے اسے حوصلہ دینا چاہا۔ جبکہ شہرام اسکے سینے سے لگتے ہوئے ایک دم سے ٹوٹ کر بکھرا تھا۔۔۔

میں اتنا کمزور نہیں ہوں حاکم۔۔۔!! پر خدا کی قسم ہے مجھے فاتح سلطان ہمیشہ کمزور بنا دیتا ہے۔۔۔!! وہ کیوں ہر بار میرے دل کو ایسے آزماتا ہے۔۔۔! کیوں۔۔؟؟ اسکے سینے سے لگے وہ بامشکل بول رہا تھا۔۔ لہجہ بے حد ٹوٹا ہوا تھا۔۔ ایسے معلوم ہو رہا تھا۔ کہ جیسے ہر گزرتے دن کے ساتھ وہ پہلے سے بھی زیادہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو رہا ہو۔۔۔

کچھ نہیں ہو گا اسے شہری۔۔۔! اگر اس شہر کی مجھے خاک بھی چھاننی پڑی تو بھی میں پیچھے نہیں ہٹوں گا۔۔! میں تمہیں ہر صورت تمہارے بھائی تک پہنچا کر رہوں گا۔۔۔! فاتح سلطان کو تمہارے سامنے لا کر کھڑا کروں گا۔۔۔ یہ حاکم ذیب کا وعدہ ہے تم سے۔۔۔!! پر وعدہ کرو تم یوں ہمت نہیں ہار و گئے۔۔!! شہرام کو سختی سے جکڑے حاکم ذیب مضبوط لہجے میں کہتے ہوئے اسے امید دے رہا تھا۔۔۔ کیونکہ وہ اسے ایسے ٹوٹا ہوا نہیں دیکھ سکتا تھا۔ حاکم ذیب کی باتوں پر شہرام اگلے ہی پل شدت سے اسے سینے میں بھینچ کر پیچھے ہٹتے ہوئے مسکرا کر دیکھنے لگا تھا۔۔۔

بادشاہ اور سلطان کو کوئی الگ نہیں کر سکتا۔۔۔! شہرام کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے حاکم ذیب بول گیا۔ جس پر شہرام نے مسکرا کر آمین کہا تھا۔۔۔

میں سب کو بلا چکا ہوں۔۔! میٹنگ شروع ہونے والی ہے۔۔۔! نکلتے ہیں اب۔۔۔!! گھڑی پر وقت دیکھتے ہوئے حاکم نے کہا تھا۔۔ تو شہرام سر کو جنبش دیتے ہوئے اسکے ساتھ گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔۔۔ بادشاہ کی واپسی ہو چکی تھی۔ گاڑیوں کی ایک لمبی قطار انکے آگے پیچھے نکلی تھی۔ کیونکہ انڈر ورلڈ کے سب مافیا گینگسٹر حاکم ذیب کے حکم پر تشریف لا چکے تھے۔۔۔

کمرے میں میٹنگ چل رہی تھی۔ پوری بلیک گینگ سمیت انکے کچھ سیکرٹ آدمی بھی یہیں پر موجود تھے۔ جو بلیک گینگ کو اٹلی کی ساری رپورٹ دینے میں مصروف تھے۔۔۔

ان گارڈز نے کچھ اگلا۔۔۔؟ وہاج صدیقی سوال کر گئے۔۔۔ یہ وہی گارڈز تھے۔ جنہوں نے اٹلی میں ہیر اور مہر ماہ پر حملہ کیا تھا۔ پر بلیک گینگ کے آدمیوں نے بروقت پہنچتے ہوئے انہیں قابو کر لیا تھا۔

کچھ خاص نہیں۔۔۔!! وہ بس کلب کے باہر سیکورٹی کی ڈیوٹی دیتے تھے۔۔۔! جواب عیس ہمدانی کی طرف سے آیا تھا۔ کیونکہ ان گارڈ کی خاطر تواضع سنان مصطفیٰ کے ساتھ مل کر انہوں نے بذاتِ خود کی تھی۔

ہمم۔۔۔!! بادشاہ واپس آچکا ہے خان سر۔۔۔! سلطان احمد خان کو مخاطب کرتے ہوئے نعمان خان نے اطلاع دی۔ جس کو سن کر وہ سب انکی طرف دیکھنے لگے تھے۔

آج صبح پانچ بجے لینڈ کیا ہے۔۔۔! نعمان خان مزید آگاہ کر گئے۔۔۔

اور مار کو۔۔۔؟؟ ضرار پاشا نے سوالیہ انداز میں نعمان خان کی طرف دیکھا تھا۔۔۔

وہ تو دو دن پہلے ہی یہاں پر پہنچ چکا تھا۔۔! لیکن فلحال اسکا ٹھکانہ نہیں معلوم ہو رہا۔۔۔! میر ال خان جلدی سے بولی تھیں۔۔۔سب سنجیدگی سے سر کو جنبش دے گئے۔۔ مخلاف کوئی عام نہیں تھا۔اس وجہ سے اس تک پہنچنے کے لیے انہیں ہر قدم دیکھ بھال کر رکھنا پڑ رہا تھا۔تاکہ جلد بازی میں کسی

قسم کی کوئی ایسی غلطی نہ ہو۔ جس سے فاتح کی جان کو خطرہ ہونے کا ڈر ہوتا۔

اگر ہماری کمزوری اسکے پاس ہے۔ تو مارکو کی دکھتی رگ بھی ہم جانتے ہیں۔۔۔!! اچانک سنان مصطفیٰ کا لہجہ تمسخر آمیز ہوا تھا۔ جس کو سن کر سب ہی سر جھٹک گئے۔ کہ تبھی لینڈ لائن بجنا شروع ہو گیا۔ جس کو میرال آگے بڑھ کر اٹھا گئی تھیں۔۔۔

یس۔۔۔!! میرال ریسیور کان کے ساتھ لگاتے ہوئے جواب میں بولی تھیں۔۔ جب دوسری جانب سے کچھ اطلاع دی گئی۔ تو میرال ایک سیکنڈ ہولڈ کرنے کا کہتے ہوئے سلطان احمد خان کو مخاطب کر گئیں۔۔۔

خان سر۔۔۔!"مشن ون" کے ایجنٹس باہر کھڑے ہیں۔۔۔!میرال کی آواز اچانک پر جوش ہو گئی۔

انہیں اندر بلا لیں۔۔!! مسکراتے ہوئے سلطان جواب میں اجازت دیتے ہوئے بولے تھے۔جبکہ باقی ایک دم سے متوجہ ہو چکے تھے۔میرال کے الفاظ سننے کے بعد سب کے چہروں پر مسکراہٹ احاطہ کرنے لگی۔میرال ریسیور رکھ کر دوبارہ اپنی جگہ پر بیٹھ چکی تھیں۔جب کچھ سیکنڈز گزرنے کے بعد دروازہ ناک کرتے ہوئے وہ تینوں اندر داخل ہو کر انہیں سیلوٹ کرتے سامنے کھڑی ہو گئیں۔۔

"Sir, mission accomplished. Target secured. No loose ends.

گل ناز سنجیدگی سے آگے کھڑی رپورٹ کر رہی تھی۔ جبکہ ہیر اور مہر ماہ اس سے ایک قدم پیچھے کھڑی تھیں۔ وہ آج ہی واپس آئی تھیں۔ اور آتے ہی اپنی حاضری دے چکی تھیں۔ کیونکہ انہیں بروقت رپورٹ دینی تھی۔ ان تینوں کو وہ فخریہ نظروں سے دیکھتے ہوئے مسکرا رہے تھے۔ جنہوں نے انتہائی دلیری کے ساتھ اپنا پہلا مشن نہ صرف مکمل کیا تھا۔ بلکہ دشمن کو موت کے گھاٹ اتارتے ہوئے ایسا صفایا کیا تھا۔ کہ ٹارگٹ اٹلی چھوڑنے پر مجبور ہوتے خود انکے جال میں پھنسنے کے لئے قریب سے قریب آچکا تھا۔۔

"Well done, officers... You've proven yourself.

This was just the beginning."

انکی رپورٹ سنتے ہوئے سلطان احمد خان فخریہ مسکرا کر انہیں داد دینے کے ساتھ ساتھ آگاہ کر رہے تھے۔۔کہ اصل کھیل اب شروع ہونے والا ہے۔۔۔

"Thank you, Sir...

I know this is just the beginning.

And I promise — I won't let my emotions stand in the way of my duty."

ایک لمحہ کے لیے گل ناز رکی... پھر آہستہ اور مضبوط لہجے میں بولنے لگی تھی۔۔

“We are always ready for whatever comes next.”

انکی ہمت اور عزم کو دیکھتے ہوئے بلیک گینگ کو فخر ہو رہا تھا۔انہیں احساس ہو رہا تھا۔ کہ کچھ سال پہلے انکا کالیا ہوا فیصلہ غلط ثابت نہیں ہوا ہے۔ ہیر پاشا اب انہیں "سیلینہ احمد" کے بارے میں رپورٹ کر رہی تھی۔

جبکہ "مہر ماہ کاظمی" بیروٹو کی موت کی رپورٹ دیتے ہوئے بلیک گینگ کا سر فخر سے بلند کر چکی تھی۔۔وہ تینوں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔اس مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے ان تینوں نے جان توڑ کوشش کی تھی۔

تمہیں اس آریان پر کوئی بھروسہ ہے۔۔۔؟ماریہ کو مخاطب کرتے ہوئے اچانک شعیب پوچھنے لگا۔

کون آریان۔۔۔؟ماریہ جو سکرین کی جانب متوجہ تھی۔کہ چونک کر اسکی طرف دیکھ گئی۔۔۔

یار وہی جو انڈیا سے آیا ہوا ہے۔۔۔!!اسکے مکمل متوجہ ہونے پر شیعب نے ٹیک لگا کر کوفت بھرے انداز میں یاد دلایا۔۔۔

اچھا وہ لنگور۔۔۔؟سمجھ آنے پر بے اختیار وہ سر ہلاتی چلی گئی۔۔

ہاں وہی لنگور۔۔!اسی کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔۔۔!شیعب ہنوز سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔

بھروسہ نہیں ہے تو کیا ہوا۔۔! وقت آنے پر کیا جا سکتا ہے۔۔! ویسے بھی وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہا تھا۔ کہ دشمن کا دشمن اگر آپس میں دوستی کر لے تو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔۔! آریان کی باتوں کو یاد کرتے ہوئے ماریہ حامی بھرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔۔

تو تمہارا کہنے کا یہ مطلب ہے۔ کہ ہم آنے والے وقت میں اسکا استعمال کر سکتے ہیں۔۔۔! شعیب نے الجھتے ہوئے کہنا چاہا تھا۔۔۔

ہاں بالکل۔۔! ! اس میں برائی ہی کیا ہے۔۔؟ ویسے بھی تمہارا ٹارگٹ بھی تو فاتح سلطان اور شہرام علی ہی ہیں۔۔! ! اور اگر آریان کے بوس کے ہاتھوں تمہارا ایک دشمن مر جاتا ہے۔ تو میرے خیال میں تم پھر زیادہ آسانی

سے ماہ پارہ تک پہنچ سکتے ہو۔اور میں غازیان پاشا تک۔۔۔! شیطانی انداز میں مسکراتے ہوئے ماریہ اسے سمجھا رہی تھی۔۔

ہمم۔۔!! لیکن کیا یہ اتنا آسان ہو گا۔۔۔؟شیعب نے جانچتی نظروں سے ماریہ کے چہرے کی طرف دیکھا تھا۔جو غازیان پاشا کے نام پر ہی کھل اٹھا تھا۔۔

آسانی سے اس دنیا میں کچھ بھی نہیں ملتا ڈیئر کزن۔۔۔!! اور ویسے بھی ماریہ فیروز کو آسانی سے کچھ بھی حاصل ہو جانا بالکل پسند نہیں ہے۔۔۔!! ماریہ لاپرواہ لہجے میں اسے بے فکر کر رہی تھی۔یہ جانے بنا کہ آنے والے دنوں میں انکا کیا انجام ہو سکتا ہے۔۔۔!!

تم مووی دیکھو میں زراڈیڈ کو دیکھ کر آتی ہوں۔۔۔!اچانک کھڑے ہوتے وہ اوپر فیروز صاحب کے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے بولی تھی۔جبکہ شعیب گہری نظروں سے اسکی پشت دیکھتا چلا گیا تھا۔

رابی۔۔۔!!!علینہ خانم جو کب سے رابیل کے چہرے کی طرف دیکھ رہی تھیں۔کہ اب بے ساختہ اسے پکار گئیں۔۔وہ کل سے انہیں کچھ مرجھائی، مرجھائی سی لگ رہی تھی۔۔۔

رابی میری جان۔۔!!اسے متوجہ ہوتے نہ دیکھ کر علینہ خانم اب بے اختیار اٹھ کر اسکے پاس آکر بیٹھتے ہوئے تھام گئیں۔انکے تھامنے پر رابیل چونکتے ہوئے غائب دماغی سے انکی طرف دیکھنے لگی تھی۔۔۔

کیا ہوا بچہ۔۔۔؟؟ طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔۔؟ ایسے چپ چپ کیوں بیٹھی ہو۔۔۔؟ کل سے میں دیکھ رہی ہوں تمہیں کچھ بدلی بدلی سی لگ رہی ہو۔۔! رابیل کے ماتھے کو چھوتے ہوئے وہ فکر مند ہوتے پوچھ رہی تھیں۔۔ جبکہ انکے سوالوں پر رابیل بے اختیار مسکرا کر جلدی سے انکی گود میں سر رکھ کر لیٹ چکی تھی۔۔

کچھ نہیں مورے بس ایسے ہی دل اداس سا ہو رہا ہے۔۔۔!! انکا ہاتھ تھماتے ہوئے وہ مسکرا کر نظریں اٹھاتے ہوئے انکی طرف دیکھتے ہوئے بولی تھی۔ کیونکہ علینہ خانم اسے یوں دیکھ کر اچانک سے کافی مضطرب سی ہو رہی تھیں۔

کل جب وہ سو کر اٹھی تو بیڈ پر اکیلی موجود تھی۔ کمرے میں ارسل خان کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ بیڈ خالی دیکھتے ہوئے وہ پہلے تو حیران ہو گئی۔ وہ کب اسکے پاس سے اٹھ کر گیا تھا۔ رابیل نہیں جانتی تھی۔۔ کیونکہ وہ کافی گہری نیند سوئی رہی تھی۔ پر اب جاگتے ہی اسکے دل نے شدت سے ارسل خان کو دیکھنے کی تمنا کی تھی۔ جو پتہ نہیں اسے سوتے ہوئے چھوڑ کر کہاں چلا گیا تھا۔۔ رابیل کو آہستہ آہستہ گزری ہوئی رات یاد آنے لگی تو وہ شرما کر اگلے ہی پل تکیے میں چہرہ چھپاتی چلی گئی۔ ایک دوسرے کی قربت میں بھیگنے کے بعد اگر ارسل خان نے جاگتے ہی اسکی آنکھوں کی چمک دیکھنا چاہی تھی۔ تو یہ ہی خواہش رابیل باسط کے دل میں بھی پیدا ہوئی تھی۔

ایک رات میں وہ جس طرح اچانک اتنے زیادہ قریب آ گئے تھے۔ کہ رابیل بار بار وہ سب مناظر یاد کرتے ہوئے سرخ پڑ رہی تھی۔

ارسل خان کی شدتیں اور بے تابیاں یاد کرتے ہوئے اسکی ریڑھ کی ہڈی میں ہر دفعہ پہلے سے بڑھ کر سنسناہٹ پیدا ہونے لگتی تھی۔ یہاں تک کہ جاگتے ہی اسکی گھمبیر سرگوشیاں یاد کرتے ہوئے وہ بوکھلا سی بھی رہی تھی۔ وہ اسے اپنے سامنے دیکھنا چاہتی تھی۔ پر وہ ستم گر اتنا قریب آ کر اسے بے خبر چھوڑے پتہ نہیں کہاں جا چکا تھا۔ سارا دن اور رات اس نے ارسل خان کے انتظار میں گزار دی تھی۔ پر وہ نہیں آیا تھا۔ اور اب رابیل منفی سوچوں کا شکار ہوتی خود کو ہلکان کرنے میں مصروف تھی۔

ارسل خان کے نہ آنے پر اسکا دل برے خدشات کا شکار ہو رہا تھا۔ کیا وہ صرف وقتی طور پر بہک کر اسکے قریب آ گیا تھا۔۔؟ کیا ان لمحات کو ارسل خان نے ویسے محسوس نہیں کیا تھا۔۔؟ جس طرح رابیل پوری رات اسے محسوس کرتی رہی تھی۔۔ کیا وہ صرف اپنا حق لینے کے لئے اسکے قریب آیا تھا۔۔؟ کیا حق لینے کے بعد رابیل کی اسکی نظر میں کوئی وقعت نہیں رہی تھی۔۔؟ ارسل خان کے گھر نہ آنے پر رابیل کی عزت نفس بری طرح مجروح ہو رہی تھی۔ زہریلی سوچوں کا شکار ہوتے اسکا دل زخمی ہوتا جا رہا تھا۔۔

میرال کی یاد آ رہی ہے کیا۔۔۔؟ علینہ خانم جو اسکے بالوں میں ہاتھ پھیر رہی تھیں۔ کہ رابیل کو پھر کھوئے دیکھ کر بے ساختہ سوال کر گئیں۔۔ کافی

دنوں سے وہ اپنے ماں باپ کو ملنے نہیں جا پائی تھی۔اس لئے شاید اسکی اداسی کو وہ ماں باپ سے دوری سمجھ رہی تھیں۔۔۔

جی۔۔!انکے سوال پر رابیل نے ہولے سے محض مسکرا کر سر ہلا دیا۔۔ فلوقت وہ خود بہت الجھی ہوئی تھی۔اس لئے انکے سوال میں حامی بھر گئی۔۔کیونکہ وہ انہیں پریشان نہیں کرنا چاہ رہی تھی۔۔

تو میرا بچہ تمہیں مجھے بتانا چاہئے تھا نا۔۔!تم جاؤ مل آؤ ان سے۔۔۔!! میرا ل بھی کیا سمجھ رہی ہو گی کہ میں نے اسکی بیٹی پر قبضہ ہی کر لیا ہوا ہے۔۔۔!!علینہ خانم خفا ہوتے کہنا شروع ہوئی تھیں۔کیونکہ رابیل کو اس قدر اداس دیکھ کر وہ خود میں شرمندہ سی ہونے لگی تھیں۔کہ وہ پہلے کیوں نہیں جان پائیں۔۔جب سے محبت خان کی رخصتی ہوئی تھی۔رابیل

انکے اکیلے ہو جانے کے خیال سے بہت کم اب اپنے مائکے جاتی تھی۔ یا پھر دن میں اگر ملنے کے لئے جاتی تھی تو شام تک ضرور واپس آجاتی تھی۔ وہ وہاں پر رات نہیں رکتی تھی۔۔

ہاہاہا۔۔! ڈونٹ وری مورے وہ مجھے آپکی طرح پیار نہیں کرتیں اس لئے مجھے سے جان چھوٹنے پر شکر ہی کرتی ہوں گئیں۔۔! رابیل شرارتی انداز میں ہنس کر جواب میں کہتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گئی۔۔اور ساتھ ہی لاڈ بھرے انداز میں علینہ خانم کے گال کھینچتے ہوئے جان بوجھ کر مسکرانے کی کوشش کرنے لگی۔ کیونکہ اسے یوں دیکھ کر وہ خوامخواہ میں پریشان ہو رہی تھیں۔اور رابیل کو انکا پریشان ہونا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔اس لئے فٹ سے

وہ خود کو کمپوز کرتے ہوئے پہلے ہی کی طرح انہیں چھیڑنا شروع ہو چکی تھی۔۔

بد معاش کہیں کی۔۔۔! ہر ماں کو اپنی اولاد سے پیار سے ہوتا ہے۔۔! بس مائیں بیٹیوں سے محبت کا اظہار کم کرتی ہیں۔۔!! پر اسکا یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ انہیں اپنی اولاد سے پیار نہیں ہے۔۔!! اپنے گال چھڑاتے ہوئے وہ ہنس کر اسکی غلط فہمی دور کر رہی تھیں۔ جس پر وہ ناک چڑھا کر انکو دیکھ گئی۔۔

چلو اب اٹھ کر جا کر تیار ہو۔ میں ڈرائیور سے کہہ کر گاڑی تیار کرواتی ہوں۔۔! اسکی تیکھی ناک کو ہولے سے دبا کر وہ ہنستے ہوئے کھڑی ہو گئیں۔ جبکہ رابیل بھی تھوڑا نارمل ہوتی اٹھ کر تیار ہونے چلی گئی تھی۔

فلوقت اسے گھر سے باہر نکلنا ہی ٹھیک لگ رہا تھا۔ اگر وہ ایسے ہی گھر پر پڑی رہتی تو اوور تھنکنگ کرتے ہوئے اس نے اپنا سکون برباد کر لینا تھا۔ اسی وجہ سے وہ چپ چاپ اٹھ کر تیار ہونے چل دی تھی۔ تاکہ ماں باپ کو مل کر تھوڑا بہت اسکا دھیان ارسل خان سے ہٹ پاتا۔

خدا کا واسطہ ہے حاکم مجھے بخش دو۔۔۔! سلطان کی گمشدگی میں میرا کوئی ہاتھ نہیں ہے۔۔۔!! حاکم ذیب کے آدمی الیاس پر بری طرح قہر ڈھا رہے تھے۔ کمرے کے بیچوں وبیچ الٹا لٹکا وہ اپنی جان بخشی کی بھیگ مانگ رہا تھا۔ پر دوسری طرف سے رحم کی کوئی امید نظر نہیں آ رہی تھی۔۔۔

ہم جانتے ہیں کہ "سلطان" کی گمشدگی میں تمہارا کوئی ہاتھ نہیں ہے۔۔۔!

اپنے آدمیوں کو اشارہ کرتے ہوئے حاکم ذیب نے منہ سے دھواں اڑاتے ہوئے اسے جواب دیا تھا۔ جبکہ شہرام علی بے تاثر چہرے میں اسکے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ سپاٹ نظروں سے وہ الیاس کے لٹکے وجود پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔

شہرام اور حاکم ذیب کے آدمیوں کی مار سہتے سہتے وہ آدھ موہو چکا تھا۔ پرسوں شام میں حاکم ذیب کے آدمی الیاس کو کراچی میں اسکے اڈے سے اٹھاتے ہوئے اسلام آباد کے کر آئے تھے۔۔اور اب دو دنوں سے وہ انکے پاس قید اپنی زندگی کی بھیگ مانگ رہا تھا۔۔

اگر تم جانتے ہو تو پھر مجھے یہاں پر کیوں لائے ہو۔۔۔؟؟الیاس نے حیرانی سے اسکے چہرے کو دیکھتے ہوئے سوال کیا۔الٹا لٹکا ہونے کی وجہ سے اسے سب کے چہرے بھی الٹے نظر آرہے تھے۔۔۔شاید وہ حاکم ذیب سے خود کو اغوا کروانے کے بارے میں سوال کر رہا تھا۔

ویسے دیکھنے میں تمہاری یاداشت اتنی کمزور لگتی تو نہیں ہے۔۔!لیکن پھر بھی چلو تم جاناچاہتے ہو۔۔تو بتادیتا ہوں۔۔۔!!سگریٹ کا دھواں اڑاتے ہوئے وہ قدم قدم چلتے ہوئے اسکے قریب آکر کھڑا ہو گیا۔الیاس الٹی نظروں سے بغور حاکم ذیب کی طرف دیکھ رہا تھا۔جب اگلے ہی پل حاکم ذیب نے جھپٹنے والے انداز میں اچانک ایک ہاتھ میں اسکی گردن کو

دبوچتے ہوئے اور لگایا تھا۔۔۔ جس کے باعث کمرے میں الیاس کی خوفزدہ چیخ گونج اٹھی تھی۔۔

تو نے ہمت بھی کیسے کر لی بادشاہ اور سلطان کے اڈے پر حملہ کروانے کی۔۔۔!! جب کہ حاکم ذیب صاف لفظوں میں پہلے ہی یہ اعلان کر چکا تھا۔ کہ وہ میرے جگری یار ہیں۔۔۔!! ایک ہاتھ میں الیاس کی گردن کو آخری حد تک دباتے ہوئے وہ پھنکارتے ہوئے اگلے ہی پل ہاتھ میں موجود سگریٹ کو اسکی آنکھ میں گھساتے ہوئے دبانے لگا۔ آنکھ میں گرم گرم سگریٹ لگا تو کمرے میں الیاس کی وحشت زدہ چیخوں کا شور بلند ہوتا چلا گیا۔ اپنا سچ سامنے آنے پر وہ حاکم ذیب کے آگے گڑگڑانا شروع ہو چکا تھا۔ پر حاکم ذیب کا اسے بخشنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ اس لئے اپنے آدمیوں کو

اشارہ کرتے ہوئے اس نے لوہے کی سلاخ لانے کا کہا۔ جو وہ پہلے ہی گرم کرواچکا تھا۔ جبکہ شہرام اپنی جگہ پر بے زار نظروں سے الیاس کو چیختے ہوئے دیکھ رہا تھا۔۔

حاکم ذیب کے اعلان کے باوجود الیاس نے جلن و حسد مارے انکے اڈے پر حملہ کروانے کی جرات کی تھی۔ اسی حملے میں بادشاہ کی ٹانگ زخمی ہوئی تھی۔ بہت کم عرصے میں انڈر ورلڈ کی دنیا میں بادشاہ اور سلطان اپنی پہچان بنا چکے تھے۔ جس کی پہلی وجہ اگر حاکم ذیب تھا۔ تو دوسری بڑی وجہ انکی اپنی فطرت اور کارنامے بھی تھے۔ جس کے آگے مجبور ہوتے وہ بہت پہلے ہی انڈر ورلڈ جیسی دنیا میں قدم رکھ چکے تھے۔۔

ماریہ اور شعیب ابراہیم جیسے ہی نیچے لاؤنج میں آئے تو آریان وہاں پہلے سے موجود تھا۔ وہ آج ان سے ملنے کے لئے خود فارم ہاؤس پر آیا تھا۔ ماریہ اور شعیب آپس میں نظروں کا تبادلہ کرتے ہوئے بے اختیار اسکی طرف بڑھے۔۔۔۔۔

آہ شکر ہے۔۔! تم لوگوں کا دیدار نصیب ہوا۔۔! قدموں کی آہٹ پر آریان نے مڑتے ہوئے فوراً دیکھا۔ جہاں وہ ایک ساتھ زینے اتر رہے تھے۔ آریان کی نظریں تیزی سے پھر ماریہ فیروز پر جم چکی تھیں۔ بلو کلر کے ویسٹرن گاؤن میں وہ اسے ایک پل میں ہر چیز بھلا گئی تھی۔ آریان کی بے خود نظروں کو خود پر جمے دیکھ کر ماریہ فیروز مغرورانہ انداز میں مسکرا گئی۔ اپنی طرف اٹھتی ہوئی وہ ہر نظر کو پہچان لیتی تھی۔ کیونکہ وہ اپنے حسن

کی طاقت سے اچھے سے واقف تھی۔۔اپنی خوبصورتی پر اتراتے ہوئے وہ ایک ادا سے آریان کمار کے قریب سے گزرتے ہوئے سامنے صوفے پر جا کر بیٹھ گئی۔۔۔

ہم نے تو اپنا دیدار کروا دیا ہے۔۔۔!اب تم بتاؤ کہ تم نے اپنا دیدار کروانا کیوں ضروری سمجھا۔۔۔؟شعیب نے ماریہ کے ساتھ والے صوفے پر بیٹھتے ہوئے اسکے آنے کا مقصد جاننا چاہا تھا۔

یہ دیدار ایک خاص خبر دینے کے لیے کروایا گیا ہے شعیب صاحب۔۔!! اسکے سوال پر ماریہ کی طرف معنی خیز مسکراہٹ اچھالتے ہوئے اپنی بے لگام نظروں کو بامشکل شیعب کی طرف موڑتے ہوئے وہ کہنے لگا۔۔ماریہ ٹانگ پر ٹانگ رکھے بالکل اسکے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔گاؤن پہننے کی وجہ

سے اسکا سراپہ آریان پر بالکل واضح ہو رہا تھا۔ جسے دیکھتے ہوئے اسکی نظریں نہ چاہتے ہوئے بھی بار بار ماریہ کے گرد بھٹک رہی تھیں۔ سامنے بیٹھی لڑکی کے حسن نے ان دو ملاقاتوں میں ہر بار اسے کافی بے چین کیا تھا۔

اور وہ خاص وجہ کیا ہے۔۔؟ ڈرنک اٹھا کر ہاتھ میں پکڑتے ہوئے ماریہ نے ایک ادا سے اسکی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ وہ مقابل کی بے بسی کو اچھے سے سمجھتے ہوئے دل ہی دل میں کافی محفوظ ہو رہی تھی۔

وہ خاص وجہ "فاتح سلطان" ہے۔۔! ماریہ کے خوبصورت چہرے پر نظریں ٹکاتے ہوئے آریان نے وقت ضائع کیے بنا بتاتے ہوئے چونکنے پر مجبور کر دیا تھا۔۔۔۔

مطلب۔۔؟اسکی "خاص وجہ" کے مفہوم کو سمجھتے ہوئے شیعب ابراہیم نا سمجھی سے دیکھ گیا۔ جبکہ فاتح سلطان کا نام سنتے ہوئے دلچسپی تو ماریہ کی آنکھوں میں بھی ابھری تھی۔۔

مارکو ایلن پاکستان آچکا ہے۔۔!اور وہ اکیلا نہیں آیا بلکہ اپنے ساتھ ساتھ "فاتح سلطان" کو بھی لے کر ہے۔۔!آریان نے اپنے مفہوم کی تشریح کرتے ہوئے جیسے ہی انہیں بتایا تھا۔۔کہ وہ دونوں غیر یقینی سے اسے دیکھتے چلے گئے۔۔جیسے اسکے الفاظ پر یقین کرنے کی کوشش میں ہوں۔۔۔

اتنا حیران ہو کر کیوں دیکھ رہے ہو۔۔؟میں جھوٹ تو نہیں بول رہا ہوں۔۔!وہ سچ میں آچکا ہے۔۔!انکی حیرانی پر آریان نے پھر اپنے الفاظ دوہراتے ہوئے انہیں یقین دلانے کی کوشش کی تھی۔۔۔

پر کیسے۔۔؟ تم نے تو کہا تھا۔۔ کہ مار کو اٹلی میں ہی رہے گا اور تم یہاں رہ کر اسکا کام کرو گئے۔۔! ماریہ نے حیرت و استعجاب سے سوال کیے تھے۔۔

ہاں میں نے کہا تھا۔۔! پر تم لوگ شائد یہ بھول رہے ہو۔ کہ اگر ایک طرف "مار کو ایلن" ہے۔ تو دوسری طرف "بلیک گینگ" بھی موجود ہے۔۔! جو ہر وقت سائے کی طرح بلیک جنریشن کے پیچھے رہتی ہے۔۔! عام سے انداز میں بولتے ہوئے آریان انہیں یاد کروانا چاہ رہا تھا۔ شاید وہ یہ بتانا چاہتا تھا۔ کہ کھیل صرف دو طرف کا نہیں ہے۔۔

تم ایک ہی بار میں اپنی بات مکمل کیوں نہیں کر لیتے آخر۔۔؟ صاف صاف ہمیں بتاؤ۔ کہ مار کو ایلن کے اچانک پاکستان آنے کے پیچھے کیا وجہ ہے۔۔؟ اور وہ اپنے ساتھ فاتح سلطان کو کیوں لایا ہے۔۔۔؟ آریان کو گھما پھرا کر

بات کرتے دیکھ کر شعیب نے ناگواری سے ٹوکتے ہوئے دیکھا تھا۔ جس پر آریان بھی کندھے آچکا کر بولنا شروع ہوا۔۔

مارکوایلن کے پاکستان آنے کے پیچھے ایک نہیں بلکہ بہت سی وجوہات ہیں۔۔! اوران میں سے ایک بڑی وجہ یہ ہے۔ کہ کسی نے مارکو کے کلب گھس کر پہلے اسکے پارٹنر کو قتل کیااور پھر وہاں سے سیلینہ احمد کو اغوا کرتے ہوئے لے گیا۔۔! آریان کمار آہستہ آہستہ انہیں ساری تفصیل بتا رہا ہے۔ اور ساتھ یہ بھی کہ مارکوایلن کے رائٹ ہینڈ بیروٹو کا بھی قتل ہو چکا ہے۔

ماریہ اور شعیب ابراہیم ششدر ہوتے اسے سنتے جا رہے تھے۔۔۔۔

گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے اچانک باسم کو یاد آیا۔ کہ وہ علیزے خان کی میڈیسن اپنے کیبین میں ہی رکھی بھول آیا ہے۔

شٹ۔۔۔!! یاد آنے پر وہ بے ساختہ سر پکڑ کر رہ گیا۔ آج ہاسپیٹل سے نکلتے ہوئے اسے زیادہ دیر ہو گئی تھی۔ ابھی رات کے نو بج چکے تھے۔ آدھے سے زیادہ راستہ تو گزر گیا تھا۔ اس لئے وہ اب واپس بھی نہیں جا سکتا تھا۔

رستے میں سے کسی میڈیکل سٹور سے لے لیتا ہوں۔۔۔! ابھی واپس گیا تو پھر زیادہ ٹائم لگ جائے گا۔۔۔! خود سے کہتے ہوئے وہ اگلے ہی پل گاڑی تیز کر گیا۔ کیونکہ محبت خان کے بھی کافی میسج آ چکے تھے۔ جو اسے جلدی گھر پہنچنے کا کہہ رہی تھی۔۔۔

تھوڑا سا آگے جا کر باسم کو ایک میڈیکل سٹور نظر آیا تو وہ بریک لگاتے ہوئے جلدی سے گاڑی سے نیچے اترا تھا۔ بھاگنے والے انداز میں میڈیکل سٹور پر پہنچتے ہوئے باسم نے جلدی سے وہاں پر کھڑے لڑکے کو مخاطب کیا تھا۔۔

میڈیکل سٹور پر پہلے ہی اکا دکا لوگ میڈیسن لے رہے تھے۔ باسم کاظمی کی آواز سنتے ہوئے وہاں پہلے سے موجود ڈاکٹر رامین نے تیزی سے مڑتے ہوئے دیکھنا چاہا۔۔ چہرے پر نقاب کیے وہ اتنے عرصے بعد باسم کاظمی کا دیدار ہونے پر حیرت زدہ سی تھی۔ جب سے اسے ہاسپیٹل سے نکالا گیا تھا۔۔۔ اسے ابھی تک کسی دوسرے ہاسپیٹل میں جاب نہیں ملی تھی۔ یہ ہی

وجہ تھی۔ کہ فلحال وہ ایک پرائیویٹ کلینک پر جاب کرنے پر مجبور ہو چکی تھی۔

جب اسے جاب سے نکالا جا رہا تھا۔ تو ڈاکٹر رامین نے باسم کاظمی سے کافی بار معافی مانگنا چاہیے تھی۔ لیکن اسکا ایک ہی جواب تھا۔ کہ وہ اپنی بیوی کے فیصلے کے خلاف جا کر اسے اب ہاسپیٹل میں نہیں رکھ سکتا ہے۔ باسم کاظمی کے ان الفاظ پر وہ غیر یقینی کی سی کیفیت میں اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔ وہ حیران تھی۔ کہ کیسے وہ ایک چھوٹی سی لڑکی کے فیصلے کے آگے اتنا بے بس ہو سکتا ہے۔۔؟ کیا وہ چھوٹی سی لڑکی اس قدر اسے عزیز تھی۔۔؟

صرف چند مہینوں میں ڈاکٹر رامین جس طرح باسم کاظمی کی محبت میں گرفتار ہوئی تھی۔ اسکے لئے یہ بات کسی صدمے سے کم نہیں تھی۔۔ کہ وہ

جس انسان سے پاگلوں کی طرح محبت کرنے لگی ہے۔ وہ پہلے سے ہی شادی شدہ ہے۔ محبت خان کو اسکی بیوی کے روپ میں دیکھ کر اسکے سہانے خواب بری طرح چکنا چور ہوتے ڈاکٹر رامین کو زخمی کرتے چلے گئے تھے۔ اور اب وہ اس قدر زخمی ہو چکی تھی۔ کہ شاید موقع ملنے پر محبت خان کو نقصان پہنچانے سے بھی گریز نہ کرتی۔۔

میڈیسن لیتے ہی باسم جو ابھی پلٹا ہی تھا۔ کہ موبائل پر آتی ہوئی کال پر رکتے ہوئے وہ فون اٹھا گیا۔ اپنے چہرے پر نقاب درست کرتے ہوئے ڈاکٹر رامین تیزی سے اسکے پیچھے ہوئی۔ باسم کاظمی کو اپنی بیوی سے باتیں کرتے سن کر جلن و حسد کے مارے ڈاکٹر رامین کا خون کھولنے لگا تھا۔ جبکہ اسے سے بے خبر محبت کو پیار سے پچکارتے ہوئے باسم اپنی گاڑی کی طرف

بڑھ رہا تھا۔ کہ گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے وہ اچانک ہولے سے قہقہ لگا کر محبت کو پیار سے جواب دینے لگا۔ جو اسکے اب تک نہ آنے پر شاید ناراضگی کا اعلان کر رہی تھی۔۔۔

محبت خان کے ساتھ اسکا لہجہ و انداز دیکھتے ہوئے ڈاکٹر رامین کا وجود انگاروں پر لیٹ رہا تھا۔ ایک پل لگا تھا۔ اسے اپنی ساری پریشانیاں اور تکلیفیں یاد کرنے میں۔۔ جنہیں اتنے عرصے سے وہ برداشت کرنے پر مجبور کر دی گئی تھی۔ اور ان تکلیفوں کی وجہ کوئی اور نہیں بلکہ صرف اور صرف محبت خان تھی۔ جس نے نہ صرف سے ڈاکٹر رامین سے اسکی محبت کو چھینا تھا۔ بلکہ اسے جاب سے نکال کر در در بھٹکنے پر مجبور کر دیا تھا۔۔

باسم مینشن میں داخل ہوا تو پورے مینشن میں سناٹا ہوا پڑا تھا۔ لاؤنج کی لائٹس آف ہو چکی تھیں۔ صرف ڈم لائٹس کے باعث ہلکی ہلکی روشنی ہو رہی تھی۔ ابھی رات کے صرف دس بجے تھے۔ اور اتنی جلدی یہاں سناٹا ہو چکا تھا۔

لاؤنج کی ویرانی پر نظر ڈالتے ہوئے باسم وہیں پر کھڑے ہوتے بے اختیار لب بھینچ گیا تھا۔ صرف کچھ عرصہ پہلے تک یہاں رات دیر تک قہقہے گونجا کرتے تھے۔ اور سب سے زیادہ جن کے قہقہوں نے بلیک مینشن میں رونق لگائی ہوتی تھی۔ آج وہ دونوں ہی یہاں نظر نہیں آ رہے تھے۔ فاتح کی گمشدگی کے بارے میں جب سے بلیک مینشن میں پتہ لگا تھا۔ علیزے خان اسی دن سے بستر سے لگ چکی تھیں۔ انکے علاوہ باقی سب بھی خاموش

ہو چکے تھے۔ ہر وقت سب نظروں ہی نظروں میں بس ایک دوسرے سے بے بسی کا اظہار کرتے پائے جاتے تھے۔

سب ہر وقت علیزے خان کو حوصلہ اور ہمت دینے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔۔ لیکن اسکے باوجود وہ کبھی کبھی بہت پینک کرنے لگتی تھیں۔ کبیر خان اور فارس ہمدانی بھی دو دنوں سے غائب تھے۔ مینشن میں فلوقت صرف باسم کاظمی ہی موجود تھا۔ شاید وہ بھی اس وقت اپنے بھائیوں کے ساتھ ہوتا۔ پر فارس ہمدانی نے اسے مینشن کی ذمہ داری سونپی تھی۔ اور اسکے ساتھ ہی ہاسپیٹل کی بھی مکمل ذمہ داریاں باسم کاظمی کے سپرد ہی تھیں۔ اس وجہ سے وہ سارا دن ہاسپیٹل میں گزار کر رات میں جلدی واپس

آنے کی کوشش کرتا تھا۔تاکہ کچھ وقت اپنی بڑی ماما کے ساتھ گزار سکے۔
جو فاتح کو یاد کرتے ہوئے بے حد بیمار ہو چکی تھیں۔

باسم بے بسی کے مارے ابھی تک لاؤنج کے اندھیرے کو تک رہا تھا۔
آنکھوں کے سامنے وہ سب پرانے مناظر گردش کر رہے تھے۔۔کہ
اچانک اسکے کانوں میں مخصوص آواز سنائی دی تھی۔۔

اوئے ردی والے ڈاکٹر۔۔۔!!سچ بتا نقل کر کے ڈاکٹر پاس کی ہے ناتو
نے۔۔۔؟فاتح نے آنکھیں مٹکا کر رازداری سے سوال کرتے ہوئے جان
بوجھ کر باسم کو تپانے کی کوشش کی تھی۔۔جس پر شہرام جلدی سے بول پڑا
تھا۔۔

فتی مجھے بھی یہ ہی لگتا ہے۔ کہ اس تھرڈ کلاس ڈاکٹر کو گلوکوز کی بوتل لگانے کے سوا کچھ بھی نہیں آتا۔۔! شہرام نے بھی بیچ میں لقمہ دیتے ہوئے ہمیشہ کی طرح باسم کاظمی کی ڈاکٹر کی پڑھائی پر سوال و نقطے اٹھائے تھے۔ جن کو سن کر باسم کے سوا باقی سب قہقہے لگاتے ہوئے ایک دوسرے پر گرتے چلے گئے۔ ہر روز رات کے کھانے کے بعد وہ سب بھائی لاؤنج میں بیٹھ کر ایک ساتھ کافی پیتے تھے۔ اور اس دوران بس شہرام اور فاتح کی مستیاں شروع ہوتی تو پھر انکی شیطانیاں ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیا کرتی تھیں۔۔ باسم وہ سب پرانے مناظر یاد کرتے ہوئے آسودگی سے مسکرا رہا تھا۔ اپنی اسی شیطانی طبیعت کے باعث ایک بار وہ زبردستی اسکے ساتھ اوٹی میں بھی

گھس گئے تھے۔ جہاں اُنہوں نے باسم کاظمی کو دانت کچکچانے پر مجبور کر دیا تھا۔۔

مان نہ مان یہ ردی والا ڈاکٹر اسکے گردے نکال کر بیچنا چاہ رہا ہے۔۔۔!!

باسم کو آپریشن کرتے دیکھ کر فاتح نے خفیہ انداز میں جیسے ہی سرگوشی کی کہ وہاں موجود باقی لوگ حیرت سے انکو دیکھنے لگے۔۔ جبکہ باسم نے تو صدمے سے انکی طرف دیکھا تھا۔ جس پر شہرام بھی ہنسی دبا کر سریس لہجے میں کہنے لگا۔

ہے گوگل۔۔!! دیکھنا زرا کہ میرا بھائی ٹھیک سے آپریشن کر رہا ہے نا۔۔؟؟ شہرام نے مزید گوہر افشانی کرتے ہوئے وہاں موجود ڈاکٹرز اور نرس کو آنکھیں بڑی کرنے پر مجبور کیا تھا۔ باسم تو تب ضبط سے بس

آنکھوں کو میچ گیا تھا۔اور آج ان سب لمحات کو یاد کرتے ہوئے وہ نم ہوتی آنکھوں کے ساتھ مسکرا رہا تھا۔اسکا دل و روح اس وقت بے حد تکلیف میں تھے۔آسان نہیں تھا۔ان نکموں کے بنا یوں رہنا۔۔!پر وہ رہ رہے تھے۔سب مل کر انکو ڈھونڈنے کی کوشش کر رہے تھے۔پر اگر قسمت نے فاتح کو ان سے دور کیا تھا۔تو شہرام خود ضدی بنتا ان سے دور ہو چکا تھا۔

پاکستان واپس آنے کے باوجود بھی وہ مینشن نہیں آیا تھا۔اور نہ ہی ان میں سے کسی کو ملا تھا۔ایشام اور انجیلنا اس سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔پر شہرام کی طرف سے کوئی رسپانس نہیں مل رہا تھا۔فارس اور کبیر دیوانوں کی طرح انہیں ڈھونڈتے ہوئے دن و رات کا ہوش بھلائے ہوئے تھے۔مشعل ہمدانی بیٹے کی آواز سننے کے لئے تڑپ رہی تھیں۔پر شہرام

علی فلحال خود میں آگ بنا ہوا تھا۔ فاتح کے بنا وہ کسی کو دیکھ و سن نہیں پا رہا تھا۔ اور نہ ہی ان میں سے کسی کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔ وہ جنونیت پر اترا ہوا تھا۔

آج صبح ہی انہیں خبر ملی تھی۔ کہ وہ مارکو کے ایک آدمی کو بے دردی سے قتل کر چکا ہے۔ شہرام علی اگر فاتح کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا تھا۔ تو ان دونوں کے پیچھے ان کے باقی بھائی وحشت زدہ ہو چکے تھے۔ بھائیوں کا وہ رشتہ جو کچھ عرصے پہلے تک مکمل تھا۔ آج وہ ادھورا ہوتا ان سب کو اپنی اپنی جگہ پر ایسے اذیت میں مبتلا کر رہا تھا۔ کہ وہ سب ہی لاچار ہوتے حالات سے لڑتے ہوئے اپنوں کو بامشکل سنبھال رہے تھے۔۔۔

بھائی۔۔۔! باسم جو ابھی تک گہری سوچوں میں ڈوبا فاتح اور شہرام کو یاد کر رہا تھا۔ کہ اچانک پیچھے سے ابھرتی ہوئی پکار پر مڑ کر دیکھنے لگا۔۔

تم سوئے نہیں ابھی۔۔۔! سبحان کو کھڑے دیکھ کر وہ حیرانی سے بولا تھا۔

آپکا انتظار کر رہا تھا۔۔! سنجیدگی سے جواب دیتے ہوئے سبحان بے اختیار اسکی طرف آیا۔ وہ سچ میں باسم کے انتظار میں ہی جاگ رہا تھا۔۔۔

میرا کیوں انتظار کر رہے تھے۔۔؟ اسکے الفاظ نے باسم کاظمی کو مزید حیران کیا تھا۔ سبحان اب اسکے سامنے آکر کھڑا ہو چکا تھا۔ نائٹ ٹراؤزر شرٹ میں وہ باسم کو کافی سپاٹ سا محسوس ہوا تھا۔

تاکہ اپکو کھانے کا پوچھ سکوں۔۔۔! باسم کے ہاتھ سے میڈیسن پکڑتے ہوئے سبحان نے عام سے انداز میں جواب دیا۔ جس کو سن کر باسم کاظمی

بے اختیار اسے دیکھ گیا۔ دل میں ایک دم سے کچھ عجیب سا محسوس ہوا تھا۔۔

کھانا میں خود بھی کھا سکتا تھا۔۔! تم کیوں رکے رہے ابھی تک یہاں۔۔۔؟ اسے میڈیسن چیک کرتے دیکھ کر باسم نے بے ساختہ کہنا چاہا تھا۔

کیونکہ میں آپکا چھوٹا "بھائی" ہوں۔۔! اور بھائی ایک دوسرے کو اکیلا نہیں چھوڑتے ہیں۔۔! اور میں جانتا ہوں۔ کہ آپ خود سے کھانا نہیں کھاتے اس لئے جاگ رہا تھا۔ تاکہ آپکے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا سکوں۔۔۔! نظریں اٹھاتے ہوئے باسم کی انکھوں میں آنکھیں ڈال کر سبحان نے جتاتے ہوئے کہا تھا۔ اسکا حق جتاتا انداز دیکھ کر باسم کاظمی کو نجانے کیوں بے حد اچھا لگ رہا تھا۔ کیونکہ وہ اپنی عمر کے بالکل برعکس تھا۔ وقت کے مطابق وہ چھوٹا بنتا

ہوا انکو تنگ بھی کرنے لگتا تھا۔ تو ایسے اچانک سمجھدار بنتے ہوئے انکا سہارا بھی بننے کی کوشش کرتا تھا۔ جیسے ابھی وہ باسم کی فکر میں یہیں پر رکا ہوا تھا۔ جبکہ باقی سب اپنے کمروں میں جا چکے تھے۔۔۔

اور میں خود سے کھانا کیوں نہیں کھا سکتا ہوں۔۔۔؟ سبحان کے تیکھے تاثرات پر مسکرا کر باسم نے مزید پوچھنا چاہا تھا۔ شاید وہ جاننا چاہ رہا تھا۔ کہ کس خاص وجہ کی بنا پر وہ اسکا انتظار کر رہا تھا۔

اگر آپ خود سے کھانا کھا سکتے ہوں۔۔! تو پھر کل رات بنا کھانا کھائے نہ سو جاتے۔۔۔! سبحان نے جواب میں پھر جتاتے ہوئے اسے اطلاع دینا چاہی تھی۔ کہ وہ اس سے بے خبر نہیں ہے۔ باسم نے اس بار آنکھیں بڑی کرتے

اسے دیکھا تھا۔ وہ بھلا کیسے جانتا تھا۔۔؟ کہ کل رات وہ کھانا کھائے بنا ہی کمرے میں چلا گیا تھا۔۔

زیادہ حیران مت ہوں۔۔! میں اتنا بھی بے خبر نہیں ہوں۔۔۔! اب آ جائیں میں کھانا لگوا چکا ہوں۔۔۔! باسم کے حیران کن تاثرات کو پڑھتے ہوئے وہ اپنی کہہ کر ڈائنگ ٹیبل کی طرف مڑ گیا۔ جس پر باسم اچانک ہنس کر اسے دیکھتا چلا گیا تھا۔۔

بونا کہیں کا۔۔۔!! سبحان کے ڈیرھ شانا بننے پر وہ مسکرا کر سر جھٹکتے ہوئے اسکے پیچھے ہوا۔۔ کیونکہ محمد سبحان صاحب انہیں اطلاع دے چکے تھے۔ کہ وہ اپنے بڑے بھائی کے انتظار میں ابھی تک بھوکے ہیں۔ اس لئے باسم کا ظمی انہیں مزید انتظار کروانے کا رسک نہیں لے سکتا تھا۔۔۔

ٹائم سے گھر آیا کریں۔۔۔! محب آپکے انتظار میں جاگتی رہتی ہے۔۔۔!

اپنے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے سبحان اچانک حکم دینے والے انداز میں باسم سے بولا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد باسم اسے اسکے کمرے میں چھوڑنے جارہا تھا۔اور اسکے بعد اسے علیزے خان کو بھی ایک نظر دیکھنا تھا۔اور اب اچانک وہ چھوٹا ڈون اسے حکم دینا شروع ہو گیا تھا۔۔۔

تمہیں میں نے کتنی بار منع کیا ہے۔کہ میری بیوی کو اس نام سے مت بلایا کرو۔۔! اسکا نام "محبت باسم کاظمی" ہے۔۔! تم اسے محبت۔۔!! نہیں ایک منٹ بلکہ تم اسے کسی نام سے بلایا ہی مت کرو۔۔۔!! اور میرے پر زیادہ حکم چلانے کی ضرورت نہیں۔۔ !

باسم جو گھورتے ہوئے اپنے نام کا حوالہ دینے کے بعد سنانے لگا تھا۔ کہ اچانک اسکے کمرے کے سامنے رک کر اسے صاف صاف محبت سے بات کرنے سے ہی منع کر گیا۔۔ کیونکہ وہ ڈیڑھ فٹیا کب سے باسم کا ظمی کی شرافت کا ناجائز فائدہ اٹھا رہا تھا۔۔۔

ہاں جیسے میں تو پیدا ہی آپ سب کی باتیں ماننے کے لیے ہوا تھا۔۔! ناک سے مکھی اڑاتے ہوئے سبحان کہہ کر باسم کے منہ پر دروازہ بند کرتے ہوئے اگلے ہی پل کمرے میں گم ہو چکا تھا۔ جس پر باسم ہکا بکا سا رہ گیا۔۔ لیکن پھر بعد میں اس سے نبٹنے کا سوچتے ہوئے وہ واپس مڑتے ہوئے علیزے خان کے کمرے طرف بڑھا تھا۔۔

تیزی سے زینے اترتے ہوئے اسکارخ اپنی بڑی ماما کے کمرے کی طرف تھا۔ باسم کمرے کے سامنے پہنچ کر دروازہ کھولتے ہوئے اندر داخل ہوا تو کمرے میں ہلکی ہلکی سی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ جب سے علیزے خان کی طبیعت ایسے رہنے لگی تھی۔ اور سلطان احمد خان نے گھر آنا چھوڑا تھا۔ تب سے منیزے بھی اسی کمرے میں سو رہی تھیں۔ ان میں سے کوئی بھی تھوڑی دیر کے لئے بھی علیزے خان کو اکیلا نہیں چھوڑتا تھا۔۔۔

باسم مسکرا کر اپنی دونوں بڑی ماؤں کو ایک ساتھ سوتے دیکھ کر قریب آتے ہوئے بیڈ کنارے بیٹھ گیا تھا۔ آہستہ سے سائیڈ لیمپ آن کرتے ہوئے باسم نے بے اختیار اپنی بڑی ماما کو دیکھنا چاہا تھا۔ روشنی کے باعث جیسے ہی

علیزے خان کا چہرہ واضح ہوا تو انکا بیمار چہرہ دیکھتے ہوئے باسم کا دل بے ساختہ تکلیف سے بڑھتا چلا گیا۔۔

ہاتھ بڑھا کر اپنی بڑی ماما کے بالوں کو چھوتے ہوئے اس نے اگلے ہی پل جھکتے ہوئے انکے سر پر لب رکھ دیئے تھے۔۔۔

ہمارا فاتح ضرور واپس آئے گا بڑی ماما۔۔!! باسم نے سرگوشی کرتے ہوئے سوئی ہوئی علیزے خان کو یقین دلانا چاہا تھا۔ جبکہ سینے میں موجود دل انکو یوں دیکھ کر کٹتا جا رہا تھا۔ باسم نے بھاری سانس خارج کرتے ہوئے ایک نظر اپنی منیزے ماما کی طرف دیکھا۔ جو علیزے خان کے اوپر بازو رکھے سو رہی تھیں۔۔ شاید وہ سونے سے پہلے انہیں سلا رہی تھیں۔۔ انکا ہاتھ تھامتے ہوئے وہ اگلے ہی پل عقیدت بھرے انداز میں انکا ہاتھ چوم

گیا۔۔دل اس سے پہلے مزید بھاری ہونے لگتا کہ وہ خود پر ضبط کرتے ہوئے جو واپس جانے کا سوچ ہی رہا تھا۔کہ تبھی اچانک اسکے موبائل پر سلطان احمد خان کی کال آنے لگی۔۔اس وقت انکی کال دیکھ کر وہ بالکل نہیں چونکا تھا۔۔۔

سوئی ہوئی علیزے خان پر نظر ڈال کر باسم نے جلدی سے کال ریسیو کرتے ہوئے موبائل کان کے ساتھ لگایا تھا۔۔۔

جی بڑے بابا کیسے ہیں آپ۔۔۔؟ان کے بولنے سے پہلے ہی باسم نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے حال پوچھا تھا۔۔۔

تمہاری بڑی ماما کیسی ہیں باسم۔۔۔؟اسکے سوال کے جواب میں سوال کرتے ہوئے موبائل میں سے سلطان احمد خان کی بھاری آواز سنائی دی

تھی۔اپنے فلیٹ کے ایک کمرے میں بیٹھے وہ ایک ہاتھ میں سگریٹ تھامے دوسرے ہاتھ سے موبائل کان کے ساتھ لگائے ہوئے تھے۔۔ جبکہ پورا کمرہ اس وقت گہرے اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔۔۔

وہ ٹھیک ہیں بڑے بابا۔۔! اس وقت انکے پاس ہی ہوں۔۔! باسم نے انکو تسلی دیتے ہوئے بتانے کے ساتھ پھر علیزے خان کو دیکھا تھا۔ سلطان احمد خان گھر نہیں آتے تھے۔پر روزرات کو وہ باسم سے فون پر اپنی خانم کی طبیعت کا ضرور پوچھتے تھے۔

ہمم۔۔۔!! انہیں زیادہ رونے مت دیا کرو باسم۔۔۔! ہنکارہ بھرتے ہوئے وہ لمحے کے وقفے کے بعد باسم کو مخاطب کرتے ہوئے بے اختیار بولے تھے۔ جس کو سن کر باسم ساکن سا ہو گیا۔۔۔

جی بڑے بابا۔۔۔!! بہت چاہ کے بھی وہ ہاں کرنے کے سوا کچھ نہیں کہہ پایا تھا۔اتنے دنوں سے وہ انہیں یہ نہیں کہہ پا رہا تھا۔۔کہ آپ گھر لوٹ آئیں۔۔بڑی ماما کو آپکی ضرورت ہے۔۔

خانم کو میڈیسن خود کھلایا کرو باسم۔۔۔! سبحان انہیں ابھی سنبھالنے کے لیے چھوٹا ہے۔۔! باسم جو سوچوں میں مبتلا علیزے خان کے چہرے کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔۔کہ تبھی پھر سلطان اسے مخاطب کرتے ہوئے تاکید کرنے لگے۔

انہیں اپکے سوا کوئی بھی اچھے سے نہیں سنبھال سکتا بڑے بابا۔۔۔!! باسم نے مسکرا کر جواب میں کہتے ہوئے یاد دلانا چاہا تھا۔جس کو سن کر دوسری

طرف گہری خاموشی چھاچکی تھی۔۔ باسم بہت آہستہ آواز میں ان سے بات کر رہا تھا۔ تاکہ علیزے خان یا منیزے پاشا کی نیند ڈسٹرب نہ ہو۔۔۔

آپ گھر کب آئیں گئے بڑے بابا۔۔۔؟ بیڈ سے کھڑے ہوتے باسم نے واپس مڑتے ہوئے سوال کیا۔

فاتح کو لیے بنا نہیں آپاؤں گا باسم۔۔۔! تمہاری بڑی ماما کے سامنے رہ کر انکی آنکھوں کا وہ بھرم ٹوٹتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔۔! جو مجھے ہر وقت یہ احساس دلائے کہ میں انکے بیٹے کی حفاظت نہیں کر پایا۔۔۔!! باسم جو کمرے سے باہر نکل رہا تھا۔ کہ سلطان احمد خان کے الفاظ سنتے ہوئے وہ بے ساختہ وہیں منجمد ہوتا ٹھہرتا چلا گیا۔۔۔

باسم تھکے ہارے انداز میں کمرے میں داخل ہوا تھا۔ابھی رات کے بارہ بج رہے تھے۔اسکی بیڈ کی جانب نظر اٹھی تو محبت اپنی روبی کو گلے لگائے آنکھیں بند کیے ہوئے تھی۔شاید وہ سو رہی تھی یا پھر سو چکی تھی۔باسم اندازہ نہیں لگا پایا تھا۔پر روبی کو محبت کے گلے لگے دیکھ کر وہ ناک، منہ ضرور چڑھا چکا تھا۔۔۔

پتہ نہیں یہ منحوس کب میری بیوی کا پیچھا چھوڑے گی۔۔۔! گھڑی اتارتے ہوئے وہ بے ساختہ کلس کر بڑبڑاتے ہوئے ڈریسنگ ٹیبل کی جانب قدم اٹھا گیا۔۔اس وقت وہ دلی و دماغی طور پر بے حد تھک چکا تھا۔اس لئے سوئی

ہوئی روبی پر ایک گھوری ڈال کر وہ اپنا نائٹ ڈریس لیتے ہوئے باتھ روم کی جانب بڑھ چکا تھا۔۔

آدھے گھنٹے تک شاور لینے کے بعد باسم تولیے سے بال خشک کرتے ہوئے باہر نکلا۔ تو سوئی ہوئی محبت پر پھر نظر ڈالتے ہوئے وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔ آئینے میں محبت کا عکس دیکھتے ہوئے باسم کچھ مہینے پہلے کا منظر یاد آنے پر بال خشک کرتے ہوئے اگلے ہی پل مسکرانے لگا تھا۔

دو مہینے پہلے۔۔۔

محبت بیٹا یہ کیسی ضد ہے۔۔۔؟علینہ خانم اپنی ضدی بیٹی کو عاجز نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔ جس نے دو دنوں سے صرف ایک ہی رٹ پکڑی ہوئی تھی۔ کہ اسے دلہن بن کر اپنے شوہر کے گھر جا کر رہنا ہے۔۔

میں ضد نہیں کر رہی ہوں مورے۔۔! باسم خود کہتے ہیں۔ کہ وہ میرے شوہر ہیں۔ تو پھر میں یہاں پر کیوں رہ رہی ہوں۔۔؟ مجھے بھی انکے ساتھ انکے کمرے میں رہنا چاہیئے نا۔ جیسے رابی بھابھی ارسل بھیا کے ساتھ رہتی ہیں۔۔! میں ٹھیک کہہ رہی ہوں ناڈید۔۔؟ محبت نے پوری پوری سمجھداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا تھا۔ اور آخر پر اپنے باپ سے رائے مانگتے ہوئے انکو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش بھی کی۔

بالکل۔۔! میرا شیر بیٹا کبھی غلط ہو ہی نہیں سکتا۔۔۔! محبت کے پوچھنے پر نعمان خان فوراً سے پہلے حامی بھرتے ہوئے اسکا ماتھا چوم گئے۔ جبکہ وہاں کھڑے باقی سب حیرت زدہ تھے۔ کمرے میں فلحال خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ باسم بھی حیرانگی و پریشانی سے اپنی بیوی کو دیکھ رہا تھا۔ جس کو اچانک پتہ نہیں کیا ہو چکا تھا۔ اس سے دور بھاگنے والی اب اچانک اسے اپنا شوہر تسلیم کر چکی تھی۔ اور نہ صرف شوہر تسلیم کیا تھا۔ بلکہ اسکے ساتھ رہنے کے لیے بضد بھی تھی۔۔ محبت خان کی اسی ضد کی وجہ سے آج سب محبت ولا میں اکھٹے ہوئے تھے۔

یہ بے وقوف ہے۔۔! اسے ان باتوں کی اتنی سمجھ نہیں ہے۔۔! آپ لوگ کیوں اسے اتنا سنجیدہ لے رہے ہیں۔۔۔! محبت کو وہیں اٹکے دیکھ کر علینہ خانم بے اختیار کہنے لگیں۔

خانم۔۔!! میری بیٹی ناسمجھ نہیں ہے۔۔! اور اگر میری بیٹی کی یہ خواہش ہے۔ تو اسکی یہ خواہش بالکل ناجائز نہیں ہے۔۔! نعمان خان اپنی بیوی کو نرمی سے ٹوکتے ہوئے بولے تھے۔۔ جس کو دیکھ کر باسم نے مزید آنکھیں پھیلالی تھیں۔ بھلا اسکا سسر کب سے اسکے حق میں ووٹ دینے لگا تھا۔۔؟ باپ کی سپورٹ پاکر محبت نے اترا کر آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے باسم کا ظمی کو گھورنے کی کوشش کی۔ جیسے کہنا چاہ رہی ہو۔ کہ اب بھلا مجھ سے

بچ کر کہاں جاؤ گئے۔۔؟ محبت کی نظروں پر باسم نا سمجھی سے پریشان ہوتے اسے دیکھ گیا۔۔۔

مجھے نہیں لگتا اس میں کچھ غلط ہے۔۔! رخصتی آج بھی ہونی ہے اور کل کو بھی۔۔۔! تو پھر اس میں اتنی سوچ بچار کیسی۔۔۔؟ علیزے خان اپنی رائے پیش کرنے لگیں۔ جس پر سب ہی متفق نظر آرہے تھے۔۔۔

بھئی مجھے تو اپنی بہو لے جانے میں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔۔! میں تو خوش ہی خوش ہوں۔۔۔! باسم کے ساتھ بیٹھی ائرہ کاظمی بھی اچانک خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگیں تو سب مسکرا کر انہیں دیکھ گئے۔۔۔۔

بالکل۔۔۔! اگر میرے پیارے بچے نے اس میسنے کے ساتھ رہنے کا سوچ ہی لیا ہے۔۔! تو پھر میرا ووٹ بھی میری بہو کے حق میں ہی ہے۔۔۔!!

محبت خان کو اپنی طرف آنے کا اشارہ کرتے ہوئے سنان مصطفیٰ بھی مسکرا کر کہنے لگے تھے۔ جبکہ فقط صرف ایک علینہ خانم ہی تھیں۔ جو اتنی جلدی رخصتی کے حق میں نظر نہیں آ رہی تھیں۔۔

پر محبت ابھی نا سمجھ ہے۔۔۔! شادی جیسی ذمہ داری کیسے پوری کرے گی۔۔۔؟ اور اب یہ میڈیکل کی پڑھائی بھی کرنا چاہ رہی ہے۔۔!! اتنے بڑے فیصلے کرنے پر پہلے اس سے ایک بار بات تو کر لیں آپ سب۔۔! ان سب کے حامی بھرنے پر علینہ خانم پریشانی سے کہتی چلی گئی تھیں۔ ماں ہونے کی حیثیت سے انکا پریشان ہونا بالکل بجا تھا۔ کیونکہ انہیں اپنی بے وقوف بیٹی سے سمجھداری کی کوئی امید نہیں تھی۔ صرف دو دنوں میں اگر

وہ شادی کرنے کی ضد پکڑ چکی تھی۔ تو ضرور اسکے پیچھے اسکا خرافاتی دماغ کچھ نہ کچھ سوچ کر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اپنی بیٹی کو اچھے سے جانتی تھیں۔

خانم بھابھی محبت پر کوئی ذمہ داری نہیں ہو گی۔۔! اور رہی اسکی پڑھائی کی بات تو وہ سب باسم خود دیکھ لے گا۔۔۔! آپ کیوں اتنا پریشان ہو رہی ہیں۔۔! یہ جیسے یہاں پر رہتی ہے۔ بالکل ویسے ہی وہیں پر رہے گی۔۔۔!! سنان مصطفیٰ انہیں بے فکر کرنے کی پوری کوشش کر رہے تھے۔۔

خانم تم کیوں اتنا پریشان ہو رہی ہو۔۔۔؟؟ کیا کوئی شک ہے ہم پر۔۔۔؟ منیزے پاشا بھی حصہ ڈالتے ہوئے پوچھ گئی تھیں۔۔۔۔

کیسی بات کر رہی ہو منیزے۔۔۔!! میں صرف اس لئے پریشان ہو رہی ہوں۔ کہ یہ بے وقوف کہیں بس دلہن بننے کے چکر میں یہ سب نہ کر رہی ہو۔۔! اور بعد میں خدانخواستہ کہیں یہ نہ بولے کہ مجھے گھر چھوڑ کر آئیں۔۔۔! علینہ خانم فوراً برا مانتے ہوئے صفائی پیش کرنے لگیں تو سب قہقہ لگاتے چلے گئے تھے۔ جبکہ محبت خان نے خفگی سے اپنی ماں کو دیکھا تھا۔ اسکی نظروں کو پہچانتے ہوئے باسم ہنسی دبا کر اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے انکے پاس آکر بیٹھ گیا۔۔

میرے ہوتے ہوئے کیوں پریشان ہو رہی ہیں پیاری ساسوماں۔۔۔! آپ بے فکر ہو کر اپنی بیٹی کو دلہن بنانے کی تیاری پکڑیں۔۔! آگے کی کہانی آپ باسم کاظمی پر چھوڑ دیں۔۔! علینہ خانم کو بازو کے گھیرے میں لے کر باسم

ہلکے پھلکے لہجے میں کہتے ہوئے انکو ریلیکس کرنے لگا۔ جس پر محبت ناک چڑھا چکی تھی۔۔۔

مورے ریلیکس ہو جائیں۔۔۔! باسم سنبھال لے گا نا محبت کو۔۔۔!!

ارسل خان نے بھی اسکی حمایت میں بولتے ہوئے اپنی ماں کو پر سکون کرنا چاہا تو اگلے ہی پل وہ مسکرا کر سر ہلاتی چلی گئیں۔ انہیں پر سکون ہوتے دیکھ کر ارسل خان نے مسکرا کر دوسری طرف سے انہیں بازو کے گھیرے میں لیتے ہوئے انکے سر پر لب رکھ دیئے۔ جس پر وہ سچ میں ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگی تھیں۔۔

سب سیٹل ہو گیا ہے۔ تو بتاؤ پھر خان کس دن آئیں ہم اپنی امانت لینے۔۔۔؟ نعمان خان کو مخاطب کرتے ہوئے سلطان بے ساختہ پوچھنے لگے تھے۔ جس پر نعمان خان مسکرا کر اپنے خان سر کو دیکھ گئے۔۔۔

جو دن آپ کو مناسب لگے خان سر۔۔۔! میں اپنا فرض ادا کرنے کے لیے ہر وقت حاضر ہوں۔۔!! چہرے پر نرم سی مسکراہٹ سجائے نعمان خان جواب میں تابعداری سے بولے تھے۔ انکا جواب سن کر سلطان مسکرا سوالیہ نظروں سے باقیوں کی طرف دیکھنے لگے۔

کل جمعے کا دن کیسا رہے گا۔۔۔؟ انکی نظروں کے جواب میں وہاج صدیقی رائے پیش کرتے پوچھ گئے۔۔

پرفیکٹ ہے۔۔!! ضرار پاشا نے جلدی سے حامی بھری تھی۔۔۔

ٹھیک ہے پھر خان۔۔! کل تیار رہنا ہمیں ہماری امانت سونپنے کے لیے۔۔۔! نعمان خان کو مخاطب کرتے ہوئے عیس ہمدانی تیار رہنے کا کہہ رہے تھے۔۔

ہم آپکی خدمات میں ہر وقت حاضر ہیں سر۔۔۔! نعمان خان ہنس کر تابعدار ہوتے بولے تھے۔ جس پر سب ہنستے چلے گئے۔۔

فجر کی نماز پڑھنے کے بعد غازیان سپاٹ چہرے کے ساتھ فارم ہاؤس کے لان میں بیٹھا سگریٹ پھونک رہا تھا۔ صبح صبح سگریٹ پی کر شاید وہ اپنے اندر کی آگ کو کم کرنا چاہ رہا تھا۔ جو ہر وقت بس اسے جلائے رکھتی تھی۔ اور یہ آگ بے بسی و ضبط کی تھی۔ جس میں پھنس کر غازیان پاشا کا صبر آزمایا جا رہا تھا۔۔

کتنے دنوں سے وہ مل کر شہرام علی کو ڈھونڈنے کی کوشش کر رہے تھے۔۔ پر اسکا کوئی سراغ نہیں مل پا رہا تھا۔ جس کی وجہ سے اب غازیان پاشا کا صبر انتہاؤں پر پہنچ چکا تھا۔ جب تک شہرام علی انکے ہاتھ نہ لگتا تب تک وہ پورے دھیان سے کبھی بھی فاتح سلطان کی تلاش کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتے تھے۔ پر وہ ڈھیٹ انسان انہیں اپنے پیچھے خوار کر کے نجانے کونسے مزے لوٹ رہا تھا۔ غازیان لب بھینچے سوچے جا رہا تھا۔ بس نہیں تھا۔ کہ شہرام علی کو ڈھونڈ کر اسکا دماغ درست کر دیتا۔

ڈیم۔۔۔!! سب الو کے پٹھے ہیں۔۔۔! شہرام کی حرکتوں پر کلس کر غازیان نے غصے سے زمین پر پیر مارتے ہوئے اسے کوسا۔ ارسل جو اسے

باہر بیٹھے دیکھ کر اسی طرف آرہا تھا۔ کہ اسکے الفاظ سنتے ہوئے بے اختیار رک کر آبرو اچکاتے ہوئے بیرسٹر میاں کی پشت دیکھ گیا۔۔۔

اگر ہم سب الو کے پٹھے ہیں۔ تو آپ بیرسٹر میاں ان پٹھوں کے سردار ہیں۔۔! پرسکون لہجے میں اسکے الفاظ کا جواب دیتے ہوئے ارسل خان نے غازیان کو پلٹنے پر مجبور کیا۔۔ وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔۔۔

تم یہاں کیا کر رہے ہو۔۔؟ ارسل کے جواب اور بلاوجہ کی آمد پر غازیان نے ناک چڑھا کر اسے دیکھا تھا۔ جیسے اسکے اچانک ٹپکنے پر غصہ آیا ہو۔۔

تمہارے نیک خیالات کا جواب دینے آیا ہوں۔۔۔! زبردستی مسکرا کر ارسل اگلے ہی پل اسکے سامنے آکر بیٹھ گیا۔۔

کچھ خیال کرو صبح صبح اس تمباکو کو پھونک کر کونسا دل جلا بننے کی کوشش کر رہے ہو۔۔؟؟غازیان کے ہاتھ میں صبح صبح سگریٹ دیکھتے ہوئے ارسل نے حیرت سے اسے سنایا تھا۔

میرا دل کر رہا ہے۔۔!!ارسل کے سنانے پر منہ بناتے ہوئے غازیان نے ہولے سے کہا۔۔وہ جانتا تھا۔کہ اسکا سگریٹ دیکھ کر وہ ابھی شروع ہو جائے گا۔اسی لئے شاید وہ پہلے ہی اسے بتانا چاہ رہا تھا۔کہ وہ دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر پی رہا ہے۔۔۔

دل کر رہا ہے۔تو تم مجھے ایسے بتا رہے ہو۔۔!جیسے یہ سڑا ہوا سگریٹ نہیں بلکہ پروٹین شیک پی رہے ہو۔۔۔!!غازیان کی توقع کے مطابق ارسل

خان اسے جھاڑ پلانا شروع ہو چکا تھا۔ کیونکہ حقیقت میں وہ سب بھائی اسکی اس گندی عادت سے عاجز آئے ہوئے تھے۔

کیا تکلیف ہے۔۔!! ارسل خان کے سنانے پر غازیان نے اسے آنکھیں دیکھانے کی کوشش کی۔۔

مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے۔۔! پر بیٹا تم رکو دیکھنا ابھی تمہیں تکلیف ہو گی۔ کیونکہ میں جا رہا ہوں بھائی لوگوں کو بتانے۔۔۔! غازیان کے آنکھیں دیکھانے پر ارسل خان اسے اطلاع دیتے ہوئے اگلے ہی پل اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ جس پر غازیان بوکھلا کر سگریٹ بجھاتے ہوئے اسکے پیچھے بھاگا۔

چھوٹے خان میں تمہارا خون کر دوں گا اگر تم نے بھائی لوگوں کو کچھ بھی بتایا تو۔۔۔!! ارسل خان کو تیزی سے پکڑتے ہوئے غازیان اسے جلدی سے دھمکانے لگا۔۔۔

بھائی لوگوں کے ہاتھوں تم زندہ رہو گئے تو ہی میرا قتل کر پاؤ گئے نا۔۔! مطمئن انداز میں جواب دے کر ارسل خان نے پھر قدم اٹھا لیے۔ مطلب صاف تھا۔ کہ غازیان پاشا کی کسی دھمکی سے وہ نہیں ڈرتا یے۔۔

بے غیرت انسان کیا تکلیف ہے تمہیں۔۔!! کیوں کسی پاگل کتے کی طرح صبح صبح میرے پیچھے پڑ گئے ہو۔۔۔!! غازیان نے غصے سے بل کھاتے ہوئے پھر ایک جست میں اس تک پہنچتے ہوئے روکنا چاہا تھا۔۔ اچھا بھلا وہ

اپنا سگریٹ انجوائے کر رہا تھا۔اور یہ کمینہ پتہ نہیں کہاں سے نمودار ہو کر اسکی جان کو آچکا تھا۔۔

مجھے تکلیف ہے یا تمہیں۔۔؟ہم جتنا تمہاری اس گندی عادت کو چھپاتے ہیں۔تم اتنا ہی نشئی بننے کی کوشش کرنے لگے ہو۔۔!تو اسکا مطلب یہ ہی ہوا نا کہ ہمارے خاموش رہنے کی وجہ سے تم اس زہر کو ہر وقت منہ سے لگائے پھر رہے ہو۔۔!اور ایک منٹ تم نے ابھی کیا کہا۔۔؟مجھے کتا کہا..؟ گالی دی۔۔؟رکو اب یہ بھی بھائی کو بتاتا ہوں۔۔۔!!غازیان کو جواب میں اچھا خاصا سناتے ہوئے وہ آخر پر حیرانگی کا اظہار کرتا مزید ایک دھمکی لگا گیا۔ جس کو دیکھ کر غازیان پاشا نے بے اختیار اپنا سر پیٹا تھا۔

دیکھ میں نے تجھے گالی نہیں دی۔۔!! زیادہ ڈرامہ مت کریٹ کر۔۔!!

ارسل کی آخر والی دھمکی پر اب غازیان کے تیوروں کو ٹھنڈا ہونے میں ایک سیکنڈ لگا تھا۔ارسل خان اور ایشام صدیقی چونکہ سب سے چھوٹے تھے۔اس لئے فارس ہمدانی اور کبیر خان کی طرف سے باقی سب کے لیے ایک خاص حکم شروع سے قائم رہا تھا۔کہ وہ سب کبھی بھی اپنی گندی زبان کا استعمال ان دو چھوٹے نمونوں کے سامنے نہیں کریں۔اور نہ ہی انکے ساتھ ایسی کوئی واحیات زبان یا پھر گالی دیں گئے۔اور اس ہدایت پر ان سب نے ہمیشہ سے عمل کیا تھا۔پر پاکستان آنے کے بعد سے وہ تھوڑا بدل گئے تھے۔اپنی موج مستی میں وہ کیسے بھی ایک دوسرے کو مخاطب کر لیتے تھے۔لیکن آج غازیان پاشا کی زبان سے لفظ "کتا" سنتے ہوئے ارسل خان

پھر اپنے پرانے روپ میں آچکا تھا۔ وہی روپ جس میں ایشام اور ارسل پل پل بڑے بھائیوں کو انکی گندی زبان کی رپورٹ دیتے تھے۔ اور بعد انکی شامت آتے دیکھ کر مزے سے انجوائے کرتے رہتے تھے۔۔۔

تو یہ بھی بتادے کہ "کتا" بلانا کس مذہب زبان میں آتا ہے۔۔۔؟ غازیان کو مکرتے دیکھ کر ارسل نے تڑخ کر جاننا چاہا تھا۔ جس کو دیکھ کر نہ چاہتے ہوئے بھی غازیان کو ہنسی آگئی۔۔ اسکی چھپی ہوئی ہنسی دیکھ کر ارسل جو غصے سے پھر آگے بڑھنے والا تھا۔۔ کہ اچانک فارس ہمدانی خود ہی آواز دیتا انکی طرف آگیا۔۔۔

کیا ہو رہا ہے یہاں پر۔۔؟ صبح صبح کس بات پر اب منہ ماری کر رہے ہو تم دونوں۔۔۔؟ فارس نے گلاس وال سے باہر ایک ساتھ انہیں کھڑے دیکھا تھا۔ انہیں بحث کرتے دیکھ کر وہ باہر نکل آیا تھا۔

بھائی اس نے مجھے گالی دی ہے۔!! فارس کے پوچھنے پر ارسل نے بنا ہچکچائے جھٹ سے اسکی شکایت لگائی۔ جس کو سن کر فارس حیرت سے غازیان کی طرف مڑتے ہوئے اسے دیکھنے لگا تھا۔۔۔

بھائی یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ میں نے بس اسے کتا کہا تھا۔۔!! غازیان نے حواس باختگی سے نفی کرنا کرنا چاہی۔۔۔

تم سگریٹ پی رہے تھے۔۔؟ فارس جو کہ غازیان کے قریب ہی کھڑا تھا۔ کہ اسکے منہ سے سگریٹ کی سمیل محسوس ہونے پر فارس جلالی انداز میں

اسے دیکھنے لگا۔۔ لہجہ ایک دم سے کڑا ہو گیا تھا۔ جبکہ بڑے بھائی کے تیور دیکھتے ہوئے غازیان کی بولتی بند ہو چکی تھی۔

نہیں بھائی۔۔!! ایسا کچھ نہیں ہے۔۔! غازیان نے آنکھیں چرا کر جھوٹ بولنے کی کوشش کرنا چاہی تھی۔۔۔

ایسا کچھ نہیں ہے۔ تو تمہاری آنکھیں کیوں جھوٹ بول رہی ہیں پھر۔۔۔؟ فارس نے سخت لہجے میں کہتے ہوئے اسکا چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے اپنے سامنے کیا۔۔۔ جبکہ ارسل خان دل ہی دل میں اسکی جان بخشی کی دعا مانگنا شروع ہو چکا تھا۔ اسکے بتائے بنا ہی غازیان پاشا کا راز خود بخود فاش ہو چکا تھا۔۔۔

منع کیا تھا نا ہم نے تمہیں۔۔!! پھر کس ہمت سے تم سگریٹ نوشی کر رہے ہو غازیان پاشا۔۔؟ اسے چپ دیکھ کر فارس نے بھڑکتے ہوئے مزید سوال کیے تھے۔ غازیان زرا کی زرا آنکھیں میچ کر بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا۔

بھائی عادت نہیں جا رہی بس۔۔۔!! آہستہ آواز میں بولتے ہوئے غازیان نے بونگا سا بہانہ بنایا۔۔۔

اگر عادت نہیں جا رہی تو مجھے بتاؤ میں اپنے طریقے سے تمہاری اس گندی عادت کو ٹھیک کر دیتا ہوں۔۔!! اسکے فضول بہانے کو سنتے ہوئے فارس کو مزید غصہ آنے لگا تھا۔ جبکہ اسکی عزت افزائی ہوتے دیکھ کر ارسل سکون سے پاس کھڑا رہا۔۔

سوری بھائی۔۔!!اب نہیں کرتا۔۔!!فارس کو مزید غصے میں آتے دیکھ کر غازیان نے وقت سے پہلے پہلے معافی مانگ لی۔۔تاکہ بڑے بھائی کے جلال سے مزید بچا رہے۔۔

یہ میری تمہارے لئے لاسٹ وارننگ ہے غازیان۔۔۔!اور اگر اسکے بعد مجھے تمہارے سگریٹ پینے کا پتہ چلا تو میں پھر اپنے طریقے سے تمہیں ایسی سگریٹ نوشی کراؤں گا۔۔کہ تم ساری زندگی یاد رکھو گئے۔۔۔!بارعب لہجے میں بولتے ہوئے فارس ہمدانی نے اسے آخری موقع دیا۔جس پر غازیان خجل سا ہوتا سر کجھانے لگا تھا۔جبکہ ارسل کے دل کو اندر تک ٹھنڈ پڑتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔کیونکہ وہ ٹیڑھا بیر سٹرا نہیں کسی کھاتے میں نہیں لاتا تھا۔اسے صرف کبیر اور فارس ہی قابو کر سکتے تھے۔۔

اندر آو فوراناشتے کے لیے دونوں۔۔۔! غصیلے لہجے میں غازیان کو حکم دیتے ہوئے فارس مڑ گیا۔ جس پر ارسل، غازیان کی پتلی حالت پر فوراخاموشی بھرا قہقہ لگانے لگا تھا۔۔ارسل کا انداز صاف صاف مذاق اڑانے جیسے تھا۔۔

تیری توسالے منحوس صبح صبح ٹپک گیا تھا۔۔! تجھے میں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔۔!! غازیان نے جلدی سے آگے بڑھتے ہوئے ارسل کی گردن میں بازو ڈالتے ہوئے ابھی اسے دبوچا ہی تھا۔ کہ تبھی پھر فارس نے مڑتے ہوئے انکی طرف دیکھا۔۔۔ جس پر غازیان تیر کی طرح سیدھا ہوتا فورا ارسل سے دور ہو کر کھڑا ہو گیا۔

تم لوگوں کو کتنی بار سمجھایا ہے کہ تمیز کے ساتھ رہا کرو انکے ساتھ۔۔!

چھوٹے ہیں وہ تم سب۔۔۔!آئندہ میں تمہیں چھوٹے خان سے بد تمیزی کرتے نہ سنوں۔۔۔!ارسل کی شکایت یاد آنے پر فارس نے فوراً غازیان کو ٹوکتے ہوئے گھورا۔ارسل ایک دم سے چوڑا ہوتا اپنی کالر درست کرنے لگا تھا۔۔

جی بھائی اب نہیں کرتا۔۔۔!!غازیان نے مصنوعی شرافت کا مظاہرہ کرتے ہوئے تابعداری سے جواب دیا۔فارس اُنہیں اندر آنے کا اشارہ کرتے ہوئے پھر مڑ گیا تھا۔۔جبکہ ارسل خان اب کی بار کھل کر قہقہے لگاتے ہوئے بڑے بھائی کے پیچھے بھاگا تھا۔۔۔

کمینہ۔۔! چغل خور۔۔! کتا کہیں کا۔۔! ارسل کو گالیوں سے نوازتے ہوئے غازیان اسکے پیچھے قدم اٹھانے لگا۔اب اگر وہ اسکے منہ پر نہیں سنا سکتا تھا۔تو اسکی پیٹھ پیچھے تو کم از کم اپنا دل ہلکا کر ہی سکتا تھا۔

باسم۔۔!!اٹھ جائیں۔۔!!ہم لیٹ ہو رہے ہیں۔۔! محبت شاور لے کر باہر نکلی تو باسم کو ابھی تک بیڈ پر سوئے دیکھ کر تیز آوازیں دینا شروع ہو گئی۔

بالوں میں ٹاول لپیٹے وہ باسم کا ظمی کی ڈھیلی ڈھالی بلیک کلر کی ٹی شرٹ پہنے ہوئے تھی۔محبت کی آوازوں پر اپنی جگہ پر سوئی ہوئی روبی نے بھی زرا کسما کر باسم کو گھورا تھا۔جو کہ آج اٹھ نہیں رہا تھا۔اسکے ابھی تک نہ اٹھنے کی وجہ

سے اسکی ماں لیٹ ہو رہی تھی۔اور وہ لاپرواہ آدمی بے خبر سوئے جا رہا تھا۔ روبی نے کلس کر سوچتے ہوئے باسم کو گھورنا چاہا تھا۔ جبکہ نیند حاوی ہونے کی وجہ سے اسکی نیلی آنکھیں بار بار بند ہو رہی تھیں۔۔پر محبت کی آوازوں پر وہ ڈسٹرب ہو رہی تھی۔۔۔

یہ اٹھ کیوں نہیں رہے آج۔۔؟محبت جو آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر بالوں سے ٹاول نکال رہی تھی۔کہ باسم کو بنا حرکت سوئے دیکھ کر وہ پریشانی سے سوچ گئی۔

باسم۔۔!!محبت نے پھر اسے آواز دینا چاہی تھی۔

میاؤں۔۔!!محبت کی اچانک اونچی آواز سنتے ہوئے روبی نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھولتے ہوئے روہانسے پن سے ماں کو دیکھا۔۔

سوری میرا بچہ۔۔!! سو جاؤ تم۔۔!! روبی کے ڈرنے پر محبت دانتوں تلے لب دبا کر آگے بڑھتے ہوئے فورا اسکا سر چومتے ہوئے بولی تھی۔اور ساتھ ہی اسکا چھوٹا سا بلینکٹ اٹھا کر اس پر درست کر دیا۔۔ جس پر روبی لاڈ سے کسمسا کر آنکھیں بند کر چکی تھی۔روبی کو دوبارہ سوتے دیکھ کر اس بار محبت ٹاول پرے پھینکتے ہوئے بیڈ کی جانب بڑھ گئی۔تاکہ اسکے پاس جا کر دیکھ سکے۔کیونکہ اسکی آوازوں پر اب روبی کی نیند ڈسٹرب ہو رہی تھی۔۔

باسم۔۔! محبت نے بیڈ پر چڑھتے ہوئے اسے ہلایا تو باسم کے چہرے کو ہاتھ لگاتے ہی وہ بدک کر اپنا ہاتھ دور ہٹا گئی۔۔۔

یا اللہ اپکو تو اتنا تیز بخار ہے باسم۔۔!! محبت نے پریشان ہوتے اسکی بند آنکھوں کو دیکھا تھا۔جبکہ اسکی قریب سے آواز سنتے ہوئے باسم نے ہمت

کرتے ہوئے تھوڑی سی آنکھیں کھولنے کی کوشش کی تھی۔وہ کب سے دور سے اسکی آوازوں کو سن رہا تھا۔پر بخار ہونے کی وجہ سے اس میں اتنی ہمت بھی نہیں تھی۔کہ محبت خان کو کوئی جواب دے پاتا۔اسی لئے بے حس و حرکت لیٹا رہا تھا۔اور اب محبت کے قریب آنے پر وہ آگے بڑھتے ہوئے اسکے گلے لگتا محبت کے سینے میں چہرہ چھپا گیا تھا۔۔

باسم آپ کو بخار ہے۔۔۔!!اسے اپنے اندر چہرہ چھپاتے دیکھ کر محبت تشویشناک لہجے میں بولی تھی۔محبت نے اس بار اپنی آواز آہستہ ہی رکھنا چاہی تھی۔تاکہ روبی پھر سے ڈسٹرب نہ ہو جائے۔جو وقفے وقفے سے اب آنکھیں کھول کر باسم کا ظمی کو محبت خان کے قریب ہوتے دیکھ رہی تھی۔۔

میں جانتا ہوں میری جان۔۔۔!! محبت کی بات کا جواب باسم نے مسکرا کر نقاہت زدہ لہجے میں دیا۔ محبت کی کمر کو شدت سے جکڑتے ہوئے وہ خود میں بھینچ کر اسے قریب کر چکا تھا۔

کل رات اسے کافی تھکن محسوس ہو رہی تھی۔ اور سونے سے پہلے جب اس نے شاور لیا تھا۔ تو اسکے ٹھیک پانچ منٹ بعد ہی باسم کو اپنے جسم میں ہلکا ہلکا درد محسوس ہونے لگا تھا۔ لیکن وہ نظر انداز کرتے ہوئے محبت کے ساتھ سونے کے لئے لیٹ چکا تھا۔ محبت کو گلے لگاتے ہوئے وہ کب نیند میں اترا تھا۔ اسے کوئی خبر نہیں تھی۔ اور اب بخار کی شدت سے ویسے ہی اسے ہوش نہیں آ رہی تھی۔۔۔

چھوڑیں مجھے۔۔! میں نیچے سے کسی کو بلا کر لاتی ہوں۔۔!! اپنی کمر سے باسم کا بازو نکالتے ہوئے محبت نے بیڈ سے اترنا چاہا تو باسم تیزی سے اسے روکتے ہوئے کھینچ کر اپنے قریب لٹا گیا۔۔۔

کسی کو بلانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔! میں ٹھیک ہوں۔۔!! محبت کو سینے سے لگاتے ہوئے وہ بند آنکھوں سے کہنے لگا تھا۔

پر کیوں۔۔؟؟ اپکو اتنا تیز بخار ہے۔۔!! اسکے روکنے پر محبت نے فکر مند ہوتے اسے دیکھنا چاہا تھا۔ پر باسم اسے زور سے خود میں بھینچے ہوئے تھا۔۔

میں ٹھیک ہوں میری جان۔۔! کیوں سب کو بتا کر صبح صبح گھر والوں کو پریشان کرنا چاہ رہی ہو۔۔! محبت کی گردن میں چہرہ چھپاتے ہوئے باسم نے پھر انکار کیا۔

ٹھیک ہے میں کسی کو نہیں بتاتی۔۔! پر پھر بھی مجھے نیچے جانے دیں۔۔۔!

تاکہ میں کچھ کھانے کو لا سکوں۔۔ پھر آپ میڈیسین کھا لیجیے گا۔۔۔!!

باسم کے انکار میں حامی بھرتے ہوئے محبت مزید کہنے لگی تھی۔ کیونکہ وہ حقیقتاً اسے ایسے دیکھ کر پریشان ہو رہی تھی۔ بخار کی شدت کے باعث باسم کا ظمی کا سفید چہرہ سرخ پڑ چکا تھا۔ جبکہ گولڈن آنکھیں بھی سرخی مائل ہو رہی تھیں۔ محبت کا کیئرنگ انداز دیکھ کر باسم کو شدید حیرت ہونے لگی تو وہ آنکھیں کھول کر اسے دیکھنے پر مجبور ہو گیا۔۔

میری فکر ہو رہی ہے۔۔؟ محبت کے پریشان چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے باسم نے مسکرا کر سوال کیا۔ جبکہ دل بے ساختہ عجیب سی دھن میں دھڑکنا شروع ہو چکا تھا۔۔

ہاں نا۔۔!! مورے نے بتایا تھا۔ کہ ایک اچھی بیوی کو اپنے شوہر کی کیئر کرنی چاہیئے۔۔! اور اسکا خیال بھی رکھنا چاہیئے۔۔!! محبت نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے علینہ خانم کے پڑھائے ہوئے سبق سنائے تھے۔ جن کو سن کر باسم ہولے سے قہقہ لگانے لگا۔ بے شک اسکی ساس اپنے داماد کی فکر میں اپنی بیٹی کو ایسے سبق پڑھاتی رہتی تھیں۔ جس کا کم و بیش ہی محبت خان پر اب اثر ہونے لگا تھا۔

مورے نے کچھ اور نہیں سمجھایا تھا۔۔؟ محبت کے گلابی ہونٹوں کے قریب ہوتے باسم نے اچانک شوخ ہوتے سوال کیا۔۔ جبکہ محبت کا بھیگا روپ نوٹ کرتے ہوئے ایک سیکنڈ میں اسکے جذبات انگڑائی لیتے ہوئے بیدار ہونے لگے تھے۔۔

کس بارے میں۔۔؟ باسم کاظمی کی نظروں کو اپنے ہونٹوں پر مرکوز دیکھ کر محبت نے زرا ہچکچاتے ہوئے جاننا چاہا۔۔۔

یہ ہی کہ شوہر کو پیار بھی کرتے ہیں۔۔!! شوہر کے کچھ حقوق بھی ہوتے ہیں۔۔! اسکی کمر میں بازو حائل کرتے ہوئے محبت کو اپنے وجود سے مس کرتے ہوئے باسم نے بھاری لہجے میں بتا کر اسکے ہونٹوں کو زرا سا چھو لیا۔۔ جس پر اگلے ہی پل محبت نے گھبراتے ہوئے دور ہونا چاہا تھا۔ پر باسم کاظمی کی گرفت میں وہ ہل بھی نہیں پائی تھی۔۔

آپ کو بخار ہے۔۔! بخار میں پیار نہیں کرتے ہیں۔۔!! محبت نے نظریں چرا کر سمجھدار بننے کی کوشش کی۔۔۔

اور اگر بیچارہ بیمار شوہر پیار کرنے سے ہی ٹھیک ہو سکتا ہو تو پھر۔۔؟ باسم نے خمار زدہ ہوتے اسکے نازک سراپے پر اپنی بے باک نظریں گاڑ دیں تھیں۔ صحت مند ہونے کی وجہ سے محبت خان کا وجود بالکل روئی جیسا نرم و نازک تھا۔ جسے چھوتے ہوئے باسم کا ظمی بخار میں بھی بہک چکا تھا۔ جب سے رخصتی ہوئی تھی۔ وہ اسے چھونے سے گریز ہی کرتا تھا۔ کیونکہ اسے اپنے ضبط ٹوٹنے کا خدشہ رہتا تھا۔ اور کچھ اتنے عرصے سے وہ محبت کو اپنے ساتھ اٹیچ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ تاکہ وہ اسکے قریب ہو سکے۔۔

جواب دو۔۔۔!! کیا مجھے ٹھیک نہیں کرنا چاہتی۔۔۔؟ اسے کھوئے دیکھ کر باسم نے اسکے لبوں کے قریب ہوتے اگلے ہی پل اپنے ہونٹ اسکے لبوں سے الجھا دیئے تھے۔ اسکا دل اچانک بے قرار ہو رہا تھا۔ شاید بخار کی وجہ

سے تھا۔ فلوقت وہ خود بھی کچھ نہیں سمجھ پا رہا تھا۔۔ بے تابی بھرے انداز میں محبت کے لبوں کو سک کرتے ہوئے باسم کا ہاتھ اسکی ٹی شرٹ کے اندر چلا گیا۔ جس پر محبت اچھلتے ہوئے دور ہوتی جب باسم اچانک اسے دبوچتے ہوئے شدت پسندی سے اسکے ہونٹوں پر جھکتا چلا گیا۔۔

محبت کے لبوں کو وا کرتے ہوئے باسم نے بے باک ہوتے اسکی زبان کو ہونٹوں میں جکڑا تو محبت کی سنہری آنکھیں بڑی ہوتی چلی گئیں۔ اسکی کھلی آنکھوں کو محسوس کرتے ہوئے باسم نے اپنی سرخ ہوتی آنکھیں کھول کر ان میں جھانکا تھا۔ محبت کی زبان کو رہائی بخشتے ہوئے باسم نے اسکے نچلے ہونٹ کو سک کرتے ہوئے بے اختیار ٹی شرٹ کے اندر سے اسکے بدن پر ہاتھ پھیرا تو محبت نے مچلتے ہوئے اپنے ہونٹ چھڑوائے۔۔

با۔۔۔!اس سے پہلے پھولی سانسوں میں وہ اسکا نام پکارتی جب وہ تیزی سے اسکے بولتے لبوں پر انگلی رکھتے ہوئے اسے خاموش کروا گیا۔۔۔

مجھے سکون چاہیئے محبت۔۔۔!!اور فلوقت میرا سکون صرف "تم" میں ہے۔۔!آج مجھے نہیں روکو پلیز۔۔۔!!محبت کے ماتھے کے ساتھ ماتھا ٹکائے باسم التجا کرتے ہوئے بھاری لہجے میں بول رہا تھا۔کیونکہ اسکے جواں جذبات اچانک منہ زور ہوتے اسے ہر حد سے گزرنے پر مجبور کر رہے تھے۔۔

پر۔۔۔۔!!محبت نے بے بس ہوتے کچھ بولنا چاہا تھا۔۔اسکا نازک وجود اچانک بے حد کانپنے لگا تھا۔

میں ہرٹ نہیں کروں گا زیادہ۔۔۔!! اسکا خوف جانتے ہوئے باسم نے اسکے کان میں جھکتے ہوئے زو معنی سرگوشی کی تھی۔ جس کو سنتے ہوئے وہ کانوں کی لوح تک سرخ پڑتے ہوئے لرز سی گئی۔۔

ہم ابھی بے بی بھی پلین نہیں کریں گئے۔۔۔!! تمہاری پڑھائی مکمل ہونے سے پہلے ایسا کچھ بھی نہیں کروں گا۔۔! جس سے تمہیں کوئی مشکل ہو۔۔۔! باسم مزید بولتے ہوئے اسے ہر طرح کی سوچوں سے آزاد کر رہا تھا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا۔ کہ کچھ عرصے سے وہ اپنی میڈیکل کی پڑھائی کو لے کر کس حد تک جنونی ہو گئی ہے۔

باسم۔۔۔!! اسکی سب باتوں پر محبت نے شرم سے دوہرے ہوتے اسکے سینے میں چہرہ چھپا لیا۔

اجازت ہے۔۔۔؟؟اسے چھپتے دیکھ کر باسم نے مسکرا کر اسکی گردن میں نرمی سے ہونٹ رکھتے ہوئے اسکے کان میں گھمبیر لہجے میں پوچھنا چاہا تھا۔ جس پر محبت دانتوں تلے لب کاٹتے ہوئے مزید اسکے سینے میں پناہ لیتی چلی گئی۔اسکا ننھا سا دل اس وقت زوروں سے دھڑک رہا تھا۔باسم کی ٹی شرٹ وہ مٹھیوں میں جکڑے ہوئے تھی۔۔

جواب دے دو اس سے پہلے کہ میں خود سے بے قابو ہو جاؤں۔۔!!زرا سا پیچھے ہوتے باسم نے اپنے جسم سے ٹی شرٹ الگ کرتے ہوئے پھر کہا تھا۔ جبکہ محبت آنکھیں میچے ہوئے تھی۔اسکے گلابی ہونٹ بری طرح کپکپا رہے تھے۔وہ کچھ بھی سوچ و سمجھ نہیں پا رہی تھی۔رخصتی کے وقت اسکی ماں

نے اسے بہت کچھ سمجھا کر بھیجا تھا۔ لیکن اسکے باوجود محبت خان میاں بیوی کے رشتے کی گہرائیوں کو سمجھنے کے لیے ابھی ناسمجھ ہی تھی۔۔

جواب کیوں نہیں دے رہی۔۔؟اسے سٹل خاموش دیکھ کر باسم نے اسکے گال پر زرا سے دانت گاڑتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔ کیونکہ وہ بار بار کھو رہی تھی۔

کک۔۔ کیا کہوں۔۔؟؟محبت نے گال پر جلن ہونے کے احساس پر روہانسی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ شرم وحیا کے مارے اسکا حال برا ہو رہا تھا۔۔ اور وہ اس سے جواب مانگنے کے لیے بے تاب نظر آرہا تھا۔۔

مجھے عاشق بنا کر خود اب معصوم مت بنو۔۔! اور اچھی بیویوں کی طرح بولو کہ " باسم اپکو اجازت ہے "۔۔! محبت کی بلیک ٹی شرٹ اسکے بدن سے

اتارتے ہوئے باسم نے اسکے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے حکم صادر کیا۔۔۔ جبکہ محبت نے اب کی بار بوکھلا کر چہرے پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔

بولو محبتِ باسم۔۔!!اسکی ٹی شرٹ پرے پھینکتے ہوئے باسم خود سے قابو کھوتے ہوئے اسکی گردن پر جگہ جگہ ہونٹ رکھتے ہوئے چبا کر بولا تھا۔ اسکے ہونٹوں کے لمس پر محبت کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ پیدا ہو رہی تھی۔

نہیں بولو گی۔۔؟اسکے چہرے سے ہاتھ کھینچ کر دور ہٹاتے ہوئے باسم نے سرد آنکھوں سے اسے گھورا تو محبت اگلے ہی پل اچھے بچوں کی طرح تیزی سے اقرار میں سر ہلانے لگی۔ جیسے اسے اجازت دے رہی ہو۔۔۔

ایسے نہیں بول کر کہو جیسے میں نے کہا ہے۔۔!!اسکے سفید و نازک وجود کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے باسم نے مسکرا کر اپنے الفاظ دہرانے کا حکم دیا۔ محبت نے بے اختیار بھاری سانس کھینچتے ہوئے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی تھی۔

باسم۔۔۔!!آپ کو۔۔اجازت ہے۔۔۔!! باسم کاظمی کی کڑی نظروں پر محبت نے ٹھہرتے ہوئے اسکے الفاظ بامشکل ادا کیے تھے۔ جن کو سنتے ہی وہ خوشی سے بے قرار ہوتے اس سے پہلے محبت پر جھکتا کہ وہ تیزی سے اسے روک کر پیچھے دیکھنے کا اشارہ کرنے لگی۔۔۔

کیا۔۔؟اسکے اشارے پر باسم کے چہرے پر نا فہمی ابھری۔۔

وہ۔۔وہ۔۔!روبی ہمیں دیکھ رہی ہے۔۔!!محبت نے حیا کے بوجھ تلے دبتے ہوئے اسکا دھیان پیچھے بیٹھی روبی میڈم کی طرف کروانا چاہا تھا۔جو اپنی نیند چھوڑ کر کب سے آنکھیں پھاڑے انہیں ایسے دیکھ رہی تھی۔

پوری بے شرم بلی ہے تمہاری۔۔!!باسم نے چونکتے ہوئے مڑ کر دیکھا تو سچ میں روبی کو آنکھیں بڑی کرتے خود پر جمائے دیکھ کر وہ چبا کر بول گیا۔ جبکہ محبت لب بھینچے خاموش رہی تھی۔۔باسم نے سائیڈ ٹیبل سے ریموٹ کنٹرول اٹھاتے ہوئے اگلے ہی پل کمرے کی لائٹس آف کر دیں۔جس پر محبت کچھ سکون بھرا سانس لیتے ریلیکس سی ہو گئی۔۔

محبت۔۔۔!!اندھیرے میں محبت کو اچانک اپنے کان پر باسم کی دہکتی ہوئی سانسوں کی پکار سنائی دی تھی۔اسکی پکار پر حیران ہوتے محبت نے

اندھیرے میں باسم کو دیکھنے کی سعی کی۔وہ نہیں سمجھ پا رہی تھی۔کہ وہ کیا کر رہا ہے۔۔۔

میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔۔۔!! محبت جو اسے دیکھنے اور سمجھنے کی سعی میں تھی۔کہ دوبارہ اسے پھر سے اپنے کان میں باسم کی سرسراہٹ بھری سرگوشی سنائی دینے لگی۔۔اور اگلے ہی پل وہ اس سے دور ہوتا چلا گیا تھا۔ جبکہ محبت نے کہنیوں کے بل اٹھتے ہوئے اسے پکارنا چاہا۔

باسم۔۔۔!! بیڈ پر خود کو اکیلا محسوس کرتے ہوئے محبت بے اختیار ہاتھ مارتے ہوئے اسے ٹٹولنے لگی۔اسکے برعکس باسم جو جان بوجھ کر اس سے دور بیڈ کنارے کی طرف کھسک چکا تھا۔کہ محبت کو خود کو ڈھونڈتے دیکھ کر

گہرا مسکراتا چلا گیا۔ اندھیرا ہونے کے باوجود باسم کو اسکا دودھیا سراپا صاف نظر آ رہا تھا۔۔

باسم۔۔؟؟ کہاں چلے گئے ہیں آپ۔۔؟؟ محبت نے اب کی بار گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے اسے پکار لگائی۔ کہ باسم اسے پریشان ہوتے دیکھ کر بے ساختہ سر پیچھے گرا کر مسکرا دیا۔۔ وہ چاہتا تھا۔ کہ وہ اسے تلاش کرے۔ اسے بار بار پکارے۔۔ اس لئے بیڈ سے نیچے اتر کر دبے پاؤں چلتا ہوا ڈریسنگ ٹیبل کی جانب بڑھ گیا۔۔۔

میں یہاں ہوں محبتِ باسم۔۔۔! محبت بھرے انداز میں اسکی پکار کا جواب دیتے ہوئے باسم ڈریسنگ ٹیبل کے کونے پر ٹک کر بیٹھ گیا تھا۔ جبکہ محبت

جو اسے بیڈ پر ڈھونڈ رہی تھی۔ کہ کمرے کے دوسرے کونے سے اسکی پکار سنتے ہوئے حیرانی کا شکار ہو گئی۔۔

آپ وہاں کیا کر رہے ہیں۔۔۔؟ محبت حیرت سے کہتے ہوئے اسی پل بیڈ سے نیچے اتری آئی۔ اپنے سراپے سے بے نیاز وہ باسم کی پکار کی سمت میں چل پڑی تھی۔ ٹی شرٹ کے بغیر سنہرے بھیگے بالوں میں وہ اندھیرے میں دھیان سے چلتے ہوئے باسم کے قریب جا رہی تھی۔ جو اسے اپنی طرف آتا دیکھ کر اب دیوان پر جا بیٹھا تھا۔۔

باسم۔۔۔! یہیں ہیں آپ۔۔۔؟ ڈریسنگ ٹیبل کے پاس پہنچ کر محبت نے ہاتھ مارتے ہوئے پوچھا تھا۔۔۔

میں یہاں ہوں محبتِ باسم۔۔۔!! پھر سے پہلے سے انداز میں اسکی پکار کا جواب دیتے ہوئے وہ اندھیرے میں مسکرا دیا۔ یہ بچوں جیسا کھیل کھیلتے ہوئے باسم کاظمی کو کافی مزہ آرہا تھا۔ جبکہ اب محبت اب جھنجھلا سی گئی تھی۔۔۔

کیا کر رہے ہیں آپ۔۔؟ کیوں پاگل کر رہے ہیں مجھے اس اندھیرے میں۔۔۔؟ محبت نے چڑتے ہوئے اسے سنانا چاہا تھا۔ اسے غص

کیا کر رہے ہیں آپ۔۔؟ کیوں پاگل کر رہے ہیں مجھے اس اندھیرے میں۔۔۔؟ محبت نے چڑتے ہوئے اسے سنانا چاہا تھا۔ اسے غصہ کرتے دیکھ کر وہ اگلے ہی پل سر پیچھے گراتے ہوئے آہستہ سے قہقہ لگا گیا۔۔ اسکی ہنسی

کی آواز سنتے ہوئے محبت نے تیکھے نقوش سے اسے گھورنے کی کوشش کی تھی۔۔۔

میں دیکھنا چاہ رہا ہوں۔ کہ تم مجھے ڈھونڈ پاتی ہوں کہ نہیں۔۔۔!! دیوان کے ساتھ سکون سے ٹیک لگاتے ہوئے باسم نے مزے سے جواب دیا تھا۔۔

آپ محبت خان کو چیلنج نہیں کر سکتے ہیں۔۔!! تھکے ہوئے ڈاکٹر کہیں کے۔۔!! محبت اپنی فارم میں آتے ہوئے جلدی سے بولی تھی۔ جبکہ اسکی زبان سے اپنے لئے تھکا ہوا ڈاکٹر سن کر باسم آبرو اچکاتے ہوئے اسے گھور گیا۔۔۔

میرے قریب آؤ ایک بار۔۔! پھر بتانا مجھے کہ یہ ڈاکٹر تھکا ہوا ہے یا تم تھکنے والی ہو۔۔! اٹیٹیوڈ سے بولتے ہوئے باسم نے کھڑے ہوتے اسکی جانب قدم بڑھا دیئے۔ جو اسے ڈھونڈنے کے لیے اب روبی کے بستر کی طرف نکل چکی تھی۔۔ اسکی بے شرمی پر بے ساختہ محبت نے گھبرا کر دیوار کو تھامنا چاہا تھا۔ جب اچانک باسم نے اسکی کلائی جکڑتے ہوئے اگلے ہی پل ایک جھٹکے میں محبت کو اپنی طرف کھینچ لیا۔

اہہ۔۔۔!! اسکے اچانک چھونے پر محبت ڈرتے ہوئے ہلکا سا چیخی تھی۔ جب باسم پوری طرح جھکتے ہوئے اسکے لبوں پر ہونٹ رکھتے ہوئے قفل لگاتے ہوئے اسے دیوار کے ساتھ پش کر گیا۔۔۔ محبت چونکہ قد میں باسم کا ظمی سے کافی چھوٹی تھی۔ اس لئے باسم کو اسکی سانسیں چرانے کے لیے

کافی جھکنا پڑ رہا تھا۔ محبت کا چہرہ بلند کرتے ہوئے باسم نے پوری طرح اسکے ہونٹوں کو واہ کرتے ہوئے اپنی زبان اسکے منہ میں داخل کرتے ہوئے محبت کے گیلے بالوں کو شدت سے مٹھی میں جکڑ لیا۔۔۔ باسم کی کاروائی پر محبت کا وجود اچانک سے جھنجھنا اٹھا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ زمین بوس ہوتی جب باسم اسکی تھائیز کو ہاتھوں میں جکڑتے ہوئے ایک جھٹکے میں محبت کو گود میں اٹھاتے ہوئے دوبارہ دیوار کے ساتھ پش کرتے مزید جنونی بننے لگا۔۔

میری کمر پر ٹانگوں کو لاک کرو۔۔۔!! محبت کو اپنا وجود ڈھیلا چھوڑے دیکھ کر باسم نے زرا سی رہائی بخشتے ہوئے پھولی سانسوں میں اسے خود کو پکڑنے کا حکم دیا۔ جس پر چونکتے ہوئے محبت اسے دیکھنے لگی۔ باسم کے حکم پر محبت

نے اپنی ٹانگوں کو اسکی کمر پر لاک کرنے کی کوشش کی تھی۔ پر وہ بار بار نیچے
کھسک رہی تھی۔ جس کو محسوس کرتے ہوئے باسم نے ہاتھ پیچھے لے
جاتے ہوئے خود اسکی ٹانگوں کو اپنی کمر پر کراس کرتے ہوئے اسکی کمر کو
دبوچ کر مضبوطی سے اسے اپنی گود میں اٹھالیا۔۔۔

ہونٹ کھول کر رکھنا۔۔۔!! بے تابی بھرے انداز میں اسے اگلا حکم سناتے
ہوئے باسم کاظمی نے پوری طرح اسکے ہونٹوں کو کھولتے ہوئے ان پر قبضہ
جماتے ہوئے محبت کی گردن کو جکڑتے ہوئے چہرہ بلند کر دیا تھا۔۔ جبکہ
محبت اسکے چوڑے وجود کے پیچھے کہیں گم ہوتی محسوس ہونے لگی تھی۔۔
محبت کی زبان کو سک کرتے ہوئے باسم نے اسے دیوار سے زرا سا الگ
کرتے ہوئے ہاتھ پیچھے لے جا کر اسکی دھڑکنوں پر موجود پردے کو الگ

کرنا چاہا تو محبت نے مچلتے ہوئے اپنے ہونٹ آزاد کروانے کی کوشش کی۔ جس پر باسم مزید جنونی انداز میں اسکے ہونٹوں کو سک کرتے ہوئے نچلے ہونٹ پر دانت گاڑتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے اسکی دھڑکنوں پر موجود پردے کو ہٹاتے ہوئے دور پھینک گیا تھا۔۔

بابب۔۔ باسم۔۔۔!! اپنا پورا زور لگا کر ہونٹ آزاد کرواتے ہوئے محبت نے اسے کانپتے لہجے میں پکارا تھا۔ اس بڑھتی ہوئی نزدیکی پر محبت کا سانس اٹکتے ہوئے اسے بے حال رہا تھا۔۔۔

ششش۔۔!! یہیں ہوں۔۔۔!! بھاری لہجے میں اسکی پکار کا جواب دیتے ہوئے باسم نے اسکا چہرہ دوبارہ بلند کرتے ہوئے اسے اپنے سینے میں بھینچا تو

اپنے سینے پر اسکی دھڑکنوں کے لمس کو محسوس کرتے ہوئے وہ اگلے ہی پل مسرور ہوتے آنکھیں بند کرنے لگا۔۔۔ محبت کے وجود سے اٹھتی ہوئی دلفریب خوشبو آہستہ آہستہ باسم کاظمی کو مفلوج کرتے ہوئے خود میں گم کر رہی تھی۔ جس کے باعث وہ بے صبرا بنتے ہوئے اسکے نازک وجود کو بار بار خود میں بھینچ رہا تھا۔۔۔

محبت کے ہونٹوں کو نرمی سے چھو کر باسم نے اسکی گردن کو چومنا شروع کیا تو محبت کھینچے ہوئے سانس لیتی اسے تھامنے لگی۔۔ جس پر زومعنی انداز میں مسکراتے ہوئے باسم اسے یوں ہی گود میں اٹھائے بیڈ کی جانب بڑھنے لگا تھا۔۔

مجھے پاگل کر دو گی تم۔۔!! تمہارا یہ کم سن سراپا مجھے جنونی ہونے پر مجبور کر رہا ہے محب۔۔۔!! محبت کے بدن کو مٹھیوں میں دبوچتے ہوئے باسم شدت پسند لہجے میں غراتے ہوئے اسکے کان میں کہہ رہا تھا۔ جس کو محسوس کرتے ہوئے وہ خوفزدہ ہو چکی تھی۔ محبت اور باسم کی عمر میں ایک واضح فرق تھا۔ اور یہ ہی فرق باسم کا ظمی کو اسکا شیدائی کر رہا تھا۔ وہ خود سے ضبط کھوتے اسکے کم سن بدن پر ٹوٹ کر برسنا چاہ رہا تھا۔ پر وہ ناسمجھ بار بار ڈر کے مارے اسکے اندر چھپنے کی کوشش کی رہی تھی۔۔۔۔

محبت کو بیڈ پر لٹاتے ہوئے باسم نے بے قرار ہوتے اسکی دھڑکنوں پر ہونٹ رکھ دیئے۔۔ جن کو محسوس کرتے ہوئے وہ پھر چیخی تھی۔۔۔ اسے بار بار چیختے دیکھ کر باسم نے ہاتھ اوپر لے جاتے ہوئے بے اختیار اسکے ہونٹوں پر

ہاتھ جما دیا اور شدت پسند ہوتے اسکی دھڑکنوں کو بار بار سک کرتے ہوئے ان پر دانت گاڑنے لگا۔ جس پر محبت مچلتی ٹانگوں کے ساتھ مزاحمت کرنا شروع ہو گئی۔ اتنے عرصے میں وہ باسم کاظمی کے نرم رویے کی عادی ہوئی تھی۔ لیکن آج دوبارہ سے اسے اپنے پرانے روپ میں آتے دیکھ کر وہ خوف زدہ ہو رہی تھی۔ محبت کو بے ساختہ نکاح کے بعد والی ملاقات یاد آنے لگی تھی۔ جب وہ اسکی کچھ نہیں سن رہا تھا۔ اسکی ہر پکار کو نظر انداز کرتے ہوئے بس بے قرار بنتے اسے اپنے لمس میں بھگوتا جا رہا تھا۔۔۔

محبت کے ہونٹوں پر سختی سے ہاتھ جماتے ہوئے باسم تیزی سے اپنے درمیان موجود سب پردوں کو چاک کرتا چلا گیا۔ سب پردے ہٹ گئے تو اگلے ہی پل وہ ہر فاصلہ مٹاتے ہوئے محبت کے وجود پر سایہ فگن ہوتا دوبارہ

اسکے لبوں پر جھکتے ہوئے اپنا چوڑا ہاتھ اسکے نازک وجود پر پھیرنے لگا۔۔

اسکی دھڑکنوں پر اپنا چوڑا ہاتھ پھیرتے ہوئے باسم نے بے اختیار انہیں مٹھی میں جکڑتے ہوئے محبت کے نچلے ہونٹ پر دانت گاڑ دیئے تھے۔

جس پر وہ آنکھیں کھولتے بند کرتے ہوئے بڑی کرنے لگی۔۔۔

محبت کی سنہری آنکھیں آہستہ آہستہ سرخی مائل ہو رہی تھیں۔۔اسکا سانس رک رہا تھا۔۔کمرے کی فضا اچانک فسوں خیز ہوتی محبت کا سانس دوبھر کرنے لگی تھی۔جس پر مچلتے ہوئے اس نے ہاتھ مارا تو سائیڈ ٹیبل پر پڑا لیمپ نیچے گرتا شور بلند کرتا چلا گیا۔۔۔جس کی آواز پر باسم ہوش میں آتے اسکے ہونٹوں کو آزادی بخشتے ہوئے اسے دیکھنے لگا تھا۔۔۔۔

آپ۔۔!! ہونٹوں کو آزادی ملی تو وہ تیز سانس لیتے ہوئے کچھ کہنے کی کوشش کرنے لگی۔ جس پر باسم نم ہونٹوں سے مسکراتے ہوئے دوبارہ اسکی گردن کو چومتے ہوئے نیچے بڑھنا شروع ہو گیا۔۔ محبت کی ہر پکار کو وہ سن رہا تھا۔ لیکن اپنے جذبات حاوی ہونے کی وجہ سے وہ اسے جواب نہیں دے پا رہا تھا۔ بس خاموشی سے اسکی جان آہستہ آہستہ خود میں قید کرتا جا رہا تھا۔۔۔

باسم کے ہونٹوں نے جیسے ہی اب کی بار محبت کی دھڑکنوں کو چھوا تو وہ سسکتے ہوئے اپنا بدن اکڑانے لگی۔۔ باسم بے اختیار اپنی شیوا اسکے سینے پر رب کرتے ہوئے اسکے پیٹ کی جانب بڑھا تھا۔۔۔

باسم۔۔۔!!سانس۔۔۔۔!!محبت نے بے حال ہوتے دہائی دی۔بیڈ شیٹ کو مٹھیوں میں جکڑے وہ رحم کی اپیل کر رہی تھی۔جسے وہ ان سنی کرتا جا رہا تھا۔۔باسم کے ہونٹ اسکے پیٹ پر گردش کرتے ہوئے محبت کا وجود مچلنے پر مجبور کر رہے تھے۔وہ اسکی گرفت میں بار بار مزاحمت کرتے ہوئے ہل رہی تھی۔پر باسم اسکے لوہینڈلز کو سختی سے تھامے ہوئے تھا۔۔باسم نے ہاتھ اوپر لے جاتے ہوئے بے ساختہ اپنا انگوٹھا اسکے ہونٹوں پر رب کرتے ہوئے اسکی اپر تھائیز پر ہونٹ رکھتے ہوئے دانت گاڑے تھے۔جب کہ اب کی بار محبت کا پورا وجود آگ میں جلنے لگا تھا۔سسکتے ہوئے وہ اسے بار بار پکار رہی تھی۔پر وہ ظالم بنتا اسکی کمزور سی جان کا دشمن بن چکا تھا۔۔۔

باسم نہیں کریں پلیز۔۔۔!! محبت کا لہجہ اچانک نم ہو گیا۔۔۔ جس کو سنتے ہوئے وہ اگلے ہی اسکے وجود پر سایہ فگن ہوتے اپنا بوجھ اس پر منتقل کر گیا۔۔۔

کیا کیا نہ کروں۔۔۔؟ بتاؤ کیا کچھ نہ کروں تمہارے ساتھ۔۔۔؟ اسکی بھیگی ہتھیلیوں کو اپنے ہاتھوں میں قید کرتے باسم نے شوخ ہوتے جاننا چاہا تھا۔۔ جس پر محبت خفگی سے منہ بناتے ہوئے اسکے سینے میں چہرہ چھپا کر کانپنے لگی۔۔ اپنے سینے پر اسکے نازک ہونٹوں کی کپکپاہٹ محسوس کرتے ہوئے باسم مدہوش ہوتے سر پیچھے گراتے ہوئے اسے سختی سے تھام گیا۔۔۔

بول نہیں رہی اب۔۔۔؟اپنے سینے سے اسکا چہرہ باہر نکالتے ہوئے باسم نے بے اختیار اپنی ٹانگوں کی مدد سے اسکی تھائیز میں فاصلہ بناتے ہوئے اسے بولنے پر اکسایا۔۔۔

کک۔۔کیا بولوں۔۔۔؟؟محبت نے گھبراتے ہوئے جاننا چاہا تھا۔۔جب اگلے ہی پل اسکی تھائیز کو مٹھیوں میں جکڑتے ہوئے وہ اپنی کمر پر لاک کرنے لگا۔۔محبت نے خوفزدہ ہوتے اپنی ٹانگوں کو سمیٹنے کی کوشش کی۔۔۔

محب۔۔۔!!تنگ نہیں کرو۔۔۔!!اسے بار بار کھسکتے دیکھ کر باسم نے گھور کر اسے اپنے نیچے سیٹ کرتے ہوئے جکڑ لیا تھا۔۔

بب۔۔ باسم۔۔ مجھے ڈر لگ رہا۔۔۔!! محبت نے ہراساں ہوتے اسکی آنکھوں میں دیکھنا چاہا جہاں خمار کی لالی کم ہونے کی وجہ بجائے بڑھتی ہی جا رہی تھی۔۔۔

کچھ نہیں ہو گا۔۔۔! اگر ایسے ہی تنگ کرتی رہی تو پھر ضرور کچھ نہ کچھ ہو جائے گا۔۔۔! باسم نے اسے بے ساختہ ڈراتے ہوئے مزاحمت کرنے سے منع کیا تھا۔۔۔ محبت کے نیچے سے بازو گزارتے ہوئے وہ اسے اوپر اٹھاتے اسکے نازک بدن کو اپنے جسم کے ساتھ مس کر چکا تھا۔

اپنے ہونٹ ادھر کرو۔۔۔! محبت کے چہرہ موڑنے پر باسم نے اپنا وجود اس سے مس کرتے ہوئے بھاری لہجے میں سرگوشی کرتے ہوئے اسے حکم

صادر کیا۔۔ جبکہ محبت جو لب بھینچے ہوئے تھی۔ کہ بے اختیار ہمت کرتے ہوئے اسکی طرف چہرہ موڑ گئی۔۔۔

ہلو گی نہیں تم۔۔۔! ایسے ہی رہنا۔۔۔! محبت کی چینخوں کو سوچتے ہوئے باسم نے ہونٹ کا کونا دباتے ہوئے پہلے ہی اسکے لبوں کو قید کرتے ہوئے وہ محبت کے وجود کو شدت سے خود میں بھینچ کر اگلے ہی ایک جھٹکے میں اسکے اندر داخل ہوتے محبت کی نازک جان لبوں پر لے آیا تھا۔۔ محبت لرزتے ہوئے چینخ پڑی تھی۔ پر اپنے ہونٹوں پر باسم کے قبضہ جمانے کی وجہ اسکی چیخ باسم کے ہونٹوں میں ہی کہیں گم ہو کر رہی گئی۔ لیکن اسکے باوجود گھٹی گھٹی آہوں میں اس نے رونا شروع کر دیا تھا۔ باسم جو اسکی روح میں اترتے

ہوئے سکون محسوس کر رہا تھا۔۔ کہ مدہوش ہوتے اسکے ہونٹوں کو چومتا چلا گیا۔۔۔

شششش۔۔۔!! محبت میری جان۔۔۔!! اسے روتے دیکھ کر باسم اگلے ہی پل پیچھے ہوتے اسے پیار سے پکارنے لگا۔۔ جس پر محبت مزید ہچکیوں سے رونے لگی۔ اسے اپنا پورا بدن بے جان ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔ باسم کے مضبوط جسم کے آگے وہ نازک سی تھی۔ اس لئے برداشت نہ کرتے ہوئے رونا شروع کر چکی تھی۔۔

محبت میری جان۔۔۔!! اسکی ہچکیاں سنتے ہوئے باسم نے بے چین ہوتے اسکے چہرے کو ہاتھوں میں بھر لیا تھا۔۔

د۔۔دور ہو جائیں مجھ سے۔۔۔!! کب سے بلا رہی تھی۔۔۔!! سن ہی نہیں رہے تھے مجھے۔۔۔!! محبت نے چیختے ہوئے اسے خود سے دور جھٹکا۔۔یہ تکلیف اسکے لئے قابل برداشت ہو رہی تھی۔۔۔پر تب سے وہ اسے نظر انداز کرتے ہوئے اپنی من مانی میں مصروف تھا۔۔

اچھا سوری۔۔۔! میں بار بار بول تو رہا تھا۔کہ ہلو نہیں۔۔۔!! اسے بھڑکتے دیکھ کر باسم نے ہنسی دبا کر فورا سے پہلے معذرت کی اور اسے اٹھاتے ہوئے اپنے سینے میں چھپا لیا۔جس پر محبت بھی اسکے اندر چھپتے ہوئے سسک گئی۔۔

ہاں سارا قصور ہی میرا ہے۔۔۔!! باسم کے الزام دینے پر محبت نے غصے سے کہنا چاہا تھا۔جسے سن کر وہ اب کی بار سر پیچھے گراتے ہوئے ہنستا چلا

گیا۔۔اسکی بیوی ان نازک لمحات میں بھی اس کے ساتھ لڑنے سے باز نہیں آرہی تھی۔۔

نہیں میرا قصور ہے۔۔۔!! میں ہی تمہیں پیار کر رہا تھا۔۔۔! باسم نے ہنستے ہوئے سارا قصور خود پر لے لیا۔ محبت نے سوں سوں کرتے ہوئے اسکے کندھوں کو تھا کر اپنی بھیگی آنکھوں کو اسکے سینے پر رب کرتے ہوئے صاف کرنا چاہا تو باسم اسکی معصوم ادا پر فدا ہوتے اسکے آنسو لبوں سے چننا شروع ہو گیا۔۔۔

تم میری الفت ہو۔۔! میری معصوم کم سن الفت جس نے میری زندگی کو اپنے خوبصورت وجود سے مہکا دیا ہے۔۔۔!! محبت کی برستی آنکھوں کو بار بار چومتے ہوئے باسم قربان ہوتے کہنے لگا تھا۔اسکے محبت بھرے الفاظ پر

محبت جو بے اختیار مسکرا رہی تھی۔ کہ اچانک پیچھے نظر پڑنے پر اگلے ہی پل پھر چلا اٹھی۔۔۔

اہہ۔۔۔!! کیا ہوا۔۔؟؟ اسکی غیر متوقع چینخ پر باسم نے چونک کر جاننا چاہا تھا۔۔۔

وہ۔۔!! پیچھے۔۔۔!! محبت نے ڈرتے ہوئے اسے پیچھے دیکھنے کا اشارہ کیا تو باسم فورا مڑتے ہوئے دیکھ گیا۔ جہاں بیڈ کنارے روبی میڈم اپنی جلتی ہوئی نیلی آنکھوں کے ساتھ تشریف فرما تھیں۔ اندھیرے میں اچانک اسکی جلتی ہوئی آنکھوں کو دیکھ کر محبت خوف زدہ ہوتے چلائی تھی۔۔ وہ کب اپنی جگہ سے اٹھتے انکے پاس بیڈ پر آئی تھی۔ وہ بے خبر تھے۔۔۔

پہلے یہ صرف بے شرم تھی۔۔۔! لیکن اب منحوس کباب میں ہڈی والی چڑیل لگ رہی ہے۔۔۔! روبی کو بے شرمی سے بیڈ پر بیٹھے دیکھ کر باسم نے کلستے ہوئے تکیہ اٹھا کر اسے دے مارا۔ روبی چلاتے ہوئے میاؤں میاؤں کرتی بیڈ سے نیچے اتر کر بھاگ نکلی تھی۔۔ اسے رفو چکر ہوتے دیکھ کر وہ دونوں ہی شکر بھرا سانس خارج کر گئے۔۔۔

ہو گئی دفع۔۔۔! اب مجھے دیکھو۔۔! محبت کی باہیں اٹھا کر اپنے گلے میں ڈالتے ہوئے باسم نے جھک کر اسکے ہونٹوں کو نرمی سے چومتے ہوئے اپنے وجود کو حرکت دی تو محبت نے تڑپتے ہوئے اسکے سینے کو نوچ لیا۔ پر باسم اب رکا نہیں تھا۔ بھاری سانس خارج کرتے ہوئے محبت کے ہونٹوں سے لپٹے وہ آہستہ آہستہ خود کو حرکت دیتا محبت کو مچلنے پر مجبور کر رہا تھا۔

مجھ سے نہیں ہو رہا۔۔۔!! محبت نے تڑپتے ہوئے دہائی دی۔ جبکہ باسم شدت سے اسکے نازک بدن کو جکڑتے ہوئے مسلسل اپنے جسم کے ساتھ ملاتے ہوئے بے قابو ہو رہا تھا۔ اسکے جذبات پیک پر پہنچتے ہوئے اسے ہوش حواس بھلانے پر مجبور کر رہے تھے۔۔۔

نہیں کرو محب۔۔!! میں مزید کنٹرول نہیں کر پاؤں گا خود پر اب۔۔۔!! باسم نے بے بسی سے کہتے ہوئے اسکی ٹانگوں کو سختی سے تھام کر اپنی شدتیں لٹاتے ہوئے اسکی دھڑکنوں کو نرمی سے سک کیا۔ تو ان سارے لمحات میں یہ پہلی بار ہوا کہ محبت کے وجود میں سپارک اٹھتا اسے مدہوش کر گیا۔۔ محبت نے بہکتے ہوئے باسم کے چہرے کو خود میں دباتے ہوئے اسے

زور سے ہگ کرنا چاہا تو باسم اسکی کلائیوں کو اوپر پن کرتے ہوئے اسکی گردن اور سینے پر دانت گاڑتے ہوئے محبت کو بوکھلا کر رکھ گیا۔۔

میں پاگل ہو رہا ہوں محب۔۔۔! تم اتنی دلنشین کیسے ہو سکتی ہو۔۔۔!! پسینے میں شرابور ہوتے باسم نے اسکی کمر کو تھامتے ہوئے اسے مزید قریب کرتے ہوئے کہا تھا۔ جبکہ محبت سسکتے ہوئے اسکی پناہوں میں بے بس سی پڑی تھی۔ باسم کا ظمی کی بڑھتی ہوئی قربت اور نزدیکی اسکے حواس معطل کرتے ہوئے اسے سارا جہاں بھلا چکی تھی۔ آخر کار وہ اسے اپنے ساتھ بہکانے میں کامیاب ہو ہی گیا تھا۔۔۔

محبت نے اچانک اوپر اٹھتے ہوئے باسم کے ہونٹوں پر اپنے نازک لب رکھے تو وہ ٹھہرتے ہوئے اسے دیکھ گیا۔۔ اسکے برعکس محبت بند آنکھوں سے

اسکے ہونٹوں پر کاٹتے ہوئے باسم کو مسکرانے پر مجبور کر رہی تھی۔۔۔

اگلے ہی پل وہ پوری قوت کے ساتھ اسے شدت بھرا سٹروک دیتا محبت کے ہونٹوں کو سک کرتے ہوئے اسے اپنے اندر گم کرتا چلا گیا۔۔ کمرے میں گونجتے ہوئے سانسوں کے شور کو سنتے ہوئے روبی ہولے سے میاؤں کرتے ہوئے ایک نظر مڑ کر دیکھنے کے بعد وہ اگلے ہی کھڑکی سے باہر کود گئی تھی۔۔۔۔۔

دن کے دو بج رہے تھے۔ جب محبت خان جھجکتے ہوئے نیچے آئی تھی۔ آج پہلی بار اسکے قدموں میں لرزش اور انداز میں ایک انجانی سی جھجک محسوس ہو رہی تھی۔

گرین کلر کے خوبصورت سے ڈریس میں وہ بالکل فریش نظر آرہی تھی۔ جبکہ گیلے بال دوبٹے کے نیچے چھپے ہوئے تھے۔۔ محبت نے گھبراتے ہوئے نیچے لاؤنج میں ایک نظر دیکھا۔ جہاں سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف نظر آرہے تھے۔۔ نجانے کیوں محبت کو انکے سامنے جانے پر شرم سی محسوس ہورہی تھی۔ جیسے اپنا سچ سامنے آنے کا خوف سا ہو۔۔ وہ روہانسی ہوتی دوبٹے کو مٹھیوں میں بھینچ کر وہیں سیڑھیوں پر کھڑی ہو گئی۔۔۔

جبکہ لاؤنج میں منیزے پاشا جو اپنے دھیان میں کھڑی تھیں۔ کہ اچانک انکی نظر سیڑھیوں کی طرف اٹھی۔۔۔ تو محبت کو وہاں کھڑے دیکھ کر وہ زرا حیران سی ہو گئیں۔ وہ انہیں کچھ پریشان سی لگی تھی۔ حیران کن ہوتے

انہوں نے بے اختیار اپنے ساتھ کھڑی ائرہ کاظمی کو کہنی مارتے ہوئے متوجہ کیا۔۔۔

تمہاری بہو ایسے کیوں کھڑی ہے وہاں۔۔؟ منیزے پاشا بے اختیار انہیں اوپر دیکھنے کا اشارہ کر گئیں۔۔۔

پتہ نہیں۔۔۔!! یہ یونیورسٹی نہیں گئی کیا آج۔۔۔؟ انکے اشارے کی سمت میں دیکھتے ہوئے ائرہ کاظمی اسے اس وقت یہاں پر دیکھ کر حیرت کا شکار ہوئی تھیں۔۔

ارے ہاں۔۔۔! یہ تو اس وقت یونیورسٹی۔۔۔! ائرہ کاظمی کے کہنے پر منیزے پاشا بھی یاد آنے پر تعجب سے کہتے ہوئے بات ادھوری چھوڑ گئیں۔۔۔

باتیں بعد میں بگاڑ لینا پہلے اسے نیچے بلاؤ۔۔۔!! بیہ صدیقی جو انکی باتیں سن رہی تھیں۔ کہ محبت کو واپس پلٹتے دیکھ کر انہوں نے تیزی سے محبت کو آواز دیتے ہوئے روکا تھا۔۔۔

محبت۔۔۔!! کہاں جا رہی ہو میرا بچہ۔۔۔؟؟ بیہ پیار سے آواز لگاتے ہوئے اسکی طرف بڑھیں تو انکی آواز پر محبت چونک کر دیکھنے لگی۔۔ائرہ کاظمی بھی کچھ حیران و پریشان سی اسکی طرف آئی تھیں۔۔۔

محب وہاں کیوں کھڑی ہو میری جان۔۔؟ نیچے آؤ نا۔۔!! ائرہ کاظمی پیار سے بولتے ہوئے اسے نیچے آنے کا کہنے لگی تھیں۔ جس کو دیکھ کر محبت ہونٹ کاٹتے ہوئے آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے نیچے اترنے لگی۔۔ اسے یوں آرام سے نیچے آتے دیکھ کر اس بار سب ہی نا سمجھی سے ایک

دوسرے کو دیکھ گئیں۔۔ کہاں ہر وقت اچھل کود کرنے والی اب ایسے آ رہی تھی۔ محبت خان تو دوڑتے ہوئے سڑھیاں اترا کرتی تھی۔ جبکہ بلیک مینشن میں ہر وقت ماہ پارہ اور اسکی کھکھلاہٹیں گونجتی تھیں۔ پھر آج کیوں وہ اتنی چپ تھی۔۔؟ وہ اچانک پریشان ہوتے اسے دیکھ رہی تھیں۔۔۔

یہ ٹھیک تو ہے۔۔؟ مشعل ہمدانی نے مضطرب ہوتے اسے دیکھ کر کہنا چاہا تھا۔۔۔

پتہ نہیں۔۔! شاید طبیعت نہ ٹھیک ہو۔۔! منیزے بھی لاعلمی سے جواب میں بول گئیں۔

کیا ہوا میری جان۔؟ طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔۔؟ محبت نیچے اتر کر انکے پاس آئی تو ائرہ کاظمی اسے تھامتے ہوئے فکر مندی سے پوچھنے لگیں۔ کیونکہ محبت کا چہرہ انہیں کافی سرخ سا معلوم ہو رہا تھا۔۔

جی چھوٹی ماما۔۔! بس بھوک لگی ہے۔۔۔! وہ نظریں چراتے ہوئے بولی تھی۔ جس کو دیکھ کر وہ مزید پریشان ہونے لگیں۔۔

آؤ میں کھانا دیتی ہوں۔۔!! ناشتہ کیا تھا۔۔؟ اسے ساتھ لیے ائرہ کاظمی ٹیبل کی جانب بڑھتے ہوئے پوچھ رہی تھیں۔ جبکہ بیہ صدیقی کو محبت کا اتنا بڑا دوبٹہ حیران کر رہا تھا۔۔۔

یہاں بیٹھو میں میں کھانا لے کر آتی ہوں۔۔! اسے کرسی پر بٹھا کر ائرہ کاظمی خود کچن میں چلی گئیں۔ پیچھے محبت باقیوں کی نظروں پر بے اختیار گلابی ہوتے گھبرانے لگی تھی۔۔۔

اس نے اتنا بڑا دوبٹہ کیوں لیا ہوا ہے۔۔؟ بیہ صدیقی آہستہ آواز میں سوال کرتے ہوئے منیزے پاشا کی طرف الجھی نظروں سے دیکھنے لگیں۔ جو خود بھی نوٹ کرتے ہوئے اب تعجب کا شکار ہو گئی تھیں۔۔

کچھ تو ہوا ہے۔۔!! منیزے پاشا نے بے ساختہ جواب دیا۔ کہ تبھی ائرہ کاظمی ناشتے کی ٹرے لیے واپس آئیں۔۔۔

آج یونیورسٹی کیوں نہیں گئی۔۔؟اسکے سامنے ٹرے رکھتے ہوئے ائرہ کاظمی سوال کر رہی تھیں۔جبکہ باقی بھی محبت کے آس پاس بیٹھ چکی تھیں۔جیسے اسے کھوجنا چاہ رہی ہوں۔۔

بس دل نہیں کیا چھوٹی ماما۔۔!محبت نے ہولے سے جواب دیتے ہوئے بائٹ لی۔اس سوال کا جواب تو وہ پہلے سے سوچ کر باہر آئی تھی۔دماغ میں پکا کر کے نیچے آئی تھی۔کہ گھر والوں کو کیا بہانہ بتانا ہے۔۔۔

باسم کب گیا تھا۔۔؟ائرہ کاظمی مزید پوچھ گئیں۔۔جبکہ اس سوال پر محبت کے اوسان خطا ہوتے چلے گئے تھے۔باسم کے نام پر اسکے اوسان ایسے دہکے جیسے کسی نے اسے تپتے صحرا میں چھوڑ دیا ہو۔۔اسے لال گلابی ہوتے دیکھ کر بے اختیار سب آپس میں نظروں کا تبادلہ کرنے لگیں۔۔

وہ۔۔۔وہ کمرے میں ہی ہیں۔۔۔!!اپنی ساری ہمت مجتمع کرتے ہوئے محبت نے انہیں جواب دیا۔ جسے سنتے ہوئے وہ سب حیرت انگیز ہوتیں پھر آپس میں دیکھ گئیں۔ منیزے پاشا تیزی سے اشارہ کرنے لگیں کہ تبھی محبت کا دوبٹہ سر سے ڈھلکا تو اسکی گردن واضح ہوتی چلی گئی۔۔اسکی گردن پر لاتعداد سرخ نشان دیکھتے ہوئے وہ اب ایک دم سے سٹپٹاتے ہوئے آپس میں مڑی تھیں۔۔ منیزے پاشا اور بیہ صدیقی کی آنکھیں زو معنی انداز میں چمک اٹھی تھیں۔۔۔ محبت بھوک سے پریشان ہوتے نیچے آنے پر مجبور ہوئی تھی۔ ورنہ وہ بالکل بھی کسی کے سامنے جانے کی ہمت نہیں کر رہی تھی۔اور اب کھانا کھاتے ہوئے وہ ان سب کی ماؤں کی نظروں سے بے خبر بس کھانے میں مگن ہو چکی تھی۔۔

تواس وجہ سے انداز بدلے بدلے سے ہیں۔۔۔! بامشکل اپنی ہنسی دباتے ہوئے منیزے پاشا شرارتی انداز میں سرگوشی کرنے لگیں۔کہ تبھی محبت کو پکارتے ہوئے سبحان وہاں چلا آیا۔۔۔

محب۔۔! تم آج گئی نہیں کیا۔۔۔؟روبی کو اٹھائے وہ اچانک وہاں آیا تو بیہ صدیقی جلدی سے محبت کے سر پر دوبٹہ درست کر گئیں۔عمر اور کچھ فطرت کے مطابق محبت خان بہت لاپرواہ تھی۔اس لئے فلوقت اسکے لئے ان چیزوں کی گہرائیوں کو سمجھنا مشکل تھا۔ائرہ کاظمی تو ہکا بکا ہوتے اپنی چھوٹی سی بہو کو دیکھ رہی تھیں۔جو انکے بیٹے کی خوشبو خود میں لپیٹے آج پہلی بار بالکل ہی چھوئی موئی سی بنی ہوئی تھی۔۔۔

میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی سبحان۔۔!! سبحان کو جواب دیتے ہوئے محبت نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے روبی کو لینا چاہا تھا۔ جس نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فورا سبحان کے اندر چہرہ چھپا لیا تھا۔۔

اسے کیا ہوا۔۔؟ روبی کے محبت کو نظر انداز کرنے پر سبحان سمیت وہ سب حیران ہو گئے۔ جبکہ محبت بیچارگی سے اپنی اولاد کی طرف دیکھ گئی۔۔

یہ تم سے کیوں ناراض ہے محبت۔۔۔؟ مشعل ہمدانی متجسس ہوتے پوچھ رہی تھیں۔ ورنہ روبی اپنی ماں کو نظر کرے ایسا تو کبھی ہو ہی نہیں سکتا تھا۔۔

کچھ نہیں بڑی ماما۔۔! صبح اسے باسم نے کمرے سے نکال دیا تھا۔۔ اس لئے ناراض ہے شائد۔۔۔! محبت نے آگے بڑھتے ہوئے زبردستی روبی کو

تھماتے ہوئے روانی میں بولتے انہیں وجہ بتائی تھی۔ جس سنتے ہوئے بے اختیار وہ اگلے ہی زو معنی انداز میں پل قہقے لگاتی چلی گئیں۔۔

کیا ہوا۔۔؟ انہیں یوں ہنستے دیکھ کر محبت نے نا سمجھی سے پوچھتے ہوئے ان سب کی طرف دیکھا۔ جبکہ ساتھ وہ روبی کو لاڈ کرتے ہوئے منانے کی کوشش کر رہی تھی۔ جسے صبح باسم نے زور سے تکیہ مارتے ہوئے کمرے سے باہر نکال دیا تھا۔۔

کچھ نہیں تم کھانا کھاؤ بچے۔۔۔! بیہ صدیقی اسے پچکار کر بول گئیں۔۔

چلو آؤٹی لاؤنج میں بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں۔۔! ساتھ میں باتیں بھی کریں گئے۔۔۔! کھانے کی ٹرے اٹھاتے ہوئے سبحان نے اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا تو محبت مسکرا کر روبی سے لاڈ کرتے ہوئے اسکے پیچھے چل دی۔۔

محبت کی حالت دیکھتے ہوئے اب مجھے سمجھ آ رہی ہے۔ کہ علینہ کیوں رخصتی کے وقت اتنا پریشان ہو رہی تھی۔۔! محبت کی پشت دیکھتے ہوئے منیزے پاشا شرارتی لہجے میں کہنے لگی تھیں۔ جسے سمجھتے ہوئے وہ پھر ہنستے چلی گئیں۔۔

چلو تم لوگ دیکھو یہاں سب میں زرالیز و کو دیکھ آؤں۔۔۔!! بیہ صدیقی ہنس کر کہتے ہوئے سیڑھیوں کی جانب بڑھ چکی تھیں۔۔۔

مورے۔۔۔!! علیزے خان کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے ماہ پارہ نے انہیں جگانا چاہا تھا۔ جو جائے نماز پر ہی سو رہی تھیں۔۔۔ اپنی ماں کو ایسی حالت میں دیکھتے ہوئے ماہ پارہ کا دل بے حد دکھ رہا تھا۔ پر وہ بے بسی تھی۔

ف۔۔۔فاتح۔۔۔!!علیزے خان اچانک تبھی نیند میں آہستہ سے بڑبڑانے لگی تھیں۔ جیسے وہ اتنے دنوں سے فاتح کو خواب میں دیکھتے ہوئے نیند میں بڑبڑاتی رہتی تھیں۔۔ماں کی سرگوشی سنتے ہوئے ماہ پارہ کی ہچکی بندھ گئی۔ابھی اگر وہ انہیں جگا دیتی تو علیزے خان پھر روتے ہوئے پینک ہو جاتیں۔ جس کی وجہ سے انہیں سنبھالنا مشکل ہو سکتا تھا۔اس لئے ماہ پارہ ڈرتے ہوئے انہیں نہیں جگا رہی تھی۔۔

مورے ہمارے ساتھ یوں تو نہیں کریں پلیز۔۔۔!! بھیا جب واپس آئے گئے تو آپکی ایسی حالت دیکھ کر کتنا ناراض ہو جائیں گئے۔۔۔!!علیزے خان کا سر گود میں رکھتے ہوئے ماہ پارہ بھی نیچے ہی زمین پر بیٹھ چکی تھی۔اگر اسکی ماں کو ایسے سکون مل رہا تھا۔تو وہ انہیں ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتی تھی۔

علیزے خان کی آنکھوں کے حلقے اور بیماروں سی حالت دیکھتے ہوئے ماہ پارہ کی آنکھوں سے آنسو بہنا شروع ہو گئے۔ماں کے چہرے کو چھوتے ہوئے وہ اگلے ہی پل شدت سے رو پڑی۔۔۔لیکن پھر ماں کے جاگنے کے ڈر سے ہونٹوں کو بھینچتے ہوئے اپنی ہچکیوں کا گلا گھونٹنے کی کوشش کرنے لگی۔۔

ماہ پارہ کا اچانک ضبط ٹوٹا تو اگلے ہی پل اپنا فون اٹھاتے ہوئے اس نے سلطان احمد کو ملا دی۔جو کچھ سیکنڈز بعد ریسیو کر لی گئی۔۔۔

ڈیڈ۔۔!!ماہ پارہ نے سسکتے ہوئے باپ کو پکارا۔جو اسے روتے سن کر فوراً تڑپ اٹھے تھے۔۔۔

ماہی۔۔۔!میرا بچہ۔۔!!کیا ہوا۔۔۔؟؟اسے یوں روتے سن کر وہ بے چین ہوتے اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے تھے۔جبکہ انکے پاس موجود باقی

سب افراد اچانک سے متفکر ہوتے انہیں دیکھنے لگے تھے۔۔۔انکے پاس بیٹھے ضرار پاشا جلدی سے منیزے کو کال ملانے لگے۔تاکہ ان سے ماہ پارہ کو دیکھنے کا کہیں۔جو شاید علیزے خان کے روم میں بیٹھی رو رہی تھی۔۔

ڈیڈ میں مورے کو نہیں سنبھال پا رہی۔۔! پلیز گھر آجائیں۔۔۔ !!

اپنی ہچکیاں دباتے ہوئے وہ باپ سے گھر آنے کو کہہ رہی تھی۔۔ بری طرح روتے ہوئے وہ التجا کر رہی تھی۔شاید بتانا چاہ رہی تھی۔کہ ماں کے ساتھ ساتھ اسے خود بھی باپ کے لمس کی ضرورت ہے۔۔وہ اس قدر بہادر بالکل بھی نہیں تھی۔۔

ماہی۔۔!! ڈیڈ کی جان۔۔!! آپ مجھے پریشان کر رہی ہو ایسے بچہ۔۔۔! سلطان احمد بے بسی سے کہتے ہوئے اسے پکارنے لگے۔۔

تو کس سے کہوں پھر ڈیڈ۔۔۔؟؟ بھیا بھی گھر نہیں آتے آپ بھی نہیں آ رہے۔۔۔ فاتح بھیا پہلے ہی ہم سے دور چلے گئے ہیں۔۔۔ میں کس سے بات کروں۔۔۔؟؟ ماہ پارہ اچانک ہولے سے چیختے ہوئے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ جبکہ اسکے الفاظ سنتے ہوئے سلطان احمد خان کا دل کٹ کر رہ گیا۔ وہ اسے کوئی جواب دے پاتے کہ اگلے ہی پل ماہ پارہ نے غصے سے فون بند کر دیا۔۔ فون بند کرتے ہی وہ زار و قطار سے روتے ہوئے ماں کو گلے لگاتے ہوئے دیوانہ وار چومنا شروع ہو چکی تھی۔ زندگی میں پہلی بار وہ خود کو بہت اکیلا محسوس کر رہی تھی۔۔

علیزے خان کا سر یوں ہی گود میں رکھے وہ روئے جا رہی تھی۔ جب منیزے پاشا اور باسم ایک ساتھ کمرے میں داخل ہوتے اسے یوں دیکھ کر بے چین ہوتے اسکی طرف آئے تھے۔۔

ماہی۔۔!! منیزے پاشا جلدی سے اسکی طرف بڑھتے ہوئے جھکتے ہوئے اسے تھام گئی تھیں۔۔

کیا ہوا بڑی ماما کو۔۔؟ یہ بے ہوش ہیں کیا۔۔؟ باسم نے تشویش زدہ ہوتے جاننا چاہا تھا۔۔

پتہ نہیں بھیا میں جب کمرے میں آئی تو مورے یہاں پر ایسے ہی لیٹی ہوئی تھیں۔۔۔!! ماہ پارہ نے روتے ہوئے لاعلمی کا اظہار کیا۔۔۔

اٹھو تم یہاں سے۔۔!! منیزے پاشا پریشان ہوتے اسے کھڑا کر گئیں۔۔ جبکہ باسم آگے بڑھ کر علیزے خان کو بازوؤں میں اٹھاتے ہوئے بیڈ کی جانب بڑھ گیا۔۔

مورے کب ٹھیک ہونگی چھوٹی ماما۔۔۔!! منیزے پاشا کے سینے سے لگے ماہ پارہ نے ہچکی لیتے کہا تھا۔۔۔اسکی نیلی آنکھیں مسلسل رونے کے باعث سرخ ہو رہی تھیں۔ جبکہ اسے یوں دکھی دیکھ کر باسم اور منیزے پاشا تھکے ہوئے انداز میں بے بس ہوتے نظر آئے تھے۔۔۔

وہ جلدی ٹھیک ہو جائی گی میری جان۔۔!پر اگر تم ایسے ہمت ہار کر روتی رہی تو پھر ضرور سب کو دکھی کرو گی۔۔!! آپ تو سلطان احمد خان کی بہادر بیٹی ہیں نا۔۔!! پھر ایسے کیوں ماہی۔۔۔!! تمہارے بھائیوں کو پتہ چلا تو کہ

تم ایسے روتی رہی ہو۔ تو جانتی ہو نا کہ وہ کتنے پریشان ہو جاتے ہیں۔۔۔!

اسے گلے لگائے منیزے پاشا بالکل سلطان احمد کے سے انداز میں اسے مسلسل بہلاتے ہوئے سہلانے لگی تھیں۔ جبکہ اسے حوصلہ دیتے ہوئے انکی اپنی آنکھیں نم ہو چکی تھیں۔

کسی کو میری فکر نہیں ہے چھوٹی ماما۔۔۔! سب مجھے چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔۔۔! کسی کو ماہ پارہ کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔!! وہ روتے ہوئے شکوہ کر رہی تھی۔ شاید باپ اور بھائیوں کے گھر نہ آنے پر وہ بے حد دکھی ہو چکی تھی۔۔۔

کیوں نہیں ضرورت۔۔۔! ہمیں ماہ پارہ خان کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔۔۔!! باسم جو علیزے خان کو چیک کر رہا تھا۔ کہ اب ماہ پارہ کی طرف بڑھتے ہوئے اسے منیزے پاشا سے الگ کرتے سینے سے لگا گیا۔۔۔

میڈیسن کی وجہ سے غنودگی میں ہیں۔۔۔! منیزے پاشا کو علیزے خان کی طرف بڑھتے دیکھ کر باسم نے انہیں بتاتے ہوئے تسلی دی تو وہ سر کو جنبش دیتے علیزے خان کے پاس بیٹھ کر انکا دوبٹہ ڈھیلا کرنے لگیں۔

باسم اسے نیچے لے کر جاؤ۔۔! اور کچھ کھلاؤ۔۔! صبح سے یہ بھوکی ہے۔۔۔!! منیزے پاشا نے چہرہ موڑتے ہوئے باسم کو مخاطب کرتے اشارہ کیا۔۔ کہ اس حالت میں وہ ماہ پارہ کے ساتھ رہے۔

نیچے چلیں۔۔۔؟آج میں اپنی شہزادی کو اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلاؤں گا۔۔۔!انکے اشارے کو سمجھتے ہوئے باسم سر ہلا کر ماہ پارہ کا سر چومتے ہوئے اسے ساتھ لیے کمرے سے باہر نکلا۔جبکہ ساتھ ہی وہ غازیان پاشا کو بھی میسج کرتے آج گھر چکر لگانے کو کہہ رہا تھا۔کیونکہ ماہ پارہ کو اس وقت اسکی بہت ضرورت تھی۔اور فلوقت اسے غازیان پاشا کے علاوہ کوئی بھی اچھے سے نہیں سنبھال سکتا تھا۔۔۔

ارسل خان آج چار دنوں بعد گھر واپس آرہا تھا۔کہ لاؤنج میں داخل ہوتے ہی اسے سب سے پہلے محبت خان نظر آئی۔۔۔جو روبی کو پکڑنے کے لیے اسکے پیچھے بھاگ رہی تھی۔۔

محبت۔۔۔!اسے گھر پر دیکھتے ہوئے ارسل خان کو ایک دم سے خوشگوار سی حیرت ہوئی تھی۔۔

بھیا۔۔!!ارسل کی آواز پر محبت بھی ایک جھٹکے میں مڑ کر چہکتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔اور اگلے ہی پل وہ بھاگ کر آتے ہوئے بڑے بھائی کے سینے سے لگ گئی۔۔۔

بھیا کی جان کب سے آئی ہوئی ہے۔۔۔؟محبت پاش نظروں سے چھوٹی بہن کا سر چومتے ہوئے ارسل خان نے پوچھنا چاہا تھا۔۔انکی آوازیں سنتے ہوئے علینہ خانم بھی باہر نکلتے ہوئے انکو دیکھنے لگیں۔ارسل کے اتنے دنوں بعد گھر واپس آنے پر علینہ خانم بے حد خوش ہوتے انکی طرف بڑھی تھیں۔۔

ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی آئی ہے۔۔۔!!علینہ خانم انکی طرف آتے ہوئے بولیں تو ارسل آگے بڑھتے ہوئے ماں کو ملنے لگا۔۔

اس نقلی ڈاکٹر نے آنے کیسے دیا تمہیں۔۔۔؟ارسل نے مسکراتے ہوئے حیرت سے جاننا چاہا تھا۔کیونکہ باسم کاظمی نے رخصتی ہونے کے بعد محبت کو یہاں پر رکنے ہی بھلا کب دیا تھا۔اس لئے ارسل کو اسے اکیلے دیکھ کر حیرانی ہو رہی تھی۔۔

میں انہیں بتا کر ہی نہیں آئی بھیا۔۔!مجھے یونیورسٹی سے دو چھٹیاں ہیں۔۔! اس لئے چھوٹی ماما کو چپکے سے بتا کر نکل آئی تھی۔۔!!محبت چہکتے ہوئے بڑے بھائی کو اپنا کارنامہ بتا رہی تھی۔جو اس نے ساس کے ساتھ مل کر انجام دیا تھا۔باسم کاظمی ابھی سو کر کمرے سے باہر نہیں نکلا تھا۔جب محبت

پہلے ہی وہاں سے بھاگ نکلی تھی۔ کیونکہ وہ مزید باسم کاظمی کا سامنا کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔ اسکا کارنامہ سنتے ہوئے ارسل خان کا قہقہ بے ساختہ تھا۔۔

بہت اچھا کیا میرا بچہ۔۔!! وہ اسی لائق ہے۔۔! چھوٹی بہن کو سراہتے ہوئے ارسل خان آگے بڑھتے ہوئے اسے ساتھ لیے صوفے پر بیٹھ چکا تھا۔ جبکہ علینہ خانم اسکے لئے جوس لینے چلی گئیں تھیں۔۔

بھابھی کہاں ہیں تمہاری۔۔؟ نظر نہیں آرہی کہیں۔۔۔؟ رابیل کی غیر موجودگی پر ارسل چاروں اطراف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا۔۔

اسکی بھابھی اپنے مائکے گئی ہوئی ہیں۔۔۔!! علینہ خانم جو اسکا سوال سن چکی تھیں۔ کہ باہر نکلتے ہوئے بیٹے کو شرارتی نظروں میں بتانے لگیں۔۔۔

کب گئی تھی۔۔؟ واپس کب تک آنا ہے۔۔؟ ارسل خان نے چونکتے ہوئے ماں کی طرف دیکھ کر بے چینی بھرے انداز میں مزید سوال کیے تھے۔۔ جبکہ سینے میں رابیل کی غیر موجودگی سنتے ہوئے دل عجیب سا بھی ہونے لگا تھا۔۔۔

تین دنوں سے۔۔۔!! جب تم گئے تھے۔ اسکے ایک دن بعد۔۔۔!! انکے پاس بیٹھتے ہوئے علینہ خانم اسے بتا گئیں۔۔۔

اتنے دنوں سے۔۔؟ پھر ابھی تک واپس کیوں نہیں آئی۔۔۔؟ ارسل خان حیرت سے انکی طرف دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے گویا ہوا تھا۔ جبکہ محبت خاموشی سے انکی باتیں سن رہی تھی۔۔۔

اسکی طبیعت خراب ہو گئی تھی کافی۔۔اس لئے میر ال نے اسے وہیں پر روک لیا تھا۔۔! میں اور تمہارے ڈیڈ اسے دیکھنے کے لئے کل گئے ہوئے تھے۔۔۔! علینہ خانم اسے اب وجہ بتاتے ہوئے ساتھ رابیل کی طبیعت خرابی کا ذکر کر رہی تھیں۔رابیل کو گھر جاتے ہی شدید قسم کا بخار ہو گیا تھا۔ جس کی وجہ سے میر ال اسے اپنے پاس ہی روک چکی تھیں۔اور ان تین دنوں سے علینہ خانم اور نعمان خان روز اسے ملنے جا رہے تھے۔۔ جبکہ ارسل کی واپسی آج ہوئی تھی۔۔

آپ لوگوں نے مجھے بتایا کیوں نہیں اس بارے میں۔۔۔؟ رابیل کی طبیعت خرابی کا سنتے ہوئے ارسل مزید بے چین ہوتا اگلے ہی پل اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔

میں نے تمہیں فون کیا تھا تم نے اٹھایا ہی نہیں۔۔۔! وہ جواب میں ابھی بول ہی رہی تھیں۔۔ کہ تبھی ارسل تیزی سے اوپر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔۔

کہاں جا رہے ہو اب۔۔؟ اسے یوں جاتے دیکھ کر علینہ خانم نے تیز آواز میں روکتے ہوئے پوچھا تھا۔۔

آپکی بہو کو ملنے جا رہا ہوں۔۔۔!! مڑ کر انکی طرف دیکھتے ہوئے وہ جلدی سے جواب دے کر کمرے کی طرف چلا گیا تھا۔ جبکہ علینہ خانم جو اس سے فاتح کے بارے میں پوچھنا چاہ رہی تھیں۔ کہ سر نفی میں ہلاتے ہوئے اسکی جلد بازی دیکھ گئیں۔۔ لیکن پھر اگلے ہی پل وہ مسکرا دی تھیں۔ اچھا تھا کہ ارسل اسے گھر لے آتا۔۔! محبت اور رابیل کے ہونے سے گھر میں رونق

سی رہتی تھی۔علینہ خانم اسی رونق کو سوچتے ہوئے خوش ہو رہی تھیں۔۔
اور ساتھ ہی محبت کے ساتھ سوال وجواب کرنا شروع ہو گئیں۔۔جو اپنی
روبی میڈم کو منانے کے چکروں میں لاڈ کرنے میں مصروف تھی۔۔

آپی۔۔۔!!ناز کے کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے بہار نے آہستہ سے اندر
جھانکتے ہوئے بڑی بہن کو دیکھنا چاہا تھا۔۔ناز جو بیڈ پر بیٹھی کام کر رہی
تھی۔۔کہ ایک دم سے چونک کر دیکھنے لگی۔۔۔

گل۔۔۔!!کیا ہوا میرا بچہ۔۔!دروازے میں بہار کو کھڑے دیکھ کر ناز
نے جلدی سے بانہیں پھیلاتے ہوئے اسے پاس آنے کا اشارہ کیا۔جس کو

دیکھتے ہوئے گل بہار اندر داخل ہو کر اسکی طرف بڑھی تھی۔ بیڈ پر بیٹھتے ہوئے گل بہار بے ساختہ آگے بڑھ کر بڑی بہن کے گلے لگ گئی۔۔۔

کیا ہوا گل۔۔۔؟ طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔۔! نازا سے یوں دیکھ کر اچانک پریشان ہوتے گلے لگا گئی تھی۔۔

آپی۔۔!! بیر کب آئے گئے۔۔۔؟؟ مجھے انکے بنا نیند نہیں آتی۔۔۔!! بے حد اداسی کے ساتھ گل بہار نے سوال کرنے کے ساتھ بتاتے ہوئے بڑی بہن کی طرف دیکھا تھا۔ اسکے اداس چہرے اور لہجے کو سنتے ہوئے ناز ایک دم سے حیران ہو گئی۔۔ پر پھر اگلے ہی پل تیزی سے مسکرا دی۔۔ کبیر خان کے اتنے دن گھر نہ آنے کی وجہ سے اب گل بہار بھی پریشان ہو چکی تھی۔ وہ روز رات کو اپنے کمرے میں بے چینی سے لیٹی رہتی تھی۔ پر کبیر

خان کی غیر موجودگی میں اسے نیند نہیں آپاتی تھی۔اس لئے آج تھک ہار کر وہ بڑی بہن کے کمرے میں آگئی۔

جلدی آجائیں گئے۔۔۔!تم لیٹو ادھر میرے پاس۔۔۔!گل ناز نے مسکرا کر کہتے ہوئے اسے اپنے پاس تکیے پر لیٹنے کا اشارہ کیا۔جس کو دیکھ کر گل بہار اگلے ہی پل بلینکٹ کے اندر لیٹ چکی تھی۔

کھانا کھایا تھا۔۔؟لیپ ٹاپ اٹھا کر دوبارہ اپنے سامنے رکھتے ہوئے ناز نے سکرین پر نظر ثانی کرتے ہوئے سوال کیا۔۔۔

جی آپی کھالیا تھا۔۔!گل بہار نے غور سے بڑی بہن کو کام کرتے ہوئے دیکھ کر جواب دیا۔۔۔

آپ کام کر رہی ہیں کیا۔۔۔؟ گل ناز کا سنجیدہ انداز دیکھتے ہوئے بہار نے معصومیت سے جاننا چاہا تھا۔ جبکہ ناز جو لیپ ٹاپ پر ہیر اور مہر ماہ کی لوکیشن دیکھ رہی تھی۔ کہ چونک کر بہار کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا پڑی۔ کیونکہ بہار کہنیوں کے بل اٹھتے ہوئے دلچسپی سے لیپ ٹاپ کی سکرین کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

ہاں بس کچھ ضروری کام ہے۔۔! تم سو جاؤ میں پاس ہی ہوں۔۔۔! ناز مسکراتے ہوئے اسے پیچھے لٹا کر بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگی تھی۔ جس پر بہار نے ایک دم سے پر سکون انداز میں آنکھیں بند کر لی تھیں۔

اگر اتنے دنوں سے نیند نہیں آرہی تھی۔تو پہلے ہی آجاتی یہاں پر۔۔۔!!

ایک ہاتھ سے اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ دوسرے ہاتھ سے کی بورڈ استعمال کرتے ہوئے کہنے لگی۔۔۔

مجھے لگا کہ آپ ڈسٹرب ہو جائیں گئیں۔۔۔!!اس لئے نہیں آرہی تھی۔۔۔!!گل بہار نے بند آنکھوں سے کہا تھا۔جس کو سن کر گل ناز بے ساختہ مڑتے ہوئے تاسف سے اسے دیکھ گئی۔لیکن پھر گل بہار کے سکون سے آنکھیں بند کرنے پر ناز بھی ٹیک لگا کر اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتی چلی گئی۔تاکہ وہ سکون سے سو جائے۔۔۔

غازیان آہستہ سے دروازہ کھولتے ہوئے کمرے میں داخل ہوا تو پورے کمرے میں اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ وہ ابھی بالکل کچھ منٹ پہلے ہی مینشن آیا تھا۔ اور آتے ہی وہ ماہ پارہ کے کمرے میں اسے دیکھنے کے لیے آچکا تھا۔۔۔

باسم نے جب دن میں اسے ماہ پارہ کی حالت کے بارے میں بتایا تو وہ اپنی ماہا کو دیکھنے کے لیے بے حد بے چین ہوتا چلا گیا۔ لیکن مجبوراً وہ تب آ نہیں سکا تھا۔ کیونکہ فارس ہمدانی نے اسے کسی ضروری کام سے بھیجا ہوا تھا۔ اور اب کام ختم کرتے ہی وہ ماہا کے پاس آچکا تھا۔ جو شاید آج رو رو کر اپنی حالت بگاڑ چکی تھی۔۔

ماہا۔۔۔!! کمرے کی لائٹس آن کرنے کے بعد غازیان نے بیڈ کنارے پر بیٹھتے ہوئے تکیے پر جھکتے ہوئے بے اختیار اسے پکارنا چاہا تھا۔۔ جبکہ ماہ پارہ

کی آنکھوں پر ہلکی ہلکی سوجن دیکھتے ہوئے غازیان پاشا کا دل بے قرار ہونے لگا۔۔رونے کے باعث اسکے چہرے پر آنسوؤں کے واضح نشان نظر آرہے تھے۔۔

میرے دل کا سکون۔۔۔!!میری سانسوں کی پکار۔۔۔!!ایسے رویا نہیں کرو۔۔ !!

غازیان نے اگلے ہی پل اسکی کمر میں بازو حائل کرتے ہوئے اسے زرا سا اوپر اٹھا کر یوں ہی گلے لگا لیا۔۔ماہ پارہ جو تھوڑی دیر پہلے ہی آنسو بہاتے ہوئے نیند میں اتری تھی۔۔کہ اچانک ہڑبڑا کر آنکھیں کھول گئی۔۔لیکن پھر جانی پہچانی خوشبو محسوس ہونے پر اس نے سسکتے ہوئے غازیان کے گرد

تیزی سے گرفت مضبوط کی تھی۔۔۔ جیسے اسکے پھر سے دور جانے کا ڈر ہو۔

غازی۔۔!! آپ کہاں چلے گئے تھے۔۔۔!! بچوں کی طرح دوبارہ رونا شروع کرتے ہوئے وہ پوچھنے لگی۔ تو غازیان جلدی سے اسکا چہرہ باہر نکالتے ہوئے اپنے سامنے کر گیا۔۔

میری سانس روکنا چاہتی ہو تو ویسے ہی بتا دو ماہ پارہ خان۔۔۔!! پر اگر ایسے روتے ہوئے پکارو گی تو خدا کی قسم میرا دل بند ہونے میں زرا دیر نہیں لگے گی۔۔!! اسکی گہری نیلی آنکھوں میں سرخی دیکھتے ہوئے وہ بے قرار ہوتے ان پر ہونٹ رکھ چکا تھا۔۔ جس پر ماہ پارہ کی جلتی ہوئی آنکھوں کو بھی کچھ راحت سی محسوس ہونے لگی تھی۔۔

تمہاری محبت میں میرا دل چور ہو چکا ہے ماہا۔۔۔!!ایسے ظلم مت کیا کرو میرے اوپر۔۔۔!جانتی ہو کہ آج کا دن کس قدر مجھ پر بھاری گزرا ہے۔۔؟صرف یہ سوچ سوچ کر کہ تم رو رہی ہو۔۔!سارا دن میں بے بس ہوتے گزار کر آرہا ہوں۔۔۔!!اسکے ماتھے کو چومتے ہوئے غازیان پاشا اپنی بے بسی ظاہر کر رہا تھا۔جو کہ حقیقت تھی۔باسم نے جب اسے بتایا تھا۔تو اسکے بعد سے غازیان پاشا کا کام کرنا مشکل ہو چکا تھا۔مشکل سے سب چیزوں کو نمٹا کر اب وہ رف ڈرائیونگ کرتے ہوئے یہاں پر پہنچا تھا۔۔

میں کیا کرتی۔۔؟؟کوئی بھی نہیں تھا میرے پاس۔۔!!بچوں کی طرح ہونٹ مڑوڑتے ہوئے وہ شکوہ کرتے بولنے لگی تھی۔کہ کیونکر وہ اپنی آنکھوں پر ظلم ڈھاتی رہی ہے۔۔۔

مجھے فون کیوں نہیں کیا۔۔۔؟ مجھ سے کہا کیوں نہیں کہ غازی گھر آجائیں مجھے آپکی ضرورت ہے۔۔۔! ماہ پارہ کو بچوں کی طرح ہچکی بھرتے دیکھ کر وہ جان نثار ہوتے اگلے ہی اٹھاتے ہوئے اسے اپنی گود میں بٹھا کر سوال و جواب کرنے لگا تھا۔۔

مجھے لگا آپ بھی ڈیڈ اور بھیا کی طرح نہیں آئیں گئے۔۔۔!! اس لئے۔۔۔۔؟؟!! اسکے سینے سے لگے وہ اندیشے ظاہر کر رہی تھی۔ جو اسکی غیر موجودگی میں اوور تھنکنگ کرتے ہوئے وہ آنسو بہاتے سوچتے رہی تھی۔۔۔

میں کیوں نہیں آؤں گا۔۔۔؟تم ایک دفعہ پکار کر تو دیکھتی پاگل۔۔۔!!

تمہاری ایک پکار پر غازیان پاشا سر کے بل چل کر آسکتا ہے۔!!لیکن پتہ نہیں تم ابھی تک میری محبت کو کیوں نہیں سمجھ پائی۔۔ !!

بھاری آواز میں کہتے ہوئے وہ اسکے تمام خدشات دور کرتے ہوئے یقین دلا رہا تھا۔کہ وہ اسے کسی پل بھی اکیلا نہیں چھوڑ سکتا۔۔غازیان کے الفاظ پر ماہ پارہ بے اختیار چہرہ باہر نکالتے ہوئے اسکی طرف دیکھنے پر مجبور ہو گئی۔۔

کیونکہ مقابل ہر بار اپنی محبت کا اظہار کرتے ہوئے اسے معتبر کر دیتا تھا۔وہ رونا بھلا کر ٹھہرے انداز میں اسکی سرمئی آنکھوں میں جھانک رہی تھی۔

جب وہ مسکرا کر یقین دلانے لگا تھا۔کہ وہ اسے آزما سکتی ہے۔پر ایسے دوبارہ روتے ہوئے اسکی جان لبوں پر نہیں لا سکتی۔۔

ماہ پارہ جوسٹل انداز میں غازیان پاشا کی چہرے کی طرف دیکھ رہی تھی۔ کہ بے خودی میں قریب ہوتے اسکے عنابی ہونٹوں پر لب رکھتے آنکھیں بند کر گئی۔۔اس اچانک آفت پر غازیان پاشانے ساکت ہوتے اسکی بند آنکھوں کو دیکھا تھا۔۔سینے میں دل ڈوب کر ابھرنے لگا تو غازیان کو اپنا سانس بھاری ہوتا محسوس ہوا۔۔

لیکن جب ماہ پارہ نے اپنے لبوں کو زرا سی حرکت دینا چاہی تو وہ خود سے ضبط کھوتے اگلے ہی پل اسکے نازک لبوں کو ہونٹوں میں جکڑتے ہوئے شدت پسند ہو گیا۔۔

ماہ پارہ خان نے اپنی اس پہلی پیش قدمی کے باعث اچھا خاصا مقابل کے جذبات کو بھڑکا دیا تھا۔ کہ وہ خود سے ضبط کھوتے اسکے سر کے پیچھے ہاتھ

رکھتے ہوئے ماہ پارہ کی کمر کو تھامتے ہوئے اسے بیڈ پر لٹاتے ہوئے اوپر جھکتا چلا گیا۔۔ماہ پارہ نے اسے پاگل ہوتے محسوس کیا تو بے ساختہ ہراساں ہوتے اسکا وجود ہولے سے لرزنے لگا۔۔۔

بری طرح آنکھیں میچتے ہوئے ماہ پارہ نے اسکی شرٹ کے کالر کو مٹھیوں میں جکڑا تو غازیان اسکے ہونٹوں کو پوری طرح کھولتے ہوئے ماہ پارہ پر اپنا بوجھ منتقل کرتا چلا گیا۔۔ماہ پارہ کی زبان کو سک کرتے ہوئے غازیان نے اسکے بھرے بھرے وجود پر ہاتھ پھیرا تو وہ دہل کر مچل اٹھی۔اسکے دل میں تیزی سے یہ احساس پیدا ہونے لگا تھا۔کہ وہ اس بپھرے شیر کو چھیڑ کر غلطی کر چکی ہے۔کیونکہ وہ دیوانہ وار اسکی سانسوں پر قابض ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔

غازیان نے اسکی زبان پر دانت گاڑتے ہوئے تیزی سے اوپری لب کو اپنے ہونٹوں میں دباتے ہوئے سک کیا تو وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے اسے روکنے کی کوشش کرنے لگی۔ پر وہ بے قابو ہوتے اسکی کلائیوں کو اوپر پن کرتے ہوئے ماہ پارہ کی کمر میں بازو حائل کرتے اپنے وجود میں بھینچنے لگا تھا۔ جس کو محسوس کرتے وہ شرم وحیاء سے گلابی پڑتے ہوئے آنکھیں رول کرتی بے سود ہوتی چلی گئی۔۔۔ غازیان نے اسکی ٹانگوں کو لاک کرتے ہوئے بے باکی سے چومتے ہوئے اچانک نرمی بھرے انداز میں اسکے لبوں کو اپنے ہونٹوں میں دباتے ہوئے چوما تو اس بار وہ ہمت ہارنے والے انداز میں بے حد تڑپ سی گئی۔ غازیان کے قابض ہونے کی وجہ سے اسکی سانس

رک چکا تھا۔ جسے محسوس کرتے ہوئے وہ آخر کار خود پر قابو پاتے ہوئے اسے آزادی بخش گیا۔۔

غازیان کے دور ہٹنے پر ماہ پارہ نے بے ساختہ لمبا سانس لیا تھا۔ جبکہ اسکے سرخ پڑتے ہونٹوں پر ٹھہری نمی کو دیکھتے ہوئے وہ مسکرا دیا۔۔۔۔

میری حسین سردارنی ہو تم۔۔۔!! غازیان نے مسکرا کر قربان ہونے والے انداز میں اسکے خوبصورت چہرے کو دیکھتے ہوئے اوپر اٹھتے ہوئے اسکا ماتھا چوم لیا۔ جس پر وہ مسکراتے ہوئے شرم سے لال ہوتے اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔۔اسے شرماتے دیکھ کر وہ ہنس دیا تھا۔ماہ پارہ کے لمس نے اسکے سارے دن کا سٹریس دور بھگا دیا تھا۔اس وقت وہ خود کو نارمل ہوتا محسوس کر رہا تھا۔۔۔

تم نے کھانا کیوں نہیں کھایا۔۔؟ کروٹ بدلتے غازیان اسے اپنے اوپر لٹاتے ہوئے یاد آنے پر پوچھنے لگا۔۔

میرا دل نہیں کر رہا۔۔!! وہ آہستہ آواز میں جواب دیتے ہوئے اسکے سینے پر سر رکھ چکی تھی۔ جبکہ اسے پُر سکون دیکھ کر وہ بے اختیار شکر کرنے لگا تھا۔۔ماہ پارہ کو دیکھتے ہوئے غازیان کو تیزی سے یہ احساس ہو رہا تھا۔ کہ موجود حالات میں الجھتے ہوئے وہ سچ میں اس پر دھیان نہیں دے پایا تھا۔ شاید اسی وجہ سے وہ خود کو اکیلا محسوس کرتی آج دکھی ہو رہی تھی۔۔۔

اٹھ کر چادر لے کر آؤ۔۔۔! ہم باہر کھانا کھانے جا رہے ہیں۔۔۔! غازیان نے اسکے نازک ہاتھ کو چومتے ہوئے نرمی سے کہا تھا۔

شش۔۔!! کوئی انکار نہیں۔۔۔! کل مجھے ویسے بھی گاؤں جانا پڑے گا۔۔۔! تو واپسی میں کتنے دن لگ جائیں مجھے اندازہ نہیں ہے۔۔! اس لئے میں جانے سے پہلے تمہارے ساتھ وقت گزارنا چاہتا ہوں۔۔! ماہ پارہ کی آنکھوں کا ابھرتا ہوا انکار پہلے ہی ٹوکتے ہوئے وہ کہنا شروع ہو گیا تھا۔۔۔

گاؤں کیوں جانا ہے۔۔؟ اسکے گاؤں جانے کا سن کر وہ اگلے ہی پل غازیان کے اوپر سے اٹھتے ہوئے سائیڈ پر بیٹھتے ہوئے سوال کر گئی۔۔۔

کوئی ایشو چل رہا ہے وہاں پر۔۔! جس کے لئے جرگا بیٹھے گا اور جرگے میں میرا ہونا ضروری ہے۔۔۔! ماہ پارہ کی بکھری لٹوں کو کان کے پیچھے کرتے ہوئے وہ نرم لہجے میں اسے بتا رہا تھا۔ جسے سنتے ہوئے وہ پہلے سے بھی زیادہ اداس نظر آنے لگی تھی۔

جلدی آجاؤں گا ناجاناں۔۔! ایسے کرو گی تو یہ "سردار" تمہارے پیار میں بس افسانہ بن کر رہ جائے گا۔۔۔! ! ماہ پارہ کے اداس ہوتے چہرے کو ہاتھوں میں بھرتے ہوئے غازیان اچانک شوخ ہوتے بولا تھا۔ تاکہ اسکی نیلی پری ہنس دے۔۔ اور ایسا ہی ہوا تھا۔ وہ شرماتے ہوئے مسکرا کر فورا بیڈ سے نیچے اتر گئی تھی۔ غازیان پاشا اسکے چہرے کی مسکراہٹ دیکھتے ہوئے مسکرا کر اسکا لہراتا ہوا دوبٹہ تھامتا چلا گیا۔۔

ارسل خان ہنستے ہوئے میرال اور باسط صاحب سے باتیں کر رہا تھا۔ فریش ہونے کے بعد ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی وہ یہاں پر پہنچا تھا۔ اور ایک گھنٹے سے انکے پاس بیٹھا باتیں کرنے میں مصروف تھا۔۔ جبکہ میرال اپنے

اکلوتے داماد کے صدقے واری جارہی تھیں۔۔ارسل خان کی شخصیت کا ٹھہراؤاور خوبصورتی دیکھتے ہوئے انہیں اب سمجھ آرہی تھی۔کی بیہ صدیقی کیونکر اپنے دامادوں کی فین تھیں۔۔

آنی میری بیوی کہاں ہے۔۔۔؟باتوں کے دوران ارسل خان جو صوفے کے ساتھ ٹیک لگائے اپنے مغرور انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔کہ اچانک میرال کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھ گیا۔اسکے "میری بیوی" والے الفاظ سنتے ہوئے ان دونوں میاں بیوی نے بیک وقت آپس میں دیکھا تھا۔۔ارسل خان کی زبان سے "میری بیوی" کے الفاظ انہیں اتنی خوبصورت محسوس ہوئے تھے۔کہ میرال کا اچانک اپنے داماد پر پیار امڈنے لگا۔۔

اوپر اپنے کمرے میں ہے۔۔۔! باسط صاحب خوشگوار حیرت سے بولے تھے۔۔۔

آپ لوگوں نے میری بیوی کو اچانک اتنا بیمار کیسے کر دیا۔۔؟ ارسل خان نے خفگی سے کہتے ہوئے اپنے ساس سسر کی طرف دیکھا تھا۔۔

ہم نے تمہاری بیوی کو بیمار نہیں کیا۔ بلکہ وہ خود اپنی لاپرواہیوں کی وجہ سے بیمار پڑی ہے۔۔۔! اپنی خوشی چھپاتے ہوئے میرال رعب و نخرے سے داماد سے کہنے لگی تھیں۔ جس دن رابیل ان سے ملنے آئی تھی۔ اسکی طبیعت تب ہی کچھ ٹھیک سی نہیں تھی۔ میرال اسے بارہاں میڈیسن لینے کا کہتی رہی تھیں۔ پر انکی ڈھیٹ بیٹی نے انکی ایک نہیں سنی تھی۔ جس کے نتیجے میں وہ رات تک شدید بخار میں مبتلا ہو چکی تھی۔

پھر بھی آنی آپ کو میری بیوی کا خیال رکھنا چاہیئے تھا۔۔۔! ارسل خان مسکراہٹ دبائے انہیں ان سنا کرتا اپنی کہنے لگا تھا۔ جس پر باسط صاحب بھی ہنسی دبا کر اپنے داماد کو ویل ڈن کہہ گئے۔۔۔

جاؤ میاں سنبھالو جا کر اپنی ڈھیٹ بیوی کو خود ہی۔۔۔! وہ نہیں سنتی ہماری کچھ بھی۔۔! میرال ہکا بکا سی تیزی سے تڑاخ کرتی اسے سنانے لگی تھیں۔۔ جس پر عمل کرتے ہوئے ارسل خان اسی پل کھڑا ہو چکا تھا۔

وہیں جا رہا ہوں۔۔!! اور پلیز میری بیوی کے ساتھ پیار و محبت سے پیش آیا کریں۔۔۔!! ساس کو مزید آگ لگاتے ہوئے ارسل خان مسکراہٹ دبائے سیڑھیوں کی جانب بڑھا تو باسط صاحب قہقہ لگاتے ہوئے اپنی بیوی کی حالت دیکھ گئے۔۔ ساری عمر بیوی کے سامنے وہ اپنی بیٹی کی اس طرح

وکالت نہیں کر پائے تھے۔جو چند منٹوں میں انکا دامادکرنے کے بعد جا چکا تھا۔۔۔

کھانا بھجوا رہی ہوں۔۔۔!!کھلا لینا اپنی بیمار بیوی کو خود ہی اب۔۔۔!! ارسل خان کی پشت کو گھورتے ہوئے میرال اونچی آواز میں بولی تھیں۔

جس پر وہ مڑتے ہوئے انہیں اوکے کہہ کر ہنستے ہوئے مڑ گیا۔۔

آپ کو بہت ہنسی آرہی ہے۔۔۔! باسط صاحب کو مسلسل ہنستے دیکھ کر میرال چڑتے ہوئے کشن اٹھا کر انہیں مارتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

باسط صاحب کشن کیچ کرتے ہوئے اس بار فلک شگاف قہقہ لگا گئے تھے۔

جس کو سنتے ہوئے میرال بھی ہنسی کنٹرول کرتے ہوئے کچن کی طرف چلی گئی تھیں۔۔

ارسل خان ابھی رابیل کے کمرے کے باہر پہنچا ہی تھا۔ کہ اسے کمرے سے رابیل کے رونے کی آواز سنائی دی۔ جسے سنتے ہوئے وہ اگلے ہی پل تیزی سے دروازہ کھولتے ہوئے اندر داخل ہو گیا تھا۔۔

رابیل جو کہ تکیے پر چہرہ رکھے رو رہی تھی۔ کہ دروازہ کھلنے کی آواز پر بنا مڑے جلدی سے کہنے لگی۔

مام مجھے کھانا نہیں کھانا پلیز۔۔۔!! اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے وہ تیزی سے کہتے ہوئے اگلے ہی پل تکیے میں چہرہ چھپا گئی۔ تاکہ اسکی ماں اسکا بھیگا ہوا چہرہ اور آنکھیں نہ دیکھ پائے۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر وہ یہ ہی سمجھ رہی تھی۔ کہ شاید میرال دوبارہ اسے کھانا کھلانے کے لئے آئی ہیں۔۔ جب کہ

ارسل خان اسے تکیے میں چہرہ چھپائے دیکھ کر آبرو اچکاتے ہوئے اسکی طرف بڑھا تھا۔۔

کھانا نہیں کھانا تو کیا ارسل خان کا دل کھانا چاہتی ہو۔۔۔؟ مکمل طور پر جھک کر رابیل کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے ارسل نے اسے تکیے سے چہرہ اٹھانے پر مجبور کیا تو وہ اگلے ہی ایک جھٹکے میں مڑتے ہوئے اسکی طرف دیکھ گئی۔اپنے سامنے ارسل خان کو کھڑے دیکھ وہ بے یقین سی ہوئی تھی۔جبکہ ارسل جو مسکرا رہا تھا۔کہ رابیل کی زرد پڑتی رنگت دیکھ کر اسکے ہونٹوں سے فورس مسکراہٹ سمٹ گئی۔۔وہ اسے بغور دیکھتا چلا گیا تھا۔غزالی آنکھیں مسلسل رونے کے باعث سرخ پڑ چکی تھیں۔تو وہیں وہ غزالی

آنکھیں ارسل خان کو خود سے کچھ ناراض سی بھی محسوس ہو رہی تھیں۔۔

رابیل فوراً سپاٹ ہوتی خود پر دوبٹہ درست کرتے زرا اٹھ بیٹھی تھی۔۔

یہ کیا حال بنایا ہوا ہے تم نے اپنا۔۔۔؟؟ حیرت و پریشانی سے اسکی حالت دیکھتے ہوئے وہ پوچھ گیا۔۔ بخار کے باعث رابیل کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ جبکہ بال بکھرے سے ہوئے تھے۔ وہ کچھ دن پہلے والی رابیل تو بالکل بھی نہیں لگ رہی تھی۔۔۔

کیوں آئے ہو یہاں پر۔۔؟؟ اسکی ساری بات کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ سپاٹ لہجے میں پھنکاری تھی۔

کیا مطلب کیوں آیا ہوں۔۔۔؟اور یہ طبیعت کیسے خراب کر لی ہے تم نے اتنی۔۔؟رابیل کے تاثرات پر ارسل نے مزید حیران ہوتے اسے ماتھے کو چھونا چاہا تو وہ بدکتے ہوئے اسکا ہاتھ جھٹک گئی۔۔۔

ہاتھ نہیں لگانا مجھے۔۔۔!!دور رہو۔۔۔!!انگلی اٹھاتے ہوئے وہ غضب ناک لہجے میں غرائی تو وہ ششدر ہوتے اسے دیکھ گیا۔۔۔

یہ کیسے بات کر رہی ہو تم مجھ سے رابی۔۔۔!!اسکے ہاتھ جھٹکنے پر بامشکل صبر کرتے ہوئے ارسل خان نے ہونٹ بھینچے تھے۔۔وہ مزید کچھ بول پاتا کہ تبھی دروازہ ناک ہوا۔ایک نظر رابیل پر ڈالتے ہوئے وہ سنجیدہ انداز میں دروازے کی جانب بڑھ گیا۔۔۔جہاں باہر ملازمہ کھانا لیے کھڑی تھی۔۔ارسل خان نے ایک سائیڈ پر ہوتے ملازمہ کو اندر آنے کا اشارہ کیا تو

وہ نظریں جھکائے اندر داخل ہو گئی۔۔ ٹیبل پر کھانے کی ٹرے رکھنے کے بعد ملازمہ یوں ہی جھکی نظروں کے ساتھ تیزی سے واپس جا چکی تھی۔۔

ملازمہ کے جاتے ہی ارسل خان نے احتیاطی طور پر دروازہ لاک کر لیا تھا۔ کیونکہ اسکی چھٹی حس جنگ ہونے کی پیش گوئی کر رہی تھی۔اور اپنے ساس، سسر کے سامنے وہ ایسا کوئی بھی ڈرامہ نہیں چاہتا تھا۔اس لئے دروازہ لاک کرنے کے بعد وہ دوبارہ بیڈ کی جانب بڑھا۔جہاں وہ بیٹھی اسے دیکھ کم اور گھور زیادہ رہی تھی۔۔

چلو آؤ کھانا کھالو۔۔۔! پھر گھر چلتے ہیں۔۔۔!! پیار سے رابیل کو مخاطب کرتے ہوئے ارسل خان نے اسکی کلائی تھامنا چاہی۔جب وہ دوبارہ بگڑتے ہوئے اسکا ہاتھ جھٹکتے ہوئے پیچھے ہو گئی تھی۔۔

میں نے بولا نہ مجھ سے دور رہو۔۔۔!!ارسل خان کی گرے آنکھوں میں آنکھیں گاڑتے ہوئے وہ پھر غرا اٹھی تھی۔ جس کو دیکھ کر ارسل خان کے صبر کا پیمانہ بے اختیار لبریز ہوتا چلا گیا۔ وہ کب سے اسکی طبیعت کے پیش نظر اسکی بدتمیزی برداشت کر رہا تھا۔۔

کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ رابی۔۔۔۔؟ کیوں بلاوجہ مجھے غصہ دلانے کی کوشش کر رہی ہو۔۔!!ارسل خان بامشکل اپنا غصہ کنٹرول کرتے ہوئے گویا ہوا تھا۔ جبکہ اسکی زبان سے اپنے لئے "رابی" سنتے ہوئے وہ سٹل ہو گئی۔ بے اختیار اس رات کی گونج پھر دماغ میں اٹھنے لگی تھی۔ جب ساری رات اسکے کان میں وہ رابی، رابی پکارتے ہوئے اسے خود میں قید کرتا رہا تھا۔ اور آج ہوش میں اسے اس نام سے پکارتے ہوئے وہ رابیل کو تکلیف

میں مبتلا کر چکا تھا۔ راں یل بے ساختہ شکوہ کناں نظروں سے اسکی طرف دیکھنے لگی۔ تو اسکی آنکھوں میں ابھرتے ہوئے شکوے دیکھ کر وہ الجھتا چلا گیا۔۔ وہ نہیں سمجھ پا رہا تھا۔ کہ آخر کیوں اور کس بات کو لے کر وہ اسکے ساتھ اتنا اکھڑی ہوئی تھی۔

مجھے نہ تو کھانا کھانا ہے اور نہ ہی تمہارے ساتھ گھر چلنا ہے۔۔۔!! سرد لہجے میں بولتے ہوئے اس نے پھر انگلی اٹھا کر کہتے ہوئے خود پر دوبٹہ درست کرنا چاہا تو اپنی اس کوشش میں وہ اس بار ارسل خان کا سکون خاک کرتی چلی گئی۔ خود کو اسکے سامنے بار بار چھپاتے ہوئے وہ اسکے دل پر چھڑیاں چلا رہی تھی۔ کہ تبھی صبر کا دامن چھوڑتے ہوئے وہ اسکے سامنے بیٹھتے ہوئے غرانے لگا۔۔۔

مجھ سے دور۔۔۔!!اسے اپنے قریب بیٹھتے دیکھ کر رابیل پھر دور ہونے کا کہتی۔۔کہ اچانک ارسل خان نے اسکا دوبٹہ مٹھی میں دبوچ کر کھینچتے ہوئے دور اچھال دیا تھا۔جس پر وہ ہکا بکا زمین پر گرے ہوئے اپنے دوبٹے کو دیکھتی چلی گئی۔۔

اب اگر تم نے مجھے خود سے دور ہونے کا کہا خانم تو خدا کی قسم میں تمہاری طبیعت کا لحاظ کیے بنا خود کو تمہارے اندر اس طرح شامل کروں گا۔کہ تم دوبارہ یہ لفظ کہتے ہوئے ڈروں گی۔۔۔!!رابیل کو بازو سے پکڑ کر خود کے قریب کرتے ہوئے وہ غضب ناک لہجے میں وارن کرتے کہنے لگا تھا۔۔

رابیل تو آنکھیں پھیلائے کبھی اسے تو کبھی اپنے دوبٹے کی طرف دیکھنا شروع ہو گئی تھی۔ارسل خان کے الفاظ پر وہ سچ میں لرز اٹھی تھی۔۔۔

اگر مجھ سے کوئی ناراضگی ہے تو مجھ سے بلا جھجک کہو۔۔! میں سنوں گا بھی اور سر آنکھوں پر بھی بٹھاؤں گا۔۔ لیکن اگر فضول میں میرے ساتھ بد تمیزی کرنے کی کوشش کی تو یقین مانو تمہاری یہ نازک جان لبوں پر لے آؤں گا۔۔۔! اسے ساکت ہوتے دیکھ کر اس بار وہ نرمی سے کہتے ہوئے اسکی آنکھوں میں جھانکنے لگا تھا۔۔ان ہرنی جیسی آنکھوں نے اسکا بہت سکون برباد کیا تھا۔ارسل خان نے زرا قریب ہوتے اسکی پھیلی ہوئی آنکھوں پر ہونٹ رکھے تو رابیل سانس روکتی چلی گئی۔۔ بلیک شلوار قمیض میں اپنی دلکش شخصیت کے سحر میں وہ اسے پھر قید کرتا جادو چلا رہا تھا۔۔ اس بات سے بے خبر کہ وہ کتنا تڑپی تھی اسکے لئے۔۔۔۔

تم بہت دلکش ہو خانم۔۔! رابیل کی ناک میں پہنی ہوئی لونگ کو شوخ نظروں سے دیکھتے ہوئے وہ بے خود اسکی ناک پر جھک گیا۔۔اسکی تیکھی ناک پر ہولے سے دانت گاڑتے ہوئے وہ دیوانہ وار چومنے لگا تھا۔۔ارسل خان اپنے دل میں بے اختیار اس بات کا اقرار کر چکا تھا۔کہ وہ اپنی بیوی کی ناک اور آنکھوں کو عاشق بن چکا ہے۔وہی ناک جسے اسکی بیوی ارسل خان کو دیکھتے ہی اوپر چڑھا لیا کرتی تھی۔۔

کھانا کھالو۔۔!! پھر گھر چلتے ہیں۔۔اور گھر جا کر تمہاری طبیعت بھی ٹھیک کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔۔۔!! رابیل کی ناک کو چومنے کے بعد ارسل خان نے اسکے ماتھے کو چومتے ہوئے پیار سے کہا تو نجانے کیوں رابیل کی آنکھیں بھرتی چلی گئیں۔۔سامنے بیٹھے انسان نے اپنی غیر

موجودگی سے اسے بیمار کر دیا تھا۔۔ان دنوں رابیل باسط ہر طرح کی منفی سوچوں کو پالتے ہوئے بیمار ہو چکی تھی۔اور اب جب وہ اسکے سامنے آیا تھا۔ تو پھر سے بے بس ہو رہی تھی۔۔۔

مجھے نہیں جانا۔۔!! سپاٹ لہجے میں کہتے ہوئے وہ اپنے کانپتے ہاتھوں کی مٹھیاں بناتے ہوئے ارسل خان سے دور ہوتے بیڈ کے دوسرے کنارے پر جا لیٹی تھی۔کیونکہ اگر مزید اسکے سامنے بیٹھی رہتی تو یقیناً ضبط کھوتے رونا شروع کر دیتی۔۔اور رابیل چاہ کر بھی اسکے سامنے رونا نہیں چاہتی تھی۔۔اس لئے اسکی طرف سے پشت کرتے ہوئے وہ بیڈ کے دوسری طرف لیٹ چکی تھی۔ارسل خان نے اب بے بس ہوتے اسے دیکھا تھا۔

وہ چاہ کر بھی اسکے اس رویے کو نہیں سمجھ پا رہا تھا۔۔اس لئے مضطرب ہوتے ماتھے کو چھوتے ہوئے اگلے ہی پل بیڈ سے اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔

راں یل جو اسکی طرف سے پشت کیے لیٹی تھی۔کہ اسے ارسل خان کا بیڈ سے اٹھنا محسوس ہوا تو اسکے جانے کا سوچ کر ہونٹ مڑوڑتے ہوئے پھر رونے کی تیاری پکڑنے لگی۔۔اسکا دل اسے اکسا رہا تھا۔کہ اس سے لڑے جھگڑے اور سوال وجواب بھی کرے۔۔پر وہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔وہ اسکے سامنے کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی۔وہ ارسل خان کو یہ تاثر نہیں دینا چاہتی تھی۔کہ وہ اسکی کمی کو محسوس کرتے ہوئے اس حال میں پہنچی ہے۔وہ اسکی وجہ سے بیمار ہوئی ہے۔اسی لیے بے دردی سے اپنے آنسو صاف

کرتے ہوئے وہ پتھر بنتی دوبارہ تکیے میں منہ چھپانے لگی۔ شاید یہ خود کو مضبوط کرنے کی ایک کوشش تھی۔

اسکے برعکس ارسل خان اس کی کمر کے زاویوں پر نظریں جمائے ہوئے کھڑا تھا۔ آج اتفاقاً وہ دونوں ہی بلیک ڈریس پہنے ہوئے تھے۔ رابیل کے وجود کو بلیک شلوار قمیض میں دوبٹے کے بوجھ سے آزاد دیکھتے ہوئے وہ بھاری سانس خارج کر گیا۔ آنے سے پہلے وہ یہ ہی سوچ کر یہاں پر آیا تھا۔ کہ میرال اور باسط صاحب کے ساتھ کچھ وقت گزار کر وہ واپسی پر رابیل کو اپنے ساتھ لے جائے گا۔ پر اسکی ٹیڑھی میڑھی بیوی آسانی سے اسکے قابو آ جائے تو پھر "رابیل ارسل خان" کیسے کہلائے۔۔ اور کچھ اسکی طبیعت کی وجہ سے ارسل خان اس پر سختی نہیں کر پا رہا تھا۔ پہلے ہی بخار کی وجہ سے

اسکی بادامی رنگت سرخ ہو رہی تھی۔اور اس حال میں وہ اسے اکیلا چھوڑ کر نہیں جانا چاہتا تھا۔اس لئے ایک پل میں فیصلہ کرتے ہوئے وہ رات یہیں پر اسکے پاس رکنے کا سوچ چکا تھا۔۔

سرد سانس خارج کرتے ہوئے وہ جیب سے موبائل نکال کر وقت دیکھنے لگا۔۔

ابھی ساڑھے گیارہ بج رہے تھے۔۔وقت دیکھنے کے بعد ارسل نے موبائل سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔اور پھر کلائی میں پہنی ہوئی گھڑی بھی اتار کر موبائل کے پاس رکھ دی۔رابیل ہنوز ویسے ہی لیٹی ہوئی تھی۔اسکے نازک سراپے پر بے باک نظریں گاڑتے ہوئے وہ اپنی قمیض کے بٹن کھولنا شروع ہو گیا۔۔

فلوقت اگر ارسل خان کو سب سے زیادہ کوئی چیز بے قراری میں مبتلا کر رہی تھی۔ تو رابیل کی بل کھاتی ہوئی کمر تھی۔ اسکا بس نہیں چل رہا تھا۔ کہ آگے بڑھتے ہوئے اسکی نازک کمر کو مٹھیوں میں دبوچتے ہوئے اسکے ہر اٹھتے گرتے زاویے پر دانت گاڑتے ہوئے اسے سسکنے پر مجبور کر دے۔۔ دل میں مچلتی ان بے لگام خواہشات کے طوفان کو دباتے ہوئے بامشکل اس نے اپنی نظروں کا مرکز بدلتے ہوئے قمیض اتارنے کے بعد ایک قدم پیچھے ہٹتے ہوئے صوفے پر رکھ دی۔ قمیض رکھنے کے بعد ارسل خان نے ویسٹ بھی اتار کر صوفے پر اچھال دی تھی۔۔

ویسٹ رکھ کر وہ دوبارہ سائیڈ ٹیبل کے قریب آیا اور ایک نظر اے سی کی طرف دیکھا۔ جو کہ بند تھا۔ چونکہ موسم گرمی میں بدل رہا تھا۔ اس لئے

اب گرمی بھی محسوس ہونے لگی تھی۔ سائیڈ ٹیبل سے دونوں ریموٹ اٹھاتے ہوئے ارسل خان نے پہلے اے سی آن کیا۔ اور پھر کمرے کی لائٹس آف کرنے کے بعد بیڈ پر بیٹھتے ہوئے لیٹ گیا۔۔۔

کمرے کی روشنی کو اچانک اندھیرے میں بدلنے پر رابیل نے چونکتے ہوئے مڑ کر دیکھا تو بیڈ کے دوسرے کنارے ارسل خان کو لیٹے دیکھ کر وہ بے یقین ہوتے پھر چہرہ واپس موڑ گئی۔۔۔ ارسل خان کو یہیں پر رکتے دیکھ کر رابیل کا دل تیزی سے دھڑکتے ہوئے بے قابو ہونے لگا تھا۔۔ جبکہ کمرے میں پھیلی اسکی تیز خوشبو کو محسوس کرتے ہوئے رابیل کا دل اچانک خوشی سے بھرتا چلا گیا۔۔۔۔

رابیل نے چپکے سے پھر اسکی طرف دیکھا تو ارسل خان تکیے پر سر رکھے اب موبائل میں مصروف تھا۔ رابیل اسے مصروف دیکھ کر ناک منہ چڑھا گئی۔۔ ارسل خان کے اپنے پاس رکنے کی وجہ سے اسے اچانک اندر تک سکون اترتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ مسکراتے ہوئے جو دل ہی میں دل میں خوش ہو رہی تھی۔ کہ اچانک رابیل کو ٹھنڈ لگنے کا احساس ہوا۔۔ اس نے پھر تیزی سے مڑتے ہوئے دیکھا تو اے سی کو آن دیکھ کر وہ بے ساختہ اس سنکی انسان کو دیکھتی چلی گئی۔۔ بنا شرٹ کے اتنا تیز اے سی چلا کر وہ کیسے اس قدر سکون سے لیٹا ہوا تھا۔۔ بخار کی وجہ سے رابیل کو سردی سی محسوس ہونے لگی تو وہ کانپتے ہوئے بے اختیار آہستہ آہستہ ارسل کی طرف پیچھے کو کھسکنا شروع ہو گئی۔۔

جب کہ ارسل جو موبائل میں کچھ ضروری میسجز دیکھ رہا تھا۔ کہ اسے اچانک بیڈ پر ہل چل سی ہوتی محسوس ہوئی تو چہرہ موڑتے ہوئے دیکھنے لگا۔ جہاں اسکی بیوی آہستہ آہستہ پیچھے کو کھسکتے ہوئے اسکے قریب آرہی تھی۔۔ رابیل کی بچوں سی حرکت پر ارسل خان کا قہقہ اڈا تھا۔ جسے بامشکل دباتے ہوئے وہ دوسرے ہاتھ میں موبائل پکڑ کر اپنے دائیں بازو کو سیدھا کر گیا۔ تاکہ جب اسکی بیوی قریب آئے تو اسکے بازو پر وہ خود ہی سر رکھ لے۔اور ارسل خان یہ ہی سمجھے کہ یہ سب اتفاقاً ہوا ہے۔۔۔وہ خود کو موبائل میں مصروف ظاہر کرتا اب کن اکھیوں سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا۔ جو پھر چہرہ موڑتے ہوئے اسکی طرف دیکھنے لگی تھی۔۔

جان بوجھ کر اے سی آن کیا۔۔!تاکہ یہ مچھر مجھے دھوکے سے قریب کر سکے۔۔۔!سب چالاکیاں اچھے سے سمجھتی ہوں۔۔۔!!ناک سکوڑتے ہوئے سارا الزام ارسل خان کے سر پر ڈالتے ہوئے رابیل نے قریب آکر جیسے ہی اسکے بازو پر سر رکھا تو اسکی نزدیکی پر ارسل خان کا سانس دو بھر ہوتا چلا گیا۔وہ اسے محسوس کروائے بنا ابھی تک موبائل پکڑے ہوئے تھا۔ جبکہ اسکے نزدیک آکر رابیل بھی اب پر سکون انداز میں لیٹ گئی تھی۔۔۔

کچھ پل یوں ہی خاموشی کے سپرد ہونے لگے تو رابیل کو پھر ٹھنڈ لگتی ہوئی محسوس ہونے لگی۔ جس کے باعث وہ کانپتے ہوئے ارسل خان کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ گئی تھی۔۔۔

کیا ہوا خانم۔۔۔؟ ٹھنڈ لگ رہی ہے کیا۔۔۔؟ وہ چونکتے ہوئے اسکی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا تھا۔ رابیل نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اقرار کیا۔۔ ٹھنڈ لگنے کے باعث وہ کانپتے ہوئے بار بار خود میں سمٹ رہی تھی۔۔۔۔

ایک منٹ رکو۔۔۔!! موبائل بند کر کے سائیڈ ٹیبل پر رکھنے کے بعد ارسل خان پیر کی مدد سے بلینکٹ اٹھاتے ہوئے دونوں پر اوڑھنے لگا۔ بلینکٹ اوڑھنے کے بعد ارسل نے کروٹ بدلتے ہوئے اسکی کمر کو تھامتے ہوئے قریب کرتے سینے کے ساتھ لگا لیا تھا۔۔۔

اب ٹھیک ہے۔۔۔؟ رابیل کی پشت کو سینے سے لگاتے ہوئے اسکے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے بھاری آواز میں اس نے پوچھا تو اسکی سانسوں کی

تپش پر کسمسا کر وہ ہولے سے اثبات میں سر ہلا گئی۔۔۔اسے پر سکون ہوتے دیکھ کر ارسل خان نے بے خود ہوتے اسے سینے میں بھینچتے ہوئے محسوس کیا تھا۔۔ جس پر حیا کے مارے وہ مسکرا کر آنکھیں بند کر چکی تھی۔۔ رابیل نے مسکراتے ہوئے اسکے ہاتھ پر اپنا نازک ہاتھ رکھنا چاہا تھا۔۔۔

نہیں کرو خانم پہلے ہی تمہارے قریب آنے پر خود کو سنبھالنے میں بہت مشکل ہو رہی ہے۔۔۔! اپنے ہاتھ پر اسکی ہتھیلی کی نرماہٹ محسوس کرتے ہوئے ارسل خان نے بے اختیار اسے ٹوکنا چاہا تھا۔۔ کیونکہ اپنی شرارتوں سے وہ اسکے جذبات کو بھڑکانے کا سبب بن رہی تھی۔

بخار کیسے ہوا تھا۔۔۔؟آنی بتا رہی تھیں۔کہ تم نے کوئی لاپرواہی کی ہے۔۔۔!رابیل کی گردن سے اسکے بال ہٹاتے ہوئے ارسل نے وہاں پر ہونٹ رکھتے ہوئے جاننا چاہا۔۔۔

تمہاری آنی نے آج تک تم سے میرے بارے میں کوئی اچھی بات کی بھی ہے کیا۔۔۔؟ارسل خان کی نزدیکی پر کسمسا کر رابیل نے تنگ ہوتی سانسوں میں اپنی ٹانگوں کو سمیٹنے کی کوشش کی تھی۔۔پر وہ اسکی کوشش ناکام بناتا انہیں اپنی ٹانگوں میں لاک کر چکا تھا۔۔

مت لڑا کرو ہر کسی کے ساتھ اتنا۔۔۔!رابیل کے تیکھے لہجے پر وہ مسکرا کر کہتے ہوئے اسکے نازک وجود کو اٹھاتے ہوئے اپنے اوپر لٹا گیا۔۔رابیل نے بوکھلاتے ہوئے اسے تھاما تو ارسل خان نے بے چین ہوتے اسکے سر کو خود

پر جھکاتے ہوئے لبوں کو قید کرتے آنکھیں بند کر لیں۔ جبکہ رابیل اچانک اسکے شرٹ لیس سینے پر لیٹی انگاروں کی طرح دہکنے لگی تھی۔۔ وہیں ارسل خان اسکے ہونٹوں کو وا کرتے ہوئے شدت پسند ہوتے اسکے لبوں کو چومنے لگا تھا۔ اپنے ہونٹوں کو رابیل کے لبوں سے الجھاتے ہوئے ارسل خان نے اسکی زبان کو سک کرتے ہوئے کمبل کے اندر سے اسکے وجود پر ہاتھ پھیرا تو رابیل نے بوکھلا کر پیچھے ہونے کی کوشش کی تھی۔ پر ارسل خان اسکی مزاحمت کرتی کلائیوں کو جکڑتے ہوئے اسے اپنے وجود میں لاک کرتے بے بس کر چکا تھا۔۔۔

گہری سانسوں میں وہ ان لمحات میں بے قابو ہوتے رابیل کی سانسوں کا دشمن بننے لگا تھا۔۔ جبکہ وہ مچلتے ہوئے آزاد ہونے کی کوشش میں تھی۔۔

ارسل خان نے اسکی زبان کو اپنے ہونٹوں میں جکڑتے ہوئے سک کیا تو رابیل بے اختیار ایک لمحے کے لیے اپنا وجود ڈھیلا چھوڑتے ہوئے بے جان سی ہو گئی۔ جس کو محسوس کرتے وہ زو معنی انداز میں مسکراتے ہوئے مزید جنونیت پر اترتے ہوئے اسکی زبان کو کبھی نرمی تو کبھی شدت پسندی سے سک کرتا اسکی جان مشکل میں ڈال گیا۔۔ رابیل کو اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہونے لگا تو وہ اپنا پورا زور لگاتے ہوئے اس سے دور ہٹی تھی۔ اور اگلے ہی پل تیز سانسوں میں وہ بے حال سی ہوتی اسکے سینے پر سر ٹکا گئی۔۔۔ اسے بے حال دیکھ کر وہ مسکراتے ہوئے اپنے نم ہونٹوں کو انگوٹھے سے چھو گیا۔۔۔

تمہاری زبان اتنی میٹھی ہے تو پھر اتنا کڑوا کیسے بول لیتی ہو۔۔۔؟اسکی کمر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ارسل خان نے اچانک شوخ ہوتے کہنا چاہا تھا۔۔جس کو سن کر وہ سر اٹھاتے ہوئے اسے گھور گئی۔۔۔

تمہاری زبان کا اثر آجاتا ہے اس لیے۔۔۔!تڑاخ کرتے رابیل نے اسے جواب دیا تو کمرے میں ارسل کا جاندار قہقہ گونج اٹھا۔۔

میرا اثر کہیں اور نہیں پہنچا کیا ابھی تک۔۔۔؟اسکے پیٹ کو چھوتے ہوئے وہ مزید بے شرمی سے بولا تو رابیل کانوں کی لوح تک سرخ پڑتے ہوئے فورا سے پہلے اسکے اوپر سے اترتے ہوئے سائیڈ پر لیٹ گئی تھی۔۔

بد تمیز کہیں کا۔۔۔!شرم وخفت سے وہ بڑبڑائی تو ارسل اسکی سرگوشی سنتا پھر ہنستا چلا گیا۔۔اسکے ہاتھ کو تھامتے ہوئے رابیل کی پشت کو دوبارہ

سینے کے ساتھ لگاتے ہوئے ارسل خان نے بے اختیار اسکا چہرہ اپنی طرف موڑا تھا۔۔۔

اس رات کے بعد جب صبح میں جاگی تھی۔۔!! تو کیسا محسوس ہوا تھا۔۔۔؟ میں یاد آیا تھا کیا۔۔۔؟ اندھیرے میں اسکی ناک میں پہنی لونگ کو چمکتے دیکھ کر وہ دوبارہ اسکی ناک کو چومتے ہوئے گمبھیر لہجے میں سوال کر رہا تھا۔ جبکہ رابیل اسکے سوالوں کو سنتے ہوئے سن ہو چکی تھی۔۔ وہ سمجھ چکی تھی۔ کہ وہ کس صبح کے بارے میں جاننا چاہ رہا ہے۔۔ اسی صبح کے بارے میں جب رابیل نے شدت سے اسے اپنے سامنے دیکھنے کی خواہش کی تھی۔ اور صرف اسی صبح ہی نہیں بلکہ اسکے بعد ہر صبح اور رات میں اس خواہش نے اسے بے حد تنگ کیا تھا۔۔۔

جانتی ہو تم مجھے ہر پل یاد آتی رہی ہو۔۔!! خاص کر تمہاری ان ہرنی جیسی آنکھوں نے بہت بے سکون کیا ہے۔۔۔!! وہ مزید کہتے ہوئے اپنا ہاتھ اسکی قمیض کی ڈوریوں کے ساتھ الجھا چکا تھا۔۔۔

خانم تمہاری کمر اتنی خطرناک کیسے ہو سکتی ہے۔۔۔؟ رابیل کی گردن پر جھکتے ہوئے ارسل خان نے بے ساختہ اسکی کمر کو مٹھیوں میں دبوچتے ہوئے اپنے وجود کے ساتھ مس کیا تو اسکی کوشش سمجھتے ہوئے رابیل شرم سے لال ہوتے اپنا چہرہ چھپانے لگی تھی۔ کافی شدت پسند ہوتے وہ اسکے لو ہینڈلز کو چھوتے ہوئے پیٹ پر اپنا چوڑا ہاتھ پھیر رہا تھا۔۔۔

مم۔۔میری طبیعت نہیں ٹھیک۔۔۔!ارسل خان کواپنی قمیض کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتے دیکھ کر رابیل نے خشک ہوتے ہونٹوں میں اسے روکنے کی کوشش کی۔۔۔

جانتاہوں۔۔۔!اس لئے کچھ نہیں کر رہا۔۔۔!بس تمہارے اندر جو سکون چھپاہوا ہے۔اسے محسوس کرنے کے لیے بے چین ہوں۔۔۔۔!!رابیل کی قمیض الگ کرتے ہوئے وہ بیڈ پر ہی کہیں اچھالتے ہوئے اسے جکڑتے ہوئے دوبارہ اپنے اوپر لٹا چکا تھا۔۔

کسی خطرناک نشے کی طرح تم دن بدن مجھ پر حاوی ہو رہی ہو۔۔۔!!

رابیل کی کمر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے جسم میں اٹھتے جذبات کے منہ زور ہونے پر ارسل کا لہجہ کپکپایا تو وہ اگلے ہی پل صبر کھوتے ہوئے اسکی کمر میں

بازو حائل کرتے اسے تکیے پر لٹاتے ہوئے اس کے اوپر جھکتا چلا گیا۔۔

ارسل خان نے جھکتے ہوئے اسکے پیٹ پر ہونٹ رکھتے ہوئے دھڑکنوں کی طرف بڑھنا شروع کیا تو رابیل کو بے اختیار اس رات والا اسکا روپ یاد آنے لگا۔جب وہ اسکی جان لبوں لاتے اسے رونے پر مجبور کرتا چلا گیا تھا۔۔

اس سے پہلے کہ ارسل خان اسکی دھڑکنوں کی طرف متوجہ ہوتے ان پر ستم ڈھاتا کہ رابیل نے کانپتے لہجے میں تیزی سے اسے پکارا۔۔۔

خان۔۔۔!!رابیل کے پکارنے پر ارسل خان چونک کر متوجہ ہوتے اسکے مقابل ہوا تھا۔۔۔

مم۔۔مجھے نیند آرہی ہے۔۔۔!!اسکے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے رابیل نے خشک ہوتے لہجے میں بہانا بناتے ہوئے روکا تھا۔۔

نیند آرہی ہے یا پھر ڈر رہی ہو۔۔۔؟؟اسکے بہانے کو سمجھتے ہوئے وہ شرارتی انداز میں مسکرا کر دوبارہ اپنی جگہ پر لیٹتے ہوئے اسے اٹھا کر پھر سینے پر لٹا چکا تھا۔۔۔

ایسا کچھ نہیں ہے مجھے سچ میں نیند آرہی ہے۔۔۔!!رابیل نے اسکے سینے پر مارتے ہوئے کہا تھا۔۔جس کو سنتے ہوئے وہ قہقہ لگا گیا۔۔۔

ٹھیک ہے سو جاؤ میری مرچی۔۔۔!!ارسل خان نے مسکرا کر کہتے ہوئے اسکا سر چوم لیا۔۔۔جبکہ رابیل آج اتنے دنوں بعد اسکے سینے پر سوتے ہوئے خوشی سے بے قابو ہوتے کھلکھلا پڑی تھی۔۔۔

کیا ہوا۔۔۔؟اسے خود ہی ہنستے دیکھ کر ارسل خان نے متوجہ ہوتے حیرت سے جاننا چاہا۔۔۔

مجھے ایسے سونے میں بہت مزہ آتا ہے۔۔۔۔! ارسل کے پوچھنے پر رابیل نے اسکے چوڑے سینے پر سکون سے لیٹتے ہوئے خوش ہوتے اسے بتایا تھا۔ جبکہ اسکی خوشی جان کر وہ حیرت سے ہنسنے لگا۔۔وہ جانتا تھا۔ کہ اسکی بیوی کو اسکے اوپر پھیل کر سونا پسند ہے۔پر اس قدر پسند ہے۔یہ وہ نہیں جانتا تھا۔۔۔

سو جاؤ چپ کر کے۔۔۔! ورنہ اب اگر مجھے تنگ کیا تو میں تمہارے اوپر آ جاؤں گا۔۔۔!! رابیل کے نازک ہاتھ کو اپنے سینے پر رینگتے ہوئے محسوس کر کے ارسل خان نے مصنوعی سنجیدہ ہوتے ڈرایا تھا۔۔ جس پر وہ تیزی سے اپنی مستی چھوڑ کر آنکھیں بند کر چکی تھی۔۔اسے شریف بنتے دیکھ کر وہ بھی مسکراتے ہوئے تکیے پر سر رکھ کر آنکھیں بند کر گیا تھا۔۔۔

کہاں ہے وہ لڑکی آریان۔۔۔؟ ٹیبل پر ہاتھ مارتے ہوئے مارکوایلن غضب ناک لہجے میں چلایا تھا۔۔۔

بب بوس وہ لڑکی کہیں بھی نہیں ہے۔۔!! میں اسے ہر جگہ تلاش کر چکا ہوں۔۔۔!! آریان نے خوفزدہ ہوتے جواب دیا۔ جبکہ مارکو کے تیور دیکھتے ہوئے آریان سمیت اسکے آدمی ایک قدم پیچھے ہٹ گئے تھے۔۔وہ جب سے پاکستان آیا تھا۔ کوئی ایک پل بھی ایسا نہیں گزرا تھا۔ جس میں مارکوایلن نے سیلینہ احمد کو تلاش نہ کیا ہو۔۔اپنا انتقام بھلائے وہ پاگلوں کی طرح سیلینہ احمد کو ڈھونڈتا ہوا پاگل ہو رہا تھا۔۔

کیا مطلب وہ لڑکی کہیں بھی نہیں ہے۔۔؟؟ کہاں گئی وہ پھر۔۔۔؟؟ اگر مجھے وہ لڑکی نہ ملی تو یاد رکھنا میں بیروٹو سے زیادہ بدتر تمہارا حال کروں گا۔۔۔!! آریان کا جواب سنتے ہوئے وہ پھر بے قابو ہوتے چیخا تھا۔ اسکی آنکھوں میں اس وقت خون اترا دیکھائی دے رہا تھا۔۔۔

بوس میں نے ہر جگہ اس لڑکی کا پتہ لگانے کی کوشش کی ہے۔ پر وہ کہیں بھی نہیں ہے۔ یہاں تک کہ وہ بلیک مینشن میں بھی نہیں دیکھی گئی۔۔۔! آریان فر فر کرتا بولنا شروع ہو گیا۔ کیونکہ اسے اپنی جان اور زندگی بہت پیاری تھی۔ بیروٹو کے مرنے کے بعد اسکی جگہ اب آریان کمار لے چکا تھا۔ وہ مارکو ایلین کا رائٹ ہینڈ بن چکا تھا۔ جو مارکو کے بعد ہر چیز کنٹرول کرتا اسے بلیک مینشن اور بلیک گینگ کی پل پل کی خبر دے رہا تھا۔۔۔ وہ اتنے دنوں

سے بلیک مینشن پر نظر رکھوائے ہوا تھا۔پر کسی ایک زاویے میں بھی سیلینہ احمد کی جھلک نہیں دیکھی گئی تھی۔۔

اتنی سخت سیکورٹی ہونے کے باوجود کوئی میرے کلب میں گھس کر میرے بزنس پارٹنر کو مارنے کے بعد اس لڑکی کو اغوا کر کے لے گیا۔۔اور تم کہہ رہے ہو کہ وہ بلیک مینشن میں نہیں ہے۔۔!تو پھر کہاں ہے۔۔۔؟اگر سیلینہ احمد پاکستان نہیں پہنچی تو پھر کہاں چلی گئی۔۔۔؟مارکو ششدر حالت میں اسکی طرف دیکھتے ہوئے بول رہا تھا۔۔

بوس ہو سکتا ہے کہ اس لڑکی کو کسی اور نے اغواء کر لیا ہو۔۔۔!!آریان اپنا خیال ظاہر کرتا اسکی طرف دیکھنے لگا۔۔۔

ایسا نہیں ہو سکتا۔۔! سیلینہ احمد کا مارکو ایلن اور بلیک گینگ کے بنا کوئی تیسرا طلب گار نہیں ہے۔۔۔!! ڈھونڈو اس لڑکی کو ورنہ میں اس شہر میں وہ تباہی لاؤں گا۔ کہ یہ پورا شہر میرا "جنونِ یار" یاد رکھنے پر مجبور ہو جائے گا۔۔۔!! مارکو تیزی سے انکار کرتے ہوئے کہنے کے ساتھ آریان کو قہر زدہ آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔۔اسکی آنکھوں میں اترتا ہوا جنون دیکھ کر آریان بے اختیار حیرت کی انتہا کو چھو گیا۔۔آخر کیا تھا اس لڑکی میں ایسا خاص۔۔۔۔؟ مقابل کا پاگل پن دیکھتے ہوئے وہ سو

ایسا نہیں ہو سکتا۔۔! سیلینہ احمد کا مارکو ایلن اور بلیک گینگ کے بنا کوئی تیسرا طلب گار نہیں ہے۔۔۔!! ڈھونڈو اس لڑکی کو ورنہ میں اس شہر میں وہ تباہی لاؤں گا۔ کہ یہ پورا شہر میرا "جنونِ یار" یاد رکھنے پر مجبور ہو جائے

گا۔۔۔!!مار کو تیزی سے انکار کرتے ہوئے کہنے کے ساتھ آریان کو قہر زدہ آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔۔اسکی آنکھوں میں اترتا ہوا جنون دیکھ کر آریان بے اختیار حیرت کی انتہا کو چھو گیا۔۔آخر کیا تھا اس لڑکی میں ایسا خاص۔۔۔۔؟مقابل کا پاگل پن دیکھتے ہوئے وہ سوچنے پر مجبور ہو رہا تھا۔۔۔

میں اپنا سب کچھ داؤ پر لگا کر یہاں آیا ہوں آریان۔۔۔!اور اگر مجھے وہ یہاں پر نہ ملی تو میں اسکا نام لینے والے ہر شخص پر اپنا قہر ڈھا دوں گا۔۔۔! اور جب تک وہ نہیں ملتی سلطان احمد خان کی بیٹی کے ٹارگٹ کو اپروچ کرو۔۔۔!!حکمیہ نظروں سے آریان کی طرف دیکھتے ہوئے وہ اسے پلین بی

شروع کرنے کا کہہ رہا تھا۔ جس پر سر ہلا کر آریان فورا مڑتے ہوئے کمرے سے نکل گیا۔ اسکے ساتھ ہی سب آدمی بھی نکلتے چلے گئے تھے۔۔۔

کمرہ خالی ہوا تو سیلینہ احمد کی دیوانگی کا غلبہ اسکی آنکھوں میں اترتا چلا گیا۔۔ جس کے باعث اگلے ہی پل وہ تھکی ہوئی سانس خارج کرتا چیئر کے ساتھ ٹیک لگاتا آنکھیں بند کر چکا تھا۔۔۔

کاش میں تمہیں تبھی قید کر لیا ہوتا لٹل گرل۔۔۔!! آہ کاش۔۔! اگر مجھے زرا سا بھی اندازہ ہوتا۔ کہ تم مجھ سے پھر دور چلی جاؤں گی۔ تو تمہیں سب سے دور لے جاتے دنیا کے کسی ایسے کونے میں قید کر دیتا کہ جہاں سے تمہارا عکس بھی کوئی تلاش نہ کر پاتا۔۔۔! خیالوں میں گم وہ سیلینہ احمد سے مخاطب تھا۔ جو اس سے دور ہوتی مار کو ایلن کو اپنا آپ بھلانے پر مجبور کر چکی

تھی۔ یہاں تک وہ اپنا انتقام بھی بھول چکا تھا۔ اگر کچھ یاد تھا۔ تو بس یہ کہ اسے سیلینہ احمد کو پھر سے حاصل کرنا ہے۔۔۔

تم میرے سینے کا درد بن گئی ہو لٹل گرل۔۔۔!! یہ درد مجھے پہلے کبھی محسوس نہیں ہوا۔۔ ہمیشہ تم نے ہی مجھے ہر اس احساس سے روشناس کروایا ہے۔ جس سے میں ناواقف رہا ہوں۔۔۔!! بند آنکھوں سے سوچتے ہوئے وہ آخر پر تکلیف سے مسکرا رہا تھا۔

سیلینہ کو حاصل کرنے کے لیے وہ اپنا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ایک انجان ملک میں آ چکا تھا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ یہاں سے زندہ بچ کر نہیں جا پائے گا۔۔ اس ملک میں وہ سیلینہ احمد کی تلاش میں مر تو سکتا تھا۔۔ یا پر اسکی

خواہش میں فنا ہوتا کہانی بن سکتا تھا۔ پر فلوقت کوئی بھی نہیں جانتا تھا۔ کہ مارکوایلن کی قسمت اسے کہاں لے کر جانے والی ہے۔۔

مہر ماہ چینج کرنے کے بعد باتھ روم سے نکلی ہی تھی۔ کہ ڈریسنگ میز پر پڑا ہوا اسکا موبائل بج رہا تھا۔۔

ہاتھ میں موجود ٹاول کو صوفے پر اچھالتے ہوئے وہ دیکھنے کے لیے ڈرسینگ میز کی طرف آئی تو ہیر کی کال آرہی تھی۔ جو مہر ماہ اسی پل ریسو کر چکی تھی۔۔

ہاں بولو۔۔؟ موبائل کان کے ساتھ لگاتے ہوئے وہ آئینے میں خود کو دیکھتے ہوئے بازو سامنے کر کے کھڑی ہو گئی۔ جہاں چوٹ آئی ہوئی تھی۔

کہیں چوٹ تو نہیں آئی تمہیں۔۔! اسکی آواز سنتے ہوئے ہیر نے بے چینی سے سوال کرتے جاننا چاہا تھا۔۔۔

نہیں باقی سب ٹھیک ہے بس بازو پر کافی لگ گئی ہے۔۔۔! اپنے بازو کی طرف دیکھتے ہوئے مہر ماہ اسے بتانے لگی تھی۔ جہاں رگڑ لگنے کے باعث کافی سکن اتر گئی تھی۔ اور ہلکا ہلکا خون بھی رس رہا تھا۔۔

تم کب ٹھیک ہو گی مہرو۔۔! میں تمہیں تب بار بار دھیان سے چلانے کا کہہ بھی رہی تھی۔۔ دیکھاؤ مجھے کہاں پر آئی ہے۔۔۔؟ ہیر نے اسے سناتے ہوئے کال کو ویڈیو کال پر سوئچ کر دیا تھا۔۔

میں دھیان سے ہی چلا رہی تھی۔۔۔! کیمرے میں ہیر کو اپنا بازو دیکھاتے ہوئے مہر ماہ نے منہ بسور لیا۔ جبکہ اسکا زخم دیکھتے ہوئے ہیر کو بے ساختہ

تکلیف محسوس ہونے لگی تھی۔آج کسی ضروری کام کے لئے وہ نکلی ہوئی تھیں۔کہ تبھی اچانک انہیں شہرام علی اپنا پیچھا کرتا دیکھائی دیا۔بہت مشکل سے چکما دیتے ہوئے وہ اسکی نظروں سے اوجھل ہو پائی تھیں۔اور اسی دوران مہرماہ کو چوٹ بھی لگ چکی تھی۔

اگر دھیان سے چلا رہی تھی۔تو پھر شہرام بھیا کو مڑ مڑ کر کیوں دیکھ رہی تھی۔۔۔؟اسکے بے پرواہ جواب پر ہیر نے گھورتے ہوئے پوچھا تھا۔ہیر بلیک مینشن میں نہیں تھی۔اور نہ ہی فلحال آسکتی تھی۔۔مہرماہ کو گیٹ پر اتار کر وہ چلی گئی تھی۔اور اب کال پر اسکی خبر لے رہی تھی۔

تمہارے بھیا کا دماغ کھسک گیا ہے۔۔۔جو ہم پر نظر رکھنی شروع کر دی ہوئی ہے۔۔۔! نفی میں سر ہلاتے ہوئے وہ ابھی بول ہی رہی تھی۔ کہ اچانک کمرے کی لائٹ بند ہو گئی۔۔۔

scene will continue

یہ لائٹ کو کیا ہوا۔۔۔؟ کیمرے میں مہر ماہ کی طرف اندھیرا دیکھتے ہوئے ہیر بے ساختہ پوچھ گئی۔۔۔

پتہ نہیں۔۔۔!! رو کو میں دیکھتی ہوں۔۔۔! مہر ماہ جواب میں بولتے ہوئے اندھیرے میں اپنا جوتا تلاش کرنے لگی۔۔تا کہ باہر نکل کر دیکھ سکے۔۔

دھیان سے چلنا۔۔۔! یہ نہ ہو کہ اندھیرے میں کہیں گری پڑی ہو۔۔۔!

مہر ماہ کی لاپرواہ طبیعت کا اندازہ لگاتے ہوئے ہیر شرارتی انداز میں ہنستے ہوئے بولی تھی۔۔

اب ایسی بھی بات نہیں ہے مس پاشا۔۔۔!! سکرین پر نظر آتے ہوئے ہیر کی چہرے کو دیکھ کر مہر ماہ نے خفگی سے کہنا چاہا۔۔۔

ایسا ہی ہے مس کاظمی۔۔۔! ہیر بھی اسی کے انداز میں جواب دیتے ہوئے پھر ہنسی تھی۔ جبکہ مہر ماہ اندھیرے میں دھیان سے چلتے ہوئے دروازے کی جانب بڑھ رہی تھی۔ وہ ساتھ ساتھ سکرین پر ہیر کو بھی دیکھ رہی تھی۔ یہ جانے بنا کہ کوئی اس اندھیرے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کے روم میں پہلے ہی داخل ہو چکا ہے۔۔

مہر ماہ جس نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے دروازہ کھولنا چاہا تھا۔ کہ دروازے کو پہلے سے کھلا دیکھ کر وہ حیرانی کا شکار ہوتی وہیں پر رک گئی۔۔

یہ۔۔۔!! دروازے کو پہلے سے کھلا دیکھ کر اس نے بے اختیار الفاظ ادھورے چھوڑے تھے۔ جب کہ دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے جو سایہ کھڑا تھا۔ وہ مہر ماہ کو خوف زدہ ہوتے دیکھ کر تمسخر بھرے انداز میں مسکرا کر سر جھٹک گیا۔۔۔

کیا ہوا مہرو۔۔۔؟؟ رک کیوں گئی۔۔۔؟ ہیر نے تیزی سے اسے پکارا تھا۔ مہر ماہ جو ساکت ہوتے چیزوں پر غور کرنا شروع ہو گئی تھی۔ اسے اچھے سے یاد تھا۔۔ کہ وہ جب وہ کمرے میں آئی تھی۔ تو اس نے دروازے کو لاک کیا تھا۔ پھر دروازہ خود کیسے کھل گیا۔۔؟ حالانکہ دروازے پر فنگر پرنٹ لاک

تھا۔جو کہ صرف مہرماہ کا ظمی ہی کھول سکتی تھی۔مہرماہ کے علاوہ کون دوسرا اس دروازے کو کھول سکتا تھا۔۔؟یا پھر یوں دیدہ دلیری کے ساتھ بلیک مینشن میں گھس سکتا تھا۔۔۔

مہرو۔۔۔؟؟کیا ہوا۔۔۔؟تم ٹھیک ہو۔۔۔؟؟ہیر پریشان ہوتے اسے پکار رہی تھی۔کیونکہ وہ کوئی جواب نہیں دے رہی تھی۔۔ہیر کی چھٹی حس نے تیزی سے اسے کچھ غلط ہونے کا اشارہ دیا تھا۔۔

ہیرے۔۔!میرے کمرے کا دروازہ کھلا ہے۔۔!کوئی میرے کمرے میں آیا ہے۔۔۔!!اسکی پکاروں پر ہوش میں آتے ہوئے مہرماہ موبائل لبوں کے قریب کرتے اس قدر آہستہ آواز میں اسے بتانے لگی۔کہ کمرے میں موجود انسان شاید ہی اسکے الفاظ سن پاتا۔۔

کون ہے۔۔۔!!تم نکلو فوراوہاں سے میں آپی کو کال کر رہی ہوں۔۔۔!!!

ہیر الرٹ ہوتے فورا بولی تھی۔جب مہر ماہ کو بے اختیار اپنے پیچھے کسی کی موجودگی کا احساس ہونے لگا۔۔اس سے پہلے کہ وہ ہیر کو جواب میں کچھ کہہ پاتی۔کہ ایک مخصوص خوشبو اچانک اسے اپنے گھیراؤ میں گھیرتی چلی گئی۔ اور ٹھیک اسی پل ایک جھٹکے میں اسکی کمر کو دبوچتے ہوئے وہ سینے سے لگاتے ہوئے اسکے کان میں پراسراریت بھری آواز میں بولنے لگا تھا۔۔۔۔

کونسا کھیل کھیلنا چاہ رہی ہو میرے ساتھ مہرو بیگم۔۔۔؟؟؟شہرام علی کی بھاری آواز سنتے ہوئے مہر ماہ فق ہوتے چہرے کے ساتھ فنا ہوئی تو اسکے ہاتھ سے موبائل چھوٹ کر بے اختیار نیچے قالین پر گرتا چلا گیا۔۔۔

ششش۔۔۔شہری۔۔۔!!!مہرماہ کے خشک ہوتے ہونٹ بے اختیار ہلے تھے۔۔اسکی سرگوشی سنتے ہوئے وہ سرد انداز میں مسکراتے ہوئے اسی پل اسکی گردن پر دانت گاڑتے ہوئے مہرماہ کو اچھلنے پر مجبور کر گیا تھا۔۔وہ خوفزدہ ہوتے اس سے دور ہوتی مڑی تھی۔۔

مہرماہ نے رخ پلٹتے ہوئے زمین پر گرے ہوئے موبائل کی روشنی میں شہرام علی کی طرف دیکھا تو اسکی پہلی جھلک دیکھتے ہی وہ ہوا میں تحلیل ہوتی چلی گئی۔مقابل کا روپ دیکھتے ہوئے اس کی نیلی آنکھیں بے اختیار بے یقین ہوئی تھیں۔۔لمبے براؤن بالوں کو پونی میں قید کیے اسکی ہیزل براؤن آنکھیں اس وقت سرخ ہوتی مہرماہ کا ظمی کا سانس خشک کرنے لگی تھیں۔۔۔شہرام علی کو دیکھتے ہوئے اسکی دھڑکنوں میں میٹھا میٹھا درد اٹھنا

شروع ہوا تھا۔ وہی درد جس پر حواس کھوتے ہوئے وہ قدم پیچھے لینا شروع ہو چکی تھی۔ مقابل اپنی نازک چڑیا کو خوفزدہ ہوتے دیکھ کر ہمیشہ کی طرح اندر تک سرشار ہوتا اپنی مسکراہٹ چھپا گیا تھا۔۔۔

ششش۔۔ شہرام۔۔۔!! مہرماہ کے کانپتے لبوں نے اسکا پھر سے نام ادا کرنا چاہا تو اگلے ہی پل شہرام ایک جست میں اس تک پہنچتے ہوئے اسے اپنی طرف کھینچ کر دروازہ بند کرتے ہوئے اسے دروازے کے ساتھ پش کرتا چلا گیا۔ جس پر بھونچکا کر مہرماہ نے خود کو سنبھالنا چاہا تھا۔۔

بتاؤ میرے ساتھ کیا کھیل، کھیل رہی ہو۔۔۔!! اپنے دونوں ہاتھوں میں اسکی کلائیوں کو جکڑ کر اوپر دروازے کے ساتھ لگاتے ہوئے وہ اسکے قریب ہوتے پھر غرایا تھا۔۔

مم۔۔میں نے کیا کیا۔۔۔؟مہر ماہ لرزتے ہوئے نا سمجھی سے بولی تھی۔۔وہ جتنی بھی بہادر سہی پر شہرام علی ہمدانی کے سامنے وہ زیر ہو ہی جایا کرتی تھی۔مقابل ہمیشہ اپنا ایک ڈراؤنا روپ ظاہر کرتا اسے خوفزدہ کرتے ہوئے خود میں قید کر لیا کرتا تھا۔۔وہ آج تک خود کو نہیں سمجھ پائی تھی۔کہ وہ اسے دیکھ کر کیونکر حواس کھو دیتی تھی۔۔۔

میرا ضبط آزمانے کی کوشش مت کرو مہر ماہ علی۔۔۔!!ورنہ قسم سے جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گی۔۔۔ !!

اسے اپنے نام سے مخاطب کرتے ہوئے شہرام علی نے اسکی نیلی آنکھوں میں آنکھیں گاڑ دیں تھیں۔

اٹلی میں اس تہہ خانے میں شہرام علی نے جس لڑکی کو دیکھا تھا۔ وہ لڑکی چاہ کر بھی اسکے حواسوں سے اتر نہیں پائی تھی۔ اور صرف یہ ہی نہیں بلکہ پاکستان پہنچتے ہی شہرام نے اس لڑکی کی تلاش شروع کر دی تھی۔ جس نے اس تہ خانے میں اسکی جان بچائی تھی۔ اس دوران وہ مہر ماہ پر نظر رکھنا بھول چکا تھا۔ پر آج جب اسے سڑک پر پھر وہ دونوں لڑکیاں ایک ساتھ نظر آئیں تو شہرام علی نے انکا پیچھا کرنا شروع کر دیا۔ اور یہ سب اتفاقاً ہوا تھا۔ ورنہ شہرام علی کے دن رات تو بس فاتح سلطان کی تلاش میں گزر رہے تھے۔ یا پھر مارکو کے آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتارنے میں۔۔۔ وہ تہ خانے والی لڑکی کی تلاش میں تھا۔ نہ مہر ماہ کاظمی کی۔۔۔۔ پر ہر بار وہ گھومتے پھرتے ہوئے مہر ماہ کاظمی کی طرف آجاتا تھا۔ اسکا دل شدت سے گواہی دینے لگتا

تھا۔ کہ وہ لڑکی مہر ماہ کاظمی کے علاوہ کوئی دوسری نہیں ہے۔۔پر شہرام علی کے پاس اس چیز کا کوئی ٹھوس ثبوت موجود نہیں تھا۔۔اس لئے وہ پوچھ گچھ کرنے یہاں پر آچکا تھا۔۔

تت۔۔۔تم کس بارے میں بات کر رہے ہو۔۔!!مہر ماہ نے لمبا سانس کھینچتے ہوئے جاننا چاہا تھا۔۔جبکہ دل میں بے اختیار ڈر بھی پیدا ہو رہا تھا۔۔کہ کہیں وہ اسے پہچان تو نہیں چکا۔۔۔؟کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو انکے لئے بڑی مشکل ہو سکتی تھی۔۔

میں تمہارے اسی روپ کے بارے میں بات کر رہا ہوں۔۔جسے تم نے اپنی اس معصومیت کے پیچھے چھپایا ہوا ہے۔۔!!مہر ماہ کی چلتی ہوئی سانسوں کو اپنے اندر اتارتے ہوئے شہرام علی کا لہجہ پر اسرار ہوا تھا۔مہر ماہ کے لبوں کے

قریب اپنے ہونٹ کیے وہ اسکی ہر ابھرتی نیچے ہوتی سانس کو اپنے اندر کھینچ رہا تھا۔ جبکہ مہر ماہ اسکے پاگل پن پر بے ہوش ہونے کو تھی۔۔

شہری۔۔مجھے سانس نہیں آرہا۔۔۔!! مہر ماہ نے بے بس ہوتے التجائیہ لہجے میں گویا ہوتے اسے خود سے دور کرنے کی کوشش کی۔ کیونکہ مقابل اسکے وجود کو دروازے کے ساتھ پش کیے خود کو اسکے انتہائی قریب کیے ہاتھوں کو قید کیے ہوئے تھا۔ مہر ماہ چاہتی تو ابھی اپنے ہاتھ چھڑاتے ہوئے اسکی گرفت سے آزاد سکتی تھی۔ لیکن فلوقت وہ اپنا روپ اس پر ظاہر نہیں کر سکتی تھی۔اس لئے ساکن ہوتے وجود کے ساتھ کھڑی رہی۔۔

اور اگر میں تمہاری ان چلتی سانسوں کو مزید روک دوں تو۔۔۔؟ شہرام علی کی بے باک نظروں کا مرکز اب اسکے کپکپاتے ہوئے لب بنے تھے۔ جو بار

بار اسکی توجہ اپنی طرف کھینچتے ہوئے شہرام علی کو اپنے آنے کا مقصد بھلانے پر مجبور کر رہے تھے۔۔ آج شہرام نے فقط اسے دیکھنے اور ملنے کے لئے بلیک مینشن میں قدم رکھے تھے۔ اور اس کی اس موجودگی کے بارے میں کوئی بھی نہیں جانتا تھا۔ کہ شہرام علی کی بلیک مینشن میں غیر متوقع آمد ہوئی ہے۔۔

تمہارے اس چوہے بلی کے کھیل کو میں بہت انجوائے کر سکتا ہوں مہرو بیگم۔۔۔! پر اگر تم مجھے کبھی اپنے اس چھپے ہوئے روپ کی ایک جھک دیکھا دو تو۔۔۔! شہرام علی نے کہتے ہوئے مہر ماہ کے نچلے ہونٹ کو ہولے سے اپنے لبوں میں دبا لیا۔۔ جبکہ مہر ماہ اسکے لمس پر بے جان سی ہو گئی۔۔ وہ مقابل کی ہوشیاریوں کو اچھے سے سمجھ رہی تھی۔ پر خاموش رہی تھی۔۔۔

میں۔۔۔ نہیں جانتی کہ تم کس بارے میں۔۔! اپنا چہرہ دور کرتے ہوئے مہر ماہ جواب میں بول ہی رہی تھی۔ کہ جب وہ آگ اگلتی نظروں سے فورا اسکے لبوں پر جھکتا قفل لگاتے ہوئے دیوانہ ہوتا چلا گیا۔۔۔ شہرام علی کے دہکتے ہونٹوں نے مہر ماہ کے لبوں کو جیسے ہی چھوا تو وہ ایک لمحے کے حواس کھوتے ڈھے سی گئی۔۔ اسکے ہاتھوں کو آزاد کرتے ہوئے شہرام اسکی کمر کو دبوچتے ہوئے گود میں اٹھاتے اسکی ٹانگوں کو کمر پر لاک کرتے ہوئے شدت پسند ہوتا چلا گیا تھا۔

مہر ماہ نے تڑپتے ہوئے اسکا رحمانہ انداز سہنے کی کوشش کی۔ اسکے کندھوں پر ہاتھ جماتے ہوئے مہر ماہ نے اپنی نیلی آنکھوں کو وا کرتے ہوئے اسکی ہیزل آنکھوں میں دیکھنا چاہا تو اسی پل شہرام علی کی آنکھیں جھٹ سے

کھلتی مہر ماہ کو فریز کرتی چلی گئیں۔۔ شہرام علی کی آنکھوں میں ابھرتی ہوئی آگ اسے ساکت کر چکی تھی۔۔ اسکے پونی میں قید کچھ بالوں میں سے بال نکلتے ہوئے ماتھے پر بکھرے ہوئے تھے۔۔ مہر ماہ کا دل شدت سے گواہی دے رہا تھا۔ کہ وہ اپنا روپ بدلتا حقیقت میں اسکا "براؤن پرنس" بن کر آیا ہے۔۔ پر اس براؤن پرنس میں کہیں نا کہیں بیسٹ کا عکس بھی تھا۔ جو اپنی کوئین سے محبت تو کرتا تھا۔ پر اسکی محبت کرنے کا انداز بہت ظالمانہ تھا۔۔ ساری دنیا کو بھلائے شہرام علی اسے خود میں قید کرتا کانپنے پر مجبور کر رہا تھا۔۔۔

مہر ماہ نے سینے میں گہرا سانس بھرتے ہوئے اسکی کمر پر اپنی ٹانگوں کو لاک کرتے ہوئے گھبراتے ہوئے نزدیک ہونا چاہا تو اپنے اس عمل سے وہ شہرام

علی کے جذبات کو ہوا دیتی چلی گئی۔۔اگلے ہی پل کسی بھڑکتی ہوئی آگ کی طرح وہ اسے اپنی لپیٹ میں لینے کے لیے بے قرار ہوا تھا۔۔۔مہر ماہ کو یوں ہی گود میں اُٹھائے شہرام علی تیزی سے بیڈ کی جانب بڑھ گیا۔۔۔اسکے نازک وجود کو بیڈ پر بٹکتے ہوئے شہرام علی نے ایک نظر اسے دیکھا تو وہ اسکے ارادوں سے ڈرتے ہوئے نفی میں سر ہلاتے ہوئے پیچھے کو کھسکتی چلی گئی۔۔

اسے سہمتے دیکھ کر وہ پراسراریت سے مسکراتے ہوئے اسے ٹانگ سے کھینچتے ہوئے اس پر جھکنے لگا تو مہر ماہ کے لبوں سے بے ساختہ خوفزدہ چیخ بلند ہوئی۔۔۔

شش۔۔۔!!ابھی ایسا کچھ بھی نہیں کر رہا ہوں کہ تمہیں جس کے لئے چیخنا پڑے۔۔۔!!مہر ماہ جو خوف زدہ ہوتے پیچھے گری تھی۔کہ اپنے کان میں شہرام کی سرسراہٹ بھری سرگوشی سنتے ہوئے بے اختیار شرم و خفت سے مٹھیاں بھینچتے ہوئے آنکھیں بند کر گئی۔۔وہ اسے روک نہیں سکتی تھی۔پر خود کو سنبھال بھی نہیں پا رہی تھی۔۔۔

اسے آنکھیں بند کرتے دیکھ کر وہ گہرا مسکراتے ہوئے ایک جھٹکے میں اسکی نائٹ شرٹ کے بٹن کھولتے ہوئے اسکی کالر بونز پر ہونٹ رکھتا مہر ماہ کو تڑپا گیا۔۔شہرام علی کے ہونٹ تیزی سے اسکے نازک وجود پر سرکنے لگے تو وہ سانس روکتی ہونٹوں کو بھینچنے لگی۔۔ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اسکا وجود سرد پڑ رہا تھا۔۔

تم جب نظروں کے سامنے آتی ہو تو دل کرتا ہے۔ کہ تم میں ڈوبتے ہوئے فنا ہو جاؤں مہرو۔۔۔!! پر اب میں تمہارے اصلی روپ کو دیکھتے ہوئے فنا ہونا چاہ رہا ہوں۔۔۔!! بے تابی بھرے انداز میں وہ پاگلوں کی طرح اسکی گردن کو سک کرتے ہوئے دھڑکنوں کو چھوتے ہوئے اسے مچلنے پر مجبور کر رہا تھا۔ شہرام علی کی بے باکیوں پر مہر ماہ کا سانس خشک ہونے لگا۔ کہ تبھی خوش قسمتی سے اچانک دروازہ ناک ہونے لگا۔۔۔

مہرو۔۔۔!! تم اندر ہو کیا۔۔۔؟؟ مہرو۔۔۔؟؟ ناز کی آواز سنتے ہوئے جہاں مہر ماہ کے بے جان وجود میں جان آئی وہیں شہرام متوجہ ہوتے دروازے کو دیکھ گیا۔۔ اسے اب نکلنا تھا یہاں سے فورا۔۔۔ کسی کی بھی نظروں میں آئے بنا اسے یہاں سے اوجھل ہونا تھا۔۔ بلیک مینشن کی لائٹ

بھی واپس آچکی تھی۔۔ مہر ماہ کے کمرے میں آنے سے پہلے وہ بجلی کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتے اندر داخل ہوا تھا۔ تاکہ اندھیرے میں کسی کی بھی نظروں میں آئے بنا آسانی سے اسکے کمرے میں جا سکے۔۔

مہر ماہ جو چہرہ بلند کرتے ہوئے دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔ کہ تبھی شہرام ایک بار پھر اسکے ہونٹوں پر جھکتے ہوئے اسکی زبان کو تیزی سے سک کرتے ہوئے اسکے وجود پر ہاتھ پھیرتا چلا گیا۔۔ ناز کی آوازیں اب تیز ہونے لگی تھیں۔ جن کو سنتے ہوئے مہر ماہ کی جان نکلنے والی ہو چکی تھی۔ پر وہ ہوش کھوئے اسکے لبوں پر جھکا اپنی طلب مٹا رہا تھا۔۔ شہرام اچانک اسکی زبان کو سک کرتے ہوئے نچلے ہونٹ پر دانت گاڑ کر اسکی تھائیز پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ایک جھٹکے میں دور ہو گیا۔ جبکہ مہر ماہ جس نے پھولی

سانسوں میں ابھی پلکیں جھپکائیں ہی تھیں۔ کہ اسی پل میں شہرام علی کھڑکی کی طرف بڑھتا ہوا وہاں سے باہر کود گیا تھا۔۔

مہرو۔۔۔۔!!! مہرماہ جو حیرت و استعجاب سے شہرام کی طرف دیکھ رہی تھی۔ کہ تبھی ناز کی آواز پر تیزی سے اٹھتے ہوئے اپنا بے ترتیب لباس درست کرتے ہوئے دروازے کی جانب بھاگی۔ مہرماہ نے جلدی سے آگے بڑھتے ہوئے دروازہ کھولا تو ناز جو پھر اسے پکارنے ہی والی تھی۔ کہ دروازہ کھلنے پر مہرماہ کو دیکھ کر رکتی چلی گئی۔۔۔

مہرو۔۔۔!! تم ٹھیک ہو نا میری جان۔۔۔؟ اسکا فق ہوتا چہرہ دیکھ کر ناز نے جلدی سے اندر داخل ہوتے اسے تھاما تو مہرماہ اسکی پکڑ میں گرنے والی ہو

گئی۔۔ کیونکہ شہرام علی اتنی سی دیر میں سچ میں اسکی جان فنا کرتا جا چکا تھا۔۔۔۔

آپی۔۔۔ وہ۔۔۔!! مہرماہ نے پھولی سانسوں میں بولنے کی کوشش کرتے ہوئے کھڑکی کی جانب اشارہ کیا تو ناز اسے بیڈ پر بٹھاتے ہوئے جلدی سے کھڑکی کی جانب بڑھی۔ جو کہ کھلی ہوئی تھی۔۔

کون تھا مہرو۔۔۔؟ مجھے ہیر نے فون پر بتایا کہ تمہارے کمرے میں کوئی آیا ہے۔۔!! کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے ناز سوال کرنا شروع ہو چکی تھی۔ کیونکہ ہیر کی کال پر ہی وہ جلدی سے یہاں پر پہنچی تھی۔ گل ناز کو جب کوئی نہ نظر آیا تو وہ کھڑکی بند کرتے ہوئے مہرماہ کی طرف واپس آئی۔ جو بے حال سی ٹیک لگائے اب بیٹھ گئی تھی۔۔

آپی۔۔۔ شہری۔۔۔!! نازاسکی طرف آئی تو مہرماہ سہمی ہوئی آواز میں اسے بتاتے ہوئے جلدی سے آگے بڑھتے ہوئے اسکے گلے لگ گئی۔ناز جو اسکی حالت پر پریشان ہو رہی تھی۔ کہ اسکی زبان سے نکلتا ہوا نام سن کر بے اختیار ٹھہرے انداز میں اسے دیکھ گئی۔۔۔

تمہارے کمرے میں شہری بھیا آئے تھے۔۔۔؟ گل ناز نے حیرت و صدمے سے سوال کیا تھا۔۔ مہرماہ نے بنا بولے اس بار سر اثبات میں ہلاتے ہوئے اقرار کیا۔۔۔ تو ناز مزید فکر مند ہوتے اسے گلے سے لگا کر سہلانے لگی۔۔

ریلیکس مہرو۔۔!اسکی سانس تیز ہوتے دیکھ کر گل ناز اسے ریلیکس کرنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔۔ جبکہ مہرماہ بے بس ہوتے سسک سی پڑی۔

مہرو۔۔!! کیا ہو گیا ہے میری جان۔۔!! کیوں ڈرتی ہو تم بھیا سے اتنا یار۔۔۔!! اسے رونا شروع کرتے دیکھ کر ناز نے حیرت و تاسف سے کہتے ہوئے اسکی کمر سہلاتے ہوئے نارمل کرنے کی کوشش کی۔۔

وہ۔۔۔آپی اسے مجھ پر شک ہو گیا ہے۔۔۔!! مجھے ہمیشہ ڈرانے کی کوشش کرتا ہے۔۔۔!! مہر ماہ روہانسی آواز میں بولتے ہوئے ناز کو شکایتی نظروں سے دیکھنے لگی تھی۔ جبکہ ناز جو غور سے اسکی بات سن رہی تھی۔۔۔ کہ اپنی چھوٹی بہن کے اڑے ہوئے تاثرات دیکھ کر اسکی ہنسی نکل گئی۔۔۔

آپ ہنس رہی ہیں۔۔۔!! ناز کو اپنی ہنسی کنٹرول کرتے دیکھ کر مہر ماہ نے حیرت و خفگی سے بڑی بہن کو دیکھنا چاہا تھا۔۔

نہیں حیران ہو رہی ہوں۔ کہ تم شہری بھیا سے اتنا ڈرتی ہو۔ کہ اس وقت اگر خود کو دیکھ لو شاید اپنی شکل دیکھ کر خود بھی ہنسنا شروع کر دو۔۔۔!! مہر ماہ کی بکھری حالت کو شرارتی نظروں سے دیکھتے ہوئے ناز کہہ رہی تھی۔ جس پر مہر ماہ جھینپتے ہوئے نظریں چرا گئی۔۔۔

پاگل۔۔۔!! کبھی دیکھا ہے ہیر کو شام بھیا سے ڈرتے ہوئے۔۔۔؟ نا کوں چنے چبواتی ہے وہ اپنے شوہر کو۔۔۔!! ناز بے ساختہ ہیر کی مثال دینا شروع ہو چکی تھی۔۔

میں اس سبز چڑیل جیسی اینا بیل نہیں ہوں۔۔۔!! مہر ماہ نے ناک چڑھاتے ہوئے ہیر کی شان میں قصیدہ پڑھا تھا۔۔ جس کو سنتے ہوئے ناز کھل کر ہنس دی۔۔۔

ہاں تم اپنے براؤن پرنس کی پرنسز جو ہوئی۔۔۔!! نازا اسکے بچپن والے الفاظ دوہراتے ہوئے ہنس رہی تھی۔ جس کو یاد کرتے ہوئے مہرماہ کاظمی بھی ہنس پڑی تھی۔

مجھے براؤن پرنس نہیں بیسٹ مل گیا ہے۔۔۔! مہرماہ نے ہونہہ کرتے انکار کیا تھا۔ جس کو سن کر ناز حیرت سے ہنستی کہ تبھی اسکے موبائل پر ہیر کی دوبارہ کال آنے لگی۔ جس کو دیکھ کر وہ جلدی سے ریسیو کر چکی تھی۔ کال ریسیو کرنے کے بعد ناز اس سے بات کرتے ہوئے اسے بے فکر کرنے لگی تھی۔۔

مام محبت کہاں ہیں۔۔۔؟دروازے کو ہلکا سا ناک کرتا ہوا باسم کاظمی کافی عجلت میں کمرے میں داخل ہوتا ائرہ کاظمی سے سوال کر گیا۔۔۔پورے مینشن میں محبت کو تلاش کرنے کے بعد وہ اب تھک ہار کر ماں سے پوچھنے کے لیے انکے کمرے میں آیا تھا۔۔وہ جب سے جاگا تھا۔تب سے اس نے محبت کو نہیں دیکھا تھا۔

کیا ہو گیا ہے باسم۔۔۔!!ائرہ کاظمی جو اپنی نماز مکمل کرنے کے بعد اٹھ رہی تھیں۔کہ بیٹے کی بے چینی بھرے انداز کو حیرت سے دیکھتے ہوئے کہہ گئیں۔۔۔

مام پورے مینشن میں اسے ڈھونڈ کر آرہا ہوں۔۔۔! پتہ نہیں آپکی بہو اب کہاں چھپی ہوئی ہے۔۔۔!! باسم نے جھنجلاہٹ بھرے انداز میں کہتے ہوئے انکی جانب قدم بڑھائے تھے۔۔۔

وہ تمہیں مینشن میں ملے گی بھی نہیں۔۔۔! اسکے الفاظ سنتے ہوئے وہ جائے نماز رکھتی مسکراہٹ دبائے بولی تھیں۔۔۔

کیا مطلب۔۔۔؟ باسم جو بیڈ پر بیٹھ رہا تھا۔ کہ ماں کی بات سنتا چونک کر انہیں دیکھ گیا۔۔۔

مطلب یہ کہ وہ مینشن میں ہے ہی نہیں۔۔۔! باسم کے سامنے بیٹھتے ہوئے ائرہ کاظمی اسے اطلاع دی۔۔۔۔۔

تو کہاں گئی وہ۔۔۔؟ باسم نے اب پہلے سے بھی بھر کر حیرانی سے ماں کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا تھا۔۔۔

اپنے مائکے گئی ہے۔۔۔!! بیٹے کی حیرانی کو نظر انداز کرتے ہوئے ائرہ کاظمی پر سکون انداز میں بولی تھیں۔۔

واٹ۔۔۔؟؟ کب اور کس سے پوچھ کر۔۔۔!! آپ نے اسے کیوں جانے دیا مام۔۔۔؟؟ باسم ایک کے بعد ایک سوال کرتا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔۔۔

وہ مجھ سے پوچھ کر ہی گئی ہے باسم۔۔! ائرہ کاظمی نظریں اٹھاتے ہوئے کہہ گئی تھیں۔۔۔

پر کیوں مام۔۔۔؟؟ باسم نے اب صدمے سے دوچار ہوتے پوچھا تھا۔۔۔

کیا مطلب کیوں۔۔؟ کیسے؟ کس سے۔۔۔؟؟اتنے سوال تم ایسے کر رہے ہو جیسے وہ مائکے نہیں بلکہ ملک سے باہر چلی گئی ہو۔۔۔!!ائرہ کاظمی اب کی بار زرا رعب دار لہجے میں بولتے ہوئے اسے پکڑ کر اپنے پاس بٹھا گئی تھیں۔۔۔

پر مام۔۔۔!!وہ مجھ سے پوچھ کر نہیں۔۔اور نہ ہی جانے سے پہلے مجھے بتایا۔۔۔!!ماں کے انداز کو دیکھتے ہوئے اپنے اندر کی بے چینی کو چھپاتے ہوئے باسم کہنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔

اگر تم سے پوچھتی تو تم اس سے جانے نہیں دیتے۔۔!!اور جانے سے پہلے اگر وہ تمہیں بتانے آتی تو بھی تم اسے روک لیتے۔۔۔!اس لئے وہ مجھ سے

پوچھ کر تمہیں بنا بتائے چلی گئی۔۔۔!! اسکے سارے اعتراضات کو رد کرتے ہوئے ائرہ کاظمی کہتی چلی گئی تھیں۔ جو کہ حقیقت بھی تھے۔

جب سے وہ رخصت ہو کر تمہارے پاس آئی ہے۔ تم اسے اپنے مائکے جانے ہی کب دیتے ہو۔۔۔؟؟ بیچاری میری بہو ہر بار تمہیں ترسی نگاہوں سے دیکھتی رہ جاتی ہے۔۔!! اس لئے میں نے آج اسے تمہیں بتائے بنا ہی بھیج دیا۔۔۔!! اپنی بہو کی وکالت کرتے ہوئے ائرہ کاظمی بیٹے کو سنا رہی تھیں۔ کیونکہ باسم کاظمی نے سچ میں محبت خان کو قید کر لیا ہوا تھا۔۔

اگر یہاں آکر بھی اس نے بار بار وہیں جا کر رہنے کے لیے ترسنا تھا۔ تو پھر رخصت ہو کر آئی ہی کیوں تھی۔۔۔؟ باسم نے بے اختیار بگڑے موڈ کے ساتھ جواب دیا تھا۔۔ جس کو سن کر اسکی ماں منہ کھولتے ہوئے اپنے

سوئیٹ سے بیٹے کو دیکھ گئیں۔۔۔جو اس پل انہیں بالکل بھی سوئیٹ نہیں لگا تھا۔۔۔

نہیں تو تمہارا کیا مطلب ہے۔۔!کہ اگر وہ رخصت ہو کر تمہارے پاس آ چکی ہے تو کیا اپنا مائکا چھوڑ دے۔۔۔؟ائرہ کاظمی بھی بنا توقف کے پوچھ گئی تھیں۔۔۔

میرا کوئی مطلب نہیں ہے۔۔۔!!جہاں گئی ہے اب رہے وہیں پر۔۔۔!! خراب موڈ کے ساتھ کہتے ہوئے وہ اٹھتے ہوئے کمرے سے نکلتا چلا گیا تھا۔ جبکہ ائرہ کاظمی ہکا بکا بیٹے کو جاتا دیکھتی رہ گئی تھیں۔۔۔

ارسل خان کی گاڑی محبت ولا میں آکر رکی تو وہ بے اختیار اپنے ساتھ والی سیٹ کی طرف دیکھنے لگا۔ جہاں رابیل سیٹ کے ساتھ ٹیک لگائے آنکھیں بند کیے بیٹھی ہوئی تھی۔ اسکا بخار ابھی تک نہیں اترا تھا۔۔۔

رابی۔۔۔؟؟ اسکے بالوں کو کان کے پیچھے کرتے ہوئے ارسل خان نے محبت بھرے لہجے میں اسے پکارا۔۔ ابھی صبح کے دس بج رہے تھے۔ جب وہ ناشتہ کرنے کے بعد رابیل کو ساتھ لیے واپس بھی آچکا تھا۔۔۔

ہمم۔۔!! ارسل کی آواز پر رابیل نے یوں ہی بند آنکھوں سے ہنکارا بھرا۔۔۔ بخار کے باعث اسکی آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔۔ اس وقت اسے اپنے جسم میں ایک عجیب سی درد محسوس ہو رہی تھی۔۔

گھر آگیا ہے میری لال مرچی۔۔۔! اسے اطلاع دیتے ہوئے وہ مسکرا کر دروازہ کھولتے ہوئے باہر نکلا تھا۔ جبکہ رابیل بند ہوتی آنکھوں کو بامشکل کھولتے ہوئے دیکھنے لگی تھی۔۔ وہ ابھی سامنے محبت ولا کو دیکھ ہی رہی تھی۔ جب ارسل خان نے اسکی طرف آکر دروازہ کھولتے ہوئے ہاتھ بڑھا دیا۔۔ رابیل نے چہرہ موڑتے ہوئے پہلے اسکی طرف دیکھا اور پھر نامحسوس انداز میں مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ میں رکھ دیا۔۔۔

ارسل خان نے اسکا گرم ہوتا ہاتھ مضبوطی سے تھامتے ہوئے اسے باہر نکلنے میں مدد دی تو گاڑی سے نکلتے ہی رابیل کا سر چکرانے لگا۔ گھومتے ہوئے سر کے ساتھ اس نے جلدی سے ارسل خان کا سہارا لینے کی کوشش کی تھی۔ جواب گاڑی سے اسکی میڈیسن نکال رہا تھا۔

کیاہوا۔۔؟؟رابیل کے سہارا لینے پر ارسل خان نے پریشان ہوتے اسے تھام لیا تھا۔۔

چکر۔۔! وہ خشک پڑتے ہونٹوں کے ساتھ بولتی جب ارسل خان ایک جھٹکے میں اسے کمر سے پکڑتے ہوئے بازوؤں میں اٹھا گیا تھا۔۔ میڈیسن واپس آکر نکالنے کا سوچتے ہوئے وہ رابیل کو بازوؤں میں اٹھائے فوراً اندر کی جانب بڑھا تھا۔۔رابیل اب آنکھیں بند کرتے ہوئے اسکے سینے پر سر ٹکا چکی تھی۔۔ارسل خان تشویش زدہ ہوتے اسے دیکھ رہا تھا۔۔وہ لاؤنج میں داخل ہوا تو علینہ خانم انہیں حیرت سے دیکھتے ہوئے جلدی سے انکی طرف آئیں۔۔۔

کیاہوا۔۔۔؟ارسل خان کے بازوؤں میں رابیل کو دیکھ کر انہوں نے بے یقین ہوتے پوچھا تھا۔۔۔

کچھ نہیں مورے اسکی طبیعت نہیں ٹھیک۔۔۔!!جواب میں بولتے ہوئے وہ اوپر کمرے کی طرف بڑھنے لگا۔۔

تم اسے ڈاکٹر کے پاس کیوں نہیں لے کر گئے۔۔۔!!وہ پریشانی سے کہتے ہوئے اسکے پیچھے چلنے لگی تھیں۔۔۔

وہیں سے ہو کر آرہا ہوں۔۔۔!آپ بس اسکا خیال رکھیے گا۔۔۔!کچھ کھلا کر اسے میڈیسین کھلا دیجیے گا۔۔۔!میں کام ختم کر کے جلدی آنے کی کوشش کروں گا۔۔۔!کمرے میں داخل ہو کر رابیل کو بیڈ پر لٹاتے ہوئے

وہ ماں کو ہدایت کر رہا تھا۔ جو خوشگوار حیرت سے اسکا بدلا ہوا روپ دیکھ رہی تھیں۔۔

ایشام صدیقی پوری توجہ کے ساتھ سکرین پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔ جب انجیلینا اسے پکارتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئی۔۔۔

شام۔۔۔!! کبیر بھیا تمہیں باہر بلا رہے ہیں۔۔۔! اسکے قریب آکر انجیلنا نے پیغام دیا۔۔

ہاں بس جا رہا ہوں۔۔۔!! مصروف انداز میں کہہ کر ایشام نے تیزی سے ریکارڈنگ کو دوبارہ پلے کر دیا۔۔۔

کیا دیکھ رہے ہو اس میں۔۔۔؟ اسے ریکارڈنگ چیک کرتے دیکھ کر انجیلنا سوال کرتے ہوئے پاس بیٹھ گئی۔۔

بہادر خان بتا رہا تھا۔ کہ کل رات بلیک مینشن کے پاور روم کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی گئی ہے۔۔ بس وہی چیک کر رہا ہوں۔۔۔! ایشام ریکارڈنگ دیکھتے ہوئے اسے بتانے لگا تھا۔۔ جب اچانک ریکارڈنگ میں نظر آتے سایے کو دیکھ کر وہ دونوں ٹھٹک کر ایک دوسرے کی طرف دیکھ گئے۔۔۔

او گاڈ۔۔۔!! یہ شہرام ہے نا۔۔۔! انجلینا حیرت کے مارے فٹ سے بولی تھی۔۔۔

لگ تو وہی کمینہ رہا ہے۔۔۔!! پر اس نے پاور روم کو کیوں چھیڑا۔۔۔؟ ایشام جواب میں بولتے ہوئے آخر پر حیرانگی و نا سمجھی کا اظہار کر رہا تھا۔۔

ایسے کرو یہ مجھے دو۔۔میں چیک کرتی ہوں۔۔!تم پہلے کبیر بھیا کی بات سن کر آو۔۔وہ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔۔۔!ایشام سے کہتے ہوئے انجیلنا اسے چیئر سے اٹھانے لگی۔۔۔

ٹھیک ہے۔۔!اس سے ایک گھنٹے پہلے کی ریکارڈنگ بھی چیک کر لینا۔۔! میں تب تک آرہا ہوں۔۔۔!ایشام کھڑے ہوتے اسے ہدایت دینے کے بعد فورا کمرے سے نکل گیا تھا۔جبکہ پیچھے انجیلنا پورے دھیان کے ساتھ سکرین کی طرف متوجہ ہو چکی تھی۔

جرگے سے فارغ ہوتے ہوتے غازیان کا آدھا دن گزر چکا تھا۔۔بلیک شلوار قمیض پہنے اپنی شخصیت میں وہ مکمل طور پر روایتی سردار معلوم ہوا تھا۔

چہرے پر ازلی سنجیدگی سجائے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے غازیان پاشا گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے جیب سے موبائل نکال گیا۔۔۔

غازیان گاڑی کے قریب آیا تو ملازم نے جلدی سے آگے بڑھتے ہوئے دروازہ کھول گیا۔۔ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے غازیان پاشا کے دل نے شدت سے اپنی سردارنی کو یاد کیا تو وہ نامحسوس انداز میں مسکراتے ہوئے فوراماہ پارہ کی پروفائل آن کرنے کے بعد کال ملا گیا۔۔۔ وہ کل کا یہاں پر آیا ہوا تھا۔ پر اسکا دل و دماغ مسلسل اپنی سردارنی میں ہی اٹکے ہوئے تھے۔ اگر جرگے کی وجہ سے اسکا یہاں پر آنا مجبوری نہ ہوتی تو غازیان پاشا ان حالات میں اپنی گول گپی کو بالکل بھی اکیلا نہیں چھوڑنے والا تھا۔۔۔

مسلسل کئی سیکنڈز تک بیل ہونے کے بعد بھی جب ماہ پارہ نے کال نہ اٹھائی تو غازیان نے پریشانی کا شکار ہوتے دوبارہ کال ملادی۔دل میں ایک بار یہ بھی خیال آیا تھا۔کہ کہیں وہ پھر سے کمرے میں بند ہوتی اکیلی رو نہ رہی ہو۔۔اسی خیال کے باعث بے چین ہوتے غازیان دو سے تین دفعہ اسکے نمبر پر کال چکا تھا۔۔پر ہر بار بیل ہونے کے بعد کال بند ہو رہی تھی۔۔۔

کہاں چلی گئی ہے یہ لڑکی۔۔۔؟ تشویش زدہ ہوتے غازیان نے اس بار اپنی ماں کے نمبر پر فون ملادیا۔۔تاکہ ان سے ماہ پارہ کے بارے میں پوچھ سکے۔۔۔

اسلام علیکم مام۔۔۔!دوسری جانب سے ماں کی آواز سنتے ہی غازیان نے ادب سے سلام کیا۔۔۔۔

وعلیکم السلام کیسے ہیں بیٹا سائیں۔۔۔؟؟اسکا نرم لہجے سنتے ہوئے منیزے پاشا مسکرا کر جواب میں بولتے ہوئے حال پوچھ گئیں۔۔۔

میں ٹھیک ہوں مام۔۔!!پر آپکی بہو کہاں ہے۔۔۔؟غازیان نے جواب میں بتاتے ہوئے اگلے ہی پل بے چینی سے ماہ پارہ کے بارے میں جاننا چاہا تھا۔۔۔

پارو تو ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی یونیورسٹی کے لیے نکلی ہے۔۔۔!!کیوں پوچھ رہے ہو۔۔؟؟

منیزے پاشا اسے بتاتے ہوئے آخر پر سوال کر گئی تھیں۔۔۔

یونیورسٹی۔۔۔؟اس وقت۔۔؟ماں کے بتانے پر غازیان نے تعجب کا شکار ہوتے کلائی میں پہنی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا تھا۔۔جہاں تین بج رہے تھے۔۔۔

وہ اس وقت یونیورسٹی کیوں گئی ہے۔۔۔؟؟اور کس کے ساتھ گئی ہے۔۔۔؟؟غازیان حیرانی سے پوچھنا شروع ہو چکا تھا۔۔

ڈرائیور کے ساتھ گئی ہے۔۔۔!کہہ رہی تھی کہ کوئی ضروری کام ہے اس وجہ سے جا رہی ہوں۔۔۔!!سب خیریت ہے ناغازی۔۔۔؟؟اسے اتنے سوال کرتے دیکھ کر اب منیزے کچھ فکر مند ہوتے مخاطب کر گئی تھیں۔۔۔

جی مام سب ٹھیک ہے۔۔! پر آپ نے اسے کیوں جانے دیا ایسے اکیلے۔۔۔!! جانتی تو ہیں کہ آج کل حالات کتنے خراب چل رہے ہیں۔۔۔!! غازیان لہجے کو نارمل بنانے کی کوشش کرتا ماتھے کو چھوتے ہوئے کہنے لگا تھا۔ جبکہ حقیقت میں اسکا دل اچانک سے بے سکون ہونے لگا تھا۔۔

تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔۔! پر وہ کہہ رہی تھی۔ کہ کچھ ضروری کام ہے اسے۔۔۔! اس لئے بس میں نے روکا نہیں۔۔۔!! تم فکر نہیں کرو ابھی تھوڑی میں واپس آتی ہے۔ تو میں تمہاری اس سے بات کروا دیتی ہوں۔۔۔!! غازیان کی باتوں کو سمجھتے ہوئے منیزے پاشا بے ساختہ اسے بے فکر کرنے کی کوشش کرنے لگی تھیں۔۔ جبکہ غازیان کی باتیں سنتے

ہوئے اب انہیں خود بھی احساس ہو رہا تھا۔ کہ انہیں ماہ پارہ کو اکیلے نہیں جانے دینا چاہیئے تھا۔۔ بے اختیار وہ پریشان ہوتے دل پر ہاتھ رکھ گئیں۔۔

مام وہ جب بھی واپس آتی ہے۔۔ مجھے انفارم کریں اور آتے ہی اسے مجھے کال کرنے کا کہیے گا۔۔۔!! سنجیدہ لہجے میں ماں سے بولتے ہوئے وہ خدا حافظ کہنے کے بعد فون بند کر چکا تھا۔ فون بند کرتے ہی اس نے ایک بار پھر ماہ پارہ کے نمبر پر کال ملائی تھی۔ پر بے سود۔۔۔!!

غازیان پاشا دل ہی دل میں اسکی سلامتی کی دعائیں مانگتا ہوا شیشے میں اپنی گاڑی کے پیچھے آتی ہوئی گارڈز کی گاڑیوں کو دیکھنے لگا۔۔ اس وقت ماہ پارہ میں الجھتے ہوئے اسکا دل ہر چیز سے بے زار ہوتا عجیب انداز میں دھڑکنے لگا

تھا۔ جس پر وہ تھکی ہوئی سانس خارج کرتا بے اختیار سیٹ کے ساتھ سر ٹکاتے ہوئے آنکھیں بند کر گیا۔

شام ہو چکی تھی۔ محبت اپنی بھابھی کے پاس بیٹھی باتیں کرنے میں مصروف تھی۔ جبکہ رابیل اسکی اوٹ پٹانگ باتوں پر مسلسل ہنستے ہوئے بے حال ہو رہی تھی۔ اسکی طبیعت اب پہلے سے کچھ بہتر تھی۔۔ جو ارسل خان کی واپسی کا نتیجہ تھا۔ یا پھر رابیل کے دماغ طور پر پُر سکون ہونے کی وجہ سے ہوئی تھی۔ وہ خود بھی نہیں جانتی تھی۔ پر اتنا ضرور جانتی تھی۔ کہ صرف ایک رات ہی ارسل خان کی آغوش میں گزرانے کے بعد وہ پر سکون ہو

چکی تھی۔اسکا دل اب مطمئن ہوتا پہلے جتنا بے چین بالکل بھی نہیں تھا۔۔۔

یار بھابھی بتائیں نا کہ میں روبی کے لیے کیسا دولہا ڈھونڈو۔۔۔؟ محبت نے کافی سریس لہجے میں رابیل کو مخاطب کرتے ہوئے رائے لینا چاہی تھی۔۔ جو اسکے سوال پر ہنسی دبا گئی تھی۔۔۔

تمہیں اس کے لیے دولہا ڈھونڈنا ہی کیوں ہے۔۔؟ پہلے یہ بتاؤ کہ تم اسکی شادی کیوں کرنا چاہتی ہو۔۔۔؟ رابیل ہنسی دباتے ہوئے نقاہت زدہ آواز میں بولی تھی۔۔اسکا بخار پہلے سے کم تھا۔پر ابھی تک مکمل طور پر اترا نہیں تھا۔اس لئے اسکی آواز بھی کچھ بیٹھی بیٹھی سی معلوم ہو رہی تھی۔۔

بھابھی دیکھیں نا یہ کتنی بڑی ہو گئی ہے۔۔! ابھی اگر میں نے اسکی ٹائم سے شادی نہ کی۔ تو بعد میں اسکے ساتھ کون شادی کرے گا۔۔۔! باسم تو پہلے ہی مجھے کہتے رہتے ہیں۔ کہ اس "کلو" کو کوئی بلا بھی منہ نہیں لگانے والا ہے۔۔۔! اپنی گود میں بیٹھی ہوئی روبی کو اٹھا کر اسکے سامنے کرتے ہوئے محبت کافی فکر مندی کا اظہار کرتے ہوئے آخر بے ساختہ باسم کا ذکر کر گئی۔

جبکہ رابیل، باسم کاظمی کے خیالات جانتے ہوئے قہقہے لگانے لگی تھی۔۔۔

کلو۔۔۔!! رابیل نے ہنسی کے دوران بامشکل باسم کا لقب دہرانا چاہا تھا۔ جس کو دیکھتے ہوئے روبی نروٹھے پن سے اپنی ماں کی طرف مڑ کر دیکھ گئی۔

جیسے کہنا چاہ رہی ہو۔ کہ ماں تمہارا شوہر میری ہر جگہ بے عزتی کروانے لگا ہے۔۔

نہ میرا بچہ۔۔!! بھابھی تمہیں کلو نہیں کہہ رہیں۔۔۔! تم تو میرا اتنا گورا بچہ ہو۔۔! دیکھنا تمہارے لئے کوئی سبز آنکھوں والا پرنس ڈھونڈ کر لاؤں گی۔۔۔!! روبی کی نظروں پر ہر اچھی ماں کی طرح محبت اسے پچکارتے ہوئے شہزادے سلیم کے خواب دیکھانا شروع ہو چکی تھی۔ محبت کی باتیں اور انداز دیکھتے ہوئے رابیل اب پیٹ پکڑے ہنستی ہوئی بے اختیار تکیے پر گری تھی۔۔ علینہ خانم جو انہیں دیکھنے کے لیے کمرے میں آ رہی تھیں۔۔ کہ اپنی بہو کی ہنسی کی آواز سنتے ہوئے بے اختیار حیرت سے اندر داخل ہوئیں۔۔۔

ماشاءاللہ کس بات پر اتنا ہنسا جا رہا ہے۔۔؟ رابیل کو ہنسی سے بے حال ہوتے دیکھ کر وہ دل میں تیزی سے ماشاءاللہ بول چکی تھیں۔۔۔

مورے۔۔!! محبت کو اپنی روبی کی شادی کروانی ہے۔۔۔! جس کے لئے اسے کوئی سبز آنکھوں والا کوئی پرنس چاہیئے۔۔۔!! پر باسم بھیا اسکی بلی کو کلو کہتے ہیں۔۔۔!! رابیل نے ہنسی کے دوران مختصر کرتے انہیں بتایا تھا۔ جس کو سنتے ہوئے علینہ خانم بھی اپنی پاگل بیٹی کو تاسف سے دیکھتے ہوئے ہنس دیں تھیں۔۔۔

ٹھیک ہی کہتا ہے میرا داماد۔۔۔!! پاگل ہو گئی ہے یہ اپنی بلی کے چکر میں۔۔۔!! علینہ خانم بھی ہنستے ہوئے اپنے داماد کی حمایت میں بولی تھیں۔۔ باسم جب بھی گھر آتا تھا تو اسکا علینہ خانم سے ایک ہی شکوہ ہوتا تھا۔

کہ کسی طرح وہ اسکی اس منحوس بلی سے جان چھڑوادیں۔۔جسے رات کے وقت بھی محبت سینے سے لگا کر سوتی تھی۔۔اور وہ کڑھتے رہ جاتا تھا۔۔۔

مورے ایسے نہیں بولیں۔۔۔!!روبی کو برا لگتا ہے۔۔۔!!محبت نے منہ بناتے ہوئے فٹ سے بولتے ہوئے اپنی ماں کو دیکھا تو رابیل اسکا منہ دیکھتے ہوئے پھر ہنستی چلی گئی۔۔۔۔

روبی کی ماں اٹھو اب نیچے چلو۔۔!بھیا آ گئے ہیں تمہارے۔۔۔!!محبت کے منہ بنانے پر وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولی تھیں۔جبکہ ارسل خان کی واپسی کا سن کر ہنستی ہوئی راں یل کے دل نے اچانک بیٹ مس کی۔۔۔

اللہ تمہاری ہنسی کو نظر نہ لگے۔۔ابھی نیچے جا کر تمہارا صدقہ نکالتی ہوں۔۔۔!!مسلسل ہنسنے کی وجہ سے رابیل کی آنکھوں سے پانی نکلتے دیکھ

کر علینہ خانم آگے بڑھتے ہوئے اسکا ماتھا چومتے ہوئے بولی تھیں۔انکی اتنی محبت پر رابیل مسکرا کر انکے ہاتھ چوم گئی۔۔۔محبت کو نیچے آنے کا اشارہ کرتے ہوئے علینہ خانم کمرے سے نکل گئی تھیں۔۔۔

بھابھی اپنا خیال رکھیے گا۔۔۔!ماں کی دیکھا دیکھی محبت نے بھی جلدی سے آگے بڑھتے ہوئے رابیل کے گال کو چومتے ہوئے کہا تو رابیل اسکی معصومیت پر مسکرا کر رہ گئی۔۔

ٹھیک ہے میری جان۔۔!میں تھوڑی دیر میں نیچے آتی ہوں۔تو پھر کسی رشتہ کروانے والی ایپ پر تمہاری روبی کا پرنس ڈھونڈتے ہیں۔۔۔!!محبت کے پھولے گال کھینچتے ہوئے رابیل نے مصنوعی سنجیدگی سے اسے تسلی

دی۔۔تو وہ خوش ہوتے تیزی سے سر ہلا کر روبی کو ہوا میں اچھالتے ہوئے کمرے سے نکل گئی۔۔۔

پاگل۔۔!رابیل اسکی شرارتوں پر پھر ہنس دی تھی۔۔۔سب کے جانے پر رابیل گہری سانس خارج کرتی ٹیک لگا کر ابھی بیٹھی ہی تھی۔کہ تبھی ارسل خان اپنی دلکش شخصیت کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا۔۔رابیل چونکتے ہوئے اسکی طرف دیکھنے لگی تھی۔۔۔

بلیک جینز شرٹ پہنے ہمیشہ کی طرح وہ اسے خود میں الجھا گیا تھا۔۔اسے خود پر نظریں ٹکاتے دیکھ کر ارسل خان بے اختیار مسکراتے ہوئے اسکے قریب آیا تھا۔۔

طبیعت کیسی ہے اب۔۔۔؟رابیل کے سامنے بیٹھتے ہوئے اس نے پوچھا تو قریب سے اسکی آواز سنتے ہوئے رابیل کا بے اختیار سکتا ٹوٹا تھا۔۔۔

ٹ۔۔ٹھیک ہوں۔۔!ارسل خان کی گرے آنکھوں سے نظریں چراتے ہوئے وہ گھبرا کر بولی تھی۔اچانک اسے مقابل سے ایک نامعلوم سی گھبراہٹ محسوس ہونے لگی تھی۔۔۔۔

بخار اترا۔۔۔؟؟نرمی سے پوچھتے ہوئے ارسل خان نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے اسکے ماتھے کو چھو کر محسوس کرنا چاہا۔۔۔۔

ٹمپریچر تو ابھی بھی ہے تمہیں۔۔۔!!اسکے ماتھے کو گرم محسوس کرتے ہوئے ارسل نے بے اختیار گردن پر ہاتھ رکھتے دیکھنا چاہا تو رابیل اچانک گھبرا کر اسکا ہاتھ دور ہٹا گئی۔۔

کیا ہوا۔۔۔؟اسکے ہاتھ دور کرنے پر ارسل خان نے نا سمجھی سے اسے دیکھا تھا۔۔ جبکہ رابیل کے گال دہکتے ہوئے گلابی ہونے لگے تھے۔جو شاید ارسل خان کے اپنی گردن کو چھونے کے باعث ہو رہے تھے۔۔۔

کچھ نہیں۔۔۔!!ہاتھوں کو مٹھیوں میں بھینچتے ہوئے وہ دوسری طرف نظریں دہراتے ہوئے کہہ گئی۔۔ارسل خان نے اسکے چہرے کے بدلتے ہوئے رنگ دیکھے تو انکا مطلب سمجھتے ہوئے وہ زو معنی انداز میں اپنی مسکراہٹ دبانے لگا۔۔۔

میڈیسن کھائی تھی۔۔۔؟؟ہاتھ میں موجود موبائل کو ٹیبل پر رکھتے ہوئے ارسل نے پوچھتے ہوئے سائیڈ ٹیبل پر پڑی میڈیسن اٹھا کر دیکھنا چاہی تھیں۔

کھالی تھی۔۔۔!رابیل نے مختصر جواب دیتے ہوئے اسکے ہاتھوں میں موجود میڈیسن کو دیکھتے ہوئے برا سا منہ بنالیا تھا۔علینہ خانم نے اسے کافی زوروزبردستی کے ساتھ میڈیسن کھلائی تھی۔۔

پر مورے تو بتارہی تھیں۔کہ تم میڈیسن نہیں کھارہی تھی۔۔!!کافی محنت کرنی پڑی ہے انہیں۔۔۔!اسے میڈیسن کو گھورتے دیکھ کر ارسل خان نے بے ساختہ کہا تھا۔کیونکہ وہ ابھی ان سے پوچھتے ہوئے اوپر آیا تھا۔علینہ خانم نے صاف کہہ دیا تھا۔کہ وہ اپنی بیوی کو اب سے خود میڈیسن کھلائے گا۔کیونکہ وہ انکے قابو آنے والی شے نہیں تھی۔۔۔

مورے نے سچ میں ایسا کہا کیا۔۔؟رابیل آنکھوں کو بڑا کرتی حیران ہوئی تھی۔۔۔

جی ایسا ہی بولا ہے جناب۔۔۔!! آپ بتائیں کہ ٹھیک ہونا چاہتی ہیں یا میں اپنے طریقے سے ٹھیک کروں۔۔۔؟اسکی کمر میں بازو حائل کرتے ہوئے وہ ایک جھٹکے میں قریب کرتے ہوئے اسکی غزالی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہنے لگا تھا۔۔ارسل خان کی نگاہیں غزالی آنکھوں سے بھٹک کر ہمیشہ کی طرح اسکی ناک میں پہنی لونگ میں اٹکیں تو اگلے ہی پل وہ مخمور ہوتا اسکی ناک پر دانت گاڑتے ہوئے رابیل کو اچھلنے پر مجبور کر گیا۔۔۔

آہ۔۔۔!! رابیل نے کراہتے ہوئے اسے دور کرنا چاہا تھا۔جب اسکی کوشش ناکام بناتے ہوئے ارسل نے تیزی سے اسے اٹھاتے ہوئے اپنی گود میں کر اس بٹھایا تو وہ بت بنتے اس قرب کو دیکھ گئی۔۔۔

تمہاری ناک کا عاشق بن چکا ہوں میں۔۔۔!اسکی ناک کو دیوانہ وار چومتے ہوئے ارسل نے اسے زور سے خود میں بھینچ لیا تھا۔جس پر رابیل کا پورا وجود جھنجھنا اٹھا تھا۔۔

تمہاری ناک اتنی حسین کیسے ہو سکتی ہے رابی۔۔۔؟؟رابیل کی ناک پر ہولے سے دانت گاڑتے ہوئے ارسل نے شوخ نظروں سے اسکی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا تھا۔۔۔رابیل کی اٹھتی گرتی پلکوں کو دیکھتے ہوئے وہ مزید مخمور ہو رہا تھا۔ارسل خان کے مقابل میں رابیل کی رنگت بادامی تھی۔پر اسکے باوجود وہ اپنی کشش سے مقابل کو خود میں جکڑنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔۔

جیسے تمہاری باڈی اتنی حسین ہے ویسے ہی میری ناک بھی ہے۔۔۔! اسے بار بار اپنی ناک پر حملہ کرتے دیکھ کر وہ جھنجھلا کر روانی میں بولی تو اگلے ہی پل سمجھتے ہوئے دانتوں تلے لب دبا گئی۔۔ جبکہ ارسل خان اسے شرارتی نظروں سے دیکھتے ہوئے فوراً قہقہہ لگا گیا تھا۔۔

تو اسکا مطلب تم میری باڈی کی فین ہو خانم۔۔۔!! مسکراہٹ دباتے ہوئے ارسل نے اسے چھیڑا تو وہ اگلے ہی پل نفی میں سر ہلانے لگی۔۔۔

میں نے ایسا کچھ نہیں کہا۔۔! بس تمہارا دل رکھنے کے لئے میری زبان نے خود بخود ہی تمہاری تعریف کر دی۔۔! پتہ نہیں کیسے۔۔۔؟؟ مصنوعی سنجیدگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہ کندھے آچکا کر انکار کرنے لگی تھی۔ جیسے

اپنے ہی کہے گئے الفاظ سے ناواقف ہو۔۔اسکی نوٹکی دیکھتے ہوئے ارسل خان نے پھر قہقہ لگایا تھا۔۔۔

اگر ایسا ہے تو پھر اس رات فدا ہوتی میرے سینے پر ہونٹ رکھتے ہوئے مجھے بہکا کیوں رہی تھی۔۔۔؟؟ کیوں بار بار میرے سینے اور بازوؤں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے محسوس کر رہی تھی۔۔۔؟؟ارسل نے اسکے گال پر دانت گاڑتے ہوئے سوال کرتے جاننا چاہا تھا۔۔ جس پر رابیل لال انگارہ ہوتے فوراسے پہلے اسکی گود سے نکلی تھی۔۔۔

مجھے نہیں پتہ۔۔!! میں فریش ہونے جا رہی ہوں۔۔۔! وہ چوروں کی طرح چہرہ چھپاتے ہوئے باتھروم کی طرف بھاگ نکلی تھی۔۔

کوئی بات نہیں خانم۔۔! ان سب سوالوں کا جواب میں تم سے رات میں لوں گا۔۔۔!! اسکی پتلی حالت پر مزے سے ہنستے ہوئے وہ ہانک لگاتے ہوئے بولا تھا۔۔۔ جبکہ اسکے بے باک الفاظ پر باتھروم میں بندر ابیل پہلو بدل کر رہ گئی تھی۔۔۔

ماریہ تم مجھے کہاں لے کر جا رہی ہو۔۔۔؟ ماہ پارہ پریشان ہوتے انجان رستوں کو دیکھ رہی تھی۔۔

پریشان کیوں ہو رہی ہو یار۔۔!! میں کونسا تمہیں اغواء کر کے کہیں لے جا رہی ہوں۔۔۔! ماریہ نے ہنستے ہوئے ہلکے پھلکے لہجے میں کہتے ہوئے سٹرینگ گھماتے ہوئے موڑ لیا تھا۔۔۔

نہیں ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔۔! مجھے گھر سے آئے کافی دیر ہو گئی ہے۔۔ بس اس لئے کہہ رہی ہوں۔۔۔! ماہ پارہ مسکرا کر کہنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔ پتہ نہیں کیوں اسکے دل میں شدت سے کچھ عجیب ہونے کا احساس پیدا ہو رہا تھا۔۔

ڈونٹ وری ہم جلدی واپس آ جائیں گئے۔۔۔! فارم ہاؤس سے بس ایک ضروری فائل لینی ہے۔ پھر میں تمہیں گھر ڈراپ کر دوں گی۔۔۔!! ماریہ تیزی سے ڈرائیونگ کرتے ہوئے اسے بے فکر رہنے کو کہہ رہی تھی۔ پر ماہ پارہ مطمئن نہیں ہو پائی تھی۔ پہلے اس نے کسی ضروری بات کا کہہ کر اسے گھر سے بلایا اور بعد میں اسکے ڈرائیو کو یہ کہتے ہوئے واپس بھیج دیا۔ کہ وہ

اسے واپسی پر خود ڈراپ کر دے گی۔ جبکہ ابھی تک وہ اسے اپنے ساتھ بنا مقصد کے لئے پھر رہی تھی۔

ماریہ۔۔۔! پلیز تم مجھے پہلے گھر ڈراپ کر دو۔۔۔!! کیونکہ میری مورے کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔۔ وہ میرے لئے پریشان ہو رہی ہو نگی۔۔۔!! ماریہ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے ماہ پارہ جلدی سے درخواست کرنے والے انداز میں بولی تھی۔ کیونکہ شام ڈھل کر اب اندھیرا ہو چکا تھا۔ وہ کبھی بھی اتنی دیر تک گھر سے ایسے باہر نہیں رہی تھی۔ اس لئے اب وہ پریشان ہوتے التجا کرنے لگی تھی۔۔

اتنی جلدی کس بات کی ہے یار۔۔۔!! ابھی تو بہت ٹائم پڑا ہے۔۔۔!! پراسرار لہجے میں بول کر ماریہ چہرہ موڑتے ہوئے اسکے حسین چہرے پر

کاٹ دار نظر ڈال گئی۔ لائٹ بلو کلر کے ڈریس میں اسکا حسن دمکتے ہوئے ہر چیز کو مات دے رہا تھا۔

ماہ پارہ کا حسن دیکھتے ہوئے ماریہ کے دل نے شدت سے اسکے منہ پر تیزاب پھینکنے کی خواہش کی۔ جو شاید وہ پوری کرنے والی بھی تھی۔ کیونکہ اسے کسی بھی طرح کچھ بھی کر کے غازیان ضرار پاشا کو حاصل کرنا تھا۔ وہ ماہ پارہ کو اس قابل ہی نہیں چھوڑنے والی تھی۔ کہ غازیان تو کیا کوئی دوسرا مرد بھی اسکی طرف دیکھ پاتا۔ یہاں تک اپنی اس پلیننگ میں وہ اپنے کزن شعیب ابراہیم کو بھی بھلا چکی تھی۔ جو کتنے سالوں سے ماہ پارہ خان کی محبت میں گرفتار تھا۔۔۔

آدھے سے زیادہ راستہ تو ویسے ہی گزر گیا ہے۔ابھی اگر میں تمہیں واپس چھوڑنے گئی تو مجھے یہاں آنے پھر ڈبل وقت لگ جائے گا یار۔۔!اس لئے بس تھوڑی دیر تک جاؤ۔۔!ایسے کرنا تم گاڑی میں ہی بیٹھی رہنا میں اندر جا کر جلدی سے فائل لے آؤں گی۔۔۔!!ماہ پارہ کے چہرے کے بے چین ہوتے تاثرات دیکھ کر ماریہ اسے بہلاتے ہوئے بولی تھی۔جس کو سنتے ہوئے ماہ پارہ مجبوراً سر ہلا گئی۔۔اسے مانتے دیکھ کر اب ماریہ نے اپنا موبائل اٹھا کر ڈن کا میسج کرتے ہوئے اچانک سے سپیڈ تیز کر دی تھی۔

ٹھیک ہے میں صبح ٹائم سے آجاؤں گا۔۔۔!موبائل پر بات کرتے ہوئے ارسل خان کمرے میں داخل ہوا تو رابیل کو چوڑیاں اتارتے دیکھ کر وہ اسکی

طرف بڑھتے ہوئے اسکا ہاتھ روک گیا۔۔ رابیل نے چونکتے ہوئے اسکے ہاتھ کو دیکھا تھا۔۔ جس میں وہ اسکا ہاتھ قید کیے اب اسکے چہرے کی طرف دیکھتا ہوا بول رہا تھا۔۔

آپ مجھے میسج کر دیں۔۔!! کال پر جواب دیتے ہوئے ارسل نے بے اختیار اسکے چہرے کی طرف دیکھا تو رابیل کی ناک سے نوز پن غائب دیکھ کر وہ اگلے ہی پل آنکھیں سیکڑتے ہوئے جلدی سے بائے کہتے ہوئے فون بند کر گیا۔۔ وہ اس وقت بلو کلر کی شلوار قمیض پہنے ہوئے تھا۔۔ جبکہ رابیل گرین کلر کا ڈریس پہنے اسکے سامنے کھڑی تھی۔ شاور لینے اور تھوڑا تیار ہو کر وہ اب کافی فریش نظر آ رہی تھی۔۔

یہ کہاں گئی۔۔۔؟ڈریسنگ ٹیبل پر موبائل رکھتے ہوئے ارسل خان نے اسکی ناک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا تھا۔۔۔

کیا۔۔؟اسکے اشارے پر وہ ناسمجھی سے خود کو دیکھنے لگی۔۔۔

جو تم نے ناک میں پہنا ہوا تھا۔اسکا پوچھ رہا ہوں۔۔۔!!ارسل نے اب باقاعدہ اسکی ناک کو چھوتے ہوئے نوز پن کو ڈھونڈنا چاہا تھا۔۔۔

اچھا وہ۔۔۔!!وہ میں نے اتار دی ہے۔۔۔!اسکی بات سمجھنے آنے پر وہ جلدی سے بتاتے ہوئے بولی تھی۔۔۔

کیوں۔۔۔؟؟ارسل نے اب آبرو اچکاتے ہوئے جاننا چاہا تھا۔

کیا کیوں۔۔؟؟مطلب میں نے کونسا " piercing" کروائی ہوئی ہے۔۔!!جواسے ہر وقت پہنے رکھوں۔۔۔!!رابیل نے الجھی نظروں سے بتاتے ہوئے اسکے تاثرات دیکھے تھے۔جو عجیب سے ہو رہے تھے۔۔۔ اپنے شوق کی وجہ سے وہ نوز پن پہنتی تھی۔ورنہ اسکی ماں کو یہ بالکل بھی پسند نہیں تھا۔۔

اگر "piercing" نہیں کروائی ہے۔تو ابھی تک اسے پہنے کیسے ہوا تھا۔۔!!ارسل خان نے اب حیرت سے سوال کیا تھا۔وہ "piercing" کے مطلب کو جان گیا تھا۔۔کیونکہ ایشام صدیقی نے جب اپنے کان میں بالی پہننے والا فیشن پورا کیا تھا۔تب piercing کے وقت ارسل خان ہی اسکے ساتھ گیا تھا۔

ایک منٹ رکو۔۔۔!!اسے اتنے سوال کرتے دیکھ کر رابیل اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے میز کے اوپر رکھی ہوئی چیزوں میں اپنی نوز پن والا باکس ڈھونڈنا شروع ہو گئی۔جو چیزیں الٹ پلٹ کرتے ہوئے اگلے ہی پل اسکے ہاتھ لگ چکا تھا۔۔ارسل خان کافی دلچسپی سے اسکی ساری کاروائی دیکھ رہا تھا۔۔۔

باکس کھولتے ہوئے رابیل اندر سے ایک چھوٹی سی نوز پن اٹھاتے ہوئے آئینے میں اپنے چہرے کو دیکھتے ہوئے ناک پر پہننے لگی۔۔جس کو دیکھ کر ارسل خان کی نگاہیں مزید پر شوق ہوئی تھیں۔۔۔

ایسے پہنا ہوا تھا۔۔۔!!ناک میں نوز پن سجا کر وہ اس کی طرف مڑی تو ارسل جو پہلے ہی پر شوق نظروں سے اسے تک رہا تھا۔کہ رابیل کی ناک

میں دوبارہ سے نوزپن دیکھتے ہوئے وہ فدا ہوتے اگلے ہی پل اسکی کمر کو تھامتے ہوئے قریب کرتے سینے سے لگا گیا۔۔

کیوں مجھے سانس لینے کے قابل نہیں چھوڑنا چاہ رہی ہو۔۔۔!! ارسل خان بے اختیار ہوتے اسکی ناک پر جھکتے ہوئے بھاری آواز میں بولا تو رابیل اسکا پاگل پن دیکھتے ہوئے بھونچکا گئی۔ مطلب کیا سچ میں وہ اسکی ناک کا عاشق ہو گیا تھا۔۔۔؟ وہ حیرت و استعجاب سے سوچنے پر مجبور ہوئی تھی۔ جبکہ ارسل خان اسے سینے سے لگاتے ہوئے اسکی ناک کو چومتے ہوئے ہوش بھلا رہا تھا۔۔

خ۔۔خان۔۔۔!! اسے اپنی ناک پر کاٹتے دیکھ کر وہ جلن کے مارے سسک گئی۔۔۔

میرا دل کرتا ہے کہ تمہاری ناک کھا جاؤں رابی۔۔۔!! چباتے ہوئے بول کر وہ اسکی ناک کو بار بار چومتے ہوئے سک کرنے لگا تھا۔۔ رابیل صدمے سے گرنے والی ہوئی تو ارسل تیزی سے اسے بازوؤں میں اٹھاتے ہوئے بیڈ کی جانب بڑھ گیا۔۔۔

رابیل کو بیڈ پر لٹاتے ہوئے وہ تیزی سے اسکے اوپر لیٹتے ہوئے ایک بار اسکی ناک کو چومتے ہوئے پورے چہرے پر لب رکھنے لگا تھا۔۔ اسکی تنگ ہوتی گرفت میں رابیل نے بے چین ہو گئے کسمسانے کی کوشش کی تھی۔ پر مقابل کو اسکی بگڑتی ہوئی حالت کی کوئی خبر نہیں تھی۔۔۔

اسکی غزالی آنکھوں کو شدت سے چومتے ہوئے ارسل خان اسکے ہونٹوں پر جھکا تو رابیل نے سٹپٹاتے ہوئے اسکے کندھوں پر ناخن گاڑے دیئے۔ وہ

ابھی تک صدمے میں مبتلا تھی۔ کہ صرف اسکی ناک میں نوزپن دیکھتے ہوئے وہ یوں ہو رہا تھا۔اس بات سے بے خبر کہ اسکی آنکھوں کے کاجل اور اسی نوزپن نے ارسل خان کو اسکی طرف متوجہ ہونے پر مجبور کیا تھا۔۔۔

رابیل کے ہونٹوں کو سک کرتے ہوئے وہ اپنے وجود میں اٹھتے ہوئے جذبات کے آگے چور ہوتے وہ تیزی سے اسکی شرٹ میں ہاتھ الجھا گیا تھا۔ جب رابیل سٹپٹا کر اسے دور کرتے ہوئے تیزی سے نفی میں سر ہلانے لگی تھی۔۔۔شاید وہ اسے مزید بہکنے سے روکنا چاہ رہی تھی۔۔۔

آج نہیں روکو خانم۔۔۔!! کل رات بہت مشکل سے میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے گزاری ہے۔۔۔!! اسے انکار کرتے دیکھ کر وہ جھکتے ہوئے

اسکی تھوڑی کے خم کو سک کرتے ہوئے بھاری لہجے میں بے بسی سے کہنے لگا تھا۔۔رابیل اسکے الفاظ کا مفہوم سمجھتے ہوئے شرم سے پانی پانی ہوتی مڑتے ہوئے تکیے میں چہرہ چھپا گئی تھی۔جبکہ اسکا نازک وجود ہولے سے کانپنا شروع ہو چکا تھا۔۔۔

یوں نظریں تو نہیں چراؤ خانم۔۔۔!!میرے جسم میں تمہاری طلب اٹھتی ہوئی مجھے پاگل کر رہی ہے۔۔۔!!اسکی شرٹ کی ذپ کھولتے ہوئے وہ زو معنی انداز بولتے ہوئے اسکے واضح ہوتے بدن کو چمکتی آنکھوں سے دیکھ گیا۔۔رابیل نے تکیوں کو مٹھی میں جکڑتے ہوئے اپنے بدن پر اسکے چلتے ہوئے ہاتھ کے لمس کو محسوس کیا تھا۔۔

ارسل خان جو اسکی برہنہ ہوتی کمر کو مخمور ہوتی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔ کہ اگلے ہی پل رابیل کو الٹا کرتے ہوئے اسکی شرٹ کو کندھوں سے نیچے کرتے ہوئے بے ترتیب کرتا چلا گیا۔۔۔

خان۔۔۔!! نہیں۔۔۔!اب کی بار رابیل نے ہولے سے چیختے ہوئے اسے روکنا چاہا تھا۔۔۔پر ارسل خان بے لگام ہوتا اسکی کمر کو اپنے ہونٹوں کے لمس سے مہکانا شروع ہو چکا تھا۔۔اسکی پتلی کلائیوں کو اپنے ایک ہاتھ میں جکڑتے ہوئے ارسل نے اسکی کمر کو چومتے ہوئے جگہ جگہ دانت گاڑتے ہوئے اپنی محبت کی نشانیاں رقم کیں تو رابیل کانپتے ہوئے ایک جھٹکے میں مڑتے ہوئے اسکی طرف دیکھنے لگی تھی۔ارسل خان کی آنکھوں کے بدلتے ہوئے رنگ کو دیکھتے ہوئے وہ بار بار نفی میں سر ہلا رہی تھی۔۔

جب وہ زو معنی انداز میں مسکراتے ہوئے اسکے کان پر جھکتے ہوئے سر گوشی کرنے لگا۔۔۔

تمہارے بدن کا اٹھتا گرتا سرور مجھے میرے حق سے پیچھے نہیں ہونے رہا خانم۔۔۔!! تمہاری یہ بے ترتیب سانسیں چیختے ہوئے مجھے کہہ رہی ہیں۔ کہ ان کو میں اپنے ہونٹوں میں دباتے ہوئے تمہارے اس جواں بدن کو خود میں جذب کرلوں۔۔۔!! رابیل کے سینے پر اپنا چوڑا ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ بوجھل آواز میں کہتے ہوئے اسکی سانس روک چکا تھا۔۔۔اپنے الفاظ پر ارسل خان نے اسکا ساکت ہونا محسوس کیا تو مخمور نظروں سے مسکرا کر اسے تکیے پر لٹاتے ہوئے اپنی قمیض کے بٹن کھولتا ہوا ایک جھٹکے میں قمیض اتار کر دور اچھال گیا۔۔اسکے دیو ہیکل وجود کو دیکھتے ہوئے رابیل

نے گھبرا کر آنکھیں میچ لیں تھیں۔۔۔ جس پر وہ مزید مسکراتے چلا گیا تھا۔۔ رابیل کا گھبرایا ہوا روپ اسے پاگل پن پر اترنے پر مجبور کر رہا تھا۔۔۔

وہ رات بہت بہکی سی تھی خانم۔۔۔!! پر آج کی رات میں ہم دونوں پورے ہوش و حواس کے ساتھ ایک دوسرے میں بہکے گئے۔۔۔!! رابیل کے بدن کو لباس کے بوجھ سے آزاد کرتے ہوئے وہ مسلسل بولتے ہوئے اسے آنے والے لمحات کے لیے تیار کر رہا تھا۔۔۔

ہر بوجھ سے آزاد ہونے کے بعد ارسل خان نے اسکے بدن کو اٹھاتے ہوئے اپنی جسم کے قریب کیا تو رابیل بے اختیار بھاری سانس لیتے ہوئے کمر اٹھا

گئی۔۔ جس کو دیکھتے ہوئے وہ سرشاری میں مبتلا ہوتے لائٹس آف کر گیا تھا۔۔

عکس تیرے یہ بدن کا۔۔۔!! چاند شرمائے گگن پر ایسا تیرا یہ روپ ہے۔۔۔!! اسکی ناک کی ٹپ کو چومتے ہوئے وہ جاں نثار ہوتے اسکے دلکش بدن کے تراش خراش محسوس کرتے ہوئے مچل رہا تھا۔۔ ارسل خان نے بے خود ہوتے جیسے ہی اسکی دھڑکنوں پر ہونٹ رکھے تو رابیل مچلتے ہوئے اسکے بالوں میں ہاتھ ڈال گئی۔۔ اپنے بالوں میں اسکے ہاتھ کو چلتے محسوس کرتے ہوئے ارسل خان کے لمس میں ایک دم سے شدت اتری تھی۔ جس پر بے قابو ہوتے وہ اسکی دھڑکنوں کو سک کرتے ہوئے تھائیز پر ہاتھ پھیرنے لگا تو رابیل اکھڑتے سانس کے ساتھ تڑپ کر اپنی

دھڑکنوں سے اسکا چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے ارسل خان کے ہونٹوں پر لب رکھ گئی تھی۔۔

رابیل کے اس عمل پر ارسل خان کی آنکھوں میں اچانک حیرانی اتری تھی۔۔ کیونکہ دوبارہ تکیے پر گرتے ہوئے وہ ٹھہری دھڑکنوں میں اسکے ہونٹوں کو اپنے لبوں میں دبائے بے سود ہو چکی تھی۔۔ان نازک لمحات میں اسکی پہلی پیش رفت پر ارسل خان کی دھڑکنیں تیز ہوئیں تو گھنی مونچھوں تلے اسکے ہونٹوں مسکراتے ہوئے رابیل کے نرماہٹ بھرے لبوں کو خود میں جکڑتے چلے گئے۔۔شدت پسند ہوتے ارسل خان نے اسکے لبوں کو سک کرتے ہوئے بے اختیار اسکی دھڑکنوں پر ہاتھ پھیرتے

ہوئے نیچے لے جاتے ہوئے پیٹ کو چھوا تو رابیل کی سسکی اسکے ہونٹوں میں ہی کہیں گم ہوتی چلی گئی۔۔

رابیل کے ہونٹوں کو پوری طرح وا کرتے ہوئے ارسل خان بے قابو ہوتے اسکی نازک وجود کو اپنے جسم کے ساتھ مس کر رہا تھا۔اپنے سینے پر اسکی دھڑکنوں کے لمس کو محسوس کرتے ہوئے اسکے جسم میں اٹھتا میٹھا سرور اسے ہر حد سے تجاوز کرنے کو تیار کر رہا تھا۔۔رابیل کی زبان کو سک کرتے ہوئے وہ اچانک اسکے اوپری ہونٹ پر دانت گاڑ کر آزادی بخشتے ہوئے دھڑکنوں پر جھکتے ہوئے بے قابو ہوا تھا۔۔

ارسل کے بے تاب ہونٹ جیسے ہی اسکی دھڑکنوں پر پھسلنے لگے تو رابیل مچلنے والے انداز میں ٹانگوں کو سمیٹنے کی کوشش کرنے لگی۔۔اسکی ٹانگوں کو

قابو کرتے ہوئے وہ شدت پسندی سے اسکی دھڑکنوں پر جگہ جگہ محبت کی کہانیاں رقم کرنے کے بعد پیٹ کی جانب بڑھتے ہوئے اسکی کمر کو اوپر اٹھاتے ہوئے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا تھا۔۔

خان نہیں پلیز۔۔! اپنے پیٹ پر اسکی شیو اور مونچھوں کی چبھن ہونے پر رابیل نے ہانپتے ہوئے اسکا چہرہ دور کرنا چاہا تھا۔۔پر وہ ضدی بنتا اسکی کلائیوں کو دور جھٹکتے ہوئے اسکی کمر کے خم پر دانت گاڑنا شروع ہو چکا تھا۔ ارسل خان کو بے اختیار کل رات کے مناظر یاد آنے لگے تھے۔جب بلیک قمیض میں وہ اس سے رخ موڑتے ہوئے لیٹی ہوئی تھی۔اور اسکی بل کھاتی ہوئی کمر کو دیکھتے ہوئے اسکے دل میں مسلسل ہل چل مچل اٹھ رہی تھی۔۔

رابیل کی کمر کے خم کو دونوں ہاتھوں میں دبوچتے ہوئے ارسل خان نے اسکی تھائیز پر ہونٹ رکھے تو وہ بیڈ پر اچھلتے ہوئے اپنی کمر اٹھاتے ہوئے سسکی گئی۔۔ کیونکہ مقابل ہر گزرتے لمحے میں اپنا پہلے سے بھی زیادہ بے باک روپ دیکھاتے ہوئے رابیل کو تعجب میں مبتلا کر رہا تھا۔۔۔ارسل خان کی بے تابیاں بڑھنے لگیں تو وہ اسے کھینچتے ہوئے اپنے نیچے کرتے اوپر جھکتے ہوئے مقابل ہوتے رابیل کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔۔

رابیل کی آنکھوں میں خمار زدہ نمی دیکھتے ہوئے وہ زو معنی انداز میں مسکراتے ہوئے اپنے جواں جسم سے اسے چھونے لگا تو وہ سٹپٹاتے ہوئے اسکی بے باک آنکھوں سے نظریں چرا گئی۔۔۔

مجھے اندازہ نہیں تھا۔۔کہ تم مجھے اپنا اس قدر متلاشی بنادوں گی۔۔۔!!

جانتی ہو کہ میرا دل کیا کر رہا ہے۔۔۔؟؟ارسل خان نے اسکی کمر میں بازو حائل کرتے اوپر اٹھاتے ہوئے اسکی تھائیز کو جکڑتے ہوئے کمر پر لاک کرتے کہا تھا۔۔

کک۔کیا۔۔۔؟؟اسکے ہر عمل پر کانپتے ہوئے وہ خشک ہوتے سانس کے ساتھ بامشکل بولی تھی۔۔۔

یہ ہی کہ میں آج کی پوری رات تمہارے اس دلکش بدن کا متلاشی ہوتے گزار دوں۔۔۔!! کبھی تمہاری ان اٹھتی گرتی دھڑکنوں کی آواز سنو تو کبھی تمہاری اس ناگن جیسی کمر کو دبوچتے ہوئے اپنے قہر کا نشانہ بناؤں۔۔۔!! رابیل کے پورے بدن پر بے خود نظروں کے ساتھ وہ ہاتھ پھیرتے ہوئے

سرد لہجے میں بول رہا تھا۔ جب کہ رابیل اپنے بدن پر اسکے ہاتھ کی بے باکیوں پر بمشکل ضبط کیے کسمسائی تھی۔۔ وہ جس طرح اسے خود میں قید کیے ہوئے تھا۔ یہاں سے وہ چاہ کر نکل بھی نہیں نکل سکتی تھی۔۔ ارسل خان کے مضبوط جسم کو خود پر حاوی ہوتے دیکھ کر رابیل کے پسینے چھوٹ رہے تھے۔۔۔

آج کی رات تم مجھے میرا حق وصول کرتے ہوئے بالکل بھی تنگ نہیں کروں گی خانم۔۔۔۔!! رابیل کے کان پر اپنی دہکتی ہوئی سانسوں کی تپش چھوڑتے ہوئے ارسل خان نے اسکی تھائیز کو مٹھی میں جکڑتے ہوئے خود کو اسکے قریب کرتے ہوئے کہا تھا۔۔ اشارہ صاف تھا۔۔ کہ وہ اس رات کی طرح مزاحمت کرتے ہوئے تنگ نہیں کرے گی۔۔۔

مم۔۔میں نہیں کیا۔۔۔!!رابیل کانوں کی لوح تک سرخ ہوتے بولی تھی۔۔۔

پھر اس رات کون کر رہا تھا۔۔۔؟کون مجھے بار بار پیچھے ہٹنے کا کہہ رہا تھا۔۔۔!!اسے مکرتے دیکھ کر ارسل خان نے مسکراتے ہوئے زرا اوپر اٹھ کر دونوں ہاتھوں میں اسکی تھائیز کو جکڑتے ہوئے ایک جھٹکے میں خود کو اس میں شامل کرتے ہوئے گھولا تو رابیل کے پورے وجود میں تکلیف بھری لہر دوڑتی چلی گئی۔۔۔

اہ۔۔۔!!!کمرے میں اسکی چیخ بلند ہوئی تو وہ بے قابو ہوتے ہوئے ارسل خان کے سینے کو نوچنے لگی تھی۔۔۔جبکہ وہ پورے دل سے مسکراتے ہوئے اسے مچلتا دیکھ گیا تھا۔۔

خان۔۔۔!!رابیل کا سانس تنگ پڑنے لگا تو وہ ہونٹوں کو بھینچتے ہوئے اسے پکارنے لگی۔۔۔۔

دور کرنے کے علاوہ حکم کریں پیاری خانم۔۔۔!!رابیل کی نم ہوتی آنکھوں کو چومتے ہوئے وہ قریب ہوتے شوخ ہوا تھا۔۔جس پر رابیل نے سلگتے ہوئے فورا اسکے بازو پر دانت گاڑ دیئے تھے۔۔۔

آہ۔۔۔!!کیا کر رہی ہو جنگی بلی۔۔۔!!اسکے شدت دیکھانے پر ارسل نے کراہتے ہوئے زبردستی اسکا چہرہ دور کرتے ہوئے گھورا تھا۔۔۔

تمہیں محسوس کروا رہی ہوں۔۔۔!!اسے مزے سے مسکراتے دیکھ کر وہ سلگتے ہوئے روانی میں بولی تھی۔۔۔

کیا۔۔۔؟؟اسکی ناک کو چمکتے دیکھ کر وہ قربان ہوتے جھک کر چومتے ہوئے پوچھ گیا تھا۔۔۔جبکہ آنکھوں میں بے اختیار شیطانی چمک ابھری تھی۔۔۔

تمہارا سر۔۔۔!اسے بے شرمی سے مسکراہٹ چھپاتے دیکھ کر رابیل نے خفگی کے مارے ہاتھوں میں چہرہ چھپا یا لیا۔۔

ہائے اب ایسے جان لو گی۔۔۔؟؟اپنے وجود کو آہستہ آہستہ حرکت دیتے ہوئے وہ اسکے ہاتھوں کو چومنے لگا تو رابیل نے تڑپتے ہوئے ہاتھ ہٹا کر فورا اسے تھام لیا۔۔۔جس پر ارسل خان مزید بے قرار ہوتا اسکے ہونٹوں پر جھکتے ہوئے جنونیت پر اترنے لگا تھا۔۔۔رابیل کے بالوں کو مٹھی میں دبوچتے ہوئے ارسل خان اسکا چہرہ اوپر اٹھائے ہونٹوں پر بری طرح قابض ہونے کے ساتھ ساتھ اسکے وجود میں اتر رہا تھا۔۔اپنی ہر شدت و انداز سے

وہ اس پر واضح کر رہا تھا۔ کہ ان نازک لمحات میں وہ اس سے نرمی کی امید نہیں رکھ سکتی ہے۔۔۔

رابیل نے مچلتے ہوئے اسکے ہونٹوں پر دانت گاڑتے ہوئے اسے اپنے ہونٹ آزاد کروانے چاہے تھے۔ کیونکہ ارسل خان بری طرح اسکے نازک وجود کو خود میں بھینچے شدت پسندی پر اترا ہوا تھا۔ جس کے باعث رابیل کو اپنا وجود ٹوٹتا ہوا محسوس ہونے لگا تھا۔۔۔ رابیل کے اچانک دانت گاڑنے پر ارسل خان کے ہونٹوں پر کٹ لگا تو وہ فورا پیچھے ہٹتے ہوئے اسکی گردن اور دھڑکنوں کو نشانہ بناتا چلا گیا۔۔۔ کٹ لگنے کی وجہ سے اسکی نچلے ہونٹ سے خون رسنا شروع ہو چکا تھا۔ جواب رابیل کے پورے بدن پر نشان چھوڑتا جا

رہا تھا۔۔ کیونکہ ارسل خان کے ہونٹ بری طرح اسکے دھڑکنوں پر

پیوست ہو چکے تھے۔۔۔

کمرے کی گہری خاموشی میں رابیل کی سسکیاں عروج پر تھیں۔۔اس نے

کانپتے ہوئے ارسل خان کو چھوا تو وہ بے خودی میں اسکی کلائیوں کو مٹھی میں

جکڑتے ہوئے اوپر لگا گیا۔۔ارسل خان کے یوں اچانک پکڑنے پر رابیل کی

کلائیوں میں موجود چوڑیاں ٹوٹ کر تکیے پر گرتی چلی گئی تھیں۔۔جب

اچانک اپنے انداز میں نرمی پیدا کرتے اس نے رابیل کو مشکل میں ڈالتے

ہوئے بہکانے کی کوشش کی۔۔۔ جس کے باعث وہ اچانک بے قرار ہوتے

اسے خود کے قریب کرنے کے لیے مچلی تو وہ گہرا مسکراتے ہوئے اسکے

پورے بدن پر ہاتھ پھیرنے لگا۔۔۔

خان۔۔۔!!رابیل اچانک بہکی آواز میں بولی تھی۔۔۔۔

ہمم۔۔۔!!دور ہو جاؤں کیا۔۔۔؟؟ ہنکارہ بھرتے ہوئے ارسل خان نے جان بوجھ کر اسے چھیڑنا چاہا تھا۔۔۔

ہاں ہو جاؤ۔۔۔!!رابیل نے فوراتپ کر اسکے سینے پر مکے برسائے تو وہ قہقہ لگاتے ہوئے اسکے بے حد قریب ہو گیا۔۔۔۔رابیل کو اپنی گرفت سے آزاد کرتے ہوئے ارسل خان نے بیڈ پر ہاتھ جماتے ہوئے اسے نرمی بھرا سٹروک دیا تو وہ اچانک تڑپتے ہوئے اسے گرد بازو لپیٹ گئی۔۔ارسل خان نے اسی لئے اسے اپنی گرفت سے آزاد کیا تھا۔تاکہ وہ خود سے اسکے قریب ہوتے اسے مزید بہکا سکے۔۔اور ایسا ہی ہوا تھا۔۔رابیل اس پر اپنی گرفت

سخت کرتے ہوئے اسکے ہونٹوں پر جھکتے ہوئے بے خود ہونے لگی تو وہ سرشاری میں مبتلا ہوتے اسکی کمر کو تھامتے ہوئے فوراً کروٹ بدلتے ہوئے اسے اپنے آگے لٹا گیا۔۔۔

رابیل کے وجود کو بے باکی سے چھوتے ہوئے ارسل خان دوبارہ اسکی روح میں اترتے ہوئے بے قابو ہو کر اسکی جان لبوں پر لے آیا تھا۔۔۔رابیل کی میٹھی سسکیوں پر مزید پاگل ہوتے وہ آج کی رات شاید سچ میں اپنی شدتوں کی جنونیت سے اسے خوفزدہ کرنے کا سوچ چکا تھا۔۔۔

ماریہ دروازہ کھولو۔۔۔!! ماہ پارہ دروازہ پیٹتے ہوئے چلائی تھی۔۔۔

ماریہ تم میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتی ہو۔۔۔!! میں تم پر بھروسہ کرتے ہوئے یہاں پر آئی تھی۔۔۔ماہ پارہ نے چیختے ہوئے کہنا چاہا تھا۔۔وہ ششدر تھی۔۔اسکا وجود ٹھنڈا پڑ رہا تھا۔۔وہ کچھ بھی نہیں سمجھ پا رہی تھی۔کہ اسکی دوست اسکے ساتھ کیا کرنا چاہ رہی ہے۔۔۔

ماریہ اسے فارم ہاؤس پر جانے کا کہتے ہوئے پتہ نہیں کہاں لے آئی تھی۔۔ یہاں پہنچنے کے بعد وہ دھوکے سے ماہ پارہ کو گاڑی سے نکالتے ہوئے اپنے ساتھ اندر لے کر آئی۔۔اور ماہ پارہ کو اس کمرے میں بٹھا کر خود کر باہر چلی گئی۔۔کچھ دیر اسکی واپسی کا انتظار کرنے کے بعد جب ماہ پارہ نے دروازہ کھولتے ہوئے باہر نکل کر اسے دیکھنا چاہا تو دروازہ کھلا ہی نہیں تھا۔کیونکہ ماریہ دروازے کو باہر سے لاک کرتے ہوئے جا چکی تھی۔۔دروازہ لاک

دیکھ کر ماہ پارہ پہلے تو ششدر رہ گئی۔ لیکن پھر اپنا وہم سمجھ کر اس نے تیزی سے ہینڈل گھماتے ہوئے دروازہ کھولنے کی پوری کوشش کی۔۔ پر دروازہ اپنی جگہ سے زرا بھی ٹس سے مس نہیں ہوا تھا۔۔

دروازے کو کھلتے نہ دیکھ کر ماہ پارہ گھبراہٹ کے مارے روتے ہوئے اسے پکارنا شروع ہو چکی تھی۔۔ لیکن اسکی ہر پکار ضائع جا رہی تھی۔ اور وہ اب بے یقینی کے مارے مسلسل چیخ رہی تھی۔۔ بار بار ماریہ کو پکارتے ہوئے وہ اپنی دوستی کے واسطے دے رہی تھی۔ وہی دوستی جس کا مان توڑتے ہوئے ماریہ اسے دھوکے سے گھر سے بلانے کے بعد یہاں پر قید کرتے جا چکی تھی۔۔۔

میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔۔! کوئی سن کیوں نہیں رہا۔۔۔!!! ماہ پارہ ہزیانی کیفیت میں مبتلا ہوتے پاگل ہوئی تھی۔۔۔وہ مسلسل چلاتے ہوئے اپنے بال نوچ رہی تھی۔اسے اب سمجھ آ رہی تھی۔۔کہ کیونکر اسکا دل گھر سے نکلتے ہوئے بے سکون ہو رہا تھا۔اسکا دل بار بار اسے اشارے دے رہا تھا۔پر وہ نہیں سمجھ پائی تھی۔۔۔

ڈیڈ۔۔۔!! مجھے بچائیں۔۔۔!! مسلسل دروازہ پیٹتے ہوئے ماہ پارہ کی ہتھیلیاں سرخ ہو چکی تھیں۔۔کہ بے اختیار تھک ہار کر وہ باپ کو پکارتے ہوئے وہیں زمین پر ڈھے سی گئی۔۔۔

غازی۔۔!! کہاں ہیں آپ۔۔۔!! بھیا۔۔۔!! زمین پر گری وہ روتی ہوئی آوازوں میں سب کو بلا رہی تھی۔ماہ پارہ کا دل مختلف خدشات کا شکار ہوتا

بیٹھ رہا تھا۔۔وہ بے بس ہوتے پھر پوری قوت سے چلاتے ہوئے دروازہ کھولنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔۔

رات کے دس بج چکے تھے۔پر ماہ پارہ ابھی تک واپس نہیں آئی تھی۔جس کے باعث منیزے پاشا کا دل اب بیٹھتے ہوئے گھبرائے جا رہا تھا۔۔۔

کہاں رہ گئی ہے یہ لڑکی۔۔۔؟ مشعل ہمدانی بار بار ماہ پارہ کو کال مال رہی تھیں۔لیکن وہ کال نہیں اٹھا رہی تھی۔۔۔

منیزے میرا دل بہت گھبرا رہا ہے۔۔۔!ائرہ کاظمی کو اپنی ٹانگوں سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔جس کے باعث وہ بے جان ہوتی کرسی پر گرنے والے انداز میں بیٹھتے ہوئے کانپتے ہوئے بولی تھیں۔۔۔

مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہی۔۔۔! منیزے پاشا بھی پریشان ہوتے انکے پاس بیٹھتے ہوئے سر پکڑ چکی تھیں۔۔علیزے خان چونکہ آج کل اپنے کمرے میں ہی رہتی تھیں۔اس لئے وہ اس ساری صورتحال سے بے خبر تھیں۔ جبکہ بیہ صدیقی جو شام میں میرال کی طرف گئی تھیں۔کہ وہ بھی ابھی تک واپس نہیں لوٹی تھیں۔۔

ماہ پارہ کا نمبر بند ہو گیا ہے منیزے۔۔۔!! میرا سانس بند ہو جائے گا۔۔۔!! مشعل جو کب سے مسلسل فون ملا رہی تھیں۔کہ اچانک نمبر بند ہونے پر تشویش زدہ ہو کر کہتے ہوئے تیزی سے انکی طرف آئی تھیں۔۔ گھر میں ابھی کوئی بھی موجود نہیں تھا۔۔باسم بھی ابھی تک ہاسپٹل سے نہیں آیا تھا۔اور نہ ہی ان سب کی کسی کو خبر کرنے کی ہمت ہو رہی تھی۔

دل ہی دل میں وہ ماہ پارہ کی خیر وعافیت سے واپس آنے کی دعائیں مانگ رہی تھیں۔۔

یااللہ ہمارے گھر کو کس کی نظر لگ گئی ہے۔۔۔!!ائرہ کاظمی پریشان کن لہجے میں گویا ہوئی تھیں۔۔۔

کس کو اب کس کی نظر لگ گئی ہے بھئی۔۔؟؟بیہ جو ابھی واپس آئی تھیں۔ کہ انکے الفاظ سنتے ہوئے بے اختیار پوچھتے ہوئے انکی طرف چلی آئیں۔ان سب کے تاثرات دیکھتے ہوئے وہ اپنی جگہ پر ٹھٹک کر رک چکی تھیں۔۔۔

کیا ہوا ہے۔۔؟؟سب ٹھیک ہے نا۔۔۔؟؟اپنا بیگ رکھتے ہوئے انہوں نے تیزی سے سوال کیا۔۔سب جو اچانک انکی واپسی پر چونکتے ہوئے انکی طرف دیکھنے لگی تھیں۔کہ اچانک مشعل ہمدانی سر پکڑتے ہوئے رو پڑیں۔۔

مشو کیا ہوا ہے۔۔۔؟؟ یہ کیوں رو رہی ہے۔۔؟؟ تم لوگ کچھ بول کیوں نہیں رہیں۔۔!! انکی حالت دیکھتے ہوئے بیہ صدیقی کا دل مٹھی میں جکڑنے لگا تھا۔۔ جس کو دیکھ کر منیزے پاشا بے اختیار تیزی سے انہیں سب بتاتی چلی گئیں۔۔

وہ ابھی تک واپس نہیں آئی اور تم سب ایسے سکون سے بیٹھ کر اسکے واپس آنے کی دعائیں مانگ رہی ہو۔۔۔؟؟ رئیلی۔۔؟؟ بیہ ششدر ہوتے انکی عقل دیکھ رہی تھیں۔۔۔

مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا بیہ۔۔۔! غازیان بار بار فون کر رہا ہے۔۔۔!! میں کس کو کیا بتاؤں۔۔۔؟؟ منیزے پاشا مفلوج ہوتے دماغ کے ساتھ بولی

تھیں۔۔ جس کو دیکھ کر بیہ صدیقی نے بے اختیار گہرا سانس خارج کرتے ہوئے خود کو سنبھالنا چاہا۔۔

فون دو مجھے۔۔۔! بنا کوئی سوال و جواب کیے بیہ صدیقی فون تلاش کرنے لگیں۔اچانک اس پریشانی کے عالم میں وہ اپنے بیگ میں رکھا فون بھی بھول چکی تھیں۔۔۔

کسے فون کر رہی ہو۔۔۔؟؟ مشعل ہمدانی انہیں فون پکڑاتے ہوئے تیزی سے پوچھ گئی تھیں۔۔۔

بلیک گینگ کو۔۔!! موبائل کا لاک کھولتے ہوئے وہ سلطان احمد خان کا نمبر نکالتے ہوئے اگلے ہی پل فون ملا گئی۔۔ جبکہ انکے الفاظ پر بے اختیار سب کا سانس رکا تھا۔۔۔

بیہ ابھی فون نہیں کرو۔۔۔!! طوفان آجائے گا۔۔!! کیا پتہ وہ ابھی واپس آجائے۔۔۔!! آنے والے طوفان کو سوچتے ہوئے ائرہ کاظمی کا دل رکنے لگا تھا۔۔۔

دماغ خراب ہو گیا ہے تم لوگوں کا کیا۔۔! ٹائم دیکھو۔۔!! تم لوگوں کو ابھی بھی امید ہے۔ کہ وہ خود سے واپس آئے گی۔۔۔؟؟ دشمن اپنا کام کر چکا ہے۔۔۔!! اور تم لوگ بے وقوفوں کی طرح "ماہ پارہ خان" کی واپسی امید لگائے بیٹھی ہو۔۔!! جو پتہ نہیں اس وقت کس حال میں ہو گی۔۔!! اس نے واپس آنا ہوتا تو وہ اب تک آچکی ہوتی۔۔۔!! کان کے ساتھ فون لگائے بیہ صدیقی چلاتے ہوئے انکی عقل پر افسوس کرتے ہوئے رک رک کر کہہ رہی تھیں اور ساتھ وہ دوسری طرف سے کال اٹھانے کے انتظار میں بھی

تھیں۔۔لاؤنج میں انکی آواز بلند ہوئی تو سب رکتے ہوئے سانس کے ساتھ انکو دیکھتی چلی گئ تھیں۔۔

بھائی۔۔۔!!دوسری جانب سے فون اٹھایا گیا تو بیہ بے چینی سے سلطان احمد کو پکارتے ہوئے کہتی چلی گئیں۔۔انہیں فون پر بات کرتے ہوئے دیکھ کر منیزے پاشا نے ہمت کرتے ہوئے غازیان کا نمبر ملایا تھا۔فون تھماتے ہوئے انکی ہاتھ کانپ رہے تھے۔پر وہ بیٹے کو اس سب کے بارے میں بے خبر نہیں رکھ سکتی تھیں۔

طوفان آچکا تھا۔ماہ پارہ کے اغواہ ہونے کی خبر کوئی خطرناک طوفان بن کر بلیک مینشن پر ٹوٹ پڑی تھی۔جس کے باعث ہر چیز دم سادھے بلیک

مینشن کے مکینوں سے پناہ لینے لگی تھی۔۔ مینشن میں ایک کے بعد ایک گاڑیاں آکر رک رہی تھیں۔۔ جو کہ یقینا بلیک گینگ کے آنے کی گواہی تھی۔۔ بلیک گینگ کے ساتھ ساتھ بلیک جنریشن بھی پہنچ چکی تھی۔۔ کبیر خان آپے سے باہر ہو رہا تھا۔۔۔

شام مجھے چند سیکنڈز میں ماہی کی لوکیشن چاہیئے ہے۔۔۔!! کبیر خان کی دھاڑ بے ساختہ تھی۔۔ پہلے ہی چھوٹے بھائی کی تلاش میں وہ طوفان بنا ہوا تھا۔ اور اب بہن کی گمشدگی اسکے بچے کچے حواس بھی معطل کر چکی تھی۔۔۔

بھائی پلیز کچھ منٹ دیں مجھے۔۔۔!! ایشام نے تیزی سے ہاتھ چلاتے ہوئے کہا تھا۔

آپ لوگوں نے گارڈز کے بنا ماہی کو اکیلے جانے ہی کیوں دیا تھا۔۔۔!!

فارس ہمدانی سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ سوال کر رہا تھا۔۔جب سلطان احمد خان کے پیچھے وہ سب اندر داخل ہوتے دیکھائی دیئے تھے۔۔۔

وہ ڈرائیور کے ساتھ گئی تھی۔۔۔!اس نے کسی کہا تھا۔کہ اسے کوئی ضروری کام ہے۔۔اس لئے میں نے اسے روکا نہیں۔۔۔!! منیزے پاشا کی آنکھیں بہہ رہی تھیں۔۔رہ رہ کر انہیں اپنی لاپرواہی کا احساس ہو رہا تھا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے فون پر غازیان پاشا بے قابو ہو رہا تھا۔اور اب یہ سب۔۔۔

ڈرائیو کہاں ہے۔۔؟؟عیس ڈرائیو کو فون ملاؤ۔۔۔!! منیزے پاشا کی بات سنتے ہوئے سلطان احمد خان کی سرد آواز سنائی دی۔۔بیٹی کی گمشد گی

جان کر انکا دل دھڑکنا بھول رہا تھا۔۔وہ بہت مشکل سے خود کو سنبھالے ہوئے تھے۔۔

بڑے بابا ڈرائیور کے نمبر کی لوکیشن تو یہیں پر شو ہو رہی ہے۔۔۔!!ایشام نے اچانک سر اٹھاتے ہوئے بتایا تھا۔۔

کیا مطلب یہیں پر شو ہو رہی ہے۔۔!اگر ڈرائیور مینشن میں ہے تو ماہی کس کے ساتھ ہے۔۔۔؟؟سب حیرت زدہ ہوتے اسکے قریب آئے تھے۔۔

ڈرائیور کو بلا کر لاؤ اندر فورا۔۔۔!!لیپ ٹاپ پر لوکیشن دیکھتے ہوئے ضرار پاشا تیزی سے بول گئے۔۔۔

بڑے بابا میں بلا کر لا رہا ہوں۔۔۔! باسم جلدی سے باہر کی جانب بھاگا تھا۔۔۔

کچھ منٹ گزرنے کے بعد باسم مطلوبہ ڈرائیور کو ساتھ لیے واپس آیا تو وہ سب اسے اپنے سامنے دیکھ کر مزید حیرانی کا شکار ہو گئے۔۔ڈرائیور کے آتے ہی وہ سب اسکی طرف بڑھتے ہوئے سوال کرنا شروع ہو چکے تھے۔ جبکہ وہ فر فر کرتا کہانی بتانا شروع ہو چکا تھا۔۔

شیعب بھاگتے ہوئے اندر داخل ہوا تھا۔جب لاؤنج میں ہی اسکا انتظار کرتے ہوئی ماریہ بیٹھی مل گئی۔۔شہر سے باہر یہ کوئی گاؤں تھا۔۔جہاں وہ ماہ پارہ کو لے کر آئے تھے۔پرانا سا کوئی دو منزلہ مکان تھا۔۔جس کو اس ساری

پلیئنگ کے لیے کچھ دن پہلے ہی آریان کمار نے خریدا تھا۔ کیونکہ ماہ پارہ کو وہ شہر میں کسی بھی جگہ نہیں رکھ سکتے تھے۔اس لئے شہر سے باہر کوئی ایسی جگہ تلاش کی گئی تھی۔۔جہاں کوئی چاہ کر بھی ان تک نہ پہنچ پاتا۔

بڑی دیر کر دی مہربان آتے آتے۔۔۔!!شیعب کو دیکھتے ہی ماریہ کھڑے ہو کر مسکراتے ہوئے شوخ لہجے میں بولی تھی۔۔۔وہ ابھی اسکے دیر سے آنے پر چوٹ کر رہی تھی۔کہ تبھی آریان بھی اندر داخل ہوتا ماریہ کو حیرانی میں مبتلا کر گیا۔۔۔

یہ کیا کر رہا ہے یہاں پر۔۔۔؟؟آریان کو دیکھ کر ماریہ سوالیہ نظروں سے شیعب کی طرف مڑی تھی۔جب کہ آریان ہمیشہ کی طرح اس حسینہ کو دیکھتے ہوئے کمینگی سے مسکرا دیا تھا۔۔

وہ سب بعد میں بتاؤں گا پہلے یہ بتاؤ کہ ماہ پارہ کہاں ہے۔۔۔؟اسکے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے شعیب نے بے صبری سے پوچھتے ہوئے جاننا چاہا تھا۔۔

اوپر کمرے میں بند چلا رہی ہے۔۔!!ماریہ اوپر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولی تھی۔شعیب بھاگتے ہوئے سیڑھیوں کی جانب بڑھا تھا۔جب ماریہ ایک قدم چلتے ہوئے آریان کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔۔۔

تم کیوں آئے ہو یہاں پر۔۔۔؟تمہارا یہاں پر آنا تو پلین کا حصہ نہیں تھا۔۔!اسے سر تا پیر دیکھتے ہوئے وہ سرد لہجے میں پوچھتے ہوئے سوال کر رہی تھی۔

ہائے قسم سے تمہارا یہ انداز ہمیشہ میرا دل بے چین کر دیتا ہے۔۔۔! ویسے پوری آفت لگ رہی ہو۔۔۔!! آریان بھی اسکی دیکھا دیکھی ماریہ کا جائزہ لیتے ہوئے قریب ہوتے خباثت بھرے لہجے میں کہنے لگا۔۔ تو ماریہ اگلے ہی پل بے زاری سے ایک قدم پیچھے ہٹتے ہوئے سیڑھیوں کی جانب بڑھی تھی۔۔ تاکہ ماہ پارہ کو دیکھ سکے۔ جس کی چینخوں کی آوازیں اب اس پوری جگہ میں گونجتی ہوئی سنائی دے رہی تھیں۔۔

ویسے میں تمہیں دیکھنے کے لیے آیا تھا۔۔۔!! ماریہ کے نظر انداز کرنے پر دل پھینکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہ اسکے پیچھے چلتے ہوئے خود ہی کہنے لگا تھا۔۔۔

غلط۔۔!!تم یہاں سلطان احمد خان کی بیٹی ماہ پارہ خان کو دیکھنے کے لیے آئے ہو۔۔۔!!مارکو نے بھیجا ہے نا تمہیں یہاں پر۔۔۔!!ماریہ فورا مڑتے ہوئے اسے دیکھ آریان کے جھوٹ کو رد کرتے ہوئے بولی تھی۔اسکے اتنے ٹھیک اندازے پر آریان ایک پل کو اسے دیکھ کر رہ گیا۔بے شک وہ چلتی پھرتی بلا تھی۔۔وہ دونوں چلتے ہوئے اس کمرے کے سامنے پہنچ چکے تھے۔جہاں ماہ پارہ کے چلانے کی آواز اب صاف سنائی دے رہی تھی۔۔

ہاتھ مت لگانا مجھے۔۔۔!!ماریہ اور آریان کمرے میں داخل ہوئے۔کہ ماہ پارہ نے چیخ کر کہتے ہوئے لیمپ اٹھا کر شعیب ابراہیم کو مارنے کی کوشش کی۔کیونکہ وہ بار بار اسکے قریب جانے کی کوشش کر رہا تھا۔

یونچ۔۔۔!!اس سے پہلے کہ لیمپ اڑتے ہوئے آکر شعیب کے سر کو زخمی کرتا کہ ماریہ نے تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے اسے پیچھے ہٹا دیا۔۔سائیڈ لیمپ زمین پر گرتے ہی چکنا چور ہوا تو کمرے میں بلند ہوتا اسکا شور ایک پل کے لئے ماہ پارہ کو ساکن کر گیا۔۔۔ماریہ نے آگے بڑھتے ہوئے اچانک ماہ پارہ کے چہرے پر زوردار تھپڑ جڑھا تو وہ لڑکھڑاتے ہوئے بیڈ پر گر گئی۔۔۔

ماریہ۔۔۔!!پاگل ہو گئی ہو کیا۔۔؟؟اسے ماہ پارہ پر ہاتھ اٹھاتے دیکھ کر شعیب تیزی سے آگے بڑھ کر اسکے بلند ہوتے ہاتھ کو تھامتے ہوئے بولا تھا۔۔جبکہ آریان تو ماہ پارہ کے حسن دیکھتے ہوئے اپنی جگہ پر کھڑا رہ گیا تھا۔

دیکھ نہیں رہے یہ ابھی تمہیں زخمی کر دیتی تو۔۔۔!! ماریہ نے بپھرے انداز میں آگے بڑھ کر ماہ پارہ کے بالوں کو دبوچنا چاہا۔ جب شعیب نے پھر تیزی سے اسے روکتے ہوئے پیچھے ہٹا لیا۔ جبکہ ماہ پارہ تو صدمے میں مبتلا ہوتی انکا اصلی چہرہ دیکھ رہی تھی۔۔۔

میں نے تمہیں پہلے وارن کیا تھا کہ تم اسے ہاتھ نہیں لگاؤ گی۔۔۔!! سخت لہجے میں بولتے ہوئے شعیب نے اسے تھاما ہوا تھا۔۔۔

میرا بس چلے تو میں اسکا چہرہ بگاڑ دوں۔۔۔!! صرف تمہاری وجہ سے میں نے خود کو روکا ہوا ہے۔۔۔!! ورنہ ابھی تک اسکی لاش زمین میں کہیں دفن ہوئی ہوتی۔۔!! ماہ پارہ کے چہرے کو نفرت سے دیکھتے ہوئے ماریہ اپنا اصلی روپ ظاہر کرتے ہوئے ماہ پارہ کو حیرت و استعجاب میں مبتلا کر رہی

تھی۔۔۔ماہ پارہ کی آنکھوں کی پتلیاں ساکت ہو چکی تھیں۔اپنے منہ پر ہاتھ رکھے وہ ان کو دیکھ رہی تھی۔

تم اسے باہر لے کر جاؤ۔۔۔!! میں اسے ہینڈل کر لیتا ہوں۔۔۔!! آریان کو وہیں پر جمے دیکھ کر شعیب نے ماریہ کو باہر لے جانے کا اشارہ کیا۔

چلو ماریہ۔۔۔!! شعیب اسے سنبھال لیتا ہے۔۔۔!! اسکے اشارے پر سر ہلا کر آریان نے آگے بڑھتے ہوئے ماریہ کا ہاتھ تھام لیا تھا۔۔۔جبکہ ماریہ کی آگ اگلتی نظروں کا مرکز ابھی ماہ پارہ خان تھی۔جس کی نیلی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔۔۔وہ سانس روکے ان تینوں کو نا فہمی سے دیکھتے ہوئے سمجھنے کی کوشش میں تھی۔کہ آخر انکا اسے یہاں پر لانے کا کیا مقصد ہے۔۔۔

جارہی ہوں۔۔۔!!پر ایک بات یاد رکھنا۔۔۔!کہ جتنی جلدی ہو سکتا ہے۔اس پر ہاتھ صاف کرنے کے بعد اسے جلد از جلد میری نظروں سے غائب کر دو۔۔۔!پر اب بھول کر بھی دوبارہ یہ میرے غازیان کے آس پاس بھی بھٹکتی ہوئی دیکھائی نہیں دینی چاہیئے۔۔ورنہ میں اسکا وہ حال کروں گی۔۔کہ یہ کسی کو منہ دیکھانے کے لائق نہیں رہے گی۔۔۔!! مار یہ زہر خند لہجے میں بولتے ہوئے ماہ پارہ کی طرف دیکھتے ہوئے کمرے سے واپس جانے کے لئے مڑ گئی تھی۔۔جبکہ اسکی زبان سے غازیان پاشا کا نام سنتے ہوئے ماہ پارہ کو جھٹکا لگا تھا۔۔۔وہ غازیان کو میرا کیوں کہہ رہی تھی۔۔۔؟

یہ۔۔۔! ماریہ کی پشت دیکھتے ہوئے ماہ پارہ کے ہونٹ بے اختیار ہلے تھے۔۔

یہ کیا بول رہی ہے۔۔۔!! اسکے الفاظ پر نا سمجھی سے پوچھتے ہوئے ماہ پارہ اگلے ہی پل ماریہ کے پیچھے جانے کے لئے کھڑی ہوئی۔۔ کہ شعیب تیزی سے اسکے راستے میں کھڑے ہوتے اسے دبوچ کر دوبارہ بیڈ پر گراتے ہوئے دروازہ بند کرنے کے لئے مڑ گیا۔ جبکہ ماہ پارہ چلاتے ہوئے ماریہ کو پکارنے لگی تھی۔ تاکہ اس سے اسکے الفاظ کا مطلب سمجھ سکے۔۔۔ جو اسکے دل پر چھبتے ہوئے اسے خوف میں مبتلا کرتے مفلوج کرنے لگے تھے۔۔۔

منیزے پاشا کی کال کے بعد غازیان پاشا آندھی طوفان حویلی سے نکلنے لگا تو اتنی رات میں اسے اکیلا نکلتے دیکھ کر اسکے داسائیں نے زبردستی اسے گارڈز کی گاڑیوں کی ساتھ روانہ کیا۔۔۔

وہ نہیں جانتے تھے۔ کہ وہ کیونکر اتنی رات میں واپس جانے پر مجبور ہوا ہے۔ لیکن پھر فکر مندی ہوتے ضرار پاشا کو کال ملا گئے تھے۔ تاکہ ان سے پوچھ سکیں۔ اور انہیں یہاں سے غازیان سے نکلنے کی خبر کر سکیں۔۔۔

گاڑی تیز چلاؤ۔۔۔!! گاڑی میں اچانک غازیان پاشا کی دھاڑ گونجی تھی۔ اسکی اچانک دھاڑ پر ڈرتے ہوئے ڈرائیو کے ہاتھ اسٹرینگ سے بے ساختہ پھسل گئے۔۔

جی سائیں۔۔۔!! ڈرائیور ممناتے ہوئے اگلے ہی پل گاڑی کو تیز کر چکا تھا۔۔غازیان پاشا کے دل میں اس وقت آگ بھڑک رہی تھی۔غصے و جذبات کی شدت سے اسکا سانس پھول رہا تھا۔۔موبائل پر وہ بار بار باسم کو کال کرتا ہر چیز کی خبر لے رہا تھا۔۔مٹھیوں کو بھینچتے ہوئے وہ بے اختیار ہوتا اگلے ہی پل گاڑی کی شیشے پر مکہ مارتا ہوا چلا اٹھا۔۔یہ سوچ ہی جان لیوا تھی۔کہ دشمن نے اس بار انکی عزت کو نوچنے کی کوشش کی ہے۔مخالف نے غازیان پاشا کے جنون کو للکارا تھا۔۔۔اس بات سے بے خبر کہ وہ انکا کیا حشر کرنے والا ہے۔۔۔

میں ہر اس انسان کو سانس لینے کے لیے قابل نہیں چھوڑوں گا ماہا۔۔! جنہوں نے تم تک پہنچنے کی جرات کی ہے۔۔۔!! ہر وہ ہاتھ اور پیر اب کچلے

جائیں گئے۔۔۔ جنہوں نے غازیان پاشا کی عزت پر وار کرنے کی ہمت کی ہے۔۔۔!! غازیان پاشا کی سرمئی آنکھیں آہستہ آہستہ سرد پڑتی اپنا رنگ گہرا کر رہی تھیں۔ جو اس بات کی واضح دلیل تھی۔ کہ اتنے مہینوں سے چوری چھپے کھیلنے والا کھیل اب آمنے سامنے کھیلتے ہوئے تباہی لانے والا ہے۔۔

ارسل خان رابیل کو سینے سے لگائے سکون سے سو رہا تھا۔ کہ اچانک کمرے کا دروازہ زور سے ناک ہوتا اسکی نیند میں خلل ڈال گیا۔۔۔ کھانا کھانے کے بعد وہ چونکہ فورا کمرے میں فورا آ گئے تھے۔۔ تو بعد میں رابیل کی طبیعت خرابی کی وجہ سے وہ اسے جلدی آزادی بخش گیا تھا۔۔ ورنہ آج

کی پوری رات وہ اسے اپنی قید سے آزاد نہیں کرنے والا تھا۔۔۔اور اب تھوڑی دیر پہلے ہی اسے میڈیسین کھلانے کے بعد رابیل کو اپنے اوپر سلاتے ہوئے وہ خود بھی سو گیا تھا۔۔۔

دروازہ ایک دم سے دوبارہ کافی شدت کے ساتھ ناک ہوا تھا۔۔جس کی آواز پر ارسل خان ہڑبڑا کر آنکھیں کھول کر دیکھنے لگا تھا۔۔کہ تبھی پھر دروازہ ناک ہوتا چلا گیا۔حیرت و ناسمجھی میں مبتلا ہوتے رابیل کو اپنے اوپر سے اتار کر سائیڈ پر لٹاتے ہوئے وہ بیڈ سے نیچے اترا تھا۔۔۔

بیڈ سے جلد بازی میں اترتے ہوئے ارسل خان یوں ہی شرٹ لیس دروازے کی جانب بڑھنے لگا۔۔کہ پھر تیزی سے واپس مڑتے ہوئے تکیے

کے پاس پڑی ہوئی ٹی شرٹ اٹھا کر پہننے کے بعد جلدی سے آگے بڑھتے ہوئے دروازہ کھول گیا۔۔۔

ڈیڈ آپ۔۔! دروازہ کھولتے ہی اسے نعمان خان نظر آئے تو اس نے حیرانی سے کہا۔۔۔

جلدی سے باہر آؤ۔۔۔!! اور کبھی ہوش سے بھی سویا کرو۔۔۔! کتنی کالز کر رہا تھا میں۔۔۔!! مجبور ہو کر مجھے خود دروازے پر آنا پڑا ہے۔۔۔! نعمان خان دبے دبے ہوئے غصے بھرے انداز میں کہتے ہوئے اسے نیچے آنے کا کہتے ہوئے فورا مڑ گئے تھے۔۔

انہیں کیا ہو گیا ہے۔۔۔؟؟ارسل نے واپس پلٹتے ہوئے ڈریسنگ ٹیبل پر پڑا ہوا موبائل اٹھا کر دیکھا تو نعمان خان کے ساتھ ساتھ ایشام کی بھی لاتعداد کالز تھیں۔۔

یااللہ خیر۔۔۔!! کچھ ہونے کے اندیشے پر وہ فوراً جوتا پہن کر کمرے سے باہر نکلا تھا۔۔کمرے سے نکل کر تیزی سے سیڑھیاں اترتے ہوئے وہ نیچے آیا تو اسکے آنے کے انتظار میں نعمان خان پریشانی کے عالم میں ادھر سے اُدھر چکر لگا رہے تھے۔۔۔

کیا ہوا ہے ڈیڈ۔۔؟؟سب ٹھیک ہے نا۔۔۔؟؟سڑھیاں اتر کر ارسل خان نے قریب آتے ہوئے فکر مندی پوچھتے ہوئے انکا پریشان چہرہ دیکھا تھا۔۔

کچھ ٹھیک نہیں ہے۔۔۔! ماہ پارہ اغواء ہو گئی ہے۔۔۔!! جلدی سے گاڑی نکالو۔۔۔! مینشن چلنا ہے۔۔۔!! نعمان خان نے اچانک بولتے ہوئے اسے جھٹکا دیا تو وہ بے یقین ہوتے انکے الفاظ سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔۔۔

واٹ۔۔!! ارسل خان کا دماغ اچانک سائیں سائیں کرنے لگا تھا۔۔۔

آہستہ ورنہ تمہاری مورے اور محبت جاگ جائیں گئیں۔۔۔! نعمان خان اسے اشارہ کرتے ہوئے تیزی سے باہر نکل گئے تھے۔۔ جس کو دیکھ کر ارسل خان واپس تیزی سے کمرے کی طرف بھاگا تھا۔تاکہ کمرے سے گاڑی کی چابی لا سکے۔۔

جنید جو خوف زدہ ہوتے کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔۔ کہ اپنے ڈر کے آگے ہار مانتے ہوئے دروازے پر ہی رکتا چلا گیا تھا۔ کمرے میں داخل ہونے کا اسکا حوصلہ نہیں ہو رہا تھا۔۔۔

کیا بات ہے جنید۔۔۔؟؟ آج وہیں رک گئے ہو۔۔۔؟؟ لگتا ہے کوئی بڑی خبر لائے ہو۔۔۔! جنید کو کمرے میں موجود انسان کی آواز بے ساختہ سنائی دی تھی۔ حیرت سے کنگ ہوتے وہ اس سایہ کو دیکھ گیا۔ جو بنا دیکھے بھی اسکی موجودگی جان چکا تھا۔ کمرہ مکمل طور پر اندھیرا میں ڈوبا ہوا تھا۔ چیئر پر بیٹھا انسان ہاتھ میں پکڑی گن کو کھیلنے والے انداز میں گھمائے جا رہا تھا۔ شاید اس کھلونے سے کھیلتے ہوئے وہ اپنے دماغ کو بھٹکانے کی کوشش میں تھا۔۔۔

بادشاہ۔۔۔!! جنید کی زبان نے بے ساختہ اپنے بوس کو پکارا۔۔اور پھر ہمت کرتے ہوئے وہ کمرے کے اس اندھیرے میں قدم رکھ گیا۔۔جو کافی عرصے سے اب بادشاہ کی زندگی کا حصہ بنا ہوا تھا۔۔

بولو سن رہا ہوں۔۔۔!! کیا حاکم نے کوئی پیغام بھجوایا ہے۔۔۔؟؟ ریوالور کو یوں ہی گھماتے ہوئے بادشاہ نے سوال کیے تھے۔جبکہ اسکی گہری آواز سنتے ہوئے جنید خود کو بولنے کے لیے تیار کرنے لگا۔۔۔

نہیں دادا۔۔۔!! حاکم دادا کی طرف سے کوئی پیغام نہیں ہے۔۔۔!جیند نے گہری سانس خارج کرتے ہوئے جواب دیا۔۔۔

پھر سلطان کی کوئی خبر ہے کیا۔۔۔؟؟ اسکا انکار سن کر بادشاہ کا اب ٹھنڈا لہجہ سنائی دیا تھا۔۔سلطان کے بارے میں سوال کرتے ہوئے اسکا دل ایک لمحے

کے لیے مٹھی میں جکڑ چکا تھا۔۔دل میں بے اختیار ڈر پیدا ہوا تھا۔کہ کہیں کوئی بری خبر نہ ہو۔۔۔

نہیں دادا۔۔۔! سلطان دادا کی بھی کوئی خبر نہیں ہے۔۔۔! آہستہ آواز میں بولتے ہوئے جنید نے پھر نفی کی۔۔جس کو سنتے ہوئے بادشاہ کے ہاتھ میں گھومتا ہوا ریوالور رک چکا تھا۔۔۔

تو پھر کیا ہے۔۔۔؟ جس کو بتانے کے لیے تمہیں الفاظ نہیں مل رہے۔۔۔!! بادشاہ کی آنکھوں کے خالی پن نے اب بے ساختہ جنید کی طرف دیکھا تھا۔۔۔

دادا آپکی بہن کو مارکو کے آدمی نے اغواء کر لیا ہے۔۔۔۔! پوری ہمت مجتمع کرتے ہوئے جنید نے آخر کار بولتے ہوئے اسکے سر پر کمرے کی چھت گرا

دی۔ بادشاہ کی آنکھیں جو خالی نظر آرہی تھیں۔۔ کہ اب اچانک پتلیاں ساکت ہوتے اسے منجمند کر گئیں۔۔ ہاتھ میں موجود ریوالور بے اختیار چھوٹتے ہوئے نیچے گرا تو اسکا شور سنتے ہوئے جنید بے بسی سے ہونٹ بھینچ گیا۔۔۔ وہ اسے بے خبر نہیں رکھ سکتا تھا۔ اس لئے لاچار ہوتے یہاں اسے خبر دینے کے لیے آچکا تھا۔۔۔

کک۔۔ کونسی بہن۔۔۔؟؟ بادشاہ کے ہونٹ بے اختیار کپکپائے تھے۔۔۔ اتنے عرصے میں اسکی دھڑکنیں تو پہلے ہی رک رک کر چل رہی تھیں۔ پر اب تکلیف سے دوچار ہوتے اسے بے جان کرنے کا سبب بن گئی تھیں۔۔۔

ماہ پارہ خان۔۔۔!!اسکے سوال پر جنید نے جیسے ہی اسے نام بتایا تو مقابل کا دماغ سن ہوتا چلا گیا۔۔۔

اس ویرانے میں بیٹھے وہ الرٹ ہوتی نظروں سے ارد گرد دیکھ رہا تھا۔اس وقت رات کے دو بج چکے تھے۔۔جس کے باعث آس پاس مختلف جانوروں کے چلانے کی آوازیں اس گہرے سناٹے میں گونجتے ہوئے شور پیدا کر رہی تھیں۔۔

یہ گاؤں شہر سے مکمل طور پر باہر تھا۔یہاں پر آبادی ہونے کے ساتھ ساتھ یہاں کا علاقہ بھی مکمل طور پر پہاڑی تھا۔۔کامران جائزہ لیتی نظروں سے وقفے وقفے پر بنے ہوئے ان چھوٹے چھوٹے گھروں کی طرف دیکھ رہا

تھا۔۔۔جو بالکل پہاڑی علاقوں میں تعمیر کرنے والے گھروں جیسے ہی بنائے گئے تھے۔۔کامران پچھلے تین گھنٹوں سے یہاں پر چھپ کر بیٹھا ہر چیز پر غور کر رہا تھا۔۔وہ یہاں ماریہ فیروز کی گاڑی کا پیچھا کرتے ہوئے پہنچا تھا۔۔۔

ماہ پارہ اور محبت خان جس یونیورسٹی میں پڑھ رہی تھیں۔خوش قسمتی سے کامران سندھو بھی اس یونیورسٹی میں سکالرشپ پر پڑھ رہا تھا۔کامران وہی لڑکا تھا۔جس کی مدد غازیان پاشا نے تب کی تھی۔جب ہر کوئی اسکی مدد کرنے کو انکار کر چکا تھا۔اس وقت بیرسٹر غازیان پاشا نے نہ صرف اسکے بھائی کو جیل سے نکلوایا تھا۔بلکہ انہیں عزت بخشتے ہوئے اسکے بڑے بھائی کو

بڑے بھائیوں کی کمپنی میں جاب بھی دلوادی تھی۔ جس کی وجہ سے وہ دونوں بھائی اسکی مشکور ہوتے چلے گئے تھے۔

کامران نے ایک دو بار اتفاقاً اپنی یونیورسٹی کے گیٹ پر غازیان پاشا کو دیکھا تھا۔ جس پر وہ حیرت کا شکار ہوا تھا۔ لیکن جب غازیان پاشا کی گاڑی سے دو لڑکیاں نکلتی ہوئی یونیورسٹی میں داخل ہوئیں تو تب اسے سمجھ آیا کہ اسکی فیملی میں سے یہاں پر کوئی موجود ہے۔ ماہ پارہ خان اور محبت خان کا پیچھا کرتے ہوئے اس نے انکے ڈیپارٹمنٹ کا پتہ چلایا تھا۔ تاکہ انکی خبر رکھ سکے۔ اور اگر انکو کوئی مشکل ہو تو حل کر سکے۔ کیونکہ وہ غازیان پاشا کے احسان کا مشکور ہو چکا تھا۔۔ اور اسی دوران ایک دن کامران نے جب ماہ پارہ کے ساتھ ماریہ فیروز کو کھڑے دیکھا تو وہ حیرت سے کنگ ہوتا چلا گیا۔۔

ماریہ فیروز کا کردار پوری یونیورسٹی کے لڑکوں میں مشہور تھا۔اور ایوننگ ٹائم میں کامران جب کچھ سٹوڈینٹ کو ٹیوشن دیتا تھا۔تو تب اسے ماریہ کے بارے میں مزید جاننے کا موقع مل گیا۔وہ نہ صرف کردار سے گری ہوئی لڑکی تھی۔بلکہ اسکے علاوہ اور بھی بہت سی غیر اخلاقی سرگرمیوں میں ملوث تھی۔اس لئے اسکا ماہ پارہ کے ساتھ ہونا کامران کو کچھ بڑے شک میں مبتلا کر گیا تھا۔اور اپنے اسی شک کو دور کرنے کے لیے کامران نے ماریہ پر نظر رکھنی شروع کر دی تھی۔تاکہ اسکا مقصد جان سکے۔کہ وہ کیونکر ماہ پارہ خان کے قریب ہو رہی ہے۔۔اور اسی دوران پھر اسے شعیب ابراہیم کو بھی جاننے کا موقع ملا۔جو ہر روز شام کے وقت ماریہ کو پک کرنے کے لیے یونیورسٹی آتا تھا۔پر اسکی نظروں کا مرکز ہمیشہ ماہ پارہ خان ہی ہوتی

تھی۔ یہاں تک کہ ایک دن اس نے شعیب ابراہیم کو ماہ پارہ کے ساتھ کیفے میں بیٹھے بھی دیکھا تھا۔ جس پر وہ مزید پریشان ہوتا چلا گیا تھا۔۔

اور آج شام میں جب وہ اپنے سٹوڈنٹس کو ٹیوشن پڑھانے کے بعد واپسی کے لئے یونیورسٹی سے نکلا تھا۔ تو پارکنگ میں کھڑی اپنی بائیک پر بیٹھتے ہوئے اسے اچانک ماہ خان اور ماریہ ایک ساتھ کھڑی نظر آئیں۔۔اس وقت ماہ پارہ کو یونیورسٹی میں دیکھ کر وہ حیرت زدہ ہو ہی رہا تھا۔۔ کہ تبھی ماریہ، ماہ پارہ کو زبردستی اپنی گاڑی میں بٹھانے لگی۔ ماریہ کے اس عمل پر کامران کی چھٹی حس تیزی سے بیدار ہوئی تھی۔ اور اسی پل وہ ہر چیز کو بھلا کر الرٹ ہوتے تیزی سے انکی گاڑی کا پیچھا کرنا شروع ہو چکا تھا۔

وہ نہیں جانتا تھا۔ کہ ماہ پارہ خان کا غازیان پاشا سے کیا رشتہ ہے۔ لیکن وہ اتنا ضرور جانتا تھا۔ کہ اسکے مشکل وقت میں مدد کرنے والے مسیحا کی وہ عزت ہے۔۔اور اپنی آنکھوں کے سامنے وہ اپنے مسیحا کی عزت پر آنچ بھی نہیں آنے دے سکتا تھا۔ کیونکہ ایک دو بار کامران نے گاڑی میں غازیان پاشا کو ماہ پارہ کے ساتھ جس انداز میں پیش آتے دیکھا تھا۔ وہ انداز صاف ظاہر کرتا تھا۔ کہ ماہ پارہ خان اسکے لئے کتنی خاص ہے۔ گاڑی سے اتر کر جب تک وہ اسکی نظروں سے اوجھل نہیں ہو جاتی تھی۔ تب تک غازیان پاشا کی نظروں کا مرکز بس دور جاتی ہوئی ماہ پارہ خان ہی ہوتی تھی۔۔

گھر سے بلند ہوتی چیخوں کی آوازوں کو سنتے ہوئے کامران کا شک اب یقین میں بدل چکا تھا۔ کہ ماریہ فیروز اپنا کام کر چکی ہے۔۔پر اس سے پہلے

کہ ماریہ اپنا اصلی مقصد پورا کرتی اس سے پہلے پہلے کامران کو اب اپنا کام کرنا تھا۔ اور وہ تھا۔ ماہ پارہ خان کو یہاں سے بحفاظت نکالنا۔۔۔

لیکن اس سے بھی پہلے وہ غازیان پاشا کو ماہ پارہ کی خبر دینے والا تھا۔۔۔

غازیان کو سفر کرتے ہوئے چار سے پانچ گھنٹے ہو چکے تھے۔ لیکن اسلام آباد پہنچنے میں ابھی اسے مزید دیر لگنی تھی۔ غازیان نے ڈرائیور کو اپنی گاڑی سے نکالتے ہوئے پیچھے گارڈز کی گاڑی میں بھیج دیا تھا۔ اور اب وہ خود گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔۔

سرد تاثرات کے ساتھ گاڑی کو خطرناک حد تک وہ تیز چلا رہا تھا۔۔ اسکی سپیڈ دیکھتے ہوئے گارڈز نے خوفزدہ ہوتے فارس ہمدانی کو خبر دی تھی۔

جس کی وجہ سے ابھی کچھ منٹ پہلے ہی فارس ہمدانی نے کال کرتے ہوئے اسے بری طرح جھاڑا تھا۔اور ساتھ ہی گاڑی کو ٹھیک طریقے سے چلانے کا حکم دیا تھا۔ کیونکہ وہ سب ہی جانتے تھے۔ کہ غازیان پاشا غصے میں کس حد تک بے قابو ہونے والا انسان ہے۔۔اور اب تو معاملہ اسکی ماہ پارہ خان کا تھا۔تو اب غازیان پاشا سے شرافت کی امید رکھنا سراسر بے وقوفی ہی تھی۔ کیونکہ اس وقت اس پر بڑے بھائی کے کہنے کا بھی کچھ اثر نہیں ہو رہا تھا۔۔۔ایک ہاتھ میں اسٹرینگ کو گھماتے ہوئے وہ سڑک پر گاڑی کو ہوا میں اڑانے کی کوشش میں تھا۔تاکہ جلد از جلد اسلام آباد پہنچ پاتا۔۔۔

اضطرابی کیفیت میں ماتھے کو چھوتے ہوئے غازیان پاشا نے سینے میں بے قابو ہوتے دل کو سنبھالنا چاہا تھا۔ لیکن جیسے جیسے وقت بیت رہا تھا۔اسکا دل

خود سے بے قابو ہوتے غازیان پاشا کو تباہی لانے پر مجبور کر رہا تھا۔ اگر اس وقت وہ اسلام آباد میں موجود ہوتا تو شاید اسلام آباد شہر میں قہر برپا کر دیتا۔۔ پر بد قسمتی سے اسے وہاں پہنچنے میں وقت لگ رہا تھا۔ بلیک گینگ سمیت سب ماہ پارہ کی تلاش میں لگ چکے تھے۔ پر انہیں ماریہ کا کوئی پتہ نہیں چل رہا تھا۔ جو ماہ پارہ کو ساتھ لیے پتہ نہیں کہاں غائب ہو چکی تھی۔ یہاں تک کہ ماہ پارہ کے فون کی لوکیشن بھی نہیں مل رہی تھی۔ جس کی وجہ سے انہیں مزید دیری اور مشکل کا سامنا ہو رہا تھا۔۔

غازیان جو دل میں ماریہ فیروز کو موت کے گھاٹ اتارنے کا پختہ عزم کر چکا تھا۔ کہ اچانک تبھی اسکے موبائل پر ایک انجان نمبر سے کال آنے لگی۔۔

کسی نامعلوم نمبر کو دیکھ کر غازیان ایک سیکنڈ کو الجھا لیکن اگلے ہی پل ماہ پارہ کو سوچتے ہوئے وہ تیزی سے الرٹ ہوتے فون اٹھا چکا تھا۔۔۔

ہیلو سر۔۔۔!! غازیان کے کچھ بولنے سے پہلے ہی دوسری جانب سے کامران کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی تھی۔۔۔

کون بات کر رہا ہے۔۔!! کسی انجان شخص کی آواز پر غازیان نے جلدی سے کہا۔۔۔

سر میں کامران بات کر رہا ہوں۔۔!! آپکو یاد ہے کہ آپ نے میری مدد کی تھی۔۔۔!! آپ نے میرے بھائی کو جیل سے نکلوایا تھا۔۔!! اسے پہچانتے نہ دیکھ کر کامران جلدی سے بولتے ہوئے اسے یاد کروانے لگا۔۔

ہاں یاد ہے۔۔!!کامران میں تم سے بعد میں بات کرتا ہوں۔۔!!ابھی میں ایک مشکل میں ہوں۔۔۔!!ماتھے کو چھو کر غازیان نے بولتے ہوئے فون بند کرنا ہی چاہا تھا۔کہ کامران پھر تیزی سے اسے پکار گیا۔۔۔

سر میں جانتا ہوں۔کہ آپ کس مشکل میں ہیں۔۔!میں نے یہ ہی خبر دینے کے لیے آپ کو فون کیا ہے۔۔مجھے پتہ ہے۔کہ ماہ پارہ میڈم کہاں ہیں۔۔۔!!کامران کے الفاظ سنتے ہوئے غازیان کے پیروں نے گاڑی کو بریک لگاتے ہوئے روکا تو اچانک اس قدر شدت دار بریک لگانے پر گاڑی کے ٹائر سڑک پر رگڑتے ہوئے شور مچاتے چلے گئے۔۔۔

کیا کہا تم نے۔۔۔؟؟غازیان کو اپنا وہم محسوس ہوا تھا۔۔

سر میں یہ کہہ رہا ہوں۔۔ کہ میں جانتا ہوں کہ ماریہ، میڈم کو کہاں لے کر گئی ہے۔۔۔!! بلکہ میں اس وقت اسی جگہ پر موجود ہوں۔۔!! آپ پلیز جلدی سے یہاں پہنچے۔۔!! آس پاس نظر رکھتے ہوئے کامران بے حد آہستہ آواز میں اس سے بات کر رہا تھا۔ تاکہ کوئی اس موجودگی سے باخبر نہ ہو جائے۔۔۔ کامران کے الفاظ سنتے ہوئے غازیان پاشا کو یوں محسوس ہوا تھا۔۔ جیسے سرد خانے میں پڑے پڑے اسے ایک نئی ایک زندگی مل گئی ہو۔۔۔

ہاں میں بس پہنچ رہا ہوں۔۔!! تم مجھے ایڈریس بتاؤ۔۔۔!! غازیان نے دل میں اللہ کا لاکھ شکر ادا کرتے ہوئے ہوش میں آتے پھر گاڑی کو سٹارٹ

کر دیا تھا۔ جبکہ کامران اسے گاؤں کا نام اور ایڈریس بتانے کے بعد فون بند کر چکا تھا۔۔

تم جانتی ہو کہ میں کون ہوں۔۔۔؟؟ ماہ پارہ کے چہرے کو بے خودی سے دیکھتے ہوئے شعیب بول رہا تھا۔۔ جبکہ ماہ پارہ اسکی گرفت میں سسکتے ہوئے سر دپڑ رہی تھی۔۔ ماریہ اور آریان کے جانے کے بعد شعیب اسے قابو کرتے ہوئے بار بار چھونے کی کوشش میں تھا۔ اسکے ہاتھوں کے لمس پر ماہ پارہ لاچار ہوتے تڑپ رہی تھی۔۔۔

تم مجھے بھلا کیسے جان سکتی ہو۔۔۔!! تم تو اس وقت بہت چھوٹی سی تھی۔۔ !! اپنے سوال کا خود ہی جواب دیتے ہوئے شعیب نے اسکے میرون بالوں کو

چھوتے ہوئے اپنے ہاتھ میں محسوس کرنا چاہا تھا۔۔وہ اس وقت بالکل بھی اپنے حواس میں نہیں لگ رہا تھا۔۔ماہ پارہ کو وہ کوئی نیم پاگل انسان محسوس ہوا تھا۔جو اتنے عرصے سے اپنے اصلی روپ کو چھپاتے ہوئے لوگوں کو دھوکا دے رہا ہو۔۔۔

جب تم اپنی کزن کے ساتھ ہماری کلاس میں آتی تھی۔۔تو میرا دل تمہیں چھونے کے لیے بہت مچلتا تھا۔۔۔!!پر تمہارے سب بھائی کسی کو بھی تم لوگوں کے قریب آنے نہیں دیتے تھے۔۔۔!!ماہ پارہ کی نیلی آنکھوں کی خوبصورتی میں مبہوت ہوتے وہ کھوئے ہوئے لہجے میں بولا تو ماہ پارہ ایک لمحے کے رونا بھلا کر اسے دیکھ گئی۔۔بے اختیار وہ ٹھہرے انداز میں شعیب ابراہیم کے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے پہنچانے کی کوشش کرنے لگی

تھی۔پر اسے چاہ کر بھی یاد نہیں آیا تھا۔کہ وہ کون ہے۔۔۔اور اسے بچپن سے کیسے جانتا تھا۔۔اور صرف اسے ہی نہیں بلکہ اسکے بھائیوں اور کزن سے بھی واقف تھا۔۔۔

کک۔۔کون ہو تم۔۔۔؟؟شعیب ابراہیم کے عجیب سے چہرے کو دیکھتے ہوئے وہ ہکلاتے ہوئے بولی تھی۔۔اسکا دل اچانک خوف کی شدت میں لپٹے رکنے لگا تھا۔۔۔ماہ پارہ کی آنکھوں میں ابھرتے ہوئے خوف کو دیکھ کر شعیب ابراہیم شیطانی انداز میں مسکرا دیا۔۔

تم مجھے جانتی ہو۔۔۔!!بس پہچان نہیں پا رہی۔۔۔!!ماہ پارہ کے قریب ہوتے وہ کہنے لگا تو اسکے نزدیک ہونے پر وہ تیزی سے اپنا چہرہ دور کر گئی۔۔

اسکے چہرہ دور ہٹانے پر شیعب نے غصے سے بل کھاتے ہوئے اسکے جبڑے کو دبوچنا چاہا تو کمرے میں ماہ پارہ کی خوف زدہ چیخ گونج اٹھی۔۔

اسکی چیخوں کی آواز پر باہر بیٹھا شیعب پریشان ہوتے اسی پل کھڑکی کے اندر کود پڑا تھا۔۔غازیان کو کال کیے ڈیڑھ گھنٹہ ہو چکا تھا۔اسے یہاں پہنچنے میں شاید تھوڑی دیر مزید لگ جاتی۔لیکن تب تک کامران یوں ہی بیٹھا نہیں رہ سکتا تھا۔۔وہ مزید دیر کر کے ماہ پارہ کی عزت و آبرو کو خطرے میں نہیں ڈال سکتا تھا۔کیونکہ وقفے وقفے سے اسکی چیخوں کی آوازیں وہ سن رہا تھا۔۔گھر چونکہ چھوٹا سا تھا۔اس لئے شعیب چھلانگ لگاتے ہوئے آسانی سے اندر داخل ہو چکا تھا۔۔۔

دیکھو مجھے اور پہنچاننے کی کوشش کرو۔۔۔!! پہچانو میرا چہرہ۔۔۔!! اور بتاؤ کہ میں کون ہوں۔۔۔!! تمہاری بھائیوں کی وجہ سے مجھے اپنا چہرہ بگاڑنا پڑا۔۔۔ صرف تمہارے بھائیوں کی وجہ سے۔۔۔!! ماہ پارہ کے بالوں کو مٹھی میں جکڑتے ہوئے وہ پاگل ہوتے چینخنے لگا تھا۔ جب کہ بالوں میں درد ہونے کے احساس پر بے ساختہ کانپتے ہوئے وہ دیوار میں گھسنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔۔۔ شعیب پاگل پن کی حد پر اترتے ہوئے ماہ پارہ کے چہرے پر تھپڑوں کی برسات کرتے ہوئے چلانا شروع ہو چکا تھا۔۔ جس پر پورے گھر میں انکی چینخ و پکار گونجنے لگی تھی۔۔

شیعب کی آوازیں سنتے ہوئے نیچے بیٹھی ماریہ فتح مندی سے چور ہوتے مسکرادی تھی۔۔۔ اپنے کزن کے سائیکو پن سے وہ اچھے سے واقف

تھی۔۔اسے پورا یقین تھا۔کہ شعیب ابراہیم کبھی بھی اپنا بدلا نہیں بھولے گا۔اور ایسا ہی ہوا تھا۔اتنے سالوں کا دبا ہوا غبار وہ ماہ پارہ کو نشانہ بناتے ہوئے اتار رہا تھا۔۔۔

یہ کیا کر رہا ہے اس لڑکی کے ساتھ۔۔۔؟؟شیعب کی آوازوں پر آریان نے حیرانی سے اوپر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔۔۔

اپنا غصہ نکال رہا ہے۔۔۔!!جوس پیتے ہوئے ماریہ نے مزے سے جواب دیا تھا۔۔۔

کونسا غصہ۔۔۔؟؟آریان نے الجھتے ہوئے اسے دیکھ گیا۔

ہے کوئی پرانا حساب۔۔۔!! ماریہ آنکھ ونک کرتے ہوئے بولی تھی۔۔اسکے اشارے پر آریان جوجوس کا گھونٹ لے رہا تھا۔کہ متاثر کن انداز میں اسے دیکھنے لگا۔۔

تو اسکا مطلب ہے۔کہ ماہ پارہ خان اور غازیان پاشا کو حاصل کرنا بس ایک بہانہ تھا۔۔۔؟؟ جانچنے والے انداز میں آریان نے سوال کیا۔۔انہیں باتوں میں مگن دیکھ کر شعیب آہستہ آواز میں سیڑھیوں پر چڑھتے ہوئے تیزی سے سائیڈ پر مڑتے ہوئے پھر چھپ گیا۔۔اوپر پہنچتے ہی شکر بھرے انداز میں وہ لمبے لمبے سانس لینے لگا تھا۔گھبراہٹ کے مارے اسکا حال برا ہو چکا تھا۔لیکن وہ اپنی زندگی داؤ پر لگاتے ہوئے اندر آچکا تھا۔۔۔

نہیں بہانہ تو نہیں تھا۔۔! پر ایکسٹرا ضرور تھا۔۔۔!! ماریہ ڈھکے چھپے انداز میں کہتے ہوئے پر پر اسرار مسکرائی تھی۔۔ جس کو دیکھتے ہوئے آریان مزید متاثر کن انداز میں دیکھنے لگا تو اسکی نظروں پر ماریہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔

چلو آؤ زرا باہر چل کر بیٹھتے ہیں۔۔۔!! اوپر سے آتی آوازوں کو بڑھتے دیکھ کر ماریہ کہتے ہوئے باہر کی جانب بڑھی تو آریان بھی جلدی سے کھڑے ہوتے اسکے پیچھے چل دیا۔ اگر اپنے ساتھ وہ خود اکیلے وقت گزارنے کا موقع دے رہی تھی۔ تو پھر وہ کیوں ہی یہ موقع ہاتھ سے جانے دیتا۔۔۔ جبکہ انکے باہر جانے پر کامران کو گولڈن چانس ملا تھا۔۔ جس کو بنا ضائع وہ اب جلدی سے ماہ پارہ کے کمرے کی طرف بھاگا۔۔

شعیب کے تھپڑ کھاتے ہوئے ماہ پارہ اچانک بے ہوش ہو گئی تھی۔۔ وہ ماہ پارہ جس کو آج تک سخت نظروں سے دیکھا بھی نہیں گیا تھا۔۔ جسے میر پور کے سردار "دلاور خان" کی اکلوتی پوتی ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔ وہ آج کٹی پھٹی ہوئی حالت میں زمین پر گری ہوش گنوائے ہوئی تھی۔ ماہ پارہ خان سالوں پرانے انتقام کا بدلا چکاتے ہوئے ہوش کھو چکی تھی۔۔۔ وہ نہیں جانتی تھی۔ کہ اسے کس مقصد کے لیے یہاں پر لایا گیا ہے۔ اور نہ ہی وہ ابھی تک شعیب ابراہیم کو پہچان پائی تھی۔ جس کی وجہ سے وہ مزید پاگل پن پر اترے ہوئے اس پر ٹوٹ پڑا تھا۔

ماہی۔۔۔!! میری جان۔۔۔!! میری طرف دیکھو پلیز۔۔۔ دیکھو مجھے تم سے بہت محبت ہے۔۔ میں تمہیں مارنا نہیں چاہتا ہوں۔۔۔ پر کیا

کروں۔۔!! تمہیں دیکھتا ہوں تو مجھے تمہارے بھائی یاد آنے لگتے

ہیں۔۔۔!! مجھے اپنا وہ وقت یاد آنے لگتا ہے۔۔!! ماہ پارہ کو بے ہوش

ہوتے دیکھ کر شیعب اچانک ہوش میں آتے تکلیف سے بولنے لگا تھا۔۔

اسکے تاثرات سے کوئی بھی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا۔ کہ ابھی کچھ سیکنڈز پہلے وہ

چلاتے ہوئے ماہ پارہ کو جان سے مارنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔اور اب اس

سے محبت ہونے کا دعویٰ کر رہا تھا۔۔

صرف تمہاری بھائیوں کی وجہ سے میں کتنے سال گھر میں بند ہو کر رہا

ہوں۔۔۔۔!لوگ جب میری طرف دیکھتے تھے۔ تو انکی نظریں مجھے خود کا

مذاق اڑاتی ہوئی محسوس ہوتی تھیں۔۔۔فاتح سلطان اور شہرام علی نے

میری پوری زندگی تباہ کر دی۔۔۔میں جان سے مار دوں گا تم سب

کو۔۔۔!! بے ربط جملوں میں بولتے ہوئے شیعب ابراہیم پھر آپے سے باہر ہوتے ماہ پارہ کی گردن کو ہاتھوں میں دباتے ہوئے اسے مارنے کی کوشش کرنے لگا تھا۔۔

کمرے کے باہر کھڑا کامران جو سارا منظر دیکھ رہا تھا۔ کہ اسے ماہ پارہ کی گردن دباتے دیکھ کر کامران نے جلدی سے آس پاس نظریں دہرائیں۔۔ اگلے ہی پل اسکی توجہ تھوڑے سے فاصلے پر رکھے ہوئے گملے پر پڑی تو کامران نے جلدی سے آگے بڑھتے ہوئے گملے کو زمین بوس کر دیا۔۔اور خود بھاگتے ہوئے ساتھ والے کمرے میں جا چھپا تھا۔۔

گملے کے گرنے کی آواز پر شیعب نے اچانک ہوش میں آتے ہوئے ماہ پارہ کی گردن کو آزاد کیا تو ہڑبڑا کر اپنے ارگرد دیکھنے لگا۔۔ماہ پارہ کو بے ہوش

دیکھ کر اس نے گھبراتے ہوئے اپنے ہاتھوں کی طرف دیکھا تھا۔۔ جن کی وجہ سے وہ ابھی اپنی ماہ پارہ کو کھو دیتا۔۔۔

چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے شعیب خود کو ریلیکس کرتے ہوئے فورا کھڑے ہوتے کمرے سے باہر نکلا تھا۔ اگر وہ مزید یہاں پر رکتا تو شاید اپنے پاگل پن کی وجہ سے سچ میں ماہ پارہ کو جان سے مار دیتا۔۔ اس لئے ماہ پارہ کو یوں ہی زمین پر بے ہوش چھوڑے تیزی سے کمرے سے نکل چکا تھا۔ اسے کمرے سے باہر نکلتے دیکھ کر کامران اگلے ہی پل بھاگتے ہوئے کمرے میں داخل ہوا تھا۔۔

میڈم۔۔۔!! تیزی سے اسکی طرف آکر کامران نے زمین پر بیٹھتے ہوئے ماہ پارہ کو بنا ہاتھ لگائے جگانے کی کوشش کی تھی۔۔۔ پر اسے بے ہوش دیکھ

کر وہ تشویشِ کا شکار ہوتے اگلے ہی پل کمرے میں پانی کی تلاش میں نظریں دہرانے لگا۔۔اچانک اسے یاد آیا۔۔کہ ساتھ والے کمرے میں باتھ روم بنا ہوا ہے۔۔اور اگلے ہی پل تیزی سے اٹھ کر وہ واپس کمرے سے باہر بھاگا تھا۔۔۔

شیعب نیچے جا چکا تھا۔اور ان تینوں کی غیر موجودگی میں کامران کو جلد از اپنا کام کرنا تھا۔۔ماہ پارہ کو ہوش میں لا کر اسے ساتھ لیے یہاں سے نکلنا تھا۔کیونکہ غازیان کے انتظار میں اگر وہ رکا رہتا تو یقیناً اتنی سی دیر میں شعیب ابراہیم،ماہ پارہ کو جان سے مار سکتا تھا۔جو کامران کسی صورت بھی نہیں ہونے دے سکتا تھا۔۔۔

کامران ہاتھوں میں پانی لیے تیزی سے واپس آیا تو زمین پر بیٹھتے ہوئے ماہ پارہ کے چہرے پر چھینٹیں مارتے ہوئے اسے جگانے کی کرنے لگا۔۔۔

میڈم پلیز آنکھیں کھولیں۔۔۔!! ماہ پارہ کے وجود سے دوبٹے کو غائب دیکھ کر کامران نے تیزی سے مڑتے ہوئے دوبٹہ اٹھاتے ہوئے اسے وجود پر اوڑھ دیا۔

میڈم۔۔۔!! باہر کی جانب نظر رکھتے ہوئے کامران نے پھر اسے جاگنے کی کوشش کی۔ کہ تبھی خوش قسمتی سے ماہ پارہ آنکھیں کھولتی ہوئی دیکھنے لگی۔۔۔

میڈم پلیز آنکھیں کھولیں ہمیں نکلنا ہے یہاں سے۔۔۔!! آنکھیں کھولتے ہی ماہ پارہ کو اپنے پاس سے کسی انجان شخص کی آواز سنائی دی۔ تو وہ سہمتے ہوئے فوراً اٹھ بیٹھی تھی۔۔۔

پلیز ڈرے نہیں۔۔۔!! میں آپکو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔۔۔!! میں بس آپکی مدد کرنا چاہ رہا ہوں۔۔۔!! اسے ڈرتے دیکھ کر کامران تیزی سے بولتے ہوئے اسے اعتماد دلانے لگا تھا۔۔

کون ہیں آپ۔۔؟؟ دوبٹے سے اپنے وجود کو چھپاتے ہوئے ماہ پارہ نے کامران کی طرف انجانی نظروں سے دیکھا تھا۔۔۔

میں آپکو ابھی نہیں بتا سکتا۔۔۔! پر آپ مجھے اپنا بھائی سمجھ سکتی ہیں۔۔۔۔ غازیان سر بھی بس پہنچ رہے ہونگے۔۔! لیکن اس

میں آپکو ابھی نہیں بتا سکتا۔۔۔! پر آپ مجھے اپنا بھائی سمجھ سکتی ہیں۔۔۔۔

غازیان سر بھی بس پہنچ رہے ہونگے۔۔! لیکن اس سے پہلے پہلے ہمیں خود یہاں سے نکلنا ہے۔۔۔!! تیز سانس میں ایک ہی بار میں کامران جلدی جلدی کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ جبکہ اسکی زبان سے غازیان کا نام سنتے ہوئے ماہ پارہ بھی تعجب کا شکار ہوتے کھڑی ہو گئی تھی۔۔۔

میں کیسے یقین کر لوں آپ پر۔۔۔!! ماہ پارہ کو اس پر اعتبار کرتے ہوئے ڈر لگا تھا۔۔۔

آپ مجھ پر اعتبار کر سکتی ہیں۔ کیونکہ آپ میرے مشکل وقت کے مسیحا کی عزت ہیں۔۔۔! اور اپنے مسیحا کی عزت بچانے کے لیے میری جان بھی حاضر ہے۔۔۔!! کامران نے ٹھوس لہجے میں بولتے اسے پھر سے یقین

دلانا چاہا تھا۔۔اور یہ ہی لمحہ تھا۔جب ماہ پارہ مزید کچھ سوچے سر ہلا گئی تھی۔۔اسے مانتے دیکھ کر کامران اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتے ہوئے جلدی سے کمرے سے باہر نکل کر دیکھنے لگا۔۔پورا رستہ خالی پڑا تھا۔۔

آجائیں۔۔۔!رستہ خالی دیکھ کر کامران نیچے جانے کے لئے تیزی سے سیڑھیوں کی جانب قدم بھاگا تو ماہ پارہ دوبٹے کی مدد سے اپنا چہرہ چھپاتے ہوئے ہمت کرتے بامشکل اسکے پیچھے قدم اٹھانے لگی۔۔خوف کے مارے اسکی ٹانگوں سے جان نکل رہی تھی۔پر اپنی عزت و آبرو بچانے کے لیے اسے ہمت سے کام لینا تھا۔۔

نیچے آکر کامران اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتے ہوئے جلدی سے اس کمرے کی طرف بڑھ گیا۔۔ جس کی کھڑکی سے وہ کود کر اندر داخل ہوا تھا۔۔

یہاں سے کود جائیں گئیں۔۔۔؟؟ کھڑکی کے پاس کھڑے ہو کر کامران نے نیچے کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ تو ماہ پارہ بنا سوچے سمجھے ہاں میں سر ہلاتے ہوئے کھڑکی پر چڑھنے لگی۔۔۔۔

کھڑکی پر چڑھتے ہوئے ماہ پارہ نے باہر ٹانگوں کو لٹکاتے ہوئے نیچے دیکھا تو ایک پل کے لئے اسے خوف محسوس ہوا تھا۔ لیکن یہ خوف اس خوف سے بہت چھوٹا تھا۔ جو اندر وہ اس پاگل شخص سے محسوس کر کے آرہی تھی۔ آنکھوں کو بند کرتے ہوئے وہ مٹھیوں کو بھینچتے ہوئے اگلے ہی پل کھڑکی

سے باہر کود چکی تھی۔۔اسے چھلانگ لگاتے دیکھ کر کامران بھی تیزی سے چھلانگ لگاتے ہوئے کود پڑا تھا۔ جبکہ ماہ پارہ زمین پر گرتے ہی تکلیف کے مارے بری طرح سسک اٹھی تھی۔۔۔اونچائی سے چھلانگ لگانے کی وجہ سے اسکا پیر ہلکا سا مڑ گیا تھا۔ پیر اور ٹانگوں میں اٹھتے ہوئے درد کو نظر انداز کرتے ہوئے ماہ پارہ نے کھڑے ہونے کی کوشش کی تو اسے پہلے کہ بری طرح لڑکھڑا کر گرتی۔ جب کامران تیزی سے اسکا بازو تھامتے ہوئے اسے سہارا دے گیا۔۔۔

ایسا کریں اپنا دوبٹہ میرے بازو پر باندھ دیں۔۔تاکہ اگر آپ کہیں گرنے لگے تو میں تیزی سے مڑتے ہوئے متوجہ ہو جاؤں۔۔۔!!اپنا بازو آگے

کرتے ہوئے کامران کہہ رہا تھا۔اور ساتھ ہی الرٹ انداز میں پھر ارد گرد دیکھ رہا تھا۔۔

جلدی کریں۔۔۔!! ہمیں بائیک تک پہنچنا ہے۔۔۔!! ماہ پارہ کو بت بنے دیکھ کر کامران نے پھر کہا تو وہ ہوش میں آتے سر ہلا کر اپنے دوبٹے کا ایک کونا جلدی سے اسکے بازو پر باندھنے لگی۔۔

دھیان سے چلیے گا یہاں رستہ بہت خراب ہے۔۔۔۔۔!! دوبٹہ باندھنے کے بعد کامران اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتے ہوئے تیزی سے قدم اٹھانے لگا تھا۔کیونکہ وہ اپنی بائیک کافی دور کھڑی کر کے آیا تھا۔۔

کامران پورے دھیان کے ساتھ ماہ پارہ کے آگے آگے چل رہا تھا۔ پر پتھریلا رستہ ہونے کی وجہ سے ماہ پارہ کو چلنے میں کافی دقت ہو رہی تھی۔ اسکے پاؤں میں موجود جوتی بھی ان پتھریلے راستوں پر چلنے کے لیے موزوں نہیں تھی۔ پر اسکے باوجود ماہ پارہ تیزی سے قدم اٹھاتے ہوئے کامران کے پیچھے چل رہی تھی۔ کیونکہ ان لوگوں کو پتہ لگنے سے پہلے پہلے جلد از جلد کامران کو ماہ پارہ کو بحفاظت یہاں سے ساتھ لے کر جانا تھا۔۔

بس آگئی ہے سڑک۔۔۔!! سامنے سڑک کو دیکھتے ہوئے کامران نے مڑتے ہوئے اسے حوصلہ دیا۔۔ اور جلدی سے نیچے اترنے کے لئے وہ آگے بڑھا تھا۔۔

رکیں زرا پہلے مجھے اترنے دیں۔۔۔!! ماہ پارہ کو رکنے کا کہتے ہوئے کامران پہلے خود دھیان سے نیچے اترتے ہوئے سڑک پر کھڑا ہو گیا۔۔رستہ چونکہ یہاں سے کافی اونچا تھا۔اس لئے وہ پہلے نیچے اتر کر کھڑا ہو چکا تھا۔تاکہ اسے نیچے اترنے میں مدد دے سکے۔۔

میری شرٹ کے بازو کو پکڑتے ہوئے نیچے اتریں۔۔۔!! نہیں گریں گئیں۔۔۔!! ماہ کو بنا ہاتھ لگائے وہ ہر جگہ پر اسے سہارا دے رہا تھا۔جس پر حیرت و استعجاب میں مبتلا ہوتے وہ سامنے کھڑے شخص کی مشکور ہوتی جا رہی تھی۔۔

جلدی کریں کوئی آرہا ہے شاید۔۔۔!! دور سے اچانک بلند ہوتی فائرنگ کی آواز پر کامران نے جلدی سے کہا تو ماہ پارہ ہراساں ہوتے اسکی قمیض کے

بازو کو پکڑتے ہوئے ابھی نیچے اتری ہی تھی۔ کہ اسی پل پیچھے سے شیعب ابراہیم کے چلانے کی آواز سنائی دی۔۔

ماہ پارہ بھاگیں۔۔۔!!ان تینوں کو آنے پر کامران نے چلاتے ہوئے اسے بھاگنے کا کہا تھا۔ جس کو سنتے ہوئے ماہ پارہ بنا مڑے اگلے ہی پل تیز بھاگنا شروع ہوئی تو کامران اسکے آگے بھاگتے ہوئے اپنے بازو پر بندھے دوبٹے کو کھینچتے ہوئے پوری جان لگاتے ہوئے بھاگنے لگا تھا۔ وہ لوگ ان سے ابھی کافی دور تھے۔ انکے قریب آنے سے پہلے پہلے کامران کو اپنی بائیک تک پہنچنا تھا۔۔۔

ماہ پارہ تیز ہوتی دھڑکنوں کے ساتھ بھاگ رہی تھی۔ جب اچانک اسکے پاؤں میں موجود جوتی ٹوٹ کر نکلتی چلی گئی۔۔ وہ ایک سیکنڈ کے لیے رکتے

ہوئے اسی پل پھر بھگانے لگی تو اچانک سامنے سے گاڑیوں کی ایک لمبی قطار آتی ہوئی نظر آئی تھی۔

غازیان پاشا جس کی گاڑی فرنٹ پر موجود تھی۔۔کہ ہیڈ لائٹس کی روشنی میں سامنے سے ایک لڑکی کو بھاگ کر اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ کر وہ پہلے جہاں حیران ہوا وہیں روشنی میں ماہ پارہ کا چہرہ دیکھتے ہوئے اسکا دل اچھلتے ہوئے باہر نکلا تھا۔۔۔

ماہا۔۔۔!!گاڑی کو بریک لگاتے ہوئے غازیان چلا کر اسے پکارتے ہوئے اسی پل گاڑی سے باہر نکلا تھا۔۔

غازیان۔۔۔!!!اسکی آواز سنتے ہوئے ماہ پارہ کا دل رکا تو سامنے سے آتے ہوئے شخص کو پہچانتے ہوئے وہ اگلے ہی پل پوری قوت لگاتے ہوئے اسے

پکار گئی تھی۔۔۔کامران اور ماہ پارہ ابھی غازیان پاشا سے فاصلے پر ہی تھے۔ کہ اچانک کامران نے پیچھے مڑتے ہوئے دیکھا تو شعیب ابراہیم کو ماہ پارہ کا نشانہ لیتے دیکھ کر وہ جی جان لگاتے ہوئے ماہ پارہ کو غازیان کی طرف دھکا دیتے ہوئے خود سامنے آچکا تھا۔۔۔

شعیب ابراہیم کی گولی آگ کے شعلے کی طرح اڑتے ہوئے آکر اس سے پہلے کامران کے سینے پر لگتی کہ تبھی بروقت ایشام صدیقی نے اچانک نمودار ہوتے اسے دوسری جانب دھکا دیتے گرانا چاہتا تھا۔پر ایشام کے دھکا دینے کے باوجود بھی گولی کامران کے کندھے کو چیرتے ہوئے غائب ہو چکی تھی۔۔کامران کا وجود جھٹکا کھاتے ہوئے زمین بوس ہوتا جب غازیان نے تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے اپنے دوسرے بازو سے پکڑتے

ہوئے اسے سہارا دیتے ہوئے تھام لیا۔۔دونوں اطراف سے فائرنگ شروع ہو چکی تھی۔۔

ایشام نے جلدی سے اٹھتے ہوئے آگے بڑھ کر کامران کو تھامتے ہوئے فائرنگ کرنا شروع کر دی تھی۔۔۔

غازی ماہی کو گاڑی میں لے کر چلو جلدی۔۔۔!!کبیر خان کی وہاں پر تیز آواز دھاڑ گونجی تھی۔۔فارس اور کبیر جلدی سے آگے آتے ہوئے انکے آگے کھڑے ہوتے دیوار بن گئے تھے۔۔گولیوں کی بوچھاڑ پر ماہ پارہ نے چیختے ہوئے غازیان کے سینے میں چھپتے ہوئے اسکی شرٹ کو جکڑ لیا تھا۔۔کامران کو سہارا دیتے ہوئے ایشام بھی تیزی سے پیچھے کی جانب

قدم بڑھاتے ہوئے گاڑی کی جانب بھاگنے لگا تھا۔۔ جبکہ ماہ پارہ کو غازیان اپنے بازوؤں میں اٹھائے گاڑی کی جانب بڑھتا جا رہا تھا۔۔۔

کبیر خان اور فارس ہمدانی کے ساتھ ساتھ باسم کاظمی اور ارسل خان بھی انہیں جوائن کر چکے تھے۔۔ جبکہ دوسری جانب ماریہ اور شعیب ابراہیم کو اچانک گھبراہٹ نے آن گھیرا۔۔ کیونکہ مقابل ان پر سیکنڈز میں حاوی ہوئے تھے۔۔۔ انہیں وہم و گمان بھی نہیں تھا۔ کہ ان تک صرف چند گھنٹوں میں ہی پہنچ جائیں گئے۔۔

ہمیں نکلنا ہو گا یہاں سے۔۔۔!! آریان پیچھے کی جانب قدم اٹھاتے ہوئے بے ساختہ چلایا تھا۔۔۔ رات کا وہ پہر جو صرف کچھ سیکنڈز پہلے تک سناٹے

میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہاں اب موت سا شور گونجتا ہوا ہر چیز کو وحشت میں بدل رہا تھا۔۔۔ آریان کے آدمی ایک ایک کرتے گرتے جا رہے تھے۔۔

دوسری جانب فارس اور کبیر آہستہ آہستہ اب انکی طرف بڑھتے چلے آ رہے تھے۔۔ کامران کے فون کے بعد غازیان نے ایک لمحہ بھی مزید ضائع کیے بنا کبیر خان کو فون کرتے ہوئے آگاہ کر دیا تھا۔ پر چونکہ یہ گاؤں شہر سے باہر تھا۔ اس لئے انہیں یہاں پہنچنے میں وقت لگ گیا تھا۔ اور جس وقت غازیان نے ماہ پارہ کو اپنی گاڑی کے سامنے دیکھتے ہوئے بریک لگائی تھی۔ اسی پل کبیر خان اور فارس ہمدانی بھی وہاں پر پہنچ چکے تھے۔۔۔

مجھے نہیں لگتا کہ ہماری ضرورت پڑے گی۔۔۔!! بھیا لوگ سب سنبھال چکے ہیں۔۔!! سامنے نظر آتے منظر کو دیکھتے ہوئے مہر ماہ کاظمی نے بے ساختہ کہنا چاہا۔۔

تو میں کب انکو جوائن کرنے کے لیے یہاں پر آئی ہوں۔۔۔!! بڑے بھائیوں کی فائٹ کو پر شوق نظروں سے دیکھتے ہوئے ہیر پاشا نے لاپرواہی سے جواب دیا تھا۔۔درخت کے پیچھے وہ اپنی گاڑی میں بیٹھی تھیں۔۔ دونوں کی نظروں کا مرکز سامنے والا منظر تھا۔۔جہاں انکے بھائی اب ماریہ اور شعیب کے سر پر پہنچ چکے تھے۔۔انہیں کوئی بھی یہاں سے نہیں دیکھ سکتا تھا۔اس لئے دونوں پر سکون انداز میں بیٹھی ہوئی تھیں۔۔۔

تو پھر ہم یہاں پر کیوں آئے ہیں۔۔۔؟ہیر پاشا کا جواب سن کر مہر ماہ نے ایک نظر مڑ کر اسے پوچھتے ہوئے واپس نظریں سامنے جما دیں۔ جبکہ لہجہ جاننے والا تھا۔۔۔

Obviously... to watch my brothers fight.”

(ظاہر سی بات ہے۔۔! اپنے بھائیوں کی فائٹ دیکھنے۔۔۔)ہیر کا لہجہ ایک دم سے پر جوش ہوا تو مہر ماہ حیرانگی سے اسے دیکھنے لگی۔۔ مطلب وہ صرف یہ فائٹ دیکھنے کے لیے اسے یہاں پر لائی تھی۔۔۔؟؟ صدمے سے دوچار ہوتے وہ سوچنے پر مجبور ہو چکی تھی۔۔ لیکن پھر ہیر پاشا پر تاسف بھیجتے ہوئے وہ سر جھٹک کر دوبارہ سامنے دیکھنے لگی۔۔

شام پکڑو اسے۔۔۔!!آریان کو بھاگتے ہوئے دیکھ کر فارس نے چلا کر کہتے ہوئے ایشام کو متوجہ کیا تو ایشام نے تیزی سے مڑتے ہوئے دیکھا تھا۔۔ آریان کو بھاگتے دیکھ کر وہ اگلے ہی پل اسے پیچھے بھاگا۔ماہ پارہ کو گاڑی میں لٹانے کے بعد غازیان بھی واپس آچکا تھا۔کیونکہ ماہ پارہ بے ہوش ہو گئی تھی۔۔ماہ پارہ کی حالت دیکھتے ہوئے غازیان پاشا کی آنکھوں میں خون اتر چکا تھا۔۔۔انکے آدمی ہر طرف پھیل چکے تھے۔۔تاکہ ان تینوں کے بھاگنے کا کوئی رستہ نہ رہتا۔۔۔

باسم اور ارسل خان نے تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے شیعب ابراہیم کو دبوچ لیا تھا۔۔جبکہ ماریہ انہیں خوفناک نظروں سے دیکھتے ہوئے پیچھے

قدم اٹھا رہی تھی۔۔دوسری جانب ایشام جو آریان کے پیچھے تھا۔۔کہ اچانک اس منظر میں بادشاہ کی آمد کا اضافہ ہوتا چلا گیا۔۔۔

اپنی گاڑی سے بجلی کی رفتار میں نکلتے ہوئے اس نے آگے بڑھتے ہوئے آریان کو جکڑا تو ایشام صدیقی اسے اپنے سامنے دیکھتے ہوئے ساکن ہوتے رک گیا۔اور صرف وہی نہیں بلکہ شہرام علی کو دیکھ کر وہاں موجود اسکے سب بھائی بے یقین ہوئے تھے۔۔یہ انکا شہرام علی تھا۔۔؟؟بے اختیار وہ شہرام کو دیکھتے ہوئے سوچتے چلے گئے تھے۔۔۔

جنید تیزی سے بادشاہ کی طرف آیا تو آریان کو جنید کی طرف دھکیلتے ہوئے بادشاہ بے چین ہوتے ایشام صدیقی کے قریب آیا۔۔۔

تم ٹھیک ہو نا شام۔۔۔!! ایشام کے چہرے کو ہاتھوں میں بھرتے ہوئے شہرام علی نے فکر مندی سے سوال کیا تھا۔۔ جبکہ ایشام جو ٹھہری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ کہ شہرام علی کی آواز سنتے ہوئے اسکی نیلی آنکھیں نم ہوتی چلی گئیں۔۔ اور اگلے ہی پل وہ بے خود شہرام کے سینے سے لگ چکا تھا۔۔ ایشام کے سینے سے لگنے پر شہرام علی کی رکی ہوئی دھڑکنوں میں خون کے تیزی سے جوش مارا تو وہ بھی بے اختیار ہوتے اپنے چھوٹے شہزادے کو سینے میں بھینچتا چلا گیا۔۔

کتنے مہینے کتنے دن لگائے تھے بادشاہ نے سامنے آنے کے لئے۔۔۔۔!! اس تمام عرصے میں کوئی ایک بھی ایسا پل نہیں گزرا تھا۔ جس میں اسکے بھائیوں نے شہرام علی اور فاتح سلطان کو تلاش نہ کیا ہو۔۔۔ ایک کو قسمت

نے ان سے دور کیا تھا۔ تو دوسرا اسکی غیر موجودگی سے خفا ہوتے ان سے خود دور ہو گیا تھا۔۔۔

بب۔۔۔ بہت تڑپایا تم نے شہری۔۔۔!! بادشاہ کے سینے سے لگے ایشام نم آواز میں بولا تھا۔ جبکہ اسکے پہلے شکوے پر ہی بادشاہ کی دل بھاری ہونے لگا تھا۔ ایشام شاید اسکے سینے سے لگا رہتا اگر باقی انکے قریب نہ آکر کھڑے ہوتے۔۔۔ دور اپنی گاڑی میں بیٹھی مہر ماہ کاظمی اپنے روپ بدلے بیسٹ کو دیکھتے ہوئے اپنا سانس روک چکی تھی۔۔

کبیر اور فارس چلتے ہوئے انکے قریب آئے تو بڑے بھائیوں کی موجودگی محسوس کرتے ہوئے بادشاہ جھکی آنکھوں سے ایشام کا سر چومتے ہوئے اس

سے الگ ہو گیا۔۔وہ بالکل خاموش تھا۔۔کیونکہ سب کی شکوہ کرتی نظریں اسے خاموشی اختیار کرنے پر مجبور کر رہی تھیں۔۔

کبیر خان اور فارس ہمدانی اسکے سامنے سپاٹ چہرے کے ساتھ کھڑے تھے۔۔اور بادشاہ کی اتنی ہمت بھی نہیں ہو رہی تھی۔کہ نظریں اٹھاتے ہوئے انکی طرف دیکھ لیتا۔۔باسم،ارسل اور غازیان بھی خاموشی سے انکی پاس آکر کھڑے ہو چکے تھے۔۔وہ شہرام کو سینے سے لگانے کے لیے تڑپ رہے تھے۔پر ابھی انہیں انتظار کرنا تھا۔۔کیونکہ انکے بڑے بھائی خاموش تھے۔۔اور انکی خاموشی بتا رہی تھی۔کہ وہ مقابل کو اتنی آسانی سے سینے سے نہیں لگانے والے ہیں۔۔

اس تمام عرصے میں کیا حاصل کر کے آرہے ہو شہرام علی عرف بادشاہ۔۔۔؟؟ پہلا سوال فارس ہمدانی کی طرف سے آیا تھا۔۔اور اس سرد آواز پر مقابل نے بے اختیار جھکی ہوئی نظروں کو میچ لیا۔۔

ہمیں قسمت نے نہیں۔۔۔!! تم دونوں نے مل کر دھوکا دیا ہے۔۔۔!! بلکہ دھوکا تو تمہارے سامنے بہت چھوٹا لفظ ہے۔۔۔!! اسے خاموش دیکھ کر فارس ہمدانی وحشت زدہ انداز میں تکلیف دہ لہجے میں چیخا تھا۔۔ جس کو سنتے ہوئے وہ سب بے بس ہوتے ہونٹ بھینچ گئے۔۔۔

کیا ہم پر یقین نہیں تھا تم دونوں کو۔۔۔؟؟ کیا کوئی شک تھا کہ ہم تم لوگوں کی حفاظت نہیں کر پائیں گئے۔۔۔؟؟ کیا تمہیں لگتا ہے۔کہ ہم تم دونوں سے بے خبر تھے۔۔۔؟؟ ایک قدم اسکے نزدیک ہوتے فارس ہمدانی بے

اختیار غراتے ہوئے سوال کرنے لگا تھا۔۔۔ بڑے بھائی کی آواز میں اذیت محسوس کرتے ہوئے شہرام علی اس بار تکلیف سے بے بس ہوتے نظریں اٹھانے پر مجبور ہوا تھا۔ بڑے بھائیوں کے چہروں پر تکلیف دیکھتے ہوئے وہ تڑپتے ہوئے اس سے پہلے کچھ بولتا جب فارس ہاتھ اٹھاتے ہوئے اسے وہیں روک گیا۔ جب کہ کبیر خان تو بالکل سپاٹ تاثرات کے مکمل طور پر خاموش تھا۔۔

اپنی صفائی میں ایک لفظ بھی مت کہنا شہرام علی۔۔۔!! ایک لفظ بھی نہیں۔۔۔!!! بلکہ ایسا کرو کہ اس چوہے بلی کے کھیل کو مزید جاری رکھتے ہوئے جتنا انجوائے کر سکتے ہو کرو۔۔۔!! اور یہ ہی سمجھنا کہ تمہارے بڑے بھائی تم لوگوں کے لئے مر چکے ہیں۔۔۔!! اسکے بولنے سے پہلے ہی

روکتے ہوئے فارس ہمدانی سفاک بنتے ہوئے بولا تھا۔۔ جبکہ اسکے اتنے سخت الفاظ پر وہ سب تڑپتے ہوئے آگے بڑھے تھے۔۔۔

بھائی آپ ایسا کیسے بول سکتے ہیں۔۔۔؟؟؟ارسل خان نے دکھی ہوتے فارس ہمدانی کو دیکھنا چاہا۔۔

بھائی پلیز نہیں۔۔۔!! آپ ایسا نہیں بول سکتے۔۔۔! شہرام نے بھی شدید کرب میں مبتلا ہوتے فارس اور کبیر کو تھامنا چاہا تھا۔ جب وہ دونوں ہی اسکا ہاتھ جھٹکتے ہوئے دور ہو گئے۔۔۔

بھائی آپ تو مجھ سے بات کریں نا۔۔۔! شہرام نے نم آنکھوں سے کہتے ہوئے کبیر خان کے قریب ہونے کی کوشش کی تھی۔۔ جب اپنے سپاٹ

انداز میں اسکی کوشش ناکام بناتے ہوئے اس نے بھی پیچھے قدم اٹھا لیے تھے۔۔۔

تم دونوں مل کر ہمیں توڑ چکے ہو شہرام علی۔۔۔! کبیر خان نے ٹھنڈے لہجے میں بولتے ہوئے ہونٹ بھینچ لیے۔۔اسکے الفاظ پر اب کی بار شہرام علی کی نظریں خالی پڑ گئی تھیں۔۔۔

بھائی۔۔۔!! بولنے کی کوشش کرتے ہوئے اسکا دل مٹھی میں جکڑا گیا تھا۔۔

ایسا نہیں کیا۔۔۔؟؟ اسے بے یقینی میں مبتلا ہوتے دیکھ کر کبیر خان زخمی سا مسکرا دیا۔۔۔بہت کچھ تھا کہنے کو۔۔۔! پر الفاظ شاید ان سب کا ساتھ چھوڑ چکے تھے۔۔فاتح سلطان کی صرف ایک غلطی نے اسے اپنوں سے دور تو کیا

ہی تھا۔۔پر اسکے ساتھ ساتھ وہ اپنے بھائیوں کو بھی ٹوٹ پھوٹ کا شکار کرتا چلا گیا تھا۔اور صرف فاتح سلطان نے ہی غلطی نہیں کی تھی۔۔بلکہ اسکی اس غلطی میں شہرام علی بھی برابر کا خطاوار تھا۔جس نے بڑے بھائیوں کو بے خبر رکھا تھا۔۔۔

جانتے ہو۔۔۔!!دنیا کا کوئی مارکو ایلن بھی تم لوگوں تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔۔پر اگر تم لوگ ہمیں بے خبر نہیں رکھتے۔۔۔۔!!زخمی سا مسکراتے ہوئے کبیر خان کہنا شروع ہوا۔۔۔

کسی میں اتنی ہمت نہیں ہو سکتی تھی۔کہ کوئی کبیر خان یا فارس ہمدانی کے چھوٹے بھائیوں پر ہاتھ ڈالنے کا سوچتا بھی۔۔۔یا انہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا۔۔۔!!پر یہاں پر کیا ہوا ہے۔۔۔؟؟جانتے ہو۔۔۔؟؟شہرام

کی سرخ ہوتی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کبیر خان افسوس ودکھ سے بول رہا تھا۔۔

یہاں ہمیں کسی دشمن نہیں بلکہ تم دونوں نے مل کر توڑ ڈالا ہے۔۔!! کبیر خان کی آواز جیسے کسی گہری کھائی سے آرہی تھی۔۔۔ جسے سنتے ہوئے شہرام علی کا وجود ٹھنڈا ہوتا جارہا تھا۔۔جب کہ انکی اذیت دیکھتے ہوئے اچانک شعیب نے شیطانی ہنسی ہنستے ہوئے قہقہ لگا اٹھا تھا۔۔۔

تم لوگ ساری زندگی بھی لگادو گئے تو بھی اپنے بھائی کو تلاش نہیں کر پاؤ گئے۔۔۔!! شعیب ابراہیم جسے آدمیوں نے جکڑ رکھا تھا۔کہ قہقہ لگاتے ہوئے بولا تھا۔۔۔اسکی آواز پر میکانکی طور پر سب مڑتے ہوئے اسے دیکھنے لگے۔جہاں وہ شیطانی چہرے پر چمک لیے کھڑا مسکرا رہا تھا۔۔۔ماریہ

کو بھی آدمیوں نے جکڑ رکھا تھا۔۔ جبکہ آریان کو بادشاہ کے آدمیوں نے قابو کیا ہوا تھا۔۔۔ شعیب ابراہیم کا چہرہ دیکھتے ہوئے شہرام کو بے اختیار الجھن سی ہوئی تھی۔۔ یہ چہرہ اسے جانا پہچانا سا لگا تھا۔۔۔ اسکے الفاظ پر غازیان اور باسم بے قابو ہوتے آگے بڑھ کر اسے پیٹنا شروع ہو چکے تھے۔۔۔۔

تم لوگوں کی ہمت بھی کیسے ہوئی میری بیوی کو نقصان پہنچانے کی۔۔۔!! غازیان پاشا کسی بپھرے شیر کی طرح شیعب ابراہیم پر ٹوٹ پڑا تھا۔۔ اسے اپنے آدمیوں کی گرفت سے نکالتے ہوئے وہ پل بھر میں اسے آدھ مو کرنے لگا تھا۔۔۔

چھوڑو میرے کزن کو۔۔۔!! میں تمہاری بیوی کو اٹھا کر لائی تھی۔۔۔!!
مارنا ہے تو مجھے مارو۔۔۔!! انہیں شعیب کو جانوروں کی طرح مارتے دیکھ کر
ماریہ نے چلاتے ہوئے بیچ میں مداخلت کی تھی۔۔اسکی آواز پر غازیان کے
ہاتھ ایک لمحے کے لیے رکے تھے۔۔پھولے سانس میں رکتے ہوئے وہ
ماریہ کے مقابل آیا۔۔

تو تم نے میری بیوی پر ہاتھ اٹھایا تھا۔۔۔؟؟ سرد لہجے میں سوال کرتے
ہوئے غازیان پاشا کی سرمئی آنکھیں بے رنگ سی ہوئی تھیں۔۔۔

ہاں میں نے ہاتھ اٹھایا تھا۔۔۔!! میرا بس چلتا تو شاید آج اسے جان سے ہی
مار دیتی۔۔۔!! ماریہ نے بل کھاتے ہوئے اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑ
دیں تھیں۔۔جب اس کا جواب سنتے ہوئے تبھی غازیان پاشا کا بھاری ہاتھ

ہوا میں اٹھتے ہوئے اسکے منہ پر نشان چھوڑتا چلا گیا۔۔اور وہ رکا نہیں تھا۔۔
ایک کے بعد ایک ماریہ فیروز کے منہ پر تھپڑ مارتے ہوئے اس نے پل بھر
میں ماریہ کو پچھتانے پر مجبور کر دیا تھا۔۔ماریہ کی چیخیں سنائی دینے لگی
تھیں۔بالکل اسی طرح جیسے کچھ گھنٹے پہلے ماہ پارہ کی سنائی دے رہی
تھیں۔۔۔

چھوڑو اسے۔۔۔!!ورنہ میں فاتح سلطان کو جان سے مار دوں گا۔۔۔!!
شعیب ابراہیم نے پھر چلاتے ہوئے انکی سماعتوں میں زہر گھولنا چاہا تھا۔۔
غازیان اور باسم سمیت سب ساکن ہوئے تھے۔۔جبکہ انہیں رکتے دیکھ کر
ماریہ پاگل پن سے قہقہ لگاتی چلی گئی تھی۔۔غازیان کے بھاری تھپڑ کھانے

کے بعد اسکی ناک سے خون بہنا شروع ہو چکا تھا۔ جبکہ ہونٹ تک پھٹ گئے تھے۔۔پر وہ سائیکو بنی ہنس رہی تھی۔۔۔

کیا بولا تم نے۔۔۔!! فارس ہمدانی نے آگے بڑھ کر بے اختیار اسے دبوچتے ہوئے سوال کیا۔۔۔

کچھ سال پہلے تم سب نے مل کر میری زندگی تباہ کی تھی فارس ہمدانی۔۔۔!! اور آج اسی کا بدلہ چکانے کا وقت ہے۔۔۔!! اتنی مار کھانے کے بعد وہ اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہو پا رہا تھا۔۔پر اسکے باوجود اسکے اندر انتقام کی آگ ویسے کی ویسے ہی تھی۔۔۔

کونسا بدلہ۔۔۔؟؟ فارس ایک لمحے کے لیے الجھا تھا۔۔۔ جبکہ شہرام کی نظروں کا مرکز مسلسل اسکا بے ڈھنگا سا چہرہ تھا۔۔

حیدر ابراہیم کا بدلہ۔۔۔!!اس ٹین ایج لڑکے کا بدلہ جسے تم لوگوں نے مل کر بے دردی سے مارنے کی کوشش کی۔اور پھر سارے شہر کے سامنے اسے رسوا۔۔۔!!شعیب آنکھوں میں نفرت کی آگ لیے پھنکارتے ہوئے بات ادھوری چھوڑ گیا تھا۔۔۔

تم۔۔۔!!بے یقینی میں مبتلا ہوتے فارس نے بے اختیار اسے پہچانے کی کوشش کی تھی۔۔

ہاں میں۔۔۔!!میں وہی حیدر ابراہیم ہوں۔۔!!جسے تم لوگوں کی وجہ سے اپنا چہرہ بگاڑنا پڑا تھا۔۔تاکہ لوگ مجھے پہچان نہ پائیں۔۔۔۔!!وہی حیدر ابراہیم جس کی ایک چھوٹی سی شرارت کی سزا تم بھائیوں نے ساری زندگی کی رسوائی دے دی۔۔۔!!زہر خند لہجے میں بولتے ہوئے وہ اگلے

ہی پل چلاتے ہوئے ان سب پر نفرت بھری نگاہ دہراتا چلا گیا تھا۔۔ شہرام اب بے یقینی کے عالم میں اسکا چہرہ دیکھ رہا تھا۔۔ بے اختیار اسکے کانوں میں فاتح کے کہے گئے الفاظ گونجنے لگے تھے۔۔۔

"شہری میں نے آج کلب میں ایک شخص کو دیکھا تھا۔۔۔!! وہ مجھے دیکھ کر بہت گھبرا گیا تھا۔۔ پر اسے دیکھ کر مجھے اپنے ایک بہت پرانے دشمن کی یاد آئی تھی۔۔۔!! لیکن یار میں اسے پہچان نہیں پایا کیونکہ اسکا چہرہ بہت عجیب سا تھا۔۔۔" جس رات فاتح سلطان جیند کے ساتھ کلب گیا تھا۔ اور وہاں اتفاقاً جب وہ شعیب ابراہیم کے ساتھ ٹکرایا تھا۔ تو اسکا چہرہ دیکھتے ہی فاتح کو حیدر ابراہیم کا گمان گزرا تھا۔۔ پر چونکہ چہرہ مسلسل سرجریز کروانے کی وجہ سے عجیب سا ہو چکا تھا۔ اس لئے فاتح سلطان اسے دیکھنے

کے بعد اپنے شک کی ٹھیک سے یقین دہانی نہیں کر پایا تھا۔ اور اب شعیب ابراہیم کے الفاظ سننے کے بعد شہرام علی کو پورا یقین ہو چکا تھا۔ کہ اس رات فاتح نے کلب میں اسی شخص کو دیکھا تھا۔۔۔

کچھ سال پہلے جس رات حیدر ابراہیم نے اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر فاتح اور شہرام کو پارٹی والی رات جب ٹارگٹ کیا تھا۔ تو اس رات اپنی بد قسمتی کی وجہ سے وہ کبیر خان اور فارس ہمدانی کے قہر کا نشانہ بن گیا تھا۔ جہنوں نے نہ صرف حیدر کو منہ کے موت میں پہنچایا تھا۔ بلکہ اسکے ساتھ ساتھ اسکے سب دوستوں کو بھی حیدر کا ساتھ دینے کے لیے پچھتانے پر مجبور کر دیا تھا۔۔۔

فاتح اور شہرام کو زخمی حالت میں اپنی گاڑی میں ڈالتے ہوئے کبیر اور فارس جلد از جلد ہاسپٹل پہنچے تھے۔ جبکہ انکی سپورٹ ناکارہ ہوتی وہیں سڑک پر رہ گئی تھی۔۔ہاسپٹل پہنچتے ہی کبیر خان نے سب سے پہلے باپ کو خبر کی۔اور جب بلیک گینگ ہاسپٹل پہنچی تھی۔تب تک وہ اپنے چھوٹے بھائیوں کا ٹریٹمنٹ شروع کرواچکے تھے۔۔فاتح کے نسبت شہرام علی کو کم چوٹیں آئی تھیں۔جو صرف اسکے فائٹ چھوڑنے کا نتیجہ تھا۔۔۔

دوسری طرف جب حیدر ابراہیم کو شدید زخمی حالت میں سڑک کنارے سے ریسکیو کیا گیا۔تو اس وقت وہ صرف زخمی نہیں تھا۔بلکہ دیکھنے والوں کو یوں معلوم ہوا تھا۔جیسے کس نے کم سن لڑکے کے ساتھ زیادتی کرنے کے بعد اسے اپنے تشدد کا نشانہ بنایا ہو۔اور اسے جان سے مارنے کی کوشش کی

ہو۔۔چونکہ وہاں نکلنے سے پہلے فارس ہمدانی نے غصے سے بے قابو ہوتے حیدر ابراہیم کے جسم سے کپڑے اتار دیئے تھے۔تو ریسکیو کرتے ہوئے وہ اپنے ماں باپ کو ننگی حالت میں آدھ مردہ حالت کے ساتھ ملا تھا۔۔اسے ہاسپیٹل پہنچانے کے بعد جب حیدر ابراہیم کا ٹریٹمنٹ شروع کیا گیا۔تو اسکے ٹھیک ایک دو گھنٹے بعد وہ کومہ میں چلا گیا۔کیونکہ کبیر خان اور فارس ہمدانی نے کافی سفاکی کے ساتھ اسے مارتے ہوئے اپنے بھائیوں پر اٹیک کرنے کا بدلہ چکتا کیا تھا۔۔

ایک طرف ہاسپیٹل میں فاتح سلطان اور شہرام علی تھے۔تو دوسری طرف حیدر ابراہیم بھی موت وزندگی کی جنگ میں لٹک چکا تھا۔اور ٹھیک اسی دوران حیدر کے ماں باپ نے بلیک گینگ کے بیٹوں پر جان سے مارنے کا

الزام لگاتے ہوئے کیس کر دیا تھا۔۔۔ معاملات جب ہر گزرتے لمحے میں حد سے باہر ہونے لگے تو تب افراتفری میں سلطان احمد خان نے سب کے ساتھ مل کر انکو اٹلی شفٹ کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ کیونکہ اپنے بیٹوں کو یہاں پر رکھ کر وہ انہیں چھوٹی سی عمر میں کسی بھی دشمنی کے ساتھ بڑا ہوتے نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔۔۔۔

حیدر ابراہیم کی طرف سے اس جنگ کا آغاز ہوا تھا۔۔ جب اس نے ماہ پارہ کو سٹور میں بند کرنے کی کوشش کی تھی۔ اور سزا کے طور پر فاتح اور شہرام نے اسے سکول کے باتھ روم میں بند کر دیا تھا۔۔ پر اب بات شرارت سے کئی گنا آگے بڑھتی ہوئی جان سے مارنے پر آن پہنچی تھی۔ اور جس طرح کبیر اور فارس نے اس پر ہاتھ صاف کیا تھا۔ ان کی اس سفاکی کو دیکھتے ہوئے

بلیک گینگ تشویش کا شکار ہو چکی تھی۔۔ معاملات کو مشکل سے سنبھالتے ہوئے ضرار پاشا نے سب سے پہلے سڑک کنارے کھڑی انکی سپورٹ کار کو غائب کروا دیا تھا۔ تاکہ انکے خلاف کوئی بھی ایسا ثبوت موجود نہ رہتا۔ جو کسی بھی طرح انکے بیٹوں کی زندگی کو مشکل میں ڈالنے کا سبب بن سکتا ہو۔۔۔

اور بعد میں فاتح اور شہرام کے ہوش میں آتے ہی بنا کسی دوسری چیز کو سوچتے ہوئے بلیک گینگ نے راتوں رات انہیں اٹلی شفٹ کر دیا تھا۔۔ کیونکہ حیدر ابراہیم کے گھر والوں کی طرف سے کاروائی کا زور بڑھتا ہی جا رہا تھا۔۔ اور جب اس سارے معاملے کی کارروائی کی گئی تو تب عیس ہمدانی اور وہاج صدیقی نے صاف صاف یہ بیان دے دیا۔ کہ انکے بیٹے ایک مہینہ

پہلے ہی ملک چھوڑ کر جا چکے ہیں۔۔اور جب وہ اس ملک میں موجود ہی نہیں ہیں۔تو پھر کسی بھی ایسے معاملے میں انکی موجودگی کیسے ممکن ہو سکتی ہے۔۔۔اور اس چیز کو مزید مضبوط کرنے کے لیے سنان مصطفیٰ نے ہوٹل میں پارٹی والی رات کی ساری ریکارڈنگ ڈیلیٹ کر دی تھی۔

اور انکے اسی اثر ورسوخ کی وجہ سے حیدر کے ماں باپ جب کچھ بھی ثابت نہیں کر پائے تو وہ تھک ہار کر بیٹھتے چلے گئے۔۔کیونکہ انہیں سمجھ آ چکا تھا۔وہ بلیک گینگ کا مقابلہ نہیں کر سکتے ہیں۔اس لئے ساری امید چھوڑتے ہوئے اپنے بیٹے کی زندگی کو بچانے میں لگ گئے۔۔پر جب دو مہینے گزرنے کے بعد بھی حیدر رابراہیم کو ہوش نہیں آیا تو انکی رہی سہی امید بھی دم

توڑنے لگی تھی۔۔پر تب اس امید کو ماریہ فیروز زندہ رکھتے ہوئے حیدر ابراہیم کو زندگی کی طرف واپس لے آئی تھی۔۔

حیدر اسکا اکلوتا چچازاد کزن تھا۔۔اور ماریہ بھی اپنے باپ کی اکلوتی بیٹی تھی۔ ماں کی موت کے بعد انہیں پاکستان شفٹ ہوئے ابھی کچھ عرصہ ہی گزرا تھا۔اور اتنے سے وقت میں وہ حیدر کے کافی قریب ہو چکی تھی۔۔۔وہ ہر روز ہاسپٹل بے ہوشی کی حالت میں حیدر سے ملنے کے لئے جاتی تھی۔۔ اس سے باتیں کرتے ہوئے اسے اسکا انتقام لینے کی امید دلاتی تھی۔اور انکی کوششوں میں ایک دن جب حیدر ابراہیم نے آنکھیں کھولیں تو سب بے یقین ہوتے ماریہ کو دیکھ گئے۔۔جس نے اپنے دوست کو دوبارہ جاگتے دیکھ کر صرف مسکرانے پر اکتفا کیا تھا۔

حیدر ہوش میں آیا تو ہر گزرنے دن کے ساتھ ماریہ اسے جلد از جلد ٹھیک کرنے میں جت گئی۔۔اسکی ساری کوششیں دیکھتے ہوئے حیدر کی ماں اس چھوٹی سی بچی کا احسان مند ہونے لگی تھی۔۔اور کچھ مہینے گزرنے کے بعد جب حیدر ابراہیم نے مکمل صحت یاب ہونے کے بعد پہلی بار گھر سے پیر باہر رکھا تو اصل تباہی تب شروع ہوئی۔۔

اسکی بے ہوشی میں لی گئی نازیبا تصاویر پورے شہر میں پھیل چکی تھیں۔۔ حیدر کو دیکھتے ہی لوگوں کی آنکھوں میں ایک معنی خیز تمسخر ابھرتا تھا۔اور اپنی اسی ذلت کو محسوس کرتے ہوئے حیدر پاگل ہونے لگا تھا۔۔اس نے گھر سے نکلنا بند کر دیا تھا۔یہاں تک کہ سارے دوستوں کو بھی اس نے چھوڑت

اسکی بے ہوشی میں لی گئی نازیبا تصاویر پورے شہر میں پھیل چکی تھیں۔۔

حیدر کو دیکھتے ہی لوگوں کی آنکھوں میں ایک معنی خیز تمسخر ابھرتا تھا۔اور اپنی اسی ذلت کو محسوس کرتے ہوئے حیدر پاگل ہونے لگا تھا۔۔اس نے گھر سے نکلنا بند کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ سارے دوستوں کو بھی اس نے چھوڑتے ہوئے خود کو ایک کمرے میں بند کر لیا تھا۔ وہ جسمانی طور پر ٹھیک ہو چکا تھا لیکن اب ذہنی طور پر بیمار ہونے لگا تھا۔ ہر روز آئینے میں خود کو دیکھتے ہوئے وہ بے قابو ہوتے چلانے لگتا تھا۔۔اسکی ایسی حالت دیکھتے ہوئے اسکے ماں باپ کا دل کٹ کر رہ جاتا۔ پر وہ بے بس تھے۔ وہ اپنے بیٹے کے لئے کچھ نہیں کر پا رہے تھے۔ابراہیم صاحب نے ایک دو بار اسے باہر

بھیجنے کا بھی کہا تھا۔ لیکن حیدر اس چیز سے بھی انکاری تھا۔ وہ ملک چھوڑ بھی دیتا تو یہ رسوائی اسکا پیچھے نہیں چھوڑنے والی تھی۔

یوں ہی گھر میں قید حیدر ابراہیم کے سال گزر رہے تھے۔ جب ایک دن ماریہ خوشی سے بے قابو ہوتے یہ کہتے ہوئے اسکے پاس آئی تھی۔ کہ وہ اسکی مشکل کا حل تلاش کر چکی ہے۔۔۔

حیدر۔۔!! دیکھو میں تمہارے لیے کیا لے کر آئی ہوں۔۔!! جوشیلے انداز میں بولتے ہوئے ماریہ اسکے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔۔۔۔

کیا لائی ہو۔۔۔؟؟ حیدر نے ٹھٹک کر اسکا چمکتا ہوا چہرہ دیکھا تھا۔۔

میرے پاس تمہارے لئے ایک جادو ہے۔۔۔!! اسکے متوجہ ہونے پر ماریہ کی آواز تیزی سے رازدار ہوئی تھی۔۔۔

کیسا جادو۔۔۔؟؟اسکے انداز پر حیدر کو اب پہلے سے بھی بھر کر جاننے کا تجسس سا ہوا۔۔

ایسا جادو کہ جس کی وجہ سے تم باہر نکل سکو گئے اور لوگ تمہیں پہچان بھی نہیں پائے گئے۔۔۔!!ماریہ اسکے قریب بیٹھتے ہوئے چمکتے لہجے میں بتانے لگی تھی۔۔۔جس کو سن کر حیدر کی آنکھیں ایک دم سے بڑی ہو گئیں۔۔۔

یہ دیکھو۔۔۔!!حیدر کی آنکھوں میں بڑھتی ہوئی بے چینی کو پڑھتے ہوئے وہ اسے مزید تنگ کرنے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے اپنا موبائل سامنے کر گئی تھی۔۔

یہ کیا ہے۔۔۔؟کسی سرجن کی انفارمیشن پڑھتے ہوئے حیدر کو نا فہمی ہوئی تھی۔۔۔

یہ دبئی کے ایک مشہور سرجن ہیں۔۔۔!! تم ان سے اپنے چہرے کی سرجری کروا سکتے ہو۔۔۔!! یہ دیکھو۔۔۔!! سرجری کے بعد لوگوں کے چہرے کتنے بدل گئے ہیں۔۔۔!! ماریہ تیزی سے اسے تصویریں دیکھاتے ہوئے بتا رہی تھی۔۔

پر مجھے سرجری کی کیا ضرورت ہے۔۔۔؟؟ اسکی باتوں پر نا سمجھی کا شکار ہوتے حیدر نے اب بے ساختہ اسکے چہرے کی طرف دیکھا تھا۔۔۔

میں جانتی ہوں۔۔ کہ تمہیں سرجری کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔ پر اس مینٹلی ٹراما سے نکلنے کے لیے تمہیں اسکی بہت ضرورت ہے۔۔۔!! حیدر کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے ماریہ سریس لہجے میں بولتے ہوئے اسے سمجھا رہی تھی۔۔۔

مطلب۔۔۔؟؟حیدر اسکے مقصد کو اب بھی نہیں سمجھ پایا تھا۔۔۔

مطلب یہ کہ تم اگر سرجری کروالیتے ہو۔۔۔تو چہرہ بدلنے کے بعد تمہیں کوئی بھی نہیں پہچان سکے گا۔۔اور جب کوئی پہچانے گا نہیں تو تم سے کوئی سوال کیسے کر پائے گا۔۔۔؟؟بلکہ سرجری کے بعد تم اپنا بدلہ بھی آسانی سے لے سکتے ہو۔۔۔۔!ماریہ اب صاف صاف لفظوں میں اسے سمجھاتے ہوئے سرجری کروانے کا مقصد بتا رہی تھی۔۔جسے جانتے ہوئے حیدر ابراہیم کی آنکھیں چمک اٹھی تھیں۔۔۔

سالوں پہلے تم نے "فاتح سلطان" پر ہاتھ ڈالا تھا۔لیکن تب "شہرام علی" تمہیں ٹھکانے نہیں لگا پایا۔۔۔!پر اب یہ منظر اور وقت یاد رکھنا کہ اگر اب

فاتح سلطان کو ایک کھروچ تک بھی آئی تو یہ بات اپنے دماغ میں بٹھالو کہ "شہرام علی" تیرے چیتھڑے اڑاتے ہوئے تمہیں وہاں لے جا کر مارے گا۔ کہ تو اپنی سانسوں سے بھی پناہ مانگنے لگے۔۔ تو بھی میں تجھے مرنے نہیں دوں گا اور نہ زندہ رہنے دوں گا۔۔ !

زخمی آنکھوں کے ساتھ پھنکارتے ہوئے شہرام نے ایک جھٹکے میں مقابل کا گریبان دبوچ لیا۔ اسکی ہیزل براؤن آنکھیں اس وقت آگ اگل رہی تھیں۔ جبکہ مقابل ایک لمحے کے لیے گھبرا چکا تھا۔

مجھے دھمکیاں دینے سے پہلے ایک پل کے لئے یہ تو سوچ لو شہرام علی کہ کہیں تمہیں کچھ کرنے کا موقع ہی نہ ملے اور "فاتح سلطان" سے پہلے تم خود مر جاؤ۔۔۔ ! اپنا گریبان چھڑا کر وہ مکروہ انداز میں ہنستے ہوئے گویا ہوا

تھا۔۔۔اسکے الفاظ سنتے ہوئے شہرام علی کے چہرے پر اس بار بہت خوبصورت مسکراہٹ ابھری تھی۔اسے مُسکراتے دیکھ کر مقابل ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگا۔۔۔

شہرام علی مر جائے یا پھر فاتح سلطان۔۔۔!فرق نہیں پڑتا، لیکن تم یہ مت بھول جانا کہ "کبیر خان" اور "فارس ہمدانی" بھی زندہ نہیں رہے ہیں۔۔۔!استہزایہ انداز میں کہتے ہوئے بڑے بھائیوں کو یاد کرتے ہی وہ دل سے مسکراپڑا تھا۔جبکہ کبیر خان اور فارس ہمدانی کے ذکر پر مقابل کے چہرے پر گہرا سایہ چھانے لگا۔۔

اپنے بھائی کو اگر بچانا چاہتے ہو۔۔ تو مجھے جانے دو۔۔۔!! اپنی گھبراہٹ پر قابو ہوتے ہوئے حیدر اسکی کمزوری استعمال کرتے ہوئے تیزی سے بولا تھا۔۔۔

جانے دیا۔۔۔!! پر اگر دو دن بعد شہرام علی زندہ رہ گیا۔۔ تو یہ بات یاد رکھنا کہ اس بار تم زندہ نہیں رہ پاؤ گئے۔۔۔۔!! اسے ایک جھٹکے میں چھوڑتے ہوئے شہرام علی کا لہجہ پر اسرار ہوا تھا۔۔ جس کو دیکھتے ہوئے حیدر کانپ کر ہمت کرتے ہوئے فوراً اٹھ کر وہاں سے نکلتے ہوئے بھاگ نکلا تھا۔۔۔

غازیان تن فن کرتا ہوا ماہ پارہ کے کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔۔ چہرے پر جنونیت بھرے تاثر نظر آرہے تھے۔ جبکہ انداز میں ایک تڑپ واضح تھی۔۔۔

غازی کہاں جارہے ہو۔۔۔!! منیزے پاشا اسے روکنے کی کوشش کرتے ہوئے چلا رہی تھیں۔پر وہ ہر کسی کو نظر انداز کرتا ہوا ماہ پارہ کے کمرے کی طرف بڑھنے کی کوشش میں تھا۔۔سب پریشان ہوتے اسکا جنونی انداز دیکھ رہے تھے۔۔کبیر خان جو چھوٹی بہن کے کمرے میں بیٹھا اسکی حالت پر دکھی ہو رہا تھا۔۔کہ باہر سے شور سنتے ہوئے بے اختیار باہر نکل کر دیکھنے پر مجبور ہو گیا۔۔فجر کب کی ہو چکی تھی۔قہر زدہ رات گزرنے کے بعد اپنا اثر چھوڑتی ہوئی اب صبح میں بدل گئی تھی۔۔۔

ماہ پارہ کے کمرے سے بڑے بھائی کو نکلتے دیکھ کر غازیان کے قدم بے اختیار زمین پر جکڑتے چلے گئے۔۔۔سرمئی آنکھوں میں تڑپ کی سرخی دیکھتے ہوئے کبیر خان الجھتے ہوئے اسکے مقابل آیا تھا۔۔۔

کیا ہوا غازی۔۔۔؟؟ کبیر خان کو غازیان کے مقابل دیکھ کر منیزے پاشا دم سادھے انہیں دیکھنے لگیں۔ جبکہ باقی بھی شور سنتے ہوئے وہاں پر آ چکے تھے۔۔۔

بھائی مجھے ماہا کی ابھی اور اسی وقت رخصتی چاہیئے۔۔۔!! پورے مان کے ساتھ کبیر کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے غازیان پاشا نے بڑے بھائی سے مطالبہ کیا تھا۔۔ اچانک اتنے بڑے مطالبے پر سب غیر یقین ہوتے غازیان کو دیکھ گئے تھے۔۔۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی وہ سب مینشن پہنچے تھے۔۔ ماہ پارہ کو ہاسپٹل سے لانے کے بعد اسے بازوؤں میں اٹھائے کبیر خان کمرے میں لٹانے کے بعد اسکے پاس ہی بیٹھ چکا تھا۔۔ اپنی لاڈلی بہن کے چہرے پر تھپڑوں کے نشان دیکھتے ہوئے اس کا دل بے اختیار کیا تھا۔ کہ ابھی جا کر

ان سب ہاتھوں کو کاٹ ڈالے۔ جنہوں نے اسکی بہن کو چھونے کی ہمت کی تھی۔

فارس ہمدانی، آریان کو فارم ہاؤس پر لے جا چکا تھا۔ ارسل خان بھی وہیں بڑے بھائی کے ساتھ موجود تھا۔ جب کہ ماہ پارہ کی کنڈیشن دیکھتے ہوئے کبیر خان اسے باسم کے ساتھ پہلے ہاسپیٹل لے کر گیا تھا۔ جہاں باسم نے ماہ پارہ کے زخموں کی بینڈیج کرنے کے بعد اسے بے ہوشی کا انجیکشن لگا دیا تھا۔ کیونکہ اس وقت وہ ٹراما سے گزرتے ہوئے پینک کر رہی تھی۔۔ چھوٹی بہن کو سنبھالتے ہوئے کبیر خان کا مضبوط دل کٹ رہا تھا۔ تو وہیں نیلی آنکھیں نم بھی ہو رہی تھیں۔۔ اور دوسری طرف سلطان احمد خان تھے۔ جو لاڈلی کو اس حالت میں دیکھنے کا حوصلہ بھی نہیں کر پا رہے تھے۔۔۔ کل

تک وہ صرف اپنی خانم کو دیکھنے سے ڈر رہے تھے۔۔پر آج بیٹی کو دیکھتے ہوئے بھی انکا دل کانپ رہا تھا۔۔وہ نہیں سمجھ پا رہے تھے۔کہ بیٹی کو کس طرح سنبھال پائے گئے۔اس لئے اسے سوئے ہوئے ایک نظر دیکھ کر وہ دوبارہ اپنے مقصد کے لیے جا چکے تھے۔۔

بھائی میں اسے اس حالت میں دیکھ کر مر جاؤں گا۔۔۔!! پلیز مجھے اسے سنبھالنے کی اجازت دے دیں۔۔۔!! کبیر خان کو خاموش دیکھ کر غازیان پاشا کا لہجہ بھیگتے ہوئے منت بھرا ہوا تھا۔۔اور صرف وہی نہیں بلکہ سب کی آنکھوں میں نمی چمکنے لگی تھی۔۔۔

کبیر خان نے نم آنکھوں سے مسکراتے ہوئے اسکی دیوانگی دیکھی۔

گھر پہنچتے ہی غازیان پاشا نے اپنے ماں باپ سے ماہ پارہ کی رخصتی کی بات کی تھی۔پر جس طرح کے حالات تھے۔انکی وجہ سے ضرار پاشا اسے جھڑک کر ہوش سے کام لینے کا کہتے ہوئے جا چکے تھے۔اور ہر بار کی طرح اپنا مطالبہ لیے وہ خود اس دروازے تک آن پہنچا تھا۔جہاں دروازے کے پار اسکی محبت کا عکس تھا۔۔۔

وہ ایسے ناراض ہو جائے گی غازی۔۔۔!! کبیر خان نے مسکرا کر اسے ٹالنا چاہا تھا۔۔تاکہ اسے مزید سن سکے۔۔۔

میں اسکی ہر ناراضگی دور کر لوں گا بھائی۔۔پر پلیز مجھے اسکے قریب جانے دیں۔۔۔!! مجھے اسے تھامنے دیں۔۔!اسے دیکھنے دیں خدا کے لیے۔۔۔ ورنہ اسکی چیخیں مجھے مار دیں گی بھائی۔۔۔!! غازیان التجائیں کرتے ہوئے

اچانک لے بس ہوتے آگے بڑھ کر کبیر خان کے گلے لگ چکا تھا۔۔ہاسپیٹل میں بھی جس طرح اس نے ماہ پارہ کی چیخوں کو سنا تھا۔وہ جانتا تھا۔کہ اس نے خود پر کیسے قابو پایا تھا۔۔ورنہ شاید ہر چیز کو وہ تباہی کی لپیٹ میں لیتے ہوئے پاگل پن پر اتر آتا۔۔۔

اگر اسے نہ سنبھال سکے تو۔۔۔؟؟اسکے چٹان جیسے وجود کو کانپتے ہوئے محسوس کر کے کبیر خان نے تیزی سے اسکے گرد بانہیں پھیلاتے ہوئے اسے اپنے حصار میں لے لیا۔غازیان پاشا اپنی عورت کی تڑپ میں ہوش بھلا رہا تھا۔۔۔

میں نہ سنبھال سکا تو میرا سر قلم کر دیجیے گا۔۔۔!!پر ابھی کے لیے مجھے میری ماہ پارہ تھما دیں بھائی۔۔۔!!مجھے یہ سوچ ہی پاگل کر رہی ہے۔۔کہ

میری غیر موجودگی میں وہ ان حالات تک پہنچی ہے۔۔۔کاش میں گاؤں کے لئے نہ جاتا۔۔کاش میں اسے ساتھ لے جاتا۔۔۔کیسے۔۔۔آخر کیسے وہ میری بیوی کو چھو سکتے ہیں بھائی۔۔۔!!کیسے۔۔۔!!کبیر خان سے الگ ہوتے غازیان پاشا پوری قوت سے چیختے ہوئے پاگل ہوا تھا۔۔اسکا جنونی انداز دیکھتے ہوئے سب منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے اپنی سسکیوں کو روکنے کی کوشش کرنے لگے تھے۔۔۔بلیک مینشن ایک دم سے اسکی چیخوں سے لرز اٹھا تھا۔۔۔

غازی۔۔۔میری جان۔۔۔!!بھائی کی جان ایسے نہیں۔۔۔!!کبیر خان نے آگے بڑھ کر اسے تھامنے کی کوشش کرتے پچکارتے ہوئے پکارا تھا۔۔کیونکہ اس تکلیف میں وہ آپے سے باہر ہوتا تباہی لانے کو مچل رہا تھا۔۔۔

بھائی مجھ سے نہیں برداشت ہو رہا۔۔۔اسکے چہرے پر نشان ہیں۔۔وہ نشان مجھے اذیت دے رہے ہیں۔۔۔بھائی ہم نے تو کبھی اس سے اونچی آواز میں بات تک نہیں کی۔۔پھر کیسے۔۔۔وہ کیسے ان حالات کا سامنا کر سکتی ہے۔۔۔!!غازیان کی باتیں کبیر خان کا دل دہلا رہی تھیں۔۔یہاں تک کہ اسکی نیلی آنکھیں ضبط سے گلابی ہونے لگی تھیں۔۔غازیان پاشا کی حالت کسی بسمل جیسی ہو رہی تھی۔جو تڑپتے ہوئے زندگی و موت کے بیچ جھول رہا تھا۔۔پر نہ تو وہ زندہ تھا۔اور نہ ہی مردہ۔۔کبیر خان نے تیزی سے اسکے مقابل بیٹھے ہوئے اسے کھینچتے ہوئے اپنے سینے میں بھینچ لیا تھا۔کیونکہ وہ حواس کھوئے زمین پر ڈھے سا گیا تھا۔۔۔

بھائی میں مر جاؤں گا۔۔۔ میں کیسے اسکا سامنا کروں گا۔۔۔ میں نے اسے یقین دلایا تھا۔۔ کہ وہ مجھے جب بھی پکارے گی۔ تو میں اسکی ایک پکار پر آ جاؤں گا۔۔۔ بھائی میں نہیں آ پایا۔۔ میں اسکی کسی ایک پکار پر بھی نہیں پہنچ سکا۔۔۔ بھائی مجھے مار دیں۔۔۔! کبیر خان کے وجود میں چھپتے ہوئے کسی بچے کی طرح وہ تڑپتے ہوئے بولتا جا رہا تھا۔۔ غازیان پاشا کی باتیں آہستہ آہستہ اب کبیر خان کی سماعتوں میں زہر گھول رہی تھیں۔۔ یہاں تک کہ اذیت کی انتہا پر پہنچتے ہوئے کبیر خان کے ہونٹ کپکپانے لگے تھے۔۔۔

پہلے چھوٹے بھائی کی تلاش میں وہ ادھورا سا پھر رہا تھا۔ اور اب لاڈلی بہن کی ایسی حالت اسکے حواس معطل کر چکی تھی۔۔ پر اسکے باوجود اسے ہوش سے کام لینا تھا۔۔ کیونکہ وہ بڑا تھا۔۔ اور بڑے ہونے کے ناطے اسے پہلے اپنے

سے جڑے ہوئے لوگوں کو سنبھالنا تھا۔۔اور اس وقت اسے غازیان پاشا کو سنبھالنا تھا۔۔جو زخمی پرندے کی طرح سسک رہا تھا۔۔کسی چھوٹے بچے کی طرح اس میں چھپتے ہوئے وہ بڑے بھائی کو اپنے دکھ سنا رہا تھا۔۔۔اور کبیر خان اسکے دکھ سنتے ہوئے لاچار ہو رہا تھا۔۔۔

غازی وہ ٹھیک ہو جائے گی میری جان۔۔۔!!تم سنبھالو گئے اسے تو دیکھنا سب بھول جائے گی۔۔۔!!غازیان کے چوڑے وجود کو سختی سے خود میں بھینچتے ہوئے کبیر خان نے اسکے کان میں آہستہ سے کہا تھا۔۔یا شاید اسے ہوش میں لانا چاہا تھا۔دوسری طرف منیزے پاشا بیٹے کی ایسی حالت دیکھتے ہوئے اپنی سسکیاں دباتے ہوئے وہاں سے جا چکی تھیں۔کیونکہ وہ جوان بیٹے کو مزید یوں نہیں دیکھ سکتی تھیں۔۔

وہ میری وجہ سے اس حال میں پہنچی ہے بھائی۔۔۔ میری ماہا مجھے پکارتی رہی بھائی۔۔ پر میں انجان رہا۔۔ دور رہا۔۔۔ بھائی میرا دل نوچ لیں۔۔ پر خدارا مجھے اس اذیت سے نکال دیں۔۔۔ انہوں نے میری ماہا کو تکلیف پہنچائی ہے۔۔ اسے کیسے کوئی اپنے ہاتھوں سے چھو سکتا ہے۔۔۔!! کبیر خان کی کسی بھی تسلی کو سنے بنا غازیان پاشا اپنی ہی اذیت میں جھولتے ہوئے بولتا جا رہا تھا۔۔ اسکی زبان بار بار فقط یہ ہی الفاظ دہرا رہی تھی۔ "کہ کوئی اسکی ماہا کو کیسے چھو سکتا ہے۔۔۔؟؟" یہ سوچ ہی اسکا دل مردہ کرتی جا رہی تھی۔۔۔

غازی۔۔۔!! ہوش میں آؤ۔۔۔!! اسے کسی طرح بھی سنتے نہ دیکھ کر اب کی بار کبیر خان نے زرا سخت لہجے میں پکارتے ہوئے اسکا چہرہ اپنی سامنے کیا تھا۔ جو سرخ ہوتا اپنی اذیت کی کہانی سنا رہا تھا۔۔ کبیر خان کے سخت لہجے پر

غازیان نے آنکھیں اٹھاتے ہوئے ابھی بڑے بھائی کی طرف دیکھا ہی تھا۔

کہ اسی پل کمرے سے ماہ پارہ کے چیخنے کی آواز سنائی دی۔۔ماہ پارہ کے

چیخنے پر جہاں کبیر خان کا دل مٹھی میں جکڑا گیا۔وہیں غازیان پاشا کی

آنکھوں میں تیزی سے ڈر ابھرا تھا۔۔۔جو کبیر کو صاف دیکھائی دیا تھا۔۔۔

اور یہ ڈر ماہ پارہ خان کا سامنا کرنے کا تھا۔۔۔

وہ تمہاری وجہ سے اس حال میں نہیں پہنچی۔۔پر اگر تم نے اسکے سامنے ایسی

باتیں کیں تو اسے کبھی بھی نہیں سنبھال پاؤ گئے۔۔۔!!غازیان کے

چہرے کو ہاتھوں میں تھماتے ہوئے کبیر خان کہنا شروع ہوا۔۔۔اس

دوران ماہ پارہ مسلسل چیخ رہی تھی۔۔۔

مجھے میری بہن پہلے کی طرح چاہیئے غازی۔۔۔!! شاید میں یا ڈیڈا اسے ویسے نہیں سنبھال پائیں۔۔ جیسے تم سنبھال سکو گئے۔۔۔!! کیا میری ماہی کو پہلے کی طرح کر دو گئے غازی۔۔۔؟؟ اسکے ذہن سے اس سیاہ رات کا خوف نکال دو گئے۔۔۔؟؟ اسکے سب زخموں پر مرحم رکھو گئے۔۔۔؟؟ میں فاتح کے بنا ٹوٹ چکا ہوں غازی۔۔ میرا بوجھ کچھ بانٹ لو۔۔۔ میں فاتح کے ساتھ اب ماہی کی بدحواسی کا بوجھ نہیں برداشت کر پاؤں گا۔۔۔۔!! ماہ پارہ کی چینخوں میں "بھیا" کی پکاریں سنتے ہوئے کبیر خان کی آواز کانپنے لگی تھی۔۔ جبکہ غازیان پاشا کی سماعت کا ان چینخوں کی آوازوں پر اپنا ساتھ چھوڑ رہی تھی۔۔۔

بتاؤ غازی کیا میرا ساتھ دو گئے ماہی کو سنبھالنے میں۔۔۔؟؟ کبیر خان نے اس بار پورے مان بھرے لہجے میں سوال کیا تھا۔۔ جس نے غازیان پاشا کے دل کو پھوٹ پھوٹ کر رونے کو مجبور کر دیا۔ پر وہ رو نہیں سکتا تھا۔۔ اور نہ رونا چاہتا تھا۔۔ اسے ہر حال میں مضبوط رہنا تھا۔۔

آپ پر غازی کی روح قربان بھائی۔۔ آپ جو بولیں گئے میں سب کروں گا۔۔۔!! آنکھوں کو صاف کرتے ہوئے غازیان دیوانہ وار بڑے بھائی کے ہاتھوں کو چومتے ہوئے کہنے لگا تھا۔۔ کہ تبھی ماہ پارہ کے تڑپتے وجود نے اس بار غازیان پاشا کو آواز لگاتے پکارا۔۔۔

غازی۔۔۔!!! ماہ پارہ کو خود کو بلاتے سن کر غازیان پاشا کا جسم ایک دم سے ساکن ہوا تھا۔۔ ساکن ہوتے وجود کے ساتھ اس نے غیر یقینی میں مبتلا

ہوتے کبیر خان کی طرف دیکھا۔۔ جیسے یقین کرنا چاہ رہا ہو کہ کیا سچ میں "ماہ پارہ خان" نے اسے آواز دی تھی۔۔۔

جاؤ سنبھالو جا کر اسے۔۔۔!! لے جاؤ اسے۔۔۔!! کبیر نے مسکرا کر کہتے ہوئے غازیان کو زمین سے اٹھاتے ہوئے اندر جانے کا اشارہ کیا۔۔ کیونکہ کمرے میں بند ماہ پارہ اب بلک بلک کر روتے ہوئے غازیان کو پکارنے لگی تھی۔ جس پر تیزی سے وہ دروازہ کھولتے ہوئے کمرے میں داخل ہوا تھا۔۔ اسے کمرے میں جاتے دیکھ کر کبیر خان نے چہرہ بلند کرتے ہوئے بے اختیار بھاری سانس خارج کرتے ہوئے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی۔۔

جنید جو تیزی سے بادشاہ کے کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔ کہ اپنے آدمی کی آواز پر رکتے ہوئے دیکھنے لگا۔۔۔

کیا ہوا۔۔۔؟؟ جنید نے مڑتے ہوئے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔۔

بوس باہر ایک لڑکی آئی تھی۔۔ یہ دے کر چلی گئی ہے۔۔ اور کہہ رہی تھی۔ کہ دادا کو دے دینا۔۔۔!! آدمی نے گن کو دوسرے ہاتھ میں سنبھالتے ہوئے فولڈ کی ہوئی پرچی نکال کر جیند کی طرف بڑھائی تھی۔۔۔

اس نے بادشاہ کو دینے کا کہا ہے۔۔۔؟؟ جیند کو اپنے آدمی کے الفاظ پر حیرت ہوئی تھی۔۔ اس لئے اسکے ہاتھ سے پرچی تھماتے ہوئے وہ بے ساختہ پوچھ گیا۔۔۔

جی داد اکا نام ہی لے رہی تھی۔۔!!آدمی نے سر ہلاتے ہوئے حامی بھری تھی۔۔جس کو دیکھ کر جیند ہاتھ میں پرچی کو الجھی نظروں سے دیکھنے لگا۔۔کون لڑکی ہو سکتی تھی بھلا۔۔؟جو اتنی بہادری سے انکے اڈے پر پہنچ سکتی ہے۔اور پھر بادشاہ سے بھی واقفیت رکھتی ہو۔۔۔

ٹھیک ہے تم جاؤ۔۔۔!!اسے جانے کا کہتے ہوئے جنید ہاتھ میں موجود پرچی کو مٹھی میں دباتے ہوئے پھر بادشاہ کے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔۔تیز تیز چلتے ہوئے وہ ایک منٹ بعد بادشاہ کے کمرے میں داخل ہوتے بے اختیار اسے پکار گیا۔۔۔

بادشاہ۔۔۔!!اتنے گھپ اندھیرے میں جیند کی نظروں نے بے اختیار اسے تلاش کرتے ہوئے پکارا۔۔

کیا ہوا جیند۔۔۔؟؟ کمرے کے ایک کونے سے بادشاہ کی بھاری آواز سنائی دی تھی۔۔۔

باہر ایک لڑکی آئی تھی۔۔ تمہارے لئے یہ پرچی دے کر گئی ہے۔۔۔!! جیند نے جواب میں بولتے ہوئے اسکی جانب قدم بڑھائے تو بادشاہ اندھیرے میں ٹھٹک کر اسے دیکھ گیا۔۔۔

لڑکی۔۔؟؟ کون لڑکی۔۔؟؟ جیند کے الفاظ پر حیرانگی سے پوچھتے ہوئے وہ اسے دیکھنے پر مجبور ہو رہا تھا۔ جس نے آگے بڑھ کر اب کمرے کی لائٹ جلا دی تھی۔

پتہ نہیں باہر ہمارے آدمی کو پکڑ کر چلی گئی ہے۔۔۔! ابھی اندر آ رہا تھا۔ تو بابر نے آکر مجھے بتایا۔۔۔!! رسانی میں بولتے ہوئے جنید سے اسے بتا رہا

تھا۔ جبکہ اب مزید حیرت میں مبتلا ہوتے بادشاہ نے پرچی کو کھول کر دیکھنا چاہا تھا۔۔پرچی پر لکھے گئے الفاظ کو پڑھتے ہوئے بادشاہ کی آنکھیں ایک دم سے بڑی ہو گئیں۔۔۔

"بیگم بغیر بادشاہ کس کام کا۔۔؟؟"پرچی پر درج الفاظ کو پڑھتے ہی پہلے تو بادشاہ کی آنکھیں تیزی سے چمکیں وہیں اگلے ہی پل کمرے میں اچانک اسکا دلکش قہقہ گونج اٹھا۔۔وہ مسرور ہوتے دل کے ساتھ اچانک قہقہ لگاتا جنید کو حیرانی میں مبتلا کر رہا تھا۔کیونکہ آج اتنے عرصے کے بعد وہ پہلے کی طرح ہنسا تھا۔۔۔

کیا ہوا۔۔۔؟؟کون ہے یہ لڑکی۔۔؟؟جیند متجسس ہوتے بے اختیار پوچھنے پر مجبور ہوا تھا۔۔

کوئی نہیں، ہے ایک ریشم کی گڈی۔۔۔!! بادشاہ ہنستے ہوئے پرچی کو مسلسل دیکھتے ہوئے بولا تھا۔۔اسکا دل اچانک مسرور ہوتا اسے قہقہے لگانے پر مجبور کر رہا تھا۔۔۔

لگتا ہے آپ جانتے ہیں اس لڑکی کو دادا۔۔۔!! اسکی ہنسی سے اندازہ لگاتے ہوئے جیند نے کہنا چاہا۔۔۔

بادشاہ کی بیگم ہے۔۔۔!! بادشاہ نے چمکتی آنکھوں سے مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ کہا تھا۔۔اور اب ہکا بکا ہونے کی باری جیند کی تھی۔۔

سر باہر مارکو کا آدمی آیا ہے۔۔۔!! نعمان خان تیزی سے اندر داخل ہوتے سب کو مخاطب کرتے بولے تھے۔۔

وہ کہہ رہا ہے۔ کہ اسکے آدمی کو چھوڑ دیا جائے بدلے میں وہ "فاتح سلطان" کو آزاد کر دے گا۔۔۔!! سب کی سوالیہ نظروں پر نعمان خان جلدی سے بولنے لگے۔۔ "آریان کمار" فارم ہاؤس پر فارس ہمدانی کی قید میں تھا۔ جبکہ "کامران" کو باسم کاظمی ہاسپیٹل لے جا چکا تھا۔ وہیں بیسمنٹ میں "ماریہ فیروز" کی خاطر تواضع میرال کر رہی تھیں۔۔ جبکہ "حیدر ابراہیم" کو بادشاہ لے اڑا تھا۔۔۔۔

مارکو کے پیغام کو سنتے ہوئے سب کی نظریں اب سلطان احمد خان پر ٹک گئی تھیں۔ جن کے چہرے پر اس وقت چٹانوں سی سختی نظر آ رہی تھی۔۔ سب انکے جواب کے منتظر نظر آنے لگے تھے۔۔۔

اسے کہہ دو کہ سلطان احمد خان بیٹے کی آزادی کے لیے بیٹی کی عزت پر ہاتھ ڈالنے والوں کو کبھی معاف نہیں کر سکتا...اگر کسی نے اس کی بیٹی کی حرمت پر انگلی اٹھانے کی جرات کی ہے۔۔تو یاد رکھے، کہ سلطان احمد خان خاموش ضرور ہے مگر بے بس نہیں ہے۔۔اور جو ہاتھ میری بیٹی کی طرف بڑھے ہیں...وہ ہاتھ اب توڑے بنا سلامت نہیں چھوڑے جائیں گئے۔۔ اس لئے مارکو کو میرا پیغام بھجوادو۔۔کہ اپنے الٹے دن گننا شروع کر دے۔۔۔کیونکہ سلطان احمد خان اب اپنے پورے قہر کے ساتھ اس پر قیامت بن کر ٹوٹے گا۔۔۔!!فلیٹ میں گونجتی ہوئی انکی سرد چنگاڑ ہر کسی کو بت بننے پر مجبور کر چکی تھی۔۔۔

فتی میں تجھے اکیلے کہیں بھی نہیں جانے دوں گا۔۔۔!! شہرام نے تیزی سے آگے بڑھ کر اسے روکتے ہوئے کہا تھا۔

شہری پاگل نہ بن۔۔۔! اپنے سامان کو جلدی سے پیک کرتے ہوئے فاتح نے افراتفری میں اسے گھرکا۔۔ جبکہ سیلینہ ہونک سی بنی انکو نا سمجھی سے دیکھ رہی تھی۔۔۔

پاگل میں نہیں تو بن رہا ہے۔۔!! تجھے کیا لگتا ہے۔ کہ تو ایسے جائے گا تو کیا سیلینہ کو اور خود کو سیور رکھ سکے گا...؟؟؟ اسے مسلسل ضد پر اڑے دیکھ کر شہرام کو اب غصہ آیا تھا۔ پچھلے دو دنوں سے وہ اپنے اڈے پر ہی رکے ہوئے تھے۔۔۔ گھر بھی نہیں گئے تھے۔ اور آج سیلینہ کو آفس سے پک

کرتے ہوئے فاتح اسے بھی یہاں پر لے آیا تھا۔تاکہ یہیں سے فلائٹ کے لئے نکل سکے۔۔۔

تو جانتا ہے کہ میں نے یہ فیصلہ کیوں کیا ہے۔۔پھر کیوں فضول سوال کر کے میرا دماغ پکا رہا ہے۔۔۔!فاتح نے بھی رکتے ہوئے اسے گھورنا چاہا تھا۔ کیونکہ وہ ڈھیٹ بنا اسے پیکنگ نہیں کرنے دے رہا تھا۔۔۔

میں صرف اتنا جانتا ہوں۔کہ تیرا یہ فیصلہ ایک دم غلط ہے۔۔تو یہاں سے جا کر سیلینہ کو سیو نہیں کر رہا بلکہ شکاریوں کو لقمہ دے رہا ہے۔۔۔!!

شہرام نے اس بار لہجے کو دھیما بناتے ہوئے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ تاکہ وہ یہاں سے جانے کا فیصلہ ترک کر دے۔۔

جب سے فاتح نے بڑے بھائیوں کی گفتگو سنی تھی۔اسی دن سے اس نے یہاں سے جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ کیونکہ وہ اپنی وجہ سے اپنے گھر والوں کی زندگی کو مزید خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔۔پہلے مری میں مارکو کے آدمیوں نے اسے ٹارگٹ کیا۔ جہاں سبحان کی زندگی خطرے میں پڑ گئی تھی۔اور اب آئے دن کچھ نہ کچھ ہو رہا تھا۔۔عیس ہمدانی پر جان لیوا حملہ ہو چکا تھا۔ یہاں تک کہ ہوٹل میں گل ناز کا بھی پیچھا کیا گیا تھا۔ جسے فارس نے بروقت پہنچتے ہوئے ناکام بنا دیا تھا۔۔اور اب سیلینہ کی گاڑی کا روز پیچھا کیا جا رہا تھا۔اس لئے فاتح نے فیصلہ کیا تھا۔ کہ وہ کچھ عرصہ کے لیے سیلینہ کو ساتھ لے کر پاکستان سے چلا جائے گا۔ جہاں انہیں ڈھونڈنا مشکل ہو۔۔۔

شہری تو کیوں نہیں سمجھ رہا کہ میں یہاں پر رہتے ہوئے تم لوگوں کی زندگیوں کو مزید خطرے میں نہیں ڈال سکتا ہوں یار۔۔۔!! شہرام کو بار بار ایک ہی بات کرتے دیکھ کر فاتح اب عاجز ہوتے روانی میں بولا تھا۔۔ جبکہ اسکی زبان سے دل کی بات نکلتے دیکھ کر شہرام ایک پل کے چپ ہو گیا۔۔۔ وہ یقین کرنا چاہ رہا تھا۔ کہ اس نے جو سنا ہے وہ ٹھیک سنا ہے۔۔۔ تو۔۔۔ تو نے صرف اس لئے جانے کا فیصلہ کیا ہے۔۔ تاکہ ہمیں سیور رکھ سکے۔۔؟؟ شہرام کے لیے اسکے الفاظ پر یقین کرنا مشکل ہو رہا تھا۔۔۔ ہاں تو۔۔؟؟ اس میں کیا غلط ہے یار۔۔ میں حالات کو مزید بگڑنے نہیں دینا چاہتا بس۔۔۔!! اس سے نظریں چراتے ہوئے فاتح نے اطمینان سے کہا۔۔۔

اگر ایسی ہی بات ہے تو میں تیرے ساتھ جاؤں گا پھر۔۔۔!! ورنہ مجھے میرے نام کی قسم ہے۔ کہ میں ابھی کے ابھی کبیر اور فارس بھائی کو فون کر کے ساری بات بتادوں گا۔۔۔!! شہرام نے بنا مزید کوئی ضد کیے اسے اٹل لہجے میں دھمکی لگائی تو فاتح مڑتے ہوئے اسے حیرانی سے دیکھنے لگا۔۔ شہرام علی کی دھمکی اسکا ہر اعتراض چپ کرواتے ہوئے اچانک حامی بھرنے پر مجبور کر گئی تھی۔۔

اور اس طرح تین مہینے پہلے وہ کسی کو بھی کانوں کان خبر ہوئے بنا سیلینہ کو ساتھ لیے اچانک غائب ہو گئے تھے۔۔۔ پر اس سفر میں مہر ماہ کاظمی کی شرکت نے انہیں جھٹکا دیا تھا۔ جس دن ان تینوں کی پاکستان کی فلائٹ تھی۔ اس دن ائیر پورٹ پر مہر ماہ کاظمی پہلے ہی انکے انتظار میں کھڑی ملی

تھی۔اسے وہاں دیکھ کر وہ صدمے کا شکار تو ہوئے ہی تھے۔پر اس تہہ تک نہیں پہنچ سکے تھے۔کہ وہ وہاں پر کیسے پہنچی ہے۔شہرام علی نے ہزاروں بار اسکی منتیں کرتے ہوئے اسے واپس بھیجنا چاہا تھا۔پر مہر ماہ کا ظمی پختہ الفاظ میں اس پر صاف واضح کر گئی تھی۔کہ اگر وہ وہاں سے واپس جائے گی تو ان سب کو ساتھ لے کر۔۔ورنہ اسکے واپس جانے کے کوئی چانس نہیں ہیں۔۔

یہاں تک کہ فاتح سلطان نے بھی اسے منانے کی بھرپور کوشش کی تھی۔ پر وہ کسی صورت بھی نہیں مانی تھی۔تھک ہار کو مجبوراً انہیں مہر ماہ کو ساتھ لے جانا پڑا تھا۔جو کہ بالکل ہی غیر یقینی ہوا تھا۔۔سیلینہ کو ساتھ لیے فاتح

سلطان مختلف ملک پھرتا رہا تھا۔۔تا کہ کہیں بھی انکی مستقل موجودگی کو محسوس کرتے ہوئے ان تک پہنچنے کی کوشش نہ کی جائے۔۔

اس دوران شہرام اور مہرماہ کاظمی بھی انکے ساتھ ہی رہے تھے۔پر فاتح انہیں اپنے ساتھ نہیں رکھتا تھا۔۔وہ جس ملک بھی جاتے تھے۔وہاں پر الگ الگ رہتے ہوئے ایک دوسرے کی خبر رکھتے تھے۔۔فاتح اور شہرام کے اس اچانک قدم پر بلیک مینشن میں طوفان اٹھا تھا۔۔۔کبیر اور فارس نے ان سے رابطہ کرتے ہوئے انہیں واپس آنے کی بہت منت وسماجت کی تھی۔پر فاتح کے وہی الفاظ تھے۔کہ وہ واپس آکر کسی بھی اپنے کی زندگی کو داؤ پر نہیں لگا سکتا۔۔اسی بحث و تمحیص میں ایک مہینہ گزر گیا تھا۔۔اور اس ایک مہینے میں انہوں نے چار ملک بدل ڈالے تھے۔۔

فاتح کو کسی صورت بھی لوٹتے نہ دیکھ کر کبیر اور فارس نے صبر کرتے ہوئے اسکی خبر رکھنا شروع کر دی۔۔پر آخری بار جب وہ جرمنی میں رہ رہے تھے۔تب فاتح کی غیر موجودگی میں مارکوایلن کے آدمی وہاں پہنچتے ہوئے سیلینہ کو لے گئے تھے۔۔اور بعد میں فاتح کے لئے پیغام چھوڑتے ہوئے وہ اسے بھی قید کرنے کے بعد اٹلی واپس لوٹ گئے۔۔جہاں شہرام نے پہنچ کر فاتح سلطان کو ڈھونڈنے میں زمین آسمان ایک کر دیا تھا۔پر آخر پر ہیر پاشا اور مہر ماہ کاظمی سیلینہ کو آزاد کروانے کے بعد خود پاکستان واپس آ چکی تھیں۔پر سیلینہ پاکستان نہیں پہنچی تھی۔۔۔جبکہ مارکوایلن اپنی قید میں فاتح سلطان کو جکڑے یہاں پر تباہی مچانے آ پہنچا تھا۔پر اس تباہی کے تین پیادے اب ہاتھ لگتے ہوئے کہانی کا رخ بدل چکے تھے۔۔۔بادشاہ نے کس

شرط پر حیدر ابراہیم کو آزاد کیا تھا۔۔؟ جنید کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔۔۔ کہ بادشاہ "فاتح سلطان" کی آزادی کے لیے موت کا کونسا کھیل کھیلنے والا ہے۔۔۔

گل بہار کمرے میں داخل ہوئی تو کبیر خان علیزے خان کا ہاتھ تھامے سویا ہوا تھا۔۔۔ غازیان کو ماہ پارہ کے کمرے میں بھیجنے کے بعد کبیر خان خود ماں کے کمرے میں آ گیا تھا۔ علیزے خان سے چھوٹی چھوٹی باتیں کرتے ہوئے کبیر خان انہیں بہلانے کی کوشش کرتا رہا تھا۔ کیونکہ ماہ پارہ کی چیخیں سنتے ہوئے وہ گھبرا گئی تھیں۔۔

کبیر خان کا انہیں ہینڈل کرنا انتہائی مشکل ہو چکا تھا۔ کیونکہ ماہ پارہ کے بارے میں بار بار سوال کرتی ہوئی وہ گھبرا رہی تھیں۔۔۔ پر آخر انہیں اپنے

ساتھ چھوٹی چھوٹی باتوں میں مصروف کرتے ہوئے وہ ریلیکس کرتا سلا چکا تھا۔اور اب خود بھی انکے ساتھ ہی سویا ہوا تھا۔۔۔

بہار جو صرف کبیر خان کو دیکھنے کے لیے یہاں پر آئی تھی۔کہ کبیر کو ایسے سوئے دیکھ کر بے ساختہ مسکرا دی۔۔بہار نے آگے بڑھ کر ہمیشہ کی طرح اسکے کان پہنے ہوئے سٹون کو ہاتھ سے چھوا کہ تبھی کبیر خان بیدار ہوتا آنکھیں کھول کر دیکھنے لگا۔۔اسکے یوں ایک دم سے جاگنے پر بہار چونکی تھی۔جبکہ کبیر خان اسے اپنے سامنے دیکھ کر حیرت سے مسکرا کر ایک نظر علیزے خان کی طرف دیکھ گیا۔جو اسکا ہاتھ تھامے اب پر سکون انداز میں سوئی ہوئی تھیں۔۔آدھی رات تو ایسے ہی گزر چکی تھی۔۔۔

علیزے خان کے ہاتھ کو چومتے ہوئے کبیر آہستہ سے کھڑا ہوا تھا۔اسکا تھکا ہوا انداز دیکھ کر بہار کو بے اختیار کبیر خان کی نیند خراب کرنے پر شرمندگی سی ہونے لگی۔

طبیعت کیسی ہے۔۔۔؟؟ بہار کو بازو کے گھیرے میں لے کر کبیر نے باہر کی جانب قدم بڑھاتے ہوئے آہستہ آواز میں سوال کیا تھا۔۔

ٹھیک ہوں۔۔۔!! اسکے تھامنے پر بہار چونک کر جھجکتے ہوئے تیزی سے سر ہلاتے ہوئے بولی تھی۔۔۔

میڈیسن لے رہی ہو ٹائم پر۔۔۔؟؟ اپنے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے کبیر خان نے بغور اسکا جائزہ لیتے ہوئے اب دوسرا سوال کیا۔۔۔

جی۔۔!!اسکی نظروں سے پزل ہوتے بہار ارد گرد دیکھتے ہوئے بولی تو اسے نظریں چراتے دیکھ کر کبیر خان بے اختیار مسکرا دیا۔۔۔

اکیلے نیند نہیں آرہی تھی کیا۔۔۔؟؟اپنے کمرے میں داخل ہو کبیر خان نے اچانک اسے بازوؤں میں اٹھاتے ہوئے مزید پوچھا تھا۔کیونکہ نائٹ سوٹ پہنے وہ کمرے سے باہر گھوم رہی تھی۔مقابل کے اس سوال پر بے اختیار بہار نے اداس سا منہ بناتے ہوئے اسے دیکھا۔۔جبکہ زبان سے وہ کچھ نہیں بولی تھی۔۔

کتنے دنوں سے وہ بڑی بہن کے کمرے میں سو رہی تھی۔کیونکہ اکیلے اب اسے نیند نہیں آتی تھی۔۔آج بھی وہ ناز کے کمرے میں سونے کے لئے گئی تھی۔جب ناز نے اس سے کبیر خان کے بارے میں پوچھا تو وہ حیران کن رہ

گئی۔ کیونکہ وہ اسکی موجودگی کے بارے میں نہیں جانتی تھی۔۔ شام سے وہ اپنے پہلے والے کمرے میں تھی۔ ابھی وہ ماہ پارہ کو دیکھنے کے لیے اسکے کمرے میں بھی گئی تھی۔ لیکن ناز سے اسے پتہ چلا تھا۔ کہ غازیان، ماہ پارہ کو اپنے کمرے میں لے جا چکا ہے۔۔ اور اب کبیر خان کی موجودگی کا اندازہ لگاتے ہوئے وہ علیزے خان کے کمرے میں فقط اسے دیکھنے کے لیے گئی تھی۔ جہاں بیچ میں وہ بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے بیٹھے شاید سو رہا تھا۔۔۔

ائم سوری بہارے۔۔!! میں تمہیں ٹائم نہیں دے پا رہا ہوں۔۔ پر انشااللہ جلدی سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔! اسکی اداس خاموشی کو سمجھتے ہوئے کبیر خان کہتے ہوئے اسے گلے سے لگا چکا تھا۔۔ بہار نے بچوں کے سے انداز میں

اسکے گرد بانہیں پھیلاتے ہوئے آنکھیں موندلی تھیں۔۔دل میں آمین بولتے ہوئے کبیر خان کے سینے سے لگی وہ پر سکون ہونے لگی تھی۔۔۔

بہارے۔۔!!کچھ پل یوں ہی گزرے کہ کبیر نے اچانک اسے پکارا۔۔

جی۔۔!!اسکے بلانے پر بہار چہرہ باہر نکالتے ہوئے استفہامی انداز میں اسکی طرف دیکھنے لگی تھی۔۔۔

مجھے سلادو گی۔۔؟؟کبیر خان کا دل بے اختیار ان کالے نینوں میں ڈوب کر ابھرا تھا۔۔جب وہ اپنی تمام تر توجہ کے ساتھ کبیر خان کی طرف آنکھیں بڑی کرتے ہوئے دیکھتی تھی۔کہ یوں ٹکر ٹکر کر دیکھتے ہوئے وہ مقابل کا چین و سکون لوٹ لیتی تھی۔۔جیسے ابھی وہ کبیر خان کی توجہ ہر پریشانی سے ہٹاتے ہوئے اپنی طرف کھینچ چکی تھی۔۔۔

تم میرے ہر درد کا آرام ہو بہارے۔۔۔!!اسکی بڑی بڑی آنکھوں پر قربان ہوتے وہ ہولے سے مسکرا کر جھکتے ہوئے نرمی سے اسکی ٹھوڑی پر ہونٹ رکھ چکا تھا۔ بہار ایک دم سے بلش کرنے لگی تھی۔اسکی ٹھوڑی کو چومنے کے بعد کبیر خان اسے کمر سے تھام کر قریب کرتے ہوئے بہار کے لبوں پر نرمی سے ہونٹ رکھ چکا تھا۔۔کبیر کے چھونے پر بہار کے گال تیزی سے گلابی ہوتے نظر آئے تھے۔بے حد نرمی کے ساتھ اسکے لبوں کو اپنے ہونٹوں سے چھو کر پیچھے ہٹ کر وہ اسکا چہرہ دیکھنے لگا۔اسکے دیکھنے پر بہار شرما کر اسکے سینے میں چہرہ چھپاتے ہوئے جھینپی تو کبیر ہولے سے ہنستے ہوئے اسکے سر کو چوم گیا۔۔۔

شرم آرہی ہے کیا۔۔۔؟؟ مسکراتے ہوئے کبیر خان نے اسے چھیڑا تھا۔۔۔

بیر۔۔۔!!! نہیں کریں نا۔۔۔!! بہار نے روہانسے ہوتے دہائی دی تو وہ چہرہ بلند کرتے ہوئے خاموشی سے ہنستا چلا گیا۔۔اپنی صرف ایک معصوم سی ادا سے وہ کبیر خان کا دھیان خود پر لگا چکی تھی۔۔ جبکہ ایک جہاں تھا۔ جو کبیر خان کی توجہ کا منتظر رہتا تھا۔۔۔

اچھا نہیں چھیڑتا اب۔۔ چہرہ تو باہر نکالو۔۔۔!! کبیر نے اسکی من موہنی صورت کو اپنے سامنے کرتے ہوئے یقین دلایا تھا۔ جبکہ بہار معصوم نظروں سے اسے دیکھ گئی۔۔

مجھے سلادو گی کچھ دیر کے لیے۔۔۔!!اسکی ناک کی ٹپ کو چومتے ہوئے کبیر نے تھکے ہوئے انداز میں اپنے سابقہ الفاظ دہرائے۔۔

کیسے۔۔؟؟ بہار نے اسکے الفاظ پر حیرانی سے دیکھتے ہوئے نا سمجھی سے پوچھا تو کبیر مسکرا کر لیٹتے ہوئے اسکی گود میں چہرہ چھپاتے ہوئے اسکی کمر کو تھام گیا۔۔ بہار کی گود میں چہرہ چھپاتے ہوئے وہ شاید اسے بتا چکا تھا۔ کہ وہ ایسے سونا چاہتا ہے۔۔اپنے پیٹ پر کبیر کے ہونٹوں کے لمس کو محسوس کرتے ہوئے وہ اب دل سے مسکراتے ہوئے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر گئی۔۔

آنکھوں کو بند کرتے ہوئے بہار نے اسکے گولڈن براؤن بالوں میں ہاتھ سہلانا شروع کیا تو کبیر خان مزید شدت سے اسے تھماتے ہوئے سکون محسوس کرنے لگا تھا۔

وہ۔۔۔وہ مجھے مار دے گا۔۔!!ماہ پارہ نیند میں بے چینی سے بولتی جا رہی تھی۔۔اسکی آوازوں پر غازیان ایک دم سے جاگتے ہوئے دیکھنے لگا تھا۔۔

وہ۔۔۔مار دے گا مجھے۔۔مجھے سب سے دور لے جائے گا۔۔۔!!خواب کے زیر اثر وہ مچلی تھی۔۔حیدر ابراہیم کا پاگل پن کسی زہر کی طرح ماہ پارہ کے دماغ میں بیٹھ چکا تھا۔ساری رات وہ وقفے وقفے سے جاگتے ہوئے چیختے ہوئے رونے لگتی تھی۔اسکی زبان پر فقط یہ ہی الفاظ تھے۔"کہ وہ اسے مار دے گا۔۔وہ اسے سب سے دور لے جائے گا۔۔ "

ماہا۔۔!!میری جان۔۔۔!!غازیان نے تیزی سے قریب ہوتے اسکا چہرہ تھپتھپاتے ہوئے اسے ہوش میں لانے کی کوشش کی۔ماہ پارہ کا ڈر اب اسے

لاچار کر رہا تھا۔ ساری رات غازیان نے انگاروں پر گزاری تھی۔ وہ جب جب بد حواس ہوتی چیخنے لگتی تھی۔ تب تب غازیان پاشا کی سرمئی آنکھیں زہر سی سیاہ پڑ جاتی تھیں۔۔

کوئی نہیں آئے گا میں پاس ہوں تمہارے۔۔! آنکھیں کھولو میری جان۔۔!! اسکے کان میں بولتے ہوئے غازیان اسے ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اپنی آواز سے شاید وہ اسکے خوفزدہ دماغ کو پر سکون کرنے کی کوشش میں تھا۔۔ اسکی بھاری آواز پر اب ماہ پارہ نے ایک جھٹکے میں آنکھیں کھولتے ہوئے اسے تلاشنا چاہا تھا۔ خالی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے جیسے ہی اسے غازیان پاشا کا چہرہ نظر آیا تو وہ سسک کر آگے بڑھتے ہوئے اسکے سینے سے لگ گئی۔۔

غازی۔۔۔!!وہ۔۔۔!!اسکے سینے میں خود کو چھپاتے ہوئے وہ کسی انجانے خوف کے زیر اثر کانپتے ہوئے بولنے کی کوشش کر رہی تھی۔

ششش۔۔۔!!میں پاس ہوں۔۔کوئی بھی نہیں یہاں پر۔۔۔!غازیان اسے سینے میں بھینچتے ہوئے یقین دلانے لگا تھا۔۔

غازی۔۔۔وہ مجھے مار رہا تھا۔۔۔۔اس نے مجھے چھوا۔۔۔!!ماہ پارہ کانپتے وجود کے ساتھ خود کو عجیب سی نظروں سے دیکھتے ہوئے بتانے لگی تو غازیان پاشا کا دل اچانک جلتے ہوئے خاک ہوتا چلا گیا۔۔جن نظروں سے وہ خود کو دیکھ رہی تھی۔غازیان کا مضبوط دل ان نظروں کے مفہوم کو سمجھتے ہوئے بند ہو رہا تھا۔۔۔بے اختیار غازیان کا سانس اکھڑنے لگا۔۔۔

ماہاادھر دیکھو۔۔۔دیکھو کوئی بھی نہیں یہاں پر۔۔۔میں ہوں نا۔۔میں پاس ہوں تمہارے۔۔غازیان نے ایک جھٹکے میں اسے سینے میں چھپاتے ہوئے آنکھیں میچ لی تھیں۔۔جبکہ ماہ پارہ ہچکیاں لیتے ہوئے اسکی شرٹ کو جکڑنے لگی تھی۔۔جیسے اسکے دور جانے کا خدشہ ہوا۔۔

کوئی بھی نہیں آئے گا میری ماہا کے قریب۔۔۔!!میں تمہیں سب سے چھپالوں گا۔۔۔!!اسکے سر کو چومتے ہوئے غازیان کی سرمئی آنکھوں سے ایک آنسو ٹوٹ کر ماہ پارہ کے بالوں میں جذب ہوتا چلا گیا۔۔۔اسکی تسلیوں پر یقین کرتے ہوئے کل رات کی طرح وہ آہستہ آہستہ پر سکون ہونے لگی تھی۔۔جبکہ غازیان پاشا کا دل زخموں سے چور ہوتا سب کچھ فنا کرنے کو چاہ

رہا تھا۔۔اپنی محبوب عورت کو اس اذیت میں دیکھنا کسی کرب سے کم نہیں تھا۔۔وہ بہت مشکلوں سے اپنے دل کو سنبھالے ہوئے تھا۔۔

غازیان کی آغوش میں ماہ پارہ کا وجود اب تھم رہا تھا۔۔اسکے نازک وجود کو پوری طرح خود میں چھپاتے ہوئے وہ اسے سچ میں ہر طرح سے محفوظ کر چکا تھا۔جبکہ ماہ پارہ اسکی قید میں پر سکون سی ہوتی دوبارہ سے بے ہوشی میں اتر رہی تھی۔کہ تبھی دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔۔

دستک کی آواز پر غازیان نے ایک نظر خود سے لپٹی ماہ پارہ کو دیکھا تو آہستہ سے اسکا سر تکیے پر رکھتے ہوئے آنکھوں کو صاف کرتے ہوئے وہ بیڈ سے اٹھ کھڑا ہوا۔۔

یس کم ان۔۔۔!! غازیان نے بھاری آواز میں بولتے ہوئے اندر آنے والے کو اجازت دی۔۔

کیسی ہے ماہی۔۔۔؟؟ باسم اندر داخل ہوتے پوچھ گیا تھا۔۔۔اسکی آواز پر غازیان نے بے ساختہ مڑ کر دیکھا تو باسم اسکی نم آنکھوں کو دیکھتے ہوئے اپنی جگہ پر ٹھہر گیا۔۔۔

غازی۔۔۔!! باسم نے تڑپ کر ایک جست میں آگے بڑھتے ہوئے اسے تھامتے ہوئے گلے سے لگالیا۔۔۔غازیان اسکے گلے لگتے ہوئے اچانک ضبط کھوتے ہوئے بے آواز رو دیا تھا۔۔۔وہ خود کو بہت مضبوط کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔پر وہ بے بس ہو رہا تھا۔۔

باسم۔۔۔!!اسے بتاؤ کہ وہ مجھے جان سے پیاری ہے۔۔۔!!میرے دل کا معاملہ میرے اختیار سے باہر ہے۔۔اسے کہو کہ خدارا خود کو ایسی نظروں سے نہ دیکھے کہ میں مرتے ہوئے خاک بھی نہ ہو پاؤں۔۔۔!!باسم کاظمی کو اسکی آواز پہلی بار کانپتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔۔مشکل سے مشکل حالات میں بھی غازیان پاشا کا لہجہ کبھی ڈگمگاتا نہیں تھا۔پر کل رات سے وہ رک رک کر بات کر رہا تھا۔۔اسکی التجاؤں پر بے اختیار تڑپتے ہوئے باسم کاظمی اسے زور سے خود میں بھینچنے لگا تھا۔۔۔

ایسے نہیں بولو غازی۔۔وہ ٹھیک ہو جائے گی۔۔ہمیں ہمت سے کام لینا ہو گا۔۔۔!!باسم نے مضبوطی سے اسے جکڑتے ہوئے چہرہ بلند کرتے ہوئے اپنی آنکھوں کو نم ہونے سے روکا تھا۔۔وہ تھوڑی دیر پہلے ہی ہاسپٹل سے

واپس آیا تھا۔۔اور آتے ہی اسے پتہ لگا تھا۔ کہ کل رات غازیان، ماہ پارہ کو رخصت کرواتے ہوئے اپنے کمرے میں لے گیا ہے۔ یہ جانتے ہی وہ اسے دیکھنے کے لیے سب سے پہلے یہاں پر آچکا تھا۔۔

اگر ہم ایسے ہمت ہار جائیں گئے تو بھائی لوگوں کو کون حوصلہ دے گا۔۔۔؟؟اسکے گھنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے باسم اب اسے سمجھا رہا تھا۔۔ جبکہ غازیان اسکے گلے لگا بس خاموشی سے سنتا جا رہا تھا۔۔ان سب کو ایک دوسرے کے لئے مضبوط رہنا تھا۔۔

سیلینہ کی کیا خبر ہے۔۔۔؟؟گل ناز نے خاموش بیٹھی ہیر کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔۔ جبکہ مہر ماہ کسی گہری سوچ میں گم تھی۔۔۔

فلوقت تو کوئی بھی نہیں آپی۔۔۔!! ہیر نے مایوسی سے بتایا تھا۔ جس کو سنتے ہوئے گل ناز بے ساختہ سرد سانس خارج کر گئی۔ مہر ماہ اور گل ناز ہیر کے پاس اپارٹمنٹ میں آئی ہوئی تھیں۔۔۔

مہرو۔۔!! مہر ماہ کو گم دیکھ کر گل ناز نے اسے متوجہ کرنے کی کوشش کرتے ہوئے پکارا تھا۔۔پر جواب ندارد۔۔۔!! آس پاس سے بے خبر وہ خالی نظروں سے کسی غیر مرئی نقطے کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔۔۔

مہرو۔۔۔!! ہیر نے اب کی بار اسے پکارتے ہوئے ساتھ جھنجھوڑا تو مہر ماہ ہڑبڑاتے ہوئے انکو دیکھ گئی۔۔

کک۔۔کیا ہوا۔۔۔؟؟ ہیر کے جھنجھوڑنے پر وہ گھبرا کر پوچھنے لگی تھی۔۔۔

طبیعت ٹھیک ہے نا تمہاری۔۔؟؟ کہاں گم ہو۔۔۔؟؟ اسکے چہرے کے رنگ کو زرد ہوتے دیکھ کر ہیر فکر مندی سے چھوتے ہوئے پوچھے لگی تھی۔۔

ٹھیک ہوں میں۔۔۔!! مہر ماہ نے بے ساختہ انہیں تسلی دی۔۔

کیا ہوا ہے مہرو۔۔۔؟ کوئی بات ہے کیا۔۔؟؟ نازنے نرمی سے پوچھتے ہوئے مہر ماہ کے ہاتھ کو تھام لیا۔ کیونکہ وہ اسے بہت الجھی ہوئی لگ رہی تھی۔۔

پتہ نہیں آپی مجھے کچھ نہیں سمجھ آرہی۔۔۔!! بس میرا دل بہت گھبرا رہا ہے۔۔۔ جیسے کچھ ہونے والا ہے۔۔۔ مجھے شہری کی فکر ہو رہی ہے

آپی۔۔۔!! مہر ماہ کی نیلی آنکھیں بھیگتے ہوئے گلابی ہو رہی تھیں۔۔ گیلی آواز میں وہ انہیں بتا رہی تھی۔۔۔

ایسے کیوں کہہ رہی ہو مہرو۔۔۔!! اگر کوئی بات ہوئی ہے تو ہم سے شیئر کرو نا۔۔!! گل ناز نے اچانک سے پریشان ہوتے اٹھتے ہوئے اسے ساتھ لگا لیا تھا۔۔ ہیر بھی مضطرب ہوتے اسے دیکھنے لگی تھی۔۔۔

مجھے نہیں معلوم آپی بس میرا دل کہہ رہا کہ کچھ ہونے والا ہے۔۔۔ مہر ماہ بے بس ہوتے ناز کی طرف دیکھتے ہوئے بولی تھی۔۔ آج صبح سے اسکا دل اسی حالت میں تھا۔۔ وہ چاہ کر بھی کچھ نہیں سمجھ پا رہی تھی۔۔

کچھ نہیں ہو گا بھیا کو۔۔۔!! تم دعا کرو انکے لئے۔۔۔!! گل ناز نے فکر مند ہوتے بے ساختہ اسے تسلی دینا چاہی تھی۔ جبکہ مہر ماہ خاموشی سے سر ہلا کر

اسکے گلے لگتے ہوئے اپنے بے چین دل کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔۔۔

غازیان پاشا کی گاڑی بادشاہ کے اڈے پر پہنچی تو اسے پہچانتے ہوئے بادشاہ کے آدمی تیزی سے دروازہ کھولتے چلے گئے۔۔۔

گاڑی اندر داخل کر کے غازیان جلدی سے بریک لگاتے ہوئے باہر نکلا تھا۔۔اسکی کیفیت اس وقت عجیب سی ہو رہی تھی۔وہ بس شہرام علی کو دیکھنا چاہتا تھا۔اپنے بھائی کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی چاہ میں وہ آج اسکے اڈے پر پہنچ چکا تھا۔۔کیونکہ غازیان پاشا کا دل کوئی انہونی ہونے کی گواہی دے رہا تھا۔۔اسکا دل آج صبح سے شہرام علی کے لئے بہت بے چین ہو رہا

تھا۔۔اس لئے باسم کو ماہ پارہ کا خیال رکھنے کی تلقین کرتے ہوئے وہ خود یہاں پر شہرام کو دیکھنے آگیا تھا۔۔

شہری۔۔۔؟؟غازیان اسے پکارتے ہوئے تیزی سے قدم اٹھا رہا تھا۔۔۔ اسکی آوازوں پر بادشاہ کے سب آدمی متوجہ ہوتے دیکھنے لگے تھے۔۔

دادا یہاں پر نہیں ہیں۔۔۔!!ایک آدمی تیزی سے غازیان کی طرف آتے ہوئے بتا گیا۔۔۔

کہاں ہے پھر وہ۔۔؟؟بنا توقف کے غازیان نے سوال کرتے ہوئے جاننا چاہا تھا۔

ہم میں سے کسی کو نہیں معلوم۔۔پر جنید کو ضرور پتہ ہو گا۔۔۔!!لاعلمی سے بتاتے ہوئے وہ آخر پر جیند کا ذکر کرتے بولا تو غازیان کو بے اختیار یاد آیا۔کہ جنید سلطان اور بادشاہ کا خاص آدمی تھا۔۔

کہاں پر ہے وہ۔۔؟غازیان نے اب جیند کے بارے میں سوال کیا تھا۔۔

جیند تو اس کمرے میں ہے۔۔۔!اس آدمی نے سامنے والے کمرے کی طرف اشارہ کیا تو غازیان تیزی سے اس کمرے کی طرف بڑھ گیا۔وہ یہاں پر شہرام علی کو دیکھنے کے لیے آیا تھا۔پر اسکی غیر موجودگی جانتے ہوئے غازیان پاشا کا دل اب پہلے سے بھی زیادہ بے سکونی محسوس کر رہا تھا۔۔

جنید۔۔۔!!کمرے میں داخل ہو کر غازیان نے اسے تیزی سے مخاطب کیا تھا۔جیند جو بالکل خاموش خالی نظروں سے زمین کی طرف دیکھ رہا تھا۔کہ

کسی انجانی آواز پر جاگتے ہوئے دروازے کی جانب دیکھ گیا۔ جہاں غازیان پاشا کھڑا تھا۔۔۔

بادشاہ کہاں ہے۔۔۔؟؟اسکے متوجہ ہونے پر غازیان سوال کرتے ہوئے چلتے ہوئے اسکے سامنے آکر کھڑا ہو گیا تھا۔۔ جبکہ اسکے سوال پر جنید آسودگی سے مسکرا دیا تھا۔ بادشاہ کو گئے ہوئے ابھی صرف ایک گھنٹہ ہی گزرا تھا۔ کہ اسکے دل کے مکین اسے تلاش کرتے ہوئے یہاں پر آ بھی پہنچے تھے۔۔۔

یہاں پر۔۔۔!! ٹیبل سے ایک سفید لفافہ اٹھا کر اسکی طرف بڑھاتے ہوئے جنید نے اطمینان بھرے انداز میں اسکے سوال کا جواب دیا تھا۔۔

اسکے بڑھے ہوئے ہاتھ کو دیکھ کر غازیان الجھی نظروں سے دیکھنے لگا تھا۔۔۔

کیا ہے اس میں۔۔۔؟؟اس سفید لفافے کو تھامتے ہوئے غازیان کو نجانے کیوں ایک عجیب سا ڈر محسوس ہوا تھا۔اس لئے بنا تھامے سوال کر گیا۔۔

آپکے بھائی کا پتہ۔۔۔!!جنید نے اب بھی اسی اطمینان کے ساتھ جواب دیا تھا۔۔جس کو سن کر غازیان پاشا کی آنکھوں میں حیرت کے ساتھ ساتھ الجھن ابھرتی چلی گئی۔۔غازیان نے ہمت کرتے ہوئے اسکے بڑھے ہوئے ہاتھ سے سفید لفافہ تھام کر دیکھنا چاہا تھا۔۔غازیان کو بادشاہ کا دیا ہوا خط کھولتے دیکھ کر جنید اب پر سکون ہو چکا تھا۔۔۔

اسکے بر عکس غازیان نے لفافہ کھول کر دیکھا تو اس میں ایک سفید خط تھا۔۔ غازیان نے تیزی سے خط کھولا تو شہرام علی کی ہینڈ رائٹنگ دیکھتے ہوئے وہ بے جان سا ہوتا چلا گیا۔۔

"میں نہیں جانتا کہ تم لوگوں میں سے کون سب سے پہلے میرے خط کو پڑھے گا۔۔۔! یا کون شہری, شہری پکارتے ہوئے یہاں پر آجائے۔۔۔ لیکن تم میں سے جو بھی ہو۔۔اور میرا خط پڑھ رہا ہو تو یاد رکھنا کہ شہرام علی کی جان اسکے بھائیوں میں قید ہے۔۔۔ بھائیوں کا یہ رشتہ بہت ہی خوبصورت ہے۔ شاید اتنا کہ انسان خود میں اتنا زندہ نہیں رہتا جتنا اس انسان میں نظر آنے لگتا ہے۔ جو آپکا ہم خون ہوتا ہے۔ میں بہت خوش قسمت ہوں۔ کہ مجھے اس دنیا میں تم سب جیسے بھائی ملے ہیں۔ جو مجھ سے اتنی

محبت کرتے ہیں۔ کہ میری مشکل کو مجھ سے پہلے محسوس کرتے ہوئے یہاں پر پہنچ جائیں گئے۔۔۔ میں جانتا ہوں کہ تم لوگ کبھی بھی مجھے یہ قدم اٹھانے نہیں دو گئے۔۔ پر یار امیں جی نہیں پار ہا ہوں۔۔۔ مجھے فاتح سلطان کے بنا سانس نہیں آتی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ہمارے بنا وہ بھی ہماری جتنی ہی تکلیف میں مبتلا ہو گا۔۔ پر میں اپنے دل کو کیسے سنبھالوں جو ہر لمحے مجھے اب اس بات کا احساس دلاتا ہے۔ کہ میری لاپرواہی کی وجہ سے وہ اس حال میں پہنچا ہے۔۔ تم لوگ ٹھیک کہتے ہو۔۔ کہ بھائی لوگوں کی ناراضگی جائز ہے۔۔۔ مجھے فاتح کی بات تم لوگوں سے نہیں چھپانی چاہیئے تھی۔۔ پر میں کیا کرتا میں تب ڈر چکا تھا۔۔ میں ڈر گیا تھا۔ کہ کہیں میرے ساتھ نہ دینے پر وہ مجھے بھی نہ چھوڑ جائے۔۔ بس اسی ڈر کے آگے بے بس

ہوتے میں نے ہر ممکن کوشش کرتے ہوئے اسے بچانا چاہا تھا۔ پر شاید قسمت میں کچھ اور ہی لکھا ہوا تھا۔۔۔ کہ میری اتنی کوششوں کے باوجود وہ ہم سے دور ہو گیا۔۔۔ لیکن یار امجھ سے نہیں ہو رہا۔۔۔ مجھ سے اسکے بنا نہیں جا رہا کیونکہ فاتح سلطان میرا قلب بن چکا ہے۔۔ میں اسکے بنا شاید زندہ تو نہیں پر اب مر ضرور سکتا ہوں۔۔ میں اسے آخری بار پکارنے جا رہا ہوں۔۔ کبیر بھائی اور فارس بھائی کو کہنا کہ مجھے معاف کر دیں۔۔ انہیں بتانا کہ انکا شہری ان سے بہت محبت کرتا ہے۔۔ میں فاتح کو ڈھونڈنے کے لیے جا رہا ہوں۔۔۔"

تم لوگوں کا شہرام علی۔۔

پورا خط پڑھنے کے بعد غازیان کو کمرے کی چھت اپنے اوپر گرتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔۔اسکا مضبوط دل لرزتے ہوئے حلق میں آیا تو وہ الٹے پیر وہاں سے بھاگتے ہوئے نکلا تھا۔۔کیونکہ اسے ہر حال میں شہرام علی کو روکنا تھا۔۔شاید جانے سے پہلے شہرام علی جانتا تھا۔کہ اسکے بھائیوں میں سے کوئی نہ کوئی ضرور یہاں پر آئے گا۔اسی لئے وہ انکے لئے ایک بے ترتیب سا خط چھوڑتے ہوئے جا چکا تھا۔اسکے بے ترتیب جملے یہ بتانے کے لیے کافی تھے۔کہ وہ انہیں کسی بڑی آزمائش سے گزرتے ہوئے تڑپانے والا ہے۔۔۔

ٹریک کے ارد گرد لوگوں کی ایک کثیر تعداد موجود تھی۔ لڑکے اور لڑکیاں شور مچاتے ہوئے آج کی ریس کے لئے کافی پر جوش نظر آرہے تھے۔۔ کہ تبھی اس شور وغل میں ایک گاڑی اچانک آکر رکی۔ گاڑی کے اندر سے ارسل خان، غازیان پاشا اور باسم کاظمی تیزی سے باہر نکلتے ہوئے ریسنگ سرکٹ کی طرف بھاگے تھے۔۔

لوگوں کے ہجوم کی طرف آتے ہوئے انہوں نے گھبراتے ہوئے شہرام علی کو تلاش کرنا چاہا تھا۔ "بادشاہ اور سلطان" کے اڈے سے نکلتے ہی غازیان نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے فون کرتے ہوئے سب کو شہرام کے بارے میں اطلاع دی تھی۔ شہرام کا پاگل پن جان کر وہ سب بے یقین ہو گئے تھے۔ لیکن انکے پاس ابھی سوچنے سمجھنے کا وقت نہیں تھا۔ ریس شروع

ہونے سے پہلے پہلے انہیں شہرام علی کو روکنا تھا۔ وہ کسی قیمت پر بھی اسے موت کا یہ کھیل نہیں کھیلنے دے سکتے تھے۔۔انہوں نے فاتح سلطان کو ضرور کھویا ہوا تھا۔ پر اسکے ساتھ ساتھ وہ شہرام علی کو بھی نہیں کھونا چاہتے تھے۔ وہ اپنی آنکھوں کے سامنے اسے موت کے منہ میں جانے نہیں دے سکتے تھے۔اس لئے کچھ بھی کر کے انہیں شہرام علی کو اس ریس سے باہر نکالنا تھا۔۔۔۔

ڈھونڈو اس چھوٹے خان۔۔۔!!اس قدر تیز شور میں غازیان پوری قوت سے چلایا تھا۔۔ کیونکہ ریسنگ ٹریک پر انہیں شہرام علی نہیں دکھ رہا تھا۔ ریس شروع ہونے میں ابھی صرف کچھ منٹ ہی بچے تھے۔اور ان کچھ منٹوں میں انہیں شہرام علی کو بچانا تھا۔ فارس اور کبیر نے انہیں صاف

صاف حکم دیا تھا۔ کہ ان کے پہنچنے سے پہلے پہلے ان تینوں کو مل کر شہرام علی کو کیسے بھی کر کے وہاں سے باہر نکالنا ہے۔۔۔۔

غازی وہ کہیں بھی نہیں نظر آرہا ہے۔۔۔!! سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے باسم کاظمی مضطرب ہوتے چیخا تھا۔۔ شہرام علی کو اس خطرناک کھیل کا حصہ بنتے دیکھ کر خوف وہراس انکی رگ رگ میں اتر رہا تھا۔۔ پاگلوں کی طرح وہ بھاگتے ہوئے شہرام علی کی تلاش میں تھے۔۔۔۔

غازی۔۔۔ باسم۔۔۔!! کانوں کو پھاڑ دینے والے شور میں اچانک ارسل خان نے چلاتے ہوئے انہیں پکارا۔۔ اسکے پکارنے پر وہ مڑ کر دیکھتے ہوئے اگلے ہی پل اسکی طرف بھاگے تھے۔۔

شہری۔۔۔!!انکے قریب آنے پر ارسل خان نے خشک پڑتے ہونٹوں سے سامنے کی جانب اشارہ کیا۔ہیزل براؤن اور وائٹ کلر کے امتیاز میں وہ سیفٹی کاسٹیوم پہنے بے تاثر چہرے کے ساتھ ٹریک پر کھڑا نظر آیا تھا۔۔۔ شہرام علی کو دیکھتے ہی ان تینوں کا دل ڈوب کر ابھرا تو غازیان بنا کسی کا لحاظ کیے حفاظتی بند سے کودتے ہوئے دوسری جانب بھاگا اٹھا۔۔اسکے یوں اندر داخل ہونے پر سب حیرانی سے متوجہ ہوتے اسے دیکھنے لگے تھے۔۔جبکہ غازیان تیزی سے بھاگتے ہوئے شہرام علی کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔لوگ اب شور مچاتے ہوئے غازیان کی طرف دیکھ رہے تھے۔جو رولز کو توڑتے ہوئے ریسنگ سرکٹ میں داخل ہو چکا تھا۔۔سیکورٹی گارڈز تیزی سے اسکے پیچھے بھاگے تھے۔۔

شہرام علی جو اپنے دھیان میں گم زمین کی طرف دیکھ رہا تھا۔ کہ اچانک شور کو عجیب ہوتے سن کر وہ نظریں اٹھانے پر مجبور ہو گیا۔ غازیان پاشا کو اپنی طرف آتے دیکھ کر شہرام علی کا ساکت دل ایک دم سے تیز دھڑکتے ہوئے اسے ساکن کر گیا تھا۔ اس سے پہلے کہ سیکورٹی گارڈز غازیان کو شہرام تک پہنچنے سے پہلے ہی جکڑ لیتے کہ شہرام انہیں اشارے سے روکتے ہوئے تیزی سے قدم بڑھاتے ہوئے اسکی طرف آیا۔۔۔

غازی۔۔۔!! تم یہاں پر کیا کر رہے ہو۔۔!! شہرام نے آگے بڑھتے ہوئے اسے کندھوں سے تھام لیا تھا۔۔

تت۔۔ تمہیں لینے آیا ہوں۔۔ چلو یہاں سے۔۔۔!! پھولی سانسوں میں غازیان پاشا نے جلدی سے کہتے ہوئے اسے تھام لیا تھا۔۔ جبکہ دور کھڑے

ارسل خان اور باسم کاظمی کارواں رواں گھبراہٹ میں مبتلا تھا۔دل ہی دل میں وہ دعا کر رہے تھے۔کہ کاش غازیان اسے واپس لانے میں کامیاب ہو جائے۔۔۔

تم پاگل ہو گئے ہو۔۔؟؟ جاؤ یہاں سے۔۔۔؟؟ شہرام جو بولنے ہی والا تھا۔۔کہ غازیان اسے تیزی سے روک گیا۔۔۔

شہری پلیز ایسے نہیں کرو۔۔۔!! کیوں ہمیں تکلیف دے رہے ہو۔۔؟؟ ہم فاتح کو ڈھونڈ رہے ہیں ناوہ مل جائے گا ہمیں۔۔۔پر پلیز تم چلو یہاں سے۔۔۔!! اسکے کچھ بھی کہنے سے پہلے غازیان اسکی منت کرنے لگا تھا۔۔ کہ تبھی سیکورٹی گارڈز شہرام کو ٹائم کا احساس دلانے لگے۔۔سب کی نظریں شہرام علی اور غازیان پاشا پر ٹکی ہوئی تھیں۔۔غازیان جس طرح بنا

اجازت کے ریسنگ سرکٹ میں داخل ہو کر شہرام علی کی طرف بھاگا تھا۔۔

یہ منظر دیکھنے والوں کو حیرت واستعجاب میں مبتلا کر چکا تھا۔۔۔

میں فیصلہ کر چکا ہوں غازی۔۔۔! میں اسکے واپس لوٹنے کا اب مزید انتظار نہیں کر سکتا ہوں۔۔۔!! اس لئے جاؤ یہاں سے۔۔۔!! اسکے چہرے کو تھامتے ہوئے شہرام نے اسے سمجھانا چاہا تھا۔۔۔

تم ہر بار اپنی مرضی کا فیصلہ نہیں کر سکتے ہو شہرام علی۔۔۔!! کیوں نہیں سمجھ رہے ہو تم۔۔۔؟؟ کیا چاہتے ہو کہ فاتح سلطان کی طرح ہم سب تمہاری واپسی کا منتظر بنتے ہوئے تڑپتے رہیں۔۔؟؟ اپنے چہرے سے اسکے ہاتھ جھٹکتے ہوئے غازیان پاشا اب کی بار تکلیف دہ لہجے میں چیخ پڑا تھا۔۔

کیونکہ سامنے کھڑا شخص انکی حالت کو نہیں سمجھ رہا تھا۔ وہ نہیں دیکھنا چاہ رہا

تھا۔ کہ وہ سب اسے یہاں پر کھڑے دیکھ کر وقت سے پہلے مر رہے تھے۔۔

غازی میرے ساتھ بحث نہیں کرو۔۔! جاؤ شاباش یہاں سے ریس شروع ہونے والی ہے۔۔۔!! شہرام نے اب کی بار پیار سے پچکارتے ہوئے اسے واپس بھیجنا چاہا تھا۔۔

میں تمہیں واپس لئے یہاں سے ایک انچ بھی نہیں ہلوں گا شہرام علی۔۔۔!! مجھے مجبور مت کرو کہ میں اس کھیل کے میدان کو موت کی تباہی میں بدل دوں۔۔!! غازیان غراتے ہوئے اٹل لہجے میں باور کرواتے ہوئے جم کر کھڑا ہو چکا تھا۔ جیسے موت کے علاوہ اسے یہاں سے جانے سے کوئی بھی مجبور نہیں کر سکتا ہو۔۔۔

غازی میرے ساتھ ضد مت لگاؤ جاؤ یہاں سے۔۔۔!! میرے پاس وقت نہیں ہے۔۔۔!! ضبط بھری سانس خارج کرتے ہوئے شہرام علی نے وہاں سے پلٹنا چاہا۔ کہ جب غازیان پھر تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے اسکے آگے دیوار بنتا کھڑا ہو گیا۔۔

شہری تم کیوں نہیں سمجھ رہے یار۔۔۔!! کیوں موت سے پہلے اپنے بھائیوں کو مارنا چاہ رہے ہو۔۔۔!! فارس اور کبیر بھی تم سے ناراض نہیں ہیں۔۔۔ انہیں تم پر صرف وقتی غصہ تھا میری جان۔۔۔!! نہیں کرو یہ۔۔ ہمیں اذیت کی کھائی میں پھینک کر تم ایسے نہیں جا سکتے۔۔۔ ہم ڈھونڈیں گئے نافاتح کو وہ مل جائے گا۔۔۔!! شہرام کو تھامتے ہوئے وہ ہر ممکن کوشش کرتے ہوئے اسے روک رہا تھا۔ جبکہ غازیان پاشا کا چہرہ اس وقت

اذیت کی انتہا پر تھا۔ جب شہرام اسکی بات کاٹتے ہوئے غضب ناک لہجے میں چیخ اٹھا تھا۔۔۔

ڈیم مجھے نہیں ڈھونڈنا اسے مزید۔۔۔ مجھے فاتح سلطان کو اب تلاش نہیں کرنا غازی کیونکہ مجھے اسے پانا ہے۔۔۔۔!! مجھے اسے ہر قیمت پر واپس پانا ہے۔۔۔ میں جان سے گزر جاؤں گا پر اب اسے پائے بنا واپس نہیں آؤں گا۔۔۔!! غازیان کا ایک ہی جملہ بار بار سنتے ہوئے شہرام علی کا صبر ٹوٹا تو وہ تکلیف سے چلاتے ہوئے آخر پر ضدی بنتے اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑ گیا۔۔ اسکے الفاظ پر غازیان پاشا کا وجود بے اختیار تھما تھا۔۔ وہ ٹھہری دھڑکنوں سمیت ساکت ہوتی آنکھوں سے اسے دیکھ گیا تھا۔۔ شہرام علی کے جنون کو دیکھتے ہوئے غازیان کا دل اب پہلے سے بھی زیادہ خوف میں

جکڑتے ہوئے بے جان ہونے لگا تھا۔۔اسے دور جاتے دیکھ کر غازیان پاشا سمیت ارسل خان اور باسم کاظمی کا وجود ٹوٹ کو بکھرتا چلا گیا۔۔وہ ہارے انداز میں واپس پلٹا تھا۔کیونکہ جانے والا انکی دہائی کو رد کرتے ہوئے جا چکا تھا۔۔اور وہ کچھ نہیں کر سکے تھے۔۔۔

ریسنگ ٹریک پر ریس شروع ہو چکی تھی۔سب ریسنگ کارز ایک لائن میں کھڑی تھیں۔۔شہرام علی اپنی کار میں بیٹھ چکا تھا۔۔جب اسی پل اس نے نظریں موڑتے ہوئے دائیں جانب دیکھا تھا۔اسکے دیکھنے پر حیدر ابراہیم مسکرا گیا۔۔وہی دوسری طرف غازیان اور باسم اور ارسل خان کی نظریں بھی شہرام علی پر ٹکی ہوئی تھیں۔۔۔

براؤن کلر کی ریسنگ کار میں وہ وائٹ اور براؤن کلر کا سیفٹی کا سٹیوم پہنے بیٹھا تھا۔۔ شہرام علی اور فاتح سلطان کی ایک خاص عادت تھی۔ کہ باقیوں کے برعکس وہ ہمیشہ ایک جیسی ڈریسنگ کرتے تھے۔ پر ایک جیسی ڈریسنگ میں انکے رنگ ہمیشہ سے مختلف ہوتے تھے۔ انکی سیم چیزوں میں شہرام علی کی چیز کا رنگ اسکی آنکھوں سے ملتا جلتا ہوتا تھا۔ جبکہ فاتح کی چیز اسکی آنکھوں کے رنگ جیسی ہوتی تھی۔ اور یہ نشاندہی کرنے کا انکا خاص انداز تھا۔ یہاں تک کہ انکی بائیکس، سپورٹ کارز بھی اسی نشاندہی کے اصول پر تھیں۔۔۔ جیسے آج وہ براؤن ریسنگ کار میں تیار بیٹھا نظر آرہا تھا۔۔۔

سب ڈرائیورز کی نظریں سامنے گرین لائٹ پر ٹکی ہوئی تھیں۔ جس کے جلتے ہی ریس شروع ہو جانی تھی۔۔ شہرام علی کی سرد نگاہوں کا مرکز بھی

وہی سبز لائٹ تھی۔کچھ سیکنڈز کے گزرتے ہی جیسے ہی سبز لائٹ جلی تو ساری گاڑیاں ہوا میں اڑتے ہوئے ٹریک پر بھاگ نکلیں۔۔۔آج کی خطرناک ریس شروع ہو چکی تھی۔۔۔

کام کر دیا تھا۔۔۔؟؟ریس کے شروع ہوتے ہی حیدر ابراہیم نے اپنے ساتھ کھڑے آدمی کو مخاطب کیا۔۔

جی سر آپکے کہنے کے مطابق میں نے گاڑی کی بریکس خراب کر دی تھیں۔۔۔!آدمی سر ہلا کر تیزی سے اسے بتانے لگا تھا۔۔

ویری گڈ۔۔۔!!یہ کسی صورت بھی بچنا نہیں چاہیئے۔۔۔!!اپنا پلین کامیاب ہوتے دیکھ کر حیدر ابراہیم کی آنکھیں تیزی سے چمکنے لگی تھیں۔۔ وہ کسی صورت بھی اپنے دشمنوں کو زندہ نہیں چھوڑنے والا تھا۔جن کی وجہ

سے اسکی پوری زندگی ایک مذاق بن کر رہ گئی تھی۔۔ شہرام علی کی موت کا یقین کرتے ہوئے وہ مسرور ہوتی مسکراہٹ کے ساتھ ریس دیکھ رہا تھا۔۔ اسکے چہرے پر فتح مندی کے آثار واضح نظر آرہے تھے۔۔۔۔۔

ریسنگ ٹریک پر گاڑیاں ایک دوسرے کو پیچھے چھوڑنے کی کوشش میں تھیں۔۔ اس ریس میں حصہ لینے والا ہر انسان جیت کر آخر پر بھاری انعام حاصل کرنے کا خواہشمند تھا۔۔ پر شہرام علی کو یہ ریس فقط اپنے بھائی کے لئے جیتنی تھی۔۔ کیونکہ حیدر ابراہیم نے اسکے سامنے یہ شرط رکھی تھی۔ کہ اگر وہ آج کی ریس جیتنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ تو وہ فاتح سلطان کو آزاد کر دے گا۔۔۔

اپنے بھائی کی زندگی کے لیے وہ اپنی زندگی بھی داؤ پر لگا چکا تھا۔۔لوگوں کا بلند ہوتا شور انتہائی پر جوشی کے ساتھ ڈرائیورز کا حوصلہ بڑھا رہا تھا۔۔پر شہرام علی کے بھائیوں کا حال سب سے جدا تھا۔۔کانپتے ہوئے وجود کے ساتھ انکے خشک پڑتے ہونٹ اپنے بھائی کی سلامتی کے لیے دعا گو تھے۔ جب فارس اور کبیر بھی وہاں پر پہنچتے ہوئے سب کو منتظر نظروں سے دیکھ گئے۔۔وہ بھاگ کر یہاں پر پہنچے تھے۔جس کے باعث انکا سانس بے ترتیب ہوتا نظر آرہا تھا۔۔۔

بڑے بھائیوں کی منتظر نگاہوں پر غازیان پاشا نے نظریں چراتے ہوئے انکار میں سر ہلایا تھا۔۔وہ شاید انہیں بتانا چاہ رہا تھا۔کہ وہ شہرام علی کو روکنے میں کامیاب نہیں ہو پایا۔۔وہ اسے نہیں منا پایا تھا۔۔۔اسے انکار کو

بے یقینی سے دیکھتے ہوئے کبیر اور فارس کے پاؤں زمین پر جکڑتے چلے گئے تھے۔۔۔۔

کمرے کا تالا کھولتے ہوئے مارکو کے آدمی نے ایک قدم اندر داخل ہو کر فاتح کے آگے کھانا رکھتے ہوئے معمول کی طرح مڑنا چاہا تھا۔۔ لیکن نجانے کس احساس کے تحت وہ رکتے ہوئے اندر داخل ہو کر دیکھنے پر مجبور ہو گیا۔

اے لڑکے۔۔۔!! اس آدمی کو کمرہ خالی سا محسوس ہوا تھا۔ جس کے باعث وہ فاتح کو پکارتے ہوئے اندھیرے میں دیکھنے کی کوشش کرنے لگا۔۔ پر اپنے پیچھے کھڑے سایے سے وہ انجان تھا۔۔

اس سے پہلے وہ آدمی لائٹ جلا کر فاتح کو کمرے میں کہیں تلاش کرتا۔ جب فاتح نے ایک جست میں آگے بڑھتے ہوئے اسکے ہونٹوں پر سختی سے ہاتھ جما کر تیزی سے اسکی گردن میں بازو لپیٹتے ہوئے زوردار جھٹکا دیتے ہوئے اسکی گردن کو موڑ دیا۔۔ وہ آدمی اچانک تڑپتے ہوئے بے جان ہونے لگا تو فاتح نے نیچے پڑی زنجیر اٹھاتے ہوئے اسکی گردن میں لپیٹتے ہوئے اسکی تڑپ کو ختم کرتے ہوئے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔۔ صرف چند پلوں کا کھیل تھا۔ اور وہ آدمی مردہ حالت میں اسکے پیروں میں گرا اب دیکھائی دے رہا تھا۔۔

اسے مارنے کے بعد فاتح جھک کر تیزی سے اسکی جینز میں لگی گن نکالتے ہوئے کمرے سے نکلا تھا۔ مارکو کے آدمی فاتح سلطان کو روانہ کھانے میں

نشہ آور دوائی ملا کر دیتے تھے۔۔ یہاں تک کہ فاتح کے کھانا نہ کھانے پر وہ زبردستی اسے خود کھانا کھلانا شروع کر دیتے تھے۔ اور وجہ فقط اسے زیادہ سے زیادہ بے ہوش رکھنا تھا۔۔ سیلینہ کے جانے کے بعد سے مارکوایلن مزید محتاط ہو چکا تھا۔ وہ کسی صورت بھی تاش کا آخری پتہ بھی اپنے ہاتھوں سے نہیں گنوا سکتا تھا۔

اٹلی میں جس وقت مارکوایلن, سیلینہ کے پیچھے کلب میں پہنچا تھا۔ وہاں پہنچتے ہی جب اسے پیٹر کی لاش دیکھنے کو ملی تو اس نے پہلی فرصت میں اپنی آدمیوں کو فون کرتے ہوئے تہہ خانے سے فاتح سلطان کو نکال کر کسی دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم دیا تھا۔ کیونکہ وہ سارے کھیل کو اچھے سے سمجھ چکا تھا۔ وہ جان چکا تھا۔ کہ بلیک گینگ ہر رستے پر اسکے لئے گھات

لگائے بیٹھی ہے۔۔اس لئے مارکو نے سب سے پہلے فاتح کو وہاں سے نکالتے ہوئے غائب کیا تھا۔۔یہ ہی وجہ تھی۔کہ جب شہرام علی اور مہر ماہ بلیک گینگ کے آدمیوں کے ساتھ اس تہہ خانے پر پہنچے تھے۔تو وہاں پر انہیں فاتح کا نام ونشان بھی نہیں ملا تھا۔یہاں تک کہ مارکو کے آدمی بھی آہستہ آہستہ غائب ہوتے چلے گئے تھے۔اور جو بد قسمتی سے نکل نہیں پائے تھے۔وہ مہر ماہ کاظمی اور شہرام کے ہاتھوں سے مارے گئے تھے۔۔

لیکن چونکہ بیر وٹو اس ساری صورتحال کے بارے میں بے خبر تھا۔اس لئے اسے وہاں سے بھاگنے کا موقع نہیں ملا تھا۔اور آخر پر وہ مرتے ہوئے اپنے انجام کو پہنچ گیا تھا۔۔اور اب دو دنوں سے فاتح سلطان خاموشی سے انکی ہر کارروائی کا جائزہ لے رہا تھا۔مارکو کے آدمی کھانا لاتے تھے۔تو وہ

خاموشی سے پکڑ لیتا تھا۔اور انکے جاتے ہی کمرے کے ایک کونے میں وہ کھانا چھپاتے ہوئے برتن خالی چھوڑ دیتا تھا۔ جس کو دیکھ کر اسکے آدمی یہ ہی سمجھتے تھے۔ کہ وہ کھانا کھا چکا ہے۔

چونکہ کھانے کے فورا بعد فاتح پر دوائی کا اثر ہونا شروع ہو جاتا تھا۔اس لئے کل رات بھی کھانے کے بعد اس نے یہ ہی ڈرامہ کیا ہے وہ بے ہوش ہو چکا ہے۔اور اسی بے ہوشی کے ڈرامے میں وہ ساری رات انکی باتیں سنتے ہوئے پلیننگ کرتا رہا تھا۔انہی آدمیوں نے آپس میں باتیں کرتے ہوئے ذکر کیا تھا۔ کہ آج کی شام مار کو کہیں جانے والا تھا۔اور وہ اڈے پر غیر موجود ہو گا۔۔اور اسی چیز کا فائدہ اٹھاتے ہوئے فاتح سلطان اس جگہ سے بھاگنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔۔۔

پچھلے پینتالیس منٹ سے ریسنگ ٹریک پر کارز ایک دوسرے کے پیچھے بھاگ رہی تھیں۔ ہر کار میں بیٹھا شخص ساتھ والے کو پیچھے چھوڑنے کی کوشش میں تھا۔ اور اسی کوشش میں وہ سامنے والی کی جان کی پرواہ بھی نہیں کر رہا تھا۔ ابھی کچھ منٹ پہلے ایک کار نے سفید رنگ کی کار کو بار بار ہٹ کرتے ہوئے گرا دیا تھا۔

بری طرح ہٹ کرنے کی وجہ سے وہ کار پلٹی کھاتے ہوئے اچانک ٹریک سے باہر گرتے ہوئے ریس سے باہر ہو چکی تھی۔ جبکہ اس کار میں بیٹھے ڈرائیور کو شدید چوٹیں آئی تھیں۔ ریسکیو ٹیم فورا اسے ایمبولینس میں لٹاتے ہوئے لے جا چکی تھی۔۔ آہستہ آہستہ ساری کارز اب ایک دوسرے

کو ہٹ کرنے کی کوشش میں تھیں۔انعام جیتنے کی کوشش میں وہ ایک دوسرے کو مار گراتے ہوئے ریس سے باہر نکالنے کی کوشش کر رہے تھے۔۔

دور کھڑے شہرام علی کے بھائی موت کے اس خطرناک کھیل میں اپنے بھائی کو پھنسے دیکھ کر تڑپ رہے تھے۔وہ بے سکون ہو رہے تھے۔۔یہاں تک کہ سینے میں انکا سانس بھی بار بار اٹک رہا تھا۔پر وہ لاچار تھے۔یہاں کھڑے رہ کر وہ اسکی سلامتی کی دعا کے سوا کچھ نہیں کر سکتے تھے۔۔۔

کبیر خان اور فارس ہمدانی کی زبان اپنے چھوٹے بھائی کی زندگی کی دعا گو میں مسلسل مصروف تھی۔۔جب اچانک دو تین کار ٹریک پر گرتی چلی گئیں۔ ٹریک پر اچانک آگ کے شعلوں کو بلند ہوتے دیکھ کر سب ڈرتے ہوئے

منہ پر ہاتھ رکھ چکے تھے۔۔ جبکہ اس خطرناک منظر پر کبیر اور فارس نے بری طرح پہلو بدلا تھا۔۔ انکے سب چھوٹے بھائیوں میں فقط یہ دونوں ہی ضد میں شاید ایسے تھے۔ کہ ایک دوسرے کے آگے وہ کسی کو بھی نہیں دیکھ پاتے تھے۔۔ پہلے شہرام علی نے فاتح کا ساتھ دے کر انہیں اندھرے میں رکھا اور اب اسکی واپسی کے لئے وہ خود کو فنا کرنے کے در پر تھا۔۔

ٹریک پر اب ٹوٹل چار ریسنگ کارز بچی تھیں۔ جن میں ایک شہرام علی اور باقی تین اور مخالف تھے۔ ٹریک کا ایک چکر پورا ہو چکا تھا۔ اور اب دوسرا چکر چل رہا تھا۔ جو پہلے والے چکر سے زرا لمبا تھا۔ اس چکر کو مکمل کرنے والا ہی اس ریس کی جیت کا اصل حق دار کہلانے والا تھا۔۔

ریس پر پاؤں کا زور بڑھاتے ہوئے شہرام علی کی کار سب کو کراس کرتے ہوئے اچانک تیزی سے آگے نکلی تھی۔۔اسٹرینگ کو مضبوطی سے سنبھالتے ہوئے وہ ریس پر پاؤں کا زور بڑھا چکا تھا۔۔جیت کے قریب پہنچتے ہوئے شہرام علی کی آنکھوں میں جنون اترتا جارہا تھا۔کسی خطرناک طوفان کی طرح اپنی کار کو ٹریک پر بھگاتے ہوئے وہ کوئی دیوانہ معلوم ہوا تھا۔وہ دیوانہ جو کسی عشق میں پاگل نہیں ہوا تھا۔بلکہ اپنے بھائی کے گم ہونے پر تڑپ کا شکار تھا۔۔شہرام علی کی کار گول دائرے میں گھومتے ہوئے ہوا کے جھونکے کی طرح کبیر اور فارس کے پاس سے گزری تو وہ تیز ہوتی دھڑکنوں میں اپنے چھوٹے بھائی کو دیکھ گئے۔۔بے اختیار انکے ذہن میں بچپن کے وہ سارے مناظر گھومنے لگے تھے۔جب وہ دونوں ایک

دوسرے کی چھوٹی سی چھوٹی تکلیف پر بے سکون ہوتے سارا جہان بھلا دیا کرتے تھے۔۔۔

سکول، کالج اور یونیورسٹی میں نجانے کتنی ہی ایسی لڑائیاں انہوں ایک دوسرے کے لیے فقط اس وجہ سے لڑی تھیں۔۔ کہ کسی نے اگر غلطی سے فاتح کی غیر موجودگی میں شہرام علی کو نقصان پہنچانے کی کوشش تو اگلے دن فاتح سلطان انکے پتے پر پہنچتے ہوئے بدلہ اتار رہا ہوتا تھا۔۔ اور یہ کی حال شہرام علی کا بھی تھا۔۔ کبیر اور فارس سارا وقت انکے جھگڑے حل کرتے رہ جاتے تھے۔۔ اور آج بھی وہ ایک دوسرے کی تڑپ میں وہ باقی سب کو بھلا چکے تھے۔۔

شہرام علی کی کار تیزی سے فنش لائن کی طرف اب بڑھ رہی تھی۔۔اسکی ہیزل براؤن آنکھوں کے سامنے بار بار فاتح کا ہنستا ہوا چہرہ آرہا تھا۔۔

تمہیں اپنے سامنے لانے کے لئے میں زمین و آسمان ایک کر دوں گا۔۔۔پر تمہیں ہاتھ سے پھسلنے نہیں دوں گا فتی۔۔۔!!! شہرام کی آنکھیں اچانک نم ہوئیں تو وہ تیزی سے ریس کو چھوڑتے ہوئے اسٹرینگ کو گھما گیا۔۔دل و دماغ میں پُر عزم ہوتے شہرام علی ایک بار پھر سب کو پیچھے چھوڑتے ہوئے آگے نکل چکا تھا۔۔اسے تیزی سے فنش لائن کی طرف جاتے دیکھ کر اسکے بھائی نم آنکھوں سے مسکرانے لگے تھے۔

شہرام ایک بار پھر ریس کو دباتے ہوئے اپنی کار کی سپیڈ کو تیز کر چکا تھا۔کہ تبھی اچانک اسکے پیچھے آتی ہوئی ریڈ کار اسے ہٹ کرنا شروع ہو گئی۔شہرام

کو جیتے دیکھ کر ریڈ کار میں بیٹھا ڈرائیور پرانا حربہ استعمال کرنا شروع ہو چکا تھا۔اور وہ تھا کسی بھی طرح شہرام کی کار کو گراتے ہوئے ریس سے باہر کرنا۔۔۔اسی نیت سے وہ ایک دم سے شہرام کی کار کو زور زور سے ہٹ کرتا جا رہا تھا۔اس منظر کو دیکھتے ہوئے شہرام کے بھائیوں کا دل مٹھی میں جکڑتا چلا گیا۔۔۔

اپنے پیچھے والی کار کو خود پر حملہ آور ہوتے دیکھ کر شہرام نے تیزی سے سرد نگاہوں سے شیشے میں دیکھا تو اسکے دیکھنے پر ریڈ کار میں بیٹھا انسان شیطانی انداز میں مسکرا اٹھا۔۔اسے مسکراتے دیکھ کر شہرام نے الرٹ ہوتے اسٹرینگ کو سنبھالا تھا۔۔جبکہ اسکے الرٹ ہونے پر پیچھے آتے ڈرائیور نے

خطرناک ارادوں سے ایک بار پھر زوردار طریقے سے شہرام کی کار کو ہٹ کرنا چاہا کہ تبھی کٹ مارتے ہوئے شہرام اپنی کار سائیڈ پر گیا۔

شہرام کے اس سیفٹی موپر ریڈ کار اچانک بری طرح لڑکھڑائی تھی۔اسے لڑکھڑاتے دیکھ کر شہرام نے غضب ناک آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے سائیڈ سے اچانک زوردار ہٹ کیا تو گاڑی ڈس بیلنس ہوتی چلی گئی۔اور اگلے ہی پل گاڑی ہوا میں اڑتے ہوئے ایک جھٹکے میں زمین بوس ہوتی گری تھی۔۔اس منظر کو دیکھتے ہوئے شہرام پراسراریت سے مسکرادیا تھا۔۔۔۔

شہرام علی اور فاتح سلطان اپنی شرافت میں اگر خطرناک تھے۔ تو انکا اصلی روپ اس سے بھی زیادہ بھیانک تھا۔۔ سب اس خطرناک ڈرائیور کو اب خوف زدہ ہوتی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔۔

ریڈ کار کا کام تمام کرنے کے بعد شہرام نے بے اختیار ٹائم دیکھا۔ توریس ختم ہونے میں ابھی صرف چند سیکنڈز ہی بچے تھے۔ ٹائم ختم ہوتے دیکھ کر وہ بجلی کسی رفتار میں ہر چیز کو چیرتے ہوئے فنش لائن کی طرف بڑھنے لگا تھا۔۔ پندرہ سیکنڈز پہلے ہی شہرام علی فنش لائن کے قریب پہنچ چکا تھا۔۔ اسکے فنش لائن کو کراس کرتے ہی جہاں دیکھنے والوں میں شور مچا وہیں شہرام نے تھوڑا آگے جا کر بریک لگانا چاہی۔ لیکن بریک نہ لگنے پر ایک دم سے ہیلمٹ کے اندر سے اسکا چہرہ فق ہوا تھا۔ جبکہ دور کھڑا حیدر ابراہیم

اب سرشاری سے مسکراتے ہوئے شہرام علی کی موت کی گنتی کرنا شروع ہو چکا تھا۔۔

شہرام کی کار رکتے نہ دیکھ کر اسکے بھائی ایک دم سے پریشان ہو گئے۔ جبکہ انتظامیہ اور سیکورٹی بھی الرٹ ہوتے پریشان ہو چکی تھی۔۔ سب کو کچھ برا ہونے کا خدشہ ہوا تو ریسنگ سرکٹ کے اندر داخل ہوتے کبیر اور فارس تیزی سے سیکورٹی ٹیم کی طرف بھاگے۔۔ کیونکہ انکا دل کچھ برا ہونے کا اعلان کر رہا تھا۔ کبیر اور فارس نے سیکورٹی ٹیم کو الرٹ کرتے ہوئے شہرام کی کار کا پیچھا کرنے کا کہا تو ساری انتظامیہ حامی بھرتے ہوئے گاڑیوں میں سوار ہونے لگی۔۔

دوسری جانب شہرام علی ہر ممکن کوشش کرتے ہوئے گاڑی روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔پر ہر گزرتے لمحے میں گاڑی اسکے کنڑول سے باہر ہو رہی تھی۔سیکورٹی ٹیم کے ساتھ بیٹھ کر فارس اور کبیر اسکے پیچھے آرہے تھے۔کہ انکے پہنچنے سے پہلے ہی اچانک شہرام علی کی گاڑی میں تیز دھماکا ہوا۔۔گاڑی کسی سوکھے پتے کی طرح ہوا میں اڑتے ہوئے ایک جھٹکے میں نیچے گرتے ہوئے زمین بوس ہوئی تھی۔۔

شہرام۔۔۔!!اس قیامت خیز منظر پر کبیر اور فارس پوری قوت سے چلاتے ہوئے اسکے قریب جانے کو مچلے تھے۔۔۔

وہ ابھی اس ایک منظر سے سنبھل نہیں پائے تھے۔کہ تبھی شہرام کی کار میں دوبارہ زوردار دھماکا ہوا۔اس قدر تیز دھماکے کی آواز پر سب بے اختیار

ڈرتے ہوئے کانوں پر ہاتھ جماتے ہوئے سہم چکے تھے۔۔ سفید اور براؤن رنگ کی وہ ریسنگ کار جو آج جیت اپنے نام کرنے والی تھی۔ کہ اچانک منظر کو بدلتے ہوئے وہ آگ میں جلتی ہوئی نظر آرہی تھی۔۔۔۔ اپنے کہے مطابق شہرام علی سچ میں فاتح سلطان کے لئے فنا ہو چکا تھا۔۔۔

فاتح سلطان بھاگتے ہوئے سڑک پر آیا تو وہ یہ دیکھ کر حیران ہوتا چلا گیا۔۔ کہ وہ پاکستان میں موجود ہے۔۔

بے ہوشی کی حالت میں وہ نہیں سمجھ پاتا تھا۔ کہ وہ اسے کہاں سے کہاں لے کر جا رہے ہوتے تھے۔ اور اب خود کو پاکستان میں دیکھ کر اسکا دل اپنوں سے ملنے کا سوچ کر تیزی سے دھڑک اٹھا تھا۔ اگر وہ پاکستان میں

موجود تھا۔اور مار کو اسے یہاں پر لے کر آیا تھا۔تو اسکا مطلب شہرام علی بھی یہیں پر موجود تھا۔۔شہرام علی کو دیکھنے کا سوچتے ہوئے فاتح کے چہرے پر بے اختیار مسکراہٹ جھلک دیکھانے لگی تھی۔اسے سینے سے لگانے کا سوچ کر ہی وہ خوشی سے بے قابو ہو رہا تھا۔۔

اور اسی خوشی میں بے دھیانی سے بھاگتے ہوئے وہ ابھی سڑک کے درمیان میں ہی پہنچا تھا۔کہ تبھی اچانک سامنے سے آتی ہوئی گاڑی فاتح سلطان سے ٹکراتے چلی گئی۔۔۔گاڑی کے ٹکراتے ہی فاتح سلطان ایک دم سے بے جان ہوتے زمین پر گرا تھا۔

ش۔۔شہری۔۔۔!!آنکھیں بند ہونے سے پہلے اسکے دل نے بے اختیار شہرام علی کو پکارا تھا۔۔

تم دونوں ہمیشہ اپنے چھوٹے بھائیوں کو بچانے کے لیے جھوٹ کیوں بولتے ہو۔۔؟؟ سلطان احمد خان رعب بھرے انداز میں پوچھتے ہوئے اپنے سامنے کھڑے نمونوں کو دیکھ گئے تھے۔۔۔

کونسے جھوٹ۔۔۔؟؟ پندرہ سالہ کبیر خان نے پہلے بولتے ہوئے باپ کے سامنے انجان بننے کی کوشش کی تھی۔۔۔

سب اس وقت سٹڈی روم میں موجود تھے۔ سکول میں آج پھر شہرام اور فاتح کی لڑائی ہوئی تھی۔ اور اس لڑائی میں اپنے بھائیوں کا ساتھ دینے کے لیے انکے چھوٹے بھائی بھی شامل ہو چکے تھے۔ اور چونکہ سب سے چھوٹے ارسل خان اور ایشام صدیقی ہی تھے۔ اس لئے لڑائی کے دوران انہوں

چوٹیں بھی آئی تھیں۔اور انکی چوٹیں دیکھتے ہوئے باقیوں نے مزید ہنگامہ کرتے لڑائی کو چند سیکنڈز میں میدان جنگ بنا دیا تھا۔ جن میں سب سے آگے ہمیشہ کی طرح فاتح اور شہرام ہی تھے۔۔

بریک کے دوران آج کبیر اور فارس کا ایک ایکسٹرا لیکچر چل رہا تھا۔اس لئے انکی غیر موجودگی میں یہ ہنگامہ برپا ہوتے پورے سکول کو ہلا گیا تھا۔ لڑائی بڑھتے ہوئے دیکھ کر ایک سٹوڈنٹ بھاگ کر کبیر اور فارس کو بلانے پہنچ گیا تھا۔ کیونکہ سکول میں تقریباً سب ہی بچے جان چکے تھے۔ کہ بچوں کے اس خطرناک ٹولے کو صرف یہ دونوں ہی قابو کر سکتے ہیں۔۔ وہ دونوں کلاس سے بھاگتے ہوئے جب گراؤنڈ میں پہنچے تب تک فاتح اور شہرام قہر برپا کر چکے تھے۔۔۔

فاتح چھوڑ وا سے۔۔۔!! فارس نے تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے فاتح کے بازوؤں سے لڑکے کو نکالا تھا۔۔ جسے وہ بری طرح پیٹ رہا تھا۔۔

چھوڑیں بھائی میں ان کا قیمہ بنادوں گا۔۔! انکی ہمت بھی کیسے ہوئی شام کو مارنے کی۔۔۔!! فاتح بپھرے انداز میں فارس کے بازوؤں میں جھلایا تھا۔۔

شہری۔۔۔!! کبیر خان نے تیز آواز میں مخاطب کرتے ہوئے تیزی سے آگے بڑھ کر شہرام کے ہاتھ کو جکڑ لیا تھا۔ کیونکہ وہ ان لڑکوں کی توجہ بھٹکنے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ابھی ایک لڑکے کے پیٹ میں مکہ مارنے والا تھا۔۔ اپنی فائٹ کے ٹیلنٹ کو وہ انہی لڑائی جھگڑوں میں استعمال کرتے ہوئے فائدہ اٹھاتے تھے۔۔۔

انہوں نے آتے ہی سب سے پہلے فاتح اور شہرام کو قابو کیا تھا۔ کیونکہ سب سے بڑا فساد اور فتنہ وہ دونوں ہی ہوتے تھے۔ جبکہ باقی چھوٹے تو کبیر اور فارس کی ایک ایک گھوری پر پیچھے ہٹ چکے تھے۔۔

میں پرنسپل سے تم سب کی کمپلین کروں گا۔۔۔!! احد غصے سے چیختے ہوئے دھمکی دیتے بولا تھا۔۔ کیونکہ لڑائی میں سب سے زیادہ مار اسی کو پڑی تھی۔

تیری تو اپنی لوگوں کو دھمکی دیتا ہے۔۔!! فاتح نے خونخوار لہجے میں بولتے ہوئے پھر آگے بڑھنا چاہا کہ فارس اسے جکڑتے ہوئے گھور گیا۔۔ کیونکہ غصے میں وہ اپنی اصلی زبان کو استعمال کر رہا تھا۔۔

باز آؤ فتی۔۔۔!!اب زیادہ ہو رہا ہے۔۔!!فارس نے آنکھیں دیکھاتے ہوئے اسے وارن کیا تھا۔۔۔

بھائی پہلے انہوں نے شام کو دھکا دیا تھا۔۔۔!!باسم نے جلدی سے بیچ میں بولتے ہوئے بڑے بھائیوں کو شکایت لگائی تھی۔۔ہر روز کی طرح وہ بریک میں سب اکھٹے بیٹھ کر لنچ کر رہے تھے۔کہ تبھی احد نے اپنے گروپ کے ساتھ وہاں آکر جان بوجھتے ہوئے انکو چھیڑنا شروع کر دیا۔۔ کیونکہ پورے سکول میں بلیک جنریشن کا یہ گروپ کافی مشہور تھا۔ان سب کی کسی کے ساتھ نہ دوستی تھی۔اور نہ ہی لڑائی۔۔۔وہ سب آپس میں گم خوش رہتے تھے۔اور انکا یہ ہی بانڈ باقی بچوں کو جلن و حسد میں مبتلا کرتا تھا۔ جس کی وجہ سے آئے دن مختلف لڑائیاں اور جھگڑے ہونے لگے تھے۔

پورے سکول میں نمایاں ہونے کی وجہ سے باقی بچے ان سب سے ایک انجانی سی نفرت کرنے لگے تھے۔۔

تم لوگوں کے بھائی کو اگر کسی نے دھکا دیا ہے تو کیا تم لوگ اسے جان سے مار دو گئے۔۔۔؟؟ باسم کی شکایت پر احد کے ساتھ کھڑے احسن نے غصے سے لال پیلا ہوتے کہا تھا۔۔

ہاں مار دیں۔۔! بلکہ تورک میں تجھے ابھی اوپر پہنچاتا ہوں۔۔۔! کبیر خان کی پکڑ سے تیزی سے نکل کر شہرام نے جواب میں بھڑک کر بولتے ہوئے آگے بڑھ کر احسن کا گریبان پکڑتے ہوئے اسے دبوچ لیا تھا۔۔اور دیکھتے ہی دیکھتے پھر تیسری جنگ عظیم شروع ہو چکی تھی۔۔فاتح بھی فارس کے بازوؤں سے نکلتے ہوئے لڑائی میں کود چکا تھا۔تو پھر باسم کاظمی اور غازیان

پاشا کیسے پیچھے رہ سکتے تھے۔۔ باسم نے اپنی جیب میں رکھی ہئیر نکال کر حملہ کرنا شروع کر دیا تھا۔۔ جبکہ فارس اور کبیر تو ہکا بکا ہوتے اپنے چھوٹے نمونوں کو دیکھنے لگے تھے۔ جو کسی طور بھی قابو میں نہیں آ رہے تھے۔۔۔ پتہ نہیں انکی غیر موجودگی میں ایسا بھی کیا ہو گیا تھا۔۔

ایک طرف وہ لڑ رہے تھے۔ تو دوسری طرف ہیر پاشا مزے سے انکو لڑتا دیکھ رہی تھی۔ جبکہ ارسل خان اور ایشام صدیقی اس بار پیچھے ہی رکے رہے تھے۔ کیونکہ ایشام کے ماتھے سے ہلکا ہلکا خون نکلا رہا تھا۔ تو ارسل کے بازو پر بلیڈ سے کٹ لگ چکا تھا۔ ہیر تو مزے سے انجوائے کر رہی تھی۔ پر باقی ڈر چکی تھیں۔ جبکہ گل ناز کو بھائیوں کی فکر ہو رہی تھی۔۔

کبیر اور فارس جو مسلسل کوشش کرتے ہوئے فاتح اور شہرام کو ان سے الگ رہے تھے۔ جب تبھی احد اور احسن کے گروپ کا ایک لڑکا موقعے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ارسل اور ایشام کے پیچھے آ کھڑا ہوا تھا۔ چونکہ سب کی توجہ سامنے کی طرف مرکوز تھی۔ تو اسی چیز کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے ایشام اور ارسل کے ایک دوسرے کے تھامے ہوئے ہاتھوں پر بلیڈ مارنا چاہا ہی تھا۔۔ کہ تبھی اچانک ہیر اسے دیکھتے ہوئے بھاگ کر آتے ہوئے دھکا دے گئی۔۔ ہیر کے دھکا دینے پر اس لڑنے نے اب اٹھتے ہوئے ہیر کو جکڑ لیا تھا۔ جب وہ پوری قوت سے چلا اٹھی تھی۔۔

بھیا۔۔۔!! ہیر پاشا کی چیخ پر سب ایک جھٹکے میں مڑتے ہوئے دیکھنے لگے۔ جہاں چھوٹی سی ہیر اس لڑکے کے بازو پر دانت گاڑتے ہوئے نکلنے کی

کوشش کر رہی تھی۔ ہیر کو اسکی پکڑ میں دیکھ کر کبیر خان کا دل اچھل کر حلق میں آیا تو وہ ایک جست میں آگے بڑھتے ہوئے اس لڑکے پر چڑھ دوڑا۔۔ جب کہ فارس نے اب گرجتے ہوئے باقیوں کو اپنی جگہ پر منجمد کر دیا تھا۔۔

جان سے مار دوں گا اگر میری بہنوں کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا بھی تو۔۔۔!! کبیر نے اس لڑکے کے سینے پر ٹانگ مار کر پیچھے گراتے ہوئے جھکتے ہوئے جلدی سے ہیر کو بازوؤں میں اٹھا لیا تھا۔۔۔

تم ٹھیک ہو نا ہیرے۔۔؟؟ ہیر کو بازوؤں میں اٹھا کر کبیر نے بے چینی بھرے انداز میں اسے ٹٹولتے ہوئے دیکھنا چاہا تھا۔۔۔ باقی بھی بھاگ کر انکی طرف آ گئے تھے۔۔۔

میں ٹھیک ہوں بھیا پر یہ لڑکا شام اور ارسل بھیا کو بلیڈ مار رہا تھا۔۔!! ہیر اپنا بازو کبیر خان کو دیکھاتے ہوئے فر فر بتانے لگی تھی۔ جبکہ اسکے یونیفارم پر خون پھیلتے دیکھ کر ان سب کو تشویش سی ہوئی تھی۔ غازیان پاشا نے جلدی سے آگے بڑھ کر چھوٹی بہن کا آستین اوپر کرتے ہوئے بازو دیکھا تو ہیر کے بازو پر کٹ لگا ہوا تھا۔ ارسل اور ایشام کو بچاتے بچاتے بلیڈ اسکے اپنے بازو پر لگ چکا تھا۔۔ ہیر کے ساتھ ساتھ ارسل اور ایشام کی چوٹ دیکھتے ہوئے ایک سیکنڈ میں کبیر اور فارس کی آنکھوں نے رنگ بدلا تھا۔۔۔

فاتح شہرام۔۔۔!! فارس ہمدانی کی گرج دار آواز نے اچانک انہیں مخاطب کیا۔۔ اسکی آواز اور لہجے پر احد کا پورا گروپ بے اختیار سہم گیا تھا۔۔

جی بھائی۔۔!! فاتح اور شہرام جلدی سے فارس کے سامنے کھڑے ہوتے تابعداری سے بولے تھے۔۔۔

چھوڑنا نہیں انکو۔۔!! ان پر ایسے ہاتھ صاف کرو کہ آئندہ یہ ہمارے بھائی کو دھکا تو کیا دیکھنے سے بھی ڈریں۔۔!! فارس ہمدانی نے سرد لہجے میں ان دو کو حکم کیا سنایا تھا۔ بلکہ بپھرے شیروں کو جنگل میں شکار کرنے کے لیے کھلی چھوٹ دے دی تھی۔ فارس ہمدانی نے اگر صرف شہرام اور فاتح کو مخاطب کیا تھا۔ تو اسکا صاف مطلب تھا۔ کہ شکار کرنے کی اجازت ان دو کے علاوہ باقی کسی کو بھی نہیں دی گئی ہے۔۔۔۔

فارس کے حکم کے بعد وہ سیج میں عضب ناک نظروں سے احد کے گروپ پر ٹوٹ پڑے تھے۔ جبکہ کبیر اور فارس باقیوں کو آگے بڑھنے کا اشارہ

کرتے ہوئے وہاں سے قدم اٹھا گئے۔۔ مطلب صاف تھا۔ کہ فاتح اور شہرام اپنا کام ختم کرنے کے بعد انہیں جوائن کر لیں۔۔۔

کبیر مجھے غصہ دلانے کی کوشش مت کرو۔۔۔!! سلطان احمد خان نے ضبط کرتی نظروں سے بڑے بیٹے کی طرف دیکھا تھا۔۔۔

تم دونوں ہی جانتے ہو کہ آج سکول میں جو لڑائی ہوئی ہے۔اس میں شہرام اور فاتح نے ان لڑکوں کے بازو توڑے ہیں۔ تو پھر تم لوگ کیوں ہر بار انکا الزام اپنے سر پر لے کر انہیں بگاڑ رہے ہو۔۔۔!! اب کی بار عیس ہمدانی غصے سے بولتے ہوئے انکو دیکھنے لگے تھے۔

اہاں کیا سچ میں ڈیڈ۔۔؟؟ باپ کے الفاظ پر فارس نے ایک دم سے گرمجوشی سے انکی طرف دیکھا تھا۔۔ جیسے ان لڑکوں کے بازو ٹوٹنے پر خوشی محسوس ہوئی ہو۔۔۔

شٹ آپ فارس۔۔۔!! اسکی چمکتی آنکھوں پر عیس ہمدانی ایک دم سے بھڑک کر بول گئے۔۔ جس کو دیکھ کر فارس نے یک دم سے گڑبڑا کر تاثرات پر ٹھیک کر لیے تھے۔

"نہیں میرا مطلب یہ تھا۔۔ کہ لڑائی کے وقت ہمیں بس پتہ نہیں چلا کہ انکے بازو ٹوٹ رہے ہیں۔۔!! وہ افسوس زدہ ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ کبیر نے بامشکل ہنسی دبائی تھی۔۔۔

پتہ چلتا بھی کیسے جب یہ سارا فساد ہی تم لوگوں کے ہم شکلوں کا پھیلایا ہوا ہے۔۔۔!!اسے ایکٹنگ کرتے دیکھ کر ضرار پاشا طنزیہ لہجے میں ضبط سے بولے تھے۔۔اس وقت وہ سب ہی کافی تنگ پڑے دیکھائی دے رہے تھے۔اور وجہ وہی سکول میں ہوا ہنگامہ تھا۔جس کی وجہ سے انہیں آج سکول بلایا گیا تھا۔اور پرنسپل نے کافی باتیں سناتے ہوئے سکول سے نکال دینے تک کی وارننگ دے ڈالی تھی۔کیونکہ شہرام اور فاتح نے احد کے گروپ کے لڑکوں میں سے کسی کا بازو توڑا دیا تھا۔تو کسی کا سر پھوڑ دیا تھا۔جبکہ ایک کی ٹانگ پر اسی بلیڈ کے ساتھ کٹ لگائے گئے تھے۔جس نے ایشام اور ارسل کو بلیڈ مارنا چاہا تھا۔۔

نہیں چھوٹے بابا انہوں نے کچھ نہیں کیا۔۔۔! کبیر نے پورے اطمینان کے ساتھ بولتے ہوئے پھر انکار کیا۔ گویا چھوٹے بھائیوں کی پوزیشن کلئیر کی گئی ہو۔۔

"Stop talking nonsense, both of you."

وہاج غصے سے کہہ اٹھے تھے۔۔ کیونکہ وہ کب سے انکو پاگل بنانے کی کوشش کر رہے تھے۔۔۔

اندازہ ہے تم لوگوں کہ صرف تم دونوں ہی شہ پر وہ بگڑ رہے ہیں۔۔!! سنان مصطفیٰ بھی سنانے لگے تھے۔۔ جب کہ کبیر اور فارس جواب تک صرف انکو نظر انداز کرنے کی کوشش میں تھے۔ کہ انکے اب والے الفاظ پر بے اختیار چہرہ اٹھاتے ہوئے سامنے بیٹھے لوگوں کو دیکھ گئے۔۔۔

تو فائٹ کیا آپ لوگوں نے ہمیں چوڑیاں پہنانے کے لیے سیکھائی ہوئی ہے۔۔۔؟؟ کبیر نے بگڑ کر فوراً سوال کیا تھا۔۔۔

کیا مطلب ہے اس کا۔۔۔؟؟ سلطان بے ساختہ پوچھ گئے۔۔۔

مطلب صاف ہے بڑے بابا۔۔ کہ آپ لوگوں نے پہلے ہمیں فائٹ کرنا سیکھائی اور اب آپ سب یہ چاہتے ہیں۔۔ کہ سامنے والا ہمیں نقصان پہنچا کر چلا جائے لیکن بدلے میں ہم یا ہمارے بھائی اسے ہاتھ بھی نہیں لگائیں گئے۔۔۔!! ایسے ہی چاہتے ہیں نا آپ سب۔۔۔! فارس سب کی طرف دیکھتے طنزیہ بولتا گیا تھا۔۔

تم سیدھی طرح نہیں بول سکتے جو کہنا چاہتے ہو۔۔؟ اسے الٹا سیدھے بولتے دیکھ کر عیس ہمدانی کو غصہ آیا تھا۔۔

سیدھا ہی تو بول رہا ہے وہ چھوٹے بابا۔۔۔! ان لڑکوں نے پہلے ایشام کو جان بوجھ کر دھکا دیا تھا۔۔اور بعد میں جب شہرام نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو وہ ہاتھا پائی پر اتر آئے۔۔تو اس صورت میں کیا ہمارے بھائی چوڑیاں پہن کر کھڑے ہو جاتے۔۔۔؟؟عیس ہمدانی کی طرف نظروں کا رخ کرتے ہوئے فارس کے بدلے کبیر جواب دے رہا تھا۔۔۔

ایک تو میں انکی اس عادت سے بہت تنگ ہوں۔۔! سوال کسی سے کرو تو جواب میں دوسرا بولنا شروع ہو جاتا ہے۔۔۔! فارس کے بدلے کبیر کو زبان چلاتے دیکھ کر سلطان عاجز آتے ہوئے کہنے لگے تھے۔۔

چپ کیوں ہو گئے ہیں۔۔!!مزید بھی سنیں کہ ان لڑکوں نے جان بوجھ کر فاتح اور شہرام کو پہلے لڑائی کے لیے اکسایا تھا۔اور بعد میں لڑائی کے دوران

وہ بلیڈ کا استعمال کر رہے تھے۔ ایشام اور ارسل کی چوٹ تو آپ دیکھ ہی چکے ہیں۔۔ لیکن انکا اتنے میں بھی دل نہیں بھرا تھا۔ تو آخر پر انہوں نے جب ہیر کو کٹ لگایا تب میں نے ہی شہرام اور فاتح کو لڑنے کی اجازت دی تھی۔۔۔! فارس مسلسل بولتے ہوئے آخر پر روانی سے بتاتے چلا گیا تھا۔ جبکہ اسکے آخری الفاظ وہ سب صدمے سے سامنے کھڑے عظیم الشان انسان کو دیکھ کر رہ گئے۔ جس نے خود اپنے چھوٹے بھائیوں کو دوسرے لڑکوں کے ہاتھ پاؤں توڑنے کی اجازت دی تھی۔۔۔

تم لوگوں کو اندازہ بھی ہے کہ کیا کہہ رہے ہو۔۔۔؟ اگر انہیں کچھ ہو جاتا تو۔۔۔؟؟ سنان مصطفیٰ شاکڈ ہوتے بولے تھے۔۔

نہیں ہو سکتا تھا چھوٹے بابا۔۔۔! کبیر پر سکون لہجے میں بولا تھا۔ جواب ایک سکینڈ میں حاضر تھا۔۔

کیوں نہیں ہو سکتا تھا۔۔؟ شہرام اور فاتح بس دو تھے۔۔اور باقی چار پانچ تھے۔۔۔!! وہاج صدیقی بنا توقف کے انکو جتا گئے۔ جس پر کبیر اور فارس اب خود کو ہنسنے سے روک نہیں پائے تھے۔۔۔انہیں اچانک ہنستے دیکھ کر سب مزید حیران کن ہونے لگے تھے۔۔۔

وہ چار پانچ تھے۔۔اس لئے تو بس ہاتھ پاؤں تڑوا کر شہرام اور فاتح کے ہاتھوں بچ گئے ہیں۔۔۔!! سوچیں اگر وہ صرف دو ہوتے تو اب تک شاید زندہ۔۔۔! مسکراتے ہوئے لہجے میں بولتے ہوئے آخر پر فارس کا لہجہ بے

اختیار پر اسرار سا ہوا تھا۔۔ جس کو دیکھتے ہوئے وہ سب تعجب سے دیکھتے ہوئے صدمے کا شکار ہو گئے۔۔۔

شہرام اور فاتح کو تب کچھ نہیں ہو سکتا تھا ڈیڈ۔۔۔ کیونکہ تب وہ اپنے اصلی روپ میں تھے۔۔۔! ڈونٹ وری وہ ہینڈل کر سکتے ہیں۔۔۔!! کبیر نے اب مسکرا کر باپ کو مخاطب کیا تھا۔۔ یا شاید وہ بے فکر کر رہا تھا۔۔۔ جبکہ فاتح اور شہرام کا اصلی روپ جانتے ہوئے سب بے اختیار ایک دوسرے کو دیکھنے پر مجبور ہو گئے۔۔۔

شہرام علی اور فاتح سلطان کی شخصیت کبھی بھی انکے گھر والوں کو سمجھ نہیں آئی تھی۔ انکی شخصیت اور فطرت بلیک مینشن میں رہنے والوں کے لیے ہمیشہ ایک راز ہی رہی تھی۔ ہر وقت وہ شرارتیں اور تنگ کرنے میں

مصروف رہتے تھے۔پر اسکے ساتھ ساتھ انکے اندر ایک چھپا ہوا انسان بھی تھا۔جو بہت کم سامنے آتا تھا۔اور جس پل وہ اپنا آپ آشکار کرتا تھا۔اس پل فاتح سلطان اور شہرام علی کسی اور روپ میں ہی ہوتے تھے۔وہ دیکھنے میں جتنے چل اور لاپرواہ نظر آتے تھے۔انکے اندر کا چھپا ہوا جانور اتنا ہی خطرناک تھا۔اور اسی خطرناک جانور کو وہ لوگ شہرام اور فاتح کا اصلی روپ بلاتے تھے۔۔جس کی جھلک آج فارس نے دیکھتے ہوئے انہیں شکار کرنے کے لیے آزاد کر دیا تھا۔۔اور آزادی ملتے ہی انہوں نے بہت اچھے سے صفایا کیا تھا۔۔

کب تک چھوٹے بھائیوں کو ایسے محفوظ کرتے رہو گئے۔۔۔؟ ساری بحث چھوڑ کر سلطان احمد خان سنجیدگی سے ایک سوال کر گئے۔ جو کب سے انکے دماغ میں آرہا تھا۔۔۔

ساری زندگی۔۔۔! کبیر خان اور فارس ہمدانی بیک وقت بولے تھے۔۔

ایک جیسے جواب پر وہ چونک کر آپس میں دیکھ گئے۔۔۔

اگر کبھی تم لوگ انکی مدد کرنے کے لیے موجود نہ ہوئے تو۔۔۔؟ انکو پُراعتماد انداز میں کھڑے دیکھ کر سلطان احمد خان نے دوسرا سوال کیا۔ جبکہ اس گفتگو کو بلیک گینگ اب پوری توجہ کے ساتھ سننے لگی تھی۔۔۔

شاید کبھی ایسا پل نہ آئے پر اگر کبھی ایسا پل آیا بھی تو وہ اس قابل ضرور ہونگے گئے۔ کہ اپنی حفاظت خود کر سکیں۔۔۔! جیسے آج ہماری غیر

موجودگی میں وہ ایک دوسرے کے ساتھ رہے تھے۔۔۔! فارس کندھے آچکا کر آج کی مثال دیتے ہوئے پورے اعتماد کے ساتھ بولا تھا۔۔

آج سچ میں انکی غیر موجودگی میں وہ سب ایک دوسرے کی ڈھال بنے رہے تھے۔ فاتح اور شہرام اگر لڑائی میں پیش پیش تھے۔ تو غازیان اور باسم ان سے ایک قدم پیچھے رہ کر باقی چھوٹوں پر نظر رہے ہوئے تھے۔ کبیر خان اور فارس ہمدانی کی غیر موجودگی میں وہ ایسے ہی اپنی اپنی جگہ پر کھڑے ہو کر اپنے سے چھوٹے کے لیے ڈھال بن جاتے تھے۔ صرف انکی موجودگی میں وہ سب برابر رہتے تھے۔ تب انکی ساری زمہ داری کبیر اور فارس کے ذمے ہوتی تھی۔۔۔

اور کبھی ان میں سے کوئی تم لوگوں سے دور ہو گیا تو۔۔۔؟ کبیر اور فارس کے چہرے کو نظروں میں رکھتے ہوئے سلطان جانچتے ہوئے لہجے میں بولے تھے۔۔۔

ایسے کیسے ہو سکتا ہے۔۔؟؟ بنا توقف کے وہ دونوں چونکتے ہوئے کہہ اٹھے۔۔

ہونے کو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔۔۔ جیسے آج ہوا کہ تم لوگ موجود نہیں تھے۔۔۔!! انہی کے انداز میں آج کا حوالہ دیتے ہوئے سلطان بھی بولے تھے۔۔

اگر ایسا کبھی ہوا تو ہم زمین و آسمان ایک کرتے انہیں ڈھونڈ نکالیں گئے۔۔۔!! کبیر خان نے مضبوط لہجے میں تیزی سے کہا تھا۔ جب کہ چھوٹی

سی عمر میں چھوٹے بھائیوں کے لیے انکا جنون دیکھتے ہوئے سب متاثر کن انداز میں آپس میں دیکھ گئے۔۔اس میں کوئی شک نہیں تھا۔ کہ اپنی عمر اور شخصیت کی بناپر کبیر خان اور فارس ہمدانی آج تک اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کے لیے ڈھال بنتے آئے تھے۔اور شاید تاحیات وہ ایسے ہی رہتے۔ کیونکہ یہ ذمہ داری انکے اندر رچ بس چکی تھی۔۔

ٹھیک ہے پھر ہم سے وعدہ کرو۔۔ کہ ہمیشہ اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کا خیال رکھو گئے۔۔۔!! چاہے ہم بھی موجود ہو یا نہ ہو۔۔۔!! انکے سارے دعوؤں میں حامی بھرتے ہوئے سلطان احمد خان کہتے ہوئے بے اختیار ہاتھ آگے بڑھا گئے۔۔۔انکے بڑھے ہوئے ہاتھ کو دیکھ کر کبیر اور فارس پھر آپس میں دیکھنے لگے تھے۔۔۔

اتنی بڑی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے ڈر لگ رہا ہے۔۔۔؟انہیں ہاتھ بڑھاتے نہ دیکھ کر ضرار پاشا ہنس کر پوچھ گئے تھے۔انکا لہجہ فارس اور کبیر کو صاف صاف اپنا مذاق اڑاتا ہوا محسوس ہوا تھا۔۔۔

کبیر خان اور فارس ہمدانی کسی چیز سے نہیں ڈرتے۔۔۔!!یک زبان بولتے ہوئے انہوں نے سلطان احمد خان کے بڑھے ہوئے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے اقرار کر لیا تھا۔بنا ڈرے مضبوط لہجے میں انہوں نے سالوں پہلے یہ ذمہ داری قبول کی تھی۔۔۔

لیکن منظر آج بھی وہی ہی تھا۔۔!جو سالوں پہلے تھا۔سٹڈی روم میں آج بھی وہ آمنے سامنے کھڑے تھے۔فرق شاید بس نظروں میں آچکا تھا۔جن نظروں نے سالوں پہلے اس جگہ پر کھڑے ہوتے پورے اعتماد کے ساتھ

زمہ داری قبول کی تھی۔وہ نظریں آج جھکی ہوئی دیکھائی دے رہی تھیں۔۔اور صرف نظریں ہی نہیں بلکہ کبیر خان اور فارس ہمدانی کے دل بھی آج زندہ نہیں تھے۔وہ صرف ٹوٹ پھوٹ کا شکار نہیں نظر آرہے تھے۔بلکہ جسم کا ذرہ ذرہ کانپتے ہوئے خود سے نظریں چرا رہا تھا۔۔۔

تم لوگوں کے بھائی کہاں ہیں کبیر خان اور فارس ہمدانی۔۔۔؟؟سٹڈی روم میں سلطان احمد خان کی سرد آواز گونجی تھی۔جسے سنتے ہوئے وہ دونوں ہی ایک پل کے لئے آنکھیں میچ گئے۔۔انکا پورا وجود اس وقت اذیت میں جھول رہا تھا۔پر اسکے باوجود وہ اپنے پیروں پر کھڑے زندہ ہونے پر مجبور تھے۔۔

میں تم دونوں سے پوچھ رہا ہوں۔۔۔! سلطان اچانک آپے سے باہر ہوتے ٹیبل پر ہاتھ مارتے ہوئے چیخنے پڑے تھے۔۔۔۔ جبکہ انکی دھاڑ پر وہ ایک پل کے سانس روکتے ہوئے نظریں اٹھا کر دیکھنے پر مجبور ہو گئے۔۔۔

تم لوگوں نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ ہمیشہ اپنے بھائیوں کی حفاظت کرو گئے۔۔۔!! پھر کہاں ہیں وہ۔۔۔؟؟؟ان کے نظریں اٹھانے پر سلطان احمد خان انہیں انکا وعدہ یاد دلاتے ہوئے اپنی جگہ سے کھڑے ہو چکے تھے۔۔

شہرام کے ساتھ ہوئے حادثے کی خبر ان تک پہنچ چکی تھی۔کار بلاسٹ ہوتے دیکھ کر شہرام علی کے بھائی پاگل ہوتے اسکی طرف بھاگے تھے۔پر سکیورٹی گارڈز انہیں قابو کرتے ہوئے روک چکے تھے۔آگ کو بجھانے کے بعد انہیں جھاڑیوں میں گری ہوئی ایک ڈیڈ باڈی ملی تھی۔جو کہ مکمل

طور پر جھلس چکی تھی۔اسی ڈیڈ باڈی کو شہرام علی تشخیص کیا گیا تھا۔شہرام علی کی موت کی خبر پورے میڈیا پر آگ بن کر پھیل رہی تھی۔اور یہ نیوز ابھی بلیک مینشن پر قیامت بن ٹوٹی ہی تھی۔کہ تبھی تھوڑی دیر میں شہرام علی کے ساتھ ساتھ فاتح سلطان کی موت کی خبر بھی نشر ہونے لگی۔جو یقیناً مارکوایلن کی طرف سے کی گئی تھی۔اور ثبوت کے طور پر اس نے فاتح سلطان کی خون سے رنگی ہوئی شرٹ بھیجوائی تھی۔۔۔

بڑے با۔۔۔!فارس ہمدانی نے بے اختیار سلطان احمد کو مخاطب کرنا چاہا۔۔ پر اسکی آواز اسکا ساتھ چھوڑ چکی تھی۔۔

اپنی صفائی میں کچھ مت کہنا فارس ہمدانی۔۔۔!!تم لوگوں کے پاس صرف دو دن ہیں۔۔۔!ان دو دنوں کے اندر اندر مجھے فاتح سلطان اور شہرام علی

یہاں اپنے سامنے کھڑے دیکھائی دینے چاہیئے۔۔۔! ورنہ دوسری صورت میں تم لوگ میرا مرا ہوا منہ دیکھو گئے۔۔۔!! ہاتھ اٹھا کر درشتگی سے بولتے ہوئے وہ اسے روک گئے تھے۔۔ اتنے سخت الفاظ پر کبیر خان نے بے ساختہ باپ کو دیکھا تھا۔ جو ٹوٹے ہوئے نظر آرہے تھے۔۔ پر اسکے باوجود حوصلہ وامید نہیں چھوڑ رہے تھے۔۔۔

جیسا آپ کہیں ڈیڈ۔۔۔!! کبیر خان سپاٹ لہجے میں کہہ کر فارس کا ہاتھ پکڑے سٹڈی روم سے نکل چکا تھا۔ کیونکہ انہیں اپنا وعدہ پورا کرنا تھا۔۔۔

بلیک مینشن میں مشعل ہمدانی کی دھاڑیں گونج رہی تھیں۔۔ انکی رونے کی آوازوں پر سب تکلیف سے چور ہوتے ایک دوسرے سے نظریں چرا رہے تھے۔۔۔

عیس ہمدانی بامشکل مشعل کو سنبھال رہے تھے۔وہ انکے بازوں میں بلک بلک کر روتے ہوئے بے قابو ہو رہی تھیں۔۔

علی میرا شہری۔۔۔!!وہ۔۔!!کانپتے ہوئے لہجے میں عیس ہمدانی کی طرف دیکھتے ہوئے وہ تکلیف سے رو دی تھیں۔۔۔خوف زدہ ہوتے وہ ٹی وی کی طرف نہیں دیکھ رہی تھیں۔۔جب سے انہوں نے ٹی وی پر شہرام علی کی موت کی خبر سنی تھی۔تب سے وہ ویسے ہی خوفناک ہوتی ان میں چھپ رہی تھیں۔۔۔

علی کی زندگی میرا اعتبار کرو ہمارا شہری بالکل ٹھیک ہے۔۔!ایسے رو کر میرے دل کا قتل نہیں کرو مشو۔۔۔!!عیس ہمدانی بے بسی سے کہتے

ہوئے انکا چہرہ ہاتھوں میں بھرتے ہوئے یقین دلانے کی کوشش کر رہے تھے۔پر مشعل ہمدانی شاید کچھ سننے کی حالت میں ہی نہیں تھیں۔۔۔

اگر وہ ٹھیک ہے تو کہاں ہے وہ پھر۔۔۔؟؟خدا کے لیے علی مجھے ایک بار اپنے شہری سے ملوادیں۔۔۔مجھے اسکا چہرہ دیکھادیں ورنہ میں مر جاؤں گی۔۔۔میرا دل بند ہو جائے۔۔۔! بہتی ہوئی آنکھوں سے وہ تکلیف سے کہنے لگی تھیں۔۔جب کہ اپنی مشو کو ایسے تکلیف میں دیکھ کر عیس ہمدانی دکھ میں مبتلا ہو رہے تھے۔۔انہوں نے تو کبھی بھی اپنی مشو کو ایسے رونے نہیں دیا تھا۔پر اب بیٹے کی آزمائش پر وہ انکے ہاتھوں سے نکل رہی تھیں۔۔ انکی حالت پر عیس ہمدانی تڑپتے ہوئے انہیں سینے میں بھینچ چکے تھے۔۔۔

علی۔۔۔میرا شہری۔۔۔!!انکے سینے میں چھپتے ہوئے پھر مشعل ہمدانی کی گھٹی گھٹی آواز سنائی دی تھی۔۔جب کہ علیزے خان کو اس سب سے بے خبر رکھا گیا تھا۔۔۔فاتح کی صرف گمشدگی پر وہ ہوش کھوئے ہوئے تھیں۔ تو یہ خبر سن کر شاید وہ زندہ نہ رہ پاتیں۔اور سلطان احمد خان اپنی خانم کو کھو نہیں سکتے تھے۔۔

ایسے نہیں پکارو مشو۔۔۔تم ایسے پکارتی ہو تو دل کرتا ہے کہ سارے جہاں کو تمہارے قدموں میں لا رکھوں۔۔پر آج مجھے اس انداز میں نہیں پکارو کیونکہ آج تمہاری اس تکلیف میں تمہارا علی بے بس ہے۔۔۔!نم ہوتی آنکھوں سے بار بار انہیں سینے میں بھینچتے ہوئے عیس کا لہجہ بھاری ہو رہا

تھا۔ جبکہ گھٹے ہوئے سانس میں آج انہیں محسوس ہوا تھا۔ کہ اولاد کا دکھ کیا ہوتا ہے۔۔۔

میرا دل جل رہا ہے علی۔۔۔!! میں مر جاؤں گی شہرام کے بنا۔۔۔!! مشعل ہمدانی اذیت سے چور ہوتے پھر تھکی ہوئی آواز میں انکو پکار گئی تھیں۔۔ جبکہ اس بار عیس ہمدانی کو محسوس ہوا تھا۔ کہ انکی مشو نے مزید ایک بار بھی انہیں ایسے علی پکارا تو شاید وہ سانس نہ لے پائیں گئے۔۔ وہ تو انہیں علی پکارتے ہوئے نئی زندگی دیا کرتی تھیں۔۔ انکی زبان سے اپنے لئے "علی" سنتے ہوئے عیس ہمدانی تو خود کو ان پر قربان ہوتے محسوس کرتے تھے۔۔ پھر آج انکی اس پکار میں اتنا درد کیسے وہ برداشت کر لیتے۔۔ وہ کیسے علی پکارتے ہوئے انکے ہونٹ تھرتھرانے دے سکتے تھے۔۔۔

اللہ پر یقین رکھو میری جان۔! وہ کبھی بھی ہمیں اتنی بڑی آزمائش سے نہیں گزارے گا۔۔۔! انکا سر چومتے ہوئے وہ انہیں امید دلا رہے تھے۔۔ سب غم زدہ ہوتی نظروں سے خود میں تھکے ہوئے تھے۔۔ کوئی نہیں سمجھ پا رہا تھا۔ کہ کون سا دکھ بڑا ہے تو کونسا چھوٹا۔۔۔ وہ نہیں جان پا رہے تھے۔ کہ ان حالات میں کس کس کو حوصلہ دیں یا سنبھالنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ وہ بھی ٹوٹے ہوئے نظر آ رہے تھے۔۔۔

جو حوصلہ اتنے دنوں سے وہ مل کر سلطان احمد خان کو دیتے ہوئے آ رہے تھے۔ وہی حوصلہ اب انہیں خود میں ختم ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔۔۔

رات کے دو بج رہے تھے۔۔ جب ہیر پاشا پورے دھیان کے ساتھ اپنی گاڑی کی طرف بڑھ رہی تھی۔ مہر ماہ کی چونکہ آج کل حالت ٹھیک نہیں

تھی۔اس لئے ہیر اسکے دیکھنے کے لیے آئی تھی۔وہ جب یہاں پر پہنچی تھی۔ تو گل ناز احتیاطاً اسے پچھلے دروازے سے اندر لے کر گئی تھی۔

اور اب کچھ وقت مہر ماہ کے ساتھ گزارنے کے بعد ہیر واپس جا رہی تھی۔ گل ناز اسے گاڑی میں بیٹھتے دیکھ کر واپس مڑ چکی تھی۔چونکہ ایشام صدیقی نے مینشن کی سیکورٹی پہلے سے بھی سخت کر دی ہوئی تھی۔اس لئے گل ناز اور ہیر دوراتوں سے پچھلے دروازے کا استعمال کر رہی تھیں۔کسی کی بھی نظروں میں نہ آنے کے لئے وہ پوری احتیاط کر رہی تھیں۔۔دوراتوں سے ہیر پاشا مینشن آ رہی تھی۔اور گل ناز کے ساتھ مل کر وہ مہر ماہ کو سنبھالنے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔پر مہر ماہ کو کسی صورت بھی سکون نہیں تھا۔ دو دن پہلے اسکا دل جو شہرام علی کے بارے میں پیش گوئی کر رہا تھا۔وہ

آخر کار سچ ثابت ہوئی تھی۔اور ایسے سچ ثابت ہوئی۔ کہ مہر ماہ کاظمی کو اپنے ں میسٹ کے لیے کچھ کرنے کا موقع بھی نہیں مل پایا تھا۔اگر اسے تھوڑا سا بھی علم ہوتا تو یقیناً وہ جان پر کھیل کر شہرام علی کو اس آگ سے نکال لیتی۔پر وہ لاعلم رہی تھی۔اور یہ ہی لاعلمی اب زہر بن کر مہر ماہ کاظمی کے اندر دوڑ رہی تھی۔

ان دو دنوں میں مشعل ہمدانی کے ساتھ ساتھ وہ بھی بے جان سی معلوم ہو رہی تھی۔اپنی لاڈلی کو یوں دیکھ دیکھ کر سنان مصطفیٰ کا ظمی کا دل زخمی ہو رہا تھا۔پر وہ کچھ بھی نہیں کر پا رہے تھے۔۔فلوقت وہ بس ان حالات کے ٹلنے کے انتظار میں نے بے بس سے ہو چکے تھے۔۔

ڈرائیونگ کرتے ہوئے ہیر پاشا کو اچانک احساس ہوا تھا۔ کہ جیسے کوئی اسکا پیچھا کر رہا ہے۔۔۔ چہرے پر ماسک لگائے وہ ڈرائیونگ کر رہی تھی۔ مینشن کی حدود سے نکلنے تک وہ ایسے ہی چہرے کو چھپائے رکھتی تھی۔ کیونکہ بہادر خان مسلسل اسکے تعاقب میں رہتا تھا۔

بہادر خان چونکہ ایشام صدیقی کا خاص آدمی بن چکا تھا۔ اس لئے ہیر پاشا کی تلاش کا ذمہ بھی ایشام نے اسی کو دیا ہوا تھا۔۔ ان حالات میں ایشام خود تو مجبور تھا۔ پر بہادر خان نے پھر بھی ہیر پاشا کی تلاش نہیں چھوڑی تھی۔۔

چھوٹے سائیں آپ مانے نہ مانے گاڑی میں ہیر بی بی ہی ہیں۔۔۔!! ایشام کو مخاطب کرتے ہوئے بہادر خان پورے وثوق کے ساتھ بولا تھا۔۔ جبکہ ہیر انکو اپنا پیچھا کرتے دیکھ کر تشویش کا شکار ہو چکی تھی۔۔

کب سے یہ گاڑی آرہی ہے مینشن کی طرف۔۔۔؟؟اپنے آگے دوڑتی ہوئی گاڑی کو غور سے دیکھتے ہوئے ایشام صدیقی نے سوال کیا۔۔۔

سائیں دوراتوں سے مسلسل آرہی ہے۔۔۔!! بہادر خان نے سپیڈ بڑھاتے ہوئے جھٹ سے جواب دیا تھا۔۔۔

ہمم۔۔!! ہنکارا بھرتے ہوئے ایشام کی نیلی آنکھیں مسلسل اس گاڑی کو جانچتی نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔جب کسی خیال کے تحت اچانک اسکی آنکھیں چمک اٹھیں۔۔

بہادر گاڑی کو دوسری طرف موڑ دو۔۔۔!! ایشام نے تیزی سے اچانک اسے ایک الگ حکم دیا۔۔

پر سائیں ایسے تو گاڑی گم ہو جائے گی ہم سے۔۔۔!!ایشام صدیقی کے حکم پر بہادر خان کو زرا حیرانی ہوئی تھی۔۔۔

جو کہہ رہا ہوں وہ کرو بہادر۔۔۔!!اسے سوال کرتے دیکھ کر ایشام نے زرا سخت نظروں سے دیکھا تو بہادر خان نے فورا اچھے بچوں کی طرح گاڑی دوسری طرف موڑ دی۔۔۔

جب میں کچھ کہہ رہا ہوں تو آگے سے فضول سوال وجواب مت کیا کرو۔۔۔!!اسے گاڑی موڑتے دیکھ کر ایشام صدیقی نے زرا سخت لہجے میں واضح کرنا چاہا تھا۔۔کیونکہ وہ جب بھی اسے کوئی کام کرنے کا کہتا تھا۔تو بہادر خان کے سوال وجواب شروع ہو جاتے تھے۔۔۔

معذرت سائیں۔۔!!پر کبیر اور فارس سائیں نے حکم دیا تھا۔کہ شام سائیں جو بھی کہیں اسے پہلی بار میں کبھی بھی نہیں ماننا ہے۔۔۔!!ایشام کو غصہ کرتے دیکھ کر بہادر خان نے تیزی سے صفائی دی تھی۔جس کو جان کر تعجب کے مارے ایشام کی آنکھیں بڑی ہو گئیں۔۔۔

کیا۔۔۔؟؟پر بھائی لوگوں نے تمہیں ایسا کیوں کہا تھا۔۔۔؟؟ایشام کو صدمہ لاحق ہوا تھا۔۔۔وہ ہیر کی گاڑی کا پیچھا چھوڑ چکے تھے۔

کیونکہ آپ سب سے چھوٹے ہیں نا سائیں۔۔!اس لئے بس۔۔۔!!ایشام کے سوال پر بہادر خان نے جواز پیش کرنا چاہا۔۔۔

اگر میں سب سے چھوٹا ہوں تو کیا کچھ کہہ نہیں سکتا۔۔۔؟؟اسکے جواز کو سن کر ایشام کو مزید حیرانی سی ہوئی تھی۔۔۔

نہیں سائیں ایسا نہیں ہے۔۔آپ کہہ سکتے ہیں۔۔پر آپ چھوٹے ہیں اس لیے کوئی اچھا فیصلہ نہیں لے سکتے اس لئے شاید بس۔۔۔!!گاڑی کو دوبار موڑ کر پہلے والے ٹریک پر لاتے ہوئے بہادر خان بتا رہا تھا۔۔اور شاید وہ اپنے چھوٹے سائیں کو یہ بتانا چاہ رہا تھا۔کہ ایشام صدیقی کے بڑے بھائیوں کو اس سے کسی بھی اچھے فیصلے کی امید نہیں ہے۔۔

واٹ۔۔۔!!بہادر خان کی باتوں پر ایشام صدیقی کا صدمے کے مارے اب منہ کھل چکا تھا۔۔۔

نن۔۔نہیں میرا مطلب تھا سائیں کہ بڑے سائیں لوگوں کو آپکی فکر رہتی ہے۔اس لئے شاید انہوں نے کہہ دیا ہو۔۔۔!!بہادر خان جو بے دھیانی

میں بولتے ہوئے سچ اگل چکا تھا۔ کہ اب ایشام کے تاثرات دیکھتے ہوئے گڑ بڑا کر صفائی پیش کرنے لگا۔۔۔۔

بہادر خان کو پردے ڈالتے دیکھ کر ایشام صدیقی نے دانت پیستے ہوئے صبر کرنا چاہا تھا۔۔ گھر میں سب سے چھوٹے کی وجہ سے وہ سب بھائیوں کا لاڈلا ضرور تھا۔ پر اسکے ساتھ ساتھ بہت سی ایسی چیزیں تھیں۔۔ جن میں ایشام صدیقی کر بالکل کوئی اختیار حاصل نہیں تھا۔۔ جیسے وہ کسی چیز کا فیصلہ لے سکتا تھا۔ کیونکہ اپنے بڑے بھائیوں کے لیے وہ ابھی تک چھوٹا سا ننھا منا سا کاکا ہی تھا۔ جبکہ ایشام گہری سانس خارج کر رہا تھا۔۔ اگر چھوٹے اور لاڈلے ہونے کے فائدے تھے۔ تو نقصان بھی تھے۔ جو شاید سب چھوٹوں کو برداشت کرنے پڑتے تھے۔ اسے اب سمجھ آ رہی تھی۔ کہ بہادر خان

اسکے ہر حکم پر دیر سے کیوں عمل کرتا تھا۔ کیونکہ وہ اسکی ساری خبر پہلے کبیر خان اور فارس ہمدانی کو دیتا تھا۔

یہ کب تک ہوش میں آئے گا۔۔؟؟ حاکم ذیب نے چیک آپ کرتے ہوئے ڈاکٹر کو مخاطب کیا۔۔۔ آنکھیں بند کیے وہ سارے جہاں سے بے خبر تھا۔۔ یہ جانے بنا کہ جس دیکھنے کے لئے وہ تڑپ رہا تھا۔ اسے خود یوں دیکھ کر اسکا دل کٹ کر رہ گیا تھا۔۔

فلحال کچھ کہا نہیں جا سکتا۔۔۔! ڈاکٹر نے مڑتے ہوئے مایوسی سے حاکم ذیب کی طرف دیکھا تھا۔۔۔

کیا مطلب۔۔؟؟ڈاکٹر کے الفاظ پر حاکم ذیب اور داد بخش چونک کر دیکھنے لگے تھے۔۔

مطلب یہ کہ شائد یہ خود ہی ہوش میں نہیں آنا چاہ رہے ہیں۔۔۔!!انکے دماغ میں کوئی خوف بیٹھا ہوا ہے۔جس کی وجہ سے یہ آنکھیں کھولنے سے ڈر رہے ہیں۔۔۔!!حاکم ذیب اور داد بخش کو ڈاکٹر کی آواز مایوس کن لگ رہی تھی۔۔۔جبکہ فاتح سلطان جو دروازے میں کھڑا تھا۔کہ ڈاکٹر کے الفاظ سنتے ہوئے بے اختیار لڑکھڑا کر نیچے گرا تھا۔اسکے گرنے کی آواز پر حاکم ذیب اور داد بخش تیزی سے مڑ کر دیکھنے لگے تو فاتح کو دروازے میں گرے دیکھ کر حیران رہ گئے۔۔۔

سائیں آپ یہاں کیوں آئے ہیں۔۔۔؟؟داد بخش نے جلدی سے آگے بڑھتے ہوئے فاتح کو سنبھالنا چاہا تھا۔۔۔جبکہ حاکم ذیب بھی جلدی سے اسکی طرف بڑھا تھا۔۔کیونکہ فاتح کی ٹانگ میں زخم ہونے کی وجہ سے ابھی وہ کھڑا نہیں ہو سکتا تھا۔۔اس لئے وہ فوراً آگے بڑھتے ہوئے اسے سہارا دے گئے تھے۔۔۔

حاکم خدارا میرے بھائی کو ہوش میں لے آؤ۔۔۔ورنہ میں مر جاؤں گا۔۔۔!!سامنے بے ہوش پڑے وجود کو دیکھتے ہوئے فاتح سلطان دکھی ہوتے کہنے لگا تھا۔۔۔

وہ ٹھیک ہے فاتح۔۔۔!!ہمت کرو۔۔۔!!اٹھو یہاں سے۔۔۔!!فاتح کو سہارا دیتے ہوئے حاکم ذیب نے اسے کھڑا کرنا چاہا تو فاتح تڑپ کر

لڑکھڑاتے ہوئے شہرام کی طرف بڑھ گیا۔۔۔جبکہ داد بخش اور حاکم ذیب دکھی ہوتے اسے دیکھ گئے تھے۔۔۔

حاکم اسے بتاؤنہ کہ میں واپس آگیا ہوں۔۔۔اسے کہو کہ مجھے مزید سزامت دے۔۔۔۔حاکم یہ آنکھیں کیوں نہیں کھول رہا۔۔۔؟؟شہرام کی بند آنکھوں کو بے بسی سے دیکھتے ہوئے فاتح سوال کرتے ہوئے التجائیں کرنا شروع ہو گیا تھا۔۔۔وہی التجائیں جو وہ کل سے اسے جگانے کے لیے کر رہا تھا۔پر شہرام علی نے جیسے اس سے بدلہ لینے کی ٹھان لی تھی۔کیونکہ فاتح سلطان کی کوئی بھی پکار اسے جگا نہیں پا رہی تھی۔۔

بڑھی ہوئی شیو اور خراب سی حالت میں جسم پر فاتح سلطان کی تڑپ کے زخم لیے شہرام علی آنکھیں بند کیے ہوئے اسکے سامنے لیٹا ہوا تھا۔۔اسکے

جسم پر موجود ہر زخم اپنی کہانی سنا رہا تھا۔ اسکا ہر زخم فاتح کو جتا رہا تھا۔۔ کہ سہنے والے نے اسکی جدائی کو موت کے گھونٹ کی طرح پیا ہے۔۔۔ اس لئے تو وہ اب سکون سے بے خبر بنا فاتح سلطان کو تڑپا رہا تھا۔۔۔

سائیں حوصلہ کریں شہرام سائیں بالکل ٹھیک ہو جائیں گئے۔۔۔!! آپ اٹھیں یہاں سے آپکی طبیعت پہلے ہی ٹھیک نہیں ہے۔۔۔!! حاکم ذیب نے بھاری ہوتے دل کے ساتھ داد بخش کو اشارہ کیا۔۔۔ جس پر سر ہلاتے ہوئے داد بخش فورا فاتح کے قریب آ چکا تھا۔۔۔

داد یہ ایسا تو نہیں تھا۔۔۔ میرا شہری ایسا بالکل بھی نہیں دکھتا تھا۔۔۔!! شہرام کے سینے پر موجود زخموں کو ہاتھ سے چھوتے ہوئے فاتح کا دل بلبلاتے ہوئے جکڑا گیا۔۔ تو اسکے الفاظ پر داد بخش نے بامشکل خود کو

سنبھالنے کی کوشش کی۔۔۔اتنے مہینوں سے وہ شہرام کی التجاؤں پر لاچار ہوتے آئے تھے۔اوراب فاتح کے الفاظ انکا سانس روک رہے تھے۔۔۔

جب تک یہ آنکھیں نہیں کھول لیتا۔۔۔میں یہاں سے ہلوں گا بھی نہیں۔۔۔!! شہرام کے ہاتھ کو جکڑتے ہوئے فاتح اچانک ضدی بنتے بولا تو حاکم بے بسی سے گہرا سانس خارج کرتے چہرہ اوپر اٹھا گیا۔۔۔

سر۔۔۔!! ڈاکٹر نے اچانک حاکم ذیب کو مخاطب کرتے ہوئے باہر آنے کا اشارہ کیا تھا۔۔حاکم چونک کر اسکی طرف دیکھ گیا۔۔۔داد بخش کو فاتح کے پاس ہی رکنے کا کہتے ہوئے حاکم خود ڈاکٹر کے پیچھے کمرے سے باہر نکل آیا۔۔

حاکم باہر آیا تو ڈاکٹر اسے دیکھتے ہی بولنے لگا تھا۔۔۔

آپ نے جیسے بتایا تھا۔ایسی حالت میں آپ انکے بھائی کو پاس ہی رہنے دیں۔۔ہو سکتا ہے کہ انکی آواز سنتے ہوئے پیشنٹ آنکھیں کھول لے۔۔۔!! حاکم ذیب کی طرف دیکھتے ہوئے ڈاکٹر فاتح کو شہرام کے پاس ہی رہنے کا کہہ رہا تھا۔۔

آپ کو پورا یقین ہے کہ ایسے میرا دوست ہوش میں آجائے گا۔۔!! ڈاکٹر کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے حاکم نے سنجیدگی سے سوال کیا تھا۔۔۔

میں آپکو گارنٹی تو نہیں دے سکتا پر اپنے تجربے کی بنا پر آپکو یہ امید ضرور دلا سکتا ہوں۔۔۔کہ ایسا کرنا رائگاں نہیں جائے گا۔۔۔!! باقی اگر کوئی ایمرجنسی ہوئی تو آپ مجھے بلا لیجے گا میں آجاؤں گا۔۔۔!! ڈاکٹر پُر اعتماد لہجے میں بولا تو حاکم ذیب کے چہرے کی سختی کچھ نرمی میں بدلنے لگی۔۔

آپکے تعاون کا بہت شکریہ۔۔!!ڈاکٹر سے ہاتھ ملاتے ہوئے حاکم ذیب اب پہلی بار مسکرایا تو بدلے میں ڈاکٹر بھی مسکرا کر واپسی کے لئے مڑ گیا۔۔ جبکہ دور جاتے ہوئے ڈاکٹر کی پشت دیکھتے ہوئے حاکم ذیب آج سے دو دن پہلے کو سوچنے پر مجبور ہو چکا تھا۔۔

دن کا وقت تھا۔جب حاکم ذیب جلدی میں ابھی گاڑی میں بیٹھا ہی رہا تھا۔ کہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا داد بخش غیر معمولی لہجے میں اسے فورا مخاطب کر گیا۔۔۔

سائیں۔۔جہانگیر ذیب کی طرف سے آپ کے لئے ایک پیغام آیا ہے۔۔۔ !!!

کیسا پیغام۔۔؟؟ حاکم ذیب نے حیرانگی سے پوچھتے ہوئے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے داد بخش کے سر کو دیکھا تھا۔۔۔ ہر انسان کی طرح اپنے دشمن کا نام سنتے ہوئے وہ چونک چکا تھا۔۔۔

سائیں مارکو ایلن آج جہانگیر ذیب سے ملاقات کرنے کے لئے کراچی آرہا ہے۔۔۔!! داد بخش نے مزید بولتے ہوئے اسے حیران کن اطلاع دی تھی۔۔۔

داد بخش بنار کے مجھے پوری بات بتاؤ۔۔۔!! حاکم ذیب نے اب الرٹ ہوتے فوراً اسے ٹوکا تھا۔۔ جس پر داد بخش کچھ جھجک کا شکار ہوتے بولنا شروع ہو گیا۔۔ چونکہ حاکم ذیب اپنے جانی دشمنوں کو نام سننا بھی گوارہ نہیں کرتا تھا۔ اس لئے داد بخش اسے بتاتے ہوئے ڈر رہا تھا۔

سائیں مارکوایلن کو بلیک گینگ اور بلیک جنریشن کا سامنا کرنے کے لیے جہانگیر ذیب کی مدد چاہیئے۔۔اس لئے آج وہ اس سے ملاقات کرنے کے لئے یہاں پر آرہا ہے۔۔۔! مرر میں سے دیکھتے ہوئے داد بخش نے اب اسے ملاقات کا پس منظر بتاتے ہوئے دیکھا تھا۔۔۔

اور جہانگیر ذیب نے ہمیں کیا پیغام بھجوایا ہے۔۔۔؟ ساری بات جاننے کے بعد حاکم ذیب نے کچھ الجھتے ہوئے ناگواری سے جاننا چاہا تھا۔۔

سائیں انہوں نے آپکے لئے یہ بھجوایا ہے۔۔!! اسکے سوال کے بدلے اب داد بخش نے مڑتے ہوئے کاغذ کا ایک ٹکڑا حاکم ذیب کی طرف بڑھایا تو وہ کچھ اُلجھتی نظروں سے کاغذ کے اس ٹکڑے کو تھام کر کھولتے ہوئے دیکھنے لگا۔۔۔

بادشاہ اور سلطان کی جان بچانے کے لئے تمہارے پاس صرف کچھ گھنٹے ہیں حاکم ذیب۔۔۔! نیچے لکھے ہوئے پتے پر پہنچ کر سلطان کو آزاد کروالو۔۔اور ہو سکے تو آج بادشاہ کو فنا ہونے سے پہلے بچا لینا۔۔۔! جہانگیر ذیب کا یہ احسان اپنے اوپر کبھی مت بھولنا مت۔۔۔! کاغذ پر لکھے گئے الفاظ کو پڑھنے کے بعد حاکم ذیب کا دل شدت سے دھڑک اٹھا تھا۔جو شاید اپنے جانی دشمن کے مدد کرنے کے باعث تھا۔۔۔

داد گاڑی ایئرپورٹ کی طرف موڑ دو۔۔۔!! داد بخش کو حکم دیتے ہوئے حاکم ذیب نے کاغذ کو فولڈ کرتے ہوئے اپنی کوٹ کی جیب میں رکھ لیا تھا۔۔جبکہ فون اٹھاتے ہوئے وہ تیزی سے کال ملا کر اسلام آباد میں موجود اپنے آدمیوں کو خبردار کرنے لگا۔۔

آریان کے پکڑے جانے کے بعد مارکوایلن بالکل اکیلا ہو چکا تھا۔اسے یہ جنگ جیتنے کے لیے کسی کی مدد درکار تھی۔اور یہ مدد اسے صرف کراچی میں ہی مل سکتی تھی۔ جہاں انڈر ورلڈ کے بڑے بڑے نام موجود تھے۔مارکو ایلن نے ہر کسی کو اپنی مدد کرنے کا پیغام بھجوایا تھا۔ لیکن بادشاہ اور سلطان کا نام سننے کے بعد ہر کوئی اسکی مدد کرنے سے انکاری ہو چکا تھا۔۔ کیونکہ کسی میں اتنی ہمت نہیں تھی۔ کہ وہ بادشاہ یا سلطان کے خلاف کھڑے کرنے کا سوچتے بھی۔۔۔ایسے میں مارکوایلن کا پیغام جہانگیر ذیب اور شاہ ذیب شاہ تک بھی پہنچا تھا۔

اسکے پیغام کے جواب میں جہانگیر ذیب نے تو مدد کرنے کی حامی بھری تھی۔پر شاہ ذیب شاہ نے باقیوں کی طرح انکار کر دیا تھا۔۔

جہانگیر ذیب کے حامی بھرنے پر جب مارکوایلن کو تھوڑی سی امید ملی تو اس نے فوراً اگلا پیغام جہانگیر ذیب کو ملاقات کرنے کا بھیجا تھا۔۔۔ جس کے بدلے جہانگیر ذیب نے پہلے اس سے ایڈریس منگوایا اور بعد میں بہانہ کرتے ہوئے اسے کراچی میں ملاقات کرنے کے لیے انوائٹ کر لیا۔۔ جہانگیر ذیب کسی بھی طرح مارکوایلن کے ٹھکانے تک پہنچنا چاہتا تھا۔ جس میں وہ کامیاب بھی ہوا تھا۔

اور آج مارکوایلن اس سے ملاقات کرنے کے لیے خود کراچی آرہا تھا۔ اور اسی چیز کا فائدہ اٹھاتے ہوئے جہانگیر ذیب نے حاکم ذیب کو اسلام آباد پہنچنے کا پیغام بھجوادیا تھا۔ تاکہ مارکو کی واپسی سے پہلے پہلے وہاں سے سلطان کو نکالا جاسکتا۔۔ اور اسکے ساتھ ہی جہانگیر ذیب کو یہ بھی معلوم پڑا تھا۔ کہ سلطان

کی آزادی کے لیے بادشاہ شرط میں اپنی زندگی داؤپر لگا چکا ہے۔۔اس لئے جہانگیر ذیب نے اپنی ذاتی دشمنی کو سائیڈ پر رکھتے ہوئے وقت رہتے حاکم ذیب کو اسکے دوستوں کے بارے میں آگاہ کیا تھا۔تاکہ دیر ہونے سے پہلے پہلے حاکم ذیب اپنے دوستوں کو بچا پاتا۔۔اور اب حاکم ذیب، داد بخش کے ساتھ اسلام آباد کے لئے روانہ ہو چکا تھا۔۔

سائیں آپ بادشاہ کی طرف جائیں۔۔۔سلطان سائیں کو وہاں سے بحفاظت نکالنا میری ذمہ داری ہے۔۔۔!!ایئرپورٹ سے باہر نکلتے ہی داد بخش اسے بے فکر کرتے کہنے لگا تھا۔۔

ٹھیک ہے داد بخش۔۔۔!!مجھے امید ہے کہ تم یہ زمہ داری اچھے سے پوری کرو گئے۔۔۔!!لیکن پھر بھی یاد رکھنا کہ میرے یار کو اگر زرا برابر بھی

نقصان ہوا تو حاکم ذیب تمہیں معاف نہیں کرے گا۔۔۔!! سرد لہجے میں بولتے ہوئے حاکم ذیب واضح کر رہا تھا۔۔

سائیں آپ پر داد بخش کی زندگی قربان ہے۔۔ مجھ پر بھروسہ رکھیں۔۔ کیونکہ اس بار فتح ہماری ہی ہو گی۔۔۔! داد بخش نے پُرامید ہوتے اپنے سائیں کو یقین دلانا چاہا تھا۔ جس پر حاکم ذیب سر ہلاتے ہوئے اپنے آدمیوں کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ چکا تھا۔ جبکہ داد بخش بھی اپنی گاڑی میں بیٹھتے ہوئے کچھ ساتھیوں کے ساتھ سلطان کی طرف روانہ ہو چکا تھا۔۔

حاکم ذیب دونوں جگہ پر پہنچ کر ایک ساتھ بادشاہ اور سلطان کو نہیں بچا سکتا تھا۔ اس لئے اس نے داد بخش کا کہا مانتے ہوئے اسے سلطان کی طرف روانہ

کر دیا تھا۔ جبکہ خود وہ بادشاہ کی طرف نکل پڑا تھا۔ جس نے ریسنگ سرکٹ میں اپنے نام کا طوفان کا مچایا ہوا تھا۔۔۔

حاکم ذیب جس وقت ریس والی جگہ پر پہنچا تھا۔ تب تک ریس شروع ہونے کے بعد آدھی گزر بھی چکی تھی۔۔ چہرے کو چھپاتے ہوئے وہ محتاط انداز میں لوگوں کے ہجوم میں داخل ہو کر حیدر ابراہیم کے پیچھے آکر کھڑا ہو گیا تھا۔ جو جیت کی خوشی میں ہنستے ہوئے اپنے آدمی سے سوال و جواب کرنے میں مصروف تھا۔۔ حیدر ابراہیم کا آدمی پورے اعتماد کے ساتھ اسے یقین بادشاہ کی موت کا یقین دلا رہا تھا۔۔

جبکہ بادشاہ کی کار میں بمب ہونے کا سن کر حاکم ذیب کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔۔ وہ اسی پل مڑتے ہوئے ہجوم سے نکلا تھا۔۔ ریس ختم ہونے

میں تھوڑی ہی دیر رہ گئی تھی۔۔ حیدر ابراہیم نے شہرام کی کار کی صرف بریکس ہی فیل نہیں کروائے تھے۔ بلکہ اسکے بچنے کی ہر امید کو ختم کرتے ہوئے گاڑی میں بمب بھی لگوایا تھا۔ جو حیدر ابراہیم کا اضافی داؤ تھا۔ جو وہ کھیل چکا تھا۔۔ پر شہرام علی کی ساتھ ساتھ اسکے بھائی اس قیامت سے بے خبر تھے۔۔

اور جس وقت شہرام علی نے سب کو شکست دیتے ہوئے فنش لائن کراس کی تھی۔ حاکم ذیب وہاں پہلے سے کھڑا تھا۔۔ فنش لائن کراس کرتے ہی شہرام علی اپنی کار کو بریک لگانے کی کوشش کر رہا تھا۔ جب حاکم ذیب نے چلاتے ہوئے اسے پکارا تھا۔۔ اپنے نام کی پکار پر شہرام علی نے حیران و پریشان ہوتے سائیڈ مرر سے باہر دیکھا تو حاکم ذیب کو وہاں کھڑے دیکھ کر

وہ حیرانی میں مبتلا ہوتا جب اسکے متوجہ ہونے پر حاکم ذیب چلاتے ہوئے اسے گاڑی سے باہر کودنے کا اشارے کرنے لگا۔۔۔حاکم ذیب کو اسے جگہ پر کھڑے دیکھ کر ایک سیکورٹی گارڈ بھاگتے ہوئے اسکی طرف آیا تھا۔تاکہ اسے وہاں سے ہٹا سکے۔کیونکہ ریسنگ سرکٹ کے اندر کھڑے ہونا رولز کے خلاف تھا۔۔۔اور حاکم ذیب اس وقت پتہ نہیں کہاں سے داخل ہوتے اندر کھڑا تھا۔۔

حاکم کے اشاروں پر کسی خدشے کے تحت شہرام علی کا دل مٹھی میں جکڑنے لگا۔۔تو حاکم ذیب کے چہرے پر چھائے ہوئے ڈر کو پڑھتے ہوئے شہرام علی بنا سوچے سمجھے دروازہ کھولتے ہوئے کار سے باہر کود پڑا۔۔کہ تبھی کار دھماکے کا شکار ہوتے کسی سوکھے پتے کی طرح ہوا میں اٹھتی ہوئی نظر آئی

تھی۔۔۔دھماکا اس قدر پر زور اور شدت بھرا تھا۔ کہ جو سیکورٹی گارڈ حاکم ذیب کو روکنے کے لیے آرہا تھا۔ کہ بد قسمتی سے وہ اس حادثے کا شکار ہوتا چلا گیا۔۔دھماکے سے نکلتی ہوئی آگ نے بری طرح اسے اپنی لپیٹ میں لیتے ہوئے جلا دیا تھا۔۔

گاڑی سے باہر کودتے ہی شہرام علی دور جا گرا تھا۔۔جب حاکم ذیب نے بھاگتے ہوئے اسے تھام لیا تھا۔۔۔شہرام کو تھامتے ہوئے حاکم ذیب نے اسکا سر اٹھاتے ہوئے پہلے گود میں رکھا تھا۔۔جبکہ سینے میں دل اس وقت بے قابو ہوتا مچل رہا تھا۔۔۔

حا۔۔کم۔۔۔!! شہرام نے ہوش کھونے سے پہلے اسکے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے بے اختیار اسے پکارا تھا۔۔

حاکم ذیب تم پر جان نثار میرے یار۔۔۔!! شہرام کی پکار پر تڑپتے ہوئے حاکم نے اسے گلے لگاتے ہوئے جواب دیا تھا۔۔اسکے جواب پر آنکھیں بند کرنے سے پہلے شہرام بے ساختہ مسکرا دیا تھا۔۔جبکہ حاکم ذیب کسی قیمت اثاثے کی طرح اسے سینے سے لگاتے ہوئے سامنے نظر آتے قیامت خیز منظر کو دیکھنے لگا تھا۔۔۔کار جس طرح دھماکے کا شکار ہوتے زمین پر گری تھی۔اگر شہرام علی گاڑی کے اندر موجود ہوتا تو یقیناً وہ اپنے یار کو کھو دیتا۔۔۔اس خیال پر حاکم ذیب کو اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہونے لگا تھا۔۔۔

تمہیں اگر میری آنکھوں کے سامنے کچھ ہو جاتا تو میں مر جاتا یار۔۔۔!!

حاکم ذیب نہیں جی پاتا تم لوگوں کے بنا۔۔۔!! میں ختم ہو جاتا۔۔میں تم لوگوں کو کچھ نہیں ہونے دوں گا۔۔۔!! شہرام کے بے ہوش وجود کو سینے

میں بھینچے حاکم ذیب سسکتے ہوئے کہہ رہا تھا۔۔اسکی آنکھیں نم ہو چکی تھیں۔۔وہ اسے یوں ہی گلے سے لگائے زمین پر بیٹھا ہوا تھا۔جب اسکے آدمی بھاگتے ہوئے تیزی سے اسکی طرف آتے دیکھائی دیئے تھے۔۔۔

دادا۔۔۔!!اپنے آدمیوں کو آتے دیکھ کر حاکم ذیب نے فورا سنبھلتے ہوئے تیزی سے اپنے مضبوط بازوؤں میں شہرام علی کو اٹھالیا تھا۔۔۔

داد ہم اٹھالیتے ہیں۔۔۔!!حاکم کو شہرام کا بوجھ اٹھاتے دیکھ کر اسکے آدمیوں نے آگے بڑھتے ہوئے شہرام کو تھامنا چاہا تھا۔جب حاکم ذیب ہاتھ اٹھاتے ہوئے ہوئے انہیں وہیں پر ٹھہرنے پر مجبور کر گیا۔۔

یاروں کا بوجھ یار ہی اٹھاتے ہیں۔۔۔!سنجیدگی سے کہتے ہوئے وہ کسی قیمتی اثاثے کی طرح شہرام علی کو سمیٹتے ہوئے اپنی گاڑی کی طرف بڑھا تو اسکی

آدمی بے یقین ہوتے اسے دیکھ گئے۔۔۔ شہرام کے وجود کو آرام سے اپنی گاڑی میں لٹاتے ہوئے حاکم ذیب نے پیچھے بلند ہوتے شور پر بے اختیار مڑ کر دیکھا تھا۔ شہرام علی کے بھائیوں کو تڑپتے ہوئے دیکھ کر وہ رک کر انہیں دیکھنے پر مجبور ہوا تھا۔۔۔ کبیر اور فارس بار بار کار کی طرف جانے کی کوشش کر رہے تھے۔ پر سیکورٹی گارڈز کسی صورت بھی انہیں آگے نہیں بڑھنے دے رہے تھے۔ کیونکہ شہرام کی کار سے آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے۔ جو کہ کسی کے لیے بھی خطرناک ہو سکتے تھے۔۔ اسی وجہ سے سیکورٹی لوگوں کو آگے بڑھنے سے روکے ہوئے تھی۔۔۔

بے تاثر سی ان پر نظر ڈالتے ہوئے حاکم ذیب وہاں سے جانے کے لئے اپنی گاڑی میں بیٹھ چکا تھا۔ وہ چاہتا تو آگے بڑھ کر اسکے بھائیوں کو بادشاہ کے زندہ

ہونے کا بتا سکتا تھا۔ پر وہ رکا رہا تھا۔ کیونکہ فلوقت سب کے لیے یہ جاننا ہی بہتر تھا۔ کہ بادشاہ مر چکا ہے۔۔۔

دوسری طرف داد بخش اپنے آدمیوں کے ساتھ مارکو کے ٹھکانے پر پہنچ کر گاڑی روکنے والا ہی تھا۔ کہ تبھی اچانک انکی گاڑی کے سامنے کوئی آتے ہوئے ٹکرا کر نیچے گر گیا۔۔۔ داد بخش نے بہت مشکل سے بریک لگاتے ہوئے سامنے آئے شخص کو زخمی ہونے سے بچایا تھا۔ پر اسکے باوجود وہ نیچے گرتے ہی ہوش کھو گیا تھا۔۔

داد بخش نے گاڑی سے اتر کر آگے بڑھ کر اس انجان شخص کو دیکھنا چاہا تھا۔۔۔ داد بخش کے پیچھے ہی اسکے آدمی بھی گاڑیوں سے نکل آئے تھے۔۔

یہ کیا ہو گیا ہے اب اس صورت حال میں اچانک۔۔۔؟؟ داد بخش نے پریشان ہو کر کہتے ہوئے نیچے گرے ہوئے شخص کو سیدھا کرتے دیکھنا چاہا تھا۔اس انجان شخص کو سیدھا کرتے ہی جب داد پر فاتح سلطان کا چہرہ واضح ہوا تو داد بخش بے یقین ہوتے اپنے آدمیوں کو دیکھ گیا۔۔۔

سائیں۔۔!! داد بخش نے بے چینی سے فاتح کے چہرے کو تھپتھپاتے ہوئے اسے ہوش میں لانا چاہا تھا۔۔پر بے سود۔۔۔

لگتا کوئی آرہا ہے داد۔۔۔!! ہمیں دادا کو لے کر نکلنا ہو گا یہاں سے۔۔! کچھ غیر معمولی سی آوازیں سنتے ہوئے ایک آدمی نے جلدی سے داد بخش کو مخاطب کیا تھا۔۔ جس پر سر ہلاتے ہوئے داد بخش جلدی سے فاتح سلطان کو اٹھاتے ہوئے گاڑی کی طرف بڑھا تھا۔۔خوش قسمتی سے فاتح سلطان خود

ہی ان تک پہنچ چکا تھا۔ جس پر داد بخش جتنا شکر ادا کرتا کم تھا۔۔ شاید فاتح سلطان اچانک وہاں سے بھاگتے ہوئے انکے سامنے آگیا تھا۔۔ داد بخش نے اندازہ لگاتے ہوئے جلدی سے گاڑی سٹارٹ کی تھی۔۔۔

اور یوں سلطان اور بادشاہ کو دوبارہ سے ملواتے ہوئے حاکم ذیب ان دونوں کو لے کر کراچی آگیا تھا۔۔۔ جہاں فوری طور پر اس نے فاتح اور شہرام کا علاج شروع کروایا تھا۔۔۔ بظاہر شہرام علی کو کوئی زیادہ نقصان نہیں آیا تھا۔۔ بس گاڑی سے باہر چھلانگ لگاتے ہوئے اسے ہلکی پھلکی چوٹیں ضرور آئی تھیں۔ پر اسکے باوجود وہ ہوش میں نہیں آرہا تھا۔ وہ آنکھیں کھولے سے خوف زدہ ہو رہا تھا۔ وہ شاید اس خوف میں مبتلا ہو چکا تھا۔ کہ ہوش کی دنیا میں آتے ہی اسے فاتح سلطان خود سے پھر دور نظر آئے گا۔

اسی وجہ سے وہ آنکھیں کھولنے سے انکار کر چکا تھا۔اسکے بر عکس فاتح سلطان توزخموں سے چور تھا۔۔حاکم ذیب اسکا علاج کروا رہا تھا۔تاکہ وہ جلد از جلد ٹھیک ہو کر بادشاہ اور سلطان بنتے ہوئے اپنے دشمنوں کی اینٹ سے اینٹ بجادیتے۔۔پر اسکے لئے سب سے پہلے شہرام علی کو ہوش میں لانا ضروری تھا۔کیونکہ دنیا کے سامنے بادشاہ اور سلطان کی حقیقت لانے کا وقت آچکا تھا۔۔۔

ڈیڈ آپ ہمیں فائٹ کرنا کیوں سیکھا رہے ہیں۔۔۔؟؟ بارہ سالہ مہر ماہ نے کچھ الجھتے ہوئے سنان مصطفیٰ کاظمی سے سوال کیا تھا۔۔۔یہ سوال وہ باپ سے کئی دنوں سے کرنا چاہ رہی تھی۔پر اسے

ڈیڈ آپ ہمیں فائٹ کرنا کیوں سیکھا رہے ہیں۔۔۔؟؟ بارہ سالہ مہر ماہ نے کچھ الجھتے ہوئے سنان مصطفیٰ کاظمی سے سوال کیا تھا۔۔۔یہ سوال وہ باپ سے کئی دنوں سے کرنا چاہ رہی تھی۔پر اسے موقع نہیں مل رہا تھا۔۔۔

کیونکہ ڈیڈ اپنی پرنسز کو بہادر بنانا چاہتے ہیں۔۔۔!سنان مصطفیٰ جواب میں مسکرا کر کہتے ہوئے اپنی لاڈلی کو دیکھ گئے۔۔۔نیلی آنکھوں پر گولڈن بالوں والی وہ مہر ماہ کاظمی تھی۔جو سنان مصطفیٰ کی آنکھ کا تارہ تھی۔۔اپنے دل میں جو محبت سنان مصطفیٰ کاظمی اپنی بیٹی کے لئے محسوس کرتے تھے۔وہ محبت انکے بیٹے کے لئے ویسی نہیں تھی۔۔ایسا نہیں تھا۔کہ انہیں بیٹے محبت نہیں تھی۔پر بلیک گینگ میں سب کو اپنی بیٹیاں، بیٹوں سے زیادہ عزیز تھیں۔

پر ڈیڈ میں بہادر بن کر کیا کروں گی۔۔۔؟؟ باپ کے جواب پر چھوٹی سی مہر ماہ کو مزید الجھن ہوئی تھی۔۔۔

فارم ہاؤس پر ہیر، گل ناز اور مہر ماہ اپنی ٹریننگ کے لیے آئی ہوئی تھیں۔۔ جان اور بو انکے ساتھ اپنی ٹریننگ کا ٹائم پورا کر چکے تھے۔۔اب عیس ہمدانی اور سنان مصطفیٰ کاظمی مل کر ہر روز کی طرح فائٹ کے ساتھ ساتھ انہیں گن چلانا سیکھا رہے تھے۔۔بلیک گینگ کے لڑکوں کو مکمل ٹریننگ جان اور بو نے مل کر دی تھی۔۔اس ٹریننگ میں بلیک گینگ نے بہت کم حصہ ڈالا تھا۔اور اب بیٹیوں کے ٹائم سنان مصطفیٰ اور عیس ہمدانی خاص کر ہر روز انہیں ٹائم دینے کے لیے خود آتے تھے۔۔جان اور بو کی نسبت وہ خود ہی

ہیر، مہر ماہ اور گل ناز کو ہر چیز سیکھا رہے تھے۔۔۔ جبکہ لڑکے سب ملک سے باہر جا چکے تھے۔۔۔

آپ بہادر بن کر دنیا سے لڑیں گئیں میرے دل کا ٹکرا۔۔۔!! اسکے سوالوں کا پیار سے جواب دیتے ہوئے سنان مصطفیٰ جھک کر اسکا سر چومتے ہوئے بولے تھے۔۔۔ جب کہ مہر ماہ کو انکی باتوں کی کچھ نہیں سمجھ آ رہی تھی۔۔۔

پر ڈیڈ جب میرے پاس پرنس ہو گا تو میں کیوں فائٹ کروں گی۔۔۔؟؟ میرا پرنس مجھے بچائے گا نا۔۔۔!! اپنی پوری سمجھ و بوجھ لڑاتے ہوئے مہر ماہ باپ کی طرف دیکھتے ہوئے بولی تھی۔۔۔ کیونکہ ابھی تک وہ اتنا ہی جان

پائی تھی۔ کہ فائٹ کرنے سے کسی کی جان بچائی جاسکتی ہے۔اور مہرماہ کے بدلے اسکے پرنس کو فائٹ کرتے ہوئے اسے سیو کرنا چاہیئے۔۔۔

نہیں میری جان۔۔۔! سب کام پرنس نہیں کرتے ہیں۔اور میرے بچے کو کسی پرنس کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔ کیونکہ مہرماہ کا ظمی اپنے لئے خود فائٹ کر سکتی ہے۔۔۔!! پرنس کے ذکر پر سنان مصطفیٰ ہر دفعہ کی طرح فوری انکار کرتے ہوئے کہنے لگے تھے۔۔ جبکہ انکے آخری الفاظ پر مہرماہ بے اختیار باپ کو دیکھ گئی تھی۔۔۔

تو ڈیڈ پرنس کیا کرتے ہیں پھر۔۔۔؟؟ مہرماہ نے اب معصوم لہجے میں کچھ جاننے والے انداز میں سوال کیا تھا۔۔ جسے سنتے ہوئے سنان مصطفیٰ منہ بگاڑ کر بولے تھے۔۔۔

پرنس الو کے پٹھے ہوتے ہیں۔۔۔!اور آپ پرنسز نہیں ہو بلکہ میری کوئین مہر ماہ کا ظمی ہو۔جو بہادر ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی فائٹ خود کرے گی۔ کیونکہ کوئین ہمیشہ خود فائٹ کرتی ہے۔۔اور وہ کسی سے مدد نہیں مانگتی۔۔۔!اسکے چھوٹے سے ہاتھ میں گن تھما کر وہ سامنے لگے نشان کو فوکس میں کہتے ہوئے فائر کرتے ہوئے بولے تھے۔۔جبکہ باپ کے الفاظ پر وہ اب خاموش ہوتی سوچوں میں الجھنے لگی تھی۔۔اس دن پہلی بار اس نے پرنسز اور کوئین کے فرق کو جانا تھا۔۔اور اس فرق کو سمجھتے ہوئے اسے محسوس ہو رہا تھا۔کہ کوئین ہونا فخر کی بات ہے۔۔

مہر ماہ نیند میں کچھ بے چین ہو رہی تھی۔۔ نیند میں وہ بچپن کے ان لمحوں کو دیکھ رہی تھی۔ جب بلیک گینگ انہیں آج کے لئے تیار کرنے میں مصروف تھی۔۔۔

تم مجھ سے بات نہیں کرتی نا مہرو دیکھنا میں تم سے بہت دور چلا جاؤں گا اور پھر کبھی بھی واپس بھی نہیں آؤں گا۔۔۔!! مہر ماہ کو نیند میں بے اختیار اب شہرام علی کا چہرہ نظر آیا تھا۔ جب وہ اٹلی جا کر اسے ہر روز میسج کیا کرتا تھا۔ پر مہر ماہ اسے تنگ کی غرض سے جواب نہیں دیا کرتی تھی۔ جس کے باعث شہرام اسے ایموشنل بلیک میل کرتے ہوئے خود سے بات کرنے کے لئے مجبور کر دیتا تھا۔۔ اسکے ان جملوں پر مہر ماہ سچ میں پریشان ہو کر بات کرنے لگتی تھی۔۔ اور آج وہ سچ میں اس سے دور جا چکا تھا۔۔

شہری۔۔۔!!ایک دم سے نیند سے بیدار ہوتے مہر ماہ نے اٹھتے ہوئے اسے پکارا تو باسم جو کرسی پر بیٹھا سو رہا تھا۔ کہ بہن کی آواز پر فورا سے جاگ گیا۔۔۔

مہر و میرا بچہ کیا ہوا۔۔۔؟؟ باسم فکر مندی سے پوچھتے ہوئے جلدی سے اٹھتے ہوئے قریب آیا تھا۔ جبکہ مہر ماہ کا پورا چہرہ پسینے میں بھیگا ہوا نظر آرہا تھا۔۔۔

بھیا وہ شہری۔۔۔!!دروازے کی جانب انگلی کرتے ہوئے وہ کچھ بد حواس سی ہوئی تھی۔۔اسکی طبیعت کی وجہ سے ائرہ کاظمی دو دنوں سے اسکے پاس ہی سو رہی تھیں۔۔ جبکہ سنان مصطفیٰ پوری رات انکے پاس بیٹھے رہتے

تھے۔۔ باسم انہیں کمرے میں بھیجتے ہوئے آج خود بہن کے پاس رک گیا تھا۔۔ جو نیند میں شاید نہیں یقیناً شہرام کو دیکھتے ہوئے اٹھ چکی تھی۔۔۔

شہری بالکل ٹھیک ہے میری جان۔۔۔!! باسم نے اسے سینے سے لگاتے ہوئے بہلانا چاہا۔ جب کہ چھوٹی بہن کو ایسے دیکھ کر اسے بے حد تکلیف ہو رہی تھی۔۔

بھیا۔۔۔ وہ چلا گیا کیا۔۔۔!! باسم کے سینے میں چھپتے ہوئے مہرماہ ڈرتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔۔

نہیں بھیا کی جان وہ کہیں بھی نہیں گیا۔۔۔ وہ واپس آجائے گا۔۔۔ کبیر اور فارس بھائی اسے لینے کے لئے گئے ہیں نا۔۔۔!! باسم ہونٹ کاٹتے ہوئے اسے بہلا رہا تھا۔۔ جبکہ بڑے بھائی کی باتوں پر یقین کرتے ہوئے مہرماہ

کپکپی کچھ کم ہونے لگی تھی۔وہ مضبوط تھی۔۔لڑ سکتی تھی۔۔پر اپنے مرد کے لیے ہر عورت کی طرح وہ کمزور پائی گئی تھی۔۔سنان مصطفیٰ نے اپنی بیٹی کو کوئین ضرور بنایا تھا۔۔پر شہرام علی کے وہ پرنسز ہی تھی۔۔وہ پرنسز جو اپنے پرنس کے بنا ادھوری ہو۔۔۔

فارس ہمدانی اور کبیر خان ہمت کرتے ہوئے سرد خانے میں داخل ہوئے تھے۔جو ڈیڈ باڈی انہیں شہرام کی کار کے پاس ملی تھی۔وہ دو دنوں سے اسی سرد خانے میں پڑی ہوئی تھی۔چونکہ اس ڈیڈ باڈی کو "شہرام عیس ہمدانی" کی شناخت کے طور پر تصدیق کیا گیا تھا۔تو اسی وجہ سے فارس اور کبیر ایک بار اس ڈیڈ باڈی کو دیکھنے کے لیے آئے تھے۔

انہیں اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتے ہوئے Mortuary Attendant آگے بڑھتے ہوئے کولڈ اسٹوریج کا ایک خانہ کھولتے ہوئے انہیں آگے بڑھ کر دیکھنے کا اشارہ کرنے لگا۔۔۔ خانہ کھولتے ہی ایک سرد ہوا نکلتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ جس دیکھ کر کبیر اور فارس کا دل ایک پل کے لئے کانپا تھا۔ لیکن پھر ہمت کرتے ہوئے وہ قریب ہو کر دیکھنے لگے۔۔۔

آگ میں جلنے کی وجہ سے باڈی پوری جھلس چکی تھی۔ جس کی وجہ سے چہرہ پہچان میں نہیں آرہا تھا۔ چونکہ یہ ڈیڈ باڈی شہرام کی کار کے قریب سے ملی تھی۔ تو اسی وجہ سے اسکو شہرام علی کی تصدیق کرتے ہوئے میڈیا پر یہ نیوز

چلادی گئی تھی۔ کہ بلیک کمپنی کے ایک پارٹنر "عیس علی ہمدانی" کا بیٹا ایک کار ریس میں گاڑی سے کنٹرول کھوتے ہوئے جاں بحق ہو چکا ہے۔۔۔

کبیر خان اور فارس ہمدانی نے مل کر ریسنگ سرکٹ کا چپہ چپہ چھان مارا تھا۔ ان دو دنوں میں انہوں نے شہرام کی جلی ہوئی کار سے لے کر ہر چیز کی اچھے سے چھان بین کی تھی۔ پر انہیں شہرام علی کا وہاں کوئی سراغ نہیں مل پایا تھا۔ اور اب اپنا آخری شک دور کرنے کے لیے وہ سرد خانے میں اس ڈیڈ باڈی کو دیکھنے کے لیے آئے تھے۔ کیونکہ انکا دل کہتا تھا۔۔ کہ لاش انکے بھائی کی نہیں ہو سکتی۔۔ جس دن اس لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے یہاں پر لایا گیا تھا۔ اس دن بھی شہرام علی کے بھائیوں نے اس لاش کو دیکھنے سے انکار کر دیا تھا۔ انکا ایک ہی ماننا تھا۔ کہ یہ جسم جب انکے بھائی کا نہیں تو اس

سے انکا کوئی تعلق بھی نہیں ہو سکتا۔۔ یہ ہی وجہ تھی۔ کہ یہ ڈیڈ باڈی ابھی تک اس سرد خانے میں لاوارث پڑی ہوئی تھی۔۔

خان، شہری اور فاتح کے گلے میں انکے نام کی چین رہتی تھی نا۔۔۔؟؟

اچانک یاد آنے پر فارس نے کبیر کو مخاطب کیا۔ جو گہری نظروں سے ڈیڈ باڈی کو دیکھنے میں مصروف تھا۔۔ فارس کے مخاطب کرنے پر کبیر نے تیزی سے مڑتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔۔ اس ڈیڈ باڈی کی تصدیق اب صرف اسی ایک چیز سے ممکن ہو سکتی تھی۔۔ کبیر تیزی سے جھکتے ہوئے لاش کے گلے میں دیکھنے لگا۔ جو کہ خالی نظر آ رہا تھا۔۔۔

اس باڈی سے جو چیزیں ملی تھیں وہ سب کہاں پر ہیں۔۔۔؟ فارس کے یاد کروانے پر اور گلے کو خالی دیکھتے ہوئے کبیر خان اب بے صبری سے Mortuary Attendant سے سوال کیا تھا۔۔۔

وہ سب آپکو باہر ریسیپشن پر مل جائیں گئیں۔۔۔! رکیں میں لے کر آتا ہوں۔۔ Mortuary Attendant !! جواب میں بولتے ہوئے باہر نکل گیا تھا۔ اسکی تقلید میں کبیر اور فارس بھی سرد خانے سے باہر نکل آئے تھے۔۔ انکے دل تیزی سے دھڑک رہے تھے۔ دل ہی دل میں وہ دعا گو تھے۔۔ کہ کاش وہ چین انہیں یہاں پر نہ ملے۔۔۔

تھوڑی دیر گزرنے کے بعد Mortuary Attendant ہاتھ میں کچھ چیزیں لیے واپس آیا تو فارس تیزی سے آگے بڑھ کر دیکھنے لگا۔۔۔

جب یہ باڈی یہاں پر لائی گئی تھی۔ تو اسکے پاس صرف یہ ہی چیزیں تھیں۔۔۔ Mortuary Attendant ! نے کچھ چیزیں انکی طرف بڑھاتے ہوئے بتایا۔۔ان تمام چیزوں میں فاتح کے نام کی وہ چین نہیں تھی۔ جو شہرام علی کے گلے میں ہر وقت موجود رہتی تھی۔۔

سب چیزوں کو دیکھتے ہوئے خوشی سے کبیر اور فارس کے ہاتھ کپکپانے لگے تھے۔۔۔

خان یہ دیکھو یہ آئی ڈی کارڈ بھی ہے۔۔۔!! فارس نے تیزی سے آئی ڈی کارڈ کبیر خان کی طرف بڑھاتے ہوئے دیکھانا چاہا تھا۔۔ جو کسی وقاص نامی شخص کا تھا۔۔

فارس وہ زندہ ہے۔۔۔!! سب چیزوں کو دیکھنے کے بعد کبیر خان کی آواز جذبات سے بھاری ہوتی کانپنے لگی تھی۔۔ جبکہ اسکی نیلی آنکھوں میں خوشی بھری نمی چمکنے لگی تو فارس مسکراتے ہوئے جلدی سے اسکے گلے لگ گیا۔۔۔

ہمارا بھائی زندہ ہے خان۔۔۔!! ہمارا شہری بالکل ٹھیک ہے۔۔۔!! کبیر خان کے گلے لگتے ہوئے فارس ہمدانی خوشی سے بھرپور آواز میں کہہ رہا تھا۔ جب اچانک کبیر خان کا دل کیا تھا۔ کہ یہاں پر چلاتے ہوئے یہ اعلان کرے۔ کہ انکا بھائی مل گیا ہے۔۔۔۔ پاس کھڑا Mortuary Attendant انہیں حیرت سے دیکھ رہا تھا۔۔

فاری ہمارے پاس وقت نہیں ہمیں جانا ہو گا۔۔! فارس کو خود سے الگ کرتے ہوئے کبیر چمکتے لہجے میں اچانک بولا تھا۔۔

کہاں۔۔۔؟ فارس سوالیہ نظروں سے پوچھ گیا تھا۔۔

کراچی۔۔۔!! کبیر پر روشن آنکھوں میں بولا تو فارس ہمدانی بے اختیار اسے دیکھتا چلا گیا۔۔۔

فجر کی اذانیں ہو رہی تھیں۔۔ شہرام کا ہاتھ تھامے فاتح اسکے پاس ابھی تک بیٹھا ہوا تھا۔ جب کہ حاکم ذیب ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی وہاں پر آیا تھا۔۔ کافی وقت اپنے کمرے میں گزارنے کے بعد اب وہ اسی کمرے میں آ کر بیٹھ چکا تھا۔۔ نجانے کیوں ان دونوں کو ایسے دیکھ کر اسکا دل بے چین سا تھا۔

اسی وجہ سے اسے اپنے کمرے میں سکون نہیں آرہا تھا۔۔ جس کے باعث وہ اپنے کمرے سے اٹھتے ہوئے یہاں پر آکر فاتح کے پاس بیٹھ چکا تھا۔۔ جو شہرام کا ہاتھ تھامے بالکل خاموش بیٹھا ہوا تھا۔۔۔

پچھلے ایک گھنٹے سے حاکم ذیب انکے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اور اگر حاکم ذیب یہاں پر تھا۔۔ تو ایسا کیسے ممکن ہو سکتا تھا۔ کہ داد بخش اپنے سائیں کے بنا دوسری جگہ پر ٹکا رہتا۔۔ پتہ نہیں اسے کیسے پتہ چل جاتا تھا۔ کہ حاکم ذیب کس وقت بے سکون ہے اور کس وقت سکون میں۔۔ اب دس منٹ پہلے داد بخش بھی اسی کمرے میں آکر فاصلے پر بیٹھ چکا تھا۔۔۔

پورے کمرے میں گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔۔ فاتح کی طبیعت اب پہلے سے بہت بہتر تھی۔ بس جسم پر جو زخم موجود تھے۔ انکو بڑھنے میں

وقت لگنا تھا۔ پر اس حال میں بھی وہ مکمل طور پر سپاٹ تھا۔۔ بالکل ویسے ہی جیسے شہرام علی اسکے بنا رہنے لگا تھا۔۔۔

فجر کی اذانیں ہر طرف شروع ہو چکی تھیں۔۔۔ اذان کی آواز پر فاتح کے دل نے بے اختیار اپنے بھائی کے جاگنے کی دعا مانگی تھی۔۔ ساری رات وہ شہرام سے باتیں کرتا رہا تھا۔ بار بار اسے پکارتے ہوئے اسے یقین دلانے کی کوشش کرتا رہا تھا۔ کہ وہ اسکے پاس واپس آ چکا ہے۔۔ وہ آنکھیں کھول کر اسے ایک بار دیکھ لے۔۔ پر شہرام علی نے اسکی ایک پکار پر بھی یقین نہیں کیا تھا۔۔ جس پر فاتح کو حد سے زیادہ تکلیف ہو رہی تھی۔ کیا وہ اس قدر اس سے روٹھا ہوا تھا۔ کہ اسکی موجودگی کو بھی اپنا وہم و گمان سمجھتے ہوئے خوف میں مبتلا ہو چکا تھا۔۔ فاتح اسکی بند آنکھوں کو دیکھتے ہوئے بے اختیار شہرام

کے ہاتھ کو مضبوطی سے تھامتے ہوئے ہونٹوں سے چھو گیا۔۔۔داد بخش اور حاکم ذیب خاموشی سے اسے دیکھ رہے تھے۔۔جب کمرے میں اچانک فاتح کی آواز گونجی تھی۔۔۔

شہری۔۔۔!!فاتح نے اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے بے اختیار اسے پکارا تھا۔۔اس امید پر کہ وہ اب اسکی پکار پر جاگ جائے گا۔۔۔فاتح کی پکار کے بعد آہستہ آہستہ سیکنڈز گزرنے لگے تھے۔اور ان سیکنڈز کے گزرنے کا پتہ کمرے میں لگی گھڑی کی سوئی ٹک ٹک کرتی انہیں بتا رہی تھی۔۔۔کہ وقت گزر رہا ہے۔۔پر بیڈ پر سویا ہوا شخص اسکی پکار کو نظر انداز کر چکا ہے۔۔۔

اسکے ہاتھ کو تھامتے ہوئے فاتح سر جھکاتے ہوئے اپنے دل کو سنبھال رہا تھا۔۔جب کچھ لمحوں کے بعد اچانک اسی ٹک ٹک کی آواز میں شہرام علی کے بے جان ہونٹوں نے اسے آہستہ سے پکارتے ہوئے حیران کیا۔۔۔

فا۔۔تح۔۔۔!!بے ہوشی میں شہرام کے خشک ہونٹ اچانک ہلے تو فاتح ایک جھٹکے میں سر اٹھاتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔۔جبکہ داد بخش اور حاکم ذیب بھی بے یقین ہوتے فوراً اٹھ کر قریب آ گئے تھے۔۔۔

حاکم۔۔۔!!فاتح۔۔۔۔کہاں ہے۔۔۔!!بے ہوشی میں بھی وہ فاتح سلطان کے بارے میں بے سکون ہو رہا تھا۔۔۔اسکے دماغ میں پردوں میں شاید کہیں محفوظ رہ گیا تھا۔کہ کار بلاسٹ سے پہلے اسے حاکم ذیب بچانے

آیا تھا۔اس لئے شاید وہ اسے پکارتے ہوئے فاتح کے بارے میں سوال کر رہا تھا۔۔

شہرام کے سوال پر فاتح کا دل لرزا تو اسکی نیلی آنکھیں پانی سے بھرتی چلی گئیں۔اسکے بر عکس حاکم ذیب نے بامشکل بھاری سانس خارج کرتے ہوئے خود کو کمپوز کیا تھا۔۔۔

فاتح کہاں۔۔۔ہے۔۔!! شہرام نے پھر بند آنکھوں سے سوال دہرایا تھا۔ جب فاتح کے ہونٹ کپکپانے لگے تو وہ بامشکل مسکرا کر اسکے کان پر جھکتے ہوئے جواب میں بولا تھا۔۔

فاتح سلطان تمہارے دل میں ہے شہرام علی۔۔۔!! شہرام کے کان کے قریب ہو کر فاتح نے بھاری آواز میں بولتے ہوئے اسے جواب دیا تھا۔۔

جسے سنتے ہوئے شہرام علی مچل اٹھا۔۔۔فاتح کی آواز سنتے ہوئے وہ آنکھیں کھولنے کے لیے بے چین نظر آنے لگا تھا۔۔۔

آنکھیں کھول کر ایک بار تو دیکھ لو مجھے یار۔۔۔! پھر بے شک اپنے دل میں ہمیشہ کے لیے قید کر لینا۔۔۔تاکہ میں تمہیں چھوڑ کر کبھی بھی نہیں جا سکوں۔۔۔!! فاتح کی بھاری آواز اسکی سماعتوں میں گھلے ہوئے خوف کو دور کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔تاکہ وہ اسکی موجودگی کا یقین کرتے ہوئے ہوش میں آجائے۔۔۔اور اسے مزید نہ تڑپائے۔۔۔

فاتح سلطان نے تو صرف قید میں رہ کر اپنوں سے دوری جھیلی تھی۔۔پر شہرام علی کی ٹوٹی پھوٹی حالت فاتح کے لئے اس چیز کا گواہ تھی۔کہ شہرام علی نے اسکی جدائی کے ساتھ ساتھ اسے کھونے کے ڈر کو جھیلا تھا۔۔ان

مہینوں میں شہرام علی اپنے اندر حاوی ہوتے ہر اس تاریک خوف سے لڑا تھا۔۔اس نے ہر اس احساس کا مقابلہ کیا تھا۔جو اسے فاتح کے دور ہو جانے کا اشارہ کرتا تھا۔۔شہرام علی کی ہر سانس نے اپنے بھائی کو پکارا تھا۔اور آخر پر اسے دیکھنے کی خواہش میں وہ ہر حد پار کرتے ہوئے خود کو فنا تک کر گیا تھا۔۔۔

فاتح کی آواز پر شہرام علی نے اپنی پوری طاقت لگاتے ہوئے آنکھیں کھول کر دیکھنا چاہا تو اپنے سامنے فاتح سلطان کو بیٹھے دیکھ کر وہ ایک لمحے کے لیے ساکت ہو گیا۔۔لیکن پھر ہمت کرتے ہوئے اس نے ہاتھ بڑھا کر فاتح کو چھونا چاہا تو فاتح نم ہوتی آنکھوں سے آگے بڑھتے ہوئے اسکے کمزور وجود کو اٹھاتے ہوئے ایک جھٹکے میں سینے میں بھینچتے چلا گیا۔۔۔

فتی۔۔۔!!اسکے لمس کو محسوس کرتے ہوئے شہرام علی نے تڑپتے دل کے ساتھ اسکا نام لیا تھا۔۔۔حاکم ذیب اور داد بخش نم آنکھوں سے مسکراتے ہوئے ایک دوسرے کو دیکھ گئے۔۔شہرام کو ہوش میں دیکھ کر وہ خوشی سے مسکرائے جا رہے تھے۔۔

میں یہیں ہوں تیرے دل میں شہری۔۔!میں اب تجھے چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گا میرے بھائی۔۔۔!!اسکی پکار کا جواب دیتے ہوئے فاتح نے پوری شدت کے ساتھ اسے سینے میں بھینچتے ہوئے محسوس کیا تھا۔۔یہ وہ سکون تھا۔جس کے دور ہونے پر انکے وجود اندر تک زخمی ہوتے زہریلے ہو چکے تھے۔۔لیکن آج دوبارہ سے ایک دوسرے کے گلے لگتے ہوئے وہ شفایاب ہو رہے تھے۔۔۔

میں تجھے ہر جگہ ڈھونڈتا فتی۔۔۔پر تو مجھے کہیں بھی نہیں ملتا تھا۔۔۔!!

شہرام نے تکلیف سے دوبھر ہوتے دل کے ساتھ اسے بتانا چاہا تھا۔۔وہ اسے بتانے کی کوشش کر رہا تھا۔۔کہ وہ اسکے لئے کتنا تڑپا ہے۔۔

کاش میرے بس میں ہوتا تو تیرا فتی خود کو تیرے سر سے وار دیتا شہری۔۔!!اگر مجھے زرا بھی اندازہ ہوتا کہ مجھ سے زیادہ تو تکلیف میں ہے۔تو خدا قسم میں ہر قید کو توڑتے ہوئے تجھ تک پہنچ جاتا۔۔تجھے سینے سے لگا لیتا۔۔تجھے سکون دے دیتا۔۔۔!پر خدا کی قسم تجھے اس تکلیف میں دیکھنا اس قید سے زیادہ خطرناک تھا شہری۔۔۔!!شہرام کو بار بار سینے میں بھینچتے ہوئے فاتح اپنے دل کی حالت بتا رہا تھا۔۔جب شہرام اسے مضبوطی سے تھامتے ہوئے مسکرا پڑا تھا۔۔حاکم ذیب اور داد بخش اسے مسکراتے

دیکھ کر بے ساختہ حیران رہ گئے تھے۔۔ کیونکہ شہرام علی کی یہ وہی مسکراہٹ تھی۔ جو اسکی شخصیت کی پہنچان تھی۔ پر فاتح کی غیر موجودگی میں وہ اتنے عرصے میں کبھی بھی مسکرایا نہیں تھا۔۔ اور آج فاتح کو دیکھتے ہی وہ پہلے کی طرح مسکرا اٹھا تھا۔۔۔

بس کرو کمینوں۔۔۔ کیا بچھڑی ہوئی محبوباؤں کی طرح ایک دوسرے کو گلے لگا رہے ہو۔۔۔!! کمرے کی جذباتی ہوا کا تناؤ کم کرنے کے لیے حاکم ذیب نے پہلے والے انداز میں انہیں گھرک دیا۔۔ جس کو سنتے ہوئے وہ ایک دوسرے سے الگ ہوتے اسکی طرف دیکھ گئے تھے۔۔۔

تو جل کر کوئلہ کیوں ہو رہا ہے۔۔آجا تجھے بھی پیار کرتے ہیں۔۔۔!!فاتح نے بیٹھے بیٹھے حاکم ذیب کا ہاتھ کھینچتے ہوئے بیڈ پر گرایا تو شہرام تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے زبردستی اسکے گلے لگ گیا۔۔۔

ہائے جانو آپ کہاں گم ہو گئے تھے۔۔۔!!میں آپکی تلاش میں ماری ماری پھرتی رہی ہوں۔۔۔!!آواز کو بریک بناتے ہوئے شہرام علی کسی ترسی ہوئی محبوبہ کی طرح حاکم ذیب کے اچانک گلے پڑ چکا تھا۔جبکہ اسکے الفاظ سنتے ہوئے فاتح اور داد بخش کا قہقہ بے ساختہ تھا۔۔۔

ہٹ بے سالے۔۔۔شہرام کے منہ چومنے پر حاکم نے مصنوعی غصے کا اظہار کرتے ہوئے اسے دور کرنا چاہا تو شہرام مزید اسے جکڑتے ہوئے فاتح کو اشارہ کر گیا۔۔اسکے اشارہ کرتے ہی فاتح بھی آگے بڑھتے ہوئے حاکم ذیب

کو گلے لگانے لگا تو حاکم ان بلاؤں کے بیچ خود کو پھنسے دیکھ کر تیزی سے چلانا شروع ہو چکا تھا۔ جب کہ داد بخش مسلسل قہقہے لگاتے ہوئے انجوائے کرنے میں مصروف تھا۔۔

کب گئے ہیں بھائی لوگ۔۔۔!! باسم ٹیرس پر کھڑا کال پر بات کر رہا تھا۔۔

تھوڑی دیر پہلے ہی انکو ائیر پورٹ پر چھوڑ کر آ رہا ہوں۔۔۔! فون میں سے غازیان پاشا کی آواز ابھری تھی۔۔۔

یا اللہ تیرا شکر ہے۔۔۔!! باسم نے بے اختیار اب شکر ادا کیا تھا۔۔ جب سے ان سب کو پتہ چلا تھا۔ کہ وہ ڈیڈ باڈی شہرام علی کی نہیں ہے۔ تب سے

ان سب کو ایسے ہی محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے کسی نے ان دلوں پر رکھا گیا پتھر ہٹا دیا ہو۔۔۔

چل میں تجھ سے بعد میں بات کرتا ہوں۔۔ میں ماہا کو دیکھ لوں۔۔۔! اپنے کمرے کے سامنے پہنچ کر غازیان نے کہا تھا۔۔۔

ٹھیک ہے۔۔!! باسم نے فون بند کرتے ہوئے بے اختیار گہری سانس خارج کی تھی۔۔۔ وہ تھوڑی دیر پہلے ہی ہاسپیٹل سے واپس آیا تھا۔۔ غازیان گھر پر موجود نہیں تھا۔۔ اس لئے فریش ہونے کے بعد باسم نے اسے کال کی تو پتہ چلا کہ وہ اور ارسل بڑے بھائیوں کو ایئرپورٹ پر چھوڑنے کے لیے گئے ہوئے ہیں۔۔ شہرام کے زندہ ہونے کی خبر ان سب کے لیے کسی نعمت سے کم نہیں تھی۔۔۔ اس خبر کو دماغ میں بار بار دہراتے

ہوئے انکے دل سکون میں اترتے جارہے تھے۔۔اور یہ سکون اس قدر میٹھا تھا۔کہ باسم کاظمی نم آنکھوں سے اپنے رب کا شکر گزار ہونے لگا تھا۔۔۔

باسم۔۔۔!!وہ چہرہ اٹھائے نم آنکھوں سے مسکرائے جارہا تھا۔جب اچانک اسے اپنے پیچھے سے محبت کی آواز سنائی دی۔۔اسکی آواز پر باسم نے مڑتے ہوئے دیکھا تو وہ نائٹ سوٹ پہنے دروازے میں کھڑی تھی۔۔۔

یہاں پر کیوں کھڑے ہیں۔۔۔؟؟اسکے متوجہ ہوتے ہی محبت ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے پوچھ گئی۔۔وہ جب سے واپس آیا تھا۔فریش ہونے کے بعد سے یہاں پر آگیا تھا۔محبت کافی دیر اسکے آنے کا انتظار کرتے ہوئے اب تھک کر خود اٹھتے ہوئے اسے دیکھنے کے لئے یہاں پر آگئی تھی۔۔

میری مرضی میں جہاں بھی رہوں۔۔۔!اسے اپنی طرف آتے دیکھ کر باسم اکھڑے لہجے میں بول کر واپس کمرے میں جانے کے لئے پلٹا تھا۔۔ محبت جو اسکے قریب جانے کا سوچے ہوئے تھی۔کہ اسکا اکھڑا لہجہ سنتے ہوئے بے اختیار وہیں کھڑی رہ گئی۔۔۔

مجھ سے ایسے کیوں بات کر رہے ہیں۔۔۔؟؟میں نے کیا کیا ہے اب۔۔۔؟؟اسے اتنے دنوں سے خود پر غصہ کرتے دیکھ کر وہ چڑتے ہوئے اسکے پیچھے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔۔۔

باسم جو کمرے میں آنے کے بعد اپنی جگہ پر لیٹ رہا تھا۔کہ محبت کی جھنجھلاہٹ بھری آواز سنتے ہوئے بے اختیار مڑ کر ایک نظر اسے دیکھ گیا۔۔جب کہ محبت کی اس آواز پر اپنی جگہ پر سوئی ہوئی روبی نے بھی زرا

سی آنکھیں کھول کر کمرے کا جائزہ لینا چاہا تھا۔۔اب کس بات پر اسکے ماں باپ شور کرنا شروع ہو گئے تھے۔۔۔؟اپنی نیلی آنکھوں کو سیکڑتے ہوئے وہ سوچ گئی تھی۔۔۔

میرے منہ نہیں لگو۔۔اور اپنی جگہ پر جا کر سو۔۔جیسے اتنے دنوں سے سو رہی ہو۔۔۔! باسم نے سپاٹ لہجے میں کہتے ہوئے آخر پر بے ساختہ سر جھٹکتے ہوئے لائٹس آف کر دیں۔۔محبت اپنی جگہ پر کھڑی اسے منہ کھولے اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔۔پہلے میڈم اس سے پوچھے بنا مائکے چلی گئی۔اور اسکے بعد بھی اسے شوہر کی کوئی خبر نہیں تھی۔۔

بس رخصتی کا شوق چڑھا ہوا تھا اسے۔۔۔!!آنکھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے باسم کاظمی غصے سے بڑبڑایا تھا۔۔

تو کیا آپ کو رخصتی کا شوق نہیں تھا۔۔؟ یا میری جگہ اس ڈاکٹرنی کو رخصت کروا کے لانے کا پلین تھا آپکا۔۔۔! محبت جو بیڈ کے اوپر چڑھ کر قریب آ رہی تھی۔ کہ باسم کی بڑبڑاہٹ سنتے ہوئے ایک دم سے تیز لہجے میں کہتی گئی۔۔اچانک اتنے قریب سے اسکی آواز سنتے باسم نے بے اختیار ڈرتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔۔۔

دماغ خراب ہو گیا ہے کیا۔۔ کیوں میرے کان کے پردے پھاڑ رہی ہو۔۔۔؟ محبت کی اتنی اونچی آواز پر باسم نے سائیڈ لیمپ آن کرتے ہوئے اسے گھورا تھا۔۔ جب کہ اسکے آخری الفاظ پر وہ غور ہی نہیں کر پایا تھا۔۔

جی جی ڈاکٹر میاں میرا ہی دماغ خراب ہو گا۔۔۔اب کیوں میں میں آپکو اچھی لگوں گی۔۔تب تو بہت کہتے تھے۔ کہ میں تمہارا شوہر ہوں اور تم

میری بیوی ہو۔اور اب مجھے باتیں سنا رہے ہیں کہ مجھے رخصتی کا شوق چڑھا ہوا تھا۔۔۔!! باسم کے گھورنے پر محبت لڑاکی بیویوں کی طرح اچانک اسے طعنے دینا شروع ہو چکی تھی۔ جس پر صدمے کے مارے باسم کاظمی کی آنکھیں بے اختیار بڑی ہونے لگی تھیں۔۔

اب جواب کیوں نہیں دے رہے ہیں۔۔بولیں نا کہ میں آپ کو اب اچھی نہیں لگتی ہوں۔۔میں پرانی بیوی ہو گئی ہوں۔اس لئے اب مجھ سے آپ کو بات کرنا بھی پسند نہیں ہے۔۔۔! باسم جو صدمے کے مارے اسے دیکھ رہا تھا۔کہ محبت اسکی خاموشی کو خود سے اخذ کرتے ہوئے مزید بولنے لگی تھی۔ جس پر اب باسم کی آنکھیں پھٹ چکی تھیں۔۔۔وہ خود کو پرانا کہہ رہی تھی۔جب کہ باسم کاظمی نے تو ابھی تک اسے جی بھر کر محسوس بھی

نہیں کیا تھا۔۔ باسم جو اس کے بنا بتائے جانے پر کافی زیادہ ناراض تھا۔ کہ اب اپنی بیوی کے اس خلاص دیسی انداز کو دیکھتے ہوئے بے اختیار اسکی ہنسی اڈنے لگی۔ جسے وہ تیزی سے چھپا گیا تھا۔۔۔

ہاں ایسا ہی سمجھو۔۔۔!! بہت پرانی ہو گئی ہو تم۔۔۔! سنجیدگی سے محبت کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے باسم نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے پھر سے سائیڈ لیمپ آف کر دیا۔ کیونکہ اپنی بیوی کے تاثرات دیکھتے ہوئے اسے ہنسی آ رہی تھی۔ اور وہ ابھی ہنسنا نہیں چاہتا تھا۔۔

کیا کہا آپ نے۔۔۔؟؟؟ میں پرانی ہو گئی ہوں۔۔۔؟ محبت خان آپکو پرانی لگنے لگی ہے۔۔۔؟؟ محبت خان اگلے ہی پل جارحانہ انداز آگے بڑھتے ہوئے باسم کے اوپر لیٹتے ہوئے اسکے بال جکڑ گئی تھی۔۔

پاگل لڑکی کیا کر رہی ہو چھوڑو میرے بال۔۔۔!! باسم نے بھونچکا کر اسکے ہاتھوں سے اپنے بال نکالتے ہوئے تیزی سے مچلتی ہوئی محبت خان کو قابو کیا تھا۔۔اسکے اچانک اپنے اوپر آکر لیٹنے پر باسم کا ظمی کی دھڑکنیں تیز ہو چکی تھیں۔۔۔

چھوڑیں مجھے۔۔آپ کی ہمت بھی کیسے ہوئی محبت خان کو پرانا کہنے کی۔۔؟ باسم کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کرتے ہوئے محبت ناخن مارنے کے لئے مچل رہی تھی۔۔۔

پاگل لڑکی میں نے کب تمہیں پرانا کہا ہے۔۔تم خود ہی تو کہہ رہی تھی۔۔ میں نے تو بس تمہاری بات میں حامی بھری ہے۔۔۔!! باسم نے اپنا قہقہ

دباتے ہوئے اسے کہا تھا۔اسکی کمر میں بازو حائل کیے وہ اسکی مچلتی ٹانگوں کو اپنی ٹانگوں میں لاک کر چکا تھا۔۔۔

میں جو بھی کہو آپ کی کیسے ہمت ہوئی مجھے پرانا کہنے کی۔۔؟ چھوڑیں مجھے۔۔۔میں آپکو آج اچھے سے سبق سیکھاتی ہوں کہ محبت خان سے الجھنے کی کیا سزا ہوتی ہے۔۔۔!! خالص دیسی پاکستانی بیویوں کا روپ اپناتے ہوئے وہ غرائی تو اس بار کمرے میں باسم کا فلک شگاف قہقہ گونج اٹھا۔۔۔ اور اگلے ہی پل وہ محبت خان کا چہرہ خود پر جھکاتے ہوئے اسکے ہونٹوں کو قبضے میں لے گیا تھا۔۔

محبت جو اس پر حملہ کرنے کے لئے بے صبری ہو رہی تھی۔کہ مقابل کو اپنی سانسوں پر قبضہ جماتے دیکھ کر بے ساختہ بت بنتی چلی گئی۔۔باسم نے

تیزی سے اسکے ہونٹوں کو چومتے ہوئے اسکے غصہ کو ٹھنڈا کرنا چاہا تھا۔۔

بے حد پیار سے وہ اسکے ہونٹوں کو چومتے ہوئے اپنی پٹھانی کا غصہ کم کرتے ہوئے بے اختیار بہکتے ہوئے اسے خود میں بھینچنے لگا تو محبت نے سٹپٹا کر ہوش میں آتے ہوئے دور ہونے کی کوشش کی۔۔۔پر باسم اسکی کوشش ناکام بناتے ہوئے اسے خود میں جکڑ چکا تھا۔۔

تم اب "محبت باسم کاظمی" ہو میری غصیلی پٹھانی۔۔۔!! اسکے ہونٹوں کو زرا سی مہلت بخشتے ہوئے باسم نے بوجھل لہجے میں اسکی درستگی کی تھی۔ کیونکہ وہ کب سے خود کو محبت خان بلا رہی تھی۔۔

میں نہیں ہوں۔۔۔!! محبت نے بنا توقف کے ناک چڑھاتے ہوئے انکار کر دیا تھا۔۔ جسے سن کر باسم آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے اسے گھور گیا۔۔۔

چلو آج میں تمہیں پھر اچھے سے باسم کاظمی کا ہونا محسوس کرواتا

ہوں۔۔۔!!تاکہ اگلی بار تم کبھی انکار نہ کر پاؤ۔۔۔!!اسے جان بوجھ کر

خود سے پنگے بازی کرتے دیکھ کر باسم نے دانت پیستے ہوئے دوبارہ اسکے

ہونٹوں کو گرفت میں لے کر اسکے نائٹ سوٹ میں ہاتھ الجھا گیا تھا۔۔۔

محبت کے ہونٹوں پر دانت گاڑتے ہوئے باسم نے تیزی سے ہاتھ چلاتے

ہوئے اسکے بدن پر موجود نائٹ سوٹ جدا کرتے پرے اچھال دیا۔۔۔

با۔۔سم۔۔۔!!محبت گھبرا کر اسے پکار گئی تھی۔۔۔۔

باسم کاظمی بلاؤ مجھے۔۔۔!!سب رکاوٹوں کو جدا کرتے ہوئے باسم کاظمی

نے اسکے بدن کو اٹھاتے ہوئے اپنے ساتھ مس کرتے بھاری آواز میں حکم

دیا۔۔جب کہ محبت چند منٹوں کی اس کاروائی پر چکرا کر چھپنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔۔حیا سے گلنار ہوتے اسکی زبان تالو سے چپک چکی تھی۔۔

مت چھپنے کی کوشش کرو۔۔۔کوئی فائدہ نہیں ہونے والا آج۔۔۔اسکی گردن پر باسم کاظمی کے ہونٹ تیزی سے پھسلنے لگے تھے۔۔جبکہ اپنے سینے پر اسکی دھڑکنوں کے لمس کو محسوس کرتے وہ مخمور ہوتا جا رہا تھا۔۔

جذبات سے چور ہوتے باسم تیزی سے کروٹ بدلتے ہوئے اسے اپنے نیچے لٹاتے ہوئے محبت کے لبوں پر ہونٹ رکھتے ہوئے ہر اختیار کھونے لگا تھا۔۔

باسم کو اسی رات والے روپ میں آتے دیکھ کر محبت لرزنے لگی تھی۔۔۔

باسم نے بے چین ہوتے اسکے ہونٹوں کو سک کرتے ہوئے اسکے بدن پر

ہاتھ پھیرا تو محبت مزاحمت کرنے لگی۔۔اسکا کمزور دل کانپتے ہوئے اسے ڈرا رہا تھا۔۔جب کہ باسم جنونیت بھرے انداز میں اسکے ہونٹوں کو سک کرنے لگا تھا۔۔محبت کی سانسوں کو روکتے ہوئے ساتھ ساتھ اسکا ہاتھ محبت کے بدن پر پھسل رہا تھا۔اپنی سانس رکنے پر محبت نے تڑپتے ہوئے اسکے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے اسے ہوش دلایا تو باسم ایک جھٹکے میں اسکے ہونٹوں کو آزادی بخشتے ہوئے اسکی دھڑکنوں پر جھک گیا۔۔

محبت کی گردن کو جکڑتے ہوئے باسم نے پوری شدت کے ساتھ اسکی دھڑکنوں کو سک کیا تو وہ اسکے بے باک لمس پر کسی چڑیا کی مانند پھڑ پھڑانے لگی۔پر مقابل کے جذبات بھڑک چکے تھے۔جو یقیناً محبت کے خود سے قریب آنے کی وجہ سے ہوا تھا۔۔۔

اسکی دھڑکنوں کو چومتے ہوئے باسم کے ہونٹ آہستہ آہستہ اسکے پیٹ کی جانب بڑھنے لگے تو محبت ہونٹوں کو بھینچتے ہوئے کمر اٹھ گئی۔اسکا سفید بدن باسم کا ظمی کے چھونے پر گلابی ہو رہا تھا۔جب کہ چہرہ دہکتے ہوئے بھاپ چھوڑنے لگا تھا۔۔

باسم۔۔۔پلیز۔۔۔۔اپنے پیٹ پر اسکی بے باکیوں کو محسوس کرتے ہوئے محبت نے بے اختیار مدہوشی بھری آواز میں پکارتے ہوئے اسکے قریب ہونا چاہا تھا۔۔۔وہ اسکے چھونے پر کھلتے گلاب کی طرح مہکنے لگی تھی۔۔جب باسم خود سے ضبط کھوتے ہوئے اچانک پھر اوپر اٹھتے ہوئے اسکے مقابل ہوتے اسے تھام گیا۔۔۔

کیاہوا۔۔؟؟محبت کی بہکی سی سانس کو محسوس کرتے ہوئے وہ اسکی کمر میں بازو حائل کرتے اوپر اٹھاتے ہوئے خود کے ساتھ جوڑ گیا تھا۔۔۔محبت کی ٹانگوں کو اپنی کمر پر لاک کرتے باسم نے اسکے ہونٹوں پر پھونک مارتے ہوئے سوال کیا۔۔پر بدلے میں محبت خاموش رہی تھی۔۔کیونکہ وہ ان لمحات میں بولنے کی حالت میں نہیں ہوتی تھی۔۔۔۔

تم وہ نشہ ہو جو کبھی بھی پرانا یا کم نہیں ہو سکتا محب۔۔۔!!اسکی تھائیز کو جکڑتے ہوئے باسم کاظمی اسکی روح میں اترنے سے پہلے تھوڑے دیر پہلے والے الفاظ کا جواب دیتے ہوئے ایک جھٹکے میں خود کو اس میں شامل کرتے ہوئے محبت کو تڑپا کر رکھ گیا تھا۔۔۔محبت کے لبوں سے ہلکی سی چیخ بلند

ہوئی تھی۔ جسے سنتے ہوئے باسم کاظمی معنی خیزی سے ہنستے ہوئے اسکے تھوڑی پر دانت گاڑنے لگا۔۔۔

مجھ سے بنا پوچھے اب کہیں جاؤ گی۔۔؟؟ شدت پسند ہوتے باسم نے اچانک سوال کیا۔۔۔ محبت جو اس عجیب سی تکلیف پر دوری ہو رہی تھی۔ کہ بے ساختہ دم سادھے اسے کھسکے ہوئے

مجھ سے بنا پوچھے اب کہیں جاؤ گی۔۔؟؟ شدت پسند ہوتے باسم نے اچانک سوال کیا۔۔۔ محبت جو اس عجیب سی تکلیف پر دوری ہو رہی تھی۔ کہ بے ساختہ دم سادھے اسے کھسکے ہوئے ڈاکٹر کو دیکھ گئی۔۔۔

میں کہیں بھی نہیں گئی۔۔! محبت نے تڑپتے ہوئے دہائی دی تھی۔۔۔

تم میری اجازت کے بنا دو دن اپنے مائکے گزار کر آ رہی ہو محبتِ

باسم۔۔۔!! باسم مختلف جذبات کا شکار ہوتا محبت کے وجود میں سمانے کی کوشش کر رہا تھا۔ یا شاید وہ اپنے اتنے دنوں کا غبار نکالنے کی کوشش میں تھا۔۔۔

آپ نے مجھے ہرٹ کیا تھا۔۔۔اس لئے میں چلی گئی تھی۔۔!! محبت جو آنکھیں بڑی کرتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔ کہ اپنی گردن پر اسکے دانتوں کے زور کو بڑھتے ہوئے محسوس کرتے سسک اٹھی۔۔۔

میں نے کب تمہیں ہرٹ کیا۔۔۔؟؟ اسکے الزام پر باسم اچانک اسکی گردن سے چہرہ اٹھاتے ہوئے ٹھہر کر دیکھنے لگا تھا۔۔۔۔

کیا تھا۔۔۔اس لئے میں بھاگ گئی تھی۔۔!!محبت سوں سوں کرتے فٹ سے بولی تھی۔جب کہ نظریں اس وقت جھکی ہوئی تھیں۔۔اسے شرماتے دیکھ کر باسم کو ساری بات سمجھنے میں ایک سیکنڈ لگا تھا۔تو مطلب اسکی بیوی اس لئے بھاگ نکلی تھی۔۔۔اپنی معصوم بیوی کی حفاظت بندی پر باسم کاظمی کا دل کیا تھا۔کہ دل کھول کر قہقے لگائے۔

تمہیں ہرٹ نہیں کروں تو پھر کسے کروں۔۔۔؟؟تم میری بیوی۔تو ظاہر سی بات ہے کہ میرا تمہیں ہی ہرٹ کرنا بنتا ہے نا۔۔۔!چہرے پر مصنوعی سنجیدگی سجائے باسم نے انگلی سے محبت کی گردن سے لکیر کھینچتے ہوئے جاننا چاہا تھا۔۔اسکی انگلی کی حرکت بے اختیار محبت کے سینے پر آکر جم چکی تھی۔جسے دیکھتے ہوئے محبت نے شرم سے لال ہوتے آنکھیں میچ کر چہرہ موڑ لیا

تھا۔۔اسکی اس ادا پر باسم کاظمی دلکشی سے مسکراتے ہوئے آہستہ سے خود کو حرکت دیتا اسے اپنے قریب تر کرنے لگا۔۔۔

محبت کے وجود کو بازوؤں میں پوری طرح اٹھائے خود میں جکڑتے ہوئے اسکی روح کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتے ہوئے باسم کاظمی مدہوش ہوتے تیزی سے ہوش بھلا رہا تھا۔ باسم کاظمی کی شدتوں پر محبت کی سانسوں کی رفتار تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔ محبت نے اسکے کندھوں پر ہاتھ جماتے ہوئے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی تو باسم نے اچانک شدت پسند ہوتے اسکے ہونٹوں پر جھکتے ہوئے اسکے لبوں کو جکڑ لیا۔

محبت کی سسکیاں اسکے ہونٹوں میں گم ہونے لگیں تو وہ جذبات کے حاوی ہونے پر اسکے نازک وجود کو مشکل میں ڈالتا چلا گیا۔۔ محبت خان دھیرے

دھیرے اسکی قربت میں پگھل رہی تھی۔۔ تو باسم کاظمی اسے محسوس کرتے ہوئے دیوانہ ہو رہا تھا۔۔۔ محبت کے پورے وجود پر ہونٹ رکھتے ہوئے وہ اسے اپنے لمس سے مہکاتا جا رہا تھا۔۔ محبت کے کم سن وجود کو خود میں جذب کرتے ہوئے باسم ہر چیز بھلا چکا تھا۔۔۔ فلوقت اسکی سماعتوں میں محبت کی سریلی آوازیں رس گھول رہی تھیں۔۔ جنہیں سنتے ہوئے وہ سکون کی لہر میں لپٹا جا رہا تھا۔

سائیں باہر آپ سے کوئی ملنے آیا ہے۔۔۔!! داد بخش نے آفس میں داخل ہوتے ہی حاکم ذیب کو اطلاع دی تھی۔۔

کون۔۔۔؟ حاکم ذیب جو کوٹ اتار کر چیئر پر رکھ رہا تھا۔ کہ چونک کر پوچھ گیا۔ اپنی ایک ضروری میٹنگ کے سلسلے میں وہ آفس آیا تھا۔ میٹنگ ختم کرتے ہی ابھی وہ اپنے آفس میں آکر بیٹھا تھا۔ کہ کوئی اس سے ملنے آچکا تھا۔۔۔۔

ہم ملنے آئے ہیں۔۔۔!!! فارس ہمدانی اور کبیر خان نے اندر داخل ہو کر خود بولتے ہوئے حاکم ذیب کو جواب دیا۔۔۔ انہیں اچانک اپنے سامنے دیکھ کر حاکم ذیب نے حیرانگی کے طور پر داد بخش کو دیکھا تھا۔۔ جو مسکراہٹ چھپائے سنجیدہ رہنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔ اسے سخت گھوری سے نوازتے ہوئے حاکم سامنے کھڑے انسانوں کی جانب متوجہ ہوا تھا۔۔۔ جن کے ہم شکل پہلے ہی اسے تگنی کا ناچ نچائے ہوئے تھے۔۔۔

جی آپ کون۔۔۔؟ میں آپ لوگوں کو نہیں جانتا ہوں۔۔۔!! حاکم ذیب نے اجنبیت کا اظہار کرتے ہوئے فارس اور کبیر کی طرف دیکھا تھا۔۔۔

کوئی بات نہیں ہم ابھی جان پہچان کر لیتے ہیں۔۔۔!! حاکم ذیب کی ایکٹنگ کا برا منائے بنا کبیر خان چیئر پر بیٹھتے ہوئے بولا تھا۔۔انکا دوٹوک انداز دیکھتے ہوئے حاکم ذیب بے اختیار اپنی چیئر پر بیٹھنے پر مجبور ہوا تھا۔جب کہ دل میں اس نے بے ساختہ جان چھوٹنے کی دعا مانگی تھی۔۔۔

شہرام علی کہاں ہے۔۔؟ حاکم ذیب کے بیٹھتے ہی پہلا سوال فارس ہمدانی کی طرف سے گونجا۔۔

کون شہرام۔۔۔؟ حاکم نے حیران ہونے کی ایکٹنگ کرتے الٹا پوچھا تھا۔۔۔ جس دیکھ کر کبیر اور فارس بے اختیار آپس میں دیکھ گئے۔۔۔ مطلب دال سیدھے طریقے سے نہیں گھلنے والی تھی۔۔۔

یہ والا شہرام۔۔۔۔!! موبائل میں سے ایک فوٹو نکال کر حاکم ذیب کے سامنے کرتے ہوئے کبیر خان نے اب اسے شہرام علی کا حوالہ دیا۔۔۔ جب کہ موبائل پر نظر آتی تصویر کو دیکھ کر حاکم دل میں صدمے کا شکار ہو گیا تھا۔۔ یہ فوٹو تین سال پرانی تھی۔ جس میں شہرام علی اور حاکم ذیب کے ساتھ فاتح سلطان موجود تھا۔۔ یہ تصویر ایک کلب میں لی گئی تھی۔ جب دبئی میں اپنے ایک کام کے سلسلے میں وہ لوگ ملے تھے۔۔

یقیناً آپ اس والے شہرام کو تو جانتے ہی ہونگے۔۔۔!! فارس نے اب طنزیہ لہجے میں حاکم ذیب کو جتاتے ہوئے کہا تھا۔۔۔ حاکم جو انکو ٹال مٹول کرنے کا سوچ رہا تھا۔۔ کہ اب انہیں ثبوت کے ساتھ بات کرتے دیکھ کر بے ساختہ سرد سانس خارج کرتا چیئر سے ٹیک لگا کر انہیں دیکھ گیا۔۔۔ تو مطلب شہرام علی اور فاتح سلطان کے بھائی اتنے بھی بے خبر نہیں تھے۔۔۔

میں کسی شہرام کو نہیں جانتا ہوں۔۔ البتہ آپ لوگ اگر بادشاہ کی تلاش میں یہاں پر آئے ہیں تو اسکا پتہ ضرور بتا سکتا ہوں۔۔۔!! ٹانگ پر ٹانگ رکھتے ہوئے حاکم ذیب نے اب انہیں اپنے انداز میں جواب دیا تھا۔۔۔ جسے سن کر کبیر اور فارس کی آنکھوں میں چمک اٹھی تھی۔۔۔

کہاں ہے بادشاہ۔۔؟اسے لائن پر آتے دیکھ کر کبیر خان بے صبری سے پوچھ گیا۔۔۔

تھوڑی دیر میں اسلام آباد ایئرپورٹ پر لینڈ کرنے والا ہے۔۔۔!!گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے حاکم ذیب نے سرسری سے انداز میں انہیں بتایا تو وہ حیرت زدہ ہو گئے۔۔ حیران تو داد بخش اپنے سائیں کے جھوٹ پر بھی ہوا تھا۔۔۔

اور اگر آپ اسلام آباد کو بچانا چاہتے ہیں تو ابھی نکل جائیں۔۔۔!ورنہ دیری کی صورت بھاری نقصان اٹھانا پڑ سکتا ہے۔۔۔!!انہیں حیرت میں گم دیکھ کر حاکم کندھے آچکا کر مزید کہنے لگا تو فارس ہمدانی اور کبیر خان اسی وقت

کھڑے ہو گئے۔۔وہ واپس جانے کے لئے مڑنے لگے تو کبیر خان کچھ یاد آنے پر پھر اسکی طرف پلٹا تھا۔۔۔

شکریہ ہمارے بھائی کی جان بچانے کے لیے۔۔۔!! سنجیدہ لہجے میں حاکم ذیب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے وہ فوراً آفس سے نکل چکے تھے۔۔۔انکے جاتے ہی حاکم ذیب اب ہنس دیا تھا۔۔انہیں اپنے بھائی سے ملنے کی اتنی جلدی تھی۔کہ وہ کسی دوسری چیز پر غور ہی نہیں کر پا رہے تھے۔۔۔

کلب میں ہر طرف لاؤڈ میوزک گونج رہا تھا۔۔اور اس لاؤڈ میوزک میں آج کوئی اپنی جیت کے نشے میں پوری طرح چور ہو چکا تھا۔۔۔اور آج ہی نہیں بلکہ اس جیت کی خوشی کو دو راتوں سے منایا جا رہا تھا۔۔

شہرام علی کی موت کا یقین کرتے ہوئے ہر رات اب حیدر ابراہیم اپنی جیت کا جشن منا رہا تھا۔۔اور اس جیت کے نشے میں وہ ماریہ فیروز تک کو بھلا چکا تھا۔جو کہ بلیک گینگ کی قید میں تھی۔۔۔

حیدر صوفے پر چوڑا ہوا بیٹھا تھا۔۔اپنے دونوں اطراف لڑکیوں کو بٹھائے وہ ڈرنک لے رہا تھا۔۔۔جبکہ چہرے پر مسلسل چمکتی ہوئی مسکراہٹ تھی۔۔۔دو گھنٹے پہلے وہ اس کلب میں آیا تھا۔۔اور باقی کی پوری رات بھی وہ یہیں پر گزرانے والا تھا۔جیسے پچھلی کچھ راتوں سے رہ رہا تھا۔۔۔

چہرہ مسلسل سرجریز کروانے کی وجہ سے مکمل طور پر بگڑ چکا تھا۔حیدر ابراہیم نے صرف چہرہ ہی نہیں بلکہ اتنے سالوں میں اپنا نام بھی بدل دیا تھا۔کوئی بھی اسکا پرانا نام نہیں جانتا تھا۔آج کے وقت میں وہ سب کے

لیے شعیب ابراہیم تھا۔۔اور اپنی اس نئی پہچان کو قائم کر کے وہ بہت خوش رہا تھا۔۔ جیسے وہ آج ہو رہا تھا۔۔

ڈر گزر لینے کے ساتھ ساتھ وہ پاس بیٹھی لڑکیوں کے ساتھ نازیبا حرکتیں کرنے میں بھی مصروف تھا۔جب اچانک پورے کلب کی بجلی بند ہوتی ہر طرف اندھیرا پھیلاتی چلی گئی۔۔

یہ کیا ہوا۔۔۔؟میوزک بند اور اندھیرا ہونے پر حیدر چونکتے ہوئے بولا تھا۔۔باقی بھی ہوش میں آتے ہوئے پریشان ہو گئے تھے۔۔

ڈونٹ وری گائیز میں جا کر دیکھتا ہوں۔۔! شاید پاور میں کوئی مسئلہ ہو گیا ہے۔۔۔! بجلی جانے پر کلب کا مینیجر بھاگتے ہوئے آیا تھا۔۔سب کو انتظار کرنے کا کہتے ہوئے مینیجر اس سے پہلے پاور روم کی طرف بڑھتا جب اسی

پل بجلی پھر واپس آچکی تھی۔۔ بجلی واپس آتے ہی کلب میں جیسے ہی روشنی کے ساتھ ساتھ دوبارہ میوزک سٹارٹ ہوا۔۔ تو سب خوش ہوتے پھر سے اپنا ناچ گانا شروع کر گئے۔

اتنی جلدی بجلی واپس آنے پر حیدر ابراہیم جو ہاتھ اٹھاتے ہوئے مینیجر کو تھمز آپ کر رہا تھا۔ کہ واپس سے اپنے کھیل کی طرف متوجہ ہوتے جیسے ہی اسکی نظر سامنے اٹھی تو اسکے وجود کو چار سو چالیس واٹ کا جھٹکا لگتا چلا گیا۔۔ جب کہ اسکے خود کی طرف دیکھنے پر ایشام صدیقی مسکرا اٹھا تھا۔۔۔

بلیک جینز شرٹ کے ساتھ ٹانگ پر ٹانگ رکھے وہ حیدر ابراہیم کے سامنے بیٹھا کسی وہم کی طرح محسوس ہوا تھا۔۔۔

ہیلو بردار۔۔۔!! ببل چباتے ہوئے ایشام صدیقی نے مسکراتے ہوئے اپنی بالی کو چھوا۔۔جب کہ لڑکیاں اسے دیکھ کر دم سادھ چکی تھی۔اپنی شخصیت اور انداز سے ایشام صدیقی نے انکی دھڑکنیں تیز کر دیں تھیں۔۔۔

تت۔۔تم۔۔۔!! ایشام صدیقی کی آواز سنتے ہوئے حیدر ابراہیم کی آواز بے ساختہ حکومتی اٹک گئی۔۔۔وہ ہڑبڑا کر اپنے ارد گرد دیکھنے لگا تھا۔۔جیسے یقین کرنا چاہ رہا ہو کہ سامنے بیٹھا انسان صرف اسے ہی نظر آرہا ہے یا پھر باقیوں کو بھی وہ دکھ رہا تھا۔۔۔

ہاں نا میں۔۔۔!! ویسے یہ بتاؤ یہاں پر مزہ آرہا ہے نا۔۔۔!! مسکراتے لہجے میں جواب دیتے ہوئے ایشام نے رازداری سے سوال کیا تھا۔۔اسکا انداز ایسا تھا۔۔ جیسے وہ کسی اپنے سے مخاطب ہو۔۔۔

تم۔۔ تم یہاں پر کیسے آئے۔۔۔؟؟ حیدر ابراہیم نے شاکڈ ہوتے سوال کیا۔۔ کیونکہ ابھی کچھ منٹ پہلے تک وہ اس جگہ پر اکیلا موجود تھا۔۔ پھر اچانک وہ کیسے آگیا تھا۔۔

جب یہاں پر اندھیرا ہوا تھا۔ بس تبھی آیا ہوں۔۔! کیوں تم نے دیکھا نہیں کیا۔۔؟؟ ایشام صدیقی نے پورے ایمان کے ساتھ سچ بولتے ہوئے حیدر کو بتایا تھا۔۔

تم۔۔۔!!ایشام کے جواب پر حیدر گھبرا کر کلب کی چھت کی طرف دیکھنے لگا۔۔ جیسے دیکھنا چاہ رہا ہو کہ وہ تھوڑی دیر پہلے ہوئے اندھیرے میں کہاں سے ٹپکا ہے۔۔پر وہ بے خبر تھا۔۔ کہ جو اندھیرا کچھ دیر پہلے بس کچھ سیکنڈز کے لیے ہوا تھا۔ وہ اسے اب کیسے اپنی لپیٹ میں لینے والا ہے۔۔

ہے بے بی کہاں اس بھڈی شکل والے کے پاس سب بیٹھی ہوئی ہو یہاں میرے پاس آکر بیٹھو نا۔۔!!حیدر ابراہیم کے پاس بیٹھی لڑکیوں کو مخاطب کرتے ہوئے ایشام صدیقی نے اپنے پاس آنے کی آفر کی تو لڑکیاں خوشی سے فورا اٹھتے ہوئے اسکے پاس آکر بیٹھنے لگیں۔۔ان کی بے صبری سے یہ گمان ہوا تھا۔ کہ جیسے وہ اسی پل کے انتظار میں ہوں۔۔۔ایشام صدیقی نے

صوفے پر بازو پھیلائے تو لڑکیاں کٹی ہوئی ڈال کی طرح اسکی آغوش میں سماتی چلی گئیں۔۔۔

ویسے یہ بتا یہ سوٹا لگا کر کچھ خاص فیلنگز آتی ہیں کیا۔۔۔؟ایشام صدیقی کی چمکتی نیلی آنکھوں نے اب حیدر ابراہیم کے ہاتھ کی طرف اشارہ کیا تھا۔ جس میں وہ ڈر گز بھرا سگریٹ پکڑے ہوئے تھا۔۔ایشام صدیقی کے انداز دیکھتے ہوئے حیدر کو کچھ بری طرح کھٹکنے لگا تو وہ گھبراہٹ کے عالم میں کھڑے ہو کر ایشام پر نظر ڈالتے ہوئے تیزی سے وہاں سے بھاگ نکلا تھا۔ جب کہ ہاتھ میں موجود سگریٹ بھی چھوٹ چکا تھا۔۔۔

لو جی یہ بد صورت مینڈک تو بر امان گیا۔۔۔!! حیدر کو بھاگتے دیکھ کر ایشام صدیقی نے منہ بسور کر کہا تو لڑکیاں اسکی ادا پر فدا ہوتیں اسکے قریب

ہونے لگیں۔۔ لڑکیوں کو اپنا فین ہوتے دیکھ کر ایشام صدیقی کی مسکراہٹ چوڑی ہوئی تو وہ شوخ ہوتا مزید چوڑا ہو کر انکے ساتھ بیٹھ گیا۔۔ یہ جانے بنا کہ دو آگ اگلتی نظریں اس پر ٹکی ہوئی ہیں۔۔۔

حیدر ابراہیم کا گھبراہٹ کے مارے برا حال ہو رہا تھا۔۔ وہ بھاگتے ہوئے پارکنگ میں آیا تھا۔۔ حیدر نے مڑ کر ایک نظر دیکھنا چاہا تھا۔ شاید وہ یقین دہانی کر رہا تھا۔ کہ کہیں ایشام صدیقی اسکے پیچھے نہ آ رہا ہو۔۔

پیچھے خالی رستے کو دیکھتے ہوئے وہ پھولی سانس میں تیزی سے پارکنگ میں بھاگتے ہوئے اپنی گاڑی کی طرف آیا تھا۔۔ گاڑی ان لاک کرتے ہوئے حیدر نے جیسے ہی دروازہ کھولا تو اندر بیٹھا غازیان پاشا چونکنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے اسکی طرف دیکھ گیا۔۔۔

اوو آپ آئے ہیں سر۔۔۔؟؟رکیں میں آپکے لئے دروازہ کھولتا ہوں۔۔!! جلدی سے سگریٹ جلا کر ہونٹوں میں دباتے ہوئے غازیان پاشا نے حیرت سے مسکرا کر کہتے ہوئے ابھی ایک پاؤں باہر نکالا ہی تھا۔ کہ حیدر ابراہیم جھٹکا کھاتے ہوئے پیچھے ہو گیا۔۔غازیان پاشا کو اپنی گاڑی میں بیٹھے دیکھ کر وہ بے یقین ہوا تو ماؤف ہوتے دماغ کے ساتھ وہ الٹے پیر وہاں سے بھی بھاگا تھا۔۔۔

ابے سالے رک مجھے پورا مزہ تو لینے دے۔۔۔!حیدر کے یوں جلدی بھاگنے پر بدمزہ ہوتے غازیان پاشا نے تیز آواز میں بولتے ہوئے اسے روکنا چاہا تھا۔۔۔پر وہ پارکنگ سے بھاگ نکلا تھا۔۔۔

پارکنگ سے نکل کر حیدر سڑک پر آتے ہوئے مزید تیز بھاگ رہا تھا۔۔

تھوڑی دور جا کر وہ بے ساختہ رک کر سانس لینے کے لئے جھکا تھا۔۔ تیز تیز سانس لیتے ہوئے اس نے ایک نظر مڑ کر پیچھے دیکھا۔۔ وہ بھاگتے ہوئے کلب سے زرا دور آ گیا تھا۔۔ اپنے پیچھے کسی کو بھی آتے نہ دیکھ کر وہ مطمئن ہوتے جھک کر اپنا تیز سانس ہموار کرنے لگ گیا۔۔۔

اگر آپ تھک گئے ہیں سر تو آپکو جہاز میں سوار کر کے آپکے محل تک چھوڑ آؤں۔۔۔؟ ارسل خان کی معنی خیز آواز نے حیدر کو تیسرا جھٹکا دیتے ہوئے زمین پر گرایا تھا۔۔ زمین پر گرتے ہی حیدر نے ہراساں ہوتے اپنے سامنے کھڑے ارسل خان کو دیکھا۔ جس کا دراز قد اس وقت اس پر حاوی ہوتا محسوس ہوا تھا۔۔

یار مجھے دیکھ کر آپ اتنا ڈر کیوں گئے ہیں۔۔۔؟؟حیدر کو خود سے خوف کھاتے دیکھ کر ارسل خان نے منہ بناتے ہوئے برا منالیا۔جب کہ حیدر ابراہیم ہمت کرتے ہوئے کھڑے ہوتے ہی پھر تیز بھاگنا شروع ہو چکا تھا۔۔اور اس بار وہ پہلے سے بھی تیز بھاگ رہا تھا۔۔۔

شام اور غازی صحیح ہی کہہ رہے تھے۔۔۔! یہ کتا تو ابھی سے باؤلا ہو گیا ہے۔۔۔!!حیدر کو دور جاتے دیکھ کر ارسل خان بے ساختہ بڑبڑا گیا۔

دوسری جانب حیدر ابراہیم اپنی پوری طاقت لگاتے ہوئے بھاگ رہا تھا۔۔ اور اس بار وہ اس قدر تیز دوڑ رہا تھا۔کہ شاید اپنے پیچھے آتے سایوں سے وہ بہت دور نکل جانا چاہتا ہو۔۔اسے کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی۔۔پر جو بھی ہو رہا تھا۔وہ غیر معمولی ضرور تھا۔۔آدھا گھنٹہ مسلسل بھاگتے ہوئے اچانک

حیدر ابراہیم بے ترتیب ہوتے سانس میں لڑکھڑایا تو ٹھوکر لگتے ہی زمین پر بری طرح گرتا چلا گیا۔۔۔

زمین پر گرنے کی وجہ سے اس سناٹے میں بے ساختہ وہ چلاتے ہوئے پاؤں پکڑ چکا تھا۔۔۔

ارے یار آپ تو زخمی ہو گئے ہیں۔۔۔! پیر آگے کریں میں آپکی مریم پٹی کر دیتا ہوں۔۔ پھر جتنا مرضی بھاگ لیجیے گا۔۔۔!! حیدر جو زمین پر بیٹھا پاؤں کو پکڑے درد برداشت کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کہ اچانک باسم کاظمی نے کہیں سے نمودار ہوتے انسانیت کا مظاہرہ کرنا چاہا تھا۔۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ اسکی انسانیت حیدر ابراہیم کا دل روک سکتی ہے۔۔۔ اپنی چوٹ بھولتے ہوئے حیدر بدحواسی میں پھر اٹھتے ہوئے بھاگا تھا۔۔۔

ابے چھچھوندر رک یہ دیکھ میں تیرے لیے پایوڈین بھی لایا ہوں۔۔۔!!

باسم نے اونچی آواز میں بولتے ہوئے بھرپور ہمدردی کا اظہار کرنا چاہا تھا۔۔

تاکہ حیدر اسکے خلوص پر یقین کر سکے۔

تم لوگ ٹھیک ہی کہہ رہے تھے۔۔کہ یہ سالا تو بہت ہی بے اعتباری سا ہوا

پڑا ہے۔۔۔!! باسم کاظمی کے پاس آکر ایک گاڑی رکی تو دروازہ کھول کر

اندر بیٹھتے ہوئے وہ بولا تھا۔۔

شکر ہے ردی والے ڈاکٹر تجھے بھی ہماری بات پر یقین ہوا۔۔۔!اسکے حامی

بھرنے پر ایشام کہتا ہوئے ببل چبانے لگا تھا۔۔

باتیں چھوڑ کر فلحال اس لنگڑے پر فوکس کرو۔۔۔!! انہیں آپس میں الجھتے دیکھ کر ارسل خان نے انکی توجہ بھاگتے ہوئے حیدر کی جانب کروائی تھی۔۔

ہاں اب تک تو ہم سے دور چلا ہی گیا ہو گا۔۔!! غازیان نے گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے سر پر پہنی کیپ ٹھیک کی تھی۔اس وقت وہ سب ایک جیسی بلیک جینز اور شرٹ پہنے ہوئے تھے۔جبکہ سروں پر کیپ تھیں۔جو یقیناً اس چیز کی گواہی دے رہی تھی۔کہ یہ ٹولا آج کسی خاص مشن پر نکلا ہوا ہے۔۔۔

غازیان نارمل سپیڈ میں گاڑی چلا رہا تھا۔۔جب کہ سب کی نظروں کا مرکز سامنے روڈ پر تھا۔۔۔

وہ دیکھو وہ جا رہا ہے لنگڑا۔۔۔!! گاڑی کے آگے بھاگتے ہوئے حیدر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے باسم جھٹ سے بولا تھا۔۔جب غازیان اسکی بات پر ہنستے ہوئے گاڑی حیدر کے قریب لے گیا۔۔۔حیدر نے اپنے دائیں جانب دیکھا تو اپنی گاڑی میں ان سب کو بیٹھے دیکھ کر اسکا سانس رک گیا۔۔۔

آ جی سنتے ہیں۔۔۔؟؟ اتنا مت بھاگیں نا۔۔۔!! ورنہ تھک جائیں گئے۔۔۔!! ونڈو سے باہر نکلتے ہوئے ایشام صدیقی نے مستی بھرے انداز میں حیدر ابراہیم کو فکر مندی سے مخاطب کیا تھا۔۔وہ غازیان پاشا کے ساتھ فرنٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔۔

اے جی ہماری گاڑی میں بیٹھ جائیں نا۔۔۔!! آپکو جہاز کی سپیڈ پر گھر چھوڑ آئیں گئے۔۔۔!! ارسل خان بھی باہر نکلتے ہوئے ایشام کے انداز میں بولا تھا۔۔ جبکہ اس بار حیدر ابراہیم کی بس ہوئی تھی۔۔

کیا چاہتے ہو تم لوگ۔۔۔! کیوں میرا پیچھا کر رہے ہو تم سب۔۔! انہیں کب سے ٹارچر کرتے دیکھ کر حیدر چیختے ہوئے بولا تھا۔۔

آ جی اتنا مت چلائیں ورنہ آپکی پینٹ پھٹ جائے گی۔۔۔! حیدر کے چلانے پر غازیان پاشا نے جلدی سے بولتے ہوئے معصوم لہجے میں ٹوکا تھا۔۔ جسے سنتے ہوئے اسکے بھائی قہقہ لگاتے ہوئے پاگل ہوئے تھے۔ جب کہ حیدر ابراہیم کا چہرہ ذلت آمیز ہوتا چلا گیا تھا۔

کوئی بات نہیں غازی اگر سر کی پینٹ پھٹ بھی گئی تو میرے پاس پایوڈین ہے۔۔۔!! ہم بچپن کے زخموں پر وہ لگا دیں گئے۔۔۔۔!! غازیان کی بات اچکتے ہوئے باسم نے بھی مسخرے پن سے بولتے ہوئے اپنا حصہ ڈالا تو گاڑی میں ایک بار پھر فلک شگاف قہقے ابل پڑے۔۔ بھاگتے ہوئے حیدر ابراہیم کا چہرہ اہانت آمیز ہوتا تاریک پڑنے لگا تھا۔۔ کہ ضبط کھوتے ہوئے اس نے اچانک اپنی جینز سے گن نکالتے ہوئے گاڑی پر فائر کر دیا۔۔

گائیز نیچے جھکو۔۔۔!! غازیان نے تیزی سے بولتے ہوئے گاڑی کو گھماتے ہوئے شیشہ اوپر کر دیا تھا۔۔ انہیں بچتے دیکھ کر حیدر دوسرا فائر بھی کر چکا تھا۔۔ ایک فائر اس نے گاڑی پر چلایا تھا۔ تو ایک گولی سامنے سے آتی ہوئی

اسکے کندھے میں پیوست ہو گئی تھی۔ جس کے باعث وہ جھٹکا کھاتے ہوئے نیچے گرا تو ہاتھ میں موجود گن بھی دور جا گری۔۔۔

حیدر نے حیران ہوتے سامنے کی جانب دیکھا تھا۔ جہاں سے کوئی چلتا ہوا اسی طرف آ رہا تھا۔۔ وہ سب بھی گاڑی روکتے ہوئے باہر نکل آئے تھے۔۔۔ اندھیرے میں کسی کو اپنی طرف آتے دیکھ کر حیدر نا سمجھی سے اس انجان شخص کو دیکھنے لگا تھا۔۔ جب سامنے والے کو روشنی میں آتے دیکھ کر وہ بے یقین ہوتا چلا گیا۔۔

تم سب ٹھیک ہو۔۔۔؟ شہرام علی نے قریب آتے ہوئے اپنے بھائیوں کو مخاطب کیا تھا۔۔ سر پر باپ کی طرح رومال باندھے وہ بھائیوں کی طرح

بلیک جینز شرٹ میں انکے سامنے اپنے ازلی لاپرواہ انداز میں کھڑا تھا۔جب کہ ایک ہاتھ میں گن تھی۔۔۔

یس بوس۔۔۔!! شہرام کو جواب دیتے ایشام چمکتے چہرے کے ساتھ گاڑی کے بونٹ پر چڑھتے ہوئے بیٹھ چکا تھا۔۔اسے اوپر بیٹھتے دیکھ کر ارسل خان بھی ہاتھ دیتے اسکے ساتھ جگہ سنبھال گیا تھا۔۔جب انکے بڑے موجود تھے۔۔تو انہیں کچھ بھی کرنے کا موقع نہیں ملنے والا تھا۔اس لئے بے فکر ہوتے اپنی جگہ سنبھال چکے تھے۔۔۔

آپکا شکار آچکا ہے بادشاہ سلامت۔۔۔!!اب جس طرح مرضی اسے حلال کرلیں۔۔۔! جیب سے چاقو نکال کر شہرام کی طرف اچھالتے ہوئے غازیان لاپرواہی سے بولا تھا۔جب کہ زمین پر گرا ہوا حیدر ابھی تک سکتے

کی حالت میں اپنے سامنے کھڑے شہرام کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔۔ کیا وہ زندہ تھا۔۔؟؟پر کیسے۔۔۔؟؟

آج صبح انہیں بس ایک پیغام ملا تھا۔ کہ رات میں وہ سب اس جگہ پر موجود ہوں۔۔۔!اور شہرام علی کے پیغام کے بعد اسکے بھائی پہنچ چکے تھے۔

یہاں پہنچ پر شہرام کو سینے سے لگانے کے بعد وہ حیدر ابراہیم کو بل سے باہر نکالنے کے لیے چلے گئے تھے۔پر شہرام یہاں ہی رکا رہا تھا۔۔

تت۔۔ تم زندہ کیسے ہو۔۔۔؟؟شہرام کی طرف دیکھتے ہوئے حیدر نے ہکلاتے ہوئے جاننا چاہا تھا۔۔۔

امرت پی کر۔۔۔!! حیدر کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے شہرام علی نے منہ میں الائچی چباتے ہوئے اسے مسکرا کر جواب دیا۔۔

ویسے تجھے یاد ہے کہ میں نے تجھ سے کیا کہا تھا۔۔۔؟؟حیدر کو صدمے میں دیکھ کر شہرام اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا تھا۔۔حیدر کو اسکے ٹھنڈے انداز سے خوف محسوس ہوا تھا۔۔

میں نے تجھے کہا تھا نا کہ اگر میں زندہ بچ کر واپس آگیا تو پھر تو اس دنیا میں زندہ نہیں رہنے والا۔۔۔!!چاقو کی نوک اسکے چہرے پر پھیرتے ہوئے وہ ہلکے پھلکے لہجے میں اسے یاد کروا رہا تھا۔جب کہ اسکے بھائی گاڑی کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑے مسکراتے ہوئے اپنے شیر کو دیکھ رہے تھے۔۔۔

می۔۔میرے پاس تمہارا بھائی نہیں ہے۔۔۔!!حیدر نے پسینے سے شرابور ہوتے سچ اگلا تھا۔وہ سچ جس کو استعمال کرتے ہوئے اس نے شہرام علی کو

مارنا چاہا تھا۔۔اس نے شہرام علی کی کمزوری کو استعمال کرتے ہوئے کہا تھا۔

کہ فاتح اسکے پاس ہے۔پر فاتح سلطان تو اسکے پاس تھا ہی نہیں۔۔

یہ تو میں پہلے سے جانتا ہوں کہ تیرے پاس میرا بھائی نہیں ہے۔۔۔!

شہرام نے ہلکے پھلکے لہجے میں بولتے ہوئے اتنے ہی سکون کے ساتھ اسکی گردن کو جکڑ لیا تھا۔۔

اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تیرے جیسا گھٹیا چہرہ اس دنیا میں شاید ہی کسی کا ہو گا۔۔۔!بس مجھ سے ایک غلطی ہوئی ہے۔کہ میں نے بچپن میں تیری پینٹ میں مینڈک ڈال دیا تھا۔۔حالانکہ تب مجھے تیزی مردانگی پر سانپ چھوڑنے چاہیئے تھے سالے۔۔۔!!غرا کے کہتے ہوئے شہرام اسے

دبوچتے ہوئے آدھ موکرنے لگا تھا۔۔حیدر کے جسم پر چاقو چلاتے ہوئے شہرام علی کو بے قابو ہونے میں ایک پل لگا تھا۔۔

اس گہرے سناٹے میں حیدر ابراہیم کی چیخیں گونجنا شروع ہو چکی تھیں۔۔ جب کہ شہرام کے بھائی مست انداز میں اس فلم کو دیکھ رہے تھے۔۔شہرام کو حیدر کے جسم پر چاقو کے ساتھ نقش نگاری کرتے دیکھ کر ایشام صدیقی باقاعدہ موبائل میں ریکارڈ کرنا شروع ہو گیا تھا۔۔

سالے جب تیرے میں اتنا دم نہیں تھا تو تب تو نے ہم سے الجھنے کی غلطی کیوں کی تھی۔۔۔!!اور اب وکٹم بنتا ہم سے بچپن کا بدلہ لینے آگیا تھا۔۔۔!!حیدر کے وجود پر پہنی ہوئی شرٹ کو پھاڑتے ہوئے شہرام اپنا تیز چاقو اسکے سینے پر چلا گیا تھا۔جس پر حیدر نے بلبلاتے ہوئے اپنی جان بخشی

کی بھیگ مانگی تھی۔۔۔اسکی ہر آہ پکار کو نظر انداز کرتے ہوئے شہرام نے اب ہاتھ بڑھاتے ہوئے اسکی پینٹ اتار کر دور اچھال دی۔۔۔

اوئی ماں۔۔!میرے کو شرم آگئی۔۔۔!!حیدر کی پینٹ اترنے پر ایشام شرمانے کی ناکام ایکٹنگ کرتے ہوئے ارسل خان میں چھپا تو وہ زور سے ہنستے چلے گئے۔۔۔آج اتنے عرصے بعد ہنستے ہوئے انکے دل پر سکون سے ہو رہے تھے۔۔حالانکہ فاتح اب بھی ان میں غیر موجود تھا۔۔پر شہرام کو دیکھ کر انہیں امید مل چکی تھی۔کہ وہ اب مل کر جلد ہی فاتح کو ڈھونڈ لیں گئے۔۔۔دل میں دعا گو ہوتے غازیان جو سوچنے میں مصروف تھا۔۔۔کہ تبھی وہاں پر دوسری گاڑی آکر رکی۔۔۔

جس پر متوجہ ہوتے وہ مڑے تھے۔۔ کبیر خان اور فارس ہمدانی کی گاڑی آ چکی تھی۔ جس میں انکا دوسرا شکار تھا۔۔۔

غازی نکالو اسے اندر سے۔۔۔!! شہرام کو حیدر میں مصروف دیکھ کر وہ گاڑی سے اترتے ہوئے اسکی طرف بڑھے تھے۔۔ جب کہ غازیان نے تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے گاڑی کی ڈکی کھول دی تھی۔۔ پچھلی سائیڈ کھولتے ہی آریان کمار اسکے قدموں میں آ گرا تھا۔۔۔ جس کے ہاتھ اور ٹانگیں مکمل طور پر بندھے ہوئے تھے۔ جب کہ وہ آدھ مردہ حالت میں تھا۔۔ جو یقیناً اتنے دنوں کی خاطر تواضع کا نتیجہ تھا۔۔

آریان کو پیروں سے ٹھوکر مارتے ہوئے غازیان اسے حیدر کے قریب لے جانے لگا جہاں شہرام پوری لگن کے ساتھ اپنے کام میں مصروف تھا۔۔

کیا یار سارا موڈ خراب کر دیا ہے۔۔۔!! حیدر کی پینٹ اترے دیکھ کر کبیر خان کا اچانک موڈ خراب ہوا تھا۔۔

بھائی آپ آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیں۔۔۔!! ارسل خان نے جلدی سے شرارتی لہجے میں بولتے ہوئے کبیر کو مشورہ دیا۔ جسے سن کر کبیر خان نے بے اختیار اسے مصنوعی گھوری سے نوازا تو وہ ہنستا چلا گیا۔۔

یا اللہ آج اس کتے کی مردانگی میرے بھائی کے ہاتھوں بچی رہے۔۔۔!! شہرام کے چاقو کو حیدر کی ٹانگوں کی طرف بڑھتے دیکھ کر فارس نے سٹپٹا کر دعا مانگتے ہوئے جیسے ہی کہا تو وہاں معنی خیز قہقہوں کی برسات ہونے لگی۔۔

باسم اسکے منہ پر کچھ باندھو یار۔۔۔!! حیدر کی چیخوں پر تنگ ہوتے فارس نے باسم کو مخاطب کیا تھا۔۔

بھائی اسکے منہ میں پایوڈین ڈال دوں کیا۔۔۔؟ بڑے بھائی کے حکم پر باسم نے معصوم بچوں کی طرح ہاتھ میں پکڑی ہوئی پایوڈین کی ڈبی ہوا میں لہرائی تو باقی سب سر پکڑ کر رہ گئے۔۔۔

سالے ردی والے ڈاکٹر تو نے پایوڈین پکڑی ہوئی ہے کہ الادین کا چراغ ہے۔۔!!اسے ہر جگہ اپنی ڈاکٹری گھساتے دیکھ کر ارسل نے چڑتے ہوئے اسے ٹانگ ماری تھی۔۔

دھیان رکھنا کہیں ڈاکٹر صاحب اس پایوڈین پر بیٹھ کر خلا کا چکر بھی نہ لگا آئیں۔۔۔غازیان بھی طنز کرتے ہوئے آگے بڑھ کر حیدر کی شرٹ اٹھا کر اسکے منہ میں ٹھونس گیا تھا۔ جس پر چیخوں کی بجائے اب گھٹی گھٹی آوازیں سنائی دینے لگی تھیں۔۔۔جب کہ باسم کاظمی شریف ہونے کی

ایکٹنگ کرتے منہ بسور گئے تھے۔۔۔ کبیر اور فارس نے ہنستے ہوئے اپنے معصوم بھائی کو دیکھا تھا۔۔ جو کہ معصوم کم اور میسنا زیادہ تھا۔۔۔

رک اسکے کپڑے میں اتارتا ہوں۔۔۔! غازیان کو آریان کے کپڑوں پر ہاتھ ڈالتے دیکھ کر باسم تیزی سے آگے بڑھتے بولا تھا۔۔

دیکھنا کہیں پایوڈین چھڑکنے سے کپڑے بھی خود بخود نہ غائب ہوتے ہوں۔۔۔! بونٹ پر بیٹھے ہوئے ایشام صدیقی نے خفیف سا طنز کرتے ہوئے باسم کو اپنی پلٹنے پر مجبور کیا۔۔۔

شٹ آپ۔۔۔! باسم انگلی اٹھاتے ہوئے ایشام کو منہ بند رکھنے کا کہہ کر آریان کے کپڑے پھاڑتے ہوئے دور اچھال گیا۔۔ اب وہ دونوں انکے

سامنے ایک سی حالت میں پڑے ہوئے تھے۔۔آریان تو پہلے ہی ہوش میں نہیں تھا۔جب کہ حیدر اب تڑپتے ہوئے ہوش کھو رہا تھا۔۔۔

شہری اس پر بھی خود ہی نقش نگاری کرو گئے یا ہمیں بھی کوئی موقع ملے گا۔۔۔؟؟ایشام کے ساتھ بیٹھے ہوئے ارسل خان نے تیز آواز میں پوچھتے ہوئے شہرام علی کو مخاطب کیا تھا۔۔جب کہ فارس اور کبیر انکے پاس ہی کھڑے تھے۔۔۔

اس پر میں نہیں کوئی اور اپنا ہاتھ صاف کرے گا۔۔۔!! شہرام پھولی سانسوں میں بولتے ہوئے غازیان کی طرف چاقو اچھالتے ہوئے کھڑا ہوا تھا۔۔

کون۔۔۔؟؟سب حیرانگی سے یک زبان ہوتے پوچھ گئے۔۔۔جب شہرام انکے سوال پر مسکرا کر سب کو دیکھ گیا۔۔

وہ۔۔۔!!!شہرام نے مسکراتے ہوئے مڑ کر اسی سمت میں اشارہ کیا۔ جہاں سے وہ خود چل کر آیا تھا۔۔اسکے اشارے کی سمت میں سب نے حیرت سے دیکھا تھا۔جہاں دور سے کوئی لڑکھڑا کر چلتے ہوئے انکی طرف آنے لگا تھا۔۔

وہی قد آور وجود اور جسامت تھی۔جسے کبیر خان لاکھوں میں بھی پہچان سکتا تھا۔کیونکہ ماں کے پیٹ سے وہ وجود اسکے ساتھ رہا تھا۔جس کی خوشبو اور دھڑکنوں کو وہ کہیں بھی پہچان سکتا تھا۔۔۔اندھیرے میں اپنی طرف

بڑھتے ہوئے اس چوڑے شخص کو گمان کرتے ہوئے کبیر خان کا دل بری طرح دھڑک گیا۔۔پر باقی متجسس ہوتے دیکھ رہے تھے۔

تھوڑا قریب روشنی کے سائے میں آتے ہی جیسے ان سب پر فاتح سلطان کا چہرہ واضح ہوا تو وہ غیر یقینی سے ساکت ہوتے ایک دوسرے کو تھام گئے۔۔۔جبکہ انہیں سانس روکتے دیکھ کر فاتح سلطان پورے دل کے ساتھ مسکرا دیا تھا۔۔وہیں کبیر خان کا ٹھنڈا پڑتا وجود بے اختیار آگے بڑھنے پر مجبور ہوا۔۔شہرام انکو صدمے میں دیکھ کر مسکرانے لگا تھا۔۔۔شہرام کی طرف سے یہ ان سب کے لیے بڑا سرپرائز تھا۔۔۔

فا۔۔تح۔۔۔!کبیر خان نے اسکے سامنے کھڑے ہوتے بے اختیار چھوٹے بھائی کے چہرے کو چھوا۔۔وہی پر روشن گہری نیلی آنکھیں اور خوبصورت

چہرہ تھا۔۔ سامنے کھڑا شخص کوئی اور نہیں بلکہ کبیر خان کا ہم شکل تھا۔اسکا جڑواں بھائی تھا۔ جس نے اندھیرے میں گم ہوتے کبیر خان کے وجود کو ادھورا کر دیا تھا۔۔

بھائی۔۔۔!! بڑے بھائی کی خوشبو کو محسوس کرتے ہوئے فاتح سلطان نے مہکتی مسکراہٹ کے ساتھ کبیر کے ہاتھوں کو تھامتے ہوئے چوما تو کبیر کے ساکن پڑتے وجود میں جیسے ایک نئی زندگی کی روانی دوڑتی چلی گئی۔۔ کبیر خان نم ہوتی آنکھوں سے اسے ایک جھٹکے میں کھینچتے ہوئے سینے میں بھینچتے ہوئے خود سے ہر ضبط توڑتا چلا گیا تھا۔۔ جب کہ باقی بے یقین ہوتے تیزی سے انکی طرف بڑھے تھے۔۔۔

بلیک مینشن جو کہ گہری خاموشی میں اترا ہوا تھا۔ کہ فاتح اور شہرام لاؤنج میں داخل ہوتے بے اختیار اپنے دائیں بائیں دیکھ گئے۔۔۔

سالوں چلو بھی کہ ٹانگوں میں پانی پر گیا ہے۔۔! انہیں دروازے میں ہی جمے دیکھ کر پیچھے سے غازیان دھکا دیتے ہوئے بولا تھا۔۔۔

سالے کھسکے ہوئے بیرسٹر صبر نہیں رکھ سکتا۔۔۔؟ اسکے اچانک دھکا دینے پر شہرام نے غصے سے ابھی ہوا میں مکہ اٹھایا ہی تھا۔۔ کہ غازیان نے تیزی اسے وہیں پر روک دیا۔۔

خبردار اگر تو نے مجھے اپنے اس ناجائز ہاتھ سے چھوا تو۔۔۔! جا پہلے جا کر ہاتھ دھو کر آ۔۔۔! غازیان نے ایک قدم پیچھے ہوتے کراہیت سے کہا تھا۔۔

دماغ خراب ہو گیا ہے کیا۔۔۔؟ شہرام اسکی بے تکی بکواس پر نا فہمی سے اپنے ہاتھ کو دیکھنے لگا تھا۔۔۔

غازی بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے۔۔۔! ابھی تھوڑی دیر پہلے تم دونوں نے کسی کے ننگے جسموں پر تاش کے پتے کھیلے ہیں۔۔اس لئے ہاتھ دھوئے بنا تم لوگ ہمیں چھو نہیں سکتے۔۔۔! ایشام نے تیزی سے بولتے ہوئے غازیان کے الفاظ کی تشریح کی تھی۔ جسے سن کر کبیر اور فارس کا قہقہ ابلا تھا۔ پر وہ ضبط کر گئے تھے۔۔۔

بالکل ہاتھ دھوئے بنا ہمیں ٹچ کرنے کا سوچنا بھی مت۔۔۔! لے ایشام تو ہاتھوں پر پایوڈین لگا لے۔۔اس سے جراثیم مر جائیں گئے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے اس نیلے تھوتھے نے تیرا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔۔۔! جیب سے ڈبی

نکالتے ہوئے باسم کاظمی نے پھر اپنی پایوڈین کی مشہوری کی تو وہ سب غصے سے بل کھا کر رہ گئے۔۔۔

ایک تو میں اس کتے کی ڈاکٹری سے تنگ پڑ گیا ہوں۔۔! شہرام دانت پیستے ہوئے بولا تھا۔۔جب غازیان غصے سے آگے بڑھتے ہوئے باسم کے ہاتھ سے پایوڈین چھین گیا۔۔۔کیونکہ جب تک ڈاکٹر باسم کے ہاتھ میں یہ ڈبی رہنی تھی۔تب تک انکے صبر کا امتحان ایسے ہی جاری رہنا تھا۔۔

سالے ادھر دے تیرے اس آب حیات کو ابھی میں آگ میں جھونکتا ہوں۔۔۔! پایوڈین چھین کر غازیان کھڑکی کی طرف بڑھتے ہوئے باہر لان میں پھینک گیا۔۔۔

بہت ہو گئی باتیں چلو اب کمروں میں۔۔۔!! انہیں الجھتے دیکھ کر فارس نے رعب سے بولتے ہوئے انہیں آگے بڑھنے کا کہا۔۔۔

بھائی ہم مام لوگوں سے ملنے جا رہے ہیں۔۔ آپ ان گدھوں کو لے جائیں۔۔۔! فاتح کہتے ہوئے شہرام کا ہاتھ پکڑتے ہوئے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا تھا۔۔ ٹانگ پر زخم ہونے کی وجہ سے وہ ابھی ٹھیک سے چل نہیں سکتا

ہلکا سا دروازہ کھولتے ہوئے شہرام علی نے اپنے ماں باپ کے کمرے میں جھانک کر دیکھنا چاہا۔۔۔ تو بیڈ پر بیٹھے عیس علی ہمدانی اپنی لاڈلی بیوی کو سلانے کی کوشش کرتے نظر آئے۔۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے انہوں نے

بہت مشکل سے مشعل ہمدانی کو سنبھالتے ہوئے سونے کے لئے منایا تھا۔ کیونکہ وہ شہرام کو یاد کرتے مسلسل رو رہی تھیں۔۔۔

دروازہ کھلنے کی آواز پر عیس ہمدانی نے مڑ کر دیکھا تو دروازے سے اندر جھانکتے ہوئے چہرے کو دیکھ کر وہ بے یقین سے رہ گئے۔۔ باپ کے اپنی طرف دیکھنے پر شہرام علی بتیسی دیکھاتے ہوئے سارے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے اندر داخل ہوا تو عیس گھبرا کر کھڑے ہوتے اسکی طرف بڑھے۔۔۔۔

اس جنم میں اپن آپکو کبھی بھی تیسرا بچہ پیدا کرنے نہیں دے گا۔۔۔! باپ کے پاس سے گزرتے ہوئے وہ اپنے ازلی شیطانی لہجے میں سناتے ہوئے ماں کی طرف بڑھا تو عیس ہکا بکا ہوتے اسے دیکھتے رہ گئے۔۔ لمبے بالوں میں

رومال باندھنے وہ ہو بہو انہیں اپنا عکس معلوم ہوا تھا۔۔وہ عکس جو کبھی عیس علی ہمدانی کی پہچان تھا۔۔

شہرام علی کو اپنے سامنے دیکھ کر اس پر تضاد اسکی بکواس پر وہ نا سمجھی سے ہنستے ہوئے تشویش زدہ ہوتے ماتھے کو چھو گئے۔۔اس وقت ان پر مختلف جذبات حاوی ہو رہے تھے۔۔جن کو بیان کرنا انکے لئے مشکل ہو رہا تھا۔۔ لیکن پھر نظر انداز کرتے ہوئے وہ بیڈ کی جانب آئے جہاں وہ ماں کو میٹھی آواز میں جگا رہا تھا۔۔۔

مام۔۔۔! بیڈ کنارے پر بیٹھتے ہوئے شہرام علی نے جھکتے ہوئے ماں کے ماتھے کو چوم لیا۔

میری کیوٹ سی مام۔۔۔! مشعل کے نازک ہاتھوں کو چومتے ہوئے شہرام بولا تو مشعل کسی غیر معمولی احساس پر آنکھیں کھولتے ہوئے دیکھنے لگی۔۔ انکے آنکھیں کھولنے پر شہرام پورے دل سے مسکراتے ہوئے آنکھ ونک کر گیا تھا۔۔

گڈ مارننگ مام۔۔! ہمیشہ والے شرارتی لہجے میں بولتے ہوئے شہرام نے ماں کو صدمہ دیا تو وہ ایک لمحے کو کچھ سمجھ ہی نہیں پائیں۔ پر اگلے ہی پل وہ ایک جھٹکے میں اٹھتے ہوئے دیکھنے لگی تھیں۔

مام یار میں کچھ دنوں کی چھٹیوں پر کیا چلا گیا تھا۔۔ پیچھے سے آپ نے اپنا ایسا حال کر لیا۔۔ ویری بیڈ۔۔۔!! ماں کی سوجھی ہوئی آنکھوں کو چومتے ہوئے وہ بے حد افسوس سے بولا تھا۔ جب کہ مشعل نے غیر یقین ہوتے

شوہر کی طرف دیکھا تھا۔جو مسکرا کر سر ہلاتے ہوئے انکے وہم کی تصدیق کر گئے تھے۔

شہری۔۔۔!! مشعل ہمدانی روتے ہوئے آگے بڑھ کر ایک جھٹکے میں اسکے گلے لگ گئی تھیں۔۔

شہری کی کیوٹ مام ایسے نہیں روئیں پلیز۔۔۔۔!! ماں کو روتے دیکھ کر شہرام علی کا دل کٹا تو انہیں گلے لگاتے ہوئے وہ بار بار عقیدت بھرے انداز میں انکے سر چومنے لگا۔۔

ہائے ناکارہ ڈید۔۔۔!! فارس نے اچانک بولتے ہوئے باپ کو مخاطب کیا تھا۔۔جو سامنے والے منظر میں بے حد کھوئے ہوئے تھے۔فارس کے

بلانے پر عیس ہمدانی چونک کر اسکی طرف دیکھنے لگے تھے۔۔وہ کب آیا تھا۔۔۔؟

وہ میں نے بتانا تھا۔۔کہ آپکے جانی دشمن واپس آگئے ہیں۔۔۔؟ باپ کے دیکھنے پر فارس شرارت بھری سمائل میں اطلاع دیتے ہوئے ماں اور بھائی کی طرف بڑھ گیا تھا۔۔جب کہ عیس ہمدانی الجھتے ہوئے اسے دیکھنے لگے تھے۔۔۔

علیزے خان کھڑکی میں خاموش سی کھڑی تھیں۔۔انکی سیاہ آنکھیں جو ہر وقت چمکتی رہتی تھیں۔آج خالی سی محسوس ہو رہی تھیں۔اور انکا یہ خالی پن تو اب کافی عرصے سے ایسے ہی تھا۔سب کو لگتا تھا۔کہ وہ انہیں بہلانے

میں کامیاب ہو رہے ہیں۔پر حقیقت میں وہ اپنی تکلیف اب سب سے چھپانے لگی تھیں۔۔۔

کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے انکی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل کر گال پر بہتا چلا گیا تھا۔۔انکا پر رونق کمرہ اب ویران سا رہتا تھا۔کیونکہ سلطان احمد خان بھی انہیں اکیلا چھوڑ کر چلے تھے۔۔

رات کے اس پہر علیزے خان اپنی ہی اذیتوں میں الجھی باہر دیکھ رہی تھیں۔جب دروازہ کھولتے ہوئے کوئی اندر داخل ہوا تھا۔۔۔

فاتح کو سہارا دیتے ہوئے کبیر خان نے اسے اندر داخل کیا تو ماہ پارہ جلدی سے دروازہ بند کرتے ہوئے انکے ساتھ آ کھڑی ہوئی۔۔بہن کو ملنے کے بعد وہ تینوں اب ماں کے کمرے میں آئے تھے۔۔۔

ماں کو کھڑکی میں خاموش کھڑے دیکھ کر کبیر نے اشارہ کرتے ہوئے فاتح کو آگے بڑھنے کا کہا تو فاتح لڑکھڑاتے قدموں سے ماں کی طرف بڑھ گیا۔ جب کہ کبیر پیچھے ہی ماہ پارہ کو بازو کے گھیرے میں لیے کھڑا رہا تھا۔۔۔ علیزے خان کو کسی کی موجودگی کا احساس ہوا تھا۔ پر وہ بنا پلٹے ویسے ہی کھڑی رہی تھیں۔۔۔

میری حسین مورے۔۔۔! ایک قدم کے فاصلے پر کھڑے ہوتے فاتح نے اپنی بھاری آواز میں ماں کو مخاطب کیا۔۔ جب علیزے خان اس آواز پر ایک دم سے چونکتے ہوئے سینے پر ہاتھ رکھ گئی تھیں۔ کبیر خان مسکراتے ہوئے بہن کا سر چوم گیا تھا۔ جو نم آنکھوں سے مسکراتے ہوئے بڑے بھائی کے سینے پر سر رکھ چکی تھی۔۔۔

کسی کی راہ دیکھ رہی ہیں کیا مورے۔۔۔؟؟ فاتح نے سوال کرتے ہوئے پھر ماں کو مخاطب کیا تھا۔۔ جبکہ علیزے خان اب سانس روکتے ہوئے الجھ گئی تھیں۔۔ یہ پکارنے کا انداز کبیر خان کا تھا۔ پر آواز اور لہجہ اس جیسا نہیں تھا۔۔۔

کسی کو دل میں پکار رہی ہیں۔۔۔؟؟ فاتح نے ٹھہرے لہجے میں بولتے ہوئے ماں سے سوال کیا تھا۔۔ کیونکہ وہ چاہتا تھا۔ کہ اسکی ماں خود پلٹ کر اسکا چہرہ دیکھ لیں۔۔

کبیر۔۔۔! علیزے شاہ سرگوشی میں کہتے ہوئے اب پلٹنے پر مجبور ہوئیں تو اپنے سامنے کھڑے فاتح کو دیکھ کر وہ تیزی سے دل پر ہاتھ رکھتے ساکن پڑ گئیں۔۔۔ انکی بے تاب نظروں نے بے ساختہ پیچھے دیکھا تھا۔ جہاں کبیر

خان، ماہ پارہ کو بازو کے گھیرے میں لیے کھڑا تھا۔۔علیزے خان کی دھندلی ہوتی نظروں نے پھر اپنے سامنے دیکھا تو فاتح مسکرا کر نرم نگاہوں سے ماں کو دیکھ گیا۔۔

یہ زندگی میری تھی مورے۔۔۔!پر امانت آپکی تھی۔۔!پھر آپ کو یقین نہیں تھا کیا؟ کہ خدا آپکی امانت کی حفاظت نہیں کرے گا۔۔۔؟علیزے خان کی آنکھوں کو سکڑتے دیکھ کر فاتح نے آہستہ آواز میں گویا ہوتے شکوہ کیا تھا۔۔کیونکہ سامنے کھڑی عورت اسکی ماں تو نہیں لگ رہی تھی۔۔۔ بے جان سی آنکھیں اور مرجھایا ہوا چہرہ تھا۔۔

آپ ایسی تو نہیں تھیں مورے۔۔۔!!میری مورے تو بہت حسین ہیں۔۔۔دنیا میں سب سے حسین اور خوبصورت۔۔۔!!پھر ایسے کیوں بنا

لیا خود کو۔۔۔؟ماں کے چہرے کو بے یقینی سے چھوتے ہوئے فاتح سلطان کا دل دکھا تھا۔وہ تکلیف دہ نظروں سے اپنی ماں کو دیکھ رہا تھا۔جو اسکے دکھ میں شاید جینا بھلا گئی تھیں۔۔۔

تمہاری ماں تمہارا دکھ نہیں جھیل پائی فاتح۔۔۔!تم نے کیوں اپنی ماں کو اندھیروں میں چھوڑ دیا۔۔۔جہاں ہر رات بھٹکتے ہوئے وہ پاگلوں کی طرح تمہیں ڈھونڈتی رہتی تھی۔۔پکارتی تھی۔۔تمہاری زبان سے "مورے" سننے کے لئے ترستی تھی۔۔۔!علیزے خان ہر ضبط توڑ کر پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع ہوئیں تو فاتح کو بے ساختہ محسوس ہوا کہ جیسے کسی نے بھاری پتھر تلے اسکا دل کچل دیا ہو۔۔وہ تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے ماں کو گلے

لگا گیا تھا۔ جو اسکے سینے میں پناہ لیتے ان اندھیری راتوں کا غبار نکالنے لگی تھیں۔۔۔

بھیا۔۔ مورے کو کہیں نا کہ مت روئیں۔۔۔! ماں کو یوں بلک بلک کر روتے دیکھ کر ماہ پارہ نے دکھی ہوتے کبیر خان سے التجا کی تھی۔۔

شش۔۔۔ وہ اب ٹھیک ہیں بھیا کی جان۔۔۔! اسکی نیلی آنکھوں کو بہتے دیکھ کر کبیر نے جاں نثار ہوتے اسے سینے میں چھپا لیا تھا۔۔ بڑے بھائی میں پناہ لیتے ہوئے ماہ پارہ بھی ہر دکھ و تکلیف بھلاتی چلی گئی تھی۔۔۔

سٹڈی روم کا ہولے سے دروازہ کھولتے ہوئے فاتح نے اندر جھانکا تھا۔ سلطان کرسی کی پشت سے پر سر ٹکائے آنکھیں بند کیے ہوئے بیٹھے تھے۔۔ انہیں یوں بیٹھے دیکھ کر فاتح دروازہ کھولتے ہوئے خاموشی سے اندر داخل

ہو گیا۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر سلطان متوجہ ہوتے آنکھیں کھول کر دیکھنے لگے تھے۔

میری مورے سے منہ بنا کر آپ یہاں سکون سے کیسے بیٹھ سکتے ہیں۔۔؟؟ باپ کے آنکھیں کھولنے پر فاتح لڑکھڑاتے قدموں سے چلتے ہوئے انکے سامنے آتے ہوئے بولا تھا۔۔۔

بیٹھ جاؤ سکون سے۔۔۔!! فاتح کے الفاظ پر سلطان حیرت سے اسکے دراز قد کو دیکھتے ہوئے بے اختیار فکر سے کہہ گئے۔ کیونکہ اسکی ٹانگ پر موجود زخم کافی گہرا تھا۔ جس کے باعث وہ کھڑا نہیں ہو سکتا تھا۔۔

میں یہاں پر بیٹھنے نہیں آیا۔۔۔! آپکو لینے کے لیے آیا ہوں۔۔۔!! باپ کی فکر کو نظر انداز کرتے ہوئے فاتح آنے کا مقصد بتاتے ہوئے اب اپنے

پورے اٹیٹیوڈ کے ساتھ انکے سامنے کھڑا تھا۔۔اسکا رعب دیکھتے ہوئے سلطان احمد خان متاثر کن انداز میں زراٹیک چھوڑ کر اسے دیکھتے چلے گئے تھے۔

کل رات ماں کو پر سکون کرنے کے بعد جب وہ انہیں سٹڈی روم میں ملنے کے لئے آیا تھا۔تب ایک لمحے کے لئے فاتح کو اپنے سامنے زندہ سلامت کھڑے دیکھ کر سلطان احمد خان کی آنکھیں نم ہو گئی تھیں۔۔باپ کی آنکھوں کو ضبط سے سرخ پڑتے دیکھ کر فاتح لڑکھڑاتے قدموں سے انکے قریب آتا خاموشی سے انہیں گلے لگا گیا۔اسکے یوں گلے لگنے پر سلطان احمد خان کو جہاں اپنے وجود میں سکون اور زندگی دوڑتی ہوئی محسوس ہوئی وہیں وہ اسکے چوڑے وجود کو سینے میں بھینچتے چلے گئے تھے۔۔کل رات باپ

بیٹے نے کافی دیر خاموشی سے ایک دوسرے کو گلے لگائے رکھا تھا۔ جیسے بن کہے وہ اپنی اپنی تڑپ بتانا چاہ رہے ہوں۔۔۔ چونکہ سلطان کافی عرصے سے اپنے کمرے میں جانا چھوڑ چکے تھے۔ اس لئے آج فاتح انہیں لینے کے لیے آیا تھا۔ کیونکہ فاتح کے واپس آتے ہی اب علیزے خان کو اپنے خان کی فکر ستانے لگی تھی۔۔۔

کہاں لے کر جانا ہے مجھے۔۔۔؟ تھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھتے ہوئے سلطان جانتے بوجھتے ہوئے فاتح کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھ گئے تھے۔۔۔

مورے کے پاس۔۔۔!! ٹیبل پر پڑے شوپیس کو اٹھا کر دیکھتے ہوئے فاتح نے عام سے لہجے میں بتایا تھا۔۔

پر میں تمہاری مورے کے پاس نہیں جانا چاہتا۔۔!! فاتح کو شوپیس کے ساتھ مصروف دیکھ کر سلطان زرا خفگی سے انکار کر گئے۔ جسے سنتے ہوئے فاتح نے حیرانی سے اب باپ کی طرف دیکھا تھا۔ جیسے یقین کرنا چاہ رہا ہو کہ جو اس نے سنا ہے وہ اسکا وہم تو نہیں۔۔۔

تمہاری ماں مجھ سے بے وفائی کر چکی ہے۔۔۔! اسے اسکا بیٹا مل چکا ہے۔ تو میرے خیال میں اب اسے میری ضرورت نہیں ہو گی۔۔۔! فاتح کی حیرانی کو نظر انداز کرتے ہوئے سلطان کندھے آچکاتے ہوئے نارمل سے انداز میں بول رہے تھے۔

اگر آپ کو نخرے دیکھانے کا شوق ہو رہا ہے۔ تو ویسے بتایئے۔ پر اس طرح آپ میری مورے کو ٹارچر نہیں کر سکتے ہیں۔۔۔! آنکھیں چھوٹی کرتے

ہوئے فاتح نے تیزی سے بنا توقف کے باپ کو سنایا تھا۔ کیونکہ اسکے لئے یہ سب ہضم کرنا مشکل ہو رہا تھا۔۔ فاتح کی مغرور ناک پر غصے کو نمودار ہوتے دیکھ کر سلطان احمد خان کو تیزی سے ہنسی آئی تھی۔ جسے وہ کمال مہارت سے چھپاتے ہوئے مزید گویا ہوئے تھے۔۔۔

میں کسی کو ٹارچر نہیں کر رہا ہوں۔۔!! بس بتا رہا ہوں کہ۔۔۔! سلطان ابھی بول ہی رہے تھے۔ جب فاتح نے تیزی سے انہیں ٹوکتے ہوئے سوال کیا۔۔

کیا بتا رہے ہیں آپ۔۔۔؟ فاتح کی نیلی آنکھیں باپ کو دیکھتے ہوئے تیکھی ہو رہی تھیں۔۔

یہ ہی کہ آج شام میں میری لندن کی فلائٹ ہے۔۔! اور میں کچھ عرصے کے لیے ملک سے باہر جارہا ہوں۔۔ تو تب تک تم اپنی ماں کے پاس رہ لینا۔۔ ویسے بھی تمہاری جدائی اسے پاگل کر گئی تھی۔۔۔! سلطان بالکل عام سے انداز میں بولتے ہوئے فاتح کی طرف دیکھتے ہوئے طنز کرتے جا رہے تھے۔ جب کہ فاتح تو اچھنبے سے باپ کو ملاحظہ کر رہا تھا۔ کیا وہ اس قدر جیلس ہوئے تھے۔۔۔؟ وہ حیران کن ہوتے سوچنے پر مجبور ہوا تھا۔۔

لگتا ہے بوڑھاپے میں آپکا دماغ زیادہ ہی ہل گیا ہے۔۔! بھیج رہا ہوں میں بھائی کو وہی آکر آپکو کو سیٹ کریں گئے۔۔ جارہا ہوں میں۔۔۔!! میز پر شو پیس پٹکتے ہوئے فاتح چباتے ہوئے مڑا تھا۔ جب سلطان تیزی سے اسے روک گئے تھے۔۔

کہاں جارہے ہو تم۔۔۔؟ فاتح کی پشت دیکھتے ہوئے انہوں نے بے چینی سے سوال کیا تھا۔

اپنی بیوی کو تلاش کرنے۔۔! بنا مڑے فاتح نے بھاری آواز میں ٹھہرے انداز میں جواب دیا۔۔ جسے سن کر سلطان احمد خان کا بے اختیار سانس رک سا گیا۔۔

اور اگر میں کہوں کہ تمہیں اپنی بیوی کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں تو۔۔۔! اسکی چوڑی پشت پر نظریں جمائے وہ غیر معمولی لہجے میں بولے تو انکے الفاظ سنتے ہوئے فاتح ایک جھٹکے میں انکی طرف مڑا تھا۔۔ اسکے مڑتے ہی وہ مسکراتی آنکھوں سے سر ہلانے لگے تو فاتح بے یقینی سے باپ کو دیکھتا چلا گیا۔۔۔۔۔

لیز واب اگر تم نے رونا بند نہ کیا تو مجھ سے ایک تھپڑ کھالو گی۔۔۔!!

ساڑھی کی پلیٹس کو سیفٹی پن سے سیٹ کرتے ہوئے منیزے پاشا اب زرا غصے سے بولی تھیں۔۔

تم مجھے کیوں ڈانٹ رہی ہو۔۔!!علیزے خان نم آنکھوں سے انکو خفگی سے دیکھ گئ تھیں۔۔۔

تو کیا تمہیں پھولوں کے ہار پہناؤں۔۔۔!!مشو مجھے اسکے میچنگ ہیلز لا کر دو۔۔!طنزیہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے منیزے ساتھ ساتھ مشعل ہمدانی سے بولی تھیں۔۔سب اس وقت علیزے خان کے کمرے میں انکو تیار کر رہی تھیں۔

رہنے دو میں لے آئی ہوں۔۔!! ہاتھ میں دو ہیلز اٹھائے بیہ انکے قریب آ کر نیچے رکھتے ہوئے بولی تھیں۔۔

میں ہیلز نہیں پہنوں گی۔۔۔!! ریڈ ہیلز کو دیکھتے ہی علیزے خان انکار کر گئی تھیں۔۔۔۔۔

کیوں نہیں پہنوں گی۔۔؟ کیا مسئلہ ہے اب ہیلز میں۔۔۔! ائرہ کاظمی ہاتھ میں چوڑیاں اور پازیب لیے جو انکی طرف آئی تھیں۔ کہ علیزے کے انکار پر تڑاخ کرتی پوچھتی چلی گئیں۔۔ جبکہ منیزے پاشا انکے ہاتھ سے چوڑیاں تھامتے ہوئے علیزے خان کی کلائیوں میں پہنانا شروع ہو چکی تھیں۔۔

تم لوگ مجھے دلہنوں کی طرح کیوں تیار کر رہی ہو۔۔۔؟ ان سب کے خود کو اتنا تیار کرنے پر علیزے اب چڑتے ہوئے پوچھ گئی تھیں۔۔۔

تاکہ تم ہمارے خان بھیا کو منا سکو۔۔۔!! مشعل جو جھک کر اسے پازیب پہنا رہی تھیں۔ کہ چہرہ اٹھاتے ہوئے شرارتی لہجے میں جھٹ سے بولی تھیں۔ جس کو دیکھ کر سب معنی خیزی سے ہنس پڑی تھیں۔۔

دھیان رکھنا کہیں منانے کے چکر میں کبیر اور فاتح کا تیسرا بھائی نہ آ جائے۔۔۔!! آئرہ کاظمی نے بھی چھیڑتے ہوئے ٹکرا لگایا تو سب کا قہقہ بے ساختہ تھا۔ جب کہ علیزے خان کا چہرہ ایک دم سے لال انار ی ہوا تھا۔۔

استغفار شرم کر لو کچھ اب تو دادی، نانی بننے جا رہی ہو تم سب۔۔۔! علیزے خان شرم و خفت سے سب کو گھورتے ہوئے شرم دلانے لگی تھیں۔۔۔

ہاں تو اس میں کون سی بڑی بات ہے۔۔! دادی یا نانی بننے کا یہ مطلب تھوڑی ہے۔ کہ ہم بوڑھے ہو گئے ہیں۔۔۔! منیزے پاشا جلدی سے جواب میں بولتے ہوئے علیزے خان کے بال سیٹ کرنے لگی تھیں۔۔ انداز میں خاصی لاپرواہی تھی۔۔۔

اگر ایسی ہی بات ہے تو خود کیوں نہیں کر لیتی پھر۔۔۔! انکے جواب پر علیزے نے فورا سے تیکھی نظروں سے انکو دیکھا تھا۔۔ باقی سب مسلسل ہنس رہی تھیں۔ چونکہ سلطان احمد خان زندگی میں پہلی بار اپنی خانم سے اس طرح ناراض ہوئے تھے۔ اس لئے انکی بہنوں نے مل کر یہ فیصلہ کیا تھا۔ کہ وہ انکو منانے کے لیے اس بار علیزے خان کو تیار کریں گئیں۔ جس کے لئے وہ پچھلے دو گھنٹوں سے کمرے میں بند تھیں۔ علیزے خان کو

مختلف مشورے دیتیں وہ سمجھا رہی تھیں۔ کیونکہ سلطان احمد خان کمرے میں آنا چھوڑ چکے تھے۔ اس لئے وہ مل کر علیزے خان کو اس طرح سمجھا رہی تھیں۔ کہ سلطان خود سے کمرے میں آنے پر مجبور ہو جاتے۔۔

لان میں بیٹھے بیٹھے محمد سبحان کوئی کتاب پڑھ رہا تھا۔ کتاب پڑھنے کے ساتھ ساتھ اسکا دھیان لاؤنج کے دروازے کی جانب بھی تھا۔ جہاں سے فاتح اور شہرام نے آنا تھا۔۔ پچھلے ایک گھنٹے سے وہ یہاں پر بیٹھا انکے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ پر وہ تیار ہو کر ابھی تک نہیں آئے تھے۔ آج وہ تینوں ڈنر کرنے کے لئے باہر جا رہے تھے۔ پر ڈنر سے پہلے شہرام اور فاتح، سبحان کو اسکی سب فیورٹ جگہوں پر لے کر جانے والے تھے۔ اس لئے سبحان نے انہیں

جلدی تیار ہو کر آنے کو کہا تھا۔ تا کہ وہ سکون سے اپنی کتابیں خرید سکتا۔۔۔ کیونکہ وہ دونوں نمونے کتابوں کو دیکھتے ہی غش کھا کر گرنے لگتے تھے۔ جس کی وجہ سے محمد سبحان کبھی سکون سے اپنا یہ کام نہیں کر پایا تھا۔ پر آج وہ سوچ چکا تھا۔ کہ تب تک بک شاپ سے باہر نہیں نکلے گا۔ جب تک وہ اپنی لسٹ میں موجود ساری کتابیں ڈھونڈ نہ لے۔۔

پتہ نہیں کب یہ ٹھیک ہونگے۔۔۔؟؟ تاسف سے انکے بارے میں سوچتے ہوئے وہ سر جھٹک کر کتاب میں متوجہ ہو گیا۔ شکر وہ آتے ہوئے اپنی کتاب بھی ساتھ ہی لے آیا تھا۔ ورنہ انتظار کرنا مشکل ہو جاتا۔ بلیک کلر کی ڈریس شرٹ کے ساتھ بلیک ہی پینٹس پہنے وہ اپنی عمر سے کافی بڑا لگ رہا تھا۔ گولڈن آنکھوں پر شیڈز لگائے وہ کافی سنجیدگی کے ساتھ کتاب پڑھنے

میں مصروف تھا۔ جب اچانک مینشن کے گیٹ سے آگے پیچھے دو گاڑیاں اندر داخل ہوتی نظر آئی تھیں۔۔

گاڑیوں کی آواز پر محمد سبحان چہرہ اٹھاتے ہوئے بے اختیار سامنے کی جانب دیکھنے لگا۔ جہاں گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے میر ال اور باسط صاحب باہر نکلے تھے۔ جب کہ پچھلی گاڑی سے نعمان خان کے ساتھ علینہ خانم اور رابیل اتر رہے تھے۔۔ سب کو اچانک وہاں پر ایک ساتھ دیکھ کر سبحان کو زرا تعجب ہوا تھا۔

کیا آج گھر پر کوئی خاص ڈنر ہے۔۔؟ سب کو دیکھتے ہوئے سبحان بے ساختہ سوچ گیا تھا۔ کیونکہ وہ سب ایک ساتھ ایسے ہی موقعوں پر مینشن میں نظر آتے تھے۔ دماغ میں سوچتے ہوئے سبحان ان سب کی طرف دیکھتے ہوئے

بے اختیار شیڈز اتارتے ہوئے میز پر رکھ گیا۔ جب کہ رابیل دور سے اسے دیکھتے ہوئے ہاتھ ہلانے لگی تھی۔ جس کے جواب میں محمد سبحان بھی ہاتھ ہلاتے ہوئے مسکرا دیا تھا۔ ابھی تو شام بھی نہیں ہوئی تھی۔

کتاب اور شیڈز رکھنے کے بعد وہ بے ساختہ اپنی کرسی سے کھڑا ہو گیا۔ تاکہ سب سے سلام کر سکے۔۔ محمد سبحان جس نے ابھی انکی جانب چند قدم اٹھائے ہی تھے۔ کہ اچانک اسکی نظر میرال کے پاؤں کی طرف چلی گئی۔۔

آنٹی دھیان سے۔۔!! تیز آواز میں کہتے ہوئے سبحان تیزی سے بھاگتے ہوئے آگے بڑھ کر میرال کو گرنے سے تھام گیا تھا۔۔ جب کہ میرال جو اچانک گرنے والی تھیں۔ کہ خوف زدہ ہوتے جلدی سے سبحان کو تھام

گئیں۔ باسط صاحب اور نعمان خان جو باتیں کرتے ہوئے ابھی پیچھے ہی تھے۔ کہ بھاگتے ہوئے جلدی آگے آئے تھے۔۔

کیا ہوا۔۔۔؟؟ سبحان کے کمزور بازوؤں سے میرال کو تھامتے ہوئے باسط صاحب پریشان ہوتے پوچھ گئے۔۔

کچھ نہیں انکل، آنٹی بس گرنے والی تھیں۔۔!! سبحان نے گہری سانس خارج کرتے ہوئے جھک کر نیچے پڑے پتھر کو اٹھا کر دور پھینک دیا۔ جس کے باعث ابھی میرال زمین بوس ہونے والی تھیں۔۔

شکر ہے مام آپکو کچھ نہیں ہوا۔۔۔!! رابیل تشکر آمیز ہوتا جلدی سے بولی تھی۔۔۔

ہاں وہ تو ٹھیک ہے۔۔پر لڑکے تم مجھے پہلے یہ بتاؤ کہ میں تمہیں کہاں سے آنٹی لگ رہی ہوں۔۔؟رابیل کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے میرال زرا جھکتے ہوئے سبحان کے قریب ہوئیں تھیں۔۔انکے بے تکے سوال پر جہاں سبحان گڑبڑایا تھا۔وہیں باقی بھی حیرانی سے انکو دیکھ گئے تھے۔باسط صاحب تو بس ماتھا پیٹ کر رہ گئے تھے۔ابھی انکی بیوی زمین پر گر کے اپنے ناک منہ کا نقشہ تبدیل کرنے والی تھیں۔پر یہ ساری فکر چھوڑ کر سیکرٹ ایجنٹ میرال کو بس یہ فکر ہوئی تھی۔کہ سامنے کھڑے بچے نے انہیں آنٹی کہہ کر پکارا ہے۔۔

بولو بھی کہاں سے میں تمہیں آنٹی لگ رہی ہوں۔۔۔؟؟ کبھی دیکھی ہے اتنی خوبصورت اور جوان آنٹی۔۔۔؟؟علینہ تم بتاؤ کہ کیا تمہیں آنٹی لگ

رہی ہوں۔۔۔؟؟ سبحان کو سر کجھاتے دیکھ کر میرال اب زرا کڑے تیوروں سے خود کی طرف سر تا پاؤں اشارہ کرتے پوچھ گئی تھیں۔۔ میرال کی نظروں کو اپنی طرف مڑتے دیکھ کر علینہ خانم تو گڑ بڑا کر فوراً سے پہلے نفی کرنے لگی تھیں۔ جس کو دیکھ کر نعمان خان اور رابیل ہنسی دبا گئے تھے۔۔ جب کہ سبحان کو مشکل میں دیکھ کر نعمان خان ہنسی دباتے ہوئے اسکے قریب ہوئے تھے۔۔

معافی مانگ لے بیٹا۔۔۔!! بول دے کہ میرال آپی مجھ سے غلطی ہو گئی ہے۔۔۔!! نعمان خان سرگوشی کرنے والے انداز میں سبحان کو سمجھانے لگے تھے۔ تاکہ وہ وقت رہتے اپنی غلطی سے معذرت کر لے۔۔ پر مقابل

بھی محمد سبحان دلشیر تھا۔ جو شہرام اور فاتح کے بہت مشکل قابو آتا تھا۔ تو یہاں پھر کیسے کوئی اسے اپنے پیروں سے ہلا سکتا تھا۔۔

آپ رابیل آپی کی مام ہیں نا۔۔؟ میرال کو ہنوز خود کی طرف تیکھی نظروں سے دیکھتا پا کر سبحان نے گلا ہنکارتے ہوئے اچانک سوال پوچھا تھا۔ میرال جو اسکی معذرت کے انتظار میں کھڑی تھیں۔ کہ اس سوال پر نا سمجھی سے سب کو دیکھ گئیں۔۔

ہاں کیوں۔۔۔؟؟ رابیل کی طرف دیکھتے ہوئے میرال نے بے ساختہ اقرار میں سر ہلا دیا۔۔

آپ خوبصورت ضرور ہیں۔۔!! پر اتنی بڑی لڑکی کی ماں لڑکی تو نہیں ہو سکتی نا انٹی۔۔۔!! تعریفی جملہ ادا کرنے کے بعد محمد سبحان نے مسکراتے

ہوئے آخر پر جیسے ہی غیر متوقع یوٹرن مارتے ہوئے سامنے کھڑی میرال کو اب حقیقی طور پر آنٹی بنایا تو وہ منہ کھولے اسے دیکھتی رہ گئیں۔جب کہ باقی سب فلک شگاف قہقہے لگاتے ہوئے محمد سبحان کو جاتا دیکھنے لگے تھے۔جو میرال کو صدمہ دیتا پورے اٹیٹیوڈ کے ساتھ رابیل کا ہاتھ تھامے اندر کی جانب بڑھ گیا تھا۔رابیل کا ہاتھ تھامنا اسکا واضح کر رہا تھا۔کہ وہ صرف ان عمر کی لڑکیوں کا ہی فین ہے۔۔اپنی ماں کی حالت پر رابیل تو پاگلوں کی طرح قہقہے لگاتے ہوئے جھک کر محمد سبحان کے گال چومتی چلی گئی تھی۔۔

جاؤاندر۔۔۔!!بیہ صدیقی چباتے ہوئے علیزے خان کو اندر جانے کا بول رہی تھیں۔ان سب کی بہت کوشش کے باوجود بھی سلطان جب کمرے

میں نہیں آئے تو وہ سب خود ہی علیزے کو ساتھ لیے سٹڈی روم کے باہر آ گئیں۔

اسی سٹڈی روم میں آج کل وہ اپنے دن رات گزار رہے تھے۔ یہاں تک کہ آج صبح کا ناشتہ بھی انہوں نے یہیں پر کیا تھا۔ اور صرف سلطان ہی نہیں بلکہ انکے سب ساتھی بھی یہیں تھے۔ جن کو ابھی انکی بیویاں بہانے سے باہر بلا کر یہاں سے لے کر گئی تھیں۔ جب کہ وہاج صدیقی تو اپنی بیوی کی ایک گھوری پر ہی شرافت سے نیچے جا چکے تھے۔۔۔

بیہ مجھے ڈر رہا ہے۔۔۔!! علیزے خان گھبراتے ہوئے پیچھے قدم لینے لگیں تو بیہ سٹڈی روم کا دروازہ ناک کرتے ہوئے تیزی سے انکو جکڑ گئیں۔

کھا نہیں جائیں گئے بھائی تمہیں۔۔۔!! چلو شاباش اندر اب۔۔۔انہیں اتنا ناراض کرنے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا نا۔۔۔! دوبارہ سے دروازہ ناک کرتے ہوئے بیہ انہیں اندر دھکا دیتے ہوئے جلدی سے دروازہ بند کر گئی تھیں۔۔دروازہ بند کرتے ہوئے انہیں اندر سے سلطان احمد خان کی "یس کم ان" کی بھاری آواز سنائی دی تھی۔۔

سلطان جو ایک ضروری فائل کی ریڈنگ میں مصروف تھے۔کہ اچانک چوڑیوں اور پازیب کی آواز پر چونکتے ہوئے چہرہ اٹھاتے ہی ٹھٹک گئے۔۔ دروازے کے بیچوں وبیچ علیزے خان انہیں سفید ساڑھی میں کھڑی خود میں جکڑتی چلی گئی تھیں۔۔

میں قربان۔۔۔!!علیزے خان کے پر نور حسن کو دیکھتے ہوئے وہ ہمیشہ کی طرح سٹل ہو چکے تھے۔ان کی بے خود نظروں پر علیزے بے اختیار گھبرا گئیں۔۔ مٹھیوں میں ساڑھی کو تھامتے ہوئے وہ ہمت کرتے ہوئے قدم اٹھانے لگی تو انہیں اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر سلطان بے ساختہ دل تھام گئے۔۔آج اتنے عرصے بعد اپنی خانم کو اس رنگ میں دیکھ کر انہیں اپنی ناراضگی بھلانے میں ایک پل لگا تھا۔۔فائل کب انکے ہاتھ سے چھوٹتے ہوئے نیچے گری تھی۔انہیں معلوم ہی نہیں تھا۔۔

چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے ہوئے وہ انکے سامنے آکر کھڑی ہوئیں تو انکے وجود سے اٹھتی اس دلفریب مہک کو محسوس کرتے ہوئے سلطان احمد خان نے بے اختیار سانس روک لیا۔۔جو وجود برسوں سے انکے عشق میں ڈوبا

ہوا تھا۔ کہ ایک بار پھر علیزے خان کو اپنے مقابل دیکھتے ہوئے ڈھے سے چکا تھا۔۔۔ جب کہ علیزے خان تو اپنے خان کا حال دیکھتے ہوئے بے یقین سی تھیں۔۔

بڑھی ہوئی شیو اور بکھرے سے حال میں وہ انکے بارعب "خان" تو نہیں تھے۔ جو اپنی ایک نظر سے علیزے خان کو سٹپٹانے پر مجبور کر دیتے تھے۔۔ وہ دم سادھے انکی نیلی آنکھوں میں جھانک رہی تھیں۔ جب سلطان خود سے ضبط کھوتے انکی کلائی جکڑتے ہوئے ایک جھٹکے میں قریب کرتے انہیں اپنی گود میں بٹھاتے ہوئے اہوش میں لا پٹخے۔۔۔

خان۔۔۔!!انکے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے علیزے نے بے اختیار اتنے دنوں بعد انہیں پکارا۔تو اتنے دنوں بعد اس میٹھی آواز سے اپنے لئے "خان" سنتے ہوئے سلطان خود سے ہر ضبط توڑتے چلے گئے۔۔۔

خان قربان اپنی خانم پر۔۔۔!!علیزے کے چہرے کو خود پر جھکاتے ہوئے وہ پل بھر میں انکے خوبصورت ہونٹوں کو قید کرتے ہر چیز بھلا گئے تھے۔۔ انکی بے تابی پر وہ بوکھلاتے ہوئے انکی شرٹ مٹھیوں میں جکڑنے لگیں تو سلطان بے خود ہوتے انکی سانسوں کو مزید تنگ کرنے لگے۔۔کافی دیر تک اپنی من مانی کرنے کے بعد وہ پیچھے ہٹے تو علیزے پھولی سانسوں میں بے اختیار انکے سینے پر سر ٹکاتے چلی گئیں۔۔۔

اپنی ایک جھلک سے آپ مجھے بے بس نہیں کر سکتی خانم۔۔۔!! سلطان انکے کندھے اور گردن کو چومتے ہوئے بھاری آواز میں بولے تھے۔۔

میں کر چکی ہوں۔۔۔!! مسکراتے ہوئے جواب میں فتح مندی سے بول کر تیزی سے وہ خود سے انکے گلے لگیں تو سلطان کو حیران کرتی چلی گئی تھیں۔۔

ائم سوری خان۔۔۔!! اس سے پہلے کہ نم آواز میں علیزے خان بولنا شروع کرتیں جب سلطان تیزی سے انکو ٹوکتے ہوئے خاموش کروا گئے۔۔

آپ میری زندگی ہیں خانم جیسے آپ چاہے مجھے جی سکتی ہیں۔۔۔! ان حالات میں، میں آپکو ایک پل کے لئے بھی اکیلا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ پر آپ جب پرامید نظروں سے میری طرف دیکھتی تھیں۔ تب میں ٹوٹ

جاتا تھا۔۔آپکی امید نہ ٹوٹے اس لئے میں آپکی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ تاکہ جلد از جلد ہمارے بیٹے کو تلاش کر سکوں۔۔اور اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔کہ آج ہمارا بیٹا ہمارے پاس ہے۔۔۔!!علیزے خان کے چہرے کو ہاتھوں میں بھرتے ہوئے وہ انکے ماتھے کو چومتے ہوئے وضاحت کرتے ہر بار کی طرح معتبر کر گئے تھے۔۔علیزے نم آنکھوں سے انکے ہاتھوں کو چومتے ہوئے دوبارہ گلے لگ گئی تھیں۔۔ہمیشہ کی طرح انہوں نے اپنے دل میں اس شخص کی محبت کا شکر ادا کیا تھا۔جس نے کبھی ایک پل کے لئے بھی انہیں ڈگمگانے نہیں دیا تھا۔۔۔

خان ہماری بہو۔۔۔؟؟اچانک سیلینہ کے یاد آنے پر علیزے انکے سینے سے سر اٹھاتے ہوئے پریشانی سے دیکھ گئی تھیں۔۔

آپکی بہو بالکل سیو ہے۔۔۔! آپکا شہزادہ سلیم کل جا کر اپنی بیوی کو لے آئے گا۔۔۔!! سلطان بے فکر کرتے ہوئے آخر پر علیزے خان کی گردن پر ہولے سے دانت گاڑتے ہوئے بولے تھے۔ جس کو سنتے ہوئے وہ خوشی سے ہکا بکا رہ گئی تھیں۔ لیکن پھر نروٹھے پن سے دیکھتے ہوئے تیزی سے پیچھے ہونے کی کوشش کرنے لگیں تو سلطان انہیں جکڑتے ہوئے پھر سینے سے لگا گئے۔۔۔

آپ اگر ناراض نہیں تھے تو کمرے میں کیوں نہیں آ رہے تھے۔۔۔؟؟ اپنے شوہر کی وضاحت یاد کرتے ہوئے وہ آنکھیں چھوٹی کرتے پوچھنے لگی تھیں۔۔

کمرے میں کیسے آتا۔۔؟ہر وقت تو وہ ردی والا ڈاکٹر یا آپکا بے ادب بڑے والا بیٹا آپ کے پاس موجود رہتا تھا۔۔! یاد آنے پر وہ دانت کچکچاتے ہوئے بتانے لگے تو وہ بے ساختہ قہقہ لگا اٹھیں۔۔

تو مطلب آپ مجھ سے سچ میں ناراض نہیں تھے۔۔۔؟علیزے خان ہنستے ہوئے پھر پوچھ گئی تھیں۔۔کیونکہ انہیں یقین نہیں آرہا تھا۔کہ سلطان احمد خان صرف اس وجہ سے اپنی خانم سے دور نہیں رہ سکتے تھے۔۔

تھوڑا تھوڑا سا تھا۔۔۔!علیزے خان کی نظروں کو خود پر ٹکے دیکھ کر آخر کار وہ حامی بھرتے بولے تو اس بار اپنا شک صحیح ثابت ہونے پر وہ بھرپور قہقہ لگاتے ہوئے سلطان کو مسکرانے پر مجبور کر گئیں۔۔سٹڈی روم کی چیئر پر سلطان احمد خان کی گود میں بیٹھیں آج عرصے بعد وہ پہلے والی علیزے

خان لگ رہی تھیں۔ وہ علیزے خان جن پر انکے شوہر اور بیٹے جان چھڑکتے تھے۔۔

اس کمینے کو یہ سب اتنا کیوں چوم رہی ہیں آج۔۔۔؟ ارسل خان نے کڑھتے ہوئے محمد سبحان کو خونخوار نظروں سے دیکھا تھا۔۔ جو سب لڑکیوں کے درمیان میں بیٹھا بڑی سی مسکراہٹ پیش کرتے ہوئے انکے خون جلا رہا تھا۔

پتہ نہیں لگتا ہے آج یہ سالا ڈیٹول سے نہا کر آیا ہے شاید۔۔۔! غازیان نے انتہائی ضبط سے کہا تھا۔ کیونکہ ماہ پارہ کو بھی اب سبحان پر پیار نچھاور کرتے دیکھ کر اسکا خون ابلنے لگا تھا۔۔۔

پاس بیٹھا ایشام مزے سے ڈرائی فروٹس کھاتے ہوئے انکی باتیں سنتے ہوئے ساتھ ساتھ دوسری طرف بھی بتا رہا تھا۔ چونکہ شہرام اور فاتح دوسری طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ اس لئے وہ انکی باتیں سننے سے قاصر تھے۔ پر ایشام صدیقی پوری ایمانداری کے ساتھ انکو باسم کاظمی کے ذریعے ڈیٹا ٹرانسفر کر رہا تھا۔۔۔

یار غازی کچھ کر مجھے زرا اپنے والی کو ملنا ہے۔۔۔!! ارسل نے ٹانگ ہلاتے ہوئے بے چینی سے کہتے ہوئے غازیان کی طرف دیکھا۔ جو فوراً جانچتی نظروں سے چہرہ موڑتے ہوئے اسکی طرف دیکھنے لگا تھا۔ ایمرجنسی ڈیوٹی اور پھر حالات کے پیش نظر ارسل خان کافی دنوں سے گھر نہیں جا پایا تھا۔ آج کے ڈنر کے لئے بھی وہ ڈیوٹی سے سیدھا یہیں پر آ گیا تھا۔

تھوڑی دیر پہلے ایشام کے کمرے میں فریش ہونے کے بعد وہ نیچے آکر سب سے ملنے کے بعد انکے پاس آکر بیٹھ چکا تھا۔اور حیرت انگیز طور پر رابیل نے اسے منہ لگانا تو دور دیکھا تک بھی نہیں تھا۔ جس پر ارسل خان نا سمجھی کا شکار ہوا تھا۔اور اب کب سے وہ اسکے سامنے بیٹھی محمد سبحان سے باتیں کرتے ہوئے بار بار اسکے گال چوم رہی تھی۔ جس پر ارسل خان کی برداشت ختم ہو رہی تھی۔۔

میرا مطلب ہے بیوی کو منہ لگانا ہے۔۔۔!! غازیان پاشا کی جانچتی نظروں پر ارسل خان نے نچلے لب کو چھوتے ہوئے اپنی ملاقات کا اصل مقصد بتایا تو

غازیان سمجھنے والے انداز میں سر ہلاتا چلا گیا۔۔

اس سلسلے میں تیری مدد صرف وہ دو کمینے ہی کر سکتے ہیں۔۔۔!! فاتح اور شہرام کی جانب اشارہ کرتے ہوئے غازیان نے کہا تو ارسل خان مشن سمجھتے ہوئے ایشام کو مخصوص اشارہ کر گیا۔۔ایشام نے تاسف سے اس بے صبرے پٹھان کو دیکھتے ہوئے پاس بیٹھے باسم کے کان میں سرگوشی کی تو باسم کاظمی ایک جھٹکے میں مڑتے ہوئے انکی طرف دیکھ گیا۔۔۔

سب کو اپنے اپنے سر ہلاتے دیکھ کر باسم کاظمی نے گھورتے ہوئے پاس بیٹھے فاتح کے کان میں سرگوشی کرتے پیغام پہنچا دیا تھا۔فلوقت باسم کاظمی کا دل کیا تھا۔کہ ان سب کمینوں سے اپنی ملاقات کا بدلہ لے۔پر بعد میں ٹالتے ہوئے وہ فلحال فاتح اور شہرام کو اشارہ کر چکا تھا۔۔۔

کیا کھچڑی پکا رہے ہو تم سب۔۔۔؟ کبیر خان نے آہستہ آواز میں پوچھتے ہوئے سب پر نظر ڈالی تھی۔۔

وہی کھچڑی بھائی جو ابھی آپ ہم سے کہہ رہے تھے۔۔۔! شہرام نے چمکتے لہجے میں ابھی کچھ سیکنڈز پہلے والی گفتگو کی طرف اشارہ کیا تو کبیر خان اور فارس ہمدانی صدمے سے انکو دیکھتے ہوئے آخر پر اچانک حیرت سے ہنستے ہوئے ایک دوسرے کو دیکھ گئے۔

چونکہ ابھی شام ہو رہی تھی۔اس لئے کبیر اور فارس فلوقت اپنے اپنے روم میں جا رہے تھے۔پر جانے سے پہلے وہ شہرام اور فاتح کو کہہ رہے تھے۔کہ انکے جاتے ہی انکی بیویاں انکے پاس پہنچ جانی چاہیے۔جس پر وہ تابعداری سے سر ہلاتے ہوئے بڑے بھائیوں کو بے فکر کر چکے تھے۔۔

سب کو کہنا کہ ایک ایک کر کے غائب ہوں۔۔۔!! فاتح کے کان میں ہدایت کرتے ہوئے فارس، کبیر کو اشارہ کرتے ہوئے کھڑا ہو گیا تھا۔۔

میں تیرے کمرے میں جا رہا ہوں۔۔۔!! ایشام سے کہتے ہوئے ارسل خان بھی بڑے بھائیوں کے پیچھے چل دیا تھا۔۔انکے جاتے ہی فاتح اور شہرام اب مشن کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔۔۔

تورابی کو اوپر بھیج میں زرا بھی لوگوں کو نبٹاتا ہوں۔۔۔!! فاتح سے کہتے ہوئے شہرام کھڑے ہوتے ناز اور بہار کی جانب بڑھا تو غازیان پاشا کی سرد نگاہیں ماہ پارہ پر ٹک گئیں۔جو سبحان کے ساتھ ابھی بھی چپکی ہوئی بیٹھی تھی۔۔ماہ پارہ کو سبحان کے ساتھ لاڈ کرتے دیکھ کر غازیان پاشا کی برداشت ختم ہوئی تو ایک دم سے غصے بھرے انداز میں وہ ماہ پارہ کو پکار اٹھا۔۔۔

ماہا۔۔۔!اچانک لاؤنج میں غازیان پاشا کی سرد آواز گونجی تھی۔جسے سنتے ہوئے سب تیزی سے اسکی طرف دیکھنے لگے تھے۔جب کہ ماہ پارہ فوراً سہم گئی تھی۔۔توفاتح نے بھی اپنے ذلیل بہنوئی کو گھوری سے نوازا تھا۔۔

کمرے میں آؤ۔۔۔!سب کے دیکھنے

ماہا۔۔۔!اچانک لاؤنج میں غازیان پاشا کی سرد آواز گونجی تھی۔جسے سنتے ہوئے سب تیزی سے اسکی طرف دیکھنے لگے تھے۔جب کہ ماہ پارہ فوراً سہم گئی تھی۔۔توفاتح نے بھی اپنے ذلیل بہنوئی کو گھوری سے نوازا تھا۔۔

کمرے میں آؤ۔۔۔!سب کے دیکھنے پر غازیان پاشا ٹھنڈے لہجے میں حکم سناتا کھڑا ہوا تو شہرام بے ساختہ مڑتے ہوئے اس کھسکے ہوئے بیرسٹر کو دیکھ گیا۔جو تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا جا رہا تھا۔۔۔

کچھ نہیں ہوا میرا بچہ۔۔۔!! اسکی شکل ہی ایسی ہے۔۔پریشان نہیں ہو تم۔۔۔! ماہ پارہ کو گھبراتے دیکھ کر شہرام اسے تسلی دیتے ہوئے بے فکر کرنے لگا تھا۔ جس پر ماہ پارہ مسکرانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے ہمت کرتے اٹھی تھی۔تاکہ کمرے میں جا سکے۔۔۔

وہاج صدیقی کے پورشن میں داخل ہوتے ہی رابیل تیزی سے سیڑھیاں چڑھنا شروع ہو گئی تھی۔ میڈ سے ایشام صدیقی کے کمرے کے بارے میں پوچھنے کے بعد وہ اوپر کی جانب بڑھ رہی تھی۔۔۔

آہ کتنا بڑا ہے یہ مینشن۔۔۔!! بلیک مینشن کی بڑی بڑی دیواروں کو دیکھتے ہوئے وہ بے اختیار سوچ گئی۔ مختلف راستوں سے گزرنے کے بعد لمبا فاصلہ ہے کرنے کے بعد یہاں پر پہنچی تھی۔

بھیا بھی نا۔۔۔! کوئی اپنا موبائل کیسے کمرے میں بھول سکتا ہے۔۔۔!!

ایشام صدیقی کے کمرے کے سامنے پہنچ کر رابیل افسوس سے بڑبڑاتے ہوئے خود سے بول رہی تھی۔ ہر وقت موبائل ہاتھ میں رکھنے والی رابیل کو یہ جان کر ہی حیرت ہوئی تھی۔ کہ ایشام صدیقی کمرے میں اپنا فون چھوڑ آیا ہے۔ اور اب وہ کمرے سے اپنے ایشام بھیا کا فون لینے کے لیے آئی تھی۔ اسی بہانے کے تحت فاتح نے اسے کمرے میں بھیجا تھا۔

دروازے پر کوڈ لگاتے ہوئے رابیل اپنے دھیان میں کمرے میں داخل ہوئی تو ارسل خان جو اسکے انتظار میں ہی بیٹھا ہوا تھا۔ کہ دروازہ کھلنے پر موبائل سے نظریں اٹھاتے ہوئے بے اختیار سامنے دیکھ گیا۔ جب کہ ایک

پل کے لئے رابیل بھی اسے کمرے میں پہلے سے بیٹھے دیکھ کر چونک سی گئی تھی۔ لیکن پھر خود کو کمپوز کرتے ہوئے وہ آگے بڑھی۔

اسکا سپاٹ چہرہ دیکھتے ہوئے ارسل خان بے اختیار آبرو اچکاتے ہوئے بیڈ سے اٹھتے ہوئے دروازے کی جانب بڑھا تھا۔ جوتا تو وہ کمرے میں آتے ہی اتار چکا تھا۔ جب کہ تھوڑی دیر پہلے جو شلوار قمیض پہن کر وہ نیچے گیا تھا۔ اسے بھی کمرے میں آتے ہی وہ بدل چکا تھا۔ اس وقت وہ آرام دہ ٹی شرٹ اور ٹراؤزر میں رابیل کے سامنے موجود تھا۔۔

ارسل خان کو باہر کی جانب جاتے دیکھ کر رابیل کے تاثرات ایک دم بگڑے تھے۔۔۔

کیا وہ اسے دیکھ کر کمرہ چھوڑ کر جا رہا تھا۔۔؟ منفی سوچتے ہوئے رابیل نے بے اختیار ہونٹ بھینچتے ہوئے جلدی سے موبائل ڈھونڈنے کی کوشش کی۔تاکہ جلدی سے یہاں سے جا سکے۔۔۔اسکے برعکس ارسل خان دروازے کو لاک کرتا واپس اسکی طرف پلٹا تھا۔۔۔

رابیل مکمل طور پر جھکتے ہوئے ٹیبل پر پڑی چیزوں میں سے ایشام صدیقی کا موبائل تلاش کر رہی تھی۔جب ارسل خان نے اسکی پشت پر کھڑے ہوتے اسکی کمر کو جکڑتے ہوئے ایک جھٹکے میں اسکا رخ موڑتے ہوئے سینے سے لگاتے ہوئے رابیل کو اچھلنے پر مجبور کر دیا۔

میرون کلر کے بے حد خوبصورت ڈریس میں لمبے سلکی بالوں کو کھولے وہ انتہائی حسین لگ رہی تھی۔جب کہ بازوؤں کے سلیوز ہاف تھے۔۔

منع کیا تھا نا میں نے ایسا لباس پہنے سے۔۔۔!! رابیل کی سلیوز کو آدھے سے زیادہ غائب دیکھ کر ارسل خان نے رعب سے بولتے ہوئے غصے سے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔ شرٹ کے سلیو نہ تو ہاف تھے اور نہ ہی سلیو لیس تھے۔ بلکہ آستین کی جگہ پر بس نام کا ہی کپڑا لگا ہوا تھا۔۔

تو میں کیا کروں۔۔! ہٹو پیچھے۔۔۔! ارسل کے اچانک اتنا قریب آنے پر وہ سنبھل کر پھڑ پھڑاتے ہوئے اسکی گرفت سے نکلنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔۔۔

غصہ کس بات پر آرہا ہے تمہیں۔۔۔؟ رابیل کے چہرے کو غصے سے چمکتے دیکھ کر ارسل خان نے اسے قابو کرتے ہوئے قریب کر لیا تھا۔۔ اور قریب کرتے ہی وہ سامنے کھڑی اپسرا کے آنکھوں کے کاجل اور ناک کو

دیکھتے ہوئے مبہوت ہونے لگا۔ایک پل لگا تھا اسکا غصہ اڑن چھو ہونے میں۔۔۔

میں گھر نہیں آرہا تھا۔اس لئے خفا ہو۔۔؟رابیل کی بل کھاتی کمر کو پوری شدت کے ساتھ اپنے وجود کے ساتھ مس کرتے ہوئے ارسل خان پیچھے کی جانب قدم اٹھاتے ہوئے اسے دیوار کے ساتھ پش کرتے چہرہ قریب کرتے ہوئے اسکی آنکھوں میں جھانکنے لگا تھا۔اس نزدیکی پر رابیل کی پلکیں بے اختیار لرز گئی تھیں۔۔

تم سے مطلب۔۔۔؟؟ تمہیں تو بس اپنے حق سے مطلب تھا۔جو تم مجھ سے لے چکے ہو۔۔۔!! بے تاثر لہجے میں جواب دیتے ہوئے وہ آخر پر

تمسخر بھرا مسکرائی تھی۔ جسے دیکھتے ہوئے ارسل خان ایک پل کے ٹھٹک کر رہ گیا۔۔

کیا مطلب ہے تمہاری اس بات کا خانم۔۔۔؟ حیرت و تعجب سے پوچھتے ہوئے ارسل خان نے اسکے چہرے کی طرف دیکھا۔ جو غیر معمولی ہو رہا تھا۔

وہی مطلب ہے جو تمہیں سمجھ میں آ رہا ہے۔۔! تمہیں اپنا حق چاہیئے تھا۔ جو کہ تم مجھ سے لے چکے ہو۔۔! ارسل خان کی کمزور پڑتی گرفت سے نکلتے ہوئے اپنے الفاظ دہراتے ہوئے وہ وہاں سے نکلنے لگی تھی۔ جب ارسل پھر تیزی سے اسکی کلائی جکڑتے ہوئے اسے بیڈ پر دھکا دیتے اگلے ہی پل اسکے اوپر اپنا سایہ کرتے جکڑ گیا۔۔۔

کیا مسئلہ ہے تمہیں کیوں بار بار میرے قریب آرہے ہو۔۔۔! رابیل نے اب کی بار غصے سے لال پیلا ہوتے اسکے نیچے سے نکلنے کی کوشش کی تھی۔ جب ارسل اس پر اپنا بوجھ منتقل کرتے ہوئے رابیل کی کوشش ناکام بتے چلا گیا۔۔ وہ اسکی کلائیوں کو قابو کرنے کے بعد اوپر پن کر چکا تھا۔۔۔

مجھے مسئلہ ہے یا تمہارے ساتھ کوئی بڑا مسئلہ ہو گیا ہے۔۔۔! کیا نیا خناس اب دماغ میں بھر کر بیٹھی ہوئی ہو۔ اور تم مجھے ہر بار قریب آنے سے روک نہیں سکتی۔۔ سمجھیں۔۔! اسے بار بار اپنا ہاتھ جھٹکتے دیکھ کر ارسل ناگواری سے کہتے ہوئے اسے غصے سے دیکھنے لگا تھا۔ جس پر رابیل ایک پل کے لئے سہمتے ہوئے فورا اپنی مزاحمت چھوڑ گئی تھی۔۔۔

بتاؤاب مجھے فرصت سے کہ تمہارے ساتھ کیا مسئلہ ہے۔۔! میں اتنی کوشش کر کے تمہیں نارمل کرتا ہوں کہ تم پھر تھوڑے دنوں بعد سائیکو پن پر اتر آتی ہو۔۔آخر تمہارے ساتھ پرابلم کیا ہے رابی۔۔۔؟؟رابیل کے مزاحمت ترک کرنے پر ارسل سخت لہجے میں استفسار کرتے ہوئے اسکی غزالی آنکھوں میں آنکھیں گاڑ چکا تھا۔جن میں اب ہلکی ہلکی نمی ابھرنے بھی لگی تھی۔اپنی پاگل بیوی کے اس طرح کے رویے پر اب وہ پریشان ہو چکا تھا۔کیونکہ وہ سیدھا سیدھا کچھ کہنے کی بجائے پہلے اسکا میٹر شارٹ کرتی تھی۔اور بعد میں مظلوم بھی خود بن جاتی تھی۔۔۔

مت بلاؤ مجھے رابی۔۔! نہیں ہوں میں تمہاری رابی۔۔۔!!ارسل خان کی زبان سے اپنے لئے پھر رابی سنتے ہوئے وہ چٹکتے ہوئے پھٹ پڑی تھی۔

ارسل کے ہاتھوں کو جھٹکتے ہوئے رابیل نے تکیے میں منہ چھپاتے ہوئے اچانک پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا تھا۔ جسے دیکھتے ہوئے ارسل اب ہکا بکا صحیح معنوں میں پریشان ہوا تھا۔۔

خانم۔۔۔!! رابیل کو یوں ہچکیوں سے روتے دیکھ کر وہ بے اختیار اسکے اوپر سے ہٹتے ہوئے سائیڈ پر لیٹتے ہوئے پیار سے پکار گیا۔ جس کا یہ اثر ہوا تھا۔ کہ رابیل اسکی پکار پر مزید اونچی آواز میں رونے لگی تھی۔ جسے دیکھتے ہوئے وہ بے اختیار ماتھا چھو گیا۔۔۔

خانم کیوں مجھے پریشان کر رہی ہو یار۔۔۔! بتاؤ کیا ہوا ہے۔۔؟ رابیل کے گلے سے اسکا دوبٹہ نکال کر پرے اچھالتے ہوئے ارسل نے جلدی سے اسکا

رخ اپنی طرف موڑتے ہوئے گلے لگانا چاہا تو کسی ضدی بچے کی طرح روتے ہوئے وہ اس سے دور ہونے لگی۔۔

نہیں ہاتھ لگاؤ مجھے۔ نہیں ہوں میں تمہاری رابی اور خانم۔۔۔ تمہیں صرف رات کے اندھیرے میں اپنی بیوی یاد آتی ہے یا اپنا حق وصول کرنا آتا ہے۔۔!! اسکے علاوہ میری کوئی اہمیت نہیں تمہاری زندگی میں۔۔۔!! ہچکولے کھاتے وجود کے ساتھ وہ چیختے ہوئے ارسل خان کو ششدر کرتی چلی گئی تھی۔ مقابل جہاں اسکے الفاظ پر بے یقین ہوا تھا۔ وہیں اسکا دماغ سائیں سائیں کرنے لگ گیا تھا۔۔

کیا کہنا چاہ رہی ہو تم۔۔؟ارسل نے بامشکل بولتے ہوئے ان الفاظ کا پس منظر جاننا چاہا تھا۔۔تاکہ کچھ بھی کہنے سے پہلے اسکے اتنے سخت الفاظ استعمال کرنے کی وجہ جان سکے۔۔۔

وہ ہی مطلب ہے جو تمہیں سمجھ آرہا ہے۔۔تم میرے قریب بس اپنی ضرورت پوری کرنے اور حق لینے کے لیے آئے تھے۔ورنہ تمہارے نزدیک میری کوئی دوسری اہمیت نہیں ہے۔۔۔!!رونا چھوڑ کر اب وہ غضب ناک لہجے میں اپنا غبار نکالتے ہوئے پھٹ پڑی تھی۔یہ وہی منفی غبار تھا۔جس نے رابیل کو ارسل خان سے بدگمان ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔۔

رات کے اندھیرے میں تم بس بھٹکتے ہوئے میرے قریب آجاتے ہو۔۔

ورنہ حقیقت یہ ہے کہ دن کی روشنی میں تم میری طرف دیکھنا بھی نہیں

چاہتے اس لئے ہر بار صبح ہوتے ہی مجھے اکیلا چھوڑ کر تم غائب ہو جاتے

ہو۔۔۔!!ارسل خان کو خاموش دیکھ کر وہ مزید اپنا زہر نکالنا شروع ہو گئی

تھی۔ارسل خان جو پہلے ہی بے یقینی کی سی کیفیت میں اسے دیکھ رہا تھا۔کہ

رابیل کے اب والے الفاظ سنتے ہوئے اسکا دماغ گھومتے گھومتے رہ گیا تھا۔۔

وہ جو اسکی عقل ٹھکانے لگانے کا سوچ ہی رہا تھا۔کہ اصل بات جانتے ہوئے

بے اختیار بھونچکا گیا۔۔۔کیونکہ بلی آخر کار تھیلے سے باہر آچکی تھی۔۔

بولو نا چپ کیوں ہو گئی بتاؤ اور کیا جانتی ہو میرے بارے میں۔۔۔؟رابیل

کو خاموشی سے آنسو بہاتے دیکھ کر ارسل کوئی جواب دیئے بنا اپنی ٹی شرٹ

اتارتے ہوئے اسے مزید بولنے پر اکسانے لگا۔۔جب کہ وہ اسے اپنی ٹی شرٹ اتارتے دیکھ کر بے ساختہ ٹھہرتے ہوئے حیران ہوئی تھی۔جو چہرہ تھوڑی دیر پہلے گلاب کی طرح کھل رہا تھا۔اب مسلسل آنسو بہانے کی وجہ سے مرجھایا سا محسوس ہونے لگا تھا۔جب کہ آنکھوں میں لگا کاجل بھی ارسل خان کو خود سے بدگمان اور خفا سا معلوم ہو رہا تھا۔۔

ٹی شرٹ اتار کر ارسل خان نے آگے بڑھتے ہوئے رابیل کی شرٹ میں لگی ذپ میں ہاتھ الجھایا تو رابیل بدک کر حیران کن ہوتے دور ہٹی۔۔

کیا کر رہے ہو تم۔۔؟؟ہاتھ کی پشت سے آنسو صاف کرتے ہوئے اس نے آنکھیں پھیلاتے ہوئے مقابل کے شرٹ لیس سینے پر نظریں دہراتے ہوئے تھوک نگلا تھا۔۔۔

دن کی روشنی میں تم سے اپنا حق وصول کرنے لگا ہوں۔تاکہ تمہیں ثبوت دے سکوں کہ میں صرف رات کے اندھیرے میں ہی نہیں بلکہ دن کی روشنی، شام رات صبح ہر پل تمہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔۔۔اور تمہاری روح میں اترتے ہوئے تمہارے اتنا قریب آنا چاہتا ہوں۔کہ میرا وجود تمہارے اس نازک بدن میں کہیں جذب ہو کر رہ جائے۔۔۔!رابیل کو ٹانگ سے پکڑ کر بیڈ پر لٹاتے ہوئے ارسل خان اس پر سایہ فگن ہوتے اسکے تھوڑی دیر پہلے والے الفاظ واپس لٹاتے ہوئے اسکی شرٹ کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتے کندھوں سے نیچے کھسکاتا چلا گیا تھا۔۔۔

ت۔۔ تم پاگل ہو گئے ہو کیا۔۔ یہ ایشام بھیا کا کمرہ ہے۔۔۔! اس کا سرد انداز دیکھتے ہوئے رابیل کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہونے لگی تھی۔۔ وہ ساکت پڑتے اسے ہوش دلانے لگی۔۔۔

ڈونٹ وری تمہارے ایشام بھیا کو سب پتہ ہے۔۔۔! ارسل لاپرواہی سے کہتے ہوئے اسکی کلائیوں کو جکڑتے ہوئے تیزی سے ہونٹوں پر جھکتے ہوئے رابیل کو فریز کرتا چلا گیا۔ اسکے الفاظ پر لال بھبھوکا ہوتے رابیل کی غزالی آنکھیں پھیلیں تو ارسل خان بے ساختہ ان خوبصورت آنکھوں میں ڈوبتے ہوئے اسکی زبان کو ہونٹوں میں جکڑتے ہوئے سک کرنے لگا۔ پوری شدت کے ساتھ اسکی بل کھاتی کمر میں بازو حائل کرتے ہوئے وہ سینے سے لگاتے ہوئے دیوانہ وار اسکی سانسوں کو پینا شروع ہو چکا تھا۔۔ وہ چاہتا تو

وضاحت کرتے ہوئے اسکی غلط فہمی دور کر سکتا تھا۔ پر ارسل خان کو سمجھ آ چکی تھی۔ کہ فلوقت اسکی عقل سے پیدل بیوی کو عملی ثبوت کی ضرورت ہے۔۔اس لئے وہ بنا سوچے سمجھے اسکے بدن کو اپنے لمس پر تڑپانا شروع ہو چکا تھا۔۔

رابیل کے ہونٹوں کو وا کرتے ہوئے ارسل خان نے جنونی بنتے اسکے نچلے ہونٹ کو سک کرتے ہوئے بے اختیار اوپر اٹھا تو رابیل لمبا سانس لیتے ہوئے تکیے پر ڈھے سی گئی۔۔اسکے نازک وجود کو بازوؤں میں اٹھاتے ہوئے وہ تیزی سے بیڈ سے نیچے اترا تھا۔ رابیل نے سٹپٹاتے ہوئے اسکے بازوؤں میں مچلنا شروع کر دیا تھا۔۔

کہاں لے کر جا رہے ہو مجھے۔۔۔؟؟اس نے سہمتے ہوئے ارسل خان کے چہرے کی طرف دیکھا تھا۔ جہاں کے تاثرات دیکھتے ہوئے اسکا نازک وجود کانپ اٹھا تھا۔۔

باتھ روم میں لے کر جا رہا ہوں۔۔تاکہ ٹھنڈے پانی کے نیچے تمہارے اس چھوٹے سے دماغ کے سارے گندے جراثیموں کو اچھے سے دھو سکوں۔۔۔! سکون سے جواب دیتے ہوئے وہ باتھ روم میں داخل ہو کر اسے روف شاور کے نیچے کھڑا کر گیا۔۔

تم۔۔۔تم پاگل ہو گئے ہو کیا خان۔۔۔میرا ڈریس خراب ہو جائے گا۔۔۔!!اسے اپنی شرٹ کے ساتھ الجھتے دیکھ کر رابیل نے پوری کوشش

کرتے ہوئے وہاں سے باہر نکلنا چاہا تھا۔ جب ارسل خان کی دھاڑ پر اسکے قدم بے اختیار زمین پر جکڑتے چلے گئے تھے۔۔۔

اب اگر تم نے میرے کام میں رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کی تو قسم ہے خانم اس انداز میں تمہارے وجود میں اتروں گا۔ کہ تم پناہ مانگتی رہ جاؤں گی۔۔۔!! اونچے لہجے میں اسے وارننگ دیتے ہوئے وہ رابیل کو خوف زدہ کرتے ہوئے ٹھہرنے پر مجبور کر گیا تھا۔۔ رابیل لرزتے ہوئے اپنی جگہ پر فریز ہوئی تو ارسل خان نے اگلے ہی پل ہاتھ بڑھاتے ہوئے شاور کھول دیا۔۔ ایک دم سے پانی کی بوچھاڑ نے رابیل کو اپنی لپیٹ میں لیا تو وہ گھبراتے ہوئے تیزی سے مقابل کے سینے میں چھپتی چلی گئی۔۔۔

شش۔۔۔پانی ہے بس۔۔۔!!اسے کانپتے دیکھ کرارسل خان نے بوجھل لہجے میں اسے سینے میں بھینچتے ہوئے آہستہ آہستہ اسکے کندھوں سے شرٹ نیچے کرتے ہوئے الگ کی تو شرٹ اگلے ہی پل زمین بوس ہو کر رابیل کے وجود کو واضح کرتی چلی گئی۔۔جس کو دیکھتے ہوئے وہ فتح مندی سے مسکراتے ہوئے اسکی کمر کے خم کو چھوتے ہوئے بے خود ہونے لگا تھا۔۔۔

جب کہ رابیل جلتے ہوئے بدن کے ساتھ آنکھوں کو میچے بس چہرہ چھپائے کھڑی تھی۔۔

وہ گندمی رنگت کی ضرور تھی۔۔پر اسکی بدن کے curves ہر بار ارسل خان کو مبہوت کر دیتے تھے۔۔جیسے ابھی ایک پل میں وہ ہوش

بھلاتے ہوئے اسکے جسم کو قطرہ قطرہ کرتے خود میں جذب کر رہا تھا۔

رابیل کا چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے ارسل خان اسکے خوبصورت لبوں کو اپنے ہونٹوں میں قید کرتے اسکی دھڑکنوں پر موجود پردے کو الگ کرتے ہوئے ہر بوجھ سے آزاد کرتا چکا تھا۔

اس قدر تیز روشنی میں رابیل اسکی بے باکیوں پر مرنے والی ہوئی تو آنکھیں میچتے ہوئے وہ بے جان سی ہونے لگی۔ جس پر ارسل خان اگلے ہی پل اسکے وجود کو اوپر گود میں اٹھاتے ہوئے وینٹی پر بٹھاتے ہوئے سارے ہوش بھلانے لگا۔۔ سانسوں کے اس گہرے شور میں وہ اپنے درمیان موجود ہر پردے کو چاک کرتا رابیل کی روح فنا کر رہا تھا۔۔ سانس رکنے پر رابیل نے

ہونٹوں کو آزاد کرواتے ہوئے سر پیچھے گرایا تو ارسل خان اگلے ہی پل اسکی دھڑکنوں پر جھکتے ہوئے اسے مچلنے پر مجبور کر گیا۔۔۔

اہ۔۔خان۔۔روشنی۔۔۔!!اسکے دانتوں کے لمس پر سسکتے ہوئے وہ تڑپتے ہوئے اسکے پکار اٹھی تھی۔۔

یہ روشنی اب ہر بار ہوا کرے گی خانم۔۔کیونکہ تمہارا یہ ہی شکوہ تھا۔۔!! بھاری لہجے میں جواب دیتے ہوئے وہ دیوانہ وار اسکی دھڑکنوں کو چومتے ہوئے تھائیز کو ہاتھوں میں بھرتے ہوئے دانت گاڑ رہا تھا۔۔۔

پلیز خان۔۔۔!!رابیل نے بے اختیار دہائی دی تھی۔۔

کیا کروں بتاؤ۔۔۔؟؟تمہارا شکوہ دور نہیں کروں کیا۔۔۔؟اسکی دھڑکنوں سے چہرہ اٹھاتے ہوئے وہ رابیل کے مقابل ہوتے بولا تو وہ بے ساختہ خفگی

سے اسے دیکھنے لگی۔۔اسکے یوں دیکھنے پر ارسل خان کا دل بے قابو ہوتے زوروں سے دھڑک اٹھا تھا۔وہ آگے بڑھتے ہوئے اسکی کیوٹ سی ناک کو چومتے ہوئے ہمیشہ کی طرح شدت پسند ہونے لگا۔تو رابیل اسے اپنی ناک کا دشمن بنتے دیکھ کر بے بس ہوتے پھڑ پھڑا گئی۔۔۔

ارسل خان نے اسکی ناک پر دانت گاڑتے ہوئے رابیل کی تھائیز میں فاصلہ بناتے ہوئے اسکی ٹانگوں کو کمر پر لاک کیا تو وہ سٹپٹا کر اس سے دور ہونے کی کوشش کرنے لگی۔۔۔

مت کرو یہ زور آزمائی خانم۔۔۔!تمہارے اتنے شکوے کرنے کے بعد اب چھپنا فضول ہے۔۔۔!بھاری آواز میں کہتے ہوئے ارسل خان بے باکی

سے اسکے وجود کو اپنے ساتھ مس کرنے لگا تو رابیل خشک پڑتے ہونٹوں سے اچانک بول پڑی۔۔۔

میں نے کوئی شکوے نہیں کیے۔۔۔ تمہیں بس بے شرمی کا بہانہ چاہیئے تھا۔۔۔!! اسکے مسلسل الزام لگانے پر رابیل نے چباتے ہوئے کہا تھا۔

جب ارسل خان اسکی تھائیز میں بے حد فاصلہ کرتے ہوئے اگلے ہی پل پوری شدت کے ساتھ اسکے روح میں اترتے ہوئے رابیل کو ساکت و جامد کرتا چلا گیا۔۔ مقابل کے اس قدر ظالم انداز پر وہ تڑپتے ہوئے چیخی تھی۔۔

بے شرمی نہیں مجھے تمہارے قریب آنے کا بہانہ چاہیے تھا جانم۔۔۔! اتنا قریب کہ یہ پٹھان تمہارے بدن کے ہر پہلو کو خود میں بھینچتے ہوئے

تمہیں اس طرح اپنے عکس میں شامل کرلے کہ تم آئندہ کبھی میرے بارے میں بدگمان نہ ہو سکو۔۔۔! اپنی شدتوں کا آغاز کرتے ہوئے وہ سچ میں ظالم بنتا رابیل کی ہر دہائی کو نظر انداز کرتا جا رہا تھا۔۔۔

خان۔۔۔ نہیں۔۔۔۔ مجھے ایسے ہرٹ ہو رہا ہے۔۔۔! رابیل نے تڑپتے ہوئے التجا کی تھی۔

مجھے بھی تھوڑی دیر پہلے ایسے ہی ہرٹ ہو رہا تھا خانم۔۔ میں نے برداشت کیا تو اب تم بھی کرو۔۔۔! ویسے بھی تمہارے شکوے اور شکایات دور کرنے کے لئے مجھے یہ ارادے بنانے پڑے ہیں۔۔۔! ورنہ میرا ایسا کوئی موڈ نہیں تھا۔۔۔! پھولی سانسوں میں جنونی بنتا وہ اسکے بدن کو چھوتے ہوئے جگہ جگہ اپنی شدتوں کے نشان بنانے لگا تھا۔ جب کہ رابیل بے بس

ہوتی کانپتے ہوئے تڑپ رہی تھی۔ آج سیج میں وہ اسے اپنے پٹھان ہونے کا ثبوت دے رہا تھا۔

خان پلیز سب نیچے ویٹ کر رہے ہونگے۔۔۔!! ارسل خان کے کندھوں کو تھامتے ہوئے رابیل نے مزید ایک بار پھر اسے ہوش دلانے کی کوشش کی تھی۔۔ جب وہ اسکی دھڑکنوں کو سک کرتے ہوئے اچانک اوپر اٹھتے اسکے لبوں کے قریب ہوتا اسے اٹھاتے ہوئے دوبارہ شاور تلے آ کھڑا ہوا تھا۔۔

کرنے دو۔۔ آج تم ڈنر تک یہیں میرے پاس قید رہوں گی۔۔۔! لاپرواہی سے کہتے ہوئے اسکا رخ موڑتے ہوئے وہ گردن پر جھکتے ہوئے بولا تو رابیل گھبراتے ہوئے دور جانے لگی۔ جب وہ تیزی سے اسکی کمر کو جکڑتے ہوئے

اسکی پشت سینے سے لگاتے چہرہ موڑتے ہوئے لبوں کو قید کرتے اسکے بدن پر بے باکی سے ہاتھ پھیرنے لگا تھا۔۔ہر چیز کا ہوش بھلائے ارسل خان ہر گزرتے لمحے میں پاگل پن پر اتر رہا تھا۔جو کہ یقیناً اسکی بیوی کے کچھ دیر پہلے بولے جانے والے الفاظ کا ہی نتیجہ تھا۔

رابیل مچلتے ہوئے اسکی آغوش میں بے جان ہونے لگی۔تو اگلے ہی پل اسکے لمس میں بے خود ہوتے وہ رخ موڑتے ہوئے ایڑھیاں اٹھاتے ہوئے خود اسکے ہونٹوں کو ہونٹ رکھتی ارسل خان کو بے قابو کرتی چلی گئی۔اپنی بیوی کی پیش قدمی پر ہر بار کی طرح ضبط کھوتے ہوئے وہ اسکی دائیں ٹانگ کو اٹھاتے ہوئے اسکی روح میں سرائیت کرتے رابیل کی سانسوں کو خود میں

کھل کر محسوس کرنے لگا تھا۔ جب کہ رابیل بھی اب بہکتے ہوئے اپنا آپ اسکے حوالے کرتی سکون میں ڈوبتی چلی گئی تھی۔۔۔

بیر۔۔۔!! کبیر خان کو پکارتے ہوئے بہار فکر مندی سے دروازہ کھولتے ہوئے اندر داخل ہوئی تھی۔ کبیر خان جو اسکے انتظار میں اندھیرا کیے بیڈ پر لیٹا ہوا تھا۔ کہ بہار کی میٹھی پکار پر بند آنکھوں سے ہی مسکرا گیا۔۔ جب کہ بہار کمرے میں چھائے اندھیرے کو دیکھ کر چونک گئی تھی۔

فاتح اور شہرام کی واپسی کی خوشی میں چونکہ یہ ڈنر رکھا گیا تھا۔ اور اسی خوشی میں انہیں گھر بھی جلدی ہی بلوالیا گیا تھا۔ تاکہ اتنے عرصے بعد سب کو ایک ساتھ وقت گزارنے کا موقع مل پاتا۔ پر جیسے کہ ابھی شام ہونے میں

بھی وقت تھا۔ تو ڈنر تو اسکے بعد کہیں جا کر ہونے والا تھا۔ ایسے میں سب بڑے اپنی محفل سجا کر بیٹھ چکے تھے۔ جس پر بوریت کا شکار ہوتے وہ سب بہانے سے کمروں میں آتے بیویوں کو بھی اپنے پاس بلا چکے تھے۔۔۔

بیر۔۔۔! آپکے سر میں درد ہے کیا۔۔۔؟ اندھیرے میں پورے دھیان کے ساتھ بیڈ پر بیٹھتے ہوئے بہار نے انتہائی پریشانی کے ساتھ کبیر خان کو مخاطب کیا۔ اپنی معصوم بلی کی میٹھی آواز سنتے ہوئے وہ مسکرا دیا تھا۔ اسے سمجھ آ چکی تھی۔ کہ ان دو نمونوں نے کہا بہانہ بنا کر اسکی بیوی کو کمرے میں بھیجا ہے۔۔۔

بیر۔۔۔!! اسکے جواب نہ دینے پر بہار نے پھر اسکا بازو ہلاتے ہوئے پکارا تھا۔۔ وہ یہ ہی سمجھ رہی تھی۔ کہ شاید سر درد کی وجہ سے وہ سو رہا ہے۔۔ پر

بہار اسے میڈیسن کھلانا چاہتی تھی۔اس لئے اسے پکارتے ہوئے جگانے کی کر رہی تھی۔۔۔

جی سرکار۔۔۔!! کبیر خان نے اب کی بار پیار بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے اپنی آنکھوں پر رکھا بازو ہٹایا تو بہار لیمپ کی روشنی میں بے اختیار اسکی نیلی آنکھیں دیکھتی چلی گئی۔جب کہ وہ مسکراتے ہوئے اگلے ہی پل اسے کھینچتے ہوئے اپنے پاس لٹا گیا تھا۔۔۔

شہرام بھیا کہہ رہے تھے۔کہ آپکے سر میں درد ہے۔اس لئے آپ کمرے میں چلے گئے ہیں۔۔۔! بہار سنبھل کر اسکی طرف دیکھتے ہوئے فکر مندی سے بتانے لگی تھی۔۔اسے اپنی اتنی فکر کرتے دیکھ کر کبیر خان کا دل مچلنے لگا تھا۔۔۔

تمہیں میری فکر ہو رہی ہے۔۔۔؟اسکی نازک کمر میں بازو حائل کرتے ہوئے بہار کو اپنے اوپر لٹاتے ہوئے وہ پوچھ گیا۔۔۔

ہاں نہ۔۔!!بتائیں نا کہ درد زیادہ ہے یا کم۔۔۔؟؟بہار تیزی سے سر ہلاتے ہوئے جواب میں بولی تھی۔۔

زیادہ ہوا تو کیا کروں گی بیر کی جان۔۔۔؟اسکے حامی بھرنے پر کبیر خان کو جی بھر کر اپنی معصوم بیوی پر پیار آیا تھا۔۔اسکی پریگننسی کو پانچ مہینے ہو رہے تھے۔پر نازک وجود ہونے کے باعث بہار پریگننٹ معلوم نہیں ہوتی تھی۔اسکے برعکس گل ناز پہلے سے کافی ہیلتھی ہو چکی تھی۔۔۔

آپکو میڈیسن دوں گی اور آپکا سر دباؤ گی۔۔۔!کبیر کے سوال پر بہار نے فٹ سے جواب دیا۔جسے سنتے ہوئے وہ بے ساختہ ہنس پڑا۔۔۔

اور اگر میں کہوں کہ مجھے میڈیسن کی نہیں بلکہ اپنی بہارے کی ضرورت ہے تو پھر۔۔۔؟لیمپ کی روشنی میں اسکے چہرے کو چمکتے دیکھ کر وہ بے اختیار ہوتا اسکے ماتھے کو چومتے ہوئے گال پر لب رکھ گیا تھا۔۔بلو کلر کی کھلی سی انارکلی فراک میں اسکے چوڑے وجود پر لیٹی کبیر خان کے چھونے پر وہ گلابی ہونے لگی تو وہ دیوانہ وار اسے دیکھتے ہوئے ہولے سے بہار کے لبوں کو چوم گیا۔۔اس حالت میں وہ بہت احتیاط سے اسے چھوتا تھا۔اور کبیر خان کی اسکی نرمی پر گل بہار پگھلتے ہوئے اپنا آپ اسکے حوالے کرتی سکون سے مسکراتی رہتی تھی۔۔۔

کیا مطلب بیر۔۔؟سب نیچے ہیں۔۔۔! کبیر خان کو بنا موقع پھسلتے دیکھ کر بہار نے لرزتی پلکوں میں اسے روکنے کی سعی کی۔وہ روہانسے تاثرات میں اپنے شوہر کو دیکھنے لگی تھی۔جو اس وقت اسکی جان لبوں پر لانا چاہ رہا تھا۔۔

سب کو بھلا کر صرف مجھے سوچو میری جان۔۔۔!اور بتاؤ۔۔۔کیونکہ جب تک تم حامی نہیں بھروں گی تب تک میں تمہارے قریب نہیں آؤں گا۔۔ کیونکہ میں اپنی بہارے کو ہرٹ نہیں کرنا چاہتا۔۔۔!! بہار کے چہرے کو ہاتھوں میں بھرتے ہوئے کبیر خان نے اسکا دھیان اپنی طرف کرواتے ہوئے بے فکر کرنا چاہا تھا۔۔جس پر بہار کا سانس ایک دم سے بھاری ہونے لگا تھا۔۔۔

بہارے ریلیکس میری جان۔۔۔! اگر تم پر سکون نہیں ہو تو میں کچھ نہیں کروں گا۔۔۔! شش ریلیکس ہو جاؤں۔۔۔! بہار کے وجود کو پوری احتیاط کے ساتھ سائیڈ پر لٹاتے ہوئے وہ پیار سے کہنے لگا تھا۔ کیونکہ پریگنینسی میں اسکی بیوی پہلے سے بھی زیادہ چھوئی موئی بن چکی تھی۔۔

بیر سب نیچے اگر ہمیں ڈھونڈنے لگے تو۔۔۔!! کبیر خان کے سینے میں چھپتے ہوئے وہ اگلے ہی پل ڈھکے چھپے انداز میں ہولے سے اجازت دیتی اسے حیرت میں ڈال گئی تھی۔۔

کوئی بھی نہیں ڈھونڈے گا میری جان۔۔ ویسے بھی ابھی بہت وقت ہے۔۔ اور ڈنر کے وقت ہم نیچے چلے جائیں گئے۔۔۔! کبیر خان بوجھل لہجے میں بولتے ہوئے اسکا چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے نرمی سے لبوں کو قید کر گیا

تھا۔۔انتہائی پیار سے اسکے ہونٹوں کو چومتے ہوئے کبیر خان نے آہستہ آہستہ اسکے وجود کو فراک کی قید سے آزاد کیا تو گل بہار لال انگارہ ہوتے اسکے سینے میں چہرہ چھپاتے ہوئے اسکے گرد بانہیں پھیلا گئی۔۔۔

بہار کی گردن میں چہرہ چھپاتے ہوئے کبیر نے بے ساختہ اسکی خوشبو کو اپنے اندر اتارتے ہوئے نرمی سے ہونٹ رکھے تو وہ بے قراری میں خود اسکے قریب ہونے لگی۔۔اسکے قریب آنے پر وہ زو معنی انداز میں مسکراتے ہوئے اسکے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے دوبارہ سے اسکے لبوں کو اپنے ہونٹوں میں الجھاتے ہوئے بہار کے بدن پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔

کبیر خان یوں ہی اٹھتے ہوئے بہار پر سایہ فگن ہوا تو بہار میچی آنکھوں سے اسکے سینے پر ہاتھ رکھ گئی۔کبیر خان کے وجود کو شرٹ لیس محسوس کرتے

ہوئے بہار کا نازک ہاتھ کپکپانے لگا تو کبیر خان پیار سے اسکے نچلے ہونٹ کو سک کرتے ہوئے اسکی تھائیز کو ہاتھوں میں بھرتے ہوئے محسوس کرنے لگا۔۔اسکے جواں جذبات میں اس وقت آگ بھڑک رہی تھی۔پر وہ بے حد صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے چھو رہا تھا۔

بہار کے ہونٹوں کو آزادی بخشتے ہوئے کبیر خان کے ہونٹ اسکی گردن سے پھسلتے ہوئے دھڑکنوں کی طرف بڑھنے لگے تو بہار لمبے لمبے سانس لیتی اسکے بالوں میں ہاتھ الجھا گئی۔کبیر نے اپنی شیوا اسکے سینے پر رب کی تو بہار کو بے اختیار گدگدی سی محسوس ہونے لگی تھی۔۔جس کے باعث وہ ہولے سے کھلکھلاتے ہوئے اسے پکار گئی۔۔۔

بیر نہیں کریں پلیز۔۔۔! بہار کی کھنکھار سنتے ہوئے کبیر خان نے حیرت سے سر اٹھاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

اچھا لگ رہا ہے کیا۔۔۔؟ وہ خوشگواری سے پوچھتے ہوئے بہار کے من موہنے چہرے کی طرف دیکھ گیا تھا۔ جو اس وقت کبیر خان کو دنیا میں سب سے حسین ترین لگا تھا۔ بہار نے شرماتے ہوئے ہولے سے سر ہلایا تو کبیر مسکراتے ہوئے اسکی ٹھوڑی کو چوم کر دوبارہ دھڑکنوں پر جھکتے ہوئے انہیں اپنے لمس سے مہکانے لگا۔۔

اسکی دھڑکنوں پر ہونٹ رکھتے ہوئے کبیر خان آہستہ سے بہار کی ٹانگوں پر ہاتھ پھیرنے لگا تو بہار ایک دم سے تڑپ سی گئی۔ بے چینی اسکے پورے وجود کو اپنی لپیٹ میں لینے لگی تو کبیر کی گردن میں بانہوں کا ہار پہناتے

ہوئے وہ اسکے خود سے قریب ہونے لگی تھی۔ جس پر کبیر خان فدا ہوتے اسکے آدھ کھلے لبوں پر ہونٹ رکھتے ہوئے مکمل طور پر اٹھتے ہوئے اسکے وجود پر اپنا سایہ کرتا چلا گیا تھا۔ بہار پر اپنا بوجھ منتقل کیے بنا کبیر خان نے نرمی سے اسکی ٹانگوں کو حرکت دیتے ہوئے اپنے وجود کو اسکے ساتھ ہولے سے مس کیا تو بہار نے کپکپاتے ہوئے اسکے سینے پر چہرہ رکھتے ہوئے آنکھیں میچ لیں۔۔۔ دونوں کا دل اس وقت زوروں سے دھڑکتا لپک لپک کر قربت مانگ رہا تھا۔ جس پر عمل کرتے ہوئے کبیر خان اگلے ہی پل پوری نرمی کے ساتھ اسکے وجود میں اترتے ہوئے اپنے ساتھ ساتھ بہار کو بھی سکون میں ڈوباتا چلا گیا تھا۔

بیر۔۔۔ بہار نے سسکتے ہوئے اسکا نام لیا تھا۔۔۔

بیر قربان میری جان۔۔۔ یہیں ہوں تمہارے قریب۔۔۔!! اسکی پکار پر قربان ہوتے وہ اسکے وجود کو بازوؤں میں اٹھاتے ہوئے سینے سے لگانے لگا۔ جس پر بہار بھی بے چین ہوتے شدت سے اس میں سمانے کی کوشش کرنے لگی تھی۔۔۔

گہرا سانس لو۔۔!! بہار کے ہونٹوں کو خشک پڑتے دیکھ کر کبیر نے پیار سے کہتے ہوئے اسکے لبوں کو اپنے ہونٹوں سے نم کرتے ہوئے خود کو آہستہ سے حرکت دینا شروع کی۔ تو بہار کے ہونٹوں سے بے اختیار سسکی برآمد ہوئی تھی۔۔ جسے سنتے ہوئے کبیر خان مزید بے قراری سے اسکے وجود میں سمانے لگا تھا۔۔ اس قدر فسوں خیز قربت میں سکون محسوس کرتے ہوئے گل بہار کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلنے لگے تو وہ بند آنکھوں سے ہی کبیر

خان کے گلے میں بازوؤں کا ہار پہناتے ہوئے اسکے ہونٹوں کو چومنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔۔

کبیر خان جو اسکے نچلے ہونٹ پر پیار سے دانت گاڑتے ہوئے اپنی شدتیں لٹا رہا تھا۔ کہ اپنی بیوی کی اس کرم نوازی پر ساکت ہوتا ٹھہر گیا۔۔ بالکل فریز ہوتے وہ اپنے ہونٹوں کی حرکت روک چکا تھا۔ جب بہار بے خودی میں اسکے ہونٹوں کو سک کرنے کی کوشش کرتے شدت سے دانت گاڑنے لگی تھی۔ اسکی معصوم کوششوں پر کبیر خان دل میں قہقہہ دباتے ہوئے اسکے وجود میں زرا شدت سے اترا تو بہار تڑپتے ہوئے اپنے ہونٹ چھڑواتے ہوئے سر پیچھے گرا گئی۔۔

بہارے۔۔۔! اسے اپنے ساتھ بہکتے دیکھ کر کبیر خان نے اسکی دھڑکنوں کو ہاتھ میں محسوس کرتے ہوئے پکارا تھا۔ جب وہ اپنے کالے نین کھولتے ہوئے اسکی طرف دیکھنے لگی تھی۔۔

دور ہو جاؤں۔۔۔؟ اسکے کالے نینوں میں ڈوبتے ہوئے کبیر نے بے ساختہ اسے سوال کیا۔ شاید وہ اسکی طلب جاننا چاہ رہا تھا۔۔

نہیں بیر۔۔۔ میرے پاس رہیں۔۔۔ اسکے دور جانے کا سن کر بہار تڑپتے ہوئے اسے تھام کر قریب ہوئی تو وہ حیرت سے اپنی بیوی کو دیکھ گیا۔ شاید اس پر پریگننینسی کا اثر ہو گیا تھا۔۔ ورنہ وہ کبیر خان کی قربت سے ہمیشہ بچنے کی کوشش کرتی آئی تھی۔

کیا کروں پاس آ کر۔۔۔؟اپنی حرکت روکتے ہوئے وہ تکیے پر بازو ٹکاتے ہوئے اسکے چہرے کو فوکس میں لے گیا تھا۔ جہاں مٹامٹا سا میک آپ نظر آ رہا تھا۔ جب کہ لپ اسٹک ہونٹوں کے کناروں پر پھیل گئی تھی۔ایک کان میں جھمکا نظر آ رہا تھا۔ جب کہ دوسرا بیڈ پر کہیں گر گیا تھا۔ کالے گھنگریالے بال پورے تکیے پر پھیلے ہوئے تھے۔ کبیر خان کو وہ سرتاپیر اپنی قربت میں ڈوبی نظر آ رہی تھی۔۔

مجھے پیار کریں۔۔! مدہوشی بھری آواز میں معصوم سی فرمائش کرتے ہوئے اوپر اٹھتے ہوئے کبیر کے ہونٹوں پر لب رکھتے ہوئے بہار نے سکون سے پھر آنکھیں بند کر لیں تھیں۔اور اپنی اس ادا سے وہ ایک پل میں مقابل کا دل چرا گئی تھی۔۔

سوچ لو پھر میں کل صبح تک آزاد نہیں کروں گا۔۔! تیز دھڑکنوں میں کبیر خان نے اپنے ہونٹ آزاد کرواتے ہوئے باور کروایا چاہا تھا۔۔ جس کو سنتے ہوئے وہ پھر لاپرواہی سے تیزی سے سر ہلانے لگی تھی۔۔ گل بہار کا اس وقت یہ عالم تھا۔ جیسے وہ کسی گہرے نشے میں ڈوب چکی ہو۔۔۔ اسکے حامی بھرتے ہی کبیر خان اسکی تھائیز کو ہاتھوں میں جکڑ کر اسکی روح میں پوری جنونیت کے ساتھ سرائیت کرتے ہوئے گل بہار کو سیج میں اپنے دیو ہیکل وجود میں قید کرنے لگا۔۔ اسکی دھڑکنوں کی نرماہٹ کو اپنے سینے پر محسوس کرتے ہوئے کبیر خان پوری جی جان کے ساتھ اپنی بیوی کو پیار کرتے ہوئے اسکی فرمائش پوری کرنے میں لگ گیا تھا۔ جو کہ آج اس نے پہلی بار خود سے پیار کرنے کا کہہ کر کبیر خان کا دل چرا لیا تھا۔۔۔

سب آہستہ آہستہ چلے گئے تھے۔ صرف ایشام صدیقی اکیلا وہاں پر بیٹھارہ گیا تھا۔ کیونکہ اسکی منکوحہ یہاں پر موجود نہیں تھی۔اور کچھ اس وقت اسکے کمرے میں ارسل خان موجود تھا۔۔۔فاتح کے کمرے میں جانے کا سوچتے ہوئے وہ ابھی اٹھا ہی تھا۔جب سنان مصطفیٰ کی نظر اچانک اسکی طرف اٹھ گئی۔

کہاں جارہے ہو تم۔۔۔؟اور یہ باقی سب کہاں گئے ہیں۔۔؟

صرف ایشام کو وہاں پر اکیلے کھڑے دیکھ کر وہ باقیوں میں تلاش میں نظریں دہرانے لگے تھے۔۔

وہ۔۔سب ضروری کام سے گئے ہیں چھوٹے بابا۔۔!ایشام نے گڑبڑا کر جواب دیتے ہوئے آخر پر بے اختیار سر کھجایا تھا۔۔باقی سب بھی متوجہ ہوتے دیکھنے لگے تھے۔۔۔

ایسا کونسا ضروری کام تھ۔۔؟جو سب کو ایک ساتھ آن پڑا۔۔۔؟سنان مصطفیٰ آبرو اچکاتے ہوئے مزید سوال کر گئے تھے۔۔۔اس سوال پر ایشام صدیقی کی بتی مزید گل ہوئی تھی۔۔

اب مجھے کیا پتہ سب کے ضروری کاموں کا بھئی۔۔میں تھوڑی ناسب سے پوچھتا رہتا ہوں۔۔ویسے بھی چھوٹا ہوں تو سب کہاں مجھے بھاؤ دیتے ہیں۔۔!ایشام صدیقی نے انجان بنتے ہوئے اپنی بالی کو چھوتے ہوئے پہلی

بار اپنے چھوٹے ہونے کا نقصان جتایا تھا۔ جو سامنے بیٹھے لوگوں کو بالکل ہضم نہیں ہوا تھا۔۔

میں جا رہا ہوں ریسٹ کرنے فلحال۔۔۔! دن کے پانچ بجے پتہ نہیں کون ڈنر کے انتظار میں بٹھا دیتا ہے۔۔۔! آنی لوگوں کو ریسٹ کروائیں۔۔ فضول میں انکو بٹھار کھا ہے۔۔۔! میرال اور علینہ خانم کی جانب اشارہ کرتے ہوئے ایشام صدیقی اپنی کہتے ہوئے تیزی سے نکل پڑا تھا۔۔ کیونکہ وہ مزید رک کر انکے سوالوں کے جواب نہیں دے سکتا تھا۔۔

کہیں یہ سب اسی ضروری کام میں تو نہیں مصروف جس کام کے لئے ہمارے خان صاحب سٹڈی روم میں بند ہوئے پڑے ہیں۔۔۔! ایشام کی گھبراہٹ سے انداز لگاتے ہوئے سنان مصطفیٰ جانچتے انداز میں آہستہ آواز

میں بولے تو سب سے پہلے وہاں عیس ہمدانی کا قہقہ گونجا تھا۔ جب کہ نعمان خان اور باسط صاحب تو گڑبڑا ک نظروں کا زاویہ بدلتے ہوئے انجان بنتے لگے تھے۔ لیکن وہاج صدیقی اور ضرار پاشا ان بے شرموں کو گھورنے لگے تھے۔۔۔

کبھی تو منہ کھولنے سے پہلے سوچ لیا کرو۔۔! وہاج صدیقی جھڑکتے ہوئے بولے تو عیس ہمدانی اور سنان مصطفیٰ کا قہقہ فوراً خاموشی اختیار کر گیا۔۔ شکر انکی بیویاں فاصلے پر بیٹھی ہوئی تھیں۔۔۔

شام صحیح کہہ رہا ہے۔۔ چلو آؤ کمرے میں جا کر سکون سے باتیں کرتے ہیں۔۔ پھر بعد میں تیار ہو جائیں گئے۔۔۔! منیزے پاشا کھڑے ہوتے

سب کو اپنے پیچھے آنے کا کہتے ہوئے گیسٹ روم کی طرف بڑھ گئی تھیں۔۔۔

کیونکہ خوامخواہ میں میرا ڈریس خراب کروانا چاہ رہی ہو۔۔۔! میرال انکے پیچھے چلتے ہوئے کہنے لگی تھیں۔۔

کوئی نہیں بعد میں چینج کر لینا۔۔ بلکہ ایسا کرتے ہیں۔ رات میں سب ساڑھی پہنتے ہیں۔۔۔! بیہ صدیقی پر جوشی سے کہتے ہوئے سب کی طرف دیکھ گئی تھیں۔۔۔

اور ڈنر گھر کی بجائے کہیں باہر کریں گئے۔۔۔! انکے مشورے کو سراہتے ہوئے ائرہ کاظمی بھی بولیں تو سب خوش ہوتے متفق انداز میں سر ہلا

گئیں۔۔اور اسکے ساتھ ہی سب کی رات کی تیاری کے بارے میں باتیں شروع ہو چکی تھیں۔۔

ماہ پارہ ڈرتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئی تو غازیان اچانک اسکی کلائی جکڑتے ہوئے تیزی سے دروازہ بند کرتے ہوئے ایک جھٹکے میں اسے دروازے کے ساتھ لگاتے ہوئے غرا اٹھا۔اس اچانک افتاد پر ماہ پارہ اچھلتے ہوئے چیخ پڑی تھی۔غازیان کے یوں حملہ آور ہونے پر ماہ پارہ کا دل اچھل کر حلق میں اٹک آگیا تھا۔۔۔

کس کی اجازت سے تم نیچے سبحان کو چوم رہی تھی۔۔؟ماہ پارہ کے ہونٹوں کو انگوٹھے تلے مسلتے ہوئے وہ سرد لہجے میں غراتے ہوئے اسکی سہمی ہوئی نیلی آنکھوں میں اپنی سرمئی آنکھیں گاڑ گیا۔۔۔

م۔۔می بس ایسے۔۔۔۔ماہ پارہ نے اٹکتے ہوئے کچھ بولنے کی کوشش کرنا چاہی۔جب غازیان اسے کلائی سے پکڑے اپنے ساتھ کھینچتے ہوئے تیزی سے باتھ روم کی جانب بڑھ گیا تھا۔۔

منہ دھو جلدی سے اپنا۔۔۔!! باتھ روم میں داخل ہو کر غازیان نے اسے وینٹی کے سامنے کھڑا کرتے ہوئے بے تاثر لہجے میں حکم دیا تو ماہ پارہ بے یقینی کے مارے اسے دیکھنے لگی۔۔ براؤن کلر کے پیارے سے ڈریس میں

بالکل تیار وہ اسکے سامنے کھڑی تھی۔اور وہ اسے اپنا منہ دھونے کا کہہ رہا تھا۔

پر۔۔ماہ پارہ انکار میں کچھ بول پاتی جب غازیان نے ٹیب کھول کر ماہ پارہ کو کھینچ کر اپنے قریب کرتے ہوئے جلدی سے خود اسکا منہ دھونا شروع کر دیا۔اپنی جگہ پر وہ ہکا بکا رہ گئی تھی۔۔۔

غازی۔۔۔کیا کر رہے ہیں آپ میرا ڈریس خراب ہو جائے گا۔۔۔!ماہ پارہ اسکی گرفت میں مچلتے ہوئے دور ہونے کی کوشش نے لگی تھی۔صرف کچھ سیکنڈز میں وہ اسکے چہرے کا حشر بگاڑ چکا تھا۔اسکی لانگ شرٹ چند سیکنڈز میں آگے سے بھیگ گئی تھی۔

ہو جانے دو خراب۔۔۔!! بلکہ رو کو میں خود ہی تمہارے اس ڈریس کو آگ لگاتا ہوں۔۔ کیونکہ تم اس کمینے چھچھوندر کو گود میں بٹھا رہی تھی۔۔۔ شرم نہیں آتی کیا اتنے بڑے اونٹ کو گود میں لے رہی تھی۔۔!! غضب ناک لہجے میں بولتے ہوئے اس نے ماہ پارہ کی شرٹ اتارنا شروع کر دی تھی۔۔۔

غاذی ہو کیا گیا ہے آپکو۔۔۔! بچہ ہے وہ ابھی اور وہ اتنی پیاری باتیں کر رہا تھا۔اس لئے بس مجھے اس پر پیار آ رہا تھا۔۔۔! ماہ پارہ احتجاج کرتے اسکی کاروائی روکنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔۔ کیونکہ وہ کھڑوس انسان اسکی شرٹ کو زہر بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔۔

بھاڑ میں گیا تمہارا پیار اور وہ چھوٹا بچہ۔۔۔! گدھے جتنا اسکا قد ہے اور تمہیں وہ چھوٹا بچہ لگ رہا ہے۔۔! رو کو زرا تمہارے ان ہونٹوں کو تو میں پہلے اچھے سے صاف کروں پھر تمہارے اس ڈریس کی شامت لاتا ہوں۔۔۔! غصے سے بھڑکتے ہوئے بول کر غازیان نے آگے بڑھ کر جلدی سے وینٹی پر پڑا فیس واش اٹھالیا تھا۔۔۔ہاتھ میں فیس واش نکال کر اگلے ہی پل اس نے ماہ پارہ کے منہ اور ہونٹوں کو رگڑتے ہوئے صاف کرنا چاہا تو وہ اچھنبے سے اپنے پاگل شوہر کو دیکھ گئی۔جو جلن کے مارے بالکل ہل چکا تھا۔۔۔

آہ میری آنکھیں۔۔۔! غازیان جو رگڑتے ہوئے اسکا منہ اور ہونٹ صاف کرنے میں مصروف تھا۔کہ فیس واش اچانک ماہ پارہ کی آنکھوں میں چلا گیا۔جس کے باعث اسکی آنکھیں جلنے لگی تھیں۔۔۔

رکو ایک منٹ۔۔۔!! غازیان نے تیزی سے شاور کھولتے ہوئے اسے شاور تلے کیا تو پانی ایک دم سے ماہ پارہ کو بھگوتا چلا گیا۔۔غازیان اسکے قریب آکر چہرے اور گردن کو صاف کرنے لگا تو ماہ پارہ نے منہ کھولتے ہوئے پہلے غازیان کو دیکھا اور بعد میں ایک نظر اپنے حلیے کو۔۔۔ صرف چند پلوں میں وہ اسے کیا سے کیا کر چکا تھا۔۔

آپ۔۔۔۔میں۔۔۔! وہ غصے سے کچھ بولتی جب اسکا چاند سا چہرہ دیکھتے ہوئے غاذیان بے قابو ہوتے اگلے ہی پل اسکے ہونٹوں پر جھکتے ہوئے ماہ پارہ کے باقی کے الفاظ اپنے اندر اتارتے چلا گیا تھا۔غازیان پاشا نے ہونٹوں کو وا کرتے ہوئے اسکے نازک لبوں کو شدت سے سک کرتے ہوئے اسکی

دھڑکنوں پر ہاتھ پھیرا تو ماہ پارہ کے وجود میں سپارک اٹھتے ہوئے اسے بے جان کرنے لگا۔۔۔

تمہارے ان ہونٹوں پر صرف غاڑیان پاشا کا حق ہے۔۔۔ یہاں تک تمہارے اس حسین بدن کو بھی بس میں چھو سکتا ہوں۔۔ پھر تم نے کسی کی اجازت سے اسے خود کے اتنا قریب کیا۔۔۔ اسکے ہونٹوں کو زرا سی رہائی بخشتے ہوئے وہ دوبارہ سرد لہجے میں کہتے ہوئے اسکی کمر کو مٹھیوں میں دبوچتے ہوئے کہنے لگا تھا۔۔ جب کہ ماہ پارہ کو اسکے تاثرات سے بے اختیار خوف محسوس ہونے لگا تھا۔

میں تمہاری ان چلتی سانسوں کو روک دوں گا ماہ پارہ خان اب اگر تم نے اسے اپنے قریب کیا تو۔۔۔! غضب ناک انداز میں بولتے ہوئے غاذیان

نے اگلے ہی پل اسکے وجود پر پہنی شرٹ کو کندھوں سے نیچے کھینچا تو ماہ پارہ ڈر کے مارے چیختے ہوئے اسکے سینے میں چھپ گئی۔۔۔

میں تو بس ایسے ہی اسے پیار کر رہی تھی۔پر مجھ پر ایسے غصہ کیوں کر رہے ہیں غازی۔۔۔!! وہ سوں سوں کرتے دہائی دینے لگی تھی۔۔ جبکہ اسکی شرٹ کندھوں پر آکر اٹک چکی تھی۔۔ فٹنگ ہونے کے باعث شرم نیچے اترنے سے انکاری تھی۔۔

کیوں کر رہی تھی۔۔۔؟ کبھی مجھے ایسے ہی پیار کیا ہے کیا۔۔؟ ماہ پارہ کے "ایسے ہی" پر بھڑکتے ہوئے اس نے سوال کیا تھا۔اور ساتھ ہی جھکتے ہوئے وہ اسکے کندھوں پر دانت گاڑتے ہوئے اسے اچھلنے پر مجبور کرنے لگا۔۔

جواب دو اب۔۔۔!! مجھے کیوں نہیں کرتی ایسے ہی پیار۔۔۔؟؟ ماہ پارہ کی گردن کو جکڑتے ہوئے وہ اسکا چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے انتہائی بگڑتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔۔ جب کہ ماہ پارہ روہانسے ہوتے ہونٹ لٹکانے لگی تو غازیان اسی پل پھر جنونی بنتا اسکے ہونٹوں کو قبضے میں لیتا اسے دیوار کے ساتھ پش کرتا بے حد قریب ہو گیا۔۔۔

ماہ پارہ کے بالائی ہونٹ کو سک کرتے ہوئے غازیان اسکے برہنہ کندھوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے دھڑکنوں کو مٹھیوں میں مسلتے ہوئے اسے لرزنے پر مجبور کر رہا تھا۔۔ جلن و غصے میں وہ یہ بات بھی بھول چکا تھا۔ کہ اس نے ماہ پارہ پر کبھی ناغصہ کرنے کا وعدہ کیا تھا۔۔۔

گل ناز مشکل سے سیڑھیاں چڑھ رہی تھی۔ جب تھک ہار کر گرنے والے انداز میں وہیں پر زینوں پر بیٹھتی چلی گئی۔ لاؤنج سے اٹھ کر یہاں اپنے کمرے میں آنے تک اسکا حال برا ہو چکا تھا۔

بہار کی صحت کو تو بالکل فرق نہیں پڑا یہ میں ہی کیوں موٹی کو جا رہی ہوں اس حالت میں۔۔۔؟ وہ کیوں نہیں ہو رہی۔۔؟ کہیں وہ پریگننٹ ہونے کی ایکٹنگ تو نہیں کر رہی۔۔؟ پھولی سانسوں میں وہ اپنا اور بہار کا موازنہ کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔۔ کیونکہ ابھی صرف پانچ مہینے ہوئے تھے۔ پر گل ناز پہلے سے بہت ہیلتھی ہو چکی تھی۔ جس کی وجہ سے اکثر اسے اپنا زیرو فگر یاد آنے لگتا تھا۔

مجھے یہاں بلا کر خود شہزادے سلیم سکون سے کمرے میں آرام فرما رہے ہیں۔۔بیوی کی کوئی خبر ہی نہیں اس بندے کو۔۔۔!!ابھی بتاتی ہوں۔۔! فارس کو کوستے ہوئے گل ناز اگلے ہی پل خونخوار تاثرات میں ہاتھ میں پکڑے موبائل پر اسکا نمبر ڈائل کر گئی تھی۔۔کیونکہ مزید سڑھیاں چڑھ کر اپنے کمرے تک پہنچنا اسکے بس کا نہیں رہا تھا۔۔

ہیو نازو۔۔۔!!تین چار بیل ہونے کے بعد جیسے ہی دوسری طرف فارس ہمدانی کی بھاری آواز سنائی دی تو گل ناز پھاڑ کھانے والے انداز میں بنا رکے بولتی چلی گئی تھی۔

نازو کے بچے تمہیں میرا کوئی خیال ہے یہاں نہیں۔۔!سکون سے کمرے میں بیٹھے ہوئے ہو اور میں یہاں سیڑھیاں چڑھتے ہوئے پاگل ہو رہی

ہوں۔۔۔! غصیلی بیویوں کی طرح ناز پھولی سانسوں میں سنانے لگی تو فارس جو سکون سے اپنے بیڈ پر لیٹا اسکے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ کہ ہڑ بڑا کر اٹھتے ہوئے موبائل بیڈ پر پھینک کر فورا باہر کی جانب بھاگا تھا۔ جب کہ ناز ناک چڑھاتے ہوئے اسکے آنے کا انتظار کرنے لگی تھی۔۔ کچھ سیکنڈز کے بعد فارس ہمدانی چاکلیٹ براؤن کلر کی شلوار قمیض میں بھاگتے ہوئے وہاں پہنچا تو ناز جو سیڑھیوں پر بیٹھے دیکھ کر پریشان ہوتا تیزی سے اسکی جانب بڑھا۔۔۔

ناز و میری جان۔۔!! یہاں پر کیوں ایسے بیٹھی ہوئی ہو۔۔؟ کہیں گری تو نہیں۔۔؟ چکر تو نہیں آرہے۔۔۔؟ ایک جست میں گل ناز تک پہنچتے

ہوئے وہ تشویشِ ناک لہجے میں سوال کرتا اسے ٹٹولتے ہوئے دیکھنے لگا تھا۔۔

ٹھیک ہوں میں نازو کے بچے۔۔! تمہیں کس نے کہا تھا کہ مجھے اس حالت میں اتنی دور سے بلاؤ۔۔! اتنی سڑھیاں چڑھتے ہوئے میرا سانس پھول گیا ہے۔اور خود تم کمرے میں سکون سے بیٹھے ہوئے ہو۔۔۔!! گل ناز تیکھی نظروں سے اسے گھورتے ہوئے سنانے لگی تو فارس بے اختیار شکر کرتا بالوں میں ہاتھ پھیر گیا۔جب کہ فارس کے اس رنگ کی شلوار قمیض میں اتنا دلکش لگنے پر گل ناز اپنا دل سنبھالتے ہوئے منہ بگاڑ چکی تھی۔۔۔

تو پاگل لڑکی کیوں تم سیڑھیوں سے آئی ہو۔۔لفٹ کیوں نہیں استعمال کرتی۔۔۔؟؟افسوس سے کہتے ہوئے اسکے گداز وجود کو بازوؤں میں اٹھاتے ہوئے فارس زینے چڑھنے لگا تھا۔

ہاں تم تو چاہتے ہی یہ ہو کہ میں مزید موٹی ہو جاؤں اور پھر تمہیں دوسری لڑکیوں کو تاڑنے کا موقع مل جائے۔۔۔!!گل نازاسکی بات کو بالکل الگ ہی رخ دیتی گھور گئی تھی۔جب فارس اپنے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے حیرت سے اسے دیکھ گیا تھا۔۔

لفٹ کا اس بات سے کیا تعلق ہے نازو۔۔۔؟فارس نے حیرانی سے اپنی بیوی کو دیکھا تھا۔جس نے آج کل لڑائی کرنے کے سارے وظیفے شروع کیے ہوئے تھے۔

تعلق ہے نا۔۔! میں سڑھیاں اس لئے استعمال کرتی ہوں کہ ساتھ ساتھ میری ایکسر سائز ہوتی رہے اور میں بہت زیادہ موٹی نہ ہو جاؤں۔۔! اور تم۔جلے لفٹ استعمال کرنے کے مشورے دے رہے ہو۔۔۔! تڑاخ سے بولتے ہوئے گل ناز اپنی دونوں باتوں کا تعلق بتانے لگی تو فارس بے اختیار بھونچکا کر گہرا سانس خارج کر گیا۔۔

ٹھیک ہے میری جان جو تمہیں اچھا لگے وہی کرو۔۔۔! بے حد پیار سے جواب دیتے ہوئے کمرے میں داخل ہو کر فارس نے اسے بیڈ پر بٹھایا تو گل ناز تیز سانس لینے لگی۔۔فارس اسے بیڈ پر بٹھا کر تکیے سیٹ کرتے ہوئے اسکی ٹیک لگوا گیا تھا۔۔ٹیک لگوانے کے بعد وہ فورا روم فریج کی طرف بڑھا تھا۔تا کہ اسکے پانی نکال سکے۔

میں اتنی موٹی کیوں ہو رہی ہوں فاری۔۔۔؟؟ فارس پر نظریں ٹکائے وہ پریشان ہوتے کہنے لگی تھی۔ آج کل اسکا یہ ہی پسندیدہ جملہ تھا۔۔۔

نہیں ہو رہی فاری کی جانِ عزیز۔۔۔! پہلے یہ پانی پیو۔۔۔!! میٹھے لہجے میں اسے تسلی دیتے ہوئے فارس نے پانی کی بوتل اسکے ہونٹوں سے لگادی تھی۔۔ پریگننسی میں اسکی بیوی کی یہ اکلوتی فکر تھی۔ جسے ٹالنے کی وہ روز کوشش کرتا تھا۔۔۔

مجھے ٹھنڈا جوس پینا ہے۔۔! اور یہ اے سی کی تیز کرو مجھے گرمی لگ رہے ہے۔۔۔! پانی کے دو گھونٹ پینے کے بعد وہ ہانپتے ہوئے جوس کی فرمائش کر گئی تھی۔۔ اتنا چلنے کے باعث اسکا سانس ابھی تک پھولا ہوا تھا۔ جب کہ گردن اور ماتھے پر ہلکا ہلکا پسینہ بھی چمک رہا تھا۔۔۔

اے سی تو پہلے ہی تیز ہے میری جان۔۔۔! اے سی کو ایک نظر دیکھ کر وہ جوس نکالنے کے بعد دوبارہ اسکے سامنے آ بیٹھا تھا۔ جب کہ گل ناز لمبے لمبے سانس بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگائے بے سکون سی بیٹھی تھی۔۔

پھر میری یہ شرٹ اتار دو مجھے یہ بہت چھب رہی ہی ہے۔۔۔!! اپنے بھاری ڈریس سے تنگ پڑتے ہوئے وہ چڑتے ہوئے بولی تو فارس ہمدانی کی آنکھوں میں ایک دم سے چمک پیدا کرتی چلی گئی تھی۔

ہاں کیوں نہیں ابھی اتار دیتا ہوں۔۔۔! تم تب تک یہ جوس پیو اور ایسا کرو سائیڈ چینج کر کے بیٹھ جاؤ۔۔۔! چمکتے لہجے میں فٹ سے کہتے ہوئے فارس بولا تو گل ناز اپنی حالت سے الجھتے ہوئے بنا سوچے سمجھے رخ موڑتے ہوئے بیٹھ گئی۔۔ اسے جوس کا گلاس پکڑاتے ہوئے فارس ہمدانی کو تیز والی ہنسی

آئی تھی۔پر وہ ضبط کرتے ہوئے اپنی مچلتے دل کو سنبھالتے ہوئے گل ناز کے بالوں کو اٹھاتے ہوئے دوسرے کندھے پر شفٹ کر گیا۔۔

فارس نے قریب ہوتے اسکے بالوں میں گہرا سانس لیا تو انکی خوشبو کو محسوس کرتے ہوئے وہ مسکراتے ہوئے اگلے ہی پل ناز کے سو کو چوم گیا۔۔۔

کیا کر رہے ہو فاری جلدی کرو نا مجھے یہ اریٹیٹ کر رہی ہے۔۔۔!!جوس کا گھونٹ لیتے ہوئے گل ناز جھنجھلا کر بولی تو فارس ہوش میں آتے جلدی سے اسکی ذپ تلاش کرنے لگا۔۔

ہاں بس کر رہا ہو میری جان۔۔۔!ناز کی ذپ کو نیچے کرتے ہوئے فارس نے جلدی سے اسے کھولتے ہوئے ناز کے کندھوں سے شرٹ نیچے کی تو وہ

کھلا سانس لیتی اپنا سر بے اختیار اسکے کندھے پر ٹکا گئی۔ جب کہ فارس اسکی شرٹ کندھوں سے نیچے کرتے ہوئے بازوؤں سے باہر نکال گیا تھا۔۔

اب ٹھیک ہے۔۔۔؟اسکی گردن کو چومتے ہوئے فارس نے بوجھل لہجے میں پوچھا تو وہ سکون سے سر ہلانے لگی۔۔اسے اب پہلے سے بہتر دیکھ کر فارس نے اسکے ہاتھ میں موجود گلاس کو تھام کر ایک گھونٹ لینے کے بعد گلاس آگے بڑھتے ہوئے گلاس ٹیبل پر رکھ دیا تھا۔۔

ٹانگیں سیدھی جر کے بیٹھو۔۔۔!! تھوڑا سا پیچھے کھسکتے ہوئے فارس نے اسے آرام دہ حالت میں کرنے لگا تو نازاسکے ساتھ ٹیک لگاتے ہوئے مزید پر سکون ہوتی چلی گئی۔۔۔

فاری میں بہت موٹی ہو رہی ہوں نا۔۔۔؟ بند آنکھوں سے ہی وہ پھر سابقہ پریشانی دہراتے ہوئے پوچھ گئی تھی۔ جب کہ فارس اسکی گردن کو آہستہ آہستہ چومتے ہوئے ہوش گنوا رہا تھا۔

نہیں میری جان۔۔۔! تم بہت خوبصورت ہو۔۔۔!! بے دھیانی میں جواب دیتے ہوئے فارس نے اسکی دھڑکنوں پر موجود پردے کو کھولتے ہوئے وہاں آہستگی سے ہاتھ پھیرا تھا۔۔۔

پر مجھے تو لگتا ہے فاری کہ میں بہت موٹی ہو گئی ہوں۔۔۔! گل ناز بھی اسکے جیسے ہی بے دھیانی میں اپنی بات پر زور دیتی بولی تھی۔۔

نہیں میری جان۔۔۔!! فارس ہمدانی کے کانوں کو ایک بار پھر گل ناز کی آواز کم سنائی دی تھی۔ وہ مسرور ہوتا اسکی دھڑکنوں اور کندھوں کو چومتے ہوئے آہستہ آہستہ گل ناز کو مدہوش کر رہا تھا۔

بہار میرے جتنی موٹی کیوں نہیں ہو رہی فاری۔۔۔! گل ناز نے مدہوش ہوتے دوسرا سوال کیا تھا۔ جو اسے بے حد پریشان کیے ہوئے تھا۔۔ اب کی بار فارس نے جواب دینے کی بجائے اسکا چہرہ اپنی طرف موڑتے ہوئے اسکے ہونٹوں کو قبضے میں لیا تو ناز ایک جھٹکے میں آنکھیں کھولتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔ انگوری آنکھوں نے پھیلتے ہوئے شہد رنگ آنکھوں کو تلاش کرنا چاہا تھا۔ جو کہ اس وقت بند تھیں۔۔۔

فارس نے بے تابی سے اسکے ہونٹوں کو چومتے ہوئے اسکی زبان کو ہونٹوں میں دباتے ہوئے سک جرنا شروع کیا تو ناز تڑپ کر اسکے ہاتھ کو تھامتی چلی گئی تھی۔۔اسکے ہاتھ تھامنے پر فارس نے سختی سے اسکی انگلیوں کو جکڑتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے اسکی دھڑکنوں کو چھوا تو گل ناز کے پورے وجود میں بجلی سی دوڑ گئی۔۔۔وہ کپکپاتے ہوئے کرسی تو فارس سختی سے اسے اپنے وجود کے ساتھ مس کرتے ہوئے جنونی ہوتا چلا گیا۔۔

گل ناز کے نچلے ہونٹ کو بری طرح سسک کرتے ہوئے اس نے ناز کی کمر میں بازو حائل کرتے ہوئے اسکا رخ بدلتے ہوئے اپنی گود میں کر اس بٹھایا تو گل ناز بامشکل اپنے ہونٹ چھڑواتے ہوئے ایک بار پھر لمبے لمبے سانس

لیناشروع ہوگئی۔ بھی وقت دونوں کی دھڑکنوں میں تیز شور بلند ہونے لگا تھا۔۔

فارس کے جذبات پیک پر جانے لگے تو وہ اسکی گردن کو سک کرتے ہوئے آہستہ آہستہ دھڑکنوں کی طرف بڑھتا چلا گیا۔۔جب کہ گل ناز ہوں بھاری سانس لیتی پیچھے کی جانب سر گرانے لگی تھی۔اس پر جھکتے ہوئے فارس نے ہاتھ بڑھا کر تکیہ اٹھا کر ناز کی کمر رکھ سیٹ کرتے ہوئے اسے پیچھے کی جانب لٹایا تو وہ تیزی سے اسے پکار گئی۔۔۔

تم نے مجھے اس کام کے لئے یہاں پر بلایا تھا۔۔۔؟ تیز لہجے میں بولتے ہوئے اس نے فارس کو گھورنے کی ناکام کوشش کی تھی۔پنک کلر کے خوبصورت سے ڈریس میں وہ سر تا پیر تیار ہوئی تھی۔گھر کی بڑی خواتین

اس حالت میں بہار اور ناز دونوں کو زیادہ سے زیادہ تیار ہونے کا کہتی تھیں۔ جب کہ اکثر تو وہ ان دونوں کو ہر وقت بھی تیار رہنے کا کہتی تھیں۔ اور یہ خاص ادا انہیں بی جان کی طرف سے ملی تھی۔ جو عورت کے سہاگن کے روپ پر کافی نصیحتیں کیا کرتی تھیں۔۔ انکا ماننا تھا۔ کہ سہاگن عورت ہر وقت کھلی نظر آنی چاہیئے۔۔ یہ ہی وجہ تھی۔ کہ علیزے خان اب گل ناز اور گل بہار کی لاپرواہ حالت پر اکثر ٹوکا کرتی تھیں۔۔۔

بلایا تو میں نے تمہیں بس دیکھنے کے لئے تھا۔۔ پر پھر تم نے خود رکھنے بہکا دیا۔۔۔! گھمبیر لہجے وہ آنکھ ونک کرتے بولا تو ناز نے گھور کر دیکھا تھا۔۔

چلو ہٹو پھر پیچھے اگر میں نے تمہیں بہکایا ہے تو۔۔۔!! ناز نے بنا توقف کے سناتے ہوئے اسکی گود سے نکلنا چاہا تو فارس ہنستے ہوئے اسے روک گیا تھا۔۔

کہاں میری پھلجڑی۔۔۔! پہلے مجھے اپنے بچوں اور انکی سڑیل اماں کو پیار تو کرنے دو۔۔۔!! اسکی ٹانگوں کو اپنی کمر پر لاک کرتے ہوئے فارس نے اپنی قمیض کے بٹن کھولتے ہوئے ایک جھٹکے میں قمیض اتار کر دور پھینک دی تھی۔ جب کہ اسے شرٹ لیس ہوتے دیکھ کر گل ناز کی دھڑکنیں تیز رفتار سے چلنے لگی تھیں۔۔ بلش کرتے ہوئے اسکے گالوں سے ہیٹ نکلنے لگی تو وہ سٹپٹا کر خود کو کمپوز کرتے بولی۔۔۔

میں تمہیں سڑیل نظر آرہی ہوں کیا۔۔۔؟ ناز نے تیکھے چتون لہجے میں آبرو اچکاتے ہوئے دیکھا تھا۔۔۔

ہاں نا۔۔۔! ہر وقت تو مجھ سے لڑنے کے بہانے تلاش کرتی رہتی ہو۔۔۔! فارس نے حامی بھرتے ہوئے نہایت احتیاط کے ساتھ اسکی فارم الگ

کرتے ہوئے سائیڈ پر رکھی تو گل ناز اس حالت میں خود کو دیکھتے ہوئے سٹپٹا گئی۔۔

فاری بے شرم کہیں کہ لائٹس آف کرو۔۔۔! فارس کی ایکسرے کرتی نظروں پر وہ شرم سے دوہرے ہوتے چلائی تھی۔۔

نہیں مجھے دیکھنا ہے کہ تم کہاں سے موٹی ہوئی ہو۔۔۔!! فارس انکار کرتے ہوئے اسکے بھرے بھرے وجود کو گہری نظروں سے دیکھے لگا تو نازنے پاس پڑا تکیہ اٹھا کر اسے مارنے کی کوشش کی۔۔۔

لائٹ بند کر رہے ہو کہ میں جاؤں نیچے دوبارہ۔۔۔؟ نازنے دھمکی لگاتے ہوئے خود کو تکیے کے پیچھے چھپایا تو اسے شرماتے دیکھ کر فارس قہقہ لگا اٹھا۔۔۔

میری جان اس حالت میں تم کہیں بھی نہیں جا سکتی۔۔۔!! فارس نے ہنس کر جواب میں بولتے ہوئے ناز کے ہاتھوں سے تکیہ چھین لیا تھا۔۔ جس پر وہ چلاتے ہوئے اس سے دور ہونے لگی تھی۔۔

میں تم سے ناراض ہو جاؤں گی فاری کے بچے۔۔۔! دیکھنا آج ہی اپنے مائکے چلی جاؤں گی۔۔! گل ناز نے لال بھبھوکا ہوتے اسے مزید دھمکیوں سے نوازنے لگی تو اسے شرم سے پاگل ہوتے دیکھ کر وہ ہنستے ہوئے آگے بڑھ کر لائٹس آف کر گیا۔۔ کیونکہ اسے اپنی بیوی پر ترس آ چکا تھا۔ حالانکہ آج وہ جی بھر کر اپنی بیوی کو دیکھنا چاہتا تھا۔۔۔

لو مان لی تمہاری بات جنگلی بلی۔۔! گل ناز کے وجود پر سایہ فگن ہوتے فارس نے بھاری لہجے میں کہتے ہوئے اچانک جھکتے ہوئے اسکی دھڑکنوں پر

دانت گاڑے تو وہ سسکتے ہوئے بے اختیار کمر اٹھاتے ہوئے اسے تھام گئی۔۔۔

فاری نہیں کرو۔۔۔! اسے اپنی بے تابیاں نچھاور کرتے دیکھ کر گل ناز نے کو ایک دم سے بے قراری ہوئی تھی۔۔ محبت کے ان سلسلوں نے انکی زندگی میں بہت خوبصورت رنگ بھرے تھے۔۔

میں آج سب کچھ کروں گا جانِ فارس۔۔۔! بہکے ہوئے انداز میں کہتے ہوئے وہ نیچے کی جانب بڑھتے ہوئے اسکے پیٹ پر آ کر بے ساختہ رک گیا۔۔ اپنے پیٹ پر اسکی دہکتی سانسوں کو محسوس کرتے ہوئے گل ناز بے اختیار مسکرائی تھی۔

آئی لو یو ڈیڈ کی جان۔۔۔!! گل ناز کے پیٹ کو چومتے ہوئے فارس کا دل اچانک کسی انوکھے احساس سے دھڑکا تھا۔۔ جس پر دل سے مسکراتے ہوئے وہ ناز ہے پیٹ کو چومتا ہی چلا گیا تھا۔۔

اسکے آگ سے لمس پر بے چین ہوتے ناز کا وجود اتار چڑھاؤ کا شکار ہونے لگا تو وہ زو معنی انداز میں مسکرا کر اسکی تھائیز کو چومتے ہوئے اوپر اٹھ گیا۔۔۔

تم بہت خوبصورت ہو ناز و۔۔۔! اتنی خوبصورت کہ میرا دل تمہیں دیکھنے سے نہیں بھرتا۔۔۔! ناز کے ہونٹوں کو چوم کر اسکے بدن پر موجود باقی ہے پردوں کو الگ کرتے ہوئے وہ بے چینی سے اسکے قریب ہوتا بے قابو ہوا تھا۔۔۔

اور تم میرے جینے کی وجہ ہو فاری۔۔۔! جواب میں مسکرا کر اظہار کرتے ہوئے ناز نے اسکے گرد بانہوں کا ہار پہنایا تو فارس اسکی تھائیز کو ہاتھوں میں جکڑتے ہوئے تیزی سے جھکتے ہوئے ہونٹوں کو قبضے میں لے گیا۔۔ناز کی ٹانگوں میں فاصلہ کرتے ہوئے وہ بے چین ہوتے اسکے قریب ہونے لگا تو نازاسکے قریب ہونے پر کانپتے ہوئے سختی سے اسے تھامنے لگی تھی۔جب وہ اگلے ہی پل بے قراری سے چور ہوتے اسکے وجود کی گہرائیوں میں اترتے ہوئے گل ناز کو سسکنے پر مجبور کر گیا تھا۔۔اسکے ہونٹوں سے نکلنے والی اہ فارس کے ہونٹوں میں کہیں جذب ہو کر رہ گئی تھی۔۔۔جب کہ فارس بے اختیار مسرور ہوتا مزید بے اختیار ہونے لگا تھا۔۔۔

فارس جنونی وار اسکی سانسوں کو پیتے ہوئے اسکے وجود میں سرائیت کرنے لگا تو نازاپنے ہونٹوں کو آزاد کرواتے ہوئے بیڈ شیٹ کو مٹھیوں میں دبوچنے لگی تھی۔جب کہ وہ ہر حد سے گزرتے ہوئے اسکے وجود کے زرے زرے کو اپنے لمس سے کہلاتے ہوئے گل ناز کو کھلکھلانے پر مجبور کرنے لگا تھا۔۔۔

جان بُوجھ کر ایسے پیار جتاتے ہو نا۔۔تاکہ مجھے تمہارے علاوہ کوئی نظر نہ آئے۔۔۔! چہرے پر فارس ہمدانی کی محبت کے رنگوں کو سجائے وہ مسکراتے لہجے میں پوچھنے لگی تھی۔۔

نہیں بلکہ اس لئے جاتا ہوں۔کیونکہ ہمارے بعد ہم جیسا کوئی نہیں یہاں پر آئے گا۔۔۔!اسکی ناک کے ساتھ ناک مس کرتے ہوئے فارس نے مسکرا

کر جواب دیا تھا۔ جس سے متفق ہوتے ناز اوپر اٹھتے ہوئے اسکے ہونٹوں پر ہونٹ رکھتے ہوئے سکون سے آنکھیں بند کر گئی تھی۔۔خود کو خوش قسمت سمجھتے ہوئے اس نے فارس کو شدت سے ہے کرنے کی کوشش کی تو فارس بے اختیار دل میں مسکراتے ہوئے اسکے وجود کو بانہوں میں اٹھاتے ہوئے اپنے جسم کے ساتھ جوڑتے ہوئے اچانک سے شدت سے پسند ہوتے ناز کو بوکھلاہٹ میں مبتلا کرتا چلا گیا تھا۔۔۔

کال سننے کے بعد باسم کمرے میں آیا تو محبت پریشان سی بیڈ پر کتابیں پھیلائے بیٹھی نظر آئی تھی۔جب کہ روبی بھی بیڈ پر اپنی ماں کے پاس بیٹھی سکون سے اپنا پنجہ چاٹنے میں مصروف تھی۔

کہاں رہ گئے تھے آپ۔۔۔؟جب سے انتظار کر رہی ہوں۔۔۔! باسم کو دیکھتے ہی وہ بولنا شروع ہو چکی تھی۔۔

کیوں کیا ہوا۔۔۔؟موبائل سائیڈ ٹیبل ہر رکھتے ہوئے باسم نے اسکے پاس بیٹھتے ہوئے زرا حیرانی س سوال کیا تھا۔۔اور ساتھ ہی محبت کو کمر سے اٹھاتے ہوئے وہ اپنی گود میں بٹھا چکا تھا۔۔روبی کے سامنے اسکے اس عمل پر سٹپٹاتے ہوئے محبت نے اٹھنا چاہا تھا۔۔جبکہ روبی تو آنکھیں پھاڑے ٹکر ٹکر انکی طرف دیکھنا شروع ہو گئی تھی۔۔

کیا مسئلہ ہے کیوں اٹھ رہی ہو۔۔۔؟باسم نے دوبارہ سے اسے گود میں بٹھاتے ہوئے زرا غصے سے دیکھا تھا۔۔۔

کیا کر رہے ہیں روبی دیکھ رہی ہے۔۔۔! محبت نے گھبراتے ہوئے کہہ کر پھر اٹھنے کی کوشش کی تھی۔۔۔

تو میں کیا کروں۔۔؟ دیکھنے دو اس بے شرم بلی کو۔۔۔! جب اسکا بلا جائے گا تب ہم بھی ہر وقت اسے ایسے ہی دیکھا کریں گئے۔۔۔! باسم لاپرواہی سے کہتے ہوئے اسکی کمر میں بازو حائل کرتے ہوئے جکڑ چکا تھا۔۔اور ساتھ ہی روبی کو ایک گھوری سے نوازا تھا۔ جس کی آنکھوں کے فوکس میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔۔

باسم آپ بھی نا۔۔۔! دیکھیں نا کیسے وہ ہمیں گھور رہی ہے۔۔۔! محبت نے اسکا دھیان روبی کی پھیلی ہوئی نیلی آنکھوں کی طرف کروانا چاہا تھا۔ جبکہ

باسم جو اسکی گردن کو چوم رہا تھا۔ کہ میں کے کندھے پر چہرہ ٹکاتے ہوئے بے اختیار سامنے بیٹھی بلا کو دیکھ دیکھ گیا۔

میاؤں۔۔۔!! باسم کے دیکھتے ہی روبی نے زرا حیران کن ہوتے میاؤں کیا تھا۔۔ جیسے کچھ کہنا چاہ رہی ہو۔۔

یہ کیا کہہ رہی ہے۔۔۔؟ روبی کے سائیڈ ٹیبل کے جانب دیکھنے پر محبت نے الجھتے ہوئے کہا تھا۔ جب روبی پھر میاؤں کرا اٹھی تھی۔۔

خبر دار اب اگر تم یہ کہہ کر یہاں سے اٹھی کہ اسے بھوک لگ رہی ہے۔۔۔! تو میں کھانا لینے جا رہی ہوں۔۔۔! باسم نے تیز لہجے میں کہتے ہوئے پہلے ہی محبت کو وارن کر دیا تھا۔ کیونکہ سامنے بیٹھی منحوس بلی جب

بھی ایسے میاؤں میاؤں کرتی تھی۔ تو محبت اسے کھانا کھلانا شروع ہو جاتی تھی۔۔

نہیں باسم یہ کچھ اور کہہ رہی ہے۔۔۔! محبت پھر روبی کی نظروں کی تقلید میں دیکھتے ہوئے سمجھنا چاہا تھا۔۔۔

اب مجھے کیا پتہ کہ اسکو میاؤں میاؤں کی جوانی تکلیف شروع ہو گئی ہے۔۔۔! باسم نے اکتائے انداز میں روبی کو دیکھا تو جواباً اب روبی بھی اسے گھورتی چلی گئی۔۔۔

دیکھو زرا یہ کیسے مجھے گھور رہے۔۔۔! جیسے میں نے کی اسکے رشتے بند کروائے ہوں۔۔۔! حالانکہ اسکی اپنی شکل ہی نہیں کسی بلے کے ساتھ شادی کرنے والی۔۔۔! روبی کے گھورنے پر محبت کی گردن پر دانت

گاڑتے ہوئے وہ پھر سے روبی کے کالے رنگ کو نشانہ بنانا شروع ہو گیا تھا۔ جس کو سنتے ہوئے روبی میڈم فورا برا مانتے ہوئے تیزی سے میاؤں میاؤں چلاتی اٹھ گئی تھی۔۔

اسے یوں چلاتے دیکھ کر وہ دونوں ٹھٹک کر آپس میں دیکھتے ہوئے اسے دیکھنے لگے تھے۔۔جب روبی باسم کاظمی کو گھوریوں سے نوازتے ہوئے چلتے ہوئے جا کر سائیڈ ٹیبل پر جا کھڑی ہوئی۔

یہ کیا کر رہی ہے۔۔۔؟محبت نے حیرت سے نا سمجھی سے اپنی بیٹی کو دیکھا تھا۔جب اگلے ہی پل سائیڈ پر ریموٹ کے بٹن کو دباتے ہوئے روبی نے کمرے کی لائٹس آف کر دیں۔لائٹس آف ہوتے ہی وہ ہکا بکا ہوتے اندھیرے میں اسے تلاشنے لگے تھے۔۔جب غصے سے میاؤں میاؤں کرتی

وہ انہیں دروازے سے باہر نکلتے دیکھائی دی تھی۔۔وہ تب سے انہیں لائٹ بند کر کے رومینس کرنے کے اشارے دے رہی تھی۔پر وہ سمجھ ہی نہیں رہے تھے۔۔۔اور تو روبی کو بھی سمجھ آچکا تھا اسکے باپ کو اسکی کوئی شرافت راس نہیں تھی۔۔۔

باسم۔۔۔۔! یہ کیا تھا۔۔۔؟روبی کے پہلے لائٹس اور پھر دروازہ بند کر کے جانے پر محبت کی صدمے سے بھری آواز سنائی دی تھی۔جسے سنتے ہوئے باسم کاظمی کا قہقہ بے ساختہ تھا۔۔۔

تمہاری کالی بیٹی ہمیں کہہ کر گئی ہے۔۔ کہ اندھیرے میں پیار کریں۔۔!

باسم ہنستے ہوئے اسے روبی کے تاثرات بتانے لگا تھا۔۔ جب کہ محبت تو صدمے ہکا بکا ہوتی اب باسم کو دیکھنے لگی تھی۔۔۔

چلو آؤ اب پیار کرتے ہیں ویسے بھی تمہاری بیٹی نے زندگی میں پہلی بار کوئی نیکی کا کام کیا ہے۔ تو میں اسکا دل نہیں توڑنا چاہتا۔۔! محبت کو ایک جھٹکے میں بیڈ پر پیچھے گراتے ہوئے باسم تیزی سے اوپر آتے ہوئے اسکی شہ رگ کو دانتوں میں دبا گیا تھا۔ جبکہ اس افتاد پر محبت کا دل اچھل کر حلق میں آیا تھا۔۔ جس کے باعث وہ چیختے ہوئے اچھلی تھی۔۔ اسے ڈرتے دیکھ کر وہ مزے سے قہقہہ لگا اٹھا تھا۔۔۔

میں اپنا خون کر دوں گی باسم۔۔۔! محبت نے چلا کر کہتے ہوئے باسم کی گردن پر ناخن مارے تو وہ مسلسل ہنستے ہوئے اسکی کلائیوں کو قابو کرتا اسے اپنے بھاری وجود دباتے چلا گیا۔ محبت کو اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

اور میں تمہارا خون کرنے والا ہوں باسم کی نرم و ملائم ڈبل روٹی۔۔۔! اسے چھیڑتے ہوئے باسم نے جھکتے ہوئے اسکی گردن پر اپنی شیو رب کی تھی۔۔۔

میں آپکو کچا کھا جاؤں گی باسم خبر دار اگر آپ نے ایسا ویسا کچھ کرنے کی کوشش کی تو۔۔۔! ورنہ اس بار پورے مہینے کے لڈیڈ کے پاس چلی جاؤں گی۔۔۔! محبت بھاری دھمکیاں لگاتے ہوئے پوری جی جان لگاتے ہوئے اسے خود سے پرے دھکیلتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔

کیا مطلب ہے تمہاری ان سب باتوں کا نیلی غباری۔۔۔! باسم نے تیزی سے لائٹ آن کرتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔

میں نے آپ کو یہاں اپنی اسائمنٹ کے لیے بلایا تھا۔۔۔! اس سب کے لیے نہیں۔۔۔!! باسم کے الٹا پکارنے پر محبت نے اپنی کتاب اٹھاتے ہوئے اسے دے ماری تھی۔ جب کہ باسم تو تعجب سے اسے دیکھ گیا تھا۔۔۔

تم نے کیا پڑھائی کرنے کے لئے مجھ سے شادی کی ہے۔۔۔! ہر وقت کبھی مجھ سے اپنی اسائمنٹ بنوا رہی ہوتی ہو تو کبھی کچھ۔۔۔! دانت پیستے ہوئے باسم نے اسکی میڈیکل کی کتابوں کو گھورا تھا۔۔ جب کہ یلو ڈریس میں وہ سنہری دھوپ بنی اٹیٹیوڈ سے منہ بناتے ہوئے اپنی کتاب پکڑتے ہوئے

اگلے ہی پل اٹھتے ہوئے پھر اسکی گود میں بیٹھ گئی تھی۔۔ جس پر باسم تو تھامتے ہوئے اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔۔۔

ایسا ہی سمجھیں۔۔۔! اب چپ کر کے کام شروع کریں۔۔۔! ورنہ طبیعت سیٹ کر دوں گی آپکی۔۔۔! پورے رعب کے ساتھ باسم کاظمی کو حکم دیتے ہوئے وہ بولی تھی۔ جب کہ مقابل بے اختیار مسکراتے ہوئے اسکے نخرے اور اٹیٹیوڈ پر متاثر کن انداز میں دیکھنے لگا تھا۔۔

پر چونکہ وہ خود سے آکر اسکی بعد میں بیٹھی تھی۔ تو اپنی اس ادا سے وہ باسم کاظمی کا دل خوش کر چکی تھی۔

کس کی اسائنمنٹ ہے۔۔۔؟ اسکی کمر میں بازو حائل کرتے ہوئے محبت کو پشت کو سینے سے لگاتے ہوئے باسم نے پیار سے پوچھا تھا۔۔

اسکی کی ہے۔۔۔! دو دن بعد لاسٹ ڈیٹ ہے۔۔۔! کتاب کھول کر باسم کے ہاتھ میں پکڑاتے ہوئے وہ ساتھ ہی اسے بتا گئی تھی۔۔ باسم سر کو جنبش دیتے ہوئے ٹاپک دیکھنے لگا تھا۔۔

باسم۔ کو ٹاپک پڑھتے ہوئے پانچ منٹ ہوئے تو خاموشی سے اسکی گود میں بیٹھی محبت اچانک گلے میں موجود دوبٹے کو نکالتے ہوئے سائیڈ پر رکھ گئی۔۔ اسکے اس عمل پر باسم کی توجہ تیزی سے بٹی تھی۔۔

اگر ایسے کام کروں گی تو پھر میں پڑھاؤں گا کیسے۔۔۔؟ اسکے خوبصورت سے سراپے کو دیکھتے ہوئے باسم کاظمی نے بیچارگی سے کہا تھا۔۔

زیادہ ایکٹنگ نہیں کریں۔۔۔!! باسم کی خود پر ٹکی نظروں کو دوبارہ سے کتاب پر موڑتے ہوئے وہ رعب سے دیکھ گئی تھی۔۔

ٹھیک ہے میں تمہیں پڑھاؤں گا۔۔۔! پر اس سے پہلے ہم ایک ڈیل کرتے ہیں۔۔۔! باسم کاظمی کتاب رکھتے ہوئے اچانک کہنے لگا تھا۔

کیسی ڈیل۔۔۔؟ محبت غور سے اسکی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ گئی تھی۔۔۔

یہ ہی کہ تم پہلے مجھے دس منٹ پیار کرنے دوں گی پھر میں تمہیں بنا تنگ کیے سارا ٹائم اچھے سے پڑھاؤں گا۔۔۔! باسم اسکے سامنے شرط رکھتے ہوئے بولا تھا۔۔ کیونکہ اپنے خوبصورت سراپے سے وہ مسلسل اسے بہکا رہی تھی۔

بالکل نہیں۔۔! میں آپکی کسی چالاکی میں نہیں آؤں گی۔۔۔! محبت جھٹ سے انکار کرتے ہوئے نفی میں سر ہلانے لگی تھی۔۔۔ کیونکہ اسے مقابل پر زرا بھی یقین نہیں تھا۔

دیکھ لو اب میں تمہاری بات مان رہا ہوں پر تم میری بات نہیں مان رہی۔۔۔! اسے انکار کرتے دیکھ کر باسم سنجیدہ و دکھی ہونے کی ایکٹنگ کرتے بولا تھا۔۔ جس کو دیکھتے ہوئے محبت فورا کنفیوز ہوئی تھی۔۔۔

ٹھیک ہے پر صرف دس منٹ۔۔۔! بہت سوچ بچار کرنے کے بعد محبت نے ہار مانتے ہوئے حامی بھری تو باسم کاظمی کی گولڈن آنکھیں فتح مندی سے چمکتی چلی گئیں۔۔

تم بہت اچھی ہو میری جان۔۔۔!

تو باسم کاظمی کی گولڈن آنکھیں فتح مندی سے چمکتی چلی گئیں۔۔

تم بہت اچھی ہو میری جان۔۔! باسم مزید اسے مکھن لگاتے ہوئے تیزی سے اسکی کمر میں بازو حائل کرتے ہوئے کتابیں پیچھے ہٹا کر تکیے پر لٹا گیا تھا۔ جب محبت جلدی سے بول پڑی تھی۔۔۔

مجھے لٹا کیوں رہے ہیں۔۔؟ محبت تیزی سے اٹھتے ہوئے مشکوک انداز میں اسکی طرف دیکھنے لگی تھی۔۔

تو کیا ڈیل پوری نہیں کرنی کیا۔۔؟ باسم سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے اسکے قریب ہو گیا تھا۔۔

تو کیا وہ ہم بیٹھ کر نہیں کر سکتے۔۔۔؟ اسی کے انداز میں پوچھتے ہوئے محبت سوالیہ انداز میں دیکھ گئی۔۔۔

کر سکتے ہیں۔۔پر میں زیادہ ایسے ہی کمفرٹیبل ہوتا ہوں۔۔اور تم مجھ سے بار بار ایسے سوال نہیں پوچھ سکتی۔کیونکہ یہ دس منٹ بس میرے ہیں۔۔ اور اگر تم مجھے ایسے ہی ڈسٹرب کرتی رہی تو دس منٹ لمبے بھی ہو سکتے ہیں۔۔۔! باسم نے وقت کی اہمیت بتاتے ہوئے محبت کو جلدی سے دوبارہ لٹا دیا تھا۔اور ہاتھ بڑھاتے ہوئے لائٹس بھی بند کر دیں۔۔۔

اب لائٹس کیوں۔۔! لائٹس بند ہونے پر محبت دوبارہ سوال کر پاتی جب باسم فورا اسکے چلتے لبوں پر جھکتے ہوئے قفل لگا گیا۔۔اس کے لبوں کو قبضے میں لیتے ہوئے محبت کے وجود کو زرا سا اوپر اٹھاتے ہوئے وہ ہاتھ پیچھے لے جاتے ہوئے فورا اسکی زپ کھولتے ہوئے شرٹ نکالتے ہوئے دور اچھال گیا تھا۔جب کہ محبت نے پھڑ پھڑاتے ہوئے احتجاج کرنے کی کوشش کی

تھی۔جب اس نے تیزی سے اسکی دھڑکنوں کو بھی آزاد کرتے ہوئے محبت کی کلائیوں کو قابو کرتے ہوئے اوپر پن کر دیا۔۔ باسم کاظمی نے چند سیکنڈز کے اندر اپنی کاروائی دیکھائی تھی۔۔

اسکے لبوں کو شدت سے چومتے ہوئے محبت کی سانسوں کو آزاد کرتے ہوئے باسم تیزی سے کالر بون پر ہونٹ رکھنے لگا تو محبت آزادی ملنے پر فورا چلا اٹھی۔۔۔

آپ نے پھر مجھے دھوکا دیا نا۔۔! زور آزمائی کرتے ہوئے وہ پھولی سانسوں میں چلائی تھی۔۔

شش میری جان۔۔۔! میں نے کوئی دھوکا نہیں دیا ان دس منٹ میں، میں کیسے بھی پیار کر سکتا ہوں۔۔! سرگوشی میں جواب دیتے ہوئے باسم نے

اسکے کندھوں کو چومتے ہوئے دھڑکنوں پر ہونٹ رکھے تو محبت کی مزاحمت ایک لمحے میں رک گئی۔اپنی دھڑکنوں پر اسکے ہونٹوں کو پھسلتے محسوس کر کے اس نے بے ساختہ تھوک نگلا تھا۔۔جب باسم اسکے پیٹ کو چومتے ہوئے اسکی ٹانگوں کو بھی پردے سے آزاد کرتا محبت کی جان مشکل میں ڈالتا چلا گیا تھا۔۔

بباسم۔۔۔!!محبت نے پریشان ہوتے اسے فوراً پکارا۔۔۔

باسم کی جان۔۔۔!!اپنی قمیض اتارتے ہوئے وہ فوراً اسکے وجود پر اپنا پردہ کرتا نثار ہونے لگا تھا۔

آپ نے کہا تھا بس دس منٹ۔۔۔!محبت نے پھڑپھڑاتے ہوئے دل سمیت اسے اسکا وعدہ یاد دلانا چاہا تھا۔۔۔

ابھی دس منٹ نہیں ہوئے میری جان۔۔۔!اسکی تھائیز کو چھوتے ہوئے باسم کاظمی نے فورا بہکی ہوئی آواز میں جواب دیا تھا۔۔اور اگلے ہی پل وہ اسکی ٹانگوں کے بیچ آتا محبت کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ پیدا کرنے کا سبب بنا۔۔

خوف زدہ ہوتے محبت کی سانسیں تیز ہونے لگیں تو باسم مدہوش ہوتے اسکی ٹانگوں کو کمر سے لگاتے ہوئے پوری شدت کے ساتھ اسکے وجود میں داخل ہوتے محبت کے وجود کو لرزا کر رکھ گیا۔وہ خوف سے سر دپڑتی اچھلی تو اسکی چیخ پر مسرور ہوتا وہ اسکے لبوں کو شدت سے چومتے ہوئے تیزی سے اسکے وجود میں اترنے لگا۔۔جب کہ وہ لرزتے ہوئے اسکے وجود تلے کہیں قید ہو کر رہ گئی تھی۔محبت نے تڑپتے ہوئے باسم کے ہونٹوں پر دانت

گاڑے تو اسکے جذبات مزید بھڑکتے چلے گئے۔۔ جس کے باعث وہ اگلے ہی پل شدت بھرا سٹروک دیتا محبت کی سانس روکتے ہوئے اسے سٹل کر چکا تھا۔

محبت کے نرم و نازک وجود کو چھوتے ہی وہ بے قابو ہو رہا تھا۔ جب کہ وہ معصوم اسکے دس منٹ ختم ہونے کا انتظار کر رہی تھی۔ یہ جانے بنا کہ اسکا شوہر اسے بے وقوف بنا چکا ہے۔ کیونکہ سانسوں کا یہ فسوں خیز شور دس منٹ کے کم دورانیے میں بھلا کہاں سنبھلنے والا تھا۔۔

مہرو۔۔۔! شہرام علی پیار سے پکارتے ہوئے اسکے ناراض چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ کب سے اسے ایسے ہی پکار رہا تھا۔ پر وہ اسکی کسی پکار کا جواب

نہیں دے رہی تھی۔۔۔وہ کل رات کا وہ واپس آ چکا تھا۔پر مہر ماہ کا ظمی ابھی تک اس ٹراما سے نہیں نکل پا رہی تھی۔

مہر ماہ کی نیلی آنکھوں کو بھیگتے دیکھ کر اب کی بار شہرام علی کا دل کٹا تو وہ آگے بڑھتے ہوئے مہر ماہ کو ایک جھٹکے میں گلے لگا گیا۔۔اسکے گلے لگاتے ہی وہ رونے لگی تھی۔۔۔

پلیز ایسے رو تو نہیں بیگم۔۔۔!اسے یوں ہچکیوں سے روتے دیکھ کر شہرام نے التجا کرتے ہوئے شدت سے اسے خود میں چھپا لیا تھا۔

تم بہت برے ہو۔۔۔!!تب بھی مجھے خود سے دور کر دیا تھا۔۔اور پھر وہ سب۔۔!وہ پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے شکوے کرنے لگی تو شہرام

گہری سانس خارج کرتا اسے اٹھاتے ہوئے گود میں شفٹ کرتے شدت سے گلے لگانے لگا۔۔۔

ائم سوری اب نہیں کروں گا تمہیں خود سے دور جانم۔۔! پر پلیز ایسے رو کر میرا دل خراب نہیں کرو۔۔۔! شہرام اسکے رونے سے بے چین ہوتا کہنے لگا تھا۔ جب مہرماہ اسکے گرد بانہیں پھیلاتے ہوئے زور سے ہگ کرنے کی کوشش کرنے لگی۔۔۔ اسکی کمزور کوشش پر مسکراتے ہوئے شہرام نے اگلے ہی پل زرا سا زور لگاتے ہوئے اسے خود میں سمانے کی کوشش کی تو مہرماہ کو بے اختیار اپنی پسلیاں ٹوٹتی ہوئی محسوس ہونے لگی۔۔

شہری کے بچے۔۔! مارنا ہے کیا مجھے۔۔! مہر ماہ فوراً گھٹے گھٹے سانس میں دہائی دیتے ہوئے اسکی پشت پر ملے برسانے لگی تو اس نے قہقہہ لگاتے ہوئے فوراً اپنی گرفت ڈھیلی کر دی۔۔۔

لو خود ہی تو زور لگا رہی تھی تم۔۔! میں تو بس تمہاری مدد کر رہا تھا۔۔۔! شہرام نے ہنستے ہوئے قریب ہوتے اسکی سرخ ناک چوم لی تھی۔۔ جب مہر ماہ نے منہ بسورتے ہوئے اچانک آگے بڑھتے ہوئے اسکی گردن پر دانت گاڑ دیئے تھے۔۔

آہ۔۔ ہے جنگلی بلی کہیں کی۔۔! اس اچانک حملے پر شہرام کراہتے ہوئے فوراً کہنے لگا تھا۔ جب مہر ماہ نے مزید زور لگاتے ہوئے اپنے اتنے دنوں کا سٹریس نکالنے کی کوشش کی تھی۔۔

بیگم چھوڑ دو میں کہہ رہا ہوں۔۔ ورنہ قسم سے اس ڈبل اور بہت گندے والی بے شرمی کروں گا تو منہ چھپاتی پھرو گی۔۔۔! کسی ویمپائر کی طرح اسے اپنا خون پینے کی کوشش کرتے دیکھ کر شہرام نے فوراً دھمکی لگائی تھی۔ جس پر سچ میں ڈرتے ہوئے مہر ماہ جلدی سے پیچھے ہو گئی۔ شہرام کو ایک دم سے اپنی گردن پر جلن اور درد محسوس ہونے لگا تھا۔۔۔

اب میرا موڈ ٹھیک ہو گیا ہے۔۔۔! اپنا غبار نکالنے کے بعد وہ چہکتے ہوئے بولی تو شہرام دانت پیستے ہوئے اسے دبوچ پاتا۔ جب اچانک اسکی پاکٹ میں پڑا موبائل بجنا شروع ہو گیا۔۔ موبائل کی بیل پر جہاں شہرام تھما وہیں مہر ماہ نے بے اختیار بے حد شکر ادا کیا۔۔۔

بیوی کے پاس ہوتے ہوئے یہ مجھے کیوں کال کر رہا ہے۔۔۔؟ارسل کی کال آتے دیکھ کر وہ حیران ہوا تھا۔جب مہر ماہ کے اشارے پر وہ یس کرتے ہوئے فون اسپیکر پر کرتے ہوئے بولا۔۔

ہاں بولو چھوٹے خان۔۔۔! کیا بیوی بھاؤ نہیں دے رہی جو مجھے فون کر لیا ہے۔۔۔! ہیلو کہنے کی بجائے وہ عادت سے مجبور الٹا بولنا شروع ہو چکا تھا۔۔ دوسری جانب ارسل خان بھی جو رابیل کو گود میں لئے بیٹھا تھا۔کہ بے اختیار دانت پیس کر رہ گیا۔۔مجال ہوا گر کبھی یہ دونوں عام انسانوں جیسے سیدھی بات کر لیتے۔۔باتھ روب میں اسکی گود میں براجمان رابیل نے خونخوار تاثرات سے ارسل خان کو گھوریوں سے نوازا تھا۔۔۔

بکواس کرنے کی بجائے اگر مہرو گڑیا کے پاس ہو تو زرا بات کرواؤ یا پھر اگر ادھر موجود نہیں ہو تو پیروں کو حرکت دیتے ہوئے فوراً سے پہلے وہاں پہنچو۔۔! کیونکہ رابی کو بات کرنی ہے۔۔!! ارسل اسے جھاڑتے ہوئے کہنے لگا تھا۔۔

ارسل خان کی بات سنتے ہوئے وہ دونوں حیران ہوئے تھے۔۔جب شہرام نے مہر ماہ کو بولنے کا اشارہ کیا۔۔۔

ہاں بولو رابی۔۔۔! کیا ہوا۔۔؟ فون اسپیکر سے ہٹاتے ہوئے مہر ماہ موبائل کان کے ساتھ لگاتے ہوئے بولی تھی۔یہ جانے بنا کہ آواز ابھی تک باہر سنائی دے رہی ہے۔۔

آپی وہ۔۔ میرا ڈریس خراب ہو گیا ہے مجھے ڈریس چاہیے۔۔! آپ پلیز مجھے کوئی ڈریس بھجوا دیں۔۔! کیونکہ میرے کپڑے بھیگ کر خراب ہو گئے ہیں۔۔۔! رابیل جھجکتے ہوئے اپنی مشکل بتانے لگی تو ارسل اسے پیچھے سے ہگ کرتے ہوئے دوبارہ اسکی گردن میں چہرہ چھپاتے ہوئے چومنا شروع ہو گیا۔ جب کہ اپنی بیوی کو شرما کر مہر ماہ سے بات کرتے دیکھ کر اسے ہنسی آ رہی تھی۔ رات کے سات بج چکے تھے۔۔۔

کوئی بات نہیں میری جان میں تمہیں ڈریس بھجواتی ہوں۔۔ تم ایسے کرو کہ چینج کر کے ادھر میرے کمرے میں ہی آ جاؤ۔۔! پھر سکون سے ادھر ہی ریڈی ہو جانا۔۔۔! کیونکہ ڈنر کے لئے ہم سب اب باہر جا رہے ہیں۔۔

اور ڈنر کا ڈریس کوڈ مام لوگوں نے ساڑھی رکھا ہے۔۔!! مہر ماہ مسکراہٹ دباتے ہوئے اسے ریلیکس کرتی بتانے لگی تھی۔

ساڑھی۔۔؟ یہ کب ہوا۔۔؟ رابیل کو ڈریس کوڈ جان کر بے حد حیرت ہوئی تھی۔۔

جب تم بھیا کے ساتھ کمرے میں بند تھی تب ہوا یہ۔۔۔! مہر ماہ نے ہنسی دباتے ہوئے فورا اسکے سوال کا جواب دیا تھا۔ جسے سنتے ہوئے جہاں رابیل کی سیٹی گم ہوئی وہیں ارسل خان کا دل کیا تھا کہ قہقے لگائے۔۔۔

آپی۔۔!! شرم و خفت سے دوہرے ہوتے رابیل نے بے بس ہوتے اسے پکارا تو مہر ماہ قہقہ لگاتے ہوئے شہرام کے سینے پر سر رکھ گئی۔۔

کوئی بات نہیں چندا۔۔! ہو جاتا ہے اکثر۔۔! تم شرماؤ نہیں بلکہ ایسے کرو کہ جلدی سے یہاں پر پہنچو۔۔۔! کیونکہ اگر ہم لیٹ ہوئے تو مام لوگ ہماری شامت لے آئے گئیں۔۔۔! مہر ماہ اسے چل کرتی کہنے لگی تھی۔ جب رابیل نے جی آپی کہتے ہوئے شرما کر فورا کال بند کر دی تھی۔

پاگل۔۔۔! رابیل کے شرمانے پر مہر ماہ سر جھٹکتے ہوئے ہنس گئی تھی۔۔۔

کچھ سیکھ لو ان چھوٹوں سے تم بھی۔۔ دیکھو کتنا پیار کرتے ہیں وہ ایک دوسرے سے کہ کپڑے ہی گیلے کر بیٹھے ہیں۔۔! فون بند ہوتے ہی شہرام کے بے شرم طعنے شروع ہوئے تو مہر ماہ نہ چاہتے ہوئے بھی ہنستی چلی گئی۔۔

شرم کرو کچھ۔۔۔! مہر ماہ اسے شرم دلاتے ہوئے کھڑے ہو کر وارڈ روب کی جانب بڑھ گئی تھی۔۔

ایسے کرو یہ ڈریس تم ہی ارسل بھیا تک پہنچا آؤ۔۔! اپنا ایک نیو ڈریس نکال کر شہرام کو تھماتے ہوئے وہ بولی تھی۔۔

اتنی کیا جلدی ہے۔۔!! شہرام اسکی کلائی پکڑ کر اسے پاس بٹھاتا جب مہر ماہ تیزی سے اسکی پہنچ سے دور ہو گئی۔۔ اسکے اس موو پر شہرام کو شدید حیرانی ہوئی تھی۔

بہت جلدی ہے کیونکہ پھر ہمیں تیار ہونے میں بھی وقت لگے گا۔۔! مہر ماہ اپنے ہی دھیان میں کہتے ہوئے اپنے لئے ساڑھیاں نکالتے ہوئے اسکی طرف آئی تھی۔۔۔

بتاؤان میں سے کونسی پہنوں۔۔۔! شہرام کو ساڑھیاں دیکھاتے ہوئے وہ پوچھنے لگی تو شہرام مسکرا کر تکیے سے ٹیک لگاتے ہوئے اسکا خوبصورت چہرہ دیکھتا چلا گیا۔۔۔۔

بلیک ہوٹل میں ایک کے بعد ایک گاڑیاں آکر رک رہی تھیں۔۔سب باری باری گاڑیوں سے اترتے ہوئے ایک ساتھ کھڑے ہونے لگے تھے۔

فاری دیکھو نا بہار بالکل پریگنٹ نہیں لگ رہی۔۔۔! بس تھوڑا سا فرق پڑا ہے۔۔! گل ناز کی نظریں ایک بار پھر اپنی جڑواں بہن پر آکر ٹک چکی تھیں۔جو کبیر خان کے ساتھ کھڑی کسی بات پر کھلکھلا رہی تھی۔۔فارس نے تاسف سے اپنی بیوی کو دیکھتے ہوئے بے اختیار کبیر خان کو آواز دی۔۔

خان۔۔۔!!! کبیر کے اپنی طرف دیکھنے پر فارس نے اسے اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا تھا۔۔

کیا ہے فاری، بھیا کو کیوں بلا رہے ہو۔۔۔؟ کبیر اور بہار کے ساتھ ساتھ باقیوں کو بھی اپنی طرف آتے دیکھ کر ناز نے گھبراتے ہوئے اپنے شوہر کو دیکھنا چاہا تھا۔۔ جب فارس اسے ان سنا کرتا کبیر خان سے کہنے لگا۔۔۔

وہ میں یہ پوچھنا چاہ رہا تھا۔ کہ تمہاری بیوی پریگننٹ نہیں کیا۔۔۔؟ کبیر کے پاس آتے ہی فارس نے کسی دوست کی طرح بے تکا سوال کیا تھا۔ جس پر کبیر خان سمیت باقی بھی حیرانی کا شکار ہوتے نظر آئے تھے۔

یہ کیسا سوال ہے۔۔؟ کبیر نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔۔۔

یہ میرا سوال نہیں بلکہ میری بیوی کا سوال ہے۔جو وہ تم سے اور بہار سے کرنا چاہ رہی تھی۔۔۔! کیونکہ اسے لگ رہا ہے۔کہ بہار پریگننٹ ہونے کی ایکٹنگ کر رہی ہے۔۔۔!! فارس مسکرا کر کہتے ہوئے گل ناز کی طرف اشارہ کرنے لگا تھا۔جو کبیر کے اپنی طرف دیکھنے پر تیزی سے سر نفی میں ہلانے لگی تھی۔۔

آپی۔۔! بہار حیران کن ہوتے اپنی بہن کو دیکھ گئی۔۔جب کہ اپنے شوہر کی بے شرمی پر گل ناز بیچاری دانت کچکچا اٹھی تھی۔۔

ایسا نہیں بھیا۔۔۔! فاری تم الٹا کیوں بول رہے ہو۔۔۔! نازایک دم سے پریشان ہوتے بولی تھی۔۔

پھر کیسا ہے بھابھی جان۔۔؟ شہرام نے جھٹ سے پوچھنا چاہا تھا۔ جب کہ اپنی بیوی کو مشکل میں دیکھتے ہوئے فارس بے اختیار ہنستے ہوئے اسے بازو کے گھیرے میں لے گیا۔۔۔ فارس کی ہنسی سے کبیر کو اسکی شرارت کی سمجھ آچکی تھی۔

اسکو لگتا ہے کہ یہ پریگننسی میں بہت موٹی ہو رہی ہے۔ پر بہار کو کوئی فرق نہیں پڑ رہا۔۔ اس لئے ہر روز یہ ایسے سوال کرتے ہوئے میرا دماغ کھا جاتی ہے۔۔ پلیز اسکو کوئی ایسا جواب دو کہ اسکو سکون آجائے اور مجھے بھی۔۔۔! فارس نے ہنستے ہوئے انہیں اصل بات بتائی تھی۔۔

ہاں دیکھو نا یہ بالکل بھی نہیں بدلی۔۔ پھر میں ہی اکیلی کیوں موٹی ہو رہی ہوں۔۔!! نازنے اب منہ بناتے ہوئے بہار کے سراپے کی طرف اشارہ

کیا تو وہ شرماتے ہوئے کبیر کے سینے میں منہ چھپاتے ہوئے سب کو ہنسنے پر مجبور کر گئی۔۔

مجھے لگتا ہے آپی کہ اگر آپ اپنے ساتھ بہار آپی کو بھی مٹن کھلائیں گئیں۔ تو ضرور یہ آپ کی طرح، ہیلتھی ہو جائیں گئیں۔۔۔! مہر ماہ جلدی سے حل بتانے لگی تھی۔ اسکی بات سنتے ہوئے گل ناز کی آنکھیں چمکتی چلی گئ تھیں۔۔ کیونکہ آئیڈیا اچھا تھا۔۔ شاید اسی وجہ سے وہ موٹی ہو رہی تھی۔ اور بہار نہیں ہو رہی تھی۔۔۔

بالکل۔۔۔! اگر تم لوگ میری بیوی کو موٹا کرنے میں کامیاب ہو گئیں۔ تو میری طرف سے اپنا انعام پکا سمجھو۔۔! بہار کو بازو کے گھیرے میں لیے کبیر بھی اسکی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہنے لگا تھا۔ کیونکہ بہار کھانے پینے

کے معاملے میں بہت کام چوری کرتی تھی۔ فروٹ وہ چھپا دیتی تھی۔ اور کھانا وہ بس نام کا ہی کھاتی تھی۔۔ بس ہر وقت اسے کھٹی میٹھی چیزیں چاہیئے ہوتی تھیں۔

ڈیل ڈن برو۔۔۔!! گل ناز نے جھٹ سے چیلنج قبول کرتے ہوئے کبیر خان سے ہاتھ ملایا تو اپنی بیوی کے انداز پر فارس قہقہ لگا گیا۔۔۔

اب تمہاری بہارے کو میری بیوی سے کوئی بچائے گا خان۔۔۔! فارس نے ہنستے ہوئے کبیر خان کو وارن کرنا چاہا تھا۔۔ جبکہ بہار بھی معصومیت سے اپنے شوہر کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ جو ہنستے ہوئے اسکا ماتھا چوم چکا تھا۔۔۔

وہاں کیوں کھڑے ہو گئے ہو اب چلو بھی اندر۔۔۔!! سب کو ایسے کھڑے کر کر باتیں کرتے دیکھ کر سنان مصطفیٰ انہیں آواز دیتے ہوئے بولے تھے۔ جو کہ زرا فاصلے پر کھڑے تھے۔۔۔

خود لیٹ آئے ہیں پر ہر بار سنانا ہمیں ہی ہوتا ہے۔۔۔! فاتح منہ بنا کر بولا تھا۔۔ جب شہرام اسکا بازو اپنے کندھے پر رکھتا قدم اٹھا گیا۔ وہ دونوں اپنی عادت کے مطابق بائیک پر آئے تھے۔ جب کہ باقی سب گاڑیوں میں تھے۔۔

لگتا ہے آج ان دونوں کا پتہ کٹا ہوا ہے۔۔!! غازیان اور باسم کی جانب اشارہ کرتے ہوئے شہرام نے قدم اٹھاتے ہوئے سرگوشی کی تھی۔ سبحان پہلے ہی علیزے خان اور منیزے پاشا کے ساتھ اندر جا چکا تھا۔۔

کیسے۔۔۔؟اسکی سرگوشی پر فاتح سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھ گیا۔

محبت اور ماہی ان گدھوں کو لفٹ جو نہیں کروا رہیں۔۔دیکھ کیسے باسی روٹی کی طرح منہ بنایا ہوا ہے اس بیرسٹر نے۔۔۔!!کسی محلے کی آنٹی کی طرح شہرام فٹ سے اسے بتانے لگا تھا۔جسے ہر گھر کی خبر ہوتی تھی۔

اچھا کر رہی ہیں۔۔!دیکھنا واپس جاتے ہی اپنی نیلی بلی کو اس بیرسٹر کے خلاف اتنی پٹیاں پڑھاؤں گا۔کہ لفٹ تو چھوڑوں اسے دیکھتے ہی وہ اپنا رستہ بدل جائے کرے گی۔۔۔!اپنی بہن کے اس عمل کو سراہتے ہوئے فاتح سلطان مزید پلیئنگ کرتے ہوئے بولا تو شہرام متفق انداز میں قہقہ لگاتا چلا گیا۔۔۔

پتہ نہیں اب یہ کس کا سکون تباہ کرنے کا سوچ رہے ہیں۔۔۔؟؟ شہرام اور فاتح کو آپس میں سرگوشیاں کرتے دیکھ کر فارس نے بے اختیار کہا تھا۔ انکے ہم شکل ایسے ہی عجیب سی مخلوق تھی۔۔ جب کہ کبیر ہنستے ہوئے کندھے آچکا گیا تھا۔ بے شک یہ ہی زندگی کی رونق اور روانی تھی۔۔

مام۔۔۔!! رابیل نے پاس بیٹھیں میرال کو متوجہ کرنا چاہا تھا۔ جو کب سے ساتھ بیٹھی بیہ صدیقی کے ساتھ باتوں میں مصروف تھیں۔ سب خواتین ایک ٹیبل پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ جب کہ مرد سامنے والے ٹیبل پر ایک ساتھ موجود تھے۔۔۔

ہاں۔۔۔!! کیا ہوا۔۔۔؟ رابیل کے بلانے پر میرال چونکتے ہوئے اسکی طرف متوجہ ہوئیں تو بیہ صدیقی بھی دیکھے لگیں۔۔

مام وہ میں کہہ رہی تھی۔ کہ آپ آج اتنی پیاری لگ رہی ہیں۔۔! دیکھیں نا ڈیڈ بھی آپ کو بار بار دیکھ رہے ہیں۔۔۔! دوسری میز پر بیٹھے ہوئے باسط صاحب کی طرف دیکھتے ہوئے رابیل بے ساختہ کہنے لگی تھی۔ کہ بیٹی کے اپنی طرف دیکھنے پر باسط صاحب مسکرا دیئے تھے۔۔۔

ہاں تو دیکھنے دو۔۔! تمہیں کیا ہو رہا ہے۔۔! منٹ گرین کلر کی خوبصورت سی ساڑھی میں میرال لاپرواہی سے بولتے ہوئے دوبارہ رخ موڑنے لگیں۔ جب رابیل پھر بول پڑی تھی۔۔

کیا مطلب دیکھنے دو آپ کو کیا کچھ محسوس نہیں ہو رہا۔۔۔؟ رابیل نے حیرت سے اپنی کھڑوس ماں کو دیکھا تھا۔ جیسے جاننا چاہ رہی تھی۔ کہ کیا اسکی ماں سچ میں اتنی feeling less تھی۔

کیا مطلب کچھ محسوس نہیں ہو رہا۔۔! اب میں کیا محسوس کروں اس میں رابی۔۔؟ بیٹی کی بے معنی بات پر میرال الجھتے ہوئے ایک نظر باسط صاحب کو دیکھ گئیں۔ جو سچ میں وقفے وقفے سے انکی طرف ہی دیکھ رہے تھے۔۔

مام آپ سمجھ کیوں نہیں رہی ہیں۔ جو میں کہنا چاہ رہی ہوں۔۔! رابیل کو اب حد سے زیادہ چڑا ٹھی تھی۔۔ جب کہ اسکی بنا سر پیر والی باتوں پر بیہ صدیقی بھی اب الجھن کا شکار نظر آنے لگی تھیں۔۔۔

رابی کیوں ہمیشہ کی طرح میرا دماغ چاٹنے میں لگی ہوئی ہو۔۔سیدھی طرح کیوں نہیں کہتی تم بات۔۔۔!میرال اب جھڑکتے ہوئے بولی تھیں۔۔ جب رابیل غصے سے کھانا چھوڑ کر بولتے ہوئے اپنی ماں اور آنی کو شاک دیتی چلی گئی۔۔

اگر آپ کو سیدھا سیدھا ہی سننا ہے۔تو پھر سنیں کہ مجھے اب اپنا ایک عدد بھائی یا بہن چاہیئے ہے۔اور چونکہ آپ آج بہت خوبصورت اور جوان لگ رہی ہیں۔تو اس بارے میں آج ہی کچھ حل کریں۔۔!!انتہائی سنجیدگی سے کہتے ہوئے رابیل آج پر زور دیتے ہوئے بولی تو میرال کو سرخ تانبے کی طرح کرتی چلی گئی۔جب کہ بیہ صدیقی کا اچانک چھت پھاڑ قہقہ ابلا تو سب متوجہ ہوتے حیرت سے انکی طرف دیکھنے گئے۔۔۔

اپنی ماں کو صدمے میں دیکھ کر رابیل نے بے نیازی سے کندھے آچکا دیئے تھے۔۔

آپ خود ہی کہتی ہیں نا کہ آپ ابھی جوان ہیں۔۔تو ٹھیک ہے اپنی جوانی کا ثبوت دیں اور مجھے میرا کوئی بہن یا بھائی پیدا کر کے دیں۔۔! میں اب مزید اکلوتی نہیں رہ سکتی۔۔۔!! لاپرواہی سے کہتے ہوئے رابیل نے ضدی انداز میں ماں کو فرمائش بتائی تھی۔۔یا دوسرے الفاظ میں شاید وہ ماں کو چیلنج دے رہی تھی۔۔۔

بیہ اسکا منہ بند کروالو ورنہ سچ میں آج میں نے اپنا جوتا اتار لینا ہے۔۔۔!! اسے مزید گوہر افشانیاں کرتے دیکھ کر میرال غصے سے لال پیلا ہوتے کہنے

لگی تھیں۔جب کہ بیہ مسلسل ہنسے ہی جارہی تھیں۔سب کی حیرت وسوالیہ بھری نظریں ان پر تھیں۔۔

کیاہوا اکیلے ہی کیوں ہنسے جارہی ہو۔۔؟ائرہ کاظمی متجسس ہوتے بیہ صدیقی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ گئیں۔جب کہ میرال غصے سے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے جاکر دوسری طرف بیٹھ چکی تھیں۔پر رابیل کے تاثرات میں کوئی فرق نہیں تھا۔۔وہ صاف صاف جتاچکی تھی۔کہ اگر اتناخوبصورت لگناہی ہے۔تواسکا کوئی فائدہ توہوناچاہیے نا۔۔دور بیٹھے باسط صاحب پریشان ہوتے اپنی بیوی اور بیٹی کو دیکھ رہے تھے۔۔میرال کے اٹھنے سے وہ اندازہ لگاچکے تھے۔کہ انکی بیوی اور بیٹی میں پھر ان بن ہوچکی ہے۔جس کے نتیجے

میں انکی بیوی غصے میں اب الگ جا کر بیٹھ گئی ہیں۔۔بعد میں جاننے کا سوچتے ہوئے وہ سرد سانس خارج کرتے باقیوں کی جانب متوجہ ہو گئے تھے۔

مجھے آپ لوگوں کی کوئی ہمدردی نہیں چاہیئے۔۔۔!! سیلینہ بے تاثر لہجے میں بولی تھی۔جب کہ محمد بن الوہاب دکھی نظروں سے نواسی کو دیکھ رہے تھے۔جو انکی بیٹی کی اکلوتی نشانی تھی۔وہ جب سے یہاں پر آئی تھی۔تب سے ایسے ہی تھی۔بدگمان اور ناراض سی۔۔۔

ہمیں مزید سزا مت دو بچے۔۔۔! تمہاری یہ بے رخی ہمیں بہت تکلیف دیتی ہے۔۔۔!! قاسم التجائیہ لہجے میں بولے تھے۔آج ایک بار پھر وہ سب اسے منانے کے لیے آئے ہوئے تھے۔۔محمد بن الوہاب اپنے پانچوں بیٹوں

کے ساتھ اسکے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ تو دوسری طرف دلاور خان اور شیر از پاشا کے ساتھ ساتھ حسن صاحب اور مصطفیٰ صاحب بھی موجود تھے۔۔

سزا تو آپ لوگوں نے میری ماں کو دی ہے۔۔۔! وہ زخمی لہجے میں کہہ کر آخر پر نم آنکھوں سے محمد بن الوہاب کی طرف دیکھنے لگی تو اسکی نظروں کے مفہوم کو سمجھتے ہوئے تڑپ سے گئے۔۔۔

ایسا نہیں ہے بچے۔۔۔! ہم جانتے ہیں۔ کہ ہم سے غلطی ہوئی ہے۔۔۔! پر اب ہمیں مزید سزا مت دو۔۔۔ ہماری بیٹی بھی آخری وقت میں ہم سے ناراض تھی۔ اب اگر تم نے بھی ہمیں معاف نہ کیا تو قیامت کے دن میں اپنی بیٹی کا سامنا نہیں کر پاؤں گا۔۔۔! محمد بن الوہاب تکلیف سے روتے

ہوئے سیلینہ کے آگے ہاتھ جوڑنے لگے تھے۔جب سیلینہ بے اختیار آگے بڑھتے ہوئے انکے کمزور ہاتھ تھام گئی۔۔۔جب کہ انکے بیٹوں کی تکلیف سے آنکھیں نم ہو رہی تھیں۔غصے اور بدلے کی آگ نے انکا بہت بڑا نقصان کیا تھا۔کاش ایک بار وہ دل بڑا کرتے ہوئے اپنی بہن کو معاف کرتے ہوئے اسے سینے سے لگا لیتے تو آج شاید انکے ہاتھ خالی نہ ہوتے۔۔۔

جس روز وہ سیلینہ کو بے آسرا کرتے ہوئے خدیجہ کو زبردستی ساتھ لیے یہاں پر پہنچے تھے۔اسے اگلے ہی روز خدیجہ کی طبیعت شدید بگڑنے لگی تھی۔پہلے شوہر کی موت کا صدمہ اور پھر بیٹی کی جدائی نے اچانک انہیں

اپنی ایسی لپیٹ میں لیا۔ کہ وہ چند دنوں میں ہی صدیوں کی بیمار نظر آنے لگی تھیں۔

محمد بن الوہاب جو اتنے سالوں سے یہ سوچے ہوئے تھے۔ کہ بیٹی کی واپسی پر اس سے منہ پھیرتے ہوئے نفرت جتائیں گئے۔ پر قسمت نے انہیں اس بار بھی موقع نہیں دیا تھا۔ جس بیٹی کو انہوں نے شہزادی بنا کر پالا تھا۔ وہ بیٹی اب بستر مرگ سے لگتے ہوئے محمد بن الوہاب کی نفرت کے بت کو ملیامیٹ کر چکی تھی۔۔ ہر وقت وہ خاموشی سے بس سیلینہ کو یاد کرتی رہتی تھیں۔۔۔ اور کبھی کبھی ضبط ٹوٹنے پر وہ پاگلوں کی طرح سیلینہ کو پکارنے لگتی تھیں۔ محمد بن الوہاب لاڈلی بیٹی کی ایسی حالت دیکھتے ہوئے ٹوٹ جایا کرتے تھے۔ پر قسمت انہیں پھر موقع نہیں دے رہی تھی۔۔ کیونکہ جس

نواسی کو انہوں نے کسی کافر کا خون کہتے ہوئے قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔اب اسی نواسی کی تلاش میں وہ زمین و آسمان ایک کیے ہوئے تھے۔۔

محمد بن الوہاب کے بیٹوں نے اٹلی کا کوئی شہر نہیں چھوڑا تھا۔جہاں انہوں نے سیلینہ کو تلاش نہ کیا ہو۔یہ جانے بنا کہ سیلینہ تب اٹلی میں نہیں بلکہ پاکستان پہنچ چکی تھی۔۔۔

بیٹی کی راہ تکتے تکتے آخر کار خدیجہ نے ایک دن مایوس ہوتے آنکھیں بند کر لیں تھیں۔انکے یوں اچانک مرنے پر محمد بن الوہاب اور بیٹوں کو گہرا صدمہ ملا تھا۔پر وہ بے بس تھے۔۔۔کیونکہ اس بار انکی بہن نے ناراضگی کے اظہار کے طور پر سفید چادر کو اوڑھ لیا تھا۔خدیجہ کی تدفین کے بعد محمد بن الوہاب بیٹوں سے کہہ چکے تھے۔کہ انہیں ہر حال میں اپنی نواسی اب

چاہیئے ہے۔تاکہ اپنی نواسی سے معافی مانگ کر وہ سکون سے مر سکتے۔۔اور اسی کوشش میں انکی ملاقات ایک دن دلاور خان سے ہوئی تھی۔۔جب اپنا عمرہ مکمل کرنے کے بعد وہ روتے ہوئے دعا مانگتے ہوئے اچانک بے قابو ہو گئے تھے۔تب دلاور خان نے بہت مشکل سے انہیں سنبھالا تھا۔وہ اس بارعب بزرگ شخصیت کے یوں رونے پر حیرت زدہ تھے۔۔۔

محمد بن الوہاب کو پر سکون کرنے کے بعد جب دلاور خان نے ان سے انکی مشکل پوچھی تو وہ بے دھیانی میں سیلینہ کی تصویر دیکھاتے ہوئے سب بتاتے چلے گئے۔سیلینہ کی تصویر دیکھتے ہی دلاور خان شاکڈ ہو چکے تھے۔کیونکہ وہ انکے پوتے کی بیوی تھی۔جسے وہ دیکھتے ہی پہچان گئے تھے۔۔فاتح

سلطان نے اپنی محبت کا اظہار سب سے پہلے انکے ساتھ ہی کیا تھا۔۔ جب کہ شہرام علی نے تو بن کہے اسکی محبت کو جان لیا تھا۔۔

اپنے خاندان سے دور ہونے کے باوجود دلاور خان ہر پل اپنے پوتوں کے ساتھ جڑے رہتے تھے۔ جن میں فاتح سلطان سب سے زیادہ انکے ساتھ اٹیچ تھا۔ جیسے آغا جان کی جان سلطان احمد خان میں قید تھی۔ بالکل اسی طرح دلاور خان کے سارے پوتوں میں فاتح سلطان سب سے چھوٹا تھا۔ اور اپنے آغا جان کا لاڈلا تھا۔ وہ اپنی ہر بات ان سے شیئر کیا کرتا تھا۔۔ ایسے میں سیلینہ جب اسکی جونیئر تھی۔ تب فاتح اکثر دلاور خان کو اسکی تصویریں بھیجتے ہوئے سوال کیا کرتا تھا۔ "کہ بڑی آپکی بہو کیسی ہے۔۔؟ اگر آپ کو اچھی لگتی ہے تو ہی میں اس سے شادی کروں گا۔۔"

دلاور خان اسکی ان باتوں پر ہنستے ہوئے شیر از پاشا کو بتایا کرتے تھے۔ وہ اپنے چالاک پوتے سے اچھے سے واقف تھے۔ جو اپنے دادا کے کندھے پر بندوق رکھتے ہوئے محبت پانا چاہ رہا تھا۔ اور جب فاتح کے نکاح کا وقت آیا تھا۔ اور وہ بڑے بھائیوں کو منا رہا تھا۔ تب دلاور خان نے بھی بعد میں فون کرتے ہوئے کبیر خان کو اپنے لاڈلے کی خواہش پوری کرنے کا حکم دیا تھا۔ اور شکریہ کے طور پر تب شہرام اور فاتح دونوں کے لیے انہیں ملنے کے لئے بھی یہاں آئے تھے۔ اور اب سیلینہ کا تعلق سامنے بیٹھے شخص سے جانتے ہوئے وہ پریشان ہو چکے تھے۔۔۔ کیونکہ یہ وہی وقت تھا۔ جب سیلینہ اور فاتح سب سے دور ہوتے لاپتہ ہو چکے تھے۔۔۔

شیر از پاشا سے مشورہ کرتے ہوئے دلاور خان نے چند گھنٹوں میں محمد بن الوہاب کی ساری معلومات حاصل کرتے ہوئے انکی بتائی گئی کہانی کے بارے میں یقین دہانی کرنا چاہی تھی۔ کیونکہ وہ انہیں سیلینہ کے بارے میں بتانے سے پہلے مکمل طور پر اس بات کی تسلی کرنا چاہتے تھے۔ کہ کہیں وہ سیلینہ کو کسی بدلے کی نیت سے نہ تلاش کر رہے ہوں۔۔ پر ایسا نہیں تھا۔۔ مکمل اطمینان کرنے کے بعد جب دلاور خان سیلینہ کے بارے میں بتانا شروع ہوئے تو محمد بن الوہاب اور انکے بیٹوں کو نئی زندگی دیتے چلے گئے۔۔ شاید خدا نے اس بار انکی دعا سن لی تھی۔ جو انکا ٹکراؤ دلاور خان سے ہو گیا تھا۔۔

ساری معلومات لینے کے بعد ایک بار پھر محمد بن الوہاب کے بیٹے اٹلی روانہ ہوئے تھے۔ جہاں انکی بھانجی کے ساتھ ساتھ اب انہیں اپنے داماد کو بھی تلاش کرنا تھا۔ اٹلی پہنچ کر حالات کا اندازہ لگاتے ہوئے وہ سیلینہ کو مارکو کی قید سے نکال پاتے جب اس سے پہلے کیپٹن ہیر اپنا مشن پورا کر چکی تھی۔ ایک لڑکی کو یوں بہادری سے سیلینہ کو کندھے پر اٹھائے دیکھ کر وہ ہکا بکا رہ گئے تھے۔ جب کہ مہر ماہ کو بے خوفی سے بیر وٹو کا پیچھا کرتے دیکھ کر وہ انکی ہمت کو سلام پیش کر گئے۔۔ اٹلی میں مہر ماہ اور ہیر کی حفاظت کے لیے اگر بلیک گینگ کے آدمی سایے کی طرح رہتے تھے۔ تو کہیں نا کہیں ذید بن الوہاب کے آدمی بھی شامل تھے۔

ہیر کے سیلینہ کو آزاد کرواتے ہی مزید وقت ضائع کیے بنا زید بن الوہاب انکے فلیٹ پر جا پہنچے تھے۔ تاکہ وہاں سے سیلینہ کو ساتھ لے جا سکتے۔ کیونکہ سیلینہ کا اٹلی میں مزید رہنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔۔ اپنا تعارف کروانے کے بعد زید بن الوہاب نے سب سے پہلے ہیر کی دلاور خان سے بات کروائی تھی۔ جن کے حکم پر ہی ہیر اور مہر ماہ نے سیلینہ کو اسکے ماموں کے ساتھ روانہ کر دیا تھا۔ اور سعودی عرب میں پہنچتے ہی سیلینہ کو جب ہاسپٹل میں ایڈمٹ کیا گیا۔ تو وہ سب کو پہچاننے سے انکار کر گئی۔ تب پہلی بار دلاور خان اسکے روبرو ہوئے تھے۔

دلاور خان کو اپنے سامنے دیکھتے ہوئے وہ بے یقین سی رہ گئی۔ لیکن پھر فاتح سلطان کو پھر سے دیکھنے کی امید میں وہ نم آنکھوں سے مسکراتی چلی گئی

تھی۔۔دس دن ہاسپیٹل میں رہنے کے بعد جب ڈسچارج ہو کر گھر جانے کا وقت آیا تب بھی سیلینہ نے سرے سے ہی اپنے ننھیالی رشتے داروں کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا تھا۔ جس پر دلاور خان اسے اپنے ساتھ لے آئے تھے۔ جہاں سب نے اسکا بے حد خیال رکھا تھا۔۔

پر اس دوران محمد بن الوہاب اور انکے بیٹے اس سے ملنے کے لئے ضرور آتے رہتے تھے۔ لیکن سیلینہ انہیں کبھی معاف نہ کرنے کا فیصلہ سنا چکی تھی۔ کیونکہ انکی بے حسی کی وجہ سے پہلے وہ اپنی ماں سے دور ہوئی۔اور بعد میں اسے وہ سب بھی برداشت کرنا پڑا جو شاید ایک عام لڑکی کبھی خواب میں بھی نہ سوچ پاتی۔۔۔

اگر آپ سب صرف اس لئے یہاں پر آتے ہیں۔ کہ قیامت کے روز سر اٹھا کر اپنی بیٹی اور بہن کا سامنا کر سکیں۔ تو میں۔۔ یعنی "سیلینہ فاتح سلطان" آپکو اپنی ہر تکلیف کے لئے معاف کرتی ہوں۔ یہاں تک کہ اپنی ماں کا خون بھی۔۔۔!! محمد بن الوہاب کے کمزور ہاتھ تھامے وہ سنجیدہ لہجے میں بولتے ہوئے سب کو ششدر کرتی اٹھ کر کمرے میں جا چکی تھی۔ جب کہ محمد بن الوہاب جو اسکے لمس پر ٹھہر سے گئے تھے۔ کہ سیلینہ کے جانے پر دوبارہ تکلیف سے روتے چلے گئے۔۔۔

زید۔۔۔ کیا اپنے اس نام سے وہ ہمیں واضح کر رہی ہے۔۔ کہ ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں۔۔۔؟ محمد بن الوہاب کانپتے ہوئے مزید رونے لگے تھے۔۔ جب انکے بیٹے تیزی سے اٹھتے ہوئے انہیں تھام گئے۔۔۔

بابا حوصلہ کریں۔۔۔! وہ بچی ہے۔۔مان جائے گی۔۔۔! ذیدا نہیں حوصلہ دیتے ہوئے گلے سے لگا گئے۔۔جب کہ سیلینہ کے الفاظ پر انکی خود کی آنکھیں نم ہو چکی تھیں۔۔ جس بچی کو وہ کسی کافر کا خون کہتے ہوئے بے یارو مددگار چھوڑ کر آئے تھے۔۔آج اسی کو ایک بار گلے سے لگانے کے لئے وہ تڑپ رہے تھے۔وہ اپنی بہن کی خوشبو کو محسوس کرنے کے لئے تڑپ رہے تھے۔

سیلینہ فاتح سلطان نے اپنا ظرف بڑا کرتے ہوئے انہیں معاف تو کر دیا تھا۔ پر شاید دل بڑا کرنے میں اسے وقت لگنا تھا۔ یا پھر اسکے دل بڑا کرنے کا طویل انتظار انکا مقدر بننے والا تھا۔۔۔

کھانا کھانے کے بعد سب دیر تک بیٹھ کر باتیں کرتے رہے تھے۔اور اب رات کا ایک بج رہا تھا۔جب وہ واپسی کے لئے باہر نکلتے ہوئے گاڑیوں کی طرف بڑھ ہی رہے تھے۔جب اچانک دھڑا دھڑ فائرنگ ہونا شروع ہو گئی۔۔فائرنگ کی آواز پر سب نے بدحواس ہوتے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تو ایک دم سے لوگوں کی چیخ وپُکار بلند ہونے لگی۔

اندر چلو سب۔۔۔!!ضرار پاشا چلاتے ہوئے اپنی عورتوں سے بولے تو وہ چیختے ہوئے واپس اندر کی جانب بھاگیں تھیں۔جب کہ سلطان اور عیس ہمدانی تیزی سے دوسری جانب بھاگے تھے۔۔

سنان بچیوں کو اندر لے کر جاؤ۔۔۔!!وہاج صدیقی نے چیختے ہوئے کہا تھا۔

جب کہ لڑکے باقی لوگوں کو حفاظت سے اندر لے کر جا رہے تھے۔اندر آتے ہی کبیر خان کی نظروں نے بہار کو تلاش کرنا چاہا تھا۔۔

بہارے کہاں ہے۔۔۔؟کبیر خان نے کسی خدشے کے تحت سب چہروں میں اسے تلاش کرنا چاہا۔۔۔

بھیا آپی تو تھوڑی دیر پہلے مہرو آپی کے ساتھ گاڑی کی طرف گئی تھیں۔۔۔!محبت نے ڈرتے ہوئے جیسے ہی بتایا تو کبیر خان جلے ہوئے پیروں پر واپس باہر کی جانب بھاگا۔۔۔

ڈیڈ آپ ادھر انکے پاس ہی رکیں ہم بھائی کے پیچھے جا رہے ہیں۔۔۔!وہاج صدیقی سے کہتے ہوئے ایشام جلدی سے بڑے بھائی کے پیچھے نکلا تھا۔۔۔

فتی تم باہر نہیں آؤ گئے۔۔۔!! شہرام نے باہر جانے سے پہلے فاتح کو بٹھاتے ہوئے ہدایت کی۔۔بدلے میں فاتح انکار کرتا کہ شہرام نے پہلے ہی اسے ٹوک دیا۔۔

تجھے میری قسم ہے۔۔تو یہاں سے ہلے گا بھی نہیں۔۔ویسے بھی تمہارے پہلے والے زخم بھی ابھی ٹھیک نہیں ہوئے ہیں۔۔۔!اسے اپنی قسم میں باندھتے ہوئے شہرام گن نکالتے ہوئے باہر کی جانب بھاگ چکا تھا۔جب کہ فاتح نے بے بسی سے خود کی ٹانگ کی طرف دیکھا۔۔لیکن پھر ہمت کرتے ہوئے وہ بہنوں کی طرف بڑھ گیا۔۔

میرے قریب کوئی آیا تو اس لڑکی کو جان سے مار دوں گا۔۔۔!! بہار کے سر پر گن رکھے مارکو ایلن اٹالین زبان میں چلایا تھا۔۔۔دوسری طرف مہر ماہ اور فارس ہمدانی کو اسکے آدمی بندوق کی نوک پر رکھے کھڑے تھے۔۔۔مارکو ایلن آج اس جنگ کو سچ میں ختم کرنے کے لیے یہاں پر آ پہنچا تھا۔اور یہ جنگ صرف اسی صورت میں ٹل سکتی تھی۔جب سیلینہ احمد اسے مل جاتی۔۔۔

کبیر خان جو بدحواسی میں بھاگتے ہوئے وہاں پر آیا تھا۔کہ پارکنگ کا قیامت خیز منظر دیکھتے ہوئے وہیں پر رکتا چلا گیا۔

بیر۔۔۔!! کبیر خان کو دیکھتے ہی بہار خوف سے چلا اٹھی تھی۔۔۔

وہیں رک جاؤ۔۔۔! فاتح کے ہم شکل کو دیکھتے ہوئے مارکو نے بے اختیار ہاتھ اوپر اٹھاتے فضا میں فائر کرتے کبیر خان کے پیروں کو جکڑا۔ کبیر جو اسکی طرف بڑھ رہا تھا۔۔ کہ بے ساختہ اس منظر کو دیکھتے ہوئے وہیں پر رک گیا۔۔ بہار خوف سے چلاتے ہوئے سر دپڑنے لگی تھی۔ اسکے برعکس مہر ماہ انتہائی پر سکون سی کھڑی تھی۔ جب کہ فارس بھی بے تاثر چہرے میں مارکو کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔۔ شہرام علی نے حیرت سے اپنی بیوی کی بے خوفی دیکھی تھی۔۔

اگر چاہتے ہو کہ میں ان دونوں لڑکیوں اور اسے جان سے نہ مارو تو مجھے سیلینہ احمد واپس کر دو۔۔۔! گن دوبارہ سے بہار کے سر پر رکھتے ہوئے مارکو ایلن نے اس جنگ کو ختم کرنے کی آخری شرط رکھی تھی۔

اور اگر تم اپنی سلامتی چاہتے ہو تو اب ہار مان جاؤ مار کو۔۔ ورنہ تمہارا انجام بہت بھیانک ہونے والا ہے۔۔۔!! سلطان احمد خان دھاڑتے ہوئے بولے تھے۔۔ جب ضرار پاشا انکو تھامتے ہوئے روک گئے۔۔ کیونکہ یہ وقت جوش سے نہیں بلکہ ہوش سے کام لینے کا تھا۔۔۔

مجھے اپنے انجام کی کوئی فکر نہیں ہے۔۔ البتہ اگر میری شرط پوری کرنے میں مزید دیر ہوئی تو میں اس لڑکی کو اڑاتے ہوئے اپنا پہلا ٹریلر حقیقت بنا دوں گا۔۔ اور جب تک سیلینہ احمد میرے سامنے آکر کھڑی نہیں ہو جاتی تب تک یہ ٹریلر پوری فلم میں بھی بدل سکتا ہے۔۔!! اب فیصلہ تم لوگوں کا ہے۔۔!! کہ بنا ٹریلر کے میری شرط پوری کرنی ہے یا پھر۔۔۔!! سرد

پڑتے لہجے میں وہ بولتے ہوئے بہار کے سر پر رکھی گن کا دباؤ بڑھانے لگا تو بہار خوف سے نیلی پڑتی چلانا شروع ہو گئی۔۔

اگر میری بیوی کو ایک آنچ بھی آئی تو یاد رکھنا کہ کبیر خان تجھے ایسی موت مارے گا کہ تو اپنے پیدا ہونے پر پچھتانے لگے گا سالے۔۔۔!! بہار کے چلانے پر کبیر خان جنونی بنتا اسکی طرف بڑھتا جب غازیان اور شہرام تیزی سے اسے قابو کر گئے۔۔۔

بھائی ایسے نہیں ورنہ وہ بھابھی کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔۔۔! ارسل نے اسے روکتے ہوئے ہوش دلانے کی کوشش کی تھی۔۔۔

مجھے لگتا ہے کہ تم لوگ بناٹر یلر دیکھے میرا کہا مانو گئے نہیں۔۔۔!! شیطانی ہنسی ہنستے ہوئے مارکو نے کہا تھا۔ جب اچانک غازیان اور شہرام کی نظر

سامنے کی طرف اٹھی۔۔چہرے پر ماسک لگائے دو سبز آنکھیں چمک رہی تھیں۔جب کہ ہاتھ میں گن پکڑے وہ مارکو کے کندھے کا نشانہ لے رہی تھی۔۔اسی نقاب پوش لڑکی کو دوبارہ سے دیکھتے ہوئے وہ حیرت زدہ ہوئے تو سرگوشی میں کبیر سے کہتے ہوئے اسے ہوش دلانے لگے۔۔۔

تو تمہیں سیلینہ احمد چاہیئے۔۔۔؟غازیان نے جلدی سے سوال کرتے ہوئے مارکو کا دھیان بھٹکانا چاہا تھا۔اور ساتھ ہی وہ فارس ہمدانی کو اشارہ کر چکا تھا۔جسے مہر ماہ نے بھی دیکھ لیا تھا۔۔

بالکل۔۔!بتاؤ کہاں ہے وہ۔۔؟؟غازیان کے سوال میں حامی بھرتے ہوئے مارکو نے بے چینی سے استفسار کیا۔۔۔

ہم تم

تو تمہیں سیلینہ احمد چاہیئے۔۔۔؟غازیان نے جلدی سے سوال کرتے ہوئے مارکو کا دھیان بھٹکانا چاہا تھا۔اور ساتھ ہی وہ فارس ہمدانی کو اشارہ کر چکا تھا۔جسے مہر ماہ نے بھی دیکھ لیا تھا۔۔

بالکل۔۔!بتاؤ کہاں ہے وہ۔۔؟؟غازیان کے سوال میں حامی بھرتے ہوئے مارکو نے بے چینی سے استفسار کیا۔۔۔

ہم تمہاری شرط مان لیتے ہیں۔۔!پر تمہاری شرط پوری ہونے میں وقت لگ سکتا ہے۔۔۔!نارمل لہجے میں اب کی بار شہرام اس سے مخاطب ہوا تھا۔۔۔

کتنا وقت۔۔۔؟اور کیوں۔۔۔؟مارکو نے ناسمجھی سے سوال کرتے ہوئے پوچھتے ہوئے زرارخ بدلا ہی تھا۔کہ تبھی دور کھڑی ہیر نے نشانہ لیتے

ہوئے فائر کر دیا۔۔ لمحے کا کھیل تھا۔اور فائر آگ کے شعلے کی طرح اڑتے ہوئے آ کر مارکو کے کندھے پر لگ چکا تھا۔۔

خان پکڑو بہار کو۔۔۔!! فارس نے چلا کر کہتے ہوئے اپنے پاس کھڑے آدمی کو ٹانگ مار کر گراتے ہوئے بجلی کی سی رفتار میں آگے بڑھتے ہوئے بہار کو تھامتے ہوئے کبیر خان کی طرف دھکیلا تو تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے وہ بہار کو کسی متاع جاں کی تھامتے ہوئے اپنی طرف کھینچ گیا۔۔اور دیکھتے ہی دیکھتے مہر ماہ بھی اپنے پاس کھڑے آدمی پر ہلا بول چکی تھی۔ صرف وہی نہیں بلکہ ماسک اتار کر پھینکتے ہوئے ہیر پاشا نے بھی مارکو کے آدمیوں کا صفایا کرنا شروع کر دیا تھا۔۔۔

بہن کو سنبھالو لو شام۔۔۔! بہار کو ایشام کے حوالے کرتے ہوئے کبیر خان نے خود تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے مارکو کو دبوچ لیا تھا۔ جس نے اسکی بیوی کو ٹارگٹ کرنے بنانے کی جرات کی تھی۔۔

غازیان، شہرام بھی بیچ میں کودتے ہوئے مارکو کی فوج کا صفایا کرنے لگے تھے۔۔جب کہ ہیر اور مہرماہ کو فائٹ کرتے دیکھ کر وہ بے یقین ہوئے تھے۔۔پر ابھی وہ جس صورت حال میں موجود تھے۔وہاں کوئی سوال کر پانا ممکن نہیں تھا۔

ہیر۔۔۔!! ہیر پاشا کو اچانک وہاں پر دیکھ کر ایشام صدیقی کا دل بیٹ مس کرتے ہوئے رکنے لگا تھا۔ بلیک کاسٹیوم میں ٹیل پونی بنائے وہ کسی تلوار کی دھار کی طرح مارکو کے آدمیوں کا صفایا کر رہی تھی۔ تو دوسری طرف مہرماہ

ساڑھی اور ہیلز میں پوری جوالہ مکھی بنی شہرام علی کو دنگ کرنے میں مصروف تھی۔ گل ناز اپنی پریگننسی کی وجہ سے انہیں جوائن کرنے سے قاصر تھی۔۔

بڑے بابا بہار کا خیال رکھیں میں بھی زرا بہتی گنگا میں ہاتھ صاف کر لوں۔۔۔! بہار کو سلطان احمد خان کے حوالے کرتے ہوئے ایشام صدیقی خود بھی اندر داخل ہو چکا تھا۔۔۔ کیونکہ اس دھکا مکی میں اسے اپنی سبز چڑیل کو دبوچنا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے بلیک ہوٹل کسی جنگ کا منظر پیش کرنے لگا تھا۔ جب کہ سلطان احمد خان اور ضرار پاشا شکر کرتے اپنی بیٹیوں کو فخر سے دیکھ رہے تھے۔

پولیس اور رینجرز فورس پہنچ چکی تھی۔مارکوایلن آخر کار کبیر خان کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچ چکا تھا۔اس وقت وہ نہ تو زندہ حالت میں نظر آرہا تھا اور نہ ہی مردہ حالت میں۔۔۔

کبیر۔۔۔!!سلطان احمد خان رعب سے اسے پکار گئے۔کیونکہ وہ جنونی انداز میں ابھی تک مارکو کو دبوچے ہوئے تھا۔۔اپنے بیٹے کے پاگل پن پر وہ سرد سانس خارج کرتے ہوئے ضرار پاشا کی طرف دیکھ گئے۔جیسے پوچھنا چاہ رہے ہوں کہ اس بے لگام کو اب لگام کیسے ڈالنی ہے۔۔۔بہار ششدر ہوتے پہلی بار کبیر خان کا ایسا روپ دیکھ رہی تھی۔۔۔

فارس۔۔۔!!ضرار پاشا نے بے اختیار فارس ہمدانی کو آواز دی۔جو پھولی سانسوں میں زمین پر گرے ہوئے ہوئے مارکو کے آدمیوں کو دیکھ رہا

تھا۔ ضرار پاشا کے بلانے پر فارس نے مڑتے ہوئے دیکھا تو وہ اسے کبیر کی طرف بڑھنے کا اشارہ کر گئے۔ کیونکہ گل بہار اب بے حد ڈر رہی تھی۔ انکے اشارے پر وہ سر ہلاتے ہوئے کبیر خان کی طرف بڑھا تھا۔۔۔

خان۔۔۔!! فارس نے آگے بڑھتے ہوئے کبیر خان کو تھامتے ہوئے روکنا چاہا۔ جو مارکو کی گردن پر پاؤں رکھے بپھرا شیر بنا ہوا تھا۔۔

خان بس کرو بہار ڈر رہی ہے تم سے اب۔۔۔! فارس نے اسے قابو کرتے ہوئے ہوش دلانے کی کوشش کی۔ جب کہ انکے چھوٹے بھائیوں میں اتنی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ کہ آگے بڑھ کر بے قابو ہوئے بڑے بھائی کو شانت کر لیتے۔

چھوڑو مجھے فاری میں اسکا خون کر دوں گا۔۔اسکی ہمت بھی کیسے ہوئی میری بیوی کو ٹارگٹ کرنے کی۔۔۔!پہلے میرے بھائی اور سیلینہ کو ٹارگٹ اور اب۔۔۔!!وہ بپھرے شیر کی طرح دھاڑا تو اسکی بلند آواز پر بہار چیختے ہوئے ایک دم سے بے ہوش ہو گئی۔۔

بھابھی۔۔۔!!فاتح جو ابھی باہر آیا تھا۔۔کہ بھاگتے ہوئے باپ کے بازوؤں سے بہار کو تھامتے ہوئے پریشانی سے پکار گیا۔۔۔

خان ہوش کرو۔۔۔!!بہار بے ہوش ہو گئی ہے۔۔۔!!فارس نے اس بار گرجتے ہوئے اسے جکڑ کر زبردستی مارکو سے دور کیا۔جب کہ فارس کے الفاظ پر وہ ساکت ہوتے رکا تو مڑتے ہوئے گل بہار کی طرف دیکھ گیا۔ جہاں فاتح کے بازوؤں میں اسکی متاع جاں بے ہوش ہو چکی تھی۔۔۔

بہارے۔۔۔! اگلے ہی پل سب کو پیچھے ہٹاتے ہوئے وہ بھاگ کر بہار کے پاس پہنچا تو سب بے اختیار شکر کرتے ہمدردی سے مار کو کو دیکھ گئے۔۔ جو اپنے انجام کو پہنچا بھی تو کس کے ہاتھوں۔۔۔

ڈونٹ وری بھائی۔۔ شاید ڈر کی وجہ سے بے ہوش ہو گئیں ہیں بھابھی۔۔۔!! فاتح نے بڑے بھائی کو ریلیکس کرنا چاہا تھا۔۔۔

ڈرمائے فٹ فاتح۔۔۔! کوئی میری بیوی کو کیسے ڈرا سکتا ہے۔۔ میں اس کتے کو اب قبر میں اتارے بنا سکون سے نہیں بیٹھوں گا۔۔۔!! کسی آدم خور بھیڑے کی طرح وہ ایک بار پھر مار کو کو چیر پھاڑ کرنے کے لیے اٹھتا جب فارس اور غازیان ہمت کرتے ہوئے اسے دبوچتے ہوئے روک گئے۔۔۔

کیاہو گیا ہے تمہیں خان۔۔۔! پاگل ہو گئے ہو کیا۔۔۔؟؟ گل تم سے ڈرتے ہوئے بے ہوش ہوئی ہے۔۔۔! فارس نے اسے جھاڑتے ہوئے بتایا تو وہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگا۔۔۔ کبیر خان کی آئس بلو آنکھیں اس وقت انتہائی سرد پڑتی بے رنگ ہوئی پڑی تھیں۔ اپنی آنکھوں اور چہرے سے وہ سچ میں کسی بھیڑیے کا عکس معلوم ہو رہا تھا۔۔۔

مجھ سے ڈرتے ہوئے۔۔۔؟؟ وہ بے یقین ہوتے بولا تھا۔۔

ہاں تجھ سے ڈرتے ہوئے اور تیرے اس پاگل پن سے ڈرتے ہوئے۔۔۔! فارس نے گرج کر کہتے ہوئے اسے جواب دیا تھا۔ جب وہ بے چینی سے بہار کو تھامتے ہوئے دیکھنے لگا۔۔۔

بھائی آپ بھابھی کو اٹھائیں اور اندر لے کر چلیں پلیز۔۔! میں چیک آپ کے لئے باسم کو بھیجتا ہوں۔۔!! غازیان نے پریشانی سے کہتے ہوئے بہار کی حالت کی طرف اشارہ کیا تو کبیر خان اگلے ہی پل بہار کے وجود کو بازوؤں میں اٹھاتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔۔

باسم۔۔۔!! غازیان نے تیز آواز میں شہرام کے ساتھ باسم کاظمی کو آواز دی تھی۔ جو اگلے ہی پل بھاگتے ہوئے قریب آگیا تھا۔۔۔

بھائی گل کو لے کر اندر گئے ہیں۔۔! جلدی سے انکے پاس پہنچو۔۔۔!! غازیان تیزی سے بول گیا تھا۔ جب باسم سر ہلاتے ہوئے اگلے ہی پل کبیر خان کے پیچھے بھاگ نکلا۔

کہیں یہ تھکا ہوا ہیکر آج کرنٹ نہ چھوڑ جائے۔۔۔!ایشام صدیقی کو پاگلوں کی طرح ہیر کے پیچھے پیچھے چلتے دیکھ کر شہرام نے ہنسی دباتے ہوئے کہا تھا۔ جب کہ ہیر سپاٹ چہرے کے ساتھ اسے نظرانداز کرتے ہوئے دور سے ہی سلطان احمد خان اور ضرار پاشا کو آنکھ ونک کرتے ہوئے اپنی بائیک کی طرف بڑھ گئی تھی۔وہ ہنستے ہوئے اپنی شیرنیوں کو دیکھ گئے۔۔۔مہرماہ بھی اپنا کام مکمل کرنے کے بعد شہرام سے نظریں چراتے ہوئے انکے پاس کھڑی تھی۔

بھائی۔۔۔!!ہیر پھر سے جا رہی ہے۔۔.!!ہیر کو بائیک پر بیٹھتے دیکھ کر ایشام کسی چھوٹے بچے کی طرح بھاگتے فارس کے پاس چلا آیا۔۔جب کہ اچانک اسکا اتنا اونچی وپریشان لہجہ سنتے ہوئے باقی گھور کر اسے دیکھ گئے۔۔

سالے وہ ہیر ہے۔ تیری ڈول نہیں جو تو باؤلا ہو رہا ہے۔۔! فاتح نے آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے اسے سنانا چاہا تھا۔۔

شٹ آپ۔۔۔!! شہری مجھے بائیک کی چابی دو۔۔۔!! فاتح کو جواب دیتے ہوئے ایشام نے جلدی سے شہرام سے اسکی بائیک کی چابی مانگی۔ جب اگلے ہی سیکنڈ میں وہ خود اسکی جیبیں ٹٹولتے ہوئے چابی نکال گیا۔۔

چھوٹے میری جان وہ گھر آجائے گی۔۔۔!! فارس نے بے اختیار اپنے لاڈلے کو پچکارنا چاہا تھا۔

نہیں بھائی وہ خود سے کبھی بھی نہیں آئے گی۔اس لئے ایشام صدیقی اب اسکے پیچھے جائے گا۔۔۔!! فرط جذبات سے پاگل ہوتے ایشام صدیقی

جواب میں کچھ بھی کہتے ہوئے تیزی سے بائیک کی طرف بھاگا تو سب بے اختیار اسے دیکھتے رہ گئے۔۔۔

ہیر کسی بھی زمانے کی کیوں نہ ہو۔پر ہر بار رانجھے کو اپنے پیچھے پاگل کر ہی مناتی ہے۔۔!ایشام کا پاگل پن دیکھتے ہوئے شہرام نے تبصرہ کیا تو سب ہنستے چلے گئے۔۔۔

ویسے یہ ہیکرا بھی کونسی اقوال زریں بول کر گیا ہے۔۔۔؟؟ایشام کے الفاظ سے الجھتے ہوئے غازیان نے سوال کیا تھا۔۔۔

بنا سر پیر والا ڈائیلاگ سنا کر گیا ہے ہمیں۔۔!فاتح نے ناک چڑھاتے ہوئے کہا تو سب پھر ہنس دیئے۔۔۔

تم لوگ سب یہیں پر رہو میں زراخان کو دیکھ لوں۔۔! کہیں اپنے پاگل پن میں بیچارے ہمارے ڈاکٹر کی سختی نہ آئی ہو۔۔۔!! فارس فکر مندی سے انہیں ہدایت کرتا بولا تو وہ باسم کی حالت پر قہقہ لگا گئے۔جب کہ فارس بھاگتے ہوئے اندر چلا گیا تھا۔۔

ویسے مارکو کو اب شہادت کا رتبہ مل جانا چاہیئے۔۔۔!! کبیر کی کارکردگی دیکھتے ہوئے عیس ہمدانی بے ساختہ کہنے لگے تھے۔مارکو اپنی انتہائی ناقص حالت میں انکے سامنے پڑا ہوا تھا۔جب عیس ہمدانی کے شہادت والے الفاظ پر وہ ہنس کر سر جھٹک گئے۔

ایشام صدیقی کو اپنا پیچھا کرتے دیکھ کر ہیر پاشا نے دانت پیسے تھے۔اسی سے بھاگتے ہوئے وہ کسی سے ملے بنا نکل آئی تھی۔اور اب وہ اسکا پیچھا کرنا شروع ہو گیا تھا۔۔

ہیر ے رک جاؤ۔۔!ورنہ قسم سے پکڑتے ہی تمہاری جان لے لوں گا۔۔۔!!اپنی بائیک ہیر کے مقابل کرتے ہوئے وہ دھمکی آمیز ہوا تھا۔۔

تم اس جنم میں کبھی بھی مجھے نہیں پکڑ سکتے ایشام صدیقی۔۔!اور تم کیا میری جان لو گئے۔بلکہ میں تمہاری جان پہلے ہی لے چکی ہوں۔۔۔!!اسی کے انداز میں جواب دیتے ہوئے وہ آخر پر تمسخر بھرے انداز میں ہنسی تھی۔ایشام تو اسکی شیطانی ہنسی دیکھتے ہوئے جل اٹھا تھا۔۔۔

تو مطلب تم اپنی خیر نہیں چاہتی۔۔؟ ساری بات کے جواب میں ایشام نے ایک آخری سوال پھر کیا تھا۔۔۔

خیر تم اپنی مناؤ ایشام صدیقی۔۔۔! بے پرواہی سے جواب دیتے ہوئے وہ طوفان کی طرح بائیک اڑاتے ہوئے آگے نکلی تو اسکا دیوانہ مسکراتے ہوئے اسکے پیچھے ہو گیا۔ پیدا ہونے کے بعد سے ہیر پاشا نے اس رانجھے کو اپنے پیچھے خوار کیا تھا۔ تو ایسا کیسے ممکن تھا۔ کہ وہ اب بھگائے بنا سکون سے رہ لیتی۔۔ پر اس بار ایشام صدیقی بھی سوچ چکا تھا۔ کہ اسکی ساری ناراضگی ختم کیے بنا پلٹے گا نہیں۔۔۔

تم جانتے ہو ایشام صدیقی۔۔۔! کہ مجھے تم سے کوئی محبت نہیں ہے۔۔ بلکہ میں نے تم سے محبت کرنے کا صرف ڈرامہ کیا ہے۔۔۔!! غیر معمولی لہجے

میں بولتے ہوئے ہیر نے ایشام صدیقی کے کانوں میں وہ سور پھونکا تھا۔۔
کہ جس کی گونج سے مقابل کا ایک دم سے رنگ سفید پڑنا شروع ہو گیا
تھا۔۔۔

تکلیف ہو رہی ہے۔۔۔؟اپنا چہرہ قریب کرتے ہوئے ہیر نے مسکراتے
ہوئے ہمدردانہ انداز سے سوال کیا۔جب کہ اسکا خوبصورت چہرہ دیکھتے
ہوئے ایشام صدیقی کی نیلی آنکھوں کی پتلیاں سکڑ رہی تھیں۔۔

مجھے بھی ایسے ہی تکلیف ہوئی تھی۔۔جب سالوں پہلے تم نے اپنے زہریلے
لہجے سے میری محبت کا مذاق اڑایا تھا۔اور میرے اندر موجود اس نرم دل
لڑکی کو جینے سے پہلے ہی مار دیا تھا۔جو تمہاری محبت میں ابھی صرف کچھ ہی

سنہرے خواب دیکھ پائی تھی۔۔! آنکھوں میں تکلیف کی رمک لیے وہ بول رہی تھی۔ تو ایشام صدیقی ساکت بنا خاموشی سے اسے سنے جا رہا تھا۔۔

بے اختیار اسے وہ منظر یاد آیا تھا۔ جب اٹلی جانے سے پہلے وہ اسکے کمرے میں آئی تھی۔ اس دن ہیر پاشا نے نہ صرف ایشام صدیقی کو جانے سے روکا تھا۔ بلکہ اپنی محبت کا اظہار بھی کیا تھا۔ وہ محبت جس سے وہ خود بھی ناواقف تھی۔ لیکن ایشام کے دور جانے کے خوف سے الجھتے ہوئے وہ بنا کچھ سوچے سمجھے اسکے کمرے میں چلی آئی تھی۔۔ اس ناسمجھ اور کم عمر ہیر کو لگا تھا۔ کہ اسکی محبت کے بارے میں جانتے ہوئے ایشام صدیقی بھی اتنا ہی خوش اور حیران ہو گا۔ جس طرح فارس ہمدانی اپنی گل ناز کے اظہار سنتے ہوئے ہوتا

تھا۔ جس طرح گل بہار اپنے بیر سے خفیہ محبت کرتی تھی۔اور کبیر خان کو اپنی بہارے کی سوا کوئی دوسرا نہیں بھاتا تھا۔۔پر ایسا نہیں ہوا تھا۔۔۔

ہیر پاشا نے محبت کا جو چہرہ اور عکس اپنے گھر میں دیکھا تھا۔بد قسمتی سے اظہار کرنے کے بعد وہ جواب اسکی قسمت میں نہیں آیا تھا۔

ایشام صدیقی نے بے دردی سے اسکی محبت کا مذاق اڑاتے ہوئے اسے یہ جواب دیا تھا۔کہ وہ اس سے تنگ پڑتے ہی یہاں سے جا رہا ہے۔اور اگر اسکے بس میں ہوا تو وہ کبھی بھی پلٹ کر نہیں آئے گا۔بلکہ ہیر پاشا سے جان چھوٹنے پر شکر ادا کرے گا۔۔۔"

ایشام صدیقی کے ان الفاظ نے ہیر پاشا کو توڑ دیا تھا۔جس کے بعد وہ مکمل طور پر بدلتے ہوئے بالکل خاموش ہو گئی تھی۔ہر کوئی اسکی خاموشی پر

حیران ضرور ہوتا تھا۔ پر اس خاموشی کی وجہ جاننے سے قاصر تھا۔۔ اور جب ان تینوں بہنوں کی ٹریننگ شروع ہوئی تو ہیر اپنی ٹریننگ کے جنون میں الجھتی ہوئی سب بھلا گئی۔۔ لیکن وہ سب صرف فلوقت تھا۔ کیونکہ حقیقت میں وہ ایشام صدیقی سے بدلہ لینے کا ٹھانے ہوئی تھی۔

اور جب اتنے سالوں بعد ایشام صدیقی واپس آیا تو اسکے دل کی دنیا مکمل طور پر بدل چکی تھی۔ کبھی جس ہیر سے وہ دور جانے کا روادار تھا۔ واپس آنے کے بعد اپنی اسی منکوحہ کا شیدائی ہو چکا تھا۔ اسکی اس دیوانگی پر کبھی کبھی ہیر کو حیرانی ہوتی تھی۔ پر اس دیوانگی کی وجہ بھی اسے جلد معلوم ہو چکی تھی۔ اتنے سالوں میں گل ناز کی محنت نے ایشام صدیقی کو ہیر پاشا کی محبت میں گرفتار ہونے پر مجبور کیا تھا۔ جو کہ حقیقت تھی یا بس ایک خیال۔۔! اس

بات کا جواب ایشام صدیقی کے سوا کسی کے پاس نہیں تھا۔۔پر ہیر پاشا نے اپنا بدلہ ضرور چکتا کر لیا تھا۔

ایشام صدیقی کو اپنی محبت کے جال میں پھنساتے ہوئے ہیر نے اسے اپنے اسے روپ کا دیوانہ کیا تھا۔جو کہ اسکی حقیقت تھا ہی نہیں۔۔اور بدلہ لینے کے بعد وہ ایشام صدیقی کو مزید تڑپانے کے لیے گم ہوتی چلی گئی تھی۔جو ایشام کو اسکی تڑپانے کی ادا لگی تھی۔پر حقیقت میں ہیر پاشا کچھ عرصہ غائب رہنے کے بعد اپنے پہلے مشن پر روانہ ہو گئی تھی۔

سلینہ بچے۔۔۔!! دلاور خان اسے پکارتے ہوئے کمرے کا دروازہ ناک کر گئے۔انکی آواز پر وہ ایک دم سے ہوش میں آتی آنسو صاف کرنے لگی تھی۔۔

جی آغا جانی۔۔۔!! وہ جواب میں بولی تو اسکا آغا جانی سنتے ہوئے وہ مسکراتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔۔اپنے شوہر کی طرح وہ بھی منفرد ثابت ہوئی تھی۔جو انہیں آغا جان کہنے کی بجائے آغا جانی کہہ کر مخاطب کرتی تھی۔۔۔

آپ پھر روئی رہی تھیں۔۔۔؟اسکی آنکھوں اور چہرے کو دیکھتے ہوئے انکی مسکراہٹ ایک پل میں سمٹی تھی۔۔۔

نہیں آغا جانی بس ویسے ہی۔۔۔!! جھوٹ بولتے ہوئے وہ ان سے نظریں چرانے لگی۔پر حقیقی طور پر وہ اب تھک رہی تھی۔جس کے باعث اگلے ہی پل پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع ہو گئی۔۔۔

میں نہیں کر پا رہی آغا جانی۔۔۔! مجھے فاتح یاد آتے ہیں۔۔میرا دل انکے لئے تڑپتا ہے۔۔وہ کس حال میں ہونگے۔۔۔!! یہ خیال مجھے سکون نہیں لینے دیتے۔۔۔! بے حد تکلیف سے بولتے ہوئے وہ انکے سامنے بے بس ہونے لگی تھی۔جب اسکی رونے کی آواز سنتے ہوئے زلیخا خانم بھی تیزی سے اندر داخل ہوتے اسکی طرف بڑھیں۔۔۔

سیلینہ بچے کیوں رو رہی ہیں ایسے آپ۔۔۔!! اسے یوں روتے دیکھ کر وہ پریشان ہوتے گلے لگا گئی تھیں۔۔

آپکی بہو کو اپنے شوہر کی فکر ہو رہی ہے۔۔۔! دلاور خان انکے پاس بیٹھتے ہوئے زرا شرارت سے بولے تھے۔تاکہ سیلینہ کا دھیان بھٹکا سکیں۔

سیلینہ بھی رونا چھوڑ کر ایک دم سے شرماتے ہوئے زلیخا خانم میں منہ چھپانے لگی تو وہ ہنس کر اسے دیکھ گئے۔۔۔

وہ آجائیں گئے بچہ۔۔! پر اگر آپ ایسے ہی رہیں تو فاتح ضرور ہم سے ناراض ہو جائے گا کہ ہم نے انکی بیوی کا صحیح سے خیال نہیں رکھا۔۔۔! اسے چپ دیکھ کر اب وہ سیلینہ کو سمجھانا شروع ہو گئی تھیں۔ویسے ہی جیسے سمجھاتی آ رہی تھیں۔۔۔

مورے پر اب مجھ سے مزید انتظار نہیں ہوتا۔۔۔! وہ انہیں۔۔۔! فاتح کی چیخیں یاد کرتے ہوئے اس سے پہلے کہ وہ پھر پینک کرنے لگ جاتی جب

زلیخا خانم اور دلاور خان اسے اپنے ساتھ باتوں میں مگن کرتے دھیان بھٹکاتے چلے گئے۔۔۔وہ یہاں پر سیلینہ سے بات کرنے کے لئے آئے تھے۔تاکہ وہ اپنے ننھیالی رشتے داروں کو معاف کر دے۔کیونکہ محمد بن الوہاب اپنی نواسی کی تڑپ میں اب بیمار ہونے لگے تھے۔

ایشام صدیقی بے صبری سے بہادر خان کے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ادھر سے اُدھر چکر لگاتے ہوئے وہ ایک بار پھر بہادر خان کو کال ملا گیا۔۔۔

کدھر رہ گئے ہو تم۔۔۔!!کال اٹھاتے ہی ایشام نے غصے سے پوچھا۔۔

سائیں بس دو منٹ میں آپکے پاس پہنچ رہا ہوں۔۔۔!بہادر نے گھبراتے ہوئے جواب دیا تھا۔

اگر تم دو منٹ میں اب نہ پہنچے تو یاد رکھنا کہ میں دو منٹ میں تمہیں کسی اور جہان میں پہنچادوں گا۔۔۔! اسے دھمکی دیتے ہوئے ایشام صدیقی نے پٹ سے فون بند کرتے ہوئے ایک نظر دروازے کو دیکھا۔۔ ہیر پاشا اسے بائیک پر اچھا خاصا گھمانے کے بعد اب جلدی سے آکر اپنے فلیٹ میں بند ہو چکی تھی۔ یہ وہی فلیٹ تھا۔ جس کا ایشام صدیقی کو کچھ دن پہلے ہی پتہ لگا تھا۔ وہ خود یہاں پر آکر ہیر کو صدمہ دیتا اس سے پہلے ہی وہ اپنا جان لیوا روپ دیکھاتے ہوئے اسے صدمادے چکی تھی۔ اپنے سائیں کے حکم پر بہادر خان اس فلیٹ کی دوسری چابی بھی بنوا چکا تھا۔ اور اب ہیر کے دروازہ بند کرنے پر ایشام نے اسے چابی لے کر پہنچنے کو کہا تھا۔۔ جو ایک آدھے گھنٹے سے "آرہا ہوں آرہا ہوں" کہ لارے دیتا ابھی تک نہیں پہنچا تھا۔۔۔

لگتا ہے ہر جگہ پر ڈیجیٹل ڈور لگوانے پڑے گئے۔۔۔! ایشام کلس کر سوچنے لگا تھا۔ کیونکہ اگر سامنے ڈیجیٹل ڈور ہوتا تو ابھی تک وہ دروازے کے اندر کھڑا ہوتا۔ پر بد قسمتی سے یہ دوسرا دروازہ تھا۔۔ بے صبری سے گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے وہ ایک بار پھر کال ملاتا کہ تبھی ہارن کی آواز پر جلدی سے مڑتے ہوئے دیکھ گیا۔

سر۔۔۔!! بلیک گینگ کا اگلا سربراہ کون ہو گا۔۔۔؟ میرال نے سلطان کو مخاطب کرتے سوال کیا تھا۔ یہ وہی سوال تھا۔ جو آج کل سب کے دماغوں میں گردش کر رہا تھا۔۔۔

کون ہو گا۔۔! ظاہر سی بات ہے وہی ہونگے ناجو ہمارے دو بڑے گدھے سب کے بوس بنے پھرتے ہیں۔۔۔! کبیر اور فارس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے عیس ہمدانی نے جواب دیا۔پر سلطان احمد خان اور ضرار پاشا خاموش رہے تھے۔۔

پر وہ تو چلے گئے ہیں پھر کیسے۔۔۔؟ کبیر خان اور فارس ہمدانی کے نام پر دوسرا ایک ٹیم ممبر کنفیوز ہوتا بولا تھا۔۔۔

کیا وہیں رہ کر انکی ٹریننگ کی جائے گی۔۔۔؟ میرال پھر پوچھ گئی تھیں۔یہ موضوع تب زیر بحث شروع ہوا تھا۔جب سب بچوں کو اٹلی گئے ہوئے ابھی تین مہینے ہی ہوئے تھے۔اور بلیک گینگ کے اگلے سربراہ اور ٹیم بنانے کی بحث چل نکلی تھی۔دنیا کے دستور کے مطابق یہاں بھی یہ ہی گمان کیا جا

رہا تھا۔ کہ بلیک گینگ کی سرپرستی اور جائیداد کے اگلے وارث بیٹے ہی بنائے جائیں گئے۔۔

پر یہ کیسے ممکن ہو گا۔۔۔؟ ہم یہاں سے انکو کیسے سب train کر پائیں گئے۔۔۔؟ سنان مصطفیٰ کچھ پریشان ہوئے تھے۔ کیونکہ بات بلیک گینگ کی سربراہی کی ہو رہی تھی۔ اگر بیٹوں کو آرمی یا گینگ کی سرپرستی دینی ہی تھی۔ تو اسکے لئے بہت مشکل ٹرینگ کی ضرورت تھی۔ جو کہ صرف بچوں کو پاس رکھ کر ہی کی دی جاسکتی تھی۔ پر بلیک مینشن کے سب بچے دوسرے ملک جا چکے تھے۔ بچپن سے جو انہیں مارشل آرٹس کی ٹریننگ دی گئی تھی۔ بلیک گینگ کو سنبھالنے کے لئے وہ کافی نہیں تھی۔ اس لئے سب پریشان ہوتے سوچنے لگے تھے۔۔۔

ہمیں کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔! ساری گفتگو میں اچانک ضرار پاشا پہلی بار بول گئے۔۔۔

پر کیوں پاشا۔۔۔؟ پھر ٹریننگ کیسے ہو پائے گی۔۔۔؟ وہاج صدیقی بھی سوالیہ نظروں سے دیکھ گئے تھے۔۔۔

ٹریننگ بہت آسانی سے ہو گی۔۔۔! ضرار پاشا مسکرا کر کہہ گئے۔۔۔

پر کیسے۔۔۔؟ اب کی بار سب نے متجسس ہو کر یک زبان ہوتے پوچھنا چاہا تھا۔۔۔

وہ ایسے۔۔۔! کہ ہم نے جن کو train کرنا ہے وہ یہیں پر موجود ہیں۔۔۔! سلطان احمد چمکتے لہجے میں بولے تھے۔۔ جس کو سنتے ہوئے سب حیرانی سے دیکھ گئے۔۔۔

میرا مطلب یہ ہے کہ مستقبل میں جو بلیک گینگ کی ٹیم اور سربراہ بنائیں جائیں گئے۔وہ یہیں پر موجود ہیں۔۔۔!!انکی حیران کن نظروں پر سلطان مزید واضح کرتے کہنے لگے تھے۔یا دوسرے الفاظ میں یہ کہنا غلط نہیں تھا۔ کہ وہ انکو زوردار جھٹکا دے رہے تھے۔۔۔

اور کون ہیں وہ سربراہ۔۔۔؟سنان مصطفیٰ دھڑکتے دل سے جاننے کے لیے بے چین ہوئے۔۔

آؤ ملواؤں تم سب کو۔۔۔!!اپنی کرسی سے کھڑے ہوتے وہ چلتے ہوئے کھڑکی کی جانب بڑھے تو باقی بھی انکی تقلید میں کھڑے ہو گئے۔۔۔سب کے انداز میں ایک بے چینی چھلکی تھی۔۔۔

وہ رہی ہماری اگلی "بلیک گینگ"۔۔۔!! ریموٹ کی مدد سے کھڑکی کا پردہ ہٹاتے ہوئے سلطان احمد خان نے نیچے کی جانب دیکھنے کا اشارہ کیا تھا۔۔ جہاں گل ناز، ہیر اور مہر ماہ تینوں نقلی تلواروں کے ساتھ آپس میں الجھتے ہوئے قہقہے لگا رہی تھیں۔۔ کھیل کے دوران اچانک ہیر کا پاؤں زرا پھسلا تو اس سے پہلے کہ وہ گرتی جب گل ناز فورا بھانپتے ہوئے اسکا بازو پکڑتے ہوئے سنبھال گئی تھی۔۔اس منظر پر سب کے دل دھڑکے تھے۔۔۔

تم ٹھیک ہو نا ہیر۔۔۔؟؟ تلوار پھینک کر ناز نے فکر مند ہوتے پوچھا تھا۔ جب ہیر مسکرا کر سر ہلاتے ہوئے بڑی بہن کو تسلی دے گئی۔۔ناز نے مسکراتے ہوئے آگے بڑھ کر اپنی دونوں چھوٹی بہنوں کا ماتھا چوم لیا تھا۔ کیونکہ وہ بڑی بہن سے پیار بٹور کر خوش ہوتی تھیں۔۔ان تینوں کی فطرت

میں ایک چیز شروع سے مشترکہ رہی تھی۔اور وہ تھی انکی جرات مندی اور بہادری۔۔۔۔وہ تینوں ماہ پارہ، گل بہار یا پھر محبت خان جیسی ڈرپوک بالکل نہیں تھیں۔۔۔

پر خان۔۔۔!!سب تعجب و بے یقین ہوتے سلطان کی طرف مڑے تھے۔۔۔

جائیداد اور باپ کی وراثت کے میراث ہمیشہ ہی بیٹے نہیں ہو سکتے وجی۔۔۔!!ہماری جائیداد اور وراثت کی حق دار اگر کوئی ہے تو وہ ہماری بیٹیاں ہیں۔۔۔ !!

بھلے ہی ہمیں دنیا کا دستور کیوں نا بدلنا پڑے۔۔!!سب کی آنکھوں میں ابھرتے ہوئے سوالوں کو پڑھتے ہوئے بھاری آواز میں بولتے چند جملوں

میں ہی سلطان سارے جواب دے گئے تھے۔۔۔ کیونکہ یہ فیصلہ وہ اور ضرار پا شامل کر تو کب سے کر چکے تھے۔ اور آج وقت آنے پر باقی بھی حیران کن ہو رہے تھے۔۔۔

تو ہمارے بیٹے۔۔۔؟؟ عیس ہمدانی دوسرا سوال کرتے جاننا چاہا تھا۔

ہمارے بیٹے اپنی جائیداد اور میراث خود بنائیں گئے عیس۔۔۔!! وہ ہمارے بیٹے ہیں تو اور ان میں اتنی قابلیت اور صلاحیت ہونی چاہیئے۔ کہ وہ محنت کر کے اپنا نام خود بنا سکیں۔۔۔! سلطان رعب سے بولتے ہوئے جواب دے گئے۔ جسے سنتے ہوئے سب بے اختیار ہنس کر سر ہلا گئے تھے۔۔۔ کیونکہ سب انکی بات کا مطلب سمجھ چکے تھے۔۔۔

سر میں آپکے اس فیصلے سے بہت خوش ہوا ہوں۔۔! میرا تو پہلے ہی دل نہیں کرتا کہ میں اپنے گدھے کو ایک پیسہ بھی دوں۔۔۔! اب تو اسے غیرت دلانے کو اچھی خاصی وجہ مل گئی ہے۔۔۔ نعمان خان جو ویڈیو کال پر تھا۔ کہ آخر کار خوش ہوتے بول اٹھا تھا۔ اسکی پر جوشی پر میرال قہقہ لگا گئی تھیں۔۔۔

یہ سب تو ٹھیک ہے پر آگے کا کیا پلین ہے۔۔؟ واپس سے اپنی کرسیوں پر بیٹھتے ہوئے وہاج صدیقی پوچھتے ہوئے سوالیہ نظروں سے دیکھ گئے۔۔۔

یہ ہی کہ آج سے بچیوں کی ٹرینگ عیس اور سنان کی ذمہ داری ہے۔ اور تم میں سے کسی ایک کو اپنے دو بڑے ناراض گدھوں کو ایک میل کرنی ہے۔۔!! ضرار پاشا اگلے لائحہ عمل بتانے لگے تھے۔۔۔

کیسی میل۔۔۔؟سنان مصطفیٰ دلچسپی سے پوچھ گئے۔۔۔

یہ ہی کہ اپنے چھوٹے بھائیوں کو سنبھالنے کی تیاری کریں۔۔۔!!پراسرار لہجے انہوں نے جواب دیا تھا۔یہ وہی اشارہ تھا۔جس کے بعد کبیر خان اور فارس ہمدانی نے اپنے بھائیوں کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے ان کے لیے مختلف professions ڈیسائیڈ کیے تھے۔۔پر آج تک یہ حقیقت بھی چھپی رہی تھی۔کہ باسم کاظمی کو ڈاکٹر،غازیان کو بیرسٹر توارسل خان کو پائلٹ اور ایشام صدیقی کو آئی ٹی میں بھیجنے والے فارس ہمدانی اور کبیر خان تھے۔ناکہ بلیک گینگ۔۔

دروازہ کھولنے کے بعد ایشام صدیقی نے اندر داخل ہو کر پیچھے مڑتے ہوئے دروازے کو لاک کر دیا تھا۔۔پورے فلیٹ میں خواب ناک سا ماحول اور

گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔اس قدر خاموشی دیکھتے ہوئے وہ بے ساختہ متعجب ہوا۔

کیا ڈر نہیں لگتا اس لڑکی کو ایسے سناٹوں سے۔۔۔؟ وہ بے ساختہ سوچتے ہوئے پورے فلیٹ میں نظریں دہرانے لگا تو سامنے والی دیوار پر کچھ تصویریں کو دیکھتے ہوئے ٹھٹک کر رک گیا۔۔

متجسس ہوتے وہ جلدی سے آگے بڑھ کر دیکھنے لگا تھا۔پوری دیوار پر ان سب بہنوں کی تصویریں لگی ہوئی تھیں۔کچھ تصویریں ان تینوں بہنوں کی ٹریننگ کے وقت تھیں۔جہاں وہ تینوں یونیفارم میں مختلف اوقات میں کھڑی نظر آرہی تھیں۔۔ان تصویروں کو دیکھتے ہوئے ایشام صدیقی بے یقین سا تھا۔۔

کیا وہ تینوں سیکرٹ ایجنٹ تھیں۔۔۔؟ وہ حیرانگی سے سوچ گیا۔ بے اختیار اسے کچھ دیر پہلے کہ سب مناظر یاد آنے لگے تھے۔ جب مہر ماہ اور ہیر بے خوفی سے فائٹ کرتے ہوئے انکا ساتھ دے رہی تھیں۔ کیا وہ فائٹر بھی تھیں۔۔۔؟ ایشام نے مبہوت ہوتے ایک اور سوال سوچا تھا۔۔۔

ایشام باری باری سب تصویروں کو دیکھ رہا تھا۔ کیونکہ یہ سب وہ لمحے تھے۔ جن میں وہ غیر حاضر رہے تھے۔ ماہ پارہ اور محبت کی اس وقت کی تصاویر تھیں۔ جب وہ پہلی بار کالج گئی تھیں۔ گل بہار کی کچن میں کام کرتے ہوئے یا اپنا آرٹ بناتے ہوئے کے لمحے قید تھے۔ یہ ان سب بہنوں کا سیکرٹ فلیٹ تھا۔ جہاں انہوں نے اپنے ان لمحات کو سجایا تھا۔ جن سے آج تک کوئی واقف نہیں تھا۔ یہاں تک کہ انکی مائیں بھی بے خبر رہیں تھیں۔۔

ہیر پاشا، گل ناز صدیقی اور مہر ماہ کاظمی کو یہاں تک لانے سے اگر کوئی واقف تھا۔ تو وہ صرف بلیک گینگ ہی تھی۔ جنہوں نے اپنی بیٹیوں کو ایسی شیرنیوں میں بدل دیا تھا۔ جو ایک وقت کتنوں کو ہی دھول چٹا سکتی تھیں۔ بلیک گینگ نے صرف اپنے بیٹے ہی مضبوط نہیں بنائے تھے۔ بلکہ انہوں نے اپنا اصل رنگ اور عکس اپنی بیٹیوں میں منتقل کر دیا تھا۔

بزنس سے لے کر بلیک گینگ کی ساری زمہ داری وہ اپنی بیٹیوں کو سونپ چکے تھے۔ جب کہ بیٹوں کو انہوں نے اپنی کہانی اور پہچان بنانے میں مصروف رکھا تھا۔۔۔

ٹریننگ مکمل کرنے کے بعد آج تک ان تینوں نے مل کر چھوٹے چھوٹے کئی مشن پر کام کیا تھا۔ پر مار کو ایلن انکا پہلا سب سے بڑا مشن تھا۔ جس کو لیڈ

کرنے والی گل ناز صدیقی تھی۔اپنی پریگننسی کی وجہ سے وہ انکے ساتھ نہیں جا پائی تھی۔پر اسکے باوجود وہ چوبیس گھنٹے انکے ساتھ جڑے رہتی تھی۔۔

پلیئنگ سے لے کر سیلینہ کو کلب سے نکالنے تک کے آرڈرز گل ناز صدیقی نے انہیں دیئے تھے۔جب کہ مہر ماہ کاظمی کو بیرو ٹو کے پیچھے بھیجنے والی بھی وہی تھی۔اس قدر خطرناک مشن کو صرف کمرے میں رہ کر لیڈ کرنا آسان نہیں تھا۔وہ بھی تب جب خطرہ اور موت ہر قدم پر موجود تھی۔ پر اسکے باوجود گل ناز صدیقی ہر چیز کو انتہائی بہترین طریقے سے پرکھتے ہوئے لیڈ کرنے میں کامیاب رہی تھی۔

وہ تینوں اپنے پہلے خطرناک مشن میں کامیاب رہی تھیں۔ بلیک گینگ کو ان پر دل و جان سے فخر تھا۔ اور شاید وہ وقت بھی دور نہیں تھا۔ جب ایک نئی بلیک گینگ بننے والی تھی۔۔

ایشام صدیقی سٹل سا کھڑا تصویریں دیکھنے میں مگن تھا۔ جب اچانک میوزک کی آواز پر مڑتے ہوئے دیکھنے لگا۔۔۔

یہ آواز کہاں سے آرہی ہے۔۔۔؟ آگے بڑھ کر اس نے کھڑکی سے پردہ ہٹایا تو سامنے جکڑ دینے والا سوئمنگ پول کا منظر نظر آرہا تھا۔ اسکی سبز چڑیل اپنی مستی میں مگن سوئمنگ کرتے ہوئے ایشام صدیقی کا خون منجمد کر چکی تھی۔

تم سچ میں میری جان لینے میں کامیاب رہی ہو "ہیر ایشام صدیقی"۔۔۔!

دلکشی سے مسکراتے ہوئے وہ اگلے ہی پل سوئمنگ پول کی جانب بڑھا تھا۔۔۔

وہ باہر نکل کر آیا تو اسکی بیوی اپنے آتش فشاں روپ میں پانی میں لہراتے ہوئے نظر آئی۔۔۔ایشام صدیقی تو اسکا لباس دیکھ کر بے ہوش ہونے کو تھا۔۔اس قدر بولڈ۔۔۔؟وہ کیا تھی آخر۔۔۔؟کتنے روپ تھے اسکے۔۔۔؟

اپنی شرٹ اتار کر پھینکتے ہوئے وہ پانی میں کودا تو منہ پر پانی کے چھینٹے پڑنے سے ہیر منہ بگاڑ گئی۔۔بے شک وہ اسکی آمد اور موجودگی سے بے خبر نہیں تھی۔وہ جانتی تھی۔کہ ایشام صدیقی اندر آکر ہی دم لے گا۔اس لئے سکون

سے اسکے آنے کا انتظار کرتی رہی تھی۔ کیونکہ اس آنکھ مچولی کو ختم کرنے کا وقت آچکا تھا۔۔۔

اس سے پہلے ایشام صدیقی اسے جکڑتا جب ہیر اچانک پانی میں غائب ہوتی دوسری طرف بھاگ نکلی۔ایشام نے منہ باہر نکالتے ہوئے بے اختیار اسے گھور کر دوبارہ تیرتے ہوئے اسے پکڑنے کی کوشش کی۔پر ہیر پاشا اپنی عادت سے مجبور اسے گھومنا شروع ہو چکی تھی۔ایشام صدیقی اسے پکڑنے کے لیے پیچھے جاتا۔تو وہ گہرے پانی میں اترتے ہوئے تیر کر دوسری طرف بھاگ نکلتی تھی۔

ہیرے سچ میں مار کھاؤ گی اب۔۔۔!! اچانک پانی سے منہ باہر نکالتے ہوئے ایشام نے غراتے ہوئے اسے دھمکی دی تو وہ مزے سے چہرہ باہر نکالتے ہوئے کھلکھلانے لگی۔۔

کیا ہوا شامی کباب۔۔!! اتنی جلدی تھک گئے ہو۔۔۔!! ہنستے ہوئے وہ اسے چڑا گئی تو ایشام پھولی سانسوں میں اسے گھورنے لگا۔۔۔

ڈرو اس وقت سے جب تم تھکو گی اور ایشام صدیقی تم پر رحم کھائے بنا تمہارے اس جوان جسم کو تھکاوٹ سے چور کر دے گا۔۔۔! بالوں میں ہاتھ پھیرتے وہ زو معنی انداز میں اسے دیکھنے لگا تھا۔ مقابل کی گہری نظروں پر ہیر کی ہنسی کو یک دم بریک لگا تھا۔۔

ٹھینگا۔۔۔!! اسے انگوٹھا دیکھاتے ہوئے وہ دوبارا پانی میں غائب ہوئی تو اسے شرماتے دیکھ کر ایشام قہقہ لگاتے ہوئے اسے پکڑنے کے لیے دوبارہ پانی میں غوطہ زن ہو گیا۔ایشام تیرتے ہوئے اسے ڈھونڈنے لگا تو دور سے گلابی رنگ دیکھتے ہوئے اسکی نیلی آنکھیں روشن ہوتے چلی گئی۔۔اگلے ہی پل اسکے دماغ میں شیطانی خیال آیا تھا۔۔۔

اگر اسے اپنی اس گلابی جل پری کو پکڑنا تھا۔تو پہلے اسے دھوکا دینا ضروری تھا۔اس لئے وہ پانی سے منہ نکالتے ہوئے بولنے لگا۔۔

تم نہیں بچو گی آج مجھ سے۔۔۔!! ہیر کو وارننگ دیتے ہوئے وہ جان بوجھ کر دوسری سائیڈ کی طرف تیرتے ہوئے چلا گیا۔ہیر جو مخالف سمت میں موجود تھی۔کہ ایشام کو دوسری طرف جاتے دیکھ کر ہنسی دبا کر رک گئی۔

کیونکہ وہ پہلے ہی دوسری طرف جارہا تھا۔اس لئے اس سے دور بھاگنے کی ضرورت نہیں تھی۔اپنی حرکت روکتے ہوئے وہ تیر نا روک چکی تھی۔

ایشام صدیقی جو جان بوجھ کر دوسری طرف جارہا تھا۔کہ اپنی چڑیل کو وہیں پر جمے دیکھ کر فتح مندی سے مسکراتے ہوئے تیزی سے گہرے پانی میں اترتے ہوئے ہیر کی جانب بڑھا۔۔

اسے غائب ہوتے دیکھ کر ہیر اس سے پہلے کچھ سوچتی جب اچانک نیچے سے ابھرتے ہوئے ایشام صدیقی اسکی بل کھاتی کمر کو جکڑتے ہوئے ہیر کو اچھلنے پر مجبور کر گیا۔اسکے اچانک چھونے پر وہ ڈرتے ہوئے اچھلی تھی۔جب ایک جھٹکے میں پانی سے باہر چہرہ نکلتے ہوئے وہ اسکے ہونٹوں پر جھکتے ہوئے ہیر پاشا کو فریز کرتا چلا گیا۔۔

ایشام کے لمس پر ہیر کا مچلتا وجود تھما تو ایشام دیوانہ وار اسکی سانسوں کو کھینچتے ہوئے اپنی تڑپ مٹانے لگا۔ ہیر کی برہنہ کمر کو اپنے چوڑے ہاتھوں میں جکڑ کر وہ اسے اپنے سینے سے لگاتے ہوئے بے قابو ہوا تھا۔۔ پہلی بار ہیر پاشا اسکی بے تابی پر دل میں مسکراتے ہوئے اسکے گلے میں بازوؤں کا ہار پہناتے ہوئے ایشام صدیقی کو صدمہ دیتی چلی گئی تھی۔۔۔

ہیرے میرے بھائی کو تڑپانا چھوڑ دو اب۔۔۔! خدا کے لیے بھیا کو اب تو بخش دو۔۔۔!! اپنے ہونٹوں پر ایشام کے لمس کو محسوس کرتے ہوئے ہیر کے کانوں میں بے اختیار گل ناز کی کچھ دن پہلے والی نصیحتیں سنائی دینے لگی تھی۔ جب گل ناز نے یہاں پر آکر اچھی خاصی اسکی عقل ٹھکانے لگاتے ہوئے اسکا دل صاف کرنا چاہا تھا۔ اور وہ کامیاب بھی رہی تھی۔ کیونکہ انکی

باتوں کے زیر اثر آج وہ اپنا چہرہ واضح کرتے ایشام صدیقی کو پیچھے لے آئی تھی۔۔۔

ایشام صدیقی جو پاگلوں کی طرح اسکے ہونٹوں کو چومتے ہوئے اسکے نازک وجود کو خود میں بھینچ رہا تھا۔ کہ جب اچانک ہیر پیش قدمی کرتے ہوئے اپنے ہونٹوں کو حرکت دینے لگی تو ایشام صدیقی کی روح فنا کرتی چلی گئی۔ ایک دم سے پانی میں آگ بھڑکی تو وہ سوکھے پتے کی طرح کانپتے ہوئے اسے سینے سے لگانے لگا۔ ایشام کی کمر پر اپنی ٹانگوں کو لاک کرتے ہوئے ہیر اچانک اسکے قریب ہوئی تو ایشام صدیقی کا دل اچھل کر حلق میں آٹکا۔۔ جس کے باعث ہمت کھوتے ہوئے وہ پانی میں ڈوبنے لگا تو ہیر اسکی بے

خودی پر مسکراتے ہوئے اسے کھینچتے ہوئے پانی کے اندر لے گئی۔۔جب کہ وہ کسی بت کی طرح کھینچا چلا گیا تھا۔۔۔

پانی کے اندر ڈوبتے ہوئے ہیر نے آگے بڑھتے ہوئے اسکے ہونٹوں پر ہونٹ رکھے تو جیسے اس دیوانے کو نئی سانسیں ملتی چلی گئی تھیں۔پانی کے اس قرب میں مکمل طور پر ڈوبتے ہوئے وہ جنونی انداز میں اسکے ہونٹوں سے لپٹے ہوئے ہیر کو کھینچتے ہوئے اپنے سینے سے مس کرتا اسے زور سے جکڑ گیا۔۔دونوں کے جسم اس وقت ان دیکھی آگ میں جل رہے تھے۔ جس کے باعث وہ پاگل پن پر اترتے ہوئے ایک دوسرے کی سانسوں کو روکنے کی کوشش میں تھے۔۔

شاید یہ اتنے عرصے کی تڑپ تھی۔ جو دونوں کو اپنی اپنی جگہ پر خالی کیے ہوئی تھی۔ جس کے باعث وہ اب اس خلا کو پورا کرتے ہوئے سب کچھ بھلا رہے تھے۔۔۔ ہیر کی کمر کو یوں ہی تھامے اسے اپنے جسم کا لباس بناتے ہوئے ایشام تیزی سے خود کو حرکت دیتے ہوئے پانی سے باہر نکلا تھا۔ تاکہ کہیں اس پاگل پن کے چکر میں اسکی بیوی ہوش نہ کھو دے۔۔۔

پانی سے باہر نکلتے ہی ہیر نے لمبا سانس لیتے ہوئے اسکے ہونٹ آزاد کر دیئے۔ وہ بے حال سی ہوتی اس سے پہلے دو بار پانی میں ڈوبتی جب ایشام اسے تھامتے ہوئے کنارے کی طرف بڑھنے لگا۔ اپنی سائیکو چڑیل کے پاگل پن پر وہ بے ساختہ مسکرا دیا تھا۔۔۔ جب کہ وہ پہلی بار خود کو اسکے حوالے کیے ہوئے تھی۔۔۔

ہیر کو کنارے پر لٹاتے ہوئے ایشام ابھی باہر نکلا ہی تھا۔ جب وہ اسے کھینچتے ہوئے دوبارہ اپنے قریب کر گئی۔۔ایشام نے چونکتے ہوئے اسکی گہری سبز آنکھوں میں دیکھا۔ جہاں اس وقت جنون ابل رہا تھا۔۔ کیا یہ وہی ہیر تھی۔۔۔؟ کیا سچ میں وہ اسکی اتنی طلب گار ہو سکتی تھی۔۔؟ وہ تیز دھڑکنوں میں سوچتے ہوئے اسکی آنکھوں میں ڈوبنے لگا تھا۔۔۔

کیا سوچ رہے ہو۔۔۔؟ ایشام صدیقی کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے ہیر کی نظریں بے اختیار اسکے کان میں پہنی بالی میں اٹکی تو وہ چمکتی آنکھوں سے مسکراتے ہوئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے اسے چھونے لگی۔۔۔

دیکھ رہا ہوں کہ کیا یہ لڑکی میری ہیر ہو سکتی ہے۔۔۔؟ اسکے بے باک سراپے

کا جائزہ لیتے ہوئے وہ بوجھل لہجے میں بولا تھا۔ ٹی پنک کلر کا وہ بے باک سوئمنگ ڈریس پہنے ہوئے تھی۔ ہیر کا سراپا دیکھتے ہوئے ایشام کو سانس لینا مشکل لگ رہا تھا۔ وہ مبہوت ہوتے اسکے بدن کو دیکھتا چلا گیا۔۔۔

اصل ہیر یہ ہی تھی۔۔۔! پر افسوس تم نے اصل ہیر کو خود اپنے ہاتھوں سے مار دیا تھا۔۔۔! ہیر نے زرا سا اٹھتے ہوئے اسکے کان پر دانت گاڑتے ہوئے راز بتایا تو ایشام لب بھینچتے ہوئے اپنی کراہ دبا گیا۔

میں اگر کچھ کہوں گا تو سنوں گی کیا۔۔؟ اسکی ہر ادا پر گھائل ہوتے ایشام نے اچانک بھاری لہجے میں کہنا چاہا۔۔۔

اگر تم مجھے کسی بھی قسم کی وضاحت دینے کا سوچے ہوئے ہو تو بھول کر بھی منہ مت کھولنا۔۔ ورنہ قسم سے اپنی گن سے تمہارے حلق میں اتنی

گولیاں اتاروں گی کہ تمہیں پچھتانے کا موقع بھی نہیں ملے گا۔۔۔! وہ غراتے ہوئے آگ اگلتی نظروں سے اسکی گردن اور کندھوں پر ناخن مارتے ہوئے بولی تو ایشام صدمے سے اسکی بدمعاشی دیکھنے لگا۔۔اب کیا وہ اسے ہر بات پر گولی مارنے کی دھمکی دیا کرے گی۔۔۔؟ایشام صدیقی نے صدمے سے سوچا تھا۔۔۔۔

ٹھیک ہے کچھ نہیں کہتا پر یہ بتاؤ کہ یہ اتنا پیارا اڈریس کہاں سے لیا ہے۔۔۔؟ ایشام نے سنبھل کر پاگل ہوتے دل سے جلدی سے بات کو گھما دیا تھا۔ ورنہ کوئی بعید نہیں تھا۔ کہ وہ پاگل سچ میں اپنے کہے پر عمل کر دیتی۔۔بے شک ایشام صدیقی کو اس سے اب ڈرنا ہی چاہیئے تھا۔۔۔

کیوں تمہیں کیوں جاننا ہے۔۔۔؟اسکی بے باک نظروں پر ہیر نے زرا بلش کرتے ہوئے اسے گھورا۔۔۔

وہ میں اس لئے پوچھ رہا تھا۔ کہ کیونکہ تم مجھے سہاگ رات منانے پر اکسا رہی ہو۔۔۔!!ایشام نے جھکتے ہوئے اسکی کالر بونز کو زرا سا سک کیا تو ہیر نے بوکھلا کر اسے خود سے پرے دھکیلنا چاہا۔ جس پر ایشام نے ہنستے ہوئے اسے تیزی سے جکڑ لیا۔۔۔

نو بے بی۔۔۔!اگر میں باقی معاملات میں تم سے ڈر سکتا ہوں۔ تو رومینس کے معاملے میں تم مجھ سے ڈرو گی۔۔۔!!اسے جتاتے ہوئے وہ تیزی سے جھکتے ہوئے اسکے سینے پر ٹھہری بوندوں کو چننے لگا تو ہیر نے کپکپاتے ہوئے سانس لیا تھا۔۔۔

میں۔۔تم سے کبھی بھی نہیں ڈر سکتی۔۔۔!ایشام کے لمس پر وہ بکھری سانس سمیت کسما کر جواب میں بولی تو وہ آبرو اچکاتے ہوئے اسے دیکھ گیا۔۔اس قدر بے باک ڈریس میں اسکی آغوش ہونے کے باوجود وہ اگر بہادر ہونے کا مظاہرہ کر رہی تھی تو مطلب ایشام صدیقی اس پر نرمی برت رہا تھا۔۔۔

چلو دیکھتے ہیں پھر کہ آج تم کیسے نہیں مجھ سے پناہ مانگتی۔۔۔!مخمور ہوتی نیلی آنکھوں سے اسکا چیلنج قبول کرتے ہوئے ایشام نے جھکتے ہوئے تیزی سے اسکی گردن پر دانت گاڑے تو وہ تڑپ سی گئی۔ہیر کے تڑپنے کا اثر لیے بنا آج وہ سب کرنے کا ارادہ کر چکا تھا۔جو وہ کبھی صرف خوابوں میں ہی دیکھا کرتا تھا۔ہیر کے کندھوں پر موجود سٹریپ کو کھولتے ہوئے ایشام نے

اسکی کلائیوں کو قابو کرتے اوپر لگایا تو ہیر نے مزاحمت کرتے ہوئے اسکے حصار سے نکلنے کی کوشش کی۔۔۔

قسم سے اس نظارے پر اگر تم مجھ سے میری جان بھی مانگو میں خوشی خوشی خود کو تم پر سے وار دوں ہیرے۔۔۔! اسکی خوبصورتی کے آگے ڈھیر ہوتے ایشام نے اسکے سینے اور کندھوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بھاری آواز میں کہا تو وہ اسکی نیلی آنکھوں میں ڈوبتی چلی گئی۔۔۔ یہ نرمی و محبت پہلی بار ان پر مہربان ہو رہی تھی۔۔۔

ایشام صدیقی تیزی سے اسکے ہونٹوں پر جھکتے اسکے بدن کو اپنے سینے کے ساتھ مس کرنے لگا تو ہیر مدہوش ہوتی آنکھیں بند کرتی چلی گئی۔۔۔

تمہارے بنا میں ہر پل تڑپا ہوں ہیرے۔۔۔! اس دیوانے کو اتنی سزائیں مت دیا کرو۔۔۔! اسکے ہونٹوں کو چوم کر آزاد کرتے ہوئے وہ التجائیہ بولتے ہوئے اسکی دھڑکنوں پر جھک چکا تھا۔ قسمت اگر آج ایشام صدیقی پر مہربان ہو رہی تھی۔ تو وہ بھی اسکا پورا فائدہ اٹھا رہا تھا۔۔۔ اسکی دھڑکنوں پر ہونٹ رکھتے ہوئے وہ اسکی تھائیز کو چھوتے ہوئے سچ میں ہیر کو بوکھلا رہا تھا۔

شام۔۔! ہیر نے سسک کر اسے بہکتے ہوئے پکارا تو پہلی بار اسکی اتنی میٹھی پکار سنتے ہوئے ایشام کا دل بے چین ہوتے اسے چرانے کو کیا تھا۔ جس کے باعث وہ پھر اٹھتے ہوئے اسکے مقابل ہو گیا۔۔۔

شام کی کتنی بار جان لو گی جانِ من۔۔۔؟ یہ شام کل بھی تم پر قربان تھا اور آج بھی قربان ہونے کو تیار ہے۔ پر اگر ساری رات تم میری بانہوں میں رہو تو۔۔۔!! اسکی سبز آنکھوں کو چومتے ہوئے وہ جان نثار ہو رہا تھا۔ اگر محبت مہربان ہونے پر ایسا احساس ہوتا تھا۔ تو ایشام صدیقی شکر کر رہا تھا۔ کہ اس پر یہ محبت پہلے مہربان نہیں ہوئی ورنہ شاید اسکا دل اس انداز میں دھڑک دھڑک کر رک چکا ہوتا۔۔

اگر تم ایسی بے شرمیاں نہیں کرو گئے تو یہ ہیر ایک رات تو کیا بلکہ آنے والی ہر رات اپنے شامی کباب کی بانہوں میں رہنے کو تیار ہے۔۔۔! ایشام کے گلے میں بازوؤں کا ہار پہناتے ہوئے اس نے ایک بار پھر مُسکراتے ہوئے

مقابل کو گھائل کیا تھا۔ وہ مبہوت ہوتے اسکے چہرے میں کھونے لگا تھا۔۔۔

تم اپنی ان اداؤں سے مجھے سچ میں مار دوں گی جاناں۔۔۔! ایشام نے بے بسی سے کہتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تو وہ کھلکھلا کر اٹھتے ہوئے اسکے گلے لگ گئی۔ جس پر ایشام صدیقی کو اپنے وجود میں ایک عجیب سا سکون اترتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ جس کے باعث وہ مسکراتے ہوئے اسے خود میں بھینچتے ہوئے کروٹ بدل کر اپنے اوپر لٹا چکا تھا۔ بے شک یہ رات نشیلی ہونے والی تھی۔ اور یہ ملاقات اپنا گہرا اثر چھوڑنے والی تھی۔

سفید گاؤن پہنے وہ ہاتھ اٹھائے دعا مانگنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔ سیلینہ نے تھوڑی دیر پہلے ہی اپنا پہلا عمرہ ادا کیا تھا۔ اور اب وہ زمین پر بیٹھی ہاتھ اٹھائے ہوئے تھی۔ پر لبوں پر صرف ایک نام ہی تھا۔ اور وہ تھا فاتح سلطان کا۔۔۔ !

یا اللہ مجھے اسے مہربان شخص سے پھر ملوا دے۔۔۔ ! کانپتے لبوں سے وہ بولی۔ جب کہ اسکی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر بکھرنے لگے تھے۔۔

یا اللہ مجھے پھر سے میرے شوہر کا دیدار کروا دے۔۔۔ ! یا اللہ مجھے اس دنیا کی دھوپ سے نکالتے ہوئے اپنے شوہر کا سایہ عطا کر دے۔۔ ! وہ روتے ہوئے اپنی ساری دعا میں صرف فاتح سلطان کو مانگ رہی تھی۔۔ جب کہ باقی سب جو فاصلے پر موجود تھے۔ سیلینہ کو یوں روتے دیکھ کر بے بس

ہوتے چلے گئے۔ کیونکہ وہ بلک بلک کر رونا شروع کر چکی تھی۔ یہ جانے بنا کہ آج اسکی سب دعائیں سن لی گئی ہیں۔۔۔۔

سفید لباس پہنے وہ اسکی نظروں سے اوجھل نہیں تھا۔ پر نہ معلوم ضرور تھا۔۔

آپ کیوں میری شوگر گرل کو اتنا رلا رہے ہیں۔۔۔! سبحان نے غصے سے مڑتے ہوئے اپنے پیچھے کھڑے اس لمبے شخص کو دیکھا۔ جو اسکا غصہ دیکھتے ہوئے مسکرا دیا تھا۔

رلا نہیں رہا بس اپنے دل کو یہ یقین دلا رہا ہوں۔ کہ وہ اپنی تمام تر خوبصورتی سمیت میری آنکھوں کے سامنے موجود ہے۔۔۔! فاتح سلطان نے مسکرا

کر بولتے ہوئے اسکے بال بگاڑے تھے۔۔احرام باندھے وہ اس مقدس جگہ پر کھڑے تھے۔۔

اپنے دل کو جلدی یقین دلایئے۔کیونکہ میں اپنی شوگر گرل کو مزید روتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔۔! سبحان نے لب بھینچ کر حکم سناتے ہوئے پھر اپنی شوگر گرل پر نگاہوں کا فوکس کر لیا۔سفید حجاب میں وہ ان دونوں کو دنیا کی حسین ترین لڑکی لگی تھی۔حجاب میں وہ انہیں اتنی پیاری لگ رہی تھی۔کہ بے اختیار وہ یک زبان ہوتے ماشاءاللہ کہہ اٹھے۔۔۔جس پر اگلے ہی پل دونوں نے حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا۔۔

وہ میری بیوی ہے چھٹکو۔۔!! فاتح نے مصنوعی گھورا تو سبحان ہونہہ کرتے پھر سیلینہ کو دیکھنے لگا۔۔۔ سیلینہ کے ساتھ ہی انہوں نے اپنا عمرہ مکمل کیا تھا۔بس وہ ناواقف تھی۔۔۔

شوگر گرل۔۔۔!! سیلینہ کو ہنوز روتے دیکھ کر سبحان بے اختیار ہوتے اسے پکارا اٹھا۔اس سے پہلے کہ وہ انکی طرف دیکھنے لگتی جب فاتح جلدی سے سبحان کا رخ موڑتے ہوئے پشت کرتے کھڑا ہو گیا۔۔ جبکہ سیلینہ اس پکار پر پاگلوں کی طرح لوگوں کے ہجوم میں دیکھنے لگی تھی۔۔۔

کیوں میرے ہاتھوں ضائع ہونا ہے۔۔۔!! ٹڈے کہیں کے۔۔۔!! فاتح نے اسے سخت نظروں سے گھورنا چاہا تھا۔

ہاں تو کیا بے شرم بنتا اپنی شو گر گرل کو روتا ہوا دیکھتا رہوں۔۔۔؟ سبحان نے ناک چڑھا کر کہا تھا۔

اچھا ہوتا اگر شہری ہمارے ساتھ آ ہی جاتا اور تمہاری اس پتلی گردن کو دبا کر رکھتا تاکہ تم میرے کاموں میں اپنی یہ چھوٹی سی ٹانگ نہ اڑا پاتے۔۔! فاتح اسے گھورتے ہوئے جھاڑ رہا تھا۔ یا دوسرے الفاظ میں شہرام کو ساتھ نہ لانے کا شاید افسوس منا رہا تھا۔ پر محمد سبحان پر ان دھمکیوں کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔۔۔

دلاور خان اور باقی ہنسی دباتے ہوئے انہیں لڑتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ جب دلاور خان کو سبحان کو سنبھالنے کا اشارہ کرتے ہوئے فاتح خود سیلینہ کی طرف بڑھ گیا۔۔ وہ خاموش قدموں سے آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اسکے

پاس جا کر بیٹھ گیا۔ جب کہ وہ سجدے میں گری بس روتے ہوئے دعائیں کر رہی تھی۔۔ نجانے کیوں فاتح سلطان کا دل بھرنے لگا تھا۔۔

اس قید سے نکلنے کے بعد وہ بس شہرام کی حالت پر اسکے سامنے رویا تھا۔ پر آج اسکا دل اسے اکسا رہا تھا۔ کہ اس عورت کی گود میں سر رکھتے ہوئے دل کھول کر رو دے۔۔ اور اسے بتائے کہ وہ اس قید میں موت سے نہیں ڈرا تھا۔ بلکہ اسے کھونے کا احساس ہر روز فاتح سلطان کو ڈراتا تھا۔ وہ کہنا چاہتا تھا۔ کہ وہ ان چند مہینوں کی قید میں اسے صدیوں سی محبت کر آیا ہے۔۔۔ اس تاریک چار دیواری میں وہ سیلینہ احمد کو چاہ کر آیا ہے۔۔۔ اپنا آپ اس پر فنا کرتے اسے دعاؤں میں مانگ کر آیا تھا۔۔ اس چھوٹی سی لڑکی پر خود کو ہار

آیا ہے۔اپنے اللہ سے اپنی محرم کی حفاظت مانگ کر آیا تھا۔وہ اپنی نیلی آنکھوں میں اسکا چہرہ بسا چکا تھا۔۔

کئی منٹ تک وہ اسکے پاس بیٹھا اسکی دعائیں سنتے ہوئے نم آنکھوں سے بے بس ہونے لگا تو سب بھرتے ہوئے دل سے واپس مڑ گئے۔وہ انکو اکیلا چھوڑ چکے تھے۔۔

یااللہ میرا دل تیرے اس شخص کے لیے تڑپتا ہے۔۔۔!اس تڑپ کو ختم کر دے اب۔۔۔! ہچکیاں لیتے وہ اپنا حال سنا رہی تھی۔جب فاتح سلطان کی نیلی آنکھوں سے آنسو بہتے چلے گئے۔۔۔

اور اگر میں کہوں کہ اللہ نے تمہاری ساری دعائیں قبول کر لیں ہیں نورِ نظر تو۔۔۔! بہتی آنکھوں سے جھک کر اسکے قریب ہوتے وہ اچانک نم آواز

میں سرگوشی کر گیا تھا۔ سیلینہ جو سجدے میں تھی۔ کہ ایک جھٹکے میں اٹھتے ہوئے دیکھنے لگی۔۔ فاتح سلطان کو اپنے سامنے دیکھتے ہوئے اسکی آنکھیں بے یقین ہوئی تھیں۔۔ جب کہ ان مہربان آنکھوں کو دوبارہ قریب سے دیکھتے ہوئے اسکے آنسوؤں میں تیزی آگئی۔۔

میں شاید کیسے بھی اپنی محبت کا اظہار کر لوں تو وہ کم ہو۔۔۔! پر میں آج یہاں پر بیٹھ کر کہنا چاہتا ہوں سیلینہ کہ میں تم سے اتنی محبت کرتا ہوں۔ کہ تنہائی میں مجھے اپنے رب کے بعد بس تم یاد رہی ہو۔۔۔۔!! اسکے کانپتے ہاتھوں کو تھامتے ہوئے وہ بہتی آنکھوں سے اظہارِ محبت کر رہا تھا۔۔ جب کہ وہ سن ہو چکی تھی۔

کاش میں کہہ پاتا کہ وفا کا دوسرا نام سیلینہ احمد ہے۔۔۔! کاش۔۔۔! اسکے خوبصورت چہرے کو دیکھتے ہوئے وہ روتے ہوئے اسے قریب کرتے گلے لگا چکا تھا۔۔ جب وہ ہوش میں آتی لرزی تھی۔۔۔ کہ تبھی دلاور خان اور سبحان مڑ کر دیکھنے لگے۔۔ انہیں ایک دوسرے کے گلے لگے دیکھ کر بے ساختہ وہ شکر کرتے مسکرا دیئے تھے۔۔ سبحان نم آنکھوں سے مسکراتے ہوئے اس حسین منظر کو دیکھتے ہی جلدی سے اپنا موبائل نکال گیا تھا۔۔

فاتح۔۔۔!! اسے پکارتے ہوئے وہ پہلے کی طرح رونے لگی تو اسکے لبوں سے اپنا سنتے ہوئے فاتح اسے شدت سے خود میں بھینچ گیا۔۔۔

تم فاتح سلطان کے دل کی ملکہ ہو۔۔۔! اسکی پکار کا جواب دیتے ہوئے وہ بولا تو سیلینہ روتے ہوئے اسے جکڑتی چلی گئی۔

ناشتہ کرنے کے بعد سب چائے پی رہے تھے۔جب کہ شہرام علی کی کڑی نظریں بلیک گینگ پر ٹکی ہوئی تھی۔۔

کیا تکلیف ہے۔۔۔؟ کیوں پاگل بھینس کی طرح ہمیں گھور رہے ہو۔۔۔؟ اسکی نظروں سے تنگ پڑتے ہوئے عیس ہمدانی بولے تھے۔۔۔

دیکھ رہا ہوں کہ آپ سب خود سے کچھ بولنا شروع کرتے ہیں۔یا اس بار بھی ہمیں ہی محنت کر کے سچ کا پتہ لگانا ہو گا۔۔۔! نگاہوں کا فوکس ویسے ہی رکھے اس نے جواب دیا تھا۔جو سب کو متوجہ کر چکا تھا۔۔۔

کیسا سچ۔۔۔؟سنان مصطفیٰ الجھتے ہوئے دیکھ گئے۔۔۔

یہ ہی سچ کہ آپ کی یہ نازک بیٹیاں گن کیسے اٹھا سکتی ہیں۔۔۔! شہرام نے ہیر اور مہر ماہ کی جانب اشارہ کرتے حوالہ دیا تو وہ انجان بنتی چلی گئیں۔۔۔یہ سوال تو ان سب کے دماغ میں بھی گھوم رہا تھا۔پر سکون سے پوچھنے کا موقع انہیں آج ملا تھا۔۔۔

ہاں تو اس میں اتنا حیران ہونے والی کیا بات ہے۔۔وہ ہماری بیٹیاں ہیں کوئی معمولی لڑکیاں تھوڑی ہیں۔۔۔! وہاج صدیقی پورے غرور کے ساتھ بولے تھے۔۔

یار پاشا اسے بتا دو ورنہ یہ جب تک جانے گا نہیں۔۔۔تب تک ہمیں سکون سے جینے نہیں دے گا۔۔! شہرام کو اگلا سوال کرتے دیکھ کر سلطان احمد عاجز ہوتے پہلے ہی بول پڑے تھے۔ جس پر وہ مزید چوڑا ہو گیا تھا۔

ضرار پاشا ہنس کر کافی کا مگ نیچے رکھتے ہوئے سب کو بتانا شروع ہوئے تو سب کو ہکا بکا کرتے چلے گئے۔۔۔سب نے متعجب ہوئے ہیر، مہر ماہ اور گل ناز کی طرف دیکھا۔ جو پورے فخر سے گردن اکڑا چکی تھیں۔۔۔جب کہ فارس ہمدانی تو اپنی بہادر بیوی پر دل ہار بیٹھا تھا۔ایسی حالت میں ہونے کے باوجود وہ کامیاب رہی تھی۔۔۔

I'm proud of you my girl...!

فارس نے بے اختیار ہوتے پاس بیٹھی گل ناز کا سر چوما تو وہ پزل ہوتی چلی گئی۔۔

یہ غلط بات ہے بھائی ہمیں بھی اپنی بیویوں کو شاباشی دینی ہے۔۔۔! شہرام فورا احتجاج کرتے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ جس پر مہر ماہ کو منہ چھپانے کے لیے جگہ نہیں ملی تھی۔۔اس سے پہلے کہ کوئی دوسرا اسے شرم دلاتا جب میڈ نے اندر داخل ہوتے گاڑیاں تیار ہونے کی خبر دی۔۔

چلو اٹھو سب۔۔۔! گاڑیاں تیار ہیں۔۔اور تم پر ہر طرح کا فٹے منہ گندی اولاد۔۔۔! عیس ہمدانی سب کو کھڑے ہونے کا کہتے ہوئے شہرام کو سنا کر باہر کی جانب بڑھ چکے تھے۔ شہرام کی عزت افزائی پر سب کا قہقہ بے ساختہ تھا۔

شہرام کو ہمدردی سے دیکھتے ہوئے وہ باہر کی جانب بڑھ رہے تھے۔سب میر پور کے لئے نکلنے و

آپ مجھے کہاں لے کر جا رہے ہیں سلطان۔۔۔؟؟گاڑی اترنے کے بعد فاتح نے اسکا ہاتھ تھامتے ہوئے اسے باہر نکالا تو وہ استفہامی انداز میں اسے دیکھ گئی۔آج ان سب کی واپسی کی فلائٹ تھی۔پر اس سے پہلے فاتح کو ایک ضروری کام نبٹانا تھا۔جس کے لئے وہ سیلینہ کو لے کر یہاں پر آیا تھا۔۔

کسی سے ملوانا ہے تمہیں سلطان کی نورِ نظر۔۔۔!سیلینہ کے پہلے کی طرح پکارنے پر فاتح نے پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔اپنے ہاتھ میں موجود سیلینہ کا نازک ہاتھ وہ چوم چکا تھا۔۔جب وہ مسکرا کر اسے دیکھ گئی۔۔

جانتی ہو ہماری شادی کی ڈیٹ فکس ہو چکی ہے۔۔۔! یہاں سے جاتے ہی ہماری شادی اور سب کا ایک ساتھ ولیمہ ہو گا۔۔۔! فاتح قدم اٹھاتے ہوئے اسے بتانے لگا۔

سچ میں کیا۔۔۔؟ سب کو دوبارہ سے دیکھنے کی خوشی میں وہ اچانک پر جوش ہوئی تھی۔۔

ایک دم سچ میں میری جان۔! اسکی خوشی دیکھتے ہوئے وہ ہنس کر بولا تو اپنی شادی کا سن کر سیلینہ جو ایکسائٹڈ سی ہونے لگی تھی۔ کہ اچانک اسکی نظر سامنے لگے بورڈ پر لکھے ہوئے نام پر پڑ گئی۔۔ بورڈ پر لکھے نام کو پڑھتے ہی اسکی مسکراہٹ سمٹ چکی تھی۔۔ "محمد بن الوہاب" فاتح نے بغور اسکے تیزی سے بدلتے ہوئے تاثرات دیکھے تھے۔۔

اپنے نانا کا نام پڑھنے کے بعد وہ سپاٹ سی مڑتے ہوئے فاتح کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی تھی۔۔۔

کیا اتنا کافی نہیں کہ ہم دوبارہ مل گئے ہیں۔۔۔! اسکی نظروں پر فاتح نے بے اختیار اسکے چہرے کو ہاتھوں میں بھرتے ہوئے بولنا شروع کیا تھا۔

میں انہیں معاف کر چکی ہوں سلطان۔۔۔! جواب میں وہ سپاٹ سی بولی تھی۔۔

جانتا ہوں۔۔! پر میں تمہیں یہاں انہیں معاف کرنے نہیں، بلکہ اپنانے کے لئے لایا ہوں میری جان۔۔! وہ اپنی سزا بھگت چکے ہیں سیلینہ۔۔۔! آگے بڑھ کر اسکے ماتھے کو چومتے ہوئے وہ بول رہا تھا۔ جب حجاب کے حالے میں سیلینہ کا چہرہ تکلیف سے سرخ پڑنے لگا تھا۔۔۔

کیا اپنانا ضروری ہے۔۔؟ نم ہوتی چاکلیٹ براؤن آنکھیں اٹھاتے ہوئے وہ سوال کر گئی۔۔

بالکل۔۔! کیونکہ جب تک تم انہیں اپناؤں گی نہیں تب تک یوں ہی تکلیف میں رہو گی۔۔! اور میں یہ بھی جانتا ہوں۔ کہ تم خود بھی انہیں اپنانا چاہتی ہو۔۔ بس اپنے غصے اور ضد کی وجہ سے پہل نہیں کر رہی۔۔۔! اسکی بھیگتی آنکھوں کو انگوٹھے سے صاف کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔۔۔ جب سیلینہ ٹھہرتے ہوئے اسے دیکھ گئی تھی۔۔ وہ اسکی دل کی بات کیسے جان سکتا تھا۔۔۔؟

میں جانتا ہوں۔ کہ تمہارے لیے انہیں معاف کرنا آسان نہیں تھا میری جان۔۔۔! پر تم نے ظرف بڑا کرتے ہوئے انکے سکون کے لئے انہیں

معاف کر دیا۔۔! تو کیا اب ہم شکر کے طور پر انہیں اپنا نہیں سکتے ہیں۔۔۔؟ فاتح نے جھکتے ہوئے اسکی آنکھوں کو چوما تو وہ بے اختیار رونے لگی۔۔۔

اللہ نے ہمیں اتنی بڑی آزمائش کے بعد پھر سے ایک دوسرے کو دیکھنا نصیب کیا ہے سیلینہ۔۔۔! جس کے لئے ہم اللہ کا شکر ادا کر چکے ہیں۔اور آنے والی زندگی کے ہر لمحے میں کرتے بھی رہے گئے۔۔۔! پر اگر اس مقدس جگہ پر شکر ادا کرنے کے بعد بھی ہم ان کو اپنائے بنا چلے گئے۔تو کیا اللہ ناراض نہیں ہو گا۔۔۔؟ جب وہ ہمیں اتنی بڑی آزمائش سے نکال سکتا ہے۔تو ہم اسکے بندوں کو دل سے معاف کیوں نہیں کر سکتے۔۔۔؟ وہ مسلسل اسے سمجھاتے ہوئے بول رہا تھا۔دلاور خان اس سے اس بارے

میں پہلے ہی بات کر چکے تھے۔اس لئے فاتح اسے یہاں پر لے کر آیا تھا۔ تاکہ جانے سے پہلے سیلینہ کو ان سے ایک بار ملوا سکے۔۔۔

بولو اب شکر گزار ہو گی۔۔۔؟اسکی آنسوؤں کو بار بار صاف کرتے ہوئے فاتح نے ٹھہرے انداز میں سوال کیا۔۔کیونکہ وہ چاہتا تھا۔کہ سیلینہ اس جگہ سے مسکراتے ہوئے واپس جائے نہ کہ دل میں کوئی خلش لیے۔۔وہ یہ بھی جانتا تھا۔کہ اگر وہ ایسے ہی واپس چلی جاتی تو یہ خلش اسے کبھی بھی سکون نہیں لینے دے سکتی۔۔کسی نہ کسی لمحے میں اسے یہ احساس ضرور ہو سکتا تھا۔کہ جس میں وہ یہ سوچتی کہ کاش وہ تب انہیں اپنا لیتی۔اور فاتح سلطان اپنی بیوی کی زندگی میں اسی "کاش" کی گنجائش کو ختم کرنے کے

لئے یہاں پر آیا تھا۔۔اپنوں سے ملوا کر وہ اسکی زندگی کا سب سے بڑے خلا کو پُر کرنا چاہ رہا تھا۔۔۔

میں کروں گی سلطان۔ کیونکہ فاتح سلطان پر سیلینہ خود کو بھی نثار کر سکتی ہے۔۔۔!! وہ روتے ہوئے مسکرائی تو فاتح بے اختیار اسے دیکھ گیا۔۔۔

جب کہ سیلینہ نے اسکے ہاتھوں کو عقیدت سے چومتے ہوئے اسکے سینے پر سر ٹکا دیا تھا۔۔اور وہ بے خود ہوتا اسے اپنے حصار میں لے گیا۔۔ان کے دل ایک دوسرے کے لیے دھڑکتے ہوئے اپنی اپنی محبت کا اظہار کر رہے تھے۔جب کچھ لمحے سرکنے کے بعد فاتح نے جیب سے کارڈ سے نکالتے ہوئے اسکی طرف بڑھایا تو سیلینہ کی آنکھوں میں نا سمجھی ابھری۔۔

ہماری شادی کا کارڈ ہے۔۔۔! اسے کارڈ تھماتے ہوئے فاتح نے بتایا تھا۔۔ وہ سمجھتے ہوئے سر کو جنبش دے گئی تھی۔

چلیں اب۔۔؟ اسے اپنے آنسو صاف کرتے دیکھ کر فاتح نے دوبارہ ہاتھ تھام کر پوچھا تو وہ مسکرا کر سر ہلا گئی۔ جس پر وہ اسکا سر چومتے ہوئے آگے بڑھا تھا۔

سیلینہ اسکے ساتھ کھینچی چلی جا رہی تھی۔ جب کہ اسکا دل اب مکمل طور پر پُر سکون ہو چکا تھا۔ وہ صحیح ہی کہہ رہا تھا۔ کہ اگر وہ انہیں اپنائے بنا چلی جاتی تو شاید سکون سے نہ رہ پاتی۔۔۔ اسے اپنی ماں کے جانے کا دکھ ضرور تھا۔ پر وہ اپنے ایک دکھ کو یاد رکھ کر باقی نعمتوں کے لئے ناشکری نہیں ہو سکتی

تھی۔ وہ بھی تب جب اس دنیا میں فاتح سلطان اسکے لئے سب سے بڑی نعمت تھا۔۔ بے اختیار وہ اسکی طرف دیکھتے ہوئے دل سے مسکرادی۔۔۔

گیٹ پر پہنچ کر فاتح کو بیل دینے کی ضرورت نہیں پڑی تھی۔ کیونکہ محمد ذید صاحب پہلے ہی انکے انتظار میں کھڑے تھے۔ فاتح آنے سے پہلے انکو بتا چکا تھا۔ سیلینہ کو سامنے دیکھتے ہوئے وہ شکر سے مسکرانے لگے تھے۔

گیٹ سے اندر داخل ہو کر سیلینہ بے ساختہ اس بڑے سے گھر کو دیکھنے لگی۔ یہ وہی گھر تھا۔ جہاں اسکی ماں نے پرورش پائی تھی۔ جہاں اسکی ماں اور باپ کی کہانی نے جنم لیا تھا۔ پھر سیلینہ اس گھر سے کیسے دور رہ سکتی تھی۔۔ اسے یاد تھا۔ کہ اسکی ماں اسکے ساتھ اپنے باپ اور بھائیوں کے

بارے میں کتنے ہی گھنٹے باتیں کرتی رہتی تھیں۔اور سیلینہ انتہائی شوق سے اپنی ماں کی باتوں کو سنا کرتی تھی۔

ماموں۔۔۔!!!ذید صاحب کی طرف دیکھتے ہوئے سیلینہ کے ہونٹوں نے انہیں پہلی بار ماموں کہا تو انکی آنکھیں چھلک پڑیں۔۔

ماموں نثار بچے۔۔۔!!وہ آگے بڑھتے ہوئے بے اختیار اسے سینے سے لگاتے ہوئے بہن کی یاد میں رو پڑے تھے۔۔۔جب فاتح نے آگے بڑھتے ہوئے انہیں سامنے کی جانب متوجہ کیا۔۔محمد بن الوہاب لان میں گم سم اکیلے بیٹھے نجانے کہاں کھوئے ہوئے تھے۔۔

پہلے بابا سے مل لو جا کر۔۔۔!! سیلینہ کا ماتھا چومتے ہوئے زید صاحب نے اسے محمد بن الوہاب کی جانب بڑھنے کا اشارہ کیا تو وہ اپنی آنکھیں پونچھتے ہوئے سر ہلاتے ہوئے انکی طرف بڑھ گئی۔۔۔

میں نہیں جانتا کہ تمہارا شکریہ کیسے ادا کر پاؤں گا۔۔! زید صاحب اس سے پہلے کہ فاتح کے سامنے ہاتھ باندھتے کہ وہ برا مناتے ہوئے تیزی سے انکے گلے لگ گیا۔۔۔

کیا یار ماموں۔۔۔! ایسے بول کر مجھے شرمندہ نہیں کریں۔۔ آپ لوگوں سے ملنے کی خوشی سیلینہ سے زیادہ مجھے تھی۔ کیونکہ زندگی میں سارے رشتے موجود ہیں بس یہ ایک "ماموں بھانجے" کے رشتے کی کمی تھی۔ جو شاید اب پوری ہو جائے۔۔۔! فاتح ہلکے پھلکے لہجے میں مسکراتے ہوئے

بول رہا تھا۔ جب زید صاحب اپنی آنکھیں صاف کرنے بعد اسے حصار میں لیتے ہوئے محمد بن الوہاب کی جانب بڑھنے لگے تھے۔۔۔

سیلینہ جو بہت چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے ہوئے محمد بن الوہاب کی جانب بڑھ رہی تھی۔ کہ بے اختیار فاصلے پر رکتے ہوئے انہیں پکار گئی۔۔۔

ناناجان۔۔۔!! سیلینہ کی پکار پر محمد بن الوہاب کا سکتہ ایک دم سے ٹوٹا تو وہ سر اٹھاتے ہوئے دیکھنے لگے۔ جب سیلینہ کو اپنے سے کچھ فاصلے پر کھڑے دیکھ کر انہیں وہم سا محسوس ہوا۔ اور اس سے بھی زیادہ بے یقینی تھا اسکا ناناجان کہنا۔۔۔۔

انکے دیکھنے پر وہ رونے لگی تو وہ بے یقینی سے اسے دیکھتے ہوئے پیچھے کی جانب دیکھ گئے۔۔ جہاں زید صاحب ایک نوجوان کو حصار میں لیے خوشی سے سر ہلا رہے تھے۔

نانا کی جان یہاں آؤ۔۔۔!! سیلینہ کی موجودگی کا یقین کرتے ہوئے محمد بن الوہاب کی آواز بے اختیار کانپی تو وہ ہمت کرتے بازو پھیلاتے ہوئے کہہ گئے۔۔ سیلینہ بھاگتے ہوئے انکی جانب بڑھی تھی۔۔ جب اگلے ہی پل وہ انکے بازوؤں میں سماتے ہوئے انہیں دنیا جہاں کی خوشی دیتی چلی گئی۔۔۔

زید دیکھو میری خدیجہ آئی ہے میرے پاس۔۔۔!! سیلینہ کو اپنی کمزور گرفت میں بھینچتے ہوئے محمد بن الوہاب کی آواز فرط جذبات سے لبریز

ہوئی تو سب گھر والے پریشان ہوتے تیزی سے باہر نکلے تھے۔۔جب لان کا منظر دیکھتے ہوئے وہیں پر رک چکے تھے۔۔۔

ماں کا نام سن کر سیلینہ انکے حصار میں روتے ہوئے بے اختیار ہونے لگی تو اسکے باقی ماموں جلدی سے آگے بڑھتے ہوئے اسے تھام گئے۔۔بے شک دنیا میں معجزے ابھی بھی ہوتے تھے۔اور ایک معجزہ آج ہو چکا تھا۔۔فاتح سلطان محبت پاش نظروں سے اپنی بیوی کے اپنوں کو دیکھ رہا تھا۔جو اسے پلکوں پر اٹھائے ہوئے تھے۔۔۔

ماہی کیوں نہیں آئی۔۔۔؟ کل شام کے وقت وہ سب میر پور پہنچے تھے۔ جب سب کی طرف دیکھتے ہوئے دریاب خان بے ساختہ اپنی لاڈلی کے بارے میں پوچھ گئے۔۔۔

لالا وہ کل آئے گی۔ آج اسکا آخری پیپر تھا۔۔! بس اسی وجہ سے ساتھ نہیں آسکی۔۔! کل غازیان کے ساتھ آجائے گی۔۔! سلطان بڑے بھائی کو جواب دیتے ہوئے بتا گئے۔۔ بدلے میں دریاب خان اداسی سے بس سر ہلا گئے تھے۔۔

لالا ایک بات کرنی تھی آپ سے۔۔۔! دریاب خان جو باہر جانے والے تھے۔ کہ سلطان اچانک تذبذب سے بولتے ہوئے انہیں متوجہ کر گئے۔

دانیال خان بھی بے ساختہ انکی طرف آئے تھے۔جب کہ باقی سب لاؤنج میں بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔۔۔

کیا بات ہے سلطان۔۔۔؟دریاب خان چونک کر انکی طرف دیکھنے لگے۔ جب سلطان پریشانی سے بولے۔۔۔

لالا آپ لوگ مجھ سے ناراض تو نہیں۔۔۔؟

کس بات پر۔۔۔؟دانیال خان نے حیرانی و نا سمجھی سے الٹا پوچھا تھا۔۔۔بھلا وہ کیوں اس سے ناراض ہونے لگے۔۔۔

یہ ہی کہ میں نے ماہی کا نکاح غاذی۔۔۔! سلطان بولتے ہوئے اچانک رکے تھے۔۔۔یہ ڈر تو کب سے انکے دل میں بیٹھا ہوا تھا۔کہ کہیں انکے بڑے بھائی ان سے ناراض نہ ہو چکے ہوں۔کیونکہ انہوں نے حازم خان کی

بجائے غازیان کو فوکیت دی تھی۔۔۔انکے بات ادھوری چھوڑنے پر

دریاب خان اور دانیال خان بے اختیار آپس میں دیکھ گئے۔۔۔

تمہیں لگتا ہے کہ اگر تم ہفتوں تک اپنے بڑے بھائیوں سے بات نہیں

کرتے یا ہمیں فون کرنا بھول جاتے ہو تو تمہاری طرح ہمارے بھتیجے یا لاڈلی

بھی اپنے بڑے بابا لوگوں کو یاد نہیں کرتی ہو گی۔۔!!سب کو ہنستے

مسکراتے دیکھ کر دریاب خان اچانک سنجیدگی سے بولے تھے۔

جب سلطان شرمندہ ہوتے نظریں چرا گئے۔وہ صحیح ہی تو کہہ رہے تھے۔

کہ ذمہ داریوں میں الجھ کر وہ سچ میں گاؤں کا چکر لگانا ہی بھول جاتے تھے۔

پر انکے مقابلے میں انکے بچے ایسے نہیں تھے۔۔وہ ہمیشہ سے اپنے خاندان کو

یاد رکھتے آئے تھے۔اور فون بھی کرتے رہتے تھے۔جب کہ کبیر خان تو

واپس آنے کے بعد ایک دو بار گاؤں کا چکر بھی لگا چکا تھا۔۔البتہ ماہ پارہ اپنی پڑھائی کی وجہ سے کافی عرصے سے نہیں آپائی تھی۔۔پر اسکے باوجود وہ روز اپنے بڑے بابا لوگوں کو باقاعدگی سے فون کیا کرتی تھی۔۔۔

ہم تم سے تب ناراض ہوتے۔اگر تم ہماری لاڈلی کا نکاح اسکی مرضی کے بنا کرتے تو۔۔۔!پر وہ ہمیں اپنی پسند کے بارے میں بہت پہلے ہی بتا چکی تھی۔۔۔!اور ہمارے لئے ہماری لاڈلی کی خوشی سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں۔۔!دریاب خان اپنے چھوٹے بھائی کو حیران کرتے بول رہے تھے۔۔

ماہی نے کب اور کیا بتایا۔۔۔؟ سلطان حیرت سے بولے تھے۔۔ کیا انکی بیٹی اپنے بڑے بابا لوگوں سے ایسی باتیں بھی شیئر کر لیتی تھی۔ جب کہ باپ کے سامنے اکثر وہ شرما جاتی تھی۔۔۔

یہ ہم تمہیں کیوں بتائیں۔۔۔؟ یہ ہمارا اور ہمارے بچے کا سیکرٹ ہے۔۔۔! البتہ اتنا جان لو کہ اس نے پہلے دن ہی ہمیں آگاہ کر دیا تھا۔۔۔! دریاب خان انہیں جلاتے ہوئے مزید بتا رہے تھے۔

اور بے فکر رہو تمہارا وہ لاڈلا حازم بھی اپنی خالہ کی بیٹی کو پسند کرتا ہے۔ اس لئے رشتے کے لئے حامی نہیں بھر رہا تھا۔۔ دانیال خان انہیں مزید تسلی دیتے بولے تو سلطان حیرت سے دیکھ گئے۔

بڑے بابا۔۔۔!! یہاں آئیں۔۔۔!! کبیر خان جو حازم خان کے ساتھ کھڑا تھا۔ کہ ہنستے ہوئے اچانک دریاب خان کو آواز دیتا بلانے لگا۔ اسکے بڑے بابا بلانے پر وہ مسکراتے ہوئے اسکی طرف بڑھ گئے تھے۔۔۔

فاتح نے کب آنا ہے۔۔۔؟ دریاب خان کے جانے کے بعد سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے دانیال خان پوچھ گئے۔۔۔

کل۔۔۔!! کبیر کو دریاب خان کے ساتھ ہنستے دیکھ کر سلطان آہستہ آواز میں بتا گئے۔

ٹھیک ہے پھر اپنی شکل بھی تم کل ہی دیکھانا۔۔۔! بچوں کو وہیں چھوڑ کر خود آ ٹپکا ہے۔۔۔! دانیال خان منہ بگاڑ کر کہتے ہوئے وہاں سے نکلے تو سلطان حیرانی سے انکو دیکھتے رہ گئے۔۔

غازیان جب تک مینشن پہنچا تھا۔تب تک اچانک تیز بارش اور ہوا چلنا شروع ہو چکی تھی۔آج کل موسم کا کچھ پتہ پتہ نہیں تھا۔۔کسی بھی وقت بارش اور طوفان کی آمد ہو جاتی تھی۔۔

اپنے کسی ضروری کام کی وجہ سے غازیان کل سے شہر سے باہر تھا۔اور ابھی لوٹا تھا۔سب گھر والے تو کل کے ہی میر پور جا چکے تھے۔۔مینشن کو خالی محسوس کرتے ہوئے اسکا دل عجیب سا ہوا تو وہ سرد سانس خارج کرتے ہوئے گاڑی سے اترتے ہوئے لاک کر گیا۔۔دماغ میں مسلسل ماہ پارہ گردش کر رہی تھی۔

گاڑی سے اترتے ہی اس سے پہلے کہ وہ اندر کی جانب بڑھتا کہ اچانک چیخ سنتے ہوئے وہیں پر رک گیا۔۔

یہ چیخ کس کی تھی۔۔۔؟ کیا کوئی گھر پر ہی ہے۔۔۔؟ حیران کن ہوتے وہ بارش میں بھیگتے ہوئے جلدی سے لان کی طرف بڑھا۔ تاکہ دیکھ سکے۔۔۔ بلیک یونیفارم میں وہ چند سیکنڈز میں ہی مکمل طور پر بھیگ چکا تھا۔۔ بھاگتے ہوئے وہ پیچھے کی طرف آیا تو سامنے ہی ماہ پارہ کو دیکھ کر حیران کن ہوتا چلا گیا۔۔ بلیک ڈریس میں وہ بھیگتی ہوئی ڈر رہی تھی۔۔۔

ماہا۔۔!! خوش گوار حیرت سے اسے دیکھتے ہوئے غازیان ایک جست میں اسکی طرف بڑھا تو وہ اپنے نام کو سنتے ہوئے سر اٹھا گئی۔ کہ تبھی پھر سے زوردار بجلی کڑکی تھی۔۔۔

آہ۔۔۔غازی۔۔۔!!ماہ پارہ چیخ مارتے ہوئے اٹھتے ہوئے ایک جھٹکے سے اسکے سینے میں چھپی تو وہ بے اختیار پیچھے کو گرتے گرتے بچا۔۔۔پر اگلے ہی پل وہ اتنے خوبصورت سرپرائز پر دل سے مسکراتے ہوئے چہرہ اٹھاتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھنے لگا تھا۔۔غازیان کو ایک دم سے بارش خوبصورت لگنے لگی تھی۔۔۔لیکن ماہ پارہ کی چیخ اسے ہوش دلا گئی تھی۔۔

کیا کر رہی تھی تم یہاں پر۔۔۔؟اسے اپنے حصار میں قید کرتے ہوئے غازیان نے سوال کیا۔اس دن والی ڈانٹ کی وجہ سے وہ دو دنوں سے اس سے ناراض ناراض پھر رہی تھی۔اور کل تو ویسے ہی چلا گیا تھا۔اور آج واپس آیا تو کسی نعمت کی طرح وہ اسے اتنی بڑے مینشن میں اکیلی ملی تھی۔۔

غازی مجھے اندر لے چلیں نا۔۔۔!!اس قدر تیز طوفان میں ماہ پارہ کا دل ہول رہا تھا۔۔ بادلوں کی گرج کی آواز سے ڈرتے ہوئے وہ مسلسل اس کے اندر گھس رہی تھی۔۔۔

اتنی سی جان ہے تمہاری۔۔!اسے یوں ڈر سے کانپتے دیکھ کر وہ ہنس کر کہتے ہوئے ایک جھٹکے میں اسے بازوؤں میں اٹھا چکا تھا۔ جبکہ ماہ پارہ پھر سے اسکے سینے میں چہرہ چھپاتی چلی گئی تھی۔۔جب وہ یوں ہی تیز ہوتی دھڑکنوں میں اسے بازوؤں میں اٹھائے اندر کی جانب بڑھ گیا۔۔۔

ماہ پارہ کو بازوؤں میں اٹھائے وہ مینشن میں داخل ہوا تو میڈ سب بوکھلا کر چہرہ موڑتے چلی گئیں۔جب کہ غازیان سب کو نظر انداز کرتے ہوئے تیزی سے چلتے ہوئے لفٹ کی جانب بڑھ گیا تھا۔۔

ماہامیری جان۔۔! ہم اندر آ گئے ہیں۔۔۔!! اسے ابھی بھی کانپتے دیکھ کر غازیان نے بے ساختہ اسے تسلی دیتے ہوئے اسکا سر چوما تو وہ آہستہ آہستہ چہرہ باہر نکالتے ہوئے دیکھنے لگی۔ تبھی لفٹ بھی رکی تو غازیان مُسکراتے ہوئے باہر نکلتے ہوئے اپنے کمرے کی جانب بڑھا۔۔

اب بتاؤ کیا کر رہی تم باہر۔۔۔؟ اور گھر والوں کے ساتھ گئی کیوں نہیں تم۔۔۔؟ کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے غازیان سوال کر رہا تھا۔۔۔

مجھے کچھ نہیں بتانا آپ کو۔۔۔!! ماہ پارہ نے ناک سکوڑتے ہوئے خفگی سے جواب دیا تھا۔۔

تو پھر کسے بتانا ہے میری جان نے۔۔۔؟اسکی ناراضگی پر وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے کمرے میں داخل ہوا۔ بھیگے لباس اور بدن میں وہ اسے نخرے دیکھتے ہوئے مدہوش کر رہی تھی۔۔۔

کسی کو بھی نہیں بتانا ویسے بھی آپ کو کونسا یاد ہو گا کہ میں آج پیپر تھا۔۔! اور میں گھر پر اکیلی ہو نگی۔۔۔! ماہ پارہ سنجیدہ سے لہجے میں شکوہ کرتی بولی تھی۔ کیونکہ اسکا کل کا دن اور رات اتنے بڑے مینشن میں بہت مشکل سے گزری تھی۔ وہ اسی گمان میں رہی تھی۔ کہ شاید غازیان رات میں واپس آجائے گا۔ پر وہ نہیں آیا تھا۔ اور ناراضگی ہونے کی صورت میں ماہ پارہ نے بھی اسے میسج یا کال کرنے کی زحمت نہیں کی تھی۔

ائم سوری میری جان۔۔۔! پتہ نہیں کیسے میرے دماغ سے نکل گیا۔۔پر تم میسج کر دیتی نا۔۔۔!! کمرے میں پہنچتے ہی ماہ پارہ اسکے بازوؤں سے اتری تو غازیان نے وضاحت کرتے ہوئے اسکی کلائی پکڑتے ہوئے واپس کھینچ لیا۔۔

جب آپ کو خود ہی یاد نہیں تھا تو میں کیوں ڈسٹرب کرتی۔۔۔! وہ ہنوز اسی لہجے اور انداز میں بولی تھی۔جب کہ نیلی آنکھوں نے سرمئی آنکھوں کی طرف سے اپنا رخ موڑا ہوا تھا۔جیسے ناراضگی جتائی جا رہی ہو۔۔۔

ہے ماہا۔۔۔اب بس بھی کرو نا میری جان۔۔ایسے ناراضگی دیکھا کر کیا اب جان لینا چاہتی ہو۔۔۔؟اسکے گداز وجود کو بانہوں میں بھرتے وہ قریب

کرتے پیار سے کہنے لگا۔۔غازیان نے اسکا چہرہ اپنی طرف موڑتے ہوئے اسکی نیلی آنکھوں میں جھانکا تو گہری نیلی آنکھیں ہنوز ویسے ہی رہیں۔۔۔

تمہاری تو آنکھیں بھی مجھ سے ناراض ہو جاتی ہیں گول گپی۔۔۔!ہنس کر کہتے ہوئے وہ اسکی آنکھوں کے نخرے دیکھ رہا تھا۔جب ماہ پارہ ناک چڑھا کر مزید نخرے دیکھنے لگی تھی۔۔۔

ہاں تو۔۔۔!ماہ پارہ خان کی آنکھیں ہیں۔۔کوئی معمولی آنکھیں نہیں ہیں۔۔۔!پلکوں کو ایک دم سے جھپکا کر وہ خود کی تعریف میں بولی تھی۔۔

اہاں۔۔۔!ماہ پارہ خان نہیں اب "ماہ پارہ غازیان" ہو ہو تم گول گپی۔۔۔!آہستہ آہستہ اسکی کمر کو مٹھیوں میں دبوچتے ہوئے وہ قریب ہونے لگا تو ماہ پارہ تیزی سے اسکی گرفت سے نکلتے ہوئے دور ہوئی تھی۔۔۔

بالکل نہیں۔۔۔! انگلی اٹھاتے ہوئے اس نے غازیان کو گھورا تو وہ چونک کر اسے دیکھ گیا۔ جو تتلی کی طرح اڑ گئی تھی۔۔۔

کیا ہوا۔۔۔؟ غازیان نے بے اختیار پوچھا۔۔

میں چینج کرنے جا رہی ہوں۔۔۔! جلدی سے بتاتے ہوئے وہ تیزی سے جا کر باتھروم میں بند ہوئی تو وہ اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔۔ پھر اگلے ہی پل ہنستے ہوئے سر جھٹک گیا۔۔ لیکن پھر یاد آیا کہ وہ کپڑے لیے بنا ہی باتھروم میں جا بند ہوئی تھی۔۔ کسی شرارت کے تحت اسکی سرمئی آنکھیں چمکیں تو بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ جلدی سے واڈروب کی طرف بڑھا تھا۔۔۔۔۔۔

آج کیوں نا ہم سب حویلی کی چھت پر سوئیں۔۔۔!! اچانک شہرام نے شوشا چھوڑتے ہوئے سب کی طرف چمکتی آنکھوں سے دیکھا تھا۔۔۔

واہ یہ تو بہت بہترین آئیڈیا ہے۔۔۔!! حازم خان سراہتے ہوئے بول اٹھا تھا۔ کہ اچانک فارس کی نظر گل ناز کی طرف اٹھی تھی۔ جو اسے آنکھوں ہی آنکھوں میں انکار کرنے کا اشارہ کرنے لگی تھی۔ کیونکہ وہ فارس کے بنا بالکل بھی نہیں سو پاتی تھی۔۔

تو پھر ٹھیک ہے چلو اٹھو سب جا کر اور تیاری کرتے ہیں۔۔۔! شہرام پرجوش سا کھڑا بھی ہو چکا تھا۔۔۔

سب سے زیادہ بے ہودہ خیال اسی کمینے کو کیوں آتے ہیں۔۔۔! باسم کاظمی نے بڑبڑاتے ہوئے دل میں شہرام پر بے شمار لعنت بھیجتے ہوئے دانت پیسے تھے۔۔۔

سالے کی رخصتی نہیں ہوئی نا اس لئے ایسی اوچھی حرکتیں کرتا ہے۔۔۔! لگے ہاتھ ارسل خان بھی جل اٹھا تھا۔۔۔

چلو اٹھو بھی جاؤ کہ اب تم لوگوں کو اٹھانے کے لیے مجھے کوئی سپیشل فورس کو بلانا پڑے گا۔۔۔۔! انہیں وہیں جمے دیکھ کر شہرام نے مڑتے ہوئے اچانک کہا تھا۔۔

ہاں بس آرہے ہیں شہری (کمینے)۔۔!!سب کے سامنے زبردستی مسکراتے ہوئے ارسل خان کھڑا ہوتے بولا تھا۔جب کہ آخری لفظ اس نے بے حد آہستہ آواز میں کہا تھا۔۔

چل آاس کمینے کو آج حویلی کے چھت سے دھکادے ہی دیتے ہیں۔۔۔!! باسم جوسر گوشیاں کرتے اپنی بھڑاس نکالتے ہوئے ایشام کی طرف مڑا ہی تھا۔کہ جس کی نیلی آنکھیں بس ہیر پر ٹکی ہوئی تھیں۔۔ایشام صدیقی کے فوکس کو دیکھتے ہوئے ارسل خان اور باسم کاظمی نے بے ساختہ سرد سانس خارج کی تھی۔

اٹھ جا تھکے ہوئے ہیکر کہ اب آنکھوں سے نگل جائے گا۔۔۔! ارسل نے اسے ٹانگ مارتے ہوئے ہوش دلائی تو ایشام ایک دم سے گرتے ہوئے ہڑبڑا گیا۔۔

کیا ہوا۔۔۔؟ باسم اور ارسل کو گھورتے دیکھ کر اس نے لاعلمی سے پوچھنا چاہا تھا۔

اوپر تیرے ولیمے کا انتظام ہو رہا ہے۔۔ بتا کونسے کلر کی شیروانی پہنے گا۔۔۔! اسے ہوش میں آتے دیکھ کر ارسل نے انتہائی میٹھے لہجے میں طنز کیا تھا۔۔

کیا تکلیف ہے سیدھی طرح بک۔۔۔! خوامخواہ میں انہیں تیور دیکھاتے دیکھ کر ایشام نے سنانا چاہا تھا۔۔۔

لے پھر سیدھی طرح سن کہ اوپر وہ بے غیرت ہمارا انتظار کر رہا ہے۔۔تو بھائی ہوش میں آجا۔۔۔! باسم کڑھتے ہوئے اسے سیدھی طرح سنانا شروع ہو چکا تھا۔۔۔

بری بات ڈاکٹر۔۔۔!! وہ تیرا بہنوئی ہے۔۔اور بہنوئی کو ایسے نہیں بلاتے۔۔۔!! ایشام کو ہاتھ دے کر کھڑا کرتے ہوئے ارسل نے کسی بڑے بزرگوں کی طرح باسم کو ٹوکا تھا۔۔

لعنت بھیج ایسے بہنوئی پر۔۔۔! لگتا ہے اس سستے گینگسٹر کی سپاری پر اب مہرو کو ہی دینی پڑے گی۔۔۔! چھوٹی بہن کی فائٹ یاد کرتے ہوئے باسم کاظمی مسلسل جلتے کڑھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔جب شہرام کی آواز پر وہ تیزی

سے اوپر کی طرف بھاگے تھے۔۔۔انکے جاتے ہی لڑکیاں ہنسی سے لوٹ پوٹ ہونے لگی تھیں۔

بلینکٹ کو سینے تک اوڑھے ماہ پارہ سونے کی ایکٹنگ کر رہی تھی۔جب غازیان نے کمرے میں داخل ہوتے ہی ہنسی دبائی تھی۔۔

ماہا۔۔! کھانے کی ٹرے بیڈ پر رکھتے ہوئے غازیان نے بے ساختہ اسے آواز لگائی۔اسکی آواز پر بلینکٹ کو مٹھیوں میں دبوچتے ہوئے ماہ پارہ نے زور سے آنکھیں میچ لی تھیں۔۔

مجھے پتہ ہے کہ تم جاگ رہی ہو۔اس لئے شرافت سے کھانے کے لیے اٹھ جاؤ ورنہ۔۔۔!! کھانے کی ٹرے بیڈ پر رکھ کر وہ ابھی اپنی دھمکی پوری بھی

نہیں کر پایا تھا۔ جب وہ اگلے ہی پل ایک جھٹکے میں اٹھتے ہوئے بیٹھ چکی تھی۔۔ غازیان حیرت سے اسے دیکھتے ہوئے ہنسی دبا گیا تھا۔۔ جب ماہ پارہ اسے خفگی سے دیکھتے ہوئے نظریں چرانے لگی تھی۔

تم کھاؤ میں آتا ہوں۔۔۔!! اسے کھانا شروع کرنے کا اشارہ کرتے ہوئے وہ اٹھ کر باتھ روم کی جانب چلا گیا۔ اسے کے جاتے ہی ماہ پارہ تیزی سے کھانے لگی تھی۔ تاکہ جلدی سے کھانا کھا کر بستر میں چھپ سکے۔۔ غازیان پاشا کی بلیک ڈریس شرٹ پہلے وہ شرم وحیا سے گلنار ہو رہی تھی۔ جب کہ غازیان پاشا کی سرمئی آنکھیں مستی سے مسلسل مسکرا رہی تھیں۔۔

ہاتھ دھونے کے بعد غازیان ایک دو منٹ بعد باہر نکلا تو ماہ پارہ کے کھانے کی سپیڈ ایک دم سے آہستہ ہوتی چلی گئی۔ اسے نظروں میں بساتے ہوئے وہ

خاموشی سے بیڈ پر آکر بیٹھتے ہوئے کھانا شروع کر چکا تھا۔ماہ پارہ نے ایک بار بھی نظریں اٹھاتے ہوئے اسکی طرف نہیں دیکھا تھا۔۔۔

کھانا کھانے کے بعد غازیان نے ٹرے اٹھاتے ہوئے میز پر رکھ دی۔اور ایک بار پھر ہاتھ دھونے کے لئے جا چکا تھا۔ کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونا اسکی پکی عادت تھی۔اسکے جاتے ہی ماہ پارہ جلدی سے بستر میں گھستے ہوئے منہ تک کمبل لیتی چلی گئی۔۔

غازیان دو بار اواپس باہر نکلا تو اسے بستر میں چھپے دیکھ کر خاموشی سے ہنستے ہوئے بیڈ کی جانب بڑھا۔۔آج وہ صحیح سے اسکے قابو آئی تھی۔۔ریموٹ اٹھا کر کمرے کی لائٹس آف کرتے ہوئے وہ بلینکٹ اٹھاتے ہوئے لیٹنے لگا تو اسکے قریب آنے پر ماہ پارہ کا سانس بھاری ہونے لگا۔

کمبل کے اندر لیٹتے ہی غازیان پاشا نے اسکی کمر کو دبوچ کر اسے کھینچتے ہوئے قریب کرتے ہوئے اپنے بازو پر لٹایا تو ماہ پارہ لرزتے ہوئے اچھل گئی۔۔۔

آہ۔۔! بے اختیار وہ ہولے سے چیخی تھی۔۔۔

کیا ہوا۔۔۔! اتنا ڈر کیوں رہی ہو۔۔۔؟ صرف میری شرٹ ہی تو پہنی ہے۔۔۔! ! کان سے اسکے بال ہٹاتے ہوئے غازیان اسکی پشت سینے سے لگاتے ہوئے بھاری آواز میں سرگوشی کرتے بولا تھا۔ اسکے لہجے میں وا

کیا ہوا۔۔۔! اتنا ڈر کیوں رہی ہو۔۔۔؟ صرف میری شرٹ ہی تو پہنی ہے۔۔۔! ! کان سے اسکے بال ہٹاتے ہوئے غازیان اسکی پشت سینے سے لگاتے ہوئے بھاری آواز میں سرگوشی کرتے بولا تھا۔ اسکے لہجے میں واضح

شرارت تھی۔۔جسے محسوس کرتے ہوئے وہ چٹختے ہوئے مچلی تو وہ ایک دم سے قہقہ لگاتے ہوئے اسے خود میں بھینچ گیا۔۔۔

اتنی گھبراہٹ میری سردارنی۔۔۔!!اسکی کان کی لوح کو ہولے سے چومتے ہوئے غازیان نے اسے پھر چھیڑا تھا۔۔جب کہ اسکا ایک ہاتھ ماہ پارہ کی ٹانگوں کی طرف بڑھا تو وہ سٹپٹا کر مڑتے ہوئے اسکے سینے میں چھپ گئی۔۔۔

غازی۔۔۔!!ماہ پارہ نے چھپتے ہوئے بے ساختہ اسے پکارا۔۔

غازی کی جان کیوں اتنا ستا رہی ہو اپنے شوہر کو۔۔۔!!اسکا چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے وہ اسکے ہونٹوں پر جھکنے لگا جب ماہ پارہ اسے روکتے ہوئے اسکے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ گئی۔۔۔

کچھ۔۔دنوں میں ہماری شادی ہے۔۔۔!!اسکے ہونٹوں پر ہاتھ رکھے وہ ہمت کرتے بولی تھی۔۔

تو۔۔۔؟؟اسکے روکنے پر وہ نا سمجھی کا شکار ہوا تھا۔۔

تو۔۔۔۔یہ سب تب ہی اب۔۔۔!لمبا سا سانس لیتے ہوئے وہ بامشکل بولی تھی۔۔شاید وہ اپنا رشتہ تبھی مکمل کرنا چاہ رہی تھی۔۔۔اسکے اشارے کو سمجھتے ہوئے وہ بے ساختہ آنکھیں چھوٹی کر گیا۔۔۔

ہماری رخصتی ہو چکی ہے۔۔۔!غازیان نے باور کرواتے ہوئے اسے اطلاع دی۔۔۔

جانتی ہوں سردار صاحب۔۔۔!پر پھر بھی میں نے کہہ دیا۔۔۔!دوبارا سے کروٹ بدلتے ہوئے وہ مان بھرے لہجے میں حکم سناتے ہوئے بولی

تھی۔اسکا سردار صاحب سن کر غازیان کے دل نے تیزی سے بیٹ مس کی تھی۔۔

سوچ لو۔۔۔تب بہت مشکل میں پڑ سکتی ہیں آپ سردارنی صاحبہ۔۔۔!

دوبارا اسے اسکی پشت سینے سے لگاتے ہوئے غازیان نے مسکراتے چہرے سے اسے ڈرانا چاہا۔۔۔

بیرسٹر غازیان کی بیوی کسی سے نہیں ڈرتی۔۔۔!!پورے غرور کے ساتھ وہ پھر بولی تو اسے ہر بات میں اپنا نام استعمال کرتے دیکھ کر وہ اسکے گال چومتے ہوئے قہقہ لگاتا چلا گیا۔۔۔

سب بیٹھ کر خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ جب کہ کبیر اور فارس ان سے زرا فاصلے پر اپنی اپنی چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔۔ رات کا ایک بج چکا تھا۔ پر انکی باتیں ہی نہیں ختم ہو رہی تھیں۔۔۔

یار خان کچھ کر۔۔۔! آسمان کی طرف نظریں جمائے فارس بیچارگی سے بولا تھا۔۔

کیا کروں۔۔۔؟ اس گدھے نے پھنسا کر رکھ دیا ہے۔۔۔! چہرہ موڑ کر شہرام پر ایک کڑی نظر ڈالتے ہوئے کبیر بھی بگڑے موڈ میں بولا تھا۔۔ ان دونوں کو ہی اپنی بیویوں کی یاد ستا رہی تھی۔ پر یہاں سے اٹھ کر جانا انکے لئے ممکن نہیں تھا۔۔۔

یار نازو کو نیند نہیں آرہی ہو گی خان۔۔۔! فارس نے فکر سے کہتے ہوئے چہرہ موڑتے کبیر کی طرف دیکھا۔ یہ سوچ سوچ کر ہی اسکا دل بیٹھا جارہا تھا۔ کہ اسکی نازا کیلی کیسے سوئے گی۔۔۔

صبر رکھ سوچتا ہوں کچھ۔۔۔!! کبیر نے اسے حوصلہ دیتے ہوئے کہا تو فارس امید ملنے پر چمکتی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگا۔۔ جب کہ باقی سب لڈو کھیلتے ہوئے قہقے لگا رہے تھے۔۔۔

بہار بے چین ہوتے کمرے سے باہر نکلی تھی۔۔ لاؤنج سے سب کے ہنسنے کی آوازیں آرہی تھیں۔۔ کب سے وہ کمرے میں اکیلے سونے کی کوشش

کر رہی تھی۔ پر اسے نیند آنے کی بجائے اب گھبراہٹ ہونے لگی تھی۔۔

بہار کو اپنا دل خراب ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔۔۔

ہمت کرتے ہوئے وہ لاؤنج کی طرف جانے لگی۔ جہاں حویلی کی سب عورتیں بیٹھی باتیں کرتے ہوئے ہنس رہی تھیں۔۔۔

گل۔۔۔!!! کیا ہوا بچہ۔۔۔!! تم سوئی نہیں۔۔۔! وہ لاؤنج میں داخل ہوئی تو علیزے خان اسے دیکھتے ہوئے پوچھ گئیں۔۔ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے وہ فوراً اسکی طرف بڑھی تھیں۔۔۔

بڑی ماما میری طبیعت خراب ہو رہی ہے۔۔۔!! بیر کہاں ہیں۔۔؟ وہ بھیگے لہجے میں بولی تو علیزے خان پریشان ہوتے اسے بٹھا گئیں۔۔

کیا ہو رہا ہے بتاؤ مجھے۔۔۔؟ درد ہے کہیں۔۔؟ سب پریشان ہوتے پوچھنا شروع ہو چکی تھیں۔ جب کہ بہار کو اپنے گرد سب گھومتا ہوا محسوس ہونے لگا تھا۔۔ وہ کچھ بتا پاتی کہ الٹی کے احساس پر تیزی سے منہ پر ہاتھ رکھتے وہ اٹھتے ہوئے واشروم کی طرف بھاگی۔۔۔

گل دھیان سے میرا بچہ۔۔۔!! اسے بھاگتے دیکھ کر سب کا دل گھبرایا تھا۔۔ جب کہ علیزے خان تیزی سے اسکی پیچھے ہوئی تھیں۔۔

کبیر کہاں ہے۔۔۔؟ منیزے پاشا جلدی سے پوچھ گئی تھیں۔۔۔

بڑی ماما بھیا تو سب کے ساتھ چھت پر ہی ہیں۔۔۔! رابیل نے تیزی سے جواب دیا۔ وہ ابھی انکی آوازوں پر ہی کمرے سے نکل کر دیکھنے آئی تھی۔۔

جاؤ پھر اسے جلدی سے بلا کر لاؤ۔۔۔! منیزے پاشا کہہ کر بہار کو دیکھنے کے لیے بڑھیں تو رابیل سر ہلاتے ہوئے تیزی سے اوپر کی طرف بھاگ گئی۔۔

دھیان سے جاؤ رابی۔۔۔!! اسکی بے دھیانی پر ائرہ کاظمی نے جلدی سے ٹوکا تھا۔۔

کبیر اور فارس جو کہ دماغ لڑاتے ہوئے بیویوں کے پاس جانے کا کوئی پلین بنا رہے تھے۔جب اچانک رابیل اوپر آتے ہوئے انہیں پکار گئی۔۔۔

کبیر بھیا۔۔۔؟؟ رابیل نے پکارتے ہوئے سب میں کبیر خان کو تلاش کرنا چاہا۔۔۔اسکی آواز پر سب متوجہ ہوتے دیکھنے لگے تھے۔

کبیر بھیا کہاں ہیں۔۔؟ کبیر کو سب میں غیر موجود پا کر رابیل نے تیز سانسوں میں سوال کیا۔۔۔

وہ وہاں ہیں۔۔! کیا ہوا سب ٹھیک ہے نا۔۔۔؟؟ چھت کی دوسری طرف اشارہ کرتے ہوئے ارسل خان نے جواب دیا۔ جب بنا جواب دیئے رابیل آگے بڑھ گئی۔۔

رکو میں دیکھتا ہوں۔۔!! سب کو تسلی دیتے ہوئے ارسل اٹھتے ہوئے اسکے پیچھے ہوا تھا۔۔۔

کبیر بھیا جلدی سے نیچے چلیں۔۔ بہار آپی کی طبیعت خراب ہو گئی ہے۔۔!! رابیل نے اچانک اسے مخاطب کرتے ہوئے بتایا تو کبیر تیزی سے کھڑا ہو گیا۔

کیا ہوا ہے بھابھی کو۔۔۔؟ارسل نے پریشان ہوتے پوچھا تھا۔۔۔

پتہ نہیں اچانک وومٹنگ ہونے لگی ہے۔۔!!رابیل نے تشویش زدہ ہوتے بتایا۔۔جب کہ کبیر خان تیزی سے نیچے کی طرف بڑھا تھا۔۔

پریشان نہیں ہو چھوٹے خان ہم دیکھتے ہیں۔۔!تم سب کے پاس رہو۔۔۔!!فارس اسے تسلی دیتے ہوئے کبیر کی تقلید میں بڑھا تھا۔۔

بھائی باسم کو بھیجو کیا۔۔۔؟اسکے پیچھے قدم اٹھاتے ہوئے ارسل نے سوال کیا تھا۔۔

نہیں چھوٹے۔۔!ضرورت ہوئی تو میں بتادوں گا۔۔۔!فارس کہتے ہوئے نیچے کی طرف بڑھ چکا تھا۔جب کہ رابیل بھی جا چکی تھی۔تو ارسل خان

پریشانی سے باقیوں کے ساتھ جا کر بیٹھ گیا۔۔ کبیر خان بھاگتے ہوئے نیچے آیا تھا۔۔۔

گل کہاں ہے آنی۔۔۔؟؟ میرال کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے بے چینی سے سوال کیا تو سب مڑتے ہوئے اسے دیکھنے لگیں۔۔

واش روم میں ہے۔۔!! سامنے کی جانب اشارہ کرتے وہ بولی تو کبیر تیزی سے واش روم کی طرف بڑھ گیا۔۔

بہارے۔۔۔!! کبیر اس پکارتے ہوئے واشر وم میں داخل ہوا تھا۔ جہاں علیزے خان اور منیزے پاشا، بہار کو تھامے ہوئے کھڑی تھیں۔۔ مسلسل وومٹنگ کرتے ہوئے بہار کا حالت خراب ہو چکی تھی۔۔

کیا ہوا ہے اسے مورے۔۔۔!! بہار کو تھامتے ہوئے کبیر خان نے ابھی سوال کیا ہی تھا۔جب بہار کو اچانک اپنا سر زوردار چکراتے ہوئے محسوس ہوا۔۔اس سے پہلے کہ وہ گرتی جب کبیر خان اسکی حالت پر تڑپتے ہوئے اسے ایک جھٹکے میں بازوؤں میں اٹھا گیا۔۔۔

بہارے میری جان۔۔!! بہار کا رنگ زرد پڑتے دیکھ کر کبیر خان کا دل بیٹھا تھا۔۔جب کہ وہ اپنی بند ہوتی آنکھوں کو بامشکل کھولتے ہوئے اسے دیکھنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔پر اسکے لئے آنکھوں کو کھول پانا مشکل ہو رہا تھا۔۔۔

مورے اسے کیا ہو رہا ہے یہ کیوں آنکھیں بند کر رہی ہے۔۔۔؟؟ کبیر خان کی جان حلق میں اٹکی تھی۔۔۔

کچھ نہیں ہوا وہ ٹھیک ہے کبیر۔۔۔! تم اسے لے کر باہر چلو۔۔۔!!

علیزے اسے تسلی دیتی بولیں۔۔ تو کبیر جلدی سے باہر نکلتے ہوئے لاؤنج کی طرف بڑھ گیا۔۔۔

مورے یہ آنکھیں نہیں کھول رہی۔۔۔!! بہار کو لٹاتے ہوئے کبیر اسکا سر گود میں رکھتے ہوئے گال تھپتھپانے لگا تھا۔۔ سب ایک دم سے پریشان ہو چکے تھے۔۔

خان ریلیکس۔۔۔!! فارس نے پاس بیٹھتے ہوئے اسے تسلی دی۔۔۔

گل میرا بچہ۔۔۔!! آنکھیں کھولو۔۔۔! کبیر کو شانت رہنے کا کہتے ہوئے فارس نے پکارتے ہوئے بہار کی ہتھیلیوں کو رگڑا۔۔ پر وہ آنکھیں نہیں کھول رہی تھی۔۔۔

فاری ہمیں اسے ہاسپٹیل لے کر جانا ہو گا۔۔! بہار کو ہنوز ویسے ہی دیکھ کر کبیر خان اسے دوبارہ بازوؤں میں اٹھاتے ہوئے کھڑا ہو چکا تھا۔۔

محبت جا کر باسم کو نیچے آنے کا کہو۔۔۔!! محبت سے کہتے ہوئے فارس بھاگتے ہوئے کبیر خان کے پیچھے چلا گیا تھا۔ جبکہ محبت "جی بھیا" کہتے ہوئے اوپر بھاگ چکی تھی۔

انجلینا واک کرتے ہوئے مال روڈ کے خوبصورت منظر کو دیکھتے ہوئے مسکرا رہی تھی۔ اسکے ہم قدم چلتا ہوا فہد اسکی مسکراہٹ دیکھتے ہوئے مسکرا دیا تھا۔۔ جب وہ یوں ہی چلتے ہوئے آ کر کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ یہ ایک چھوٹا

سا ہوٹل تھا۔۔ فہد نے دور سے ہی اشارہ کرتے ہوئے دو چائے لانے کا کہا تھا۔

سب یہاں کتنا پیارا ہے نا فہد۔۔۔!! اتنے پر سکون منظر کو دیکھتے ہوئے وہ اچانک خوش ہوتے اسکی طرف مڑی تو فہد کی نظروں کو پہلے ہی خود پر ٹکے دیکھ کر بے ساختہ پزل سی ہو گئی۔۔۔

جی بہت پیارا ہے سب۔۔۔!! شاید سب سے خوبصورت۔۔۔!! انجیلنا کے چہرے کو آنکھوں میں بساتے ہوئے وہ حامی بھرتے ہوئے بے خودی میں بولا تو وہ شرماتے ہوئے دوبارہ سے سامنے دیکھنے لگی۔۔ آج شام میں وہ مری گھومنے آئے تھے۔۔ فہد اسے پورا اسلام آباد دیکھا چکا تھا۔ اسی لئے اب انجیلنا کو مری گھمانے کے لیے لایا تھا۔۔۔

کیا شادی کے بعد آپ سچ میں چلی جائیں گئیں۔۔؟انجیلنا مسکراتے چہرے کے ساتھ سامنے والی دکانوں کی طرف دیکھ رہی تھی۔جب فہد کی اداس آواز پر بے اختیار چونکتے ہوئے اسکی طرف طرف دیکھ گئی۔۔

ہمم۔۔!!اسکے سنجیدہ چہرے کو دیکھتے ہوئے انجیلنا نے ہاں میں سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔۔غازیان پاشا کی شادی کے بعد وہ یہاں سے جانے والی تھی۔سب کے ساتھ اسکا یہ سارا وقت بہت اچھا گزرا تھا۔۔

دوبارا کب آئیں گئیں پھر۔۔۔؟اسکے حامی بھرنے پر فہد نے بامشکل اپنے دل کو سنبھالتے ہوئے سوال کیا۔۔اتنے عرصے میں سامنے بیٹھی غیر ملکی لڑکی اسے کافی عزیز ہو چکی تھی۔انجیلنا جان، فہد کو اس قدر بھا چکی تھی۔ کہ اسکے جانے کا سوچتے ہوئے فہد کو اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔

فلحال پتہ نہیں۔۔۔!!انجیلینا نے اداس لہجے میں سامنے کی طرف دیکھتے ہوئے لاعلمی سے جواب دیا۔۔اسکا اپنا دل اس وقت عجیب سے احساس کا شکار ہو رہا تھا۔وہ یہاں پر غازیان پاشا کے لئے آئی تھی۔اور اب اسکا دل اسے کسی اور کے ساتھ جڑ چکا تھا۔۔جو کہ بالکل بے اختیار ہوا تھا۔۔

فہد کیا پاکستان میں لڑکیاں شادی کے لیے پرپوز کر سکتی ہیں۔۔۔؟؟کچھ منٹ یوں ہی خاموشی کے نظر ہوئے تو انجلینا اچانک واپس اسکی طرف دیکھتے سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھ گئی۔۔۔

میرا مطلب اگر ایک لڑکی کسی لڑکے کو شادی کے لیے پرپوز کرے تو اسے معیوب تو نہیں سمجھا جاتا یہاں۔۔۔؟فہد کی طرف دیکھتے ہوئے وہ اپنا

سوال سمجھاتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔۔جب کہ انداز میں بے حد تجسس تھا۔۔۔

ایسا تو نہیں ہے۔۔۔!!پر پاکستان میں رشتے کی پہل لڑکے کی طرف سے کرنا ایک روایت ہے۔۔مطلب یہاں پر رواج ہے۔کہ لڑکی کے گھر شادی کا پیغام لڑکے کی طرف سے پہلے جانا چاہیئے۔۔۔!!انجیلنا کے سوال پر فہد کنفیوز ہوتے اسے پاکستان معاشرے کے روایتی طریقوں کے بارے میں بتانے لگا تھا۔

پر ایسا کیوں۔۔۔؟اگر لڑکی کو یقین ہو کہ لڑکا کبھی بھی پہل نہیں کرے گا تو پھر وہ کیا کرے۔۔؟اسکے جواب پر انجیلنا کچھ دکھی ہوتے کہہ گئی۔جب فہد حیرانی سے اسے دیکھنے لگا تھا۔۔

آپ کس کے بارے میں یہ سب پوچھ رہی ہیں۔۔۔؟ فہد کا دل عجیب سے انداز میں دھڑکا تو وہ اسکے سوالوں کا مقصد پوچھ گیا۔۔جب کہ انجیلنا کے نقوش دیکھتے ہوئے اسکی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں۔ گرین کلر کی سکرٹ پہنے وہ کھلے بالوں میں فہد کا دل بے قرار کر رہی تھی۔ لیکن پھر اپنی حیثیت یاد آنے پر وہ تیزی سے نظروں لگام ڈالتے ہوئے چہرہ پھیر چکا تھا۔۔

بولو نا۔۔!! اسے خاموش دیکھ کر انجیلنا نے اسکا ہاتھ پکڑتے ہوئے پوچھا تو اسکے لمس پر فہد کا سانس دوبھر ہو گیا۔۔۔

اگر لڑکی مسلمان نہ ہو تو کیا شادی کے لیے پہلے اسکا مسلمان ہونا ضروری ہے۔۔۔؟ فہد کا ہاتھ تھامے وہ ایک اور غیر معمولی سوال کر رہی تھی۔ جب فہد کی پھیلی آنکھوں نے بے ساختہ اسکی طرف دیکھا تھا۔۔اسے

جواب کا منتظر دیکھتے ہوئے فہد نے اپنا ہاتھ نکالتے ہوئے سر ہلاتے ہوئے حامی بھری تو انجیلنا سمجھتے ہوئے گہرا سانس خارج کر گئی۔۔

واپس سے سامنے کی طرف دیکھتے ہوئے وہ خاموش ہو گئی تھی۔دونوں میں ایک بار پھر خاموشی چھا چکی تھی۔۔کچھ منٹ گزرے کہ انجیلنا کے موبائل پر کال آنے لگی۔

شام کی کال ہے۔۔۔!! میں بات کر کے آتی ہوں۔۔۔!ایشام کی کال دیکھ وہ خوش ہوتے اٹھی تو فہد مسکراتے ہوئے سر ہلا گیا۔انجیلنا کال پر بات کرتے ہوئے آہستہ آہستہ سامنے قدم اٹھاتے ہوئے سامنے جا کھڑی ہوئی تھی۔۔۔

بھائی وہ تجھے پرپوز کرنے کے ہنٹ دے رہی ہے۔۔۔!! فہد جوانجیلنا کو دیکھتے ہوئے کھویا ہوا تھا۔ کہ اچانک اپنے پیچھے سے آواز سنتے ہوئے مڑ کر دیکھنے لگا۔۔

سوری میں آپکی ساری باتیں سن چکا ہوں۔۔۔!اور آپکی کہانی بھی مجھے سمجھ آگئی ہے۔پر شاید آپ نہیں سمجھ پا رہے ہیں۔ کہ وہ لڑکی آپکو شادی کرنے کے لئے ہنٹ دے رہی ہے۔۔!!

فہد کے دیکھتے ہی وہ خوش شکل نوجوان بڑی سی مسکراہٹ پیش کرتے ہوئے بولا تھا۔۔اسکی باتوں پر فہد نے حیرت سے آنکھیں پھیلائیں تھیں۔۔۔

آپ کو کیسے پتہ کہ وہ مجھے شادی کے اشارے دے رہی ہے۔۔۔؟ فہد نے حیرانی سے پوچھنا چاہا تھا۔۔۔

بھائی میں مری میں جھگ مارنے نہیں آیا ہوں۔۔۔! اور رات کے اس وقت آپ کو یہاں پر بیٹھا نظر آرہا ہوں۔ تو کیا لگ رہا ہو گا کہ کیوں بیٹھا ہوا ہوں۔۔۔؟ فہد کے حیران ہونے پر وہ نوجوان کہنے لگا تھا۔۔

کیوں آئے ہیں۔۔۔؟ فہد کو سچ میں اسکی باتوں میں دلچسپی ہوئی تھی۔ اس لئے پوچھ گیا۔۔۔

میں ہنی مون پر ہوں برو۔۔۔! اور مزے کی بات بتاؤں کہ میری خالص لو میرج ہوئی ہے۔۔ اس لئے آپ کے والی کے اشارے کو میں ایک سیکنڈ میں سمجھ چکا ہوں۔۔ پر لگتا ہے کہ آپ اس معاملے میں کافی شریف ہیں۔

اس لئے وہ بیچاری خود ہی آپ کو پرپوز کرنے کا سوچ رہی ہے۔۔ کیونکہ اسے سو فیصد یقین ہے۔ کہ آپکی طرف سے پہل نہیں ہونے والی۔۔۔!

فہد کے پوچھنے پر نوجوان اپنا تجربہ بیان کرتے ہوئے کہتا چلا گیا۔ جب کہ اسکی باتوں پر فہد گڑبڑا چکا تھا۔۔

تو میں کیا کروں۔۔۔؟؟ کیا آپ مجھے کچھ بتا سکتے ہیں۔۔۔؟ مطلب کہ کیسے پرپوز۔۔۔!! انجیلنا پر ایک نظر ڈال کر فہد نے پوری سنجیدگی کے ساتھ مدد مانگی تو وہ نوجوان چمکتی آنکھوں سے مسکراتے ہوئے فوراً اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے اسکے پاس آکر بیٹھ گیا۔۔

اسکی بیوی بھی اس وقت اپنے گھر والوں سے فون پر بات کرنے میں مصروف تھی۔ اس لئے وہ فرصت سے کوئی بڑا "Love Guro"

بنتا فہد کو مفید مشورے دینا شروع ہو چکا تھا۔ جب کہ فہد بھی سوچ چکا تھا۔ کہ چاہے کچھ بھی ہو کر انجلینا کے جانے سے پہلے وہ اپنی محبت کا اظہار ضرور کر دے گا۔

آس پاس دیکھتے ہوئے ایشام تیزی سے کمرے میں داخل ہوتے دروازہ بند کر گیا تھا۔۔ بیڈ کی جانب دیکھتے ہوئے اسکی نیلی آنکھیں بھرپور روشن ہو چکی تھیں۔۔ سب جاگ کر باہر جا چکی تھیں۔ بس ایک ہیر پاشاہی تھی۔ جو ابھی سکون سے ہوئی تھی۔۔

میری نیندیں اڑا کر کیسے یہ سکون سے سو سکتی ہے۔۔۔!! بیڈ کی جانب بڑھتے ہوئے وہ چباتے ہوئے بولا تھا۔۔

کل اپنے کمرے میں آنے کے لیے ایشام نے اسے کتنے ہی میسج کیے تھے۔ پر وہ سبز چڑیل اپنی شیطانی ہنسی سے اسکا صبر آزماتی رہی تھی۔ایشام اس سے پہلے سوئی ہوئی ہیر سے کمبل کھینچتے ہوئے اس پر گرتا جب ہیر نے اچانک جاگتے ہوئے ٹانگ گھماتے ہوئے اسے دے ماری تھی۔۔اور اگلے ہی پل ایشام صدیقی بیڈ کے آخر پر صدمے سے کنگ گرا پڑا تھا۔جب کہ وہ کمبل کو سینے تک اوڑھے دوبارہ سے آنکھیں بند کر چکی تھی۔ جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔۔۔

تمہاری تو۔۔۔!! دانت کچکچاتے ہوئے ایشام صدیقی نے اسے پرہلا بولا تو ہیر بھی اپنے بچاؤ کے لئے میدان میں اتر آئی۔اور دیکھتے ہی دیکھتے ان دونوں کی فائٹ شروع ہو چکی تھی۔کمرا میدان جنگ بنا تو ہر چیز نیچے گرتے ہوئے اپنی کہانی بیان کرنے لگی۔۔۔دونوں ہی اپنے مارشل آرٹس کے روپ میں آچکے تھے۔۔۔

ہیر نے گھومتے ہوئے اس پر وار کرنا چاہا تو ایشام نے نیچے جھکتے ہوئے تیزی سے اسکی ٹانگ پر مارتے ہوئے اسے گرانا چاہا۔۔پر ہیر کسی ماہر فائٹر کی طرح خود کو نیچے گرنے سے بچا چکی تھی۔۔وہ دونوں اچانک ایسے لڑنا شروع ہو چکے تھے۔۔جیسے صدیوں سے ان کے بیچ زمین کا کوئی تنازعہ چل

رہا ہو۔اور اب موقع ملنے پر ایک دوسرے کو جان سے مارنے کی کوشش کی جارہی ہے۔۔۔۔

شوہر کو ٹانگیں مارنے کے گناہ میں دوزخ میں جلوں گی تم سبز چڑیل۔۔۔!!ہیر کے ہر داؤ کو ضائع کرتے ہوئے وہ چلاتے ہوئے بولا تھا۔۔۔

کلب میں لڑکیوں کے بیچ چوڑے ہو کر بیٹھنے پر جنت تمہیں بھی نہیں ملے گی سڑے ہوئے شامی کباب۔۔۔!بلکہ رو کو آج اس شامی کباب کو میں فرائی کر کے قصہ ہی ختم کر دوں گی۔۔۔!!اسی کے کے انداز میں جواب دیتے ہوئے ہیر نے ہوا میں اڑتے ہوئے اچانک ایشام کے سینے پر زوردار

ٹانگ ماری تھی۔۔ جس پر وہ لڑکھڑاتے ہوئے نیچے گرتا کہ بامشکل سنبھلتے ہوئے کراہ اٹھا۔۔۔

تمہاری تو۔۔۔!! ہیر کو شیطانی انداز میں مسکراتے دیکھ کر وہ غضب ناک تیوروں سے پھر اٹھا تو وہ الرٹ ہوتی چلی گئی۔۔۔

کل رات اچانک ہیر کے سامنے وہ تصویریں آئی تھیں۔ جہاں ایشام صدیقی کلب میں لڑکیوں کے بیچ کسی ہیرو کی طرح بیٹھا ہوا تھا۔۔ یہ وہی منظر تھا۔ جب وہ شعیب ابراہیم کو کلب سے نکالنے کے لیے گئے تھے۔۔ اور سب سے پہلا دیدار اسے ایشام صدیقی کا ہوا تھا۔ اس رات ہیر پاشا بھی اسی کلب میں موجود تھی۔ جو دور کھڑی ایشام کو زہر بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ پر بدقسمتی سے وہ بے خبر تھا۔۔۔

ٹریننگ میں کیا صرف ٹانگیں مارنا سیکھی ہیں سبز چڑیل۔۔۔!! ہیر کے بار بار اپنی ٹانگوں سے حملہ کرنے پر ایشام نے غصے سے طنز کیا تھا۔

نہیں بے فکر رہو تمہارا سینہ بھی نوچ سکتی ہوں۔۔۔! اسکے طنز پر اگلے ہی پل ہیر نے اسکی گردن پر اپنے ناخن مارے تو ایشام رکتے ہوئے اچھلنے سے سامنے کھڑی آفت کو دیکھ گیا۔ جو بے حد مغرور انداز میں اپنے ناخنوں پر پھونکیں مارنے لگی تھی۔۔۔

اب نہیں تم بچتی میرے ہاتھ سے۔۔۔!! سارے لحاظ بلائے طاق رکھتے ہوئے ایشام اسے قابو کرنے کے لیے آگے بڑھا تھا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے پھر طوفان شروع ہو چکا تھا۔ انکی فائٹ میں کمرے کا حشر نشر ہو چکا تھا۔۔

ایشام تیزی سے اسکی کمر کو دبوچتے ہوئے اسے بیڈ پر گرا کر اسکے اوپر لیٹتے ہوئے قابو کر گیا تھا۔اس پوری فائٹ میں ایشام صدیقی نے صرف اسکے حملوں کو روکا تھا۔اپنی طرف سے اس نے ایک بار بھی اپنی سبز چڑیل پر وار نہیں کیا تھا۔جب کہ وہ اسکے سینے اور گردن کو زخمی کر چکی تھی۔۔

اسے خود پر حاوی ہوتے دیکھ کر ہیر نے اچانک اسکے بال مٹھیوں میں دبوچے تو ہر بار کی طرح ایشام صدیقی بھی اسکے بال جکڑ گیا۔۔۔

بال چھوڑوں میرے شامی کباب۔۔!اسکے بال پکڑنے پر ہیر غصے سے چلائی تھی۔

پہلے پکڑے تم نے تھے اس لیے چھوڑوں گی بھی تم ہی پہلے۔۔۔!جھک کر اسکی گردن پر دانتوں سے کاٹ کر وہ اوپر اٹھتے ہوئے بولا ہی تھا۔کہ انکے

شور شرابے کو سنتے ہوئے اچانک دروازہ کھولتے ہوئے سب تیزی سے داخل ہوئے تو بیڈ کا منظر دیکھتے ہوئے شاکڈ ہوتے چلے گئے۔۔پورے کمرے میں تباہی نبی ہوئی تھی۔۔جب وہ دونوں بیڈ پر ایک دوسرے کے بالوں کو پکڑے لڑنے میں مصروف تھے۔۔۔

یہ سب کیا ہے۔۔۔؟؟ائرہ کاظمی تو صدمے سے بولی تھیں۔جب کہ ہیر اور ایشام ایک دوسرے کو آزاد کرتے ہوئے جلدی سے کھڑے ہو گئے تھے۔۔۔

یہ لڑ رہا تھا میرے ساتھ۔۔۔!!میں نے کچھ نہیں کیا۔۔۔!!ہیر نے زبردستی مسکراتے ہوئے سارا الزام ایشام کے سر ڈال دیا۔۔

یہ جھوٹ بول رہی ہے بڑی ماما۔۔۔! لڑائی اسی نے شروع کی تھی۔ کہہ رہی تھی اپنی فائٹ سے تمہارا قیمہ بنادوں گی آج۔۔۔! اور مجھے شامی کباب بھی بول رہی تھی۔۔۔! ایشام نے انکار کرتے ہوئے ایک کے بعد ایک خود سے باتیں لگاتے ہوئے علیزے خان کو صفائی دینا چاہی تھی۔ جب کہ ہیر منہ کھولے اسے دیکھنے لگی تھی۔۔

کتنے بڑے جھوٹے ہو تم شامی کباب۔۔۔!! اسکے جھوٹوں پر ہیر نے تلملا کر اسے ٹانگ ماری تھی۔

یہ دیکھ لیں آپ بالکل ایسے ہی اس نے یہ تباہی مچائی ہے۔۔۔! ہیر کے ٹانگ مارنے پر ایشام نے شریف بنتے ہوئے انہیں فوراً ثبوت دیا تھا۔ جب

ہیر تیزی سے انکار میں سر ہلانے لگی تھی۔۔جب کہ سب کی کڑی نظروں کا رخ اب ہیر پاشا پر جم چکا تھا۔۔۔

باہر آؤ تم دونوں۔۔۔!!علیزے خان انہیں حکم سناتے ہوئے مڑ گئیں۔

جب ایشام شیطانی انداز میں مسکراتے ہوئے ہیر کو آنکھ ونک کر گیا تھا۔

آگ اگلتی نظروں سے اسکی پشت دیکھتے ہوئے وہ اسکے پیچھے بڑھی تھی۔۔۔

کچھ خیال ہے تم دونوں کو کہ نہیں۔۔؟؟اور کتنے بڑے ہونا ہے۔۔۔؟؟

علیزے خان کرے تیوروں سے انہیں دیکھ رہی تھیں۔۔۔ہیر اور ایشام شرافت سے منہ بسورے انکے سامنے کھڑے تھے۔۔۔

کیا ہو گیا ہے خانم۔۔۔؟ کس بات پر غصہ کر رہی ہیں میرے بچے پر۔۔!

سلطان جو ابھی وہاں پر آئے تھے۔ کہ حیرت سے پوچھتے ہوئے ہیر کو پاس آنے کا اشارہ کر گئے۔۔۔

بڑے بابا دیکھیں نا" آپکی خانم "ڈانٹ رہی ہے مجھے۔۔ حالانکہ میں نے کچھ کیا بھی نہیں۔۔۔!! اپنے بڑے بابا کے سینے سے لگتے ہوئے ہیر لاڈ سے بولتے ہوئے ہمیشہ کی طرح معصوم بنی تھی۔ جس پر اسکی مائیں تاسف سے دیکھ گئی تھیں۔۔ جب کہ سلطان مسکراہٹ دباتے ہوئے اسکا سر چوم گئے تھے۔۔

میں ڈانٹ رہی ہوں۔۔۔؟ زرا اپنے کام بھی بتاؤنا اپنے بڑے بابا کو۔۔۔!

سب آکر بیٹھ رہے تھے۔ جب علیزے خان اسے شرافت کی مورت بنتے

دیکھ کر تپ گئی تھیں۔ایشام خاموش کھڑا اپنی چالاک بیوی کو دیکھ رہا تھا۔جو یقیناً اب اپنی بڈھی گینگ سے اسکی عزت افزائی کروانے کی کوشش میں تھی۔۔

صبح صبح اس منظر کو کافی دلچسپی اور توجہ کے ساتھ دیکھا جا رہا تھا۔۔

میں نے کچھ نہیں کیا آپکا یہ لاڈلا ہی مجھ سے پنگے بازی کر رہا تھا۔۔۔!ایشام کو گھوری نظروں سے دیکھتے ہوئے وہ بولی تھی۔۔

کچھ شرم ہے۔۔؟شوہر ہے وہ تمہارا اور تم کیسے اسکے ساتھ بال کھینچ رہی تھی۔۔!منیزے پاشا نے کلستے ہوئے بیٹی کو شرم دلانا چاہا تھی۔

ہاں تو اس شوہر کو کون کہتا ہے کہ آکر میرے ساتھ الجھا کرے۔۔!بنا توقف کے ہیر نے سنایا تھا۔۔۔

میں نہیں الجھا تھا۔۔ تمہیں ہی اپنی غنڈہ گردی دیکھانے کا شوق ہو رہا تھا۔۔! شکر کرو کہ بچ گئی ہو مجھ سے۔۔۔! ورنہ آج تمہیں میرے ہاتھوں گنجا ہونے سے کوئی بھی نہیں بچا سکتا تھا۔۔۔! ہیر کے تیور دیکھانے پر ایشام نے بھی ہو بہو سنایا تھا۔۔۔

آپ کو ہمارے بچے کی غلطی نظر آ رہی ہے۔۔اب اپنے اس صاحب زادے کو دیکھ رہی ہیں۔۔۔؟؟ایشام کے جواب پر اسے گھورتے ہوئے سلطان اپنی خانم کو جتاتے ہوئے بولے تھے۔۔۔

کیا ہو رہا ہے صبح صبح۔۔۔؟ کس بات کی عدالت لگائی ہوئی ہے سب نے۔۔۔؟ فارس اور کبیر جو ڈیرے سے ابھی آئے تھے۔ کہ سب کو جمع ہونے پر بے ساختہ پوچھ گئے۔۔

بھائی دیکھیں نا یہ بڑھی گینگ صبح صبح مجھے سنا رہی ہے۔۔۔! اپنی لڑکی کے غلط کام انکو نظر نہیں آتے۔۔۔! بڑے بھائیوں کو دیکھتے ہی ایشام دکھی ہوتے انکی طرف بڑھتے ہوئے جلدی سے کبیر کے سینے سے لگ گیا تھا۔ جب کہ اسکا لاڈ دیکھتے ہوئے انکی مائیں سرد سانس کر گئی تھیں۔ اگر ہمیشہ سے ہیر پاشا کے حمایتی موجود تھے۔ تو اس بار ایشام صدیقی بھی اکیلا نہیں تھا۔۔

ہوا کیا ہے چھوٹے۔۔۔؟ فارس نے پریشان ہوتے کبیر کے سینے سے لگے اپنے لاڈلے کو دیکھ کر پوچھا۔۔۔

تمہارے لاڈلے کو کیا تکلیف ہے۔۔۔؟ کیوں یہ ہیر کو تنگ کرتا ہے۔۔۔؟

سلطان رعب سے بولتے ہوئے کڑی نظروں سے انکو دیکھ گئے تھے۔ ہیر کو بازو کے گھیرے میں لیے وہ ایشام کو کوفت سے دیکھ رہے تھے۔۔۔

بالکل ایسے ہی۔۔۔! آپکی غیر موجودگی میں یہ بالکل ایسے ہی مجھے ٹارچر کر رہے تھے۔۔ حالانکہ میں نے انکی بیٹی کو کبھی بھی کچھ نہیں کہا ہے۔۔! الٹا انکی لڑکی نے میرے ساتھ اتنی بدتمیزی کی ہے۔۔۔!! سلطان احمد کے کڑے لہجے پر ایشام دیو داس بنتا بڑے بھائیوں کو اپنے دکھ سنانا شروع ہو چکا تھا۔ اسکی ایکٹنگ پر اسکے باقی بھائی بمشکل ہنسی چھپا رہے تھے۔۔ ہیر کا بھی منہ کھل چکا تھا۔۔

کوئی بہت ہی ٹاپ کلاس کا ایکٹر بن گیا ہے یہ کمینہ۔۔۔!! ایشام کو ہمدردی سمیٹتے دیکھ کر باسم نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا تھا۔۔

کیا ثبوت ہے تمہارے پاس کہ ہماری لڑکی نے تمہارے ساتھ بدتمیزی کی ہے۔۔۔؟؟ سنان مصطفیٰ بے اختیار سوال کر گئے۔۔۔

ثبوت۔۔!! آپ کو ثبوت چاہیئے تو یہ میری گردن کا حال دیکھیں۔۔!! ایشام نے تیزی سے بٹن کھولتے ہوئے اپنی گردن کبیر اور فارس کو دیکھائی جہاں ہیر کے نوچنے کے واضح نشان موجود تھے۔۔

اور صرف یہ ہی نہیں بلکہ بھائی اس نے ٹانگ گھماتے ہوئے میرے سینے پر ماری تھی۔ قسم سے ابھی تک یہاں پر درد ہو رہا ہے۔۔!! اور پھر میرے بال بھی اتنے زور سے کھینچے۔۔۔ یہ دیکھیں ٹوٹ کر ہاتھ میں آ رہے

ہیں۔۔۔!!ایشام نے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے بڑے بھائیوں کے سامنے ہاتھ کیا تھا۔جہاں بیچ میں اسکی ہتھیلی پر کچھ ٹوٹے ہوئے بال نظر آ رہے تھے۔۔کبیر اور فارس تو تڑپ چکے تھے۔۔۔

بھیا یہ شامی کباب جھوٹ بول رہا ہے۔۔اس نے یہ سب خود کیا ہے۔۔۔!!بڑے بھائیوں کے تاثرات دیکھتے ہوئے ہیر نے مکرتے ہوئے تیزی سے جھوٹ بولا۔۔۔جب کہ ایشام دوبارہ دکھی ہوتے کبیر کے سینے سے لگ چکا تھا۔۔۔

کتنا بڑا ڈارمے باز ہے یہ۔۔۔!!حازم خان حیران ہوتے ایشام صدیقی کی ایکٹنگ دیکھ رہا تھا۔۔۔

یہ تو کچھ بھی نہیں لالا۔۔۔!!اس خاندان میں تو بڑے بڑے ڈارمے باز موجود ہیں۔۔۔!!ارسل خان نے ہنستے ہوئے شہرام کی طرف دیکھتے ہوئے اسے جواب دیا تو شہرام نے اسے گھورا۔۔۔

غازی جاؤ کچن سے ہیٹنگ پیڈ لے کر آؤ۔۔۔!چھوٹے کو درد ہو رہی ہو گی۔۔۔!!کبیر نے پریشان ہوتے ایشام کے سینے کو دباتے ہوئے کہا تو باسم، ارسل غازیان اور شہرام کا قہقہ ابلتے ابلتے رہ گیا۔۔۔

تمہارا چھوٹا اتنا بھی کوئی نازک کلی نہیں ہے۔۔۔!!عیس ہمدانی گھورتے ہوئے طنز کر گئے تھے۔۔

یہ اتنا بڑا وجود کلی نہیں ہو سکتا ضرور یہ گیندے کا پھول ہے۔۔۔!دریاب خان نے اچانک سنجیدگی سے عیس ہمدانی کی تصحیح کی تھی۔۔۔

گیندے کا نہیں گینڈے کا کہو۔۔۔!! سنان مصطفیٰ ہونہہ کرتے بولے تھے۔۔

بہت بری بات ہے ہیرے۔۔۔!! فارس نے اچانک ہیر

بہت بری بات ہے ہیرے۔۔۔!! فارس نے اچانک ہیر سے کہا تو وہ پریشان ہوتے سلطان احمد خان کو دیکھنے لگی۔۔ کیونکہ اسکی مائیں بھی اسے شرمندہ کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔۔

گولی مارو۔۔۔!! اگلی بار موقع ملا تو دونوں ٹانگیں مار دینا۔۔۔! سلطان اسے بے فکر کرتے مزید حوصلہ افزائی کرتے بولے تو دانیال خان زور سے ہنستے چلے گئے۔ جب کہ ہیر بھی بے نیاز ہوتے ایشام کو زبان چڑا گئی تھی۔

طبیعت کیسی ہے میرے بچے کی اب۔۔۔؟؟ گل بہار میز پر آکر بیٹھی تو وہاج صدیقی پیار سے مخاطب کرتے پوچھ گئے۔۔ کل رات وہ تین بجے ہاسپٹل سے واپس آئے تھے۔بی لو ہونے کی وجہ سے وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔

میں اب ٹھیک ہوں ڈیڈ۔۔!! بہار نے مسکراتے ہوئے باپ کو تسلی دی تو وہ بے اختیار شکر کر گئے۔

کیا کھاؤ گی۔۔۔؟ کبیر نے پیار سے پوچھتے ہوئے اسکے چہرے کی طرف دیکھا۔جو کل رات کی نسبت اب قدرے فریش تھا۔۔۔

اچار۔۔۔!! بہار نے ہمیشہ والی اپنی فرمائش بتائی تو کبیر ہنستے ہوئے سر ہلا گیا۔۔۔

بڑی ماما مجھے مٹن پاس کر دیں۔۔۔!!اپنی بیوی کو مٹن کی تلاش میں نظریں گھماتے دیکھ کر فارس نے بیہ صدیقی کو مخاطب کیا تھا۔

ہاں کیوں نہیں کہو تو باہر سے بکرا لا کر اس میز پر کھڑا کر دوں۔۔۔؟اسے مٹن پاس کرتے ہوئے بیہ صدیقی جان بوجھ کر بیٹی کو چھیڑ گئی تھیں۔ناز فوراً شکایتی نظروں سے فارس کی طرف دیکھنے لگی۔۔

ساسوماں مذاق کر رہی ہیں میری جان۔۔۔!!فارس نے مسکرا کر اسے پچکارا تھا۔۔۔

تمہاری ساسوماں تمہارے ساتھ کیوں نہیں مذاق کرتیں۔۔۔!!ناز منہ بگاڑ کر بولی تھی۔۔۔جب اچانک باسم کی چنگاڑتی آواز نے سب کو اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔۔۔

محبت چھوڑ دو اسکی جان اور پہلے خود ناشتہ کر لو۔۔!! محبت کو کب سے روبی کے ساتھ لگے دیکھ کر وہ زرا غصے سے بولا تھا۔۔۔ کیونکہ وہ کب سے اسے پہلے خود ناشتہ کرنے کا کہہ رہا تھا۔ پر وہ اسے نظر انداز کرتے ہوئے مسلسل اپنی روبی کو کھلائے جا رہی تھی۔۔ سب کے سامنے باسم کے ایسے لہجے پر محبت کی آنکھیں تیزی بھیگی تھیں۔۔۔

دماغ کہیں ہاسپیٹل میں تو نہیں چھوڑ آئے۔۔ کیونکہ غصہ کر رہے ہو بچی پر۔۔۔!! سنان مصطفیٰ نے فورا سے بیٹے کو جھاڑ پلائی تھی۔

ٹھیک ہی تو کہہ رہا ہے وہ بھائی۔۔۔!! یہ ہر وقت اب اسی میں ہی لگی رہتی ہے۔۔ خود کی ہوش نہیں اسے بالکل بھی۔۔۔! علینہ خانم فورا اپنے داماد کی حمایت میں میدان میں اتری تھیں۔

کیونکہ وہ کب سے اپنے داماد کو دیکھ رہی تھیں۔جو محبت کو ناشتہ کروانے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔شوہر کے بعد ماں کا بھی ویسا ہی لہجہ سنتے ہوئے محبت اس سے پہلے اٹھتے ہوئے وہاں سے جاتی جب نعمان خان فوراً کھڑے ہوتے اپنی لاڈلی کو تھامتے ہوئے اپنے پاس بیٹھا گئے۔۔۔اور اب میز پر ایک نئی جنگ جاری ہو چکی تھی۔۔۔

ماہا دھیان سے بیٹھو میری جان۔۔۔!!گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے غازیان نے فکر مند ہوتے اس سے کہا تھا۔۔وہ میر پور میں داخل ہو چکے تھے۔اور گاؤں میں داخل ہوتے کی ماہ پارہ ایکسائٹمنٹ دیکھنے والی تھی۔۔۔

غازی میں بہت دیر بعد آئی ہوں۔۔فائنلی میں بڑے بابا لوگوں سے مل پاؤں گی۔۔۔! کھڑکی سے ہاتھ باہر نکالے وہ خوشی سے بھرپور آواز میں اسے بتا رہی تھی۔

ہاں جانتا ہوں میں سب۔۔پر تم یہ بازو اندر کرو پہلے۔۔۔!! غازیان نے مسکرا کر کہتے ہوئے پھر فکر مندی سے اسے ٹوکا تھا۔۔۔

نہیں مجھے ایسے ہی مزہ آرہا ہے۔۔۔! لاڈ بھرے انداز میں انکار کرتے ہوئے وہ اب مکمل طور پر رخ موڑتے ہوئے اس طرح بیٹھ گئی تھی۔کہ کھڑکی سے باہر سر نکالتے ہوئے وہ آتے جاتے لوگوں کو دیکھتے ہوئے ہنسنے لگی۔جب کہ غازیان اپنی بیوی کے پاگل پن پر بے اختیار سرد سانس خارج کر گیا۔

وہ بس حویلی پہنچنے ہی والے تھے۔۔ پورے راستے میں غازیان نے اسے اتنا تنگ نہیں کیا تھا۔ جتنا میر پور میں داخل ہوتے ہی ماہ پارہ اسے تنگ کر چکی تھی۔۔ جب کہ وہ پریشان ہوتا بس اسے باز ہی کرتا رہ گیا تھا۔۔ وہ آج صبح ناشتے کرتے ہی نکل آئے تھے۔ کیونکہ دریاب خان نے انہیں جلدی پہنچنے کی تاکید کی تھی۔

غازیان کی گاڑی ابھی حویلی کے راستے پر ہی تھی۔ جب اچانک ماہ پارہ کی نظر راستے میں کھڑے دانیال خان اور دریاب خان پر پڑی۔۔ جو حویلی کے ملازمین کے ساتھ کھڑے کسی گفتگو میں مصروف تھے۔۔۔

بڑے بابا۔۔۔!! ماہ پارہ نے چلاتے ہوئے اچانک انہیں پکارا تو غازیان نے اچھنبے سے دیکھنے لگا۔۔

ماہاپاگل ہو گئی ہو کیااندر کر وہاتھ۔۔۔!!غازیان نے تیزی سے اسے روکا تھا۔کیونکہ اسکی آواز پر آتے جاتے لوگ مڑ کر دیکھنے لگے تھے۔۔ماہ پارہ کی انہی حرکتوں کی وجہ سے وہ گاڑی بے حد آہستہ چلا رہا تھا۔۔جب وہ اسے ان سنا کرتی مسلسل آوازیں لگانا شروع ہو گئی تھی۔اسکی آواز پر دانیال خان اور دریاب تیزی سے مڑ کر دیکھنے لگے تو وہ خوشی سے تیز ہاتھ ہلانے لگی۔۔

غازی گاڑی روکیں مجھے بڑے بابا لوگوں کے پاس جانا ہے۔۔۔!!انکے متوجہ ہونے پر وہ مڑتے ہوئے جلدی سے بولی تھی۔جب غازیان کو مجبوراً گاڑی کو بریک لگانا پڑی تھی۔کیونکہ دانیال خان اور دریاب خان انہیں دیکھ چکے تھے۔۔

گاڑی کے رکتے ہی وہ بے صبری بنتی دروازہ کھولتے ہوئے باہر نکل کر انکی طرف بھاگی تھی۔

ماہادھیان سے چلو۔۔۔!!اسے بھاگتے دیکھ کر غازیان بھی جلدی سے باہر نکلتے ہوئے تیز آواز میں بولا تھا۔۔

بڑے بابا۔۔۔!!ماہ پارہ نے کسی چھوٹی بچی کی طرح بھاگتے ہوئے انہیں پکارا تھا۔۔ بالکل اسی انداز میں جیسے وہ اپنے بچپن میں انہیں دیکھ کر کھل جایا کرتی تھی۔۔

بڑے بابا کا دل۔۔۔!!اسکی پکار کا جواب دیتے ہوئے دریاب خان تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے اسے گلے لگاتے بولے تو وہ ہنستی چلی گئی۔۔اسکی کھلکھلاہٹ پر ان کے دلوں میں اندر تک سکون اترا تھا۔کیونکہ وہ پورے

خاندان کی اکلوتی لڑکی تھی۔ دریاب خان اور دانیال کے دونوں کے دو، دو بیٹے تھے۔ صرف سلطان احمد خان ہی تھے۔ جن کو ماہ پارہ کی صورت میں رحمت ملی تھی۔ اور یہ رحمت اپنے پورے خاندان کی آنکھ کا تارہ تھی۔ میر پور میں "ماہ پارہ خان" کسی شہزادی کی طرح تھی۔

آپ مجھ سے ملنے کیوں نہیں آتے۔۔! دانیال خان کے گلے لگتے ہوئے وہ نروٹھے پن سے بول گئی۔ جب غازیان بھی آگے بڑھ کر انکے ملنے لگا۔۔۔

ائم سوری میرا بچہ بس کاموں کی مصروفیت ہی ایسی ہے۔۔۔!! اسکا ماتھا چومتے ہوئے وہ پیار سے بولے تھے۔۔

کیسے ہو جمائی راجا۔۔۔؟؟ غازیان کو گلے ملتے ہوئے دریاب خان اچانک اسے انوکھا لقب دیتے بولے تھے۔۔

please don't act like a typical in-law with me."

انکے لقب پر غازیان نے برا مناتے ہوئے کہا تو وہ ہنس گئے۔۔۔ پاس کھڑے ملازمین آنکھیں جھکائے کھڑے تھے۔ جب دریاب خان نے انھیں جانے کا اشارہ کیا۔۔

آپ لوگ یہاں پر کیوں کھڑے تھے۔۔؟ ماہ پارہ نے پوچھتے ہوئے انکی طرف دیکھا تھا۔

بس ڈیرے پر جانے کے لئے میرا بچہ۔۔! اسکے سوال پر دانیال خان پیار سے بتا گئے۔ غازیان بغور اپنی بیوی کو چہکتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ دریاب خان کے حصار میں کھڑی وہ اپنی ہی خوشی میں نہال ہو رہی تھی۔۔۔

میں بھی چلوں ساتھ۔۔۔؟ڈیرے کا نام سنتے ہی اسکی نیلی آنکھیں چمکیں تھیں۔۔۔

یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے کیا۔۔؟دریاب خان جھٹ سے اسکا سر چومتے ہوئے بولے تھے۔۔

پر ابھی تو آئی ہو۔۔!!پہلے ریسٹ کر لو بعد میں چلی جانا۔۔۔!غازیان نے بے اختیار اسے روکنا چاہا۔کیونکہ وہ کافی لمبا سفر کر کے آئے تھے۔اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ تھک جائے۔۔

نہیں غازی میں بالکل ٹھیک ہوں مجھے ابھی بابا لوگوں کے ساتھ جانا ہے۔۔۔!ماہ پارہ نے انکار کرتے ہوئے جلدی سے کہا تھا۔۔

میرا بچہ بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے۔۔۔! یہ ابھی ہمارے ساتھ جائے گی اور تم جمائی راجا حویلی کا راستہ پکڑو۔۔۔!! اسکی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے دانیاں خان بھی کہہ گئے تھے۔۔اپنے بابا کا ساتھ ملنے پر ماہ پارہ ایک دم سے اکڑتے ہوئے کھڑی ہو گئی تھی۔اسکا انداز غازیان پاشا کو صاف کہہ رہا تھا۔کہ اب مجھے روک کر دیکھاؤ بچو۔۔۔ !!

ٹھیک ہے میں جا رہا ہوں پر پلیز اسکا خیال رکھیے گا۔۔۔!! غازیان نے ہار مانتے ہوئے انہیں اپنی بیوی کا دھیان رکھنے کی تلقین کی تھی۔جب اسکے انداز پر دریاب خان اور دانیال خان حیرت سے دیکھ گئے۔۔وہ انہیں اپنی لاڈلی کے بارے میں ہدایات دے رہا تھا۔۔؟ غازیان کو گاڑی میں بیٹھتے دیکھ کر وہ ناک چڑھاتے ہوئے ماہ پارہ کو حصار میں لیے پلٹے تو وہ خوشی سے

نہال ہوتے پٹر پٹر کرنا شروع ہو گئی۔ جب کہ اسکی باتوں پر وہ مسکراتے ہوئے جواب دینے لگے تھے۔۔ بے شک ماہ پارہ انکے دلوں کا سکون تھی۔

ہم کہاں جا رہے ہیں۔۔۔؟ باہر کے مناظر دیکھتے ہوئے سبحان نے بے ساختہ سوال کیا۔۔ فاتح کو چڑانے کے لئے وہ جان بوجھ کر سیلینہ کے ساتھ جڑ کر بیٹھا ہوا تھا۔۔

میر پور۔۔۔!! اسے گھورتے ہوئے فاتح نے بھی ایک نظر باہر دیکھ کر یک لفظی جواب دیا۔۔

میر پور۔۔!! یہ میر پور کیا ہے۔۔۔؟ فاتح کے بتائے گئے نام کو دہراتے ہوئے سبحان نے چہرہ اٹھاتے ہوئے اب سیلینہ سے سوال کیا تھا۔ جو لا عملی سے مسکراتے ہوئے کندھے آچکا گئی تھی۔۔۔

ہمارا گاؤں ہے۔۔۔!! سبحان کے سوال کا جواب فرنٹ سیٹ پر بیٹھے ہوئے دلاور خان کی طرف سے آیا تھا۔

واہ۔۔۔!! وہاں پر کون رہتا ہے۔۔؟ گاؤں کے نام پر وہ ایک دم سے جاننے کے لیے متجسس ہوا تھا۔۔اس لئے مزید سوال کرنے لگا۔۔ سڑک پر گاڑیاں آگے پیچھے تیز رفتار میں اپنا سفر طے کر رہی تھیں۔ایک گھنٹے میں تقریباً سب میر پور پہنچنے ہی والے تھے۔۔سب بڑوں کی واپسی یقیناً باقیوں کے لیے ایک بڑا سرپرائز ہونے والی تھی۔

ہمارا آبائی گاؤں ہے۔۔وہاں پر میرے تایا جان رہتے ہیں۔۔۔!!فاتح نے اب کی بار اسے میر پور کا تعارفی جواب دیا تھا۔۔

کیا آپکے تایا کی کوئی بیٹی ہے۔۔۔؟سبحان نے جھٹ سے اپنے مطلب کا سوال پوچھا تھا۔۔

نہیں بچے۔۔!ماہ پارہ ہی ہمارے خاندان کی اکلوتی لڑکی ہے۔۔۔!!اسکی باتوں میں دلچسپی سے حصہ لیتے ہوئے دلاور خان پھر بولے تھے۔جب کہ ماہ پارہ کے نام پر زلیخا خانم اپنی اکلوتی پوتی کو دیکھنے کے لیے بے چین سی ہو گئیں۔۔۔

ویسے تم کیوں یہ سب پوچھ رہے ہو۔۔۔؟دلاور خان نے اب زرا مڑ کر سبحان کی طرف دیکھتے ہوئے جاننا چاہا تھا۔۔جوانکا جواب سن کر کچھ مایوس

سی شکلیں بنانا شروع ہو گیا تھا۔۔اسکے سامنے بیٹھا فاتح اچھے سے اسکی گندی نیت کو سمجھ رہا تھا۔۔

ویسے ہی۔۔۔مطلب کیا بس ماہی آپی ہی آپ کے خاندان میں اکلوتی لڑکی ہیں۔۔۔!!اداسی سے جواب دیتے ہوئے وہ زرا حیرانی سے سوال کر گیا تھا۔۔

ہاں وہ اکلوتی شہزادی ہے ہماری۔۔۔!زلیخا خانم مسکرا کر حامی بھرتے ہوئے بولی تھیں۔۔جب دلاور خان بھی پوتی کے ذکر پر مغرور ہوتے مسکرانے لگے تھے۔۔۔

پھر میں وہاں پر جا کر کیا کروں گا۔۔؟ سبحان مایوس ہوتا بڑبڑایا تو فاتح بے اختیار اس ٹڈے کو گھورنے لگا۔۔ جو ہر جگہ اپنا ٹانگ فٹ کرنے کی کوشش کرنے لگتا تھا۔۔

اچھا سوری اب سے نہیں ڈانٹوں گا۔۔۔!! پلیز یہ رونا بند کرو۔۔۔!! باسم نے اسکا ہاتھ پکڑتے ہوئے منانے کی کوشش کی۔۔

ہاتھ نہیں لگائیں مجھے۔۔۔!! محبت سوں سوں کرتے ہوئے تیزی سے اسکا ہاتھ جھٹک گئی تھی۔ آج صبح سے ہی وہ اسے لفٹ نہیں کروا رہی تھی۔ اور باسم بہانے اسے کمرے میں بلانے کے بعد اب اسے آدھے گھنٹے سے منانے کی کوشش کر رہا تھا۔۔

اچھا نہیں لگا رہا ہوں۔۔پر پلیز اپنے یہ آنسو صاف کرو۔۔۔! باسم نے بے چین ہوتے کہا تھا۔ کیونکہ اسے روتے دیکھ کر اب سچ میں اسکا دل پریشان ہو رہا تھا۔۔۔

کیوں کروں صاف۔۔؟؟ آپ کو ہی شوق ہے نا مجھے رلانے کا تو دیکھیں اب یہ آنسو۔۔۔!! محبت ضدی بنتے روتے ہوئے چلائی تھی۔

میری جان میں نے جان بوجھ کر نہیں ڈانٹا تھا۔۔ تم اپنا ناشتہ کرنے کی بجائے اس منحوس کو کھلائے جا رہی تھی۔۔ میں نے کتنی بار تمہیں اپنا ناشتہ کرنے کا کہا تھا۔ پر تم سن ہی نہیں رہی تھی۔۔۔! اسکے آنسوؤں سے عاجز ہوتے وہ صفائی پیش کر رہا تھا۔۔

ہاں تو اگر بات نہیں سنوں گی تو کیا اپ مجھے سب کے سامنے ڈانٹ دے گئے۔۔؟؟اور آپ نے ڈانٹا نہیں تھا۔۔بلکہ مجھ پر چلائے تھے۔۔۔!!ڈیڈ اور بھیا کبھی بھی مجھ پر ایسے غصہ نہیں کرتے۔۔۔!!تکیے میں منہ چھپاتے ہوئے وہ دکھی ہوتے کہہ رہی تھی۔کیونکہ باسم کی تیز آواز نے اسے سچ میں ہرٹ کیا تھا۔

اوکے ائم سوری میں اب کبھی بھی نہیں کروں گا ایسے۔۔۔!!اسکے معصوم شکوے سنتے ہوئے باسم کاظمی فوراتڑپتے ہوئے اسے اٹھاتے ہوئے اپنی گود میں بٹھا گیا۔جب محبت نے مزاحمت کرتے ہوئے اس سے دور ہونے کی کوشش کی تو باسم تیزی سے اسے قابو کرتے ہوئے اسکے ہونٹوں کو قبضے میں لے گیا۔۔اسکے اچانک اس عمل پر وہ جھٹپٹائی تھی۔پر باسم کاظمی اسکی

کلائیوں کو قابو کرتے ہوئے تیزی سے پیچھے بیڈ پر گرتے ہوئے اسکی سانس روکتا چلا گیا۔۔

محبت کے ہونٹوں کو چومتے ہوئے اسکی کمر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے باسم نے اچانک اسکے لبوں کو اپنے ہونٹوں سے وا کیا تو محبت کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ پیدا ہوئی۔۔ جس کو محسوس کرتے ہوئے وہ ایک پل کے لئے بے جان سی ہوتی تھی تو مقابل فتح مندی سے مسکراتے ہوئے اسکی زبان کو سک کرتے ہوئے اسکا غصہ ناراضگی پینے کی کوشش کرنے لگا۔۔ جب کہ وہ اسکی آغوش اور لمس میں بے بس سی ہونے لگی تھی۔۔

نرمی سے اسکے ہونٹ چومتے ہوئے باسم نے اسکے لبوں کو آزاد کیا تو محبت بند آنکھوں سے بھاری سانس لیتی نظر آئی۔۔۔

ائم سوری میری جان۔۔۔!! تم آج کل اپنے کھانے پینے پر دھیان نہیں دیتی۔اس لئے تمہاری لاپرواہی پر مجھے غصہ آگیا تھا۔کیونکہ کچھ دن پہلے بھی یونیورسٹی میں تمہاری اسی وجہ سے طبیعت خراب ہوئی تھی۔۔۔!

محبت کی گرد بانہیں پھیلائے اسے اپنے چوڑے وجود پر لٹائے وہ وضاحت کرتے ہوئے اسکی سنہری آنکھوں کو پیار سے چوم رہا تھا۔محبت نے آنکھیں اٹھاتے ہوئے خفگی سے اسے دیکھا تھا۔

کچھ دن پہلے وہ ناشتہ کیے بنا یونیورسٹی چلی گئی تھی۔جس کی وجہ سے باقی کا سارا دن اسکا مشکل ترین گزرا تھا۔یہاں تک کہ باسم جب سے اسے لینے کے لئے گیا تھا۔تب وہ بری طرح چکرا کر گرنے والی تھی۔تب سے باسم

کاظمی اسکے کھانے پینے کے معاملے میں ایسے ہی سختی کر رہا تھا۔ جس پر آج اسکی بیوی ناراض ہو چکی تھی۔۔

ایسے نہیں دیکھو جاناں۔۔۔! جان جاتی ہے میری۔۔۔! محبت کے ٹکر ٹکر کر دیکھنے پر وہ مسکراتے ہوئے اسکی ناک چومتے ہوئے بولا تھا۔ محبت کے نرم و نازک وجود کو خود میں بھینچتے ہوئے باسم نے اسکی گردن میں چہرہ چھپایا تو وہ مچل سی گئی۔۔۔

آئندہ مت رونا کیونکہ تمہیں آج روتے دیکھ کر میرا دل بے سکون ہو رہا تھا۔۔۔! اسکی گردن کو ہولے ہولے چومتے ہوئے وہ اب آہستہ آواز میں بول رہا تھا۔ محبت آج پہلی بار باسم کاظمی کے سامنے روتے ہوئے اسکا دل بے قرار کر چکی تھی۔۔

میں نہیں روتی آپ نے ہی آج رلایا ہے۔۔۔!! ناک چڑھا کر وہ اسکے گولڈن بالوں کو دیکھتے ہوئے بولی تھی۔جب اسکے پھر الزام دینے پر وہ چہرہ باہر نکالتے ہوئے دوبارا اسکے ہونٹوں پر ہونٹ رکھتے مدہوش ہونے لگا۔۔ شاید یہ صبح سے پیدا ہوئی بے سکونی کو ختم کرنے کی ایک کوشش کی تھی۔۔

کروٹ بدلتے ہوئے وہ اس پر سایہ فگن ہوتے اسکے لبوں سے جنونی انداز میں لپٹنے لگا تو محبت اسکے بدلتے انداز دیکھتے ہوئے بوکھلاتے چلی گئی۔۔ باسم نے پوری شدت سے اسکے لبوں کو سک کرتے ہوئے اسکے وجود پر بے باکی سے ہاتھ پھیرا تو محبت نے بے چین ہوتے اسے کندھوں سے تھام لیا۔۔

باسم کاظمی اسے محسوس کرتے ہوئے ہوش بھلا رہا تھا۔جب اچانک دروازے پر دستک نے اسے ہوش دلایا۔۔۔

کون۔۔۔؟؟محبت کے ہونٹ آزاد کرتے ہوئے وہ تیز چلتی سانسوں میں بولا تھا۔۔۔

باہر آپ کو بلا رہے ہیں۔۔!!سب آ گئے ہیں۔۔۔!!باسم کی آواز پر ملازمہ جلدی سے بتانے لگی تھی۔۔

ٹھیک ہے آ رہے ہیں بس۔۔۔!!اسے جواب دیتے ہوئے باسم دل پر پتھر رکھتے ہوئے اسکے اوپر سے اٹھا تو محبت بے اختیار جان بخشی پر شکر کرتی اٹھ گئی۔۔

حلیہ درست کرو۔۔۔! شاید فاتح آگیا ہے۔۔۔! محبت کی شرٹ درست کرتے ہوئے باسم نے اسے ٹھیک سے دوبٹہ اوڑھنے کا اشارہ کیا تھا۔۔

۔۔۔

اور ہم آپ کے آنے پر اب مکمل ہو گئے ہیں۔۔۔!اسی کے انداز میں سلطان بھی بولے تھے۔انکے جواب پر سیلینہ نے بے ساختہ انہیں دیکھ گئی۔جب وہ سر ہلاتے ہوئے اقرار کرنے لگے۔۔۔

سیلینہ۔۔۔؟؟وہ کھوئی رہتی شاید پر ناز کی آواز نے اسکا سکتہ توڑ دیا تھا۔۔۔

جائیں بہنوں سے مل لیں۔۔۔!!علیزے خان نے مسکراتے ہوئے اشارہ کیا تو سیلینہ بھی مسکراتے ہوئے آگے بڑھ گئی۔۔اسکے قریب جاتے ہی سب اچانک سے ایک ساتھ اسکے گلے لگ گئی تھیں۔۔جب کہ سب بڑوں کو اچانک دیکھتے ہوئے وہ شاکڈ ہونے کے ساتھ ساتھ سرپرائز ہو رہے تھے۔۔۔

شکر ہے داجان آپ آ گئے ہیں۔۔۔! آپکی غیر موجودگی میں مجھ پر بہت ظلم ہوئے ہیں۔۔۔! شہرام اچانک بے حد دکھی ہوتے حسن صاحب کے گلے لگتے ہوئے کہنے لگا تھا۔۔

کس کی ہمت ہوئی میرے لاڈلے پر ظلم کرنے کی۔۔۔؟؟ حسن صاحب فوراً تڑاخ کرتے رعب سے بولے تھے۔۔ جب شہرام نے مظلوم بنتے انگلی سے عیس ہمدانی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے باپ کو بوکھلاہٹ میں مبتلا کر دیا تھا۔۔

بکواس کر رہا ہے یہ بابا۔۔۔!! باپ کی کڑی نظروں پر عیس ہمدانی فوراً سے پہلے شہرام کو گھورتے ہوئے اپنے دفاع میں بولے تو فارس، باپ کو پھنستے دیکھ کر قہقہ لگاتا چلا گیا۔۔۔

خانم اور کتنا وقت ہے۔۔۔؟؟ارسل خان نے تھکے انداز میں رابیل کے ساتھ چلتے ہوئے سوال کیا تھا۔۔

کیا مطلب کتنا وقت ہے۔۔۔؟ہم دونوں کی شادی کی ساری شاپنگ میں نے اکیلی نے کی ہے۔۔!اور تم آج پہلے دن میں ہی تھک گئے ہو۔۔۔؟؟ ارسل خان کے فضول سوال پر رابیل مڑتے ہوئے تیکھی نظروں سے اسے گھورنے لگی تھی۔۔

ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔۔۔!تم کرو شاپنگ میں نہیں کہہ رہا کچھ۔۔۔!! اسکی تیکھی نظروں پر فورا سے پہلے ارسل نے مسکراتے ہوئے معذرت کی تھی۔

دو دن بعد مہندی کا ایونٹ شروع ہو رہا تھا۔ اپنی جاب کی وجہ سے وہ رابیل کے ساتھ شاپنگ پر نہیں جا سکا تھا۔ اور آج سے اسکی چھٹیاں شروع ہو گئی تھیں۔ تو رابیل بنا وقت ضائع کیے اسے اپنے ساتھ مال لے آئی تھی۔ پچھلے دو گھنٹوں سے وہ اپنی جیولری، جوتے میک آپ اور پتہ نہیں کیا کیا اکھٹا کر رہی تھی۔ جب کہ ارسل خان بھونچکا چکا تھا۔ پر افسوس وہ اسے کچھ کہہ بھی نہیں سکتا تھا۔۔۔

رابیل کے ساتھ چلتے ہوئے اچانک ارسل خان کی نظر دائیں جانب اٹھی تو وہ بے اختیار رکتا چلا گیا۔۔۔

خانم۔۔!! شاپ کے اندر والا منظر دیکھتے ہوئے ارسل خان نے بے ساختہ اسے پکارا۔۔۔

ہاں کیا ہوا۔۔۔؟؟رابیل جو آگے بڑھ گئی تھی۔کہ ارسل خان کے بلانے پر واپس آتے ہوئے بولی۔۔۔

تمہاری نوز پن کہاں ہے۔۔۔؟رابیل کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے ارسل خان نے سوال کیا تھا۔۔

وہ گھر پر ہی ہے۔۔۔!!پہنا بھول گئی۔۔۔!!ارسل کی نظروں کو اپنی ناک پر ٹکے دیکھ کر وہ ناک چڑھاتے ہوئے بہانا بناتے ہوئے بولی تھی۔کیونکہ وہ جب بھی اسکی ناک کو خالی دیکھتا تھا۔تو ایسے ہی سوال وجواب شروع کر دیتا تھا۔اور اب تو رابیل کو اپنی ناک سے بھی جلن ہونے لگی تھی۔۔

تو تم پہنا بھول گئی۔۔۔؟اسکے ناک چڑھانے پر ارسل نے مسکراہٹ دباتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔۔۔

ہاں نا۔۔! تم نے ہی جلدی مچائی ہوئی تھی۔۔۔!! رابیل مکمل اعتماد کے ساتھ اسے الزام ٹھہرا گئی تھی۔۔۔

رائٹ۔۔!! تو تم میری وجہ سے میری ہی پسندیدہ چیز پہنا بھول جاتی ہو۔۔ کوئی بات نہیں۔۔ آئندہ تمہیں یاد نہیں رکھنا پڑے گا۔۔۔! اسکا ہاتھ تھام کر وہ شاپ کی طرف بڑھتے ہوئے بولا تو رابیل اسے نا فہمی کا شکار ہوتی اسے دیکھ گئی۔

سبحان خاموشی کے ساتھ لان میں بیٹھا ہوا تھا۔ چہرے پر بے حد اداسی چھائی ہوئی تھی۔ اور یہ اداسی اسکے بابا اور مورے کی یاد میں تھی۔۔ آج صبح سے ہی سبحان کو اپنی مورے بے حد یاد آ رہی تھیں۔ وہ کب سے اپنا دھیان

بھٹکانے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن چاہ کر بھی اپنے ذہن کو کسی اور کام میں جب نہیں لگا پایا تو تھک ہار کر یہاں پر آ کر اکیلا بیٹھ گیا۔

بلیک مینشن میں شادی کی تیاریاں زوروں شور سے چل رہی تھیں۔

ملازمین کو ادھر سے اُدھر بھاگتے دیکھ کر وہ بے ساختہ مسکرا دیا۔۔یوں ہی چہرے پر اداس سی مسکراہٹ سجائے وہ سب کی طرف دیکھ رہا تھا۔جب اچانک میرال گاڑی سے اترتے ہوئے اسے دیکھائی دیں۔۔

خوبصورت آنٹی۔۔۔!! میرال کو دیکھتے ہی سبحان کو کچھ دن پہلے والا منظر یاد آیا تو وہ ہنستے ہوئے انہیں خوبصورت آنٹی کے لقب سے نواز گیا۔۔اگر میرال اسکا یہ لقب

سن لیتیں تو یقیناً محمد سبحان کو آسانی سے جانے نہ دیتیں۔۔

دونوں ہاتھوں میں کچھ ڈبے اٹھائے وہ گاڑی سے باہر نکلیں تو سبحان انکی مدد کرنے کے لئے اٹھ کر بے اختیار انکی طرف بڑھ گیا۔۔۔

لائیں مجھے کچھ ڈبے پکڑا دیں۔۔۔!!اچانک انکے سامنے کھڑے ہوتے سبحان نے سنجیدہ لہجے میں میرال سے کہا تو وہ اسکے اچانک مخاطب کرنے پر چونک سی گئیں۔۔

تم کہاں سے آئے چھٹکو۔۔۔!!اسکے ایک دم سے سامنے آنے پر وہ مسکراتے ہوئے اسے چھیڑ گئی تھیں۔۔

میں چھٹکو نہیں ہوں۔۔۔!!سبحان نے تیزی سے برا منایا تھا۔

تو کیا ہو پھر۔۔۔؟؟اسکے منہ بنانے پر وہ ہنستے ہوئے بولی تھیں۔۔۔

آپ سے صرف کچھ انچ ہی چھوٹا ہے میرا قد۔۔۔!! سبحان نے فوراً سے پہلے تھوڑا سا قریب ہوتے جتایا تھا۔اسکے قریب ہونے کا مطلب تھا۔کہ آپ دیکھ سکتی ہیں۔۔۔

لیکن عمر تو مجھ جتنی نہیں ہے نا۔۔۔!! اسے اپنا قد شو آف کرتے دیکھ کر میرال ہنسی دبائے کہہ گئیں۔۔جیسے آج وہ اسے چھٹکو ماننے پر راضی کر کے ہی جانے والی تھیں۔۔۔

ہاں وہ تو نہیں ہے۔۔!اس لئے تو آپ کو آنٹی کہا تھا۔۔۔!انکی بات میں حامی بھرتے ہوئے سبحان نے ہنسی کنٹرول کرتے ہوئے الٹا کہا تو میرال جو اسے ہنستی آنکھوں سے چھیڑنے کی کوشش میں تھیں۔کہ فوراً بھڑک اٹھیں۔۔

شٹ آپ۔۔۔!! پکڑو یہ ڈبے۔۔!! ہاتھوں میں موجود کچھ چیزیں انہوں نے غصے سے سبحان کے حوالے کیں تو نہ چاہتے ہوئے بھی وہ زور سے ہنسنا شروع ہو گیا۔۔۔

اگر تم مجھے زرا بھی ہنستے ہوئے دیکھائی دیئے تو تمہارے منہ پر ٹیپ لگادوں گی۔۔۔!! اسے ہنستے دیکھ کر میرال کو پہلے سے بھی زیادہ غصہ آیا تھا۔۔وہ پہلا بچہ تھا۔جو انکی باتوں میں آنے کی بجائے انکو اپنی باتوں میں گھما دیتا تھا۔ اور یہ انکے ساتھ دوسری بار ہوا تھا۔۔۔

ٹھیک ہے نہیں ہنستا۔۔۔!پر مجھے چپ کروانے سے سچ بدل تو نہیں جائے گا۔۔۔!ہنسی کو بریک لگاتے ہوئے سبحان کندھے آچکا کر قدم آگے اٹھا گیا۔جب میرال بھی اسے گھورتے ہوئے آگے بڑھیں پر دو تین قدم

اٹھاتے ہی وہ بری طرح لڑکھڑاتے ہوئے گری تھیں۔۔انکے گرنے کے احساس پر سبحان نے تیزی سے مڑ کر دیکھا تھا۔۔۔

مورے۔۔۔!!آپ ٹھیک ہیں نا۔۔؟؟ہاتھوں میں موجود چیزوں کو چھوڑتے ہوئے وہ بھاگ کر مڑتے ہوئے انکی طرف بڑھا تو اسکی زبان سے "مورے" سنتے ہوئے میرال بے ساختہ ساکن ہوتے وجود کے ساتھ اسے دیکھنے لگیں۔۔۔

کیا کہا تم نے مجھے۔۔۔؟؟پھر کہو۔۔۔!!سبحان کی زبان سے اپنے لئے مورے سنتے ہوئے میرال کا دل عجیب سے انداز میں دھڑکا تھا۔۔اور یہ احساس کوئی اور نہیں بلکہ ممتا کا احساس تھا۔۔جو انکے اندر صرف رابیل کے

لیے وقف تھا۔۔پر غیر معمولی طور پر سبحان کے یوں بلانے پر یہ احساس جاگتے ہوئے میرال کو تعجب میں مبتلا کر چکا تھا۔۔

ائم سوری۔۔۔! پتہ نہیں کیسے بس بے دھیانی میں میرے منہ سے نکل گیا۔۔۔!! آپ ٹھیک ہیں نا۔۔!! وہ شرمندہ ہوتے وضاحت کرتے ہوئے انہیں کھڑا ہونے میں مدد کرنے لگا تو پہلی بار اتنا کمزور سہارا ملنے پر میرال کی آنکھیں چھلک پڑیں۔۔وہ انکے وجود کو سنبھالنے کے لئے کافی کمزور تھا۔پر اسکے باوجود دو بار انہیں گرنے سے بچاتے ہوئے سہارا دے چکا تھا۔۔۔

شاید آپکا پاؤں مڑ گیا ہے۔۔! رکیں میں بھائی میں سے کسی کو بلا کر لاتا ہوں۔۔۔!! میرال کو مشکل میں دیکھ کر وہ اس سے پہلے بھاگتے ہوئے اندر جا کر کسی کو آواز دیتا جب وہ اسے تیزی سے روک گئیں۔۔۔

نہیں کسی کو بلانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔!! تم مجھے اندر لے جاؤ گئے۔۔۔!! لے جاؤ گئے نا۔۔۔؟؟ سنجیدہ انداز میں اسے منع کرتے ہوئے وہ بولیں تو انکے سوال پر وہ حیران ہوتا اگلے ہی پل سر ہلا گیا۔۔ جس پر میرال مسکراتی چلی گئ تھیں۔۔ جب کہ سبحان آگے بڑھ کر انکے بازو کو اپنے کندھے پر رکھتے ہوئے سہارا دے چکا تھا۔۔ اور یہ وہ سہارا تھا۔۔ جس کو پا کر میرال کے دل نے اچانک ایک بہت بڑا فیصلہ لیا تھا۔۔

مجھے درد ہو رہی ہے۔۔۔!! تمہیں میں چھوڑوں گی نہیں۔۔۔!! اپنی ناک کو دباتے ہوئے وہ بھیگتی آنکھوں سے پھنکاری تھی۔۔

ہاتھ نہیں لگاؤں بار بار۔۔ پھر درد نہیں ہو گا۔۔۔!! مزے سے مسکراتے ہوئے ارسل خان مہبوت ہوتے اسکے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ زبردستی اپنی بیوی کی ناک کی "Piercing" کروا چکا تھا۔ جب کہ رابیل درد سے تنگ پڑتے ہوئے اسے گھور رہی تھی۔۔

شٹ آپ۔۔۔! تم گھر چلو ایک بار پھر تمہیں بتاتی ہوں۔۔۔! ہائے میری ناک۔۔!! غرا کر اسے دھمکی دیتے ہوئے وہ آخر پر کراہی تو ارسل خان اسکی ڈرامے بازی پر ہنسنے لگا۔۔

قسم سے بہت حسین لگ رہی ہو۔۔۔! پوری کی پوری ڈارک چاکلیٹ۔۔۔!! رابیل کی غزالی آنکھوں میں ڈوبتے ہوئے ارسل نے مبہوت ہوتے اسکی تعریف کی تھی۔ براؤن کلر کا ڈریس پہنے سر پر چادر لیے وہ ناک میں نوز پن سجائے پوری کی پوری ارسل خان کی خانم بنی نظر آ رہی تھی۔۔ اسکا سراپا اس بات کی واضح نشانی تھی۔ کہ وہ مقابل کے رنگ میں مکمل طور پر رنگ چکی تھی۔

زیادہ میٹھا بننے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔!! رابیل نے ایک دم سے اسکی گہری نظروں پر پزل ہوتے آنکھیں پھیر لیں تھیں۔۔۔

اب اگر ایسے بلش کرو گی تو گھر جاتے ہی بات بڑھ سکتی ہے جانم۔۔۔!! اسے شرماتے دیکھ کر وہ مزید شریر ہونے لگا۔۔ کہ رابیل اچانک بے دھیانی

میں زور سے اپنی ناک کو چھو بیٹھی۔ جس کے باعث وہ اگلے ہی پل درد ہونے پر سسک اٹھی تھی۔۔۔

خانم یار کیا کر رہی ہو۔۔۔؟ کہاں دھیان ہے تمہارا۔۔۔؟ اسکی آنکھوں کو نمی سے چمکتے دیکھ کر ارسل فورا فکر مندی سے بولتے ہوئے اٹھ کر اسکی طرف آیا تھا۔۔۔

میں نہیں کچھ کیا تم نے ہی میری ناک کو زخمی کیا ہے آج۔۔!! رابیل نے چڑتے ہوئے اسے الزام دیا تھا۔ جب کہ اسکا لہجہ بھی بھیگ چکا تھا۔ کیونکہ وہ کافی زور سے اپنی ناک کو ہاتھ لگا بیٹھی تھی۔۔۔

اوکے ائم سوری۔۔۔!! تم ایسے رو تو نہیں۔۔۔ وہ کہہ تو رہی تھی۔ کہ کل تک ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔! اگر نہ ٹھیک ہوا تو ہم واپسی پر ہاسپٹل چلے جائیں

گئے۔۔۔!!اسے رونا شروع کرتے دیکھ کر ارسل خان بوکھلا کر پریشان ہوتے کہنے لگا تھا۔

شاپنگ کرنے کے بعد وہ کچھ کھانے کے لیے ریسٹورنٹ میں آئے تھے۔۔رابیل کو بازو کے گھیرے میں لیے اسکا چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے ارسل خان پریشان ہوتے اسکے آنسو صاف کرتے ہوئے بے اختیار اسکی سرخ پڑتی ناک کو دیکھتے ہوئے مبہوت ہو گیا تھا۔۔

رابیل نے اسکی نظروں پر سٹپٹاتے ہوئے پلکیں گرائیں تو وہ بے خود ہوتا اسکی ناک کو ہلکا سا چومتے ہوئے فورا پیچھے ہو گیا۔۔جب کہ وہ حیرانی سے آنکھیں بڑی کرتے اسے دیکھنے لگی تھی۔اسکے یوں دیکھنے پر وہ مسکرا کر اپنی

گرے آنکھوں کو گھماتے ہوئے اسے بازو کے حصار میں لیتے ہوئے بیٹھ چکا تھا۔۔

باسط پلیز میری بات مان جائیں نا۔۔۔!! میرال انکا ہاتھ پکڑے امید بھری نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔۔۔

بیگم یہ اتنا آسان نہیں ہے۔۔۔! آپ جانتی ہیں کہ سب اسکے ساتھ کتنا اٹیچ ہیں۔۔۔ پھر فاتح یا سیلینہ کا تو سوچیں۔۔اور خود سبحان کیا وہ مان جائے گا اس سب کے لیے۔۔۔؟؟ باسط صاحب اپنی جذباتی بیوی کو سمجھانے کی کوشش کر رہے تھے۔۔۔

ہاں تو بات کرنے میں کیا حرج ہے۔۔۔؟ کیا ہم ایک بار بات بھی نہیں کر سکتے۔۔۔؟ انکی ساری بات سمجھتے ہوئے بھی وہ بضد تھیں۔۔

کیا تم اس فیصلے کے لئے سنجیدہ ہو۔۔۔؟؟ انہیں بضد دیکھ کر باسط صاحب اچانک سنجیدہ لہجے میں گویا ہوئے۔۔۔

میں اس بارے میں دل سے سنجیدہ ہوں باسط۔۔۔!! رابی کو لگتا ہے کہ میں نے جان بوجھ کر دوسری اولاد پیدا نہیں کی پر۔۔۔۔۔!! جواب میں بولتے ہوئے میرال کا لہجہ اچانک بھیگا تو باسط انہیں ٹوکتے ہوئے جلدی سے حصار میں لے گئے۔۔۔

کیا ہو گیا ہے بیگم۔۔۔۔! میں نے اس بارے میں کب آپ سے کوئی سوال کیا ہے۔۔۔!! باسط صاحب خفگی سے بولتے انہیں سہلانے لگے تھے۔

ایک مشن کے دوران میرال بے حد زخمی ہو گئی تھیں۔ جس کے بعد انہوں نے اپنی ماں بننے کی صلاحیت کھو دی تھی۔ اور اس راز سے رابیل واقف نہیں تھی۔ وہ آج تک یہ ہی سمجھتی تھی۔ کہ اسکی ماں نے اپنی مشکل جاب کی وجہ سے دوسری اولاد پیدا نہیں کی۔ پر حقیقت اسکے برعکس تھی۔۔

باسط جو احساس میرے اندر صرف رابیل کے لیے تھا۔ آج اس احساس کو میں نے اس بچے کے لئے بھی محسوس کیا ہے۔ جب اس نے مجھے " مورے " کہا تو میرا دل رکنے لگا تھا۔۔۔!! باسط آپ بات کریں گئے نا سب سے۔۔۔!! سب کو منائیں گئے نا کہ وہ سبحان ہمیں دے

دیں۔۔۔!!اپنے دل کی کیفیت بتاتے ہوئے وہ باسط صاحب سے منت بھرے لہجے میں بول رہی تھیں۔۔

میں سب کو منالوں گا۔۔پر آپ پلیز رونا بند کریں یار۔۔۔!!میری بیوی رونے والوں میں سے تو نہیں تھی۔۔۔!!اپنی بیوی کے آنسوؤں پر بے چینی سے بولتے ہوئے وہ تسلی دیتے بولے تو میرا ل روتے ہوئے بے اختیار مسکرادیں۔۔انہیں مسکراتے دیکھ کر باسط صاحب نے بے ساختہ اپنی محبوب بیوی کا ماتھا چوم لیا تھا۔۔

سائیں اپنی لاڈلی کو سمجھالیں کہ اب شوہر کے ساتھ تمیز کے ساتھ رہا کرے۔۔۔!!واڈروب کھولے منیزے پاشا کہہ رہی تھیں۔۔۔

آپ تو لاڈلی کو کچھ کہتے نہیں ہیں۔۔! وہ تو ہمارا داماد بیچارہ شریف ہے جو آپکی آفت جیسی بیٹی کو جھیل رہا ہے۔۔اگر میں ایشام کی جگہ پر ہوتی تو اب تک آپکی بگڑی بیٹی کو سدھا کر چکی ہوتی۔۔۔!! واڈروب میں دیکھتے ہوئے وہ مزید بول رہی تھیں۔۔۔

ارے ہاں یاد آیا۔۔۔!! سائیں آپ نے مجھے ہیر کے آرمی میں ہونے کا بتایا کیوں نہیں۔۔۔!! ضرار پاشا کے کپڑے نکالتے ہوئے منیزے اپنی روانی میں ایک کے بعد ایک بات کہتے جا رہی تھیں۔۔جب ضرار پاشا بے ساختہ آئینے کے سامنے سے ہٹتے ہوئے بیڈ کی جانب بڑھتے ہوئے اچانک منیزے کی کمر کو جکڑتے ہوئے ان کے ہونٹوں پر جھکتے ہوئے قفل لگا گئے۔۔۔انکے اس عمل پر منیزے پاشا نے آنکھیں بڑی کرتے ہوئے دیکھا تو انکی سبز

آنکھوں کو پھیلتے دیکھ کر ضرار پاشا دل میں مسکراتے ہوئے اپنے لمس میں شدت پیدا کرتے چلے گئے۔۔۔

منیزے پاشا کی سانسوں کو دیوانہ وار محسوس کرتے ہوئے ضرار پاشا نے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے انہیں اپنی ٹانگوں پر بٹھاتے ہوئے خود پر جھکایا تو وہ بوکھلا کر آنکھیں میچ گئیں۔۔ جبکہ سینے میں انکا سانس بے اختیار اٹک رہا تھا۔۔ آج بھی وہ انکی شدت پر کانپ جایا کرتی تھیں۔۔ کئی منٹوں تک انہیں بے حال کرنے کے بعد ضرار پاشا انکے ہونٹ آزاد کرتے ہوئے پیچھے ہٹے تو اپنی بیوی کو بے حال دیکھ کر مسکراتے چلے گئے۔۔۔

سائیں کی جان کا اب بھی کوئی شکوہ باقی بچا ہے کیا۔۔؟ منیزے کی کمر میں بازو حائل کرتے وہ قریب کرتے بھاری لہجے میں بولے تھے۔جب کہ آنکھوں میں شرارت واضح تھی۔۔

سائیں۔۔۔!!انکی چھیڑتی آنکھوں سے تنگ پڑتے ہوئے منیزے نے انکے سینے میں چہرہ چھپالیا تھا۔ضرار پاشا قہقہ لگاتے ہوئے انہیں اپنے حصار میں لے گئے تھے۔۔۔

کیا بھئی میں تو تمہاری شکایتیں ہی دور کرنا چاہ رہا ہوں۔۔۔!!انہیں شرماتے دیکھ کر وہ وضاحت کرتے ہوئے انکی گردن پر ہونٹ رکھنے لگے تھے۔۔وہ کمرے میں چینج کرنے کے لئے آئے تھے۔جب انہیں دیکھتے ہی انکی بیوی نے ہمیشہ کی طرح اپنی شکایتوں کی پٹاری کھول لی تھی۔اور

شکایتیں بھی ایسی جو بس ضرار پاشا کی لاڈلی ہیر پاشا کے خلاف تھیں۔ تو غازیان پاشا کی تعریفوں کے پُل تھے۔۔۔

آپ میری شکایتیں دور نہیں کر رہے بلکہ اپنی لاڈلی سے میرا دھیان بھٹکانا چاہا رہے ہیں۔۔۔!! جوابی کاروائی میں ہمیشہ کی طرح منیزے نے انکی گردن پر دانت گاڑتے ہوئے کہا تھا۔۔۔ وہ آج بھی پہلے کی طرح ہی تھیں۔۔۔

ہاں تو تمہاری شکایتیں بھی تو بس میری بیٹی کو لے کر ہی ہوتی ہیں۔۔ کبھی جو تم نے اپنے بیٹے کی شکایت کی ہو تو بتاؤ۔۔۔!! ضرار انہیں گھور کر بیڈ پر گرتے ہوئے سینے پر لٹاتے ہوئے کہہ گئے تھے۔۔

میرا بیٹا آپکی چڑیل جیسا نہیں ہے۔۔۔! ضرار پاشا کے سینے پر لیٹتے ہوئے منیزے نے اپنے بیٹے کے حق میں وکالت کی تو ضرار بے ساختہ آبرو آچکا گئے۔۔۔

اور جب میں تمہارے بیٹے کے خلاف کچھ کہتا ہوں تو تب کیوں نہیں سریس لیتی۔۔۔؟ اسکی بد تمیزیاں بھول گئی ہو کیا۔۔۔؟ پہلے اپنا رشتہ لے کر خود چلا گیا پھر رخصتی بھی خود لے لی۔۔۔! ماں باپ کو تو اس نے کرائے پر بک کیا ہوا ہے نا۔۔۔!! بیوی کی وکالت پر ضرار بھی اگلی پچھلی بھڑاس نکالنا شروع ہو گئے تھے۔۔۔

میں اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتی کیونکہ اس معاملے میں آپ سب کے بیٹے آپ پر ہی گئے ہیں۔۔۔!! انکی جلی کٹی باتوں پر منیزے ہنستے ہوئے

کہنے لگی تھیں۔۔۔ضرار پاشا نے حیرت سے اپنی چالاک بیوی کو دیکھا تھا۔۔۔

ٹھیک ہے پھر آئندہ مجھ سے میری بیٹی کی بھی کوئی شکایت نہ کرنا۔۔! ٹکا سا جواب دیتے ہوئے منیزے کا چہرہ خود پر جھکاتے ہوئے وہ دوبارہ انکے ہونٹوں پر قابض ہوتے انہیں مچلنے پر مجبور کر گئے تھے۔۔۔

محبت خان مزے سے باسم کے کیبن میں اسکی چیئر پر بیٹھی جھول رہی تھی۔ جب کہ روبی میڈم ہاسپیٹل کے دورے پر نکلی ہوئی تھی۔ محبت کو یونیورسٹی سے پک کرنے کے بعد وہ گھر جانے والے تھے۔ جب باسم کو اچانک ایک ایمرجنسی کی وجہ سے پہلے ہاسپیٹل آنا پڑ گیا۔

محبت کو اپنے کیبن میں بٹھا کر باسم خود اوٹی میں چلا گیا تھا۔ جب کہ محبت سکون سے لنچ کرنے کے ساتھ ساتھ موبائل پر مصروف تھی۔۔ جب اچانک روبی کی میاؤں کی آواز نے اسے سر اٹھانے پر مجبور کیا۔۔ روبی کے ریگولر چیک آپ کے لئے باسم کاظمی نے اسے گھر سے منگوایا تھا۔۔ اور اب اپنی ماں کو بھی یہاں پر دیکھ کر وہ مسرور ہوتی ٹہل رہی تھی۔۔۔

روبی ادھر آؤ۔۔۔!! موبائل میز پر رکھتے ہوئے محبت نے اسے پاس آنے کا اشارہ کیا اور جلدی سے بیگ کھولتے ہوئے کچھ نکالنے لگی۔ محبت کو بیگ کھولتے دیکھ کر روبی کی آنکھیں تیزی سے روشن ہوئی تھیں۔۔۔ وہ سمجھ چکی تھی کہ ہر روز کی طرح اسکی ماں آج بھی اسکے لئے کچھ نہ کچھ ضرور لے کر آئی تھی۔ یہ محبت خان کی عادت تھی۔ کہ وہ جب بھی گھر سے نکلتی تھی

تو واپسی پر روبی کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور لے کر جاتی تھی۔ جس سے روبی میڈم کی خوشی دیکھنے والی ہوتی تھی۔۔

بیگ سے روبی کا فیورٹ بسکٹ نکالتے ہوئے محبت نے اسکے سامنے کیا تو وہ خوشی سے اچھلتے ہوئے فوراً اسکی گود میں آ بیٹھی۔ اسکی خوشی دیکھتے محبت ہنستے ہوئے جلدی سے بسکٹ کھولنے لگی تھی۔ بسکٹ کھول کر محبت نے اسے کھلانا شروع کیا تو روبی مزے سے کھاتے چلی گئی۔۔ کہ تبھی اچانک دروازے پر دستک ہوئی۔۔

یس۔۔۔!! دستک کی آواز پر محبت نے یوں ہی مصروف انداز میں جواب دیا۔ تو ایک نرس اندر داخل ہوئی۔۔

میم آپ کو ڈاکٹر باسم بلا رہے ہیں۔۔۔!! نرس نے آکر اسے پیغام دیا تو محبت چونک سی گئی۔۔

ٹھیک ہے آرہی ہوں۔۔۔!! محبت کو حیرت ہوئی تھی۔پر وہ سوال کرنے کی بجائے اٹھ کھڑی ہوئی۔۔جب روبی تیزی سے میاؤں میاؤں کرنے لگی۔۔

بس تھوڑی دیر میں آرہی ہوں بچہ۔۔۔!! تمہارے کھڑوس ڈیڈ بلا رہے ہیں اس لئے جانا پڑے گا۔۔۔!تب تک تم یہیں رہنا کہیں نکل مت جانا۔۔۔!! محبت جھک کر آہستہ آواز میں اپنی مجبوری بتا کر دو بار کھڑے ہوتے نصیحت کرتے مڑی تھی۔۔ محبت کو نرس کے ساتھ جاتے دیکھ کر روبی دیکھتی چلی گئی تھی۔

محبت باہر نکل کر خاموشی سے نرس کے پیچھے چلنے لگی تھی۔۔۔

باسم کہاں پر ہیں۔۔۔؟ محبت نے آگے چلتی ہوئی نرس سے سوال کیا تھا۔ جب وہ جواب دینے کی بجائے مڑتے ہوئے ہوئے مسکرا کر اشارہ کر گئی۔۔۔ محبت کو اسکا انداز تھوڑا عجیب لگا تھا۔ پر وہ خاموش رہی تھی۔۔ چلتے چلتے ہوئے نرس اسے آخری کمرے کی طرف لے آئی تھی۔۔۔

سر اندر ہیں۔۔۔!! کمرے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے نرس نے اسے اندر جانے کا کہا تو محبت سٹور روم کو دیکھتے ہوئے تذبذب کا شکار ہو گئی۔۔ باسم نے اسے سٹور روم میں بلایا تھا۔۔۔؟ وہ بے ساختہ سوچ گئی۔۔ لیکن پھر مزید سوچ بچار کرنے کی بجائے وہ اندر داخل ہو گئی۔۔ اسکے اندر داخل ہوتے ہی نرس نے جلدی سے پیچھے سر دروازہ بند کر دیا تھا۔۔

کیا بات ہے میر ال۔۔۔؟؟سب ٹھیک ہے نا۔۔۔؟؟سلطان استفسار کرتے ہوئے دیکھ گئے تھے۔۔شاید وہ سب کو یوں بلانے کا مقصد جاننا چاہ رہا تھا۔۔سٹڈی روم میں اس وقت سب موجود تھے۔۔۔سب کو منتظر دیکھ کر میر ال اپنے شوہر کو بولنے کا اشارہ کر گئی تھیں۔رابیل بھی اس وقت یہیں پر موجود تھی۔کیونکہ اسکی رضامندی سے ہی وہ یہاں پر آئے تھے۔۔

جی سب ٹھیک ہے بس ہمیں آپ سب سے ایک ضروری بات کرنی تھی۔۔!!کیسی بات۔۔۔؟ضرار پاشا بے ساختہ پوچھ گئے۔۔۔ !

ہم محمد سبحان کو قانونی طور پر Adopt کرنا چاہتے ہیں۔۔۔!اسی سلسلے میں آپ سب سے بات کرنی ہے۔۔۔!! باسط صاحب نے بات کا آغاز کرتے ہوئے سب کو متعجب کیا تھا۔۔۔

پر وہ تو فاتح۔۔۔!! مشعل ہمدانی نے کچھ کہنا چاہا تھا۔جب ضرار پاشا بے ساختہ انہیں روک گئے۔۔۔

میں جانتی ہوں کہ فاتح اسے یہاں پر کس حیثیت سے لے کر آیا تھا۔۔پر میں پھر بھی ایک بار کوشش کرنا چاہتی ہوں۔۔کہ کیونکہ مجھے لگتا ہے کہ اگر ابھی تک سبحان نے فاتح کی سرپرستی قبول کرنے کا فیصلہ نہیں کیا تو شاید اس وجہ سے نہیں کیا کیونکہ قسمت اسے میری گود میں دینا چاہتی ہے۔۔۔! اگر آپ سب کو برا نہ لگے تو کیا میں یہ ایک کوشش کر سکتی ہوں۔۔۔؟؟

میرال سنجیدہ لہجے میں کہتے ہوئے آخر پر امید بھری نظروں سے سوال کر گئی تھیں۔۔۔

کوئی بھی کوشش کرنے کے لئے تمہیں ہماری اجازت کی ضرورت نہیں ہے میرال۔۔۔! ہم شاید تمہاری اس کوشش کی وجہ سے ابھی واقف نہیں ہیں۔۔پر ہمیں امید ہے کہ آپ لوگوں نے اتنا بڑا فیصلہ یوں ہی نہیں کیا ہو گا۔۔۔!! انکے سوال کا جواب وہاج صدیقی کی طرف سے آیا تھا۔۔کیونکہ میرال آج پہلے بھی کبھی ایسے نہیں نظر آئی تھیں۔انکا یہ غیر معمولی انداز ان سب کو واضح کرنے کے لیے کافی تھا۔کہ کافی مان اور بھروسے سے وہ اپنی خواہش بتا رہی ہیں۔۔۔

مجھے یہ فیصلہ منظور ہے۔۔۔!! کیا میں اندر آسکتا ہوں۔۔۔؟ کوئی مزید کچھ بولتا جب اچانک دروازے پر کھڑے محمد سبحان نے بولتے ہوئے سب کو چونکنے پر مجبور کیا۔۔

آجاؤ بچے۔۔۔! اسکی اچانک آمد پر حیران ہوتے سلطان اسے اجازت دیتے ہوئے بولے تھے۔۔۔

آئم سوری خان بابا۔۔۔! میں اوپر بس بھائی لوگوں کو دیکھنے کے لیے آیا تھا۔ تو اچانک اپنا نام سن کر رک گیا تھا۔۔! سلطان احمد خان کے پاس بیٹھتے ہوئے سبحان نے اپنی یہاں موجودگی کی وجہ بتائی تو وہ مسکرا کر اسکے بالوں میں ہاتھ پھیر گئے۔۔۔ جب کہ اسے دوبارہ اپنے سامنے دیکھتے ہوئے میرال کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔۔

دروازہ کھولو۔۔۔!! محبت دروازہ پیٹتے ہوئے چلائی تھی۔جب کہ نرس دروازہ بند کر کے جا چکی تھی۔۔۔

یہ دروازہ ایسے ہی نہیں کھلے گا۔۔۔!! محبت کو اچانک اپنے پیچھے سے پراسرار آواز سنائی دی تھی۔ جسے سنتے ہوئے وہ بے ساختہ سر دپڑتے وجود کے ساتھ مڑتے ہوئے دیکھنے لگی۔۔ڈاکٹر رامین کو اپنے سامنے دیکھتے ہوئے محبت کی حیرت کی انتہا ہوئی تھی۔۔۔وہ یہاں پر کیا کر رہی تھی۔۔۔؟اسے تو ہاسپٹیل سے نکال دیا گیا تھا نا۔۔!!

تم یہاں پر کیا کر رہی ہو۔۔۔؟اپنے ڈر پر قابو پاتے ہوئے محبت نے غراتے ہوئے سوال کیا تھا۔۔۔جب کہ محبت کے چہرے پر چھائے خوف کو دیکھتے ہوئے وہ پر اسراریت سے مسکرادی۔۔۔

میں یہاں تم سے ملنے کے لئے آئی ہوں۔۔۔!! عجیب سے انداز میں مسکراتے ہوئے ڈاکٹر رامین جواب میں بولتے ہوئے اسکی طرف بڑھنے لگی۔۔

وہیں رک جاؤ میرے قریب مت آنا۔۔۔!!اسے قدم اٹھاتے دیکھ کر محبت نے چیختے ہوئے اسے روکنا چاہا تھا۔ڈاکٹر رامین پچھلے دو دنوں سے ہاسپیٹل میں آرہی تھی۔اور اسکے آنے کا ایک ہی مقصد تھا۔اور وہ تھا محبت خان سے اپنی بربادی کا بدلہ لینا۔۔۔!اور آج اسکی خوش قسمتی ثابت ہوئی

تھی۔ کہ ڈاکٹر کلثوم کی واپسی پر ہاسپٹیل میں ضروری میٹنگ چل رہی تھی۔ جب ایک نرس کو پیسے دیتے ہوئے اس نے محبت کو یہاں تک لانے کا کہا۔ کیونکہ وہ محبت کو پہلے ہی آتے دیکھ چکی تھی۔۔

دور رہو مجھ سے۔۔۔!! کوئی ہے کیا۔۔۔!! باسم۔۔۔!! میں چیختے ہوئے ڈاکٹر رامین کو خود سے دور کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ جو ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اس پر حاوی ہونے کی کوشش میں تھی۔۔۔

تم آج یہاں سے بچ کر نہیں جا سکتی۔۔۔! تمہاری وجہ سے میری زندگی برباد ہو گئی۔۔ میری پہلی محبت تم نے چھین لی۔۔۔!! محبت کو نفرت آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے ڈاکٹر رامین نے پھنکارتے ہوئے اس پر وار کرنا

چاہا تھا۔۔جب محبت اچانک پیچھے گرتے چلی گئی۔۔اچانک گرنے پر اسکی چیخ گونجی تھی۔۔

محبت کو گرے دیکھ کر ڈاکٹر رامین آگے بڑھتی ہوئی اس سے پہلے اس پر وار کرتی جب دروازہ کھولتے باسم کاظمی اسے پکارتے ہوئے اندر داخل ہوا تھا۔۔۔

محبت۔۔۔!! باسم کے پیچھے کلثوم بیگم اور غازیان بھی تھا۔۔انکے اتنی اچانک یہاں پہنچنے پر ڈاکٹر رامین حیرانی سے انہیں دیکھتے ہوئے ہاتھ میں موجود لوہے کی راڈ نیچے گرا چکی تھی۔۔

باسم۔۔۔!! یہ۔۔! محبت نے روتے ہوئے اسے پکارا تو باسم تڑپتے ہوئے جلدی سے آگے بڑھتے ہوئے اسے گلے سے لگا گیا۔۔۔جب کہ کلثوم بیگم بھی پریشان ہوتے اسکی طرف آئی تھیں۔۔

ائم سوری میری جان۔۔۔!! تمہیں میں چھوڑوں گا نہیں۔۔۔!! ڈاکٹر رامین کو کھڑے دیکھ کر باسم کاظمی کا خون کھولا تو وہ اٹھتے ہوئے اسکے منہ پر تھپڑ مارتا چلا گیا۔۔باسم کے بھاری ہاتھ کا تھپڑ کھاتے ہوئے وہ منہ کے بل جا گری تھی۔

باسم۔۔۔! چھوڑو اسے میں دیکھ لوں گا۔۔تم گڑیا کو لے کر جاؤ یہاں سے۔۔۔!! غازیان نے اسے قابو کرتے ہوئے محبت کی طرف متوجہ کیا تھا۔

غازی مجھے اس عورت کا عبرتناک انجام چاہیے۔۔۔!! غازیان کو باور کرواتے ہوئے باسم جلدی سے جھکتے ہوئے محبت کو بازوؤں میں اٹھا گیا تھا۔۔ محبت کو اٹھائے وہ سٹور روم سے نکلا تو غازیان پولیس کے آنے تک وہیں کھڑا ہو گیا۔

چھوٹے بابا درد ہو رہا ہے۔۔۔!! محبت نے سسکتے ہوئے سنان مصطفیٰ سے کہا تھا۔۔ گرنے کی وجہ سے اسکے بازو پر چوٹ آئی تھی۔ جہاں سے سکن اتر چکی تھی۔۔ باسم کاظمی نے ہاسپیٹل میں اسکی پٹی کرنے کی کوشش کی تھی۔ پر محبت کسی صورت نہیں مانی تھی۔ کیونکہ وہ بے حد ڈر چکی تھی۔ اسکا ڈر

دیکھتے ہوئے کلثوم بیگم نے باسم کو اسے گھر لے جانے کو کہا تھا۔جب کہ وہ خود وہیں پر غازیان کے ساتھ رہ گئی تھیں۔۔

بس تھوڑا سا میرا بچہ پھر درد نہیں ہو گا۔۔۔!!سنان مصطفیٰ اسے پچکارتے ہوئے بولے تھے۔جب نعمان خان اور ارسل وہاج نمودار ہوتے محبت کو پکارنے لگے۔۔

محبت میری جان کیا ہوا تمہیں۔۔۔!!نعمان خان کا دل حلق میں آیا تھا۔۔ انہیں جیسے ہی محبت کے ساتھ ہوئے حادثے کا پتہ چلا تھا۔وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر یہاں پر چلے آئے تھے۔۔۔

ریلیکس نعمان وہ ٹھیک ہے۔۔۔!!عیس ہمدانی انہیں تسلی دیتے بولے تھے۔۔۔

کون تھی وہ۔۔۔؟میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔۔!!محبت کو ٹٹولتے ہوئے نعمان خان غصے سے ابھی بول ہی رہے تھے۔جب محبت انکا ہاتھ تھامتے ہوئے بولی۔۔

ڈیڈ میں ٹھیک ہوں۔۔۔!!باپ کو نارمل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے محبت انکے سینے سے لگی تو نعمان خان کا جلتا دل ایک دم سے ٹھنڈا ہوا گیا۔۔۔

ڈیڈ کی جان میں ڈر گیا تھا۔۔!!اسے سینے میں بھینچتے ہوئے وہ بے بسی سے بولے تو محبت نے مسکراتے ہوئے انکا ہاتھ چوم لیا۔۔

ٹھیک ہو نا میری جان۔۔!دوسری سائیڈ پر ارسل خان نے بیٹھتے ہوئے بے چینی سے پوچھا تھا۔۔۔

میں بالکل ٹھیک ہوں بھیا۔۔۔! پلیز اب آپ بھی ڈیڈ کی طرح ایموشنل مت ہوں۔۔۔!! باپ کی ساتھ ساتھ بھائی کو بھی پریشان دیکھ کر وہ ہلکے پھلکے لہجے میں بولتے ہوئے انہیں مسکرانے پر مجبور کر گئی تھی۔۔

تم بھیا کا بہادر بچہ ہو میری جان۔۔۔! ارسل نے اسکا ماتھا چومتے ہوئے فخر سے کہا تھا۔۔

چلو اٹھ کر اب دونوں دور جا کر کھڑے ہو جاؤ مجھے میری بہو کی پٹی کرنی ہے۔۔۔! اس سے پہلے کہ وہ مزید جذباتی ہوتے جب سنان مصطفیٰ رعب سے بولتے ہوئے انکو پکڑ کر اٹھا گئے۔۔

نہیں چھوٹے بابا پلیز مجھے درد ہو گا۔۔۔!! پٹی کا نام سنتے ہی محبت نے دوبارہ منہ بناتے ہوئے ہونٹ لٹکا لیے تھے۔کہ تبھی باسم واپس اندر داخل ہوا۔۔غازیان کی کال سننے کے لئے وہ لاؤنج سے نکل کر باہر گیا تھا۔

نہیں درد ہو گی نا میرا بچہ۔۔۔!! سنان مصطفیٰ اسے بہلاتے ہوئے کہنے لگے تھے۔جب کہ باپ کو ابھی تک پٹی کرنے میں ناکام دیکھ کر باسم سرد سانس خارج کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہوئے انکے ہاتھ سے کاٹن چھین گیا۔۔۔

کوئی جتنی مرضی میڈیکل ٹرینگ میں ماہر ہو جائے پر ڈاکٹر پھر بھی نہیں بن سکتا۔۔۔! باپ کو طعنہ دیتے ہوئے وہ خود بیٹھتے ہوئے تیزی سے محبت کا زخم صاف کرنا شروع ہو گیا تھا۔۔

ہاں جیسے تم تو پیدائشی ڈاکٹر ہو۔۔۔!! سنان مصطفیٰ گھور کر اپنے بد تمیز بیٹے کو دیکھنے لگے تھے۔۔اپنی ٹیم میں صرف سنان مصطفیٰ کو ہی میڈیکل ٹرینگ دی گئی تھی۔اور یہ ٹرینگ دینے والی کوئی اور نہیں بلکہ کلثوم بیگم تھیں۔۔

محمد سبحان اپنے کمرے میں تیار ہو رہا تھا۔۔۔ تھوڑی سی دیر میں مہندی کا ایونٹ شروع ہونے والا تھا۔۔وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی کمرے میں آیا تھا۔۔اور آتے ہی شاور لے کر چینج کر چکا تھا۔آئینے کے سامنے کھڑا وہ بالوں کو خشک کر رہا تھا۔جب اچانک ایک جھٹکے میں اسکے کمرے کا دروازہ کھلا۔۔۔

محمد سبحان نے حیرت سے مڑتے ہوئے دیکھا تو دروازے میں فاتح سلطان کو کھڑے دیکھ کر وہ تاسف سے سرد سانس خارج کر گیا۔۔۔

آج کے دلہے میاں میرے کمرے میں کیا کر رہے ہیں۔۔۔؟ فاتح کو ایک نظر دیکھ کر وہ دوبارا آئینے کی طرف مڑتے ہوئے بولا تھا۔ پر فاتح اسے سنجیدگی سے دیکھتے ہوئے اندر داخل ہو گیا۔

اور صرف فاتح ہی نہیں بلکہ اسکے پیچھے باقی سب بھی باری باری اندر داخل ہونے لگے تھے۔۔ آئینے میں سب کو ایک قطار میں اندر داخل ہوتے دیکھ کر سبحان کی حیرت کی انتہا ہونے لگی تو بے اختیار ٹاول اسکے ہاتھوں سے چھوٹ گیا۔۔

کیسے ہو چھوٹے۔۔۔؟ کبیر نے پیار سے پوچھتے ہوئے اسے پاس آنے کا اشارہ کیا۔۔ فارس اور کبیر کو پہلے بیٹھنے کی جگہ دیتے ہوئے باقی بھی بیٹھ چکے تھے۔۔۔ کبیر کی طرف بڑھتے ہوئے سبحان نے اپنے کمرے میں لگے رش پر نظر دہرائی تھی۔۔۔

میں ٹھیک ہوں بھائی آپ سب کہاں تھے۔۔۔؟ سنجیدہ انداز میں جواب دیتے سبحان چلتے ہوئے فارس اور کبیر کے سامنے آیا تو فارس اسکا بازو پکڑتے ہوئے اسے اپنے بیچ میں بٹھا گیا۔۔ جب کہ فاتح کی نظریں بے تاثر سی تھیں۔۔۔

بس آفس کی مصروفیت تھی میری جان۔۔۔! فارس نے جواب دیتے ہوئے ارسل کو ٹاول پکڑانے کا اشارہ کیا جو سبحان کے ہاتھوں سے گر چکا

تھا۔۔ارسل نے نیچے پڑا تاول اٹھا کر بڑے بھائی کو پکڑایا تو فارس خود اسکے بال خشک کرنے لگا۔۔۔

کیا میں پوچھ سکتا ہوں۔کہ کس کی اجازت سے تم نے اتنا بڑا فیصلہ لیا ہے۔۔۔؟ سبحان کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے فاتح نے بارعب لہجے میں سنجیدگی سے سوال کیا۔۔جس پر سبحان بے اختیار نظریں اٹھاتے ہوئے اسے دیکھنے لگا تھا۔۔

فاتح کے کڑے لہجے پر شہرام نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے پرسکون رہنے کا اشارہ کیا تھا۔۔۔کیونکہ جب سے فاتح کو یہ پتہ چلا تھا۔کہ محمد سبحان نے اسکی بجائے باسط صاحب کی سرپرستی کو قبول کیا ہے۔تب سے وہ بے یقین تھا۔۔اسے میرال یا باسط صاحب کا سبحان کو

Adoption کے بارے میں پوچھنا برا نہیں لگا تھا۔۔ دکھ تو اسے یہ جان کر ہوا تھا۔ کہ محمد سبحان نے اس پر کسی اور کو فوقیت دی ہے۔۔ شاید وہ سبحان کو لے کر کچھ زیادہ ہی Possessive ہو رہا تھا۔۔۔

فاتح کی حالت دیکھتے ہوئے وہ سب سبحان سے اسکے فیصلے کے بارے میں بات کرنے آئے تھے۔ کیونکہ حقیقت تو یہ تھی۔ کہ فاتح کے ساتھ ساتھ باقی سب کو بھی اس فیصلے پر دھچکا لگا تھا۔۔۔

آپ نے ہی کہا تھا۔ کہ جو بھی فیصلہ ہو گا اس پر مکمل طور پر اختیار بھی میرا ہی ہو گا۔۔۔!! فاتح کی کڑی نظروں پر آنکھیں جھکاتے ہوئے سبحان نے پُر اعتمادی سے جواب دیا۔۔ شاید وہ فاتح کو اسکی اجازت لینے والے الفاظ کا جواب دینا چاہ رہا تھا۔۔

ہاں کہا تھا۔۔۔!!پر یہ نہیں کہا تھا۔کہ تم مجھے چھوڑ کر کسی اور کو چنوں۔۔!

اور یہ بھی کہا تھا۔۔کہ اگر میری سرپرستی نہیں لینا چاہتے تو ان سب میں سے کسی کو اپنا لینا۔۔پر تم نے کیا کیا ہے۔۔۔؟؟اسکے جواب پر فاتح ضبط کرتے ہوئے بولنا شروع ہو گیا۔۔۔

فاتح۔۔۔!!بچے سے آرام سے بات کرو۔۔۔!اسے غصہ کرتے دیکھ کر فارس نے تیزی سے ٹوکا تھا۔۔

بھائی کیسے آرام سے بات کروں۔۔۔!میں نے اسکے ساتھ زبردستی نہیں کی۔۔بلکہ اسکو وقت دیا۔۔اسکا مطلب یہ نہیں تھا کہ یہ مجھے چھوڑ کر کسی اور کے حق میں فیصلہ سنائے۔۔۔!!فارس کے ٹوکنے پر فاتح نے دکھ سے کہنا چاہا تھا۔۔جب کہ سبحان خاموشی سے اسے سن رہا تھا۔۔

بتاؤ مجھے۔۔۔! کیوں تم نے کہا کہ تم باسط انکل کو سرپرست بنانے کے لیے تیار ہو۔۔۔!! میرے بارے میں کیوں نہیں حامی بھری اور اگر مجھے نہیں بنانا تھا۔۔ تو ان میں سے کسی کا نام کیوں نہیں لیا۔۔۔؟ سبحان کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے فاتح اسکے چھوٹے چھوٹے ہاتھ تھامتے ہوئے سوال کرنے لگا تھا۔۔ اسکی بے چینی دیکھتے ہوئے سب خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔۔ کیونکہ ان سوالوں کے جواب تو وہ خود بھی جاننا چاہتے تھے۔۔۔

کیوں لیتا میں آپکا نام۔۔؟ کیوں کہتا کہ مجھے آپکی کی سرپرستی میں جانا ہے۔۔ جب کہ مجھے شروع دن سے ہی آپکا نام نہیں چاہیئے تھا۔۔!! اور جب آپ کا نام نہیں چاہیئے تھا۔۔ تو پھر میں اس گھر میں سے کسی اور کا نام کیسے لے سکتا تھا۔۔۔؟؟ فاتح کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے سبحان بولنا شروع

ہو چکا تھا۔ یہ وہ ساری باتیں تھیں۔ جو ہمیشہ اسکے دل کا راز رہی تھیں۔ اور آج پہلی بار وہ انہیں زبان پر لا رہا تھا۔۔

تم میرا نام کیوں نہیں لینا چاہتے تھے۔۔؟ سبحان کے الفاظ پر فاتح کو اپنے دل میں تکلیف اٹھتی محسوس ہوئی تھی۔۔۔

کون اپنے ہونے والے سسر کو باپ بنانا پسند کرے گا۔۔۔؟؟ فاتح کے چہرے کی تکلیف کو نظر انداز کرتے ہوئے سبحان نے عام سے لہجے میں الٹا سوال کیا۔۔۔ جو ایک پل میں سب کو سمجھ نہیں آیا تھا۔۔۔

کیا۔۔۔؟؟ کیا کہا تو نے۔۔۔؟؟ شہرام ایک جھٹکے میں اسکے سامنے بیٹھتے ہوئے آنکھیں پھاڑتے ہوئے دیکھنے لگا۔۔ باقی سب کی حیرت کا بھی یہ ہی عالم تھا۔۔۔

اس میں اتنا حیران ہونے والی کیا بات ہے۔۔! یہ تو میں نے شروع سے ہی سوچ رکھا تھا۔ کہ ان نیلے سمندر کو اپنا سسر بناؤں گا۔۔۔! انکی حیرت کو مکمل طور پر کسی خاطر میں نہ لاتے ہوئے محمد سبحان نے بے نیاز ہوتے اپنی بات دہرائی تھی۔ جس کو سنتے ہوئے ایک کے بعد ایک قہقے ابلے تھے۔۔ جب کہ فاتح تو صدمے سے ہل بھی نہیں پایا تھا۔ کجا کہ وہ ہنس پاتا۔۔۔

اور گاڈ فتی۔۔۔!! یہ تیرا کاٹ چکا ہے۔۔۔!! ایشام نے ہنسی سے بے حال ہوتے کہا تھا۔۔۔

بالکل بھی نہیں۔۔۔! آپ انکو سنجیدہ مت لیں ڈیئر سسر۔۔۔!! میں آپکی بیٹی کو بہت خوش رکھوں گا۔۔۔!! سبحان نے سنجیدہ رہنے کی کوشش

کرتے ہوئے فاتح کو پہلی بار "سسر" مخاطب کیا۔۔ سبحان کے سسر کی حالت دیکھتے ہوئے وہ پھر ہنسی سے لوٹ پوٹ ہونے لگے تھے۔۔۔

شٹ آپ۔۔۔!! فاتح کو ہوش آئی تو وہ اپنی ہنسی کو چھپاتے ہوئے اسکے سامنے سے اٹھتے ہوئے اسے تیز نظروں سے گھورنے کی کوشش کرنے لگا۔۔ کیا یہ ہی وجہ تھی۔۔ کہ وہ اسے نہ تو بھائی کہہ کر مخاطب کرتا تھا اور نہ ہی کچھ اور۔۔۔؟؟ محمد سبحان سب کو بڑے بھائیوں کی طرح مخاطب کرتا تھا۔ فقط ایک فاتح سلطان ہی تھا۔۔ جس کے ساتھ اس نے کوئی رشتہ نہیں جوڑا تھا۔ کیونکہ وہ جو رشتہ جوڑنا چاہتا تھا۔ اس میں ابھی وقت تھا۔۔۔

یا اللہ فتی۔۔۔!! مجھے تجھ سے ابھی سے ہمدردی ہو رہی ہے۔۔۔!! غازیان نے ہنسی کے دوران اظہارِ افسوس کیا۔ فارس اور کبیر خود حیرتوں کے پہاڑ

تلے ہنستے ہوئے اس چھوٹے بچے کو دیکھ رہے تھے۔۔ جس نے اپنے منصوبوں کا زرا بھی پتہ نہیں لگنے دیا تھا۔۔۔

چل مان لیا کہ تو نے اسکو اپنا سسر بنانے کا سوچا ہوا ہے۔۔اس لئے اسکا نام نہیں لیا پر تم نے اس کے ساتھ ساتھ ہم سب کو کیوں ریجیکٹ کیا۔۔۔؟؟ اب کی بار باسم نے دلچسپی سے سوال کیا تھا۔۔

بالکل یہ سوال تو ہم بھی کرنا چاہتے ہیں۔۔!! کبیر خان بھی سر ہلاتے ہوئے بولا تھا۔۔۔

جیسے انکی حرکتیں ہیں۔۔۔! آپ لوگوں کو لگتا ہے کہ میں انکو سسر بنانے کے بعد یہاں پر سکون سے اپنی شادی شدہ زندگی گزار سکتا ہوں۔۔ وہ بھی ایک گھر میں ہوتے ہوئے۔۔۔؟؟ ناممکن۔۔۔!! بس ان سے بچنے کے

لیے میں نے گھر سے باہر ماں باپ بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔۔۔! سکون سے وہاں اپنی چھوٹی سی شوگر گرل کے ساتھ رہوں گا۔۔۔!! کسی سیانے کی طرح سوچ بچار کرتے ہوئے سبحان نے مستقبل کا خاکہ کھینچا تھا۔اسکی دور اندیشی پر وہ سب اچھنبے سے اسے دیکھتے ہوئے ہنستے ہوئے بیڈ پر گرتے چلے گئے تھے۔۔۔

زمین سے تو پہلے نکل آؤ۔۔!آئے بڑے۔۔۔!! ہونٹوں پر بکھرتی مسکراہٹ کو دباتے ہوئے فاتح نے اسے مصنوعی گھورنا چاہا۔۔پر اسکے دل کی حالت اس وقت عجیب ہو رہی تھی۔۔ مستقبل کو سوچتے ہوئے اسکے دل میں گدگدی سی ہونے لگی تھی۔۔۔

میں اس بارے میں اپنی شوگر گرل سے پہلے ہی بات کر چکا ہوں۔۔۔!!

اور وہ میری اس شرط کو قبول بھی کر چکی ہیں۔۔۔!اس لئے پلیز

اب۔۔۔!! سبحان اسے آگاہ کرنے لگا۔۔جب کہ فاتح اسے دیکھتا رہ گیا

تھا۔۔کیا وہ اسکی بیوی کو پہلے ہی اس سب کے لیے پٹا چکا تھا۔؟

اگر اتنی پکی پلیننگ کی ہوئی تھی۔۔تو پھر ہر جگہ جو چھوٹی چھوٹی ٹھرکیاں

چلا رہے تھے وہ سب کیا تھا۔۔۔؟شہرام نے اب کی بار اسکے سر پر ہولے

سے چپت لگاتے ہوئے جاننا چاہا تھا۔۔

وہ۔۔!وہ سب تو میں بس آپ دونوں کے نقشے قدم پر چلنے کی کوشش کر رہا

تھا۔۔تاکہ اپنے سسر کو امپریس کر سکوں۔۔!ورنہ ماں قسم میرا دل بس

میری آنے والی شوگر گرل کا ہی ہے۔۔۔!! سبحان نے ٹپوری سٹائل میں

اپنی گردن کو چھوتے ہوئے بتایا تو سب بھرپور قہقہہ لگانے لگے۔۔اسکی ایکٹنگ پر نہ چاہتے ہوئے بھی فاتح بھی ہنسنے لگا تھا۔۔

چلو اب باتیں کم کرو اسکو تیار کرو جلدی سے پھر نیچے بھی چلنا ہے۔۔! کبیر نے اچانک انہیں وقت کا احساس دلایا۔ کیونکہ ایونٹ کا وقت ہو رہا تھا۔اور وہ سب یہاں پر موجود تھے۔۔۔

آجاؤ اپنے ہونے والے پہلے داماد کو مل کر تیار کرتے ہیں۔۔۔!! شہرام نے خونخوار تاثرات میں کہتے ہوئے سب کو شیطانی اشارہ کیا تو سبحان کی چھٹی حس تیزی سے پھڑپڑائی۔۔۔

بھائی انکو روک لیں یہ تہذیب سے باہر ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔۔۔! سب کے اچانک کھڑے ہونے پر سبحان نے گڑبڑا کر کبیر اور فارس سے کہا تھا۔۔۔

کوئی بات نہیں چھوٹے۔۔۔!! ویسے بھی خوش قسمتی ہے تمہاری جو اپنے سسر کے ساتھ ساتھ باقی سسر کی ٹیم کے ہاتھوں تیار ہونا نصیب ہو رہا ہے۔۔! ورنہ ایک ہماری قسمت تھی۔۔! سسر تو چھوڑو اپنا سگا باپ بھی گھاس نہیں ڈالتا تھا۔۔۔!! کبیر خان نے کسی دکھی انسان کی طرح بولتے ہوئے سبحان کو اپنی کہانی سنانا چاہی تھی۔۔اور کہتے ہی وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے فارس کو ساتھ لیے دروازے سے نکل گیا تھا۔۔

جب کہ باقی محمد سبحان پر ہلا بول چکے تھے۔۔۔اسے گدگدی کرتے ہوئے وہ اسے اٹھا اٹھا کر بیڈ پر پٹکنے لگے تو وہ قہقہے لگاتے ہوئے دوہرا ہونے لگا۔۔۔

تم کہیں بھی جاؤ۔۔۔! جو نام بھی لو پر کبھی بھی یہ مت بھولنا کہ تم ہم سے نہیں ہو۔۔۔! تم جہاں بھی رہو گئے ہمیشہ ہمارا حصہ ہی رہو گئے۔۔۔!!

سبحان کے ماتھے کو چومتے ہوئے فاتح نے اچانک کہا تو سبحان تیزی سے اسکے گلے لگ گیا۔۔آنکھیں کھولتے ہوئے اس نے باقیوں کو بھی اشارہ کیا تو اسکے اشارے پر وہ مسکراتے ہوئے آگے بڑھتے ہوئے اسے حصار میں لے گئے۔۔۔

مہندی کا ایونٹ شروع ہوا تو ہر طرح رنگوں کا سیلاب محسوس ہونے لگا۔۔۔ سٹیج پر ایشام صدیقی، باسم کاظمی، غازیان پاشا، فاتح سلطان اور شہرام علی مہندی کے دولہے بنے بیٹھے تھے۔۔

دوستوں کے ساتھ قہقہے لگاتے ہوئے وہ مسلسل باتیں کرنے میں مصروف تھے۔جب کہ محمد سبحان آج بھی شہرام علی اور فاتح سلطان کے بیچ میں کھڑا ہنس رہا تھا۔اسے کھڑا دیکھ کر فاتح نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے اسے اپنی گود میں بٹھانا چاہا تو وہ انکار کرتے ہوئے شہرام کی گود میں بیٹھ گیا۔۔۔

اسکے تاثرات دیکھتے ہوئے فاتح نے گھورنا چاہا تھا۔۔جب وہ بے نیازی سے جتاتے ہوئے کندھے آچکا گیا۔۔اب وہ اپنے سسر کی گود میں تو بیٹھنے سے رہا تھا۔۔۔!اسکے تاثرات سمجھتے ہوئے شہرام ہنسنے لگا تھا۔۔۔

اپنے لاڈلوں سے کہیں کہ انسان بن کر سٹیج پر بیٹھیں۔۔۔! مہندی کے دولہے کم اور پاگل خانے سے بھاگے ہوئے مریض زیادہ لگ رہے ہیں۔۔۔!! عیس ہمدانی منہ بگاڑ کر حسن صاحب اور مصطفیٰ صاحب سے بولے تھے۔۔۔

کیوں اپنی دفعہ کا بھول گئے ہو کیا۔۔۔؟ دلاور خان نے جھٹ سے جواب میں انکو یاد دلایا تھا۔۔۔

وہ تو صرف پاگل خانے کے مریض لگ رہے ہیں۔۔! کم از کم تم لوگوں کی طرح چھچھورے تو نہیں لگ رہے۔۔!! شیراز پاشا بھی بول اٹھے تھے۔۔

مل گئے جواب یا کچھ اور بھی سننا ہے۔۔؟ایک کے بعد ایک مسالے دار جواب کے بعد مصطفیٰ صاحب ہنسی دبا کر گویا ہوئے۔جب انکے چھیڑنے پر سب نے بے اختیار عیس ہمدانی کو گھورا۔۔جہنوں نے شہد کی مکھیوں کو چھیڑنے کی گستاخی کی تھی۔۔۔

خود تو ذلیل ہوا ہی ہے مفت میں ہمیں بھی کروادیا ہے۔۔۔!ضرار پاشا اپنے یار کی بے وقت چلنے والی زبان کو کوستے ہوئے کھڑے ہو گئے تھے۔

اٹھو یہاں سے کہیں اور جا کر بیٹھتے ہیں۔۔۔!ورنہ یہ حملے نہیں رکنے والے۔۔۔!وہاج صدیقی سرد سانس خارج کرتے اٹھے تو انکی بات سے متفق ہوتے بلیک گینگ کھڑے ہوتے دوسری میز کی طرف بڑھ گئی۔۔

جب کہ بڑوے سب منہ بگاڑ کر انکو نظر انداز کرتے ہوئے سٹیج پر بیٹھے اپنے لاڈلوں کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔۔۔

داجان۔۔۔!! فارس نے مڑتے ہوئے حسن صاحب کو آواز لگاتے ہوئے سٹیج پر آنے کا اشارہ کیا تھا۔اسکے اشارے پر سب اٹھتے ہوئے سٹیج کی طرف بڑھے۔جہاں سب کو مہندی لگائی جا رہی تھی۔۔۔

کوئی تمیز دار اور تہذیب سے دولہا بن کر بیٹھ۔۔۔! تیرے عربی سسرالی بھی تجھے دیکھ رہے ہیں۔۔! غازیان نے آہستہ آواز میں بولتے ہوئے فاتح کو سامنے کی جانب اشارہ کرتے ہوش دلانا چاہی تھی۔۔جہاں محمد بن الوہاب اپنے بیٹوں کے ساتھ بیٹھے مسکراتے ہوئے انکو دیکھ رہے تھے۔۔وہ سب اپنی نواسی کی شادی اٹینڈ کرنے کے کل ہی پاکستان پہنچے تھے۔۔

سیلینہ کی شادی کے سارے انتظامات انہوں نے خود کیے تھے۔۔ کیونکہ اپنی نواسی کو وہ خود رخصت کرنا چاہتے تھے۔۔۔

سب بہت پیاری لگ رہی ہو ماشاءاللہ۔۔۔!! گل جہاں بیگم سب کی نظر اتارتے ہوئے بولیں تھیں۔۔۔ کیونکہ سب پر ایک سے بڑھ روپ آیا تھا۔۔۔

اللہ نظر بد سے بچائے اور خوشیاں دیکھنا نصیب کرے۔۔۔! شاہدہ بیگم بھی تعریف کرتے کہنے لگی تھیں۔۔ سب باری باری سٹیج پر آکر دلہنوں کو مہندی لگا رہے تھے۔۔۔

آپی لگتا ہے بھیا لوگ ڈانس کر رہے ہیں۔۔۔!! تیز میوزک کی آواز پر محبت نے پر جوشی سے کھڑے ہوتے کہا تھا۔۔۔

چلو آؤ دیکھتے ہیں۔۔۔! محبت کا ہاتھ تھامے ماہ پارہ بھی کھڑی ہو گئی۔

لڑکیوں باز آجاؤ۔۔۔!! دلہن بن کر بھی سکون نہیں تم لوگوں کو۔۔۔!! منیزے پاشا نے انہیں روکنا چاہا تھا۔۔۔

مام ہم دلہن بنی ہیں۔۔ شو پیس نہیں۔۔۔ جو اپنی جگہ سے اب ہل بھی نہیں سکتیں۔۔۔!! ہیر بھی منہ ٹیڑھا کرتے ہوئے جا کر محبت اور ماہ پارہ کے ساتھ کھڑی ہو گئی تھی۔اس نے مڑتے ہوئے سٹیج پر بیٹھی سیلینہ اور مہر ماہ کو آنے کا اشارہ کیا تو وہ بھی ہمت کرتے سٹیج سے نیچے اتر آئیں۔۔ جب کہ انکی مائیں سر پکڑ کر رہ گئی تھیں۔۔۔

کیوں بچیوں کو روک ٹوک کر رہی ہو تم سب۔۔۔!! کلثوم بیگم اے ساختہ کہنے لگیں۔۔۔

مام سب خاندان والے باتیں بنائیں گئے۔۔۔!! علیزے خان کو ہر بار کی طرح فکر ہوئی تھی۔۔

کوئی باتیں نہیں کرے گا۔۔۔!! اگر ہم اپنی خوشی میں ہی خوش نہیں ہو سکتے تو پھر اس خوشی کا فائدہ۔۔۔؟ اور تم لوگ بھی ہر بات میں بچیوں کو روک ٹوک مت کرو۔۔۔!! یہ انکی خوشی کے دن ہیں۔۔۔ باقی کوئی کیا بولتا ہے وہ سب سنبھالنے کے لئے ہم موجود ہیں۔۔۔!! زلیخا خانم انہیں سمجھاتے ہوئے بے فکر کر رہی تھیں۔۔

جب کہ انکی باتوں اور موجودگی سے سچ میں انکی بہوؤں کو احساس ہونے لگا تھا۔ کہ چھوٹوں کو سنبھالنے کے لیے ہمیشہ بڑوں کی ضرورت رہتی ہے۔ انکی غیر موجودگی میں وہ سب خاندان والوں کی فکر میں ہلکان رہتی تھیں۔۔ پر آج ہر فکر سے آزاد وہ مسکرا رہی تھیں۔۔

بھیا لوگ کتنے پیارے لگ رہے ہیں نا۔۔۔!! شہرام اور فاتح کا بھنگڑا دیکھتے ہوئے ماہ پارہ خوش ہوتے کہا تھا۔۔۔

کاش میں یہ سب قریب سے دیکھ سکتی۔۔۔!! ہیر نے بے ساختہ آہ بھری تھی۔۔۔

ڈانس کا تو پتہ نہیں پر قریب ہونے پر تمہارے ساتھ اور بہت کچھ ہو سکتا ہے۔۔۔!! اسکی حسرت پر مہر ماہ نے آنکھیں مٹکاتے ہوئے معنی خیزی سے

کہا تھا۔ جس پر ہیر نے تیزی سے اسے تھپڑ جڑ دیا۔۔انکی نوک جھوک پر سب ہنسنے لگی تھیں۔۔۔

کیا ارادہ ہے تیرا۔۔۔؟؟شیر وانی پہنے آنکھوں پر شیڈز لگائے فاتح نے مستی بھری آنکھوں سے شہرام کی طرف دیکھا تھا۔جب کہ عادت کے مطابق دونوں کے منہ میں الائچی تھی۔۔۔

وہی جو تیرا ہے بیرو۔۔۔!! تیرے عشق میں ناچے گئے۔۔۔!!الائچی چباتے ہوئے شہرام نے مستی سے کہتے ہوئے اچانک سر لگایا تھا۔۔

اف کیا رات آئی ہے۔۔۔محبت رنگ لائی ہے۔۔۔!ہم جشن منائیں گے۔۔ساگر چھلکائیں گئے۔۔۔نہ ہوش میں آئیں گئے۔۔۔تیرے عشق میں ناچیں گئے۔۔۔ !!

اچانک وہ دونوں جھومتے ہوئے تیز آواز میں گانا شروع کرتے ہوئے آس پاس کا ہوش بھلا گئے تھے۔۔

بارات بینکوئٹ ہال جانے کے لئے بالکل تیار کھڑی تھی۔جب وہ دونوں دنیا کا ہوش بھلاتے ہوئے جھومنا شروع کر چکے تھے۔کل رات سے وہ یوں کہ جھومتے ہوئے پاگل ہو رہے تھے۔۔

اوئے ہیکر۔۔۔!! شہرام اور فاتح نے اچانک بلند آواز میں پچھلی گاڑی میں بیٹھے ایشام کو آواز لگائی تھی۔۔اسکے آواز لگاتے ہی ایشام نے ہاتھ باہر نکالتے ہوئے اوکے کرتے بٹن پریس کر دیا تھا۔۔بٹن پریس کرتے ہی اچانک لاؤڈ میوزک شروع ہو چکا تھا۔اور وہی گانا شروع ہوا تھا۔جو اس وقت شہرام اور فاتح کی زبان پر تھا۔۔میوزک کی آواز پر اپنے اپنے سر سے

پہنا ہوا سہرا انہوں نے اتارتے ہوئے ہوا میں اچھال دیا تھا۔۔ جس پر سب صدمے سے انکو دیکھتے چلے گئے۔۔

تو نے تڑپایا ہے۔۔۔!! تجھ کو تڑپائے گئے۔۔۔!! پاگلوں کی طرح گانے کے ساتھ بولتے ہوئے انہوں نے اپنا ڈانس شروع کیا تو سب اپنی گاڑیوں سے اترتے ہوئے ان دو پاگلوں کو دیکھنے پر مجبور ہو گئے۔۔۔ انکے ہوا میں اچھالے ہوئے سہرے کبیر اور فارس نے تیزی سے پکڑے تھے۔۔۔ اور اگلے ہی پل وہ ہنستے ہوئے اپنے نمونوں کی طرف بڑھتے ہوئے ان پر پیسے اچھال گئے۔۔۔

عیس۔۔۔!! جائیں نا آپ بھی جا کر نظر اتاریں میرے بیٹوں کی۔۔۔!! مشعل ہمدانی نثار ہوتے اپنے شوہر سے بولی تھیں۔۔

ہاں بہت نیک کام کر رہے ہیں نا جو میں اتر کر پیسے وار نا شروع کر دوں۔۔!

عیس ہمدانی جل کر بول گئے تھے۔۔ہال کی طرف جانے کے لئے گاڑیاں بلیک مینشن سے باہر تک کھڑی تھیں۔۔اور وہ دونوں سارے جہاں کو بھلائے سر عام بس خود میں مگن تھے۔۔۔

اف کیا رات آئی ہے۔۔!گانے کی ان لائنز پر شہرام اور فاتح کے تاثرات جب معنی خیز ہونے لگتے تھے۔۔تو انکی بھائی قربان ہوتے ہنستے ہوئے پیسوں کی بارش شروع کر دیتے تھے۔۔

سمجھ نہیں آتا کہ یہ دو ڈانسر ہمارے خاندان میں کہاں سے پیدا ہو گئے ہیں۔۔۔؟سلطان احمد خان سامنے کا منظر دیکھتے ہوئے عاجز ہوتے بولے تھے۔۔لوگ انتہائی مبہوت ہو کر انکا ڈانس دیکھ رہے تھے۔

کیا پتہ ہماری کسی پچھلی نسل کا کوئی سائیڈ ایفیکٹ ہو۔۔۔؟ ضرار پاشا انداز لگاتے ہوئے بولے تو ساتھ ہی دلاور خان اور حسن صاحب کی گھوریوں پر انجان بنتے ہوئے رخ موڑتے چلے گئے۔۔

فارس۔۔۔!! وہاج صدیقی نے تیز آواز میں فارس کو بلاتے ہوئے ٹائم کی طرف اشارہ کیا تھا۔ جس پر وہ سر ہلاتے ہوئے جلدی سے شہرام اور فاتح کو روکتے ہوئے گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کرنے لگا۔۔ بڑے بھائی کے اشارے پر وہ ہوش میں آتے گاڑی کی طرف بڑھے تو باقی سب بھی شکر کرتے گاڑیوں میں سوار ہو گئے۔۔

گاڑی میں بیٹھنے کے باوجود میوزک بند نہیں ہوا تھا۔۔۔ اپنی اپنی ونڈو کا شیشہ نیچے کرتے ہوئے وہ یوں ہی مستی جاری رکھتے ہوئے بینکوئٹ ہال کی

طرف بڑھنے لگے تھے۔۔فاتح سلطان اور شہرام علی سچ میں اپنے اپنے عشق میں ناچتے ہوئے دیوانے ہو رہے تھے۔۔۔

اب یہاں سکون سے بیٹھے رہنا۔۔! میڈیا بھی ہے۔۔۔!! ہال میں پہنچتے ہی جب سب سٹیج پر بیٹھے تو سلطان اور وہاج صدیقی سٹیج پر آتے ہوئے ہدایت کرنے لگے۔۔۔

کیا بڑے بابا یار۔۔! آج تو ہمیں خوش ہو لینے دیں۔۔۔! انکی ہدایت پر شہرام نے منہ بناتے ہوئے احتجاج کیا تھا۔۔۔

اور کتنا خوش ہونا ہے تم نے گندی اولاد۔۔۔! کل کا ناچ ناچ کر زمین ہلا تو دی ہے تم دونوں نے۔۔۔! عیس ہمدانی جو ابھی اچانک اوپر آئے تھے۔ کہ کڑھتے ہوئے دولہا بنے بیٹے کو سنا گئے۔۔۔

داجان۔۔۔!! باپ کے سنانے پر شہرام نے بنا دیری کیے حسن صاحب کو آواز دی تھی۔۔ حسن صاحب جو مہمانوں کے ساتھ باتوں میں مصروف تھے۔۔ کہ شہرام کی آواز پر مڑ کر دیکھنے لگے۔ انکے دیکھتے ہی شہرام نے اداس منہ بناتے ہوئے باپ کی طرف اشارہ کیا تھا۔ گویا دور سے ہی انکی شکایت کرنے کی کوشش کی گئی ہو۔ اپنے لاڈلے پوتے کے منہ پر اداسی دیکھتے ہوئے حسن صاحب اگلے ہی پل بگڑے تاثرات میں سٹیج کی طرف

آنے لگے تو عیسیٰ ہمدانی بوکھلا کر جلدی سے وہاں سے نکلتے چلے گئے۔۔

انہیں بھاگتے دیکھ کر فارس اور کبیر قہقہہ لگا گئے تھے۔۔۔

زبان بند رکھو۔۔ تم لوگوں کی دلہنیں آ رہی ہیں۔۔۔!! ارسل نے اسے خبردار کرتے ہوئے سامنے کی جانب متوجہ کیا تھا۔ چونکہ سب کے نکاح پہلے ہی ہو چکے تھے۔ اس لئے مزید وقت ضائع کرنا مناسب نہیں سمجھا گیا تھا۔۔۔

بسم اللہ۔۔۔!! اپنی بیوی کو دیکھتے ہی فاتح نے مسرور ہوتے کہا تھا۔۔۔

یہ اتنی آہستہ آہستہ کیوں آ رہی ہیں۔۔؟ ایشام کو ہیر کے آہستہ چلنے پر کوفت ہونے لگی تھی۔۔۔

صبر رکھو سب۔۔۔! کبیر نے بے اختیار ٹوکا تھا۔۔۔

بھائی اس سے اچھا ہے کہ ہم نیچے اتر کر خود انہیں لے آئیں۔۔۔!! باسم نے بے زار ہوتے کہنا چاہا تھا۔۔۔پر سب اس بات سے انجان تھے۔کہ انکی دلہنوں کے لہنگے کس قدر بھاری ہیں۔جس کی وجہ سے انہیں چلنے میں مشکل ہو رہی تھی۔۔

شکر ہے۔۔!! ماہ پارہ کے تھوڑا قریب آنے پر غازیان نے بھی شکر ادا کیا تھا۔۔جب مزید وقت ضائع کیے بنا وہ سب نیچے اتر کر اپنی اپنی دلہن کی طرف بڑھتے ہوئے سب کو آنکھیں پھیلانے پر مجبور کر گئے۔بلیک گینگ جو میڈیا پر انٹرویو دینے میں مصروف تھی۔۔کہ اپنے سپوتوں کے اس عمل پر مڑ کر دیکھتے ہوئے سرد سانس خارج کرتے رہ گئے تھے۔۔

یہ نہیں سدھر سکتے۔۔۔!! وہاج صدیقی تاسف سے بولے تھے۔۔

اگر تم نے اب مجھے ٹچ کیا تو یہیں ٹپکا دوں گی تمہیں۔۔۔!! دلہن بنی ہیر چباتے ہوئے بول کر ایشام کے پاؤں پر اپنی ہیل مار گئی تھی۔۔۔ ہمیشہ کی طرح ان دونوں کو لڑتے دیکھ کر گل ناز کو افسوس ہوا تو وہ پاس کھڑے فارس کو کہنی مارتے ہوئے انکی طرف متوجہ کر گئی۔۔۔

فاری مجھے لگ رہا ہے کہ آج کے دن بھی انکو الگ الگ بٹھانا پڑے گا۔۔۔!! اپنے بھائی اور بھابھی کو لڑتے دیکھ کر گل ناز کہنے لگی تھی۔۔ فارس ہنستے ہوئے ایشام اور ہیر کی طرف بڑھ گیا تھا۔۔۔

اگر اب تم دونوں مجھے سکون سے بیٹھے نظر نہ آئے تو میں تم دونوں کو الگ الگ بٹھادوں گا۔۔۔!! اپنی بیوی کے خیال میں حامی بھرتے ہوئے فارس ہمدانی نے پاس جا کر انہیں دھمکی لگائی تھی۔۔۔

بھیا آپ پلیز ابھی اسکو اٹھا کر کہیں اور بٹھادیں۔۔! ڈھلتی شام جان بوجھ کر میرا لہنگا خراب کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔۔ابھی تو میں تصویریں بھی ٹھیک سے بنوائیں۔۔۔!! ہیر جھٹ سے شکایتی انداز میں فارس سے کہنے لگی تو فارس نے بے اختیار اپنی چھوٹے لاڈلے کو گھورا۔۔

قسم سے بھائی میں نے اسکو بالکل بھی چھیڑا۔۔! یہ فضول میں جھوٹی الزام تراشیاں کر رہی ہے۔۔۔! ایشام نے تیزی سے نفی میں سر ہلاتے ہوئے بڑے بھائی کو صفائی دینا چاہی تھی۔۔

بھائی میری مانیں تو اس تھرڈ کلاس ہیکر کو ہال کے دروازے میں بٹھا آئیں۔۔۔!! فاتح نے جلدی سے بولتے ہوئے بڑے بھائی کو نیک مشورے سے نوازا تھا۔۔۔

اور اگر وہاں بھی جگہ نہ ملے تو اسے سوئچ بورڈ کے پاس کرسی رکھ دیں۔۔۔! کچھ اور نہیں تو پنکھوں کا بٹن اوپر نیچے کرنے والا ہی کام کر دے۔۔۔! شہرام نے بھی بتیسی کی نمائش کرتے ہوئے اپنا حصہ ڈالا تو ایشام غصے سے ان بے شرموں کو گھورنا شروع ہو گیا۔۔

شٹ آپ زیادہ بکواس کی تو واپس جا کر دروازوں پر سے تم سب کے فنگر پرنٹ ہٹا دوں گا۔۔!! اور جیسی تم لوگوں کی شکلیں ہیں نا تم لوگوں کی بیویوں نے شکر ہی منانا ہے۔۔!! بنا لحاظ کیے ایشام صدیقی نے بے شرمی

سے بولتے دھمکی لگائی تھی۔اور اسکی دھمکی کا پس منظر سمجھتے ہوئے کبیر اور فارس نے بامشکل اپنا قہقہ ضبط کیا۔۔۔

بھائی پیچھے ہٹ جائیں۔۔!میرا جوتا زور سے کسی کے منہ پر لگنا چاہ رہا ہے۔۔!!ایشام کی دھمکی پر غازیان بھی خود کو بولنے سے روک نہیں پایا تھا۔۔۔

ویسے مجھے آج سمجھ آئی ہے کہ ہیر گڑیا اسے زہریلا کیپسول کیوں کہتی ہے۔۔۔!لگے ہاتھ باسم نے بھی تبصرہ کر دیا تھا۔انکی بحث پر پاس بیٹھیں انکی بیویاں بس سرد سانس لیتی رہی گئی تھیں۔۔کیونکہ وہ سب آج کے دن کا لحاظ کیے بنا سٹیج پر بیٹھ کر بھی ایک دوسرے کے ساتھ چونچیں لڑانے سے باز نہیں آرہے تھے۔۔

ان سب کے جملوں پر ایشام صدیقی نے بنا اثر لیے گردن اکڑالی تھی۔۔

اب منہ بند رکھ کر سکون سے کھانا کھالو۔۔۔!! ارسل انکے پاس آتے ہوئے کھانا لگوانے لگا تھا۔۔۔

بہارے یہاں آکر بیٹھو۔۔۔!! گل بہار کو کھڑے دیکھ کر کبیر نے فکر مندی سے اسکی طرف ہاتھ بڑھایا تو وہ مسکراتے ہوئے اسکا ہاتھ تھام گئی۔۔ کبیر احتیاط سے بہار کو بٹھانے کے بعد خود بھی پاس بیٹھ چکا تھا۔۔ بہار کے ساتھ ناز بھی آکر بیٹھی تو دوسری طرف فارس آکر بیٹھ گیا۔یوں کہ گل ناز اور گل بہار ان دونوں کے بیچ میں بیٹھیں تھیں۔۔۔

بھائی میں سرو کرتا ہوں۔۔۔!!ارسل جلدی سے آگے بڑھتے ہوئے بڑے بھائیوں کو کھانا سرو کرنے لگا تو رابیل اچانک نم آنکھوں سے اوپر آتی دیکھائی دی۔۔۔

رابی کیا ہوا بچہ۔۔؟اسکی آنکھوں میں نمی دیکھتے ہوئے فارس نے پریشانی سے پوچھا تھا۔۔۔رابیل کے نام پر ارسل نے بھی تیزی سے مڑ کر دیکھا تھا۔۔۔

بھیا میری ناک میں درد ہو رہا ہے۔۔!!اس نے میری ناک زخمی کر دی ہے۔۔۔!اس سے پہلے کہ ارسل خان کو کوستے ہوئے رابیل بھاں بھاں کرتی سارے ہال کو متوجہ کرتی جب ارسل خان ہنسی دباتے ہوئے تیزی سے اسے پکڑتے ہوئے اپنی طرف کھینچ گیا۔

پاگل لڑکی کیا کر رہی ہو سب دیکھ رہے ہیں۔۔۔!!اسکے سامنے کھڑے ہو کر وہ ہنسی ضبط کرتے ہوئے اسکے آنسو صاف کرنے لگا تھا۔۔۔ارسل خان کی ہتلی حالت پر سب دبی دبی ہنسی ہنسنے لگے تھے۔۔۔

ہاں تو میں کیا کروں۔۔۔!!تم نے کیوں میری ناک کو زخمی کیا۔۔۔!اتنا درد ہو رہا ہے مجھے۔۔۔!!درد سے تنگ پڑتے ہوئے وہ اسکے سینے پر مکے مارتے ہوئے چلاتی جب ارسل خان تیزی سے اسے گلے لگاتے ہوئے ہنستا چلا گیا۔۔رابیل کو گلے لگاتے ہوئے وہ سب کو حیران کرتا چلا گیا تھا۔۔

اوئے ہوئے۔۔۔!!فاتح اور شہرام معنی خیزی سے ہوٹنگ کرنے لگے تو ارسل نے مڑتے ہوئے انہیں گھورا۔۔۔جب کہ رابیل شرم سے دوہرے ہونے لگی تھی۔۔۔

پلیز چپ کر جاؤ خانم۔۔گھر جا کر میں یہ سارا درد ٹھیک کر دوں گا۔۔۔!!

اسے سینے سے لگاتے ہوئے وہ اسکا سر چومتے ہوئے بولا تو وہ بلش کرتے ہوئے سوں سوں کرتی سر ہلا گئی۔۔

چلو آؤ تمہیں کھانا کھلاتا ہوں۔۔!!رابیل کو خود سے الگ کرتے ہوئے وہ اسے صوفے پر بٹھا کر پاس بیٹھا تو وہ آنسو صاف کرتے ہوئے منہ چڑھا گئی۔ جس پر سب ہنستے ہوئے اسے دیکھنے لگے تھے۔جب کہ ارسل خان نے بے اختیار اسکے مان جانے پر شکر ادا کیا تھا۔۔

اگلے کا کیا پلین ہے۔۔۔؟شہرام علی نے بغور حاکم ذیب کا چہرہ دیکھا تھا۔

کچھ پتہ نہیں فلحال تو کچھ دنوں کے لیے ملک سے باہر جارہا ہوں۔۔۔! حاکم ذیب نے بے حد سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے سامنے کی جانب دیکھا۔۔ بلیک مینشن میں اس وقت روشنیوں کا سیلاب محسوس ہو رہا تھا۔۔ حاکم ذیب واپس جانے سے پہلے ایک بار انہیں ملنے کے لئے آیا تھا۔

ایک کام تھا تم دونوں سے۔۔۔!! کچھ سیکنڈز گزرے تو حاکم آہستہ آواز میں فاتح اور شہرام سے مخاطب ہوا۔۔

ہاں بولو۔۔! فاتح نے فٹ سے کہتے ہوئے اسے بتانے کا کہا۔۔

جب تک میں یہاں پر نہیں ہونگا تو کیا تب تک تم میرے پیچھے سب۔۔۔!! حاکم ذیب نے جھجکتے ہوئے بات ادھوری چھوڑ دی۔۔

مطلب اتنی سی بات کے لئے اب تو ہمارے سامنے آنکھیں جھکائے گا۔۔۔؟اسکے نظریں چرانے پر شہرام اور فاتح کو افسوس ہوا تھا۔۔

نہیں۔۔!بس پہلے اپنی زمہ داری کسی کو دی نہیں تو اس لئے۔۔۔!میں داد بخش کو ساری زمہ داریاں سونپ دیتا پر وہ کبھی بھی مجھے اکیلا نہیں جانے دے گا۔۔۔!حاکم ذیب اپنی مجبوری بتاتے ہوئے کہہ ہی رہا تھا۔جب فاتح اسے ٹوکتے ہوئے پوچھ گیا۔۔۔

کب فلائٹ ہے تمہاری۔۔۔؟

کل دن کی ہے۔۔۔!!انکی نظروں پر حاکم نے چہرہ اٹھاتے ہوئے جواب دیا۔۔۔

ٹھیک ہے کل تم ولیمے کے بعد چلے جانا تب تک تم اڈے پر ہی رہو گئے۔۔۔! جنید تمہیں لے جائے گا۔۔۔! اور ہاں فکر مت کرنا ہم سب سنبھال لیں گئے۔۔۔! شہرام اسے تسلی دیتے ہوئے آگے بڑھ کر گلے لگا تو حاکم بے اختیار مسکرا دیا۔۔۔

اب ایسی شکل مت بناؤ کہ ہم اپنی اہم رات چھوڑ کر تیرے ساتھ رات گزارنے پر مجبور ہو جائیں۔! حاکم ذیب کی اتری شکل پر فاتح نے پھلجڑی چھوڑی تو جہاں شہرام نے قہقہ لگایا وہیں حاکم ذیب نے چباتے ہوئے آگے بڑھ کر اسکی گردن کو جکڑ لیا۔۔۔

سالے ترسے ہوئے۔۔۔!! فاتح کی گردن میں بازو لپیٹتے ہوئے حاکم نے اسے مکے مارتے ہوئے دانت پیسے تھے۔۔ثابت ہو چکا تھا۔ کہ کوئی بھی انسان ان دو کمینوں کے سامنے اپنے دکھ کا بھی اظہار نہیں کر سکتا تھا۔۔

کمینے چھوڑ میری گردن۔۔! آج کی رات تو میرے پر بالکل تشدد نہیں کر سکتا۔۔۔! فاتح نے مصنوعی کراہتے ہوئے اسکے شکنجے سے نکلنے کی کوشش کی۔۔۔جب حاکم اسے ایک جھٹکے میں چھوڑتے ہوئے گھورنے لگا۔۔۔

آجا تجھے اپنے بھائیوں سے ملواتا ہوں۔۔۔! شہرام نے ہنستے ہوئے حاکم کا دھیان بھٹکاتے ہوئے قدم اٹھائے تو فاتح دل جلاتی مسکراہٹ سے حاکم ذیب کو تپانے کی کوشش کرنے لگا۔۔

رات کا ایک بج رہا تھا۔ جب ایشام صدیقی چہرے پر مسکراہٹ سجائے اپنے کمرے کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔ انداز میں ایک خاص بے چینی تھی۔۔

شیروانی وہ نیچے ہی اتار چکا تھا۔ اس وقت سفید شلوار قمیض میں وہ تیزی سے اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا۔ ایک دوسرے کے ساتھ چھیڑ خانی کرتے ہوئے پہلے ہی اتنی دیر ہو گئی تھی۔ اور اب بھی انکے بڑے بھائیوں نے وقت کا احساس کرواتے ہوئے انہیں کمرے میں جانے کو کہا تھا۔۔۔

کمرے کے سامنے پہنچ کر دروازے کا فنگر پرنٹ لاک کھولتے ہوئے وہ اندر داخل ہوا تو گلابوں کی مہکتی خوشبو نے اسکا استقبال کیا۔ اور صرف خوشبو نے ہی نہیں بلکہ بیڈ کے قریب کھڑی ہیر پاشا نے بھی اسکا ویلکم کیا تھا۔

تم۔۔۔ تم ایسے کیوں کھڑی ہو۔۔۔؟؟ ہیر کو ایسے کھڑے دیکھ کر ایشام نے ٹھٹک کر سوال کرتے ہوئے دروازہ بند کرتے ہوئے لاک کر دیا۔۔ وہ تو یہ سمجھ رہا تھا۔ کہ اسکی دلہن اسکے انتظار میں بیڈ پر بیٹھی ہوئی ہو گی۔۔ پر یہاں تو وہ بے حد سریس انداز میں کھڑی ہوئی ملی تھی۔۔۔

گھڑی پہنی ہوئی ہے۔۔۔؟ ہیر نے نارمل سے لہجے میں سوال کرتے ہوئے اچانک لہنگے میں چھپائی ہوئی گن باہر نکال لی۔ اسے گن نکالتے دیکھ کر ایشام صدیقی کی نیلی آنکھیں پھٹی تھیں۔۔

ایشام صدیقی میں نے پوچھا کہ کیا تم نے گھڑی پہنی ہوئی ہے۔۔۔؟ ڈیپ میرون کلر کا بھاری لہنگا پہنے وہ چلتے ہوئے ایک قدم آگے بڑھی تو ایشام صدیقی نے حلق تر کرتے ہوئے قدم پیچھے لے لیے۔۔۔

پہنی ہوئی ہے نا یہ دیکھو۔۔۔!! اپنی کلائی میں پہنی گھڑی اسے دیکھاتے ہوئے وہ جلدی سے بولا تھا۔۔۔

اور ٹائم کیا ہوا ہے تمہاری گھڑی پر۔۔۔؟ گن کو لوڈ کرتے ہوئے وہ رک کر دوسرا سوال کر گئی تھی۔ ہیر کے ہلنے جلنے پر کمرے میں زیورات کا گونجتا شور ایشام صدیقی کا دل بھاری کر گیا تھا۔

ایک بج کر دس منٹ ہو رہے ہیں۔۔۔!! ایشام نے ہمت کرتے ہوئے جواب دیا۔۔۔

اووو۔۔ بس اتنا سا وقت ہوا ہے۔۔۔؟ اور ہم ہال سے واپس کتنے بجے آئے تھے۔۔۔؟ ہیر نے حیران ہونے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے تیسرا سوال کیا تھا۔۔۔

ساڑھے نو بجے۔۔۔! ایشام نے جھٹ سے تیسرے سوال کا جواب دیتے ہوئے مسکرانے کی کوشش کی۔۔پر اسکی مسکراہٹ سبز آنکھوں میں آگ بھڑکا گئی تھی۔۔۔

یہاں بیٹھ کر تمہارا انتظار کرتے کرتے میری کمر ٹوٹ گئی اور تم مجھے مسکرا کر دیکھا رہے ہو۔۔۔؟ ہیر غصے سے لال پیلی ہوتی اس سے پہلے کہ ایشام صدیقی پر فائر کرتی جب وہ بروقت آگے بڑھتے ہوئے اسکے ہاتھ کو قابو کرتا اوپر ہوا میں اٹھاتے ہوئے تیزی سے ہونٹوں پر جھکتے ہوئے اسکے بھڑکے ہوئے وجود کو جکڑتا کرتا چلا گیا تھا۔۔

ہیر نے پھڑپھڑاتے ہوئے اسکی سخت گرفت توڑنا چاہی تھی۔جب ایشام صدیقی اسکی زبان کو ہونٹوں میں سک کرتے ہوئے اسکے وجود کو بری

طرح متاثر کرنے کا سبب بنا۔۔کانپتے ہوئے وجود سے ہیر کا وجود ڈگمگایا تو ایشام تیزی سے اسکے ہاتھ سے گن چھینتے ہوئے صوفے پر اچھالتے ہوئے اسکی کمر کو جکڑتے ہوئے اوپر اٹھا گیا۔۔۔

ہیر نے تیزی سے اسکے کندھوں کو تھاما تو ایشام صدیقی اسکے وجود کو یوں ہی اوپر اٹھائے تیزی سے ہونٹ سک کرتے ہوئے ہیر کی سانسیں چرانے لگا۔۔چند سیکنڈز میں وہ اپنی سبز چڑیل کی غصے کو پیتے ہوئے اسے سب بھلا چکا تھا۔۔

ایشام اسکی زبان کو ہونٹوں میں دباتے ہوئے سک کرتا جب ہیر نے تیزی سے اسکی زبان پر دانت گاڑتے ہوئے ایشام صدیقی کو حیران کرتے ہوئے مزید شدت پسند ہونے پر مجبور کیا تھا۔۔ہیر کی جسارت پر پہلے سے بھی

زیادہ بہکتے ہوئے وہ اسکے مہکتے وجود کو محسوس کرتے مستی سے بھرنے لگا تو ہیر سانس رکنے پر تیزی سے پیچھے ہٹتے ہوئے اپنا سر گرا گئی۔۔۔

مجھے اگر پتہ ہوتا کہ میری سبز چڑیل اتنی بے صبری سے میرا انتظار کرے گی۔ تو قسم سے گاڑی سے اترتے ہی تمہیں بازوؤں میں اٹھاتے ہوئے سیدھا کمرے میں لے آتا اور پھر ہم ہوتے اور آج رات کا شور۔۔۔!! تیز سانسوں میں اسکی ناک کو چومتے ہوئے وہ بے شرمی سے کہنے لگا تو ہیر گھورتے ہوئے اسکے گال پر دانت گاڑتے ہوئے ایشام کو تڑپنے پر مجبور کر گئی۔۔

ہے سبز چڑیل۔۔۔!!ہیر کی بے رحمی پر ایشام کی گرفت ڈھیلی ہوئی تو ہیر اس سے پہلے کہ اسکی بازوؤں سے نیچے گرتی کہ ایشام نے سنبھالتے ہوئے جلدی سے اسے نیچے کھڑا کر دیا۔۔

تمہیں کیا لگتا ہے کہ ایسی بے شرمی دیکھاؤں گئے۔۔اور ہیر پاشا تمہیں معاف کر دے گی۔۔۔!!ایشام کے گال سے دانتوں کو ہٹاتے ہوئے وہ اسکا گریبان دبوچتے ہوئے غرائی تھی۔۔۔

قسم سے آج کی رات بے شک مجھے معاف نہ کرنا۔۔۔!!میں بالکل برا نہیں مانو گا۔۔۔!!اسکی غصے سے پھولی ناک کو چومتے ہوئے وہ پھر شریر ہوا تو ہیر عادت سے مجبور اسکے پیر پر اپنی ہیل مار گئی۔۔۔

ذیادہ پھیلو نہیں ورنہ آج کی رات ہی تمہارا کام تمام کر دوں گی۔۔۔!!اسکے ایک کے بعد ایک بے شرمی کرنے پر وہ گھورتے ہوئے دھمکی دے گئی تھی۔۔۔

مار تو تم نے پیدا ہوتے ہی دیا تھا۔۔۔!زندہ رہنے کب دیا ہے مجھے۔۔۔! پہلے چھوٹی سی عمر میں خود مجھ سے نکاح کیا اور اب باتیں سنا رہی ہو۔۔۔!! اسکے آج بھی تیور دیکھانے پر ایشام صدیقی کو اپنے پرانے غم یاد آنے لگے تو ہیر کی ہنسی اڈی۔۔۔

اوو میرے بچے کو برا لگا کیا۔۔۔؟؟ہیر نے اچانک پچکارتے ہوئے اسکے چہرے کو ہاتھوں میں بھرا ہی تھا۔کہ ایشام سچ میں غم زدہ ہوتا اسکے سینے پر سر رکھ گیا۔

سچ میں بہت برا لگ رہا ہے بے بی۔۔۔!! ہیر کے سینے پر سر رکھے ایشام نے معصوم بنتے ہوئے دہائی دی تو اسکی نوٹنکی پر وہ کھلکھلا دی۔۔

زیادہ ڈارمے کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔! میری منہ دیکھائی نکالو جلدی سے۔۔۔!! اسے خود سے دور ہٹاتے ہوئے وہ دوبٹہ سنبھالتے ہوئے رعب سے بولی تھی۔۔۔

ایک منٹ۔۔۔!! وہاں واپس جاؤ۔۔۔!! ہیر نے اسے دروازے کے پاس جانے کا کہا تھا۔۔۔

کیوں۔۔۔؟ ایشام ناسمجھی سے اسے دیکھ گیا۔۔۔

کیوں کیا۔۔۔!! تمہاری وجہ سے میرا موڈ خراب ہوا تو میں بیڈ سے اتر آئی تھی۔۔ اب میں دوبارہ گھونگٹ نکال کر بیٹھوں گی۔ اور تم ایسے ہی آکر میرا

گھونگٹ اتارو گئے جیسے ابھی ہی کمرے میں آئے ہو۔۔۔!! مطلب ہمارے درمیان بالکل لڑائی نہیں ہوئی۔۔۔!! بیڈ پر واپس اپنی جگہ پر بیٹھتے ہوئے ہیر اسے حکم دیتے ہوئے ساتھ ساتھ سمجھا رہی تھی۔ جیسے کسی فلم کا سین چل رہا ہو۔۔

ٹھیک ہے ملکہ وکٹوریہ۔۔۔! اسکی باتوں پر قہقہ لگاتے ہوئے ایشام واپس دروازے کی طرف بڑھتے جا کھڑا ہوا تھا۔۔

جب میں کہوں تو آنا۔۔۔!! ہیر نے اپنا لمبا سا گھونگٹ نکالتے ہوئے اسے مزید حکم دیا تھا۔۔۔

ٹھیک ہے پر جب میں گھونگٹ اتاروں گا تو تم مجھے شرما کر بھی دیکھاوں گی۔۔۔! اسکے ساتھ احکام مانتے ہوئے ایشام صدیقی نے اپنی بھی فرمائش

بتائی تھی۔۔ جسے سنتے ہوئے وہ منہ ٹیڑھا کرتے دلہنوں کی طرح سیٹ کو کر بیٹھ گئی۔۔

آ جاؤ۔۔۔!! بالکل دلہن کا روپ اپناتے ہوئے ہیر نے اسے اجازت دی تو ایشام نے ہنسی دباتے ہوئے بیڈ کی جانب قدم اٹھائے۔۔ اسے یہ سب کسی حسین خواب کی طرح محسوس ہو رہا تھا۔ وہ خواب جہاں صرف کھٹی میٹھی محبت تھی۔۔ وہ لڑکی جس نے آٹھ، دس سال کی عمر میں اپنے سے بڑے لڑکے کو بے بس کرتے ہوئے نکاح کرنے پر مجبور کیا تھا۔ آج ایک بار پھر وہ دلہن بنی اسے حکم دے رہی تھی۔۔ اور ہر بار کی طرح ایشام صدیقی اسکے احکام مان رہا تھا۔۔

بیڈ کے قریب جا کر ایشام صدیقی جان نثار ہوتی نظروں سے اسکے اتنے خوبصورت روپ کو دیکھنے لگا۔۔ڈیپ میرون رنگ کے لہنگے میں وہ مکمل طور پر بھاری زیورات میں سجی سنوری گھونگٹ نکالے بالکل ایسے ہی بیٹھی تھی۔ جیسے وہ سوچتے ہوئے کمرے میں آیا تھا۔ہیر کے کہنے کے مطابق وہ بالکل ایسے ہی سوچ رہا تھا۔۔ جیسے ابھی کمرے میں آیا ہو۔۔ایشام کی شیروانی ہیر سے میچنگ تھی۔۔

کسی رعب دار شوہر کی طرح ایشام صدیقی گلا کھنکارتے ہوئے اسکے آکر پاس بیٹھ گیا تھا۔۔

آج آپ بہت خوبصورت لگ رہی ہیں میری جان۔۔۔!! بالکل کسی معصوم پری کی طرح۔۔۔!! کسی محبوب شوہر کی طرح ایشام صدیقی نے

بالکل انوکھے انداز میں اسکی تعریف کرنا شروع کی تو ہیر اسکی زبان سے اپنے لئے آپ سنتے ہوئے حیرت زدہ ہو گئی۔۔ ساتھ ہی اسے ہنسی بھی آئی تھی۔۔ کیا وہ سریس ایکٹنگ کرنا شروع ہو گیا تھا۔۔؟ بے اختیار وہ سوچ گئی۔۔۔

جب آپکا ہاتھ میرے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ تو مجھے محسوس ہونے لگتا ہے۔ کہ جیسے دنیا کی ساری رونقیں میرے ساتھ ہیں۔۔۔۔!! کسی گانے کے بول کو توڑ مڑوڑ کر وہ اسکی تعریف میں پیش کرنے لگا تھا۔۔ جب کہ اسکے تمیز دار انداز کو سنتے ہوئے ہیر کو اپنا قہقہ سنبھالنا مشکل لگ رہا تھا۔۔۔

اگر آپکی اجازت ہو تو کیا میں آپکا گھونگٹ اٹھا سکتا ہوں۔۔۔؟اسکے گھونگٹ کو پکڑتے ہوئے ایشام صدیقی نے لہجے کو میٹھا بناتے ہوئے اجازت چاہی تھی۔۔۔

جی اٹھالیں سرتاج۔۔۔!! بالکل اسی کے انداز میں ہیر بھی پوری پوری شرمیلی بیوی بنتے بولی تھی۔اسکے الفاظ پر ایشام کا پیٹ قہقے کے زور سے دوہرا ہوا تھا۔پر اس نے قابو کرتے ہوئے ہیر کا جیسے ہی گھونگٹ پلٹا تو غیر متوقع طور پر ہیر کا چہرہ بھی ہنسی کے زور سے سرخ نظر آیا۔۔جیسے ہی دونوں کی نظریں ملیں تھیں۔۔کہ ایک دوسرے کی ایکٹنگ پر وہ فلک شگاف قہقے لگاتے ہوئے دوہرے ہوتے چلے گئے۔۔۔

اوگاڈ ہیرے۔۔۔!! ایشام ہنستے ہوئے پاگل ہوا تھا۔۔۔

تم نے شروع کیا تھا۔۔۔!! جواب میں بولتے ہوئے وہ اسکے ساتھ بیڈ پر گری تو ایشام ہنستے ہوئے اسکا سر اٹھاتے ہوئے اپنے بازو پر رکھ گیا۔۔

کچھ پل یوں ہی ہنستے ہوئے وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے چلے گئے تھے۔۔ زندگی میں امتحان آئے تھے۔۔ محبت میں ڈٹے رہنا بھی آسان نہیں تھا۔۔ پر ہر طرح کے حالات کا سامنا کرنے کے بعد وہ آج ایک ساتھ تھے۔۔ بالکل مکمل اور خوبصورت۔۔۔

تم میری محبت ہو ہیرے۔۔۔!!! وہ محبت جسے میں نے ہر طرح کے جذبات کے طور پر اپنے اندر محسوس کیا ہے۔۔۔! میں نے تمہارا دل جان بوجھ کر نہیں توڑا تھا۔ پر شاید وہ عمر ہی ایسی تھی۔ کہ نادانی میں، میں نے تم سے وہ سب کہہ دیا۔ جو شاید میں نے بس چڑانے کی غرض سے بولا

تھا۔۔!!ائم سوری دلبر۔۔۔!!اسکی سبز آنکھوں میں ڈوبتے ہوئے وہ وضاحت کرتے ہوئے معافی مانگ رہا تھا۔۔۔جو شاید وہ اس دن بھی مانگنا چاہتا تھا۔پر ہیر نے اسے دھمکی دیتے ہوئے روک دیا تھا۔۔۔ہیر دم سادھے اسے دیکھنے لگی تھی۔۔۔

میں نے ہمیشہ تم سے محبت کی ہے ہیرے۔۔!یہاں تک کہ تم جب پیدا ہوئی تب بھی ماموں سے کہتا تھا۔کہ تم میری پری ہو۔۔۔!!وہ پہلی بار ان راز سے پردہ اٹھا رہا تھا۔جن سے ہیر واقف نہیں تھی۔۔۔

پھر مجھ سے چڑتے کیوں تھے۔۔۔؟؟ہیر نے تیزی سے متعجب ہوتے سوال کیا تھا۔۔

کیونکہ تم مجھے غصہ دلاتی تھی۔۔بلاوجہ مجھے تنگ کرتی تھی۔اور میں تمہیں اپنے لئے بالکل اس روپ میں دیکھنا چاہتا تھا۔۔کہ جیسے ناز، فارس بھائی کے لئے تھی۔یا بہار، کبیر بھائی کے لئے ہوتی تھی۔۔!پر تم آفت کی پرکالا سب کے لیے نارمل انسان تھی۔بس ایک میرے لئے ہی نہیں تھی۔۔!!

اسکے نازک وجود کو ایک جھٹکے میں اٹھاتے ہوئے وہ اپنے اوپر لٹاتے ہوئے پہلی بار اپنے دل کی باتوں کا ذکر کر رہا تھا۔۔۔

ہاں تو میں بس تمہیں ہی تو ویسا پیار کرتی تھی۔۔!ایشام کے سینے پر تھوڑی رکھتے ہوئے ہیر نے منہ بسورا تھا۔۔۔

ہاں یہ تو مجھے بہت دیر بعد جا کر سمجھ میں آیا کہ تم غلط نہیں ہو۔۔!بس تمہارا پیار جتانے کا انداز تھوڑا الگ ہے۔۔۔!اسکی ہاں میں ہاں ملاتے

ہوئے ایشام نے ہنسی دباتے ہوئے اسکی تھوڑی کو چوم کر پیار بھری نظروں سے اسکے تیکھے نقوش دیکھے۔۔ بولڈ میک آپ میں وہ سیدھا اسکے دل کا قتل کر رہی تھی۔۔ ہونٹوں پر ڈارک لپ اسٹک بہت حد تک لائٹ ہو چکی تھی۔ جو کہ صرف اور صرف ایشام صدیقی کی کرم نوازی تھی۔۔

بالکل۔۔۔! پتہ نہیں کیوں تمہیں دیکھتے ہی میرا دل کہتا تھا کہ چھڑی سے تمہارے بازوؤں پر کٹ لگا دوں۔ تمہیں گنجا کر دوں۔۔! یا تمہاری گردن دباتے ہوئے تمہارا سانس روک دوں۔۔!! وہ مزے سے بولتے ہوئے اپنے دل کے ارمان بتانے لگی تو ایشام صدیقی کو صدمہ لاحق ہونے لگا۔ کیونکہ اسکی بیوی شرمندہ ہونے کی بجائے مزید اپنا اصلی روپ دیکھا رہی تھی۔

بے فکر رہو آج یہ سارے کام میں تمہارے ساتھ کرنے والا ہوں۔۔بس دیکھتی جاؤ پیاری بیوی۔۔۔!!ایشام چبا کر کہتے ہوئے اسکے ہونٹوں پر جھک چکا تھا۔۔ہیر کی نتھ نکالتے ہوئے ایشام نے اب کی باری جنونیت بھرے انداز میں اسکے لبوں کو جکڑا تھا۔۔جب وہ مزاحمت کرتے ہوئے اپنے لب آزاد کرواتے ہوئے جلدی سے یاد دلاتے بولی تھی۔۔۔

میری منہ دیکھائی۔۔۔ !!

صبح لے لینا۔۔!فلحال مجھے ڈسٹرب نہیں کرو کیونکہ آج کی رات پاگل پن دیکھانے کی باری میری ہے۔۔وہ پاگل پن جواب تک میں تمہارا جھیلتے ہوئے آیا ہوں۔۔!!کروٹ بدل کر وہ اسکے لبوں پر جھکنے سے پہلے باور کروا

گیا تھا۔۔اسکے الفاظ پر ہیر کا دل دھک دھک کرنے لگا تو وہ ہمت کرتے ہوئے اسکے گلے میں بانہیں پھیلا گئی۔۔۔

ایشام نے اسکی ہونٹوں کو وا کرتے ہوئے اسکے نچلے لب کو سک کرتے ہوئے ایک ایک کرتے ہوئے اسکی جیولری نکالنا شروع کی تھی۔۔ہیر کا زیور نکالتے ہوئے وہ یوں ہی بے دھیانی میں ٹیبل پر پھینکنے لگا تھا۔۔جب اچانک ہیر کے ہونٹوں کو آزاد کرتے ہوئے اسکے گلے میں موجود بھاری گلو بند اتارنے لگا۔۔

ہیر تیز ہوتی دھڑکنوں میں اسکے وجاہت سے بھرپور نقوش دیکھنے لگی تو اچانک اسکی نظر ہمیشہ کی طرح ایشام کے کان پر آکر اٹک گئی۔۔ہیر نے اٹھتے ہوئے اچانک اسکے کان میں پہنی بالی دانتوں میں جکڑا تو ایشام حیران

ہوتے مسکرادیا۔۔وہ جانتا تھا کہ اسکی جنگلی بلی کو اسکا یہ انداز گھائل کرتا ہے۔۔اس لیے ہیر کو اسکے کام میں مصروف چھوڑ کر ایشام نے اسکا دوبٹہ الگ کرتے ہوئے اسکی گردن میں چہرہ چھپاتے ہوئے گہرا سانس بھرا تو ہیر تیزی سے کانپتے ہوئے واپس تکیے پر گر گئی۔۔۔

تمہاری یہ خوشبو ہیرے۔۔۔!! میں نے پاگلوں کی طرح اس جان لیوا خوشبو کو ڈھونڈا ہے۔۔۔!! نرمی سے ہونٹ رکھتے ہوئے وہ اسکی خوشبو میں کھونے لگا تھا۔۔۔

اور آج اسی خوشبو کو تم قید کیے ہوئے ہو ایشام صدیقی۔۔۔!! بوجھل آواز میں بولتے ہوئے ہیر نے اسکے کان میں سرگوشی کی تھی۔۔جب وہ مسکرا

کرا سکی ڈوریوں میں ہاتھ الجھا گیا تھا۔۔۔اپنے اس جان لیوا روپ میں وہ اسے جکڑتے ہوئے قید کر رہی تھی۔۔

میں نے تمہاری باتیں، تمہاری ساری شکایتیں ہمیشہ چاند سے کیں ہیں۔۔۔!! دیکھو آج کیسے وہ ہمیں دیکھ کر مسکرا رہا ہے۔۔۔!! کھڑکی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے ایشام صدیقی نے اسے بتایا تو وہ چونکتے ہوئے کھڑکی کے پار دیکھنے لگی۔۔۔جہاں آسمان پر چمکتا چاند سچ میں مسکراتے ہوئے معلوم ہو رہا تھا۔۔چاندنی رات دیکھتے ہوئے ہیر نے جھینپ کر اسکی گہری نیلی آنکھوں میں دیکھا۔جہاں اس وقت جذبات کا سمندر جھلملا رہا تھا۔۔۔

اتنے مہینے فارم ہاؤس پر گزارتے ہوئے ایشام صدیقی نے سچ میں اپنے ہر دکھ وتڑپ میں چاند کو ساتھی بنایا تھا۔۔وہ گھنٹوں تک آسمان کو تکتے ہوئے اپنی ہیر کی باتیں کیا کرتا تھا۔اسکی بچپن کی شرارتیں اسکے تنگ کرنے کے طریقے یہاں تک کہ اسکی محبت کے انوکھے اظہار بھی۔۔۔

تم مجھے مدہوش کر رہی ہو ہیرے۔۔۔!اسکی لہنگے کی کرتی کو کندھوں سے نیچے کرتے ہوئے وہ اسکی کالر بونز پر کونٹ رکھتے ہوئے خماری سے بولا تھا۔۔۔

تو کیا نہیں کروں۔۔۔؟؟جواب میں وہ کھلکھلا کر پوچھنے لگی تو اسکی کھلکھلاہٹ پر وہ مسکراتے ہوئے اسکی کرتی کو ہاتھ میں دبوچتے ہوئے اسکے بدن سے الگ کرتا چلا گیا۔۔۔ہیر نے سٹپٹاتے ہوئے اپنا چہرہ چھپانا چاہا تھا۔

ڈونٹ وری لائٹس آف کر رہا ہوں۔۔ کیونکہ میں تمہیں آج رات صرف چاند کی روشنی میں دیکھنا چاہتا ہوں۔۔۔!! کمرے کی لائٹس آف کرتے ہوئے ایشام نے اسکی کان کی لوح کو چومتے ہوئے کہا تھا۔۔ یہ لمحے جادو بنتے ہوئے دونوں کو اپنی لپیٹ میں لے رہے تھے۔۔ ایشام صدیقی کی بے باک نظروں کر ہیر کو اپنا آپ چھپانا مشکل لگ رہا تھا۔۔۔

میرا پاگل پن دیکھنے کے لیے تیار ہو۔۔۔؟؟ اسے سچ میں شرماتے دیکھ کر ایشام نے سوال کرتے ہوئے اپنی قمیض الگ کرتے ہوئے پرے اچھالی تو ہیر بے ساختہ کروٹ لیتی اس سے منہ چھپا گئی۔

اسکے کروٹ بدلنے پر ایشام صدیقی کی چمکی آنکھوں نے اسکی کمر پر ہاتھ پھیرتے اپنا لمس شامل کیا تو ہیر نے تکیے کو مٹھیوں میں جکڑ لیا۔۔۔

بہت محبت ہے تم سے ہیرے۔۔۔!! ہیر کے کھلے بالوں میں سانس بھرتے ہوئے ایشام نے انہیں گردن سے ہٹا کر جھکتے ہوئے اسکی دھڑکنوں پر موجود پردے کو دانتوں میں بھرا تو ہیر نے مچلتے ہوئے سیدھا ہونا چاہا پر اس سے پہلے ہی وہ اسکی دھڑکنوں کو آزاد کرتے ہوئے اسکی بیک پر ہونٹوں کا لمس بکھیرنا شروع ہو چکا تھا۔

ہیر کو روکتے ہوئے ایشام تیزی سے ہر جگہ اپنا لمس بکھیرتے ہوئے پاگل ہوا تھا۔۔ ہیر کا سفید بدن دیکھتے ہوئے اسکے اندر بے چینی بڑھنے لگی تو ایشام نے تیزی سے نیچے جھکتے اسکی کمر کو مٹھیوں میں دبوچتے ہوئے وہاں پر دانت گاڑے۔۔ جس پر ہیر تڑپتے ہوئے فوراً سیدھا ہو گئی تھی۔۔۔

ہیر نے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے خود کو چھپانا چاہا تو ایشام سرخ پڑتی نگاہوں سے نفی میں سر ہلاتے ہوئے اسکے ہاتھ ہٹا کر اسکی دھڑکنوں پر اٹکے پردے کو دبوچتے ہوئے پرے پھینک گیا۔۔اور منظر واضح ہوتے ہی ایشام صدیقی کا تن بدن خاک ہوا تھا۔۔جب کہ وہ لمبے لمبے سانس لیتی اسے ناگن سی محسوس ہوئی تھی۔۔ہیر کی سرخ پڑتی سبز آنکھوں میں ڈوبتے ہوئے ایشام صدیقی کی نگاہیں چار ہونے لگیں تو نجانے کیوں اسے محسوس ہونے لگا تھا۔ کہ یہ محبت نئے سرے سے ہو رہی ہے۔۔

شام۔۔۔!!ہیر نے حیا سے کسماتے ہوئے اسے پکارا تھا۔۔کیونکہ وہ اسے کافی بے باکی سے دیکھ رہا تھا۔۔۔

عشق نے آج کرم کیا ہے دلبر۔۔۔!! مجھے اس بدن کے انگ انگ کو دیکھنے دو۔۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ میں کتنا اور جل سکتا ہوں۔۔۔!! ہیر کے پکارنے پر وہ دیوانہ بنتا بولا تو وہ بے اختیار ہوتی اوپر اٹھتے ہوئے اسکے سینے سے لگ گئی۔۔۔ ہیر کے سینے سے لگتے ہی اسکی دھڑکنوں کے لمس پر ایشام صدیقی کے جسم میں جمتا ہوا خون ابلنے ہو تیار ہوا تھا۔۔

تم۔۔۔ پاگل ہو گئے ہو۔۔۔!! اسکی مسلسل بہکی باتوں پر وہ نروٹھے پن سے بولی تھی۔ جب ایشام نے اچانک اسکے بالوں کو جکڑتے ہوئے اسکا چہرہ اپنے سامنے کیا۔۔۔

میری الفت تمہیں بھی آج پاگل کر دے گی۔۔ اور ایسے کرے گی کہ یاد کرنے سے بھی ڈرو گی۔۔۔! ہیر کی سبز آنکھوں میں آنکھیں گاڑتے

ہوئے وہ غرایا تو وہ سانس روکتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔۔اور اگلے ہی پل وہ اسکے ہونٹوں پر جھکتے ہوئے ہیر کو واپس لٹاتے تیزی سے تکیے پر گرا تھا۔۔۔

ہیر کے ہونٹوں سے لپٹتے ہوئے ایشام صدیقی نے ہاتھ چلاتے ہوئے اسکی ویسٹ پر بندھے لہنگے کو کھولتے ہوئے الگ کیا تو وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے تڑپنے لگی۔۔اس سے پہلے کہ وہ مچلتے ہوئے اس سے الگ ہوتی جب ایشام اسے قابو کرتے ہوئے اسکے نچلے ہونٹ پر دانت گاڑ گیا تھا۔۔

اسکے ہونٹوں کو آزاد کرتے ہوئے وہ اسکی دھڑکنوں پر جھکا تو ہیر کو اپنی جان نکلتی ہوئی محسوس ہونے لگی۔۔۔اپنے سینے پر اسکی ہونٹوں کے لمس پر اس نے تنگ پڑتے سانس میں اسکے بالوں کو جکڑ لیا تھا۔۔جب کہ خود کو اور

اسکے وجود کو ہر پردے سے آزاد کرتا وہ خود سے ڈھانپتے ہوئے جکڑ رہا تھا۔۔۔

ایشام نے بے خود ہوتے اسکی دھڑکنوں کو سک کرتے ہوئے اپنے جلتے دل کو مزید جلایا تھا۔۔جب کہ ہیر ہونٹ بھینچے سسکنے لگی تھی۔۔ایشام کے چھونے پر اسکی جان لبوں پر آچکی تھی۔۔جب ایشام اسکی دھڑکنوں پر جگہ جگہ دانت گاڑتے ہوئے نیچے پیٹ کی جانب جھکتے ہوئے ہیر کی کمر پر دانت گاڑ گیا۔۔ہیر کے نازک بدن کو یوں چھوتے ہوئے وہ دِیوانہ ہو رہا تھا۔۔ایشام کی رگوں میں "جنونِ یار "خون بن کر دوڑنے لگا تھا وہ اسکے پیٹ کو چومتے ہوئے ہر ضبط توڑتا چلا گیا۔۔۔

شام۔۔۔!!!اپنے پیٹ پر اسے شدتیں نچھاور کرتے دیکھ کر ہیر نے تڑپتے ہوئے اٹھنا چاہا۔جب اسکی دھڑکنوں کو ہاتھ میں دبوچتے ہوئے وہ اسکی تھائیر کو چومنے لگا۔۔

میری جان لو گئے کیا۔۔۔؟؟اسکے بے باک لمس پر وہ چیخی تھی۔۔ایشام اسے تڑپتے دیکھ کر گہرا مسکراتے ہوئے اوپر اٹھا۔۔جب وہ کھینچے کھینچے سانس لیتے ہوئے خشک پڑتے لبوں سے اسکی طرف دیکھنے لگی۔۔

ابھی سے جان جا رہی ہے میری سیکرٹ ایجنٹ بیوی کی۔۔۔؟اسے طنزیہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے ایشام نے اسکے خشک پڑتے لبوں پر انگوٹھا پھیرا تھا۔۔اور ساتھ ہی وہ اسکے نازک سراہے پر اپنا سایہ کرتا اسکے نزدیک ہو گیا۔۔۔

تم مجھے ٹیز نہیں کر سکتے۔۔۔!!اسکے طنز کرنے پر ہیر نے تیز نظروں سے دیکھا۔۔۔

میں اس حالت میں سب کچھ کر سکتا دلبر۔۔۔!بس سہنے کی سکت رکھنا۔۔۔!!اسکے لبوں پر پھونک مارتے ہوئے ایشام اسکی ٹانگوں کو فاصلہ کرتے ہوئے بیچ میں آیا تو ہیر کا وجود جلنے لگا۔۔

کیا کہتی ہو پھر مٹا دوں یہ دوریاں۔۔۔؟ہیر کی تھائیز کو چھوتے ہوئے ایشام نے معنی خیز سے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔جب وہ شرم سے بے حال ہوتی چہرے کا رخ موڑ گئی۔۔۔

آج ایسے نہیں چلے گا۔۔۔!!ہیر کے وجود کو اٹھا کر اپنے وجود کے ساتھ مس کرتے ہوئے ایشام بھاری لہجے میں کہتے ہوئے قریب ہوا تو ہیر لرزتے ہوئے آنکھیں میچ گئی۔۔۔

جتنی مرضی بہادر بن جاؤ۔۔۔!پر اپنے بدن کی یہ کپکپی کیسے چھپاؤ گی۔۔۔؟؟اسے خاموش دیکھ وہ مزید کہتے ہوئے اسکی دھڑکنوں پر ہونٹ رکھتے ہوئے اسکے بے حد نزدیک ہو چکا تھا۔۔ایشام صدیقی کے جذبات اسے تنگ کرتے ہوئے اس وقت پیک پر پہنچے ہوئے تھے۔۔جب کہ ہیر اپنی مٹھیوں کو بھینچے خود کو آنے والے لمحات کے لیے تیار کر رہی تھی۔۔۔

ہیرے۔۔۔!!اسے یوں ہی چہرہ موڑے دیکھ کر ایشام نے بے اختیار ہوتے پکارا تو وہ اسکی طرف دیکھنے پر مجبور ہو گئی۔۔۔

تمہارے ہونٹوں پر ہونٹ رکھ کر جان لوں یا پھر۔۔۔!! قریب ہوتے وہ سرگوشی میں معنی خیز سوال پوچھتے ہوئے ادھورا چھوڑ چکا تھا۔ ہیر آنکھیں پھیلاتے اسے دیکھنے لگی تھی۔ اسے آنکھیں بڑی کرتے دیکھ کر وہ مسکرا کر آنکھ ونک کرتے ہوئے اسکے ہونٹوں کو قبضے میں لیتے ہوئے اسکی ٹانگوں کو دبوچتے ہوئے اپنی کمر پر لاک کر گیا۔۔۔ ہیر کے لبوں سے الجھتے ہوئے ایشام صدیقی اپنی قوت کے ساتھ ایک جھٹکے میں اسکی روح

تمہارے ہونٹوں پر ہونٹ رکھ کر جان لوں یا پھر۔۔۔!! قریب ہوتے وہ سرگوشی میں معنی خیز سوال پوچھتے ہوئے ادھورا چھوڑ چکا تھا۔ ہیر آنکھیں پھیلاتے اسے دیکھنے لگی تھی۔ اسے آنکھیں بڑی کرتے دیکھ کر وہ مسکرا کر آنکھ ونک کرتے ہوئے اسکے ہونٹوں کو قبضے میں لیتے ہوئے اسکی ٹانگوں کو

دبوچتے ہوئے اپنی کمر پر لاک کر گیا۔۔۔ہیر کے لبوں سے الجھتے ہوئے ایشام صدیقی اپنی پوری قوت کے ساتھ ایک جھٹکے میں اسکی روح میں اترتے ہوئے ہیر کے نازک وجود کو بلبلانے پر مجبور کر گیا تھا۔۔اپنے ہونٹوں کو آزاد کرواتے ہوئے ہیر ایک دم سے چیخی تو وہیں ایشام صدیقی کو اپنا پورا وجود سکون میں ڈوبتا ہوا محسوس ہوا۔۔۔

اس درد بھری آگ کو محسوس کرتے ہوئے ہیر کی سبز آنکھیں ضبط سے سرخ پڑتے بھیگنے لگیں تو ایشام صدیقی بے قرار ہوتے اسکی آنکھوں کو چومنے لگا۔۔۔

ہیرے۔۔۔!! اسکے پورے چہرے پر ہونٹ رکھتے ہوئے وہ بھاری سانسوں میں اسے پکارنے لگا تھا۔۔۔

تم۔۔نے مجھے ہرٹ کیا شام۔۔۔!!درد سے بے حال ہوتے ہیر نے شکایتی لہجے میں کہا تھا۔۔

ہرٹ کیا ہے یا پھر خود کو تم میں جذب کیا ہے۔۔۔!!اسکی شکایت کو واضح کرتے ہوئے وہ اسکی گردن پر ہونٹ رکھتے بولا تو ہیر اسکی الفاظ کا مطلب سمجھتے ہوئے کانوں تک سرخ ہوتی چلی گئی۔

یہاں بھی میرا مقابلہ کرو ناویسے ہی جیسے فائٹ میں کرتی ہو۔۔۔!!اسے اکساتے ہوئے ایشام نے اچانک وجود کو حرکت دی تو ہیر مچلتے ہوئے اسے تھام گئی۔۔اسکا وجود جلتے ہوئے دھک رہا تھا۔۔جب کہ ایشام صدیقی بے قابو ہوتا اسکے انگ انگ پر نچھاور ہونا شروع ہو گیا۔۔اسکے سینے پر ہونٹ

رکھتے ہوئے ایشام نے اپنی شدتیں نچھاور کرنا شروع کیں تو ہیر نے کمر اٹھاتے ہوئے برداشت کرنے کی کوشش کی۔۔۔

بدن ٹائٹ مت کرو ہیر۔۔۔!! ایشام نے پھولی سانسوں میں جھکتے ہوئے اسکے کان میں منع کرتے ہوئے اسے زور سے خود میں بھینچ لیا تھا۔ جب کہ وہ سسکتے ہوئے اسکے کندھے پر دانت گاڑنے لگی تھی۔۔۔ ہیر کے شفاف سراپے کو مکمل طور پر خود میں جذب کرتے ہوئے ایشام صدیقی سارے ضبط توڑنے لگا تو ہیر سٹپٹاتے ہوئے اسے پکار گئی۔۔۔

شام۔۔۔!! جسم میں اٹھتے سپارک پر بے حال ہوتے وہ اسکے قریب ہوئی تھی۔۔۔

جب تم ایسے پیار سے پکارتی ہو تو میرا دل کرتا ہے کہ تمہارے ہونٹوں سے لپٹتے ہوئے تمہاری سانس روک دوں۔۔۔!! ہیر کے خشک پڑتے ہونٹوں کو مسلتے ہوئے ایشام صدیقی نے جھکتے ہوئے وہاں دانت گاڑے تو اسکے جنون پر مسکراتے وہ اٹھتے ہوئے اسکے ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھتی اسے شانت کرنے کی کوشش کرنے لگی۔۔۔

ہیر کی عنایت پر بے قرار ہوتے ایشام صدیقی نے اس کے لبوں کو سک کرتے جان لیوا حرکت کرتے ہوئے اسے اپنے ساتھ بہکایا تو اس سکون میں ڈوبتے ہوئے ہیر کی دھڑکنوں نے اودھم مچادیا۔۔۔جب کہ آسمان پر چمکتا چاند اس محبت کی کہانی کو مکمل ہوتا دیکھ کر مسکرانے لگا تھا۔۔۔

ایشام صدیقی اسکے ہونٹوں کو چومتے ہوئے یوں ہی جھکتے ہوئے اسکی دھڑکنوں پر ہونٹ رکھتے ہوئے اسکی تھائیز کو سختی سے جکڑتے ہوئے شدت پسند ہوا تو ہیر کی آنکھیں باہر ابلتے کو تیار ہوئیں۔۔اسکی میٹھی سسکیاں ایشام صدیقی کے کانوں میں رس گھولتے ہوئے اسے کسی اور جہاں میں پہنچا رہی تھیں۔اس جہاں میں جہاں ان دونوں کے سوا کوئی بھی نہیں تھا۔۔ مکمل طور پر ہوش چھپاتے ہوئے وہ اسکے سفید بدن کو اپنی محبت کے رنگ میں رنگتے ہوئے سرخ کرنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔۔۔

کس نے کہا تھا ایسا جوتا پہنے کو۔۔۔!! سنان مصطفیٰ اپنی بیوی کو بانہوں میں اٹھائے افسوس سے دیکھ رہے تھے۔۔۔انکا رخ اپنے کمرے کی طرف تھا۔ اپنی بیوی کی فرمائش پر وہ انہیں باہر سے آئس کریم کھلانے کے لیے گئے

ہوئے تھے۔اور ابھی واپس آئے تو ائرہ کاظمی نے چلنے سے صاف منع کر دیا۔۔

لائٹ پنک کلر کی خوبصورت ساڑھی پہنے وہ ہیلز میں اب تھک چکی تھیں۔۔انکے پاؤں درد ہو رہے تھے۔جس کی وجہ سے سنان مصطفیٰ انہیں بانہوں میں اٹھائے اب کمرے کی طرف جا رہے تھے۔۔ابھی تک وہ میاں بیوی بارات کے ایونٹ والے ڈریس میں ہی تھے۔۔۔

ہاں تو ساڑھی کے ساتھ اب ہیلز ہی پہن سکتی ہوں میں۔۔اور کیا پہنتی۔۔۔؟ائرہ کاظمی جواب میں بولتے ہوئے آبرو آچکا گئیں۔۔۔

پتہ نہیں تم عورتوں کا کیا لاجک ہوتا ہے ایسی فضول چیزیں پہنے کا۔۔۔!! اپنی بیوی کے جواب پر سنان مصطفیٰ کہتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے۔۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی انہوں نے بیڈ کی جانب بڑھتے ہوئے ائرہ کو بیڈ پر بٹھاتے ہوئے انکے پاؤں اپنے سامنے کیے۔۔۔

پتہ نہیں آپ مردوں کو آخر ہم عورتوں سے کیا مسئلہ رہتا ہے۔۔! ہر چیز میں بس نقص ہی نکالنا ہوتا ہے۔۔۔! اپنے شوہر کے سے انداز میں ہی بولتے ہوئے وہ تکیہ اٹھا کر پیچھے لیٹتے ہوئے اپنے پاؤں ان کی گود میں رکھ گئی تھیں۔۔

زیادہ نہیں بولنا آ گیا۔۔؟؟ سنان مصطفیٰ جو اپنا کوٹ اتار کر رکھ رہے تھے۔ کہ بیوی کے جوابوں پر آنکھیں سیکڑ گئے۔۔۔

آپ سے ہی سیکھا ہے۔۔۔! ائرہ آنکھیں گھما کر بولیں تو سنان مصطفیٰ جو انکا جوتا اتارنے کے بعد پاؤں غور سے دیکھ رہے تھے۔ کہ مسکرا اٹھے۔۔۔

مجھ سے کچھ اور نہیں سیکھا تم نے کیا۔۔۔؟انکے پاؤں آہستہ آہستہ دباتے ہوئے سنان مصطفیٰ نے زرا اوپر جھکتے ہوئے سوال کیا تھا۔۔۔

کیا۔۔۔؟انکے بدلتے انداز پر ائرہ کاظمی فورا سے الرٹ ہوئیں۔۔

یہ ہی کہ مجھے تمہاری اس پتلی کمر اور خوبصورت پیٹ سے آج بھی عشق ہے۔۔۔!!اچانک سے انکی ساڑھی کا پلو نکال کر دور اچھالتے ہوئے بولے تو ائرہ کاظمی خفت سے کہتے ہوئے دیکھ گئیں۔۔۔

کچھ شرم کر لیں اب تو دادا بننے والے ہیں۔۔۔!وہ خفت و شرم کا شکار ہوتی خود کو چھپانے لگیں تو سنان مصطفیٰ انکی کوشش ناکام بناتے آنکھ ونک کر گئے۔۔۔

بے فکر رہو ہمیں دادا، دادی بنانے کا تمہارے بیٹے کا دور دور تک ابھی کوئی ارادہ نہیں ہے۔۔۔! سنان مصطفیٰ جھکتے ہوئے انکی کمر کو چومتے ہوئے بولے تھے۔۔انکا پیار و انداز آج بھی پہلے جیسے تھا۔وہ ابھی بھی پہلے کی طرح ائرہ کاظمی کی خوبصورتی کے آگے ڈھیر ہو جایا کرتے تھے۔۔۔

بیٹا آپکو دادا بنائے یا نہ بنائے پر آپکا داماد آپکو نانا ضرور بنا کر رہے گا۔۔۔! جھٹ سے بولتے ہوئے ائرہ کاظمی دوسرا آپشن بھی بتا گئی تھیں۔گویا سنان مصطفیٰ کے زخموں کو چھیڑنے کی کوشش کی گئی ہو۔۔۔

اس گدھے کا نام لینا ضروری تھا کیا۔۔۔! بے روزگار انسان نے میری معصوم بیٹی کو پھنسا لیا ہوا ہے۔۔۔! شہرام کے ذکر پر سنان مصطفیٰ کا موڈ خراب ہو چکا تھا۔۔

خیر سے آپکی معصوم بیٹی اب اتنی بھی کوئی معصوم نہیں ہے سنی۔۔۔!!
اپنے شوہر کو ہمیشہ کی طرح بیٹی کے گیت گاتے دیکھ کر وہ آنکھیں گھما گئی تھیں۔۔۔

میری بیٹی معصوم ہی ہے۔جو تمہارے چالاک داماد کے ہاتھوں ہمیشہ بے وقوف بن جاتی ہے۔۔۔!!ائرہ کاظمی کے اوپر اپنا سایہ کرتے ہوئے وہ انکی کمر میں بازو لپیٹ کر جھکتے ہوئے انکی گردن پر دانت گاڑ چکے تھے۔۔۔

آپکی بیٹی معصوم نہیں بلکہ گھنی میسنی ہے۔۔!جس نے میرے چاند جیسے گورے داماد کو اپنا براؤن پرنس بنانے کے چکر میں کالا کر دیا ہوا ہے۔۔۔!!
ائرہ کاظمی جل کر بولی تھیں۔۔۔جب انکے انداز پر سنان مصطفیٰ کو ہنسی آنے لگی۔۔

تمہارے داماد کو میری بیٹی نے نہیں کالا کیا۔۔ بلکہ وہ خود دبئی کی سڑکوں پر کالا ہو کر آیا ہے۔۔۔! ائرہ کے گال پر دانت گاڑتے ہوئے وہ مزید وکالت کرتے بولے تھے۔۔۔ شہرام علی اس بحث سے مکمل طور پر بے خبر تھا۔

اگر وہ جان لیتا کہ اسکے ساس، سسر رات کے اس وقت اسکی Tanning skin کو کیا کیا خراجِ تحسین پیش کر رہے ہیں۔ تو یقیناً وہ انکے آگے ہاتھ جوڑ دیتا۔۔۔

سنان مصطفیٰ اچانک اپنی بیوی کے ہونٹوں پر جھکتے ہوئے انکے بولتے لبوں کو قفل لگا چکے تھے۔۔ وہ آنکھیں بڑی کرتے دیکھنے لگیں تو انکے وجود کو خود میں بھینچتے ہوئے سنان مصطفیٰ انہیں شرمانے پر مجبور کر گئے۔۔۔

غازیان پاشا کمرے میں آچکا تھا۔۔ خاموشی سے اپنی سفید شیروانی اتارتے ہوئے اس نے صوفے پر رکھ دی۔ بیڈ پر دلہن بنی بیٹی ماہ پارہ گھونگٹ کی اوڑھ سے اسکی کاروائی دیکھنے لگی تھی۔۔۔ کن اکھیوں سے غازیان پاشا کے دراز قد کو دیکھتے ہوئے اسکی ہتھیلیاں بھیگنے لگی تھیں۔۔۔

شیروانی اتارنے کے بعد غازیان نے عادت کے مطابق بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے بیڈ کی جانب قدم اٹھائے تو اسے اپنی طرف آتے دیکھ کر ماہ پارہ کے دل نے تیزی سے بیٹ مس کی۔۔ جب کہ چہرے پر پیاری سی مسکراہٹ وہ سجائے آکر اسکے سامنے بیٹھ چکا تھا۔۔

سلام سردارنی صاحبہ۔۔۔!! ماہ پارہ کو اسکے پسندیدہ لقب سے مخاطب کرتے ہوئے غازیان نے اسکا ہاتھ تھامتے ہوئے لبوں سے لگایا تو وہ بے اختیار مسکراتے ہوئے جھینپ گئی۔۔۔

کچھ بولو گی نہیں۔۔۔!! اسے خاموش دیکھ کر وہ اسکا خوبصورت ہاتھ دیکھتے ہوئے بولا تھا۔۔ماہ پارہ کے سفید ہاتھوں پر لگی مہندی کافی حسین لگ رہی تھی۔۔غازیان نے بے اختیار اسکے ہاتھ کو قریب کرتے ہوئے مہندی کی خوشبو کو محسوس کیا۔۔۔اسکی انگلیوں میں پہنی رنگز اور کلائی میں ڈھیر ساری چوڑیاں دیکھتے ہوئے وہ مبہوت ہوتے دیکھتا چلا گیا۔۔

ماہا۔۔۔!! اسے پیار سے بلاتے غاذیان نے گھونگٹ اٹھاتے ہوئے پلٹا تو اسکا چہرہ دیکھتے ہوئے وہ اگلے ہی پل سٹل سا ہو گیا۔۔۔سرخ لہنگے میں وہ

مکمل طور پر دلہن کے روپ میں تھی۔۔ چہرے پر کی ہوئی لٹوں نے اسکے حسن کو دوبالا کیا ہوا تھا۔۔ میرون لمبے بالوں کا میسی جوڑا کیے اس نے پلکیں اٹھاتے ہوئے ایک نظر غازیان پاشا کی طرف دیکھا تو اپنی نیلی آنکھوں سے وہ مقابل کو گھائل کرتی چلی گئی تھی۔۔

واللہ ماشاءاللہ۔۔۔!! بے اختیار ہوتے غازیان کے ہونٹ ہلے تو ماہ پارہ نے شرماتے ہوئے دوبارا اپنی پلکوں کی جھالر کو گرادیا۔۔

سردارنی صاحبہ یہ رات آپ کے لیے بہت مشکل رات ہونے والی ہے۔۔۔!! کیونکہ جتنا آپ نے مجھے تڑپایا ہے۔۔ میں سود سمیت آپکو تڑپانے والا ہوں۔۔۔!! بھاری لہجے میں اسے ڈراتے ہوئے غازیان نے

سائیڈ میز کا دراز کھولتے ہوئے دو باکس باہر نکالے تھے۔۔۔بدلے میں وہ اسے خفگی سے دیکھ گئی تھی۔۔

یہ تمہاری منہ دیکھائی کا تحفہ۔۔!!میرا بس چلتا تو تمہیں دنیا کا سب سے بیش قیمت تحفہ دیتا یا پھر خود کو پیک کرتے ہوئے تمہیں دے دیتا۔۔۔! غازیان قریب ہو کر اسکی ناک سے ناک مس کرتے ہوئے شرارت سے بولا تو وہ ہنس گئی۔۔

ماہ پارہ نے excited ہوتے جلدی سے باکس کھول کر دیکھنا چاہے تو اگلے ہی پل وہ حیرت سے منہ کھولتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔۔

مجھے آج تک تمہارے اوپر سب سے زیادہ یہ ہی رنگ پسند آیا ہے۔اور اسی رنگ میں تم نے پہلی بار مجھے اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔اس لئے میں تمہیں

اسی رنگ میں کوئی قیمتی تحفہ دینا چاہتا تھا۔۔۔!! ماہ پارہ کی حیرانی پر وہ مسکرا کر کندھے آچکا کر بتانے لگا۔۔۔جب کہ وہ "Red diamond" دیکھتے ہوئے مبہوت ہو چکی تھی۔۔

غازی۔۔۔!! یہ بہت خوبصورت ہے۔۔۔!! باکس میں پڑے نیکلس کو چھوتے ہوئے وہ تعریف کرتے بولی تھی۔۔ایک باکس میں نیکلس تو دوسرے میں کڑے تھے۔۔جو کہ ریڈ ڈائمنڈ کے ہی تھے۔غازیان پاشا نے اپنی بیوی کو اپنے پسندیدہ رنگ کا تحفہ دیا تھا۔۔

تمہاری کلائیوں میں یہ اور خوبصورت لگے گئے۔۔۔!! باکس سے کڑے نکال کر وہ اسے پہنانے لگا تو ماہ پارہ خوشی سے چمک اٹھی۔۔

ماشاءاللہ۔۔۔! اسے کڑے پہنانے کے بعد وہ جھکتے ہوئے اسکی کلائیوں پر لب رکھ چکا تھا۔۔

میری زندگی کو رنگین بنانے کے لیے بہت شکریہ میری نیلی سردارنی۔۔۔!! ماہ پارہ کا ماتھا چومتے ہوئے غازیان نے کہا تو وہ آنکھوں میں آنسو لیے اگلے ہی پل اسکے گلے لگتے ہوئے اسے حیران کرتی چلی گئی۔۔

آپکا بہت شکریہ مجھے اتنی محبت دینے کے لیے۔۔۔! مجھے سنبھالنے کے لئے۔۔۔!! آئی لو یو غازی۔۔۔!! فرط جذبات میں بہتے ہوئے اس نے اچانک اظہارِ محبت کیا تو مقابل کو جھٹکا دیتی چلی گئی۔۔

کیا کہا پھر کہنا۔۔۔؟؟اسے اپنے سامنے کرتے ہوئے وہ تیزی سے بولا تھا۔۔

کیا۔۔میں تو کچھ نہیں کہا۔۔۔!!اپنی بے خودی پر دانتوں تلے زبان دباتے ہوئے وہ تیزی سے مکر گئی تھی۔۔۔

مجھے بے وقوف مت بناؤ ماہا۔۔!اسے مکرتے دیکھ کر ماہ پارہ کی گردن کو ہاتھوں میں جکڑتے ہوئے وہ ایک دم سے بگڑا تھا۔۔۔

ماہ پارہ کی آنکھیں بے اختیار بڑی ہوئی تھیں۔۔۔

میں ڈرتی نہیں ہوں اب آپ سے۔۔۔!!غازیان پاشا کی سرمئی آنکھوں میں اپنی نیلی آنکھیں گاڑتے ہوئے وہ اچانک نڈر ہوئی تھی۔۔

تو تم مجھ سے نہیں ڈرتی اب۔۔۔؟؟اسکے نڈر پن پر حیران ہوتے غازیان نے لہجے کو جان بوجھ کر سنگین بناتے یقین دہانی چاہی تھی۔اور یہ ہی وہی پل تھا۔جب ماہ پارہ کا دل کانپ اٹھا تھا۔۔۔

رائٹ۔۔۔!!تو سردارنی صاحبہ اب بہادر ہو گئی ہیں۔۔۔!!ماہ پارہ کا چہرہ بھی حد قریب کرتے ہوئے غازیان نے اسکے لبوں کو چھوتے ہوئے موتی کو بغور دیکھا۔ماہ پارہ نے ناک میں بڑی سی نتھ پہنی ہوئی تھی۔جس کا موتی بولتے وقت اسکے لبوں کو بار بار چھو رہا تھا۔موتی کی اس جسارت پر غازیان کی آنکھیں بولنے لگیں تو ماہ پارہ کی ہتھیلیاں بھیگنے لگیں۔۔

غازیان نے چہرہ ترچھا کرتے ہوئے پہلے اسکے کپکپاتے لبوں کو چھوا تو ماہ پارہ کا دل کانپ اٹھا۔۔وہ تیزی سے آنکھیں میچ گئی تھی۔۔جب اسکے لبوں کی

کپکپی کو محسوس کرتے ہوئے وہ اگلے ہی پل مسکرا دیا تھا۔۔ابھی وہ کہہ رہی تھی۔کہ وہ اسے ڈرتی نہیں۔۔۔!اور اب اتنی سی جسارت پر اسکا سانس رک رہا تھا۔۔

اپنی سردارنی کی مزید بہادری دیکھنے کے لیے غازیان رکا نہیں تھا۔بلکہ اسکے موتی کو لبوں میں دباتے ہوئے جان بوجھ کر اسکے ہونٹوں پر سانسیں چھوڑتے ہوئے ماہ پارہ کی حالت خراب کرنے لگا۔۔جب اگلے ہی پل سر پر سوار ہوتے نشے سے ضبط کھوتے ہوئے وہ اسکی ناک میں پہنی نتھ کو نکالتے ہوئے تیزی سے لبوں پر جھکتے ہوئے ماہ پارہ کی بچی کھچی ہمت بھی مفلوج کرتا چلا گیا۔۔نرمی سے اسکے ہونٹوں کو مکمل طور پر وا کرتے ہوئے غازیان نے اپنے ہونٹ اسکے لبوں کی نرماہٹ سے الجھا دیئے تھے۔۔اسکے بالائی

لب کو ہونٹوں میں دباتے ہوئے غازیان نے اسکی زبان کو اچانک بے باکی سے سک کیا تو وہ پھڑ پھڑاتے ہوئے دور ہٹ گئی۔۔۔

ابھی سے اتنے بھاری سانس میری بہادر سردارنی۔۔۔!! اسکی خراب حالت پر چھیڑتے وہ تیزی سے اسکا زیور الگ کرنے لگا تو ماہ پارہ ڈرتے ہوئے تھوک نگل گئی۔۔۔

غازیان۔۔۔!! اسکے ہاتھوں کے لمس پر کسماتے ہوئے وہ بولی تھی۔۔۔

غازیان کی جان۔۔۔!! اسے اٹھا کر اپنی گود میں بٹھاتے ہوئے غازیان نے تیزی سے دوپٹہ نکالتے ہوئے پرے اچھال دیا۔۔۔اسکے چہرے کو اوپر اٹھاتے ہوئے وہ بے قابو ہوتا دوبارا اسکے ہونٹوں کو قبضے میں لیتے ہوئے آج کی حسین رات کو محسوس کرتے ہوئے مسرور ہوتا چلا گیا۔۔ماہ پارہ کے

ہونٹوں سے لپ اسٹک چنتے ہوئے غازیان نے ہاتھ پیچھے لے جاتے ہوئے اسکے بلاؤز کی زپ میں ہاتھ الجھایا تو وہ بے جان ہوتی اسکی کالر کو جکڑ گئی۔۔۔۔

آنے والے لمحات کو سوچتے ہوئے وہ اسکی ہمت کمزور پڑ رہی تھی۔جب غازیان نے زپ کھولتے ہوئے تیزی سے اسکے بازوؤں سے بلاؤز نکال کر پرے پھینک دیا تھا۔۔۔

ماہ پارہ کی کمر کو جکڑتے ہوئے اسے اپنی گود میں کراس بٹھاتے ہوئے غازیان نے قریب کرتے ہوئے خود میں بھینچا تو ماہ پارہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی سی ہوئی۔۔سانس رکنے پر اس نے غازیان کے کندھوں پر ہاتھ مارتے ہوئے ہوش دلایا تو وہ ایک جھٹکے میں اسکے لبوں کو آزاد کرتے ہوئے

اسے پیچھے کی جانب جھاکتے ہوئے اسکی گردن کو چومتے ہوئے سک کرنے لگا۔۔۔ماہ پارہ کے نرم و ملائم بدن کو دیکھتے ہوئے اسکے جسم میں جذبات کا لاوا اگلنے لگا تھا۔۔۔

اسکی دھڑکنوں کو آزاد کرتے ہوئے غازیان نے سانس روکتے ہوئے اپنا چوڑا ہاتھ پھیرا تو ماہ پارہ ایک جھٹکے میں قریب ہوتے اسکے سینے سے لگ گئی۔۔۔

اسے اپنے وجود کا سہارا لیتے دیکھ کر غازیان نے مسکراتے ہوئے اسکے بالوں کو آزاد کرتے ہوئے کمرے پر بکھیر دیا۔۔۔

آج کوئی رعایت نہیں ماہا۔۔۔!! تمہارے اتنا قریب ہونے کے باوجود میں بامشکل صبر کرتا رہا ہوں۔۔۔!! اسکی گردن میں چہرہ چھپاتے ہوئے وہ

سرگوشی کرتے ہوئے اپنی قمیض اتارنے کے بعد ویسٹ بھی اتار چکا تھا۔۔

شرٹ لیس ہوتے ہی غازیان نے اسکے گداز وجود کو خود میں بھینچا تو اسکی دھڑکنوں کے لمس پر غازیان کا سانس بھاری ہوتا چلا گیا۔۔جب کہ ماہ پارہ کا دل کانپنے لگا تھا۔۔۔

غازی۔۔۔!!غازیان کے بھینچنے پر وہ حیا سے مجبور ہوتے بلانے لگی۔۔

محسوس کرو آج اس نزدیکی کو میری جان۔۔۔!!کیونکہ تھوڑی دیر میں یہ نزدیکی ہر حد سے تجاوز کرتے ہوئے ہمیں ایک دوسرے میں ملا دے گی۔۔۔!!اسے جواب دیتے ہوئے وہ دوبارا اسے پیچھے کی جانب جھکاتے ہوئے تیزی سے اسکی دھڑکنوں پر جھکا تو اسکے چھونے پر وہ اچھلتے ہوئے مچلی۔۔۔

ماہ پارہ کو پیچھے تکیے پر لٹاتے ہوئے وہ اسکی بیوٹی بونز کو چومتے ہوئے سینے پر چہرہ جھکا چکا تھا۔۔غازیان کے ہونٹوں نے اپنی بے باکیاں شروع کیں تو وہ تیز سانسیں لیتے ہوئے اسکی آغوش میں پھڑ پھڑا گئی۔۔۔

اپنی پچھلی بنجر راتوں کو یاد کرتے ہوئے غازیان پاشا کے سینے کی آگ بھڑکنے لگی تو وہ ہاتھ بڑھاتے ہوئے ماہ پارہ کے لہنگے کی سائیڈ زپ کھولتے ہوئے ایک جھٹکے میں اسے اتار کر پھینکتے ہوئے اسکے اوپر جھکتا چلا گیا۔۔

غازی۔۔۔!!اس اچانک عمل پر ماہ پارہ کے لبوں سے چیخ برآمد ہوئی تھی۔۔خوف وتڑپ سے اسکی آنکھوں کے کنارے بڑے ہوئے تو وہ سرد انداز میں کے لبوں پر انگلی رکھتے ہوئے اسے خاموش کروا گیا۔۔

ہر شرم اور لحاظ کو پرے رکھتے ہوئے غازیان پاشا نے اسکی چوڑیوں سے سجی کلائیوں کو پکڑتے ہوئے اوپر پن کرتے ہوئے باندھا تو وہ ہراساں ہوتی اسے دیکھنے لگی۔۔۔

آ۔۔آپ کیا کر رہے ہیں۔۔۔؟؟اسکے عمل سے وہ خوف سے ٹھنڈی پڑنے لگی تھی۔۔۔

تمہیں اپنا سایہ بنانے لگا ہوں۔۔۔!! سرد آواز میں بولتے ہوئے وہ روشنیوں کو بجھاتے ہوئے ہر پردے کے بنا اسکے اوپر جھکا تو ماہ پارہ کو اپنا وجود فریز ہوتا محسوس ہونے لگا۔۔۔

غ۔۔غازی میرے ہاتھ۔۔۔!! ایک عجیب سا ڈر اسکے وجود میں دوڑنے لگا تو وہ بے چین ہوتی اپنے ہاتھ نکالنے کی کوشش کرنے لگی۔غازیان نے

تیزی سے اسکی گردن کو جکڑتے ہوئے اسکے چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے قریب کیا تھا۔۔

ابھی نہیں سردارنی صاحبہ۔۔۔!! ابھی تو یہ دیوانہ قطرہ قطرہ تمہارے جسم پر گرتے ہوئے تمہیں خود سے جوڑے گا۔۔۔!! ابھی اس قید سے آزادی ملنا مشکل ہے۔۔۔!! اسکے لبوں پر دہکتی سانسیں چھوڑتے ہوئے غازیان پاشا اسکے قریب ہوا تو اسکے جوان جسم کو محسوس کرتے ہوئے وہ جل اٹھی۔۔۔

ماہ پارہ کی کمر میں بازو حائل کرتے وہ اسے اوپر اٹھا کر اپنے وجود کے ساتھ جوڑتے ہوئے ضبط کھونے کے قریب تھا۔۔ کیونکہ اسکی آغوش میں موجود حسن کی مورت اسکی بے باک خواہشوں کو بے ترتیب کر رہی تھی۔۔

غازیان نے سینے میں اٹکتے سانس پر بے حال ہوتے ماہ پارہ کے لبوں کو ایک بار پھر گرفت میں لیتے ہوئے اسکے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے نیچے لے جانا چاہا تھا۔ جب وہ اسکی قید میں بدکتے ہوئے مچلی تھی۔۔۔بن آب مچھلی کی طرح بندھے ہوئے ہاتھوں سے وہ اسکے نیچے مکمل طور پر کسی معصوم چڑیا کی طرح قید تھی۔ غازیان پاشا کا دیو ہیکل وجود معصوم سی ماہ پارہ کا دل خوف سے بڑھ چکا تھا۔۔۔

اسے مزاحمت کرتے دیکھ کر غازیان نے تیزی سے اس پر اپنا بوجھ منتقل کر دیا۔ ماہ پارہ کے لبوں کو سک کرتے ہوئے وہ شدت پسند ہوتے اسکے پورے بدن پر ہاتھ پھیرتے ہوئے آہستہ آہستہ ضبط کی انتہاؤں پر پہنچ رہا تھا۔۔

ایک سیکنڈ کی بھی مہلت دیئے بنا غازیان نے اسکے تھائیز کر دبوچتے ہوئے اپنی کمر پر سختی سے لاک کیا تو ماہ پارہ کا سر دپڑتا وجود جھنجھلانے لگا۔۔اسکی آنکھوں کی پتلیاں ٹھہرتے ہوئے حرکت کرنے سے انکاری ہو گئی تھیں۔۔کیونکہ مقابل اسے اپنی وحشت کا روپ دیکھاتے ہوئے خوف زدہ کر رہا تھا۔۔۔غازیان نے اسکے بدن کو اپنے وجود کے ساتھ مس کرتے ہوئے بے باک چھیڑ خانی کی تو ماہ پارہ کے وجود میں گرم سپارک ہونے لگا۔۔۔

مجھے اندازہ ہے۔کہ تم میری شدتوں کے پہلے لمس پر ضرور رونے لگو گی۔۔پر میں پوری کوشش کروں گا کہ تمہیں ہرٹ نہ کروں۔۔!!زرا سی مہلت

دیتے ہوئے وہ اسے ذہنی طور پر تیار کرتے ہوئے قریب ہوا تو ماہ پارہ خوف سے سکڑتے ہوئے اس میں چھپنے کی کوشش کرنے لگی۔۔

غازیان نے اچانک اسکے وجود کو سختی سے خود میں بھینچتے ہوئے ماہ پارہ کے لبوں پر پھونک مار کر اپنی پوری قوت کے ساتھ اسکی روح میں سرائیت کی تو ماہ پارہ کی دلخراش چیخ بے ساختہ تھی۔۔اسکے نازک بدن کو درد کی لہر نے تیزی سے اپنی لپیٹ میں لیا تو سے روتے ہوئے سسکی۔۔۔اسکے برعکس غازیان پاشا ان فسوں خیز لمحوں میں لذت سے چور ہوتا پہلے سے بھی زیادہ اسکے نزدیک ہو چکا تھا۔۔

ماہا۔۔۔!!اسے روتے دیکھ وہ بوجھل لہجے میں پکارتے ہوئے اسکے ہاتھ آزاد کر گیا تھا۔۔

آپ۔۔۔آپ نے ہرٹ کیا۔۔۔! وہ روتے ہوئے شکایتی لہجے میں بولی۔

جب کہ غازیان کو تیزی سے ہنسی آئی۔۔۔

میری غلطی نہیں ہے میری جان۔۔۔میری ہر طرح کی کوشش کے باوجود تم نے ہرٹ ہی ہونا تھا۔۔۔!!اسکی آنکھوں سے بہتے آنسوؤں کو لبوں سے چنتے ہوئے وہ کہنے لگا تھا۔۔۔

آپ نے کوشش نہیں کی غازی۔۔!!اسکی صفائی کو رد کرتے ہوئے وہ ہونٹ مڑوڑ کر روتے ہوئے بولی تو اسکے معصوم الزام نے غازیان پاشا کو بے ساختہ ہنسنے پر مجبور کیا۔۔ان خطرناک لمحوں میں وہ اسے ہنسنے پر مجبور کر رہی تھی۔۔۔

اوکے میری غلطی ہے اب رونا بند کرو پلیز۔۔۔! اسکا الزام مانتے ہوئے وہ خود کو حرکت دیتا بھاری لہجے میں بولا تو ماہ پارہ نے تڑپتے ہوئے اسے تھام لیا۔۔۔ غازیان کو اسکا سنہرا روپ دیوانہ کر رہا تھا۔۔ نرمی سے اسکے لبوں کو چومتے ہوئے وہ پیار سے اسکے وجود کی گہرائیوں کو محسوس کرتے ہوئے آنکھیں بند کیے ہوئے تھا۔۔ جب کہ ماہ پارہ کی سسکیاں اسکے ہونٹوں میں ہی جذب ہوتی جا رہی تھیں۔۔۔

غازیان اچانک اسکے ہونٹوں کو آزادی بخشتے ہوئے اسکی دھڑکنوں کو چومتے ہوئے آہستہ آہستہ شدت پسند ہونے لگا تو ماہ پارہ کی سسکیاں تیز ہوتی چلی گئیں۔ اسکے بدن کے ہر حصے کو خود سے ملائے وہ سیج میں اس ملن کو پاگل پن میں بدلنے کی کوشش میں تھا۔۔ اور اسکی شدتوں سے ہارتے ہوئے معصوم

سی ماہ پارہ سچ میں یہ سوچنے پر مجبور ہو رہی تھی۔ کہ اپنے کہے کے مطابق وہ واقعی یہ رات اس پر بھاری کر چکا تھا۔۔۔

اسکی دھڑکنوں کو چومتے ہوئے غازیان نے اوپر تیزی سے اوپر اٹھتے ہوئے اسکی گردن سے ہاتھ نیچے لے جاتے پیٹ کو چھوا تو ماہ پارہ اسکے چوڑے وجود کو دیکھتے ہوئے سٹل سی ہو گئی۔۔ مکمل طور پر بہکتے ہوئے وہ غازیان پاشا کی سرمئی آنکھوں کا رنگ گہرا ہو رہا تھا۔۔۔

غازی۔۔۔!! اسکی آنکھوں کے رنگ سے خوف کھاتے ہوئے ماہ پارہ کے ہونٹ ہلے تو اسکے پکارنے پر وہ تیزی سے دوبارا جھکتے ہوئے اسکے قریب ہو گیا۔۔

غازی کی جان۔۔۔! تیز سانسوں میں اسکی پکار کا جواب دیتے ہوئے غازیان اپنی شدتیں نچھاور کرتے ہوئے اسے خود میں جذب کرنے لگا تو ماہ پارہ بھی اس قربت میں سکون محسوس کرتے ہوئے اسکے گرد بانہیں پھیلا گئی۔۔اسکی آہیں غازیان کے ہونٹ میں گم ہونے لگیں تو اسکی سسکنے پر وہ مزید ضبط کھوتے اسکے وجود میں گم ہوتا چلا گیا۔

مشعل ہمدانی چینج کرنے کے بعد باہر نکلیں تو عیس ہمدانی کال پر مصروف تھے۔۔آدھی رات میں بھی اپنے شوہر کو مال پر مصروف دیکھ کر وہ تیکھے چتون تاثرات سے انکی طرف بڑھی تھیں۔۔

عیس ہمدانی جو بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے تھے۔۔کہ اپنی بیوی کے کھلے بال دیکھتے ہوئے بے ساختہ مبہوت ہوتے مسکرا دیئے۔۔

انہیں مسکراتے دیکھ کر مشعل ہمدانی آنکھیں سیکڑتے ہوئے آگے بڑھ کر انکی گود میں بیٹھیں تو عیس ہمدانی کا دل ڈوب کر ابھرا۔۔بیوی کے یوں قریب آنے پر وہ فون پر اپنی بات کرنا بھول گئے تھے۔جب مشعل انکے ہاتھ سے موبائل پکڑتے ہوئے جلدی سے کال بند کر گئیں۔۔

آپ کو آدھی رات میں بھی سکون نہیں کیا۔۔۔؟؟کال بند کرنے کے بعد وہ تیز نظروں سے دیکھنے لگیں۔۔اشارہ لیٹ نائٹ کال کی طرف تھا۔۔۔

میرا سکون تم کیوں بے سکونی میں بدلنے کی کوشش میں ہو۔۔۔؟ تیزی سے انہیں بانہوں میں بھرتے ہوئے وہ بہکے تھے۔۔

بس کریں۔۔۔!! ویسے تو آپکو بیوی کی طرف دیکھنے کا ہوش بھی نہیں تھا۔۔۔!! مشعل ہمدانی خفگی سے ہونہہ کر گئی تھیں۔جب عیس ہمدانی

انکی گردن میں چہرہ چھپاتے ہوئے اس خوشبو کو محسوس کرتے ہوئے گہرا سانس بھرنے لگے۔۔ جس نے اچانک انہیں اپنی لپیٹ میں آکر جکڑ لیا تھا۔۔

میرا دھیان تمہاری طرف ہی تھا۔۔ بس تمہارے باہر آنے کا انتظار کر رہا تھا۔۔!! اپنی بھاری آواز میں جواب دیتے ہوئے عیس ہمدانی نے انکی گردن کو چومنا شروع کر دیا۔ جب کہ مشعل انہیں پٹری سے اترتے دیکھا کر جلدی سے دور ہٹنے لگیں۔

خود سے پاس آئی ہو تو ٹک کر بیٹھی رہو مشو۔۔۔!! انہیں ہلتے جلتے دیکھ کر عیس ہمدانی نے غراتے ہوئے سختی سے جکڑ لیا تھا۔ اور آج بھی معصوم سی مشعل انکے اس روپ پر سہم چکی تھیں۔۔۔

جب پتہ ہے کہ مجھے ہینڈل نہیں کر پاتی تو عنایت کرنے سے پہلے سوچا لیا کرو نا۔۔۔!! اپنی معصوم و کیوٹ بیوی کو سہمتے دیکھ کر وہ طنزیہ کہتے ہوئے انکے نچلے ہونٹ کو دانتوں کی گرفت میں لے گئے۔۔۔

جی بالکل ہینڈل کیے بنا ہی میں نے دو بچے پیدا کر لیے تھے۔۔۔!! وہ منہ بگاڑ کر جھٹ سے طنزیہ بولی تھیں۔۔انکے طنز پر عیس ہمدانی کا قہقہ ابلا تھا۔۔جب کہ انہیں ہنستے دیکھ کر وہ خجل ہوتی شرما کر اپنا چہرہ چھپا گئیں۔۔

کیا کہتی ہو پھر ایک اور بچہ پیدا کر لیا جائے۔۔! کیونکہ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم مجھے اب کیسے ہینڈل کر سکتی ہو۔۔۔!! انکے وجود کو بانہوں میں بھرتے ہوئے وہ پیچھے لیٹتے ہوئے مشعل کو اپنے اوپر لٹا گئے۔۔

کچھ شرم کر لیں۔۔دادا بن کر بھی سکون نہیں کیا۔۔۔؟؟حیا سے تنگ ہوتے وہ خفت کا شکار ہوئی تھیں۔۔۔

ہاں تو میں نے تھوڑی نہ تمہارے بیٹے کو کہا تھا۔کہ مجھے دادا بنا دو۔۔۔! میرے بس میں ہوتا تو میں اسے کبھی باپ بننے ہی نہیں دیتا۔۔۔!!اپنی بیوی کی تھوڑی کو چومتے ہوئے وہ کہنے لگے۔۔۔

آپ کیسے اتنا خراب سوچ لیتے ہیں علی۔۔۔! وہ ہکا بکا ہوتی بولیں تو انکی زبان سے ہر بار کی طرح علی سنتے ہوئے وہ بے خود ہوتے مسکرا دیئے۔۔۔

بالکل ویسے ہی جیسے ابھی میں تمہارے ساتھ خراب خراب چیزیں کرنے لگا ہوں۔۔۔! مشعل کے

ہونٹوں پر جھکنے سے پہلے وہ بے شرمی سے بولنا نہیں بھولے تھے۔جب کہ مشعل انکی گرفت میں حیران در حیران ہوتی تھک ہار کر خود کو انکے سپرد کر گئی تھیں۔

ایسے بھی کوئی کرتا ہو گا اپنی دلہن کے ساتھ۔۔؟؟مہر ماہ نے ایک نظر منہ بناتے ہوئے اپنے گولڈن لہنگے کو دیکھا۔۔جو وہ اتار چکی تھی۔اور یہ صرف اور شہرام علی کا حکم تھا۔جس نے کل مہندی کی رات اسے میسج کرتے ہوئے حکم صادر کیا تھا۔۔کہ "اسکے کمرے میں آنے سے پہلے وہ اسکی پسند کی ڈریس میں ملے ورنہ دوسری صورت میں انجام کی زمہ دار وہ خود ہو گی۔۔۔"!

سب کے جانے کے بعد مہر ماہ نے اٹھ کر سب سے پہلے چینج کیا تھا۔ لہنگا اور جیولری اتارنے کے بعد اب وہ مکمل طور پر ایک الگ روپ میں تھی۔۔ ریڈ کلر کی باڈی کون ڈریس میں وہ اسی بولڈ میک آپ میں تھی۔ سلک کے باڈی کون ڈریس میں اسکے بدن کے سب curves نمایاں کر رہا تھا۔

بالوں کو کھول کر مہر ماہ نے ایک کندھے پر اپنے گولڈن بال شفٹ کر لیے تھے۔۔ زرا سا مڑتے ہوئے اس نے ڈریس کی بیک دیکھنا چاہی تھی۔ جو کہ مکمل طور پر بیک لیس تھی۔۔ کندھوں پر صرف پتلی سی ڈوریوں کا سہارا تھا۔۔ اپنے روپ کو دیکھتے ہوئے وہ سٹپٹاتے ہوئے آئینے کے سامنے سے ہٹ گئی۔۔۔

ہیلز پہننے کی وجہ سے اسکا دراز قد کافی نمایاں لگ رہا تھا۔ جب کہ ڈریس کی لمبائی پنڈلیوں سے اوپر تھی۔ اپنے شوہر کی اس واحیات چوائس پر وہ سرد سانس خارج کر گئی۔ اس طرح کے ڈریسز پہننے کا شوق ہیر پاشا کو تھا۔ جو وہ اکثر اوقات اکیلے میں فلیٹ پر پہنے بھی رکھتی تھی۔ پر مہر ماہ نے کبھی ایسے ڈریس ٹرائے نہیں کیے تھے۔ پھر نجانے کیوں شہرام علی نے آج کی رات اسے یہ پہننے کا حکم فرمایا تھا۔۔

ریموٹ اٹھائے وہ لائٹس بند کرنے کے بعد سوچوں میں الجھی ہوئی تھی۔۔ جب اچانک دروازہ کھلنے کی آواز پر ہوش میں آتی وہ تیزی سے چھپ گئی۔۔

شہرام علی کمرے میں داخل ہوا تو اندھیرے کو دیکھتا ہوا چونک گیا۔۔جب کہ کمرے میں پھیلی خوشبو نے اسکے چہرے پر مسکراہٹ کو بکھیر دیا تھا۔۔ پورے کمرے کو خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔

اسے لگتا ہے کہ یہ مجھ سے چھپ سکتی ہے آج۔۔۔؟؟اپنی بیگم کی حرکت پر تمسخر سے مسکراتے ہوئے وہ سوچ گیا۔۔۔

مہرو۔۔۔!!اگر تم ایک سیکنڈ سے پہلے میرے سامنے آکر کھڑی نہ ہوئی تو باقی کی رات تمہارے لیے ڈراؤنی ہونے والی ہے۔۔۔!!اپنی گولڈن شیروانی ایک جھٹکے میں اتار کر صوفے پر پھینکتے ہوئے وہ دھمکی آمیز گویا ہوا۔اسکی بلند آواز پر کانپتے ہوئے مہر ماہ کے پسینے چھوٹے تھے۔۔۔

پتہ نہیں یہ جن کیوں میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔۔۔!! کلس کر سوچتے ہوئے وہ اگلے ہی پل تیزی سے باہر نکلتے ہوئے اسکی طرف بڑھی تھی۔۔

شہرام علی جو مڑتے ہوئے جا کر صوفے پر بیٹھ رہا تھا۔ کہ ہیلز کی آواز پر پر اسراریت سے مسکرا دیا۔۔ صوفے پر گرنے والے انداز میں وہ چوڑا ہو کر بیٹھ گیا۔ دونوں بازو صوفے پر رکھتے ہوئے اس نے اندھیرے میں کھڑے وجود کو دیکھا۔ اندھیرے میں بھی مہرماہ کے نمایاں ہوتے curves کو دیکھتے ہوئے اس نے دانتوں تلے لب دبا لیا۔۔۔

لائٹس آن کرو۔۔۔!! اندھیرے میں شہرام علی کی بھاری آواز گونجی تھی۔۔ مہرماہ نے ہونٹ کاٹتے ہوئے آگے بڑھ کر ریموٹ اٹھاتے ہوئے لائٹس آن کر دیں س۔ روشنی ہوتے ہی مقابل کو مہرماہ کا وجود نظر آیا تو

اسکے ہوش ربا سراپے کو دیکھتے ہوئے شہرام علی کا سانس بے ترتیب ہوتا چلا گیا۔۔

یہاں آؤ۔۔۔!! اسے وہیں پر کھڑے دیکھ کر شہرام علی کی رعب دار آواز نے پھر اسے مخاطب کیا۔۔اسکے حکم پر ہیلز میں بھاری قدم اٹھاتے چلتے ہوئے اسکے سامنے آکر کھڑی ہو گئی۔۔ باڈی کون ڈریس کی فٹنگ میں اسکے بدن کے ہر خم کو دیکھتے ہوئے شہرام علی کی ہیزل براؤن آنکھیں خمار زدہ ہونے لگی تھیں۔۔

بیٹھو۔۔۔!! اپنی گود میں اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے شہرام نے حکمیہ نظروں سے دیکھا۔۔۔جب وہ خفگی سے اسے دیکھتے ہوئے ہمت کرتے

اسکی گود میں بیٹھ گئی۔اسے گود میں بیٹھتے ہی شہرام کی ناک سے اس کی دلفریب خوشبو ٹکرائی تو وہ بے اختیار ناک کو انگوٹھے سے چھو گیا۔۔۔

میں جو بھی سوال کروں تم بنا رکے مجھے اسکا سیدھا سیدھا جواب دو گی۔۔۔!

ورنہ "بادشاہ" کے انداز سے تم پہلے ہی واقف ہو چکی ہو۔۔۔!!اسکی کمر سے نیچے چوڑا ہاتھ پھیرتے ہوئے شہرام نے ایک جھٹکے میں اسے قریب کرتے ہوئے بازو دوبارا صوفے پر رکھ لیا تھا۔۔جب کہ اسکے جتاتے لہجے پر مہرماہ چور سی ہو گئی تھی۔۔

تم اس دن ائیر پورٹ پر کیسے پہنچی تھی۔۔۔؟شہرام نے سب سے پہلا سوال کیا۔جو اسکے دماغ میں ہر وقت گھومتا رہتا تھا۔۔

وہ۔۔۔میں تمہاری اور فاتح بھیا کی باتیں سنی تھیں۔۔!تو مجھے پتہ تھا سب۔۔۔!!مہر ماہ نے منمنا کر سیدھا جواب دیا۔۔۔

باتیں کیسے سنی تھیں۔۔۔؟اسکی جھوٹی معصومیت کو دیکھتے ہوئے شہرام نے دوسرا سوال کیا۔۔

وہ۔۔۔میں نے اور ہیر نے تم لوگوں پر نظر رکھی ہوئی تھی۔۔۔!!اسکی کڑی نظروں پر لمبا سانس لیتے ہوئے مہر ماہ نے صاف گوئی سے سچ بتایا تھا۔۔جس کو سن کر شہرام علی کو حیرانی ہوئی تھی۔۔مطلب اسکا شک بالکل ٹھیک تھا۔کہ اسکی بیوی اس کی جاسوسی کرتی رہی تھی۔۔

اٹلی میں مارکو کے تہ خانے میں تم نے بیر وٹو کو مارا تھا۔۔؟ شہرام سپاٹ لہجے میں تیسرا سوال کیا تو مہر ماہ انتہائی معصوم انداز میں اثبات میں سر ہلا گئی۔۔۔

اور جب میں نے گھر فون کر کے میڈ سے تمہاری تصویر منگوائی تو وہ کیسے بن گئی تھی۔۔؟ کیونکہ تم تب اٹلی میں تھی۔۔۔!! اسکی معصومیت پر عش عش کرتے ہوئے شہرام نے مزید جاننا چاہا۔۔اس رات جب شہرام کو شک ہو رہا تھا۔تب اس نے بلیک مینشن میں فون کرتے ہوئے میڈ سے مہر ماہ کی موجودگی کا پوچھتے ہوئے تصویر بھیجنے کو کہا تھا۔جو کہ کچھ ہی دیر میں میڈ بھیج بھی چکی تھی۔۔

یہ جانے بنا کہ تب گھر کے سب موبائل فونز سے لے کر لینڈ لائن تک گل ناز کے قبضے میں تھے۔۔ شہرام کے فون سے وہ آگاہ تھی۔ ناز نے ہی میڈ کو مہر ماہ کی تصویر دی تھی۔ جو اس نے شہرام علی کو بھیج دی تھی۔ اس تصویر میں مہر ماہ گھریلو حلیے میں اپنے کمرے اداس سی بیٹھی نظر آ رہی تھی۔۔۔

وہ تو ناز آپی نے سب ہینڈل کیا تھا۔۔! ہونٹوں کا پاؤٹ بناتے ہوئے وہ بولی تو شہرام کا بے اختیار دل کیا کہ اسکے لبوں کو دانتوں کی گرفت میں لیتے ہوئے چبا ڈالے۔۔ اتنا عرصہ اسے بے وقوف بنانے کے بعد اب وہ معصومیت کی مورت بن رہی تھی۔۔

میرے اڈے پر جا کر میرے آدمیوں کو تم خط دیتی رہی ہو۔۔؟؟ شہرام نے سب سے آخری اور ضروری سوال پوچھتے ہوئے بغور اسکے چہرے کو

دیکھا۔۔جب مہر ماہ بھی ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگی۔۔وہ اسی خط کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔جس میں صرف یہ الفاظ درج ہوتے تھے۔۔"کہ بیگم بغیر بادشاہ کس کام۔۔۔؟؟

تو تم نہیں بتاؤں گی۔۔۔؟اسے ایک جھٹکے میں خود پر جھکاتے ہوئے شہرام اسکی کمر کو مٹھیوں میں دبوچتے ہوئے غرایا تھا۔۔اس نے شرافت سے سب سوالوں کے سچ سچ جواب دیئے تھے۔پر اب خاموش ہو چکی تھی۔۔۔

ٹھیک ہے مت جواب دو۔۔۔!پر آج اس بادشاہ سے بیگم پھر اپنی جان بچا کر دیکھائے۔۔۔!!اسے ڈراتے ہوئے شہرام علی نے قریب ہوتے اسکی گردن پر دانت گاڑ دیئے تھے۔۔۔

سارے سوالوں کے جواب مجھ سے ہی پوچھنے ہیں۔۔! خود تو تم نے ابھی تک کسی کو بتایا نہیں ہے۔۔!! اسکی بے رحمی پر کراہتے ہوئے وہ اسکے مکے مارنے لگی تھی۔۔۔

کیا نہیں بتایا۔۔۔! مہر ماہ کی ٹانگوں کو اوپر کرتے ہوئے شہرام نے استفہامی انداز میں دیکھا تھا۔۔

یہ ہی کہ تم سب سے جھوٹ بولتے رہے ہو کہ تم اور فاتح بھیا کچھ بھی نہیں کرتے۔۔پر حقیقت میں تم اور اور فاتح بھیا گینگسٹر ہو۔۔ڈارک ورلڈ میں تم لوگ " بادشاہ اور سلطان " کے نام سے جانے جاتے ہو۔۔۔!! ایک ہی روانی میں تیزی سے بولتے ہوئے مہر ماہ اس راز کو زبان سے ادا کر رہی تھی۔ جس سے سب واقف ہو کر بھی ناواقف تھے۔۔۔

اسکے سر کو خود پر جھکاتے ہوئے شہرام نے تیزی سے اسکی چلتی چونچ اپنے ہونٹوں میں قید کرتے ہوئے بند کر دی تھی۔۔جو لڑکی بے خوف ہوتے اسکے اسکے اڈے پر پہنچ سکتی تھی۔۔تو پھر اس راز کو جاننا اسکے لئے مشکل نہیں تھا۔۔۔

میں یہ بھی جانتی ہوں۔۔کہ حاکم ذیب تم لوگوں کا پارٹنر ہے۔۔بس فرق اتنا ہے کہ وہ کراچی کا گینگسٹر ہے اور تم لوگ یہاں کے۔۔۔!!اور اسی نے تمہاری اور فاتح بھیا کی جان بچائی تھی۔۔۔!اپنے لبوں کو چھڑوا کر وہ مزید راز اگلنے لگی تھی۔۔

مہر و مار کھاؤ گی اب۔۔۔!!شہرام نے دانت پیستے ہوئے اسے باز کرنا چاہا تھا۔۔کیونکہ وہ صاف صاف اسے چڑا رہی تھی۔کہ وہ اسے بے وقوف

بنانے میں کامیاب رہی ہے۔۔۔اسکے دانت پیسنے پر مہر ماہ قہقہ لگاتے ہوئے کھلکھلا پڑی۔۔۔

بڑی ہنسی آرہی ہے نا تمہیں۔۔! دیکھو پھر تمہارے ساتھ کیا کرتا ہوں میں آج۔۔۔!! اسکے کندھوں پر موجود ڈوریوں کو ایک جھٹکے سے کھولتے ہوئے شہرام علی نے اسکا ڈریس اتارتے ہوئے الگ کیا تو مہر ماہ چیختے کوئی مزاحمت کرنے لگی۔۔

نا بیگم اب نہیں۔۔ تم نے جتنا مجھے گھمایا ہے نا اب نہیں۔۔۔!! ایک دم سے اپنی قمیض اتارتے ہوئے اسکے اوپر اپنا سایہ کرتے ہوئے وہ تیزی سے ہونٹوں پر جھک چکا تھا۔۔۔ مہر ماہ کے لبوں کو چومتے ہوئے شہرام علی نے

تیزی سے ہاتھ چلاتے ہوئے اسکے وجود کے پردے چاک کیے تو وہ تڑپتے ہوئے بے جان ہونے لگی۔۔۔

شہری۔۔۔!! شہرام زرا سا اوپر اٹھا تو وہ تیزی سے اسکا نام لیتی مچل گئی۔۔۔

بادشاہ کی بیگم۔۔۔!! اسکی کان کی لوح کو چومتے ہوئے وہ باور کرواتے ہوئے بولا تھا۔۔ مہر ماہ کو صوفے پر لٹائے وہ اسکے اوپر جھکتا ہوا اسے شرمانے پر مجبور کر رہا تھا۔۔۔

لائٹس۔۔۔۔!! اسکے چوڑے وجود سے نظریں چراتے ہوئے مہر ماہ نے چہرے پر ہاتھ رکھ لیے تھے۔۔۔

رہنے دو لائٹس۔۔۔!! میں اس تیز روشنی میں تمہارے وجود کے بدلتے رنگوں کو دیکھنا چاہتا ہوں۔۔!! بے شرمی سے کہتے ہوئے وہ اسکی گردن کو

چومتے ہوئے نیچے کی جانب بڑھنے لگا تو مہر ماہ تیزی سے اسکے بالوں کو جکڑ گئی۔۔

لائٹس آف کرو ورنہ جان لے لوں گی۔۔۔!! اپنے چھپے ہوئے روپ کی ایک جھلک دیکھاتے ہوئے وہ اچانک غرائی تو شہرام نے تعجب سے اگلے ہی پل مسکرا اٹھا۔۔۔

روپ بدلتی ناگن ہو تم۔۔۔!! اسے ایک نئے لقب نوازتے ہوئے شہرام نے پیچھے ہٹتے ہوئے سوئچ بورڈ پر ہاتھ مارتے ہوئے لائٹس بند کر دیں تھیں۔۔

میں صرف بادشاہ کی بیگم ہوں۔۔۔!!اسکے لقب سے انکار کرتے ہوئے وہ چمکے لہجے میں بولتے ہوئے اسکے گلے میں بانہوں کا ہار پہناتے ہوئے قریب کھینچ گئی تھی۔۔۔مقابل اسکے الفاظ پر مسکرائے بنا نہیں رہ پایا تھا۔۔۔

تم میری چاند سی دلہن اور اکلوتی خوشی ہو۔۔۔!!اوپر اٹھتے ہوئے شہرام نے غیر متوقع طور پر اسکا ماتھا چوما تو مہر ماہ تعجب سے اسے دیکھ گئی۔۔۔

میری وہ چھوٹی سی دلہن جسے میں ہر پل پانے اور جیتنے کی کوشش کی۔۔۔! اسکی ناک کو ہاتھ میں دباتے ہوئے وہ اسکے ہاتھ چومتے ہوئے مزید بولا تھا۔۔مہر ماہ لاڈ سے تیزی سے اسکے گلے لگی تو اسکے بدن کو محسوس کرتے ہوئے وہ بے چین ہو گیا۔۔۔

بادشاہ کی ہر دھڑکن میں تم بستی ہو بیگم۔۔۔!! تم جب سائے کی طرح میرا پیچھا کیا کرتی تھی۔تب میں تمہاری خوشبو سے تمہیں پہنچان لیا کرتا تھا۔۔ لیکن سامنے آنے پر جب تمہارے چہرے کی جھوٹی معصومیت دیکھتا تھا تو خود ہی سچائی ماننے سے انکار کر دیتا تھا۔۔!! اسکی کمر میں بازو حائل کیے اسے اپنے وجود کے ساتھ مس کرتے ہوئے وہ بتا رہا تھا۔جب مہر ماہ یہ ساری باتیں جانتے ہوئے ہنسنے لگی تھی۔۔۔

فاتح بھیا بھی جان گئے تھے کیا۔۔۔؟ مہر ماہ نے پر شوق لہجے میں جاننا چاہا تھا۔

اس نے تو تمہیں جرمنی میں ہی پکڑ لیا تھا۔۔۔! جب تم چوری چھپے فلیٹ سے غائب ہو جایا کرتی تھی۔۔۔!! اسکے سائیڈ لبوں کو چومتے ہوئے وہ بول گیا تھا۔۔۔

پھر مجھے واپس کیوں بھیج دیا تھا۔۔۔؟مہر ماہ نے خفگی سے پوچھتے ہوئے شکوہ کیا۔۔

کیوں کہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی میں تمھیں خطرے میں نہیں رکھ سکتا تھا۔۔اس لئے بس۔۔۔!اسے صفائی دیتے ہوئے وہ اسکی گردن کو چومنے لگا تو مہر ماہ اسکے لمس پر بے قرار ہونے لگی۔۔

میرا دل ٹوٹ گیا تھا۔۔۔!!اسکی وضاحت پر مہر ماہ نے دوسرا شکوہ کیا۔۔۔

میں یہ دل ابھی جوڑ دیتا ہوں۔۔۔!!اسکے شکوے پر شیطانی لہجے میں جواب دیتے ہوئے وہ تیزی سے دل کے مقام پر جھکتے ہوئے چومنے لگا تو مہر ماہ کے وجود کو جھٹکا لگا۔۔۔

شہری۔۔۔!!اسکے کانپتے ہاتھوں نے اسکے بالوں میں ہاتھ الجھاتے ہوئے اسے روکنا چاہا تھا۔۔پر وہ پوری طرح اپنی من مانی کرنے میں مصروف تھا۔۔اسکی دھڑکنوں کو شدت سے سک کرتے ہوئے مہر ماہ کے وجود میں وہ سرد لہریں پیدا کر رہا تھا۔اسکے سینے کو ہاتھوں میں دبوچتے ہوئے شہرام نے نیچے جھکتے ہوئے اسکی تھائیز پر ہونٹ رکھے تو مہر ماہ کانپتے ہوئے اسکے کندھوں پر ناخن گاڑنے لگی۔۔

شہرام کے ہونٹ آہستہ آہستہ بے باک ہونے لگے تو اس کمر کے curves کو دبوچتے ہوئے وہ اوپر اٹھتے ہوئے دوبارا اسکے ہونٹوں پر جھکتے ہوئے اسکی ٹانگوں میں فاصلہ کرتے ہوئے انہیں اپنی کمر پر لاک کرتے ہوئے جکڑ گیا۔۔

میں کوئی رعایت نہیں دوں گا مہرو۔۔۔!!دل بڑا کر لو۔۔۔!!اسے پہلے ہی وارن کرتے ہوئے شہرام نے اسکے نازک وجود کو سختی سے خود میں بھینچ لیا تھا۔۔اسکے لہجے پر مہر ماہ کی آنکھیں سہمی تو شہرام علی اسکے لبوں پر قفل لگاتے ہوئے اگلے ہی پل پوری شدت کے ساتھ اسکی روح میں اترتے ہوئے مہر ماہ کو تڑپا کر رکھ گیا۔۔اس قدر شدت پر اسکا وجود آگ کی طرح بھڑکا تھا۔۔پر وہ بے رحم بنتا اسکے لبوں کو سک کرتے سکون و لذت میں ڈوبتے چلا گیا۔۔اس عجیب درد پر مہر ماہ کی ٹانگیں کانپنے لگیں تو شہرام انہیں سختی سے پکڑتے ہوئے خود کو حرکت دیتے ہوئے مہر ماہ کی جان لبوں پر لے آیا۔۔وہ اسے ایک سیکنڈ کی بھی مہلت نہیں دے رہا تھا۔۔۔

تم۔۔بہت ظالم ہو۔۔۔!! بمشکل اپنے لبوں کو آزاد کرواتے ہوئے مہر ماہ نے سسکی بھرتے ہوئے شکوہ کیا تھا۔۔۔

بادشاہ کی بیگم کمزور نہیں ہو سکتی جانم۔۔۔!! پھولی سانسوں میں جتاتے ہوئے شہرام جھکتے ہوئے اسکی گردن کو چومنے لگا تو مہر ماہ مچلتے ہوئے اسکے سینے میں چھپنے لگی۔۔۔صوفے پر بے سکون ہوتے شہرام اسے یوں ہی گود میں اُٹھائے بیڈ کی جانب بڑھ گیا تھا۔۔

مہر ماہ کے حیسن بدن کو بیڈ پر لٹاتے ہوئے شہرام اسے ٹانگوں سے پکڑتے ہوئے نیچے کھینچتے ہوئے دوبارہ اسکی روح میں اترا تو وہ ہونٹوں کو بھینچ کر اسے خراشیں ڈالتی چلی گئی۔۔۔اپنے کہے کے مطابق وہ سچ میں اسے کوئی رعایت نہیں دے رہا تھا۔۔۔

شہری تم رف ہو رہے ہو۔۔۔!!اسکی شدتوں پر چیختے ہوئے وہ تڑپی تھی۔۔

میں نے کہا تھا جانم کہ میں آج کی رات کچھ بھی ہو سکتا ہوں۔۔پر تمہارے لئے اچھا بالکل بھی نہیں ہو سکتا۔۔۔!!اسکی شکایت کا جواب دیتے ہوئے اس نے جھکتے ہوئے جنونی انداز میں اسکے سینے پر دانت گاڑ دیئے تھے۔۔۔

شہری پلیز۔۔۔!!مہر ماہ نے روہانسی آواز میں اسے روکنا چاہا تو بلا آخر وہ اس پر ترس کھاتے رکتا چلا گیا۔۔۔اسکے رکنے پر مہر ماہ نے بے ساختہ لمبا سانس لیتے ہوئے خود کو ابھی سنبھالنے کی کوشش ہی تھی۔کہ شہرام نرمی سے اسکے کندھوں کو چومنے لگا۔۔اسکے نرم انداز پر مہر ماہ کے دل میں گدگدی

سی ہونے لگی وہ مدہوش ہوتے خود اسکے قریب ہونے لگی۔۔۔اسکے انداز کو سمجھتے ہوئے شہرام زو معنی انداز میں مسکرادیا تھا۔۔۔

مہرماہ کی کلائیوں کو ایک ہاتھ میں پکڑ کر اوپر پن کرتے ہوئے شہرام پھولوں کی پتیاں اسکے بدن پر رکھتے ہوئے لبوں سے چننے لگا تو مہرماہ کا وجود جھنجھلاہٹ میں مبتلا ہونے لگا۔۔۔

شہرام۔۔۔! بھاری ہوتے آواز میں اس نے بے اختیار بہکی آواز میں اسے بلاتے ہوئے وجود ڈھیلا کیا تو شہرام اسے نرمی بھر اسٹروک دیتا کسی اور جہاں میں پہنچا گیا۔۔مہرماہ نے لمبا سانس لیتے ہوئے خود اوپر اٹھتے ہوئے اپنے لبوں کو اسکے ہونٹوں کے ساتھ جوڑا تو شہرام کے گھنی مونچھوں تلے ہونٹ مسکرانے لگے تھے۔۔اسکے نازک وجود کو ہر طرح سے خود میں قید

کرتے ہوئے وہ ایک بار پھر جنون خیزی پر اترا تو کمرے میں گونجتی مہر ماہ کی فریادیں اسے سکون دینے لگیں۔

اسکے پورے بدن کو اپنے چٹان جیسے وجود کے ساتھ جوڑے وہ مہر ماہ کو اپنی وحشتوں سے روشناس کروا تھا۔اور وہ آنکھیں موندے اسکے ہونٹوں سے سانسیں کھینچتے ہوئے خود کو سنبھالنے کی کوشش میں تھی۔شہرام علی نے سچ ہی بولا تھا۔کہ آج کی رات تڑپانے والی تھی۔اور سارے ہوش بھلائے وہ اپنے اتنے سالوں کی تڑپ کا بدلہ اتارنے میں مصروف تھا۔

فاتح سلطان کمرے میں داخل ہوا تو اپنے بیڈ پر سبحان کو بیٹھے دیکھ کر ٹھٹک کر وہیں پر رک گیا۔۔یہ ٹڈا اس وقت یہاں پر کیا کر رہا تھا۔۔۔؟دروازہ کھلنے کی آواز پر سبحان اور سیلینہ نے بھی چہرہ موڑتے ہوئے دیکھا تھا۔۔

تم اس وقت یہاں پر میری بیوی کے پاس کیا کر رہے ہو۔۔۔؟انکے متوجہ ہونے پر فاتح نے انکے قریب آکر کڑے تیوروں میں پوچھنا چاہا تھا۔۔۔

میں اپنی شوگر گرل سے باتیں کر رہا ہوں۔۔۔! سبحان نے زرا مغرور ہوتے جواب دیا تھا۔۔

سلطان۔۔۔!!اپنے شوہر کو خوامخواہ میں اپنے دوست کے ساتھ بھڑنے کی تیاری میں دیکھ کر سیلینہ نے تیزی سے روکنا چاہا تھا۔۔۔

تمہیں اس وقت کوئی اور نہیں ملا باتیں کرنے کے لیے جو میرے کمرے میں آ ٹپکے ہو۔۔۔!!اسکی باتوں پر دانت پیستے ہوئے فاتح نے تیز نظروں سے گھورا تھا۔۔

کوئی اپنے کمرے میں آنے کے لیے لیٹ ہو گیا تھا۔اس لئے مجھے یہاں پر آ کر اپنی شوگر گرل کو کمپنی دینی پڑی۔۔۔!!آنکھیں اٹھا کر اپنے سامنے کھڑے اس لمبے سے نیلے سمندر کو گھورتے ہوئے سبحان نے جتانا چاہا تو فاتح کے تاثرات کچھ ڈھیلے پڑ گئے۔۔۔بے اختیار اسکا چہرہ میکانکی طور پر سیلینہ کی طرف گھوما تھا۔جو سچ میں اس وقت تھکی ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔۔۔

ہاں تو کوئی احسان نہیں کیا۔۔۔!!اتنا تو کر ہی سکتے ہو تم۔۔۔!!اگلے ہی پل فاتح نے یوٹرن مارتے ہوئے سنا دیا تھا۔جس پر سبحان کی آنکھوں میں اپنے مستقبل کے سسر کو لے کر افسوس ابھرا تھا۔۔چاہے دنیا یہاں سے وہاں ہو جاتی پر شہرام علی اور فاتح سلطان کسی کے احسان تلے آ جائیں۔۔ایسا ممکن ہی نہیں تھا۔۔

چلو نکلو بھی اب یہاں پر کھڑے مجھے گھور کیوں رہے ہو۔۔۔؟ سبحان کو وہیں پر جمے دیکھ کر فاتح نے اسے دروازے کا رستہ دیکھایا تھا۔۔

اپنا والٹ دیں۔۔۔! سبحان نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے اچانک اس سے والٹ مانگا تھا۔۔

کیوں۔۔۔؟ کیا تم نے بھی لڑکیوں کی طرح پیسے بٹورنے کی کوئی رسم کرنی ہے۔۔۔؟ اسکے والٹ مانگنے پر فاتح نے حیرانی سے آنکھیں سکیڑلی تھیں۔۔۔

والٹ دیں مجھے اپنے لئے پیزا آرڈر کرنا ہے۔۔۔!! اسے فضول باتیں کرتے دیکھ کر سبحان نے آگے بڑھتے ہوئے خود اسکی جیب سے والٹ نکال لیا تھا۔۔۔

اب شرم نہیں آئے گی سسر سے پیسے لیتے ہوئے۔۔۔؟اسے اپنے والٹ سے پیسے نکالتے دیکھ کر فاتح نے بھگو کا مارا تھا۔۔۔

نہیں۔۔!کیونکہ میں آپکی طرح کچھ کاموں میں بہت ہی بے شرم ثابت ہونے والا ہوں۔۔۔!اپنی مرضی کے پیسے نکالنے کے بعد وہ بے پرواہی سے بولتے ہوئے دروازے کی جانب بڑھا تو فاتح نے اسکی چھوٹی سی پشت کو گھوری سے نوازا۔۔سبحان کی باتوں پر سیلینہ مزے سے ہنس رہی تھی۔۔

بنو تم میرے داماد ایک بار۔۔!!بیٹا میں نے بھی یہ رشتہ بنانے پر تمہیں پچھتانے پر مجبور نہ کیا تو میرا نام بھی فاتح سلطان نہیں۔۔۔!سنگین لہجے میں

بڑبڑاتے ہوئے وہ منہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے دروازہ لاک کرنے کے لیے بڑھا تھا۔۔

بہت ہنسی آتی ہے نا تمہیں اپنے ٹڈے کی باتوں پر۔۔۔! سیلینہ کو ہنستے دیکھ کر فاتح نے اپنی قمیض کے بٹن کھولتے ہوئے اسے دیکھا تو وہ سٹپٹاتے ہوئے چہرہ موڑ گئی۔۔۔ایک سیکنڈ لگا تھا اسکی ہنسی تھمنے میں۔۔۔اپنی سفید شیروانی اور قمیض اتار کر پھینکتے ہوئے وہ شرٹ لیس آکر سیلینہ کی سامنے بیٹھ گیا تھا۔۔۔

لگتا ہے میرے ہونے والے داماد نے تمہارا گھونگٹ اتروادیا تھا۔۔۔!! اسے ریلیکس انداز میں بیٹھے دیکھ کر فاتح نے اسکا چہرہ اپنی طور موڑتے

ہوئے اندازہ لگایا تھا۔۔جب کہ سیلینہ چور ہوتی نظروں سے آہستہ سے سر ہلانے لگی تھی۔فاتح کا انتظار کرتے ہوئے اسکی کمر اکڑ چکی تھی۔وہ تو شکر تھا۔کہ سبحان کمرے میں آکر اس سے کمپنی دینے لگ گیا تھا۔ورنہ کمرے میں یوں اکیلے بیٹھے بیٹھے سیلینہ کو نیند آنے لگی تھی۔۔سبحان نے اسکا گھونگٹ اٹھوا کر ریلیکس انداز میں بٹھایا ہوا تھا۔۔

کسی کو اتنا بے ہودہ داماد نہیں ملنے والا شاید۔۔۔!!اپنے زبردستی کے داماد کو وہ کوسنا شروع ہو چکا تھا۔۔۔

آپ کیوں میرے دوست کے پیچھے ہی پڑ جاتے ہیں۔۔۔!سیلینہ نے خفگی سے اسے ٹوکنا چاہا تھا۔۔۔

میں پیچھے پڑتا ہوں۔۔ یا وہ میرے ہر کام میں اپنی کمزور ٹانگیں اٹکا لیتا ہے۔۔! دیکھو اب میرے ساتھ قیمتی مومنٹ خراب کر کے دفع ہو گیا ہے۔۔! سبحان کے گھونگٹ اٹھوانے پر فاتح کو غصہ آنے لگا تو اچانک سیلینہ کی کمر میں بازو حائل کرتے ہوئے وہ اسے اٹھاتے ہوئے اپنی گود میں بٹھا گیا۔۔۔

اس اچانک عمل پر سیلینہ نے حیرانی سے اسکے سینے پر ہاتھ رکھا تھا۔۔۔

میں تھک گئی تھی سلطان۔۔! اس لئے میری فکر میں اس نے کہا تھا۔۔۔! فاتح کے سینے پر سر رکھتے ہوئے معصومیت سے وضاحت کرتے ہوئے سیلینہ نے اسکی غصے کو شانت کرنا چاہا تھا۔۔۔

تو یہ سب اتار لیتی نا۔۔! اسکے بھاری سرخ لہنگے کو دیکھتے ہوئے وہ فکر مند ہوا تھا۔۔

تب آپ اور غصہ کرتے۔۔۔! وہ منہ بسورے ہوئے بڑبڑائی تو اسکا دوبٹہ اتارتے ہوئے فاتح ہنس پڑا۔۔

میرے غصے کا اتنا ڈر ہے۔۔۔؟؟ اسکی گردن میں گہرا سانس لیتے ہوئے بولا تو سیلینہ نے کسمسا کر سر ہلاتے ہوئے حامی بھری تھی۔ڈیپ ریڈ کلر کی لہنگے میں اپنے پور پور پر بھاری سونے کے زیور پہنے وہ فاتح سلطان کو دیوانہ کر رہی تھی۔۔۔

تم میری چاکلیٹ گرل ہو۔۔۔!! کسی ڈارک چاکلیٹ کی طرح جو اپنے نشے میں انسان کو چور کر دے۔۔۔!! سیلینہ کے چہرے کو اپنے سامنے کرتے ہوئے وہ ہمیشہ کی طرح اسکی چاکلیٹ براؤن آنکھوں میں ڈوبنے لگا تھا۔۔

چاکلیٹ سے نشہ نہیں ہوتا سلطان۔۔! فاتح کی تعریف پر اس نے ہنسی دباتے ہوئے کہنا چاہا تھا۔۔۔

ہوتا ہے میری جان۔۔! تم ابھی اس چاکلیٹ کے بارے میں نہیں جانتی۔۔۔! اسکی ہنسی ہر قربان ہوتے وہ آگے بڑھتے ہوئے اسکے ہونٹوں کو چومتے ہوئے معنی خیزی سے بولا تھا۔ جب سیلینہ اپنی بڑی بڑی آنکھیں اٹھاتے ہوئے اسکی طرف دیکھنے لگی۔۔۔

چھوڑو تم۔۔۔!!آؤ تمہیں زرا کھلی ہوا میں کھڑا کروں۔۔۔!!اسکی جیولری اور دوبٹہ اتار کر رکھنے کے بعد وہ اسکا نازک وجود اٹھائے کھڑکی کی طرف بڑھ گیا تھا۔۔

سیلینہ کو کھڑکی میں کھڑا کرتے ہوئے فاتح اسکی پشت پر کھڑا ہو چکا تھا۔۔فاتح نے کھڑکی کو مکمل طور پر کھولا تو ہوا کے ٹھنڈے جھونکے بے اختیار آکر سیلینہ سے ٹکرانے لگے۔۔رات کے دو بجے موسم کچھ خوشگوار اور ٹھنڈا سا محسوس ہو رہا تھا۔۔۔

اچھا لگا۔۔۔؟اسے مسرور ہوتے دیکھ کر وہ جھکتے ہوئے اسکی گردن پر چہرہ ٹکاتے ہوئے پوچھ گیا تھا۔۔۔

مجھے آپ کے ساتھ سارا جہاں خوبصورت لگتا ہے فاتح۔۔۔!! چہرے کو زرا سا موڑتے ہوئے وہ مسکرا کر جواب میں بولی تھی۔۔

کیا آج بھی میری جان لینا چاہتی ہو۔۔۔؟ اسکے خوبصورت چہرے کو محبت سے دیکھتے ہوئے وہ کہہ گیا تھا۔۔۔ اسکی نظروں سے شرماتے ہوئے وہ مسکراتے ہوئے پھر سامنے دیکھنے لگی تھی۔۔۔۔

بہت خوبصورت ہو تم جاناں۔۔۔!! تمہاری وفا اور محبت نے مجھے جیت لیا ہے۔۔۔!! میں جب بھی سانس لیتا ہوں۔۔ تو فقط تمہارا نام لیتا ہوں۔۔۔!! اسکی گردن کو چومتے ہوئے وہ اظہارِ محبت کرتے ہوئے سیلینہ کی آنکھیں نم کر رہا تھا۔۔ دونوں نے ہی اپنی اپنی جگہ پر مشکل ترین وصل کاٹا تھا۔۔

کچھ کہوں گی نہیں۔۔۔؟؟میں تمہاری باتیں سننا چاہتا ہوں سیلینہ۔۔۔!!

نرمی سے اسکی کان کی لوح کو چومتے ہوئے وہ اسکے کان میں سرگوشی کر گیا تھا۔

فاتح کے ہاتھ آہستہ آہستہ اسکے بلاؤز کی ذپ کے ساتھ چھیڑ خانی کر رہے تھے۔۔

میں آپکی آغوش میں سکون محسوس کرنا چاہتی ہوں فاتح۔۔۔!!اسکی ہاتھوں کی حرکت پر سیلینہ نے اچانک آہستہ آواز میں بولتے ہوئے فاتح سلطان کو منجمد کیا تھا۔۔۔کیا وہ اسکی قربت کی خواہش کر رہی تھی۔۔۔؟وہ بے یقین سا ہوا تھا۔۔

سوچ لو۔۔!! کیونکہ معاملہ جان لیوا بھی ہو سکتا ہے۔۔۔اگر تم تھوڑی دیر بعد مکر گئی تو میرا کیا ہو گا۔۔۔؟؟اپنے دل کو سنبھالتے ہوئے وہ اسکا بلاؤز بازوؤں سے نکالتے ہوئے شریر ہوا تھا۔۔

کوئی بات نہیں آپ خود کو سنبھال لیجیے گا۔۔۔!! جواباً وہ بھی چھیڑتے ہوئے بولی تھی۔۔دونوں کے دل اس وقت سست رفتار میں چلتے ہوئے اپنی اپنی کہانی لکھ رہے تھے۔۔

اس وقت کچھ بھی سنبھالنا مشکل ہو جانا میری جان۔۔۔!! اسکے سفید بدن کو چاند کی روشنی میں چمکتے دیکھ کر وہ مدہوشی سے اسکی پچھلی گردن کو چومنے لگا تھا۔۔فاتح کے ہونٹ اسکی گردن سے نیچے کی طرف بڑھنے لگے تو سیلینہ بے جان سی ہونے لگی۔۔۔اسکے بالوں کو بکھیرتے ہوئے فاتح

سلطان نے اسکے سینے پر پردے کو کھولتے ہوئے نیچے گرایا تو سیلینہ کے ہونٹ خشک ہوتے چلے گئے۔۔۔

سنبھال پا رہی ہو خود کو۔۔۔!! اسے لمبے لمبے سانس لیتے دیکھ کر فاتح نے اسکی پشت اپنے سینے سے لگاتے ہوئے ہاتھ آگے لے جاتے ہوئے اسکی دھڑکنوں پر ہولے سے پھیرا تو وہ مچلتے ہوئے اپنا سر اسکے سینے پر ٹکا گئی۔۔

میں۔۔ گر جاؤں گی فاتح۔۔۔!! اسکی بے باکیوں پر بے چین ہوتے وہ بولی تھی۔۔ بہت مشکل سے وہ اپنے پیروں پر کھڑی تھی۔۔۔

میں گرنے نہیں دوں گا فاتح کی دھڑکن۔۔۔!! محبت بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے فاتح سلطان نے اسکے لہنگے کی بھی ذپ کھولے ہوئے اسے زمین بوس کیا تو وہ ہولے سے چیختے ہوئے اسکے ہاتھ کی پشت پر ناخن

گاڑنے لگی۔۔۔اسکے بدن کی نرماہٹ کو اپنے سینے پر محسوس کرتے ہوئے وہ بے قرار ہوتے ایک جھٹکے میں اسکا رخ اپنی طرف موڑتے ہوئے ہونٹوں پر جھک چکا تھا۔۔سیلینہ کے لبوں کو گرفت میں لیتے ہوئے فاتح نے ایک جھٹکے میں اسکے نازک وجود کو گود میں اٹھاتے ہوئے دیوار کے ساتھ پش کر دیا تھا۔۔۔

بے تابی سے اسکے لبوں کو سک کرتے ہوئے فاتح نے اسکے نازک وجود کو خود میں شدت سے بھینچا تو سیلینہ کا سانس اٹکنے لگا۔۔۔فاتح کی کمر پر ٹانگوں کو لاک کیے وہ بمشکل خود کو سنبھالے ہوئے تھی۔۔جب فاتح آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے بیڈ کی جانب بڑھتے ہوئے اسے تیزی سے لٹا گیا۔۔

بیڈ کے بیچوں وبیچ اسکے نازک وجود کے اتار چڑھاؤ دیکھتے ہوئے اسکی نیلی آنکھیں ضبط سے سرخ ہونے لگیں تو لائٹس آف کرتے ہوئے وہ تیزی سے اسکے بدن پر جھکتا چلا گیا۔۔۔

سیلینہ کی ٹانگ کو نیچے کی طرف کھینچتے ہوئے فاتح نے اسکی پاؤں پر ہونٹ رکھے تو وہ تڑپ اٹھی تھی۔۔۔

فاتح۔۔۔!! اپنے پاؤں چھڑاتے ہوئے اس نے تیزی سے اسے روکنا چاہا تھا۔۔۔

شش۔۔۔!! اسکی مزاحمت روکتے ہوئے وہ جھکتے ہوئے اسکی ٹانگوں کو چومتے ہوئے تھائیز کی طرف بڑھا تو سیلینہ کا وجود جھنجھنا اٹھا۔۔بیڈ شیٹ کو مٹھیوں میں جکڑے اس نے اپنا سانس روک لیا تھا۔۔۔جب فاتح اسکی

تھائیز کو چومتے ہوئے اسکی ٹانگوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پیٹ پر ہونٹ رکھتے ہوئے اپنے جلتے دل کو مزید جلانے لگا۔۔۔

ہر گزرتے لمحے میں اسکے جذبات آگ کی طرح بھڑکتے ہوئے اسے ہر حد سے بڑھنے پر مجبور کر رہے تھے۔۔ سیلینہ کے وجود پر اپنا بوجھ منتقل کرتے ہوئے وہ اسکے لبوں کو چومتے ہوئے اسکی ٹانگوں میں فاصلہ کرتے ہوئے قریب ہوا تو وہ اپنے وجود میں پیدا ہونے والے سپارک پر مچلنے لگی تھی۔۔۔ بیڈ پر ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے جسموں کو سے کمرے کی ہر چیز شرما چکی تھی۔۔۔

سیلینہ نے اسکی گرفت میں انگڑائی لیتے ہوئے خود میں سمٹنا چاہا تو فاتح سلطان بنار کے اسکے وجود کو بانہوں میں اٹھاتے ہوئے اسکی تھائیز کو ہاتھوں

میں دبوچتے ہوئے اسکے وجود کی گہرائیوں میں اترتے ہوئے سیلینہ کی روح کو تڑپا گیا۔۔۔

سیلینہ کی آنکھیں ایک جھٹکے میں بڑی ہوتے ساکت ہوئیں تو وہیں اپنے وجود میں اترنے والے اس گہرے احساس پر وہ بے حال ہوتے سسک اٹھی۔۔۔جب کہ فاتح سلطان مزید بے تاب ہوتے اسکے مخملی وجود کو خود سے جوڑنے میں سعی کرنے لگا تھا۔۔

فاتح۔۔۔!! سیلینہ نے ہونٹ کاٹتے ہوئے اس ناقابل برداشت درد پر اسے پکارا تھا۔۔۔

یہیں ہوں فاتح کی دھڑکن۔۔۔!! میٹھے لہجے میں جواب دیتے ہوئے وہ اسکے پورے وجود کو نرمی سے چومتے ہوئے آہستہ سے خود کو حرکت دیتا سیلینہ کے حواس معطل کرنے لگا تھا۔۔۔

مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا فاتح۔۔۔!! معصوم سی سیلینہ نے بے بس ہوتے دہائی دی تھی۔۔

بس کچھ دیر میں ٹھیک ہو جائے گا میری جان۔۔۔!! مجھے ہگ کر لو۔۔۔!! بھاری ہوتے لہجے میں اسے بہلاتے ہوئے فاتح نے اسے سینے میں چھپا لیا تھا۔جب کہ سیلینہ بھی اسکی تسلی پر یقین کرتے ہوئے اسکے گرد بانہیں پھیلا چکی تھی۔۔۔اسکے نزدیک آنے پر فاتح کا ضبط ٹوٹنے لگا تو وہ اسکی گردن کو پیار سے چومتے ہوئے اسکی تھائیز کو ہاتھوں میں بھرتے ہوئے

محسوس کرنے لگا۔۔بہت کوشش کر کے وہ اسے نرمی سے چھو رہا تھا۔۔ کیونکہ فاتح کے مقابلے میں سیلینہ بے حد نازک اور چھوٹی سی تھی۔اپنی گردن پر اسکی دہکتی سانسوں کو محسوس کرتے ہوئے سیلینہ نے بے قرار ہوتے آنکھیں میچ لی تھیں۔

جبکہ فاتح اسے اپنی شدتوں سے ملواتے ہوئے اسکی دھڑکنوں پر آتے ہوئے جنونی ہونے لگا تھا۔۔سیلینہ کی دھڑکنوں کو چومتے اور سک کرتے ہوئے وہ بے خود ہو رہا تھا۔۔ملن کی رات کا نشہ اسکے سر پر سوار ہونے لگا تو وہ بھاری ہوتے دل کے ساتھ اسکے بدن کی ساتھ الجھتے ہوئے بے باک ہوتا چلا گیا۔

فاتح پلیز۔۔۔!! سیلینہ نے اچانک چیختے ہوئے دہائی دی تھی۔۔ کیونکہ وہ کسی نیلے بھیڑیے کی طرح اسے تڑپانا شروع ہو گیا تھا۔۔۔ سیلینہ کی چیخ پر ہوش میں آتے ہوئے وہ فورا رکتے ہوئے اسکے وجود سے ہٹتے ہوئے سائیڈ پر لیٹ گیا۔

کہا تھا کہ تم بھاگنے لگوں گی۔۔۔! سیلینہ کی سفید بدن کو سرخ ہوتے دیکھ کر وہ سرشاری سے بولتے ہوئے اسکے کھینچتے ہوئے قریب کر گیا تھا۔۔۔

میں بھاگی نہیں ہوں۔۔ بس آپ ظالم ہو رہے ہیں۔۔۔!! اسکے الزام دینے پر وہ شرم سے خود میں سمٹتے ہوئے بولی تھی۔۔۔

میں ابھی ظالم نہیں ہوا جاناں۔۔۔!! بہت احتیاط سے تمہیں چھونے کی کوشش کر رہا ہوں۔۔! اسے اٹھا کر اپنے آگے لٹاتے ہوئے فاتح نے

کروٹ کے بل ہوتے اسکے کان میں سرگوشی کی تھی۔جب کہ سیلینہ اسکی گھمبیر آواز سنتے ہوئے پہلو بدل گئی۔۔۔

محبت کے یہ سلسلے مجھے پاگل کر رہے ہیں سیلینہ۔۔۔!! کیونکہ مجھے آج تم پر پیار آرہا ہے۔۔۔!! سیلینہ کی پشت اپنے سینے سے لگاتے ہوئے فاتح معنی خیزی سے کہتے ہوئے اسکے دھڑکنوں کو ہاتھوں میں محسوس کرنے لگا تھا۔۔اسکے لمس پر سیلینہ سسکتے ہوئے بے بس ہوئی تھی۔۔اسکیے ل ھاری ہوتے سانس پر بہکتے ہوئے فاتح نے اسکی تھائیز کو جکڑے ہوئے اچانک دوبارہ اسکی روح میں سرائیت کی تھی۔۔۔

اسکا قریب آنے پر سیلینہ جھٹکا کھاتے ہوئے دور ہو پاتی جب اسکا وہ اسکا چہرہ اپنی طرف موڑتے ہوئے اسکے لبوں کو بھی قید کر گیا تھا۔۔سیلینہ اس کی

ان بے باک گستاخیوں پر شرماتے ہوئے جلنے لگی تھی۔ فاتح سلطان اسے سانس لینے کا بھی موقع نہیں دے رہا تھا۔ اسکے وجود کو چھوتے ہوئے وہ ہر گزرتے لمحے میں جذبات کی حدت کر چور ہو رہا تھا۔۔

سیلینہ نے اچانک اسکے سینے پر ہاتھ رکھا تو اسکی تیز چلتی دھڑکنوں کو محسوس کرتے ہوئے وہ آنکھیں بڑی کرنے لگی۔۔ جب کہ فاتح سلطان حواس کھوتے ہوئے اسے اپنا بنا رہا تھا۔۔ سیلینہ کے نم لبوں کو سک کرتے ہوئے وہ اسکے پورے وجود پر اپنے نام کی مہر لگا چکا تھا۔ سیلینہ اسکے دیو ہیکل وجود کے نیچے کہیں گم ہونے لگی تو وہ دوبارہ اٹھاتے ہوئے اسکے وجود پر سایہ فگن ہوتے اسے حواس باختگہ کرتا چلا گیا۔۔ سیلینہ احمد کے وجود کو فتح کرتے

ہوئے فاتح سلطان اپنی محبت کی کہانی لکھ چکا تھا۔۔انکی زندگی میں ایک نئے باب کا آغاز ہو چکا تھا۔۔

بھائی دولہے تو آپ دونوں لگ رہے ہیں آج۔۔۔!!ایشام نے ستائشی انداز میں بڑے بھائیوں کی تعریف کی تھی۔اسکی تعریف پر کبیر اور فارس نے مسکراتے ہوئے سر خم کیا تھا۔۔۔

تجھے نہیں لگتا کہ آج کے دن تجھے اپنے کان میں کوئی چمکتی ہوئی بالی پہنی چاہیے تھی۔۔۔!!تصویری بنواتے ہوئے اچانک ارسل خان نے آہستہ آواز میں کہا تھا۔۔

چمکتی بھی اور لمبی بھی۔۔۔!! ارسل خان کی بات میں حامی بھرتے ہوئے غازیان بھی بولا تھا۔۔۔چونکہ سب کی رخصتی کسی نہ کسی مشکل حالات میں ہوئی تھی۔اس لئے آج سب بھائیوں کا ایک ساتھ ولیمہ تھا۔۔سب بھائی سٹیج پر کھڑے اپنی تصویریں بنوانے میں مصروف تھے۔پر اسکے ساتھ ساتھ انکی چھیڑ خانیاں بھی جاری تھیں۔۔۔

اور بڑی سی بھی۔۔۔!! باسم بھی جلدی سے بولا تھا۔۔۔

کمینوں میں شیلا نہیں ہوں جو اتنے فضول مشورے دے رہے ہو۔۔۔!! چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ سجاتے ہوئے ایشام نے جل کر کہا تھا۔۔انکی بیویاں تیار ہونے کے بعد آچکی تھیں۔۔لڑکوں کی طرح وہ بھی فلحال اپنا

الگ سے فوٹو شوٹ کروا رہی تھیں۔ کیونکہ کپل فوٹو شوٹ پہلے ہی مکمل ہو چکا تھا۔۔

اے روبی۔۔۔!! پنک فراک پہنے روبی جو اچانک سٹیج پر آئی تھی۔ کہ فاتح جلدی سے اسے پکڑتے ہوئے اٹھا گیا۔۔

کالی بلی لوگوں کا رستہ کاٹ جائے تو وہ ڈرتے ہیں۔۔! اور یہاں ہم نے خود کالی منحوس بلی پال رکھی ہے۔۔۔!! روبی میڈم کی تیاری دیکھتے ہوئے باسم نے جلتے ہوئے منہ بنایا تھا۔ اسکی بیوی نے اپنی ضدی پوری کرتے ہوئے اس منحوس کو اپنے جیسا ڈریس پہنا کر ہی دم لیا تھا۔۔ باسم کے فضول بولنے پر روبی نے بے زاری سے میاؤں کرتے ہوئے اپنا پنجہ چاٹتے ہوئے کیمرے کی طرف دیکھ کر پوز کیا تھا۔۔

یہ تجھے شٹ آپ بول رہی ہے ڈاکٹر۔۔۔!! روبی کے انداز پر شہرام نے قہقہ لگاتے ہوئے بتایا تھا۔۔ روبی کو بازوؤں میں اٹھائے فاتح اور شہرام ابھی تصویریں بنوا ہی رہے تھے۔ جب اچانک سبحان ایک سفید رنگ کے بلے کو اٹھائے سٹیج پر آیا تھا۔۔

روبی تم یہاں ہو میں تمہیں پورے ہال میں ڈھونڈ رہا تھا۔۔!! روبی کو فاتح کے بازوؤں میں دیکھتے ہوئے سبحان نے شکر کیا تھا۔۔

کیوں روبی تمہاری محبوبہ ہے۔۔؟ جو تم اسے ڈھونڈ رہے تھے۔۔۔؟ اور یہ کیا ہے۔۔۔؟؟ سبحان کے ہاتھوں میں سفید بلے کو دیکھتے ہوئے باسم نے تیزی سے استفسار کیا تھا۔۔ سب دلچسپی سے سبحان کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔۔

فاری۔۔! سٹیج کی طرف آتے ہوئے نازنے اچانک فارس کو آواز دی تو وہ تیزی سے نیچے اترتے ہوئے اسے تھام گیا۔۔ بہار کو بھی آتے دیکھ کر کبیر جلدی سے اسکی طرف بڑھا تھا۔۔

بیر میں تھک گئی ہوں۔۔۔!! اوپر آکر وہ تھکی ہوئی آواز میں بولی تھی۔۔ سفید کلر کی میکسی میں وہ دلہن بنی کبیر خان کو دیوانہ کر گئی تھی۔۔۔

بہت خوبصورت لگ رہی ہو بیر کی جان۔۔۔! اسکے خوبصورت وجود کو آنکھوں میں بساتے ہوئے کبیر خان نے اسے بٹھاتے ہوئے تعریف کی تو بہار شرما سی گئی۔۔۔

آج تک کسی لڑکی نے بھی اپنے ولیمے پر پریگننسی کی حالت میں تصویریں نہیں بنوائی ہونگی۔۔۔! فارس ناز کو اپنے ساتھ بٹھا رہا تھا۔ کہ اسکے تبصرے کو سنتا ہنستا چلا گیا۔۔

آج تک کوئی لڑکی ماں اور دلہن ایک ساتھ بن کر اس قدر خوبصورت بھی نہیں نظر آئی ہوگی۔۔!! اسکی انگوری آنکھوں میں پیار سے جھانکتے ہوئے وہ اسکا ماتھا چومتے ہوئے بولا تھا۔۔لائٹ گرین کلر کی میسکی پہنے وہ سچ میں ماں بننے کے روپ میں بہت حسین لگ رہی تھی۔۔۔

اوئے کباب کی ہڈی۔۔۔! بتا بھی یہ اسکی برادری کو کیوں اٹھائے گھوم رہا ہے۔۔۔!! سبحان کو دوسری طرف متوجہ دیکھ کر باسم نے کڑے لہجے میں

اسے مخاطب کیا تھا۔۔۔جب اچانک محبت خان اپنی میکسی کو ہاتھوں میں اٹھائے بھکتے ہوئے سبحان کی طرف بڑھی تھی۔۔۔

یہ آگیا کیا۔۔۔؟؟سبحان کے ہاتھوں میں سفید بلے کو دیکھتے ہوئے محبت ایک دم سے پر جوش ہوئی تھی۔۔۔

میری بیٹی کا دولہا آگیا۔۔۔!!اس سے پہلے کہ باسم اب مزید کچھ بولتا جب محبت کے الفاظ پر صدمے سے آنکھوں کو بڑا کرتا چلا گیا۔

ڈاکٹر کو دورہ پڑنے والا ہے۔۔۔!!ارسل کی ہنسی چھپاتے ایشام سے سرگوشی کی تھی۔۔۔

آپی دیکھیں نا میری روبی کا دولہا کتنا پیارا ہے۔۔۔!سبحان سے اپنے بلے کو لیتے ہوئے محبت چہکتے ہوئے اپنی بڑی بہنوں کو دیکھانے لگی تھی۔جب کہ

باسم کاظمی کا سکتہ ابھی تک نہیں ٹوٹا تھا۔۔۔جب کہ روبی نے تو شرماتے ہوئے فاتح کے سینے میں منہ چھپالیا تھا۔۔روبی کی اس حرکت پر سب کا قہقہہ ابلا تھا۔۔۔

یہ۔۔۔یہ کس نے میرے ساتھ دھوکا کیا ہے۔۔؟کس نے میری پیٹھ میں چھڑا گھونپنے کی ہمت کی ہے۔۔۔!سب کے قہقہے پر ہوش میں آتے ہوئے باسم غرانے لگا تھا۔جب سبحان میسنے پن سے ارسل خان کی طرف اشارہ کر گیا۔۔

کیا۔۔!میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔۔!سبحان کی اشارے پر ارسل فورا گڑ بڑا گیا تھا۔۔۔

جھوٹ باسم بھیا اس نے ہی آپکی بیوی کو یہ بلا لا کر دیا ہے۔۔۔!! ارسل کو مکرتے دیکھ کر رابیل جلدی سے بولی تھی۔۔جب ارسل خان نے اسے آنکھوں سے گھورتے ہوئے دھمکی دینا چاہی۔۔۔

کمینے میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔۔میں پہلے ہی اک منحوس سے تنگ تھا۔۔تو نے اسکا خاندان پیدا کرنے کے لئے دوسرا آپشن لا دیا ہے۔۔۔! باسم اس سے پہلے آگ بگولا ہوتے ارسل خان کی طرف بڑھتا جب غازیان نے ہنستے ہوئے اس بے قابو ڈاکٹر کو جکڑ لیا تھا۔۔۔

مجھ پر کیوں بھڑک رہا ہے ردی والے ڈاکٹر۔۔۔!اب کیا تیری وجہ سے میں اپنی بہن کی خواہش بھی پوری نہ کرتا۔۔۔!ارسل بھی گڑبڑا کر اسے سنانے لگا تھا۔۔۔

بے غیرت اگر بہن کی خواہش پوری کرنی تھی تو اس منحوس کو کہیں چھوڑ آتا۔۔! اسے زہر دے دیتا۔۔ میں خوشی خوشی اپنا ہاسپٹل تیرے نام کر دیتا پر تو نے آستین کا سانپ بن کر مجھے ڈسا ہے۔۔۔!! باسم کاظمی کی دہائیاں شروع ہو چکی تھیں۔۔ دوسری طرف محبت خان اس سب سے بے خبر سب کو اپنی روبی کا دولہا دیکھانے میں مصروف تھی۔۔ آخر کار وہ اپنی شادی والے دن اپنی روبی کا دولہا ڈھونڈنے میں کامیاب ہو چکی تھی۔۔۔

ہال کے دروازے میں کھڑا سعد خانزادہ حسرت بھری نظروں سے محبت خان کے چمکتے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔۔ یہ وہی انسان تھا۔ جو ہر روز یونیورسٹی میں محبت خان کا دیدار کرنے جاتا تھا۔ سعد خانزادہ اسی شخص کا بیٹا تھا۔ جس نے ارسل خان کے نکاح والے دن نعمان خان کو اپنی بیٹی کے لئے کسی

خانزادے کا رشتہ تلاش کرنے کا چیلنج دیا تھا۔اور آج اسکا اپنا ہی بیٹا اس ادھوری محبت میں گرفتار خالی ہاتھ کھڑا تھا۔۔۔

اگر تم نے میری بیوی کی جان نہ بچائی ہوتی نا۔۔! تو ابھی میں نے تمہیں تمہاری اس ناجائز شوہر سمیت اٹھا کر باہر پھینک دینا تھا۔۔روبی کو ہاتھوں میں اٹھائے وہ اپنے سامنے کرتے سنا رہا تھا۔جب کہ روبی کے تاثرات ایسے تھے۔۔جیسے کہنا چاہ رہی ہو کہ میرا احسان بھولنے کی کوشش کرنا بھی مت۔۔!اور اسی احسان کو یاد رکھتے ہوئے میرے شوہر کو خبردار سب باتیں سنائیں تو۔۔

ہاسپٹل میں جس دن ڈاکٹر رامین نے محبت خان کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی تھی۔اس دن محبت کو نرس کے ساتھ جاتے دیکھ کر روبی بھی

اسکے پیچھے نکلتے ہوئے دیکھنے لگی تھی۔ کیونکہ وہ جانور ہو کر نرس کی بری نیت کو محسوس کر چکی تھی۔۔

محبت کو نرس کے ساتھ کسی دوسرے روم میں جاتے دیکھ کر روبی وقت ضائع کیے بنا بھاگتے ہوئے اس روم کی طرف بھاگی تھی۔ جہاں باسم کاظمی موجود تھا۔ اوٹی سے نکل کر وہ اسکے سامنے کی میٹنگ روم میں داخل ہوا تھا۔ جہاں کلثوم بیگم پہلے سے موجود تھیں۔ جب کہ نرس، محبت کو کہیں اور لے کر گئی تھی۔

میٹنگ روم کے باہر کھڑے ہو کر روبی تیز آواز میں میاؤں میاؤں کرنے لگی تھی۔۔۔ اور تبھی خوش قسمتی سے غازیان پاشا نے آتے ہوئے روبی کو چلاتے دیکھ لیا تھا۔ وہ کلثوم بیگم کو لینے کے لئے آیا تھا۔ اور روبی کو کسی

کمرے کے باہر ہوں چلاتے دیکھ کر پریشان ہوتے تیزی سے اسکی طرف بڑھ گیا۔۔روبی کو اٹھاتے ہوئے غازیان نے دروازہ کھولتے ہوئے اندر دیکھا تو باسم اور کلثوم بیگم کسی ضروری ڈسکشن میں مصروف تھے۔۔جب کہ میٹنگ شروع ہونے میں ابھی پانچ منٹ باقی تھے۔۔

باسم کو دیکھتے ہی روبی، غازیان کے بازوؤں سے نکل کر پہلے سے بھی زیادہ چلانے لگی توسب کو تشویش زدہ کرتی چلی گئی۔۔۔سب کو اپنے پیچھے آنے کا کہتے ہوئے وہ تیزی سے باہر کی جانب بھاگی توسب پریشان ہوتے اسکے پیچھے نکلے۔۔سب کو آتے دیکھ کر روبی بھاگتے ہوئے سٹور کے سامنے جا کھڑی ہوئی تھی۔جہاں سے محبت خان کے چیخنے کی آوازیں آرہی تھیں۔۔ڈاکٹر رامین کی یہ بدقسمتی ثابت ہوئی تھی۔کہ سب سٹاف کی موجودگی میں وہ

محبت خان کو کسی دوسرے فلور پر نہیں بلا سکی تھی۔اسکا ارادہ محبت کو بے ہوش کر یہیں سے لے جانے کا تھا۔اور یہ سب وہ تب ہی کر سکتی تھی۔

جب سارا اسٹاف میٹنگ میں مصروف ہوتا۔پر روبی نے اسکے سارے پلین پر پانی پھیر دیا تھا۔۔۔

خبر دار اگر تم نے ایک سے زیادہ بچہ پیدا کیا تو۔۔۔!!اسے وارن کر کے وہ نیچے رکھتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔جب روبی اپنے نخرے میں اسے نظر انداز کرتے ہوئے مٹک مٹک کر تیزی سے چلنے لگی تھی۔۔۔

دیکھو کتنی جلدی ہے اسے اپنے شوہر کے پاس جانے کی۔۔۔!ترسی ہوئی کہیں کی۔۔۔!روبی کی بے چینی پر تبصرے کرتے ہوئے اسکے غائب

ہوتے ہی مسکرا دیا تھا۔۔ محبت خان اپنی روبی کا پورا گھر بنوا چکی تھی۔ جو انکے روم کے ساتھ والا ہی روم تھا۔

باسم کاظمی اپنے کمرے میں داخل ہوا تو محبت خان آئینے کے سامنے کھڑی نظر آئی تھی۔۔ جیولری اتارنے کے بعد وہ اپنے بال کھول رہی تھی۔۔ لائٹ گولڈن کلر کی میکسی میں وہ باسم کاظمی کے حواسوں پر بجلی بن کر گری تھی۔۔ دوپٹے سے بے نیاز وجود لیے وہ اپنے مکمل حسن کے ساتھ اسکے سامنے کھڑی تھی۔۔

اپنا کوٹ اتار کر بیڈ پر رکھتے ہوئے وہ شرٹ کے بٹن کھولتے ہوئے اسکی طرف بڑھا تو محبت دیکھ کر بھی انجان بن گئی۔۔۔

بازو کیسا ہے۔۔؟سلیو کو اوپر کرتے ہوئے باسم نے بازو پر بندھی پٹی کو دیکھتے ہوئے نرمی سے سوال کیا تھا۔۔۔

ٹھیک ہے۔۔!!اسکی بولتی نظروں پر وہ آہستہ سے بولی تھی۔۔

درد تو نہیں ہو رہا اب۔۔؟اسکی سنہری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے باسم نے دوسرا سوال کیا تھا۔۔جس کے جواب میں محبت نے نفی میں سر ہلا دیا تھا۔۔

گڈ۔۔!اسکے جواب پر خوش ہوتے باسم نے اگلے ہی پل اسے اٹھاتے ہوئے ڈریسنگ ٹیبل پر بٹھا دیا تھا۔

کیا کر رہے ہیں باسم۔۔۔!!محبت سنبھل کر حیران ہوتے بولی تھی۔۔

ویٹ کرو ابھی بتاتا ہوں کہ کیا کرنے والا ہوں۔۔۔!! اسے اوپر بٹھا کر ساتھ ساتھ اپنی شرٹ کے بٹن کھولتے ہوئے بیڈ پر پڑے ریموٹ کو اٹھاتے ہوئے باسم نے لائٹس بند کر دیں تھیں۔۔۔اچانک لائٹس بند ہونے پر محبت کی چھٹی حس نے تیزی سے بیدار ہوئی تھی۔۔

باسم۔۔۔!! محبت نے کانپتے ہوئے لہجے میں اسے بلایا تھا۔۔۔

آگیا ہوں باسم کی جان۔۔۔!اچانک سے اسکے قریب کرتے ہوئے وہ گھمبیر آواز میں بولا تو وہ اچھلتے ہوئے ڈر گئی۔۔

باسم تیزی سے ہاتھ چلاتے ہوئے اسکے وجود پر موجود میکسی اور پردوں کو ہٹانے لگا تھا۔۔

کیا کر رہے ہیں باسم۔۔!! محبت کا بوکھلاہٹ کے مارے برا حال ہونے لگا تھا۔۔۔

وہی کرنے لگا ہوں۔۔جو کل نہیں کر سکا۔۔اور جسے سوچتے ہوئے تمہاری جان جا رہی ہے۔۔۔!! اچانک سے اسکی تھائیز کو جکڑے ہوئے وہ اسکے ہونٹوں پر جھکتے ہوئے اسکی روح میں سرائیت کرنے سے پہلے بولا تھا۔جب کہ محبت خان کی آنکھیں ابلتے ہوئے باہر نکلنے کو بے تاب ہوئی تھیں۔۔۔ اسکے ہونٹوں کو سک کرتے ہوئے باسم نے اسکی روح میں پوری طرح اترتے ہوئے اسے مچلنے پر مجبور کیا تھا۔۔۔اسکی دھڑکنوں میں چہرہ چھپاتے ہوئے وہ اپنی طلب اور بے تابی مٹانے کی کوشش کرتے ہوئے محبت کے گداز وجود میں الجھتے ہوئے باقی ہر چیز بھلا گیا تھا۔۔۔

آپ مجھے یہاں پر کیوں لے کر آئے ہیں۔۔؟ بیہ نے حیران ہوتے وہاج صدیقی کی طرف دیکھا تھا۔ جو انہیں بازوؤں میں اٹھائے سیڑھیوں کے زینے چڑھ رہے تھے۔۔۔ گھر جانے کی بجائے آج وہ بیہ کو ساتھ لیے اپنے پہلے والے میشن میں آئے تھے۔۔

گھر پر تم قریب نہیں آنے دیتی تو اس لئے سوچا کہ یہاں پر آ کر ٹرائے کر لیتا ہوں۔۔۔!! وہاج صدیقی انکی ناک کو چومتے ہوئے بولے تھے۔۔ جب وہ آنکھیں چھوٹی کرتے گھور گئیں۔۔۔

مت بھولیں کہ آپ نے مجھے یہاں سے گرانے کی کوشش کی تھی۔۔! اوپر آکر بیہ کو اچانک سالوں پہلے والا منظر یاد آیا تو وہ تیزی سے بول پڑیں۔ انکی یاد دہانی پر وہاج صدیقی قہقہ لگا اٹھے تھے۔۔

گرانے والا نہیں تھا بس ڈرا رہا تھا۔۔! کیونکہ تم مجھ سے پنگے بازی کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔! کمرے میں داخل ہو کر وہاج صدیقی نے ہنستے ہوئے جواب دیا تھا۔۔

بس بس رہنے دیں۔۔! مجھے سب پتہ ہے۔۔! اپنے شوہر کو کسی خاطر میں نہ لاتے ہوئے وہ انکے بازوؤں سے اتر کر کھڑکی کی طرف بڑھتے ہوئے اسے کھول گئی تھیں۔۔۔

تمہیں کچھ بھی نہیں پتہ پیاری بیوی۔۔۔!! انکی طرف بڑھتے ہوئے وہ قریب آکر انکے گلے سے دوبٹہ نکال کر سائیڈ پر رکھ گئے تھے۔۔۔ لہجہ پیار بھرا تھا۔۔۔

وجی یہاں پر کتنا سکون محسوس ہو رہا ہے نا۔۔!! وہاج صدیقی نے انہیں گلے لگاتے ہوئے انکے کندے پر چہرہ ٹکایا تو بیہ مسکراتے ہوئے کہنے لگی تھیں۔۔ شہر سے باہر یہ میشن کافی پر سکون تھا۔۔ پورا شہر یہاں سے روشن نظر آرہا تھا۔۔۔

ہاں جانتا ہوں اس لئے تو لے کر آیا ہوں تمہیں یہاں پر۔۔۔!! انکی بات میں حامی بھرتے ہوئے وہاج صدیقی انکی گردن سے بال ہٹاتے ہوئے

چومنے لگے تھے۔۔جب کہ بیہ بھی سکون محسوس کرتے ہوئے آنکھیں موندے کھڑی رہی تھیں۔۔۔

اگر تم کہو تو میں تمہیں چینج کرنے میں مدد کر سکتا ہوں۔۔۔!! کچھ سیکنڈز بعد وہاج صدیقی نے اچانک انکے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے زو معنی لہجے میں آفر کی تھی۔۔۔

اور آپ کو کیوں لگتا ہے کہ میں آپکی اس پیشکش میں دلچسپی لوں گی۔۔۔!! بیہ نے مسکراہٹ دباتے ہوئے چہرہ موڑتے ہوئے دیکھنا چاہا تھا۔۔۔

سوچ لو تمہاری ہی فائدہ ہے۔۔۔! بنا محنت کیے تمہارا کام ہو سکتا ہے۔۔۔! انکے لبوں کو چومنے سے پہلے وہ چمکتی آنکھوں سے کہنا نہیں بھولے تھے۔۔ انکی شدت پر بیہ نے بے اختیار مڑتے ہوئے انہیں تھام لیا تھا۔جب وہاج

صدیقی یوں ہی انکے ہونٹوں کو چومتے ہوئے اچانک انہیں بازوؤں میں اٹھاتے ہوئے ڈریسنگ روم کی طرف بڑھے تو بیہ ہنستے ہوئے شور مچانے لگیں۔۔وہاج صدیقی نے انکی ہر احتجاج کو نظر انداز کرتے ہوئے کرتے ڈریسنگ روم کا دروازہ بند کر دیا تھا۔۔

صبح کا سورج طلوع ہوا تو ہر طرف ایک مسرت بھری صبح بکھیرتا چلا گیا تھا۔۔ارسل خان محبت بھری نظروں سے سوئی ہوئی رابیل کو دیکھ رہا تھا۔۔چھوٹی چھوٹی سانسیں بھرتے ہوئے وہ بنالباس کے اسکے سینے پر سوئی ہوئی تھی۔اور ابھی کچھ منٹ پہلے ہی اسے اپنے سینے سے اتارتے ہوئے اس نے اپنے پاس لٹایا تھا۔۔۔

میری پاگل خانم۔۔۔!! کل رات کی اپنی بیوی کی حرکتوں کو یاد کرتے ہوئے وہ ہنس کر جھکتے ہوئے اسکی ناک کو چوم گیا۔۔ناک میں پہنی نوز پن ہمیشہ کی طرح ارسل خان کو مبہوت کر رہی تھی۔۔وہ کب سے جاگتے ہوئے اسے نہار رہا تھا۔۔اور اب رابیل کو جاگتے دیکھ کر وہ جلدی سے اٹھتے ہوئے اسکے پیچھے لیٹ گیا۔۔وہ دیکھنا چاہتا تھا۔۔کہ وہ اسے اپنے پہلو میں نہ پاکر کیسا ردعمل دینے والی تھی۔۔اس لئے خاموشی سے اسکے پیچھے زرا فاصلے پر لیٹ گیا۔۔۔

رابیل نے مسکراتے ہوئے آنکھیں کھول کر ارسل خان کو دیکھنا چاہا تو ہر بار کی طرح اپنا پہلو خالی دیکھتے ہوئے اسکی آنکھیں بے یقین سی ہو گئیں۔۔ آنکھوں میں تیزی سے نمی اتری تھی۔۔

کیا وہ پھر جا چکا تھا۔۔۔؟ خود کو پھر اکیلا دیکھتے ہوئے اسکا چہرہ دکھ سے بھرنے لگا تھا۔۔ جب کہ وہ خاموش اسکے پیچھے لیٹا چہرے پر مسکراہٹ سجائے اسے ملاحظہ کر رہا تھا۔۔۔

کیا تم آج پھر مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔۔۔؟ بھیگے لہجے میں وہ بولی تو اسکے الفاظ پر مقابل کا دل رکنے والا ہو گیا۔۔ اپنی خانم کو رونے کی تیاری پکڑتے دیکھ کر ساری شرارت اڑن چھو ہوئی تو وہ تیزی سے اسکے قریب ہوتے کان میں سرگوشی کرنے لگا۔۔۔

میں تمہیں کبھی بھی نہیں چھوڑ کر جا سکتا میری خانم۔۔۔!! آج کی صبح اور آنے والے ہر صبح میں تم مجھے اپنے پہلو میں لپٹے ہوئے پاؤں گی۔۔۔!!

پیچھے سے اسکے وجود کو بانہوں میں بھرتے ہوئے وہ بولا تو رابیل ایک جھٹکے میں مڑتے ہوئے دیکھنے لگی تھی۔۔

تم مجھے ستا رہے تھے۔۔۔!! اسکے سینے پر مکے مارتے ہوئے وہ بولی تو اسکی کلائیوں کو جکڑے ہوئے وہ اسکے وجود پر لیٹتے ہوئے اسکے شکایتی لبوں سے لپٹ گیا۔۔رابیل نے سانس روکتے ہوئے خود کو بہکنے سے روکا تھا۔۔جب وہ بے باک بنتا اسکی ٹانگوں کے بیچ میں آکر نرمی سے اسکے وجود میں سرائیت کرتے ہوئے رابیل کو قریب تر کرتا چلا گیا۔۔کسی کالی گھٹا کی طرح وہ اچانک اسے اپنی قربت میں بھگونے لگا تو رابیل آہیں بھرتی چلی گئی تھی۔۔

اسکے ہونٹوں کو آزاد کرتے ہوئے ارسل خان اسکے سینے پر جھکتے ہوئے چومنے لگا تو اسے کل رات والے انداز میں آگے دیکھ کر وہ مسکراتی چلی گئی

تھی۔ارسل خان کے گرد بانہیں پھیلاتے ہوئے وہ اس نئ صبح کو محسوس کرتے ہوئے پاگل ہوئی تھی۔۔جب کہ وہ دیوانہ وار اسکے وجود کو خود میں اتارتے ہوئے اسے مشکل میں ڈالتا چلا گیا تھا۔۔۔

سلطان احمد خان سٹڈی روم میں غصے سے ادھر ادھر چکر لگا رہے تھے۔۔

جب فارس اور کبیر تیزی سے ایک ساتھ اندر داخل ہوئے۔۔

یس ڈیڈ آپ نے بلایا۔۔!!کبیر خان کہتے ہوئے باپ کے چہرے کو دیکھ تھا۔۔

کچھ ہوش ہے تم لوگوں کو اپنے چھوٹے بھائیوں کا کہ نہیں۔۔۔! وہ غصے سے بولنا شروع ہو چکے تھے۔۔۔

کس کی بات کر رہے ہیں بڑے بابا۔۔؟ انکے غصے پر فارس نے نا سمجھی سے انہیں دیکھا تھا۔۔

انہی کی بات کر رہا ہوں جو گینگسٹرز بنے پھر رہے ہیں بے غیرت۔۔۔!! سلطان تیش سے کہنے لگے تو کبیر اور فارس ایک دوسرے کو دیکھنے پر مجبور ہو گئے۔۔

کیا کیا اُنہوں نے اب۔۔۔؟؟ کبیر نے کان کھجاتے ہوئے جاننا چاہا تھا۔۔۔

کیا نہیں کیا یہ پوچھو۔۔۔! وہ بے غیرت ہمارا ایک آدمی اٹھا کر لے گئے ہیں۔۔۔!! انکے سوال پر سلطان بھڑکتے ہوئے ں تا گئے تھے۔ کافی دنوں

سے ہیر اور مہر ماہ ایک آدمی کو پکڑنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ جو کہ مجرم تھا۔ اور آج اسی آدمی کو " بادشاہ اور سلطان " لے اڑے تھے۔۔۔ !

کونسا آدمی۔۔۔؟؟ فارس نے پھرنا سمجھی سے پوچھا تھا۔۔۔

ہمارے مشن کا آدمی ہے۔۔! جو کہ ایک سرکاری مجرم ہے۔۔! ابھی کہ ابھی اپنے غنڈے بھائیوں کو کال کر کے ہمارا آدمی چھوڑنے کا کہو۔۔!! سلطان بتانے کے ساتھ ساتھ فورا حکم دیتے بولے تھے۔۔

بڑے بابا ہو سکتا ہے۔ کہ بادشاہ اور سلطان کا بھی کوئی حساب ہو اس مجرم کے ساتھ۔۔۔!! کبیر خان نے عادت سے مجبور بھائیوں کے حق میں ابھی وکالت شروع کی ہی تھی۔ جب سلطان احمد خان کی چنگھاڑتی آواز اسے رکنے پر مجبور کر گئی۔۔

کبیر خان میں نے تمہیں یہاں پر وکالت کرنے کے لئے نہیں بلایا جو کہا ہے وہ کرو۔۔۔! ورنہ دوسری صورت میں اپنی فورس کو تمہارے غنڈے بھائیوں کے اڈے کا پتہ دے دوں گا۔۔۔!! سلطان اسے ٹوک کر دھمکاتے ہوئے بولے تھے۔۔۔

ٹھیک ہے دے دیں پتہ۔۔!! ویسے بھی وہ اپنا ٹھکانہ بدل چکے ہیں تو کوئی مسئلہ نہیں۔۔۔! فارس نے بھی اتنی لاپرواہی سے جواب دیا تھا۔۔ جسے سن کر سلطان ٹھٹک گئے تھے۔۔۔ فارس کے انداز پر کبیر کو ہنسی آئی تھی۔

اور آپ اپنی فورس کو کیا بولیں گئے۔۔۔؟ کہ سلطان اور بادشاہ سے آپکا کیا تعلق ہے۔۔؟ باپ کو خاموش دیکھ کر کبیر بھی ناک کو چھوتے ہوئے کہنے لگا تھا۔۔

یہ ہی کہ بلیک گینگ بادشاہ اور سلطان کو اپنی ٹیم میں آنے کی آفر کر چکی ہے۔۔اور ایک دو مشن میں بلیک گینگ نے انہی دو غنڈوں سے مدد بھی لی ہے۔۔۔!! کبیر کے سوالوں کے جواب فارس میں مسکراتے ہوئے دیئے تھے۔۔جب کہ سلطان احمد خان کی حیرت میں مزید اضافہ ہوا تھا۔۔

پر فاری بادشاہ اور سلطان نے انکی گینگ میں شامل ہونے سے انکار کیوں کیا تھا بھلا۔۔؟؟ کبیر کی یاد کرنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے جاننا چاہا تھا۔۔۔

بس اسی وجہ سے کہ وہ سرکاری احکام کو مان کر کام نہیں کر سکتے تھے۔۔۔! فارس نے مغرور ہوتے اطلاع دی تھی۔۔۔

تمہارے غنڈے بھائیوں نے کام کرنے کے ہم سے پیسے لیے تھے۔۔۔!

یہ نہیں بتایاان بے غیرتوں نے تم لوگوں کو۔۔۔!!انہیں اپنے ساتھ کھیلتے دیکھ کر سلطان بھڑک کر جتا گئے تھے۔جب کہ ان کے الفاظ پر کبیر اور فارس کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔۔۔

بلیو می ڈیڈ۔۔۔!!بلیک گینگ سے پیسے نکلوانے کے لیے ہمیں ہمارے غنڈے بھائیوں پر فخر ہے۔۔۔۔!!ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے کبیر اور فارس ہنستے ہوئے واپس پلٹے تھے۔۔جب کہ سلطان ضبط سے انہیں گھورتے رہے گئے تھے۔۔عیس ہمدانی بالکل ٹھیک ہی کہتے تھے۔کہ یہ ہے ہی گندی اولاد۔۔۔!سلطان آخر کار ماننے پر مجبور ہو چکے تھے۔۔۔

آج تک کسی گینگسٹرز کو بے غیرت اور غنڈے ہونے کا خطاب نہیں ملا ہو گا۔۔۔؟ سٹڈی روم سے باہر نکلتے ہوئے کبیر نے آہستہ آواز میں فارس سے کہا تھا۔۔۔

ویسے بے غیرت غنڈے ہوتے کون ہیں خان۔۔۔؟ فارس نے نا سمجھی سے پوچھتے ہوئے سوال کیا تھا۔۔۔

وہی ہوتے ہیں۔۔ جو اپنے سرکاری باپ کے مشن کا بندہ اٹھا کر لے جاتے ہیں۔۔!! کبیر نے قہقہ لگاتے ہوئے فارس کو بے غیرت غنڈوں کی تعریف بتائی تو فارس بھی قہقہ لگاتا چلا گیا تھا۔۔

دادا وہ لڑکی پھر سے خط دے کر گئی تھی۔۔! میں آپ کو دینا بھول گیا تھا۔۔!! کامران نے جیب سے خط نکال کر بادشاہ کی طرف بڑھاتے ہوئے بتایا تھا۔۔

وہ سب اڈے کی طرف واپس جا رہے تھے۔جب کہ جنید گاڑی میں پہلے ہی آدمی لے جا چکا تھا۔جو انہوں نے بلیک گینگ سے چھینا تھا۔

کون ہے یہ لڑکی دادا۔۔! شہرام کو بے چینی سے خط کھولتے دیکھ کر کامران نے تجسس سے بھرپور سوال کیا تھا۔۔جب کہ ساتھ بیٹھا سلطان الائچی چباتے ہوئے مسکرا دیا تھا۔۔ماہ پارہ کی جان بچانے کے بعد بادشاہ نے

کامران کو اپنے اڈے پر رکھ لیا تھا۔اور اب جیند کے بعد وہ انکا خاص آدمی تھا۔۔۔

ہے کوئی۔۔۔!! بادشاہ نے خط پڑھتے ہوئے مسکرا کر کہا تھا۔۔۔

دادا کوئی دشمن نہ ہو۔۔۔!! میں پتہ کرواؤں کیا۔۔؟ کامران فکر مندی سے بولا تھا۔۔۔

ہاں صحیح کہہ رہے ہو۔۔۔! ہے تو یہ ایک دشمن ہی ہے۔۔۔! پر دشمن بھی وہ جو جان سے پیارا ہے...!! بادشاہ نے مسرور ہوتے بولا تو سلطان قہقہ لگا اٹھا۔۔جب کہ خط میں آج والے لکھے الفاظ پڑھتے ہوئے بادشاہ کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں۔۔۔

بیگم بغیر بادشاہ کس کام کا۔۔۔؟ بادشاہ بغیر بیگم کس کام کی۔۔۔؟ تیری مرضی تو جانے۔۔! میری مرضی میں جانو۔۔!! میں نے جوانی تیرے نام کی۔۔۔!! اپنی بیگم کی جوانی کو سوچتے ہی اسکے دل میں بے چینی بھری طلب کا اودھم مچ چکا تھا۔۔۔

سبحان اپنی بکس پیک کر رہا تھا۔۔ بکس پیک کرنے کے بعد اسکا ارادہ کپڑے پیک کرنے کا تھا۔ کیونکہ باسط صاحب اور میرال اسے لینے کے لئے نیچے آ چکے تھے۔۔

محمد سبحان کی قانونی کسٹڈی کی کاروائی ابھی شروع نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ سبحان نے ہی کہا تھا۔ کہ قانونی کارروائی ہونے سے پہلے وہ ان سے ایک ضروری بات کرنا چاہتا ہے۔ شادی کے ہنگامے گزرے کافی وقت گزر چکا

تھا۔اس لئے میرال اسے لینے کے لئے آچکی تھیں۔کیونکہ وہ اسے ساتھ لے جانے کے لئے کافی بے چین تھیں۔۔۔

سبحان اپنے کپڑے پکڑے گہری سوچوں میں گم تھا۔۔زندگی اسے کہاں سے کہاں لے آئی تھی۔کہ شاید اب اسکی حیرت بھی ختم ہو چکی تھی۔ کیونکہ اتنے کم عرصے میں اس نے زندگی کے جتنے اتار چڑھاؤ دیکھ لیے تھے۔وہ سب معمولی نہیں تھے۔اور آج وہ دن بھی آچکا تھا۔جب وہ ہمیشہ کے لیے کہیں اور جانے والا تھا۔۔وہ یوں ہی سوچوں میں گم سنجیدہ سا کھڑا تھا۔جب اسکے دروازے پر ہولے سے دستک ہوئی۔۔

دستک کی آواز پر چونکتے ہوئے سبحان نے سامنے دیکھا تو دروازے میں باسط صاحب کھڑے تھے۔۔۔

میں اندر آسکتا ہوں۔۔۔؟؟اسکے متوجہ ہونے پر وہ نرمی سے پوچھ گئے۔۔

پانچ منٹ سے وہ دروازے میں کھڑے اسے دیکھ رہے تھے۔پر وہ ہر چیز سے بے گانا گم سم سا کھڑا تھا۔۔

جی آجائیں۔۔۔!! سنجیدہ سی آواز میں بولتے ہوئے سبحان نے انکے بیٹھنے کی جگہ بنائی تھی۔پورے بیڈ پر اسکا سامان بکھرا ہوا پڑا تھا۔۔

یہ سامان یہیں پر رہنے دو۔۔۔! یہ لے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔! بس اپنی بکس رکھ لو۔۔۔!! بیڈ پر بکھرے ہوئے سامان پر نظریں دہراتے ہوئے باسط صاحب کہتے ہوئے اسکے پاس بیٹھ گئے۔۔۔

اور میرے کپڑے۔۔۔!! سبحان نے حیرانگی سے کہنا چاہا۔۔جب وہ اسے اپنے پاس بیٹھنے کا اشارہ کر گئے۔۔۔

کپڑے اور تمہاری پسند و ضرورت کی ہر چیز ہم نیو لے گئے۔۔۔!! اسے پاس بٹھا کر وہ بازو کے گھیرے میں لیتے ہوئے بولے تھے۔۔۔

یہ کپڑے اور سامان۔۔۔؟؟ انکی بات کے جواب میں وہ سوالیہ نظروں سے بیڈ پر پڑے سامان کو دیکھتے ہوئے پوچھ گیا۔۔۔

یہ سب یہیں پر رہنے دو۔۔۔! تاکہ تم جب یہاں پر رہنے کے لئے آؤ۔۔! تو یہ سب تمہیں یہیں پر ملے۔۔۔!! وہ مسکرا کر بولے تو سبحان کی آنکھوں میں بے اختیار خوشی کی چمک ابھری۔۔ جسے باسط صاحب نے بغور دیکھا تھا۔۔۔

ہماری فیملی کا حصہ بننے کا یہ مطلب نہیں ہو گا کہ تم ان سب سے دور ہو جاؤ یا اپنی شوگر گرل کو مل نہ پاؤ۔۔۔! تم جب چاہو یہاں پر آ کر رہ سکتے ہو سب

سے مل سکتے ہو ٹھیک ہے۔۔۔؟؟اسکی سنہری آنکھوں کی خوشی دیکھتے وہ مزید کہنے لگے تو وہ مسکراتے ہوئے سر ہلا گیا۔۔ تھوڑی دیر پہلے چہرے پر جو اداسی چھائی ہوئی تھی۔ باسط صاحب کی باتوں کے بعد وہ سب اڑن چھو ہو چکی تھی۔۔۔

کیا میں ایک سوال کر سکتا ہوں۔۔۔؟اسے مطمئن دیکھ کر باسط صاحب محتاط لہجے میں گویا ہوئے تو سبحان نے سر کو جنبش دیتے ہوئے انکو بولنے کا کہا۔۔

تم دل سے ہمیں اپنا رہے ہو نا۔۔؟! مجھے میرال اور اپنی رابیل آپی کو۔۔۔؟؟ باسط صاحب نے کسی خدشے کے تحت سوال کیا۔ کیونکہ سامنے بیٹھا بچہ انہیں کبھی عام نہیں لگا تھا۔ وہ نہیں جانتے تھے۔ کہ کیوں اس نے

اتنی جلدی میرال کی بات مانتے ہوئے انہیں ماں باپ بنانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔۔۔

آپ یہ سوچ کر پریشان ہو رہے ہیں۔ کہ میں اتنی جلدی کیسے مان گیا۔۔۔؟ باسط صاحب کی آنکھوں کو پڑھتے ہوئے سبحان نے مسکرا کر الٹا سوال کیا۔ باسط صاحب اسکے اتنے ٹھیک اندازے پر حیرت سے سر ہلا گئے تھے۔۔۔

میں خود بھی نہیں جانتا۔۔۔! پر اتنا جانتا ہوں۔ کہ اتنا عرصہ یہاں پر رہتے ہوئے مجھے جو احساس میرال آنٹی کو "مورے" بلا کر ہوا وہ پہلے کبھی بھی محسوس نہیں ہوا ہے۔۔۔! اپنی مورے کے جانے کے بعد وہ احساس میں نے صرف میرال آنٹی کے لیے محسوس کیا تھا۔۔ جو میں نے جان بوجھ کر نہیں کہا تھا۔۔ بس بے دھیانی میں پتہ نہیں کیسے میں نے انکو مورے کہہ

دیا۔۔۔!آپ مجھ پر شک۔۔۔!! سبحان نم آنکھوں سے بولتے ہوئے وضاحت کر ہی رہا تھا۔

جب باسط صاحب اسے تیزی سے گلے لگاتے ہوئے آنکھیں بند کرتے ہوئے باہر نکلتی نمی پر قابو پانے لگے۔۔انکے اچانک گلے لگانے پر سبحان کا وجود تھم چکا تھا۔۔جب کہ یہ سوچتے ہوئے باسط صاحب کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔کہ جو احساس اس دن انکی بیوی نے محسوس کیا تھا۔وہی احساس اس بچے کے دل میں بھی خلا پیدا کر گیا تھا۔سبحان کے مورے پکارنے پر میرال جس طرح گھر جا کر باسط صاحب کے سامنے روتی رہی تھیں۔۔ باسط صاحب کو یہ ہی لگا تھا۔کہ شاید کسی وقتی جذبے کے تحت وہ جذباتی ہو رہی تھیں۔۔۔پر شکر انہوں نے اپنی بیوی کی بات مانتے ہوئے سب

سے سبحان کو مانگ لیا تھا۔ ورنہ شاید انکے سینے سے لگا یہ چھوٹا سا بچہ اس احساس کے خالی پن میں رہتا۔۔۔

مجھے ڈیڈ کہو گئے یا بابا۔۔۔؟؟ سبحان کا چہرہ اپنے سامنے کرتے ہوئے باسط صاحب نم آنکھوں سے مسکراتے ہوئے پوچھنے لگے تھے۔۔

جو آپ کہے گئے۔۔۔!! سبحان نے معصومیت سے جواب دیا تھا۔۔ جب کہ بابا لفظ پر اسے اپنے باپ کا چہرہ یاد آنے لگا تھا۔ وہی مہربان خوشبو آج اسے سامنے بیٹھے شخص سے محسوس ہو رہی تھی۔۔۔

جو میرا بیٹا مجھے پکارنا چاہے گا۔۔۔!! اسکی معصومیت پر مسکراتے ہوئے وہ اسکا ماتھا چومتے ہوئے کہہ گئے۔۔ جب کہ دروازے میں کھڑی رابیل اس منظر کو دیکھتے ہوئے رو پڑی تھی۔۔ وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی پہنچی تھی۔۔

اسے جیسے ہی پتہ چلا تھا۔ کہ اسکے مام ڈیڈ، سبحان کو لینے کے لیے آئے ہیں۔ وہ فوراً آ چکی تھی۔۔۔

میرا بھائی آپ کو وہ ہی بلائے گا جو اسکی بڑی بہن بلاتی ہے۔۔۔!! اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے وہ چمکتے لہجے میں بولتے ہوئے اندر داخل ہوئی تو اسکی اچانک آمد پر وہ دونوں چونک گئے۔۔

میں نے ٹھیک کہا نا۔۔؟ سبحان کے پاس بیٹھتے وہ بولی تو وہ مسکرا کر حامی بھر چکا تھا۔ جس پر رابیل تیزی سے اسے گلے لگا چکی تھی۔۔

میں تمہیں اپنا لاڈلا بھائی بنا کر رکھوں گی۔۔!! تمہیں کوئی بھی بات کہنی ہو گی تو تم سب سے پہلے اپنی بڑی بہن کے پاس آؤ گئے۔۔۔!! بھیگے لہجے میں اسے حکم دیتے ہوئے رابیل نے اسکا ماتھا چوم لیا۔۔ سبحان تیزی سے سر

ہلاتے ہوئے رابیل کے گلے لگا تو باسط صاحب انہیں ایسے دیکھتے ہوئے خوشی سے نہال ہو گئے۔۔۔

میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔۔۔!! رابیل اسے بازو کے حصار میں لے کر بیٹھی تو سبحان اچانک غیر معمولی لہجے میں بولا۔۔۔

بولو۔۔۔!! اسکے لہجے پر چونکتے ہوئے باسط صاحب بولنے کا اشارہ کیا۔۔ جب کہ رابیل نے بے ساختہ باپ کی طرف دیکھا تھا۔۔۔

میں اپنا نام بدلنا چاہتا ہوں۔۔۔!! ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے سبحان نے اپنی اس خواہش کا نام لیا تھا۔ جو کب سے اسکے دل میں ابھرتی اسے بے چین کیے رکھتی تھی۔

کیانام رکھنا چاہتے ہو۔۔۔؟ باسط اور رابیل حیرانگی سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھ گئے تھے۔۔جب وہ سنجیدہ لہجے میں نام بتاتے ہوئے ہکا بکا کرتا چلا گیا تھا۔۔۔

دلشیر باسط علی خان۔۔۔!! باسط صاحب کے نام کو استعمال کرتے ہوئے سبحان نے اپنا پورا نام بتاتے ہوئے باسط صاحب کی آنکھوں میں دیکھا تو وہ اسکی آنکھوں میں چھپی ہوئی آگ کو دیکھتے ہوئے فریز ہوتے چلے گئے۔۔۔۔

میں تمہیں کل سے ساتھ چلنے کا بول رہا ہوں اور تم یہاں کن کاموں میں لگی ہوئی ہو۔۔۔؟عیس ہمدانی لاؤنج میں آئے تو اپنی بیوی کو فضول ترین

کاموں میں مصروف دیکھ کر جھنجھلا سے گئے۔۔۔انکی غصے بھری آواز لاؤنج میں ایک دم سے گونجی تو مشعل چونکتے ہوئے دیکھ گئیں۔۔

کیا ہو گیا ہے آپکو علی۔۔۔!!آہستہ بولیں۔۔۔!! مشعل حیرانی سے دیکھتے ہوئے انکی طرف آئی تھیں۔۔۔

تمہیں میری آہستہ آواز سے کہی ہوئی بات سمجھ ہی کب آتی ہے۔۔! میں وہاں کمرے میں تمہارا آنے کا انتظار کر رہا ہوں۔۔اور تم یہاں ان فضول کاموں میں لگی ہوئی ہو۔۔۔!انکے ٹوکنے کا اثر لیے بنا عیس ہمدانی پھر غصے سے بلند آواز میں بولنے لگے۔۔جب اچانک کبیر خان اور فارس ہمدانی جھنجھلاتے ہوئے اپنے اپنے کمرے سے باہر نکل آئے۔۔۔

آپ لوگوں نے اس لئے ہمیں یہاں پر شفٹ کیا تھا۔ کہ ہم آپ لوگوں کی لڑائیاں سنتے رہیں۔۔۔!! فارس نے تیز لہجے میں کہتے ہوئے باپ کو دیکھا تھا۔۔

بندہ کچھ خیال ہی کر لیتا ہے۔۔۔!! ہماری بیویاں آرام کر رہی ہیں۔۔۔!! کبیر خان نے بھی جلدی سے بولتے ہوئے احساس دلانا چاہا تھا۔ گل بہار اور گل ناز کا آخری مہینہ چل رہا تھا۔ اور پچھلے پانچ مہینوں سے انکو یہیں لاؤنج کے گیسٹ روم میں شفٹ کر دیا ہوا تھا۔ جس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوا تھا۔ کہ دن میں کوئی دس بار کبیر اور فارس اپنے اپنے کمرے سے باہر نکل کر گھر والوں کو گھورتے تھے۔

یہاں رہنے کی وجہ سے وہ پورا دن کسی نا کسی کی لڑائی یا بحث سننے پر مجبور تھے۔ کیونکہ انکے کمرے ساؤنڈ پروف نہیں تھے۔

تم لوگوں کی بیویاں ماں بننے والی ہیں۔۔۔ یہ تم لوگ کس خوشی میں کمروں میں گھس کر بیٹھے ہوئے ہو۔۔۔؟؟ عیس ہمدانی جواب میں سناتے ہوئے انکو دیکھنے لگے تھے۔۔ کیونکہ سامنے کھڑے نمونے اب آفس میں کم اور گھر پر زیادہ پائے جاتے تھے۔۔۔ مشعل ہمدانی نے آنکھیں دیکھاتے ہوئے اپنے شوہر کو بولنے سے روکنا چاہا تھا۔ کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ ابھی یہاں پر لڑائی شروع ہو جائے گی۔۔۔

ہماری بیویوں کو ہماری ضرورت ہے اس لیے ہم انکے پاس رہتے ہیں۔۔۔!! فارس نے بنا ہچکچائے باپ کو جواز پیش کیا۔۔

یقین کرو اگر کہیں زن مریدی کے میڈل مل رہے ہوتے تو تم لوگوں کے یہ نمونے گولڈ میڈلسٹ ہوتے۔۔۔!! بیٹے کے جواب سے متاثر ہوتے وہ تالیاں بجاتے ہوئے مشعل سے مخاطب ہوئے تھے۔۔۔

ہم تو پھر کسی نا کسی چیز میں گولڈ میڈلسٹ ہو سکتے ہیں۔۔!آپ تو وہ بھی نہیں ہیں چھوٹے بابا۔۔۔!! کیونکہ آپکو اپنی بیوی ہی لفٹ نہیں کرواتیں۔۔!کبیر نے تیزی سے بولتے ہوئے عیس ہمدانی کی پہلے سے بھڑکی ہوئی رگ کو دبانے کی کوشش کی تھی۔۔۔

اس لئے یہاں پر آکر چلاتے ہوئے دوسروں کی بیویوں کو ڈسٹرب کر رہے ہیں۔۔۔!! فارس بھی ہونہہ کرتے بولا تو عیس ہمدانی شعلہ بار

نظروں سے انکو دیکھنے لگے۔۔جب کہ مشعل ہمدانی بیچارگی سے منہ بنا گئی تھیں۔۔۔

پلیز اپنے یہ پرسنل میٹر کمرے میں حل کیا کریں۔۔۔!!عیس ہمدانی کو مکمل طور پر آگ لگاتے ہوئے وہ اتنی ہی تیزی سے اپنے کمروں میں جا بند ہوئے تھے۔۔جیسے وہ نکل کر آئے تھے۔۔۔انکے غائب ہوتے ہی عیس ہمدانی کی توپوں کا رخ مشعل ہمدانی کی طرف ہو چکا تھا۔۔۔

رابیل کو اپنے سینے پر لٹائے ارسل خان میٹھی نیند سو رہا تھا۔جب اچانک رابیل کی آنکھ کھلی تو وہ نیند میں بمشکل آنکھوں کو کھولتے ہوئے دیکھنے لگی۔۔۔

خود کو ارسل خان کے سینے پر براجمان دیکھ کر رابیل نے مسکراتے ہوئے قریب ہوتے اسکی شیو پر ہونٹ رکھے تو ارسل خان نیند میں اسکی جسارت محسوس کرتے ہوئے مسکرا کر اسے شدت سے خود میں بھینچ گیا۔۔اسکے نیند میں بھی رسپانس کرنے پر وہ ہنس کر سر جھٹکتے ہوئے دوبارہ اسکے سینے پر سر رکھتے ہوئے آنکھیں بند کر گئی۔۔

رابیل کو آنکھیں بند کیے ابھی چند پل ہی گزرے تھے۔جب اسے اپنے وجود پر پہنی نائٹی اترتے ہوئے محسوس ہونے لگی تھی۔۔۔

خان۔۔۔!!اس نے پٹ سے آنکھیں کھولتے ہوئے احتجاج کرنا چاہا تھا۔۔۔

تم نے خود چھیڑ کر مجھے جگایا ہے خان کی جان۔۔! زرا سی آنکھیں کھول کر اسکی ناک کو دیکھتے ہوئے وہ ہر بار کی طرح شدت سے چوم گیا۔۔۔

میں نے تو بس چھوٹی سی کس کی تھی۔۔۔!! اسکے ہاتھوں کی حرکت پر رابیل منہ بسورے بولی تھی۔۔۔

ہاں تو میں کب کچھ زیادہ کرنے والا ہوں میری پیاری خانم۔۔۔! اسکی ناک کی ٹپ کو ہونٹوں میں دباتے ہوئے ارسل خان نے اسکے بدن پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اسکی نرماہٹ محسوس کی تو وہ بے قرار ہوتے اسکے قریب ہونے لگی۔۔۔ جب کہ اگلے ہی پل ارسل خان اسکی کمر کو جکڑتے ہوئے اسے اپنی گود میں کراس بٹھاتے ہوئے اسکے لبوں کو گرفت میں لیتے ہوئے مدہوش ہونے لگا تھا۔۔

محبت آخر کار ان پر مہربان ہوتے انہیں قریب لا چکی تھی۔۔۔وہ اب بھی پہلے کی طرح لڑتے الجھتے تھے۔بس فرق اتنا آیا تھا۔کہ ارسل خان اسکی زبان کی تیکھے پن کو خود میں اتارتے ہوئے رابیل کو پچھتانے پر مجبور کر دیتا تھا۔۔

مورے۔۔۔!! نیچے اترتے ہوئے وہ اونچے لہجے میں آوازیں لگانا شروع ہو گیا تھا۔۔

آرہی ہوں دلشیر۔۔۔!! میرال کمرے سے ہی بولتے اسے انتظار کرنے کا کہہ گئی تھیں۔۔جب وہ سرد سانس خارج کرتا صوفے پر بیٹھ گیا۔۔دو منٹ

گزرنے کے بعد باسط صاحب نیچے آئے تو قدموں کی آواز پر دلشیر نے مڑتے ہوئے جلدی سے دیکھا تھا۔۔۔

ڈیڈ۔۔!! مورے کیوں نہیں آرہیں۔۔۔؟ ہم لیٹ ہو رہے ہیں۔۔۔!! باسط صاحب کو دیکھتے ہی اس نے پوچھا تھا۔۔

تمہاری مورے کی تیاری ختم ہو گی تو وہ آئیں گئیں نا۔۔۔! باسط صاحب تھکا ہوا سانس خارج کرتے ہوئے جواب دیا تھا۔ کیونکہ وہ کب سے تیار ہو کر کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ تاکہ اپنی بیوی کے ساتھ ہی نیچے جائیں۔۔۔ پر انکی بیوی کی تیاری ہی نہیں ختم ہو رہی تھی۔۔۔

آپ بیٹھیں میں دیکھتا ہوں۔۔۔! انہیں بیٹھنے کا کہہ وہ خود کھڑے ہوتے تیزی سے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔۔

مورے ہمیں دیر ہو۔۔۔!! دلشیر کمرے میں داخل ہوتا بولتے بولتے رک گیا تھا۔۔

بس ہو گئی ہو میری جان۔۔۔! اپنے بیٹے کی تیاری دیکھتے ہوئے وہ محبت سے مسکرادی تھیں۔

آپ نے ساڑھی کیوں نہیں پہنی مورے۔۔۔! انکے ڈریس کو دیکھتے ہوئے وہ پوچھ گیا تھا۔۔

ساڑھی۔۔۔؟ عقیقے میں کون ساڑھی پہن کر جاتا ہے دل۔۔۔!! گلے میں چین پہنتے ہوئے میرال حیران ہوتے جواب میں بولی تھیں۔۔آج کبیر خان اور فارس ہمدانی کے بیٹوں کا عقیقہ تھا۔

کیوں نہیں پہن سکتے۔۔۔! آپ دلشیر باسط علی خان کی ماں ہیں۔۔۔! اور آپ سب کچھ کر سکتی ہیں۔۔۔! رعب و حق جتاتے انداز میں کہتے ہوئے وہ واڈروب کی طرف بڑھا تو میرال اسکے لب و لہجہ پر ٹھٹک کر اسے دیکھتی چلی گئیں۔۔اپنے اسی حق جتاتے انداز پر وہ انکا دل پیار و ممتا سے بڑھ دیتا تھا۔۔۔

آپ چینج کر آئیں۔۔۔!! اپنے ڈریس سے میچنگ براؤن ساڑھی نکال کر میرال کو تھماتے ہوئے وہ ڈریسنگ روم تک لے گیا۔۔

آپ یہ پہن کر آئیں میں تب تک اسکی میچنگ چیزیں اور ہیلز نکالتا ہوں۔۔۔! ماں کو حکم دیتے ہوئے وہ مڑتے ہوئے تیزی سے انکی جیولری اور چیزیں نکالے لگا تھا۔۔اور تھوڑی دیر بعد میرال مکمل طور پر مختلف حلیے

میں کھڑی حسین ترین نظر آرہی تھیں۔۔میک آپ انہوں نے وہی رکھا تھا۔بس لپ اسٹک بدل دی تھی۔

پاؤں آگے کریں۔۔!!گھٹنے کے بل بیٹھتے ہوئے دلشیر تیزی سے انکے پاؤں میں ہیلز پہنانے لگا تو نجانے کیوں میرال کی آنکھوں کے کنارے بھیگنے لگے۔۔ہر وقت شوخ و چنچل رہنے والی میرال اپنے بیٹے کی ان حرکتوں پر اب اکثر آنسو چھپانے لگی تھیں۔۔۔

پرفیکٹ مورے۔۔!بہت خوبصورت لگ رہی ہیں۔۔۔!!ہیلز پہنا کر وہ داد دینے والے انداز میں چمکتی آنکھوں سے ماں کی تعریف کر گیا تھا۔۔۔

تم میری کسی نیکی کا صلہ ہو دلشیر۔۔۔!!میرے لئے اس دنیا کی سب سے خوبصورت نعت اگر کوئی ہے۔تو وہ تم ہو۔۔۔!!میں تمہیں پاکر مکمل ہو

چکی ہوں۔۔۔! اسکے ماتھے کو چومتے ہوئے وہ بے حد جذباتی ہوئی تھیں۔۔

اور آپی کیا ہیں۔۔؟ ماں کی آنکھوں کو صاف کرتے ہوئے سبحان نے جان بوجھ کر چھیڑتے ہوئے رابیل کا ذکر کیا تھا۔

وہ نک چڑھی ساری زندگی بس میری جان کا عذاب بنی رہی ہے۔۔۔! بیٹی کو یاد کرتے ہی میر ال کا لہجہ تیکھا ہوا تو سبحان ہنستے ہوئے انکا ہاتھ تھام کر کمرے سے باہر نکلا تھا۔ ماں کا ہاتھ پکڑے دھیان سے انکے ساتھ چلتے ہوئے وہ انکی باتوں پر ہنس رہا تھا۔ جب انکی آوازوں پر باسط صاحب مڑتے ہوئے دیکھنے لگے تھے۔۔

میرال کو ساڑھی میں دیکھ کر انہیں بالکل حیرانی نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ وہ پہلے ہی جانتے تھے۔ کہ انکا بیٹا انکا ڈریس چینج کروا چکا ہو گا۔۔

چلیں۔۔۔؟؟ وہ نیچے آئے تو باسط صاحب مسکراتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔۔۔

ڈیڈ آپ مورے کے ساتھ گاڑی میں جا کر بیٹھیں۔۔ میں بس اپنا موبائل لے کر آتا ہوں۔! اچانک یاد آنے پر وہ میرال کا ہاتھ باسط صاحب کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے وہ تیزی سے اوپر اپنے کی جانب۔ بھاگا تھا۔۔

دھیان سے جاؤ دل۔۔۔! باسط صاحب فکر سے اسے آواز لگا گئے تھے۔۔

باسط مجھے ایسا کیوں محسوس ہوتا ہے۔۔۔ کہ دلشیر ہمیشہ سے ہمارا ہی بیٹا ہے۔۔۔؟ اسے غائب ہوتے دیکھ کر میرال نے بے ساختہ کہا تھا۔۔۔

کیونکہ وہ سچ میں ہمارا ہے، اور رہے گا۔۔۔!! اپنی بیوی کا ماتھا چومتے ہوئے باسط صاحب نے مضبوط لہجے میں بولے تو وہ انکی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا دیں۔۔ اتنی دیر میں سبحان بھی واپس آچکا تھا۔۔

آپ لوگ گئے نہیں۔۔۔؟ وہ انہیں ابھی تک وہیں پر کھڑے دیکھ کر حیران ہوا تھا۔۔۔

نہیں تمہاری ماں کو تمہارے ساتھ ہی بیٹھنا ہے۔۔! باسط صاحب جواب دیتے ہوئے دوبارہ اسے میرال کا ہاتھ پکڑا چکے تھے۔۔۔

آپ جیلس تو نہیں ہو رہے ہم سے۔۔۔؟ باہر کی جانب بڑھتے ہوئے سبحان نے شرارتی لہجے میں بولا تھا۔۔

نہیں۔۔!! کیونکہ میں رستے سے اپنی بیٹی کو پک کرنے والا ہوں۔۔۔!

مصنوعی سنجیدگی سے باسط صاحب نے ٹکا کر جواب دیا تھا۔۔۔

بیٹی نہیں آفت بولا کریں اسے۔۔۔!! گاڑی میں بیٹھتے ہوئے میرال جل کر بولیں تو دلشیر قہقہہ لگاتا چلا گیا۔۔۔

بلیک مینشن میں آج کبیر خان اور فارس ہمدانی کے بیٹوں کا عقیقہ تھا۔۔

سب اس خوشی کو محسوس کرتے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھے۔جب اچانک انہیں خیال آیا تھا۔کہ "بہرام کبیر خان" اور "شایان فارس ہمدانی" غائب ہیں۔۔

بھائی بہرام اور شایان کہاں ہیں۔۔۔؟ فارس اور کبیر جو بیٹھے باتیں کرنے میں مصروف تھے۔ کہ غازیان انہیں مخاطب کرتا پوچھ گیا۔۔۔

شہری اور فاتح کے پاس ہیں۔۔! فارس نے مڑتے ہوئے انہیں بتایا تھا۔۔۔

بھائی آپ نے ہمارے بھتیجوں کو ان گدھوں کے حوالے کیوں کر دیا ہے۔۔۔! کمینے ضرور انہیں کچھ نہ کچھ الٹا سیکھا رہے ہونگے۔۔۔! ارسل کی پریشانی سے کہا تو سب تیزی سے باہر نکلتے ہوئے لان کی طرف بڑھے۔۔۔ وہ بھاگتے ہوئے لان میں آئے تو سامنے ہی وہ دونوں غنڈے اپنے چھوٹے سے بھتیجوں کو ہوا میں اوپر اٹھائے الٹے سبق میں پڑھانے میں مصروف تھے۔۔۔

دیکھو لائف میں کچھ بھی کرنے کا۔۔! پر کبھی ڈرنے کا نہیں ہمارے چوزوں۔۔۔!! اپن لوگ ہمیشہ تم لوگوں کے پیچھے کھڑے ہیں۔۔۔!! اور سب سے ضروری بات۔۔۔!! تب تک گھر واپس نہیں آنا جب تک دشمن کی اینٹ سے اینٹ نہ بجادو۔۔۔!! انتہائی سنجیدہ لہجے میں شہرام علی اپنے ایک ماہ کے بھتیجوں کو سبق پڑھانے میں مصروف تھا۔۔۔

اور ہاں تو لوگوں کے اور بھی چاچے ہیں۔۔۔! جو کہ کسی کام کے نہیں۔۔۔! کوئی ردی پیچ کر ڈاکٹر بنا ہے۔۔ تو کوئی کھسکا ہوا بیرسٹر ہے۔۔! اور ایک گدھا گاڑی والا پائلٹ بھی ہے۔۔ اور سب سے چھوٹے والے کا حال تو سب سے برا ہے۔۔! کیونکہ اسے کان میں جھمکے پہننے کے سوا کچھ بھی نہیں آتا۔۔۔! اس لئے زندگی میں جب بھی کوئی موٹیویشن کی کمی

محسوس ہو تو گھبرانے کا نہیں میرے چوزوں۔۔۔! سب کو بھاڑ میں جھونک کر تم لوگ بیرو کے پاس آجانا۔۔۔!! فاتح سلطان بھی سیانا بنتا سبق پڑھانے میں پیچھے نہیں رہا تھا۔۔ بہرام اور شایان کو وہ ہوا میں اٹھائے ایک ساتھ لیے کھڑے تھے۔۔ جب اچانک پیچھے سے کبیر خان نے انکی تصویر لی تھی۔۔

فاتح اور شہرام کی باتوں پر بہرام اور شایان کے چہرے پر بڑی سی مسکراہٹ نے احاطہ کر لیا تھا۔۔ جیسے وہ انکی سب باتوں کو سمجھ چکے ہوں۔۔ بہرام کبیر خان کی آنکھیں اپنی ماں جیسی بلیک تھیں۔۔ جب کہ شایان نے بھی آنکھوں کا رنگ اپنی ماں سے چرایا تھا۔۔ بہرام اور شایان کو اپنے سب

چاچوں میں سے سب سے زیادہ یہ دو کھسکے ہوئے ہی پسند آئے تھے۔۔جو انہیں الٹی سیدھی پٹیاں پڑھانے میں مصروف تھے۔۔۔

یہ سالے آج نہیں بچتے میرے ہاتھوں۔۔۔!! شہرام اور فاتح کی باتوں پر سب کے تاثرات غضب ناک ہوئے تو وہ اگلے ہی پل للکارتے ہوئے انکی طرف بڑھے۔۔۔

کمینوں۔۔!! تامل فلموں کے سستے غنڈوں ہم تم لوگوں کو چھوڑیں گئے نہیں۔۔۔!! انکی آوازوں پر شہرام اور فاتح نے چونکتے ہوئے مڑ کر دیکھا تو انہیں حملہ کرتے دیکھ کر وہ وہ بہرام اور شایان کو سینے سے لگاتے ہوئے بھاگے تھے۔۔لان میں بھاگتے ہوئے وہ آگے آگے تھے تو باقی انکے پیچھے۔۔شہرام اور فاتح کے قہقہے انہیں مزید تپا رہے تھے۔۔جب کہ

بہرام اور شایان کے چہروں پر پھیلی مسکراہٹ آنے والے حالات کا پتہ دے رہی تھی۔۔ کبیر خان اور فارس ہمدانی نے محبت بھری نظروں سے ہنستے ہوئے اپنے چھوٹے بھائیوں کو دیکھا تھا۔۔ جس کے ہونے سے زندگی مکمل تھی۔۔

ختم شدہ۔